رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار

پیغام صلح

لاہور

قیمت
سالانہ ۳ ر
ششماہی ۲ ر
سہ ماہی ۱۲؍
ماہوار ۴؍

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بلڈنگ احمدیہ لاہور | یکشنبہ ۲۵ صفر ۱۳۳۴ھ ہجری القدسی سلطانی ۲ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۱

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام
ووکنگ میں ایک خاندان کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی مکرمی مسلمکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی خدمت میں ایک خوشخبری پہنچاتا ہوں جو ایک مسلمان کے دل میں انبساط پیدا کرتی ہے۔ ووکنگ کا ایک خاندان مسجد میں قریباً ایک سال سے آرہا تھا۔ اور انکو اکثر موقعہ ملا کہ وہ ہماری مسجد کے ملحقہ گھر میں آکر میل و ملاقات و تبادلہ خیالات کرتے تھیں۔ پچھلے سال مجھے موقعہ ملا تھا کہ حقوق طلب عورتوں کی انجمن میں اسلامی وعظ کہوں۔ اس دن سے اس گھر کی خاتون سے اس بنا پر واقفیت ہوگئی کہ اس مجمع میں ایک شخص کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے میں اس پر بہت سختی کرسکا مجھے سختی کے جواب دینے پسند تھے۔ لیکن اعتراضات کی سختی بعض اوقات جوابات کی سختی کو پیدا کر دیتی ہے یہ [illegible] واقفیت تھی۔ اس خاتون کو حق گوئی اور [illegible] سے بہت سا حصہ وافر دیا گیا ہے

یہ رنگ اُن کو پسند آیا اور اُس دن کے بعد راہ و رسم کا آغاز ہوا۔ اس کا انجام کیا مبارک ہوا کہ اس خاتون کے ذریعہ اُس کا خاوند اور اُس کے بچے اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ الحمد للہ رب العلمین اس خاتون کی صفات باطنی کو مدنظر رکھکر ان کا نام صدیقہ رکھا گیا۔ بڑے اخلاص اور ہمت کی مالک ہیں لومۃ لائم کی ذرا پرواہ کرنے والی نہیں ہیں۔ صفات رذیلہ کی بڑی دشمن ہیں۔ خوب زیرک و لسان ہیں۔ بڑی متواضع بھی ہیں۔ بہت دفعہ ان کے گھر دعوت کا موقعہ ملا ہے۔ مہمان نوازی کی اسلامی شان ان میں پہلے ہی سے موجود ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک کلمات یاد آتے ہیں۔ خیارکم فی الجاهلیة خیارکم فی الاسلام۔ جو جاہلیت میں اعلیٰ صفات رکھتے ہیں انھیں کے صفات اسلام اختیار کرنے کے بعد بھی اچھے ہوتے ہیں۔ یہ بہت ہی پاک اور سچا اصل ہے پیشتر اس کے کہ اسلام اختیار کریں ان کا پادری جو ان کے گرجا کا افسر اعلیٰ ہے اور پادری صاحب کی اہلیہ باری باری ان کے گھر تشریف لے گئے بڑی لمبی بحث ہوئی۔ اور ہماری مکرمہ محترمہ خاتون صدیقہ نے انکو ایسے جواب دیئے جن کی ان کو ہرگز ہرگز توقع نہ ہوسکتی تھی۔ ہر ملک میں پادریوں یا مولویوں یا پنڈت پروہتوں کا طرز شاید ایک

ہی نہج پر ہے۔ خاتون صدیقہ نے کہا کہ کیسا تعجب ہے۔ اس گرجا کے پاس میں برسوں سے رہتی ہوں اور گرجا نہ جانے پر تم کبھی میرے پاس توجہ دلانے کے لئے نہیں آئے۔ جونہی کہ میں نے اسلامی چرچ میں جانا شروع کیا اور مذہب کی طرف توجہ کی تم چوکنے ہونے لگے۔ پادری صاحب نے کہا کہ گرجا میں نہ جانا بہتر ہے اور انسب ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اسلامی چرچ میں جاؤ۔ اس پر ہماری نومسلمہ نے کہا کہ دیکھو عیسائیت کے اصولوں سے مجھے نفرت تھی کیونکہ وہ میری فطرت کے تقاضا کو پورا نہیں کرسکتے۔ اسلام میں ہمنے اس بات کو دیکھا ہے جو انسانی فطرت کی مقتضی ہے۔ اس کے اصول نہایت صاف اور معقول ہیں۔ خدائے واحد کی پرستش کرنا۔ اس کی فرمانبرداری کرنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند اخلاقی کی وجہ سے تمام انبیاء کی تعظیم کرنا بنی نوع انسان کی سچی محبت کرنا ان کے رنج و راحت میں شریک ہونا مذہب اسلام ہے اور اس سے بڑھ کر معقول اور مفید اصول کیا ہوسکتے ہیں۔ پھر ہم نے اہل مسجد کو دیکھا ہے ان کے طریق و طرز کا ملاحظہ کیا ہے پادری صاحب نے کہا یہی تو خطرہ کی بات ہے کہ وہ پورے شریر ہیں اور اس سے لوگوں کو ان کے مذہب کے متعلق دھوکا لگ جاتا ہے۔

خاتون اُن کا مذہب بجائے خود قلوب کی تسکین کا موجب ہے اور اہل اسلام کے اخلاق اس مذہب کا ایک ثمرہ ہے۔
پادری صاحب کو ازیں قبیل جوابات سننے سے مایوسی ہوئی اور سلام کرکے واپس چلدیئے۔
اس کے چند دن بعد اس گھرنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ فالحمد للّٰہ رب العٰلمین ثم الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ اللھم زد فزد۔ والسلام دستخط خاکسار

مولوی صدر الدین امام مسجد

بقلم بلال نور احمد ۲-دسمبر ۱۵ء

ایک اور خاتون کا مشرف باسلام ہونا

مکرمی منظمی سلمکم اللّٰہ تعالیٰ - السلام علیکم
ایک خاتون جو شہر برائی ٹن کی رہنے والی ہیں قریبًا ایک سال سے اسلام کا مطالعہ کر رہی تھیں۔ مسجد میں بھی عید الضحیٰ کے موقع پر تشریف لائی تھیں۔ اللّٰہ تعالیٰ کے فضل سے اُن کا انشراح صدر ہوگیا اور وہ مشرف باسلام ہوئیں چنانچہ اس اتوار کو اُنھوں نے تحریری اعلان بھیجا جس کا اقتباس درج کرتا ہوں......
"میں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور خوب کیا ہے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے اللّٰہ تعالیٰ کی توحید کی میں قائل ہوں اور محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتی ہوں۔ اور آن کے حکم کے ماتحت دیگر انبیاء علیہم السلام کی بعثت کو مانتی ہوں اسلام کی محبت میرے دل میں بیٹھ گئی ہے اور میری تمنا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے اسلامی زندگی پورے طور پر عطا کرے اور مجھے ہر طرح نیکی کی توفیق مرحمت فرما دے۔ آمین میری دعا ہے کہ میرے بھائی بہن اور رشتہ داروں کو جو انگلینڈ میں ہیں اور ان کو بھی جو باہر گئے ہوئے ہیں اسلام نصیب ہو۔ آمین۔ رافمہ آپ کی رشتہ اخوت میں منسلک مس عائشہ خاتون مس ..."
فالحمد للّٰہ رب العٰلمین اللھم زد فزد والسلام دستخط خاکسار صدر الدین امام مسجد ووکنگ،

بقلم بلال نور احمد ۹- دسمبر ۱۹۱۵ء

نو مبائعین

جناب ریاض الدین صاحب احمار میاں محمد نعمان صاحب اور میاں عبد العزیز صاحب حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

یونان میں حالت حاضرہ - لنڈن ۲۷ دسمبر یونان سے نہایت متضاد خبریں موصول ہو رہی ہیں بیان کیا گیا ہے۔ کہ جرمنوں کی اس دھمکی کے باوجود کہ وہ کرسمس کے بعد حملہ آور ہوں گے۔ یونان کے فوجی حکام کو یقین ہے۔ کہ غنیم یونانی علاقہ پر بدیں وجہ حملہ آور نہ ہوگا۔ کہ بلغاری کسی مزید نصب العین کی تعیین کے بغیر جدید معرکہ آرائی کے میدان میں قدم رکھنے سے پس و پیش کریں گے بلغاریوں کا خیال ہے۔ کہ اُنہوں نے سرودی مقدونیہ کو مسخر کرکے اپنا مقصد حاصل کرلیا ہے اور جب تک انہیں مزید ارضی معاوضہ کی طمع نہ دلائی جائے اسوقت تک وہ اپنے سابقہ شدید نقصانات میں اضافہ نہیں کرانا چاہتے۔ اس کے برعکس بیان کیا گیا ہے۔ کہ ترکی۔ بلغاریا اور جرمنی غالبًا چند روز کے اندر ایک مشترکہ مرکز کی طرف مہیب فوج کشی کرنیوالے ہیں
اخبار ٹائمز میں موسیو سکولوڈس کے ساتھ ایک ملاقات کی کیفیت شائع ہوئی ہے۔ جس میں اُنہوں نے بیان کیا کہ یونان نے اس امر کی کافی ضمانتیں لے لی ہیں۔ کہ متخاصمین لڑائی کے بعد یونانی علاقہ کو خالی کر دیں گے۔
ڈیلی کرانیکل کو ایتھنز سے ایک مراسلہ پہنچا ہے جس میں موسیو گونارس کے ساتھ ایک ملاقات کی کیفیت درج ہے۔ موسیو گونارس نے جن کی بابت کہا جاتا ہے۔ کہ وہ زمانہ آئندہ میں نہایت شدت حاصل کرنے والے ہیں اس امر پر زور دیا کہ یونان کی غیر جنبہ داری صرف اس وقت تک قائم رہیگی جب تک اس کی ارضی سلامتی کا احترام قائم رہے گا +

بحیرہ اسود میں بحری جنگ - پیٹروگراڈ ۲۶ دسمبر۔ بحیرہ اسود کے بلغاری ساحل پر روسی تباہ کن جہاز گروکی اور متعدد متخاصم آبدوز کشتیوں میں جو معرکہ وقوع میں آیا اسکے سرکاری بیانات سے پایا جاتا ہے کہ گروکی نہایت ہوشیاری سے اپنا پہلو دو تارپیڈو کشتیوں کی زد سے بچاتا رہا۔ اور اس نے ان کشتیوں کو توپوں کی آتشباری سے پسپا کردیا۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ ایک آبدوز کشتی غرق کر دی گئی +

لورین میں گولہ باری - پیرس ۲۷- دسمبر۔ آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ گذشتہ شب کو کوئی قابل ذکر واقع بجز اس کے ظہور میں نہ آیا۔ کہ لورین میں فرانسیسی توپخانہ نے شیٹو سالینٹس کے جنوب مغرب میں غنیم کی قلعبندیوں پر گولہ باری کی +

جرمن حملہ پسپا کر دیا گیا - لنڈن ۲۸ دسمبر ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ غنیم نے صبح کو ہوہینز ولرن کے دمدمہ کے جنوب مشرق میں ہماری لائن کے سامنے ایک سرنگ اُڑائی - اور ہم نے اُس گڑھے کے قریب ترین کنارے کو مستحکم کرلیا۔ ہمارے توپخانہ نے نیل آرمینٹیرز فرمیلی کے جنوب میں متخاصم خندقوں پر مؤثر گولہ باری کی۔ غنیم نے بھی اس کا پرزور جواب دیا۔ مگر اس سے ہمیں بہت کم نقصان پہنچا۔ دیگر مقامات پر توپخانہ کی معمولی سرگرمی جاری رہی۔
پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ ہمنے بڑے ٹیلے اور سمندر کے درمیان غنیم کے مورچوں پر کامیابی سے گولہ باری کی۔ اور اُن کے سینہ پناہوں کو تباہ اور ایک قلعبندی کو اُڑا دیا۔ ہمنے ۲۰ دسمبر کی پہاڑی کے شمال مغرب میں آرٹوا کے علاقہ میں ایک سرنگ اُڑائی - اور غنیم کو اُسکے گڑھے پر قابض ہونے سے روکدیا۔ دریائے سوم اور ایسنے کے درمیان ہمارے توپخانہ نے ایک جرمن قلعبندی کو نقصان پہنچایا۔ جرمنوں نے شیمپین میں گولہ باری کرنے کے بعد ہماری لائنوں پر حملہ کیا۔ جسے آسانی کے ساتھ پسپا کردیا گیا۔ فرانسیسی توپخانہ نے ووآجیز میں خوب مشق کی اور کلدار توپوں کی ایک باٹری کو تباہ کردیا +

مسٹر ونسٹن چرچل - لنڈن ۲۷- دسمبر مسٹر ونسٹن چرچل جو انگلستان میں آئے ہوئے تھے فرانس کو واپس چلے گئے ہیں +

انڈین آرمی کور - لنڈن ۲۷- دسمبر سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ انڈین آرمی کور اب فرانس سے چلا گیا ہے +

آبدوز کشتیوں کی جنگ - لنڈن ۲۸ دسمبر فرنچ جہاز وِل ڈیلا سیوٹاٹ کے ۸۰ - آدمی غرق ہوگئے ہیں +

برطانی تجارت کا مجموعی نقصان - لنڈن ۲۷- دسمبر۔ بحری تجارت کے شمار و اعداد سے پایا جاتا ہے۔ کہ ابتدائے جنگ میں تخمینہ لگایا گیا تھا۔ کہ برطانی جہازوں کی تجارت کو ایک کروڑ پونڈ کا نقصان پہنچے گا۔ مگر حقیقی نقصان کی مقدار صرف ۲۷ لاکھ ۳۲ ہزار پونڈ تک پہنچی ہے۔ اور سولہ ماہ کے مجموعی نقصان کی رقم اوسط درجہ اوسط بیان کردہ مالیت کا ۶ فیصدی حصہ ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲ - جنوری ۱۹۱۶ء نمبر ۷۱

بقیہ روئداد جلسہ سالانہ

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

۲۶ - دسمبر ۱۹۱۵ء

اگلے روز یعنی ۲۶ - دسمبر ۱۹۱۵ء کو حضرت خواجہ صاحب نے اسلام اور عیسائیت پر لیکچر دیا جس میں آپ نے عیسائی اصولوں کی تردید کی۔ آپ نے بتایا کہ عیسائیت کی بنیاد نہ کفارہ پر ہے اور نہ ہی الوہیت مسیح پر ہے۔ بلکہ اس غلط اعتقاد پر ہے، انسان فطرتاً گنہگار ہے اور اس نے گناہ کو ورثہ میں پایا ہے۔ اسی کی بنا پر باقی عقائد تجویز ہوئے ہیں۔ یعنی جب یہ مانا کہ تمام انسان گنہگار ہیں تو یہ خیال ہوا کہ خدا عادل ہے اس لئے اس کے عدل کا تقاضا ہے کہ انسان کو اس کے گناہوں کی سزا ملے۔ لیکن خدا کا رحم اس سزا کے مانع ہوا۔ عدل نے عوضہ چاہا۔ عوضہ انسانوں میں سے تو کوئی دے نہیں سکتا کیونکہ سب گنہگار ہیں اور عوضہ بے گناہ کو دینا چاہیئے اس لئے خدا کو خود صلیب پر چڑھنا پڑا۔

حضرت خواجہ صاحب نے نہایت لطیف پیرایہ میں اس غلط خیال کی تردید کی اور بتایا کہ اگر ہم فطرتاً گنہگار ہیں تو فطرت کے مطابق کرنا تو نیکی ہے۔ پھر اس بات کا نام جو فطرت کے مطابق کی جائے گناہ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس پر ناراض ہونا چاہیئے کیونکہ فطرت کے خلاف تو ہم کر نہیں سکتے اور فطرت کو اسی نے خود گنہگار بنایا۔ کیا دنیا میں کوئی عقلمند انسان کبھی اپنے گتے پر اس لئے ناراض ہوا ہے کہ وہ بتاؤ کیوں نہیں کھاتا اور کپڑا سینے کی مشین آٹا کیوں نہیں پیستی۔

الغرض آپ نے اس طرح سے نہایت لطیف اور فلسفیانہ طرز میں مسیحی عقائد کو انسانی ترقیات کے منافی اور غلط ثابت کیا۔ اور بالمقابل اسلام کی پاک تعلیم کو پیش کرکے اسے انسانی ترقی کے ممد و معاون بتایا۔ اور ثابت کیا کہ اسلام ہی دنیا میں ایک مذہب ہے جو انسان کے لئے رحمت اور فضل کا موجب ہے۔ ورنہ مسیحی اعتقادات سے تو خود یورپین لوگ اس قدر بیزار ہیں کہ وہ حضرت مسیح کا نام لینا بھی پسند نہیں کرتے۔

حضرت خواجہ صاحب کے اس لیکچر میں جناب آنریبل نواب ذوالفقار علی خاں صاحب صدر جلسہ تھے۔ جنہوں نے خواجہ صاحب کی قابلیت اور آپ کی اسلامی کوششوں کا نہایت زبردست الفاظ میں اعتراف کیا اور اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یہ لیکچر جو خواجہ صاحب نے یہاں دیا ہے دیگر مختلف شہروں میں بھی بار بار ہونا چاہیئے۔ تاکہ عام مسلمان بالعموم اور تعلیم یافتہ نوجوان بالخصوص آپ کی وسیع معلومات اور ادلۂ صحیحہ سے مستفید ہو کر اسلام پر پورے طور پر کاربند ہوں اور [illegible] کو جواب دے سکیں۔ اس کے بعد مولوی فضل الٰہی صاحب نے بھی عیسائیت کی تردید میں ایک مختصر تقریر کی اور پھر اسکے بعد مولوی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج نے وید کی حقیقت پر اپنا پُر از معلومات اور چٹپٹا مضمون پڑھا اور دیانندی خیالات کو پیش کرکے ان کے فہم کی داد دی۔ یہ لیکچر انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ مولوی عبدالحق صاحب کے بعد جناب محمد مصطفیٰ خاں صاحب بی۔ اے ایڈیٹر ادب پٹیالہ نے ان بیش بہا علمی جواہرات کو لٹانا شروع کیا جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے ایک سائنٹفک ثبوت کی لڑی میں منسلک تھے۔ خاں صاحب نے یوں تو اپنے مطلب کی وضاحت اور پختہ دلائل کی بنا قائم کرنے کے لئے بہت ہی سے علمی معارف کے دریا بہا دیئے۔ لیکن اصل بات جس کی وضاحت کے لئے انھوں نے یہ سب کچھ کہا وہ تاثرات کواکب کے ماتحت حضرت موسیٰ جیسے عظیم الشان نبی اور اس کے تیرہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور پھر حضرت موسیٰ سے ۱۹ سو سال بعد اور حضرت عیسیٰ سے چھ سو سال بعد آنحضرت صلعم جیسے سردار عالمیان کی جو کہ مثیل موسیٰ علیہ السلام تھے بعثت پر مشتمل تھی اور انہی گذشتہ واقعات پر انھوں نے یہ طرح ڈالی کہ ان سے معلوم ہوا کہ جب ستارے اس مقام پر ہوں جس جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت تھے تو حضرت موسیٰ یا آنحضرت صلعم جیسے انسان پیدا ہوتے ہیں جو انہیں جیسے کام کرتے ہیں اور جب اس مقام پر ہوں جس جگہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھے تو انہیں کا مثیل کوئی شخص ہونا چاہیئے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے تیرہ سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ تو جب حضرت عیسیٰ کے چھ سو سال بعد ستارے اسی مقام پر پہنچ گئے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت تھے اور اسوقت آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا تو اب جب کہ اس بات پر پھر تیرہ سو برس گذر چکے ہیں تو ضرور ہے کہ ستارے پھر اس مقام پر پہنچ جائیں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھے۔ اور اس لئے کسی مسیح صفت انسان کا ظہور ہونا چاہیئے۔ یہ خلاصہ اور لب لباب ان کے اصل مطلب کا جس کا ٹھیک طور پر سمجھ آنا اور ناظرین کرام کا اسے باور کر لینا اس وقت تک غالباً مشکل ہوگا جب تک ان تمام زوائد اور تشریحات کو بیان نہ کیا جائے جو ہمارے قابل دوست نے اپنی طویل لیکن نہایت ضروری اور پُر از معلومات تمہید میں بیان فرمائیں اور چونکہ انھوں نے اپنے اس لیکچر کو سب باتوں سمیت خود ہی پٹیالہ سے لکھ کر بھیج دینے کا وعدہ فرمایا ہے اس لئے کہ میں منتظر ہوں کہ اس کے موصول ہوتے ہی اسے برائے ضیافت طبع ناظرین چھاپ دیا جائے۔ و باللہ التوفیق۔

خانصاحب کے لیکچر کے بعد سوال کرنے والوں کو موقع دیا گیا چنانچہ آریہ سماج کی طرف سے مہاشہ چرنجی لال پریم نے خانصاحب کے پیش کردہ حقائق کو فرضی اور قیاسی باتیں قرار دیا۔ اور یہ دعویٰ کیا کہ ایسی ہی کئی ایک باتیں میں بھی پیش کر سکتا ہوں جن کو آپ صحیح نہیں سمجھتے۔ اور اسی سلسلہ میں سوامی دیانند کو بھی بطور ایک مصلح کے پیش کیا اور کہا کہ اگر یہ صحیح ہو کہ یہ اہم انقلابات عالم تاثرات کواکب کے ماتحت ہوتے ہیں تو آج جو اتنی بڑی عظیم الشان جنگ ہو رہی ہے، حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت بھی ایسی جنگیں دکھاؤ۔ پھر حضرت مسیح کو ان کے ایک شاگرد یہودا اسکریوطی نے ۳۰ روپے لے کر پکڑوا دیا تھا مرزا صاحب کے متعلق بھی کوئی ایسا واقعہ دکھاؤ۔

خانصاحب نے ان سب سوالات کے جواب میں انھیں یہ بتلایا کہ یہ کوئی ضروری نہیں کہ تمام واقعات من وعن طور پر ویسے ہی ظہور پذیر ہوں۔ بلکہ مماثلت صرف اہم اور موٹے موٹے انقلابات میں ہوتی ہے۔ جنگوں کے متعلق انھیں یہ جواب دیا گیا کہ چونکہ حضرت اقدس کا دعویٰ کرشن ہونے کا بھی تھا اور کرشن علیہ السلام کے وقت کورو اور پانڈو کی ایک مشہور اور عظیم الشان جنگ ہوئی ہے۔

اور آج ہندو صاحبان بھی موجودہ جنگ یورپ کو وہی مہابھارت کی لڑائی قرار دیتے ہیں اسلئے

اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا کرشن ہونے کا دعویٰ بھی سچا اور صحیح ہے۔ اور پھر یہودا اسکریوطی کے متعلق بھی خانصاحب نے یہ بیان کیا کہ گو ہمارا فرض نہیں کہ اس وقت کے ہر ایک واقعہ کی موجودہ واقعات کے ساتھ تطبیق دیتے پھریں صرف موٹے موٹے واقعات لے لینے کافی ہیں کیونکہ ساری ہسٹری کس کو یاد ہے کہ ان باتوں کی تحقیق کرتا پھرے۔ مگر تاہم اس واقعہ کے متعلق بھی ہمیں حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ایک اہم مماثلت دکھائی دیتی ہے کیونکہ جس طرح سے پہلے مسیح کے وقت اس کے شاگرد یہودا اسکریوطی نے اسے تیس روپیہ لے کر پکڑوا دیا اسی طرح اب اس مثیل مسیح کو بھی انہی کے ایک مرید نے پادریوں سے کچھ روپیہ لے کر پکڑوایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بریت کر دی۔ خانصاحب نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے صاف طور پر ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کی طرف اشارہ کیا۔ اور اس طرح سے اس آریہ مہاشہ کے اس پیش کردہ اعتراض کا معقولیت کے ساتھ دفعیہ کیا فالحمد للہ علیٰ ذالک

تیسرا دن یعنی ۲۷۔ دسمبر ۱۹۱۵ء

اگلے دن تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد جناب اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کا وقت تھا۔ لیکن چونکہ خانصاحب کسی خاص وجہ کے باعث جلسہ پر تشریف نہ لا سکے تھے اس لئے ان کی جگہ بھی حضرت خواجہ صاحب کو تناسخ پر تقریر کرنی پڑی۔ خواجہ صاحب کا طریق استدلال فلسفیانہ تھا۔ اور اُنھوں نے نہایت ہی معقول دلائل تناسخ پر اپنے اعتراضات پیش کئے۔ اور یہ ثابت کیا کہ تناسخ کو مان کر بھی انسان ترقی کرنے سے رہ جاتا ہے اور گو اس عقیدہ کے حامی بھی عملاً اس کے خلاف ہیں۔ لیکن اگر اسکو عملی رنگ بھی دینا چاہیں تو وہ قعر ذلت میں گر جائینگے۔ آپ نے اس بارہ میں جو دلائل پیش کئے وہ تمام میں نے اُس وقت نوٹ کر لئے تھے اور چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اس مختصر رپورٹ میں ان کو لکھنے سے ایک تو یہ مضمون اپنے مقصد اور حد سے باہر نکلکر اس قدر طویل ہو جاتا ہے کہ جس کے متحمل اخبار کے یہ صفحات نہیں اور دوسرے ان کو یہاں بیان کرنے سے ان کا وہ لطف بھی نہیں رہیگا جو ایک علیحدہ اور مستقل مضمون کی صورت میں لکھنے سے حاصل ہوگا۔ اس لئے میں ان سب کو بھی کسی آئندہ اشاعت کیلئے ملتوی کر کے جلدی جلدی اپنی اس روئداد کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور اس لئے اس تذکرہ کو یہیں پر چھوڑ کر آگے بڑھتا ہوں۔

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر پر آریہ مہاشہ چرنجی لال پریم نے اپنے اعتراضات پیش کئے جن کا حضرت خواجہ صاحب نے نہایت معقولیت کے ساتھ جواب دیا۔ اس سلسلہ سوال و جواب کے دوران میں ایک دل خوش کن اور مسرت اندوز خبر موصول ہوئی جس کو جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے بعد میں اُٹھکر سُنایا وہ یہ کہ ہمارے مکرم و مخدوم **جناب حکیم غلام محی الدین صاحب** سکنہ بھوبڑ ڈاکخانہ بہلوال تحصیل چکوال ضلع جہلم نے جو بوجہ علالت گھر میں بیماری ہونے کے جلسہ میں شریک نہ ہو سکے ترجمۃ القرآن فنڈ میں **اپنی اور اپنی اہلیہ کی طرف سے مبلغ پانصد روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا**۔ حکیم صاحب کی طرف سے مبلغ دو صد روپیہ تو اسی وقت بذریعہ منی آرڈر وصول ہو گئے۔ باقی تین صد روپیہ دینے کا وعدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب اور اُن کی اہلیہ کو دین و دنیا میں کامیاب اور سرخرو فرمائے۔ آپ سلسلہ عالیہ کی مالی اعانت میں ہمیشہ بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے ہیں۔ اور اب بھی جب سے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام قائم ہوئی ہے آپ اور آپ کی اہلیہ محترمہ معقول رقم کے ساتھ اعانت دین متین میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتیں۔ ان کے اس اخلاص خدمات دین میں معقول امداد اور آئے دن بیش از بیش روپیوں کا بھیجا کرنا دیکھکر ان کے لئے بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے اللہ تعالیٰ انھیں بہت برکات عطا فرمائے اور اُن کے گھر میں صحت بخشے آمین ثم آمین

خدایا صد کرم کن بر کسے کو نا مردین است
بلائے او بگردان گر گہے آفت شود پیدا

حکیم صاحب کا خط چھاپنے کے قابل ہے۔ لیکن چونکہ اس میں جماعت محمودیہ چکوال اور خود میاں محمود احمد صاحب کا کچھ تھوڑا سا تذکرہ ہے اور ان کی ایک تنگدلی کا اظہار اسلئے اسے آئندہ اشاعت کے ساتھ ضمیمہ میں درج کیا جائے گا۔

حکیم صاحب کے اس عطیہ کے اعلان کے بعد جلسہ نماز ظہر کے لئے برخاست ہوا جس کے بعد دوسرے اجلاس میں جناب حکیم اللہ یار خاں صاحب وحشی المعروف جوگی نے ایک نہایت درد انگیز اور پُرجوش نظم "ہم کیا تھے اور اب کیا ہیں" پڑھ کر سنائی۔ جس میں اُنھوں نے مسلمانان سلف کے کارناموں کو گنا اور موجودہ مسلمانوں کی خستہ حالی کا رونا رویا۔ اور چند نہایت مفید نصائح کیں جوگی صاحب نے اس نظم کے خود ہی علیحدہ پمفلٹ کی صورت میں چھپوا دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے اس لئے یہاں اسی قدر تذکرہ کر دینا کافی ہوگا۔

اس کے بعد سکرٹری صاحب نے انجمن کی رپورٹ پڑھی اور تمام مدات اور شعبہ ہائے اشاعت اسلام میں انجمن کی کارروائیوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کر کے آخر میں سب مدات کی آمد و اخراجات کی مجموعی رقومات یہ بتائیں۔

آمد بائیس ہزار پانچسو آنتالیس روپیہ نو آنہ نو پائی۔

خرچ اکیس ہزار نوسو

گویا آخر ستمبر ۱۹۱۵ء تک۔ (کیونکہ یہ رپورٹ آخر ستمبر تک کی تھی) تقریبًا ایکہزار روپیہ انجمن کے خزانہ میں زائد بچا۔

اس کے ساتھ ہی سکرٹری صاحب نے مزید چندہ کے لئے ایک اپیل بھی کی۔ اور خود اپنی طرف سے اسی وقت مبلغ سو روپیہ اور اپنے والد بزرگوار جناب مرزا نیاز بیگ صاحب کی طرف سے مبلغ دس روپیہ عطا فرمائے۔ سکرٹری صاحب کا یہ ابتدا کرنا ہی تھا کہ ہر طرف سے دھڑا دھڑ روپوں کی بارش شروع ہو گئی۔

سب سے پہلے حضرت خواجہ صاحب نے جناب خان صاحب شیخ خیر الدین پنشنر اسسٹنٹ ٹریفک سپرنٹنڈنٹ این ڈبلیو آر کی اہلیہ محترمہ کی طرف سے مبلغ ۵۰ روپیہ اور اہلیہ محترمہ جناب شیخ نعمت اللہ صاحب کی طرف سے مبلغ ۵ کا دوبارہ اعلان کیا۔ اور بعدہٗ دیگر مختلف رقوم اور اُن کے معطیوں کے اسمائے گرامی باواز بلند سناتے رہے جن میں بعض محترم خواتین کا بھی کچھ حصہ تھا۔ چندوں کا یہ سلسلہ شام کے بعد تک جاری رہا۔ اور اُس کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کی پاک نصائح کا بھی۔

آخر میں تمام چندوں اور وعدوں کی مجموعی تعداد قریبًا اڑھائی ہزار روپیہ تک پہنچ گئی۔ مفصل فہرست ابھی دفتر انجمن سے برائے اشاعت موصول نہیں ہوئی موصول ہونے پر اسے چھاپ دیا جائے گا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایک مختصر لیکن نہایت درد بھری اور موثر تقریر فرمائی۔ جس نے حاضرین کو رُلا دیا۔ آپ کی پُر درد نصائح اس قابل ہیں کہ جماعت کا ہر ایک فرد انھیں اپنا خضر راہ بنائے۔ اور اس لئے آئندہ اشاعت میں سب سے پہلے حضرت امیر کی اس آخری تقریر کو ہدیہ ناظرین کیا جائے گا و باللہ التوفیق فی الحال ان مختصر حالات کا جلد لکھدینا ضروری معلوم ہوتا تھا اس لئے انھیں یہاں اس نامکمل صورت میں ہی درج کر دیا گیا ہے اپنی تقریر کے بعد حضرت امیر نے دعا فرمائی اور جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔

انفاق فی سبیل اللہ

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں بتایا جا چکا ہے ۲۵-فروری کو بعد از دوپہر سید مدثر شاہ صاحب واعظ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے عنوان بالا پر ایک لطیف تقریر فرمائی۔ سید صاحب کی اس تقریر میں چونکہ بعض علمی باریکیاں اور نکات ہیں اس لئے اسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ .... (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ واللہ الغنی وانتم الفقراء وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم

میرے دوستو میں انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ مگر چونکہ میرے مضمون کو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ایک خاص مناسبت ہے۔ اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ پہلے کسی قدر اُس کی تشریح بیان کروں سو واضح ہو کہ بسم اللہ میں خدا تعالیٰ کا ایک ذاتی نام ہے۔ یعنی اللہ اور دو صفاتی نام ہیں یعنے رحمٰن۔ رحیم یہ دونوں الفاظ یا اسمار رحم سے نکلے ہیں

رحم اُس مقام کو کہتے ہیں جس میں ہر بچہ کی تدریجی تربیت اندر پرورش ہوتی ہے اور وہ آہستہ آہستہ کمال کو حاصل کرتا ہے اور بغیر رحم وہ ہرگز ترقی یا تربیت حاصل نہیں کر سکتا۔ پس جب ایک بچہ اپنے کمال کو حاصل کرنے کے لئے ایک رحم اور تربیت کنندہ کا محتاج ہے تو پھر دنیا کا اس قدر عظیم الشان کارخانہ اور اتنا بڑا عالم کسی رحم اور تربیت کنندہ کا کیوں محتاج نہیں۔ اکابرین اسلام و ائمہ کرام نے لکھا ہے کہ انسان ایک عالم صغیر ہے اور یہ دنیا ایک عالم کبیر ہے اور دنیا میں جس قدر اشیار ہیں وہ تمام اشیار انسان کے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ اسی واسطے ان کا قول ہے کہ جسم انسانی اقلیم کا حکم رکھتا ہے۔ آج کل کے حکما و اطبار بھی یہ کہتے ہیں کہ وجود انسان میں معدنیات اور نباتات اور حیوانات موجود ہیں۔ اگر زمین میں لوہا ہے تو یہ انسان کے وجود اور اُس کے خون میں موجود ہے۔ اگر زمین میں پتھر ہے تو انسان میں بھی ہے۔ یہی حال نباتات اور جمادات کا ہے۔ چنانچہ ایک فاضل شخص نے مجھے بتلایا کہ انسان کے خون میں مختلف شکلوں اور مختلف رنگوں کے کیڑے موجود ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو ہاتھی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض چوہوں اور سانپوں سے مماثلت رکھتے ہیں۔ الغرض خون کے ایک قطرہ میں بے شمار کیڑے ہیں جو روئے زمین کے حیوانات سے مشابہ ہیں۔ یہ ایک موٹی بات ہے کہ جب کوئی شخص بیمار یا کمزور ہو جاتا ہے تو اُس کی بیماری یا کمزوری کو دور کرنے کے لئے ادویات کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بہت کمزور ہو جاتا ہے اور اُس کے چہرہ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو اطبا عموماً یہ تشخیص کرتے ہیں کہ اُس کے خون سے فولاد کا مادہ یا فولاد کے ذرات کم ہو گئے ہیں۔ اس لئے اسکو فولاد یا مرکبات فولاد کے استعمال کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔ کہ جو فولاد کا مادہ کم ہو گیا تھا اسکو بیرونی فولاد کے ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہے یہی حال نباتات کا ہے ہزارہا قسم کی نباتاتی غذائیں اور دوائیں انسان استعمال کرتا ہے اور انہی پر اُس کی صحت کا دار و مدار ہے۔ پس تحقیقات بالا سے ثابت ہوا کہ انسان بھی خلاصہ موجودات یا مجموعہ کائنات ہے

اب ایک اور نقطہ خیال سے میں کچھ بیان کرتا ہوں۔ طبی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ انسان کے منہ میں چار قسموں کے دانت ہیں۔

(۱) انسائیزر Incisors جن کو عربی زبان میں ثنایا کہتے ہیں یعنی کترنے والے دانت۔

(۲) کے نائن Canines جن کو عربی زبان میں انیاب کہتے ہیں یعنی پھاڑنے والے دانت

(۳) مولرز Molars جن کو عربی زبان میں اخراس یا طواحن کہتے ہیں یعنی پیسنے والے دانت۔ پنجاب میں چکی کو خراس کہتے ہیں کچھ عجب نہیں کہ یہ خراس کا لفظ دراصل اخراس ہو اور بہت تھوڑی سی تغیر سے اخراس کا خراس ہو گیا ہو۔

(۴) بائی کسپڈ Bicuspid جن کو عربی زبان میں رباعیات کہتے ہیں

پس دانتوں کی طرز بناوٹ پر غور کرنے سے ہمیں اس بات کی ایک فطرتی شہادت ملتی ہے کہ انسان سبزیاں اور نباتات اور گوشت کھانے والی ہستی ہے۔ لیکن دیگر حیوانات کے دانتوں میں ہم یہ خصوصیت اور جامعیت نہیں پاتے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ قدرت نے جو چیزیں انفرادی طور سے دوسرے حیوانات کو عطا فرمائی ہیں وہ سب چیزیں انسان میں مجموعی طور سے موجود ہیں۔ اگر ہم انسان کی اس نالی پر غور کریں جو غذا کھانے کے لئے اسکو دی گئی ہے تو اُس سے بھی ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ انسان مجموعہ کائنات ہے۔ طبی اصطلاح میں اس نالی کو ایلی منٹری کنیال Elementary Canal کہتے ہیں یعنی غذا کی نالی۔

جو حیوانات سبزی خور ہیں ان کی یہ نالی بہت بڑی ہوتی ہے اور جو حیوانات گوشت خور ہیں اُن کی یہ نالی بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ یہ اس لئے کہ سبزیاں بہ نسبت گوشت کے کم طاقت رکھتی ہیں اس لئے غذا کی نالی بڑی رکھی گئی اور چونکہ گوشت ایک مقوی چیز ہے اس لئے گوشت خور جانوروں کی نالی بہت چھوٹی رکھی گئی۔ لیکن جب ہم انسان کی غذا کی نالی کو دیکھیں تو وہ نہ تو سبزی خور حیوانات کی طرح بہت بڑی ہے اور نہ گوشت خور جانور کی طرح بہت چھوٹی ہے بلکہ ان دونوں کے بین بین۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ انسان نباتات خور بھی ہے اور گوشت خور بھی ہے۔

ان دلائل کے بیان کرنے سے میرا مدعا صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ انسان مجموعہ کائنات ہے یا بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ انسان ایک چھوٹا عالم ہے اور یہ دنیا ایک بڑا عالم ہے پس جب ایک چھوٹے عالم کے بنانے کے لئے ایک بنانے والے کی ضرورت ہے تو ایک عظیم الشان عالم کو بنانے کے لئے ایک بنانے والے کی کیوں ضرورت نہیں۔ پس پہلی بات جو بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ دنیا و مافیہا کا کوئی بنانے والا ہے اور ضرور ہے۔ اسی بحث کے ضمن میں یہ مسئلہ بھی طے ہو گیا کہ انسان تمام مخلوقات سے اعلیٰ و افضل ہے اور دوسری تمام چیزیں اُس سے ادنیٰ ہیں اور اُس کی خادم ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے ابھی ثابت کیا ہے کہ جو کمالات اور خواص دوسری مخلوقات میں الگ الگ طور سے موجود ہیں وہ تمام کمالات اور خواص انسان کے وجود میں بحیثیت مجموعی جمع ہیں۔ پس یہ امر ایک مخدوم کی شان اور اُس کی فضیلت کے سراسر خلاف ہے کہ وہ ادنیٰ چیزوں کی تابعداری اختیار کرے۔ یا ان کی عبادت کرے یا ان کے سامنے سجدہ کرے کیونکہ اس میں انسان کی حیثیت کی توہین اور تحقیر ہے جو مذاہب کہ یہ تعلیم سکھلاتے ہیں کہ پتھروں یا مورتیوں یا درختوں یا حیوانوں کو معبود سمجھا جائے۔ ... اُن مذاہب نے انسان کی فطرت

کا خون کیا ہے۔ بلکہ میں یہ کہنے کو بھی تیار ہوں۔ کہ انہوں نے فطرت انسانی کو سمجھا ہی نہیں۔ بُت پرستی وغیرہ انسان کی ترقیات کے سخت مخالف ہیں کیونکہ اگر میرا یہ عقیدہ ہو کہ فلاں دریا یا سمندر میرا معبود ہے۔ یعنے مجھ سے اعلےٰ اور افضل ہے اور میں اُس سے ادنےٰ ہوں۔ تو پھر اُس کی چھاتی کو پھاڑ کر اس پر کشتی اور جہاز کو کس طرح سے چلا سکتا ہوں۔ اسیطرح اگر لوہے اور لکڑی کو میں اپنا معبود سمجھوں۔ تو پھر میں الیے کام میں کیونکر لے سکتا ہوں [illegible] میرا یہ اعتقاد ہو کہ یہ تمام چیزیں میری خادم اور تابعدار ہیں۔ اور میں اُن کا افسر اور حاکم ہوں۔ جن اقوام نے اس مسئلہ کو سمجھ لیا کہ تمام چیزیں انسان کے ماتحت ہیں۔ اور پھر اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ تو اُنھوں نے اسی پانی اور ہوا اور لکڑی اور لوہا سے ہزارہا قسم کی مفید اور بابرکت چیزیں دنیا میں ایجاد کیں۔ پس یاد رکھو کہ توحید کے ماننے میں خدا کا کوئی فائدہ نہیں۔ بلکہ انسان کا اپنا فائدہ ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ وان تکفروا فان للہ ما فی السموات وما فی الارض وکان اللہ غنیا حمیدا۔ یعنے اگر تم اور تمام دُنیا کے لوگ خدا کا انکار کرکے دوسروں کو اُس کی جگہہ دیدیں۔ تو خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ بے پرواہ اور حمید ہے۔ قرآن شریف نے غیر اللہ کی پرستش کی تردید میں ہزارہا دلائل دیئے ہیں۔ چنانچہ بطور نمونہ صرف ایک دلیل پر اکتفا کرتا ہوں۔ قرآن شریف میں آیا ہے:۔ اَغیر اللہ ابغیکم الٰھا وھو فضلکم علی العٰلمین۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود تمہارے لئے پیدا کروں۔ حالانکہ خدا نے تمام عالموں کی چیزوں پر تمہیں فضیلت دی ہے یعنی فاضل ہستی کی شان سے بعید ہے کہ وہ اپنے سے ادنےٰ چیزوں کے آگے ہاتھ باندھے یا سرنیچا کرے۔ یہ ایسا ذلیل فعل ہے جس پر کہ انسان کو غیرت آنی چاہیئے تھی۔ مگر افسوس کہ انسان کو تو غیرت نہیں آتی۔ خداتعالےٰ کو غیرت آتی ہے۔ کہ اشرف ہو کر ارذل کے پیچھے چلتے ہیں۔ پھر رحم کی حالت پر غور کرنے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اُسوقت انسان کی حالت کتنی کمزور ہوتی ہے اور اگر اس سے بھی پیچھے کیطرف تنزل کرتے چلے جاویں۔ تو کمزوری بڑھتی جاوے گی۔ حتّٰے کہ انسان ایک نطفہ کی شکل میں دکھائی دیگا۔ لیکن جب نطفہ کے ابتدائی وسیلے [illegible] شروع کردیں تو جس قدر ہم اس سے پیچھے کیطرف چلتے جاینگے اسباب باریک در باریک ہوتے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ ایک بڑا فلاسفر اور حکیم بھی آخرکار یہ جواب دینے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ میں نہیں بتلا سکتا کہ اُس سے پہلے میں کیا تھا۔ الغرض یہی وہ مقام ہے جسکا نام نیستی یا عدم ہے۔ اس مقام کیطرف قرآن شریف نے اشارہ کیا ہے۔ ھل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا۔ یعنی کچھ شک نہیں [illegible] ہر انسان پر ایک ایسا وقت آ چکا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ اسیطرح ایک اور جگہہ پر قرآن شریف میں آیا ہے۔ اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل من ضعف قوۃ ثم جعل من بعد قوۃ ضعفا وشیبۃ یعنی اللہ تو وہ ہے جس نے تمکو ضعف سے پیدا کیا۔ پھر ضعف کے بعد تمکو قوت دیتا گیا۔ پھر قوت کے بعد پھر تم ضعیف ہوتے گئے۔ پس دوسری بات جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسان نیستی سے ہست ہوا ہے۔ پھر جب ہم انسان کی حالت کی طرف غور کریں۔ تو اپنے کمال کو حاصل کرکے پھر اُسکا قدم نیستی کی طرف چلا جاتا ہے اور روز بروز کمزور ہوتا جاتا ہے۔ اور کمزوری کے اسباب بڑھتے جاتے ہیں۔ حتّٰے کہ وہ پھر فنا ہوتا جاتا ہے۔ پس تیسری بات جو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ انسان فناپذیر ہستی ہے۔ چونکہ جسقدر عالم انسان نے پہلے طے کئے ہیں۔ یا آئندہ وہ طے کریگا۔ وہ ایک قاعدہ کے نیچے ہیں۔ اس لئے اس دنیا میں بھی اُس کے لئے کوئی قانون یا قاعدہ چاہیئے کہ جس پر چلکر وہ اس عالم میں ترقی حاصل کرے۔ سو اُن قواعد میں سے ایک قاعدہ یہ ہے۔ ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ۔ اے لوگو تم ہی ہو جنکو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے رستہ میں خرچ کریں اس آیت میں مسلمانوں کے افلاس اور غربت کو دُور کرنے کا ایک گُر بتایا گیا ہے یعنی اگر کوئی شخص اللہ کی رضا کے لئے ٹھیک مصرف پر خرچ کرے گا۔ تو وہ دنیا میں کامیابی اور فلاح حاصل کریگا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کی مثال کسان سے دی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضعف لمن یشاء۔ یعنے جو لوگ اللہ کے رستہ میں خرچ کرتے ہیں وہ ایک دانہ کی طرح ہے۔ جسکو زمیندار خاک میں پھینکدیتا ہے پھر کیا تم دیکھتے ہو کہ وہ تخم اُس کا ضائع ہو جاتا ہے نہیں نہیں بلکہ ایک دانہ سے سات خوشے پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک خوشہ میں سو سو دانہ ہوتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے بھی خدا زیادہ کر دیتا ہے جہانتک وہ مناسب سمجھے۔ اب اگر مسلمانوں کو خدا کے کلام اور احکام پر اتنا ایمان یا بھروسہ ہو جتنا کہ اُن کو ایک دانہ اور زمین پر ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ زمین میں تخم ڈالنے سے تو وہ کوئی توقف نہ کریں لیکن زمین اسلام میں وہ تخم (روپیہ) کے ڈالنے میں توقف کریں۔ اصل بات یہ ہے کہ چونکہ ہمارا ایمان کمزور ہو گیا ہے۔

ایسی باتیں ہمارے قلب پر اثر نہیں کرتیں۔ صحابہ کرامؓ نے اس امر کو خوب سمجھا تھا۔ مال کا خرچ تو درکنار رہا انہوں نے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کی اور سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کیا۔ پس کیا خداوند کریم نے اُن کی خدمات اور کوششوں کو ضائع کیا۔ اُن کے حالات موجود ہیں پڑھکر دیکھ لو۔ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ۔ لیکن ایسے لوگ بھی ہیں جو خدا کے راستہ میں خرچ کرنے میں مضائقہ کرتے ہیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس سے خدا کا کوئی نقصان نہیں ہے۔ بلکہ اُنکا اپنا نقصان ہے۔ چنانچہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب روشنی نہ ہو تو لازماً تاریکی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے صدقات کا ٹھیک محل پر خرچ کرنا چھوڑ دیا تو وہ سود کی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ صدقہ اور سُود حسب تصریح قرآن کریم باہم ضد ہیں۔ غربا کو روپیہ دینے کا نام صدقہ ہے اور غربا سے روپیہ لینے کا نام سُود ہے۔ اسواسطے قرآن شریف میں سود اور صدقہ کا ذکر ایک دوسرے کے متصل آیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔ یمحق اللہ الربٰوا ویربی الصدقات۔ سُود کی تربیت خدا نہیں کرتا۔ لیکن صدقات کی تربیت کرتا ہے۔ پس صدقہ نہ کرنے میں مسلمانوں نے اپنا نقصان کیا۔ اسی طرح خدا نے حکم دیا تھا۔ کہ لڑکیوں کو حصۂ شرعی مقررہ دیا جائے۔ مگر مسلمانوں نے اس حکم کی اس لئے خلاف ورزی کی تاکہ ایسا نہ ہو کہ اُن کی جائداد کا کچھ حصہ دوسری قوم کے مسلمانوں کے قبضہ میں چلا جائے۔ لیکن خدا نے مسلمانوں کو یہ سزا دی کہ اُن کی تمام جائدادیں غیر اقوام اور غیر مذہب کے لوگوں کے سپرد کر دیں۔ میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسا زمیندار یا رئیس ہوگا۔ جس کی جائداد مکفول یا رہن نہ ہو۔ پس دیکھ لو۔ خدا کے احکام کی خلاف ورزی کا یہ نتیجہ ہے۔ جس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں۔ واللہ الغنی وانتم الفقراء

خدا کو تمہارے اموال کی ضرورت نہیں وہ تو غنی ہے۔ لیکن تم تو محتاج ہو۔ یعنے تمہاری احتیاج کو دُور کرنے کے لئے خدا نے تمہیں ایک نسخہ بتلایا ہے۔ وان تتولوا یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم لیکن اگر تم انکار کرو گے تو خدا کے پاس بہت سی قومیں ہیں۔ جنکا تمہیں علم ہو یا نہ ہو۔ تمہاری جگہ وہ ایک اور قوم کو لا کھڑا کر دیگا۔ جو تمہاری طرح تنگ خیال اور تنگ حوصلہ نہ ہوگی۔ بلکہ وہ سب کچھ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے پر تیار ہوں گے۔ پس کل مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اُس جماعت مومنین کی امداد کریں۔ جو اشاعت اسلام و اعلاء کلمتہ اللہ میں مصروف ہے۔ تاکہ وہ خداوند کریم کی نعمتوں اور فضلوں کے وارث بنیں ✦

اُم القریٰ

امم سامیہ کا مسکن اول

(از مولینا سید سلیمان صاحب نائب مؤلف سیرت نبوی)
(از وکیل)
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اب تک زبان۔ آثار۔ رسوم و عادات۔ تشابہ جسمی اور دلائل طبعی وغیرہ کی بنا پر بحث تھی۔ اب تاریخ کا موقع ہے۔ سامی قوم کی سب سے قدیم تاریخ توراۃ ہے۔ توراۃ میں اس موقع کے حسب ذیل الفاظ ہیں۔

"اور تمام روئے زمین میں ایک ہی بولی تھی اور وہ جب پورب سے روانہ ہوئے۔ تو ایسا ہوا۔ کہ انہوں نے سنعار (بابل) کے ملک میں ایک میدان پایا اور وہاں رہنے لگے تب خداوند نے ان کو وہاں سے تمام روئے زمین پر پراگندہ کیا ..... اس لئے اُس کا نام بابل ہوا[1]۔

بنو سام بابل میں پورب کے ملک سے آئے پورب سے یہاں کیا مراد ہے؟ علمائے توراۃ ابھی تک اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ اس سے مراد آرمینیہ ہے۔ کیونکہ کشتی نوح۔ جس پہاڑ پر آکر رکی تھی۔ عبری میں توراۃ نے اُس کا نام "ارارات" بتایا ہے۔ اور ارارات کی نسبت مفروض ہے۔ کہ وہ آرمینیہ میں واقع ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے۔ کہ آرمینیہ بابل کے پورب ہے۔ اور نہ فلسطین کے پورب ہے۔ اس مشکل کو متعدد تدبیروں سے حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ چونکہ حضرت موسیٰ مصر اور عرب میں رہے تھے۔ اس لئے ان ملکوں کے اعتبار سے اس کو پورب کہا ہے بعضوں کا جواب اس سے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ چونکہ انسان نے سب سے پہلے سمت مشرق کو جانا کہ وہ مطلع خورشید ہے۔ اس لئے پورب کہا[2]۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ توراۃ کے ان فقروں سے یہ تو بالکل ظاہر ہے۔ کہ بابل مسکن اوّل نہ تھا۔ وہ یہاں پورب کے ملک سے آئے تھے اور وہی ان کا مسکن اول تھا۔ سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے۔ کہ توراۃ کے محاورہ میں پورب سے عموماً فلسطین کا پورب ہوتا ہے۔ جو توراۃ کی جائے تالیف ہے۔ اس کے بعد یہ طے کرنا ہے۔ کہ فلسطین کے پورب سے کون سے ملک توراۃ میں مقصود ہوتے ہیں۔ توراۃ میں از روئے استقصار مستقلاً ثابت ہے۔ کہ پورب سے دو ملک[3] توراۃ میں عموماً مراد لیا گیا ہے۔ بابل[4] اور عرب[5]۔ لیکن جب اس فقرہ میں خود یہ مذکور ہے۔ کہ وہ بابل میں پورب کے ملک سے آئے۔ تو متعین ہو گیا۔ کہ یہاں پورب کے ملک سے مراد ملک عرب ہے۔

مجموعہ توراۃ کے بعد سب سے قدیم ماخذ یوسیفوس اسرائیلی کی تاریخ یہود ہے۔ جو ایک حیثیت سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ توراۃ کی تفسیر ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق اس میں حسب ذیل فقرہ ہے۔ بنو سام کی آبادی کی نسبت لکھتا[6] ہے۔ کہ:۔

"وہ نہر فرات سے بحر ہند تک آباد تھے"۔
نہر فرات سے بحر ہند تک عرب کے سوا کیا کوئی اور ملک ہے؟

بحث کا فیصلہ اس سے ہو جاتا ہے۔ کہ اہل عرب کے سوا قدیم الایام سے کوئی قوم اس کی مدعی نہیں۔ کہ اُن کا ملک بنو سام کا مسکن اول اور امم سامیہ کا مسقط الراس ہے عرب عام طور سے اس کے مدعی ہیں اور حق یہ ہے کہ شواہد و قرائن کی شہادت کے ساتھ جب کوئی اور دوسرا مدعی موجود نہیں تو مقدمہ اُنہیں کے حق میں فیصل ہونا چاہئے۔ عربی تاریخوں میں اس دعویٰ کا صراحتاً ذکر ہے۔

مورخ ابن قتیبہ جس نے ۲۷۶ھ میں وفات پائی ہے لکھتا ہے:۔

واما سام بن نوح فسکن وسط الارض الحرم وما حوله والیمن الی حضر موت الی عمان الی البحرین وبیرین ووبار والدو والدھناء	سام بن نوح نے درمیانی زمین یعنی مکہ اور اطراف مکہ مثلاً یمن۔ حضرموت عمان۔ بحرین۔ بیرین وبار ودو اور دہناء تک آباد ہوا۔
ووبار والد ق ...... والد ھذا	......

مورخ یعقوبی جس کا زمانہ بھی اسی کے قریب قریب ہے۔ اور ۲۸۰ھ میں اس نے وفات پائی ہے۔ لکھتا[7] ہے۔

وصار لولد سام الحجاز والیمن وباقی الارض	فرزندان سام کے قبضہ میں حجاز یمن اور باقی ملک آیا۔

ان مقدمات پر ایک دفعہ کا اور اضافہ کرو۔ کہ قرآن مکہ کو ام القریٰ (آبادیوں کی ماں) کا خطاب دیتا ہے۔

لتنذر ام القریٰ ومن حولھا۔

النبوۃ فی الاسلام

کے متعلق گذشتہ اشاعت میں بھی بتصریح بتایا جا چکا ہے کہ یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے جو قرآن کریم۔ احادیث شریف اقوال ائمہ اور اقوال مسیح موعود متعلقہ مسئلہ نبوت کا گویا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے نبوت و رسالت کی غرض و غایت۔ وحی نبوت کے امتیازی نشانات ختم نبوت کی وجوہات۔ مبشرات کی حقیقت اور حضرت مسیح کی نبوت پر بالتفصیل بحث کی ہے اور آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تمام کتابوں سے مسئلہ نبوت کے متعلق تمام حوالجات کو یکجا طور پر بصورت ضمیمہ جمع کر دیا ہے۔ اصل کتاب پونے چار سو صفحات پر اور ضمیمہ دو سو صفحات پر یعنے کل کتاب پونے چھ سو صفحات پر ختم ہوئی ہے... قیمت فی جلد عمر۔ میاں صاحب کے مبائعین میں تقسیم کرنے کے لئے ۱۲ا ر۔ احباب اس کی بہت جلدیں خرید کر لوگوں کو راہ حق پر لانے کی کوشش کریں ✦ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے ✦

نکات القرآن قرآن کریم کا سیکھنا اور اسکے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا حضرت مسیح موعود کا نہایت ضروری حکم اور ہر ایک مسلمان کا اوّل ترین فرض ہے ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب مولوی محمد علی ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی

---

[1] Craden P.126.
[2] Craden P.126.
[3] تکوین ۱۹-۱۰
[4] تکوین ۲۵-۶ قضاۃ ۶-۳۳ اول سلاطین ۴-۳۰ تکوین ۱۰-۳۰ وغیرہ۔
[5] ...
[6] ترجمہ انگریزی ۱۸۶۶ء ج ۱۔ ص ۳۵۔
[7] تاریخ یعقوبی ج ۱۔ ص ۱۷۔ لیڈن۔

نقل وصیت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں خواجہ کمال الدین ولد خواجہ عزیز الدین قوم کشمیری ساکن لاہور .... بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں :-

(اوّل) میں عالی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام رئیس قادیان کا مرید ہوں۔ میں نے آپ کے رسالہ الوصیت تحریر ۲۴ دسمبر 1905ء اور ضمیمہ الوصیت ۶- جنوری 1906ء تمام و کمال پڑھ ... لیا ہے۔ اور میں ان تمام ہدایات کا جو اس میں درج ہیں۔ اپنے آپ کو پابند قرار دیتا ہوں اور میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری نعش کو مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جاوے۔ بشرطیکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایسا کرنے کی ... یا میرے بعد میرے ورثاء کو اجازت حاصل ہو جاوے۔ اور نعش کے قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس جمع نہ کرا دوں تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جاویں۔ لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس جائیداد پر نہ پڑے گا۔ جو اس وصیت کی رُو سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حق میں میں نے دی ہے ٭

(دوم) رسالہ الوصیت مذکورہ بالا کے ماتحت جو انجمن موسوم بہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی تھی۔ وہ حضرت حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر اپنی اصلی شکل و صورت میں قائم نہیں رہی۔ اُس کے نظام کو میاں محمود احمد صاحب کی منشاء سے بدل دیا گیا اور جس غرض و غایت کے لئے وہ انجمن بنی تھی وہ اب مفقود ہو گیا۔ میں موجودہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو مثل اغراض مقبرہ بہشتی کیلئے کالعدم سمجھتا ہوں۔ اور اس انجمن کی صحیح قائمقام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تسلیم کرتا ہوں۔ اسلئے میں یہ وصیت اس انجمن کے حق میں کرتا ہوں اور اس سے پہلے جو وصیت میں نے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھی تھی وہ اس تحریر کی رُو سے منسوخ و مسترد کرتا ہوں ٭

(سوم) رسالہ الوصیت کے بعد جسقدر ہدایات یا احکام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے متعلق مقبرہ بہشتی جاری ہونگے۔ اُن ہدایات اور احکام کا جہاں تک اس وصیت سے تعلق ہے۔ میں اور میرے ورثاء پابند ہوں گے ٭

(چہارم) میری یہ وصیت ہر حال میں قائم رہیگی۔ خواہ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکے یا نہ ہو سکے ٭

(پنجم) میں یہ وصیت کرتا ہوں کہ میرے مرنے پر میری جسقدر جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو اس کے ... کی مالک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہوگی ٭

(ششم) انجمن مذکورہ میری وصیت کردہ جائداد کو یا اُس کی قیمت کو یکمشت خرچ نہ کر سکے گی۔ جبکہ میری وصیت کردہ جائداد یا اُسی کی قیمت کو بطور راس المال رکھ کر اُس کا منافع خرچ کیا جاوے گا ٭

(ہفتم) میری متروکہ جائداد کی آمد صرف اشاعت اسلام پر خرچ ہوگی ٭

(ہشتم) میری وصیت کردہ جائداد کی بجائے اگر میرے دوسرے ورثاء انجمن مذکور کو قیمت دینا چاہیں تو انجمن کا حق نہ ہوگا۔ کہ وہ متروکہ وصیت کردہ جائداد پر قبضہ کرے۔ ایسا ہی ادائگی قیمت جائیداد وصیت کردہ میں انجمن کو چاہئے کہ میرے ورثاء کو سہولت دے اور باقساط وصول کرے۔ اقساط کا مقرر کرنا یا اُنکی عدم ادائگی میں کوئی شرط لگانا انجمن کا کام ہوگا

(نہم) اگر میں اپنی زندگی میں انجمن کو جائداد وصیت کردہ کی قیمت میں سے کوئی روپیہ دے دوں یا کوئی جائداد حوالہ کردوں تو اُسقدر حصہ اس وصیت کردہ جائیداد سے منہا ہوگا ٭

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشہد ان محمدا عبدہٗ ورسولہٗ۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ کس درد دل کیساتھ میں آج اپنی پہلی وصیت منسوخ کر کے یہ نئی وصیت لکھتا ہوں۔ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی منشاء اور اجازت سے بحیثیت ممبر قانونی مسیح موعود کل انتظام صدر انجمن احمدیہ قادیان کا لکھا اور حضرت اعلیٰ کی منظوری کی وترمیم سے شائع کرایا اور میں آج خدا کو حاضر ناظر جانکر شہادت دیتا ہوں کہ جو اصل غرض و غایت حضرت اعلیٰ کی صدر انجمن احمدیہ مذکورہ سے تھی۔ وہ آج موجودہ خلافت قادیان کے ماتحت کالعدم ہو گئی۔ حضرت اعلیٰ کی یہ منشاء میرے علم و یقین میں تھی۔ کہ انکی قوم کا روپیہ احمدیہ مشن کی اغراض پر قومی مشورہ سے خرچ ہو۔ جسکا وجود صدر انجمن احمدیہ کے ذریعہ تھا۔ صدر انجمن کو آپ نے کسی ایک شخص کی منشاء اور رائے کے ماتحت نہ رکھا تھا۔ اور نہ انجمن کے فیصلہ جات کسی فرد واحد کا فیصلہ ناطق ہوتا تھا۔ آج میاں محمود احمد صاحب کی رائے کے ماتحت بحیثیت خلیفہ۔ انجمن کے فیصلجات ٹوٹ سکتے ہیں۔ یا بحال رہ سکتے ہیں اسی طرح قوم کا کثیر روپیہ میاں صاحب کی ذاتی رائے کے ماتحت صرف ہوا ہے۔ یہ سب کا سب روپیہ صدر انجمن کی مشورہ اور فیصلے سے ہونا چاہئے تھا۔ الغرض جس اصل پر صدر انجمن کا نظام قائم کیا گیا تھا۔ اس نظام کو میاں محمود احمد صاحب کی خواہش نے توڑ دیا اور اب جو برائے نام صدر انجمن احمدیہ قادیان اسوقت ہے۔ وہ میرے علم و یقین میں کسی طرح اس انجمن کی قائمقام نہیں جو حضرت اعلیٰ جناب مسیح موعود نے قائم کی تھی یہ معاملہ ایکدن عدالت میں آویگا جہاں اس موجودہ انجمن قادیان کی حیثیت زیر تنقیح ہوگی۔ موجودہ خلافت زیر تنازعہ ہوگی۔ اور قوم کو وہ تلخی کا میاں دیکھنی پڑینگی کہ جسکا احساس نہایت تکلیف دہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اس موجودہ صدر انجمن کی قائمقامی کا سوال کس دن عدالت میں چھڑنیوالا ہے لیکن میری خیال میں ہماری وصیتیں تو ضرور اس قسم کے مقدمات کی بنا ہو سکتی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری متروکہ جائداد یہ تلخکامی احمدیہ قوم کے لئے پیدا کرے۔ غرض تو اس وصیت سے یہ بھی ہے کہ حضرت اعلیٰ کی منشاء کو پورا کیا جاوے۔ اور وہ یہ ہے کہ احمدی قوم کی جائداد کا ایک حصہ اشاعت اسلام پر اور اغراض مسیح موعودؑ پر قومی مشورہ سے خرچ ہو اور ایک شخص واحد کی مُطلق العنانیوں کے ماتحت قومی مال کو تباہ نہ کیا جاوے۔ جو میرے علم و یقین میں اسوقت قادیان میں ہو رہا ہے۔ اس لئے میں نے اپنی سابقہ وصیت کو آج منسوخ کیا ہے۔ اور یہ نئی وصیت لکھتا ہوں کہ میری وفات کے بعد میری کل جائداد کا چوتھا حصہ جو میرا متروکہ ثابت ہو وہ حضرت مسیح موعودؑ کے مشن پر بعنوان اشاعت اسلام خرچ ہو۔ میں نے جو مشن ووکنگ میں محض خدا کے فضل سے اور اسکے مہیا کردہ اسباب سے قائم کیا ہے۔ وہ محض اپنے محسن و مرشد حضرت مسیح موعودؑ کی منشاء اور اُن کے مشن مقدس کی اصلی غرض کو پورا کرنیکے لئے قائم کیا ہے میرے ایمان و علم میں سب سے بھاری غرض احمدیت کی یہی ہے کہ دنیا میں اسلام پھیلے۔ اور کلمہ توحید۔ قائمقام تثلیث ہو۔ سو میں نے صحت نیت کیساتھ اور اپنے محسن و مرشد کی روح پر فتوح کی خوشی کے لئے یہ سب کام کیا ہے۔ اس لئے میں اس اپنی وصیت میں یہ شرط بھی لگا دیتا ہوں کہ میری وصیت کردہ جائداد کا پہلا مصرف ووکنگ مشن ہونا چاہیئے۔ یعنی میری متروکہ جائداد جو زیر وصیت ہو۔ وہ پہلے بلاد غربیہ میں اسلام کی اشاعت پر خرچ ہو۔ ہاں اسکے بعد کسی اور شاخ کا حق ہوگا۔ میری جائداد میں میرا رسالہ اسلامک ریویو انگریزی اور اشاعت اسلام اُردو بھی ہے۔ اُن کے متعلق یہ وصیت حاوی نہ ہوگی۔ میں انکو عنقریب قطعاً قومی رنگ میں لانا چاہتا ہوں۔ اور اس کے متعلق ایک ٹرسٹ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ ٭ بقلم خواجہ کمال الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب و ایڈیٹر و مالک اسلامک ریویو مجریہ لنڈن و اشاعت اسلام مجریہ لاہور۔ مورخہ ۱۹- اکتوبر سنہ 1915ء

دستخط بحروف انگریزی۔ خواجہ کمال الدین صاحب

فہرست چندہ تبلیغ اسلام بلاد غربیہ

(از جماعت احمدیہ شملہ)

معرفت شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر بابت ستمبر 1915ء

نمبر	نام	رقم
۱	شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس	عـــہ
۲	بابو خضر محمد صاحب	عـــہ
۳	ملک غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سکشن آفیسر	۱۲
۴	منشی محمد لطیف صاحب لپا زیٹر	۸
۵	شیخ الہ دین صاحب کمپوزیٹر	۸
۶	بابو جھنڈو خان صاحب ریڈر	۱۲
۷	منشی کرم خان صاحب کمپوزیٹر	۲
۸	منشی شاہ محمد صاحب کمپوزیٹر	ا
۹	منشی عبد الصمد صاحب بابت انگریزی ترجمۃ القرآن	ا
۱۰	منشی عبد الرحیم صاحب نقشہ نویس سیکرٹریٹ	عـــہ
۱۱	بابو فیض اللہ صاحب سپروائزر	عـــہ
۱۲	ملک غلام حسین صاحب سرویئر	۹
۱۳	ملک عبد الحق صاحب کلرک گورنمنٹ پریس	۸
۱۴	مولوی عبد اللہ صاحب کاتب	۲
۱۵	شیخ سراج الدین۔ صدقہ قربانی لیکال	عـــہ
	میزان الکل	[illegible]

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئًا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

معجزات او ہمہ حق اند و راست | منکر آں مورد لعن خداست
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت
سالانہ ے/
ششماہی سے
سہ ماہی عہ/
ماہوار ۹/

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ
و پنجشنبہ کو
شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۷ صفر ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۴ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۲

تقریر امیر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

یعنی حضرت امیر جناب مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی وہ تقریر جو آنحضور نے جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام منعقدہ ۲۷ دسمبر ۱۵ کے اختتام پر بغرض الوداع فرمائی

فرمایا۔ رمانے پہلے میں کچھ تھوڑا سا کہنا چاہتا ہوں۔ بہت کچھ آپ نے سن لیا میاں صاحب کی غلطیوں کو بھی سنا اور ہم نے بھی بہت کچھ لکھا لیکن اس بات کو یاد رکھو کہ بغیر لگاتار محنت اور کوشش کے کسی امر میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی سچ ہے کہ دنیا میں آخرکار حق غالب ہوگا۔ لیکن تمھاری محنتیں اور کوششیں بیکار نہیں۔ کوئی اُنیس سو سال کا عرصہ ہوا ایک شخص دنیا میں آیا توحید قائم کرنے۔ لیکن اس توحید کو دیکھو کہیں اس کا تو اس کی قوم میں نام و نشان تک بھی نہیں۔ بلکہ برخلاف اس کے ۴۰ کروڑ انسان تین خداؤں کے پرستار ہیں۔ کیا ایسے لوگ نہ تھے جو توحید کو پھیلاتے تھے تو ضرور۔ لیکن انھوں نے چنداں پرواہ نہ کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو پیرو موحد بھی تھے انھوں نے کوئی کوشش نہ کی۔ جس سے تثلیث والوں کا ان پر غلبہ ہوگیا۔ اب ہمارے مولوی مصطفےٰ خاں صاحب نے کل کواکب کے تاثرات کا ذکر کر کے اور بھی ڈرا دیا ہے کیونکہ کواکب کا اثر تو چاہتا ہے کہ وہ گروہ جو توحید کا حامی ہے وہ دب جائے لیکن میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں۔ اگر تم چاہو تو کواکب کو اپنا مطیع اور مسخر بنا کر آلشان پر اپنا اثر ڈال سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں تمھارا مسخر بنایا ہے۔ اگر تم کوشش نہ کروگے تو وہی منتشر ہوگا اور ان کا اثر تم پر پڑے گا۔ ورنہ تم ان کے اثر کو زائل کر سکتے ہو کلا نمد ھؤلاء و ھؤلاء من عطاء ربک یہ سب کچھ کوشش کا ثمرہ ہے۔

میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ ہمارے دوستوں میں بعض ایسے ہیں جنہوں نے کوشش کو کم کر دیا ہے۔ باقاعدہ کوئی کوشش نہیں ہوتی چندے اگر بعض جگہ نہیں ہوتے تو ایک دوسرے پر الزام دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہر ایک کا اپنا فرض ہے کہ پورے طور پر کوشش کرے۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بعض اوقات دل میں جوش آتا ہے کہ خود اپنے دوستوں کے پاس جاؤں اور جا کر انھیں سمجھاؤں۔ لیکن مجھے جواب ملتا ہے کہ تمھارے آگے پیچھے اس قدر لوگ ہو جاتے ہیں پھر میں حیران ہوتا ہوں کہ کیا کروں اور کس طرح سمجھاؤں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو تن تنہا جا کر لوگوں کو پیغام حق پہنچائیں اور کوئی بھی ان کے ساتھ نہ ہو۔ لیکن میرے لئے یہ ذلت کا باعث ہو۔ تو میں افسوس کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ کام کی طرف بہت کم دھیان کیا جاتا ہے۔ یہ عزتیں جو تم نے بنائی ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ اگر چاہتے ہو کہ حقیقی عزت ہو تو آج اپنے فرائض کو سمجھو میں سب کو مخاطب کر کے کہتا ہوں اور اپنے آپ کو بھی ان میں شامل کرتا ہوں کہ سوائے بہت تھوڑوں کے جتنے ہیں اُنھوں نے اپنی کوششوں کو بڑھایا نہیں بلکہ بعض نے کم کر دیا ہے۔ تمھارے سر پر چار چار مدوں کا چندہ ہوتا تھا اور ان سب کو تم پورا کرتے تھے اب صرف ایک مد اشاعت اسلام کی آرہی ہے گویا بجائے ترقی کے تنزل کی طرف چلے گئے اگر واقعی کواکب کی تاثیر تم پر ہے تو یہ بہت اندیشناک بات ہے۔ لیکن نہیں خدا تو کہتا ہے سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض تم انہیں اپنا مطیع بنا سکتے ہو۔ پس تمھیں چاہئے کہ اس قدر کوشش کرو کہ تم کواکب کو بھی ماتحت کر لو۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں صرف تھوڑی سی ہمت بکار ہے سبات کچھ بھی نہیں تم کماتے ہو۔ آپ بھی کھاتے ہو کچھ دین کی راہ میں بھی دے دیا کرو۔ جو لوگ دین کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اگر وہ نہ دے کر کچھ امیر ہو گئے ہیں تو انھیں مبارک ہو۔ کہ خیر انھوں نے کچھ پا تو لیا لیکن اگر کچھ بھی نہیں پایا تو یہ بہت ہی افسوسناک امر ہے۔

کہ ایک تو نہ دینے کی وجہ سے ثواب سے محروم رہے اور دوسری طرف حاصل بھی کچھ نہ ہؤا۔ پس میں بڑے درد بھرے دل کے ساتھ کہتا ہوں کہ جاؤ اور سوتوں کو جگاؤ۔ اور خود بھی اُنکے ساتھ نہ سو جاؤ۔ پھر میں کہتا ہوں۔ کہ نماز سب سے بڑا فرض ہے۔ ایک مسلمان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ نماز ادا کرے۔ جب تک نماز ادا نہ کرے۔ اسلام کا دعوےٰ خشک رہجاتا ہے۔ نمونہ بننا آسان کام نہیں۔ تم ایک جماعت کھڑی کی گئی ہو۔ تاکہ دوسروں کے لئے نمونہ بنو۔ تم میں سے ایک ایک شخص دُنیا کے لئے نمونہ ہو۔ آخر یہ احمدی جماعت کس طرح سے پھیلی۔ مرزا صاحبؑ کوئی شہر بہ شہر اور گاؤں بہ گاؤں لوگوں کو احمدی بنانے پھرتے تھے۔ نہیں۔ جہاں جہاں کوئی احمدی تھا۔ اُس نے نمونہ بنکر دکھایا اُنہی کے نمونہ کو دیکھکر دوسرے لوگ بھی مانتے چلے گئے۔ اسلئے اگر تم دن بدن اِس نمونہ میں ترقی کرو۔ تو کامیابی ہی کامیابی حاصل ہوگی ورنہ یاد رکھو جس طرح سے اور کیڑے مکوڑے ہیں ویسے ہی یہ انسان ہیں۔ خدا تو کیڑے مکوڑوں کو بھی تمہارے جیسی جماعتیں کہتا ہے۔ وما من دابۃ فی الارض ولا طٰئر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم۔ پس تم کس بات کا فخر کرتے ہو۔ جب تم وہ کام نہیں کرتے۔ جس کا تمہیں فخر اور شرف دیا گیا ہے اگر تم احمدی ہوکر احمدیت کے حقوق کو ادا نہیں کرتے تو بدتر ہو اُن سے جنہوں نے ابھی تک احمدیت کو قبول ہی نہیں کیا۔

تمہارے اوپر بہت ذمہ واری ہے۔ خود بھی اُٹھو۔ دوسروں کو بھی اٹھاؤ۔ بہت سی کمزوریاں ہیں جو ابھی باقی ہیں۔ اور اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو اس تنزل کی حالت پر کبھی بھی مطمئن نہ ہو۔ اگر اسی موجودہ حالت پر ہی مطمئن ہوکر تم نے کوشش کو چھوڑ دیا تو یاد رکھو یہ ظاہری حالت بھی نہ رہیگی۔ قرآن کی خدمت کو اپنا کام سمجھو اسکو دوسروں تک پہنچاؤ۔ اور انہیں اس پر عامل بناؤ۔ میں تم میں سے ہر ایک کو سناتا ہوں۔ کہ اپنی کوششوں کو بڑھاؤ۔ جنہوں نے اس بوجھ کو اٹھایا ہے۔ اُن پر سب سے بڑھکر ذمہ واری ہے۔ وہ بھی کوئی نمونہ دکھائیں۔ نمونہ سے وہ بہت کچھ خدمت کر سکتے ہیں۔ بے شک وہ بہت چندے دیتے ہیں لیکن صرف یہی کافی نہیں۔ اپنی ہمتوں کو بڑھاؤ اور کبھی بھی ایک حالت پر مطمئن نہ ہو۔ جب تک تم اپنی کوششوں کو تھوڑی سمجھتے ہو۔ ترقی حاصل کروگے۔

(اس کے بعد آنحضور نے بڑے درد دل کے ساتھ ایک لمبی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے ۔ ایڈیٹر)

تازہ برقی پیغامات

رنگروٹوں کی بھرتی کا مسئلہ لنڈن ۲۷- دسمبر آج مجلس وزرا کا جلسہ منعقد ہؤا جس میں اراکین وزارت بتعداد کثیر شریک ہوئے۔ مسٹر ایسکوتھ جو دیہات میں کرسمس منانے گئے تھے واپس آ گئے اور مسٹر لائیڈ جارج بھی کلائڈ سے واپس آ گئے تھے معلوم ہؤا ہے۔ کہ لارڈ ڈربی کی سکیم کے آخری نتائج پر غور و بحث کی گئی۔ اور مسٹر ایسکوتھ اس بارے میں عنقریب اعلان کریں گے۔ تعطیل کے بعد جلسۂ مجلس وزراء کے غیر معمولی منظر سے بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔

مجلس وزراء کے اکثر اراکین حسب اجلاس میں داخل ہوئے تو پہچانے نہ جاتے تھے مگر جب لارڈ کچنر کا موٹر کار آکر کھڑا ہؤا۔ تو ہجوم خلائق نے بازار میں آگے بڑھکر چیرز دیئے۔ اور رومال وچھتریاں ہلائیں۔ اور بعض نے اپنی ٹوپیاں تک ہوا میں اُچھال دیں۔ مسٹر لائیڈ جارج کا بھی نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا گیا ✤

حیرت انگیز تجاویز- لنڈن ۲۷ دسمبر سیاسی حالت حد درجہ کی دلچسپی کا موجب بن رہی ہے۔ آج کا مجلس وزراء کا جلسہ غالبًا لارڈ ڈربی کے شمار و اعداد پر بحث کرنے کی غرض سے منعقد کیا گیا تھا جسکے متعلق ایسے واقعات کا منکشف ہونا بیان کیا گیا ہے۔ جن سے مسٹر ایسکوتھ کے وعدہ کے ایفا کی ضرورت پیش آئے گی اور اس سے غالبًا نہ صرف ان وزراء کے مستعفی ہوجانے کی ضرورت لاحق ہوگی۔ جو جبری فوجی خدمت کے مخالف ہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ عام انتخاب تک نوبت پہنچ جائے۔ باہمی مصالحت کی ایک یہ صورت بیان کی جاتی ہے۔ کہ شاید ان مجرد اشخاص کو جن کی اب تک تصدیق نہیں کی گئی۔ جبری سکیم کی تیاری کے دوران میں ایکمرتبہ پھر اس امر کا موقع دیا جائے۔ کہ وہ بطیب خاطر بھرتی میں اپنا نام لکھوائیں۔

یہ امر قابل ذکر ہے۔ کہ اخبار آبزرور جو اب تک گورنمنٹ کا حامی تھا۔ مسٹر ایسکوتھ کو سہل نگاری اور عدم استقلال کا الزام دیتا ہؤا لکھتا ہے۔ کہ اگر وہ عزم و استقلال سے کام لیکر ملک کی جنگی تمناؤں کی تکمیل کا انتظام نہیں کر سکتے۔ تو مسٹر لائیڈ جارج اس مقصد کی انجام دہی کے لئے آمادہ ہیں۔ اور وہ اپنے حوصلہ کو دونوں ہاتھوں میں لیکر چیتھم کی طرح قوم و ملک سے اپیل کریں گے اور لا کلام اس مقصد میں بازی لے جائیں گے ✤

مجلس وزراء کا ایک اور اجلاس - لنڈن ۲۸- دسمبر- آج صبح پھر مجلس وزراء کا اجلاس منعقد ہؤا۔ اور اراکین مجلس کثرت سے شریک ہوئے۔ مسٹر ایسکوتھ کرسیٔ صدارت پر متمکن تھے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ گورنمنٹ لارڈ ڈربی کی سکیم کے شمار و اعداد پر غور کرنے کے بعد اپنے فیصلہ کا اعلان کرے۔ مجلس وزراء کے ایک اور اجلاس کی ضرورت ہوگی۔ تعطیلوں کے بعد بھرتی کے دفتر پھر کھل گئے ہیں اور بہت سے لوگوں نے فوری خدمات کے لئے اپنا نام رنگروٹوں میں لکھایا ہے۔

لنڈن ۲۸- دسمبر- آج مجلس وزراء کا جلسہ ۲½ گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ اس کے بعد مسٹر ایسکوتھ نے جنگی کونسل منعقد کی۔ جس میں لارڈ کچنر سر ایڈورڈ گرے اور مسٹر بالفور بھی شریک تھے ✤

چین میں انقلابی تحریک کی ترقی- لنڈن ۲۷ دسمبر معلوم ہوتا ہے۔ کہ چین کی انقلابی تحریک صرف صوبہ یناں تک ہی محدود نہیں بلکہ کوانگسی تک بھی پھیل گئی ہے۔ جہاں شاہی حکومت کے خلاف شدید ترین شورش پائی جاتی ہے۔ سربرآوردہ انقلابی لیڈر نہایت سرعت کے ساتھ وہاں پہنچنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یوان شی کائی نے پراونشل گورنروں اور فوجی جرنیلوں میں نوابوں اور دیگر امرا و رؤسا کا ایک گروہ پیدا کر دیا ہے اور ان بارسوخ اور زبردست اشخاص کو جن کی اس طرح تکریم نہیں ہوئی اپنا مخالف بنالیا ہے

چین میں شدید بغاوت کا اندیشہ- لنڈن- ۲۸- دسمبر- چین میں یوان شکائی کے خلاف شدید انقلابی تحریک برپا ہو گئی ہے۔

پیکن کا "ٹائمز" ظاہر ہے کہ صوبہ یناں کے فوجی گورنر نے ۲۳ دسمبر کو بذریعہ تار پیکن سے شاہی حکومت کی منسوخی اور اس کے بانیوں کے قتل کا مطالبہ کیا۔ اس کے بعد ۲۶- دسمبر کے ایک صلحنامہ میں گورنر موصوف نے صوبہ یناں کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔

شانگھی۔ جاپان سے ایک انقلابی لیڈر بیان کرتا ہے۔ کہ دیگر فوجی گورنر بھی اس بغاوت میں شریک ہو جائیں گے۔ جس کا اب سے دو مہینہ پیشتر قطعی انتظام کیا جا چکا تھا ✤

جنرل [illegible] کا [illegible]- لنڈن- ۲۷- دسمبر [illegible] ہے۔ کہ جنرل [illegible] [illegible] رخصت ہوکر واپس فرانس [illegible] چلے آئے ہیں ✤

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۴-جنوری ۱۹۱۶ء نمبر ۷۲

اسلامی جنگوں کی غرض وغایت

اسلامی جنگوں پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور ابھی تک لکھا جا رہا ہے۔ آج بھی اکثر اسلامی اخبارات بالخصوص کلکتہ کے اسلامی ہمعصر البلاغ میں اس مضمون پر سلسلہ وار اظہار خیالات ہو رہا ہے ان سب مضامین کا محرک جہاں تک ہمیں معلوم ہے صرف بعض کوتہ اندیش معترضین کا وہ غلط خیال ہے جو اُنھوں نے اسلامی جنگوں کی غرض وغایت کو غلط طور پر بیان کرکے اسلام کے نورانی چہرہ پر ایک بدنما داغ لگانے اور عوام کو اس سے متنفر کرنے کے لئے پھیلایا۔ گو ان کے بیہودہ اعتراضات کے کافی وشافی جوابات متعدد دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن اسلامی جنگوں کی غرض وغایت پر حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنی تالیف تفسیر بیان القرآن میں جو روشنی ڈالی ہے اُسکو بھی ذیل میں لکھنا طالبان حق اور عاشقان کلام ربانی کے لئے بہت کچھ فوائد کا موجب ہوگا۔

نوٹ نمبر ۲۸۹ میں زیر آیت وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "اسی آیت کے معنوں پر اس ساری بحث کا دار ومدار رکھا گیا ہے جو اسلامی جنگوں کی انتہائی غرض سمجھی گئی ہے لفظی معنی تو ان الفاظ کے صرف اس قدر ہیں کہ تم ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے۔ اور دین اللہ کے لئے ہو۔ اب سوال یہ ہے کہ ان الفاظ سے کیا مطلب ہے۔ معترضین اسلام کا یہ خیال ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس وقت تک جنگ کرتے رہو جب تک کفر اور شرک باقی نہ رہے۔ اور سب لوگ مسلمان ہو جائیں اس بات کی شہادت کہ یہ معنی درست نہیں اسی قدر کافی ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف کیا۔ کیونکہ آپ نے متعدد موقعوں پر کفار کے ساتھ صلح کی۔ اور بالخصوص صلح حدیبیہ کا واقعہ تو ہر ایک شخص کو معلوم ہے جس میں آپ نے ایسی شرائط کے ساتھ جو مسلمانوں کے لئے بظاہر مفید نہ تھیں کفار مکہ کے ساتھ صلح کی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہوتا کہ جب تک سب مسلمان نہ ہو جائیں اُس وقت تک جنگ کرتے جاؤ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں بار بار کفار سے صلح کرتے ہیں۔ جن متواتر عہد ناموں کو کفار توڑ ڈالتے تھے جیسا کہ ینقضون عھدھم فی کل مرۃ سے ظاہر ہے۔ اور کیوں آپ کو قرآن کریم میں یہ حکم ہوتا فان جنحوا للسلم فاجنح لھا۔ کہ اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔ اس طرح پر نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی قرآن کے خلاف نہیں ٹھہرتا۔ بلکہ خود قرآن کا ایک حکم دوسرے کے مخالف ہو جائے گا۔ کیونکہ ایک جگہ تو گویا یہ حکم دیتا ہے کہ لڑائی بند نہ کرو جب تک سارے کافر مسلمان نہ ہو جائیں جیسا کہ معترضین کا خیال ہے۔ اور دوسری جگہ یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو صلح کرلو۔ پس ان معنوں کے جو معترضین پیش کرتے ہیں غلط ہونے پر یہ قطعی اور کافی شہادت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پھر ان الفاظ کے کیا معنی ہونگے سب سے پہلے ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ لفظ فتنۃ کے کیا معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ اس لفظ کے اصلی معنی اور پھر قرآن کریم کی آیات سے بعض شہادتیں کہ اس پاک کتاب میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے نوٹ نمبر ۲۸۶ میں دیگئی ہیں۔ جہاں یہ دکھایا گیا ہے کہ کفار کی طرف سے جو ایذا مسلمانوں کو پہنچائی جاتی تھی۔ اُن کو گھروں سے نکالا جاتا تھا۔ ان کو مارڈالا جاتا تھا اسی کا نام قرآن کریم نے فتنۃ رکھا ہے۔ صحیح بخاری میں بھی یہی معنی فتنۃ کے کئے ہیں۔ جہاں حضرت ابن عمر کی ذیل کی روایت موجود ہے۔

کان الاسلام قلیلا فکان الرجل یفتن فی دینہ اما قتلوہ واما یعذبوہ حتی کثر الاسلام فلم تکن فتنۃ

مسلمان تھوڑے تھے سو ایک شخص کو اس کے دین کی وجہ سے دکھ دیا جاتا تھا (یفتن) یا اُسے قتل کردیتے یا ویسے دکھ پہنچاتے یہاں تک کہ اسلام بڑھ گیا سو پھر فتنہ یعنی دکھ دیا جانا باقی نہ رہا۔ اس روایت سے نہ صرف لفظ فتنہ کے معنی ہی صاف ہو جاتے ہیں بلکہ سارے فقرہ لا تکون فتنۃ کے معنی واضح ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح یہ تو دکھایا جا چکا ہے کہ یکون الدین للہ کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ کل لوگ مسلمان ہو جائیں بلکہ درحقیقت ان الفاظ میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ جس کا ذکر لا تکون فتنۃ میں ہے۔ کیونکہ جب دین کی وجہ سے دکھ نہ دیا جائے گا تو پھر دین محض اللہ کے لئے ہوگا اور دین کا اللہ کے لئے ہونا یہی ہے کہ اس میں جبر باقی نہ رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے لا اکراہ فی الدین علاوہ ازیں بخاری کی ایک روایت سے ان الفاظ کے معنی خوب واضح ہوتے ہیں۔ عن ابن عمر اتاہ رجلان فی فتنۃ ابن الزبیر فقالا ان الناس صنعوا وانت ابن عمر وصاحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فما یمنعک ان تخرج فقال یمنعنی ان اللہ حرم دم اخی فقالا الم یقل اللہ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ فقال قاتلنا حتی لم تکن فتنۃ وکان الدین للہ وانتم تریدون ان تقاتلوا حتی تکون فتنۃ ویکون الدین لغیر اللہ

یعنی ابن زبیر کے فتنہ میں دو شخص حضرت ابن عمر کے پاس آئے۔ اور اُنھوں نے کہا کہ لوگوں نے کیا کچھ کیا ہے اور آپ حضرت عمرؓ کے بیٹے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ کیوں نہیں نکلتے۔ آپ نے جواب دیا مجھے یہ بات روکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی کا خون حرام کیا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ آپ نے جواب دیا ہم نے جنگ کیا یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہا اور دین اللہ کے لئے ہوگیا اور تم چاہتے ہو کہ جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ ہو جائے اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔

اب اس روایت سے نہایت صفائی سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فتنہ کے لفظ کے کیا معنے سمجھتے تھے وہ فتنہ سے مراد کفر و شرک نہیں لیتے تھے۔ بلکہ ظلم اور فساد اور دکھ دینا ہی فتنہ کے معنی اُن کے نزدیک تھے۔ انھیں معنوں میں حضرت ابن عمر نے آخری الفاظ میں کہ تم اب اس لئے جنگ کرتے ہو کہ ایک فتنہ کھڑا ہو جائے اور دین غیر اللہ کے لئے ہو جائے۔ یہ بھی بتا دیا کہ اللہ کے لئے یا غیر اللہ کے لئے دین کے ہونے کے کیا معنی ہیں۔ گویا درحقیقت فتنہ کا ہونا دین کا غیر اللہ کے لئے ہونا ہے۔ اور فتنہ باقی نہ رہنا ہی دین کا اللہ کے لئے ہونا ہے۔ ورنہ حضرت ابن عمر کا منشا نہ تھا کہ تم اب اس لئے جنگ کرتے ہو کہ [illegible] واحد

کی پرستش کو مٹا کر دین اسلام کا خاتمہ کرکے پھر کفر و شرک کو پھیلاؤ۔ بلکہ مطلب یہ تھا کہ جب ایک فتنہ برپا ہوگا تو پھر لوگوں کی دین کے معاملہ میں وہ آزادی نہ رہے گی۔ جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہو۔

انہی معنوں کی تائید میں قرآن کریم کی سورت حج کی وہ آیت ہے جس میں جنگ کی اجازت دے کر جنگ کی اصل غرض کو بیان کیا ہے۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا

یعنی اگر اب ان لوگوں کی شرارتوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں سے دفعیہ نہ کردیا جائے تو پھر نتیجہ یہ ہوگا کہ راہبوں کے خلوت خانے اور گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے برباد ہوجائیں تو گویا درحقیقت اسلامی جنگوں کی غرض یہ تھی کہ راہبوں کے خلوت خانوں کو گرجوں کو۔ ہر مذہب کی عبادت گاہوں کو معبدوں کو بچایا جائے یا بالفاظ دیگر سب مذاہب کی حفاظت کی جائے اور اسی غرض کو بالفاظ دیگر یہاں ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ویکون الدین للہ دین اللہ کے لئے ہوجائے زید و بکر کا جبر اس میں کوئی نہ رہے۔

جزیرہ فجی میں پندرہ ہزار مسلمان اور عیسائی مشنریوں کی جدوجہد

مسٹر فرنیک ان نے رسالہ مسلم ورلڈ اپریل نمبر میں ایک مضمون عنوان بالا پر لکھا ہے اور اس میں یہ دکھایا ہے کہ اسلام نے جزیرہ مذکور میں اب تک کتنی ترقی کی ہے۔ ان جزائر میں جہاں کی مخلوق پیروان ملت عیسوی تھی آج سے ۵۰ سال پہلے ہندوستان سے مزدور آئے تھے اور انھوں نے ان لوگوں کو دین اسلام کے اصول بتائے تھے۔ مسلمانوں کی تعداد اب کوئی پندرہ ہزار ہوگی۔ لیکن وہ غیر محسوس طریقہ پر اپنے عیسوی پڑوسیوں سے متاثر ہورہے ہیں۔ اسلام نے ابھی جزیرہ ہذا میں جڑ نہیں پکڑی ہے۔ اس کی حالت ایک خودرو پودے کی سی ہے۔ رمضان کے روزے پوری پابندی سے نہیں رکھے جاتے ہیں۔ اور نماز عیدین کا بھی پورا خیال نہیں کیا جاتا ہے یہی کیفیت دوسرے تہواروں کی ہے۔ فجی میں اسلام کی اشاعت اور تلقین کا پورا انتظام نہیں ہے۔ اور مولویوں کی شان جبروتی کو مسلمانوں کا زیادہ سمجھدار اور تعلیم یافتہ طبقہ تسلیم نہیں کرتا۔ اب تک اہل فجی میں اشاعت اسلام کا کسی کو خیال ہی نہیں ہوا۔ نہ وہاں مسجدیں ہیں نہ اوقاف۔ اسلام جارحی مذہب نہیں ہے اس میں ترتیب و نظم اور اتحاد و اتفاق کی بہت کمی ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ اس سمت میں کوئی کچھ کرکے دکھاتا ہے۔ وہاں لوگوں کو بہت دنوں سے خیال ہے کہ ہندوستان سے کسی جید عالم کو بلایا جائے۔ لیکن اس اثناء میں بہت سے فجی کے پیدائشی مسلمان عیسائی ہوگئے۔ اور اب عیسائیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ عیسائیوں کی مشنری جماعت سی ایم۔ ایس بڑی سرگرمی سے ہندوستانی اشخاص کی ایک جمعیت کے ساتھ کام کررہی ہے۔

ان بیجا اتہامات کی وجہ

منقولہ بالا فقرات میں مسیحی نامہ نگار نے جہاں اسلام کے جزائر فجی میں بسرعت تمام پھیلنے کی خبر دی ہے وہیں اپنے داغ بدنامی کو دھونے کے لئے مسلمانوں پر چند اتہامات بھی لگا دیئے ہیں۔ یہ عادت اب عام طور پر مسیحی نامہ نگاروں کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ کہ جہاں اسلام کا ذکر آیا اور وہ فی الفور اس کی شکل کو گھنونی بنا کر دکھانے کے درپے ہوگئے جزائر فجی کیا اسلام ہر گوشہ میں پھیلتا جارہا ہے۔ اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ غریب اور بے وطن مزدور آج عام طور پر اس کی اشاعت کا موجب ہیں۔ یعنی وہ مذہب جس کی نسبت بڑے زور شور اور پختہ یقین کے ساتھ یہ کہا جاتا تھا اور اب بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے زور سے پھیلا آج اس علم و فضل کے زمانہ میں ان غربا اور سادہ مزاج اور ان پڑھ مزدوروں کے ذریعہ جنہیں معاش اور تن پروری کی فکر اپنے گھروں سے کھینچ کر دور دراز ممالک میں لے جاتی ہے جہاں بعض اوقات ان کے حقوق شہریت تک تسلیم کرنے میں بھی دریغ کیا جاتا ہے اور سخت ذلت کی حالت میں رکھا جاتا ہے چہ جائیکہ تلوار ان کے ہاتھ میں ہو۔ یہ پاک دین پھیلتا اور ہزار در ہزار مخلوق کو اپنا گرویدہ کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کیا ہی زبردست اور منہ توڑ جواب ہے جو اسلام نے خود اپنے طرز عمل سے ان بیہودہ اعتراضات کا دیا ہے اسلام کی اس سادگی اور دلربا روش کو دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے کہ ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مسلمانوں کی توجہ کے قابل

لیکن باوجود اس کے مسیحی تعصب پھر بھی کچھ نہ کچھ وجوہات اپنے نہ ماننے کی نکال ہی لیتا ہے۔ اور غلط یا صحیح الزامات کے ذریعہ اپنے پاؤں جمانے کی طرح ڈالتا ہے مسیحی نامہ نگار کے الفاظ قابل غور ہیں اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مسلمان اس کی اس اطلاع دہی پر جو اس نے جزائر فجی کے مسلمانوں کی عملی حالت کے متعلق بیان کی ہے اس کا شکریہ ادا نہ کریں اور نہیں تو کم از کم اب دیکھنا یہ ہے کہ اس سمت میں کوئی کچھ کرکے دکھاتا ہے کے الفاظ سے ہی متاثر ہوں۔ ہندوستان کو آج بجا طور پر یہ فخر حاصل ہے کہ ایک وسیع رقبہ زمین کی آبادی نے اس کے ذریعہ اسلام جیسے پاک مذہب کو پایا اور نجات ابدی کے وارث ہوئے۔ لیکن ضرورت ہے کہ اپنی کوششوں کو بڑھایا جائے اور ان بندگان خدا کو دوبارہ قعر ضلالت میں جانے سے بچا لیا جائے۔ ہم نہیں جانتے کہ مسیحی نامہ نگار نے مسلمانوں کی عملی حالت کے متعلق جو حالات بیان کئے ہیں اور وہاں مسیحی کوششوں کے بارور ہونے کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے ہوسکتا ہے کہ محض اپنے بھائیوں کو خوش کرنے کے لئے ہو جیسا کہ عام طور پر مسیحی نامہ نگاروں کا قاعدہ ہے لیکن تاہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خبر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس غفلت شعاری کے نتیجہ میں وہ مسیحیت کا شکار ہوجائیں اور اپنی پاک کوششوں کے باعث جس نیک نامی کا سہرا ہندوستان کے سر بندھا تھا وہ الٹی بدنامی اور نامرادی کا باعث ہو۔ افسوس آج سیاسی الجھنوں نے مسلمانوں کو اس اہم ترین فرض سے غافل کررکھا ہے باوجودیکہ دشمن بھی اسے جھنجوڑ جھنجوڑ کر جگا رہے ہیں۔ اور اس کی طرف بڑے زور سے متوجہ کرتے ہیں۔ اے کاش کوئی ان باتوں پر کان دھرنے والا ہو۔

النبوۃ فی الاسلام
اور
نکات القرآن

کی طرف دوستوں کی خاص توجہ بکار ہے احباب

ویدکی حقیقت

لیکچر منشی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج جو سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پر بتاریخ ۲۶ دسمبر ۱۹۱۵ء ہوا

الٓمّٓ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدًی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلٰوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون - ترجمہ

میں اللہ متجمع جمیع صفات کاملہ اور منبع علم وہدایت ہوں اپنے کامل علم کی بنا پر تمہیں یہ اطلاع دیتا ہوں کہ یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے کہ جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کو دخل نہیں دوسرے الہامی صحیفوں کی طرح اس میں شکوک اور شبہات وارد نہ ہونگے - زمانہ کی دستبرد سے محفوظ علمی انکشافات یا سائنس جدیدہ اس کی تعلیم میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا نہ کرسکے گی۔ ہر زمانہ کی ضروریات کے مطابق کامل تعلیم موجود ہے۔ تمام متشککین کی دلی امراض کا اس میں علاج ہے متقیوں کے لئے۔ ہاں ان لوگوں کے لئے جو کسی قدر بھی صلاحیت اپنے اندر رکھتے ہیں ادنیٰ سے ادنیٰ متقی سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ متقی تک کے لئے یہ کتاب مشعل راہ ہدایت ہے - تمام قسم کے متقی جو مختلف الہامی کتابوں کے ذریعہ مختلف دیار وامصار کے پروفیسروں نے اپنے اپنے سکولوں میں تیار کئے یہ قرآن کریم ان کے گذشتہ تعلیمی نقائص کی اصلاح کرکے ان کی آئندہ تعلیم رشد وہدایت کا کورس ہے۔ عام اس سے کہ وہ متقی صرف ایک وراء الوراء ہستی - گریٹ پاور یا دست غیب کے ماننے پر مجبور ہوکر ایمان لائے ہوں یا اس پر کامل ایمان لاکر [illegible] کو قائم کرتے ہوں اور اپنی خداداد فطری طاقتوں اور استعدادوں کو قوۃ سے فعل میں لانے والے ہیں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کے فیضان سے دنیا میں پیدا کیا ہے وہ انہیں فضول اور عبث اور باطل نہ سمجھتے ہوں یا جن اشیاء کو ہم نے انسان کے فائدہ اٹھانے ان سے کام لینے کے لئے پیدا کیا ہے اُلٹا انہیں اپنا دیوتا سمجھ کر خدا کی قدر وعظمت نہیں نہیں اس کے ساتھ ہی اپنی قدر ومنزلت کو خاک میں ملانے والے نہ ہوں - یا وہ لوگ ہوں جو اس پر عمل پیرا ہوں جو تجھ پر اُتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اُتارا گیا اور انہیں آخرت کا بھی کامل یقین ہے یہی لوگ ہیں جو ہدایت کے گھوڑوں پر سوار ہیں اور فلاح اور کامیابی کی گول تک پہنچیں گے -

اگر تمام مذاہب کے علماء وفضلاء کلیۃ الانسان لیکچراروں اور فلسفہ جدیدہ کے جبہ برداروں کو ایک ریلیجس کنونشن مذہبی کانفرنس میں مدعو کیا جاوے اور ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا جائے کہ دنیا میں نوع انسان کے لئے سب سے بہتر اور مفید کونسا مذہب ہے تو پلیٹ فارم پر سے اس قدر مختلف آوازیں بلند ہونگی کہ دنیا کے کسی اور مسئلہ پر اس قدر اختلاف آراء ظہور میں نہ آئے گا - اور پھر خطیبانہ بلند آہنگیوں جذبہ انگیز استعارہ طرازیوں خشک منطق اور بے آب فلسفہ سے ہر ایک اپنے ہی مذہب وملت مت اور سدھانت کو سدھ کرے گا۔ ایک محقق کے لئے سچا اور صحیح مذہب دریافت کرلینا آسان نہ ہوگا۔

لیکن اگر قومی تعصبات - پیدائشی تاثرات اور موروثی جذبات سے قطع نظر کرلی جاوے تو تحقیق کی عدالت سے بالآخر یہ فیصلہ صادر ہوگا کہ جو مذہب منازل حیات انسانی کے طے کرنے کے لئے فرائض معیشت کے ادا کرنے کے لئے فطری استعدادوں کی نشو ونما کے لئے متمدن اور مہذب انسان بننے کے لئے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ باخدا انسان بننے کے لئے بہترین تعلیم وتلقین کرے وہی مذہب سب سے اعلیٰ اور بہتر سمجھا جائے گا۔ مختصر الفاظ میں یہ کہ جو مذہب مدنیت فاضلہ کی تعلیم دے۔ تمدن نام ہے تعاون وتناصر باہمی کا یعنی ایک دوسرے کی مدد کرنا - بظاہر یہ الفاظ معمولی معلوم ہوتے ہیں مگر غور کرو اور جہاں تک نظر پہنچ سکتی ہے غور کرو کوئی کام اس حسن آباد ارضی یا شاہد نیچر کا بغیر تعاون وتناصر باہمی ممکن ہی نہیں جب تک زمین اپنے آغوش میں بیج کو نہ لے اور دایہ فطرت اس کے لئے نشو ونما کے ذرات جمع نہ کرے حرارت اور رطوبت اپنا اثر اس پر نہ کرے - خدا کے بنائے ہوئے سورج چاند اور ستارے باد وباران رعد اور کڑک جب تک سب کے سب ملکر کام نہ کریں گھاس کے ایک تنکے کا پیدا ہونا ناممکن ہے - حیات انسانی کا قیام جن افعال پر منحصر ہے وہ دو قسم کے افعال ہیں -

(۱) وہ افعال جن سے حیات انسانی براہ راست وابستہ ہے -

(۲) وہ افعال جن پر حیات انسانی بالواسطہ مشروط ہے -

وہ افعال جن پر حیات انسانی براہ راست وابستہ ہے ان کے لئے ہمیں کسی قسم کی ہدایت کی ضرورت نہیں خود دایہ فطرت ان کی تعلیم کا بندوبست کرتی رہتی ہے اور ان میں سے بیشتر ایسے افعال ہیں جو بغیر ارادہ کے خود واقع ہوتے رہتے ہیں - مثلاً آلات انہضام کے افعال تنفس - حرکت قلب دوران خون - بھوک پیاس - نیند کے وقت آنکھوں کے پپوٹوں کا خود بخود بند ہوجانا - سینکڑوں قسم کی زہروں کا بدن سے اخراج یہ ایسے افعال ہیں جن کے لئے ہمیں کسی معلم کا شرمندہ احسان ہونا نہیں پڑتا بلکہ یہ سارے کے سارے افعال خود بخود انجام پذیر ہوتے رہتے ہیں - اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اور کرم عمیم ہے کہ اس نے یہ سارے امور انسان کے ارادہ پر منحصر نہیں رکھے - ورنہ یہ ظالم اور جاہل انسان اپنی غفلت سے اپنی زندگی کو کبھی قائم نہ رکھ سکتا -

دوسری قسم کے وہ افعال جن پر ہماری زندگی بالواسطہ مشروط ہے یعنی افعال کسب معیشت عمل تزویج تربیت اولاد حقوق العباد یعنی تعاون وتناصر باہمی جن اصولوں پر یہ ساری باتیں منحصر ہیں ان کا نام موجودہ زمانہ میں اصول تمدن رکھا گیا - فلسفہ جدیدہ نے یہ معیار ہمارے سامنے مذہب کی صداقت کو پرکھنے کا پیش کیا ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ انسان مدنی الطبع ہے دنیا میں رہ کر علائق دنیوی کی زنجیروں سے بچنا امر محال ہے - سمندر میں رہیں اور سمندر کی حالت شور - اعتدال جوار بھاٹا وغیرہ کا اثر نہ ہو یہ ناممکن ہے انسان شاہد نیچر کی آنکھ کے اشارے پر کاٹھ کے پتلے کی طرح ناچتا ہے پھر شاہد نیچر کا رازداں نہ ہونا اس کے لئے بدبختی کا موجب ہے - اس لئے لازمی امر ہے کہ وہ کائنات میں اپنے منصب کو سمجھے - اسی بات کو سمجھانے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے مختلف ملکوں میں نبی آئے تا وہ لوگوں کو بتلا دیں کہ انسان کا درجہ اس کائنات ارضی میں کیا ہے اور انسان کے انسان پر کیا حقوق ہیں - تاکہ یہ سیلف کنٹرول مشین اپنے بنانے والے کی غرض وغایت کو مفقود نہ کر دے - اور وہ نہ صرف اپنے صانع کو بیوقوف بنائے بلکہ خود بھی اس کی نظروں سے گر جائے - الغرض خدا پر یہ فرض کہ

وہ انسان کے لئے گائڈ بک بھیجے۔ جس میں انسان کے بنانے کی غرض وغایت مذکور ہو۔ اور ان امور مہمہ کے سرانجام دینے کے لئے مفصل ہدایات درج ہوں۔ اور انسان پر یہ فرض کہ وہ اسکی رضا کی راہوں پر چلے اور اپنے مفوضہ امور کو حتی الوسع پورا کرے ضرورت الہام کو قریباً سب مذاہب تسلیم کرتے ہیں۔ مگر حصول الہام میں آکر اختلاف شروع ہوا۔ اسلام کہتا ہے۔ الرحمٰن علم القرآن - الہام الہٰی رحمانیت الٰہی کے تقاضے سے نازل ہوتا ہے اور

نبوت موہبت الٰہی ہے کسبی نہیں

گورنمنٹ کا فرض اولین ہے کہ وہ رعایا کے لئے قوانین مرتب کرے اور رعایا تک انہیں پہنچائے برخلاف اس کے ہمارے آریہ دوست کہتے ہیں کہ نہیں ہدایت آنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ کوئی شخص اپنے گذشتہ جنم کے اعمال کے لحاظ سے قوانین پانے کا اپنے آپکو اہل ثابت کرے - انکا مذہب یہ ہے کہ اس سرشٹی سے پہلے بھی سرشٹی تھی اور جن چار لوگوں نے اس گذشتہ سرشٹی میں سب سے اعلیٰ کام کئے ہوں انہیں کو ویدوں کا گیان ملتا ہے۔ خواہ وہ وید ساری دنیا میں پہنچیں یا نہ پہنچیں - یا صفحہ عالم ہزاروں برس تک نہایت ظلمت اور تاریکی میں رہے۔ مگر خدا کی طرف سے کوئی اور الہامی کتاب نہیں نازل ہو سکتی۔ وید معجزہ ہستی ہے گم رہے ثبوت کے لئے دیکھو سوامی دیانند جی مہاراج کی رگوید آدی بھاشیہ بھومکا - فاضل مترجم فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ زمانہ یورپین فاضل ویدوں کے نزول کا بیان کرتے ہیں . . . .

. . . . ویدوں کے رواج بند ہونے کا زمانہ ہے۔ اس عقیدہ پر مفصلہ ذیل اعتراض ہیں

(۱) اگر گذشتہ سرشٹی میں سے وہ چار رشی بھی اپنے اعمال کی وجہ سے الہام الٰہی پانے کے ناقابل ہوتے تو کیا دنیا الہام الٰہی سے محروم رہتی - کیونکہ جب اربوں در اربوں مخلوق میں سے صرف چار رشی ہی کے اعمال ہی اس امر کے متقاضی ہوتے ہیں۔ کہ انہیں وید دیا جائے تو یہ تعداد بھی کم ہوتی - کیونکہ انکی اس ساری مخلوق سے کوئی نسبت نہیں۔

(۲) جب الہام خداتعالیٰ کی محض رحمانیت کے تقاضے سے نہیں ملتا - بلکہ اس کا ملنا اعمال پر منحصر ہے تو یہ ویدوں کی جائداد خود رشیوں کی پیدا کردہ جائداد ہے اور ایشور نے انہیں ہی بلا شرکت غیرے ویدوں کا مالک بنا یا ہے کیونکہ خود انہوں نے محنت کر کے اسے پایا ہے تو یہ جائداد انہیں مبارک۔ جب ہمارے اعمال اس قسم کے نہ تھے کہ ہمیں وید دیئے جاتے تو ہم ویدک رشیوں کی ذاتی جائداد پر قبضہ کر کے مجرم کیوں بنیں *

(۳) آریہ سماج کا عقیدہ ہے۔ کہ رشی لوگ مکتی خانہ سے اپنے کسی گذشتہ سرشٹی کے کسی گناہ کے عوض جو ایشور جی کو یاد ہوتا ہے باہر کئے جاتے ہیں۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ نیک اعمال کی جزا تو وہ مکتی خانہ میں پا چکے - اب تو ان کے دامن عصمت پر گناہ کا داغ ہے جو انہیں مکتی خانہ سے باہر نکالتا ہے۔ تو کیا وید انہی گناہ کے عوض دیئے جاتے ہیں۔ اگر کہو مکتی خانے میں پوری پوری جزا انہوں نے نہیں پائی تھی۔ بلکہ ان کے اسقدر نیک اعمال ایشور نے رکھ لئے جنکے عوض وید دیئے جاتے۔ مگر آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ مکتی کے عرصے میں روحیں وید کا پاٹھ کرتی رہتی ہیں۔ تو ابھی ابھی چونکہ وہ مکتی خانہ سے باہر آئی ہیں انہیں وید تو خود یاد ہیں۔ کیونکہ وہ وید کو کئی ارب برس تک رٹتی رہی ہیں۔ تو دوبارہ ان پر نزول وید سے فائدہ - عدم ہمہ مطلب

قرآن کریم جو مدنیت فاضلہ کا معلم ہے فرماتا ہے۔ وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لهم الذی اختلفوا فیه وهدی و رحمة لقوم یؤمنون - اس کتاب کے نزول کی علت غائی یہ ہے۔ کہ وہ دنیا جہان کے اختلافات کو مٹا کر دنیا کے لئے کامل ہدایت نامہ اور رحمت ثابت ہو۔ دنیا میں کوئی ایسا صحیفہ بجز قرآن کریم موجود نہیں۔ جس نے یہ تعلیم دی ہو کہ تمام قوموں میں نبی اور الہٰی فرشتے آئے۔ ولکل قوم هاد - ان من امة الا خلا فیها نذیر فرما کر تمام ان اختلافات اور مناقشات کا خاتمہ کر دیا۔ جو مختلف مذاہب میں یہ سمجھنے سے پیدا ہوا کرتے ہیں۔ کہ صرف ہمارے ہی پاس کتاب الہامی کتاب اور ہمارے ہی رشی سچے رسول ہیں۔ اور باقی سب جھوٹے اور مکار تھے۔ اس موجودہ تہذیب و تمدن کے زمانے میں ایسی ہی کتاب کی ضرورت تھی کہ جس طرح سے جسمانی طور پر ہماری ضروریات میں تمام ممالک کی چیزیں اکٹھی ہو گئیں - کپڑا انگلینڈ کا ہے۔ تو بٹن جرمنی کے۔ دیا سلائی سویڈن فرانس کی ہے۔ تو صابن اٹلی کا۔ غرض دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس کی مصنوعات ہمارے استعمال میں نہ ہوں۔ اسی طرح کتاب بھی ایسی کتاب ہونی چاہئے تھی۔ جو تمام ممالک کے الہامی کورسوں کا مجموعہ یعنی صحف مطهرة فیها کتب قیمة - جسقدر ابتدائے دنیا سے اسوقت تک کتابیں منصۂ ظہور میں آئیں۔ وہ سب کی سب اس پاک کتاب میں موجود ہیں۔ کہا جائیگا کہ جب وہ ساری کی ساری الہامی کتابیں دنیا میں موجود ہیں تو خدا کی طرف سے ان کا مجموعہ تیار ہو کر اترنے کی کیا ضرورت یہ

تو انسان بھی کر سکتا ہے۔ کہ ان سب کو جمع کر کے ایک جلد میں بندھوا لے۔ قرآن مجید خود اسکا جواب دیتا ہے۔ وان لکم فی الانعام لعبرة نسقیکم مما فی بطونه من بین فرث ودم لبنا خالصا سائغا للشاربین - اے انسان اگر تیرے دل میں یہ وہم اٹھے کہ تو خود ایسا مجموعہ تیار کر سکتا ہے۔ تو تو چارپایوں میں غور کر کہ وہ کس طرح سے خدا تعالیٰ کی لہلہاتی کھیتیوں کو چر کر گوبر اور خون بنا دیتے ہیں پھر اس میں سے ہم صاف اور مصفا دودھ نکالتے ہیں جنہیں تم خوش ہو کر پیتے ہو۔ لیس یاد رکھو کہ دنیا کے مختلف ممالک میں جو صحیفے ہم نے بھیجے ان کو نادانوں نے اپنے دست برد سے گوبر اور خون بنا دیا۔ انسان کی طاقت نہیں کہ وہ اس گوبر اور خون سے دودھ نکال سکے - یہ تو خدا کی مشین کا کام ہے - ایک کیمیکل اگزامینر تمہیں یہ تو بتلا سکتا ہے کہ اس دودھ میں فلاں فلاں اجزا اتنے سٹارچ اتنا ہے۔ اور خالص پانی اتنا اور دیگر اجزا اتنے۔ مگر اگر انہیں کہا جائے کہ حضور یہ لیجئے اتنا ہی سٹارچ اور فلاں فلاں چیز اور ایسا ہی دودھ بنا دیجئے - تو وہ کہیں گے کہ یہ نہیں ہو سکتا - اسی طرح سوبر آف اسلام لکھنے والے سے تو بتلا دینگے کہ قرآن کی فلاں تعلیم وید سے اور فلاں بائبل سے اور طالمود سے اور فلاں ژند اوستا سے لی گئی ہے۔ مگر اگر انہیں صاحبان کو یہ کہا جائے۔ کہ یہ سب صحیفے حاضر ہیں آپ بھی اس قرآن کی مانند ایک کتاب بنا دیجئے - تو فبهت الذی کفر والا معاملہ ہو جائے گا۔

الغرض قرآن کریم نے یہ دعوے کیا ہے۔ کہ باقی سب صحیفے الہامی تو ہیں۔ مگر ان کی شکل ایسی ہو گئی ہے کہ جیسے گوبر اور خون کہ جس میں دودھ بھی موجود ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے سب سے پہلے جو دعوے کیا۔ وہ لاریب ہونے کا ہے کہ شک و شبہ سے پاک صرف یہی کتاب ہے۔ اب ہم نے یہ تحقیق کرنا ہے۔ کہ کیا واقعی باقی سب صحیفے مشکوک ہو گئے ہیں۔ میرے زیر نظر اسوقت وید مقدس ہے۔ یہ مقدس صحیفہ اسی شکل وصورت میں جیسا کہ یہ موجود ہے - ایک کیمیکل اگزامینر کی طرح اسی کا ہم تجزیہ و تحلیل کر کے دیکھیں گے۔ وید مقدس کس پر نازل ہوا جونہی ہم نے یہ سوال پیش کیا۔ مختلف آوازیں ہمارے کان میں پہنچیں بسنا تنی صاحبان نے کہا کہ برہما جی نے ان کو بنایا۔ بعض نے کہا ویاس جی نے مرتب کیا۔ بعض نے کہا اسکے چار شاگردوں نے ترتیب دیا۔ ایک طرف سے سوامی دیانند جی مہاراج نے آواز دی۔ سب جھوٹے ہیں - چار [illegible]

رشیوں۔ اگنی۔ وایو۔ انگرا۔ ادیتہ۔ پر اُترا تھا۔ بعض نے کہا۔ کہ وہ دو سرکتر ہے۔ ہر ایک سوکت کے سر پر بنانیوالے کا نام اور جس دیوتا کی تعریف میں کہا گیا اور جس بحر میں کہا گیا۔ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ بات تو معقول تھی۔ مگر ہمیں تحقیق حق سے غرض ہے۔ اور دوسرے یہ مہاتما گو اس تہذیب و تمدن کے زمانے میں اپنے قدرتی لباس میں بیٹھے ہیں۔ تن عریاں سے بہتر نہیں۔ دنیا میں لباس۔ یہ وہ جامہ ہے۔ کہ جس کا نہیں سیدھا اُلٹا کی مثال اُن پر صادق آتی ہے۔ اور الناس باللباس متمدن ممالک کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ مگر ہم بمصداق قول انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال کے ماتحت انہی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ سوامی جی نے فرمایا وید چار ہیں۔ اور چار رشیوں۔ انگرا۔ ادیتہ۔ اگنی۔ وایو کو گیان ہوا۔ ہم نے عرض کی۔ کہ سوامی جی یہ تو غیر ذی شعور مادی اشیاء ہیں۔ آپ نے فرمایا السیاہ مرت کہو۔ یہ دنیا کے شروع میں جسم والے انسان ہو گذرے ہیں۔ کیونکہ بیجان شئے میں گیان کا ہونا ناممکن ہے۔ جہاں معنے میں عذر امکان ہوتا ہے۔ وہاں لکشنا یعنی استعارہ ہوتا ہے۔ مہاتما جی نے بات تو معقول کہی۔ مگر اس کا کوئی منقولی ثبوت بھی ہے۔

سوامی جی نے شتپتھ برہمن کانڈ ۱۱ ادھیائے ۵ سے اگنیاہ رگویداہ وایوہ یجر ویداہ۔ سوریہ سام ویداہ پڑھا۔ اور خاموش ہو گئے۔ ہم نے کہا مہاتما جی اس کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ اگنی سے رگوید ہوا۔ سے یجر وید۔ سورج سے سام وید۔ نہ تو یہاں یہ ذکر ہے۔ کہ ان پر یہ وید الہام ہوئے۔ اور نہ چار ویدوں کا ذکر ہے۔ بلکہ وید تین ہیں۔ اور رشی بھی تین ہیں۔ نہ چوتھا رشی اور وید مذکور ہے۔ نہ اسکے ساتھ رشی اور رسول کا شبد ہے۔ منوسمرتی بھی اس کی تردید کرتی ہے۔ کہ وید چاروں رشیوں کو تھے۔ منوسمرتی کے شلوک ۱۱ - ادھیائے اول سے بھی صاف ظاہر ہے۔ کہ وید برہما جی کو دیئے گئے تھے۔ اور وہی سب سے پہلے انسان ہیں۔ اور شتپتھ شوتر اپنشد بھی سناتنیوں کی تائید کرتا ہے۔ سوامی جی نے یجر وید ادھیائے ۳۱ منتر ۷ پیش کیا ہے۔ مگر افسوس وہاں بھی چوتھے رشی اور چوتھے وید یعنی اتھروں وید کا نام نہیں۔

البتہ ایک حوالہ اتھروں وید کا ضرور ہے۔ جس میں اتھروں کو بھی وید کہا گیا ہے۔ مگر جو متنازعہ فیہ ہے۔ اس کا ہی پرمان کسی صورت میں جائز نہیں۔

(۲) دوسرا سوال وید تعداد میں کتنے ہیں۔ بعض نے کہا ایک۔ رگوید اور یجر نے کہا تین۔ اتھروں نے کہا چار۔ بعض سناتنی صاحبان نے وید کے ایک ہونے کا تاریخی ثبوت پیش کیا۔ کہ ویاس جی نے اس ایک وید کو چار حصوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ کل جگ میں اتنے بڑے وید کو کون پڑھیگا۔ چنانچہ ان برہمنوں کی چار مشہور ذاتوں میں ایک ایک حصہ تقسیم کر دیا گیا۔ ویدی ایک حصہ۔ ویدوالے دوبے دوسرا حصہ۔ ویدوالے تواری تیسرا حصہ۔ ویدوالے چوبے چوتھا حصہ۔ ویدوالے اس میں شریک نہیں۔ یہ ایک اعلےٰ درجہ کا تواریخی ثبوت ہے

(۳) تیسرا سوال یہ تھا۔ وید کب نازل ہوئے پروفیسر میکسمولر نے کہا مختلف زمانوں میں اور ان کا زمانہ نزول ۸۰۰ لغایت ۱۰۰۰ سال قبل مسیح ہے۔ بنیلے کے نزدیک اور بعض دیگر یورپین مصنفوں کے نزدیک قریباً ۲۰۰۰ قبل مسیح۔ اور سوامی دیانند جی کے نزدیک ایک ارب چھیانوے کروڑ آٹھ لاکھ باون ہزار نو سو چھہتر برس۔ ویدوں کو نازل ہوئے ہو گئے ہیں۔ مہاتما جی کے شاگرد رشید پنڈت لیکھرام جی کے نزدیک ایک ارب چھیانوے کروڑ اٹھاون لاکھ چوراسی ہزار نو سو ننانوے برس ہوئے ہیں۔ گویا مقدس گورو اور شاگرد رشید کے حساب میں بھی ایک کروڑ بیس لاکھ چھیانوے ہزار برس کا فرق ہے۔ دونو صاحبوں نے بڑی لمبی چھلانگ ماری۔ مگر افسوس پارسیوں کی کتاب ژند اوستا کے زمانہ نزول کی گرد کو بھی نہ پہنچے اور سترہ صفر پیچھے رہ گئے۔ یہ دیکھکر یہ ایک قصہ یاد آ گیا۔ مذکور ہے کہ دو جانور ایک گھونسلے کی بابت جھگڑ رہے تھے۔ ایک کہتا تھا کہ یہ میرا گھونسلہ ہے۔ اور دوسرا کہتا تھا۔ یہ میرا ہے۔ ایک نے کہا کہ اچھا تو بتا اس درخت کے اس گھونسلے پر تو کب سے رہتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ جب سے یہ درخت پیدا ہوا۔ اُسی وقت سے یہ میرا گھونسلا اسپر ہے۔ دوسرے نے جواب دیا۔ کہ بس گھونسلے کا میرا ہونا ثابت ہو گیا اور تو نے خود اقرار کر لیا۔ کہ گھونسلا تیرا نہیں۔ بلکہ تو نے اسپر بعد میں قبضہ کیا ہے پہلے نے تعجب سے پوچھا۔ وہ کس طرح۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ میرا یہ گھونسلا اس درخت پر اس وقت سے ہے۔ جب یہ درخت ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بعینہ اسی قسم کی مثال قدامت وید کی ہے۔ خود شاگرد و استاد میں سوا کروڑ برس کا فرق ہے اب قدیم ہندوؤں کے نزدیک جو زمانہ نزول وید کا ہے۔ اس کو بھی سن لیجئے۔ سوامی جی اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ سوامی جی مہاراج نے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۳۹ پر آریہ ورت کے راجاؤں کا ایک شجرہ نسب درج کیا ہے۔ مہاراجہ یدھشٹر سے راجہ یشپال تک جنکی لڑائی سلطان شہاب الدین غوری کے ساتھ ہوئی۔ وہ لکھتے ہیں۔ ۱۲۴ پشتیں ہیں۔ اور اُن کا درمیانی زمانہ ۴۱۵۷ نو ماہ چودہ دن بتلاتے ہیں۔ پھر سوامی جی نے خود ہی سلطان شہاب الدین کی لڑائی سے اب تک ۷۵۴ سال ایک ماہ ۱۷ دن بتلایا ہے۔ پھر یدھشٹر سے برہما جی تک ۴۸ پشتیں ہوتی ہیں یعنی منو جی تک ۴۵ اور ۳ پشت برہما جی تک۔ اور بعد مناسبہ کے حساب سے ان کی میعاد ۱۲۳۷ برس ہوئے۔ گویا دنیا کو پیدا ہوئے ہوئے کل ۶۱۴۸ برس ہوئے ہیں۔ اس کی تصدیق کالندھر پرکاش سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں کرشن جی کے زمانے کو آجتک ۳۲۰۰ برس لکھے ہیں اور برہما جی سے کرشن تک ۶۶ پشتیں اس حساب سے بھی ساڑھے چھ ہزار برس دنیا کی عمر معلوم ہوتی ہے۔

تیسرا ثبوت جوگ وسشٹ کا ہے۔ جس میں وشسٹ رشی رام چندر جی کا سلسلہ نسب برہما جی سے ملاتے ہیں۔ اُن کے درمیان ۵۹ پشتیں ہیں جنکی اوسط ۲۰۰۰ برس ہوتی ہے۔ رامچندر جی سے بکرماجیت تک ۵۶ پشتیں ہیں۔ اور سمت بکرمی آجکل ۱۹۷۱ ہے۔ تو اس حساب سے بھی قریباً ساڑھے چھ ہزار برس ثابت ہوتے ہیں۔

مگر حضرات مجھے افسوس ہوا کہ میں نے آپ کا اس قدر وقت ضائع کیا فیصلہ کی بات وید بھگوان نے خود فرما دی ہے۔ یا ما ادھشٹ حصیہ دیوے بھیہ ستریگم پوروا جاتا ہا۔ یعنی یہ جو بوٹیاں وغیرہ ہیں زمین سے تین یگ پہلے جاتا ہا پیدا ہوئی تھیں۔ یجروید ادھیائے بارہ منتر ۷۵۔

(۴) چوتھا سوال۔ الہام کس طرح ہوا۔ سوامی جی کہتے ہیں۔ اگنی۔ وایو۔ ادیتہ۔ انگرا۔ ان چاروں آدمیوں کو جیسے کوئی باجے کو بجاوے یا کاٹھ کی پتلی کو نچاوے۔ اسی طرح ایشور نے ان کو ست مانتر کیا تھا۔ یہ ایسی لغو تشبیہ ہے۔ کہ خود آریہ سماج نے اس کو محسوس کیا ہے۔ اور جہاں تک ہو سکا کے اردو ترجمے میں ان الفاظ کو نہیں لکھا۔ دوسرا قول وید ایشور سے سانس کی طرح ظاہر ہوئے۔

تیسرا قول اگنی وایو سوریہ سے تین سناتن برہم رگ یجر سام نشابیلوں کو یگیہ کی سدھی لئے برہما نے دوہا۔ گویا جس طرح گائے سے دودھ دوہا جاتا ہے اس طرح وید دوہے گئے۔ منوسمرتی ادھیائے پہلا شلوک ۲۳۔

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اسلامیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
آں رسول کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
از دو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
اقتدائے قوم او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

معجزاتش او ہمہ حق اندر است	منکراں مردود عن خدا است
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جان بدر خواہد شدن
آنچہ مارا وحی اوا یلکہ بود	آں نہ از خود از ہماں جا آمد بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔ ۵ر

ششماہی ۔ ۳ر

سہ ماہی ۔ ۲ر

ماہوار ۔ ۹ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۳ | مقام اشاعت لاہور | پنجشنبہ ۲۹ صفر ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۶ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۲

ہندوستان میں اسلام کی پوزیشن

پچھلے دنوں اخبارات میں اس موضوع پر کچھ بحث چھڑی تھی اور مختلف بزرگان قوم نے اس بحث پر کچھ خامہ فرسائی کی تھی ہم نے بھی مسلمان اور ہندوستانی کے عنوان سے تین نمبروں میں کچھ خیالات ظاہر کئے تھے اب آل انڈیا مسلم لیگ کے جلسہ میں جناب آنریبل مسٹر مظہر الحق صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے اپنی تقریر صدارت میں دیگر اہم پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہوئے اس موضوع پر بھی نہایت مختصر لیکن جامع الفاظ میں اظہار رائے کی ہے جسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کر دینا امید ہے کہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ ایڈیٹر

"حضرات آگے چلنے سے پہلے مجھے اس ملک میں مسلمانوں کی حقیقی حیثیت واضح کر دینے کی اجازت دیں کیونکہ اسی حالت میں ہم اپنے حقوق اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ سکتے ہیں اس قدیم سرزمین میں بے انتہا فرقے جماعتیں اور نسلیں بستی ہیں۔ اس غیر معقول جھگڑے میں ہم کہاں سے آگئے۔ اس کے جواب میں بہت سے لوگ تاریخ کو غلط راستوں پر لے جاتے ہیں اور واقع میں یہ سچ ہے کہ بہت سے مورخ دوسروں کے تعلق و تذکرہ میں سیاسی یا مذہبی جذبات میں رنگین ہو کر سوانح نگاری کرتے ہیں اور موجودہ زمانہ کی تو کوئی ایسی تاریخ نہیں جو ان نقائص سے پاک و مبرا ہو۔

صداقت تک پہنچنے کے لئے ہمیں اپنی تاریخوں کی روشنی میں چلنا چاہئے

۳۶ھ میں تیسرے خلیفہ اسلام حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے بحری مہم کے ذریعہ ہندوستان میں مسلمانوں کو سب سے پہلے بھیجا۔

یہ واقعہ اس وقت سے ۴ سو سال پہلے کا ہے جب کہ معرکہ ہیسٹنگز میں ولیم فاتح نے سیکسن کو شکست دی تھی

بہت سے انقلابات کے بعد جن کی تشریح غیر ضروری ہوگی اسلامی سلطنت ہندوستان میں قائم ہو گئی فاتحین اسلام نے اسی ملک کو اپنا موطن و مسکن بنا لیا اور اسے وادی الدرع (آنسوؤں کی وادی) نہیں سمجھا۔ وہ ملک کے لوگوں میں مل جل گئے رہنے سہنے لگے۔ ان سے رابطہ اتحاد پیدا کر لیا اور پورے معنی میں یہاں کے شہری بن گئے۔

واقع میں ہندوستان کے علاوہ ان کا کوئی وطن نہ رہا۔ وقتاً فوقتاً ان میں عربی نسل کا خون بہتا رہا۔ ایرانی افغانی اور دیگر سرزمینوں کی نسلیں بھی یہاں مخلوط ہو گئیں۔ لیکن مسلمانوں کا حصہ کثیر اہل ہند پر مشتمل تھا۔ یہ معلوم کرنا دلچسپی کا موجب ہوگا کہ ان ۷ کروڑ مسلمانوں میں خالص غیر ہندی نژاد کتنے ہیں یہ تعداد ۸۰ لاکھ سے متجاوز نہیں ہے۔ تو پھر باقی کہ مسلمان کہاں سے آگئے۔ اگر یہ سرزمین ہند سے متعلق نہیں ہیں۔ مسلمانوں نے ہندوستان کی قدیم تہذیب میں اضافہ کیا۔ علم ادب اسلامی فنون ہندوستانی زندگی میں داخل کئے جو ان کی جدت انگیز طبع کا نتیجہ تھے۔ ہمالہ سے کرفاری (راس کماری) تک تمام ملک جا بجا اسلامی کمال کے درخشندہ گوہروں سے جڑا ہوا ہے۔ جو سلطنت اسلام کے شاندار دوائر کی یادگار ہیں۔ اس باہمی پیوستگی کا نتیجہ ایک تہذیب جدید تھی جس کی نظیر تاریخ عالم پیدا نہیں کر سکتی۔ اور یہ تہذیب دو بڑی قوموں کی متحدہ مساعی کا اثر تھی۔

ہندوستانی اسلامی سلطنتوں کی رواداری

اسلامی سلطنت میں ہر منصب و عہدہ بلا امتیاز جماعت مذہب و نسل سب کے لئے یکساں کھلا تھا صرف قابلیت و موزونیت ان کا معیار تھی۔ یہی سبب ہے کہ ہم ایک ہندو وزیر اعظم ہندو سر عسکر اعظم ہندو دیوان اور ہندو عامل کابل کا نظارہ دیکھتے ہیں۔

ہندو مسلم اتحاد کے چھوٹے حلقے

ہندو مسلمانوں کے باہمی معاشرتی اتحاد کے متعلق ہندوستان کے رسوم و رواج شاہد ہیں۔ ہندوستان کے باہر مسلمانوں کے ساتھ ہندوستان کے مسلمان صرف مذہبی زنجیروں سے وابستہ تھے۔ میرے نزدیک اسلام کا اصول بلادی یگانگت موجودہ یورپین قومیت سے

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

سرحد مصر کی جنگ - قاہرہ یکم جنوری بمصر کی سرحدی جنگ کی تفصیلی کیفیت سے پایا جاتا ہے کہ عرب مقام مطروح پر بے ترتیبی سے بھاگ گئے اور بہت سے مال غنیمت کے علاوہ ۴۰۰ مقتولین اور ۸۲ قیدی چھوڑ گئے - ہمارے صرف ۱۰ ہلاک اور ۳۵ مجروح ہوئے -

لنڈن ۲ - جنوری - قاہرہ کا ایک سرکاری مراسلہ مظہر ہے - کہ ہماری فوج جو مطروح سے دشمن کی جمعیت کی خبر لینے گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ وہ جلدی سے پیچھے ہٹ گیا ہے اور ایک ماہ کا سامان رسد ۴۰۰ بھیڑیں ۹۰ - اونٹ اور ۲۰۰ خیمے چھوڑ گیا ہے۔ مجید کی جنگی کارروائی کے بعد جو غنیمت ہمارے ہاتھ آئی - اس میں ۱۲ ہزار کارتوس ۳۰۰ بھیڑیں ۴۸ - اونٹ اور ۵ ٹن جو شامل تھے - اس کے علاوہ توپخانہ کی آتشباری سے ۶۰ - اونٹ ضایع ہوگئے ✚

دردانیال کے نقصانات - لنڈن یکم جنوری ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

مقتولین :- کپتان ۲ - دوم لفٹننٹ ۲ -

مجروحین :- دوم لفٹننٹ ۲ -

عراق عرب کے نقصانات - دہلی یکم جنوری عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

(فہرست نمبر ۱۴۰) - مجروحین :- لفٹننٹ کرنل ایچ کور (آرجی اے) لفٹننٹ جی ایلٹن (۴۸ ہمپشائرز) دوم لفٹننٹ ایس ملر (دوم ڈارسٹس) -

سالونیکا کی قونصلوں کی گرفتاری - لنڈن یکم جنوری سالونیکا کا تار مظہر ہے کہ جب چار تاب ہوائی جہاز اڑکر سالونیکا پر آئے اور انہوں نے بم گرائے - جن سے کچھ نقصان نہ پہنچا - تو اس کے بعد جنرل ساریل نے قونصلوں کی گرفتاری کا حکم دیا - اس پر برطانی اور فرانسیسی سپاہ نے چاروں قونصل خانوں کا محاصرہ کرکے تمام اشخاص کو گرفتار کر لیا - اور قونصل خانوں کے سرکاری کاغذات بھی قبضہ میں کر لئے ✚

مانٹی نیگرو کی کامیابی - لنڈن یکم جنوری سنٹجی کا تار مظہر ہے کہ مونٹی نگروں نے مزید کامیابیاں حاصل کی ہیں - انہوں نے غنیم کے ایک دستہ کو تباہ کر دیا - اور لوزی بانہ ارہیں قیدی گرفتار کئے - اور کوہ لودکان کے محاذ پر آسٹریوں کو شدید نقصان کے ساتھ پسپا کیا -

مونٹی نیگرو کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے - کہ مونٹی نیگرویوں نے مزید کامیاب حملے کئے جن کی وجہ سے آسٹرویوں کو بعض مقامات پر مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا ✚

شاہ سرویہ سالونیکا میں - ایتھنز ۲ جنوری - شاہ سرویہ اپنے بعض وزراء کے ہمراہ ایک فرانسیسی جنگی جہاز پر سوار ہوکر سالونیکا پہنچا ہے - لوگ جلا وطن فرمانروا کی غیر متوقع تشریف آوری سے حیران رہ گئے - یونانی سپاہ نے اتحادی فرمانروا کے لئے گارڈ آف آنر مرتب کیا ✚

بلقان کے نقصانات - لنڈن یکم جنوری بلقان کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصان کا اعلان کیا گیا ہے - مقتول لفٹنٹ ۱ -

پرشیا کی غرقابی - لنڈن یکم جنوری - پرشیا کے عملے کے آدمی دو اور تین سو کے درمیان تھے - جن میں زیادہ تر خلاصی تھے - اس حساب سے اگر چاروں کشتیوں پر پورے یعنی ساٹھ ساٹھ آدمی بھی سوار تھے - تو نقصان کی تعداد ۲۰۰ تک پہنچ جاتی ہے ✚

۱۵۸ زندہ بچے - لنڈن ۲ - جنوری - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے - کہ پرشیا کے ۱۵۸ پسماندے اسکندریہ میں پہنچے ہیں - جن میں مسافر اور عملے کے آدمی بھی شامل ہیں ان میں مسافروں کی تعداد ۶۰ بتائی جاتی ہے - اگر مزید پسماندوں کے بچائے جانے کی خبر موصول نہ ہوئی تو غرق شدگان کی تعداد اڑھائی تین سو تک پہنچ جائے گی - معلوم ہوا ہے - کہ کرنل آنرایبل بلالیو بیگھم بھی ان لوگوں میں ہیں جو بچکر اسکندریہ پہنچے ہیں

لائڈز کے دفتر سے پسماندگان پرشیا کی تفصیل حسب ذیل شایع کی گئی ہے :-

۵۹ مسافر جن میں ۱۷ عورتیں ہیں عملے کے ۳۵ گورے آدمی اور ۵۹ خلاصی ✚

بلا اطلاع غرق کر دیا گیا - لنڈن ۲ - جنوری قاہرہ کا تار مظہر ہے کہ پرشیا بلا اطلاع غرق کر دیا گیا - تارپیڈو ایک بجکر ۵ امنٹ پر وہ بالکل غائب ہوگیا اس صورت میں کسی صورت کا بچایا جاسکنا اعجاز سے کم نہیں - مسافروں یا عملہ کے آدمیوں نے کسی قسم کے اضطراب کا اظہار نہ کیا بلکہ نہایت مستعدی سے چار کشتیاں پانی میں اتار دیں - ۵۰ میں سے قریبا ۱۴۰ بچائے جاسکے ✚

امریکہ میں اضطراب - لنڈن ۲ - جنوری واشنگٹن کا تار مظہر ہے - کہ پرشیا کی غرقابی کا محکمہ خارجہ پر نہایت ناگوار اثر پڑا ہے - جو غرقابی انکونا کی گفت وشنید کے متعلق امید افزا نتیجہ کی امید لگا رہا تھا - یقین کیا جاتا ہے کہ آسٹریا کو اس بات کا کافی موقع مل گیا تھا - کہ اپنی آبدوز کشتیوں کو غیر مصافی مسافروں کو اتارنے سے بغیر جہازوں کے ڈبونے سے منع کر دے - اس میں کچھ کلام نہیں - کہ پرشیا کی غرقابی سے جدید سیاسی کارروائی کے لئے راستہ کھل گیا ہے - اسکندریہ کے امریکن قونصل کو ہدایت کی گئی ہے - کہ تفصیلی کیفیت سے فوراً اطلاع کر دے ✚

ناٹال کے غریق افسر - لنڈن یکم جنوری - محکمہ بحری نے اعلان کیا ہے - کہ جہاز ناٹال پر ۲۵ - افسر ہلاک ہوگئے ہیں - جن میں کپتان ایک کمانڈر ہچنگز اور لفٹنٹ کمانڈر ان میں سے وہیلین بھی شامل تھے ✚

توپخانہ کی موثر آتشباری - لنڈن ۳۰ دسمبر پیرس کی سرکاری اطلاع میں خفیف جنگی کارروائیوں کا ذکر درج ہے جن میں فرانسیسیوں کو غلبہ حاصل رہا - شمپین میں بھی ان کے توپخانہ نے جرمنوں کو شکستہ خندقوں کی مرمت کرنے سے باز رکھا -

۳۰ دسمبر - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فرنچ توپخانہ نے آرٹوا کے علاقہ میں سامان حرب کے گودام اڑا دیئے اور دریائے آئیزر اور این کے درمیان کلدار توپوں کے پردے تباہ کر دیئے - ووئیور اور بالخصوص ہارٹ مینز ویلر کوف میزل اور لیچ پر توپخانہ نے خوب آتشباری کی مدینہ پاسنے فیجیٹ کی ایک وادی کے جنگل میں گولہ باری سے ۵ عظیم دھماکے ہوئے مفلسن میں جرمنوں نے دستی بموں سے ایک حملہ کیا - جو آسانی سے پسپا کر دیا گیا -

برطانی ہوابازوں کی مستعدی - لنڈن ۳۱ - دسمبر برطانی ہیڈکوارٹر کا ایک سرکاری مراسلہ مظہر ہے کہ برطانی ہوابازوں نے کومینز کے ریلوے سٹیشن اور ہرویلی کے ہوائی سٹیشن پر موثر گولہ باری کی - اور سارے دن میں ۱۲ معرکے وقوع میں آئے - فریقین کا توپخانہ سپیرز اور فرامکورٹ کے نواح میں آتشباری کرتا رہا -

جرمن حملہ پسپا کر دیا گیا - پیرس ۳۱ - دسمبر آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ شمپین میں ہم نے جرمنوں کا ایک دستی بموں کا حملہ پسپا کر دیا گیا -

بعد کی سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے - کہ ہماری باٹریوں نے بلجیم میں غنیم کی اول اور دوم لائن کی خندقوں پر کامیابی سے گولہ باری کی - سولیپر کے مغرب میں ہم نے ایک جرمن قلعہ بندی تباہ کر دی - ووئیور میں جرمنوں نے توپخانہ کی آتشباری کے بعد مقام پر ہیش پر پیدل سپاہ سے حملہ کیا جسے ہم نے کامل طور پر پسپا کر دیا -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳۔ ۶۔ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۴۲

ختم نبوت کی حقیقت

اور

اسلام کا کمال دیگر مذاہب پر

حضرت امیر ایدہ اللہ نے النبوت فی الاسلام کیا لکھی۔ معارف و حقائق کے خزانوں کو چند اوراق میں جمع کر دیا۔ اس کتاب کو پڑھ کر صرف حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق ہی صحیح طور پر پتہ نہیں لگ جاتا کہ وہ کس قسم کی تھی۔ بلکہ اس کے لطایف اور اعلےٰ پایہ کے بیشتر مضامین اسلام کی اس عظمت و رفعت پر بھی روشنی ڈالتے ہیں۔ جو اسے دیگر مذاہب پر حاصل ہے۔ ذیل میں ہم اس موضوع کے باب سوم کی بحث ختم نبوت کا ایک حصہ اس غرض سے نقل کرتے ہیں کہ ناظرین کرام کو ختم نبوت کی حقیقت معلوم ہو کر اس میں اسلام کے کمال اور دیگر مذاہب پر فوقیت کا اندازہ ہو۔ کسی آیندہ ضمیمہ میں انشاء اللہ وہ حصہ نقل کیا جائیگا جس میں خصوصیت مسیح موعودؑ کے عنوان سے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ پر بحث کی گئی ہے۔

ختم نبوت سے کیا مراد ہے سب سے پہلے اسکا جواب میں یوں دونگا۔ کہ دنیا میں جو غرض انبیاء و رسل کی بعثت کی اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھی وہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات میں اپنے کمال کو پہنچکر پوری ہوگئی اور جب غرض پوری ہوگئی تو اس کے بعد اب کسی نبی کے آنے کی حاجت باقی نہ رہی۔ ہدایت کے تمام پہلوؤں کو کمال بسط کے ساتھ اور تمام ضروری تفصیلات کے ساتھ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں روشن کر دیا۔ جتنی روشنی امکانی طور پر انسان سرچشمہ الوہیت سے حاصل کر سکتا ہے وہ سب حاصل کر لی۔ جو کوئی ہدایت دنیا کی کسی قوم کیلئے آئندہ آنیوالے کسی زمانہ کے لئے ایک قوم یا ایک ملک یا ایک فرد کے ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ حالت تک تزکیہ اور تکمیل نفس کا کام دے سکتی ہے۔ وہ سب کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں پہنچا دیا۔ نبوت اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ اب کوئی ضرورت اور کوئی نقص باقی نہ رہا۔ جسکی اصلاح کے لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہو۔ پس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ آپ نبوت کی آخری اینٹ ہیں۔

ختم نبوت کا پہلا امتیازی نشان ساری دنیا کے لئے آئے

جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے۔ انبیاء کی بعثت کی چونکہ اصل غرض صرف مخلوق کو ہدایت کا پہنچانا تھا۔ اور یہ ہدایت مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے۔ کہ اب وہ آخری اور جامع تعلیم پائیں۔ اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں۔ اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کو دنیا تک پہنچایا۔ اور اس کا امتیازی نشان یہ رکھدیا کہ آپ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہو۔ تاکہ یہ شہادت ہو اس بات کی کہ آپ کے آنے سے نبوت میں ایک انقلاب عظیم آگیا ہے۔ اور وہ کامل تعلیم آگئی ہے۔ جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہو۔ کمال انسانی کو آخری حد تک جو اس دنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے حاصل کر لیں۔ کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ وہ انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی۔ مختلف قوموں میں مختلف قوائے انسانی کا نشوونما خاص طور پر ہوا۔ اور اسی نشوونما کی ضرورت کے مطابق ان میں متفرق طور پر نبی آتے رہے۔ یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اس بات کی شہادت تھی کہ انکی تعلیم ساری نسل انسانی کے لئے نہیں اور اس لئے ابھی وہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پہنچی۔ پس جب وہ کامل تعلیم نازل ہوئی تو اس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حدبندیاں بھی ٹوٹ گئیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ کہدو یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ اے دنیا جہان کے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا گیا۔ وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔ ہم نے تمام لوگوں کے لئے تم کو بھیجا ہے [illegible] وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعلمین۔ ہم نے تمکو صرف اسی لئے بھیجا ہے۔ کہ تم ساری دنیا کے لئے ساری قوموں کے لئے رحمت بن جاؤ۔ اسی طرح فرمایا۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا۔ تاکہ وہ سارے عالموں کے لئے ڈرانے والا ہو۔ غرض اس طرح ہر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ساری قومی تفریقوں کو مٹایا۔ تاکہ یہ نشان ہو [illegible] کہ وہ کامل تعلیم آگئی ہے جو نفس انسانی کو اپنے حقیقی [illegible]

کمال تک پہنچا سکتی ہے

آپ کل دنیا کی طرف مبعوث ہوئے

بعض لوگ یہ امر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ پہلے دن ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام نہیں ملا کہ تم سب قوموں کے لئے نبی ہو اور تمہاری تعلیم سب جہان کے لئے ہے بلکہ بعض تو یہاں تک کہدیتے ہیں۔ کہ مدینہ میں جاکر آپ کو یہ پتہ لگا۔ یہ بالکل خیال خام ہے۔ میں اوپر وہ حدیث نقل کر چکا ہوں۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قلت یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت۔ میں نے کہا۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ مگر تم نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے اور ابوبکرؓ نے کہا آپ سچے ہیں۔ اب یہ ظاہر ہے کہ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جب اکیلے حضرت ابوبکرؓ نے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائے۔ اور سب لوگوں نے جھٹلایا پس گویا اوائل نبوت میں ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا تھا کہ میں سب لوگوں کی طرف رسول ہوں۔ باقی رہی یہ بات کہ قرآن کریم کی یہ آیت وما ارسلنٰک الا کافۃ للناس یا قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ یا۔ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعلمین نذیرا کب نازل ہوئی تھی یہ ہماری راہ میں نہیں اور قرآن کریم کی ترتیب نزولی موجود نہیں جس سے ہم یقینی اور قطعی طور پر کہہ دیں کہ فلاں آیت فلاں وقت نازل ہوئی تھی۔ گو یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے۔ کہ آیات مذکورہ بالا مکی ہیں۔ تاہم اصل بات یہ ہے۔ کہ ہم کو ان الفاظ کی کبھی ضرورت نہیں۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی شہادت موجود ہے کہ آپ نے پہلے دن ہی اپنے آپ کو کل لوگوں کی طرف رسول کی حیثیت میں پیش کیا تھا۔ کیونکہ حق یہ ہے۔ کہ نبی کو اپنی وحی کی ایک خاص تفہیم دی جاتی ہے۔ غور کا مقام ہے۔ کہ اقرء باسم ربک والی وحی میں یہ لفظ تو ہیں نہیں۔ کہ تم کو نبی کیا جاتا ہے تم لوگوں کی اصلاح کرو۔ مگر آپ نے جو مفہوم ان الفاظ کا سمجھا وہ یہی تھا۔ اسی لئے یعنی اس عظیم الشان کام کا بار آپ پر ڈالا جانے کی وجہ سے ہی آپکو یہ تفکر پیدا ہوا۔ اور در حقیقت اگر ہم غور کریں۔ تو اسمیں سب باتیں مخفی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آپ پڑھنا نہیں جانتے تھے اور آپکو حکم ہوا پڑھ اسی لئے آپ نے فرشتہ کو کہا۔ ما انا بقاری میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ اور تین بار یہی سوال و جواب ہوا تب حکم ہوا۔ اقرء [illegible]

باسم ربک الذی خلق - یعنی تمہیں پڑھانے والا تو خود خداوند کریم ہے - پس جب وہ جسمانی طور پر انسان کی ربوبیت کے سامان محض اپنے فضل اور اپنی موہبت سے پہلے سے کر رکھتا ہے تو روحانی تربیت کا سامان کیوں موہبت سے نہ کرے گا گویا آپ کو بتا دیا کہ آپ کے علوم اکتسابی نہیں ہیں بلکہ محض موہبت الہٰی سے عطا کئے جاتے ہیں - اسی طرف اشارہ فرمایا: خلق الانسان من علق میں کہ جو خدا ایک علق کی حالت سے ایسا عظیم الشان انسان بنا دیتا ہے کیا وہ اپنی ربوبیت کاملہ سے روحانی طور پر انسان کے نشوونما کے سامان پیدا نہ کرے گا - پھر ربک الاکرم میں آپ کی آئندہ کامیابیوں کی طرف اشارہ فرمایا - کیونکہ جب ربوبیت کرنے والا اکرم ہے تو جس کی وہ خود اپنی موہبت سے ربوبیت فرمائے گا - وہ بھی اسی کا ظل ہو جائیگا - اور اکرم بن جائیگا - اسی طرح علم الانسان مالم یعلم میں یہ اشارہ صاف موجود ہے - کہ ایسے علوم کے ذریعہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں گے - انسانوں کو وہ علوم دئے جائینگے جو وہ پہلے نہیں جانتے - پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فہم نے خدا جانے اس سے کیا کیا سمجھا ہو گا - ہمارے لئے اس قدر جان لینا کافی ہے کہ روایات صحیحہ سے یہ ثابت ہے - کہ آپ نے فوراً سمجھ لیا - کہ آپ رسول ہو کر مبعوث ہوئے ہیں اور یہ بھی سمجھ لیا کہ صرف عرب کی طرف مبعوث نہیں - بلکہ کل دُنیا کی طرف مبعوث ہوئے ہیں -

اسی کے متعلق یہ بھی یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ آپ کی دوسری وحی میں جو لفظ ہیں وہ بھی عام ہیں - قم فانذر - اٹھ اور ڈرا - یہ نہیں فرمایا کہ اپنی قوم کو ڈرا - یہ نہیں کہا کہ عرب والوں کو ڈرا - جس صورت میں ہم قرآن کریم کے اندر یہ پاتے ہیں کہ ہر نبی کو اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا - تو اپنی قوم کو ڈرانے کا ذکر نہ ہونا صاف اشارہ ہے - کہ آپ کو یہی حکم تھا - کہ اسود و احمر کو آپ ڈرائیں - اس وحی کے متعلق کہا جاتا ہے - کہ یہ بہت مدت بعد کی ہے - کیونکہ پہلی اور دوسری وحی کے درمیان تین سال فترت کے گذر گئے تھے - مگر یہ ثابت شدہ امر نہیں کہ تین سال فترت الوحی کے گذرے ہوں - بلکہ ابن عباس کا تو یہ مذہب ہے جو فتح الباری میں منقول ہے - کہ صرف چند یوم ہی وحی رکی تھی - وقد عارضہ ما جاء عن ابن عباس ان مدۃ الفترۃ المذکورۃ کانت ایاما - یعنی اس تین یا اڑھائی سال والی روایت کا معارضہ کرتی ہے - وہ روایت جو ابن عباس سے ہے - کہ فترۃ مذکورہ کی مدت صرف کچھ دن تھی - علاوہ ازیں سورۃ فاتحہ بھی ابتدائی وحی ہے اور اس میں یہ لفظ الحمد للہ رب العلمین سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں (یا ساری قوموں) کا رب ہے - صاف ظاہر کرتے ہیں - کہ جب وہ جسمانی ربوبیت ساری قوموں کی کرتا ہے - تو روحانی ربوبیت ساری قوموں کی کیوں نہ کریگا قرآن کریم نے ان سارے محاورات کو چھوڑ دیا ہے جو رب اسرائیل وغیرہ کی طرح کئے گئے تھے - اور اس کی بجائے رب العلمین کا لفظ یہی اشارہ کرنے کے لئے اختیار کیا ہے - کہ یہ تعلیم ساری قوموں کے لئے ہے - اسی طرح پر ایسے ہی لفظ ہیں ان ھو الا ذکر للعلمین - جن میں صراحت سے آپ کے پیغام کے عالم ہونے کا ذکر ہے - یہی آپ کی ابتدائی وحی ہیں

آنحضرت سے پہلے کوئی نبی ساری دُنیا کیطرف نہیں آیا

غرض یہ ختم نبوت کا سب سے پہلا امتیاز تھا - کہ آپ کا پیغام کل دنیا کی طرف تھا - حالانکہ اس سے پہلے نبی اپنی اپنی قوم کی طرف ہی آتے رہے اور کسی نے سب قوموں کی طرف ہونیکا اعلان نہیں کیا - حضرت مسیح کی طرف ان کے پیرو اس بات کو منسوب کرتے ہیں - کہ انہوں نے اپنے حواریوں کو فرمایا تھا کہ تم ساری دُنیا میں جاؤ - مگر اوّل تو وہ حصہ جس میں یہ ذکر ہے الحاقی ثابت ہو چکا ہے - دوسرے اس کی تردید صراحت کے ساتھ خود حضرت مسیح کے اقوال میں موجود ہے - کیونکہ ایک سامری عورت کو انہوں نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں کہ فرزندوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالی جائے اور ایسا ہی اُن کے الفاظ صراحت کے ساتھ موجود ہیں کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں - اور انہی الفاظ کی مصدقہ کی تائید قرآن کریم بھی فرماتا ہے - ورسولا الی بنی اسرائیل - یعنی بنی اسرائیل کی طرف رسول مبعوث ہوئے تھے - اور درحقیقت حضرت مسیح کل دُنیا کی طرف ہونے کا دعوےٰ کس طرح کر سکتے تھے - جب آپ نے صاف طور پر فرما دیا کہ میں ساری تعلیم تم کو نہیں دے سکتا - کیونکہ بہت باتیں ہیں جن کی تم برداشت نہیں کر سکتے - اور مکمل تعلیم وہ دے گا جو میرے بعد آئے گا - پس یہ صاف ثابت ہوتا ہے - کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کل دُنیا کی طرف آنے کا کبھی دعوےٰ نہیں کیا - ہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے آپ کے پیغام کی عزت نہ کی تو آپ کے بعض پیروؤں نے دوسری قوموں کی طرف رُخ کیا - اور پھر شاید اپنی اس کارروائی کی تصدیق کے لئے کوئی بات حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دی ہو - ورنہ تو آپ کے سوائے تو کوئی بھی ایسا گذرا نہیں جس کی طرف ایسا دعوےٰ منسوب کیا گیا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک نبی ہیں جو کل دنیا کی طرف مبعوث ہوئے - اور یہ بھی ختم نبوت پر شہادت ہے - کیونکہ جب ایک کامل تعلیم والا نبی کل دُنیا کی طرف مبعوث ہو گیا - تو اب دوسرے کے لئے گنجایش نہیں کہ وہ رسالت کے لئے کھڑا ہو -

ختم نبوت کا دوسرا امتیاز پہلی کتابوں پر ایمان

جس طرح یہ سچ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے کل دنیا کی طرف مبعوث ہونے کا دعویٰ نہیں کیا - اسی طرح یہ بھی سچ ہے - کہ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے یہ ضروری قرار دیا ہو کہ تمام دنیا کے سارے پہلے نبیوں پر ایمان لاؤ - یہ درحقیقت ختم نبوت کا دوسرا امتیاز ہے قرآن کریم کے شروع میں ہی ہر مومن کے لئے یہ ضروری قرار دیا ہے - والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک - وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو تیری طرف اتارا گیا - اور اس پر جو تم سے پہلے اتارا گیا - اب اس ما انزل من قبلک میں اس تمام وحی نبوت پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے - جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل ہو چکی اور دوسری طرف لکل قوم ھاد کہکر یہ بتا دیا کہ ہدایت لانے والے ہر قوم میں ہو چکے ہیں - آنحضرت پر جس قدر کل قوموں میں ہدایتیں نازل ہو چکی تھیں ان سب پر ایمان لانا ضروری قرار دیا - اس سے دو طرح پر معلوم ہوتا ہے - کہ آپ کی تعلیم جامع تھی اور آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں تھا اوّل اس طرح کہ اگر آپ کی تعلیم جامع نہ ہوتی اور سارے انبیاء کی کتب قیمہ کو اپنے اندر رکھنے والی نہ ہوتی تو کیا ضرورت تھی - کہ پہلی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا جاتا - گویا پہلے رسولوں کی متفرق قوموں میں آمد ہی اس بات کی شہادت تھی - کہ سب سے آخر ایک ہی رسول کل قوموں کیطرف آنے والا ہے - جس کی قبولیت کے لئے سب رسول اپنی اپنی قوموں کو تیار کرتے آئے تھے - دوسرے اس طرح کہ صاف الفاظ میں من قبلک کا لفظ فرمایا - یعنی ایمان لانا صرف اس وحی پر ضروری قرار دیا جو آپ سے پہلے نازل ہو چکی ہے - جس سے صاف معلوم ہوا - کہ آپ کے بعد کوئی وحی ایسی نازل نہ ہونے والی تھی جس پر ایمان لانا اصول اسلام میں داخل ہو - اور اس طرح یہ آپ کے آخری نبی ہونے پر یہ ایک قطعی شہادت ہے *

ضمیمہ بسبب خاص مجبوریوں کے تا حال شائع نہیں ہو سکا - انشاء اللہ آئندہ پرچہ کے ساتھ نکلنے کی امید ہے

وباللہ التوفیق

دیوتا وہی ہے جس کی نصف صورت ہاتھی کی اور نصف مرد کی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں گنیش سے مراد ایشور ہے تو دوسری جگہ آتا ہے نمو شوبھیہ کتوں کو سلام یہ اچھی تعلیم ہے کہ ایشور کو بھی وہی نمہ یعنی سلام اور کتوں کو بھی نمہ

(۲) انسانوں میں مساوات قرآن کریم فرماتا ہے یایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا۔ اے انسان ہم نے تمھیں ازواج پیدا کیا ہے اور تم میں قبیلے اور گروہ اس لئے بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کو آسانی سے پہچان سکو۔ سب سے بڑھ کر مساوات نماز سے ظاہر ہوتی ہے۔ فرمایا ذات پات کے جھگڑے اسلام میں نہیں ان اکرمکم عند اللہ اتقکم بزرگ وہ ہے جو اعلیٰ متقی ہو۔

برخلاف اس کے منوسمرتی ملاحظہ ہو۔ طاقت ور شودر کو بھی روپیہ جمع نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ شودر دولت پاکر برہمن وغیرہ کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اپنے کھانے سے بچا کھانا اور پرانے کپڑے اور غلہ کا چھٹن اور پرانے برتن شودروں کو دینے چاہئیں۔

یجروید منتر ۱۱- ادھیائے ۳۱۔

”برہمن ایشور کے منہ سے کھشتری بازو سے ویش ران سے اور شودر پاؤں سے پیدا ہوئے ہیں“

سوامی دیانند جی لکھتے ہیں شودر کو منتر سنگھتا نہیں پڑھانی چاہئے۔

سب سے زیادہ تمدن کو برباد کرنے والا مسئلہ رہبانیت ہے۔ اسلام کہتا ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام۔ اسلام میں تجرد کی زندگی نہیں ویدک دھرم بھیک مانگنے اور تجرد کی تعلیم دیتا ہے۔

گناہ کی یہ تعریف یہ ہونی چاہئے کہ جس کے ترک پر انسان قادر ہو اور وہ خلاف فطرت ہو مگر سوامی جی فرماتے ہیں کہ انسان جس قدر سانس دن میں لیتا ہے اس سے چونکہ جانور مرتے ہیں لہذا یہ گناہ بھی انسان کی گردن پر ہے۔

منوجی نے ادکھل اور موسل کے گناہ بھی لکھے ہیں۔ منوسمرتی میں ہے۔ ادھیائے ۲ شلوک ۱۸۱ منوسمرتی۔ ”اگر خواب میں بھی بلا خواہش منی گر جائے تو غسل کرکے سورج کی پوجا کرے۔ پانی کا گھڑا۔ پھول۔ گوبر۔ مٹی۔ کس۔ ان سب کو ضرورت کے مطابق لاوے۔ اور ہر روز بھیک مانگ کر بھوجن کرے۔

غرض اس قسم کی خلاف تہذیب تعلیم سے وید اور سمرتیاں بھری پڑی ہیں۔ ایسی مہذب مجلس میں ہیں بیان کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔

والسلام

(بقیہ صفحہ گذشتہ) چپکے سے آکر احمدیہ مسجد میں جمعہ کے بعد اپنے وعدہ کو پورا کریں۔ یعنی انھوں نے جو کہا

جناب میاں محمود احمد صاحب کی توجہ کے لائق

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

حیات النبی ہے یا حضرت مسیح موعود سے تمسخر

میر قاسم علی صاحب کے تذکرۃ المہدی (جو ”التحقیقات سفر نامہ پیر سراج الحق“ کہلانے جانے کا زیادہ مستحق ہے، جو اخبار الحق میں چھپ چکا ہے) کے بعد جناب شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر الحکم جو ”تاحتہ میں قلم اور سر میں دماغ“ رکھتے ہیں۔ اور بقول خود ایک بڑی فراست کے آدمی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت بنام حیات النبی لیکر سٹیج پر نمودار ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب کے ”اس معاملہ پر میں آئندہ مفصل بحث کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں“ کم تک لی وعدوں کو ایک طرف رکھکر میں اسوقت ان کی شائع شدہ سیرۃ میں درج شدہ واقعات میں سے ایک آدھ پر مختصر ریویو کرتا ہوں۔ جس بے ڈھب بے ہنگم اور بے ترتیب طرز پر آپ نے یہ کام شروع کیا ہے۔ میری نظر سے تو ایک عظیم الشان مصلح سے لے کر ایک ادنیٰ ملکی ریفارمر تک کی سوانح عمری اس طرز پر شائع شدہ نظر سے نہیں گذری۔ اگر شیخ صاحب سالانہ جلسہ میں آنے والوں کی جیبوں پر نگاہ ڈالنے کی بجائے دو نمبروں کی جگہ صرف ایک ہی نمبر کبھی ترتیب اور ”دماغ“ سے کام لیکر شائع کرتے جسے دنیا کے روبرو پیش کیا جاسکتا تو یہ ایک قابل شکریہ کام ہوتا۔ حضرت اقدسؑ کی کتابوں سے صفحے کے صفحے نقل کرکے اور معمولی واقعات کو خواہ مخواہ بڑھا کر کتاب کو حجیم کر دینا شیخ صاحب کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے اور اگر اسی طرز پر یہ کام کیا جاتا ہے۔ تو کوئی بدمذاق ہی ہے جو اسے پسند کرے تو کرے ورنہ با مذاق انسان تو ایسی بھونڈی طرز تحریر اور ترتیب کو کبھی پسند نہیں کرسکتا۔ بھلا یہ بھی کوئی ”حیاۃ النبی“ کی زندگی پر روشنی ڈالنے والی بات ہے۔ ”شکار کا شوق نہ تھا مگر ایک پدڑی ضرور ماری تھی“۔ اس ہیڈنگ میں جو تمسخر حضرت مسیح موعودؑ سے کیا گیا ہے۔ نہ معلوم آپ کے صاحبزادگان اسے کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ ہاں ان کی اشک شوئی کے لئے بھی اسی ہیڈنگ کے ماتحت اُن کے شکار کی عادت کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے یعنی چونکہ حضرت صاحب طیور کا گوشت پسند کرتے تھے۔ اس لئے اور پھر بحالی صحت کے لئے بھی شکار بندوق کا صاحبزادگان کو مشورہ دیا گیا۔ بہت خوب اسطرح میرے خیال میں صاحبزادگان تو کیا دیگر گدی نشینوں کو بھی انہیں اغراض کے ماتحت باز کے شکار- کتوں کے شکار اور بندوق کا شکار کھیلنے کا مشورہ دیا گیا ہوگا۔ جو شخص یہ فرمائے کہ ”شکار کھیلنا کار بیکاراں ہے“ اس پر الزام لگانا- کہ اس نے شکار تو کھیلا مگر ماری پدڑی ہی- افسوس- ہا! قوم کا مذاق کہاں تک گر گیا ہے۔ ”غفار ے کا گھوڑا“ وغیرہ کیا عجیب عجیب واقعات کا انکشاف شیخ صاحب کے دماغ اور قلم کے ذریعہ سے ہو رہا ہے۔

اگر میاں محمود احمد صاحب نے اسی بیدردی سے قوم کا روپیہ شیخ صاحب کی جیب میں ڈلوانا ہے۔ تو خیر اسی طرز پر یہ کام چلنے دیں۔ ورنہ میری رائے تو یہی ہے کہ انجمن ترقی اسلام کی طرف سے شیخ صاحب کی ماہوار پنشن مقرر کردیں۔ تاکہ ان کے تھکے ہوئے دماغ اور قلم کو کچھ آرام ملے۔ تب تک امید ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ کام کسی نہ کسی آدمی سے احسن طور پر مکمل کرا دیگا۔ خاکسار خادم مسیح موعودؑ۔

ایک ضروری عرضداشت

احباب کی خاص توجہ کے قابل

کسی دوسری جگہ النبوۃ فی الاسلام کا اشتہار درج کیا جاچکا ہے۔ اور بہت دنوں سے درج ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں آج کی اشاعت میں اس میں سے ایک زبردست اور لطیف مضمون بھی احباب کے تفنن طبع کے لئے اور ان دلائل جلد سے مستفید ہونیکے لئے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ان کر اسلام کی افضلیت کے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ نقل کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی تمام خوبیاں تو انشاء اللہ بعد میں ایک مفصل اور مبسوط ریویو کے ذریعہ ذانی جائینگی۔ لیکن یہاں احباب سے اس قدر عرض کردینا ضروری ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی اصلی حیثیت کو دنیا پر منکشف کرنے اور اسلام کی صداقت و افضلیت پر روشنی ڈالنے کے لئے اس کتاب کی اشاعت اور تقسیم میں بہت کوشش کرنی چاہئیے

ووکنگ کے اسلامی مشن کی گذشتہ کارروائی

پر

ایک مختصر ریویو

جناب خواجہ کمال الدین صاحب ستمبر ۱۹۱۲ء میں تبلیغ اسلامی کو اپنا اصلی مقصد قرار دیکر ولایت تشریف لے گئے۔ چار پانچ ماہ وہاں کے ہر قسم کے حالات کے مطالعہ میں صرف کئے۔ کہ کس طریق سے کام شروع کیا جائے۔ اور کون سی راہیں کامیابی کی ہیں

انگلستان اگر ایک ایسا ملک ہوتا۔ جہاں پہلے کبھی اسلام کا یا مسلمانوں کا نام ہی سنا گیا نہ ہوتا۔ تو شائد کام کے شروع کرنے میں اس قدر مشکلات کا سامنا نہ ہوتا۔ کیونکہ اس صورت میں کام کرنیوالے کے سامنے ایک صاف تختی ہوتی۔ جس پر اپنا نقش جمانا نسبتاً آسان کام ہوتا۔ مگر بد قسمتی سے ایک مدت دراز سے اسلام کے متعلق ایسے خیالات وہاں کے لوگوں کی طبائع میں پیدا ہو چکے ہوئے تھے کہ انہی خیالات کا ازالہ ایک مدت دراز اور بے حد کوشش کو چاہتا تھا۔ اس لئے کام کو شروع کرنے سے پہلے یہ ضروری تھا۔ کہ اس سوال پر اچھی طرح غور کیا جاتا۔ کہ کس طرح پر یہ نقش غلط محو کر کے نیا نقش قایم کیا جاسکتا ہے۔ آخر پانچ چار ماہ کی لگاتار محنت اور کوشش کے بعد جو صرف عالم خاموشی میں ہی تھی اور جناب باری میں بہت تضرع اور دعا کے بعد . . . . رسالہ اسلامک ریویو کا پہلا نمبر فروری ۱۹۱۳ء میں شایع ہوا۔ مگر ابھی تک یہ کل کاروبار لنڈن میں تھا۔ اور ووکنگ کی مسجد ویسی ہی خالی اور ویران پڑی تھی۔ مزید پانچ چھ ماہ کے عرصہ میں اللہ تعالے نے اپنے فضل سے وہ سامان پیدا کر دئے کہ اس اسلامی مشن کا ووکنگ کی مسجد سے تعلق ہو کر ووکنگ مشن کی بنیاد ایک مضبوط چٹان پر قایم ہو گئی۔ اس طرح پر یہ ووکنگ مشن کی دو سال کی کارروائی کا مختصر سا خاکہ ہے جو ہم ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور گو انگریزی رسالہ اسلامک ریویو کی اب تیسری جلد ختم ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ اردو کو جاری ہوئے عملاً پہلا سال پورا ہوتا ہے اس لئے اس نمبر میں بجائے ایک سال کی کارروائی پر ریویو کرنے کے گذشتہ سارے کام پر ایک سرسری نگاہ ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

رسالہ اسلامک ریویو کے اجراء کے تین ماہ بعد یعنی اپریل ۱۹۱۳ء میں سب سے پہلی خوش خبری ایک خاتون کے اسلام لانے کی تھی۔ جنکا نام مسز وایولٹ ابراہیم تھا۔ اور لنڈن کے اثنائے کام میں صرف یہی ایک ہی نومسلمہ ہوئیں اس کے بعد جب ووکنگ میں مشن منتقل ہوا۔ اور اس مسجد کے ساتھ اس کا تعلق ہوا۔ جو خدا تعالیٰ نے اپنی مصلحت سے پہلے ہی وہاں تیار کرا رکھی تھی۔ تو یہ چھوٹا سا بیج جس کا ابھی تک ایک ہی نرم سا پتہ نکلا تھا۔ ٹہنی شاخیں پھیلانے لگا اور سب سے پہلے لارڈ ہیڈلے نے ۱۶۔ نومبر ۱۹۱۳ء کو اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اس اعلان نے خواجہ صاحب اور اسلامی مشن کے ذکر کو ولایت کے بہت سے اخبارون کے ذریعہ سے انگلستان اور یورپ کی پبلک تک پہنچایا۔ اور لوگوں کی توجہ رسالہ اسلامک ریویو کی طرف ہوئی اور ایک ہی ماہ کے اندر اندر طبائع میں ایک قسم کا انقلاب پیدا ہوگیا۔ چنانچہ دسمبر ۱۹۱۳ء میں کپتان سٹیلے سکریو وائیکونٹ گا یڈ بوٹیز (شیخ محاسب الرحمن)، نوبل مین پوکیوچ (شیخ جلال الدین محمد) اور خواتین میں سے لیڈی کبولڈ اور مسز کلفورڈ ایسے ناموراشخاص نے بخوشی اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی۔ اور پھر قریباً ہر ہفتہ کسی نہ کسی نومسلم کا اضافہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ دو سال کے عرصہ میں نومسلموں کی کل تعداد ایک سو دس تک پہنچ چکی ہے۔ اور اس کے علاوہ بعض نومسلم خاندانوں کے بچے ہیں۔ جو اب خدا کے فضل سے اسلام میں ہی پرورش پائینگے۔ جیسے لارڈ ہیڈلے کا خاندان مسز کلفورڈ اور لیڈی کبولڈ کے خاندان اور ان کے علاوہ اور کئی ایک پورے گھروں کے گھر اسلام میں داخل ہوگئے ہیں۔

اگر ہم کبھی ان مشکلات کا اندازہ کریں جنکے اندر یہ کام شروع کیا گیا تھا۔ تو یہ کامیابی اپنے اندر ایک اعجازی رنگ رکھتی ہے۔ اور اس مشن کی تائید میں اللہ تعالےٰ کی نصرت کا ہاتھ کھلا کھلا کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ اگر ایک ایسی قوم میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا جاتا جس نے پہلے کبھی اسلام کا نام بھی نہ سنا ہوتا تو مشکلات بہت کم ہوتے۔ ان لوگوں کے دلوں کی تختی صاف ہوتی۔ اور وہ صداقت کو قبول کرنے کے لئے بہت جلد تیار ہو سکتے تھے۔ مگر وہاں تو صدیوں سے اگر کوئی آواز سُنی گئی تو وہ اسلام کے خلاف ہی سنی گئی۔ اسلام کے متعلق بہت سے فرضی قصے بنا کر اشتہار کئے گئے اسلام کے اصول کو غلط پیرایہ میں بیان کیا گیا اور ایسا طبائع کو اسلام کے نام سے متنفر کیا گیا تھا۔ کہ اس سے بڑھکر اور بھیانک تصویر کوئی نہ ہو سکتی تھی۔ مختصراً یہ کہ اسلام کو ایک بت پرستی کا مذہب سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ خود حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو بگاڑ کر ماہوند نام ایک مسلمانوں کا بت یقین کیا جاتا تھا۔ اسلام کا غلبہ محض تلوار کی طفیل سمجھا جاتا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تصویر بچہ بچہ کے ذہن میں تھی۔ کہ ایک شخص ایک ہاتھ میں تلوار لئے کھڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں قرآن۔ گویا کہہ رہا ہے کہ اگر تم اسلام قبول نہیں کرتے تو تمہارا سر کاٹ دیا جائیگا اسلام کی تعلیم کا جو نقشہ کھینچا گیا تھا۔ اس کا اندازہ اسی سے کر لیا جائے۔ کہ یہ عام طور پر مانا جاتا تھا کہ اسلام کے رو سے عورت میں کوئی روح ہی نہیں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو جس کے برابر کوئی پاک انسان دنیا میں نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ایک شہوانی انسان خیال کیا جاتا تھا۔ پادریوں نے جو دوسرے ممالک میں عیسائی مذہب کی تبلیغ کے لئے جاتے تھے۔ اور بھی اس تصویر کے ڈراؤنا بنانے میں مدد دی تھی۔ کیونکہ وہ اپنا یہ فرض سمجھتے تھے۔ کہ اپنے ہم مذہبوں کے سامنے اسلام کی ایک ایسی تصویر کھینچیں جسکے بھیانک نظارہ کی وجہ سے نرم دل لوگ انکے مشن کی امداد میں اپنے مالوں کو پانی کی طرح بہادیں اور ان کو یہ یقین ہو جاوے۔ کہ اس مذہب کو دنیا سے نابود کرنے میں نوع انسان کی ایک عظیم الشان خدمت ہے۔ چنانچہ یہی خیال لوگوں کی طبائع میں جاگزین ہو گیا۔ پھر مزید برآں یہ مصیبت کہ مسلمان قوموں کے عروج کو جب زوال شروع ہوا تو اسی سے اسلام کی اس پہلی تصویر کے گھناؤنے نظارہ میں اور بھی تاریکی کا رنگ چڑھنے لگا۔ گو ان خیالات میں بعد کے زمانے کے بعض لوگوں میں کچھ تغیر آنے لگا۔ مگر چونکہ یہ بعد کی تحریریں بھی یا بعض وقت غلط فہمیوں پر مبنی تھیں۔ یا انکے لکھنے والے سر ولیم میور کیطرح اپنی اصلی غرض تو جو درحقیقت وہی انکے سلف والی غرض تھی۔ اب دوسرے رنگ میں پورا کرنا چاہتے تھے۔ اسلئے ان تحریروں سے عوام الناس کے خیالات پر کوئی معتد بہ اثر نہیں پڑا۔ اور بعض اصحاب کوششیں اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنیکے لئے ہوئیں مگر عام خیالات کے سمندر میں کوئی بڑا تموج پیدا نہیں ہوا۔ ان حالات کے اندر دو سال کے عرصہ میں قریباً سوا سو آدمیوں کا اسلام کے اندر داخل ہونا اس حالت میں کہ یہ سب سے پہلی کوشش تبلیغ اسلام کی تھی کہ غلط فہمیوں اور غلط خیالات کے رفع کرنے کی کوششیں پہلے بھی ہو چکی ہوں۔ ایک بڑی بھاری کامیابی ہے۔ (باقی آیندہ)

درس قرآن میں سے کچھ

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ (نحل رکوع)

اس آیت میں ایک ایسی تعلیم ہے جو دنیا کی کسی دوسری کتاب میں پائی نہیں جاتی۔ یہاں تین باتوں کا حکم دیا اور تین باتوں سے منع فرمایا۔ جن باتوں کا حکم دیا۔ وہ ہیں۔ عدل۔ احسان اور ایتاء ذی القربیٰ۔

عدل کیا ہے۔ عدل درحقیقت ادنےٰ مرتبہ کا عمل چاہتا ہے۔ کہ انسان جیسے حقوق لیتا ہے ویسے ہی حقوق دے۔ گویا جتنا لے اتنا ہی اسکے معاوضہ میں دے۔ یہ قریبًا قریبًا وہی تعلیم ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ تم میں سے کوئی شخص ایمان نہیں لاتا۔ جب تک کہ وہ بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے۔ جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ تو گویا ایک مسلمان کا سب سے ادنےٰ مرتبہ ہے۔ کہ جیسے حقوق وہ لیتا ہے۔ ویسے ہی حقوق دے۔ جو شخص ایسا نہیں کرتا۔ کم از کم حقیقت اسلام کا لفظ اس پر صادق نہیں آتا۔

احسان یہ ہے۔ کہ لیا کچھ نہیں۔ مگر اپنی طرف سے کچھ دے۔ عدل تو تھا برابر کا برابر کچھ لیکر کچھ دے۔ احسان اس سے بڑھکر ہوا۔ کہ لے کچھ نہیں مگر دے ضرور۔

لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک تیسرا مرتبہ ہے۔ **ایتاء ذی القربیٰ**۔ قریبیوں کو جو کچھ انسان دیتا ہے۔ وہ احسان تو ہے لیکن اس کو انسان سمجھتا کوئی نہیں۔ انسان اپنے بال بچوں۔ اپنی بیوی اور والدین وغیرہ پر بہت کچھ خرچ کرتا ہے اور کچھ اسکا معاوضہ نہیں لیتا۔ ماں باپ اپنی اولاد کی پرورش کسی معاوضہ کی خواہش رکھکر نہیں کرتے۔ لیکن باوجود احسان کے اسے احسان نہیں سمجھتے۔ وہ تو قدرتی خواہش کی تعمیل ہے۔ یہ انکی فطرت کا تقاضا ہے۔ دوسرے کو دیتے ہوئے تو اُسے محسوس ہوتا ہے کہ کچھ دیتا ہے اور کسی پر احسان کرتا ہے۔ لیکن اپنوں کو دیتے ہوئے اسے محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فطرتی خواہش کو پورا کرنے کیلئے دیتا ہے۔ یہ احسان نہ سمجھنے کے لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ایک مسلمان کو اپنی حالت ایسی بنانی چاہئے۔ کہ بغیر معاوضہ کی خواہش کے بغیر کسی پر احسان رکھنے کے دوسروں کو دینا اس کا فطرتی خاصہ ہو۔ اور جس طرح سے ماں باپ کو قریبیوں کو دئے بغیر چین نہیں آتا۔ ویسے ہی دوسروں کو دئے بغیر چین نہ آئے

یہ وہ اعلےٰ مرتبہ ہے جس پر اسلام ایک مسلمان کو پہنچانا چاہتا ہے۔ دوسرے مذاہب میں یہ تعلیم پائی نہیں جاتی۔ بلکہ ان کی تعلیم کا خاتمہ پہلے مرتبہ پر ہی ہو جاتا ہے۔ جسے اسلام نے ادنےٰ مرتبہ قرار دیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے خدا کو عدل سے بڑھا نا پسند نہیں کیا۔ عیسائی کفارہ کے قائل کیوں ہیں۔ اسی لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ عدل کے تقاضا کو خدا کو پورا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ہندو کہتے ہیں۔ کہ خدا گناہ کو معاف نہیں کر سکتا تو ان مذاہب نے خدا کی جو تصویر پیش کی ہے۔ وہ خدا خود ابھی عدل کے پہلے اور ادنےٰ مرتبہ پر ہے تو وہ انسان کو اس سے اعلےٰ مقام پر کیسے پہنچا سکتا ہے جب خدا خود عدل سے بڑھ کر سلوک نہیں کرتا۔ تو اسکی مخلوق جو خدا کے اخلاق سے تخلق کرنیوالی ہے۔ وہ اعلےٰ مقام پر کیسے پہنچ سکتی ہے۔ تو اسلام نے ایسی تعلیم نہیں دی۔ بلکہ وہ تو مسلمانوں کو اس سے اعلےٰ مراتب پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اسلام میں جو مرتبہ سب سے ادنےٰ ہے وہ دوسرے مذاہب میں آخری مرتبہ ہے۔ یہاں جس خدا کی تعلیم دی گئی ہے اسکے متعلق شروع ہی میں بتا دیا گیا ہے۔ یعنے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں۔ اسلام کا خدا بلا بدل دینے والا ہے۔ اور دوسروں کا بدل چاہنے والا۔

دوسرے معنے ان الفاظ کے حقوق اللہ کے رنگ میں کئے ہیں۔ لیکن ان معنوں کے لحاظ سے پہلے دو مراتب تو حقوق اللہ کے متعلق ہو سکتے ہیں مگر تیسرے کو وہی حقوق العباد کے متعلق ہی قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ عدل تو ہے۔ قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور احسان ہے۔ اسپر عمل۔ ایتاء ذی القربیٰ وہی حقوق العباد کے متعلق۔ ان معنوں کو اگر لیا جائے۔ تو احسان کی ایک تعریف حدیث کے اندر آئی ہے۔ وہ یہ کہ تو اللہ کی عبادت کر کَاَنَّکَ تَرَاہُ جیسے تو اسے دیکھتا ہے یہ اس لئے فرمایا۔ کہ جس وقت انسان ایسی عبادت کرے۔ تو عبادت کمال پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن یہاں سب مراتب درحقیقت بندوں کے حقوق کے متعلق معین کئے گئے ہیں۔

فحشاء میں ہر ایک امر قبیح آجاتا ہے خواہ وہ چھوٹے سے چھوٹا ہو۔

منکر وہ ہے جسکو نہ پہچانیں۔ چونکہ بری بات پسندیدہ نہیں ہوتی اور نہ پہچانی ہوئی چیز سے بھی انسان اعراض کرتا ہے اس لئے اسے منکر کہا۔ یہ فحشاء سے ذرا بڑھکر ہے۔ کیونکہ فحشاء سے وسیع تر ہے۔

بغی۔ بہت بڑے گناہ کو کہتے ہیں۔ جسکا اثر بہت دور تک پہنچے اور جو دنگی واقع ہو اسی لئے گورنمنٹ سے سرکشی کرنیوالوں کو باغی کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کا اثر ملک پر پڑتا ہے۔ تو فحشاء کا اثر تو اپنی ذات تک ہے۔ منکر ذرا اس سے بڑھکر دوسرے تک۔ اور بغی کا اثر بہت زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی بدی سے لیکر بڑے سے بڑے گناہ تک سے بچو۔ خواہ اس کا اثر تمہاری اپنی ذات تک ہو۔ خواہ کسی دوسرے انسان پر اور خواہ بہت وسیع اثر رکھتا ہو۔

النبوۃ فی الاسلام

کے متعلق گذشتہ اشاعت میں بھی تصریح ہو چکا ہے۔ کہ یہ اپنی طرز کی پہلی کتاب ہے جو قرآن کریم نے احادیث شریف۔ اقوال ائمہ۔ اقوال مسیح موعودؑ متعلقہ مسئلہ نبوت کا گویا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے نبوت و رسالت کی غرض و غایت۔ وحی نبوت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت کی وجوہات۔ مبشرات کی حقیقت۔ اور حضرت مسیح کی نبوت پر بالتفصیل بحث کی ہے۔ اور آخر میں حضرت مسیح موعودؑ کی تمام کتابوں سے مسئلہ نبوت کے متعلق تمام حوالجات کو یکجا طور پر بصورت ضمیمہ جمع کر دیا ہے۔ اصل کتاب پونے چار سو صفحات پر اور ضمیمہ دو سو صفحات پر یعنی کل کتاب پونے چھ سو صفحات پر ختم ہوئی ہے۔ قیمت فی جلد مجلد [illegible] میاں صاحب کے مریدین میں تقسیم کرنے کیلئے ۱۲/- احباب اسکی بہت جلدیں خریدیں لوگوں کو راہ حق پر لانے کی کوشش کریں۔ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے مل سکتی ہے۔

نکات القرآن

قرآن کریم کا سیکھنا اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا حضرت مسیح موعودؑ کا نہایت ضروری حکم اور ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب مولوی محمد علی ایدہ اللہ تعالیٰ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی ہے۔ پہلے ایک حصہ قرآن کریم کے تفسیری نوٹ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ نکات القرآن کے نام سے شائع ہوا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی تفسیر ختم کر دی گئی ہے۔ عبارت قرآن [illegible]

احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں باہتمام خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر جنرل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفی مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	ز و شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے/
ششماہی ے/
سہ ماہی عہ/
ماہوار ۹/

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے

جلد ۳ | مقام اشاعت لاہور | یکشنبہ ۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ سنہ ہجری المقدس مطابق ۹ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۷

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ووکنگ کے ایک امیر گھر کی خاتون کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

مس راڈمن جن کو ووکنگ کے اکثر لوگ جانتے ہیں بہت خوبی کی خاتون ہیں - اپنے والدین کی ایک ہی بیٹی ہیں - ان کا اور کوئی بھائی بھی نہیں - دولت کا کافی ہونا اور اولاد کا کم ہونا اکثر اوقات اولاد کے حق میں مضر ثابت ہوتا ہے - اس لیئے ہم طبعًا اس گھر کی اور ان بچوں کی تربیت کو استحسان کی نظر سے دیکھتے ہیں - جو ان حالات میں پرورش پائیں اور پھر تربیت و تعلیم میں عمدہ نمونہ پیش کریں - مس راڈمن کے والدین بھی از یں قبیل وجوہ سے قابل تعریف ہیں کہ اُنھوں نے اپنی دختر نیک اختر کی تعلیم و تربیت نہایت عمدہ اسلوب پر کی - بے طور خود مس راڈمن جو بائیس سال کی عمر میں بہت قد و قامت رکھتی ہیں اور بہت حسین ہیں اپنی سلیم الفطرتی اور خوش اخلاقی اور باطنی خوبیوں کی وجہ سے قابل قدر سمجھی جاتی ہیں - چونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فہم عطا فرمایا ہے کہ اسلام کے صاف اور بین اصولوں کو جھٹ سے سمجھ لیں اور اُن کے سامنے کوئی موانع و موانع بھی نہیں رہے جو اُن کے اظہار مافی الضمیر میں حائل ہوتے اس لیئے اُنھوں نے اظہار اسلام کیا اور اُن کے اسلام لانے سے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ اُن کو بہت بڑی برکات کا مورد بنائے اسلامی نام اُن کو صفا فینڈیا گیا - یہاں پر شکریہ کے طور پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں مکرمی ملک نیاز خاں و مکرمی ملک سلطان خاں لمداصبان کا ذکر کروں جو گزشتہ موسم سرما میں تعطیلات کے موقع پر چند ماہ کے لیئے اس خاندان میں آکر ٹھہرے اور اُن کے اسلامی اخلاص کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خاندان سے میرا بھی تعارف ہو گیا وہ مسجد میں آنے جانے لگے - اور مجھے بھی چند مرتبہ اُن کے ہاں جانے کا اتفاق ہوا - مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں نوجوانوں پر جو اس وقت کیمبرج اور آکسفورڈ تعلیم حاصل کر رہے ہیں بڑے فضل کرے گا کیونکہ اُنھوں نے اعلیٰ اسلامی اخلاق کا نمونہ دکھا کر اس گھر کو گرویدہ کر لیا - میں نے اُن کو مبارکباد لکھی ہے کہ آپ کے اخلاق نے کیا یہ رنگ دکھایا کہ مس راڈمن اسلام قبول کرتی ہیں - کاش مسلمان نوجوان تمام کے تمام ایسے اسلامی اخلاق اس ملک میں دکھلاتے تو آج ہم سینکڑوں کی تعداد دیتے یہاں عملی رنگ میں بشری پاتے - مس راڈمن کے والدین کو بالخصوص والدہ کو بھی اسلام نہایت پسند ہے - اللہ کرے کہ اُن کو بھی یہ نعمت عظمیٰ جلد نصیب ہو و السلام

دستخط خاکسار صدر الدین امام مسجد بقلم بلال نور احمد

۱۵ دسمبر ۱۹۱۵ء

چندہ ترجمۃ القرآن

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مفصلہ ذیل رقوم ترجمۃ القرآن کی مد میں وصول ہوئی ہیں اخبار میں شائع فرما دیں:-

حکیم غلام محی الدین صاحب سکنہ بھوپڑ	۲ روپیہ
شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد	۱۰۰
اہلیہ جناب شیخ صاحب موصوف	۳۶۰
بابو محمد الٰہی صاحب	۳۰
میاں غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس	۵۰

(خاکسار بندہ رحمت اللہ)

(شیخ رحمت اللہ صاحب پروپرائٹر انگلش ویر ہوس لاہور)

نو مبائعین

(۱) میاں فتح الدین صاحب راجپوت سکنہ ملوٹ

(۲) شیخ عبدالغنی صاحب سکنہ [illegible] (۳) [illegible] اور اہلیہ صاحب کلرک [illegible] حضرت [illegible] بیعت [illegible] داخل ہوئے

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

دو سٹیمروں کی غرقابی۔ لنڈن ۳- جنوری برطانی سٹیمر گلنگائل وزنی ۹ ہزار ٹن اور جاپانی سٹیمر کنکو مارو وزنی ۲ ہزار ٹن کو غالباً ہی آبدوز کشتی نے غرق کیا ہے جس نے پرشیا کو ڈ[illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ گلنگائل کے ۱۰۰ اہل جہاز سے ہیں۔ یہ سٹیمر ولاڈی وسٹاک سے لنڈن کو جا رہا تھا۔

گلنگائل کی غرقابی۔ لنڈن ۳- جنوری گلنگائل ۲- جنوری کو بحیرہ روم میں غرق کیا گیا تھا۔ اس پر تقریباً ۱۲۰ مسافر اور ملاح تھے۔ ۳۰ یورپین اور ۷ چینی مفقود الخبر ہیں۔

گلنگائل پر جانوں کا نقصان کم ہوا۔ لنڈن ۳- جنوری۔ گلنگائل پر گو جانوں کا نقصان بمقابلہ پرشیا کے کم ہوا ہے۔ لیکن جہاز ڈھائی لاکھ پونڈ کی مالیت کا تھا۔ اور اس پر تل۔ ریشم خام چمڑا۔ مکھن اور انڈے بار تھے۔ اس کی غرقابی مالٹ کے نواح میں وقوع پذیر ہوئی۔

لورپول کے سٹیمر کی غرقابی۔ لنڈن ۳- جنوری لورپول کا سٹیمر سینٹ اوسولڈ غرق کر دیا گیا ہے۔

گیلانگ کی غرقابی۔ لنڈن ۴- جنوری پی اینڈ او کمپنی کا سٹیمر گیلانگ بحیرہ روم میں غرق کر دیا گیا ہے۔

بعد کو۔ گیلانگ ایک برطانی سٹیمر بانول سے متصادم ہوکر غرق ہوا ✤

رومانیہ کے شمال میں جنگ۔ لنڈن ۳۰- دسمبر صوبہ بکووینا کے اندر روس کی جدید جارحانہ کارروائی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روسی ۴۰ میل کے محاذ پر مستعدی سے حملے کر رہے ہیں اس وقت رومانیہ کے شمال میں وسیع پیمانہ پر لڑائیاں وقوع میں آ رہی ہیں۔ دریائے پرو تھ آونیٹر کے درمیان روسی شدید گولہ باری کے بعد پیدل سپاہ کی کثیر جمعیت سے حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اب تک ان جنگی کارروائیوں میں روسیوں کا پلہ بھاری رہا ہے۔ دریں اثنا موسم بہار کے لئے ایک جدید روسی فوج سرعت سے مرتب کی جا رہی ہے۔ اور چند ہفتہ کے اندر سازو سامان سے کامل طور پر آراستہ ہو جائیگی ✤

روسیوں کا شدید حملہ۔ لنڈن ۳۱- دسمبر آسٹریا کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مشرقی گلیشیا کی عظیم جنگ شدت اور وسعت میں ترقی کر رہی ہے۔ اور روسیوں نے ۳۰- دسمبر کو نہ صرف بسربیا کے محاذ پر حملہ کیا۔ بلکہ دریائے سٹرپیا کے زیریں اور وسطی حصے کے مشرقی مورچوں پر بھی حملہ آور ہوئے۔ اس اطلاع میں اس امر کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ روسیوں کی پیشقدمی ناکام رہی ✤

ایک طویل محاذ پر جنگ لنڈن ۳- جنوری پٹروگراڈ۔ خواہ پہل کسی جانب سے ہوئی ہو خواہ کتنے ہی رخنے پر کرنے والے ہوں والہنیا اور گلیشیا کی جنگ سے ذرا سا پردہ اٹھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۷۰ سے لے کر ۱۹۰ میل کے محاذ پر جنگ ہو رہی ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ روسی اب دریائے سٹر کے آر پار چارٹوریسک کے شمال میں مضبوطی سے جم گئے ہیں۔ غنیم کا جناحی حملہ کولکی سے ۷ میل جنوب کو جدید روسی مورچوں کے استحکام کو متزلزل نہ کر سکا۔

پٹروگراڈ کا ایک تار مظہر ہے کہ اولیکا کے شمال میں بھی ترقی کی خبر آئی ہے۔ اس لحاظ سے کوول کی سمت میں ان دو ریلوے لائینوں کے ساتھ جو سارنی کو کوول اور رودنو کو کوول سے ملاتی ہیں ملاً پر پیشقدمی ہو رہی ہے ✤

روسی کامیابیاں۔ لنڈن ۴- جنوری- پٹروگراڈ - ایک سرکاری اطلاع میں زرنوزینہ پر مزید روسی کامیابیوں کا تذکرہ ہے۔ جنگ بدستور شدت سے جاری ہے۔ اور روسی بیشمار جوابی حملوں کے مقابلے میں متواتر پیشقدمی کر رہے ہیں۔ اور غنیم کو سخت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ میدان جنگ کے بے شمار زخمیوں کے علاوہ انہوں نے ۸۰۰ اسیران جنگ بھی قید کر لئے ہیں ✤

قونصلوں کی گرفتاری پر صدائے احتجاج۔ لنڈن ۳۱- دسمبر- یونان نے سالونیکا میں قونصلوں کی گرفتاری پر صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ کارروائی ہمارے شاہی حقوق کی خلاف ورزی ہے۔

ایتھنز۔ دول وسطی۔ بلغاریا اور ترکی نے متفقہ طور پر یونان سے سالونیکا میں اپنی اپنی قونصلوں کی گرفتاری کی شکایت کی ہے۔ موسیو سکولوڈس نے جواب دیا ہے کہ اس کے متعلق لنڈن اور پیرس میں پہلے ہی صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے۔

سالونیکا میں سرویائی حکومت۔ لنڈن ۳- جنوری - سالونیکا معلوم ہوا ہے کہ سرویائی حکومت سالونیکا میں اسی طرح قائم ہو گئی ہے۔ جس طرح بلجیم گورنمنٹ ہیور میں قائم ہے۔

ایتھنز۔ حکومت یونان نے شاہ پیٹر والی سرویا کا صدقدل سے خیر مقدم کیا ہے ✤

جاسوسوں کی گرفتاری۔ لنڈن ۳- جنوری سالونیکا - ایک غیر جانبدار قونصل کو اتحادیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ اس کا نام جرمنوں کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ آسٹروی اور جرمن قونصل خانوں سے جو کاغذات ضبط کئے گئے تھے ان میں اسکے جاسوس ہونے کا پتہ ملتا ہے حکومت یونان نے اس پر بھی صدائے احتجاج بلند کی ہے نیز جو یونانی جاسوسی کے اشتباہ میں گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کی گرفتاری پر اعتراض کیا ہے۔

سالونیکا کا ایک اور تار مظہر ہے کہ اتحادیوں نے تمام جرمن اور آسٹروی عہدہ داروں کی گرفتاری کا حکم دیا ہے جو قہوہ خانوں میں ملازم ہیں۔ نیز متعدد معززین جرمن آسٹروی ترک۔ اور بلغاری اشخاص کو زیر حراست کر لینے کا حکم صادر کیا گیا ہے۔

سال نو کی خوشیاں منائی گئیں جن میں فرانسیسی برطانی اور یونانی سپاہ میں باہمدگر خلوص دل- خیر طلبی اور مبارکباد کے پیغامات کا اظہار ہوتا تھا۔ مناسب وقت اغذیہ کی افراط تھی۔

حریف رعایا کا اخراج۔ لنڈن ۳- جنوری سالونیکا کا ایک تار جو پیرس میں موصول ہوا ہے۔ مظہر ہے کہ حریف رعایا کی گرفتاری کا سلسلہ تا حال جاری ہے۔ اور اتحادیوں نے اس قسم کے لوگوں کو شہر سے نکال دینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ انہیں اتحادیوں کے جہازوں پر سوار کر دیا جائیگا۔ روسی گرانڈ ڈیوک بورس کی آمد سے بہت کچھ تشویش پھیل گئی ہے کیونکہ کہا جاتا ہے کہ وہ کوئی خفیہ اور اہم پیغام لیکر آیا ہے۔

قونصلوں کی گرفتاری پر اضطراب۔ لنڈن ۳- جنوری۔ امسٹرڈم- صوفیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ سالونیکا میں قونصلوں کی گرفتاری سے پبلک میں ایک ہیجان پیدا ہوا ہے اور مجلس وزراء نے ان تمام حکام کو جو برطانی فرانسیسی اور سروی سفارتخانوں کے اعلیٰ افسروں کی روانگی کے بعد بلغاریا میں رہ گئے تھے گرفتار کر لینے سے انتقام کی ٹھانی ہے۔

قسطنطنیہ کا ایک تار مظہر ہے کہ باب عالی نے امریکن سفیر کی معرفت سالونیکا میں عثمانی قونصل کی گرفتاری پر صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ نیز بیان کیا جاتا ہے کہ اگر یونان کی کوشش سے قونصل کو رہا نہ کیا گیا - تو باب عالی اتحادیوں کی رعایا سے انتقامی سلوک کرے گا ✤

بلقان کے نقصانات۔ لنڈن ۳- جنوری کو رزمگاہ بلقان سے ایک دوم لفٹنٹ ای - ڈی - سلیٹری - (مسٹر فیئر ٹیلر) کے مجروح ہونے کی خبر موصول ہوئی ہے ✤

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۹ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸۲

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء)

میثاق النبیین کا مصدق کون ہے؟

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام؟

میاں صاحب کا ترجمہ قرآن میں اسے مسیح موعود کے حق میں بتانا صریح طور پر غلط اور تحریف ہے

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب اید اللہ بنصرہ

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ
واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ .... الی .... ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا ولو افتدی بہ اولٰئک لھم عذاب الیم وما لھم من نصرین۔

قرآن کی تفسیر میں ایک طرز لوگوں نے اختیار کی ہوئی ہے کہ جس شخص کو بڑا بنانا مقصود ہو قرآن کی ایک ایک آیت سے اسی کا ذکر اور اسی کی تائید نکالتے ہیں اور جس کو حقیر ٹھہرانا اور برا بتانا ہو۔ پھر ایک ایک لفظ سے اس کے خلاف مطلب نکالتے ہیں۔ جن لوگوں نے شیعوں کی تفسیروں کو پڑھا ہوگا وہ خوب جانتے ہیں کہ کس طرح پر قرآن کے ایک ایک لفظ سے علی اور حسنین کو حد سے بڑھا کر ثابت کیا جاتا اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہا جاتا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر ایک قدم ہمارے بھائیوں نے رکھا ہے۔ وہ (شیعہ) تو خیر کسیقدر معذور بھی قرار دئے جا سکتے تھے کیونکہ انھوں نے بعض ان الفاظ سے اپنے یہ مطالب نکالے جو بہت پیچیدہ ہیں اور نص صریح پر دلالت نہیں کرتے۔ لیکن انھوں (ہمارے بھائیوں) نے قرآن آیات کو جو صریح طور پر محمد رسول اللہ صلعم کے لئے تھیں ان کے متعلق کہدیا کہ وہ مرزا صاحب کے لئے ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی خطرناک راہ ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس نقص کو نقص کہیں۔ جب ہم غیروں کے ذرا ذرا سے نقائص کی مخالفت کرنے سے نہیں چوکتے تو جو ہماری اپنی جماعت کے اندر نقص ہے اس کے متعلق بھی ہم کہینگے کہ یہ نقص ہے۔ اور بہت غلط راہ کی طرف لے جانے والا ہے۔

اگر کوئی شیعہ کھیعص سے ک کربلا ھ ہلاک اہلبیت ی یزید وغیرہ مراد لے تو گو یہ معنی صحیح نہوں لیکن تاہم وہ تو مقطعات ہیں جن کے معنی سمجھنے میں کسی حد تک معذوری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر انہی الفاظ سے کوئی شخص مرزا صاحب کی نبوت نکالنے لگے تو یہ بھی ایک حد تک ویسی ہی معذوری قرار دی جا سکتی ہے۔ لیکن ان آیات سے جو کھلے طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہیں ان سے مرزا صاحب کی نبوت نکالنا نہ صرف قرآن کے ساتھ ہنسی ہے بلکہ صریح طور پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تحقیر ہے۔

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین۔ جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں کا عہد لیا۔ نبیوں کے عہد سے کیا مراد ہے۔ اگلی آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نبیوں کے عہد کا مطلب نبیوں کا اپنی اُمتوں سے عہد لینا ہے۔ کیونکہ نبیوں نے تو اس وقت تک جب اس عہد کے پورا کرنے کا وقت آتا زندہ نہیں رہنا تھا۔ اس لئے دراصل ان نبیوں نے اپنی اپنی اُمتوں سے اقرار لیا اور اسی اقرار کو اللہ تعالیٰ نے ان نبیوں کا عہد کہا

وہ عہد کیا تھا؟

وہ عہد یہ تھا کہ لما آتیتکم من کتاب و حکمۃ (میں نے تم کو کتاب اور حکمت دی) ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئیگا جو سچ کر دکھائیگا۔ اس کو جو تمہارے پاس ہے۔ لتؤمنن بہ ولتنصرنہ تم نے ضرور بضرور اس پر ایمان لانا ہوگا اور بالضرور اس کی مدد کرنی ہوگی قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس قالوا اقررنا۔ ان نبیوں کی اُمتوں نے کہا کہ ہاں ہم نے اقرار کیا۔ قال فاشہدوا وانا معکم من الشاہدین۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس گواہ رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں ٭۔

یہ رسول کون ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عہد لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ہے لیکن اب حیدرآباد دکن میں ایک شخص[1] اٹھا اس نے اپنے ایک خطبہ میں یہ کہدیا کہ جو رسول مصدق لما معکم یہاں ذکر کیا گیا ہے یہ محمد رسول اللہ صلعم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں یہ آواز محمد رسول اللہ صلعم کی صریح تحقیر کرنیوالی تھی اور اس لئے ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیئے تھی کہ اس کے اوپر صدائے نفرین بلند ہوگی۔ لیکن اب جو میاں صاحب کی طرف سے قرآن کریم کے پہلے پارہ کا ترجمہ شائع ہوا ہے اس میں اس توقع کے بالکل برخلاف اسی آیت کو لے کر اس سے مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت نکالا گیا ہے۔

اس میں بالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد لیا ہے کہ آخرۃ سے مراد مرزا صاحب کی وحی ہے۔ اور اس آیت سے اس کی تائید کی ہے کیا یہ قرآن کے ساتھ صریح تمسخر اور استہزاء نہیں اور کیا اس میں آنحضرت صلعم کی توہین میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے۔ قرآن کے متعلق اپنے خیالات کا تتبع کر کے بعض وقت لوگ کوئی بات کہدیتے ہیں۔ لیکن دوسروں کا فرض ہوتا ہے کہ اسے رد کریں لیکن یہاں بجائے اس کے اُلٹی اس کی تائید کی جاتی ہے۔ میں بھی احمدی ہوں اور احمدی ہوکر اسے جھوٹ اور باطل طور پر مرزا صاحب کی طرف منسوب کیا جانا یقین کرتا ہوں۔ مرزا صاحب کی اپنی تحریر کے آٹھ ہزار کے قریب صفحات بکھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے کسی جگہ سے کوئی شخص یہ نکال کر دکھلائے کہ خود انھوں نے بھی اس آیت سے یہ مراد لی ہو۔ پھر مرزا صاحب کی ڈائریوں سے الحکم اور بدر کے فائل پڑے ہیں کیوں نہیں یہ لوگ انہی میں سے نکال کر دکھلاتے اگر ان کے پاس کوئی ثبوت ہے۔ لیکن اگر ان تمام تحریرات و تقاریر میں حضرت صاحب کا ایک لفظ بھی ایسا نہیں پایا جاتا جس سے اس ادعا کا کوئی شائبہ بھی نکلتا ہو اور اگر ان کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی خوف ہے تو انھیں ان باتوں سے باز آنا چاہیئے اور خواہ مخواہ قرآن کریم اور محمد رسول اللہ صلعم کی توہین و تحقیر نہیں کرنی چاہیئے۔

کتنی موٹی بات ہے ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم۔ پھر ایک رسول آئیگا جو تصدیق کرے گا اس کی جو تمہارے پاس ہے۔ جاؤ تاریخ کو چھان مارو اور دنیا کے تمام کونوں میں تلاش کرو۔ وہ کون نبی دنیا میں آیا جس نے آکر سب سے پہلے تمام پہلے نبیوں کی تصدیق کی۔ وہ ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

[1] مراد از میر محمد سعید حیدرآبادی یکے از مبائعین میاں صاحب

ہی ہے جو اس پیشگوئی کے مطابق مصدق لما معکم ٹھہرا اور اس کا ثبوت آگے ہی چل کر دیا ہے۔ قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون کہدو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیم اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب اور ان کی اولاد پر نازل ہوا۔ اور جو دیا گیا موسیٰ۔ عیسیٰ اور تمام نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے۔ ہم ان میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے۔ بلکہ سب کو مانتے ہیں اور ہم مسلم ہیں یہ وہ تصدیق ہے۔ جو آنحضرت ؐ نے کل نبیوں کی کی۔ اور بالمقابل ان تمام نبیوں نے جو دنیا میں آئے آنحضرت صلعم کے متعلق پیشگوئیاں کیں۔ جتنی کتابیں ہم انبیاء علیہم السلام کی پڑھتے ہیں۔ ان سب میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کھلے طور پر موجود ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب میں صاف لکھا ہے کہ تیرے بھائیوں میں سے تیرے جیسا ایک نبی برپا کرونگا (استثناء ۱۸-۱۸) ایسا ہی داؤد کی زبور میں آنحضرت صلعم کے گیت صاف طور پر گائے گئے ہیں۔ اور مسیح کی انجیل میں بھی آپ کو باغ کا مالک کہہ کر پکارا گیا ہے اور صاف کہا ہے کہ میں تمھیں ساری باتیں نہیں بتا سکتا۔ وہ تسلی دہندہ جب آئے گا تو تم کو سب کچھ سکھائے گا۔

ایسا ہی دوسری تمام کتابوں میں بھی آنحضرت صلعم کا ذکر پایا جاتا ہے جس سے صاف طور پر پتہ لگ جاتا ہے کہ ثم جاءکم رسول سے کون رسول مراد ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تو ایک طرف ان سب نبیوں سے محمد رسول اللہ صلعم کی صداقت کا اقرار لے کر دوسری طرف خود آنحضرت صلعم کے منہ سے ان سب کی صداقت کا اقرار کرایا۔ یہ ہے مصدق لما معکم گویا در حقیقت جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار کل نبیوں کی معرفت کیا اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کل نبیوں کی صداقت کا اظہار کیا۔ اور تصدیق کی ان تمام وحیوں کی جو آپ سے پہلے نازل ہوئیں

جاؤ اور دنیا میں تلاش کرو۔ کون ہے سب سے پہلا شخص جس نے مصدق لما معکم کے مطابق کل انبیاء کی تصدیق کی سوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی ایسا شخص نہ پاؤ گے۔ لیکن جس نے پہلے تصدیق کی آج اس کا نام توڑ گیا اور اس کی جگہ مرزا صاحب کو دے دی گئی۔ حالانکہ اتنا نہیں سوچتے کہ مرزا صاحب تو خود قرآن سے تصدیق کے محتاج ہیں۔ ہم کیوں مرزا صاحب کو سچا مانتے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن اور محمد رسول اللہ صلعم ان کو سچا قرار دیتے ہیں آپ کی وحی تو قابل قبول نہیں جب تک قرآن اور حدیث اس کی تصدیق نہ کریں۔ مرزا صاحب کو خود اپنی وحی کو قرآن وحدیث پر عرض کرنا پڑتا ہے اور وہ ان سے اس کی تصدیق کراتے ہیں۔ پس وہ جو دوسروں کی تصدیق کا محتاج ہے وہ مصدق لما معکم کیسے ہو سکتا ہے۔ پھر آؤ اس ظلم عظیم کو چھوڑ دو اور آقا کی جگہ خادم کو مت دو۔ وہ پیشگوئیاں جن کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کیا گیا ہے ان کو تم مرزا صاحب پر لگاتے ہو۔ یہ ایک بہت ہی خطرناک راہ ہے جس سے تمھیں باز آنا چاہئے۔ میرے ایک دوست نے ابھی مجھے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی وحی میں مصدق کا لفظ نہیں۔ تو پھر تم کیسے ان کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہو۔ یاد رکھو مرزا صاحب قرآن کی تصدیق کرنے والے نہیں۔ بلکہ قرآن سے تصدیق کے محتاج ہیں۔ آپ نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ قرآن کو اس لئے مانو کہ میری وحی میں قرآن کو سچا ٹھہرایا گیا ہے۔ بلکہ انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو اس لئے مانو کیونکہ قرآن مجھکو سچا قرار دیتا ہے۔ اگر تو آپ نے یہ فرمایا ہو کہ قرآن کو اس لئے مانو کہ میری وحی میں سچا قرار دیا گیا ہے تو بے شک مرزا صاحب قرآن کے مصدق کہلا سکتے ہیں لیکن اگر وہ فرمائیں کہ میری وحی کو اس لئے مانو کہ قرآن اسے سچا قرار دیتا ہے تو پھر وہ قرآن کی تصدیق کے محتاج ہیں۔ انھوں نے بار بار اپنی وحی کی صداقت کے لئے قرآن کریم سے دلائل دیئے۔ براہ راست اپنی وحی کو ہرگز نہیں منوایا نہ ہی یہ کہا کہ میں قرآن کی تصدیق کرنے آیا ہوں۔ کیا مرزا صاحب قرآن کی تصدیق کرنے آئے تھے۔ وہ خود قرآن کی تصدیق کے محتاج تھے۔ اس کا فیصلہ کرو ورنہ یاد رکھو کہ یہ بات کہ وہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں یونہی منہ سے نکال دینا ایک ظلم عظیم ہے۔ یہ وہ بات ہے جس پر فرمایا کہ فمن تولیٰ بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون جو اس کے بعد بھی اس سے پھر جائے پھر وہ فاسق ہیں آج دو سال سے ہمیں فاسق بنا رہے ہیں۔ لیکن یہاں تو اس پیشگوئی سے پھرنے والوں کو فاسق کہا گیا ہے۔ ہم نہیں جانتے وہ کون ہیں۔ وہ خود سمجھیں کہ اس آیت کے مطابق فاسق کون ٹھہرتا ہے افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوات والارض طوعا وکرھا والیہ یرجعون۔ کیا وہ دین اللہ کے سوائے کسی اور راہ کو چاہتے ہیں۔ حالانکہ اسی کا فرمانبردار ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے رضامندی سے فرمانبردار ہوں تو اور مجبوراً ہوں تو اور سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا الخ

اب اس کے بالمقابل محمد رسول اللہ صلعم تصدیق کرتے ہیں سارے نبیوں کی۔ ابراہیم اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب اور ان کی اولاد۔ موسیٰ عیسیٰ علیہم السلام ناموں کے گننے سے تو بات پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ خود ہی فرماتا ہے۔ منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک بعض کا تو ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کا ذکر نہیں بھی کیا اس لئے سب ناموں کے گننے کے بعد مجملاً فرمایا والنبیون من ربھم تمام نبیوں کی وحی پر جو اپنے رب کی طرف سے آئے ان سب پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ وہ تصدیق تھی جو محمد رسول اللہ صلعم نے پہلے نبیوں کی کی۔ کیا یہ تصدیق سب سے پہلے مرزا صاحب نے کی یا محمد رسول اللہ صلعم نے ہی سب سے پہلے یہ تصدیق کی۔ فرمایا لا نفرق بین احد منھم ہم ہرگز ان میں سے کسی پر ایمان لانے میں تفریق نہیں کرتے ونحن لہ مسلمون۔ ہم تو اسی اللہ تعالیٰ ہی کے فرمانبردار ہیں ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ اسلام کیا دین ہے۔ کامل فرمانبرداری کا نام دین اسلام ہے۔ فرمایا جو کامل فرمانبرداری نہیں کرتا اور کسی اور بات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اس سے ہرگز وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔ تم بھی اپنے اپنے نفسوں میں غور کرو تم میں بھی جو اس اسلام سے دور رہے گا اس میں تم بھی نقصان اٹھاؤ گے ہر ایک شخص جس کی زندگی کا کوئی حصہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے نیچے نہیں وہ یاد رکھے کہ وہ غیر اسلام ہے اور اس حصہ میں اسے تکلیف اٹھانی پڑیگی۔ غیر الاسلام کو یہ نہ سمجھو کہ قرآن کو پاس رکھ چھوڑا اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اور ایسا نہ کرنے سے غیر الاسلام ہو گیا۔ بلکہ جو بات بھی تم میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے

ماتحت نہیں۔ اور جو عمل کہ خدا کے کسی حکم کے خلاف ہے وغیر الاسلام ہے۔ اور اس میں ہرگز فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لئے اپنے نفسوں کو ٹٹولو کونسی بات تم میں ایسی پائی جاتی ہے جو غیر الاسلام ہے اس کو اپنے اندر سے نکالو اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری اختیار کرو۔

اولئك جزاءهم ان عليهم لعنة الله والملٓئكة والناس اجمعين۔ خالدين فيها لا يخفف عنهم العذاب ولا هم ينظرون۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت۔ ملائکہ کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت اور وہ اسی لعنت میں رہینگے۔ ان سے عذاب کم نہ کیا جائیگا۔ اور نہ ان کو ڈھیل دی جائیگی۔

بڑا بھاری فتویٰ ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کونسا دوزخ ہوسکتا ہے۔ یہی لعنت دوزخ ہے لعنت کے معنی ہیں دوری کے تو اللہ تعالیٰ سے جو تمام برکت کا سرچشمہ ہے اس سے بھی دور پڑ جاتا ہے۔ ملائکہ سے جو نیک تحریکات انسان کے دل میں کرتے ہیں ان سے بھی دور ہٹتا ہے اور ان کی تحریکات سے مستفید نہیں ہوتا۔ اور پھر تمام جہان کے نیک اور پاک لوگوں سے دور ہونے کے باعث ان کی بھلائیوں سے فیضیاب نہیں ہوسکتا۔ یہی حقیقی دوزخ ہے کہ نیک کاموں کے جتنے ذرائع اور وسائل تھے سب سے محروم رہ گیا کیونکہ اس نے خود ہی نیکی کو ترک کرکے غیر الاسلام کی خواہش کی۔

الا الذين تابوا من بعد ذالك واصلحوا فان الله غفور الرحيم۔ خدا ظالم نہیں کہ اگر کوئی شخص اس لعنت سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے اور اپنی اصلاح کرے تو اسے معاف نہ کرے۔ نہیں فرمایا کہ وہ لوگ جو اس سے توبہ کرلیں اور یہ نہیں کہ نری توبہ ہی کریں بلکہ اصلحوا ان کمزوریوں اور گناہوں کو ترک کرنے کے بعد پھر ان کی جگہ نیک کام بھی کریں اور اس طرح اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے گا۔ وہ تو بڑا واسع المغفرۃ ہے۔ جب کوئی دروازہ کھٹکھٹائے وہ کھولنے کو تیار ہے۔ دوسری جگہ فرمایا لا تایئسوا من روح الله انه لا يايئس من روح الله الا القوم الكافرون۔ کوئی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اس رحمت سے مایوس ہونا کافروں کا کام ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا یا عبادی الذين اسرفوا على انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله يغفر الذنوب جميعًا۔ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمھارے سب گناہ بخش دے گا۔ بڑا کھلا دروازہ ہے کسی وقت

کوئی انسان آئے اس کو داخل کرنے کے لئے تیار ہے۔ لیکن دیکھو اس وقت کو نہ آنے دو جس سے ڈراتا ہے۔ ان الذين كفروا بعد ايمانهم ثم ازدادوا كفرًا لن تقبل توبتهم واولئك هم الضالون ہوتے ہوتے ایک وقت انسان پر ایسا آجاتا ہے کہ پھر وہ کفر میں ایسا بڑھ جاتا ہے کہ بدی کو چھوڑنا چاہتا ہے لیکن نہیں چھوٹتی۔ اس وقت پھر انسان کی توبہ کسی کام نہیں آتی۔ کفر صرف یہی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کردیا۔ بس کفر ہوگیا۔ بلکہ جس قسم کا کوئی بدعمل انسان کرے اسی قسم کا کفر اس کے اندر ہوگیا۔ پس قبل اس کے تم ایک ایسی حالت پر پہنچ جاؤ کہ ایک بدی سے چھوٹنا چاہو لیکن چھٹ نہ سکو اسے ابھی سے ترک کردو۔ اور اسے بڑھاؤ نہیں۔ ہم نے تو ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں کہ پاس نماز ہو رہی ہے اور وہ بیٹھے ہوئے مزے سے حقے پی رہے ہیں۔ اور نماز کی کوئی پرواہ تک نہیں۔ وہ ایسے نہیں کہ دشمن اسلام ہوں بلکہ ان کی باتیں سنو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اسلام کے شیدا ہیں۔ لیکن عملی حالت یہانتک پہنچ گئی ہے کہ پاس نماز ہوتی ہے اور انہیں پرواہ تک نہیں ہوتی۔ اور نہ وہ کبھی پڑھتے ہیں اس لئے ہر ایک انسان اپنی فکر کرے۔ جو شخص کل تک تم کو شمار کرتا ہے وہ یاد رکھے کہ وہ اس نتیجہ کو بڑھاتا ہے جو پھر نکالا نہ جائے گا۔ ان الذين كفروا وماتوا وهم كفار فلن يقبل من احدهم ملء الارض ذهبًا ولو افتدى به کیا کرتے ہو اگر اسلام کو چھوڑتے ہو۔ آخر کس بات پر نیکی کو ترک کرتے ہو اور اسے ترک کرنے پر کیا حاصل ہوتا ہے۔ روپیہ پیسہ؟ وہ کس قدر تمہیں مل جاتا ہے۔ ساری زمین سونے کی بھری ہوئی تو ملتی نہیں۔ ساری زمین تو کیا اس سے نصف اور تہائی بھی نہیں ملتی تو فرماتا ہے کہ نیکی کو چھوڑ کر ماصل، تو تم نے یہ کیا یہ چند پیسے تمھیں وصول ہوئے لیکن یاد رکھو وہ وقت تم پر آئیگا کہ جب زمین سونے کی بھری ہوئی فائدہ نہ دے گی موت سے کوئی چیز تمھیں نہیں بچا سکتی اس لئے فکر کرو۔ ہر ایک تم میں سے اپنا اپنا فکر کرے۔ اگر کسی شخص کے پاس میل در میل کھیتیاں ہیں اگر کسی کے پاس لکھوکھا روپیہ جمع ہیں۔ اگر کوئی شخص دنیا میں بڑی سے بڑی جائداد کا مالک ہے تو کیا یہ سب کچھ اسے موت سے بچا سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ انسان کے لئے سب سے زیادہ یقینی چیز موت ہے۔ لیکن ہر روز اپنے ساتھیوں کو موت کا شکار ہوتے ہوئے دیکھتا ہے لیکن

پھر بھی وہ اس سے لاپرواہ ہے۔ بستر مرگ پر ہوتا ہے لیکن یہی سمجھتا ہے کہ ابھی نہیں مرتا اس کا فکر کرو۔ یہ مال اور دولت اس وقت کوئی کام نہ دے گی۔ جب موت تم پر آئیگی اس لئے اپنی اصلاح میں لگ جاؤ کیا مرد کیا عورتیں اور کیا بچے سب اپنی اپنی فکر کریں اور قبل اس کے کہ وہ حالت آجائے جب برائیوں سے چھوٹنا دشوار ہو بدیوں سے کنارہ کشی اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب اور ہمارے جوارح کی ایسی حفاظت کرے کہ وہ کسی بدی کی طرف مائل نہ ہوں اور بداعتقادات سے آلودہ نہ ہونے پائیں۔

غلط اعتقاد اور گندے اعمال دونوں یکساں ہیں۔ بلکہ اعتقاد بطور بیج کے ہیں۔ اگر بیج ہی گندہ ہو تو سب کچھ گندہ ہوجاتا ہے۔ اس لئے عقائد کی بھی اصلاح کی کوشش کرو اور اعمال کی بھی اصلاح میں لگ جاؤ۔

(اللہ تعالیٰ ان سب نصائح پر چلنے کی توفیق دے اور اس ناصح مشفق کی پاک اور درد دل سے بھری ہوئی دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین!

(ایڈیٹر)

النبوة في الاسلام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہئے۔ تمام جماعت ہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبائعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں۔ اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت و رسالت کی غرض و غایت نبوت و رسالت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت۔ محدثیت و مجددیت۔ مبشرات۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت۔ خصوصیت مسیح موعود حقیقۃ النبوۃ کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعود اور حضرت مسیح موعود کی تبدیلی عقیدۂ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے احادیث سے اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعود سے سیر کن اور دلچسپ اور معقول بحث کی گئی ہے جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈال کر ختم نبوت کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر کرنے والی ہے بلکہ موجودہ اختلافات سلسلہ کے لئے بھی فیصلہ کن اور حضرت مسیح موعود کی اصل حقیقت کو دنیا پر واضح کرنے والی ہے۔ اور اس لئے

ووکنگ کے اسلامی مشن کی گذشتہ کارگذاری

پر ایک مختصر ریویو

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

لیکن محض تعداد سے بھی بڑھکر ایک اور امر خوشی کا موجب ہے۔ جو اس تحریک کی کامیابی کو اور بھی نمایاں کرنیوالا ہے۔ ایک وہ وقت تھا۔ کہ جب عیسائی دُنیا میں یہی آواز ہر طرف اُٹھتی تھی۔ کہ اب اسلام دنیا میں ایک کامیاب مذہب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس کی کامیابی صرف اس کی ملکی طاقت کی وجہ سے تھی۔ اور ہمیشہ یہ بزور شمشیر پھیلتا رہا۔ اور اب چونکہ ملکی طاقت جاتی رہی اور تلوار مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے اسلئے اسلام اب دنیا میں پھیل نہیں سکتا اور روز بروز تنزل کرتا جائیگا۔ اس کے بعد افریقہ کے حالات کا انکشاف ہوا تو عیسائی مشنریوں کے ان خیالات کو ایک بڑا سخت دھکا لگا۔ اور انہوں نے بلکہ یورپ کی عیسائی پبلک نے اس بات کو محسوس کیا۔ کہ اسلام، افریقہ کے اندر باوجود ملکی طاقت نہ ہونے کے۔ باوجود کسی انتظام اشاعت و تبلیغ کے نہایت ہی سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ تو ایک دوسرا ڈھکوسلہ تجویز کیا گیا۔ کہ افریقہ کے لوگ وحشی ہیں تہذیب اور تعلیم سے دُور پڑے ہوئے ہیں۔ اسلام ایسے لوگوں کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ اس لئے وہاں ترقی کررہا ہے مگر کوئی مہذب قوم اسلام کو قبول نہیں کرسکتی درحقیقت یہ عیسائی مشنریوں کا تجربہ اپنے مذہب کے متعلق تھا۔ جو انہوں نے موقع کو غنیمت جان کر اسلام کی طرف منسوب کردیا۔ کیونکہ تعلیم اور تہذیب کی ترقی سے عیسائی مذہب کی گرفت قلوب پر بالکل جاتی رہی تھی۔ بہرحال اب اس دوسرے پر حملہ پر آکر اسلام کو تہذیب یافتہ لوگوں کے لئے ناموزوں اور ابتدائی وحشیانہ حالت انسانی کے مطابق بتایا گیا۔ خدا کے فضل سے ووکنگ کا مشن ان دونوں باتوں کا ایسا جواب ہوا۔ کہ امید نہیں کوئی شخص آئندہ اسلام کے متعلق ایسے لفظ موتہ سے نکالے۔ کیونکہ نہ صرف اس سے یہی معلوم ہوا۔ کہ اسلام اپنے اندر ایک روحانی طاقت رکھتا ہے۔ اور اسی روحانی طاقت کی وجہ سے ہی اس کی ساری ترقی جو اب تک ہوئی ہے۔ اور اپنی روحانی طاقت کے لئے وہ کسی ملکی طاقت کا محتاج نہیں ہے بلکہ اس نے یہ بھی ثابت کردیا۔ کہ حقیقت اسلام تہذیب اور ترقی یافتہ قوموں کے لئے موزوں حال ہے۔ الیسے موزوں کوئی دوسرا مذہب نہیں۔ اگر وہ سوا سو کے قریب نفوس جو اسلام میں اس دو سال کے عرصہ میں داخل ہوئے ہیں۔ معمولی طبقہ کے لوگ ہوتے۔ مزدوری پیشہ لوگ ہوتے۔ یا درمیانی طبقہ کے ہی کاروباری لوگ ہوتے۔ جنکو علوم سے چنداں دلچسپی نہ ہوتی۔ تو پبلک کو دھوکہ میں رکھنے کا یہ مشنری ڈھکوسلہ کچھ اور مدت کام دیتا تا مگر اسقدر قلیل عرصہ میں اس قدر مختلف تنگے ہوتے ہوئے اعلٰے سے اعلٰے طبقہ کے لوگوں کا بھی طرح اسکا شیدا ہوجانا جس طرح ادنی اور درمیانی درجہ کے لوگوں پر اس نے اپنا اثر کیا۔ اور علوم سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کا اس ذوق و شوق سے اس کے اندر داخل ہونا جس کی نظیر مذہب کی تاریخ میں بہت کم ملتی ہے۔ اس امر نے روز روشن کی طرح یہ واضح کردیا۔ کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اعلٰے اور ادنے میں یکساں ترقی کرسکتا ہے۔ کیونکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ مذہب ساری نسل انسانی کے لئے ہے۔ اگر وہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو ایک ادنے مرتبہ ترقی پر ہیں تو وہ بھی جو بزعم خود اعلٰے سے اعلٰے مرتبہ انسانیت پر پہنچ چکے ہیں۔ حقیقی انسان۔ با اخلاق انسان باخدا انسان بننے کے لئے اس پاک سرچشمہ سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے اسی طرح دوڑتے ہیں اور اسی طرح اسلام کے پاک اصول کی محتاج ہیں جس طرح ادنے درجہ کے لوگ یا ادنی درجہ کی قومیں ان سوا سو آدمیوں کی فہرست میں اگر ہم نظر دوڑاتے ہیں۔ تو جہاں ان میں ایک لارڈ ایک امیگرنٹ ایک شہزادہ کا نام نظر آتا ہے وہیں ایک عالم ایک پروفیسر ایک فاضل ایک اڈیٹر کا نام بھی نظر آتا ہے۔ بوڑھے ہیں تو جوان بھی ہیں۔ مرد ہیں۔ تو خواتین بھی ہیں۔ کاروباری لوگ بھی ہیں مزدوری پیشہ بھی ہیں۔ غرضکہ ہر قسم کے لوگوں میں سے اسلام نے اس قدر جلدی اپنا حصّہ لے لیا ہے اور اس کی ہر دلعزیزی یکساں ہر طبقہ اور ہر گروہ پر اپنا اثر ڈال رہی ہے

لارڈ ہیڈلے۔ فرانسیسی نواب۔ پوتیر۔ دی امیر یونیورسٹی۔ کپتان سگرید۔ میجر لیک لیفٹیننٹ بیری گرفورڈ۔ پروفیسر سٹیفن پروفیسر لیون ایم۔ اے۔ ڈاکٹر آف فلاسفی۔ پروفیسر امین و ائی ہانٹ ڈاکٹر آف فلاسفی وغیرہ مشہور اخبار نویس ڈڈلے رائیٹ۔ فاضل خاتون امینہ کلفورڈ وغیرہم۔ یہ سب نام پادر ایسا نیاں کے اس اعتراض کا جواب کہ اسلام صرف ادنے طبقہ انسانی اور وحشی لوگوں کے لئے موزوں ہے۔ ان کو اپنے گھر میں بل گیا ہے اور یہ ابھی ابتداء ہے۔ خدا تعالٰے نے چاہے۔ تو بادشاہوں کو بھی اسلام کا حلقہ بگوش بنادے کیونکہ جب ایک دفعہ اسلام نے اپنے معمولی حلقہ بگوشوں کو دنیا کے بادشاہ بنادیا تو دُنیا کے بادشاہوں کو حلقہ بگوش بنا لینا تو اس کے سامنے کوئی بڑا کام نہیں۔

پھر ان نومسلموں میں ایک اور امر قابلِ تذکرہ ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ اس قسم کے مسلمان نہیں۔ کہ آج مسلمان ہوئے تو بس فرض ادا ہوگیا۔ بلکہ ان میں سے اکثر ایک سچا اسلامی جوش اپنے اندر رکھتے ہیں۔ ایک تڑپ اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ اور اسلام کے پیغام اپنے دوسرے بھائیوں اور بھینوں تک پہنچانا اپنا مقدم فرض سمجھتے ہیں۔ ان میں بہت ہیں کہ جن کے دلوں میں اسلام کی ایسی عظمت اور ایسی محبت جاگزین ہے۔ کہ وہ کسی وقت بھی اس پاک پیغام کو دوسرے تک پہنچانے میں غفلت سے کام نہیں لیتے۔ خود اسلامک ریویو کو پڑھ جاؤ۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ایک خاصہ حصّہ اس کے مضامین کا اُنہی لوگوں کی قلم سے نکلتا ہے۔ جو ابھی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں اور پھر ان کے مضامین ایسے اعلٰے درجہ کے ایسے محققانہ ایسے لطیف مقابلہ مذاہب کو اپنے اندر لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف اسلام کی محبت ان کے دلوں میں جاگزین ہے۔ بلکہ اُس کی صداقت کے روشن دلائل بھی ان کے دلوں پر پورا کام کرچکے ہیں۔ یہی وہ روح ہے۔ جو کسی نئی سوسائیٹی میں حقیقی روح کہلاسکتی ہے۔ جو یہ امید دلاسکتی ہے۔ کہ یہ قوم ترقی کرے گی۔ سو ہم اپنے انگریز مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو مبارکباد دیتے ہیں۔ کہ اُن کی اسلامی محبت۔ اُن کے دلوں پر اسلامی صداقت کا اثر۔ ان کا جوش اور اُنکی تڑپ کہ یہ پاک پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچے۔ یہ سب یقین دلارہے ہیں کہ اللہ تعالٰے اس درخت کو بہت جلد نشوونما دے گا۔ اور اسے بڑھائیگا۔ یہاں تک کہ اس کی شاخیں سارے یورپ کو اپنے سایہ کے نیچے لے لیں گی۔

اگر ووکنگ کے اسلامی مشن نے غیرمسلموں پر یہ نمایاں اثر کیا ہے۔ تو دوسری طرف خود انگلستان کی مسلمان آبادی پر جن میں ایک بڑا حصّہ طلباء کا ہے۔ جو وہاں تعلیم حاصل کرنے جاتے ہیں۔ ایک نہایت نیک اثر پیدا کیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ اُن کے دلوں میں اسلام سے محبت کا جوش اور اسلام سے سچی ہمدردی پیدا کردی ہے

بلکہ اُن کے اندر ایک طاقت پیدا کر دی ہے۔ کہ وہ اپنے مذہب کے مشنری بن سکتے ہیں۔ اور اپنی قیام کے اندر دوسروں پر ایک نیک اثر ڈال کر اُن کو اسلام کا گرویدہ بنا سکتے ہیں۔ اور یہ اثر بذریعہ اس اجتماع کے پیدا کیا ہے۔ جو ہر جمعہ کو نماز جمعہ میں ہوتا ہے۔ نماز جمعہ میں نہ صرف خطبہ کے سُننے کا ہی اِن کو موقعہ ملتا ہے بلکہ اکثر اِن اجتماعوں میں جب وہ کسی نیک دل مرد یا عورت کو اسلام کے اندر داخل ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ تو اُن کی رُوح پر ایک نہایت نیک اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور اُن کو اسلام کی اس قوّت اور شوکت کی ایک جھلک نظر آنے لگتی ہے۔ کہ کس طرح باوجود اپنی ملکی مغلوبیّت کے یہ دلوں پر فتوحات حاصل کر رہا ہے۔ پھر عیدین کے موقعوں پر جو عظیم الشان اجتماع اسلامی ہوتا ہے۔ وہ ایک نہایت پاک اثر دلوں پر پیدا کرتا ہے۔ اور درحقیقت جمعہ اور عیدین میں مسلمانوں کا اجتماع بجائے خود ووکنگ مشن کے مفید اور بابرکت نتائج میں سے ایک ایسا نتیجہ ہے۔ کہ اگر سوائے اس کے کچھ بھی اور مشنریہ کام نہ ہوتا تو یہ بھی کوئی چھوٹی سی کامیابی نہ تھی۔ لیکن اس سے بہت بڑھ کر اسلام کی صداقت کی وہ روشنی ہے۔ جو رسالہ اسلامک ریویو نے خود مسلمانوں کے دلوں کے اندر پیدا کر دی ہے۔ مادہ پرستی اور دہریت نے جو نقصان دوسرے مذاہب کو پہنچایا وہ ناقابل تلافی ہے۔ اور اس کا کوئی علاج اب ان مذاہب کے پاس نہیں۔ کیونکہ ان کے اصول ایسے نہ تھے۔ کہ اس خطرناک حملہ کے مقابلہ میں کامیاب ہو سکتے۔ مگر جہاں دیگر مذاہب پر مادیّت کے حملہ کا اثر مستقل ہوا ہے مسلمانوں پر بھی اس کا اثر تو ضرور ہوا ہے۔ مگر وہ اثر اصل اصول اسلامی پر نہیں۔ بلکہ محض مسلمانوں کے دلوں پر ہی ہے اور اس کی وجہ بھی صرف یہی ہے۔ کہ مسلمان اپنے مذہب کے اصول حقہ سے پورے طور پر واقف نہیں ہیں۔ اس مادیّت کی زہریلی ہوا نے بہت سے مسلمانوں کو مذہب کے نام سے متنفر کر دیا ہوا ہے۔ کیونکہ انھوں نے بغیر اصول اسلامی سے حقیقی واقفیت حاصل کئے ہوئے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح عقل کے خلاف کچھ باتیں منوانا چاہتا ہے۔ اس اجنبیّت اور غلط فہمی کا علاج اسلامک ریویو نے کیا ہے۔ اور گذشتہ دو تین سال کے عرصہ میں بہت کثرت کے ساتھ خطوط ایسے مسلمانوں کے آ گئے ہیں جنہوں نے کھلا کھلا اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ عملاً اسلام سے بالکل کچھ تعلق نہ رکھتے تھے۔ اسلامک ریویو نے اُن کو از سر نو مسلمان کیا ہے۔ یہ کوئی چھوٹی سی خدمت نہیں۔ بلکہ اس لحاظ سے کہ جب تک پہلے خود مسلمان مسلمان نہ بنیں اسلام پھیل نہیں سکتا۔ یہ ایک نہایت ضروری کام ہے غیر مذاہب میں تو جو کچھ یہ رسالہ کام کر رہا ہے۔ وہ ہو رہا ہے گا مگر پہلی ضرورت یہ ہے کہ خود اہل اسلام اس کا مطالعہ کریں اپنے مذہبی لٹریچر سے واقف ہوں۔ اُن کو پتہ لگے۔ کہ اسلام کے اصول کس طرح پر دُنیا میں غالب ہو رہے ہیں۔ ہاں یہ عجیب نظارہ ہے۔ کہ جس قدر دُنیا اصول اسلامی کو قبول کرتی جاتی ہے۔ اُسی قدر مسلمان اُن سے دور جا رہے ہیں۔ یہ ایک عظیم الشان نعمت تھی۔ جسکو دوسری قومیں آہستہ آہستہ حاصل کر رہی ہیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس کو بہت حد تک کھو دیا۔ اور اب بھی اس کے حاصل کرنے کی طرف سے بہت حد تک غافل ہیں۔ حالانکہ دوسروں کے لئے اس کے لینے میں کس قدر مشکلات ہیں۔ مگر مسلمانوں کی تو یہ اپنی گم شدہ چیز ہے۔ پھر کس قدر بدقسمتی ہے۔ کہ اپنی کھوئی ہوئی چیز کو حاصل کرنے کے لئے زور نہیں لگایا جاتا۔ ہم یقین رکھتے ہیں۔ کہ اس رسالہ کے پڑھنے سے بہت سے وہ شبہات جو مادیت کی زہریلی ہوا نے عام طور پر اس زمانہ میں پیدا کر رکھے ہیں۔ دُور ہوتے چلے جائینگے اور اسلام کی سچی محبت دلوں میں پیدا ہوتی چلی جائے گی۔

یہ تو میں نے مختصراً ان چند باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو کھلے اور صریح نتائج ووکنگ کے اسلامی مشن کے اب تک ظاہر ہو چکے ہیں۔ ایسے عظیم الشان انسانوں کا جیسے لارڈ اور سکو کنٹ کا لیجوں تھا خفا پیروفیسروں اخباروں کے ایڈیٹروں کا دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو جانا اور پھر ایک مضبوط بنیاد تبلیغ اسلام کی رکھی جانا برٹش مسلم سوسائٹی کا باقاعدہ قائم ہو جانا یہ ایسے امور ہیں جن پر جس قدر فخر کیا جائے کم ہے۔ مگر یہ سب اللہ تعالےٰ کے افضال ہیں کام کرنے والوں نے محض خدا کے بھروسہ پر ایک کام شروع کر دیا۔ ایک عظیم الشان سمندر میں ایک کشتی کو بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا پڑھ کر چھوڑ دیا۔ نہ اُن کے پاس سامان تھا نہ آدمی تھے نہ کوئی کنارہ نظر آتا تھا۔ مگر خدا کے فضل نے اس کی ایسی دستگیری فرمائی کہ چند دنوں میں ہی اُس کے ایسے کھلے اور ظاہر نتائج پیدا کر دیئے۔ جنہوں نے حاسدوں کو جو ہر کام میں پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ مایوس کر دیا۔ مگر علاوہ اسکے بہت سے ایسے نتائج بھی پیدا ہوئے جنکو آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ جن کو ہر شخص محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ مگر وہ قدر و قیمت کے لحاظ سے اِن کھلے نتائج سے کسی قدر کم نہیں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عیسائی مشنری رپورٹوں میں کس قدر زور ان امور پر دیا جاتا ہے کہ اس قدر بائیبل کے نسخے تقسیم ہو گئے۔ اس قدر لٹریچر تقسیم کیا گیا بعض لوگ اسکو محض فرضی کامیابی سمجھتے ہیں۔ اور ایک حد تک درست بھی ہے کیونکہ اگر عیسائی مسلمانوں میں بائیبل کو تقسیم کر دینگے تو اس سے مسلمانوں کے معلومات میں جو وہ عیسائی مذہب کے متعلق رکھتے ہیں کوئی اضافہ نہیں ہوگا۔ بائیبل میں اُن انبیاء کا ذکر ہے جنکو مسلمان پہلے ہی مانتے ہیں اس تعلیم کا ذکر ہے۔ جسے وہ محرف مبدل شکل میں خدا کا کلام ہی سمجھتے ہیں لیکن اس کے بالمقابل اسلامی لٹریچر کا عیسائیوں میں شائع ہونا واقعی ایک بڑی کامیابی ہے۔ عیسائیوں میں اور بالخصوص یورپین ممالک میں اسلام کے متعلق بہت غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ اور ابھی تک اُن کے پھیلانے والے اپنے کام میں غافل نہیں۔ ان غلط فہمیوں کے دُور کرنے کی جو عظیم الشان خدمت اسلامک ریویو نے کی ہے۔ وہ آج تک اس سے پہلے نہیں ہوئی۔ قریباً چھتیس ہزار رسالہ سالانہ تقسیم ہو رہا ہے۔ جس میں سے یقیناً نصف انگلستان و دیگر ممالک میں جاتا رہا ہے۔ اور اس طرح پر زیادہ نہیں تو کم سے کم پچاس ہزار کتاب اعلیٰ درجہ کا اسلامی لٹریچر اپنے اندر لئے ہوئے اس وقت تک تقسیم ہو چکی ہے۔ اور اس طرح یہ قیمتی مضامین ان لوگوں کے گھروں تک پہنچا دیئے گئے ہیں۔ جن کو اُن کی ضرورت ہے۔ کتابیں اور رسالے اکٹھے کر اگر بند پڑے رہیں تو وہ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتے مگر پچاس ہزار کتاب پچاس ساٹھ صفحہ کی جب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ تو یقیناً ایک انقلاب پہلے خیالات کے اندر پیدا کر سکتی ہے اور درحقیقت ایسا انقلاب اس رسالہ نے پیدا کیا ہے۔ گو یہ کام ابھی برسوں کی محنت چاہتا ہے۔ کہ لاکھوں اور کروڑوں نفوس تک اس پاک پیغام کو پہنچایا جائے۔ علاوہ رسالہ کے اور بھی کئی ایک کتابیں ووکنگ مشن کے ذریعہ سے تقسیم ہو چکی ہیں۔ اصول اسلام پر رسالہ۔ نماز پر رسالہ۔ بعض احادیث نبوی پر مختصر سا رسالہ۔ یہ کتابیں بھی ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم ہو چکی ہیں*

نئے سال کی نئی ذمہ واریاں

احباب کو نیا سال مبارک ہو۔ مگر جیسے کہ دُنیا دار نئے سال کے چڑھنے پر اپنے دنیوی کاروبار کو وسعت دینے کے لئے ہر ایک قسم کا تہیّہ کرتے ہیں۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ خدمت دین کو نصب العین ٹھہرا کر پہلے سے زیادہ کوشش میں لگ جاویں۔

ہماری انجمن کا اصل مقصد اشاعت اسلام ہے۔ اور اسکو ہمیشہ پیش نظر رکھنے کے لئے ہمارے مرشد و آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں وصیّت فرمائی۔ اور دین کو دُنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ بھی ہم آپ کے سلسلہ میں داخل ہونیکے وقت کر چکے ہیں اسلئے ضروری ہے کہ ہم پوری سعی کریں کہ ہمارے اعمال اس قول کی تصدیق کریں۔ اور ہمارا بیشتر ہم و غم دین کے لئے ہو۔ نہ دُنیا کے لئے۔ اور ہم سابقون بالخیرات بنکر دیگر مسلمین کے لئے بھی خدمت اسلام کے لئے تحریک کا موجب بنیں۔ آمین!

خدمت دین کے لئے۔ جدوجہد کے لئے ہاتھ سے پاؤں سے زبان سے۔ دل اور دماغ سے غرضکہ ہر طرح سے خدمت ضروری ہے۔ مگر سب سے بڑھ کر خدمت مالی خدمت ہے۔ کیونکہ آجکل اشاعت و تبلیغ اسلام کا کام سرانجام دینا بالکل محال ہے۔ اور آپ نے نہ صرف ہندوستان میں اشاعت اسلام کرنا ہے بلکہ بلاد غربیہ میں بھی۔ تبلیغ اسلام کے کام میں مالی و ذہنی امداد دینی ہے۔ اس لئے ابھی سے اپنی عقد ہمت کو مضبوط کرو۔ اور خدمت دین کا پورے طور پر تہیّہ کرو۔ اور تم میں سے ہر ایک شخص ہر مہینہ میں کچھ نہ کچھ چندہ اپنی حسب توفیق اشاعت اسلام کے لئے مستقل طور پر اس انجمن کو دے۔ اور اس میں کوئی کمی نہ آوے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا یہ حکم تھا۔ جو شخص کہ "تین ماہ تک چندہ متواتر نہیں دیتا۔ اس کو جماعت سے خارج سمجھا جائے"۔ اس لئے خدا کے لئے اپنی ذمہ واری کو سمجھو اور چندوں میں سستی نہ کرو۔ اور اپنے ذمہ کے سالقہ چندوں کے بقایا بھی ضرور ادا کرو۔ انجمنوں کے کارکن اصحاب خاص طور پر باقاعدہ ماہوار چندوں کی فراہمی میں سعی فرماویں اور جہاں انجمنیں نہیں۔ وہاں کے اصحاب خود بخود ماہوار چندہ اس انجمن کے محاسب صاحب کے نام ارسال فرمایا کریں۔ اور جو لوگ کہ دیگر ذرائع سے خدمت اسلام و سلسلہ احمدیہ کر سکتے ہیں وہ اس سے بھی فروگذاشت نہ کریں۔

امید ہیں طرد اگر وہ ان امید تو دور اگردد
نرسد تو بہی ویاس بدام رحمت پیدا

خدمت دین کا وقت ہے تو یہی ہے۔ ورنہ بعد از وقت پچھتاؤ گے اور مرکر تو پھر کوئی کبھی واپس نہیں آیا۔ اس لئے اس فرصت کو غنیمت سمجھو۔ اور جو کچھ کر بن پڑے دین کی راہ میں دو۔ دلو کانا علی اللّٰہ ھوَ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

خاکسار مرزا یعقوب بیگ آنریری سکریٹری
احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

انجمن تائید اسلام کا ایک رسالہ اور اسکا جواب

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہ۔ آج ایک مختصر رسالہ میری نظر سے گذرا جو انجمن تائید اسلام کی سرکردگی میں شائع کیا گیا ہے۔ اور جس میں حضرت امیر قوم اور حضرت خواجہ صاحب کے اعتقادات کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کے چند الہامات کو پیش کر کے استفسار کیا گیا ہے۔

میں اس کے جواب میں ذیل کی چند سطور آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں۔ اگر مناسب ہو تو اسے کسی پرچہ میں شائع کر دیں۔ والسلام اللّٰہ بخش متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور۔

اس رسالہ کا جواب دینا تو دراصل ایسا ہی فضول وقت ضائع کرنا ہے۔ جیسا کہ کسی ظالم سے رحم کی درخواست کرنا۔ مگر چونکہ طرز تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اعتراضات بےعلمی کی وجہ سے کئے گئے ہیں۔ اس لئے شاید ممکن ہے کہ اس فضول رسالہ کو چھاپنے والا میری چند نصائح سے فائدہ اٹھاوے۔

اگر میں ایک ایک اعتراض کا جواب دوں تو اس کے لئے بھی شائد ایک رسالہ کی ضرورت ہو اس لئے میں معترض صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ان اعتراضات کا نہایت مفصل اور تسلی بخش جواب النبوۃ فی الاسلام میں پائینگے۔ یہ کتاب ابھی چند یوم ہوئے حضرت امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے شائع کی ہے۔ اور ایک روپیہ قیمت پر انجمن ہذا سے مل سکتی ہے۔ آپ اسے پڑھیں۔ ممکن ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ آپ کے حال پر رحم کرے اور آپ کے سینہ کو کھولدے۔ اسکے پڑھنے سے آپکو معلوم ہوگا۔ کہ الہام کے اصل معنی کیا ہیں اور اسکی ضرورت کیا ہے نبی اور مجدد کے الہام میں کیا فرق ہے اسلام کو نبوت کی کیا ضرورت تھی۔ خاتم النبیین کے بعد امت پر کس قسم کی نبوت کا دروازہ کھلا ہے نبی اور مجدد پر ایمان نہ لانے سے کس قسم کا کفر لازم آتا ہے۔

غرض اس کتاب کے پڑھنے سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ آپ اس رسالہ کو بلاتحقیق شائع کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے میں کسقدر غلطی پر ہیں ...... مگر دیکھئے میں آپ سے عرض کروں۔ کہ بجائے اسکے کہ آپ اپنی انجمن کا تائید اسلام نام رکھا ہوتا۔ تردید اسلام رکھتے تو بہتر تھا۔

دعویٰ تو آپ تائید اسلام کا کرتے ہیں مگر اسلام کی خدمت کرنیوالے لوگوں کو روکتے ہیں...... میں آپ سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپ میں اور ان دشمنان اسلام میں کیا فرق ہے جو کچھ عرصہ کیلئے اسلامی نام رکھکر دُنیا کو دھوکا دیتے اور مسلمانوں کے ایمان کو متزلزل کرتے ہیں یا دو دنیا (جہنم دیپٹ) پالنے کیلئے مسلمان ہو جاتے ہیں... آپ ایمان سے کہیں کہ آپ خدا کے کام کو روک سکتے ہیں۔ جن مسلمانوں کو آپ خواجہ صاحب کے مشن میں چندہ دینے سے روکتے ہیں وہی مسلمان خواجہ صاحب کی مدد کیلئے خوشی خوشی اپنے طیّب اموال کو خرچ کرتے ہیں اور جس نیک کام کو آپ گناہ جانتے ہیں اُسے وہ عین ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور یہ اسلئے کہ انہوں نے اسلام کے حقیقی معنوں کو سمجھ لیا ہے۔ اور خلاف آپ کے حق کی مخالفت کو منافقت سمجھتے ہیں؟

آج زمانہ اس بات کا گواہ ہے۔ کہ آپ جیسے ہزارہا ایسے ہوئے جنہوں نے علانیہ حق کی مخالفت کی اور پھر جو اُن کا انجام ہوا وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے اور شاید آپ بھی اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ تو پھر آپ ہی انصاف کریں کہ دُنیا میں کتنے روز جیو گے۔ اور کتنے لوگوں کو گمراہ کر کے اپنا ہمخیال بنا لوگے۔ خدا سے ڈرو اور اپنی عاقبت پر رحم کرو۔ بغیر علم کے عالم ہونے کا دعوےٰ کرنا اور بغیر سمجھے بوجھے کسی کے کام پر نکتہ چینی کرنی بڑی ہی خطرناک راہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کبھی کسی اخبار کا بھی مطالعہ نہیں کیا کیونکہ اگر آپ اسلامی اخباروں کا مطالعہ کر لئے ہوتے تو کم از کم آپکو اتنا تو علم ہونا چاہئے تھا کہ حضرت خواجہ صاحب کی اس عظیم الشان اسلامی خدمت کے باعث جو انہوں نے ولایت میں کی ہے اسلامی دنیا انہیں کس عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور وہ مسلمان جنکو آپ اُنکے مشن میں چندہ دینے سے روکتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی مال سے قلم سے اور دل و جان سے خدمت کرنے کو تیار ہیں..... برائے خدا آپ اسلامی اخبارات کا مطالعہ ضرور کیا کریں۔

خاصکر اخبار پیغام صلح اور رسالہ اشاعت اسلام کا پڑھنا آپ کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اشاعت اسلام کالج لائبریری اور اسلامیہ لائبریری میں بغیر قیمت خرچ کئے عموماً اسلامی پرچے پڑھے جا سکتے ہیں۔ ورنہ آپ اپنی انجمن کا نام بدل دیں۔ اور ناحق بیچارے ناتجربہ کار مسلمانوں

مطبوعہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

نامۂ تاجر نمبر ۵

کچھ ایسے سوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے ہم انکو جگا جگا کر

لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحیٰ من حیّ عن بینۃ

تاکہ ہلاک ہو جو ہلاک ہوتا ہے کھلے دلائل سے اور زندہ ہو جو زندہ ہوتا ہے کھلے دلائل سے

حضرت امیر الملت کی ایک چٹھی (متعلقہ بحث شملہ) پر اکمل کی نظر پر

ہماری نظر

(از جناب مرزا عبد الکریم صاحب تاجر پونچھ)

امیر قوم حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کی ایک چٹھی متعلقہ بحث شملہ پر قاضی اکمل صاحب آف گولیکی نے ایک نظر کے عنوان سے فاروق نمبرا میں ایک مضمون لکھا ہے۔ جس کو لاجواب بتاکر میر قاسم علی صاحب نے اپنے روٹھے ہوئے بھائیوں سے سفارش کی ہے کہ اسے بغور ملاحظہ کر کے اپنی غلطیوں کی اصلاح کر لیں۔ بنا بر آں خاکسار نے بھی اس مضمون کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ اب ناظرین کرام معروضات ذیل کو بھی بغور ملاحظہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

قاضی صاحب نے اپنے مضامین میں باوجود ایک سنجیدہ آدمی ہونے کے الفاظ پیامی یا پیامیوں کا بڑی کثرت سے لاہوری احباب ہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاص الخاص احباب و اتباع کی نسبت استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے۔ اور قریباً یہی عادت آجکل عام طور پر تمام جماعت انصار اللہ نے بھی سخت لہجہ میں اختیار کر رکھی ہے۔ مگر کیا ان لوگوں کے پاس مسلمانوں کی اس طرح سے تحقیر کرنے کے کوئی دلائل بھی موجود ہیں یا یونہی جلودھم جلود الضأن وقلوبھم قلوب الذیاب کا خواہ مخواہ مصداق بننا چاہتے ہیں؟ کیا ہمیں پیامی اس لئے کہا جاتا ہے کہ ہم اخبار پیغام صلح کے خریدار ہیں یا معاون و مددگار ہیں۔ تو کیوں نہ ایک نقطہ کو دور کر کے الفضل کے خریداروں یا بہی خواہوں کو فضلی کے نام سے پکارا جاوے۔ کیونکہ قرآن پاک نے صاف کہدیا ہے کہ جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ بدی کی جزا بھی بدی ہی ہے) مگر باوجود اس کے ہم ابتدا سے فمن عفا و اصلح فاجرہ علی اللہ پر عمل کر کے ان لوگوں کے ساتھ ہمیشہ متانت اور تہذیب سے پیش آ رہے ہیں۔ کاش کہ کوئی ٹھنڈے دل سے ان باتوں میں غور کرنے والا ہوتا۔ حضرت صاحب کا فتویٰ تو یہ ہے کہ ؎

بردباری میکند زور آورے

جاہلے ہمدر کہ ہستم بر ترے

مگر یہ لوگ بدتر سے بدتر نمونہ اپنے اخلاق رذیلہ کا پیش کرنے سے ذرا نہیں چوکتے میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کس احمد کے اخلاق حسنہ کی تصویر ہے۔ جو بار بار ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ آہ ؎

دل میں اگر یہی ہے کہ مرنا نہیں کبھی

منہ اس خدا کو مر کے دکھانا نہیں کبھی

انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا قاضی صاحب کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر سچا ایمان حاصل ہے؟ اگر ہے تو کیا وجہ کہ آپ کا کلام ہزلیات سے پاک نہیں ہوتا؟ خوب یاد رکھو کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو کہا تو احمدی جاتا ہے۔ اور مقام محمود پانے کے خواب آ رہے ہیں۔ مگر جرأت اتنی نہیں کہ خدا کے اس پاک کلام پر کہ لا تنابزوا بالالقاب بئس الاسم الفسوق بعد الایمان پر عملدرآمد ہو سکے۔ بہر حال قاضی صاحب فرماتے ہیں فقولہ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ مسیح موعود کا عقیدہ اپنی نبوت کے بارہ میں بدل گیا یا ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریریں ان معنوں میں منسوخ ہیں جن معنوں میں آپ سمجھتے ہیں۔ اقول دروغ گو را حافظہ نباشد۔ دروغ گوئم برروئے تو۔ کیوں حضرت آپ نے اور جناب صاحبزادہ صاحب نے کئی مرتبہ اس بات کا اعلان نہیں کیا کہ تریاق القلوب اور اس سے پہلے حضرت اقدس کا اپنی نبوت کے بارہ میں اور عقیدہ تھا اور بعد میں بارش کی طرح جب آپ کو وحی ہوئی تو آپ اس پہلے عقیدہ پر قائم نہ رہے۔ ملاحظہ ہو صاحبزادہ کا القول الفصل۔ صفحہ ۲۲۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ ”پہلے آپ کا اپنے نبی ہونے کے متعلق اور کسی نبی پر اپنی فضیلت کے متعلق اور مذہب تھا۔ بعد میں خدا تعالیٰ کی وحی نے اس کو بدلا دیا“ پھر صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ ”تریاق القلوب میں جو آپ نے اپنا عقیدہ نبوت کے متعلق لکھا ہے بعد کی وحی نے اس سے آپ کو بدلا دیا“ پھر صاحبزادہ صاحب چند غلطیوں کے ازالہ صفحہ ۶ پر یوں رقمطراز ہیں۔ ”پہلے آپ اپنے آپ کو جزوی نبی قرار دیتے تھے اور اپنے الہامات کی تاویل کرتے تھے لیکن بعد میں الہامات میں جب بار بار آپ کو نبی کہا گیا تو آپ نے ان الہامات کی تحریک سے اپنے اس عقیدہ کو بدلا“ پھر فرماتے ہیں ”پہلے آپ کا وہی اعتقاد تھا جو اس وقت کے مسلمانوں میں رائج ہے۔ مگر بعد میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے آپ کو یہ عقیدہ بدلنا پڑا (القول الفصل صفحہ ۲۴)“ یہ حوالہ تو بطور مشتے نمونہ از خروارے جناب صاحبزادہ صاحب کی تحریرات سے تھے۔ اب آپ اپنی سنیں۔ آپ خود تشحیذ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے صفحہ ۹ و ۱۰ پر یوں رقمطراز ہیں کہ ”نبوت کی تعریف کے بارے میں جو مذہب آپ کا ۱۹۰۱ء سے پہلے تھا وہ اس سے بعد میں نہیں رہا اس سے پہلے آپ بعض احکام شریعت کو منسوخ کرنا اور براہ راست بغیر استفاضہ کسی نبی کے وحی پانا اسلامی اصطلاح کی رو سے لازمی شرط نبوت نہ سمجھتے تھے۔ مگر اس سے بعد آپ غیب پر مشتمل زبردست پیش گوئیاں مخلوق کو پہنچانا اسلامی اصطلاح کی رو سے نبوت کی تعریف سمجھتے تھے۔ اور یہ زبردست ثبوت ہے اس مذہب کی تبدیلی کا“

اب آپ خود ہی انصاف سے فرمائیں کہ آپ نے کس دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھ کر اس جگہ صاف انکار کر دیا کہ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ مسیح موعود کا عقیدہ اپنی نبوت کے بارہ میں بدل گیا۔ آج تک تو آپ اور جناب صاحبزادہ صاحب اسی بات پر زور دیتے رہے کہ مسیح موعود کا عقیدہ اپنی نبوت کے بارہ میں ضرور بدل گیا تھا مگر اب آپ انکار کر رہے ہیں کہ ہم نے کب ایسا کیا؟ افسوس صد افسوس قاضی صاحب دنیا میں تو آپ جہلا کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اپنی مطلب برآری اچھی طرح سے ممکن ہے کر بھی لیں۔ مگر خدا تعالیٰ کے حضور جب ایک دن آپ کو بھی حاضر ہونا ہوگا وہاں آپ کیا حیلہ پیش کر سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سے تو کچھ بھی پوشیدہ نہیں پس میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں اور محض للہ نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کا خوف ہمیشہ مدنظر رکھا کریں۔ ورنہ ایک نہ ایک دن پچھتاؤ گے۔ یہ تمام خطرناک مظالم ہیں جو آپ اپنی جان پر توڑ رہے ہیں۔ پس یاد رکھیں کہ جو آگ کھائے گا انگار ہگیگا۔ باقی رہا منسوخی کتب کا فیصلہ سو وہ بھی آپ خود ہی کیوں نہ

بتادیں کہ ہم اس طرح مسیح موعود کی کتب کو منسوخ مانتے ہیں اور اس طرح نہیں مانتے۔ ہماری سمجھ سے تو یہ بات بالکل بالا تر ہے کہ جن دلائل قرآنیہ وحدیثیہ کے ساتھ حضرت صاحب اپنا جزوی نبی ہونا ثابت کر چکے ہیں اور ہزارہا صفحات اسی مضمون سے پُر ہیں وہ کس طرح سے منسوخ ہو سکتے ہیں کیا ایسے دلائل کی منسوخی کے یہ معنی نہ ہونگے کہ قرآن وحدیث ہی بدل گئے؟ نعوذ باللہ من ھذا الکلام۔ حالانکہ یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ حضرت صاحب کوئی تشریعی نبی نہ تھے۔ اور یہ بات بھی غلط ہے کہ کہا جاوے کہ مسیح موعود نے قرآن وحدیث کا غلط ترجمہ کیا۔ لہٰذا ہر ایک عقلمند کو ماننا پڑیگا کہ یہ منسوخی کتب والا ڈھکوسلہ سرے سے ہی باطل ہے۔ کیونکہ کل ما یستلزم الباطل باطل

قولہ دیکھنا یہ ہے کہ حضرت صاحب کی کتابوں میں کیا ہے نہ یہ کہ ہم سمجھتے تھے یا نہیں؟ اگر لوگوں کا سمجھنا معیار صحت ہے تو کثیر حصہ جماعت کا حضرت صاحب کو آپ کی کتابیں پڑھ کر نبی سمجھنا آپ کے نزدیک معیار صحت کیوں نہیں؟ **اقول** مہربان من یہ کتابیں کوئی آج کل کی بنی ہوئی نہیں ہیں۔ بلکہ یہ وہ کتابیں ہیں جن کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے پُرانے خدام کی موجودگی میں لکھا۔ اور شائع کیا اور آنحضور کا معمول تھا کہ دوران تالیف وتصنیف میں کتاب کے مضامین کی توضیح وتشریح زبانی بھی تقریر فرما کر وقتاً فوقتاً اپنے احباب میں کرتے اور سمجھاتے رہتے تھے۔ (کبھی سیر وتفریح کے موقع پر اور کبھی مسجد مبارک میں بیٹھ کر) اس لئے حضرت صاحب جو کچھ اپنی نبوت کے متعلق اعتقاد رکھتے یا لوگوں کو سمجھاتے رہتے تھے اس کا حال حضرت اقدس کے پُرانے خدام سے ہرگز پوشیدہ نہیں ہو سکتا۔ پس جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب نے تجویز کیا تھا اُن سے حلفاً دریافت ہونا چاہیئے کہ وہ اس بارہ میں حلف اٹھا کر سچ سچ بیان کردیں۔ کیونکہ بہ نسبت اس کے کہ آج حضرت صاحب کی تحریرات کو پڑھ کر کوئی نیا مطلب اخذ کر کے لوگوں کو بتلائے خود حضرت صاحب سے سنے اور سیکھے ہوئے مطالب زیادہ معتبر ہیں۔ جانتے ہو خیر القرون قرنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا یہ بھی تو وجہ ہے کہ مامور کے زمانہ میں اس کی صحبت یافتہ جماعت باریک در باریک مسائل کی فہم میں بعد میں آنے والوں کی نسبت زیادہ مصئون عن الخطا ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ ہر آن امور سے دینی مطالب سنتی سمجھتی اور سیکھتی رہتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے

حلفیہ بیانات کے بالمقابل کسی دوسری بڑھیا سے بڑھیا شخصیت رکھنے والے آدمی کی رائے کو عند العقل والنقل کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ مکرمنا خواجہ صاحب نے کیا خوب فیصلہ کی راہ نکالی کہ اونہی اتقیاء کے گروہ کو حلفی شہادت کے لئے مدعو فرمایا جن سے بڑھ کر کسی دوسرے کا سمجھنا ہرگز معتبر نہیں۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ ایسے لوگوں کی حلفی شہادت کو چھوڑ کر کسی بعد کی خود تراشیدہ سمجھ کو مقدم سمجھ لیا جاوے۔ کیا یہ کوئی عقل باور کر سکتی ہے کہ جن کے خود سامنے حضرت مسیح موعود نے کتابیں لکھیں اور شب وروز عملی طور پر بھی حضرت مسیح موعود سے ان کے مطالب کو سمجھتے سیکھتے رہے وہ تو غلط سمجھتے سیکھتے رہے اور جو آج جناب صاحبزادہ صاحب اور اکمل صاحب اور اُن کے حاشیہ نشین حضرت کی وفات کے بعد سمجھ سمجھ کر عوام میں مشتہر کر رہے ہیں وہ بالکل غلطی سے پاک ہوں؟ تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ حاشا وکلا یہ خیال ہرگز صحیح نہیں۔ پس آپ کا یہ کہنا کہ "اگر لوگوں کا سمجھنا معیار صحت ہے تو کثیر حصہ جماعت کا حضرت صاحب کو آپ کی کتابیں پڑھ کر نبی سمجھنا آپ کے نزدیک معیار صحت کیوں نہیں" صحیح نہیں رہا۔ کیونکہ یہاں حضرت صاحب کی وفات کے بعد سمجھنے یا نہ سمجھنے کا ذکر نہیں بلکہ حلف اُنھیں خواص مسیح علیہ السلام سے طلب کیا گیا تھا جن کو حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت اٹھا کر ان مطالب کو سمجھنے کا بہترین موقع میسر آچکا تھا۔ نہ کہ عوام سے یا اُن لوگوں سے جنہیں بہت کم ایسا موقعہ ملا؟ پس جب ایسے لوگوں کا یہاں ذکر ہی نہیں آیا تو اُن کی سمجھ یا اُنھیں کے قیاس پر آپ اپنی یا اپنے ابناء جنس کی سمجھ کو ہمارے سامنے معیار صحت کیونکر قرار دے سکتے ہیں۔ مگر میں یہ کیونکر باور کر لوں کہ آپ نے خواجہ صاحب یا امیر قوم حضرت مولوی محمد علی صاحب کے مطالبہ حلف کو سمجھا ہی نہیں۔ اس لئے آپ سے ایسا لکھا گیا۔ اور اسی سے آپ ایک غلط قیاس لگا کر اپنے اور اپنے ہم خیال لوگوں کی زمانہ حال کی سمجھ کو ہمارے سامنے بطور استدلال پیش کر رہے ہیں۔ نہیں آپ سمجھتے تو خوب ہیں۔ مگر اپنی عادت مغالطہ دہی کے لئے مجبور ہیں اس لئے اصلیت کو ملتبس کر رہے ہیں مگر جانتے ہو تم احمدی ہو کر اس طرح حضرت مسیح موعود کی تعلیم کے سراسر خلاف کر رہے ہو۔ میں تو حضرت مسیح موعود کی تعلیم میں صاف طور پر پڑھتا ہوں کہ "ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے اور خدا کے ساتھ صاف نہیں ہے وہ اس برکت کو پا نہیں سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔" لیکن آپ لوگ اس بات

کو شیر مادر سمجھتے ہیں اور تائب نہیں ہوتے۔ پس تاوقتیکہ آپ اس روش سے باز آکر توبہ نہ کرلیں آپ احمدی سمجھے جانے کے قابل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ نہایت خطرناک خیال ہے کہ حضرت مسیح موعود کی ظاہری بیعت کو ہی کافی خیال کر کے عیسائیوں کی مانند ایک قسم کا کفارہ سمجھ لیا جاوے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ ایمان بغیر عمل کے کچھ چیز نہیں بلکہ محض مردار ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

قولہ حضرت مسیح موعود باوجود قرآن مجید کے بینات اور احادیث صحیحہ کے اور مہبط وحی ہونے کے مسیح ناصری کو زندہ آسمان پر سمجھتے رہے۔ اور پھر اپنے مسیح موعود ہونے کو جیسا کہ اعجاز احمدی میں لکھا ہے بارہ سال تک شدومد کی وحی کے باوجود نہ سمجھے .... تو چند غیر ماموروں کا نہ سمجھنا ہم پر کیونکر حجت ہو سکتا ہے"

اقول قاضی صاحب مسئلہ نبوت جو کہ اصول شرعیہ میں سے ہے اس کا نہ سمجھنا کجا اور فروعات دین میں سے مسیح کی حیات وفات کا مسئلہ یا اپنے مسیح موعود ہونے یا ہونے کا حال نہ سمجھ سکنا کجا؟ کیا آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں کہ اصول شرعیہ (جن پر ہر ایک مومن کی نجات وعدم نجات کا انحصار ہے) کا نہ سمجھنا اور فروعات دین کا نہ سمجھنا یکساں امر ہے؟ کیا آپ کسی گذشتہ نبی کو بھی نظیراً پیش کر سکتے ہیں جس نے اپنی نبوت جیسے مدار نجات مسئلہ کو بھی بارہ سال تک باوجود مہبط وحی ہونے کے نہ سمجھا ہو؟ پھر جب یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ایسی کوئی نظیر نہیں تو پھر ایسی مثالوں سے کیا حاصل؟ لیکن پھر بھی میں کہتا ہوں کہ مسیح موعود کا مسیح ناصری کو ایک وقت تک آسمان پر زندہ تصور کرنا کسی نص شرعی کی بنا پر ہرگز نہ تھا اور آپ قیامت تک بھی مسیح موعود کی طرف سے حیات مسیح پر قرآن وحدیث سے استدلال پیش نہیں کر سکتے۔ (۲) آپ کا یہ کہنا بھی ہرگز صحیح نہیں کہ بارہ برس تک مسیح موعود کو باوجود مہبط وحی ہونے کے اپنے مسیح موعود ہونے کی برابر سمجھ نہ آئی۔ کیونکہ حضرت صاحب خود ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ "اس عاجز نے براہین میں صاف اور صریح طور پر لکھا ہے کہ یہ عاجز مثیل مسیح ہے۔ اور نیز موعود بھی ہے" جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اپنے مسیح موعود ہونے کی برابر سمجھ آچکی تھی۔ پس اعجاز احمدی میں اگر بقول آپ کے حضرت صاحب نے اس بات سے انکار بھی کیا ہے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ

آنحضور کا سہو ہے۔ ورنہ دراصل صحیح بات توہی ہے کہ حضرت اقدس ازالہ کے وقت سے پیشتر ہی حسب اعلام الٰہی اپنے آپ کو مسیح موعود سمجھ چکے تھے۔ لہٰذا اس بات سے آپ کا استدلال کرنا بھی باطل ہوگیا۔ پھر اگر یہ صحیح ہے کہ نہ خود صاحب نبوت نے اپنے عہدہ یا رتبہ کو پہچانا جس پر سب سے پہلے اسکو خود ایمان لانا چاہئے تھا اور نہ اُس کے خاص الخاص اتباع کسی صحیح نتیجہ پر پہنچے تو پھر یقیناً سمجھو کہ آپ لوگوں نے اس سارے کارخانہ کو ہی شکی قرار دیدیا اور اس طرح آپ مسیح موعود کے قائم کردہ سلسلہ کو تباہ کرنے والے ثابت ہو رہے ہیں۔ کیونکہ یہ مسلم امر ہے کہ سب سے بڑھ کر اپنے عہدہ کو سمجھنے والا خود وہی شخص ہوتا ہے جو صاحب نبوۃ ہو کیونکہ اُس کو اپنی نبوت پر بھی اُسی طرح ایمان لانا پڑتا ہے جس طرح خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا ہر ایک کا فرض ہے لیکن جب بقول آپ لوگوں کے بارہ یا پندرہ سال تک اُس نے یہ سمجھا ہی نہیں کہ میں نبی ہوں یا غیر نبی تو بتاؤ کہ اتنے عرصہ تک اُس کا اپنا ایمان کامل کیونکر ہوا۔ اور اُس کے نہ ماننے والوں پر مواخذہ کیسا؟ اور اس پر ایمان لانے والوں کا استحقاق اجر کیسا؟ پھر جب اُس کی تربیت کردہ جماعت کا فہم کسی کے لئے حجت نہیں تو اس کی وفات کے بعد پیدا ہونے والی کسی جماعت کا فہم کسی کے لئے کیونکر حجت ہوسکتا ہے؟ پس پیارے بھائیو خدا تعالیٰ سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو اور دین کو بچوں کا کھیل نہ بناؤ اسی بات میں تیرا بھلا ہوگا۔

قولہ کسی بات کی صحت کا معیار یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور الہامات مسیح موعود میں اس کی نسبت کیا درج ہے۔ نہ یہ کہ لوگ کیا سمجھتے ہیں **اقول** آپ ابھی پیچھے یہ اقرار کرچکے ہیں کہ حضرت مسیح موعود باوجود قرآن و حدیث کے بیّنات کی موجودگی اور مہبط وحی ہونے کے مسیح ناصری کو زندہ آسمان پر سمجھتے رہے اور پھر اپنے مسیح موعود ہونے کو بھی بارہ سال تک نہ سمجھ سکے اور بقول صاحبزادہ صاحب اپنے آپ کو رواجی عقیدہ کے مطابق غیر نبی ہی سمجھتے رہے۔ (حالانکہ اسی بات کی تائید میں ابتداء سے لے کر قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل دیے کہ آپ نے ہزاروں صفحات سیاہ کرڈالے۔) تو آپ کا یا آپ کے رفقاء کا کیا حوصلہ ہے کہ قرآن و حدیث یا الہامات مسیح موعود کو کماحقہ سمجھ سکیں۔ پھر جب ان لوگوں کا سمجھنا بھی معتبر نہیں جنہیں خود حضرت مسیح موعود نے سمجھایا یا سکھایا اور

اور اُنھوں نے حضرت مسیح موعود کی معیت کا ایک زمانہ دراز تک افتخار حاصل کیا تو بتلا آپ لوگوں میں سے کسی دوسرے کا فہم کیا حجت ہوسکتا ہے۔ لاریب قرآن و حدیث اور الہامات مسیح موعود اور تشریحات مسیح موعود میں سب کچھ موجود تو ہے مگر **لا یمسہ الا المطھرون**۔ پاک دلوں کے ماسوا اُس کی کُنہ کو سمجھ نہیں آسکتی۔ **انھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور** آنکھیں نہیں بلکہ دل اندھے ہوچکے ہیں۔ **قولہ** عیسائیوں کی سی ٹھوکر آپ کو لگی ہے۔ جیسے عیسائی مسیح کو ان معنوں میں ابن اللہ نہیں مانتے جن معنوں میں پہلے نبیوں کو ابن اللہ کہا گیا بلکہ مسیح کو اور معنوں میں ابن اللہ مانتے ہیں۔ ہاں جس طرح مسیح ناصری کو اور پہلے نبیوں کو بائیبل میں ابن اللہ کہا گیا ہے اُسی طرح ہم مسیح موعود کو اور پہلے نبیوں کو ایک ہی معنوں میں نبی تسلیم کرتے ہیں۔ **اقول** اس بات کا فیصلہ کہ عیسائیوں کی سی ٹھوکر کس فریق کو لگی یوں نہیں ہوسکتا کہ آپ ہمیں سنادیں کہ تم کو لگی۔ اور ہم کہدیں کہ آپ کو لگی بلکہ اس بات کے تصفیہ کے لئے میں ایک نہایت ہی آسان اور منصفانہ راہ عرض کئے دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کے کلام سے ہی اس بات کی تحقیق کرلی جاوے کہ حضرت مسیح موعود کس قسم کے انبیاء کے زمرہ میں داخل ہیں تو بالضرور کسی نہ کسی جگہ اُنھوں نے یہ اقرار کیا ہوگا کہ میں فی الواقعہ اُن ہی گذشتہ اور کامل انبیاء کی جنس کا ہی نبی ہوں یا اُنھیں کے زمرہ میں داخل ہوں۔ یا کم از کم یہ تو ضرور لکھا ہوگا کہ میری نبوت کے وہی معنی ہیں جو مستقل اور کامل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ ورنہ انکار کردیا ہوگا کہ اُن میں داخل نہیں ہوں۔ یا میری نبوت کے وہ معنی ہیں جو کہ مستقل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ مناسب ہے اول ہم قرآن کریم میں جب غور کرتے ہیں تو وہ بآواز بلند ہم کو صاف الفاظ میں سنارہا ہے کہ **ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ** جس کے معنی ہم نہیں کرتے بلکہ خود حضرت مسیح موعود یوں فرماتے ہیں کہ ہر ایک رسول اور مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ اب دیکھ لو کہ حضرت صاحب کسی کے تابع یا مطیع تھے۔ یا نہ تھے؟ اگر وہ کسی کے تابع تھے تو وہ اُن انبیاء کے زمرہ یا اُن کی جنس میں داخل نہیں ہوسکتے جن کو تم پہلے نبی کہتے ہو۔ پھر قرآن کے بعد حدیث

کو لو وہ کہتی ہے کہ **النبی نبی ولو کان فی بطن امہ** کہ نبی ماں کے پیٹ سے ہی نبی ہوتا ہے مگر حضرت مسیح موعود میں کوئی یہ صفت دکھا نہیں سکتا۔ بلکہ تدریجی طور پر نبوت پانے کے قائل ہیں۔ پھر یہ بھی حدیث صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ **لا نبی بعدی** یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر یہ بھی فرمایا کہ **لم یبق من النبوۃ الا المبشرات** کہ نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ باقی نہیں رہا جس سے صاف ظاہر ہے کہ مبشرات اگرچہ جزو نبوت تو ہیں مگر وہ عین نبوت نہیں ورنہ اُن کا نام علیحدہ مبشرات کیوں رکھا جاتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ہے کہ مبشرات اگرچہ جزو نبوت تو ہیں لیکن عین نبوت نہیں ہیں۔ پس ہر ایک صاحب مبشرات کو جزوی نبی ہی کہہ سکتے ہیں کامل نبی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔

اب آؤ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو دیکھیں کہ وہ اپنے آپ کو کس قسم کا نبی منوانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت اقدس اُسی اربعین کے ایک حصہ میں جس سے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز کے قطعی حرام ہونے کا فتویٰ نکالا جاتا ہے یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "یہ الفاظ (یعنی نبی و رسول کے الفاظ جو آپ کے الہامات میں آپ کی نسبت مستعمل ہوئے ہیں راقم) **بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کی نسبت نبی کا لفظ آیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اصطلاح اسلامی کے معنی الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی** مراد ہیں۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸) اس حوالہ سے یہ تین باتیں حل ہوگئیں۔

(۱) اول یہ کہ نبی یا رسول کے الفاظ جو آپ کے الہامات میں وارد ہوئے ہیں وہ بعض لغوی معنوں میں اصطلاح اسلام کے بالمقابل صرف استعارۃً استعمال ہوئے ہیں جس سے مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ مشتمل امور غیب ہے۔ کیونکہ لغت عرب میں انہی معنوں میں نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (۲) حدیث میں بھی جو مسیح موعود کی نسبت نبی اللہ کا لفظ آیا ہے وہ بھی استعارۃً ہی استعمال ہوا ہے۔ نہ حقیقی طور پر۔

(۳) اصطلاح اسلامی کے معنی اس سے بالکل الگ ہیں اور مسیح موعود کی نبوت کے ہرگز وہ معنی نہیں۔ پھر براہین پنجم میں فرمایا کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ امتی ہے تو کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا اُن معنوں سے نہیں ہے کہ جو

ایک مستقل نبی کے لیے مستعمل ہوتے ہیں" (براہین پنجم صفحہ ۱۸۲) جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے وہ ہرگز معنے نہیں ہیں جو مستقل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ پس آپ ہی بتائیں کہ جب مسیح موعود کی نبوت کے وہ معنی ہی نہیں جو مستقل انبیاء کے لیے مستعمل ہوتے ہیں تو وہ پہلے انبیاء کے معنوں میں نبی کیسے ہوئے؟ یا کیا اب مسیح موعود سے بھی بڑھ کر آپ لوگ قرآن و حدیث اور الہامات مسیح موعود کو سمجھنے والے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ آنے والے مسیح کو اُمتی ہونے کی وجہ سے ان معنوں میں نبی نہیں کہا گیا جن معنوں میں کہ مستقل انبیاء کو نبی کہا جاتا ہے یعنی پہلے نبیوں کی نبوت کے اور معنی ہیں اور میری نبوت کے اور۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ "ہم مسیح موعود کو اور پہلے نبیوں کو ایک ہی معنوں میں نبی تسلیم کرتے ہیں" تو اب کوئی انصاف سے ہمیں بتائے کہ آپ سچے ہیں یا حضرت مسیح موعود۔ سچے ہیں کیونکہ آپ کے قول میں اور حضرت صاحب کے فرمان میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مسیح موعود تو کہتے ہیں کہ میری نبوت کے وہ معنی نہیں جو مستقل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ "ہم مسیح موعود کو اور پہلے نبیوں کو ایک ہی معنوں میں نبی مانتے ہیں" شرم شرم شرم کیا اسی حوصلہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ کو جھٹلا کر کہتے ہو کہ عیسائیوں کی سی ٹھوکر آپ کو لگی ہے۔ اب خود ہی خدارا انصاف سے بولو کہ عیسائیوں کی سی ٹھوکر کس کو لگی۔ آپ لوگوں کو یا ہم لوگوں کو؟ دیکھو میں ذرا کھول کر بتا دوں کہ آپ لوگوں کو کس طرح عیسائیوں کی سی ٹھوکر لگی۔ غور کیجیے کہ عیسائیوں نے بھی باوجودیکہ مسیح کو ایک کامل انسان مانتے ہیں اور مسیح کو خود بھی اس بات کا صاف اقرار ہے کہ فی الواقع وہ ایک انسان ہی تھا۔ مگر باوجود اس علم کے اُنھوں نے پھر بھی اُس کو مطلب پرستی کر کے زمرہ انسان سے نکال کر خدا تصور کر لیا۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ ہگنے موتنے کھانے پینے والا کبھی خدا نہیں ہوتا اور خدا اور انسان کا مفہوم بالکل متبائن ہے۔ اسی طرح آپ لوگوں نے بھی باوجود اس علم کے کہ مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام ہی تھا اور اُمتی ہی تھا اُس کو اُمتیوں کے زمرہ سے نکال کر حقیقی اور کامل انبیاء کے زمرہ میں جا شامل

کیا جو خدا تعالیٰ کی ذات کے ماسوا کامل طور پر کبھی کسی دوسرے کے مطیع نہیں ہوتے حالانکہ بقول حضرت مسیح موعود اُمتی اور نبی کا مفہوم بالکل متبائن ہے۔ پس جیسا کہ عیسائیوں کا مسیح کو ابن اللہ ماننا دور از عقل اور کتب الٰہیہ کی تعلیم کے سراسر برخلاف ہے اسی طرح آپ لوگوں کا بھی ایک اُمتی کو اور پہلے نبیوں کو ایک ہی معنوں میں نبی ماننا سراسر دور از عقل و قیاس اور کتب الٰہیہ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ اور یوں آپ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کو اپنے ہاتھوں بڑے شوق کے ساتھ پورا کر دیا کہ لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبر و ذراعًا بذراع اور آپ نے وہی کچھ کر دکھایا جو آپ سے پہلے نصاریٰ کر چکے۔ اور اگر کسی کو یہ وہم ہو کہ اُمتی اور نبی کے مفہوم کا متبائن ہونا تم نے حضرت مسیح موعود کی طرف کیوں منسوب کر دیا۔ اُنھوں نے کہاں لکھا کہ اُمتی اور نبی کا مفہوم متبائن ہے۔؟ لہٰذا عرض ہے کہ اگرچہ قرآن و حدیث سے بھی روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہے تاہم غور کریں حضرت مسیح موعود خود ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح سے رسول نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے۔ اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے۔ لیکن مسیح ابن مریم .... کسی طرح اُمتی نہیں بن سکتا کیونکہ اُس پر وحی کا اتباع فرض ہوگا ...... جیسا کہ رسولوں کی شان کے لائق ہے ... خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ کوئی رسول دنیا میں مطیع اور محکوم ہو کر نہیں آتا بلکہ وہ مطاع اور صرف اپنی اُس وحی کا متبع ہوتا ہے جو اس پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتی ہے" اب تمام اہل بصیرت کے

لیے ازروئے انصاف اس حوالہ میں بہت سے عقدوں کا حل موجود ہے۔ وہ خود ہی اس بات کا فیصلہ کر لیں کہ ہمارا مسیح موعود کو زمرۂ حقیقی یا کامل انبیاء میں داخل نہ سمجھنا کوئی خود تراشیدہ عقیدہ یا عیسائیوں کی سی ٹھوکر نہیں۔ بلکہ قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعود کی اپنی سمجھائی یا سکھائی ہوئی تعلیم یہی ہے کہ مسیح موعود چونکہ ایک اُمتی شخص ہے لہٰذا وہ کامل انبیاء کے زمرہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُمتی اور نبی کا مفہوم بالکل متبائن ہے۔ پس ہمارا عمل عین قرآن و حدیث اور مسیح موعود کی اپنی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ہے اور ہم نے عیسائیوں کی مانند کسی انسان کو خدا یا اُمتی کو حقیقی نبی نہیں سمجھا بلکہ یہ عیسائیوں کی سی ٹھوکر اُنھی کو لگی جنھوں نے ایک اُمتی کو کامل نبی اسی طرح سمجھ لیا جس طرح عیسائیوں نے مسیح کو جو کہ درحقیقت انسان تھا خدا سمجھ لیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

قولہ - انسان کا خدا ہونا محال عقلی ہے۔ اور نبی ہونا اور وہ بھی پھر مسیح موعود کا محال عقلی نہیں اس لیے یہ قیاس مع الفارق ہے

اقول جناب والا جس طرح انسان کا خدا ہونا محال عقلی ہے اسی طرح ایک کامل اُمتی کا نبی ہونا بھی محال عقلی ہے۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے (جیسا کہ آپ لوگ مسیح موعود کو کامل نبی مانتے ہیں۔ راقم) وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بالکل ممتنع ہے" اور پھر فرمایا کہ "جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا تو پھر باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متبائن ہے۔" پس جب رسول اور اُمتی کا مفہوم ہی متبائن ہے جیسا کہ خدا اور انسان کا تو ایک اُمتی کا کامل طور پر رسول یا نبی ہونا بھی ویسا ہی محال عقلی ہوا جیسا کہ خدا کا انسان یا انسان کا خدا ہونا محال عقلی ہے فتدبر۔ (باقی دارد)

توبہ نامہ

حیدرآباد دکن سے جناب مومن حسین خاں صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "میں میاں صاحب کی بیعت اختلافی کر لیا تھا۔ اب ان کے عقائد کو خلاف اسلام دیکھ کر ان کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں فقط

مومن حسین احمدی

جناب میاں محمود احمد صاحب سے باادب استفسار

(۱) رسالہ ریویو آف ریلیجنز اور اخبار الفضل مرقومہ ۱۵- نومبر ۱۹۱۵ء میں منارۃ المسیح کی تیاری اور فراہمی چندہ کے لئے جو زور سے تحریک کی گئی ہے۔ اور یہ بھی لکھا گیا ہے۔ کہ جو صاحب ایک ایک سو کی رقم ادا کریں گے۔ اُن کا نام حسب منشاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام منارۃ المسیح پر کندہ کیا جاویگا۔ اور اسی الفضل میں یہ بھی دکھلایا گیا ہے۔ کہ تین احباب نے (جن میں میرے دوست بابو جمال الدین صاحب بھی ہیں) سو سو روپیہ ادا کر کے حضرت اقدس علیہ السلام کی منشاء کو پورا کر دیا ہے۔ اب اُن کے اسمائے گرامی منارۃ المسیح پر کندہ کئے جاویں گے (جو مبارک تجویز ہے) مگر اب سوال یہ ہے۔ کہ جن احباب نے خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر اس شرط کو حضرت مغفور کے وقت ہی سو سو روپیہ کی رقم ادا کر کے پورا کر دیا ہوا ہے اور ان کے اسماء بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منارۃ المسیح والے اشتہار میں مفصل درج ہیں۔ کیا اُن کے نام بھی آپ منارۃ المسیح پر کندہ کرائیں گے یا نہ کرائیں گے۔ ہمیں اندیشہ ہے۔ کہ موجودہ اختلاف کی وجہ سے آپ سابقہ احباب کو جنہوں نے حضرت اقدس علیہ السلام کی منشاء کو پورا کر دیا ہوا ہے۔ محروم نہ رکھیں۔ اعدلوا ھو اقرب للتقوىٰ۔ اور اگر آپ اُن احباب کے نام نہ لکھائیں گے تو کیا یہ کارروائی آپ کے اصول فراہمی موجودہ چندہ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی منشاء کے خلاف ہوگی یا نہ ہوگی۔ اور اس راز کا انکشاف فرماویں۔ کہ عین ایام جلسہ کے قریب منارۃ المسیح کی توسیع اور فراہمی چندہ پر کیوں زور دیا جاتا ہے۔ اور پھر سارا سال خاموشی رہتی ہے۔ جواب کا طالب خاکسار شیخ محمد جان احمدی سکریٹری جماعت احمدیہ وزیرآباد

(حاشیہ: * اور اب انہوں نے میاں صاحب کی بیعت ابھی نہیں کی *)

محمودی گالیاں و نخیں کہاں تک بڑھ گئے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - آپ کی خدمت میں ایک خط کی نقل جو میرے ایک رشتہ دار بابو فضل احمد صاحب کلرک [illegible] کیمل کور منجانب گی طرف سے آیا ہے تحریر کرتا ہوں۔ امید ہے۔ کہ آپ اسے پیغام صلح میں شائع کر کے مشکور فرماویں گے۔ جس سے مکرم میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں کی دریدہ دہنی کا حال ملک پر آشکار ہو کر

دنیا کو معلوم ہو جاوے۔

قبل ازیں میں یہ عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ میں پیغام صلح منگوانے سے پہلے جناب میاں صاحب کا بذریعہ خط بیعت شدہ تھا مگر آئے دن اُن کی جماعت کے ایسے ایسے پراگندہ خیالات اور عادات نے طبیعت میں انحاث پیدا کر دی۔ اور دل میں اخبار پیغام صلح منگوانے کی تحریک ہوئی۔ جس سے کہ فریق دوئم کے حالات معلوم ہو سکیں۔ الحمد للہ المنۃ کہ میں نے یہ دیکھ لیا۔ کہ راستی کی طرف اصلی کونسا اور دنیا کو دھوکا دینے والا کون سا فرقہ ہے۔ میں آج میاں صاحب کی بیعت سے دستبردار ہوتا ہوں . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

یہ خط کہ جس کی میں نیچے اصل نقل حرف بحرف لکھتا ہوں۔ میرے ایک خط کا جواب ہے جس میں میں نے بابو فضل احمد سے عرض کیا تھا کہ وہ اپنی خیریت سے مطلع نہیں فرماتے۔ اور خاموشی کا کیا باعث۔ اگر خفگی بوجہ میرے پچھلے خطوط (دربارہ جماعت احمدیہ) کے ہو۔ تو معاف فرمائیں اب خیال فرمائیے۔ کہ ان کے پچھلے خطوط گالیوں اور دشناموں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور میرے والد صاحب کو (جو آجکل خود ایک سچے احمدی ہیں مگر میاں محمود احمد کی بیعت سے منکر ہیں)۔ منافق اور فاسق وغیرہ کے لفظوں سے یاد کیا ہوا تھا اور اُن سے کنارہ کش ہونے کے لئے مجھکو میرے برادر نے نصیحت کی تھی۔ جس کے جواب میں میں نے افسوس ظاہر کیا۔ اور اُن سے عرض کیا کہ پہلے وہ اپنے رشتہ داروں کو ترک کریں جو کہ ابھی تک احمدیوں کو دشمن مانتے ہیں۔ اور پھر اُن کو جو کہ میاں صاحب کے مرید ہیں۔ مگر اُن کے والدین حضرت مسیح موعود صاحب کو بھی نہیں مانتے۔ اور سود وغیرہ لیتے ہیں) منع کریں۔ اور خود پہلے نمونہ بنکر دکھلائیں تو پھر ان کی نصیحت قابل غور ٹھہر سکتی ہے۔ جسکے جواب میں انہوں نے مجھے بھی فاسق۔ ابلیس وغیرہ کے لفظوں سے یاد کیا۔ اور کہا کہ وہ ایک مفصل خط لکھیں گے۔ مگر اُس کا جواب پھر نہ آیا۔ جب تک کہ میں نے اُنکو یاد نہ دلایا۔ اور یہ خط اس یاددہانی کا نتیجہ ہے۔ اصل میں بات یہ ہے۔ کہ اُن کی ایک گالی کی جگہ جو ان کو دس گالیاں سنائی جاویں۔ تو یہ لوگ آئیندہ میں سیدھے ہو جاویں *

(نقل خط ملاحظہ ہو)

. . . . . . (سلام و رسم وغیرہ کچھ نہیں)

السلم علیکم" (ملاحظہ ہو السلام علیکم کی طرز)۔ مجھے آپ سے نفرت ہے - اس لئے نہ خط لکھا۔ نہ ضرورت! نفرت کیوں؟ اس کا جواب!! فاسق سے علیحدگی بہتر!!! پھر فاسق ابن فاسق سے تو بدرجہ اوّل نفرت ضروری ہے۔ آپ مجھکو خط لکھنے کے لئے اگر طیار ہیں۔ تو پہلے اپنی حالت پر غور کر لیں۔ کہ میرے خطوں کا جواب کیا دیتے رہے ہو۔ پیغام صلح کو پیغام جنگ حضرت خلیفہ اوّل نے کہا۔ میں اُن کا مرید ہوں۔ میں اس اخبار کے لکھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں۔ . . . بہرحال یہ ایمان ہے - وہ انسان جو پیغام صلح کو باوجود بیعت حضرت خلیفہ اوّل۔ پڑھنے کی محبت پیدا کرے۔ اُن اعتراضوں کا جواب دینے کے لئے پڑھنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فقرہ (unadulterated)۔ میر صاحب کا ترجمہ قرآن خدا چاہیگا تو ہمارے مفید مطلب ہوگا۔ (خدا جانے میر صاحب کسکو کہا ہے) کیونکہ وہ خود سے گم شدوں کو حضرت مسیح موعود کا پتہ دیگا۔ اور حقیقی ہدایت کے لئے ہمارا قرآن کریم انگریزی اور اُردو نکل رہا ہے۔ ورد پر اُڑنے والے منافق اور فاسق اور کفار کی مدد سے قرآن نکالنے والے کہاں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ آپکے قرآن اشاعت کا چندہ ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی سلسلہ احمدیہ کے مقابل میں انجمن حمایت اسلام لاہور یا علیگڈھ کالج کی مدد کرے۔ آئیندہ آپ خط لکھنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ کیونکہ میں جواب دینا بھی پسند نہیں کرتا۔ یورپ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ذکر کو سم قاتل کہنے والے بدنصیب اب دیکھیں کہ وہاں کس طرح لوگ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لا کر اُن کے قول کو گندہ اور ناپاک صورت میں واپس اُن کے ہی منہ پر مار رہے ہیں۔ میں گندہ انسانوں سے محبت نہیں رکھا کرتا۔ اور رشتہ جسمانی تو روحانی کے بعد ہی قابل قدر ہے۔ اور پھر آپ کا میرا تعلق تو محض سلسلہ کی وجہ سے ہو سکتا ہے۔ اور بس۔" (فضل احمد از ہمبل)

اب خیال فرماویں کہ اس دریدہ دہنی اور بیباکی پر یہ لوگ ناز اں ہو رہے ہیں۔ کیا یہ خط ایسا نہیں ہے۔ کہ اس کے اوپر قانونی نوٹس لیا جاوے ہر طرح سے یہ لوگ اس سلوک کے مستحق ہیں۔ مگر یہ کام وقت اور فرصت مانگتا ہے۔ اسلئے میں اس خط کا جواب کسی اور سے وقت پر چھوڑتا ہوں اور امید کرتا ہوں۔ کہ آپ اسکو شائع فرما کر مشکور فرماویں۔ والسلام۔ اصلی خط میرے پاس ہے۔ جو انشاء اللہ بروقت ضرورت پیش کیا جا سکتا ہے *

آپکا تابعدار عبدالغنی خاں [illegible] اوورسیر [illegible] ضلع گوجرانوالہ

مولوی ابراہیم بقاپوری کی حرکت مذبوحی

پیٹ بھی بڑی بلا ہوتی ہے۔ بڑے بڑے اس کے ہاتھوں...... بول گئے تو بے چارہ مولوی بقاپوری کس باغ کی مولی ہے۔ اس غریب کی بھی سنی گئی۔ جو احمدیوں میں اختلاف پڑ گیا۔ مزہ سے مبلغ بنکر راولپنڈی میں مفت کی روٹیاں توڑتا ہے۔ صبح یا شام برائے نام درس دیدیا۔ دن کو ورک شاپ تک ٹہل آیا۔ کبھی بہت ہوا۔ تو اِدھر اُدھر باہر چلا گیا۔ چند روز جوتیاں چٹخا کے واپس چلا آیا۔ کارگذاری ہوگئی۔ ایسی شکم کی روٹیاں روز روز کہاں نصیب ہوتی ہیں۔ پہلے بیچارہ کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ اب اخباروں میں شہرت کے لئے مولانا کی کارگذاریاں شایع ہوتی ہیں۔ پس یہ شخص جھوٹی رپورٹیں نہ شایع کرائے تو کیا اپنی روٹیاں گنوائے؟ دربار خلافت میں جب تک اپنی کارگذاریاں نہ بتلائے تو ترقی کس طرح ہو پائے؟ بیچارہ مولوی! قابل رحم مولوی! اگر حق پر پردہ پڑنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ تو ہم تو خوش تھے۔ کہ کسی غریب کی روٹی بنی رہے۔ مگر کیا کیا جائے۔ حق کو ظاہر کرنا ہی پڑتا ہے۔ اب سنئے۔ کہ مولوی صاحب نے پیٹ کی خاطر کیا کیا۔ یہ کیا۔ کہ ۹۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کے اخبار فاروق میں کھلی چٹھی بنام غیر مبایعین راولپنڈی چھپوا کر یہ ظاہر کرکے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنی چاہی ہے کہ گویا مولوی بقاپوری کا جواب حکیم شاہنواز صاحب سے تا حال نہیں بن پڑا۔ اور حکیم شاہنواز صاحب گویا دل میں حضرت صاحب کی نبوت حقیقی کے قائل ہو چکے ہیں حالانکہ یہ سب کچھ بالکل سفید جھوٹ ہے اگر کوئی بے حیا بن کے جھوٹ بولنے پر کمر باندھ لے۔ تو اس کو کیا کہا جائے۔ حکیم صاحب موصوف مولوی صاحب کا جواب ۹ دسمبر سے ایک ماہ قبل دے چکے اور ۱۰۔ نومبر ۱۹۱۵ء کو بذریعہ غلام نبی صاحب کلرک دفتر صاحب کمشنر مولوی ابراہیم بقاپوری کو وہ جواب پہنچا چکے۔ جس کا علم خود مولوی علی احمد صاحب حقانی پریذیڈنٹ۔ حکیم عبدالجلیل صاحب و بابو محمد اشرف صاحب کو ہے۔ کیا یہ تینوں صاحبان انکار کر سکتے ہیں؟ اگر کو حلف دیکر پوچھا جائے کہ یہ سچ ہے یا نہیں کہ ۱۰۔ نومبر کو حکیم شاہنواز صاحب کا جواب مولوی بقاپوری کو پہنچ چکا۔ پھر ایک ماہ بعد یہ ۹۔ دسمبر کے فاروق میں فتح کا جھوٹا نقارہ بجانا کس قدر بےحیائی اور دیدہ دلیری ہے؟ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک ماہ تک ٹکریں مارتے رہے۔ جب مولوی صاحب اور انکے مددگاروں اور پیر و مرشد کسی سے بھی اس طویل عرصہ میں جواب نہ بن پڑا۔ تو خفت اور ذلت کو مٹانے کے لئے یہ طرفہ گل کھلایا کہ جواب کے پہنچنے سے ہی انکار کردیا۔ سوجھی خوب! کیا کہنے ہیں مولانا! غور کرو۔ اس قسم کا جھوٹ اور دھوکا دہی کیا اس جماعت کا کام ہو سکتا ہے۔ جو خدا کی جماعت کہلاتی ہے دعوٰے یہ کہ ان کے سوا تمام مسلمان کافر اور تمام احمدی فاسق۔ اور نمونہ یہ کہ بالکل صریح جھوٹ اپنی کارگذاری چھپوائی۔ کہ گویا ۹۔ دسمبر تک اُن کو حکیم صاحب کی طرف سے کوئی جواب ہی نہیں پہنچا۔ حالانکہ ایک ماہ قبل یعنی ۱۰۔ نومبر کو جواب پہنچ چکا تھا۔ ایک شرم والے آدمی کے لئے تو ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ صرف چلو بھر پانی ہونا چاہئے۔ اس مولوی نے شاید کفارہ پر ایمان رکھا ہوا ہے۔ کہ جھوٹ بولنے سے اُسے کوئی خدا کا خوف نہیں آتا۔ پھر یہ جھوٹ اخبار میں چھپوا کر مولانا نے ایک چالاکی کی۔ وہ یہ کہ کھلی چٹھی تو بنام غیر مبایعین راولپنڈی چھپوائی۔ لیکن وہ اخبار ان میں سے کسی ایک کے نام بھی نہ بھیجا۔ تاکہ یہ چٹھی گدی کے پرستاروں میں ہی گھومتی رہے۔ اور مولانا کا یہ راز افشا نہ ہو۔ دنیا میں اسی طرح الو سیدھا کیا کرتے ہیں! این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند۔ مولوی صاحب کی یہ جرأت قابل تعریف ہے۔ چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ ۱۰۔ نومبر کو جواب پہنچ چکا۔ اس پر غلام نبی سیٹھی برہم بھی ہو چکے۔ ۲۸۔ نومبر کو جب خود بدولت معہ بابو محمد اشرف و مولوی علی احمد صاحب حقانی وغیرہ حسن منزل کو چندہ وصول کرنے جارہے تھے۔ تو شہر اور صدر کے درمیان برلب سڑک بیٹھے آپ سے جواب کا تقاضا بھی کیا جس پر آپ نے اپنی علالت طبع کا عذر کیا۔ با ایں ہمہ ۹۔ دسمبر کو اخبار میں اعلان یہ کیا جاتا ہے کہ حکیم شاہنواز صاحب جواب نہیں دے سکے۔ اس سے بڑھ کر کذب صریح اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور مولوی بقاپوری اور اُن کے یاروں کے جھوٹے ہونے کا اس سے بڑھکر ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جواب پہنچ جانے کے ایک ماہ بعد چھپوایا جاتا ہے کہ جواب نہیں پہنچا۔ آفرین ہے اس دیدہ دلیری پر۔ کیا جھوٹ کا تانا بانا تنا ہے۔ وہ مولوی ابراہیم بقاپوری جو حکیم عبدالجلیل کی دوکان پر اس عاجز سے بھی مسئلہ نبوت میں عہدہ برآ نہ ہو سکا اور المبشرات کی بحث کو ٹال گیا جس پر حکیم طالب علی صاحب نے یہ فیصلہ دیا تھا۔ کہ مولوی صاحب میری نشست و برخاست احمدی دوستوں سے رہی ہے میں نے مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی وفات سے پہلے کسی احمدی کو ایسی نبوت کا جو آج آپ مرزا صاحب کی طرف منسوب کر رہے ہیں قائل نہیں دیکھا تھا اور تبدیلیٔ عقیدہ خود آپ نے کی ہے اور لاہوریوں پر آپ غلط الزام دیتے ہیں۔ ہاں [illegible] مولوی بقاپوری جو دانہ ہیں چالاکی اپنے ہتھکنڈا آیا تھا۔ آج گلے میں جھوٹ کی [illegible] ڈالے ہوئے کاغذ کے میدان میں نکل کر حکیم شاہنواز صاحب جیسے عالم و فاضل کے منہ آتا ہے۔ ؎

خدا کی شان تو دیکھو کہ کلچڑی [illegible]
حضور بلبل بستاں کرے نوا سنجی

پھر مولوی صاحب موصوف نے یہ افترا باندھا ہے کہ ہم لوگ میاں محمود احمد کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور اُن میں سے کچھ نہ کچھ اپنی کرنی کا خمیازہ اٹھا چکے ہیں۔ اول تو یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کہ ہم لوگ میاں محمود احمد صاحب کو گالیاں دیتے ہیں۔ ہم میاں صاحب کے اصولی طور پر مخالف ہیں نہ کہ ذاتی طور پر۔ وہ ہمارے مرشد کے بیٹے ہیں۔ ہاں انہوں نے ایسے اصول تراشے ہیں۔ جو نہایت خطرناک اور موجب ضلالت ہیں۔ اس لئے ہم ان اصولوں کی مخالفت کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ دراصل ان محمودیوں کی یہ آخری جائے پناہ ہے۔ لوگوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے لئے یہ اس قسم کے بیہودہ افترا کیا کرتے ہیں۔ بعینہ جیسے غیر احمدی مُلّاں لوگ حضرت مرزا صاحب کے برخلاف لوگوں کو مشتعل کرنے کے لئے کہا کرتے ہیں۔ کہ حضرت صاحبؑ نے معاذ اللہ حضرت مسیح ابن مریم اور حضرت علیؓ کو گالیاں دی ہیں۔ بس غیر احمدیوں کا طریقہ محمودیوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اسی پر مولانا بھی چلے۔ ہاں اس پر زیادہ یہ کیا۔ کہ لکھدیا کہ ان میں سے کچھ نہ کچھ

اپنی کردنی کا خمیازہ اٹھا چکے ہیں یہ ایسا فقرہ ہے کہ کوئی شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے۔ سمجھ نہیں سکتا۔ بھلا مولوی صاحب بتلائیں تو سہی کہ وہ کیا خمیازہ ہے۔ کیا فضل الٰہی کا لڑکا مر گیا اس کی طرف اشارہ ہے۔ تو میں عرض کروں گا کہ کیا اب محمودیوں میں سے کسی کا لڑکا نہیں مرا کرتا؟ اور قادیان میں جتنے بچے پیدا ہوتے ہیں وہ سب زندہ رہتے ہیں؟ خود میاں محمود صاحب کا ایک لڑکا مر چکا ہے۔ وہ کس کردنی کا خمیازہ تھا۔ میر محمد اسحاق کے دو لڑکے ابھی مر چکے ہیں کیا اب ملک الموت محمودیوں کے گھروں کی طرف رخ نہیں کیا کرتا۔ اور اگر کرتا ہے تو یہ بکواس آپ کی کیا فائدہ رکھتی تھی۔ اور اگر اشارہ میرے مالی نقصان کی طرف ہے۔ تو کیا اب محمودیوں کے مالی نقصان نہیں ہوا کرتے۔ اور اگر ہوا کرتا ہے تو اس لغو نویسی کا کیا فائدہ تھا۔ مولانا! یہ دھمکیاں اور ڈراوے اُن [illegible] اور خوش عقیدوں کو دو۔ جن کو میاں صاحب کی اس قسم کی دھمکیوں نے ڈر اور دہشت کی زنجیر میں باندھ دیا ہے۔ اور کورانہ تقلید کے گڑھے میں اوندھے منہ گرا دیا ہے۔ غضب خدا کا وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھلے طور پر گالیاں دے رہے ہیں۔ وہ تو گستاخی سے اڑائیں اور مزہ سے دندنائیں اور وہ لوگ جو میاں محمود احمد کو گالیاں بھی نہ دیں۔ بلکہ ادنیٰ طور پر اختلاف رکھیں اور مولوی ثناء اللہ امرتسری سے مباحثہ کریں۔ اُن کو خدا پکڑتا ہے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعودؑ سے تو میاں محمود احمد اور مولوی ثناء اللہ امرتسری ہی خدا کی نگاہ میں بڑے محبوب ہوں گے۔ کہ اُن کے لئے خدا بلا وجہ بھی غیرت دکھاتا ہے۔ افسوس! دین کو کھیل بنا دیا۔ بچوں کا کھیل بنا دیا۔ اور کیوں نہ بنے۔ جب میاں محمود جیسے پیر اور ثناء اللہ امرتسری جیسے عزیز مبلغ ہوں۔

وزیرے چنیں شہریارے چناں
جہاں چوں نگیرد قرارے چناں

راقم محمد صدیق احمدی از راولپنڈی ۱۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

تصحیح۔ ۲۵۔ نومبر کے ضمیمہ میں جناب تاجر صاحب نے محمودیوں کی [illegible] پر نوٹس لیا تھا۔

ان کا مرتکب ایڈیٹر فاروق تو نہیں بلکہ قاضی اکمل کو سمجھنا چاہئے ✧

توبہ نامہ

میاں نذیر احمد صاحب موضع [illegible] پیران والہ ڈاک خانہ خاص رنگپورہ ضلع سیالکوٹ تحریر فرماتے ہیں کہ میں میاں صاحب کی بیعت سے اس لئے توبہ کرتا ہوں کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور نبی آ گیا۔ اور نیز مسلمانان جہان کو کافر بتلاتے ہیں۔ اور یہ صریح قرآن کریم حدیث شریف اور تعلیم مسیح موعودؑ کے خلاف ہے ✧ بقلم خود نذیر احمد۔ تاریخ [illegible] نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

اس کے علاوہ جناب عبد الغنی خان صاحب [illegible] بھی میاں صاحب کی بیعت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے ایک مضمون بعنوان "محمودی گالیاں دینے میں کہاں تک بڑھ گئے" کے دوران میں لکھا ہے اور جسے کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے ✧

میاں صاحب کی تنگدلی اور اُن کے مبائعین کی اندھا دھند تقلید

کسی گذشتہ اشاعت میں جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی مختصر روئداد لکھتے ہوئے ہم نے جناب حکیم غلام محی الدین صاحب کے ایک خط کا تذکرہ کیا تھا۔ جس میں انہوں نے میاں صاحب کی ایک تنگدلی کو بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم اس خط کو بجنسہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وھو ھذا:-

جناب خواجہ صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب کے لیکچر کی تجویز مقام چکوال میں کی گئی ہے۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ جلسہ کا انتظام انجمن احمدیہ چکوال کے ہاتھ میں دیا جاوے۔ اور اگر سمجھا گیا کہ ہم لوگوں کو صرف [illegible] شامل ہونا چاہئے۔ اور جلسہ کے اخراجات فقط میری ذات کے ساتھ متعلق ہوں گے۔ ہم لوگوں کی علیحدگی تفرقہ کی موجب ہوگی۔ اور یہ علیحدگی نہایت شرمناک اور خطرناک نتیجہ پیدا کرے گی کارکنان انجمن نے میرے ساتھ وعدہ کیا اور وعدہ کرنے کے بعد انہوں نے [illegible] سے اجازت طلب کی اُن کی طرف سے جو جواب آیا ہے۔ اور انہوں جواب [illegible] انجمن کی طرف سے جو خط میرے نام آیا ہے وہ [illegible] اشاعت اخبار بدوانہ خدمت ہے۔ اس خط کو جلسہ کے اندر سنا کر بعینہ میرے پاس واپس کیا جاوے۔ یہ محمودیوں کی وسعت اخلاق کا ایک نشان میرے پاس رہیگا۔ انکے اس انکار کے بعد میں نے انتظام جلسہ دیگر مسلمانان حنفی اور اہل ہنود [illegible] کے ہاتھ میں دے دیا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ امر خواجہ صاحب کی عام آواز پہنچانے کے لئے مفید ثابت ہوگا

انجمن اسلامیہ چکوال جو جلسہ سالانہ کرتی ہے۔ اس کی خواہش کے مطابق یہ تجویز قرار پائی ہے کہ ماہ مارچ کا اوائل ہفتہ یا جو بھی تاریخ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے مارچ کے اندر تجویز ہو اس تاریخ پر انجمن اسلامیہ چکوال کا جلسہ مقرر کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر خواجہ صاحب کی ضروریات ایسی ہوں کہ ماہ فروری کے اندر آنا چاہیں۔ تو انجمن اسلامیہ کا جلسہ فروری کے اندر قرار پا سکتا ہے۔ لیکن بہرحال ۱۵۔ فروری کے بعد کوئی تاریخ فروری کے اندر یا مارچ کے اندر آپ مقرر کرکے مجھے اطلاع دیویں۔ یہ اطلاع جلدی مجھے ملنی چاہئے۔ تاکہ تمام مسلمانوں سے مجھے مشورہ کرنے کا موقعہ مل سکے۔ اور انجمن اسلامیہ چکوال بھی اپنی ضروریات کو پورا کر سکے۔ یہ خط ایسا نہیں ہے کہ آپ [illegible] مزید غور نہ کریں۔

.. ..

حکیم غلام محی الدین از موضع [illegible] ڈاک خانہ [illegible] تحصیل چکوال۔ ضلع جہلم۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت شریف جناب حکیم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ انجمن احمدیہ چکوال نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی خدمت میں جناب خواجہ کمال الدین صاحب اور مرزا یعقوب بیگ صاحب کے چکوال میں آنے اور اُن کی خدمت وغیرہ کرنے کی بابت خط لکھا۔ جناب ممدوح کی طرف سے حکم صادر ہوا ہے کہ تم اُن سے بہت الگ رہو۔ اور اپنے وعدہ کو واپس لے لو۔ اس لئے عرض ہے کہ آپ اُن کے چکوال میں آنے کا خود انتظام کر لیں۔ لہٰذا اطلاعاً تحریر ہے ✧

نور محمد خیاط۔ چکوال

افسوس کہ اجازت نہ ملی ورنہ خدمت [illegible] نور محمد احمدی از چکوال۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شد و سیراب سیراب کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۵ر
ششماہی ۳ر
سہ ماہی عہ ۹ر
ماہوار ۹ر

پیغام صلح

اخبار
لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | لاہور سہ شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۷

غزل

از جناب شربت علی صاحب ہیڈ کلرک محکمہ عدالت صوبہ سرحدی

اختتامِ بادِ آوزئے نمودِ آزار کی | باغِ ملت میں توقع پھر ہوئی اثمار کی
کیوں پذیرائے تاثر شجرِ اخضر ہوئے | تیغ صرصر جن سے تھی نا آشنا ادبار کی
کسوت کید و خدع میں ہیں طوائف عجب | زیب و زینت پر نہ جا تو جبہ و دستار کی
ظاہری سباب سے ہے یاس میں کچھ چارہ گر | جاں بچی بیچارگی میں بارہا بیمار کی
لیسے عالم میں بھی ہوگا کوئی یا رب مطمئن | چھا رہی ہے دل پہ آمد سے گھٹا افکار کی
ہوگئے شیخ و برہمن آخرش دیں سے نفور | اب کہاں پہلی سی رونق سبحہ و زنار کی

مراقش سے ایک پیغام

ایک فرانسیسی معزز کی جو آپ مراقش میں ہے ذیل کی چٹھی پروفیسر لیون کو ملی ہے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

سفران - مراقش
۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء

پیارے بھائی

۱۸۹۹ء کے قریب میں اس پرچہ الہلال کا خریدار تھا۔ اور مجھے خیال پڑتا ہے کہ میں نے ان دنوں میں آپ کا نام بھی اس پرچہ میں دیکھا جو شاید لیورپول کالج کے پروفیسروں کی فہرست میں تھا۔

میں خیال کرتا ہوں کہ آپ فرانسیسی الاصل ہیں۔ جیسا کہ آپ کے نام سے ظاہر ہوتا ہے گو میں انگریزی زبان سے واقف ہوں اور اسے پڑھ بھی سکتا ہوں۔ لیکن اس کا لکھنا کچھ مشکل ہے۔ اور مجھے اپنے اوپر اس بارہ میں اطمینان نہیں ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ انگریزی نژاد مسلمانوں سے خط و کتابت کروں۔ کیا آپ اس کا کچھ انتظام کر سکتے ہیں۔ تاکہ ان کے اور میرے درمیان رابطہ دوستی قائم ہو جائے

فوجی خدمت اور زندگی کے لئے جد و جہد نے مجھے بہت سالوں سے الہلال سے محروم کر رکھا ہے۔ مجھے اسلامک ریویو سے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور میرا دل ہاتھوں اچھلتا ہے جب میں آئے دن نومسلموں کے نئے نئے نام دیکھتا ہوں۔

میرا ارادہ تھا کہ رخصت کے دنوں میں ووکنگ کی زیارت کرتا۔ لیکن جنگ کی وجہ سے رک گیا۔ اور اب میں فوجی خدمت میں دوسری جگہ آ گیا ہوں۔ اور مجھے اپنی خدمت پر حاضر رہنا ضروری ہے۔ میرے دل میں بڑا اشتیاق ہے کہ اپنے انگریز مسلمان بھائیوں سے مل کر گفتگو کروں لیکن اختتام جنگ سے پہلے ایسا نہیں کر سکتا۔ چار سو مومنین کا ووکنگ میں عید الفطر کی نماز پر جمع ہو جانا بہت ہی عظیم الشان اور روح افزا نظارہ ہوگا۔

قرآن شریف کا نیا ترجمہ جب چھپے تو میں اسے بہت خوشی سے لونگا۔

میں اور میرا والد فرانس میں ۱۸۹۹ء میں مسلمان ہوئے تھے بہت سے فرانسیسی لوگ مسلمان ہوئے ہیں۔ فرانس میں بھی اور الجیریا میں میرا باپ ڈاکٹر گرینیر سے واقف تھا۔

آپ کا بھائی
ایم بنے - بورٹ

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

برطانی آبدوزنہ کی سرگرمی - لنڈن ۸ جنوری - قسطنطنیہ سے ایتھنز میں اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے کہ بحیرہ مار مورا سے ایک آبدوز کشتی شاخ زرین میں گھس گئی۔ اور اس نے پیرا کے سلح خانہ پر حملہ کر کے اسے معتدبہ نقصان پہنچایا جس سے لوگوں میں گھبراہٹ پھیل گئی۔

عراق عرب کے نقصانات - دہلی ۸ جنوری - عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

زخموں سے ہلاک :- لفٹنٹ جی سینٹ جے رچرڈسن (۷ راجپوتان) دوم لفٹنٹ آر گبسن (۱-۱۰ مرہٹانہ)

مجروحین :- لفٹنٹ ایچ اے کلفٹن (۸ راجپوت سرجنز) دوم لفٹنٹ اے کورل (۲- ڈارسٹن) لفٹنٹ اے- ایچ این گیارڈ (۷۶ پنجابیاں) دوم لفٹنٹ ڈبلیو جی میورہیڈ - (۶۷ پنجابیاں) دوم لفٹنٹ اے جی پی بیڈویل (۱۱۹ انفنٹری) لفٹنٹ آر ٹی سویٹ (۲-۷ گورکھاز) کپتان کے کے کرجی (۱۰۶ فیلڈ ایمبولینس) ۔

سالونیکا کی قونصلوں کی رہائی - لنڈن ۷ جنوری - ایتھنز کا ایک تار مظہر ہے کہ سفرائے دول ایتلاف نے گورنمنٹ یونان کو مطلع کیا ہے کہ سالونیکا کے گرفتار شدہ قونصل رہا کر دیے گئے ہیں - اسپر گورنمنٹ یونان نے اظہار اطمینان کیا ہے۔

سالونیکا کا تار مظہر ہے کہ دو جرمن ہوائی جہاز انگریزی فرانسیسی لائنوں میں اتار دیئے گئے ہیں -

ایتھنز ۸ جنوری - گورنمنٹ یونان کی حالت نازک ہو رہی ہے - کیونکہ جرمن یونان کو قونصلوں کی گرفتاری کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے - دول ایتلاف کے سفراء کا خیال ہے کہ اگر غنیم نے مقدونیہ پر حملہ کیا - تو ممکن ہے کہ عارضی طور پر سالونیکا کے یونانی حکام کو وہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

شاہ پیٹر والی سرویہ نے شاہ کانسٹنٹائن کو تار بھیجکر ان کی شاہانہ مہمان نوازی کا شکریہ ادا کیا ہے ۔

اٹلی کیطرف سے اطمینان - ایتھنز سرکاری ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اٹلی نے یونان کو باضابطہ اطلاع دی ہے کہ جو اطالوی سپاہ البانیہ میں اتاری گئی ہے وہ کسی صورت میں بھی شمالی ایپائرس کی سرحد کو عبور نہ کرے گی ۔

یونان کے فوجی اختلافات - لنڈن ۸ جنوری - میلان کا ایک تار مظہر ہے کہ ایتھنز سے اس مضمون کی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ یونان کے وزیر جنگ اور جنرل سٹاف کے افسر اعلے کے مابین سخت مخالفت پیدا ہو گئی ہے - اور آخر الذکر مستعفی ہونے کی دھمکی دے رہا ہے - وزیر جنگ فوراً کی شدید لجادلوں کی وجہ سے ۱۵ فیصدی سپاہ کو موقوف کر دینا چاہتا ہے - مگر جنرل سٹاف کا افسر اعلے اس امر کی مخالفت کرتا ہے - اور اس نے وزیر جنگ کے اس حکم کو منسوخ کر دیا ہے - جس کی مدد سے پندرہ فیصدی سپاہیوں کو فرلو کی رخصت عطا کی گئی تھی ۔

آسٹریا اور جرمنی کا رویہ - لنڈن ۷ جنوری - واشنگٹن کا تار مظہر ہے کہ امریکن سفیر متعینہ وائنا کا بیان ہے کہ منگل کی رات تک آسٹریا کو پرشیا کی غرقابی کے متعلق کچھ علم نہ تھا ۔

واشنگٹن ۸ جنوری - کاونٹ برنسلورف نے مسٹر لانسنگ کو بتایا کہ جرمنی کو پرشیا کی غرقابی کا صرف اخبارات سے علم ہوا ہے۔

توپخانہ کی گولہ باری - لنڈن ۷ جنوری - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ کوئی امر قابل رپورٹ نہیں۔

جنرل جیک کے مراسلہ سے پایا جاتا ہے کہ کل صبح غنیم نے آرمنسٹرز لیل ریلوے کے قریب توپخانہ کی امداد سے بموں کا حملہ کیا - مگر اسے پسپا کر دیا گیا - آج ہمارے توپخانہ نے غنیم کی لائن کے مختلف حصوں پر گولہ باری کی اور اسکی خندقوں کو معتدبہ نقصان پہنچایا۔

پیرس ۸ جنوری - شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دشمن نے پیرو مونٹ پر تھوڑی گولہ باری کی گئی اور ریلوے کی آمدورفت روک دی گئی - فرادون کی سطح مرتفع پر جرمن چوکیاں تباہ کر دی گئیں - شیمپین میں توپخانہ کی سرگرمی جاری ہے - سینٹ سوپلٹ نے جب جرمن کا ایک گارڈ منتشر کر دیا گیا - ووژگا میں جرمن کی ایک چھوٹی چوکی تباہ کر دی - ہماری ایک طویل مار کی توپ نے اٹینز کے شمال میں غنیم کے ایک دستہ پر گولہ باری کر کے اسے منتشر کر دیا - اور گاؤں کو آگ لگا دی ۔

جرمن قبرستان پر روسی قبضہ - لنڈن ۷ جنوری - پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے اوڈرسک کے قبرستان پر قبضہ کر لیا - اور زار تورینز کے شمال مشرق میں ہم نے غنیم سے جو مورچے چھینے تھے قبضہ کر لیا ہے ۔

زار اوڈرسک پر روسیوں کا قبضہ - لنڈن ۷ جنوری - پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے - کہ روسیوں نے زار اوڈرسک پر قبضہ کر لیا ہے - اور اس کے مغرب میں ۸ میل کے فاصلہ کی گھاٹیوں پر بھی قبضہ کر لیا - غنیم نے شہر پر دوبارہ قبضہ کرنے کی غرض سے جوابی حملے کئے مگر ناکام رہا - زار نوویلیز کے شمال مشرقی میدان میں آسٹریوں نے گیس کا حملہ کیا - اور اس کے بعد پیدل سپاہ نے حملہ کیا - مگر روسیوں نے انہیں اپنی خندقوں کی طرف پسپا کر دیا ۔

زار نوویلیز پر شدید جنگ - لنڈن ۷ جنوری - روسیوں نے زار نوویلیز کی شمالی گھاٹیوں پر حملہ کرنے کی غرض سے ۴۰۰ توپوں سے ۵۰ گھنٹوں تک گولہ باری کی اور اس کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر پیدل سپاہ نے کامیابی سے حملہ کیا - اعلان کیا گیا ہے کہ زار اور روس بھی اس رزمگاہ میں تھے ۔

آسٹریوں کا ہوائی حملہ پسپا کر دیا گیا - لنڈن ۵ جنوری - روما کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دو آسٹروی ہوائی جہازوں نے دیلونا پر اڑنے کی کوشش کی مگر پسپا کر دیئے گئے - اور توپخانہ کی آتشباری نے انہیں شمال کی طرف پیچھے ہٹ جانے پر مجبور کر دیا - مونٹ کروس اور کارنیا پر توپخانہ کے معرکے وقوع میں آئے - جن میں اطالوی سپاہ کا پلہ بھاری رہا - غنیم نے کوہ سانزشل پر حملہ کیا - مگر شدید حملہ کے ساتھ پسپا کر دیا گیا ۔

آسٹروی کوششوں کی ناکامی - لنڈن ۷ جنوری - روما کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے - کہ اطالیوں کے بھاری توپخانہ نے آسٹروی کوششوں کو جو وہ پالسور گیٹھ میں اپنی خندقوں اور توپ گاہوں کو دوبارہ تعمیر کرنے میں صرف کر رہے تھے - بیکار بنا دیا - پلاوا سے ساحل سمندر تک توپ خانہ کی خاصی لڑائی جاری ہے - آسٹریوں نے اسونزو اور دیگر مقامات پر ہوائی حملے کرنے کی کوشش کی - مگر بے سود ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۳۔ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۲۵

اسلام اور عقل انسانی

دنیا کے مذاہب میں اسلام ہی ایک مذہب ہے جو اپنے پیرووں کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ قدرت کے وسیع نظارہ کا مطالعہ کریں اور فل... اور علوم کی تحقیقاتیں کریں۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جو نسل انسانی سے یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنی عقلوں کو بھی تیز کریں اور نور قلب سے بھی کام لینا سیکھیں۔ دوسرے مذاہب کی کتب مقدسہ کے خلاف قرآن دلائل سے کام لینا سکھاتا ہے اور خود جو بات بتاتا ہے اس کے وجوہات بھی ساتھ دیتا ہے خلاف عقل کوئی اور بلاوجہ موجہ کبھی کسی بات کو نہیں منواتا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی وہ بھی علم قلم کی طرف ہی ہدایت کرتی ہے اور وہ وحی یہ ہے۔

اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم۔ پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا انسان کو ایک خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا صاحب کرم ہے وہ جس نے قلم کے ساتھ علوم سکھائے۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا (العلق)

سب سے پہلی وحی میں پڑھنے اور لکھنے کی طرف قرات اور قلم کے ذریعے سے علوم حاصل کرنے کی طرف توجہ دلانے میں اسلام کی پاک کتاب کے مقابل پر کوئی دوسری کتاب نہیں۔

فلسفہ اور حکمت انسان کو دوسری مخلوق پر ممتاز کرنے والی چیزیں ہیں۔ سو قرآن نے عجیب عجیب پیرایوں میں مسلمانوں کو فلسفہ اور حکمت کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسلام کا خدا خود ایک حکیم خدا ہے یعنی اس کے ہر ایک کام میں حکمت اور ہر ایک بات کے نیچے فلسفہ ہے۔ پھر وہ علیم بھی ہے۔ یعنی سب کچھ جانتا ہے اور ساری باتوں کا علم رکھتا ہے سو انک لتلقی القرآن من لدن حکیم علیم (النمل)

(۶) مجھکو قرآن اس ذات پاک کی طرف سے سکھایا جاتا ہے جو خود صاحب حکمت تامہ اور صاحب علم کامل ہے۔ ساری مخلوقات کا پیدا کرنے والا سب کی نشوونما کرنے والا۔ سب کو اپنے کمال تک پہنچانے والا وہی ہو سکتا ہے جو علم اور حکمت کا سرچشمہ ہو اور جس کا علم اور حکمت سب پر حاوی ہو۔ پھر وہی جب انسان کو اپنی صورت پر پیدا کرتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ اس کے اندر علم اور حکمت اور فلسفہ کے حاصل کرنے کی خواہش بھی اس نے ضرور رکھی ہے۔ علم کی فوقیت اور فضیلت کے اظہار کو قرآن کریم ایک جگہ یوں سوال کے رنگ میں ظاہر فرماتا ہے ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے ھل یستوی الاعمی والبصیر۔ کیا اندھا اور بصارت والا برابر ہو سکتے ہیں۔ خود قرآن کو بھی حکمت اور فلسفہ کی کتاب کہا گیا ہے۔ تلک ایات الکتاب الحکیم۔ یہ پر حکمت کتاب کی آیات ہیں۔

پھر اس کتاب کے اندر یہ تعلیم دی گئی ہے کہ مخلوقات بھی ایک اصول پر اور ایک قانون کے ماتحت پیدا کی گئی ہے۔ اور اس عالم کے کل امور قوانین کے ماتحت چلتے ہیں لغو طور پر اور اتفاقی طور پر کوئی امر نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرماتا ہے ماخلقنا السموات والارض وما بینھما الا بالحق واجل مسمی ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حق و حکمت کے اقتضا سے ہی ہاں اور ایک وقت مقرر کے لئے پیدا کیا پھر بڑے پرزور الفاظ میں قدرت کے نظاروں کی طرف توجہ دلاتا ہے

تنزیل الکتاب من اللہ العزیز الحکیم ان فی السموات والارض لایات للمومنین وفی خلقکم وما یبث من دابۃ آیات لقوم یوقنون۔ واختلاف اللیل والنہار وما انزل اللہ من السماء من رزق فاحیا بہ الارض بعد موتھا وتصریف الریح ایات لقوم یعقلون (الجاثیہ ۲-۵)

اس کتاب کا اتارا جانا اللہ کی طرف سے ہے جو غالب حکمت والا ہے آسمانوں میں اور زمین میں مومنوں کے لئے یقیناً نشان ہیں اور تمہاری اپنی پیدائش میں اور حیوانوں میں جن کو زمین میں پھیلاتا ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں نشان ہیں اور رات اور دن کے اختلاف میں اور اس رزق میں جو آسمان سے اللہ تعالی نازل کرتا پھر اس کے ساتھ زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور ہواؤں کے تغیرات میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ یعنی جس شخص کو حکمت دے دی جائے اس کو عظیم الشان خیر و برکت کا مالک بنا دیا جاتا ہے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ لوگوں کو اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ تو وہ بھی حکمت سے اور اچھی نصیحت سے بلاؤ۔ اور جب ان کے ساتھ بحث کرو تو احسن طریق پر

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ علم کا طلب کرنا ہر مسلم مرد اور مسلم عورت پر فرض ہے۔

علوم پر اس قدر زور دینے کا ہی یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے ماتحت ہسپانیہ میں علم کا وہ چرچا تھا کہ فرانس۔ جرمن اور انگلستان کے طالب علم ہسپانیہ میں موروں سے علم حاصل کرنے کے لئے دور سے چلے آتے تھے۔ اندلس کے سرجن اور ڈاکٹر علوم کے پیشرو تھے۔ عورتوں کو بھی علوم کے حاصل کرنے میں ترغیب دی جاتی تھی اور کارڈووا میں لیڈی ڈاکٹر بھی موجود تھیں علم ہندسہ۔ علم نجوم۔ علم نباتات۔ تاریخ فلسفہ اور اصول قانون میں کمال حاصل کرنے کے لئے اگر کوئی جگہ دنیا میں تھی تو وہ صرف مسلمان ہسپانیہ ہی تھا۔ ہر ایک قسم کے فنون۔ زراعت کا فن۔ آبپاشی کی علمی تجاویز جہاز بنانے کا کام کپڑا بننے کے اعلیٰ سے اعلیٰ سامان۔ سنگتراشی کا کمال برتنوں کا بنانا اور عمارت کا فن غرضیکہ انسانی ضروریات کے متعلق ہر ایک قسم کے فنون کو ہسپانیہ کے مسلمانوں نے تکمیل کو پہنچایا۔ اور ان کے سارے فنون کے ساتھ ساتھ فنون جنگ میں بھی وہ سب پر غالب تھے غرض ہر چیز جو ایک سلطنت کو بڑا اور با اقبال بنا سکتی ہے۔ ہر وہ بات جو شائستگی اور تہذیب سکھاتی ہے اسلامی ہسپانیہ میں پائی جاتی تھی (ڈراپر)

بہت سے مسلمانوں کے نام جنہوں نے علم اور فلسفہ کو ترقی دی ہمیشہ کے لئے دنیا کی تاریخ میں روشن رہیں گے۔ یہی مسلمان فلاسفر اور ماہرین علوم ہی درحقیقت یورپ کے معلم ہوئے۔ مسٹیم ایک یورپین مورخ لکھتا ہے

اطینیوں کا فلسفہ صرف ایک علم منطق یا علم مناظرہ پر ختم ہو جاتا تھا۔ اور اسی کو وہ انتہائی حکمت کا خلاصہ اور ماحصل سمجھتے تھے یہ بالکل صحیح ہے کہ عرب کے فلاسفروں نے سپانیہ اور اٹلی میں بہت سے سکول بنا رکھے تھے۔ جہاں علم کے طالب گروہ در گروہ جاتے تھے اور فلسفہ عرب کے اصول اور قوانین کو سیکھ کر انھیں کو عیسائی سکولوں میں ترجیح دیتے تھے ... یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ سارا علم خواہ وہ علم طبیعات ہو یا علم نجوم یا فلسفہ یا علم ریاضی جس کا یورپ میں دسویں صدی میں چرچا نظر آتا ہے وہ سب عربی درسوں سے اخذ کیا گیا تھا اور سپانیہ کے مسلمان خصوصیت سے یورپین فلسفہ کے پیدا کنندہ کہلانے کے مستحق ہیں"

چیمبرس انسکلوپیڈیا لکھتا ہے "عام طور پر کہا جا سکتا ہے کہ نویں صدی سے تیرہویں صدی تک مسلمان ہی وحشی یورپ کے مہذب معلم تھے۔ عربی۔ فلسفہ۔ علم طب۔ جغرافیہ تاریخ۔ گرامر۔ علم فصاحت وغیرہ نے بہت سی ایسی تصنیفات کو پیدا کیا جو ہمیشہ کے لئے زندہ رہینگی۔ اور لوگوں کی تعلیم کا ذریعہ رہینگی جب تک کہ تعلیم حاصل کرنے والے رہینگے۔

قدوائی "معجزہ محمد صلعم" میں لکھتا ہے "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنھوں نے علوم اور تہذیب کی اس بلند عمارت کا بنیادی پتھر رکھا جو اس وقت سے لے کر دنیا کی زینت کا باعث رہا ہے مسلمانوں کو حکم تھا کہ علم بڑھانے کے لئے دعا میں لگے رہیں قل رب زدنی علما اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ فرمایا تھا کہ الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا۔ حکمت اور دانائی کی بات تو مومن کا حق ہے اسے وہ اپنی ہی گم شدہ چیز سمجھے اور جہاں پائے وہیں سے لے یہ وہ بیج تھے جو آخر کار بڑے بڑے درخت بن کر ان کی شاخیں بغداد اور مصر اور سسلی اور سپانیہ اور ہندوستان میں پہنچیں اور جن کے پھل آج تک یورپ کھا رہا ہے"

خواجہ کمال الدین اور ان کا تبلیغ اسلام کا مشن

ہمعصر ملت مشیر گزٹ کا ایک غیر احمدی نامہ نگار اس عنوان سے رقم طراز ہے :-

یہ ایسا بڑا مضمون ہو گیا ہے کہ مخالفین بہت کچھ لکھ چکے۔ اور شاید ان کا سرمایہ مخالفت ختم ہو چکا۔ لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کو خواجہ صاحب کے ہاتھوں لینا تھا وہ بدستور ہو رہا ہے۔ بلکہ ترقی کر رہا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کرتا رہیگا۔ نہ خواجہ صاحب کی ذات پر کسی بدگو کی سب و شتم کا اثر ہوا اور نہ ان کے مشن میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو سکی۔ مگر برا ہو حسد و بغض کا کہ باوجود اس کے کہ ترکش تیروں سے خالی ہو گیا اور مخالفین لکھتے لکھتے تھک گئے ہیں۔ تاہم جب ان کو کسی واقعہ سے خواجہ صاحب کی ہر دلعزیزی یا ان کے مشن سے دلچسپی بڑھ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے تو وہ اپنے حاسدانہ خیالات کا اظہار کئے بغیر نہیں رہتے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ خواجہ صاحب احمدی ہیں اور ان کے اکثر عقائد سے جمہور اہل اسلام اختلاف رکھتے ہیں۔ کچھ شک نہیں ہے کہ اگر وہ اپنے فرقہ کے عقائد کی تبلیغ کرتے تو سوائے احمدیوں کے ان کے مشن سے کوئی ہمدردی نہ کرتا۔ لیکن جب کہ انھوں نے علانیہ کہدیا ہے کہ ان کا مشن توحید و رسالت کے اقرار تک محدود ہے۔ اور بس۔ اور ابتداً اگر اس سے زیادہ ہونا بھی دشوار تھا خصوصاً یورپ کے تعلیمیافتہ طبقہ میں جن کی توجہ اسلام کی طرف محض اس کے سادہ اور صاف اصول کو دیکھکر مائل ہوئی ہے اور جو اسلام کے متعدد فرقوں اور گروہوں کے اختلافات کی بھول بھلیوں کو دیکھ کر نہ صرف اس کے مبلغین کی بات پر کان نہ دھرتے بلکہ شاید اس سے متنفر ہو جاتے ایسی حالت میں خواجہ صاحب کے کام سے جو انھوں نے بغیر کسی نمود و نمائش کے اپنے ذاتی فوائد و منفعت کو قربان کر کے محض اللہ کے واسطے شروع کیا ہے اور جس کے نتائج ان کی بے غرض قربانی کی بدولت روز روشن کی طرح عیاں ہو رہے ہیں بیزاری ظاہر کرنا اور اس کے خلاف کوشش کرنا سوائے حسد و کینہ کے اور کیا کہا جا سکتا ہے پچھلے عرصہ میں یہ مشہور ہوا تھا کہ خواجہ صاحب حیدرآباد تشریف لے گئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس خبر نے مخالفین کی آتش بغض و حسد کو مشتعل کیا اور ان کو خوف ہوا کہ حیدرآباد جو کہ ہر ایک اسلامی انسٹیٹیوشن پر نظر عطوفت مبذول کرنے میں مشہور و معروف ہے وہاں خواجہ صاحب کے مشن کو کوئی غیر معمولی کامیابی نہ ہو جائے مگر برا ہو جہالت اور عدم ذرائع معلومات کے فقدان کا کہ خواجہ صاحب کے لئے دربار حیدرآباد دکن سے دو سو روپیہ ماہوار کا شاہانہ وظیفہ مقرر ہو جانے کے تقریباً دو ماہ بعد ۲۱ دسمبر کے اخبار "رسالت" میں اہل دکن کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ کہیں خواجہ صاحب کی باتوں میں نہ آجائیں اور ان سے ہوشیار رہیں۔ ہمیں نامہ نگار رسالت سے دلی ہمدردی ہے اور ساتھ ہی اندیشہ ہے کہ وہ اس عطیہ کی خبر سن کر کہیں آتش حسد سے جل نہ جائے۔ مگر ہم کو افسوس ہے کہ اس کی آرزو پوری نہ ہوئی۔ اور اس کی تنبیہ حیدرآباد میں بروقت نہ پہنچ سکی۔

سود در سود کا بلا خیز حلقہ

کے عنوان سے لوکل ہمعصر پیسہ اخبار نے پایونیر کا یہ نوٹ درج کیا ہے کہ فوج کے نوجوان برٹش افسروں کو غالباً اچھی طرح معلوم نہیں کہ ہندوستان میں سود خواروں سے نسبتاً خفیف بہ قوم بھاری شرح سود پر قرض لینے سے وہ اپنے سر پر قرض کا کس قدر بڑا بوجھ لاد لیتے ہیں۔ حال میں ایک سود خوار کے ۱۰۷۳۶۸ روپے گیارہ آنہ ۶ پائی کے دعوے کے متعلق تصفیہ حساب کی غرض سے ایک کمیٹی قائم ہوئی تھی یہ دعویٰ ایک متوفی افسر کی جائداد کے خلاف دائر کیا گیا تھا۔ حالانکہ افسر مذکور نے سنہ ۱۹۰۵ء میں صرف پانسو روپیہ قرض لیا تھا۔ مگر سود کی شرح ۵ فیصدی ماہانہ تھی۔ مقروض نے تقریباً ۲۴۶۲ روپیہ ادا کئے لیکن اس پر بھی قرض اخیر جولائی سنہ ۱۹۱۵ء کو متذکرہ صدر مقدار تک پہنچ گیا۔ ۳۱ جولائی کو گویا ایک لاکھ روپیہ سے زائد واجب الادا تھا۔ شرح سود کے مطابق مئی سنہ ۱۹۰۶ء میں قرض دگنا اور اکتوبر میں چار گنا۔ فروری سنہ ۱۹۱۱ء میں سولہ گنا اور اپریل سنہ ۱۹۱۲ء میں ۲۳ گنا ہو گیا۔ اور نومبر سنہ ۱۹۱۵ء میں یعنی پانچ سو روپیہ لینے کی تاریخ سے دس سال کے اندر ۲۵۶ گنا ہو جانا ساٹھ فیصدی سالانہ سود کی شرح سے ایک قرض تقریباً چودہ ماہ میں المضاعف ہو جاتا ہے پس جو لوگ بے سوچے سمجھے قرض لیکر سود خواروں کے پنجہ میں گرفتار ہو جاتے ہیں انہیں کچھ عرصہ کے بعد سود در سود کے بربادی انگیز اثر کا کامل احساس ہو جاتا ہے مگر یہ بعض

از وقت پشیمانی کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی۔

ایک ہوائی جہاز کی آتشزدگی کا ہولناک منظر

معاصر زمیندار نے کسی انگریزی جریدہ سے نقل کیا ہے وہ لکھتا ہے:۔ لندن میں کپتان اسمتھ جو ہوائی جہاز کی پرواز میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور جن کا تعلق رہیم لائٹ انفنٹری سے تھا۔ چند دن ہوئے کہ ہوائی جہاز کو جس وقت کہ وہ پرواز کر رہے تھے آگ لگ جانے سے جل کر مر گئے۔ جس وقت کہ ہوائی جہاز کو آگ لگی ہے وہ ایک خاص بلندی پر پرواز کر رہے تھے آگ انجن کے زیریں حصہ میں یکایک پھیل گئی جس کی وجہ سے انجن بڑے زور سے پھٹا اور پرزے پرزے ہو گیا۔ کپتان اسمتھ کے تمام جسم کی دھجیاں اُڑ گئیں اور ان کا پتہ نہ چلا بیان کیا جاتا ہے کہ کپتان اسمتھ نے فرانس سے لندن براہ انگلش چینل ایک گھنٹہ میں سفر طے کیا تھا۔ اس کے علاوہ کئی ہوائی دوڑوں میں کپتان صاحب بازیاں لے جایا کرتے تھے اور انھوں نے خاصی شہرت حاصل کر لی تھی۔

تعلیم نسواں

محترم معاصر زمیندار نے اصلاح معاشرت کے عنوان سے تین زبردست لیڈر لکھ کر بعض مہتم بالشان امور معاشرت کی طرف توجہ دلائی ہے اور ان کی اصلاح کے ضروری پہلوؤں کو واضح کرتے ہوئے سوشل کانفرنس کی تقریر صدارت کے ایک حصہ پر بھی جو موضوع بالا پر مشتمل ہے چند مفید خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ہم اس مضمون کے ایک ضروری حصہ کو ذیل میں اس لئے نقل کر دیتے ہیں کہ اس موضوع پر ہم بھی آئندہ نمبروں میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ضروری امور پیشتر سے ذہن نشین ہو جانے چاہئیں۔ معاشری اصلاح کی ضرورت میں مرد و زن دونوں یکساں شریک ہیں لیکن جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں ہماری معاشرت محض اس لئے خلل پذیر ہے کہ ہم میں کافی تعلیم نہیں ہے۔ اور ہماری کامیاب معاشری اصلاح اُسی وقت محکم و استوار ہو سکتی ہے کہ ہم میں عام تعلیم پھیل جائے نقائص معاشرت میں عورتوں کا زیادہ دخل ہے اور اُنہی میں سب سے تعلیم کی بھی زیادہ کمی ہے۔ صدر نشین سوشل کانفرنس نے اُن کی نسبت یہ تجویز سوچی ہے کہ حتی الامکان مستورات کی تعلیم گاہیں وسیع التعداد ہوں اور اُن میں خاطر خواہ اضافہ کیا جائے۔

عوام الناس تو اس حقیقت کو محسوس کر چکے ہیں کہ جب تک کسی ملک کی نصف آبادی ظلمات جہالت میں رہیگی وہ ترقی کے نام سے آشنا نہیں ہو سکتا۔ اب اگر ضرورت ہے تو یہی کہ ان کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پیہم مساعی سے کام لیا جاوے۔

تربیت یافتہ معلمات میں بیواؤں کا عنصر غالب ہے اگر عمر کی میعاد ۳۰ سال تک بڑھا دی جائے تو مسلمان اُستانیاں تو شاید جب بھی نہ ملیں گی تاہم نامسلمان اُستانیاں جو ٹرینگ کالج میں حصول تعلیم کے بعد مدرسوں میں آئینگی بہترین نتائج کا باعث ہو سکتی ہیں۔ عام تجربہ کے علاوہ طبع انسانی سے بھی وہ بخوبی واقف ہونگی اور علم النفس کے اصولوں کو مدنظر رکھتی ہوئی اپنی متعلمات کو دنیوی و اخلاقی علم سے بہرہ اندوز کرینگی۔ لیکن ہمارا تعلیمی اُفق واقع میں نہایت تاریک ہے۔ لڑکوں کی تعلیم کا یہ حال ہے کہ ہندوستان کے اگر ایک گاؤں میں مدرسہ ہے تو چار گاؤں اس سے محروم ہیں اور اس لئے یہ اُمید قبل از وقت ہے کہ عنقریب ہر گاؤں میں لڑکیوں کی درسگاہیں بھی کھل جائینگی بہر حال ہمیں تو یہ مسئلہ تقریباً لاینحل نظر آتا ہے لیکن پروفیسر ڈی کے کھاروے کو ایک عجیب تجویز سوجھی ہے جو اپنی نوعیت میں اہم اخلاقی پہلو لئے ہوئے ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ لڑکیوں کو لڑکوں کے مدرسوں میں بھیجا جائے تو تعلیم نسواں کی اشاعت جلد تر ہو سکے گی۔

غالباً پروفیسر ممدوح نے اس رائے کا اظہار کرتے ہوئے تجاہل عارفانہ سے کام لیا ہے ورنہ کیا ممکن ہے کہ وہ طبع انسانی کو اس درجہ فراموش کر جائیں کہ لڑکیوں اور لڑکوں کو یکجا تعلیم حاصل کرانے کے مدعی و وکیل بن جاتے۔ اگرچہ ہم خوش ہیں کہ اُنھوں نے اس بارہ میں صرف ابتدائی تعلیم کو مدنظر رکھا ہے۔ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:۔

"ہندوستان بھر میں محدود مستثنیات کے سوا رائے عامہ کا اتحاد تسلیم کرتا ہے کہ دس سال کی عمر کے اندر لڑکوں اور لڑکیوں کو ایک جگہ پڑھانے سے کچھ ہرج واقعہ نہیں ہوتا۔ اگر قومی اخبارات اس بات کی وکالت کریں تو عوام الناس میں یہ خیال جاگزیں ہو سکتا ہے"

ہم اخباری ذمہ داری کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس رائے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں کیونکہ ہرج واقعہ ہوگا اور ضرور واقع ہوگا۔

اوائل عمر کے رجحانات ہی انسانی کیرکٹر کی بنیاد ہوتے ہیں جب وہی کمزور ہو گئے تو تعلیم کا اثر بھی جاتا رہیگا مستورات کی ثانوی تعلیم کا سب سے کمزور پہلو یہ ہے جو بارہا زمیندار کے کالموں میں پیش ہو چکا ہے اور پروفیسر کھاروے نے معاشری کانفرنس پر اس مسئلہ کو از سر نو اپنی جرح و تنقید کا تختۂ مشق بنایا ہے۔ یہ مسئلہ ذریعہ تعلیم کے متعلق ہے جس کی ذیل میں پروفیسر ممدوح کہتے ہیں

"یہ ایک بہت ہی تاسف انگیز منظر ہے کہ انگریزی کو ذریعہ تعلیم متعین کرنے سے ہمارے نوجوانوں کے ذہنی قویٰ کی بنیادیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔ اور ان کی طاقتیں مسلوب ہو جاتی ہیں۔ میں متعجب ہوں کہ حکومت کے ماہران تعلیم کو ابھی تک یہ بات نہیں سوجھی۔ لڑکوں کی حالت سے قطع نظر لڑکیوں پر موجودہ انداز تعلیم میں خوفناک تاثرات طاری ہونگے۔ میں بیس سال کے تجربہ کی بنا پر اس طریق کو قابل ترمیم سمجھتا ہوں"

ہم پروفیسر کھاروے کے علاج کو واقعی قابل تحسین متصور کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمارا محکمہ تعلیم ہر ضلع میں لڑکیوں کے لئے ہائی سکول قائم کرے اور ان سکولوں کی ورنیکولر وہاں کی مروجہ زبان ہو جو ہندوستان بھر میں اردو کے علاوہ بہ لحاظ نفع کوئی دوسری عام زبان نہیں ہو سکتی۔ بے شبہ ورنیکولر اور دیسی زبان ہی ایسی چیز ہے جو ہمارے لئے بہترین ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے آپ اگر انگریزی زبان سکھلاتے ہیں تو شوق سے سکھایئے نہ صرف انگریزی بلکہ شرق و مغرب کی تمام زبانیں۔ اگر آپ سیکھ سکتے ہیں ہر ایک کے علم و ادب پر اگر آپ کے لئے عبور ممکن ہے تو آپ ان سب سے فائدہ اُٹھایئے۔ کیونکہ "علم نے بہ از جہل نے" لیکن

علم کثیر آمد و عمرت قصیر
آنچہ ضروری است بداں شغل گیر

اس ہمہ گیری ہمہ دانی کا یہ نتیجہ تو نہ ہونا چاہئے کہ آپ اپنے ملک کی عمومی زبان بھول جائیں اور اُس کے ذریعہ سے تعلیم حاصل نہ کریں جس میں آپ کو ہر طرح کی آسانی ہے اور جس کا حق بمقابلہ آپ پر مقدم ہے۔

باقی دارد

درس قرآن میں سے کچھ

سورۃ بنی اسرائیل کا ایک رکوع اور مسلمانوں کی ترقی کا راز

واقعہ معراج نبوی

اور

بنی اسرائیل کے چند ضروری حالات

الحمد للہ کہ گذشتہ ۶- جنوری ۱۹۱۶ء کو حضرت امیر ایدہ اللہ کے درس قرآن میں پہلے ۱۴ پارے ختم ہو گئے اور ۸- جنوری ۱۹۱۶ء کو پندرھواں پارہ سورہ بنی اسرائیل سے شروع ہوا۔ اس سورۃ کا پہلا رکوع چونکہ بعض اہم مضامین کے باعث مسلمانوں کی خاص توجہ کے قابل ہے اس لئے ہم ذیل میں اس رکوع کے متعلق حضرۃ امیرؓ کے افاضات میں سے کچھ بطور اقتباس ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ وھو ھذا:-

خلاصہ مضمون | فرمایا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اسلام کی آئندہ کامیابیوں کا بھی ذکر ہے۔ اور اس بات کا بھی کہ جب مسلمان کامیاب ہو کر دنیا میں سلطنت حاصل کر لینگے۔ تو اس کے بعد ان کے بگڑ جانے پر اُن کا کیا حال ہوگا۔ توحید اور رسالت کے عقلی و نقلی دلائل جن میں واقعات عالم۔ گذشتہ تواریخ۔ اور مظاہر قدرت وغیرہ سے کھول کھول کر حجت تمام کی ہے۔ پھر یہود اور نصاریٰ سے مباحثات۔ جنگوں کے متعلق احکامات اور مختلف قوانین تمدن و معاشرت اور مسائل حلت و حرمت وغیرہ بھی مفصل طور پر گذشتہ سورتوں میں بتائے جا چکے ہیں۔ اب یہاں مسلمانوں کو کامیابی ہو چکنے کے بعد ان کے بگاڑ پر اُنہیں جو سزائیں ملنے والی ہیں۔ ان سے متنبہ فرمایا ہے۔

وجہ تسمیہ | اس سورۃ کا نام بنی اسرائیل رکھنے کی وجہ یہی ہے۔ کہ بنی اسرائیل قوم کے ساتھ تمکو اشد مشابہت ہے۔ جب وہ ذلیل حالت میں تھی۔ تو اُن کو ہم نے بادشاہت تک پہنچا دیا۔ پھر جب وہ بگڑے تو اُن کو گرا کر کفار کے ہاتھ سے ایسی ماریں کھلوائیں۔ کہ اس کی کبھی دنیا کی تاریخ میں نظیر نہیں ملتی۔ اس میں یہ بتلایا ہے کہ تم بھی ان کی طرح بد افعالیاں کروگے۔ تو تمہیں بھی یہی سزا ملے گی۔ قرآن کریم نے گذشتہ اقوام کے قصّے اس غرض سے بیان کئے ہیں۔ کہ تا مسلمان ان سے سبق عبرت حاصل کریں۔ ورنہ قصہ گوئی یا تاریخ نویسی قرآن کا مقصد نہیں۔ تو یہاں بنی اسرائیل کی کامیابیوں اور زوال کا حال بتا کر مسلمانوں کو متنبہ فرمایا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی قوم کو بنی اسرائیل کے ساتھ اشد مشابہت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبرًا بشبر و ذراعًا بذراع۔ البتہ تم ضرور چلوگے راہ اپنے سے پہلوں کی بالشت بہ بالشت اور دست بہ دست۔ اس پر صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ الیھود والنصارٰی۔ یا رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کی راہ پر؟ فرمایا۔ فمن۔ ہاں انہی کی راہ پر۔

ربط مضمون | پچھلی آیات یعنی سورۃ النحل میں کفار کے منصوبوں سے حفاظت کا وعدہ دلایا تھا۔ اور اُن سے بچاؤ کا یقین دلایا تھا۔ لیکن یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ کہ ان کے منصوبوں سے ہی بچایا جائے۔ جب تک اپنے مقاصد میں کامیابی نہ ہو۔ اور مسلمان خود دنیا میں ایک کامیاب قوم نہ بن جائیں۔ دوسروں سے محفوظ ہو جانا ہی اصل مقصد نہیں۔ بلکہ خود کامیاب اور ممتاز بن جانا زیادہ ضروری امر ہے۔

تفسیر آیات | واقعہ معراج نبوی۔ اسرٰی بعبدہٖ میں مفسرین کا خیال ہے کہ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے دو گروہ ہوئے ہیں۔ بڑا گروہ تو اس طرف گیا ہے۔ کہ معراج جسم عنصری کے ساتھ ہوا ہے۔ اور ایک قلیل گروہ کا خیال ہے۔ کہ وہ روحانی معراج تھا۔ جیسے رؤیا یا مکاشفہ۔ اس قلیل گروہ میں حضرت عائشہؓ اور معاویہؓ اور کچھ اور بھی لوگ ہیں۔ قرآن کریم یا کتب الہٰیہ کا قاعدہ ہے کہ جب رؤیا کا ذکر کرتے ہیں۔ تو یہ ضروری نہیں۔ کہ رؤیا کا لفظ بھی کہیں۔ مثلاً سورۃ یوسف میں ہے۔ یاابت انی رأیت الخ۔ اب اس میں رأیت کا جو لفظ ہے۔ یہ کوئی رؤیا کے لئے خاص نہیں۔ بلکہ عام طور پر دیکھنے پر بولا جاتا ہے۔ لیکن تاہم اس تمام واقعہ کو جو حضرت یوسف کی زبانی قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ رؤیا ہی سمجھا گیا۔ دوسری جگہ حضرت ابراہیمؑ کی خواب ہے۔ یا بنیّ انی ارٰی فی المنام الخ یہاں منام کے لفظ نے بتا دیا۔ کہ یہ خواب ہے۔ اسی طرح سے احادیث میں بھی اگر صرف اس قسم کے واقعہ ہی کا ذکر ہو۔ اور یہ نہ بتایا ہو کہ یہ رؤیا یا کشف تو کبھی کوئی حرج نہیں کیونکہ رؤیا پر عام الفاظ بھی بولے جا سکتے ہیں۔ اور محاورہ کتب الہٰیہ کا یہی ہے اس لئے بھی کہ انبیاء کے خواب تو اس قسم کے بیّن ہوتے ہیں کہ ان پر رؤیا کا لفظ بھی لگانا ضروری نہیں۔ لیکن تاہم اگر ایک حدیث میں بھی صاف طور پر یہ ذکر آ جائے۔ کہ یہ واقعہ (معراج نبویؐ) رؤیا تھا۔ تو فیصلہ ہی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابن جریر . . . . ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس میں صاف طور پر یہ لفظ ہیں۔ کہ میں اسوقت بین النوم والیقظہ تھا۔ جس سے کھلے طور پر پایا جاتا ہے کہ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا مکاشفہ تھا۔ اور پھر قرآن کریم نے بھی آگے چلکر صاف کر دیا ہے۔ جہاں فرمایا۔ وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الخ (۶۲-۲۷) جس سے صاف پتہ لگ گیا۔ کہ یہ ایک رؤیا تھا۔ بہرحال یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر گذرا ہے۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ وہ ایک اعلیٰ درجہ کا مکاشفہ یا رؤیا تھا۔

من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی مسجد حرام سے مسجد اقصٰی تک۔ مسجد حرام (خانہ کعبہ) مسجد اقصٰی (بیت المقدس)۔ دونوں پر لفظ مسجد کا بولا ہے۔ آگے آسمانوں وغیرہ کی سیر کے واقعات کو چھوڑ دیا ہے۔ لنریہ من اٰیٰتنا۔ تاکہ دکھائیں ہم اس کو اپنی آیات۔ آیات آپ کے پیروؤں کی کامیابیاں ہیں چنانچہ اگر کتب رؤیا میں دیکھا جائے۔ تو وہاں آسمانوں وغیرہ پر جانے کی یہی تعبیر ہے۔ کہ بہت کامیابیاں حاصل ہوں گی۔

ترتیب آیات | عیسائیوں کا اعتراض ہے۔ کہ پہلی اور دوسری آیات کا آپس میں تعلق نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ قرآن کی ترتیب دیتے وقت اس بات کا خیال ترتیب دینے والوں کو نہیں رہا۔ کہیں کی آیت کہیں رکھ دی ہے۔ حالانکہ تعلق صاف ہے۔ پہلی آیت میں جس کامیابی کی طرف اشارہ فرمایا۔ دوسری آیت و اٰتینا موسی الکتٰب الخ میں موسےٰ علیہ السلام کا اس لئے تذکرہ کیا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ہے۔ موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ اور ان کی کامیابیوں سے مسلمانوں کی کامیابیوں کو مماثلت و مشابہت ہے۔ (باقیدارد)

ووکنگ کے اسلامی مشن کی گذشتہ کارروائی

ایک مختصر ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

نبض شناسی سے بڑا بھاری کام لیا ہے۔ یہ تو ہر ایک شخص جسکو کچھ بھی واقفیت دُنیا کے حالات سے ہے۔ جانتا ہے۔ کہ یورپ میں اس وقت مذہب کے معاملہ میں لوگوں کے دلوں میں بہت کشمکش ہے۔ ایک وقت تو ایسا بھی یورپ پر آیا تھا۔ کہ دہریت کی طرف طبائع کا میلان بڑے زور سے ہوتا چلا جاتا تھا۔ مگر خدا نے اپنی ہستی کا جو ایک عظیم الشان ثبوت رکھا ہوا ہے۔ وہ خود فطرت انسانی کی شہادت ہے دنیا میں دہریت کی لہر جب کبھی اُٹھی جلد ہی مر گئی۔ یورپ میں بھی دہریت کا گو خاتمہ نہیں اور اس کے بعض زہریلے اثرات سے طبائع متأثر ہیں۔ مگر جس قدر زور کے ساتھ دہریت کی موج اُٹھی تھی۔ آج وہ زور خود اس زور میں باقی نہیں رہا۔ بلکہ اس کا سواں حصہ بھی نہیں رہا۔ حالانکہ جس مذہب سے اہل یورپ نے متنفر ہو کر دہریت کے سایہ میں - جو ظلٍّ ذی ثلٰث شعبٍ لا ظلیلٍ ولا یغنی من اللھب کا مصداق ہے۔ پناہ لینی چاہی تھی اس موجب سے طبائع اب پہلے سے بھی زیادہ متنفر ہیں۔ مگر دہریت کا زور خود بخود ٹوٹ کر طبائع کا رجحان اس طرف ہے۔ کہ کوئی مذہب انسان کے لئے ہونا چاہئے۔ اس وقت ایسے مذہب کی تلاش میں جو جو طبع آزمائیاں ہو رہی ہیں۔ کہ وہ کس قسم کا مذہب ہو سکے کیا اصول ہوں۔ ان سب باتوں کا جواب اگر ملتا ہے تو اسلام میں۔ اور چونکہ اس رسالہ کے مضامین میں خصوصیت سے اس بات کو مدنظر رکھا جا رہا ہے۔ کہ انہی سوالات کا جواب قرآن کریم سے احسن طور پر دیا جائے۔ جو اس وقت عام و خاص طبائع میں پیدا ہو رہے ہیں۔ اس لئے اس کے مضامین کا اثر بھی قلوب پر زیادہ ہوتا ہے۔ بے موقعہ بعض وقت اچھی بات بھی اثر پیدا نہیں کر سکتی۔ مگر موقعہ پر ایک معمولی بات بھی دل کو کھا جاتی ہے۔ اور درحقیقت یہی موقعہ شناسی ہے۔ جس نے اس رسالہ کو اس قدر جلد کامیاب کر کے بڑے بڑے فاضل اور لائق انسانوں کو اس کا گرویدہ کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک حصہ علانیہ اس کے اصول کو قبول کر چکا ہے۔ تو کثرت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو اسکے مداح ہیں مگر مختلف قسم کی رکاوٹوں کی وجہ سے علانیہ ساتھ شامل نہیں ہو سکتے۔ اس نبض شناسی کا ایک نمایاں اثر پیرس کے جلسہ مذاہب میں ہوا۔ جہاں جناب خواجہ صاحب نے ان تمام سوالوں کا جو ایک عالمگیر مذہب کے متعلق بڑے بڑے فاضلوں کے دلوں میں پیدا ہوئے۔ احسن طور پر جواب قرآن کریم سے دیا اور ایسا جواب دیا۔ کہ ان میں سے بہتوں نے اعتراف کیا کہ واقعی دُنیا کو ضرورت ایسے ہی مذہب کی ہے۔ لیکن ان کی طبائع اس قدر جلد اس بات کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھیں۔ کہ اسلام جس سے انکی طبائع کو بچپن سے ہی تنفر ہے۔ وہ مذہب ہو سکتا ہے۔ سو خدا چاہے تو یہ تنفر بھی دُور ہو سکتا ہے۔

بہت سے دوسرے پہلو ووکنگ کے اسلامی مشن کے متعلق ہیں۔ مثلاً ایک مادہ پرست قوم میں نماز کی عزت اور محبت پیدا کر دینا یہاں تک کہ وہ نماز کو اب ایک تماشبین کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ اس کا اس قدر اثر اُنکے دلوں پر ہے کہ بعض وہ لوگ بھی جو ابھی اسلام میں داخل نہیں ہوئے۔ وقتاً فوقتاً جماعت کے ساتھ نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی ایسی عزت و تکریم اُن کے دلوں میں پیدا کر دینا کہ بجائے تنفر یا تحقیر کے سچے دل سے اب مسلمانوں کی عزت وہ لوگ کرنے لگے ہیں۔ جنکو کبھی مسجد ووکنگ میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مسلمانوں کے اخلاق کا ایسے تمام لوگوں کو گرویدہ کر لینا بالخصوص اہل ووکنگ کو جو اخلاق کی وجہ سے بہت ہی محبت اور تکریم ان لوگوں کی کرتے ہیں۔ جن کا تعلق مسجد ووکنگ سے ہے۔ اسلام کی [illegible] اور مہمان نوازی اور اس کی وسیع الاخلاقی کا ثبوت اس پہلو سے دینا کہ دشمن و دوست مسلم و عیسائی کی یکساں عزت سے مہمان نوازی کی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات عیسائی یتیم خانہ کے بچوں کو بھی دعوت دیجاتی ہے۔ اسلام کی اخوت کا عملی ثبوت اس رنگ میں دینا کہ لارڈ اور شہزادے اور بڑے بڑے امراء اور ایک غریب مزدور نہ صرف نماز میں ایک دوسرے سے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو کر رب العالمین کے حضور اپنے یکساں ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ بلکہ کھانے کی میز پر بھی اسی طرح بھائیوں کی طرح بیٹھتے ہیں کہ سوسائٹی کی تمام مصنوعی تفرقات وہاں جاکر دُور ہو جاتی ہیں۔ یہ اور اس کے علاوہ بیسیوں اور ایسی باتیں ہیں۔ جن کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ پھر اسلامی دنیا اور بالخصوص ہندوستان میں اس اسلامی مشن کا جو مفید اثر ہوا ہے۔ انشاء اللہ ان میں سے بعض امور پر اگلے رسالہ میں کچھ لکھا جائے گا۔

شرع اسلام اور رواج پنجاب

(از مسٹر بدرالدین صاحب قریشی بیرسٹر ایٹ لا)

سب سے پہلے یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ رواج پنجاب کو شرع محمدی پر ترجیح دیتے ہوئے اس بات کی کیا ضرورت پیدا ہو گئی ہے کہ رواج پنجاب کو قانون میں مبدل کر دیا جائے۔ ضرورت قانون بنانے کی اس وقت پیدا ہوا کرتی ہے۔ جبکہ کسی خاص مضمون پر کوئی قانون اس سے پہلے موجود نہ ہو۔ اب جبکہ یہ مسلمہ ہے کہ انتقال جائداد معاملہ وراثت وغیرہ پر اس وقت ایک ایسا عالیشان قانون موجود ہے۔ جو شرع محمدی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اور جو دوسرے سب قوانین یا رواجہائے پر بدرجہا فوقیت رکھتا ہے۔ تو پھر اس کے کوئی معنے سمجھ میں نہیں آتے۔ کہ کیوں ایک نیا قانون مرتب کرنے کی تکلیف گوارا کی جائے۔ اس ملک کی قانون سازی کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوئے بلاشبہ بعض موقعوں پر ایسے نئے قانون دیکھنے میں آئے ہیں۔ جو اس قسم کے معاملات کے متعلق ہیں جن پر کہ اب رواج پر قانون بننے لگا ہے۔ مثلاً کچھ سال گذرے پارسی اشخاص کے متعلق ایک قانون وراثت کے متعلق مرتب کیا گیا تھا۔ جس کا نام پارسی جانشینی ایکٹ ہے۔ اور جس کے رُو سے پارسی لوگوں کے وراثت کے قاعدے بنائے گئے تھے۔ یا بہت تھوڑا عرصہ گذرا سکھ لوگوں کے متعلق ایک انند شادی ایکٹ پاس ہوا تھا۔ جسکے رُو سے سکھ اشخاص کی شادی کے قواعد مرتب کئے گئے تھے۔ مگر ان سب کی ضرورت اس لئے پیدا ہو گئی تھی۔ کہ ان اشخاص میں مضامین متذکرہ بالا پر کوئی قانون یا اصول قانون موجود نہ تھے نہ تو پارسیوں میں جانشینی کے متعلق کوئی قواعد موجود تھے۔ اور نہ سکھ لوگوں میں شادی پر کوئی ایسا قانون موجود تھا۔ جس کے رُو سے وہ کارروائی عمل میں لاتے دوسرے الفاظ میں قانون کی ضرورت کسی مرحلہ پر اسوقت پیدا ہوا کرتی ہے جب کہ کوئی خاص قانون مروج و موجود نہ ہو۔

اب برخلاف اس کے جب ہم شرع اسلام کو غور سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو وہاں خداوند تعالے کی قدرت کاملہ سے کیفیت دگرگوں نظر آتی ہے۔ ہر معاملہ دنیاوی پر شرع نے

بالکل مکمل قاعدے وضع کئے ہوئے ہیں یہاں تک کہ نہایت ہی پیچیدہ معاملات پر بھی واضعان شرع نے نہایت ہی دلچسپ اور معینہ قاعدے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور جب ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں۔ کہ یہ شرع اس وقت معرض وجود میں آئی جبکہ دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی اور ان سب میں ایسے قواعد جاری تھے جو سخت قابل اعتراض تھے۔ تو پھر اسوقت بلاتحاشا یہ زبان سے نکلتا ہے۔ کہ اسکی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں کہ بلاشبہ یہ قواعد خداوند تعالےٰ کی برکات سے نازل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی انسان مطابق ان قوانین کے کوئی رواج یا قانون پیدا نہیں کر سکا۔ اس امر کو پایۂ ثبوت تک پہنچانے کے لئے ہم ایک نظیر پیش کرتے ہیں۔ شرع محمدی کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے۔ کہ متوفی کی جائداد اسکے پسماندگان میں مطابق مقررہ حصص کے تقسیم ہو جاتی ہے۔۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی نظیر کوئی اور قوم پیدا نہیں کر سکی۔ یہ اصول تیرہ سو سال کا عرصہ گذرا دنیا میں اس وقت قائم کئے گئے۔ جبکہ یہود و دیگر تمام اقوام عالم میں مختلف ایسے قواعد وراثت جاری تھے۔ جنکے مطابق جائداد صرف بیٹوں یا جدیوں کو چلی جاتی تھی اور لڑکیوں یا بیوہ کو کچھ نہ ملتا تھا۔ مگر انصاف نے یہ تقاضا کیا کہ لڑکیوں یا بیوہ کو محروم کرنے والے قواعد ظالمانہ تھے چنانچہ شرع نے ان کو منسوخ فرمایا۔ ایک قاعدہ عدل و انصاف کا جاری کیا۔ یہاں تک کہ دیگر تمام شائستہ اقوام نے اس عالمگیر قاعدے کی تقلید کی۔

چنانچہ ہم جانشین ایکٹ سنہ ۱۸۶۵ء میں بھی اس کی نظیر پاتے ہیں۔ یہ ایکٹ وہ قانون ہے۔ جس کے مطابق ہندوستان میں تمام عیسائی اصحاب میں وراثت تقسیم کی جاتی ہے۔ اب اس کے مطالعہ کرنے پر معلوم ہوگا۔ کہ اس ایکٹ کی دفعہ ۲۷ کے مطابق اگر ایک شخص بیٹے اور بیوی چھوڑ مرے۔ تو جائداد اس طرح تقسیم ہوگی کہ بیوی کو تیسرا حصہ۔ اور بیٹوں کو ⅔ حصہ ملیگا۔ اس کے معنے یہ نکلے۔ کہ واضعان قانون ہندوستان نے شرع محمدی کے اس قاعدہ کو انسانی نسل کے لئے نہایت ہی مفید سمجھا۔ کہ انہوں نے عیسائی اصحاب کے لئے اُسے پسند فرما کر اپنے پر جاری کیا۔ اب اگر ایک شائستہ قوم نے شرع محمدی کے اس بے نظیر قانون کو اپنی قوم کے لئے نہایت ہی اعلےٰ سمجھ لیا ہے۔ تو پھر اسکے کیا معنے کہ رواج پنجاب کے بیہودہ قاعدے کو جس کے مطابق عورات کا کوئی حق سمجھا نہیں جاتا شرع محمدی پر ترجیح دینے کی تکلیف گوارا کی جائے۔

خاکسار بدرالدین قریشی بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور

لاہور میں شرع کی حمایت میں جلسہ

جناب ایڈیٹر صاحب۔ خداوند تعالےٰ کا شکر ہے۔ کہ بہ سبب اُس اسلامی ہمدردی کے جو اسلامی اخبارات نے ان مضامین کے شایع کرنے میں جو شرع محمدی یا رواج پنجاب پر لکھے گئے تھے۔ دکھلائی تھی۔ عام اہل اسلام پر اس قدر اثر پیدا ہوا کہ ایک عظیم الشان جلسہ شہر لاہور کی سنہری مسجد میں جو عین شہر کے مرکز میں ہے۔ بتاریخ ۱۴ صفر سنہ ۱۳۳۴ ہجری بوقت نماز مغرب منعقد ہوا۔ جس کا اہتمام عالم دین جناب مولانا مولوی محمد یار صاحب امام مسجد طلائی نے نہایت جانفشانی سے کیا تھا۔ اس سے پہلے جلسہ مذکورہ کی اطلاع اُن تمام علماء دین و مفتیان شرع متین کی خدمت میں خاص طور پر پہنچا دیگئی تھی۔ جنہوں نے تقسیم ترکہ کے متعلق شریعت کو نہ ماننے اور پابند رواج ہونے والوں کے حق میں فتوے دیا تھا۔ جن میں خاص طور سے مولانا اصغر علی صاحب روحی پروفیسر دینیات کالج اسلامیہ لاہور۔ شمس العلماء مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی۔ مولانا مولوی احمد علی صاحب پروفیسر کالج۔ مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی امام مسجد چینیاں لاہور مولوی محمد اکرم صاحب بخاری امام مسجد وزیر خان لاہور۔ مولوی محمد شفیق صاحب امام مسجد شاہی لاہور۔ مولوی بخاری صاحب امام مسجد وزیر خان لاہور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جلسہ نہایت رونق سے ہوا۔ اور نہایت اعلےٰ کامیابی حاصل ہوئی اور یہ قرار پایا۔ کہ اس جلسہ کی رائے میں رواج کو قانون بنانے کی بالکل ضرورت نہیں۔ اور بہ سبب اس کے کہ شرع اسلام بلحاظ اپنی خوبیوں کے صیغہ قانون میں وراثت وغیرہ معاملات میں ہر طرح سے مکمل ہے لہٰذا اہل اسلام پنجاب کے لئے یہی قانون ہمیشہ کیلئے قانون قرار دیا جانا مناسب ہے۔

اس جلسہ کی رائے میں چونکہ محبت اسلام اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ اسلامی انجمنیں و تمام دیگر اہل اسلام اس بارہ میں شریعت کے احکام کو پھیلانے میں پوری سعی کریں اس لئے یہ قرار پایا۔ کہ اہل اسلام اس بارہ میں اپنی رائے لکھکر اور مسلمانوں کے دستخط کروا کر خاکسار کے پاس روانہ فرمادیں تاکہ ان سب رایوں کو اکٹھا کر کے مجلس قانون سازی کی خدمت میں روانہ کر دیا جائے

یہ جلسہ اس وقت میاں غلام دستگیر صاحب نامی خادم درگاہ حضرت سید احمد صاحب توختہ ترمذی محلہ چلہ بیبیاں لاہور کا خاص طور پر شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے قرآنی وراثت پر ایک دلچسپ رسالہ پنجابی نظم میں مفت شایع کیا ہے و نیز لاہور کی قریشی بک ایجنسی کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے اسی مسئلہ پر ایک اُردو رسالہ مسلمان اور رواج پر شایع کر کے عام اہل اسلام لاہور وغیرہ میں تقسیم کیا و نیز ملک مفضل دین وغیرہ صاحبان تاجران کتب قومی بازار کشمیری لاہور کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے شرع اسلام کی حمایت میں ایک اُردو رسالہ موسومہ بہن کے حصہ شرعی پر ایک جھگڑا ایک دلچسپ معاملہ کی صورت میں شایع کر کر مفت تقسیم کیا۔ چونکہ ہر سہ رسالجات قابل مطالعہ ہیں۔ اس لئے جو لوگ مفت منگوا کر دیکھنا چاہیں وہ مفصلہ ذیل پتہ سے منگوائیں ÷ :-

خاکسار بدرالدین قریشی بیرسٹر ایٹ لا لاہور

پیغام صلح رواج کے خلاف علماء کی یہ جد و جہد واقعی قابل تحسین ہے۔ اگر عام علمائے اسلام کفر بازی کو چھوڑ کر تھوڑی دیر کے لئے اسلام کی حفاظت و حمایت میں منہمک ہو جائیں۔ تو اسے مسلمانوں کی آئندہ بہبودی کی ایک نیک فال سمجھنا چاہئے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسبات کو بھی نظر انداز نہیں کر دینا چاہئے۔ کہ جلسے منعقد کر کے ریزولیوشن پاس کرنے اور گورنمنٹ کے پاس بھیجنے کے علاوہ ہماری کوششوں کے بار آور ہونے کی سب سے زیادہ آس صورت یہ ہے کہ علمائے اسلام گاؤں گاؤں میں پھر کر عام مسلمین اور دیہاتیوں کو وعظ کریں۔ اور شریعت سے واقف کر کے انہیں اس پر عامل بنائیں ✦

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کی مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شدو باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ سے ر
ششماہی ہے ر
سہ ماہی عہ ر
ماہوار ۵ ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۴ سنہ ہجری المقدس مطابق ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۶

غزل

(از جناب شربت علی صاحب ہیڈ کلرک محکمہ زراعت صوبہ سرحدی)

دلم بے تو یارب قرارے ندارد | دگر طاقت انتظارے ندارد
عجب اینکہ دلبر شد آساں نیوشے | حدیث غمم اختصارے ندارد
اساس است لا تقنطو کاخ نوزم | بجز ایں دگر افتخارے ندارد
گل لالہ رنگیں شد از رنگ فیض اش | ز حسنش دلم کم بہارے ندارد
مکن نالہ در حضرت اش بہر غفراں | کہ دریائے رحمت کنارے ندارد
زہے دولت و شوکت خاکسار است | چنیں صولتے تاجدارے ندارد

عبرت

جناب مولنا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آبادی نے اس نام سے جس ماہوار رسالہ کے شائع فرمانے کا اعلان کیا تھا اس کا پہلا نمبر شائع ہو کر بہت دنوں سے ہمیں موصول ہو چکا ہوا ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض موانعات کے باعث اس پر ریویو لکھنے کی تاحال مہلت نہ ملی۔ یہ پہلا نمبر خاں صاحب نے بقول خود سفر میں ہونے کی وجہ سے بہت بے سرو سامانی کی حالت میں مرتب فرمایا ہے۔ اور اس لئے گو اس کی بعض باتوں میں کسی قدر اصلاح اور ترمیم کی ضرورت ہے۔ لیکن تاہم رسالہ بحیثیت مجموعی ایک شاندار مستقبل کا پتہ دیتا ہے خاں صاحب نے اس نمبر میں حمد و نعت کے بعد رسالہ کی موجودہ حالت اور آئندہ حیثیت کے متعلق بعض ضروری امور کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اور اپنی معذوریوں کو واضح کیا ہے جس کے بعد علم تاریخ پر تمہیدی نوٹس نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھے ہیں جن سے تاریخ کے متعلق بہم اور بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ اور تاریخ کی تعریف بعض چھوٹی چھوٹی مثالوں کے ذریعے سے سمجھا کر تاریخ سلطنت۔ تاریخ مذہب پر مبسوط مضامین لکھے ہیں۔ اور پھر شمس العلما مولوی ذکاء اللہ صاحب مرحوم شمس العلما مولوی شبلی نعمانی مرحوم اور خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ لاہور کے چند ضروری مضامین متعلقہ علم تاریخ درج کئے ہیں اور اس طرح رسالہ کو بہت دلچسپ اور کار آمد بنا دیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ خاں صاحب اس رسالہ کی معنوی خوبیوں کو اور بھی بڑھانے میں ساعی ہونگے۔ اور جیسا کہ ان کی ذات سے توقع ہے اسے علمی و دینی رنگ میں پورے طور پر رنگ دینگے۔ قیمت سالانہ عہ فی پرچہ ۴ر ملنے کا پتہ مولنا اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آباد۔ ٹائٹل پر بعض ناموزوں جدت طرازیاں قابل اصلاح ہیں۔

البرید

اس نام کا ایک ہفتہ وار اخبار مولوی محمد مفضل حسین صاحب نے کانپور سے نکالنا شروع کیا ہے۔ اخبار کے تین چار نمبر ہمیں موصول ہوئے ہیں جن میں لائق مدیر نے اخبار کے کالموں کو ملکی و قومی مضامین اور خبروں کے علاوہ مذہبی۔ طبی اور عورتوں کے متعلق دلچسپ نوٹس پر تقسیم کر کے ہر ایک مذاق کے لئے قابل دلچسپی بنا دیا ہے اور اگر اخبار اسی روش پر رہا تو انشاء اللہ ملک و ملت کی بہترین خدمات سر انجام دے گا۔ ہمیں اپنے اس نئے معاصر کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ اور اپنے ناظرین سے اس کی خریداری کی امید ہے۔ حجم ۱۶ صفحہ قیمت للعہ سالانہ پتہ دفتر البرید کانپور

تازہ برقی پیغامات

کوائف جنگ

جنگ کی خبریں براہ دہلی - دہلی ۱۱-جنوری۔ سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے کل کی تاریخ کا ہے۔ مفصلہ ذیل تار ہز ایکسیلنسی وائسرائے کو موصول ہوا۔ گیلی پولی کا کامل تخلیہ کامیابی کے ساتھ عمل میں آیا۔ ۱۷ فرسودہ توپوں کے سوا جو اڑا دی گئیں۔ باقی تمام توپیں اور ہوٹزر صحیح سالم ہٹالی گئیں۔ صرف ایک آدمی زخمی ہوا۔

روسی رپورٹ مظہر ہے کہ غنیم نے روسیوں کو نزار لڑ رسک سے پسپا کردیا۔ مگر بعد میں اسے بھی وہاں سے نکالدیا گیا۔ اور گو اس نے شارہ لڑرسک پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے پھر حملہ کیا مگر اسے شدید نقصان کے ساتھ دومرتبہ پسپا کردیا گیا غنیم نے نزر نوویز کے شمال مشرق میں عظیم جمعیت کے ساتھ جانبازانہ جوابی حملے کرکے روس کی جارحانہ کارروائی کو روکنے کی کوشش کی۔ مگر عظیم نقصان کے ساتھ پسپا کردیا گیا روسیوں نے بالآخر غنیم کو وسطی سٹریپا کے مشرقی کنارے پر بعض مقامات سے پیچھے ہٹادیا۔

برطانی رپورٹ سے پایا جاتا ہے۔ کہ نہر لاباسی کے قریب ایک سرنگ اڑائی گئی۔ اور حسب معمول توپخانہ کی سرگرمی جاری رہی۔

فرنچ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مختلف مقامات پر متخاصم قلعبندیوں پر گولہ باری کی گئی۔ غنیم نے شدید گولہ باری کے بعد ہارٹ مینز ویلرکوف پر ہرشفلسن اور ہیرز سٹن کے مابین فرانسیسی مورچوں پر حملہ کیا اور آخرالذکر چوٹی کے شمال میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا جس کی وجہ سے فرانسیسیوں نے اس چوٹی پر سے اپنی فوج ہٹالی۔

برطانی جنگی جہاز "کنگ ایڈورڈ ہفتم" سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہوگیا۔ عملے کے سب آدمی بچالئے گئے۔

روسی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ بحیرہ اسود میں روسی تارپیڈو کشتیوں کی کروزر گوبن سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ جس پر وہ اپنے جنگی جہازوں کی پناہ میں چلی گئیں۔ اس کے بعد لڑائی وقوع میں آئی اور گوبن باسفورس کو واپس چلا گیا +

تخلیہ گیلی پولی - لنڈن ۱۰ جنوری مسٹر اسکوئتھ نے دیوان عام میں اس پہلو سے نقصان جان کے بغیر فوج کو پیچھے ہٹا لینے پر نہایت اطمینان کا اظہار کیا اور کہا کہ ۱۱ برطانی توپوں میں سے جو چھوڑ دی گئیں۔ دس فرسودہ ۱۵ پونڈ گولوں کی توپیں تھیں جو مزید استعمال کے لئے بیکار بنادی گئیں۔ تمام ذخائر اور مستحفظ گولہ بارود کی مقدار جو منتقل نہ کی جاسکی تباہ کردی گئی ہے اور خلیج سودلا کی کارروائی فوجی اور بحری تاریخ میں عدیم المثال کارروائی رہے گی۔ اور اس شاندار کارنامہ پر فوج کے کمانڈر افسر اور بحری و بری فوج کے سپاہی جس قدر فخر کریں بجا ہے۔ تخلیہ گیلی پولی کی کارروائی [illegible] کا باعث ہوگی۔ کیونکہ وہ بجا طور پر ان کی شکر گذاری کی مستحق ہے۔ اور ہماری قومی تاریخ میں اس کارنامہ کی یاد کبھی محو نہ ہوگی۔ ہز میجسٹی کی خدمت میں سفارش کی جائے گی۔ کہ جنرل مانرو امیر البحر ڈی روبک اور امیر البحر ویمیز اور جنرل برڈوڈ اور جنرل ڈیوڈز اور دیگر افسران کو اس کارروائی کے صلہ میں خاص اعزاز مرحمت کئے جائیں +

تخلیہ گیلی پولی کے متعلق فرانسیسی رپورٹ - لنڈن ۱۰ جنوری - تخلیہ گیلی پولی کے متعلق پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ تمام فرانسیسی سامان بجز چھ بحری توپوں کے جو تباہ کردی گئیں۔ گیلی پولی سے ہٹا لیا گیا۔ یہ توپیں ان سترہ توپوں میں شامل ہیں۔ جن کا برطانیہ کی سرکاری اطلاع میں ذکر ہے ترکوں نے صرف ۹ جنوری کو علے الصباح آتشباری شروع کی۔ جبکہ تخلیہ کے بعد روانگی کی تمام کارروائی مکمل ہوچکی تھی +

عراق عرب کی کمان میں تغیر - لنڈن ۱۰ جنوری مسٹر چیمبرلین نے دیوان عام میں تقریر کرتے ہوئے اعلان کیا کہ جنرل نکسن خرابی صحت کی وجہ سے عراق عرب کی کمان سے کنارہ کش ہوکر انگلستان کو واپس آرہے ہیں۔ سر پرسی لیک جو ہندوستانی سپاہ کے جنرل سٹاف کے افسر اعلےٰ ہیں ان کی جگہ افواج عراق وعرب کے کمانڈر مقرر ہوئے ہیں۔

سرویوں کی کامیابی - لنڈن ۱۰-جنوری روما میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ سرویوں نے بلغاریوں کو مقام الباسن پر شکست دی ہے اور مفتوحہ موقعوں میں مورچہ زن ہوگئے ہیں۔

اسد پاشا کا رویّہ - لنڈن ۱۰-جنوری دیوان عام میں لارڈ رابرٹ سیسل نے بیان کیا کہ اسد پاشا کے مقبوضہ علاقہ کے البانی سرویوں کے ساتھ خلق ومروت سے پیش آرہے ہیں۔ اور خود اسد پاشا نے انہیں قابل قدر امداد دی ہے +

آسٹریا اور مانٹی نیگرو میں خونریز جنگ پیرس ۱۰ جنوری - مانٹی نیگرو کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مقام لیبی نانز میں نہایت خونریز جنگ وقوع میں آئی - اور بعض مقامات کا قبضہ کئی دفعہ ادلتا بدلتا رہا۔ آخر میدان ہمارے ہاتھ رہا غنیم کو معتدبہ اور ہمیں بھی خاصہ نقصان پہنچا۔ الی کر وگرا کی سمت میں آسٹرویوں نے شدید حملے کے سبب جگہ پسپا کر دیئے گئے

لووکان پر شدید گولہ باری ہوئی جس میں خلیج کٹارو کے تمام قلعوں اور متحرک باٹریوں نیز کروزروں نے بھی حصہ لیا +

جرمنوں کا خونریز حملہ پسپا کردیا گیا - لنڈن ۱۱ جنوری پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ جرمنوں نے شیمپین میں زہریلی گیس کے گولوں کی شدید آتشباری کے بعد ایک حملہ کی طرح ڈالی۔ نیز انہوں نے بٹ ڈی مسنل کے علاقہ میں آٹھ کیلومیٹر (۵ میل) کے محاذ میں شبانہ روز میں ۴ مرتبہ ایک ہی مرکز پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر ہماری آتش باری نے ہر جگہ غنیم کا سخت مقابلہ کرکے اس کی جارحانہ کارروائی کو روک دیا۔ غنیم کو صرف دو موقعوں پر ہماری لائن میں عارضی طور پر قدم جمانے کا موقعہ مل گیا۔ مگر ہمارے پے در پے جوابی حملوں نے اسے پسپا کردیا۔ اور اب وہ ہماری مقدم خندقوں کے صرف دو خفیف موقعوں پر قابض ہے +

شیمپین میں غنیم کی پسپائی - لنڈن ۱۱ جنوری کو پیرس کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے۔ کہ تمام محاذ پر توپخانہ کی سرگرمی عام طور پر جاری رہی۔ سیوز کی گھاٹیوں پر شدید گولہ باری وقوع میں آئی اور غنیم کی خندقیں تباہ کردی گئیں شیمپین کے علاقہ میں مسلسل جانبازانہ معرکہ آرائی سے فرانسیسیوں نے اپنے قریباً تمام کھوئے ہوئے مورچوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ جرمنوں نے کیا بلحاظ فوجی تعداد اور کیا بلحاظ دیگر وسائل کے جو کام میں لائے گئے نہایت اہم نتائج پیدا کرنے کی کوشش کی۔ مگر بالکل ناکام رہے +

غنیم کی ہوائی تاخت - لنڈن ۱۰- جنوری کا سرڈگلس ہیگ کی رپورٹ مظہر ہے کہ ۳ ج مقام فوفولیپارٹ کے دشت گرینیڈ سٹیشن ریلوے اور ہیرز کے قریب توپخانہ کی سرگرمی ظہور میں آئی۔ متخاصم ہوائی جہازوں نے جینیٹ ریزل کے قریب اور ہیز بروک اور سنیٹ اومر میں بم گرائے۔ جن سے ایک عورت اور ایک بچہ ہلاک ہوگیا +

جبری خدمت کا مسودہ اور لیبر فریق کا رویہ - لنڈن ۱۱-جنوری لیبر ممبر مسٹر اینڈرسن ۱۱-جنوری کو فوجی خدمت کے مسودہ کے متعلق استرداد کی تحریک پیش کریں گے۔ اور لبرل ممبر مسٹر ٹی سمتھ اس استرداد کی تائید کریں گے بخلاف اس کے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مسٹر اسکوئتھ نے لیبر پارٹی سے درخواست کی ہے۔ کہ ۱۱-جنوری کو انکے ہمراہ اس مسودہ کے بعض پہلوؤں پر غور وبحث کریگے۔ اور اس پارٹی کے سربرآوردہ اراکین نے ایسا کرنا منظور کر لیا ہے۔ اس دوران [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مذہبی و اخلاقی کانفرنسیں جو گذشتہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں منعقد ہوئیں

مسلمانوں میں ایک مذہبی کانفرنس کی ضرورت

کانفرنسوں اور کانگریسوں کے اس زبردست ہجوم میں جو گذشتہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں کرسمس کی تعطیلات میں بمبئی اور بعض دیگر مقامات میں بہت دنوں تک رہا کچھ تھوڑا سا حصہ بعض مذہبی مجالس کا بھی تھا جو گو اپنی مخصوص وضع قطع کے لحاظ سے ہمارے ناظرین کی توجہ کے قابل نہ ہوں۔ لیکن جن مذاہب سے وہ متعلق ہیں چونکہ اس وقت وہ عالمگیر بننے کی جدوجہد میں اسلام کے بالمقابل رقیبانہ روش کو اختیار کئے ہوئے ہیں اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان کے حالات و واقعات پر ذیل میں ایک اجمالی نظر ڈالی جائے۔

پیشتر اس کے کہ ہم اپنے اس موضوع کی طرف رخ کریں تمہیدی طور پر اس قدر لکھ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ مسلمان دیگر مذاہب کی تبلیغی کوششوں کو یہ کہہ کر رد کر دیا کرتے ہیں کہ خود ان کی کتب مقدسہ انہیں دوسروں کو اپنے میں شامل کرنے کی اجازت نہیں دیتیں باوجودیکہ وہ اس بات کے قائل اور معترف ہیں اور قرآن کریم انہیں اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اسلام ہی ایک عالمگیر پیغام ہے اور اس کو ہر چہار اطراف عالم میں پہنچانا چاہئے۔ لیکن تاہم یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ غیر مذاہب کی طرف سے متحدہ و متفقہ طور پر دوسروں کو آریہ برہمو۔ یا عیسائی بنانے میں جس قدر جدوجہد سے کام لیا جاتا ہے مسلمانوں میں اس قدر کوشش نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی حفاظت اسلام کے لئے کوئی ایسی تدابیر اختیار کرنے کی ہی کوشش کی جاتی ہے جو خود ناواقف مسلمانوں کو غیر مذاہب میں جانے سے بچا سکیں۔ کانفرنسوں وغیرہ کے قیام سے غرض اور مقصد اگر کوئی ہو سکتا ہے تو یہ کہ اپنی حفاظت اور بچاؤ کا خیال کر کے اپنی ترقیات کے لئے ہاتھ پاؤں مارے جائیں۔ یوں تو مسلمانوں کے متعدد فرقہ جات اپنی اپنی جگہ اس مقصد کو لئے ہوئے کام کر رہے ہیں اور وہ ہر سال اپنا ایک مخصوص جلسہ بھی منعقد کر کے اس حفاظت خود اختیاری اور ترقیات کی تدابیر تازہ مشوروں کے ذریعہ سے سوچتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن یہ تو محض اپنی طاقتوں کو ہی ایک دوسرے کے بالمقابل ٹکرایا جاتا ہے یا منفرد طور پر کوئی کوئی بیرونی حملہ آوروں پر بھی کچھ وار کر دیتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان بیرونی دشمنوں کے بالمقابل جب تک متفقہ و متحدہ طور پر مل کر کام نہ کیا جائے اور اندرونی تفرقوں کو ان اوقات میں جو باہری جنگ میں صرف کرنے کے لئے مخصوص ہوں بالائے طاق نہ رکھ دیا جائے حریف پر غالب پانا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔

الحمد للہ کہ حضرت خواجہ صاحب کی مساعی جمیلہ سے مسلمان کچھ کچھ اس طرف آ رہے ہیں۔ اور انہوں نے اس ضروری فرض کو سمجھ کر خواجہ صاحب کی امداد میں حتی الوسع کوتاہی نہیں کی گو بعض ناعاقبت اندیش مسلمان اب بھی اس شاندار مقصد کو ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں۔ اور وہ دروغگوئی اور سب و شتم سے عوام کو ورغلانا اور ان کے متعصبانہ جذبات کو بھڑکانا چاہتے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کی برابر ہے۔ مگر تاہم اپنے اس کام کو زیادہ وسیع پیمانہ پر چلانے انگلستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی تبلیغی مشن قائم کرنے۔ خود ہندوستان میں حفاظت اسلام کا کام سرانجام دینے کے لئے جس قدر روپیہ جس قدر نفوس اور جس قدر نظام کی ضرورت ہے وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا کہ کل مسلمانان ہندوستان ایک کانفرنس کے ذریعہ اس کام کو سرانجام دیں۔ گذشتہ سے پیوستہ سال آگرہ میں محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتھ اشاعت اسلام کانفرنس کے نام سے بھی ایک سب کمیٹی قائم کی گئی تھی اور اسی پنڈال میں ایک دن اس کا جلسہ بھی منعقد ہوا تھا پھر گذشتہ سال بھی یہ کانفرنس راولپنڈی میں منعقد ہوئی تھی اور ان ہر دو سالوں میں ہماری طرف سے حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب باری باری حصہ لیتے رہے لیکن خدا جانے کیوں امسال مسلمانوں کی طرف سے منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں اس ایک ہی اسلامی کانفرنس کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا گو گذشتہ دو سالوں میں بھی اس کانفرنس کی طرف سے کوئی عملی کام بظاہر نہیں ہوا لیکن کم از کم ایک وجود کے موجود ہوتے ہوئے یہ امید تو کی جا سکتی تھی کہ اگر آج نہیں تو کل سہی۔ کل نہیں تو پرسوں سہی کبھی نہ کبھی تو کچھ ہو کر رہے گا چھریاں آپس میں صرف ایک ہی رگڑ سے تیز نہیں ہو جایا کرتیں۔ بلکہ انہیں تیز کرنے کے لئے متعدد مرتبہ رگڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود مخالفین کی پیہم مساعی اور جدوجہد کے ہماری طرف سے بجائے قدم آگے بڑھانے کے الٹی تنزل کی راہ اختیار کی جا رہی ہے۔ دوستو بے شک اپنے سیاسی نشوونما کے لئے ہاتھ پیر مارو۔ اور دوسروں سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو اور حد اعتدال کے اندر رہ کر اپنی تحریکات کو نشوونما دو لیکن خدا کے لئے اس کے ساتھ مذہب [illegible] جان اور مال سے پیارے مذہب اسلام کو بھول نہ جاؤ تمہارے یہ دنیوی سامان اور "قوم" "قوم" کی چیخ و پکار جھوٹی اور بے سود ہے جب تک کہ وہ مذہب کے ماتحت ہو کر اور مذہب کی اجازت سے نہ ہو۔ اور اس کے ساتھ خود مذہبی نشوونما کی بھی کوشش نہ کی جائے۔

× × × × × × × × × × ×

کیا یہ ایک ہی غرض و مقصد تم سب کے مد نظر نہیں کسی طرح سے مسلمان دنیا میں کامیاب اور سرخرو ہوں وہ عزت و برتری حاصل کریں اور فلاح کے وارث ہوں۔ آؤ کہ قرآن کریم تمہیں اس غرض و مقصد کے حصول کے لئے ایک ایسی راہ بتاتا ہے جو گو اپنی نوعیت میں بالکل جداگانہ حیثیت رکھتی ہے لیکن نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور ہے بھی یہ زیادہ پرامن اور تمام خدشوں اور خطرات سے پاک وہ فرماتا ہے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر

(و اولٰئک ھم المفلحون) - مسلمانو! تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ نیکیوں کا حکم دے۔ اور برائیوں سے منع کرے۔ اور یاد رکھو وہی لوگ فلاح پا جائینگے۔

کیا ہی سہل الحصول اور ہر ایک خطرہ و خدشہ سے پاک یہ راہ ہے۔ جو قرآن کریم نے بتائی ہے دوسروں کو بھلائیوں کی دعوت دینا نیکیوں کا حکم کرنا اور برائیوں سے روکنا یہی تین کام ہیں جو اس غرض اور مقصد کو پورا کر سکتے ہیں جو آج دنیا کی تمام مختلف کانفرنسوں اور لیگوں کے پیش نظر ہے۔ یعنی فلاح انسانی

دوستو کیا یہ سچ بات نہیں کہ دنیا میں ان تین باتوں کا فقدان ہی ایک چیز ہے جو ہر ایک قسم کے خوف و خدشہ اور دکھوں کو پیدا کر دیتا ہے اور انہی کے اختیار کرنے سے ہم کامیاب اور سرخرو ہو سکتے ہیں۔ تم کہوگے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تو اس کا جواب صاف ہے کہ جاؤ صحابہؓ کی زندگیوں کو دیکھو کیا انھوں نے کبھی ان تین اغراض کے سوا اور باتوں کو اپنا نصب العین بنایا۔ کیا کبھی سوائے مذہب کے ان کی زبانوں پر کوئی اور کلمہ بھی آتا تھا۔ کیا کسی سیاسی نشو و نما کیلئے انھوں نے اپنے اوقات گرامی کو ضائع کیا۔ نادان ہے وہ مخالف جو صحابہ کرامؓ کے ہاتھ میں ایک ٹوٹی ہوئی تلوار کو دیکھ کر یہ قیاس کرتا ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی ملکی اغراض پنہاں تھیں اور بالمقابل دشمن کے [illegible] لشکر کی طرف جو ہر ایک قسم کے سامان حرب سے آراستہ تھے نظر نہیں کرتا۔ دوستو ان کے مد نظر اگر تھا تو ایک اللہ کا نام دنیا میں روشن کرنا۔ ان کی راہ میں دشمنوں نے روکیں ڈالیں اور تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت کو روکنا چاہا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسلام کو نیست و نابود کر دینے کی کوشش کی۔ ان روکوں کو دور کرنے کے لئے انھوں نے بھی تلوار اٹھائی۔ لیکن دیکھو کہ باوجود ان خطرناک روکوں کی موجودگی کے۔ باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی جرار لشکر کوئی اعلیٰ درجہ کا سامان حرب اور کوئی مال و دولت نہ تھا۔ باوجود اس کے کہ ان دنوں میں سفر کے وہ سہل الحصول اور آسان سے آسان تر ذرائع بھی موجود نہ تھے جیسے کہ آج ہیں۔ بلکہ بالمقابل نہایت خطرناک اور دشوار گذار منازل ان کو طے کرنی پڑتی تھیں لیکن تاہم وہ ایک اللہ کا نام لے کر نکل پڑے اور ہر چہار اطراف عالم میں پھیل کر مخالف ملکوں میں ایسا اپنا اثر قائم کیا کہ ان کا مذہب ان کا ملک ان کا تمدن ان کا رسم و رواج غرض سب کچھ ہی لے کر اس کی جگہ اسلامی تہذیب کا جھنڈا نصب کر دیا۔ اور یہ انہی کی اور ان کے مسلمان کردہ گروہ کی طفیل ہے کہ آج سرزمین ہند میں بھی اسلام کا کچھ حصہ باقی ہے۔ پس دوستو کیا تم انہی کے قدم بقدم چل کر اپنے مخالفین کو زمانہ کی طرز و روش کے مطابق دلائل قاطعہ کی تلوار سے ہلاک کر کے ہر ایک قسم کے سامان ہائے راحت اور عیش و آرام سے فائدہ اٹھا کر اور نہیں تو کم از کم ایک اپنے ملک کو اور اپنے حکام کو مسلمان کر کے اسی سیاسی اہمیت کو حاصل نہیں کر سکتے جو انھوں نے حاصل کی اور جو تم اپنی ادھر اُدھر کی تدابیر سے حاصل کرنا چاہتے ہو۔ (باقی دارد)

حضرت خواجہ صاحب

بہت دنوں سے باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ پہلے تو آپ مسلمانان فرخ آباد کی استدعا پر صرف دو دن کے لئے فرخ آباد تشریف لے گئے تھے لیکن وہاں پہنچکر پھر گرد و نواح کے لوگوں نے بھی تقاضے کرنے شروع کئے اور ان کے از حد اشتیاق نے خواجہ صاحب کو تا حال واپس آنے نہیں دیا۔ چنانچہ تحصیل قائم گنج قنوج اور فتح گڈھ میں وہاں کے روسا و عظام کی دعوت پر آپ گئے اور وہاں آپ کے متعدد لیکچر ہوئے جنہیں کثیر التعداد مخلوق نے کمال اشتیاق کے ساتھ سنا

چار ہندو اور ایک عیسائی مسلمان ہوگئے

مرقومہ بالا رپورٹ کے ساتھ ایک یہ خبر بھی ہمارے ناظرین کی خاص دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچروں اور مواعیظ حسنہ سے متاثر ہوکر چار ہندو اور ایک عیسائی ان کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک اللہ تعالیٰ انھیں استقامت بخشے اور اعمال حسنہ کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت خواجہ صاحب کو بھی بیش از بیش ہمت طاقت اور اجر عظیم عطا فرمائے اور ان کی پاک کوششوں کو اس سے بھی زیادہ بار آور کرے جو مسلمانوں کی بہبودی اور فلاح کا باعث ہوں سنا ہے کہ آجکل حضرت خواجہ صاحب علیگڈھ تشریف لے گئے ہیں۔

ایک اور آریہ سماجی کا انحراف دیانندی تعلیمات سے

آریہ سماج میں آجکل عجب گڑبڑ مچ رہی ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی آریہ سماجی نکل کھڑا ہوتا ہے جو سوامی دیانند کی ہی مخالفت پر کمر باندھ لیتا ہے۔ اور اس مخالفت کی بنیاد اس پر رکھتا ہے کہ سوامی صاحب کی تعلیمات جو انھوں نے ویدوں کی طرف منسوب کی ہیں صریحًا ویدوں کے خلاف ہیں۔ اس کی متعدد مثالیں اس سے پیشتر دی جا چکی ہیں۔ اب تازہ ہمعصر آریہ گزٹ نے گورکل کے سالانہ جلسہ پر ایک ایسے ہی شخص سوامی ہری پرساد نامی کے کھل کھیلنے کی خبر دی ہے اور وہ لکھتا ہے کہ جو رپورٹیں مختلف ذرائع سے ہمارے پاس پہنچی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوامی ہری پرساد نے آریہ سماج کی سندھیا کا بڑے زور سے کھنڈن کیا اور کہا کہ اس سندھیا میں تو یجروید کا ایک بھی منتر نہیں ہے اور سوامی دیانند جیسے کرموں کے ختم ہونے پر مکتی سے واپسی مانتے ہیں ویسے میں نہیں مانتا۔ یہی نہیں بلکہ سوامی ہری پرساد نے منسا پری کرماں کے اپنے من گھڑت ارتھ (ترجمہ) کرتے ہوئے مہرشی دیانند کے ارتھوں کا کھنڈن کیا"

یہی وہ وجوہ ہیں

جو اس سے پیشتر پنڈت راج نرائن صاحب ارمان اور بعض دیگر فاضلان شکرت کو آریہ سماج سے منحرف کر چکی ہیں اور کسی بھی آریہ سماجی حتیٰ کہ مسافر سکے ہمہ دان ایڈیٹر کو بھی ان سے مناظرہ کی جرأت نہیں ہوئی کیا ان حالات میں سوامی دیانند صاحب کے اصلی مشن اور ان کی سنسکرت دانی کا حال بخوبی آشکارا نہیں ہو جاتا۔ یہ تو ابھی ابتدا ہے جوں جوں لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر خود تحقیقات کرینگے اور ویدوں کی چھان بین کرینگے سوامی صاحب سے منحرف ہوئے بغیر انھیں چارہ نہ رہیگا۔ ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اقدام

یہ ایک اور نیا اخبار ہے جو مولوی محی الدین صاحب بی۔ اے کے زیر ادارت کلکتہ سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ ہے تو روزانہ لیکن سائز حد سے زیادہ لمبا چوڑا اور ضخامت بھی ۱۲ صفحہ ہے مضامین بہت شستہ اور بطرز المنار۔ عام ملکی خبروں کے علاوہ متعدد انگریزی اخبارات کے تراجم بھی دیتا ہے۔ اور بعض مذہبی مضامین بھی کبھی کبھی لکھ دیتا ہے۔ ملکی و جنگی خبروں کے شائقین کے لئے بہت فائدہ مند ہے۔ قیمت سالانہ عـ۸ ملنے کا پتہ دفتر اخبار اقدام کلکتہ۔

خدا کی بادشاہت کہاں ہے اور اسمیں کون لوگ داخل ہو سکتے ہیں

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ (انجیل متی باب ۱۹- ۲۸- ۲۹)

یہ چند الفاظ جو حضرت مسیح علیہ السلام کے پاک کلام سے اخذ کئے گئے ہیں جس زبردست صداقت اور حقیقت حال کی طرف رہنمائی کرتے ہیں وہ بلاشبہ بہت نتیجہ خیز قابل عملدرآمد اور موجودہ مسیحی صاحبان کے بالخصوص نوٹس میں لانے کے لائق ہے۔ الفاظ مذکورہ بالا میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ گویا دولتمندوں کا آسمان کی یا خدا کی (دیکھئے کہ حضرت مسیح نے یہ دونوں لفظ استعمال فرمائے ہیں) بادشاہت میں داخل ہونا نہ صرف مشکل بلکہ ایسا ہی ناممکن امر ہے جیسا کہ ایک اونٹ کا سوئی کے ناکے سے گذر جانا۔

آسمان کی بادشاہت کیا ہے اور اس میں داخل ہونے کے کیا معنی ہیں یہ وہ ضروری سوالات ہیں جو ان فقرات کو پڑھ کر دماغوں میں پیدا ہوتے ہیں اور ان سوالات کا جواب ہی درحقیقت ہمارے اس تمام مضمون کا موضوع ہے۔ کیونکہ جب یہ پتہ لگ جائے کہ آسمان کی یا خدا کی بادشاہت سے حضرت مسیحؑ کی کیا مراد ہے اور اس میں داخل ہونے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں تو پھر ان موانعات کا بھی پتہ لگ جائیگا جو ایک دولتمند کے اس میں داخل نہ ہونے کا باعث ہوتی ہیں یا ہونگی۔ جس سے کہ ان کا مخالف پہلو یعنی وہ امور جو ان موانعات کی روک کا باعث ہو کر کسی دولتمند کے ادخال کا باعث ہو سکتے ہیں۔ خود بخود واضح ہو جائیگا اور اسی موضوع کا ہی ہم نے عنوان بالا میں ذکر کیا ہے۔

اب سب سے پہلے یہ جاننے کے لیے کہ آسمان کی بادشاہت یا خدا کی بادشاہت سے کیا مراد ہے ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ آیا کسی دوسری جگہ حضرت مسیح نے انہی الفاظ کو استعمال کر کے اپنے مطلب کو خود بھی واضح کیا ہے یا نہیں کیونکہ کسی کے کلام کو سمجھنے اور اس کے منشاء اصلی کو جاننے کے لئے سب سے زیادہ احسن اور سہل الحصول راہ یہی ہے کہ اس کے اپنے کلام سے اس کے مطلب کو حل کیا جائے۔ اس غرض کے لئے جب ہم انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت مسیح کے کلام میں جابجا یہی الفاظ ملتے ہیں چنانچہ ایک جگہ اور اس سے اگلے باب میں ہی آپ ایک انگوری باغ کی تمثیل بیان کرتے ہیں۔ اور شروع میں ہی "آسمان کی بادشاہت" کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں کہ

"آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کی مانند ہے کہ جو سویرے نکلا تاکہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے ......"

اب اس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے آسمان کی بادشاہت کو ایک گھر کے مالک کی مانند قرار دے دیا اور مالک بھی وہ جو ایک انگوری باغ بھی رکھتا ہے۔ اور اپنی جائداد پر ایسا قابض اور متصرف بھی ہے کہ وہ اپنی جائداد کو جس طرح چاہے تقسیم کر سکتا ہے۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ عبارت ہماری اس مشکل اور اُلجھن کو حل کرنے کا باعث ہوتی جو آسمان کی یا خدا کی بادشاہت کو سمجھنے کے متعلق پیدا ہوئی تھی اس تمثیل نے ہماری مشکلات کو اور بھی بڑھا دیا۔ کیونکہ اب ہمیں کسی گھر کے ایسے مالک کی تلاش کرنی چاہیئے جس میں تمام وہ صفات مذکورہ بالا پائی جائیں اور گو بادی النظر میں حضرت مسیح کے یہ الفاظ کیسے ہی صاف سیدھے اور عام فہم کیوں نہ ہوں اور ان کے مطالب کا سمجھنا بھی چنداں مشکل امر نہ ہو۔ لیکن زیادہ صحیح زیادہ مستند اور زیادہ قابل پذیرائی مطلب و معانی وہی ہونگے جو خود حضرت مسیح علیہ السلام ہمیں اپنے اس کلام کے بتا دیں۔ اور اس کے لئے ہمیں پھر انجیل کے دوسرے مقامات کی ورق گردانی کرنی چاہیئے۔

اس دوسرے مرحلہ کو طے کرنے کے لئے اور یہ جاننے کے لئے کہ "گھر کے مالک" سے جو ایک "انگوری باغ بھی رکھتا ہے حضرت مسیح موعود کی کیا مراد ہے۔ جب ہم ذرا اگلے صفحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معاً اکیسویں باب میں "انگوری باغ کے ٹھیکہ داروں کی تمثیل" کے عنوان سے ہمیں ایک اور اسی قسم کی تمثیل نظر پڑتی ہے جس میں الفاظ بھی کچھ اسی قسم کے ہیں جن کا کہ ہم مطلب معلوم کرنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ تمثیل حسب ذیل ہے۔

"ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگوری باغ لگایا اور اس کے چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دیکر پردیس چلا گیا اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس پھل لینے کو بھیجا اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا اور پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے۔ اور انھوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہکر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کرینگے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا اور قتل کر دیا پس جب باغ کا مالک آئیگا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کریگا انھوں اس سے کہا کہ ان برے آدمیوں کو بری طرح ہلاک کریگا اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دیگا۔ جو موسم پر اسکو پھل دیں"

اس تمثیل کا حضرت مسیح نے خود جو کچھ مطلب بیان کیا اور جو اس عبارت کے ساتھ ہی چلتا ہے وہ بھی قابل غور ہے۔

"یسوع نے ان سے کہا کیا تم نے کتاب مقدس میں نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظر میں عجیب ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائیگی"

اب اس تمثیل میں ہمیں حضرت مسیح نے صاف طور پر بتلا دیا کہ گھر کے مالک سے جو انگوری باغ بھی رکھتا ہے ان کی مراد کیا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت کا آپ کے ساتھ کیا تعلق و واسطہ ہے آپ کے آخری الفاظ "کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہو گیا" ہمیں ایک ایسے امر کی طرف رہنمائی کرتے ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے پورے چھ سو برس بعد واقع ہوا۔ اور اس میں وہ چیز جسے حضرت مسیح نے "خدا کی بادشاہت" یا "آسمان کی بادشاہت" کے پرشوکت الفاظ سے تعبیر کیا ہے واقعی طور پر

ان کے مخاطبین سے سے کہ اس قوم کو دیدی گئی جو اس کے پھل لاتی

اس بحث بات کو سمجھنے کے لیے ہمیں یہاں کتاب مقدس کے اس حوالہ کو دیکھنا چاہیئے جو حضرت مسیح نے کسی پتھر کے معماروں کی طرف سے رد کئے جانے اور اسی کے کونے کا سرا ہونے کے متعلق دیا ہے۔ یہ حوالہ انجیلوں میں انھیں الفاظ کے نیچے نوٹ کیا ہوا موجود ہے۔ جس میں زبور ۱۱۸ ۲۲ و ۲۳ کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی ہے۔ اس لئے بات کو پورے طور پر سمجھنے یا سمجھانے کے لئے ہم اس حوالہ کو بھی دیکھنا چاہتے ہیں اس بتہ و مقام کے مطابق ہم زبور کے اس حوالہ کو اس کے سیاق و سباق کی عبارت کے ساتھ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

"صداقت کے دروازے میرے لئے کھولو۔ میں ان سے اندر جاؤں گا میں خداوند کی ستائش کرونگا خداوند کا دروازہ یہ ہے۔ اس میں صادق داخل ہونگے میں تیری حمد ثنا کروں گا کہ تو نے میری سن لی اور میری نجات ہوا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ کونے کا سرا ہو گیا۔ یہ خداوند سے ہوا۔ جو ہماری نظروں میں عجیب ہے۔ خداوند نے یہ دن مقرر کیا۔ ہم تو اس میں خوشی کریں گے۔ اور شادمان ہوویں گے۔ اے خداوند میں منت کرتا ہوں کامیابی بخشئے۔ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے ہم خداوند کے گھر میں سے تم کو مبارکبادی دیتے ہیں۔ خداوند وہ خدا ہے۔ جس نے ہم کو نور دکھلایا قربانی کو مذبح کے سینگوں تک رسیوں سے باندھو میرا خدا تو ہے۔ اور میں تیری ستائش کرونگا۔ تو میرا خدا ہے۔ میں تیری بزرگی کروں گا۔ خداوند کی شکر گذاری کرو کہ وہ نیک ہے۔ اور اس کی رحمت ابد تک ہے" (زبور ۱۱۸: ۱۹ تا ۲۹)

اب ان تمام عبارات کے پڑھنے سے تمام مشکلات حل ہو کر ہمارا مطلب بخوبی حل ہو جاتا ہے اور یہ پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ وہ کون سا پتھر ہے۔ جسے معماروں نے رد کیا۔ اور وہ کونے کا سرا ہو گیا اور اس پتھر کو خدا کی بادشاہت کیسا کیا تعلق ہے۔ گو کہ اس عبارت کے تمام ہی الفاظ اس قابل ہیں کہ ان پر بہت کچھ لکھا جائے لیکن اپنے مطلب کو واضح کرنے کے لئے میں یہاں صرف انہی الفاظ کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں جن پر میں نے خط کھینچ دئے ہیں۔ اور یہی وہ الفاظ ہیں جو ظاہرا بھی ان الفاظ سے کسی قدر ملتے ہیں۔ جو ہم گذشتہ حوالوں میں پڑھ آئے ہیں۔ ان الفاظ میں سب سے پہلی بات جو قابل نوٹ ہے۔ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کا کسی آنیوالے کو خداوند کے نام سے یاد کرنا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ "مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام سے آتا ہے" دوسری بات جو اس آنے والے کی حیثیت کو اور بھی واضح کر دیتی ہے۔ وہ آپکا "اس کی رحمت کو ابد تک" بتاتا ہے چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں "اس کی رحمت ابد تک ہے" تیسری بات جس کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی مندرجہ بالا تمثیل میں دُہرایا ہے وہ اس کو ایسے پتھر کے نام سے تعبیر کرنا ہے "جسے معماروں نے رد کیا۔ اور وہ کونے کا سرا ہو گیا"

اب ان تینوں باتوں پر یکجائی نظر ڈالنے سے یہ بات روز روشن کی طرح کھل جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنی اس تمثیل میں اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنی زبور میں کس کو خداوند کے نام سے پکارتے اور اس کے گیت گا رہے ہیں۔ وہ کون ہے۔ جس کی رحمت ابد تک ہے۔ اور "کس پتھر کو معماروں نے رد کیا اور وہ کونے کا سرا ہو گیا"۔ جاؤ دنیا کی تمام تواریخ کو چھان مارو۔ تمام کتب مقدسہ اور مذہبی لٹریچر کی پوری طور پر ورق گردانی کرو۔ تمہیں سوائے ایک ہی مقدس انسان صلے اللہ علیہ وسلم کے کوئی دوسرا ایسا شخص نہ ملیگا جو ان تین صفات کو یکجائی طور پر اپنے اندر رکھتا ہو۔ وہ خداوند کے نام سے بھی پکارا گیا ہو۔ یعنے انبیاء کی پیشگوئیوں میں اسے خداوند کے نام سے یاد کیا گیا ہو۔ (۲) اس کی رحمت ابد تک ہو۔ اور (۳) ہو وہ پتھر ہو۔ جسے معماروں نے رد کیا ہو لیکن وہی کونے کا سرا ہو گیا ہو۔

میرے دوست کہیں گے۔ کہ یہ آخری نقرہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ پتھر کو کسی ایسے انسان سے کیا مناسبت ہے۔ اور اسکو معماروں کے رد کرنے اور پھر اسی کے کونے کا سرا ہونے سے کیا مراد ہے۔ بات تو سیدھی تھی۔ وہ ابراہیمی پتھر جو جناب اسمٰعیل علیہ السلام کی صلب میں ہوتا ہوا اشتہا پشت کے بعد مکہ معظمہ میں ظاہر ہوا۔ لیکن ان معماروں نے جو وہ بھی جناب اسمٰعیلؑ کی صلب میں سے ہونے کی وجہ سے اپنے بزرگ باپ کے نام پر معماروں کے نام سے پکارے گئے اسے رد کر دیا۔ مگر آخر کار جناب موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ میں جب

"خداوند سینا سے آیا۔ اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اسکے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت انکے لئے تھی"

تو وہی وہ وقت تھا۔ جبکہ وہ کونے کا سرا ہو گیا میرے دوستو! کیا یہ واقعات نہیں اور کیا ان واقعات کا مصداق دنیا میں ایک فرد واحد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوا۔ ہوا اور ضرور ہوا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ہی کے وجود سے حضرت مسیح علیہ السلام کے یہ الفاظ بہ تمام و کمال پورے ہوئے۔ کہ

"خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی"

کیا جناب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود سے نبوت و رسالت کا سلسلہ قوم بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل کی برگزیدہ قوم میں نہیں آ گئی جس نے اللہ تعالےٰ سے کنتم خیر امۃ کا مبارک خطاب پایا۔ اور وہ اس انگوری باغ کے جسے حضرت مسیح علیہ السلام نے خدا کی بادشاہت بھی کہا۔ ایسے ایسے پھل لائی۔ جو آج تک ویسے ہی ہرے بھرے موجود ہیں۔ بلکہ دن بدن ان میں بڑھوتی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پس وہ خدا کی بادشاہت کیا ہے۔ وہ کہاں ملتی ہے۔ کون سے دولتمند اس میں داخل نہیں ہو سکتے اور اس میں داخل ہونے کی کونسی راہ ہے ان تمام مذکرہ بالا حوالجات پر ایک یکجائی نظر ڈالنے سے صاف طور پر کھلتا ہے کہ خدا کی بادشاہت اسلام ہے کیونکہ خود جناب مسیح علیہ السلام انگوری باغ کی تمثیل دیکر اور خداوند کے خود آنے کی خبر دیکر پھر یہ بتلا کر کہ اُسکے آنے سے خدا کی بادشاہت بنی اسرائیل سے لیکر ایک دوسری قوم کو دے دی جائیگی۔ نیز داؤد علیہ السلام کے اس عاشقانہ گیت کیطرف اشارہ کرکے جسمیں اُنہوں نے ایک پتھر کے معماروں سے رد کئے جانے اور پھر اسی کے کونے کا سرا ہونے۔ خداوند کے نام سے آنے اور اسکی رحمت کے ابد تک ہونے کا ذکر کیا ہے اسی ایک ہی انسان کیطرف رہبری کی جو اسلام کا مبارک پیغام لیکر آیا۔ پس میں کہتا ہوں کہ آؤ۔ اسلام میں داخل ہو۔ کیونکہ خداوند کی بادشاہت یہی ہے۔ ہاں نہایت ہی تنگ دروازہ ہے جسمیں داخل ہو کر زندگی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن داخل ہونیوالے تھوڑے ہیں اور وہ وہی ہیں جو دنیا کی نظر میں چھوٹے اور عاجز۔ مگر آسمان کی بادشاہت میں بڑے ہیں۔ ہاں وہ جو دنیا کی نظروں میں بڑے ہیں مگر ساتھ ہی صدق اور راستبازی کے ساتھ عاجزی اور فروتنی اختیار نہیں کرتے

ایک ضروری التماس

شملہ سے جناب شیخ [illegible] اللہ دین صاحب عنوان بالا کے ماتحت ارقام فرماتے ہیں کہ:-

برادران سلسلہ عالیہ کو بخوبی معلوم ہے کہ پیغام صلح کسقدر دینی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ اس پرچہ کے ذریعہ نہ صرف ہمارے تبادلۂ خیالات ہو کر ہماری دینی معلومات میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے بلکہ اسکے ذریعہ سے وہ تمام غلط فہمیاں بھی جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق غیر احمدیوں میں اور اسلام کے بارہ میں مسلمان ہیں ملک میں پھیلی ہوئی تھیں دُور ہو رہی ہیں اور اسلام کی اصل حقیقت کو آشکارا کر کے حضرت خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو واضح کر کے اور اسکے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل حیثیت بتا کر اور آپ پر بیجا الزام لگانے والوں اور آپ کے غالی مریدین کے غلط خیالات کی تردید کر کے اسنے اسلام اور احمدیت کی حقیقی عزت کو قائم کیا ہے اور دین متین کی وہ وہ خدمات سرانجام دی ہیں کہ جنکو شمار نہیں کیا جاسکتا مسیح موعود دنیا میں کیوں آیا اور کس حیثیت اور منصب پر مامور ہوا۔ اسکے متعلق ہمارے اپنے بھائیوں نے بعض ان غلط الزامات کو پختہ کرنے اور اسطرح سے حضرت مسیح موعود کی حیثیت کو دنیا میں غلط پیرایہ میں پیش کرنیکا جو ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ جو مخالف علماء حضرت اقدس پر لگاتے تھے پیغام صلح نے ماشاءاللہ بہت کامیابی کیساتھ انکو اٹھا کر سلسلہ عالیہ کی خدمات حسنہ میں نمایاں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور بفضل خدا لے رہا ہے پس ان حالات میں یہ کسقدر ضروری امر ہے۔ کہ اس پرچہ کی توسیع اشاعت میں پوری جد وجہد سے کام لیا جائے۔ ہمارے دوستوں کا یہ فرض ہے کہ پیغام صلح کے مضامین سے نہ صرف خود فائدہ اٹھائیں بلکہ عامہ مسلمین غیر مذاہب کو بالعموم اور اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو بالخصوص ان سے متمتع فرمائیں"۔ اس بارہ میں شیخ صاحب نے خود آجتک جو عملی حصہ لیا ہے۔ وہ انکی ہی زندہ دلی۔ صدق و خلاص اور جوانہمتی پر شاہد ہے جو ایک سچے مسلمان کو دین حقہ کیساتھ ہونا چاہیئے۔ انہوں نے ۱۳ء ۱۴ء ۱۵ء یعنی تین سالوں کل ۱۰۰۰۰ پرچے صرف شملہ پر فروخت کئے۔ شیخ صاحب ایک پیسہ فی پرچہ کے حساب سے فروخت کرتے اور ۳ آنہ ۳ پائی ماہوار دینے والے کو خود اسکے گھر پر پہنچا آتے ہیں۔ یہ ہمت و خلاص انکی اس پیرانہ سالی میں قابل رشک ہے۔ اور ہمیں امید ہے اسبارہ میں انہوں نے دیگر برادران ملت سے بھی جو ضروری التماس کی ہے اور انہیں اس کو اب پیش کرنا چاہا ہے وہ ضرور اور بہت جلد قابل پذیرائی ہو گی اور بہت سے خادمان دین اس قومی پرچہ کی توسیع اشاعت اور قلمی خدمات میں نمایاں حصہ لیں گے ✦

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

۱- براہین نیرہ حصہ اول ۱۰/-

۲- اسوۂ حسنہ ۴/-

۳- ام الالسنہ ۱۲/-

یہ ہر سہ کتابیں مصنفہ حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مشنری ہیں۔ جو تین خاص مضمون پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی ہیں۔ یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علے الترتیب ثابت کیگئی ہیں۔

(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر نہایت منطقی بحث کی گئی ہے۔

۲- اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

۳- ام الالسنہ - بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے تعلق رکھتی ہیں۔

منیجر اشاعت اسلام - عزیز منزل۔

احمدیہ بلڈنگس، نولکھا - لاہور۔

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کی زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ نئے نئے ایڈیشنوں ہوتا ہے۔ اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ اسلام کی صداقت تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ اسلام کے برکات مبلغین اسلام کیلئے مناسب ہدایات۔ نومسلم کے لکھے ہوئے مضامین غرضکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئی حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ ہے۔ درخواستیں شیخ رحمت اللہ انگلش ویر ہوس لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں ✦

اَلنُّبُوَّۃُ فِی الْاِسْلَام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہیئے۔ تمام جماعت ہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبائعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں۔ اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت و رسالت کی غرض و غایت۔ نبوت و رسالت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت محدث و مجدد - مبشرات - حضرت مسیح موعود کی نبوت - حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت - خصوصیت مسیح موعود حقیقۃ النبوۃ کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعود - اور حضرت مسیح موعود کی تبدیلی عقیدہ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے احادیث سے - اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعود سے سیر کن اور دلچسپ اور معقول بحث کی گئی ہے۔ جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈالکر ختم نبوۃ کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر موجودہ اختلافات سلسلہ کے لئے بھی فیصلہ اور حضرت مسیح موعود کی اصل حقیقت کو ریا پر واضح کرنے والی ہے اور اس لئے تبلیغ اسلام و تبلیغ احمدیت کے لئے بہترین و کارآمد چیز ہے۔ آخری دو سو صفحات میں حضرت مسیح موعود کی کل کتب سے تمام حوالجات متعلقہ مسئلہ نبوت ایک ضمیمہ کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد عمہ، مجلد عہ - مبائعین میاں صاحب کے لئے ۱۲/ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے! ✦

نکات القرآن

قرآن کریم کا سیکھنا - اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت ضروری حکم اور ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے۔ ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب مولوی محمد علی ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی ہے۔ پہلے ایک حصہ قرآن کریم کے تفسیری نوٹ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ نکات القرآن کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس میں سورۂ بقرہ کی تفسیر ختم کر دی گئی ہے۔ محبان قرآن و ہمدردان اسلام نیز مسلمین اسے خرید کر فائدہ اٹھاویں - قیمت فی جلد ۶/ دفتر احمدیہ انجمن اشاعت لاہور سے مل سکتی ہے۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے [illegible] پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

قیمت

سالانہ ۔۔ ے/
ششماہی ۔۔ ے/
سہ ماہی ۔۔ عہ/
ماہوار ۔۔ ۹/

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۰

اُٹھ کلید فتح بن! قفل در مقصود کھول!!!

(از جناب آغا محمد شاہ صاحب کاشمیری)

مدتوں سے نغمۂ توحید محو خواب تھا
ساز ہستی مسلماں تشنہ مضراب تھا

پیکر احساس میں خوابیدہ روح درد تھی
شعلہ ریزی نواہائے اخوت سرد تھی

کر چکا تھا اپنی ہستی مسلم پرجوش گم
گرم ہنگامہ تھے سب محشر خاموش گم

آمد و رفت نفس لاتی تھی پیغام حیات
ورنہ نذر خود فراموشی تھا ناکام حیات

چشم بینا حیرت طفلانہ کا گہوارہ تھی
صرف تعمیر تحیر طاقت نظارہ تھی

نغمہ سنج قدس چپ تھا گلشن تکبیر میں
بند تھا شور انا مسلم لب تقریر میں

مدفن صد جلوۂ آشوب زا آئینہ بود
یک جہان بیقراری دم بخود در سینہ بود

وہ پیام آخری اسلام جسکا نام تھا
وہ ظہور صدق جو پروردۂ الہام تھا

روشنی دنیا کو دی جس مہر عالمتاب نے
زنگ فطرت دھو دیا جس نور کے سیلاب نے

ظلمت آگیں خلقت انساں کو بینا کر دیا
سنگریزے کو جلا دیکر نگینہ کر دیا

شعلے پیدا کر دیے خاکستر افسردہ میں
زندگی کی لہر دوڑا دی حیا مردہ میں

شورش ہنگامہ آرا آب و گل میں ڈالدی
شور بادل کا تڑپ بجلی کی دل میں ڈالدی

ایک ہلچل پڑ گئی جذبات زنگ آلود میں
آگ سی گویا لگادی تودۂ بارود میں

بارہا نالید و گفت آ قوم ما بیدار شو!
حصہ خود از حریفاں گیر و گرم کار شو!

تیری لب بندی سبق آموز گویائی ہوئی
طعنہ زن ہیچ تجھ پہ تو ہیں تیری ٹھکرائی ہوئی

آج اُن زندوں کو بھی زانپی تابانی پہ ہے
تیرے در کا نقش سجدہ جنکی پیشانی پہ ہے

منتظر نظارہ ہیں چشم خمار آلود کھول
اُٹھ کلید فتح بن قفل در مقصود کھول

اے خوشا غفلت! جو ممنون اثر کچھ بھی نہیں
کان نے سب کچھ سنا دل کو خبر کچھ بھی نہیں!

(از ترجمان)

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

تخلیہ درہ دانیال - لنڈن ۱۲ - جنوری سر چارلس ما نرو کا تار بحیر مراسلہ حسب ذیل ہے :- ترکوں نے ۷ - جنوری کو ہمارے مورچوں پر تمام ہیلس شدید حملہ کرنے کی کوشش کی - سہ پہر کے ۱½ اور ۳ بجے کے درمیان ہماری خندقوں پر سلسل گولہ باری ہوتی رہی - اور ۳ سے ۴ بجے تک انہوں نے شدید آتشباری کی - ۴ بجے بندوقوں کی شدید آتشباری کے ساتھ انہوں نے مغربی پنجرے اور فیوز بلیر بلف کے قریب دو سرنگیں اڑائیں - پاؤ گھنٹہ کے بعد ہمارے مورچوں پر تمام ترکوں نے سنگینیں چڑھالیں - اور دیکھنے میں آیا کہ ان کے افسر انہیں حملہ کے لئے طیار کر رہے ہیں مگر انہیں ایسا کرنے میں صرف پانچویں ایریا اور فیوز بلیر بلف میں کامیابی حاصل ہوئی - سٹیفورڈ شائرس کے سپاہیوں نے اس حملہ کو کامل طور پر پسپا کر دیا - اور بہت سے معتد آدمی ہلاک یا مجروح ہو گئے - ہمارے صرف ۱۳۵ مقتول و مجروح ہوئے - ہوائی جہازوں کی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ ہمارے پہلو پر بحری آتشباری نہایت صحت سے کام کر رہی تھی - اور اغلب ہے کہ غنیم نے شدید نقصان اٹھایا - ۷ - جنوری کی شب کو مطلع صاف رہا - اور تخلیہ کی کارروائی کامیابی کے ساتھ جاری رہی - ۸ - جنوری کے دن بھی مطلع صاف رہا - اور ۴ بجے بعد سہ پہر تک سمندر بھی صاف رہا - مگر اس کے بعد دفعۃً موسم خراب ہو گیا اور ہوا کا زور رفتہ رفتہ اس قدر بڑھا کہ رات کے ۱۱ بجے ہوا ۳۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے لگی - صرف نصف شب کے بعد موسم اسقدر بگڑا کہ فوج کو جہازوں تک لیجانے کے لئے کشتیاں اور بیڑے استعمال میں لائے جا سکیں - اس وقت بھی یہ ناممکن تھا کہ سپاہ کو ان تباہ کن جہازوں پر سوار کرایا جا سکے جو ڈبلیو کنارے پر غرق شدہ جہاز کے پاس کھڑا تھا - کیونکہ ان کو ایک دوسرے سے اتصال دینے والے بیڑے پانی کی لہروں سے بہ گئے تھے - ندی والے گھاٹ سے فوج کو جہازوں پر سوار کرنا ناممکن ہو گیا وہاں ایک کشتی خشکی پر چڑھ گئی اور باقیماندہ فوج کو جہازوں پر سوار ہونے کے لئے ڈبلیو گھاٹ کیطرف کوچ کر کے جانا پڑا - ان مشکلات کے باوجود ڈبلیو اور وائی گھاٹوں پر فوج کی سواری کا انتظام ۳½ بجے صبح تک تکمیل کو پہنچ گیا - اور ندی والے گھاٹ کی فوج اور باقی تمام جماعتیں بھی ۴ بجے تک سوار ہو گئیں - شب گذشتہ کو ۹ بجے راس ہیلس کے قریب ایک ننھا جسم آبدوز کی موجودگی کی اطلاع پہنچی -

ترکی توپخانہ رات بھر عملی طور پر اس وقت تک خاموش رہا جب تک کہ تخلیہ کی تکمیل کے بعد ایک فتیلہ کے ذریعہ سے تمام ذخائر کو یکسر آگ نہ لگا دی گئی - اس کے بعد ترکوں نے اپنے تمام محاذ پر سرخ روشنیاں جلائیں جن پر سب نے خود تا ہمارے گھاٹوں پر شدت سے گولہ باری شروع کر دی اور دوسری لائن کی خندقوں پر بھی آتشباری - سرخ روشنیاں ½ گھنٹہ جلتی رہیں - اور گولہ باری کا سلسلہ پو پھٹنے تک جاری رہا -

فرانسیسی فوج کے جہازوں پر سوار ہونے کی کارروائی ان کے اپنے جہازوں کے ذریعہ سے عمل میں آئی - اور انہوں نے ہمارے کچھ جانداز اپنے ہاں سوار کرا لینے سے ہمیں بھی قابل قدر مدد دی ✤

ترکی افسروں کی گرفتاری - لنڈن ۱۲ - جنوری گورنمنٹ فرانس نے قسطنطنیہ کے فرانسیسی نائب قونصل کی گرفتاری کا انتقام لینے کی غرض سے یونان کے ترکی سفارت خانہ کے مہتمم ترک افسروں کو گرفتار کر لیا ہے ✤

ہندوستان اور عراق عرب - لنڈن ۱۳ - جنوری دیوان عام میں سرجان ریس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے جنہوں نے اس امر کا ایما کیا تھا - کہ ہندوستان اور عراق عرب کا تعلق اب بہت قریب ہو گیا ہے - مسٹر سٹیورٹ نے کہا کہ میرے خیال میں جس طرح سے گورنمنٹ ہند نے عراق عرب کی فوجی مہم کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے - اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل عمل میں نہیں آئے گا ✤

بغداد کے برطانی باشندے - لنڈن ۱۲ - جنوری رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ بغداد کے برطانی باشندوں کو وہاں کے ترکی حکام نے ماہ نومبر کے اخیر میں موصل کی طرف خارج البلد کرا دیا تھا - امریکن سفیر مقیم قسطنطنیہ کو ہدایت کی گئی ہے - کہ اس جماعت کے متعلق جس میں ۲ مرد اور ۹ عورتیں اور بچے تھے - معلومات حاصل کر کے اطلاع دے ✤

بحیرہ روم کے نقصانات - لنڈن ۱۳ - جنوری - بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

ہلاک :- دوم لفٹنٹ ۱ -

زخموں سے ہلاک :- لفٹنٹ ۱ - دوم لفٹنٹ ۱ -

مجروحین :- لفٹنٹ ۲ - دوم لفٹنٹ ۱ -

بحیرہ اسود میں روسیوں کی سرگرمی - لنڈن ۱۴ - جنوری - پیٹرو گراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بحیرہ اسود میں تارپیڈو کشتیوں نے ساحل اناطولیہ کے قریب ایک ننھا جسم آبدوز اور دو کوئلہ کے جہازوں کو غرق کر دیا ✤

یونان اور اتحادی - لنڈن ۱۳ - جنوری - ایتھنز کے برقی تراشے جو اخبارات کو بھیجے کی غرض سے سینا سے روانہ کئے گئے ہیں مظہر ہیں کہ یونانی دار الحکومت میں عوام کی رائے شورش انگیز ہے - اخبار روزنامہ موسیلیو میں اتحادیوں کی طرف نامکمل مہربانی کو مقابلہ سمجھا اور فساد کی خبر آئی ہے - اور واقعہ یہ ہے لوگوں نے وہاں خفا ہو کر شکایت کی گئی ہے - کہ تمام یونان میں کوئلہ اور آٹے کی قلت محسوس ہو رہی ہے - اور روشنی اور ٹرام وے کی آمد و رفت میں بہت تخفیف کر دی گئی ہے - عوام کی رائے میں اس قسم کی مشکلات اس امر کا بدیہی ثبوت ہیں - کہ اتحادیوں کے ساتھ نسبتاً زیادہ عملی ائتلاف کی ضرورت ہے -

برلنر ٹجبلاٹ کے نامہ نگار مقیم صوفیہ کا بیان ہے کہ بلقان میں اس وقت برطانیہ اور فرانس کی ۲½ لاکھ فوج موجود ہے ✤

کارفو میں فرانسیسی سپاہ - لنڈن ۱۳ - جنوری ایتھنز کا تار مظہر ہے - کہ جزیرہ کارفو کے عارضی قبضہ کے لئے فرانس کی کچھ جمعیت وہاں اتاری گئی ہے - اور کارفو کے نواح میں ۱۴ جنگی جہاز گشت لگا رہے ہیں - معلوم ہوا ہے - کہ اس فوج کے بعد غالباً سروی فوج کو لا کر یہاں اتارا جائیگا - وہ سستا کر دوبارہ طیاری کے قابل ہو سکے - گھاٹ پر فرانسیسی جھنڈا بلند کر دیا گیا ہے - امید کی جاتی ہے - کہ گورنمنٹ یونان پہلے سے بھی زیادہ زور کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کرے گی ✤

ریلوے کے پل اڑا دیئے گئے - لنڈن ۱۴ - جنوری پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ بلقان میں فرانسیسی سپاہ نے دیمی حصار اور فلندر کے ریلوے پلوں کو فوجی ضرورت کی وجہ سے اڑا دیا -

۱۳ - جنوری سالونیکا کا تار مظہر ہے کہ فرانسیسی سپاہ نے دریائے سٹرو ما کے ریلوے پل کو بنظر حفظ ما تقدم اڑا دیا ہے ✤

جاہ کن رانچاہ در پیش - لنڈن ۱۳ - جنوری پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں کو دریائے سوم اور شمپین کے علاقہ میں دو خفیف شکستیں اٹھانی پڑیں - معلوم ہوتا ہے کہ جرمنوں نے فوری جیز میں زہریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مذہبی و اخلاقی کانفرنسیں جو گذشتہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں منعقد ہوئیں

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

تھی اسٹک کانفرنس بمبئی

اس ذیل میں سب سے پہلے جس کانفرنس کا ہم ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ برہمو سماج کانفرنس ہے۔ جسے برہم پرچارک لاہور نے تھی اسٹک کانفرنس کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ کانفرنس گذشتہ ۲۵ دسمبر سے ۲۹ دسمبر ۱۹۱۵ء تک بمبئی میں پرارتھنا سماج مندر میں منعقد ہوئی ہم اس کے تفصیلی حالات کو چھوڑ کر بعض خاص باتوں پر ایک اجمالی ریویو کرنا چاہتے ہیں۔

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے "مصلحین زمانہ" کے نام سے موجودہ زمانہ کے چند مصلحین کا ذکر کرتے ہوئے برہمو سماج کے چند لیڈروں کا بھی تذکرہ کیا تھا اور مہاتما کیشب چندر سین اور راجہ رام موہن رائے کے حالات زندگی اور اُن کے اصلاحی کاموں کا تذکرہ کرتے ہوئے ہم نے بتلایا تھا کہ برہمو سماج کے ان لیڈروں کے اعتقادات و خیالات بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ برہم دھرم کے اصول خواہ کیسے ہی اعلیٰ موثر اور بظاہر عمدہ اور نیک نتائج پیدا کرنے والے کیوں نہ ہوں حقیقت یہ ہے کہ جہاں تک ان کا تعلق ہندو مذہب سے ہے یہ اعتقادات اصل ہندو مذہب کے ہرگز مطابق و موافق نہیں۔ یوں تو ہندوؤں کے موجودہ بیشمار فرقہ جات کے اصولی اختلافات اسی افسوسناک حقیقت کے مظہر ہیں کہ ہندو مذہب کی کوئی بھی جامع و مانع تعریف نہیں ہو سکتی لیکن اگر ہندو مذہب ویدوں کو ماننے یا پرانے ہندوانہ خیالات کا نام ہے تو پھر ان فرقہ جات کا جو ویدوں اور پرانوں کے مقلد نہیں ہندوؤں میں شمار کیا جانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ انھیں ہندو مذہب سے علیحدہ اور ایک نیا دھرم سمجھنا چاہئے ہم نہایت حیران ہیں کہ ایک طرف مذہبی اصولوں اور اعتقادات کو مدنظر رکھکر اور دوسری طرف ان ہندوانہ طرز معاشرت اور رسوم و رواجات کا پاس و لحاظ کر کے جو برہموؤں میں پائی جاتی ہیں اس مذہب کو کس نام سے پکارا جاوے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ کل مذاہب کی نیک و پاک باتیں اس دھرم کے اصولوں میں داخل ہیں اور سچائی جہاں کہیں سے بھی ملے لے لو۔ لہٰذا اس مذہب کا اصول ہے اور یہ وہ بات ہے جو ویدوں اور شاستروں کے صریح مخالف ہے اور ہندوؤں کی مستند مذہبی کتابیں جن پر قدیم سے ہندو اقوام کا سواد اعظم عامل رہا ہے ہرگز ان کی موئد نہیں لیکن تاہم برہم دھرم کے پیروان سب کتب اور خیالات و اعتقاد کو غلط بتلاتے ہوئے پھر بھی اپنے آپ کو ہندو ہی بتلاتے اور ہندوؤں میں ہی شمار کرتے ہیں۔

اس بات کا ثبوت کہ اعتقادات و خیالات کے لحاظ سے یہ ایک بالکل نیا مذہب ہے اور پرانے ہندو دھرم سے اسے کوئی واسطہ نہیں مسٹر نارائن چندرورکر کی اس تقریر سے ملتا ہے جو انھوں نے برہمو سماج کی اس کانفرنس میں کی انھوں نے براہمو سماج کے اب تک کافی طور پر نہ پھیلنے کے چند باعث بتاتے ہوئے ان میں لوگوں کے تنفر کی یہ وجہ بتائی کہ لوگ اسے ایک نیا دھرم سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اصل الفاظ بروایت برہم پرچارک لاہور حسب ذیل ہیں۔

"لوگ برہم سماج سے متنفر ہو رہے ہیں میں نے دیش میں سیر کر کے دیکھا ہے کہ لوگ اس نام کو سن کر سخت نفرت ظاہر کرتے ہیں۔ کھوج کرنے سے نفرت کا کارن (سبب) یہ معلوم ہوا ہے کہ ہم لوگ برہمو دھرم کا بطور ایک نئے مذہب کے پرچار کرتے ہیں حالانکہ صداقت دنیا میں قدیم ترین شے ہے لوگ نیا دھرم سُنکر چڑ جاتے ہیں۔ ہم دھرم کو لوگوں کے سامنے بطور ان کی اپنی اور قدیمی شے ظاہر کرنے کی بجائے ایک خارجی اور نئی شے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

(ب) نئے دھرم کے علاوہ ہم اس کو خارجی دھرم کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔ ہم بجائے اس کے کہ دھرم کے اصول کی تشریح او توضیح کرتے وقت اپنے رشیوں اور سنتوں کے کلام اور زندگیوں سے مثالیں غیر ممالک کے مہاتماؤں کے کلام اور زندگیوں کو عموماً پیش کرتے ہیں اسی سے عام لوگوں کے قومی جذبات کو چوٹ لگتی ہے"

مسٹر نارائن چندرورکر کے یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ برہم دھرم عام ہندوؤں کے نزدیک کیا وقعت رکھتا ہے۔ اور اس دھرم کے اصول و قوانین عامہ خیالات سے کس قدر متغائر و متبائن اور اس لئے ایک بالکل جدید مذہب کی حیثیت رکھتے ہیں

"صداقت دنیا میں قدیم ترین شے ہے" بات تو یہ بالکل صحیح ہے لیکن کیا صداقت کے لفظ سے مسٹر نارائن چندرورکر کی مراد ہندو دھرم یا عام ہندوانہ خیالات و اعتقادات ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہرگز نہیں۔ بلکہ انھوں نے بات کو ایک دوسرے پیرایہ میں ڈھال کر ان متنفر ہونے والی ہندو طبائع کی تسلی کرنی چاہی ہے۔

تعجب ہے کہ تعلیم تو نئے مذہب کی دی جاتی ہے اور وہ ہے بھی قدیم ہندو دھرم کے خلاف اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ کوئی جدید مذہب نہیں بلکہ یہ تو ایک صداقت ہے اور صداقت تو ایک قدیم ترین شے ہے۔ بات تو سچ ہے لیکن اس طرح سے تو کون دنیا کا مذہب ہے جو اپنے نزدیک کچھ نہ کچھ صداقت نہیں رکھتا اور اس لئے وہ قدیم ترین شے نہیں ہو (باقی آئندہ)

مسیحی کانفرنس

ہر ایک قوم جو دنیا میں رہنا اور اپنی ہستی کو قائم رکھنا چاہتی ہے نہ صرف یہی بلکہ دن بدن ترقی کر کے اپنے آپ کو کامیاب اور فائز المرام بنانا چاہتی ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ اگر اور نہیں تو زمانہ کی رفتار کے ساتھ قدم بڑھاتے چلی جائے مگر اس کے ساتھ صداقت کا ہونا بھی ایک لازمی امر ہے ورنہ نرا تصنع اسے کبھی نہ کبھی پھر نیچے گرا دے گا۔ لیکن تاہم جد و جہد اور کوشش سے وہ ایک وقت کے لئے فائدہ ضرور اٹھا سکتی ہے۔ اسی حقیقت پر آج مسیحی دنیا بھی عامل ہے۔ اور جہاں کہیں وہ موقع پاتے ہیں ترقی کے لئے ہاتھ پاؤں ضرور مارتے ہیں حال ہی میں ہندوستانی عیسائیوں کی بھی ایک کانفرنس الہ آباد میں منعقد ہوئی ہے جس نے اپنے تحفظ اور دنیوی ترقی کے لئے جو کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں ان کی کیفیت ذیل کے ریزولیوشنوں سے معلوم ہوتی ہے:-

(۱) عیسائیوں کو ہر ایک انتخاب کے وقت وائسریگل کونسل اور صوبوں کی قانونی کونسلوں میں جگہ دی جائے۔

(۲) کونسلوں کے قواعد میں ایسی ترمیم کی جائے جن سے عیسائیوں کو جداگانہ انتخاب کی اجازت ہو جائے۔
(۳) ایک کمیٹی مرتب ہو کر وائسرائے اور صوبوں کے گورنروں کو بھیجنے کے لئے ایک میموریل کا مسودہ طیار کرے جس میں ڈسٹرکٹ کونسل اور صوبوں کی کونسلوں اور ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈوں کے متعلق ہندوستانی عیسائیوں کی حالت کا اظہار کیا جائے۔
(۴) پنجاب کے ہندوستانی عیسائیوں کو فوج میں بھرتی ہونے کا جو حق دیا گیا ہے اس کے لئے کانفرنس وائسرائے کا شکریہ ادا کرتی ہے
(۵) فوج میں عیسائیوں کی بھرتی اس لئے بھی ضروری ہے کہ اس سے والینٹروں کی فوج میں ترقی و فراوانی ہونے کا امکان ہے۔
(۶) کانفرنس کی رائے میں سخت ضرورت ہے کہ مہاراجہ میسور کی خدمت میں ایک میموریل بھیجا جائے کہ ریاستوں اور کسن وارثوں کی نگرانی کے متعلق عیسائیوں پر جو قیود ہیں وہ سب منسوخ کر دی جائیں۔
(۷) کونسلوں اور میونسپل کمیٹیوں میں عیسائیوں کی تائید مقامی کافی ہونی چاہئے۔

ایک طرف تو دیسی عیسائی اپنی حالت و حیثیت کو ترقی دینے کے لئے اس قسم کے مطالبات پیش کر رہے ہیں اور دوسری طرف اینگلو انڈین ایمپائر لیگ نے جو انگریزوں کی ایک پولیٹکل انجمن ہے بمبئی میں ایک جلسہ منعقد کر کے حسب ذیل رزولیوشن پاس کئے ہیں۔
(۱) پادریوں سے درخواست کی جائے کہ وہ شادی اور اصطباغ کے رجسٹروں میں فریقین کی نسل و قومیت کی وضاحت کر دیا کریں۔
(۲) گورنمنٹ سے استدعا کی جائے کہ وہ ایسے انگلو انڈین (یوریشین) سکولوں کی امداد بند کر دے جو ہندوستانیوں کو داخل کرتے ہیں خواہ ان ہندوستانیوں کے نام ہندوستانی ہوں یا یورپین
(۳) گورنمنٹ سے التماس کی جائے کہ جو عہدے انگلو انڈین لوگوں کے لئے مخصوص ہیں وہ ہندوستانیوں کو خواہ ان کے نام ہندوستانی ہوں یا یورپین۔ نہ دیئے جائیں

روس میں اسلام کی اشاعت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مسلمانان روس کے چند دلچسپ حالات مختصراً ہدیہ ناظرین کئے تھے۔ اب معزز ہمعصر صحیفہ بمبئی نے ٹائمز آف انڈیا سے ان سب حالات کو ترجمہ کیا ہے جس میں ایک مختصر سا نوٹ اس بارہ میں بھی ہے کہ روس میں اسلام کیونکر پھیلا۔ چنانچہ اخبار مذکور رقمطراز ہے کہ:۔

"روس میں اسلام کی اشاعت ملت بیضا کی بہترین فتح تصور کر لی چاہیئے۔ دنیا جہان کے بہت سے حصوں میں اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔ مگر روس میں اس کی فتح بغیر خون بہائے ہوئی ہے۔ منگولیا کے غول بیابانی نے وسط ایشیا میں اسلامی حکومتوں کو تاخت و تاراج تو کیا۔ لیکن بہت جلد یہ فاتحین خود دائرہ اسلام میں آ گئے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ اگر روسی گورنمنٹ یونانی کلیسا کو سد سکندری کی طرح کھڑا نہ کر دیتی تو آج کے دن تمام وسط ایشیا اور سائبیریا کی آبادی مسلمان ہوتی۔ گذشتہ دس سال میں پچاس ہزار عیسائی مسلمان ہوئے"

اسلام کہیں کبھی بزور شمشیر نہیں پھیلایا گیا۔

روس میں اسلام کی اس مختصر کیفیت کو ظاہر کرتے ہوئے ٹائمز آف انڈیا کا یہ چلتا ہوا فقرہ کہ "دنیا جہان کے بہت سے حصوں میں اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا" بہت ہی بے بنیاد خیالات پر مبنی ہے۔ اور ہم حیران ہیں کہ مسیحی دنیا کے یہ ہتھکنڈے جو وہ اسلام کے روشن چہرہ پر داغ لگانے کے لئے اختیار کرتے ہیں کیوں ختم ہونے میں نہیں آتے۔ جب کہ بارہا واقعات اور معتبر تاریخی حالات سے نہ صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی بلکہ خود بعض عیسائی مصنفین کی جانب سے بھی یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اسلام ہرگز کہیں بھی بزور شمشیر نہیں پھیلا۔ افسوس ہے کہ لوگ اصل حالات کو تو دیکھتے نہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان پر پردہ ڈال کر لوگوں کو ان سے بے بہرہ رکھنا چاہتے ہیں اور صرف اتنی بات پر کہ مسلمانوں نے فلاں وقت اور فلاں موقع پر تلوار کو ہاتھ میں پکڑا تھا فوراً ان پر اسلام کے بزور شمشیر پھیلانے کا الزام لگا دیتے ہیں کیا دنیا کی کوئی مذہب سے مذہب قوم بھی بتا سکتی ہے کہ اپنی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے ایک شمشیر زن مخالف سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے۔ کیا اس وقت بغیر تلوار اٹھائے کام چل سکتا ہے۔ اس کا جواب موجودہ حالات وقت بخوبی دے رہے ہیں۔

اسلام کے بزور شمشیر نہ پھیلائے جانیکا ثبوت

ہمیں اس بات کے لئے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا کسی لمبے چوڑے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ روس میں اس کی یہ کامیابی کہ جو ٹائمز کے نزدیک بھی "بغیر خون بہائے ہوئی ہے" اس بات پر شاہد عادل ہے کہ اسلام کو کسی تلوار کی ضرورت نہیں۔ نہ پہلے تھی۔ نہ اب ہے۔ نہ آئندہ ہوگی۔ پچاس ہزار نومسلمین کی تعداد کوئی تھوڑی نہیں۔ اور وہ بھی عیسائیت جیسے مذہب کو چھوڑ کر۔ پھر جب اسلام ایک ایسے مذہب کو جسے آج عالمگیر اور مہذب اقوام کے لائق بتایا جاتا ہے اس کی باقاعدہ ترویج میں آدمیوں سے روپیہ سے اور دیگر ہر ایک قسم کی کوششوں سے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا باوجود اپنی اشاعت کے لئے کوئی باقاعدہ نظام کوئی جسمانی یا مالی امداد نہ رکھنے کے اس طرح کھلے طور پر مات کر دے سکتا ہے۔ تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ان دنوں میں جب کہ عرب سے بہترین علم و اخلاق اور تقویٰ پرہیزگاری کے مالک اس کے جاں نثاروں میں شامل تھے اسے تلوار کی ضرورت پڑتی۔ کبرت کلمة تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا

۱۴۔ جنوری کا پرچہ

گذشتہ ہفتہ اور اس سے پہلے ایک دو ہفتوں میں بھی بعض وجوہات کے باعث اخبار کا ایک ایک نمبر شائع ہونے سے رہ گیا۔ یعنی بجائے ہفتہ میں تین بار شائع ہونے کے صرف دو بار شائع ہوا۔ گذشتہ ہفتہ کا وہ پرچہ جو شائع نہیں ہوا ۱۴۔ جنوری ۱۹۱۶ء کا ہے ہم کوشش کرینگے کہ بعض آئندہ اشاعتوں میں ڈبل پرچہ شائع کر کے اس ناگوارگی کو پورا کر دیں۔ ناظرین کرام اس گذشتہ کوتاہی کو باعث معذوری و مجبوری سمجھیں۔

مولوی عبداللہ چکڑالوی کی وفات

ہمارے ایک خاص نامہ نگار لاہور سے اطلاع دیتے ہیں کہ فرقہ اہل قرآن کے بانی مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی ۳۰۔ دسمبر ۱۹۱۵ء گذشتہ کو موضع بارو خیل علاقہ ڈیرہ اسمٰعیل خان میں بعارضہ بخار و اسہال وفات پا گئے۔

آریہ سماج اور فن مناظرہ

از بابو اللہ بخش صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

تاریخ ہمیں جس زمانہ میں مذہب کے وجود کا ثبوت دیتی ہے مناظرہ اور تبادلہ خیالات کا وجود بھی اس کے ساتھ ساتھ پایا جاتا ہے .... یہ سچ ہے کہ اس صورت میں جب کہ بہت سے مذاہب کا جال دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ مناظرہ اور تبادلہ خیالات کرنا اور ہر ایک جائز طریق سے غیر مذاہب کی جانچ پڑتال کرنا ہر ایک شخص کا فرض اول ہے کیونکہ مذہب ہی انسان کے ہاتھ میں ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے یہ اپنی زندگی کی دشوار گذار منزل کو طے کر سکتا ہے۔ ہمیں اس سے کبھی انکار نہیں کہ فن مناظرہ صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ایک بے نظیر اصول ہے۔ اور ایک صحیح الدماغ انسان اس کی روشنی سے مذہب کے گورکھ دھندے سے نجات پا سکتا ہے۔ .... مگر ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہر ایک شے کا ناجائز استعمال بجائے فائدہ کے نقصان دہ ہو جایا کرتا ہے۔ دنیا میں وہ کونسا اصول کونسا قانون اور کونسا فن ہے جو ایک فائدہ کے خواہشمند کو اپنے جائز استعمال کی ہدایت نہیں کرتا اور وہ کونسا دکھ۔ کونسی مصیبت اور کونسی حیرانی اور بے قدری ہے جو ہم سے کسی کام کے ناجائز استعمال کا کفارہ نہیں چاہتی۔

فی زمانہ فن مناظرہ نے بھی جو ڈراؤنی شکل اختیار کی ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور اس کے صلہ میں جو جو مصیبتیں اور دکھ مذہبی دنیا برداشت کر رہی ہے وہ بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ زمانہ نے کچھ ایسی بے رحمی سے کروٹ بدلی ہے کہ ساتھ ہی لوگوں کے اخلاق اور عادات کا بھی ستیاناس کر دیا۔ ہر ایک مذہب کا دوسرے مذہب کے بزرگوں کو گالیاں دینا اور دوسرے کے مذہب کو ناکارہ اور جھوٹا ثابت کر کے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرنا فن مناظرہ کا پہلا سبق سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ ایک ایسی غلط راہ ہے کہ جس پر چلنے والے نہ آج تک اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور نہ آئندہ ہو سکتے ہیں۔

اس بات کے ثبوت کے لئے کہ ہندوستان میں اول اول کس شخص نے اس صحیح مذاق میں زہر ملایا اس وقت میرے سامنے سوامی دیانند جی مہاراج کی ستیارتھ پرکاش پڑی ہے جو لوگ سوامی جی کے لٹریچر سے واقف ہیں ان کو بتانے کی تو چنداں ضرورت نہیں۔ ہاں جو لوگ ناواقف ہیں وہ ستیارتھ پرکاش کے آخری حصہ کو پڑھ جاویں۔ گو اس کے مطالعہ سے خواہ وہ کوئی مذہب بھی رکھتے ہوں ان کو سخت صدمہ ہوگا تاہم اس بات کا ثبوت بخیر و خوبی ہو جاوے گا کہ اس طریقہ کے ایجاد کے اول موجد ایک لائق بزرگ سوامی دیانند جی مہاراج ہیں۔

مگر کاش اس کالی بلا کی عمر بھی سوامی جی کی عمر کے برابر ہوتی تو آج شاید ہندوستان میں اس بیماری کا کچھ افاقہ ہو جاتا۔ لیکن نہیں .... ہندوستان ایسا خوش قسمت نہیں کہ کسی بد عادت میں پڑ کر اس سے نجات حاصل کر سکے۔ بلکہ بد اعتقاد بھی یہاں ایک دفعہ گھس آیا اس نے دن بدن طاعون کی طرح اس طرح پاؤں پھیلانے شروع کئے کہ آخر شہر شہر کوچہ کوچہ اور گھر گھر اپنی پرستش کرائی۔

بجائے اس کے کہ ہمارے آریہ مترا اس مبارک اور صحیح اصول سے کچھ فائدہ اٹھاتے انہوں نے اپنے سوامی کی پیروی کر کے خود بھی نقصان اٹھایا اور ساتھ ہی سارے ہندوستان کی ہوا کو بھی گندہ کر دیا۔

میں نے اوپر عرض کیا ہے کہ فن مناظرہ کے صحیح عمل سے انسان نہایت آسانی سے ایک صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جب ہمارا وہ صحیح نتیجہ پر پہنچانے کا آلہ ہی بگڑ گیا اور ایک فرقہ نے اس کی شکل کو اس قدر بگاڑ دیا کہ اس کے سر کی جگہ ٹانگ بازو کی جگہ پاؤں اور ہاتھ کی جگہ منہ لگا دیا تو جائے غور ہے کہ ہماری آئندہ نسلوں کو کس قدر مصیبت کا سامنا ہوگا جن کو دنیا کا ہوش سنبھالتے ہی تعصب کی آگ کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔ شاید میرے آریہ مترا سے بھی کسی گذشتہ جنم کے پاپ کا نتیجہ بنا دیں۔ مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ آریہ متروں نے شاید اس اصول کو اپنے نئے اور عجیب و غریب مذہب کی پرورش کے حق میں مضر خیال کیا ہے اور اصل حقیقت بھی یہی ہے کہ اس اصول کے ہوتے ہوئے آریہ دھرم کا ایک دن کے لئے بھی دنیا میں رہنا محال ہے۔

کیا کوئی شخص مجھے اس بات کا یقین دلا سکتا ہے کہ کبھی کسی آریہ اپدیشک نے پبلک میں اپنی مذہبی کتاب سے ایسے اصول جو انسانی فطرت کے مطابق ہوں بیان کئے ہیں اور کیا کبھی کسی آریہ اخبار نے سوائے دوسرے مذاہب کو گالیاں نکالنے کے ویدک دھرم کو دلائل کے ساتھ مذہبی دنیا میں پیش کرنے کی جرأت کی ہے .....

..... برخلاف اس کے مسافر آگرہ کا ۱۰ دسمبر کا پرچہ میرے سامنے ہے جس میں انہوں نے سورہ آل عمران پارہ ع پر تین اعتراضات کئے ہیں۔ میں اس اخبار کا مدت سے مطالعہ کرتا ہوں اور جو کچھ میں نے اس پرچہ کی زندگی کا مقصد سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ اپنی جھونپڑی کو آگ لگا کر بستر پر یا مصیبت راکھ ہو جائے مگر دوسرے کے مکان کو آنچ پہنچانے کی کوشش ضرور کرنی چاہیئے۔ اعتراضات یہ ہیں۔

(۱) ان اللہ اصطفی آدم و نوحا و آل ابراہیم و آل عمران علی العالمین

(۲) کلما دخل علیہا زکریا المحراب وجد عندہا رزقا۔ قال یمریم انی لک ہذا۔ قالت ہو من عند اللہ

(۳) قال رب انی یکون لی غلام و قد بلغنی الکبر و امراتی عاقر قال کذالک اللہ یفعل ما یشاء

مہاشہ جی مہاراج کہتے ہیں کہ تینوں باتیں خدا کے قانون کے خلاف ہیں۔ اگر خدا اپنے قانون کو توڑے تو ان کا مدعا کو سے۔ اور چونکہ وہ اپنے قانون کو نہیں توڑ سکتا اس لئے یہ کام بھی نہیں کر سکتا۔

(۱) یہ کہ کسی بزرگ کو عالم پر فضیلت دے۔

(۲) کسی بانجھ کے گھر بچہ پیدا ہو۔

(۳) کسی کو رزق دے۔

اور اپنے اس دعوے کے ثبوت میں دلیل پیش کی ہے کہ یہ باتیں کسی عقلمند کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔ اس لئے یہ محض قصے ہیں معلوم نہیں مہاشہ جی کے نزدیک عقلمندوں کی کیا نشانی ہے۔ شاید وہ ایسے لوگوں کو عقلمند سمجھتے ہوں جو خدا کے وجود سے منکر ہوں۔ یا شاید وہ ایسے لوگوں کو عقلمند خیال کرتے ہوں جو از روئے تناسخ خدا کو ناکارہ محض اور ظالم مانتے ہوں۔ یا شاید وہ ایسے آریہ متروں کو ہی عقلمند مانتے ہوں جو بچوں کی طرح محض دل دکھانے کی خاطر غیر مذاہب پر حملے کریں۔ اور پھر اسی کے پچھلے جنم کے اعمال بد کا نتیجہ بتائیں خیر یہ ان کی اپنی اچھیا ہے۔ جو کچھ بھی ان کی اپنی عقل میں آ وے سو سمجھیں

مگر میں عرض کرتا ہوں کہ مہاشہ جی کی اس دلیل کی رو سے سوامی جی بھی عقلمندوں کے گروہ میں شامل نہیں کئے جا سکتے کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ

(۱) تمام جہان کا پرورش کرنے والا ایشور ہے۔ (یعنی تمام عالم کے جانداروں کو خواہ وہ کسی حالت میں بھی ہوں ایشور ہی رزق دیتا اور پالتا ہے)

پھر مہاشہ جی کو یہ بھی خبر ہے کہ سوامی جی (۲) تمام عمر چار رشیوں کی فضیلت کو ثابت کرنے کے لئے کس قدر زور لگاتے رہے حالانکہ غور کرنے سے خدا کے پاس رشیوں کی کوئی ایسی خدمات بھی معلوم نہیں ہوتیں جن کے بدلے

ان کو اس فضیلت کا مستحق سمجھا جاوے۔

(۳) مہاشہ جی کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ایشور کسی بیماری کو اچھا نہیں کر سکتا۔ یعنی حضرت ذکریا کی عورت کو جو بانجھ پن کی بیماری تھی اسکو اچھا کرنا ایشور کے قانون کے خلاف ہے۔

اس اعتراض سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہاشہ جی کی نظر میں اپنے ایشور کی عزت ایک ڈاکٹر جتنی بھی نہیں ہے۔ ایک ڈاکٹر تو مہاشہ جی کو طاعون جیسی مہلک بیماری سے نجات دے سکتا ہے مگر ایشور اپنی قدرت سے ایک عورت کے بانجھ پن کو بھی اچھا نہیں کر سکتا..... مگر مہاشہ جی آپ کے اس اصول کی رُو سے آپ کا سوامی آپ کے ایشور سے زیادہ اختیارات والا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ آپ کے سوامی جی کی طاقت تو اتنی تھی کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت بنا سکتے تھے مگر ایشور بیچارہ خالی منہ دیکھنے کے لئے ہے۔

سوامی جی اپنی کتاب سنسکار ودھی کے صفحہ ۴۳ پر یوں فرماتے ہیں کہ جن کو لڑکے کی خواہش ہو وہ ۶-۸-۱۰-۱۲-۱۴-۱۶ ان چھ راتوں کو اچھا جانیں۔ اور جن کو لڑکی کی اچھیا ہو وہ ۵-۷-۹-۱۵ ان راتوں کو اچھا جانیں۔

مہاشہ جی اصل بات جس نے آپ کو مصیبت ڈال رکھی ہے وہ یہ ہے کہ

(۱) آپ ایک ایسا ایشور چاہتے ہیں کہ جو قانون کا محکوم ہو۔ اور قانون بھی وہ جو آپ کے مغز میں سما سکے۔ کیونکہ جو بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے اسے آپ قانون نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ وہ آپ کی عقل سے بالاتر ہے۔ اور آپ کے نزدیک ایشور کا ہر قانون آپ کی سمجھ میں آنا ضروری ہے۔ اور جو بات آپ کی سمجھ میں نہ آئے ایشور بھی اسے نہ کر سکے۔ اس لئے کہ آپ اسے سمجھ نہیں سکتے۔

(۲) آپ ایک ایسے ایشور کے قائل ہو جو روح اور مادہ کا محتاج ہے۔ ایشور مہاراج کو روح اور مادہ کے ذخیرے اتفاقاً کہیں سے ہاتھ آگئے تو اس نے کمہار کی طرح آپ کو مادہ سے ٹھونک پیٹ کر ایک روح اٹھا کر ڈال دی اور اخبار کی ایڈیٹری کرنے کو بھیج دیا۔ اگر ایشور کو خوش قسمتی سے روح اور مادہ نہ ملتے تو بناؤ اب تک بیچارہ اکیلا ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا ہے۔

(۳) آپ ایک ایسے ایشور کے پرستار ہیں جو انصاف کرنا بھی نہیں جانتا اور نہیں جانتا کہ آقا اپنے غلاموں کے ساتھ کیونکر سلوک کرتے ہیں۔ آپ خود فرماویں کہ وید مقدس تو

کی سزا میں گدھے گھوڑے کتے آلو۔ اور مولی شلجم۔ آلو کچالو۔ امریکہ۔ جرمنی۔ اور فرانس بنیا بن رہے ہیں اس کی آسان مثال یوں ہو سکتی ہے کہ لاہور جیسے بڑے شہر کے کسی کونے کے مکان میں ایشور نے مٹی کے تیل کا دیا جلایا جس کی روشنی دو گز کے فاصلہ سے آگے نہیں جا سکتی۔ باقی تمام شہر میں اندھیرا ہے۔ اب ایشور جی مہاراج گھات لگائے بیٹھے ہیں کہ اس اندھیرے میں جہاں کوئی بیچارہ ٹھوکر کھائے وہیں اسے ٹھونک پیٹ کر گدھا کتا بنا دوں اور جب دریافت کیا کہ یہ دیا لو کرپالو ایشور یہ کیسی دیا اور کرپا ہے کہ خود ہی اندھیرا کر کے اب ٹھوکر کا مواخذہ کرتے ہو تو جواب ملا کہ ہمارا قانون ہی ایسا ہے۔ کیا کریں قانون ہم بدل نہیں سکتے۔ ہم نے ایک دفعہ ایک چراغ روشن کر دیا اب اور ہم کر نہیں سکتے۔ اور اس میں کچھ مصلحت بھی ہے۔ وہ یہ کہ گناہ کا وجود دنیا میں ضروری ہے۔ جب گناہ نہ ہو تمھیں گدھے گھوڑے چڑھنے کو نہ ملیں۔ گندم چاول ساگ پات کھانے کو نہ ملے گا۔

اور گناہ کے لئے اندھیرا ضروری ہے۔ اس لئے اندھیرے میں چلو ٹھوکریں کھا کر گدھے بندر ہو۔ اور لوگوں کی ضروریات کو پورا کر کے ایشور کی اچھیا کو پورا کر دیو تو آپکا پرمیشر ہے۔ مگر ہم یہ اعتراض کرتے وقت آپ اس بات کا خیال رکھیں کہ ہم ایک ایسی ہستی کو اپنا خدا مانتے ہیں

(۱) جو مادہ اور روح کا بھی پیدا کنندہ ہے۔

(۲) رحمٰن اور رحیم ہے۔

(۳) کائنات کا ذرہ ذرہ اُس کے حکم کے اندر ہے۔ اور اسی کی عبادت کرتا ہے۔

پیغمبر اسلام

وکیل ہمعصر زمیندار کا میلاد نمبر امسال اپنی گوناگون حیثیتوں سے بہت ہی دلچسپ اور دلفریب ہے۔ خوبصورتی اور رنگا رنگ کی چھپائی اور گل بوٹوں سے قطع نظر مضامین بھی بعض نہایت پاکیزہ۔ دلچسپ اور آنحضرت صلعم کی گوناگون حیثیتوں کو واضح کرنیوالے ہیں جن میں نہ صرف مسلمان اہل قلم اصحاب کا ہی حصہ ہے۔ بلکہ بعض ہندوؤں نے بھی نبی امی صلعم کی تعریف و ستائش میں کچھ لکھکر اپنی وسعت قلبی کا ثبوت دیا ہے ذیل میں ہم ان میں سے ایک مختصر سا نوٹ نقل کئے دیتے ہیں۔ جو سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے نے لکھا ہے۔ آئندہ اشاعت میں ہم خود بھی یوم میلاد پر اپنے ناچیز خیالات پیش کرینگے اور آنحضرت صلعم کی شان و فضیلت کے بارہ میں بعض دوسرے مضامین بھی ہدیہ ناظرین کئے جائیں گے۔ ایڈیٹر

رام بادشاہ جیسے زمانہ حال کا اوتار یا پراپرٹی آف ونڈ یا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ اپنی کلک گوہر بار سے موتیوں کی مالا مدت ہوئی کہ پرو گئے تھے۔ اور وہ آزاد کے پاس بطور مال امانت کے تھی۔ اب اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہار آنحضرت کی ولادت پر میں پیش تحریر کر دوں۔ ورنہ خیانت مجرمانہ کا مرتکب ہوں گا۔

"کیا بحیرۂ عرب اور کیا عرب کا ایک ان پڑھ یتیم جنگلوں میں رہنے والا جس کے دل میں شعلۂ اسلام یقین کی آگ بھڑک اٹھی "نہیں ہے کچھ بھی سوا اللہ کے"۔ ریگستان عرب کے بیجان ذرے اس آگ نے بارود کے دانے بنا دیئے۔ اور اس بیت کی بارود آسمان تک اچھلتے اچھلتے تھوڑے ہی عرصہ میں ایشیا کے اس سرے سے لیکر یورپ اور افریقہ کے اس سرے تک پھیل گئی مشرق اور مغرب کو احاطہ کر لیا۔ دہلی سے غرناطہ تک گھیر لیا ہائے غضب! ایک دل۔ غریب دل۔ بادشاہ کا نہیں عالم کا نہیں۔ ایک اُمی یتیم کا۔ اور یہ غدادلی۔ اب کون کہے گا۔ کہ بادشاہ دلی۔ بیرونی بادشاہت کی محتاج ہے"؟ اور اس ہار کی دوسری لڑی یوں جلوہ کناں ہے:-

"سب سے پہلے مسلمان (خود حضرت محمد) کا قول ہے۔ کہ اگر میرے دائیں کان کے پاس سورج کھڑا ہو جائے اور بائیں کی طرف چاند۔ اور مجھے دھمکا کر کہیں۔ کہ چل ہٹ پیچھے تو بھی میں کبھی نہیں ہٹ سکتا۔" ؎

اگرچہ قطب جگہ سے ٹلے تو ٹل جائے
اور آفتاب بھی قبل عروج ڈھل جائے
کبھی نہ صاحب ہمت کا حوصلہ ٹوٹے
کبھی نہ بھولے سے اپنی جگہ سے ہل جائے

(آزاد)

نو مبایعین

مفصلہ ذیل اصحاب حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں:-

چوہدری الہی بخش صاحب ٹوڈر پور۔ مولوی خواجہ خورشید حسن صاحب سہارنپور۔ ڈاکٹر احمد علی صاحب اسسٹنٹ سرجن لاہور۔ منشی غلام سرور صاحب راولپنڈی۔

منشی گل عباس صاحب راولپنڈی۔

منشی محمود حسن صاحب مدر۔

اہلیہ صاحبہ جناب بابو غلام ربانی صاحب راولپنڈی ٭

دانا نزل ... ہندوستان میں تکرار اس کو نہ مانتے ہوم

خاکِ عراق

بیا کہ نوبتِ بغداد و وقتِ تبریز است

شہروں اور قوموں کے گذشتہ حالات کو بیان کرکے ان سے عبرت دلانے کا طریق قرآن کریم ہی سے خاص ہے۔ اور دنیا میں یہی ایک مقدس کتاب ہے۔ جس نے گذشتہ اقوام و ملل کے حالات کو عبرت انگیز پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ ہم بھی اسی مقدس کتاب کی پیروی میں ذیل میں لوکل ہمعصر زمیندار سے سرزمین عراق کے چند نصیحت خیز حالات نقل کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ ناظرین کی خاص دلچسپی کا موجب ہو سکے۔ (ایڈیٹر)

روئے زمین کا وہ مقدس خطہ جس کا ایک ایک ذرہ اسلام کی روشنی سے آفتاب بن گیا تھا جس میں سینکڑوں ہزاروں صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہد مبارکہ ہیں۔ جو قرآن کے آسمانی تمدن کا صدر مقام تھا۔ جس کی تمدنی روشنی سے تمام دنیا منور ہو گئی تھی۔ وہ یہی ارض عراق ہے۔ جس کے مقابلہ میں حضرت نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام ممالک عالم کو ہیچ سمجھ کر اسکو دعا دی ہے کہ ؎

عراق دل افروز باد ارجمند
کہ آوازۂ فضل ازو شد بلند

ظہیر فاریابی کو ارض عراق سے شکایتیں بھی ہیں۔ وہ یہ بھی گلہ کرتا ہے کہ:۔

بزرگ تر ز ہنر در عراق عیبے نیست

لیکن ساری عمر عراق ہی میں بسر بھی کر دی اور جب حکومت نے اسکو نیشاپور میں بود و باش کی تکلیف دی تو صاف کہدیا کہ "ابو البشر (آدم) نے یہ کیا کم غلطی کی تھی کہ بہشت عدن چھوڑ بیٹھے۔ اب یہ دوسری غلطی مجھ سے ہو گی۔ اگر بہشت عراق سے میں الگ ہو جاؤں"

لطف یہ ہے کہ دانایان فرنگ آج تک ارض عراق ہی کو "بہشت عدن" کہتے جاتے ہیں جہاں سے حضرت آدم و حوا علیہما السلام نکالی گئی تھیں لنڈن کے نامور انگریزی اخبار (ڈیلی ایکسپریس) نے ۲۷۔ نومبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں اسی بہشت عدن پر ایک طویل الذیل مضمون لکھا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:۔

عراق کی قدامت اور گذشتہ عظمت کے متعلق اتنا ہی کہہ دینا کافی ہو گا کہ اسی کو بہشت عدن سمجھا گیا ہے۔ اور یہیں بابل اور نینوے کی عظیم سلطنتوں کا تخت سمجھا تھا۔

لیکن آج اس کی حالت کیا ہے؟ ایک خارزار بنجر کے سوا کچھ بھی نہیں جہاں اکّا دکّا لوگ رہتے ہیں۔

شط العرب اس کا دروازہ ہے۔ یعنی دریائے دجلہ و فرات کے جائے اتصال پر ہوتے ہوئے اس قدیم سرزمین میں داخل ہو سکتے ہیں۔

شط العرب سے لیکر قرنا تک دریا کے کنارے شاندار ناریل کے درختوں سے ڈھنپے ہوئے ہیں اور یہ سلسلہ اشجار طول میں ایک سو میل سے کم نہیں۔ قرنا اور فاؤ کے درمیان بصرہ ہے۔ جو "عثمانی عرب" کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔

بصرہ صدیوں تک عربی شاعری اور علم ادب کا مرکز رہا۔ سندباد جہازران نے یہیں سے اپنا اس عظیم الشان اور عدیم النظیر سفر و سیاحت کا سلسلہ باندھا تھا۔ جو الف لیلہ ولیلہ کی زینت اور لاکھوں انسانوں کی ضیافت طبع و انبساط کا سامان

اگر ہم دریائے دجلہ اور فرات کے جائے اتصال سے ہوتے ہوئے بصرہ کے اوپر ۵۰ میل تک جا پہنچیں تو قرنا کا مقام نظر آئیگا۔ اور روایت ہے کہ یہی بہشت عدن کی سرزمین تھی۔

بغداد سے لیکر بصرہ تک کا فاصلہ نہایت دلچسپی لئے ہوئے ہے۔ دریا مچھلیوں سے جاندار نظر آتا ہے اور چقر لطیفوں اور صدہا اقسام کی مرغابیوں سے لبریز ہو رہے ہیں۔

شط العرب کے کناروں پر عربی قصبے نصب ہیں اور عجیب وغریب گاؤں کی آبادیاں قائم ہیں۔

چوبی شہتیروں سے بنی ہوئی کشتیاں سینکڑوں پر تیر رہی ہیں۔ اور کہیں کہیں جب نظر تاریخی معابد قدیم یادگاروں اور حیرت انگیز کھنڈروں سے ٹکراتی ہے تو خیرہ ہو جاتی ہے۔

بغداد سے نیچے مدائن کا طاق کسریٰ یا محراب طیسفون ہے جسکو سلطنت پارتھین و قدیم دولت فارسیہ (ایران) کے پرانے پایۂ تخت کی اکیلی یادگار کہہ سکتے ہیں۔

اس محراب کا طول و عرض علی التواتر ۱۵۴ اور ۱۸ فٹ ہے۔ اور چھت کا انتہائی حصہ بصورت مینار ۱۰۴ فٹ کے فاصلے پر ہے۔

ایرانی بادشاہ خسرو کے عہد میں طیسفون کا آفتاب اقبال خط استوا سے گذر رہا تھا۔

ایوان خسرو جس کی محراب طیسفون ایک یادگار ہے۔ نہایت وسیع پیمانہ پر بنا ہوا تھا۔ اس کی عمارت ۴۰ ہزار نقرئی ستونوں پر نصب تھی۔ اور ہر ستون اپنی ہیئت و شباہت میں دوسرے سے مختلف تھا ایک ہزار سونے کے لیمپ اور فانوس اس کی چھت سے آویزاں تھے۔ اور مختلف سمتوں میں ہر وقت متحرک رہتے تھے۔ یہ حیرت انگیز نظارہ در اصل نظام شمسی کی تشکیل کر رہا تھا۔ محل کے کمروں اور دیواروں میں ۳۰ ہزار اقسام کے گوناگون زردوزی پردے آرائش و زینت کا نیا سامان بنے ہوئے تھے۔

کیخسرو کا محل ۳ ہزار مغنیات خوش شمائل اور ۱۲ ہزار نوخیز لونڈیوں سے آباد تھا۔ اور یہ حسینان مہ جبین اس کی وسیع سلطنت سے جستجو کے بعد منتخب کی گئی تھیں۔ ۶ ہزار نوکر دروازوں پر پہرہ دیتے تھے۔ اس کے اصطبل میں گھوڑوں کا شمار ۶ ہزار سے کم نہیں تھا۔ ۱۲ ہزار شتر اور ۸ ہزار باربردار اونٹ موجود تھے۔ اور مزید برآں صبح شام ۹۵۰ ہاتھیوں کے کھانے کا انتظام ہوتا تھا

"بہشت عدن" سے کچھ اوپر بغداد یعنی باغ داد ہے۔ جہاں نوشیرواں نے درِ عدالت کھول رکھا تھا۔

خلفائے اسلام کے عہد میں اس کی عظمت بے پایاں تھی اب تو اصل کا سایہ رہ گیا ہے اگرچہ اب بھی ناقابل بیان طلسم و سحر سے مملو ہے۔

لوگوں کا انداز مظہر ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے افسانے غلط نہیں تھے۔

بغداد میں داخل ہوتے ہی ادبی دنیا کی لافانی کتاب الف لیلہ ولیلہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

وہی لوگ ہیں کوچوں کی رونق بدستور ہے ویسے ہی مکان ہیں کہ ایک دوسرے سے مختلف بازار کسی جگہ تو گاڑی کے گذر کے لئے کافی ہیں اور کہیں تنگنائے تمدن بنے ہوئے ہیں۔

الف لیلہ ولیلہ کے ہمارے قدیم آشنا سبھی موجود ہیں۔ داروغۂ حمام۔ حجام۔ معروف کفشدوز یہ سب افسانۂ کہن کا اعادہ کرتے ہیں۔

لانبے اور چمکدار قباؤں میں ملبوس متمول سوداگر۔ ترک سپاہی بہشتی جس کی کمر پر سے مشک کا عمل تراوش جاری ہے۔ ایرانی اور ہندوستانی مسافروں اور سیاحوں کی قطار۔ کرد مزدور۔ کوئلے کی طرح سیہ فام حبشی۔ دجلہ کی مچھلی سے لدے ہوئے گدھے۔ سید اور ملّا۔ پردہ پوش مستور عورتیں ہر قسم کی اجناس سے لدے ہوئے اشتروں کا سلسلۂ غیر محدود یہ تمام ایک ایسا عجیب وغریب نظارہ پیش کرتے ہیں۔ جس کی نظیر کسی دوسرے مشرقی شہر میں نہیں مل سکتی۔

یہ نظارہ ہے جو ڈیلی ایکسپریس نے دکھایا تھا۔ اب انگلستان ہی کے دوسرے مشہور اخبار "گلاسگو ہیرلڈ" کی منظر نمائی ملاحظہ ہو جو ۱۶۔ دسمبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں یوں رقمطراز ہے

یہودی تخیل یہ ہے کہ دنیا کے دور تمدن کا سلسلہ اسی جگہ (یعنی ارض عراق میں) شروع ہوا تھا۔

قرنا وہ مقام ہے۔ جو بقول تاریخ کبھی بہشت عدن تھا۔ یہودیوں کی یہ روایت مخصوص نہیں

سے خالی ہیں۔

اس کے دو جانب ناقابل عبور دشت و بیابان ہیں۔ اور بقیہ اطراف میں کوہستانی سلسلے خوفناک دیوار بناتے ہیں۔

ازمنۂ قدیمہ میں دو ہی مشہور سلطنتیں تھیں۔ ادھر میسوپوٹیمیا (عراق) اور اُدھر مصر۔ اگر میسوپوٹیمیا (عراق) میں پتھر ہوتے تو غالباً مصر کے مقابلہ میں اس کا تاریخی رنگ ستوخ تر ہوتا۔ اور اس کی عمارتیں اہرام مصر کو سایہ میں ڈال دیتیں۔

اس تہذیب کا ممتاز پہلو یہ ہے کہ یہ ایک مدت دراز تک غیر متغیر رہی۔

بابل اور نینوا کی تاریخ کا دوران اس وقت سے کہیں زیادہ ہے۔ جس کے اندر نشو و نما حاصل کرتا ہوا لنڈن انگلستان کا پایۂ تخت بن گیا۔

یہاں ایرانی پارتھین۔ یونانی۔ رومن اور پھر بعد میں ایرانی حکومتوں کا تخت بچھا۔

آخر میں عربی فتوحات کا دامن میسوپوٹیمیا۔ (عراق) پر پڑا۔ جس سے اسکا مذہب تک منقلب ہو گیا مسلمانوں نے بغداد کو اپنا سیاسی و ادبی مرکز بنا لیا اور بابل کے بعد بغداد ہی مہذب دنیا کا سرتاج متصور ہونے لگا۔

تیرہ صدی تک عراق کی ترقی کا دور جاری رہا۔ شمالی سرحد پر وحشت ناک طاقتیں یکے بعد دیگرے گذرتی رہیں۔ لیکن وہ متاثر تک نہ ہوا۔ آخر منگو لیا (مغولستان) کا طوفان اٹھا اور اس نے دبا لیا۔

تیمور کے جانبازوں نے اپنی تلوار کے جوہر خلیج فارس تک جا دکھائے۔ اور جہاں سے گذرے تباہی کا نقشہ جما گئے۔ اور جب تیموری فتوحات کی لہریں جذب ہو گئیں تو بہشت عدن کو تاریخ نے اُجڑا ہوا دیکھا۔ بالآخر ۱۶۳۷ء میں عثمانی طاقت نے اس پر قبضہ کر لیا۔

گلاسگو ہیرلڈ کے مضمون کا تو خاتمہ ہو گیا لیکن وہ روائتیں جو خاک پاک عراق سے وابستہ ہیں اُن کا خاتمہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ یہی مقام مقدس ہے جس کے ساتھ لسان الغیب (حافظ) نے بھی اپنی شاعری کو وابستہ کیا ہے۔ اور یوں ذیل میں فرماتے ہیں۔

عراق و پارس گرفتی بہ شعر خود حافظ
بیا کہ نوبت بغداد و وقت تبریز است

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

حنیف رحیم الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ پیغام پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او است | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۔۔ ۷ر

ششماہی ۔۔ ۴ر

سہ ماہی ۔۔ ۲ر

ماہوار ۔۔ طلبا سے سالانہ ۴ر

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بند ۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۱۴ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۸

قصیدہ در مدح جناب خواجہ کمال الدین صاحب

جو سید برکت علی صاحب شیفتہ قنوجی نے ایک جلسہ میں جو حضرت خواجہ صاحب کیلئے قنوج میں منعقد ہوا پڑھا

خواجہ خواجگاں کمال الدین | حامی مسلماں کمال الدین
عالم و عاقل و خجستہ خصال | خوبصورت جواں کمال الدین
پاک دل پاک نفس پاک نہاد | پاک گوہر زماں کمال الدین
اہل قرآن و نیز اہل حدیث | واعظ خوش بیاں کمال الدین
رمز دان صحائف ربّی | ماہر نکتہ داں کمال الدین
گوہر لاجواب بحر عمیق | بے بہا ارمغاں کمال الدین
کاشف رمز مذہب و ملّت | ہر نہاں را عیاں کمال الدین
خلق و ایثار خاص مصطفوی | جسم دیں را رواں کمال الدین
جنگ ہفتاد و دو کرا گویند | فارغ ازایں و آں کمال الدین
اسم پاکش کمال دیں باشد | شد مسمّیٰ عیاں کمال الدین
عربی و فارسی و انگریزی | رشک اہل زباں کمال الدین
از فیوض کلیم لم یزلی | یافت حسن بیاں کمال الدین
خود مدیر جریدۂ اسلام | قوت مسلماں کمال الدین
کرد تسخیر پیرس و لندن | فخر ہندوستاں کمال الدین
از کجا ہند تا کجا یورپ | سکہ زد در جہاں کمال الدین
تیغ و شمشیر بر طرف فی الحال | خوش بیاں خوش زباں کمال الدین
گشت قنوج رشک خلد بریں | نعرۂ قدسیاں کمال الدین
شیفتہ بر زمین تا بفلک | ایں چنیں آں چناں کمال الدین

رشوت کیا ہے

مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب کے پاس سے حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جسے بغرض افادہ ناظرین کرام ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

رشوت کیا ہے اپنے فرض منصبی کے بدلے اپنے آقا کے سوا جس کا یہ نوکر ہے کسی سے کچھ لینا۔ آقا کے سوا مطلب یہ ہے کہ آقا سے کسی فرض منصبی کے بدلے تنخواہ کا لینا تو جائز ہے۔ جب ایک فریق کچھ دیگا تو لینے والا یا دوسرے کی حق تلفی کرکے دینے والے کو نفع پہنچائیگا۔ یا بلا وجہ اس کا مال لے گا۔ قرآن مجید میں ہے لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل

(نورالدین ۱۱۔ دسمبر ۱۹۰۵ء)

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

قفقاز میں جنگ - لنڈن ۱۳- جنوری۔ ترک جو قفقاز میں دریائے آرخیو پر اپنے مورچوں کو قلعہ بند کرنے کی کوشش کر رہے تھے منتشر کر دئے گئے۔ روسی فوج کو آرجبش کے علاقہ میں کردوں کی زبردست جمعیتوں کے ساتھ بھی جھڑپیں پیش آئے ہیں ۔

عراق عرب میں جنگ - دہلی ۱۵- جنوری۔ ذیل کی سرکاری اطلاع بنام اخبارات شائع کر دی گئی ہے :-

۸- اور ۹- جنوری کی شکست کے بعد وہ ترکی فوج جو جنرل ایلمر کی جمعیت سے برسرِ مقابلہ تھی مقام عوترہ کی طرف پسپا ہو گئی- جو قط العمارہ سے ۲۵ میل جنوب میں دریائے دجلہ پر واقع ہے۔ جنرل ایلمر نے ۱۳- جنوری کو اس جگہ حملہ کیا اور دن بھر سخت لڑائی ہوتی رہی- آخر ۱۳- اور ۱۴ جنوری کی رات کو غنیم نے پیچھے ہٹنا شروع کیا- اب شمال اور مشرق کی طرف سے برطانی سپاہ اس پر نہایت سختی سے دباؤ ڈال رہی ہے۔

عراق عرب کی رزمگاہ کے "چشم دید گواہ" کی طرف سے ۱۴ جنوری کی "تاریخ کا مفصلہ ذیل مراسلہ موصول ہوا ہے :-

شیخ سعد میں قریباً ۷۰۰ ترک اسیر ہمارے ہاتھ آئے- چار مختلف رجمنٹوں کے نمائندہ کا بیان ہے۔ کہ ہماری کمپنیوں کا نقصان قریباً نصف تک پہنچ گیا ہے- اور کثیر التعداد سپاہی فوج سے بھاگ گئے ہیں- دو ڈویژنوں کا جو ہم سے مقابلہ آرا تھیں عملاً قلع قمع ہو گیا ہے- اور وہ از سر نو مرتب کی گئی ہیں-

۷- جنوری کو غنیم کی جمعیت میں عرب رسالہ کے کئی ہزار بے قاعدہ سپاہی بھی شامل تھے اور اطلاعات موصولہ سے پایا جاتا ہے کہ ان میں جرمن افسر بھی شامل تھے- ان کے ساز و سامان کا بہت سا حصہ جس میں مشین گنیں اور خندق کھودنے کے اوزار بھی تھے جرمن ساخت کا تھا- شیخ سعد کی فوج جنرل نور الدین کے زیر کمان تھی- جنرل وان ڈر گولٹز بغرض معائنہ قط العمارہ آئے ہوئے ہیں ۔

جنگ کی خبریں براہ دہلی- دہلی ۱۵- جنوری- سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے ذیل کا تار موصول ہوا ہے :-

فرانسیسیوں کی رپورٹ مظہر ہے- کہ مدافعانہ ضروریات کی وجہ سے انہوں نے سرحد یونان پر دیر حصار اور قلندر کے ریلوے پل اڑا دیئے۔

برطانی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ غنیم نے کیرلنشی کے قریب ایک سرنگ اڑائی اور اس کے بعد بموں سے حملہ کیا- مگر اسے پسپا کر دیا گیا- چار برطانی جہاز جو باہر گئے تھے واپس نہ آئے۔

فرانسیسی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ غنیم نے تاہور کے قریب شمپین میں دستی گولوں سے دو مرتبہ حملہ کیا- مگر ہم نے شدید آتشباری سے اسے روک دیا- فرانسیسیوں نے لیل کی سڑک کے مورچوں پر شدت سے گولہ باری کی - اور کئی موقعوں پر متخاصم خندقوں کو تباہ کر دیا ۔

روسی رپورٹ مظہر ہے- کہ غنیم نے گلیشیہ کے اندر وسطی سٹریپا کے علاقہ میں دو مرتبہ جارحانہ پہلو اختیار کرنے کی کوشش کی مگر پسپا کر دیا گیا- روسیوں نے زرلو دینہ کے شمال مشرق میں دشمن خندقوں پر قبضہ کر لیا ۔

آسٹروی کروزر کی غرقابی - لنڈن ۱۴- جنوری پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فرانسیسی آبدوز کشتی فو کالٹ نے نووارا کی وضع کے ایک آسٹروی کروزر کو کٹارو کے قریب دجوار میں غرق کر دیا ہے ۔

مغربی رزمگاہ - ۱۴- جنوری - پیرس کی ایک سرکاری اطلاع سے پایا جاتا ہے- کہ بجز اس کے اور کوئی امر قابل رپورٹ نہیں کہ فرانسیسی توپ خانہ نے سنل کی پہاڑی پر جرمنی سپاہ کو منتشر کر دیا ہے۔

لنڈن ۱۵- جنوری- برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے- کہ مقام کیرلنشی میں غنیم کی خندقوں پر شدت سے گولہ باری کی گئی- جس سے دمدموں کو معتدبہ نقصان پہنچا- کیل اور ۶۰ نمبر کی پہاڑی کے قریب فریقین کا توپ خانہ آتشباری میں مصروف رہا-

پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ ولیس کے مشرق میں ایک رسد پہنچانے والی جمعیت منتشر کر دی گئی- بیری او بیک کے جنوب مشرق میں کسی قدر کامیاب سرنگ بازی عمل میں آئی- فور جز کے علاقہ میں ہماری توپ خانہ نے ایک قلعہ بندی کو تباہ کر دیا ۔

آبدوز کشتیوں کی جنگ لنڈن ۱۴ جنوری مالٹا کا تار مظہر ہے- کہ جہاز مسکفارلین جو بمبئی کو جا رہا تھا- اس کے عملے کو راستہ میں ہولناک واقعات پیش آئے یہ جہاز مالٹا سے ۲۸- دسمبر کو روانہ ہوا - اور اس پر ۳۰ دسمبر کو مشرقی بحیرہ روم میں بلا اطلاع تارپیڈو پھینکا گیا عملے کے تمام آدمی جو تعداد میں ۲۷ تھے کشتیوں میں سوار ہو گئے- اس کے بعد کشتی جو اب تک نظر نہ آئی تھی سطح آب پر نمودار ہوئی- اور اس نے کپتان سوانسٹن سے اس جہاز کی قوم مندمنہ کا نام اور وزن اسباب اور منزل مقصود دریافت کی مگر اس نے توپ کے گولوں سے جہاز کو غرق کر دیا- اس کے بعد آبدوز غائب ہو گئی- چھوٹی کشتیاں باہم باندھ دی گئیں- اور تین روز تک اسی حالت میں متلاطم سمندر کے تھپیڑوں کا آماجگاہ بنی رہیں- اس اثناء میں وہ دونوں وقت آدھ آدھ بسکٹ اور نصف پیالہ پانی پر گذارہ کرتے رہے۔ ۲- جنوری کو طوفان خیز موسم کی وجہ سے دو کشتیاں علیحدہ ہو گئیں- اور بعد میں نظر نہ آئیں ۔

سٹیمر کی غرقابی - لنڈن ۱۴- جنوری - ولندیزی سٹیمر باس ہیون ایک سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہو گیا ہے- عملے کے ۲۲- آدمی بچا لئے گئے- کپتان مردہ پایا گیا ۔

مسلح اطالوی سٹیمر- لنڈن ۱۴- جنوری- واشنگٹن کا تار مظہر ہے- کہ گورنمنٹ نے مسلح سٹیمر گوسیپ وہردی کے ہر دو توپوں کے ساتھ روانہ ہونے کی اس شرط پر اجازت دے دی ہے- کہ وہ انہیں صرف مدافعانہ کارروائی کے لئے عمل میں لائے ۔

ولنگٹن میں دھماکے- لنڈن ۱۳ جنوری ولنگٹن کا تار مظہر ہے- کہ دو روز کے اندر پانچویں دھماکے سے ڈیپو پونٹ کے بارود کے کارخانہ میں مزید جائداد تباہ ہو گئی ۔

لزبن میں عظیم آتشزدگی- لزبن ۱۴ جنوری- سرکاری فوجی گودام میں آتشزدگی سے ہزارہا وردیاں اور بہت سا دیگر سامان اور بوٹ جل کر تباہ ہو گئے ہیں- اب تک تین آدمی ہلاک اور بہت سے مجروح ہوئے ہیں- یقین کیا جاتا ہے- کہ کسی بدمعاش نے دانستہ آگ لگائی ہے ۔

ہالینڈ میں مد و جزر سے نقصان - لنڈن ۱۴- جنوری - ہالینڈ میں مد و جزر کی لہر سے جزیرہ مارکن کو معتدبہ نقصان پہنچا ہے - اور شہر مونی کنڈم پانی میں غرق ہو گیا ہے- زودل کو بری طرح نقصان پہنچا ہے- اکثر مواشی غرق ہو گئے مگر کسی جان کو نقصان نہیں پہنچا - زوڈرزی کی سطح بہت بلند ہو گئی ہے- ٹرڈم کا ایک تار مظہر ہے- کہ مد و جزر کی ایک لہر سے ڈورڈریکٹ کو جانے والی ریلوے لائن کا کچھ حصہ تباہ ہو گیا ہے۔ اور جنوبی ہالینڈ کے ساتھ آمد و رفت کا سلسلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۰-جنوری ۱۹۱۶ء پنجشنبہ

یوم میلاد اور موجودہ مسلمان

مسلمانوں کی قوم اسپے روحانی و تمدنی نیز معاشرتی واقتصادی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ میں نشو و نما پانے کے لئے بعض ایسے کھلے کھلے نہایت دلچسپ اور دلآویز اور سبق آموز مناظر اپنے سامنے رکھتی ہے کہ جن کی موجودگی میں اپنے اس زوال اور تنزل و ادبار کو دیکھ کر حیرت آتی ہے - اور اس بات کا یقین کئے بغیر چارہ نہیں دکھائی دیتا کہ یا تو ان عالیشان مناظر کو پس پشت پھینکنے اور عملی طور پر ان سے فائدہ نہ اٹھانے کی وجہ سے ہمیں یہ ناگوار دن دیکھنے پڑے ہیں (اور یہی بات صحیح بھی ہے۔) اور یا پھر یہ سب باتیں نری قصہ کہانیاں ہی ہیں جو ان کا کوئی اثر انسانی زندگی پر نہیں۔ اور نہ ان پر کسی نے عمل کیا ہے۔ ونعوذ باللہ من ذالک

یہ مناظر مقدسہ کہاں ہیں اس کے لئے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ایک مومن۔ ہاں سچے اور مخلص مومن کی زندگی کا ہر ایک دن نہیں ہر ایک گھڑی ۔۔۔ بلکہ ایک ایک سیکنڈ ان پاک اور بابرکت مناظر کے اسباق سے بھرے پڑے ہیں۔ اور وہ جس امر کے متعلق بھی کوئی سچا نمونہ یا رہبر حقیقی تلاش کرنا چاہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور سب رنگ زندگی میں آپ کا لفرور میسر آجاتا ہے۔ ایک یتیم ایک مسکین و بیکس انسان - ایک تاجر ایک جج ایک دولتمند ایک دوست ایک تاجر ایک بادشاہ ایک خاوند ایک باپ ایک بیٹا غرض دنیا کا کوئی سا انسان خواہ وہ کسی حیثیت میں ہو ۔۔۔ اپنی رہبری اور کامیابی و کامرانی کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وجود کو ایک نعمت غیر مترقبہ کے طور پر پائے گا۔ وہ عالیشان اسباق جو آنحضرت صلعم نے دین کے ہر ایک کام اور ہر ایک امر کے متعلق دیئے اور جو آپ کی زندگی سے ہویدا ہیں ہرگز ہرگز دنیا کے کسی ایک انسان میں بحیثیت مجموعی نہ پاؤ گے۔ کیا ہی عجیب شان کا یہ رسول ہے جو

ایک طرف اگر چھوٹی ہی سی عمر میں والدین کا سایہ سر سے اٹھ جانے کی وجہ سے نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اس دنیا کی ہوا بھی ابھی نہ لگنے پائی کہ والد بزرگوار کے فوت ہو جانے اور پھر پیدائش کے بہت تھوڑے عرصہ بعد والدہ محترمہ کے بھی داعی اجل کو لبیک کہنے کے باعث والدین کی شفقت سے بھی محروم رہا ہے اور اس طرح تربیت حاصل کرنے میں بھی ہرگز ہرگز ان کا احسان مند نہیں اس چھوٹی ہی سی عمر میں اپنے کل ہموطنوں کی نظر میں ایسا پاک ایسا مقدس اور راستباز ٹھہرتا ہے کہ وہ انھیں الامین کا ممتاز خطاب پاتا ہے - کیا یہ کسی تعلیم و تربیت اور کسی نیک انسان کی صحبت کا نتیجہ تھا ایک بیچاری غریب سی دیہاتی عورت حلیمہ وہ کیا جانے کہ تربیت کسے کہتے ہیں اس نے تو اسی طرح سے آپ کی پرورش کرنی تھی جیسے کہ عام طور پر وہاں رواج تھا یا جیسے کہ دیہاتوں میں اور خصوصاً اس وقت عرب جیسے ملک کے دیہاتوں میں ہو سکتی تھی یا زیادہ سے زیادہ جیسے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش کرتی تھی۔ لیکن وہ پاک اخلاق اور صدق و صفا کے درخشاں جوہر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں اس چھوٹی سی عمر میں چمکے اور جنہوں نے تمام بالکل عرب سے خراج تحسین وصول کیا۔ اور ان کے دلوں میں آپ کی عزت و عظمت بٹھا دی کہ انھوں نے آپ کو الامین کہنا شروع کر دیا - وہ بھلا کس انسانی تربیت کا نتیجہ تھا۔ آپ کے رشتہ دار اور قریبی سے قریبی رشتہ دار آپ کے چچا ابوطالب تھے جن کے پاس آپ کچھ وقت تک رہے۔ وہ اگر آپ کو اس قابل بنا سکتے تھے تو خود انھوں نے کیوں ایسے جوہر نہ دکھائے - اور پھر ابوجہل وغیرہ کے حالات تو اس قابل ہی نہیں کہ ان کا ذکر تک کیا جائے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن تاہم دیکھو کہ اس بزرگ ترین انسان نے کیسا اعلیٰ نمونہ دکھایا جو دنیا کی اور کسی بھی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ پھر کس قدر اعتبار اور زبردست اثر آپ کا امیر سے امیر قبائل میں بھی ہے کہ ایک نہایت متمول امیر زادی آپ کو مال تجارت دیکر بھیجتی ہے اور آپ دیانتداری اور قابلیت کے ساتھ اس کام کو نبھاتے ہیں کہ وہ آپ کے اس کام سے اور بھی زیادہ خوش ہو کر آپ کے ساتھ شادی کر لیتی ہے۔

دوستو کیا یہ چھوٹی سی بات ہے - اول تو ایک یتیم اور امی انسان کا ایک ایسے اعلیٰ کام پر مقرر کیا جانا ہی ایک بہت بڑی بات ہے۔ اور پھر ۔۔۔۔ حضرت خدیجہؓ کا آپ سے شادی کی درخواست کرنا اس پر مستزاد ہے لیکن نہیں یہیں تک بس نہیں یوں تو دنیا میں ایک غریب انسان کا جس نے امیرانہ شان و شوکت نہ دیکھی ہو امیر گھروں میں گذارہ ہی مشکل ہوتا ہے چہ جائیکہ ایک ایسی امیر عورت کے ساتھ بیوی خاوند کا تعلق ہو۔ مگر آپ کے حسن معاشرت پر حضرت خدیجہ کے وہ الفاظ کس قدر زبردست شہادت ہیں جو انھوں نے آپ پر خدا کی پہلی وحی نازل ہونے کے وقت کہے تھے - فرمایا - انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں۔ نادار لوگوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں - نہ کما سکنے والوں کے لئے آپ کما تے ہیں۔ مہمان کی عزت کرتے ہیں۔ حق کی حمایت کرتے ہیں - اللہ اللہ کس قدر عظیم الشان یہ انسان ہے جس کے متعلق اس کی بیوی اور ایک نہایت مالدار بیوی ایسے الفاظ کہتی ہے جن سے بڑھ کر کسی کی تعریف میرے نزدیک تو کم از کم نہیں ہو سکتی۔ پھر اور آگے چلو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے آپ کے خلق کے متعلق پوچھا - وہ فرماتی ہیں کان خلقہ القرآن۔ یہ اس شخص کی پرائیوٹ زندگی کے حالات ہیں۔ جو دنیا میں حسن اخلاق کا سچا نمونہ بنکر آیا - کیا ایک مفتری کا یہ کام ہو سکتا ہے کہ اس وقت بھی جب کہ لوگوں کے سامنے نہ ہو اور ایک ایسی جگہ ہو جو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو اس بات پر عمل پیرا ہو۔ جو اس نے نعوذ باللہ افترا کی ہے ہرگز نہیں - مفتری لوگوں کے سامنے تو اپنا سکہ بٹھلانے کے لئے خود بھی اپنی افترا کردہ تعلیمات پر عمل کرے گا مگر لوگوں سے علیحدہ ہو کر وہ "چوں بخلوت میروند آں کار دیگر میکنند" پر ہی عامل ہوگا - لیکن نہیں اس حالت میں بھی آپ کی رنگین زندگی یہ شہادت دیتی ہے کہ آپ مجسم قرآن تھے۔ آپ کے خلق کو دیکھنا ہو تو جاؤ قرآن کو پڑھو کیا یہ بات ایک دانا انسان کے لئے آپ کی صداقت کی ایک زبردست شہادت نہیں؟

آہ یہی بزرگ انسان اپنے ہموطنوں سے ستایا جاکر مکہ معظمہ سے نکلتا ہے اور سخت دکھ اٹھاتا ہوا اپنے یار غار کے ساتھ مدینہ جا پہنچتا ہے۔ یہاں آکر جو جو پاک نمونے ہمیں آپ کی زندگی میں ملتے ہیں وہ آپ کی شان کو اور بھی دوبالا کر دیتے ہیں۔ کیا کسی نے کبھی دیکھا کہ ایک یتیم و بیکس انسان جسے اس کے ہموطنوں نے دکھ دے کر نکال دیا ایک اجنبی شہر میں جاکر جہاں یہ نہیں کہ مخالف کوئی نہ ہو بلکہ مخالف پہلوں سے زیادہ

زبردست ہیں۔ کیونکہ پڑھے لکھے ہونے کے باعث ان کی مخالفت بہت زیادہ خطرناک ہے سپہ سالار بنایا جاتا ہے اور مخالف وموافق سب آپ سے فیصلہ کیا کریں۔ پیغمبری عہدہ تو تھا ہی۔ اس سے اپنے پیروؤں کو دینی تعلیم دینا اور ان کی امامت بھی کرانا ہے۔ پھر اس شہر کو بیرونی دشمنوں سے بھی محفوظ رکھنا بلکہ ان کے دفعیہ کے لئے ایک فوج طیار کرنی ہے۔ خود ان کا سپہ سالار بنکر جانا ہے۔ اور ضروریات کے وقت سپاہی بلکہ اس سے بھی نیچے ایک ادنیٰ مزدور کا کام بھی کرنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ سب حالات زمانہ پر روشن ہیں جن کو دہرانے کی کوئی حاجت نہیں۔ ان میں یہاں صرف ایک واقعہ کو لکھنا ضروری سمجھتا ہوں اور جنگ خندق کے وقت کا ہے۔ جب دشمن کی چڑھائی ہونے والی ہے۔ اس جرنیل فوج نے جو ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مدبر بھی تھا اپنے ساتھیوں کے مشورہ سے تجویز کی ہے کہ شہر کو دشمن سے محفوظ رکھنے کے لئے اس کے گرد ایک خندق کھود دی جائے۔ اس کے سپاہی جو چند ٹوٹی پھوٹی تلواریں اور بعض دیگر آلات حرب جو وہ بھی اس دشمن کے بالمقابل نہ ہونے کے برابر ہیں رکھتے ہیں اور تعداد میں بھی بالکل قلیل ہیں آخر کھڑے ہوتے ہیں اور خود ہی خندق کھودنا شروع کر دیتے ہیں کھودتے کھودتے ناگہاں ایک پتھر درمیان میں آجاتا ہے۔ جو نہ ہٹائے سے ہٹتا ہے۔ اور نہ توڑنے سے ٹوٹتا ہے۔ اس سپہ سالار فوج صلعم کو خبر دی جاتی ہے۔ اب وہ یہ تو نہیں کہ کسی اعلیٰ درجہ کی میکسم توپ کے ذریعہ اسے اڑا دینے کا حکم دے وہ تو وہاں ہے ہی نہیں اور ہو بھی واسطے کیا پروا ہے وہ تو خود کلہاڑا پکڑتا ہے اور اس پر ضربیں لگانی شروع کر دیتا ہے۔ اللہ اکبر کتنا عظیم الشان انسان ہے۔ ایک فوج کا جرنیل مدینہ کا حاکم اعلیٰ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی جان ومال فدا کرنے کو تیار لیکن کس کام پر لگ گیا ہے جو ایک ادنیٰ مزدور کا کام ہے۔ مگر یہی نہیں دیکھنا تو اس کے منہ سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں۔ وہ جب پہلی ضرب لگاتا ہے تو اس پتھر میں سے آگ نکلتی ہے۔ اور اس کے منہ سے نکلتا ہے کہ مجھے کسریٰ کے محل دکھائے گئے۔ هلك كسرى فلا كسرى بعده۔ پھر وہ دوسری ضرب لگاتا ہے تو پھر آگ روشن ہوتی ہے۔ پھر اس کے منہ سے نکلتا ہے مجھے قیصر کے محل دکھائے گئے هلك قيصر فلا قيصر بعده کیا یہ وقت جو اس موقع پر آنحضرت صلعم اور آپ کے ساتھیوں پر گذر رہا ہے ان باتوں کو قابل وقعت ٹھہرانے کے لائق ہے۔ ایسی سخت مصیبت کا عالم ہے ایک لشکر جرار سر پر چڑھا آرہا ہے۔ یہاں آدمیوں اور سامان جنگ کی طرف سے اللہ اللہ اور خیر سلا ہے۔ خود جرنیل فوج کو خندق کھودنی پڑتی ہے۔ اور اس حالت کرب وپریشانی میں اس کے دل کی کیفیت اس کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ ایک ایسی عظیم الشان کامیابی کو دیکھتا ہے جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جھونپڑوں میں بیٹھ کر محلوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن میں کہونگا کہ جھونپڑوں سے بدتر حالت میں ہوکر خواب نہیں بلکہ اس عظیم الشان حقیقت کو دیکھتے ہیں جو آج تک ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ اور فلا كسرى بعده اور فلا قيصر بعده کے عظیم الشان الفاظ کی صداقت کو ظاہر کر رہی ہے۔

پھر جنگ حنین کا واقعہ کس کو یاد نہیں جب آپ نے فوج کو ترتیب دیتے ہوئے چند تیراندازوں کو ایسے موقع پر کھڑا کیا جہاں سے عین دشمن پر زد پڑتی تھی۔ اور انھیں وہاں سے نہ ہلنے کی تاکید کی لیکن کسی نہ کسی یا دوسری وجہ سے وہ وہاں سے ہٹ گئے اور اس طرح دشمن نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو سخت دکھ پہنچایا۔ حتیٰ کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک دانت مبارک شہید ہوا۔ اب اس سے بڑھ کر قصور اور کیا ہو سکتا تھا۔ جو کسی شخص سے سرزد ہو۔ جنگ کا موقعہ ہے سپاہیوں کو ایک جگہ پر کھڑا کیا گیا ہے لیکن وہ وہاں سے ہٹ جاتے ہیں اور دشمن کو موقع دیتے ہیں۔ اگر کسی دنیوی بادشاہ یا سلطنت کی طرف سے وہ مقرر ہوتے تو ان کی اس غفلت پر جو کچھ نوٹس لیا جاتا وہ یقیناً سزائے موت سے کم نہ ہوتا۔ لیکن رؤف الرحیم انسان کو دیکھو کہ ان کو پوچھا تک نہیں حتیٰ کہ اشارہ تک نہیں کیا۔ اور معاملہ یوں ہی رفت وگذشت ہوگیا۔

الغرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک ورق ایسے عظیم الشان اسباق سے بھرا پڑا ہے کہ جن کی نظیر دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ یہ چند واقعات جو ہم نے اوپر درج کئے ہیں آپ کی ساری لائف کے بالمقابل ایک ذرہ کا بھی حکم نہیں رکھتے۔ تو اس قدر عظیم الشان اسباق کے ہوتے ہوئے ایک مسلم ہاں سچے مومن کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے کسی ایک شعبہ میں بھی کسی دوسری طرف نظر اٹھائے۔ ہمیں تو ایک ایک منٹ میں جب کسی حالت میں بھی ہم ہوں آپ کا مقدس اور پاک نمونہ ایک سچے رہبر کا کام دے سکتا ہے لیکن آہ! شومئ قسمت کہ ہم نے اس انسان کی امت ہوکر بھی اس کی کوئی قدر نہ کی۔ اور حق یہ ہے کہ اس کی کما حقہ پیروی تو کجا اس کے ایک ذرہ برابر بھی کام نہیں کیا۔ یوں کہنے کو تو مسلمانوں نے یوم میلاد کو بھی ایک تیسری عید قرار دے لیا۔ اور خدا تعالیٰ کی مقرر کردہ عیدین میں اس عید کو زیادہ کرکے ایک بدعت کی بنیاد ڈالی لیکن افسوس کہ اس سے بھی وہ فائدہ نہ اٹھایا جو اٹھانا ضروری تھا۔ آہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر مسلمان اس دن اپنی مخترعہ رسومات میں زیادہ وقت صرف کرنے کے بجائے کوئی عملی فائدہ اٹھاتے اور آنحضرت صلعم کی کامل پیروی اور تتبع کا سبق حاصل کرتے یوں تو کسی عظیم الشان انسان کی پیدائش کے دن خوشیاں منانا اور مختلف طریقوں سے اپنی خوشیوں کا اظہار کرنا دنیا کی قریباً ہر ایک قوم کا ہی دستور ہے۔ لیکن حقیقی خوشی جس کا اسلام نے حکم دیا ہے وہ یہی ہے کہ اس انسان کی لائف کو سامنے رکھ کر اس کی پیروی کی جائے۔ لیکن افسوس کہ آج عام طور پر اس بات کا کوئی خیال نہیں کرتا اور مسلمان بعض ایسی رسومات میں منہمک ہوگئے ہیں جن کا نہ صحابہ کرام کی زندگیوں سے ثبوت ملتا ہے نہ تابعین اور تبع تابعین کے پاک کاموں سے اور نہ ہی دیگر ائمہ و اکابر سلف میں سے ہی کسی نے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں اس طرح سے دن مقرر کرکے یہ ختم پڑھوائے اور مجالس منعقد کرکے چند نعتیں پڑھ لیں اور دل کو تھوڑی دیر کے لئے خوش کر لیا۔ دوستو اپنے اس پیارے نبی کی زندگی سے حقیقی فائدہ اٹھاؤ۔ نہ صرف یوم میلاد کو ہی تم ان اسباق کو سامنے رکھو بلکہ ہر ایک دن تمھیں آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کا سبق سکھانے والا ہو۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات کوئی ایسے نہیں کہ کسی کو معلوم نہ ہو سکتے ہوں اس علمی زمانہ میں تو بے شمار کتب آپ کی لائف پر ملتی ہیں۔ مخالف وموافق ہر ایک نے آپ کی درخشاں زندگی کو اپنی اپنی قدر وطاقت کے مطابق دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ پھر ان دنوں یوم میلاد کے بڑھتے ہوئے شوق مسرت نے مختلف اخبارات کے میلاد نمبر نکالے جانے کی بھی بنیاد رکھ کر اس مشکل کو اور بھی آسان کر دیا ہے۔ ہمیں ہر سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی کے واقعات ایک ہی اخبار میں مختلف اصحاب کے ذریعہ تصنیف ہوکر پہنچتے ہیں۔ ہم ان سے اگر چاہیں تو معتد بہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ پس دوستان جھوٹی خوشیوں کو چھوڑ دو۔ اور لقد كان لكم

تعاقب

آریہ گزٹ کے ایک بے بنیاد اعتراض کا جواب

از منشی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

آریہ سماج کا مادہ خمیر جن اجزا سے ترکیب پذیر ہوا ہے ان میں کا غالب حصہ درشت زبانی اور کذب و افترا ہے۔ اور یہ ان کے وجود کے ایسے ضروری اجزا قرار پا گئے ہیں کہ انکی موجودگی اور عدم موجودگی آریہ سماج کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ سوامی جی کی ستیارتھ اور کلیات آریہ مسافر سے لے کر آریہ گزٹ کے اس تازہ جھوٹ تک جو اس نے اشاعت اسلام کالج کی نسبت لکھا ہے اگر آریہ لٹریچر میں سے کذب و افترا کو تعداد اعداد و شمار میں لایا جاوے تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کی تعداد اسی قدر ہوگی جس قدر اعداد آج تک آریہ سماج کے مزعومہ علم ۱۹۷۰۸۵۳ کے ہیں۔ (کیا آریہ گزٹ کا معزز ایڈیٹر اس دلچسپ شمار اعداد کو پیش کرنے کا مطالبہ کرے گا؟)

آریہ گزٹ کے ایڈیٹر صاحب میرے سالانہ جلسہ کے لیکچر سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ "اشاعت اسلام کالج میں بہت ہی گمراہ کن تعلیم دی جاتی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بالکل غلط اور جھوٹ کی بنیاد پر یہ تعلیم دی جاتی ہے" اور بالآخر آپ نے اس تعلیم کو کالٹ کی ہنڈیا سے تشبیہ دے کر اپنے ریویو کو ختم فرمایا ہے مجھے اپنے دوست کے ان الفاظ پر نہ تعجب اور نہ شکایت ہے اس لئے کہ سب سے پہلے اس شخص نے گمراہ کن تعلیم دی جس نے سوامی شنکر اچاریہ جیسے مہاپرش پر جھوٹ کا الزام لگایا۔ اور پھر اس کو نظر استحسان سے دیکھا اسی نے اسلام کو گمراہ کن بھی لکھا بلکہ اسلام کے رسول اور خدا کو اپنی کوتہ نظری اور بے تمیزی سے مکار اور فریبی۔ جانگلو وغیرہ لکھا اردو زبان کی ڈکشنری میں کونسی گالی ہے جو اس نے غیر مذاہب کے واجب التعظیم بزرگوں اور خدا کے حق میں نہیں دی۔ خود آریہ سماج کے انصاف پسند اصحاب نے ستیارتھ کے ان آخری بابوں کو نظر حقارت سے دیکھا۔ اور ان کو ستیارتھ سے علیحدہ کرنے کی بارہا رائے دی۔ آریہ سماج کا کالٹ کی ہنڈیا ہونا ایڈیٹر آریہ گزٹ پر اس وقت ظاہر ہو جائے گا جب وہ آریہ گزٹ کے سابق ایڈیٹر لالہ شیو برت لال ورمن کی طرح تعصب کی عینک کو اتار کر سوامی جی کی تصنیفات کو پڑھے گا۔ اور پنڈت راج نراین ارمان جیسے مہاتما پرش اور سوامی ہری پرساد جیسے فاضل کی طرح

سوامی دیانند جی مہاراج کو غلط کار سمجھے گا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر آریہ گزٹ کا ایڈیٹر گورو کل کانگڑی یا برندابن کے طلبا میں داخل ہو جائے جہاں کے ادنیٰ ادنیٰ ودیارتھی سوامی جی کے وید بھاشیہ کے نسخے شناسی پائے گئے ہیں (ثبوت طلب کرنے پر مستند حوالہ دونگا۔) آریہ گزٹ کے ایڈیٹر نے مجھ پر جو جھوٹ کا الزام لگایا ہے وہ یہ ہے کہ "شری گنیش آئمنہ کا وید میں ہونا ایسا ہی جھوٹ ہے جیسے کہ یہ شروع کرتا ہوں ساتھ نام عبدالحق کے یا انجمن لاہور کے کا قرآن میں ہونا" مگر آگے چل کر فاضل ایڈیٹر فرماتے ہیں۔ اگر وید کے کسی ایڈیشن میں ہو بھی تو اس کو وید سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ اقرار دبی زبان سے کیوں کرنا پڑا اس لئے کہ میں نے وید مطبوعہ بمبئی اور سام وید صفحہ ۵ مطبوعہ دکٹوریہ پریس کا نشی کا حوالہ دے دیا تھا۔

اگر وید مقدس ایسی ہی غیر محفوظ کتب ہیں کہ جو جی چاہے کوئی اس میں داخل کر دے تو وید مقدس کا اعتبار معلوم۔

اسی طرح بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اوم پرماتمنے نمہ بھی کاتب نے تمت کے طور پر اپنی طرف سے لکھدیا ہے۔ دراصل وید میں نہیں مگر سوامی دیانند جی مہاراج نے ستیارتھ کے صفحہ ۲۹۴ گنیش اور گنپتی شبد کے معنی ایشور کے کرکے وید میں اس کی موجودگی کو قابل اعتراض نہیں رکھا۔ ابھی ہاتھی کی سونڈ والے کو دیوتا سمجھ کر نہ سہی ایشور سمجھ کر سلام کر دیا۔ اتنی سی بات پر بیچارے گنیش کو دیدبدر نہ کیجئے۔ آخر ایشور ہی تو ہے۔

دوسرا اعتراض جو انھوں نے میرے لیکچر پر کیا وہ یہ ہے کہ نمہ شوبھیہ کے معنے کتوں کو سلام نہیں بلکہ نمہ شبد کے معنے ان جل وغیرہ ہیں۔ اور انھوں نے مجھ پر افسوس کیا ہے کہ میں سنسکرت ساہتیہ سے واقف نہیں۔ سنسکرت کی لغات کو اٹھا کر میں نے نمہ شبد کے معنی نہیں دیکھے مگر نمہ شبد کے معنی میں اس وقت تک لغات سے پیش نہ کروں گا۔ جب تک خود آریہ گزٹ کا ایڈیٹر اپنے معنوں کی سند پیش نہ کرے۔ (کیا فاضل ایڈیٹر نگھنٹو یا امرکوش وغیرہ سے اپنے معنوں کی سند پیش کر سکے گا) مگر ساتھ ہی اس کے میں انھیں پورا منتر سنا دیتا ہوں۔

नमः श्वभ्यः श्वपतिभ्यश्च वो

नमो नमो भवाय च रुद्राय च नमः

शर्वाय च पशुपतये च नमो नीलग्री

वाय च शितिकण्ठाय च

(نمہ شوبھیہ) کتوں کو سلام (شوپتی بھیشچ ودونمو) کتوں کے پالنے والوں کو سلام (نمو بھواسے چہ)

ڈرانے والوں کو سلام (اوردراسے چہ نمہ) رلانے والوں کو سلام۔

{ شروا ئیچے پشوپتی چے نمو
نیل گھری وائی چے تی کنٹھاے چے }

پشوؤں کے پالنے والوں کو سلام۔ نیلکنٹھ کو سلام۔ آریہ گزٹ کا ایڈیٹر کتوں کو سلام کرنا خلاف انسانیت سمجھ کر اس کی تاویل بعید کرتا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ یہاں ایشور خود کتوں کو سلام کرتا ہے۔ نمہ کا فعل سوامی دیانند جی مہاراج نے ایشور کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ الگ امر ہے کہ وہ نمہ کے معنی کچھ اور کرتے ہیں۔ (دیکھو سوامی جی کا وید بھاشیہ)

میں آریہ سماج پر ظلم کروں گا اگر میں اس جگہ ایشور کے کتوں کو سلام کرنے کی فلاسفی بیان نہ کروں اور یہ نہ بتلاؤں کہ نیلکنٹھ کو ایشور کیوں سلام کرتا ہے نیلکنٹھ بھگوان کا گھوڑا ہے جس پر چڑھ کر رامچندر جی مہاراج لنکا پھونکنے گئے تھے۔ اور اسی لئے دسہرہ کے دن تمام ہندو اس کو دیکھنا اور آزاد کرانا ثواب سمجھتے ہیں کتوں کو سلام کی یہ وجہ ہے کہ کتا سلام (سجدہ نمسکار) کرنے والے کو نہیں بھونکتا پس سوامی جی کے وید بھاشیہ کی طرز پر اس کے یہ معنے ہونگے کہ ہے منشو ایشور جی مہاراج تمھیں آگیا دیتے ہیں کہ جب کبھی تمھیں راہ چلتے کتے بھونکیں تو تم ان کو نمسکار (سجدہ) کیا کرو تاکہ وہ کاٹ نہ کھائیں۔ سمابی ستزدا!

مشکل بہت پڑیگی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

آپکا شبھ چنتک
عبدالحق ودیارتھی

چندہ ترجمۃ القرآن

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مفصلہ ذیل رقوم ترجمۃ القرآن کے لئے وصول ہوئی ہیں اخبار میں شائع فرمادیں

نام	رقم
مسٹر محمد یعقوب صاحب سوداگر معرفت جناب ایم احمد بادشاہ صاحب	۲۵
شیخ رحمت اللہ صاحب انگلش ویرہوس	تمام
بی بی غوثن نور مرحوم اہلیہ مولوی محمد یکین صاحب دالوی	۸
ایک جوڑی کردہ لغزی	
میاں علی محمد صاحب ملازم حضرت مولوی محمد علی صاحب	۵
مرزا خدا بخش صاحب	۵
عبدالرحیم باورچی بورڈنگ اشاعت اسلام کالج	۱
شیخ فیروزالدین نومسلم طالبعلم اشاعت اسلام کالج	۲
میاں اللہ بخش صاحب	۱
شیخ امتیاز الدین صاحب ملازم احمدیہ انجمن اشاعت	۱

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

لالہ رتن چند موہن بی اے کے خامہ فضیلت نگار سے

میں اشتراکیت کا حامی ہوں۔ اس لئے میرے نزدیک بنی نوع انسان ایک کنبہ کی حیثیت میں ہے۔ میرے مذہب میں قومی امتیازات کا نشان نہیں۔ اور میرے روحانی سلوک کا دائرہ اتنا وسیع ہے۔ کہ اس کے اندر زرتشت کنفیوشس - بدھ - سقراط - مارکس اوریلیس - جناب مسیح - روسو - والٹیر - کینٹ جان اسٹوارٹ مل - ڈارون - مینزینی - دامی دیانند سرسوتی - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - گوئٹے - ورڈزورتھ - شاپن ہوور - کارل مارکس - ہربرٹ سپنسر - گورو نانک - طامس پین - شری شنکراچاریہ اور راجہ رام موہن رائے گورو گوبند سنگھ - مختلف ادوار تاریخ عالم میں تماشا گاہ جہان پر مشعل ہدایت لیکر آئے - اور آخر اسرار قدرت الٰہی میں جذب ہو گئے۔[1]

ان بزرگان ملت و مذہب کی شخصیتوں کا مابہ الامتیاز فطری نہیں بلکہ اختلافات و تغیرات واقعات کے لحاظ سے ہے۔

قانون فطرت کے شناسا واقف ہیں۔ کہ فضائل و محاسن انسانی مختلف النوع ہیں۔ لیکن یہ حقیقت بھی مسلمہ ہے۔ کہ اس بوقلمون تباین کے محرک وہ تاثرات ہیں جو محدود و مخصوص حالات کے اندر جداگانہ رنگ میں رونما ہوتے ہیں۔

جولیس قیصر نے یورپ کی دو سو مختلف قوموں کو مسخر کر لیا تھا۔ لیکن ممالک مشرقیہ اس کی کشورکشایانہ اولوالعزمی کا تختۂ مشق نہ بنے۔ محض اس لئے کہ اس زمانہ میں رومتہ الکبریٰ کا شدید ترین سیاسی مسلک اٹلی کی نواحی طاقتوں سے وابستہ تھا - اور ایشیائی سلطنتوں سے جنگ آزما ہونے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا تو قیصر روم ادھر بھی خون کے دریا بہا سکتا تھا!

مذہب کی دنیا کا رنگ بھی ایسا ہی ہے مثلاً کنفیوشس نے خداوند کریم کی ہستی کا مسئلہ حل کئے بغیر ہی محض چند روحانی تمثیلات سے دنیا بھر ۴۰ کروڑ چینیوں کو اعلٰے زندگی کے اصول دکھا دیئے۔ چنانچہ اسکا بہترین محقق مداح لکھتا ہے:-

"اس نے کبھی اس طاقت کے نام پر اپیل نہیں کیا۔ جو ظاہری دنیا کے پس پردہ کام کر رہی ہے۔ وہ الہام کا مدعی نہیں بنا اور اس کی شخصیت ان پر اسرار تعلقات سے مبرا ہے۔ جو زرتشت - بدھ - حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وابستہ ہیں۔

غالباً اس کا باعث یہ ہے کہ اس کا واسطہ مغلوں سے (منگولیا کی قوم) پڑا تھا۔ جو شاعرانہ تخیلات سے ناآشنا تھی۔ اور جن کی طبع از بس دنیوی واقع ہوئی۔ اس لئے کنفیوشس کی مذہبی تعلیم ان دو الفاظ پر مشتمل تھی"۔ دنیاداری و دانشوری"!

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے۔ کہ اسی طرح پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم میں کونسی خصوصیات ہیں۔ جو اسلام اور دیگر مذاہب میں مابہ الامتیاز ہو سکتی ہیں۔ اور تاریخ عالم آپ کی شخصیت سے کس طرح متاثر ہوئی۔

عبارت مختصر ہم آپ کی شان پیغمبری کے مختلف پہلو دکھانا چاہتے ہیں۔ جن کی روشنی میں نظر آئے گا۔ کہ بطور پیغامبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پایہ کتنا ارفع و اعلےٰ ہے۔

تاریخ عالم کا نیا دور

تاریخ مذاہب عالم کا سب سے توجہ کش پہلو یہ ہے۔ کہ ہر ایک مصلح عموم و ہادی دین کے معرض شہود میں آتے ہی قدرت کی ہیئت بدل جاتی ہے۔ اور اُن کی موت بھی پر اسرار و طلسم زا تعلقات سے وابستہ ہے۔

حضرت یسوع مسیح کا وقت تو لیجیئے حیرت انگیز سماوی و ارضی تغیرات کی رودادیں سے لبریز ہے

"جیولیس قیصر ابھی رومتہ الکبریٰ کی انجمن مشاورت کے ہال میں قتل نہ ہوا تھا۔ کہ بقول پٹرارک"۔ آسمان کا رنگ خاکستر ہو گیا - اور آفتاب سپہر کی بسیط کثیف میں زرد زخم کی طرح نظر آنے لگا"!

ہنوز اس کے غدار ہمراہیوں کی نوک سنان و خنجر اس کے سینے اور گردن سے آشنا ہوئی ہی تھی کہ مورخ فرود کہتا ہے۔ کہ سینیٹ ہال میں اس کا شاندار سنگ مرمر کا بُت آپ سے آپ سرنگوں ہو گیا۔ اور جب اس کی لاش خون آلود فرش پر پھڑک رہی تھی۔ تو اُس وقت یہ کیفیت پیش آئی۔

"روم کی گلیوں پر عجیب و غریب دھواں طاری ہو گیا۔ لوگ دہشت کے مارے گھروں میں جا دبکے۔ شہر خاموشاں میں قبروں نے اپنے منہ کھول دئے اور لاشیں حرکت میں آنے لگیں"!

ان شاعرانہ تخیلات میں فی الحقیقت ایک دقیق فلسفیانہ اصول مضمر ہے۔ انگلستان کے قبل از تاریخ زمانہ کے فرمانروا شاہ آرتھر نے مرتے وقت اپنی ماتم کرنے والی رعایا کو تسلی دینے کے لئے کہا تھا

"زمانہ کا انداز کہن بدل گیا۔ دور جدید معرض شہود میں آنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کو کسی طریقوں اور کثیر الواقع راہوں میں پایۂ تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ تاکہ ایسا ہی عمدہ طریقہ دنیا کو خراب نہ کر دے"!

جب ہمارے رہنما دنیا میں آتے یا اس سے جُدا ہوتے ہیں۔ تو ہمارا تخیل بلند ہو کے کہتا ہے کہ نظام قدرت کو صدمہ پہنچا ہوگا۔ اور طبعی و خلاقی طاقتیں تزلزل میں آئی ہوں گی۔

اس لئے میری روح ایزدی پر قربان ہونے کو پھرتی ہے۔ کہ اس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سعید کے متعلق کہا کہ:-

عید اگبر سحر گاہ بفرہنگ دہنہا
ہیچ کہ خیزد از آن آورد امّا قدر و بہا
خرد دیں داشت چو کاوش نوشیش ادرا
شد بطوس چمن وکادہ لبنان مولا
ہم از آن شد نہ ہم اشگافتہ طاق کسریٰ
ہم از آن گشت بہم بافتہ خیمۂ سنتم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے مہذب دُنیا کی آنکھیں نوشیروانی عدل سے خیرہ ہو رہی تھیں لوگوں نے سمجھا تھا کہ صرف عدالت گستری ہی روحانی زندگی کی انتہائی منزل ہے اور اگر چندے اور یہی حالت رہتی - تو لامحالہ دُنیا پر عالمگیر روحانی جمود و تنزل طاری ہو جاتا۔

لیکن خدائے نیرنگ کار دکرشمہ ساز کو دکھانا تھا۔ کہ ایک اور آفتاب حقیقت جلوہ گر ہو کر اپنی ضیا باری سے ان ٹمٹماتی مشعلوں کو سایہ میں ڈال دینے کو تھا۔ جو لوگوں کی راہ ہدایت کے لئے کافی سمجھی گئی تھیں۔

لازم تھا کہ اخلاقی تحریک کے لئے اسلام کی تعلیم دی جاتی - کون اسلام؟ سنو:-

"جب اس سے کہا گیا کہ "اسلم" (مسلمان ہو جا) تو جواب میں سر جھکا لے اور یہی کہا کہ "اسلمت لرب العٰلمین" میں تمام جہانوں کے پروردگار کے نام پر مسلم ہوا"

پھر اس نے اپنے ہاتھ میں چھُری لی - اور سنگدل قصاب کی طرح اسے پتھر کی سل پر تیز کرنے لگا۔ اور اپنی پدری محبت کے جوش کو فیض روح القدس کی راہ میں آزمائش بنالیا۔

یہ وہ حالت تھی جس کو افلاطون نے سقراط پر طاری ہوتے دیکھا جب وہ تلخ زہر کو سلامتی کا آب حیات سمجھ کر پی گیا۔

یہ وہ حالت تھی جسے اس پیکر قدسی کرشن نے ارجن پر طاری کر دیا جب معرکہ رزم میں مخالف رشتہ داروں کی بالمقابل قطار کو دیکھ سکا

[1] معزز مضمون نگار نے اس مضمون میں آنحضرت صلعم اور بعض دیگر نبیوں کو جس گروہ میں شمار کیا ہے۔ گو ہم انہیں اس سے اعلےٰ و ارفع سمجھتے ہوں۔ لیکن اصل مضمون میں چونکہ [illegible]

دلی منزل میں آگیا تھا۔
یہ وہ حالت تھی جس کا قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر کیا :-

قال انی جاعلک للناس اماما۔

یعنی جب حضرت ابراہیم نے حقیقت اسلام کو انتہائی مراحل تک پہنچا دیا۔ تو خدا نے فرمایا کہ ہم بندوں کی امامت تیرے سپرد کرنا چاہتے ہیں غرضیکہ اسلام نے دنیا کے روحانی ذخائر میں جانفروشی کے درخشندہ جوہر کا اضافہ کر دیا۔ اور یہی خصوصیت ہے جو میری عاجزو درماندہ نگاہیں پیغمبر اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے کیریکٹر کا وصف ممتاز دیکھتی ہیں۔

اسلام کی تعریف

میرے نزدیک اسلام کی تعریف یہی ہے کہ ایک جانب تو عشق حقیقت الٰہی کی راہ میں سرفروشانہ قدم اٹھائے جائیں اور دوسری جانب استغناء مرضات اللہ کے علاوہ پرستاری وطن، شیفتگی ... اور عالم برادری حریت اسلام کے توجہ ... بنیں۔

غرضیکہ پیغمبر کی حیثیت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ خدا سے تمہارے تعلقات اچھے ہوں۔ تم اس کی راہ میں کسی دوسرے معبود کے سامنے سر عبودیت نہ جھکاؤ۔ دوسرے یہ کہ دنیا کے ساتھ تمہارے تعلقات اس قسم کے ہوں کہ ایک ہی خاندان کے لوگ آپس میں برادرانہ محبت سے رہتے ہیں۔

اصول اول کو قرآن حکیم کی اصطلاح میں جہاد فی سبیل اللہ کہتے ہیں۔ چند ماہ ہوئے کہ سرزمین بنگال میں اسنو ہلتا دیوی اپنی قوم کے عشق میں ستی ہو گئی۔

از منہ قدیم میں بہادر راجپوت لڑکیوں نے آگ جلائی اور اس میں محو ہو گئیں۔

حضرت عیسٰی خدا کی راہ میں مصلوب کئے گئے۔ سقراط نے زہر کا جام پیا۔ قرطاجنہ کے قوم پرستوں نے جوہر کئے۔ بائرن نے یونان کی خاطر ساری عمر کا عیش سرفروشانہ اولوالعزمی میں تبدیل کر دیا۔ گرو گوبند سنگھ نے جن کی ولادت سعید کا تہوار گزشتہ ہفتہ کا واقعہ ہے۔ اپنا نام شہیدوں کی صف محترم میں لکھوایا۔

شیر خدا علی مرتضٰی نے اپنی جان گرامی ہتھیلی پر رکھی۔ صدیق اکبر جہاد فی سبیل اللہ پر عمل کرتا ہوا مفلس بن بیٹھا۔

مدینہ کے کوچوں سے ایک عورت نکلی۔ اور راہ حق میں اپنے فرزندوں کو یکے بعد دیگرے کٹوا دیا۔ غرضیکہ یہ سب کے سب عشق مرضات الٰہی کے مظاہر ہیں۔ البتہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ سبق بھی دیا کہ کسی مقصد ارفع کی خاطر جان گنوانا ہی ضروری نہیں۔ بلکہ کہا کہ اس کے لئے اپنی نفسانی خواہشوں کو قتل کرو۔ کہ سب سے بڑی شہادت یہی ہے۔

رومی و شامی استیلا کے ازالہ میں حضرت عمرؓ کا یہ حال تھا کہ ایک طرف قیصر و کسریٰ کے سفیروں سے سلسلۂ رسم و پیام جاری ہے۔ خالد سے بیت المال کے متعلق کیفیت طلب ہو رہی ہے۔ مختلف معرکہ ہائے رزم میں سرداران عسکر کے نام احکام لکھے جا رہے ہیں۔ غرضیکہ ایک عظیم الشان طاقت مختلف سمتوں میں کام کر رہی ہے۔

لیکن حضرت عمرؓ کی اپنی کیا حالت تھی۔ جو ان طاقتوں کے مرکز و محرک تھے۔ بدن کا کرتہ بے حساب پیوندوں پر مشتمل ہے۔ عمامہ بے رخ سا بندھا ہوا ہے۔ اس حالت میں کبھی مشک ان کے کندھوں پر ہے۔ کبھی مسجد کے گوشے میں فرش خاک پر انتہائی استغراق کے بعد سو گئے ہیں۔ اور مجبور عاجز کو ان کی زندگی کے حالات پڑھنے کے بعد حضرت عمرؓ کی شان و عظمت کے تاج پر سادگی و فقر کا طرہ بہت ہی بھلا معلوم ہوا لیکن ان کی بے تکلف سادگی اس لئے نہ تھی کہ وہ رہبانیت ... کے دلدادہ تھے۔ بلکہ روایت ہے کہ جب ان کا ایک ماتحت عامل ملاقات کیلئے آیا۔ اور اپنے لباس فاخرہ کے لئے یہ عذر پیش کیا کہ رومیوں سے رابطہ اتحاد رکھنے کے لئے قیمتی لباس ناگزیر ہے۔ تو آپ معارض نہ ہوئے۔

قبل از اسلام دائرۂ تہذیب

متذکرہ بالا دونوں اصولوں کے علاوہ مجھے نظر آتا ہے۔ کہ یورپ میں مساوات۔ آزادی۔ باہمی معاونت ڈیموکریسی (حکومت عامہ) اشتراکیت (Socialism) ان سب اصولوں کی تحریک پیغمبر اسلام ہی کی ذات پاک سے وابستہ ہے۔ اور ان کی تشریح قبل از اسلام تاریخ یورپ کی مفصل کیفیت کی مقتضی ہے۔ لیکن میں اس تاریخی ریویو میں نہایت اختصار سے کام لوں گا۔

اسلام سے پہلے قسطنطین اعظم نے عیسائیت کو اپنے سیاسی نظام ترکیبی میں متشکل و متمثل کر لیا تھا جن کے ہاتھ میں پہلے صرف بائیبل تھی۔ بقول گبن ان کے ہاتھ میں تلوار دی گئی۔ اور اشاعت مذہب کے لئے کشورکشایانہ اولوالعزمی کا نیا باب کھل گیا۔

اس زمانہ کی تاریخ عیسائیوں۔ یہودیوں۔ مصریوں اور رومیوں کی باہم دگر گاؤ زوریوں پر مشتمل ہے۔

یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ عیسائی مذہب دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ مشرقی عیسائیوں نے تو مذہبی تنازعوں اور بائیبل کے مسائل میں وقت صرف کیا۔ اور مغربی عیسائی اہل رومہ کے رسم و رواج کے دلدادہ بن گئے۔ انگلستان کا مشہور جریدہ نگار ہم ڈ بابیو کتھا میٹسن لکھتا ہے کہ اس زمانہ میں علوم و فنون صفحہ ہستی سے مٹ گئے تھے۔ اس لئے گبن نے خود چھٹی صدی سے لیکر سولھویں تک کے وقت کو زمانۂ تاریک تسلیم کیا ہے۔ ... تعصب و توہم پرستی کا دور شروع تھا۔ اور صرف سرزمین عرب اس کے تاثرات سے مبرا تھی۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین الٰہی (اسلام) کی تجدید کی تو نہ صرف عیسائیت بلکہ (Romanism) کا بھی عرب پر خوفناک استیلا تھا پیغمبر اسلام نے سب سے پہلے اسی تمدن کا استیصال کیا اور آنحضرت کی وفات پر حضرت عمر امیر المومنین نے ان عظیم الشان فتوحات کا سلسلہ متحرک کیا۔ جن کی نظیر تاریخ عالم میں مشکل سے ملے گی۔

خالد ابو عبیدہ۔ سعد ابن ابی وقاص۔ عبداللہ بن المنتصر۔ شرحبیل بن السمط کی شمشیر خارہ شگاف جبل و دشت طے کرتی ہوئی اگر ایک طرف سپین کی چوٹیوں تک چمکی تو دوسری طرف بصورت ہلال اس کے جوہر دریائے سندھ کے کنارہ پر کھلے اور یہ سب کچھ آن کی آن میں ہو گیا۔

کہاں تو دنیا خواب جمود میں غرق تھی کہاں ایسا طوفان اٹھا کہ "ایہا الناس غضوا ابصارکم واشنوا الرماح والزموا امراکم فاذا حمل عدوکم فامهلوهم حتی اذا رکبوا اطراف المسنه فثبوا فی وجوههم وثوب الاسد" یاروں نگاہیں نیچی رکھو۔ برچھیاں تان لو۔ اپنی جگہ پر جمے رہو۔ پھر جب دشمن حملہ آور ہو۔ تو آنے دو۔ یہاں تک کہ جب برچھیوں کی نوک پر آ جائیں۔ تو شیر کی طرح ان پر ٹوٹ پڑو۔ کی صدائیں برسوں تک گنبد افلاک کو متزلزل کرتی رہیں۔

علوم و فنون جدیدہ کی بہار

یہ سب کچھ ہوا۔ عراق و شام پر لشکرکشی کی گئی۔ یزدگرد کو ہزیمت ہوئی۔ رستم سا جانباز مارا گیا۔ فصحائے عرب کی آتش بیانی نے صبر و سکون اعدا کے خرمن کو جلا دیا۔ ایوان کسریٰ بھی سرنگوں ہوا۔ حلب۔ انطاکیہ پر اسلامی علم نصب ہوا۔ خراسان طبرستان۔ مصر۔ سکندریہ مسخر کئے گئے۔ لیکن یہ نہایت ہی محیر العقول معجزہ ہے کہ کس طرح اسلامی تلوار کے سایہ میں علوم و فنون کا نخل پھلتا تھا۔ عرب کی ریگ کے درخشندہ ذرے خون اعدا سے تر ہو گئے۔

اس کے علاوہ جن ممالک میں بھی خون گرا۔ وہ آخر کار سلامتی کا آب حیات بنکر بہنے لگا۔

متذکرہ بالا ارباب جنگ کے علاوہ اگر علوم

و فنون کا شعبہ دیکھیں - تو بڑے بڑے مجتہدین و ائمہ فن کے اسمائے گرامی نظر آتے ہیں - مثلاً ابو حنیفہ - شافعی - بخاری - رازی - طبری کو موجودہ تہذیب کا سنگ بنیاد رکھنے والے کہہ سکتے ہیں -
نظام حکومت کا فن - صیغہ محاصل - صیغہ قضا - بیت المال - نظارت نافعہ (پبلک ورکس) صیغہ تعلیم سیاست و تدبیر وغیرہ ایسے موضوع ہیں کہ بالتفصیل ان پر بحث ہو سکتی تھی - لیکن تطویل کے خیال سے ان کو قلم انداز کیا جاتا ہے -
مقصود یہ ہے - کہ قرون وسطیٰ کی علمیت (Scholasticism) اور بعد ازاں پندرہویں صدی میں جس دور جدید (Renaissance) کا آغاز ہوا - اس کی تہ میں جابجا اسلامی رنگ نہایت شوخی سے جھلکتا ہوا نظر آئیگا -

پیغمبر اسلام اور سوشلزم

یورپ کی مہذب اقوام کا دعویٰ ہے - کہ اشتراکیت اصول مساوات - حریت اور ان سب کی آئینی صورت یعنی حکومت عامہ (ڈیموکریسی) موجودہ اور سابقہ تہذیبوں کا مابہ الامتیاز ہیں - یورپ میں اشتراکیت کے زبردست محرک پیدا ہوئے ہیں -
اٹھارھویں صدی میں جرمن فلاسفر ہیگل نے حریت مساوات و باہمی شرکت کے اصولوں کو بہترین نظام ترکیبی کا سنگ بنیاد قرار دیا - انقلاب فرانس کی تحریک بھی یہی اصول تھے - ۱۸۴۰ء میں ایک سوسائٹی ینگ جرمنی مرتب ہوئی جو بتدریج تمام یورپ پر اثر انداز ہونے لگی - فی الحقیقت یہ انجمن اشتراکیت تھی -
کارل مارکس جس نے ابو الاشتراک کا لقب حاصل کیا - اس تعلیم کا روح رواں تھا -
اسے اپنے جوش بیقراری میں پیرس - برسلز اور جرمنی سے کئی بار ترک الوطن ہونا پڑا - بالآخر لنڈن کو اس نے جائے اقامت بنایا - جو صدہا اجنبی پناہ گزینوں کا نشیمن ہے ہم کارل مارکس کی بہترین تصنیف سے ایک اقتباس پیش کرنیکے بعد اسی علم کا فلسفہ تاریخ اسلام سے پیش کرینگے -
وہ اپنی مشہور کتاب ارفسٹ لیبائن میں لکھتے ہیں :-
سوشلزم دو حصوں میں منقسم ہے اور انکی تفریق حسب ذیل ہے :-

(قسم اول)	(قسم دوم)
(۱) قسم اول تو سلطنت العنا نہ انداز سے مملو ہے -	(۱) قسم دوم اس انداز سے مبرا ہے -
(۲) علم النفس کی روشنی میں دیکھیں تو قسم اول بعد الطبیعات کے اصولوں پر مبنی ہے -	(۲) علم النفس کی روشنی میں اس کی بنیاد سائنٹیفک ہے -
(۳) اس کا ممتاز عنصر جذبات متحرک ہیں -	(۳) افکار و تخیل اس کا طرۂ شان ہے -
(۴) سوسائٹی کے حصہ غالب کی خوشی کا سامان مہیا کرنا مقصود ہے -	(۴) ہر فرد کو اس قابل بنانا فرض ہے - تاکہ وہ اپنی خوشی خود حاصل کر سکے -
(۵) قدامت پسند ہے	(۵) لبرل ہے -
(۶) تہذیب کے انتہائی مراحل میں بھی محنت کا دکھ لاانتہی ہوگا -	(۶) آخر کار دنیا کامل امن و سکون میں آ جائے گی -
(۷) اصول مساوات اچھا ہے - لیکن یہ تب ہی حاصل ہو سکتا ہے جب ہر فرد کو انتہائی ترقی کا موقعہ دیا جائے -	(۷) عدم ترجیح انسانی اصول مساوات کا معیار ہے
(۸) زمانہ حاضر کے لئے بہترین فلسفہ ہے -	(۸) زمانہ مستقبل کی روش اسی پر ہونی چاہئے -

. . . .
. . . .
. . . .
. . . (باقی آیندہ) . .

(از زمیندار)

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

۱- براہین نیرہ حصہ اول ۱۰/
۲- اسوۂ حسنہ ۸/
۳- ام الالسنہ ۱۲/

یہ تین کتابیں جناب حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں - جو تین خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں -
کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی ہیں - یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں -
(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے - جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں - اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نظر ڈالی ہے - کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصول پر بھی منطقی بحث کی گئی ہے -
(۲) اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بہ حیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے - یہ کتاب بقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے - اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے -
۳- ام الالسنہ - بالکل جدید تصنیف ہے - اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اس میں یہ دکھایا گیا ہے - کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں +

مینیجر اشاعت اسلام
عزیز منزل
احمدیہ بلڈنگس
نولکھا - لاہور -

النبوۃ فی الاسلام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہئے - تمام جماعتہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبائعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں - اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت و رسالت کی غرض و غایت - نبوت و رسالت کے امتیازی نشانات - ختم نبوت - محدث و مجدد - مبشرات - حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت - حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت - خصوصیت مسیح موعودؑ حقیقۃ النبوۃ کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعودؑ اور حضرت مسیح موعودؑ کی تبدیلی عقیدہ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے - احادیث سے - اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعودؑ سے سیر کن اور دلچسپ اور معقول بحث کی گئی ہے - جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈالکر ختم نبوت کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر کرتی ہے بلکہ موجودہ اختلافات سلسلہ کے لئے بھی فیصلہ کر نیوالی اور حضرت مسیح موعودؑ کی اصلی حقیقت کو دنیا پر واضح کرنے والی ہے اور اس لئے تبلیغ اسلام و تبلیغ احمدیت کے لئے بہترین و کارآمد چیز ہے - آخری دو سو صفحات میں حضرت مسیح موعودؑ کی کل کتب سے تمام حوالجات متعلقہ مسئلہ نبوت ایک ضمیمہ کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۱۲/ - مجلد ۱۴/ - مبائعین میاں صاحب سے ۱۲/ - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے ! +

نکات القرآن

قرآن کریم کا سیکھنا - اور اس کے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نہایت ضروری حکم اور ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے - ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب مولوی محمد علی ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی ہے - پہلے ایک حصہ قرآن کریم کے تفسیری نوٹ کے نام سے شائع ہو چکا ہے - اب دوسرا حصہ "نکات القرآن" کے نام سے شائع ہوا ہے - جس میں سورۃ البقرہ کی تفسیر ختم کر دی گئی ہے - محبان قرآن و عاشقان اسلام علے الخصوص مبلغین اسے خرید کر فائدہ اٹھاویں
قیمت فی جلد ۶/ +
دفتر احمدیہ انجمن اشاعت لاہور سے مل سکتی ہے +

خلیفہ حبیب الدین پرنٹر پبلشر و مینیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
انتہائے قول او در جان ما ست
ہر چہ زو ثابت شد ایمان ما ست

جسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۹

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود و آپ کی جماعت کا مذہب

معجزات و بہر حق اندر است
منکر آں معجزہ و عین خطا ست
ناخدا ہیں او بحر ہیں او آزما ویم
ہم برینیا انوار و نیا گنبدیم
مہرا و با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از خدا حاصلے بود

قیمت

سالانہ ے ۲
ششماہی ے ۱
سہ ماہی ۹ عہ
ماہوار ۹ ؍ طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغامِ صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۳ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۹

بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام

مسجد ووکنگ میں ایک نکاح کی تقریب

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی ومعظمی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مسجد ووکنگ میں ایک پُرکو بڑا ہجوم ہوا۔ یہانتک کہ مسجد کے دروازہ سے لے کر اُس کے پھاٹک تک بھی جگہ خالی نہ رہی۔ اس دلچسپی کا موجب ایک اسلامی شادی کی تقریب تھی۔ اسلامی شادی تو نہایت مختصر اور معقول ہوتی ہے اس مبارک رسم کے پورا کرنے میں کیا وقت لگتا ہے اور اس میں کیا دلچسپی کی بات دیکھنے میں آتی ان کی دلچسپی کے لئے قرآن کریم سے اور احادیث نبوی سے مفصل طور پر یہ دکھایا گیا کہ اسلام نے کسقدر فضل کیا ہے اس نازک مخلوق پر جس پر ابھی تک مہذب دنیا میں بھی ظلم اور تعدی روا رکھی جاتی ہے۔ عیسائی ممالک میں جو عورت کی قدر نہ کی گئی اور اُس کو گرجا کے مقدس مقام کے نزدیک نہ آنے دیا گیا اور شادی کے پاک تعلق کو ناپاک سمجھا گیا اس کی وجہ وہ عقیدہ ہے جو یہ سوتا ہے کہ گناہ عورت کے ذریعہ سے اس دنیا میں آیا۔ اور ایک دانے کے چھونے کی غلطی کو خدا تعالیٰ نے جس کو وہ محبت ہی محبت ہے کے الفاظ سے پکارا جاتا ہے معاف نہ کیا جب تک مسیح کی قربانی اور اس کے خون نے اس کے غصے کی آگ کو فرو نہ کیا اسی عقیدہ کی بنا پر اس پاک رسم شادی کو جو نیکی اور طہارت کا منبع ہے اور جس پاک تعلق کے نہ ہونے سے انسان بدکرداری میں پڑ جاتا ہے عیسائی ممالک میں لوگوں نے راہبوں کی زندگی کو مقدس زندگی خیال کیا اور اس کے بد نتائج کو بھگت کر اس کی ایک فرقہ نے اصلاح بھی کر لی انجیل نے طلاق جیسے ضروری مسئلہ کو ناجائز قرار دیا اجازت بھی دی تو صرف زنا کے ارتکاب پر اس سے جو ظلم عورتوں پر ہوا ہے وہ یورپ کی مہذب دنیا میں کوئی آ کر دیکھے۔ یا ان کے اخبارات میں طلاق کے متعلق فیصلہ جات کا مطالعہ کرے دل کانپ جاتا ہے۔ کہ کس طرح میاں یا بیوی ایک دوسرے پر زناکاری کا الزام لگاتے اور اُس کی شہادات مہیا کرتے ہیں۔

× × × × × × × × × ×
× × × × × × × × × ×
× × × × × × × × ا ستغفر اللہ

استغفر اللہ

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت کی الاہانت سے دیکھا کہ عورتوں کو کوئی حق وراثت حاصل نہیں ہے۔ حق ورثہ کیا اس مخلوق کے لئے جائز رکھتے جب کہ مذاہب نے فرقہ نساء پر سخت سخت الزام لگا دیئے۔ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا جاتا تھا۔ نہ انجیل نے کوئی ایسے قانون دیئے۔ اور نہ ہی اس وقت کی مہذب دوشن دماغ دنیا نے ان بیچاریوں کے لئے کوئی حقوق قائم کئے۔ پر قربان جائے جان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم پر جو حضور نے اس نازک و بیکس حصہ مخلوق کے لئے ظاہر فرمائے پہلے اس بنیاد کو لیا اور ان آیات کو جو میں نے خطبہ میں پڑھیں، ہیں حضور بھی شادی کے خطبہ میں تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ اس میں صاف فرمایا کہ خلق منہا زوجہا کہ مرد عورت کا جوڑا اسی قسم سے اسی نوع سے مخلوق کیا جیسا لفظ منہا ظاہر کرتا ہے۔ جب دونوں ایک نوعیت رکھتے ہیں تو بھی ایک کو گنہگار قرار دینا یا ادنیٰ مخلوق تصور کرنا غیر معقول بات ہے دونوں خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں دونوں ضروری ہیں دونوں ایک نوع سے ہیں اس کے حضور دونوں کا رتبہ برابر ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا من عمل صالحاً من ذکر او انثٰی وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ۔ مرد ہو یا عورت عمل صالح سے خدا تعالیٰ کے حضور سے انعام پا سکتا ہے

نہ مرد کو اس کی منہ وضعیت ہے۔ نہ ہی عورت اس کے دربارے راندہ شدہ ہے۔ اسی طرح سے دیگر آیات ہیں جن میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں عورت مرد یکساں مراعات حاصل کر سکتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ان کے حقوق میں کمی جائز نہیں ٹھہراتا تو انسان کیوں ایسا کرنا جائز سمجھے۔ انسان کو خبردار کیا۔ و لهن مثل الذی علیهن عورتوں کے حقوق ہیں ویسے ہی جیسے کہ مردوں کے حقوق ان کے ذمہ ہیں۔ عورتوں کا لفظ پہلے رکھ کر اس پر زور دیا ہے۔ اور اس زور کی منشاء کے معنی یہی ہیں کہ عورتوں پر ظلم ہو رہا تھا اور پھر فرمایا مردوں کے لئے عورتیں لباس کا کام دیتی ہیں۔ ان کے بغیر وہ بدکار ہو کر اپنی بیشتگی اپنی بدخلقی اور کج روی کو دنیا پر ظاہر کر دیتے ہیں۔ لباس یہ مخلوق جس کے بغیر انسان روحانی اخلاقی اور تمدنی دنیا میں برہنہ رہ جاتا ہے کس قدر قدر کے قابل ہے فرمایا۔ هن لباس لکم عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کے لئے لباس ہو۔ یہاں بھی برابری حقوق کو مدنظر رکھا ہے اور هن لباس لکم کو پہلے رکھ کر یہ ہدایت فرمائی ہے کہ عورتیں تمہارا لباس ہیں۔ پھر فرمایا جعل بینکم مودة و رحمة ہم نے تمہارے جذبات میں ایک دوسرے کے لئے مودة اور رحمت پیدا کر دی ہے ان پاک جذبات کا نتیجہ شادی ہے پس شادی پاک ہے ان جذبات کو مدنظر رکھ کر عورتوں کے ساتھ برتاؤ جتنا بھی ہو اس میں مودة اور رحمت کا رنگ پایا جائے۔ اور پھر فرمایا و لا تنسوا الفضل بینکم آپس میں سلوک و احسان اور افضال کے طریق کو مت فراموش کرو اور پھر فرمایا عاشروهن بالمعروف عورتوں کے ساتھ سلوک نیکی و معروف پر مبنی ہو

ہماری سرکار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ایسی نرمی محبت اور احسان کے سلوک کئے۔ کہ سب کی سب حضور کی مدح سرا ہیں۔ جس برتن سے ان کی بیوی پانی پیتی اسی برتن سے اسی جگہ منہ رکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پانی پیتے حضرت صفیہؓ جب اونٹ پر چڑھنے لگیں تو حضور نے اپنا زانو پیش کیا کہ اس پر قدم رکھ کر چڑھیں اور اپنی چادر کو تہ کر کے ان کے نیچے رکھا تاکہ ان کو آرام حاصل ہو۔ حضرت عائشہؓ کا ایک معمولی سا ہار ایک مہم میں گم ہو گیا تو کوچ کا حکم ملتوی فرما دیا تاکہ اس ہار کی تلاش کی جاوے۔

جب کبھی حضور بکری ذبح کرتے تو اس میں سے گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بطور تحفہ بھیجتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا جب اپنے سسرال سے تشریف لاتیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کا استقبال کرتے۔ اور بڑا اکرام کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضور غنیمت کا مال تقسیم کر رہے تھے تو حضرت حلیمہ سعدیہ تشریف لائیں۔ حضور کے پاس رپورٹ ہوئی فرمایا اماں صاحبہ تشریف لائی ہیں۔ سفید چادر بچھا دی۔ اور ادب اور تعظیم کے ساتھ اس کو بٹھایا غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرقہ پر بہت ہی بڑا فضل کیا نہ صرف لڑکیوں کا زندہ گاڑنا دور فرمایا۔ ان کو وراثت کا حقدار کیا۔ نہ صرف اس کے حقوق کا تصفیہ کیا نہ صرف عورتوں کا اکرام اور صلہ رحمی کا لحاظ رکھا بلکہ فرمایا بہشت والدہ کے قدموں کے نیچے ہے اور بہت افسوس اس شخص پر جس نے ماں یا باپ کو بڑھاپے میں پایا۔ اور جنت نہ حاصل کی یعنی تواضع و خاطر سے ازیں قبیل خطبے کے بعد تین ہزار روپیہ مہر پر نکاح پڑھا گیا۔ دستاویز لکھی گئی جس پر امام مسجد کے علاوہ چند ہندوستانیوں اور چند انگریزوں کے دستخط ثبت کئے گئے۔ گھر میں دعوت کا انتظام موجود تھا۔ مجمع کے بعض حصے دعوت میں شریک ہوئے اکثر مرد اور عورتوں کی زبان سے یہ اعتراف سننے میں آیا کہ اسلام نے عورت کی قدر کرنے کے بہت عمدہ قوانین مقرر کئے ہیں ابھی تک ہم لوگ یہاں بہت پیچھے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ یہاں کے لوگ اسلامی برکات سے واقف ہو رہے ہیں۔ فالحمد للہ رب العلمین

دستخط مولوی صدر الدین امام مسجد

بقلم بلال نور احمدؐ ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۵ء

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

جنگ کی خبریں براہ دہلی۔ دہلی ۱۸- جنوری۔ ہزاکسلنسی وائسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے کل کی تاریخ کا مفصلہ ذیل تار لنڈن سے موصول ہوا ہے:-

برطانیوں نے لیل پر گولہ باری کی۔ [illegible] کے قریب اکثر خندقوں کو نقصان پہنچایا۔ اور دو بڑے دھماکے ہوئے۔

فرانسیسی توپخانہ نے بھی جنوب کی طرف سے لیل کو جانے والی سڑک کے نواح پر گولہ باری کی

کی بیشتر میں توپخانہ کی خاص آتشباری وقوع میں آئی مگر پیدل سپاہ کا کوئی حملہ نہ ہوا۔

آسٹریوی رپورٹ مظہر ہے۔ کہ مشتی کے خالی کر دینے کے بعد مونٹی نگروی اپنے جنوبی اور مغربی محاذوں کے تمام مقامات سے پیچھے ہٹ گئے۔ آسٹریوں نے مقام سپیزا پر قبضہ کر لیا۔ مونٹی نگروی ہنوز مقام بیرین میں نہایت شدت سے مقابلہ کر رہے ہیں۔

روسی رپورٹ میں کسی تغیر کا ذکر نہیں انہوں نے کرمان شاہ کی سڑک پر مقام کنجا ورکو فتح کر لیا ہے۔

اطالوی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ غنیم نے دن بھر گوریزیا کے شمال مغربی گھاٹیوں پر شدید گولہ باری کی اور اس کے بعد رات کو اطالوی مورچوں پر حملہ آور ہوا۔

ایک دفعہ پسپا ہونے کے بعد وہ دوبارہ بڑے زور سے حملہ آور ہوا۔ اور بعض خندقوں میں گھس گیا۔ مگر دوسری صبح کو اطالویوں نے ایک جوابی حملہ کر کے اسے پیچھے ہٹا دیا ❖

قفقاز میں جنگ۔ لنڈن ۱۷- جنوری- جنگ قفقاز میں جمعہ کے روز ۲۰ ترک افسر، ۴۰ سے زیادہ سپاہی ۶ توپیں جن میں سے ایک بھاری تھی ۸ کلدار توپیں اور گولی بارود۔ سامان رسد اور انجینئرنگ کے سامان کی کچھ مقدار روسیوں کے ہاتھ آئی۔

۱۷- جنوری- پٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ترکوں نے دو مرتبہ دریائے آرخیو کو عبور کرنے کی کوشش کی مگر پسپا کر دیئے گئے۔ ہوروسن کے شمال مغرب میں ترکی توپخانہ کا ایک گودام جس میں قریباً دس لاکھ کارتوس اور کئی ہزار گولے تھے۔ روسیوں کے ہاتھ آیا ❖

سرحد مصر پر جنگ۔ لنڈن ۱۷- جنوری ٹائمز قاہرہ سے ۱۴- جنوری کو تار دیتا ہے کہ ایک دستہ نے سابق مطروح سے ۷۰ میل کے فاصلہ پر ۴۰۰ عربوں کو منتشر کر دیا جو اپنی تمام بھیڑیں۔ بکرے اور خیمے چھوڑ کر بھاگ گئے۔ برطانی سپاہ کا کچھ نقصان نہ ہوا ❖

ایران میں بد امنی۔ لنڈن ۱۷ جنوری- پٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ [illegible] کی جنگ میں ہم نے قیدی گرفتار کئے اور غنیم کے بہت سے آدمی ہلاک ہوئے۔ ہمارا نقصان نہایت خفیف تھا۔ ہمدان کے جنوب مشرق میں ہم نے ترکوں اور جرمنوں کے ایک دستہ کو پسپا کر دیا ❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۳ جنوری ۱۹۱۶ء نمبر ۷۹

میلاد

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

راز خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب
(ڈیڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ لاہور)

مسلمان وہی ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے عزت مندا در شیدا سے میلا د اعظم ہے۔ ہر چیز اور ہر واقع کا وقوع اپنے وقت پر موقوف ہوتا ہے۔ گو کہ بہت سی باتیں لوگ قبل از وقت بھی چاہتے ہیں لیکن قدرت اپنے ضابطہ کی پابندی سے وقت پر ہی کام کرنے کی عادی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اُس ذات اقدس کی نسبت پیشگوئیاں ہوتی رہی ہیں۔ جو سلسلہ نبوت کو ختم کرنے یا کامل کرنے والی ہیں۔ بہت سے نبی اور بہت سے لوگ اس خواہش میں وصال پا گئے کہ شاید ان کی حیات ہی میں وہ مبارک زمانہ آ وے آخر وہ اولوالعزم اور عظیم الشان انسان جو دنیا میں ایک حد قائم کرنے والا تھا ۵۶۹/۵۷۰ عیسوی میں اُس ملک اور اُس قوم میں مبعوث ہوا جو دنیا کے متمدن ممالک اور متمدن اقوام کی فہرست میں سے خارج ہی نہیں تھا بلکہ اس قابل بھی نہ سمجھا گیا تھا کہ ایسے ممالک اور ایسی اقوام کے ساتھ اس کا ذکر بھی کیا جاوے نبی موصوف نے بایں حالات ۶۱۰ء میں ۴۰ سال کی عمر میں اس وحدت کا اعلان کیا جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اُن کے ذمہ بہت پر لگایا گیا تھا گو کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام دنیا میں گذر چکے تھے اور اُن کے ذمہ بہت پر بھی بہت کچھ رکھا گیا تھا۔ مگر رسول عربی وہ کام لے کر آیا جو اُس کے کرنے کا تھا اور اس کی بعثت مبارک پر اس کا انجام ہونا تھا۔ رسول عربی کیا کچھ لے کر آیا:۔

(الف) تجدید اعلان وحدت
(ب) ختم نبوت
(ج) تکمیل دین
(د) رحمۃ للعالمین
(س) دعوت عامہ

وہ میلاد عظیم الشان جو دنیا کی طنابوں کو ملانے آیا تھا اس وقت ہوا جب جناب کے والد ماجد وصال پا چکے تھے۔ ابھی آپ کی عمر صرف چھ ہی سال کی تھی کہ حضرت والدہ ماجدہ نے بھی انتقال کیا اُس عظیم الشان ہستی کا یہ شروع تھا۔ اس یتیمی کی حالت میں حضور کی کفالت اور پرورش بظاہر اسباب حضرت عبد المطلب کے سپرد ہوئی۔ جن کا قبیلہ قریش میں ایک بڑا درجہ تھا دو ہی سال کے بعد وہ بھی فوت ہو گئے۔ اس کے بعد ابو طالب کے گھرانہ میں رسولؐ عربی نے بطور ایک بیٹے کے پرورش پائی۔ گو کہ ابو طالب اور عبد المطلب اپنے وقت میں اپنی قوم کے اندر ایک معزز شخص تھے۔ اور قوم ان کی عزت کرتی تھی۔ لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے کہ رسول عربی یتیم نہ تھے۔ کیا کوئی خیال کر سکتا تھا کہ اس یتیمی کی حالت میں ایک یتیم احقر سا ایک ایسی ہستی ثابت ہوگی جس کا مقدس نام ہزاروں برکتوں اور عزتوں کو ساتھ لائے گا اور جس کے نام کی شہرت اقصائے دنیا تک جا پہنچے گی۔ سب سے اول حضرتؐ نے عرب اور دنیا کے سامنے کیا اعلان کیا۔ نہ تو خود کو براہ راست پیش کیا اور نہ اپنی عزت و ناموس کی خواہش کی۔ بلند آواز سے سب سے اول یہ کہا کہ

تعالوا الی کلمۃ واحدۃ

یہ وہ صدا تھی جو اگرچہ پیشتر ازیں بھی انبیاء علیہم السلام کی معرفت سنائی جا چکی تھی اور اس کا بارہا اعلان بھی ہو چکا تھا مگر جس وقت حضرت کے عہد میں اس کا اعلان ہوا یہ صدا مدہم پڑ چکی تھی اور اس میں کوئی اثر نہیں رہا تھا اگر عرب بت پرست تھا تو عرب کے اردگرد بھی تقریباً بت پرستی کا زور تھا خدا کے بیٹے اور بیٹیاں مختلف شکلوں اور مختلف رنگوں میں نشو و نما پا چکے تھے اگرچہ بعض قومیں خود کو خدا پرست اور موحد بھی کہتی تھیں مگر وحدت پر زنگ آ چکا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کئی ایک نبی آئے اور اخیر پر حضرت مسیح علیہ السلام کا زمانہ بھی آیا مگر توحید نے جو رنگ اختیار کیا وہ کسی تاویل کا محتاج نہیں۔ گویا توحید کو چار چاند کی بجائے تین چاند لگ گئے۔ حضرت یسوع علیہ السلام کے صوفیانہ اقوال کی جس رنگ میں تاویلیں ہوئیں وہ کہہ سکتی ہیں کہ وحدت کے ساتھ کیا گذری شرک جلی و خفی اس اعلان کے عہد میں ہمیشہ کے واسطے دور و دفع ہوا جو اعلان رسول عربی نے کیا تھا وہ مکمل طور پر سنایا گیا اور پہنچایا گیا۔ ایک طرف یروشلم میں جا کر دیکھو اور دوسری طرف مدینہ منورہ میں جاؤ پھر انصاف سے کہو کہ

وحدت کس عزم محترم میں محفوظ ہے۔ یروشلم میں مزار مسیح علیہ السلام پر تمہیں وہی رنگ دکھائی دیگا جس کے مٹانے کے واسطے حضرت موسیٰ ہی نہیں بلکہ خود مسیح بھی آئے تھے۔ مدینہ منورہ میں گویا خدا ہی خدا کا ظہور ہوتا ہے اور یروشلم میں ایک اس قسم کی وحدت پائی جاتی ہے جو دھندلی ہی نہیں بلکہ زنگ خوردہ اور شرک نما ہے۔ عرب کے دلوں میں شرک و بدعت اور بت پرستی گھر کر چکی تھی اور بیشتر اُن کی اکھڑ مزاجی اعلان محمدی کی بدولت دنوں میں ہی مٹ گئی۔ اور بجائے اس کے دولت وحدت سے عرب آجکل مالا مال ہے۔ ایک نبی بقول بعض لوگوں کے ابن اللہ ہو کر بھی وحدت اس قدر نہ پھیلا سکا اور ایک مقدس شخص بندہ بن کر اس قدر کامیاب ہوا کہ آج جس کی ریس کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

دوسرا کام ختم نبوت کا تھا رسول عربی سے پہلے جو نبی آئے اُن میں سے ایک نے کبھی اس زور شور سے دعویٰ ختم نبوت کا نہیں کیا جس شد و مد سے ہمارے حضرتؐ نے کیا۔ اور اس کا اثر بھی یہ ہے کہ آج تک دنیا بھر سے کسی کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ اس ختم نبوت کے بعد کوئی اور بھی مدعی نبوت ہو۔ یا عرصہ نبوت میں آ کر علم نبوت بلند کرے۔ دوسرے مذاہب تو اس کوچہ میں ہی نہ آئے ہاں خود اسلامی دنیا میں مصداق

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل

اس قسم کے لوگ پیدا ہوتے رہے جو اپنے رنگ میں اسرائیلی نبیوں کی بھی شان رکھتے تھے اسلامی مجددوں کی ہستیاں کچھ کم بایمن اور بابرکت ثابت نہیں ہوئیں۔ ہزاروں ایسے بزرگان ملت گذر چکے ہیں کہ جن کی زندگیاں اسلام کے واسطے ایک اعجازی اثر رکھتی ہیں۔ اُدھر ختم نبوت کا اعلان ہوتا ہے اور اِدھر یہ بھی خوشخبری دی جاتی ہے کہ تم ہی میں سے اس شان اور احترام کے لوگ بھی ہونگے یہ فضیلت کسی نبی کے مقتدیوں کے حصہ میں بھی نہ آئی یہ اسی سرکار کا حصہ بجزہ تفاخر

این کار از تو آید و مرسل چنیں کنند

سب نبیوں نے ہماری سرکار کی خوشخبری دی اور ہماری سرکار نے اپنے ہی مقتدیوں میں سے ان صدہا لوگوں کی خوشخبری دی جو ابدال، اقطاب اور ولیوں اور مجددوں کے رنگ میں اسلام میں پیدا ہوتے رہے۔ دیکھو یہ پیشگوئی کس زور سے پوری ہوئی اور کس کس شان کے روحانی لوگ اسلام میں پیدا ہوتے رہے نبوت کا خاتمہ کر کے فیضان روحانی ایک اور رنگ میں عام کر دیا گیا ہے

اور کا فیضان بھی اس وسعت سے ہوا ہے۔ یہ زندگی جو اسلام میں بہ رنگ روحانی پائی جاتی ہے اور کس مذہب میں ہے۔

ایں زماں دلبرے بشان تو نیست
راہ اگر آئی کہ کس بآن تو نیست

اگر ایک طرف پہلے مرسل اور انبیاء علیہم السلام ہمارے سرکار کی خوشخبریاں دیتے رہے ہیں تو اس سے ثابت ہے کہ ان کا مشن مکمل نہیں تھا وہ جو کچھ لاتے تھے وہ ابھی ادھورا اور نامکمل تھا یہ مشن ہمارے ہی حضرت کے حصہ میں آیا ہے کہ ختم نبوت کے ساتھ تکمیل دین بھی ہو جاتی ہے بمصداق

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ ہاتھ میں لے کر دیکھو کہ بجز اسے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کس خوبصورتی اور کس خوش اسلوبی سے اتمام نعمائے اور تکمیل دین کی گئی ہے۔ مطلب تکمیل سے یہ ہے کہ جو کچھ شروع سے ارتقائی رنگ میں مرسلوں کو دیا جاتا رہا ہے آج اس کی تکمیل رسول عربی کی ذات پر ہوتی ہے۔ تمام خوشخبریوں اور تمام پیشگوئیوں کا خاتمہ اور تکمیل اس نبی پر ہوتا ہے جو رحمۃ للعالمین اور دین کا کامل کرنے والا تھا اور تمام اچھائیاں اور کمالات اس کے ساتھ دین کو دیئے جاتے ہیں اگر ایک طرف فطرتی جذبات صحیح رنگ میں نمودار ہوئے تھے تو دوسری طرف ان فطرتی جذبات کی واضح کرنے والی شریعت اور قانون بھی عطا ہوتا ہے لوگ قرآن دل سے پڑھیں پھر ان پر کھل جائے گا کہ مولائے کریم نے ہمیں کیسا دینی اور دنیاوی سامان کا مجموعہ کامل بخش رکھا ہے۔

تکمیل دین کب ہوتی ہے۔ جب کامل رنگ میں وحدت کا ظہور ہو اور اس کے لانے والا وہ شخص ہو جو وحدت مجسم ہو۔ جس کا ماننا ثبوت وحدت ہو یا یہ کہ جس کے بغیر وحدت ناکامل ہے۔ رسول کریم کے ماننے سے بمصداق

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ

خدا مانا جاتا ہے لیکن خدا کے ماننے سے رسول نہیں مانا جاتا تاوقتیکہ خدا کے احکام کا یقین ہو محض خدا کے ماننے سے تکمیل دین نہیں ہوتی جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ہی نہ مانا جاوے یہ جو کہا گیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تیری بعثت سے دین کو مکمل کیا۔ جب تک تو نہیں آیا تھا دنیا کے تمام مذاہب اور تمام ادیان نامکمل تھے۔ تیرے آنے سے تکمیل ہو گئی۔ اب جب تک ادیان تیرے نام سے شروع نہ ہوں گے کوئی دین مکمل اور جامع نہیں ہو سکتا۔

کوئی مرسل اور نبی رحمۃ للعالمین کے محترم لقب سے ملقب نہیں ہوا یہ فخر حضرتؐ ہی کے حصہ میں آیا ہے۔ ہمارے حضرت کیوں رحمۃ للعالمین تھے اس واسطے کہ وہ اس درگاہ پاک سے نامزد ہوئے تھے۔ جو رب العالمین ہے۔ رب العالمین کی عالمگیر رحمت کا مقتضا یہی ہو سکتا تھا کہ حضرتؐ کو رحمۃ للعالمین کے اعزاز و احترام کا فخر بخشا جاوے حضرت کی بعثت کریمہ سے دنیا والوں کو وہ فضائل اور برکات حاصل ہوئیں جو کسی عہد میں بھی نہ ہوئیں مثلاً

(۱) کامل وحدت
(۲) ایک کامل دنیاداری
(۳) ایک عالمگیر برادری
(۴) ایک خوش آئند مساوات
(۵) ایک نئی زندگی۔
(۶) ایک جامع قانون۔
(۷) ایک شاہراہ فیضان

اس قسم کی اور کئی ایک باتیں اس بعثت مبارک کی بدولت مسلمانوں کے حصہ میں آئی ہیں کسی کے ساتھ کوئی خصوصیت نہیں کوئی رعایت نہیں کلمہ شریف کے پڑھنے سے ایک صدیوں کا مسلمان مسلمانوں میں اس طرح مل جاتا ہے کہ گویا اس کا گوشت پوست ہی مسلمان تھا۔ آج یہ بات کسی مذہب کو حاصل نہیں ہوئی۔ کل جو ایک خاکروب تھا آج وہ ایک صدیوں کے مسلمان کے زانو بہ زانو کھڑے ہو کر عبادت کر سکتا ہے وہ تفریق قومی جو بہ چند پہلو طرح طرح کی ابتریوں کا موجب ہے ایک ہی بار ہمیشہ کے واسطے رخصت ہو جاتی ہے دیکھو یہ کیسی رحمت اور کیسا احترام ہے۔ یہ بات صرف اسلام ہی سکھاتا ہے اور اسلام ہی لایا ہے رسولؐ عربی نے نہ صرف بت پرستی اور شرک و بدعت کا ہی نام مٹا دیا بلکہ وہ اخلاقی شرکتیں اور نسبی اور نسلی تفاخر بھی مٹا دیا جو دنیا کی قوموں میں ایک بڑی حد تک پائے جاتے تھے سب سے بڑھ کر قومی تفاخر عند اللہ اتقاکم کے رنگ میں قائم اور بدل کر دکھایا۔ آج کفوی اور فرضیہ رنگ میں کوئی مسلمان امتیاز کا دعویٰ کرے تو کرے۔ قومی رنگ میں ایک قوم دوسری قوم پر کوئی فخر نہیں کر سکتی۔ ہاں صرف اعمالی اور افعالی و اخلاقی رنگ میں ہر کوئی دوسرے پر فخر کر سکتا ہے۔ قرآن صاف طور پر کہہ رہا ہے کہ تمہاری کفنیں اور ونسقے محض ایک شناخت کا ذریعہ ہیں یہ بات دنیا والوں کو صرف میلاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حاصل ہوئی ہے۔ یہ سہرا رسول عربی کے سر مبارک پر ہی سجتا ہے۔ مسلمان ولی اور قطب بن جاوے تو بن جاوے اور یہ فخر اسے اس دنیا میں حاصل ہو تو ہو اخلاقی اور معادی رنگ میں کیسا ہی ممتاز ہو اعمالی یا افعالی رنگ میں بڑھ جاوے تو بڑھ جاوے لیکن قومی رنگ میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر معادی رنگ میں فخر نہیں کر سکتا۔ مساجد میں حج میں جا کر دیکھو کہ اس شرک کو کس خوبصورتی سے توڑا گیا ہے۔ سلطان۔ نواب شاہ اور ایک گدا ایک ہی مصلے پر سجدہ کرنے سے عار نہیں کرتے اگر سلطان۔ بادشاہ اور کوئی نواب جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد مسجد میں آ جاوے تو اس کی مجال نہیں کہ ایک خاکروب نومسلم کی جگہ لے سکے۔ یا امام اس کو اگلی صف میں جا کر کھڑا کر دے۔ گرجا ویسٹ منسٹر لنڈن میں یہ دیکھ کر حیرانی ہوئی کہ بعض لوگوں کے لئے نشستیں ریزرو تھیں۔ یہ اس واسطے کہ بہ لحاظ اپنے درجہ اور رتبہ کے ایسے لوگ عوام الناس میں بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ اللہ اکبر یہ نظارا دیکھ کر مجھے اپنی مسجدیں یاد آئیں اور یہ بھی یاد آیا کہ ایک مسلمان امیر کس خوشی اور کس فروتنی سے مسجدوں کی چٹائی پر غریبوں کے ساتھ سربسجود ہوتا ہے اور اگر کوئی بودہ دماغ امیر اسے پسند نہ کرے تو کس طرح جماعت اسلامی میں آکر اس کی کرکری ہوتی ہے۔ اور کس طرح وہ ہر ایک مسلمان کی مساواتی نگاہوں سے گر جاتا ہے۔ بیوی۔ بچے احباب دوست دشمن سب کے سب متنفرانہ نگاہوں سے دیکھتے اور نفرت گزیں ہوتے ہیں مساوات کی تعلیم اپنے اپنے رنگ میں اور مذاہب اور مشارب میں ہی ہوگی مگر جس رنگ میں اس رسول کے پیدا ہونے سے اسلامی مذہب میں دی گئی وہ کسی اور سے ادا نہ ہو سکی۔ یہ نہ سمجھو کہ یہ بات کوئی معمولی ہے یہ وہ بات ہے جس پر معادی اور معاشری سلسلوں کا بہت کچھ مدار ہے اور آج جس پر سب قومیں رشک کرتی ہیں۔

دعوت عامہ کا میلاد مبارک کے بعد جو کچھ نقشہ بنا اور جس طریق پر داغ بیل ڈالی گئی وہ آج تک کسی اور کے حصہ بخرہ میں نہ آئی اس میلاد سے اول جو میلاد ہوا مخصوص اور جداگانہ ہوا یہ میلاد اپنے ساتھ بمصداق رحمۃ للعالمین ایک عام تبلیغ اور عام اشاعت کا مشن لایا۔ سب کو یہ دعوت دی کہ ایک ہی پلیٹ فارم پر آکر مناظر مقدسہ کا تماشا کرو۔

اور دیکھو کہ کس وسعت سے دعوت دی گئی ہے اور کس کشادہ دلی سے تمام متفرق اور منتشر اقوام اور افراد قوم کو ملانے اور ایک ہی پلیٹ فارم پر لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور کس خوبصورتی اور بے تکلفی سے سب کو آپس میں ملایا جاتا ہے

دعوت عامہ میں یہ دکھایا اور یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جس طرح خدا ایک ہے اسی طرح اس کی مخلوق کو بھی بمنشائے **تخلقوا باخلاق اللہ** ایک ہی حبل میں منسلک ہونا چاہیئے۔ اور اس مرحلہ پر آکر اس ذات صمدی کے ماتحت وحدت عملی کا ثبوت دیں اور دوسری اقوام کے مقابلہ میں وہ باعتبار اغراض مشترکہ ایک ہی قوم اور ایک ہی جماعت ثابت ہوں۔

دعوت عامہ میں نہ تو عرب کی تخصیص کی گئی اور نہ شام کی اور نہ فارس کی نہ ہند کی نہ کسی اور حصہ دنیا کی سب کے مقابلہ میں ایک ہی آواز دی گئی اور ایک ہی رنگ میں ان کو رنگنے کا اعلان کیا گیا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقریباً بنی اسرائیل ہی سے یہ خطاب کیا اور باقی انبیاء علیہما السلام قبل از حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یا تو کوئی اعلان عام تھا ہی نہیں اور یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ماتحت ہی ان کا مشن بھی تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مواعظ سے ثابت ہے کہ ان کا مشن بھی ایک بڑی حد تک محدود تھا اور ان کی بعثت بھی عامہ نہ تھی بے شک بعد میں اس میں وسعت دی گئی لیکن شروع میں یہ حالت نہ تھی۔

دنیا کے دیگر مذاہب کا مشن شروع ہی سے جداگانہ اور منفرد رہا۔ وہ صرف انہی اقوام تک محدود ہے جن میں ان کا نشو و نما ہوا تھا۔ بلکہ بعض کے خیال میں دوسروں تک مذہب پہنچانا مذہب کی تحقیر تھی۔

ان سب صورتوں کے مقابلہ میں دیکھو کہ اس میلاد اعظم کے وقت سے دعوت کہاں تک عامہ اور کس کشادہ دلی سے تھی اور وہ بھی صرف فطری رنگ میں فطری یا صحیح فطری جذبات کے رنگ میں یہ دعوت عامہ تھی۔ صحیح فطرت کا یہی مدعا ہے کہ عام مخلوق ایک ہی سبیل دعوت کی سالک ہو۔ اور ایک ہی غرض کی جویاں۔

اگرچہ اس عظیم الشان میلاد کی ولادت اور بعثت کے عہد اسلام میں اندرونی فرقے بھی پیدا ہونے لگے۔ لیکن دراصل دیکھو تو اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ہے کیونکہ تمام اسلامی فرقے جب خدا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر پہنچتے ہیں تو ان میں کوئی اختلاف نہیں رہتا۔ اگر مختلف فرقوں اور افراد فرقہ کے روبرو کوئی شخص حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ کوئی گستاخی کرے تو باوجود سب قسم کی امتیازی خصوصیتوں اور اختلافات کے بھی ہر ایک فرد ایسے موقعہ پر یکجہتی اور اتفاق سے گستاخی کنندہ کے خلاف ہوگا۔ اس وقت سب قسم کے اختلافات اور مناقشے اتحادی رنگ میں منتقل ہو جاوینگے اور ایک غیر دیکھنے والے کے خیال میں وہ ایک ہی غرض کے پابند اور حامی ثابت ہونگے۔ یہ بات یا یہ اتحادی رنگ کسی دوسرے مذہب میں بمشکل پایا جائے گا۔ اور اگر پایا بھی جائے گا تو اس کا یہ رنگ نہ ہوگا۔ یا اس میں اس قدر وسعت نہ ہوگی۔

ہزار ہا درود و صلوٰۃ ہو اس عظیم الشان ہستی اور مبارک مرسل پر جس کی ولادت کے شروع سے ہی یہ دنیا مختلف رحمتوں کی وارث بنتی ہے جس کی بعثت سے شرک و بدعت کی بنیادیں اکھڑ گئیں۔ اور وحدت کا جھنڈا وہ جھنڈا جو ایک دفعہ بلند ہو چکا تھا وہ جھنڈا جو ہر ایک ضمیر پر بھی سایہ افگن ہے ایک پورے جلال سے کھڑا کیا گیا اور جو اب قیامت تک سرنگوں نہ ہوگا۔ جس کے نیچے قومیں جوق در جوق آئیں اور اخیر تک آتی رہینگی۔ جس عظمت کی نہ صرف الہامی کتابیں ہی معترف اور مصدق ہیں۔ بلکہ کل فطرتیں اور ضمائر بھی معترف اور مصدق ہیں۔ یہ وہ دعوت عامہ تھی جو اس مرسل محترم کی ذات کے ساتھ مخصوص تھی۔

بصدق دل سے اس ذات اقدس پر درود بھیجو اور اس کے واسطے غیرت مند ہو۔ محمد صلعم کے واسطے غیرت مند ہونا ہی اسلام ہے جو شخص حضرت رسول کریم کے واسطے غیرت مند نہیں ہے وہ ایک نمائشی اسلام رکھتا ہے سلہ

در دل مسلم مقام مصطفےٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفےٰ است

خواجہ کمال الدین صاحب علی گڑھ میں

۱۵۔ جنوری کو علی گڑھ کالج کے یونین کلب میں خواجہ کمال الدین صاحب کا پہلا لیکچر ہوا جس میں جناب خواجہ صاحب نے کلام پاک سے یہ ثابت کیا کہ اسلام مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ کسی کو کسی پر برتری اور فضیلت نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے وہی صحیفہ آسمانی بزرگوں کے ادب اور لحاظ کی بھی تعلیم دیتا ہے لہذا احرار کلام پاک پر چل کر خود کو سچے مسلمان ثابت کریں۔ دوسرے دن پھر کالج ہی میں خواجہ صاحب کا لیکچر ہوا طلبہ اور سامعین کی یہ کیفیت تھی کہ ٹوٹے پڑتے تھے۔ ہال اور گیلری میں کہیں تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ ہمارے دوست مسٹر ہارون خاں صاحب شیروانی بیرسٹرایٹ لا نے لیڈیز کے لئے بھی ایک لیکچر کا انتظام کیا ہے اس کے علاوہ لائل لائبریری میں بھی ایک لیکچر کا انتظام کیا گیا ہے جس میں ہندو اصحاب بھی شریک ہونگے خواجہ صاحب کی تشریف آوری نے ایک نئی روح پھونکدی ہے کہ آپ کے لیکچر کسی خاص عقیدہ پر نہیں ہیں بلکہ حقیقتہً اسلام پر ہوتے ہیں۔ (المیزان علیگڈھ)

یاد دہانی

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے پیغام صلح کی قلمی اعانت کی طرف اپنے ناظرین کو توجہ دلائی تھی اور اس کے ساتھ اس کی توسیع اشاعت کی بھی ضمناً درخواست کی تھی۔ ہم منتظر ہیں کہ اس صدا کی شنوائی کب ہوتی ہے۔ اور کتنے اصحاب اس پاک کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پیغام صلح کی توسیع اشاعت - - - - - - - یا قلمی معاونت بھی اشاعت اسلام ہی کے اہم کام کا ایک حصہ ہے۔ اور ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون کون اصحاب اپنے اس فریضہ کی سرانجام دہی میں کمر ہمت باندھتے ہیں۔ امید ہے کہ اس ضروری عرضداشت کا ضرور کچھ نہ کچھ جواب دیا جائے گا اور اس معاملہ کو یونہی فراموش نہ کر دیا جائے گا۔

فہرست چندہ جماعت احمدیہ شملہ

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر

(۱) مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ　للعہ
(۲) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس　عالعہ
(۳) خواجہ خضر محمد صاحب 〃　عالعہ
(۴) بابو حفیظ خان صاحب 〃　ﷲ ار
(۵) صوفی شمس الدین صاحب 〃　عہ ر
(۶) منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس　ا ر
(۷) شیخ اللہ دین صاحب 〃　۸ ر
(۸) ملک غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سکنی ہولڈر　عہ ر
(۹) کرم خاں صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس　۲ ر
(۱۰) عبد الصمد صاحب　ا ر
(۱۱) شاہ محمد صاحب　ا ر

چندہ برائے قرآن شریف انگریزی

(۱۲) منشی امام الدین صاحب سب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ　صہ ر
(۱۳) شیخ غلام حسن صاحب سب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے ڈیپارٹمنٹ　عا ر ا ر
(۱۴) منشی عبد الرحیم نقشہ نویس ریلوے بورڈ　عہ ر
(۱۵) بابو فضل محمد صاحب گورنمنٹ آف انڈیا محکمہ صنعت و حرفت　عہ ر
(۱۶) ملک عبد الحق صاحب ویر ہوس گورنمنٹ پریس　۸ ر
(۱۷) شیخ عبد الحق صاحب کلرک ایگریمینر ادمنس　۸ ر
(۱۸) مولوی عبد اللہ صاحب کاتب فوجی روزانہ اخبار　۲ ر

میزان کل　عـمـہ
ستر روپے　پائی

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

لالہ رتن چند موہن - بی - اے کے خامۂ فضیلت نگار سے

(گذشتہ سے پیوستہ)

پیغمبر اسلام اور اصول عمومیت

اس کے علاوہ بھی کئی تشریحے ہیں جنکی تفصیل شاید تطویل کا باعث ہے - لیکن ہمارے مقصود کے لئے متذکرہ اشتراکی اصول کافی ہیں۔

کارل مارکس قسم دوئم کا حامی ہے۔ (اشتمال) اوّل چہارم پنجم ہفتم قابل غور ہیں۔

سوشلزم کا پہلا اصول یہ ہے - کہ مطلق العنان اندازکی مخالفت کی جائے - تاریخ اسلام میں یہ اصول پورے شان کے ساتھ ملیگا -

مسند دار امی مظہر ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان تمام بیہودہ اخلاق کا استیصال کر دیا - جو عرب میں اخلاق ذمیمہ جاہلیت کی یادگار رہ گئے تھے - اور جو افتخار خاندان ونسب اور تحقیر و ہجو عوام الناس پر مشتمل تھے۔

حکم دیا کہ بوقت جنگ کوئی قبیلہ اپنے مخصوص نعرہ کو بلند نہ کرے - اگر کوئی آواز آئے تو لا الہ الا اللہ کے سوا کچھ نہ ہو۔

ایک دفعہ صفوان بن امیہ نے بہت سے باوقار اصحاب کو ضیافت میں مدعو کیا - اور نوکروں کو کھانے پر نہیں بٹھایا - آپ نہایت برافروختہ ہوئے اور فرمایا :-

" خدا ان سے سمجھے جو نوکروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں "

اس سے زیادہ مخالفت مطلق العنانی کی اور کیا ہوسکتی ہے۔

اسلام اور اصول مساوات

معاہدہ بیت المقدس کے متعلق علامہ طبری فرماتے ہیں کہ اس کی رو سے پارسیوں - عیسائیوں اور یہودیوں کی جان ومال اور مذہب کا محفوظ رہنا قرار پایا - اور یہ کہ کسی کلیسا یا معبد کو منتشر نہ کیا جائے -

مذہبی آزادی کے متعلق تصریح ہے کہ لا یکرھون علے دینھم۔

اگر کسی مسلمان نے کسی ذمی کو قتل کیا - تو اس کی سزا قتل کے سوا اور کچھ نہ تھی۔

الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں درج ہے۔ کہ ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے - چنانچہ مقتول کے وارث مسمی حنین نے مقتول کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا -

کتاب الخراج صفحہ ۶۸ میں مندرج ہے کہ ملکی انتظامات میں ذمیوں سے مشورہ لیا جاتا تھا۔

نیز روایت ہے کہ سفر شام سے واپسی کے وقت حضرت عمرؓ نے دیکھا - کہ چند سرکاری آدمی چند کاشتکاروں کو سزا دے رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا کہ ان کا کیا عذر ہے - لوگوں نے کہا کہ " نادار ہیں " فرمایا کہ چھوڑ دو - اور ان کو عذاب نہ دو - میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو لوگ دنیا میں لوگوں کو عذاب پہنچاتے ہیں تحقیق خدا قیامت میں ان کو عذاب پہنچائیگا۔

عالم تاریخ کی حیرت انگیز تمثیل

دور اسلامی میں ایوان عدالت کے متعلق اس قدر اہتمام تھا کہ شاہ وگدا - امیر وغریب - شریف اور رذیل صیغۂ قضا میں داخل ہوتے ہی سب ہم رتبہ سمجھے جاتے تھے۔

ایک دفعہ ابی بن کعب نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کے خلاف زید بن ثابت کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا ...... حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو زید نے تعظیم کی - آپ اس پر افروختہ ہو کر کہا کہ یہ تمہارا پہلا ظلم ہے اور یہ کہکر ابی کے برابر بیٹھ گئے -

قسم لینے کا وقت آیا - تو زید نے مدعی سے سفارش کی کہ امیر المومنین کو قسم سے معاف رکھیں - حضرت عمرؓ اس طرفداری پر نہایت رنجیدہ ہوئے - زید کی طرف مخاطب ہو کر کہ جب تک تمہارے نزدیک ایک عام آدمی اور عمرؓ دونوں برابر نہ ہوں تم منصب قضا کے قابل نہیں سمجھے جا سکتے -

فتح عراق کے بعد کئی مسلمانوں نے عیسائی عورتوں سے شادیاں کر لیں - حضرت عمرؓ نے حذیفہ بن الیمان کو لکھا - کہ مجھے یہ انداز نہایت ناپسند ہے - حاکم عراق نے لکھ بھیجا کہ یہ حکم آپ کی ذاتی رائے ہے - یا کوئی شرعی حکم ہے - حضرت عمرؓ نے لکھا کہ یہ میری ذاتی رائے ہے حذیفہ نے لکھ بھیجا - کہ آپ کی ذاتی رائے کی پابندی ہم پر لازم نہیں - چنانچہ باوجود حضرت عمرؓ کی مخالفت کے کثرت سے لوگوں نے شادیاں کیں ہماری نہایت بدبختی ہوگی - اگر ہم ان مثالوں کو حضرت عمرؓ کی بے بسی سے تعبیر کریں -

خالد جیسے جری مل جرنیل کو آپ نے کمال اطمینان قلب سے موقوف کر دیا - اور لوگوں کو معلوم ہوا - کہ کونسا پرزہ کل میں سے نکل گیا ہے اور خالد کو جرأت نہ ہوئی کہ موجب اعتراض ہوتا

اسلام کا طرز معاشرت نہایت غریبانہ تھا - قیصر وکسریٰ کے ایلچی مسجد نبوی میں شہنشاہ عالم کو ڈھونڈتے تھے اور مشکل سے پہچان سکتے تھے - لیکن باوجود اس کے بوقت گفتگو ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا - لب پر مہر سکوت لگ جاتی سفر شام میں آپ کے پاس سواری کا صرف ایک اونٹ تھا - اسکندری یا تیموری لشکر رکاب میں موجود نہ تھا - لیکن جس طرف آپکا قدم مبنت لزوم اٹھتا - حیرت ودہشت سے چاروں طرف غل پڑ جاتا تھا - کہ مرکز عالم جنبش میں آگیا ہے -

تہذیب انسانی کا اصلی جوہر کیا ہے

علم النفس کے متعلق قلب انسانی کی تین حالتیں ہیں (۱) معلوم کرنا - (۲) محسوس کرنا (۳) ارادہ کرنا -

اصول اول کے تطابق میں انسان نے علم منطق کی بنیاد رکھی - تاکہ وہ صحیح نتائج پر پہنچ سکے -

اصول دوئم کے تحت میں علم الجمال ہے جس کے ذریعہ کائنات میں ازلی خوبصورتی کا رنگ دیکھ سکتے ہیں۔

اصول سوم علم الاخلاق سے وابستہ ہے - ہم طبعی حالات کا مطالعہ کریں تو ان میں مسلسل تحرک نظر آتا ہے - اصول ارتقا نے موجودہ دنیا کو بیش قیمت اور حوصلہ افزا سبق دیا - کہ اس کائنات کا ایک ایک ذرہ انسان بنے گا - ہر ذرہ اسی فکر میں سرگرداں ہے کہ وہ نشوونما کے غیر محدود مراحل طے کرنے کے بعد انسان کی صورت میں متشکل ہو اور واقع میں غیر منتہی ترقی ہی قدرت کا خاصہ ہے - اور انسانی طبع بھی اس بات کی مقتضی ہے - کہ ہمارا علم اتنا وسیع ہو کہ جتنا خلاء بسیط عالم میں ہمیں نظر آتا ہے - ہمارے جذبات عمیق ہوں - محبت کریں تو اپنے محدود حلقۂ قومیت سے بالاتر ہوتے ہوئے عشق الہیٰ تک پہنچ جائیں - اور علم النفس کے تیسرے اصول کو بھی اپنی شخصیت میں اتنا جذب کریں - کہ تادم آخر ہمارا تحرک زوال میں نہ آئے -

جامع کمالات انسانی اسی کا نام ہے - کہ انسان صحیح نتائج پر پہنچا ہوا ہو - دوسرے یہ کہ قدرت میں نور الہیٰ کو دیکھ سکے - تیسرے یہ اس کی روحانی ترقی کا دور غیر محدود ہو۔

اصول اوّل یعنی تحصیل علم کے تحت میں جرمن فلاسفر کینٹ کا یہ حال تھا کہ وہ عمر بھر مجرد رہا - اور فلسفہ کو اپنی زندگی کا منتہائے مقصود بنائے رکھا - جس مکان میں رہتا تھا - ۳۰ سال تک اس سے باہر نہیں نکلا - کھانا کھانے کے بعد اس کی تدبیر پر ایک یا دو گھنٹے سیر کرتا - اور پھر کتابوں کے مطالعہ میں محو ہو جاتا۔

اصول دوئم یعنی نشوونمائے جذبات کے متعلق ایک لاطینی شاعر نے اپنی بیوی کو خط میں لکھا تھا - :-

"ایک بار نہیں بلکہ ہزار دفعہ ہمارے خیالات دوسرے کی طرف آتے ہوئے راہ میں ٹکر کھاتے ہیں جب تک تو ہے۔ میں پروانہ کی طرح تیری شمع حسن کے ارد گرد بیقراری کے عالم میں طواف کروں گا جب تو نہیں ہوگی تو موت کے پار میری روح تیرے سایہ کی تلاش میں سرگرداں رہے گی"۔
اس کو عشق کی انتہا کہتے ہیں۔

اصول سوئم یعنی قوت ارادی کی تمثیلات تو تاریخ عالم کی ترقی یافتہ اقوام وافراد میں بکثرت ملیں گی۔ نپولین معمولی سپاہی کی حیثیت سے بالاتر اٹھا اور شہنشاہ فرانس کی مسند سنبھال لی۔

تیمور نے تلوار ہاتھ میں لی اور ایک عالم مسخر کر ڈالا اور اپنی فتوحات سے سکندر۔ ایشیا۔ شاہ لیمان۔ جیولیس سیزر اور نپولین تک کی معرکہ آرائیوں کو سایہ میں ڈال دیا۔

یہ جوہر اسلام میں موجود ہے

قوموں کی ترقی انہی تین اصولوں پر منحصر ہے جن اقوام میں یہ جوہر موجود ہے۔ وہ کبھی انحطاط پذیر نہیں ہوسکتیں۔

پارتھین قوم کا آفتاب اقبال خط استوا سے گذرا۔ لیکن اب چند کھنڈروں کے سوا اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

فریجین بھی تماشا گاہ عالم پر آئے اور چشمک برق کی طرح جھلملاتے ہوئے محو ہوگئے۔

مصری تہذیب نے لاانتہا ترقی کی۔ لیکن آخر ایسی سرنگوں ہوئی کہ پھر نہ اٹھی۔

اہل روما نے عظیم الشان سلطنت کی طرح ڈالی۔ ایک عالم پر نقش حکومت ثبت کیا۔ لیکن ظلمت گمنامی نے اس کو بھی آگھیرا۔

یونانی اٹھے اور بری طرح گرے۔ بحر اعظم اطلانٹک بقول افلاطون ایک نہایت ترقی یافتہ اور وسیع خطہ ارض تھا۔ جاہ وحشمت کے جوش میں وہاں کے لوگ بزعم خود دیوتا بن گئے۔ لیکن خداوند قہار وجبار کی ضرب محکم سے کہاں بچ سکتے تھے۔ عظیم زلزلہ آیا۔ اور تمام سرزمین کو سمندر میں غرق کر گیا۔ اب اس بحر اعظم کی جگہ بحیرہ اوقیانوس کی متموج لہروں کے سوا اور کچھ نہیں۔

اسلام میں یہ جوہر موجود ہے۔ اور اب مسلمانان عالم پر اس بات کا فیصلہ ہے کہ وہ اس کو قائم رکھیں جس کے پیغمبر کا دل اتنا فراخ ہو کہ وہ یہ کہتا ہو:۔
"اگر اُحد کے پہاڑ کے برابر میرے پاس سونا ہو۔ تو میں رات گذارنے سے قبل سب کچھ خیرات کردوں"۔

اسلام کے مقلدوں کو کسی بیرونی تحریک کی ضرورت نہیں۔ حضرت خدیجۃ الکبرٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نوے ہزار درہم آئے۔ آپ نے کل تقسیم کردیئے۔ اسی شام آپ کے گھر میں فاقہ تھا۔ (بخاری تفسیر)

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ نے کسی سائل کی درخواست کو مسترد نہیں کیا۔

ماقال لا قط الا فی تشہدہ
لولا التشہد کانت لاؤہ نعم

نرفت کلمۂ لا بر زبان او ہرگز　　مگر در اشہدان لا الہ الا اللہ

اسی لئے تو انسانی حدود سے بالاتر اس روح ملکوتی وقدسی کا نام۔ ہم کروڑ انسانوں کو روحانی سکون کے عالم میں لے آتا ہے۔

قافلہ اسلام کا ساربان

یہیں سے ہے کہ دنیا کا چپہ چپہ کاروان اسلام کی جہاں نوردیوں کا فسانہ سنا رہا ہے۔

شیفتگی علم وتحقیق میں مشرق ومغرب کے دشت وجبل طے کرتے ہوئے ہزارہا مسلم اٹھے اور غیر معلوم سرزمینوں کو اپنا موطن وملجا بنائے رکھا اور پھر ان فدا کاران راہ تبلیغ حق کا شمار ہی نہیں۔ جو پیغام توحید لیکر اٹھے اور ایک عالم پر پرچم وحدانیت نصب کردیا۔

یہ مانا کہ اب مسلمانوں کے علم وتمدن کا بیت المال نذرین فسانے نہیں سنا سکتا تسلیم کیا۔ کہ خصوصیات عملی واعمال قرآنی سے موجودہ مسلمان محروم ہیں۔ یہ بھی سچ ہے۔ کہ اس قوم پر السائحون العابدون کا قحط طاری ہے۔ لیکن اس عظیم الشان قافلے کے نقش پا تو باقی ہیں۔ جو بحر و بر میں اپنی نہ مٹنے والی یادگار چھوڑ گیا ہے۔

مسلمان اسی کو سجدہ گاہ سمجھیں۔ اور فسانہ کہن کا اعادہ کریں۔ مختلف انسان کسی خاص مذاق یا تصور کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ پٹرارک مورخ اپنی محبوبہ بیٹرس د Beatrice) کی سادہ ادا پر شیفتہ ہوکر اپنی حیرت انگیز تصانیف لکھتا گیا۔

شاخ نوترین کے نظارہ کو دیکھ کر فرانسیسی مصنف پیئر لوٹی نے لکھا ہے کہ مجھ پر عجیب وغریب غنودگی طاری ہوجاتی ہے۔

یورپ کا مشہور فسانہ نگار ایمیلی زولا (Zola) ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ چمن کی جانفزا بہار خوبصورت ہے۔ سمندر کی متموج لہریں جب وہ ساحل کے کنکروں سے دست وگریباں ہوتی ہوں کیا ہی بھلی لگتی ہیں۔ لیکن میرے لئے سب سے حسین نظارہ وہ ہے۔ کہ بچہ ماں کے پستان سے چمٹا ہوا زندگی بخشنے والا دودھ کھینچ رہا ہو۔

جرمن فلاسفر کینٹ کا مشہور قول ہے۔ کہ میں دنیا میں دو چیزوں سے مرعوب ہوجاتا ہوں۔ ایک تو انسانی قلب میں اخلاقی عظمت کے خیال سے۔ دوسرے جھلملاتی تاروں بھری رات کے نظارہ سے۔

لیکن یہ نظارہ بھی میرے لئے کچھ کم دل افروز نہیں کہ صحرائے عالم میں بہ کروڑ مسلمانوں کا قافلہ موجود ہو۔ انتہائے نگاہ کی درازی تک ریگ کے سوا کچھ نظر نہ آتا ہو۔

وہ سرگرداں ہوکر منزل مقصود کی تلاش میں بے قراری کی تڑپ سے آشنا ہوں کہ یکایک پچھلے پہر کی خاموش فضائے لاہوتی میں اس عظیم الشان کاروان میں ایک ایک شخص ایک شعلہ محبت قدسی کی صدائے سوزاں کو سنے۔

اُن کی صبح امید طلوع ہو اور آفتاب جہاں تاب کی نورانی شعاعوں میں وہ ارض موعود (Promised Land) معًا لاکھوں آنکھوں کے سامنے آجائے۔ جس کا وعدہ قرآن حکیم نے ہر مومن سے کیا ہے۔ اور یہ تمام حیران متنفس وہاں پہنچ جائیں ✦

نقل وصیت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں سید محمد حسین ولد خان بہادر سید عالم شاہ قوم سید ساکن کالہ چھی ضلع گوجرانوالہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

(اوّل) میں عالی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام رئیس قادیان کا مرید ہوں میں نے آپ کے رسالہ الوصیۃ تحریر ۲۴- دسمبر ۱۹۰۵ء اور ضمیمہ الوصیۃ ۶- جنوری ۱۹۰۶ء تمام وکمال پڑھ یا سن لیا ہے اور میں ان تمام ہدایات کا جو اس میں درج ہیں۔ اپنے آپکو پابند قرار دیتا ہوں۔ اور میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری نعش کو مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جاوے۔ بشرطیکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایسا کرنے کی مجھے یا میرے بعد میرے ورثاء کو اجازت حاصل ہوجاوے۔ اور نعش کے قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت سے پہلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس جمع نہ کرادوں۔ تو میری جائداد متروکہ میں سے وضع کئے جاویں لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس جائداد پر نہ پڑے گا۔ جو اس وصیت کی رو سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حق میں ہبہ دی ہے ✦

(دوم) رسالہ الوصیۃ مذکورہ بالا کے ماتحت جو انجمن موسوم بہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حضرت

مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی تھی وہ حضرت حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر وہی اصلی شکل و صورت میں قائم نہیں رہی۔ اس کے نظام کو میاں محمود احمد صاحب کی منشاء سے بدل دیا گیا ہے۔ اور جس غرض و غایت کے لئے وہ انجمن بنی تھی۔ وہ اب مفقود ہو گیا۔ میں موجودہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اصل اغراض مقبرہ بہشتی کیلئے کالعدم سمجھتا ہوں۔ اور اس انجمن کی صحیح قائمقام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے یہ وصیت اس انجمن کے حق میں کرتا ہوں۔ اور اس سے پہلے جو وصیت بحق صدر انجمن قادیان لکھی۔ وہ اس تحریر کی رو سے منسوخ اور مسترد کرتا ہوں۔

سوم، رسالہ الوصیۃ کے بعد جس قدر ہدایات یا احکام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے متعلق مقبرہ بہشتی جاری ہوں گے۔ ان ہدایات اور احکام کو جہاں تک اس وصیت سے تعلق ہے۔ میں اور میرے ورثاء پابند ہوں گے۔

چہارم، میری یہ وصیت بہر حال قائم رہے گی خواہ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

پنجم، میں یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری جس قدر جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو۔ اس کے ⅕ پانچویں حصہ کی مالک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہو گی۔

ششم، انجمن مذکور میری وصیت کردہ جائداد کو یا اس کی قیمت کو یکمشت خرچ نہ کر سکے گی۔ البتہ میری وصیت کردہ جائداد یا اس کی قیمت کو بطور راس المال رکھکر اس کا منافع خرچ کیا جاویگا۔

ہفتم، میری متروکہ جائداد کی آمد صرف اشاعت اسلام پر خرچ ہو گی۔ البتہ یہ انجمن کا اختیار ہو گا۔ کہ وہ اغراض اشاعت اسلام کیلئے کسطرح خرچ کرے۔

ہشتم، میری وصیت کردہ جائداد کی بجائے اگر میرے مطہرے ورثاء انجمن مذکور کو قیمت دینا چاہیں۔ تو انجمن کا حق نہ ہو گا۔ کہ وہ متروکہ وصیت کردہ جائداد پر قبضہ کرے۔ ایسا ہی ادائیگی قیمت جائداد وصیت کردہ میں انجمن کو چاہیئے کہ میرے ورثاء کو سہولت دے۔ اور باقساط وصول کرے۔ اقساط کا مقرر کرنا۔ یا اس کی عدم ادائیگی میں کوئی شرط لگانا انجمن کا کام ہو گا۔

نہم، اگر میں اپنی زندگی میں انجمن کو جائداد وصیت کردہ کی قیمت میں سے کوئی روپیہ دے دوں۔ یا کوئی جائداد حوالہ کر دوں تو اس قدر حصہ اس وصیت کردہ جائداد سے منہا ہو گا۔

دہم، میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ لیکن اس جائداد کے علاوہ جو جائداد میں بعد میں پیدا کروں۔ یا میری وفات پر جو اور جائداد میری ثابت ہو۔ اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔

میری جائداد مشترکہ ہے۔ اس میں سے جو میرے حصہ آئیگی۔ اس پر یہ وصیت حاوی ہو گی۔

$\frac{12}{16}$ ۲۹ سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن
دستخط بحروف انگریزی و اردو۔

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں!

۱- براہین نیرہ حصہ اول	۱۰/
۲- اسوۂ حسنہ	۴/
۳- ام الالسنہ	۱۲/

یہ ہر سہ کتابیں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں جو خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی مبین یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے۔

(۲) اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں۔ اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

(۳) ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو۔ انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس- نولکھا- لاہور

مفصلہ ذیل کتب دفتر پیغام صلح سے مل سکتی ہیں
درخواستیں بنام منیجر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

رسالہ عصمت انبیاء مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب	۱۰/
رسالہ غلامی " "	۴/
مرقاۃ الیقین سوانحعمری حضرت نور الدین صاحب	[illegible]

النبوۃ فی الاسلام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہئیں۔ تمام جماعت ہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبایعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں۔ اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت و رسالت کی غرض و غایت۔ نبوت و رسالت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت محدثت و مجددیت۔ مبشرات۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت۔ خصوصیت مسیح موعود حقیقۃ النبوۃ کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعود اور حضرت مسیح موعود کی تبدیلی عقیدہ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے احادیث سے اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعود سے سیر کن اور دلچسپ اور معقول بحث کی گئی ہے۔ جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈالکر ختم نبوت کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر بلکہ موجودہ اختلافات سلسلہ کے لئے بھی فیصلہ کن اور حضرت مسیح موعود کی اصل حقیقت کو دنیا پر واضح کرنے والی ہے۔ اور اس لئے تبلیغ اسلام و تبلیغ احمدیت کے لئے بہترین و کارآمد چیز ہے۔ آخری دو سو صفحات میں حضرت مسیح موعود کی کل کتب سے تمام حوالجات متعلقہ مسئلہ نبوت ایک ضمیمہ کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد عہ، مجلد عہ۔ مبائعین میاں صاحب کے لئے ۱۲/۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے!

مکاتب القرآن

قرآن کریم کا سیکھنا اور اسکے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے۔ قوموں کی ترقی اور افراد کی بہبودی کے جو گر قرآن مجید نے بتائے ہیں نہ اب تک اس سے بہتر کوئی بتا سکا اور نہ بتائیگا۔ ایک قوم نے قرآن کے بتلائے ہوئے قوانین پر عمل کر کے وہ کمال پیدا کیا کہ سخت سے سخت دشمن کو بھی انکی خوبیوں کا اعتراف کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے۔ جب حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی ہے۔ اب تک دو حصے شائع ہو چکے ہیں ہر ایک حصہ ایک سو صفحہ پر ختم ہوتا ہے پہلے حصے میں پہلے پارہ کی تفسیر اور دوسرے حصے میں دوسرے پارہ اور نصف تیسرے پارہ کی تفسیر ہے۔ اسی طرح انشاء اللہ سو سو صفحہ کا ایک حصہ سارے قرآن شریف کی تفسیر کا شائع ہوتا رہیگا۔

خلیفہ محمد حسب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	بادۂ پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۰۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شدہ با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۵ر

ششماہی ۳ر

سہ ماہی ۲ر

ماہوار ۹ طالبان سے ۱۲ر

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مندرجہ المسیح لاہور سہ شنبہ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۰

آج کا اخبار

ایک طویل تبلیغی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ جس میں جناب سید مدثر شاہ صاحب نے اپنے دورہ کے مفصل حالات لکھے ہیں سید صاحب کی یہ رپورٹ اپنی گوناگوں حیثیتوں سے بہت ہی دلچسپ اور جامع معقول و منقول ہے۔ آپ نے اس میں اُن تمام مباحثات کو بالتفصیل لکھا ہے جو مختلف مقامات پر ان کو پیش آئے اس میں نہ صرف سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق خاص مسائل پر ہی بحث کی گئی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کی اصلی حیثیت کو واضح کر کے آپ کی بعثت کی اصل غرض بتائی گئی ہے اور وفات مسیح پر ایک مدلل و معقول بحث ہے۔ بلکہ ہستی باری تعالیٰ حقیقت ملائکہ حدوث روح و مادہ اور گوشت خوری وغیرہ اہم اور مہتم بالشان مسائل پر بھی ایسی دلچسپ بحث کی گئی ہے کہ جسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ یہ رپورٹ اگرچہ بہت طویل ہے اور بظاہر یہ ایک ہی مضمون معلوم ہوتا ہے لیکن مندرجہ بالا خصوصیات کے باعث یہ کئی ایک اہم مضامین پر مشتمل ہے۔ اور اسی لئے ہم نے شاہ صاحب کی فرمائش پر اور اس لئے بھی کہ گذشتہ اشاعتوں میں دو تین پرچوں کی کمی رہ گئی تھی اس کا بھی کسی قدر معاوضہ ہو جائیگا اسے ایک ہی اشاعت میں شائع کرنا پسند کیا اور اس لئے آج کا اخبار بجائے ۸ کے ۱۲ صفحوں پر شائع ہوتا ہے۔

درس قرآن میں سے کچھ

وما منع الناس ان یومنوا اذ جاءھم الھدے الا ان قالوا ابعث اللہ بشرا رسولا (بنی اسرائیل رکوع ۱۱)

فرمایا بسا اوقات ہوتا ہے کہ جو فائدہ کی چیز ہوتی ہے اُسی پر انسان ٹھوکر کھاتا ہے بشر رسول ہونا ایسی صاف اور سیدھی بات تھی کہ جو بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ جب تک انسانوں کے لئے انسان رسول نہ ہو اس کا فائدہ کیا ہے ہمیشہ ہر ایک جنس اپنے جنس کے نمونہ کی پیروی کر سکتی اور کرتی ہے اور اسی سے اسے ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ایک حیوان کی کوشش انسان سے بڑھ جانے اور انسان کی حیوانوں کے نمونہ پر چلنے کی نہیں ہو سکتی گھوڑے کے کمالات کو دیکھ کر کبھی تمہارے دل میں یہ خواہش پیدا نہ ہوگی کہ ہم بھی اپنے اندر یہ کمال پیدا کریں نہیں بلکہ انسان کے کمالات کو ہی دیکھ کر انسان اپنے اندر ان کمالات کے پیدا کرنے کی کوشش اور خواہش کرے گا پس وہ لوگ جو مانتے ہیں کہ خدا خود بھی کبھی ہدایت کے لئے آیا تھا ایک غلط اصول پر قائم ہیں۔ کیونکہ انسانوں کو تو نمونہ کے لئے انسان کی ضرورت تھی نہ کہ خدا کی۔ اگر تو کسی زمانہ میں زمین پر کوئی خدا آباد ہوئے ہوں تو تو خدا بھی آسکتا ہے۔ لیکن اگر یہاں انسان آباد ہیں اور آباد تھے تو ان کے لئے انسان کی ضرورت ہے نہ کہ خدا کی اسنے تو اگر کچھ کام کرنے ہیں اور کوئی نمونہ دکھانا ہے۔ جس کی ہمنے پیروی کرنی ہے۔ تو اگر خدا آکر کوئی کام کر کے دکھلائے تو وہ خدائی کام ہونگے۔ اس جیسے کام تو ہم کر نہیں سکتے۔ پس خدا کا وہ نمونہ انسان کے لئے مفید نہیں ہو سکتا وہ تو کسی خداؤں کے گروہ میں (اگر کوئی ہے تو) کام دے سکتا ہے تو پس ضرورت تھی ایک بشر رسول کی لیکن اسی پر ٹھوکر کھاتے ہیں اور بجائے فائدہ اُٹھانے کے اُلٹے معترض ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک بشر کو رسول کر دیا کیا لطیف جواب دیا قل لو کان فی الارض ملئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا۔ کہدے کہ اگر تو زمین پر کوئی فرشتے ہوتے جو اطمینان کے ساتھ چلتے پھرتے تو ہم بھی آسمان سے ایک فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیتے بڑی پکی بات ہے۔ رسولوں سے کیا غرض کیا ہے یہ کہ انسان ان کے اعلیٰ درجہ کے کمالات کو دیکھ کر ان کے نمونہ کی پیروی کریں اور وہ کمال اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں اور

تار برقی پیغامات
کوائف جنگ

عراق عرب میں پیشقدمی کی مشکلات دہلی ۲۰-جنوری کا حسب ذیل مراسلہ عراق عرب سے ایک عینی شاہد کی طرف سے موصول ہوا ہے۔ گذشتہ دن سے سوائے چند وقفوں کے لگاتار موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ اور سخت سرد آندھی چل رہی ہے۔ موسم فوجی کارروائیوں میں حارج ہے۔ یہاں بھی فلانڈرس جیسا کیچڑ ہے صرف سڑکوں اور پگ ڈنڈیوں کا سہارا نہیں ہے۔ افواج دلدلوں میں ہی قیام پذیر ہیں دریائے دجلہ میں طوفان آیا ہوا ہے۔ پانی کی رنگت چائے ڈالنے سے بھی نہیں بدلتی +

افواج کی عظیم الشان بہادری گذشتہ دنوں کی لڑائی میں سامان بارود پہنچانے والوں نے بڑی بہادری دکھائی۔ یہ لوگ پگڈنڈی یا سر پر بارود کے بھاری بکس اٹھائے ہوئے شدید آتشباری میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے دیکھے جاتے ہیں۔ رجمنٹوں کے ڈولی بردادوں اور کہاروں نے بھی نہایت قابل تعریف کام کیا۔ ان لوگوں کا تمام کام کھلے میدان میں ہوتا ہے جہاں آتشباری سے محفوظ رہنے کے لئے خندقوں کے سلسلے نہیں ہوتے۔ باربرداری کے ہندوستانی کوچوانوں کی شجاعت یہاں بھی فرانس کی طرح قابل تعریف پائی گئی +

ایک وسیع کھلا میدان- مغربی میدان جنگ کی نسبت یہاں دشمن کا توپ خانہ ادنےٰ قسم کا ہے لیکن اس کی یہ کمی مدافعت کے قدرتی مفادات جو دشمن کو اس زمین پر حاصل ہیں۔ جو کہ فلانڈرس کی طرح جھاڑیوں۔ گاؤں۔ سڑکوں درختوں اور گہرے پانی کی دلدلوں سے غیر شکستہ نہیں پڑی ہو جاتی ہے۔ اس وسیع کھلے میدان پر ہماری پیدل فوج کو خندقی پوزیشنوں پر حملہ کرنا پڑا۔ اس لئے نقصان جان قدرتی طور پر زیادہ ہوا +

برطانوی پیدل سپاہ کی بیباکی ۷-جنوری کو شیخ سعد کے دائیں کنارے پر جو ترکی سپاہ گھیری گئی تھی۔ وہ جیسا کہ پہلے مراسلہ میں لکھا گیا ہے رسالہ نے گرفتار نہیں کی تھی بلکہ پیدل فوج کے ایک بریگیڈ نے دو دن کی لڑائی کے بعد گرفتاری کی تھی۔ اور اس نے شدید آتشباری میں بہلوپر پیدل فوج کے ایک بہادرانہ حملے اور توپخانہ کی مدد سے دشمن کی خندقوں کو فتح کیا تھا۔ دوسری صبح ترکوں کی ۳۵۰ لاشیں دفن کی گئیں۔ اور دو پہاڑی توپیں تین میکسم توپیں اور ۶۰۰ قیدی ہمارے ہاتھ لگے۔

اس معاملہ میں برٹش پیدل فوج کی بے باکی اور بے خوفی قابل تعریف تھی اور ہر بریگیڈ کی ہندوستانی رجمنٹوں نے بھی خوب بہادری دکھائی پیشقدمی میں زیادہ نقصانات اور موسم کی خرابیوں نے فوج کی سپرٹ پر کوئی اثر نہیں ڈالا۔ وہ بدستور پیشقدمی کا عزم بالجزم کئے ہوئے ہے +

مغربی میدان جنگ - لنڈن ۱۹-جنوری۔ آج شام کا پیرس کا اعلان مظہر ہے۔ کہ کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا +

ہوائی حملے - لنڈن ۲۰-جنوری- سر فرنچ کا اس ہفتہ ایک اعلان میں مظہر ہیں۔ کہ ۱۷-جنوری کو ہمارے ہوائی جہازوں نے البرٹ کے شمال مشرق کی طرف لیبانز میں دشمن کے ایک ذخائر کے ڈپو پر حملہ کیا۔ اور بہت نقصان پہنچایا۔ اس دن ۱۹ ہوائی لڑائیاں ہوئیں۔ جن میں سے پانچ میں دشمن کے ہوائی جہازوں کو پسپا کیا گیا ہمارے دو ہوائی جہازوں کا نقصان ہوا۔ دشمن نے ۱۸ جنوری کو فری کورٹ کے جنوب میں دو سرنگیں اڑائیں۔ جن سے بہت خفیف نقصان ہوا۔ ہم نے آج کئی مقامات پر دشمن کی خندقوں پر کامیابی سے گولہ باری کی۔

رات کی تاریکی سے پہلے ہمارے سپاہیوں کے ایک دستہ نے دریائے لس کے شمال میں دشمنوں کی خندقوں پر حملہ کیا اور کئی قیدی واپس لائے گئے۔ دشمن نے ہوہن زولرن ریڈوبٹ کے نزدیک ایک سرنگ اڑائی اور ایک اور سرنگ گونچی کے شمال مشرق میں واقع ہماری خندقوں کے سامنے اڑائی۔ کوئی نقصان نہیں ہوا۔ فاریلز کے مغرب میں اور ریپ کے مشرق میں دشمن کے توپخانہ نے سرگرمی کا اظہار کیا۔ ہماری آتشباری نے فرینگہن کے نزدیک دشمن کا ایک ہوائی جہاز گرا لیا +

میٹنر پر ہوائی حملہ لنڈن ۲۰-جنوری۔ پیرس کا ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ لیہونز کے نزدیک دشمن کا ایک طاقتور گولہ باری سے تباہ کیا گیا۔ سوسنز اور ریمز کے درمیان ہمارے خندقی توپوں نے کراؤن کے مغرب میں دشمن کے استحکامات کو بہت سخت نقصان پہنچایا۔ دو جرمن ہوائی جہازوں نے سہ شنبہ کی رات کو نینسی پر چار بم گرائے۔ ایک فرانسیسی ہوائی سکواڈرن نے فوراً پرواز کی اور میٹنر اور ارناولی کے سٹیشنوں پر گولہ باری کی۔ اور ۲۲ بم گرائے۔ جن سے بہت سی عمارات کو نقصان پہنچا۔

لنڈن ۲۰-جنوری ایمسٹرڈم- ایک جرمن اعلان مظہر ہے۔ کہ اتحادی ہوائی جہازوں نے میٹنر پر بم گرائے +

کارفو میں آبدوز کشتیوں کا مقدمۃ الجیش- لنڈن ۲۰-جنوری- اخبار گزٹ ایٹل پوپولوس کا نامہ نگار کارفو سے رقمطراز ہے۔ کہ جنگ سے ایک سال پہلے ایک جرمن جنگی جہاز لوہے کی تاریں اور پیٹرول کا ذخیرہ لایا تھا۔ گذشتہ دنوں آبدوز کشتیاں سمندر میں ڈالی گئیں +

مہاراجہ مانٹی نیگرو نے اطاعت قبول نہیں کی۔ لنڈن ۲۰-جنوری- برنڈزی- مانٹی نیگرو کا وزیر اعظم یہاں پہنچ گیا ہے۔ اس نے اعلان کیا ہے۔ کہ شاہ نکولاس اور گورنمنٹ نے آسٹریا کی تمام شرائط نامنظور کی ہیں اور تمام محاذوں پر جنگ پھر سے شروع ہو گئی ہے شاہ اور اس کے بیٹے ابھی تک مانٹی نیگرو میں اپنی افواج کے درمیان ہیں۔ اور ایک آخری مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ شاہ نکولاس نے امید ظاہر کی ہے۔ کہ ملک کو خالی کرنا ضروری ہوا۔ تو اتحادی مانٹی نیگرویوں کی مدد کریں گے۔

لنڈن ۲۰-جنوری- برنڈزی مانٹی نیگرو کی ملکہ اور شہزادیاں یہاں پہنچیں اور روما کو روانہ ہو گئیں۔ شاہ نکولاس سقوطری میں ہے اور مقابلے کی تیاری کر رہا ہے۔

روما- مانٹی نیگرو کی قونصل مانٹی نیگرو اور آسٹریا کے درمیان نامہ و پیام کے منقطع ہونے اور پھر سے لڑائی جاری ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔

دشمن کی موناسٹر سے روانگی- لنڈن ۲۰-جنوری سالونیکا- فرانسیسی نامہ نگار اس امر کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ جرمن اور بلغاری موناسٹر سے شمال کی طرف اغلباً روسی محاذ کو جا رہے ہیں مقدونیہ میں انہیں سامان خوراک کی قلت کی وجہ سے بڑی تکلیف تھی۔ سروین لوگ جو اپنے گھروں کو واپس چلے گئے تھے۔ سالونیکا کو بھاگ کر جا رہے ہیں۔ کیونکہ جرمن ہر ایک شخص جو رات کے وقت باہر نکلے۔ موت کی سزا دے رہے ہیں۔ اور خفیف ترین قصوروں کے عوض مردوں اور عورتوں کو علانیہ کوڑے لگاتے ہیں +

ڈیڈغاچ پر گولہ باری - لنڈن ۲۰-جنوری سالونیکا ۱۹-جنوری- جنگی جہازوں نے کل ڈیڈغاچ پر گولہ باری کی اور بہت نقصان پہنچایا۔ ایک ٹرین تباہ کی گئی اور ذخائر کے کئی گوداموں کو آگ لگا دی گئی +

سروین گورنمنٹ کارفو میں - لنڈن ۲۰-جنوری ایتھنز- سروین گورنمنٹ کارفو میں پہنچ گئی ہے +

تبلیغی رپورٹ

جناب میر مدثر شاہ صاحب گیلانی احمدی

۱۰ نومبر و دسمبر ۱۹۱۱ء میں میں نے چند واحد اشاعت واقعہ باشہرا ضلع ہزارہ کا دورہ کیا۔ چند ضروری واقعات کا ذکر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں

موضع بالاکوٹ - یہ گاؤں مدہ کاکاں میں ایک بڑا قصبہ ہے۔ اس گاؤں میں جا کر میں نے چند علماء اور معززین سے ملاقات کی اور ان پر ظاہر کیا کہ میں کچھ وعظ کرنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے یہ کہا کہ اگر جناب مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب قاضی بالاکوٹ جو قادری سلسلہ کے خلفاء میں سے ہیں اجازت دیں تو وعظ ہوسکتا ہے۔ اور ہم سن سکتے ہیں۔ پس میں جناب قاضی صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قاضی صاحب ممدوح نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم میرزا صاحب کے مرید ہو۔ میں نے کہا کہ ضرور۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ ہم آپ لوگوں کا وعظ ہرگز پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ تمھارے اور ہمارے درمیان بڑا اہم اختلاف ہے۔ میں نے کہا کہ آپ بتلا دیں کہ وہ کونسا اختلاف ہے جس پر کہ آپ کو اس قدر اصرار ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہمارا پیغمبر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن تمھارا پیغمبر حضرت میرزا صاحب ہے۔ تم میرزا صاحب کی امت ہو اور ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ پس ایسے اختلاف کی صورت میں کسی وعظ کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کو کس طرح سے معلوم ہوا کہ جناب مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ ہم نے قادیان خط لکھا تھا اور یہ دریافت کیا تھا کہ مرزا صاحب کا اصلی دعوی کیا ہے تو وہاں سے جواب آیا کہ مرزا صاحب غیر تشریعی نبی ہے۔ خط موجود ہے۔ جو تم کو دکھا سکتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ آپ نے کب خط لکھا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ تھوڑا عرصہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں زید و بکر کی تحریرات اور خیالات کا ذمہ دار نہیں ہوں اور نہ وہ میرے لئے حجت ہیں اور نہ آپ ان کو پیش کرسکتے ہیں۔ ہاں اگر حضرت مرزا صاحب نے کسی جگہ دعوی نبوت غیر تشریعی کا کیا ہے تو آپ دکھلا دیں ورنہ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کو ان کی کتابوں سے انکار نبوت دکھلاؤں۔ اور حقیقت نبوت ظاہر کروں۔ قاضی صاحب نے بڑی خوشی سے میری درخواست کو منظور کیا اور میں نے چند مقامات سے ان کو عبارتیں سنائیں۔ اور مفصل طور پر زبانی گفتگو کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ میں تو بڑی بے قراری سے انتظار کر رہا تھا۔ کہ کوئی مجدد یا مصلح پیدا ہو اور سب سے اول میں لبیک کہوں۔ مگر جب یہ سنتا کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے تو طبیعت پراگندہ اور منحرف ہوجاتی تھی۔

چونکہ قاضی صاحب فارسی کتابوں اور حضرت اقدس کی تصنیفات سے ناواقف تھے۔ اس لئے انھوں نے مجھ پر چند سوالات کئے پہلا سوال مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق تھا میں نے ان کو جناب مرزا صاحب کی کتابوں سے بتلایا کہ آنحضور نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کا دعوے کرنے والا کافر بیدین ہے۔ اور مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے۔ ہاں نبوت محمدیہ کا عکس اور ظل جو اولیاء اللہ اور مقربان الٰہی پر پڑتا ہے جس کو صوفیوں کی اصطلاح میں ظلی نبوت کہتے ہیں یا فنا فی الرسول کا مقام حاصل کرنا سو اس رنگ میں مرزا صاحب نے دعوی کیا ہے اور تمام اولیا اور اہل اللہ آنحضرت صلعم کی فیضان نبوت سے مستفید ہوتے رہے ہیں۔ دوسرا سوال یہ تھا کہ تم لوگ امام حنفا کے حق میں کیا کہتے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنا مذہب بیان کردوں۔ یا حضرت مرزا صاحب کا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ اس بارہ میں حضرت مرزا صاحب کا کیا مذہب ہے۔ میں نے کہا کہ جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں اپنی کتابوں میں لکھا ہے وہ آپ کو سناتا ہوں۔ وھو ہذا۔

(۱) امام بزرگ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بعض تابعین کو بھی دیکھا تھا۔ اور وہ فانی فی سبیل اللہ تھا۔ اے حضرت مولوی صاحب (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) آپ ناراض نہوں آپ اہل حدیث صاحبوں کو امام بزرگ ابوحنیفہ سے اگر ایک ذرہ بھی حسن ظن ہوتا تو آپ اس قدر سبکی اور استخفاف کے الفاظ استعمال نہ کرتے۔ آپ کو امام صاحب کی شان معلوم نہیں وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسری سب اس کی شاخیں ہیں اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ ابوحنیفہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولی تھی۔ خدائے تعالی حضرت مجدد الف ثانی پر رحمت کرے انھوں نے مکتوب صفحہ ۳۰۷ میں فرمایا ہے کہ امام اعظم صاحب کی آنے والے مسیح کے ساتھ استخراج مسائل قرآن میں ایک روحانی مناسبت ہے۔ دیکھو کتاب الحق جلد اول نمبر ۴ مباحثہ لدھیانہ مطبوعہ ۱۸۹۱ء پنجاب۔ چودھویں سیالکوٹ صفحہ ۱۰۰

(۲) اصل حقیقت یہ ہے کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم و درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلی تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت و عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے۔ اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلے درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ اس وجہ سے اجتہاد اور استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔ سبحان اللہ اس زیرک اور ربانی امام نے کیسی ایک آیت کے ایک اشارہ کی عزت اعلیٰ و ارفع سمجھ کر بہت سی حدیثوں کو جو اس کے مخالف تھیں ردی کی طرح سمجھ کر چھوڑ دیا اور جہلاء کے طعن کا کچھ اندیشہ نہ کیا۔ دیکھو کتاب ازالہ اوہام جلد دوم صفحہ ۵۳۰۔

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ ہمارا عمل درآمد حنفی فقہ پر ہے اور ہم اصلی حنفی المذہب ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب نے بھی اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کیا ہے۔

جناب قاضی صاحب سلسلہ قادری کے خلفاء میں سے ہیں اور علاقہ کاگان میں بہت لوگ ان کے مرید ہیں اس لئے انھوں نے دریافت کیا کہ تم لوگ اولیاء اللہ خصوصاً حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کے حق میں کیا خیال اور عقیدہ رکھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہم لوگ تو کل اولیاء اللہ کے قائل ہیں ان کی حلقہ بگوشی اور کفش برداری کو خدائے تعالی کے قرب کا ذریعہ یقین کرتے ہیں اور ان کی مخالفت کو سلب ایمان اور خدائے تعالی سے دوری کا موجب باور کرتے ہیں اور میرا یہ کہنا غالباً غلط نہ ہوگا کہ ہم لوگ آپ سے بھی زیادہ اس سلسلہ کے قائل ہیں۔ اسی برگزیدہ گروہ نے ہم تک اسلام پہنچایا اور اسی مقدس جماعت نے دنیا میں اسلام کو پھیلایا ان کی خدمات دینی اور احسانات کو فراموش کرنا میری نزدیک ایک نرک حرامی ہے ہم تو ان تمام اولیاء و اصفیا کو مانتے ہیں جن کو آنجناب مانتے ہیں لیکن ان کے علاوہ ایک اور برگزیدۂ خدا اور مقرب بارگاہ الٰہی کو بھی مانتے ہیں جس کے کہ آپ منکر ہیں۔ قاضی صاحب نے اسی قسم کے چند سوالات بھی کئے جن کا جواب میں دیتا رہا اس پر آپ نے فرمایا کہ تیرا عقیدہ تو نہایت پاک

اور عمدہ ہے - اور بالکل اہل سنت والجماعت کے موافق ہے میں نے پھر بھی کہا کہ اصلی اہل سنت والجماعت تو ہم ہیں اس کے بعد قاضی صاحب نے یہ خواہش ظاہر فرمائی کہ میں ان کو اپنے اعتقاد کے متعلق ایک تحریر لکھدوں چنانچہ جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے وہی لکھکر ان کے حوالہ کیا گیا اس کے بعد میں نے چند سوالات کئے جن میں سے ایک سوال ظل نبوت کے متعلق تھا آپ نے فرمایا کہ جب تک کسی شخص پر نبوت کا ظل نہ پڑے وہ ہرگز مقرب خدا نہیں ہوسکتا - میں نے عرض کیا کہ جس طرح میں نے آپ کو اپنا عقیدہ لکھدیا ہے اسی طرح آپ بھی اس امر کی بابت مجھے اپنا عقیدہ لکھدیں چنانچہ آنحضور (؟) نے حسب ذیل تحریر لکھدی -

تحریر جناب مولوی محمد اسحاق صاحب قاضی بالاکوٹ

جو ولی اُمت محمدیہ میں ہوتا ہے جب تک اُس پر ظل نبوت نہ پڑے وہ ہرگز ولی نہیں ہوسکتا - مگر اُس کو نبی نہ کہینگے - نبی وہ ہوتا ہے جو ظل کا صاحب ہے - اور اس کے قائل کل اہل اسلام ہیں - اس سے منکر وہ شخص ہوگا جو قرب خدا اور ولایت سے منکر ہو - کیونکہ یہ امر آیات قرآنی واحادیث نبوی سے ثابت ہے

العبد

مولوی محمد اسحاق صاحب قاضی بالاکوٹ

(دستخط) محمد اسحاق بقلم خود

اس گفتگو کے بعد قاضی صاحب نے حکم دیا کہ یہ لوگ ضرور اس سید کا وعظ سنیں اور ایسے لوگوں کی امداد کرنا جو دین اسلام کی خدمت کررہے ہوں ہمارا فرض ہے - چنانچہ قاضی صاحب نے خود مبلغ ایک روپیہ چندہ ترجمۃ القرآن کے واسطے مرحمت فرمایا اس کے بعد صاحبان ذیل نے چندہ ادا کیا۔

جناب منشی فقیر اللہ صاحب احمدی جمعدار بالاکوٹ } عمر
جناب محمد افضل خان صاحب بالاکوٹ سے ؍
جناب مولوی محمد میر عالم خان صاحب ہیڈ ماسٹر سکول بالاکوٹ } پہ ؍
جناب فیض طلب خان صاحب بالاکوٹ عمر
جناب محمد خان صاحب بالاکوٹ عمر
جناب دوست محمد خان صاحب بالاکوٹ عمر
جناب حیات خان صاحب بالاکوٹ عمر
جناب محمد حیات خان صاحب رئیس عمر
جناب نجف خان ڈاکخانہ بالاکوٹ عمر
جناب محمد اسلم خان صاحب سوہال مذکور ۸ ؍

چندہ دہندگان بالا میں سے جناب محمد فلیح خان صاحب نے مبلغ چھ روپیہ سالیانہ اور منشی فقیر اللہ صاحب جمعدار نے تین روپیہ سالیانہ اور پیر خان صاحب نے تین روپیہ سالانہ اور ولیا خان نے عہ سالانہ مد زکوٰۃ سے مستقل طور پر دینے کا وعدہ کیا ہے بلکہ محمد فلیح خان صاحب نے اس بارہ میں ایک دلچسپ سند لکھدی ہے جو بعینہ اصل بغرض اشاعت ارسال کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں نے کئی سال تک جناب مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ بڑے فکر سے کیا ہے اور میں نے بہت سی تاریخ کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے - میں اس نتیجہ پر آیا ہوں کہ جو دعویٰ اور تعلیم مرزا صاحب نے دی ہے وہ سب صحیح اور درست ہے اور گذشتہ پیشوایان اسلام کے مطابق ہے - میں صرف اس لئے مرزا صاحب کے سلسلہ میں داخل نہ ہوا کہ میں نے بعض لوگوں کے زبانی سنا بلکہ خاص مریدوں کی زبانی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے میں اس بات کو قبول نہ کرسکتا تھا اور نہ سمجھ سکتا تھا - کہ حضرت رسول اکرم کے بعد کوئی نبی یا پیغمبر کس طرح سے آسکتا ہے مرزا صاحب کو مجدد یا امام یا مسیح موعود یا بروزی نبی ماننے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں - چونکہ جو لوگ فنا فی الرسول ہوتے ہیں وہ نبوت کا ظل اپنے اندر رکھتے ہیں - سب سے بڑی بات جو میرے خیال میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب حضرت رسول کریم کا سچا اور کامل عاشق تھا - اور اس بات سے میرا عشق جناب مرزا صاحب سے بڑھتا جاتا ہے اور ضدی لوگ یا ناواقف لوگ ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں - کیونکہ حقیقت سے نامحرم ہمیشہ اعتراضات کیا کرتے ہیں - اور مقدسوں کو ملامت کرتے ہیں -

میرے خیال میں دین کی خیر خواہی کا اتنا بڑا کام جو مرزا صاحب نے کیا ہے کم لوگوں نے کیا ہے - اگر اسلام کا کوئی کام ہوسکتا ہے تو وہ یہی ہے جس کی بنیاد مرزا صاحب نے ڈالی ہے - اور میرا عقیدہ ہے کہ ولی اور مجدد اور بروزی نبی حضرت رسول اکرم کی اُمت میں ہمیشہ ہوئے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہینگے - کیونکہ انسان کی فطرت میں ایک زندہ نمونہ کی خواہش ہے اور یہ ہو نہیں سکتا خواہش تو ہو مگر اُس کا پورا کرنے کا کوئی ذریعہ نہ ہو - ہمارے مسلمان اعتراض کرنے میں بہت چست ہیں - لیکن کام کرنے میں بہت سست ہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا بھی کام کرے تو اُس کو روکتے ہیں میں یہ بھی کہتا ہوں اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے آنے سے تین طائفے بن جاتے ہیں ایک منکر اور شکایت کرنے والے جب منکر لوگ سخت اعتراضات کرتے ہیں تو ماننے والوں سے ایک طائفہ ضد اور ہٹ پر قائم ہو جاتا ہے اور اس بزرگ کا درجہ بڑھانا شروع کردیتے ہیں اسی خیال سے بہت بزرگ خدا بنائے گئے - اور بعض رسول اہل حق وہ طائفہ ہوتا ہے جو اپنے پیشوا کی تعلیم پر چلے نہ کہ خود ایک نئی تعلیم دینی شروع کردیوے - اور لوگوں کو تذبذب میں ڈال کر اصلی راستہ کو مشکوک کردیوے -

فقط علاوہ اس کے میں لکھدیتا ہوں کہ میری اپنی پیداوار کی زکوٰۃ میں سے مبلغ ستہ (؟) چندہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو فی سبیل اللہ برابر دیتا رہونگا - اور اس نیک کام کی طرف لوگوں کو بھی توجہ دلاتا رہونگا - اور اس وقت مبلغ سہ روپیہ چندہ جناب میاں مدثر شاہ کو دیا ہے -

مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء

العبد

محمد فلیح خان ساکنہ بالاکوٹ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ

(دستخط) محمد فلیح خان بقلم خود

جناب قاضی محمد اسحق کی نسبت اس قدر لکھدیتا ہوں کہ یہ صاحب اس علاقہ میں نظر احترام اور خاص امتیاز سے دیکھے جاتے ہیں ان کی سلیم نفسی اور حق گوئی کی وجہ سے حکام مقامی کل مقدمات شرعی کو ان کے سپرد کیا کرتے ہیں

مباحثہ دربارہ قدامت مادہ و روح

موضع بالاکوٹ میں میرے جانے سے چند روز پہلے ہندو مذہب کے دو واعظ آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک صاحب کا نام باوا ہری داس صاحب ویداسی تھا - یہ تعلیم یافتہ اشخاص کی زبانی معلوم ہوا کہ باوا صاحب نے اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق تقریر کی ہے اور وہ ہر مذہب کے پیرووں کے ساتھ گفتگو کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں - لوگوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ تمہاری اور باوا صاحب کی کچھ گفتگو ہو - میں نے منظور کیا چنانچہ محمد فلیح خان صاحب کی جگہ پر باوا صاحب مذکور تشریف لائے - اور اہل اسلام اور چند نفر اہل ہنود کی موجودگی میں قدامت وعدم قدامت مادہ و روح پر بحث شروع ہوئی - میں نے یہ سوال کیا کہ باوا صاحب آپ مادہ کے قدیم ہونے کا کوئی ثبوت پیش فرمادیں - آپ نے فرمایا کہ چونکہ مادہ فنا نہیں ہوتا اس لئے وہ قدیم ہے - میں نے عرض کیا کہ میں نے تو آپ سے

قدامت مادہ کی دلیل مانگی تھی۔ مگر آپ نے بجائے دلیل دینے کے ایک اور بات بطور دعویٰ پیش کردی ہے۔ کہ مادہ فنا نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ مادہ فنا ہوتا ہے۔ اب آپ دونوں دعووں کا ثبوت پیش کریں۔ باوا صاحب نے فرمایا کہ دلیل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص یا کاریگر بغیر مادہ یا مصالحہ کے کسی چیز کے بنانے پر قادر نہیں ہوتا۔ باوا صاحب نے یہ مثال دی کہ ایک مستری میز وغیرہ نہیں بنا سکتا جب تک کہ لکڑی اور اوزار وغیرہ اس کے پاس موجود نہ ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ بیشک ہمارا یہی مشاہدہ ہے کہ انسان بغیر مادہ اور مصالحہ کے کوئی چیز نہیں بنا سکتا لیکن کیا پرمیشر بھی کوئی انسان ہے یا انسان کی طرح محدود طاقت اور محدود قدرت رکھتا ہے کہ بغیر مادہ اور مصالحہ کے وہ بھی کوئی چیز نہیں بنا سکتا۔ اگر یہی بات ہے تو مہربانی کرکے بتلائیے کہ انسان اور پرمیشر کے درمیان فرق کیا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ پرمیشر بھی آدمی کی طرح عاجز اور محتاج ہے۔ کیونکہ جو کام انسان کرسکتا ہے وہی کام پرمیشر بھی کرسکتا ہے اور جو کام انسان نہیں کرسکتا وہی کام پرمیشر بھی نہیں کرسکتا پس کیا وجہ کہ آپ کو پرمیشر سمجھا جاوے۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کام ایک انسان نہیں کرسکتا لیکن ایک دوسرا شخص اسی کام کو بڑی آسانی سے کر لیتا ہے۔ جب آپ مختلف انسانوں کی طاقتوں اور قوتوں کی نسبت حکم نہیں لگا سکتے تو پھر خدا تعالیٰ قادر مطلق کی لامحدود طاقتوں اور لاانتہا قدرتوں کے متعلق آپ نے ایسا فیصلہ کیوں کر لیا ہے۔ عجیب دلیل ہے کہ چونکہ ہم ایک کام کو نہیں کرسکتے ہیں اس لئے پرمیشر بھی نہیں کرسکتا اگر کسی مستری کو مصالح مل جاوے تو اس کے مناسب حال وہ ایک چیز تیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح اگر پرمیشر کو بھی مصالحہ نہ مل سکے تو وہ بھی کوئی چیز نہیں بنا سکتا پس مستری اور پرمیشور میں فرق کیا ہے۔ باوا صاحب نے جواب دیا کہ مستری چارپائی اور میز وغیرہ تو بنا سکتا ہے لیکن دنیا کا اس قدر عظیم الشان کارخانہ نہیں بنا سکتا۔ میں نے کہا کہ چلو مستری بڑی ہی ہوشیار مستری سہی لیکن ہم اس کو پرمیشور نہیں کہہ سکتے۔ میں نے یہ بھی کہا کہ ہمارا تو یہ تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ انسان کی آنکھ بغیر روشنی کے نہیں دیکھ سکتی۔ اور انسان کا کان بغیر ہوا کے نہیں سن سکتا۔ پس کیا پرمیشور بھی بغیر روشنی کے نہیں دیکھ سکتا۔ اور بغیر ہوا کے کوئی بات نہیں سن سکتا۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ انسان بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا پس اگر پرمیشور کو بھی انسان پر قیاس کرنا ہے تو پھر کیوں یہ نہ کہا جاوے کہ پرمیشور بھی بغیر کھانے کے زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ انسان بیمار ہوتا اور مرتا ہے۔ تو پھر کیوں یہ عقیدہ نہ رکھا جاوے کہ پرمیشور بھی بیمار ہوتا اور مرتا ہے۔ اگر پرمیشر کی قوتوں کو انسان ہی کی قوتوں پر قیاس کرنا ٹھیک ہے تو اندریں صورت ہم کو پرمیشر کی نسبت اُن تمام نقصانات و احتمالات کو قبول کرنا پڑے گا جن نقصانات و احتمالات کو ہم انسان کے متعلق قبول کرتے ہیں۔ میں نے باوا صاحب سے پوچھا کہ آیا پرمیشر علم کامل رکھتا ہے یا علم ناقص۔ آپ نے جواب دیا کہ پرمیشور علم کامل رکھتا ہے تو علم کامل کا لازمہ اور خاصہ ہے کہ اگر انسان کو بھی کسی چیز کے متعلق علم کامل حاصل ہو جاوے تو وہ انسان اُس چیز کے بنانے اور ایجاد کرنے پر قدرت حاصل کر لیتا ہے۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . میں جو کوئی مشین یا انجن نہیں بنا سکتا تو اس کی یہی وجہ ہے کہ مجھے مشین اور انجن سازی کا کامل علم نہیں اور اگر مجھے اُس کے متعلق کامل علم حاصل ہو جائے تو میں اُس کے بنانے اور ایجاد کرنے پر فوراً قدرت حاصل کرونگا۔ چنانچہ جن موجدوں کو جونہی کسی مشین یا کسی انجن یا کسی آلہ کے متعلق کامل علم حاصل ہوا تو انھوں نے دنیا میں ہزارہا قسم کی ایجادیں پیدا کر دیں اسی طرح آپ گھڑی اُس وقت تک ہرگز نہیں بنا سکتے جب تک کہ آپ کو گھڑی سازی کا علم نہ ہو۔ لیکن اگر آپ کو گھڑی سازی کا پورا علم ہو جائے تو آپ گھڑی بنا لینگے۔ پس جب علم کامل انسان کو ایک چیز کے بنانے پر قادر کرسکتا ہے تو وہ پرمیشور جو انسانوں سے لاانتہا درجہ علم کامل و مکمل رکھتا ہے وہ باوجود رکھنے علم کامل بلکہ اکمل کے مادہ اور روح کے بنانے پر قادر نہ ہوسکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر آپ پرمیشور میں علم کامل مانتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی آپ کو ماننا پڑیگا کہ ضرور پرمیشر نے روح اور مادہ کو پیدا کیا اور اگر نہیں پیدا کیا تو اس کے ساتھ ہی آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ پرمیشر بھی علم ناقص اور محدود رکھتا ہے۔ پھر یہ دیکھا جائے گا کہ آیا ناقص اور محدود علم رکھنے والا پرمیشری کے قابل بھی ہے۔ یا نہیں۔ اگر پرمیشر نے ہماری روح اور مادہ کو نہیں بنایا تو ایسے عاجز اور ناتوان پرمیشر کو ہم سے اپنی پوجا اور پرستش کرانے کا کیا حق ہے۔ ہم کیوں یہ خیال نہ کریں کہ روح اور مادہ میں طبعی اور ذاتی طور سے قوت اتصالی اور انفصالی موجود ہے۔ اور اس طبعی خاصہ سے تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے۔

. . . . پرمیشر کا اس میں کوئی دخل ہی نہیں۔ الغرض اسی مضمون پر دیر تک بہت لمبی گفتگو ہوتی رہی اور حاضرین نہایت توجہ اور غور سے سنتے رہے۔ اخیر پر باوا صاحب نے فرمایا کہ میں بھی چند سوالات اسلام کے متعلق پوچھتا ہوں۔ چنانچہ دوسری ملاقات پر اس گفتگو کو ملتوی کیا گیا۔ دوسرے روز کی ملاقات پر باوا صاحب کی طرف سے گوشت خوری کے متعلق سوال پیش ہوا آپ نے فرمایا کہ گوشت انسانی خوراک نہیں ہے۔ ایک تو مضر صحت ہے۔ دوم یہ کہ انسان گوشت خور ہوتا تو پرمیشور اُس کو گوشت خور حیوان کی طرح پنجے اور ناخن دیتا۔ میں نے جواب دیا کہ ڈاکٹر اور طبیب تو گوشت کو کمزوری کا دور کرنے والا اور بدن میں طاقت پیدا کرنے والا سمجھتے ہیں۔ مگر آپ اس کے اُلٹ بیان کرتے ہیں۔ بیماروں اور کمزوروں کو تمام دنیا کے حکیم گوشت کی یخنی وغیرہ استعمال کراتے ہیں۔ دنیا میں کوئی چیز پرمیشر نے بے فائدہ اور بیہودہ پیدا نہیں کی ہے۔ ہاں اُس کی بد استعمالی اُسے مضر بنا دیتی ہے سنکھیا تو گوشت سے بڑھ کر مہلک چیز ہے لیکن کیا حکیموں نے اُس کے استعمال کو ترک کر دیا ہے۔ باوا صاحب نے کہا کہ سنکھیا خاص ترکیب سے تیار کر کے استعمال کیا جاتا ہے میں نے کہا کہ اسی طرح گوشت بھی خاص ترکیب سے تیار کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔ جنگلیوں اور درندوں کی طرح استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ دوسرے اعتراض کی نسبت میں نے یہ بیان کیا کہ اگر آپ نے انسان کے اعضا اور ان کی بناوٹ پر کافی غور کی ہوتی تو آپ اس قسم کا سوال نہ پیش کرتے سو آپ کو معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو چار قسم کے دانت دیئے ہیں۔

انگریزی نام	رومن	عربی نام	اردو نام
Incisor	انسائزر	ثنایا	کترنے والے دانت
Canine	کے نائن	انیاب	پھاڑنے والے
Molar	مولرز	اضراس الطواحن	پیسنے والے دانت
Bicuspid.	بائی کسپڈ	رباعیات	جگالی کرنے والے دانت

پس دانتوں کی بناوٹ اور شکل سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان ماس خور بھی ہے اور گھاس خور بھی ہے اگر یہ نتیجہ صحیح نہیں تو پھر پرمیشور نے انسان کو پھاڑنے اور کاٹنے والے دانت کیوں دیئے۔ اسی طرح چکی کی طرح پیسنے والے دانت کیوں دیئے۔ غالباً آپ نے انسان کی غذا کی نالی پر غور نہیں کی انگریزی میں اُس کا نام الیمینٹری کینال ہے خدائے تعالیٰ نے نہایت پر حکمت طریقے سے

نسبتاً کم ہوتی ہے اس لئے صرف سبزی کھانیوالے حیوانات کی نالی غذا میں یہ گنجائش رکھدی کہ اس میں اتنی مقدار کا چارہ سما سکے جو اس حیوان کی غذائیت کے لئے کافی ہو۔ برخلاف اس کے گوشت میں چونکہ لطافت اور غذائیت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے جو حیوانات صرف گوشت پر گذارہ کرتے ہیں انکو یہ نالی انکی خوراک کے لحاظ سے بہت چھوٹی دی گئی ہے لیکن جب ہم انسان کی نالی غذا کو دیکھتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو نہ سبزی خور حیوانات کیطرح بہت بڑی ہے اور نہ گوشت خور حیوانات کیطرح بہت چھوٹی ہے۔ بلکہ ان دونوں کے بین بین ہے پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ انسان نہ تو صرف سبزی خور ہے اور نہ صرف گوشت خور ہے۔ بلکہ اپنی غذا کی نالی کی طرح ہر دو خور ہے۔

پس انسان کے ان دو اعضا نے یہ شہادت دے دی کہ وہ گوشت خور بھی ہے اور سبزی خور بھی ہے۔

باوا صاحب نے بوجہ اپنی سلیم المزاجی کے اس بحث کو فراخ حوصلگی سے قبول کرلیا اور اظہار مسرت کیا۔ لیکن اسقدر ایزاد کیا۔ کہ گوشت خوری کی کثرت نقصان دیتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ضرور لیکن ہر ایک چیز کی کثرت اور مداومت نقصان دیتی ہے۔ آپ اپنی نالی اور دانتوں کے موافق عملدرآمد رکھیں۔ خدا کی مقدس کتاب قرآن شریف میں کھانے اور پینے کے متعلق بہت سی ہدایات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ یعنی جو چیز کھانے کے قابل ہے اُسے کھاؤ، جو پینے کے قابل ہے اُسے پیو۔ غرضیکہ ہر ایک چیز کا استعمال اپنے محل پر کرو اور کسی ایک چیز کی زیادتی یا بے اعتدالی نہ کرو۔ میں نے بطور علے سبیل الذکر یہ بھی بیان کردیا کہ قرآن شریف میں ہستی باریتعالےٰ کی ہزارہا دلیلیں دی گئی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے۔ ربنا الذی اعطی کل شیئ خلقه ثم هدی (سورہ طٰہٰ رکوع ۲) یعنی ہمارا پرورش کرنیوالا تو وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب حال خلقت اور صورت دی اور پھر اس پر اسکو چلادیا۔ دیکھئے اگر شیر کو ایک گوشت خور حیوان پیدا کیا تو اس کے مناسب حال اُسکو تیز ناخن اور کاٹنے والے دانت دئیے۔ لیکن اگر اُسکو بجائے ناخنوں کے گھوڑے کا سم اور گھوڑے کے دانت دیے جاتے تو یہ کیسا بے جوڑ اور ناموزوں فعل ہوتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ شیر مارے بھوک کے ہلاک ہو جاتا۔ کیونکہ خوراک اُس کی تو گوشت رکھی گئی لیکن اُسکو ایسے اعضا اور قوے نہ دئیے جو گوشت

خوری میں اس کی امداد کرسکیں۔ اسیطرح اگر انسان میں لکھنے اور تحریر کرنے کی استعداد رکھدی تو اُس کے مناسب حال اُسکو ایسی انگلیاں اور پنجہ دیا جو قلم وغیرہ کو بخوبی پکڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر بجائے انگلیوں کے اُسکو شیر کا سا پنجہ دیا جاتا تو وہ قلم کو کس طرح سے پکڑ سکتا جسکا نتیجہ یہ ہوتا کہ انسان ایک اعلیٰ ترین کمال اور فن سے محروم ہو جاتا۔ اسیطرح اگر آنکھ پیدا کی تو اس کی امداد کے لئے کروڑہا میل کے فاصلہ پر ایک عظیم الشان سورج پیدا کردیا۔ اگر آنکھ ہوتی اور سورج نہ ہوتا۔ تو انسان کی آنکھ بیکار ہو جاتی۔ اگر کان پیدا کیا تو اس کے مناسب حال ایک عظیم الشان کرہ ہوائی پیدا کردیا۔ اگر کان ہوتا لیکن ہوا نہ ہوتی تو انسان کا کان کسی آواز کو نہ سُن سکتا اور کان کا پیدا کیا جانا ایک فعل باطل ہوتا۔ الغرض ہزارہا دلائل اس امر کی تائید میں موجود ہیں کہ ہر ایک چیز میں ایک ترتیب ابلغ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک علیم و خبیر اور ہمہ دان ہستی نے ان تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے پس نظام عالم اور اسکا ذرہ ذرہ اللہ تعالےٰ کے وجود کا ثبوت دے رہا ہے کیا اتفاقی باتوں میں ایسی ترتیب ہوتی ہے۔ اگر ایسی ترتیب اور ضابطہ نہ ہوتا۔ تو یہ کارخانہ عالم مدتوں سے درہم برہم ہوا ہوتا اسیواسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما تری فی خلق الرحمٰن من تفوت فارجع البصر هل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیک البصر خاسئا و هو حسیر (سورہ الملک رکوع ۱) یعنے رحمٰن کی پیدائش میں کوئی بے ترتیبی نہیں دیکھیگا پھر نظر پھرا کر دیکھ آیا تجھے کوئی فتور نظر آتا ہے۔ پھر بار بار نظر کر لیکن تیری نظر تھکی اور ماندی ہو کر تیری طرف لوٹ آئیگی اور تو کوئی فتور اور بے ترتیبی رحمٰن کی مخلوقات میں نہیں دیکھیگا۔ چنانچہ ایکدوسرے موقعہ پر فرمایا۔ صنع الله الذی اتقن کل شیئ (سورہ النمل رکوع ۷) یعنی یہ خدا کی صنعت ہے جس نے کل چیزوں کو نہایت مضبوط اور اُستوار پیدا کیا۔

حقیقت ملائکہ

دوسرا سوال باوا صاحب نے فرشتوں کے متعلق کیا۔ کہ فرشتے کیا ہیں اور اُنکے ماننے کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ میں نے عرض کیا کہ عربی زبان میں فرشتوں کو ملائکہ کہتے ہیں اور عربی لغت کے رو سے نیکی کے محرک کو ملک اور بدی کے محرک کو شیطان کہتے ہیں انسان کے وجود میں ہم دونوں قسم کی تحریکات کا سلسلہ پاتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی دفعہ بیٹھے بٹھائے انسان کے دل میں نیکی کی تحریک اور لہر پیدا ہو جاتی ہے۔ اسیطرح دفعتہً انسان کے دل میں بدی کی ایک موج پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب ہم کسی اچھے کام کو کرلیتے ہیں تو اُس کے بعد طبیعت میں ایک سرور اور اطمینان پیدا ہو جاتا ہے اور جب ہم کسی بدی کا ارتکاب کرلیتے ہیں تو اُسکے بعد فوراً طبیعت میں ملامتی اور پشیمانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور طبیعت پر ایک بوجھ پڑ جاتا ہے۔ اور اندر ہی اندر ایک خوف اور بے اطمینانی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کڑھتا رہتا ہے۔ پس محاورۂ اسلامی اور زبان الہامی میں نیکی کی تحریک کرنیوالوں کو ملک یا فرشتہ کہتے ہیں اور بدی کی تحریک کرنیوالوں کو شیطان یا ابلیس کہتے ہیں دُنیا میں مختلف قسم کی مادی چیزیں موجود ہیں جنکو مختلف حواس کیواسطے سے ہم محسوس کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی سا رنگ لے لو اگر ہم کسی رنگ کو اپنے کان پر رکھ دیں تو کیا ہمارا کان معلوم کرلیگا۔ کہ یہ سرخ رنگ ہے یا سیاہ نہیں ہرگز نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ ضد کرنی شروع کردے۔ کہ میں تو رنگ کو کان کے ذریعہ سے دیکھنا چاہتا ہوں تو میں خیال کرتا ہوں کہ ایسا شخص اگر تمام عمر یہ کوشش کرتا رہے بلکہ اپنے گلے میں رسہ ڈالکر اپنے آپ کو ہلاک بھی کردے تو وہ کان کے ذریعہ سے رنگ کو کبھی نہیں دیکھ سکیگا۔ ہاں رنگ کو معلوم کرنیکے لئے اُسے اس حس کیطرف رجوع کرنا پڑیگا جو رنگ کے معلوم کرنے کیلئے موضوع ہے۔ اسیطرح کونین کے اندر کڑواہٹ اور شہد کے اندر حلاوت موجود ہے لیکن اگر ایک نادان یہ چاہے کہ میں کونین کی تلخی اور شہد کی شیرینی آنکھ کے ذریعہ دیکھنا چاہتا ہوں تو وہ ہرگز ایسے ارادہ میں کامیاب نہ ہوگا۔ ہاں اُنکو ان چیزوں کے ذائقہ کو معلوم کرنے کیلئے اس حس کیطرف رُخ کرنا پڑیگا جو مزہ اور ذائقہ کے بتلانے پر معمول ہے یہ تو مادی اور کثیف چیزوں کا حال ہے لیکن ان کے علاوہ دُنیا میں ایسی لطیف اور باریک باریک چیزیں پائی جاتی ہیں جنکے ادراک سے ہماری ظاہری حسیں بالکل قاصر ہیں بلکہ ان کے معلوم کرنیکے لئے اور وسائط ہیں مثلاً حافظہ اور عقل کو بطور مثال لے لو۔ کیا کسی شخص نے حافظہ اور عقل کو دیکھا یا سونگھا ہے۔ پھر کسطرح سے معلوم ہوا کہ حافظہ یا عقل کوئی چیز ہے۔ یا ان کا کوئی وجود ہے پس معلوم ہوا کہ لطیف چیزوں یا وجودوں کو ہم ان حواس کے ذریعہ سے معلوم نہیں کرسکتے، بلکہ ان کے وجود کا علم ہمیں انکے اثرات اور خواص سے حاصل ہوتا ہے۔ قوت برقی اور الیکٹرسیٹی کی امداد سے صدہا مشینیں کام پر لگی ہوئی ہیں۔ کیا کسی شخص نے انکو دیکھا ہے یا سونگھا ہے۔ کیا کسی شخص نے ایتھر کو دیکھا ہے نہیں بلکہ ان کے مختلف کرشموں سے ہمیں انکے وجود کا علم ہوا ہے پس میرے خیال میں ایسا ملائکہ کو فرشتے ان حواس ظاہری کے ذریعہ سے ہمیں دکھا دینے یا بتلا دینے چاہئیں۔ ایک بیجا مطالبہ ہے۔ ہاں وہ نظر آتے ہیں ان کی آوازیں سنی جاسکتی ہیں۔ مگر ان آنکھوں سے اور اُن کانوں سے جو ان کو

دیکھنے اور اُنکی آواز سُننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میں نے خود بفضلہ فرشتوں کو دیکھا ہے۔ اور ان کی باتیں سُنی ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی خاص ہُنر یا علم کو حاصل کرنا چاہے تو اُسکو اُس ہُنر کے صاحب اور اس علم کے عالم کی شاگردی اختیار کرنی پڑتی ہے اور اس مبتدی کو اس علم کی ہدایتوں پر بلا چون وچرا عمل پیرا ہونا پڑتا ہے۔ تب جاکر وہ شاگرد رفتہ رفتہ واقفیت پیدا کرتا جاتا ہے لیکن اگر کوئی مبتدی اول ہی سے اُستاد کو یہ کہنا شروع کردے کہ یہ الف نہیں ہے بلکہ ب ہے۔ تو آپ ہی بتلادیں کہ آیا ایسا شاگرد اس علم کو حاصل کر لیگا۔ اسی امر کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت ولا تکونوا اول کافر بہ اشارہ کرتی ہے پس اسی طرح امور روحانی اور علوم باطنی کے حصول کیلئے خاص ہدایات اور خاص معلم ہیں اور یہ معلم ہمیشہ ہر قوم اور ہر ملک میں ہوتے رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی حسب مشیت الٰہی ہوتے رہینگے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی انہی باتوں کو سکھلانے کے لئے ہمارے پیغمبر حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے خادموں میں سے ایک عظیم الشان شخص پیدا ہوا اور اس نے دنیا میں اعلان کیا کہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے مامور ہوکر آیا ہوں لیکن اگر کوئی پیاسہ دور سے کھڑے ہوکر چشمہ کی طرف ہاتھ پھیلائے اور یہ کہنا شروع کردے کہ اے پانی تو میرے مُنہ میں آجا۔ تو کیا پانی جوش مارکر اس کے مُنہ میں داخل ہوجائیگا۔ یا چشمہ چلکر اس کے پاس آجائیگا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس پیاسہ کو خود چلکر چشمہ کے قریب جانا پڑیگا۔ اور حصول پانی کے طریقہ پر عمل کرنا پڑیگا۔ اسی امر کی طرف قرآن شریف کی یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم بشیء الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ھو ببالغہ وما دعاء الکفرین الا فی ضلل سورہ الرعد رکوع ۲) مگر افسوس کہ بہتوں نے اس چشمہ کیطرف جانے کی کوشش ہی نہ کی۔ اور بہتوں نے کوشش تو کی مگر چشمہ پر پہنچکر اسکو گدلا کرنا شروع کردیا۔ الغرض میں نے اخیر میں باوا صاحب سے یہ عرض کی۔ کہ آپ بتلادیں کہ آیا آپکے وجود میں نیکی اور بدی کی تحریکات نہیں ہوتیں۔ انہوں نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا۔ کہ ضرور ہوتی ہیں پس میں نے عرض کیا کہ ان تحریکات کے محرکوں کا نام قرآن شریف نے ملک اور شیطان رکھا ہے۔ اب رہا سوال کلیۃً جو دکہ فرشتوں کے ماننے سے فائدہ کیا ہے۔ سو آپ یاد رکھیں۔ کہ فرشتوں کا ماننا اور شیطان کا نہ ماننا ہی تمام خوبیوں اور نیکیوں کی جڑ ہے۔ فرشتوں کو ماننا یہ ہے کہ جو نیک تحریکات وہ کریں ان تحریکات پر عمل کیا جائے۔ اور شیطان کو نہ ماننا یہ ہے کہ جو بد تحریکات وہ کرے تو اُن تحریکات پر عمل نہ کیا جائے۔ ایک شخص اگر مُنہ سے تو یہ کہتا رہے کہ میں فرشتوں کو مانتا ہوں لیکن ان کی تحریکات پر عمل نہ کرے۔ تو یہ کوئی ماننا نہیں اسی طرح اگر ایک مُنہ سے تو یہ کہے کہ میں شیطان کو نہیں مانتا لیکن اس کی بد تحریکات پر عمل کرتا رہے تو یہ کوئی نہ ماننا نہیں۔ اگر آپ مجھے یہ حکم دیں۔ کہ پانی لاؤ اور میں آپکو پانی لاکر نہ دوں تو کیا میں نے آپ کو مانا۔ پس کسی شخص کو ماننا دراصل اُس کے حکم کو ماننا ہے اور کسی شخص کو نہ ماننا اُسکے حکم کو نہ ماننا ہے۔ ہاں لطیف اشیاء کی نسبت جو بحث میں نے کی ہے۔ وہ فی الحقیقت میں نے نہیں کی۔ بلکہ خود قرآن کریم نے کی ہے۔ جہاں فرمایا لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر۔ سورہ انعام رکوع ۱۳۔ یعنی لوگوں کی نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں بلکہ وہ خود نظروں تک پہنچتا ہے کیونکہ وہ لطیف اور خبیر ہے۔ اب دیکھو لوکہ لطیف اور باریک اشیاء کو معلوم کرنے کا قرآن شریف نے ایک قاعدہ بتلادیا۔ کہ اُن کو ہم آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ بلکہ وہ اپنے وجود اور ہستی کا پتہ خود اپنے مختلف کرشموں اور رنگ برنگ جلووں سے دیتے ہیں۔ یہاں پر باوا صاحب کے ساتھ بحث ختم ہوئی اور انہوں نے خوش دلی سے اس بحث کو قبول کیا۔

مباحثہ دربارہ وفات وحیات مسیح

موضع بالاکوٹ میں میرے ایک پُرانے دوست ہیں جن کو میں نے روز ملاقات سے جکڑالوی خیالات کا مؤید پایا۔ میں نے انکو اور بہت سے دوسرے لوگوں کو اس بات کا شایق پایا کہ میرے ساتھ مسئلہ وفات و حیات مسیح کے متعلق گفتگو ہو۔ دوست مذکور چند دفعہ میرے ڈیرے پر اس غرض کے لئے تشریف لائے مگر میں ان کو نہ مل سکا میں نے پہلے تو انکار کیا۔ کہ اب اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ کیونکہ فریقین مدت تک اس مسئلہ پر بحث کرتے رہے ہیں۔ اور بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ مگر لوگوں نے سخت اصرار بار بار کیا۔ آخر الامر مجبور ہوکر میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ دوست موصوف نے یہ شرط رکھی۔ کہ صرف قرآن شریف کے اندر اندر بحث محدود ہوگی۔ میں نے منظور کیا۔ اور محمد قاسم خان صاحب کی جگہ پر بحث شروع ہوئی۔

میری طرف سے یہ سوال پیش ہوا۔ کہ کیا آپ حضرت مسیح کو جسم خاکی کے ساتھ زندہ مانتے ہیں

دوست۔ ہاں میں حضرت مسیح کو اسی طرح زندہ مانتا ہوں۔

میں۔ مہربانی کرکے قرآن شریف سے حضرت مسیح کی حیاتی کی کوئی آیت پڑھیں۔

دوست۔ تم اُس کی وفات کی کوئی آیت پڑھو۔

میں۔ قاعدہ کے رُو سے مجھے وفات کا ثابت کرنا نہیں آتا۔ کیونکہ میں تو ایک عادت مستمرہ اور سنت اللہ کے موافق عقیدہ رکھتا ہوں۔ لیکن آپ اُسکے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور ایک انوکھی بات پیش کرتے ہیں۔ میں تو تمام انبیاء علیہم السلام کو فوت شدہ مانتا ہوں اور سوائے حضرت مسیح کے آپ بھی سب کو فوت شدہ تسلیم کرتے ہیں۔ پس حیات کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے

دوست۔ نہیں نہیں۔ تم وفات ثابت کرو۔

میں۔ میں نے عرض کیا۔ کہ ایک شخص تو یہ کہتا ہے کہ گھوڑے کے چار پاؤں ہوتے ہیں لیکن دوسرا شخص کہتا ہے کہ نہیں گھوڑے کے تین پاؤں ہوتے ہیں۔ تو اب بار ثبوت کس کے ذمہ عائد ہوگا۔ عجیب بات ہے۔ کہ روزمرہ کے مشاہدہ پیش کرنے والے کو کہا جائے۔ کہ تو ثبوت پیش کر۔ اور اسکو نہ کہا جائے جو صریحاً خلاف مشاہدہ ایک انوکھی بات پیش کرتا ہے۔

منصفان۔ دوست کو مخاطب کرکے کہیں صاحب جب آپ ہمیشہ فرماتے تھے کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کا زندہ ہونا لکھا ہوا ہے تو اب آپ کوئی آیت کیوں نہیں پیش کرتے۔ تاکہ ہم کو بھی کچھ پتہ لگے۔

میں۔ یقیناً یاد رکھو۔ کہ کوئی آیت نہیں ہے۔ یہ لوگ یونہی کہا کرتے ہیں۔ اگر میرے دوست کو کوئی آیت معلوم ہے تو آپ سے زیادہ شوقمند میں ہوں۔

منصفان۔ نہیں صاحب آپ زندگانی کا ثبوت پیش کریں۔ یہ ہمارا فیصلہ ہے ورنہ ہمکو شک پڑگیا ہے۔

دوست۔ آیت ذیل سے مسیح کا زندہ ہونا ثابت ہے ویکلم الناس فی المھد وکھلا حضرت مریم کو بشارت دی گئی تھی کہ حضرت مسیح گہوارہ میں اور کہل میں باتیں کرے گا۔

میں۔ میں نے کب انکار کیا کہ حضرت مسیح نے باتیں نہیں کیں۔ ہاں اگر میں انکار کرتا۔ تو آپ یہ آیت پیش کرسکتے تھے۔ میں ان کی حیات کا انکار کرتا ہوں اور آپ ثبوت یہ پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے باتیں کیں۔ تمام لوگوں کے باپ دادا باتیں کرتے تھے تو کیا وہ اسوقت زندہ ہیں۔

دوست۔ حضرت مسیح نے ابھی تک کہولت کی باتیں نہیں کیں۔

میں۔ کوئی آیت پیش کریں کہ ابھی تک باتیں نہیں کیں۔ خدا تو فرماتا ہے کہ وہ کریگا۔ اور

آپ کہتے ہیں کہ نہیں کیں۔
دوست - میں نے تو حیات ثابت کر دی ہے مگر تم نہیں مانتے۔
میں - منصف صاحبان! آپ ایمانداری اور غیر جانبداری سے اپنی رائے دیں۔ کہ آیت پیش کردہ سے حیات مسیح ثابت ہوتی ہے۔
منصفان - ہرگز ثابت نہیں ہوتی صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح باتیں کرے گا۔ (دوست کو مخاطب کر کے) آپ کوئی دوسری آیت پیش کریں۔
دوست - میں صرف یہی آیت پیش کروں گا۔
میں - دراصل ان کے پاس کوئی اور ثبوت ہے ہی نہیں۔
منصفان - نہیں صاحب آپکو دوسری آیت پیش کرنی پڑیگی۔ ہمارا اشک بڑھ گیا ہے۔
دوست - اچھا دوسری آیت پیش کرتا ہوں۔ واذا وقع القول علیہم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بایتنا لا یوقنون۔ یعنے قیامت کے قریب ہم ایک دابہ زمین سے نکالینگے جو لوگوں سے باتیں کریگا۔ کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہ کرتے تھے۔ (منصفان میں سے) محمد قلیچ خان صاحب۔ دابہ کا کیا معنی ہے۔
دوست - زمین پر چلنے والا۔
محمد قلیچ خانصاحب (اپنی بولی میں) کیا دابہ (بیل) زمین پر نہیں چلتا۔
دوست - بیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لکھا ہے کہ وہ باتیں کرے گا۔
خانصاحب - چلو بیل نہ سہی آدمی ہوگا۔
دوست - معمولی آدمی بھی نہیں - کیونکہ لکھا ہے کہ وہ تبلیغ کرے گا۔
خانصاحب - چلو آدمی نہ سہی کوئی ملاں سہی۔
دوست - خانصاحب آپ تو مرزائیوں کی طرفداری کرتے ہیں۔
خانصاحب - حاضرین بتلادیں کہ آیا میں نے کوئی طرفداری کی ہے البتہ حق کی طرفداری کرونگا
منصفان - آپ نے کوئی طرفداری نہیں کی ہماری رائے میں حیات مسیح کا کوئی ثبوت پیش نہیں ہوا۔ براہ مہربانی کوئی اور آیت پیشکریں
دوست - میں نے تو حیات ثابت کر دی ہے۔ مگر میں کیا کروں۔
منصفان - اس آیت میں کس لفظ کا معنی حضرت عیسٰے ہے۔ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی زمین پر چلنے والی چیز نکلے گی۔
ایک از منصفان (مولوی محمد نور عالم خانصاحب ہیڈ ماسٹر) دوست کو مخاطب کر کے۔ سبحان اللہ آپ کی بحث سے میرے سب پردے کھل گئے۔ اور سینہ منور ہو گیا۔
دوست - مولوی صاحب اب آپ مخول کرتے ہیں۔ اچھا میں ایک اور آیت پیش کرتا ہوں وانہ لعلم للساعۃ یعنے حضرت عیسٰے قیامت کی دلیل یا نشان ہے اور انہ کی ضمیر حضرت عیسٰے کیطرف پھرتی ہے۔ چونکہ قیامت ابھی تک نہیں آئی اسلئے حضرت عیسٰے زندہ ہیں۔
میں - آیت پیش کردہ میں لفظ عِلم ہے۔ اور عِلم کا معنے جاننا ہے نہ کہ دلیل یا نشان۔ البتہ عَلم کا معنے دلیل یا نشان ہے اگر علم کا معنے نشان یا دلیل ہی کیا جائے تب بھی حضرت عیسٰے قیامت کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ امر شان الہٰی کے خلاف ہے کہ قیامت کے ماننے پر تو مخلوقات کو پہلے مکلف کیا جائے اور دلیل اس کی ہزاروں سال کے بعد دی جائے۔ گویا یہ بھی کفارہ کا سا مسئلہ ہوا۔ کہ گناہ تو پہلے پیدا کیا گیا لیکن طریق نجات ہزاروں سال کے بعد بتلایا گیا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ انہ میں ہٗ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے۔ آپ سورہ زخرف کو شروع سے لیکر اخیر تک پڑھ جاویں۔ تو آپ کو خود سمجھ آجائے گی۔ سورہ مذکور اس آیت سے شروع ہوتی ہے حٰم۔ والکتاب المبین۔ انا جعلنٰہ قرانا عربیا لعلکم تعقلون۔ جعلنٰہ میں ہٗ کی ضمیر کتاب کی طرف پھرتی ہے پھر یہ آیت ہے۔ وانہ فی ام الکتب لدینا لعلی حکیم۔ انہ میں ہٗ کی ضمیر بھی کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پھر کچھ آگے یہ آیت ہے۔ وانہ لذکر لک ولقومک۔ اس جگہ بھی انہ میں ہٗ کی ضمیر کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ پس اسی طرح آیت زیر بحث یعنے وانہ لعلم للساعۃ میں ہٗ کی ضمیر کتاب کی طرف پھرتی ہے۔ نہ کہ حضرت عیسٰے کی طرف۔ پس اس آیت کے معنے یہ ہوا کہ اس کتاب یعنے قرآن شریف سے قیامت کا کامل اور پورا علم حاصل ہو سکتا ہے۔ اگرچہ پہلے کل انبیاء مختلف قوموں کو مختلف زبانوں میں قیامت کے متعلق حسب ضرورت زمانہ تعلیم دیتے رہے۔ مگر وہ کل متفرق تعلیمات قرآن شریف میں جمع کر دی گئی ہیں۔ اس لحاظ سے قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کے پڑھنے سے انسان کو کامل علم حاصل ہو سکتا ہے۔ متقدمین نے بھی ہٗ کی ضمیر کو قرآن شریف کی طرف پھیرا ہے چنانچہ صاحب تفسیر معالم التنزیل یہ لکھتے ہیں وانہ - وان القرآن ای یُعلمکم قیامہا ویخبرکم باحوالہا اور اگر خواہ مخواہ ہٗ کی ضمیر کو حضرت عیسٰے کی طرف پھیرا جائے۔ تو پھر یہ معنے ہونگے۔ کہ حضرت عیسٰے کے بعد بنی اسرائیل کی نبوت پر قیامت آجائے گی۔ یعنے آئندہ اس قوم سے کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اور نبوت دوسری شاخ خاندان کی طرف منتقل ہو جائے گی۔
منصفان - دوست آپ کوئی اور آیت مسیح کی حیات پر پڑھیں۔ کیونکہ آپ کے دلائل صاف نہیں ہیں اور سب پر معقول جرح ہو چکی ہے۔ آپ کوئی صاف آیت کیوں پیش نہیں کرتے۔
دوست - میں اس سے زیادہ ثبوت پیش نہیں کر سکتا۔ اب سید (خاکسار) وفات مسیح کے دلائل پیش کرے۔
میں - جب میرا دوست حیات کو ثابت نہیں کر سکا۔ تو پھر مجھے وفات کو ثابت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص کی حیات ثابت نہ ہو تو اسکے ساتھ ہی اس کا فوت ہو جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اور اگر کسی شخص کی وفات ثابت نہ ہو سکے تو اس کے ساتھ ہی اُسکا حیات ہونا ثابت ہو جاتا ہے
منصفان - ہم بالاتفاق کہتے ہیں۔ کہ ابھی تک حضرت مسیح کی حیاتی ثابت نہیں ہوئی۔ لیکن اطمینان اور مزید علم کے لئے ہم وفات مسیح کے چند دلائل سُننا چاہتے ہیں اور اس میں کوئی ہرج نہیں صرف تحقیق مطلوب ہے۔
میں - خدا کے فضل سے میں پچاس دلائل بیان کر سکتا ہوں۔ کیا آپ سب سنیں گے۔
منصفان - صرف پانچ دلائل بیان کریں وقت تنگ ہے۔
میں - لیکن میرے دوست کو جرح کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اپنے دعوے کو ثابت نہیں کیا۔
دوست - میں ضرور جرح کروں گا۔
منصفان - اچھا اگر ہم نے جرح کو مناسب سمجھا۔ تو اجازت دی جائے گی۔
میں - دلیل اول۔ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰے کے جواب کو جو وہ بروز قیامت دیگے اس طرح پر نقل کیا ہے۔ (جواب حضرت مسیح) اے خدا میں تو اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتا رہا اور جب تک میں ان کے درمیان تھا تو ان کی محافظت کرتا رہا۔ لیکن جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو میری قوم کا

تگراں حال تھا۔ مجھے اپنی وفات کے بعد کے حالات کا علم نہیں۔ اس جواب سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسٰے تثلیث کے عقیدہ کو اپنی وفات کے بعد ایجاد شدہ ظاہر کرینگے پس اگر اس وقت دنیا میں تثلیث پرستی موجود ہے۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ حضرت عیسٰے فوت ہو چکے ہیں۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسٰے نے غلط جواب دیا۔ کہ تثلیث پرستی میری وفات کے بعد پیدا ہوئی حالانکہ تثلیث پرستی اس کی زندگی میں پیدا ہو چکی تھی۔

دوست - مجھے جرح کی اجازت دیجائے۔

منصفان - اچھا اجازت ہے۔

دوست - توفیتنی کے معنے وفات نہیں بلکہ الگ کرنا یا جدا کرنا ہے۔ حضرت عیسٰے زمین ہی میں اصحاب کہف کی طرح کسی جگہ زندہ موجود ہیں - اور قریب قیامت کے باہر نکلیں گے۔ جیسا اصحاب کہف کی نسبت آیا ہے۔ ولبثوا فی کھفھم ثلاث مائۃ سنین وازدادو تسعا

میں - کسی لغت کی کتاب سے بتلادیں۔ کہ وفات کا معنی الگ کرنا ہے۔ خدا تعالےٰ نے کسی جگہ نہیں فرمایا۔ کہ حضرت عیسٰے اصحاب کہف کی طرح کسی غار میں پوشیدہ ہیں۔ یہ تو آپ کا قیاس ہے۔ اگر کوئی شخص حضرت عیسٰے کے بلا باپ پیدا ہونے سے انکار کرے۔ اور اسپر دلیل یہ دے کہ چونکہ فلاں پیغمبر باپدر پیدا ہوا تھا۔ اس لئے حضرت عیسٰے بھی باپدر تھا۔ تو کیا یہ معنے کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس ہر ایک خاص دعوے کے لئے خاص ثبوت کی ضرورت پڑتی ہے۔

علاوہ ازیں اصحاب کہف کی میعاد کے متعلق جو آیت آپ نے پیش کی ہے۔ وہ خدا تعالےٰ کا قول نہیں۔ بلکہ لوگوں کا قول ہے چنانچہ آیت پیش کردہ کے آگے اللہ تعالےٰ میعاد کے متعلق یوں فرماتا ہے۔ قل اللہ اعلم بما لبثوا - یعنے اے رسول تم لوگوں کو کہہ۔ کہ اللہ بہتر جانتا ہے - کہ وہ کتنی مدت غار میں رہے۔ جس طرح اصحاب کہف کی میعاد کے متعلق لوگوں میں اختلاف تھا۔ اسی طرح ان کی تعداد کے متعلق اختلاف تھا۔ جیسا کہ فرمایا۔ سیقولون ثلثۃ رابعھم کلبھم ویقولون خمسۃ سادسھم کلبھم ویقولون سبعۃ وثامنھم کلبھم۔ یعنے لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ وہ سات ہیں۔ اور آٹھواں اُن کا کتا ہے۔ ان سب کا یہ جواب دیا گیا۔ قل ربی اعلم بعدتھم ما یعلمھم الا قلیل - یعنی تو کہہ کہ میرا رب ان کی تعداد بہتر جانتا ہے اور یہ لوگ نہیں جانتے۔ مگر تھوڑے پس جس طرح اصحاب کہف کی تعداد کے متعلق فرمایا کہ ان کی صحیح تعداد خدا جانتا ہے اسی طرح ان کی میعاد رہائش کے متعلق فرمایا کہ قل اللہ اعلم بما لبثوا - پس آیت پیش کردہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ اصحاب کہف تین سو نو سال تک غار میں رہے تھے۔

اس تقریر پر میرے دوست نے ایک لمبی تقریر کی - جس پر منصفان میں سے ایک منصف نے یہ سوال کیا۔

محمد قلیج خان صاحب - میں آپ کی تقریر پر بالکل نہیں سمجھا کہ اس کا مطلب کیا ہے۔

دوست - میں پھر تقریر کرتا ہوں - آپ توجہ سے سنیں۔

محمد قلیج خان صاحب - میں اب بھی نہیں سمجھا آپ بلاشک الفاظ مُنہ سے نکالتے ہیں۔ مگر ان کے اندر کوئی مطلب نہیں۔

دوست - خان صاحب معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ خواہ نخواہ طرفداری کر رہے ہیں۔

محمد قلیج خان صاحب - میں تو سچ کہتا ہوں کہ میں بالکل نہیں سمجھا۔ اگر باقی منصفوں میں سے کوئی صاحب سمجھا ہے تو وہ بیان کرے۔

منصفان - سچ تو یہ ہے۔ کہ ہم بھی نہیں سمجھے اب وفات مسیح پر دوسری دلیل پیش کیجاوے

میں - دوسری دلیل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے خاتم النبیین قرار دیا ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پرانا ہو - یا نیا - ہرگز نہیں آسکتا ورنہ آیت خاتم النبیین کی تکذیب لازم آتی ہے ۔

میں - عجیب بات ہے کہ اگر میں زندہ مان لوں۔ تو آیت خاتم النبیین کی مخالفت لازم آتی ہے۔ لیکن اگر آپ زندہ مانیں - تو پھر کوئی مخالفت لازم نہیں آتی - بلکہ قصہ کہانیاں تو آپ پیش کریں اور جوابدہ مجھے ٹھہرایا جائے۔ میں نے تین اور آیات بھی پیش کی تھیں۔ مگر چونکہ اُن پر میرے دوست کو جرح کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ اس لئے انکو درج نہیں کرتا۔ اس پر بحث ختم ہوئی

اور لوگ نیک خیال لیکر رخصت ہوئے۔

بعد ازیں میں موضع حصاری ڈاکخانہ گڑھی حبیب اللہ گیا۔ اس گاؤں کے خوانین میں سے عبدالرحمٰن خان صاحب ایک نوجوان اور فہمیدہ انسان ہیں۔ اشاعت اسلام اور ہمارے سلسلہ سے بڑا اُنس رکھتے ہیں۔ محض مذہبی اور دینی باتوں کو سُننے کے لئے وہ مجھے زیادہ ٹھہرانے پر اصرار کرتے رہتے ہیں۔ ان میں ایک خاص خوبی میں نے یہ دیکھی ہے کہ میرے جانے پر وہ اپنے رشتہ داروں اور خاص دوستوں کو جو دوسرے مواضعات میں رہتے ہیں۔ ملوا لیتے ہیں۔ اور مذہبی تذاکرہ شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ اس دفعہ انہوں نے خانصاحب عطا محمد خان خان خیل سکنہ موضع کرنول کو اطلاع دی جو تشریف لائے۔ حضرت مرزا صاحب کے متعلق بہت گفتگو ہوئی۔ نووارد صاحب نے چند اعتراضات کئے۔ جنکا تسلی بخش جواب دیا گیا۔ آخرکار انہوں نے مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق سوال کیا کہ آیا ہم مرزا صاحب کو پیغمبر مانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیا باور نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں اس مسئلہ کو کھول کھول کر بیان کیا ہے آپ نے یہ لکھا ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کے بارہ میں ہمارا وہی عقیدہ اور مذہب ہے جو اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔ اور ہم آیت خاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی پر کامل ایمان رکھتے ہیں اور بعد آنحضرت صلعم مدعی نبوت و رسالت کو ملحد و بے دین اور مسیلمہ کذاب کا بھائی یقین کرتے ہیں اب نہ کوئی نیا پیغمبر آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ کیونکہ نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہیں رہی دین کامل اور مکمل ہو چکا ہے۔ ہاں بعض اولیاء اللہ بوجہ کامل اتباع سنت نبوی فنا فی الرسول ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں فیضان نبوت اور برکات رسالت کی چمک پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ لوہا آگ میں پڑ کر آگ تو نہیں ہو جاتا لیکن آگ کے بعض صفات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے اسی طرح بعض کاملین اُمت نبوت کے رنگ میں رنگین ہوتے ہیں مگر وہ نبی نہیں بن جاتے ان کو ظل نبوت حاصل ہو جاتا ہے مرزا صاحب نے بھی یہی کہا ہے اس سے بڑھ کر آپ کچھ بھی ان کی کتابوں سے نہ دکھلا سکینگے۔ بعض لوگوں نے تو تعصب کی وجہ سے اور بعض نے بیجا محبت کی وجہ سے اس مسئلہ کو مشتبہ کرنا چاہا ہے۔ لیکن حق ہمیشہ غالب رہتا ہے اور وہ

اپنے ساتھ دلائل کی کثرت رکھتا ہے۔ نوازد صاحب نے فرمایا کہ میرا ایک عزیز احمدی ہے وہ تو کہتا ہے کہ میرزا صاحب پیغمبر ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ احمدیت میں نابالغی کی عمر رکھتا ہے اور اس کو پوری واقفیت نہیں۔ اگر کوئی مخالف یا موافق یہ کہے کہ مرزا صاحب نبی یا پیغمبر ہیں تو آپ ضرور اس سے مطالبہ کریں کہ یہ دعویٰ مرزا صاحب کی کتابوں سے نکال کر دکھلاؤ اور آپ عبارت کے ایک ٹکڑہ کو ہرگز قبول نہ کریں بلکہ اصل کتاب میں اس عبارت کو دیکھیں اور آگے پیچھے سب عبارت کو پڑھ جاویں۔ خلاصہ یہ کہ نوزاد صاحب نے فرمایا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب کی مجددیت اور مسیحیت میں کچھ شک و شبہ نہیں رہا عبدالرحمن خاں صاحب نے نوزاد صاحب کو فرمایا کہ اگر آپ کو کچھ شک ہو تو پیش کریں انہوں نے فرمایا کہ مجھے تو کوئی شک نہیں رہا اطمینان ہو گیا ہے۔ نوزاد صاحب نے اصرار کیا کہ میرے ساتھ گاؤں چلو مگر مجھے وقت نہ تھا اس کے بعد حسب اطلاع عبدالرحمن خاں صاحب

موصوف ایک معزز مہمان تشریف لائے انہوں نے بھی مسئلہ نبوت پر گفتگو شروع کر دی میں نے حسب معمول حضرت صاحب کی کتابوں کا حوالہ دیا۔ آپ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں مجددین کے سلسلہ کو مان سکتا ہوں کیونکہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔ خلافت اور امامت کو مان سکتا ہوں کیونکہ ان کے پیدا ہونے پر قرآن و حدیث گواہ ہیں مسیح موعود کو مان سکتا ہوں کیونکہ اس کی آمد کا بھی وعدہ دیا گیا ہے لیکن میں کسی نبی کو نہیں مان سکتا۔ کیونکہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلعم کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری ہو جائیگا بلکہ قرآن و حدیث اس کے خلاف ہیں سوائے اس مسئلہ کے میرا سب باتوں میں تم سے اتفاق ہے۔ اس معزز مہمان نے بڑے زور سے کہا کہ تم ماہ ماگھ اور ساون میں ہمارے علاقہ کا دورہ کرو۔ کیونکہ ان مہینوں میں زمینداروں کے پاس روپیہ موجود ہوتا ہے۔ میں خود بھی امداد کروں گا اور دوسرے لوگوں کو بھی تحریک کروں گا۔ خان صاحب موصوف کی جگہ پر ایک اور صاحب اتفاقیہ تشریف لے آئے جو علاقہ سرحد انگریزی کے باشندہ نہ تھے۔ ان کے ساتھ بھی دو روز تک گفتگو ہوتی رہی دلائل کے سننے کے بعد حضور نے فرمایا کہ افسوس صد افسوس کبھی امام الوقت کی بیعت اور قدمبوسی کا موقعہ نہ ملا اس پر ہمارے ایک احمدی دوست نے کہا کہ اب بیعت کر لیں آپ نے پوچھا کہ اب کس کی بیعت کروں احمدی دوست نے کہا کہ جناب میرزا صاحب کے صاحبزادہ موجود ہیں ان کی بیعت کر لو۔ مہمان موصوف نے پوچھا کہ کیا مرزا صاحب کے صاحبزادے بھی مجدد اور امام وقت ہیں۔ احمدی دوست نے کہا کہ نہیں اس پر مہمان نے کہا کہ اس قسم کے پیر تو میں پہلے سے رکھتا ہوں آپ بیعت کے لئے اس کو نصیحت کریں جو پہلے سے بے پیر ہیں میں تو مامور خدا اور خلیفہ وقت کی بیعت کا قائل ہوں۔ اس کے بعد مہمان موصوف نے فرمایا کہ مسئلہ جہاد کی نسبت آپ لوگوں کی کیا رائے ہے۔ اور جہاد کی اصلیت کیا ہے۔

جہاد کی اصلیت

میں نے عرض کیا کہ دنیا میں جہاد ہی ایک ایسا بابرکت فعل ہے کہ جس پر تمام اقوام عالم اور تمام مذاہب کی سرسبزی موقوف ہے گویا انسانی بقا کے لئے یہ آب حیات ہے مگر بدقسمتی سے بعض لوگوں نے بوجہ تعصب اور بعض لوگوں نے بوجہ کم فہمی اس زرین مسئلہ کو خطرناک شکل میں پیش کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاد کا لفظ جہد سے نکلا ہے اور عربی زبان میں مشقت کرنے اور کوشش کرنے کو جہد کہتے ہیں پس جو قوم دنیا میں مشقت کو اپنا شغل بناتی ہے وہ رفتہ رفتہ کامیاب ہوتی جاتی ہے۔ اور جو قوم سہل انگاری کو اپنا شیوہ بناتی ہے اور محنت اور مشقت سے اپنا جی چراتی ہے اس کا قدم آہستہ آہستہ پستی کی طرف اٹھتا چلا جاتا ہے۔ اور آخر کار وہ ایک مردہ قوم ہو جاتی ہے۔ جب تک مسلمان اس فرض عظمیٰ کے بجا لانے میں سرگرمی دکھلاتے رہے اس وقت تک یہ قوم اپنے ہم چشموں کے سامنے ایسی ذلیل، اور سرنگوں نہ تھی جیسی کہ آج کل آپ دیکھتے ہیں۔ باقی رہا یہ خیال کہ کسی غیر مسلم کو اس لئے قتل کرنا یا اس کو اذیت پہنچانا کہ وہ مسلمان کیوں نہیں سو یہ ایک خون ناحق اور گناہ عظیم ہے۔ جو سراسر خلاف تعلیم قرآن شریف اور عملدرآمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں نے بھی تلوار اٹھائی اور لوگوں کو سزائیں دیں۔ لیکن یہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ لوگوں کو مسلمان بنائیں بلکہ اس لئے کیا گیا تھا کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کو بلاوجہ نہ صرف اپنے وطنوں سے نکالا نہ صرف ان کو اپنی املاکوں اور جائدادوں سے بیدخل کیا بلکہ مسلمان بچوں اور عورتوں اور ضعیف مردوں کو بھی تہ تیغ کر دیا تھا ان کو سزا دی جائے۔ اور ایسے ظالموں اور دنیا میں بدامنی پھیلانے والوں کا استیصال کیا جائے پس ایک خونی اور ڈاکو کو سزا دینا عین انصاف ہے۔ اور سزا نہ دینا عین ظلم ہے۔ دنیا میں کونسی قوم اور کونسا قانون ہے جو ایسے خونیوں۔ ڈاکوؤں۔ اور مفسدہ پردازوں کو سزا دینے میں دریغ کرتی ہے۔ یہ عجیب انصاف ہے کہ اگر ایک فعل کو دوسری اقوام کریں تو اس کو خوبصورت شکل میں پیش کیا جائے لیکن اگر اسی فعل کو مسلمان کریں تو اس کو بدنما صورت میں پیش کیا جائے میں تو دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کی جنگوں میں اور دوسری قوموں کی جنگوں میں یہ بڑا بھاری فرق ہے کہ اور قوموں نے تو دنیا کی خاطر یا عورتوں کی خاطر یا بڑائی حاصل کرنے کے لالچ سے دنیا کو زیر و زبر کیا لیکن برخلاف اس کے اسلام نے تمام مذاہب کی حفاظت کے لئے اور ان کے عبادت خانوں کی حرمت کے لئے اور دنیا میں آزادی اور امن قائم کرنے کے لئے تلوار اٹھائی۔ الغرض تلوار تو سب نے اٹھائی لیکن مختلف اغراض اور نیات کے ماتحت۔

یہ امر کہ اسلامی جنگیں کسی دنیوی لالچ یا مفاد پر مبنی نہ تھیں بلکہ تمام مذاہب اور اہل مذاہب کی نگہداشت اور ان کے مقدس مقامات کی حفاظت پر مبنی تھیں میرے اپنے دماغ سے نہیں نکالا ہوا بلکہ خود قرآن کریم نے اس امر کو بڑے زور سے پیش کیا ہے جو ابھی میں پیش کرنے والا ہوں لیکن اس کے پیش کرنے سے پہلے میں دوسرے اہل مذاہب کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ آیا وہ بھی اپنی اپنی الہامی کتابوں سے یہ تعلیم نکال کر بتلا سکتے ہیں کہ تم دنیوی فوائد اور اغراض کے لئے ہرگز جنگ نہ کرنا بلکہ اپنی جانوں کو دیگر کل مذاہب اور اہل مذاہب کی ہمدردی اور غمخواری میں لڑا دینا اور اپنے تمام دنیوی مفادات کو دوسرے مذاہب کے متبرک مقامات کی عزت و احترام کو قائم رکھنے کے لئے ترک کر دینا اور اپنے فوائد پر دوسروں کے فوائد کو مقدم رکھنا پس اگر کوئی الہامی کتاب اس مضمون کی تعلیم اپنے اندر سے پیش نہ کر سکے بلکہ برعکس اس کے پیش کرے تو پھر اسلام کی تعلیم اور دوسرے مذاہب کی تعلیم میں جو فرق ہو سکتا ہے وہ تم خود قائم کر لو۔ اب میں چند آیات قرآنی کو بطور نمونہ پیش کرتا ہوں۔ جنگ کے متعلق جو سب سے اول آیت اتری وہ یہ ہے۔

اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا ۔ ان اللہ علی نصرھم لقدیر ۔ الذین

اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا سورہ حج رکوع ۵- یعنی ان مسلمانوں کو جن سے لوگ لڑتے ہیں لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے اس لئے کہ ان پر ظلم ہوا ہے اور اللہ ان کی امداد پر قادر ہے - یہ وہ مسلمان ہیں جو صرف اتنا کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھ سے نہ ہٹاتا رہتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ گرا دئے جاتے درسگاہ اور عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جنمیں کثرت سے خدا کا نام یاد کیا جاتا ہے اب اس آیت نے خود بتلا دیا کہ مسلمانوں نے کن وجوہات سے اور کن اغراض کے لئے جنگ اختیار کی اگرچہ مسلمانوں پر دوسرے لوگوں کی طرف سے سخت ظلم ہوا ان کے آدمیوں کو قتل کیا گیا اور ان کو اپنے وطنوں اور گھروں سے بلاوجہ اور ناحق نکالا گیا ان کا کوئی گناہ بجز اس کے نہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب ایک خدا ہے - لیکن اگر خدا بعض اقوام کی شرارتوں کو بعض اقوام کے ذریعہ سے دور نہ کرتا تو تمام درسگاہیں اور گرجے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں مسمار کر دی جاتیں مگر چونکہ خدا یہ چاہتا ہے کہ تمام مذاہب کے مقدس مقامات شریروں کے ہاتھ سے بچے رہیں اس لئے خدا کا یہ قانون ہے کہ اگر کوئی شریر قوم ان مقامات متبرکہ کے برخلاف ہتھیار اٹھائے اور ان کی بے حرمتی کا قصد کرے تو ایک دوسری قوم کو کھڑا کر دیتا ہے تاکہ وہ ایسی بدچال قوم کا اس حد تک مقابلہ کرے کہ کل مذہبی مقامات بربادی سے بچ جاویں اور ہر ایک اہل مذہب آزادی اور اطمینان سے اپنے اپنے عبادت خانوں میں اپنے مذہب کی روشنی میں پرستش کرے اس آیت میں دوسرے مذاہب کے مقدس مقامات کی حفاظت کا ذکر پہلے کیا ہے اور مسلمانوں کی مسجدوں کی حفاظت کا ذکر سب سے اخیر پر کیا ہے اس میں تعلیم یہ دی کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی مسجدوں سے پہلے دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں کی حفاظت کریں پس ایسی کتاب کی طرف یہ منسوب کرنا کہ اس نے دیگر اہل مذاہب کو قتل کرنے کی تعلیم دی ہے سراسر ناواقفیت یا عناد سے ایک اور موقعہ پر یوں فرمایا والفتنۃ اشد من القتل یعنی فساد اور بدامنی کو دور کرنے کے لئے اگر جان بھی چلی جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ باقی اہل زمین تو امن میں ہو جاوینگے - اگر ایک جہاز میں بہت مسافر سفر کر رہے ہوں اور وہ غرق ہونے لگے تو اگر ایک سو مسافروں کو غرق کر دینے سے باقی چار سو کی جان بچ سکتی ہے تو کپتان جہاز کا یہ فعل بالکل واجب ہوگا - ایک اور موقعہ پر فرمایا وقاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ فان انتھوا فان اللہ بما یعملون بصیر سورہ انفال رکوع نمبر ۵ یعنی فتنہ و فساد کے برپا کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک جنگ کو برابر جاری رکھو جب تک کہ ان کا فتنہ اور فساد دور نہ ہو جاوے اور امن کی علامت یہ ہے کہ ویکون الدین کلہ للہ یعنی کل دین اپنے اپنے رنگ میں خدا کی عبادت کرنے لگ جائیں اور جب اس بدامنی کا خاتمہ ہو جاوے تو پھر جنگ کا بھی خاتمہ کر دینا چاہیے کیونکہ جنگ کی علت غائی صرف فساد کو دور کرنا تھا ایک اور موقعہ پر یوں فرمایا - ھوالذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ سورہ فتح رکوع نمبر ۳ - یعنی اللہ تو وہ ہے جس نے اپنے رسول کو کامل ہدایت اور کامل سچائی کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ وہ اپنی کامل ہدایت اور کامل سچائی کے لحاظ سے دوسرے کل مذاہب پر غالب آجاوے اس سے پہلی آیت میں ویکون الدین کلہ للہ فرمایا اس آیت میں لیظھرہ علی الدین کلہ فرمایا گویا کہ دونوں آیتوں میں کل کا لفظ استعمال کیا اگر دنیا میں تلخ چیز موجود نہ ہو تو شیرینی کی تمیز نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر دوسرے مذاہب موجود نہ ہوں تو یہ تمیز نہیں ہو سکتی کہ کس مذہب کی تعلیم اعلیٰ ہے - اور کس مذہب کی تعلیم ناقص ہے - ایک اور موقعہ پر یوں فرمایا وان احد من المشرکین استجارک فاجرہ حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغہ مامنہ سورہ توبہ رکوع نمبر ۲ - یعنی اگر کوئی بت پرست بھی تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو اس وقت تک اپنی پناہ میں رکھو جب تک کہ وہ خدا کی کلام کو سنتا رہے - لیکن اگر وہ سننا نہ چاہے تو اس کو اس کے امن کی جگہ پر پہنچا دو میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ قرآن شریف نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ کسی منکر خدا کو بھی زبان سے اذیت مت دو چہ جائیکہ قتل کرنا جیسا کہ فرمایا ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم

ایک جگہ بعد اس معزز مہمان نے یہ پوچھا کہ اس کا مطلب کیا ہے کہ الاسلام تحت ظلال السیوف میں نے عرض کیا کہ یہ قرآن کی آیت نہیں ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام تو یہی ہے کہ تلوار کے نیچے بھی ہو یعنی ایک شخص تلوار پکڑ کر یہ کہے کہ اسلام سے انکار کرو ورنہ تمھاری گردن پر تلوار کھینچتا ہوں تو تلوار کی دھار کے نیچے بھی ثابت قدمی دکھلائے -

تقریر کے خاتمہ پر اس معزز مہمان نے فرمایا کہ یہ سب آیات لکھ کر مجھے دیدو تاکہ میں اپنے علاقہ میں جا کر بعض لوگوں کو بتلاؤں کہ قرآن شریف کی تو یہ تعلیم ہے اور تمھارے خیالات کچھ اور ہیں چنانچہ میں نے ان کو بتلا دیں - اس مہمان نے بھی بہت کچھ کہا کہ میرے ساتھ چلو میں اپنے علاقہ میں مالی امداد کی کوشش کرونگا - خان صاحب عبدالرحمن خان صاحب نے مبلغ تین روپیہ بطور چندہ دیا -

اس کے بعد موضع تہلمہ گیا اس گاؤں کے مالک سادات ہیں رات کے وقت بہت سادات جمع ہوئے - انھوں نے مہدی کے متعلق بیان کیا - میں نے ان کو بتلایا کہ مہدی کے متعلق حقیقت یہ ہے کہ ہر کامل اپنے وقت کا مہدی یعنی ہدایت کرنے والا ہوتا ہے ان کو مفصل جواب دیا گیا سب نے میری گفتگو پر اتفاق کیا - ان سادات کی جگہ پر ایک قلندر درویش فروکش تھا ایک سید صاحب نے اس قلندر سے پوچھا کہ سائیں آپ تو مرزائیوں کی مخالفت کرتے ہو مگر اب کیوں چپ ہو سائیں صاحب نے جواب دیا کہ مرزائی دو قسم کے ہیں ایک میکائیل مرزائی - اور دوسرے عزرائیل مرزائی - پس میکائیل مرزائیوں کی مخالفت کرنے کا مجھے حکم نہیں ہے - فالحمد علی ذالک

موضع اترمیہ میں سردار محمد اکرم خان صاحب رئیس اور مولوی عبدالصمد صاحب مدرس بڑے سمجھدار انسان ہیں ہردو صاحبان نے مبلغ دو روپیہ چندہ ادا کیا اور سردار صاحب موصوف نے مستقل چندہ دینے کا وعدہ کیا موضع داتہ - اس گاؤں میں جناب میر محمد اکبر شاہ صاحب ایک علم دوست اور صاحب تمیز شخص ہیں - وہ ہمارے سلسلہ سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں انھوں نے مبلغ ایک روپیہ چندہ دیا اور وعدہ فرمایا کہ ایک روپیہ ماہواری مستقل طور سے چندہ دیا جاویگا اسی طرح جناب میر معظم شاہ صاحب نے ۸ر دیئے اور ۸ر ماہواری چندہ کا وعدہ کیا - داتہ سے حسب ذیل صاحبان نے بھی چندہ

بعض کلمات حاشیہ پر

دیا۔ ملا دین محمد صاحب ۸/ مستار علی صاحب ۶/
سید احمد صاحب اخونزادہ ۸/ مولوی فیض اللہ صاحب عہ/
مولوی عبد الغنی صاحب عہ/ ایک خاتون دادة عہ/
(خاکسار مدثر شاہ از پشاور)

النبوت فی الاسلام کا اثر

ایک صاحب حیدر آباد دکن سے تحریر فرماتے ہیں:-
"بخدمت امیر لسانت حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ۔ السلام علیکم عرض خدمت میں یہ ہے کہ کتاب النبوت فی الاسلام احمدی و غیر احمدی احباب میں یکساں مقبولیت حاصل کر رہی ہے یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور نے جس خلوص نیت و اشاعت احمدیت و رفع غلط فہمی احمدی و غیر احمدی کے لئے لکھی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکا مددگار رہا ہے۔ بعض احباب غیر احمدی و ترجمہ کرو دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کو کوئی کتاب سفت سلسلہ کی دیجاتی تھی تو اس کے لینے میں پس و پیش کرتے تھے چہ جائیکہ قیمت دیکر کتاب خرید کر دیکھیں یہ حضور کے ایثار اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے فیض صحبت کا اثر ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میرے عزیز کی خواہش ہے کہ ۵۰ نسخہ کتاب النبوت فی الاسلام کے احمدیان و غیر احمدیان میں مفت تقسیم کرنے کے لئے پتہ ذیل پر روانہ فرمائی جاوے۔ . . . . . .

. . . .
بیز ان کے لئے دعا فرمائیں باقی خیریت ہے۔

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شایع ہوتا ہے خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ کچھ زیادتی کے اس میں ہوتا ہے اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ اسلام کی صداقت۔ تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اسلام کے برکات۔ مبلغین اسلام کے مناسب ہدایات۔ نومسلموں کے لکھے ہوئے مضامین۔ غرضیکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہوکر شایع ہوتا ہے قیمت سالانہ دو روپیہ۔ خواہشمند شیخ رحمت اللہ انگلش ویر ہوس لاہور کے پتہ پر آنی چاہئیں ✦

النبوۃ فی الاسلام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہئے تمام جماعتہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبایعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں۔ اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت و رسالت کی غرض و غایت۔ نبوت و رسالت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت۔ محدثیت و مجددیت و مبشرات۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت۔ خصوصیت مسیح موعود۔ حقیقۃ النبوت کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعود اور حضرت مسیح موعود کی تبدیلی عقیدہ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے۔ احادیث سے۔ اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعود سے مبرہن اور دلچسپ اور معقول بحث کیگئی ہے۔ جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈالکر ختم نبوت کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر بلکہ موجودہ اختلافات سلسلہ کے لئے بھی فیصلہ کن اور حضرت مسیح موعود کی اصل حقیقت کو دنیا پر واضح کرنیوالی ہے اور اس لئے تبلیغ اسلام و تبلیغ احمدیت کے لئے بہترین و کارآمد چیز ہے۔ آخری دو سو صفحات میں حضرت مسیح موعود کی کل کتب سے تمام حوالجات متعلقہ مسئلہ نبوت ایک ضمیمہ کی صورت میں جمع کر دیئے گئے ہیں۔ قیمت فی جلد عہ۔ مجلد عہ۔ مبایعین میاں صاحب کے لئے ۱۲/ - احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے ! ✦

نکات القرآن قرآن کریم کا سیکھنا اور اسکے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے۔ قوموں کی ترقی اور افراد کی بہبودی کے جو گر قرآن مجید نے بتائے ہیں۔ نہ اب تک اس سے بہتر کوئی بتا سکا اور نہ بتائیگا ایک قوم نے قرآن کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرکے وہ کمال پیدا کیا کہ سخت سے سخت دشمن کو بھی اُن کی خوبیوں کا اعتراف کرنے کے بغیر چارہ نہیں۔ ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شایع ہو رہی ہے اب تک دو حصے شایع ہو چکے ہیں ہر ایک حصہ ایک سو صفحہ پر ختم ہوتا ہے۔ پہلے حصہ میں پہلے پارہ کی تفسیر اور دوسرے حصہ میں دوسرے پارہ اور نصف تیسرے پارہ کی تفسیر ہے۔ اسی طرح انشاءاللہ سو سو صفحہ کا ایک حصہ سارے قرآن شریف کی تفسیر [illegible] کاغذ عمدہ اور چھپائی نہایت [illegible] ہے۔ اور قیمت فی حصہ صرف ۸/ ہے۔ [illegible]

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں؟

۱- براہین نیرہ حصہ اول ۱۰/
۲- اسوہ حسنہ ۴/
۳- ام الالسنہ ۱۲/

یہ ہر سہ کتابیں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں۔ جو تین خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔
کتابوں میں کتاب قرآن۔ نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی ہیں۔ یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔
(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے۔ جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں۔ اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے۔
(۲) اسوہ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔
(۳) ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو۔ انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ✦

مینجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا۔ لاہور ✦

عسل مصفی یہ وہ کتاب ہے جسکے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جسکو حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح بیحد پسند فرماتے تھے یہ وہ کتاب ہے جسکے ذریعہ سے ایک معمولی اردو خوان نے ایک بہت بڑے عالم کا قافیہ تنگ کر دیا یہ وہ کتاب ہے جسنے مخالف علماء کی کمریں توڑ دیں یہ کتاب کیا ہے سلسلہ احمدیہ کا ایک بیش بہا میگزین ہے جو ہر احمدی کے ہاتھ میں خواہ وہ عالم یا غیر عالم ہو اسکا ہونا ایسا ہی ضروری ہے غیر احمدی کیلئے بھی اگر وہ حق کا متلاشی ہے اس سے بڑھکر کوئی ذریعہ نہیں ہے جو شخص سلسلہ احمدیہ سے کامل آگاہی اور واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اسکا مطالعہ کرے اس سے بہتر اسکی تسلی کیلئے اور کوئی کتاب ہرگز نہیں ہو سکتی قیمت حصہ اول غیر مجلد ۱۲/ مجلد [illegible] حصہ دوم غیر مجلد ۱۲/ مجلد [illegible]
[illegible] احمدیہ بلڈنگس لاہور [illegible] یا مصنف کتاب

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام او
بادۂ عرفان ما از جام او
آن رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمان جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۷ے
ششماہی ۴ے
سہ ماہی ۲ے
ماہوار ۹ر طلبا ر للعہ سالانہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مورخہ ۲۷ بیاض لاہور پنجشنبہ ۲۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۱

مسلم لیڈیز کانفرنس
میں مذہب کی طرف گہرا رجحان

الحمد للہ کہ آجکل مسلمان خواتین کو بھی اپنی ترقی کا خیال دامنگیر ہے اور وہ بھی مختلف سوسائیٹیوں کے ذریعہ سے اس بارہ میں غور و خوض کرتی رہتی ہیں - ان کا یہ کام اور بھی مسرت انداز اور خوش گوار ہو جاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجودہ زمانہ کے بعض خیالات کی پیروی میں مذہب کو چھوڑ کر اور مذہبی اصولوں کو ترک کر کے اس مغربی منشہ ترقی کی جویاں نہیں جو مغربی عورتوں کے نمونہ سے ہویدا ہے بلکہ وہ مذہب کے اندر رکر اور مذہبی اصولوں کے ماتحت وہ فوائد حاصل کرنا چاہتی ہیں جو ان کا حق ہے اور جو ایک مسلمان خاتون کے شایان شان ہو سکتے ہیں اس بارہ میں ذیل کی ایک تقریر جو جناب نواب بیگم صاحبہ محمد اسحاق خاں صاحب نے آل انڈیا لیڈیز کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ میرٹھ میں کی ہے امید ہے کہ خاص دلچسپی سے پڑھی جاویگی۔ جلسہ میں آنیوالی خواتین کا خیر مقدم کرتے ہوئے بیگم صاحبہ موصوفہ نے مسئلہ تعلیم نسواں اور پردہ وغیرہ کے متعلق ذیل کے مذہبی خیالات کا اظہار فرمایا۔

"تعلیم نسواں"

شکر ہے اب مردوں کو بہ نسبت پہلے کے تعلیم نسواں کا خیال زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ بغیر موجودہ تعلیم نسواں کے قومی ترقی کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہماری پستی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اب تک ہماری قوم کا نصف حصہ یعنی طبقہ نسواں نسبتاً بیکار رہا ہے اور اس بیکاری نے ہم کو وہ فرض بھلا دیا اور وہ صفت ہم سے چھین لی جو ہر ایک قوم کی ترقی کی پہلی سیڑھی سمجھی جاتی ہے۔ یعنی تربیت اولاد۔ انسان کی طبیعت پر بڑا بھاری اثر ابتدائی تعلیم و تربیت کا ہوتا ہے۔ جب تک ابتدائی تربیت ٹھیک نہ ہو تعلیم کا اصلاح کرنا ایسا ہی ہے جیسے ایک خوبصورت عمارت کا بنانا جس کی بنیاد کمزور ہو۔

مذہبی و اخلاقی تعلیم

تربیت اولاد اور اس کی قابلیت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے فرائض کو سمجھیں جن پر کہ اولاد کی حقیقی ترقی اور نشوونما منحصر ہے۔ یعنی یہ کہ ہم پہلے ان کو مذہبی و اخلاقی تعلیم دیں۔ ان کو ہر ایک خراب بات سے بچائیں اور ان کے دلوں میں قومی جذبات اور حب وطن پیدا کریں تاکہ وہ بڑے ہو کر قوم کے لئے کار آمد ثابت ہوں اور فرائض کو سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ہم مستورات میں تعلیم عام طور پر لازمی زیور مان لیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس کو بھی کامل طور سے سمجھ لیا جائے کہ ہم کو کیسی تعلیم کی ضرورت ہے۔ آیا تعلیم سے مراد وہ تعلیم ہے جو ان خواتین انگلستان کی ہے جو سفرجیٹ کے نام سے مشہور ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج وہ پردوں کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتیں اور اپنے حقوق و آزادی کے لئے انہوں نے اس قدر جد و جہد کی ہے کہ ملک کو پریشان کر دیا۔ تو یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتی کہ ایسی تعلیم خواہ ان کے خیال میں اعلیٰ ہو مگر ہماری قوم کے لئے ایسی تعلیم بجائے مفید ہونے کے اور مضر ہے۔ اور ہمیں خوشحال و ترقی یافتہ بنانے کے برخلاف تباہ و برباد کرنے والی ہے۔ ہمارے واسطے دینی تعلیم موزوں و کار آمد ہے جو مذہب اور ہمارے مقدس شارع کی روش سے علیحدہ نہ ہو۔

پردہ کا مسئلہ

اب دوسرا اہم مسئلہ پردہ کا ہے۔ میرے خیال میں جس قدر پردہ اور جتنی آزادی اب ہم کو حاصل ہے وہ بہت ٹھیک ہے۔ پردہ ہر حالت میں ہمارے لئے ضروری ہے اور اس کا قطعاً توڑ دینا کسی صورت میں ہمارے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ زمانہ حال میں ایک بڑی پارٹی پردے کے خلاف ہے اور یہ کہتی ہے کہ پردہ قومی ترقی کا سد راہ ہے یہ سچ ہے کہ ایسا اگر پردہ جو ہم کو بالکل قیدی بنا دے اور گھر کی چار دیواری میں دنیا و مافیہا سے غافل کر دے۔ ہمارے صفر اور ترقی کا ضرور مانع ہے

مطبعہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۸- جنوری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸۱

اسلامی نماز کا فلسفہ

(از قدوائی)

بہت سے لوگوں کو جو اسلامی نماز سے نا آشنا ہیں اُس کی مختلف ہیئتیں اور مختلف اوقات عجیب معلوم ہوتے ہیں اور بہتوں کے نزدیک شاید یہ بے معنے ہوں مگر وہ سب اپنے اندر ایک سچا فلسفہ رکھتی ہیں۔

اسلام فطرت انسانی کا مذہب ہے اور اس لئے فطرت انسانی کا صحیح نقشہ اس کے ہر ایک حکم میں نظر آتا ہے کیونکہ اسلام کا خدا جو خالق فطرت ہے اس نے فطرت انسانی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے یہ مذہب دیا ہے اور جو کچھ فطرت کے لئے ضروری تھا وہ سب اس کے اندر مہیا کر دیا ہے۔ اسلام کا پہلا اصول یہ ہے کہ یہ جسم اور روح دونوں کا فکر کرتا ہے۔ اسلام کی اس دعا پر غور کرو جس میں یہ سکھایا ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما۔ ابتدا کی بھلائی سے دعا شروع کی اور انجام کی بھلائی پر ختم کی۔ اور اس طرح پر کسی بھلائی کو باقی نہیں چھوڑا۔ یہی دعا ایک سچے مسلم کی زندگی کا صحیح نقشہ ہے اور یہی اصول سب اسلامی دعاؤں کے نیچے ہے۔ نماز یا دعا کی غرض کیا ہے وہ بھی خود ہی قرآن کریم نے بتا دیا ہے واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر۔ نماز کو قائم کرو کیونکہ نماز ہر ایک قسم کی بے حیائی اور ہر ایک قسم کے ناپسند امر سے روکتی ہے۔ اور اللہ کا ذکر یقیناً بہت بڑا (فرض) ہے۔

اس غرض کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ وہی نماز کا طریقہ ہے جو خود اسلام نے سکھایا ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح آج ہم نماز پڑھتے ہیں ان تیرہ سو سال نے نہ ایک بال برابر فرق نہ اس طرز عبادت میں اور نہ اس کے معنے میں کیا ہے وہی جسم ہے اور وہی روح ہے ساری دنیا پر ہر روز مقررہ وقت پر سارے مسلمان ایک ہی آواز میں ایک ہی جیسے الفاظ میں ایک ہی جیسی ہیئت میں ایک ہی قسم کی حرکات کے ساتھ خلوص دل سے ایک ہی رحمن رحیم رب العالمین کے حضور اپنی عاجزانہ التجاؤں کو پیش کرتے ہیں۔ طول بلد اور عرض بلد کا فرق آب و ہوا کا فرق رنگ و قومیت کا فرق مخلوق کے ایک ہی خالق کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ سفید رنگ کے لوگ اور سیاہ رنگ کے لوگ افریقی ایشیائی یورپین سارے کے سارے مسلمان اپنی مسجدوں میں ایک ہی زبان بولتے ہیں اور اپنے رب اور اپنے خالق کے حضور ایک ہی قسم کی خواہشات اور ایک ہی قسم کی التجاؤں کو لے کر جاتے ہیں۔

اسلامی نماز کا ظاہری لباس تین مختلف عنوانوں کے نیچے آتا ہے۔ اول اوقات نماز دوم نماز کی طیاری سوم نماز کی مختلف ہیئت اور حرکات۔ پہلے ہم اس بات پر غور کریں گے کہ نماز کے اوقات کے تعین میں کیا حکمت ہے۔ ہر ایک شخص اللہ تعالیٰ کے حضور جب چاہے جس جگہ چاہے اور جس زبان میں چاہے اپنی التجا لے جا سکتا ہے۔ مگر اسلامی نماز میں پانچ اوقات خاص طور پر مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ اول فجر یا سورج نکلنے سے پہلے دوم ظہر یا دوپہر کے بعد سوم عصر یا تیسرے پہر چوتھے مغرب یا سورج ڈوبنے پر پانچویں عشا یا سونے سے پہلے۔

دنیا کے اکثر ممالک میں لوگ پانچ وقت جسم کی پرورش کے لئے غذا کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور اس لئے قریباً تمام مہذب اقوام نے کھانے یا ناشتہ کے پانچ اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو نہ صرف زبانی وعظ کرتا ہے بلکہ جو کچھ یہ کہتا ہے اس پر عمل کرنے کا طریق بھی بتاتا ہے۔ یہودی اور عیسائی مذہب دونوں نے یہ مسئلہ سکھایا کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ ہر اُس لفظ سے جو خداوند کے منہ سے نکلتا ہے اُنھوں نے یہ وعظ تو کیا اور خوب کیا مگر اُن کا وعظ بے سود رہا کیونکہ اُنھوں نے عملی طور پر کوئی طریق نہ بتایا کہ کس طرح لوگ خدا کی کلام سے جیا کریں اور صرف روٹی کو ہی اپنی زندگی کا سارا سامان نہ سمجھ لیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ جہاں ان لوگوں کو یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ نظام جسمانی کو قائم رکھنے کے لئے پانچ دفعہ ہر روز کافی خوراک معدہ کے اندر پہنچائیں روحانی زندگی کے لئے ہفتہ میں صرف ایک بار ان کو گرجاؤں یا معبدوں میں جانے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ لیکن اسلام نے نماز کے لئے ہر روز خاص اوقات مقرر کر دیئے ہیں تاکہ لوگ اس بات کو سمجھ سکیں کہ جس طرح جسم کا فکر ضروری ہے اور اگر جسم اس بات کا محتاج ہے کہ ہر روز مقررہ اوقات پر اس کی خبر گیری کا انتظام کیا جائے تو روح بھی محتاج ہے پس ہر مسلمان ان اوقات میں پانچ مرتبہ خدا کی کلام سے زندگی حاصل کرتا ہے۔ جسم کی فکر تو خود انسان نے اپنے لئے کی مگر اس کی روح کا فکر اس کے خالق نے کیا اور اسے بتایا کہ جس طرح جسم کے قیام کے لئے پانچ مرتبہ خوراک کا پہنچانا ضروری ہے۔ روح کی پرورش کے لئے بھی پانچ مرتبہ اس غذا کا پہنچانا ضروری ہے۔ جو خدا کی کلام سے ملتی ہے۔ مگر ان اوقات میں اور اس قاعدہ مقرر کردہ میں بھی ایک حکمت ہے۔ اور جیسا کہ اسلام کے کل قوانین فطرت انسانی کے تقاضا کو پورا کرنے والے ہیں ایسا ہی نماز کے اوقات بھی فطرت انسانی کے تقاضہ کے مطابق ہیں۔ ہم میں سے جن لوگوں کو شہروں سے باہر زندگی کا کوئی حصہ بسر کرنے کا موقعہ ملا ہے اور جنہوں نے کبھی قدرت کے نظاروں کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ صبح کی روشنی کے ساتھ پرندگانا شروع کرتے ہیں۔ حیوانات میں ایک حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور درخت اور پھول بھی زندگی اور انبساط کا نشان دکھانے لگتے ہیں اور اُن کی بند کونپلیں کھلنے لگتی ہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ساری قدرت اس وقت ایک خاص حالت میں ہوتی ہے رات کو پورے آرام کے بعد تازہ دم ہو کر نئے دن کے کام اور نئے دن کے فرائض کے لئے تیار ہوتی ہے بعد زبان حال سے ساری مخلوقات اپنے خالق کے اس انعام کے شکریہ میں جو رات کے آرام کی صورت میں اسے عطا کیا گیا ہے اس کی حمد کے گیت گاتی ہے۔ اور دوسری طرف اس شکرگذاری کی حالت کے ساتھ ایک عاجزانہ التجا کی حالت بھی کل مخلوقات کے اندر پیدا ہوتی ہے کیونکہ نئے دن کے کام اور طاقت کے لئے وہ اپنے مولا کے آگے ہاتھ پھیلاتی ہے کہ تیری ہی طاقت سے ہم اس قابل ہو سکتے ہیں کہ نئے دن کے کام کو انجام تک پہنچا سکیں پس جب ساری مخلوق کے اندر اس وقت شکرگذاری حمد انبساط۔ التجا۔ استعانت کی حالت پیدا ہوتی ہے تو انسان کے اندر جو اشرف ساری مخلوقات کا خلاصہ اور ساری کائنات میں اعلےٰ سے اعلیٰ جوہر ہے کیوں یہ حالت پیدا نہ

ہونی چاہیئے۔ کیوں وہ بھی اپنے خواب اور آرام کے بستر سے نہ اُٹھے۔ اور اپنے آپ کو وضو کرکے اپنے مولا کے حضور حاضر ہو تاکہ اس نیند اور آرام کا شکریہ ادا کرے۔ جو اس کو رات کو اس کے مالک نے عطا فرمایا ہے۔ کیوں وہ نہ اُٹھے اور اپنے مولا سے اس کام کے سرانجام دینے میں جو پھر اُس کے سامنے آگیا ہے مدد مانگے۔ فطرت انسانی کے اسی تقاضا کو پورا کرنے کے لئے فجر کی نماز رکھی ہے۔

علاوہ اس روحانی تڑپ کے جو فطرتاً صبح کے وقت طبیعت کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ سویرے اُٹھنا صحت کے لئے بھی مفید ہے جب سورج نکلنے سے پہلے ہمارے لئے نماز کا وقت مقرر ہے اور موذن کی آواز الصلوٰۃ خیر من النوم نیند سے نماز اچھی ہے۔ ہمارے کان میں پڑتی ہے تو ہم زیادہ دیر تک سوتے رہنے کے مرض سے بچ جاتے ہیں۔ اور پھر سارا دن کام کے لئے بھی ہمیں مل جاتا ہے۔ ہماری نماز ہمارے جسم کے لئے بھی مفید ہوتی ہے اور اس طرح روحانی فائدہ کے ساتھ جسمانی فائدہ بھی میسر آتا ہے۔ یہ فجر کی نماز کے فوائد ہیں اور یہ حکمت ہے کہ کیوں یہ وقت نماز کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔ اس میں ہماری روح کو ہی عین ضرورت کے وقت غذا نہیں ملتی۔ بلکہ جسم کو اور جسمانی صحت کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔

اس کے بعد ظہر کی نماز آتی ہے ہم سب جانتے ہیں کہ آدھا دن کام کرچکنے کے بعد جس میں ہم نے اپنا پورا زور لگایا ہے ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ کچھ آرام اور کچھ غذا مل جائے رات کے آرام نے ہمارے جسم میں کچھ تازہ قوتیں پیدا کردی تھیں جن کی وجہ سے ہم دن میں اپنے قویٰ کو کام پر لگا سکتے ہیں اور اس طرح پر اپنا نصف کام بغیر تکان کے کرسکتے ہیں لیکن جب دوپہر ہوتی ہے تو پھر ہمیں کچھ غذا کی حاجت معلوم ہوتی ہے اور کسی قدر آرام کے لئے بھی طبعی تقاضا پیدا ہوتا ہے۔ یہی حالت ہماری روحانی ضروریات کی ہے ہم اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ پھر اپنے مولا کے حضور حاضر ہو کر اس کا شکریہ ادا کریں کہ اُس نے ہمیں اس قدر کام کرنے کی توفیق اور استطاعت دی نصف دن کا کام ختم ہونے پر فطرت انسانی ایک گونہ اطمینان محسوس کرتی ہے اور اپنے مالک کا شکریہ ادا کرنے کی اُمنگ دل میں پیدا ہوتی ہے۔ پس ایک مسلمان پھر کام چھوڑتا وضو کرتا اور اپنے مولا کے حضور حاضر ہو کر اس کی حمد کرتا اور پھر نئے سرے سے کام پر لگنے کے لئے اس کی مدد چاہتا ہے۔

اس کے بعد جسمانی نظام خوراک میں تیسرے پہر کا چائے کا وقت آتا ہے۔ انسان کچھ تازہ غذا کی ضرورت محسوس کرتا ہے جو مسلمان نہیں وہ صرف اپنے جسم کی غذا کی حاجت کو محسوس کرتا ہے مگر مسلمان کے اندر چونکہ صحیح فطرت انسانی کے جذبات موجزن ہیں اس لئے وہ روحانی غذا کی بھی حاجت محسوس کرتا ہے۔ درود اور رحمتیں اور برکتیں ہوں اُس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جس طرح اس نے فطرت انسانی کے تمام تقاضوں کو سمجھا اور کیسے موزوں اوقات خدا اور بندے کے [illegible] روحانی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے عصر کی مختصر نماز سے ہمارے قلب پر تازگی کی روحانی کیفیت وارد ہوتی ہے جیسے ہم چائے پی کر [illegible] پالیتے۔

اس کے بعد سورج غروب ہوتا ہے جسے مغرب کا وقت کہا جاتا ہے۔ نظارہ قدرت میں یہ بھی ایک عجیب انقلاب کا وقت ہے۔ چرند پرند بلکہ خود درخت تک گویا اس وقت دن کی محنت کو ختم کرنے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنے کام کو چھوڑیں ان میں پھر ایک جوش پیدا ہوتا ہے کہ اپنے مالک و خالق کے حضور ایک اور دن اپنی نعمتوں سے متمتع کرنے کے لئے شکریہ ادا کریں۔ پس ساری مخلوقات کے اندر پھر ایک دعا اور التجا کی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو کیا انسان ہی ایسا ناشکر گذار ہو کہ ساری مخلوقات پر ایک گونہ حاکم ہونے کے باوجود وہ اس شکریہ میں شامل نہ ہو جس کی ضرورت باقی مخلوقات محسوس کرتی ہے حالانکہ اس پر بہت زیادہ حق ہے۔ کیونکہ سب کچھ اس کے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ کس قدر چیزیں آج کی زندگی میں اُس کی صحت اور اُس کی راحت کو بڑھانے والی ہوئی ہیں۔ کس قدر چیزوں نے اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے معاش کے حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔ تو کیا اس قدر نعمتوں کے باوجود کہ اور کوئی مخلوق اس قدر نعمائے الٰہی سے متمتع نہیں ہوتی فطرت انسانی کا تقاضا نہیں کہ وہ اپنے مالک حقیقی کے حضور سجدہ میں گر جائے اور تھوڑی دیر کے لئے آستانہ ربوبیت پر سر رکھ کر اس کا شکر گذار ہو کیونکہ یہ سب سامان سب نعمتیں محض خدا کے فضل نے ہی اسے دی ہیں ورنہ وہ خود کیا حقیقت رکھتا ہے کس قدر کمزور اور عاجز ہے۔ جس کی اپنی زندگی بھی اس کے اختیار میں نہیں ہے۔ بلکہ تھوڑی سی ہوا کے اندر جانے اور باہر آنے پر ہی سارا دار و مدار ہے جہاں وہ خود ساری مخلوقات میں ایک ذرہ بے مقدار سے بڑھ کر وقعت نہیں رکھتا کیا وہ شکر گذار نہ ہو کہ کس طرح ساری مخلوقات سے فائدہ اُٹھانے کے سامان اس کے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں۔

پھر اس کے بعد ایک اور وقت آتا ہے۔ انسان کا کام بھی ختم ہو چکا۔ رات کے آرام کے لئے وہ از سر نو تازہ غذا سے تازہ ہو چکا ہے اور کام کے بعد آرام بھی کرچکا ہے اور اب اس بات کی تیاری میں ہے کہ بستر پر لیٹے اور راحت بخش نیند سے اپنے دن کے سارے تکان کو دور کرے لیکن کیا وہ جب اس چھوٹی موت کی تیاری کرتا ہے تو کیا اس پر یہ حق نہیں کہ اپنے دن کے کام اور دن کی خوشیوں کا ان اچھے اور برے کاموں کا جو اُس سے دن بھر سرزد ہوئے ہیں ایک دفعہ محاسبہ کرے اور دیکھے کہ اس دن کی زندگی میں کونسا مفید کام اُس نے کیا ہے۔ بے شک ایسے وقت میں ایک زبردست تحریک فطرت انسانی کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ خدا کے حضور بھی حاضر ہو اور اُس کی مناجات کرے۔ اور سونے سے پہلے ہاں اس نیند کی حالت میں جانے سے پہلے جو موت سے اس قدر مشابہت رکھتی ہے ایک صحیح فطرت انسانی کے اندر یہ ضرور تحریک پیدا ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بستر خواب پر جانے سے پہلے دعا کا رواج اور قوموں میں بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان جس کے جذبات میں فطرت کا صحیح نقشہ موجود ہے وہ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اُس کے حضور اپنی التجائیں پیش کرنے سے کس طرح غافل ہو سکتا ہے۔ یہی عشاء کی نماز ہے جس کے بعد قلب کے اندر ایک ایسا سکون پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے خواب کو بہت حد تک راحت بخش بنا دیتا ہے۔

رسید چندہ ترجمۃ القرآن

ترجمۃ القرآن کی مد میں مفصلہ ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں اخبار میں شائع فرمادیں

جماعت احمدیہ پشاور لعہ — منشی عبدالاکبر خان صاحب گرداور قانون گو عہ
جماعت رنگر عیہ
جماعت احمدیہ پشاور للعہ — منشی سمیع اللہ خان صاحب [illegible]
ایک شخص عہ

خاکسار ماسٹر فقیر اللہ

چندہ اشاعت اسلام

مفصلہ ذیل رقوم شیر کوٹ ضلع بجنور سے اشاعت اسلام کے لئے وصول ہوئی ہیں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء

مظفر خان صاحب عہ — منشی شرف علی خان صاحب
منشی علی اوسط صاحب عہ — منشی رحمن یار خان صاحب
سید محمود اختر صاحب عہ — حاجی علیم الدین صاحب
شیخ عبدالرزاق صاحب عہ — منشی حیدر خان صاحب
حکیم انوار نبی صاحب عہ — منشی وزیر محمد خان صاحب
شیخ امانت حسین صاحب عہ

مذاکرۂ علمیہ
تفسیر القرآن
(نمبر اوّل)

قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ (س شوریٰ)

یہ آیت قرآنی درمیان روافض اور اہل سنت والجماعت بڑی معرکۃ الآرا رہی ہے۔ اور احادیث ضعیفہ اور موضوعہ کے سہارے سے اس کو علی مرتضیٰ علیہ السلام اور ان کے دو فرزند حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام پر چسپاں کرنے کی بڑی کوشش علماء تشیع نے کی ہے۔ حتیٰ کہ علامۂ حلی نے تو اس آیت کو احادیث موضوعہ سے ملا کر خلافت و امامت علی علیہ السلام اس سے ثابت کی ہے۔

ثعلبی اور مسند امام احمد وغیرہ سے جس قدر احادیث ذکر کی گئی ہیں وہ سب موضوع اور ضعیف ہیں صحیحین میں بالکل وہ احادیث نہیں ہیں جو تشیع سے علماء نے لکھی ہیں۔ بلکہ صحیحین میں برخلاف ان کے معتقدات اور استدلالات کے احادیث موجود ہیں اور صاحبان معرفت پر یہ امر پوشیدہ نہیں اور جو اہل اسلام ادنیٰ تامل ان احادیث مذکورہ میں کرے گا ان کو ان احادیث کے کذب اور وضع ہونے کا بالکل یقین ہو جاوے گا۔ اس جگہ ہم وہ براہین بینہ اور دلائل عقلیہ و نقلیہ لکھتے ہیں جن سے اہل علم و صاحبان ذوق سلیم حظ وافر حاصل کرینگے۔ وباللہ التوفیق وہو المعین۔

(ماخوذ از منہاج الشریعہ)

(۱) سورہ شوریٰ بالاتفاق اہل علم کے مکی ہے۔ تمام قرآن ایران ہندوستان نجف اور کربلا کے جمع کرو اور بتلاؤ کہ سورہ شوریٰ جس میں یہ آیت زیر بحث ہے وہ مکی ہے یا مدنی۔ کم از کم تشیع اپنی تفسیروں کو ہی ملاحظہ کریں اور وزارہ ولی میں شرمائیں سورۃ الشوریٰ ثلاثہ وخمسون آیۃ وھی مکیۃ ص ۵۰۴ تفسیر صافی) نیز دیکھو تفسیر اتقان اردو حصہ اول) یہ عجیب استدلال علماء تشیع کا دیکھو کہ مکہ میں حسن اور حسین کہاں پیدا ہوئے تھے۔ تزویج فاطمہ رضی اللہ عنہا ہمراہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ میں واقع ہوئی اور امام حسن ۳ ہجری میں اور امام حسین ۴ ہجری میں پیدا ہوئے پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح قبل از اُن کی خلقت اور پیدائش کے ان کی محبت اور مودۃ کا حکم دیا اور آیا کوئی صحیح الدماغ انسان ایسا حکم دے سکتا ہے کہ لوگوں کو قبل از اُن کی پیدائش کے وہ جن کو لوگ جانتے اور شناخت ہی نہیں کر سکتے ان کی محبت کا حکم دیا جاوے۔ اس میں شک نہیں کہ اہل علم و دین کے نزدیک یہ بالکل خلاف عقل بات ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کرنی ہرگز جائز نہیں۔

(۲) القربیٰ پر الف لام معرفہ کا داخل ہے اور لازم ہے کہ وہ لوگ جن کی مودۃ کا حکم مخاطبین کو دیا گیا ان کو مخاطبین جانتے اور پہچانتے ہوں۔ حال آنکہ مخاطب کے وقت وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے اور نہ مخاطبین ان کو شناخت کر سکتے تھے بوجہ عدم میں ہونے کے۔

(۳) اس آیت میں اگر اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ کا ارادہ محبت اہلبیت کے بیان اور ذکر کرنے کا ہوتا تو اس کو صاف اسطرح بیان فرماتے الا المودۃ لذی القربیٰ نہ کہ اس طرح بیان کرتے۔

فی القربیٰ۔ عقلمند اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں کہ جب کوئی کسی کو کہتا ہے کہ میں فلانے کے لئے مودۃ تمہارے سے چاہتا ہوں تو کہتا ہے الا المودۃ لفلان نہ کہ کہتا ہے الا المودۃ فی الفلان۔ یہ ایسا غیر موزوں اور بے ربط کلام ہے کہ کوئی دیندار شخص خدا اور رسول کیطرف ایسا کلام منسوب نہیں کر سکتا۔ ہمیشہ لام اس پر لایا جاتا ہے فی نہیں لاتے کیونکہ لام بمعنی لئے یا واسطے کے آتا ہے اور جملہ کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ فلانے کے لئے محبت یا فلانے کے واسطے محبت نہ کہ فلانے میں محبت فی کے معنی بیچ یا میں کے ہیں۔ پس عربی میں اسئلک المودۃ والمحبۃ لفلان کہتے ہیں مولہ یقل اسئلک المودۃ والمحبۃ فی الفلان

قرآن کریم کے محاورہ کی طرف غور کریں اور انصاف کریں کہ تشیع کس قدر غلط خیال پر قائم ہیں۔

قرآن کریم نے رسول کریم صلعم یا دوسرے کسی انسان کے قرابتیوں کا جہاں جہاں ذکر فرمایا ہے وہاں صاف (ذی القربیٰ) یا لذی القربیٰ فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

(۱) واعلموا انما غنمتم من شیء فان للہ خمسه وللرسول ولذی القربیٰ

(۲) ما افاء اللہ علی رسوله من اهل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ

(۳) فات ذا القربیٰ حقه

(۴) وآت المال علیٰ حبه ذوی القربیٰ

اسی طرح جہاں جہاں قرابتیوں کے ہمراہ سلوک اور احسان کرنے کا حکم ہے وہاں لذی القربیٰ یا ذوی القربیٰ کا استعمال صاف ثابت کرتا ہے کہ ہرگز جائز نہیں کہ القربیٰ ذکر کر کے اس سے مراد ذوی القربیٰ لی جاوے۔

(۴) اس آیت کی تفسیر صحیحین میں موجود ہے جو روافض کے دعویٰ کی متناقض ہے۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ قال سئل ابن عباس عن قوله تعالیٰ قل لا اسئلکم علیه اجرًا الا المودة فی القربیٰ۔ فقلت ان لا تؤذوا محمدًا فی قرابته فقال ابن عباس عجلت انه لم یکن بطن من قریش الا لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فیهم قرابة۔ فقال لا اسئلکم علیه اجرًا الا ان تصلوا القرابة التی بینی وبینکم۔

پس یہ ہیں حضرت ابن عباس ترجمان القرآن جو بعد حضرت علی علیہ السلام کے اعلم اہلبیت ہیں جن کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور لفقهه فی الدین کی دعا فرمائی۔ یہ صاف فرماتے ہیں کہ یہاں القربیٰ سے مراد مودۃ ذوالقربیٰ نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اے معشر قریش میں تبلیغ رسالت پر تمہارے سے کچھ اجر نہیں مانگتا۔ بلکہ میں تمہارے سے یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے اور میرے درمیان رشتہ داری اور خویشی کے جو تعلقات ہیں اس کا لحاظ رکھو۔ یعنی رسول کریم فرماتے ہیں کہ مقتضائے فطرت انسانی یہ ہے کہ قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ رکھا جاوے۔ حتیٰ کہ اہل عرب میں تو یہ خاصیت خاص طور پر موجود تھی بنو ہاشم باوجود مسلمان نہ ہونے کے رسول اللہ صلعم کے طرفدار تھے۔ اور شعب ابو طالب میں محصور ہو کر وہی برتاؤ جو قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کرتے دیگر بنو ہاشم غیر مسلم کے ہمراہ بھی کرتے تھے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کہنے میں صرف یہ بیان فرمایا کہ بوجہ رشتہ داری اور خویشی میرے ہمراہ صلہ رحم کو ترک نہ کرو اور میرے پر ظلم اور تعدی نہ کرو۔ یہانتک کہ میں خدا کے حکم کی تبلیغ پہنچا دوں

(۵) دوسرے مواقعات قرآن میں صاف موجود ہے کہ میں تبلیغ رسالت پر اجر طلب نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا قل ما اسئلکم علیه من اجر وما انا من المتکلفین۔ ام تسئلهم اجرا فهم من مغرم مثقلون قل ما سألتکم من اجر فهو لکم۔ ان اجری الا علی اللہ اسی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی اپنی قوم کو مخاطب کر کے فرمایا۔ پس قرآن کریم میں اختلاف نہیں۔ ایک جگہ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بمثل دیگر انبیاء فرمائیں

وہ رسولؐ جس نے اپنی اولاد پر صدقہ تک حرام کر دیا ہو۔ وہ ایسے امر کا کب مرتکب ہو سکتا ہے

(۶) بے شک محبت اہل بیت ہر مسلم پر واجب ہے۔ جیسے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سابقین الاولین من المہاجرین والانصار اور ازواج مطہرات کی محبت اور مودت واجب ہے مگر اس کا وجوب اس آیت سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ یہ روافض ہی کا دل و گردہ ہے کہ وہ خدا کی کتاب کو بازیچۂ طفلاں بنا دیں مگر کیا تعجب ہے۔ ایسی قوم سے جو اس کتاب حمید کو بیاض عثمانی قرار دیتی ہے۔ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا

(۷) قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔ اسمیں شک نہیں کہ یہاں استثنا منقطع ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں قل ما اسئلکم علیہ من اجر الا من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا۔ اور قربیٰ مصدر ہے۔ جس سے جنس قرابت مراد ہے۔ اور اسی واسطے مصدری شکل میں ذکر کیا گیا۔ تاکہ دلالت پیدا کرے اثبات پر کہ جنس قرابت مقتضی اور مستلزم مودت ہے۔ پس فرمایا اے میری قوم اس قرابت کی پاسداری کرو۔ اور چونکہ قرابت اور رشتہ داری کا لحاظ کرنا فطری اور طبعی امر مقتضی انسانیت ہے اس لئے وہ اجر نہیں ہو سکتا۔

پھر امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ حلی کی اس بات کا بڑا عجیب جواب دیا ہے۔ کہ جس سے علامہ حلی کا خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے۔

قال الرافضی۔ ولان مخالفتہ تنافی المودۃ وبامتثال اوامرہ تکون مودۃ فیکون واجب الطاعۃ وھو معنی الامامۃ۔ اور علی علیہ السلام کی مخالفت منافی محبت علی ہے۔ اور اس کا حکم ماننا عین محبت علی ہے۔ پس وہ یعنی علی علیہ السلام واجب الاطاعت ہوئے۔ اور یہی معنے ہیں امامت کے۔

(۱) فجوابہ من وجوہ (۱)۔ اگر مودت کسی شخص کی واجب کرتی ہے اسکی اطاعت کو۔ تو چونکہ بقول الشیع مودۃ ذوالقربیٰ واجب ہے پس ان کی اطاعت بھی انسان پر واجب ہو گئی۔ اور اطاعت مستلزم ہے امامت کو پس حضرت فاطمۃ الزہرا بھی فی الواقعہ ذوالقربیٰ میں داخل ہیں۔ وہ امام بن گئیں۔ اور یہ امر خود تشیع کے ہاں بھی مسلم نہیں۔ اور اگر یہ امر باطل ہے کہ فاطمۃ الزہرا امام ہو۔ تو علامہ حلی کی دلیل بھی باطل ہے۔ کہ مودت مستلزم اطاعت ہے۔ اور اطاعت مستلزم امامت ہے۔

(۲) یہ بالکل واضح ہے کہ مودت مستلزم امامت نہیں۔ دیکھو مودت حضرت حسنین علیہم السلام کی مسلمانوں پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں واجب تھی مگر وہ امام نہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے وقت میں مودت حسنین کی واجب تھی مگر بموجودگی حضرت علی علیہ السلام نہ وہ واجب الاطاعت تھے نہ امام۔ اسی طرح مودت حضرت علی علیہ السلام کی بموجودگی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مومنین اور مسلمین پر واجب تھی۔ مگر آنحضرت صلعم کی موجودگی میں نہ وہ واجب الاطاعت تھے نہ امام۔

دیکھیں۔ یہ ہیں علامہ حلی جو علما و متکلمین امامیہ کے رأس الرئیس ہیں اور جنہوں نے دو ہزار دلائل خلافت بلا فصل علی مرتضےٰ علیہ السلام پر لکھے ہیں۔ مگر وہ دلائل کیا ہیں ایسی ہی غلط استدلال جنکی حقیقت وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت سے بڑھ کر نہیں۔ خیال فرما دیں یہ دلیل کیسی کمزور ہے۔ (۱) ولان مخالفتہ تنافی المودۃ یہ بالکل درست نہیں۔ کہ ہر ایک مخالفت منافی مودت ہے۔ صلح حدیبیہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے نام سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دو حضرت علی کہتے ہیں ما امحاہ ابداً من النبوۃ ابداً (صافی ص ۴۷)

کیا یہ مخالفت منافی مودت ہے۔ حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام آخر دم تک امیر شام رضی اللہ عنہ سے لڑتے رہے۔ حضرت حسن علیہ السلام نے اس سے صلح کر لی کیا حضرت حسن علیہ السلام کی یہ مخالفت از علی منافی مودت ہے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے حضرت حسن علیہ السلام کے صلحنامہ کی جس پر وہ خود بھی دستخط کر چکے تھے۔ پروا نہ کی۔ اور یزید پلید سے لڑائی کی۔ کیا یہ مخالفت منافی مودت حسن تھی۔

(۳) دوسرا جملہ۔ " وبامتثال اوامرہ تکون مودتہ" یہ دلیل بھی کا ہیئتہ صحیح نہیں۔ کیا جب حضرت حسن علیہ السلام نے خلافت اور امامت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اور اسکو اپنا اور تمام مسلمین کا امام تسلیم کر لیا اور آئندہ کے لئے اس کا حکم اور اسکے اوامر سب تسلیم کرنے لگے تو کیا امیر معاویہؓ سے وہ محبت اور مودت بھی رکھتے تھے۔ کیا جب حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام نے خلفاء ثلٰثہ سے یکے بعد دیگرے بیعت فرمائی۔ تو ان سے محبت بھی رکھتے تھے۔ آیا تشیع اسکو تسلیم کرتے ہیں۔

اس میں کیا شک ہے کہ بیعت کرنے کے بعد حضرت علی مرتضےٰ علیہ السلام انکے حکموں کو بھی مانتے تھے۔ پس یہ جملہ علامہ حلی کا ہم تشیع پر حجت لاتے ہیں۔ وبامتثال اوامرہ فتکون مودتہ۔ ضرور وہ حضرات ثلٰثہ سے مودت رکھتے تھے۔ علامہ حلی کی اپنی مقررہ کردہ دلیل سے ثابت ہو گیا۔ فیکون واجب الطاعت وھو معنی الامامۃ۔ علامہ حلی کی دلیل سے مودۃ مستلزم اطاعت ہے اور اطاعت وہی امامۃ ہے پس اسی دلیل سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی امامت ثابت ہو گئی اور بیشک وہ حضرت علی علیہ السلام کے اپنے اپنے ایام خلافت میں امام تھے اور علی مرتضےٰ علیہ السلام ان سے مودت رکھتے تھے اور انکی اطاعت اور فرمانبرداری اوامر میں کرتے تھے۔ فتفہم۔ یہ الزامی دلائل ہیں جو بموجب مسلمات علما تشیع ان پر حجت کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ بہت لوگ ہیں جن سے ہم مودت رکھتے ہیں۔ مگر نہ وہ ہمارے لئے واجب الطاعت ہیں۔ نہ امام ہیں۔ والدین اپنی اولاد کے ہمراہ محبت رکھتے ہیں مگر وہ نہ والدین کے لئے واجب الاطاعت ہیں نہ وہ والدین کے امام ہیں۔

تمام مومنین پر باہم ایک دوسرے کی محبت اور مودت واجب ہے مگر وہ ایکدوسرے کے امام نہیں بن سکتے اور نہ ایک دوسرے کے لئے واجب الاطاعت ٹھیر سکتے ہیں۔ اس صورت میں تو ہر ایک امام بن جاوے گا اور اماموں کا کوئی ٹھکانا نہ رہیگا۔

در حقیقت روافض منقولات میں وہ احادیث اور اخبار منتخب کرتے ہیں جو موضوع۔ ضعاف۔ اور مجروح ہوں۔ عقلیات میں ایسے دلائل پیش کرتے ہیں کہ کسی ایک دلیل کے تمام مقدمات کبھی صحیح اور درست نہیں ہوتے وجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اثبات الباطل بالباطل کے عادی ہیں۔ کوئی عقلمند اس دلیل کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ مودت مستلزم اطاعت ہے۔ اور اطاعت مستلزم امامت ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں بیان کر سکتے ہیں۔ کہ جس سے انسان محبت رکھے اس کا حکم مانے۔ اور جس کا حکم مانے وہ اس کا امام ہوتا ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست۔

خاکسار نذر علی از پشاور

۲۰ جنوری سنہ [illegible]

شرع محمدی یا رواج پنجاب

جناب ایڈیٹر صاحب - اُس جلسہ اسلامیہ کی کاروائی کے بعد جو لاہور میں مضمون بالا کے متعلق منعقد ہوا تھا بعض اہل اسلام کے خطوط اس قسم کے موصول ہوئے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ اہل اسلام پنجاب نے شرع محمدی کے حامی جلسہ کو نہایت پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا ہے - مگر یہ سوال کیا گیا ہے کہ دراصل رواج کس شے کا نام ہے - چونکہ ہمارا مدعا یہ ہے کہ صوبہ پنجاب کے تمام قصبہ جات و دیہات سے مسلمانوں کے دستخط کروا کر ایک بڑا عظیم الشان میموریل پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی خدمت میں روانہ کریں - اس لئے تمام مسلمانوں کی توجہ اس طرف دلانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں کماحقہٗ مضمون زیر بحث سے باخبر کر دیا جائے اس لئے یہ مناسب خیال کرتا ہوں کہ ذرا واضح طور پر رواج کے متعلق لکھا جائے - تاکہ عام طور پر یہ مضمون سمجھ آجائے -

صوبہ پنجاب کی گذشتہ تاریخ کی ورق گردانی سے یہ پتہ لگے گا - کہ اُس خطۂ ملک میں جو پنجاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے - [illegible] اس قسم کی مختلف پورانی قومیں موجود تھیں - جن کے مذہب اور سوشیل خیالات نہایت ہی پورانے طریقے کے تھے - یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ملک ہندوستان میں ابھی تک آریہ قوم کا کوہ ہندوکش سے ورود نہ ہوا تھا - یہ تمام اقوام اس سرزمین میں موجود تھیں جہاں ہمارے پانچ عظیم الشان دریا زمین کو سیراب کرتے ہیں - بسبب اس کے کہ ان زمانہ سلف کی اقوام کا دنیا کی دیگر اقوام سے سابقہ نہ پڑا تھا - اس لئے ان میں نہایت ہی عجیب و غریب قسم کے رواج موجود تھے - مثلاً عورت کو یہ اختیار تھا - کہ وہ چار یا زیادہ مردوں سے باقی خاوندوں کی زندگی میں شادی کرے - اور اُن میں یہ رسم قبیح نہ سمجھی جاتی تھی - وہ سب خاوند ایک ہی گھر میں بلاتکلف رہا کرتے تھے - اور اُن کی بیوی مشترکہ سمجھی جاتی تھی - اولاد جو پیدا ہوتی تھی - خاوند آپس میں تقسیم کر لیا کرتے تھے - اس قسم کا رواج اب تک بھی ضلع کانگڑہ میں موجود ہے جہاں دو یا تین بھائیوں کی ایک بیوی مشترکہ سمجھی جاتی ہے - ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب موسومہ بہ رواج پنجاب جو چیف کورٹ پنجاب کے سرکلر کے مطابق تمام عدالتہائے پنجاب کے لئے ایک مستند کتاب رواج پر قرار دی گئی ہے - اور جس میں مفصل طور پر اس قسم کی تمام رسوم کا ذکر کیا گیا ہے -

اس طرح مواضعات پنجاب میں ایک ہی خاندان کے لوگ مل کر اکھٹے رہا کرتے تھے - اور مشترکہ جائداد و زمین کے مالک ہو کر کاشتکاری وغیرہ اکھٹی کیا کرتے تھے - انہیں جائداد کی تقسیم و برداشت کی کوئی تمیز نہ تھی اور نہ کبھی سوال ملکیت پیدا ہوا کرتا تھا - چنانچہ ہر ایک شخص ان میں تا قیامت اپنی زمین یا جائداد کا مالک سمجھا جاتا تھا - اور بعد ایک کی موت کے جائداد پر قبضہ دوسرا رشتہ دار کر لیا کرتا تھا - عورت کی ان میں کسی قسم کی حیثیت نہ ہوتی تھی - اور نہ انہیں کچھ دیا جاتا تھا - اس کی وجوہات یہ تھیں کہ یہ وہ زمانہ تھا کہ جس میں کسی قسم کی تعلیم نہ تھی ان لوگوں میں وہی رسم و رواج جاری تھے جو کسی نہ کسی طرح ان میں جاری ہو گئے تھے دراصل یہ تمام پرانی قومیں تھیں - جن میں کوئی باقاعدہ اصول مقرر نہ تھے - اور جو محض یا تو اپنے خیالات کے مطابق یا دوسرے اشخاص کی دیکھا دیکھی کام کرتے تھے - اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے - کہ یہ پرانی قومیں کہاں سے آئیں - یا کب سے صوبہ پنجاب میں آکر آباد ہو گئیں - مگر یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ قومیں مختلف خاندانوں پر مشتمل تھیں جو خدا جانے کہاں سے مختلف اشکال میں یہاں آنکر پیدا ہو گئی تھیں انہوں نے ابھی تک کوئی مستقل رہائش اختیار نہ کی تھی - کسی گروہ کے ایک سو یا دو سو اشخاص بھیڑ اور بکری لئے ہوئے یا تو حملہ آور ہو کر ملک میں داخل ہوئے - یا عارضی طور پر پنجاب کی سرزمینوں پر جہاں سرسبز زمین اور لہلہاتے ہوئے کھیت نظر آئے - آکر موجود ہو گئے - جو کچھ قدرتی پھل یا سبزی سامنے آئی ان کی خوراک بن گئی - یا بصورت دیگر انہوں نے شکار پر قناعت کی - خیموں میں یہ لوگ رہتے تھے - اور خداوند کریم کی پیدا کی ہوئی نہروں پر اُن کا گذارہ تھا - کچھ عرصہ ایک جگہ رہے - اور اس کے بعد دوسری جگہ - اگر قدرتی سبزی یا پھلوں نے دیر تک ساتھ دیا - تو وہ ایک خاص جگہ پر مقیم رہے - مگر جب آب و دانہ نے امداد نہ دی تو وہاں سے چلکر کہیں اور جا بسے - مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا حالات بدلتے رہے - چنانچہ وہ گروہ جو اس سے پہلے صرف شکار یا قدرتی پھلوں پر گذارہ کرتا تھا خاص مواضعات میں مستقل جانشین ہو گئے - چنانچہ بعض نے ان میں سے ایسے ٹکڑے زمین اپنی رہائش کے لئے مخصوص کر لئے - جو گاؤں کے نام سے موسوم ہو گئے - جس کسی گاؤں میں کوئی جابر لیڈر گروہ آباد ہوا - وہ گاؤں اُسی کے نام سے مخصوص ہو گیا - یہاں تک کہ آخرکار یہ تمام گاؤں انہیں کی ملکیت ہو گیا - اور وہ اس گاؤں کے مالک بن بیٹھے -

مگر بسبب اس کے کہ تعلیم اور روشنی کی جھلک ان میں ابھی تک پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی تھی - ان کے رسم و رواج وہی بدستور قائم رہے - جو ان میں اس وقت تک موجود تھے جیسا کہ وہ گردش کرتے اپنے اصلی مسکن میں تھے - یہی وجہ ہے کہ چونکہ صوبہ پنجاب کے مختلف اضلاع میں ہزاروں قسم کی قومیں آباد تھیں - ان کے رواج ایک دوسرے سے بالکل جدا جدا ہیں کسی قوم کا کچھ رواج ہے - اور کسی کا کچھ - مثلاً بعض قوموں میں صاحب جائداد کو انتقال کا حق حاصل ہے - اور دوسری قوموں میں اس کا مطلقاً کوئی اختیار نہیں - اس کی وجہ صرف یہی ہے - کہ ایک قوم کہیں سے آئی ہے - اور دوسری کہیں سے - چنانچہ ان میں کوئی قاعدہ کلیہ موجود نہیں - جسے قانون بنا دیا جا سکے - اور جیسا ہم آگے چلکر بتائیں گے - ان تمام کے رواجات نہایت ہی قابل اعتراض ہیں - جن پر عمل کرنا سخت غلطی ہوگی ۔

خاکسار - بدرالدین قریشی بیرسٹر ایٹ لا - لاہور -

رسالت جوش تعصب میں کہاں تک بڑھ گیا

کلکتہ سے ایک اسلامی اخبار رسالت کے نام سے شائع ہوتا ہے - اس اخبار میں پولیٹیکل جزو کے علاوہ بعض اوقات مذہبی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں - لیکن افسوس ہے کہ وہ اس قدر ناواقفیت اور غلط خیالات پر مبنی اور تعصب سے لبریز ہوتے ہیں کہ جس کا کوئی ٹھکانا نہیں - سلسلہ حقہ احمدیہ کے متعلق اس اخبار نے اپنی چھوٹی سی عمر میں وہ وہ کچھ غلط بیانیاں کی ہیں اور بیجا اتہامات لگائے ہیں کہ جنہیں پڑھ کر اس کی ناواقفیت اور متعصبانہ خیالات پر حیرت آتی ہے - ابھی پچھلے دنوں مولینا اکبر شاہ خاں صاحب نے اپنا ایک اشتہار اس اخبار میں طبع ہونے کے لئے بھیجا - تو اسکو درج کرنے کے بعد فاضل ایڈیٹر صاحب نے اپنی وسعت قلبی اور واقفیت کا ثبوت یوں دیا - کہ یہ شخص قادیانی المذہب ہے اور ان لوگوں کے یہ یہ عقائد ہیں اور حوالہ میں قادیانی اخبار فاروق سے یہ نقل کر دیا کہ اُن کے نزدیک غیر احمدی کا جنازہ ناجائز ہے

ہے۔ تمام غیر احمدی کافر ہیں۔ اور مرزا صاحب نبی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ آپکو اتنا معلوم نہیں کہ مولانا اکبر شاہ خاں صاحب کے یہ عقاید نہیں۔ نہ ان کا فاروق کے ساتھ کوئی تعلق ہے وہ اپنے عقائد اخبار پیغام صلح میں صاف اور صریح طور پر لکھ چکے ہوئے ہیں جو ان سب باتوں کے خلاف ہیں۔ اور پھر نہایت تعجب کی بات ہے کہ عبرت کے اشتہار کو ان عقائد کے ساتھ کیا واسطہ اور کیا تعلق۔ مولانا اکبر شاہ خان تو ایک تاریخی رسالہ شایع کرنا چاہتے ہیں اور ایڈیٹر صاحب رسالت ان کے عقائد اور وہ بھی غلط طور پر بیان کر کے اپنے ناظرین کو اسکی خریداری سے روکتے ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ اگر تاریخی معلومات یا اور کسی واقفیت کے حاصل کرنے کے لئے کسی ایسے شخص کی بات ہی قابل شنوائی ہے جو عقائد میں بھی یگانگت رکھتا ہو۔ جیسا کہ مدیر رسالت کے اس طرز عمل سے ظاہر ہے تو پھر خود ان کا جنگ کی خبریں ان ذرائع اور وسائط سے حاصل کرنا۔ جنکا اسلام کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں۔ کیسے جائز ہو سکتا ہے پھر یہیں تک بس نہیں۔ کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے معزز ہمعصر سیونسپل گزٹ کے ایک غیر احمدی نامہ نگار کی وہ تحریر نقل کی تھی۔ جس میں انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کے مشن کی کامیابی کو سراہتے اور انکے مخالفین کی ناکام کوششوں کی داد دیتے ہوئے رسالت کے اس نوٹ پر جو اس نے حضرت خواجہ صاحب کے حیدرآباد سے چلے آنے کے دو ماہ بعد لکھا۔ اور اس میں حیدرآبادی مسلمانوں کو حضرت خواجہ صاحب کے مواعیظ حسنہ سے مستفیض نہ ہونے اور انہیں کوئی امداد نہ دینے کی بزور نصیحت کی تھی۔ اسکے فقدان واقفیت اور متعصبانہ حرکات پر اظہار افسوس کیا تھا۔ ابھی اس بات کو بہت دن نہیں ہوئے۔ کہ اب ۱۲- جنوری کے رسالت میں "دکن میں مرزائی مذہب" کے عنوان سے ایک اور مضمون شائع ہوا ہے۔ جسکے نیچے خود مدیر رسالت کا ایک نوٹ بھی ہے۔ اس مضمون اور اس نوٹ کے پڑھنے سے رسالت کی حالت پر بہت ہی رحم آیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کی حیدرآباد کی کامیابیوں اور وہاں کے عمائدین کے آپ کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھکر بیچارہ نامہ نگار رسالت تو بغض وتعصب کی وجہ سے لوٹ پوٹ ہی ہو گیا۔ اور اس نے آنحضور کو گالیاں دے کر اور کہیں ان کی کتاب صحیفہ آصفیہ کا جواب لکھنے کی دھمکی دیکر اور کہیں حضور کے ساتھ خواجہ صاحب کی بے ادبیوں کو فاش کرنے کا کرتب ڈال کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرنا چاہا ہے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں۔ کہ جن پر سوا سے اس کے کوئی شخص نامہ نگار مذکور کی حالت پر رحم کھا کر یہ کہہ دیتا۔ ؎

بمیر اے حسود تا برہی کیں رنجیست
کہ از عقوبت آں جز بمرگ نتواں رست

اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ (با فید ارو)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱)

اگر ہم اس پر قدم رکھیں تو ہمارے انصاف پسند مرد اس سے زیادہ دنیا ہم پر لگا نا پسند نہ کرینگے۔ خوشی کا مقام ہے کہ بوما فیوما ہکو اپنی اصلاح کا خیال بڑھتا جاتا ہے اگر یہی حالت رہی تو امید قوی ہے کہ بہت جلد ہماری کانفرنس انشاء اللہ اس باہمی ملاقات وتبادلہ خیالات سے خاطر خواہ ترقی کریگی اور ہمارے عمدہ نتائج پیدا کریگی حصول ترقی کا ایک اصول پابندی مذہب بھی ہے افسوس ہے کہ ہم اس عمدہ پابندی سے آزاد ہوتے جاتے ہیں۔ ہماری تباہی کا سب سے بڑا باعث یہی غفلت ہے جو ہم نے اپنے مذہب کی طرف سے اختیار کر لی ہے یعنی احکام شریعت کو دل سے بھلا دیا ہے۔ اور اس کی عظمت ووقعت کو فراموش کر بیٹھے۔ کاش کہ ہم اپنے پاک مذہب کے ان سیدھے سادے اصول پر قائم رہتے (جو بلحاظ اخلاق وتمدن نہایت اعلی وارفع ہیں) تو آج اس میدان میں ہرگز کسی سے پیچھے نہ رہتے جہاں تک نظر غور سے دیکھیے مذہب اسلام میں وہ خوبیاں ہیں جو بہت کم دوسرے مذاہب کو حاصل ہیں اور اکثر دوسری قوموں کے قابل اور تعلیم یافتہ لوگ ان خوبیوں کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس کی ایک بہترین مثال لارڈ ہیڈلے کا مذہب اسلام سے مشرف ہونا ہے۔ اور اور ایسی بہترین مثالیں ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم جس قدر تعلیم یافتہ ہوتے جاتے ہیں اسی قدر ہماری غفلت اپنے مذہب کی طرف سے بڑھتی جاتی ہے خدا کرے کہ تعلیم ہم کو پابندی مذہب کا سبق سکھائے اور ہمارے دلوں میں اپنے پاک مذہب کی خوبیاں جاننے کی قابلیت پیدا ہو اگر ہماری بہنیں واقعی طور سے اس پر عمل کرنے اصلاح معاشرت کی طرف متوجہ ہوں تو خدا تعالی کے فضل وکرم سے بھروسا ہے کہ ایک دن وہ آئیگا جب ہم بھی اوروں کی طرح اپنے مردوں کو ہر طرح کی مدد دینے کے قابل ہو جائینگی اور ہماری آئندہ نسلیں قوم کے لیے باعث فخر ہونگی۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

اَلنّبُوّۃُ فی الاسلام

کی خریداری اور کثرت اشاعت کے لئے بہت کوشش ہونی چاہیئے۔ تمام جماعتہائے احمدیہ اس کی بہت بہت جلدیں خرید کر مبائعین میاں صاحب اور غیر احمدی احباب میں حسب موقع فروخت اور تقسیم کریں۔ اس چھ سو صفحات کی کتاب میں نبوت ورسالت کی غرض وغایت۔ نبوت ورسالت کے امتیازی نشانات۔ ختم نبوت۔ محدث ومجدد۔ مبشرات۔ حضرت مسیح موعود کی نبوت۔ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں اصطلاحات نبوت۔ خصوصیت مسیح موعود حقیقۃ النبوۃ کے دلائل متعلقہ نبوت مسیح موعود اور حضرت مسیح موعود کی تبدیلی عقیدہ نبوت پر پورے دس بابوں میں قرآن سے احادیث سے۔ اقوال ائمہ سے اور کتب مسیح موعود سے سیر کن اور دلچسپ اور معقول بحث کیگئی ہے جو نہ صرف امت محمدیہ میں باقی رہنے والی نبوت پر روشنی ڈالکر ختم نبوت کی اصل حقیقت اور اسلام کے کمال کو ہی ظاہر کرتی ہے۔ بلکہ موجودہ اختلاف سلسلہ کیلئے بھی فیصلہ کرنیوالی اور حضرت مسیح موعود کی اصلی حقیقت کو دنیا پر واضح کرنیوالی ہے اور اسلئے تبلیغ اسلام وتبلیغ احمدیت کے لئے بہترین وکار آمد چیز ہے آخری دو سو صفحات میں حضرت مسیح موعود کی کل کتب سے تمام حوالجات متعلقہ مسئلہ نبوت ایک ضمیمہ کی صورت میں جمع کر دئے گئے ہیں قیمت فی جلد ۱۲؍ مجلد عہ؍ روپیہ مبائعین میاں صاحب سے ۱۲؍ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سے طلب کیجئے ❖

نکات القرآن

قرآن کریم کا سیکھنا اور اسکے ترجمہ اور تفسیر کو پڑھنا ہر ایک مسلمان کا اول ترین فرض ہے۔ قوموں کی ترقی اور افراد کی بہبودی کے جو گر قرآن مجید نے بتائے ہیں نہ اب تک اس سے بہتر کوئی بتا سکا اور نہ بتائیگا۔ ایک قوم نے قرآن کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کر کے وہ کمال پیدا کیا کہ سخت سے سخت دشمن کو بھی اسکی خوبیوں کا اعتراف کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہمارا زمانہ کیا ہی بابرکت ہے جب حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایدہ اللہ بنصرہ جیسے عظیم الشان انسان کے قلم سے قرآن کریم کی تفسیر شائع ہو رہی ہے اب تک دو حصے شایع ہو چکے ہیں ہر ایک حصہ ایک سو صفحہ پر ختم ہوتا ہے۔ پہلے حصے میں پہلے پارہ کی تفسیر اور دوسرے حصے میں دوسرے پارہ اور نصف تیسرے پارہ کی تفسیر ہے اسیطرح انشاء اللہ سو سو صفحہ کا ایک حصہ سارے قرآن شریف کی تفسیر کا شائع ہوتا رہیگا۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلی ہے۔ اور قیمت فی حصہ صرف ۸؍ آنہ ہے ملنے کا پتہ:- ماسٹر فقیر اللہ احمدیہ بلڈنگس۔ لاہور۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفٰی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جا بود

پیغام صلح

اخبار

لاہور

قیمت

سالانہ ۷؍
ششماہی ۴؍
سہ ماہی ۲؍
ماہوار و طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | لاہور یکشنبہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ مطابق ۳۰ جنوری ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۲

مختصر نوٹ و نکات

شراب نوشی کی کثرت اور اس کے کثیر اخراجات بھی اس زمانہ کی خاص خصوصیات میں سے ہیں۔ اور اس کا کسیقدر اندازہ اس رپورٹ سے ہو سکتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ فقط برطانیہ کے متوسط طبقہ کے اشخاص ایک ارب ۲۷ کروڑ ۵۰ لاکھ پونڈ اسی مصرف پر ایک سال میں خرچ کر دیتے ہیں مزدوری پیشہ لوگوں کی اس پر خرچ ہونے والی رقومات اس سے علاوہ ہیں۔ ان سب رقموں کا وزن ۱۰۰ ۲۳ من اشرفیاں کیا گیا ہے گویا اہل برطانیہ فی من ساڑھے چار ہزار روپے کی شراب سال بھر میں پی جاتے ہیں۔ جس کا ظاہر اور کھلا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں اموات اطفال میں بہت افسوسناک ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اور باوجودیکہ کئی ایک انجمنیں اس وقت شرابخوری کے برخلاف وعظ کر رہی ہیں۔ لیکن ان کا کچھ اثر نہیں دوران جنگ میں حضور ملک معظم نے محل شاہی میں شراب کا استعمال بند کر کے اسے ترک کرنے کی ترغیب بھی دلائی تھی۔ جس سے بہت بڑا فائدہ ہوا۔ کلی طور پر لوگوں کا رجحان ابھی اسطرف نہیں۔

اس افسوسناک منظر کو ایک طرف رکھو اور اس کا مقابلہ عرب کی اس حالت سے کرو جس کے متعلق

مولٰنا حالی نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

جو انکی دن رات کی دل لگی تھی
شراب انکی گھٹی میں گویا پڑی تھی

جس سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ برطانیہ کی یہ کثرت شراب نوشی اہل عرب کی حد سے بڑھی ہوئی عادت کے پاسنگ بھی نہیں۔ لیکن تاہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کس قدر اعلیٰ ہے کہ جونہی کہ آپ کے دہان مبارک سے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ

کے پاک الفاظ نکلتے ہیں اور ان الفاظ کی خبر لوگوں تک پہنچتی ہے وہ فوراً اپنے شراب کے مشکوں کو توڑ پھینکتے ہیں اور مدینہ کی گلیوں میں شراب کے نالے بہ نکلتے ہیں اور وہ پانچ وقت مکے شراب پینے والے صرف اس روحانی شراب پر قناعت کرتے ہیں جو لذت و سرور میں اس سے بڑھکر اور عشق الٰہی کا متوالہ کر دینے والی ہے۔ ہاں جو کثیر المنافع بھی ہے اور اس میں کوئی ضرر اور نقصان بھی نہیں۔ کیا صرف یہی ایک امر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا زندہ گواہ نہیں۔ کس قدر زبردست معجزہ اور خارق عادت یہ امر ہے کہ جو کام آج کئی ایک انجمنوں سے .... سرانجام نہیں پا سکتا اسکو عرب کے اس امی انسان نے محض چند لفظوں کے ذریعہ سے کر دکھایا۔ اللھم

صل علی محمد وعلی آلہ واصحابہ وسلم

اسلام نے جہاں بنی نوع انسان بتوں کی غلامی سے نجات دی وہاں بہت سی ناپاک بادنسے بچنے کی تدبیریں تبلائیں وہاں سے بتایا کہ ہر ایک انسان بحیثیت انسان برابر ہے۔ ایک انسان پر ہرگز یہ فرض نہیں کہ وہ دوسرے انسان کی حد سے زیادہ تعظیم کرے اس کے مزاج کو بڑھا دے قرون اولی کے مسلمان اس کی حقیقت سے ایسے طور پر واقف کر دئے گئے تھے کہ وہ دوسروں کے پاس اپنے مذہب مقدس کی اس خوبی کو فخریہ طور پر پیش کرتے تھے چنانچہ "جنگ فحل" کے موقعہ پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سفیر بناکر عیسائیوں کی طرف روانہ فرمایا تو عیسائیوں نے ان کو مخاطب کر کے یوں کہا کہ "ہم تم سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ تم یہاں کیوں آئے ہو۔ حبشہ کا ملک تم سے قریب تھا۔ شاہ فارس مرچکا ہے اور حکومت کی باگ آئے عورت کے ہاتھ میں ہے۔ اس قدر سامان ترغیب چھوڑ کر تم نے ہماری طرف کیوں رخ کیا ہے۔ ہمارا بادشاہ سب سے بڑا بادشاہ ہے اور [illegible] میں ہم آسمان کے ستاروں اور زمین کے ذروں کے برابر ہیں"

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ہمارے قبلہ کی طرف نماز پڑھو۔ خم خنزیر

اور شراب کا استعمال ترک کر دو - ان امور پر کاربند ہو کر تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے - اگر اسلام لانا منظور نہیں - تو جزیہ دو - اس سے بھی انکار ہے - تو تلوار فیصلہ کرے گی - اگر تم تعداد میں ستاروں کے برابر ہو - تو ہمکو قلت اور کثرت کی پرواہ نہیں - ہمارے خدا نے کہا ہے - کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ - تمکو ناز ہے کہ تم ایسے شہنشاہ کی رعایا ہو جسکو تمہاری جان و مال کا اختیار ہے - لیکن ہمارا بادشاہ کسی حالت میں بھی اپنے آپ کو ترجیح نہیں دے سکتا - اگر وہ زنا کا مرتکب ہو تو اس کو درّے لگائے جائیں - چوری کرے - تو ہاتھ کاٹ ڈالے جائیں - وہ پردے میں نہیں بیٹھتا - اپنے آپ کو ہم سے بڑا نہیں سمجھتا - اور مال و دولت میں وہ ہمپر کوئی ترجیح نہیں رکھتا!!

اسلامی مساوات کے اس درخشاں گوہر کو افسوس ہے کہ بعض مخالفین سلسلہ محض اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بہت گھنونی شکل میں پیش کیا ہے - اس مساوات کا یہ منصب خدا جانے انہوں نے کیونکر سمجھ لیا ہے - کہ گویا اسلام نے حفظ مراتب کو نظر انداز کر کے اور حاکم و محکوم اور آقا و غلام میں بحیثیت مراتب فرق نہ کرنے کی تعلیم دی ہے - حالانکہ یہ بالکل غلط ہے - تفاوت مراتب کے لحاظ سے بیشک اسلام نے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور جہانتک ان کے مراتب کا سوال ہے - انکے ماتحتوں کو ان کی عزت کرنے کا حکم ہے - گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی - ایک مسلمان بزرگ کا ہی مقولہ ہے - اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ اگرچہ تم پر کوئی گنجا حبشی ہی حاکم کیوں نہ بنا یا جائے - تم اس کی بھی اطاعت کرو - یہانتک کہ قرآن کریم نے بھی اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کا بھی حکم دیا ہے - لیکن ہاں چونکہ وہ اولی الامر بھی ایک انسان ہوتا ہے - اور بوجہ انسان ہونے کے اس سے بھی غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں اور اس لحاظ سے وہ دوسرے انسانوں کے برابر ہے - اس لئے فرمایا - فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللّٰہ والرسول - کہ ایسے موقع پر اللہ اور رسول کے حکم کے ماتحت فیصلہ کرا لیا کرو - یعنے اگر تو کسی دینی مسئلہ پر تنازعہ ہے - تو اسے اس کی غلطی سے آگاہ کرو - اور خدا و رسول کا حکم اس بارہ میں بتاؤ اور خود اس کی تقلید نہ کرو - اور اگر وہ کسی ملکی و انتظامی معاملہ میں غلطی کرتا ہے - تو اس کی غلطی اسے بتا کر خاموش ہو رہو - اور اطاعت کرو +

اہل عرب میں ایک مثل مشہور ہے کہ ”انما الحیاۃ حسن احدوثۃ فاحسنہا ما استطعت“ یعنی زندگی کا مدعا یہ ہے کہ دنیا میں اس کا ذکر خیر قائم ہو - لہٰذا جہاں تک ہو سکے زندگی کو بہتر بناؤ - اور قوم میں اپنے عملی نمونہ سے بہترین یاد چھوڑ جاؤ“ اس وقت سب سے بڑھکر جس امر کی ضرورت ہے - اور جس سے ذکر خیر مثل صحابہ کرامؓ کے قائم ہو سکتا ہے - وہ خدمت اسلام ہے - حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہم نے جس قدر اسلامی خدمات کی ہیں ان کا اثر آج تک یہ نظر آتا ہے کہ ہم ان کی یادگاریں جیسا کہ جلی قلم میں دیکھتے ہیں کہ ع

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مدعائے زندگی کو انہوں نے خوب سمجھکر اپنی قابل قدر یاد چھوڑی ایسی ہی یاد ہم سب کو خدمت اسلام کر کے اور اشاعت اسلام میں تن من دھن سے امداد کر کے چھوڑنی چاہئے -

---

جناب مسیح علیہ السلام کو ہمارے عیسائی دوستوں نے خدا اور ابن خدا بنانے میں زور لگایا ہے - اور زمین و آسمان کے قلابے ملانے کے لئے جتنی کوشش ان سے ممکن تھی وہ کر چکے ہیں - مگر اناجیل مروجہ سے اصلی حقیقت کا اظہار ہو ہی جاتا ہے - بناوٹ کی بات چھپانے سے کبھی چھپ نہیں سکتی - جیسے کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

چھپتی نہیں ہے بات بناوٹ کی بالآخر
آخر کو کھل ہی جاتی ہے رنگت خضاب کی

چنانچہ اسی طرح انجیل یوحنا سے یہ راز کھلا کہ ایک شخص جو اندھا تھا اسکو یسوعؑ نے سبت کے دن اچھا کیا - یعنی اس کی آنکھوں پر مٹی لگا کر اسکو بینا کیا اور یہودیوں نے جب اس شخص سے دریافت کیا - کہ تو یسوعؑ کے حق میں کیا کہتا ہے تو اس نے کہا کہ ”وہ نبی ہے“ (انجیل یوحنا - باب ۹ - آیت ۱۷) جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے - کہ جب اتنا بڑا معجزہ دیکھنے والا یسوعؑ کو اسکے وقت میں انسان اور نبی ہی سمجھتا تھا تو یہ کیسے ممکن ہے - کہ حواریوں اور دوسرے عیسائیوں نے ان کو خدا تسلیم کر لیا ہوگا - یسوعؑ کو خدا اور ابن خدا بنانا بعد کی بدعت ہے یسوعؑ مسیح درحقیقت نبی اللہ تھے - خدا اور ابن خدا ہرگز نہ تھے +

تازہ برقی پیغامات
کوائف جنگ

قفقاز میں جنگ - لنڈن ۲۵ - جنوری - پٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے ہم نے توپخانہ کا ایک محافظ دستہ اور ۰۰۰ سپاہی گرفتار کئے - ہمارا توپخانہ بھیر ارض روم کے قلعوں پر گولہ باری کر رہا ہے -

(لجعدہٗ) پٹروگراڈ کا تار مظہر ہے کہ ترک شکست کھا کر بے تحاشا ارض روم کی طرف بھاگ رہے ہیں - اور سامان جنگ کی کثیر تعداد پیچھے چھوڑ رہے ہیں منتشر شدہ سپاہ دیہات میں چھپ رہی ہے - مگر وہ روسی رسالہ سے بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتی جو کل ارض روم کے سامنے نمودار ہوا ہے -

ارض روم میں ترکی سپاہ کی تعداد تخمیناً کچھ ۲۰ ہزار ہے - ارض روم کی طرف ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے روسیوں نے ۵۰ افسر ۴ ہزار سپاہی - بیسیوں کلدار توپیں اور سامان حرب کی کثیر مقدار گرفتار کی ؛

سرحد مصر پر جنگ - لنڈن ۲۶ - جنوری ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۲۱ - جنوری کی جنگی کارروائی کے متعلق جنرل ولیس کی مزید رپورٹ قاہرہ کے پیغامات کی تصدیق کرتی ہے اس رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہماری سپاہ جس میں برطانی ہندوستانی اور رضاکاروں کی فوج شامل تھی ۲۳ جنوری کی صبح کو دو دستوں میں آگے بڑھی غنیم نے بھی آگے بڑھکر اسے محصور کرنے کی کوشش کی دس بجے تک عام معرکہ کارزار گرم ہو گیا - اور دوپہر تک غنیم کو اسکے کیمپ کیطرف پسپا کر دیا گیا - وہ سرعت کے ساتھ مغرب کی طرف بھاگ گئے اور ان کے کیمپ پر قبضہ کر لیا گیا - تقریباً ۸۰ خیمے اور کچھ ذخائر جل گئے - غنیم جس کی ہم نے اچھی طرح خبر لی اسکے پاس ۳ معمولی اور ۴ یا ۳ کلدار توپیں تھیں -

قاہرہ ۲۸ - جنوری ۲۳ - جنوری کی جنگ میں مغربی علاقہ کے ۴ ہزار عرب شریک تھے - مگر ہم نے انہیں ۳ میل پسپا کر دیا - ہمارے ۲۷ ہلاک اور ۲۹ مجروح اور غنیم کے ۱۵۰ ہلاک اور ۵۰۰ مجروح ہوئے ؛

روس کا سرکاری بیان - لنڈن ۲۷ جنوری پٹروگراڈ میں سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ۸ - جنوری کو بحیرہ اسود میں گوبن اور ایک روسی جنگی جہاز میں لڑائی ہو گئی - گوبن ضرر رسیدہ ہو کر قسطنطنیہ کو واپس چلا گیا - اس کے ۳۳ ہلاک اور ۸۰ مجروح ہوئے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۳۰ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸۲

کیا اشاعت اسلام ہر مسلمان پر فرض نہیں؟

یہ ایک سوال ہے جو ہم سے ہمارے ایک مخلص دوست نے کیا ہے۔ اس سوال کے پیدا ہونے کا باعث کیا ہے۔ اس کو ہم ذیل میں اسی دوست کے اپنے الفاظ لکھ دیتے ہیں

"مکرمی ومعظمی جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں یہاں پر کوشش کر رہا تھا کہ اہل اسلام ..... کے دلوں کو اشاعت اسلام کی طرف مبذول کروں۔ چنانچہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے مشن کی کامیابی کے حالات سنائے گئے اور اشاعت اسلام کو مسلمانوں کا فرض بتلاتے ہوئے چند معزز اصحاب سے چندہ کرنے کے لئے اپیل کی۔ ہمیشہ نیک کاموں میں روڑے اٹکانے والے بھی آدمی ہوتے ہیں ..... ایک شخص جو احمدیوں سے سخت تعصب رکھتا ہے وہ اس نیک کام میں مخل ہوا اور آدمیوں کو یوں بہکانے لگا کہ اشاعت اسلام ہر مسلمان پر فرض نہیں ہے۔ صرف مولویوں یعنی علماؤں اور بادشاہوں پر فرض ہے۔ اور فرض کی آپ نے یہ تعریف کی ہے کہ فرض کا ادا نہ کرنا ملزم بناتا ہے۔ اور اس کو قیامت کے دن سزا ملتی ہے اگر اشاعت اسلام فرض ہوتا تو جو مسلمان اس کو ادا نہ کرے وہ قیامت کے دن ملزم ہوتا۔ مگر قرآن شریف اس کے برخلاف ہے اب التماس ہے کہ چونکہ کمترین کو اس قدر علمیت نہیں ہے کہ اس کو قرآن وحدیث کا حوالہ دے سکوں البتہ میں نے فرض کی یہ تعریف کر دی ہے کہ جو قرآن شریف میں ہمارے لئے حکم ہے وہ ہم پر فرض ہے۔ آپ مولانا مولوی محمد علی صاحب سے جواب دریافت فرما کر اس غلط فہمی کو بذریعہ اخبار رفع کر دیویں ....

والسلام رقیمہ نیاز ......"

آہ! اسے

ہر مسلمان ہمہ او بارزیں رہ افتاد
کز پئے دیں ہمت شاں نیست با غیرت فرض

مسلمان اور اشاعت اسلام کو فرض نہ سمجھے کس قدر حیرتناک امر اور کیسا درد انگیز اور ہیبتناک نظارہ ہے کیا اس بیمار سے زیادہ خطرناک حالت کسی کی ہو سکتی ہے جو باوجود خطرناک بیماری میں مبتلا ہونے کے اس کا علاج ضروری نہیں سمجھتا یا اس سے بھی زیادہ ناسمجھ اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا کوئی ہو سکتا ہے۔ جو بھوکا ہے لیکن روٹی کھانا ضروری نہیں جانتا اور اسے دو دو ہاتھ سے دھکے دیتا ہے۔ بھوک کی شدت اور بیہوشی نے اس کا کام تمام کرنے تک نوبت پہنچا دی ہے۔ لیکن وہ یہی کہے جاتا ہے کہ مجھے ہرگز روٹی کی ضرورت نہیں۔ کس قدر قابل رحم حالت ہے اس شخص کی جو ایک سانپ کا ڈسا ہوا ہے۔ شدت درد اور زہر کی تیزی سے دم نکلا جا رہا ہے۔ لیکن تریاق کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ افسوس اس راہ گم کردہ مسافر کی حالت پر جو سخت خطرناک جنگلوں اور بیابانوں میں بھٹک رہا ہے۔ جہاں خوفناک سے خوفناک درندوں کا سامنا ہے لیکن وہ اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ اپنی بندوق کو اپنے ساتھ رکھے وہ اسے ایک بوجھ سمجھتا اور اسے یونہی پھینک کر چل دیتا ہے۔

بعینہ یہی حال ہے اس قوم کا جس کے افراد اس بات کی ضرورت نہیں سمجھتے یا اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی ہستی اپنی بقا اور اپنے قومی نشو ونما کے لئے کوئی کوشش اور جد وجہد کریں۔ اشاعت اسلام کیا ہے۔ اپنے قومی تحفظ اپنے قومی وقار کو قائم رکھنے اور قوم کو ترقی کے اعلیٰ معراج پر پہنچانے کی کوشش اور جد وجہد کرنا۔ جاؤ تو ذرا قرآن کریم کو پڑھو اس نے بار بار جہاد فی سبیل اللہ پر کیوں زور دیا ہے۔ اور کیوں مسلمانوں کو اس ضروری فرض کے چھوڑ دینے پر عذاب الیم کا وعید سنایا ہے۔ قرآن کسی خاص زمانہ کے لئے نہیں اس کا ایک ایک لفظ ہمیشہ اور ہر زمانہ میں کام آنے والا ہے۔ اس نے جس جہاد کی طرف ہم مسلمانوں کو بلایا ہے بتلاؤ وہ سوائے اشاعت اسلام کے اور کیا ہے۔ نرا اللہ اور رسول پر ایمان لے آنا اس کو تو وہ کافی نہیں سمجھتا کیونکہ فرماتا ہے تؤمنون باللہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان بھی لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے رستہ میں پورا زور لگاؤ۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے رستہ میں زور لگانا کیا ہے وہی اشاعت اسلام کرنا

آخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیوں اپنے سر کٹوائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اپنی جانوں اور مالوں کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہ کی۔ کیا انھیں کوئی دنیوی حرص کوئی ملک گیری کا شوق کوئی لوٹ مار کا لالچ اس دشوارترین کام میں مشغول کئے ہوئے تھا۔ آخر ان کا مقصد کیا تھا جس کے لئے انھیں تلوار اٹھانی پڑی۔ یہ کہنا تو غلط ہے کہ انھوں نے کسی کو تلوار کے زور سے مسلمان بنانا چاہا کیونکہ یہ نہ صرف اسلام کے پاک اور بے عیب دامن پر ایک بدنما دھبہ لگانا ہی ہے بلکہ قرآن کریم کی نص صریح کے بھی یہ سراسر خلاف ہے ہاں ان کا اصل نصب العین اور منتہائے مقصود تو بے شک اشاعت اسلام ہی تھا جس کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹیں اس قابل تھیں کہ تلوار کے ذریعہ انکا دفعیہ کیا جائے تو پس جس مقصد کے حصول کے لئے ان پاک اور بزرگ نفس انسانوں نے ایسی خطرناک رکاوٹوں کی بھی پرواہ نہ کر کے اپنی جانیں تک لڑا دیں۔ ایک مسلمان کے منہ سے اس کے متعلق یہ نکلنا کہ یہ ہر مسلمان پر فرض نہیں کس قدر حیرت کا موجب ہے۔

کیا قرآن کریم کا یہ کہنا بھی بھول گیا کہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون (پارہ ۴)۔ اور تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے۔ نیکیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کریں اور وہی فلاح یافتہ ہونگے کہ دیا جائیگا کہ اس میں ہر ایک مسلمان کو حکم نہیں دیا بلکہ ایک خاص جماعت کے ہی اس کام میں منہمک ہونے کا حکم ہے۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ پھر فلاح یافتہ بھی تو اسی جماعت کو ٹھہرایا گیا ہے دوسرے لوگ تو فلاح سے محروم رہے۔ افسوس قرآن کریم کے الفاظ کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے بجائے مسلمان آج صرف ظاہر الفاظ پر ہی اڑ بیٹھتے ہیں۔ قرآن کی ایک آیت دوسری کی تفسیر کرتی ہے۔ یہاں اگر کل مسلمانوں میں سے ایک خاص جماعت بنے

پیدا ہونے کا حکم دیا ہے۔ تو اس سے تھوڑا ہی آگے چلکر یہی دعوت الی الخیر اور نہی عن المنکر کا کام کل اُمت محمدیہ کے لئے باعث شرف ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ فرماتا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ یہاں مسلمانوں میں سے کوئی خاص گروہ مخاطب نہیں۔ بلکہ کل مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ تم خیر امت ہو۔ جو لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اب یا تو یہ خیر امت کا خطاب کل اُمت محمدیہ سے چھین کر صرف ان مولویوں اور ملاؤں کو دو جنہیں تم اس بارہ کا ٹھیکہ دار سمجھتے ہو اور تمھارا خیال ہے کہ قرآن کریم نے اسی ایک خاص گروہ کو اشاعت اسلام کا حکم دیا ہے اور یا پھر سب مسلمان، خیر اُمت کا لقب پانے کے مستحق ہیں تو پھر اشاعت اسلام بھی اُن سب کا فرض اولین ہے۔ کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ تمھیں پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ تم اس پاک کام کو سر انجام دو۔

اصل میں پہلی آیت میں جو منکم امۃ کہکر ایک مخصوص جماعت کی طرف اشارہ کیا تھا تو وہ بلحاظ اس خاص کام کے تھا جو وعظ و تبلیغ کے رنگ میں ہوتا ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ ایک خاص جماعت ہی ہو جو باقی کاموں سے فارغ البال ہو۔ اور ان کی زندگیاں صرف وعظ و تبلیغ پر ہی وقف ہوں۔ لیکن دوسری آیت میں کل مسلمانوں کو داعی الی الخیر اور ناہی عن المنکر اس وجہ سے کہا ہے کہ باقی مسلمان اس مخصوص جماعت کی ضروریات اور ان کے فرض مفوضہ یعنی وعظ و تبلیغ کے ضروری سامان مثلاً مالی امداد وغیرہ مہیا کرنے والے ہوں۔ گویا ان ہر دو آیات میں قرآن کریم نے جہاں ایک ضروری اور اہم ترین فرض کے لئے ایک خاص جماعت تیار کرنے کا حکم دیا ہے وہاں یہ بھی بتایا کہ وہ خاص فرض اس خاص جماعت کا ہی نہیں بلکہ تم سب کا ہے۔ اور وہ تمھارے بغیر بے دست و پا ہیں۔ دنیا کے کام تقسیم عمل سے ہی چلا کرتے ہیں۔ اگر ایک طرف یہ ضرورت ہے کہ ایک خاص گروہ صرف وعظ و تبلیغ کی غرض سے مختلف ممالک میں جائے اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلائے تو دوسری طرف باقی مسلمانوں کا بھی یہ فرض ہے کہ اس گروہ کی ضروریات اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کے دفعیہ میں جان و مال سے جیسی ضرورت ہو کوشاں ہوں۔ اسی تقسیم عمل کے اصول پر آج دنیا کے تمام کاروبار چل رہے ہیں۔ اور اگر اس اصول کو مدنظر نہ رکھا جائے تو دنیا کا نظام ہی درہم برہم ہو جائے اسی طرح سے یہ کہنا کہ اسلام کی اشاعت ہر مسلمان پر فرض نہیں گویا نہ صرف قرآن کریم کے کھلے کھلے احکام کی خلاف ورزی کرنا ہے بلکہ نظام عالم کے صریح خلاف بیخکنی اسلام کی بیخکنی کے درپے ہونا ہے۔ اشاعت اسلام فرض ہے اور ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے رنگ میں جس قسم کی امداد دین کی اشاعت کے لئے دے سکتا ہے دے۔

مولویوں یا ملاؤں یا بادشاہوں پر اس کام کو چھوڑ دینا گویا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج بعض قوموں کے ہاں یہ اصول رائج ہے کہ عبادت کرنا صرف پادریوں اور ملاؤں کا کام ہے۔ مگر وہ تو ساتھ ہی اپنی طرف سے ان کو کچھ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارے ہاں اشاعت اسلام کو مولویوں اور ملاؤں کا کام بتانے والے اس کام کے لئے مالی امداد دینا بھی اپنا فرض نہیں سمجھتے کس قدر افسوسناک اور حیرت انگیز امر ہے کہ جس بات پر قومی ہستی کا دار و مدار ہے اور جس چیز کی وجہ سے مسلمان ایک علیحدہ قوم بنے ہوئے ہیں اس کی ترقی اور اشاعت کو غیر ضروری امر خیال کیا جاتا ہے اور ذرا بھی اس بات کا خیال نہیں کہ آخر اس کے ماسوا قومی نشو و نما بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ قومی تحفظ کی اور صورت ہی کیا ہو سکتی ہے۔ خدا رحمت کرے ان پاک اور برگزیدہ انسانوں پر جنہوں نے سخت سے سخت مشکلات اُٹھا کر اس پاک مذہب کو یہاں تک بڑھایا کہ آج بھی اسلام کا نام باقی ہے۔ اور مسلمانوں کی قوم دنیا میں موجود اور ہم مسلمان کہلاتے ہیں۔ ورنہ ہم نہیں جانتے کہ اگر اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ انا لہ لحافظون کے مطابق اس پاک قوم کو کھڑا نہ کر دیتا تو آج اسلام کا کیا حشر ہوتا

پس دوستو۔ اگر یہی لیل و نہار ہیں اور تمھاری مذہبی و روحانی حیات کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو پھر تمھاری قومی ترقی بلکہ قومی زندگی کے بقا کا سوال بھی معرض خطر میں ہے۔ اسلام تو دنیا میں رہے گا۔ بڑھے گا پھلے گا پھولے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ انا لہ لحافظون ٹل نہیں سکتا۔ مگر افسوس یستبدل قوما غیرکم کے ماتحت وہ کوئی اور قوم ہوگی جو اس نازک کام کو سر انجام دے گی۔ یوں کہنے کو تو آپ نے اپنے سر سے اُتار کر یہ فرض مولویوں اور بادشاہوں کے سر ڈال دیا اور انھیں اس کام کا ٹھیکہ دار بنا دیا لیکن یہ بھی بتا سکتے ہو کہ دنیا میں آج کتنے مولوی اور کون کون سے بادشاہ اس فرض کی سر انجام دہی میں مصروف ہیں۔ مولویوں کو تو تکفیر و تفسیق کے فتاوے سے ہی فرصت نہیں وہ بھلا اس کام کو کیوں کرنے لگے۔ ان کی اس مصروفیت کا حال ذیل کے چند اشعار سے وضاحت کے ساتھ معلوم ہو سکتا ہے۔ مولانا شبلی مرحوم فرماتے ہیں ؎

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ کیا آپ
کچھ حالت یورپ سے خبردار نہیں ہیں
آمادۂ اسلام ہیں لنڈن میں ہزاروں
ہر چند ابھی مائل اظہار نہیں ہیں

تقلید کے پھندوں سے ہوئے جاتے ہیں آزاد
وہ لوگ بھی جو داخل احرار نہیں ہیں
جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم
ان میں بھی تعصب کے وہ آثار نہیں ہیں
افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہیں پیدا
یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں
جھلا کے کہا یہ کہ یہ کیا سوء ادب ہے
کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں
کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

اس عالم مصروفیت کی تصدیق جس نے کرنی ہو وہ لاہور کے بعض علماء کی اس کمیٹی کو آ کر دیکھے جو گذشتہ سال ایک ہفتہ وار جلسہ اس غرض سے منعقد کرتی رہی ہے کہ اس میں خواجہ کمال الدین کی غلطیاں نکال کر ان پر فتوے دئے جائیں سبحان اللہ کس قدر مقدس کام ہے جو ان لوگوں نے سنبھالا۔ ایک شخص تبلیغ اسلام کے لئے دور دراز کا سفر کر کے جاتا ہے۔ اپنا سب کچھ کھو کر لوگوں کو اور بڑے معزز انسانوں کو مسلمان بناتا ہے یہ لوگ بجائے اس کے کہ اس کی امداد کریں یا اگر یہ نہیں تو کم از کم خاموش رہیں اُلٹا اس پر آوازے کستے ہیں اور اس کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہوتے ہیں کیا ایسے ہی مولویوں کو اس بات کا اہل سمجھا جاتا ہے کہ وہ اس فرض کو سر انجام دیں۔ آخر ہمیں بتایا جائے کہ وہ کون سے مولوی ہیں جن کو اس فرض کا ذمہ دار سمجھا جاتا اور اپنے آپ کو سبکدوش ٹھہرایا جاتا ہے

باقی دارد

علم چلن اور خدمت

(سلسلہ اشاعت مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۵ء)

اشاعت متذکرۃ الصدر میں ہم نے علم کی فضیلت اور برتری کو اسلامی نقطہ خیال سے واضح کیا تھا اور قرآن کریم کی بعض آیات اور چند ایک احادیث سے یہ ثابت کیا تھا کہ اسلام نے حصول علم کو انسان کے لئے کس قدر ضروری قرار دیا ہے اور اسکے اس امر میں کوشاں رہنے کی کہاں تک ترغیب و تحریص دلائی ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اس بارہ میں دوسرے مذاہب کی تعلیمات پر غور کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم اور احادیث سے ہی اس پر مزید روشنی ڈالی جائے اور یہ دکھلایا جائے کہ اسلام نے علم کا حاصل کرنا نہ صرف ضروری قرار دیا ہے بلکہ ایک عالم کو جاہل پر کھلی کھلی فضیلت اور برتری دی ہے اور علماء کا وہ مرتبہ قرار دیا ہے جو شاید دنیا میں سوائے نبوت کے اور کسی دوسرے مرتبہ سے کم نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ علم کی ایک خاص حالت ہے جسکو اسلام نے اس قدر سراہا ہے اور بعض علوم کی مذمت بھی کی ہے۔ لیکن اس مخصوص حالت اور امتیازی کیفیت کی وضاحت ہم آگے چلکر کرینگے۔ اور یہاں تعلق علم پر ہی بحث کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے اگرچہ اس سے ہماری ذہنی مراد وہی ایک خاص حالت ہے جس کی تصریح آگے آئیگی۔ غیر مذاہب اور غیر اقوام کے خیالات اس بارہ میں جو کچھ ہیں ان کا ذکر بھی تو آگے ہی آئیگا لیکن یہاں نئی و معانی قرآن کریم اور احادیث سے پورے طور پر روشنی ڈال دینا اس وجہ سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آج تحصیل علم کے میدان میں اگر کوئی قوم اور کسی مذہب کے پیرو سب سے پیچھے دکھائی دیتے ہیں تو وہ ایک مسلمانوں کی قوم اور مذہب اسلام کے پیرو ہی ہیں۔

غیر مذاہب کے پیرو اور نامسلمان قومیں اگر آج ہم سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں تو کیوں۔ اس بات کو چھوڑ دو کہ ان کے پاس حکومت ہے اور ہمارے پاس نہیں۔ ان کے پاس مال ہے اور ہمارے پاس نہیں ان کے پاس سامان اور جتھا ہے اور ہمارے پاس نہیں۔ یہ حکومت یہ مال اور یہ سامان اور جتھا تو آخر نتیجہ ہیں۔ اسی بحر بے کنار میں چپو مارنے کا جو علم کے ذریں نام سے مشہور ہے۔ جب تک مسلمان حصول علم میں کوشاں رہے مشیت ایزدی ان کے شامل حال رہی اور وہ دنیا کے ہر پیشہ اور ہر فن میں ایک کامیاب اور ہوشیار قوم سمجھے گئے ان کو سلطنتیں بھی حاصل ہوئیں مال بھی اس قدر میسر آیا کہ دینے کے لئے بہت تھا لیکن سوال کرنے یا لینے والا کوئی نہ تھا پھر سامان بھی سب سے بڑھ چڑھ کر ملا اور جتھا بھی کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو اول الذکر چیزوں کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ مگر افسوس شومئی قسمت کہ مسلمانوں نے رفتہ رفتہ اس خیال کو جو علم کے دریا میں غوطہ لگانے اور قوموں کو زندہ کرنے والے موتی باہر نکالنے میں انھیں منہمک کئے ہوئے تھا بھلا دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ یستبدل قوما غیرکم فلا یکونوا امثالکم انکی جگہ ایک اور قوم آ کھڑی ہوئی جو ان کی طرح نہیں۔ ان غیر اقوام کو اگرچہ ان کے مذاہب نے تحصیل علم کے لئے کوئی خاص تعلیم نہیں دی۔ اگرچہ ان کے مذاہب نے انھیں علم کی منور شعاعوں سے بالکل محروم رکھا ہے نہ صرف محروم بلکہ جیسا کہ ہم آگے چل کر ثابت کرینگے انھیں اس زندگی بخش جام صحت کے نزدیک بھی نہ جانے کا حکم دیا ہے۔ اور ان کے ایسا کرنے کو ایک گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ لیکن الانسان حریص الاما منع۔ انھوں نے باوجود ان سخت امتناعی احکام کے اس دریائے رحمت کی طرف قدم بڑھایا اور وہی کچھ فوائد حاصل کئے جو کبھی مسلمانوں کو میسر آئے تھے۔ اور برخلاف اس کے مسلمانوں نے باوجود تحصیل علم کی اشد تاکید کے اس سے فائدہ اٹھانا چھوڑ دیا اور قعر ذلت میں جا پڑے۔

مسلمانو! دیکھو قرآن کریم تمھیں فرماتا ہے کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ اگر تم سچے اور پکے ایماندار بن جاؤ۔ ان پاک اور درخشاں اصولوں کو محکم و استوار کرکے پکڑ لو اور ان پر پورے طور پر عملدرآمد کرو۔ (کیونکہ ایمان کی یہی تعریف حدیث میں آئی ہے۔) جو قرآن نے تمہیں بتائے ہیں تو یاد رکھو دنیا میں تم ہی سب سے بڑھ کر اور اعلیٰ و افضل ہوگے۔ یہ میں نہیں کہتا کہ صرف علم کا حاصل کرنا ہی قرآن کی تعلیم ہے اور صرف یہی ایک اصول ہے جس پر عملدرآمد کر کے ہم کامیاب و فائز المرام ہو سکتے ہیں لیکن ہاں اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن کریم کے بتائے ہوئے اصول کامیابی میں سے علم کا حاصل کرنا بھی ایک ضروری حکم ہے۔ جس پر عمل کئے بغیر حقیقی اور سچی کامیابی میسر آنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل و محال ضرور ہے۔ دیکھو تو قرآن کریم نے کس قدر زبردست الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا ہے اور ایک طرح سے ہمیں تحریص دلائی ہے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات۔ اللہ نے ان لوگوں کے درجوں کو جو تم میں ایمان لائے۔ اور جن کو علم دیا گیا بلند کیا ہے

دیکھو اس میں صاف طور پر اہل علم کی بلندی درجات کا ذکر کرکے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تحصیل علم سے ہم کس قدر فضیلت کے مالک بن سکتے ہیں۔ پھر ایک دوسری جگہ فرمایا ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا کبھی اہل علم اور بے علم لوگ بھی برابر ہوتے ہیں۔ پھر یہیں تک بس نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے بھی اہل علم ہی کو قرار دیا ہے فرمایا انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اللہ تعالیٰ سے اس کے عالم بندے ہی ڈرا کرتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پہلی وحی فرمائی اس میں بھی علم ہی کے سیکھنے کی طرف اشارہ کیا فرمایا اقرا باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا پیدا کیا انسان کو لوتھڑے سے۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ساتھ سکھایا ایک نادان اور علم کی حقیقت سے ناآشنا اعتراض کر دے گا کہ جب ان آیات کریمہ میں علم سیکھنے کی طرف اشارہ ہے تو کیوں آنحضرت صلعم تمام عمر امی رہے اور علم پڑھے ہوئے نہ تھے ایسا اعتراض میرے خیال میں وہی نادان انسان کر سکتا ہے جس کو یا تو آنحضرت صلعم کے حالات و خیالات سے کوئی واقفیت نہیں اور یا وہ علم کے معنوں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اس لئے اس جگہ بتانے کے ساتھ کہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونے کے پھر زمانہ بھر کے علماء و فضلاء کے معلم و استاد ہیں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ علم کی اصل حقیقت کیا ہے اور قرآن کریم نے صرف حروف شناسی و ابجد خوانی کا نام ہی علم رکھا ہے یا کوئی اور چیز بھی اس مبارک نام سے موسوم ہو سکتی ہے؟

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ علم نہ رکھتے تھے صدق و حقیقت کے بالکل خلاف بات ہے۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ شخص جو آپ کے حالات و مقالات سے ذرہ بھر بھی واقفیت بھی رکھتا ہو وہ ایسا کلمہ اپنی زبان سے کیسے نکال سکتا ہے بیشک آپ امی تھے اور حروف شناسی نہ رکھتے تھے۔ لیکن یہ تو ایک ایسی بات ہے جو آپ صلعم کی ذات اقدس کو چار چاند لگانے والی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے ع

امی و در علم و حکمت بے نظیر

باوجود امی ہونے کے آپ کا کلام معجز نظام آپ کے افعال و اعمال اور آپ کے اخلاق

ــــہ اس قابل ہیں کہ ان پر ستہ کئی ایک عالی فلاسفروں اور زمانہ بھر کے مشہور ترین سائنس دانوں کو قربان کر دیا جا سکے۔ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عرب جیسے جاہل سے جاہل ملک میں پیدا ہوا اور نہ صرف یہ کہ ایک ایسے ملک میں ہی پیدا ہوا بلکہ خود ان پڑھ رہے۔ یہیں تک بھی بس نہیں بلکہ قدرتی تاثرات کے لحاظ سے وہ ملک کچھ ایسا تھا کہ جو عالموں اور سائنس دانوں کے کام کا نہیں تھا بنجر بیابان اور چٹیل میدان۔ لیکن ایسی سرزمین سے وہ پاک اور بزرگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتا ہے جو گو ناخواندہ اور ان پڑھ ہے گو اس کے ہموطن اور شہری تہذیب و تمدن کے تمام کوسوں دور ہیں۔ لیکن وہ افضل ہے اور نہ صرف اپنے ملک کو ہی علم و حکمت یا بالفاظ دیگر تہذیب و تمدن کی بلند ترین چوٹی پر پہنچا دیتا ہے۔ بلکہ دنیا کے بڑے بڑے سائنس دان مہندس فیلسوف فلاسفر اور ہر ایک فن کے عالم بلکہ موجودہ زمانے کے تمام اہل علم اس کے دامن فیض کے رہین منت ہیں جس کا اعتراف اکثروں نے تو اپنی زبان سے کیا ہے۔ پس یہ ایک بہت بڑا کمال تھا جو آپ نے کیا اور جس کے لئے دنیا آپ کے فیض سے کبھی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

باقی آئندہ

قومی زندگی کا راز

از جناب الٰہی بخش صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج لاہور

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ....
....کذالک یبین اللہ لکم آیاتہ لعلکم تہتدون۔

"اللہ تعالیٰ کی رسی (قوانین) کو پکڑ لینے میں اختلاف مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ایک بڑا عطیہ ہے۔ جسکے جائز استعمال سے بہرہ ور ہونا چاہیئے ...... اور اللہ تعالیٰ ایسے ان باتوں کی بذات خود تشریح فرماتا ہے تاکہ تم اپنے حقیقی مقصد زندگی کو حاصل کر سکو"

"فطرت انسانی قوانین قدرت کا ایک نتیجہ لازمی ہے۔ اور اگر کوئی بیرونی تحریک ان کے جائز استعمال کی مانع نہ ہوتی تو یقیناً انسان کو اپنے حقیقی مقصد پر پہنچنے کے لئے کسی بیرونی مدد کی بھی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ ساتھ ساتھ مقابلہ میں ایک مخالف تحریک بھی قدرت نے رکھ دی ہے۔ اس لئے اس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً کچھ خاص احکام بھیجے۔ جن کے مجموعہ کا نام مذہب ہے

چنانچہ ہماری تاریخ نے بھی اپنے جنم دن سے آجتک کے تجربہ سے جو کچھ مذہب کی غرض کو سمجھا ہے وہ یہی ہے کہ (۱) انسان کو اس کے فطرتی قواء کے صحیح استعمال سے اس نتیجہ پر پہنچانا جہاں پہنچکر یہ کامل اطمینان حاصل کر سکے۔ (۲) ان بیرونی حوادث کے نقصانات سے مطلع کرنا جن کے عمل کا نتیجہ قوانین فطرت کے برعکس ثابت ہو۔ ..... اس قادر مطلق کی بے نیازی ہے کہ اس نے وہ فلسفہ اور حکمت جس پر آج شاہان زمانہ کو ناز ہے آج سے تیرہ سو سال پیشتر ایک امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبان سے کہلوا دیا۔ یک جہتی اور تمدن کا وہ فلسفہ جس کی اشاعت کا آج فضلاء یورپ کو فخر ہے۔ اور جسے انسانی زندگی کا دارومدار سمجھا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اس تاریکی کے زمانہ میں کہ جسکی نظیر تاریخ عالم میں ڈھونڈے نہیں ملتی۔ ایک امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی اشاعت کے لئے منتخب کیا۔ فرمایا۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اللہ تعالیٰ کی رسی (قانون) کو یکجا ہو کر خوب مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور کوئی اس قانون کو چھوڑے نہیں۔ کیونکہ اسی میں تمہاری حقیقی زندگی کا راز ہے ..... اگر تم کو اس میں کچھ شک ہو تو کسی اور کے پاس جانے کی ضرورت نہیں (و فی انفسکم افلا تبصرون) بلکہ اگر غور کرو گے تو تمہاری فطرت تمہیں اس فلسفہ کو اچھی طرح سمجھا دے گی ......

مجھے شدت کی پیاس لگی۔ تو میری آنکھیں پانی تلاش کرنے لگیں۔ روزانہ تجربہ نے میرے دل میں ایک ارادہ پیدا کیا اور ارادہ کے پیدا ہوتے ہی پاؤں خود بخود میرے تمام وجود کو اٹھا کر غسل خانہ کی طرف لے چلے ہاتھوں نے گلاس اٹھایا اور پانی ڈالنے میں تمام نظام عصبی نے انکی مدد کر کے گلاس کو لبوں تک پہنچایا۔

مجھے خیال ہوا کہ ہاتھ پاؤں نے تو پانی نہیں پیا۔ دل و دماغ کے پاس پانی جمع رکھنے کا کوئی برتن نہیں ہے۔ آنکھیں بھی پانی نہیں پیا کرتیں۔ بہرحال اس پانی کی ضرورت اگر تھی تو صرف معدہ کو ہی تھی۔ مگر اس ایک عضو کی خواہش پر جبکہ میرے باقی اعضاء پر کوئی بڑا اظرف کبھی حاصل نہیں ہے تمام اعضا نے اتنی تکلیف کیوں گوارا کی۔ پاؤں نے چلنے کی مصیبت کیوں اٹھائی۔ آنکھیں کچھ دیر کے لئے کیوں پریشان ہوئیں۔ ہاتھوں نے اور بحیثیت تمام نظام عصبی نے کیوں ناحق محنت کی۔ تو جواب ملا۔ افغیر دین اللہ یبغون کیا قوانین فطرت کی خلاف ورزی کر کے تباہ ہونا چاہتے ہو۔ اگر تمام اعضاء پیاس کو معدہ کی ضرورت جان کر اس کی مدد نہ کرتے تو کیا وہ خود زندہ رہ سکتے تھے؟ اگر کسی فرد واحد پر مصیبت آئے اور قوم اس کی مدد نہ کرے تو کیا وہ ہلاک ہو کر قوم کو کمزور نہیں کر دیگا؟

میرا پاؤں ٹھوکر سے زخمی ہوا تو اس ایک عضو کے صدمہ کا ماتم میرے تمام نظام عصبی میں بجلی کی طرح پھیل گیا۔ اور ہر ایک عضو نے اپنی طاقت کے موجب اس پر کف افسوس ملا۔ ہاتھوں نے جھک کر پاؤں کو دبانا شروع کر دیا۔ آنکھوں نے اپنی غفلت پر آنسو بہا دئیے۔ دل نے آنکھوں کو انکی غفلت پر بہت ملامت کی اور دماغ نے جسمیں میری گذشتہ زندگی کے تجربات کا ریکارڈ ہے پاؤں کی بقاء زندگی پر بحث شروع کر دی۔

مجھے تشویش ہوئی اور دیر تک تمام اعضا کے افعال کو غور سے دیکھتا رہا ...... بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ از روئے قانون پاؤں کو میرے تمام اعضاء سے اسقدر خدمت لینے کا حق ہرگز نہیں تھا۔ ...... عالم کبریٰ کا تو یہ حال ہے کہ کوئی کسی کو پوچھتا بھی نہیں بلکہ ایک انسان دوسرے انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ زندوں کو مردہ اور مردوں کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کیجاتی ہے اسلئے سجائے اسکے کہ میرے پاؤں کی اس تکلیف سے خدمت کی ہوتی۔ لازم تھا کہ اسکے ٹھوکر کھانے پر ڈنڈے سے اس کی تواضع کی جاتی۔ ..... تو جواب ملا ..... من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین ..." کوئی دیدہ دانستہ سلامتی کی راہ کو چھوڑ کر ہلاکت میں پڑتا ہے پس وہ ہرگز اپنی زندگی کے حقیقی مقصد کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب وہ منزل مقصود پر پہنچکر اپنی کمائی کا حساب کرتا ہے تو اسے پتہ لگتا ہے کہ خسارہ اٹھانے والوں کے ساتھ ہو گیا ہے"

غور کیا جائے تو اگر میرے اعضاء پیاس کو صرف معدہ کی ضرورت سمجھکر اس کی مدد نہ کرتے تو پیاس کا رفع ہونا ناممکن تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ کچھ دیر کے بعد میرا تمام وجود ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اگر میرے پاؤں کے زخمی ہونے پر باقی اعضاء بالاتفاق اس کی مدد نہ کرتے۔ تو پاؤں کا اچھا ہونا ناممکن تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ میرے نظام عصبی کی مکمل مشینری میں سے ایک کار آمد پرزہ ضائع ہو جاتا۔

نکات القرآن اور النبوّت فی الاسلام کے متعلق روزانہ وطن کی رائے

روزانہ وطن مورخہ ۲۷ - جنوری ۱۹۱۶ء میں نکات القرآن اور النبوّت فی الاسلام پر حسب ذیل ریویو شائع ہوا ہے :-

نکات القرآن حصّہ دوم مولوی محمدؐ علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کی تصانیف جن لوگوں کو پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ ان کے تبحر علمی - علوم دینیہ میں اعلےٰ دسترس اور وسیع معلومات کے قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے مولوی صاحب کا وجود موجودہ زمانہ میں اسلامی دنیا کے لئے از بس غنیمت ہے - آپ کے وہ بیش بہا اسلامی مضامین جو رسالہ ریویو آف ریلیجنز میں شایع ہوتے رہے ہے آپ کی اعلےٰ قابلیت اور دینی خدمات پر شاہد عادل ہیں اور ناظرین وطن کو ان سے معروف کرانے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ ہم نے اس زمانہ ہی میں جبکہ مولوی صاحب ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر تھے - آپ کی خدمات حسنہ کا صدق دل سے اعتراف کیا تھا - آجکل آپ قرآن کریم کے انگریزی و اردو ترجمہ و تفسیر میں مصروف ہیں - جن میں سے اول الذکر کام تو ختم ہو چکا ہے اور اس وقت ولایت میں زیر طبع ہے - مؤخر الذکر کام جاری ہے - اور مولوی صاحب قرآن کریم کے شروع سے لیکر تفسیری نوٹ مرتب فرما رہے ہیں ان میں سے حصّہ اول پر جس میں پارہ اوّل کے تفسیری نوٹ ہیں - ہم نے ۱۴ - اپریل ۱۹۱۵ء کے وطن میں ریویو کیا تھا - اور اس کی پچاس کاپیاں اپنی گرہ سے خرید کر مساجد کے غیر مستطیع اماموں میں مفت تقسیم کی تھیں - اب حصّہ دوم بھی شایع ہو گیا ہے - جس میں سورہ بقر ختم کر دی گئی ہے - اس حصّہ میں بھی مولوی صاحب نے اکثر مشکل مقامات اور اختلافی مسائل کو نہایت خوبی اور وضاحت کے ساتھ حل فرمایا ہے - اس میں اسلامی جنگوں کی ضرورت اور غرض وغایت بتاکر اس بارہ میں غیر مذاہب کے اعتراضات کا قلع قمع کیا ہے - اور ان آیات کا بھی بڑی خوبی سے تطابق فرمایا ہے - جنکو آپس میں متضاد قرار دیکر بعض مفسرین نے ایک کو دوسری کی منسوخ ٹھیرایا ہے - اسکے علاوہ اور بھی بیسیوں ایسے مسائل ہیں - جن پر غیر مذاہب کے معتقد اعتراضات کرتے رہتے ہیں - مولوی صاحب نے ان کی اصل حقیقت بتاکر عقلی دلائل اور منقولی حوالجات سے ان تمام اعتراضات کو اٹھا دیا ہے - ہم مولوی صاحب کی اس واجب الاحترام خدمت کو عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - اور ان کے اس احسان کے شکر گذار ہیں - جو انہوں نے قرآن کریم کی ان جواہر ریز شعاعوں سے اردو لٹریچر پر کیا ہے - اور ہمیں امید ہے کہ بہی خواہان اسلام اسے ہاتھوں ہاتھ خرید کر کما حقہٗ فائدہ اٹھائینگے - اور قرآن کریم کی واجبی خدمت اور قدر افزائی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے - قیمت فی حصہ ۶/ - پوری تفسیر سورہ بقرہ ۱۲/ - ملنے کا پتہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب احمدیہ بلڈنگس لاہور ٭

النبوت فی الاسلام - جناب مولوی محمدؐ علی صاحب کی دوسری تازہ تصنیف ہے - یہ ضخیم کتاب ہے - اور اس کا تعلق بظاہر زیادہ تر مولوی صاحب کے اپنے گروہ سے ہے - جمہور اسلام کو اس سے اسی قدر دلچسپی ہو سکتی ہے جو مختلف جماعتوں اور فرقوں کے باہمی مناظرات سے انہیں بالعموم ہونی چاہئے - مارچ ۱۹۱۴ء سے جماعت احمدیہ میں ایک بڑا اختلاف رونما ہے جس نے جماعت مذکورہ کے دو ٹکڑے کر دئے ہیں - ایک فریق مرزا غلام احمد صاحب کے صاحبزادہ جناب میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ ہے - اور ان کا اعتقاد ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی تھے - اور ان پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے - جیسا کہ دیگر انبیاء پر اور جو شخص انہیں نہیں مانتا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے - گویا اُن کے نزدیک مرزا صاحب کے پیرو ہی مسلمان ہیں - اور باقی دنیا جہان کے مسلمان کافر - دوسرا فریق مولوی محمدؐ علی صاحب کا ہم آواز ہے اور وہ ان عقائد کے خلاف ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ مرزا صاحب حقیقی نبی نہ تھے - بلکہ ان کا دعویٰ ظلی بروزی اور مجازی یا جزوی نبوت کا تھا - جو اکابرین اُمت محمدیہ کو ملتی رہی ہے - اور ان کا منکر کافر اور خارج از اسلام نہیں ہو سکتا - ہاں ایک حد تک گنہگار اور قابل مواخذہ ضرور ہے - اسکے علاوہ اور بھی بعض مسائل ہیں جن میں باہم اختلاف ہے - لیکن اصل بنیاد یہی مسئلے ہیں - فریقین میں ان مسائل پر بڑے زور شور سے بحث جاری ہے - اور متعدد کتب و رسائل ان مباحث پر شائع ہو چکے ہیں - النبوۃ فی الاسلام بھی اسی مباحثہ کو مدنظر رکھکر لکھی گئی ہے - لیکن فاضل مصنف نے اس میں جو طریق استدلال اختیار کیا ہے - اس کے لحاظ سے اس کتاب کا مطالعہ عام معلومات کے اضافہ کی غرض سے بھی مفید ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں صرف مرزا صاحب کی مدعویہ نبوت و رسالت پر ہی بحث نہیں کیگئی - بلکہ قرآن کریم - احادیث شریفہ - اقوال ائمہ اور آخر میں خود مرزا صاحب کی کتب سے بھی بتایا گیا ہے - کہ نبوت و رسالت کی اصلی غرض وغایت کیا ہے - نبوت و رسالت کی وحی کے کون سے امتیازی نشانات ہیں جو اسے دوسری قسم کی وحیوں سے ممیز و ممتاز کرتے ہیں - پھر ختم نبوت کی حقیقت کو بتاکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کو نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کیا ہے - اور آپکو افضل الانبیا اور اسلام کو کامل و مکمل مذہب ثابت کیا گیا ہے جس سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کیوں آپ کے بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں - پھر محدث و مجدد کی اصلی حیثیت و شان بتاکر ان کے لئے باقی رہنے والی نبوت (مبشرات) کی حقیقت بتائی گئی ہے - اور پھر آخری پانچ بابوں میں مرزا صاحب کی نبوت پر روشنی ڈالی ہے - اور میاں محمود احمد صاحب کے بھی اعتراضات کا کچھ جواب دیا ہے - اصل کتاب ۲۲۳ صفحات پر ختم ہوئی ہے - آخر میں ۱۰۸ صفحات کا ایک ضمیمہ ہے جس میں مرزا صاحب کی کل کتب سے مسئلہ نبوت کے متعلق حوالجات نقل کئے گئے ہیں - قیمت فی نسخہ عہ/ - مجلد ۱۲/ - ملنے کا پتہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور

انجمن حمایت اسلام لاہور کا سالانہ جلسہ

مکرم بندہ۔ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور

السلام علیکم - مندرجہ ذیل اعلان کو اپنے اخبار میں درج فرماکر ممنون فرماویں اور عند اللہ ماجور ہوں

عبد العزیز آنریری سکرٹری

"انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس منعقدہ ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء نے قرار دیا ہے کہ انجمن کا سالانہ جلسہ حسب دستور ایسٹر کی تعطیلات میں بمقام لاہور منعقد ہو ایسٹر کی تعطیلیں اس دفعہ ۲۰ سے ۲۴ اپریل ۱۹۱۶ء تک ہونگی گو بلحاظ موسم ان سے زیادہ موافق تاریخیں انتخاب ہونی چاہئیں تھیں کیونکہ ان ایام میں گرمی کسی قدر شدت سے محسوس ہوتی ہے لیکن اس سے پیشتر کوئی ایسا موقعہ نہیں جبکہ برادران اسلام کثرت سے شامل جلسہ ہو سکیں اور دیگر حصص ملک سے تشریف لاسکیں لہذا بامر مجبوری یہ تاریخیں مقرر کرنی پڑیں

اس دفعہ اس امر کی خاص کوشش کی جا رہی ہے کہ ہندوستان کے مشہور لیکچرار و واعظین اور شعرا جلسے میں تشریف لاویں اور اپنے پاکیزہ ملفوظات و بیش قیمت خیالات سے شرکاء جلسہ کو مستفیض فرماویں - تاکہ جلسہ بفضل خدا وندکریم ہر ایک پہلو سے شاندار اور کامیاب

مطبوعہ ... احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا -

نامۂ تاجبر

کچھ ایسے ہوئے کہ پھر نہ جاگے تھکے ہم انکو جگا جگا کر
لیهلك من هلك عن بينة ويحيى من حي عن بينة

حضرت امیرالملۃ کی ایک چٹھی متعلقہ بحث شملہ پر اکمل کی نظر پر ہماری نظر

(بسلسلہ اشاعت مورخہ ۹-جنوری سنہ ۱۹۱۶ء)

(از جناب مرزا عبدالکریم صاحب نابرنچ)

فقرہ ۸ علی طریق المجاز کا یہ جواب ہے کہ مجاز مقابلہ حقیقت ہے ...... حضرت صاحب کی اصطلاح میں حقیقت سے مراد نبوت مستقلہ یا نبوت تشریعی ہے - مجازی وہ نبوت ہے جو نہ براہ راست ہو نہ تشریعی ا قول جزاکم اللہ یہ صحیح ہے کہ مجاز بمقابلہ حقیقت کے ہے یعنی مجاز ہمیشہ حقیقت کا نقیض یا ضد ہوتا ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں کہ حضرت صاحب کی لفظ حقیقت سے مراد حقیقت شرعیہ کے ماسوا کوئی الگ قسم کی حقیقت تھی - بلکہ حضرت صاحب ہمیشہ اس لفظ کو شرعی حقیقت (جس کو اصطلاح اسلام بھی کہتے ہیں) کے معنوں میں استعمال کرتے رہے ہیں - اور اس لیے آپ اپنی نبوت کو ہمیشہ اس سے الگ بیان فرماتے رہے ہیں جیسا کہ میں پہلے بھی اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۰ کے حوالہ سے اس بات کو کھول کر بیان کرتا یا ہوں چنانچہ اس جگہ فرمایا کہ "اصطلاح اسلامی کے معنی الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں" جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کا اصطلاح اسلامی کی رو سے ہرگز نبی ہونے کا دعویٰ نہیں -

پس جب خود ان کو اسی اصطلاح اسلام والی نبوت کے معنوں میں اپنے نبی ہونے سے انکار ہے اور اسی کو دوسرے لفظوں میں حقیقی نبوت کہتے ہیں) اور محض لغوی معنوں میں اپنی نبوت کا اقرار ہے تو اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی خدا ترس انسان لفظ حقیقت کے سیدھے سادے معنوں کو بگاڑ کر کوئی نئی قسم کی حقیقت ایجاد کر کے حضرت صاحب کی طرف منسوب کر سکتا ہے یا خیال کر سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے کوئی اپنی طرف سے نئی قسم کی اصطلاح وضع کر کے دنیا کو اس کے ماننے کی بلا اطلاع مجبور کر دیا ؟ جسے آپ کے سوا دنیا میں اور کسی نے اختیار یا استعمال نہیں کیا اور نہ ہی کسی لغت میں درج ہے - مہربان من یہ تو آپ لوگوں کے سے خیالات ہیں جن کا دہ کسی ایسی زبان میں بنایا جاتا ہے جو دنیا بھر میں کہیں بولی نہیں جاتی - پس ایسی دور از قیاس باتوں کے ہم قائل نہیں ہو سکتے - لہذا اگر آپ مانتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے مراد نبوت مستقلہ یا تشریعی نبی لیا ہے جن کے بالمقابل اپنی نبوت کو مجازی یا غیر حقیقی قرار دیا ہے تو لامحالہ یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ حضرت صاحب شرعی معنوں میں نبی

یا رسول ہرگز نہیں کیونکہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں نبی یا رسول اسی کو کہتے ہیں جو مستقل یا الگ طور پر اپنا سکہ جمانے والا ہو اور براہ راست جبرئیل سے علوم دین سیکھے خواہ کوئی نئی شریعت لائے یا نہ لائے - اور اسی کا نام تشریعی نبوت بھی ہے - پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود شرعی حقیقی معنوں میں نبی یا رسول ہرگز نہیں ہیں - باقی رہا اوصاف نبوت کا حضور میں پایا جانا یہ ایک الگ بات ہے - اور میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ ایسی بات ہے جس طرح ہر ایک خدا کا - ایک انسان متخلق باخلاق اللہ ہو کر یعنی الوہیت کے رنگ میں رنگین ہو کر جزوی اور ظلی طور پر بعض صفات باری تعالیٰ عز اسمہ سے متصف ہو سکتا ہے - اور اس کی مثال بعینہ ویسی ہی ہے جیسی کہ میں نے نامۂ تاجر نمبر ۲ میں ایک صحیح حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ ایک عبد مومن عبودیت میں ترقی کرتا کرتا خدا تعالیٰ کا اس قدر مقرب بن جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسبت خود فرماتا ہے - کہ میں اس کے کان ہو جاتا ہوں - جن سے وہ سنتا ہے - اور اس کی آنکھیں ہو جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جن سے وہ مارتا ہے - اور پیر ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے مگر پھر بھی وہ فی الواقعہ خدا نہیں بن جاتا٭ بلکہ اس کے معنی یہی ہونگے کہ اس نے ظلی طور پر اوصاف الوہیت کو حاصل کر لیا ہے - نہ یہ کہ وہ فی الواقع خدا بن گیا - یا خدا تعالیٰ اس کی کوئی جز بن گیا ہے - اب اسی طرح بالیقین ہم مانتے ہیں کہ جزوی اور ظلی طور پر حضرت اقدس میں بالضرور صفات نبوت جلوہ گر ہوئیں - اور بہتوں سے بڑھ چڑھ کر ہوئیں - مگر اس طرح سے جزوی اور ظلی طور پر صفات نبوت سے متصف ہو کر کوئی امتی شخص فی الواقعہ نبی نہیں ہو سکتا کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی اور نبی کا مفہوم بالکل متباین ہے - اس لیے کوئی امتی درحقیقت شرعی معنوں میں کبھی نبی یا رسول نہیں بن سکتا فتدبر ہاں آپ نے نبوت مستقلہ کی تشریح میں براہ راست نبوت کے الفاظ بھی لکھے ہیں لیکن میں ایسی ناتمام تشریحوں کا قائل نہیں بلکہ کمال حیرت کے ساتھ نبوت مستقلہ کے ان ناتمام معنوں کو پڑھ پڑھ کر جناب برادر جناب کے اہل علم رفتار کی قابلیتوں پر انگشت بدنداں رہ جاتا ہوں کہ وہ تمام پڑھایا ہوا علم آپ لوگوں کا کیا ہوا اور کس بنا پر آپ لوگوں نے ان دونوں لفظوں (حقیقی اور مستقل اور تشریعی نبوت) کو اپنے مطلب کے خاص خاص معنوں میں محصور و مقید کر لیا کیا ان الفاظ کے یہی خاص خاص معنی آپ لوگوں کو

٭ کیونکہ خدا اور انسان کا مفہوم متباین ہے اس لیئے کوئی انسان درحقیقت خدا نہیں ہو سکتا

حضرت اقدس مسیح موعود نے سمجھائے ہیں یا حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم و مغفور نے تلقین فرما کر ان کے عام دیگر لغوی معنی مراد لینے سے قطعی طور پر ممانعت کر دی ہوئی ہے کیا باعث ہے اگر آنحضور سے کوئی ایسی تعلیم دی ہے تو صدف آشکار بیان کر دینا چاہیے تاکہ ہر کسی کی تسکین ہو جائے یا ان کی کوئی تحریر دکھائی چاہیے جس میں یہ ہدایت درج ہو کہ ان لفظوں کے جس صرف یہی اور اسی قدر معنی ہم نے مراد لیئے ہیں - عام لغوی معنی ہرگز مراد نہ لیئے جاویں

ورنہ بدوں اس کے آپ لوگوں کے یہ خاص خاص اختراعی معنوں کی صورت میں قابل پذیرائی نہیں ہو سکتے - بلکہ یہ معنی ہمارے نزدیک بالکل ایک ناتمام اور غیر مکمل معنی ہیں اور صحیح یہی ہے کہ نبوت مستقلہ اس نبوت کو کہتے ہیں جو ہر امر میں اپنا سکہ علیحدہ جمائے لہذا مستقل نبی اسی کو کہینگے جو کامل طور پر دوسرے نبی کی اطاعت سے آزاد ہو اور براہ راست بذریعہ جبرئیل وحی رسالت پاوے اور علوم دین سیکھے - خواہ شریعت جدیدہ لائے یا نہ لائے - اسی کو تشریعی نبی بھی کہتے ہیں اور تشریعی نبی کے صرف اسی قدر معنی نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ شریعت جدیدہ ہی ہمراہ لاوے بلکہ ہر ایک وہ نبی جس نے شرائع یا علوم دین کو خواہ قدیم ہو یا جدید جبرئیل کے ذریعہ سے سیکھا وہی تشریعی نبی ہے - پس حضرت عیسیٰ - سلیمان زکریا یحییٰ - یوسف یونس ادریس ہارون وغیرہم علیہم السلام سب کے سب تشریعی ہی نبی ہیں - کوئی بھی غیر تشریعی نہیں - کیونکہ سب نے علوم شریعت کو یا صحیفہ سابقہ کو بذریعہ جبرئیل سیکھا اور اپنے اجتہاد سے معلقات و معضلات دین کو حل نہیں کیا بلکہ جو کچھ کیا جبرئیل سے وحی رسالت پا کر سیکھا اور کیا - جس کا سلسلہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت اقدس کی صریح طور پر مسلم ہے کہ قطعی طور پر مسدود ہے - مگر وہ جو امتی ہو کر نبی ہوتا ہے وہ ہمیشہ حل مغلقات دین اجتہاد سے کرتا ہے - (برعکس حقیقی انبیاء کے کہ وہ حل مغلقات دین بذریعہ جبرئیل وحی رسالت پا کر کیا کرتے تھے) اور وہ امتی وحی ظلی طور پر خواب یا کشف وغیرہ کے ذریعہ سے پاتا ہے - اور جبرئیل کی اس درجہ کی کامل تجلی جیسی کہ حقیقی انبیا پر تجلی سے اسما پر کبھی نہیں ہوتی - کیونکہ وہ بند ہو چکی اسی لیے حضرت صاحب نے اس وحی کا نام وحی رسالت لو حاملہ بوحی الشریعۃ رکھ کر فرمایا ہے کہ نقل آمنا بالنقطا عھا - مگر دوسری قسم کی ظلی وحی کا نام وحی ولایت فرمایا - اسی کو دوسرے لفظوں میں

تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو ۱۳ سو برس سے مہر لگ گئی ہے کیا یہ مہر اُس وقت ٹوٹ جائیگی۔ (ازالہ صفحہ ۲۲۱)

براے خدا ذرا قاضی صاحب اور صاحبزادہ صاحب اس بات کا جواب دیں کہ جب حضرت صاحب بھی اُن کے عقیدہ کے مطابق ویسے ہی نبی تھے جیسے کہ پہلے نبی اور قاضی صاحب پیچھے خود اس بات کا اقرار کر چکے ہیں تو بتلائیں کہ وہ وحی نبوت جسے حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اُس پر ۱۳ سو برس سے مہر لگ گئی ہے پھر بھی وہ ٹوٹی یا ثابت رہی کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم و حضرت اقدس اگر فی الواقعہ وہ ویسے ہی رسول تھے جیسے کہ گذشتہ انبیاء تو بالضرور آپ پر وحی ولایت نہیں بلکہ وحی نبوت بھی نازل ہوتی ہوگی۔ پھر بتلائیں کہ خاتم النبیین کے بعد اُسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط ہیں سے ہے مرزا صاحب کا نبی ہو کر آنا کیونکر ممکن ہو گیا۔ حضرت صاحب تو اس امر کو غیر ممکن بتلا رہے ہیں اور آپ لوگ اُسی غیر ممکن امر کو ممکن بنا رہے ہیں۔ (راقم)

(۸) یہ بات ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد مسیح ابن مریم رسول اللہ کا آنا فساد عظیم کا موجب ہے۔ اس سے یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ وحی نبوت کا سلسلہ پھر جاری ہو جاوے گا اور یا یہ قبول کرنا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ مسیح ابن مریم کو لوازم نبوت سے الگ کر کے اور محض ایک امتی بنا کر بھیجے گا اور یہ دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔ (ازالہ صفحہ ۵۸۶)

یعنی بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی نبوت یا رسالت کے سلسلہ کا پھر دوبارہ جاری ہو جانا اور کسی حقیقی رسول کا اُمتی ہو جانا دونوں صورتیں ممتنع ہیں۔

(۹) صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (ازالہ صفحہ ۵۶۹)

اب قاضی صاحب بتلائیں کہ جب حضرت صاحب کامل طور پر رسول اللہ تھے تو پھر وہ آنحضرت کے اُمتی کیونکر ہوئے؟

(۱۰) خاتم النبیین ہونا ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۷۵)

(۱۱) اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جاوے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لاویں اور پھر چپ ہو جاویں تو یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے .... ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ **صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔** (صفحہ ۵۷۷)

خدا کی قدرت اب تو ایسا سمجھنے والے کو حضرت صاحبزادہ صاحب اور اُن کے انصار ایک ادنیٰ درجہ کا بیوقوف خیال کرتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب دانا اُسی کو کہتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نزول وحی نبوت اور کسی شخص کو بحیثیت حقیقی رسالت رسول یا نبی نہیں سمجھتا۔

(۱۲) جس طرح یہ بات ممکن نہیں کہ آفتاب نکلے اور اُس کے ساتھ روشنی نہ ہو اسی طرح ممکن نہیں کہ دنیا میں ایک رسول اصلاح خلق کے لئے آوے اور اُس کے ساتھ وحی الٰہی اور جبرئیل نہ ہو (صفحہ ۵۷۸ ازالہ)

(۱۳) یہ بات مستلزم محال ہے کہ خاتم النبیین کے بعد پھر جبرئیل علیہ السلام کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد و رفت شروع ہو جاوے (ازالہ صفحہ ۵۷۸)

(۱۴) خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس اُمت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھیگا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبرئیل کا آنا ضروری امر ہے اسلام کا تختہ ہی اُلٹا دے حالانکہ وہ وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول نہیں بھیجا جائے گا....... اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی اُمتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی بھی ہوتا ہے (ازالہ صفحہ ۵۸۶)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ اگر واقعی طور پر کوئی نبی یا رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آ جاتا تو حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اور آن کی اُمت کی سخت ہتک ہوتی بلکہ اسلام کا تختہ ہی اُلٹ جاتا۔ مگر صاحبزادہ صاحب اور اُن کے بھولے بھالے مریدین اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت سمجھتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔ ہاں محدث میں من وجہ شان نبوت کو حضرت صاحب نے تسلیم بھی کیا ہے۔ لیکن اگر یہ ویسی ہی شان ہوتی جیسی کامل نبیوں کی نبوت ہوتی ہے تو حضرت صاحب ہرگز ایسا نہ لکھتے کہ اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔

(۱۵) اگر یہ کہا جائے کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ سے افضل ہیں تو پھر مثیل مسیح کیوں ایک اُمتی آیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مثیل موسیٰ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان نبوت ثابت کرنے کے لئے اور خاتم الانبیاء کی عظمت دکھانے کے لئے (جیسا کہ آجکل صاحبزادہ صاحب اور ان کے مریدین کا خیال ہے۔ ناقل) اگر کوئی نبی آتا تو پھر خاتم الانبیاء کی شان عظیم میں رخنہ پڑتا۔ (ازالہ صفحہ ۶۷۴)

مگر صاحبزادہ اور اکمل صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ پھر اس سے آپ کی فضیلت بر مسیح والا عقدہ بھی حل ہو گیا کہ بلحاظ نبوت آپ کی فضیلت بر مسیح ہرگز نہیں ہے۔

(۱۶) قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو۔ کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے اور باب نزول جبرئیل بپیرایہ وحی رسالت مسدود ہے۔ اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو (صفحہ ۷۶۱ ازالہ)*

*ان مذکورہ بالا ۱۶ عدد حوالہ جات کے علاوہ چند اور حوالہ جات بھی درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمائے جاویں۔ فرمایا

(۱۷) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا پس اس سے بھی بکمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں نہیں آ سکتا

اب میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑھ کر احمدیوں کے لئے بلکہ ہر ایک دانا اور منصف مزاج خدا ترس کے لئے اور کون سے بینات ہو سکتے ہیں کہ نبی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے خاتم الانبیاء ہیں کہ آپ کے بعد کسی صورت کوئی حقیقی نبوت کے کامل اور تام مفہوم کے ساتھ جس کے ساتھ نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت لازم پڑا ہوا ہے آ نہیں سکتا۔ پس ہم اس بات کو مد نظر رکھ کر جناب قاضی اکمل صاحب کے اس فرمان کو کہ واجب تعریف (یعنی نبوت کی تعریف) کسی پر صادق آ جاویگی تو اس سے خود بخود یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس امت میں نبی ہو سکتا ہے..... کیونکہ کسی پر نبوت کی تعریف کا صادق آ جانا ہی اس بات کا ثبوت بن جاتا ہے کہ سلسلہ نبوت جاری ہے کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں؟ یوں تو قاضی صاحب بات بات پہ ایسے مغضوب الغضب ہو جاتے ہیں اور حضرت مسیح موعود کی سرسری اور عام تحریرات کو بھی گویا قرآنی وحی کا مرتبہ و حیثیت دیے بغیر نہیں رہتے اور دوسروں پر ناحق گستاخی کا الزام جڑ دیتے ہیں۔ لیکن وہ بتائیں تو سہی کہ پھر ان تحریرات کا ان کے پاس کیا جواب ہے اور وہ کس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (خاتم النبیین) کے بعد ایک ویسا ہی نبی تجویز کرتے ہیں جیسے کہ پہلے انبیاء تھے۔ پھر جب حضرت صاحب سینکڑوں جگہ فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے بعد ان معنوں میں کوئی نبی نہیں آ سکتا کیونکہ اس سے اسلام کا ہی نقص ثابت ہوتا ہے۔ جن معنوں میں کہ پہلے انبیاء آتے رہے تو پھر وہ تعریف نبوت چسپاں کر کر کے کسی کو نبی کیونکر بنا سکتے ہیں۔ جس چیز کا خاتمہ ہی ہو گیا ہے اسے کوئی بانٹے گا کیا۔ ہاں ایک چیز باقی ہے جسے مبشرات کہتے ہیں۔ اب اگر مدعی نبوت ہیں تو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گویا جھٹلا کر آپ پر سخت حملہ کیا۔ جنہوں نے فرمایا ہے کہ نبوت باقی نہیں رہی۔ مگر مبشرات باقی ہیں (لم یبق من النبوۃ الا المبشرات)

قولہ اب ہم مسیح موعود کے کلام میں دیکھتے ہیں کہ نبی کس کو کہتے ہیں۔ آپ تجلیات الٰہیہ میں فرماتے ہیں کہ "نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو۔ اسی لئے خدا نے میرا نام نبی رکھا" .... پس جب یہ تعریف جامع و مانع رسول اللہ کے بعد ایک شخص پر صادق آگئی تو لا محالہ ماننا پڑیگا کہ وہ آپ کے بعد نبی ہے۔ (حاشیہ) جامع اس لئے کہ اس تعریف سے باہر کوئی نہیں رہتا مانع اس لئے کہ خود مسیح موعود نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے کہ دوسرے اولیاء و صلحا اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ یہ تعریف ان پر صادق نہیں آتی...... مسیح موعود کی نبوت مجددین کی جزوی نبوت کی طرح نہیں

اقول کیا حضرت مسیح موعود کوئی جدید صاحب شریعت نبی ہیں کہ قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال کر ان کے کلام میں نبوت کی تعریف تلاش کرنے کی ضرورت ہو۔ اگر آنحضور صاحب شریعت جدیدہ یا ناسخ قرآن و حدیث ہیں تو لاریب یہ کی تجویز درست ہے۔ ورنہ غور کرو کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا کیا ارشاد ہے۔ وہ تو فرماتا ہے کہ اولم یکفهم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیهم ان فی ذلک لرحمة و ذکری لقوم یؤمنون پ۲۱ (یعنی کیا ان کے لئے یہ کتاب جو تجھ پر اتاری گئی کافی نہیں کہ پڑھی جاتی ہے۔ اور لاریب اس میں رحمت اور یاد رکھنے والی نصیحت ہے۔ ایماندار لوگوں کے لئے) اسی واسطے ایک نازک وقت میں بھی جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاغذ و قلم طلب کرنے پر اس خدا کے سچے فاروق (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے پکار کر کہہ دیا تھا کہ حسبنا کتاب اللہ یعنی ہم کو خدا تعالیٰ کی کتاب کافی ہے اور کاغذ وغیرہ نہیں دیا۔ مگر یہ کیسے افسوس کی بات ہے کہ آج آخرین منهم کا مصداق ہونے کے مدعی گویا قرآن و حدیث کو غیر کافی خیال کرنے اور نبوت کی تعریف معلوم کرنے کے لئے قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کتب مسیح موعود کو مقدم سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
فاعتبروا یا اولی الابصار

(ب) حضرت مسیح موعود کی یہ بیان کردہ تعریف نبوت کہ "نبی اس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو جو غیب پر مشتمل ہو" صرف لغوی تعریف نبوت ہے نہ شرعی اسلامی تعریف نبوت جو حقیقی و غیر حقیقی سب قسم کے انبیاء پر حاوی ہے۔ کیا آنجناب کو شاہ نعمت اللہ صاحب ولی رحمۃ اللہ علیہ بھی بھول گئے جن کے کئی عدد قصیدے تمام ایشیاء میں شہرت پا گئے ہیں اور کثیر التعداد دیگر اور سلسلہ پیشگوئیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے۔ اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے۔ .... اور یہ خیال کہ پھر دوبارہ موت کے بعد زندہ ہو گیا مخالف کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ اگر وہ زندہ بھی ہو گیا تاہم اس کی رسالت جو اس کے لئے لازم غیر منفک ہے اس کو دنیا میں آنے سے روکتی ہے" (ازالہ صفحہ ۵۷۵) حوالہ ہذا سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں جن کے بعد کوئی رسول تا قیامت دنیا میں نہیں آئے گا۔ اور اس کی وجہ حضرت صاحب نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے اس لئے مسیح ناصری بھی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ وہ رسول ہے اور رسول کی حقیقت و ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ تمام دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل سیکھے۔ مگر جبرئیل کا بہ پیرایہ وحی رسالت آنا تا قیامت مسدود ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کوئی شخص بھی خواہ کوئی نیا ہو یا پرانا بحیثیت حقیقی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز ہرگز نہیں آ سکتا۔

جو لوگ ہمیں طعن دیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ خاتم النبیین کے وہی معنی کرتے ہیں جو غیر احمدی کرتے ہیں وہ حضرت صاحب کے خود اپنے کئے ہوئے ان مذکورۃ الصدر معنوں میں غور کریں۔ اور اپنے ایمانوں کو درست کریں۔ حضرت صاحب نے اس جگہ صرف یہی نہیں فرمایا ہے کہ مسیح ابن مریم چونکہ فوت ہو چکا ہے اس لئے وہ واپس دنیا میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ "مسیح ابن مریم رسول ہے" اور رسول کی حقیقت و ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ وہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے۔ اور........ اب وحی رسالت تا قیامت منقطع ہے" جس سے صاف ظاہر ہے کہ حقیقی رسالت کے ساتھ کسی شخص کا آنحضرت کے بعد آنا ہی ممنوع ہے کیونکہ وحی رسالت تا قیامت منقطع ہو چکی ہے۔ پس جب مرزا صاحب بھی ایک ویسے ہی رسول ہیں جیسے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ تھے تو ان کا آنا کس طرح سے جائز ہو سکتا ہے۔ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ مسیح ابن مریم کا رسول ہونا ہی اس کے آنے سے مانع ہے۔ تو جب رسالت مسیح ابن مریم کے لئے مانع ہے تو دوسروں کے لئے کیوں مانع نہیں۔

(۲) پھر ایام الصلح صفحہ ۱۴۶ پر فرمایا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اگر فرض بھی کر لیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہو کر آ جائیں تب بھی شان نبوت تو ان سے منقطع

رشتہ ہیں۔ ذرا آپ اسی ایک ہی قصیدہ کا مطالعہ کر لیا ہوتا جس کا ایک شعر یہ ہے ؎

نعمت اللہ را چو شد آگاہی از اسرار غیب
گفتہ از بیگاں اندر جہاں پیدا شود

پھر ذرا شمار تو کیجئے گا کہ اسی ایک ہی قصیدہ میں کس قدر بعد میں پیدا ہونے والے بادشاہوں کی تام بنام آپ نے پیشگوئیاں کی ہیں۔ کہ شاہ تیمور سے لے کر نزول ابن مریم تک بلکہ اس سے بھی آگے تک کے واقعات کو انہوں نے الہامی شعروں میں ایسا بیان کر دیا ہے کہ گویا وہ تمام ان کی آنکھوں دیکھے معاملات ہیں پھر ذرا خدا تعالیٰ کا خوف کر کے بتلائیں کہ حضرت صاحب کی مذکورہ بالا آپ کی پیش کردہ تعریف نبوت شاہ نعمت اللہ صاحب پر بھی صادق آتی ہے یا نہیں؟ اور علیٰ ہذا القیاس امت مرحومہ میں اس قسم کے کامل اور مکمل ملہمین جیسے کہ مرزا صاحب تھے بے شمار پائے جاتے ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اسی تعریف نبوت کی رو سے تو تم کبھی مرزا صاحب کی مانند نبی نہ سمجھا جاوے۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض جدید قسم کی دینی خدمات کی وجہ سے جن کا موقعہ سابقین اولین مجددین کو نہیں ملا ہم مرزا صاحب کو گذشتہ تمام مجددین امت سے افضل سمجھتے ہیں۔ ورنہ من حیث النبوۃ تو وہ خود بھی ایک ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ تمام دیگر ماموریں و مجددین امت ہو گذرے ہیں۔ اور تمام ماموریں سے آپ خواہ کتنے ہی افضل کیوں نہوں پھر بھی امتیوں کے زمرہ سے نکل کر نبی حقیقی نہیں بن سکتے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواہ تمام انبیا سے کتنے ہی افضل و اعلیٰ کیوں نہوں پھر بھی وہ انبیا کے زمرہ سے نکل کر خدا نہیں بن سکتے۔ اگرچہ مجازی طور پر آپ کے خدا ہونے میں کوئی بھی شک نہیں۔ جیسا کہ صحف سابقہ کی پیشگوئیوں میں آپکو خداوند کر کے پکارا گیا ہے۔ "خداوند شعیر سے آیا اور فاران سے اُن پر طلوع ہوا" (الخ) ایسا ہی مرزا صاحب کو بھی مجازی طور پر نبی بیشک کلام الٰہی میں اور الہامات میں کہا گیا ہے بلکہ دانیل کی کتاب میں آپ کو فرشتہ اور خدا کی مانند بھی کہا گیا ہے۔ مگر جن کو ذرا بھی کتب الٰہیہ کے محاورات سے مس ہے وہ اس رمز کو خوب پہچانتے ہیں کہ یہ تمام نام محض مجاز و استعارہ کے رنگ میں آپ کے رکھے ہیں نہ حقیقت کے طور پر (۳) پھر جس تجلیات الٰہیہ میں حضرت اقدس نے وہ تعریف نبوت بیان کی جس کا حوالہ آپ نے دیا ہے اُسی میں یہ بھی توضیح کیا ہے کہ

نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ حاصل کرنے اور تجدید دین کے لئے مامور ہو۔ اب ذرا غور فرما کر اس عبارت کا مطالعہ فرماویں خاص کر اس خط کشیدہ فقرہ کو کہ "اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے" کیا اس سے صاف پتہ نہیں لگتا کہ یہ تعریف نبوت صرف اس موجودہ زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے عارضی طور پر مقرر کی ہے جس کو استعارہ کہتے ہیں۔ اور کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ وہ تعریف نبوت ہرگز نہیں جو گذشتہ انبیا پر مستعمل تھی اور یہ اور ہے اور وہ اور تھی مہربان من اس حوالہ نے تو آپ لوگوں کے باطل گمان کی قلعی ہی کھول کر رکھدی۔ اور اظہر من الشمس کر دیا کہ صرف اس موجودہ زمانہ کے لئے ہی نبی کے لفظ سے خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کسی کو کامل طور پر مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہو اور ماموریں اللہ ہو جس کے معنے یہ ہوئے کہ گذشتہ زمانہ میں گذشتہ انبیاء کی نبوت کا سلسلہ اس سے - - - - - الگ رنگ کا تھا۔ یا یوں کہو کہ صرف اسی زمانہ کے لئے خدا تعالیٰ کی مراد نبی کے لفظ سے ایک ایسے شخص سے ہوتی ہے جسکو

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴ کا) نہیں ہوگی گو امتیوں کی طرح وہ شریعت اسلام کی پابندی بھی کریں مگر یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ اس وقت وہ خدا تعالیٰ کے علم میں نبی نہیں ہونگے۔ اگر خدا تعالیٰ کے علم میں وہ نبی ہونگے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے" اب بتلائیں قاضی اکمل صاحب کہ جب مرزا صاحب بھی بقول آپ کے فی الواقع نبی تھے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی وہ نبی ہی تھے تو بتلاؤ کہ خاتم النبیین کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آئی یا نہ آئی۔ مگر پھر بھی یاران مطلب نے کچھ ایسی پٹی باندھ لی کہ اوروں کو جھٹ سنا دیتے ہیں کہ کیا تم مسیح موعود سے زیادہ عالم فاضل آگئے ہو کہ ان کی تحریر کو نہیں مانتے۔ اور اپنا یہ حال ہے کہ الٹی ہی بنگلے جا رہے ہیں۔ پھر بھی ذرا انصاف نہیں آتا۔ یار و دنیا روز چند۔ آخر کار با خداوند۔ کب تک مخلوق کی رضا جوئی میں خالق کو بھلاؤ گے کچھ تو انصاف کرو آخر مرنا ہے خدا کو کیا جواب دو گے۔

(۱۹) پھر ازالہ صفحہ ۱ پر فرمایا کہ "مسیح موعود جو آنے والا ہے اُس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا۔ یعنی خدا تعالیٰ سے وحی پانے والا ان معنوں کو خوب یاد رکھو لغت میں اسی کو نبی کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے وحی پانے والا ہو۔ انہی معنوں کی رو سے حضرت صاحب اپنے آپ کو نبی کہتے رہے جسے بگاڑ کر یاران مطلب نے حقیقی اور واقعی نبی سمجھ لیا (راقم) لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں۔ کیونکہ **نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے**" تو جب نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے تو مرزا صاحب نبی کامل کیسے ہو سکے؟

(۲۰) "آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولیٰ نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا" اب بتلاؤ کہ جب مسیح موعود کے لئے نبوت شرط ہی نہیں تو آپ لوگوں نے کا ہے کو نبی بنا رکھا ہے۔ دیکھو توضیح مرام صفحہ ۱۹

(۲۱) "ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے نہ پرانا قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رسول اللہ رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول ہی کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ .... بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا" (سراج منیر صفحہ ۳) اب مسیح موعود سے بڑھ کر باتیں بنانے والے اور اُلٹا دوسروں کو گستاخ ٹھہرانے والے ذرا انصاف سے غور فرمائیں کہ مسیح موعود نے یہ ساری بات خدا سے علم پا کر لکھی ہے۔ صرف اجتہادی نہیں ہے۔ پس اب دیکھیں گے کہ کتنے ہیں جو اس بات پر ایمان لاتے ہیں۔ اور امید کہ تو کان من عمنا تبیرا اللہ لوجہل وانیہ

[illegible] حضرت اقدس افسوس کرنا ہے ... میں بھی حوالہ درج کر کے بتلا چکا تھا۔ کہ خود حضرت صاحب کے نزدیک بھی یہ امر مسلم ہے۔ کہا تھا [illegible] کے بعد کوئی [illegible]

بکثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہو اور وہ مامور بھی ہو۔ گو پہلے زمانوں میں نبوت کے صرف اسی قدر معنی مراد نہیں ہوتے مگر بقول آپ کے اور صاحبزادہ صاحب کے مرزا صاحب کی نبوت بھی ویسی ہی ہوئی جیسی کہ گذشتہ انبیاء کی تھی اور اُن کی اور اُن کی نبوت میں بلحاظ نفس نبوت کوئی بھی فرق نہ تھا بلکہ ایک ہی قسم کی نبوت تھی تو حضرت اقدس کو یہ بات لکھنے کی کیا ضرورت پڑتی تھی کہ نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ اس سے تو صاف عقدہ ہی حل ہو گیا کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ مشتمل امور غیب کا نام خدا تعالیٰ نے صرف اس زمانہ کے لئے نبوت رکھا ہے ورنہ در اصل صرف اسی قدر کا نام نبوت تامہ کاملہ یا نبوت اصلیہ ہرگز نہیں ہے یا یوں کہو کہ حضرت اتنی سی بات کو نبوت اصلیہ سے کوئی کام اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ صرف ایک ناقص قسم کی شان بہت ضرور ہے۔ اسی لئے حضرت صاحب نے اسلامی کامل حقیقت نبوت کے بالمقابل اس کے نقص کو دافع کرنے کے لئے کئی نام اپنی نبوت کے رکھے ہیں۔ چنانچہ کبھی اس کا نام مثالی اور ظلی نبوت فرمایا کبھی ناقصہ نام رکھا کبھی نبوت جزئیہ رکھا کبھی بروزی نبوت رکھا۔ کبھی مجازی اور غیر حقیقی نبوت رکھا۔ کبھی نبوت اصلیہ کا عکس بتلایا کبھی سیرت صدیقی یا فنافی الرسول کی کھڑکی نام رکھا۔ یہ تمام نام کس لئے رکھے؟ صرف اسی لئے کہ تا لوگوں کو اچھی طرح سے اس بات کا علم ہو جائے کہ ہم فی الواقعہ ہرگز کسی حقیقی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ بلکہ یہ نبوت ناقصہ اور ہے۔ اور وہ کاملہ تامہ حقیقیہ نبوت اور ہے جس کا دروازہ بند ہو چکا۔ مگر برا ہو اس خود غرضی و نفس پرستی کا جس نے بڑے بڑے عقلمندوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس لیا اور یاران مطلب پرست پر سے وہی کچھ دوہرانے لگ گئے جن کی ساری عمر مسیح موعود خود تردید فرماتے رہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ پہلے یہی وسوسے غیر احمدی پیش کیا کرتے تھے اور اب خود بیچارے احمدی پیش کر رہے ہیں۔ ہاں بالکل وہی اعتراضات جو کل تک غیر احمدی حضرات حضرت اقدس کو مدعی نبوت اصلیہ تصور کر کے ہم پر کرتے رہے اور ہم اور ہمارے مبائعین بھائی ان کو یہ جواب دیتے رہے کہ نہیں بھائی یہ وہ تامہ کاملہ اصلیہ نبوت نہیں ہے جو پیشتر انبیاء سابقین کو ملتی رہی ہے تمہارا خیال غلط ہے آج خود یہی حضرات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹)

اختلافاً کثیراً کو مد نظر رکھ کر ذرا انصاف سے کام فرمائینگے کیونکہ یہ بالکل ناممکن امر ہے کہ ایک طرف تو حضرت مسیح موعود کو حقیقی نبی سمجھنا فرض ہو اور دوسری طرف خدا تعالیٰ مسیح موعود کو یہ علم بخشے۔ آنحضرت کے بعد حقیقی معنوں کی رو سے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اور قرآن سے بھی مسیح موعود کو یہی ثابت ہوتا ہو کہ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے اور حدیثوں میں بھی مسیح موعود کو نبی پکارنا حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ ہاں بعض ہوسکے بھائی کہیں نہ کہدیں کہ یہ تمام حوالجات جو مذکور ہوئے سب سے پہلی کتابوں کے ہیں۔ بعد ازاں حضرت صاحب کا مذہب بدل گیا تھا اس لئے ایسے بدنام کنندہ نکو نامے چند کے مصداق خوش فہموں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر فی الواقعہ یہی سچ ہے تو مسیح موعود نے کیوں نہ ان کتابوں کو جیتے جی جلوا کر رکھ کروا دیا۔ یا اُن کے غلط ہونے کا وفات سے پہلے پہلے کوئی اعلان کیا۔ پھر جب حضرت اقدس نے کبھی بھی ایسا ظاہر نہیں کیا تو کسی دوسرے کو اُنھیں غلط یا منسوخ قرار دینے کا کیا حق یا اختیار حاصل ہے۔ لیکن پھر بھی ہم ایسے دام اُفتادہ لوگوں کی خاطر چند سنہ ۱۹۰۱ء سے بعد کی تصانیف سے بھی حوالہ جات دیئے دیتے ہیں۔ غور کیجئے حضرت الاستفتاء ملحقہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں:۔ (۱) والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان نبوت منقطع ہوچکی بعد ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نہیں ہے کوئی کتاب بعد فرقان کے اب دیکھ لو اِن ہر دونوں چیزوں کی حضرت صاحب نے علیحدہ علیحدہ نام لے کر نفی کر دی ہے کہ نہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی ہے اور نہ کوئی کتاب (۲) پھر اسی صفحہ پر فرمایا رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفیٰ علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ یعنی لاریب ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور اُن پر رسولوں کا خاتمہ ہی ہوچکا ہے۔ پس کسی کا حق نہیں کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور کچھ بھی باقی نہیں ہے اُن کے بعد سوائے کثرت مکالمہ کے یعنی سوائے مبشرات پانے کے۔ مگر شاید کوئی کہدے کہ حضرت صاحب نے نبوت مستقلہ کی نفی کی ہے۔ ورنہ ویسے تو آپ ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ گذشتہ انبیاء تھے۔ سو وہ یاد رکھیں کہ جیسا نبی حضرت صاحب کو آجکل بنایا جا رہا ہے اسی کو مستقل نبی کہتے ہیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں سے الگ ہو کر کوئی نئی قسم کی جماعت بنائی اور غیر احمدیوں سے ناطہ کرنا اس وجہ سے روکا کہ وہ آپ کو نبی نہیں مانتے یا اُن کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی اسی لئے روکا کہ وہ لوگ آپ کو نبی نہیں مانتے۔ یا ان کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے۔ تو اگر یہی وجوہات ہیں غیر احمدیوں سے الگ ہونے کے تو بتلاؤ کہ پھر مستقل نبیوں میں اور ان میں فرق کیا ہوا۔ حضرت صاحب تو ایام الصلح میں صاف فرماتے ہیں کہ " وہ اپنی نبوت کا سکہ جتاتا ہے" (ایام الصلح صفحہ ۷۵) یعنی مستقل نبی کی یہ بھی ایک تعریف ہے کہ وہ اپنا سکہ علیحدہ جماتا ہے۔ اور یہی باتیں آجکل مبائعین حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ تو بتلاؤ کہ وہ مستقل نبی نہ ہوئے تو اور کیا ہوئے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ شریعت اسلام کی اصطلاح کے رو سے تو نبی وہی ہوتا ہے جو مستقل نبوت رکھتا ہو۔ ورنہ امتیوں کو تو شریعت نبی کہتی ہی نہیں۔ ہاں لغت نبی کہہ دیتی ہے۔ مگر وہ عند الشرع نبی نہیں ہوتا۔ (۳) " اس نبوت پر یعنی نبوت محمدیہ پر (راقم) تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اُس چیز کے لئے ایک انجام بھی ہے۔ (الوصیت صفحہ ۱۰) کیا اس سے صریح طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوچکی؟ (۴) نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی (ایک غلطی کا ازالہ) جانتے ہو یہ سیرت صدیقی کی کونسی کھڑکی ہے وہ وہی ہے جسے فرمایا کہ فنافی الرسول کی یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل اتباع کے ذریعہ سے ہر ایک انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں فنا ہو کر خدا تعالیٰ سے الہام پا سکتا ہے۔ اور اپنی ہستی کو مٹا کر خود محمد رسول اللہ کہلا سکتا ہے۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ اس طرح سے مقام فنا میں پہنچ کر کس طرح کوئی نبی یا خدا بن سکتا ہے۔ ہاں اسی طرح جس طرح منصور خدا بنا اور پیارا بایزید بسطامی خدا اور رسول بنا۔ یا تمام سچے عاشقان خدا اور رسول ہمیشہ بنتے آئے اور بنتے رہینگے۔ ہاں اگر منصور رحمۃ اللہ علیہ انا الحق پکارنا ہی فی الواقعہ خدا بن گیا تھا تو حضرت صاحب بھی منم محمد و احمد کہکر فی الواقعہ محمد رسول اللہ بنگئے ہونگے۔ اور اگر بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ میں ہی آدم ہوں میں ہی نوح ہوں۔ میں ہی ابراہیم ہوں میں ہی موسیٰ ہوں۔ میں ہی عیسیٰ ہوں میں ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کہکر فی الواقعہ آدم شیث۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گئے تھے۔ تو حضرت مرزا صاحب بھی بن گئے ہونگے۔ ورنہ واسطے خدا کے ذرا غور تو کرو کہ مقام فنا میں پہنچ کر کہاں تک کوئی حقیقت کا دعویٰ کرسکتا ہے۔ حوالجات تو اور بھی بیشمار ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے اسی پر اکتفا کر کے متن پر رجوع کرتا ہوں۔ ہاں تو کیا اب بھی خاتم النبیین کے معنی جنہیں آپ لوگ غیر احمدیوں والے نام رکھتے ہیں

گویا اُن کے بروز بناوٹے سر سے سے سوئے ہوئے جگا رہے ہیں۔

(۴) یہ آپکی نقل کردہ تعریف نبوت جامع تو لاریب اس درجہ کی ہے کہ اس سے ولی بھی کوئی باہر نہیں رہتا۔ لیکن اس کو مانع سمجھنا نہایت غلطی ہے کیونکہ یہ آپ بھی مانتے ہیں کہ لغوی تعریف نبوت میں تمام دیگر اولیاء اُمت اور مجددین بھی شریک ہیں۔ اور یہ تعریف بھی صرف لغوی تعریف نبوت ہی ہے۔ تو یہ مانع کیسے ہوئی ہے؟ باقی رہا حضرت صاحب کا یہ فرمان کہ دوسرے اولیاء و صلحاء اُمت اس نام کے مستحق نہیں اس کا جواب نامہ نمبر ۳ میں مفصل آ چکا ہے۔ ملاحظہ فرما لیجیے۔ پھر دراصل یہ کلام (کہ دوسرے تمام اولیاء و صلحاء امت اس نام کے مستحق نہیں) از قبیل متشابہات ہے۔ جو بہت قلیل حصہ ہوا کرتا ہے اس کو محکمات (جو بکثرت ہوتا ہے) کے ماتحت کرکے حل کرنا چاہیئے۔ اور قرآن پاک کی یہ ہدایت ہے کہ الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ مومن کی ہرگز یہ شان نہیں کہ محکمات کو نظر انداز کرکے متشابہات کی پیروی کرے یا محکمات کو متشابہات کے ماتحت کرکے گڑبڑ مچا دے۔ ایسا کرنا حسب منطوق کلام الٰہی اُنہی لوگوں کا کام ہے جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے اور فتنہ پردازی اُن کا مدعا۔ پھر جب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دیکھا کہ دوسرے اولیاء و صلحا اس نام کے مستحق نہیں اُسی نے یہ بھی تو لکھا کہ "بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی کا خطاب پایا" اور قرآن کریم سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کا معزز لقب دیکر آپ کے فیض سے سیراب ہوکر بے شمار نبیوں کے ہونے کا قیامت تک دروازہ کھولدیا۔ پس اگر کسی ایک ہی فرد مخصوص نے آنحضرت کے فیض سے نبی بننا تھا تو آپ کا نام خاتم النبیین (لفظ النبیین میں جو جمع کا صیغہ ہے غور کرو) رکھنا ہرگز صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔ پھر میں کہتا ہوں شرعی لغت کے خیال سے کوئی غور تو کرے کہ کیا صرف حضرت صاحب کے اجتہادی طور پر یہ لکھنے سے کہ دوسرے اولیاء و صلحاء اس نام کے مستحق نہیں یہ تعریف نبوت کہ وہ نبی اُس کو کہتے ہیں جس پر خدا کا کلام یقینی و قطعی بکثرت نازل ہو۔ جو غیب پر مشتمل ہو کب مانع ہو سکتی ہے۔ جبکہ خدا و رسول اس نبوت کو تمام اُمت محمدیہ کے لئے عام ٹھہرا رہے ہیں کیا آیت صراط الذین انعمت علیھم جس سے حضرت صاحب ساری عمر اپنی نبوت کا استدلال کرتے اور لوگوں کو بتلاتے رہے کہ دیگر تمام اُمت محمدیہ بھی اسی طرح تمام گزشتہ انبیاء کے انعامات کو پا سکتی ہے جس طرح مسیح نے اور دیگر خواص اُمت نے پائے، منسوخ ہوگئی ہے یا اس آیت اھدنا الصراط المستقیم اور صراط الذین انعمت علیھم کے پڑھنے والے فقط حضرت مرزا صاحب ہی ہیں دوستو خدارا انصاف کرو کہ آخر مرنا اور ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے ع

وگر تو مے نہ دہی داد روز ہی داد ہست

اور خوب یاد رکھو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کے پڑھنے والے صرف حضرت اقدس ہی نہیں بلکہ کروڑوں اربوں اُمتی ہوئے اور قیامت تک ہوتے رہینگے۔ اور خود حضرت صاحب بھی اسی آیت کی بنا پر ہی مدعی نبوت جزویہ رہے جس کا تصدیق اُنکی جملہ کتب کے پڑھنے والے بخوبی کر سکتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ نفسی و مالی) بھی یہی فرماتے ہیں کہ ایسے مکلم پہلی اُمتوں میں بھی بہتیرے ہوئے اور اس اُمت میں بھی بہتیرے ہونگے پس ثابت ہوا کہ یہ اُمت مرحومہ ایسے کثیر التعداد نبیوں کے وجود سے ہرگز خالی نہیں ہاں آنمکرم کی متلون المزاجی کا ایک اور کرشمہ یہ بھی ہے کہ آپ نے فاروق نمبر ۳ میں ایک جگہ برخلاف اپنے پیر و مرشد صاحبزادہ صاحب کی سابقہ تحریرات کے یہ بھی لکھ مارا ہے کہ "کثرت الہامات کا نام نبوت نہیں" حالانکہ ہمارے مندرجہ بالا پیش کردہ حوالہ تجلیات الٰہیہ صہ ۹ سے کہ "نبی کے لفظ سے اس زمانہ کے لئے صرف خدا تعالیٰ کی یہ مراد ہے کہ کوئی شخص کامل طور پر مکالمہ و مخاطبہ حاصل کرے۔ اور تجدید دین کے لئے مامور ہو" صاف ثابت ہے کہ اس زمانہ میں نبی اُسی کو کہینگے جسے کثرت مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ حاصل ہو۔ اور مامور ہو۔ پھر حضرت صاحب نے جب کبھی اپنی نبوت کا ذکر کیا تو یہی فرمایا کہ "اگر بعض جاہل اور نادان جو نام کے مسلمان ہیں یہ عقیدہ رکھیں کہ اسلام میں بھی مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا سلسلہ بند ہے تو یہ اُن کی اپنی جہالت ہے" جس سے صاف ظاہر ہے کہ لفظ نبوت سے حضرت صاحب کی مراد صرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہی ہوتی تھی جس کی نسبت آپ نے بلا سوچے سمجھے لکھدیا کہ "کثرت الہامات کا نام نبوت نہیں"۔ باقی رہی آپکی یہ منطق کہ اس میں کثرت سے امور غیبیہ بھی ہوں یہ بھی آپ کی ایک خوش فہمی ہی ہے۔ بندہ نواز جب خدا تعالیٰ کا کلام بشارتوں کے رنگ میں قیامت تک باقی رہنے کے حضرت صاحب خود قائل ہیں تو بتاؤ کہ وہ کونسی ایسی بشارات ہوتی ہیں جن میں کچھ نہ کچھ امور غیبیہ نہ پائے جاتے ہوں۔ بشارت تو کہتے ہی خود ایسی آئندہ کی خبر کو ہیں جس کے پانے سے انسان کے بشرے پر اثر محسوس ہو جائے۔ اور یہ وہ تمام باتیں ہیں جو تمام اولیاء اللہ میں مشترک ہیں۔ ورنہ پیش اُفتادہ امور کی نسبت جن کو انسان بچشم خود مشاہدہ کر رہا ہو یا سن رہا ہو خدا تعالیٰ کا کسی کو کچھ بتانا چہ معنی دارد۔ اور پھر آپ کا الہامات کو اطلاع علی الغیب سے الگ تصور کرنا چہ معنی

قولہ ۷ لیظھر علیٰ غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول یعنی نبی اور غیر نبی میں امتیاز اظہار علی الغیب ہے۔

اقول (۱) مہربان من اس جگہ لفظ رسول میں ہر ایک حقیقی و غیر حقیقی رسول داخل ہے اس لئے مظہر علی الغیب ہونا صرف حقیقی انبیاء کا ہی امتیازی نشان یا خاصہ نہ رہا۔ کیونکہ علیٰ قدر مراتب تمام مامورین و مجددین کا بھی یہی امتیازی نشان ہر زمانہ میں ثابت رہا ہے جو کہ آپ کو بھی مسلم ہے کہ دائمی طور پر وہ ہرگز نبی نہیں ہوتے بلکہ غیر نبی ہوتے ہیں (۲) قرآن کریم کی یہ آیت کہ ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء ببانگ دہل پکار رہی ہے کہ اظہار تو الگ رہا مطلق اطلاع علی الغیب بھی ہر ایک رسول کے لئے کوئی شے نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ غیب پر اطلاع کیلئے بھی صرف کسی کسی کو ہی جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ جس سے صاف عیاں ہے کہ اگر چاہے تو کسی نبی کو اطلاع علی الغیب نہیں بھی دیتا تو کیا جن کو اطلاع علی الغیب نہیں دیتا وہ نبی نہیں ہوتے۔ جب نبی اور غیر نبی کا امتیازی نشان آپ کے نزدیک اظہار علی الغیب ہی ہے تو چاہیئے کہ پھر جن رسولوں کو خدا تعالیٰ اظہار علی الغیب کا مرتبہ نہ دے وہ رسول یا نبی ہی نہ ہوں۔ حالانکہ یہ امر بالکل بدیہی البطلان ہے اور خود یہی آیت اس خیال کے بطلان کا ایک بیّن ثبوت ہے جس میں خدا تعالیٰ غیب پر اطلاع پانے اور نہ پانے والے سب رسولوں کو رسول کہتا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سمجھ میں آئی یا نہیں۔ دوستو یہی وہ معنی ہیں جن پر ہمارا یقین ہے اور یہی معنی ہم کو مسیح موعود نے پڑھائے ہیں۔ ع — اب آئے خواہ تم مانو نہ مانو۔ مگر یہ تو نہ کہا کرو کہ یہ معنی غیر احمدیوں کے ہیں یا ہم نے اپنے پاس سے بنا رکھے ہیں نہیں صاحب یہ مسیح موعود کی اپنی تعلیم ہے یاد رکھو

ہے نہیں یا ثابت ہو گیا کہ اظہار علی الغیب انبیا سے ہرگز کوئی ایسا امتیازی نشان نہیں ہے جس میں کوئی غیر نبی قطعًا شریک نہ ہو (۲) انبیاء کے امتیازی نشانات اور ہیں۔ جن کا ذکر عاجز نامہ نگار نمبر ۳ میں کر چکا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ فرما لیویں۔ اگر وہ غلط ہوں تو ہو کہ تذابہا ہم (؟) شاکر ان کی تغلیط شائع فرماویں تا سیاہ رو شود ہر کہ در وغش باشد۔ اور وہ مختصرًا یہ ہیں (۱) مستقل ہونا یعنی کسی کا امتی نہ ہونا اور اپنی نبوت کا علیحدہ سکہ جمانا اور لوگوں سے اس کا اقرار لینا (۲) دینی تمام علوم کو بذریعہ جبرئیل بپیرایہ وحی رسالت حاصل کرنا اور حل مغلقات و معضلات دین نبوت سے کرنا نہ اجتہاد سے۔ (۳) صاحب شریعت جدیدہ ہونا (۴) ناسخ بعض احکام شریعت سابقہ ہونا یا کوئی نیا حکم لانا۔ (۵) اپنی مادری زبان میں لازمی طور پر الہام پانا (۶) بچپن بلکہ ماں کے پیٹ سے ہی نبی ہونا اور محض موہبت الٰہیہ سے بلا کسی کوشش و سعی کے نبوت پانا۔ یہ وہ امتیازی نشانات نبوت ہیں جن میں ہرگز ہرگز کوئی غیر نبی شریک نہیں ہے۔ مگر اطلاع علی الغیب میں تو ولی اور صالح چھوڑ بعض وقت ایک فاسق فاجر بلکہ کنجر بھی بعض وقت کوئی سچی خواب یا الہام کا ایک آدھ ٹوٹا پھوٹا فقرہ پا کر شریک ہو سکتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ مطلق کافر بھی کوئی نہ کوئی سچی خواب دیکھ کر اطلاع علی الغیب پا سکتا ہے۔ یہ میں نے اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اسی طرح لکھا ہے۔ چاہو تو حقیقۃ الوحی باب اول و دوم و سوم کا مطالعہ کر کے اطمینان کر لو۔

قولہ حضرت مسیح موعود کی نبوت ہم بھی مانتے ہیں۔ آپ بھی۔ ہم **پہلے نبیوں جیسی** اور آپ مجددین جیسی ...... اب اگر یہ ثابت ہو جاوے کہ فلاں گروہ جیسی نبوت مراد نہیں تو لامحالہ دوسرے گروہ جیسی نبوت ماننی پڑے گی۔ ...... سنیے آپ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں فرماتے ہیں۔ "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ...... اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ ان میں پائی نہیں جاتی۔"

اقول - جزاک اللہ یہ صحیح بات ہے آؤ اسی اصول پر کاربند ہو کر اس بات کا فیصلہ کر لیں۔ حضرت صاحب براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں کہ "حدیثوں سے ثابت ہے کہ آنے والا عیسیٰ امتی ہے۔ **تو کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں ہے جو کہ ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں**" اب ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ حضرت صاحب کے اس قول کے صاف اور صریح یہی معنے ہیں کہ مسیح موعود چونکہ ایک امتی شخص ہے اس لئے اس کی نبوت کے وہ معنی ہرگز نہیں جو کہ مستقل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ یعنی مسیح موعود کی نبوت ویسی نہیں جیسی کہ مستقل نبیوں کی نبوت ہوتی ہے۔ یا یوں کہو کہ مسیح موعود کی نبوت کے کوئی اور ایسے معنی ہیں جو مستقل نبیوں کی نبوت کے نہیں ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت اقدس کی نبوت ہرگز ویسی نہیں ہے جیسی کہ پہلے نبیوں کی لہٰذا آپ کا یہ فرمانا کہ "ہم پہلے نبیوں جیسی" یعنی ہم مسیح موعود کی نبوت پہلے نبیوں جیسی مانتے ہیں بالکل ردی ہو گیا۔ کیونکہ حضرت صاحب کو اس بات سے صاف انکار ہے اور آپ لوگوں کے عقیدہ کے سراسر خلاف فرما رہے ہیں کہ میری نبوت کے وہ معنی نہیں جو پہلے نبیوں کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ پس جب ان کی نبوت کے وہ معنی ہی نہیں جو مستقل انبیاء کی نبوت کے ہوتے ہیں تو کوئی سچا خدا ترس بن کر بتلائے تو سہی کہ مسیح موعود کی نبوت پہلے نبیوں جیسی کیونکر ہوئی؟ کیا یہ اردو عبارت کا چھوٹا سا فقرہ کہ "کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں ہے جو کہ ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں" کوئی چیستان ہے جسے کوئی اہل علم سمجھ نہیں سکتا؟ یا کیا بات ہے۔ اگر میرا بیان کردہ مطلب بالکل غلط ہے تو میں اس فقرہ کو شائع کرتا ہوں اور ہر ایک منصف مزاج خدا ترس انسان سے اپیل کرتا ہوں کہ خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا انسان ہو براہ مہربانی خدا لگتی کہہ کر ہمیں اس کے صحیح معنوں سے اطلاع دے۔ اور بتلائے کہ اس فقرہ سے صاف صاف طور پر حضرت اقدس کا گذشتہ انبیاء جیسی نبوت سے انکار ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ مگر میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسی قطعیۃ الدلالت عبارت کی موجودگی میں کوئی خدا ترس انسان کس طرح مسیح موعود کو پہلے نبیوں جیسا نبی بنا سکتا ہے۔ جبکہ وہ کہتے ہیں کہ آنے والے عیسیٰ کی نبوت کے وہ معنی نہیں جو مستقل نبی کی نبوت کے ہوتے ہیں۔ مگر ہم بھی ہمارے مکرم قاضی صاحب یہی فرماتے ہیں کہ ہم ان کی نبوت ویسی ہی مانتے ہیں جیسی پہلے نبیوں کی۔ ذرا قاضی صاحب خود ہی کچھ منصف بن جاویں آپ اپنے اس فقرہ کو کہ "ہم پہلے نبیوں جیسی" اور حضرت صاحب کی اس تحریر کو کہ "کلام الٰہی میں اس کا نام نبی رکھنا ان معنوں سے نہیں جو ایک مستقل نبی کے لئے مستعمل ہوتے ہیں" مقابلہ کر کے غور سے ملاحظہ فرمائیں **کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیبا** (۲) باقی رہی آپ کی حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ والی عبارت سو اس کے متعلق میں کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ عبارت اور ایک تذکرۃ الشہادتین والا حوالہ دونوں متشابہات میں سے ہیں اور ان قلیل المقدار تحریرات کی خاطر جو کہ کل جمع دو ہی ہیں حضرت صاحب کی اسی کے قریب کتابیں ہیں جو کہ ان کے بالکل برخلاف مضامین سے معمور ہیں ردی نہیں کی جا سکتیں اور نہ ایسا کرنا ایمانداری میں داخل ہے۔ بلکہ ایسا کرنا صریح باطل پرستی کی علامت ہے۔ **فاعاذنا اللہ منہا**۔ خاص کر ایسی صورت میں کہ یہ باتیں کوئی حضرت صاحب کا الہام بھی نہیں ہیں اور یہ بھی حضرت صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ یہ عبارتیں اعلام الٰہی سے ہم نے لکھی ہیں۔ اور قرآن و حدیث سے بھی ان کی کوئی تائید ثابت نہیں ہوتی تو سوائے اس کے کہ انکو حضرت صاحب کا ایک معمولی قسم کا اجتہاد تصور کر لیا جاوے۔ جس میں سہو و خطا کا احتمال تو ہے۔ اور کیا ہیں (وہاں جو لوگ صرف ان ہی ہر دو تحریرات کی بنا پر حضرت صاحب کو ایک مستقل انبیاء جیسا نبی بنا رہے ہیں ان کا فرض ہے کہ پہلے ان ہر دو تحریرات کو محکمات سے ثابت کر دکھائیں پھر جو چاہیں الزام دیں۔) پھر ممکن ہے کہ تمام اولیاء و اقطاب و مجددین امت کے حالات سے تاریخی طور پر حضرت صاحب کو کامل آگاہی حاصل ہی نہ ہوئی ہو اس لئے حضرت صاحب نے قیاسًا ایسا لکھ دیا ہو جیسا کہ حضرت مسیح کی قبر کی نسبت بھی پہلے غلطی سے لکھ دیا تھا کہ گلیل میں ہے۔ مگر بعد میں جب نئی تحقیقات کی رو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ ان کی قبر گلیل میں نہیں بلکہ کشمیر میں ہے تو بڑے دھڑلے کے ساتھ اس کا اشتہار دے دیا کہ مسیح کی قبر کشمیر محلہ خانیار میں ہے۔ ایسے ہی ممکن ہے کہ حضرت اقدس کو گذشتہ تمام اولیاء و اقطاب امت کے تاریخی حالات سے کما حقہ اطلاع نہ ملی ہو اس لئے حضور انور سے ایسا لکھا گیا ہو کیونکہ یہ امر تو آپ لوگ بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اس کے برخلاف حضرت اقدس کی بیسیوں دوسری ایسی تحریرات ہی موجود ہیں جن میں حضرت اقدس نے دیگر اکابر امت کو بھی اپنے جیسا ملہم، مکلم بلکہ نبی بھی لکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے:

وان مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

اور الوصیت کی اس بعض افراد والی عبارت میں تو صاف طور پر دو دفعہ کا ہی خلاصہ پایا (؟)

تحریر فرمایا۔ پس آپ لوگ جب تک یہ ثابت نہ کر دکھائیں کہ یہ ہر دو تحریرات ان تمام قسم کے احتمالات سے پاک ہیں اور نہ صرف انہی سے پاک بلکہ محکمات میں سے ہیں تب تک بار بار اُن کا بہانہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر حضرت صاحب کی سینکڑوں دوسری تحریرات بینات کو نظر انداز کر کے کٹ حجتی اختیار کرنا ہرگز قرین انصاف نہیں فتدبروا

قولہ یہ سمجھنا کہ نبوت مل سکتی ہے تو مجددیت کا وعدہ کیا معنی نہایت سفاہت ہے کیونکہ ایک شخص کہہ سکتا ہے کہ اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین کے ماتحت جب اللہ تعالیٰ پہلی امتوں میں[1] نبی بنا سکتا تھا تو پھر صدیقین اور شہداء اور صالحین بنانے کا وعدہ کیا معنی۔ اسی طرح جب ابوبکر جیسے لوگ صدیق بن سکتے ہیں تو پھر شہداء اور صالحین کا وعدہ دینے کے کیا معنے۔ اسی طرح جب اس امت میں مسیح موعود مہدی مسعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کوئی بن سکتا ہے تو پھر مطلق مجددیت کی بشارت کیا معنی۔

اقول مہربان من یہ کہنا ہرگز سفاہت نہیں ہے کہ جب نبوت مل سکتی ہے تو مجددیت کا وعدہ کیا معنے۔ بلکہ سفاہت یہ ہے کہ ختم نبوت کے بعد اولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین الخ کی بنا پر سراسر غلط معنی کر کے کامل طور پر اطاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مقید لوگوں کو درحقیقت مستقل نبیوں جیسا نبی تصور کر لیا جاوے۔ کیونکہ کامل رسولوں اور نبیوں کی طرف رسول ہو کر آنے کا کوئی قاعدہ نہیں ہے اور تم جانتے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسیح موعود کی طرف بھی لاریب رسول ہو کر آئے جن کی کامل اطاعت کرنا اُن کا شعار تھا۔ پس اگر مسیح موعود بقول تمہارے فی الواقعہ کامل نبی ہوتے تو چاہئے تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے کامل طور پر آزاد ہوتے نہ کہ آنحضرت کے اُمتی بنتے۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے خود تحریر فرمایا کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ

فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو (ازالہ صفحہ ۵۶۹) پھر اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ بالا میں معیت بالنبیین والصدیقین وغیرہم کا وعدہ دیا ہے جن کا کامل نمونہ خود رسول اللہ صلعم کی زندگی میں ہی ہو چکا۔ تھا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے انبیاء کی معیت یعنی اُن کے رنگ میں[2] رنگین ہونے کا نمونہ دکھایا۔ اور بعض نے معیت لصدیقین کا اور بعض نے شہداء و صالحین کا اور اسی طرح ہر ایک شخص نبیوں اور صدیقوں۔ شہیدوں صالحوں کے رنگ میں رنگین ہو کر اُنسے مشابہت پیدا کر سکتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں معیت کہتے ہیں اور بہ باعث شدت مشابہت من تشبہ بقوم فہو منہم کا مصداق بنکر نبی صدیق شہید صالح بھی کہلا سکتا ہے۔ جیسا کہ مکذبان مسیح موعود نے باوجود مسلمان ہونے کے یہودی کہلایا اور اُس کی شان میں غلو کرنے والے نصاریٰ کہلائینگے۔ اور خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب ابن مرزا غلام مرتضیٰ صاحب باوجود مغلیہ خاندان کا ایک فرد اور اُمتی ہونے کے ابن مریم اور نبی و رسول کہلائے۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اور ابوبکرؓ نے ابراہیم اور عمرؓ نے موسیٰ اور ابوذر غفاریؓ نے عیسیٰ ابن مریم کہلایا۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور فرما دیا کہ ما من نبی الا لہ نظیر فی امتی کہ کوئی ایسا نبی نہیں ہے جس کی نظیر میری اُمت میں نہ ہو۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل لیکن اگر درحقیقت کسی کا نبی بن جانا ممکن ہوتا تو جیسا کہ حضرت اقدس نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ پھر ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ ہارون جیسا نبی بھی میرے بعد نہیں آ سکتا مگر افسوس کہ جو باتیں کل تک ہمارے بھائی دوسروں کو سمجھاتے رہے آج خود اُن کو ہی یاد نہ رہیں۔ اور لگے اُلٹے سیدھے خواب سننے اور سنانے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھر یاد رکھو کہ ابوبکرؓ جیسے لوگ صرف صدیق ہی نہیں ہیں۔ بلکہ مثیل انبیاء ہیں۔ ہاں ایسے ہی مثیل انبیاء ہیں جیسے کہ خود مرزا صاحب مثیل انبیاء تھے۔ پھر اُن کو یہ کافی فخر حاصل ہے کہ مسیح موعود جیسا انسان اُن کا خاک پا ہونا اپنے لئے فخر سمجھتا ہے پھر یہ کہنا تو بالکل ہی نادانی ہے کہ جب اس امت میں کوئی ایک ہی فرد مسیح موعود مہدی مسعود ہو سکتا ہے تو مطلق مجددیت کے کیا معنی۔ اس لئے کہ تمام اُمت محمدیہ میں سے کسی ایک آدھ آدمی کا مسیح اور بقول تمہارے کامل نبی بنجانا کوئی بھی جائے فخر نہیں۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لئے سخت باعث ننگ و عار ہے۔ کیا کبھی کوئی پیاسا فقط ایک ہی قطرہ پانی سے سیراب ہو سکتا ہے یا کوئی سخت بھوکا ایک لقمہ روٹی پا کر سیر ہو سکتا ہے۔ یا کوئی رئیس یا بادشاہ فقط ایک ہی ماتحت رئیس کی بنا پر کوئی زبردست شہنشاہ کہلا سکتا ہے یا کوئی ایک ہی اشرفی کا مالک ہو کر امیر الامراء یا بادشاہ کہلا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔

اسی طرح سمجھ لو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت کسی ایک ہی شخص کو اپنے فیض سے نبی بنا کر کوئی عظیم الشان کمالات کو یا تمام کمالات نبوت یا خاتم النبیین نہیں ٹھہر سکتے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

پھر یہ بھی عجیب حماقت ہے کہ مجددیت اور مسیحیت کو کو متبائن خیال کیا جاوے۔ کیا مجدد مسیح نہیں ہو سکتا۔ یا مسیح مجدد نہیں ہو سکتا۔؟ پھر اس لغو کلمہ کے کیا معنی ہوئے کہ جب اس اُمت میں مسیح موعود و مہدی مسعود کوئی بن سکتا ہے تو مطلق مجددیت کی بشارت کے کیا معنی"

قولہ یہ سوال کہ اگر حضرت مسیح موعود ہی نبی ہے تو کیا تیرہ سو برس میں اور کوئی نبی کریم صلعم کا متبع کامل نہیں ہوا۔ دراصل غیر احمدیوں کا اعتراض ہے ...... پھر یہ درحقیقت غیر مسلموں کا اعتراض ہے کہ جو کہتے ہیں کہ ہزارہا انبیاء دنیا میں مبعوث ہوئے۔ مگر کوئی ان میں سے خاتم الانبیاء نہ ہوا جس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ سے پہلے انبیاء میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار کامل نہیں ہوا کہ وہ کامل فرمانبرداری کی وجہ سے خاتم النبیین ہو جاتا (خاتم النبیین کے معنے الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی میں پڑھو۔ جس پر کمالات نبوت ختم ہوں)۔

اقول مہربان من سب سے آخری نبی کا خاتم الانبیاء ہونا ایک لازمی اور قدرتی امر ہے جس پر کسی غیر احمدی یا کسی دیگر غیر مسلم کا ہرگز کوئی اعتراض نہیں ہے کہ آنحضرت صلعم کے ماسوا کوئی دوسرا نبی خاتم الانبیاء کیوں نہوا۔ بلکہ یہ اعتراض خوش فہمی سے مسیح موعود کو جو کہ آنحضرت صلعم کے ایک سچے جانثار غلام تھے۔ عین محمد رسول اللہ سمجھ رہے ہیں (کیونکہ من فرق بینی وبین المصطفےٰ فما عرفنی وما رای کی بنا پر محمد رسول اللہ اور مرزا صاحب کے درمیان تمہارے نزدیک کوئی تمیز باقی نہیں ہے) تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المکی المدنی تو کیونکہ تمام کمالات نبوت ہوئے۔ جب کہ دینے

---

[1] "پہلی امتوں میں" کا اس فقرہ کا مطلب ہماری سمجھ میں نہیں آیا کیا پہلی امتوں میں بھی نبی غیر نبی ہوا کرتے تھے

[2] یاد کرو وہ دن جب معی نبی قبری کو

کا عقیدہ رکھنے سے یہ مطلب ہے کہ نبوت اکتسابی امر ہے غلط ہے۔ کیونکہ ہمارے نزدیک اتباع کامل موجب نبوت نہیں۔ بلکہ شرط نبوت ہے۔ جیسا کہ نبوت سے پہلی زندگی کا بے عیب ہونا موجب نبوت نہیں شرط نبوت ہے۔ یعنی جو نبی ہوگا اُس کے لئے ضروری ہے کہ اُس کی زندگی بے عیب ہو اسی طرح امت محمدیہ میں جو نبی ہوگا اُس کے لئے اتباع کامل علت نہیں بلکہ شرط ہے۔ جیسا کہ وائسرائے کے لئے شرط ہے کہ وہ رعایا میں سے ہو لیکن رعایا میں سے ہونا وائسرائے ہونے کی علت نہیں۔ پس نبوت اب بھی وہبی ہے۔ کسبی نہیں ہاں یہ موہبت چند شرائط پر مبنی ہے۔ جیسا کہ پہلے نبیوں میں ضرورت زمانہ۔ مدعی نبوت کی زندگی کا بے عیب ہونا۔ اصلاح خلق۔ قوت قدسیہ کی استعداد رکھنا اونی قوم میں سے ہونا شرائط ہیں۔

اقول مہربان من یہ ساری کی ساری منطق بے ہے بالکل ردی اور فضول ہے کیونکہ جب اتباع کامل موجب نبوت ہی نہیں تو اُس کا نتیجہ آپ نے کثرت امور غیبیہ کیوں لکھا (ذرا اپنے اس مضمون کی نظر ثانی کرکے دیکھ لو) ۔ پھر جب کثرت امور غیبیہ کامل اتباع کا ہی نتیجہ ہیں تو نبوت خواہ مخواہ اکتسابی ثابت ہوگی اور دراصل ہے بھی یہی بات صحیح کہ اُمتیوں والی نبوت اکتسابی ہی ہوتی ہے۔ اسی لئے مستقل نبیوں کی نبوت اور اُمتیوں کی نبوت دونوں ایک ہی قسم کی ہرگز نہیں ہیں۔ بلکہ آپس میں بالکل مختلف ہیں۔

(۲) پھر جب بقول آپ کے اتباع کامل موجب نبوت ہی نہیں تو ہمارا مسیح موعود کو فی الواقعہ غیر نبی تصور کرنا کیوں نادرست قرار دیا جاتا ہے۔ ہمارا اس میں قصور کیا؟ باقی رہا کسی شرط نبوت والا معاملہ تو وہ بھی بمجرد کسی ایک آدھ شرط نبوت کے پائے جانے سے کوئی شخص کامل نبی نہیں بن سکتا۔ جیسا کہ وائسرائے کے لئے گو رعایا میں سے ہونا شرط تو ضرور ہے کہ بمجرد رعایا میں سے ہونا وائسرائے ہونے کے لئے کافی ہو۔ ہاں جس طرح وائسرائے ہونے کے لئے رعایا میں سے ہونا شرط تو ضرور ہے لیکن فقط اسی ایک ہی شرط کے پائے جانے کی وجہ سے کوئی شخص وائسرائے نہیں بن سکتا۔ کیونکہ یہ امر وائسرائی کے لئے کافی نہیں ہے اسی طرح گو کثرت امور غیبیہ کا اظہار شرائط نبوت میں سے تو ضرور ہے لیکن بمجرد اسی ایک ہی نبوت کے پائے جانے سے کوئی شخص کامل نبی نہیں بن سکتا۔ علی ہذا القیاس آپ کی باقیماندہ بیان کردہ پانچ عدد شرائط نبوت کا بھی یہی حال ہے۔ کہ ان میں سے کوئی سی بھی ایک شرط نبی ہونے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ ہمارے نزدیک۔ تو ان باتوں کا شرائط نبوت میں شمار ہی نہیں ہے (سوائے شرط ضرورت زمانہ کے) ہاں علامات نبوت ہو سکتی ہیں۔ مگر ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی بھی حقیقی یا کامل نبی ایسا نہیں آیا جسکو اصلی شرائط نبوت کے پائے جانے کے بعد نبوت ملی ہو۔ (سوائے ضرورت زمانہ کی شرط کے) بلکہ کامل نبی ہمیشہ شرائط نبوت کے ظہور سے پہلے ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پاتے رہے ہیں جس سے صاف اُن کی نبوت کا وہبی ہونا ثابت ہے اور آپ لوگ جس شرط (مکالمہ مخاطبہ) کی بنا پر مسیح موعود کو کامل نبی تصور کرتے ہیں وہ بہرحال اُن کے نبی ہونے سے پہلے اُن میں پائی جاتی رہی جس سے صاف طور پر اُن کی نبوت کا کسبی ہونا ثابت ہے لہذا ثابت ہوا کہ وہ اس قسم کے کامل نبی ہرگز نہیں جیسے کہ سابقہ انبیاء ہو چکے ہیں۔ فتدبر

قولہ پھر مولوی صاحب نے لم یبق کی حدیث پیش کی ہے اس کا جواب خطبہ جمعہ حضرت خلیفہ ثانی اور فاضل اسحاق کے مضمون میں پڑھیئے۔ یہاں صرف اتنا لکھ دیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس نے خود اُس کے معنی کئے ہیں۔ لم یبق من اجزاء النبوۃ الا نوع واحد اور یہ ظاہر ہے کہ جنس کے ماتحت جس قدر انواع ہوں ہر نوع پر اُس جنس کا نام کلی طور پر صادق آئے گا۔ پس جب نبوت جنس ہے اور اُس کی انواع میں سے ایک نوع مبشرات ہیں تو مبشرات پر نبوت کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا کہ خود جنس کے لئے جنس کا نام صحیح ہے۔

اقول۔ صاحبزادہ صاحب کے خطبہ کا جواب تو ہر دو بزرگان امت (حضرت خواجہ صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ) کافی و شافی طور پر دے چکے ہیں۔ باقی رہے آپ کے فاضل میر اسحاق صاحب اُن کے مضمون کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مبشرات کے معنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے الرؤیا الصالحۃ کے کئے ہیں جس سے مراد سچی خوابیں ہیں تو کیا مرزا صاحب کو سچی خوابوں کے ماسوا اور کچھ حاصل نہ تھا؟ کیا اُنکو الہام اور وحی اور خدا تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ ہوتا تھا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سے بولتا اور لفظاً الہام فرماتا تھا یا نہیں۔؟ وغیرہ وغیرہ (مفہوم با لفاظ راقم) میں ضرورت نہیں سمجھتا کہ مولانا فاضل اسحاق کے بے نظیر حقائق و معارف یا بالفاظ آپ کے اُن کے لاجواب مضمون کا کوئی جواب دوں کیونکہ اُن کے نزدیک معلوم ہوتا ہے کہ مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ پانا۔ خدا تعالیٰ سے مبشرات پانا یا وحی و الہام پانا اور لفظاً الہام پانا اور خدا تعالیٰ سے باتیں کرنا سب جدا جدا باتیں ہیں۔ لہذا میں ایسے فاضلانہ مضمون کے جواب سے ہرگز عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ پھر ایک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کسی سابقہ عمل یا فرمانبرداری کا ہرگز نتیجہ نہیں ہوتی اور قرب الٰہی بھی جو اُن کو حاصل ہوتا ہے وہ بھی اسی نبوت ہی کی وجہ سے حاصل ہو جاتا ہے پس اُن کی نبوت اور قرب الٰہی دونوں وہبی ثابت ہوئے لیکن غیر حقیقی انبیاء میں اس کے بالکل برعکس یہ سنت اللہ جاری ہے کہ اُن کی نبوت اور قرب الٰہی دونوں اکتسابی ہوتے ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا وان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ اور ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملٰئکۃ الخ اور لھم البشری فی حیوۃ الدنیا۔ الخ اور والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا جس سے صاف طور پر عیاں ہے کہ ان دوسری قسم کے غیر حقیقی یا مجازی یا ظلی نبیوں کے لئے نبوت یا قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے کامل طور پر اللہ و رسول کی اطاعت اور اتباع ضروری طور پر شرط ہے۔ جب تک یہ شرط وہ پوری نہ کریں تب تک کوئی شخص اس قسم کی نبوت پا سکتا ہے اور نہ قرب الٰہی حاصل کر سکتا ہے۔ پس کسی صورت میں بھی ان مجازی نبیوں کی حالت پر حقیقی انبیاء کی حالت کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اور ہیں۔ یہ اور ہیں فتدبروا

(۳) غور کرو کہ جن صحابہ یا خلفاء راشدین المہدیین کی نسبت تم کہتے ہو کہ اُن کو وہ مکالمہ و مخاطبہ حاصل نہیں ہوا جو مسیح موعود کو ہوا وہ بھی بالضرور مقربان الٰہی ہی تھے۔ جب ہی تو اُن کی نسبت خدا تعالیٰ کی رضامندی کا یہ بے نظیر سارٹیفکیٹ ابدالآباد تک موجود ہے کہ رضی اللہ عنہم جس سے صاف ثابت ہوا کہ قرب الٰہی کا نشان صرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہی نہیں ہے بلکہ اور بھی کئی قسم کے نشانات ہیں جن کی بنا پر خدا تعالیٰ نے صحابہ کرام کو مقربان الٰہی ہونے کا ایسا بے نظیر سارٹیفکیٹ عطا فرمایا کہ جس سے بڑھ کر کسی کے مقرب الٰہی ہونے کا کوئی بھی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اور یہ امر تو بالکل ہی غیر ممکن ہے کہ بغیر بے نظیر قرب الٰہی حاصل کرنے کے یوں ہی صحابہ کرام کو ایسا بے نظیر سارٹیفکیٹ مل گیا ہو۔ فتدبروا

اور طرفہ یہ ہے کہ اگر یہ مانا جاوے کہ مرزا صاحب کو مکالمہ مخاطبہ حاصل تھا تو اُن کے نزدیک یہ حدیث ہی سراسر باطل اور موضوع[۱] ثابت ہوتی ہے اور اگر حدیث کو صحیح تسلیم کریں تو معاذ اللہ مرزا صاحب جھوٹے اور مفتری ٹھہرتے ہیں پس ایسی حالت میں تو بالکل مناسب ہی نہیں کہ اُن کے فاضلانہ مضمون کا کوئی بھی جواب دیا جاوے۔ لیکن بامر مجبوری میرا اتنا عرض کر دینا بیجا شاید غیر موزوں نہ ہو کہ ہمارے فاضل مضمون نگار الرؤیا الصالحہ کا صحیح صحیح مفہوم دریافت نہیں کیا۔ اسی لئے اُنھوں نے اس کے معنوں کو سچی خوابوں کے مفہوم تک ہی محدود کر لیا ہے اور میری دانست میں یہ صریح اُن کی غلطی ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کو بھی لفظ رویا ہی سے تعبیر کیا ہے شاید اُن کو یاد نہ رہا ہو اس لئے میں اُن کو قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل کے رکوع ۶ کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جہاں خدا تعالیٰ نے صاف یوں فرمایا ہے کہ وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس الخ تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج بھی بقول اُن کے ایک معمولی سچی خواب ہی تھی یا اس سے بڑھ کر بھی کوئی معاملہ تھا؟ فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ باقی رہی آپ کی یہ منطق کہ " حضرت اقدس نے خود اس کے معنی کئے ہیں الا نوع واحد ... " اور جنس کے ماتحت جس قدر انواع ہوں ہر نوع پر اس جنس کا نام کلی طور پر صادق آئیگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صاحب کی جو کچھ مراد ہے وہ اُنھوں نے

آگے چل کر خود ہی تحریر کر دی ہے کہ "ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوۃ الجزئیۃ مفتوحۃ ابداً ولیس فیھا الا المبشرات او المنذرات من الامور المغیبۃ او اللطائف القرآنیۃ والعلوم اللدنیۃ واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعھا"۔

یعنی ہمارے کلام کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ تحقیق نبوت جزئیہ کو ہمیشہ کے لئے دروازے کھلے ہیں اور نہیں ہے ایسی نبوت میں سوا مبشرات یا منذرات کے۔ جو غیب کی باتوں میں سے ہیں یا لطائف قرآنیہ اور علوم لدنیہ سے ہیں۔ مگر وہ نبوت جو پوری اور کامل جس میں سبھی قسم کے کمالات وحی کے پائے جاتے ہیں سو تحقیق ہم ایمان لائے ہیں اس کے قطع ہونے پر۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود نے اُس نوع واحد کا نام بھی نبوت جزئیہ ہی رکھا ہے کاملہ نہیں رکھا۔ اور کاملہ تامہ نبوت اُس نبوت کو قرار دیا ہے جس میں سب قسم کے کمالات وحی (خفی و جلی رویا و کشوف و الہامات و وحی متلو و غیر متلو وغیر ہا) پائے جاتے ہوں مگر آپ لوگوں نے ہمیشہ دُم بریدہ فقرات پر ہی اکتفا کر کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا۔ اور حضرت صاحب کی عبارت کے سیاق و سباق سے لوگوں کو ناواقف رکھ کر بیچ میں سے صرف دو فقرات پسند کئے ایک حاملۃ الوحی الشریعۃ کا اور دوسرا لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد کا اور لوگوں کو یہ سمجھایا کہ حضرت صاحب کی اس سے مراد یہ ہے کہ صرف نبوۃ جزوی باقی ہے۔ مگر ایسا کرنا اور زہر کا گھونٹ بھرنا آپ لوگوں کے لئے برابر تھا کیونکہ آپ لوگ حضرت صاحب کو کامل نبی بنائے بیٹھے ہیں نہ کہ کسی جزوی نبوت یا ناقص نبوت کے پانے والے۔ فیا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن

کیا اسی بنا پر لوگوں کو کفر کیاں سناتے رہتے ہو کہ تم حکم و عدل کی باتوں کو مانتے نہیں۔

ہاں شاید کوئی کہدے کہ حضرت صاحب نے اس جگہ نبوت جزئیہ صفت موصوف کے طریق پر فرمایا ہے۔ نبوت ناقصہ نہیں فرمایا۔ تو اپنے منطقی یاد رکھیں کہ حضرت صاحب نے ایسی نبوت جزئیہ کا نام نبوت ناقصہ بھی رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ " وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ (یعنے مسیح موعود) ہاں نبوت ناقصہ اُس میں پائی جائیگی فھل انتم مؤمنون دیکھو صفحہ ۲۲۱ ازالہ اوہام۔ نری لفظ پرستی تو کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ کیا تم سے پہلے لوگوں کو اسی جلن سے ٹھوکر نہیں لگ چکی؟ پھر کس واسطے باطل پرستی پر کمر باندھ رہے ہو۔ خدا تعالےٰ کا خوف کرو۔ اگر یہی عادت اچھی ہوتی تو یہود کو کبھی ٹھوکر نہ لگتی۔ پھر مثالی یہودی بھی ٹھوکر نہ کھاتے۔ پس تم خود ہی سوچ لو کہ اگر بقول تمہارے یہ مان بھی لیا جائے کہ جنس کے ماتحت جس قدر انواع ہوں ہر ایک نوع پر جنس کا پورا نام اطلاق پاسکتا ہے تاہم میں پوچھتا ہوں کہ کیا فی الواقعہ کوئی نوع کلی طور پر جنس کے حکم میں ہوسکتی ہے؟ بندۂ خدا پھر بھی تو وہ نوع۔ نوع ہی رہے گی۔ نہ کہ جنس بنجائیگی اور اگرچہ جنس کا نام من وجہ نوع نے پا بھی لیا تب بھی دراصل وہ جنس کی ایک شاخ یا جزو ہی رہی نہ کہ کل لی گئی۔ جیسے کہ مثلاً زید کے کسی عضو پر ہاتھ رکھ کر کوئی شخص اشارہ کر دے کہ یہ زید ہے (مثلاً بازو پر یا پیٹھ پر) تو اگرچہ کہنے کو تو اسی طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ زید ہے اور سر سے لے کر پیر تک ہاتھ پھیر کر بتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہ یہ زید ہے۔ مگر در حقیقت مجرد زید کا بازو یا اُس کی پیٹھ یا اُس کا کوئی دُوسرا خاص عضو زید ہرگز نہیں کہلاتا۔ بلکہ یُوں کہیں گے۔ کہ یہ زید کی پیٹھ ہے یہ اس کی ٹانگیں ہیں یا یہ اُس کے ہاتھ ہیں پھر اسی طرح مکان نام ہے چند اشیاء کے مجمُوعہ کا (چار دیواروں اور چھت اور شہتیر اور کڑیوں وغیرہ کا) مگر ایک شخص صرف اُسکی کسی ایک ہی دیوار پر بھی ہاتھ لگا کر کہہ سکتا ہے کہ یہ مکان فلاں شخص کا ہے۔ اور اُس کو لفظ مکان استعمال کرنے کیلئے اُوپر اور نیچے ہر جگہ ہاتھ لگا کر بتانے کی کوئی ضرُورت نہیں ہوتی کہ یہ مکان مگر در حقیقت مکان کی کوئی دیوار یا اُسکا کوئی دُوسرا خاص حصّہ کامل مکان نہیں ہوتا۔ الغرض ایک طرح سے کُل کا اطلاق جُزو پر جائز ہے اور دُوسری طرح ناجائز ہے اسی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ کہ مبشرات بھی کل (نبوت) کا دراصل جزو ہی ہیں نہ کہ پُوری اور کامل نبوت۔ بات تو بالکل صاف تھی جس کو ناحق منطق کی سان پر چڑھا کر کچھ سے کچھ بنا دیا گیا۔ مگر میں بار بار یہی عرض کروں گا۔ کہ نکما لفظی جھگڑا ہے۔

[۱] فاضل میر اسحاق صاحب فاروق نمبر ۹ میں تحریر کرتے ہیں کہ ہم نے ہرگز اس حدیث کو موضوع قرار نہیں دیا حالانکہ اُن کے الفاظ فاروق نمبر ۲ میں یہ صاف صاف درج ہیں کہ " رسول کریم نے فرمایا کہ اس حدیث میں مبشرات سے مراد سچی خوابیں ہیں سو جب آپ کے نزدیک مرزا صاحب کو سچی خوابوں کے علاوہ الہام اور وحی بھی ہوتے تھے تو یہ حدیث خود بخود باطل ہوگئی۔ اور اگر کہو کہ سچی خوابوں کے علاوہ مرزا صاحب خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ سے بھی مشرف تھے تو تسلیم کرو کہ یہ بنیاد والی حدیث جس میں سچی خوابوں کے علاوہ باقی باتوں کو بند کر دیا ہے بالکل غلط اور موضوع ہے۔" اب ہر ایک اہل بصیرت انصاف کر کے بتلاوے کہ کیا میر صاحب کا اس بات سے انکار کرنا صحیح ہے یا سچ مچ وہ خود ہی اس حدیث کو جیسا کہ اُن کے اپنے الفاظ سے ظاہر ہے موضوع قرار دے چکے ہیں۔ پھر اب معلوم نہیں کہ یہ مکرنا کیسا ہے؟ ع
چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی۔ پھر آگے چل کر میر اسحاق صاحب اپنی تحریر کو مسلمات خصم کی بنا پر قرار دے کر لکھتے ہیں کہ میں نے اسی طرح اس حدیث کو موضوع قرار دیا جس طرح حضرت صاحب فلما توفیتنی کو مخالفین کے پیش کر کے کہتے رہے کہ تمہارے معنوں کی رد سے تو یہ لازم آتا ہے کہ گویا مسیح علیہ السلام قیامت کے روز خدا تعالےٰ کے روبرو جھوٹ بولینگے۔ (مفہوم بالفاظ بندہ) مگر میر صاحب نے یہ بھی غلط کہا۔ کیونکہ یہ کہنا تو تب صحیح ہوتا کہ مولوی محمد علی صاحب نے بھی الرؤیا الصالحۃ کا ترجمہ سچی خوابیں ہی مراد لیا ہوتا مگر جس حالت میں کہ یہ ترجمہ صرف سچی خوابوں والا بھی میر صاحب نے آپ ہی کیا ہے اور مولوی محمد علی صاحب نے ہرگز الرؤیا الصالحہ کو سچی خوابوں کے معنوں میں محدود یا مقید نہیں کیا تو پھر آپ کے کلام کو مسلمات خصم کی بنا پر کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ سچ ہے ع عذر نامعقول ثابت میکند الزام را خاکسار تاجر۔

عام ولیوں اور ان مامور (مجددین) ولیوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صاحب نے الحکم ۱۷ جون ۱۹۰۴ء کی ڈائری میں فرمایا جو زیر عنوان "ولایت کے لیے خاندان کی ضرورت" درج ہے کہ "ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ایسے اولیاء اللہ جو مامور نہیں ہوتے یعنے نبی یا رسول یا محدث نہیں ہوتے اور ان میں سے نہیں ہوتے جو دنیا کو خدا کے حکم اور الہام سے خدا کی طرف بلاتے ہیں ایسے ولیوں کو کسی اعلیٰ خاندان یا اعلیٰ قوم کی ضرورت نہیں کیونکہ اُن کا سب معاملہ اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے۔ لیکن اُن کے مقابل دُوسری قسم کے وہ ہیں جو رسول یا نبی یا محدث کہلاتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک منصب حکومت [illegible] لے کر آتے ہیں اور دنیا کو حکم ہوتا ہے کہ انکو اپنا امام یا سردار یا پیشوا سمجھ لیں" پس یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں حضرت صاحب نے شریعت موسوی میں صدہا نبیوں کا ذکر کیا ہے کہ وہ کتاب ہمراہ نہیں لائے۔ اسی جگہ اُن کی نسبت لکھا ہے کہ ایک ایک وقت میں چار چار سو نبی بھی آتے رہے ہیں۔ اب ایک عقلمند کے لیئے اس بات کا سمجھ لینا کچھ بھی دشوار نہیں کہ بموجب تحریر حضرت اقدس سلسلہ موسویہ میں ماموروں لیعنے حقیقی انبیاء کی تعداد کل جمع ۱۳ نفر ہی خدا تعالے نے مقرر کی تھی۔ جن کے مطابق یشوع بن نون سے لیکر حضرت عیسیٰ ابن مریم تک تیرہ ہی نبی آئے بھی تھے تو وہ چار چار سو نبی کہاں شمار ہوئے۔ ہاں اگر وہ تمہارے خیال کے مطابق فی الواقعہ کامل نبی ہوتے تو حضرت صاحب ہرگز ایسا نہ لکھتے کہ وہ تیرہ سے زیادہ نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ وہ اپنے ہمراہ کوئی شریعت یا کتاب نہ لانے والے کامل انبیاء ہرگز نہ تھے۔ بلکہ صرف مجددین تھے اور تجدید دین اُنکا کام تھا۔ اور بباعث پیشگوئیاں کرنے کے توریت نے اُن کو نبی کے لقب سے ہی ملقب کیا۔ باقی رہا یہ امر کہ آیا اس امت محمدیہ میں بھی ایسے نبی ہوئے یا ہوسکتے ہیں یا نہیں تو اس کا جواب بھی حضرت صاحب ہی کی زبانی سُن لو فرمایا "اگر نبوت کا دروازہ بالکل بند سمجھا جائے تو نعوذ باللہ اس سے تو انقطاع فیض لازم آتا ہے ..... اس طرح تو ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ آنحضرت کی قوت قدسیہ کچھ بھی نہ تھی۔ اور آپ حضرت موسےٰ کے مرتبہ سے گرے ہوئے تھے۔ کہ اُن کے بعد تو اُنکی اُمت میں سینکڑوں نبی آئے۔ مگر آپ کی اُمت سے خدا کو نفرت ہے کہ اُن میں سے کسی ایک کے ساتھ مکالمہ بھی نہ کیا۔ (اس تعریف نبوت کو غور سے سمجھو کیونکہ اسی سے ٹھوکر لگتی ہے۔ راقم) کیونکہ جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ آخر اُس سے کلام تو کیا ہی جاتا ہے۔ اب اگر صحابہ کرام سے خدا تعالیٰ کو محبت تھی اور اور سب سے بڑھ کر تھی تو ثابت ہوا کہ بالضرور خدا تعالےٰ نے اُن کے ساتھ بھی مکالمہ مخاطبہ کیا اور محبت ظاہر کیا تبھی تو رضی اللہ عنہم کا بے نظیر سرٹیفکٹ عطا فرمایا۔ ورنہ اگر ان سے محبت نہ ہوتی تو اُن کو رضی اللہ عنہم کیسے بے نظیر سرٹیفکٹ دے دیتا؟ (راقم) نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ کہ ہزاروں اس اُمت میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اور انبیاء کے خصائص اُنمیں موجود ہوتے رہے ہیں۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ گذرے ہیں جنھوں نے ایسے دعوے کیئے (تو اب قاضی صاحب بتلائیں کہ وہ نبی ہوئے یا نہیں۔ کیونکہ حضرت صاحب نے اسی کا نام نبوت رکھا ہے تکا مراد راقم) چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو دیکھ لو ..... ایسا نہیں بلکہ بات یوں ہے کہ آنحضرت کے بعد بھی آپ کی اُمت میں بھی نبوت ہے اور نبی ہیں۔ مگر لفظ نبی کا بوجہ عظمت نبی استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن برکات و فیوض موجود ہیں ..... اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے نبی کریم کو آپ کے بعد کسی دُوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے۔ (ان لفظوں میں غور کرو کیونکہ تم تو اُلٹی گنگا بہانے کے عادی ہو۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ نبی کریم کی اگر غور کیا جائے تو اسی بات میں عظمت ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ کہلائے اور آپ لوگ کہتے ہیں کہ بڑے زور سے کہا جائے۔ کہ آنحضرت کے بعد ایک نبی آگیا تبھی نبی کریم کی عظمت ہوتی ہے۔ کجا امر راقم کجا شیر (ببین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا راقم)۔ اور حضرت موسےٰ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُن کی کسر شان۔ کیونکہ حضرت موسےٰ بھی ایک نبی تھے۔ اور اُن کے بعد ہزاروں اور بھی نبی آئے تو اُن کی نبوت کی خصوصیت اور عظمت کوئی نہیں ثابت ہوتی۔ (مگر قاضی صاحب اور صاحبزادہ صاحب کہتے ہیں کہ بڑی اعلے درجہ کی اسی طرح شوکت اور عظمت ثابت ہوتی ہے کہ نبی کریم کے بعد کسی کو واقعی طور پر نبی کہا جائے راقم) برعکس اس کے آنحضرت کی ایک عظمت اور آپ کی نبوت کے لفظ کا پاس اور ادب کیا گیا ہے۔ کہ آپ کے بعد کسی دُوسرے کو (اس لفظ کسی دوسرے میں خدا کے لیئے غور کرو۔ راقم) اس نام سے کسی طرح بھی شریک نہ کیا گیا۔" (الحکم ۱۷ اپریل ۱۹۰۳ء) کاش کوئی ایمانداری سے اس تحریر میں غور کرنے والا ہوتا تو سارا جھگڑا طے ہو جاتا۔ مگر افسوس پر اور سخت افسوس ہے کہ محض تعصب کی بناء پر جو حوالہ جات حضرت اقدس کی تحریرات کے ہم پیش کرتے ہیں۔ اُن کی نسبت تو اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ گویا وہ حضرت صاحب کی تحریرات نہیں بلکہ ہمارے اپنے من گھڑت خیالات ہیں اور اپنے پیش کردہ دم بریدہ اور نا تمام حوالہ جات کی نسبت کہا جاتا ہے کہ یہ اُس شخص کے کہ جو ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی کا مورد و مصداق تھا کیوں حضرت یہ بھی اسی کا کلام نہیں؟ جس پر ما ینطق عن الھوےٰ نازل ہوئی ہے۔ اور ضرور اسی کا کلام ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کو اس وقت تمہارا امتحان کرنا مطلوب ہے۔ اس لیئے تمہارے بعد تمہیں ظلمت چھاگئی فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

قولہ۔ محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کی غرض صرف تکمیل شریعت نہیں۔ بلکہ تکمیل اشاعت ہدایت اور لیظھرہ علی الدین کلہ بھی ہے۔ پس اس کے لیئے بھی ایک رسول کی بعثت ضرور ہے۔ اقول۔ لاریب یہ صحیح ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض تکمیل اشاعت ہدایت بھی ہے۔ لیکن یہ سراسر غلط اور جھوٹ لکھا کہ اس کے لیئے کسی اور رسول کی بعثت ضروری ہے۔ ہرگز کسی دُوسرے رسول کی ہرگز آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر کوئی آجاوے تو سمجھو کہ اسلام کا تختہ ہی الٹ گیا بلکہ اس کام کے لیئے بھی خود محمد رسول اللہ ہی کی بعثت کی ضرورت ہے اور کسی دوسرے رسول کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ آپ ہمیشہ ہر زمانہ میں مبعوث ہو کر تکمیل اشاعت ہدایت بطور احسن فرماتے رہے ہیں۔ مگر تمہارے خیال کے مطابق بطریق تناسخ نہیں۔ بلکہ آنحضرت کے رُوحانی فرزندوں میں ہمیشہ آپکی رُوحانیت حلول کرتی رہی ہے لہذا ایسے فنا فی الرسول لوگ اپنی ہستی کو مٹا کر عند اللہ ظلی طور پر محمد اور احمد بنکر تکمیل اشاعت کا کام بجالاتے رہے ہیں۔ اس لیئے اُن کا کام خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا کام شمار ہوتا ہے۔ انہی رُوحانی فرزندوں میں سے ایک مرزا صاحب بھی تھے غور کرو وہ مہبط وحی ما ینطق عن الھوےٰ کیا فرماتا ہے "یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی رُوحانیت اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ظہور فرماتی رہی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی تبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اور جو احادیث میں آیا ہے کہ مہدی پیدا ہوگا۔ اُس کا نام میرا نام ہوگا۔ اسکا خلق میرا ہی خلق ہوگا ..... تو یہ اسی نزول رُوحانیت کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں (اس عبارت کو غور سے پڑھو) صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں۔ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق ہوئی تھی اور عند اللہ ظلی طور پر اُن کا نام محمد یا احمد تھا" (آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۶) پس خدا کا خوف کرو اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل کسی کو حقیقی نبی یا رسول نہ بناؤ۔ اسی بات میں تمہارا بھلا ہوگا۔ اس حوالہ میں حضرت صاحب کو صاف طور پر مسلم ہے کہ صرف مجھ میں ہی آنحضرت کی رُوحانیت کا حلول (یا کسی اور خاص فرد میں ہی) محدود نہیں ہے بلکہ ایسے اور بھی صدہا لوگ ہو گذرے ہیں جن میں حقیقت محمدیہ متحقق ہوئی اور وہ ظلی طور پر عند اللہ محمد یا احمد ٹھہرے پس اسی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ مرزا صاحب بھی ایک ویسے ہی محمد اور احمد ہوئے ہیں۔ جیسے کہ وہ ہو گذرے ہیں اور کچھ بات نہیں ہے۔ اور جیسے مرزا صاحب رسول تھے ویسے ہی وہ بھی رسول تھے جو پہلے گذر چکے۔ والسلام وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

خاکسار مرزا حیدر الکریم تاجر
از بوچھہ ۲۵ رنگپور بنگالہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا مے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔۔ ۴
ششماہی ۔۔۔ ۲
سہ ماہی ۔۔۔ ۱ (عہ)
ماہوار ۹ طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مندیلا المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۶ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق یکم فروری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۳

مختصر نوٹ و نکات

کفر کا بازار تو آجکل اسلامی دنیا میں خوب گرم ہے ہی ذرا کسی کے ساتھ ان بن ہوئی تو فی الفور اس پر کفر کا فتویٰ داغ دیا جاتا ہے آج کل اس انعام کے مستحق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو ٹھہرایا گیا ہے۔ جو خود بھی دوسروں کو بُرا بھلا کہنے بلکہ کسی زمانہ میں کافر تک ٹھہرانے میں اپنے معاصرین سے پیچھے نہ تھے مولوی صاحب کے کفر کی وجہ در اصل تو ان کے اور کسی شخص حکیم ابوتراب عبد الحق صاحب کے درمیان کوئی اندرونی تنازعات ہیں۔ لیکن ظاہر یہ کیا گیا ہے کہ مولوی صاحب مباحثہ جبلپور کے موقعہ پر آریوں سے بغلگیر ہوئے تھے۔ خدا تعالیٰ مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے مولوی ثناء اللہ صاحب نے امرتسر کی عدالت میں حکیم صاحب موصوف پر نالش دائر کر دی ہے مقدمہ چل رہا ہے۔ دیکھئے اس فضیحت خیز کارروائی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے اور کب اس کا خاتمہ۔

ہم مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے ہمعصر علماء [illegible] ایک [illegible] قدیمی عادت [illegible] سیکھنا چاہتے ہیں اور [illegible] یہ سوال [illegible] کرتے ہیں کہ آپ لوگ جو منکرین مرزا (علیہ السلام) کو محض انکار کی وجہ سے کافر نہیں جانتے بلکہ مسلمان کہتے ہیں اور قادیانی پارٹی ان کو کافر کہتی ہے تو آپ لوگوں کے اس مسلمہ قاعدہ کی رُو سے کہ "مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے" قادیانی جماعت پر آپ کا کیا فتویٰ ہے"

سوال تو معقول ہے لیکن اس کے جوابدہ خود مولوی صاحب ہیں نہ کہ ہم کیونکہ یہی سوال ان پر بھی پڑتا ہے۔ آخر یہ قاعدہ کہ "مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے" خود ان کا بھی تو مسلمہ ہے پھر انھیں بتانا چاہیئے کہ (۱) جن لوگوں نے خود ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے وہ ان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ (۲) یہی قادیانی فریق جنہوں نے غیر احمدیوں کو کافر قرار دیا ہے آپ کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں پھر (۳) جنہوں نے مرزا صاحب پر کفر کے فتوے دیئے وہ کون ہیں؟ بینوا و توجروا

لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر مولوی صاحب اس قسم کی نوک جھوک کو چھوڑ کر مسلمانوں کو بڑھانے کی کوشش کریں نہ کہ کم کرنے کی اس وقت ضرورت ہے مسلمانوں کو حقیقی اسلام کی طرف لانے اور مسلمان بنانے کی ہم نہیں جانتے کہ حکیم ابوتراب پر نالش دائر کرنے کے [illegible] ہے لیکن [illegible] تک کفر کے [illegible] نہیں

کی حقیقت تو اب عوام کی نظروں میں بازیچہ اطفال سے زیادہ ہرگز نہیں۔ پس اس کو ازالہ حیثیت عرفی کا موجب قرار دینا گویا اس کی حیثیت کو بڑھانا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر مولوی ثناء اللہ صاحب بجائے نالش کرنے کے حکیم ابوتراب صاحب کو یہ جواب دیتے ؎

کلمہ گویاں را چرا کافر نہی نام اے اخی
گر تو داری خوف حق روزے بکفر خود بکار

کس قدر وسیع الحوصلہ اور جری القلب تھا وہ انسان جو اس زمانہ میں مسیح موعود بنکر آیا۔ ایک مولوی ثناء اللہ کیا کل ہندوستان بلکہ مکہ تک کے بعض مولویوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا۔ مقدمے آپ پر بنائے گئے گالیوں کے بھرے ہوئے اشتہار اور کتب شائع کی گئیں لیکن آپ نے ایک رتی برابر پرواہ نہ کی اور اپنا کام کرتے ہی چلے گئے۔ ان مکفرین کو اگر آپ نے کچھ جواب دیا تو اس میں اس اصل اور پاک کی طرف ہی بلایا جس کے لئے آپ مامور تھے۔ آپ نے فرمایا ؎

گر کنی تکفیر تو ہستہ خود چہ کار کردہ
رو اگر مردی بجو عہدی را با سلام ما

شاعری کی تعریف میں علمائے اکابر کا یہ قول ہے کہ "جذبات و تصورات سے جو خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کو نپے تُلے الفاظ میں ظاہر کر دینے کی صنعت کا نام "شاعری" اور علم وجود و موجودات خواہ جملہ مناظر کے اسباب و اصول کی واقفیت کا نام فلسفہ ہے"

کس قدر دل خوش ہوتا ہے کہ جب بعض شعرائے نامدار کے کلام میں ایسے جذبات پائے جاتے ہیں کہ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انکو اپنے مولئے کریم سے غایت درجہ کی محبت تھی اس لئے بے ساختہ ان کے جذبات و تصورات نے اُن کے خیالات کو نہایت عمدہ اور بہت ہی سادہ نپے تُلے الفاظ میں پیش کر دیا ذیل میں مسیرزا حسام علی قہر مرحوم کے چند شعر اسی امر کا نمونہ ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں قہر صاحب فرماتے ہیں ؎

تجھی سے جس نے پایا مطلب دل اپنا پایا
بتوں کو برہمن نے عمر بھر پوجا تو کیا پایا
یہ شان بے نیازی ہے کہ واسطہ کیا مجھ کو
طبیعت بے غرض پائی دل بے مدعا پایا
چراغ دیر میں شمع حرم میں نیر تابندہ ہے
تجھی کو ہر جگہ دیکھا تجھی کو جا بجا پایا

کیا اچھا ہو کہ ہم میں اسلام کی الفت اور اس کی خوبی کا نقش ایسا بیٹھ جائے کہ ہمارے سے بھی رگ و ریشہ میں اسلام کی حمایت کی اُمنگ پیدا ہو۔ اور ہمارے کل تصورات و جذبات و خیالات اشاعت اسلام کے لئے وقف ہو جائیں۔ آمین۔

تازہ برقی پیغامات کوائف جنگ

عراق عرب کے نقصانات - دہلی - ۲۹ جنوری - عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے :-

(فہرست نمبر ۱۶)

مقتولین :- (ڈاسن (۱۲۰ پنجابیاں) لفٹنٹ پرنڈر گیسٹ (۱۴ پنجابیاں) متعلق بہ ۲۸ پنجابیاں، کپتان ہیرس (۸۲ پنجابیاں)

مجروحین :- کپتان ایکرمین (۶۴۳ بائٹری) لفٹنٹ کر ڈس (دوم بلیٹن بلیک واچ) لفٹنٹ کرنل چیچسٹر (۲۸ پنجابیاں) میجر بیڈی کپتان فورڈس - لفٹنٹ ہورسٹ (۵۱ سکھاں) میجر کیلی لفٹنٹ سیکنڈ انڈ۔ (۱۲۶ نیپئرز رائفلز)

سرویا کے اعزاز میں مظاہرہ - لنڈن ۲۸ جنوری - پیرس کا تار مظہر ہے - کہ نوبراوس میں سرویا کی اعزاز میں ایک بین الاقوامی مظاہرہ ہوا - جس میں پریذیڈنٹ پوانکارے اور اتحادیوں کے نمائندے بھی شامل تھے - مسٹر بالفور نے ایک معرکۃ الآرا تقریر میں اس امر پر زور دیا کہ جب تک بلجیم سرویا - پولینڈ اور السس لورین کی آزادی بحال نہ کی جائے گی - اس وقت تک جنگ کا خاتمہ نہ ہوگا۔

رومانیہ کا طرز عمل - لنڈن ۲۸ جنوری - مورنگ پوسٹ کا اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے - کہ بکارسٹ کے ہنگری نامہ نگاروں کا بیان ہے کہ حلیفوں کے ساتھ رومانیہ کی ہمدردی بدیں خیال بڑھ گئی ہے - کہ اتحادی سالونیکا سے بلقان میں شدید جنگی کارروائی عمل میں لانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ اب بکارسٹ میں حامیان روس کو پھر تقویت حاصل ہو گئی ہے ✤

فری برگ پر ہوائی حملہ - لنڈن - ۲۸ جنوری - جرمنی کے ایک سرکاری بیان میں مفصلہ ذیل حیرت انگیز اعلان کیا گیا ہے :-

غنیم نے فری برگ کی بندرگاہ پر جو ہوائی شبخون مارا - اس کے متعلق کوئی سرکاری رپورٹ ابتک موصول نہیں ہوئی - (فری برگ غالباً برگیل کے دہانہ پر واقع ہے)

(لعدہٗ) رائٹر کے نامہ نگار مقیم اسمسٹرڈم کا ایک مراسلہ مظہر ہے - کہ ہوائی شبخون بیڈن کے مقام فری برگ پر مارا گیا تھا - کہ اسی نام کے شہر پر جو دریائے الب پر واقع ہے - اور یہ ڈرورچہ جرمنوں کی ہوائی تاخت کا انتقام لینے کی غرض سے عمل میں لایا گیا تھا - شہر تھیٹر کی سالگرہ منا رہا تھا - اور تھیٹر تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔

لنڈن ۲۹ - جنوری - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فری برگ پر بم پھینکنے والا ایک غبارہ نما ہوائی جہاز تھا - اور اس سے جرمنوں کے ضلع ایپرلے کے بعض دیہات پر بم گرانے کا انتقام لیتا تھا سٹیشن اور فوجی عمارات پر ۳۸ بڑے بم پھینکے گئے - جن سے شدید نقصان پہنچا -

جرمن حملوں کی پسپائی - لنڈن ۲۸ - جنوری - پیرس کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے آرٹوا میں جرمنوں کے دو حملے پسپا کئے - فرانسیسی توپخانہ نے مقام ... میں ایک گولی بارود کے گودام کو تباہ کر دیا ✤

برطانی محاذ پر سرگرمی - لنڈن ۲۹ - جنوری - برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کل شام سے پہلے نیالفون - کلدار قریبی اور توپخانہ کی شدید آتشباری کی آگ تلے غنیم نے لوس کے شمال مشرق میں ہماری خندقوں کے مقدم حصہ پر پیدل سپاہ سے حملہ آور ہونے کی کوشش کی مگر ہماری آتشباری نے اُسے پسپا کر دیا - شب گذشتہ کو جرمنوں نے آرمینٹیئرز کے جنوب میں ... سے آتشباری کی - جس کا ہماری طرف سے بھی جواب دیا گیا آج غنیم نے ایک سرنگ فرائیکورٹ کے قریب اور دوسری کو ئینشی کے مشرق میں اڑائی۔ مگر ان سے کچھ نقصان نہ ہوا - ہم نے بھی گیونشی کے مشرق میں ایک سرنگ اڑائی - جرمن توپ خانہ نے میری کورٹ کے شمال میں لوس اور نہر لاباسی کے درمیان آرمینٹیئرز کے مشرق میں اور ولیٹیٹ کے شمال میں ہماری خندقوں پر شدید آتشباری کی - ہم نے بھی اس کے جواب میں گولہ باری کر کے متخاصم مورچوں کے کئی مقامات کو نقصان پہنچایا ✤

برطانی نقصانات - لنڈن ۲۸ - جنوری - مسٹر اسکوئیتھ نے اعلان کیا ہے کہ ۹ - جنوری تک برطانیہ کے مجموعی نقصانات حسب ذیل تھے۔

فرانس - مقتولین :- ۸۶۲۶۸
" مجروحین :- ۲۵۹۱۰۷
" مفقود الخبر :- ۵۳۰۵۵

دردانیال مقتولین :- ۲۸۲۰۰
" مجروحین :- ۷۸۰۹۵
" مفقود الخبر :- ۱۱۲۵۴

دیگر رزمگاہیں مقتولین :- ۱۲۶۷۰
" مجروحین :- ۱۵۹۶۱
" مفقود الخبر :- ۲۷۵۰

برطانیہ کے فدائی - لنڈن ۲۸ - جنوری - مغربی رزمگاہ سے ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے۔

مقتولین : کپتان ۱ - دوم لفٹنٹ ۳ -
زخموں سے ہلاک :- لفٹنٹ ۲ -
اب سرکاری رپورٹ کے مطابق ہلاک : کپتان ۱ -
مفقود الخبر : لفٹنٹ ۱ -
مجروحین : کپتان ۲ - لفٹنٹ ۳ - دوم لفٹنٹ ۸ -

اسونزو پر جنگ - لنڈن - ۲۹ - جنوری - روما کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے - کہ توپخانہ کی شدید گولہ باری کے بعد آسٹریوں نے ۲۷ جنوری کی شام کو بالائی اسونزو کے اطالوی مورچوں پر تین مرتبہ حملہ کرنے کی کوشش کی مگر شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے - آخر وہ بھاگ کھڑے ہوئے - اور اطالیوں نے اس زمین پر جو ۲۴ - جنوری کو خالی کر دی گئی تھی پھر قبضہ کر لیا اور اپنے مورچوں کو مستحکم کیا ✤

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

یکم فروری ۱۹۱۶ء نمبر ۸۳

کیا اشاعت اسلام ہر مسلمان پر فرض نہیں؟

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ہم نے گذشتہ اشاعت میں مولویوں کی مشغولیت در تکفیر و تکذیب کا کچھ مجمل سا حال بتا کر یہ عذر پیش کیا تھا کہ ان بیچاروں کو تو اتنی فرصت نہیں کہ وہ اپنے اس ... کام کو چھوڑ کر اشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہوں اور اس لئے کسی شخص کا اس بوجھ کو اپنے سر سے اٹھا کر ان کے سر پر لادنا ہرگز سود مند نہیں۔ خود اٹھانا تو کجا وہ تو دوسروں کو بھی جو برضا و رغبت اس بوجھ کو اٹھا رہے ہیں اسے دے مارنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اور اگر ان کی نصیحت کارگر نہیں ہوتی تو پھر کفر و فسق کا محکمہ تو قائم ہی ہے۔ وہاں سے کوئی نہ کوئی حکم نافذ ہو جاتا ہے اس لئے ہم نہیں جانتے کہ عوام کا اس کام کو مولویوں کا کام بتانا اور مولویوں کا اس طرف توجہ تک بھی نہ کرنا۔ بلکہ مسلمانوں کو بڑھانے کے بجائے الٹا کم کرنے کے درپے رہنا یہ قومی ترقی اور اسلام کی ہستی کے لئے کہاں تک فائدہ مند ہو سکتا ہے۔

دوسرا گروہ جس کو آپ نے اس کام کا ذمہ دار ٹھہرایا وہ بادشاہ ہیں۔ آپ کے خیال کو بالفرض صحیح مان کر میں پوچھتا ہوں ... کہ اس موجودہ زمانہ میں کتنے بادشاہوں نے اسلام کی حفاظت اور تبلیغ کے لئے مشن قائم کئے اور اس پاک کام کی ذمہ داری لے کر اپنے اس فرض کو سر انجام دیا۔ اور ملکوں کو جانے دو صرف ایک ٹرکی کو ہی لے لو جسے خادم حرمین الشریفین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ لیکن بتاؤ کہ اس نے معنوی رنگ میں حرمین الشریفین کی کونسی خدمت سر انجام دی۔ اصل خدمت خانہ کعبہ کی کیا ہے یہی کہ اس کے خادموں کو بڑھایا جائے۔ تا جعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم کے پورا کرنے والے ہوں۔ قرآن کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ اور اسلام کے خلاف تمام اعتراضات کا دفعیہ کر کے اس کی خوبیوں کو لوگوں کے دلوں میں ذہن نشین کیا جائے لیکن ہمارے دوست یہ سنکر حیران ہونگے کہ صرف ۵۰ سال کا عرصہ ہوا کہ قرآن کریم کا ترجمہ اور تو اور خود ٹرکش زبان میں ہوا۔ کس قدر حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ سو سال سے ترکوں کی حکومت چلی آتی ہو۔ ترک بھی وہ جو مسلمان ہیں اور اسی نام پر مرنے کو تیار۔ ہاں مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی خدمت کا شرف بھی اسی حکومت کو اپنے شروع سے لے کر چلا آتا ہو۔ لیکن کئی سو سال کے عرصہ تک اسے یہ پتہ تک نہ ہو کہ اس پاک کتاب میں کیا لکھا ہے۔ جس نے اسلام کا مذہب دنیا میں رائج کیا۔ اور جس کے پیرو خود وہ اور ان کے آباؤ اجداد چلے آتے ہیں۔

پس سلطان بادشاہوں پر بھی اس کام کو چھوڑ کر خود الگ ہو جانا ظاہر ہے کہ کسی صورت میں مفید نہیں۔ کیونکہ ان کو بھی سوائے بادشاہت کے اور کسی کام کی فرصت نہیں۔ بات تو یہ نہایت اعلیٰ تھی اگر وہ کرتے۔ ہم خرما و ہم ثواب دنیا میں بھی اس سے ان کی سلطنتوں کو استحکام پہنچتا اور آخرت میں بھی وہ اجر جزیل کے مستحق ٹھہرتے۔ اس کام کو چھوڑ کر نہ تو وہ دنیوی طور پر کسی اعلیٰ حالت کو پہنچے اور دین میں بھی جو کچھ عام طور پر مسلمانوں کی آج حالت ہے وہ اس سے کوئی امتیاز خاص نہیں رکھتے۔ اس لئے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ جب وہ گروہ جن کو اس کام کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔ وہ خود اس کا ذمہ نہیں لیتا۔ تو خود اس سے دست کش ہو جانا اور اس کا ذمہ دار اپنے آپ کو نہ گرداننا ایک مسلمان کے کہاں تک شایان شان۔ قوم کی ترقی و تحفظ کے لئے کہاں تک فائدہ مند اور اسلام کے لئے کہاں تک مفید ہے آہ کیا حال ہے اس مذہب کا جس پر باہر سے اعتراضات اور خطرناک سے خطرناک حملوں کی بوچھاڑ ہو رہی ہو اور خود اس کے پیرو اس کی امداد سے گریزاں ہوں سچ ہے سہ

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کار خود با دین احمد کار نیست

معترض نے اپنے اعتراض کی تائید میں ایک دلیل پیش کی ہے کہ اگر اشاعت اسلام کا کام ہر مسلمان پر فرض ہوتا تو اس کے نہ کرنے کی سزا انہیں قیامت کے دن ملتی۔ بات تو بالکل صحیح ہے لیکن انہوں نے کہاں سے سمجھ لیا کہ مسلمان اس کی سزا سے بچ رہینگے۔ قیامت کا حال تو خیر اللہ تعالیٰ کو ہی ٹھیک معلوم ہے۔ ہم تو اسی دنیا میں مسلمانوں کو ایک عذاب کے نیچے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کی وجہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اشاعت اسلام کی طرف سے بے توجہی ہے۔ اگر مسلمان پوری کوشش اور جد و جہد سے اشاعت اسلام میں منہمک رہتے جیسے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کا رہا تھا تو ان پر یہ نوبت نہ آتی۔ مذہب پر کاربند کرنا اور دوسروں کو اسلام کے مذہبی اصولوں پر چلانا بھی دینا تو خیر ایک علیحدہ بات ہے۔ شماری طاقت کے کم ہونے سے بھی ایک قوم کو جو جو کچھ نقصان پہنچ سکتے ہیں۔ وہ اظہر من الشمس ہیں ملکی و سیاسی ترقیات کی سدراہ زیادہ تر اگر کوئی چیز ہو سکتی تو یہی کہ تعداد میں ہم دوسروں سے تھوڑے ہیں۔ تو پس اشاعت اسلام کرنا اور دوسروں کو مسلمان بنانے کے لئے امداد دینا نہ صرف مذہبی نکتہ خیال سے ہی باعث ثواب عظیم ہے بلکہ پولیٹیکل حقوق کیلئے بھی مسلمانوں کی ترقی کا بہت حد تک ممد و معاون ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس پہلو سے بھی آج مسلمان گرے ہوئے ہیں۔ اور باوجود مختلف طریقوں سے ہاتھ پیر مارنے کے کچھ بن نہیں سکتا۔ پھر میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑھ کر اور عذاب کیا ہو سکتا ہے۔ پس جو قوم دنیا میں مفلحین میں شامل ہونا نہیں چاہتی اور اس بات کو پسند نہیں کرتی قیامت کو اس کا جو کچھ حشر ہوگا وہ بھی ظاہر ہے اور اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ خدا کا ایک حکم ہے۔ اور تاکیدی حکم ہے اس حکم پر عمل درآمد کرنے سے ہماری ہستی قائم رہ سکتی ہے۔ پھر کہا جاتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی قیامت کو کوئی سزا نہیں۔ العجب ثم العجب

حضرت خواجہ صاحب

کے چار لیکچر امروہہ میں بھی ہوئے ہیں۔ ہر لیکچر میں حسب معمول اژدہام بہت زیادہ تھا۔ لوگ آپ کے عاشق زار اور آپ کے لیکچروں اور پر معارف تقاریر کے مشتاق نظر آتے تھے اور ہر دفعہ محظوظ ہو کر جاتے تھے آپ اب وہاں سے کراچی تشریف لے گئے ہیں۔ اور وہاں حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بھی آجکل وہیں ہیں۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کے لئے ناظرین کی خاص توجہ مبذول ہونی چاہیے

نوٹ اور رائیں

ستی کی افسوسناک واردات

افسوس ہے کہ ستی کی وارداتیں کبھی کبھی سننے میں آہی جاتی ہیں۔ خواہ کوئی مذہبی اعتقاد اس کا موجب ہو یا بیچاری مستورات بیوگی کی شدائد سے بچنے یا شوہر کی محبت سے مجبور ہو کر اپنی جان دیں بہر صورت کوئی کوئی ہندو عورت اب بھی اپنے خاوند کی وفات کے ساتھ اپنی بھی جان ہلاک کر ہی لیتی ہے۔ اسی قسم کی ایک خبر پانی پت سے آئی ہے کہ گذشتہ بدھ کو ایک برہمن رام سروپ جو مدت سے بعارضہ اسہال بیمار تھا۔ جب حالت جان کنی میں تھا تو اس کی بیوی چیخ مار کے ختم کے کا نشانہ ہوگئی تھی۔ گھر سے باہر نکل بھاگی اور کنوئیں میں کود کر جان دے دی۔ سب انسپکٹر پولیس نے وارثوں کو بے گناہ پاکر لاش کو ان کے حوالہ کر دیا۔ اور ایک ہی چتا پر دونوں لاشیں جلائی گئیں۔

ازدواج ثانی بھی اس رسم کے دفعیہ کا ایک علاج ہے

اصل میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے مذہب میں بیواؤں کے ساتھ بہت ہی سختی روا رکھی جاتی ہے۔ نکاح ثانی تو ایک طرف رہا ان کو گھر کی معمولی عورتوں کے برابر بھی نہیں سمجھا جاتا اور نوکروں اور غلاموں کی طرح سمجھا جاتا ہے یہ امر بھی منجملہ ان وجوہ کے ایک ہے۔ جو اس رسم کے کلیتاً استیصال کے مانع ہیں۔ اور ہمارا خیال ہے کہ اگر ان بیواؤں کے لئے ازدواج ثانی کا قانون رائج ہو جائے تو اس سے بھی آئندہ اس کے استیصال میں بہت کچھ مدد مل سکتی ہے۔

ایک لڑکی موٹر کی جھپٹ میں اور ایک شریف انگریز کی ہمدردی

خدا تعالیٰ نے ہر ایک قوم میں شریف سے شریف انسان پیدا کئے ہیں جن کے اخلاق حسنہ اس قابل ہیں کہ انھیں بار بار سراہا جائے۔ سنا ہے کہ گذشتہ ۲۸ جنوری کی صبح کے دس بجے ایک موٹر کار جس پر دو یورپین سوار تھے سیالکوٹ سے وزیرآباد آرہا تھا۔ جب وہ لاہوری دروازہ کے متصل پہنچا تو ایک ۷-۸ سالہ لڑکی جو گھر سے اپنے کھیلنے کے لئے جا رہی تھی اس کی جھپٹ میں آگئی اور اس کی بائیں ٹانگ کو ضرب شدید پہنچی۔ لڑکی کو اسی وقت ہسپتال پہنچایا گیا اور اس شریف انگریز نے ہسپتال سے ڈاکٹر کو خود ساتھ لے کر تھانہ شہر وزیرآباد میں جاکر اپنے قلم سے رپورٹ لکھی۔ پھر واپس ہسپتال آکر لڑکی کو دوبارہ دیکھا۔ ڈاکٹر کو علاج کے متعلق تاکید کی اس کے حال سے جہلم پور بذریعہ تار اطلاع دینے کے لئے کہا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لڑکی کی والدہ کو مبلغ پچیس روپیہ اس کی خدمت کے لئے دیئے۔ خدا تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے اور لڑکی کو بہت جلد صحت عطا فرمائے۔

حسن کارکردگی کا اعتراف

لاہور میں سردار اجیت سنگھ صاحب بابیڈ چیف کورٹ جنگ کے متعلق شروع سے گورنمنٹ کی خدمات حسنہ میں مصروف ہیں جس کا اعتراف بارہا حضور وائسرائے خود فرما چکے ہیں حال میں آنحضور نے ایک رسالہ لکھ کر حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کیا ہے جس پر ہز ایکسیلنسی کے پرائیوٹ سکرٹری نے شکریہ سے بھری ہوئی ایک چھٹی لکھی ہے۔ اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ وہ بڑے ذوق و شوق سے گورنمنٹ کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور لوگوں کو جنگ کی اصلیت بتا کے افواہات باطلہ کا ازالہ کرتے اور فوجی بھرتی کی ترغیب دلاتے ہیں۔ اور اس کام کے لئے ان کو محنت شاقہ برداشت کرنی پڑتی ہوگی۔ لیکن نتیجہ بہت عمدہ ہوا۔ اس کے ساتھ ہی اس چھٹی میں یہ خواہش کی گئی ہے کہ دوسرے بھی ان کی مثال حسنہ کی اتباع کریں۔

ہندو یونیورسٹی

کا سنگ بنیاد حضور وائسرائے کے ہاتھ سے نصب کرانے کے لئے بڑے زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہمعصر زمیندار راوی ہے کہ اس وقت تک ۱۸ تقریریں اس موقعہ پر کرنے کے لئے پروگرام میں مقرر ہو چکی ہیں پروگرام ۱۸ فروری تک مکمل ہو جائے گا اگر خواتین کو بھی موقع دیا گیا تو تین تقریریں اور بڑھ جائینگی۔ اہم تقاریر کو اخیر میں جگہ دی گئی ہے ان میں ایک نام ہے دنیسر گپتا یند کا اور دوسرا مسز اینی بسینٹ کا ہے۔ اول الذکر کی تقریر کا عنوان "زمانہ حال کے دارالعلوم کا منصب العین" اور موخر الذکر کا دارالعلوم کی تعلیم کا اثر عادت و خصلت پر" ہے۔ سر سنکرا نائر اور مہاراجہ صاحب کشمیر ہر دو تقاریر کے موقع حلی الترتیب صدر جلسہ ہونگے علاوہ ازیں کچھ طلبا سنسکرت زبان میں کلام کرینگے۔ بنارس کی خصوصیت اس بارہ میں قابل رشک ہے اور پچھلوں کے آگے نکل جانے کا یہ نظارہ کم از کم مسلمانوں کے لئے قابل عبرت!

دو لاکھ کا عطیہ اور بارہ ہزار سالانہ امداد

حال میں کارکنان ہندو یونیورسٹی کی طرف سے ایک اپیل شائع کیا گیا تھا جس کا بہت اچھا اثر ہو رہا ہے سنا گیا ہے کہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب میسور نے دو لاکھ روپیہ جنرل فنڈ میں دیا ہے اور ۱۲ ہزار کی سالانہ گرانٹ آئندہ دس سال کے لئے منظور فرمائی ہے۔ یونیورسٹی کمیٹی کو امید ہے کہ سنگ بنیاد رکھنے کی رسم کے موقعہ پر بہت سا چندہ جمع ہو سکیگا۔

مسلم یونیورسٹی سکیم کے متعلق گورنمنٹ آف انڈیا سے مشورہ

معلوم ہوا ہے کہ سر سلیمان قاسم مٹھا جو بمبئی میں مسلمانوں کے لیڈر ہیں گذشتہ ہفتہ کو دہلی پہنچنے والے تھے جہاں وہ آنریبل راجہ صاحب محمودآباد صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب اور نواب اسحق خاں صاحب کے ساتھ مل کر مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ پر گورنمنٹ آف انڈیا سے مشورہ کرینگے۔

ڈاکوؤں سے زبردست لڑائی

ڈاکہ زنی کی وارداتوں کی فہرست میں اس دفعہ ضلع پٹنہ کے ایک موضع کی یہ خبر سننے میں آئی ہے کہ ۱۱-جنوری کی رات کو چند ڈاکو ضلع پٹنہ کے موضع باسدیوکول کے ایک مسلمان کے گھر میں گھس گئے مالک مکان نے ان کی آہٹ پاکر کمرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ تین آدمی باہر کھڑے ہیں اس نے ایک پر برچھے سے وار کیا جس سے ڈاکو کی چھاتی کے بائیں حصہ پر زخم آیا اس پر باقی ماندہ ڈاکوؤں نے اسے کمرہ سے باہر کھینچ لیا اتنے میں مالک مکان کی ماں بھی آ کھڑی ہوئی اور وہ داؤ سے مسلح ہو کر ڈاکوؤں پر داؤ سے وار کرنے لگی اس پر دونوں ڈاکو اپنے زخم خوردہ بھائی کو لے کر بھاگنے لگے۔ مگر انھیں روک لیا گیا اور انکا زخم خوردہ ساتھی نصف گھنٹہ کے عرصے میں مر گیا دوسرے روز مسٹر سپنی

عالمگیر مذہب

آگرہ کے آریہ ہمعصر مسافر نے اپنی ۱۲ جنوری ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں "مسلمانوں میں ویدک دھرم پرچار کیسے ہو" کے عنوان سے ایک طویل لیڈر لکھا ہے اور اس میں آریہ سماج کی ان کوششوں کو بیان کرتے ہوئے جو اس نے ہندو قوم (نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہندو مذہب) کی اصلاح کے لئے کیں اور ویدک دھرم کو ایک عالمگیر مذہب ظاہر کرتے ہوئے اس کا حلقہ اشاعت وسیع کرنے اور مسلمانوں کو آریہ بنانے کی از حد ترغیب دلائی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نے ان مشکلات کو بیان کر کے جو کسی غیر قوم کے آدمی کے آریہ بننے سے اسے لاحق ہوتی ہیں ویدک دھرم کے عالمگیر ہونے کے ادعا کو خود بخود ملیامیٹ بھی کر دیا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ "جس ہندو جاتی کے ساتھ روز اوّل ہی سے آریہ سماج نے اپنی قسمت کو وابستہ کر دیا ہے اس کے اندرونی و بیرونی حالات کچھ ایسے واقع ہوئے ہیں کہ ان کی موجودگی میں کوئی بھلا مسلمان آریہ سماج میں آ کر یہ توقع نہیں رکھ سکتا کہ اس کی یا اس کے لڑکوں کی شادی کسی اچھے آریہ خاندان میں ہو سکے۔ دوم اگر کسی ہندو یا آریہ لڑکی سے کسی شدھ شدہ مسلمان کی شادی ہو بھی جائے تو جو سنتان اس جوڑے سے پیدا ہو گی وہ قانون کی نگاہوں میں حرام کی سمجھی جائے گی۔ سوم چونکہ اس وقت تک آریہ سماج ورن بیوستھا کے متعلق اپنے لئے ہندوؤں سے جدا کوئی ایسا قانون پاس نہیں کرا سکا ہے جس کی رو سے ورن بیوستھا گن کرم۔ الزسار قرار دیا جا سکے اس لئے شدھی کے بعد آریہ بن کر بھی ایک مسلمان قانوناً آریہ سوسائٹی کے اندر کوئی ورن حاصل نہیں کر سکتا پھر جب یہ حالت ہے تو یہ کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ کوئی معزز و شریف مسلمان (خواہ وہ ویدک دھرم کو کتنا ہی پسند نہ کرتا ہو) اپنے تمام دنیوی تعلقات و عزیز و اقارب سے رشتہ توڑ کر آریہ سماج جیسی سوسائٹی میں آئے گا جہاں وہ اپنے لئے نئے تعلقات نہیں پیدا کر سکتا۔"

کیا ان حالات میں ہمارے لائق ہمعصر کا یہ کہنا کہ ویدک دھرم ایک عالمگیر مذہب ہے کسی صورت میں بھی قابل پذیرائی ٹھہر سکتا ہے اور کوئی دانا اور عقلمند انسان قیاس کر سکتا ہے کہ جس مذہب کے رگ و ریشہ میں اس قدر نفرت اور دوری کی تعلیم رچی ہوئی ہو وہ کبھی دنیا میں ایک عالمگیر مذہب قرار پا سکتا ہے۔

عالمگیر مذہب کا صحیح اور پکا اصول یہ ہے کہ اس کی تعلیمات اس کے رسوم و رواج اور اس کے تمام پیش کردہ خیالات دنیا کے ہر حصہ اور ہر گوشہ اور ہر مذہب و ملت کے انسانوں پر ایسے ہی حاوی ہو سکیں جیسے کہ ان لوگوں کے لئے جو اس کے اول ترین مخاطب اور اس کی مادر بوم کے رہنے والے ہیں۔ ضروری ہے کہ جو مذہب عالمگیر ہونے کا دعوے کرے اس کے دروازے دنیا کے سب انسانوں کے لئے ہر وقت کھلے رہیں اور اس کا سلوک سب کے ساتھ یکساں ہو۔ ہاں یا تو اسے دنیا کی ہر چہار اطراف کی طرف ہاتھ نہیں بڑھانا چاہیئے اور یا اگر بڑھاتا ہے تو ضرورت ہے کہ وہ ہر آنچہ بر خود میپسندی بر دیگراں مپسند پر عامل ہو ورنہ اس کی کامیابی ایک امید موہوم ہے۔

اسی اصل پر ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ آؤ اور اسلام کے ہر ایک اصل کو پرکھ کر دیکھو کوئی ذات پات کا خیال کوئی امیر و غریب کی تفریق کوئی اپنوں کا پاس و لحاظ اور باہر سے آنے والوں پر کسی قسم کی سختی اسلام کے کسی ایک شعبہ میں دکھا دو یہ الگ امر ہے کہ مسلمانوں نے عملی طور پر ان اصولوں کو ایک حد تک ترک کر دیا ہے۔ لیکن جہاں تک قانون اور شریعت کا سوال ہے اسلام نے ان اکرمکم عند الله اتقاکم کہہ کر ان سب تفریقات کا صفایا کر دیا ہے اور اب کسی کی کوئی مجال نہیں کہ وہ باہر سے آئے ہوئے کسی نو مسلم کو اس کے ان جائز حقوق سے جو جنم کے مسلمانوں کو شرعی و قانونی طور پر دیئے گئے ہیں فائدہ اٹھانے نہ دے۔ نہ صرف یہی بلکہ تمام وہ طریق عبادات و رسوم و رواجات بھی جن کا اسلام میں حکم ہے دنیا کے ہر ایک گوشہ اور ہر ایک قوم کے انسانوں پر یکساں طور پر حاوی ہیں اور وہ ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک امتیاز ہے جو اسلام کے سوائے دوسری کسی قوم اور مذہب کو حاصل نہیں اور اس لئے صرف اسی کے عالمگیر مذہب ہونے پر شاہد عادل ہے۔

ہمیں کہہ دیا جائے گا کہ ہندو قوم میں یہ تفریق جو ایک غیر قوم سے آئے ہوئے اور جنم کے ہندو میں کی جاتی ہے یہ بھی ہندوؤں کی اپنی اختراع ہے ورنہ وید وغیرہ اس کے حامی نہیں بہت خوب لیکن ذرا وید کے اس حکم کو بھی سنا دیجیئے جس میں اس نے ہندوؤں کو ایسی کشادہ دلی اور خندہ پیشانی کی تعلیم دی ہو۔ ورنہ آپ کا اسے اختراع کہنا ایک فرضی بات ہے جس کا کوئی ثبوت آپ کے پاس نہیں بالخصوص اس صورت میں جب کہ قدیم سے ہندوؤں میں یہی خیالات رائج ہیں۔ نہیں بلکہ قدیم ہندوؤں میں تو شدھی کا نام و نشان بھی نہ تھا جس سے پتہ لگتا ہے کہ انھوں نے کبھی ہندو دھرم کو عالمگیر نہیں سمجھا۔ اور یہ محض آریوں کی اپنی اختراع ہے پس یا تو مسافر اپنے اس بے دلیل دعوے کو اپنی کتب مقدسہ اور قدیم ہندوؤں کے طرز عمل سے ثابت کرے ورنہ ہم تو پھر اس کے اس ادعائے باطل کو خود انہی کی کتابوں سے غلط ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ چاہے۔

مسلمان کیسے کہتے ہیں

بہر صورت ہمیں خوشی ہے کہ مسافر نے ویدک دھرم کے عالمگیر مذہب ہونے کے دیرینہ ادعا کو عملی رنگ میں لانے کا سوال اٹھایا ہے اور ان مشکلات پر غور کیا ہے جو اس کوشش میں پیش آنے والی ہیں یا آ رہی ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ان مشکلات کے دفعیہ کے لئے مسافر نے جو تجویز کی ہے جس موہوم خیالات کی بنا پر ویدک دھرم کا جھنڈا مسلمانوں کے دلوں میں گاڑنا چاہا ہے افسوس ہے کہ وہ ریت کے ان تودوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے جو ایک آن کی آن میں تمام عمارت کو گرا دینے والے ہیں

مسافر نے مسلمانوں کو آریہ بنانے کی یہ تجویز سوچی ہے کہ "جس لائن پر موجودہ آریہ سماج ہندوؤں کے اندر قائم ہے۔ اسی لائن پر مسلمانوں کے اندر بھی آریہ سماج قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے" یہ تجویز ہمارے لائق ہمعصر کے خیال میں گو بہت مشکل لیکن کامیابی کا موجب ہے۔ کیونکہ اس کے اپنے خیال میں اس وقت مسلم سوسائٹی کی حالت قریب قریب ہندوؤں کی جیسی ہے۔ اور ہر خیالات کے آدمی اسلام کے اندر اپنی طاقت بڑھا سکتے ہیں۔ ایک شخص ناستک (دہریہ) خیالات رکھتا ہوا اور ناستکتا (دہریہ پن) کا پرچار کرتا ہوا۔ اسلامی قوم میں رہ سکتا ہے۔ ایک شخص قرآن شریف اور حضرت محمد صلعم کی رسالت پر ایمان نہ رکھتا ہوا مسلمانوں کے اندر رہ سکتا ہے اور ایک نوین ویدانت مانتا ہوا صوفی کے نام سے مسلمانوں میں رہ سکتا ہے یہاں تک کہ ایک شخص ختم نبوت کی مہر کو توڑ خود نبی بن کر اور باقی تمام مسلمانوں کو کافر کہتا ہوا بھی

مسلمانوں کے اندر تین چار لاکھ آدمیوں کی جماعت بنا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص ویدک دھرم کا مبلغ بن کر مسلمانوں کے اندر سر دست ان اصولوں کو اشاعت کرتا ہوا مسلمانوں کے اندر نہ رہ سکے"!

مہاشہ جی کا یہ عجیب استدلال لائق داد ہے اور ہم بھی دل سے معترف ہیں کہ جو دجوہات اور صورت حالات انہوں نے بتائی ہے۔ اگر ویسے ہی بعینہ اسی طرح آج مسلمانوں کی حالت ہے تو بیشک انہیں حق حاصل ہے کہ مسلمانوں میں اپنا کام شروع کر دیں۔ اور لوگوں کو بظاہر مسلمان رہ کر بھی دل سے ویدک دھرمی بن جانے کی تعلیم دیں۔ لیکن میں ان سے پوچھونگا کہ یہ صورت حالات انہوں نے کہاں سے معلوم کی ہے۔ "مسلم سوسائٹی کی حالت قریب قریب ہندوؤں ہی جیسی ہے" کا فقرہ بھی عجیب ہے۔ اور اسکے ثبوت میں انہوں نے مختلف خیالات کے انسانوں کا ذکر کیا ہے۔ کہ وہ باوجود ان متضاد خیالات کے مسلمان ہیں۔ وہ بھی سوائے اس کے کہ فرضی طور پر انہوں نے ایسا سمجھ لیا ہے۔ اس سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ **المرء یقیس علیٰ نفسہ** کی تصدیق اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ایک ایسی قوم کے افراد جنکے مذہب کا کوئی ٹھیکہ ہی نہیں۔ اور جنہیں ویدوں کو ماننے اور نہ ماننے والے۔ خدا کو ماننے اور نہ ماننے والے بتوں کے پجاری اور توحید کے قائل (گو وہ بھی ایک بگڑی سی شکل میں) پھر خدا کو خالق کل یقین کرنے والے۔ اور دوسری طرف روح و مادہ کا محتاج جاننے والے۔ گائے کی پرستش کرنے والے اور نہ کرنے والے سب ایک برابر ہیں۔ اور اسی ہندو مذہب کے پیرو اور ہندو قوم میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ اپنے پر قیاس کر کے دوسرے مذاہب کو بھی ایک گورکھ دھندا ٹھیرانا چاہتے ہیں +

ہمیں افسوس ہے کہ مسافر نے بغیر کسی دلیل یا ثبوت کے ہندو قوم پر مسلم سوسائٹی کو قیاس کر لیا۔ یہ ایک حملہ ہے۔ جو اس نے اسلام پر کیا ہے۔ کیا ہی بہتر ہوتا۔ اگر وہ ایسا خیال کرتے یا لکھتے وقت مسلمانوں کے کسی ایک فرقہ یا کسی شخص کا نام ہی لے دیتا۔ جو باوجود خدا اور رسول کو نہ ماننے اور علانیہ دہریہ ہونے کے۔ باوجود قرآن شریف اور آنحضرت صلعم کی رسالت پر ایمان نہ رکھنے کے۔ باوجود ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر خود نبی بن جانے کے پھر مسلمانوں میں شمار کیا جاتا ہو۔ اور اس کے ساتھ مسلمانوں جیسے تعلقات اور سلوک روا رکھا جاتا ہو۔ اسلامی شریعت کی اور علیٰ ہذ القیاس قانون کے رو سے بھی مسلمان کہلانے اور مسلمانوں کے ساتھ لین دین رکھنے کا وہی شخص حقدار ہے۔ جو اللہ اور رسول۔ بلکہ کل نبیوں۔ کتابوں۔ یوم آخرت اور تقدیر پر ایمان لاتا ہے اور اسکے سوائے نہیں۔ مسافر کو چاہیئے کہ وہ کسی ایسے فرقہ کا نام لے جو ان سب باتوں کا کسی نہ کسی رنگ میں قائل نہیں۔ اور پھر وہ مسلمان کہلاتا۔ اور مسلمانوں جیسا سلوک اس کے ساتھ کیا جاتا ہے +

دیکھو اور خوب یاد رکھو۔ کہ اسلام کے تمام کے تمام فرقے خواہ وہ آپس میں کیسے ہی اختلافات کیوں نہ رکھتے ہوں۔ اصولی طور پر ان سب باتوں کے قائل ہیں۔ باقی ان امور کی کیفیات اور تفصیلات کو سمجھنے میں اگر اختلاف ہے۔ تو یہ ایک فروعی امر ہے۔ جو اس اصول پر کوئی زد نہیں مارتا۔ ہاں اگر مسافر کے خیال میں کوئی ایسا فرقہ ہے۔ جو مثلاً خدا کو ہی سرے سے نہیں مانتا۔ یا آنحضرت صلعم کی رسالت کا ہی منکر ہے۔ یا قرآن شریف پر ایمان نہیں لاتا۔ یا یوم آخر اور تقدیر کا قائل نہیں۔ (اس بات کو چھوڑ کر کہ وہ کس صورت میں مانتا ہے اور کونسی صورت میں اسے ماننا چاہیئے) تو اسے چاہیئے کہ اس کا نام لے ورنہ یونہی خواہ مخواہ ایک بڑ ہانک دینا کوئی مستحسن امر نہیں۔

لے دے کے ایک بڑی بات اس کو یہ ہاتھ آئی ہے۔ کہ ایک شخص ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر نبوت کا دعوے کرتے ہوئے پھر مسلمان رہ سکتا ہے۔ لیکن نہیں اور ہرگز نہیں۔ یہ اس کا محض وہم اور قیاس ہے۔ جو اس نے بعض لوگوں کی غلط فہمیوں سے فائدہ اٹھا کر کہہ دی ہے۔ ورنہ وہ شخص جس کی طرف اس نے ایسی بات منسوب کی ہے۔ وہ تو خود کہتا ہے کہ "آنحضرت صلعم کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں"۔ اب ایک طرف خود حضرت مسیح موعود کا یہ کہنا اور دوسری طرف علماء کا آپ کو مدعی نبوت سمجھکر کفر کے فتوے دینے صاف ثابت کرتا ہے۔ کہ کسی کا ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر اور نبوت کا دعوے کر کے مسلم سوسائٹی میں رہنا ایک محال بلکہ ناممکن امر ہے۔ باقی جو لوگ آنحضرت صلعم کے بعد ایک اور نبی بنائے بیٹھے ہیں۔ عقیدتاً تو وہ بھی ختم نبوت کے منکر نہیں۔ اور نہ ہی اس کا انکار انکے نزدیک جائز ہے۔

پس ہم اپنے لائق ہمعصر کو یہ دوستانہ مشورہ دیتے ہیں۔ کہ اگر وہ مسلمانوں میں رہ کر اور انہی کے ساتھ تعلقات رکھکر ویدک دھرم کا پرچار کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس کی ایک ہی تجویز ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم پر صدق دل سے ایمان لے آئیں۔ اور آپکو خدا تعالیٰ کی طرف سے سچا نبی اور افضل المرسلین خاتم النبیین جانکر آپ کی ویسی ہی عزت و تعظیم کریں۔ جیسی کہ مسلمان کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی راہ ہے کہ جس پر چل کر ان کو پھر کسی وعظ و تبلیغ اور محنت و مشقت کی بھی ضرورت نہ رہیگی۔ اور وہ دیکھینگے۔ کہ مسلمان مسلمان رہکر بھی ویدوں کے قائل اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس لئے آپ سے بڑھکر اور سچے ویدک دھرمی ہیں۔ کیونکہ ان کی مقدس کتاب نے انکو حکم دیا ہے۔ کہ وہ دنیا کی سب کتابوں پر جن میں وید بھی شامل ہیں۔ ایمان لائیں۔ **فآمنا باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والقدر خیرہ وشرہ والبعث بعد الموت** +

کالا اور گورا ایک برابر کلکتہ میں ایک ہندوستانی بوڑھا جو بالکل مفلس اور نادار تھا۔ ولسینٹ اینڈ واج کمپنی کے دروازے کے قریب نہایت کسمپرسی کی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ بہت سے آدمیوں اور راہگیروں کی جماعت وہاں کھڑی ہو گئی۔ چند بنگالیوں نے پولیس کو کہا۔ کہ اس بوڑھے کو ہسپتال میں پہنچانا چاہیئے۔ لیکن پولیس نے صاف انکار کیا اور کہا۔ کہ یہ ہمارا فرض نہیں ہے۔ اس پر چند یورپین وہاں کھڑے ہو گئے۔ ان سے بھی اس امر کی استدعا کی گئی۔ لیکن انہوں نے بھی یہ کہہ کر ٹالدیا۔ کہ اگر یہ ہماری قوم کا فرد ہوتا تو ہم یقیناً اس کی امداد و اعانت کرتے۔ اسی اثناء میں اتفاقاً ایک کلکتہ پولیس کے سارجنٹ مسٹر ہنگٹن ایک ٹرام گاڑی میں سوار وہاں سے گذرے یہ واقعہ دیکھکر وہ ٹرام سے کود پڑے اور ایک گاڑی کرایہ کر کے معاً اس بوڑھے کو ہسپتال پہنچایا۔ جہاں اسکی حالت قابل اطمینان ہے۔ مسٹر ہنگٹن حال ہی میں انگلستان سے آکر پولیس میں بھرتی ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ نہایت ہی شرمناک بات ہے کہ لوگ اس بوڑھے کی مدد اسلئے نہیں کرتے تھے کہ وہ کالا ہے مگر خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا کے نزدیک کالا گورا لال پیلا سب برابر و مساوی ہیں۔ ہمدردی بنی نوع بلالحاظ الوان و ادیان کہ ہر انسان کا فرض ہے مسٹر ہنگٹن نے اس غریب و بیکس حبشی کیساتھ جو ہمدردی کی ہے۔ وہ سزاوار تحسین و آفرین اور قابل تشکر و امتنان ہے +

شرع محمدی یا رواج پنجاب

(گذشتہ سے پیوستہ)

ہم نے اگلے مضامین میں پنجاب کے پرانے رسم و رواج اور آریہ قوم کی آمد اور اُس کے قانون دھرم شاستر کی طرف توجہ دلائی تھی اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ رواج کیسے بنگیا اور اس پر اہل ہنود کے دھرم شاستر کا کس طرح اور کیونکر اثر پڑگیا۔ اس موقع پر ہم ناظرین کی توجہ ایک اور مرحلہ کی طرف مبذول کرنا چاہتے ہیں۔ اور وہ دراصل مرحلہ وہ مرحلہ ہے جسکے مفید ثابت کرنے کی غرض سے ہمیں ان مضامین پر خامہ فرسائی شروع کی ہے۔ یعنی یہ کہ آج ہم خداوند تعالیٰ کی اس پاک اور عالی شان قانون کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جسکا نام دُنیا کے روشن اور سنہری الفاظ میں شرع محمدی ہے۔

تقریباً چودہ سو سال کا عرصہ گذرا قانون شرع محمدی عرب کی پاک سرزمین میں معرض ظہور میں آیا۔ اور وہاں سے کرۂ ارض کی ہر طرف جلوہ نما ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں دُنیا کا کوئی ایسا ملک نہ تھا۔ جہاں یہ قانون نہ پہنچگیا ہو۔ چنانچہ آناً فاناً ہی فارس۔ مصر۔ شام۔ روم۔ ایشیا۔ افریقہ اور یورپ کی سرزمینوں میں جہاں کفر اور شرک تھا جاپہنچا۔ یہاں تک کہ افریقہ کے لق و دق جنگلوں اور کوہ ہمالیہ اور ملک ہسپانیہ کی پہاڑیوں کی بلند چوٹیوں میں اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے۔ روس۔ چین اور فرانس کے مشرقی حصہ میں جاپہنچا۔ یہاں تک کہ یورپ روما کی عظمت۔ جرمنی۔ سویڈن یا انگلستان تک مسلمہ تھا۔ اس کی خوبیوں سے دم بخود ہوکر حیران رہ گیا۔ ان تمام ممالک سے گذر کر لتے ہوئے ہندوستان کی مغربی جانب سے آنمودار ہوا۔ یہاں تک کہ آخرکار اُس سرزمین تک آپہنچا۔ جو بڑے مہیب اور عظیم الشان پانچ دریاؤں سے گھیرے ہونے کے باعث صوبہ پنجاب کے نام سے موسوم ہے۔

یہاں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ وہ زمانہ تھا کہ جب پنجاب کی پرانی اقوام آباد تھیں۔ اور جن میں کئی قسم کے تہذیب و ناتہذیب یا فتنہ رسم و رواج موجود تھے۔ بسبب اسکے کہ یہ شرع محمدی خداوند تعالےٰ کے اپنے ارشاد سے عالم دنیا میں ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس لئے اسمیں یکساں تن پھیل جانے کی طاقت عجیب الہامی موجود ہے۔ نہایت ہی قلیل عرصہ میں خداوند تعالےٰ کی قدرت کاملہ کا یہ نتیجہ ہوا کہ پنجاب کے ہر ایک حصہ میں تمام اقوام نے ایسے اخذ کر لیا۔ اور اپنے وراثت وغیرہ کے معاملات میں اس پر عمل کرنے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلاشبہ یہ بلحاظ خوبی اور دلچسپی کے یہ قانون رواجہائے سے بدرجہا فوقیت رکھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جونہی اسلام اس صوبہ میں ظہور پذیر ہوا۔ سنے الفور تمام باشندگان نے اسے منظور و مقبول کرلیا۔ یہاں تک کہ اگر آپ غور سے مشاہدہ کریں۔ تو یہاں مسلمانوں کا کوئی اور ایسا گھر خالی نہیں جہاں شرع کے مطابق عمل نہ ہوتا ہو۔ اور دراصل ہمیشہ سے یعنی جب سے شرع یہاں آئی ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ تمام اضلاع کے دور و دراز گوشوں میں جو قصبہ جات سے بہت دور واقع ہیں شرع سے بخوبی واقف ہیں۔ اور اسکی موٹی مثال یہ ہے کہ پنجاب میں کسی ضلع کے کسی گاؤں میں آپ کوئی ایسا مسلمان نہ پائینگے۔ جو نماز و روزہ کی برکات سے بے خبر ہو۔ یا یہ کہ اس کی خوبیوں سے واقف نہ ہو۔ یہ ایک زندہ مثال اس بات کی ہے۔ کہ عام مسلمانوں نے شرع کو اپنا رہنما تسلیم کرلیا ہوا ہے۔ اب اگر اسکے کبھی شرع کے برخلاف کوشش کی جائے۔ تو اہل اسلام کی سخت حق تلفی ہوگی۔

چلیانوالہ کی خوفناک لڑائی کے بعد جب سرکار انگلشیہ نے صوبۂ پنجاب کی عنان حکومت ہاتھ میں لی تو علاوہ بہت سی اور باتوں کے ایک بات جو ہماری سرکار نے کی وہ یہ تھی کہ تمام اضلاع پنجاب میں بندوبست کی کارروائی شروع کی۔ صیغہ قانون میں بندوبست اس سلسلہ کا نام ہے۔ جسکے مطابق تمام مواضعات میں یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ زمین کا مالک اعلیٰ ادنیٰ۔ موروثی مزارعہ۔ مزارعہ یا مرتہن کون ہے۔ یہ سب امور اس طرح طے کئے جاتے ہیں۔ کہ معاملہ وغیرہ کی وصولی میں کوئی دقت پیش نہ آسکے۔ چنانچہ ان اغراض کو مدنظر رکھتے ہوئے صوبۂ پنجاب کے اضلاع میں کئی بندوبست ہوچکے ہیں۔ سب سے پہلے بندوبست جو ظہور میں آیا۔ وہ سرسری بندوبست کے نام سے موسوم ہے۔ اس کے بعد قانونی بندوبست وغیرہ وغیرہ۔

بندوبست کے قواعد کے مطابق جب کسی گاؤں کا بندوبست کیا جائے۔ تو علاوہ کئی اور باتوں کے یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ اس گاؤں میں کس قسم کی قومیں آباد ہیں۔ اور ان کے رسم و رواج کیا ہیں۔ مثلاً اگر کسی گاؤں میں راجپوت اراعیں اور برہمن آباد ہوں۔ تو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ ان تینوں قوموں میں سے ہر ایک کے رواج کیا ہیں۔ اور آیا وراثت۔ جانشینی وغیرہ معاملات میں وہ شرع محمدی۔ دھرم شاستر یا رواج کے پابند ہیں۔ یا کہ نہیں۔ چنانچہ ان قواعد کے مطابق جب تحقیقات کی گئی۔ تو یہ مشکل درپیش آئی کہ رواج کس طرح معلوم کیا جائے۔ کیونکہ دراصل بات یہ ہے کہ لوگوں کے رواج شرع محمدی کے قوانین کے مطابق کسی کتاب میں لکھے ہوئے ہیں۔ بلکہ لوگوں کی یادداشت پر مبنی ہیں۔ اس لئے یہ دقت پیش آئی کہ گاؤں کے زمینداروں کو بلاکر پوچھا جائے کہ وہ کس قانون یا قاعدہ کو مانتے ہیں۔ جب تحقیقات اس طرح کی گئی۔ تو زمینداروں نے جمع ہوکر اپنے اپنے خیالات کے مطابق رواجوں کا حوالہ دیا۔ جس کسی شخص یا اشخاص کو جو جو بات اسوقت اپنے لئے اچھی معلوم ہوئی اس کے مطابق اُس نے رواج بتایا۔ مثلاً بعض جدیوں نے جب دیکھا کہ اُن کے کسی رشتہ دار کی اولاد نرینہ تھی تو اس خیال سے کہ کہیں اُس کی لڑکی کو جائداد نہ ملجائے یہ جواب دیا کہ اُن میں جائداد جدیوں کو پہنچتی ہے۔ یہ تمام جوابات لکھے گئے اور ان سب کو ایک جگہ جمع کرکے اُس کا نام رواج پنجاب رکھدیا گیا۔ دراصل جس شئے کا نام رواج پنجاب لیا جاتا ہے وہ نہ تو کوئی تحریری قواعد ہیں اور نہ کوئی خاص نظائر ہیں۔ بلکہ وہ لوگوں کی رائیوں کا مجموعہ ہے۔ میں اس قسم کے رواجوں کی نسبت جب کبھی سوچتا ہوں کہ کیا یہ خیالی باتیں اور لوگوں کی رائیں قانون بنائے جانے کے لائق نہیں۔ تو بے اختیار مجھے ہنسی آجاتی ہے کیونکہ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ خود غرض رائیں قانون کی حیثیت کیسے رکھ سکتی ہیں میں حیران ہوں کہ منیرہائے قانون جنہوں نے رواج کو قانون بنانے کی تکلیف گوارا فرمانے کا ارادہ کیا ہے۔ کیوں وہ ان بے معنی رائیوں کو رد کردینے کا خیال نہیں کرتے۔

اس کے علاوہ طرفہ یہ کہ عورات کو کوئی دخل ان رائیوں میں ہرگز نہیں۔ بندوبست کے موقعوں پر نہ زمیندارنی اور دوسری عورات کو کبھی بلاکر پوچھا نہیں گیا۔ کہ اُن کے خیال میں رواج یا قانون کیا ہے۔ یا کیا ہونا چاہیئے۔ باوجود ان اعتراضات کے سمجھ نہیں بتلایا جاتا ہے کہ رواج کو شرع محمدی پر ترجیح دی جائے گی +

اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے۔

۔۔۔ کہ پنجاب کا رواج اُن رائیوں پر مبنی ہے۔ جو زمیندار لوگ بندوبست کے وقت ظاہر کیا کرتے ہیں اور جس کو افسر بندوبست لکھ لیا کرتا ہے۔ اس کو عام طور پر رواج سمجھا گیا ہے۔ اگر رواج اسی شئے کا نام

ہے - تو پھر اس قسم کے خیالات کو بھلا قانون کیسے بنا دیا جا سکتا ہے؟ مگر اس سے طرفہ تر ایک اور بات لمبا اوقات دیکھنے میں آئی ہے جن اشخاص نے ان رواج ناموں کو بغور پڑھا ہے - ان سے یہ بات پوشیدہ نہیں - کہ بہت سے افسران بندوبست جب کبھی وہ زمینداروں کی رائے کو پسند نہیں کرتے - تو وہ حسب منشائے خود ایک نوٹ لکھدیا کرتے ہیں - کہ گو زمیندار لوگ کہتے ہیں - کہ اُن کا رواج فلاں ہے - مگر میرے خیال میں رواج فلاں ہے یا ہونا چاہئیے - اور چیف کورٹ پنجاب کے فیصلہ جات دیکھنے سے پتہ چلتا ہے - کہ چیف کورٹ اس قسم کے نوٹ پر بڑا زور دیا کرتی ہے - کیونکہ وہ خیال کرتے ہیں - کہ افسران بندوبست کا خیال دربارہ رواج نہایت قدر کے قابل ہے - دوسرے الفاظ میں اسکے معنے یہ ہوئے کہ رواج وہ ہے جو افسران بندوبست پسند کریں یا ترتیب بتا دیں۔

ہاں بالفرض اگر تسلیم کر لیا جائے کہ رواج دراصل ایک ایسی شئے ہے جو ملک میں موجود ہے - تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسکا قانون کیسے بنایا جاوے گا - آیا تمام پنجاب کے باشندوں کو ایک جگہ جمع کرکے اُن سے پوچھا جائے گا بلکہ وہ کس رواج کو مانتے ہیں - یا بنوانا چاہتے ہیں - یا وہی پرانے بندوبستوں کی رائیں قانون کا مرتبہ حاصل کریگی یا یہ کہ افسران بندوبست و دیگر حکام کی ذاتی رائے قانون رواج کا پایہ حاصل کریگی - یہ باتیں اس قسم کی ہیں - کہ اگر ان پر قانون سازی کی نگاہ سے غور کیا جائے - تو پھر اس کے سوا اور کوئی پتہ نہیں چلتا کہ شاید قانون سازوں کا مدعا یہ ہے - کہ وہ اپنے خیالات کے مطابق ایک قانون لوگوں پر حاوی کرنا چاہتے ہیں - جیسے انہوں نے مناسب خیال فرمایا ہے - اگر ایسا ہی ہے - تو پھر ان کی مرضی مگر میرے خیال میں اسے رواج کے نام سے موسوم کرنا موزوں نہ ہوگا۔

وجہ اس کی یہ ہے - کہ اگر دعوے یہ ہے کہ ہم لوگوں کی رائیوں اور خیالات کو ہی قانون کی صورت میں مبدل کرنا پسند کرتے ہیں - بلکہ ہمیں اپنی رائے سے کوئی سروکار نہیں اور اپنی رائے کو قانون بنانا چاہتے ہیں - تو پھر اس سے بہتر کوئی خوشی کی بات نہیں ہو سکتی کیونکہ پھر سب لوگ اپنی رائے کا اظہار کر سکینگے اگر یہ رائے قانون بنایا جا سکے - مگر

جہاں تک اس خاکسار کا خیال ہے بندوبست کے موقعوں پر خواہ ایسا ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو - اگر عام مسلمانان پنجاب سے ایک بڑے عظیم الشان مجمع میں [illegible] ایک سوال کیا جائیگا - کہ وہ شرع محمدی کو مانینگے یا رواج کو تو ایک بھی متنفس مسلمانوں میں ایسا نہ نکلے گا - جو رواج کو بنانے کے درپے ہو - اِسبات کا مکمل ثبوت ان خطوط و تحریروں سے ملتا ہے - جو اس بارہ میں ہمارے پاس چاروں طرف سے موصول ہو رہے ہیں ہمارا ارادہ ہے - کہ پنجاب کے تمام قصبہ جات و مواضعات کے مسلمانوں کے دستخط ایک بڑے عظیم الشان میموریل پر کروا کر کہ ہم شرع مانتے ہیں - اور رواج کو پسند نہیں کرتے - پنجاب لیجسلیٹو کونسل و دیگر کونسل ہائے کی خدمت میں روانہ کردیں - چونکہ یہ ضروری ہے کہ اس قسم کے دستخط تمام قصبہ جات سے ہوکر جلد پہنچ جائیں - اس لئے جمیع اہل اسلام سے جو صوبہ پنجاب کے کسی گاؤں قصبہ یا شہر میں ہوں جلد کروا کر خاکسار کے پاس روانہ فرما دیں - تاکہ انہیں ایک کتاب کی صورت میں بند کروا کر آگے بھیجنے کی کوشش کی جائے۔

چونکہ اہل اسلام نے ان دستخطوں کی کارروائی کو عام طور پر نہایت پسند کیا ہے - اُن کی اطلاع کے لئے یہ لکھنا ضروری ہے کہ دستخط فلسکیپ کاغذ پر کروانے چاہئیں - اور نام اور پتہ سکونت خوشخط لکھنا چاہئیے - تاکہ کوئی دستخط غلط نہ سمجھا جائے - ایک سطر میں نام و پتہ و سکونت صاف صاف اور ایک خانہ کا نام لکھا ہوا ہونا چاہئیے - اور تمام فہرستیں مطابق شہروں یا گاؤں کے علیحدہ علیحدہ ہوں - تاکہ ایک گاؤں یا شہر کے نام دوسرے گاؤں یا شہروں سے خلط ملط نہ ہو جائیں - اور صاف صاف پتہ لگے کہ کس شہر یا قصبہ سے یہ نام لکھے گئے ہیں۔

سب سے بہتر طریقہ یہ نظر آتا ہے کہ بڑے بڑے قصبہ جات میں اہل اسلام اپنے اپنے محلہ جات کے مسلمانوں کے دستخط کروائیں اور دستخط کروانے سے پہلے یہ بتلانا لازمی ہونا چاہئیے کہ کس مطلب کے لئے دستخط کروائے جا رہے ہیں - تمام باشندگان محلہ کو صاف اور صریح الفاظ میں شرع محمدی کی خوبیوں کا ذکر کرکے پھر اُن کے دستخط کروانے چاہئیں تاکہ وہ مضمون سے بخوبی واقف ہوکر اپنی خوشی سے دستخط کرنے کی آمادگی ظاہر کریں - لہذا کروائے دستخط ہائے کی تمام فہرستیں خاکسار کے پاس روانہ کردیں - تاکہ انہیں ایک موٹی کتاب کی شکل میں جمع کر دیا جائے - ہمارا ارادہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک بڑا زبردست میموریل روانہ کریں - جس کا مضمون بعد موصول ہو جانے دستخط ہائے کے تمام مسلمانوں کی اطلاع کے لئے اخبارات میں شائع کر دیا جائے گا۔

خاکسار بدرالدین قریشی بیرسٹرایٹ لا - لاہور

یہ تین کتابیں ہر مسلم گھر میں ہونی چاہئیں؟

۱ - براہین نیرہ حصہ اول ... ۱۰/
۲ - اسوۂ حسنہ ... ۴/
۳ - ام الالسنہ ... ۱۲/

یہ ہرسہ کتابیں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں جو تین خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی مبین - یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نگاہ ڈالی ہے - کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے۔

(۲) اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے - یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے - اس کو پڑھ کر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں - اور اگر کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپکی ذات پاک ہی ہے۔

(۳) ام الالسنہ - بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے - اس میں یہ دکھلایا گیا ہے - کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتداء میں سب ملکوں کے آبا و اجداد عربی الاصل تھے - یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

مینیجر اشاعت اسلام - عزیز منزل - احمدیہ بلڈنگس - نولکھا - لاہور

مفصلہ ذیل کتب دفتر پیغام صلح سے مل سکتی ہیں - درخواستیں بنام مینیجر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

رسالہ عصمت انبیاء مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ... ۲/
رسالہ غلامی ... ۴/
مرقاۃ الیقین سوانح عمری حضرت نورالدین صاحب ... [illegible]
اسوۂ حسنہ مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب ... ۴/

خلیفہ حبیب الدین پرنٹر و پبلشر - مینیجر ... اشاعت اسلام ... دفتر پیغام صلح ... شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام دامن پاکش بدست ما مدام

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود آں نہ از خود از ہماں جائے بود

پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔ ۵ر
ششماہی ۔۔ ۳ر
سہ ماہی ۔۔ ۱ر ۹
ماہوار ۹ر طلباء سالانہ ۴ر

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بنظارت المسیح مند ۱ | لاہور پنجشنبہ ۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۳ فروری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۹

دنیا کا آخری نبی

(از ف ن دانی)

محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ لوگ گزرے جن کی طرف بڑے بڑے دعوے منسوب کئے گئے ہیں۔ کوئی خدا کا اوتار ہے تو کوئی خدا کا بیٹا اور خدائی میں حصہ دار ہے۔ اور دنیا کی حالت بھی اس وقت ایسی ہے کہ وہ ایسی باتوں کو ماننے کے لئے جلد تیار ہو جاتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم میں پیدا ہوتے ہیں" جو پہلے درجہ کی بت پرست اور توہم پرست ہے جو بوجہ علوم سے ناآشنا محض ہونے کے ایک پتھر کو اپنا خدا سمجھتی ہے اور ہوا کے ہر جھونکے میں جنات کا کچھ تصرف اُسے نظر آتا ہے۔ ایسی قوم کو ایک شخص جو اپنے پیچھے دوسروں کو نکال سکتا ہے جو کچھ چاہتا منوا لیتا اور بالخصوص جب اس کے سامنے وہ قومیں بھی موجود ہوں جو ایک عاجز انسان کو اپنا خدا مان رہی ہوں۔ تو ایک منصوبہ باز کے لئے تو راہ بالکل کھلی تھی۔ مگر کس قدر عجیب بات ہے کہ وہ عین اس کے خلاف ایک راہ لیتا ہے۔ اس کی وحی میں کھول کر اعلان کر دیا جاتا ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی انما الٰھکم الٰہ واحد کہدو کہ میں صرف تمہاری طرح ایک بشر ہوں۔ میری طرف یہ وحی کی جاتی ہے۔ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے وہ جو اصول لوگوں کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے پیش کرتا ہے اس میں سب سے پہلے دو ہی باتیں منواتا ہے۔ اور بس۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلعم اس کے بندہ اور اس کے رسول ہیں۔ کھُلے طور پر خدا کا بندہ اپنے آپ کو منوانا اور اعلان کرنا کہ میں بھی بشر ہوں جس طرح تم بشر ہو۔ یہ خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک عظیم الشان شہادت ہے نہ وہ صرف اپنے آپ کو انسان سے بڑھ کر ہی کچھ نہیں بتاتا بلکہ اس بات کا اقرار ۔ × ×

× × × ×

× × اپنے پیرؤوں سے لیتا ہے کہ وہ اسے انسان سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں مانینگے۔ اور ایک ہی لفظ سے ان تمام غلطیوں کی جڑ کاٹ دیتا ہے جن کا ارتکاب ایک برگزیدہ انسان کے بعد اس کے پیرو غلو اور افراط محبت کی وجہ سے کرتے ہیں اگر وہ کبھی یہ رستہ کھلا چھوڑ جاتا کہ اُس کے پیرو غلو کرکے اُسے کچھ کا کچھ بنا لیں تو بیشک اس کے بعد ایک نبی کی ضرورت ہوتی لیکن چونکہ اس کو دنیا کا آخری نبی ہونا تھا اس لئے اس قسم کی تمام غلطیوں سے جو ایک شخص کی ساری تعلیم کو ہی سراسر باطل کر دیں اس نے اپنے پیرؤوں کو ہمیشہ کے لئے بچا لیا

ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ دنیا میں کسی نبی نے دنیا کا آخری نبی ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا حتیٰ کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی یہ نہیں کہا بلکہ صاف الفاظ میں ایک ایسے معلم کی اپنے بعد آنے کی ضرورت بتائی کہ جو سب سچائیوں کی تعلیم دیگا۔ ساری دنیا کی مذہبی تاریخ میں آخری نبی ہونے کا دعویٰ بھی ایک بے نظیر دعویٰ ہے جو ہزار ہا انبیاء میں سے جو مختلف قوموں اور ملکوں میں آئے کسی نبی نے نہیں کیا۔ بعد میں تو کیا کوئی کریگا۔ خود آپ کا یہ دعویٰ ہی ایک انسان کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کافی ہے کہ ایک امی انسان جو ایک ایسے ملک میں رہنے والا ہے جس کو دنیا کے کسی دوسرے ملک سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اُس ملک میں اپنی بھی کوئی تاریخ نہیں دوسرے کسی ملک کے تاریخی حالات سے کیا واقفیت ہوگی وہاں وہ ایک ایسی بات کا دعویٰ کرتا ہے جس کی نظیر بھی پہلے کوئی نہیں پائی جاتی۔ ایک طرف اپنے آپ کو معمولی بشر قرار دینا۔ دوسرے انسانوں سے اپنے آپ کو نہ بڑھانا اور دوسری طرف ایک ایسا عظیم الشان دعویٰ کہ میں ہی دنیا کا آخری نبی ہوں کس قدر حیرت میں ڈالنے والی باتیں ہیں اور

ہندوستان کی تازہ خبریں

مدراس میڈیکل کونسل کا حکم منسوخ گذشتہ ماہ مدراس کے ایک مشہور ڈاکٹر مسٹر کرشنا سوامی آمیئر ایم ڈی کا نام مدراس کی میڈیکل کونسل نے اپنے رجسٹروں سے خارج کر دیا تھا اور اسپر یہ الزام عائد کیا تھا۔ کہ ڈاکٹر مذکور کسی خیراتی آیورویدک شفاخانے سے تعلق رکھتا ہے اسپر طبی دنیا میں بہت ہلچل مچی۔ ملک کے بعض سربرآوردہ اصحاب نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ مدراس کی لیجسلیٹو کونسل میں میڈیکل کونسل مذکورہ بالا مستبدانہ طرز عمل زیر بحث لایا گیا۔ بالآخر ڈاکٹر کرشنا سوامی آمیئر کو میڈیکل کونسل کے حکم کے خلاف مرافعہ دائر کرنا پڑا۔ مدراس کی پراونشل گورنمنٹ نے میڈیکل کونسل کی کارروائی کو سرے ہی سے خلاف قاعدہ قرار دیا اور اسی وجہ سے باقی وجوہ مرافعہ پر غور نہیں کیا گیا +

ہیڈ ماسٹر پر طلبا کا مہلکانہ وار کلکتہ کی خبر مظہر ہے۔ کہ مالدہ میں ایک خوفناک واقعہ قتل عمل میں آیا۔ مقتول ضلع سکول مالدہ کا ہیڈ ماسٹر تھا۔ چند طالب العلموں نے اسے خنجر سے ہلاک کر ڈالا۔ قاتل تا حال گرفتار نہیں ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ہیڈ ماسٹر جمعہ کی شام کو سکول سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں بعض نوجوان طلباء پیش چھوں سے اس پر حملہ آور ہوئے۔ ہیڈ ماسٹر کو مقامی ہسپتال میں پہنچایا گیا۔ جہاں وہ تھوڑی دیر کے بعد مر گیا۔

اس افسوسناک قتل سے وہ واقعہ یاد آجاتا ہے۔ جب پارسال سرت بابو ہیڈ ماسٹر ضلع سکول کمیلا پر گولیاں چلائی گئی تھیں سرت بابو بھی کچھ عرصے تک مالدہ ضلع سکول میں ہیڈ ماسٹر رہا تھا +

کولور کا مقدمہ اغوا۔ کولور میں گذشتہ چند ماہ سے ایک نوجوان لیڈی کے اغوا کا مقدمہ چل رہا تھا۔ اب سننے میں آیا ہے۔ کہ عدالت سشن نے اس کا فیصلہ کر کے ہر دو ملزموں کو بری کر دیا ہے۔ اس دلچسپ مقدمہ کی کارروائی دیکھنے اور سننے کے لئے عدالت کا کمرہ تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔

ایک بنگالی نوجوان کی گرفتاری۔ ۲۹ جنوری کی شام کو محکمہ سی آئی ڈی نے ایک نوجوان بنگالی کو جو کلکتہ کے ایک کالج کا طالب علم اور خوف بٹھانے والے ایک گروہ کا ایک ممبر ہے کالج سٹریٹ اور ہیریسن روڈ کے اتصال پر گرفتار کیا۔ یہ نوجوان جس کا کہ نام معلوم نہیں ہوا۔ افسروں کے پیچھے پیچھے پھر رہا تھا۔ جنہوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ ملزم نے اپنے آپ کو افسروں اور ایک کانسٹبل کے پنجے سے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود۔ ایک پانچ گولی کا بھرا ہوا پستول اس کی قمیص سے چھپا ہوا پایا گیا۔ اس کی گرفتاری کے فوراً بعد ایک گشتی پولیس معہ سٹر لوبین اور مسٹر مجسٹریٹ کے لوچی پالا تھانہ کو گئے۔ جہاں ملزم کو بھیجا گیا تھا۔ محکمہ سی آئی ڈی کے افسران نے ملزم کی جائے رہائش کی بھی تلاشی لی۔

ڈاکہ:۔ لاہور۔ پیسہ اخبار سٹریٹ میں ۳۱ جنوری ۱۹۱۶ء کی رات کو کئی چوروں نے ملکر کئی دکانوں کے قفل توڑے اور ایک درزی کی دکان سے دکان کے اور گاہکوں کے سب کپڑے چرا کر لے گئے۔ ایک پولیس کے سپاہی نے اُن سے مقابلہ کیا۔ مگر اُسے زدوکوب کیا گیا۔ چوروں کے فرار ہو جانے پر سپاہی نے انارکلی کی چوکی میں خبر کی جہاں سے بذریعہ ٹیلیفون بہت سے چوکیوں کے سپاہی جمع ہو گئے۔ مگر چور بھاگ چکے تھے +

کوائف جنگ

عراق عرب میں جنگ۔ دہلی ۳۱۔ جنوری۔ عراق عرب کے چیف مدید نامہ نگار کی طرف سے ۲۸۔ جنوری کا مفصلہ ذیل سرکاری مراسلہ موصول ہوا ہے۔ دریائے دجلہ کی طغیانی کی وجہ سے قط العمارہ کے تمام ترکی مورچوں میں پانی بھر گیا ہے جس کی وجہ سے غنیم جنرل ٹاؤن شنڈ کے شمال مغربی محاذ پر تمام خندقوں کو خالی کر کے قریباً ۴ ہزار گز پیچھے ہٹ گیا ہے۔ جنرل موصوف کے دیکھ بھال کرنے والے پٹرولی دستے ۱۲۰۰ گز تک آگے بڑھے۔ اور انہوں نے ترکی خندقوں کو پُر کر دیا۔ انہوں نے ایک مقام پر ۵۰ لاشیں ایسی حالت میں دیکھیں۔ کہ سنگین چڑھی ہوئی تھی اور تھیلے لگے ہوئے تھے۔ یہ لوگ برطانی گولہ باری کا اسوقت شکار ہوئے تھے۔ جبکہ پانی سے پُر ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے قریب ترین خندقوں کو چند روز پیشتر خالی کر دیا تھا وہاں نہایت عمیق خندقوں کی کامل ۲۲ قطاریں تھیں۔ اور کئی میل رفت کی خندقوں سے یہ تمام مورچے گویا ایک دل کا چھتہ بن گئے تھے

جنرل ٹاؤن شنڈ چونکہ نسبتاً بلند جگہ پر مورچہ زن تھے۔ اس لئے سیلاب کے بدترین نتائج سے بچ گئے۔ دو روز سے بارش نہیں ہوئی اگر مطلع ابر آلود ہے اور موسم سرد اور دریا کا پانی اتر رہا ہے۔ جنرل ٹاؤن شنڈ اس فوج کے ساتھ جو دریائے دجلہ کی راہ سے شمال کی طرف پیشقدمی کر رہی ہے۔ ہوائی پیغام رسانی کے ذریعہ سے روزانہ نامہ و پیغام کرتے رہتے ہیں اور انکے کیمپ میں ہر طرح سے خیریت ہے +

عراق عرب کے نقصانات۔ دہلی ۳۱ جنوری عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کے مزید نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

ہلاک:۔ لفٹننٹ سیکنڈ لنڈر (۱۰۲ گرینیڈیرز)

مجروحین:۔ دوم لفٹننٹ۔ کیلاہن (۱۰۳ مرہٹانہ) کپتان گڈ فیلو (۱۲۸ پایونیرز)

اب اسیر و مجروح:۔ لفٹننٹ سشل دل (۱۰۴ ہیمپشائرز) جو سابقہ رپورٹ میں مجروح دکھایا گیا تھا۔

فہرست نمبر ۱۹۶: مقتولین:۔ صوبیدار خان باز و جمعدار امین خان (۱۴ سکھاں) جمعدار کالا سنگھ (۳۵ سکھاں) جمعدار شیر علی (۹۲ پنجابیاں)

زخموں سے ہلاک:۔ صوبیدار ساون سنگھ (۱۰۰ پنجابیاں)

فرنچ اسیران جنگ سے بد سلوکی۔ لنڈن ۲۹ جنوری مشرقی افریقہ میں ڈیلی میل کے نامہ نگار نے قوشبہ میں ۳۰۰ فرانسیسی اسیران جنگ کو دیکھا جو بالکل کس مپرسی کی حالت میں تھے اور فاقہ کی مصیبت سے مکھیوں کی طرح جان دے رہے تھے۔ نامہ نگار مذکور کو یقین ہے کہ برطانی اسیران النقورہ میں مقید ہیں۔

وائسرائے ہند کا جدید فوجی سکرٹری۔ لنڈن ۲۹۔ جنوری۔ لارڈ چمزفرڈ میجر الف وار نے کو جو آسٹریلیا میں ان کے ہمراہ تھے۔ اپنا فوجی سکرٹری مقرر کیا ہے۔ لیڈی چمزفرڈ لارڈ ممدوح کے استقبال کی غرض سے فرانس تشریف لے گئی ہیں۔

عظیم بند ٹوٹ گیا۔ لنڈن ۲۹۔ جنوری۔ سان ڈیگو واقع کیلی فورنیا میں ایک عظیم بند کے ٹوٹ جانے سے پچاس آدمی غرق اور کئی بے خانماں ہو گئے۔ اس کے علاوہ شدید نقصان ہوا ہے۔

مفقود الخبر ڈاک کا جہاز۔ لنڈن ۲۹ جنوری۔ اپیم کے متعلق کوئی مزید خبر موصول نہیں ہوئی۔ بیان کیا گیا ہے کہ سو کیمرونز کے جرمن قیدی بھی اپیم پر سوار تھے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۴- فروری ۱۹۱۶ء نمبر ۸۴

خطبہ جمعہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ واذ غدوت من اھلک تبوئ المومنین مقاعد للقتال ...... الی ...... بخمسۃ الاف من الملئکۃ مسومین ۔ (آل عمران رکوع ۱۳)

جب نکلا تو صبح کو اپنے گھر سے بٹھاتا تھا مومنوں کو لڑائی کی جگہوں پر ۔ اس قسم کی آیات کو قرآن کے اندر دیکھ کر اور سن کر بعض دلوں میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کیسا نبی اور رسول ہے کہ جنگ کے لئے نکلتا پھرتا ہے اور لوگوں کو لڑائی کی جگہ بتاتا ہے ۔ آخر جنگ کے لئے پہلے سے تیاری بھی کی گئی ہوگی ۔ تجاویز اور مشورے کئے گئے ہونگے ۔ تلواریں اور تیر و ترکش صاف اور درست کئے گئے ہونگے ۔ اگر اس نظارے کو ہمارے زمانہ کا کوئی صوفی دیکھ لے تو اسے خیال پیدا ہوگا کہ یہ کوئی اور قوم ہے ۔ اور وہ نہیں جن کا کہ وہ پیرو ہے ۔ ایسے بھی صوفی ہیں جنہوں نے ساری عمر ایک چڑیا بھی ذبح نہیں کی ۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم ایک وقت میں سو اونٹ ذبح کرتا ہے ۔ اونٹ کا ذبح کرنا بہت مشکل ہوتا ہے ۔ پہلے اسے ایک برچھا مارا جاتا ہے جب وہ اس سے زخم کھا کر گر پڑتا ہے تو پھر بڑی مشکل سے اس کو ذبح کیا جاتا ہے ۔ پھر جنگیں بھی کیں ۔ عیسائیوں نے تو اعتراض کیا ہے کہ مکہ میں آپ اچھا کام کرتے تھے ۔ لیکن مدینہ میں آکر دنیاوی غرض آگئی مگر آپ کا پایۂ شاہی جیسی حاصل کی وہ دنیا جہان کے بادشاہوں سے بالکل نرالی ہے ۔ آپ نے بادشاہت کو اور فقر کو ایک وقت میں جمع کر دیا تھا ۔ نام تو آپ بادشاہ تھے روپیہ بھی بہت تھا ۔ لیکن وہی کھجوریں اور جو کا آٹا اور سونے کو ایک کھجور کی چٹائی جس کے نشان آپ کی پیٹھ پر پڑ جاتے تھے ۔ روپیہ جو تھا وہ سب لوگوں کے لئے تھا ۔ آپ کی وفات کے وقت کیا حالت تھی ۔ کیا محمود غزنوی کی طرح کوئی خزانوں اور مختلف اسباب کی آرائش کرائی گئی تھی جسے آپ حسرت کے ساتھ دیکھتے ۔ جن لوگوں کو محمد رسول اللہ صلعم کے حالات زندگی پڑھنے کا اتفاق ہوا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس وقت گھر میں ایک پیسہ تک نہ تھا ۔ یہ ہے اس کی بادشاہت کیا ایسی بادشاہت کو حاصل کر کے کسی نے مصیبت خریدی ہے ۔ جس بادشاہ کے گھر میں مال و دولت کا یہ حال ہو کہ جس دن فوت ہوتے ہیں اس دن گھر میں پیسہ تک نہیں تو ایسے شخص کے پیش نظر بادشاہت کا حاصل کرنا ہی ہو تو بھی وہ دنیا کے لئے موجب رحمت ہی ہے ۔ پھر اس کے گرد و پیش کے بیٹھنے والے اور آپ کی سلطنت کے وارث ان کا بھی یہی حال ہے ۔ ابوبکر کو دیکھو عمر رضی کو دیکھو ۔ حضرت عمر رضی کی سلطنت کوئی چھوٹی نہ تھی مصر اور ایران تک تو آپ کا تسلط ہو گیا تھا اتنی وسیع سلطنت کا مالک اور کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے ۔ یہ ہے ان کی بادشاہت ۔ انھوں نے بادشاہت کوئی اپنی ذات کے لئے تو نہیں کی ۔ یہ نہیں کہ مال نہ تھا بیت المال میں تو اونٹ بھی آجاتے تھے ۔ اس سے مال کا اندازہ ہو سکتا ہے ۔ پھر اسکی محافظت کا کس قدر خیال ہے کہ گرمیوں کا موسم تھا اور بہت سخت لو چل رہی تھی یہاں تک کہ جو آدمی اس وقت باہر جائے وہ ہلاک ہو جائے ۔ چند صحابی ایک مکان کے اندر بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ ایک آدمی اونٹ لئے ہوئے چلا آرہا ہے ۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہ کون اپنی جان کا دشمن ہے جو اس قدر لو میں اونٹ لئے چلا آرہا ہے ۔ جب نزدیک پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عمر ہیں انھوں نے کہا کہ یا امیر المومنین آپ اس قدر شدید لو میں کیوں چلے گئے ۔ فرمایا بیت المال کا ایک اونٹ نکل گیا تھا میں نے کہا اس کو جلد لے آؤں ۔

بیت المال میں صرف ایک ہی اونٹ نہ تھا ۔ بہت تعداد وہاں موجود تھی ۔ اور پھر اور خزائن کی بھی کوئی کمی نہ تھی ۔ لیکن باوجود اس قدر خزانوں کے ایک اونٹ کے پیچھے آپ اس قدر تند لو میں چلے گئے ۔ اور قوم کے مال کا یہ تھوڑا سا نقصان بھی گوارا نہ کیا ۔ پھر جب باہر نکلتے تھے تو آواز دیتے تھے کہ کیوں بھئی کوئی سودا کسی نے منگوانا ہو تو دو تاکہ عمر رضی لا دے ۔ پھر لوگوں کی گٹھریاں اٹھا کر چھوڑ آتے تھے ۔ ایک بڑھیا تھی آپ اس کے دروازے پر گئے تو دیکھا کہ ہنڈیا چولھے پر چڑھی ہے ۔ پوچھا کہ آج کیا پکا ہے ۔ اس نے کہا کہ پکانے کو تو میرے پاس کچھ بھی نہ تھا بچے بھوک سے رو رہے تھے ان کو تسلی دینے کے لئے ہنڈیا میں پانی اور چند پتھر ڈال کر پکا رہی ہوں ۔ اور وہ اسی انتظار میں سو گئے ہیں ۔ کہ ابھی کھانا پک کر تیار ہوگا ۔ آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ میں ابھی بازار سے کچھ لاتا ہوں ۔ آپ گئے اور ایک بوری آٹے کی خرید کر خود اپنے کندھوں پر اٹھا لائے ساتھ کچھ اور سامان بھی تھا ۔

یہ وہ روح تھی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کی بادشاہت کی خواہش آپ کو یا آپ کے خلفاء رضی اللہ عنہم کو کیا ہوتی تھی بادشاہت کی خواہش تو اس کو ہو جس کو اس سے کچھ آرام مطلوب ہو ۔ یہاں تو اپنے گھر میں ایک پیسہ تک نہیں باوجودیکہ بیت المال خزانوں سے بھرا ہوا ہے ۔

نوٹ اور رائیں

ترجمۃ القرآن انگریزی کے متعلق لوکل ہمعصر پیسہ اخبار نے اس بوسیدہ سوال کو پھر اٹھایا ہے کہ "یہ ترجمہ عامۃ المسلمین کے معتقدات کے مطابق نہیں بلکہ قادیانی عقائد کے مطابق ہوگا" اور اس طرح سے اس چندہ میں روک ڈالنے کی کوشش کی ہے ۔ بعض احباب کی خواہش ہے کہ اس کا جواب مفصل طور پر دیا جائے ۔ لیکن ہمارے خیال میں جناب مسٹر خدیو جنگ صاحب کے اس معقول جواب کے بعد جو انھوں نے گذشتہ سال شریف بی بی کے ایک ایسے ہی سوال متعلقہ تبلیغ لنڈن کے جواب میں دیا تھا نیز ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس مفصل مضمون کے بعد جو پیسہ اخبار کے اسی سوال کے جواب میں ۸ ۔ جون ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں طبع ہو چکا ہے ۔ کسی اور جواب کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی ۔ اور ہمیں امید ہے کہ مولوی محبوب عالم صاحب ان ہر دو مضامین پر غور فرما کر اپنے اس سوال کی معقولیت کا خود ہی اندازہ لگا لینگے ۔ یا ہمیں بتلا دینگے کہ کونسا عامۃ المسلمین کے عقائد کے مطابق وہ قرآن

کریم کا ترجمہ چاہتے ہیں۔ کیا سنیوں کے عقائد کے مطابق؟ ان سے تو اہلحدیث اور شیعہ متفق نہیں اور اس لئے وہ عامۃ المسلمین کے عقائد کے مطابق نہیں ہو سکتا۔ ایسا ہی حال مسلمانوں کے دیگر فرقہ جات کا ہے۔ کونسا ایسا فرقہ ہے جس کے ترجمہ کو عامۃ المسلمین کے عقائد کے مطابق سمجھنا چاہیئے؟ امید کہ مولوی محبوب عالم صاحب اس پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ہمیں یہ بھی بتا دینگے کہ عامۃ المسلمین سے ان کی کیا مراد ہے؟ آیا وہی عوام جن کو وہ ہمیشہ کالانعام لکھنے کے عادی ہیں؟

پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ

بعض لوگ مذہبی مناظرہ کے میدان میں نکلتے ہی کچھ ایسے آپے سے باہر ہو جاتے ہیں کہ لاکھ ان کو سمجھایا جاوے (دلائل کے) اعتراضات کے معقول سے معقول جواب دیئے جائیں لیکن وہاں وہی مرغے کی ایک ٹانگ والا حساب ہی رہتا ہے بالخصوص آریہ معاصرین نے تو اس بارہ میں حد ہی کر دی ہے وہ اسلام پر اعتراض کرتے وقت اس بات کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے کہ ان باتوں کے جواب سینکڑوں دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ آخر کتنی مرتبہ میں مسلمانوں کی طرف سے مکر کے معنوں پر روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ لیکن آریہ کے آریہ معاصر مسافر کو اس میں بھی مسلمانوں کا فریب ہی دکھائی دیتا ہے (لفظ) ہمارے پیش کردہ معانی کو افت۔ علم ادب اور علماء متقدمین کے سراسر خلاف سمجھتا ہے۔ مگر کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس کی تائید میں کوئی حوالہ بھی پیش کر دیتا۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے اس کا یہ کہنا سراسر باطل ہے اور مسلمانوں کی طرف سے پیش شدہ حوالجات اس کی تغلیط کے لئے کافی ہیں۔ اسے چاہیئے کہ لغت کی کتب کو اٹھا کر دیکھے جہاں صاف لکھا ہے المکر صرف الغیر عما یقصدہ بحیلۃ۔ مخالف کے مقاصد کو تدبیر سے روک دینا مکر ہے۔ (مفردات راغب)

مکر اللہ ایقاع بلائہ باعدائہ دون اولیائہ
الٰہی مکر کے معنی ہیں مخالفان الٰہی پر عذاب کا ڈالنا اور مقربوں کو ان عذابوں سے بچانا (ابن الاثیر)

المکر احتیال فی خفیہ۔ مکر مخفی تدابیر کو کہتے ہیں۔ (لسان العرب) ان سب حوالجات کے خلاف اگر مسافر کے پاس کوئی ایسا حوالہ ہو جس میں دغا اور فریب کے معنی لکھے ہیں تو اسے پیش کرے۔

آریہ گزٹ کا استفسار

لوکل ہمعصر آریہ گزٹ نے اپنی ۳۔ فروری ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور فرقہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے موجودہ اختلافات پر مولوی ثناء اللہ صاحب اور خود ہم سے بھی۔ فتویٰ پوچھا ہے کہ قادیانی جماعت کے فتوے کی تکفیر سے حدیث کے مطابق کون کافر ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ آریہ گزٹ کو کیوں اس استفسار کی ضرورت آن پڑی ہے۔ کیا اس کے اپنے گھر کے اختلافات اور ایک دوسرے پر فتوے بازی کا خاتمہ ہو چکا ہے کہ ہمارے اختلافات پر نکتہ چینی کرنے لگا ہے اس نے مسلمانوں کے ان اختلافات کو مسلمانی مذہب کے ناکمل ہونے کا باعث قرار دیا ہے۔ لیکن ہم نہیں جانتے کہ ہندو مذہب کے متعلق اس کا کیا خیال ہے۔ جہاں اس قدر شدید اختلافات پیدا ہو چکے ہیں کہ ہندو مذہب کی کوئی تعریف ہی نہیں کی جا سکتی۔ اسلام میں تو ابھی بفضل خدا بیسیوں مسائل ہیں جو اسلام کے اصل الاصول ہیں مسلمانوں کے تمام فرقہ جات متفق ہیں۔ مگر ہندوؤں میں کسی ایک مسئلہ میں بھی تمام فرقہ جات کا اتفاق نہیں۔ یہانتک کہ فرقہ در فرقہ پیدا ہو چکے ہیں۔ جو حلال و حرام کا ہی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اور باہم دست و گریبان اور گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ کیا لاہور ہی میں آریہ سماج وچھو والی اور آریہ سماج انارکلی کا نفاق اس حقیقت کا شاہد عادل نہیں۔ ایسے ہی دیگر فرقہ جات کا حال ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ آریہ گزٹ کا اپنی آنکھ میں سے شہتیر نکالنے کی بجائے دوسروں کے تنکے کے پیچھے پڑنا ہم نہیں جانتے کیا معنی رکھتا ہے ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی؟

ایک سال میں سو انگریز مسلمان

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا کے جنوری نمبر کی یہ فرحت افزا خبر مسلمانانِ ہند کی خاص خوشی کا موجب ہوگی کہ صرف ایک سال کے عرصہ میں یعنی ۱۹۱۵ء میں پورے ایک سو انگریز حضرت مولانا مولوی صدر الدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ ووکنگ مشن کی یہ کامیابی یقیناً اسلام اور اہل اسلام کے لئے قابل فخر و مباہات ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ انگریزی قوم میں قبولیت

حق اور صلاحیت کس قدر ہے۔ ہم حضرت خواجہ صاحب اور حضرت مولوی صدر الدین صاحب ایدہما اللہ بنصرہ العزیز کو ان کی کوششوں محنت شاقہ اور اس دلی خلوص کے جو انھیں اسلام کے ساتھ ہے بار آور ہونے پر صدق دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ اور بارگاہ الٰہی سے اس مشن کی بیش از بیش ترقیات اور کامیابی کے لئے دست بدعا ہیں ضرورت ہے کہ مسلمان اس طرف خصوصیت سے متوجہ ہوں اور اس پاک کام میں مالی امداد دے کر فلاح دارین حاصل کریں۔

ہندو یونیورسٹی اور مذہبی توہمات

لوکل ہمعصر ہم پر کاش نے ہندو یونیورسٹی کے ۱۱ فروری میں حضور وائسرائے کے ہاتھ سے سنگ بنیاد نصب ہونے اور یونیورسٹی کے لئے نوے لاکھ روپیہ کے وعدوں اور ساٹھ لاکھ روپیہ کی وصولی کا ذکر کرتے ہوئے ہندو قوم میں اس زبردست تعلیمی تحریک سے اظہار ہمدردی کرنے کے ساتھ اس بات کا خوف ظاہر کیا ہے کہ مبادا یہ نہ ہو کہ ہندو یونیورسٹی کے ذریعہ مذہبی توہمات کہ جنہیں آریہ سماج اور براہمو سماج دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں۔ ہندو قوم میں از سر نو مستقل ہو جائیں گے اور اس لئے اس نے ہندو یونیورسٹی کے کارکنان سے یہ خواہش کی ہے کہ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ نوجوانوں کی دماغی اور روحانی آزادی کو توہمات کی زنجیروں میں جکڑا نہ جائے گا لیکن کاش یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ اس مطلوبہ آزادی کو ہندوؤں کی مذہبی کتب بالخصوص ویدوں نے کہانتک جائز رکھا ہے۔ گو برہمو سماج کے اصول و عقائد کے مطابق ویدوں وغیرہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ لیکن ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ کیا ویدوں کو چھوڑ کر برہمو سماج کی طرح آزاد خیال بن جانا اور پھر ہندو ہی کہلاتے چلے جانا اس بات کو ثابت نہیں کرتا کہ ہندو دھرم کسی ایک اصول پر قائم نہیں۔ ہمارے خیال میں براہمو سماج کی تعلیمات پر عمل کرنا گویا تمام ہندوؤں سے یا کم از کم پراچین بزرگوں سے ایک علیحدہ اور نیا مذہب تجویز کرنا ہے۔ ایسا ہی آریہ سماج نے ویدوں کو مانتے ہوئے بھی جس طریقہ سے توہمات کو دور کرنا چاہا ہے وہ بھی ہندو قوم سے کسی غلط فہمی کو دور کرنا نہیں بلکہ ہندو مذہب کی اصلاح کرنا ہے اس لئے

مختصر نوٹ اور نکات

اسلام کا مذہب بھی دنیا کے لئے کس قدر برکت اور رحمت کا موجب ہے۔ جس نے مرد اور عورت۔ غلام اور آزاد۔ گورے اور کالے امیر اور فقیر غرض ہر ایک مشرب اور پایہ کے انسان کے ساتھ یکساں طور پر شفقت و مہربانی کا اظہار فرمایا ہے۔ بالخصوص عورت اور غلام پر اسلام نے جو جو احسانات کئے ہیں انھیں دنیا ہمیشہ قدر اور استحسان کی نظر سے دیکھیگی اور دیکھتی ہے اس نے جا بجا غلاموں کو آزاد کرنے کے جو احکام نافذ فرمائے ہیں موجودہ مہذب دنیا نے اسے بہت سراہا ہے یہانتک کہ سر ولیم میور جیسا پادری منش انسان بھی یہ کہے بغیر نہیں رہ سکا کہ اسلام نے غلاموں کے ساتھ بہت شفقت برتنی چاہی ہے۔ کاش آزادی کے یہ واجب التعظیم عطیہ سے آج کوئی فائدہ اٹھانے والا ہو جو اور نہیں تو قرون اولیٰ کے ان غلاموں جیسے ہی کام کرکے دکھلائے۔

کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو جو کفار کی غلامی میں ہی اسلام لائے تھے سخت شدید تکلیف پہنچائی جاتی تھی۔ عرب کا ملک جہاں سوائے ریگستان اور پتھروں کے اور کچھ نہیں اس پر گرمیوں کے دن جب گرم ہوا ہی انسان کو ہلاک کر دیا کرتی ہے ان سب باتوں پر یہ کس قدر غضب کی بات تھی کہ آپ کو گرم پتھروں پر لٹا کر اوپر بھی پتھر رکھدیئے جاتے۔ اور خواہش یہ کی جاتی کہ وہ اس وحدہ لا شریک کی یاد کرنا چھوڑ دیں۔ لیکن آفریں ہے اس باہمت اور جوانمرد انسان پر جس نے کسی مصیبت کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرکے احد احد کے ورد کو اپنی زبان پر جاری ہی رکھا اور متعدد و متواتر بیہوشیوں پر حتیٰ کہ اس وقت بھی جب جان کے لالے پڑ گئے یہی کلمات دوہراتے رہے۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر آپ پر پڑی اور انھوں نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ پھر دیکھو ان شدائد و مصائب کا صلہ بھی آپ کو کیا ملا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رضی اللہ عنہم کا سرٹیفکیٹ تو ان کو سب کے ساتھ ملا اور رسول اللہ صلعم کے منہ سے ارحنا یا بلال (اے بلال ہمیں راحت دے) کا پاک خطاب اس پر مستزاد تھا۔ گویا آپ سرور کائنات صلعم کی خوشنودی کا موجب ہوا کرتے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرقہ اناث خصوصاً والدہ کے متعلق تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ قرآن کریم نے بھی اللہ تعالیٰ کے بعد انسانوں میں سب سے بڑھکر اور سب سے پہلے جس کے حقوق مقرر فرمائے ہیں وہ والدین ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کو ماں سے بڑھکر شفیق بتا کر ان میں بھی گویا ماں کی تخصیص کی ہے کہ اس سے بڑھکر دنیا میں کوئی شفیق اور اسلئے واجب التعظیم نہیں۔ کیا ہی مختصر اور لطیف پیرایہ میں رسول کریم نے ان تعلیمات کی حقیقت دنیا کو سمجھائی آپ نے فرمایا "بہشت ماں کے قدموں کے نیچے ہے" اور علقمہ جیسے صالح انسان کی اس مثال کو پیش کرکے جس پر صرف والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے جانکنی میں سخت سوہان روح کی حالت طاری تھی پھر اس کی ماں کے معاف کر دینے سے وہ مبدل بہ راحت ہوگئی تھی صحابہ کو عملی رنگ میں اس پر کاربند کیا ایک طرف ان پاک کلمات اور اسوہ حسنہ کو مدنظر رکھو اور دوسری طرف اہل عرب کے اس عام سلوک پر نظر ڈالو جو وہ ماؤں کے ساتھ کیا کرتے تھے تو بے اختیار منہ سے نکلتا ہے

اللھم صلی محمد وعلی اصحابہ وسلم

ایک انگریز مورخ نے صحابہ کرام کے حالات پر نظر کرتے ہوئے ان کے متعلق یہ ایک فقرہ لکھا ہے کہ "خانگی جھگڑوں میں جو بہادری بیہودہ طور سے صرف ہوتی تھی نہایت مستعدی سے ایک غیر ملک کے دشمن کے مقابلہ پر مائل ہوگئی" یہ تھا فالف بین قلوبکم کا نظارہ۔ ایک آج ہم بھی ہیں کہ گھر کے جھگڑے اس بات کی اجازت ہی نہیں دیتے کہ باہر کی جانب متوجہ ہوں یا ان جھگڑوں کی وجہ سے ایک نیک اور مشترک امر کے لئے بھی باہمی تعاون و تناصر کی عادت مفقود ہو چکی ہے حالانکہ الٰہی ارشاد تو یہ تھا کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا اور تعاونوا علی البر والتقوی کاش ان سابقون الاولون کے حالات سے سبق حاصل کرکے مسلمان نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا سیکھیں۔

بہتیرے ایسے احکام ہیں جو قرآن کریم کے علاوہ دیگر کتب مقدسہ میں بھی ملتے ہیں۔ قرآن کریم نے انھیں جس رنگ میں بیان کیا ہے وہ ان کی قدر و قیمت کو بہت بڑھا دینے والا ہے۔ لیکن بعض بد اندیش مخالف اس خوبی پر غور کئے بدون جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو محمد رسول اللہ صلعم نے ہماری کتابوں سے سرقہ کیا ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں سوچتے کہ یہ اگر سرقہ ہوتا تو محمد رسول اللہ صلعم جیسا اُمی انسان یہ کب کر سکتا تھا کہ اسکو اس قدر جلا دیدے وہ بتانا دانوں کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ جو شخص خود پڑھا ہوا نہیں اور ایک ایسے ملک میں پیدا ہوتا ہے جہاں کے لوگ اُمی ہونے پر بہت نازاں ہیں وہ بھلا تمھاری کتابوں سے سرقہ کیسے کر سکتا تھا۔ اور پھر انھیں ایسی دلربا صورت کیسے دے سکتا تھا اور پھر اگر (بالفرض محال) ایسا کیا بھی تو تمھیں تو اسے خدا سے بھی بڑھکر ماننا چاہئے جو اپنے کلام میں ان تعلیمات کو ایسی خوبصورتی سے بیان نہ کر سکا جیسے اس اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ حالانکہ بات اصل میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ وقتی حالات و ضروریات کے مطابق اپنی تعلیمات بھیجتا رہا پہلی کتابوں کے نزول کے وقت اسی رنگ کی تعلیم کی ضرورت تھی اور قرآن کے وقت اسی اعلےٰ اور تیز روشنی کی۔

اسلام پر تو آئے دن یہ طعن کیا جاتا ہے کہ اس نے تعدد ازدواج کی تعلیم دی ہے جو ایک وحشیانہ رسم ہے اور کسی مہذب سوسائٹی کے لائق عملدرآمد ہرگز نہیں اسی بنا پر بعض قلوب کو مسلمانوں سے اس قدر نفرت دلائی گئی کہ بعض ممالک کے دروازے ان پر بند کر دینے کے لیے قانون بھی تجویز ہوئے۔ دیکھئے اب وہی مہذب ممالک اس اہم معاشری مسئلہ کا حل کیونکر کرتے ہیں کہ سرزمین انگلستان میں دس لاکھ سے زیادہ نوجوان لڑکیاں ہیں جن کا سن ۱۶ اور ۲۰ برس کے درمیان ہوگا۔ جو شوہروں کی قلت کی وجہ سے کبھی تاہل کی زندگی بسر نہیں کرینگی مثنیٰ و ثلاث و ربع کے قرآنی اصول کے علاوہ بھلا اور کیا چارہ کار تجویز ہوتا ہے۔

کثرت ازدواج کا مسئلہ دراصل ٹھنڈے دل سے غور نہ کرنے اور بعض عارضی تکالیف کو پیش نظر رکھنے کے باعث جس میں مذہبی تعصب و پاسداری کا بھی کسی قدر حصہ ہے اعتراضات کا موجب ہوا ہے لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو اس کی اجازت صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ دیگر کتب مقدسہ میں بھی پائی جاتی ہے جس کا اکثر انگریز مصنفین نے اعتراف بھی کیا ہے۔ بیان ہے کہ مسٹر گنشنے تو آنحضرت صلعم کے اس فعل کو جائز ثابت کرتے ہوئے بائبل

حیاتِ نبوی کا ایک ورق

مقتبس از اقدام کلکتہ

حیات نبوت کا ہر باب اُلٹ کر دیکھو۔ تمکو معلوم ہوگا۔ کہ اس مقدس ظہور نبوت نے کس طرح اپنے صبر و حلم۔ استقلال و ثبات تحمل و وقار۔ پیغمبرانہ طاقت اور شاہانہ انداز و تدبر سے قرآن کی تعلیم اور توحید کا وعظ سنایا۔ تمدن کا سبق دیا۔ عالم تہذیب کو نور پہنچایا۔ اور بھولے ہوئے سبق کو پھر یاد دلا کر کس خوش اسلوبی سے انسانی دل و دماغ پر خدائی جلال و جبروت کا سکہ بٹھا دیا۔

نسل اور قومیت کی خصوصیت مٹا دی۔ ملک و قوم کی حالت بدل دی۔ امیری و غریبی کا امتیاز بھلا دیا۔ فاتح و مفتوح کا فرق۔ اور رنگتوں کا اختلاف دور کر دیا۔ مدتوں کی بگڑی ہوئی قوم کو سنوار دیا۔ سب کو متحد الخیال و متفق اللسان بنا دیا۔ اور تمام جزیرہ نمائے عرب کو ہم سطح۔ ہم خیال۔ ہم عقیدہ اور ہم آواز کر دیا۔

نجد کے وحشیوں کو نجاشی ملک حبش کے برابر کھڑا کر دیا۔ یمن کے مسکینوں کو جیفر شاہ عمان کے دوش بدوش کر دیا۔ تہامہ کے بدوؤں کو اکیدر شاہ دومۃ الجندل کا ہمپایہ بنا دیا!

عبداللہ بن سلام جو یہودیت کے امام تھے ورقہ بن نوفل جو عیسائیوں کے پیشوا تھے۔ عثمان بن طلحہ جو ابراہیمیت کے سرتاج تھے۔ سب کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا!

سلمان فارسی کو جو مدت سے یہودیوں کے طوق غلامی اور پارسیوں کی سلاسل عبدیت میں گرفتار تھے آزاد کر کے "منا اہل البیت" کا قابل فخر تاج پہنا دیا۔ ایسی کایا پلٹ کر دی۔ کہ بلال حبشی کو فاروق اعظم کی زبان سے "سیدنا سید" کہلا دیا!

غرض دین واحد نے سب کو خمِ وحدت کا جام پلا کر مدہوش بنا دیا۔ اور پھر وارفتگی و سرمستی نے بھی ایسی یکسانیت پائی کہ ایک ہی ولولہ سب کے دلوں میں ایک ہی ترانہ سب کی زبانوں پر ایک ہی جوش سب کی طبیعتوں میں اور ایک ہی خیال سب کے دماغوں میں پیدا ہو گیا۔

دشمنی دوستی سے بدل گئی۔ جان ستانی کی جگہ جان نثاری کا وقت آیا۔ کبر و نخوت کی جگہ عجز و نیاز نے لے لی۔ فسق و فجور کے بدلے خدا ترسی و حسن عمل کی ہوا چل گئی اور دنیا پھر ایک دفعہ بادۂ الست سے سرشار و مخمور ہو گئی۔

یہ کیا تھا جس نے تاریخ عالم کا ورق اُلٹ دیا۔ یہ کون سی طاقت تھی۔ جس نے ہزاروں برس کی انسانی غلامی کی جگہ خدائے واحد کی عبدیت کی بادشاہت قائم کر دی؟ جس نے تمام غفلت آباد عالم اور جہالت پسند دنیا کو یکایک خواب سرشاری سے جگا دیا؟ یہ کیسا تریاق تھا۔ جس نے صدیوں اور قرنوں کے زہر گزیدہ اور مسموم دنیا کو آن کی آن میں بھلا چنگا کر دیا؟

یہ وہ انسان کامل تھا جو مصیبتوں میں صابر رہا بھوک کی شدت میں قانع رہتا اور اس وقت جب دنیا اُس کی دشمن جان ہو رہی تھی تو نصرت الٰہی کا یقین کامل کے ساتھ انتظار کر رہا تھا۔ دُنیا نے اُسکو جادوگر کہا۔ اور وہ چپ رہا۔ دنیا نے اُسکو گالیاں دیں اور وہ دعا دیتا رہا۔ دُنیا نے اُسکو دکھ پہنچایا اور وہ دنیا کے لئے آرام و راحت کا دروازہ کھولتا رہا۔ دنیا نے اُسکو بھوکا رکھا اور اُس نے دنیا کو غذا دی۔ غرض دُنیا نے مخالفت و عداوت کا کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا۔ مگر اُس نے نہایت سکون و اطمینان سے اُس کا مقابلہ کیا۔

دنیا کا سب سے بڑا انسان وہ صرف اسلئے نہیں تھا۔ کہ وہ ایک مبلغ اور واعظ تھا۔ کیونکہ تبلیغ اور ارشاد دوسروں نے بھی کی ہے اور کرتے ہیں۔ اس کا ہر ایک عمل قابل اتباع اور لائق عمل فقط اس لئے نہیں کہ وہ ایک زاہد۔ مرتاض اور عابد شب زندہ دار تھا۔ کیونکہ زہد و عبادت میں دوسروں نے بھی نام پیدا کیا ہے اور کرتے ہیں۔ پھر تم اُس کو اس لئے بھی اور گیتی کا سب سے زیادہ نامور فرزند کہو کہ وہ فاران و قبیس کی چوٹیوں پر ایک ناصح و مبلغ اور بدر و احد کے میدانوں میں ایک امیر و فاتح۔ اور دارِ کعبہ کے سامنے ایک ہادی و امام کی حیثیت رکھتا تھا۔

لیکن دنیا کو اس نقطۂ نگاہ سے کھینچ دو کہ ایک شخص جس طرح ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حلقہ میں بیٹھ کر توحید و صداقت کا سب سے بڑا واعظ ہے اُسی طرح حضرت عائشہ اور خدیجہ رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بھی حیات انسانی کا ایک مجسم نمونہ نظر آتا ہے۔ جس طرح وہ طائف کے کوہستان اور حدیبیہ کے دامن میں عدالت و حقانیت کا واعظ ہے۔ اُسی طرح مکہ کی گلیوں اور مدینہ کے حجروں میں بھی تدبیر منزل کا اُستاد ہے جس طرح حنین و خیبر کی رزمگاہ میں بہت بڑا فاتح اور شجاع ہے۔ اُسی طرح ایک یتیم بچے کے لئے دستِ شفقت اور ایک بیوہ عورت کے لئے پیام ہمدردی ہے۔

حیات نبوت کے علاوہ کوئی ایسی ہستی تم کو نہیں ملیگی۔ جو اپنی زندگی کا ہر لحہ اور اپنی گفتگو کا ہر فقرہ ایسا روشن اور پرمعنی رکھتی ہو جو دنیا کے لئے نمونہ اور ذریعہ ہدایت بن سکے۔

پھر تم ترقی کر کے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ پیغمبر عربی روحی فداہ و ابی و امی نہ صرف اپنے بعد کی جملہ انسانی ہستیوں کے لئے باعث امتیاز و فخر تھا۔ بلکہ وہ خود کائنات کی نوع سلف میں تھا اور کمالات بشریہ کی جس انتہائی چوٹی پر کھڑا تھا وہاں تک کوئی وجود ایسا نہیں ہے۔

جس کا خود خیال کمال اور جس کا جوہر اخلاق اس پیغمبر عربی کے مقابل لا یا جا سکے اسلئے کہ حضرت نوح۔ ایوب۔ زکریا۔ ابراہیم۔ موسیٰ۔ سلیمان۔ یوسف اور مسیح (علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام) اپنی اپنی جگہ۔ اپنے اپنے زمانہ میں۔ اپنی قوم کے لئے ہر ایک نے راہ عمل دکھلائی ہے ہر ایک نے ہدایت و ارشاد کی دعوت دی ہے۔ ہر ایک نے صداقت و حقانیت کا وعظ کہا ہے۔ لیکن ایسا انسان تم بتاؤ جو ایک ہی وقت میں حیات نوحی کا نمونہ بنکر اپنی برگشتہ قوم کو دعوت توحید سنا رہا ہو۔ حضرت زکریا کی طرح بیاباں نوردی کر رہا ہو حضرت ایوب کی طرح صبر و شکیبائی کا خوگر ہو۔ حضرت ابراہیم کی طرح شجر طیبہ کی تخم ریزی کے لئے وطن چھوڑ رہا ہو۔ حضرت موسیٰ کی طرح اپنی قوم کو شاہ قسطنطنیہ۔ بادشاہ حبش اور کسریٰ ایران کے طوق غلامی سے نجات دے رہا ہو۔ حضرت سلیمان کی طرح یثرب کے ریگستان میں ایک مقدس گھر بنا رہا ہو۔ حضرت یوسف کی طرح اپنے دشمن و بد اور ساز بھائیوں کو "لا تثریب علیکم الیوم" کا مژدہ سنا رہا ہو۔ حضرت مسیح کی طرح رحم و اخلاق کا مجسم پیکر ہو۔

اگر اس جامعیت اور احاطہ کی نگاہ سے ڈھونڈو گے تو تمام گذشتہ اور آئندہ دنیا میں صرف ایک ہی ذات ایسی پاؤ گے جو ٹھیک اُسی عہد میں جبکہ اسی ماہ ربیع الاول کا آفتاب تیرہ سو سال پیشتر جیسی زریں گھڑیوں سے طلوع کرتا تھا۔ بنی ہاشم کے گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔

اے کہ بر تختِ سیادت ز ازل جا داری
حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری

اللّٰھم صل وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم ؎

شرع محمدی یا رواج پنجاب

(گذشتہ سے پیوستہ)

۱ - خداوند تعالےٰ کا شکر ہے کہ اہل اسلام کے اظہار خیالات سے یہ بات اسوقت پورے طور پر ثابت ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں شرع محمدی کے پاک اصولوں کی نہ صرف عظمت موجود ہے۔ بلکہ اعتقادی منشاء ہے کہ شرع جب تلک کہ یہ مادی دنیا صفحہ ہستی پر موجود ہے۔ اپنی پرانی شان و شوکت سے بدستور قائم رہے۔ اور اس بارہ میں جیسا کہ عام طور پر تمام ناظرین اخبار میں پڑھتے ہیں ملک کے مختلف حصوں میں جلسے ہوئے ہیں بعض عالی شان جلسے ہو چکے ہیں۔ جن سے ان خیالات کا پورے طور پر اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ شہر امرتسر کے مولوی خیر دین والی مسجد کا جلسہ بلحاظ کثرت مسلمانان کے نہایت کامیاب ہوا ہے۔ جس میں شرع اسلامی کی پوری حمایت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اسی طرح شہر ملتان و لاہور کے اسلامی جلسوں کا بھی اسی مضمون پر اعلان ہو چکا ہے۔ چونکہ ہمارا منشاء ہے کہ ملک کے باقی حصوں کے اہل اسلام سے فیصلہ کریں۔ اس غرض سے ضروری ہے کہ جلد شرع محمدی کی حمایت میں پہنچا دیا جاوے۔ یعنی جس بات سے ایسے خطوط موصول ہوتے ہیں۔ جس میں یہ استفسار کیا گیا ہے۔ کہ آیا اگر اُن مقامات پر مضمون بالا پر جلسے کئے جاویں۔ تو لاہور کے مولوی صاحبان و دیگر ہمدردان قوم وہاں پہنچ سکیں گے یا نہیں تو اسکے بارے میں یہ عرض کر دینی ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ انشاء اللہ تعالےٰ جہاں کہیں جلسہ ہو۔ وہاں پہنچنے کی کوشش کی جاویگی۔ اور اشتہارات اگر روانہ کر دئے جاویں تو مولوی صاحبان کی خدمت میں اطلاع مناسب وقت پر دی جاویگی۔ تاکہ جلوس اسلامی بارونق ہو۔ علاوہ اس بات کے اہل اسلام کو چاہیئے کہ دستخط روانہ کریں۔ ایک اور بات بتلانی ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ چونکہ خاکسار شرع محمدی اور رواج پنجاب پر ایک ایسا رسالہ شایع کرا رہا ہے۔ جس میں مفصل بحث اس مضمون پر کی گئی ہے۔ اور جس میں شرع محمدی کے نہایت ضروری اور دلچسپ اصولوں پر نہایت تفصیل سے بحث کی گئی ہے اور چونکہ مدعا یہ ہے۔ کہ وہ رسالہ عام طور پر بلاقیمت تمام اصحاب کی خدمت میں پہنچا دیا جائے۔ تاکہ وہ اسلام کی برکات سے مستفیض ہوں۔ اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان جو اس رسالہ کے ملاحظہ کے خواہاں ہوں۔ وہ جلد ایک کاغذ پر اپنا پتہ روانہ فرماویں۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ رسالہ کتنی تعداد میں چھپوایا جائے۔ اس کے مکمل ہو جانے پر جن اصحاب کے خطوط ملے ہوں گے ان کے نام روانہ کر دیا جائیگا۔

۲ - شرع محمدی کی نسبت یہ سمجھ لینا ضروری ہے۔ کہ یہ پاک شرع قرآن کریم اور سرور کائنات کی حدیث پر مشتمل ہے گویا چشمۂ فیض جن سے شرع ظہور میں آئی ہے۔ یہی دو ہیں۔ اور انہی پر تمام شرع محمدی کا دار و مدار ہے۔ تمام احکام اسی سرچشمہ سے نکلتے ہیں۔ اور اس لئے اگر کوئی قواعد ان احکام سے متناقض ہوں۔ تو وہ قابل لحاظ بالکل نہیں۔ اور نہ وہ شرع محمدی ہونے کا پایہ رکھ سکتے ہیں۔ اور اس لئے یہ لازم آیا۔ کہ ہم مختصر طور پر ان کا ذکر کر دیں تاکہ کوئی غلط فہمی ان اصولوں کے بارہ میں پیدا نہ ہو جائے۔ آگے چلنے سے پہلے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ شرع کو پورے طور پر اظہار کرنے میں علمائے دین - فارس - بخارا - بغداد نے نہایت ہی امداد فرمائی ہے - اور اس لئے شرع محمدی کے قوانین انہی اصحاب کی جانفشانی سے پورے طور پر مکمل ہوئے ہیں۔ چونکہ ہمارا مدعا اس وقت صرف شرع محمدی کا رواج پنجاب سے بعض امور میں مقابلہ کرنا ہے اسلئے سب سے پہلے یہ بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ قوانین اسلام دو بڑی شاخوں میں منقسم ہیں۔ ان میں ایک کا نام سُنی قانون ہے اور دوسرے کا نام شیعہ قانون۔

سُنی قانون پھر چار حصص پر منقسم ہے جیسے حنفی۔ شافعی - مالکی اور حنبلی کہا جاتا ہے۔ ان میں سے حنفی قانون وہ قانون ہے جس کے موجد حضرت ابو حنیفہ علیہ السلام گذرے ہیں۔ حضرت موصوف - - - - - - - عبد الملک ابن مروان کے زمانۂ خلافت میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے علوم قانون میں حضرت امام جعفر صادق سے شیعہ قوانین کے اصولوں کے مطابق حاصل کئے تھے۔ مگر بسبب اسکے کہ انہیں علوم شرع کی تحصیل کا نہایت شوق تھا وہ دور و دراز مسافت طے کرتے ہوئے آخر کار حماد بن سلیمان کی خدمت میں پہنچے۔ جو زمانہ متذکرہ بالا میں اپنے ہمعصروں میں نہایت ہی عالم و فاضل مانے ہوئے تھے۔ وہاں ان کی خدمت میں کچھ زندگی گذار کر انہی سے حدیث کی خوبیوں میں تکمیل علم حاصل کی - اور وہاں سے اپنے آبا و اجداد کے مسکن کوفہ میں اپنی زندگی کے دن گذارے۔ اور اگرچہ زمانہ دراز تک انہوں نے سنیوں کے اصولوں کے مطابق قانون کی عظمت مانی۔ تاہم کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے اپنے نئے خیالات سے عام اہل اسلام کو مستفید کیا جس کی نظائر آگے چلکر بیان کی جائیں گی۔ ۱۵۰ھ ہجری میں ستر سال کی زندگی کے بعد آنحضرت نے اس دنیائے فانی سے رحلت اختیار کی۔ دنیا کے بعض بڑے بڑے ممالک میں مثلاً ہندوستان افغانستان - روم - مصر - اور وسط ایشیا میں اس وقت اہل اسلام عام طور پر حنفی اصولوں کے ہیں۔ سب سے بڑا اصول جو دنیا کے قانون میں ان کی تعلیم کے متعلق موجود ہے۔ وہ یہ ہے کہ خداوند تعالےٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ خود شرع اسلام اور مختلف تفسیروں پر غور و خوض کرنے کا پورا مادہ رکھتا ہے۔ جس کے استعمال سے اس میں وہ روشنی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ قوانین شرع کو بلا امداد دیگر بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ علیہ السلام کے شاگردوں میں بعض نہایت ہی مشہور و معروف علمائے دین ہوئے ہیں۔ جن میں خاص طور پر حضرت ابو یوسفؒ کا ذکر کرنے کے قابل ہے اُن کا اصلی نام یعقوب ابن ابراہیم الکوفی تھا۔ جو ہجری ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے اور دنیا کے مقدس شہر بغداد میں ستر سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ یہ اپنے زمانے کے نہایت ہی نامور عالم گذرے ہیں جنکے فتوے آگے چل کر جیسا بیان کیا جائیگا۔ قوانین شرع میں نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ خلیفہ الہادی کے زمانۂ خلافت میں یہ قاضی بغداد کے عالیشان عہدہ پر مامور تھے۔ اور بسبب اس فضیلت کے جو انہوں نے تھوڑی ہی عرصہ میں علوم شرع و فیصلہ جات و مقدمات میں دکھلائی خلیفہ ہارون الرشید نے انہیں قاضی القضات کے اعلےٰ عہدہ پر ممتاز کیا۔ اور جیسا کہ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے بخوبی واضح ہوگا۔ یہ پہلے ہی فاضل گذرے ہیں جو اس جلیل القدر عہدہ پر مامور ہوئے تھے اسی زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں علمائے اسلام میں ایک اور نامور فاضل گذرے ہیں جن کا نام نامی امام محمدؒ ہے یہ ہر دو متذکرہ آخر عالم دین امام ابو حنیفہ علیہ السلام کے شاگرد رشید تھے۔ شرع محمدی کے قوانین کی ترتیب دینے میں یہی تینوں اصحاب ایسے گذرے ہیں جنہوں نے بڑا بھاری نام حاصل کیا ہے۔ اور انہی کے فتوے حنفی اصحاب میں بڑی بھاری عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

اب جیسا خاکسار آگے چلکر بتلانے کی کوشش کریگا - ان علمائے دین کی ترتیب شدہ قواعد دُنیا کے لئے اس قدر ضروری اور مفید ثابت ہوتے ہیں - کہ دنیا کی باقی اقوام نے انہیں نہایت خوشی سے اخذ کرلیا ہے - گویا بالفاظ دیگر تب سے ایسے مسائل جن سے انسان اس سے پہلے بالکل نابلد تھے - وہ اسلام کی روشنی پھیلنے کے بعد تمام دنیا میں تہذیب و شائستگی پھیلانے کا باعث ہوئے ہیں ❊

۴ - ایک بڑی بھاری خوبی جو شرع محمدی میں پورے طور پر موجود ہے وہ یہ ہے - کہ اس شرع کے قوانین کے مطابق معاملات قانون میں پابند ہو جانے سے ہر شخص پورے طور پر معاملات کے مستحکم دینے میں آزاد بن جاتا ہے - گویا یہ قوانین کسی شخص کو کسی معاملہ میں کسی صورت میں جکڑ نہیں دیتے - مقلد شرع کا سب سے موٹا مسئلہ یہ ہے - کہ اگر کوئی شخص سُنی ہو - اور مطابق قواعد اہل سنت جماعت کے رہتا ہو - لہٰذا اگرچہ مطابق سُنی اصولوں کے وہ معاملات جائداد وراثت میں سُنی عقائد کا پابند ہوگا - مگر اگر وہ اپنی مرضی سے شیعہ بن جائے تو پھر اس پر سُنی عقائد کی کوئی پابندی نہیں رہتی - اور آئندہ وہ شیعہ اصولوں کے مطابق مطلق العنان ہوگا - یعنی وہ اپنے کاروبار میں ہر صورت سے پورا شیعہ بن گیا - اسی طرح اگر کوئی شیعہ اصولوں پر چلتا ہوا سُنی بنجائے - تو وہ پھر پورے طور پر سُنی اصولوں کی پیروی کرسکتا ہے - گویا شرع اسلام کے مطابق کوئی قید ایسے انسان پر نہیں - کہ وہ ایک فرقہ سے دوسرے میں منتقل نہیں ہو سکتا - یا یہ کہ وہ ایسا منتقل ہو کر پھر اپنے نئے عقائد کے مطابق عمل نہیں کرسکتا - یہ ایک بڑی بھاری خوبی اسلام میں موجود ہے - جو دنیا کے کسی اور سلسلۂ مذہب میں دیکھنے میں نہیں آتی -

ایک دوسری مثال اس آزادی کی معاملات نکاح میں دیکھنے میں آتی ہے - اگر ایک نابالغ لڑکی ایسی ہو جس کا باپ اور دادا وفات پا چکے ہوں - اور اس لڑکی کا نکاح کوئی اور رشتہ دار کسی شخص کے ساتھ کردے تو وہ اپنی بلوغت پر جب ہوش میں آئے اور اس قسم کے نکاح کو اپنے لئے مفید نہ سمجھے تو شرع محمدی نے اُسے پورا اختیار دیا ہے - کہ وہ نکاح کو بالکل فسخ کردے اور آئندہ خود مختار ہو کر جہاں کہیں وہ اپنے لئے مفید سمجھے نکاح کرلے - اور اُسے ایسا کرنے کا شرع محمدی نے پورا اختیار عطا کیا ہے - یہ ایک بڑی زبردست مثال انسانی آزادی کی ہے - جو معاملات میں عورت کو اسلام میں حاصل ہے - برخلاف اس کے رواج وغیرہ کے قاعدوں کے مطابق انہیں یہ آزادی حاصل نہیں - مثلاً ہندو دھرم شاستر کے مطابق جس پر پنجاب کے رواج کا دارومدار ہے - اگر ایک لڑکی کی شادی کردی جائے تو وہ مرتے دم تک خواہ وہ اُسے مضر سمجھے اس سے نجات حاصل نہیں کرسکتی -

ایک تیسری زندہ مثال اسی مسئلہ نکاح کے بارہ طلاق ہے - دنیا میں کوئی ایسا مذہب یا قانون نہیں - جسکے مطابق جب ایک شخص چاہے اور اُسے اپنا نکاح مفید نہ ثابت ہو - اپنی عورت کو چھوڑ سکتا ہے - گویا باقی دیگر مذاہب یا قوانین میں سخت پابندی ان معاملات میں ہے - جن کا بارہا نتیجہ یہ دیکھا گیا ہے - کہ باوجود اس کے کہ مرد عورت میں سخت فساد رہتے ہیں وہ پابند نکاح رہتے ہیں - برخلاف اس کے شرع کا قانون بالکل مختلف ہے - اور اس کے مطابق طلاق جائز ہے - گویا بلحاظ انسانی آزادی کے شرع کا قاعدہ فائق ٹھہرا ❊

خاکسار بدرالدین قریشی بیرسٹرایٹ لا - لاہور ❊

تین کو چار کرنے والا

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر پیغام صلح سلمہ اللہ تعالےٰ -

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ - پیغام صلح مجریہ ۲۵ پ [illegible] میں جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد خان صاحب ایڈیشنل جج و مجسٹریٹ لاہور کا ایک مضمون جس کا ہیڈ ننگ "میلاد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہے" پڑھکر از حد خوشی ہوئی - شروع سے اخیر تک مضمون کو خوب نباہا ہے اور ساتھ ہی مجھ کو ایک کشف یا خواب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسکے راوی ہمارے قبلہ حضرت میر صاحب میر ناصر نواب صاحب ہیں) جناب خان بہادر صاحب موصوف کی نسبت یاد آگیا - امید ہے حضرت قبلہ میر صاحب کو بھی خوب یاد ہوگا کیونکہ حضرت میر صاحب نے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے ریل کے سفر میں خاکسار کو سُنایا تھا - وھو ھذا :- " حضرت اقدس[1] نے فرمایا کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ چار کرسیاں بچھی ہیں تین پر ہیں اور ایک خالی پڑی ہے سامنے سے مرزا سلطان احمد خانصاحب آگئے ہیں تو میں نے مرزا سلطان احمد خانصاحب کو کہا ہے کہ چوتھی کرسی پر آپ بیٹھ جاویں " یہ حضرت میر صاحب کی روایت کا مفہوم ہے امید ہے - حضرت قبلہ میر صاحب یا حضرت صاحبزادہ صاحب اسکی تعبیر فرما کر احمدی احباب کو مشکور فرمادینگے - خداوند تعالےٰ کے دربار میں ممکن ہے کہ تین کو چار کرنیوالا آخر مرزا سلطان احمد خان صاحب ہی ہوں -

خاکسار محمد جان احمدی از وزیر آباد -

[1] یعنی حضرت اقدس نے -

یہ تین کتابیں ہر مسلم کے گھر میں ہونی چاہئیں

۱ - براہین نشرہ حصہ اول	۱۰/
۲ - اسوۂ حسنہ	۴/
۳ - ام الالسنہ	۱۲/

یہ ہر سہ کتابیں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں جو تین خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں - کتابوں میں کتاب قرآن - نبیوں میں نبی محمد عربی ﷺ - زبانوں میں زبان عربی مبیّن - یہ تین باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں -

(۱) براہین نشرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں - اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نظر ڈالی ہے - کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے -

(۲) اسوۂ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کرچکی ہے اسکو پڑھکر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا - کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے تو آپ کی ذات پاک ہی ہے -

(۳) ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے - اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو - انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے اس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ عربی الہامی زبان ہے اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے - یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ❊

مینیجر اشاعت اسلام - عزیز منزل احمدیہ بلڈنگس - نولکھا - لاہور

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے - خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ نئے زائد اس میں ہوتا ہے - اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ - اسلام کی صداقت - تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ - اسلام کے برکات - مبلغین اسلام کے لئے مناسب ہدایات نو مسلموں کے لکھے ہوئے مضامین - غرضیکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے - قیمت سالانہ تین روپیہ درخواستیں **شیخ رحمت اللہ انگلش ویئر ہوس لاہور** کے پتہ پر آنی چاہئیں ❊

خلیفہ رجب الدین پرنٹر - پبلشر و مینیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر اور انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا ❊

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہمان جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ للعہ

ششماہی ۳ ؎

سہ ماہی ۱۲؍

ماہوار ۹ ؍ طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | منظر المسیح لاہور یکشنبہ یکم ربیع الثانی ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۶ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۵

دنیا کا آخری نبی

(از قادیانی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

تو اگر ایک طرف آپ کا آخری نبی ہونے کا دعوٰی حیرت میں ڈالتا ہے تو دوسری طرف یہ امر بھی کم حیرت انگیز نہیں کہ آپ سے پہلے کس طرح مختلف قوموں اور ملکوں میں نبی پہنچتی آتے رہتے ہیں مگر آپ کے بعد کوئی شخص مدعی نبوت نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی شخص دعوٰی نبوت کرتا ہے تو وہ سرسبز نہیں ہوتا۔ غرض کوئی قوم ایسی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کو مانتی ہو گو آپ سے پہلے انبیاء کے آنے کو ساری قومیں مانتی ہیں منجملہ ان امور کے جو آپ کے دنیا کا آخری نبی ہونے پر شاہد ہیں چار باتیں ہیں جن کا ذکر میں یہاں کرنا چاہتا ہوں اور یہ چاروں ایسے امتیازی نشان ہیں کہ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس کے اور کسی نبی میں نہیں پائے جاتے اور یہی چاروں باتیں آپ کو دنیا کا آخری نبی ہونے کا حقدار ٹھہراتی ہیں تاکہ سب قومیں آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو کر نسل انسانی کی حقیقی وحدت کا اظہار کرنے والی ہوں اور وہ چار باتیں یہ ہیں۔

اول آپ کا کل دنیا کی طرف مبعوث ہونا۔

دوم آپ کا کل انبیاء سابقہ پر ایمان لانا ضروری قرار دینا

سوم آپ کے ذریعہ سے ہدایت کی تکمیل ہو جانا

چہارم آپ کی کتاب کا دستبرد انسانی سے محفوظ رہنا۔ اب ان چاروں کو میں اسی ترتیب سے بیان کرتا ہوں

ساری قوموں کیطرف بعثت

انبیاء کی بعثت کی چونکہ اصل غرض صرف لوگوں کو ہدایت کا پہنچانا تھا اور یہ ہدایت مختلف نبی اپنی اپنی قوم کی استعداد کے مطابق لوگوں کو پہنچاتے رہے۔ آخر وہ وقت آیا جب نفوس انسانی مختلف انبیاء کی تعلیم سے اس قابل ہو چکے تھے کہ اب وہ آخری اور جامع تعلیم پائیں اور اپنے انتہائی کمال کو پہنچیں اس لئے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے اس ہدایت کو دنیا تک پہنچایا۔ اور اس کا امتیازی نشان یہ رکھدیا کہ آپ کی تعلیم ساری دنیا کے لئے ہو تاکہ یہ شہادت ہو اس بات کی کہ آپ کے آنے سے بعثت میں ایک انقلاب عظیم آگیا ہے اور وہ کامل تعلیم آگئی ہے جس سے سارے انسان جہاں کہیں ہوں کمال انسانی کو آخری حد تک جو اس دنیا میں نفس انسانی حاصل کر سکتا ہے کر لیں۔ کیونکہ جو تعلیم صرف ایک ہی قوم کی ضروریات کو پورا کرتی ہے وہ انسان کی فطرت کی ساری شاخوں کو غذا نہیں دے سکتی۔ مختلف قوموں میں مختلف قوائے انسانی کا نشوونما خاص طور پر ہوا اور اسی نشوونما کی ضرورت کے مطابق ان میں متفرق طور پر نبی آتے رہے۔ یہ متفرق طور پر آنا خود ہی اس بات کی شہادت تھی کہ ان کی تعلیم ساری نسل انسانی کے لئے نہیں اور اس لئے ابھی وہ تعلیم اپنے حقیقی کمال کو نہیں پہنچی۔ پس جب وہ کامل تعلیم نازل ہوئی۔ تو اس کے ساتھ ہی قوم اور رنگ اور ملک کی حدبندیاں بھی ٹوٹ گئیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہدو **یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا** اے دنیا جہان کے لوگو میں تم سب کیطرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر فرمایا گیا۔ **انا ارسلناک کافۃ للناس** ہم نے تمام لوگوں کے لئے تمکو بھیجا ہے اور فرمایا **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** ہم نے تمکو صرف اسی لئے بھیجا ہے کہ تم ساری دنیا کے لئے۔ ساری قوموں کے لئے رحمت بنجاؤ۔ اسی طرح فرمایا **تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا** برکت والا ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ سارے عالموں کے لئے ڈر سنانے والا ہو۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ بلڈنگز لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

ہندوستان کی تازہ خبریں

سرکاری اور منظور شدہ ریلوں کی آمدنی یکم اپریل سنہ ۱۹۱۵ء سے ۱۵-جنوری سنہ ۱۹۱۶ء تک گذشتہ سال سنہ ۱۵-۱۹۱۴ء کی نسبت ۶۲۹۴۱۹۱ روپے زیادہ ہوئی +

ہفتہ مختتمہ ۲۲-جنوری میں ہندوستان میں پلیگ کے ۸۹۵ کیس اور ۶۷۹۰ اموات ہوئیں۔ جن کی صوبہ وار تفصیل یہ ہے:-

صوبہ بمبئی اور سندھ ۲۲۶۵ اموات۔ صوبہ مدراس ۵۰۲- صوبہ بنگال ۴- بہار و اڑیسہ ۳۶۱- صوبجات متحدہ ۱۱۹۸- پنجاب ۷۰- برہما ۲۲۴- صوبجات متوسط ۱۹۷- ریاست میسور ۱۳۴۴- ریاست حیدرآباد ۹۳۶- اور وسط ہند ۹۶ +

گورنمنٹ پنجاب نے منشی و جاہت حسین سابق اڈیٹر اخبار زمیندار کی نظموں کا مجموعہ موسومہ نظم و جاہت پریس ایکٹ کی رو سے ضبط کر لیا ہے کیونکہ اس سے حضور ملک معظم کی عیسائی رعایا کے خلاف برٹش انڈیا میں نفرت پھیلنے کا احتمال تھا +

۱۸-جنوری کو بمبئی یونیورسٹی نے ہندوستان کے بزرگ اعظم مسٹر دادا بھائی نوروجی کو ڈاکٹر آف لا کی ڈگری عطا کی ہے +

ہم حضر ٹریبیون کے مستفسرانہ ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ پنجاب یونیورسٹی نے سینیٹ کے پاس یہ تجویز کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ اودھ بہاری بی اے۔ بلراج بی اے اور پرمانند بی اے کی جنکو شدید جرائم میں سزا دی گئی ہے ہندوستانی یونیورسٹیوں کے قانون کی دفعہ ۱۵ کے مطابق ڈگریاں منسوخ کی جائیں +

ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت و حرفت پنجاب مطلع کرتے ہیں۔ کہ گوجر خان ضلع راولپنڈی کے میلہ مویشی کی تاریخیں ۷ سے ۱۲- فروری سنہ ۱۹۱۶ء کی بجائے ۳ سے ۸- اپریل سنہ ۱۹۱۶ء مقرر کی گئی ہیں +

پنجاب گورنمنٹ نے حکم دیا ہے کہ پنجاب پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کی شاخ آبپاشی کے انجینئر لالہ سیتا رام کے چلن کے متعلق تحقیقات کی جائے۔ اس مقصد کے لئے حسب ذیل کمشنر مقرر کئے گئے ہیں۔ مسٹر سی ایچ اٹکنسن۔ آئی سی ایس۔ مسٹر بی ڈگیسن آئی سی ایس اور مسٹر ایچ اے ہربرٹ اسسٹنٹ قانونی مشیر۔ شیخ عبدالقادر بیرسٹر ایٹ لا بطور مددگار ہوں گے۔ لائل پور کا سرکاری وکیل سرکار کی طرف سے پیروکار ہوگا +

سر جیمز میسٹن لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ میرٹھ ۱۲-فروری کو اور بریلی میں یکم مارچ کو ڈویژنل دربار منعقد فرمائیں گے۔ ہر ایک دربار ۱۲ بجے صبح شروع ہوگا۔ اور ہر ایک دربار کے دن ہز آنر کی طرف سے ایک گارڈن پارٹی بھی دی جائے گی +

پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار کی بجائے سینٹ نے رائے صاحب [illegible] سالر بی اے ایل ایل بی پلیڈر چیف کورٹ پنجاب اور [illegible] صاحب بی اے۔ بی ٹی ہیڈ ماسٹر ڈی اے وی ہائی سکول لاہور کو پنجاب یونیورسٹی کے فیلو نامزد کیا ہے +

آئندہ ۱۵ مارچ میں لارڈ ہارڈنگ کا بمبئی میں جب وہ اپنے عہدہ کا چارج دینے کے لئے تشریف لا ئینگے۔ ایک شاندار استقبال کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں کیونکہ لارڈ رپن کے بعد کوئی وائسرائے ایسا نہیں آیا جس نے ہندوستان کے کروڑوں باشندگان کے دلوں پر اس طرح فتح پائی ہے۔ اور اُن کا شکریہ حاصل کیا ہو بعض حلقوں میں یہ بھی خیال پایا جاتا ہے کہ آنحضور کے سواحل ہند کے چھوڑنے کے موقع پر آپ کی خدمت میں ایک ایڈریس پیش کیا جائے نیز تجویز کیا گیا ہے کہ ترک [illegible] حصوں کے سرکردہ اشخاص کا ایک ڈیپوٹیشن جس میں انڈین نیشنل کانگریس اور آل انڈیا مسلم لیگ کے تمام منتخب شدہ پریزیڈنٹ شامل ہوں۔ آنحضور کی خدمت میں حاضر ہو اور مسٹر دادا بھائی نوروجی ایڈریس پڑھیں +

فیصلہ کیا گیا ہے۔ بمبئی یونیورسٹی لارڈ ہارڈنگ کے روانگی کے موقع پر آنحضور کو ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کرے گی +

جہلم شہر کی ایک نوجوان عورت جو موضع کالا جہلم میں ایک سب انسپکٹر پولیس سے بیاہی ہوئی تھی۔ آگرہ کے نزدیک جہاں اُس کا خاوند ملازم تھا۔ اپنے مکان میں اپنے نوکر کے ہاتھوں نہایت بے رحمی سے قتل کی گئی +

جنگ کے تازہ تار

بحیرہ روم کے نقصانات۔ لنڈن ۳۱- جنوری بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:-

ہلاک:- لفٹنٹ ۱-

مجروح:- لفٹنٹ ۱-

سالونیکا پر ہوائی تاخت- لنڈن ۲- فروری سالونیکا کا تار مظہر ہے کہ ایک زپلن نے شہر اور بندرگاہ پر ۱۶ بم پھینکے جن سے یونانی ایک فریچ اور ایک برطانی سپاہی اور ۱۳ یونانی معمولی ہلاک اور ۲۲ یونانی مجروح ہوئے ایک مسجد ایک گودام اور متعدد مکانات اور دوکانیں تباہ ہوگئیں +

جرمنوں کا حملہ روک دیا گیا۔ پیرس یکم فروری آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع میں دریائے ایلیز اور سوا ین کے مابین اور لورین کے علاقہ میں صرف فرانسیسی توپخانہ کی سرگرمی کا ذکر ہے۔

برطانیہ کی سرکاری اطلاع۔ لنڈن ۲- فروری۔ برطانیہ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے دریائے لوز اور سوم کے درمیان مختلف مقامات پر گولہ باری کی۔ ورکھم سین کی سڑک کے اطراف میں فریقین کا توپخانہ گولہ باری کرتا رہا۔ جرمنی کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنی نے جو قیدی گرفتار کئے ہیں۔ ان میں کچھ انگریز بھی ہیں۔ یہ صرف پٹرول کے پانچ آدمی تھے۔ جن میں سے بھی دو بھاگ گئے۔

پیرس شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آرٹوا میں توپخانہ کی شدید لڑائی وقوع میں آئی۔ غنیم نے ایرس کے شمال مشرق میں حملہ کرنے کی کوشش کی مگر دستی بموں کے ذریعہ سے اسکی پیشقدمی روک دی گئی۔ فرانسیسی توپخانہ نے لیل کی سڑک کے جرمن مورچوں پر دریائے ایوبر اور آئز کے درمیان اور ایسن کے شمال میں موثر گولہ باری کی +

پرنس آف ویلز کا آئل ملک قوم کو- لنڈن یکم فروری۔ بزرائل ہائینس پرنس آف ویلز نے پیٹر بارک فنڈ کے ایک جلسہ میں عمدہ تقریر کی اور فرمایا کہ دنیا کی اس عظیم ترین جنگ نے جو قلمرو ئے برطانیہ کے لئے حد درجہ کی جد و جہد کا باعث بن رہی ہے۔ برطانیوں میں جوش اور ایثار کی حیرت انگیز روح پھونکدی ہے۔ انگلستان کے نوجوانوں نے اس جنگ میں جس سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ وہ نہایت شاندار اور قابل تعریف ہے پرنس آف ویلز نے اس امر پر زور دیا کہ جن لوگوں نے اپنی عزت اپنے بادشاہ اور اپنے خدا کی خاطر بحری اور بری فوج میں عظیم ترین قربانیاں کی ہیں۔ ان کی ضروریات کی تکمیل کے لئے جہانتک ممکن ہو کوشش و سعی سے دریغ نہ کرنی چاہئے +

جرمن ریلوے اڑادی گئی- لنڈن یکم فروری پیٹروگراڈ کا تار مظہر ہے کہ روسی سکاؤٹوں نے بارانو ویشی و لنا ریلوے کو اڑا دیا ہے جس کی جرمنوں نے حال میں مرمت کی تھی جرمن جنوبی محاذ پر جدید وضع کے چھوٹے ہوائی جہاز استعمال کر رہے ہیں +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۶ فروری ۱۹۱۶ء نمبر ۸۵

خطبۂ جمعہ

مورخہ ۲۸ - جنوری ۱۹۱۶ء

از حضرت امیر القوم مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

(سلسلہ اشاعت گزشتہ)

و اذ غدوت من اھلک ...... الی ......
یغفر لمن یشاء و یعذب من یشاء و اللہ
غفور الرحیم

اسلامی جنگوں کی غرض

یہ لڑائیاں کیوں لڑی گئیں

اس پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں - لیکن ان جنگوں کی اصل حقیقت صرف اسی ایک بات سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ پہلی لڑائی مدینہ سے صرف تین دن کے فاصلہ پر اور مکہ سے نو دنوں کی مسافت پر یعنی بدر کے مقام پر ہوئی - دوسری احد کے مقام پر جو مدینہ سے صرف ایک دن کی مسافت پر واقع ہے - اور مکہ سے گیارہ دن کا فاصلہ ہے - تیسری جنگ یعنی جنگ احزاب خود مدینہ کے باہر ہوئی - اس سے پتہ لگتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن پر چڑھائی نہیں کی بلکہ ہر دفعہ دشمن نے ہی آپ پر چڑھائی کی ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ دشمن مسلمانوں کو نیست و نابود کر دینے کے درپے تھے - اور اسی لئے وہ بار بار چڑھ کر آتے تھے - پس نبی کریم صلعم کا تلوار اٹھانا محض دفاعی حیثیت رکھتا تھا اور اسلام اور مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے تھا نہ کہ اپنی کسی ذاتی غرض کو پورا کرنے کے لئے

جنگ احد کے واقعات

جنگ احد میں دشمن تین ہزار کا لشکر لے کر آئے تھے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ہر موقعہ پر آپ مشورہ سے کام کرتے تھے - آپ نے صحابہ کی ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور ان سے اس بارہ میں مشورہ کیا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا چاہئے یا باہر نکل کر؟ صحابہ کا ایک حصہ جو بڑے قوی دل رکھتے تھے انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلعم اگر ہم مدینہ کے اندر بیٹھے رہے اور باہر میدان میں نہ نکلے تو دشمن سمجھیگا کہ مسلمان ڈر گئے - نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کرنی چاہئے - آپ نے ایک خواب بھی دیکھا تھا کہ آپ نے ایک مضبوط زرہ کے اندر ہاتھ ڈالا ہے اور ایک گائے ذبح کی جا رہی ہے - آپ نے اس کی یہ تعبیر کی کہ گائے کے ذبح ہونے سے مراد مسلمانوں کا شہید ہونا ہے - اور مضبوط زرہ سے مراد مدینہ ہے - اور لوگوں کی بھی رائے تھی کہ مدینہ کے اندر ہی رہنا چاہئے مثلاً انہی میں سے ایک عبد اللہ بن ابی تھا - جو کہ منافقوں کا سردار تھا -

رسول اللہ صلعم کا عمل کثرت رائے پر

اب دیکھو لوگ کہا کرتے ہیں کہ حکم تو ہے مشورہ کا لیکن مشورہ کے بعد کام وہی کرو جو اپنی منشا ہو - مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو آپ کی رائے ہے کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑنا چاہئے اب اگر اپنا ہی منشا پورا کرنا ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اولین حق تھا کہ کثرت رائے کی پروا نہ کر کے اپنی ہی رائے کی پیروی کرتے - لیکن نہیں آپ کثرت رائے کے پیچھے چلتے ہیں اور باہر نکل کھڑے ہوتے ہیں -

رسول اللہ صلعم کی گوناگوں حیثیات

و اذ غدوت من اھلک تبوئ المومنین مقاعد للقتال - اور جب تو نکلا اپنے اہل سے بٹھاتا تھا مومنوں کو لڑائی کی جگہوں پر - کتنی خوبیاں تھیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں - نماز پڑھانی ہو تو امام آپ ہیں - خطبہ پڑھنے والے آپ ہیں - مقدمات کا فیصلہ کرنا ہو تو جج بھی آپ ہی ہیں - پھر اپنے ساتھیوں کے دینی پیشرو اور مذہبی معلم بھی ہیں - اور بالمقابل بعض ہمسایہ اقوام سے مذہبی و دینی مباحثات بھی چھیڑ رکھے ہیں اور پھر بعض کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑتا ہے غرض ہر قسم کے کام آپ کے سپرد تھے - جب جنگ کرنے کے لئے باہر نکلتے تھے تو جرنیل بھی آپ تھے جگہ جگہ بٹھانا بھی آپ ہی کا کام تھا اس قدر مختلف حیثیات کا انسان دنیا میں نہ کوئی ہوا ہے - اور نہ ہوگا - ایک اکیلا انسان اور اتنے بڑے بڑے ذمہ واری کے کاموں کو سر انجام دے رہا ہو - یہ قوت قدسی آنحضرت صلعم میں ہی مخصوص طور پر پائی جاتی ہے -

عبد اللہ بن ابی کی شرارت

اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا و اللہ ولیھما ...... - جب دو گروہوں نے ارادہ کیا پھسل جانے کا تو اللہ تعالیٰ ان کا محافظ تھا - جب نبی کریم صلعم فوج کو لے کر مدینہ سے باہر آئے تو ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے تھوڑی دور جا کر عبد اللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا تین سو آدمیوں کو یہ کہہ کر کہ یہ تو ہلاک ہونے جاتے ہیں آؤ ہم مدینہ میں آرام سے بیٹھیں ورغلا لیگیا - لیکن آنحضرت صلعم نے ان کی ذرا بھی پرواہ نہ کی اور جو فیصلہ ایک دفعہ ہو چکا تھا اسی پر قائم رہے اور باقی سات سو آدمیوں کو لے کر احد کے مقام پر پہنچ گئے - اس پر دو قبیلوں بنی سلمہ اور بنی حارثہ کے دل میں بھی وہم گذرا کہ ہم اور بھی تھوڑے رہ گئے - پہلے ہی دشمن کی تعداد بہت تھی اور اب تو ہم میں سے اور بھی تین سو آدمی نکل گئے مگر پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا فرمایا و علی اللہ فلیتوکل المومنین -

مومن کسی قوت پر سامان پر جتھے پر کوئی بھروسا نہیں رکھتے - وہ صرف اللہ ہی کی امداد پر انحصار رکھتے ہیں - اور اگر وہ شامل حال نہ ہو تو یہ تمام ساز و سامان بیکار محض ہے -

مسلمانوں کو تسکین اور اطمینان قلب کا وعظ اور جنگ بدر کی یاد

و لقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ فاتقوا اللہ لعلکم تشکرون

فرماتا ہے - اس سے کیوں گھبراتے ہو کہ تم تھوڑے ہو اور دشمن زیادہ ہیں - تم کو اس سے پہلے بدر میں نصرت دی تھی -

بدر کی جنگ میں مسلمانوں کے پاس بالکل کوئی ساز و سامان نہ تھا - مہاجرین بے سروسامان ہیں کہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ پیچھے چھوڑ آئے نہ مال و دولت ہے - اور نہ کوئی سامان حرب - انصار ہیں وہ دیکھو ان سب باتوں سے معرا ہیں انصار سب زراعت پیشہ تھے - اور زراعت پیشہ کو تو سامان جنگ سے کوئی تعلق ہوتا ہی نہیں اور نہ وہ کوئی مالدار ہوتے ہیں -

پس بدر میں اللہ تعالیٰ کی کامل نصرت کا ظہور ہوا اس لئے فرمایا تم کیوں ڈرتے ہو - اس سے کہ تم تھوڑے ہو - تم کو بدر میں ہم نے مدد دی تھی - حالانکہ وہاں تم اس سے بھی تھوڑے تھے - پس ایک موقعہ پر تمہیں نصرت دی - اس کے لئے اب شکر گذاری کا مادہ اپنے اندر پیدا کرو - تاکہ اب پھر نصرت الٰہی تمہارے شامل حال ہو - باقید آئندہ

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب

آجکل فیروزپور کے ضلع میں دورہ کر رہے ہیں پہلے کچھ دن ملوٹ اور مملا نوالہ میں بہت سے مجددیوں کے ساتھ ان کے بحث مباحثے ہوتے رہے -

نوٹ اور رائیں

لالہ دیوی چند جی ایم اے کا حملہ شہنشاہ اورنگ زیب پر

۳ فروری ۱۹۱۶ء کے آریہ گزٹ میں لالہ دیوی چند صاحب ایم اے کا ایک لیکچر چھپا ہے۔ جس میں انہوں نے ایک عیسائی مشنری مسٹر فرکوہار کی کتاب کراؤن آف ہندوازم پر تنقید کرتے ہوئے ہندو نوجوانوں کو عیسائیت کی طرف رخ کرنے اور اپنے مذہب سے بے خبر رہنے پر بہت کچھ غیرت دلائی ہے۔ اور اچھوت قوموں کے ہزاروں کی تعداد میں عیسائی ہوتے چلے جانے پر اظہار افسوس کرتے ہوئے اس کی وجہ کچھ ہندوؤں کا ان سے تنفر اور کچھ ان کی ترقی کے کوئی سامان مہیا نہ کرنا بتایا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لالہ صاحب نے ایک سخت غلط بیانی کا اعادہ کر کے مسلمانوں کے دلوں پر بھی ایک نشتر چلایا ہے۔ انہوں نے عام ہندو خیالات کی پیروی کر کے شہنشاہ اورنگ زیب کو ظالم بتایا ہے

. . . .

. . . .

. . . .

– – – – – شہنشاہ اورنگ زیب کے متعلق اس سے بیشتر ہندوؤں کے متعصبانہ خیالات کی بدلائل قاطعہ تردید ہو چکی ہے پھر ہم نہیں جانتے کہ وہ لوگ جنکے آباؤ اجداد اسی شہنشاہ کے حسن سلوک اور مراحم خسروانہ کی وجہ سے آزادانہ زندگی بسر کر چکے ہوں۔ اس پر لالہ صاحب کی یہ خشم آگین نگاہیں ان کی احسان فراموشی کی یاد نہ دلائیں تو اور کیا ہے ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب کرشن علیہ السلام

ایک سماجی نامہ نگار نے آریہ گزٹ میں کسی مسلمان کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ جناب کرشن بت پرستی کیا کرتے تھے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد پر ناحق و ناروا بت پرستی کا الزام جڑ دیا ہے حالانکہ اول تو اس بات کو اسکے موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں جناب کرشن علیہ السلام بت پرست تھے یا نہیں۔ ہم نہیں جانتا اس کا تعلق اس بات سے کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے آباؤ اجداد بتوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ کیا آنحضرت صلعم کے والدین کو بت پرست ثابت کرنے سے بتوں کی پرستش کرنا جائز ٹھہر جاتا ہے۔ اور اسلئے جناب کرشن علیہ السلام کا (نعوذ باللہ) بت پرست ہونا مستحسن ٹھہرتا ہے۔ یا کیا اس سے ان پر سے الزام دور ہو جاتا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد نہیں کہ جناب کرشن علیہ السلام نے کبھی بت پرستی کی۔ لیکن آریہ گزٹ کا یہ نامہ نگار اپنی طرز استدلال سے ثابت کرتا ہے۔ کہ یہ الزام صحیح ہے۔ رہا یہ کہ

آنحضرت صلعم کے آباؤ اجداد

نے بت پرستی کی یا نہیں سو اسکے متعلق بھی بیسیوں ایسے دلائل پائے جاتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے بت پرستی نہیں کی۔ گو اسکے خلاف بھی بعض شواہد پیش کئے جاتے ہیں۔ اور اس لئے یہ مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ بن جاتا ہے۔ لیکن یہ کوئی ایسا امر نہیں۔ کہ جس سے آنحضرت صلعم پر کوئی الزام آئے۔ بلکہ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ آپ کے آباؤ اجداد نے بھی بت پرستی کی ہے تو اس لئے آپ کی عظمت اور شان اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ کہ نور حق کی کس قدر تجلی آپ کے قلب میں ودیعت کی گئی تھی۔ کہ اپنے آباؤ اجداد کے سینکڑوں اور ہزاروں برس کے طرز عمل کی بھی پرواہ نہ کر کے آپ نے صدق و حقانیت کا اس قدر بہت وسیع اشاعت سے ساتھ دیا۔ کہ جس کی نظیر دنیا جہان میں پائی نہیں جاتی ٭

گورنمنٹ فرانس کی مسلم نوازی

گورنمنٹ فرانس نے اپنی مسلمان رعایا کی مذہبی و ملکی بہبودی کے لئے جو تازہ تجاویز کی ہیں۔ ان میں سے یہ تین تجاویز اپنی نوعیت میں بہت اہم اور مسلمانوں کی خاص خوشی کا موجب ہیں۔ کہ

(۱) اسلامی ضروریات و معاملات کی انتظامیہ کمیشن میں مسلمان کونسلروں کا اضافہ کیا جائے

(۲) پیرس میں جہاں افریقہ کی مسلمان سپاہ کیلئے ایک ہسپتال قائم ہے۔ ایک مسجد تعمیر کیجائے۔

(۳) ان نادار حاجیوں کے لئے جو فرانس کی رعایا ہیں شامل ہیں مکہ معظمہ میں خانہ کعبہ کے قریب اور مدینہ میں روضہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑے اعلیٰ پیمانہ پر سرائیں بنوائی جائیں۔ جہاں وہ ٹھہر سکیں۔ یہ آخری تجویز ایک طرح گو فائدہ مند تو ہے لیکن ہم اس تجویز بالا عرض کرنے سے ہیں اور اپنے اس کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ نادار اور حاجی کے الفاظ دو متضاد باتیں ہیں جنکی تطبیق ہماری سمجھ میں نہیں آتی اسلام نے حج کیلئے جو شرائط مقرر کی ہیں ان میں مالی استطاعت کی شرط نہایت اہم ہے۔ خود قرآن کریم نے من استطاع الیہ سبیلا کہکر نادار لوگوں سے اسکو ساقط کر دیا ہے۔ نادار حاجیوں کی وجہ سے جو مشکلات پیدا ہوتی ہیں ہمارے خیال میں ان کے دور ہونے کا ذریعہ صرف یہ ہے کہ وہ قرآن کریم کے احکام کو زیر نظر رکھکر بجائے خواہش نفس کے ماتحت چلنے کے اپنے اندر وہ شرائط پیدا کریں۔ جو حج کو ان پر واجب کرتی ہیں۔ اور ان میں سے ایک زاد راہ اور کافی مال کا ہونا بھی ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مسلمان خود اس ارشاد ربانی کے ماتحت ناداری کی حالت میں حج کا عزم کر کے ان مشکلات کے پیدا کرنے کا باعث نہ ہوں۔ اور اس طرح سے ناداری کا سوال ہی اٹھا کر ان آئے دن کی پیچیدگیوں کو رفع کر دیں۔ بہرحال گورنمنٹ فرانس کی یہ تجاویز بہت قابل قدر ہیں ٭

مولانا آزاد اور صاحبزادہ آفتاب احمد خان

اس وقت مسلمانوں کے دو گروہوں کے لیڈر خیال کئے جاتے ہیں۔ دونوں اپنے اپنے طریق عمل اور اصول میں ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور جداگانہ رائیں رکھتے ہیں۔ مولانا آزاد جمہوریت پسند ہیں۔ اور اسی بات کو قابل عمل یقین کرتے ہیں۔ جو جمہوری رائے سے طے پائے۔ لیکن صاحبزادہ آفتاب احمد خان اس کے الٹ رائے رکھتے ہیں۔ اور خاص سر سید کی تجویز کردہ راہ پر گامزن ہونا ہی فرض سمجھتے ہیں۔ اور اس کے سوائے کسی دوسری راہ کی طرف دیکھنا نہیں چاہتے۔ انہی متضاد خیالات کی بنا پر صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس میں امسال مولانا ابوالکلام آزاد کو صراط المستقیم پر لیکچر دینے کی اجازت نہیں دی جس پر مولانا آزاد سخت برافروختہ ہیں۔ قطع نظر اس بات سے کہ ان دونوں حضرات کی رائیں کہاں تک غلط ہیں اور کس حد تک صحیح۔ ہم صرف اسی قدر کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ شخصی رائے کی انفرادی تقلید اور دیگر افراد کی رائے سے اغماض نہ قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اور نہ بزرگان سلف بالخصوص آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین کے طرز عمل کے مطابق۔ خود رسول اللہ صلعم بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک ذرا ذرا سے معاملہ میں مشورہ لیا کرتے تھے تو اور کسی کا دوسرے کی رائے کو خواہ وہ غلط ہی ہو ہرگز کبھی گوارا نہ کرنا کہاں جائز ہو سکتا ہے ٭

چندہ پشاور۔ مورخہ ۲۹ جنوری ۱۹۱۶ء

معرفت بابو غلام رسول صاحب :-

چندہ ماہوار	للعہ
ترجمۃ القرآن	صہ
میزان کل	للعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میثاق النبیین

اور ترجمۂ قرآن۔

از حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ۔

خطبہ جمعہ میں میں عموماً ایک رکوع قرآن کریم کا ابتدا سے شروع کرکے سُناتا رہا ہوں۔ کسی گذشتہ خطبۂ جمعہ میں میرے سامنے وہ رکوع قرآن کریم کے تیسرے پارہ کا تھا۔ جو واذ اخذ اللہ میثاق النبیین سے شروع ہوتا ہے۔ اور اتفاق سے اس سے ایک دو دن پیشتر ہی مجھے قادیان کا نکلا ہُوا نیا اردو ترجمہ قرآن کریم پارہ اول کا ملا تھا۔ جس کے شروع میں ہی بالآخرۃ ھم یوقنون کی تشریح کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے کہ الآخرۃ سے مراد "وہ وحی" ہے "جو پیچھے اُترنے والی ہے" اور لکھا ہے کہ "بالآخرۃ ھم یوقنون میں مسلمانوں کو یہ تعلیم ہے۔ کہ جب وہ موعود آئے تو اُس کو قبول کریں" اور پہلے فقرہ کے نیچے نوٹ دے کر ذیل کی عبارت لکھی ہے۔

"پیچھے آنے والی وحی و رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بطور قاعدہ کلیّہ کے اس آیت میں ہُوا ہے۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ"

اس سے پہلے الفضل مورخہ ۱۹۔ ستمبر ۱۹۱۵ء میں میں مولوی محمد سعید صاحب حیدر آبادی کا ایک خطبہ پڑھ چکا تھا۔ جس میں اس آیت... واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کی تفسیر مولوی صاحب نے کی ہے اور چونکہ اس خطبہ کو خاص وقعت دی گئی تھی۔ کہ میاں صاحب کے خطبوں کی طرح اسے بھی اخبار الفضل میں جگہ دی گئی۔ ورنہ مولوی محمد سعید صاحب کا کوئی دوسرا خطبہ اس اخبار میں جہاں تک میرا علم ہے نہیں چھپا۔ اور یہ عزت اس خطبہ کو محض اس کے مضمون کی اہمیّت کے لحاظ سے دی گئی تھی۔ پس اس خطبہ کے مضامین کو جماعت قادیان کا خاص وقعت و عزّت کی نگاہ سے دیکھنا میرے لئے باعث تعجب تھا۔ کیونکہ مولوی صاحب نے اس کی تفسیروں کی جو اُن کے اپنے الفاظ میں جو الفضل مذکور میں چھپے ہیں اسی طرح پر درج ہے۔

"جب اللہ تعالےٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنےٰ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توریت و قرآن کریم ہے۔ اور حکمت سے مراد سنت و منہاج نبوت و حدیث شریف ہی) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں (یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے جو قرآن و حدیث کی تصدیق کرنے والا ہے۔ اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں) لتؤمنن بہ میں جو نون ثقیلہ ہے۔ اہل علم جانتے ہیں۔ کہ سخت تاکید کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اے نبیو تم سب اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا (جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اسکی نصرت کرنا فرض ہُوا۔ تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں"

اس خطبہ کا خلاصہ صاف الفاظ میں یہ ہے کہ اذ اخذ اللہ میثاق النبیین والی پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو النبیین کے لفظ میں شامل کیا گیا ہے۔ کہ ان سے عہد لیا گیا تھا۔ اور وہ رسول مصدق مسیح موعود کو بنایا گیا ہے۔ جس پر تمام انبیاء کو ایمان لانا ضروری تھا۔ گویا تمام انبیاء کا آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا۔ بلکہ مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری تھا۔ پھر یہ خطبہ جس میں ایسی خطرناک تحریف معنوی قرآن کریم کی کی گئی ہے ۱۹ ستمبر کو چھپتا ہے۔ اور اس کے ساتھ کوئی تردید اس کی نہیں چھاپی جاتی۔ کہ یہ ہمارا مذہب نہیں۔ اس شخص کو جس نے ایسی بیباکی سے کام لیا نہیں ڈانٹا جاتا۔ مہینوں اس پر گذر جاتے ہیں نہ میاں صاحب اس کے خلاف قلم اُٹھاتے ہیں۔ نہ اُنکی جماعت میں سے کسی کی زبان ہلتی ہے۔ اخبار پیغام صلح میں اس پر توجہ بھی دلائی جاتی ہے کہ یہ کیسا ظلم ہے۔ کہ ایک پیشگوئی کو جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی ہو سکتی ہے آپ کے حق میں ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور اس کا مصداق مسیح موعود کو قرار دیا جاتا ہے مگر جو قوم اس سے بھی زیادہ تحریف و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں کر چکی ہو اور اس عظیم الشان پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کر چکی ہو۔ وہ اسی قسم کی ایک دوسری تحریف پر چونکے تو کیوں چونکے۔

ان واقعات کی بنا پر اور قادیان سے نئے شائع شدہ پارہ کی اس عبارت کی بناء پر جو ابتداء میں میں نقل کر چکا ہوں۔ انہی خیالات کا اعادہ میں نے اس خطبۂ جمعہ میں کیا۔ جس میں آیت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین میرے سامنے تھی۔ اس خطبہ کو ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اپنے الفاظ میں اس عنوان کے ساتھ اپنے اخبار مورخہ ۹ جنوری ۱۹۱۶ء میں چھاپا۔ "میثاق النبیین کا مصداق رسول کون ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ میاں صاحب کا ترجمۂ قرآن میں اسے مسیح موعود کے حق میں بتانا صریح طور پر غلط اور تحریف ہے۔" اس خطبہ میں جو کچھ میرے الفاظ پیغام صلح میں چھپے ہیں وہ بھی میں نقل کر دیتا ہوں۔

"یہ رسول کون ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالےٰ نے عہد لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ نے عہد لیا ہے لیکن اب حیدر آباد دکن میں ایک شخص اُٹھا اُس نے اپنے ایک خطبہ میں یہ کہدیا۔ کہ جو رسول مصدق لما معکم یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں۔ یہ آواز محمد رسول اللہ صلعم کی صریح تحقیر کرنے والی تھی۔ اور اس لئے ہمیں یہ توقع رکھنی چاہیئے تھی۔ کہ اس کے اوپر صدائے نفرین بلند ہوگی۔ لیکن اب جو میاں صاحب کیطرف سے قرآن کریم کے پہلے پارہ کا ترجمہ شائع ہُوا ہے۔ اس میں اس توقع کے بالکل برخلاف اسی آیت کو لیکر اس سے مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت نکالا گیا ہے۔ اس میں بالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد لیا ہے۔ کہ آخرت سے مراد مرزا صاحب کی وحی ہے۔ اور اسی آیت سے اس کی تائید کی ہے۔ کیا یہ قرآن کے ساتھ صریح تمسخر اور استہزا نہیں"

اس تحریر پر قادیانی جماعت بہت برافروختہ ہے اور غالباً اخبار الفضل میں میاں صاحب کے خیالات کا ہی اظہار ہُوا ہے کہ میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ اور کہ میری نیت پبلک کو ان کے ترجمہ کی طرف سے بدظن کرنا ہے۔ بفرض محال اگر یہ مان بھی لیا جائے۔ کہ میثاق النبیین والی آیت کا مصداق یہ لوگ مرزا صاحب کو نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی مانتے ہیں۔ تو میں نہیں سمجھتا۔ کہ اتنی بات سے وہ بدظنی کیونکر دور ہو جاتی ہے جس کے وہ شاکی ہیں۔ کیا بالآخرۃ ھم یوقنون کے معنے مسیح موعود یا مرزا صاحب پر ایمان لانا میں نے ان کی طرف غلط منسوب کیئے ہیں۔ اور ان کا اپنا ترجمہ صاف اس بات کا مقر نہیں۔ کہ اس سے مراد یوم الآخر نہیں۔ بلکہ آخری وحی یا مسیح موعود کی وحی مراد ہے۔ اور میثاق النبیین والی آیت تو اسی کی تائید کے لیئے پیش کی گئی ہے۔ بفرض محال اگر یہ مان لیں کہ اُنھوں نے اس کی تائید میں میثاق النبیین والی آیت کو پیش نہیں کیا۔ یا میں نے انکا مطلب غلط سمجھا ہے۔ یا غلط بیان کیا ہے۔ تو کیا اس سے اصل بات میں کوئی فرق آجاتا ہے۔ اصل بحث تو یہی ہے۔ کہ بالآخرۃ ھم یوقنون میں کیا مُراد ہے۔ سو یہ ان کا صاف اقرار ان کے ترجمہ میں موجود ہے۔ کہ اس سے مراد حضرت مرزا صاحب کی

وحی ہے یوم الآخر مراد نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ اس امر کو ماننے کے لیئے تیار ہیں۔ کہ الاخرۃ سے مراد ہم یوم آخر ہی لیتے ہیں نہ مرزا صاحب کی وحی تو میں اپنی غلطی کا اور ان کے منشار کو سمجھ نہ سکنے کا سو دفعہ اقرار کرنے کو تیار ہوں۔

لیکن یہاں تو معاملہ دگرگوں ہے۔ نہ صرف بالاخرۃ هم یوقنون سے مراد مسیح موعود پر ایمان لانا لیا ہے۔ بلکہ اس کی تائید انہی نوٹوں میں آیت واذا اخذ الله میثاق النبیین سے صاف طور پر کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں شروع میں ہی حوالہ اصل عبارت کا دے کر دکھا چکا ہوں کہ "الاخرۃ" سے مراد وہ وحی ہے جو پیچھے اترنے والی ہے" اور اس پیچھے آنے والی وحی رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بطور قاعدہ کلیہ کے اس آیت میں ہوا ہے۔ واذا اخذ الله میثاق النبیین" اب مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں نے غلط بیانی کون سی کی۔ کیا یہ سچ نہیں کہ مولوی محمد سعید حیدرآبادی نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مصداق اذا اخذ الله میثاق النبیین ہونے سے انکار کیا۔ اور باوجود مطالبہ کے میاں صاحب نے اور ان کی جماعت نے اس پر خاموشی اختیار کر کے اسے اپنا مذہب ظاہر کیا ہے۔ کم از کم الفضل جو اب اس قدر جوش میں ہے وہ تو ضرور ملزم ہے۔ کہ جب خود اس خطبہ کو بغیر کسی نوٹ کے درج کیا تھا۔ تو اس وقت یہ خیال کیوں نہ آیا۔ کہ اس تحریف کو کل کو ہماری طرف منسوب کیا جائے گا۔ تو ہم کیا جواب دیں گے۔ مولوی محمد سعید ایک بات کہیں تو اسے فخریہ جماعت میں پھیلایا جائے میں وہی بات کہوں تو اس پر اس قدر غضب کا اظہار۔ کیا یہ ایمانداری کا تقاضا ہے؟ اگر نیک نیتی ہے۔ تو پہلے صاف لفظوں میں اقرار کرو کہ میر محمد سعید نے جو کچھ اپنے خطبہ میں کہا اور پھر اسے ہم نے فخریہ اخبار میں درج کیا۔ کہ آیت میثاق النبیین کے مصداق محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں۔ اور کہ وہ مضمون جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ سب نبیوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے بھی ضروری ہے کہ وہ مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لائیں۔ وہ سب تحریف تھی جس سے ہم توبہ کرتے ہیں۔ پھر میرے متعلق جو چاہو لکھو ولا یجرمنکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ میرا بیان تین باتوں پر مبنی تھا۔ اور وہ تینوں اب بھی صحیح ہیں۔ (۱) میر محمد سعید نے خطبہ پڑھا کہ میثاق النبیین کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نہیں۔ الفضل نے اسکا اعلان کیا میاں صاحب کی ساری جماعت نے اس پر خاموشی اختیار کی اور اس کی صداقت پر مہر لگا دی۔

(۲) ترجمہ قرآن پارہ اوّل میں میاں صاحب نے بالاخرۃ هم یوقنون سے مراد مسیح موعود کی وحی کو لیا ہے اور الآخرۃ سے مراد یوم الآخر ہونے سے انکار کیا ہے۔

(۳) اس کی تائید میں کہ الآخرۃ سے مراد آخری وحی ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے آیت اذ اخذ الله میثاق النبیین اس ترجمہ میں پیش کی گئی ہے۔ یہ تینوں باتیں اب بھی درست ہیں جیسا کہ میرے خطبہ کے وقت درست تھیں اگر یہ بحث ایمانداری سے ہے۔ تو ان تینوں باتوں میں سے کسی کو غلط ثابت کر دیں۔ باقی رہی یہ بات کہ اسی ترجمہ میں آیت اذا اخذ الله میثاق النبیین کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی مانا ہے۔ یہ بے شک درست ہے۔ مگر میں نے جس قدر واقعات دیکھے ان کی بنا پر کہا جو کچھ کہا۔ میں نے جمعہ کے خطبہ میں یہ نہیں کہا کہ میں نے سارا ترجمہ پڑھ لیا ہے۔ جس قدر پڑھا تھا۔ اسی قدر حوالہ دیا۔ نہ جمعہ کے خطبہ میں میں ترجمہ پر ریویو کرنے کھڑا ہوا تھا کہ پہلے سارے کو پڑھ لیتا۔ تو پھر کچھ کہتا۔ میں نے نہ آپ لوگوں کے ترجمہ پر کوئی ریویو لکھا نہ خطبہ جمعہ میں اس پر ریویو کرنے کے لیئے کھڑا ہوا۔ نہ میرے الفاظ سے پایا جاتا ہے کہ میں ریویو کر رہا تھا۔ ہاں اگر ترجمہ کا وہ حصہ بھی شائع ہو چکا ہوتا جس میں آیت اخذ الله میثاق النبیین آتی ہے تو میرا فرض ضرور تھا کہ میں اس موقعہ کو بھی دیکھ لیتا۔ لیکن یہ تو صرف پہلے پارہ کا ترجمہ تھا۔ میں نے جس موقعہ کو دیکھا اور جس قدر دیکھا اسکو پہلے واقعات کے ساتھ ملا کر جو کچھ میں نے کہا وہ درست تھا۔ اور اگر میں نے اس کو ظلم عظیم کہا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے متعلق پیشگوئیوں کو مرزا صاحب پر لگایا جاتا ہے تو یہ گالی نہیں۔ یہ تو کوئی شخص کہنے کا حق رکھتا ہے کہ وہ پیشگوئی آنحضرت صلعم کے متعلق ہی نہیں۔ یا ہم نے اس کے آنحضرت کے حق میں ہونے سے انکار نہیں کیا۔ مگر یہ کہنا۔ کہ ظلم عظیم کا لفظ ایسے موقعہ پر گالی ہے۔ ایک مقلد جماعت کو بدظن کرنے کے ذرائع میں سے ایک ذریعہ ہے اور یہ ہتھیار ہمارے قادیانی احباب کے بہت کام آیا ہے کہ بار بار الفضل میں لکھ دیا جاتا ہے کہ ہمیں گالیاں دی جاتی ہیں۔ کیا میں یوں لکھتا کہ آنحضرت کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ انکے آنحضرت کے حق میں ہونے سے انکار کرنا بڑا متقیانہ اور منصفانہ فعل ہے۔ اگر کوئی پیشگوئی واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور ایک شخص اس بات کا انکار کر کے اسے اپنے کسی بڑے پر لگاتا ہے تو اس کا نام تو ظلم عظیم ہی ہوگا۔ اور بے شک قرآن کی یہ تحریف معنوی ہے۔ اور اس تحریف کا ارتکاب میاں صاحب اور ان کی جماعت نے علانیہ اس پیشگوئی کے متعلق کیا ہے۔ جو مسیح علیہ السلام نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی آمد کے متعلق کی تھی۔ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔

مگر اس کو ایک بہانہ بنا کر حسب معمول الفضل میں خوب دل کھول کر جو چاہا کہا ہے۔ دو فقرے بطور نمونہ کافی ہونگے۔ اور یہ بھی محض انصاف پسند طبائع کو دکھانے کے لیئے۔ ورنہ میں ان باتوں کے سننے کا عادی ہوں۔ اور کبھی ان کی پروا نہیں کی "اور اس لیئے خدا نے چاہا۔ کہ حق کی مخالفت کرنے والے اور صدر انجمن احمدیہ کے مال پر غیر متقیانہ قبضہ رکھنے والے مولوی محمد علی ..."

"اور جب کوئی تحریر دیکھتا ہے تو آگ بھبھولا ہو جاتا ہے۔ اور نہ آگے کی خبر رہتی ہے اور نہ پیچھے کی۔ اور اشتعال طبیعت کی وجہ سے نہ کچھ سوچ سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے۔ اگر مولوی محمد علی میں یہ آتشی مادہ نہ ہوتا تو آج اس کو یہ رسوائی نہ ہوتی"

آتشی مادہ سے راقم کا منشار خلقتنی من نار کی طرف اشارہ کرنے کا ہے۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ کہ اس قدر ڈر کر اشارہ میں اس نے بات کی۔ اس کا پیر تو کھول کر پہلے دن ہی مجھے ابلیس قرار دے چکا ہے۔ اب مرید کس کمی کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ چاہیئے تو یوں تھا۔ کہ پیر اشارہ کنایہ میں کچھ کہہ جاتا۔ مرید کھلا پھاڑ کر بولتے۔ مگر یہاں کا عالم ہی نرالا ہے۔ بہرحال ان آوازوں سے مجھے گھبراہٹ نہیں ہوتی۔ کیونکہ راہ چلتا انسان اگر ایسی آوازوں کو سن کر گھبرانے لگے تو دنیا میں بھی گذارہ نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی یہ بات کہ مجھ میں غضب زیادہ ہے یا فلاں نقص ہے سو ما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی۔ تو ایک نبی کا قول ہے۔ میں کون ہوں جو اپنے آپ کو پاک بناؤں۔ میں نے کبھی دعوے نہیں کیا۔ کہ میرے مونھ سے جو کچھ نکلتا ہے وہ وہی ہوتا ہے جو خدا مجھ سے کہلواتا ہے۔ میں نے کبھی یہ اعلان نہیں کیا۔ کہ جس نکاح پر میں راضی ہو جاؤں وہ ضرور ہے کہ بابرکت ہو۔ خواہ تیسری پشت میں جا کر۔ اور جس پر میں ناراض ہوں وہ ضرور ہے کہ میری ناراضگی کا خمیازہ اٹھائے۔ میری رضامندی اور ناراضگی کوئی چیز نہیں۔ انسان واقعی بعض اوقات غلطی سے راضی بھی ہو سکتا ہے اور غلطی سے ناراض بھی ہو سکتا ہے۔ خدا کا حکم ہم مسلمانوں کے لیئے یہی ہے۔ والله ورسوله احق ان ترضوہ جہاں ترضوہ میں ضمیر واحد کہہ کر اللہ کی رضا جوئی کو ہی سب پر مقدم کیا ہے۔ پس مجھ سے اگر غلطی ہو جائے تو وہ غلطی ہے۔ کوئی نقص ہو جائے تو وہ نقص ہے۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ مجھے

ان تحریروں پر غضب بھی آتا ہے اور اپنے نفس کی بریت کے لیئے نہیں۔ بلکہ امر واقعہ کے اظہار کے لیئے یہ بھی کہتا ہوں کہ مجھ پر آپ لوگوں نے اور آپ کے پیر نے بیسیوں حملے کیئے مگر میں نے ان کو عموماً سپرد خدا کیا۔ بعض وقت بڑا بڑا رنج بھی ہوُا۔ مگر اس رنج کا اظہار لفظوں میں نہیں کیا۔ ہاں جب آپ لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملہ کرتے ہیں۔ کہ آپ کے ایک غلام کو آپ کے برابر ٹھیراتے ہیں اور خادم کو آقا کا مرتبہ دیتے ہیں۔ پھر جب آپ کفر کا مسئلہ ایجاد کرکے دین اسلام کی بیخ پر ہی تبر چلانے لگتے ہیں۔ تو ایسی حالت میں غیظ وغضب کے اظہار میں شائد میں معذور ہی ہوں۔ مگر اس وقت بھی آج تک کوئی بیجا حملہ آپ کے پیر پر نہیں کیا نہ اس لیئے کہ وہ ایک جماعت کا پیر ہے۔ اور بہت لوگ آنکھیں بند کرکے اس کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ بلکہ اس لیئے کہ وہ میرے آقا کا بیٹا ہے۔ مجھ پر بڑے بڑے بہتان باندھے گئے اور میں نے اُن پر خاموشی ہی اختیار کی۔ سوائے اس کے کہ جب ایک افترا کو کئی مرتبہ میاں صاحب نے اپنے خطبوں اور اشتہاروں میں دوہرایا تو اسکا جواب دینے دیا۔ ورنہ اپنے معاملہ کو ہمیشہ سپرد خدا کیا۔ آپ کے پیر نے مجھے حرام خور کہا اور جمعہ کے خطبہ میں کہا۔ خائن کہا اور جمعہ کے خطبہ میں کہا۔ میں نے اُسکے جواب میں بھی خاموشی ہی اختیار کی۔ حالانکہ غضب کے اظہار کا تو یہی موقعہ ہوتا ہے جب انسان کی اپنی ذات پر حملہ ہو۔ میاں صاحب کے متعلق ذرا کسی نے کسی افواہ کا ذکر کیا تو کس قدر شور پڑ گیا۔ اشتہار چھپے محضر نامے تیار ہوئے۔ اس لیئے کہ ان کی ذات پر حملہ تھا۔ مگر میں نے تو ان ذاتی حملوں پر دوستوں میں بیٹھ کر بھی کم ہی شکایت کی ہے۔ میاں صاحب کے یہ الفاظ پڑھو۔

"ہم یہ تو جانتے ہیں کہ حرام چیز کسی کو ہضم نہیں ہوُا کرتی۔ اور کسی نہ کسی رستہ سے ضرور باہر آجاتی ہے۔ چونکہ اُنھوں نے خیانت سے کام لیا ہے۔ اس لیئے وہ فائدہ تو کبھی نہیں اُٹھا سکتے۔"

کیا اس سے بڑھ کر ایک شریف کے لیئے کوئی گالی ہوسکتی ہے۔ مگر ہم نے میاں صاحب کی گالیوں کو برداشت کیا۔ پھر میاں صاحب اسی خطبہ میں فرماتے ہیں۔

"بجائے اس کے کہ ہم دو ہزار روپیہ خرچ کرکے ردّی کاغذ جلانے کے لیئے لا ڈالیں۔"

اب غور کرو۔ کہ غضب میں اندھا ہونا اسے کہتے ہیں کہ اُنھوں نے میرے ترجمہ کو دیکھا تو ہے نہیں۔ اور بن دیکھے اُسے ردّی کاغذ قرار دیتے ہیں جو جلانے کے قابل ہیں۔ اور تعجب یہ کہ بایں مجھے خائن بھی ٹھیراتے ہیں۔ کیا ردّی کاغذوں کو جو صرف جلانے کے قابل ہوں اور اُن کی قیمت ایک کوڑی بھی نہ ہو کوئی شخص لیکر خائن کہلا سکتا ہے۔ خائن تو وہ لوگ کہلا سکتے ہیں کہ ان کو علم تھا۔ کہ میں صرف ونحو عربی سے ناواقف ہوں اور قرآن کے علم سے بالکل بے بہرہ ہوں۔ پھر وہ خاموش رہے اور اُنھوں نے چھ سال تک قوم کو اطلاع نہ دی کہ یہ قوم کا روپیہ برباد ہو رہا ہے۔ اور یہ ترجمہ ایک ردّی کے مجموعہ سے بڑھ کر کوئی وقعت نہیں رکھے گا۔ کیا میاں صاحب کا بحیثیت ممبر و میر مجلس صدر انجمن احمدیہ اور اُن کے دوست مفتی محمد صادق صاحب کا جواب اپنے لیکچروں کو میری صرف ونحو کی ناواقفیت کے قصوں سے سجانے اور گالیاں سُنا کر مریدوں کو خوش کرلینے ہیں۔ یہ فرض نہ تھا کہ وُہ انجمن میں یہ معاملہ پیش کرتے یا اپنے اخباروں کے ذریعہ سے ہی قوم کو اطلاع دیتے۔ کہ یہ شخص ترجمہ کے کام کا اہل نہیں۔ اس کے ذریعہ ترجمہ کرا کر قوم کا روپیہ ضائع نہ کیا جائے۔ کیا یہ ایمانداری تھی۔ کہ باوجود اس علم کے کہ میں اس کام کے قابل نہ تھا یہ سب لوگ خاموش رہے۔ اور چار یا پانچ سال تک اس ترجمہ پر خرچ ہونے دیا۔ اب تھوڑی دیر کیلیئے تعصّب کی پٹی کو کھول کر واقعات کو دیکھو کہ خائن تو وہ لوگ ہیں.... جنھوں نے اس علم کے ہوتے ہوئے کہ میں ترجمہ کے کام کا اہل نہیں اور میرا ترجمہ محض ردّی کاغذوں کا ایک مجموعہ ہوگا جو جلانے کے قابل ہے قوم کا روپیہ برباد ہونے دیا۔ کیوں اس وقت اُنھوں نے آواز نہ اُٹھائی۔ اور قوم کی امانت میں خیانت کی تمہارے دلوں میں خدا کا خوف ہوتا تو میرا نام خائن رکھنے کی بجائے اُن لوگوں کا نام خائن رکھتے جنھوں نے اس قدر تمہارا روپیہ خرچ ہوجانے کے بعد تم کو بتایا کہ یہ شخص اس کام کا اہل نہیں تھا اور کہ اس کا سارا تیار کردہ مسودہ ایک ردی کاغذوں کا مجموعہ ہے۔ جو جلانے کے قابل ہے۔ جاؤ ان سے پوچھو کہ یہ ایمانداری اور تقوے کا تقاضا تھا۔ کہ اتنی مدّت بعد تم نے ہم کو بتایا کہ یہ شخص اہل ہی نہ تھا جب روپیہ برباد ہوچکا اگر ایمانداری سے کسی بات کا فیصلہ کرنا چاہتے ہو۔ تو پہلے اپنے خلیفہ سے یہ بات پوچھو کہ تم کو کب یہ علم ہوُا کہ محمد علیؔ ترجمہ کا اہل نہیں۔ کیا ریویو کے مضامین سالہا سال تک پڑھ کر یہ پتہ نہ لگا تھا۔ کہ یہ شخص جب قرآن کریم کی کسی آیت کا ترجمہ یا تفسیر کرتا ہے تو غلط کرتا ہے یا صحیح کرتا ہے۔ کیا اس وقت پتہ نہ لگا تھا۔ جب اردو ترجمہ بھی پہلے چند پاروں کا حضرت مولوی صاحب مرحوم مجھ سے کرا رہے تھے۔ اور جب اُنھوں نے میر صاحب کو کہدیا تھا کہ اردو ترجمہ محمد علی کا ہی چھپے گا اور کوئی ترجمہ نہیں چھپے گا۔ اور ممکن ہے کہ میاں صاحب نے بھی اس ترجمہ اُردو کا کوئی حصّہ دیکھا ہو۔ تو کیا اس وقت پتہ نہ لگا تھا۔ کہ یہ ترجمہ نہیں ردی کاغذ ہیں جو جلانے کے قابل ہیں۔ پھر کیا اُس وقت پتہ نہ لگا تھا۔ جب میں قادیان سے چلا آیا تو آپ انجمن سے رزولیوشن پاس کرایا کرتے تھے۔ جن کا منشا یہ تھا۔ کہ ترجمہ کی تکمیل میں کرتا رہوں اگر اس قدر علم کے باوجود میاں صاحب کو یہ پتہ نہ لگا تھا۔ کہ میرا ترجمہ ردّی کاغذوں کا مجموعہ ہے جو جلانے کے قابل ہے۔ تو اب کیا سرقہ کرکے میرے ترجمہ کی کوئی نقل اُنھوں نے منگوالی ہے جس سے پتہ لگ گیا کہ یہ ردّی کاغذوں کا مجموعہ ہے۔ یا خدا نے اُنکو مُونھ در مُونھ بتا دیا تھا کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کی وفات سے آٹھ دس یوم پیشتر جب حضرت مولینا مرحوم نے فرمایا کہ خدا کی طرف سے بشارت آگئی ہے کہ یہ ترجمہ مقبول ہوگیا تو میرے ساتھ ساری جماعت جو وہاں موجود تھی سجدہ میں گر گئی تھی اور اس میں غالباً میاں صاحب بھی ہونگے۔ یا وہ نہ ہونگے تو اُنکی ہاں میں ہاں ملانے والے بہت سے مرید ہونگے۔ تو کیا اب خدا نے میاں صاحب کو مونھ در مونھ کہدیا ہے کہ وہ سب کچھ جھوٹ تھا میں نے کوئی بشارت نہ دی تھی۔ اور یہ ترجمہ تو شروع سے لے کر آخر تک ردّی کاغذوں کا مجموعہ ہے۔ جو جلانے کے قابل ہے۔ اے خدا کے بندو اگر تمہارے دلوں میں خدا کا کچھ خوف ہے تو انصاف کا معاملہ کرو۔ اور میاں صاحب سے پُوچھو کہ کس تاریخ اور کن ذرائع سے اُن کو پتہ لگا۔ کہ میں ترجمۂ قرآن کے کام کا اہل نہیں۔ اور کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ محض ردّی کاغذ ہیں جو جلانے کے قابل ہیں۔ اور پھر خیانت کا الزام مجھ پر آئے تو مجھ پر دو میاں صاحب پر آئے تو میاں صاحب پر دو۔

میری اس میں کیا خیانت ہے۔ میں نے ترجمہ قرآن کی تجویز کو انجمن کے سامنے پیش کیا۔ یہ بھی لکھدیا کہ اگر انجمن ان اخراجات کو برداشت نہ کرسکتی ہو تو خدا تعالےٰ میرے لیئے کوئی اور صورت کردیگا۔ انجمن کے سیکرٹری کو کہو کہ وہ ایمانداری سے اس بات کا جواب دے کہ آیا یہ واقعہ درست ہے یا نہیں۔ میں نے انجمن کو یہ نہیں کہا کہ میں تمہارا ملازم ہوں مجھے کوئی کام دو۔ بلکہ میں نے یہ کہا کہ میں ترجمہ قرآن کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ اگر انجمن ان اخراجات کو برداشت نہ کرسکے تو میرے لیئے خدا تعالےٰ کوئی اور صورت پیدا کردیگا۔ اس کو بھی آخر اللہ تعالےٰ نے سچ ہی کر دکھایا کہ انجمن نے اخراجات کے دینے سے انکار کردیا تو اس مولا کریم نے کشائد لفضل وکرم دیگرے کا معاملہ میرے ساتھ کیا۔ اور وہ ترجمہ جس کے لیئے آپ لوگوں نے بہت کوشش کی کہ یہ دُنیا سے نابود ہوجائے آخر پریس میں پہنچ گیا۔ اور خدا چاہیگا۔ تو حاسدوں کو وہ نامرادی کا دن بھی دکھائے گا۔ جب چھپا ہوُا یہ ترجمہ اُن کے سامنے آجائیگا۔ اور پھر ممکن ہے تم میں سے بعض کو ندامت ہو کہ اس کو نابود کرنے کے لیئے ہم نے کیوں اتنا زور لگایا۔ دیکھو میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ تم جو بار بار یہ کہتے تھے۔ کہ یہ مسودات ترجمہ تم دیدو تمہارا مطلب اس سے سوائے اس کے کچھ نہیں تھا کہ مسودات کو لے کر جلا دو۔ اب تم کو تو اپنی کثرت پر فخر ہے۔ مگر دیکھو خدا تعالےٰ نے کیا نظارہ کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله کا دکھایا۔ تم نے میرے ترجمہ کو نابود کرنے کے لیئے کتنی کوششیں کیں مگر خدا نے تمہیں ناکامی دکھائی۔ اگر تم میں اہلیت ہوتی تو تم سمجھ جاتے کہ وہ بشارت جسکی خاطر تم نے سجدے کیئے تھے وہ سچی تھی۔ مگر آہ اس اندھی

دنیا کی آنکھوں پر اکثر حق کی طرف سے پردہ ہی پڑا رہتا ہے۔ آخر میاں صاحب نہ رہ سکے اور اُنھوں نے اپنے اندرونی خیالات کا اظہار خطبہ جمعہ میں کرکے بتا دیا۔ کہ ہمارا مقصد ان مسودات کے بار بار کے مطالبہ سے سوائے اس کے کچھ نہ تھا۔ کہ اُن کو لے کر جلا دیں اور دُنیا سے نابود کردیں۔ اب جو چاہو کرو اور رکھو مگر وُہ لفظ جن میں اندرونی خیالات کا اظہار خطبہ جمعہ میں میاں صاحب سے ہو گیا ہے۔ اور پھر الفضل کا کوئی ناعاقبت اندیش ایڈیٹر اسے قلم سے لکھکر دُنیا میں شائع کر چکا ہے وہ ہمیشہ کے لیے تمہاری اس ناکامی کے گواہ رہیں گے۔ خوب غور کرو اور سوچو کہ ان الفاظ میں اپنی ہی نامرادی کا رونا رویا گیا ہے یا کچھ اور۔

"پس میری اپنی یہ رائے ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم دو ہزار روپیہ خرچ کرکے ردّی کاغذ جلانے کے لیئے لا ڈالیں۔ انھیں کہیں کہ یہ ترجمہ آپ ہی رکھیں"

آہ میں کس مُونھ سے مولا کریم کا شکر ادا کرسکتا ہوں ہاں میرا دل جس قدر اس بات پر اس کی حمد سے بھرا ہوا ہے اُس کو کوئی انسان سمجھ نہیں سکتا۔ اس نے کس طرح مجھ تنہا کو باوجود میری کم لیاقتی اور بےکسی کے اپنے فضل اور نصرتوں کا حصہ دیا۔ کہ میری محنت پر اپنی قبولیت کی مہر اپنے قول سے بھی لگا دی اور اپنے فعل سے بھی یہ ایک ناچیز خدمت ہے اور اس کی جناب میں جو کچھ کام کرنے والوں نے کوئی کام کا نذرانہ پیش کیا ہوگا ان سب میں حقر اور ادنےٰ یہ نذرانہ ہے۔ مگر اس پیارے مولا کریم نے مجھ جیسے عاجز کی ناچیز اور قلیل محنت کو بھی ضایع نہیں ہونے دیا۔ پھر جو محسن ہیں ان کے لیئے کس قدر خوشخبری ہے کہ ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔

میرا شروع سے یہ خیال تھا۔ کہ مجھ سے جو ترجمہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ وہ کسی نیک نیتی کی بناء پر نہیں بلکہ محض اس لیئے کہ ان مسوّدات کو جلا کر یا اپنے قبضہ میں کرکے میری اس ساری محنت کو برباد کیا جائے اور یہی وجہ تھی کہ میں نے مسودات کو اُن کے پہلے مطالبہ پر ان کے حوالہ کرنے سے تامل کیا۔ مگر اب تو میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے روز روشن کی طرح ان لوگوں کی اس نیت بد کو ظاہر کردیا۔ میاں صاحب کے خطبہ جمعہ میں یہ لفظ ہیں کہ۔

"میری اپنی رائے یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم دو ہزار روپیہ خرچ کرکے ردّی کاغذ جلانے کے لیئے لا ڈالیں۔ انھیں کہیں کہ یہ ترجمہ آپ ہی رکھیں"

یہ بات تو ظاہر ہے کہ میاں صاحب کو اپریل ۱۹۱۴ء کے بعد کوئی نیا علم اس ترجمہ کے متعلق نہیں ہوا کیونکہ اس وقت سے ترجمہ میرے قبضہ میں ہے۔ تو جب وہ بذریعہ اپنی نئی بنائی ہوئی انجمن کے اس کا مطالبہ کرتے تھے تو اسی غرض کے لیئے کرتے ہونگے۔ جس کا اعلان اب اُنھوں نے خطبہ میں کیا ہے کہ "ردی کاغذ جلانے کے لیئے لا ڈالیں"۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ اسوقت ان ردی کاغذوں کو دو ہزار روپیہ خرچ کئے بغیر حاصل کرنے کا خیال تھا۔ اب دو ہزار روپے کا خرچ نظر آتا ہے۔ اصل غرض جو اب ہے وہی اس وقت تھی کیونکہ اس درمیانی وقفہ میں کوئی نیا امر پیدا نہیں ہوا پھر جماعت کی نیت کا بھی اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس دن یہ خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ اس کے معا بعد قادیان میں ایک کمیٹی ہوتی ہے جس میں یہ ریزولیوشن پاس کیا جاتا ہے۔ کہ ترجمہ واپس لینے کے لیئے مقدمہ کرنا چاہئے اور اس رزولیوشن کو فی الفور مشتہر کیا گیا۔ تاکہ دوسری جگہ کی جماعتیں بھی اس کا تتبع کریں۔ چنانچہ لاہور کے جوشیلوں نے تتبع کیا بھی۔ اور سنا ہے کچھ چندہ بھی جمع کیا اور بڑھ بڑھ کر اس کار خیر کے لیئے چندہ لکھوایا جاتا تھا۔ اب یہ تو صاف ہے کہ جب میاں صاحب اعلان کر چکے کہ مقدمہ کے بعد بھی ہم اس ردّی کے انبار کو صرف جلائیں گے ہی۔ تو قادیان اور لاہور کی جماعتوں کا یہ رزولیوشن پاس کرنا کہ مقدمہ کرنا چاہیئے کس غرض پر مبنی تھا۔ جلانے کا تو فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور میاں صاحب کے اس فیصلہ کے خلاف لاہور اور قادیان کی جماعتیں اسے شایع تو کر نہ سکتی تھیں۔ تو کیا یہ دو ہزار روپیہ اس لیئے خرچ کرنا تھا۔ کہ ان ردّی اوراق کے جلانے سے کوئی خاص قسم کی آگ پیدا ہوتی جس میں شائد کوئی ایسا اثر ہوتا کہ اس کے گرم کیئے ہوئے پانی سے کسی مقدس انسان کا غسل کرنا ضروری تھا۔ یا یہ آگ محض چند جلے ہوئے سینوں کے حسد کے شعلوں کا ظاہری نمونہ قرار پاتی۔ اور اس کی خاکستر (آخر قرآن کا ترجمہ تو تھا ہی) بطور تبرک اس آگ کے سینکنے والے آپس میں تقسیم کرلیتے۔ اور یہ بتلاتے کہ یہ وہ چیز ہے جو دو ہزار روپیہ خرچ کرکے ہمارے ہاتھ آئی۔ یا شاید اس کو گھول کر پی جانے سے ان کی اندرونی آگ کا اشتعال کچھ کم ہو جاتا۔ غرض یہ تو محض قیاسات ہیں۔ مگر یہ بات یقینی ہے کہ میاں صاحب کے مونھ سے جو بات نکلی تھی۔ اس کے خلاف نہ ہوتا کیونکہ وہ اولوالعزم ہیں۔ جب اُنھوں نے کہدیا کہ جلانے کے لیئے ہم یہ کاغذ لائیں گے۔ اور مریدوں نے کہا۔ ہاں ہم دو ہزار روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہیں کسی طرح یہ مسودات جل جائیں تو جب اس آگ میں کوئی خاص خصوصیت نہ تھی۔ تو ظاہر ہے کہ اصل غرض صرف یہ تھی کہ یہ مسودات چھپیں نہیں۔ میں اہل انصاف سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ کیا میاں صاحب کے اس خطبہ نے اور اس خطبہ کے بعد جماعت کے اس رویّہ نے۔ کہ میاں صاحب کے اس کھلے اعلان پر بھی کہ یہ مسودات جلائے جائینگے اور کسی کام کے نہیں۔ وہ مقدمہ کرنے کے لیئے تیار ہو گئے ہیں۔ ان کی اصل نیت کو جو شروع سے اس معاملہ میں تھی۔ ظاہر نہیں کردیا۔ امید ہے کہ جہاں میاں صاحب میری خیانت پر ایک کتاب لکھیں گے اور اسے مختلف زبانوں میں ترجمہ کراکر شائع کریں گے۔ جیساکہ اُنھوں نے خطبہ میں تجویز کی ہے اس کتاب میں دو صفحے اور ایزاد کرکے اپنا خطبہ بھی بطور ضمیمہ نقل کر دیں گے۔ تاکہ جو پردہ اُنھوں نے شروع سے اپنی نیت پر ڈالا ہوا تھا وہ بھی اُٹھ جائے اور لوگ دیکھ لیں کہ ایسے نیک کام کو جیساکہ ترجمہ قرآن ہے میاں صاحب کن منصوبوں سے دُنیا سے نابود کرنا چاہتے تھے۔ خواجہ صاحب کے اسلامی مشن کو اس طرح نابود کرنے کی کوشش کی کہ اول خود جماعت کو اس میں چندہ دینے سے روکا۔ پھر غیر احمدیوں کو اس سے بدظن کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کے مریدوں نے بہتیری چالیں چلیں ترجمہ قرآن کے متعلق آپ کے یہ نیک ارادے تھے۔ ہم کیا تھے خدا کا اپنا کام تھا جو اُس نے ان منصوبوں سے اسکو محفوظ رکھا اور اس کے فضل سے امید ہے کہ آیندہ بھی رکھے گا۔ ورنہ ہمارا کام تو صرف ایک کوشش کا کر دینا ہے۔ اس کا قبول کرنا نہ کرنا یہ خدا کا کام ہے باقی رہا ترجمہ کا چھپوانا یا اس سے مالی فایدہ اُٹھانا سو میں نے تو اب بھی صاف طور پر لکھدیا تھا کہ اگر میاں صاحب کی بنائی ہوئی انجمن جو ان کے ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح ناچ رہی ہے۔ اس ترجمہ کو چھپوانا چاہتی ہے تو چھپوا لے مگر اسے تغیر تبدل کا اختیار نہیں۔ یہ کوئی نئی شرط نہ تھی۔ ہاں اس کے لگانے کی ضرورت اس لیئے پیش آئی۔ کہ بعض لوگوں کی بے باکی حضرت مولینا مرحوم کی وفات کے بعد بہت بڑھ گئی۔ ان میں سے ایک بڈھے نے تو اپنے غضب کا اظہار وفات سے اگلے ہی دن کردیا۔ کہ میاں کہیں فاسق کا ترجمہ بھی قبول ہوا کرتا ہے؟ اور پھر اخبار الفضل میں میاں صاحب نے یہ مضمون لکھوائے کہ ترجمہ پر میاں صاحب کی نظر ثانی ہوگی۔ یہ تو وہ خوب جانتے تھے کہ مصنف کے خیالات میں تبدیلی کرنے کا اختیار دُوسروں کو نہیں ہوا کرتا۔ ہاں وہ مشورہ دے سکتے ہیں۔ بھلا بتائیں تو سہی کہ سات سال تک جو مضامین ریویو میں میری قلم سے نکلے اس وقت کون ان میں اصلاح کیا کرتا تھا۔ حالانکہ کئی باتیں ان مضامین میں ایسی ہونگی جو بعض لوگوں کو ناپسند بھی ہونگی۔ اس لیئے جب میں دیکھتا تھا کہ نیتیں صاف نہیں اور جب مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ میں تحریف معنوی کرکے مسلمانوں کے کفر کی بنیاد میاں صاحب رکھ چکے تھے۔ تو کیا میرا فرض نہ تھا کہ میں یہ شرط صاف اور کھول کر بتا دیتا۔ کہ جس بات پر میرا ایمان نہیں اور میرے عقیدہ کے خلاف ہے اور جس کو میں قرآن کریم کی تحریف معنوی خیال کرتا ہوں وہ میرے ترجمہ میں جو میری تصنیف ہے داخل نہیں ہو سکتی۔ آخر میاں صاحب نے کمیٹی بنائی ہو

تو اس میں بھی ایک شخص کو اختیار ہوگا۔ کہ مختلف راؤں میں سے جس رائے کو پسند کرے اسے درج کرے یا جن الفاظ میں وہ پسند کرے مفہوم کو ادا کرے۔ پھر یہ کوئی نئی اور نرالی بات تو تھی نہیں کہ جو مصنف ہے اُسکے کام میں اس کے منشاء کے خلاف دوسرا کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ اب اس بات پر کوئی روئے یا پیٹے دُنیا میں یوں ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک شخص کو ایک کام کا اہل سمجھ کر وُہ کام اس کے سپرد کیا گیا ہے تو وہ اُسی کے حسب منشاء ہوگا۔ تصنیف مصنف کے منشاء کے مطابق ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر پہلے سے کوئی کمیٹی مقرر کر دی ہوتی۔ اور اس کے لیئے قانون بنا دیا ہوتا۔ کہ وہ کثرت رائے سے فیصلہ کرے یا فلاں شخص کی اقتضائے رائے پر کام ہو تو اسی طرح کام چلتا۔ مگر خود کردہ را چہ علاج۔ میرے سپرد ایک کام کیا گیا۔ مَیں نے ایمانداری سے اسے کیا۔ شب و روز اس پر محنت کی۔ مولوی صاحب مرحوم خود مجھے بعض وقت ایک بات بنا کر کہدیا کرتے تھے کہ جس بات پر تمہارا اپنا انشراح صدر ہو اسے درج کرو۔ اب اس پر خدا شاہد ہے۔ کہ میں نے پہلے دن سے کبھی بھی نہ بالاٰخرۃ ھم یوقنون کے یہ معنے سمجھے تھے کہ مرزا صاحب پر ایمان لاؤ۔ اور نہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے یہ معنے سمجھے۔ کہ اس سے مراد مرزا صاحب ہیں۔ تو اب میرا کیا قصور ہے۔ قصور اُن نا اہلوں کا ہے جنھوں نے مجھے نا اہل جان کر یہ کام میرے سُپرد کیا یا کم از کم جب اُن کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ میں اس کام کا اہل نہیں تو انھوں نے جماعت کو متنبہ نہ کر دیا۔ اگر کہو کہ انجمن میں تو تمہارے لاہوری ممبر بھی تھے۔ تو میں کہتا ہوں کہ وہ تو تب بھی مجھے اس کام کا اہل سمجھتے تھے اب بھی اہل سمجھتے ہیں۔ خیانت ان لوگوں نے کی جو جانتے تھے کہ میں صرف و نحو سے واقف نہیں۔ اور قرآن کریم کے ایک لفظ کو بھی نہیں سمجھتا۔ اور میرا ترجمہ ردی کاغذوں کا مجموعہ ہوگا۔ جو سوائے جلانے کے اور کسی کام کا نہیں ہوگا۔ پھر وہ خاموش رہے۔

مگر میں کہتا ہوں کہ گو میں نے تو اب بھی ترجمہ کو اپنی ذاتی منفعت کا ذریعہ نہیں بنایا۔ لیکن اگر اس سے مالی منفعت میں حاصل کرتا بھی تو کیا میں خائن کہلا سکتا تھا۔ اس صورت میں بھی مجھے خائن کہنے کا حق اسوقت پُہنچتا تھا جب پہلے میاں صاحب کو خائن بنا لیتے کیونکہ وہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں کی فروخت سے ذاتی فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اگر نہیں اُٹھا رہے تو قسم کھا کر اعلان کر دیں۔ میں کوئی الزام دینا نہیں چاہتا۔ مگر لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم چاہوں تو بہت کچھ کہہ سکتا ہوں مجھے ایک دفعہ نہیں بیسیوں مرتبہ میاں صاحب اور اُنکے مریدین نے خائن کہا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ پندرہ سال تک میرے لاکھوں روپے قومی چندوں کے جمع بھی کیئے اور خرچ بھی کیئے۔ اسوقت میں نے ان کی ایک کوڑی کی خیانت نہیں کی باوجود اس علم کے ایک متنازعہ امر پر اور وہ بھی ایسا کہ میاں صاحب کے نزدیک تو اس چیز کی قیمت جو میں نے ان کو نہیں دی ایک کوڑی بھی نہیں۔ اور میں خود اسے اسی شرط پر جس پر پہلے کام کرتا تھا دینے کو بھی راضی تھا۔ یہ لوگ مجھے خائن کہنے سے نہیں رکتے۔ بعد اس تجویز کے جو میں پیش کر چکا ہوں مجھے خائن کہنا بدذاتی ہے اور غلط فہمی کا عذر اب نہیں ہو سکتا۔ پہلے اپنی خیانتوں کا فکر کرو پھر دوسروں پر عیب لگاؤ۔ میں نے اگر اپنی طرف سے کوئی کوتاہی کی ہوتی یا کوئی ایسی بات ترجمہ میں داخل کی ہوتی جو میرے معتقدات کے خلاف تھی۔ اگر شب و روز اس پر محنت نہ کی ہوتی تو تم کو حق پُہنچتا تھا۔ کہ مجھ سے مطالبہ کرو۔ مگر ایک کام جب میں نے کیا۔ اور اپنی کوشش اور محنت سے اسے اچھا بنانے میں کوتاہی نہیں کی۔ اور وہ اب تمھیں نہیں بلکہ تمہارے پیر کو ناپسند ہے تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر حضرت مولوی صاحب مرحوم اور ایک دو سال زندہ رہجاتے تو نہ یہ ترجمہ ردی کا انبار بن کر جلانے کے قابل ہوتا اور نہ یہ ساری باتیں ہوتیں۔ جو تحریریں میری پہلی چھپ چکی ہیں اُن کی فروخت تو آج تک کی جاتی ہے اور اُن پر حرف نہیں رکھا جاتا۔ حالانکہ وہ اُسوقت کی تحریریں ہیں جب ابھی میں نے نیا نیا کام شروع کیا تھا۔ ان سب کو تو سر آنکھوں پر رکھتے ہو اور فخر سے ان کو شائع کرتے ہو۔ ٹیچنگز آف اسلام جس پر تم کو اس قدر ناز ہے۔ وہ کس کا کیا ہوا ترجمہ ہے وہ ردی کاغذوں کا انبار بن کر جلانے کے قابل کیوں نہیں ہوتا۔ اور قرآن کا ترجمہ کیوں آج ردی کاغذوں کا انبار بن جاتا ہے۔ محض اس لیئے۔ کہ اُس کی فروخت سے فائدہ ہوتا ہے۔ اور اِسپر روپیہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایمانداری ہے تو ان پہلی تحریروں کو بھی ردی کا انبار قرار دے کر جلا دو اور اپنی کمیٹی سے نئی تصنیفات کرا کر شائع کرو۔ اتنی جلدی ایک قوم کی حالت بگڑ جائے۔ رونے کا مقام ہے۔ کوئی تم میں سے غور نہیں کرتا۔ کوئی سوچتا نہیں کہ ہم کیا باتیں مُونہہ سے نکال رہے ہیں۔ کن گندے خیالات کے اظہار پر سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ رہے ہیں اور آنکھیں بند کر کے ایک آواز پر سب تالیاں بجانے لگتے ہو۔ اگر ایمانی جرأت نہیں تو دُنیا داری کی شرافت ہی دکھاؤ۔ وہ جنھیں کافر کہتے ہو وہ بھی تو ایکدوسرے سے شرافت کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور کر سکتے ہیں۔ کیا تم میں سے وُہ طاقت بھی سلب ہو گئی۔ تم لعنتیں کر کے خوش ہوتے ہو۔ مگر تمہاری ان لعنتوں پر لعنت کرنے والے لوگ بھی پیدا ہونگے۔

اب میں اس بات کو لیتا ہوں کہ میثاق النبیین والی آیت سے کیا مراد ہے۔ اور قادیان کے پہلے پارہ کے ترجمہ میں اس سے کیا مراد لی ہے میں مانتا ہوں کہ جتنے ساری دُنیا کی تفاسیر نہیں پڑھیں۔ شاید میاں صاحب پڑھ چکے ہونگے۔ اور میرا اس قدر حافظہ بھی نہیں۔ کہ سب کو پڑھ کر اُن کے مختلف اقوال کو سر میں رکھ سکوں۔ الفضل میں بعض روائیتیں پیش کی گئی ہیں جن کا خلاصہ الفضل کے اپنے الفاظ میں یہ ہے۔

”عربی کی ان عبارات میں نام بنام بتایا گیا ہے کہ بعض صحابہ اور تابعین اور ایک جماعت مفسرین کے نزدیک وُہ رسول جن کا اس آیت میثاق النبیین میں ذکر ہے اور جن کی بابت تمام نبیوں سے عہد لیا گیا تھا۔ وُہ صرف آنحضرت صلعم کی ذات گرامی ہے جنکی بابت تمام انبیاء علیہ السّلام سے عہد لیا تھا۔ کہ جب آنجناب صلعم نبی ہو کر دُنیا میں مبعوث اور تشریف فرما ہوں تو تم سب نے آپ پر ایمان لانا اور آپ کی مدد کرنا اور آپ ہی عہد کے رسُول ہیں۔ اور بعض دیگر صحابہ اور تابعین اور ایک جماعت مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت میثاق میں صرف آنحضرت صلعم ہی کا ذکر نہیں ہے...... بلکہ ان کے نزدیک آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبیوں سے یہ ایک عام عہد لیا گیا تھا کہ جب کوئی بھی نبی یا رسُول تمہارے پاس آوے جو تمہاری کتاب و حکمت کی تصدیق کرتا ہو تو تم نے اس کی وحی و رسالت پر ایمان لانا اور اس کی نصرت و مدد کرنا۔ چنانچہ آدم سے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ وُہ اپنے بعد میں آنے والے نبیوں اور رسولوں کی تصدیق کرے گا اور علٰی ہذا ابراہیم اور موسٰے اور دیگر انبیاء سے بھی یہ عہد لیا گیا تھا“

اب مطلب اس کا یہ ہوا۔ کہ بعض صحابہ اور مفسرین کے نزدیک تو یہ آیت صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے۔ یعنی رسول مصدق لما معکم صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور بعض کے نزدیک دوسرے انبیاء بھی اس میں شامل ہو جاتے ہیں جن کی پیشگوئی کسی پہلے نبی نے کی ہو۔ اب قبل اس کے کہ میں اس آیت کے اصلی معنے پر کچھ کہوں یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ بہت سے بے بنیاد الزامات سے ایک یہ الزام بھی مجھ پر ہے کہ میں نے ان صحابہ اور مفسرین کو فاسق کہا ہے جنھوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سوائے اور کسی رسُول کو بھی پیشگوئی میں شامل سمجھا ہے۔ سبحانک ھذا بھتان عظیم۔ میرے الفاظ کو دوبارہ پڑھو اور غور کرو کہ تم نے کیسا جھُوٹا الزام مجھ پر لگایا ہے۔ میں یہ اُمید رکھوں کہ آپ اس بے بنیاد الزام کو واپس لیں گے۔ اور کھلے دل سے اعتراف کریں گے کہ غلطی ہوئی تو فضول ہے۔ کیونکہ یہاں چند غریبوں کو جن کے پاس اصل واقعات نہیں پہونچتے دھوکہ میں رکھنا مقصود ہے۔ میں مانتا ہوں کہ بعض وقت انسان سے جلدی کسی عبارت کے پڑھ جانے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ مگر نیک نیتی ہو تو غلطی پر ضد کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن افسوس کہ تم لوگ ایک مسلم کی حالت کو اپنے اندر پیدا کرنا نہیں چاہتے

مسلم کا کام ہے کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے۔ اگر کسی پر الزام لگایا ہے اور وہ الزام جھوٹا ہے تو اسکو واپس لینے میں جلدی کرے۔ دیکھو تم نے یہ ایک افتراء مجھ پر باندھا ہے۔ کہ میں نے کہا ہے کہ جو شخص اس رسول۔ مصدق کا مصداق آنحضرت کے ساتھ اور کسی کو بھی سمجھتا ہو وہ فاسق ہے۔ میں نے تو جو کچھ کہا وہ درست یہ تھا۔ کہ جو شخص اس پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کرتا ہے وہ اس وعید فمن تولی بعد ذالک کے نیچے آتا ہے۔ میرے الفاظ دیکھ لو۔

"لیکن اب حیدر آباد دکن میں ایک شخص اٹھا اس نے اپنے ایک خطبہ میں یہ کہدیا۔ کہ جو رسول مصدق لما معکم یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ **محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں**"

اور خود اپنے اس حیدر آبادی مفسر کے الفاظ کو دیکھو۔

"جب اللہ تعالے نے سب نبیوں سے عہد لیا... آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس النبیین میں داخل ہیں۔ کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ یعنی کتاب سے مراد توریت و قرآن کریم ہے۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے۔ مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں۔ **یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے۔**"

آپ خدا کے لیئے شہادت دو اور کونوا قوامین بالقسط شہداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین کو مدنظر رکھو۔ آخر نجات تو قرآن پر عمل سے ہو گی کہ یہ شخص اس بات کا صاف اقرار کرتا ہے یا نہیں کہ خدا نے سب نبیوں سے مع محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ایک عہد لیا اور وہ عہد مرزا صاحب کے متعلق تھا۔ کہ وہ رسول ہو کر آئینگے تو محمد رسول اللہ صلعم اور دوسرے سب نبی اُن پر ایمان لائیں تو یہاں اس پیشگوئی کے آنحضرت کے حق میں ہونے سے انکار صاف ہے۔ کیا دکھا سکتے ہو کہ پہلے بھی کسی صحابی یا مفسر نے اس پیش گوئی کے آنحضرت کے حق میں ہونے سے انکار کیا تھا۔ پھر یہ کھلا کھلا انکار تم نے اپنے اخبار میں شائع کیا۔ اور اس پیاری جماعت کی زبانیں کٹ گئیں۔ کسی نے نہ کہا کہ یہ شخص جھوٹ کہتا ہے اور بکواس کرتا ہے۔ کئی مہینے گذر گئے پیغام صلح میں مطالبہ بھی ہوا۔ مگر کسی کی نہ زبان ہلی نہ قلم ہلی۔ اب دیکھو کیا یہ سچ ہے یا نہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے تمہاری غیرت مر گئی ہے کوئی شخص آپ کی ہتک کرے تمکو غیرت اور جوش نہیں آتا۔ لیکن تمہارے پیر کے خلاف ایک لفظ کوئی لکھدے تو اس کی پگڑی اتارنے کو تیار ہو جاتے ہو۔ پیارو ناراض ہونے کی بات نہیں۔ واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔

تم نے محمد رسول اللہ صلعم کی اس ہتک کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ اسے فخریہ شائع کیا۔ پس تم سب نے اس پیشگوئی سے انحراف کیا اور دنیا میں یہ اعلان کیا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ پیشگوئی نہیں بلکہ صرف مرزا صاحب کے حق میں ہے۔ اس پر جو کچھ میں نے کہا محض اس لیئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ ہوتا تھا۔ قرآن کے ساتھ استہزا کیا جاتا تھا۔ بات تو اب بھی صاف ہے۔ اعلان کر دیا جائے کہ میر محمد سعید کی تفسیر کو ہم باطل جانتے ہیں پیش گوئی کا اصل اور حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے ہیں اور جو کچھ میر محمد سعید نے لکھا ہے اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ خدا کے لیئے ایک شہادت ہوگی مشکل کچھ نہیں۔ غلط بات کو غلط کہدینے میں کیا ہرج ہے۔ اگر دل سے اسے غلط سمجھتے ہو۔ لیکن اگر تم اب اس قدر اصرار پر بھی میر محمد سعید کی تفسیر باطل کی علانیہ تردید شائع نہ کرو۔ تو کیا پھر یہ قیاس کرنیکا حق نہ ہوگا۔ کہ ترجمہ قرآن سے جو دوسرا حوالہ پیش کیا جاتا ہے وہ صرف دکھانے کے دانت ہیں۔

بہرحال خطبہ میں میرا روئے سخن میر محمد سعید جیسے غالیوں اور اس کے ان ہم خیال لوگوں کی طرف تھا جنھوں نے ان کے خیالات کو جماعت میں پھیلایا اور پھر ان کی طرف جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی اس ہتک پر خوش ہو گئے اور اس کی مخالفت میں قلم نہ اٹھائی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور مفسرین کی طرف اور قادیان کے پارہ اول میں بالآخرۃ ھم یوقنون کے نیچے جو نوٹ تھا۔ میرے نزدیک وہ بھی میر محمد سعید کی بات کی تائید کرتا تھا اور اب بھی میں ایسا ہی سمجھتا ہوں جیسا کہ آگے چل کر دکھاؤں گا۔ لیکن اگر بالفرض مجھ سے غلطی سے کوئی فقرہ ایسا لکھا گیا جس کی زد بدون میرے علم کے صحابہ پر پڑتی ہو تو میں اپنی ایسی تحریر کو واپس لینے میں اپنی ذلت نہیں سمجھتا۔ میں تو اُن کا خاکپا بھی نہیں۔ انکی بے ادبی کرنا میرے وہم و گمان میں کبھی نہیں آسکتا۔

لیکن الفضل میں جو کچھ میرے متعلق ہرزہ درائی کی گئی ہے کہ میں صحابہ اور تابعین کو فاسق کہنے سے توبہ کروں۔ یہ محض بعض ناواقف لوگوں کو مجھ سے بدظن کرنے کے لیئے ہے۔ کیونکہ میاں صاحب کی پارٹی خوب جانتی ہے کہ وہ جس بات کو پھیلا دیں گے اس کی تردید تو ہر جگہ پہنچ سکتی ہی نہیں کچھ لوگوں میں اور بغض میرے خلاف پیدا ہو جائے گا۔ سو یہ ذخیرہ جمع کرنے جانا اُن کو مبارک ہو۔ وہ بڑی بدبخت قومیں ہیں جو دوسری نسل کو برا کہنے میں اور انکے متعلق غلطیاں پھیلانے میں اپنا فخر سمجھتی ہیں کاش دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھنے سے پہلے اپنی آنکھ کا شہتیر دیکھا ہوتا۔ مجھ پر حملہ کرنے میں تو صحابہ کی نصا‌ن کے لیئے کس قدر غیوری دکھائی جاتی ہے اور اگر یہ غیوری صدق دل سے ہوتی تو میں تو خوش ہوتا۔ اگر مجھ پر ایسے ہی سو اور حملے کر لیئے جاتے۔ مگر افسوس کہ یہ صرف دکھانے کے دانت ہیں میاں صاحب نے ایک اصول باندھا ہے۔ جس پر ان کو بہت مرتبہ توجہ دلائی گئی۔ کہ اس کی رو سے اگر وہ اپنے چند مخالفین کو فاسق کہہ کر خوش ہو لیں تو یہ خوشی اس بات کے مقابل کیا وقعت رکھتی ہے کہ بہت سے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کو وہ نعوذ باللہ من ذالک فاسق ٹھیراتے ہیں۔ میاں صاحب کا مجوزہ اصول یہ ہے کہ من کفر بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون کے ماتحت وہ لوگ جو کسی خلیفہ وقت کی بیعت نہ کریں فاسق ہیں۔ چنانچہ اس فتوی کے ماتحت اُن احمدیوں کو فاسق بنایا جاتا ہے جو خود میاں صاحب کی بیعت نہیں کرتے۔ کیونکہ کسی غیر معلوم طریق سے مسیح موعود کی خلافت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت کو یکساں سمجھتے ہیں بہرحال اصول ان کا یہ ہے کہ مسیح موعود کے خلیفوں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفوں کی جو شخص بیعت نہ کرے وہ فاسق ہے۔ خواہ وہ خلیفے منجانب اللہ مامور نہ ہوں۔ اب اس اصول کے ماتحت اول تو تمام صحابیہ عورتیں جن میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا بھی شامل ہیں وہ اس فتوے کے ماتحت آتی ہیں۔ کیونکہ عورتوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالے عنہ کی بیعت نہیں کی۔ پھر حضرت علی نے چھ ماہ تک حضرت ابو بکر کی بیعت نہیں کی۔ کیا ان چھ ماہ کے اندر وہ نعوذ باللہ من ذالک فاسق تھے۔

پھر اور سب باتوں کو چھوڑ کر حضرت معاویہ اور حضرت علی کی جنگ کو لیتے ہیں جس میں دونوں طرف صحابہ شریک جنگ تھے۔ اور بہت سے دونوں طرف سے شہید بھی ہوئے۔ کیا یہ سب کے سب صحابی نعوذ باللہ فاسق تھے یا وہ صحابی جو حضرت معاویہ کے ساتھی تھے نعوذ باللہ من ذالک فاسق تھے۔ اور پھر حضرت معاویہ خود کیا ٹھیرے اور پھر عجیب یہ کہ باوجود حضرت علی کی بیعت نہ کرنے کے اور بقول میاں صاحب فاسق رہنے کے وہ خلیفہ بھی بن جاتے ہیں۔ دیانت و امانت کا تقاضا یہ ہے کہ یا تو اس اصول کو ترک کیا جائے یا پھر علانیہ ان سب لوگوں کو اس اصول کے ماتحت لایا جائے پس جب سینکڑوں صحابیوں پر میاں صاحب کے اصول کی رو سے فسق کا فتوے لگتا ہے۔ تو سعید بن جبیر کی فکر کس ایمانداری کی بنیاد پر ہے مجھے کہا جاتا ہے۔ کہ سعید بن جبیر آنحضرت کے ساتھ دوسرے بعض انبیائے سابقین کو بھی اس پیشگوئی رسول مصدق لما معکم کا مصداق سمجھتے تھے۔

تو بیٹے گویا اُن کو نعوذ باللہ فاسق کہا ہے مجھ پر تو یہ افترا ہے بیٹے تو تولیٰ بعد ذالک کے ماتحت یہ کہا تھا کہ جو شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق نہیں سمجھتا اور آپ کے رسول مصدق لما معکم ہونے سے انکار کرتا ہے۔ وہ بموجب منطوق آیت فاسق ہے۔ اور ایسا انکار کرنے والے سعید بن جبیر ہرگز نہیں۔ نہ تابعین میں سے کوئی ہے نہ مفسرین میں سے کوئی ہے۔ میر محمد سعید حیدرآبادی مسلمان کہلانے والوں میں۔ پہلا شخص ہے جس نے اس پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کیا اور الفضل کا ایڈیٹر دوسرا شخص ہے جس نے اسے شائع کیا اور ایسے رنگ میں شائع کیا۔ کہ وہی مذہب ساری جماعت کا سمجھ آتا ہے۔ اور میاں محمود صاحب مع اپنی جماعت کے تیسرے نمبر پر اسکے ذمہ دار ہیں کہ انھوں نے باوجود مطالبہ کے میر محمد سعید کی تفسیر کی صحت سے انکار نہیں کیا۔ بلکہ اپنی خاموشی سے اس کی صداقت پر مہر لگا دی۔ اب یہ جو ماتھے پر کلنک کا ٹیکا لگ چکا ہے اُس کو اس طرح دھونا چاہتے ہیں۔ کہ مجھ پر کچھ افترا کیا جائے۔ ورنہ صحابہ کی عزت کے لیئے کب ان کو غیرت ہوئی تھی۔ جو دن رات اپنی مدح سرائی میں اور اپنے پیر کی مدح سرائی میں لگے رہتے ہیں اور اس شخص کو جو حضرت عمر کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے قابل بھی نہیں۔ حضرت عمرؓ کے برابر ٹھیراتے ہیں۔ اگر یہ الفاظ میاں صاحب اور ان کی جماعت کو بُرے معلوم ہوں تو میں کم از کم اپنے لیئے تو یہ اقرار کرنے کو تیار ہوں کہ میں اس مقدس انسان کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں اور میاں صاحب اپنے خاص مقرب میر محمد اسحاق کے الفاظ کو یاد کریں کہ اُس نے کہا تھا کہ ابوبکر و عمر حضرت مسیح موعود کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے قابل نہیں پس صحابہ کے لیئے غیرت دکھانا اگر یہ صدق دل سے ہوتا۔ تو پہلے تو چاہیئے کہہ لیتے۔ مگر صدق نیت کا ثبوت دینے کے لیئے یا میاں صاحب یہ اعلان کرا دیں اور یا خود کر دیں کہ ہم حضرت ابوبکر یا حضرت علی کی بیعت نہ کرنے والوں کو فاسق نہیں کہتے۔ یا پہلے کسی امام کا قول دکھا دیں کہ اس نے بھی ایسی جرأت کی ہو۔ اور یہ کہنا۔ کہ فاسق کے معنے باغی ہیں۔ یہ ایک جھوٹ کو قائم رکھنے کے لیئے دوسرا جھوٹ بولنا ہے۔ حدیث میں تاریخ میں عربی علم ادب میں کہیں فاسق کا لفظ بمعنے باغی استعمال ہوا ہو کہا ہو۔ خروج عن الحق یا خروج عن طاعۃ اللہ کو کسی غیر مامور خلیفہ کے انکار یا عدم بیعت کے ہم معنے قرار دینا جہالت ہے۔ پیر مریدوں کو نئے عقائد تو بنا کر دے سکتا ہے اور اس کے مریدان عقائد کو مان بھی لینگے مگر لغت نئی بنا دینا اور مریدوں کا اس لغت کو مان لینا یہ کمال میاں صاحب میں ہی دیکھا گیا ہے۔

اب سوال اصلی یہ ہے کہ آیت۔ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین کے کون سے معنے درست ہیں۔ وہ معنے جو سعید بن جبیر نے کیئے ہیں۔ یا وہ معنے جو اوروں نے کیئے ہیں۔

یعنی ایک معنے تو آیت کے یہ ہوئے کہ ہر نبی جو دنیا میں ظاہر ہوا۔ اس سے عہد لیا گیا۔ کہ تمہارے بعد جو دوسرا نبی آئے اس پر تم نے ایمان لانا ہوگا۔ یعنی جب وہ ظاہر ہو جائیگا تو پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو کر دوسرے نبی کا زمانہ شروع ہو جائیگا۔ اور چونکہ وقت کا نبی پھر وہ دوسرا ہی ہوگا۔ اس لیئے اسی کا ماننا ضروری ہوگا۔ سب سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعود نے کن معنوں کو درست قرار دیا حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۳۰ پر اس آیت کا ترجمہ آپ نے بدیں الفاظ کیا ہے۔

"اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دونگا۔ اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئیگا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کریگا۔ تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی۔ اور کہا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس عہد پر استوار ہو گئے۔ انھوں نے کہا کہ ہمنے اقرار کر لیا ...... اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو گئے تھے یہ حکم ہر نبی کی اُمت کے لیئے ہے۔ کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا۔"

اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۱ پر تحریر فرمایا ہے۔

"ہر ایک اُمت سے بذریعہ ان کے نبی کے یہ عہد لیا گیا تھا۔ کہ جب حضرت خاتم الانبیاء پیدا ہوں تو اُنپر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔"

یہی معنے حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم ہمیشہ لیتے رہے چنانچہ یہی معنے ان کے درس کے نوٹوں میں موجود ہیں۔

یہی معنے مولوی سرور شاہ نے اپنی تفسیر میں کیئے ہیں۔

"جبکہ ہمنے سب انبیاء سے ان کے اپنے اپنے زمانہ میں پختہ عہد لیا تھا۔ کہ کتاب و حکمت سے جو کچھ ہم نے تمکو دیا ہو ...... پھر تمہارے پاس کوئی ایسا رسول آجائے جو اس کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے۔ تو ضرور ہی تم اس پر ایمان لاؤ گے ...... اس کی تفسیر میں یہی مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا عہد لیا گیا ہے .... اور شہادت کے بعد پھرنے والوں کے فسق کا ذکر کر کے بتایا۔"

اب مجھ پر تو اس قدر طیش کا اظہار ہے کہ میں نے ان لوگوں کو فاسق کیوں کہا۔ جو پیشگوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ مگر یہاں مولوی سرور شاہ کا فتویٰ موجود ہے کہ شہادت کے بعد پھرنے والے فاسق ہیں۔ اب حضرت مسیح موعود کا یہی مذہب۔ حضرت خلیفۃ المسیح کا یہی مذہب۔ خود تمہارے بڑے مولویوں کا پہلا مذہب یہی۔ پھر جو لوگ احمدی جماعت میں ہو کر پھر اس پیشگوئی سے انحراف کریں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کے ہونے سے انکار کر کے کسی دوسرے پر لگائیں وہ تو یقیناً فاسق ہیں۔

ان حوالجات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے سلسلہ کا یہی مذہب رہا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور دوسرے معنے کی طرف کسی نے توجہ بھی نہیں کی۔ اس لیئے اب جو قرآن شریف کے نوٹوں میں یہ معنے درج کیئے گئے ہیں۔ تو آخر اُن کی غرض کیا ہے یہ تو ظاہر ہے کہ اس تبدیلی میں تقدم کا سہرا مولوی میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی کے سر پر ہے۔ ان کی اتباع میں ہی ترجمہ قرآن میں یہ معنے داخل کیئے گئے ہیں۔ ہاں انھوں نے اس بات کو ایسے رنگ میں پیش کیا کہ وہ طبائع کو بہت قبیح معلوم ہوتی ہے۔ پہلے پارہ میں اس کو اوپر سے خوبصورت بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر غرض دونوں کی اگر بالکل متحد نہیں تو قریباً قریباً ایک ہی جا ٹھیرتی ہے کیونکہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود بھی رسول مصدق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ تو گو ایک جگہ یعنی صفحہ ۴۳ و ۴۴ پر قادیان کے ترجمہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول مصدق مانا ہے۔ مگر دوسری جگہ یعنی بالآخرۃ ھم یوقنون کی تفسیر میں یہ مانا ہے کہ مرزا صاحب بھی رسول مصدق ہیں کیونکہ اس آیت کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ اس امر پر کہ مرزا صاحب کو رسول ماننا ضروری ہے۔ تو گویا ترجمہ کے ایک مقام کی رُو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رسول مصدق ہوئے اور دوسرے مقام کے لحاظ سے مسیح موعود رسول مصدق ہوئے لیکن اب ایک اور دقت ہے۔ اگر مسیح موعود رسول مصدق ہیں تو اس لیئے (جیسا کہ میر محمد سعید صاحب نے کہا) کہ کل نبیوں سے مع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم یہ عہد لیا گیا کہ جب مرزا صاحب ظاہر ہوں تو ان کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ تو اب میر محمد سعید کی دلیل یہ ہے کہ کل نبی جن کو کتاب اور حکمت دی گئی اُن سے میثاق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق تو نہیں لیا گیا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود کتاب و حکمت والے نبی ہیں۔ پس سارے نبیوں سے میثاق نہ ہوا۔ لیکن مسیح موعود کے متعلق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی میثاق لیا گیا۔ پس کل نبیوں سے میثاق مسیح موعود کے لیئے لیا گیا نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لیئے۔ اور یہ بدیہی اور کھلا نتیجہ ہے۔ اس شخص کے کلام کا جو کہتا ہے کہ آیت واذا خذ اللہ میثاق النبیین کے ماتحت مسیح موعود بھی رسول مصدق ہو سکتے ہیں۔ اور یہی وہ بات ہے جو بالآخرۃ ھم یوقنون کی تفسیر میں قادیان کے شائع شدہ ترجمہ میں لکھی گئی ہے ان لفظوں پر دوبارہ غور کر لو۔

"پیچھے آنے والی وحی اور رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بطور قاعدہ کلیہ کے اس آیت میں ہوا ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین" صفحہ ۱۲

تثلیث کے عقیدہ کی طرح اگر ایک امر کو صفائی کے ساتھ بیان کرنا مقصود نہ ہو تو اور بات ہے۔ ورنہ بات تو صاف ہے کہ اوپر لکھا ہے۔

"گویا یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے جن پر متقی ایمان لاتا ہے ایک وہ وحی جو رسول صلعم پر نازل ہوئی اور ایک وہ وحی جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور ایک وہ وحی جو پیچھے آنے والی ہے" اور اسی پر یہ نوٹ ہے کہ

"پیچھے آنے والی وحی و رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بطور قاعدہ کلیہ کے اس آیت میں ہوا ہے واذ اخذ اللہ میثاق النبیین"۔ اب اگر تو لکھنے والے کا یہ مذہب ہو کہ پیچھے آنے والی وحی کسی خاص شخص کی وحی تک محدود نہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ اس قاعدہ کلیہ کا ذکر یہاں اس غرض کے لیئے تھا۔ کہ رسول اللہ صلعم کے بعد جو رسول آتے رہیں گے وہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتے رہیں گے۔ مگر ان مترجمین کا ہرگز یہ خیال نہیں کہ اور بھی رسول آتے رہیں گے۔ بلکہ پیچھے آنے والی وحی کو محدود کر دیا ہے مسیح موعود کی وحی پر۔ پس ایک وہی پیچھے آنے والی وحی ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آئے گی۔ کیونکہ جہاں یہ لفظ لکھے ہیں "اور ایک وہ وحی جو پیچھے اُترنے والی ہے" اس کے ساتھ ہی یہ فقرہ ہے "اور یہ وُہ وحی ہے جو سورۃ الجمعہ ۶۲ آیت سوم ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم .... وآخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم میں موعود ہے" تو بس معلوم ہوا کہ ان مترجمین کے اعتقاد کی رُو سے الآخرۃ سے مراد صرف ایک مسیح موعود کی وحی ہے۔ مزید تشریح خود وہیں موجود ہے۔ "اس آیت میں رسول کریم صلعم کی دو بعثت بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو وہ بعثت جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اور ایک دوسرا بعثت جو آخری زمانہ میں ہونا مقرر تھا۔ ..... چنانچہ احادیث اور قرآن شریف کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ وہ صاحب وحی شخص مسیح موعود اور مہدی معہود ہے جس کی وحی پر یقین لانا ویسا ہی ضروری ہے۔ جیسا کہ دوسری وحیوں پر"

اب اس سارے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ اس پارہ کے شائع کرنے والوں کے نزدیک الآخرۃ سے مراد صرف مسیح موعود کی وحی ہے۔ نہ کوئی اور وحی اور یہی پیچھے آنے والی وحی و رسالت ہے۔ تو اب جس صورت میں یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ کل نبیوں سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے باقی نبیوں سے میثاق لیا گیا کہ تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تو اب بتاؤ کہ حقیقی مصداق اس پیشگوئی میثاق النبیین والی کا کون ہوا۔ وہ شخص جس پر صرف قومی نبیوں کا اتفاق ہوا یا وہ شخص جس پر قومی نبی بھی متفق ہوئے اور اُنکے سراج منیر رحمۃ للعالمین اور للعالمین نذیرا بھی متفق ہوئے عقائد کو گول مول رکھنا مومن کا کام نہیں۔ یا تو صاف کہو کہ کل صاحب کتاب نبیوں سے میثاق صرف مرزا صاحب کے لیئے لیا گیا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے نہیں اور یا یہ کہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں۔ اس لیئے رسول مصدق آپ ہی ہو سکتے ہیں نہ کوئی اور جب مرید یہ بحثیں کر رہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسول مصدق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان پر کل صاحب کتاب نبیوں کا اتفاق نہیں ہوا۔ تو میاں صاحب کا اب یہ انکار کرنا بے معنی ہے۔ ان سوالوں کا جواب صفائی سے دو۔ ۱۔ کیا حضرت مسیح موعود رسول تھے یا نہیں۔

۲۔ کیا حضرت مسیح موعود کے متعلق کل صاحب کتاب نبیوں سے میثاق لیا گیا یا نہیں ؟

اگر سوال اول کا جواب نفی میں ہے تو بھی معاملہ صاف ہے۔ کہ جب وہ رسول ہی نہیں تو رسُول مصدق کیسے ٹھیریں گے۔ لیکن اگر اس سوال کا جواب اثبات میں ہے کہ وہ رسُول تو ہیں تو اب دوسرے سوال کا جواب صفائی سے دو اور جو کچھ مرید کہہ رہے ہیں اور جسے الفضل چھاپ چکا ہے اس کا اعتراف کر دو یا انکار کرو۔ کہ مسیح موعود کے متعلق کل نبیوں سے میثاق لیا گیا یا نہیں۔ لیکن باطل عقیدہ والے کو صفائی سے بات کرنے کی کبھی جرأت نہیں ہوتی۔ گول مول باتیں کرکے ادھر کی اُدھر بات لیجائیں گے۔ مگر صاف اور سیدھا جواب کبھی نہ دینگے۔ اگر مرزا صاحب رسول بھی ہیں اور ان کے متعلق کل نبیوں سے میثاق بھی لیا گیا تو پھر تو رسول مصدق وہی ہوئے اور اگر مرزا صاحب رسول نہیں یا رسول تو ہیں مگر کل نبیوں سے ان کے متعلق میثاق نہیں لیا گیا۔ تو بے شک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم رسول مصدق ہو سکتے ہیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ ان میں کسی بات کا اعتراف کرنا ان لوگوں کے لیئے موت ہے۔ یہ کبھی یہ نہ کہیں گے کہ مسیح موعود کے متعلق کل نبیوں سے میثاق نہیں لیا گیا۔ حالانکہ اگر اتنی بات کہدیں تو کم از کم اتنا عقیدہ ان کا معلوم ہو جائیگا کہ حقیقی مصداق تو یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب کو بھی کسی دُوسرے معنے کی رُو سے جو سعید بن جبیر نے کیئے ہیں (اور جنھیں محض دھوکا دینے کے لیئے بطور ایک آڑ کے پیش کیا گیا ہے) مرزا صاحب کو بھی اس میں شریک سمجھتے ہیں۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر رسول گذرے ہیں۔ اگر ان کو بوجہ کسی پہلے نبی کی پیشگوئی کے رسول مصدق مانا جائے تو اسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کوئی نہیں کیونکہ حقیقی اور کامل مصداق اس پیشگوئی کی آپکی ذات بابرکات ہی ہو گی لیکن اگر آنحضرت کے بعد کوئی رسول۔ رسول مصدق ہے۔ تو پھر حقیقی اور کامل مصداق پیشگوئی کا وہ ہوگا۔ نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ غرض جب تک کہ صفائی سے مذکورہ بالا دونوں سوالوں میں سے ایک کا جواب نفی میں نہ دیا جائے اسوقت تک باوجود اس کے کہ جو پہلے پارہ کے نوٹوں میں قادیان سے نکلا ہے۔ حقیقی مصداق میثاق النبیین کے مرزا صاحب ہونگے نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور میاں صاحب کا مذہب وہی قرار پائے گا۔ جو میر محمد سعید کا مذہب ہے۔ اور جس کی صداقت پر میاں صاحب بمع ان کی جماعت کے اپنی خاموشی سے مہر لگا چکے ہیں۔

افسوس کہ ان لوگوں نے کبھی اتنا بھی غور نہ کیا کہ آنحضرت کے متعلق میثاق لینے کے تو یہ معنے تھے کہ کل انبیاء پر آپ کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ کہ اگر آپ کے زمانہ میں ان انبیاء میں سے کوئی زندہ ہوتا تو وُہ بھی آپ کا متبع ہوتا لو کان موسےٰ و عیسےٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی۔ حدیث اس پر شاہد ہے اور یہی مطلب اس صورت میں لیا گیا ہے۔ جہاں ایک نبی کو دُوسرے کا مصدق قرار دیا گیا ہے یعنی ہر ایک نبی اگر اپنے بعد کے نبی کے زمانہ میں ہوتا تو اُس پر ایمان لاتا۔ اس کے معنے تو صاف یہ ہیں کہ جب ایک نبی آجاتا ہے۔ تو اس وقت سارے لوگ جو اُس وقت زندہ موجود ہوں ضروری ہوتا ہے کہ وہ اس نبی پر ایمان لائیں۔ حتیٰ کہ اگر ایک نبی بھی اُس وقت زندہ ہو تو اس کے لیئے بھی ضروری ہے کہ اس دُوسرے نبی پر ایمان لائے جو اپنے وقت کا نبی ہے۔ تو اس میثاق اور رسول مصدق کا مطلب تو صرف یہ تھا کہ ہر نبی جب آجاتا ہے تو وہ اپنے وقت کا نبی ہوتا ہے۔ اور اس وقت حقیقی متبوع وہی ہوتا ہے نہ کوئی پہلا نبی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیئے رسول مصدق ہوئے اور اس لیئے سب نبیوں سے عہد لیا گیا۔ کہ جب آپ آئے تو کل دُنیا پر فرض ہو گیا کہ آپ کی اتباع کرے۔ اگر کوئی پہلا نبی بھی آپکے وقت میں زندہ ہوتا تو آپ کا متبع ہوتا۔ لیکن جب اس آیت کو ماتحت مسیح موعود کو رسول مصدق قرار دیا گیا اور کم از کم یہ تسلیم کیا گیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے میثاق لیا گیا تھا۔ تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ مسیح موعود اپنے وقت کا رسول ہے۔ اور اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت زندہ ہوتے۔ تو نعوذ باللہ من ذالک وہ مرزا صاحب کے پیرو ہوتے۔ تعجب آتا ہے کہ ایسے عقاید پیش کرتے وقت ان لوگوں کی غیرت ایمانی کیوں مرجاتی ہے۔ جب تمنے قاعدہ کلیہ کے طور پر ہی سہی۔ مسیح موعود کو رسول مصدق قرار دیا۔ تو گویا یہ مانا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی وعدہ لیا گیا تھا۔ کہ جب اُن کا ایک امتی انہی سے سب فیض حاصل کرنے والا دُنیا میں ظاہر ہو۔ اور آپ بھی اس کے وقت میں موجود ہوں تو آپ پھر اس کے پیرو اور اس کی متبع ہوں۔ آپ اس کی نصرت کریں۔ وہ مومن بہ ہو اور آپ مومن ہوں۔ وہ متبوع ہو اور آپ تابع ہوں وہ منصور ہو اور آپ ناصر ہوں۔ میں کہتا ہوں ان باتوں کو چھوڑ دو ہم مان لیتے ہیں کہ سعید بن جبیر والے معنے تم نے لیئے مگر یہ معنے لے کر گویا یہ قرار دیا کہ جس طرح پر پہلے رسول کو یہ حکم ہوتا تھا۔ کہ اگر اس کے بعد والا نبی اس کے زمانہ میں آجائے تو اس پر لازم ہوگا کہ بعد والے نبی کی پیروی کرے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ جب اُن کا ایک غلام ظاہر ہو اور آپ اُس وقت زندہ ہوں تو ضروری ہوگا کہ آپ اسی کی پیروی کریں یعنی پہلے تو آپ متبوع اور وہ تابع تھا۔ مگر جب اس تابع کو

نبوت مل گئی، تو پھر وہ متبوع اور آپ تابع ہو جائیں گے
اللہ تعالیٰ اس قوم کی حالت پر رحم کرے کہ یہ اپنے غلو میں
کہاں تک ترقی کر گئے ہیں۔ اور پھر اس مثل کے مطابق کہ
الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے مجھ پر حملہ آور ہیں کہ تم نے صحابہ کی
ہتک کی۔ مگر خود یہ ظلم کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی
ہتک کر رہے ہیں۔ اور پھر جب توجہ دلائی جاتی ہے تو پروا
نہیں کرتے۔ اس ترجمہ کے اوپر لکھا گیا ہے کہ "حسب ارشاد
و زیر نگرانی" میاں صاحب کے شائع ہوا ہے۔ تو کیا میاں
صاحب کا فرض نہیں کہ اس عقیدہ کو صاف کریں کہ آیا جیسا
انھوں نے بالآخرۃ ھم یوقنون کے نیچے نوٹ لکھا ہے۔
کیا درحقیقت ان کا یہی عقیدہ ہے۔ کہ مرزا صاحب بھی
رسول مصدق ہو سکتے ہیں یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم سے یہ معاہدہ لیا گیا تھا۔ کہ جب مرزا صاحب ظاہر ہوں
تو تم نے ان پر ایمان لانا ہوگا۔ جب تک وہ اس بات سے
صاف انکار کر کے اس نوٹ کو جھوٹا قرار نہ دیں اور اسکی
تردید بذریعہ الاعلان شائع نہ کریں یہی ان کا مذہب سمجھا
جائے گا۔ اور پھر ان کے مریدین کی یہ شکایت کہ میں نے
ان کے عقیدہ کے متعلق غلط بیانی کی ہے کسی توجہ کے
قابل نہ ہوگی۔ میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ آگ لگا
کر وہ الگ کھڑے نہیں ہو سکتے اور اس میں کوئی شبہ نہیں
کہ یہ آگ جو وہ میرے ترجمۂ قرآن کے مسودوں کو لگانا چاہتے
تھے۔ انھوں نے اس میں اپنی اور اپنی جماعت کی غیرت
اسلامی کو جلا دیا ہے۔ ان کا فرض ہے کہ وہ اس نوٹ
کی کھلی کھلی تردید کریں۔ ورنہ یہ عذر ان کا کچھ کام نہیں
دے سکتا کہ ہم نے دوسری جگہ اس پیش گوئی کے متعلق یہ
لکھ دیا ہے۔ اس کے معنے تو صرف اس قدر ہونگے کہ آنحضرت
کو ان کے وقت کا نبی متبوع ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ خلافت
کا بوجھ جو میاں صاحب کے والنٹیر بننے میں رکاوٹ کا باعث
ہو گیا ہے۔ وہ کم از کم اس مسئلہ کے صاف کرنے میں رکاوٹ
کا موجب نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کی خلافت مزعومہ کی اصل غرض
تو اپنی جماعت کے عقاید کی درستگی ہونی چاہیئے۔ اب وہ فیصلہ
کریں کہ اس وقت کے نبی متبوع آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ہیں یا مسیح موعود یعنی اگر مسیح موعود کے وقت میں آنحضرت
صلعم زندہ ہوتے تو مسیح موعود متبوع اور آپ تابع ہوتے
یا برعکس۔ صورت اول میں یعنی مسیح موعود کو متبوع مان کر وہ
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قایل نہیں ہو سکتے صورت
ثانی میں ان کا یہ نوٹ کہ مسیح موعود کے متعلق آنحضرت سے
میثاق لیا گیا تھا۔ کہ آپ بھی اگر اس وقت زندہ ہوں تو
مسیح موعود پر ایمان لائیں جھوٹ ٹھیرتا ہے۔
اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پہلی نبیوں
پر بھی تو ایمان لاتے تھے۔ اس سے یہ واجب نہیں ہو جاتا
کہ وہ پہلے نبی اُن کے لیئے بطور متبوع کے ہوں اور آپ
تابع ہوں۔ تو یہ ایک دھوکہ ہے۔ اور اسی قسم کے
دھوکہ دہی اور مغالطوں سے ہی گمراہ کرنے والے عقاید
[illegible] جایا کرتے ہیں۔ سوال تو یہ ہے۔ کہ جس
[illegible] عہد لیا گیا ہے کہ اگر فلاں رسول آئے تو تم
نے اس پر ایمان لانا ہوگا کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر

بفرض محال وہ رسول اس پچھلے آنے والے رسول کے وقت
میں زندہ ہو تو اُس پر ایمان لائے اور اس کو اپنا متبوع
بنائے؟ حدیث لو کان موسےٰ و عیسےٰ حیین لما
وسعھما الا اتباعی نے اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اگر
موسےٰ و عیسےٰ آنحضرت کے زمانے میں زندہ ہوتے۔ تو
آنحضرت متبوع ہوتے اور وہ تابع ہوتے۔ پس رسول
جس پر عہد لیا گیا ہے۔ وہ تو بلحاظ اس کی عظمت کے ہی
عہد لیا گیا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو اس قدر عظمت
دی ہے۔ کہ اگر دوسرا کوئی رسول بھی اُس کے زمانہ میں
زندہ ہوتا تو وہ اسی کا متبع ہوتا۔ اور اسی لیئے لتومنن
کے ساتھ لتنصرنہ کا لفظ بھی لایا گیا ہے۔ کہ اصل اس
زمانہ کا پیشوا وہی ہوگا۔ اور دوسرے سب بطور ناصر اور
مددگار کے ہونگے۔ اس لیئے جس صورت میں کوئی شخص آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی اس عہد کا لیا جانا مانتا ہے کہ تمہارے
بعد تمہاری اُمت میں ایک مسیح موعود ہوگا۔ تم نے اس پر
ضرور ایمان لانا ہوگا۔ اور اس کی مدد کرنی ہوگی یعنی جدھر
وہ تم کو لیجائے اُدھر جانا ہوگا۔ اور جو کام وہ تم کو کہے وہی
تمکو کرنا ہوگا۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سخت
ہتک کر رہا ہے۔ جن لوگوں کا کام اسی قسم کی گڑبڑ ڈالنے
سے چلتا ہے۔ ان کو تو اختیار ہے کہ یہ بھی کہدیں کہ خدا بھی
مومنوں کی نصرت کرتا ہے۔ مگر صحیح حواس والا انسان یہ
بات بطور دلیل پیش نہیں کر سکتا جب کسی رسول کے انصار
اور مددگار انسانوں کا ذکر ہوتا ہے تو اس سے مراد یہی
ہوتی ہے کہ وہ رسول جس طرح ان کو حکم دیتا ہے۔ اسی
طرح وہ مانتے چلے جاتے ہیں۔ اور اپنے قوائے کو مال کو
جانوں کو اس رسول کی خدمت میں لگا دیتے ہیں۔ تو
گویا ترجمۂ قادیان میں یہ اعتقاد ظاہر کیا گیا ہے کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسیح موعود کی اس قسم کی نصرت
کا عہد لیا گیا تھا۔ جس کے معنے صاف الفاظ میں یہ ہوئے
کہ مسیح موعود اپنے زمانہ میں ایک ایسا رسول ہوگا۔ کہ محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کے زمانہ میں زندہ
ہوتے تو اس کے متبعین میں سے ہوتے۔۔ ان مزخرفات
سے خدا کی پناہ اور پھر بجائے اس کے کہ ان بیہودگیوں
سے توبہ کریں۔ اُلٹا الزام ہم کو دیتے ہیں۔ جب تک
اس عقیدہ سے توبہ نہ کریں اس وقت تک یہ لکھ دینا
کہ اس پیشگوئی کو ہم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
لیئے مانتے ہیں۔ محض ایک قوم کو مغالطہ میں ڈالنا ہے
مجھے یہ بھی کہا گیا ہے کہ اذ اخذ اللہ میثاق النبیین
کے جو معنے تم نے کیئے ہیں کہ یہاں مراد "نبیوں کا اپنی
امتوں سے عہد لینا ہے"، یہ غلط ہیں۔ اور کوئی عالم
یا زبان دان معنوں کو درست قرار نہیں دیگا۔ یہ بھی
ان لوگوں کی ایک عجیب چال ہے۔ کہ جو کچھ میں کہوں
اس پر اعتراض کر دیں گے کہ یہ غلط ہے۔ اب وہ بیچارے
جن تک اس کا جواب تو پہنچتا نہیں کیونکہ یہ ناممکن
ہے کہ وہ اپنے اخبار میں میرے جواب کو چھاپیں
اور مجھ کو تو چھوڑو اخبار نے تو میں میرے متعلق غلط
بیانی کی گئی میں نے اس کا جواب لکھا شائع نہیں کیا۔

حالانکہ مجھ سے وعدہ بھی کیا کہ میں شائع کر دوں گا۔ تو
یہ تو ان لوگوں کی حالت ہے۔ غرض صرف عوام کو دھوکا
دینا ہے کہ محمد علی قرآن نہیں جانتا۔ اس میں تو شک
نہیں کہ میں فضیلت کا مدعی نہیں۔ اور ترجمہ کرنے یا
تفسیر کرنے میں تو فاضلوں سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں
پس میری کسی غلطی کو لے کر اس پر ڈھول بجانا یہ کوئی
بڑی فضیلت یا کمال کا ثبوت نہیں۔ لیکن آج تک
جو پہلے اعتراض ان لوگوں نے کیئے ان پر منہ کی
کھانے کے باوجود باز نہیں آئے۔ پیسہ اخبار میں میرے
درس پر اعتراض کیئے۔ جب میں نے دکھایا کہ تفاسیر میں
وہی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ حضرت مولوی صاحب مرحوم
وہی سُنتے کرتے رہے۔ مولوی سرور شاہ نے وہی معنے
کیئے تو پھر خاموش ہیں۔ اسی طرح پیسہ اخبار کو مجھ پر اعتراض
کرنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ نکات القرآن کا پہلا حصہ
نکلنے پر پیسہ اخبار میں جو اعتراض چھاپے ان میں ایک
یہ بھی تھا۔ کہ انھوں نے غلط لکھا ہے کہ ہر ایک کام کے
ابتدا بسم اللہ ہونی چاہیئے۔ حدیث میں اس کے
خلاف ہے۔ یعنی وہاں کل امر ذی بال ہے اور اسلیئے
اب اردو ترجمہ کے نوٹوں میں "ذیشان" کا لفظ کام کے
ساتھ بڑھا دیا ہے۔ یعنی یہ لکھا ہے کہ مسلمان ہر ایک
ذیشان کام کی ابتدا کرتے وقت اس آیت کو پڑھتے
ہیں۔ مگر انگریزی ترجمہ کے نوٹوں میں پھر اس کے
خلاف کیوں لکھا۔ جہاں لکھا ہے۔
Every deed small or great
ہر ایک کام چھوٹا ہو یا بڑا اس کے شروع میں بسم اللہ
پڑھی جاتی ہے۔ اور پھر اردو نوٹوں میں بھی حافظہ
نے یاوری نہ کی۔ خود ہی صفحہ ۸ پر یہ حدیث بھی نقل
کی ہے کل امر لا یبدأ فیہ ببسم اللہ الرحمٰن
الرحیم۔ فھو اجذم یعنی ہر ایک کام جو بسم اللہ
الرحمن الرحیم سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت
ہوتا ہے۔ پس جہاں نیت یہ ہو کہ صرف ایک شخص کو
بدنام کرنا ہے۔ وہاں جواب دینا نہ دینا برابر ہے۔
نیک نیتی کا پہلو اگر موجود ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے
مگر افسوس کہ ان لوگوں نے اس ضروری اصول کو
ہی بھلا دیا ہے۔ پھر ایک مدت تک ساری جماعت
میں اس امر کی تشہیر کی جاتی رہی کہ قل اللہ ثم ذرھم
کے معنے محمد علی نے غلط کیئے ہیں۔ اس لیئے ان کا
ترجمۂ قرآن بالکل ردی ہے۔ بڑے بڑے ایماندار
مولویوں نے جگہ جگہ اس بات کی تشہیر کی۔ حالانکہ
میں نے بارہا کہدیا تھا۔ کہ یہ معنے جو رسالہ کفر و
اسلام میں میں نے لکھے ہیں۔ وہ صرف حضرت مولینا
مرحوم کے الفاظ کی نقل ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ پر انھوں
نے انہی باتوں کو مدنظر رکھ کر لکھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔
مگر اُن لوگوں کی ایمانداری گئی۔ اس بات کو چاہتی
ہے کہ میرے کسی جواب پر غور کریں۔ میں نے یہ بھی بتایا
کہ یہ معنے حضرت مولوی صاحب مرحوم کی زندگی میں
آپ ہی کی [illegible] کے عنوان میں پیغام صلح میں چھپ بھی چکے ہیں

مگر یہاں تحقیق حق سے کس کو غرض - میں نے صاف کہا میرے اپنے ترجمۂ قرآن میں یہ معنے نہیں - اصل مسودہ اب تک موجود ہے - میں نے کبھی یہ معنے خود نہیں کیئے مگر اس کی کسے پروا ہے - کہ اصل بات کیا ہے سچ ہو یا جھوٹ کوئی بات مل جائے جس سے محمد علی بدنام ہو سکے اور ایک غلطی خوردہ جماعت اسے گالیاں دینا ثواب سمجھے حضرت مرحوم کی زندگی میں تو کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا - بلکہ میرے ترجمہ کے خلاف صرف یہی ایک اعتبار ہے - حتیٰ کہ خود میاں صاحب کو جب خطبہ جمعہ میں یہ اعلان کرنا پڑا - کہ اُن کا ترجمہ محض ردی ہے - جو جلانے کے قابل ہے (مجھے افسوس ہے کہ یہ سردیوں کا موسم تو میاں صاحب کی خواہش کے پورا ہوئے بغیر ہی گذر گیا - شاید آئندہ سردیوں میں میرے مسودات کو جلا کر سینکیں گے -) تو اس کے لیئے بھی عذر یہی ہے کہ اس میں قل الله ثم ذرھم کا ترجمہ غلط ہے - اتنا بھی خوف خدا نہ کیا کہ اپنے اُستاد مرحوم کی کچھ عزت کرتے اور میری غلطیوں کو دیکھنا تھا تو میرے نکات القرآن کا ایک حصہ شائع ہو چکا تھا - اس میں سے بتلاتے کہ کون کون سے مقام غلط ہیں - پھر میں کہتا ہوں - اگر حضرت مولوی صاحب مرحوم نے کوئی اور معنے اس کے کیئے ہوں تو پھر تم لوگوں کے لیئے کیسا ماتم کا دن ہو گا - بات تو صرف اسی قدر ہے کہ قل الله ثم ذرھم کا ترجمہ الله منوا کر چھوڑ دینا اس لیئے غلط ہے کہ قل الله کا جواب ہے من انزل الکتاب الذی جاء به موسیٰ کا اور مطلب صرف یہ ہے کہ وہ کتاب بھی اللہ نے ہی اُتاری تھی - اور اس کے سوا کوئی اور معنے نہیں ہو سکتے - اب میں حضرت مولوی صاحب مرحوم کے درس کے نوٹوں سے دکھاتا ہوں کہ حضرت مولوی صاحب نے اس کے کوئی اور معنے بھی کیئے ہیں - دیکھو صفحہ ۵۸ ان نوٹوں کے پہلے کالم میں یہ الفاظ ہیں -

"تیسرا مرتبہ آخری یہ ہے کہ قالوا ربنا الله ثم استقاموا - اور قل الله ثم ذرھم - اللہ ہی اللہ رہ جائے" اب یہاں حضرت مرحوم نے قل الله ثم ذرھم کے معنے کیئے ہیں - اللہ ہی اللہ رہ جائے حالانکہ سیاق و سباق عبارت سے تو یہ معنے ویسے ہی غلط ہیں - جیسے اللہ منوا کر چھوڑ دو - اب اگر نیک نیتی سے مجھ پر اعتراض تھا - اور اس بنا پر میرے ترجمہ کو ردی اور جلانے کے قابل قرار دیا تھا تو اسکے بعد چاہیئے کہ الفضل کے ان سارے پرچوں کو جلا دو جن میں اس آیت پر اعتراض چھپے ہیں - اور بالخصوص اس خطبہ والے پرچوں کو ورنہ کم از کم حضرت مولوی صاحب کے درس کے نوٹوں کو ہی اپنے مریدوں کو اکٹھا کر کے جلا دو کہ ان میں بھی اس آیت کے معنے غلط لکھے ہیں جس کا الزام مجھ پر ہے - کیا یہی تقویٰ ہے جس پر مقام محمود کا دعویٰ ہوتا ہے - اور مریدوں سے انتہا درجہ کی ہی ... کرائے جاتے ہیں - کہ سب سے اعلیٰ مقام

جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مل سکتا تھا وہ محمود کے وجود میں ملا ہے انا لله وانا الیه راجعون اب میثاق النبیین کے ترجمہ کی غلطی کو دیکھیئے جس کا بڑے زور سے اخبار الفضل میں اعلان کرایا ہے کہ کسی عالم کے نزدیک یہ معنے درست نہیں کہ نبیوں نے اپنی اُمتوں سے عہد لیا تھا - سو سب سے پہلے تو مسیح موعود کو چھوڑو اور ان عالموں کے پیچھے لگو جن سے تم نے صحیح معنے کرنے سیکھے ہیں - کیونکہ حقیقۃ الوحی کے حاشیہ پر آپ اس آیت کے یہ معنے کرتے ہیں -

"اسی وجہ سے قرآن شریف فرماتا ہے - کہ ہر ایک اُمت سے بذریعہ ان کے نبی کے یہ عہد لیا گیا تھا"

تعجب ہے کہ تم لوگ کیوں حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے وقت خاموش بیٹھے رہے اور مرزا صاحب کے قرآن سے ناواقف ہونیکا اعلان کر کے میاں محمود کو پیر نہ بنا لیا - کیونکہ یہی وہ معنے ہیں جو میں نے کیئے ہیں کہ نبیوں کے واسطہ سے ان کی امتوں سے عہد لیا گیا - اللہ تعالیٰ امتوں سے جو عہد لیتا ہے وہ بواسطہ انبیاء ہی کے لیتا ہے - عہد تو خدا کے ساتھ ہی ہوتا ہے مگر اس کے لینے کا ذریعہ خدا کے نبی ہی ہوتے ہیں - اور اہل علم کی ضرورت ہو تو سنت تفسیر کبیر کی ذیل کی عبارت پڑھ لیں

المراد من الآیة ان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام کانوا یاخذون المیثاق من اممهم بانه اذا بعث محمد صلی الله علیه وسلم فانه یجب علیهم ان یومنوا به وان ینصروه و هذا قول کثیر من العلماء

مراد آیت سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمتوں سے عہد لیا کرتے تھے کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو ان پر واجب ہے کہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی امداد کریں اور یہ کثیر علماء کا قول ہے -

میرا تو ان باتوں سے کچھ نہیں بگڑتا ان غریبوں پر رحم کرو جو آنکھیں بند کر کے تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں میری حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب میں نے اس مضمون کو لکھنے کے بعد یہ دیکھا کہ اسی اخبار الفضل میں جن میں مجھ پر یہ اعتراضات کیئے گئے ہیں کہ تم نے ہماری طرف یہ جھوٹ منسوب کیا ہے کہ رسول مصدق سے ہم محمد رسول اللہ صلعم مراد نہیں سمجھتے کسی صاحب چوہدری احمد الدین کا ایک مضمون چھپا ہے جس میں مولوی محمد سعید حیدر آبادی کے مضمون کی تائید ہوئی ہے - چنانچہ ذیل کے فقرات قابل غور ہیں - "کیونکہ آیت مذکور میں جناب رسالت پناہ سے بھی عہد کا لیا جانا ثابت ہوتا ہے" "تمام قرآن میں جہاں جہاں میثاق کا لفظ آیا ہے اس کو دیکھ لو سوائے اس عہد کے جو آیت میں بیان ہوا ہے اور کوئی عہد ثابت نہیں ہوتا - جو جناب رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بشمول دیگر انبیاء لیا گیا - جب ایک عہد آنحضرت سے بشمول دیگر لیا گیا" اور وہ مرزا صاحب کے متعلق ہو تو اب حقیقی مصداق اس آیت کے تو وہی ہوئے نہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم - اب اس زمانہ میں وہ تو عہد کرنے والے ہوئے اور مرزا صاحب رسول مصدق ہوئے - میاں صاحب خوب یاد رکھیں کہ آپکے مرید پہلے نبوت کے مسئلہ میں حد سے گذر بڑھے ہوئے ہیں وہ اسی وجہ سے ہے کہ خود صاف اور واضح کر کے اپنے عقیدہ کو بیان نہیں کرتے گول مول بات کر دیتے ہیں جس سے ان کے غالی مرید مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بھی ٹھیراتے ہیں - آپکا عین بھی ٹھیراتے ہیں - پرسوں کی ہی بات ہے مسجد میں تیس آدمیوں کے سامنے ان کے ایک مرید نے کہا کہ مرزا صاحب کے کام محمد رسول اللہ سے بڑھ کر ہیں - اور جس قدر اصلاح مرزا صاحب نے کی وہ محمد رسول اللہ نے نہیں کی - پھر کہا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج مرزا صاحب ہیں اور اس پر یہ بھی بڑھایا کہ مرزا صاحب کا معراج محمود ہے اور اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی: عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا - وہ خوب یاد رکھیں کہ جماعت کو ایک خطرناک ضلالت کی طرف لے جا رہے ہیں - اب یہی حال اس میثاق النبیین کا ہو رہا ہے - وہ صاف ایک ہدایت اس جماعت کو دیں کہ جس سے وہ آگے نہ گذرے - عقائد کو صاف کرنا ان کی خلافت کا پہلا کام ہونا چاہیئے تھا - مگر افسوس ہے کہ عقائد کے بارے میں ہی ان کے مریدین میں اس قدر گڑبڑ ہے کہ دو کا کچھ عقیدہ ہے تو چار کا کچھ

یہ ہولی ہے یا ہولا؟

سلسلۂ عالیہ کے تنازعات کے ابتدائی دنوں میں جب قادیان میں خدام مسیح پر تبرا بازی شروع ہوئی اور تمام قادیانی اخبارات نے اس ... میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کیا جس پر میاں صاحب کی طرف سے انھیں انعام و اکرام بھی ملنے لگے - تو بعض لوگوں نے ایڈیٹر نور کو اس ہولی میں شریک نہ دیکھ کر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا - بعض نے اسے طرح طرح کر اکسانا بھی شروع کیا - اور اور کچھ نہ بن پڑا تو دھمکیوں کے ذریعہ کام نکالنا چاہا - لیکن بالآخر ان سب باتوں کا جواب انھیں ذیل کے الفاظ میں سننا پڑا - جو اخبار نور کے ذریعہ ہم تک پہنچا - اور ۲ جون ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح کے ذریعہ ہم نے ناظرین کرام تک اسے پہنچا دیا تھا -

"میں ہولی کیوں نہیں کھیلتا"

بعض دوست اس وجہ سے مجھ پر ناراض ہیں - کہ میں ان کے ساتھ مل کر ہولی کیوں نہیں کھیلتا - اس جرم کی پاداش میں مجھے کر دن زدنی قرار دیکر ...

بیا روا اگر تبلیغ کا سوال ہے تو آپ بفضل ایزدی نور کو کسی سے پیچھے نہ پاؤگے۔ نور کا کوئی پرچہ نہیں دیکھو گے جس میں اس کے متعلق مختلف نوٹ نہیں ملینگے باقی رہا ہولی کا کھیلنا سو اس کے لیئے نہ حضرت کا ارشاد اور نہ اسلام کا حکم کہ تم ایک یا دوسری وجہ سے متحرک ہو کر اندھا دھند اپنے بھائیوں کی پگڑیاں اچھالنی شروع کردو۔ اور اپنے لٹریچر کو آریہ سماج سے بھی دو قدم آگے لیجاؤ۔ نتھے آریوں اور سکھوں میں تحریک کے لیئے اس قدر وسیع میدان نظر آرہا ہے جس سے مجھے سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں۔ ورنہ مسلمان ہولی کھیلنا کیا جانیں سکھوں سے پوچھو جو ہولی کی بجائے ہولا مناتے ہیں میں ایسا ہولا کھیلنا جانتا ہوں کہ تمام دنیا کو ورطہ میں ڈبا دوں مگر اس کے لیئے نہ اسلام کی اجازت اور نہ خلیفہ کا حکم تو پھر میرے دوستوں کی ناراضگی فضول۔ اور غصہ بیجا ہے۔"

ان الفاظ میں شیخ محمد یوسف صاحب نے صاف طور پر اس تبرا بازی کو ہولی کے نام سے پکارا اور اس سے اس لیئے کنارہ کشی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔ کہ اس کے لیئے نہ تو اسلام کی اجازت ہے اور نہ خلیفہ کا حکم۔ ہمیں تو رحم آتا تھا ان بیچاروں کی حالت پر جن کو شیخ صاحب نے گویا اسلام سے منحرف اور خلیفہ کے نافرمان قرار دیکر ہولیوں کی خاک میں ان کے سر تاں کو آلودہ ظاہر کیا اور ہمیں ڈر تھا کہ کہیں اس سرٹیفکیٹ کے بدلہ میں خود شیخ صاحب کی پگڑی بھی ہوا میں اچھلتی ہوئی نظر نہ آئے شیخ صاحب نے بھی جوں توں کر کے اپنی پگڑی کو دونو ہاتھوں سے تھامے رکھا کر بڑی مشکل سے کچھ دن گذارے۔ لیکن ناظرین کرام یہ سن کر حیران ہونگے کہ بالآخر انھیں سوائے اس کے کچھ بھی بن نہ آئی۔ کہ وہ بھی اسی ہولی میں مشغول ہو کر اسلام اور خلیفہ کی صریح نافرمانی سے دل خوش کریں۔ چنانچہ انھوں نے بھی کسی ایک یا دوسری وجہ سے متحرک ہو کر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۵ء کے الفضل اور نور کے ذریعہ اندھا دھند اپنے بھائیوں کی پگڑیاں اچھالنی شروع کیں بلکہ اپنے سر پر دھول ڈالنی شروع کردی۔ اور یوں دنیا کو تو خیر کیا ہرد بنانا تھا اپنے آپکو ہی کاشتہ فروعہا ڈالا ہم نہیں جانتے کہ شیخ صاحب کی ان حرکات کا نام ہولا رکھیں یا ہولی۔ کیونکہ اول الذکر نام شاید ان کے ہم قوموں کے لیئے باعث ہتک ہو۔ اور موخر الذکر خود انکی ہی تحقیر امید کہ اس کا فیصلہ خود شیخصاحب کر دینگے۔ آہ! وہ شخص تو کبھی خدام مسیح کے خلاف کچھ لکھنا گویا اپنے لٹریچر کو آریہ سماج سے بھی دو قدم آگے لے جانا یقین کرتا تھا آج ایک مضمون لکھنے بیٹھتا ہے۔ اور اس میں کوئی سطر ایسی نہیں چھوڑتا جو گالی گلوچ۔ تمسخر و استہزاء۔ دروغ گوئی و تبرا بازی سے خالی ہو۔ مضمون تو ایک طرف رہا۔ پہلے ہیڈنگ۔ میں ہی وہ ایسے متانت سے گرے ہوئے الفاظ استعمال کرتا ہے۔ جو ہولیوں کے پورا نقشہ کھینچ دینے والے ہیں۔ "ماں نالوں بھلی پھپھے کٹنی"۔ یہ کونسی تہذیب اور متانت کو ظاہر کرنیوالے الفاظ ہیں اور جن مقدس انسانوں پر شیخصاحب نے یہ الفاظ چسپاں کیئے ہیں۔ کیا کوئی شریف اور مہذب آدمی ان کے متعلق لب تک بھی ہلانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ چہ جائیکہ ایسی نفرت سے گرے ہوئے کلمات کو منہ پر لائے۔ پھر ان الفاظ کی تشریح و توضیح میں جو کچھ پیرایہ اختیار کیا گیا ہے کیا وہ ایک شریف انسان کے شایان شان ہو سکتا ہے شیخ صاحب! آپ کو شرم کرنی چاہیئے تھی۔ اور اگر بلا رضا فنت کے پیمدو بیعت کے اعزاز نے آپکو ایسا ہی گردیدہ کر لیا تھا۔ تو ان بزرگوں کا بھی تو آپ پر کچھ حق تھا ....

.... خیر بد زبانی اور کرایہ کی پھکڑ بازی حقیقت ہی کیا رکھتی ہے کہ اس پر چنداں نوٹس لیا جائے۔ مگر ہم یہاں ناظرین کرام کو شیخصاحب کے اس غلو سے مطلع کرنا چاہتے ہیں جس میں انھوں نے پیر کو خدا سے بھی بڑا اور زیادہ واجب الاطاعت بتایا ہے۔ وہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے اس قول کی کہ عزیز عبدالحی کی تعزیت کیلیئے قادیان جانے پر میاں صاحب نے ان لوگوں کو مسجد میں جانے سے روک دیا۔ جو ہم سے وہاں ملے تھے تو سوائے ایڈیٹروں کے اور سب لوگوں نے میاں صاحب سے جا کر معافی مانگی۔ تردید کرتے ہوئے گرنتھ کے ایک شلوک کو جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے بطور اپنے نصب العین کے پیش کرتے ہیں "ایک مرید کے سامنے خدا اور مرشد دونو کھڑے ہیں وہ اپنے دل سے سوال کرتا ہے کہ مجھے کس کا دامن پکڑنا چاہیئے۔ اسکا نور قلب فتوے دیتا ہے کہ تمھیں مرشد پر قربان ہونا چاہیئے جس کے طفیل خداوند قدوس کی زیارت نصیب ہوئی۔ کیونکہ سچے مرشد خدا کے خلاف نہیں ہوتے" ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ کہ شیخصاحب کس مذہب کی تعلیم کو کن لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور ایک ایسے شخص کے مونھ سے جو خود سکھ مذہب سے نکلکر اسلام قبول کر چکا ہو۔ یہ مشرکانہ کلمات نکلنے کہاں تک جائز ہیں۔ آخر بتوں کے پوجاری بھی تو یہی کہا کرتے ہیں۔ کہ ہم ان بتوں کو خدا کے ملنے کا ایک وسیلہ سمجھتے ہیں۔ پھر معلوم نہیں گرنتھ کے اس شلوک یا بالفاظ دیگر شیخ صاحب کے اس اعتقاد اور بتوں کے پجاریوں میں کیا فرق رہ گیا۔ "سچے مرشد خدا کے خلاف نہیں ہوتے" بات تو صحیح ہے لیکن مرید کا اپنے دل سے یہ سوال کرنا کہ مجھے کس کا دامن پکڑنا چاہیئے۔ بتاتا ہے کہ وہ خدا کے خلاف ہے اور اسلیئے وہ سچا مرشد نہیں۔ پھر شیخصاحب نے جو یہ لکھا ہے کہ جب حضرت امیر قادیان گئے تو شیخصاحب خود بخود انھیں ملنے نہیں آئے بلکہ انکے بلوانے پر آئے تھے یہ بھی ایک صریح جھوٹ ہے جو میاں صاحب کے عتاب سے بچنے کے لیئے انھوں نے تراشا ہے۔ میں قادیان میں حضرت امیر کے ساتھ تھا اور میرے سامنے شیخصاحب کسی کے بلوانے پر نہیں بلکہ خود بخود ملنے آئے تھے پس مجھے شیخصاحب کی دروغ بیانی پر افسوس ہے۔ اور نہایت سخت افسوس ہے۔ خدا ان کی حالت پر رحم کرے باقی میاں صاحب کا ان سے ملنے والوں سے ....

مختصر نوٹ

غیر احمدی کے پیچھے نماز

کے عنوان سے ۲۰ جنوری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں کسی مستفسر کا استفسار اور میاں صاحب کا جواب چھپا ہے میاں صاحب کا جواب خاص طور پر دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے جو حسب ذیل ہے:۔ "حضرت مسیح موعود نے غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت اس صورت میں دی ہے کہ جن علماء نے کفر کا فتویٰ دیا ان سب کی نسبت یہ لکھدیں اور اخبارات میں شائع کرا دیں کہ ہم ان سب کو کافر سمجھتے ہیں پھر حضرت صاحب کے تمام دعاوی و الہامات پر ایمان لائیں اور انہیں کوئی شائبہ نفاق کا بھی نہ پایا جائے تو ہم ان کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دینگے"

میاں صاحب کے اس جواب کے متعلق ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ آیا ایسا شخص جس میں یہ سب شرائط پائی جائیں جماعت احمدیہ میں شامل سمجھا جائیگا یا نہیں۔ اگر شامل نہیں سمجھا جائیگا (کیونکہ مستفسر کے سوال کو مد نظر رکھ کر جو اس نے غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق کیا ہے یہی پتہ لگتا ہے) تو اسے مسلمان سمجھنا چاہیئے یا کافر؟ اگر کہو مسلمان تو آپکا یہ عقیدہ کہ احمدیوں کے سوا باقی سب مسلمان کافر ہیں غلط ٹھہرتا ہے۔ اگر وہ کافر ہے تو اسکے پیچھے نماز کیسی۔ لیکن اگر وہ احمدی ہی متصور ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ نہ تو احمدیت کیلیئے بیعت کوئی لازمی شرط ہے۔ (کیونکہ منقولہ بالا جواب میں میاں صاحب نے بیعت کا ذکر نہیں کیا) اور نہ ہی یہ مستفسر کے سوال کا جواب ہے (کیونکہ اسکا سوال غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کے متعلق ہے نہ احمدی کی) پھر ایک اور مصیبت یہ پڑتی ہے کہ میاں صاحب سالانہ جلسہ کی تقریر میں فرما چکے ہیں کہ "جس نے بیعت نہیں کی۔ وہ اس قابل نہیں کہ خدا کے حضور نماز میں تمہارا امام ہو۔ ... ایک احمدی کا فرض ہے کہ جو مسیح موعود کی بیعت میں نہیں اسکے پیچھے نماز نہ پڑھے" کیا میاں صاحب اپنے مندرجہ بالا جواب اور اس تقریر پر دوبارہ غور کر کے ان ہر دو کو تطبیق دینے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے؟

بالغ لڑکوں کو بیعت کی ضرورت نہیں

ایک دوسرے سوال کے جواب میں ۲۴ جنوری کے الفضل میں میاں صاحب لکھتے ہیں کہ "بالغ لڑکوں کو اگر وہ کہیں کہ ہم احمدی ہیں بیعت کی ضرورت نہیں" بہت خوب! اگر میاں صاحب ذرا یہ بھی بتا دیں کہ جب صرف منھ سے اپنے آپکو احمدی کہدینا کافی ہے اور بیعت مسیح موعود کی بھی ضرورت نہیں تو جو لوگ مسیح موعود کی بیعت بھی کر چکے ہیں۔ انھیں کسی اور کی بیعت کی ضرورت کیوں باقی ہے۔ اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو انکا کیا قصور ہے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ان کے والدین بھی احمدی ہوں۔

غیر احمدی کا فرض

سالانہ جلسہ کی تقریر میں میاں صاحب فرماتے ہیں کہ "ایک غیر احمدی کا فرض ہے کہ جب تک وہ بیعت میں داخل نہ ہو مسیح موعود اور اسکے متبعین کو مسلمان نہ سمجھے" گویا جو شخص باوجود بیعت نہ کرنے کے احمدیوں کو مسلمان سمجھتا ہے میاں صاحب کے نزدیک وہ اپنے فرض کو پورا نہیں کرتا اور جو کافر کہتا ہے وہ اپنے فرض کو پورا کرتا ہے کیا میاں صاحب بھی مہربانی فرما کر اسبات کو بھی صاف کر دینگے کہ وہ شخص کہانتک قابل الزام ہے جو اپنے فرض کو پورا کرتا ہے۔ بالفاظ دیگر جب ایک غیر

توبہ نامجات

جناب مولوی عبدالغنی صاحب امام مسجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد میں نے پہلے جناب مرزا محمود احمد صاحب کی بیعت کی تھی۔ بعدازاں سلسلہ احمدیہ میں سخت اختلافات پیدا ہوگئے۔ جن کی وجہ سے جماعت کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ میں بڑے غور و فکر سے بہ نظر تحقیق ہر دو فریق کے رسائل و اخبارات دیکھتا رہا۔ اور دونوں فریق کے مبلغین سے زبانی گفتگو بھی کرتا رہا۔ آخرالامر مجھے معلوم ہوا کہ میاں صاحب اور اُن کے فریق کے لوگ حضرت صاحب کی تحریرات کے خلاف عقائد دنیا میں شائع کر رہے ہیں۔ اور اگر وہ عقائد صحیح ثابت ہوں تو حضرت صاحب کی حیثیت خاک میں مل جاتی ہے۔ مثلاً اول یہ کہ مرزا صاحب سنہ ۱۹۰۱ اور ۱۹۰۲ء تک خدا تعالیٰ کے الہامات اور مکالمات کے سمجھنے میں غلطی کرتے رہے۔ اور خدا تعالیٰ کی تعلیم کے خلاف دنیا میں اشاعت کرتے رہے۔ دوئم یہ کہ سنہ ۱۹۰۱ء تک جس قدر مرزا صاحب کی تحریرات مسئلہ نبوت کے متعلق ہیں وہ سب غلط اور منسوخ ہیں اور اُن کو دلیل پکڑنا ناجائز ہے۔ سوئم یہ کہ آیت اسمہ احمد میں دراصل مرزا صاحب کا نام ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہیں ہے۔ چہارم یہ کہ مرزا صاحب حقیقی نبی غیر تشریعی ہیں۔ پنجم یہ کہ مرزا صاحب بعینہٖ وہی محمد رسول اللہ ہیں۔ بلکہ مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شان میں افضل ہیں جیسے کہ دو شعر نقل کرتا ہوں۔ سہ

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

ششم چونکہ مرزا صاحب عین محمد رسول اللہ ہے اس لئے جو شخص مرزا صاحب کو اُمتی کہے وہ کافر تعلیمی اور دائرہ اسلام سے خارج۔ ہفتم جن لوگوں نے مرزا صاحب سے بوجہ ناسمجھی بھی بیعت نہیں کی یا جن کو تبلیغ بھی نہیں پہنچی وہ مسلمان بھی پکے کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تو حیران ہوں کہ اگر مرزا صاحب پندرہ سولہ سال تک خدا تعالیٰ کی متواتر تعلیم اور تفہیم کو نہ سمجھے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی غیر احمدی مرزا صاحب کی تعلیم کو نہ سمجھے تو وہ پکا کافر ہو جاتا ہے۔ اور بھی بہت سی باتیں ہیں مگر بوجہ طوالت اُن کو نہیں لکھتا لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ جناب صاحبزادہ صاحب کے خاص مریدوں کا بھی وہ اعتقاد نہیں ہے جس کی اشاعت صاحب زادہ کی طرف سے ہو رہی ہے۔ اور اگر اُن کے مریدوں کا وہی اعتقاد ہے جو میاں صاحب کے رسالوں میں شائع کیا گیا ہے تو وہ کیوں اپنے اعتقاد پر حلف اُٹھانے سے انکار کرتے ہیں۔ جب اُن کے خاص مریدوں کا یہ عقیدہ نہیں جو میاں صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں نفاق کی زندگی بسر کروں۔ علاوہ اس کے میں رؤیا میں اپنے آپ کو قادیان میں دیکھتا ہوں اور میں حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زندہ پاتا ہوں۔ اور اُن کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی پاتا ہوں اور جناب میاں صاحب کے ساتھ بہت آدمی پاتا ہوں۔ اور میں ایک کشادہ مکان کے ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہوں اور میں جناب میاں صاحب کی ملاقات کا ارادہ کرتا ہوں تو یہ الہام ہوا۔ هو الذی تارث لا حراثة۔ پھر سخت زور سے آواز آئی تین دفعہ عاد انه عاد انه میں نے یہ سمجھا کہ حراث کے معنی عادث سمجھا گیا ہے۔ پھر یہ الہام ہوا کہ انه عدو لی

مولوی عبدالغنی امام مسجد احمدیان
ساکن دانہ

---

(۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب محمد صادق صاحب سب انسپکٹر ملوٹ

بحضور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور سلمکم اللہ تعالیٰ

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ راقم مبائعین جناب میاں صاحب سے ہے۔ آغاز اختلاف ہی سے ان عقائد مبالغہ آمیز پر جو متنازعہ ہیں۔ اور جن پر میاں صاحب قائم ہیں میرا کبھی انشراح صدر نہیں ہوا۔ اور جب سے لے کر اس وقت تک اُس طرف کی زیادہ اور آپ کی طرف کی کم تحاریر پڑھتا رہا ہوں۔ القول الفصل۔ حقیقۃ النبوۃ کو بھی تا بحد امکان خوب بغور پڑھا ہے۔ اور باب النبوۃ فی الاسلام بھی دیکھی ہے۔ اور جملہ حوالجات مندرجہ کتب متذکرہ بالا کو حضرت اقدس کی کتب میں پڑھا ہے۔ میرے نزدیک قادیانی تحاریر میں اس بات کا اب تک بدستہ کتب حضرت مسیح موعود۔ قرآن کریم و احادیث کوئی جواب تاہنوز شائع نہیں ہوا کہ وحی نبوت جو انبیاء پر بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا کرتی تھی اور رسول کریم پر آ کر ختم ہو گئی وہ پھر کیونکر اور کب شروع ہو گئی۔ حالانکہ حضرت اقدس کی کتب شریفہ سے بکرات یہ ثابت ہے کہ اس باب نبوت کو مسدود قرار دیا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ قرآن کریم پر [illegible] صرف کامل کتاب ہونے کا حکم موجود ہے اور خاتم کا لفظ نہیں وہ تو خاتم الکتب ہے۔ لیکن نبی کریم جو خاتم الانبیاء ہیں اُن کے بعد ایسی نبوت جائز قرار دی جاتی ہے۔ جو نفس نبوت کے لحاظ سے پہلی نبوتوں جیسی ہے۔ رہا کفر و اسلام کا مسئلہ وہ اسی ضمن میں حل ہو جاتا ہے۔ ان مسائل میں مجھے جناب سے بکلی اتفاق ہے۔ چونکہ ہر دو عقائد معمولی نہیں اور اسلام کی بنیاد ہیں لہٰذا محض خدا کے خوف سے چند سطور بطور اظہار عقائد خود ابلاغ حضور ہیں۔ اگر مناسب رائے عالی ہو تو حضور شائع فرما دیویں زیادہ سلام مع الاکرام۔

محمد صادق سب انسپکٹر ملوٹ

---

(۳)

قاضی محمد سراج الدین صاحب راٹھور حیدرآباد دکن

خاکسار ایک گوشہ دکن کا باشندہ احمدی ابتداً حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی پر ایمان لا کر تخمیناً ۲۰ سال حضرت صاحب کی بیعت سے مشرف ہوا ہوں۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ رشید مولوی نورالدین صاحب کی بیعت سے مالامال رہا۔ اس کے بعد بربنا رعاو خاندان و بتحریکات اخبارات الحکم والفضل حضرت میاں محمود صاحب کی بیعت سے بھی مشرف ہو چکا تھا زمانہ ابتدا بیعت سے اس وقت تک حضرت صاحب و خلیفہ اول کے مکتوبات و ملفوظات سے سیر چشم کرتا رہا۔ نیز انجمن احمدی لاہور کے رسالہ جات و اخبار پیغام صلح بالمقابل اخبار و کتب بالا دیکھتا ہوں لیکن قادیان شریف جو دارالامان مشہور تھا بوجہ اس کے کہ قادیانی و لاہوری احمدی بھائیوں میں اختلافات پیدا ہو گئے ہیں اس کے سوا حال ہی میں حیدرآباد دکن میں مولوی عالی جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی تشریف فرما ہو کر تمام شہر کے اکثر امراء و اعزا و عموماً رعایا بلکہ بادشاہ وقت بھی آپ کے لیکچروں کے اثر سے متاثر ہو گئے کوئی مخفی نہیں ہے۔ خصوصاً مجھ ناچیز کو بھی بسا اوقات آپ سے تنہائی میں ملنے اور گفتگو کا موقع ہاتھ آیا اور آپ کے اعتقادات اور آپ کے مشن کی کارگذاری پر جانچ کی گئی تو پایا گیا کہ آپ تو حضرت اقدس مسیح موعود کے سچے خادم اور مرید [illegible] اور میاں صاحب بوجہ علو خاندان کے آپ [illegible] ہیں۔ لیکن یہ [illegible] ہیں کہ بوجہ کم سنی حضرت اقدس کے [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے

قیمت

سالانہ ے۴
ششماہی ے۲
سہ ماہی عہ
ماہوار ... طلباء سے سالانہ

جلد ۳ | مینیجر سلسلہ احمدیہ بلڈنگ لاہور | سہ شنبہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۸ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۶

مختصر نوٹ و نکات

عرب میں مثل مشہور ہے کہ جائحۃ واحدۃ انفع من الف نصیحۃ - یعنی تنہا ایک مصیبت کا وعظ ہزار نصیحتوں سے زیادہ تر موثر ہوا کرتا ہے - مگر اسلام پر جس قدر مصائب نازل ہو رہے ہیں اور مسلمان جس ناگفتہ بہ حالت میں ہیں اُس سے مسلمان کچھ نصیحت حاصل کرنے کے لئے حرکت نہیں کرتے - غیر اقوام اسلام کے خلاف جس قدر مواد اکٹھا اور طوفان برپا کر رہی ہیں اُس کے ملیا میٹ کرنے کا بہت ہی کم خیال اتفاقاً آجائے تو آجائے .... ورنہ اُس جد و جہد سے نہیں کرتے کہ جو ہمپر فرض ہے - ہم میں اُس فرقہ نے جن کو علماء کے نام سے پکارا جاتا ہے اپنا یہ کام یقین کر لیا ہے کہ لوگوں کو اسلام سے خارج کرنے پر زور لگائیں - حالانکہ ہر ایک مسلم کا فرض یہ ہے کہ لوگوں کو چشمۂ توحید کی طرف لاکر اُس سے سیراب کرایا جائے

شیطان کا پہلا گناہ "ابی و استکبر" تھا جس نے اُس کو اس قدر ذلیل کیا کہ آج بڑے سے بڑے جاہل کا انسان بھی اُس کو اچھے الفاظ سے یاد کرنے کی جرأت نہیں کرتا پس جسکو عزت کی زندگی کی خواہش ہے اُس کا فرض ہے کہ شیطانی خصلتوں سے پرہیز کرے - ابی و استکبار سے بچے - نیکوں اور پارساؤں کو ہرگز زبان اور زبان قلم سے دکھ اور تکلیف نہ پہنچائے - جن کو خدا نے اپنے منشاء کے مطابق دین کی خدمت کرنے کا اہل سمجھکر خدمت لینے کے لائق کر دیا ہے اُن کی خدمت کی تائید و تقلید کرنا فرض ہے نہ کہ اُن پر آوازے کسنا انسانوں میں دراصل وہی انسان بڑا اور قابل عزت ہے جو حق اللہ اور حقوق العباد کو پورے طور پر ادا کرے - جن لوگوں نے نبی کریم صلعم کے منشاء کے مطابق کام کیا اُن پر آج تک رضی اللہ عنہم کے پھول برسائے جاتے ہیں - اور جو آج آپ کی ہدایت کے مطابق کام کرینگے وہ اس کے حقدار ہونگے - اس لئے نیکی میں سبقت قابل ستائش کام کرنے میں اپنی کل ہمت صرف کرنی چاہئے - نہ کہ لوگوں کو ذلیل و خوار اور بے وقر کرنے میں غرور و تکبر ابی و استکبار سے سوائے خسارہ کے اور کچھ وصول نہیں ہو سکتا

پند بر دگر تا تکن من الغافلین

عربی میں ایک مثل مشہور ہے کہ لا تصلح امۃ حتی تصلح اخلاقھا یعنی کوئی قوم درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ اُس کے افراد کے کریکٹر (چال چلن) درست نہ ہوں - جو یہ سمجھتا ہے کہ زبان کی اور زبان قلم کی چھری چلا کر دوسروں کو ہلاک کر دیگا وہ بہت بڑا بدقسمت انسان ہے - مذکورہ بالا قول ظاہر کرتا ہے کہ قوم کی اصلاح کے لئے اخلاق کی درستی شرط لازمی ہے - جس کو قوم سے محبت ہوگی اُس میں نفسانیت نہیں ہو سکتی اور جس میں نفسانیت ہوگی وہ قوم کی اصلاح نہیں کر سکتا - یہ وہ نکتہ ہے جو یاد رکھنے کے لائق ہے

تکلف انسان کے لئے اُسی حد تک موزوں ہے کہ جس حد تک اُس کی خدا و رسول کے حکم کے بموجب اجازت ہو - حد سے زیادہ جس طرح کھانا معدہ میں خرابی پیدا کر دیتا ہے اسی طرح بہت سا تکلف بھی انسان کے لئے باعث تکلیف ہے جیسے کہ جناب ذوقؔ فرماتے ہیں ؎

اے ذوقؔ تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہیں جو تکلف نہیں کرتے

اسلام نے انسان کو اس راہ پر چلانا چاہا ہے کہ جس میں نہ تو افراط کا پہلو نظر آئے اور نہ تفریط کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ خیر الامور اوسطھا - یعنی درمیانی درجہ کے کام نہایت بہتر ہوتے ہیں - جو لوگ حد سے زیادہ تعظیم کرانے کے شیدائی ہیں اور اپنے دلی خیالات اور قلبی تصورات کو خدا و رسول کے ارشادات سے بڑھکر و افضل منوانے کے شائق ہیں وہ نہ صرف اپنے پر ظلم و ستم کر رہے ہیں بلکہ خدا

ہندوستان کی تازہ خبریں!

مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کی تعلیمی ممبر کونسل سے ملاقات گذشتہ شنبہ کی شام کو دہلی میں آنریبل مہاراجہ محمد علی محمد خان صاحب آف محمود آباد نے اپنی کوٹھی پر مسلم یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کے ممبروں کو مدعو کر کے انہیں آنریبل مسٹر سنکران نایر صاحب ممبر تعلیم انگزیکٹو کونسل سے ملاقات کا موقعہ دیا۔ علاوہ ازیں میں پنجاب سے نمایندہ خصوصاً علیگڈھ۔ دہلی نیز بہار اور صوبہ سرحدی کے ممبران جن میں حسب ذیل اصحاب بھی موجود تھے:۔

آنریبل راجہ صاحب محمود آباد۔ نواب محمد اسحاق خانصاحب۔ آنریبل میاں محمد شفیع صاحب۔ آنریبل خواجہ یوسف شاہ صاحب۔ شیخ غلام صادق صاحب۔ مسٹر نبی اللہ صاحب۔ حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب۔ مسٹر مظہر الحق صاحب۔ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب۔ صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب ڈاکٹر انصاری وغیرہ۔

قرار پایا کہ مسٹر نبی اللہ بیرسٹر ایٹ لاء مسٹر سنکران نایر صاحب کی خدمت میں صرف یہ امر پیش کریں کہ لفٹننٹ گورنر کی ویٹو (قوت استرداد) کا حق وائسرائے ہند کی منظوری کے ماتحت رہے۔ مگر مسٹر سنکران نایر نے کہا کہ گورنمنٹ اس معاملہ کو قطعی طور پر طے کر چکی ہے اور یہ امر بھی بالکل کامن سنس کی بات ہے کہ کسطرح ممکن ہے۔ کہ گورنمنٹ اب جو سلوک ہندو یونیورسٹی سے کر چکی ہے مسلم یونیورسٹی سے اس سے مختلف سلوک کرے۔ مسلم لیڈران نے قرار دیا ہے۔ کہ فونڈیشن کمیٹی کا ایک جلسہ لکھنؤ میں منعقد کر کے اس امر کا تصفیہ کر لیا جائے جو اغلباً یہی ہوگا۔ کہ اگر مسلمانوں کو مسلم یونیورسٹی لینی ہے تو انہیں شرائط کے ساتھ لے لیں۔ جو گورنمنٹ نے ہندو یونیورسٹی کو دی ہیں۔

گورنمنٹ ہند آج کل اس سوال پر غور کر رہی ہے۔ کہ کس تاریخ سے ہندو یونیورسٹی ایکٹ کا نفاذ کیا جائے

۳۰ جنوری کو لفٹننٹ گورنر نے باکی پور کی نئی لانڈنگ پارک میں سرگرمہ شہریوں اور مہاجاؤں کے ایک مجمع کثیر کے سامنے لارڈ ہارڈنگ کے مجسمہ کی نقاب کشائی کی بہ حیثیت پریزیڈنٹ کمیٹی کے مہاراجہ صاحب دربھنگہ نے تعلیم حفظان صحت کے متعلق حضور وائسرائے کی فیاض دلی کی تعریف کی۔ اور کہا کہ اہل ہند کے ساتھ آپ کی محبت و ہمدردی نے انہیں ہندوستان کے لئے بہترین سچے بہی خواہوں اور وائسرایوں میں سے ایک بنا دیا ہے۔

گوپالی کے ایک معزز شخص کی چند روز ہوئے اسام پولیس نے اس شبہ پر خانہ تلاشی کی۔ کہ اس نے اپنے نوکر کو ہلاک کر دیا ہے۔ اور اس کی لاش چھپا رکھی ہے۔ چنانچہ اس شخص کو گرفتار کر کے تھانہ لیجایا گیا اور کچھ عرصہ تک حوالات میں رکھا گیا۔ اس اثناء میں وہ نوکر جس کے متعلق کہا گیا تھا کہ قتل کیا گیا ہے۔ پولیس کے سامنے پیش کیا گیا اور پولیس نے دیکھا کہ وہ بالکل تندرست ہے۔ اور اس کے جسم پر تشدد کا کوئی نشان نہیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب اس معاملہ کے متعلق تحقیقات کر رہے ہیں۔

حکم ذیل کے بموجب ذیل مقامات میں باران رحمت ہونے کی رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ دہلی۔ انبالہ چھاؤنی لدھیانہ۔ لاہور۔ سیالکوٹ۔ راولپنڈی۔ سرینگر۔ پشاور چکرونہ۔ سنبھلہ۔ کوہری۔ سونمرگ۔ ڈلہوزی۔ چیرات پاراچنار۔ اور دردلیش۔

لاہور میں ایک مولوی صاحب جن کا نام عبدالرحمن ہے۔ جو کچھ عرصہ سے پچھلے دنوں کھجور گلی کے قریب میاں گاما کی مسجد میں رہتے تھے۔ پولیس نے پولیٹیکل شبہ میں ان کو گرفتار کر لیا۔ بوجہ مسافر ہونے کے مولوی صاحب کی کسی نے ضمانت نہیں دی۔

دہلی میں ۳۰ جنوری کی شام کو بوقت ۵ بجے بڑے زور کی بارش ہوئی اور زبردست آندھی آئی۔ خیموں کے کئی کیمپ اڑ گئے۔ اور فرنیچر کا بہت نقصان ہوا۔ کئی لوگوں نے اپنے خیمے چھوڑ دیئے اور رات کو اور مکانات میں پناہ گزین ہوئے۔ خوش قسمتی سے آندھی ۔ منٹ کے بعد بند ہوگئی ورنہ بہت زیادہ نقصان ہوتا۔ گذشتہ سال بھی ۲۔۳ فروری کو شہر کے بیرونی حصے کے کئی مقامات میں سیلاب آیا تھا۔ ۳۰ جنوری کو بڑی گرمی تھی اور جو بارش ہوئی ہے۔ وہ فصلوں کے لئے نہایت عمدہ ثابت ہوگی۔

کوائف جنگ

ترکی ولیعہد کی وفات۔ ایمسٹرڈم ۱۔ فروری: قسطنطنیہ کا ایک تار مظہر ہے۔ کہ ترکی ولیعہد شہزادہ یوسف عزالدین نے علالت کی وجہ سے خودکشی کر لی ہے۔

لنڈن ۳ فروری۔ اخبارات یوسف عزالدین کی خودکشی کو نظر اشتباہ سے دیکھ رہے ہیں اور اندیشہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوا ہے۔ وہ انگریزوں کا حامی اور طرفدار تھا۔ اور دول ایتلاف کے ساتھ صلح کرنے کا مؤید تھا۔

شریف پاشا کے خیالات۔ لنڈن ۴ فروری پیرس کا تار مظہر ہے۔ کہ جنرل شریف پاشا نے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا۔ کہ ترکی ولیعہد یوسف عزالدین بدیں وجہ قتل کر دیا گیا ہے۔ کہ وہ نوجوان ترکوں کا مخالف تھا۔ اس کا جانشین وحید الدین بھی نوجوان ترکوں کا مخالف ہے۔ اور شریف پاشا کی رائے میں بعید از قیاس نہیں کہ اس کا بھی یہی حشر ہو۔

قفقاز و ایران میں روسی سرگرمیاں۔ لنڈن ۳۰ فروری پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسیوں نے ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے دریائے چورخ کیطرف پیشقدمی کی اور جھیل وان کے جنوبی کنارے پر ۱۲ گاؤں پر قبضہ کر لیا۔

روسیوں نے ایران میں کرمان شاہ کے قریب غنیم کو پیچھے ہٹا دیا۔

روسیوں کی پیشقدمی۔ لنڈن ۴۔ فروری۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ روسی قفقاز میں پیشقدمی کر رہے ہیں۔ ایک موقع پر انہیں ۳۰۱ ترکوں کی لاشیں ملیں جو سردی سے اکڑ گئے تھے۔

عراق عرب میں جنگ۔ دہلی ۴۔ فروری۔ عراق عرب کے سرکاری چشمدید نامہ نگار کی طرف سے ۲ فروری ۱۹۱۶ء کا حسب ذیل مراسلہ موصول ہوا ہے۔

بارش کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ اور دریا کا پانی اتر رہا ہے۔ مطلع صاف ہو گیا ہے۔ سردی خوب پڑنے لگی ہے۔ اور خشک ہوا کیچڑ کو خشک کر رہی ہے۔ اور رات کو پالا پڑتا ہے۔ کھلی جگہ اور سخت موسم کے باوجود ہمارا فوجی دستہ جو دریائے دجلہ کے ادھر کی طرف پیشقدمی کر رہا تھا۔ اچھی حالت میں ہے اور جنرل ٹاؤن شنڈ کی کوت العمارہ کی فوج سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر خیمہ زن ہے۔

عراق عرب کے نقصانات۔ دہلی ۴۔ فروری لفٹننٹ آر جے سٹیوارٹ (اول سیفورتھ ہائیلنڈرس) عراق عرب میں زخموں سے ہلاک ہو گئے ہیں۔

۴ فروری عراق عرب کی رزمگاہ سے ذیل کی نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:۔

(فہرست نمبر ۱۷) زخموں سے ہلاک: لفٹننٹ لنڈسے (ڈام ڈیگرا)

مجروحین:۔ میجر بریڈن (۵۵ رائفلز) شدید۔

تصحیح۔ ۲۷۔ جنوری کی شائع شدہ فہرست میں نام لفٹننٹ اے ایچ ای لنڈسے کی بجائے لفٹننٹ ای ایل ای لنڈسے پڑھنا چاہئے۔

بحیرہ روم کے نقصانات۔ لنڈن ۲ فروری۔ بحیرہ روم کی فوجی مہم کے متعلق ذیل کے نقصانات کا اعلان کیا گیا ہے:

ا ب ہلاک:۔ لفٹننٹ ۱۔

مر گیا:۔ لفٹننٹ ۱۔

اب مفقود الخبر غالباً ہلاک:۔ کپتان ۱ لفٹننٹ ۵۔ دوم لفٹننٹ ۲۔

زپلین کا دوسرا حملہ۔ لنڈن ۳۔ فروری سالونیکا کا تار مظہر ہے کہ شب گذشتہ کو پھر ایک زپلین آیا مگر ٹھہر گیا اور یقین کیا جاتا ہے کہ برطانی باشروں نے اس پر آتشباری کی۔

سالونیکا ۴۔ فروری۔ فرانسیسی ہوا بازوں نے پیٹرلش پر ۴۸ اسم گرائے جن سے ۲۶ جگہ آگ لگ گئی تمام ہوائی جہاز واپس آ گئے۔

ایتھنز میں رپورٹ پہنچی ہے۔ کہ یونانی طیارہ بھی سرحد پر طیارہ پر اور اتحادیوں میں جھڑپ ہو گئی۔ بلغاریوں نے فرانسیسیوں کی ایک گرد اور پارٹی پر گھیر لئے۔ مگر پسپا کر دئے گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۸- فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸۶

خطبہ جمعہ

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

از حضرت امیر الملت مولانا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

امداد ملائکہ اذ تقول للمومنین الن یکفیکم ان یمدکم ربکم بثلثۃ آلاف من الملئکۃ منزلین بلیٰ ان تصبروا وتتقوا الخ- یہ ملائکہ کی امداد کیا ہے۔ اور ملائکہ کس طرح پر مدد دیتے تھے۔ اس کے متعلق اگلی آیت میں ہے ماجعلہ اللہ الا بشریٰ لکم ولتطمئن قلوبکم بہ- یعنی یہ ایک خوشخبری ہے اطمینان قلب دلانے کے لئے۔ اس آیت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ ملائکہ کی امداد کا وعدہ ایک قسم کی بشارت تھی- ایسا یہاں صاف طور پر بتا دیا کہ اطمینان قلب دلانا مقصود تھا ملائکہ نے کوئی کسی کے اندر ہو کر جنگ نہیں کرنی- لوگوں کو ایک غلطی لگی ہے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ملائکہ کی فوج آکر مسلمانوں میں مل جاتی تھی اور کفار سے لڑتی تھی حالانکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اطمینان قلب کو ان کے نزول کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ ملائکہ کا تعلق دلوں کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ جسموں سے وہ دلوں کے اندر قوت اور طاقت پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ جنگوں میں کوئی تھوڑے اور بہت افراد کی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ جب دل مضبوط ہوں تو خواہ تھوڑے ہی ہوں سب کچھ فتح کر سکتے ہیں۔ دوسری جگہ بھی جہاں ہے کہ بدر کے اندر ملائکہ نازل کئے وہاں بھی یہی ہے کہ اطمینان قلب کے لئے اور دشمن کو مرعوب کرنے کے لئے ایسا کیا گیا۔ بدر کے موقعہ پر ایک ہزار ملائکہ سے امداد کی تھی۔ کیونکہ دشمن ایک ہزار تھے۔ یہاں دشمن تین ہزار تھے اس لئے ملائکہ کی تعداد بھی تین ہزار ہے معلوم ہوتا ہے دشمن کی تعداد سے بھی ملائکہ کو کچھ تعلق ہے۔

خالد بن ولیدؓ ان تین ہزار میں جو کہ دشمن اپنے ساتھ لایا تھا حضرت خالد بن ولید جیسے بہادر آدمی بھی شامل تھے جنہوں نے اسلام لانے کے بعد وہ کارہائے نمایاں کئے کہ ایک اکیلا خالد بن ولیدؓ ایک تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ ہزارہا آدمیوں کے لشکر پر جا پڑتا ہے۔ اور ان کو شکست فاش دیتا ہے۔ لیکن جب اسلام کے بالمقابل آتے ہیں تو خالد صاحب بھی بھاگ جاتے ہیں۔ اسلام کے خلاف ان کی کوئی پیش نہیں چلتی- اور لاکھ زور لگانے پر بھی کوئی بہادری کام نہیں آئی

شکست کس کو ہوئی- لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم فینقلبوا خائبین- یہ بالکل غلط طور پر مشہور کر دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں شکست ہوئی- یہاں صاف طور پر ایک لفظ فرما دیا ہے فینقلبوا خائبین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن مظفر ومنصور ہو کر نہیں گیا۔ جنگ کے واقعات پر غور کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ دشمن ناکام ہو کر مکہ کو پیچھے واپس بھاگ گیا۔ اگر انھوں نے فتح پائی تھی تو پھر واپس کیوں بھاگ گئے کتنے مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ آخر جن پر فتح پائی تھی ان کے کچھ آدمی بھی تو ہاتھ آنے چاہئیں تھے۔ لیکن وہ تو خالی ہاتھ مکہ کی طرف بھاگ گئے جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ شکست ان کو ہوئی نہ کہ مسلمانوں کو- اگر مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی تو شکست خوردہ تو میدان میں موجود تھے اور وہ فتح پانے والے واپس بھاگے ہوئے مکہ کو جا رہے تھے- یہ کیا الٹی بات ہے حالانکہ چاہئے تھا کہ مسلمان بھاگتے اور کفار ان کا پیچھا کرتے-

واقعات جنگ اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس تیر انداز ایک خاص جگہ پر بٹھلائے تھے اور ان کو یہ نصیحت کر دی تھی کہ خواہ ہمیں فتح ہو یا شکست تمہیں اس سے کچھ واسطہ نہیں تم یہیں بیٹھے رہنا- لیکن ان سے یہ غلطی ہوئی کہ جب دشمن نے بھاگنے کی کوشش کی تو انھوں نے یہ سمجھا کہ اب فتح تو ہو ہی گئی ہے ہم کیوں کھڑے رہکر غنیمت سے حصہ نہ لیں- ان کے امیر نے ان کو سمجھایا بھی کہ دیکھو رسول اللہ صلعم کا یہ حکم ہے کہ تم یہاں سے نہ ہلنا خواہ کچھ ہی ہو- لیکن انھوں نے نہ مانا اور وہاں سے ہٹ کر اور طرف نکل گئے دشمن پر اسی موقع سے زد پڑتی تھی- انھوں نے جو اس موقع کو خالی دیکھا تو انھوں نے پھر بڑھ کر حملہ کر دیا- جس سے مسلمانوں کی فوج بالکل منتشر ہو گئی - اور انھوں نے بہت لوگوں کو شہید کیا- اور پھر اسی بات کو غنیمت سمجھکر واپس روانہ ہو گئے- لیکن ان کی اس ساری کارروائی کے باوجود مسلمان وہیں بیٹھے رہے بلکہ آنحضرت صلعم نے منتشر فوج کو جمع کر کے پھر اور دوسرے دن دور تک ان کا پیچھا کیا لیکن وہ بہت دور نکل گئے تھے- اصل میں پہلی ہی دفعہ مسلمانوں سے مرعوب ہو چکے تھے اور اس لئے انھوں نے صرف اسی قدر اپنے لئے غنیمت سمجھا اگر کفار ڈرے ہوئے نہ تھے بلکہ ان کو واقعی کوئی فتح نصیب ہوئی تھی اور وہ مسلمانوں پر غالب آئے تھے تو کیوں وہ وہاں سے بھاگ گئے- کیوں انھوں نے مسلمانوں کا پیچھا نہیں کیا- کوئی مال غنیمت کیوں نہیں لے گئے- مسلمانوں میں سے کسی کو قید کیوں نہ کیا-

پھر اگلے دن نبی کریم صلعم نے جب بہت دور تک تعاقب کیا تو ان کا کوئی پتہ نہ لگا- اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ تعاقب کے خوف سے جلد جلد کوچ کرتے چلے گئے - ان کے لئے تو دراصل یہی بات غنیمت تھی کہ ان کو جو خطرناک نقصان پہنچا تھا اس سے بچ گئے -

اللہ تعالیٰ کا اپنے معاملہ لیس لک من الامر شیء او یتوب علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون

کیا عجیب بات ہے کہ ہیں تو ظالم لیکن اللہ تعالیٰ رجوع برحمت بھی کرتا ہے- ایک تعلق خالق اور مخلوق کا بھی ہوتا ہے فرمایا ہمارے بندے جو ہوئے ہم چاہیں تو رجوع برحمت کریں اور چاہیں تو عذاب دیں - بعض لوگوں نے اس آیت کو اس واقعہ پر لگایا ہے کہ نبی کریم صلعم کے پاس کچھ لوگ آئے اور انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمارے علاقہ میں اپنے کوئی مبلغ بھیجیں جو ہمیں اسلام سکھائیں- نبی کریم صلعم نے ستر قاری ان کے ساتھ بھیجے لیکن انھوں نے بیجا کردھوکا بازی سے انھیں مار ڈالا- اس کی خبر جب نبی کریم صلعم کو ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا- ستر آدمیوں کا مارا جانا کوئی چھوٹی سی بات نہ تھی خصوصاً اس وقت جب کہ مسلمان پہلے ہی سے تھوڑے سے تھے - اور اس پر وہ حافظ قرآن بھی تھے لکھا ہے کہ پھر آپ نے دعائے قنوت میں ان کے لئے عذاب کے لئے بددعا کی- اس پر یہ آیت نازل ہوئی - اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو ایسا رحمت بنانا چاہتا تھا کہ کسی قسم کا دوسرا خیال بھی آپ کے دل میں نہ آئے- پھر فرمایا واللہ مافی السموٰت ومافی الارض یغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء واللہ غفور الرحیم

یہ جو کچھ زمین وآسمان میں ہے یہ سب ہمارا ہی ہے- معاف کرتا ہے اللہ جس کو چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جس کو چاہتا ہے- اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے- پہلے بھی غفور اور آخر میں بھی غفور الرحیم ہی کہا ہے- اس کا غفر ہی سب کام کرتا ہے- اس لئے بخشش و رحمت کی ہی توقع رکھنی چاہئے

خطبۂ ثانی

ضرورت زمانہ اپنے اپنے زمانہ کی ضروریات ہوتی ہیں۔ نبی کریم صلعم کو جو ضرورتیں پیش آئیں۔ ان میں جنگ کی ضرورت بھی تھی۔ اس لئے اُن کو **مقاعد للقتال** لڑائی کی جگہیں بتائی جاتی تھیں۔ آج دلائل کی جنگ ہے۔ اس لئے ہمارے ہاں جن لوگوں کو اس کام کے لئے تیار کیا جائے ان کو مقاعد یعنی وہ طریق بتانے چاہئیں جو اس جنگ میں کام آسکیں۔ مقاعد تو اس لئے بتائے جاتے تھے کہ ان سے کس طرح دشمن کا زور اور قوت توڑا جا سکتا ہے۔ ہمارے طالبعلموں کو بھی جو اشاعت اسلام کے لئے تیار ہو رہے ہیں وہ طریق اور پہلو معلوم ہونے چاہئیں جن سے مخالف کی بات کو توڑا جا سکے۔ اور لوگوں کو بھی اس کام کے لئے تیار ہونا چاہئے۔ زیادہ وقت وہ اس کام میں نہیں دے سکتے تو ایک آدھ گھنٹہ روزانہ قرآن پر صرف کیا کریں۔ وہ اگر قرآن سے واقفیت پیدا کر لیں تو اپنے کاروبار میں رہکر بھی اشاعت اسلام کر سکتے ہیں۔ آخر کس طرح افریقہ کی بستیوں میں اسلام پھیلا کون ان کے لئے مبلغ بنکر گیا تھا۔ وہ یہی تاجر ہیں جو سر پر گٹھڑی اُٹھائے پھرتے ہیں اور ساتھ ہی اصل اسلام کی اشاعت بھی کرتے جاتے ہیں۔

یہ جو ہمارے ہندوستان سے لوگ انگلستان میں گئے انھوں نے وہاں جا کر اچھا نمونہ نہ دکھایا اس لئے وہاں کے لوگ اسلام سے متنفر ہو گئے۔ ورنہ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان**۔ خود ان سے دنیوی علوم سیکھتے تو ان کو دین کا علم بتاتے تو اسلام کبھی کا وہاں پھیل چکا ہوتا۔ ہمارے جو نوجوان ہیں انھیں بڑا مشکل معلوم ہوتا ہوگا۔ اس کے لئے وقت نکالنا۔ لیکن اگر وہ روزانہ آدھ گھنٹہ بھی اس قرآن سیکھنے پر لگا دیں تو ان میں اس کے لئے کافی تعداد پیدا ہو جائے۔ ہاتھی کو اپنی طاقت کا علم نہیں ہوتا ان کے اندر یہ سب طاقتیں موجود ہیں۔ ان کو صرف اپنی قوت اور طاقت کا علم ہونا چاہئے۔ تم اس قرآن کو سیکھو پھر تمھیں اپنی طاقت کا علم ہوگا۔ اور اس کی اشاعت کا جوش پیدا ہوگا۔

نوٹ اور رائیں

لنڈن کے دو واعظ کے عنوان سے قادیان کے نوزائیدہ اخبار فاروق نے اپنی ۱۲ فروری سنہ کی اشاعت میں کسی پردہ نشین "واقفکار" کا ایک نوٹ درج کیا ہے۔ جس میں اُس نے انگلستان میں تبلیغ اسلام کی رپورٹوں کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ان رپورٹوں میں "یہ نہیں بتایا جاتا کہ وہ نومسلم اپنے واعظین کو کیا سمجھتے ہیں" اور پھر شاہی یہ ظاہر کرکے کہ "اس وقت ہمارے سامنے دو نومسلم لیڈیوں کے خطوط ہیں جن میں ان دونوں نے ہر دو واعظین کے متعلق رائے زنی کی ہے" چند فقرات بطور اقتباس لکھ دیئے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں بتایا کہ ان نومسلم لیڈیوں کے کیا نام ہیں۔ اور پتہ کیا ہے اور کس مکار دھوکہ باز اور دنیادار نے جس کا وجود اسلام کے لئے عار ہے "کس..... کے نام بھجوائے ہیں۔ فاروق کے اس پردہ نشین "واقفکار" کو معلوم رہنا چاہئے کہ اس کی چالبازی ایک تنکے کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ اور دنیا اب بخوبی جانتی ہے کہ مکار دھوکہ باز دنیادار اور اسلام کے لئے موجب عار کون ہے۔ فاروق کے پردہ نشین "واقفکار" کی لکالیت کی ضرورت اُس وقت شاید نہ ہوتی جب اس کا مخلص احمدی" اپنے اعمال سے اپنے آپ کو مخلص ثابت کرتا۔ اور حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولنا مولوی صدر الدین جیسے "راستباز دیندار اور اسلام کے سچے خدمتگزار" کے مقابلہ میں اہل انگلستان کے ساتھ مکاری دھوکہ بازی اور دنیاداری سے پیش نہ آتا۔ اور اپنے آپ کو اسلام کے لئے موجب عار ثابت نہ کرتا العاقل تکفینا اشارۃ۔

خلفائے راشدین کیا شوریٰ کے پابند تھے؟

قادیانی گدی کو پختہ اور مستحکم کرنے کے لئے قادیانی اخباروں کو جو نت نئے مسائل گھڑنے پڑے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن نے شورے کرنے کا حکم تو دیا ہے لیکن ضروری نہیں کہ جو شخص شوریٰ کرے وہ پھر اس کا پابند بھی ہو۔ ان الٹی باتوں کو دلائل کے ساتھ ثابت کرنا تو ایسا ہی ہے جیسے نصف النہار کو رات ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا۔ مگر تاہم ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کوئی دلیل نہیں دے سکتے۔ تو دوسروں کی بعض تحریرات کو توڑ مروڑ کر ان سے استدلال پکڑنے کی عادت تو ہے ہی۔ حال ہی میں کلکتہ کے معزز معاصر البلاغ میں کسی نے اس بات کا ثبوت مانگا تھا کہ خلافت راشدہ کی طرز حکومت شخصی نہ تھی بلکہ جمہوری تھی جس پر مولوی ابوالکلام صاحب آزاد نے ایک طویل صحبت میں احادیث کے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ نہ صرف خلفائے راشدین بلکہ خود رسول اللہ صلعم بھی ہر ایک معاملہ میں مشورہ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ **ما رایت رجلا اکثر استشارۃ من رسول اللہ صلعم** یعنی میں نے رسول اللہ صلعم سے بڑھکر کسی کو مشورہ کرتے نہیں دیکھا۔ لیکن الفضل نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ صاحب البلاغ نے ایسی حدیثیں پیش کی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ خلفائے راشدین ان مشوروں کے پابند بھی ہوتے تھے۔...... مشورہ تو آنحضرت صلعم بھی لیا کرتے تھے اور آپ کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ مشورہ لیا کرو۔ لیکن آپ اس کے پابند نہیں ہوتے تھے۔...... یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسی مثال نہیں مل سکتی کہ اُنھوں نے اپنی رائے پر شوریٰ کی رائے کو بالالتزام مقدم قرار دیا ہو۔ مشورہ لینا اور پھر کرنا وہی جو اپنی منشا ہو۔ یہ معلوم نہیں کہاں کی دانائی ہے۔ اور کس عقلمند نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ الفضل کو گدی کی پختگی کے لئے اگر رسول کریم صلعم اور صحابہ کرام کی زندگیوں میں "شوریٰ کی رائے کو مقدم کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی تو یہ اس کا قصور نہیں۔ بلکہ یہ فہم و فراست کے اس فقدان کا نتیجہ ہے جو کورانہ تقلید میں انسان کے لاحق حال ہو جایا کرتا ہے۔ اور اسے صم بکم عمی بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ کم از کم ہم تو رسول اللہ صلعم اور ان کے پاک صحابہ کو کسی ایسے فعل کا مرتکب نہیں ٹھہرا سکتے جو صریح طور پر لغو ہے۔ اور ایک ادنیٰ مومن کی شان سے بھی بعید۔ رسول اللہ صلعم کا جنگ احد کے موقع پر اپنی رائے کو جس کی ایک خواب سے بھی تائید ہو چکی تھی کثرت رائے پر قربان کرتے ہیں۔ اور شوریٰ کی رائے کو مقدم کرکے مدینہ سے نکلتے ہیں جس کی مفصل تصریح گذشتہ اشاعت میں خطبہ جمعہ کی ذیل میں ہو چکی ہے۔ پھر صاحب البلاغ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل کے متعلق کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ کی یہ عبارت نقل کرکے کہ

عن ابن شہاب کان عمر بن الخطاب اذا نزل الامر المعضل دعا الفتیان فاستشارھم یبتغی حدۃ عقولھم	(ترجمہ) زہری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو نوجوانوں کو طلب فرماتے اور ان سے مشورہ لیتے تاکہ ان کی ذکاوت کا اتباع کریں۔

اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ خلفائے راشدین کا طرز عمل کیا تھا۔ لیکن معلوم نہیں اتباع کے معنی الفضل کی ڈکشنری میں کیا ہیں۔ اگر پیر پرستی اور گدی پرستی مانع نہ ہو تو یہ حوالہ مسئلہ زیر بحث پر روشنی ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین شوریٰ کے پابند ہوتے تھے۔......

مذاکرۂ علمیہ

تفسیر القرآن (نمبر ۲)

قال اللہ تعالیٰ - انما انت منذر ولکل قوم ھاد
روافض کا استدلال اس آیت سے - من کتاب الفردوس - عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلعم - انا المنذر وعلی الھادی بک یا علی یھتدی المھتدون ونحوہ رواہ ابونعیم فی الحلیۃ وھو صریح فی ثبوت الولایۃ والامامۃ

یہ ہے علامہ حلی رافضی کی دلیل بے بہا - الجواب ماخوذ از منہاج السنہ

(۱) کسی حدیث سے احتجاج اور استدلال اس وقت تک جائز نہیں - جب تک حدیث کی صحت ثابت نہو - (روافض کا عام قاعدہ ہے کہ وہ منقولات میں ہمیشہ اضعاف اور موضوعات سے کام لیتے ہیں -)
کتاب الفردوس اور اسی طرح حلیہ ابونعیم - اس میں بہت کثرت سے اضعاف اور موضوعات کا ذخیرہ ہے - اور جب تک حدیث کی صحت ثابت نہو اس کو حجت میں پیش نہیں کر سکتے - اور محدثین کرام جو فن علم احادیث میں معرفت رکھتے ہیں اس کے کذب اور وضع کو خوب جانتے ہیں -

(۲) کسی مسلمان کو سزاوار نہیں کہ وہ ایسی بات کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرے جس کے یہ معنی ہیں کہ انذار اور ہدایت دو منصب ہیں - ایک منصب یعنی انذار یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہے اور ہدایت یہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ہے - کیا ایک با ایمان یہ بات کہہ سکتا ہے کہ انذار کا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھا اور ہدایت حضرت علیؓ کے متعلق تھی - رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت کوئی نہیں پاتا تھا کیونکہ ظاہرا حدیث کے یہی معنی ہو سکتے ہیں - کہ اے علی میں منذر ہوں اور تو ہادی - تیرے ہی سے ہدایت پانے والے مہتدی ہو سکتے ہیں - یعنی میں ہادی نہیں - صرف منذر ہوں نعوذ باللہ من ھذا الاعتقاد ولعنت اللہ علی قائلہ معتقدہ

(۳) قرآن کریم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہادی قرار دیتا ہے - فقال وانک لتھدی الی صراط مستقیم - الخ
دیکھو روافض کا اسلام جس کو خدا ہادی کہتا ہے اس کو تو ہادی قرار نہیں دیتے اور جس کو خدا کی طرف سے ہادی کا کوئی خطاب نہیں ملا اس کو ہادی قرار دیتے ہیں -)
تعجب ہے کہ اگر ان سے دریافت کریں کہ علی نے کس سے ہدایت پائی تو کہدینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر جس کو تم ہادی کہتے ہو اس نے خود بھی ہدایت ایک دوسرے سے حاصل کی تو ہادی ہونے کا احق کون ہوا - پہلا یا دوسرا - پھر یہ جملہ ضرور ایک ناسمجھ کے منہ سے نکلا ہے اور اس کو حجت میں پیش کرنے والا اس سے زیادہ ناسمجھ معلوم ہوتا ہے - بک یا علی یھتدی المھتدون

(۴) اور اس جملہ بک یا علی یھتدی المھتدون کے ظاہرا یہ معنی ہیں کہ جس قدر امت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہدایت یاب ہوئے - وہ علی کے ذریعہ ہوئے - حالانکہ اس بات کا جھوٹ ہونا اظہر من الشمس ہے -
اکثر لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے - اور آنحضرت صلعم کے ذریعہ ہدایت پاکر داخل جنت ہوئے انھوں نے ایک کلمہ بھی علی سے نہیں سُنا - اور ایسا ہی بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ممالک اسلام لائے - اور جن ملکوں میں اکثر صحابہ کرام اور ان کی اولاد جاکر متوطن ہوگئی اور ان کی تبلیغ اور تلقین کے ذریعہ اکثر لوگ بلاحد ونہایت ایمان لائے - حالانکہ ایک کلمہ اور ایک حرف بھی انھوں نے حضرت علی سے نہیں سنا تھا -
پھر یہ کیسا قبیح جھوٹ ہے بک یھتدی المھتدون وعلی الھادی - ہاں بعض لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے ذریعہ بھی ہدایت نصیب ہوئی - اگر اس قدر تبلیغ الھادی کے خطاب کی مستحق ٹھہراتی ہے تو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس خطاب کے زیادہ مستحق اور سزاوار تر ہیں -
البتہ ایک بات اہل عقل کے لئے قابل توجہ اور لائق غور ہے کہ السابقون الاولون صحابہ کرام میں سے کسی کے وجود سے کوئی قوم مسلمانوں سے گمراہ نہیں ہوئی - مگر جناب مولا مرتضیٰ علیہ السلام ہی ایک شخص ہیں جن کے وجود سے ایک فرقہ خوارج کا مسلمانوں سے نکل گیا اور خارج ہوگیا اور قیامت تک ان کی نسل چلتی رہیگی -
اگر خارجیوں کے سامنے یہ جملہ پیش کر دیا جاوے یا علی بک یھتدی المھتدون تو میں نہیں خیال کرتا کہ وہ اس کو کس طرح پڑھینگے - بلکہ وہ اس کو اور طرح پڑھینگے -)

(۵) اور جملہ ولکل قوم ھاد - دلالت کرتا ہے کہ ہادی متعدد ہوں - کیونکہ قومیں متعدد ہیں اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے پس [illegible] سکتا ہے کہ علی علیہ السلام اولین اور آخرین سب کے لئے ہادی ہو - (اس استدلال تشیع سے یہ بھی ثابت ہوا کہ امام حسن اور امام حسین اور ان کے نو فرزند معصومین بھی ہادی نہیں کیونکہ الھادی مختصا علی ہے نہ اور کوئی - اور کیا تشیع اس وقت کے لئے الھادی علی علیہ السلام کو قرار دینگے - یا محمد منتظر امام غائب - اور امام زماں موجودہ کو اور اگر یہ الھادی ہے تو دلیل باطل ہوئی کہ صرف علی الھادی ہے - بلکہ متعدد ہادیوں کا ثبوت ظاہر ہے - گیارہ اور بارہ اور چودہ تو تشیع کو بھی علم ہیں - فافہم)
تشیع کے متاخرین کو یہ غلطی معلوم ہوئی تو انھوں نے حدیث کے الفاظ میں من بعدی کے الفاظ بڑھا دیئے - مگر اس سے بھی ان کا کام نہیں بنتا - کیونکہ من بعدی کو وہ ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ رضی اللہ عنہم کے عہد میں ثابت نہیں کر سکتے - ضرور انکے اپنے زمانہ خلافت پر اس کو منحصر کرینگے - اور من بعدی کی رسی کو اس لئے بھی لمبا نہیں کر سکتے جب وہ وفات پاگئے تو الہادی امام حسن تھے - اور حسن کے بعد امام حسین علیہ السلام اور علی ہذا القیاس - پس ضرور من بعدی کو محدود کرینگے -
پس اب دیکھ لیں کہ ایک غلط معنی کرنے اور اس کو دلیل قرار دینے میں کس قدر بردومات اور الجھن میں وہ پڑ گئے ہیں - نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے - اگر کہیں الہادی صرف علی ہی ہے تو امام حسن اور امام حسین اور باقی ائمہ تشیع الھادی قرار نہیں پاتے - کیونکہ الفاظ مستدلہ تشیع یہ ہیں - ایسا اچھی غور فرمالیں -
(قال رسول اللہ انا المنذر وعلی الھادی من بعدی یا علی بک یھتدی المھتدون
"اے علی تیرے ہی سے ہدایت پانے والے ہدایت پاسکتے ہیں - کیونکہ میرے بعد تو ہادی ہے - اے علی"
اور اگر تشیع کہیں کہ نہیں تمام ائمہ یازدہ گانہ اپنے اپنے وقت اور قوم کے لئے الہادی ہیں تو ظاہر ہے کہ علی الھادی من بعدی الخ - یہ تمام جملہ غلط ہوجاتا ہے -

(۶) کسی شخص سے ہدایت پانا بغیر اس کے کہ وہ شخص امام یا خلیفہ وقت ہو ایسا ہے جیسے کہ کسی عالم سے کسی کو ہدایت نصیب ہوا - ایسے بہت عالم گذرے ہیں جن سے لوگوں نے ہدایت پائی ہے - [illegible] کے ہاتھ پر بیست ہزار یہود [illegible] مگر ایسا ہادی ہونا عالم کے [illegible] [illegible] فرماتے ہیں - [illegible]

افسوس علامہ علی پر۔ اس سے امامت اور ولایت کس طرح ثابت ہوتی ہے۔ یہ تو علماء بھی کرتے ہیں۔ پس تمام عالم امام بن گئے۔

(۷) ولکل قوم ھاد۔ عبارت بتا رہی ہے کہ ... ہوا ہے۔ کہ کسی معین شخص پر خواہ وہ علی ہو یا اور کوئی دلالت قرآن سے چسپاں نہیں ہوسکتی۔ حدیث سے استدلال کر کے اس کا نام احتجاج بالقرآن رکھنا باطل ہے۔ اور حدیث بھی وہ جو نقلاً و عقلاً موضوع اور غلط در غلط ہے۔

(۸) اگر ولکل قوم ھاد۔ کہکر اللہ تعالےٰ کا یہ منشاء ہوتا۔ کہ سب لوگوں کے لئے محمد رسول اللہ ایک ہادی ہے۔ تو عبارت صاف اس طرح ہوتی لجمیع الناس ھاد۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم جب تمام لوگوں کے لئے رسول تھے۔ تو صاف کہدیا انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ لیکون للعٰلمین نذیرا۔

(۹) کل کا لفظ ایک نکرہ کی طرف مضاف ہے۔ کسی معرفہ کی طرف مضاف نہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کل الناس معلم۔ پس ولکل قوم کے معنے ہوتے ہیں۔ ہر ایک قوم کے لئے کیونکہ قومیں متعدد ہیں۔ اور یہ کلمہ ایسا ہے۔ جیسا کہ۔ ولکل نبی عدوا۔ اس کے معنے ہیں۔ اور ہر ایک نبی کے لئے دشمن ہیں۔ اس کا یہ معنے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کہ تمام نبیوں کے لئے ایک دشمن ہے۔ جیسے کہ ولکل قوم ھاد۔ کے یہ معنے ہرگز نہیں ہوسکتے کہ تمام قوم یا قوموں کے لئے ایک ہادی ہے اور یہ واقعات اور سند کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ قومیں بھی جدا جدا ہیں۔ اور ہادی بھی جدا جدا۔ پس اسکے صاف معنے یہ ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نذیر ہیں۔ جیسے اور قوموں میں نذیر گذر چکے ہیں۔ اور ہر امت میں جو نذیر آتا ہے۔ وہ اُن کو ہدایت ہی کرنے آتا ہے۔ اور حق کی طرف بلاتا رہتا ہے۔ اور مفسر صافی نے پہلے یہی معنے لکھے پیچھے روایتوں کی طرف مائل ہوگیا ہے۔ یھدیھم الی الذین ویدعوھم الی اللہ۔ وھو محمد لا علی ؟

خاکسار نذر علی از پشاور۔

تقریر امیر

درس قرآن میں سے کچھ

دعا کا عقیدہ اختلافات مذاہب کا فیصلہ کر دیتا ہے فرمایا۔ ہر ایک مذہب میں دعا کا وجود پایا جاتا ہے۔ عیسائی بھی دعا کرتے ہیں۔ اے خدا جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔ تو بھی ہمارے گناہ معاف کر۔ اب ایک طرف گناہ کی معافی کی دعا مانگتے ہیں۔ اور مثال دیتے ہیں کہ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف عقیدہ یہ ہے کہ وہ معاوضہ لیکر معاف کیا کرتا ہے۔ اور اس کے سوا نہیں۔ حالانکہ دعا میں کہتے ہیں کہ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں۔ کیا کبھی کسی نے اپنے قرضداروں کو اس طرح بھی معاف کیا ہے۔ کہ اس سے قرض واپس بھی لے لیا ہو۔ اور پھر کہا ہو۔ میں نے تمہیں معاف کیا اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ اُن کا عقیدہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر عقیدہ صحیح ہوتا۔ تو وہ اس امر مشترک کے خلاف نہ ہوتا۔ دعا کا عقیدہ سب مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اور سب میں ہی دعا سکھائی گئی ہے۔ اس لئے چونکہ یہ ایک امر مشترک ہے۔ اس لئے بطور اصول کے ہے۔ پس اس اصول کے خلاف جو عقیدہ ہے وہ باطل ہے۔

اسی طرح ہندوؤں میں بھی عقیدہ تو یہ ہے کہ خدا گناہ کو معاف نہیں کرسکتا۔ بلکہ ایک ایک گناہ کے لئے آسے تناسخ کے چکر میں جانا پڑتا ہے لیکن پھر بھی خدا سے دعائیں مانگتے ہیں۔ اگر خدا کوئی مدبر بالارادہ ہستی نہیں۔ تو اس سے دعا مانگنے کے کیا معنے۔ دعا تو کوئی اس سے مانگتا ہے۔ جس کی نسبت یہ یقین ہو کہ وہ کچھ دے سکتا ہے۔ کوئی شخص آگ کے آگے ہاتھ جوڑ کر یہ نہیں کہیگا کہ اے آگ تو مجھے مت جلائیو۔ وہ تو مدبر بالارادہ ہے ہی نہیں۔ اس کا تو خاصہ ہے۔ جلانا۔ اسلئے کوئی اس سے یہ دعا نہیں کریگا۔ مانگتا تو کوئی اس سے ہے۔ جسے کوئی اختیار ہو۔ مثلاً ایک بادشاہ ہے۔ وہ اختیار رکھتا ہے۔ کہ کسی کی درخواست کو منظور کرے وہ کسی کا کوئی جرم معاف بھی کرسکتا ہے۔ اس سے درخواست کوئی کرے۔ تو کوئی بات بھی ہے۔ لیکن اگر وہ کسی ایسے عہدہ دار سے جو اس کا اختیار نہیں رکھتا۔ وہی درخواست کرتا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں تو ہندو مذہب میں اگر خدا سے دعا مانگنا ٹھیک ہے تو معلوم ہوا۔ کہ وہ مدبر بالارادہ بھی ہے۔ یہ امر فیصلہ کرتا ہے۔ اس بات کا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی صحیح صفات کونسی ہیں۔ آیا اُسے عفو کا اختیار ہے یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو دعا مانگنی بھی ٹھیک نہیں ؎

درس حدیث میں سے کچھ

صحیح بخاری کا سبق دیتے ہوئے سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر کی حدیث پر بہت لمبی چوڑی بحث ہوئی۔ حضرت امیر ایدہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں جو کچھ بیان فرمایا۔ اس کا ایک حصہ حسب ذیل ہے۔ دوسرا حصہ جس میں فسق کے متعلق بہت کچھ بیان کیا گیا۔ وہ پھر ہدیہ ناظرین ہوگا۔

فرمایا۔ اسی کے متعلق دوسری حدیث ہے المسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ مسلمان وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں۔ یہ حدیث اس پہلی حدیث کی وضاحت کر دیتی ہے۔ کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو دکھ نہ پہنچے وہ مسلمان ہے۔ دوسری حدیث الٹ ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچنے کا نتیجہ بتایا تھا۔ کہ زبان سے برا کہنا یا گالی دینا فسق ہے۔ اور ہاتھ چلانا یعنی قتل کرنا کفر۔

اس فسق اور کفر کا کیا مطلب ہے کیا ہم یوں کہہ لیں کہ۔ اسلام نے بھی عیسائیوں کی طرح ایک ایسی تعلیم دے دی ہے۔ جو ناقابل عمل ہے۔ جس طرح وہاں یہ حکم ہے کہ اگر تیرا بھائی تجھ سے کرتہ مانگے تو تو جبّہ اتار دے۔ اگر کوئی تیری ایک گال پر طمانچہ مارے تو تو دوسری بھی پھیر دے۔ کیا ویسے ہی یہاں مسلمانوں کو بھی تعلیم دی ہے۔ جس پر عمل نہیں ہوسکتا لیکن نہیں بات یہ ہے۔ مسلم کے معنے ہیں سلامتی والا۔ اس لئے جب کوئی مسلم اپنے ہاتھ اور زبان کو کسی مسلم کے خلاف چلاتا ہے۔ تو اس حد تک وہ مسلم کی تعریف کے اندر نہیں رہتا جو شخص انسانوں کے خلاف اپنے ہاتھ اور زبان نہیں چلاتا وہ اس حد تک مسلم کی تعریف کے اندر ہے اور ایک مسلم کو چاہیئے کہ اسکے خلاف اپنے ہاتھ اور زبان کو نہ چلائے۔

(۲) پھر قتالہ کفر کا لفظ نظم قائم رکھنے کیلئے بھی ہے کیونکہ مسلم وہ ہے جو کسی قانون کے ماتحت چلے۔ کامل فرمانبرداری کو اسلام کہتے ہیں۔ اسلئے کوئی شخص جو کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے۔ تو اسکی وجہ یہی ہے وہ قانون کی حد سے باہر نکل جاتا ہے۔ کیونکہ قانون کی رو سے کوئی شخص خودبخود کسی کو قتل نہیں کرسکتا اور وہ سوائے اسکے حکام مجاز سے قانونی چارہ جوئی کرے۔ اور کچھ اختیار نہیں رکھتا پس جو شخص قانون کی حد بندی سے نکلتا ہے وہ اس حد تک مسلم کی تعریف کے اندر نہیں رہتا۔ یہ نہیں کہ صرف اس ایک بات سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ قرآن میں آتا ہے وان طائفتٰن من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینھما فان بغت احدٰھما علی الاخرٰی الخ اس میں صاف طور پر انکو مومن ہی کہا۔ باوجودیکہ ایکدوسرے کے خلاف انہوں نے قتال کیا۔ تو یہ قتالہ کفر کا لفظ نظم قائم کرنے کیلئے ہے۔ (۱) پھر جنگیں تو ہمیشہ آتی ہی ہیں۔ ایسی حالت میں یہ حکم اگر اس سے خارج از اسلام ہونا مراد لیا جائے تو ناقابل عمل ٹھہرتا ہے۔

اسلام نے قتال کے اسباب کو دور بھی کیا ہے۔ جنگ کی ایک بڑی وجہ قومیت کی تفریق بھی ہے۔ ہر ایک قوم دوسری کو کھا جانا چاہتی ہے اسلام نے قومیت کے سوال کو ہی اٹھا دیا ہے۔ پس ایک مسلم کی شان یہ ہے۔ کہ اس کے اندر قومیت کی کوئی روک باقی نہ رہے۔ مسلم بننے سے ہی اسلام در حقیقت ... اعلےٰ مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ کہ جس سے انسان کے اندر سے قومیت کی تمام روکیں دور ہو جاتی ہیں۔ اور یہ آپس میں تنافر و تحاسد قائم نہ رہ کر امن قائم ہو جاتا ہے ؎

(باقی آئندہ)

مولوی خورشید الحسن صاحب سہارنپوری

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں فہرست مبایعین کی ذیل میں سہارنپور کے ایک مولوی خورشید الحسن صاحب کا ایک نام بھی لکھا گیا تھا۔ اسوقت تو صرف نام ہی کے لکھدینے پر اکتفا کیگئی اور زیادہ تصریح کی ضرورت نہ سمجھی گئی لیکن اب مولویصاحب کا ایک خط حضرت امیرایدہ اللہ کے نام موصول ہوا ہے۔ جو اس قابل ہے کہ اسے ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جائے مگر چونکہ مولوی صاحب پیشتر از یں ناظرین پیغام صلح سے معرف نہیں ہیں اسلئے یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند مختصر الفاظ میں آپ کا تعارف بھی کرا دیا جائے .... آپ سہارنپور کے رہنے والے اور منشی فاضل پاس ہیں مدرسۃ العلوم سہارنپور میں آپ چند دن ہوئے عربی پڑھاتے تھے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے متعلق تحقیقات کرنیکے لئے ایام جلسہ میں قادیان گئے اور وہاں پندرہ دن تک رہ کر غلو اور خدام مسیح پر سب وشتم کا جو کچھ نظارہ دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔ وہاں سے دل برداشتہ ہو کر آپ لاہور آئے۔ اور حضرت امیرؑ کے مواعظ حسنہ اور النبوت فی الاسلام کے مطالعہ نے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت آپ کے دل میں جمادی چنانچہ آپ نے حضرت امیرؑ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور کچھ دن رہ کر سہارنپور چلے گئے۔ وہاں جاکر جو کچھ مصائب آپکو پیش آئیں اُن کا حال آپ کے اس خط سے معلوم ہوگا۔ احباب اُن کے لئے صدق دل سے دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں استقامت بخشے اور تمام مصائب سے محفوظ رکھے۔ آمین! (ایڈیٹر)

بعد الحمد و الصلوٰۃ

کہفی و مولائی و ملاذی السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ کمترین بخیر پہنچا .... حضرت کی جدائی اور غیبت عن الحضور و الخدمت عذاب الیم و سوہان روح ہے۔ رب رحیم زیارت سے جلد بہرہ ور فرماوے۔

یہاں مولوی عبد العزیز صاحب اور ان کے صاحبزادے سے خوب بحث رہی۔ صاحبزادہ صاحب تو بالکل خلاف ہیں اس سلسلہ ہی کے۔ مگر مولوی صاحب کو بھی نہ معلوم کیا ہؤا۔ دل سے تو مانتے ہیں مگر زبان سے ساتھی میاں محمود احمد صاحب ہی کے ہیں۔ آخر النبوۃ فی الاسلام کی چند تحریریں اُن کو میں نے سنائیں۔ بالکل لاجواب اور قائل ہوگئے۔ پھر وہ کتاب میں نے اُن کو سب دیکھنے کیلئے دے دی۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ اس کتاب کا اور اس کے مصنف جلیل القدر کا اور اسکے تابعین غلامان خدام کا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ خود مرزا صاحب علیہ السلام کی تحریرات من اول الکلمۃ الی آخر اللفظ یہی ہے۔ کہ میں محض امتی ہوں۔ ہاں بہ تبعیت النبی علیہ الصلوٰۃ افضال و الخاتم مجھپر مبذول ہوئے ہیں مجھکو مراتب ولایت اعلےٰ سے اعلےٰ عطا ہوئے ہیں۔ اگر کسی تحریر میں اس کے خلاف ہو اور کوئی دعوےٰ اسکے منشاء ہو۔ تو ہم غلط ہیں کیا بلکہ کافر ہیں۔ لا ہمارے مخالفین مقابلین صراحتہً اعداءِ اسکے دین متین اور مسیح کریم علیہ التسلیم کے ماننے والے ہیں عیاذاً باللہ۔ یہ حالت ارتدادی ہے۔ جس سے کفر بدرجہا بہتر ہے

میں نے اپنی تمام حالت اُن سے بیان کی۔ اور قادیان جانا اور قبل از تحقیقات عقائد باطلہ محدثہ فقط کتابی عقائد بناپر محمودی سلسلہ کا گرویدہ ہو جانا اور حضرت میاں محمود صاحب سے پھر چند سوال وجواب ان کو سنائے پھر قادیان والوں کا حضرت قبلہ مولٰنا المکرم الممدوح کے بارہ میں لب کشائی اور دیگر احباب والنصار اس سلسلہ خصوصاً مرحوم عیسٰی صاحب زاد عشقہٗ وطہر قلوعنہ کے باب میں زہرخوری وہرزہ درائی سب ان کو سنائی۔ اور یہ بھی کہ جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔ آخر سب کے جواب میں یہ فرمایا۔ کہ میں اس کتاب کو تمام دیکھ لوں پھر آپ ملیں سو انشاءاللہ تعالےٰ آجکل میں پھر ملونگا۔ میاں عبد المجید صاحب منصوری والے جنکی ہمراہ میں قادیان گیا تھا۔ اور جو فنا فی المحمود ہوکر الاعراب اشد کفراً ونفاقاً سے مفتخر ہیں۔ یہاں سہارنپور اپنے احباکو بار بار لکھ رہے ہیں۔ کہ خورشید کو ہم نے صراط مستقیم بتایا۔ اور ہم نے چشمۂ نور تک پہنچایا۔ میں تو انکو قادیان ہی چھوڑ کر لاہور پہنچا تھا۔ اب یہاں آیا ہوں۔ تو معلوم ہؤا۔ کہ وہ لاہور گئے ہیں مجھکو تو وہ لاہور میں ملے نہ تھے۔ اب یہاں ان کی ملاقات کا منتظر ہوں۔ ہنوز غالباً وہ نہیں واپس ہوئے۔ لدھیانہ ٹھہر کر شاید آویں گے خیر بہرحال اگر وہ لاہور ملیں تو اُن سے ورنہ براہ راست قادیان کو میاں محمود صاحب کے پاس یہ اطلاع جانا لابد ہے کہ خورشید قبل از تحقیق حق وقبل از علم عقائد کفریہ باطلہ کہ منتفی الی النار ہیں نہ کہ ہادی الی النور صرف مرزا صاحب کی تحریرات دیکھ کر اور یہ گمان کرکے کہ ایک مجدد و ولی اللہ کے جانشین سے شرف بیعت حاصل کروں اور رحمات و برکات الہیہ میں شامل ہو جاؤں کا سرپن شان رسالت کے گروہ میں فقط ناواقفیت کے باعث شریک ہونیکا خیال رکھتا تھا۔ ثمر اذ اخولنی ربی منہ رحمۃً وھدنی وبیدہ الخیر وھو لایضیع اجر المحسنین وعمل عامل منکم وھو نعم المولٰی ونعم النصیر واذا جاء نصر اللہ والفتح فان فضلہ علینا کبیر وطلع علینا ثمرای فی قادیان نور مبین فی جبہتہ مرھم عیسٰی ونتیہا البنیہ الخطیر و نبت وحصحص الحق ان محمد علیؑ وعلیاً محمد وانھما یضیئان فی سیماعاشقہما محمد علیؒ الجمع الاسمہما فی وصفھما من ھو لی مطیع وداع الی اللہ والی رسول محمد علیہ الصلوٰۃ الاتحد کاملی العباد الکرام فی نشر الامر انہ لھو محمود واحمد فاجبت داعی اللہ ھذا وامنت باللہ وملئکتہ ورسلہ ورکبت سفینۃ رسولنا الکریم علیہ التسلیم لانجو تنجوت من القوم الظلمین والحمد للہ رب العلمین انہ ھو التواب الرحیم وبیدہ التوفیق۔

یہ مضمون میاں محمود صاحب کے علم میں کسی طرح ضرور لانا چاہیئے۔ یا ارشاد ہو تو میں خود ایک عریضہ لکھکر بھیجدوں۔ یا میرے نام سے حضرت عالی بھجوا دیں۔

فدوی اپنا حال کیا عرض کرے ....

خدا کا شکر ہے۔ اور لاکھ بار شکر ہے کہ وہ جس حال میں رکھتے اس کے بندے ہیں۔ اسکا احسان ہے۔ مدرسہ دار العلوم میں پہنچا۔ فوراً مہتمم صاحب نے فرمایا۔ کہ آپ کو مولوی صاحب بانی وسرپرست مدرسہ نے بلایا ہے۔ میں نے کہا کہ بعد چھٹی مل لونگا۔ کہا کہ نہیں اُن کا ارشاد ہے۔ کہ مولوی صاحب بدون ہم سے ملے پڑھائیں نہیں میں سمجھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون گویا صبر کناں میں اُن کی خدمت میں پہنچا۔ فرمایا۔ مولوی صاحب آپ قادیان گئے تھے۔ قادیانی ہوگئے۔ یا کیا بات ہے میں نے کہا صاحب میں بحمدہ قادیانی تو نہیں ہؤا ہوں۔ آپ دیکھیں مطموس الوجہ ممسوخ الصورت نہیں ہوں۔ البتہ سلسلہ احمدیہ میں وہ بھی جو کہ اصحاب لاہور کا معتقدہ ومنسوب الیہم ہے۔ داخل وفیضیاب ضرور ہوگیا ہوں۔ انہوں نے خوب تشریحیں پوچھیں خوب ان سے کبھی جھڑپ ہوئی۔ آخر جو ہمارا واجب تھا۔ وہ ہمارے ذمہ رکھا۔ اور ہمیں جھک کر سلام کیا۔ میں بھی باخیر شما بسلامت کہکر اُٹھ کھڑا ہؤا۔ مگر اتنا میں نے اور کہا۔ کہ اگر میں حق پر ہوں۔ تو آپ کے واسطے انجام برا ہے۔

کمترین خواجہ خورشید حسن عفی عنہ

النبوۃ فی الاسلام کے متعلق

لکھنؤ سے ڈاکٹر محمد عمر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

مخدوم و مکرم حضرت مولوی صاحب مدظلہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کی کتاب النبوۃ فی الاسلام پہنچی .... میں نے غور سے پڑھنا شروع کردیا۔ اور کل کی تاریخ تک ۹۰ صفحے پڑھ چکا ہوں۔ شاباش اور مرحبا۔ خوب کتاب لکھی۔ ختم النبوت اور نبوت کے بارے میں جو شک پیدا ہوسکتا۔ اس کا خوب جواب دیا ہے مگر دنیا والے اس کتاب کی قدر نہ کریں گے اور نہ کر سکیں گے اور دنیا میں کوئی شخص آپ کو اس کتاب کا صلہ نہیں دے سکتا۔ ہاں قیامت کے دن جناب محمد خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم اس کا صلہ دینگے اور مسیح موعود علیہ السلام اس کا صلہ دینگے۔

مصطفٰے مسلم ذیل شب دفتر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور میں شائع کیا

[illegible]

النبوۃ فی الاسلام کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ*

اخبار اہلحدیث مؤرخہ ۱۴ جنوری ۱۹۱۶ء میری نظر سے گذرا۔ جس میں کتاب النبوۃ فی الاسلام مؤلفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے امیر جماعت احمدیہ و پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے متعلق بجائے کسی منصفانہ ریویو کے بعض ایسے فقرات لکھے ہیں۔ جو واقعات کے خلاف ہیں۔ اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان سے جو غلط فہمی اخبار اہلحدیث کے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے متعلق پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کا ازالہ کیا جاوے۔

(۱) اس اخبار میں اس بات پر رنج ظاہر کیا گیا ہے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اشاعت اسلام کا روپیہ اس پر کیوں صرف کیا۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کتاب پر ہرگز وہ روپیہ صرف نہیں ہوا۔ جو اشاعت اسلام کی غرض سے آتا ہے۔ بلکہ جیسے کہ سالانہ رپورٹ میں مفصل طور پر بیان کر دیا تھا۔ ہماری انجمن میں تبلیغ سلسلہ کی مد بالکل علیحدہ ہے جس میں صرف احمدیہ جماعت کا چندہ جو عامہ تبلیغ کے علاوہ صرف اس غرض سے دیا جاتا ہے۔ صرف ہوتا ہے۔ اور اس کتاب کے کل اخراجات اسی مد سے دئے گئے ہیں۔ نہ کہ تبلیغ عام یا عامہ اشاعت اسلام کی مد سے اور ہم نے خدا کے فضل سے ابتدا ہی سے ان ہر دو مصارف کی آمد خرچ کو علیحدہ رکھا ہے اور کبھی ان میں خلط نہیں ہونے دیا۔ یہاں تک کہ نہ صرف رسائل و کتب کا خرچ ہر ایک مد کا علیحدہ ہے بلکہ واعظین بھی جدا جدا ہیں۔

(۲) دوسری غلطی حضرت مسیح موعود کے سلسلہ کے حوالوں کے متعلق اڈیٹر صاحب کو لگی ہے۔ کہ وہ لکھتے ہیں کہ قادیانی پارٹی کے حوالجات کے مقابل میں اور حوالجات النبوۃ فی الاسلام میں دئے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں بلکہ النبوۃ فی الاسلام میں حضرت مرزا صاحب کی تمام کتب میں سے جتنے حوالے نبوت کے مسئلہ پر ہیں۔ وہ سب کے سب یکجائی طور پر کتاب کے آخر میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ اور ان کی تطبیق کر کے دکھلائی ہے۔ اور بتلایا گیا ہے۔ کہ ان میں فی نفسہ اختلاف کوئی نہیں۔

(۳) اڈیٹر صاحب یہ لکھتے ہیں کہ "اتنی بڑی کتاب کی اشاعت سے اسلام کی کیا اشاعت ہے یہ تو صرف مرزا صاحب کے خیالات کی اشاعت ہے۔" حالانکہ یہ بھی درست نہیں۔ اگر اڈیٹر صاحب اس کتاب کو پڑھ کر نوٹ لکھتے تو یہ غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔

خاتم النبیین کے بعد کسی مستقل نبی کی بعثت کو تسلیم کرنا ایک نہایت ہی خطرناک غلطی ہے۔ اور اس عقیدہ کے رکھنے سے اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اور اس باطل عقیدہ کی جو کتاب شرح و بسط سے رد کرے۔ کیا وہ خدمت اسلام نہیں ہے؟

اس عقیدہ میں اڈیٹر صاحب اہلحدیث اور قادیانی پارٹی ہمارے خیال میں قریباً یکساں ہیں۔ اسلئے کہ اول الذکر کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام جو مستقل نبی تھے دوبارہ دنیا میں خاتم النبیین کے بعد آئیں گے۔ اور مؤخر الذکر نے حضرت مرزا صاحب کے وجود میں اس مستقل نبوت کو تسلیم کر لیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہی ہے کہ اڈیٹر صاحب اہلحدیث اور ان کے ہمخیال علماء ایک پرانے نبی کا خاتم النبیین کے بعد آنا جائز سمجھتے ہیں۔ اور ہمارے میاں صاحب ایک نیا نبی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد تجویز کرتے ہیں۔

اس کتاب میں بفضلہ تعالے قرآن و حدیث کے رو سے ان ہر دو عقائد کا ابطال کیا گیا ہے اور اس کتاب کے لکھنے کی اصل غرض صرف نبوت حضرت مرزا صاحب کی تشریح نہیں ہے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ثابت کرنا ہے۔ اور اس کے ضمن میں موجودہ فتنہ کا ذکر بھی کر دیا ہے۔ جس میں کہ حضرت مرزا صاحب کی شان میں غلو کیا جاتا ہے۔

× × × × × × × ×

× × × × × × ×

× × × × × × ×

اس لئے یہ اعلے درجہ کی خدمت اسلام ہے جو کہ حضرت مولوی صاحب نے کی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالے اس کتاب کو قبولیت کا شرف بخشے اور اسکو جمیع مسلمین کے لئے ہدایت کا موجب بنا دے۔ آمین!

خاکسار مرزا یعقوب بیگ۔ ایل۔ ایم۔ ایس
آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

* یہ مضمون خود اڈیٹر صاحب اہلحدیث کو بھی بھیجا گیا تھا لیکن افسوس ہے کہ انہوں نے اسے درج نہیں کیا +

ضمیمہ پیغام صلح

میں آجتک عموماً طویل مضامین ہی شائع ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ممکن ہے کہ یہی سلسلہ جاری رہے جس سے ایک تو قادیانی اخبارات پر ضروری تنقید پر بعض اوقات میں پڑتی چلی جا رہی ہے۔ اور دوسرے بعض مختصر مراسلات کیلئے بھی کوئی گنجائش نہیں نکلتی۔ اسلئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ مختصر ایڈیٹوریل نوٹ بعد دیگر ضروری مراسلات کو حسب دستور سابق اخبار میں ہی ایک یا دو صفحوں پر جگہ دے دیا کرینگے اور لمبے مضامین ضمیمہ پر ہفتہ وار نکلتے رہیں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

یہ تین کتابیں ہر مسلم کے گھر میں ہونی چاہئیں؟

۱۔ براہین نیرہ حصہ اول ۱۰ر
۲۔ اسوہ حسنہ ۴ر
۳۔ ام الالسنہ ۱۲ر

یہ سہ کتابیں حاجی خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی تصنیف ہیں۔ جو تین خاص مضمونوں پر نایاب اور بے مثل کتابیں ہیں۔

کتابوں میں کتاب قرآن۔ بندوں میں نبی محمد عربی زبانوں میں زبان عربی مبین۔ یہ تینوں باتیں ان تین کتابوں میں علی الترتیب ثابت کی گئی ہیں۔

(۱) براہین نیرہ میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ قرآن ایک خاتم اور ناطق الہامی کتاب ہے جس میں تہذیب و تمدن کے کامل قوانین موجود ہیں اس ضمن میں مصنف نے ایک حکیمانہ بحث میں موجودہ تہذیب پر تنقیدی نظر ڈالی ہے۔ کل مذاہب دیگر کے عقائد اور اصولوں پر منطقی بحث کی گئی ہے۔

(۲) اسوہ حسنہ میں آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بہ حیثیت انسان کامل پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب مقبولیت عامہ حاصل کر چکی ہے۔ اسکو پڑھ کر یہ ماننے کے سوا چارہ نہیں رہتا۔ کہ محمد صلعم خاتم النبیین ہیں اور کوئی کامل نبی ہو سکتا ہے۔ تو آپ کی ذات پاک ہی ہے۔

(۳) ام الالسنہ بالکل جدید تصنیف ہے۔ اور جدید مضمون پر لکھی گئی ہے۔ اپنی نوع کی یہ پہلی کتاب اردو۔ انگریزی لٹریچر میں لکھی گئی ہے۔ اس میں یہ دکھلایا گیا ہے۔ کہ عربی الہامی زبان ہے۔ اور کل دنیا کی زبانیں اس زبان سے نکلی ہیں۔ اور ابتدا میں سب ملکوں کے آباؤ اجداد عربی الاصل تھے۔ یہ کتابیں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔

منیجر اشاعت اسلام۔ عزیز منزل۔ احمدیہ بلڈنگس۔ نولکھا لاہور +

اشاعت اسلام

یہ رسالہ جناب خواجہ صاحب مشہور آفاق مسلم مشنری کے زیر ادارت لاہور احمدیہ بلڈنگس سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ خواجہ صاحب کے انگریزی رسالہ مسلم انڈیا اسلامک ریویو کا ترجمہ معہ شئے زائد اس میں ہوتا ہے۔ اسلام اور غیر مذاہب کا مقابلہ۔ اسلام کی صداقت۔ تبلیغ اسلام کے بہترین نمونے۔ اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ۔ اسلام کے برکات۔ مبلغین اسلام کیلئے مناسب ہدایات۔ نومسلموں کے لکھے ہوئے مضامین۔ غرضیکہ نہایت قیمتی مضامین اپنی بغل میں لئے ہوئے حسن ظاہری سے بھی آراستہ ہو کر شائع ہوتا ہے۔ قیمت سالانہ ۲ر۔ درخواستیں شیخ رحمت اللہ انگلش ویرہوس لاہور۔ کے پتہ پر آنی چاہئیں +

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۵ر

ششماہی ۳ر

سہ ماہی ۲ر

ماہوار ۸ طلبا سے للعہ سالانہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدیر ... لاہور پنجشنبہ ۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ المقدس مطابق ۱۰۔ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۷

مختصر نوٹ و نکات

حضرت مسیح کی الوہیت کے ثبوت میں جہاں اور کئی ایک پیچیدار باتوں کو جو عقل اور سمجھ کے معیار صحیح پر پوری نہیں اترتیں پیش کیا گیا ہے وہیں قرآن کریم کے بعض ان الفاظ کو بھی جو اس نے حضرت مسیح کے متعلق بیان فرمائے مسلمانوں کے سامنے آئے دن بطور حجت پیش کیا جاتا ہے اور کہا یہ جاتا ہے کہ دیکھو قرآن نے بھی تو مسیح کے متعلق ایسے ایسے تعریف کے کلمے کہے ہیں جو دوسرے کسی نبی کے متعلق نہیں کہے اگرچہ اس کے جواب میں قرآن کی ہی متعدد آیات پیش کی جا چکی ہیں اور یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس نے اور انبیا بلکہ مومنین کے متعلق بھی وہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ یہ الفاظ کوئی حضرت مسیح کی عزت اور شان کو بڑھانے والے نہیں۔

. . . .

لیکن حضرت امیر ایدہ اللہ کا یہ استدلال بھی بہت زبردست اور پسندیدہ ہے کہ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مددا۔ یعنی تم ایک مسیح کے متعلق کیا کہتے ہو کہ اسے تو قرآن نے کلمہ کہدیا میرے رب کے کلمے تو اس قدر لا تعداد ہیں کہ تمام سمندر اگر سیاہی بن جائیں اور تم اس سے ان کاموں کو لکھنے بیٹھو تو وہ سمندر ختم ہو جائیں اور میرے رب کے کلمات ختم نہ ہوں۔ خواہ ان جیسے کئی سمندر لے آئیں۔

کفّارہ کی تردید قرآن کریم نے کیا ہی مختصر اور پاک الفاظ میں کی ہے۔ فرمایا فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یعنی جو شخص اپنے رب کی لقا حاصل کرنے کا امیدوار ہے اسے چاہیئے کہ عمل صالح کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ یہی دو باتیں ہیں جو آج عیسائی مذہب کی بنیاد ہیں عمل کو وہ نجات کے لئے ضروری نہیں سمجھتے اور صرف کفارۂ مسیح پر ایمان لے آنا کافی سمجھتے ہیں۔ پھر مسیح کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرا کر اس کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے بتایا ہے کہ نجات عملوں کے بغیر نا ممکن ہے بیشک اللہ تعالیٰ کا فضل بھی شامل حال ہونا چاہیئے۔ لیکن اس کے فضل کے جاذب بھی اعمال ہی ہوتے ہیں۔ جو شخص کرتا کچھ نہیں اور یونہی فضل کی امید لگائے بیٹھا ہے وہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے اس قول کو جھٹلاتا ہے بلکہ تمام سلسلہ نبوت اور شریعت کو عبث ٹھہراتا ہے۔ پس یہ ارشاد ربانی جس طرح عیسوی عقائد کی تردید کرتے ہیں اسی طرح ہم مسلمانوں کو بھی متنبہ کرتے ہیں کہ کسی پیر یا بڑے آدمی کا پلہ پکڑ لینا کافی نہیں۔ عمل کرو تاکہ پھل پاؤ۔

آنحضرت صلعم کے درجات اور مراتب کا خیال کر کے انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ کس قدر بزرگی آپ کو اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے کہ ہر آن آپ پر درود پڑھے جاتے اور آپ کے مراتب کی بلندی کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو یہ درجہ کیسے ملا تو آپ نے فرمایا کہ "درود شریف کی طفیل اور کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا کئے ہیں۔" اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلعم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہوتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں یقیناً کوئی فیض بدون وساطت آنحضرت صلعم دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔" اور فرمایا "درود شریف کیا ہے رسول اللہ صلعم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اسکو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو"

حضرت خواجہ صاحب کے ہاں کل مورخہ ۹۔ فروری سنہ ۱۹۱۶ء کو اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا

چیدہ اور متفرق خبریں

راجپوتانہ میں قحط:۔ آجکل راجپوتانہ میں سخت قحط پڑا ہوا ہے۔ لوگ بھوک اور افلاس کے مارے سخت ہی پریشانی میں مبتلا ہیں دیہات اور قصبات میں غریب اور مفلس الحال دہقان آٹھ آٹھ آنہ میں مویشیوں کو فروخت کر رہے ہیں۔ کلکتہ کے مارواڑی اس بات کی کوشش کر رہے ہیں۔ کہ ان لوگوں کی نہایت اعلےٰ طریق پر مدد کی جائے اسوقت تک کلکتہ کے مارواڑیوں نے ۲۵ لاکھ جمع کر لیا ہے۔ راجپوتانہ میں کئی ایک لنگر خانے قائم ہو گئے ہیں۔ جہاں روزانہ پانچسو آدمیوں اور تین سو مویشیوں کی خوراک کا بندوبست کیا جاتا ہے۔

صوبہ متحدہ کی جدید مسودہ ہائے قانون:۔ ۱۴ فروری سے صوبہ متحدہ کی مجلس وضع قوانین منعقد ہوگی جس میں قانون آمیزش کا ترمیمی مسودہ قانون۔ ڈاکٹروں کی رجسٹری کا قانون اور سٹہ کا قانون پیش ہوگا۔ نیز مسودہ قانون کمیٹی ہائے پر غور وخوض ہوگا۔ اور امید ہے کہ اسپر کئی روز تک بحث ومباحثہ رہے۔

چین میں سونے کا سکہ: چین میں اب تک صرف چاندی کے سکے مروج تھے۔ اب وہاں بھی طلائی سکہ جاری ہوگیا۔ اس طلائی سکہ کے کئی نمونے بمبئی کے کئی بنکوں میں آئے ہیں۔ یہ سکہ قیمت میں ساورن (پونڈ) کے لگ بھگ قریباً پندرہ روپیہ کا ہے۔ اور اسپر یوآن شیکائی شہنشاہ چین کی تصویر ننگے سر کی موجود ہے۔

انگلستان میں روٹی بہت گراں ہو رہی ہے

نانبائیوں اور حلوائیوں کی متحدہ مجلس کے ممبران لنڈن نے اپنی اُجرتوں میں مزید اضافہ کا مطالبہ کیا ہے۔ مالکوں کا بیان ہے کہ اگر اُن کی اس درخواست کو منظور کر لیا گیا تو روٹی کی قیمت میں دو پیسہ کا اضافہ ہو جائیگا۔ یعنی اسی دن سے ۴ پونڈ روٹی کی قیمت بجائے ۹ کے ۹½ ہو جائیگی۔

نہایت کثرت سے سُود لینے والے لوگوں کو قانونی شکنجہ میں لانے کے لئے لوکل گورنمنٹوں کے جواب گورنمنٹ آف انڈیا کے پاس پہونچ گئے۔ گورنمنٹ اب اُن پر غور کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسا قانون بنایا جائے کہ عدالتیں اپنے فیصلہ میں زائد شرح سُود کو گھٹا کر معمولی شرح سُود مقرر کر دیا کریں۔

لارڈ ہارڈنگ بالقابہ کو الوداعی پارٹی دہلی کے لال قلعہ میں دی جائیگی۔ حاذق الملک حکیم اجمل خان۔ مسٹر رائے اور مسٹر وزیر سنگھ اہل دہلی کی الوداعی ایٹ ہوم پارٹی دینے کے لئے چندہ جمع کر رہے ہیں۔ اور چندہ بڑی مقدار میں جمع کیا جائیگا۔

سر جیمز مسٹن لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ نے ارادہ کیا ہے۔ کہ میرٹھ اور بریلی میں بالترتیب ۱۴ فروری اور یکم مارچ ۱۹۱۶ء کو ڈویژنل دربار منعقد کئے جائیں۔ ہر دربار کی کارروائی ۱۱ بجے شروع ہو گی۔ اور ہر دربار کے روز ہز آنر ایک گارڈن پارٹی بھی دیں گے۔

لفٹنٹ گورنر پنجاب بھی جہلم میں ۱۰ فروری کو ایک دربار منعقد فرمائیں گے۔

پنجاب ایروپلین فنڈ سے ۲۸ ہوائی جہاز بنینگے

اس فنڈ کا چندہ دس لاکھ کے قریب ہوگیا ہے۔ اس سے ۲۸ ہوائی جہاز بنینگے۔ یہ سب روپیہ بذریعہ پنجاب سے جناب وزیر ہند کی خدمت میں جائے گا۔

کوائف جنگ

روسیوں کا تعاقب - لنڈن ۵ - فروری پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ روسی قفقاز میں غنیم کا تعاقب کر رہے ہیں اور سڑکوں کی عدم موجودگی - کوہستانی علاقہ عمیق دردی اور برفانی طوفانوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔

تخلیہ ارض روم کی افواہ - لنڈن ۵ فروری پیٹروگراڈ کا اخبار نوواے وریمیا بیان کرتا ہے۔ کہ ترکوں نے ارض روم خالی کر دیا ہے۔

آبنائے کارفو کی بندش - لنڈن ۴ فروری پیرس کا تار مظہر ہے۔ کہ اتحادیوں نے آبنائے کارفو کو بند کر دیا ہے۔

رومانیا کی فوجی تیاریاں - اسٹرڈم - ۵ فروری۔ بخارسٹ کا ایک تار مظہر ہے کہ رومانوی وزیر مال نے ایک مسودہ پیش کیا ہے۔ جس کی رو سے ۹۰ لاکھ پونڈ کے زائد فوجی مصارف کی منظوری طلب کی جائے گی۔

توپخانہ کی گولہ باری - پیرس ۴ - فروری آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ واسجیز کے علاقہ میں فریقین کی گولہ باری کے سوا اور کوئی امر قابل رپورٹ نہیں۔

برطانیہ کی سرکاری اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ آج دریائے اینکری اور سوم کے مابین متخاصم خندقوں پر برطانی توپخانہ گولہ باری کرتا رہا۔ اور ان کے قریب ہماری خندقوں پر شدت سے گولہ باری کی گئی۔

پیرس ۵ - فروری شب گذشتہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ تمام دن نسبتاً سکوت رہا۔ فرانس کی بھاری توپوں نے متخاصم پیدل سپاہ کے ایک دستہ اور محافظ سپاہ پر جو راستے میں داخل ہو رہے تھے۔ گولہ باری کی۔ شیمپین ارگون اور ووزین میں جرمن قلعہ بندیوں پر گولہ باری کی گئی۔

برطانیہ کے فدائی - لنڈن ۴ - فروری - مغربی رزمگاہ سے ذیل کے برطانی نقصانات کا اعلان کیا گیا:-

مقتولین:- کپتان ۱ - لفٹنٹ ۱ - دوم لفٹنٹ ۵ -

زخموں سے ہلاک:- دوم لفٹنٹ ۲ -

مرگیا:- لفٹنٹ ۱ -

مجروحین:- کپتان ۴ - لفٹنٹ ۴ - دوم لفٹنٹ ۶ -

بحیرہ شمالی میں جہازوں پر حملے - لنڈن ۳ فروری اسٹرڈم کا تار مظہر ہے۔ کہ سٹیمر آرتھیمس آف ہالینڈ میں ریختہ وفتادہ حالت میں پہنچا ہے۔ اس رپورٹ سے پایا جاتا ہے۔ کہ اس پر ایک جرمن آبدوز نے حملہ کیا تھا۔ جرمن اسپر چڑھ گئے اور روشنیاں گل کر دینے کا مطالبہ کیا۔

لنڈن ۳ - فروری کو اسٹرڈم کا تار مظہر ہے۔ کہ ولندیزی موٹر جہاز آرتھیمس پر نورڈ ہنڈر کی مینار کے قریب تارپیڈو سے حملہ کیا گیا۔

آسٹریا کا جدید شعلہ انداز آلہ - لنڈن - ۵ فروری۔ پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ روسی بم اندازوں نے مزید کامیاب حملوں سے مغربی رزمگاہ کے مختلف موقعوں سے غنیم کو مصروف کار جماعتوں کو منتشر کر دیا۔ ایک موقعہ پر ہم نے آسٹریوں کو ایک سرنگ کے گڑھے سے ہٹا دیا۔ اور اس میں دو گیلریاں دیکھیں۔ جو روسی خندقوں کے نیچے جاتی تھیں۔ دونوں تباہ کر دیگئیں۔ ڈونیو کے جنوب میں ایک آلہ استعمال کر رہے ہیں۔ جو متخاصم حملوں کو رد کرنے کے لئے ۴۰ گز تک شعلے پھینک سکتا ہے۔

شدید حملہ پسپا کیا گیا - لنڈن ۵ - فروری - ہندا کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۔۔۔ کی شب کو غنیم نے ہمارے کول ڈی لانا کے مورچوں کو دستی بموں سے نقصان پہنچا کر شدید حملہ کیا مگر کامل طور پر پسپا کر دئے گئے۔ دوسرے روز صبح کو ہمارے سکاؤٹوں نے بلا مزاحمت میدان کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ غنیم نے شدید نقصان اٹھایا ہے۔

ایل ۱۹ کا مصیبت ناک انجام - لنڈن ۴ فروری کرمسبی کا تار مظہر ہے کہ دو بحری جہازوں نے کامل تلاش کے بعد تباہ شدہ زپلین کا کوئی نشان نہیں پایا۔ جس سے یقین کیا جاتا ہے۔ کہ وہ غرق ہو گیا کیونکہ ہوا زور سے چل رہی تھی۔ اور سمندر متلاطم تھا۔

بلجیم میں جنگی بغاوت - لنڈن ۵ - فروری - اخبار ایمسٹرڈم ٹیلیگراف رقمطراز ہے کہ ۴ جنوری کو ایک بلجیمی "جنگی بغاوت" کے جرم میں تہ تیغ کر دیا گیا اور دیگر ملزموں کو جن میں عورتیں بھی تھیں پندرہ سے دو سال تک مختلف میعاد کی سزائے قید دی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۰- فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸۷

خطبہ جمعہ

مورخہ ۴- فروری سنہ ۱۹۱۶ء
(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایداللہ بنصرہ العزیز)

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ
اشہد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ - اما بعد
فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم -
یا ایہا الذین آمنوا لا تاکلوا الربوٰا اضعافاً مضٰعفۃ .... الیٰ .... ولقد کنتم تمنون الموت من قبل ان تلقوہ فقد رأیتموہ وانتم تنظرون

قرآن کریم ایک کامل کتاب ہے | عجیب کتاب ہے قرآن کریم

ایک ہی صورت کے اندر کیا کیا مختلف ذکر آجاتے ہیں - ابھی تو عیسائیوں کے ساتھ بحث ہو رہی تھی جس کے متعلق بڑے بڑے عجیب پہلو ان امور کے بیان کئے - جو حضرت مسیح کی الوہیت پر زد مارنے والے ہیں - پھر ابھی پیشگوئیوں کا ذکر تھا کہ ہم نے خانہ کعبہ کو ایک نشان بنایا ہے - اور یہ ہمیشہ کے لئے بابرکت رہیگا - پھر ابھی ذکر تھا کہ مسلمانو! ہم نے تمکو بہترین امت بنایا ہے - تم لوگوں کو بھلائی کی راہیں بتاؤ - اور برائیوں سے منع کرو - پھر جنگ کے واقعات بیان کئے - اب اور ذکر شروع ہو جاتا ہے - درحقیقت اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ تمام امور قرآن کریم کے ایک کامل کتاب ہونے پر شاہد ہیں - ترتیب کا سوال تو خیر الگ ہے وہ تو ایک جداگانہ بحث کو چاہتا ہے - لیکن اس قدر مختلف پہلوؤں پر قرآن جو بحث کرتا ہے تو اس کی غرض یہ ہے کہ انسانی قویٰ کی مختلف شاخیں اپنے روحانی کمال کو حاصل کر لیں - انسان کے اندر مختلف قویٰ ہیں جس طرح انسان ایک عالم صغیر ہے کہ اس کے اندر دنیا کی تمام چیزوں اور کائنات کا خلاصہ موجود ہے اسی طرح

اسلام کل مذاہب کا خلاصہ ہے | ہر ایک وہ خوبی

جو کسی دوسرے مذہب میں پائی جاتی ہے وہ اسلام میں نہایت اعلیٰ اور اکمل رنگ میں موجود ہے - مناظرہ کرنا ہو تو کسی کوٹھڑی میں اگر راہب بنکر بیٹھنے کی تعلیم کسی مذہب نے دی ہے تو وہ بھی اسلام میں موجود ہے - خود یہ ہماری روزانہ نمازیں کیا ہیں ایک راہبانہ زندگی کا نقشہ دکھاتی ہیں - یکلخت دنیا کو چھوڑ کر جنگلوں میں جا رہنا کوئی اتنی بڑی خوبی کی بات نہیں جتنی کہ پانچ وقت اپنے کاروبار اور دنیا کے دھندوں سے قطع تعلق کر کے آنا - کیونکہ اول الذکر میں تو ایک ہی دفعہ ہمت اور ایثار کرنا پڑتا ہے مگر تو اگر کسی مذہب نے راہب بننے کو کوئی خوبی بتایا ہے تو یہ خوبی اسلام میں بدرجہ اکمل پائی جاتی ہے - اگر لوگوں سے چھپ کر عبادت کرنے میں کوئی خوبی ہے اور دنیا کے کسی مذہب نے اس خوبی کو اپنے اندر لیا ہے تو اسلام نے بھی عین آدھی رات کو جب کوئی نہ دیکھتا ہے نہ سنتا، عبادت کرنے کا حکم دیا ہے - اگر کھول کر بات کہنے میں کوئی خوبی ہے تو اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نمازیں باجماعت ادا کرنے پر بھی زور دیا ہے - پھر اگر میدان میں نکلنا اور دشمن کو مارنا کوئی پسندیدہ کام ہے تو اس کو بھی اسلام نے سکھایا اور نہایت پاکیزہ رنگ میں اس کی تعلیم دی -

جنگ کے متعلق ضروری تصریحات | جنگ کو لوگوں نے سمجھا ہے کہ شاید کوئی وحشیانہ فعل ہے اسی لئے جن لوگوں نے

نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو پڑھا ہے اور نہ صحابہ کرام کی تاریخ کو دیکھا ہے وہ جھٹ اعتراض کر دیتے ہیں کہ انھوں نے جنگ کئے - حالانکہ اتنا نہیں سوچتے کہ کیا جنگ کرنا ہر حال میں کوئی معیوب امر ہے - وہ جنگ جو دوسرے کو دکھ دینے اور لوٹنے کے لئے کی جائے بیشک وہ لٹیروں کی جنگ ہے - لیکن وہ شخص جو چاہتا ہے کہ دنیا میں کوئی تلوار رہے نہ بندوق نہ کوئی فوج رہے اور نہ دیگر سامان جنگ وہ ایک ان ہونی بات کے پیچھے پڑا ہوا ہے - جو قانون فطرت کے سراسر خلاف ہے - انسانوں کے اندر اختلاف بھی ہمیشہ سے رہا ہے - اور ہمیشہ تک رہیگا - اور اسی لئے ضروری ہے کہ جنگیں بھی پیش آئیں - **آج ہماری اپنی سلطنت کو بھی جنگ پیش آئی ہے اس جنگ میں ہم کن لوگوں کی تعریف کرتے ہیں وہی جو اپنے گھر بار چھوڑ کر وہاں جاتے ہیں اور شجاعت اور بہادری کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں - اور اپنی جان کی کوئی پرواہ تک نہیں کرتے -** پھر اگر یہ کوئی خوبی ہے تو یقیناً پہلے بھی خوبی ہی تھی جس طرح سے آج اسے خوبی سمجھا جاتا ہے یقیناً پہلے بھی ویسے ہی یہ ایک خوبی ہی تھی - یہاں تو گھر کے آٹھ آدمیوں میں سے ایک کو جنگ میں جانا پڑتا ہے - لیکن وہاں تو چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک کو میدان جنگ میں جانا پڑتا تھا - اسی جنگ احد کے متعلق لکھا ہے کہ دو لڑکے نبی کریم صلعم کے پاس آئے انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہمیں بھی جنگ میں جانے کی اجازت دیجئے - نبی کریم صلعم نے ان میں سے ایک کو جو بظاہر نسبتاً طاقتور معلوم ہوتا تھا جنگ میں جانے کی اجازت دی - اور دوسرے کو اجازت نہ دی - وہ دوسرا رو پڑا اور کہا کہ میری اس سے کشتی کرا کر دیکھ لیجئے اگر وہ مجھے پچھاڑ دے تو بیشک مجھے نہ لے جائیں - ورنہ مجھے بھی ساتھ لے چلیں - چنانچہ ان کی کشتی کرائی گئی جس میں واقعی اسی نے پچھاڑا جس کو آپ نے اجازت نہ دی تھی - ایسا ہی دو بڈھے آپکے پاس آئے - وہ بہت ہی بڈھے تھے - انھوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مرنا تو اب ہم نے ہے ہی عمر تو اب ہماری ختم ہونے کو ہے - تو بجائے اس کے کہ ہم یہیں پیچھے بیٹھے رہیں ہم چاہتے ہیں کہ میدان جنگ میں جا کر شہید ہوں -

العرض اگر اپنے ملک اور قوم کی حفاظت کے لئے جنگ کرنا کوئی خوبی کی بات ہے تو اسلام نے اس خوبی کو بھی اپنے اندر لیا ہے -

میں نے کہا تھا کہ اسلام خلاصہ ہے مذاہب کا رہبانیت ہر ایک کا کام نہیں - بعض مذاہب نے رہبانیت پر زور دیا ہے - لیکن اگر تاریخوں پر غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی جنگ کرنے پڑے ہیں -

خود کرشن جی مہاراج نے ارجن کو **جنگ کا فلسفہ سمجھاتے** ہوئے یہ بتایا ہے کہ پاپ کے دنیا سے نیست و نابود کرنے کے لئے جنگ کرنا ضروری امر ہے اسی طرح سلسلہ بنی اسرائیل میں بھی جنگ ہوتے رہے اور حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کو جنگ کے لئے ابھارا -

اسلام کی تعلیم | ہاں اسلام نے انسان کے اندر ہر ایک قسم کی خوبیاں پیدا

کرنی چاہی ہیں اور وہ تمام قویٰ انسانی کو پورے طور پر نشوونما دینا چاہتا ہے - اسی لئے قرآن کریم ایک قسم کی تعلیم دیتے دیتے اور تعلیم دینے لگ جاتا ہے - تاکہ مختلف پہلوؤں سے قویٰ انسانی کا نشوونما ہوتا رہے - کیا فکر تھی اس وقت مسلمانوں کو سود سے روکنے کی - اس وقت مسلمانوں کے پاس تو کوئی مال و دولت تھے ہی نہیں - وہ جو آنحضرت صلعم کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے وہ تو اپنا سب کچھ پیچھے ہی چھوڑ آئے تھے باقی رہے انصار زراعت پیشہ لوگ تھے ان کے پاس مال و دولت کہاں سے آئی تھی - زراعت پیشہ لوگ تو ہوتے

ہی مفلوک الحال ہوتے ہیں۔ مہاجر جو تجارت پیشہ تھے وہ سب کچھ مکہ ہی چھوڑ آئے

ان حالات میں ان کو اس وقت تعلیم دی جاتی ہے کہ سود نہ کھاؤ۔ یہ اس لئے تاکہ انکے دلوں میں اس وقت سے نفرت بیٹھ جائے آخر ان کو مال و اسباب اور سلطنتیں تو ملنے ہی والی تھیں۔ اس وقت کے لئے یہ پیش بندی کی اور درحقیقت جس بات کی پہلے ہی سے نفرت انسان کے دل میں ڈال دی جائے وہ آخر میں بھی کارگر ہوتی ہے۔ ورنہ یکلخت کسی بات پر کاربند ہو جانا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

مسلمان اور سود بعد میں جس وقت مسلمانوں کو حکومت میسر آئی تو اس وقت مسلمانوں پر عجیب زمانہ تھا۔ حضرت عمرؓ کے وقت میں ایک ایک آدمی کروڑوں روپیہ کا مالک تھا۔ عرب میں تو ہزار کے اوپر کوئی گنتی ہی نہ تھی۔ ہزار کو عربی میں الف کہتے ہیں۔ اور اس سے اوپر کوئی عدد نہ تھا۔ تو اس قدر بیشمار مال و دولت کے مالک ہو کر بھی انھوں نے سود کا نام تک نہیں لیا۔ آج کس قدر مشکلات ہیں قوموں میں کہ سود کے بغیر گذارا ہی نہیں چلتا۔ آج کل کی تجارتیں سود کے بغیر چل ہی نہیں سکتیں۔ لیکن دیکھو ان لوگوں نے سود کے بغیر ہی گذارا کیا۔ ان کی تجارتیں بغیر سود کے ہی چلتی رہیں۔ اصل میں مال کی محبت ان کے دلوں میں نہ تھی وہ مال کو بھی اگر کماتے تھے تو دین کے لئے۔

سود سے بچنا ذریعہ فلاح ہے تو سود کے متعلق یہ انتہائی حکم دیکر آخر میں فرمایا لعلکم تفلحون تاکہ تم فلاح حاصل کرو۔ معلوم ہوا یہ بھی فلاح کا ایک ذریعہ ہے کہ انسان سود سے بچے۔ پھر فرمایا واتقوا النار التی اعدت للکافرین اس آگ سے بچو جو کہ کافروں کے لئے تیار کیگئی ہے۔ نار سے مطلب ہر ایک قسم کی ذلت اور دکھ ہے۔ سودخوار آدمی دنیا میں بھی لوگوں کی نظر میں ذلیل ہی ہوتا ہے۔ اور اپنی جان کو بھی دکھ میں ڈالے رکھتا ہے۔ اور وہ سود کا جمع کیا ہوا مال اس کی اپنی جان کو بھی آرام نہیں پہنچاتا دوسری طرف فرمایا وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم وجنۃ۔ وہی رب کی مغفرت ہی درحقیقت جنت ہے فرمایا اعدت للمتقین۔ وہ جنت اور مغفرت متقیوں کا حصہ ہے تو تم کس طرح پر اپنے آپ کو نار کے اندر لے جاتے ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی مغفرت انسان کے شامل حال ہو جاتی ہے تو وہ ہر ایک قسم کی بدکاریوں سے بچ جاتا ہے اور اس لئے اس نار سے بھی مخلصی پا لیتا ہے جو ان بدکاریوں کی وجہ سے اس کے شامل حال ہوتی ہے۔ جنت کیا ہے؟ اس کے متعلق فرمایا عرضھا السموات والارض اس کی وسعت زمین و آسمان ہے گویا جہاں تک کوئی انسان کوشش کرے اسے لے سکتا ہے۔

انفاق فی سبیل اللہ الذین ینفقون فی السراء والضراء

آجکل تو بہت مسلمانوں نے مانگنا اپنا پیشہ بنا لیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ متقیوں کی یہ تعریف بیان فرماتا ہے۔ کہ وہ فراخی اور دکھ کی حالت میں خرچ کرتے ہیں۔ درحقیقت تنگی والا تو مستحق ہوتا ہے اس بات کا کہ کوئی اس کو دے۔ لیکن یہ دین کے لئے خرچ کرنا ہے۔ جو ہر ایک آدمی کو کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کو فرض کر دیا۔ ہے تنگی میں بھی اور فراخی کی حالت میں بھی۔ یہ بھی لوگوں نے ایک بہانہ بنایا ہوا ہے کہ ہم دے نہیں سکتے۔ دنیوی اخراجات میں یہ عذر پیش نہیں کرتے۔ یہ عذر دین کے لئے خرچ کرنے کے وقت ہی تراشا جاتا ہے۔

پھر جب تنگی کی حالت میں بھی خرچ کرنا نہایت ضروری ہے تو خوشحالی میں تو اور بھی ضروری ٹھہرا اسی لئے سرا کا لفظ پہلے رکھا ہے۔ اس لئے جو خوشحال ہوں اور وہ خرچ نہ کریں تو یہ اور بھی بڑا نقص ہے۔ اسلام نے بہت اعلیٰ اصول سکھائے ہیں۔ ابھی کل پرسوں ہمارے درس میں ایک ذکر آیا تھا کہ حضرت موسیٰ ایک شخص سے کچھ سیکھنے گئے جب وہ دونوں ایک گاؤں میں گئے تو ان لوگوں نے بھی انکار کر دیا اور انکی مہمانداری نہ کی۔ وہاں ایک ٹوٹی ہوئی دیوار تھی جو گرنے والی تھی انھوں نے اسکو بنا کر درست کر دیا۔ اس ذکر کے آخر میں ایک وجہ بتائی ہے۔ وہ یہ کہ واما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینۃ وکان تحتہ کنز لھما وکان ابوھما صالحا فاراد ربک ان یبلغا اشدھما ویستخرجا کنزھما رحمۃ من ربک۔ یعنی وہ دیوار دو یتیم لڑکوں کی تھی جو اس شہر میں رہتے تھے۔ اور اس کے نیچے ان کے لئے خزانہ تھا وہ دونو ایک نیک آدمی کے بیٹے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ بڑے ہو کر جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو اپنے خزانہ کو اس میں سے نکال لیں

کیسا اعلیٰ اصول سکھایا ہے۔ باوجودیکہ بھوکے تھے لیکن دوسرے کو بلا اجر فائدہ پہنچانے سے کوئی دریغ نہ فرمایا۔

اب اس زمانہ میں دیکھتے ہو کہ اسلام کی کیسی حالت ہے۔ کس قدر اس پر حملے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کی حفاظت اور تبلیغ کے لئے لوگوں کو اتنی توجہ نہیں۔

دوسری طرف ذرا گدیوں کی حالت جا کر دیکھو۔ وہاں کس طرح پر روپیہ چلتا ہے۔ اور پیروں کو کس قدر نذرانے چڑھائے جاتے ہیں۔ وہ جو غریب ہیں وہ بھی وہاں ان کو دینے اور خرچ میں دریغ نہیں کرتے اور جو امیر ہیں وہ بھی کھلے دل سے پیروں پر روپیہ نچھاور کرتے ہیں۔ لیکن نہیں کرتے تو اسلام کے لئے۔ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں ان کے جواب دینے کے لئے جب روپیہ مانگا جائے تو طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں اور راہ میں روکیں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں تو ہولی بات جانتا ہوں ایک قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ چھپوانا ہے اب اس کے لئے

× × × × ×

× × × ×

× × × ×

× × × × × ×

× × جب چندہ مانگا جائے تو یہ عذر کرتے ہیں کہ یہ ہمارے معتقدات کے مطابق نہیں۔ حالانکہ دنیا میں کون ہے جو ہر ایک فرقہ کے معتقدات کے مطابق ترجمہ کرے۔ ہر ایک فرقہ ایک دوسرے کے کئے ہوئے ترجمہ پر یہی اعتراض پیش کر سکتا ہے۔ غرض کسی طرح چھٹکارا تو ہے نہیں۔ اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ

خواجہ صاحب کا مشن یہ مشن جو خواجہ صاحب نے شروع کیا چاہتے تو یہ تھا کہ وہ اطمینان کے ساتھ اپنی جگہ پر کام کرتے رہیں اور یہاں سے ان کی ضروریات کے پورا کرنے کا سامان خود بخود ہوتا رہے لیکن نہیں اس کا بندوبست بھی انھیں ہی کرنا پڑتا ہے۔ اور ان کا بہت سا وقت اسی کام پر صرف ہو جاتا ہے۔ پھر ان کے انگریزی و اردو رسالے ہیں ان کی کس قدر اشاعت ہے۔ انگریزی کی زیادہ سے زیادہ دو ہزار تک ہوگی۔ (یہ تعداد صرف خریداروں کی ہے ورنہ ویسے اشاعت تو پانچ ہزار سے بھی زیادہ ہے۔) [illegible] اس کی اشاعت ابھی دو ہزار تک بھی نہیں پہنچی۔

اسلامی لٹریچر کی اشاعت کی ضرورت پھر بہت سی درخواستیں آتی ہیں کہ اسلام کے اوپر کتابیں دو۔ کہاں سے ان کو یہ کتابیں دی جائیں۔ غیر مذاہب کے لوگوں نے اسلام کے اوپر کتابیں لکھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتیں لکھیں۔ کم از کم دس تو اس وقت میرے علم میں ہیں۔ فرض تو یہ مسلمانوں کا تھا۔ لیکن یہاں یہ الٹی بات ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی دل میں درد پیدا کرے۔ وہ مسلمانوں کی شہنشاہی کا زمانہ تو گذر گیا جب اسلامی علوم کی اشاعت کے لئے شاہی امدادیں ملتی تھیں آج بھی جو زندہ قومیں ہیں وہ علوم کی اشاعت میں روپیہ صرف کرنے سے دریغ نہیں کرتیں۔ یہاں میرے پاس ایک عربی انگریزی ڈکشنری ہے ایک یورپین انگریز نے کئی سال تک مصر میں بیٹھکر کئی علماء کی امداد سے لکھا۔ اور ایک لارڈ نے اس کے تمام اخراجات برداشت کئے۔

کیا ویدک دھرم عالمگیر ہے؟

گذشتہ یکم فروری ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں عالمگیر مذہب کے عنوان "مسافر" کے ایک مضمون پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ ذیل کا مضمون اس کا دوسرا حصہ یا دوسرا نمبر سمجھنا چاہئے - (ایڈیٹر)

"مسافر آگرہ" یہ چاہتا ہے۔ کہ مسلمانوں میں ویدک دھرم کی اشاعت کرکے اُس کا اُن کو حلقہ بگوش بنایا جائے۔ ہم خوش ہیں کہ مسافر کو ہم مسلمانوں پر اپنی نظرِ التفات کرنے کا خیال آیا۔ مگر جن مشکلات کو اُس نے خود اس راہ میں تسلیم کیا ہے۔ (جس کا اظہار یکم فروری ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں ہوچکا ہے)۔ اُس کے علاوہ بھی چند اور مشکلات بلکہ اشد ترین مصیبتیں ایسی ہیں۔ کہ جنکے ہوتے ہوئے مسلمان ویدک دھرم کو قبول کرنے کے لائق نہیں سمجھتے۔ ویدک دھرم سے مُراد ہماری وہ ویدک دھرم ہے کہ جو شری پرم ہنس پرمہنس سوامی دیانند جی مہاراج نے ہمکو اپنی کتابوں میں دکھلایا ہے۔ ہم اُس ویدک دھرم کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ کہ جو آریہ سماج کے قائم ہونیسے پہلے ہندوؤں میں موجود تھا۔ اور اب بھی ہے۔ کیونکہ اسکو خود جناب سوامی نے رد کرکے پوپوں کی لیلا قرار دیکر نظروں سے گرا کر بے وقر کردیا ہے۔ سوامی صاحب کے پیش کردہ ویدک دھرم کی شکل جو کچھ نظر آئی ہے۔ وہ اُن حضرات کے لئے جنہوں نے اُن کو غائر نظر سے محض فائدہ حاصل کرنے اور ایک مذہب سمجھنے کے لئے متجسس نگاہوں سے دیکھا ہے وہ سخت مایوس ہوکر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اگر ویدک دھرم بھی کوئی مذہب ہوسکتا ہے۔ جو انسانوں کے لئے مفید ہی ہے۔ تو گویا انسانی ہستی کو تباہ و برباد کرنا ایسے مذہب کے نازل کرنیوالے کا منشاء ہے۔ مذہب کی غرض آج تک اکابر علماء و فضلاء کے آراء سے یہ ظاہر ہوچکی ہے۔ کہ وہ ایک ضابطہ قانون ہے کہ جو انسانوں کو بتدریج ایک خاص مرکز تک پہنچانے کے لئے مختلف وسائل ترقی کے سمجھانے کو بتا کر اُس کی مدد کرے۔ انسانی ہستی کے قیام کے لئے جس طرح خورد و نوش کی ضرورت ہے اسی طرح اندرونی جوہروں کے ظاہر ہونیکے لئے علم کی حاجت ہے۔ کھانے پینے کے معاملہ میں جس طرح احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ایسے امور سے محفوظ رہنے کی حاجت ہے کہ جس سے اُس کی زندگی برباد و خراب خستہ ہونے سے بال بال بچی رہے۔ قرآن کریم نے حکم دیا ہے کہ کلوا واشربوا ولا تسرفوا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کے کھانے کی اجازت ہے۔ یعنے پاک و طیبات اُن کو کھاؤ۔ مگر ایسی عادت نہ اختیار کرو کہ جو اسراف کی حد تک پہنچ جائے۔ جیسے کہ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ کلوا من طیبات ما رزقنکم واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون۔ یعنی طیبات جو بطور رزق کے تمکو عطا کی گئی ہیں اُن کو کھاؤ اور خدا تعالےٰ کا شکر کرو۔ کیونکہ یہی اُسکے تابعداروں اور فرمانبرداروں کا شیوہ ہے۔ ایسے ہی اور بہت سی آیات ہیں۔ کہ جن میں اُن امور کی تشریح ہے۔ کہ جنکے کھانے کی انسان کو ضرورت لاحق ہوا کرتی ہے۔ اور جو اُسکے لئے روحانی اور جسمانی طور پر مضر ہیں۔ مگر ویدک دھرم نے اس امر میں جس ...... تنگدلی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے۔ کہ ویدک دھرم انسانی زندگی کے دن آرام و راحت سے گذارنے میں مخل ہونا چاہتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر اُس کا یہ منشاء نظر آتا ہے کہ وہ انسان کو تکلیف مالایطاق کے شکنجے میں پھنسا کر کسی طرف کا بھی نہ رہنے دے۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شری ۱۰۸ سوامی دیانند جی مہاراج سنسکار ودھی مطبوعہ سورج پرکاش امرتسر کے صفحہ اول پر یہ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ پیدائش سے ہر شخص شودر ہوتا ہے صرف سنسکار یعنے احکام کی تعمیل سے آریہ اور برہمن وغیرہ کہلا سکتا ہے جس سے یہ سمجھ میں آیا۔ کہ پچھلے جنم کے اعمال کے معاوضہ کا جو ڈھکوسلا پیش کرکے تناسخ کی ہڈی جمائی گئی تھی وہ ہرگز صحیح نہیں ہے بلکہ ہر ایک کی موت کے ساتھ ہی اُس کے اعمال کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے اور وہ پھر سے نئے جون اختیار کرکے ترقی کرکے کچھ سے کچھ بن سکتا ہے۔ خیر پیدائش کے بعد ماں کا دودھ پینے کے دن جب ختم ہوں۔ تو انسان کو جن اشیاء کی خوراک کے لئے ضرورت ہے - وہ ہمارے خیال میں تو گوشت۔ سبزی ترکاری۔ مختلف پھل اور پانی ہے۔ جس کے بغیر انسانی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ مگر سوامی صاحب نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ "ہمیشہ ایسی بات کہے۔ کہ جس سے جانداروں کی بہبودی مقصود ہو۔ اور ایسی بات کبھی نہ کہے کہ جس سے جانداروں کو نقصان یا ضرر پہنچے۔ اگر ایسی بات کہی جائے جس سے جانداروں کی فنا یا تباہی متصور ہو تو اُسے سچ نہیں کہہ سکتے۔ ایسا کرنے سے پاپ ہی ہوتا ہے۔" (ملاحظہ ہو رگوید آدی بھاشیہ بھومکا۔ صفحہ ۱۰۹) جس سے یہ معلوم ہوا۔ کہ ایسے تمام سنسکاروں کی تعمیل ناواجب ہے۔ کہ جس سے جاندار فنا یا تباہ ہوں یا ان کو ضرر و نقصان پہنچے۔ اور ایسے امور جن سے جانداروں کو ضرر یا نقصان پہنچے۔ سچائی سے دور و بعید اور پاپ کمانے کا ذریعہ ہیں۔ سوامی صاحب کے مذکورہ بالا الفاظ کی کسی قدر مزید تشریح اُنکے اپنے ذیل کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے "ہر جاندار چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ جنم کے ساتھ قائم رہوں۔ یعنی کبھی نہ مروں۔ اسکو ابھنویش (خوف مرگ) کہتے ہیں۔ یہ عالم اور جاہل اور اعلیٰ سے ادنیٰ جانور میں برابر پایا جاتا ہے" (ملاحظہ ہو یوگ درشن ادھیائے ایک پاد ۲ سوتر ۹ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۱۸) چنانچہ اس لئے یہ بھی سمجھایا گیا کہ "چیونٹی پتنگے وغیرہ کو راستہ سے ہلاکت گاہ سے ہٹا دینا چاہئے۔ ورنہ پاؤں کے نیچے دبکر یا آگ میں جلکر مرجانے سے تمہیں پاپ ہوگا۔" (بھومکا صفحہ ۳۸)

ایک طرف تو یہ سب ارشادات ویدک دھرم بقول سوامی صاحب ہیں۔ دوسری طرف نباتات اور حیوانات کے موجود ہونے کا راز یہ ظاہر فرمایا گیا ہے۔ کہ "جو شخص بذریعہ جسم کی چوری دوسرے کی عورت سے مباشرت اور نیک آدمیوں کی ہلاکت وغیرہ بدکام کرتا ہے۔ اس کا جنم درخت وغیرہ متحرک قالبوں میں ہوتا ہے۔ زبان سے کئے ہوئے پاپوں کے عوض پرند مرگ وغیرہ کا قالب اور من سے کئے ہوئے پاپوں کے بدلے چنڈال کا جنم ملتا ہے۔" (اردو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۳۳۸ - ۳۳۹)

جس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ گائے۔ بکری۔ بھیڑ۔ پالک۔ میتھی کے ساگ اور کل سبزیوں کے پودے اور درخت وغیرہ غیر متحرک کسی وقت انسان تھے۔ اور انسانوں کے ارواح ہی اُن میں براجمان ہیں اس لئے اُن کو توڑ تاڑ کر یا کاٹ کر استعمال کرنا اور اپنے خرچ میں لانا سوامی صاحب کے ویدک احکامات کے سراسر خلاف ہے جس میں یہ مذکور ہے۔ کہ ہمیشہ ایسی بات کہے کہ جس سے جانداروں کی بہبودی مقصود ہو۔ نقصان۔ ضرر فنا اور تباہی کے کام نہ کرے کیونکہ اس سے پاپ ہوتا ہے۔ اور ہر جاندار چونکہ بقول سوامی جی یہ بھی چاہتا ہے۔ کہ میں ہمیشہ رہوں۔ اور یہ عالم اور جاہل اور اعلےٰ سے ادنےٰ جانور اور جاندار یعنے ذی روح میں خیال برابر پایا جاتا ہے۔ اس لئے پالک و میتھی۔ قلفہ اور دوسرے ساگ پات کے پودوں کو اپنی نفسانی خواہشات کے لئے کاٹنا اور پانی پینا گناہگاری اور خطاکاری کا موجب ہے۔ جیسے کہ مذکورہ بالا تمام حوالجات میں اس امر کا مشرح ذکر سوامی صاحب کے کلمات سے پایا جاتا ہے۔ اب ان کل امور کو سامنے رکھ کر اہل انصاف اور صائب الرائے حضرات غور کریں۔ کہ جو امور انسانی ہستی کے لئے نہایت ضروری ہیں اور جنکے بغیر انسانی ہستی کا قیام ہی مشکل ہے۔ اُسکو گناہگاری قرار دینے والا دھرم کہاں تک عالمگیری کے دعوے میں راست پر ہوسکتا ہے۔ مذکورہ بالا سوامی صاحب کے بیانات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ وہ ویدک دھرم کہ جسکو سوامی جی نے پیش کیا ہے ہرگز ہی

قابل نہیں۔ کہ اسکو اہل نظر اور محقق حضرات قبول کریں۔ کیونکہ اس نے نوع انسان کے لئے ایسی مصیبتیں پیش کی ہیں۔ کہ جو برداشت کرنے کے ہرگز لائق نہیں۔ ہم مسلمان تو الگ رہے خود دیانندی صاحبان اور سوامی جی کے مدح سرایان سوامی جی کے اصولوں کے لحاظ سے گناہگاری اور خطاکاری سے مبرا و منزہ نظر نہیں آتے۔ جبکہ وہ ہر روز پانی کے ہزاروں کیڑوں کو سبزی کے ہزاروں ذی روح درختوں کو تباہ و فناہ کرکے ان کو نقصان اور ضرر پہنچا کر بقول سوامی صاحب پاپ کما رہے ہیں۔ یہ ہے ویدک دھرم کی حقیقت جسکو عالمگیر ٹھہرانے کا ہمارے دوست سافر کو خبط سمایا ہے۔ اور جسکو مسلمانوں کے آگے پیش کرنے کے ارادے ہو رہے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہم کو ہمارے ہادی و مولے حضرت محمد صلعم نے ہر ایک صداقت کے قبول کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ مگر جہاں صداقت کی بو تک نہ ہو اور نوع انسان کو تکلیف مالا یطاق کے شکنجے میں کھینچنے کا سامان ہو۔ اُس کو ہم مسلمان کیسے مان سکتے ہیں۔ یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ سوامی دیانند جی کا بنایا ہوا ویدک دھرم اسی قسم کے اور بہت سے ناقابل تسلیم امور اپنے اندر رکھتا ہے جس کی اگر ضرورت ہوئی تو پھر کسی وقت تشریح بنذر ناظرین کی جائے گی۔ سافر کو لازم ہے۔ کہ اگر اسپر کچھ لکھے تو اول جلول باتیں نہ ہوں۔ بلکہ سوامی صاحب کے اقوال سے اس کی تردید کرے۔ اور جس قدر حوالجات ہم نے پیش کئے ہیں۔ اُن کا مطلب ہمکو سمجھائے تاکہ ہمکو سوامی جی کے ویدک دھرم کی حقیقت معلوم ہو سکے۔ زیادہ لکھنا غالباً موزون نہیں شائد لالہ سافر صاحب ناراض نہ ہو جائیں ؎

اندکے با تو بگفتیم و بدل ترسیدیم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

دُعا اور اُسکے نتائج

ایک لیکچر جو اشاعت اسلام کالج کے ایک طالب علم نے دیا

بدقسمتی سے مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں۔ جو دعا کو ایک لغو فعل سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں اس مسئلہ کو واضح طور سے بیان کرکے یہ ثابت کرونگا۔ کہ ضرور دُعا سے نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ اس کا ثبوت میں خود اپنی من گھڑت باتوں سے نہیں دونگا۔ بلکہ ہر ایک بات کا استدلال آیات قرآنیہ سے کرونگا۔ قبل اس کے کہ میں اس پر غور کروں۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ دعا کی حقیقت بیان کر دی جائے۔ جیسے دعا کی حقیقت پر جہانتک غور کیا ہے وہ یہ ہے کہ ادنیٰ حیثیت کا شخص ایک اعلیٰ حیثیت صاحب اقتدار شخص کے پاس اپنی ضرورت کی وہ چیز مانگے جو اس شخص کے پاس موجود ہو۔ یعنی دعا میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) ایک با اقتدار دینے والا موجود ہو۔ (۲) محتاج لینے والا موجود ہو۔ (۳) جو چیز دیجاتی ہے وہ موجود ہو۔ ان اجزاء کا جمع ہونا دعا کے مفہوم کو پورا کرتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کو ایک روپیہ کی ضرورت ہے۔ جب کوئی با اقتدار دینے والا کبھی نہ ہو تو اُس غریب کو روپیہ کہاں سے ملیگا۔ اچھا دینے والا موجود ہے۔ اس کے پاس روپیہ بھی نہیں۔ تب لینے والے کو روپیہ کہاں سے ملیگا۔ اور اگر اور اگر دینے والا با اقتدار موجود ہے۔ اور روپیہ بھی موجود ہے۔ لینے والا ہی کوئی نہیں۔ تب بھی دُعا کا مفہوم پورا ادا نہیں ہوتا۔ غرض دعا کے لئے مذکورہ بالا تین اجزاء لازم و ملزوم ہیں۔

دُعا کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے چلا آرہا ہے۔ کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس میں دعا نہ سکھلائی گئی ہو۔ گو کفارہ اور تناسخ مانتے ہوں۔ مگر اُن کی الہامی کتب میں دعائیں نظر آتی ہیں۔ اس سے بحث نہیں۔ کہ وہ کس قسم کی دعائیں ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ اُس زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے ویسی ہی دعائیں موزون معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی زمانہ میں یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ اے رب ہماری گائیاں دودھ والی کردے ہماری کھیتی اچھی ہو۔ اور ایک زمانہ آیا کہ یہ دعا سکھائی گئی۔ کہ یا رب ہماری آج کی روٹی ہمیں آج دے اور ایک زمانہ آیا۔ کہ یہ دعا سکھائی گئی۔ کہ اهدنا الصراط المستقيم۔ صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين ۵ اب یہ کہنا کہ دعا سے کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ یہ ایک بیہودہ اور لچر بات ہے۔ ہاں میں ضرور کہونگا۔ کہ دعا اُن قوموں کے لئے ایک لغو حرکت ہے۔ جو خدا کو قادر اور سمیع اور علیم نہیں مانتیں۔ مثلاً ایک قوم خدا کو علیم نہیں مانتی۔ وہ اگر خدا سے کچھ چیز مانگتی ہے۔ تو وہ اس حد تک ہی ہے کہ جیسا ایک بیل کو کہدے کہ بازار سے میوہ لا دے۔ گو اُس بیل نے آواز سنی مگر اُسکو اُس بات کا علم نہیں ہوا۔ اور جو قوم خدا کو قادر اور سمیع و علیم نہیں مانتی۔ وہ اگر خدا سے کچھ چیز مانگتی ہے۔ تو وہ اس حد تک ہی ہے۔ کہ جیسا ایک بت سے درخواست کر لی۔ غرض ہمارا خدا اسلام کا خدا ان عیبوں سے پاک ہے۔ اور اُس کا دعوے کہ إِنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ واعلموا ان الله سميع عليم۔ یہ نہیں کہ نرا دعوے ہی دعوے ہے۔ بلکہ قرآن نے اپنے ہر دعوے کی دلیل اور شہادتیں بھی دی ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اِس دعوے یعنی واعلموا ان الله سميع عليم پر قرآن نے جو جو دلائل دی ہیں۔ آگے چلکر مفصل طور سے بیان کرونگا۔ اور ثبوت میں چند زبانی اور دستاویزی شہادتیں بھی پیش کرونگا۔

مجھے افسوس ہے تو مسلمانوں سے ہے۔ باوجودیکہ وہ زبان سے کہتے ہیں۔ کہ خدا سمیع اور علیم ہے۔ مگر اُن کی حالت موجودہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ وہ درحقیقت خدا کو سمیع و علیم نہیں مانتے۔ گویا وہ زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ مانگنے والے اور وہ چیز جو دیجاتی ہے۔ موجود ہے۔ مگر دینے والا کوئی نہیں۔ اگر ہے بھی تو سنتا نہیں اور علیم نہیں۔ مجھ سے سوال ہوگا کہ اس بات کا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے۔ کہ ہم خدا کو سمیع اور علیم نہیں مانتے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ عیاں را چہ بیان۔ ذرا اپنی حالت کی طرف دیکھو۔ باوجودیکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ حقاً علينا نصر المؤمنين۔ تمہاری حالت خود بتا رہی ہے کہ تمکو خدا کے دربار سے کچھ نہیں ملتا ہے میں کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز خدا کے دربار سے قیامت تک تمکو کچھ بھی نہیں ملیگا۔ جبتک تم حقدار نہ کہلاؤ۔ اور حقدار آپ جب ہی کہلا سکو گے جسوقت کوئی قربانی یا مجاہدہ کروگے اور وہ قربانی اور مجاہدہ کون کرتا ہے جو خدا کو سمیع اور علیم مانتا ہے۔ مصیبت یہ پڑی ہے۔ کہ اُن مومنوں کا ایمان ہے۔ کہ اگر ہم فی سبیل اللہ نکلجائیں تو خدا کو علم ہوتا ہے۔ یا نہیں پتہ نہیں لگتا۔ اور اگر علم بھی ہو اور ہمکو کسی موقعہ پر ابتلا آجائے تو خدا ہماری دعا سنتا ہے یا نہیں۔ معلوم نہیں؟ اگر ہم اپنا کل پیسہ خدا کی راہ میں قربان کردیں۔ جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے کیا تھا۔ تو معلوم نہیں۔ خدا کو اس کا علم ہوتا ہی نہیں۔ افسوس صد ہزار افسوس ان مسلمانوں کی حالت بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی بدتر ہوگئی ہے۔ دیکھو ایک معمولی عورت بنی اسرائیل کی قوم کی کہتی ہے۔ رب اني نذرت لك ما في بطني محررا فتقبل مني انك انت السميع العليم۔ میں یہاں نہیں بیان کرنا چاہتا کہ اس قربانی کا کیا پھل ملا۔ صرف اتنا کہدینا کافی سمجھتا ہوں کہ اس مولود پاک عورت کے لڑکے کو آجتک چالیس کروڑ انسان سجدہ کرتے ہیں۔ اور بزور ثابت کیا جارہا ہے۔ کہ وہ خدا تھا۔ اور میں یہ بھی نہیں بیان کرنا چاہتا کہ قربانی کا فلسفہ اور اسکی حقیقت کیا ہے۔ انشاء اللہ کسی اور موقعہ پر بیان کرونگا۔ مگر قربانی کا تعلق اس میرے مضمون دعا سے صرف اسقدر ہے۔ کہ جس قدر ایک امیدوار ملازمت کی لیاقت کا تعلق اسکی درخواست سے ہے۔ ہاں بعض امراء ہوتے ہیں جو باوجود

نالائق ہونے کے اعلےٰ عہدہ پر نظر آتے ہیں۔ خدا کے دربار میں بھی کھاتا ہے۔ جس کا نام ابوجہل رکھا گیا ہے۔

غرض جب تک آپ لیاقت نہ پیدا کرلیں تب تک ملازمت ملنی مشکل ہے۔ اور آپ لیاقت اس وقت پیدا کرتے ہو جب کوئی گورنمنٹ سننے والی اور آپ کی لیاقت کا قدر کرنے والی ہو۔ افسوس ہے ایک کمزور انسان کو آپ لوگ سمیع اور علیم مانیں اور اُس قادر مطلق کو سمیع اور علیم نہ مانیں ۔۔۔

. . . .

. . . .

وہ جو کہتا ہے۔ من اوفیٰ بعھدہٖ من اللہ اُس کی راہ میں کچھ نہیں کرتے۔ میں اس وقت اُن لوگوں سے مخاطب ہوں۔ جو احمدی کہلاتے ہیں۔ یعنی جنہوں نے امام الزمان کے ہاتھ پر عہد کیا ہے۔ ”دین کو دنیا پر مقدم کرینگے“ دیکھو سارا قرآن پڑھ جاؤ۔ آپکو صرف دعا اور قربانی ہی نظر آئیگی۔ اور یہ بھی بتا گیا ہے کہ قربانی مقدم ہے اور دعا مؤخر۔ جب ہم نماز میں ایاک نعبد و ایاک نستعین کہتے ہیں۔ تو اس سے یہی مطلب ہے کہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد کی درخواست کرتے ہیں۔ اور من یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرۃ و سعۃ میں بھی پہلے ہجرت ہے۔ اور رب انی نذرت لک ما فی بطنی محررا فتقبل منی انک انت السمیع العلیم میں بھی پہلے قربانی ہے۔ اور ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم ربنا لیقیموا الصلوٰۃ فاجعل افئدۃ من الناس تھوی الیھم وارزقھم من الثمرٰت لعلھم یشکرون میں بھی قربانی پہلے ہے۔ اور ہر روز کم از کم ۳۲ دفعہ دن میں اھدنا الصراط المستقیم۔ صراط الذین انعمت علیھم کہتے ہو۔ وہ کس خدمت کی درخواست ہے۔ اے بھائیو! یہ اُن خدمات کی درخواست ہے جو خدا کے پاس ہر وقت ماموربطلب رہتی ہیں۔ یعنے فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء و الصالحین۔ آپ ان چار عہدوں میں سے ہر ایک عہدہ پر غور کرو۔ معلوم ہوگا کہ کوئی عہدہ ایسا نہیں ہے جو بغیر مجاہدہ اور قربانی کے ملسکتا ہو کیا کوئی نبی بتا سکتے ہو جسنے قربانی نہیں کی نبوۃ ختم ہے۔ مگر ظلی طور سے امت محمدیہ میں جاری ہے) کیا کوئی صدیق ایسا بتا سکتے ہو جس نے قربانی نہیں کی؟ کیا کوئی شہید بغیر اپنی قربانی کے رتبہ شہادت پاسکتا ہے؟ کیا کوئی صالح بتا سکتے ہو جسنے کوئی قربانی نہ کی ہو؟ غرض یہ بڑی طول طویل بحث ہے۔ میں اسکو چھیڑنا نہیں چاہتا۔ آج میں صرف مسئلہ دعا پر ہی بحث کرونگا۔ اور قرآن سے دلائل اور شہادتوں کے ساتھ ثابت کرونگا۔ کہ خدا سمیع اور علیم ہے۔ اور ہر ایک چیز دینے کو تیار ہے جو اُس سے مانگتا ہے ﴿ (باقی دارد)

ایک اور دعویدار خلافت

قلعہ سوبھا سنگھ ضلع سیالکوٹ سے ایک صاحب حضرت امیرایدہ اللہ کی خدمت میں رقمطراز ہیں:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی صاحب! کیا کہوں۔ جھگڑا خلافت نے ناک میں دم کر دیا ہوا ہے۔ نہ پائے رفتن۔ نہ جائے ماندن۔ رسالہ الوصیت کے مضمون کے مطابق سید جناب میر عابد علی شاہ صاحب بدوملہوی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے متواتر وحی سے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے بعد الہام پاکر کھڑا ہونیوالی قدرت ثانی یا خلیفہ تو ہے۔ ...... بہر حال ان کا دعوےٰ خلیفہ خلیفۃ المسیح ہونے کا ہے۔ انہوں نے ۵-۶ دن ہوئے۔ اخبار الفضل کو اعلان کرنے کے لئے لکھدیا ہے۔ اب نہیں خبر کہ الفضل شائع کرے یا نہ کرے.... میں مبایعین سے بھی ہوں۔ اور آپ کا بھی مخیال ہوں“

پیغام صلح: ہمیں جہانتک علوم ہے۔ میر صاحب کا یہ خیال بہت پرانا ہے۔ اور انہوں نے اپنا ایک ایسا ہی الہام حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر مسجد نور میں جبکہ میاں صاحب اپنی دیرینہ کوشش میں کامیاب اور بہرہ مند ہونے والے تھے پیش کرنا چاہا تھا۔ لیکن کسی نے اُن کی طرف التفات نہ کی اور انہیں مجبوراً بیٹھ جانا پڑا۔ جسکے بعد انہوں نے خدا جانے کن وجوہات کی بنا پر میاں صاحب کی بیعت بھی کرلی۔ اب اگر یہ بیان صحیح ہے۔ کہ انہوں نے کوئی ایسا اعلان کرنے کے لئے الفضل کو لکھا ہے۔ تو الفضل کا فرض تھا۔ کہ اسے جلد شائع کر دیتا۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ اُس نے اب تک اس بارہ میں کوئی روشنی نہیں ڈالی۔ بہرحال ہمیں دیکھنا ہے۔ کہ سید صاحب پر اب میاں صاحب کیطرف سے کیا فتوےٰ صادر ہوتا ہے۔ سید صاحب کے اتقا اور بزرگی میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے اس سے پہلے دو موقعوں پر سلسلہ کے بعض متنازعہ مسائل مثلاً جنازہ غیر احمدی اور مسئلہ نبوت وکفر کے متعلق سچی حلفیہ شہادت دیکر بتادیا ہے۔ کہ کسی کے خوف۔ رعب یا خوشامد کی وجہ سے اس بات کو جو اُن کے نزدیک سچی اور حق ہے چھپانے والے نہیں۔ دیکھئے پیر اور مرید کی اب کیونکر بنتی ہے۔ بہتر ہے کہ پہلے آپس میں فیصلہ کرلیں۔

ایڈیٹر نور کے نام ایک خط

خیرپور میرس سے جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

جناب فضیلت ومکرمت مآب بندہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گذارش آنکہ بندہ امروز خطے بہ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور نوشتہ است ہذا نقل آن بذریعہ این نیازنامہ معروض خدمت میکند۔ وہو ہذا:۔

گذارش آنکہ اخبار نور شما درآن درضمن کیفیت جلسہ سالیانہ قادیان شریف برخواجہ کمال الدین صاحب حملہ ہائے ناسنصفانہ کردہ اید رسید وسخت رنجانید۔ ...... بشما معلوم باد کہ میاں صاحب حضرت اقدس را حقیقی نبی میدانند ومیخواہند کہ ہمیں عقیدہ مبتدعہ خود را کہ خلاف آیات بینات قرآن مجید است وخلاف احادیث صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم است وخلاف اجماع امت است رواج دہند۔ ونیز میخواہند کہ تمام مجددین بلکہ صحابہ کرام را حقیر ثابت نمایند چنانچہ از قول مندرجہ حقیقۃ النبوت او معلوم است۔ لہٰذا بندہ قسم اوسبحانہ تعالیٰ کہ رسول کریم را با قرآن مجید فرستادہ است خوردہ بشما میگوید کہ عقیدہ حقیقی نبی بودن حضرت اقدس صریح کفر است وہر کہ ہمچو عقیدہ داشتہ باشد بندہ را در مسائل دینی با او رجوع نیست۔ پس از امروز شما کرم فرمودہ یا ہمیں خط بندہ را معہ تصدیق خویش در اخبار نور مشتہر سازید یا اخبار را بنام بندہ بند سازید این قطعی است وبس۔ والسلام۔ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبیا وبالقرآن اماما وبالکعبۃ قبلۃ وبالائمۃ الاربعۃ ائمۃ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خاکسار محمد ابراہیم احمدی از خیرپور میرس

ترجمہ:۔ گذارش ہے کہ بندہ نے آج محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے نام ایک خط لکھا ہے جسکی نقل اس نیازنامہ کے ذریعہ معروض خدمت ہے۔ وہو ہذا:۔

”گذارش ہے کہ آپ کا اخبار نور کہ جس میں قادیان شریف کے جلسہ سالانہ کی کیفیت کے ضمن میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب پر آپ نے نامنصفانہ حملے کئے ہیں پہنچا اور اُس سے سخت رنج ہوا آپ کو معلوم ہو کہ میاں صاحب حضرت اقدس کو حقیقی نبی جانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس اپنے عقیدہ مبتدعہ کو کہ جو قرآن مجید کی آیات بینات۔ رسول اللہ صلعم کی احادیث صحیحہ۔ اجماع امت کے بالکل برخلاف ہے۔ رواج دیں۔ اور نیز چاہتے ہیں۔ کہ تمام مجددین۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کو حقیر ظاہر کریں۔ جیسا کہ اُنکے قول مندرجہ حقیقۃ النبوۃ سے معلوم ہوا ہے۔ لہٰذا بندہ اُس پاک وبرتر خدا کی کہ جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کیساتھ ہمیں بھیجا ہے قسم کھا کر آپ کو کہتا ہے۔ کہ حضرت اقدسؑ کو حقیقی نبی سمجھنے کا عقیدہ صریح کفر ہے۔ اور جو کوئی اس قسم کا عقیدہ رکھے۔ بندہ کو مسائل دینی میں اس سے رجوع نہیں۔ پس جناب براہ نوازش بندہ کے اس خط کو معہ اپنی تصدیق کے اخبار نور میں مشتہر فرمادیں یا آج سے اخبار کو بندہ کے نام بند کر دیں۔ یہ قطعی بات ہے۔ اور بس۔ والسلام ﴿

خاکسار محمد ابراہیم احمدی

از خیرپور میرس

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کا ایک خط

اِس سے پیشتر ہم نے حضرت خواجہ صاحب کے امروہہ جانے اور وہاں لیکچر دینے کا تذکرہ مختصراً کیا تھا۔ آپ کے وہاں سے چلے آنے کے بعد فریکانظ مولوی سید محمد احسن صاحب نے میاں صاحب کو لکھا۔ جس کی ایک نقل حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام بھی آئی ہے۔ جس کو ہم اپنے احباب کی اطلاع کے لئے شائع کرتے ہیں۔ جو اخلاق حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے دکھائے ہیں اُن میں حضرت مسیح موعود کی فیض صحبت کا اثر نمایاں ہے۔ نہ صرف آپنے حق مہمان داری ہی ادا کیا بلکہ خواجہ صاحب کی اقتدا میں نمازیں ادا کر کے یہ بتا دیا۔ کہ جو لوگ خواجہ صاحب کو مرتد اور منافق کہتے ہیں۔ وہ جھوٹے ہیں۔ گو افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ قادیان سے جو اخلاقی تنگدلی کا نمونہ نکلا ہے۔ وہ ہمیشہ کے لئے احمدیت کے نام پر ایک دھبہ بنا رہیگا۔ جب تک کہ میاں صاحب اور اُن کی جماعت کوئی بہتر نمونہ پیش نہ کریں مگر ہم امید کرتے ہیں۔ کہ جماعت کے اندر جیسے حضرت مولانا صاحب کی عزت ہے کیونکہ وہ حضرت صاحب کے سب سے پرانے رفیقوں میں سے ہیں۔ اور سلسلہ کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں کر چکے ہیں۔ اور ابتدائی زمانہ سے لیکر آج تک خدمت سلسلہ میں مصروف رہے ہیں۔ ایسے ہی اُن کے اخلاق حمیدہ سے بہت لوگ فائدہ اُٹھائینگے۔ ہم ان ظالموں کو جنہوں نے حضرت خواجہ صاحب پر افترا کرنا اپنا شیوہ بنا رکھا ہے۔ مولانا موصوف کی چِٹھی کے آخری فقرہ کی طرف پھر توجہ دلاتے ہیں "اور نبوت بروزی ظلی حضرت اقدس کی ضرور خواجہ صاحب نے لیکچروں میں بیان کی جس کا اثر بھی سامعین پر ہوا۔ اور جس کو وہ پہلے ہرگز سُننا نہیں چاہتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ لیکچروں سے ہوا"۔

محب مکرم جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ مضمون مولوی صاحب کے بستے میں سے مجھکو ملگیا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو طبع کرا دیں ✢ راقم ایک طالب حق والصلح خیر

بخدمت شریف جناب - - - - - - -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بتاریخ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء روز سہ شنبہ محبی شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی صبح کی ریل سے اور جناب خواجہ صاحب بھی اُسی تاریخ ۱۱ بجے وہاں کی ریل سے تشریف لائے رؤسائے امروہہ کو خواجہ صاحب کے آنے کا بڑا انتظار رہا تھا۔ کیونکہ اُنھوں نے بذریعہ اخباروں کے اُن کے حالات ووکنگ و لنڈن کے سُنے تھے۔ اور نظام حیدر آباد کے ہاں جو وہ گئے تھے وہاں کے حالات بھی سُن چکے تھے۔ اس لئے اُن کا امروہہ میں بہت شہرہ ہو رہا تھا۔ بندے بھی حسب تعلیمات قرآنی وسنت نبوی و ہدایات انبیا و مرسلین کے اُن کی مہمانداری میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور کل سورہ یوسف کی تعلیمات قرآنی میرے ذہن میں لطور القاء کے آ گئیں۔ برادران یوسف کا حال آپکو معلوم ہے کہ کنعان ہی میں حضرت یعقوبؑ نبی اُنکے باپ نے قبل نبوت یوسف کے کہا۔ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا اور پھر اُن سے ایسی ایسی بے اعتدالیاں واقع ہوئیں۔ کہ وہ اس آخری زمانہ میں بھی اُن کا وقوع نہیں سُنا گیا کہیں اپنے باپ کو جو نبی تھے اور بعد اُن کے بہت سے انبیاء اُن ہی کی اولاد میں سے مبعوث ہوئے یہ کہتے رہے اِنَّ اَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ✱ اور ایسا جھوٹ بولا کہ جسکو خود اللہ تعالیٰ نے بدم کذب فرمایا ہے اور ایسے منصوبے یوسفؑ کے قتل وغیرہ کے گانٹھے جنکو الہام قرآنی نے بیان کیا۔ اُقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوهُ الخ حتیٰ کہ یوسفؑ کو کوئیں میں ڈالدیا۔ اور پھر بیچ بھی کر دیا باوجود ان سب بے اعتدالیوں کے جو برادران یوسفؑ نے اپنے باپ کے ساتھ کیں جو نبی برحق تھے۔ اور جو یوسفؑ کیساتھ کیں حضرت یوسف نے اپنی طرف سے یہ احسان کیا جس کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَّكُم مِّنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ۔ اللہ اکبر حضرت یوسف سب سے بہتر کیسے مہمان نواز تھے جنکی نسبت اللہ اُنکے دل کا حال نقل فرماتا ہے کہ وَأَنَا خَيْرُ الْمُنزِلِينَ اور پھر حضرت یعقوبؑ کی محبت پر نظر کی جاوے کہ ایسے نافرمان بیٹوں کی نسبت محبتاً فرماتے ہیں۔ قَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ الخ۔ الحاصل بندے اُن کی مہمانداری میں کوئی موقعہ اُن کو ایسا نہیں دیا جو وہ میری شکایت کریں۔ اور پھر کیونکر ان تعلیمات قرآنی اور ہدایات محمدی کی خلاف ورزی کر سکتا تھا ان مضامین سورۂ یوسف کی نسبت تو واسطے تکمیل عبرت کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور پھر اس عبرت کی نسبت فرماتا ہے۔ کہ اُولو الالباب کے یہی کام ہیں اور اسی کو تاکیداً اہل ہدایت اور رحمت کو قوم مومنین کے واسطے مختص فرمایا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ:۔ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ۔

خواجہ صاحب کا میرے پاس آنا میرے نزدیک ایک صلح کی خبر دیتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس نے بحکم وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا کے بندے عملدرآمد کیا۔ خصوصاً جبکہ ہمکو تعلیم ربانی کی گئی ہے۔ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ خصوصاً ہم احمدیوں کے لئے ان شمائل حمیدہ و اخلاق فاضلہ کا برتنا ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ہمارے حضرت جری اللہ کی شان بسبب بروز عیسے ابن مریم ہونے کے جمالی رنگ رکھتی ہے اور اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ بعد ذکر کرنے عیسے ابن مریم کے وَجَعَلْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالےٰ نے ہماری اصلاح دینی اور دنیوی کیواسطے قرآن مجید میں کیسے کیسے گُر عظیم الشان ارشاد فرمائے ہیں کہ اگر ہمارا عملدرآمد اُن پر ہو۔ تو رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ دعا کے عمدہ نتائج حاصل ہوتے ہیں چنانچہ یہ ایک اصول ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ۔ باقی جو اُن کے لیکچر ہوئے ہیں اُن میں شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی شریک رہے ہیں۔ وہ خود آپ سے بیان کرینگے۔ ہاں میری طرف سے یہ تاکید ہے۔ کہ باہمی اختلاف کا ذکر نہ ہو اور جو تباغض یا تہاجر کتاب و سنت میں کہیں مذکور ہوا ہے۔ اُس کا محل دوسرا ہے۔ اور کوئی شخص معترض ہوگا۔ تو انشاء اللہ تعالےٰ جواب دیا جاوے گا۔ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد۔ اور نبوت بروزی۔ ظلی حضرت اقدس کی ضرور خواجہ صاحب نے لیکچروں میں بیان کی۔ جس کا اثر بھی سامعین پر ہوا۔ اور جسکو وہ پہلے ہرگز سننا نہیں چاہتے تھے۔ یہ ایک بہت بڑا فائدہ لیکچروں سے ہوا۔ والسلام ✢

✱ آج بھی اِنَّ اَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ کہنے والوں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق کہہ دیا۔ کہ وہ پندرہ برس تک گمراہی میں پڑے رہے۔ اور اُنہیں اپنی نبوت کی سمجھ نہ آئی۔ فَفَهِّم! (ایڈیٹر)

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا ✢

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے
سہ ماہی ۱ روپیہ ۹ آنہ
ماہوار ۹ آنے طلباء للہ ۳ روپے سالانہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مندگی المسیح لاہور یکشنبہ ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ الہجری المقدس مطابق ۱۳ فروری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۸

خواجہ صاحب کیا ہیں؟

عنوان مذکورہ بالا سے اخبار بدر مورخہ ۲۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء میں ایک ایڈیٹوریل نوٹ شائع ہوا تھا۔ جس سے اس سوال پر بخوبی روشنی پڑتی ہے جو جماعت احمدیہ میں بکمال خواجہ کمال الدین صاحب کی پوزیشن اور ان کے متن بلاد غربیہ کے متعلق اٹھایا جاتا ہے۔۔۔ ایڈیٹوریل نوٹ مذکور کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

"ایڈیٹر صاحب نور افشاں اس خبر کے پبلک کرنے میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے لنڈن میں جاکر مرزائی محمدیت سے ہاتھ دھوئے ہیں۔ پادری صاحب نے ہمارے دین کے لئے یہ نئی اصطلاح گھڑی ہے۔ اور اس سے ان کی مراد احمدیت ہے۔ سو ہم بھی پادری صاحب کو خوشخبری دیتے ہیں کہ ان کی خبر ایسی ہی غلط ہے جیسی کہ انجیل نویسوں کی وہ روایتیں غلط ہیں جو حضرت عیسیٰ سے سو سال بعد لکھی جاکر ان کی طرف منسوب کر دی گئیں۔ خواجہ صاحب ویسے ہی احمدی اب ہیں جیسے پہلے تھے۔ انہوں نے انگلستان میں توحید کا ڈنکا بجا دیا ہے اور صلیب کے اور صلیب کے گرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ پچھلے ہی اخبار میں یہ خبر بھی شائع ہوئی ہے کہ ان کی صحبت کے اثر سے **ایک صاحب احمدی ہوئے ہیں۔** مگر ہمارے پادری صاحب اس جھگڑے میں کیوں پڑتے ہیں وہ احمدی ہیں یا محمدی ہیں یا بالفاظ پادری صاحب "صرف مسلمان" ہیں پر یاد رہے کہ ایسے "صرف مسلمان" ہیں کہ انشاء اللہ جہاں جائیںگے وہاں سے یسوعیت کی جڑ تو ضرور اکھاڑ دینگے۔ غرض کہ پادری صاحب کے واسطے اتنی بشارت کافی ہے کہ خواجہ صاحب **کاسر صلیب** ہیں۔"

تعصب اور تنگدلی ایک ایسی کمینہ اور شیوۂ تہذیب اخلاق سے گری ہوئی عادت ہے جو مومن کی شان سے بالکل بعید ہے۔ مومن وسیع دل ہوتا ہے۔ جو دشمن کی خوبیوں کے اعتراف میں ویسا ہی دلیر ہوتا ہے۔ جیسا دوست کی حمایت میں۔ حضرت مسیح موعود دیانندی لوگوں جیسے دشمنان دین کی تردید بت پرستی کی خوبی کا اعتراف دلائی کشادہ دلی سے فرماتے تھے جیسی دلیری سے کہ ان کا ابطال فرماتے تھے مانا کہ خواجہ صاحب خلافت کے منکر سہی . .

* * * * * * * * * * * * * * * * *

* * * دیا بنظر اسلوب ترتیب کام ولایت میں تبلیغ احمدیت جس کی مراد تنگ معنوں میں حضرت مرزا صاحب کا منصب عمداً دیا جاتا ہے نہیں کرتے۔ تو کیا ان کی اشاعت توحید اور کسر صلیب جیسی عظیم الشان خدمت کچھ کم قابل قدر ہے؟ اگر اسلام اور احمدیت مترادف ہیں تو کیوں یہ احمدیت کے وسیع مقاصد میں شامل نہیں۔ حضرات مبائعین کا حق ہے کہ انکار خلافت ثانیہ کے بارے میں خواجہ صاحب کی مخالفت دلیری سے کریں۔ مگر تعصب میں اندھے ہو کر حق و ناحق میں تمیز نہ رکھنا اور اشاعت توحید جیسے کام کی جو احمدیت کا مقصد اولیٰ ہے تحقیر و مخالفت کرنا سراسر ظلم ہے جس کے لئے خواجہ صاحب کی پوزیشن قابل ہمدردی ہے۔

اندریں حالات ایڈیٹر صاحب بدر اور ان کے ہم مشربوں کی خدمت میں آج وہ جواب عرض کیا جاتا ہے جو ۲۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء کو حضرت مفتی صاحب نے ایڈیٹر نور افشاں کو دیا تھا۔ اور اگر اصحاب مذکور میں اخلاق مسیح موعود کا کچھ حصہ ہے تو امید ہے اپنے ہی منہ کے نکلے ہوئے دریا ئے بے بہا سے فائدہ اٹھاکر خواجہ صاحب کے حق میں آئندہ کے لئے اپنی مخالفت کو محدود کر دینگے۔ اور اگر اصحاب موصوف نے اس وقت الفاظ مذکورہ سے وہی فائدہ اٹھایا جو سنہ ۱۹۱۳ء میں ایڈیٹر صاحب نور افشاں نے فائدہ اٹھایا تھا تو ان کی اس ہوشمند وسیع القلبی اور آزادانہ سپرٹ پر جو جماعت احمدیہ کا سرمایہ ناز و مابہ الامتیاز تھی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔ اور ایڈیٹر صاحب بدر کو جیسے اصحاب کو ایڈیٹر صاحب نور افشاں ہونے [illegible] چاہئے۔ [illegible]

ہندوستان کی تازہ خبریں!

دو سال ہوئے کہ سرکاری ملازمتوں کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے اس سوال کے متعلق شہادت لیگئی تھی۔ کہ پرائیویٹ کالجوں کے پرنسپل یورپین ہوں یا ہندوستانی۔ ہندوستانیوں نے شہادت میں اس امر پر زور دیا تھا۔ کہ پرائیویٹ کالجوں کے پرنسپل ہندوستانی ہونے چاہئیں۔ یہ رائے تجربہ سے بالکل صحیح اتری۔ کیونکہ ایک تو وہ تنخواہ کم لیتے ہیں۔ دوسرے ہندوستانی ہونے کی وجہ سے وہ طلباء کے ساتھ بوجوہات قدرتاً زیادہ ہمدردی کرتے ہیں۔ فی زمانہ ایسے لائق ہندوستانی معقول تعداد میں مل سکتے ہیں۔ جو پرنسپلی کی خدمت کو بہترین طریقہ میں انجام دے سکیں +

مدراس میں آئندہ مارچ میں ایک تعلیمی کانفرنس منعقد کی جائیگی۔ جس میں سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب شریک ہو کر بعض ایسے اہم سوالات پر بحث کریں گے جنکا تعلق صوبہ مدراس کی ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم سے ہوگا۔ سرکار کی طرف سے پرائیویٹ سکولوں اور کالجوں کو جو امداد دیجاتی ہے کانفرنس میں اُس کے قواعد کی ترمیم بھی کی جائے گی۔ اگر اس کانفرنس میں ابتدائی اور سیکنڈری تعلیم کو ترقی دینے اور سرکاری امداد کے متعلق فیاضی برتنے کا فیصلہ کیا جائے۔ تو وہ لوگوں کے لئے عطیہ ہوگی +

اس وقت کئی صوبوں میں کئی ہندوستانی گورنمنٹ کے مشیر قانون یا نائب مشیر قانون ہیں۔ جو سٹینڈنگ کونسل گورنمنٹ ایڈووکیٹ اور نائب لیگل ریممبرنسر کے عہدوں پر مقرر ہیں۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ صوبہ بہار و اڑیسہ میں نائب لیگل ریممبرنسر کا عہدہ مسٹر سلطان احمد بیرسٹر کو دیا گیا ہے۔ جو گورنمنٹ کی اس پالیسی کا ایک اور ثبوت ہے کہ ہندوستانیوں کو اعلےٰ سرکاری عہدے زیادہ تعداد میں دئے جائیں +

ہفتہ مختتمہ ۲۹- جنوری میں ہندوستان میں طاعون کی ۸۵۳۳ وارداتیں ہوئیں۔ جن میں سے ۶۶۳۰ موتیں ہوئیں۔ تفصیل اموات حسب ذیل ہے:- احاطہ بمبئی و سندھ ۱۷۷۲۔ احاطہ مدراس ۱۲۶۶۔ بہار و اڑیسہ ۲۲۳۔ پنجاب ۴۰۔ برہما ۷۴۳۔ صوبجات متوسط ۷۷۸۔ ریاست میسور ۱۳۰۔ ریاست حیدرآباد ۱۲۷۱۔ وسط ہند ۸۱۔ کشمیر ۱۴ +

امید کی جاتی ہے۔ کہ سر جارج بارنس اخیر مارچ تک تجارت کی ممبری کا چارج لینے کے لئے ہندوستان پہنچ جائینگے +

تخمینہ کیا گیا ہے کہ گذشتہ پنجشنبہ کو الہ آباد کے ماگھ میلہ کی تقریب پر دس لاکھ جاتری موجود تھے۔ چار سال پیشتر کے ادھ کنبھ میلے کے بعد سے یہ سب سے بڑا اجتماع تھا۔ مہاراجگان کشمیر و بیکانیر نے بھی دریاؤں کے اتصال پر اشنان کیا۔ دن بھر سپیشل ٹرینیں اسٹیشنوں سے آتی جاتی ہیں +

مدراس کی قانونی کونسل میں ۳- فروری کو ایک نہایت ضروری سوال پیش کیا گیا۔ وہ یہ کہ مدراس میں ایک سنٹرل کالج قائم کیا جائے گا۔ اس تجویز پر عملدرآمد جنگ کے بعد کیا جائیگا +

ایف اے کلاس (پنجاب) کے طلباء کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کو مدنظر رکھکر سنڈیکیٹ نے فیصلہ کیا۔ کہ ممتحنوں کی تعداد میں اضافہ کیا جانا ضروری ہے۔ اس لئے بورڈ آف سٹڈیز سے درخواست کی جائے۔ کہ مزید چار ممتحنوں کی سفارش کرے +

مسٹر ڈی ڈی مکرجی ساکن رنگون نے ریاست منی پور کی سلور ہل موسومہ تکوئی ٹاؤننگ (جس کے معنے چاندی کی پہاڑی ہیں) میں تانبے کی ایک قیمتی کان دریافت کی ہے۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ اس کان پر کام کرنے کے لئے لنڈن میں کم از کم ۱۵ لاکھ کے سرمایہ سے ایک کمپنی بنائی جائیگی۔ قریب ۳۰۰ ٹن خام تانبہ کان سے نکالکر کیمپ میں جمع کیا گیا ہے +

سراج الاخبار جہلم سے طلبی ضمانت — ہمیں یہ سنکر سخت افسوس ہوا۔ کہ ہماری اخباری برادری کا ایک قدیم رکن یعنی سراج الاخبار جہلم بھی "قانون مطبوعات ہند" کے چرکے سے محفوظ نہ رہا۔ ۷- ماہ حال کو ڈپٹی کمشنر ضلع نے ایک نوٹس کے ذریعہ اخبار مذکور سے ۳ ہزار روپیہ کی گراں ضمانت طلب کی۔ سراج الاخبار نے اعلان کیا ہے۔ کہ زر ضمانت کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے اخبار کو سردست ملتوی کر دیا گیا ہے۔ کسی مراسلہ نگار کا مضمون جس کا عنوان "خدا کی روشنی ہے" اور جو ۲۷- دسمبر ۱۹۱۵ء کی اشاعت میں درج ہوا تھا۔ طلبی ضمانت کا محرک ہوا ہے +

اقدام۔ رسالت اور ترجمان کا داخلہ بند — معلوم ہوا ہے کہ حکومت پنجاب نے قانون تحفظ ہند کے رو سے کلکتہ کے ۳- اخبارات۔ یعنی اقدام رسالت اور ترجمان کے پبلشروں کے نام یہ احکام صادر کئے ہیں۔ کہ ان کے اخباروں کی اشاعت پنجاب میں نہ ہونے پائے +

کوائف جنگ

بحیرہ اسود میں بحری سرگرمی۔ لنڈن ۹ فروری۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ بحیرہ اسود میں روس کے جنگی جہازوں نے ساحل اناطولیہ کے ترکی مورچوں پر کامیابی سے گولہ باری کی۔ ترکی آبدوز کشتیوں کے ایک چھوٹے بیڑے نے ان پر حملہ کیا۔ مگر بے سود۔ روس کے ہوائی جہازوں نے ایک جہاز جو زنگلداک میں لنگر انداز تھا حملہ کیا +

بحری سرگرمی۔ پیرس ۸ فروری۔ سرکاری طور پر بیان کیا گیا ہے۔ کہ ایک برطانی کروزر اور ایک فرنچ تباہکن جہاز جو سروی فوج کی روانگی میں مدد دے رہے تھے۔ ۶ ماہ رواں کو بحیرہ اڈریاٹک میں چار متخاصم تباہکن جہازوں سے ملاقی ہوئے جو انہیں دیکھ کر کٹارو کی طرف بھاگ گئے۔ غنیم نے ۷ فروری کو دورازو کے قریب اتحادیوں پر حملہ کیا اور اس کی آبدوز نے ایک کروزر پر تارپیڈو پھینکا مگر اس کا وار خالی گیا +

شاہ بلغاریہ کی قیصر سے ملاقات۔ لنڈن ۹ فروری۔ ایمسٹرڈم کا تار مظہر ہے کہ صوفیہ کے ایک تار سے پایا جاتا ہے کہ شاہ فرڈی ننڈ قیصر سے ملاقات کرنے جرمن ہیڈ کوارٹرز گیا ہے۔ اور شاہ موصوف کی عدم موجودگی میں امور سلطنت کا انصرام وزراء کے ہاتھ میں رہے گا +

غیر جانبدار قونصلوں کی برطرفی۔ لنڈن ۹ فروری۔ ایتھنز کا تار مظہر ہے۔ کہ جرمنی اور بلغاری حکام نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ مقدونیہ کے مقبوضہ اضلاع میں سے غیر جانبدار ممالک کے قونصلوں کو برطرف کر دیا جائے +

بلقان کے نقصانات۔ لنڈن ۸ فروری۔ رزمگاہ بلقان سے ایک لفٹنٹ کے مجروح ہونیکا اعلان کیا گیا ہے +

سرویوں کی کامیابی۔ لنڈن ۹ فروری۔ کارفو بیورو کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آسٹروی ڈورازو کی جانب پیشقدمی کر رہے ہیں۔ ۲ فروری کو عقبی فوج کی جو جھڑپ ہوئی تھی۔ اس میں سرویوں نے آسٹرویوں کو پسپا کر دیا۔ مؤخر الذکر کے کثیر التعداد اشخاص مارے گئے۔ اور ایک سو اسیر ہوئے +

سالونیکا میں فرانسیسی کمک۔ لنڈن ۹ فروری۔ سالونیکا۔ فرانسیسی کمک اور توپخانہ یہاں اترا ہے +

توپخانہ کے شدید معرکے۔ لنڈن ۸ فروری۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے سوم کے جنوب میں ہم نے ایک ٹرین پر گولہ باری کی اور ارگون کے علاقہ میں چار سرنگیں اڑائیں۔

برطانیہ کی سرکاری اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دریائے اینر اور سوم کے مابین شہر لاباسی کے شمال میں فریقین کے توپخانہ نے ایکدوسرے پر گولہ باری کی۔ ہوگ کے نواح میں بھی توپخانہ کی معتدبہ سرگرمی ظہور میں آئی۔

لنڈن ۹ فروری۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آرتوا میں یومل کے شمال مشرق اور جنوب مشرق کی طرف توپخانہ کی شدید جنگ وقوع میں آئی ہماری آتشباری نے لاسینی کے قریب اڈبیری اور ایک کے شمال میں متخاصم سپاہ کو منتشر کر دیا۔ سٹروین کے شمال میں ہمارے توپخانہ نے جرمن قلعہ بندیوں کو شدید نقصان پہنچایا۔ ارگون میں سرنگوں کی لڑائی جاری رہی۔ جس میں ہمارا پلہ بھاری رہا +

اخبار پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۳ - فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸

مسلم یونیورسٹی کا خواب

از جناب محمد مصطفیٰ خان صاحب بی اے ایڈیٹر [illegible] پٹیالہ

تر گریۂ حسرت سے ہے دامان تمنا
مجھ سا بھی نہ ہو کوئی پشیمان تمنا

ہندو یونیورسٹی کا سنگ بنیاد ۴ - فروری سنہ ۱۹۱۶ء کو بنارس کی مقدس زمین میں جو قدیم ہندو تعلیم و فضل کی جنم بھوم ہے ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ وائسرائے ہند کے ہاتھ سے نہایت تزک و احتشام کے ساتھ رکھا گیا اس میں شک نہیں کہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے برطانیہ عظمیٰ کے ہندوستانی عہد حکومت میں ایک نہایت ہی اہم اور مہتم بالشان واقعہ ہے - اور اس میں بھی کلام نہیں کہ ہمارے ہندو بھائیوں نے اس موقعہ کو جسے ایک قومی جشن کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا - ظاہری شان و شکوہ میں بھی عدیم المثال ہی بنا دیا ہے - اس سے پہلے ہندوستان میں شاید ہی کوئی قومی جلسہ ہوا ہو جس میں اس قدر و منزلت کے کثیر التعداد یورپین اور ہندوستانی رؤسا شامل ہوئے ہوں -

نوعیت کے لحاظ سے ہندو یونیورسٹی کا سنگ بنیاد صرف ہندوستان میں سب سے پہلی قومی یونیورسٹی کا سنگ بنیاد ہی نہیں - بلکہ گورنمنٹ ہند کی تعلیمی پالیسی میں انقلاب عظیم کا سنگ بنیاد ہے آجتک تعلیم کے متعلق گورنمنٹ ہند نے قومی روایات اور امتیازات کو ہمیشہ نظر انداز کیا ہے اور اس کی پالیسی یہی رہی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکساں مغربی تعلیم دی جائے اور اس معاملہ میں اُن کی مذہبی روایات اور قومی خصوصیات کو قائم رکھنا گویا قومی تفریق اور امتیاز کی سرپرستی کرنا ہے - ہندوستان کے موجودہ دار العلوم محض طلبا کی قابلیت پرکھنے کے لئے ایک معیار یا کسوٹی کا کام دیتے ہیں - اور تعلیمی خدمت میں سے کوئی فرض بھی ان کے سپرد نہیں - مگر ہندو یونیورسٹی کی نسبت یہ یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ دار العلوم نہ صرف امتحان ہی لیا کرے گا بلکہ قدیم ہندوستان کے فلسفہ لٹریچر اور ہندو مذہب کے علوم کے ساتھ مغربی علوم و فنون کی تعلیم بھی دے گا - آج سے پہلے لارڈ رپن کا بھی یہ خیال تھا کہ ہندوستانیوں کو محض مغربی انداز کی طرز تعلیم ہی راس نہیں آئیگی بلکہ ایشیائی علوم و فنون اور ایشیائی طرز تعلیم اُن کے لئے زیادہ موزون ہوگی - مگر اس وقت برطانوی مدبروں نے اس رائے کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اس لئے یہ خیال چنداں نمایاں شکل میں عملی صورت اختیار نہ کر سکا - مگر سچ ہے کہ تاریخ اپنے آپکو دوہراتی ہے - لارڈ رپن کے پُرانے خیال نے پھر نیا جنم لیا - اور اس خیال پر ایک شاندار عمارت تعمیر کرنے کے لئے ۴ - فروری کو بنارس کی سرزمین میں لارڈ ہارڈنگ نے بنیادی پتھر رکھا - چنانچہ خود ہز اکسلنسی نے اپنی فصیح و بلیغ تقریر میں لارڈ رپن کی تعلیمی پالیسی کی تائید کرتے ہوئے قومی اور مذہبی تعلیم کی ضرورت کا نہایت صراحت کے ساتھ اعتراف کیا - اور یہانتک فرمایا کہ "تعلیم بغیر مذہب کے کچھ چیز نہیں" -

ہندو یونیورسٹی کہانتک ملک و قوم کے لئے مفید اور کہانتک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگی؟ اس کا فیصلہ خود زمانہ کرے گا - مگر سردست ہم اپنے برادران وطن کی علو ہمت کی داد دیتے ہوئے اُنھیں نہایت خوشی اور گرمجوشی سے مبارکباد کہتے ہیں کہ وہ ایک حد تک اپنے زرین مقصد میں کامیاب ہو گئے - اس تہنیت کے ساتھ معًا قدرتی طور پر ہمیں مسلم یونیورسٹی کا خیال آتا ہے - جس کا خواب بیچارے مسلمان تین چار سال سے برابر دیکھ رہے ہیں - مگر شومیٔ قسمت سے کوئی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی -

کہا جاتا ہے کہ سر سید مرحوم کا خیال علیگڈھ کالج کو یونیورسٹی تک پہنچانے کا تھا - اگر یہ سچ ہے تو مسلم یونیورسٹی کا خواب بہت پُرانا ہے اور ہندو یونیورسٹی کا خیال جس کی ابتدا ہندو لیڈروں نے اپنے ایڈریس میں سنہ ۱۹۱۱ء میں کی ہماری مسلم یونیورسٹی کے خیال کی قدامت کے مقابلہ میں ہیچ ہے -

لیکن اگر سر سید مرحوم کے خیال کی کوئی ثقہ شہادت بھی نہ ہو تو بھی جہاں تک خیالی پلاؤ پکانے کا تعلق ہے تقدیم کا سہرا مسلمانوں کے سر ہی ہے - ہمارے ہندو بھائیوں کو ابھی ہندو یونیورسٹی کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ مسلمان لیڈروں کی زبردست اور سیم کش شخصیتیں مسلم یونیورسٹی کے لئے ایک سیم و زر کا پہاڑ بنانے میں مصروف تھیں ہمارے برادران وطن اپنی خواب غفلت میں سو رہے تھے - کہ ہماری قوم کے لیڈر سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے قوم سے مسلم یونیورسٹی کے نام سے چندہ طلب کر رہے تھے - ہمارے ہموطن ابھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے تھے کہ ہماری قوم کی علم دوستی اور سخاوت کی بدولت مسلم یونیورسٹی کے سنہری اور روپہلی پہاڑ کی چوٹیاں چرخ ہفتم سے باتیں کر رہی تھیں - مگر آہ! باوجود اس تگ و دو کے - باوجود اس نقل و حرکت کے - باوجود اس شتاب کاری کے اور باوجود اس گرمجوشی کے ہماری مسلم یونیورسٹی کی بنیاد ابھی تک زمین پر نہیں بلکہ ہمارے خانہ ساز لیڈروں کے دماغ میں صرف ایک دھندلا سا نقش ہے - اور ڈر ہے کہ وہ نقش امتداد زمانہ سے مٹ نہ جائے - کیا ہی حسرت کا مقام ہے کہ سب سے پہلے یونیورسٹی کا خیال مسلمانوں کے دماغ میں پیدا ہو - قوم بیچاری اپنا پیٹ کاٹ کر اس کے لئے ایک خطیر رقم چندہ بھی جمع کر دے مگر سب سے پہلے یونیورسٹی قائم کرنے کا فخر دوسری ہمسایہ قوم کو حاصل ہو جائے ؎

تر گریۂ حسرت سے ہے دامان تمنا
مجھ سا بھی کوئی ہو نہ پشیمان تمنا

مسلم یونیورسٹی کے خواب بینوں اور قوم بدقسمت کے خانہ ساز لیڈروں سے سب سے پہلی غلطی جو سرزد ہوئی وہ یہ تھی کہ اُنھوں نے یونیورسٹی کے متعلق گورنمنٹ سے شرائط طے کرنا ایک نہایت ہی معمولی اور خفیف کام سمجھا - شاید اُن کا خیال تھا کہ جس طرح اُن کی آواز پر بیچاری قوم شیفتہ و شیدا ہے اور محض ایک اشارہ سے روپیوں کی جھنکار سے آسمان گونج جاتا ہے اسی طرح غالبًا گورنمنٹ ہند کا ایوان سیاست بھی اُن کی سحر بیانی یا زر نمائی سے مسحور ہو جائے گا - اور بلا چون و چرا چارٹر مل جائیگا - چنانچہ یہ لیڈر صاحبان جہاں کہیں بھی رونق افروز ہوتے رہے قوم کو یہ دل خوش کن دلاسا بھی دیتے رہے کہ ادھر پچیس لاکھ جمع کرو اُدھر چارٹر بھی لے لو - قوم بیچاری ان زبردست شخصیتوں کے نمائشی رعب و داب میں آکر نہ صرف اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی پانی کی طرح بہاتی رہی - بلکہ مسلم یونیورسٹی کے ان متبرک دیوتاؤں کے جلوا ور نمائش بڑھانے کے لئے ان کی سواریوں اور گاڑیوں کو بھی کھینچتی رہی - مگر ہمارا ماتھا اسی وقت ٹھنکا تھا کہ ہمارے لیڈر اپنے طلسم سے قوم سے رقم چندہ پورا کرنے میں شاید آسانی کے ساتھ کامیاب ہو جائیں مگر یونیورسٹی کا ملنا ذرا مشکل ہوگا ؎

یہ درد عشق نے پہلے ہی کہہ رکھا تھا اس دل سے
کہ موت آئیگی آسانی سے دم نکلے گا مشکل سے

غرض جب چندہ کی رقم پوری ہو چکی تو ہمارے لیڈروں نے گورنمنٹ سے یونیورسٹی کے متعلق خط و کتابت کی - ابتک مسلم یونیورسٹی ایک قومی کام تھا اس کے لئے قوم سے چندہ طلب کیا جاتا تھا اسکو قوم کی اصلی بیماری کی دوا بتایا جاتا تھا مگر جوں ہی

چندہ وصول ہوچکا قوم بیچاری کس مپرسی کی حالت میں ہوگئی۔ اب نہ قوم کو کوئی پوچھتا ہے نہ اس کی رائے کی کچھ وقعت ہے بلکہ یونیورسٹی کی سکیم کو پبلک سے خفیہ رکھا جاتا ہے۔ کبھی علیگڑہ میں خانہ ساز کمیٹی کیجاتی ہے کبھی کوہ شملہ کی بلندیوں پر علیحدہ کھچڑی پکائی جاتی ہے۔ غرض قوم بیچاری کا یہاں تک ہی تعلق تھا کہ اُن سے چندہ وصول کیا جائے اور اس کے بعد اُسے دھتکار دیا جاوے کہ تم رائے دینے کے اہل نہیں۔ اور اس لئے تم سے کارروائی پوشیدہ رکھی جاتی ہے۔

آخر خدا خدا کر کے ہمارے لیڈروں نے بہت غور و فکر کے بعد ایک مسودہ پیش کیا مگر اس مسودہ کے بعد غالباً وائسرانگل لاج کی آب و ہوا نے اُن کو اس قدر مسحور کر دیا کہ آجتک ہوش نہیں آیا۔ نہ یہ مسودہ ترمیم ہوا نہ قوم سے کوئی مشورہ لیا گیا نہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق کوئی مزید کارروائی ظہور پذیر ہوئی۔ اُدھر ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ ایسا ہر دلعزیز وئیسرائے جن کی ذات سے مسلم یونیورسٹی کے متعلق بہت سی خوش آئند اُمیدیں وابستہ تھیں اپنا عہد حکومت ختم کر کے واپس جا رہے ہیں۔ ادھر بیچاری مظلوم قوم لیڈروں کے مُنہ کی طرف تکتے ہوئے کہہ رہی ہے۔ ؎

اُمید ہی اُمید میں رہجائے نہ حسرت
یونہی نہ گذر جائے یہ دوران تمنا

نوٹ اور رائیں

سچا اور قابل تقلید نمونہ

۱۰۔ فروری کے برھم پرچارک میں لالہ رگھوناتھ سہائے ہیڈ ماسٹر دیال سنگھ سکول لاہور کا ایک اُپدیش (وعظ) چھپا ہے جس میں اُنھوں نے خدا رسیدہ لوگوں کی زندگیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ "جب کبھی دنیا میں دھرم کی ہانی (تحقیر) ہونے لگتی ہے اور لوگ ایشور اور دھرم سے منحرف ہونے لگتے ہیں تو اُس وقت پرماتما اپنے مہاپرشوں کے ذریعہ اپنا بدھان ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنی پوتر بانی (الہام) نازل کرتے ہیں.......... اس اندھکار کے زمانہ میں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کا جیون (زندگی) نہ صرف ہمارے لئے یا بھارت ورش کے لئے بلکہ تمام نوع انسان کے لئے آدرش (نمونہ) ہے" مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کی اعلیٰ قابلیت اور ان کے بعض مفید عام کاموں میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن صرف اتنی سی بات سے کوئی شخص مذہبی ریفارمر یا مہاپرش قرار نہیں پا سکتا۔ مہاپرشوں کے ذریعہ لالہ صاحب نے خود ہی فرمایا ہے کہ "پرماتما اپنا بدھان ظاہر کرتے ہیں۔ اور اپنی پوتر بانی نازل کرتے ہیں" مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر ان معیاروں پر پورے نہیں اُترتے۔ وہ تو اس بات کے سرے سے قائل ہی نہ تھے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر الہام بھی نازل کیا کرتا ہے۔ ہاں انمیں بعض دینوی و اخلاقی نمونے بیشک ایسے پائے جاتے ہیں جن کی ہمیں عزت کرنی چاہیئے۔ لیکن ان کے مذہبی خیالات جو برہمو سماج کے نام سے اس وقت رائج ہیں ایک ایسی حالت میں ہمارے سامنے پیش کئے گئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وراءالوریٰ ہستی کے متعلق کوئی پختہ اور قابل اطمینان جذبہ ہمارے دل میں پیدا نہیں کرسکتے۔ اور اس لئے ان کے ان خیالات کا قائل ہوکر انسان اپنے دینی کاموں کے کسی نتیجہ کے متعلق شک میں ہی پڑا رہتا ہے۔ اور اسے کوئی دلی اطمینان اور سچی راحت جو ایک مومن کو حاصل ہونی چاہیئے اس زندگی میں حاصل نہیں ہوسکتی۔ ہاں اس کے حاصل ہونے کا طریق ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خود اپنا الہام نازل کرے۔ سو وہ اس زمانہ میں قادیان کے ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اور اس نے ہر ایک دینی و دنیوی امور میں اپنے نیک اور پاک نمونہ کو پیش کر کے اور ذات باری سے سینکڑوں ۔۔۔ دور دہجور انسانوں کو اس آب حیات سے سیراب کر کے بتا دیا کہ حقیقی نجات اگر ہے تو وہ اسلام میں ہے۔ وہ نیک اور پاک نمونہ جس کو لالہ صاحب مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر میں دیکھنا چاہتے ہیں بہت بڑھ چڑھ کر اس پاک وجود میں مل سکتا ہے۔

چندہ ترجمۃ القرآن انگریزی

کے لئے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے ان دنوں جس ہمت اور سعی و جہد سے کام لیا ہے وہ خاص طور پر قابل شکریہ ہے۔ آپ قریباً ایک ماہ سے سندھ حیدرآباد کے علاقہ میں اسی غرض سے دورہ کر رہے تھے جہاں آپ کو بہت کامیابی ہوئی ہے۔ آپ کے وصول کردہ چندہ کی تعداد دو ہزار آٹھ سو روپیہ تک پہنچ گئی ہے۔ اس دورہ کے تفصیلی حالات جو آپ نے وہاں سے لکھ کر بھیجے ہیں آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کئے جاوینگے۔ جن میں آپنے ان سب احباب کا فرداً فرداً ذکر کیا ہے جنہوں نے آپ کی اس نیک کام میں امداد کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اس پاک اور بابرکت وجود کا یہ نمونہ ہم سب کے لئے قابل رشک ہے۔

حضرت خواجہ صاحب

نے بھی ڈاکٹر صاحب کے اس کام میں اپنے لیکچروں سے امداد کی۔ اور کراچی میں جہاں احمدیت کے نام سے لوگ کوسوں دور بھاگتے تھے اور نبوت مسیح موعود کے غلط العام عقیدہ نے حضرت اقدس مسیح موعود اور آپ کی جماعت سے انھیں بالکل متنفر کر رکھا تھا۔ آپنے سلسلہ کی اصل اغراض اور مسیح موعود کے اصل دعاوی کو بتا کر اور نیز عام اسلامی مسائل پر ان بیش بہا معارف و حقائق کو بیان کر کے جو حضرت مسیح موعود کے فیض صحبت سے آپ کو وافر طور پر میسر آئے ہیں یکلخت اس تمام نفرت کو دور کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں اُمید سے بہت بڑھ کر کامیابی ہوئی۔ کراچی میں آپ کے سات لیکچر ہوئے جن کو حسب معمول بہت دلچسپی سے سنا گیا۔ اور ورد مسائے کراچی نے آپ کی اور حضرت شاہ صاحب کی خاطر و مدارات اور امداد میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی فجزاھم اللہ احسن الجزا۔ وہاں سے حضرت خواجہ صاحب منگرول کی ریاست میں تشریف لے گئے جہاں سے منقریب تشریف آوری کی اُمید ہے۔

"آریہ سماج کے نمک کا قصور"

کے عنوان سے "مسافر" کسی شخص ستیہ دیو سابق غلام حیدر کی بعض مخالفانہ کارروائیوں کا رونا روتے ہوئے لکھتا ہے

"ستیہ دیو نے جو کچھ بھی کیا اس کا ہمیں مطلق افسوس نہیں کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں ستیہ دیو کا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ یہ سارا قصور آریہ سماج کے نمک کا ہے۔ دھرم پال (عبدالغفور) نے مدتوں آریہ سماج کا نمک کھایا اور آج اسی آریہ سماج پر کلھاڑا بجا رہا ہے۔[له] دھرم ویر (عبدالکبیر) برسوں آریہ سماج کے ٹکڑوں سے پلا اور آج وہی آریہ سماج کی بیخکنی کے درپے ہے۔ ایسی صورت میں ستیہ دیو (سابق غلام حیدر) سے اگر کوئی آریہ وفاداری کی توقع رکھتا ہے تو اپنے آپکو دھوکا دیتا ہے"

کیا مسافر اسی "نمک" کو مسلمانوں کے اندر رکھکر پھیلانا چاہتا ہے۔ بہتر ہے کہ وہ اسکو آریہ سماج کے نمکدان میں ہی رہنے دے اور باہر لیجاکر خواہ مخواہ اپنے مذہب پر کلھاڑا چلانے" اور اس کی بیخکنی کرانے کا باعث نہ ہو۔ آخر اس کا یہ اتنے مسافروں کا تجربہ کسی کام آنا چاہیئے اور اگر پہلے اس سے فائدہ نہیں اُٹھا سکا تو آئندہ ہی اس کے بدنتائج سے بچے

[له] "کلھاڑا بجا رہا ہے" یہ محاورہ اگر کسی نے پہلے نہ سنا ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

کیا مسیح موعود محمدؐ ہیں اور عین محمدؐ ہیں؟

"مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است" کے عنوان سے چار پانچ مضمون اخبار الفضل قادیان میں نکل چکے ہیں۔ چنانچہ اسی اخبار میں جو یکم جنوری اور ۸ جنوری ۱۹۱۶ء کو شائع ہوا اس کے صفحہ ۷ و ۸ پر اسی عنوان کے ماتحت دو مضمون نکلے ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام۔ کام اور مقام کی سخت ہتک اور توہین کی گئی ہے۔ اور حضرت غلام احمد مسیح موعود کو جو اپنے درجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت ہی کم ہیں اور مجدد یا ولی یا محدثی یا جزوی نبی سے بڑھ کر ایک ذرہ بھی رتبہ نہیں رکھتے اُن کو عین محمدؐ اور شان نبوت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مساوی اور برابر ٹھہرایا گیا ہے۔ ہمیں تو ان لوگوں کی حالت پر رونا آتا ہے کہ کس طرح یہ لوگ حق کو چھپانے اور لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے بے سود کوشش کر رہے ہیں۔ معلوم نہیں ان لوگوں کو ان باتوں کے لکھنے سے کیا حاصل۔ کہیں ان کے بنانے سے کبھی مسیح موعود محمدؐ اور عین محمدؐ بن سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ کہاں پاک محمد مصطفیٰؐ نبیوں کا سردار اور کہاں اُسکا ایک ادنیٰ غلام اور چاکر۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ کیا تم ان باتوں سے اُس جاہ وجلال والے نبی اور شان وشوکت والے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور عظمت کو گھٹا دو گے ہرگز نہیں۔ بلکہ تم پر ہمیشہ کے لئے خدا کی طرف سے پھٹکار ہوگی۔ کیا مسیح موعود کے نام کی آڑ میں تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بے حیائی سے ایسے کلمات لکھ کر کسی آسمان پر چڑھ جاؤ گے نہیں ہرگز نہیں بلکہ تم اس عظیم الشان رسول عربی کا مقابلہ کرکے تحت الثریٰ میں گر دئے جاؤ گے۔ کہا جاتا ہے کہ شہزادہ عبد اللطیف شہید نے حضرت مرزا صاحب کی نسبت یہ لفظ کہے تھے کہ "مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است"۔ ہم نہیں جانتے کہ عبد اللطیف شہید نے یہ کہنے کی کیا۔ خدا ہے الاعمال بالنیات۔ اگر شہید مرحوم کی نظر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی قدر ومنزلت تھی کہ وہ مسیح موعود کو جو احمد ومحمدؐ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں محمدؐ اور عین محمدؐ یقین کرتے تھے تو خدا کے ہاں بھی اُن کے شہید ہونے کی یہی عزت اور منزلت ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

افسوس کہ ان باطل خیالات کے پیرو ایک ظلم عظیم اور شرک جسیم یعنی حضرت مرزا صاحب کو نبی بنانے اور منوا دینے کی تائید اور اشاعت میں کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس بیّن بطلان کی حمایت پر قادیان کا مردہ اور مخذول اخبار نام کا الفضل کیسا تلا ہوا ہے اور اُس آفتاب صداقت رحمۃ للعالمین رؤف ورحیم خاتم النبیین محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی اہانت کرتا ہے کہ ایک غیور دل سینہ سے تڑپ کر باہر نکل جاتا ہے اس نے ایک غلام احمد کی جزوی نبوت کو کامل نبوت ثابت کرنے کے لئے خدا کے پاک دین اور پاک رسول محمدؐ مصطفیٰ کی وہ توہین کی ہے جو کسی نے آج تک نہ کی ہو ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ماننا مشکل ہو گیا ہے۔ یہ قرآن شریف کی طرف آتے ہی نہیں جو ہر ایک تنازعہ کا حَکَم ہے ان کا ایمان اب یہ ہو گیا ہے کہ اس وقت ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی چنداں حاجت نہیں رہی اسی لئے یہ محض جھوٹے اور دجالی طریق سے حضرت رسول کریم محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کو ہٹانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ایک اور کو نبی بنانے اور منوانے کے لئے ہر قسم کے جھوٹ اور تلبیس سے کام لے رہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب دنیا کے لئے ایک ہی مخصوص نبی ہونے کی خصوصیت کو مٹانے کے درپے ہیں۔ قرآن کریم میں صریح آیت خاتم النبیین لکھی ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی ان لوگوں نے صریح بے ایمانی سے اس آیت کو رد کر دیا اور باوجود اتفاق تمام مسلمانوں کے فرقوں کے کہ نبوت اور رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی۔ مگر افسوس ان لوگوں کے نزدیک ابھی نبوت اور رسالت ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی اس وقت بھی ساری دنیا کے لئے آ گیا اور آئندہ بھی نبی ساری دنیا کے لئے آئینگے۔ اور قرآن کی طرح ایک اور قرآن اس وقت بھی (جو الہامات مرزا صاحب ہیں) ساری دنیا کے لئے آ گیا اور آئندہ بھی کئی قرآن ساری دنیا کے لئے آئینگے۔ ان کے نزدیک خاتم النبیین۔ خاتم الکتب خاتم الشرائع کے یہ معنی ہی نہیں کہ آنحضرت نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور قرآن آسمانی کتابوں کو ختم کرنے والا یا قرآن شریعتوں کو ختم کرنے والا ہے۔ ان کے نزدیک کتب احادیث یا کتب لغت عرب جن کی رو سے خاتم النبیین کے اس کے سوا اور کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے کہ نبیوں کو ختم کرنے والا وہ سب کی سب ردی اور کچھ چیز ہی نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی تحریریں بتلا رہی ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ جانے سے اسلام کا تختہ ہی اُلٹ جاتا ہے۔ مگر ان کے نزدیک خواہ اسلام کا تختہ ہی اُلٹ جائے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آ جانا کچھ ہرج کی بات نہیں ایسا ہی مسیح موعود کی آخری کتاب چشمہ معرفت کہہ رہی ہے کہ

"پہلے زمانہ کے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ اور زمین کے چھوٹے سے قطعہ پر آباد تھے اور پھر وہ زمین کے دور دور کناروں تک پھیل گئے اور زبانیں بھی مختلف ہو گئیں اور اس قدر آبادی بڑھی کہ ایک ملک دوسرے ملک سے ایک علیحدہ دنیا کی طرح ہو گیا تو ایسی صورت میں کیا ضرور نہ تھا کہ خدا تعالیٰ ہر ایک ملک کے لئے الگ الگ نبی اور رسول بھیجتا اور کسی ایک کتاب پر کفایت نہ رکھتا۔ ہاں جب دنیا نے پھر اتحاد اور اجتماع کے لئے پلٹا کھایا اور ایک ملک کو دوسرے ملک سے ملاقات کرنے کے لئے سامان پیدا ہو گئے۔ اور باہمی تعارف کے لئے انواع اقسام کے ذرائع اور وسائل نکل آئے تب وہ وقت آ گیا کہ قومی تفرقہ درمیان سے اُٹھا دیا جائے اور ایک کتاب کے ماتحت سب کو کیا جائے تب خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی نبی بھیجا تا وہ سب قوموں کو ایک ہی مذہب پر جمع کرے اور تا وہ جیسا کہ ابتداء میں ایک قوم تھی آخر میں بھی ایک ہی قوم بنا دے"

مگر ان لوگوں کے نزدیک مسیح موعود نے بھی جھوٹ لکھ دیا کہ خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی کتاب (قرآن) اور ایک ہی نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا۔ اب نہ معلوم یہ ایک نبی سب دنیا کے لئے کس کو مانتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یا حضرت غلام احمد مسیح

موعود کو۔ دیکھو مسیح موعود تو اقرار کرتے ہیں کہ خدا نے سب دنیا کے لئے ایک ہی کتاب اور ایک ہی نبی (محمدؐ) بھیجا اور یہ لوگ مسیح موعود کو محمدؐ اور عین محمدؐ کہکر دو قرآن بنانا چاہتے ہیں۔ یہ گندی فطرت کے لوگ ہیں جن کو خدا نے پاک فطرت عطا کی ہے یا جن کو خدا کی طرف سے نورانی آنکھیں ملی ہیں وہ ایسی تحقیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہرگز نہیں کر سکتے کہ جس میں محمدؐ یا عین محمدؐ ہونے کی ایک بات بھی نہیں اس کو محمدؐ یا عین محمدؐ کہہ کر آنحضرتؐ کی ہتک کریں۔ یہ ظالم کیا جانیں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کس شان اور عظمت اور پایہ کا نبی ہے۔ اسلام میں کروڑ ہا ایسے پاک فطرت لوگ گذرے ہیں جن میں سے ایک حضرت غلام احمد مسیح موعود بھی تھے اور آگے بھی ہونگے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگ شان اور اعلیٰ مقام کو شناخت کیا اور دیکھا چنانچہ دیکھو حضرت مسیح موعود کے الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم میں کیا ہیں۔ آپ لکھتے ہیں ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پہ ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے
(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ ۵۶)

پھر فرماتے ہیں:
”میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے ہزار ہزار درود اور سلام اس پر یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا کہ حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا“
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵)

پھر فرماتے ہیں:
”۔۔۔ یہ وہ زمانہ آگیا جس میں خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمدؐ عربی ۔۔۔ وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے ۔۔۔ اور آخر اسی رسول کو تاج عزت

(اور مسیح موعود کے الہامات کو قرآن [illegible] عین قرآن اور عین قرآن [illegible])

پہنایا گیا اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ و مخاطبہ کرتا ہے“
حاشیہ پر لکھا ہے۔
”اس کے متعلق ایک الہامی شعر بھی ہے جو یہ ہے: ؎[1]
برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے۔
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۴)

کیا خدا نے ساری عمر ہی مسیح موعود کو اسی غلطی میں رکھا کہ ان کو یہ پتہ ہی نہ لگا کہ احمد تو خدا مجھ کو کہتا ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احمد کہہ رہا ہوں بلکہ یہ الہامی شعر پیش کرکے اور اس کے خود ہی معنی کرکے اس بات پر بھی آپ ہی مہر لگا دی کہ احمد میرا ذاتی نام نہیں ہے احمد صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ذاتی نام ہے اور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں اور غلاموں میں سے ایک ہوں اور الہام میں جو خدا نے میرا نام احمد رکھا ہے تو یہ ظلی طور پر اس عاجز کا نام ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۷۴)

[1] جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد ہونے سے انکار ہے وہ آنکھیں کھولے کہ خدا الہام میں احمد کس کا نام قرار دیتا ہے۔ اور غلام کس کو کہتا ہے۔ پھر کیوں احمد کے غلام کو احمد قرار دیتے ہو اور خدا سے نہیں شرماتے۔ خدارا سوچو اور انصاف کرو جب حضرت مرزا صاحب خود کہتے ہیں کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری ہستی کچھ بھی نہیں اور فرماتے ہیں کہ ”وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے“ اور لکھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ تو پھر یہ کیسا ظلم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ غلام اور چاکر کو محمدؐ اور عین محمدؐ کہکر آنحضرتؐ کی علو شان کی ہتک کی جائے۔ جانے دو شہزادہ عبد اللطیف شہید کو کہ اس نے حضرت مرزا صاحب کی شان کو ایسا بڑھایا کہ نعوذ باللہ ان کو عین محمد ہی قرار دے دیا۔ اس کے اعمال اس کے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ تم خدا کے حضور اس کے اعمال یا اقوال کے جواب دہ نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی نیک عمل کے سبب اس کا یہ گناہ معاف کر دیا ہو لیکن ہمکو یہ فرض نہیں کہ ہم اس کے اسی قول کو جو صریح قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کے اقوال کی تکذیب کرتا ہے پیروی کریں

خدا نے سب نبیوں سے بہتر اور برتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس تمام جہان کے نبی کو بنایا ہے جس کا نام ہی محمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم ان اللّٰہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما پھر ہم کو کیا ضرور ہے کہ اس کو محمدؐ اور عین محمد کہیں جس کا محمد ہونا تو درکنار اس کا درحقیقت نبی ہونا بھی ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کو اگر نعوذ باللہ نبی کہا جائے تو سارے نبی جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ مثلاً دیکھو حضرت مرزا صاحب اُمتی ہیں اور اُمتی درحقیقت نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُمتی اور نبی کی دونو حقیقتیں آپس میں متناقض ہیں۔ ان دونوں حقیقتوں کا ایک شخص میں ماننا اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے۔ حضرت مسیح موعود نے اسی لئے اس بات پر بار بار زور دیا کہ میں اُمتی ہوں۔ اور جو کامل طور پر اُمتی ہوگا وہ باوجود اُمتی ہونے کے کسی طرح بھی کامل طور پر نبی نہیں ہو سکتا جیسا فرمایا کہ

(۱) ”صاحب نبوت تامہ ہرگز اُمتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللّٰہ“ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹)

(۲) ”جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر اُمتی ہوگا۔ تو پھر باوجود اُمتی ہونے کے کسطرح رسول نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اور اُمتی کا مفہوم متباین ہے“ (ازالہ صفحہ ۵۷۵)

(۳) ”اور جو شخص اُمتی کی حقیقت پر نظر غور ڈالے گا وہ بداہت سمجھ لیگا کہ حضرت عیسیٰ کو اُمتی قرار دینا ایک کفر ہے“ (ضمیمہ براہین حصہ پنجم صفحہ ۱۹۲ مطبوعہ ۱۹۰۸ء)

(۴) ”ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اُمتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اس کو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ اُمتی ہونے کے ہے نہ خود بخود یہ کسقدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں یعنی اُمتی اور نبی کا مفہوم ایک دوسرے کے خلاف ہے“ مطلب یہ کہ اُمتی درحقیقت نبی نہیں ہو سکتا اور نبی درحقیقت اُمتی نہیں ہو سکتا۔ ناقل) (ریویو مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی مطبوعہ ۱۹۰۲ء)

تو معاذ اللہ کچھ چیز ہی نہیں۔ جو کچھ ہے اور جس قدر قرآنی آیات ہیں وہ سب مسیح موعود کے لئے ہیں۔ اور **کوشش کی** کہ لوگ محمد رسول سے منہ پھیر کر مسیح موعود کو واقعی اور حقیقی نبی مان لیں۔ پس در حقیقت خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کی کمال درجہ کی تحریف کرنے والی اور جھوٹ کو سچ کر کے دکھانے والی ایک یہ قوم دشمن اسلام پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلم احمدی کو ان کے شر سے بچاوے

اللھم انا نجعلک فی نحورھم و نعوذ بک من شرورھم۔

تعجب ہے کہ مسیح موعود کی اس عبارت سے جو آپ نے نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳ میں لکھی ہے

"مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی قبر میں دفن کیا جائے گا۔ کیونکہ
رنگ دوئی اس میں نہیں آیا۔ پھر کیونکر
علیحدہ قبر میں تصور کیا جائے"

یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ رنگ دوئی نہ ہونے کی وجہ سے آپ محمدؐ اور عین محمدؐ ہو گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت امام علیہ السلام کی اس لطیف کلام کا یہ مطلب ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کا مطلب تو صاف یہ ہے کہ جب غلامان محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانشینی کے طور پر کچھ رنگ نبوت میں سے دیا جاتا ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تو خلاف کچھ کہتے ہیں اور نہ خلاف آپ کے فرمان کے کچھ عمل کرتے ہیں۔ اس حدیث نے سمجھایا تو اس میں یہ ہے کہ **اسمہ کاسمی یدفن معی فی قبری** سے یہ نہ سمجھ لینا کہ محمدؐ یا احمد نام ہونے سے مہدی کوئی نبی ہوگا۔ بلکہ یہ کہ وہ ایک مرد مسلمان ہوگا۔ اور مسلمانوں کی طرح روحانی طور پر میری قبر میں دفن ہوگا۔ یعنی وہ میرا متبع ہوگا۔ نہ مجھ سے الگ ہو کر کوئی علیحدہ اپنی اتباع کرائے گا اور نہ وہ نبی ہوگا۔ اس رنگ کا کلام باعتبار ظلیت کاملہ کے تمام کاملین اُمت محمدیہ کرتے آئے ہیں۔ ذرا اولیائے کرام کی کتابوں کو اٹھا کر پڑھو کہ ان میں بھی اسی طرح کا کلام ہے۔ یا کسی اور طرح کا۔ بھلا کسی نبی کے کلام سے تو ایسے لفظ نکال کر دکھلاؤ کہ

من ہما نم من ہما نم من ہماں

کیا کسی نبی نے ایسا کلام کیا ہے کہ میں

"باعتبار ظلیت کے وہی شخص ہوں"

یا خدا نے مجھے ہر ایک بات میں فلاں نبی کے وجود میں داخل کر دیا" انہی کلاموں اور تحریروں سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود ہرگز ہرگز نبی نہ تھے۔ ورنہ نبی کو اس قسم کے لفظوں کے لکھنے اور بولنے کی کیا ضرورت کہ مجھے

مستعار طور پر نبی اور رسول کہا گیا

(نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۵)

کون نبی دنیا میں آیا جس نے اپنے آپ کو مستعار طور پر نبی اور رسول کہا یا جس نے بروزی اور ظلی اور لغوی اور جزوی اور مجازی اور طفیلی اور غیر حقیقی اور ناقص طور پر نبی اور اُمتی نبی وغیرہ وغیرہ الفاظ اپنی نسبت بولے کیا ہم نعوذ باللہ من ذالک حضرت مسیح موعود کو محمدؐ اور عین محمدؐ مان کر یہ بھی مان لیں کہ (نقل کفر کفر نہ باشد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ظلی اور بروزی اور جزوی اور مجازی اور غیر حقیقی نبی تھے یا معاذ اللہ ناقص یعنی اُمتی نبی تھے اگر ایسا سمجھنے والا کہ مسیح موعود محمدؐ است و عین محمدؐ است۔ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جزوی۔ ظلی۔ طفیلی۔ تمثیلی مجازی غیر حقیقی بروزی اور ناقص یعنی اُمتی نبی مانتا ہے تو وہ یقیناً اسلام کا چولہ اپنے بدن سے اُتار چکا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلی بروزی مجازی غیر حقیقی یا اُمتی نبی کہنا کفر ہے۔ اور کوئی نہیں کہ اس کو کفر نہ سمجھے۔ میاں محمود احمد گدی نشین قادیان جو اس فتنے کا بانی مبانی ہے وہ بھی میں یقین کرتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جزوی۔ ظلی۔ بروزی۔ مجازی۔ غیر حقیقی اُمتی نبی کے الفاظ کو منسوب کرنا کفر ہی کہے گا۔ مگر حضرت مسیح موعود کی طرف ان تمام الفاظ کو منسوب کرنا وہ ہرگز کفر نہیں کہہ سکتا۔

ان لفظوں سے کہ **مسیح موعود محمدؐ است و عین محمدؐ است** سے شاید بعض انسان پرست یا پیر پرست آدمیوں کو کوئی طمانیت قلبی حاصل ہوتی ہو تو ہو مگر ان الفاظ سے کوئی ایسا نتیجہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچانے والا۔ یقین دلانے والا تسکین بخشنے والا یا ان الفاظ کی واقعیت اور صلیت کو ثابت کرنے والا ہو پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس قسم کے الفاظ یا کلمات کہ فلاں شخص چونکہ فنا فی الرسول یا ظل یا بروز ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ہی داخل ہو گیا ہے اس لئے وہ محمدؐ ہے یا عین محمدؐ ہے زیادہ تر صوفیا نہ عرفانیات سے علاقہ رکھتے ہیں۔ ان عبارتوں کے ظاہری معنی لینے والے محض تخیلات میں پھنسے ہوتے ہیں اور کوئی ثبوت ان کے محقق اور واقعیہ ہونے کا نہیں دے سکتے۔

ظل۔ بروز اور مجاز وغیرہ کے تمام معانی جو اس وقت یہ نیا فرقہ محمودیہ نام کرتا ہے بجز تخیلات نفسی کے زیادہ رتبہ نہیں رکھتے اور محض ہیچ اور پوچ اور بیکار ہیں۔

ظل میں اصل کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی جس طرح دھوپ دیوار پر پڑتی ہے اور دیوار نہیں کہہ سکتی کہ میں سورج ہوں۔ اسی طرح ظلی نبی نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں درحقیقت نبی ہوں۔ کیونکہ اُس حقیقی آفتاب محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا الگ ہو کر پھر دیکھے کہ اُس میں کیا روشنی ہے اور کونسی اُس کی شان رہ جاتی ہے۔ کیا درخت کے ظل کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ درخت ہے۔ پس جب مسیح موعود لکھتے ہیں کہ

"میری نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰)

تو معلوم ہوا کہ حضرت صاحب درحقیقت نبی نہیں کیونکہ جس کی نبوت اصلی نہیں ہے بلکہ ظلی نبوت ہے جس کے معنی ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ نبی ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ اکیلا نبی کہلا سکتا ہے۔ ہزار کسی کو محض فیض محمدی سے وحی اور الہام ہوتا رہے اور خواہ وہ کیسا ہی قطعی اور یقینی ہو جب دین اسلام بموجب **الیوم اکملت لکم دینکم** کامل ہو چکا اب لاکھ الہام اور وحیاں کسی کو ہوں اُس میں کوئی نئی بات پیدا نہیں کر سکتیں۔ کاملین اُمت محمدیہ کو اکثر تو خدا تعالیٰ کا مکالمہ مخاطبہ عربی میں ہوتا ہے۔ **بلکہ بہت حصہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ مخاطبہ کا قرآن شریف کی آیتوں کے ساتھ ہوتا ہے۔** اسی طرح حضرت صاحب کو ہوا۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے۔ اور اس طور پر ایک نئے طریق سے ملہم کو یقین دلایا جاتا ہے کہ جس رسول یعنی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ایمان رکھتا ہے وہ سچا رسول ہے۔ اور جس کتاب کو وہ مانتا ہے یعنی قرآن شریف کو وہ خدا کی کتاب ہے۔ اس سے زیادہ مقصود اولیائے اُمت یا مسیح موعود کے الہاموں کا نہیں ہو سکتا۔ پس جو لوگ مسیح موعود کے الہامات کو ایک دوسرا قرآن یا قرآن جیسا کلام سمجھتے ہیں وہ جھوٹے ہیں کیونکہ وہ اس بات کا کبھی دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ الہامات جبرائیل علیہ السلام بطور وحی نبوت اور رسالت کے حضرت مسیح موعود پر لائے تھے یا خواب اور مکاشفہ یا القا کی صورت میں۔ بطور الہامی فقروں کے حضرت امام کی زبان پر جاری ہو گئے تھے۔ جیسا کہ حضرت امام یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے رویا اور مکاشفات سے ظاہر ہے۔ اور جیسا کہ حضرت امام کو خود اقرار ہے کہ یہ میری وحی وحی ولایت اور وحی محدثیت ہے نہ اور کچھ۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ فرقہ محمودیہ یوں ہی خیال باطل میں مبتلا ہے اور اسلام کی صورت مسخ کرنے اور دین اللہ کو برباد کرنے اور قرآن کے بعد حضرت مرزا صاحب کے الہامات کا ایک نیا قرآن بنانے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

کے بعد مسیح موعود کو محمدؐ اور عین محمدؐ بنانے اور منوانے کے درپے ہے۔ کیا آپ لوگ نہیں دیکھتے کہ کیا کچھ جان کاہی کے ساتھ یہ لوگ یہی کوشش کر رہے ہیں کہ خواہ دین جائے ایمان جائے مگر کسی طرح مسیح موعود خاتم النبیین کے بعد درحقیقت نبی مان لئے جاویں۔ قرآن کریم میں صریح خاتم النبیین کی آیت موجود ہے۔ مگر انھوں نے اس آیت کو رد کرکے اپنے ناپاک خیال کی تائید میں ایک نہایت مخدوش اور مجروح اور موضوع حدیث جس کو خود مسیح موعود نے ضعیف منفرد ناقابل اعتبار اور قرآن احادیث صحیحہ کے خلاف قرار دیا ہے سند پکڑ لیا ہے اور اس کو قرآن کریم پر مقدم کر لیا ہے۔ یہ وہ مصیبت ہے کہ اسلام پر اس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ کہ اسلام میں محمد رسول اللہ کی جگہ ایک اور نبی واجب الاطاعت اور قرآن کی جگہ ایک اور قرآن واجب التعمیل منوانا پڑا ہو۔ دیکھو اگر یہ لوگ پہلے مسیح موعود کو محمدؐ اور عین محمدؐ نہ منوا لینگے۔ تو الہامات مسیح موعود کو قرآن اور عین قرآن پھر کون مانے گا۔

ہزاروں ناسمجھ لفظی مغالطوں سے بھی دھوکا کھا جاتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ نبی تو امتی نہیں ہو سکتا مگر امتی نبی ہو سکتا ہے۔ مگر کیا عقل اس بات کو ایک لحہ کے لئے بھی روا رکھ سکتی ہے کہ امتی ہونے کی حقیقت کبھی بھی کسی نبی میں متحقق ہو سکتی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں نبی ہونے کی حقیقت کبھی بھی کسی نبی میں متحقق ہو سکتی ہے۔ کیا عقل مان لیتی ہے کہ امتی جب نبی ہو جائے تو پھر بھی باوجود نبی ہونے کے دوسرے نبی کی اطاعت اور پیروی کا ایسا ہی محتاج ہے کہ اگر ایک قدم بھی اس نبی متبوع کی اطاعت سے ادھر ادھر ہو جائے تو وہ گمراہ اور بے دین اور کافر ہو جائے۔ کیا کسی کے دل کو اس امر پر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نبی کہلا کر امتی بھی ہو اور خود بھی اور دوسروں کو بھی ایک اور نبی کا جو اس سے پہلے ہزاروں سال ہوئے فوت ہو چکا ہے کلمہ پڑھائے اور بیعت میں اپنی نبوت کے اقرار کرانے کا لوگوں سے نام تک نہ لے۔ افسوس ہے کہ ان لوگوں نے امتی نبی ہونا بھی نبوت کی ایک قسم سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ کوئی قسم نبوت کی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ کوئی قسم نبوت کی ہوتی تو اس نبوت کے مالک بھی کئی ایک ہوتے۔ نہ کہ ابتداء سے لے کر اس وقت تک صرف ایک آدمی اور آگے تو اس لئے کوئی نہیں ہو سکتا کہ اگر کوئی ہو جائے تو مسیح موعود نبی کا نام پانے کے لئے پھر مخصوص نہیں رہتے۔ اور پیشگوئی میں رخنہ پڑتا ہے۔ کیونکہ ایک ہی شخص کے امتی نبی ہونے کی خبر ہے۔ غرض کہاں تک لکھوں اور کہاں تک کہوں۔ پہلا اصول ہمارا تو نصوص صریحہ کا ہے۔ اس کے ذریعہ اگر ہمارے یہ گم

کردہ راہ بھائی اس بات کو پرکھنے لگیں تو ان کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ یہ نرا طمع اور ملمع ہی ہے۔ کہ مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است حق کی چمک اس میں ذرا بھی نہیں۔ یہ لوگ بڑا زور آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پر دیتے ہیں۔ مگر جو معنی یہ آیت خاتم النبیین کے کرتے ہیں اور جو معنی یہ اس آیت وآخرین منھم کے کرتے ہیں ان میں باہم تطبیق نہیں دے سکتے اور نہ ان کے خود کردہ معنی کبھی مطابق ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر خاتم النبیین کے یہ معنی کریں کہ پہلے براہ راست نبی ہوتے تھے اور اب آنحضرتؐ کے واسطے اور وسیلہ اور فیض سے نبی ہونگے تو النبیین کا لفظ بتلا رہا ہے کہ ایک نہیں دو نہیں چار نہیں بلکہ براہ راست نبیوں کی طرح ہزاروں اور لاکھوں نبی ایسے ہوں جو براہ راست نہیں بلکہ محض فیض محمدی سے نبوت پانے والے ہوں۔ پھر آخرین منھم کے معنی جو یہ کرتے ہیں اسلئے صحیح نہیں بیٹھتے کہ یہ کہتے ہیں اسمیں صرف ایک نبی کے مبعوث ہونے کا ذکر ہے۔ تو غرض یہ کہ نہ وہ معنی صحیح ہیں اور نہ یہ معنی صحیح ہیں۔ یہاں آخرین جمع کا صیغہ ہے اور وہاں بھی النبیین جمع کا صیغہ ہے۔ اگر النبیین سے مراد علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہے تو آخرین منھم سے بھی مراد یہی ہے۔ کہ ہزاروں ایسے گروہ آنحضرت صلعم بروزی رنگ میں محمد ہو کر ایسی قرآن کی آیتوں کو لوگوں پر پڑھینگے۔ اور اسی قرآن پر خود عامل ہو کر تزکیہ نفوس بھی کرینگے۔ اور کتاب یعنی قرآن اور حکمت سکھائینگے۔ اور بروزی رنگ میں مجازی طور پر نبی بھی ہونگے نہ یہ کہ عیسائیوں کی تثلیث کی طرح ایک دو اور دو ایک کا مسئلہ اس آیت سے تراشیں یعنی کہ محمدؐ رسول اللہ مرزا صاحب بھی ہیں اور محمدؐ رسول اللہ محمدؐ عربی بھی ہیں۔ تو وہ الگ الگ بھی ہیں اور وہ ایک بھی ہیں۔ مرزا صاحب عین محمدؐ بھی ہیں اور عین محمدؐ نہیں بھی۔ مرزا صاحب اور محمدؐ رسول اللہ دو الگ الگ وجود بھی ہیں اور الگ الگ نہیں بھی۔ اس گورکھ دھندے کو عیسائیوں والا دماغ ہی سمجھے تو سمجھے موحد تو اس غلط خیال کو دور ہی سے سلام کہتے ہیں۔

ظل النبی اگر درحقیقت نبی ہو سکتا ہے تو پھر ماننا چاہیئے کہ ظل اللہ پھر درحقیقت خدا بھی ہو سکتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ ظل النبی کو جو محض نبی کا ایک سایہ ہے اصل نبی بنا بیٹھے ہیں۔ اس سے زیادہ ان لوگوں میں جو اس وقت اپنے آپ کو **احمدی** نہیں بلکہ محمودی کہتے ہیں اور کچھ نہیں کہ وہ اپنے امور خیالیہ پر جو بے اصل محض ہیں جم گئے ہیں۔ اور انھیں لغویات کو کہ "مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است" صحیح خیال کرنے لگے ہیں۔ ان کی قرآن کی تفسیر صرف اپنے خیال کی تفسیر ہوتی ہے۔

ان کی ترقی اسلام صرف اوہام کی ترقی ہے دگر لوگ میاں صاحب کو ملہم اور مسیح موعود کا بیٹا سمجھ کر ان کے گرد ایسے جمع ہو جاویں جیسے بت پرست کسی بت کے گرد اور گو میاں صاحب کے مرید آج یہ لکھتے لکھتے کہ مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است کل یہ لکھنے لگ جاویں کہ مسیح موعود خدا است وعین خدا است مگر میاں صاحب ان کو ہرگز منع نہیں کرینگے۔ بلکہ اس شغل کو اور بھی ترقی دینگے۔ یہانتک کہ لوگ اگر قرآن کریم کی جگہ مسیح موعود کے الہامات کا ہی ایک الگ قرآن بنالیں اور نمازوں میں بھی انہی کو پڑھنا شروع کر دیں اور قادیان کی طرف منہ کرکے ہی نماز پڑھنے لگ جاویں تب بھی میاں صاحب ان کو ہرگز منع نہ کرینگے۔ کیونکہ یہ تو ان کی دلی مراد ہے۔ کہ لوگ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو گذشتہ نبیوں کی طرح مانیں اور اس وقت کا نبی حضرت مرزا صاحب کو مانیں۔

ان الشیطان لکم عدوا فاتخذوہ عدوا۔ انما یدعو حزبہ لیکونوا من اصحاب السعیر

خدا سے دور ہلاک شدہ شیطان ضرور ہی تمہارا دشمن ہے۔ پس تم اُسے دشمن ہی بنا لو۔ وہ تو اپنی جماعت کو بلاتا ہی رہتا ہے کہ بھڑکنے والے دوزخ میں اُس کے ساتھی ہوں۔ (باقی آئندہ انشاءاللہ)

خاکسار حکیم محمدؐ حسین احمدی مشنری تاجر مرہم عیسیٰ

از مقام ملوٹ ضلع فیروزپور ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء

پیغام صلح ۔ حکیم محمدؐ حسین صاحب مرہم عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اُنھوں نے میاں صاحب اور اُن کی جماعت کے فتنہ انگیز خیالات کا قلع قمع کرنے میں بہت ہمت سے کام لیا ہے اور میاں صاحب کی غلطیوں سے جماعت کو جہاں تک ہو سکا ہے متنبہ کرنے کی انھوں نے کوشش کی ہے۔ نہ صرف تحریر کے ذریعہ سے ہی بلکہ خود لوگوں کے گھروں میں جا جا کر انھوں نے لوگوں کو سمجھایا۔ اور صحیح راہ پر قائم ہونے کی تلقین کی ہے۔ ہم پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں حکیم صاحب کے ضلع فیروزپور میں جانے کا حال مختصراً لکھ چکے ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون آپ نے اسی دورہ میں ہی وہیں سے لکھ کر ارسال فرمایا تھا۔ اس علاقہ میں آپ کو نمایاں کامیابی ہوئی ہے۔ اور **تیرہ سات آدمیوں نے میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کی ہے۔**

ان کے توبہ نامے ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ جنہیں کسی آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔

اور بھی بہت سے حوالے ہیں کہ اُمتی درحقیقت نبی نہیں ہوسکتا اور نہ نبی درحقیقت اُمتی ہوسکتا ہے اور جس طرح صرف نبی کو اُمتی کہنا کفر ہے اسی طرح اُمتی کو صرف نبی کہنا کفر ہے۔ مگر میں نے اس جگہ سب حوالوں کو چھوڑ دیا ہے۔ اب آؤ دیکھیں کہ مسیح موعود میں محمدؐ یا عین محمد ہونے کی بھی کوئی بات پائی جاتی ہے یا نہیں

(۱) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمتی ہرگز نہ تھے بلکہ خدا کے قول وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کے مطابق رسول اللہ نبی اللہ اور مطاع کل بنی آدم تھے

(۲) یہ محمد (یعنی مسیح موعود) اُمتی تھے اس لئے خدا کے قول اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے مطابق رسول اللہ اور نبی اللہ اور مطاع ہرگز نہ تھے۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی اور رسول اور مطاع مانتے تھے

(۳) محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر قرآن جیسی بے نظیر کتاب نازل ہوئی اور مادری زبان عربی میں یہ تمام قرآن وحی ہوا۔

(۴) اس محمد (مسیح موعود) کو انگریزی اردو فارسی وغیرہ زبانوں میں الہام ہوئے اور کچھ قرآنی آیات بھی الہام میں القا ہوئیں کتاب وتاب کچھ بھی نہیں اُتری۔

(۵) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بعثت شریعت اور کتاب اکمل الکتب نازل ہوئی اور آپ صاحب شریعت نبی اور صاحب کتاب نبی کہلائے

(۶) اس محمد (مسیح موعود) پر نہ شریعت نہ کتاب اگر الہام ہیں تو وہ کسی کتاب کی تکمیل نہیں کرتے بلکہ وہ خود کتاب اللہ قرآن کریم پر عرض کئے جانے کے بعد قرآن کریم کی تصدیق کے محتاج ہیں۔

(۷) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور نبی ہیں

(۸) یہ محمد (مسیح موعود) صرف ولی اللہ اور محدث اللہ ہے رسول اللہ اور نبی اللہ ہرگز نہیں۔

(۹) محمد رسول اللہ پر ہر رسول اور نبی کی سی وحی کی طرح جبرئیل علیہ السلام ہی وحی نبوت لایا کرتے تھے اور سارا قرآن جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ پر اُتار اگیا۔

(۱۰) اس محمد مسیح موعود پر کبھی جبرئیل علیہ السلام ایک حرف بھی وحی لے کر نہیں آئے آپ کے جو الہامات ہیں وہ بھی وحی نبوت کے طور پر نہیں بلکہ وحی ولایت اور وحی محدثیت کے طور پر ہیں کہ صلحا و اولیاء اُمت کی طرح کبھی قرآنی آیات الہام کے رنگ میں القا ہوگئیں الا کبھی کسی اور زبان میں کوئی فقرہ الہام کا زبان پر جاری ہوگیا۔

(۱۱) محمد رسول اللہ کی وحی کا پڑھنا عین ثواب اور ہر مسلم اور مسلمہ پر فرض اور اس کا اتنا ادب ہے کہ نماز میں سوائے قیام کے رکوع یا سجدہ میں اس کو نہیں پڑھ سکتے۔

(۱۲) اس محمد (مسیح موعود) کے الہامات کو نہ تو پڑھنا فرض ہے اور نہ نماز میں ان کو پڑھنا جائز۔ بلکہ اگر نماز میں ان کو الحمد شریف یا کسی سورت کی جگہ کوئی پڑھے بھی تو اُس سے نماز فاسد اور غیر مقبول یعنی مردود ہوجاتی ہے۔

(۱۳) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی پر جو قرآن ہے۔ ایمان لانے سے انسان مسلمان ہوتا ہے کیونکہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے حکم ہے امنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم و اصلح بالھم (سورۃ محمد) یعنی وہ کلام جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اُس پر ایمان لاؤ اور وہی حق ہے اُن کے رب کی طرف سے ایسے لوگوں کے خدا گناہ بخش دے گا۔ اور اُن کے دلوں کی اصلاح کرے گا اور اُن کا حال اور مآل درست کر دے گا اب دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے کس قدر خدا تعالیٰ اپنی خوشنودی ظاہر فرماتا ہے کہ اُن کے گناہ بخشتا ہے اور اُن کے تزکیہ نفس کا خود متکفل ہوتا ہے۔

(۱۴) اس محمد مسیح موعود پر جو الہام ہوئے اول تو ان کی یہ شان ہی نہیں کہ انبیا کی وحیوں کی طرح اُن پر ایمان لانا خدا نے فرض فرمایا ہو اور جو اُن الہامات پر ایمان نہ لائے اُن کے لئے خدا نے اپنا سخط یوں فرمایا ہو کہ اولٰئک ھم الکافرون حقاً اور یا حضرت مرزا صاحب کے الہاموں میں کہیں خدا نے یوں فرمایا ہو کہ ہم نے تجھ پر اُسی طرح وحی کی جس طرح کہ تجھ سے پہلے انبیا پر وحی کی پھر یہ الہام صرف پیشگوئیاں ہیں جن میں سے بعض پیشگوئیوں کو خدا نے حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ہی منسوخ بھی کر دیا۔ پھر ان میں قرآن کریم سے علاوہ کوئی حکم نہیں جن کے ماننے کا علیحدہ کوئی الٰہی حکم ہو اور اُن کے نہ ماننے سے انسان کافر یا بے ایمان ٹھہرے۔

(۱۵) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے پاؤں اُکھڑ جانے پر تن تنہا میدان جنگ میں ننگی تلواروں کے سامنے للکار کر کہا انا النبی لا کذب اور از ابتدا تا آخر کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے نبی اللہ یا رسول اللہ ہونے کا انکار نہیں کیا

(۱۶) اس محمد (مسیح موعود) نے پہلے کہا کہ میں ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں اور کہا کہ میں مدعی نبوت نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں اور بقول ان محمودیوں کے برابر پندرہ برس تک کانوں پر ہاتھ دھر ناد ہا کہ میں نبی نہیں - میں نبی نہیں - لیکن جب پندرہ برس کے بعد متواتر الہاموں سے آپ کو پورا علم اور انکشاف ہوگیا کہ میں نبی ہوں تو اُس وقت بھی اُس شجاعت سے کام نہ لیا کہ جس شجاعت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کام لیا تھا۔ کبھی بھی اپنے مخالفوں کے سامنے یہ نہ کہا کہ میں نبی ہوں تم جب تک مجھ کو نبی نہ مانو گے مسلمان نہیں ہوسکتے۔ اتنا بھی تو نہ کیا کہ اُس وقت یعنی ۱۹۰۲ء کے بعد ہی اپنے کسی مرید سے اپنے نبی ہونے کا اقرار بیعت میں لے لیتے۔ مخالفوں اور موافقوں نے جب جب پوچھا ہمیشہ نبی کے لفظ کی تاویل کرتے رہے کبھی اُس کے لغوی معنی بتا کر اعتراضوں سے بچنا چاہا کبھی نبی کے لفظ کو اپنی نسبت مجاز اور استعارہ کہہ کر اپنی جان چھڑائی۔ سینکڑوں مرتبہ اپنی نبوت کو ایسے لفظوں میں بیان کیا کہ لوگ سمجھیں کہ آپ کا نبوت کا دعویٰ نہیں اور بیسیوں مرتبہ اپنے آپ کو ویسا ہی نبی کہا جیسے کہ اور مجددین۔ چنانچہ اپنی وفات سے چند گھنٹے پہلے بھی اپنی نبوت کے متعلق ایسے لفظ کہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو ہرگز نبی ہونے کا دعویٰ نہیں۔ میں اس جگہ اُس ڈائری کو جو ۲۵ - مئی ۱۹۰۸ء بوقت ظہر لکھی گئی بدر سے نقل کرتا ہوں - تا آپ دیکھیں کہ سب سے اخیر کے لفظ آپ کے اپنی نبوت کے متعلق کیا ہیں۔

لاہور - ۲۵ - مئی ۱۹۰۸ء - ظہر - ایک شخص سرحدی آیا - بہت شوخی سے کلام کرنے لگا - اس پر فرمایا - میں نے اپنی طرف سے کوئی اپنا کلمہ نہیں بنایا نہ نماز علیحدہ بنائی ہے - بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو دین و ایمان سمجھتا ہوں - یہ نبوت کا لفظ جو اختیار کیا گیا ہے صرف خدا کی طرف سے ہے جس شخص پر پیشگوئی کے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کسی بات کا اظہار بکثرت ہو اُسے نبی کہا جاتا ہے خدا کا وجود خدا کے نشانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے

میں مثنوی میں لکھا ہے۔

آں نبی وقت باشد اے مرید

محی الدین عربی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے حضرت مجدد نے بھی یہی عقیدہ ظاہر کیا ہے پس کیا سب کو کافر کہوگے۔ اور لکھو یہ سلسلہ نبوت قیامت تک ہمیشہ جاری رہیگا اس پر اس سرحدی نے سوال کیا کہ دین میں کیا نقص رہ گیا تھا جس کی تکمیل کے لئے آپ تشریف لائے فرمایا احکام میں کوئی نقص نہیں۔ نماز قبلہ۔ زکوٰۃ کلمہ وہی ہے کچھ مدت کے بعد ان احکام کی بجا آوری میں سستی پڑ جاتی ہے۔ بہت سے لوگ توحید سے غافل ہوجاتے ہیں تو وہ اپنی طرف سے ایک بندہ کو مبعوث کرتا ہے۔ جو لوگوں کو از سر نو شریعت پر قائم کرتا ہے۔ سو برس تک سستی واقع ہو جاتی ہے۔ .... (اسی لئے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سو برس کے بعد مجدد آئے گا۔ مخالفین بھی اس بات کے قائل ہیں۔ پہلی اگر میرے وقت میں ضرورت نہ تھی تو پیشگوئی باطل جاتی ہے۔ الخ

دیکھئے اس تقریر میں حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو صرف مجددوں میں رکھا ہے اور مثنوی رومی کا ایک مصرعہ مخالف کے سامنے پیش کیا ہے کہ

آں نبی وقت باشد اے مرید

جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے۔

"تا از و نور نبی آید پدید"

اسی طرح محی الدین ابن عربی اور مجدد الف ثانی کے عقائد کی طرف بھی اُسے توجہ دلائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپ اپنے آپ کو ویسا ہی نبی سمجھتے تھے جیسا کہ مجددین اُمت محمدیہ یا اولیاء عظام اپنے آپ کو وقت کا نبی سمجھتے تھے۔ اگر آپ فی الواقع نبی ہوتے تو یہ جواب آپ کا ایک مخالف کو دینا آپ کی دیانت اور امانت کے خلاف ہوتا مگر اُس احمق اور جہلا کو کون قائل کر سکتا ہے جو اپنا مذہب یہ رکھتا ہے کہ مسیح موعود محمدؐ است وعین محمدؐ است میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر نبی اپنے نبی ہونے یا اپنی اُس وحی کی جو اس پر آتی ہے یا خدا کی طرف سے اُس علم کی جو اُس پر کھولا گیا ہے اشاعت نہ کرے اور اپنا نبی ہونا لوگوں کو نہ منوا سکے تو وہ مخلوق پر ظلم کرتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردہ فرض کو انجام نہیں دیتا۔ نبی کا ایک یہ بھی نشان ہے کہ وہ اشاعت حق سے نہیں

رکتا۔ مگر یہ کیسا نبی ہے کہ جس نے بقول جناب میاں صاحب کے اپنے ہزار ہا الہامات کو چھپائے رکھا اور شائع نہ کیا۔ کبھی بھی مخالفوں یا موافقوں کے سامنے نہ کہا کہ میں یقیناً نبی ہوں۔ میں یقیناً نبی ہوں۔ اور جو مجھکو نہ مانے وہ آیت **اولئك هم الكافرون** حقاً کے ماتحت پکا کافر یعنی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ جب کہا تو یہی کہا کہ جو ہم کو کافر نہیں کہتا ہم اُس کو ہرگز کافر نہیں کہتے

بھائیو خدارا سوچو اور انصاف کرو نبی اللہ اور رسول اللہ میں تو ایک شجاعت ہوتی ہے اس لئے وہ کبھی بھی اپنے پیغام پہنچانے اور اشاعت حق میں نہیں ڈرتے۔ رسالات ربانی کو چھپانا سخت گناہ ہے۔ پس ہم کیونکر اس حقیقت کو چھوڑ سکتے ہیں جس پر قرآن کریم نے ہمیں قائم کیا ہے۔ اور مسیح موعود کو جو درحقیقت نبی نہیں۔ نبی اور محمدؐ اور عین محمدؐ کہہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہم ان لغو باتوں میں نہیں پڑنا چاہتے۔ محمد رسول اللہ ایک ہی ہے جس کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں جس پر قرآن جیسی بے نظیر کتاب نازل ہوئی۔ نمازوں میں اور دعاؤں میں رات دن میں قریباً چالیس مرتبہ اُسی محمدؐ کے رسول اللہ اور نبی برحق ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ پس ہم کیونکر اس نبی الجمال اور ارفع و اعلیٰ واعظم الشان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کسی اور کو محمد رسول اللہ یا عین محمدؐ یقین کریں۔

ہمیں تو خدا کی حمد کرنی چاہیے کہ ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے کہ جو محمدؐ اور احمد ہے اور جس کا غلام اور خادم مسیح موعود ہے۔ ہم یہی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ کوئی اور محمد رسول اللہ ہے اور نہ کوئی اور احمد نبی اللہ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے صرف محمد رسول اللہ کو ہی خاتم النبیین کہا ہے اس لئے اب کوئی اور محمدؐ یعنی خاتم النبیین قیامت تک نہیں ہوسکتا۔ اور جو ایسا کہتا ہے وہ جھوٹا ہے اسی لئے حضرت اقدس و اعلیٰ حضرت مرزا صاحب نے اپنی آخری کتاب میں لکھا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۸۲)

اور لکھا ہے کہ

"قرآن کے بعد کسی کتاب کو قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ جس قدر انسان کی حاجت تھی وہ سب کچھ قرآن شریف بیان کر چکا۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ...)

اب کون شخص ہے جو ان عبارتوں کے یہ معنی کریگا

کہ محمد رسول اللہ کے بعد کوئی اور نبی اور قرآن کریم کے بعد کوئی اور کتاب ہے۔

حضرت صاحب تو لکھتے ہیں کہ

" اب ہم نہ قال کے طور پر بلکہ حال کے طور پر اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ مکالمہ الٰہیہ کیا چیز ہوتی ہے اور خدا کے نشان کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس طرح دعائیں قبول ہوجاتی ہیں اور یہ سب کچھ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے پایا۔ پس ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے جو خدا نما ہے کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے

محمد عربی بادشاہ ہر دو سرا
کرے ہے روح قدس جسکے در کی دربانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں پر کہتا ہوں
کہ اُسکی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

ہم کس زبان سے خدا کا شکر کریں جسنے ایسے نبی کی پیروی ہمیں نصیب کی جو سعیدوں کی ارواح کے لئے آفتاب ہے۔ جیسے اجسام کے لئے سورج۔ وہ اندھیرے کے وقت ظاہر ہوا اور دنیا کو اپنی روشنی سے روشن کر دیا۔ وہ نہ تھکا نہ ماندہ ہوا جب تک کہ عرب کے تمام حصہ کو شرک سے پاک نہ کر دیا وہ اپنی سچائی کی آپ دلیل ہے کیونکہ اُس کا ہر ایک زمانہ میں موجود ہے۔ اور اُس کی سچی پیروی انسان کو یوں پاک کرتی ہے کہ جیسا کہ ایک صاف اور شفاف دریا کا پانی میلے کپڑوں کو۔ کون صدق دل سے ہمارے پاس آیا جس نے اس نور کا مشاہدہ نہ کیا اور کس نے صحت نیت سے اس دروازہ کو کھٹکھٹایا جو اس کے لئے نہ کھولا گیا۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۸۹)

اللہ اکبر۔ ہمارے مرشد اور امام حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان عظیم ظاہر فرما دیں اور یہ بدقسمتی فرقہ (محمودیہ قمیلیہ) یہ کہے کہ مسیح موعود محمدؐ اور عین محمدؐ ہیں۔ اس فرقہ نے اپنی تمام طاقتوں کو مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی اور رسول بنانے میں خرچ کر دیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ یہ چاہا کہ تمام لوگوں کو اپنے جیسا بنا لیں۔ آہ اس فرقہ محمودیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کی ایسی ہتک کی ہے کہ دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید میں اس قدر تصرفات کئے کہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مذاکرہ علمیہ

حدیث ثقلین پر ایک بحث نمبر اوّل

عن جابر قال رئیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ یوم عرفۃ وھو علیٰ ناقۃ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یاایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی - (رواہ الترمذی)

جابر سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن میں نے رسول خدا صلعم کو دیکھا - درحالیکہ ناقہ قصوی پر سوار تھے - اور خطبہ فرما رہے تھے - فرمایا - کہ اے لوگو! تحقیق میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں - (یا میں چھوڑنے والا ہوں) اگر تم نے ان دونوں سے اخذ کیا - تو تم گمراہ نہ ہوگے - ایک اللہ تعالےٰ کی کتاب دوسری میری عترۃ اہلبیت - (روایت کیا اس حدیث کو ترمذی نے اپنی صحیح میں)

لفظ اہلبیت کی تحقیق

اھل - اھل الرجل من یجمع وایاھم نسبا اودینا ویعبر باھل الرجل عن المرءۃ و اھل الاسلام الذی یجمعھم ھوالدین و القرآن قال تعالےٰ - انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح و" قال واھلک الامن سبق علیہ القول" - آل - اتباع الرجل او قرابتہ وھو مقلوب عن الاھل - قال تعالےٰ - ادخلوا آل فرعون اشد العذاب و" اذ نجیناکم من آل فرعون" و" اغرقنا آل فرعون" (ترجمہ) کسی مرد کا اہل وہ ہے کہ اسکو اور ان کو ایک نسب یا ایک دین جمع کرتا ہو - اور عورت کہلاتی ہے آدمی کے اہل کی ساتھ اس کی بی بی کے اور اہل اسلام کو جو چیز جمع کرتی ہے - وہ دین اور قرآن ہے - فرمایا - اللہ تعالےٰ نے - بیشک وہ تیرے اہل سے نہیں - کیونکہ وہ ایک عمل غیر صالح ہے - اور تیرے اہل کو بجز اسکے کہ اس کی نسبت پہلے سبقت بات ہوچکی - آل انسان کے اتباع یا قرابتی ہیں اور یہ اہل سے بدلا ہوا ہے - فرمایا اللہ تعالےٰ نے - داخل کرو - اتباع فرعون کو عذاب سخت میں - اور فرمایا اللہ تعالےٰ نے نجات دی ہم نے تمکو متبعین فرعون سے - اور غرق کردیا ہمنے فرعون کے متبعین کو تمہارے سامنے

قرآن کریم کی اصطلاح اہل اور اہلبیت کے متعلق

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت - ورحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت

علیکم کی ضمیر جمع مذکر حضرت سارہ کیطرف راجع ہے یعنی ان ھذا امثالھا مما یکرم اللہ بہ یا اھلبیت النبوۃ (تفسیر صافی صفحہ ۲۴۲)

واستونی باھلکم اجمعین - قال لاھلہ امکثوا ھل ادلکم علی اھل البیت یکفلونہ - فاسر باھلک بقطع من اللیل - قالت ما جزاء من اراد باھلک - انا منجوک واھلک -

الغرض قرآن کریم کی اصطلاح بہ آواز بلند پکار رہی ہے کہ ازواج - کسی شخص کے اس کے اہل اور اہلبیت ہمیشہ داخل ہوتے ہیں - بلکہ جس وقت اہلبیت کہا جاوے تو اشارہ مفہوم سب سے مقدم زوجہ پر دال ہوگا - اور بعض جگہ اہل سے صاف طور پر زوجہ ہی مراد ہوتی ہے جیسا کہ اوپر کی بعض نظائر اسپر شاہد ہیں - بجز اہل اور اہلبیت کے الفاظ اسقدر وسیع المعنے ہیں کہ دیگر کنبہ اور اتباع اور اہل دین وغیرہ سب کو شامل ہوسکتے ہیں - یہ اعتقاد عدم معرفت سے ناشی ہے - کہ حضرت سیدنا ابراہیم اور حضرت موسیٰ اور حضرت لوط علیہم السلام کی ازواج تو ان کی اہل میں شامل ہوں - مگر حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات جو - الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات الخ لھم مغفرۃ ورزق کریم - کی مصداق ہوں - وہ آنحضرت صلعم کے اہلبیت میں شامل تصور نہ ہوں - ان ھذا شئ عجاب - ولا قائل بہ احدا من المسلمین الا الامامیۃ - جب اللہ تعالےٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی بی بی کو اہل سے خارج فرمایا - تو اس شبہ کے ارتفاع کے لئے کہ بی بی اہل اور اہلبیت میں شامل سمجھی جاتی ہے - وہاں ایک استثنے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی - فانجینا واھلہ الا امرءتہ کانت من الغابرین - اگر اللہ تعالیٰ عورت کو صاف الفاظ میں مستثنیٰ نہ فرماتا - تو وہ اہل میں شامل تھی اور یہ استثنا متصل ہے - یہاں عورت اہل کی تخصیص کی ایک فرع ہے - اہل اور آل مترادف بھی ہیں - اس کی مثال - قال اخرجوا آل لوط من قریتکم الخ اس کے آگے ہی فرمایا - فانجینٰہ واھلہ الا امرءتہ الخ (النمل) متبعین خاندان کنبہ - ملازم اور غلام سب شامل ہیں - اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا اگر اللہ تعالےٰ نہ فرماتا - لیس من اھلک تو وہ اہل میں شامل تھا - جیسا کہ خود حضرت نوح علیہ السلام نے بھی یہی سمجھا ہوا تھا -

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرزند کی بشارت ملی - حضرت سارہ نے تعجب سے فرمایا - اسپر ملائکہ بشارت دہندہ کہتا ہے - اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت اس جگہ اہل البیت حضرت سارہ کو کہا گیا ہے - جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی تھیں - دوسری جگہ ھل ادلکم علی اھل بیت یکفلونہ اس جگہ "اہلبیت" حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو کہا گیا ہے - قال لاھلہ امکثوا - یہاں اہل حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کو کہا گیا ہے - اسی آیت کے آگے ہے - انی انست نارا سآتیکم منھا الخ لعلکم تصطلون - غور کریں - سآتیکم اور لعلکم دونوں ضمیریں جمع مذکر کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ کی طرف پھرتی ہیں - قیل انہ استأذن شعیبا فی الخروج الی امہ وخرج باھلہ - (تفسیر صافی صفحہ ۳۶۲) وسار باھلہ بامرءۃ الخ (تفسیر صافی صفحہ ۵۹۲) کیا اب یہ تفسیر امامیہ ہے - اہلہ کی تفسیر زوجہ سے کرتا ہے -

(باقی ارادہ)

چندہ انجمن احمدیہ شاخ سرینگر

۱- برائے اشاعت اسلام

فہرست ممبران از ابتدائے ماہ مارچ تا غایت اخیر ملکانک ۱۹۱۶

نام	عرصہ	پائی	آنہ	روپیہ
ملک شیر محمد خاں پرسنل اسسٹنٹ محکمہ مال	۵ ماہ		۰	۶۰
خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر مدارس کشمیر	۳ ماہ	۰	۰	۳۶
منشی موسیٰ خاں مدرس سری پرتاب ہائی سکول سرینگر	۵ ماہ	۰	۰	۵
مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل	۲ ماہ	۰	۰	۱
راجہ عطا محمد خاں صاحب افسر فائر بریگیڈ	۴ ماہ	۰	۰	۴
مولوی اللہ داد صاحب مدرس نارمل سکول سرینگر	۵ ماہ	۰	۸	۲
خواجہ محمد احمد صاحب	۴ ماہ	۰	۰	۱
خاں صاحب محمد عبداللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر سری پرتاب سکول	۱ ماہ	۰	۰	۱
غلام رسول المعروف شیخ		۰	۸	۰
میزان کل		۰	۰	۱۱۱

۲- چندہ برائے ترجمۃ القرآن

نام	پائی	آنہ	روپیہ
خواجہ جمال الدین صاحب انسپکٹر مدارس سرینگر	۰	۰	۲۵
منشی موسیٰ خاں مدرس سری پرتاب ہائی سکول سرینگر	۰	۰	۱
مولوی اللہ داد صاحب مدرس نارمل سکول سرینگر	۰	۴	۰
میزان کل		۴	۲۶

دُعا اور اُس کے نتائج

(گذشتہ سے پیوستہ)

قرآن کریم میں کوئی دعوے ایسا نہیں ہے جسکی کوئی دلیل اس میں نہ ہو۔ غرض میں جو کچھ دلائل خدا کے سمیع اور علیم ہونے کی نسبت دونگا وہ کل قرآن سے ہی ہونگے۔ پہلی جو دلیل مجھے قرآن مجید میں ملی ہے وہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالے فرماتا ہے۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون یعنی خدا تعالے فرماتا ہے۔ میں جواب دیتا ہوں یعنی اُعطی ما یُسئل (مفردات راغب) یعنے وہ جو مانگتا ہے میں دیتا ہوں۔ اب بالکل صاف ہے۔ کہ کسی شخص کی درخواست پر حسب استعداد وہ چیز دینی اُسی کا کام ہے۔ جو سُنتا ہے اور دل کے حالات اور اس کی قابلیت کا علم رکھتا ہے۔ لہٰذا خدا سمیع اور علیم ہے۔ اب رہی یہ بات کہ خدا نے کسی کی درخواست سُنکر کچھ دیا بھی ہے یا نہیں۔ اس کا تصفیہ انشاء اللہ آگے چلکر شہادتوں کے ذریعہ سے کرونگا۔

اب دوسری دلیل یہ دی ہے۔ کہ فاقم وجھك للدین حنیفاً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ۔ جس طرح ایک سنگر مشین کے بنانیوالے کا فرض تھا کہ وہ اپنی مشین کے ساتھ ایک ڈائرکشنس کی کتاب بھی تیار کرے۔ جسپر وہ نہ ہی عمل پیرا ہوکر فائدہ حاصل کرتے اور مشین کے بنانے کی غرض پوری ہو۔ اسی طرح یہ انسان کا مشین ہے جسکو چلانے کے لئے اُس صانع برحق نے وقتاً فوقتاً حسب استعداد انسان ہر زمانہ میں ایک ایک کتاب ڈائرکشنس کی بھیجتا رہا اور اخیر زمانہ میں اُن تمام ڈائرکشنوں کو ایک جگہ جمع کرکے اور پختہ تکملہ کرکے ہمارے پاس بھیجا تاکہ وہ انسانی مشین باقاعدہ چلکر اُسکے بنانے کی غرض کو پوری کرے۔ اور وہ اخیر ڈائرکشن اس مشین کے چلانے کے لئے جو دئے گئے ہیں۔ وہ قرآن پاک ہے۔ لہٰذا جو شخص اس ڈائرکشن پر چلتا ہے۔ اس کے حرکات اور سکنات قانون قدرت کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ اور کسی قسم کا نقص باقی نہیں رہتا یعنی انسان جس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے اسی فطرت پر قائم رہتا ہے۔ تو کسی عضو میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اگر اُس قانون کی خلاف ورزی کرے تو ضرور نقصان اٹھائیگا۔ اور فطرت کی اصلیت باقی نہیں رہے گی۔ وہ یہی ہے۔ فاقم وجھك للدین حنیفاً فطرت اللہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللہ۔ جب انسان پورے پورے طور سے خدا کے بھیجے ہوئے قانون کی پابندی کرتا ہے۔ تو وہ خدا کے ہاتھوں پلتا ہے۔ وہ یہی حقیقت ہے۔ کہ جسکو دوسرے الفاظ میں الاولیاء اطفال اللہ کہا گیا ہے۔ [illegible] جب انسان اس درجہ پر پہنچتا ہے۔ تو کہدیتا ہے کہ ان صلاتی و نسکی ومحیای ومماتی للہ رب العلمین۔ ایسی حالت میں خدا تعالیٰ اپنی نعمت کالمہ مخاطبہ سے سرفراز کرتا ہے۔ جو پیشگوئیوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یعنی [illegible] غیب کے حالات کا انکشاف شروع ہوتا ہے۔ لیکن ٹھیک خدا اس میں استعداد دیکھے۔ یہ غیب کا انکشاف کیا ہے؟ وہ اس عالم کے واقعات ہیں۔

چونکہ انسان عالم صغریٰ ہے [illegible] (اس عالم صغریٰ کی تشریح میں اسوقت کرنا نہیں چاہتا۔ صوفیا کرام نے مفصل طور سے لکھا ہے اور ڈاکٹروں نے بھی تحقیق کی ہے کہ انسان کے خون میں تمام دنیا کے جانور ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے بھی سورۃ والشمس کی تفسیر میں یہ بتایا ہے کہ انسان کے اندر سورج چاند وغیرہ ہیں)۔ اس لئے ہر ایک واقعہ جو عالم کبرے میں ہوتا ہے۔ وہ اس عالم صغرے میں بھی ہونا ضروری ہے۔ اور ہر ایک واقعہ جو عالم کبرے میں ہوتا ہے اس کے وقوع کے پیشتر دنیا میں آثار نمودار ہوتے ہیں۔ مثلاً طوفان چلنے کے پیشتر انقباس ہوتا ہے اسی طرح عالم صغرے میں بھی جس میں بکلّی عالم کبریٰ کا ہر ایک جزو موجود ہے۔ اس میں بھی قبل از وقوع واقعہ آثار نمودار ہوتے ہیں۔ جسکو اصطلاح اسلام میں وحی کہا گیا ہے۔ جسکے لفظی معنے اشارہ کے ہیں چونکہ ہر ایک واقعہ عالم کبریٰ کا کسی چیز کی کمی یا زیادتی سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ یاد رہے کہ یہ کمی اور زیادتی باہر سے نہیں آتی ہے۔ وہ اسی عالم کبریٰ اور عالم صغرے کا کوئی جزو کم ہو جاتا ہے۔ اور اُسکے بالمقابل کوئی جزو بڑھ جاتا ہے۔ اور وہ کمی یا زیادتی ایک طاقت کے ماتحت چلتی ہے۔ جسکو قرآن نے فرمایا وکان اللہ بکل شئ محیطاً۔ اور وہ حکیم خدا نہیں چاہتا۔ کہ یہ کمی یا زیادتی ہمیشہ کے لئے رہے اسلئے اُن چیزوں یا اُن طاقتوں کو جن پر عالم کی ہستی کا دارومدار ہے مساوات اور اعتدال پر لانا چاہتا ہے۔ جس طرح واقعہ کے وقوع کے پیشتر آثار واقعہ نمودار ہوئے تھے اسیطرح اعتدال پر لانے کے پیشتر بھی آثار واقعہ شروع ہوتے ہیں۔ چونکہ انسان مظہر خدا یعنی عالم صغریٰ ہے۔ جب یہ قانون فطرت کے راستہ یا دین پر چلکر مظہر عالم بنجاتا ہے۔ یعنی مجسم قانون قدرت بنجاتا ہے۔ تو اُسکی قوت دماغ اور قوت ارادت سے باہر یعنی بحالت سکون جذبات نفس یعنی عالم رؤیا یا غنودگی یا بحالت انقطاع تعلقات دنیا آثار وقوع واقعہ یا آثار واقعہ ظہور پذیر ہوتے ہیں جسکو انسانی دماغ دیکھ لیتا ہے اور یاد رکھتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ واقعات کیوں پیدا ہوتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ چونکہ انسان عالم صغریٰ ہے اور ہر چیز عالم کبریٰ کا ہی ہے کیا بلحاظ رنگ کیا بلحاظ جنس۔ کیا بلحاظ نوعیت۔ کیا بلحاظ قطع۔ اور جو کچھ [illegible] ہے۔ وہ عالم کبریٰ سے [illegible] لیا گیا ہے۔ دیکھو پہلی خلقت انسان کی خُلق من ماء دافق میں نے اسکو پہلی خلقت اس وجہ سے کہا ہے کہ ہماری آنکھ کیلئے پہلی صورت ہے۔ اس میں کیمیائی طریقے سے دیکھا جائے۔ تو کل عناصر عالم کبریٰ کے نظر آتے ہیں۔ لہٰذا جب یہ عالم صغریٰ قانون قدرت کی راہوں سے دُور ہوکر یعنی قانون توڑ کر ایک اور طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس عالم صغرے میں تغیر پیدا ہوتا ہے چونکہ اس عالم صغریٰ میں ہر ایک جزو کا اتصال عالم کبریٰ سے ہی ہے۔ اس لئے اسی کمی یا زیادتی کی تکمیل یا تخفیف کرنے کے لئے عالم کبریٰ کے اعتدال اور مساوات میں خلل انداز ہوتا ہے۔ اس لئے عالم کبریٰ میں واقعات مختلف رنگوں میں پیش آتے ہیں۔ جس کا ذکر قرآن نے یوں کیا ہے۔ ما آمنت قبلھم من قریة اھلکنھا۔ یعنی عالم صغریٰ کے افراد کثرت سے قانون کو توڑنا شروع کرتے ہیں یعنی لوگ جب کثرت سے گناہ کرنے لگتے ہیں تو عالم کبریٰ میں بڑا تغیر پیدا ہوتا ہے۔ جسکو اصطلاح اسلام میں عذاب کہا گیا ہے۔ اور اُس زمانہ میں جو لوگ قانون پر چلنے والے ہوتے ہیں اور اپنی فطرت کو پورے طور سے صحیح و سالم فطرت انسان پر رکھتے ہیں۔ یعنی فاقم وجھك للدین حنیفاً کی تعمیل کرتے ہیں۔ تو وہ باریک سے باریک (حسب استعداد) جو واقعہ کے وقوع کے پیشتر کے آثار ہیں جسطرح عالم کبریٰ میں نمودار ہوتے ہیں۔ اسی طرح بالترتیب عالم صغریٰ یعنی قانون پر چلنے والوں میں نمودار ہوتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ جس کی حقیقت کو خدا نے بیان کیا۔ فلا یظھر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول۔ اور وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ اب یہ کہنا کہ وہ انسان دعوے کیوں کرتا ہے۔ اس کا تعلق میرے مضمون سے نہیں ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کسی وقت لیکچر الہام میں بیان کروں گا۔

غرض جب انسان اس درجہ پر پہونچ جاتا ہے تو وہ مجسم قانون قدرت ہو جاتا ہے اور اس شخص کی کوئی حرکت اور کوئی بات خلاف قانون قدرت نہیں ہوتی۔

[illegible]

مطلب میرے کہنے کا یہ ہے۔ کہ اُس پاک انسان کی جو خدا کے قانون پر چلتا ہے کوئی حرکت خلاف مرضی خدا نہیں ہوتی۔ وہ یہی کہتا ہے۔ کہ ہر ایک بات خدا اپنے دل کی مانتا ہے۔ اس رنگ میں خدائے حکیم نے خود کو سمیع اور علیم ثابت کیا ہے۔

اب تیسری دلیل خدا نے اپنے سمیع اور علیم ہونے کی یہ دی ہے۔ کہ کاین من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم و ھو السمیع العلیم۔ اس دلیل میں صحیفۂ قدرت کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ کہ کئی زمین پر چلنے والے ایسے ہیں۔ جو اپنی روزی جمع نہیں کرتے اور کئی جانور ایسے ہیں جو روزی جمع کرتے ہیں، اللہ اُن کو بھی رزق دیتا ہے۔ اور تمکو بھی۔ اور وہ سمیع اور علیم ہے۔ اس جگہ میں ایک مثال دیتا ہوں وہ یہ ہے۔ کہ دیکھو! مکڑی اپنی پوری کوشش صرف کر کے اپنی روزی کی نسبت دعا کرتی رہتی ہے۔ تو وہ خدا سمیع اور علیم اپنی حکمت سے کسی پتنگہ کو اُس کے جالے کی طرف بھیجدیتا ہے۔ جب خدا سمیع اور علیم ہی نہیں ہے۔ تو اُس مکڑی کو رزق کس طرح پہنچا۔ اب اس کے بعد میں چند شہادتیں پیش کرونگا۔ جو نکلی قرآن سے ہی ہونگی (باقی دارد)

ضروری نوٹ

دعویٰ مصلح موعود اور میاں صاحب

میاں صاحب سے کسی نے پوچھا۔ کہ مسیح موعودؑ نے جس لڑکے کی بشارت دی تھی وہ آپ ہیں اور کیا جناب کا دعویٰ ہے۔" اس کا جواب میاں صاحب نے جو کچھ لکھا۔ اور بقول الفضل "اپنے دست مبارک سے" لکھا۔ وہ خاص دلچسپی سے پڑھے جانے کے قابل ہے۔ وَھُوَ ھٰذا:-

"مکرم- السلام علیکم- حضرت مسیح موعودؑ نے ایک خاص لڑکے کی کئی جگہ پیشگوئی کی ہے- ایک میری پیدایش سے پہلے کی ہے- جس میں مصلح موعود کا لفظ آتا ہے- ایک الوصیۃ میں ہے پہلے اشتہارات میں یہ نہیں لکھا کہ مصلح الہام الٰہی سے دعویٰ کریگا- الوصیۃ والے موعود کی نسبت لکھا ہے- کہ قرب وحی سے مخصوص ہوگا- اگر یہ دونوں ایک ہیں- تب تو مصلح موعود کیلئے وحی سے دعویٰ کرنا ضروری ہے- اور اگر دو شخص ہیں- یا ایک ہی شخص کی دو مختلف وقتوں کی حالتیں ہیں- تب مصلح موعود کے لئے نہ تو دعویٰ وحی سے ضروری ہے- اور بلا وحی کے اور ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ بھی نہ کرے- آنحضرت صلعم نے کئی پیشگوئیاں امت کے بڑے بڑے آدمیوں کی نسبت فرمائیں- بعض نے اُن کے مستحق ہونیکا دعویٰ بھی نہ کیا- ہاں لوگوں نے سمجھکر اُن پر چسپاں کیں- مثلاً محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ کی نسبت پیشگوئی موجود ہے- اور اس کا دعویٰ ثابت نہیں- اور بھی ہیں- پس میں مصلح موعود ہونیکا دعویٰ نہیں کرتا- اگر میں ہوں تو الحمدللہ- دعویٰ سے فائدہ نہیں- اگر میں نہیں تو اس احتیاط سے میں ایک غلطی سے محفوظ ہوگیا- بعض لوگ مجھے وہ موعود سمجھتے ہیں میں اُن کو بھی نہیں روکتا- ہر ایک شخص کا اپنا خیال اور تحقیق ہے- اور خلاف شریعت نہیں"۔ الفضل مورخہ

اس جواب میں میاں صاحب نے دو تین باتیں ایسی کہدی ہیں جنکے متعلق ہم بھی اُن سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ (۱) اگر پہلے اشتہارات والا موعود اور وہ جسکی پیشگوئی الوصیت میں کیگئی ہے۔ ایک ہی ہو۔ اور اس لئے بقول آپ کے اُس کے لئے "وحی سے دعوے کرنا ضروری ہے"۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کچھ لوگوں کا اجتہاداً کسی کو وہی موعود تصور کرنا بغیر اس کے کہ اُس کا کوئی دعویٰ ہو۔ یہ کہانتک جائز ہے۔ اگر یہ جائز نہیں۔ کیونکہ یہ سنت مستمرہ کے سراسر خلاف ہے۔ تو آپ اپنے مریدین کو اس ناجائز فعل سے کیوں نہیں روکتے۔ اور اگر ایسا کرنا جائز ہے۔ تو پھر اس کے وحی سے دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہی۔ کیونکہ جب ایک شخص بغیر وحی سے دعویٰ کرنے کے محض لوگوں کے اجتہاد سے بھی ایسا بن سکتا ہے۔ تو اس کا وحی سے دعویٰ کرنا ایک غیر ضروری امر ٹھیرا۔

(۲) پھر آپ سے یہ سوال کیا گیا تھا۔ کہ "کیا جناب کا دعویٰ ہے"؟ آپ نے اس کے جواب میں دو شقیں قائم کر کے شق ثانی کے متعلق تو کہدیا۔ کہ "میں مصلح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کرتا"۔ کیونکہ اس صورت میں آپ کے نزدیک دعوے کی ضرورت بھی نہیں۔ لیکن شق اول کے متعلق آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کہ آپ کا دعویٰ ہے یا نہیں۔ پس میں آپ سے یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا آپ کا دعویٰ ہے۔ کہ آپ وہی الوصیۃ والے مصلح موعود ہیں اگر ایسا ہے۔ تو وہ کونسی وحی الٰہی ہے۔ جس سے آپ ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ خود ہی فرماتے ہیں۔ کہ "اُس کے لئے وحی سے دعویٰ کرنا ضروری ہے"۔

(۳) آپ فرماتے ہیں۔ کہ "اگر دو شخص ہیں۔ یا ایک ہی شخص کی دو مختلف وقتوں کی حالتیں ہیں۔ تب مصلح موعود کے لئے نہ تو دعویٰ وحی سے ضروری ہے اور بلا وحی کے اور ہو سکتا ہے کہ وہ دعویٰ بھی نہ کرے"۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ جب آپ خود یہ مانتے ہیں کہ "الوصیۃ والے موعود کی نسبت لکھا ہے۔ کہ قرب وحی سے مخصوص ہوگا"۔ تو آپ کا یہاں اس کو بھی اور پہلے اشتہارات والے موعود کو بھی دو شخص یا ایک ہی شخص کی دو مختلف حالتیں قرار دیکر پھر ان دونوں کے متعلق یوں خلط ملط کر جانا۔ کہ "تب مصلح موعود (گویا ان دونوں کو پھر ایک ہی وجود قرار دے رہے ہیں) کے لئے نہ تو دعوے وحی سے ضروری ہے۔ اور بلا وحی کے اور ہو سکتا ہے کہ وہ دعوے کبھی نہ کرے"۔ چہ معنے دارد؟ یا تو آپ صاف طور پر بالتصریح یہ کہدیتے۔ کہ اس صورت میں الوصیت والے مصلح موعود کے لئے تو وحی سے دعوے کرنا ضروری ہے۔ اور دوسرے شخص کے لئے (جسے ہزا موعود کہنا چاہئے نہ کہ مصلح موعود) ایسا دعوے کرنا ضروری نہیں۔ اور یا اگر یہ نہیں تو پھر آپ کی یہ تقسیم بھی درست نہیں۔ اور نہ ہی مصلح موعود بغیر وحی و الہام کے ہو سکتا ہے۔

(۴) "یا ایک ہی شخص کی دو مختلف حالتیں ہیں"۔ یہ فقرہ بتاتا ہے۔ کہ گو میاں صاحب اب تو "مصلح موعود ہونے کا دعوے نہیں کرتے"۔ کیونکہ اس وقت وہ غالباً حالت اولیٰ میں ہی ہونگے جس میں کسی دعوے کی ضرورت نہیں۔ مگر حالت ثانی کے وارد ہونے پر جس کی انہیں امید ہے۔ اُن کا پھر کسی وقت دعوے کر دینا چنداں مستبعد بھی نہیں۔ کیونکہ اس سے پیشتر بعینہٖ ایک ایسی مثال گذر چکی ہے۔ جو مولانا سرور شاہ صاحب نے سالانہ جلسہ کی تقریر میں بیان فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ:-

"فرعون اپنے ملک کے لوگوں میں بڑا با خدا اور متقی سمجھا جاتا تھا۔ اور بادشاہ بننے سے پہلے بہت سے لوگ اُس کی بیعت میں داخل تھے۔ جب اُسکو حکومت ملگئی تو اُس نے خدا ہونے کا دعویٰ کر دیا اور اُسکی قوم میں چونکہ خدا کے اوتار ہونے کا اعتقاد تھا اس لئے اُس نے اس اعتقاد کے لحاظ سے فرعون کو خدا مان لیا"۔ الفضل مورخہ ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء

اب میاں صاحب بھی اپنے مریدین میں با خدا اور متقی سمجھے جاتے ہیں اور بہت سے لوگ اُن کی بیعت میں داخل ہیں۔ کسر صرف حکومت کی ہے۔ حکومت سے اگر کوئی سلطنت مُراد لی جائے۔ تو وہ تو میاں صاحب کو ملنے سے رہی۔ ہاں اپنے مریدین کے علم و عقل پر وہ ضرور غلبہ حاصل کرتے جاتے ہیں۔ اور عنقریب جب دیکھینگے کہ کامل تسلط ہوگیا۔ تو پھر ہم کیوں یہ امید نہ رکھیں کہ وہ بجای الوصیت والا مصلح موعود ہونے کا بھی دعویٰ کر دینگے نہیں۔ بلکہ نبوت کا بھی۔ بالخصوص جبکہ مرید بیچارے تو پہلے ہی سے یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ وہ وہی مصلح موعود ہیں۔ ہاں نبوت کے لئے چالیس سال کی عمر کے منتظر ہیں۔ سو کوئی دور بات نہیں۔ صرف تھوڑے سے سالوں کی کسر ہے۔ اور پھر نہ میاں صاحب کسی دعوے سے جھجکینگے اور نہ مریدوں کو ماننے میں کوئی پس و پیش ہوگا۔

میت کو صدقات کا ثواب پہنچتا ہے یا نہیں

ذیل کا سوال اور جواب میاں صاحب کے ایک فتوی کی بنا پر ہے جو انہوں نے بہت دن الفضل میں اس بارہ میں دیا تھا کہ میت کو صدقات وغیرہ کا کوئی ثواب نہیں پہنچتا۔ سوال ایک شخص قاسم علی صاحب رامپوری کی طرف سے حضرت مولوی سید محمد حسن صاحب پر ہے۔ اور اسکے بعد مولوی صاحب موصوف کا جواب ہے۔ (ایڈیٹر)

نقل خط قاسم علیخانصاحب رامپوری

مکرم و معظم سیدی مولوی محمد یعقوب صاحب مدفیوضکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت قبلہ اعلیٰ مولانا صاحب معہ اصحاب و نیز جملہ خورد و کلاں نیک خواہان تابعدار بہت خواہشمند ہے۔ کہ خداوند کریم جلد زیارت سے مشرف کرائے۔ آمین ثم آمین! اور حضرت کو صحت عطا فرمائے۔ اسوقت تصدیعۃً عریضہ ھذا ملاحظہ سے گذرتا ہے۔ وہ یہ کہ یہاں ایک مسئلہ زیر بحث ہے۔ یعنی میت کو بعد ممات کے کسی کھانے یا قرآن کریم کو پڑھکر بخشنے کا ثواب پہنچتا ہے۔ یا نہیں۔ ذوالفقار علیخاں صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب مؤید ہیں کہ پہنچتا ہے۔ مگر میں اس کے خلاف ہوں۔ وہ صحیح بخاری شریف کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔ کہ حضور صلعم سے ایک صحابی نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد دریافت کیا۔ تو حضور نے اجازت دی کہ اب جو کچھ خیرات وغیرہ کروگے موتے کو پہنچیگا۔ میں اپنی تائید میں اولاً تو حضرت خلیفۃ المسیح الموعودؑ ثانی کا فتویٰ جو کئی ماہ قبل الفضل میں شائع ہوچکا ہے۔ کہ کھانا وغیرہ تو بالائے طاق قرآن شریف پڑھکر ثواب پہنچانے کا بھی کہیں تذکرہ و عمل نہیں ملتا۔ نیز قرآن پاک میری تائید میں ہے۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئ ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل۔ تلك امة قد خلت لها ما كسبت ولكم ما كسبتم۔ ان احسنتم احسنتم لانفسكم۔ علیٰ ہذا۔ لہذا حضرت سے جواب مفصل دریافت فرماکر براہ کرم و فرض منصبی بہت جلد مطلع فرمائیے۔ فقط۔ والسلام

قاسم علی خاں قادیانی۔ از رامپور فیل خانہ جدید۔ ۹ فروری ۱۹۱۶ء

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

محب مکرم جناب قاسم علی خان صاحب احمدی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ نوازش نامہ نے شرف صدور فرما کر معزز کیا۔ آپ کے دو عنایت نامہ سابق میں بھی آئے تھے۔ مگر جواب بسبب نہ ہونے فرصت کے نہ روانہ کر سکا۔ جواب آنکہ ایصال ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں۔ اور سالت ہے آیت واتقوا یوما لا تجزی الخ اُن کفار اور مشرکین کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ جن کی موت کفر و شرک پر ہوئی ہے۔ آیۃ الکرسی میں من ذا الذی یشفع عندہٗ الا باذنہ وارد ہے جو اذن بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے ضرور شفاعت ہوگی۔ ان کفار و مشرکین مذکورین کے واسطے اللہ تعالیٰ کا اذن نہ ہوگا۔ اس لئے اُن کے لئے کوئی شفاعت نہ کریگا۔ پس گنہگار مسلمانوں کے لئے انبیا بھی سفارش کرینگے۔ اور اولیاء بھی اور صلحا سفارش کرینگے۔ شفاعتی لاهل الكبائر من امتی۔ احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلعم کی شفاعت کبریٰ کی تفسیر موجود ہے۔ آنحضرت صلعم تمام عالم کے شفیع اعظم ہونگے۔ پس آیت میں کفار و یہود وغیرہ مراد ہیں۔ اور آیت تلك امة قد خلت لها ما كسبت انبیاء اور اُن کے مخالفین کے ذکر میں ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم و یعقوب و عیسیٰ علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اور اُن کے مخالفین یہود و کفار کا اس میں رد ہے۔ کفار یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ ہمارے باپ دادا جنہوں نے بڑے بڑے نیک کام کئے ہیں۔ وہ ہمیں بخشوالیں گے۔ ہم کو چنداں نیک اعمال کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کا رد فرمادیا ہے۔ دیکھو سیاق و سباق آیت کو اور اس آیت ان احسنتم احسنتم لانفسكم الآیہ کا بھی یہود سے خطاب ہے۔ دیکھو سیاق و سباق کو۔ و قضينا الی بنی اسرائیل فی الكتاب لتفسدن فی الارض مرتين ولتعلن علوا كبيرا۔ جب پہلی مرتبہ بنی اسرائیل نے بت پرستی وغیرہ کی۔ اور فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بادشاہ کو اُن پر غالب کرکر تباہ کردیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جو تم نے نیکیاں اختیار کیں۔ اور شرک کو ترک کیا۔ تو ہم نے تمہاری مدد کی مالوں سے۔ کثرت اولاد سے۔ اور کثرت جماعت سے پس نیکیوں کا اجر تمکو ملا۔ اور جو بدیاں کیں۔ تو اُن بدیوں کی سزا تمکو ملی۔ اور اس دنیا میں تباہ کردیا۔ پھر فرماتا ہے کہ اب ہمارے محمد رسول اللہ کا دور دورہ آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اوپر رحم کرنے کو متوجہ ہے عسى ربكم ان يرحمكم۔ اگر پھر تم شرارت کروگے تو ہم تمہارا ستیاناس کردیں گے۔ چنانچہ یہود بنی نضیر بنی قریظہ بنی لاوی وغیرہ کا آنحضرت صلعم کے وقت میں اُن کی دشمنی اور عناد کی وجہ سے استیصال کردیا گیا۔ وان عدتم عدنا وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا۔ اور ایسی ہی جو اور آیات ہیں۔ ان میں نفی ایصال ثواب کی نہیں۔ ہے یہ میت کو صدقات کا ثواب ضرور پہنچتا ہے صحیح بخاری میں موجود ہے۔ عن ابن عباس ان سعد بن عبادة توفيت امه وهو غائب عنها فاتی النبی صلعم فقال یا رسول اللہ ان امی توفيت وانا غائب عنها فهل ينفعها ان تصدقت عنها قال نعم قال فانی اشهدك ان حائطی المخراف صدقة عنها سنن اور مسند احمد وغیرہ میں ایسی احادیث موجود ہیں صحیحین میں ہے۔ حضرت عائشہؓ سے ان رسول اللہ صلعم قال من مات وعليه صوم صام عنه وليه

اس بارہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں۔ ابوداؤد میں بھی اور ترمذی میں بھی ہیں۔ اور ثواب حج کے ایصال کی احادیث میں ہیں۔ عن ابن عمرؓ ما وهل نعم رحمه بافضل من حجة يدخلها عليه فی قبره بعد موته۔ میت کے مرنے کے بعد فوراً نماز جنازہ جو پڑھی جاتی ہے۔ وہ کیا چیز ہے۔ وہ بھی ایک دعا ہے میت کیواسطے۔ زیارت قبور کے وقت بھی اہل قبور کے واسطے دعا کی جاتی ہے۔ اور احادیث صحاح میں ان دعاؤں کی تاکید وارد ہے۔ پس کون کہتا ہے۔ کہ ایصال ثواب اعمال نیک کا اگر کوئی مومن کسی مومن میت کو ہبہ کرے خواہ وہ روزہ ہو یا حج یا زکوٰۃ ہو یا دعا ہو یا تلاوت قرآن شریف ہو یا کھانا کھلانا ہو۔ نہیں پہنچتا یہ غلط ہے۔ ضرور بالضرور پہنچتا ہے۔ احادیث اس باب میں وارد ہیں۔ اور جتنے حقوق میت پر ہیں اگر زندہ لوگ اُن حقوق کو ادا کردیں۔ تو ضرور اُس کا نفع میت کو پہنچیگا۔ اور وہ حقوق اُس سے ساقط ہوجاویں گے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو خلاف قرآن مجید و احادیث کے تنگ مت کرو۔ خاصکر رحمۃ للعالمین کی رحمت کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين۔ والسلام۔ خیر ختام ✦

ایک غلط فہمی کی ضروری اصلاح

مجھے اس سفر یو پی اور سندھ سے کچھ بعض مقامات میں پتا معلوم ہوا۔ کہ انجمن ترقی اسلام قادیان کا شائع کردہ ترجمہ قرآن مطبوعہ مدراس حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی طرف منسوب ہو رہا ہے۔ چنانچہ حیدرآباد سے بھی مجھے ابھی ایک محترم نے اطلاع دی ہے۔ سو ہر خاص و عام کو یہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ وہ ترجمہ دراصل ہمارے ترجمہ انگریزی کے بالمقابل تیار ہوا ہے۔ اور اس کی ایک غرض ان عقائد باطلہ کی ترویج ہے۔ جن سے ختم نبوت کی ہتک متصور ہے۔ اور جو میرے نزدیک ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب پر ایک بہتان ہے۔ وہ ترجمہ حضرت قبلہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کا نہیں۔ ان کا ترجمہ اس وقت انگلستان میں زیر طبع ہے اور وہ ان خیالات فاسدہ سے پاک ہے۔ (خواجہ کمال الدین)

عبرت کا تازہ پرچہ جو علم تاریخ کے متعلق بعض نہایت ضروری اور عجیب مضامین پر مشتمل ہے اور بعض تاریخی مقامات بالخصوص نجیب آباد کے تاریخی حالات کو بتاتا اور اسکے ضمن میں ہندوستان کے اکثر اہم بالشان واقعات پر روشنی ڈالتا ہے نیز جسکے ٹائٹل کے سوا ۲۴ اندرونی صفحات اردو علم ادب کا بہترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ اس قابل ہے کہ احباب اسے ہاتھوں ہاتھ خرید کر فائدہ اٹھاویں بلکہ اس مفید رسالہ کے مستقل خریدار بن جائیں ✦

خلیفہ رشید الدین پرنٹر پبلشر نے ... احمدیہ ... پریس لاہور میں چھپوا کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۶

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شایع
ہوتا ہے۔

قیمت

سالانہ [illegible]
ششماہی [illegible]
سہ ماہی [illegible]
ماہوار ۹ر طلباء سالانہ [illegible]

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۵ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۰ فروری سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۸۹

مختصر نوٹ و نکات

درازی عمر کا دنیا میں کون خواہشمند نہیں۔ اور اس کے لئے دنیا نے آج کوشش کا کونسا وقیقہ اُٹھا رکھا ہے۔ لیکن کیا ہی مبارک اور پاک ہے وہ زندگی جو مخلوق الٰہی کی دینی و دنیوی بھلائی میں صرف ہو اور اس پاک مقصد کی سرانجام کی خاطر اس کی طوالت کی خواہش کی جائے۔ اور یہ ایک ایسا مقصد ہے کہ جس پر کاربند ہو کر انسان کو کوئی ضرورت نہیں۔ کہ درازی عمر کے لئے کوئی اور تجاویز اختیار کرے۔ خدائے تعالیٰ کی پاک اور مقدس کتاب قرآن کریم نے یہ قانون باندھ دیا ہے واما ماینفع الناس فیمکث فی الارض جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہو وہ زمین میں مضبوط کی جاتی ہے۔ پس درازی عمر کا یہ سہل الحصول علاج اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جس کے مطابق جو کوئی دنیا کو نفع پہنچائیگا وہ لمبی عمر پائیگا

اعلائے کلمۃ اللہ بھی ایک ایسا کام ہے جس سے مخلوق الٰہی کو بہت کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس سے بڑھ کر فائدہ مند اور کوئی کام ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے جو کچھ فائدہ مخلوق الٰہی کو پہنچتا ہے وہ صرف اس دنیا تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ وہ عقبیٰ میں بھی کام آئیگا۔ اور اس لئے بموجب ارشاد مسیح موعود اس کام کو محض خالصتًہ للہ اختیار کرنے سے انسان کی زندگی بہت بڑھ سکتی ہے۔ بیشک بعض لوگ جو مخلوق الٰہی کے لئے بہت کچھ نفع رساں تھے چھوٹی عمر میں بھی فوت ہو گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا تعالیٰ کا وہ مقرر کردہ قانون غلط ہو گیا۔ ہر ایک قانون میں کچھ استثنائیں بھی ہوتی ہیں۔ ممکن ہے۔ خدائے تعالیٰ نے کسی اور حکمت و مصلحت کے ماتحت انھیں اُٹھا لیا ہو اور در حقیقت اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ان کی عمر بھی ایک دوسری حیثیت میں لمبی ہی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے فیوض سے فائدہ اُٹھانے والی مخلوق یا ان کے قدردان ہمیشہ انھیں یاد رکھتے اور انھیں فخر اور عزت کے مقام کا وارث یقین کرتے ہیں۔

توحید الٰہی ہی ایک چیز ہے جو انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ کمالات اور مراتب پر پہنچا دینے والی ہے۔ ورنہ یوں دنیا میں جا کر بت پرستوں کے حالات کو ذرا دیکھو تو تمھیں پتہ لگ جائیگا کہ خدا کے سوائے کسی اور کی پرستش انسان کو کس قدر نیچے گرا دیتی ہے اور اس سے کیا کیا مضحکہ خیز حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ وہ چیزیں جو انسان کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہیں اور جن کو استعمال میں لانے سے وہ انسانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب پر پہنچ سکتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آج مہذب دنیا کی تمام ترقیات کا وہی باعث اصلی ہیں ان کو اپنا معبود بنا کر وہ ان کے بیش بہا فوائد سے کلیتًا محروم رہجاتے ہیں۔ حضرت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح ایک بت پرست کا ذکر کیا کرتے تھے کہ وہ اکتوبر کے آخری دنوں میں توشہ خانہ میں بیٹھا بڑے اہتمام کے ساتھ درزی سے کچھ کپڑے پشمینے کے سلا رہا تھا۔ میں ان کو دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ کیونکہ وہ کپڑے کسی انسانی قد کے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سیتا جی کے ہیں۔ میں نے درزی سے کہا کہ اس میں روئی بھی ڈالدینا۔ سردی کا موسم ہے اس بات کے کہنے سے دراصل اس کی فطرت کو جگانا مقصود تھا کہ وہ بول اُٹھیگا کہ بت کو سردی تھوڑی ہی لگتی ہے جس سے آگے بات چلتی کہ پھر پشمینے کی اور لباس ہی کی کیا ضرورت ہے۔

وفات حسرت آیات

حیدرآبادی معاصر صحیفہ مورخہ ۱۰ فروری سنہ ۱۹۱۶ء سے ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ خبر پڑھی کہ شیخ مصلح الدین خان حاکم الدولہ حضور نواز جنگ بہادر ایم۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا میر مجلس عدالت العالیہ حضور نظام جو پچھلے دنوں حضرت خواجہ صاحب کے حیدرآباد جانے پر اس کمیٹی کے پریزیڈنٹ منتخب ہوئے تھے جو ووکنگ مشن کی امداد کے لئے وہاں بنی

راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام سردار کرم سنگھ پرنٹر کے چھپکر خلیفہ رجب الدین پبلشر کیلئے احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کے دفتر پیغام صلح سے شایع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۰ فروری ۱۹۱۶ء نمبر ۸۹

سندھ کے علاقہ میں کیا کچھ کامیابی ہوئی

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب کے دورہ برائے ترجمۃ القرآن کے مفصل حالات اُن کے اپنے قلم سے

۹ - جنوری ۱۹۱۶ء کو میں ترجمۃ القرآن کے چندہ کے لئے سندھ میں پہنچا - اور اپنا قیام میرپور خاص میں کیا وہاں سے اردو - انگریزی اشتہارات معہ ایک چٹھی کے سندھ کے علاقہ میں مختلف معزز مسلمان بھائیو ں کی خدمت میں روانہ کی گئیں اور چندہ کے لیے تحریک کی گئی - اس سے اتنا فائدہ تو ہوا کہ لوگوں کو عام طور پر اس تحریک کا علم ہوگیا - لیکن سوائے چند احباب کے جو کہ کچھ ذاتی تعلق رکھتے تھے کسی نے اُن کا کچھ جواب نہ دیا - دراصل ان کے بھیجنے میں مدعا ہی یہ تھا کہ تا لوگوں کو اس تحریک کا علم ہوجائے اس کے بعد ہنگورا سکول میں جو میرپور خاص کے ضلع میں ہے گیا - کیونکہ وہاں سید محمد علی شاہ ہیڈ ماسٹر تھے جن کی اسلامی اخوت اور ہمدردی کی بہت تعریف اس علاقہ میں سنی جاتی تھی - اور جو کہ یورپ میں تبلیغ اسلام کے لئے پہلے طیاری بھی کررہے تھے - اُن کی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی - کیونکہ وہ نہایت ہی نیک اور شریف مزاج انسان ہیں - اور اسلام کی اشاعت کے لئے دل میں تڑپ رکھتے ہیں - اور ہماری طرح اُن کا مدعا مدِ زندگی اشاعت اسلام ہے اور .... ماسوائے اشاعت اسلام کے اور کسی معاملہ میں دخل دینے سے وہ ایسے ہی متنفر ہیں جیسے عام احمدیہ جماعت - آپ نے اس کارِ خیر میں بہت دلچسپی ظاہر فرمائی - اور خود بھی پہلے ہی سب سے اس علاقہ میں آپ نے چندہ دیا - اور نیز اپنے خرچ پر سندھی میں ایک اشتہار چھپوادیا تا اُسے عام زمینداروں میں بھیجا جاوے - ایک تعریف جو بہت کم مسلمانوں میں پائی جاتی ہے وہ آپ میں یہ ہے کہ باوجود بعض مسائل میں اختلاف رائے رکھنے کے آپ ہر اسلامی تحریک میں دل و جان سے مدد کرنے کے لیے ہر وقت اپنے کو طیار رکھتے ہیں - اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کل ملک سندھ میں آپ ہی ایک ایسے شخص ہیں جو باوجود احمدی نہ ہونے کے احمدیت کے نام سے نفرت نہیں رکھتے -

وہاں سے واپس آکر میں حیدرآباد گیا اور جناب آنریبل خان غلام محمد خاں صاحب بھرگڑی اور آنریبل شیخ غلام حسین خاں صاحب کو اس پاک تحریک میں شمولیت کے لئے توجہ دلائی - آپ نے نہایت خلوص سے اس میں خود چندہ دیا اور دیگر احباب سے چندہ جمع کرنے کا وعدہ فرمایا - اس جگہ ہمارے ایک بھائی شیخ محمد اسمٰعیل صاحب تاجر ہیں - اُنھوں نے سجادہ نشین [illegible] قادیان کی بیعت کی ہوئی تھی - لیکن فہیم انسان ہیں - آخر معاملہ کی اصلیت کو سمجھ کر اب اس سے سخت بیزار ہیں ان کو میں نے النبوت فی الاسلام اور نکات القرآن کی کاپیاں دیں اور اصل معاملہ پر روشنی ڈال کر بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو کس طرح قادیانی گروہ تباہ کررہا ہے - آپ تو پہلے ہی سے بیزار تھے اللہ کا شکر ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے لئے کمربستہ ہوگئے - اور بلاتوقف روپیہ چندہ بھی دیا - اس جگہ ہمارے ایک اور بھائی شیخ عبدالکریم صاحب جلد ساز اور ایک سیجر صاحب ہیں ان ہر سہ احباب کی جماعت جمہ قائم ہوئی - اور شیخ صاحب کو چندہ جمع کرنے کا خزانچی بنا کر کام کو حیدرآباد میں شروع کرایا گیا - لیکن لوگوں میں غلط فہمی کی وجہ سے جو کچھ تو علمائ[illegible] نے پھیلائی ہوئی تھی اور کچھ ہمارے سلسلہ کے اور اسلام کے اندرونی دشمنوں نے - پوری دلچسپی اس امر سے نہ تھی -

اس کے بعد میں کراچی گیا - وہاں ہمارے مکرم دوست بابو رحیم بخش صاحب ہیں - ان سے اور جو دیگر دوست وہاں تھے جن کے لئے بہائے خطوط میرے پاس تھے یہ معلوم ہوا کہ کراچی میں احمدیت کے متعلق بہت غلط فہمیاں پڑی ہوئی ہیں - اور خاصکر مسئلہ نبوت کی وجہ سے لوگ بہت بگڑے ہوئے ہیں - اس چندے میں کامیابی نہیں ہوسکتی جب تک کہ اصل حقیقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعووں کی اور احمدیت کی ان پر نہ کھولی جاوے - اور اس کے لئے بہتر ہے کہ حضرت خواجہ صاحب خود تشریف لاویں - اور لیکچر دیں - چنانچہ وہاں ایک کیچھ بنادی گئی - جس میں جناب مرزا جلال الدین صاحب بیرسٹر اور ماسٹر محمد خاں صاحب - سنا ہے مقرر[1] مسلمانان اور چند دیگر دوست بہت مستعدی سے کام کررہے ہیں - اور خواجہ صاحب کو بذریعہ تار اطلاع دی گئی - چونکہ خواجہ صاحب نے پانچ یوم کے بعد آنا تھا میں نے پسند کیا کہ خالی رہنے سے بہتر ہے اس عرصہ میں خیرپور میرس ہو آؤں وہاں سے خیرپور میرس ریاست میں وہاں کے وزیر خان بہادر شمس العلماء ابراہیم خاں صاحب سے تعارف تھا - اُن کی خدمت میں یہ تحریک پیش کی گئی - انھوں نے اعتراض کیا کہ ابھی یہ ترجمہ شائع نہیں ہوا - سمجھتا ہے کہ لوگ بعد میں اس پر اعتراض کریں جیسے سر سید مرحوم کے ترجمہ پر کرتے تھے - تو پھر ہمیں ندامت اٹھانی پڑے گی کہ کیوں ایسے کام میں حصہ لیا - میں نے آپ کو نکات القرآن کی دو کاپیاں دیں اور بتایا کہ یہ وہ ترجمہ ہے اور اس پر اخبارات کی جو رائیں ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیں - اس پر آپکی تسلی ہوگئی - آپ نے میری بہت خاطر و مدارات کی - اور ایک ہزار روپیہ اس کی امداد کے لیے عطا فرمایا - ریاست چھوٹی ہے اور آمد زیادہ نہیں [illegible] خواجہ صاحب کو ریل میں خیرپور میرس کے اسٹیشن پر جب وہ کراچی کو جارہے تھے ملا اور سیدھے کراچی گئے - وہاں جاکر آٹھ لیکچر ہوئے مولوی صاحبان نے جو ان کا طریق ہے غلط فہمیاں کے پھیلانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا - لیکن لوگ سمجھدار تھے آخر سمجھ گئے کہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بہتان ہے - کہ وہ پہلے نبیوں کی طرح ہونے کے مدعی ہیں - انھوں نے مان لیا کہ آپ کا دعویٰ مجددیت کا تھا - اور وہ مسیح موعود اور مہدی ہونے کے مدعی تھے - اور ان کی نبوت کا دعویٰ مجددیت والی نبوت کا تھا - اور اس سے زیادہ اور جو کچھ ہے [illegible] غلو کا نتیجہ ہے - اور کہ اس دعوے میں کسی مسلمان کو کوئی عذر نہیں - سب احباب نے مجموعی طور پر ہمارے اشاعت اسلام کے کام سے اتفاق ظاہر فرمایا اور اس میں دل و جان سے مدد دینا اپنا فرض سمجھا - غرضیکہ وہ کراچی جو کہ احمدیت کی جانی دشمن تھی اصلیت معلوم کرنے پر احمدیت کی تعریف کرتی نظر آتی تھی کم از کم کینہ و بغض سے ان کے دل خدا نے پاک کردئے تھے - نفرت دور ہوگئی تھی - معزز احباب نے دو بڑے ڈنر دیئے - سیٹھ غلام علی صاحب چاگلہ اور سیٹھ عبداللہ صاحب ہارون اور اور سیٹھ عبدالرحیم صالح محمد صاحب نے نہایت دلچسپی ہمارے کام میں ظاہر فرمائی - اور خاص خاطر مدارات ہماری فرمائی اور آخر کو ایک بڑا بھاری ڈنر دیا گیا جس میں ہمارے کام سے بہت دلچسپی ظاہر فرمائی - اور قرآن کی اشاعت

[1] گذشتہ اشاعت میں ، کی تعداد غلط لکھی گئی تھی -

اور مسلم ریویو کی امداد کے لئے چار احباب سے لیعنی سیٹھ غلام علی صاحب ہاکلہ۔ سیٹھ عبداللہ جان صاحب اور جناب دوست محمد خان صاحب کونسل امیر کابل نے مبلغ پانصد روپیہ فی کس چندہ عطا فرمایا اور سب احباب نے اس کارخیر میں حصہ لینے کی تحریک کی۔ قریبًا پانصد روپیہ چندہ قرآن کے لئے ہم اس سے پہلے اور متفرق طور پر کر چکے تھے۔ غرضیکہ دو ہزار آٹھ سو روپیہ چندہ ہو گیا۔ اور یہ تحریک کا آغاز تھا۔ جناب مرزا جلال الدین صاحب اور برادرم بابو رحیم بخش صاحب اور ماسٹر محمد خان صاحب ہمارے بعد اس کام کو جاری رکھینگے۔

الغرض نہ صرف قرآن اور مسلم ریویو کے چندہ میں ہی کامیابی ہوئی۔ بلکہ بڑا بھاری کام جو ہمارا وہ یہ تھا کہ کراچی کے مسلمانوں میں احمدیت سے نفرت بہت حد تک دور ہو گئی۔ اور یہ اللہ کا خاص فضل تھا۔ کراچی میں ہی نہیں بلکہ کل ملک سندھ میں ہم نے بعد میں کے اس اثر کو محسوس کیا۔ مسلمان سندھی اخبارات نے ہمارے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اس کے بعد ہم حیدرآباد میں آئے اور وہاں اور لیکچر شروع ہوئے اور چندہ کی فراہمی کے لئے کام شروع کیا گیا۔ پہلی مرتبہ قریبًا دو صد چندہ ہو چکا تھا امید ہے کہ انشاء اللہ اس میں اور اضافہ ہو گا۔ یہی نہیں میرپور خاص کے ضلع میں اور دیگر اضلاع میں زمینداران کو تحریک چندہ کی گئی ہے اور ان سے چندہ کی وصولی کے کام کو جناب سید محمد علی شاہ صاحب کے سپرد کیا گیا ہے۔ ہمیں کامل امید ہے کہ وہ اس کام کو ہمارے بعد جاری رکھینگے۔

دوران قیام کراچی میں اخویم جناب سید محمد علی شاہ صاحب ہمارے ہمراہ رہے اور چونکہ آپ کراچی میں پہلے رہ چکے تھے آپ نے سات دن اس تحریک میں مدد دینے کے لئے ایک کر دیا۔ آپ نہایت ہی نیک صالح جوان ہیں۔ آپ بے نفسی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے نیک ارادوں میں کامیاب فرماوے آمین

غرضیکہ اب چندہ کا کام۔ کراچی۔ حیدرآباد اور مضافات سندھ میں شروع ہو چکا ہے۔ تحریک ہر جگہ پہنچ چکی ہے۔ ہم اپنا کام کر چکے۔ خط و کتابت سے باقی کام ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایک ماہ میں کام کے بعد واپس پنجاب جانا مناسب سمجھا۔ حضرت خواجہ صاحب منگرول ریاست میں تشریف لے گئے ہیں تا قرآن کے لئے تحریک کریں۔ سکھر۔ لاڑکانہ۔ شکارپور۔ اور قصبہ جات ہیں جہاں تحریک بذریعہ خطوط کرنی ہے۔ یہاں کے دو چار پیر صاحبان سے بھی ملے اور تحریک کی لیکن پیر پیر ہی ہوتے ہیں اپنے اللہ تعالیٰ اپنے نیک کاموں میں حصہ لینے کی توفیق چھین لیتا ہے۔ (راقم عبدالحسین شاہ)

نوٹ اور رائے

مسلمان ولیعہدوں کے خیالات مذہب کے بارے میں

یہ ایک بڑا ایکا اور سچا قانون ہے کہ

کسی قوم کی مصائب کا آغاز خود اسی کے ہاتھوں سے ہوتا ہے۔ اور جب تک ہم خود کوئی اچھا یا بُرا کام نہ کریں اس وقت تک اس کے اچھے یا بُرے نتائج بھی ظہور پذیر نہیں ہو سکتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مسلمانوں پر یہ ادبار اور مصائب کی گھٹا کیوں چھائی ہے۔ اس کا جواب صاف ہے کہ مسلمان آج وہ مسلمان نہیں رہے جو لائق قدر و منزلت اور الٰہی فیضان کو جذب کرنے والے تھے۔ اور تو اور خود مسلمان بادشاہوں اور ولیعہدوں کا یہ حال ہو کہ وہ مذہب کو ترقی کے منافی سمجھتے ہوں تو اسلام اور اہل اسلام کو ان سے جو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ معلوم۔ حال ہی میں شہزادہ عزالدین آفندی ولیعہد ترکی کی خودکشی کی خبر موصول ہوئی ہے جس کے ساتھ ہی وہ المناک اور رنجدہ خیالات بھی سنائے گئے ہیں جو ولیعہد مرحوم نے سنہ ۱۹۱۲ء میں مذہب کے متعلق ظاہر کئے تھے۔ اور وہ یہ ہیں:-

"میرے جد نامدار سلطان محمود کا قول ہے
کہ مذہبی معاملات مسجد یا کلیسیا کی چار
دیواری کے اندر محدود رہنے چاہئیں
ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی سلطنت کو جہاں
بانی کے جدید آئین کے سانچہ میں ڈھالیں۔
تم اس مملکت کو موجودہ ترقی یافتہ حکومتوں
کی صف میں شمار نہیں کر سکتے جبکہ ہر ایک
فرد آزاد اور مذہبی دنیا سے بالکل الگ
تھلگ مساوی الدرجہ نہیں ہے"

اگر تو یہ خیالات صرف ولیعہد مرحوم تک ہی محدود ہوتے تو ہم ان کی وفات کے بعد ان کو دوہرانا اور اظہار افسوس کرنا کبھی جائز نہ سمجھتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مرض اب طاعون کی طرح بہت ترقی کر گیا ہے۔ اور ہمیں بتایا گیا ہے کہ اس کے جراثیم آئندہ ولیعہد ترکی شہزادہ وحیدالدین آفندی کے وجود میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی انھیں خیالات کے حامی ہیں۔ فانا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ ہیں اسلامی حکومتوں کے والی۔ خدا ہی ہے جو انھیں نیک سمجھ عطا فرمائے۔

اسرار خودی

ایک مثنوی ہے جو ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب بیرسٹر پی ایچ ڈی نے حال ہی میں لکھکر شائع کی ہے۔ اس میں ڈاکٹر صاحب نے انسانی کمالات اور شرف کو مدنظر رکھ کر انسان کو اس جائز خودی اور خودداری کا سبق پڑھایا ہے جو اس کے ہر طرح شایان شان ہے نیز مسلمانوں کے ایک فرقہ صوفیہ کے اعتقاد وحدت الوجود کے بد اثرات کو بتا کر اس کی تردید کی ہے جس کے ضمن میں حافظ شیرازی کے متعلق بھی کسیقدر سخت سست کہا ہے۔ اس پر فرقہ صوفیہ کے ایک رکن مولانا حسن نظامی بہت برافروختہ ہیں اور وہ ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب کو ہی لغو اور بیہودہ کہہ کر عوام کو بھڑکانا چاہتے ہیں۔ ہمارے خیال میں بہتر ہوتا کہ مولانا ڈاکٹر اقبال کے پیش کردہ خیالات کی تردید دلائل سے کرتے نہ کہ غصہ ور الفاظ سے۔ جہانتک فرقہ صوفیہ کی موجودہ حالت اور ان کے خیالات کو دیکھنے اور سننے سے پتہ چلتا ہے ہمیں ڈاکٹر صاحب کے پیش کردہ خیالات میں نقص دکھائی نہیں دیتا۔ اور ہمیں ان کے یہ الفاظ جو انھوں نے مولانا حسن نظامی کو جواب دیتے ہوئے کہے ہیں بالکل صحیح اور معقول معلوم ہوتے ہیں۔ کہ:-

"۔ ۔ ۔ ۔ کہ اسلام نے دین و دنیا کے فرائض کو ایک جا کیا ہے اور اس طرح بنی نوع انسان کے لئے ایک معتدل راہ قائم کی ہے۔ جہاں یہ سکھایا ہے کہ تمہارا مقصود اعلیٰ اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ وہاں یہ بھی تعلیم دی ہے کہ لا تنس نصیبک من الدنیا (دنیا میں اپنا حصہ فراموش نہ کر) "دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ" اسلام کی تعلیم نہیں۔ بلکہ صحیح اسلامی تعلیم یہ ہے جو شرح عقائد نفی میں چند الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ ترک الاسباب جہالۃ والاعتماد علیہا شرک۔ یعنی اسباب دنیا کا ترک کرنا جہالت ہے اور ان پر اعتماد کرنا شرک ہے۔ پس جب میں رسول اللہ صلعم کی نعت میں یہ کہتا ہوں کہ ع

"کہ از کلید دین در دنیا کشاد"

تو میرا مطلب اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہ نبی کریم نے دین کی وساطت سے دنیا میں حصہ لینا سکھایا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسلم کو ہدایت کی کہ لا تنس نصیبک من الدنیا۔ یعنی دنیا میں اپنا حصہ فراموش نہ کر مگر اس حصے کو حاصل کرنے کا طریق بھی بتایا اور اسکا نام شریعت اسلامیہ کا وہ حصہ ہے جو معاملات سے تعلق رکھتا ہے جس طرح خواجہ صاحب (خواجہ حسن نظامی) اسلام کی تعبیر فرماتے ہیں اسطرح تو اسلام اور رہبانیت میں کچھ فرق نہیں رہتا لا رہبانیۃ فی الاسلام" (وکیل ۹ فروری سنہ ۱۶ء)

مذاکرۂ علمیہ

تفسیر القرآن نمبر ۳

ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر الخ
.... ویطعمون الطعام علی حبہ
مسکیناً ویتیماً واسیرا الخ (س الدہر)

استدلال تشیع

ایک دفعہ امام حسن و امام حسین بیمار ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل عرب ان کی عیادت کو آئے۔ اور حضرت علی علیہ السلام سے اہل عرب نے کہا کہ اے ابوالحسن بہتر ہو کہ آپ نذر مانیں۔ چنانچہ تین دن متواتر حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت فضہ اور حسنین نے روزہ رکھا۔ پہلے دن جب افطار کا وقت آیا تو دروازہ پر ایک مسکین نے آواز دیا تمام طعام پختہ اس کے حوالہ کیا گیا اور سب نے سوائے پانی کے اور کچھ نہ پیا۔ اور پھر اسی فاقہ پر دوسرا روزہ رکھا۔ افطار کے وقت دروازہ پر ایک یتیم نے آواز دیا طعام پختہ اس کے حوالہ ہوا۔ اور خود پانی پر افطار کر کے اسی فاقہ سے تیسرے دن بھی بدستور سابق روزہ رکھا۔ شام کو افطار کے وقت ایک اسیر نے آواز دیا۔ تمام طعام حضر اس کے حوالہ کیا۔ چوتھے روز حضرت علی نے حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آنحضرت نے دیکھ کر فرمایا کہ یہ کیا حال ہے۔ آل محمد بھوک سے مرگ حال ہوگئے۔ اور حسنین فاقہ سے لڑکھڑا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جلدی سے فاطمۃ الزہرا کے پاس پہنچے۔ کہ اس کا کیا حال ہے دیکھا کہ وہ بھی بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہے۔ اور آنکھیں ضعف اور فاقہ سے ڈھیل پڑگئی ہیں۔ اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام آسمان سے اترے۔ اور کہا کہ لے اے محمد خوشخبری۔ اور ھل اتیٰ کی آیتیں پڑھ سنائیں۔ گویا سورہ ھل اتیٰ اس ترکیب سے اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہے +

الجواب

(۱) معلوم نہیں کہ روافض کا خدا اور رسول اور قرآن پر ایمان ہے یا نہ ایک مسلمان کی شان سے بہت بعید ہے کہ وہ خدا کی کتاب پر اس طرح استہزا اور ہتک کر کے اسکو بازیچہ طفلاں بنالے۔

آخر ہر وہ انسان جو عقل اور شعور رکھتا ہے اور صحیح الدماغ ہے خود روایت کے الفاظ پر ادنیٰ تامل کرے۔ اور خدا کے لئے خود ہی انصاف کر کے بتلا دے کہ یہ داستان امیر حمزہ اور الف لیلیٰ ہے۔ یا تفسیر القرآن ہے۔ اسے تو خدا کے واسطے ذرا عقل خداداد سے کام لے [illegible] کی بے ربطی اور ژولیدہ بیانی اس کے کذب پر خود گواہ ہے۔

(۲) دعویٰ تمہارا ہے کہ قرآن سے ثبوت دیتے ہیں اور پیش کرتے ہو حدیث اور روایت۔ افسوس۔ صد افسوس۔ حدیث سے ثبوت پیش کر کے اس کا نام استدلال از قرآن رکھنا کیسی خلاف بیانی اور غلطی ہے۔

(۳) اہل علم جانتے ہیں کہ سورہ ھل اتیٰ مکی ہے اور حسنین تو بعد ہجرۃ کے پیدا ہوئے۔ اور اسی طرح حضرت مرتضیٰ علیہ السلام کی شادی حضرت زہرا سے بعد ہجرت اور بعد از غزوہ بدر واقع ہوئی۔ پھر نزول ھل اتیٰ کے وقت حسنین علیہما السلام کہاں تھے۔

(۴) اگر کوئی روایت یا قول کسی حدیث کی کتاب میں موضوع اور ضعیف یا مجروح حدیث قرار دیکر نقل کردیا گیا ہو تو اسکو حدیث نہیں کہہ سکتے۔ جب تک اس کی صحت اہل علم اور اہل معرفت کے نزدیک ثابت نہ ہو۔

شیعہ اور سنی ہر دو کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ کہ خیر القرون کے بعد بہت سی احادیث اور روایات وضع کی گئیں۔ اور ایسی احادیث کا ذخیرہ کتب احادیث میں بکثرت موجود ہے۔ پس یہ امر سمجھ لینا چاہیئے کہ ہر فن کے لئے چند ماہرین فن ہوتے ہیں اور مشکل امر کے وقت اہل فن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ مثلاً روپیہ اور نقدی کے کھرے اور کھوٹے قرار دینے کے لئے صراف ہیں علم نحو اور علم لغت اور علم کلام کے لئے بھی رجال اور اہل فن ہیں۔ اور اسی طرح اہل حدیث کے لئے بھی رجال اور ماہرین اور عارفین فن ہیں اور ضرورت کے وقت انہی کی طرف رجوع کیا جاوے گا۔ اور اس میں شک نہیں کہ عارفین فن حدیث اس حدیث کو کذب اور موضوع صریح جانتے ہیں۔ اور اکثر فضائل کی احادیث کا یہی حال ہے۔ احادیث الفضائل یتسامح فیہا عند اھل العلم۔

(۵) اگر ایک جز ضعیف یا موضوع کسی حدیث کی کتاب میں مندرج ہو اور دوسری مضبوط اور صحیح حدیث اس کے خلاف وارد ہو جس پر اہل علم اور ماہرین فن حدیث نے صاد کیا ہو تو صاحبان عقل کے لئے سزاوار نہیں کہ صحیح اور قوی کو چھوڑ کر ایک جز واحد اور ضعیف کے پیچھے لگ جاویں

(۶) ہم ثعلبی یا واحدی۔ کلینی یا صافی کے اقوال یا مرویات کے پابند نہیں۔ اور نہ ان کی علمیت ہمارے لئے احقاق حق کی طلب میں سد راہ ہو سکتی ہے یا ہم ان کی وجاہت علمی اور تبحر سے مرعوب ہو سکتے ہیں یہود و نصاریٰ اسی مرض سے ہلاک ہوئے اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ الخ۔ انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاءھم الھدیٰ الا ان قالوا ابعث اللہ بشراً رسولا

یہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا ایک نقشہ کھینچا ہے۔ کہ لوگ ہدایت کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ ہدایت لانے والے کو دیکھتے ہیں۔ اور اس کی پوزیشن پر حملہ کرتے ہیں حالانکہ

مرد باید کہ گیرد اندر گوش
ور نوشت است پند بر دیوار

محققین اور صاحبان بصیرۃ۔ حق اور سچی بات سے آدمیوں کو شناخت کرتے ہیں اور مقلدین پیچھے چلنے کے عادی جو اپنے قوائے عقلیہ کو معطل اور بے کار کئے ہوتے ہیں غیر موزوں اور لمبے لمبے خطابوں سے رعب میں آکر ان کی باتوں کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں یہ فلاں علامہ اور فلاں شمس العلماء اور فلاں تاج الشیعہ مجتہد ہند والسندھ کا قول ہے وھم علیٰ آثارھم مقتدون الخ

پس ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو مانتے ہیں اور اسی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں نہ فلاں اور بہماں کے اقوال کو جن کا نام انھوں نے احادیث رسول فرضی طور رکھ لیا ہوا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو متہم کر رہے ہیں۔

(۷) ہم کو تعجب ہے مفسرین شیعہ کی عقول پر اپنی تفسیروں میں حسنین علیہما السلام کی بیماری اور نذر صوم ثلاثہ وغیرہ کے واقعات بھی لکھتے ہیں اور پھر تفسیر سورہ ھل اتیٰ مکیۃ بھی لکھدیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس یخربون بیوتھم بایدیھم اگر سورہ ھل اتیٰ مکیہ ہے جیسا کہ مفسر کمانی لکھتے ہیں تو واقعات غلط ہیں۔ کجا مکہ اور کجا حسنین۔

(باقی دارد)

ریویو از حضرت امیر

عبرت

مولوی محمد اکبر شاہ خاں صاحب کے رسالہ عبرت کا دوسرا نمبر نکل چکا ہے۔ پہلا نمبر تو بوجہ مصروفیت جلسہ میں پڑھ نہیں سکا دوسرا اکثر حصہ دیکھا ہے بہت عمدہ رسالہ ہے۔ میں اپنے احباب سے بجائے الگ الگ لکھنے کے اخبار کے ذریعہ سے سفارش کرتا ہوں کہ جو استطاعت رکھتے ہیں وہ اس رسالہ کو خریدیں۔ اس کے مضامین انشاء اللہ بہت مفید ثابت ہونگے۔ اور اپنے رنگ کا ایک ہی رسالہ ہے۔ قیمت ششماہی صرف ایک روپیہ ہے۔ (پتہ مولوی محمد اکبر شاہ خاں صاحب نجیب آباد)

محمد علی

حدیث ثقلین پر ایک بحث

(گذشتہ سے پیوستہ)

علمائے سابقین کی تحقیقات

قال الشیخ فی اللمعات - اعلم انہ قد جاء اھل البیت بمعنی من حرام الصدقۃ علیھم وھم بنوھاشم فیشمل ال العباس وال علی وال جعفر وال عقیل وال الحارث فان کل ھؤلاء یحرم علیھم الصدقۃ وقد جاء بمعنی اھلہ صلے اللہ علیہ وسلم شاملا لازواجہ المطھرات واخراج نسائہ صلے اللہ علیہ وسلم من اھلبیت فی قولہ ویطھرکم تطھیرا - ان خطاب معھن سباقا وسیاقا - فاخراجھن مما وقع فی البین یخرج الکلام عن الانساق والانتظام - قال الامام رازی انھا شاملۃ لنسائہ صلی اللہ علیہ وسلم لان سیاق الایۃ ینادی علے ذالک فاخراجھن عن ذالک وتخصیصہ لغیرھن غیر صحیح - والوجہ فی تذکیر الخطاب فی قولہ لیذھب عنکم ویطھرکم باعتبار لفظ الاھل او تغلیب الرجال علی النساء ولو ان الخطاب کان مخصوصا بھن ولابد من القول بالتغلیب علی ای تقدیر والا لخرجت فاطمۃ وھی داخلۃ فی اھل البیت بالاتفاق - قال التوربشتی عترۃ الرجل اھل بیتہ ورھط الادنون ولاستعمالھم العترۃ علی انحاء کثیرۃ بینھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بقولہ اھلبیتی لیعلم انہ اراد بذالک نسلہ وعصابتہ الادنین وازواجہ - والظاھر ان المراد باھل البیت ھھنا اخص من اولاد الجد القریب وھم بنوھاشم بل اولادہ وذریتہ والعترۃ تواعم من ذالک (لمعات)

اختلفوا فی الال - من ھم قیل من حرمت الزکوۃ - کبنی ھاشم وبنی مطلب والفاطمۃ والحسن والحسین وعلی واخویہ جعفر وعقیل واعمامہ صلی اللہ علیہ وسلم العباس والحارث والحمزۃ واولادھم - وقیل کل تقی الہ صلی اللہ علیہ وسلم و ذکرہ الطیبی وقال الشیخ عبد الحق ان ازواجہ صلی اللہ علیہ وسلم داخلۃ فی ھذا الخطاب والال ایضا یجیئ بمعنی الاتباع وبھذا المعنی ورد ال کل مومن ومال الیہ مالک واختار الزھری وھو قول سفیان الثوری وغیرہ ورجحہ النودی فی شرح مسلم الی اخرہ

ان سب اقوال مختلف علماء کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اہلبیت وہ ہیں - جن پر صدقہ حرام ہے - اور وہ بنو ہاشم آل عباس اور آل علی اور آل جعفر وعقیل وغیرہ ہیں - ازواج مطہرات امہات المومنین ان میں شامل ہیں۔

جو لوگ آیہ تطہیر لیذھب عنکم الرجس الخ سے ازواج مطہرات کو خارج کرتے ہیں وہ قرآن کریم کے سیاق اور اسکے کلام منتظم ومربوط کو توڑتے اور خراب کرتے ہیں - حالانکہ سیاق وسباق کلام اپنے کھلے اور ظاہری منطوق سے ازواج مطہرات کو شامل کرتا بلکہ انہی کو مختص کرتا ہے۔ اور بغیر ازواج کے آل علی کو مخصوص کرنا غیر صحیح ہے - اور خطاب تذکیر سے کرنا باعتبار لفظ اہل کے ہے - کیونکہ اہل کا لفظ مذکر ہے۔ اسلئے ضمیریں علیکم ویطھرکم مذکر لائی گئی ہیں۔ یا اس لئے کہ اہلبیت میں مرد چونکہ غالب ہیں۔ مذکر سے خطاب فرمایا ہے - اور اگر خطاب تانیث سے ہوتا - تو پھر ضروری ازواج مطہرات مختص ہوتیں اور دیگر کوئی بھی ان میں شامل نہ سمجھا جاتا - اور اسیواسطے قائلین تغلیب نے اس کی تقدیر اس طرح بیان کی ہے - ورنہ پھر تو فاطمۃ الزہرا بھی اہلبیت سے خارج ہو جاویں - حالانکہ وہ باتفاق ان میں داخل ہیں اور اسی طرح کہا گیا ہے کہ عترت اور اہلبیت ایک ہی ہیں - اور وہ وہ لوگ ہیں - جو اس شخص کے نزدیک ہوں - اور عترۃ کا لفظ معانی کثیرہ اور گروہ متعددہ پر استعمال ہوتا ہے - رسول کریم صلعم نے اسی لئے اسکو اہلبیتی سے تعبیر فرمایا تاکہ وہ سب کو شامل ہو - یعنے تمام نسل اور عصابہ قریبہ ازواج مطہرات اور اولاد اور ذریت وغیرہ - اور کہا گیا ہے کہ ہر تقی اور نقی امت محمدیہ آنحضرت صلعم کی آل ہے - اور نیز آل اتباع کے معنوں میں استعمال ہوا ہے - پس ہر مومن متقی آنحضرت صلعم کی آل ہے - امام مالک اسی طرف مائل ہے - زہری سفیان ثوری امام ترمذی وغیرہ کا یہی قول ہے - امام نودی نے شرح صحیح مسلم میں اسپر حجت کی ہے (اور مؤلف) اسی کا قائل ہوں - جیساکہ مینے اپنے مفصل رسالہ الموسوم حدیث ثقلین میں اسکو ثابت کیا ہے۔

خاکسار نذر علی از پشاور -

چندہ انجمن احمدیہ شاخ سرینگر

(گذشتہ سے پیوستہ)

۳ چندہ متفرقہ برائے اشاعت اسلام

	آنہ	روپیہ
راجہ عطا محمد خاں افسر فائر بریگیڈ بر موقعہ نکاح دختر نیک اختر خود		۵
ماسٹر عبداللہ صاحب کارپینٹری ٹیچر ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ سرینگر بر موقع نکاح خود		۴
کل		۹

۴ رقومات وصول شدہ بر موقعہ عید الضحیٰ

نام چندہ دہندہ	[illegible]	[illegible]	کل
ملک شیر محمد خاں پرسنل اسسٹنٹ محکمہ مال	ے	۴ر	للعہ
خواجہ جلال الدین صاحب انسپکٹر مدارس کشمیر	عا	عہ	سے
مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل	عہ	۱ر	عہ۴ر
منشی موسیٰ خاں مدرس سری پرتاب ہائی سکول	عہ	۱۲ر	عہ۱۲ر
راجہ عطا محمد خاں افسر فائر بریگیڈ	عہ	۲ر	عہ۲ر
خانصاحب محمد عبداللہ صاحب سیکنڈ ماسٹر سری پرتاب سکول	۸ر	۱۲ر	عہ۴ر
مولوی اللہ داد صاحب مدرس نارمل سکول سرینگر	۸ر	.	۸ر
خلیفہ عبدالرحیم صاحب	۸ر	.	۸ر
خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب	۴ر	.	۴ر
ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	.	۱۲ر	۱۲ر
مولوی نذیر احمد صاحب جج سطالبات خفیفہ سرینگر	.	عہ۱۰ر	عہ۱۰ر

نام چندہ دہندہ	[illegible]	[illegible]	کل
منشی لعل خاں صاحب سیکنڈ ماسٹر گلگت سکول	عمر	.	عمر
مولوی حسن پیر صاحب محکمہ مال گلگت	عہ	.	عہ
محمد میر ملازم ملک شیر محمد خاں صاحب	۴ر	.	۴ر
امیر بٹ چپراسی محکمہ مال	۲ر	.	۲ر
عزیزا چپراسی محکمہ تعلیم	۲	.	۲ر
عبدالرشید و بشیر احمد پسران مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل	۲ر	.	۲ر
محمد ایوب صاحب طالبعلم انٹرنس سری پرتاب ہائی سکول	۱ر	.	۱ر
محمد یعقوب صاحب طالبعلم ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ سرینگر	۱ر	.	۱ر
میزان کل	عہ۸ر	۱۰ر	عہ۲ر

خواجہ کمال الدین کا مذہب

زمیندار میں بعنوان بالا ایک استفسار چھپا ہے جس میں احمدی جماعت کے موجودہ دو فریقوں یعنی اہل لاہور و اہل قادیان کی طرف اشارہ کرکے ذیل کے سوالات کئے گئے ہیں:-

(۱) خواجہ کمال الدین صاحب کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۲) اسلام کے متعلق خواجہ صاحب کے اعتقادات کیا ہیں۔

(۳) جو مسلمان ان کے ہم عقیدہ نہیں وہ ان کو مسلمان کہتے ہیں یا کافر۔

(۴) کفر و اسلام کا معیار ان کے مذہب میں کیا ہے۔

(۵) نامسلمانوں میں وہ کس مذہب کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان سوالات کے جواب کے لئے مکرم ایڈیٹر صاحب نے مجھے ہی ارشاد کیا ہے۔

جواب

میں احمدی جماعت اہل لاہور سے تعلق رکھتا ہوں۔ دو جماعتوں میں مابہ النزاع صرف یہ ہے کہ اہل لاہور آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کے باب کو مسدود سمجھتے ہیں اور حضرت مرزا صاحب کے انکار سے کفر لازم آنا یقین نہیں کرتے۔ یہی اصول اختلاف ہے۔ باقی اس کی شاخیں۔

میرا مذہب:- اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔ امنت باللہ و ملئکتہ و کتبہ و رسلہ و الیوم الآخر و القدر خیرہ و شرہ من اللہ تعالیٰ۔ میں حنفی المذہب ہوں۔ اور آنحضرت صلعم پر ہر قسم کی نبوت کا اختتام مانتا ہوں۔ آپ کے بعد کسی کی نبوت کا میں قائل نہیں۔ صرف برطبق حدیث نبوی لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (مبشرات کے سوا اب یعنے آنحضرت صلعم کے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا) و حدیث بخاری لقد کان فیمن قبلکم رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فعمر (تم سے پہلے ایسے لوگ گذرے ہیں جو نبی تو نہ تھے مگر خدا اُن سے کلام کرتا تھا۔ اور اس امت میں ایسا عمر ہے)

ان احادیث نبویہ کے حکم پر میرا ایمان ہے کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی تو نہ آویگا۔ آپ کے بعد ایسے اکابر امت ہوئے اور ہونگے جن سے خدا ہمکلام ہوا۔ اور جو بفحوائے کلام ربانی لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا۔ صاحب الہام ہونگے وہ نبی نہیں انبیاء کے رنگ میں رنگین ہونگے۔ اور نبوت کی ظلیت میں ہونگے اس قسم کے بزرگ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی حضرت جنید۔ حضرت شاہ ولی اللہ۔ حضرت معین الدین۔ حضرت محی الدین عربی۔ حضرت امام غزالی علیہم الرحمۃ اور دیگر اولیاء کرام تھے اور انعمت علیہم میں سے ایک سب سے عدیل درخشندہ گوہر اور اس صدی کے مجدد میرے مرشد حضرت مرزا صاحب تھے۔ ان بزرگوں کا قبول کرنا کلام ربانی اور فیوض الٰہی کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن ان کے انکار سے میرے نزدیک کفر لازم نہیں آتا۔ میرے مذہب میں مسلمان ہونے کے لئے توحید اور رسالت آنحضرت صلعم پر ایمان لانا کافی ہے۔ یہی دو باتیں کفر و اسلام کا معیار ہیں۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے یہ مذہب میرا ہی نہیں بلکہ میرے مرشد اول حضرت مرزا صاحب اور مرشد ثانی حضرت حکیم نورالدین صاحب کا بھی یہی مذہب تھا۔ مثلاً حضرت مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی کے حصہ استفتا کے صفحہ ۶۴ پر یہ عبارت ہے۔ والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ (ہمارے نبی کریم کے بعد نبوت منقطع ہو گئی اور فرقان کے بعد کوئی کتاب نہیں وہ سب پہلے صحیفوں سے بہتر ہے۔ اور شریعت محمدیہ کے بعد کوئی شریعت نہیں۔ اسی طرح مرزا صاحب اپنے اشتہار دہلی مندرجہ کتاب دین الحق صفحہ ۲۸ میں فرماتے ہیں۔ میں سیدنا و مولینا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کافر اور کاذب جانتا ہوں۔" اس قسم کی تحریروں سے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف مملو ہیں۔ بالمقابل جس قسم کی جزوی نبوت کے برطبق حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات (نبوت میں سے ایک جزو یعنے مبشرات آنحضرت کے بعد باقی رہ گئی ہے) حضرت مرزا صاحب مدعی ہیں۔ اسکے قائل کل اکابران اسلام ہیں۔ اس قسم کی نبوت کو خود حضرت مجدد الف ثانی نے ظلی نبوت سے تعبیر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت مرزا صاحب کے الہام یا تصنیف میں جہاں ایسی نبوت کا ذکر ہے اس سے مراد حضرت مصنف کی تصریح کے مطابق مجاز ہے۔ نہ کہ حقیقت چنانچہ آپ نے خود ضمیمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے سمیت نبیا من اللہ علی الطریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ (مجھے نبی کرکے جو بلایا گیا ہے۔ تو یہ مجازاً ہے۔ نہ کہ حقیقتاً) حضرت نے اپنی کتاب سراج منیر ص۳ میں نہایت تفصیل سے الفاظ ذیل میں اس حقیقت کو کھولا ہے۔

"ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں۔ جن میں رسول رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں پھر خدا کو کیوں یہ حرام ہو گیا کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں میں استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم لمرسلون (یہاں قرآن نے غیر نبی کو مرسل کہا ہے) بھی یاد نہیں رہا۔ بار بار لکھتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا کی طرف سے بیشک ہیں لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔" پھر اسی نبوت مجازی کی حقیقت پر لکھتے ہوئے آپ نے حقیقت الوحی (استفتا) صفحہ ۱۶ پر یہ لکھا ہے ولیس مرادہ من النبوۃ الا کثرۃ مکالمۃ اللہ یعنی اس نبوت سے مراد صرف کثرت مکالمہ الٰہیہ ہیں جو ان احادیث مندرجہ بالا کے رو سے قیامت تک امت مرحومہ میں جاری رہیگی۔

مسئلہ تکفیر کے متعلق جو میرا مذہب ہے وہی حضرت مرزا صاحب کا مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا۔ یہی مذہب حضرت مرزا صاحب کا دم واپسین تک رہا۔ انہوں نے اپنے منکرین میں سے صرف اپنے مکفر و مکذب کو کافر کہا یا اپنی تکفیر کے متردد کو ان جیسا سمجھا۔ ان کے علاوہ انہوں نے ہر کلمہ گو کو مسلمان سمجھا۔ اسی طرف آپ نے کتاب حقیقۃ الوحی میں اشارہ کیا اور یہ بھی بربنا حدیث نبوی تھا جس کے رو سے ایک مومن مسلم کا مکفر خود کافر ہو جاتا ہے

غیر مسلموں میں تبلیغ کے معاملہ میں میرا ہمیشہ سے یہی مسلک ہے کہ اگر ہم توحید و رسالت ان کو منوا لیں تو ہم اپنے فرض اولیں سے سبکدوش ہو گئے۔ ولایت جانے سے تیس سال پہلے بھی میرا یہی طریق عمل تھا اور آج تک بھی میرا یہی عمل ہے میں نے یہ تحریر کسی بحث کا دروازہ کھولنے کے لئے نہیں لکھی۔ میں نے خدا کو حاضر و ناظر جانکر برطبق استفتا اپنا مذہب لکھدیا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(خواجہ کمال الدین)

(منقول از زمیندار مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۵ء)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما ز جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہمراو با شبیر شد اندر بدن | جان فشد ما جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے/

ششماہی سے/

سہ ماہی ۱۲؎

ماہوار از طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ و

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ربیع الثانی ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۲ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۹

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

لنڈن کی ایک خاتون مس میری کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی مکرمی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مس میری کو چند ماہ سے اسلام سے دلچسپی تھی اس عرصہ میں وہ نہ صرف اسلامک ریویو اور دیگر رسالہ جات کا مطالعہ کرتی رہیں بلکہ دو دفعہ لنڈن سے سفر کرکے ووکنگ تشریف لائیں تاکہ مزید حالات سے آگاہی حاصل کریں۔ آخرش اللہ تعالیٰ نے اس سعید روح کے لئے اسلام جیسی نعمت عظمیٰ نصیب کی اور انھوں نے لنڈن میں نماز جمعہ کے وقت اسلامی مجمع میں اسلام اختیار کیا۔ خدا تعالیٰ اس خاتون پر اپنی برکات نازل فرمائے۔ اس کو صراط مستقیم دکھانے میں ہماری ایک محترم بہن امینہ نے جوان کی ہمسائی ہیں بڑی سعی کی اور اس کا بڑا ثواب انھیں کے حصہ میں لکھا جائیگا۔ انھوں نے اس نو مسلمہ کی بڑی تعریف کی ہے اور ان کی پاکیزگی کی خصوصیت سے مداح ہیں اسی لئے ان کا نام عفیفہ رکھا گیا۔ جوان کے انگریزی نام مریم کا ترجمہ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی ان کو اسم بامسمیٰ بنا رکھا تھا فالحمد للہ رب العٰلمین۔ اللھم

زد فزد۔ والسلام

خاکسار صدر الدین امام مسجد ووکنگ بلال لا از احمد ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء

مختصر نوٹ و نکات

دعا کا گر بھی اسلام نے خوب ہی سکھایا ہے۔ ناممکن سے ناممکن امور جن کا کوئی علاج بظاہر سمجھ میں نہیں آتا اگر وہ کسی خیر اور بھلائی پر مبنی ہوں یا کم از کم ان میں کوئی نقصان اور شر کی بات نہ ہو تو اگر انسان ان کے لئے پوری تضرع اور الحاح سے جناب باری میں دعا کرے تو یہ ایک آزمودہ اور تجربہ شدہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ یہ بیشک صحیح ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کا محکوم نہیں کہ جو کچھ کوئی شخص دعا کرے وہ ضرور بالضرور اسے قبول کرے اور وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو۔ پھر یہ بھی صحیح ہے عسیٰ ان تحبوا شیئا وھو شر لکم۔ ہوسکتا ہے کہ انسان کسی امر کی خواہش کرے اور وہ اس کے لئے مضر ہو۔ اور انھیں حالات کے ماتحت وہ بعض دعاؤں کو قبول نہیں بھی فرماتا اور اپنے بندے کی عرضداشتوں کو سنکر اس کو نوازتا بھی ہے۔ ہاں دعا میں تضرع اور عجز و انکسار کا ہونا ضروری ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جب تک اضطراب نہ ہو حقیقی تضرع کا ہونا بھی مشکل ہے۔

حضرت مسیح موعود نے ایک دفعہ بڑی گھبراہٹ کی حالت میں ایک دعا اس طرح سے پڑھی ہے:۔

"اے میرے محسن اور اے میرے خدا میں ایک تیرا ناکارہ بندہ پر معصیت اور پر غفلت ہوں تو نے مجھ سے ظلم پر ظلم دیکھا اور انعام پر انعام کیا اور گناہ پر گناہ دیکھا اور احسان پر احسان کیا تو نے ہمیشہ میری پردہ پوشی کی اور اپنی بے شمار نعمتوں سے مجھے متمتع کیا۔ سو اب بھی مجھ نالائق اور پر گناہ پر رحم کر اور میری بیباکی اور ناسپاسی کو معاف فرما۔ اور مجھکو میرے اس غم سے نجات بخش کہ بجز تیرے کوئی چارہ نہیں۔"

فرقہ اناث پر کس قدر مہربانیاں اور کرم اسلام اور داعی اسلام علیہ التحیۃ والسلام نے کئے ہیں زمانہ جاہلیت میں عورتوں پر جو جو کچھ مصائب اور شدائد روا رکھے جاتے تھے ان کا ذکر کرنے سے انسان کا دل کانپ جاتا ہے۔ پیغمبر خدا صلعم نے ان مظالم کو دور کرنے میں انتہائی جد و جہد سے کام لیا ہے یہاں تک کہ خیرکم خیرکم لاھلہ کہکر ایک مسلمان کی بڑائی ہی اس میں قرار دی۔ کہ وہ اپنی بی بی کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔ پھر یہیں تک نہیں بلکہ فرمایا

اتقوا اللہ فی النساء فانھن عندکم عوان

یعنی عورتوں کے حق میں خدا سے ڈرتے رہو کہ وہ تمہارے ہاتھوں میں قیدیوں کی طرح ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج اس کے بالکل برعکس بالعموم عورتوں کے حق میں

راجپوت پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام سوار بکرم سنگھ پرنٹر کے چھپکر خلیفہ رجب الدین پبلشر کے ہاتھ سے بطور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

ہندوستان کی تازہ خبریں

ریاست بہاولپور نے محکمہ تعلیم کے لئے ٹیچر کے مہیا کرنے کی غرض سے ایک ٹریننگ سکول کھولدیا ہے اس میں تین کلاسیں یعنی (۱) جے۔ اے۔ وی انٹرنس پاس طلباء کے لئے (۲) ایس۔ وی۔ نارمل پاس طلباء کے لئے (۳) جے وی ورنیکلر مڈل پاس طلباء کیلئے۔

رائے بہادر چنی لال پلیڈر شملہ اصلاع پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی ممبری کے لئے آئندہ انتخابات میں ستلج پار کی میونسپل کمیٹیوں کی طرف سے امیدوار ہوں گے

۱۴ فروری کی صبح سے شملہ میں سخت برفباری ہوئی ۲۴ گھنٹے میں لغصف فٹ برف گری

لکھنؤ میں زیر صدارت لاٹ صاحب ۱۴ فروری کو صوبہ متحدہ میں ایک پبلک جلسہ صوبہ مذکور میں ایک سپیشل وار فنڈ قایم کرنے کے لئے منعقد ہوا اور حسب ذیل عطیات کئے گئے۔ مہاراجہ صاحب بلرامپور نواب مزمل اللہ خان اور آنریبل راجہ میرپور کی طرف سے ایک ایک موٹر ایمبولینس آنریبل راجہ جہانگیر آباد کی طرف سے ایک ہوائی جہاز۔ پانچ موٹر ایمبولینس۔ کانپور دونوں ملز کی طرف سے ۳۰ ہزار روپیہ سر الیگزینڈر میک رابرٹ کی طرف سے ۱۵ ہزار روپیہ اور آنریبل سر جیمس میسٹن کی طرف سے ۱۰ ہزار روپیہ۔ موٹر ایمبولینسوں کے علاوہ ۱۰۹۰۰۵ روپیہ۔ اس جلسہ میں اعلان کیا گیا علاوہ ازیں دو اصحاب نے جنگ کے خاتمہ تک ایک ایک ہزار روپیہ ماہوار دینے کے وعدے کئے

ضلع گوجرات میں سرائے عالمگیر سے قریب ۷ میل کے فاصلہ پر واقع موضع پولانی میں ایک متمول شخص جیون سنگھ نامی کے گھر چند روز ہوئے ڈاکہ ڈالا گیا۔ قریب دو درجن لاٹھیوں سے مسلح ڈاکو ساہوکار مذکور کے گھر میں گھس گئے اور اسے پکڑ کر لیب کے صندوق کی چابیاں طلب کیں چنانچہ چابیاں لے کر وہ صندوق میں سے قریب دس ہزار روپیہ کا زیور لے کر بھاگ گئے مالک مکان کو چارپائی کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا اطلاع ملنے پر پولیس فوراً موقع پر پہنچ گئی اور تحقیقات شروع کی چنانچہ معلوم ہوا ہے کہ چند آدمیوں نے اقبال جرم کر لیا ہے۔ اور کچھ نقدی ایک چوکیدار کے گھر سے برآمد ہو گئی ہے

ہزہائنس مہاراجہ صاحب گوالیار ہمراہی مسٹر کرٹلیڈ جوائنٹ ریزیڈنٹ اور کرنل ہلسر اور ہزہائنس مہاراجہ صاحب بیکانیر ہمراہی مہاراجہ جے نراین سنگھ پرائیویٹ سیکرٹری ۱۴ فروری کی صبح کو وائسریگل لاج دہلی میں پہنچ گئے۔ ہزہائنس بیگم صاحبہ بھوپال ۱۴ فروری کی شام کو پہنچنے والی تھیں

معلوم ہوا ہے کہ مقدمات زیر قانون تحفظ ہند مانڈلے میں مسٹر جسٹس رابنسن۔ مسٹر جسٹس یونگ و مسٹر جسٹس ... کی عدالت میں ۲۹ فروری سے شروع ہونگے

بابو اشونی چندر چکرورتی وکیل ایڈووکیٹ کلکتہ جسے قانون تحفظ ہند کے ماتحت گرفتار کیا گیا تھا ۱۴ فروری کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ لیکن اسے اپنے گاؤں موضع بہار تک ...

واقع ضلع پٹنہ میں نظر بند کئے جانیکے متعلق حکم دیا گیا ہے

۱۶/۱۷ فروری کی رات کو دیوان سکندر لال کے مکان میں نقب زنی کی گئی۔ اور چور کچھ نقدی۔ کپڑے اور جوتیاں اٹھا کر لے گئے ابھی تک چوروں کا کوئی سراغ نہیں ملا

لاہور اکبری دروازہ متصل باغیچہ میاں صمد ایک دکاندار کی رات کے وقت چوری گئی۔ باہر کے تالے بند رہے اور اوپر سے کوئی واقف کار اندر داخل چور چھت پھاڑ کر نیچے اترا اور دوکاندار کے گلے میں جتنے روپے اور پیسے پڑے تھے سب برتن سمیت جس میں یہ روپے وغیرہ پڑے تھے لے کر رفو چکر ہو گیا۔ پولیس دو روز سے بڑی سرگرمی سے تحقیقات کر رہی ہے ابھی تک ملزم کا کوئی پتہ نہیں ملا

ایک شخص مسمی فیروز کے یہاں سے جو ایک بڑی بھاری چوری میں پکڑا گیا بہت سامان برآمد ہوا اور ۲۳ عدد چابیاں بھی برآمد ہوئیں پولیس نے اس کا چالان کر دیا ہے۔ جسکی تاریخ پیشی ۲۱ فروری قرار پائی ہے

جنگ یورپ

سقوط ارض روم :- لندن ۱۷ فروری مغربی رزمگاہ میں جرمن حملوں کا منشا غیر جانبدار سلطنتوں اور بالخصوص اہل مشرق پر اثر ڈالنا ہے مگر اس بارے میں ارض روم پر روسی سپاہ کی کامیابی بدرجہا زیادہ موثر ثابت ہوئی ہے۔ ارض روم ایشیائے کوچک کی کلید ہے۔ کیونکہ اس سے ایشیائے باسفورس تک جانے والی واحد سڑک کا راستہ روسیوں کے لئے کھل گیا ہے طرابزون سے توقع کی گئی کہ زیادہ عرصہ تک مدافعت کرے اور اگر اس پر بھی قبضہ ہو گیا تو اتحادیوں کے لئے بحیرہ اسود سے لیکر عراق عرب کے مشرقی کنارے تک تمام لائن صاف ہو جائے گی۔

ارض روم کو مسخر کرنے والی سپاہ کے علاوہ قفقاز میں روس کی دو فوجیں ہیں جن میں سے ایک بحیرہ اسود کے ساحلی علاقہ پر اور دوسری تحصیل دان کے علاقہ میں ہے۔ روسی سپاہ کا کارنامہ واقعی نہایت قابل تعریف ہے کہ اس نے موسم سرما کے عین وسط میں ایک ایسے قلعہ پر قبضہ کر لیا جو ۲ ہزار فٹ بلند اور برفانی طوفان کے لئے مشہور ہے۔ اس جنگی کارروائی کی ابتدا ماہ جنوری میں ہوئی جب جنرل جوڈینش نے اپنے دونوں بازوؤں کو صاف کر کے ترکوں کو مجبور کیا کہ میلس گرٹ کو جو ارض روم کے جنوب مشرق کی طرف واقع ہے خالی کر کے موش کی طرف پسپا ہو جائیں اور اس کے بعد اس نے کوپری کوہی اور حسن قلعہ پر قبضہ کر لیا جو قارص اور ارض روم کی شاہراہ پر واقع ہے

ارض روم کے قلعے اور توپیں :- لندن ۱۷ فروری پٹروگراڈ کا اخبار آفیشل مسخر اندازہ لگاتا ہے کہ ارض روم میں ایک لاکھ قلعہ گیر فوج اور ۴۷۴ توپیں تھیں اور مقدم قلعوں پر ۳۷۴ اور وسطی قلعوں پر ۲۰۰ توپیں نصب تھیں

ترکوں کا شدید نقصان :- لندن ۱۷ فروری پٹروگراڈ میں تخمینہ لگایا گیا ہے کہ ارض روم کے قلعوں پر آخری حملے سے پیشتر تین ہفتہ کے اندر ترکوں کی ۲ لاکھ سپاہ میں سے ۸۰ ہزار مقتول و مجروح ہوئے باقی ماندہ فوج میں سے صرف ۵۷ ہزار عمدہ جنگی قابلیت کے آدمی تھے۔ ان میں سے شہر کے قلعوں پر قبضہ کرنے کے لئے ۴۰ ہزار کی ضرورت تھی مگر چونکہ بیرونی دمدموں پر مسلط رہنے کے لئے ان کے پاس میدانی فوج کی قلت تھی اس لئے روسیوں نے طویل زد کی آتشبازی سے قلعہ کو تباہ کر دیا۔

قلعے کسطرح مسخر کئے گئے :- پٹروگراڈ ۱۸ فروری۔ معلوم ہوتا ہے کہ ارض روم کے ۹ بیرونی قلعے جن کی بابت ۱۵ اور ۱۶ فروری کے تاروں میں ذکر کیا گیا تھا کہ مسخر ہو گئے ہیں سب کے سب برفانی خطہ سے اوپر تھے سائبیریا فوج نے انہیں ۴۸ گھنٹے کے اندر طوفانی حملے سے مسخر کر لیا اور اس عرصہ میں ۱۱ میل کا فاصلہ طے کیا۔ اثنائے جنگ میں روسیوں کی پیشقدمی رک گئی جس سے ترکوں کو خیال پیدا ہوا کہ وہ جنوب کی طرف جناحی حرکت عمل میں لانے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر ادھر بحیرہ اسود کے ساحلی علاقہ کی روسی فوج نہایت سرگرم کار تھی اور اس اثنا میں ایک خاص جمعیت جس میں زیادہ تر اہل سائبیریا شامل ہے برفانی طوفان میں کئی روز تک کوچ کرنے کے بعد اچانک شہر کے بادلوں پر نمودار ہوئی اور اس کے بعد عقب کے دو بیرونی شمالی قلعوں پر قابض ہو گئی اور جنوب کی طرف رخ کر کے قلعوں کی مشرقی لائن کے عقب میں پہنچ گئی جن کا رخ مشرق کی طرف ہے اور ساتوں قلعوں پر ۲۴ گھنٹے کے اندر قبضہ کر لیا

مال غنیمت اور اسیران جنگ :- لندن ۱۸ فروری پٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سابقہ مال غنیمت کے علاوہ ارض روم کی اول لائن کے قلعوں پر حملہ کرتے وقت ۲۵ توپیں ہمارے ہاتھ آئیں اور ایک شمالی قلعہ کے قریب جو مرکزی قلعہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور جس پر اب روسی فوج قابض ہے ۱۲۵۲ قیدی گرفتار کئے گئے شہر میں کئی جگہ آگ لگی ہوئی ہے اور اسیران جنگ اور مال غنیمت درج رجسٹر کیا جا رہا ہے

روسیوں کی پیشقدمی :- لندن ۱۸ فروری۔ پٹروگراڈ میں بیان کیا جاتا ہے کہ ترکوں نے ارض روم کو ناقابل تسخیر قرار دیکر اپنی تمام طاقت بغداد میں مرکوز کر رکھی تھی ایتھنز میں رپورٹ پہنچی ہے کہ روسی سپاہ مقام بیبرد تک پہنچ گئی ہے جو طرابزون کی سڑک پر ارض روم سے ۷۰ میل شمال مغرب کی طرف واقع ہے

عراق عرب کی جنگی کارروائیاں :- لندن ۱۵ فروری لارڈ کچنر نے دیوان خاص میں اپنے بیان کے دوران میں کہا کہ اب تک عراق عرب کی جنگی کارروائیوں کا انصرام گورنمنٹ ہند کے ہاتھ میں تھا مگر اس کا انصرام آئندہ محکمہ جنگ کے ہاتھ میں رہے گا برطانیہ کے ہندوستانی سپاہیوں نے میدان جنگ میں بڑے بڑے کار ہائے نمایاں دکھائے ہیں۔ لارڈ کچنر نے توقع ظاہر کی کہ عراق عرب کی جنگی کارروائیاں عنقریب قابل اطمینان مرحلہ پر پہنچ جائیں گی۔ جنرل ٹاؤنشنڈ کے پاس سامان رسد وغیرہ کافی مقدار میں موجود ہے جو خاصہ عرصہ کے لئے کفایت کر سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۲-فروری سنہ ۱۹۴۶ء نمبر ۹۰

مسئلہ شوریٰ اور کثرت رائے

احمدی قوم کے اندرونی اختلافات کے دوران میں میاں صاحب اور اُن کے متابعین نے جو نئے نئے مسائل ایجاد کئے ہیں ان میں سے ایک شوریٰ کی عدم پابندی بھی ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ شوریٰ کا حکم تو بیشک اسلام میں ہے لیکن شوریٰ سے فیصل شدہ امر کی پابندی ضروری نہیں۔ یوں تو ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ وہ جو چاہے اعتقاد رکھے دوسرے کو اس سے اس کو روکنے کا کوئی حق نہیں۔ لیکن کسی اعتقاد کو قرآن کریم کی طرف منسوب کرنا یا آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کو اس پر عامل بتانا بجائیکہ ان سب کی تعلیم اور عمل اس کے سراسر خلاف ہو۔ یہ پرلے درجہ کی حماقت اور نادانی ہے۔ قرآن کریم کا حکم ہو وشاورھم فی الامر رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طرز عمل ساری عمر یہی رہا ہو کہ وہ ہر معاملہ میں مشورہ لیتے رہے۔ پھر یہی نہیں بلکہ اس مشورہ سے جو رائے فیصل ہو اس کی پابندی بھی کرتے رہے۔

لیکن الفضل صاحب یہی چیختے چلے جا رہے ہیں کہ نہیں وہ مشورہ سے فیصل شدہ رائے کی پابندی نہیں کیا کرتے تھے۔ ہم نے ۶ فروری سنہ ۱۹۴۶ کے پیغام صلح میں حضرت امیر ایدہ اللہ کا ایک خطبہ درج کیا تھا جس میں اُنھوں نے جنگ احد کے موقع پر آنحضرت صلعم کا مشورہ کرنا اور پھر اپنی رائے کو چھوڑ کر کثرت رائے پر عمل کرنا بتایا تھا اب یہ ایک صریح شہادت تھی اس بات کی کہ اُمت کے لئے کثرت رائے پر عمل کرنا ضروری ہے۔ آنحضرت صلعم خواہ کثرت رائے پر عمل درآمد کرنے کے لئے مجبور نہ ہوں۔ لیکن بہر صورت آپ کا عملدرآمد یہی رہا اور اپنی اُمت کو یہ سمجھانے کے لئے رہا کہ تمہیں کثرت رائے کی پابندی کرنی ہوگی۔ آپؐ تو وحی الٰہی کے ماتحت ہر ایک کام کرتے تھے اور آپ کو نہ کسی مشورہ اور نہ کثرت رائے کی پابندی کی ضرورت ہی تھی۔ لیکن آپ نے کیا ایسا ضرور۔ اور قرآن کے حکم کے ماتحت کیا جس سے صرف یہ سمجھانا مقصود تھا کہ شوریٰ کی رائے کی پابندی اُمت کے لئے ضروری ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ اسی کے مطابق خلفائے راشدین کا طرز عمل رہا کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی اپنی پہلی ہی تقریر میں یہ کہکر کہ:-

یہا الناس اِنی ولیت امرکم ولست بخیرکم۔ ایھا الناس! انا متبع ولست بمبتدع فان احسنت فاعینونی وان زغت فقوموني	"لوگو! مجھے تمھاری امارت دی گئی ہے۔ گو میں تم سے بہتر نہیں۔ لوگو! میں متبع ہوں اور کوئی نئی بات پیدا کرنے والا نہیں اگر تو میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کرو۔ اور اگر میں کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو"

اپنی حیثیت اور منصب کو واضح نہیں کر دیا؟ پھر کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فانی واحد کاحدکم ولست ارید ان تتبعوا ھذا الذی اھوی۔	"میں تم میں سے ایک آدمی کی برابر ہوں (گویا پریزیڈنٹ کو دو ووٹوں کا حق مخصوص طور پر ملا ہوتا ہے وہ بھی نہیں لیا۔) اور میں ہرگز نہیں چاہتا کہ جو کچھ میں تم کو کہوں اسے تم بھی ضرور مان لیا کرو"

کہکر یہ بتا نہیں دیا کہ خلیفہ یا امیر کے لئے شوریٰ کی پابندی ضروری ہے؟ حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ ان صریح اقوال اور حوالجات کے ہوتے ہوئے اور پھر عظیم الشان انسانوں کا سارا عمر کا طرز عمل ان کے مطابق دیکھ کر بھی الفضل اسی بات پر زور دے کہ نہیں وہ شوریٰ کے پابند نہ تھے۔

ممکن ہے اس پر یہ کہدیا جائے (جیسا کہ الفضل کی عادت ہے) کہ خلفائے راشدین نے شوریٰ کی پابندی کی اور یہ الفاظ بھی (جو اوپر لکھے گئے ہیں) اُنھوں نے کہے۔ لیکن یہ سب کچھ جواز کے رنگ میں تھا۔ ان پر فرض نہ تھا لیکن کاش ایسا اعتراض کرنے سے پیشتر حضرت علیؓ کے مندرجہ ذیل ارشاد کو بھی دیکھ لیا جائے جو مسئلہ شوریٰ کے متعلق اصل حقیقت کا اظہار کر دینے والا ہے وھو ھذا

وانما الشوریٰ للمھاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اماما کان ذالک رضیٰ فان خرج من امرھم خارج بطعن او بدعۃ ردوہ الی ما خرج منہ فان ابیٰ قاتلوہ علی اتباعہ غیر سبیل المومنین

(ترجمہ) حق مشورہ مہاجرین اور انصار کو ہے۔ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق ہو جائیں اور اسے امام بنالیں تو یہ ان کی مرضی ہے پس اگر کوئی ان کی متفق علیہ رائے سے کسی طعن یا بدعت کے سبب سے علیحدہ ہو تو اس کو اس کے قبول کرنے پر جس سے وہ علیحدہ ہوا مجبور کیا جائے اگر وہ نہ مانے تو اس سے مومنین کے خلاف راہ پر چلنے کی وجہ سے جنگ کرو۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قدر زبردست فتوے کے باوجود کسی شخص کا یہ کہنا کہ شوریٰ کی پابندی ضروری نہیں کس قدر خلاف حق وصداقت امر ہے اور ہم نہیں جانتے کہ ایسے نالائق اور ناکندہ تراش انسان کو جو نہ صرف شوریٰ کی اصل غرض اور علت غائی ہی کو نہیں سمجھتا۔ بلکہ صریح آیات قرآنی کی تحریف کرکے اور آنحضرت صلعم اور خلفائے راشدین پر غلط اور بیہودہ الزام لگا کر اپنے اور اپنے پیر کے علم وعقل کی حقیقت آشکارا کر رہا ہے کس نام سے مخاطب کیا جائے ایک اور بڑی بھاری دلیل اس بات کی کہ کسی امیر یا خلیفہ کا حکم امور انتظامیہ میں بغیر شوریٰ اور عام رضامندی کے ہرگز قابل نفوذ نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقرری خلافت بھی ہے۔ اگر تو الفضل اینڈ کو کی رائے کے مطابق یہ جائز ہوتا کہ جو کچھ کوئی خلیفہ یا امیر کہدے بغیر اس کے کہ اس نے ایک مجلس شوریٰ کے ذریعہ عام رضامندی لے لی ہو یا شوریٰ کرنے کے بعد بھی اسے عام رائے کی پابندی ضروری نہ ہو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اپنی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منصب خلافت کے لئے نامزد کر دینا کافی تھا۔ اور کوئی ضرورت اس امر کی نہ تھی کہ کوئی مجلس شوریٰ نامزد کی جاتی۔ لیکن نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد معًا ایک مجلس شوریٰ منعقد ہوتی ہے۔ اور اس سے منظوری لے چکنے کے بعد خلافت کا عہدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا جاتا ہے۔ پھر اس سے بھی بڑھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وہ الفاظ ہیں جو اُنھوں نے سلیمان بن عبدالملک کے ذریعہ اپنی نامزدگی برائے خلافت کے بعد مجمع عام میں کہے۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ کسی خلیفہ یا امیر کی رائے عام امور انتظامیہ میں کوئی چیز نہیں جبتک کہ مجلس شوریٰ اس کے متعلق فیصلہ نہ دیدے۔ اور پھر وہی شوریٰ سے فیصل شدہ رائے ہی قابل عملدرآمد سمجھی جائیگی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے وہ الفاظ حسب ذیل ہیں۔

ایھا الناس انی ابتلیت بھذا الامر من غیر رای منی ولا طلبۃ ولا مشورۃ من المسلمین وانی قد خلعت ما فی اعناقکم من بیعتی فاختاروا لانفسکم غیری

لوگو میں اپنی رائے اور خواہش اور مسلمانوں کے مشورہ بغیر امیر مقرر کیا گیا ہوں میں تم کو اپنی بیعت کے بارے سبکدوش کرتا ہوں تم میرے سوا جسکو چاہو اپنا

نوٹ اور رائیں

شیعہ کالج

کی تجویز آجکل شیعہ حضرات کے دماغوں سے نکل کر زیر عمل آرہی ہے۔ اس کے متعلق پچھلے دنوں ہز آنر لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ کی خدمت میں شیعہ معززین کی ایک جماعت نے ایک ایڈریس بھی پیش کیا۔ جس میں شیعوں کی دینوی و مذہبی تعلیم کے لئے ایک مخصوص کالج کی ضرورت جتائی اور عام قومی کالجوں کی موجودگی میں اس مجوزہ کالج کو "عام کوشش کے ساتھ خاص۔ اجتماعی کے ساتھ انفرادی۔ اور اسلام کی مجموعی حفاظت کے ساتھ ہر ہر عضو کے جداگانہ تحفظ کی تدبیر" ظاہر کیا۔ جہاں تک تو دینوی تعلیمات کا سوال ہے۔ اس میں تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ شیعہ حضرات کی ضروریات موجودہ قومی کالجوں سے پوری نہ ہو سکتی ہوں۔ ہاں مذہبی تعلیم اور وہ بھی شیعوں کی مخصوص مذہبی تعلیم کے لئے کسی علیحدہ کالج کی ضرورت انھیں پیش آئی ہو۔ تو یہ بیشک قرین قیاس ہے۔ لیکن اس صورت میں بھی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اصول اسلام کی تعلیم سے جو اس وقت تمام قومی کالجوں میں جاری وساری ہے۔ تجاوز کرکے فروعات میں پڑنا۔ اور شیعی مسائل فروعی کی تلقین کے لئے ایک علیحدہ کالج قائم کرنا نہ صرف تفرقہ اور اختلاف کی خلیج کو زیادہ وسیع کرنا ہے بلکہ اصول اسلام بھی خواہ مخواہ ملیامیٹ کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ اور اس لئے ہم معزز ہمعصر وکیل کی اس رائے سے بکلی متفق ہیں کہ اگر کالج ہی قائم کرنا ہے تو وہ شیعہ کالج نہیں بلکہ اسلامی کالج ہونا چاہیئے۔ جن میں سنی و شیعہ "بغلگیر ہو کر تعلیم حاصل کریں" اگرچہ یہ بھی بحالات موجودہ ایک تحصیل حاصل امر ہے۔

ہندو یونیورسٹی کی مذہبی تعلیمات

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے لوکل ہمعصر برہم پرچارک کے اس "خوف" کا ذکر کیا تھا کہ ایسا نہ ہو کہ ہندو یونیورسٹی کے ذریعہ وہ مذہبی توہمات کہ جنہیں آریہ سماج اور برہمو سماج دور کرنے کی کوشش کر رہی ہیں ہندو قوم میں از سر نو مستقل ہو جائیں۔ ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ ہمارے لائق معاصر کا یہ خوف سچا ثابت ہو رہا ہے اور ابھی سے ہندو یونیورسٹی کی بعض ابتدائی کارروائیوں میں ہی ان مذہبی رسومات سے کام لیا جانے لگا ہے کہ جنہیں معاصر مذکور نے اپنے الفاظ میں "توہمات و گسنہ کار[ی] پر مبنی دقیانوسی قدامت پسندی" کہا جائے تو بجا ہوگا۔ ہندو یونیورسٹی کا سنگ بنیاد نصب کرتے وقت حضور وائسرائے کو ایک لمبے خریطے سے ایڈریس پیش کرنا جو وشنو کی شکل پر بنایا گیا تھا مذہبی تعلیمات کے بارہ میں ہندو یونیورسٹی کی آئندہ کے لئے اس طرز روش کو ظاہر کرتا ہے جو ہمارے آریہ اور برہمو معاصرین کی دلشکنی کا باعث ہوگی اور اس لئے ہم ان سے اظہار ہمدردی کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ ہندو یونیورسٹی کا نظم و نسق اس وقت جن ہاتھوں میں ہے وہ نہ تو آریہ اور برہمو فرقہ جات کی طرح پرانے ہندو خیالات کو رکیک خیالات کے سانچے میں ڈھالنے یا علانیہ وید اور ہندوؤں کی دیگر کتب مقدسہ سے دست بردار ہو جانے کے لئے تیار ہیں اور نہ ہی ہندو قوم کا سواد اعظم انھیں کم از کم ہندو یونیورسٹی میں ان باتوں کو ملحوظ رکھنے کی اجازت ہی دے سکتا ہے اور اس لئے ایک طرف اگر ہمیں آریہ سماج اور برہمو سماج کے آزادانہ اور کسیقدر موحدانہ معتقدات کو اس یونیورسٹی کے ذریعہ شکست فاش ہونے پر ان سے ہمدردی ہے تو دوسری طرف ارکان ہندو یونیورسٹی کی مجبوریوں کا پورا احساس۔ اصل میں یہ ساری مصیبت ہندو قوم کے اس اصولی اختلاف نے پیدا کی ہے جو کہ ہندوؤں میں عام طور پر پایا جاتا ہے۔ اور جس کی وجہ سے نہ تو ہندوازم کی کوئی ٹھیک تعریف کی جا سکتی ہے اور نہ ہندو قوم کے سب فرقہ جات کسی قومی و مذہبی تحریک پر متفق ہو سکتے ہیں۔ یہ رحمت اور برکت اسلام ہی میں ہے کہ جس کے تمام فرقہ جات کا آپس میں اختلاف بھی ہے۔ اور پھر باوجود سخت اختلاف کے سب کا اصول اسلام پر باہم اتفاق بھی ہے اور اصول اسلام کی تعلیمات میں کوئی ایک فرقہ دوسرے کی دلشکنی کا باعث نہیں ہو سکتا۔

"اشاعت اسلام"

اس نام کے ایک رسالہ کا اشتہار بہت دیر سے پیغام صلح میں شائع ہو رہا ہے اور اس کے متعدد مضامین بھی اس میں نقل کئے جا چکے ہیں لیکن آجتک ہم نے پیغام صلح میں اس پر کوئی ریویو نہیں کیا اور نہ ہی کرنے کی ضرورت ہی تھی کیونکہ جن پاک اور بابرکت ہاتھوں سے یہ رسالہ ایڈٹ ہوتا ہے ان کا نام نامی ہی اس کی اعلیٰ حیثیت اور بیش بہا ہونے کی خود شہادت ہے۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا وجود گرامی اس بات کا ہرگز محتاج نہیں کہ پیغام صلح کے ناظرین کے آگے اس کے بیش بہا نوٹس اور دینی خدمات کو ان کے ایک رسالہ کی خریداری پر مائل کرنے کے لئے پیش کیا جائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ خواجہ صاحب کی حیثیت اس سے بہت بالاتر اور ان کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ کہ ان کے رسالہ کی خوبیوں کو ثابت کرنے کے ان کے کاموں کو پیش کیا جائے۔ یا ان کے ایڈٹ کردہ رسالہ پر کوئی تنقیدی نظر ڈالی جائے۔ صرف رسالہ کے ٹائٹل کے یہ الفاظ نقل کر دینے کافی ہیں کہ "زیر ادارت خواجہ کمال الدین بی۔ اے ایل ایل بی و مولوی صدر الدین بی۔ اے بی۔ ٹی"۔ وراسی کا تذکرہ پیغام صلح کے محولہ بالا اشتہار میں ہوتا ہے۔ پس اس قدر صراحت کے بعد اور رسالہ کی قدر و قیمت کو ایسی صفائی کے ساتھ بیان کر دینے کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اور کسی ریویو کی ضرورت ہو۔ جس شخص کو ان دونوں فدائیان اسلام کے حالات اور اسماء گرامی کا بھی علم نہیں یا واقفیت رکھنے کے باوجود پھر کچھ شک و شکوک اس کے قالب میں پنہاں ہیں جو اس کو اس رسالہ کی (جس کی قیمت صرف ۲ر سالانہ ہے) خریداری سے روک رہا ہے۔ اس کی حالت پر خدا رحم کرے۔

تفصیل رقم وصول شدہ جماعت راولپنڈی

نام چندہ دہندہ	چندہ ماہوار	ترجمۃ القرآن	صدقہ
جناب حکیم شاہ نواز صاحب	عمہ/		
خلیفہ فضل الٰہی صاحب درزی	عمہ/		
بابو غلام ربانی صاحب	عاہ/		
بابو ثناء اللہ صاحب	عہ	۱۰/	
چوہدری عبدالکریم صاحب ونانبردار	ہہ/		
احمد بخش صاحب معرفت مستری اللہ بخش صاحب	×	عہ۵	عمہ/
کرم الٰہی صاحب درزی	عمہ/	عمہ/	
بابو محمد شعیب صاحب	عہ/	عمہ/	۴/
خلیفہ حاجی فضل الٰہی صاحب ولد فضل احمد صاحب درزی	۸/		
میاں حسین خاں راجپوت	عمہ		
ڈاکٹر جمال الدین صاحب	عمہ/		
مستری فضل کریم صاحب ٹھیکیدار	عمہ ۸/		
شیخ [illegible]لا بخش صاحب	عمہ/		
راجہ غلام محمد خان صاحب	مہ/		
بابو شاکر الدین	۸/		
ماسٹر عبدالحق صاحب	۴/		
میزان	عمہ ۱۴/	عہ۵ ۸/	۴/

جنازہ غائب پڑھیں

خلیفہ عبدالرحیم صاحب سکنہ کلاسوالہ جو ایک مخلص احمدی تھے اور کچھ عرصہ سے برہما گئے ہوئے تھے وہیں فوت ہو گئے احباب ان کا جنازہ غائب پڑھ دیں۔

مذاکرۂ علمیہ

تفسیر القرآن نمبر (۳)

ھل اتی علی الانسان حین من الدھر الخ ... یطعمون الطعام علی حبہ مسکینا ویتیما واسیرا الخ (سورۃ الدہر)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۸) واقعات مندرجہ حدیث کی رکاکت

تمام عرب نے حسنین علیہما السلام کی عیادت کی۔ تمام عرب حضرت علی علیہ السلام کے گھر کس طرح جمع ہو گئے تھے۔ دروغ را حافظہ نہ باشد۔ اہل عرب نے حضرت علی علیہ السلام کو نذر ماننے کی صلاح دی اور حضرت علی نے مشرکین کی اس بات کو بدون اجازت وحکم رسول کریم مان لیا۔ گویا مشرکین عرب کے حکم کے حضرت علی پابند تھے۔ حضرت رسول کریم صلعم جو وہاں حاضر تھے ان کی طرف جناب مولا مرتضیٰ نے رجوع نہ کیا۔ العیاذ باللہ

اور کفار عرب مسلمانوں کے گھر عیادت کے لئے کس طرح آئے۔ ایک بات جو نہ علی اور نہ حضرت فاطمہ اور نہ رسول کریم صلعم اور باقی اہلبیت جانتے تھے اور وہ عام لوگ جانتے تھے کہ نذر ماننا بھی ایک شرعی امر ہے۔ یہ بات بھی رسول کریم اور اہلبیت کے علم میں ایک قدح ہے جو روافض کرتے ہیں۔

صحیحین میں حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نذر رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ عقد نذر اور چیز ہے اور ایفاء نذر اور چیز ہے۔ کوئی لونڈی فضہ نام حضرت علی اور حضرت فاطمہ کی نہ تھی۔ بلکہ صحیحین میں ہے کہ لونڈی مانگنے پر آنحضرت صلعم نے حضرت زہرا کو دعا سکھلا دی جو اب تک تسبیح فاطمۃ الزہرا کے اسم سے موسوم ہے۔ تین روز تک اطفال نابالغ کو بھوکا اور پیاسا رکھنا جو عقل کو زائل کر دے۔ صحت میں فتور لاوے کس دین اور مذہب کا مسئلہ ہے۔ اور اس پر کب اور کسطرح ثواب کی امید ہو سکتی ہے۔ اس طرح کا روزہ مسنون یا نذر ہی قرآن اور سنت رسول اللہ سے ثابت نہیں۔ پھر اہلبیت کس طرح ایک غیر مسنون عمل کے مرتکب ہوئے۔ اہلبیت اعرف بما فی البیت

الغرض متن حدیث مستدل التشیع میں ایسے رکیک الفاظ ہیں کہ ایک فہیم صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ایسے الفاظ مہبط وحی محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے ہوئے ہرگز نہیں۔ ہاں ادلۂ اہل دنفشل شرط ہے۔ تشیع کی تفسیروں میں اسرائیلیات کے اتلاف بہت ہیں۔ خیال کرنے کا مقام ہے کہ اگر قرآن میں پہلے یدا کا لفظ ہو تو انسان اس کے معنے تجبر کے کر دے۔ اور اگر ارض کا لفظ ہو تو وہاں اس کے معنی کر دے اور جہاں السماء کا لفظ وارد ہو اس کے معنے الارض کر دے۔ . . . . .

پھر الانسان . . . اس کا نام تفسیر القرآن رکھ دے۔ اصول کافی کتاب الحجۃ کو دیکھو تو حیران ہو جاؤ۔ انشاء اللہ ہم آئندہ کسی بحث میں التشیع کی تفسیر القرآن کا نمونہ بتلا دینگے۔ اگر ایسی باتوں کا نام تفسیر القرآن رکھا جاوے تو بایدکہ اول دین اسلام سے چھٹی حاصل کر لی جاوے۔ ایسی تفسیر قرآن کی کرنی الحاد اور زندقہ ہے۔ اسماعیلیہ ملحدین کی یہ ایجاد ہے۔ کسی مسلمان کو یہ سزاوار نہیں کہ قرآن کی ایسی تفسیر بیان کر کے اسکو روایت مکذبہ کے سہارے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا ائمہ اہلبیت کی طرف منسوب کرے۔ راویوں کو دروغ گو قرار دینا اس سے بہت سہل اور آسان ہے کہ رسول کریم صلعم یا ائمہ اہلبیت کو متہم کیا جاوے یا ان سے ایسی باتوں کی نسبت کی جاوے جو صریح طور پر غلط ہیں۔ قرآن شریف میں وارد ہے مرج البحرین یلتقیان۔ اب اس کے یہ معنے کرنے کہ بحرین سے مراد حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہرا ہیں

ملہ کیا اول المخاطبین صحابہ اس کو جانتے تھے اور اس کے معنے رسول کریمؐ سے انھوں نے یہی سنے تھے کیا لغت اصطلاح عرب اہل زبان اسکی متحمل ہے۔ یا وارد ہے یخرج منھما اللؤلؤ والمرجان اس کے یہ معنی کرنے کے کہ اس سے مراد امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ہیں کٓھٰیٰعٓصٓ۔ اس کے یہ معنے کرنے کہ کاف سے مراد کربلا۔ اور ھاء سے مراد ہلاکت۔ اور عین سے مراد عطش۔ اور صاد سے مراد صبر۔ گویا یہ واقعہ کربلا اور امام حسین علیہ السلام کے حالات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ تفسیریں قابل شرم تفسیریں ہیں۔ اس میں خدا رسول اور قرآن کی ہتک اور استہزا ہے۔

مجھکو مفسر صافی کا یہ قول دیکھ کر تعجب ہوا اور قرآن کریم کی یہ آیت یاد آگئی لم تقولون ما لا تفعلون۔ جناب مفسر امامیہ صاحب خود ایک بات کو نقص اور خرابی قرار دیتے ہیں دلفسیر القرآن میں۔ اور پھر خود بھی اس نقص اور خرابی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (مفسر صافی)

مع ان منہ ما لم یثبت صحتہ عن المعصوم لضعف رواتہ او جہالت حالہم ونکارتہ لبعض مقالہم ومنہ ما اورد جماعۃ فی کثیر من المواضع مما لا مدخل لہ فی فہم القرآن وترک منہ فی مواضع اخر مما لا بد منہ فی التفسیر والتبیان لہ روایات بنظم بلیغ ولا باسلوب انیق ومنہ ما یشتمل مع ذالک علی ما ثبت خلافہ فی العقل والانباء کنسبت الکبائر والسفہ الی الانبیاء ومنہ ما یشتمل علی التاویلات البعیدۃ التی تشمئز عنہا الطباع وتنفر عنہ الاسماع ویحجب عن البیان ویزید فی حیرۃ الحیران فما یحجب رد الیہم من غیر انکار

اب اگر مفسر صافی زندہ ہوتا تو ہم اس سے سوال کرتے اور یہی اس کی تحریر اس کے سامنے رکھ دیتے اور پھر اس کی تفسیر سے وہ مقامات بھی نکال کر اسکو بتلا دیتے اور ادب سے عرض کرتے کہ جناب مفسر القرآن صاحب آپ ہی ایک اصول باندھتے ہیں اور پھر تفسیر کرتے وقت اس اصول کو آپ نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

الغرض سورہ ھل اتی کی یہ تفسیر جو تشیع بیان کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ مطابق اصول مقرر کردہ مفسر صافی تاویلات بعیدہ اور توجیہات پر مشتمل ہے۔ اور طبائع اس سے گھبراتی ہیں اور سننے والے کو اس سے تنفر پیدا ہوتا ہے اور سننے والے حیران اور پریشان اس سے ہو جاتے ہیں اور خلاف عقل اور نقل اقوال اس تفسیر میں جمع ہیں نظم قرآنی اور اسلوب بیان کے مناسب حال یہ اقوال عاریہ و بیانات ژولیدہ نہیں ہیں۔ ایک مسلمان کو سزاوار نہیں کہ ایسی تفسیروں کا نام تفسیر القرآن رکھے۔ زمانہ فیج اعوج کی اکثر تفسیریں ان اسرائیلیات ... سے پر ہیں الا ماشاء اللہ

مولوی خیرالدین صاحب مرحوم نے مجھ سے ایک واقعہ اپنی سرگذشت کے متعلق اس طرح بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھکو ایک ایسے شہر میں اور ایک ایسے محلہ میں رات کے وقت مہمان رہنے کا اتفاق ہوا کہ میں تازہ وارد تھا۔ رات کو جس شخص مسلمان کے گھر میں شب باش ہوا۔ بہت خاطر ومدارات و حق مہمانداری اس نے ادا کیا۔ جب سونے کا وقت آ گیا تو مجھکو ایک کمرے میں مکلف پلنگ پر انھوں نے سونے کو جگہ دی۔ تھوڑی دیر بعد میں کیا دیکھتا ہوں کہ صاحب خانہ معہ اپنی زوجہ مکرمہ کے جو زیورات اور پوشاک زرق برق سے آراستہ تھی ہر دو میرے پاس تشریف لائے اور صاحب خانہ نے کہا کہ یہ میری زوجہ ہے اور آپ مہمان غریب الوطن ہیں یہ آج رات آپ کے نذر ہے اور حقوق مہمان نوازی میں یہ تحفہ بھی داخل ہے میں نے لاحول پڑھنا شروع کیا اور مالک مکان اور زوجہ کو کہا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ اور کیا آپ لوگ مسلمان نہیں۔ صاحب خانہ نے کہا الحمد للہ میں مسلمان ہوں اور اہل دین ہوں۔ بلکہ دین اور قرآن

تبلیغی رپورٹ

حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اور اخویم صدیق حسین صاحب آجکل دورہ پر ہیں۔ ان کا پہلا تبلیغی مقام فیروز پور تھا۔ وہاں کی کارگذاری کی رپورٹ ابھی موصول ہوئی ہے جو حسب ذیل ہے (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت جناب سیدی ومولائی۔ امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ اور میں بفضل خدا فیروز پور اُسی دن شام کے وقت پہنچے۔ مغرب کی نماز مسجد احمدیہ فیروز پور میں پڑھی۔ کسی محمودی نے سلام علیک کا جواب تک نہ دیا اور مصافحہ کیا۔ بعد نماز جب ہم نے کہا کہ ہم کچھ کہنا چاہتے ہیں براہ مہربانی آپ لوگ سنیں اُنھوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کی کوئی بات نہیں سنتے غرض سب لوگ بُرا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔ علیٰ ہذا دوسرے دن بھی بعد نماز مغرب یہی بات رہی۔ دوسرے دن لائبریری احمدیہ میں ایک شخص احمدی دیہات کا بیٹھا ہوا تھا اُس نے لائبریری کے باہر آکر آدھ گھنٹہ ہم سے گفتگو کی آدمی سمجھدار معلوم ہوتا تھا اُس نے اپنے ٹھکانہ کا پتہ بھی بتا دیا غرض ہم بعد نماز عشا اُس کے مکان پر پہنچے تو اُس غریب کا چہرہ بگڑا ہوا۔ بھلا ہم کو دیکھتے ہی کہدیا کہ جماعت نے تم لوگوں سے بات کرنے سے منع کیا ہے غرض تھوڑی دیر تک جھگڑا ہوتا رہا ضروری باتیں اُس کے گوش گذار کردیں۔ اب ہم کو دو دن کے تجربہ نے بتا دیا کہ ہم سے کوئی بات تک کرنا نہیں چاہتا ہم کو افسوس ہوتا رہا۔ آخر اس جماعت فیروز پور کی اس بھیڑ چال کی حقیقت کی طرف غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس جماعت میں تقریباً تمام ایک دفتر کے نوکر ہیں۔ اور اس دفتر کا ہیڈ کلرک بابو فرزند علی ہے۔ جو اس جماعت کا سکرٹری ہے۔ اور اس نے ان تمام کو احمدی ہونے کی وجہ سے ملازم کرایا ہے۔ اور بابو فرزند علی نے قادیان میں عبدالرحمن سوداگر کی لڑکی سے شادی کی ہے بہرکیف یہ تعلقات ہیں جو اس جماعت کو غار مذلت سے نکال نہیں سکتے۔ اس جماعت پر خدا رحم کرے۔ ہم بھی دعا کرتے ہیں۔ آپ بھی دعا کیجئے آخر ہم نے یہ ٹھان لی کہ ہر ایک کے مکان پر پہنچیں۔ معلوم ہوا کہ اُس جماعت سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنا کچھ وقت دے سکے۔ چونکہ دفتر دور ہے ہر ایک صبح ۸ بجے مکان سے نکل جاتا ہے۔ اور شام ۶ بجے مکان آتا ہے۔ خدا حکیم صاحب کو جزائے خیر دے راتوں میں نمازوں میں تڑپ تڑپ کر دعائیں شروع کیں اور سخت حیران ہوگئے۔ کوئی تدبیر نہیں سوجھتی تھی۔ آخر اُس رب العزت نے یہ تدبیر سوجھائی۔ خبر ہوئی کہ چھاؤنی میں بھی ایک جماعت ہے۔ آخر ہم وہاں پہنچے۔ جس کے مکان میں جماعت ہوا کرتی ہے اُن کے پاس پہنچے۔ اور صاحب موصوف سے بات چیت کی۔ اُنھوں نے وعدہ کیا کہ کل میں آپ سے فرصت سے ملونگا اس کے بعد ہم شہر کے مولویوں کے مکانوں پر پہنچ پہنچ کر تبلیغ شروع کی۔ دہلی دروازہ کے قریب مجمع عام میں غیر احمدیوں سے مباحثہ ہوا بہت سے ایسے ہیں جو احمدیت کے قریب ہیں اگر کوئی مستقل طور سے یہاں رہے تو بہت سے لوگ احمدیت کو اختیار کرینگے۔ علاوہ اس کے اور بہت سے غیر احمدیوں نے ہماری باتیں بڑی خوشی سے سنیں۔ دوسرے دن مورخہ ۱۷۔ فروری پھر ہم چھاؤنی حسب وعدہ آئے۔ اور اُس احمدی کے سامنے حضرت صاحب کا مذہب پیش کیا۔ آدمی سلیم الطبع ہے۔ تھوڑی دیر کی بحث کے بعد اُنھوں نے یہ قبول کیا کہ ہاں یہ عقائد درست ہیں۔ غالباً توبہ نامہ بھی پہنچ گیا ہوگا پھر جماعت والوں میں سے کسی نے اعتراض نہ کیا انشاء اللہ تعالیٰ یہاں کی جماعت کی جماعت احمدی عقائد پر قائم ہو جائیگی۔ یہ شخص مسمیٰ عالم خاں بااثر آدمی ہے۔ پھر غیر احمدی مولویوں سے بات چیت رہی۔ پھر ہم اُسی دن بابو عبدالحفیظ جو دفتر پولیس چھاؤنی کے ہیڈ کلرک محمودی ہیں کے پاس پہنچے بہت دیر تک گفتگو رہی۔ آدمی معقول معلوم ہوتے ہیں مگر ایک حد تک پیر پرستی بھی ہے۔ اُنھوں نے وعدہ کیا کہ شام کو میں فرزند علی کو بلا لیتا ہوں۔ اور ناصر علی وغیرہ کو بھی بلا لیتا ہوں اُس وقت آپ بحث کیجئے۔ ہم شام کو حسب وعدہ گئے تو معلوم ہوا کہ فرزند علی ساتھ لے کر ٹہلا گیا۔ آخر کوئی صورت بات چیت کی نہ ہوئی۔ ان کا بھی رنگ بدلا دیا اب عالم خاں کے پاس ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں۔ خدا کے فضل سے یہ مستقل مزاج اور مواحد آدمی ملا ہے۔ آج صبح فرزند علی کے مکان پر پہنچے اور عبدالحفیظ کے رو گنے کا سبب پوچھا۔ آخر وہ بات بھی کرنا نہیں چاہتا تھا۔ خدا حکیم صاحب کے علم وفضل کو اور بڑھائے آپ نے ایسی گفتگو شروع کی مجبوراً اُس کو کچھ کہنا پڑا۔ آخر ہم نے اُس کو ملزم کرکے چھوڑا انشاء اللہ تعالیٰ اُس کے عقائد فاسدہ کی جڑیں کاٹ دی ہیں آخر نوبت بایجا رسید کہ بھاگتے بنی۔ سخت دنیادار آدمی ہے۔ پھر ہم مشن کمپونڈ گئے۔ کوئی پادری نہیں ملا۔ جمعہ کی نماز ہم نے چھاؤنی میں بمکان عالم خاں پڑھی۔ خطبہ میں نے پڑھا اور ختم نبوت پر کچھ بیان کیا۔ اور نماز بھی جماعت کو میں نے ہی پڑھائی۔ خدا کے فضل سے یہ جماعت ہمارے خیالات سے پورے طور سے اتفاق کریگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ چند ہی یوم میں یہ ایک مستقل جماعت ہو جاویگی۔ یہاں غیر احمدی احباب نے بھی ہماری باتوں کو بہت پسند کیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد بیعت بھی کر لینگے۔ بعد نماز چند محمودی اور جمع ہوگئے۔ مغرب کی نماز تک مباحثہ ہوتا رہا فضل خدا ہم پورے پورے طور سے غالب رہے۔ اُن میں سے بھی چند لوگ ہمارے ساتھ بڑی محبت سے پیش آنے لگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اُن کا سینہ روشن ہو جاویگا۔ بعد نماز مغرب غیر احمدی علماء سے زبانی مباحثہ قرار پایا تھا مگر ایک آدمی نے اُدھر سے آکر کہا کہ آج مباحثہ نہیں ہوگا اور آئندہ بھی اگر مباحثہ کرنا ہے تو تحریری ہوگا۔ جناب حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہاں شرائط طے کرو اور وقت مقرر کرو ہم تیار ہیں اب وہ لوگ چاہتے ہیں اطراف سے یعنی سیالکوٹ لاہور وغیرہ سے علماء کو بلالیں اور مباحثہ کریں۔ جناب حکیم صاحب بھی اس پر راضی ہوگئے انشاء اللہ بروقت جناب والا کو اطلاع دی جاویگی۔

خدا کا فضل ہے یہاں ایک پشاوری پٹھان شہر میں پہلے سے ہمارے ہم خیال ہیں اس لحاظ سے اب دو شخص جماعت میں ہیں خدا کرے کم از کم اور ایک آجکل میں ہو جائے تو ایک جماعت ہو جائیگی سب دعا فرمائیے۔ فقط۔ (صدیق حسین)

حضرت اقدس کی آخری تقریر اور پیسہ اخبار کی شہادت

ذیل میں ہم لوکل معصر پیسہ اخبار سے حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا ایک ضروری مضمون نقل کرتے ہیں جسمیں یہ ایک بہت اہم اور فیصلہ کن بات ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود کی آخری تقریر کے متعلق جو آپ نے اعیان لاہور کے سامنے کی مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے یہ شہادت دی ہے کہ اس میں آپ نے ادعائے نبوت سے انکار کیا تھا چنانچہ مرزا صاحب کے مضمون میں جہاں اس تقریر کا ذکر آتا ہے

النبوۃ فی الاسلام اور قادیانی پارٹی وانکے ہمخیال علما سے فیصلہ کا طریق

(منقول از روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۱۶ء)

(از جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل۔ ایم ایس
آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

۲۷۔ جنوری ۱۹۱۶ء کا پیسہ اخبار میری نظر سے گذرا جس میں کہ النبوۃ فی الاسلام مصنفہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کے متعلق چند ریمارک کئے گئے ہیں جو بہ بداہت کسی قادیانی محمودی کے معلوم ہوتے ہیں اور اسی قبیل کے کئی مضامین ان لوگوں کی طرف سے مختلف رنگوں میں (یعنی کبھی علانیہ محمودی کی حیثیت سے اور کبھی ایک تنگ نظر غیر احمدی کی حیثیت میں) نکل چکے ہیں۔ اور اگرچہ پیسہ اخبار کے کالم مسلمانوں کے باہمی تنازعات کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں مگر ان سے قادیانی محمودی زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں کیونکہ ہم میں سے اکثر اپنی معاش خود پیدا کرتے ہیں اور انجمن کی خدمت بلا معاوضہ کرتے ہیں اس لئے قلیل الفرصت ہیں۔ مگر قادیانی پارٹی کے کارکن اکثر افراد خود انجمن کے تنخواہ دار ہیں یا وظیفہ خور یا لنگر کی روٹیاں کھانے والے ہیں اس لئے ان بیفکروں کا قریبًا تمام وقت ان جھگڑوں کے لئے وقف ہے۔

(۲) عرصہ سے پیسہ اخبار میں اس گروہ کی طرف سے مضامین ہمارے خلاف نکلتے رہے ہیں ان کے قادیانی اخبارات تو اختلافی جھگڑوں سے بھرے رہتے ہیں۔ اس سلئے اخبارات میں تو تو۔ میں میں کو کم کرنے کے لئے اب ہماری طرف سے اتمام حجت کے لئے حضرت مولانا ممدوح نے کتاب النبوۃ فی الاسلام شائع کی ہے۔

در اصل اس تمام فساد کی بنیاد حضرت مسیح موعود کی طرف کامل نبوت کے دعوے کو منسوب کرنا ہی ہے۔ کیونکہ اس مسئلہ سے باقی کل مسائل حل ہوجاتے ہیں کیونکہ اگر مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں تو نہ ان کے منکر کافر ہیں اور نہ ہی میاں محمود احمد صاحب خلفاء راشدین میں قدم رکھ سکتے ہیں۔ اور نہ ان کے منکر فاسق کہلا سکتے ہیں۔ اور اگر وہ خدانخواستہ فی الحقیقت نبی ثابت ہوجا ئیں تو پھر میاں محمود احمد کے کل فتوی کفر و فسق کے درست ٹھہرتے ہیں

(۳) النبوۃ فی الاسلام عین اصول پر لکھی گئی ہے اور نبوت کے مسئلہ میں پہلے حقیقی اسلامی مذہب قرآن احادیث۔ سنت و سلف صالحین کے اقوال و عمل سے دکھلایا گیا ہے۔ اور بعد میں یہ بتایا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کا مذہب عین اس اسلامی عقیدہ کے مطابق تھا جیسے کہ اُنھوں نے خود بھی بارہا اپنے آپ کو اپنی تحریرات میں اہل سنت والجماعت میں سے ظاہر فرمایا ہے۔ کتاب کے اخیر میں حضرت مرزا صاحب کی اس مسئلہ کے متعلق کل تحریرات کو جمع کر دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ ان میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور یہ کہ ابتداء سے اخیر تک آپ کا ایک ہی دعویٰ رہا ہے۔ اور میاں محمود احمد کے اس قول کی تردید کی ہے کہ پہلے پندرہ سال تک وہ نبوت سے انکاری رہے۔ اور بعد میں اُنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے میاں صاحب آپ کی پہلی پندرہ سالہ تحریرات کو منسوخ سمجھتے ہیں میاں صاحب کی اس فاش غلطی کو کھُلے طور پر ثابت کیا ہے اور یہ صاف طور پر دکھلایا ہے کہ آپ کا جو دعویٰ ابتدار میں تھا وہی دعویٰ اخیر میں تھا نہ کچھ اور

(۴) ۲ ماہ سے زائد عرصہ سے میاں محمود احمد صاحب سے ہماری خط و کتابت ہو رہی ہے کہ آپس کے اختلاف کا تصفیہ بالمواجہ بحث سے ہو جاوے جو کہ دونوں فریقوں کے درمیان ہو۔ اور ہماری طرف سے ابتدار سے صرف دو باتوں کا زور دیا گیا ہے اول یہ کہ جلسہ پبلک ہو تا کہ سب پر حقیقت منکشف ہو جاوے۔ دوم یہ کہ تحریری ہو تا کہ بعد میں کسی فریق کے لئے اپنے قول سے فرار کی راہ باقی نہ رہے۔ مگر میاں صاحب ان ہر دو شرائط کو نہیں ملسنتے۔ اس لئے مجبوراً ہم نے پیغام صلح مورخہ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۱۵ء میں اعلان کیا تھا کہ اگر پبلک سے میاں صاحب گھبراتے ہیں تو اس شرط کو ہم جانے دیتے ہیں۔ مگر بحث تحریری ضرور ہو۔ مگر وہ تحریر کو نہیں مانتے تقریری بحث کرنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارے نزدیک بالکل عبث ہے

النبوۃ فی الاسلام کی اشاعت کے بعد بھی اگر قادیانی فریق کا یہ خیال ہے کہ وہ مسئلہ نبوت حضرت مرزا صاحب میں حق پر ہیں اور ان کے موافق ہم حضرت مسیح موعود کے مسلک کو چھوڑ کر غیر احمدیوں کے ساتھ جا ملے ہیں تو کم از کم اس مسئلہ میں محمود احمد صاحب کو مجبور کریں۔ کہ حضرت مولوی صاحب سے تحریری بحث کریں۔ تاکہ معاملہ صاف ہو جاوے۔ اور حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور کی پوزیشن ہمیشہ کے لئے صاف ہو جاوے اور لوگوں کو ان کے اصل دعوے کی سمجھ آجائے اور ہم اُمید کرتے ہیں کہ صرف اس مسئلہ کی بحث کے پبلک میں ہونے کے وہ انکاری نہ ہونگے۔ کفر کی بحث نہ کریں صرف حضرت کے دعوے کے متعلق بحث کو رہنے دیں۔ اس سے وہ مسئلہ بھی از خود حل ہو جائیگا۔ ورنہ ہماری طرف سے اجازت ہے کہ نبوت۔ تکفیر اہل قبلہ و خلافت ہر سہ مضامین پر تحریری بحث ہم سے کریں۔

(۵) ہماری نسبت یہ کہنا کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو پہلے حقیقی نبی مانتے تھے۔ اور اب انکار کیا ہے اور ایسے ہی ان کے مسیح موعود ہونے کے دعوے کو بھی آہستہ آہستہ چھوڑ دینگے۔ یہ ہماری دیانت پر سخت حملہ ہے اور سراسر افترا ہے

(۱) حقیقت یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی طرف حقیقی نبوت کا ادعا منسوب کرنا حالانکہ ان کا صرف مجازی اور جزئی نبوت کا دعویٰ تھا جو کہ کل اولیاء اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ملتی ہے۔) ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح کی طرف خدائی کا دعویٰ یا حقیقی معنوں میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ منسوب کیا ہے۔ حالانکہ ان کا مجازی رنگ میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ تھا۔ جیسے کہ کل انبیاء و صالحین اطفال اللہ کہلاتے ہیں اور بنی اسرائیل سب کے سب توریت کی اصطلاح میں خدا کے بیٹے بلکہ پہلوٹھے کہلاتے تھے۔

ہمارا یہ علم و یقین ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے کبھی بھی حقیقی معنوں میں نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اور ایک وقت تھا جب کہ آپ کے مخالف علماء آپ کی زندگی میں آپ کی نسبت یہ تہمت لگاتے تھے کہ آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ ہمیشہ انکار کرتے تھے (یہانتک کہ اشتہار دہلی میں جون ۱۸۹۲ء میں مولوی نذیر حسین اور ان کے ہم نوا علماء کے فتویٰ تکفیر کے جواب میں شائع کیا گیا تھا۔ آپ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدعی نبوت کو کافر و کاذب جانتا ہوں"

آپ کی کل تحریرات ابتداء سے لے کر اخیر تک اس بات کی موئد ہیں اور آپ کی آخری پبلک تقریر میں خود مولوی[۵] محبوب عالم صاحب ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار موجود تھے اور اُنھوں نے خود اپنے اخبار میں اعلان کیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کا نبوت کا دعویٰ نہیں ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ اس وقت بھی وہ یہ شہادت دینے کے لئے تیار ہونگے کہ حضرت مرزا صاحب نے قطعی طور پر اپنی نسبت حقیقی نبوت کے ادعا کا انکار کیا۔

اب جبکہ واقعات یہ ہیں اس پر بھی ہماری نسبت یہ الزام لگانا کہ ہم نے اپنا پہلا عقیدہ بدل دیا ہے سراسر افترا ہے۔ ہمارا ابتدا سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو دیگر اولیاء امت کی طرح مجازی اور جزوی ظلی و بروزی نبوت

---

[۵] بیشک جہانتک مجھے یاد ہے مرزا صاحب کی اس تقریر کا اس جلسہ میں میں نے یہی مفہوم سمجھا تھا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا ہے۔ (محبوب عالم)

لی اور جو اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اس مجازی نبوت کا اُمت مرحومہ میں سے کسی کو مل سکتا تھا وہ آپ کو ملا اس لئے آپ کے لئے حدیث میں بطور پیشگوئی کے نبی کا لفظ استعمال ہوا (جس کی نسبت خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی پہلی کتب ازالہ اوہام اور بعد کی کتب میں صاف طور پر لکھدیا کہ استعارہ کے طور پر محض لغوی معنی کی رو سے لفظ نبی کا استعمال احادیث میں ہوا ہے نہ حقیقی معنوں میں) اور حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور اور حضرت مولوی نور الدین صاحب کا یہی عقیدہ تھا۔ اور کثیر حصہ جماعت احمدیہ کا اس وقت بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی نہ تھے۔ اور یہی ہمارا عقیدہ ابتدا سے ہے۔ اس میں سر مو فرق نہیں۔ میاں صاحب کے مریدوں کا کثیر حصہ اس وقت تک ہمارے ہم عقیدہ ہے اور اگر نہ بھی ہو تو حضرت مرزا صاحب کے اپنے عقیدہ کے خلاف ان کے بیٹے یا کسی اور مرید کا خیال کبھی بطور حجت پیش نہیں کیا جا سکتا

(۴) حضرت مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ابتدا سے ہے اور جو شخص کہ ان کو مسیح موعود نہیں مانتا وہ احمدی نہیں اور ہمارا بھی ایمان ہے کہ حضرت مرزا صاحب مرحوم و مغفور اس صدی کے مجدد بھی تھے۔ اور مسیح موعود بھی۔ اور ہم احمدی کہلا کر اس کے خلاف اگر عقیدہ رکھیں تو ہم لعنت نااہل ہونگے اور حضرت مسیح۔ حضرت علی۔ حضرت امام حسین۔ حضرت عبد القادر جیلانی کو ماننے والوں کا طرز عمل اس بات کی کافی شہادت ہے کہ دنیا میں یہ بات تو عام ہے کہ اکثر ماننے والے اپنے متبوع کے درجہ کو بڑھانے اور غلو کرتے ہیں مگر مانکر درجہ گھٹانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ چنانچہ مثل مشہور ہے کہ پیراں نمے پرند و مریدان مے پرانند

(۵) خاتم النبیین کے بعد نبی لانے کے مجرم جیسے کہ ہمارے قادیانی بھائی ہیں۔ ویسے ہی غیر احمدی علماء بھی ہیں۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت مسیح ناصری دنیا میں آکر ایسی پیشگوئی کو پورا کرے گا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی اور نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آجائے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ غیر احمدی علماء خاتم النبیین کی سند پر ایک پرانے نبی کو بٹھلاتے ہیں اور ہمارے قادیانی رفیق ایک نیا نبی اس کی جگہ تجویز کرتے ہیں۔ اس لئے ہم دونوں کو غلطی پر سمجھتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کسی نئے یا پرانے نبی کے اس اُمت میں آنے کے عقیدہ کو مستلزم کفر سمجھتے ہیں اس لئے اس مسئلہ میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کے آنے کے عقیدہ میں محمودیوں کے علاوہ اگر کوئی غیر احمدی مولوی ہمارے ساتھ تحریری بحث کرنا چاہے تو ہم حاضر ہیں۔ اور اگر یہ دونوں ہم عقیدہ جماعتیں ملکر بحث کریں تب بھی ہم حاضر ہیں۔ مگر انشاء اللہ وہ ہرگز اس میں کامیاب نہ ہونگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کی مہر کو توڑ سکیں

ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا

(۶) چونکہ عام طور پر مسلمان یہی سمجھتے ہیں کہ مسیح موعود سے مراد مسیح ناصری ہی ہے اور مسیح ناصری اور مسیح محمدی دو جدا افراد نہیں اور مسیح ناصری تو نبی ہے اس لئے جب ہم حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود مانکر ان کی طرف ادعائے نبوت کو نہیں مانتے تو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کو نبی نہ ماننے کی وجہ سے ہم آپ کے مسیح موعود ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔

مسیح محمدی کے متعلق صاف طور پر احادیث میں آیا ہے کہ وہ اُمتی ہوگا۔ اور اس کا حلیہ بھی مسیح ناصری کے حلیہ سے جدا بتایا گیا ہے۔ اور اگر نہ بھی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مردود تسلیم کرنا اور حضرت مسیح کو اب تک زندہ سمجھنا اور آپ کی ختم نبوت کی مہر کے ٹوٹنے کو روا رکھنے کا عقیدہ کبھی ایک ذی شعور مسلمان کا نہیں ہو سکتا

(۷) اس آنے والے امام زمان کو جو احادیث میں مسیح موعود کہا گیا تھا وہ ان مماثلتوں کے اعتبار سے تھا جو کہ اس زمانہ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ سے اور حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کو حضرت مسیح کی شخصیت سے تھی۔ مگر اس وقت جو کمی کہ اس مماثلت میں حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں رہ گئی تھی وہ آپ کی وفات کے بعد خود ان کے صاحبزادہ نے پوری کر دی۔ یعنی حضرت مسیح کی زندگی میں علماء یہود کا ایک گروہ آپ کا مخالف تھا تو ایک فریق آپ کے متبعین کا تھا ایسے ہی حضرت مرزا صاحب کی زندگی میں ایک گروہ علماء اسلام نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا جو آپ کے مخالف تھا۔ ایسے ہی ایک جماعت آپ کے متبعین کی بھی تھی۔ مگر حضرت مسیح کی وفات کے بعد آپ کے ماننے والوں میں سے ایک گروہ غلو کرنے والوں کا بھی پیدا ہوا جنہوں نے ان کو خدائی کے منصب پر کھڑا کر دیا ایسا ہی حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد غالی فریق نے اس مسیح محمدی کو نبوت کے منصب پر کھڑا کر دیا یعنی اگر انھوں نے ایک نبی کو خدا بنایا تو انھوں نے ایک غیر نبی کو نبی بنا دیا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آپ نے اس اُمت کے متعلق فرمایا:-

لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب تبعتموھم قیل یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن

یعنی جو تم سے پہلے گذرے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ ان کے نقش قدم پر تم یقیناً چلو گے۔ تو اگر ایک فریق مسیح محمدی پر فتویٰ کفر دیکر یہود کے قدم پر چلا تو ضروری تھا کہ دوسرا فریق ان کی نسبت غلو کر کے نصاریٰ کے قدم بقدم چلتا اس لئے سورہ فاتحہ میں اُمت کے لئے یہ دعا سکھلائی ہے

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

اس دعا میں فی الحقیقت اس فتنہ عظیم سے بچنے کے لئے ہدایت کی گئی ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو مغضوب علیھم ولا الضالین کے راستہ سے بچا دے اور صراط المستقیم پر چلنے کی توفیق دے

منصب نبوت و خلافت متوارث نہیں

ارکان و علمبرداران خلافت فاسدہ آجکل جہاں کہیں ضلالت و گمراہی کی تبلیغ کے لئے تشریف لے جاتے ہیں۔ اکثر صاحبزادہ صاحب کو دعاؤں کا فرزند اور الولد سر لابیہ ظاہر کر کے غریب سیدھے سادے دیہاتیوں کو ان کی بیعت کیلئے اکساتے اور ان کے گلے میں طوق غلامیٔ ضلالت ڈال دیتے ہیں بعض ان میں سے شیر کا بیٹا شیر ہی ہوتا ہے کا عجیب و غریب استدلال کر کے صاحبزادہ صاحب کو نبی تک بھی کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے کہ نبوت و خلافت کوئی متوارث شئے نہیں۔ ذیل میں اس بارہ میں فرزند حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک جواب باصواب سُنا کر یہ امید کی جاتی ہے کہ حامیان خلافت فاسدہ اس پر غور کر کے اپنے غلط طریق عمل سے رجوع کرینگے۔ اس جواب کو علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے یوں منظوم کیا ہے ؎ (عبد الحق)

جب ولی عہد ہوا تخت حکومت کا یزید
عامل یثرب و بطحا کو یہ پہنچے احکام
کہ ولیعہد کا بھی اب سے پڑھے نام ضرور
خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی میں جو امام
وقت آیا تو چڑھا پایۂ منبر پہ خطیب
اور کہا یہ کہ یزید اب ہے امیر الاسلام
یہ نئی بات نہیں ہے۔ کہ ابوبکر و عمرؓ
جانشیں کر گئے جب موت کا پہنچا پیغام
اٹھ کے فرزند ابوبکرؓ نے فوراً یہ کہا۔
سر بسر کذب ہے یہ اے خلف نسل لئام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حدیث ثقلین کا ایک ورق

عن جابر قال رائتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفہ وھو علی ناقتہ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذ تم بہ لن تضلو کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی (رواہ الترمذی)

یہ حدیث شیعی گروہ کی بڑی دستاویز ہے۔ اور اس پر بڑے بڑے مباحثات کتب متکلمین ومفسرین ومحدثین شیعہ میں درج ہیں۔ میں نے اس پر ایک مبسوط اور مفصل رسالہ لکھا ہے۔ جس میں ہر پہلو سے اس حدیث پر بحث کی گئی ہے۔ اور مارچ ۱۹۱۴ء سے وہ مکمل ہو کر پڑا ہوا ہے۔ مگر بعض مالی مشکلات کی وجہ سے شائع نہ ہوسکا اور انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے کہ یہ رسالہ شیوع کی شکل اختیار کرے۔ اس رسالہ میں علاوہ از حدیث زیر بحث وہ تمام احادیث اور اقوال میں نے درج اور نقل کر دئے ہیں جو مجھکو صحیح مسلم اور مشکوٰۃ۔ موطا۔ ابو داود و ابن ماجہ اور امام احمد اور اساس الاصول مولوی دلدار علی شیعی۔ استبصار شیخ ابی جعفر طوسی۔ نہج البلاغہ رجال کشی۔ تفسیر صافی۔ صحیفہ کاملہ۔ مرقاۃ وغیرہ سے مل سکے ہیں جن کا تعلق حدیث زیر بحث سے کسی نہ کسی وجہ سے ضرور ہے۔ کیونکہ بعض احادیث میں صرف تمسک بالقران کا حکم ہے۔ اور کسی میں قرآن اور سنت نبوی کا۔ اور کسی میں سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین المہدیین کا اور کسی میں صحابہ کرام سابقین الاولین کا۔ اور کسی میں عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اور کسی میں قرآن اور اہلبیت کا پس ایک محقق ناقد بصیر پر لازم ہے کہ وہ سب پر غور اور تدبر کرکے صحیح نتیجہ پہنچے اور میں نے حتی الوسع ان پر کافی بحث کرکے تمام رسالہ مذکورۃ الصدر کے دلائل اور مطالب کا خلاصہ استحضاراً آخر رسالہ پر حسب ذیل دے دیا ہے۔

(۱) حدیث مندرجہ عنوان کا جو معنے اور مفہوم جناب علماء امامیہ پیش کرتے ہیں اور اسی پر جزم کرتے ہیں وہ صحیح نہیں۔

(۲) حدیث مندرجہ عنوان کو ہمراہ قرآن کریم اور دیگر احادیث نمبر ۶ تا نمبر ۱۰[۵]۔ مقابلہ اور موازنہ کرکے نتیجہ نکالنا چاہیے

(۳) اصول محدثین کے اُسی تنقیداً حدیث زیر بحث بمقابلہ دیگر احادیث درجہ صحت اور اعلائیت میں کم درجہ رکھتی ہے اگر تطبیق اور توفیق کسی صورت سے بین الاحادیث نہ ہوسکے۔ تو بمقابلہ اقوی اس حدیث کو ترک کیا جاویگا بعض محدثین نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ جیسا کہ امام احمد امام ابن تیمیہ حرانی وغیرہ۔ کذا فی منہاج السنہ صفحہ ۱۰۵ جزو رابع)

(۴) امام ابو عیسیٰ ترمذی۔ جس نے یہ حدیث مندرجہ عنوان اپنی صحیح میں نقل کی اور جو صحاح ستہ میں چوتھے درجہ پر بعد صحیح ابوداؤد کے ہے اس حدیث کو حسنٌ غریبٌ لکھا اور حدیث نمبر ۶ کو اپنی صحیح میں نقل کرکے اس کو حسنٌ صحیحٌ لکھا جو اس کی اصطلاح کے مطابق ایک قوت کا امتیاز ہے۔ بمقابلہ حسنٌ غریبٌ کے اور اس حدیث صحیح ترمذی کے رواۃ بھی جرح سے خالی نہیں۔

(۵) حدیث زیر بحث باب الفضائل میں درج ہے اور حدیث نمبر ۶ اور دیگر احادیث باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں اور فضائل کی احادیث میں مسلمہ اصول محدثین شیعہ وسنی یہ ہے۔

"احادیث الفضائل یتسامح فیھا عند اھل العلم" پس فضائل کی احادیث محک تنقید پر نہیں پرکھی گئیں۔ اس لئے ان کا درجہ دیگر احادیث کے بالمقابل بہت کم ہے۔ (ہمارا رسالہ محرم اردو اور البشریٰ فارسی ملاحظہ ہو۔)

(۶) صحیح مسلم میں جو صحاح میں دوسرے درجہ پر ہے جابر سے عرفہ کے دن کو ذکر کرکے یہ الفاظ وارد ہیں:-

قد ترکت فیکم مالن تضلو بعدہ ان اعتصم بہ کتاب اللہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون الخ اور اس میں الفاظ عترتی اھلبیتی وانھما لن یفترقا حتی یرد علی الحوض کے الفاظ مذکور نہیں۔ دوسری حدیث جو صحیح مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے اور غدیر خم کا حوالہ اس میں درج ہے اس میں جو الفاظ متعلق تمسک کرنے کے وارد ہیں اور جس کے تمسک سے انسان متمسک گمراہی اور ضلالت سے بچا رہتا ہے وہ کتاب اللہ ہی ہے۔ اور بس۔ جیسا کہ فرمایا اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذ و بکتاب اللہ واستمسکو بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ

اہلبیت کا ذکر بالکل علیحدہ ہے اُس سے تمسک کرنا مذکور نہیں۔ بلکہ ان کے حق کی رعایت مطلوب ہے۔ اور یہ علیحدہ امر ہے جیسا کہ فرمایا۔ ثم قال واھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھلبیتی" اچھی طرح الفاظ مذکورہ پر غور فرمادیں۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام کے اقوال اور دیگر احادیث تشیع بھی ہمارے قول اول کے مؤید ہیں۔ یعنی صحیح مسلم کے اُن متفقہ الفاظ کے بالکل مطابق ہیں۔ قال علی علیہ السلام۔ وعلیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین۔ والشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ للمتمسک والنجاۃ المتعلق لا یعوج فیقام۔ الخ صفحہ ۳۵۔ نہج البلاغہ) جلد ا۔

(۷) اہلبیت اور عترۃ کا لفظ عام ہے۔ اس میں ازواج مطہرات بنو ہاشم۔ آل عباس۔ آل علی۔ آل جعفر وغیرہ سب داخل ہے۔ بارہ میں اس کی تخصیص دعویٰ بلا دلیل ہے۔ خود بنو ہاشم آل عباس۔ آل علی۔ و آل جعفر و آل عقیل و آل علی میں سے اکثروں نے ان بارہ کی اتباع نہیں کی۔ اور اُن مریدان خاص نے بھی جو اسد اللہ غالب کی فیض صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔

(۸) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حسبنا کتاب اللہ کہنا درست تھا اور یہ قرآن کے حکم کے بالکل مطابق تھا۔ واعتصمو بحبل اللہ (القرآن) جمیعًا اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب الخ۔ علی مرتضیٰ اور ائمہ اہلبیت علیہم السلام نے بھی یہی کہا جو حضرت عمر نے کہا۔

(۹) صورت توفیق وتطبیق بین الاحادیث یہ ہے کہ یہ سب مختلف علوم شرعیہ دینیہ کے بتلائے گئے ہیں۔ ہر ایک شخص بموجب اپنی استعداد علمی جس سے تمسک کرے فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ مگر اصل چیز قابل تمسک قرآن ہی ہے قرآن کو اہل بیت کے ہمراہ اس لئے ذکر کیا گیا کہ ائمہ اہلبیت پر افترا کرنے والے بکثرت تھے۔ اس لئے محک قرآن ان کی مرویات کے ہمراہ قائم رکھی گئی تاکہ کھرے اور کھوٹے کی شناخت حاصل رہے۔ خود اہلبیت کا بھی یہی حکم ہے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ رواۃ کے حالات اس پر ناطق ہیں۔

(۱۰) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم نہیں

---

[۵] اصل رسالہ میں وہ سب احادیث مفصل درج ہیں۔

[۱] مفصل رسالہ میں اپنے موقعہ پر ثابت کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

دیا کہ تم اخذ علوم اہلبیت سے کر دیہ ادعا قبیح جھوٹ ہے۔ جیسے وہ شاگرد ویسے وہ شاگرد۔ ائمہ اثنا عشر سے بمقابلہ صحابہ کرام و ازواج مطہرات بالخصوص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کوئی زیادہ علوم شرعیہ و دینیہ نہیں پھیلے۔ اعلاء کلمۃ اللہ نشر و تمکین دین مرتضیٰ میں سابقین الاولین من المہاجرین والانصار والانصار صحابہ کرام کا درجہ سب سے مقدم و اعلیٰ ہے۔ اور دوسری طرف مسلمات تشیع کو تسلیم کرتے ہوئے ائمہ اثنا عشر سے کوئی خدمت دین عمدہ نہیں ہوئی۔ اور نہ علوم دین اسلام ان کے ذریعہ پھیلے۔ کجا تقیہ کمال دین او رخوف اور کجا امر بالمعروف و نہی عن المنکر وذالك شتان بینہما حیض۔ نفاس استنجا۔ استبراء کے مسائل کا نام دین القیم نہیں اور یہ بھی مجتہدین امامیہ سے صادر اور شائع ہوئے نہ ائمہ اثنا عشر سے۔ اختلاف کثیران میں بھی ظاہر ہے۔

(۱۱) اہلبیت ائمہ اثنا عشر کی احادیث اس لئے نہیں لی گئیں کہ رواۃ اُن احادیث کے غیر معتمد ہیں۔ سلسلہ روایت اکثر احادیث تشیع کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا۔ ہمیشہ وہ لوگ ائمہ اثنا عشر پر افترا پردازی کرتے تھے۔ مداہنت۔ تقیہ۔ کمال دین اور نفاق جن راویوں کا عام شیوہ اور دستور العمل ہو۔ حتیٰ کہ ان باتوں کو جزو دین اور مذہب بنا لیا گیا ہو وہ مرویات سخیف اور ژولیدہ بیانات کہاں تک قابل وثوق اور قابل پذیرائی ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) مدعیان متمسک بالقرآن والہلبیت کا دعویٰ تمسک بالکل ثابت اور صحیح نہیں۔ جبکہ قرآن کی نسبت یہ اعتقاد کہ محرف مغیر مبدل احادیث محتمل تقیہ و کتمان امام (ثقل ثانی) ہزار سال سے مفقود الخبر۔ لن یتفرقا کے مفہوم کے برخلاف شہادت دے رہیں۔ پس تمسک چہ معنی دارد۔ لا قائل بہ احداً من العقلاء

(۱۳) اہلبیت کے ہمراہ تشیع کی محبت کا دعویٰ غلط اور خلاف واقع ہے۔ عیاں را حاجت بیان نیست افتطمعون ان یؤمنوا لکم وقد کان فریق منہم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وہم یعلمون

(اشعار بر واقعہ کربلا۔ تبصرہ و ذکریٰ)

شیعۂ آل نبی تھے وہ کوئی اور نہ تھا ✦ پیاس مظلوموں کی خنجر سے بجھانیوالے
مہماں کرکے نواسوں کو نبی کے افسوس ✦ موت کے گھاٹ سے پانی کے پلانیوالے
ہاں یہی تیرہ دروں تھے مجھے معلوم نہ تھا ✦ شمع انوار نبوت کو بجھانے والے
مدعیان فدک ہی تھے کوئی اور نہ تھا ✦ بن میں زہرا کی کمائی کو لٹانیوالے
شکر صد شکر کہ خود مورد الزام ہوئے ✦ خون ناحق کی حقیقت کو چھپانیوالے

(۱۴) مولف کی رائے میں عترتی اہلبیتی کے الفاظ سے جو قرآن کے ہمراہ حدیث زیر بحث میں ذکر کئے گئے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ اولاد روحانی مراد ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سلسلہ نبوت کی خادم آیت من یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین میں مذکور ہے۔

ان ہر چہار قسم کے منعم علیہم میں سے مجددین عظام تجدید دین محمدی کے لئے صدی کے سر پر آتے رہتے اور صدی کے اندر بھی ضرورت حقہ کے مطابق ایسے لوگ مبعوث ہوتے رہتے ہیں جو لا یمسہ الا المطہرون اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی بشارت کے مطابق تفہیم قرآن اور اُس کے حقایق اور معارف عالم میں اور قوموں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو انذار اور تبشیر بھی کرتے ہیں۔ وہ مامور بھی ہوتے ہیں۔ اور ایک جماعت جو ظاہرین علی الحق اور کونوا مع الصادقین کی مصداق ہوتی ہے وہ دنیا میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔ اور جب کوئی مجدد مبعوث اور مامور ہو کر آتا ہے تو یہی جماعت اس کا

ساتھ دیتی ہے۔ اور بیشک یہی لوگ اہلبیت نبی کہلاتے ہیں۔ جو چادر نبوت محمدی کے نیچے دراصل ہوتے ہیں۔ اور ہم نے اس حدیث پر اس لئے یہ رسالہ لکھا کہ اس وقت بھی ایک آل نبی نے جو مجدد صدی چہاردہم ہو کر مبعوث ہوا تھا۔ اس حدیث ثقلین کے مصداق کو پورا کیا ہے

الغرض رسالہ مفصل تو انشاء اللہ اہل حق کی نظر سے عنقریب گذر گیا مگر فی الحال نمبر ۱۴ کے ضمن میں جو آخری رائے اور اس کے دلائل میں نے رسالہ مذکور میں دیئے ہیں اس کا خلاصہ اقتباس ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ صاحبان ذوق سلیم اس سے حظ وافر حاصل کریں۔ وھو ھذا

قرآن کریم نے جسمانی اور نسبی تعلقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاف طور پر نفی کر دی ہے۔ ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ جسمانی تعلقات پر کوئی فضیلت کا کلیہ خدا اور رسول نے قائم نہیں فرمایا۔ قرآن کریم میں یہ آیت معارف کثیرہ پر مشتمل ہے اس کے ایک حصہ میں جسمانی ابوت کی نفی ہے اور دوسرے حصہ میں بذریعہ حرف استدراک کے بعد سے روحانی اولاد کی تثبیت ہے۔

اولیاء امت محمدیہ کو اپنے آقا اور مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک روحانی مناسبت ہے۔ اور شرع اسلامی میں اسی کا اعتبار ہے۔ اور یہی لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند ہیں۔

اس جگہ میں صرف تشیع کی کتب سے ایک دو حوالے لکھتا ہوں وعن الباقر والصادق انہما قرأ وازواجہ امہاتہم وھو اب لہم والقمی قال نزلت وھو اب لہم اقول فی الدین والا نبیاء جمیعاً ابائی الدین فان کل نبی اب لامۃ من جہۃ انہ اصل فیما بہ الحیوۃ الابدیۃ ولذالك صار المومنون اخوۃ الخ

القمی جعل اللہ عزوجل المومنین اولاد رسول اللہ وجعل رسول اللہ اباہم الخ (تفسیر صافی ص ۳۹۹)

دیکھیں کیسے صاف اور صریح طور پر مومنین صالحین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرزند روحانی ثابت کیا گیا۔ بلکہ مومنین صالحین کو ایک دوسرے کا باہم روحانی بھائی بھی ثابت کیا گیا۔ پس یہ سلسلہ اولاد روحانی کا قیامت تک قائم ہے۔ اور اس قسم کی اولاد نہ بارہ اور تیرہ میں اور نہ ہزارہا میں منحصر کی جا سکتی ہے۔ اور نہ ہم اس کا احصار اور اندازہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی افراد کو بہتر جانتا ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہی لوگ حقیقی وارث اور جانشین رسول اللہ کہلاتے ہیں۔ ہاں اس اولاد روحانی کے بھی مختلف مدارج ضرور ہیں۔ مطابق قرآن کریم وہ چار نوع میں منقسم ہیں جن کا ذکر اس آیت شریف میں ہے۔ فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین الخ۔ پس اس روحانی اولاد میں نبی بھی ہیں۔ صدیق بھی۔ شہید بھی اور صالحین بھی۔ اور یہ خدا کا انعام۔ فضل اور موہبت ہے۔ جس کو جو درجہ عطا فرمادے۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اس لئے آدم سے لے کر خاتم تک جس قدر منعم علیہ گروہ گذرے ہیں خواہ کسی درجہ کے درجات اربعہ سے ان سب اقسام کی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ہوئی اور ہو گی۔ قیامت تک۔

اگر ہم مومن ہیں اور ہمارا دل نور ایمان اور صدق سے منور ہے تو ہمکو ہرگز زیبا نہیں

---

[1] یاد رکھنا چاہیئے کہ لغت اس کے خلاف نہیں۔ ائمہ فن لغت اس کے موید ہیں۔ الاب۔ الوالد ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شئی او اصلاحہ او ظہورہ ابا۔ (مفردات راغب) اب اس معنی کی رو سے انبیاء علیہم السلام ایک دین قائم کرنیوالے ایک قوم ایک گروہ کے صلاح کرنے والے اور اسکو ظاہر کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسلئے وہ اب المومنین اُمت ہوتے ہیں۔ روحانی اور معنوی طور پر اور اسی واسطے جسمانی رشتہ کی ان سے نفی کی گئی ہے۔ (مولف)

[2] نہج البلاغہ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اور قائل ہیں کہ دین اسلام کو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم کے زمانے میں بڑی تقویت اور تمکین حاصل ہوئی۔ دیکھو نہج البلاغہ ... استقام [illegible] الدین بجرانہ

کہ کفار مکہ کی طرح اعتراض کریں۔ وقالوا لولا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم۔

اھم یقسمون رحمت ربک الخ اور کفار نے کہا کیوں یہ قرآن مکہ یا مدینہ کے کسی بڑے آدمی پر نازل نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتا ہے کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو تقسیم کرتے ہیں۔ اور کیا یہ تقسیم ان کے سپرد ہے ہم نے تو اس ادنیٰ حیات دنیا کی معیشت بھی ان کے ہاتھ میں تقسیم کرنے کے لئے نہیں دی۔ پھر اتنی بڑی نعمت نبوت و رسالت کس طرح ان کے ہاتھ میں ہم نے دے دی۔ دنیا میں درمیان اہل دین و مذاہب ہمیشہ یہ غلط طریق جاری چلا آتا ہے کہ ہر گروہ اپنے اٹکل اور تخمین سے کسی کو حقدار اور کسی کو غیر حقدار بناتے رہتے ہیں۔ اور جو کچھ ترویا بس ان کے پاس ہوتا ہے اول تو بلا تحقیق اسی کو سچ سمجھ لیتے ہیں اور دوسرے کی صحیح بات کو بھی پس پشت ڈال دیتے ہیں اور کورانہ تقلید سے آدمیوں کے ذریعہ کسی عقیدہ اور بات کو صحیح اور غیر صحیح قرار دیدیتے ہیں۔ حالانکہ یہ طرز عمل بالکل درست نہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک حقدار وہ ہے جس پر وہ اپنا فضل کرے۔ اور جس کو وہ منتخب کرے۔

اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ اور صحیح طریق یہ ہے کہ انسان بعد تحقیق ایک عقیدہ اختیار کرے اور یہودیوں کی طرح وفرحوا بما عندھم من الکتاب پر عمل پیرا نہو۔ صحیح اور درست معقول بات کے ذریعہ آدمی شناخت کئے جاتے ہیں۔ زبدۃ الابرار۔ تحفۃ الاخیار۔ تاج الشیعہ۔ سید المفسرین وغیرہ یہ سب بانی تک بندیاں ہیں۔

ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے جسمانی فرزند کو لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح کہکر ابنیت و اہلبیت سے خارج کر دیا۔ پس جہاں بداعمالی سے کوئی اہل سے خارج ہو جاتا ہے وہاں اصطلاح قرآن مجید کی رو سے بوجہ اتباع نبی متبوع متقی اور صالح ہونے کے اہل بیت میں داخل بھی ہو سکتا ہے۔ آیہ تطہیر کے نزول کے بعد اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ التزام نہ فرماتے تو ہرگز مولیٰ مرتضیٰ اور حضرت زہرا اور حسنین شامل اہلبیت تصور نہوتے۔ دیکھو سیاق و سباق کلام مجید۔ یانساء النبی من یات منکن الخ اور یانساء النبی لستن کاحد من النساء الخ اور واذکرن ما یتلیٰ فی بیوتکن الخ۔ ان کو تو دعاء نبوی نے شامل اہلبیت فرمایا۔ چونکہ یہ معاملہ ایک خاص التزام سے واقع ہوا اور آثار میں اس کا تذکرہ اور یادداشت اسی ہیئت کذائی سے مندرج ہوئی اس لئے شیعی گروہ نے اس کی بھی کتر بیونت کر کے اس کو بھی اپنے ڈھب پر بنا لیا۔ صاحب الغرض مجنون۔ پس اس کے متعلق ایسا لایعنی دعویٰ کیا جو کسی اہل دین صاحب فہم و فراست باحیا انسان کو سزاوار نہیں۔ " ازواج اہلبیت میں داخل نہیں "۔ اگر ذرا بھی خوف خدا مدنظر ہوتا اور عقل سلیم سے قرآن میں غور کرتے تو کبھی بھی ایسا دعویٰ نہ کرتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر یہ سمجھایا کہ اگرچہ سیاق و سباق کلام ان کو اہلبیت میں شامل سمجھنے پر مشعر نہیں مگر میری اتباع نے روحانی مناسبت سے ان کو بھی میری چادر نبوت کے نیچے داخل کر دیا ہے گو بادی النظر میں فحوائے کلام سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا۔ نیز یہ امر سمجھ لینا چاہئے کہ یہاں اہلبیت رسالت کو ایک گونہ سخت تنبیہ اور تشدید ہے اور ان کو جب یہ پڑھ کر سنایا گیا تو گویا ان پر ایک سخت قید رکھی گئی کہ خدا کا ارادہ تمہارے متعلق یہ ہے۔ ہوش کرو اور بڑی احتیاط سے پھونک پھونک کر قدم رکھو ورنہ تم کو دو چند سزا ارتکاب معاصی پر ملیگی۔ میں بڑا تعجب کرتا ہوں کہ یہ ناسمجھ گروہ

طہارۃ طہارۃ لئے پھرتا ہے اور حقیقت اور معرفت کلام سے بے بہرہ اور ناآشنا ہے کہ یہاں تو اہلبیت پر ایک گونہ مشقت اور بوجھ ڈالا گیا اور ان کو مقید اور پابند کیا گیا کہ ذرہ سی فروگذاشت پر بھی تمکو زیر مواخذہ لایا جاویگا۔ کہاں ہیں وہ صاحبان معرفت اور نکتہ شناس لوگ جو اس کلام معجز کی حقیقت میں غوطہ زن ہوں۔

الغرض میں اپنے سابقہ بیان کی طرف عود کر کے لکھتا ہوں کہ خود جناب امامیہ کے ہاں اس قسم کی احادیث موجود ہیں۔ فقال ابو جعفر علیہ السلام لا تقولوا سلمان الفارسی ولکن قولوا سلمان المحمدی ذالک رجل منا اھلبیت (رجال کشی صفحہ ۸)

ان سلمان باب اللہ فی الارض من عرفہ کان مومنا ومن انکرہ کان کافرا وان سلمان منا اھل البیت (کشی صفحہ ۱۱)

انما صار سلمان من العلماء لانہ امرأ منا اھل البیت (اصول کافی لکھنؤ صفحہ ۲۴۵)

اب جس چیز نے سلمان کو داخل اہلبیت کیا وہ نسب اور رشتہ تو نہیں وہ تو تقویٰ روحانیت اور اتباع نبوی ہے۔ امید کہ شیعہ صاحبان اب مال لیوینگے۔ کسی شیعہ عالم نے یہ خوب کہا کہ یہاں بیت سے مراد بیت نبوت ہے مگر اس نے ظاہری شکل میں اس کی تعریف کی ہے اور حقیقت کو چھوڑ دیا۔ درحقیقت یہ صحیح ہے کہ یہاں بیت سے مراد بیت نبوت ہے۔ مگر بیت نبوت گارے اینٹوں کا گھر نہیں اور نہ وہ گھر جسمانی تعلقات سے آباد ہے۔ یہ تشیع کی خوش فہمی ہے۔ فی الواقعہ وہ گھر نبوت کا روحانی گھر ہے جو فنا فی الرسول کے درجہ پر پہنچکر انسان کو اس میں داخل ہونے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ جب انسانی کمالات انتہائی نقطہ پر پہنچ جاتے ہیں اور لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا الخ اور یلقی الروح من امرہ علیٰ من یشاء من عبادہ کا قرب اور منزلت سالک کو نصیب ہو جاتا ہے۔ تو ظلی طور پر نبوت محمدیہ کی چادر ڈالی جاتی ہے اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے سرفراز ہوتا ہے۔ اور قربناہ نجیا کا رنگ اس پر طاری ہو جاتا ہے۔ پس وہ اہل ہوتا ہے کہ بیت نبوت میں داخل ہو۔ اس وقت بیشک وہ اھلبیت نبی کہلاتا ہے۔ اور اس کی تصریح میں نے کر دی ہے کہ ان سے مراد چار گروہ ہیں جو اھلبیت نبی کہلاتے ہیں یعنی انبیاء و دیگر روحانی اولاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہی چار گروہ ہیں۔ اللھم اجعلنا منھم۔ قرآن کریم کا صاف اشارہ لیس من اھلک الخ اس پر دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ بیت نبوت کا اہل نہ رہا تو باوجود تعلق جسمانی کے وہاں سے نکال دیا گیا۔ اور کوئی رعایت نسبی و حسبی تعلق نے اسکو نہ دی۔ خود حضرات اہلبیت علیہ السلام بھی نہ بوجہ جسمانی رشتہ کے اھلبیتی عترتی میں داخل ہیں بلکہ اتباع نبوی سے اس میں داخل ہیں کیا قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام جد اور مورث اہلبیت کا قول تشیع نہیں پڑھتے فمن تبعنی فانہ منی (س ابراہیم)

آثار میں یہ واقعات تصریحاً مذکور ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ابتر کہتے تھے۔ اور قرآن میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔ اب ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار ابتر کہتے تھے اور قرآن میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے اب ایک طرف تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے میں سے کسی کا باپ نہیں یعنی اس کا کوئی جسمانی فرزند نہیں کفار کا طعن بھی اسی کے مطابق۔ مگر دوسری طرف اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے انا اعطیناک الکوثر۔ فصل لربک وانحر۔ ان شانئک ھو الابتر

ہم نے اے رسول تجھے کوثر عنایت فرمایا۔ تو ابتر نہیں تیرا دشمن ابتر ہے۔ اب جسمانی شکل میں تو واقعی کوئی اولاد آپ کی نہ تھی پھر کس طرح ثابت ہو کہ آنحضرت ابتر نہیں۔ اور اعتراض کفار کے مقابلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی بھی نہ کس طرح ہو سکتی ہے کہ ہم قیامت کے دن آپ کو حوض کوثر شہد اور دودھ

ف فی المجمع والعیاشی والعیون عن الرضا عن الصادق ان اللہ قال لنوح انہ لیس من اھلک لانہ کان مخالفا لہ وجعل من اتبعہ من اھلہ (تفسیر صافی صفحہ ۲۱۶) دیکھئے کس صفائی سے خود شیعہ مفسر نے تسلیم کر لیا کہ متبعین نوح اس کے اہل تھے۔ مولف۔

آنے کا ضمیمہ زیادہ تر بلکہ سارا کا سارا مولانا مولوی نذر علی صاحب پشاوری کے ایک مضمون متعلق بعض مسائل تشیع پر مشتمل ہے جسمیں تبلیغ سلسلہ عالیہ مقصود ہے۔

پھر اپوتا لاب عطا فرما دینگے اور اس سے کفار کا اعتراض تو بدستور قائم ہی رہتا ہے۔ اگرچہ احادیث میں یہ معنی بھی آچکے ہوئیں۔
مگر اعتراض مشرکین کا حل اس سے نہیں ہوسکتا۔ اصل میں یہ بشارت اسی کثرۃ اولاد روحانی کی بشارت ہے۔ جو اعتراض کفار کے بالمقابل واقع ہوئی ہے۔ مشرکین کا اعتراض یہ تھا کہ ایک لاولد شخص ہے جب فوت ہو جائیگا تو اس کا دین بھی اس کے مرنے پر مرجاویگا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر نازل فرما کر اپنے رسول کی تسلی فرمائی اور کفار معترضین کو متنبہ کرکے جواب دے دیا کہ اس رسول کی اس قدر کثرت سے اولاد ہوگی اور اولاد بھی وہ جو سلسلہ نبوت سے تعلق رکھنے والی روحانی اولاد جو اس کے دین اور اس کی شریعت کو قیامت تک سرسبز اور قائم رکھیگی۔ اور یہ وہی گروہ ہیں جو نبی۔ صدیق۔ شہدا۔ اور صالحین ہیں اور جب اس قسم کی اولاد کثرت سے اللہ تعالیٰ کسی کو عطا فرما دے تو پھر جسمانی اولاد کی اس کے بالمقابل کیا حقیقت ہے۔ انہی اقسام اربعہ سے مجددین کا سلسلہ بعد خیر القرون کے امت محمدیہ میں قائم کیا گیا ہے تاکہ دین اسلام قیامت تک زندہ رہے۔ اور اس باغ اسلام کے مالی اور خدمت کرنے والے (یعنی روحانی اولاد) خلفا اور ائمہ پیدا ہوتے رہیں۔ مشرکین عرب یا دیگر دشمنان اسلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہنے سے کیا فائدہ تھا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانیات کے دشمن نہ تھے۔ وہ تو اسلام اور دین کے دشمن تھے۔ اور اُن کا منشا یہ تھا کہ کسی طرح سے بھی ہو اس دین کو برباد کیا جاوے۔ اور اس کو مٹا دیا جاوے اور اس دین کا زندہ رکھنے والا کوئی پیدا نہ ہو۔ جسمانی لحاظ سے ہزار ہا بلکہ لکوکہا آل رسول برائے نام۔ بدنام کنندۂ نکو نامے چند۔ اکناف عالم میں منتشر ہیں۔ ان کو دین اسلام سے کیا تعلق اور مناسبت ہے۔ اگر ایسی اولاد ہوئی تو کیا نہ ہوئی تو کیا اولئک
کالانعام بل ھم اضل

یہ عام اور مسلمہ مشہورہ اور محسوسہ امر ہے کہ جب انسان ایک جھوٹ اور غلط بات اختیار کرتا ہے تو اس جھوٹ اختیار کردہ کے نبھانے کے لئے کئی جھوٹ اس کو اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ ایسے شخص کی مثال بعینہ اس جھوٹے مقدمہ باز مدعی کی طرح ہے جسکو ایک جھوٹے دعوے کی وجہ سے کئی جھوٹ تراشنے پڑتے ہیں اور نتیجہ کی رو سے وہ آخر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس جگہ جناب امامیہ نے اول تو عترت اور اھلبیت کو بغیر کسی معقول وجہ کے بنو ہاشم[ف] میں منحصر کیا جب دیکھا کہ اس میں کام نہیں بنتا تو اسکو علی مرتضیٰ اور جناب فاطمۃ الزہرا اور حسنین رضی اللہ عنہم میں محدود کر دیا۔ اور دیگر آل علی و عباس و جعفر و عقیل وغیرہ کو اہلبیت سے خارج سمجھا۔ واقعہ کمبل کو اس پر منطبق کرکے ان کو آل عبا اور اہلبیت قرار دیا۔ حتیٰ کہ خود اپنے مسلمات سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کو بھی اس میں داخل نہیں سمجھا۔ العجب ثم العجب۔ پھر اس پر بھی قائم نہ رہے اور اہلبیت کو اولاد فاطمہ میں اور پھر اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اولاد حسن رضی اللہ عنہ کو رخص کرکے اولاد حسین میں۔ پھر اولاد حسین رضی اللہ عنہ سے سبکو چھوڑ کر نو میں محدود اور مخصوص کر لیا۔
یہ تخصیص اور تحدید در تحدید اسی غلط اعتقاد اور قرارداد کی وجہ سے تھا جو اول ہی انھوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ سے

خشت اول چوں نہد معمار کج ؛ تا ثریا میرود دیوار کج

اگر واقعہ کمبل کی رو سے اہلبیت چار پانچ ہیں تو پھر بارہ میں اس کی رسی کیوں لمبی کی جاتی ہے۔ اور یہ تعمیم بعد تخصیص کسی نص قطعی کے رو سے ہوئی حدیث میں تو نہ بارہ ہیں اور نہ تیرہ۔ نہ وہاں ائمہ اثنا عشر کا نام ہے وہاں عترتی اہلبیتی کا جملہ موجود ہے امامیہ کس دلیل سے ان الفاظ کو بارہ یا تیرہ[۱۳] پر اُتارتے ہیں۔ ان کا کلیہ خود ان کے تناقض اور تشطط بیانات مختلفہ سے باطل ہو جاتا ہے۔ حدیث کے الفاظ اس قرارداد پر منطبق نہیں ہوسکتے۔ بلکہ کمبل کی تخصیص اور آل عبا کی تفضیلت جو بقول امامیہ اللھم ھولاء اھلبیتی کے رو سے قرار دی جاتی ہے وہ سب مشتبہ اور ھباءً منثورا ہو جاتی ہے۔ میں حیران ہوں ایسے متناقض دلائل لتشیع پر کوئی صحیح الدماغ انسان کیسے کاربند ہوسکتا ہے۔ بقول امامیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا باوجود اہلبیت نبوی ہونے کے داخل عبا ہونے سے منع کی گئی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت چاروں اور خود بذات شریف عبا میں جمع ہو گئے دعا نہیں فرمائی اور بعد داخل ہونے کے اللھم ھولاء اھلبیتی کہہ کر تخصیص کر دی تو پھر اے ناعاقبت اندیش قوم اس کو بارہ میں کس طرح لمبا کرتے ہو کس دلیل سے اور اپنی فرضی عمارت کو جو اس قدر مرمت اور جوڑ توڑ کے بعد تم نے کھڑی کی ہے کس طرح اپنے ہی ہاتھوں سے منہدم کرتے ہو۔ یخربون بیوتھم بایدیھم۔ ذالک بانھم قوم لا یعقلون۔ اتخذون بیتاً کبیت العنکبوت وان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔ بنو ہاشم یا کنبہ رسول اللہ کے لوگ یا بقول امامیہ ائمہ اثنا عشرہ اس لئے واجب الاتباع والتمسک ہیں کہ وہ رشتہ داری کا تعلق اور لحاظ ہمراہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھتے ہیں۔ کیونکہ ایسے تعلقداروں اور رشتہ داروں کو باوجود صالح اور متقی ہونے کے بھی جناب لتشیع واجب والتمسک نہیں سمجھتے۔ حالانکہ وہ بنو ہاشم۔ علوی اور بنی فاطمہ۔ حسنی اور حسینی سب کچھ ہیں۔ پس اگر محض رشتہ کا تعلق ایک ایسی وجہ ہے جس سے تمسک اور اتباع لازم آتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ بعض سے تو تمسک کیا جاوے اور بعض سے رفض کیا جاوے اب بھی حسینی سادات اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں تشیع کے پاس کونسی برہان تو یہ ہے کہ ایک مفقود الخبر۔ لاحس ولا خبر نامعلوم الوجود بارہویں سے جس سے نہ نفع اور نہ ضرر ہے تمسک کی جاوے اور اس کے دیگر بھائیوں کو ترک کیا جاوے۔ اس کا معقول اور صحیح جواب لتشیع کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اور نہ اہلبیت اور عترۃ کی لغت ان کے خیال کی مؤید ہے۔ افسوس تقلید کورانہ کرنے والی طبیعتیں دنیا میں بہت ہیں مگر متلاشی حق عقلاء نفوس زکیہ عنقا ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے الفاظ عترتی اہلبیتی اس لئے استعمال فرمائے تھے تاکہ معانی الفاظ میں توسیع ہو۔ اور اس دائرہ محاط بیت نبوت[۱] میں بہت سے عباد الرحمٰن جگہ پا سکیں۔ اور اس امر کو اہل علم اور محاورات و اصطلاحات زبان عرب کے جاننے والے خوب جانتے ہیں۔ مگر ہمارے امامیہ اصحاب نے ایسا بخل اختیار کیا کہ اس وسعت کو تنگ کرتے کرتے بارہ میں منحصر کر دیا۔ اور آخر الامر اپنی تمام اُمیدوں اور آرزوؤں اور سرسبزیوں کو ایک مفقود الخبر کے وجود سے وابستہ کر دیا۔ اللھم احفظنا من ھذہ العقائد الباطلۃ
مجددین عظام صدی کے سر پر مبعوث ہوتے ہیں۔ اور جو مناسبت روحانی یہ لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکھتے ہیں نیز خدمت دین اسلام اور اس کی اشاعت اور اعلاء کلمۃ اللہ کی جو تڑپ اور تپش اور خواہش ان ذوات مقدسہ کے قلوب مزکی میں ہوتی ہے ان لحاظات کے رو سے وہ بیت نبوت میں داخل ہوتے ہیں۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کہلاتے ہیں۔ کبھی ان کا درجہ انبیاء کا ہوتا ہے۔ کبھی

سلہ وفی روایۃ العیاشی عنہ اراد بالامۃ بنی ھاشم خاصۃ (رصافی صفحہ ۲۴۰)

لہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہاں نبوت سے مراد ظلی اور مجازی نبوت ہے حقیقی نبوت حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی۔ (مولف)

صدیقوں یا شہداء کا غرضیکہ ان کی عظمت اور بزرگی مرتبت بہ لحاظ مفاسد زمانہ اور خدمت دین اسلام کے ہوتی ہے۔ جس قدر مفاسد دنیا میں زیادہ ہوں مجدد بھی اسی پایہ اور منزلت کا مبعوث ہوتا ہے۔ صدی کے اندر بھی ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ من حیث الجماعت دین کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ جماعت مقدمہ بھی ظاہرین علی الحق۔ کونوا مع الصادقین کی مصداق دنیا میں موجود ہوتی ہے۔

اب خیال فرماویں کہ اگر جسمانی اولاد ناکارہ اور نافرمان ہو تو اصل غرض اور مقصود بالذات امر جو باغ اسلام کی سرسبزی ہے وہ کب پورا ہوگا۔ ایسی اولاد تو اس باغ کو اجاڑ دیگی۔ عیاں را حاجت بیان نیست۔ یا ایسی اولاد سے کیا فائدہ جو ہزاروں سے کسی جزیرہ میں مقیم ہے اور اپنے نانا کے لگائے ہوئے باغ اسلام کی خبر تک نہیں لیتی۔ نانا صاحب (فداہ امی) نے تو کن کن مصائب اور تکالیف کا مقابلہ کرکے وہ باغ اسلام لگایا اور اللہ تعالیٰ نے انکو اس وقت تک اس دار دنیا سے نہیں اٹھایا جب تک الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کی صدا اس کے کان میں نہ پڑی۔ اور اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس الخ اور ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ کی بشارت اس کو نہیں ملی۔ مگر دوسرے صاحب کے حالات پر غور کریں جن کو بقول تشیع حفاظت اور آبیاری باغ سپرد ہے وہ اپنی جان کے ڈر سے غار میں چھپا بیٹھا ہے۔ اگر نانا بھی اسی خیال کا انسان ہوتا جیسا کہ دوہترہ تو وہ باغ ہی کب لگتا۔ (الجبان لا یستحق للامامۃ) اس سے تو غیر بھلے جو باغ اسلام کی آبیاری کر رہے ہیں۔ قرآن یہاں موجود ہے حدیث مستدلہ تشیع لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض کہ کر عدم تفریق ثقلین با قرآن کا ایما کر رہی ہے۔ پس یہ جدائی درمیان ثقلین کے تشیع کے معتقدات پر سخت اعتراض ہے۔ جبکہ قرآن محرف متغیر۔ مبدل عترت۔ ثقل ثانی ہزار سال سے مفقود الخبر تو گویا جناب امامیہ کے اپنے مسلمات کے رو سے اس حدیث کا محل اور مورد دنیا میں ہزار سال سے کوئی موجود نہیں۔ صرف وہ الفاظ ہی ہیں جو کتب احادیث میں مندرج ہو چکے ہیں۔ اور بس۔ حال آنکہ حدیث اخبار کے طور پر وارد ہے۔ اور اس کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ یہ دونوں چیزیں قرآن اور اہلبیت دنیا میں موجود رہینگی۔ اور کبھی متفرق نہونگے۔ قیامت تک حال آنکہ بموجب مسلمات تشیع۔ تمام دنیا میں اسوقت نہ اصل قرآن موجود ہے اور نہ اہلبیت عترۃ کا کہیں پتہ۔ البتہ ایک کتاب مشہور بہ بیاض عثمانی اہل سنت والجماعت کے پاس بین الدفتین موجود ہے۔ طرفہ تر یہ کہ امامیہ بیچارے انتظار کرکر کے تھک گئے اور آخر مایوس ہو کر طوعاً و کرہاً اس بیاض عثمانی کی طرف رجوع لائے اور اسی کو پڑھنے پڑھانے لگے۔ اور اسی کی تفسیریں لکھیں اسی کے اوامر اور نواہی کو اپنا دستور العمل بنایا اور اسی کا جوا اپنی گردن میں ڈالا۔ اور ثقل ثانی یعنی اہلبیت کی تمسک سے تو ایسے محروم ہوئے کہ ہزار سال سے زائد عرصہ میں کروڑ ہا لغزی تشیع کی محروم از تمسک ہو کر فوت بھی ہو چکی۔ جن پر فتویٰ من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ۔ کا بھی لگ گیا۔ پس اے قوم یا تو تمہاری تاویل جو تم حدیث زیر بحث کی کرتے ہو۔ وہ غلط ہے۔ یا خود حدیث ہی موضوع غلط اور ضعیف ہے۔ کیونکہ اس خبر مندرجہ حدیث کا مورد ہزار سال سے کوئی بھی نظر نہیں آتا۔

اگر اس حدیث کی بنا پر قیامت کے دن ہم پر حجت کی گئی تو ہم صاف کہدینگے کہ صاحب عترۃ اہلبیتی ہزار سال سے غائب تھی۔ قرآن محرف و مبدل جن سے ہم کو تمسک کرنے کا حکم تھا انھوں نے نہ تو کوئی صحیح قرآن مطابق تنزیل ہمارے لیے چھوڑا نہ کوئی کتاب اپنی لکھی ہوئی ہم کو دی گئی۔ نہ جزیرہ خضرا کا ہم کو کہیں پتہ ملا۔ نہ جابلقا سا بلقا کا نشان۔ خط و کتابت کی بھی کوئی سبیل پیدا نہ تھی پھر ہم تمسک کس سے کرتے۔[1] مجتہدان لکھنؤ۔ کربلا۔ ایران۔ نجف۔ سامرہ ہندوستان

لاہور کو بہتر ہے کہ ذرہ تکلیف گوارہ فرما کر اگر آپ کو ان کی جگہ اور مقام سکونت معلوم ہے تو تم امام صاحب کے پاس چلے جاؤ اور ان کو تسلی دلا کر ہندوستان میں لے آؤ۔ اور وہ علی مرتضیٰ علیہ السلام کا نسخہ قرآن بھی ہمراہ لیتے آویں جو ان کے پاس ہے۔ تاکہ ہم ان سے تمسک کریں۔ ہندوستان میں امن و امان ہے سرکار انگلشیہ کی حکومت ہے کسی قسم کا خوف و خطر نہیں۔ ہر ایک صاحب مذہب آزادی سے لا اکراہ فی الدین کے رو سے اپنے مذہب اور دین کی تبلیغ کر سکتا ہے تمکو اجر اور ثواب ملیگا۔ اور تمام اہل اسلام حدیث ثقلین کے مصداق کو عملاً پورا کر لینگے۔ وہ کہتے ہمکو خود بھی پتہ نہیں لگتا ہم کیا کریں۔ انتظار کرو۔ اور خروج امام کی دعائیں مانگتے رہو۔ بڑا ثواب ہے۔ مسجد سہلہ میں جاؤ۔ سامرہ نجف اشرف میں جاؤ۔ دریا میں عرضی ڈالو۔ فلاں فلاں دعائیں پڑھو۔

یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا

اے میرے رب میری اس قوم نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا۔ اگر یہ قرآن پڑھتے تو ان مزعومات باطل میں مبتلا نہ ہوتے۔

الغرض صاحب الوحی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھلبیتی الخ۔

قرآن کریم اور اسی اولاد روحانی کے بقا اور قیام کی طرف اشارہ ہے اور انھیں ہر دو ثقلین سے ہم کو متمسک ہونے کا ارشاد ہے۔ صحابہ کرام خلفاء راشدین۔ سابقین الاولین من المہاجرین والانصار ازواج مطہرات۔ ائمہ اہلبیت اور بعد زمانہ خیر القرون۔ مجددین عظام جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کا مصداق ہیں اسی سلسلہ اولاد روحانی میں فاتبعونی کے رنگ میں رنگین ہو کر ظلی طور پر نبوت رسول کریم کے وارث اور جانشین ہیں۔ یہ سب آل نبی ہیں اور مصداق ہیں عترتی اھلبیتی کے۔ جو حدیث زیر بحث میں مذکور ہے۔ اور یہی لوگ یعنی مجددین بعد خیر القرون حقیقی جانشین اور خلفاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ قرآن میں وعد اللہ الذین امنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض الخ لکھا ہے۔ وہاں فاطمی۔ علوی۔ حسنی حسینی نہیں لکھا۔ دوستو میں نے یہ تاویل بعید از عقل اور فہم نہیں کی بلکہ حق یہی ہے اور بہت سے اہل علم محققین اسی طرف مائل ہیں۔ خود تشیع کے بعض اہل علم نے سلمان فارسی کو اہلبیت میں داخل کیا ہے۔ جو انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء کے ماتحت کامل اتباع نبوی سے داخل اہلبیت ہوا۔ قرآن کریم میں ہے وتلک حجتنا آتیناھا ابراھیم علی قومہ نرفع درجات من نشاء ان ربک حکیم علیم۔ ووھبنا لہ اسحاق ویعقوب کلا ھدینا ونوحا ھدینا من قبل ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وایوب ویوسف وموسی وھارون۔ الخ (انعام رکوع ۹)

یہ تمام انبیاء و مجددین دعوت ابراہیمی تھے۔ اور روحانی مناسبت سے ان کو ذریت ابراہیم میں داخل کیا گیا ہے۔ ذریتہ کی ضمیر کا مرجع حضرت ابراہیم ہیں۔ (دیکھو تفسیر صافی صفحہ ۱۷۹ متعلق مرجع ضمیر ذریتہ) اگرچہ مفسر صافی نے ضمیر کا مرجع بمثل بعض محققین مفسرین اہل سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قرار دیا مگر اس میں اس نے ٹھوکر کھائی کہ لکھدیا واللہ لقد نسب اللہ عیسی ابن مریم فی القرآن الی ابراھیم من قبل النساء ...... انما الحق عیسی بذراری الانبیاء من طریق مریم الخ

اگر وہ ذرہ سطروں سے کر تدبر فی القرآن کرتے اور خود غرضی کو چھوڑ دیتے (کیونکہ ان کو ایک مطلب ثابت کرنا پیش نظر تھا۔) تو خیال کر سکتے کہ حضرت لوط[2] علیہ السلام جو معاصر حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کی نسبت فامن لہ لوط (عنکبوت) دوسری جگہ پر موجود ہے۔

---

[1] ہم تو تمسک کرنے کے لیے بالکل طیار ہیں امام صاحب کہاں ہے۔ گناہ اسکا ہے جو ظاہر نہیں ہوتا نہ کہ ہمارا اہل علم جانتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ ہماری حجت کے نیچے ہوگا (مولف)

[1] قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

[2] وکان لوط ابن الخالۃ ابراھیم (تفسیر صافی صفحہ ۱۹۲)

وہ کس جسمانی نسب سے ذریت ابراہیم ہو سکتے ہیں۔ ان کو تو مناسبت روحانی نے اور دعوت ابراہیمی کی مجددیت نے داخل کر دیا۔ کیونکہ وہ دعوت ابراہیمی کے پھیلانے والے تھے۔ جیسا ان کو نسب نے داخل ذریت ابراہیم نہیں کیا بلکہ روحانیت نے کیا۔ اسی طرح دیگر انبیاء مذکورین بھی دعوت ابراہیمی کے مجدد تھے اور وہ سب روحانی فرزندان ابراہیم علیہ السلام تھے۔ پس ہم حق رکھتے ہیں کہ اجد اس تحقیق کے مفسر صافی کی عبارت کو اس طرح پڑھیں۔

واللہ لقد نسب اللہ عیسیٰ ابن مریم فی القرآن الی ابراہیم من قبل الروحانیت کما الحقوا لوط داؤد وسلیمان و یوسف و یونس الی ابراہیم من طریق الروحانیۃ وکذالک نسبوا المجددین ھذا الامۃ الی النبی الامی من قبل روحانیۃ و دخلوا فی عترۃ و اھلیبۃ۔ اور قرآن کریم میں ذریۃ کا لفظ متبعین کے معنوں میں آچکا ہے۔ قال ومن ذریتی (بقرۃ) وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب ومن ذریتھما محسن و ظالم لنفسہ مبین۔ رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی

ان میں ذریت کا لفظ متبعین کے معنوں میں اس لئے بھی صحیح ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے صاف فرما دیا۔ فمن تبعنی فانہ منی (سورۃ ابراہیم) پس انبیا کے متبعین جو اپنے نبی متبوع کے کامل پیرو ہوں اور اُن کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں وہ اُن کی ذریت کہلاتی ہے۔ اور عترتی اہلبیتی کے الفاظ تو ذریۃ سے زیادہ عام ہیں اور وسعت معنوی رکھتے ہیں۔ متبعین فرعون اس کی آل کہلاتی ہے۔ متبعین شیطان اس کی ذریت اور آل کہلاتی ہے۔ پس اسی طرح متبعین انبیا اس کی ذریت اور آل کہلاتی ہے۔

آل۔ اتباع الرجل ام قرابتہ وھو مقلوب عن الاھل اھل الرجل من یجمعہ وایاھم نسبا او دینا و یعبر باھل الرجل عن المرأۃ واھل الاسلام الذی یجمعھم ھو الدین والقرآن۔

خلاصہ کلام یہ کہ بعد زمانہ خیر القرون۔ ہر صدی کے سر پر مجددین کرام آتے رہتے ہیں اور اس میں بالکل شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ آل رسول ہیں اور اہلبیتی عترتی کے مفہوم کو پورا کرتے ہیں۔ اور ان کے وقت میں ان سے زیادہ قرآن کی سمجھ اور کسی کو عطا نہیں کی جاتی۔ اور تمام مومنین اور مسلمین کو قرآن اور اسی اہلبیت رسول سے متمسک ہونے کا حکم ہے۔

اس زمانہ میں بھی ثلۃ من الاخرین کے لئے مطابق بشارۃ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم اور حدیث نبوی لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل او رجال من ابناء الفارس ایک مجدد موعود ہو چکا تھا جس کو موجودہ زمانہ کے مفاسد کے لحاظ سے "جبکہ اس وقت کا فساد نقطہ انتہا کو پہنچ گیا تھا اور دجالی فتنے تمام عالم میں پھیل گئے تھے اور ظھر الفساد فی البر والبحر کا نظارہ بعینہ قائم ہو گیا تھا" عیسیٰ ابن مریم۔ مہدی محمدی۔ مثیل مسیح کے ناموں سے موسوم کر کے بھیجا گیا ہے۔ یہی آل رسول عترتی اہلبیتی کا مصداق تھا جس نے قرآن سے تمسک کرنے کی دعوۃ حق کا اعلان کیا۔ مگر افسوس تھوڑے ہی مرد میدان بنکر وقت پر نکلے اور اس کی صدائے حق و صداقت پر لبیک کہا۔

ایک گروہ کو دعویٰ بھی تھا کہ ہم کتاب اللہ اور عترۃ رسول اللہ سے تمسک کرنے والے ہیں اور ہزار سال سے عترۃ کے مبعوث ہونے کی دعائیں مانگ مانگ کر جان بلب ہو چکے تھے مگر طلب صادق نہ رکھتے تھے۔ وقت آیا عترت اہل بیت رسول مبعوث بھی ہوئی۔ وہ قرآن بھی ساتھ لائی جس کی تعلیم ہزار سال سے آسمان پر اٹھ چکی تھی۔ لوگوں کو پکار پکار کہتی رہی۔ آؤ میں ہوں مسیح محمدی۔ خلیفۃ اللہ المہدی۔ قرآن کا جاننے والا۔ قرآن سے۔ احادیث صحیحہ سے۔ نشانات آسمانی و زمینی سے۔ دلائل اور براہین غرضیکہ ہر طریق سے ان کو سمجھایا مگر انہوں نے تکذیب ہی کی۔ بڑی حیرت۔ اور تعجب کی بات ہے جو شخص ہزار سال سے انتظار کر رہا ہے۔ عجل فرجہ عجل فرجہ کی دعائیں مانگ رہا ہے۔ جب وہ امام منتظر ظہور فرماتا ہے اسیطرح پر جس طرح سے قدیمی سنت اللہ ماموران الٰہی کے لئے جاری ہے تو اس کی آواز پر وہ شخص انتظار کنندہ کان بھی نہیں دھرتا اس کی بات تک نہیں سنتا۔ فیا اسفا۔ اگر طلب حق و صداقت ہوتی تو انصاف کرنے کا موقعہ تھا۔

اگر کسی کا فرزند ہزار سال سے مفقود الخبر ہو اور اس کے متعلقین کو ایک جھوٹی خبر بھی کوئی دیدے کہ تمہارا فرزند پیدا ہو گیا ہے جو اتنے عرصہ سے غائب ہو گیا تھا تو ضرور والدین اس خبر کے سننے پر تجسس و تلاش فرزند میں نکلتے ہیں اور اس کے حالات اور واقعات کی سو بو لگاتے ہیں۔ مگر اس غفلت شعار قوم کو دیکھو ہزار سال کی انتظار نے ان کو کوئی سبق نہ دیا اور نہ اس انتظار سے اکتا گئے۔ جب اس قدر انتظار کے بعد ان کو آواز پہنچی تھی تو کم از کم تلاش اور تجسس تو کرتے۔ فتحسسوا من یوسف واخیہ ولا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون

انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون سجدا قابل غور امر تھا کہ آیا یہ نوید اور بشارۃ ظہور امام اُس خیالی اور وہمی تصور سے کہ ہزار سال سے غار سر من رای میں یا جزیرہ خضرا میں امام غائب اور مقیم ہیں اور کبھی ظاہر ہونگے کم درجہ قرین عقل اور لائق تسلیم تھی۔ کیا تصریف الریاح بارش کی آمد کی خبریں نہیں دیتیں۔ کیا خشک سالی ارزانی اور مفرح الحالی کا مبشر خیمہ نہیں ہوتی۔ افسوس صد افسوس آپ نے نہ تو موسم کو پہچانا نہ وقت کی ضرورت کو سمجھا ابھی کسی جزیرہ نامعلوم الوجود ہی کی طرف آپکی نگاہ ہے۔ ولما جاءھم رسول من عند اللہ مصدق لما معھم نبذ فریق من الذین اوتوا الکتاب کتاب اللہ وراء ظھورھم کانھم لا یعلمون واتبعوا ما تتلوا الشیاطین علی ملک سلیمان۔ الخ۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ ...... فلما جاءتھم رسلھم بالبینات فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون۔ ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذناھم بالبأساء الخ .... ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون۔ فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔

جو کچھ امم سابقہ بالخصوص بنی اسرائیل میں واقعات گذرے تھے اسی قسم کے واقعات اُمت محمدیہ کو پیش آئے اگرچہ یہ واقعات ان کے اس قدر شرح و بسط کے ساتھ قرآن مجید و فرقان حمید میں ذکر کئے گئے تھے جن کی حد و انتہا نہیں اور اسی لئے تاکہ یہ اُمت ٹھوکر سے بچے اور وقت پر تذکر حاصل کرے۔ مگر جب مسلمانوں نے قرآن کی تعلیم پر زید عمر کے اقوال کو ترجیح دی۔ بلکہ خدا کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا اور قرآن کو پڑھا بھی تو طوطے کی طرح۔ لا یعلمون الکتاب الا امانی۔ تو پھر [illegible] تو ضرور ہی پیش آنا تھا۔

جب کبھی دنیا میں رسول یا [illegible] الٰہی آتے ہیں اور وہ اصلی اور صحیح دین کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں جس پر مرور ایام سے اور لوگوں کی غلطی افراط اور تفریط سے ایک اخفا کا پردہ حائل ہو گیا ہوتا ہے اور اس کا منور اور روشن چہرہ غبار آلود بتلائی دیتا ہے حالانکہ یہ لوگ اس کے اصلی چہرہ کو نمایاں کرنے آتے ہیں اور اس سے غبار ہٹا کر لوگوں کو بتلاتے ہیں کہ یہ اصلی دین تھا جو ابتدا میں خدا کا رسول قائم کر گیا تھا مگر تمہاری غلط کاریوں اور بد استعمالیوں نے اس کو بدنما بنا دیا تھا اور وہ اولیاء الرحمٰن اس دین حقیقی کی تصدیق۔ اور تائید کرنے آتے ہیں۔ مگر چونکہ زمانہ کے موجودہ لوگوں نے خدا کی کتاب

اور اس کی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا ہوتا ہے اور اصل تعلیم ان کے دلوں اور دماغوں سے محو ہو گئی ہوتی ہے۔ وہ صرف نام کے مسلمان ہوتے ہیں اور بس اگرچہ کورانہ تقلید اور اتباع آباؤ اجداد کے خطرناک گڑھے سے وہ لوگوں کو نکالنا چاہتا ہے۔ بلکہ ظلمت سے نور کی طرف لانا چاہتا ہے مگر ان کی حالت ناگفتہ بہ ہوتی ہے

بلٰی من کسب سیئۃ واحاطت بھی خطیئتہ فاولٰئک اصحاب النار۔ مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب۔ ظھر الفساد فی البر والبحر۔ علماء اور جہلا سب میں فساد۔ طاعون جارف کی طرح نمایاں اور آشکارا ہوتا ہے۔ یہ مامور من اللہ ان کا خیر خواہ اور دوست ہوتا ہے مگر وہ اس مرد خدا کے دشمن بن جاتے ہیں۔ اور شیطانی قصہ کہانیوں سے آنکھیں دوڑا کر اسکو ساکت کرنا چاہتے ہیں اور جو بوسیدہ علم اساطیر الاولین خلاف تعلیم الٰہی ان کے پاس ہوتا ہے ان نتیجہ کنندوں سے اس مرد خدا کا مقابلہ کرتے اور اس کا استہزار کرتے ہیں۔ پس قریب زمانہ میں پکڑے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ اول وہ منبہات نازل فرماتا ہے کہ شاید وہ رجوع کر لیں تعلّی۔ تکبر۔ اعراض از حق کو ترک کریں۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ الٰہی منبہات سے فائدہ اٹھا کر حق کو پا لیتے اُلٹے شرارت میں زیادہ تیز ہو جاتے اور دل ان کے سخت ہو جاتے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ شیطان ان کے عملوں کو ان کی نگاہوں میں مزین کر کے بتلاتا ہے۔ کہ سبحان اللہ تم تو علماء ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گدی کے وارث ہو۔ سید ہو۔ اس کے آل ہو۔ شمس بازغہ تفسیر کبیر۔ کلینی۔ وغیرہ صدہا کتابیں پڑھے ہوئے ہو۔ ہر قسم کے علوم کے ماہر ہو۔ (کمثل الحمار یحمل اسفارا) بھلا تمھارے مقابلہ اور پایہ کا کوئی ہو سکتا ہے۔ چونکہ تعلیم الٰہی اور کتاب اللہ کو اُنھوں نے بھلا دیا ہوتا ہے دلائل الخیرات صحیفہ کاملہ کو ہر روز ورد اور وظیفہ کے طور پر پڑھنا اس کا شیوہ اور عملدرآمد ہوتا ہے۔ پھر کسطرح حق کی طرف متوجہ ہوں۔ قرآن کو غور فکر تدبر تو در کنار ترجمہ سے بھی نہیں پڑھتے ہیں۔ بھلا قرآن ہم کب سمجھ سکتے ہیں۔ جب تک منطق صرف نحو معانی وغیرہ علوم مروجہ از بر نہوں۔

مجھکو یاد ہے میں ابھی شیعہ تھا۔ ایک شیعہ عالم باشندہ کشمیر جو چودہ سال تک کربلا اور سامرہ میں رہچکا تھا اور مرزا محمد حسین شیرازی کا مقلد تھا۔ ایک دفعہ پشاور میں وارد ہوا تھا اور حضرت امامیہ پشاور کا پیش نماز بنایا گیا تھا۔ قرآن پڑھتا تھا ترجمہ اردو کی ایک حمائل قرآن اس کے پاس تھی میں نے کہا اس کا ترجمہ بھی دیکھنا چاہئے۔ اور ترجمہ سے قرآن کو پڑھنا چاہئے۔ مجھکو کہنے لگا یہ سب تراجم قرآنوں کے انگریزوں نے کئے ہوئے ہیں۔ میں نے کہا نہیں یہ ترجمہ ہندوستان کے ایک عالم کا ہے کہنے لگا نہیں نصاریٰ نے سب تراجم قرآن لکھے ہیں۔ یہ حال تھا ایک شیعہ عالم کا جو چودہ سال کربلا میں علم دین پڑھ کر آیا تھا۔ الغرض نماز کو تو ایک چٹی اور بیگار سمجھتے ہیں جھٹ دو سجدے لگائے اور غائب۔ سورہ فاتحہ جیسی بابرکت اور پاک دعا کو خاک بھی نہیں سمجھتے اگر اہل اسلام سورہ فاتحہ ہی کو سمجھکر پڑھتے تو دنیا کی تمام انسانی خود کاشتی دعاؤں پر توجہ بھی نہ کرتے۔ اور یہ سب ہر قسم کی لاپروائی اس لئے ان کے شامل حال رہتی ہے کہ دنیا میں آسودہ حال فراخ المعیشت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان پر کشائش رزق فرحت اور سرور کے دروازے کھول دیئے ہوتے ہیں۔ پس بجائے اس کے کہ ان انعامات پر سجدات شکر بجا لاتے اور حق کی طرف عود کرتے۔ الٹا تکبر اور تفاخر غرور اور عارضی تمتع دنیاوی پر اترانے لگتے ہیں۔ دولت مال و متاع دنیوی کو اپنا قبلہ حاجات و کعبہ مرادات سمجھ کر اس میں ایسے منہمک رہتے ہیں ولٰکن اخلد الی الارض۔ کہ اپنے مقصود بالذات اور فرض حقیقی کو بھلا بیٹھتے ہیں۔ پھر ناگہانی اور لعنۃ عذاب الٰہی میں پکڑے جاتے ہیں۔ اُس وقت خدا سے ناامید ہو جاتے ہیں خسر الدنیا والاٰخرۃ وھو خسران المبین۔

اگر یہ مقصد تبلیغ پیش نظر نہ ہوتا تو میں ہرگز قضیہ ماضیہ پر قلم نہ اٹھاتا۔ مگر یاد رکھیں دنیا میں ہمیشہ اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آتے اور انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کے ماتحت اس قرآن کی تعلیم کو زندہ کرتے رہتے ہیں اور اُس وقت ہر مومن مسلم کا فرض ہوتا ہے کہ قرآن اور اُس اہلبیت رسول سے تمسک کرے۔ لایمسہ الا المطھرون لایطیع علیہ الا المطھرون من الکدورات البشریۃ الخ۔

اذا قام القائم من ولدی یفھرہ ویحمل الناس علیہ ویجری بہ السنۃ (تفسیر صافی صفحہ ۶۳)

کیا قائم آل محمد جس کی بشارات دی گئی تھیں ظاہر نہیں ہوا عزیزو سوچو یہی قائم آل محمد تھا جو آ گیا۔ اور یہی موعود تھا۔ اس زمانہ کے لئے غار کا انتظار بے سود سفیکہ طفلاں سے بڑھ کر نہیں۔ قرآن کی تعلیم جو ہزار سال سے اُٹھ چکی تھی وہ فیج اعوج کا زمانہ گذر چکا۔ اب تعلیم قرآن قائم آل محمد نے قائم کر دی۔ صراط مستقیم اس وقت اسی سے تمسک کرنا ہے۔ معارف علوم قرآن اسی کو عطا کئے گئے ہیں۔ پھر جو ان دونوں سے تمسک کرے وہ کامیاب ہو گیا ثلۃ من الاولین۔ صحابہ کرام کے گروہ نے آنا فانا کوثر کا نظارہ دیکھ لیا۔ اور انشاء اللہ ثلۃ من الاٰخرین بھی اس فیض کوثری سے محروم نہ رہیگا۔ مگر سنت اللہ یہ ہے کہ جب قانون کی خلاف ورزی کی جاوے اور اُن ہدایات پر عملدرآمد نہ کیا جاوے جو خدا کا مامور بتلاتا ہے تو الٰہی وعدے التوا اور تعویق میں پڑ جاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے حالات پر غور کریں باوجود ارض مقدس کے وعدے کے۔ ۴۰ سال تک قوم جنگلوں اور بیابانوں میں سرگردان اور آوارہ پھرتی رہی۔ قرآن کریم اور توراۃ میں اس کے واقعات مفصل درج ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سنت مستمرہ کے مطابق اس صدی چہاردہم کا مجدد عترتی اہلبیتی کا مصداق حضرت امام موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منتخب فرمایا۔

واللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

اللہ تعالیٰ ہر مومن مسلم کو توفیق عطا فرماوے۔ کہ اس مجدد صدی چہاردہم اولاد رسول کی آواز پر لبیک کہے۔ اور اس کے خدام میں داخل ہو کر خدمت دین اسلام اور اس کی اشاعت اعلائے کلمۃ اللہ میں مصروف ہو جاوے۔ اللھم اجعلنا منھم۔

مضمون بہت طول ہو گیا۔ اب میں اس کو صرف ایک حدیث تشیع لکھ کر ختم کرتا ہوں +

فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور الرحیم (س ابراہیم م) العیاشی[1] عن الصادق۔ من اتقی اللہ منکم و اصلح فھو منا اھل البیت قیل منکم۔ اھل البیت قال منا اھل البیت۔ قال فیھا ابراھیم فمن تبعنی فانہ منی الخ (صفحہ ۲۷۲ تفسیر صافی)

میں خیال کرتا ہوں کہ اب تو ہمارے امامیہ بھائی میری تشریح اور توضیح کو جو اہلبیت اور عترۃ کے متعلق میں نے لکھی ہے مان لینگے کیونکہ خود ائمہ اہلبیت نے تسلیم کر لیا کہ تقویٰ اللہ اور اتباع نبوی سے انسان اہلبیت میں داخل

[1] عیاشی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت لکھتا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میں سے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور اپنی اصلاح اعمال صالحہ کے ذریعہ کرتا ہے وہ ہم اہلبیت میں سے ہے۔ راوی نے تعجب سے کہا کیا وہ تم اہلبیت میں سے ہے۔ امام نے فرمایا ہاں وہ ہم اہلبیت میں سے ہے۔ امام نے کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو میری اتباع کرے وہ میرے سے ہے۔ اور اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے بھی فرمایا۔ اب تشیع کی ساری بحث رائگاں چلی گئی اور حضرت ابراہیم اور ائمہ کے استدلال سے ثابت ہو گیا ہے کہ اہلبیت رسول میں داخل ہونے کے لئے اپنے نبی متبوع کی اتباع کی شرط ہے نہ جسمانی رشتہ فافہم (مولف)

ہوجاتا ہے۔ پس جس نے سردار اہلبیت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی۔ اور تقویٰ اختیار کیا وہ اس کے اہلبیت میں داخل ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

باقی رہا یہ امر کہ محبت اہلبیت رکھتے ہیں اور افراط اور تفریط سے پاک مثل اہلبیتی کمثل سفینۃ نوح الخ کشتی اہلبیت میں سوار ہیں اور اصحابی کالنجوم الخ کے مطابق صحابہ کرام کی نجومیت اور رہبری سے اس کشتی کو چلا رہے ہیں جس میں سوار ہیں۔ اگر ذرا سی غفلت بھی نجومیت صحابہؓ سے کریں اور ان کو سمت الراس پر قائم نہ رکھیں تو بحر ذخار ضلالت کے گرداب میں آکر مثل خوارج اور روافض کے ہلاک ہوجاویں۔ اللھم احفظنا من ھذا قال علی علیہ السلام۔ یھلک فی رجلان محب مفرط وباھت مفتر۔ وھذا مثل قولہ علیہ السلام فی مقام آخر۔ ھلک فی رجلان محب غال ومبغض قال

علی مرتضیٰ فرماتے ہیں میرے معاملہ میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوگئے غلو اور افراط کرنے والے دوست۔ اور میرے پر افترا کرنے والے گھٹانے والے دشمن۔

اے کاش یہ لوگ اہلبیت ہی کی بات مانتے اور ان کی بات پر آمنا وصدقنا کہتے۔ اور کان بھی نہ ہلاتے۔ مگر ان کے اکابر اور اول المومنین گروہ نے کب اہلبیت کی بات کو مانا جو یہ مانینگے۔ زبانی جمع خرچ بہت رکھتے ہیں۔ مگر عمل ندارد۔ سردار اہلبیت کا تو اس بے وفا گروہ نے ناک میں دم کیا ہوا تھا پھر امام حسن اور حسین علیہم السلام سے کب وفا کی تاریخ شاہد ہے۔

حضرت علی فرماتے ہیں افیضوا فی ذکر اللہ الخ (ص۲۶۳ - نہج البلاغۃ)۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے فائض اور سیراب ہوجاؤ۔ اس کا ذکر سب ذکروں سے افضل ہے۔ اور اپنے نبی کی ہدایت کی اقتدا کرو۔ وہ سب ہدایتوں سے افضل ہے۔ اسی کی سنت پر چلو وہ سب سنتوں سے زیادہ ہدایت دینے والی ہے تم قرآن کا ذکر سیکھو کیونکہ احسن الحدیث ہے۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:- امام وصیتی فاللہ لا تشرکوا بہ شیئا ومحمدا صلی اللہ علیہ وسلم فلا تضیعوا سنتہ - اقیموا ھذین العمودین واوقدوا ھذین المصباحین وخلاکم ذم الخ (ص۲۳۰ - نہج البلاغۃ جلد۱)

میری دو وصیتیں ہیں۔ خدا کے ہمراہ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرو۔ اور ان دونوں عمودوں کو قائم رکھو۔ اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہو۔ تم ذم اور عیب سے دور رہوگے جب تک ان دونوں سے تم نہ ہٹوگے۔

مگر کیا امامیہ ان وصایا پر عمل کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ تو اپنی ہوا و نفس کے متبع ہیں۔ ارأیت من اتخذ الٰھہ ھواہ افانت تکون علیہ وکیلا۔ ام تحسب ان اکثرھم یسمعون او یعقلون ان ھم الا کالانعام بل ھم اضل سبیلا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار

نذر علی۔ از شہر پشاور - ۲۰ جنوری ۱۹۱۶ء

۱؎ کل تقی ونقی فھو آلی۔ (مولف)

۲؎ سابقین الاولین من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ (مولف)

سید عابد علی شاہ صاحب کا اعلان

ہم نے گزشتہ اشاعت میں ہم نے ایک قلعہ سوبھا سنگھ سے آیا ہوا کارڈ درج کیا تھا جس میں یہ بتایا گیا تھا کہ سید عابد علی شاہ صاحب بدوملہی نے کسی الہام کی بنا پر خلافت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ اب خود سید صاحب موصوف کا اپنا اعلان بھی برائے اشاعت موصول ہوا ہے جسے ہم ذیل میں بغیر کسی قسم کی رائے زنی کے درج کئے دیتے ہیں ہاں ان کے صرف اس ایک فقرہ کیطرف ہم میاں صاحب کو توجہ دلانا چاہتے ہیں جو انھوں نے میاں صاحب کو خطاب کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس وقت مسیح موعود کی قبر کو نہ کھودیں۔ یعنی مسیح موعود کے کلام پر حملہ نہ کریں" میاں صاحب نے جو یہ عقیدہ ایجاد کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی پندرہ سالہ کتب منسوخ ہیں یہ حضرت مسیح موعود کے کلام پر ایک صریح حملہ ہے۔ اے کاش میاں صاحب اس باطل عقیدہ سے رجوع کریں اور حضرت مسیح موعود کو دنیا میں متہم نہ کریں۔ سید صاحب کا اعلان حسب ذیل ہے:-

مکرمی و معظمی حضرت مولوی صاحب احسن اللہ احوالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک تکلیف دی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ عاجز نے اپنے پیارے مولا کریم کے حکم کی تعمیل میں ایک الہامی خط حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی عالی خدمت میں ارسال کیا نیز خدائے تعالیٰ کے حکم سے اُسے اخبار الفضل میں بغرض اشاعت بھیجا۔ اُنھوں نے پیغام صلح کی ہدایت فرمائی۔ اس کے بعد عاجز نے دعا مانگی تو اُس پیارے مولا کریم نے فرمایا "بھیجدو پیغام صلح میں بھیجدو" لہٰذا اُس پیارے مولا کریم کے فرمان کی تعمیل میں اُسے آپ کی طرف ارسال کیا جاتا ہے اخبار پیغام صلح میں جگہ دیکر مشکور فرمادیں وہ خط الہامی یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ اپنے وقت میں جو کچھ خدا تعالیٰ آپ کے دل میں ڈالیگا اُس پر عمل پیرا ہوں لیکن اس وقت مسیح موعود کی قبر کو نہ کھودیں یعنی مسیح موعود کے کلام پر حملہ نہ کریں ایسا کرنیکا آپ کا کوئی حق نہیں کیونکہ خلیفہ برحق میں ہوں۔ والسلام راقم سید میر عابد علی امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی فضل عمر اولوالعزم ایدنا اللہ بنصرہ - ۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء

خاکسار ... ۹ جنوری ۱۹۱۶ء

توبہ نامہ

حضرت مولانا و مخدومنا حضرت امیر المومنین دام اقبالہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عاجز نے جب میاں صاحب کی بیعت کی تھی اُس وقت کوئی علانیہ تحریر اخبار میں نہیں دی تھی۔ جس کی ضرورت اپنے خیال میں نہ سمجھتا تھا۔ اور ساتھ ہی میں یہ بھی خیال تھا کہ عقیدہ کی اختلاف کی وجہ سے ملاقات اور آپس کی محبت نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اس وقت تو یہ خیال ایک بڑا زبردست معلوم ہوتا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ بعض ایسے اختلاف موجود ہیں کہ جن کو میری جیسی سرسری نظر والے معمولی تصور کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ بہت زہر آلودہ ہوتے ہیں۔ یعنی اختلاف عقیدہ رکھنے والوں سے پرہیز کرنا عین سلامتی ہے۔ بات یوں ہے کہ میری اس کمزوری اور چھپی ہوئی محبت کا یہ اثر ہوا کہ بغیر سوچے سمجھے میں نے مقام بودھیانہ حافظ روشن علی کے ہاتھ

ہندوستان کی تازہ خبریں

کلکتہ سے خبر موصول ہوئی ہے کہ اس سے قبل ایک ڈاکہ جناہی میں پڑ چکا ہے۔ جس کے متعلق پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ بعد کی خبر ہے کہ ایک اور ڈاکہ پڑا ہے۔ مدنا پور کے ایک رئیس بنگالی جن کا نام بابو مانک لال گھوش ہے۔ ان مکان پر چند نوجوان مسلح ڈاکو حملہ آور ہوئے ڈاکوؤں کے ہاتھوں میں مشعلیں [illegible] تقریباً آدھی رات کے قریب [illegible] مانک لال کے مکان میں داخل ہوئے مالک مکان کو جگا کر کہا کہ اگر تم اپنا تمام روپیہ دیدو تو بہتر ہے ورنہ اسی وقت تمہارا کام تمام کر دیا جائیگا مانک لال نے ڈر کر اپنا تمام روپیہ اور جواہرات ان کے حوالے کر دیئے جن کی قیمت تقریباً ۳۰۰۰ ہزار روپیہ تھی۔ دوسرے دن صبح کو پولیس میں اطلاع دی گئی اس وقت تک ڈاکوؤں کا کوئی پتہ نہیں ملا ہے۔

مقدمہ سازش جو بنارس میں کئی مہینوں سے چل رہا تھا ختم ہوگیا۔ ۱۴ فروری کو عدالت نے فیصلہ سنادیا پندرہ مجرموں سے چار کو بری کر دیا گیا۔ ان چاروں میں دو فوجی سپاہی ہیں۔ سر رندر ناتھ سانیال کو جو مشہور مفسدہ پرداز راش بہاری بوس کا نائب تھا۔ حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزا ملی۔ باقی ملزموں کو دو سال سے لیکر سات سال تک قید سخت کا حکم سنایا گیا۔ بُرے کاموں کے انجام بُرے ہوتے ہیں۔

اسلامیہ کالج لاہور کے ارائیں طالب علموں نے ارائیں ایسوسی ایشن قائم کی ہے۔ جس کا افتتاحی جلسہ پچھلے مہینے نہایت کامیابی کیساتھ ہوا۔ چودھری محمد صادق اور مسٹر عبدالحمید اختر سکرٹری اور اسسٹنٹ سکرٹری قرار پائے اس ایسوسی ایشن کا مدعا ہے۔ کہ دوسرے کالجوں کو شامل کر کے ایک انٹر کالجیٹ ارائیں ایسوسی ایشن بنایا جائے۔

میانوالی سے نامہ نگار اطلاع دیتا ہے۔ کہ کندیاں ضلع میانوالی میں ڈیرہ اسمٰعیل خان کا ایک ساہوکار جو موضع مذکور میں میلہ دیکھنے کی غرض سے آیا ہوا تھا ایک دھرم سالہ کے قریب جس میں وہ مقیم تھا۔ قتل شدہ پایا گیا۔ مقتول کے پاس کچھ روپیہ نقدی اور نوٹوں کی صورت میں تھا۔ دھرم ساز کا سادھو اس کا چیلا اور ایک شخص دولت رام برہمن سکنہ میانوالی جو دھرم سالہ میں مسافرانہ طور سے مقیم تھا۔ شبہ میں گرفتار کئے گئے ہیں

چند روز ہوئے کہ مسٹر لیسلی نیم لائنس بنک شملہ کو کسی شخص نے رات کے وقت لارنس گارڈن لاہور میں قتل کر دیا تھا۔ مسٹر لیسلی غالباً کسی دیرینہ دشمنی کا شکار ہوا تھا۔ کیونکہ اگر قتل طمع نفسانی کی خاطر کیا جاتا تو قاتل ضرور زر نقد بھی لے جاتا جو مقتول کے پاس تھا بہرحال قاتل اب تک گرفتار نہیں ہوا اب اس کی بابت گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ جو شخص اس قتل کے متعلق ایسی واقفیت بہم پہنچائیگا جس سے قاتل کی گرفتاری میں امداد مل سکے تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا

کلکتہ میں بعض شریر اور مفسدہ پرداز لوگ برابر امیروں اور دولتمندوں کے نام دھمکی آمیز خطوط بھیج رہے ہیں۔ کہ اتنی رقم فوراً فلاں مقام پر پہنچا دو ورنہ تمہارے گھر پر ڈاکہ ڈالا جائے گا۔ اور تم کو اور تمہارے بال بچوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ اس قسم کے خطوط ٹائپ شدہ ہوتے ہیں۔ اور ڈاک کے ذریعہ سے روانہ کئے جاتے ہیں چنانچہ اسی قسم ایک خط ایک دولت مند سوداگر کے نام گذشتہ ہفتہ میں موصول ہوا [illegible] پولیس سرگرمی سے مصروف تفتیش ہے

پچھلے دنوں خبر آئی تھی۔ کہ دربار پٹیالہ نے ۱۳ سو ملازموں کو ملازمت سے برطرف کر دیا گیا ہے۔ اس پر اخباروں میں بہت چرچا ہوا اور مہاراجہ پٹیالہ کی توجہ اس معاملہ پر دلائی گئی۔ اب معلوم ہوا ہے۔ کہ مہاراجہ صاحب نے ایک خاص کمیٹی مقرر کر کے حکم دیا ہے کہ جن ملازموں کی مدت ملازمت کم سے تین سال ہے۔ اور عمر ۵۵ سال سے کم ہے۔ ان کو دوبارہ بحال کر دیا جائے۔ جن کی عمر ۵۵ سال سے زیادہ ہے ان کو پنشن دیدی جائے۔ لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ جن کی ملازمت ۳ سال سے کم ہے یا عمر ۵۵ سال سے زیادہ ہے۔ ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائیگا

کلکتہ کے اردو اخبارات سے ضمانت کی طلبی

جو صوبہ دہلی میں اقدام کی ممانعت
ہمعصر بنگالی رقمطراز ہے کہ

گورنمنٹ بنگال نے کلکتہ کے تین روزانہ اردو اخبارات رسالت۔ ترجمان، اور اقدام سے ایک ایک ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے۔ اور چیف کمشنر صوبہ دہلی نے گورنمنٹ پنجاب کی تقلید کر کے اپنے صوبہ میں اقدام کے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ یہ بھی افواہ ہے کہ اقدام کی طرح رسالت اور ترجمان کا داخلہ بھی صوبہ دہلی میں بند کر دیا جائیگا

جنگ یورپ

ارمینیا کے شہروں پر روسی قبضہ لندن ۱۹ فروری پٹروگراڈ۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہم نے ارض روم کی سپاہ کے حصہ کا تعاقب کرتے ہوئے موش اور خلاط کے قصبوں پر قبضہ کر لیا۔ ہم نے لوٹ کر چونتیسویں ڈویژن کے باقیماندہ حصہ کو ارض روم کے شمال مغرب میں ۱۳ توپوں سمیت پکڑ لیا۔ علاوہ بریں ارض روم کی سڑک کے نواح میں ایک اور رجمنٹ کے باقیماندہ حصے بھی گرفتار کئے گئے۔ ارض روم کے قبضے میں ہماری ایک فوج نے ۲۴ جھنڈے چھینیں۔ لندن ۲۱ فروری۔ پٹروگراڈ۔ موش اور اخلاط پر روسیوں کے قابض ہو جانے سے ترکوں کی حالت پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ اس سے شمال اور جنوب کے ذرائع آمدورفت قطعاً منقطع ہو گئے ہیں اور ترکی فوجیں بھی آپس میں نہیں مل سکتیں

گرانڈ ڈیوک نکولس ارض روم میں لندن ۲۲ فروری پٹروگراڈ۔ گرانڈ ڈیوک نکولس ارض روم کو گئے ہیں۔

ارمنوں کے قتل عام پر صدائے احتجاج

لندن ۱۹ فروری۔ نیویارک۔ مسٹر لینسنگ نے امریکن سفیر مقیم قسطنطنیہ کی معرفت ارمنوں کے قتل عام پر بالجالی سے [illegible] کیا ہے۔ انہوں نے یہ امید بھی ظاہر کی کہ اس کارروائی کے سرانجام دینے والوں کو سزا دیجائیگی۔ نیز لکھا ہے کہ اگر قتل عام کا اعادہ ہوا تو اضلاع متحدہ کی گورنمنٹ کو سخت تدابیر پر عمل پیرا ہونا پڑیگا

ارض روم پر روسی کامیابی کا نتیجہ لندن ۲۲ فروری۔ ترکوں کو موش اور اخلاط پر جو سخت زک پہنچی ہے۔ اس سے انجام کار عثمانی افواج مقیم آرمینیا اور مقیم عراق عرب میں تمام تعلقات منقطع ہو گئے ہیں۔ اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ ترکوں کو آرمینیا کی ایک جانب سے دوسری جانب تک کامل شکست ہوئی ہے۔ روسی پہلے ہی دریائے فرات کے بالائی حصہ پر قابض ہیں اور ان کی تازہ ترین کامیابیاں جن کی بدولت وہ بالائی دجلہ پر بھی قابض ہو گئے ہیں۔ عراق عرب میں برطانیہ کی خوب ممد ہوں گی۔ دونوں سڑکوں کے ایک اہم اتصال پر واقع ہے۔ یہاں سامان کا ایک عظیم ذخیرہ بھی تعلیم و تربیت کا مرکز بھی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ انور پاشا ایک عظیم لشکر کو لیکر ارض روم کی طرف لیکا جا رہا ہے

حریف کے قونصلوں کی گرفتاری لندن ۱۹ فروری اتھنز۔ حلیفوں نے سلانیکا میں غنیم کے قونصل گرفتار کر لئے ہیں۔ اور انہیں جنگی جہازوں پر سوار کر دیا ہے جنرل سارل یہاں پیر کے روز پہنچے گا۔ اور شاہ سے ملاقی ہوگا

بلغاری اور یونانی دستوں کی مڈبھیڑ لندن ۲۱ فروری سالونیکا۔ ایک بلغاری پٹرول دستہ و دیرن پر سرحد کو عبور کر گیا۔ یونانیوں سے اس کی مڈبھیڑ ہوگئی بلغاری واپس چلے گئے۔ ان کے مقتول اور یونانیوں کا ایک مجروح ہوا

دورانزو میں یونانی کروزر لندن ۲۱ فروری۔ پیرس روما کا ایک تار مظہر ہے کہ یونانی کروزر ہیلی دورانزو میں پہنچ گیا ہے۔ اور جس صورت میں بلغاری یا ترک وہاں آ گئے تو وہ یونانی باشندوں کی حفاظت کریگا

بیرن شنک کی مناستر کو روانگی لندن ۲۱ فروری سالونیکا ایک تار مظہر ہے کہ بیرن شنک جو اتھنز میں جرمن تحریک کا بدقماش سرغنہ ہے مناستر کو روانہ ہو گیا ہے

فلورینا میں حریف قونصلوں کی گرفتاری لندن ۲۲ فروری اتھنز کا ایک پیغام بنام ڈیلی میل مظہر ہے کہ حلیفوں نے فلورینا میں حریف قونصل گرفتار کر لئے ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۴ فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۱

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس

پر

محمودیوں کے علانیہ حملے

صدق وحقانیت کی ایک آہ

گذشتہ دسمبر ۱۹۱۵ء میں ہم نے ایک قادیانی مضمون کا جواب دیتے ہوئے جو آنحضرت صلعم کے ہی ملک عرب کے مرکزی حصہ میں مبعوث ہونے سے متعلق تھا چند تمہیدی اشارات میں جماعت محمودیہ کی ان شرمناک کارروائیوں کی طرف بڑے زور کے ساتھ توجہ دلائی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان سے پے درپے سرزد ہوئی ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ یہ مجمل اشارات اس بڑھتی ہوئی طاعون کا کافی علاج ہونگے۔ اور آئندہ ان خطرناک جراثیم کی بیخکنی کے لئے ہمیں تیغ قلم سے کام لینے کی کوئی ضرورت پیش نہ آئیگی۔ لیکن افسوس کہ وہ پہلا علاج بالکل کارگر نہ ہوا اور بعد کے پیش آنے والے واقعات نے یکے بعد دیگرے رونما ہو کر بتا دیا کہ ع

یہ وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے

یہاں تو حال ہی دوسرا ہے فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضاً کا منظر یہاں درپیش ہے اور جماعت احمدیہ کا ایک کثیر حصہ اس میں مبتلا آہ! میں کس زبان سے ان شرمناک وگستاخانہ حرکات کا نام لوں اور کہاں سے وہ دل لاؤں جو ان سخت خطرناک حملوں کی تاب برداشت رکھتا ہو جو آج اس رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین نبی عرب والعجم حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئے جاتے ہیں اور کوئی ان پر پوچھنے والا نہیں میاں صاحب نے خدا جانے وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جب سب سے

پہلے آیت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے متعلق یہ اعلان کرکے کہ یہ آنحضرت صلعم کے حق میں نہیں۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعود اس کے مصداق حقیقی ہیں۔ اس الحاد کا دروازہ کھولا۔ کہ اس کے بعد تو پھر اس قسم کی بلکہ اس سے زیادہ خطرناک باتوں کو شیرمادر سمجھ لیا گیا

گو ان تو شاید آج جماعت میں بہت سے لوگ ایسے ہوں جو ان باتوں کو چنداں خطرناک اور نقصان دہ خیال نہ کرتے ہوں اور اس لئے وہ ہماری صدائے احتجاج کو چنداں عزت ووقعت نہ دیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ یہ صدائے احتجاج نہیں بلکہ ایک آہ مظلوم ہے جو اپنا وہی اثر پیدا کریگی جو کہ اس قسم کی آہیں ہمیشہ دکھاتی رہی ہیں اس لئے انھیں سناتا ہوں اور بڑے زور سے یہ بالفاظ ذیل انھیں یہ کہتا ہوں کہ ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

آہ ایک وہ وقت تھا کہ جب اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کے آگے ایک تنکے کے آجانے کو بھی ایسا سمجھا جاتا تھا کہ گویا ایک پہاڑ حائل ہو گیا ہے۔ اور بزرگان سلف اسکے دور کرنے میں ایسی ہمت وکوشش سے کام لیتے تھے جو کسی پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹانے میں درکار ہوتی ہے گو آج ان کی ان پاک کوششوں کو بھی بعض لوگ فضول اور لایعنی سمجھتے اور انھیں بے حقیقت تصور کرتے ہیں۔ لیکن افسوس وہ نہیں جانتے کہ ان چھوٹے چھوٹے تنکوں کو یونہی چھوڑ دیا جاتا اور ان کے دور کرنے میں اس کوشش سے کام نہ لیا جاتا جو کہ ان پاک اور برگزیدہ انسانوں کا ہی حصہ تھیں تو آج اسلام کی اصلی شکل وصورت کا شاید پتہ لگانا بھی مشکل ہو جاتا۔ اسی طرح میں کہتا ہوں کہ یہ موجودہ فتنہ عظیمہ جو آج مختلف پیرایوں میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر حملہ زن ہے۔ اگر قوم کی متفقہ کوشش اور ہمت وجرأت سے اس کا استیصال نہ کیا گیا تو یاد رکھو ایک دن آئے گا جب یہ اسلام کا رہا سہا نام بھی تم میں سے اٹھ جائے گا۔ بلکہ ابھی سے اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج صاف الفاظ میں مسلمان ہونے سے انکار کرکے احمدیت کو اسلام سے ایک علیحدہ مذہب کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور احمدی ہونا گویا مسلمانوں میں سے نکلکر کسی اور قوم میں داخل ہونا سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ مولوی سرور شاہ کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہے جو اس نے جلسہ سالانہ پر کہے :-

"ہم لوگ مسلمانوں میں پیدا ہوئے

تو نہایت بڑے ہوئے انہیں میں سبق سیکھا مگر ان سے نکل کر اس جماعت میں داخل ہو گئے"

مولوی سرور شاہ کا یہ بیان نتیجہ ہے ان معتقدات کا جو گذشتہ دو سال سے قادیان میں تربیت پا رہے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ان سب معتقدات کو ماننے والے پیدا ہو گئے ہیں اسی طرح سے اس اظہار ضلالت پر بھی کسی نے نوٹس نہیں لیا۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ تمام جماعت محمودیہ اسی ضلالت پر متفق ہے۔ اور وہ احمدیت اور اسلام کو دو جدا جدا چیزیں خیال کرتی ہے

درحقیقت یہ موجودہ معتقدات اسی نتیجہ کی طرف لیجاتے ہیں اور ان سے یہی کچھ ثابت ہوتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اس بات کی زیادہ وضاحت کے لئے اصل موضوع کو نظر انداز کر دوں واقعات قوم کے سامنے ہیں ہر ایک شخص خود اندازہ کر سکتا ہے لیکن ہاں میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آنحضرت صلعم پر یہ کوئی چھوٹا سا حملہ ہے کہ آپ کو تین سال تک اپنی نبوت کی سمجھ نہ آئی اور اس میں شک کرتے رہے۔ اور آپ اس عرصہ میں خودکشی پر تیار بیٹھے رہے او خدا کے بندو! کچھ خوف خدا سے کام لو۔ اور اس رحمۃ للعالمین کی عظمت وشان پر دھیان کرو۔ کیا تمہارا یہ بیان اس پاک نبی پر جو افضل الرسل اور خاتم النبیین ہوکر آیا کوئی چھوٹا سا حملہ ہے۔ کیا یہ اس قابل نہیں کہ تم سے اس کمینگی کے لئے بازپرس ہو۔ اور اس سردار عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وہ بات منسوب کرنے کے باعث جو ایک ادنیٰ مومن کے بھی ہرگز شایان شان نہیں تم عدالت الٰہی میں ملزم ٹھہرو! اے کاش اس ناپاک کلمہ کو منہ سے نکالنے سے پیشتر تم عیسائی یا آریہ ہو جاتے تو شاید اس قدر رنج اور افسوس تم پر نہ ہوتا

آہ! ان دوراز قیاس روایتوں اور بیہودہ مفتریات سے فائدہ اٹھا کر جو کسی مسلمان اور پھر احمدی کے کام کی نہیں۔ ہاں امہات المومنین اور .... کے عیسائی مصنفین ان سے ضرور فائدہ اٹھایا کرتے ہیں۔ میاں صاحب اور ان کے مرید رسول اللہ صلعم پر حملہ آور ہوتے ہیں اور کوئی ان کی اس خطرناک حرکت پر چوں تک نہیں کرتا۔ اے احمدی قوم کیا تیری یہ حالت اس قابل ہے کہ مسیح موعود کی نام لیوائی اس پر صادق آئے۔

- - - - - - - - - - - - - - -

پھر یہیں تک بس نہیں ایک تیسرا مرحلہ آتا ہے اور اس میں آیت کریمہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الخ کا مصداق آنحضرت صلعم کو نہیں

کیا مراد ہے۔ چنانچہ امام راغب بھی لکھتے ہیں
هو اشارة الى علمه وسلطانه
(۲) ثم استوى على العرش میں ثم
پر لوگوں کو بہت شبہ پڑتا ہے وہ سمجھتے ہیں
کہ ثم کے معنی بعد کے ہیں حالانکہ یہ صحیح نہیں۔
ثم کے معنے صرف اور کے بھی ہوتے ہیں جیسا
کہا جاتا ہے کہ ایک اور بات یہ بھی ہے۔ اس
میں کوئی ضروری نہیں کہ پہلے یا بعد کا واقعہ بتانا
مراد ہو۔ بلکہ صرف ایک اور بات بتانے پر ثم
کا لفظ استعمال ہوتا ہے اس کی ایک مثال پہلے
پارہ میں سے هو الذی خلق لكم ما فی
الارض جمیعا ثم استوى الى السماء
(البقرہ ۲۷) اس آیت سے یہاں پہلے زمین
کے بنانے اور پھر لفظ ثم لا کر آسمان کی طرف
متوجہ ہونے کا ذکر ہے۔ حالانکہ دوسری جگہ سورۃ نازعات
پارہ ۳۰ میں فرمایا ءانتم اشد خلقا
ام السماء بناها رفع سمكها فسواها
واغطش ليلها واخرج ضحاها
والارض بعد ذلك دحاها (النزعات ۲۸)
اس میں صاف طور پر آسمان کا پہلے بنایا جانا بتایا
اور زمین کے ساتھ بعد کا لفظ رکھا ہے۔ جس میں
کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ پس اور صاف
طور پر پتہ لگ جاتا ہے کہ زمین آسمان کے بعد بنی
ہے۔ اس نے بعض جگہ لفظ ثم لا کر ایک
اور بات کا بتانا مقصود ہوتا ہے اور اس کی مثالیں
عربی زبان میں بکثرت ملتی ہیں اسی لئے دستور
بیضاوی نے بھی لکھا ہے یعنی اس کے معنی صرف
اور بھی ہیں۔ ایسا ہی اس آیت میں خلق السموات
والارض فی ستة ایام ثم استوى
على العرش کہہ کر یہ بتایا ہے کہ پیدا بھی تو اس نے کیا ہے
اور پھر ان پر حکومت بھی اسی کی ہے۔ اسی لئے ساتھ
فرمایا الا له الخلق والامر یعنی
... کا انداز پانا امر ہے جب استوى على العرش
کہا تو استوى على العرش کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ
کی قدرت کا نافذ ہونا اسی کو امر کے نام سے پکارا
(۵) جہاں یہ لفظ آیا ہے کہ یحمل عرش
ربك فوقهم يومئذ ثمانية اس دن تیرے
رب کے عرش کو آٹھ اپنے اوپر اٹھائے ہوئے
ہونگے۔ یہاں عرش سے کیا مراد ہے۔ یہاں بھی
عرش کے معنی الٰہی قدرت ہی کے ہیں۔ یہاں یہ
مطلب مراد نہیں کہ جیسے کوئی اپنے سر پر بوجھ
اٹھائے ہوئے ہو۔ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر عرش کا
بھی کوئی جسم ماننا پڑے گا اور اس طرح خدا بھی مجسم
ٹھہرتا ہے تاکہ اسے عرش کے اوپر بٹھایا جاسکے
اور اسے آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں
اس لحاظ سے یہ معنے بالکل غلط ہیں۔
(۶) اللہ تعالیٰ کی چار بڑی صفات ہیں جو دنیا
میں کام کرتی ہیں رب رحمن رحیم
مالک۔ یہ چاروں صفات ایسی ہیں کہ جیسے
عمارت کی چار دیواریں ہوتی ہیں۔ ان ہی صفات
کے ذریعہ اللہ تعالیٰ قدرت نافذ پا رہی ہے تو قیامت
کے دن یہ چاروں صفات آٹھ بن جائینگی۔ کیونکہ
یہ عالم جسمانیات کے چار مظاہر عالم روحانیت کے
چار مظاہر سے مل کر آٹھ بن جائینگے جو کہ اللہ تعالیٰ
کی قدرت کاملہ کے نفوذ کا باعث ہونگے۔ پھر ایک
تیسری آیت ہے۔
(۳) کان عرشه على الماء (ہود ۹) اللہ تعالیٰ
کا عرش پانی پر ہے۔ کان کے معنی دوام کے ہیں
جیسے کان الله على كل شيء قديرا۔
تو اس کے معنی یوں کرینگے کہ اس کی قدرت پانی پر ہے
دوسری جگہ فرمایا ہے
وجعلنا من الماء كل شيء حي (الانبیاء ۳۰)
ہم نے پانی سے ہر ایک چیز کو زندہ کیا۔ آج
سائنس بھی اس بات کو مانتی ہے کہ سب چیزوں
کی زندگی کا انحصار پانی پر ہے تو گویا کان عرشه
على الماء میں یہ بتایا کہ ہمارا تسلط اس چیز پر بھی
ہے جو تمہاری زندگی کا ذریعہ ہے یا یہ کہ زندگی کی
ابتدا جہاں سے ہوتی ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ
کی حکومت کا تصرف ہے۔
(۴) رب العرش اور ذو العرش ایک ہی
معنی رکھتا ہے۔ یہ ترکیب ایسی ہی ہے۔ جیسے
کہ فرمایا ان ربك لذو مغفرة۔ مغفرت بھی
ایک صفت ہے۔ تو ذو مغفرة وہ جس کے اندر صفت
مغفرۃ پائی جائے۔ رب کا لفظ یہاں مضاف
کیا ہے۔ ذو کی طرح پس رب العرش اور
ذو العرش سے مراد صاحب قدرت وحکومت
ہے +

نوٹ اور رائیں

ہندوستان میں مجلس مناظرہ اور مسافر کی مغالطہ دہی کا ازالہ

معزز معاصر البلاغ کلکتہ نے "تاریخ معتزلہ کا ایک ورق" کے عنوان سے فرقہ معتزلہ کے حالات کو
قلمبند کرتے ہوئے اس مجلس مناظرہ کا ذکر کیا
تھا جو خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ میں ہندوستان
میں منعقد ہوئی تھی اور اس کے سلسلہ میں بتایا تھا
کہ والی سندھ کے چیلنج پر خلیفہ نے ایک فقیہ
کو یہاں بھجوایا۔ لیکن فقیہ سوائے قرآن وحدیث
کی آیات وروایات کو پڑھ دینے کے علم کلام کی رو سے
مناظرہ نہ کرسکتا تھا۔ اور اس سے کئی برہمن نے
ان مغالطہ دہ سوالات کا جو آج بھی اکثر آریہ
مناظرین کیا کرتے ہیں کہ آیا خدا قادر ہے تو کیا
وہ اپنا مثل بھی پیدا کرسکتا ہے۔ ....
کچھ نہ دے سکا اور اس نے اسے ناکام واپس
جانا پڑا۔ اور راجہ سندھ نے خلیفہ ہارون الرشید
کو لکھ دیا کہ میں نے آپ کے مذہب اور آپ
کی قوم کی متعلق جو باتیں سنی تھیں ان پر یقین نہیں
کرتا تھا۔ لیکن آج ان کی تصدیق ہوگئی جس پر
خلیفہ ہارون الرشید کو سخت رنج ہوا۔ اور اس
نے گھبرا کر کہا کہ کیا اب کوئی ایسا شخص نہیں رہا
جو مذہب اسلام کی حمایت کرے؟۔ اس مضمون
کے اس قدر ٹکڑے کو جسے ہم نے مختصراً یہاں
لکھا ہے مسافر آگرہ نے نقل کرکے گویا اسے
مسلمانوں کی جہالت اور ناواقفیت کے ثبوت
میں بطور شہادت کے پیش کیا ہے۔ لیکن افسوس
ہے کہ مسافر نے اس سے اگلا ٹکڑا جو اس برہمن
مناظر کی شہرت اس چالاکی کو ہی نمایاں کرنے
والا تھا جو اس کے اس سوال میں پنہاں تھی بلکہ
اس کی ایک قابل نفرین حرکت کا بھی پتہ دیتا تھا
چھوڑ دیا۔ اور اس طرح سے میٹھا میٹھا ہپ اور
کڑوا کڑوا تھو کی ضرب المثل کو زندہ کر دیا۔
خدا جانے مسافر نے یہ دیانتداری کہاں سے
سیکھی ہے۔ اسے کاش وہ واقعہ
مذکورہ بالا کے ساتھ مسافر اسی البلاغ کے مندرجہ
ذیل الفاظ کو بھی ذرا تعصب اور بغض کی عینک
کو اتار کر پڑھتا تو شاید وہ اس مغالطہ دہی کا
مرتکب نہ ٹھہرتا۔ اس کے آگے ہی معاصر موصوف
(البلاغ) رقمطراز ہے کہ:۔
"لوگوں نے (خلیفہ سے) کہا ہاں ایسے
امیر المومنین ایسے لوگ ہیں مگر اس وقت
ان کی زبانیں بند کر دی گئی ہیں اور ان
میں سے اکثر تو قید خانوں میں پڑے ہوئے
سڑ رہے ہیں ہارون الرشید نے علماء معتزلہ
کو بلوایا اور اس مسئلہ کا جواب پوچھا انہی
لوگوں میں سے ایک لڑکا بھی تھا اس نے
کہا یہ سوال ہی صحیح نہیں۔ کیونکہ ہر مخلوق
حادث ہوتی ہے اور خدا قدیم ہے اس لئے
وہ اپنا مثل پیدا ہی نہیں کرسکتا۔ قدرت
کا یہاں کوئی سوال نہیں۔ ہارون الرشید اس
جواب سے اس قدر خوش ہوا کہ اس لڑکے
کو مناظرہ کے لئے ہندوستان بھیجنا چاہا لیکن
لوگوں نے کہا کہ اور مسائل بھی پیش آئینگے
ایسے شخص کو بھیجنا چاہیے جو علم کلام کے
تمام مسائل پر حاوی ہو۔ چنانچہ اس غرض
کے لئے معمر معتزلی کا انتخاب ہوا لیکن اس
برہمن نے جس نے فقیہ موصوف کے ساتھ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہمان جا مے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے ر

ششماہی ے

سہ ماہی عہ

ماہوار ۹ر طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ الہجری المقدس | ۲۷ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۲

مختصر نوٹ و نکات

اگر ہم ایک نظر اسلام کی گذشتہ تاریخ پر ڈالیں اور یہ دیکھنا چاہیں کہ وہ کون سے اسباب تھے جنہوں نے دنیا کو اسلام کا گرویدہ کر دیا تو معلوم ہوگا کہ وہ صرف اعلیٰ اسلامی اخلاق تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات نے ہی عرب کو فتح کیا اور اُن لوگوں کو جو اپنا سر کسی انسان کے سامنے جھکانا پسند نہیں کرتے تھے آپ کا فرمانبردار بنا دیا۔ قرآن کریم اور احادیث کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس کثرت سے مخلوق صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقی معجزات کیوجہ سے اسلام میں داخل ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اخلاق نے قوموں کی قوموں کو ان کا گرویدہ اسلام کے حلقہ بگوش بنا دیا۔ پھر اولیاء اللہ کے اخلاق فاضلہ نے ہی لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلموں کو اسلام کے شیدا بنایا۔ غرض اصل فتح اخلاق فاضلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر مسلمانوں کی عیب ہے قرآن کو چھوڑا اخلاق فاضلہ سے بھی عاری ہو گئے۔ ورنہ جس قدر مسلمان آج کل انگلستان اور دیگر ممالک میں جاتے رہتے ہیں۔ اگر یہ اسلامی اخلاق دکھاتے تو آج اسلام کے متعلق یورپ عامہ وقفصل مرنج۔ دراصل نہ ہوتی افسوس یہ ہے کہ آجتک مسلمانوں نے اس بات کو سمجھا ہی نہیں کہ اُن کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ پر کھڑا کیا ہے اس لئے وہ بجائے اس کے کہ دوسروں کے معلم بنتے اور اعلیٰ اسلامی اخلاق ان کو سکھاتے خود معمولی باتوں میں دوسروں کی کاسہ لیسی اختیار کرتے ہیں اور اس لئے دوسروں کی نظر میں ذلیل ہوتے چلے جاتے ہیں یہ ہزاروں مسلمان جو ہر سال دیگر ممالک میں جاتے ہیں اسلام کے واعظ بن سکتے ہیں اگر وہ اپنے نفس پر قابو رکھ سکتے ہوں اور اپنے عمدہ اخلاق سے دوسروں کو متاثر کر سکیں۔ (اشاعت اسلام)

اسلام نے انسان کو روحانیت کے جس اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہا ہے وہ عالم آخرت میں ہی نہیں بلکہ اس دنیا میں بھی انسان کو حقیقی اور واقعی طور پر اشرف المخلوقات بنا دینے والا ہے تمام اسلامی تعلیمات کو اس نقطہ نگاہ سے پیش کرنا تو شاید نہ میرے جیسے آدمی کی قابلیت اور نہ اخبار میں اتنی گنجائش ہی ہے۔ لیکن ہاں میں بیان نہایت اختصار سے ایک صابر کی حالت کے متعلق بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے اس فطرتی جذبہ کو کیسی اعلیٰ صورت میں نشو و نما دی ہے۔ انسان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے اس کو کوئی خوف درپیش ہے۔ یا وہ بھوک کا مارا ہوا ہے۔ اس کے مال و جان پر آ بنی ہے یا باغوں اور دیگر اسباب کو کوئی ضرر پہنچا ہے۔ غرض خواہ کوئی مصیبت انسان کو پہنچے یہ ایک طبعی خاصہ ہے کہ انسان روئے پیٹے اور رنج اٹھائے اور پھر بالآخر تھک کر خاموش ہو رہے اس آخری خاموشی کا نام گو دنیا نے صبر رکھا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ صبر کسی کام کا نہیں۔ یہ تو ایک مجبوری ہے جس پر کار بند ہوئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ اپنے غصہ اور رنج کا اظہار تو وہ بخوبی کر چکا ہے اور مجبوراً اسے اس صبر کی سطح پر آنا پڑا ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ تم حیوانوں کی طرح ایسی طبعی خواہشات کے پیچھے نہ پڑو۔ بلکہ آنکھو اور اپنی عقل سے کام لے کر ایک قدم اور آگے بڑھاؤ۔ مصیبتوں پر رنج اور دکھ کا اظہار تو حیوان بھی کسی نہ کسی طرح سے کر ہی لیا کرتے ہیں۔ مگر آؤ ہم تمھیں بتلائیں کہ حقیقی صبر یہیں تم اگر صبر کے اس درجہ کمال کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایک اور قدم آگے بڑھاؤ اور بہت خوشی کے ساتھ مصیبتوں کو برداشت کرو نہ صرف یہی بلکہ تم میں یہ احساس پیدا ہو کہ یہ دنیا و مافیہا ہماری ملکیت نہیں نہ ہی یہ ہماری جان ہی ہماری اپنی ہے۔ یہ تو کچھ ہمیں دیا گیا ہے یہ دراصل ایک امانت ہے جس کو اس کا مالک حقیقی جس وقت چاہے لے سکتا ہے۔ اس لئے ایسے مواقع پر نہ صرف زبان حال سے بلکہ زبان قال سے بھی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر سب غموں کو بھول جاؤ اور یہ ایمان ترقی یہ آگے قدم بڑھانے

ہندوستان کی تازہ خبریں

چند روز ہوئے۔ پریزیڈنسی کالج کلکتہ کے طلبا نے پروفیسر اوٹن پر حملہ کیا تھا۔ اس افسوسناک واقعہ کی تحقیقات کے لئے جمعہ کے روز ایک بجے دوپہر سے پریزیڈنسی کالج گورنمنٹ کے حکم سے تا احکام ثانی بند کیا گیا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے پرنسپل جیمز کو جو چٹھی موصول ہوئی ہے۔ اس کا اقتباس یہ ہے ہمیں آپ کو جواب میں مطلع کرتا ہوں کہ طلبا نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ گورنمنٹ کی نظروں میں بہت اہم ہے اس لئے یہ مناسب ہے کہ مزید تحقیقات اور احکام تک کالج کا فوراً ملتوی کیا جائے۔ چنانچہ مجھ سے چاہا گیا ہے کہ آپ کو ہدایت کروں کہ ۱۰۔ فروری کو بعد دوپہر کالج بند کر دیا جائے ‌◆

معلوم ہوا ہے کہ خانصاحب اکرام اللہ خانصاحب مجسٹریٹ وسول جج وزیرآباد ڈسٹرکٹ بورڈوں کے دستی گروپ کی طرف سے امیدوار ممبری ہوں گے

ایک انگریزی ہمعصر کو خبر ملی ہے کہ باشندگان وزیرآباد سے کہا گیا ہے کہ ۱۸ سو روپیہ کے خرچ سے ۶ ماہ کے لئے وہ ۲۰ پہرہ دار پولیس کی مدد کے لئے مہیا کریں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ خرچ میونسپل کمیٹی کو دینا چاہئے ◆

گوجرانوالہ کے منگل سین نے یونیورسٹی کو گوجرانوالہ میں ایک نیا کالج قائم کئے جانے کی تجویز کے متعلق تحریر کیا ہے سنڈیکیٹ نے اس تجویز پر غور کرنے اور مجوزہ کالج کی مالی حالت کے متعلق لوکل تحقیقات کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کی ہے جس کے ممبران حسب ذیل ہیں۔ آنریبل مسٹر جے سی گوڈلے۔ مسٹر فضل حسین اور رجسٹرار یونیورسٹی پنجاب ◆

آنریبل مسٹر بی۔ جے فنگن فنانشل کمشنر پنجاب۔ ۲۲۔ فروری کو لاہور سے دورہ پر روانہ ہوئے۔ آپ اس دورہ میں مقامات گوڑگانوں۔ رہتک اور اضلاع حصار کا ملاحظہ فرمائیں گے یعنی فیروزپور جھرکا۔ جھجر۔ بھوانی۔ ہانسی حصار اور سرسہ تشریف لیجا کر سرسہ سے براہ بھٹنڈہ آپ ۷۔ مارچ کو لاہور واپس آجائیں گے ◆

مدراس کی خبر مظہر ہے۔ کہ مسٹر ایچ۔ او۔ ڈی ہارڈنگ آئی۔ سی۔ ایس ڈسٹرکٹ و سشن جج ترچناپلی ۲۲۔ فروری کی سہ پہر کو اپنی عدالت کو جاتے ہوئے ایک قاتل کے خنجر کا شکار ہوئے۔ قاتل حوالات میں ہے ◆

ڈسٹرکٹ جج علی پور کی عدالت میں ایک شخص نے درخواست دی کہ آنریبل مسٹر اے۔ کے غزنوی ممبر امپیریل کونسل کی گرفتاری اور حراست کی درخواست کی اور کہا کہ میں نے اس کے خلاف ہائیکورٹ سے ۸۵۱،۷ روپیہ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ جو وصولی کی غرض سے ضلع کی عدالت میں منتقل ہو گئی ہے۔ عدالت نے مسٹر غزنوی پر اطلاعنامہ جاری کیا ◆

امید ہے کہ ولایتی ڈاک ۲۶۔ فروری کو ہفتہ کے روز شام کے ۵ بجے لاہور میں تقسیم ہو جائے گی ◆

گورنمنٹ بنگال نے مراری موہن مترا کی بیوی کو تا حین حیات بیس روپیہ ماہوار اور دو بچوں کو ۲۱ برس کی عمر تک ۱۰۔ ۱۰ روپیہ ماہوار وظیفہ عطا کیا ہے مراری موہن ۲۵۔ اگست کو اپنے مکان واقع اگرپاڑہ نواح کلکتہ میں انارکسٹوں کے ہاتھ سے مقتول ہوا تھا ◆

ایڈیشنل سشن جج سکھر نے ایک چٹھی رساں مسمی ... کو دو سال قید سخت کی سزا دی ہے۔ ملزم ... منی آرڈر جس مکتوب الیہ کو نہ تھا اور فارم پر اپنا انگوٹھا لگا کر رقم خود ہی خورد برد کر گیا تھا ◆

ذیل کے اشخاص دہلی میں دوم درجہ کے مجسٹریٹ مقرر ہوئے ہیں:۔ رائے بہادر لالہ سلطان سنگھ۔ رائے صاحب نتھارام۔ رائے صاحب رام چند۔ لالہ انبا پرشاد۔ لالہ جگن ناتھ۔ لالہ منالال۔ خانصاحب حکیم احمد سعید خاں خانصاحب مولوی عبدالاحد۔ مرزا سعیدالدین احمد خاں شیخ عزیزالدین۔ حاجی عبدالغنی۔ سید امرا ؤ مرزا رضوی ◆

بمبئی کی پولیس عدالت میں مسٹر ایل۔ بنیامین اڈیٹر "بمبئی کرانیکل" نے مسٹر اے۔ ایچ۔ برین پروپرائٹر و پبلشر "دی ٹائمز" پر ازالہ حیثیت عرفی کی نالش دائر کر دی ہے مستغیث کا بیان ہے کہ ملزم اپنے اخبار میں کچھ عرصہ سے میرے اور بمبئی کرانیکل کے خلاف ایسے مضامین لکھ رہا ہے جن سے میری ہتک متصور ہے۔ عدالت نے ملزم کے نام سمن جاری کر دئے ہیں ◆

میڈیکل کالج ہسپتال کلکتہ میں ایک شخص مسمی جانکی پرشاد کچھ عرصے سے بیمار چلا آتا تھا۔ جب اس کی زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اس کی بیوی نے اس کمرے میں جا کر جس میں اس کا خاوند بستر مرگ پر جان توڑ رہا تھا اپنے کپڑوں پر مٹی کا تیل چھڑک کر آگ لگالی۔ اور زخموں سے جانبر نہ ہو سکی

چیف کورٹ پنجاب نے پنجاب فلاور ملز لمیٹڈ کا کاروبار بند کرنے کی اجازت دیدی ہے اس کے دیوالہ کی مزید کارروائی ڈسٹرکٹ جج لاہور کی عدالت میں ہوگی ◆

کچھ عرصے سے لاہور میں چراغ الدین داگر مرحوم کے خاندان میں وراثت کا مقدمہ چل رہا تھا۔ جائداد متنازعہ کی مالیت تقریباً ۱۰۔ لاکھ روپیہ تھی۔ چراغ دین کی لڑکیاں مدعی اور لڑکا مدعا علیہ تھا۔ امر تنقیح طلب یہ تھا کہ آیا داگر کے خاندان میں رواج پر عمل درآمد ہے یا شریعت پر سینئر سب جج لاہور نے رواج کو مدنظر رکھتے ہوئے مدعیہ کے خلاف فیصلہ دیدیا

جنگ یورپ

مزید ترکی اسیران جنگ۔ لندن۔ ۲۱۔ فروری۔ پیٹروگراڈ۔ روسیوں نے ترکوں کا تعاقب کرتے ہوئے ۲۵۴۸ مزید اسیران جنگ گرفتار کئے۔ اور ۶ توپیں۔ کثیر المقدار سامان حرب اور بار برداری کا سامان چھینا دو ترکی جیش جو ارض روم کی شکستہ گیر فوج کی امداد کو جا رہے تھے۔ قلعہ کی تسخیر کی خبر سن کر واپس لوٹ گئے

قفقاز میں سرگرمی:۔ لندن۔ ۲۲۔ فروری۔ پیٹروگراڈ ایک سرکاری اطلاع میں مذکور ہے۔ کہ قفقاز میں حتمہ سرگرمی ظہور پذیر ہوئی ہے۔ ترک دریائے بیوق ور کے پار بھگا دئے گئے ہیں۔ ارض روم سے بھولے بھٹکے سپاہیوں کا تعاقب جاری ہے۔ کئی سو اور گرفتار ہو چکے ہیں۔ ایک سو کاسکوں نے ترکی پیدل سپاہ اور توپ خانے کے دستے کو شکست دی اور ۳ میدانی باٹریاں اور کثیر سامان حرب چھین لیا۔ رسالے کے ایک شاندار حملہ سے علاقہ خنیس میں ترکوں کی عظیم سپاہ منتشر کر دی گئی۔ بہت سے مقتول اور اسیر کر لئے گئے۔ ۱۳ ترکی بادبانی جہاز بحیرہ اسود میں غرق کر دئے گئے ہیں ◆

مزید روسی پیشقدمی لندن ۲۲۔ فروری۔ اطالیہ کا ہوائی پیغام مظہر ہے کہ روسیوں نے جھیل وان کے تمام علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ترک بدلیس کو بھی خالی کر رہے ہیں اور روسی طرابزون کے قریب ہیں ◆

ہندوستانی نقصانات:۔ ہندوستانی مہم کے نقصانات کی جو فہرست موصول ہوئی ہے۔ اس میں حسب ذیل ہندوستانی افسروں کے نام ہیں:۔ فہرست نمبر ۵۶۲:۔ مجروح۔ صوبیدار جلال خاں۔ جمعدار محمد عظیم۔ جمعدار شیر جنگ (۹۲ پنجابیز)۔ صوبیدار میجر فضل حسین (۲۹ برہما انفنٹری) صوبیدار پہمن سنگھ۔ صوبیدار سر سنگھ (۱۵ سکھاں) جمعدار میلا سنگھ (۴۵ سکھاں)

فرانسیسی کمانڈر ایتھنز میں:۔ لندن ۲۲۔ فروری ایتھنز۔ جنرل ساریل یہاں پہنچ گئے ہیں۔ اور انھوں نے شاہ یونان سے ملاقات کی ہے ◆

طرفین کی ہوائی سرگرمی۔ لندن ۲۱۔ فروری۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ توپخانہ تمام محاذ پر اظہار سرگرمی کرتا رہا۔ ہوردون کے شمال میں گولہ باری بہت شدید تھی۔ جرمنوں نے ارڈا میں دو ناکام حملے کئے فرانسیسی ہوائی جہازوں کے ایک دستے نے سامان حرب کے ایک ڈپو پر بم گرائے جو ڈنیز کے جنوب مغرب اور جنوب مشرق میں تھا۔ جرمن ہوائی جہازوں نے لونی دل۔ ڈوماسل اور نینسی پر کل شب حملہ کیا۔ لیکن صرف خفیف نقصان پہنچا ◆

ایک برطانی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ۴۳ ہوائی جہازوں نے ڈان کے ڈپو پر حملہ کیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ذخائر اور ریلوے کو کثیر نقصان پہنچایا۔ تمام ہوائی جہاز صحیح سلامت واپس آگئے ◆ توپخانہ نے ہلک پر اور زہربیرز کو میز کے شمال میں خندقوں پر خوب گولہ باری کی۔ ایک بھاری ہوٹزر نے بمقام رنڈنگھم توپ کی ایک نصب گاہ پر عظیم دھما کا پیدا کیا۔

غنیم کے ہوائی جہازوں نے ہمارے رقبے میں مختلف شہروں پر حملہ کیا۔ لیکن کوئی فوجی نتیجہ نہ نکلا۔ چند غیر معافی لوگ مارے گئے ◆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۲

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر محمودیوں کے علانیہ حملے

اور اُن کے خلاف صدائے احتجاج

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

گذشتہ اشاعت میں ہم نے میر محمد سعید صاحب حیدرآبادی کے اس خطبہ جمعہ کا جس میں اُنھوں نے میثاق النبیین کا مصدق حضرت نبی کریم صلعم کو نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود کو ٹھہرایا اور اسے بڑے فخر سے الفضل میں شائع کیا گیا تھا اقتباس دیا تھا۔ جسے دوبارہ برائے یاددہانی ناظرین کرام یہاں نقل کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے وھو ھذا

"جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت صلعم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تم کو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توراۃ اور قرآن کریم ہے اور حکمت سے مراد سنت اور منہاج نبوت و حدیث شریف ہے) پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں (یعنی وہ رسول مسیح موعود ہے جو قرآن و حدیث کی تصدیق کرنے والا ہے اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں) لتؤمنن بہ میں جو نون ثقیلہ ہے اہل علم جانتے ہیں کہ سخت تاکید کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنی اے نبیو تم سب اس پر ضرور ایمان لانا اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا (جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں)"

ان معنوں کو نقل کرنے کے بعد ہم نے گذشتہ اشاعت میں بتایا تھا کہ الفضل نے افسوس ہے اس غلطی کا اعتراف کرنے اور ان معنوں کی تردید کرنے کے بجائے اُلٹا انھیں "ذوقی معنوں" پر محمول کیا ہے۔ جو کسی دیندار انسان کا شیوہ نہیں اور پھر بالتفصیل لکھا تھا کہ میر محمد سعید نے اپنے منقولہ بالا بیان میں صاف طور پر کل انبیاء حتیٰ کہ آنحضرت صلعم سے بھی حضرت مسیح موعود کے متعلق عہد لیا جانا بیان کرکے گویا حضرت نبی کریم صلعم کی عزت پر ہاتھ ڈالدیا ہے اور اس طرح سے آنحضرت صلعم متبوع نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود کے تابع ٹھہرتے ہیں۔

یہ مضمون لکھا جاکر پریس میں جاچکا تھا تو میر محمد سعید صاحب کا ایک خط بحضور حضرت امیرؓ موصول ہوا جس میں اُنھوں نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کو میثاق النبیین کا مصدق حقیقی نہیں سمجھتے اور صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

"اگر کسی نے میری مختصر بیانی سے یہ سمجھ لیا ہو کہ میں سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی بدرجہ اول اور اصل اس آیت کا مصداق نہیں مانتا تو وہ سن رکھے اور یقین کرلے کہ یہ بات غلط ہے غلط ہے۔ غلط ہے۔ میں پہلے اور اصل آنحضرت صلعم کو اس کا مصداق مانتا رہا ہوں۔ اور اب بھی مانتا ہوں اور مانتا رہونگا۔"

اس کے آگے میر صاحب لکھتے ہیں:-

"بعد اس کے حسب دعویٰ مرزا صاحب اور مصداق حدیث مسلم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آیت مذکورہ کا مصداق مانتا ہوں"

میر صاحب نے اپنی چٹھی میں اور بھی ایک دو باتیں ایسی لکھی ہیں جن کا جواب دینا ضروری ہے لیکن چونکہ ان کا تعلق ہمارے اس اصل موضوع سے نہیں اس لئے ہم انھیں کسی آئندہ اشاعت پر ملتوی کرتے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کو اس نصف اعتراف حقیقت پر مبارکباد دیتے ہوئے ناظرین کرام کو اس طرف متوجہ کرانا چاہتے ہیں کہ یہ ۱۹۔ ستمبر ۱۹۱۵ء کا اعلان شدہ خطبہ تھا جس کی تشریح آج میر صاحب نے کی۔ حالانکہ اس سے پیشتر ۵۔ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے پیغام صلح میں اس پر توجہ دلائی گئی کہ یہ کیا ظلم ہو رہا ہے کہ اس پیشگوئی کو جو صرف آنحضرت صلعم کے متعلق تھی حضرت مسیح موعود کے متعلق بتایا جاتا ہے لیکن اس وقت کسی نے اس پر توجہ نہ کی۔ پھر اس خطبہ جمعہ میں جس میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے میاں صاحب کے ترجمۃ القرآن کے ایسے ہی معنوں کی تردید کی تھی اور جس کی بنا پر اب پھر یہ بحث شروع ہوئی اس میں بھی میر صاحب کے ان معنوں کا تذکرہ موجود تھا۔ لیکن اُنھوں نے ان دونوں موقعوں پر کوئی توجہ نہیں کی۔ اب جبکہ قادیان سے انھیں حکماً سمجھایا تو اس طرف توجہ منعطف ہوئی۔ یہ ہے وہ پیر پرستی جس میں آجکل یہ لوگ عام طور پر مبتلا ہیں۔ پیر کوئی بات کہے تو آمنا و صدقنا اور اگر کوئی بات مولوی محمد علی ایدہ اللہ کے منہ سے نکلے تو اس پر قلوبنا غلف کا جملہ عملاً دوہرادیا جاتا ہے۔ خیر ہم میر صاحب اور میاں صاحب کی اس رجعت کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ جس حالت میں آپ لوگ آنحضرت صلعم کو اس کا مصدق حقیقی مانکر بھی مسیح موعود کو بھی اس کا مصدق سمجھتے ہیں تو کیا اس سے آنحضرت صلعم کی وہ عزت وشان جو صرف آپ ہی کی اس آیت کے مصدق وحید ہونے سے ہوسکتی ہے قائم رہ جاتی ہے؟

آپ نے صاف طور پر اپنے خطبہ کے منقولہ بالا الفاظ میں یہ بیان کیا ہے اور اب بھی آپ نے صحیح مسلم کی حدیث کا حوالہ دیکر گویا اسی بات کو دوہرادیا ہے کہ

"جب اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا (النبیین میں سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام شریک ہیں۔ کوئی نبی بھی مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت صلعم بھی اسی النبیین کے لفظ میں داخل ہیں)........ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو (آنحضرت سمیت۔ ایڈیٹر) مجملاً حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا اور آپکی نصرت کرنا فرض ہوا تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔"

تو بس اب آپ کے ایک طرف آنحضرت صلعم کو میثاق النبیین کا مصدق حقیقی ماننے لیکن ساتھ ہی دوسری طرف مسیح موعود پر بھی اسکو چسپاں کرنے سے نتیجہ وہی نکلتا ہے۔ اور مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ الفاظ کہ آنحضرت صلعم اور دیگر انبیاء کو مسیح موعود پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت کرنا فرض تھا اس افضل الرسل صلعم کے شایان شان کیسے ہوسکتے ہیں۔ مولنا کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ایمان لانا اور نصرت کا فرض ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کے معنی صاف طور پر سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ایمان لانے والا تابع ہو۔ اور جس پر

ایمان لایا جائے وہ متبوع - یہ ناصر ہو اور وہ منصور - کیا آپ براہ مہربانی بتا سکتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ یہی نسبت تھی؟ خدا کے لئے اپنے الفاظ پر غور کرو اور اس صداقت اور سیدھے اور سادے نتیجہ کو دیکھ کر اس بات سے توبہ کرو جو کہ نہ صرف آنحضرت کی شان اور عزت کے ہی منافی ہے بلکہ حضرت مسیح موعود کے منصب کے بھی عین برخلاف

یوں تو آپ نے یہ کہہ کر "میں پہلے اور اصل آنحضرت صلعم کو اس کا مصداق ...... مانتا ہوں" اپنی بریت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن افسوس ہے کہ ساتھ ہی یہ اضافہ کر کے کہ "مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی آیت مذکورہ کا مصداق مانتا ہوں" اور صاف کھلے لفظوں میں اپنے پہلے الفاظ کو واپس نے کر گویا انہی نتائج کی پھر تائید کی جو کہ پہلے بیانات سے مترشح ہوتے تھے -

پھر یہیں تک بس نہیں - بلکہ آپ کے اس دوسرے اعلان نے ایک اور مشکل پیدا کر دی ہے اور وہ یہ کہ اگر مسیح موعود بھی اس کے مصداق ہیں یعنی آنحضرت صلعم اس پر ایمان لانے والے اور اس کے ناصر تو بہرحال اتنے ہی انبیا ہونگے جتنے کہ اس کے وقت سے پہلے ہوئے لیکن مسیح موعود کے لئے ایک کا اضافہ ہو گیا - اور وہ بھی اس سید الاولین والآخرین صلعم کی وجہ سے - یعنی آنحضرت صلعم پر ایمان لانے والے اور آپ کی نصرت کرنے والے تو جملہ انبیا رقبل از آنحضرت صلعم تھے اور حضرت مسیح موعود پر ایمان لانے والے اور آپ کے ناصر جملہ انبیا رقبل از آنحضرت صلعم معہ آنحضرت صلعم - اب میر صاحب بتائیں کہ اس لحاظ سے (نعوذ باللہ) حضرت مسیح موعود افضل ٹھہرتے ہیں - یا آنحضرت صلعم -

یہ تو تھا گذشتہ مضمون کا تتمہ - اب میں اصل مضمون کی طرف رجوع کرتا ہوں اور اس خطرناک عقیدہ کی طرف سب سے پہلے توجہ دلانا چاہتا ہوں جو "مسیح موعود محمد است و عین محمد است" کے عنوان سے الفضل میں بہت دنوں سے تلقین کیا جا رہا ہے - مکرمی حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ بفضل خدا اس باطل کے سر پر کاری ضربیں لگا چکے ہیں - لیکن میں اس وقت یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب تم ایک طرف حضرت مسیح موعود کو پندرہ سال تک اپنی نبوت کو نہ سمجھ سکنے کا الزام دیتے ہو تو کیا پھر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح ہتک اور بے عزتی نہیں کرتے ساتھ ہی آپ کو "محمد است و عین محمد" بھی قرار دیتے ہو - آؤ - کچھ خدا کا خوف کرو اور "بازی بازی بارِیش بابا ہم بازی" کی ضرب المثل کو زندہ نہ کر دکھاؤ - یہ کس قدر ہتک ہے اُس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ آپؐ کا عین اُس شخص کو قرار دینا جو تمہارے نزدیک نعوذ باللہ پندرہ سال تک اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھ سکا تھا اس کے معنے تو صاف یہ ہیں کہ تم وہی زد آنحضرت صلعم پر بھی مار رہے ہو - اور تین سال نہیں (جو وہ بھی جھوٹ ہیں) بلکہ پندرہ سال تک اپنے منصب کو نہ سمجھ سکنے کا الزام آپؐ پر بھی دھرتے ہو - تمہارے اس افترا سے مسیح موعود پر تو جو زد پڑتی ہے وہ تو الگ رہی - لیکن دیکھو کہ تم نے اپنے ان بیانات سے کہاں پر ہاتھ جا مارا -

پھر اس سے بھی بڑھ کر اور ایک نہایت ہی خطرناک عقیدہ جو میاں صاحب کے مریدوں میں اعلان ہو رہا ہے یا وہ موجودہ عقائد کے باعث طبعًا اس طرف آ رہے ہیں - حضرت مسیح موعودؑ کو خاتم النبیین بنانا ہے - تشحیذ الاذہان میں ابھی بہت دن نہیں ہوئے نبی آخر الزمان کے عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کو آخر الزمان نبی بنا کر گویا بالفاظ دیگر خاتم النبیین ٹھہرایا گیا ہے اور پھر دور کیوں جاتے ہو آج ہی نماز جمعہ کے بعد مسجد احمدیہ لاہور میں میاں صاحب کے ایک مرید سے دوران بحث میں جب یہ سوال کیا گیا کہ کیا آنحضرت صلعم کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے تو اس نے بہت ہیر پھیر کے بعد بالآخر یہی جواب دیا کہ ہاں غیر تشریعی نبوت کا دروازہ ایک حضرت مرزا صاحب کے لئے کھلا تھا اور اب وہ بھی بند ہو چکا - (غضب ہی تو کر دیا کہیں میاں صاحب کو تو دعوے کر لینے دیتے - یا اگر یہ نہیں تو ان کے اس قول کا ہی کچھ پاس و لحاظ ہوتا جو وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بغیر وساطت فرشتہ کے کہا کہ "ہم میں نبی آیا اور آئندہ بھی ہی آئینگے"

الفضل ۲۷ - مئی ۱۹۱۴ء زیر عنوان خطبہ جمعہ)

پھر جب اس سے کہا گیا کہ پھر اس لحاظ سے تو حضرت مسیح موعود غیر شریعت نبیوں کے خاتم ہوئے - نہ آنحضرت صلعم - تو معًا اس نے جواب دیا کہ آنحضرت صلعم پر صرف تشریعی نبوت ختم ہو چکی نہ کہ غیر تشریعی - اور ساتھ ہی ہمارے کہنے پر یہ تحریر بھی لکھ کر دے دی کہ

"محمد رسول اللہ تشریعی نبیوں کے خاتم النبیین ہیں - مرزا صاحب غیر تشریعی نبیوں کے خاتم النبیین ہیں - اور یہی میرا ایمان - دستخط نیر اغدین ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء"

اب بتائیے کہ یہ اعتقادات و ایمانیات آنحضرت صلعم کی شان اور عزت کو بڑھانے والے ہیں یا کہ صریح طور پر آپ کی تحقیر کرنے والے ہیں۔

دوستو! خدا کے لئے ان باتوں پر غور کرو - اور خواہ مخواہ ہماری مخالفت کے درپے ہو کر اس خاتم النبیین صلعم کی عزت و شان پر تو حملہ نہ کرو - دیکھو تمہارا اپنا یہ دعویٰ ہے کہ صاحب شریعت نبی صرف دو ہیں - حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلعم تو پھر اگر آنحضرت صلعم صرف صاحب شریعت نبیوں کے ہی خاتم ہیں تو پھر آپ کو خاتم النبی کہنا چاہئے نہ کہ خاتم النبیین - ہاں البتہ غیر صاحب شریعت نبی تمہارے اپنے مسلمات کے بموجب بہت زیادہ ہوئے ہیں - اس لئے حضرت مرزا صاحب صحیح معنوں میں خاتم النبیین ٹھہرے -

آہ! یہ ہے اس قوم کی حالت جس کا پیر و مرشد ہاں وہ مامور ربانی جو آنحضرت صلعم کی غلامی اور سچے عشق میں سوزاں ہو کر مسیح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا آخر دم تک اسی عقیدہ پر قائم رہا اور اسی کا عام طور پر اعلان کرتا رہا -

ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام

ہاں یہ ان لوگوں کا حال ہے جن کے اخبارات کے ٹائیٹل پر حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب کے عنوان سے ہمیشہ یہ شعر بھی لکھا جاتا رہا - لیکن آج اس کے بالکل برخلاف "ہر نبوت" نہیں ایک قسم کی نبوت کا اختتام مانا جاتا ہے - اور ایک قسم کی نبوت کا نہیں - میں تو حیران رہ جاتا ہوں جب حضرت اقدس مسیح موعود کے اس شعر کو ایک طرف اور ان عقائد باطلہ کو ایک طرف رکھتا ہوں کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ حضرت مسیح موعود تو آنحضرت صلعم پر ہر نبوت کے اختتام کو آپ کے خیر الرسل اور خیر الانام ہونے کے ثبوت میں پیش کریں لیکن آج میاں صاحب اسی بات سے آنحضرت صلعم کے دنیا کے لئے نعوذ باللہ موجب عذاب ہونے کا استدلال کریں - (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۸۷)

آہ میرا دل کانپ جاتا ہے جب میں اس لفظ کو پڑھتا ہوں یا اسے زبان قلم سے دوہراتا ہوں - یہ کس قدر عظیم الشان حملہ ہے جو آنحضرت صلعم پر کیا گیا ہے - اور یہ نتیجہ ہے اس ایک بات کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آج اتنی بھی غیرت نہیں رہی جتنی کہ خود اپنی ذات کے لئے میاں صاحب اور ان کے مریدوں کو ہے -

مذاکرہ علمیہ

(حدیث الثقلین)

عجیب مبحث

(تنقید الاحادیث) من حیث الرواۃ

حدثنا علی بن المنذر الکوفی نا محمد بن فضیل نا الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھا ھذا حدیث غریب (صحیح ترمذی صفحہ ۲۲۰ ابواب المناقب جلد ۲)

اس بحث میں ہم صرف یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ شیعی گروہ کے ہاں اس حدیث کی بڑی دھوم دھام ہے اور سیکڑوں کتابیں مباحثات کی اس پر لکھی گئی ہیں اور یہ بڑی دستاویز ان کے ہاں ہے اصول محدثین کے رو سے اس کی کیا حیثیت ہے۔

رواۃ الحدیث

اس حدیث میں تین راویوں کے حالات کو اسماء الرجال سے سرِدست مل سکے ہیں جو ذیل میں ہم درج کر دیتے ہیں جو ایک محقق ناقد بصیر کے لئے کافی ہیں اور جب اس حدیث کے راوی مجروح ثابت ہو گئے تو حدیث کی صحت اور اس کا پایہ اور درجہ خود اہل علم پر منکشف ہو جاویگا اور اس سے استدلال کرنا ایک ایسے مہتم بالشان مسئلہ پر کہ اہل علم کو سزاوار نہیں۔

اس میں عطیہ ایک راوی ہے وہ مجروح ہے اس کی نسبت حسب ذیل جرح قابل ملاحظہ ہے۔

تقریب جو اسماء الرجال کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے یقول عطیہ بن سعد الکوفی یخطیٔ کثیرا وکان شیعیا مدلسا

یعنی یہ شخص روایت میں بہت خطا کرتا تھا اور تدلیس بھی کرتا تھا اور شیعہ تھا اور محدثین جانتے ہیں کہ حدیث میں تدلیس بہت سخت قبیح اور شنیع بات ہے جس سے وہ حدیث قابل اعتبار نہیں رہتی۔

میزان الاعتدال میں اس کی نسبت لکھا ہے کہ عطیہ بن سعد العوفی کوفی تابعی شہیر ضعیف قال سالم المرادی کان عطیۃ یتشیع وقال احمد ضعیف الحدیث وکان ھشیم یتکلم فی عطیہ وروی ابن المدائنی عن یحیی قال عطیہ وابو ھارون وبشر بن حرب عندی سواء وقال احمد بلغنی ان عطیہ کان یاتی الکلبی فیاخذ عنہ التفسیر کان یکنیہ بابی سعید فیقول قال ابو سعید قلت یعنی یوھم انہ الخدری وقال النسائی وجماعۃ ضعیف

اور امام سخاوی نے رسالہ منظومہ جرزی میں جو اصول حدیث میں لکھا ہے

وھو ابو سعید الذی روی عنہ عطیۃ العوفی موھما انہ الخدری

دوسرے راوی ابو سعید ہیں جو کلبی ہیں اور اسی سے عطیہ صاحب روایت کرتے ہیں مگر عطیہ ہمیشہ بیان روایت کے وقت ایسا ظاہر کرتے ہیں جس سے شبہ سامع کو ہو کہ یہ ابو سعید صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو سعید الخدری ہیں۔ حالانکہ یہ ابو سعید کلبی ہیں۔

ابو سعید [illegible] - ابو النضر الکوفی النسابۃ المفسر متہم بالکذب ورمی بالرفض من السادسۃ مات سنۃ مائۃ وست واربعین۔

یہ کلبی مفسر اور علم الانساب کے جاننے والے جھوٹ اور رفض سے متہم ہیں۔ میزان الاعتدال میں ہے محمد بن السائب الکلبی ابو النضر الکوفی المفسر النسابۃ الاخباری قال الثوری اتقوا الکلبی فقیل فانک تروی عنہ قال انا اعرف صدقہ من کذبہ قال البخاری ابو النضر الکلبی ترکہ یحیی وابن مھدی ثم قال البخاری قال علی حدثنا یحیی عن سفیان قال لی الکلبی کلما حدثتک عن ابی صالح فھو کذب وقال یزید بن زریع حدثنا الکلبی وکان سبائیا الخ

ترجمہ۔ محمد بن سائب کلبی جن کی کنیت ابو النضر ہے وہ کوفی ہیں۔ اور مفسر اور نسب جاننے والے اخباری ہیں۔ امام ثوری کہتے ہیں کہ کلبی سے بچنا چاہئے۔ اس پر ان سے کسی نے کہا کہ آپ خود تو ان سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا میں اس کے جھوٹ کو اس کے سچ سے جدا کرنا جانتا ہوں۔ اور بخاری نے کہا ہے کہ یحیی اور ابن مہدی نے اس کی روایت قابل ترک بتلائی ہے اور بخاری نے یہ بھی کہا ہے کہ علی نے یحیی سے اور انھوں نے سفیان سے بیان کیا ہے کہ کلبی نے سفیان سے کہا ہے کہ ابو صالح سے جو میں تم سے روایت کروں وہ جھوٹی ہے۔ اور یزید بن زریع بیان کرتے ہیں کہ کلبی سبائیہ فرقہ کا تھا اور ابو معاویہ کہتے ہیں کہ اعمش نے کہا کہ اس سبائیہ فرقہ سے بچنا چاہئے۔ کیونکہ وہ کذاب ہوتے ہیں۔

اور ابن حبان نے کہا کلبی سبائیہ تھا۔ کلبی جب بادل کو دیکھتے تو کہتے کہ علی بادل میں ہے۔ اور رجعت علی کے قائل تھے۔

اور ابی عوانہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے خود کلبی سے سنا ہے کہ جب جبرئیل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لاتے اور آنحضرت حاجت ضروری کے لئے بیت الخلا میں ہوتے تو جبرئیل علی مرتضی پر اس وحی کو املا کرتے۔

جوزجانی نے کہا کہ کلبی بڑا جھوٹا ہے۔

کہا امام احمد حنبل نے کہ کلبی کی تفسیر کو نہ دیکھنا چاہئے۔

دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ کلبی متروک ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے جس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

تذکرۃ الحفاظ میں ذہبی نے کہا کہ محمد بن سائب کلبی رافضی ہے اور ثقہ نہیں اور متروک ہے۔

محمد طاہر گجراتی نے تذکرۃ الموضوعات میں کلبی کی نسبت لکھا ہے قال احمد فی تفسیر الکلبی من اولہ الی آخرہ کذب لا یحل النظر فیہ

(۳) اعمش[1] راوی شیعہ ہے اس کی نسبت میر باقر داماد "الرواشح السماویہ فی احادیث امامیہ" میں لکھتے ہیں۔ الاعمش کوفی المشہور ذکرہ الشیخ فی کتاب الرجال فی اصحاب صادق .... معروف بالفضل والثقۃ والجلالۃ والتشیع والاستقامۃ الخ......

اب اس حدیث میں یہ تین راوی ایسے ہیں جو متہم بہ کذب اور تدلیس کرنے والے اور رافضی اور شیعی ہیں اور محدثین اہل سنت کے اصول سے جن کے رواۃ ایسے ہوں وہ قابل قبول احادیث اور صحاح اور حسان میں داخل نہیں ہیں۔

باقی دارد

خاکسار نذر علی از شہر پشاور

لہ کتاب العلل صحیح ترمذی جلد ۲ دیکھو صفحہ ۲۳۹

[1] کتاب العلل صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۹ دیکھو اعمش لا یعتمد علیہ شبہۃ التریح۔

سال نو اور برٹش نو مسلم

جیسا کہ ہم پہلے بھی اپنے ناظرین کو اطلاع دے چکے ہیں۔ ووکنگ مشن کا سب سے کامیاب کام ان نومسلموں کے دلوں میں اشاعت اسلام کا سچا جوش پیدا کر دینا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ اور جن کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ لیکن صرف تعداد کی ترقی ہمارے لئے خوشی کا موجب نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک کہ اُن نومسلموں کے اندر سچا اسلامی جوش بھی پیدا نہ ہوتا۔ سو خدا کا احسان ہے۔ کہ ایک طرف اگر ہم یہ فرحت بخش خبر اپنے ناظرین کو پہنچانے کے قابل ہیں۔ کہ اس تحریک کی بدولت ایک سو سے زائد انگریز مرد اور عورتیں اسلام میں داخل ہو چکی ہیں۔ تو دوسری طرف اس خبر کی اشاعت خود ہمارے لئے خوشی اور تقویت کا موجب ہے۔ کہ ان نومسلموں کے دلوں میں اسلام کی خدمت اور اشاعت میں حصہ لینے کا شوق اور جوش ہے۔ اسلام مذہب ہی ایسا ہے۔ کہ کوئی شخص اگر خالی الذہن ہو کر اس کی خوبیوں پر نظر ڈالے تو اسے اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ یہ نہ صرف فطرت انسانی کے سارے تقاضوں کو ہی پورا کرتا ہے۔ بلکہ ہر قسم کی تمدنی اخلاقی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان بھی اس کے اندر موجود ہے۔ پھر یہ کس قدر خوشی پہنچانے والی بات ہے۔ کہ اسلام کی بدولت مشرق و مغرب میں ایک ایسا اتحاد پیدا ہو رہا ہے۔ جو ان دونو کو ایک کرنے والا ہے۔ اسلام ہر قسم کی قومی تنگ خیالیوں کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ کیونکہ اس کا سب سے پہلا اصول یہی ہے کہ خدا ایک قوم کا خدا نہیں۔ بلکہ دنیا کی ساری قوموں کا ایک ہی خدا ہے۔ اور سب قومیں ایک ہی کنبہ ہیں۔ کیسے پیارے یہ الفاظ ہیں۔ جنہوں نے آج سے تیرہ سو سال پیشتر مشرق و مغرب کے اتحاد کی بنیاد رکھ دی۔ رب المشارق والمغارب۔ مشرقی سرزمینوں اور مشرقی قوموں کا بھی وہی رب ہے۔ اور مغربی سرزمینوں اور مغربی قوموں کا بھی وہی رب ہے۔ اسی لئے کل دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا۔ یاایہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثی وجعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقکم (الحجرات)

اے لوگو (جو اس زمین پر رہتے ہو) ہمنے تمکو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ اور تمکو شاخیں اور قبیلے بنایا۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے۔ جو اللہ کے نزدیک سب سے متقی ہے کیا اتحاد کا پاک اصول باندھا ہے۔ ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔ گویا تم سب ایک ہی کنبے اور ایک ہی برادری ہو۔ پھر یہ بھی سچ ہے۔ کہ قومیں اور قبیلے الگ الگ بھی ہوئے۔ مگر یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان کر اُن سے محبت کرو۔ اور ہمدردی کرو۔ نہ اسلئے کہ ایک دوسرے کو بیگانہ اور اجنبی قرار دیکر بغض و نفرت باہم بڑھاؤ۔ پھر فرمایا۔ کہ دنیا میں تم ایک دوسرے سے بڑا اور زیادہ عزت والا بننا چاہتے ہو۔ سو یاد رکھو۔ کہ انسان کی حقیقی عزت نیکی میں ہے اور نیکی یہی ہے۔ کہ خدا کے حقوق کو بھی ادا کرے۔ اور بنی نوع انسان کیساتھ بھی ہمدردی کرے۔ پس حقیقی بڑائی۔ بوجہ قومیت اور قبیلہ سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ مال و دولت سے نہ عہدہ و مرتبہ سے۔ بلکہ اُس مالک حقیقی کی نزدیک تم سب ایک ہی ہو۔ اور تم میں بڑا وہی ہے جو اپنے فرائض کو شناخت کرتا اور اُن کو پورا کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر محبت اور ہمدردی اور ایکدوسرے کے اوپر شفقت پیدا کرنے کا اور کیا اصول ہو سکتا ہے۔ اسلام ہی ایک مذہب ہے جس میں انسان کو انسان کے ساتھ اور قوم کو قوم کے ساتھ اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کی صحیح راہ بتائی گئی ہے اور یہی ایک مذہب ہے۔ جو دنیا میں حقیقی صلح کی بنیاد رکھتا ہے۔ اور جنگوں اور جھگڑوں کو کم کرتا ہے۔

پھر ایک اور خوبی اسلام کی یہ ہے۔ کہ وہ ایک ایسا مذہب ہے جو کوئی اصول عقل انسانی کے خلاف نہیں سکھاتا۔ بلکہ اس کے تمام اصول ایسے ہیں۔ کہ وہ معقولیت کی بناء پر پورے اُترتے ہیں۔ پس جسقدر معقولیت دنیا میں ترقی کریگی۔ جس قدر انسان اس بات کو سمجھیں گے۔ کہ بجائے جذبات کے عقل کی بنیاد پر انسان کی اصلی ترقی کا دارومدار ہے۔ اسی قدر وہ اسلام کے قریب آئینگے۔

ہم اپنے نومسلم بھائیوں اور بہنوں سے یہ امید رکھتے ہیں۔ کہ جہاں وہ اپنے وعظ سے اسلام کی خوبیوں کو دوسروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے پاک چال چلن اور اپنی وسیع ہمدردی اور بنی نوع کی خدمت کے نمونہ سے بھی دوسروں کو اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اور ان نومسلموں کے ساتھ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی توجہ دلاتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی دنیا میں قائم کیا جانے کی اصل غرض یہی کہ بتایا ہے۔ کہ وہ دوسروں کو اپنے قول سے اور فعل سے اپنے وعظ سے اور نمونہ سے بھلائی کی طرف بلائیں۔ اور سب سے بڑی بھلائی تو اسلام ہی ہے۔ فرماتا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ ولو امن اہل الکتاب لکان خیرا لہم۔ (آل عمران) تم سب قوموں سے بہتر قوم ہو۔ جنکو لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم اچھی باتوں کو کرنے کا حکم دیتے ہو۔ اور بری باتوں سے روکتے ہو۔ اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔ اور اہل کتاب بھی اگر ایمان لے آتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔ دوسروں کو نیکی کی طرف بلانا صرف مذہب کے واعظین کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک مسلم کا فرض اوّل یہی ہے ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ ایک سچے مسلم کی زندگی بسر کرے۔ اور اُس کے قول اور فعل میں اسلامی روح کام کر رہی ہو۔ اس سے وہ لوگ جو اسلام کی تعلیم سے ناواقف ہیں۔ خود کھنچے چلے آئیں گے۔ سب سے بڑی فیاضی دوسروں کو صراط مستقیم دکھانا ہے۔ کتنے لوگ ہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ اور قرآن پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مگر مسلم کے فرائض سے غافل اور قرآن کی تعلیم سے کوسوں دور پڑے ہوئے ہیں۔ اُن کو یہ بھی معلوم نہیں۔ کہ اسلام ایک مسلمان سے کیا چاہتا ہے۔ عمل کرنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

ایک پُر درد داستان

گذشتہ اشاعت میں بعنوان آبادی تین نومبائعین کے نام لکھے گئے تھے جو مولانا اکبر شاہ خانصاحب کی تبلیغی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ ذیل میں ان میں سے ایک کا خط درج کیا جاتا ہے۔ جو حضرت امیر کی خدمت میں موصول ہوا ہے۔ احباب ان سب کے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اُنکی مصائب کو دور فرمائے اور انہیں صبر و استقامت عطا فرمائے۔

سیدی و مولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ....

شہر میں عام طور پر مخالفت کا زور ہے اور قسم قسم کی ایذائیں پہنچائی جاتی ہیں۔ چنانچہ حافظ محی الدین صاحب کو بھی مخالفت کے باعث اور خاکسار ان کے والدین کی بدسلوکی کی وجہ سے بھی آباد چھوڑنا پڑا۔ بعض جہلاء نے ان کے والدین کو یہاں تک بھڑکایا کہ اُنکے کام کرنے کی مشینیں اور تن کے اوپر کے کپڑے اُتروا لئے۔ بلکہ ہم سب کو طرح طرح کی دھمکیوں سے ڈرا کر عقائد حقہ سے توبہ کرانے کی کوششیں کی گئیں۔ مگر خدا کے فضل سے انکی تمام کوششیں ناکام رہیں اور ہم صبر استقلال اور امن کیساتھ اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں..... ان کی ہر ایک جہالت کا متانت کے ساتھ حسب موقعہ جواب دیتے ہیں مخالفین چاہتے ہیں کہ زبانی مباحثات ہوں جس میں وہ اپنی دل کھولکر جلد نو غبار نکالیں لیکن ہمنے امن کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریری مباحثہ کو کہدیا۔ اُس پر وہ آمادہ نہیں معلوم ہوتے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اُنکو احقاق حق منظور نہیں ہے جس سے اُنکا کوئی خاص مطلب فوت ہوتا ہے بلکہ انہی تبادلہ خیالات کی بناء پر میں بھی ملازمت سے علیحدہ کیا گیا ہوں۔ اسوقت میں بیکار ہوں شبہ گذرتا ہے بعض قراین کیوجہ سے کہ ہم تک ہماری ڈاک محفوظ نہیں پہنچائی جاتی۔ امید ہے کہ آپ اپنی خاص وقتوں کی دعاؤں میں ضرور یاد رکھتے ہونگے۔ میں انشاء اللہ وقتاً فوقتاً اپنے اور اپنے دیگر احباب کی حالات کا عرض رساں ہونگا۔ آجکل حافظ محی الدین صاحب لیسنڈ من میں اور ایک ملازمت کی بناپر گئے ہوئے ہیں۔ میں اکثر وقتوں میں جناب مولوی محمد اکبر شاہ خانصاحب و ڈاکٹر محمد عبد المجید خانصاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور یہ دونوں بزرگ بہت غنیمت ہیں۔ النبوۃ فی الاسلام کا ایک نسخہ جو ڈاکٹر عبد المجید خانصاحب کے پاس پہنچا تھا وہ میں نے لیلیا ہے اور میرے

نوٹ مختصر

پیغام صلح پر ایک بہتان کی تردید

۲۲-فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں حضرت فضل عمر پر ایک بہتان کی تردید کے عنوان سے ایک نوٹ شائع ہوا ہے۔ جس میں اس بات کی تردید کی گئی ہے کہ جو قاسم علی خاں رامپوری رئیس مریدان میاں صاحب کے خط بنام مولوی محمد یعقوب صاحب خلف الرشید مولانا مولوی محمد احسن صاحب مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۲۱-جنوری ۱۹۱۶ء میں ذکر کی گئی تھی۔ کہ میاں صاحب کے فتوے کی رو سے کھانا وغیرہ تو بالائے طاق قرآن شریف پڑھ کر (میت کو) ثواب پہنچانے کا بھی تذکرہ و عمل نہیں ملتا۔" اور ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا پیغام صلح کی طرف سے میاں صاحب پر یہ الزام دیا گیا ہے۔ یہ بالکل کذب محض ہے۔ پیغام صلح نے اپنی طرف سے یہ بات پیش نہیں کی۔ بلکہ میاں صاحب کے مرید قاسم علی خاں رامپوری کے خط میں یہ بات مندرج تھی۔ جس کو اس نے میت کو صدقات کا ثواب نہ پہنچنے کی تائید میں بطور دلیل کے پیش کیا ہے اور صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ

"یہاں ایک مسئلہ زیر بحث ہے۔ یعنی میت کو بعد ممات کے کسی کھانے یا قرآن کریم کو پڑھ کر بخشنے کا ثواب پہنچتا ہے۔ یا نہیں۔ ذوالفقار علی خاں صاحب اور مولوی عبدالرحمن صاحب مؤید ہیں کہ پہنچتا ہے مگر میں اس کے خلاف ہوں (کہ نہیں پہنچتا)...... میں اپنی تائید میں اولاً تو حضرت خلیفۃ المسیح الموعود ثانی کا فتویٰ جو کئی ماہ قبل الفضل میں شائع ہو چکا ہے کہ کھانا وغیرہ تو بالائے طاق قرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانے کا بھی کہیں تذکرہ و عمل نہیں ملتا پیش کرتا ہوں)"

یہ صاف اور سیدھے الفاظ ہیں جو ہم نے نہیں بلکہ میاں صاحب کے اپنے ایک مرید نے لکھے ہیں پھر الفضل کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ گویا ہم نے میاں صاحب پر کوئی بہتان باندھا ہے۔ یہ بہتان ہے یا حقیقت ہمیں اس سے واسطہ نہیں اور نہ ہم نے اسے اپنی طرف سے پیش کیا۔ بہرحال میاں صاحب پر الزام دیا ہو تو اس پر بہتان بندی کا الزام دو یا افترا پردازی کا۔ ہمیں اس سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ پھر پیغام صلح پر خواہ مخواہ بہتان بندی کا الزام دینا تمہارا کذب و افترا نہیں تو کیا ہے؟

محمودی بدعت

الفضل ۱۵-فروری ۱۹۱۶ء دار البیعت لدھیانہ کے افتتاح کی خبر دیتا ہے۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ مجاور کون مقرر ہوا ہے۔ اصلی اور نقلی عمر کے کارناموں میں کچھ تو فرق ہونا ضروری تھا

باعزت محمودی

اسی الفضل میں کراچی کے ایک محمودی نے ایک غیر احمدی کی گالیوں کا رونا رویا ہے۔ مگر اپنی تجہد کا رونا نہیں رویا۔ جسے بات کرنی بھی نہیں آتی وہ مفتی بن کر سر بازار دوسروں پر کفر کے فتوے لگائے تو غیروں سے کس بہتر سلوک کی اُمید رکھ سکتا ہے۔

ایاز قدر خود بشناس

غیر احمدی نے جب چندہ ایک احمدی کو دے دیا تو معلوم ہوا کہ اصل معاملہ کوئی اور ہوگا اور محمودی اور دوکاندار میں کوئی ذاتی نزاع ہوگی جو بعد میں زیادہ طول پکڑ گئی۔ یہ محمودیوں کی عادت ہے کہ پہلے لوگوں سے سخت زبانی اور بدتہذیبی سے پیش آتے ہیں۔ مگر جب مخالف کچھ کہے تو جھٹ فاروق اور الفضل کے پردوں کے نیچے چھپنے لگتے ہیں۔

خواجہ صاحب کا فکر کرنے والے اپنے مریدوں کی خبر لیں

الفضل کو کسی محمودی نے لکھا کہ خواجہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کو مجدد کہا ہے بس پھر کیا ہے خواجہ صاحب ایسے ہیں اور ویسے ہیں۔ مگر ان کے مرید باصفا خود کہتے ہیں کہ ہم دوسرے پیروں اور ان کے مریدوں کو بُرا نہیں سمجھتے اگر وہ اپنے پیروں کی کامل تابعداری کرتے ہیں تو قابل الزام نہیں۔

الفضل کا عذر لنگ

۱۵-فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل نے حضرت مولوی محمد علی صاحب کے مضمون میثاق النبیین کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور میر محمد سعید کے خطبے کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ کوئی ہمارا امام ہے اور کہ اگر اخبار میں کسی خاص شخص کا مضمون شائع ہو تو یہ ضروری نہیں کہ تمام جماعت کا وہی مذہب ہو۔ بات تو درست ہے۔ مگر اڈیٹر کے اعتقاد یا پالیسی کے خلاف اگر نامہ نگار کچھ لکھیں تو وہ نوٹ دے کر اپنی بریت کر لیا کرتا ہے۔ جیسا کہ آج تک ہمارا اور دوسرے اخبارات کا طرز عمل رہا ہے اتنا لمبا چوڑا مضمون لکھ کر لوگوں کے جذبات بھڑکانے سے بہتر ہوتا کہ اب ہی مان لیا جاتا کہ میر محمد سعید نے جو لکھا ہے غلط لکھا ہے اور میاں صاحب کا یا اڈیٹر الفضل کا اس سے اتفاق نہیں۔ بس معاملہ رفع دفع ہو جاتا۔ باقی اعتراضات کے جواب الجواب کا بھی انتظار رکھیں۔

ایک احمدی اور محمودی کا مباحثہ حیدر آباد سندھ میں

۱۷-فروری ۱۹۱۶ء کے فاروق میں جمعدار غلام حسین صاحب نے ایک مباحثہ درج کیا ہے۔ طرز تحریر سے لوگوں کو دھوکا لگتا ہے کہ گویا یہ تحریری مباحثہ ہوا ہوگا۔ مگر نہیں یہ محمودی ایسے راستی پسند نہیں کہ وہ اصل واقعات کو تحریری مباحثہ کے ذریعہ سے قلمبند ہونے دیں ان کے پیر کا طرز عمل اس پر شاہد ہے کہ آج تک تحریری مباحثہ سے جان چھڑاتا ہے۔ اصل حال یہ ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب نے معمولی طور پر جمعدار صاحب سے کچھ گفتگو کی۔ جس پر محمودی صاحب نے اتنا لمبا چوڑا مباحثہ درج کروا دیا ہے۔ حالانکہ جو بات محمودی صاحب نے پیش کی ہے کہ الحمد شریف سے تین ہی گروہ ثابت ہوتے ہیں (۱) منعم علیہم (۲) مغضوب علیہم (۳) ضالین۔ ان میں سے منکران مسیح موعود کس گروہ میں ہیں۔ اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود سے پہلے جتنے منعم علیہم مجددین و بزرگان اُمت محمدیہ گذرے ہیں جس زمرہ میں آپ اُن کے منکرین کو داخل سمجھتے ہیں اسی میں ہم مسیح موعود کے منکرین کو شامل سمجھتے ہیں۔ اور بس۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کس کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا۔ خود مسیح موعود آپ کے فتوے منسوخی کے مطابق ۱۹۰۱ء تک کس گروہ میں انھیں داخل کرتے تھے کیونکہ تریاق القلوب میں صاف لکھا ہے کہ میرے دعوے کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

شملوی حاسد

میاں برکت علی شملوی محمودی بیچارے کو حسد کی آگ اندر ہی اندر ایسا جلا رہی ہے کہ اب اس کے شعلے مومنین اور خادمان مسیح موعود کے قبرستان کی طرف بھی بڑھنے شروع ہو گئے ہیں نہ معلوم یہ حسد کتنے محمودیوں کی جان کو سڑائیگا۔ میاں صاحب ہمیں آپ کی فاتحہ خوانی کی ضرورت نہیں۔ مومنین کی فاتحہ خوانی کے لئے

محمودی پیشرو کیلئے عبرت

(۱) نصاریٰ نے جناب مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کیوں کہا۔ جب فریسی جمع ہوئے تو یسوع نے اُن سے پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو وہ کس کا بیٹا ہے اُنھوں نے اس سے کہا داؤد کا اُس نے اُن سے کہا۔ پس داؤد روح کی ہدایت سے کیونکر اُسے خداوند کہتا ہے کہ

خداوند نے میرے خداوند سے کہا۔ میری دہنی طرف بیٹھ۔ جب تک میں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کے نیچے نہ کردوں۔ زبور ۱۱۰

پس جب داؤد اسکو خداوند کہتا ہے تو وہ اُس کا بیٹا کیونکر ٹھہرا اور کوئی اُس کے جواب میں ایک بات نہ بول سکا۔ اور نہ اُس دن سے پھر کسی نے اُس سے سوال کرنے کی جرأت کی متی ۲۲: ۴۱ لغایتہ ۴۶۔

(۲) محمودی پیشرو نے جناب مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ کیوں کہا۔ جب احمدیوں نے محمودی پیشرو کو ایک بدعت قائم کرتے پایا تو محمودی پیشرو نے احمدیوں سے پوچھا کہ تم مسیح موعود کے حق میں کیا سمجھتے ہو وہ کس قسم کا نبی ہے۔ احمدیوں نے اس سے کہا کہ وہ نبی یعنی پیشگوئی کرنے والا۔ الہام کا انعام پانے والا جس کو اسلامی اصطلاح میں مجدد کہتے ہیں محمودی پیشرو نے احمدیوں سے کہا پس جناب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہو کر کیونکر مسیح موعود کو نبی اللہ کہتے ہیں۔

پس جب آنحضرت صلعم مسیح موعود کو نبی اللہ کہتے ہیں تو وہ مجدد کیونکر ٹھہرا۔

ہم احمدی محمودی پیشرو کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ اُسی قسم کے ابتلا میں آئے ہیں جس قسم کے ابتلا میں نصاریٰ تادم اخیر پائے گئے سوچ کر دیکھ حضرت مسیح علیہ السلام ابن اللہ تھا باوجود اس کے کہ حضرت داؤد علیہ السلام روح القدس کی ہدایت سے اُسے کہتا ہے کہ خداوند نے میرے خداوند سے کہا زبور ۱۱۰

جو کہ متی کی انجیل ۲۲: ۴۴ پر درج ہے یہی الفاظ ہیں جن کی بنا پر نصاریٰ جناب مسیح علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اگر نصاریٰ اپنے عقیدہ میں درست ہیں تو پھر آپ کو بھی اپنا عقیدہ مبارک ہو۔ اور اگر نصاریٰ اپنے عقیدہ میں راستی پر نہیں ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ بھی ابتلا میں نہیں آئے۔ کیونکہ وہاں جناب مسیح علیہ السلام جو کہ بزمرہ انبیاء ہیں ان کو نصاریٰ نے ابن اللہ کہا ہے اور یہاں جناب مسیح موعود علیہ السلام جو کہ بزمرہ مجددین ہیں اُن کو آپ نے نبی اللہ کہا ہے۔ ہم احمدی محمودی پیشرو کے مریدوں کو بھی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ محقق بن کر اپنے پیشرو کے ابتلا پر غور کریں اور اپنے باطل عقیدہ کو چھوڑ دیں۔

(خادم محمد سیف الدین احمدی از پشاور شہر)

عقائد محمودیہ سے بیزاری

(۲۱)

مکرمی معظمی جناب مولوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں صدق دل سے تحریر کرتا ہوں کہ میرا وہی مذہب ابتدا سے ہے جو حضرت خواجہ صاحب کا پیغام صلح مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۱۶ء میں صفحہ ۸ پر شائع ہوا ہے اور پہلے اخبار زمیندار میں بھی اشاعت پا چکا ہے۔ میں حضرت میاں صاحب سلمہ قادیانی سے ان مسائل میں کہ (۱) حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت حقیقی ہے اور حضرت صاحب موصوف عرصہ پندرہ سال تک اس کو نہیں سمجھتے رہے اور غلطی سے انکار نبوت کرتے رہے۔ اور کہ (۲) پہلی کتب منسوخ ہو گئیں۔ اختلاف رکھتا ہوں اور اس لئے سلسلہ عالیہ احمدیہ کا حقیقی مذہب وہی سمجھتا ہوں جو خواجہ صاحب شائع فرما چکے ہیں۔ والسلام

نیاز مند محمد شاہنواز از موہنکے۔ جلال آباد ضلع فیروز پور

(۲۲)

بحضور حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور ایداللہ بنصرہ

ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خاکسار مبائعین میاں صاحب میں سے ہے۔ شروع اختلاف سلسلہ سے متذبذب تھا۔ کل بنظر تحقیق مسائل متنازعہ میں لوٹ پہنچا۔ الحمد للہ کہ میری کوشش اکارت نہیں گئی اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ آپ مسئلہ نبوت مسیح موعود میں حق پر ہیں اور فریق میاں صاحب مبالغہ سے کام لے رہا ہے۔ اور غلطی پر ہے۔ دیگر مسائل ضمنی میں مجھے بکلی آپ سے اتفاق ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس مسئلہ پر بذریعہ النبوۃ فی الاسلام روشنی ڈالنے کے لئے جزا ئے خیر دے اور آپ کی معاونت فرمادے۔ بعض بنظر افادہ عام اعلان ہذا ابلاغ خدمت ہے۔ شائع فرمایا جاوے۔

راقم ابراہیم از بھٹنڈہ (باقی آئندہ)

تین کو چار کرنے والا

بگرامی خدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح سلمہ اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الفضل ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کیں حضرت قبلہ میر ناصر نواب صاحب کا مضمون جس کی سرخی ایک افترا کی تردید ہے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ خاکسار نے میر صاحب کی روایت کا وہی مفہوم سمجھا تھا۔ خیر اگر جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کی ہی وہ رویا ہو تو بھی مطلب تو وہی ہے۔ آخر مرزا سلطان احمد صاحب کو چوتھی کرسی بچھانے والے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں لعد بھاولپور والی ممبری کی تعبیر وغیرہ جو حضرت قبلہ میر صاحب نے اب فرمائی ہے واللہ العظیم اُس وقت ہرگز نہ فرمائی تھی۔ مگر پھر بھی خاکسار حضرت میر صاحب کے اس جھوٹ پر لعنت اللہ کہنا ہرگز مناسب نہیں سمجھتا۔ لعنت بازی اور کافر گری ہمارے موجودہ قادیانی بزرگوں کو ہی زیبا اور مبارک رہے۔ احمدی احباب کو اس سے پرہیز ہی لازم ہے۔ بہرحال خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کے رویا کو حسب تعبیر خود میر صاحب سچا مان لیا ہے۔ اور بمصداق پیشگوئی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی قوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار سو برس بعد اسلام قبول کر لی ہے اگر مہدی معہود و مسیح موعود ہو سکتا ہے تو کیا تعجب کی بات ہے کہ تین کو چار کرنے والا اُس عظیم الشان مجدد کا جو حقیقی چوتھا بیٹا ہی ہے نہ ہو سکے ...... اس وقت ظاہر طور پر حقیقی بیٹا تین کو چار کرنے والا خان بہادر ہی ہے۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ خان بہادر صاحب غیر احمدی ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے آنے کے بھی منکر ہیں کیونکر مصلح موعود ہو سکتے ہیں۔ یہ ہمارے قبلہ میر صاحب ہی کی خوش فہمی ہے۔ حضرت ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بذات خود کسی نئے یا پرانے نبی کے آنحضرت کے اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے کے منکر ہیں۔ مگر آپ کو اب سمجھانے کون آپ ملا اور آپ کے موجودہ قادیانی فرزند نے تو استعارات اور محاورات کو ہی محکمات سمجھ لیا ہے۔ فتدبر

مصلح اور مجدد دوں کے آنے کے دو قائل۔ اُن کا مضمون میلاد نبی صلی اللہ علیہ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ پریس میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے

النبوت فی الاسلام کا اثر

عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان ایک قادیان کے رہنے والے کی طرف سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

السلام علیکم۔ بارہا دل میں خیال گذرتا تھا کہ لاہوری پارٹی (پیام پارٹی)، جو قادیان چھوڑ کر مخالف بن گئی ہے۔ ان کی تحریر کو دیکھنا درست نہیں۔ کیونکہ جب کسی غرض کے لئے ایک فریق علیحدہ ہو جاوے تو اس کی بات قابلِ وثوق نہیں سمجھی جاتی۔ گو وہ کیسی ہی غرض کیوں نہ ہو۔ مگر ظاہر ایسی معلوم ہوتا تھا کہ غرض نفسانی ہے۔ جس کے لئے علیحدگی ہے اب جب میں نے النبوۃ فی الاسلام کا مطالعہ کیا اور بغور اُسے پڑھا۔ تو میرے خیالات سابقہ بالکل تبدیل ہو گئے۔ اور میری سمجھ میں یوں آیا کہ چونکہ خداتعالیٰ کو قوم کی صلاحیت منظور تھی۔ اور یہ بھی مدنظر تھا۔ کہ صداقت اور ہدایت کی شعاعیں عالم میں جلوہ گر ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا سامان ہوا۔ کہ قوم کی بہتری اور فلاح کی خاطر ایسے افراد کو منتخب کیا جنہوں نے عوام کی توجہ صراط مستقیم کی طرف پھیری اور ایک غلط اور بھٹکے ہوئے راہ سے ہٹا کر سیدھے اور منزل مقصود پر پہنچنے والے راہ کی طرف قوم کو لے جانا چاہا۔ ذالك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اس سے پہلے کہ اصل مضمون کی طرف عنان قلم پھیری جاوے۔ تمام صاحبان کی خدمت میں بہ ادب التماس ہے۔ کہ میرا دلی عندیہ یا ذاتی خیال نفسانی اغراض کا مطلق نہیں۔ اور میں خدا کے حضور گڑگڑا کر دعا مانگتا ہوں کہ اے اللہ برتر جیسا کہ تو نے میرے دل پر حضرت اقدس کا مسیح موعود اور مہدی مسعود ہونا ظاہر کیا۔ ویسے ہی میرے دل کو توفیق بخش کہ حق اور ناحق میں تمیز کر سکوں۔ کیونکہ جو دل حق سے گریز کرتا ہے۔ وہ ضرور ایک نہ ایک دن مبتلائے عذاب الٰہی ہوگا۔ جو قلب کم ہمتی تعصب اور ناروا جھگڑے سے پر ہو کر بیٹھتا ہے۔ وہ کبھی نہ کبھی برباد ہو جاویگا۔ جس ضمیر میں کہ صداقت کی تڑپ نہیں اور حق جوئی کی تلاش نہیں وہ نہ فقط اسی دنیا ہی میں قابلِ نفرین ہے۔ بلکہ عالم عقبےٰ میں بھی اس کی کچھ قدر نہیں۔ اے خدا تو اپنے بندوں کو توفیق بخش۔ تاکہ وہ راہ ضلالت سے ہٹ کر راہِ راست کی طرف جھکیں اور حق کے طالب بنیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ بہت ایسے ہیں۔ کہ میری اس تحریر کو بیجا سمجھیں گے اور مجھے برا بھلا کہیں گے۔ لیکن امر حق کے ظاہر کرنے کا مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ جو دل خدا سے ڈر کر حق کی طرف رجوع

لائے۔ اُسے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ اب یہ عاجز اصل مدعا کی طرف عنان قلم موڑتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ النبوۃ فی الاسلام مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کے مطالعہ سے میرے دل پر خوب منکشف ہو گیا۔ کہ حضرت اقدس (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) نبی حقیقی نہ تھے۔ مجدد یا محدث اور مسیح موعود اور مہدی تھے۔ جس کے واسطے مندرجہ ذیل دلائل بیان کئے جاتے ہیں لیکن اس سے پیشتر یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ کن دلائل سے پہلے انہیں نبی مانا جاتا تھا۔ اور اب اُن کے جواب میں جیسا کہ میری رائے ناقص میں آیا ہے۔ کیوں نہیں مانا جاتا ناظرین کی خدمت میں بہ ادب التماس ہے۔ کہ اگر خدا نے موقع بخشا اور توفیق الٰہی شامل حال ہوئی۔ تو اپنے خیالات کو جداگانہ قلمبند کیا جاویگا۔ چونکہ اس خط میں اس کی گنجائش نہیں۔ اس لئے مختصر طور پر تحریر کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس سے فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ ہاں بہ توفیق ایزد متعال مفصل طور پر جدا بیان کیا جاوے گا۔ جو ایک کتاب کی صورت میں شائع ہوگا۔ اور عنقریب ناظرین کی خدمت میں پہنچیگا۔ تاکہ سعید روحیں اس سے فائدہ حاصل کریں۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو طاقت بخشے کہ وہ . . . . غلطی میں پڑنے سے بچ جائیں۔ آمین۔ ثم آمین۔ وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ۔ زیر بحث اصل تو یہ ہے۔ کہ کن دلائل سے حضرت اقدس کو نبی مانا جاتا تھا۔ اگرچہ یہ بحث بہت طویل ہے۔ اور بجائے خود ہر ایک جداگانہ شرح کی محتاج ہے۔ مثلاً حقیقۃ النبوت کے قاعدہ کے رو سے (۱) کثرت سے امور غیبیہ سے اطلاع پانا۔ (۲) احادیث میں آنے والے مسیح کو نبی قرار دینا۔ (۳) قرآن شریف کی آیۃ واٰخرین منھم لما یلحقوا یا آیۃ یا بنی اٰدم اما یاتینکم رسل منکم یقصون علیکم اٰیتی۔ یا۔ وما کان ربك مھلك القریٰ حتی یبعث فی امھا رسولاً وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اور سوال جو میرے دل میں دہرے کھٹکتا تھا۔ اور مولوی عبیداللہ صاحب نے پیش کیا تھا وہ یہ تھا۔ کہ ایک یہودی کا سوال ہے۔ کہ حضرت موسےٰ سید المرسلین (رسلوں کے سردار تھے) کیونکہ توریت پر حضرت موسیٰ سے لیکر ملاکی نبی تک یکے بعد دیگرے نبی عمل کرنیوالے آتے رہے۔ اور یہ بات نہ فقط بائبل ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ قرآن شریف بھی اسپر شاہد ہے۔ انا انزلنا التورٰۃ فیھا ھدًی ونور یحکم بھا النبیون سے بھی پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ پس موسوی شریعت پر عمل کرنے والے حضرت موسیٰ سے لیکر ملاکی نبی تک یکے بعد دیگرے رسول گذرتے رہے۔ تو حضرت موسیٰ سید المرسلین کہلائے اب جبکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ کے بعد سلسلہ نبوت بالکل بند ہو گیا ہے۔ اور نبوت پر مہر خاتمہ کی لگ گئی ہے

کہ آگے کوئی نبی نہ ہوگا۔ تو تمہارے پیغمبر سید المرسلین کیسے ہو گئے۔ جبکہ تم اس عقیدہ کو مانتے ہو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کبھی نہ ہوگا اور باب نبوت مسدود ہے۔ تو آپ پر سید المرسلین یعنے رسلوں کے سردار کا لفظ کیسے سچ سکتا ہے کیونکہ سردار تو جبھی ہوگا۔ کہ اس کے ماتحت دیگر برگزیدہ اشخاص ہوں۔ اور یہ تبھی ہوگا۔ جبکہ آنحضرت صلعم کے بعد دیگر نبی آویں۔ جو قرآن شریف پر عمل کرانے والے ہوں۔ ورنہ سید المرسلین کا لفظ چسپاں نہیں ہے۔ یہ ایک سوال تھا جو بجائے خود حل طلب تھا۔ اور جس سے ماننا پڑتا تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں جو قرآن پر محمدی شریعت کے مطابق عمل کرانے والے ہیں اور رسول کریم صلعم اسی وجہ سے سید المرسلین ہیں۔ لیکن اب النبوۃ فی الاسلام کے مطالعہ سے روشن ہو گیا۔ کہ پہلا خیال غلط ہے۔ کیونکہ اوّل تو یہ لازمی ہے۔ کہ دیکھا جاوے کہ آیا حضرت موسیٰ سید المرسلین ہیں یا نہیں۔ بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ سید المرسلین نہیں ہیں۔ کیونکہ حضرت موسےٰ کے بعد جتنے نبی آئے۔ وہ حضرت موسیٰ کے تابع نہ تھے۔ بلکہ وہ براہ راست ذات الٰہی سے فیض یافتہ تھے اور نہ ہی بالکل توریت کے عامل تھے بلکہ حسب موقع ان کی شریعت میں توریت کی تنسیخ یا ترمیم ہو جایا کرتی تھی۔ اور جب حضرت موسیٰ نہ تو اُن کے متبوع تھے۔ اور نہ نازل شدہ کتاب (توریت) پر بالکل عمل کرانے والے تھے تو حضرت موسیٰ کی نسبت سید المرسلین کا لفظ بیجا ہے۔ کیونکہ اس لفظ کا اطلاق تو تبھی ہو سکتا تھا۔ جبکہ مابعد آنے والے نبی موسوی شریعت میں ترمیم یا تنسیخ نہ کرتے اور اُن کو عین موسوی شریعت اور موسوی احکام کی سرمو تابعداری کرنی پڑتی اور کسی امر میں اُن کا اپنا دخل نہ ہوتا تو ہم کہہ سکتے تھے۔ کہ حضرت موسیٰ سید المرسلین ہے لیکن جبکہ ایسا نہیں ہوا یا معاملہ برعکس ہے تو حضرت موسیٰ سید المرسلین نہ ٹھہرے۔ گو اتنی بات ضرور ہے۔ کہ مابعد آمدہ نبی کچھ بھی توریت پر کچھ نہ کچھ عمل کراتے رہے۔ خواہ وہ خود حضرت موسیٰ کی تابعداری سے مستثنیٰ تھے۔ پس فقط یحکم بھا النبیون سے حضرت موسےٰ سید المرسلین نہیں بن سکتے۔ اور اگر اس آیت سے حضرت موسیٰ سید المرسلین بن سکتے ہیں۔ تو ہمارے سرکار سرور کائنات حضرت محمد صلعم تو اُن سے بہتر سے بہتر طور پر سید المرسلین بن سکتے ہیں۔ جسپر ذرا نظر تعمق ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ حضرت رسول صلعم سید المرسلین کیسے ہو سکتے ہیں۔ (۱) تیرہ سو سال سے یہ کتاب محفوظ چلی آتی ہے اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں ہوا۔ اور نہ یہ کتاب ترمیم یا تنسیخ ہوئی۔ اور یہ رتبہ نہ توریت کو ملا۔ نہ کسی اور کتاب

کو۔ یہی خاتم الکتب ہے۔ (۲) حسب وعدہ الٰہی کے ہر صدی کے سر پر مجدد آتے رہے جو احکام الٰہی (قرآن شریف) کی طرف عوام کو دعوت دیتے رہے اور جن کی شان میں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ہے۔ (۳) مرسلوں کا کام ہدایت کو پھیلانا اور دین کو کامل کرنا تھا۔ سو بہ سبب آپ کی ذات بابرکات سے سرانجام ہوئے۔ چونکہ اصل غرض تکمیل ہدایت اور روشنی تھی۔ جو حسب زبان الٰہی الیوم اکملت لکم دینکم پوری ہوئی۔ پس جسکے ہاتھ سے یہ پوری ہوئی وہ سید المرسلین کہلانے کا مستحق ٹھہرا۔ اور یہ کل کمالات کا مجموعہ ہماری سرکار جناب والاشان ہے۔ امید ہے۔ کہ جناب مولینا مولوی علی صاحب جو قوم کی اصلاح کے واسطے خدا کی طرف سے منتخب کئے گئے ہیں۔ اس پر زیادہ روشنی ڈالینگے۔ قاعدہ ہے۔ کہ جب کسی کام کے واسطے برگزیدہ افراد منتخب ہوں۔ تو پھر بھی وہ کام پورا نہ ہو۔ تو ہر دار کی توجہ اس طرف منعطف ہوتی ہے جس کی موجودگی اور کارکردگی سے وہ کام سرانجام پاتا ہے۔ پس جب شریعت اور ہدایت کے احکام پہنچانے کے لئے پہلے نبیوں سے تکمیل نہ ہو سکی تو پھر خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ جس نے تکمیل دین کا کام پورا کرکے الیوم اکملت لکم دینکم کا تاج پہنا اور سید المرسلین کہلائے۔ اور اب اس میں کسی نقص کی گنجائش نہ رہی۔ تو جس کے ہاتھ سے یہ کام سرانجام ہوا۔ اسکو سید المرسلین نہ کہا جاوے تو اور کسے کہا جاوے۔ ؎

عروس ملک کسے در کنار گیرد چست
کہ بوسہ بر لب شمشیر آبدار زند

اب اس سے بڑھ کر ایک اور بات ہے۔ وہ یہ ہے کہ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ والی پیشگوئی جناب حضرت اقدس کی شان میں ہے اور وہ اس طرح پر کہ ارواح محمدی ترقی پاکر تیرہ سو سال تک اس کمال کو پہنچا کہ اس کا بروز کامل اور اکمل ہوکر مسیح موعود کے رنگ میں نمودار ہوا۔ تاکہ وہ باتیں جو پہلے معلوم نہ ہو سکی تھیں۔ اور تاویلات کے رنگ میں تھیں۔ اب اس زمانہ میں حضرت اقدس کے وجود مبارک سے اُن کی حقیقت کھلے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہوا ہے کہ ذات بابرکات آنحضرت صلعم ترقی کرکے ایسی منازل پر پہنچی کہ جسکا بروز حسب تصدیق آیت واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم کے جب ظہور میں آیا تو اس نے وہ نکات کھولے جو پہلے کسی مجدد یا محدث کو معلوم نہ ہوتے۔ کیونکہ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلعم دن میں ستر بار استغفار کیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ درجہ ادنےٰ سے ترقی کرکے جب درجہ اعلےٰ پر پہنچتے۔ تو پہلا مقام ناقص معلوم ہوتا۔ بدیں جہت آپ درجہ سابقہ سے استغفار کرتے اب تیرہ سو برس کی ترقی کا یہ نتیجہ ہوا۔ کہ مسیح موعود فنا فی الرسول ہوکر ان نکات کو حل کرنے والے ہوئے جو پہلے نہ کھلے تھے۔ اگر کوئی اس جگہ یہ کہے کہ اس تقریر سے تو مرزا صاحب کا معاذ اللہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے برتر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو یہ غلط ہے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب نے جو نور انعکاس کیا ہے وہ جمال محمدی سے حاصل کیا ہے اور آپ ہی کے روحانی فیوض کی برکت سے وہ نکات حل ہوئے۔ جن کا پہلے حل ہونا نہیں پایا جاتا۔ اور یہی بات مصداق اس شعر کے ہے۔ ؎

دگر استاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

میرے خیال میں تو یہ بات درست نہیں بیٹھتی۔ بلکہ اس آیت شریف سے تو فقط آنحضرت کی اوائل اور آخر زندگی کا فرق دکھا کر ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ انجام پہ ہمنے تمہیں فتح کامل بخشی اور تیرا آخر ابتداء سے بہت اچھا کیا۔ بات تو اتنی ہے۔ لیکن اگر مانا جاوے کہ وہی مذکورہ بالا بات درست ہے۔ تو اس سے بھی تصدیق نبوت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر بالفرض تصدیق زیادتی علم کی ہو بھی جاوے تو اول تو یہ ارواح محمدی کے فیض کی برکت ہے دوسرے زیادتی علم سے نبوت نہیں ملا کرتی۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں حضرت موسیٰؑ کو حکم ہوا تھا۔ کہ ایک ہمارا بندہ تجھ سے زیادہ عالم ہے۔ گو مفسروں نے اسے خضر کہا ہے۔ مگر قرآن شریف میں تو اُسے عبدا من عبادنا کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ نبی نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف اُسکے نبی ہونے پر شاہد نہیں۔ اور صالح بندہ کو علم بلا توسل تھا۔ اور یہاں تو بوسیلہ ارواح آنحضرت صلعم مانا جاتا ہے۔ خیر کچھ ہی ہو۔ اس آیت سے نبوت تصدیق نہیں ہوتی۔ گو مانا جاوے کہ آپ آنحضرت صلعم کے ظل تھے یا بروز تھے۔ اور نبوت کی ضرورت (جیسا کہ النبوت فی الاسلام سے معلوم ہوا ہے کہ بوجہ تکمیل دین اور تکمیل کتب سماوی کے) اب نہیں رہی۔ پس جب ضرورت نہیں رہی تو جبراً قہراً ایک شخص کو نبوت کی کرسی پر بٹھانا کب درست ہے۔ خدا نے تو بوجہ عدم ضرورت نبوت تشریعی کی کرسی کو اٹھاکر خاتم النبیین فرمادیا مگر اب اسے خواہ مخواہ اسی عہدہ پر بٹھلایا جاتا ہے۔ کیسے تعجب کی بات ہے۔ نہ صرف کلام الٰہی اور احادیث نبوی ہی باب نبوت کے مسدود ہونے کی تصدیق کرتی ہیں بلکہ ائمہ سلف اور جمہور علماء اور خود حضرت اقدس کی تحریروں سے بھی مذکورہ بالا نتائج مترتب ہوتے ہیں۔ پس اتنی شہادتوں سے روگردانی کرکے کس طرح پر یہ بات قابل قبول ہو سکے گی۔ اگر قوم اس پر متفق نہ ہو اور اس کی سمجھ میں نہ آوے۔ تو کچھ خطرہ کی بات نہیں راستی اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور سچائی اپنا جوہر دکھائے گی۔ ثابت قدمی سے انسان خواہ کیسا ناتوان اور کمزور کیوں نہ ہو۔ ضرور ایک نہ ایک دن منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ اولوالعزمی ایسی شئے ہے جس سے مشکل سے مشکل اور سخت سے سخت کام بن پڑے ہیں۔ اللہ راستی کا حامی ہے۔ جن دلوں میں راستی نے گھر کیا ہے۔ وہ ضرور حق کی طرف رجوع لائیں گے اور قبول کریں گے۔

النبوت فی الاسلام کی نسبت میری رائے

صاحبان اس وقت احمدی جماعت دو فریقوں میں منقسم ہے۔ ایک کا دعویٰ ہے کہ حضرت مسیح موعود کامل نبی ہیں مگر بواسطہ یعنی روح محمدی کی فیض حاصل کرکے آپ نبی ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں اگرچہ بہت سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر خود حضرت اقدس کی تحریر غلطی کا ازالہ اس عقیدہ کی بنا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ "خدا کی پاک وحی جو مجھ پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ اور آگے اس کی تشریح یوں کہ کہ میں باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا گیا ہوں۔ کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں۔ بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے جسکا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے۔ یعنی محمدؐ۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھکر اور اس میں ہوکر اور اس کے نام محمدؐ اور احمدؐ سے مسمیٰ ہوکر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی اور اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی۔ کیونکہ میںنے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ آگے پھر دہرا کر خوب سمجھانے کے لئے یوں تحریر فرمایا ہے۔ اس طور سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت میں کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمدؐ ہوں صلے اللہ علیہ وسلم۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمدؐ تک محدود رہی یعنی بہرحال نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہی نبی رہا۔ اور کوئی نہیں۔ جبکہ میں بروزی طور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدیؐ مع نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس

طور پر دعویٰ نبوت کیا۔ اخیر پر یہ فیصلہ کیا ہے۔ اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے۔ کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوے نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں۔ نہ نبی نہ رسول ہوں۔ ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں۔ جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے۔ جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتا ہے وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔ مجھے بروزی صورت میں نبی اور رسول بنایا ہے۔ اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔ مگر بروزی صورت پر

یہ ہے تمام عقیدہ کی بنیاد۔ جس پر حقیقۃ النبوۃ میں نبوت کی عمارت تیار کی گئی۔ اور جس پر میرا ابھی مدت تک ایمان رہا۔ اب النبوت فی الاسلام میں وہ عمارت منہدم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

متذکرہ بالا تحریر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت اقدس نے بروزی۔ ظلی یا انعکاسی طور پر اپنے آپ کو نبی یا مرسل کہا ہے۔ اب فیصلہ طلب یہ بات ہے۔ کہ آیا اس سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ [illegible] موعود نبی یا مرسل تھے یا نہیں۔ اگرچہ اس [illegible] میں گنجائش نہیں کہ پوری بحث کی جاوے۔ البتہ الشرک فی النبوۃ میں اس عقیدہ پر ذرا زیادہ توجہ کی جاویگی۔ لیکن فی الحال اتنا کہدینا کافی ہے۔ کہ اگر حضرت اقدس نے اپنے آپ کو بروزی رنگ میں نبی یا رسول کہا۔ تو کیا اس سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے۔ کہ وہ اصل رسول ہو جائیں گے۔ غلط ہے اور بالکل غلط ہے۔ ایسا تو اور اولیاء صاحب کرامت نے بھی کہا ہے۔ گو یہ صحیح ہے۔ کہ سایہ اور عکس اپنے اصل سے جدا نہیں ہوتا۔ لیکن بذات خود وہ ایسی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور اس قابل بھی نہیں کہ دوسروں کو اس سے کچھ فائدہ پہنچ سکے۔ اور یہ جو کچھ آپکو مرتبہ حاصل ہوئے۔ (بروز) بوجہ کامل امتی ہونے کے محدثیت کا درجہ حاصل کرنے سے ملا۔ پس نہیں کہا جا سکتا۔ کہ بروزی رنگ میں اگر درجہ نبوت ملجاوے۔ تو وہ حقیقی نبوت تک پہنچ جاتا ہے۔ باقی امور غیبیہ پر اطلاع پانے سے بھی نبی نہیں بن سکتا جس کی النبوت فی الاسلام میں خوب بحث کی گئی ہے۔ یہ عاجز اس کتاب کو پڑھتا تھا۔ اور حیران ہو ہو جاتا تھا۔ کہ کیسے عمدہ اور درست دلائل مسئلہ نبوت پر باندھے گئے ہیں۔ اور کیسے حق اور راست اصول اس میں کھولے گئے ہیں۔ اگر کوئی اس کتاب کو زیر مطالعہ لاکر کسی نبی کا منتظر رہے۔ اور باب نبوت کھلا سمجھے تو تعجب ہی ہے۔ معلوم ہوگا کہ نہ تو اس کا کلام الٰہی پر یقین ہے۔ نہ حدیث رسول صلعم پر نہ اقوال ائمہ بزرگ سلف

صالحین پر۔ ورنہ خود حضرت اقدس کی تحریر ہی پر عمل۔ بھلا جب ان سے یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ قبر میں جب سوال کیا جائیگا کہ من نبیک یعنی تیرا نبی کون ہے۔ تو کیا جواب دیا جائیگا کہ غلام احمد مسیح موعود یا محمد رسول اللہ صلعم۔ اگر یہ جواب ہو کہ مسیح موعود نبی ہیں تو کیا اس پر جرح نہ ہوگی۔ کہ کون سے اصول سے نبی ہیں۔ تو پھر اگر اس کا یہ جواب دیا جاوے کہ وہ فنا فی الرسول ہو کر محدثیت کی چادر اوڑھے ہوئے بروزیت کے رنگ میں نبی یا مرسل ہوئے تھے تو اس جواب پر سزا نہ ملیگی۔ کہ تم اصل کو چھوڑ کر واسطہ کا نام کیوں لیتے ہو۔ کیا اصلیت کو تم نے مٹا دیا تھا۔ کہ تم اس سے اعراض کرکے انعکاس کی طرف لوٹ گئے۔ میرا اس تحریر سے یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ حضرت اقدس کو امام زمان سمجھ کر بیعت نہ کی جائے۔ یا اس سلسلہ میں جو خدا کا قائم کیا ہوا ہے۔ داخل نہ ہونا چاہیئے۔ بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو نہ سمجھا۔ وہ جاہلانہ موت مرتا ہے۔ ہاں میرا تو یہ خیال ہے کہ نبی نہ سمجھا جاوے۔ محدث سمجھنا اور ہے۔ نبی سمجھنا اور۔ نبی تو وہی مدینہ والا ہی رہنے دیجئے۔ محدث اور بروزی نبی تو کئی ہوئے۔ اور ہوتے رہینگے۔ وہ لوگ جو شان نبوت سے بے خبر ہیں۔ یا وہ جو پشت ہا پشت سے اسلام کی حقانیت سے بے خبر ہوں۔ یا جنکے آباؤ اجداد ہندو۔ آریہ۔ سکھ وغیرہ اقوام سے تھے۔ اور اب وہ دین اسلام میں داخل ہوئے۔ یا جنہیں اپنا الّو سیدھا کرنے کی غرض ہے۔ بیشک اس بات کے ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ کہ باب نبوت مسدود نہیں ہے گو بوجہ تکمیل دین اور ہدایت کے اسکی ضرورت نہ رہی لیکن جنکو وراثت میں اسلام سے حصہ ملا ہے۔ اور بعد تحقیق انہوں نے اسلام کی خوبیوں کو دل میں جاگزین کرکے اسے قبول کیا ہے۔ اور شان نبوت سے واقف ہیں۔ وہ کبھی بھی ایک دم کے لئے اس بات کے قبول کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ کہ نبوت کاملہ امتی کو بوسیلہ آنحضرت صلعم مل سکتی ہے۔ بلکہ لا نبی بعدی والی حدیث نبوی کا فرمان واجب الاذعان سُن کر ضرور سر تسلیم خم کریں گے۔ نہ تو نبوت اکتسابی ہے نہ بالواسطہ اور یہ ایک غلط خیال تھا جو ہم لوگوں میں پھیل گیا۔ اللہ ایسے خیالات سے محفوظ رکھے۔ جب ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک ڈپٹی کلکٹر دوسرے کو اپنے جیسا نہیں کر سکتا۔ فنانشل کمشنر دوسرے کو فنانشل کمشنر نہیں بنا سکتا۔ تو حقیقی نبوت جو محض عطائے الٰہی ہے۔ یہ کب بوسیلہ آنحضرت صلعم مل سکتی ہے۔ بروز اور بات ہے۔ حقیقی نبوت اور ہے۔ نہ

شیر قالیں اور شیر نیستاں اور ہے

نبوت نہ ہوئی بچوں کا کھیل ہوا۔ کہ بالواسطہ ملی ہوئے تمام جماعت احمدیہ جو اس طور پر اکتسابی نبوت پر [illegible]

رکھتے ہیں۔ انہیں چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ کوئی صاحب ایسی نظیر پیش کریں۔ کہ پہلے بھی فلاں نبی کو اکتسابی نبوت یا بالواسطہ نبوت ملی تھی۔ ورنہ یاد رکھیں کہ یہ ان کا فقط کہنا ہی کہنا ہے۔ ثبوت کچھ نہیں سہ

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

مجھے ایک مضمون پڑھ کر نہایت جرأت ہوئی جو ۱۵ یا ۱۶ ستمبر ۱۹۱۵ء کو الفضل میں چھپا تھا۔ جس کا ہیڈنگ یہ تھا۔ مسیح موعود محمد است وعین محمد است۔ مختصر طور پر تحریر ہے کہ غور طلب تو یہ بات ہے۔ کہ عین محمدؐ سے مراد کیا ہے۔ اگر ہم عین محمدؐ سے یہ مراد لیں کہ ذات پاک آنحضرت صلعم مرزا صاحب میں نمودار ہوئی۔ تو خواہ مخواہ ہمیں آواگون کا مسئلہ ماننا پڑتا ہے۔ کیونکہ جب کسی کو کہا جاوے کہ وہ مثل شیر یا چاند ہے تو ظاہر ہے کہ اس کی مراد بہادری یا خوبصورتی کی ہوگی۔ لیکن جب یہ کہا جاوے کہ وہ عین شیر ہے۔ تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کے پنجے ملائم نرم گدیدار۔ ناخن تیز۔ منہ چوڑا چپٹا سر گول۔ کھال چتکبری اور تمام قوائے بہیمیہ شیر والے اس میں موجود ہیں۔ ایسا ہی جب کہیں کہ وہ عین چاند ہے تو مراد فقط خوبصورتی ہی نہیں بلکہ وہ ایک کرۂ معلق ہے اور زمین کے گرد گھومتا ہے۔ آفتاب سے روشنی حاصل کرتا ہے نظام شمسی کے ماتحت ہے۔ پس یہ عین کا لفظ نہ تو کبھی سُنا اور نہ یہ منطق سمجھ میں ہی آیا کہ عین محمدؐ سے کیا مطلب ہے۔ میرے خیال میں تو گذرتا ہے کہ عین سے تو مسئلہ تناسخ درست ہے غرض یہ ایسی مضحکہ خیز بات تھی کہ جس کا نہ سر تھا نہ پیر۔ اس مضمون کے تحریر کرنیوالے لاجواب دستگاہ ہیں چونکہ اس چھوٹے سے مکتوب میں تمام و کمال جوابات نبوت کے مسئلہ کے متعلق بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے اس لئے اب ایک علیحدہ کتاب الشرک فی النبوۃ تیار ہوگی۔ اس میں ذرا واضح طور پر بیان کیا جائیگا تاکہ ناظرین حقیقت نبوت سے آگاہی پاکر نبوت میں غیر کی شراکت نہ سمجھیں۔ بلکہ نبوت ایک ہی ہے جو ہمارے آقا۔ مولےٰ جناب سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فداہ امی وابی کو عطا ہوئی۔ اور انکے واسطے مختص ہوئی۔ میں نے پیشتر بھی تحریر کیا اور اب بھی یہی تحریر ہے کہ میری ذاتی غرض کسی سے بغض وعداوت کی نہیں اور نہ کسی خاص سے خطاب ہے۔ فقط راست جوئی اور حق طلبی ہے۔ الحق مرٌّ۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور جناب مولوی صاحب کا تہ دل سے شکر گذار ہوں۔ کہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے حقیقت نبوت میرے دل پر منکشف ہوئی۔ مکرر سہ کرر یہی گذارش ہے۔ کہ کسی کی تحریک یا لاگ سے میں نے تحریر نہیں کیا۔ میں نے وہی بات لکھی ہے۔ جسے میری روح نے منظور کیا ہے ۞

بالآخر عرض ہے۔ اگر دسمبر کی تعطیلات میں ایام جلسہ میں کسی صاحب

لا یحب اللہ الجہر بالسوء من القول الا من ظلم

قادیان کے اخبار الحکم، الفضل، الفاروق اور سابق الحق میں جس قدر بد زبانی مسیح موعود کے اصحاب کے متعلق کی گئی ہے اسکو ہم اکثر اوقات خاموشی سے سنتے رہے ہیں۔ پیران ظالموں نے ایک یہ طریق اختیار کیا کہ حضرت صاحب کے الہامات کو لیکر ہم کو کافر اور مرتد ثابت کیا جائے۔ افسوس کہ ان ناعاقبت اندیشوں نے سارا زور تو اپنوں کے خلاف لگا دیا۔ اشاعت اسلام کا کام کیا کریں گے۔ خطبے میں تو خلافت مزعومہ اور اس کے فرضی دشمنوں پر صرف ہوتے ہیں۔ اخبار میں تو ان کے اوراق فضول عمر کی طرح اور لیت اختلاف رکھنے والوں پر لعنتوں میں صرف ہوتے ہیں۔ بات سمجھ ہوتی ہے اسکو لیکر جاہلوں اور دوام تقلید میں گرفتاروں کو خوش کرنے کے لئے کچھ کا کچھ بنا کر کہہ دیتے ہیں۔ دشرارت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے خلاف جھوٹ بولنے پر صرف کرتے ہیں۔ کبھی اس کا کالج بند کرنے کی خبریں اڑاتے ہیں۔ کبھی اس کے اغراض [illegible] اور حامیوں کو کسی کو اسلام سے مرتد کسی کو احمدیت سے مرتد مشہور کرتے ہیں۔ وہ شخص جس نے اس زمانہ میں اسلام کی خدمت کا یگانہ کام کیا تھا۔ ذرات اس کے خلاف منصوبوں اور کوششوں میں صرف ہو رہا ہے۔ مگر وہ یاد رکھیں۔ کہ خواجہ صاحب پر اپنی کوششیں صرف کر کے فسینفقونہا ثم تکون علیہم حسرۃ کے مصداق ہونگے کیونکہ یہ اسلام کے ایک سرسبز مشن کے خلاف کوششیں ہیں۔ اور اللہ تعالے اپنے دین کے ساتھ دشمنی کو بار آور نہیں ہونے دیگا۔ خواجہ صاحب کی جو عزت افزائی حیدر آباد دکن میں ہوئی اس نے ان حاسدوں کے سینہ کے اندر آگ کے شعلے بلند کر دیئے ہیں۔ اس لئے طرح طرح کے کمینہ حملوں میں سے جو خواجہ صاحب پر کئے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ چونکہ حضور نظام نے عزت افزائی کے طور پر اپنے خاص جلوس میں خواجہ صاحب کو شریک فرمایا۔ جس میں ہاتھی کی سواری بھی تھی۔ اس لئے ان ظالموں نے کہہ دیا کہ اب خواجہ صاحب اصحاب الفیل بن گئے۔ حالانکہ اگر اصحاب الفیل کہلانے کا استحقاق ہے تو وہ وہ قوم ہے جو اہل قبلہ کو کافر قرار دیکر گویا خانہ کعبہ پر حملہ کر رہی ہے۔ اور سب لوگ اس کے گذشتہ مرشدان کو ایسی ناپاک باتوں سے روکنا [illegible] ابھی جلسہ سالانہ پر تقریر کرتے ہوئے اس بات پر زور دیا۔ کہ خواجہ صاحب کو اور ان کے رفقا کو اصحاب الفیل ٹھیرائے۔ اس لئے ہمارے احباب بھی محض اس غیرت کی وجہ سے جو ایک حقیقی خادم اسلام کے لئے ان کے دل میں ہونی چاہیئے۔ ایسے مضامین لکھنے پر مجبور ہیں۔ جن میں سے ایک ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ جس میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اصحاب الفیل کے مصداق تو خود یہی لوگ بنتے ہیں۔ ہم تو چاہتے تھے کہ یہ سلسلہ بند ہو۔ اور اشاعت اسلام کے کام میں لگیں۔ مگر میاں صاحب کی چونکہ ادھر سے عزت کی جاتی ہے اس لئے دن بدن وہ اپنی کبر و نخوت میں ترقی کر رہے ہیں۔ اس لئے کبھی کبھی یہ ترکی بترکی جواب دینے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک عظیم الشان پیشگوئی اصحاب الفیل کا ظہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و الصلوۃ والسلام علی حبیبہ وصفیہ

الہام الٰہی

الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الم یجعل کیدھم فی تضلیل ط۔

قرآن شریف کی تفاسیر قدیمہ میں اس سورۃ کی تفسیر اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ صفار کا ایک عیسائی بادشاہ ابرہہ نامی نے دیکھا کہ دنیا کے لاکھوں ہزاروں انسان حج کے لئے مکہ شریف جاتے ہیں۔ اور وہاں کے مجاوروں اور باشندوں کو اس سے بڑی آمدنی ہوتی ہے۔ اس لالچ میں آکر اس نے اپنا ایک گرجا بنا کر لوگوں کو وہاں حج کرنے کے لئے مجبور کیا اور یہ ارادہ کیا کہ مکہ شریف کو بیخ و بن سے گرا دیا جائے۔ تاکہ آئندہ حج کے لئے وہاں کوئی نہ جانے پائے۔ اس ارادہ سے شاہ ابرہہ ایک جرار فوج معہ ایک نامی ہاتھی کے لیکر مکہ پر چڑھ آیا۔ مگر بیان یہ باختلاف روایات تفسیر کچھ ایسی آفت نازل ہوئی کہ وہ خود ہی تباہ ہو گیا۔ اور حرم کعبہ کو خدا تعالے نے اس کے شر سے بچا لیا۔ مختصر یہ کہ چونکہ تمام قدیم علماء اہل اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن شریف میں جو قصص ماضیہ مذکور ہیں۔ ان میں آئندہ زمانہ کے لئے پیشگوئیاں اور امثال اور کنایات بھی ہیں۔ پس اس لئے خدا تعالے نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق جو ہمیشہ اپنے اولیاء اور مجددین امت محمدیہ پر آیات قرآنی بطور الہام نازل فرماتا رہا ہے۔ اب بھی اس نے ایک ولی اللہ مجدد الوقت مسیح الزمان مہدی دوران حضرت مرزا غلام احمد صاحب مرحوم مغفور پر اسی سورۃ کا ایک حصہ مذکورہ بالا بطور الہام نازل فرمایا اور جس طرح پہلے خدا تعالے نے اس پیشگوئی کو مکہ میں تمثالی طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پورا کیا یعنی کہ ائمۃ الکفر کو فیل اور ان کے اعوان کو اصحاب الفیل سے تشبیہ دی اور حضرت خاتم النبیین کے وجود یا ختم نبوت کو کعبہ سے تشبیہ دی۔ اسی طرح اب بھی خدا تعالے نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اسلامی کو کعبہ سے تشبیہ دی ہے۔ اور مسیح موعود کی تعلیم الوصیت وغیرہ تحریرات کو منسوخ اور تحریف کرنے والوں کو اصحاب الفیل قرار دیا گیا ہے۔ پہلے اصحاب الفیل کا حملہ چونکہ سیف و سنان سے تھا۔ اس لئے وہ سیف و سنان سے ہلاک کئے گئے۔ اور بروز احمد کے دشمنوں کا حملہ چونکہ قلم و زبان سے ہے ....

.... اس لئے انکو قلم و زبان سے مطابق آیۃ من هلک عن بینۃ ہلاک کیا گیا چنانچہ قادیان کے ذریعہ اصحاب فیل میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے۔ جو اپنے دعاوی اور دلائل پر موکد بعذاب حلف اٹھا سکے۔

ناظرین حیران ہونگے کہ الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل کا موجودہ قادیانی گروہ سے کیا تعلق اور مناسبت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ بات مسلم ہے کہ یہ آیت قرآن بطور پیشگوئی ہے۔ اور پیشگوئیوں میں امثال کا ذکر ہوتا ہے۔ جیسے کہ حدیث ینزل فیکم ابن مریم تا وامامکم منکم اس میں یہ نہیں فرمایا کہ ینزل فیکم غلام احمد وغیرہ۔ کیونکہ اس میں مسیح ابن مریم سے مماثلت ہرگز ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ اور ابن مریم کہنے سے کمال مماثلت ثابت ہو گئی۔ اسی طرح اس سورہ فیل کا خدا تعالے نے بغرض کمال مماثلت فیل نام رکھا۔ ورنہ بلحاظ واقعات اس کا نام سورۃ ابرہہ چاہیئے تھا۔ کیونکہ بانی مبانی اس فتنہ کا ابرہہ تھا۔ نہ کہ حیوان مطلق فیل۔ اس کے علاوہ بغرض اتمام مماثلت خدا نے فیل کے لفظ سے پیشگوئی فرمائی۔ اور مجموعہ چونکہ اس فیل کا اصلی نام محمود تھا۔ [illegible] ظاہر فرمایا کہ اس فیل سے مراد محمود کا فعل

نیل یعنے محمود آیندہ بھی ایک پیدا ہوگا[1]۔ اور کہ جس طرح پہلے مکہ کے اصحاب نیل خاتم النبیین کی نبوت کے دشمن تھے۔ ویسے ہی قادیان کے اصحاب الفیل حضرت خاتم النبیین کے سد ختم نبوت کے دشمن نکلے اور مرزا صاحب جو ہمیشہ سے حقیقی اور اصلی نبوت کے دعوے سے مرنے تک انکاری رہے۔ اب یہ محمود ثانی . . . . . . محض قیام خلافت کے لئے مرزا صاحب کے سر پر غیر تشریعی حقیقی نبوت کا الزام تھوپکر سد ختم نبوت کو اٹھا رہا ہے۔ اور جس طرح مکہ کے اصحاب الفیل نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کو اظہار حق سے روکا اور ان پر پتھر پھینکے اور حد سے زیادہ توہین اور بدزبانی ان کی نسبت شروع کیگئی اسی طرح اصحاب الفیل قادیان نے اس بروز احمد کے صحابہ کو تقریروں سے روکا۔ اور ان پر پتھر پھینکے۔ اور ان کے ساتھ سخت بدزبانی سے پیش آئے۔ اور جس طرح وہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مکہ کے اصحاب الفیل سے تنگ آکر مکہ سے مدینہ میں ہجرت کر گئے اور کئی عیسائی ممالک اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہوگئے۔ اسی طرح اس بروز احمد کے صحابہ سلمہم اللہ تعالےٰ بفضلہ بھی اصحاب الفیل قادیان کی شرارتوں سے تنگ آکر قادیان سے ہجرت کرکے مدینۃ المسیح یعنے لاہور چلے گئے۔ اور جس طرح ان صحابہ کے مکہ سے چلے جانے کے بعد اصحاب نیل مکہ اپنی کثرت پر نازاں اور بغلیں بجاتے تھے۔ اسی طرح اصحاب الفیل قادیان مسیح موعود کے جان نثار صحابہ کے چلے جانے اور اپنی کثرت پر نازاں اور بغلیں بجاتے ہیں۔ اور جس طرح اصحاب الفیل مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو بے دین اور منکر صحف ابراہیم علیہ السلام قرار دیتے تھے۔ اسی اصحاب الفیل قادیان اس ابراہیم ثانی مسیح موعود کے سچے خدام اور تابعداروں کو منکرین مسیح اور بنیفرمان قرار دیتے ہیں۔ اور جس طرح مکہ کے اصحاب الفیل اپنے خود ساختہ خیالات خلاف شریعت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ویسے اصحاب الفیل قادیان اپنے خود ساختہ اصول اور خرافات کو اس ابراہیم ثانی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ مثلاً مصلح موعود کے الہامی یقین یا قومی چندوں میں سے اپنی ذات پر خرچ کرنا یا حقیقی غیر تشریعی نبوت کا دعوےٰ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ فرقہ محمودیہ نیلیہ کا تمام اہل اسلام پر عموماً اور نظام حیدرآباد اور اس کے ارکان سلطنت اور خواجہ صاحب پر خصوصاً ایک کینہ ہے حضرت خواجہ صاحب نظام حیدرآباد دکن کی طرف سے بطور عزت افزائی ہاتھی پر سوار کرایا جانے ست . . . . . . اپنے آقا و مرشد مسیح موعود کے اس الہام کا مصداق نہیں ہو سکتے بلکہ محمود ثانی۔ اور اس کے اصحاب مطابق اوسے اس کے مصداق ہیں کہ جن کے نام اور اوصاف بھی اصحاب نیل مکہ کے سے ہیں۔ اور قادیانی گروہ نے یہ مان لیا ہے کہ یہ الہام اپنی ہی جماعت کی نسبت ہے۔ الہام الٰہی میں نام اور اوصاف تو انکے ہوں اور مصداق پیشگوئی کے اور . . . . . بیچارے ہوں۔ اگر یہ حیدرآباد دکن میں انکی کتاب بدبر از نفاق جس میں گویا ایک حقیقی کامل نبی کو درجہ نبوۃ سے گرا کر صرف ایک امتی مجدد مسیح موعود امامکم منکم کا مصداق بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ بقبول نہ ہوئی تو کیا اس کا یہی علاج تھا۔ کہ خواجہ صاحب کو سامنے رکھکر اصلی مالکان ہاتھی کو اصحاب الفیل قرار دیا جانا اصحاب توضیح کا نقطہ ہے۔ اور خواجہ صاحب تو فرد واحد ہے۔ اس جمع میں بتاؤ بجز مالکان ہاتھی کے اور کون شامل سمجھا جا سکتا ہے۔ اصحاب فیل قادیان کا یہ اصول کہ جو ہاتھی پر سوار ہوا وہی اصحاب نیل ہے کیا یہ مسیح موعود کی پیشگوئیوں پر تمسخر اڑانا نہیں جس سے انکی احمدیت کی قلعی کھلتی ہے اگر اس طرح کی سواری سے کوئی اصحاب الفیل کہلا سکتا ہے تو تم اور تمہارے محمود ثانی جو ہمیشہ بیل پر سوار ہوا کرتے ہو کیوں تم کو اصحاب حمار الدجال نہ سمجھا جائے۔ اور خود سوچو کہ یہ نزد کہاں۔ اور کس کس پر پڑتی ہے ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

جس طرح اصحاب نیل مکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف منصوبے سوچتے اور شائع کرتے تھے۔ ویسے اصحاب فیل قادیان خلاف تعلیم مسیح موعود منصوبے سوچتے۔ اور ان کی تعلیم کے خلاف اپنے خیالات شائع کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً مسیح موعود نے صرف اپنے اجتہاد سے سبز اشتہار کے حاشیہ میں لکھدیا تھا کہ مصلح موعود کا نام محمود ہوگا۔ اور پھر جب ان کو ایک کشف میں محمود کا نام دیوار پر لکھا ہوا دکھایا گیا[2]۔ اور الہام یموت و اسکر یوملی بھی ہوگیا۔ اور اس محمود ثانی کی طفیل ایک بڑے لائق ذی علم کاتب اور سجادہ نشین کو قادیان سے جانا پڑا وغیرہ تو حضور کا وہ خیال جو اس محمود ثانی کے مصلح موعود ہونے کی نسبت تھا بدل گیا۔ اور اپنی کتاب حجۃ اللہ کے صفحہ ۱۰ پر بار بار اپنی اس اجتہادی غلطی کا اعتراف کیا۔ اور اس محمود ثانی کو الہامی مصلح موعود قرار دینے والوں پر تین دفعہ لعنت بھیجی ہے۔ اور چونکہ اصلی الہامی عبارت میں مصلح موعود کی یہ شرط لگائی گئی ہے۔ کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا اس لئے حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں جابجا اس محمود ثانی کو سب سے پہلا اور بڑا لڑکا لکھا ہے تاکہ اس سبز اشتہار کی اجتہادی عبارت کی اچھی تردید ہو جائے۔ اور کوئی خبیث روح اس محمود ثانی کو تین کو چار کرنے والا مصلح موعود قرار نہ دے سکے۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم سراج منیر۔ نزول المسیح۔ تریاق القلوب۔ حقیقۃ الوحی۔ وغیرہ۔

مگر اصحاب فیل قادیان کی گنتی سنئے جناب مرزا سلطان احمد صاحب پہلا فضل احمد دوسرا۔ بشیر اول تیسرا۔ محمود احمد چوتھا۔ دیکھو رسالہ پسر مصلح موعود صفحہ ۲۹- مؤلفہ پیر منظور محمد محمودی۔ مقیم قادیان۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجود معترضین کے اعتراضات کے کبھی اس محمود ثانی کو مصلح موعود قرار نہیں دیا۔ جبکہ مسیح موعود کا صاف الہام موجود ہے کہ ترمی نسلا بعیدًا مظہر الحق والعلٰے کان اللہ نزل من السماء۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مصلح موعود نسل بعیدہ میں سے ہوگا۔ مگر لالچی اور خود غرض اندھے کب کسی کی ملتے ہیں۔ بعض اصحاب الفیل قادیان حضرت صاحب کا یہ شعر سنا کر لوگوں کو دھوکے دیتے ہیں۔

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا

کہتے ہیں اگر مصلح موعود پوتا ہوتا تو مصرعہ یوں ہوتا۔ ع بشارت دی کہ اک پوتا ہے تیرا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب الہام مذکورہ بالا

---

[1] تفسیر ابن جبیر تفسیر معالم التنزیل تفسیر بیضاوی تفسیر نیشاپوری۔ تفسیر حسینی۔ لغت منتہی الارب وغیرہ کتب تواریخ و تفاسیر سے ثابت ہے کہ سورۃ نیل اس نیل کا نام محمود تھا۔ اور جس طرح پہلا نیل اپنے ہم جنسوں کا امام یا خلیفہ تھا ویسا ہی یہ محمود ثانی بھی اپنے ہم جنسوں کا امام و خلیفہ ہے۔ فتدبروا

[2] اس کشف میں یہ اشارہ تھا کہ جس طرح پہلا محمود روحانیت سے خالی تھا۔ ویسا ہی یہ بھی ہے۔ اور جس طرح پہلا محمود ڈھادینے والا کعبہ تھا ویسا ہی یہ محمود بھی ڈھانے والا سد ختم نبوۃ ہے

نزی نسلاً بعید ا الخ موجود ہے۔ تو پیران تاویلات رکیکہ کی کیا ضرورت ہو۔ ہم قرآن شریف کی کئی آیات میں ابن کا لفظ پوتوں پر بولا گیا ہے۔ مثلاً یا بنی اسرائیل۔ یا بنی آدم۔ پھر بنو امیہ بنو عباس۔ بنو قریظہ وغیرہ قبائل کے نام ہیں مزید اطمینان کے لئے دیکھو تشحیذ بابت ماہ جلد ۳ سنہ ہجری۔ صفحہ ۲۹۶ سے صفحہ ۳۰۰ تک مصلح موعود کے لئے اصلی الہام میں یہ شرط ہے کہ وہ صاحب شوکت و دولت۔ جاہ و جلال ہو گا۔ اور محمود ثانی اپنے اس رسالہ تشحیذ کے صفحہ ۳۰۰ پر تسلیم کرتا ہے۔ کہ "وہ مصلح موعود بھی نبی کی خصلتوں پر ہو گا۔ لہذا سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ اس جلال کے ساتھ آئیگا۔ گویا اس کے زمانہ میں خدا خود زمین پر اترائیگا۔" مختصراً اور محمود ثانی تو اپنے آپ کو اپنے پہلے ٹریکٹ موسوم بہ کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے۔ کے صفحہ ۹ پر اپنے آپ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مثیل بلکہ عمر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہاں بھی زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور بجائے صاحب دولت ہونے کے یہ حضور والا اپنی ذاتی جائداد کی آمدنی پر کفایت نہ کرکے اور نذر و نیاز کا روپیہ الگ ہضم کرکے قومی روپیہ میں سے بھی تین ہزار تین سو لیکر ابھی هل من مزید فرماتے ہیں۔ اور اسی غرض کے لئے ایک انجمن ترقی اسلام۔ صدر انجمن سے الگ بنائی ہے۔ تاکہ حساب کتاب شائع نہ کرنا پڑے۔ ع

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

خدا کی شان حضرت آدم سے لیکر تیرھویں صدی تک تو خدا کے مامور کرغیر ماموروں کی غلطیوں کی اصلاح کرتے تھے۔ مگر چودھویں میں ایک غیر مامور ...... ہو کر خدا کے مامور مسیح موعود بلکہ بقول بعض جہلا عین محمد کی غلطیاں نکال رہا ہے۔ ع

ببریں عقل و دانش بباید گریست

بالآخر میں میر ناصر علی صاحب اڈیٹر فاروق کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے حضرت صاحب کے الہام الم تر کیف فعل ربک الخ کو حضرت مسیح موعود کے حقیقی پیرو حضرت خواجہ صاحب پر چسپاں کرکے مجھے اس الہام کی حقیقت حال اور اس کے اصلی مصداق سے آگاہ ہونے کے لئے توجہ دلائی۔ اگر میر صاحب یہ نہ لکھتے۔ تو مجھے کیا معلوم تھا کہ اس قبیل کا مصداق محمود ثانی ہے۔

والسلام

محمد یمین از دانہ

مانسہرہ۔ ضلع ہزارہ

نامۂ فارسی

از جناب مولانا محمد ابراہیم صاحب خیرپور میر

مولانا محمد ابراہیم صاحب کے ایک دو مضامین اس سے پیشتر بھی بمعہ اردو ترجمہ کے طبع ہو چکے ہیں اب ان کا ایک اور طویل الذیل خط اندرونی اختلافات سلسلہ کے متعلق حضرت امیر ایدہ اللہ کے موصول ہوا ہے جسے بغیر ترجمہ کے ہی اس لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ترجمہ کرنے میں اس کی اشاعت میں بہت دیر ہو جانے کا اندیشہ ہے اور اس صورت میں مضمون پرانا ہو کر بے لطف ہو جاتا ہے ممکن ہے کسی آئندہ اشاعت میں بشرط ضرورت اس کا ترجمہ بھی شائع کیا جائے۔

اڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

از بحث و تکرار چہ گویم چہ نویسم
دل میکشد آزار چہ گویم چہ نویسم
خجلت کش عجز است چہ تحریر و چہ تقریر
یعنی کم و بسیار چہ گویم چہ نویسم

مکرر و معزز و محترم بندہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ دو نوازشنامہ ایشاں رسیدہ۔ بندہ ناچیز را سرفراز ساخت۔ باعث التوا یکے کسل طبعی بندہ است کہ ہمیشہ دامنگیر حال است دوم گذاشتن جائے کہنہ و منتقل بمکان جدید گشتن و درستی اسباب خانہ وغیرہ بود سوم دریں روزہا در خیرپور بیماری زکام و چشم کہ اکثر اطفال را عارض میگردیدہ است۔ باعث ایں ہمہ دیر شد۔ چہارم لاحظہ عزت آنکرم جرأت بندہ را کم کردہ نگذاشت کہ بفضولی پیش آید و بحرف پوچ خود را در جمع علماء رسوا نماید ے

یارب ز حیا سر بگریبا نم دار
در راہ ادب پاسے بدامانم دار
من جملہ عیوب و خلق افشا مشتاق
ستار توئی ز خلق پنہا نم دار

اکنوں بخیال آنکہ مبادا خموشی بندہ احتمال سوء ظنی پیدا گرداند بایں چند سطور اظہار ما فی الضمیر خویش واجب میداند امید کہ بحکم واذا مروا باللغو مروا کراما با غماز کریمانہ بران متوجہ خواہید گشت۔ و از قصور یکہ لازم تحریر و تقریر ہر نا فضل است۔ در گذر خواہید گذشت

وھو ھذا

بندہ بدل خواہاں اینست کہ دریں عالم حجابیکہ مدار آں بر دنیا بگو یا بشنو گفت و شنید است انجام سے باشد فیما بین احمدیاں در امور دینی بطرزی متحد باشد و مودبانہ تبادلہ خیالات باہمی بودہ بر معلومات یکدیگرے افزودہ باشد و نیز با جناب میاں صاحب محبت دارد و خیر دارین اوشاں میخواہد امید کہ اوشاں نیز و تطہیر کوشیدہ عمل بر فاستبقوا الخیرات خواہند نمود و جمیع احمدیاں را فرزندان روحانی حضرت اقدس خواہند پنداشت تا بحکم اینما تکونوا یاتِ بکم اللہ جمیعا از تفرقہ اہبطوا بعضکم لبعض عدو رستہ بہشت جمعیت حقیقی توانں آسود۔ چرا کہ خروج آدم علیہ السلام از بہشتی کہ دراں ساکن بود بواسطۂ زوج بودہ است کہ بحکم آیات بینات آخر سورہ تحریم است۔ عبارۃ از النساء۔ ورنہ حاشا کہ مقبول آلہی کاہی مردود گردیدہ باشد و مسجود ملک الموت بماعول رسیدہ

علاوہ براں مجموعۂ کمال انا اعطینٰک الکوثر و ایضا ما کان محمد ابا احد من رجالکم۔ ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کہ خاصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم است و ایمائے قطع تعلقات و تشخصات ازاں مسلم ممکن نیست کہ در ظل اتم او کہ حضرت اقدس یعنی خاتم الخلفاء سے باشند بودہ باشد چنانچہ الہام قل اجردنفسی من ضروب الخطاب و مصرع

میں ہوں ابراہیم او بسلیں میں ہے میری شمار

ایماہمیں معنی عظمی دارد۔ یعنی صاحب افاضۂ کثیرہ را در نحی بودن۔ قطع تعلق نمودن لابدیست و حصول مرتبۂ خلت بدون آں از تمنیات پا در ہوا سے خود است ے

تا کم نشود چو نقطہ سر تا قدمت
زنجیر نمیکند آگاہ ہمت
تحقیق شبی دو چار رازم گردید
گفتم چہ کسے گفت حضور عدمت

و آیہ کریمہ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت موید ہمیں قطع انساب و اسباب است ورنہ دیگر کدام رجس بود کہ مطہر او خاندان نبوت بطور خاص از اں مقبۂ احتناب باید نمود

آنچہ شکوہ مضامین مندرجہ پیغام صلح فرمودہ اید در اں باب گذارش آنکہ در امور دین چونکہ توریہ و نحوی ممنوع است لہذا ہرچہ در خاطر بندہ می در آمدہ است برائے استصواب

فضل تو سرمایۂ کسب طریق ہدیٰ
لطف تو آئینۂ حسن قبول صواب
در پے جہلم مراں از در فیاض شرع
رو مکن ایں ذرہ را از نظر آفتاب

ونیز گذارش آنکہ در تصانیف جناب میاں صاحب ہمچو اقوالی دیدہ میشود کہ ازاں بغیر حیرانی دیگر ایچ نے کشاید۔ ویکے از انجملہ آنکہ - اسی طرح اگر مسیح موعود کے دعاوی اور آن کے درجے کے متعلق سوال ہوا تو ہم مجبور ہونگے کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی نبی ہونا تھا۔ چراکہ درایںجا خواہ مخواہ سوال پیش مے آید کہ اجماعی عقیدۂ اہل اسلام یعنی اہل سنت وجماعت اینست کہ نہایت عروج کمل ایں امت خیر الامم تا تحت اقدام انبیاء علیہم السلام است۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ افضل بشر است بعد از انبیا علیہم السلام نہایت عروج او تا تحت قدم نبی الست کہ دون جمیع انبیاء بودہ باشد۔ الخ باطل باید شمرد۔ وآں محال است چراکہ خود حضرت اقدس بارہا فرمودہ اند کہ من از ہیچ عقیدہ اجماعیہ انکار ندارم۔ ویا جناب میاں صاحب را از عقیدہ متذکرہ بالا رجوع باید نمود وآں نیز در بادی النظر عسیر الاحتمال

وتعجب آں کہ جناب شما در توجیہ تنسیخ تحریر فرمودہ اید کہ مقصود ازاں ہماں عبارتہائے حضرت اقدس اند کہ ازاں انکار نبوت متوہم میگردد حالانکہ اگر ہمیں مقصود است پس چرا کتب ما قبل از سنہ ۱۹۰۱ء را مخصوص بآں پنداشتہ اند زیراکہ در کتب ما بعد نیز انکار حضرت اقدس از نبوت حقیقی بقرار سابق موجود است وہماں نسبت مجازی وجزئی وغیر مستقل تا آخر عمر معہود بلکہ معنی نبوت غیر مستقلہ وظلیہ کہ جناب معترضین براں بیا شد۔ اگر بانصاف دیدہ شود دال بر معنی مترادف نبوت ناقصہ غیر تامہ نیز است کہ بعد از تشریح وتوضیح کامل ومفصل سی سالہ بطور اختصار بر آں دو لفظ مدار اظہار گذاشتہ اند[1]۔ اصلی غرض وغایت اشتہار یکہ جناب میاں صاحب آنرا ناسخ کتب چندیں سالہ فہمیدہ اند۔ ازیں فقرہ کہ بمشابہ خلاصہ وعنوان است صاف عیاں است یعنی (اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا) گویا غرض مذکور در جواب معترض فروگذاشت نمودہ اظہار نبوت جزئی یا مجازی یا ظلی ارشان مے نمودند ضرورت۔ اشتہار مذکور پیش نمی آمد۔

لہٰذا اگر خیال میاں صاحب دریں باب آنست کہ غرض وغایت اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ازالۂ غلطی چند سالہ خود حضرت اقدس است پس بندہ بلا خوف لومۃ لائم صاف میگوید کہ جناب میاں صاحب دریں باب صریحاً بر غلط اند چراکہ از مامور الٰہی در ہیچ امور ضروریہ دینیہ ہرگز غلطی واقع نمیشود علی الخصوص چوں ہر مرتبہ تجدید دین وتحدیث اسرار رب العالمین مبعوث گردیدہ باشند چنانچہ موید ایں قول بندہ ارشاد حضرت اقدس است[2] آنجا کہ فرمودہ کہ وحی تحدیث نیز مانند وحی نبوت محفوظ از مداخلت شیطان میبود است[3]

تا خواہش حق باقتضائی نرسد
خلق عاجز بمدعائے نرسد
شیطان در کمیش مجریان تقدیر
سعی است کہ حکم آں بجائے نرسد

بلے ایں قدر راست است کہ در بعضے بیان او شان گاہے تا یک مدت معین بنا بر مصلحت او سبحانہ وتعالیٰ اجمال یافتہ میشود۔ چنانچہ عقیدۂ نزول مسیح کہ باوجود آنکہ با بیانات ہیچ تعلق نداشت ودراں نیز از او شاں ہیچ خطائے واقع نگردیدہ بود بلکہ مطابق با عقیدۂ اجماعی اہل حق ودر بہمین اشارہ بآں نمودہ بودند تا آنکہ اصلی حقیقت آں بعد از انکشاف تام بوضوح رسید یعنی ہماں عقیدہ اجمالی تفصیلی گردید چراکہ شرط اتباع وحی متین ہمیں است کہ در اصول وارکان آں یکذرہ گنجایش خطا نبودہ باشد

لہٰذا بندہ دست بستہ گذارش ایں امر دارد کہ جناب میاں صاحب ازیں خیال باید در گذرد کہ حضرت اقدس تا چندیں سال بغلط خود را صاحب نبوت جزئی مے پنداشتند ودر تعریف نبوت عقیدہ عامیہ را مسلم میداشتند۔ تا مبایعین[4] اختیار برائے ہمیشہ غرقہ ورطہ تفرقہ وتہلکہ نسازد چنانکہ معلوم است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحض ترحم بر حال نو مسلمان بنائے موجودہ کعبہ معظمہ را کہ قطعہ حطیم خارج ازاں افتادہ بود شکستہ درست نمودند

مراد بندہ از آوردن ایں مثال اشارہ بایں دقیقہ نیز است کہ درحقیقت قطعہ حطیم کعبہ ایما بر نبوت جزئیہ بودہ است کہ در مجددین ایں امت مرحومہ تا دور خاتم الخلفاء چوں نبوت کاملہ ما قبل دور حضرت خاتم الانبیا متداول بود ممکن کہ ہم بدست احمدیان تکمیل بنائے کعبہ معظمہ برائے اثبات وقوع پیشگوئی مذکور در وقتے از اوقات صورت خواہد نمود ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم[5]

در آخر عرض ایں امر نیز از واجبات میشمارد کہ امریکہ تعلق با عالم باطن دارد در ایں عالم حجاب ظاہر ازاں ہیچ نباید گفت چنانچہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ مروی است کہ جمع صلاتین چناں است کہ گویا در کعبہ کسے مرتکب زنا با مادر گردیدہ باشد۔ نزد بندہ درایں ایما بر ایں است کہ ہر کہ اسرار باطن را بعالم ظاہری آرد وخواہاں در آمدن از ہیاسے آنست کہ ازاں بے بر آید ویا آنکہ عبودیت را معبودیت دانی نماید یا آنکہ امتی را بہ نبوت حقیقی میستاند واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

بعد ازیں چند سطور بندہ خیال خویش را در باب ارشاد حضرت اقدس مندرجہ چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ کہ جناب ایشاں بطور استشہاد پیش فرمودہ اید بایں چند الفاظ مختصر معروض میدارد کہ تعریف نبی دو میبودہ است یکے حقیقی کہ مصطلح بزرگوران اسلام است وآنرا از قرآن مجید واحادیث استنباط نمودہ اند (وجناب میاں صاحب آنرا عقیدہ عامہ ونادانان میگویند)

دوم آنچہ از لغت معلوم میگردد یعنی خبرہائے غیب دہندہ وبسیار دہندہ - حضرت اقدس ہمیں معنی دوم را در باب نبوت خویش اختیار نمودہ اند کہ در حدیث آنرا المبشرات گفتہ اند کہ نہ تعلق بہ شرع دارد ونہ اتباع محل حصول آنست چنانچہ رؤیائے صادقہ نیز ازیں قسم است ومعلوم است کہ آں در اکثر افراد نوع انسان یافتہ میشود وختم نبوت مانع آں نیست۔ ہمچنیں دراین نبوت لغوی نیز جمیع مجددین امت مرحومہ شریک اند ومولانا رومی نیز ہمیں نبوت را۔ درایں ابیات خویش متوقع الحصول بیان نمودہ آنجا کہ فرمودہ

گو نبی وقت خویش است اے مرید
زانکہ از نور نبی آمد پدید
جہد کن کز راہ نیکو خدمتی
تا نبوت یابی اندر امتی

وحضرت اقدس ہم در ارشاد مذکور اشارہ بایں نمودہ کہ مدعائے او شاں از نبوت خویش صرف نبوت المبشرات است وبس کہ چوں رؤیاء صادقہ نہ استقلال میخواہد نہ مطاع باذن اللہ بودن دراں شرط است - بلکہ نتیجہ کمال متابعت وفنا در متبوع خویش است۔ (وباقی آیندہ)

---

[1] آں فرو گذاشتہ شد کہ تا ازاں ثابت گردد کہ نبوت مثل مقدم مثال کل کعبہ داشت کہ متداول در دور شاں بود - ونبوت ایں امت مرحومہ مثال جزو داشت وحطیم مثال آں بود کہ تا آمدن خاتم الخلفاء متداول خواہد بود ایں امت مرحومہ۔ منہ

[4] یعنی مبایعین حضرت اقدس را

[5] نفی مباد تا کہ اختتام نبوت نشدہ بود وکل کعبہ فروگذاشتہ شدہ بود۔ بعد از اختتام جزو۔

بزرگان واحباب اظہار آں علی رؤس الاشہاد میکردہ است تا معاملہ باہمی صاف و مبرا از مظنہ تعصب واعتساف بودہ باشد۔ وزیادہ تر باعث آں ہمہ تحریر آنکہ جناب میاں صاحب در تصانیف وتقاریر خویش زور بریں دادہ اند کہ در قرآن مجید در باب نبوت چنانچہ در عوام مشہور است[1] (یعنی صاحب شریعت بودن وبلاواسطہ اخذ فیوض از واہب العطیات نمودن) یافتہ نمیشود۔ بلکہ از روئے آیۂ کریمہ فلا یظہر علی غیبہ احدا والیضاً ما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین نبوت منحصر بر مبشر ومنذر بودن است وبس۔

بندہ میگوید کہ ازیں بیان اوشاں چنیں متبادر میگردد کہ گویا آیۂ کریمہ الی اعلم من اللہ ما لا تعلمون کہ از ابو الانبیاء گرفتہ تا خاتم علی نبینا علیہم السلام مدار نبوت متبوع ومطاع بودن خویش برآں گذاشتہ اند وصاف برہان اخذ فیوض بلاواسطۂ اوشاں است نخواندہ اند۔ ویا آوردن شرع وکتاب ومیزان کہ مشتمل بر وجود وتوحید او سبحانہٗ تعالیٰ ومشعر مرضیات ومنہیات او میباشد خارج از مفہوم اظہار علی الغیب دانستہ اند حالانکہ اعلیٰ واولیٰ اظہار علی الغیب ہمیں است وانبیاء را بلاواسطہ ہمیں طائفہ کریمہ کہ آیہ السابقون السابقون المقربون در تعریف اوشانست علم آں میسر میگردیدہ است واز روئے ہمیں کمال بحکم وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ازلاً وازواً ابداً مستحق تشریف لولاک لما خلقت الافلاک بودہ تمام ملک ملکوت را ہمچو اوشاں واجب الاتباع نمودہ است۔

اوشانند کہ بالذات واصالت ومبرا از شائبہ ظلیت وتابعیت مستقل وآزاد بودہ بغیر از وحی نبوت خویش اتباع واحتیاج احدی نمودہ اند وبحکم کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی مغلوب ومسبوق ہیچ موجودی نگردیدہ اند بلی بعد از اوشاں مرتبۂ مجددان است کہ بحسب قابلیت واستعداد وکمال واقتضاء وقت وحال مرآت فیوض اوشاں بودہ تجدید دین وتائید ایمان ویقین امت مے نمودہ اند۔ ونیز مبشر ومنذر بر نتائج اعمال کہ بعد از نزول کتاب وشرع واحکام برآں مترتب میگردیدہ است میبودہ اند نہ آنکہ از خود چیزے ازاں کم کردہ یا برآں مے افزودہ اند۔ چنانچہ دعویٰ حضرت اقدس درباب نبوت تحدیثی خویش از ہمیں نوع تبشیر وانذار بودہ است کہ بالفاظ دیگر آنرا برائے از دیاد توضیح آں نبوت غیر مستقلہ ناقصہ غیر کاملہ

جزئیہ۔ مجازیہ۔ اتباعیہ۔ غیر مطاعیہ تا آخر عمر میستودہ اند۔ وجمیع مجددان ایں امت مرحومہ کہ بر سر ہر مایہ رہا لعت تشریف آوردہ اند۔ نیز اظہار آں بقدر ضرورت وقت وحال بامر والہام ایزد متعال میکردہ اند۔ چراکہ وحی نبوت بحکم آیۂ کریمہ خاتم النبیین ونیز آیۂ کریمہ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک کہ حصر ایمان دراں ہر دو قسم آں است کہ سوم ندارد (یعنی آنچہ برآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نازل گردیدہ ویا آنچہ بر انبیاء ما قبل اوشاں رسیدہ است) باختتام گرائیدہ است لہٰذا حکم کفر بر ہیچ کلمہ گو نتواں کرد تا کہ او بحکم حدیث رسول کریم (کہ ماخذ آں آیۂ کریمہ وما کان لمؤمن ان یقتل مؤمنا الا خطاء کہ نفی امکان ایمان از اں کس مینماید کہ قاتل مومن بودہ باشد والیضاً آیۂ کریمہ ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما کہ بر خلود جہنم ودخول در غضب ولعنت ہمچو بیباک گواہی میدہد) حکم کفر بر مومن (یعنی ایمان آرندہ بر وحی نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وما قبل او) نکردہ باشد۔

ازینجا میتواں دانست کہ بمحض انکار از کدام مجدد کافر نتواں شد۔ چراکہ میتواند بود کہ انکار او بنا بر بے علمی بودہ باشد وجوہ سیاسی بسیار اند کہ دریں مختصر گنجائش تفصیل آں متعذر است۔

ادائے بختہ کوئے درس ہر خامی نمی باشد
مئے ایں نشاہ در ہر شیشہ وجامے نمے باشد
ز راہ دور است حاق از انحراف شمع کلمی
دگر ہیچکس را لغزش گامی نمے باشد
بیاں آنجا کہ صافی نیست در مرآت تقریرش
ہمہ گر وصل گوئی غیر پیغامی نمے باشد

دوم آنکہ ایمان بر اصل نبوت موجود است یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ نبوت مجددان (بحکم لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وہی المبشرات) فرع اوست چراکہ ہر چہ اوشاں دارند بنا بر ظلیت دارند ودراں غیر مستقل اند۔ برخلاف انبیائے سابقہ کہ در نبوت خویش بالاصالت بودہ اند وشائبۂ تبعیت در اوشاں مفقود مے نمودہ است۔ سوم آنکہ یکے از احکام شرع وقرآن مجید ایمان آوردن بر ختم نبوت است کہ بآیات وحدیث واجماع ثابت است۔ لہٰذا آنرا بہیچ وجہ از دست نتواں داد ونہ ازاں چیزے کم باید نمود ونہ باید افزود ازیں است آنچہ فرمودہ اند کہ ایمان نمیکاہد ونمے افزاید۔ ومولانا مرزا بیدل قدس سرہ دریں شعر نیز ایمائیہ ہمیں معنی میفرمایند۔

در آئینۂ اصل تغیر نتواں یافت
گو مرغ بصد رنگ بخویش خزاں شد

وحضرت اقدس در ازالہ اوہام (کہ نزد میاں صاحب کتب منسوخہ است) صاف ارشاد فرمودہ اند کہ عقیدۂ نزول مسیح نہ جزء ایمانیات است نہ از رکن آں۔ لہٰذا با حقیقت اسلام ہیچ تعلق نہ داشتہ است[2] پس انکار حضرت اقدس کہ منجر بکفر حقیقی پنداشتہ اند ازینجا قیاس باید کرد کہ صحیح است یا غلط۔ زیادہ ازیں بحث در ہمچو مسائل نمودن تحصیل حاصل است۔ چراکہ او سبحانہٗ تعالیٰ ازیں امت مرحومہ بنا بر خاتمیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصر یکہ موجب کفر حقیقی گردیدہ مقتضی ہلاکت اوشاں ومتعدی بہ تجدید نبوت وشرع واحکام میشد برداشتہ است چنانچہ دعائے ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا کہ بعد از آمن الرسول بما انزل من ربہ والمؤمنون کل آمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ است وصاف در بیان تکمیل ایمان است۔ مؤید رفع اصر مذکور است ورنہ باید کہ الرسول والمؤمنون معرف بہ لام نمے بود تا ما در ایمان بر حضرت اقدس بر صحابہ باید افزود۔ حالانکہ ایں صریح غیر صحیح است چراکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحکم سبقونا بالایمان در ایمان اصلی معہود۔ بر ما کہ لاحقین ہستیم اول وافضل اند ازینجاست کہ حضرت اقدس در ازالہ فرمودہ اند کہ جو راست باز اور کامل لوگ شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو کر تکمیل منازل سلوک کر چکے ہیں اُن کے کمالات کی نسبت بھی ہمارے کمالات اگر ہمیں حاصل ہوں بطور ظل واقع ہیں۔

مخفی مباد کہ خیال تنسیخ ہمچو ارشادات کہ منصوص بآیات قطعیۃ الدلالت واحادیث سرور کائنات کہ در آیۂ کریمہ لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معہم الکتاب والمیزان الخ میزان عبارت ازاں است ہرگز درست نیست بلکہ منجر باحتمال انکار از دین ودر آمدن در زمرۂ قاسطین[3] میگردد۔ لہٰذا ایں خاکسار را اندریں باب با جناب میاں صاحب اتفاق مشکل است۔

اے صمد بے نیاز اے احد بے عدیل
اے ز تو جانہائے پاک حاصل نغمۂ ترب

[1] مولانا مجدد الف ثانی در مکتوبات فرمودہ اند کہ در امور اجتہادیہ غیر نبی را با نبی اختلاف جائز است
[2] یعنی کسانیکہ در احکام دین از جادۂ عدل منکب قطع وبے بودہ اند

فضل تو سرمایۂ کسب طریق ہدیٰ
لطف تو آئینۂ حسن قبول صواب
در پئے جہلم مراں از درِ فیاض شرع
رو مکن ایں ذرہ را از نظر آفتاب

و نیز گذارش آنکہ در تصانیف جناب میاں صاحب ہیچو اقوالی دیدہ میشود کہ ازاں بغیر حیرانی دیگر ہیچ سے نے کشاید۔ و یکے از انجملہ آنکہ - اسی طرح اگر مسیح موعود کے دعاوی اور آن کے درجے کے متعلق سوال ہو تو ہم مجبور ہونگے کہ بتائیں کہ آپ کا آخری درجہ نبی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظلی نبی ہونا تھا۔ چراکہ در اینجا خواہ مخواہ سوال پیش مے آید کہ اجماعی عقیدہ اہل اسلام یعنی اہل سنت و جماعت اینست کہ نہایت عروج کمل ایں امت خیر الامم تا تحت اقدام انبیاء علیہم السلام است۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ افضل بشر است بعد از انبیا علیہم السلام نہایت عروج او تا تحت قدم نبی است کہ دون جمیع انبیاء بودہ باشد الخ باطل باید شمرد - و آں محال است چراکہ خود حضرت اقدس بارہا فرمودہ اند کہ من از ہیچ عقیدہ اجماعیہ انکار ندارم ۔ پس جناب میاں صاحب را از عقیدہ متذکرہ بالا رجوع باید نمود و آں نیز در بادی النظر عسیر الاحتمال و تعجب آں کہ جناب شما در توجیہ تنقیح تحریر فرمودہ اید کہ مقصود ازاں ہماں عبارتہائے حضرت اقدس اند کہ ازاں انکار نبوت متوہم میگردد حالانکہ اگر ہمیں مقصود است پس چرا کتب ما قبل از سنہ ۱۹۰۱ء را مخصوص بآں پنداشتہ اند زیرا کہ در کتب ما نیز انکار حضرت اقدس از نبوت حقیقی بقرار سابق موجود است و ہماں نسبت مجازی و جزئی و غیر مستقل تا آخر عمر معہود بلکہ معنی نبوت غیر مستقلہ و ظلیہ کہ جناب معترف براں میباشد۔ اگر بانصاف دیدہ شود دال بر معنی مترادف نبوت ناقصہ غیر تامہ نیز است کہ بعد از تشریح و توضیح کامل و مفصل سی سالہ بطور اختصار بر آں دو لفظ مدار اظہار گذاشتہ اند بہر کیف اصلی غرض و غایت اشتہار یکہ جناب میاں صاحب آنرا ناسخ کتب چندیں سالہ فہمیدہ اند - ازیں فقرہ کہ مشابہ خلاصہ و عنوان است صاف عیاں است یعنی (اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا) گویا از شخص مذکور در جواب معترض فرو گذاشت نمودہ اظہار نبوت جزئی یا مجازی یا ظلی او شاں نمودہ نشد ضرورت، شما را مذکورہ پیش نمی آید۔

لہذا اگر خیال میاں صاحب دریں باب آنست کہ غرض و غایت اشتہار یکہ غلطی کا ازالہ ازالہ غلطی چند سالہ خود حضرت اقدس است پس بندہ بلا خوف لوم لائم صاف میگوید کہ جناب میاں صاحب دریں باب صریحاً بر غلط اند چراکہ از مامور الٰہی در ہیچ امور ضروریہ و دینیہ ہرگز غلطی واقع نمیشود علی الخصوص چوں ہر مرتبہ تجدید معین و تحدیث اسرار رب العالمین مبعوث گردیدہ باشند چنانچہ موید ایں قول بندہ ارشاد حضرت اقدس است آنجا کہ فرمودہ کہ وحی تحدیث نیز مانند وحی نبوت محفوظ از مداخلت شیطان میبود است ؎

"تا خواہش حق با قتضائی نرسد
خلق عاجز بد عائے نرسد
شیطان در کیش سحرہاں تقدیر
سعی است کہ حکم آں بجائے نرسد

بلے ایں قدر راست است کہ در بعضے بیان او شاں گاہے تا یک مدت معین بنابر مصلحت او سبحانہ و تعالیٰ اجمال یافتہ میشود - چنانچہ عقیدہ نزول مسیح کہ با وجود آنکہ با ایمانیات ہیچ تعلق نداشت و دراں نیز از او شاں ہیچ خطائے واقع نگردیدہ بود بلکہ مطابق با عقیدہ اجماعی اہل حق و در ہمیں اشارہ بآں نمودہ بودند تا آنکہ اصلی حقیقت آں بعد از انکشاف تام بوضوح رسید یعنی آنہا عقیدہ اجمالی تفصیلی گردید چراکہ شرط اتباع دین متین ہمیں است کہ در اصول و ارکان آں یکذرہ گنجائش خطا نبودہ باشد

لہذا بندہ دست بستہ گذارش ایں امر دارد کہ جناب میاں صاحب اذیں خیال باید در گذرد کہ حضرت اقدس تا چندیں سال بغلط خود را صاحب نبوت جزئی مے پنداشتند و در تعریف نبوت عقیدہ عامیہ را مسلم میداشتند - تا مبایعین[1] اوشاں از برائے ہمیشہ غرقہ ورطہ تفرقہ و تہلکہ نسازد حالانکہ معلوم است کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض ترحم بر حال نو مسلمان بنائے موجودہ کعبہ معظمہ را کہ قطعہ حطیم خارج ازاں افتادہ بود شکستہ درست نمودند

مراد بندہ از آوردن ایں مثال اشارہ بایں دقیقہ نیز است کہ در حقیقت قطعہ حطیم کعبہ ایما بر نبوت جزئیہ بودہ است کہ در مجددین ایں امت مرحومہ تا در خاتم الخلفاء چوں نبوت کاملہ ما قبل دور حضرت خاتم الانبیاء منتہا ال بود و لیکن کرم از دست احمدیاں تکمیل بنائے کعبہ معظمہ برائے اثبات وقوع پیشگوئی مذکور در دورہ از اوقات سرت خواہد نمود ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم[2]

در آخر عرض ایں امر نیز از واجبات میشمارد کہ امور یکہ تعلق با عالم باطن دارد در ایں عالم حجاب ظاہر ازاں ہیچ نباید گفت چنانچہ از حضرت عمر رضی اللہ عنہ مروی است کہ جمع صلاتین چناں است کہ گویا در کعبہ کسے مرتکب زنا با مادر گردیدہ باشد۔ نزد بندہ در ایں ایما بر ایں است کہ ہر کہ اسرار باطن را بعالم ظاہری آرد و خواہاں در آمدن از جائے است کہ ازاں سے بر آید و یا آنکہ عبودیت را معبودیت ثمانی نماید یا آنکہ امتی را بہ نبوت حقیقی میستاند واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

بعد ازیں چند سطور بندہ خیال خویش را در باب ارشاد حضرت اقدس مندرجہ چشمہ معرفت صفحہ ۱۸۰ کہ جناب ایشاں بطور استشہاد پیش فرمودہ اید ایں چند الفاظ مختصر معروض میدارد کہ تعریف نبی دو میبودہ است یکے حقیقی کہ مصطلح بزرگوران اسلام است و آنرا از قرآن مجید و احادیث استنباط نمودہ اند (جناب میاں صاحب آنرا عقیدہ عامہ و ناداناں میگویند)

دوم آنچہ از لغت معلوم میگردد یعنی خبرہائے غیب دہندہ و بسیار دہندہ - حضرت اقدس ہمیں معنی دوم را در باب نبوت خویش اختیار نمودہ اند کہ در حدیث آنرا المبشرات گفتہ اند کہ نہ تعلق بہ شرع دارد و نہ اتباع محل حصول آنست چنانچہ رؤیائے صادقہ نیز ازیں قسم است و معلوم است کہ آں در اکثر افراد نوع انسان یافتہ میشود و ختم نبوت مانع آں نیست ۔ ہمچنیں در ایں نبوت لغوی نیز جمیع مجددین امت مرحومہ شریک اند و مولانا رومی نیز ہمیں نبوت را ۔ در ایں ابیات خویش متوقع الحصول بیان نمودہ آنجا کہ فرمودہ

گو نبی وقت خویش است اے مرید
زانکہ از نور نبی آمد پدید
جہد کن کز راہ نیکو خدمتی
تا نبوت یابی اندر امتی

و حضرت اقدس ہم در ارشاد مذکور اشارہ برایں نمودہ کہ مدعائے او شاں از نبوت خویش صرف نبوت المبشرات است و بس کہ چوں رؤیائے صادقہ نہ استقلال میخواہد نہ مطاع باذن اللہ بودن دراں شرط است - بلکہ نتیجہ کمال متابعت و فنا در متبوع خویش است ۔ (باقی آیندہ)

---

[1] یعنی مبایعین حضرت اقدس را

[2] نفی مباد تا کہ اختتام نبوت نشدہ بود و کل کعبہ فرو گذاشتہ شدہ بود - بعد از اختتام جزو آں فرو گذاشتہ شد کہ تا ازاں ثابت گردد - کہ نبوت بعد ما تقدم مثال کل کعبہ داشت کہ منتہا ال در دو شاں بود - و نبوت ایں امت مرحومہ مثال جزو داشت و حطیم مثال آں بود کہ تا آمدن خاتم الخلفاء منتہا ال نہ مجددان ایں امت مرحومہ - منہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ سے/

ششماہی سے/

سہ ماہی ۹/

ماہوار ۹/ طلباء سے ۱/ سالانہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور | سہ شنبہ ۲۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۹ فروری ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۳

بلاد مغربیہ میں تبلیغ اسلام

عالمگیر اخوت

دنیا کا کوئی مذہب بجز اسلام کے ملل و ادیان مختلفہ کے لئے ایک مشترکہ پلیٹ فارم بہم نہیں پہنچاتا یہ شرف اسلام اور صرف اسلام کو حاصل ہے کہ وہ بنی نوع انسان میں عالمگیر اخوت کا رشتہ قائم کرکے انھیں ایک جھنڈے تلے جمع ہونے کی دعوت دیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریب ولادت باسعادت کے موقع پر جو جلسہ بزیر سرپرستی اسلامک سوسائٹی لنڈن ہکم ہوسٹل سٹیل میں منعقد ہوا وہ اس کی ایک بین دلیل ہے۔ اس مقدس محفل کا افتتاح اسمعیل توفیق بے نے تلاوت قرآن سے کیا۔ اور مسٹر الیس ایس حسن سید عبدالحی عرب اور ڈاکٹر جے پالن نے علی الترتیب فارسی۔ عربی۔ اور انگریزی نعتیں پڑھیں۔ خورشید خانم صاحبہ نے مشرق کی دلآویز موسیقی اور مس صفیہ راڈمن نے مغربی نغموں سے سامعین کو محظوظ کیا۔ اور مسٹر عبداللہ ابن یوسف علی نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان کئے جلسہ میں مختلف مذاہب و ادیان کے قائم مقام شریک تھے۔ اسلام۔ عیسائیت۔ یہودیت مذہب پارسیاں۔ برہمو ازم۔ ہندوازم۔ بدھ ازم

کنفوشنزم غرض تمام مذاہب کے نمائندے موجود تھے۔ حتیٰ کہ فرقے "مادیین" کا بھی ایک قائم مقام جو مسلمانوں کا گہرا دوست ہے جلسہ میں شریک تھا۔ ان کے علاوہ بہت سے انگریز اور ہندوستانی روسا۔ شہزادے۔ شہزادیاں۔ بیرنس۔ میئر کونٹ۔ میجر جنرل وغیرہ موجود تھے۔ مصر۔ ہندوستان۔ ٹرکی۔ ایران عرب۔ ہسپانیہ روس۔ اٹلی اور چند دیگر ممالک کے قائم مقام بھی شریک تھے۔

لارڈ ہیڈلے نے اپنی موثر و دلنشین تقریر میں اسلام کے خلاف اعتراضات کا جواب دیا اور بتایا کہ دین الفطرۃ نے عورت کی حالت وحیثیت کو کس قدر بلند کیا ہے۔ مسٹر یوسف علی کا لیکچر فصاحت و بلاغت و معانی کا حیرت انگیز مجموعہ تھا۔ جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن سے لے کر وصال تک تمام حالات بیان کئے گئے تھے۔ اور بتایا گیا تھا کہ آنحضرت کس طرح عہد طفلی ہی میں "الامین" کے نام سے پکارے جاتے تھے اور انھوں نے کیونکر اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین ثابت کیا تھا۔ فاضل مقرر نے دنیا پر اسلام کے اثر کو جو در اصل رسول اللہ صلعم ہی کا اثر تھا دلکش پیرایہ میں بیان کیا اور فرمایا کہ مغرب کی موجودہ ترقی کی عمارت اسلام ہی کی بنیاد پر کھڑی کی گئی ہے اور بعض سے نامور مسلمان ماہران سائنس

دکیمیا کے نام بیان کئے۔

جلسہ کا خاتمہ سوسائٹی کے میر مجلس پرنس عبدالکریم کی تقریر پر ہوا۔ سوسائٹی مذکورہ اسلام کی عالمگیر اخوت کے پھیلانے کے لئے انگلستان میں جو کچھ کر رہی ہے وہ ہر طرح قابل قدر ہے اور ہم کو امید ہے کہ ان کی یہ خاموش جد و جہد رائگاں نہیں جائیگی۔ (وکیل)

اقدام کلکتہ

پریس کی دقتوں سے عاجز آکر چند دنوں کے لئے اقدام کی اشاعت کو ملتوی کر دیا گیا تھا۔ مشینیں آگئی تھیں اور کوشش کی جا رہی تھی کہ جلد سے جلد لگا دی جائیں اور اقدام اپنے ذاتی پریس میں چھپ کر شائع ہونے لگے لیکن اسی اثناء میں دو واقعات ظاہر ہوئے گورنمنٹ پنجاب اور دہلی نے اپنے اپنے صوبوں میں اقدام اور کلکتہ کے دو اور اخباروں کی اشاعت ممنوع قرار دے دی۔ نیز گورنمنٹ بنگال نے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت کا مطالبہ کیا

اقدام کے ابتدائی مخارج کی وسعت اور مداخل کی قلت بلکہ عدم کا جو حال اب تک رہ چکا ہے اس کے لحاظ سے ضمانت کا مسئلہ ایک غیر معمولی مشکل ہے تاہم غیر متوقع نہیں ہے۔ اس لئے ہم کوشش کرینگے کہ اپنے سابق عزم پر قائم رہیں اور جہاں تک ممکن ہو اقدام کو جاری رکھیں۔ خریداران اقدام اور عام قارئین کرام کے لطف و نوازش سے امید ہے کہ مجبور

ہندوستان کی تازہ خبریں

آنریبل نواب سید نواب علی چودھری کی زیر صدارت بنگال پریذیڈنسی مسلم لیگ کی کونسل کے ایک اجلاس میں آنریبل فضل حق کی تحریک اور مسٹر اشرف علی کی تائید پر یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ آل انڈیا مسلم لیگ سے درخواست کی جائے۔ کہ وہ گذشتہ زمانہ کرسمس میں بمبئی میں منعقدشدہ مسلم لیگ کانفرنس میں بدامنی کے وقت پولیس نے جو رویہ اختیار کیا تھا۔ اسے گورنمنٹ ہند کے نوٹس [illegible] ٭

رام چرن لال ایڈیٹر سوراجیہ جسے ۱۹۱۰ء میں دس سال قید کالے پانی کی سزا بجرم سڈیشن ہوئی تھی۔ دیگر قیدیوں کے ساتھ ہندوستان میں واپس بھیجا گیا تھا۔ اب کام سے انکار کرنے کی وجہ سے اس پر مقدمہ چلایا گیا ہے ٭

پنجاب ایر ویلین فنڈ کی اکیسویں فہرست مظہر ہے۔ کہ اس وقت اس فنڈ میں ۷۸،۴۴،۸۴۴-۱۱ روپیہ ۱۰ آنہ ۵ پائی جمع ہو چکا ہے ٭

امسال حسب معمول گورنمنٹ ہند کے دفاتر دہلی میں اخیر مارچ کو بند ہونگے۔ اور ۳-اپریل کو شملہ میں کھلیں گے ٭

ماہ مارچ کے وسط میں سر شنکرن نایر کوئینز گارڈن دہلی میں لارڈ ہارڈنگ میموریل لائبریری کا افتتاح فرمائیں گے جو دہلی کے ماہ نومبر کے بعد پبلک چندہ سے بنائی گئی ہے ٭

ڈیرہ غازیخان کے شیخ فقیر خان کو مقدمہ ڈاکہ ہنگروٹا میں گذشتہ ماہ اپریل میں ۷ سال قید سخت بعبور دریائے شور کی سزا دی گئی۔ لاٹ صاحب پنجاب نے سزائے قید میں تخفیف کر کے ڈیرہ غازیخان سے ایک سال جلاوطنی کی سزا دی ہے۔ شیخ فقیر خان کو ڈسٹرکٹ جیل سے رہا کر دیا گیا ہے ٭

مسٹر جیمس میسٹن لفٹننٹ گورنر صوبجات متحدہ نے پیر کے روز میرٹھ میں ایک ڈویژنل دربار منعقد کیا اپنی تقریر میں موجودہ جنگ کی حالت پر تقریر کرتے ہوئے بھرتی میں مدد دینے والے لوگوں کی تعریف کی ٭

آئندہ وائسرائے ہند لارڈ چیمسفورڈ کو پریوی کونسلر بنایا گیا ہے اور آپ نے حلف اطاعت لیا ٭

پنجاب میں ہفتہ مختتمہ ۱۲-فروری ۱۹۱۶ء میں پلیگ سے جو اموات ہوئیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:- حصار ۲۸-گوڑگانوہ ۲-انبالہ ۴۷-ریاست پٹیالہ ۸-ریاست جیند ۱-ریاست کلسیہ ۱-کل میزان ۸۷ ٭

پیر کے روز پنجاب چیف کورٹ میں آنریبل مسٹر جسٹس شادی لال نے ہندوستان بنک لمیٹڈ (انڈر لکویڈیشن) کی درخواست پر کہ پنجاب فلور ملز کمپنی لمیٹڈ کا کاروبار بند کیا جانے کا فیصلہ سنایا گیا۔ اور حکم دیا کہ لکویڈیشن کی تمام کارروائی ڈسٹرکٹ جج لاہور کی عدالت میں ہو ٭

کوائف جنگ

چھوٹے چھوٹے معرکے۔ لنڈن ۲۱-فروری۔ غنیم کے ہوائی جہاز ویرینیگا کے علاقہ میں [illegible] کے شمال میں بم گرائے۔ وہاں توپخانہ نے بھی سرگرمی دکھائی۔

جھیل سوننش کے نواح میں جرمنوں کے دو قلعہ بند مکان تباہ کر دئے گئے۔

مینشر پر ایک سرنگ کے کامیابی کے ساتھ اڑنے سے جرمنوں کی سرنگ کی گیلری۔ زرہ پوش خندقیں اور تار کے جنگلے اڑ گئے ٭

اطالیوں کی گولہ باری۔ لنڈن ۲۱-فروری رومہ۔ ایک سرکاری اطلاع میں مذکور ہے کہ ڈوال سگانیا میں چھوٹے چھوٹے معرکے ظہور پذیر ہوئے اطالیوں نے وادی فیلا پر گولہ باری کی۔ جہاں افواج اور باربرداری کے وسائل کی اہم نقل و حرکت معلوم ہوئی تھی۔ ایک آسٹروی ہوائی جہاز نے ولاپہ بم پھینکے۔ لیکن کوئی نقصان نہ ہوا۔

آسٹروی ہوائی تاخت۔ لنڈن ۲۱ فروری رومہ۔ آسٹروی ہوائی جہازوں نے ڈیسنلزانو سالو اور شرند پر حملہ کیا۔ نقصان ناقابل لحاظ تھا۔ ۴ اشخاص مقتول اور ۱۲ مجروح ہوئے۔ جو سب کے سب غیر مصافی تھے ٭

برطانیوں کی شاندار مدافعت۔ لنڈن ۲۱-فروری۔ محکمہ اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ جنرل سمٹس رپورٹ کرتا ہے۔ کہ ۱۹ فروری کو غنیم کی ایک فوج نے جس میں ۴ یورپین اور ۲۰۰ دیسی سپاہی تھے کاچیبی کی جگہ کی متصل کیاکو واقع سرحد یوگنڈا پر حملہ کیا۔ ہماری جمعیت صرف ۲ یورپینوں اور ۳۵ دیسی سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ غنیم کو پسپا کر دیا گیا ۴ یورپین اور ۳۵ دیسی سپاہی وہیں کھیت رہے ایک کلدار مکمل توپ نمبر ۵ ہزار لفلیں اور کچھ سامان حرب چھین لیا گیا۔ ہماری طرف سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔

نقصانات کی صحیح فہرست۔ لنڈن ۲۱ فروری دامر پر جو ہوائی تاخت ہوئی تھی اس کے نقصانات کی فہرست کا سرکاری صحت نامہ شائع ہوا ہے ۱۶ برس کا صرف ایک لڑکا مقتول اور دسی عمر کا ایک لڑکا مجروح ہوا تھا۔ اور ایک کوٹھی و دکانوں کے بالقدم تختے اڑ گئے ٭

حبشیوں کے حملوں کی پسپائی۔ لنڈن ۲۲ فروری

پیرس۔ کل شب کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے گولنشی کے شمال مغرب میں خندقوں پر شدید گولہ باری کی۔ ہم نے زور سے جواب دیا۔ لبانیز کے حصہ میں ۷ کیلومیٹر کے مسافہ پر شدید گولہ باری اور زہریلی گیس کے حملوں کے بعد غنیم نے اپنی خندقوں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن گولہ باری کی آتشیں پردے سے اسے پسپا کر دیا گیا۔ ارگون میں ہم نے دیکھ بال کی کئی چوکیاں تباہ کر دیں ٭

ہوائی معرکے۔ آج بہت کچھ ہوائی سرگرمی عمل میں آئی۔ السکرچ کے نواح میں ایک فوکر نیچے گرا لیا گیا۔ ایک ایلیٹروس انیپال میں اور دوسری پیورس میں نیچے گرا لی گئی۔ ۷ فرانسیسی ہوائی جہاز دکیڈس کے علاقہ میں ۴ جرمن ہوائی جہازوں سے ٹکرا گئے۔ ۲ جرمن ہوائی جہاز نیچے گرنے پر مجبور ہوئے۔ باقیماندہ بھاگ گئے۔ جرمن ہوائی جہازوں نے فمنیز۔ بارلی۔ ڈک اور ریکونی پر بم پھینکے۔ جہاں ۱۵ ہوائی جہازوں کو ایک فرانسیسی ہوائی دستے سے لڑنا پڑا۔ ایک جرمن ہوائی جہاز نیچے گرا لیا گیا۔ دوسرے کا تعاقب کیا گیا۔ وہ اپنی لائنوں میں دفعتاً نیچے کو غوطہ لگاتا ہوا معلوم ہوا۔

۱۷ فرانسیسی ہوابازوں نے ۷۶ بھاری بم ہیٹیم کے ہوائی اور مال و اسباب کے سٹیشن پر پھینکے۔ ۲۸ فرانسیسی ہوائی جہازوں نے پاگنی سر رادزن کے سامان حرب کے کارخانے پر بم گرائے۔ تمام فرانسیسی ہوائی جہاز صحیح وسلامت واپس چلے آئے۔ برانبٹ۔ لبرئے میں موٹر توپوں سے ایک زپلین نیچے گرا لیا گیا۔ ایک آتشخیز گولہ اسے لگا اور شعلہ پذیر ہو کر ہوائی جہاز ٹوٹ گیا ٭

ہانگ کانگ اینڈ شانگھی بنک۔ لنڈن ۲۲-فروری۔ ہانگ کانگ۔ ہانگ کانگ اور شانگھی بنک کے سالانہ جلسہ میں چیئرمین نے پرزور طریق میں ان الزامات کا رد کیا۔ کہ بنک کا طرز عمل جرمنوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی طرف مائل ہے۔ تاکہ جنگ کے بعد ان سے لین دین کا کام شروع کر سکے۔

اس نے یہ بھی کہا کہ اس کے برخلاف جرمن کاروبار کا دیوالہ نکالنے کے بارے میں بنک کی کوششیں نہایت کامیاب ہوئی ہیں۔ اور یہ بیانات کہ بنک کی پالیسی جرمن اثر کے ماتحت ہے۔ بالکل لغو ہیں ٭

سٹیمر دوبارہ تیرا لیا گیا۔ لنڈن ۲۱-فروری۔ سٹیمر کومری کیسل جو ممباسا میں داخل ہوتے ہوئے خشکی پر چڑھ گیا تھا۔ ۷۰۰ ٹن تجارتی مال اتار لینے کے بعد تیرا لیا گیا ہے۔ سٹیمر بندرگاہ کلنڈینی میں ہے اور کچھ ضرر رسیدہ معلوم نہیں ہوتا ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۹ فروری سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۱

صلح کا غلط مفہوم

نہ لو!

پیغام صلح کی روش کے متعلق اس سے پیشتر بھی بارہا لکھا جاچکا ہے اور کئی ایک معاصرین کرام کی ان خفگیوں اور رنجشوں پر جو ان کو ہماری جائز نکتہ چینی پر لاحق ہوتی ہیں یہ بتایا جاچکا ہے کہ اس نکتہ چینی کو ہماری ان اغراض کے خلاف تصور کرکے جو پیغام صلح کے نام سے مترشح ہیں اسے "پیغام جنگ" خیال کرنا اور خواہ مخواہ برا بھلا کہہ کر اپنے دل کو ٹھنڈا کرنا اہل دانش و بینش کے نزدیک ہرگز قابل پذیرائی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ صلح کا مفہوم دنیا کی کسی بھی زبان میں یہ پایا نہیں جاتا کہ گویا اپنی ضمیر کے خلاف دوسرے کی ہاں میں ہاں ملاکر بظاہر اس سے اتفاق کرلیا جائے۔ دل خواہ اس کے مخالف ہی ہو۔ اگر کسی نے "پیغام صلح" کے نام سے ہماری یہ غرض سمجھی ہے تو اس کا یہ خیال صحیح نہیں۔ اسلام ہمیں جس صلح کی تعلیم دیتا ہے وہ نری زبان کی نہیں بلکہ دل کی صلح ہے جب تک کوئی کسی شخص کے ساتھ دل سے متحد نہیں اور اسے اچھا نہیں سمجھتا یا کم از کم قابل تقلید خیال نہیں کرتا اس وقت تک اگر وہ سو دفعہ بھی اس کی زبان سے تعریف کرے وہ اس کے لئے یقیناً مارآستین متصور ہوگا۔ باسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام کا اصول اسلام کا سکھایا ہوا نہیں۔ نہ ہی "پیغام صلح" نے اسے تلقین کیا ہے۔ اور نہ دنیا میں کسی نے اس کو حقیقی صلح قرار دیا ہے۔ اتحاد فی العقائد ہی ایک چیز ہے جو مذہبی طور پر کسی قوم یا کسی شخص کو دوسرے سے ملاسکتی ہے اور اسی کے ذریعہ ہم میں صلح ہوسکتی ہے۔ بیشک خیالات اور طریق عمل میں اختلاف ہوتا ہے۔ لیکن اصول اور مقصد حقیقی ایک ہونا چاہیئے۔

اس سے کوئی شخص یہ نہ سمجھ لے کہ گویا اسلام نے دوسروں کی نیکیوں اور کسی بھی بھلی بات کا اس اس وقت اعتراف کرنیکی اجازت ہی نہیں دیتی جب تک کہ وہ اسلامی عقائد کا معتقد نہ ہو۔ ایسا کہنا یقیناً اسلامی تعلیمات کو غلط طور پر پیش کرنا ہوگا دوسروں کی عمدہ باتوں کے اعتراف کی تعلیم جیسی اسلام میں ہے دوسرے کسی مذہب میں نہیں لیکن یہ اس بات کے منافی نہیں کہ غلط باتوں پر نکتہ چینی بھی کیجائے آزادی آراء اور خیالات اسلام کا اصل الاصول ہے۔ اور دنیا کا ہر ایک وانش ور انسان جانتا ہے کہ یہ آزادی اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ جب خذ ما صفا ودع ما کدر پر عملدرآمد ہو۔ اور یہی ہمارے نزدیک حقیقی صلح ہے۔ کاش ہمارے مخالفین بھی اسی اصول پر عامل ہوتے اور عناد اور تعصب کو سد راہ نہ بناتے۔ تو مذہب کی وجہ سے دنیا میں کوئی جنگ و جدل برپا ہوتا دنیا کا کونسا مذہب ہے جس کی لائق عزت باتوں کی اسلام اور مسلمانوں نے واجبی عزت نہیں کی۔ اور نہیں کرتے۔ عیسائی۔ ہندو۔ بدھ مذہب کے پیرو۔ زرتشتی اور یہودی غرض دنیا کی کوئی ایسی قوم ہے تو ہم مسلمان اس کے بزرگوں اور ہادیوں کی ویسی ہی عزت کرتے ہیں جیسا کرنے کا حق ہے۔ ہم ہرگز ان کو مفتری قرار نہیں دیتے۔ بلکہ انھیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جانتے ہیں۔ ہم خوب یقین رکھتے اور بارہا علی الاعلان بھی یہ بات دوہرا چکے ہیں کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا الہام اپنے اپنے وقت میں نازل ہوا اور وہ ان وقتوں کے لئے اپنی اپنی قوموں کے ہادی و رہبر بھی تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ اب ان کا زمانہ ختم ہوچکا اور ان کی جگہ اب ایک ہی ہادی کامل (صلعم) کل دنیا کا رہبر و مقتدا ہوکر آچکا جس کو جو تعلیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی اس میں ان پہلے نبیوں کی تعلیمات کو بھی اکمل و اعلیٰ رنگ میں جمع کردیا گیا ہے (فیہا کتب قیمۃ) اس لئے اب ضرورت ہے کہ اس ایک ہی کامل ہادی کی پیروی کیجائے۔ کیونکہ نہ تو وہ پہلی تعلیمات اپنی اصل شکل و صورت میں قائم ہیں اور نہ ہی ان کی اب ضرورت ہے۔ یہ تو ان سچے نبیوں اور ماموران الٰہی کے متعلق اسلام کی تعلیم ہے جو دنیا کی مختلف اقوام میں ہوئے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ دوسروں کے جھوٹے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں۔ گالیاں نہ دیں کیونکہ وہ الٹا اس سچے معبود حقیقی کو گالیاں دینے لگ جائینگے لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم۔ مگر ہاں ساتھ ہی ان کی معقول طور پر تردید کرلے اور انھیں ان کی غلطی کو بتا دینے کا بھی حکم دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے کنتم خیر امت اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ

تم ایک بھلی امت ہو جو لوگوں کو بھلائیوں کا حکم دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ یہی ہمارا اصل الاصول ہے۔ اور اسی مقصد پر پیغام صلح چلایا جارہا ہے۔ ہم نے جہاں حضرت مسیح۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت کرشن اور رامچندر علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر جو اس وقت ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں جائز نکتہ چینی آج تک کی ہے وہیں ساتھ ہی ان بزرگوں کو ان کا جائز حق بزرگی دیا۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر اور رشی منی مانا اور مانتے ہیں۔ ایسا ہی پیغام صلح کی ۱۳۔ فروری کی اشاعت میں ہم نے معزز معاصر برہمو پرچارک میں سے لالہ رگھوناتھ سہائے کی ایک تقریر کا ذکر کیا جس میں انھوں نے اپنے ایک لیڈر مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کو بھارت ورش بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے آدرش (نمونہ) ٹھہرایا ہے) اقتباس دیتے ہوئے صاف الفاظ میں یہ کہکر کہ:۔

"مہرشی دیویندر ناتھ ٹھاکر کی اعلیٰ قابلیت اور ان کے بعض مفید عام کاموں میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان میں بعض دنیوی اور اخلاقی خوبیاں بیشک ایسے پائے جاتے ہیں جن کی ہمیں عزت کرنی چاہیئے۔"

ان کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔ اور ساتھ ہی جائز طور پر ان کے پیش کردہ خیالات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کو خود لالہ صاحب کے بیان کردہ معیاروں کی رو سے ان سے بہت بڑھ چڑھ کر اور اس لئے سچا اور قابل تقلید نمونہ "ثابت کیا۔ اب اس جائز تنقید کو کوئی شخص نیش زنی خیال کرتا اور "پیغام صلح" کو "پیغام جنگ" قرار دیتا ہے تو یہ اس کی کوتہ بینی اور صلح جوئی کی حقیقت کو اظہر من الشمس کر دیتا ہے۔ ہم ایسی صلح کے ہرگز قائل نہیں جو ایک حقیقت کے اظہار سے انسان کو روک دینے والی ہو۔ بہتر ہوتا کہ ہمارا لائق معاصر (برہمو پرچارک) ہمارے پیش کردہ دلائل کا معقول رنگ میں متانت کے ساتھ جواب دیکر خود بھی اس صلح سے کام لیتا جس کی کہ وہ ہم سے امید رکھتا ہے۔ نرا گالیاں دینا اور دوسروں کے دلائل کو نیش زنی اور پیغام جنگ قرار دینا تو کسی صلح جو انسان کا کام نہیں۔ رہی یہ بات کہ برہمو سماج یا برہمو پرچارک ہمارے بزرگوں کو عزت سے یاد کرتا ہے سو اس کی حقیقت بھی ہمیں خوب معلوم ہے۔ اور وہ اس سے بڑھ کر نہیں جو ہم نے مذکورہ بالا لیڈر برہمو سماج کے بارہ میں بیان کی ہے۔ بلکہ آپ تو انھیں مفتری علی اللہ قرار دے کر اور بھی نیچے گرا دیتے ہیں بس ہمیں

نوٹ اور رائیں

آریہ گزٹ کا رشی بودھ نمبر

شوراتری کا دن

آریہ سماج میں بہت مقدس اور پاکیزہ دن خیال کیا جاتا ہے کہتے ہیں کہ اس دن سوامی دیانند کو بتوں سے نفرت ہوکر توحید کی طرف ان کا میلان ہوا تھا۔ اس اجمال کی تفصیل یوں بیان کیجاتی ہے کہ سوامی دیانند اپنے والد کے ساتھ کسی مندر میں پوجا پاٹھ کے لئے گئے تھے جب وہ بیٹھے ہوئے مالا پھیر رہے تھے تو اچانک دیکھا کہ ایک چوہا کسی بل میں سے نکل کر بت کے کندھے پر جا بیٹھا۔ سوامی دیانند نے جب یہ حال دیکھا تو اسے خیال پیدا ہوا کہ جب اس بت میں اتنی بھی طاقت نہیں کہ وہ ایک چوہے کو ہٹا سکے۔ تو یہ خدا کیسے ہو سکتا ہے اور اسی خیال کی بنا پر انھوں نے توحید کیطرف رجوع کیا۔ اس لئے اس دن کو آریہ سماج میں ازحد متبرک سمجھا جاتا ہے اور دیانند کے تمام پر اخبارات کے خاص نمبر شائع کئے جاتے چنانچہ اس ... ہی آریہ گزٹ نے اسی دن ایک خاص نمبر شائع کیا ہے جس میں سوامی دیانند کی تعریف میں متعدد مضامین مندرج ہیں۔ یوں تو ہر ایک قوم کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے کسی بزرگ کی تعریف خواہ اس سے بھی بودی وجوہات کی بنا پر جس طرح سے چاہے کرے۔ لیکن اس کا مقابلہ دوسرے مذاہب کے بزرگوں سے کرنا اور اسے ان کے برابر ٹھہرانا گویا دوسروں کے مذہبی جذبات کی توہین کرنا ہے۔ سوامی دیانند کو آریہ سماج جتنا بڑا چاہے بنالے لیکن ان کے نام کے ساتھ محمدؐ اور مسیحؑ کے اسمائے گرامی کو لکھنا اور ان سے مقابلہ کرنا ہم کہتے ہیں نہ صرف ہمارے ان عظیم الشان انسانوں کی توہین کرکے اہل اسلام اور عیسائیوں کو صدمہ پہنچاتا ہے بلکہ ایک منقطہ خیال سے خود سوامی دیانند کو بھی اپنی مزعومہ حیثیت سے نیچے گرا دینا ہے۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ ایک طرف تو ان مقدس نبیوں کو برا بھلا کہا جاتا اور ان پر بیجا الزامات لگائے جاتے ہیں۔ خود سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش کی خری دوالباب کو ان پاک انسانوں کی عیب چینی پر صرف کرکے اپنے اندرون قلب کا اظہار کر دیا ہے۔ پھر کیا یہ تعجب آتی کہ کیوں سوامی صاحب کو ان کے برابر ٹھہرا کر دونوں اطراف کی عزت وشان پر حملہ کیا جاتا ہے۔ اس بات سے بھی قطع نظر کرکے مجھے تعجب ان مسلمانوں پر آتا ہے جنہوں نے آریہ گزٹ میں سوامی صاحب کو "برگزیدگان الہی" میں سے ٹھہرایا اور انھیں "فرشتہ رحمت" بتایا ہے۔ میں اس پر زیادہ لکھنا نہیں چاہتا انشاء اللہ بعد میں ایک مفصل مضمون کے ذریعہ اس "فرشتہ رحمت" کے بعض خاص حالات لکھ کر ان مضامین کے لکھنے والوں سے میں پوچھونگا کہ ان کی غیرت کہاں تک اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ رسول کریم صلعم کو گالیاں دینے اور اسلام پر تمسخر واستہزا کرنیوالے انسان کو برگزیدگان الہی کی صف میں بٹھائیں آریہ سماج کا سوامی صاحب کو ایسا سمجھنا یہ اس کا حق ہے اور وہ ایسا سمجھنے میں کسی حد تک معذور وہ تو باوجود اس کے کہ سوامی صاحب اس دن کے بعد بھی مدت مدید تک بتوں کی پرستش کرتے رہے اور توحید کے اس پاکیزہ خیال کو کبھی بھی عملی جامہ نہ پہنایا (جیسا کہ سوامی صاحب کی سوانح عمری مرتبہ آریہ پرتی ندھی سبھا سے ثابت ہے) انھیں اس سے بلند تر سمجھتی ہے۔ جو تمھارے وہم وگمان میں ہے۔ لیکن تم کیوں ان کی تقلید میں اور محض ان کی دلجوئی کے لئے وہ بات کہتے ہو جو تمھارے (یعنی اسلام کے) نزدیک کہنے کی نہیں۔

مذہبی عیار

اس زمانہ میں بعض لوگ یہ بھی پیشہ بنا لیتے ہیں کہ وہ آئے دن مذہب تبدیل کرکے مالی فوائد حاصل کرتے رہتے ہیں بہتیرے ایسے ہیں جو ایک دوسرے مذاہب کے خلاف لکھ کر اور اپنے نئے مذہب کی حمایت میں پرانے مذہب کی فرضی یا حقیقی برائیاں بیان کرکے ٹکے بٹورتے پھرتے ہیں۔ اور انھیں مل بھی بہت کچھ جاتا ہے۔ اسی قسم کا ایک شخص بہت عرصہ ہوا قادیان میں بھی آیا تھا اس نے اپنا نام رابرٹسن بتایا تھا۔ اور اسلامی نام عبدالسلام لاہور میں بھی خواجہ صاحب کے مکان پر وہ ٹھہرا تھا اور اسی بنا پر منشی نور احمد صاحب بلال ووکنگ اس کی کرتوتوں سے خوب واقف تھے۔ کیونکہ اس نے ایک وقت آریہ سماج کو بھی جا لوٹا تھا اب وہ انگلستان میں پہنچا ہے۔ اور بلال ووکنگ کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ وہ تین دفعہ مسجد میں بھی آپ تشریف لے گئے تھے آخر منشی صاحب موصوف نے اسے پہچان کر اس کا سلا کچا چٹھا اس کے منہ پر کہہ سنایا۔ اور ملاقات کرتے وقت کہا کہ "میں آپ سے بخوبی واقف ہوں آپ بڑے مشنری پرنس ہیں"۔ وغیرہ وغیرہ جس پر وہ وہاں سے بھاگا اور پادریوں کے گھر جا پناہ لی۔ اور ان سے کہا کہ میں مسجد میں رہتا ہوں وہاں سے مجھے کچھ ملتا ہے۔ اگر تم زیادہ دو تو میں چاہتا ہوں کہ انکی خوب خبریں۔ پادری صاحبان نے اس کا خوشی سے خیر مقدم کیا۔ لیکن ساتھ ہی حضرت مولنا کو بھی اطلاع دی کہ ایک اس قسم کا آدمی ان کے ہاں آیا ہے جو عیسائی ہونا چاہتا ہے جس کے جواب میں انھیں بتایا گیا کہ ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں پادری صاحبان نے اس پر بھروسہ کیا۔ اور اسے چھ پونڈ بھی دیئے۔ جنہیں لے کر وہ رفو چکر ہو گیا۔ اب اس کی تلاش میں ہیں منشی صاحب موصوف سے بھی انھوں نے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ اس کا اس مسجد سے کوئی تعلق نہ تھا۔ وہ ایک عیار آدمی ہے۔ پنجاب میں بھی کبھی وہ مسلمان بنتا تھا کبھی اپنے آپ کو حاجی ظاہر کرتا تھا۔ کبھی آریہ جا بنتا تھا وغیرہ وغیرہ۔

خدا تعالیٰ ایسے عیاروں سے محفوظ رکھے مذہبی معاملات میں ایسے لوگوں سے بہت ہوشیار رہنا چاہیئے اور صرف دوسروں کی عیب چینی کے فریب میں پھنس نہیں جانا چاہیئے۔ بہتر تو تھا کہ پادری صاحبان اس عقیدہ کی بنا پر اپنے ہاں جگہ دیتے نہ کہ عیب چینی کے وعدے پر لیکن ان کا یہ طرز عمل بتاتا ہے کہ اہل مسجد کے مقابلہ میں ان کے پاس کوئی معقول دلائل نہیں جبھی تو وہ اس کمزور ہتھیار پر اتر آئے کہ ان کی عیب چینی کے پیچھے پڑ رہے ہیں اور اس کے لئے سہارے تلاش کرتے ہیں۔

جماعت ضلع فیروزپور

مکرمی شیخ محمد صادق صاحب سب انسپکٹر ملوٹ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔ ان کی ہمت اور کوشش سے فیروزپور کے ضلع میں جہاں اس سے پیشتر ایک بھی آدمی ہماری طرف سے نہ تھا اور کوئی بات تک سننا نہ چاہتا تھا وہاں اب انھوں نے ۱۲ آدمیوں کی ایک جماعت بنالی ہے جن میں سے بعض نے تو عقائد محمودیہ سے بیزاری کے اعلان کر دیئے ہیں جو گذشتہ اشاعتوں میں طبع ہو چکے ہیں اور بعض کرنے کو تیار ہیں۔ ان سب نے انجمن کو چندہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے اور مولوی اللہ بخش صاحب ساکن زیرہ نے تبلیغ اور تحصیل چندہ کی خدمات کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے ان سب کے اسمائے گرامی اور رقوم چندہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سید محمد شاہ نواز کانسٹبل پولیس موہن کے عہ
منشی محمد صدیق ہیڈ کانسٹبل اوّل ملانوالہ ہے
چودھری محمد سلیمان ٹھیکہ دار اسیال عہ
منشی ابراہیم صاحب دوکاندار بوٹ فروش ۴ر
شیخ محمد اسلم کانسٹبل گارد حوالات جوڈیشل ضلع ۸ر

اسلام کی ایک سرگذشت

(از یحییٰ النصر پارکنسن)

لنٹ کہتا ہے:۔

"کوئی واقعات ایسے نہیں جن سے ثابت ہو کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑی دور اندیشی رکھنے والا انسان تھا۔ یا یہ کہ اُن کو دور کوئی صاف رہنمائی کرنے والا ستارہ نظر آتا ہو۔ جس کی طرف وہ قدم اٹھا رہا ہو"

مارگولیتھ لکھتا ہے:۔

"یہ فرض کر کے کہ وہ اپنی اصلاح کی تجویز پر سالہا سال سے غور کر رہے تھے" .... "ان کی عادت تھی کہ وہ اپنی تجویزوں کو اس وقت پیش کرتے تھے۔ جب وہ پختہ ہو جاتی تھیں جو کام انھوں نے خود کرنا ہو وہ بہت سالوں سے اُن کے دل میں موجود ہوتا تھا۔"

"ہم زیادہ آسانی سے اس عقلمندی کی قدر اور تعریف کر سکینگے جس کے ساتھ انھوں نے اپنا راستہ بنایا۔ اگر ہم صفائی سے اس مقصد کو مد نظر رکھیں جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ آپ کو ایک طرف سے تیار ہے تھے"

یہ عیسائی کس طرح ایک دوسرے کو جھوٹا بناتے ہیں جب وہ نوجوان جو بچپن میں لنٹ کے خیالات سے متاثر ہو چکے ہونگے کبھی آئندہ پروفیسر مارگولیتھ کے بیانات کو پڑھینگے تو پھر رونا اور چلانا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا" پھر اس کے بعد دماغ میں یہ کشمکش پیدا ہوگی کہ دو فاضل مصنفوں میں سے کس کی بات کو سچا مانیں۔ ہم اُمید رکھتے ہیں کہ عقلمندی سے کام لے کر وہ اس صحیح نتیجہ پر پہنچینگے کہ یہ دونوں قابل اعتبار نہیں۔ اور خود تحقیقات کرینگے تب اُن کو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو جیسا ایک عیسائی مصنف نے اُن کو بتایا تھا ایسے جاہل تھے کہ صفائی سے کسی معاملہ پر رائے قائم نہ کر سکتے ہوں اور دور اندیشی کے مادے سے عاری ہوں اور نہ وہ جیسا کہ دوسرا مصنف لکھتا ہے اس قسم کی منافقانہ چالبازیوں کے مرتکب تھے کہ صرف اپنے اہل ملک پر ظاہری حکومت حاصل کرنے کے لئے جوڑ توڑ میں لگے رہتے ہوں۔ نہ وہ نعوذ باللہ من ذالک ایسے دنیادار تھے کہ شروع سے عرب کی حکومت اور بادشاہت ان کا مطمح نظر ہو۔ بلکہ وہ معلوم کرینگے کہ آپ شروع سے ایک پُرجوش مصلح تھے۔ جن کے مدعا اور مقصد میں کوئی روک حائل ہو کر آپ کو اس سے نہ ہٹا سکی تھی۔ اور وہ مدعا یا مقصد یہ تھا کہ اپنی قوم کو بت پرستی کی ذلت اور غلامی سے باہر نکالیں۔ تمدن اور اخلاق میں اُن کو ترقی دیں اور اُن کو خدائے واحد کی پرستش پر قائم کریں وہ قائم کرینگے کہ یہی وہ مقاصد تھے جو اُن کی رائے میں غالب اثر رکھتے تھے۔ اور آپ کے سب کام انہی اغراض سے وابستہ اور انہی کو مقدم کرنے والے تھے یہی آپ کے تمام خیالات کا مرکز تھے۔ اور انہی کی تکمیل آپ کی ساری طاقتوں اور خواہشات کا منشا تھا۔ آپ انھیں خیالات کے اندر ایسے مستغرق تھے کہ تاج اور تخت ظاہری حکومت کو خیال میں لانے کے لئے بھی آپ کے پاس وقت نہ تھا۔ بلکہ اُس وقت بھی تاج و تخت کی طرف آپ کی نگاہ نہیں گئی جب آپ کے ملی جذبہ کے سامنے بت پرستی کی طاقتیں پاش پاش ہو گئیں اور آپ کی ہمت بلند نے عرب کی کایا پلٹ دی۔ جب نہ صرف مذہب پر ہی ایک انقلاب عظیم آیا۔ بلکہ ہر ایک قسم کی ترقی نے قدم جمایا اور ایک ایسی طاقت کا ظہور ہوا جس نے نسل انسانی کی آئندہ بہتری و بہبودی پر ایک کامل اور قوی ترین اثر پیدا کر دکھایا۔ کتاب کے اس حصہ میں جہاں اسلامی طاقت کے پھیلنے اور عربوں کی سلطنت کے عروج اور زوال پر بحث ہے۔ تاریخی علم کی کمی اور تمدنی اصول کی ناواقفی نمایاں ہے اس سارے حصہ کے متعلق ہمارے ناظرین ذیل کے دو تین اقتباسات سے صحیح رائے قائم کر سکتے ہیں۔

"مگر کثرت سے صوبجات میں عیسائیوں کو سول عہدوں پر مقرر کرنے کی ممانعت تھی۔"

مگر یہ شاذ و نادر ہوتا تھا کہ اردگرد کے مسلمان عیسائیوں کو آرام سے رہنے دیں۔ دکھ دینے والی اور ذلیل کرنے والی شرائط ان پر عائد کی جاتی تھیں"

"سپانیہ کے عیسائی گرجاؤں اور راہب خانوں کے خزانے ایک ایسا ابتلا ثابت ہوئے جس سے مسلمان بچ نہیں سکے۔ اور اس قسم کی مثالیں ابتدائی صدیوں میں بھی عام طور پر پائی جاتی ہیں کہ عیسائیوں کو اُن کے مذہب کی وجہ سے ایذا دی جاتی تھی۔ بلکہ جان سے بھی مارا جاتا تھا"

منقولہ بالا بیانات اس نیم دروغ اور نیم راستی کی مثالیں ہیں جن کا اثر خطرناک مگر جنکی تردید بھی سخت مشکل ہوتی ہے جس کو تنی سن نے بھی منظوم کیا ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ اسلامی حکومت کے طول طویل زمانہ میں کچھ ایسے بھی مگر بہت تھوڑے بادشاہ گذرے ہیں کہ جنہوں نے مذہب اسلام کی بردباری کی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ اور انھوں نے صرف غیر مسلموں پر بلکہ مسلموں پر بھی زیادتیاں کی مگر ان کی مطلق العنانی اور خود اختیاری کو سب سے بڑھ کر برا کہنے والے خود مسلمان علماء تھے۔ لیکن ایک تاریخ کا طالب العلم کبھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ظلم و تعدی اور مذہبی تعصب و عناد کی مثالیں اسلام کی تاریخ میں بہ نسبت کسی دوسرے مذہب یا دوسری قوم کی تاریخ کے بہت کم پائی جاتی ہیں۔

وہ اسلامی تاریخ میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتی۔ اگر ہم پاگل مسلمان بادشاہوں نے جیسے متوکل (۸۴۷-۸۶۱) اور حاکم (۹۹۶-۱۰۲۱) غیر دں مسلموں پر ظلم روا رکھے تو انھوں نے مسلمانوں پر کم ظلم نہیں کیا مگر یہ مثالیں ایک لمبی مذہبی بردباری کی تاریخ میں استثنا ہیں نہ کہ عام قاعدہ جیسا کہ عیسائی مصنف اپنے قارئین کو یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ باتیں اسلام یا اس کے کسی اصول کی وجہ سے نہ تھیں بلکہ محض بادشاہوں کی دماغی خراب حالت ان کی اصل وجہ تھی اور اس لئے مسلمان علماء نے کبھی ان باتوں کی تائید نہیں کی بلکہ ان دونوں بادشاہوں کے عہد حکومت میں بہت سے قاضیوں نے ان کے احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا تھا۔ کیونکہ ان کے احکام قرآن کریم کے احکام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف تھے۔

(اشاعت اسلام)

فہرست چندہ اشاعت اسلام جماعت احمدیہ شملہ)

(معرفت جناب شیخ اللہ دین کمپوزیٹر)

(۱) خواجہ نصر محمدؐ صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس عہ
(۲) شیخ غلام حسن صاحب سب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے ڈیپارٹمنٹ عم
(۳) بابو جھنڈو خاں صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس ۳/
(۴) شیخ اللہ دین کمپوزیٹر " ۴ر
(۵) شاہ محمدؐ کمپوزیٹر " ار
(۶) عبد الصمد صاحب کمپوزیٹر ار
(۷) شیخ اللہ دین کمپوزیٹر بابت کمال ار

سالِ نو اور برٹش مسلم

(گذشتہ سے پیوستہ)

ذیل میں ہم یحییٰ النصر پارکنسن صاحب کے ایک مضمون کا جو جنوری ۱۹۱۶ء کے پرچہ اسلامک ریویو میں نکلا ہے۔ ایک حصہ دیتے ہیں۔ اس مضمون کی ابتدا میں فاضل مضمون نویس نے عیسائیوں کے تیوہار کرسمس کے ابتداء پر روشنی ڈالی ہے۔ اور آخر پر اپنے نومسلم بھائیوں کو جو برطانیہ کلاں میں ہیں۔ کچھ نصیحتیں کی ہیں اور اسلامک ریویو کے متعلق بھی ان کو اُن کے فرائض سے آگاہ کیا ہے۔ ہم بھی اپنے ناظرین سے امید کرتے ہیں۔ کہ وہ بھی اسلامک ریویو کے متعلق اپنے فرائض کو ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔ کتنا بڑا عظیم الشان کام یورپ، امریکہ اور کل انگریزی خوان دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرنا ہے۔ مسلمانوں میں اس قسم کے کام کی کتنی اور مثالیں ہیں۔ ایک بھی نہیں۔ مگر باوجود کام کی عظمت کو تسلیم کرنے کے اور باوجود اس اعتراف کے کہ ہمارے ہاتھ میں یہی ایک ذریعہ ہے جس سے اسلام کی تعلیم کو ہم دوسروں تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری کوششیں کچھ بھی نہیں کیونکہ اکثر لوگوں میں تبلیغ کا احساس ہی نہیں۔ لیکن اسلام کی تبلیغ کا احساس پیدا کرنا اگر ضروری ہے تو اس کے لئے خود مسلمانوں کے اندر اس رسالہ کی اشاعت کا بڑھانا لازمی ہے۔ ہمارے وہ احباب جو اس رسالہ کو اسلام کی حقیقی خدمت کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اُن پر فرض ہے۔ کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں میں اس کی اشاعت کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ ایک ایک مشنری سوسائٹی بعض وقت کئی کئی لاکھ رسالے نکالتی ہے مگر یہاں کل دنیائے اسلامی میں ایک ہی رسالہ اور اُس کی اشاعت دس ہزار تک بھی نہ پہنچے۔ ہماری غفلت کا کافی ثبوت ہے۔

پارکنسن صاحب اپنے مضمون محولہ کے آخر میں لکھتے ہیں کہ موجودہ نمبر کے ساتھ اسلامک ریویو کی ایک نئی جلد شروع ہوتی ہے۔ اور ایک اور سال کے لئے تبلیغ کے میدان میں اُس نے قدم اٹھایا ہے۔ ابتدا سے ہی اس رسالہ کی یہ غرض رہی۔ کہ اسلام کے اصول کو برطانیہ کے لوگوں کے سامنے کھول کر بیان کرے۔ اور یہی غرض اس کی آج بھی ہے۔ کیا اس نے گذشتہ میں اپنے فرائض کو ادا کیا ہے۔ اس سوال کا جواب خود اسکے پڑھنے والوں پر چھوڑتا ہوں۔ میرے یقین میں مضمون نویسوں نے اپنی قابلیت کے بہترین جوہر اس میں دکھائے ہیں۔ اور اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ خاص ترقی اس کے ذریعہ سے ہوئی ہے۔ نتائج ہر طرف بیّن ہیں۔ نکتہ چینی میں کمی ہو رہی ہے۔ اور روزانہ اخبارات اب اسے عداوت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ جیسا پہلے دیکھتے تھے۔ برٹش مسلم سوسائٹی۔ کیا بلحاظ تعداد کے اور کیا بلحاظ قوت اور جوش کے ترقی کر رہی ہے لیکن میں اپنے قارئین کو اس غلطی میں ڈالنا نہیں چاہتا کہ کل ترقی کا اندازہ محض ان اعداد کے شمار سے ہو سکتا ہے۔ جن میں نومسلموں کی تعداد بیان کی جا سکتی ہے۔ اس رسالہ کے ساتھ ہمدردی اور اس میں دلچسپی ایسے مقامات میں اور ایسی طرح پیدا ہو چکی ہے۔ جو ہمارے ابھی علم میں بھی نہیں۔ بیج جا بجا گر گیا ہے مگر پختگی کی حالت کو پہنچنے کے لئے یہ ابھی بہت سا وقت لیگا۔ اور جب اس کا وقت آئیگا۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ حقیقت میں یہ رسالہ کس قدر کام کر چکا ہے۔ ریویو ابھی بچہ ہے۔ اور اس کا اثر اس کی عمر میں ترقی کے ساتھ بڑھتا چلا جائیگا۔ اور اس لئے اس کے کام کی شوکت بھی رفتہ رفتہ ہی بڑھے گی۔

ہاں ہم نئے سال کے ساتھ یہ ضروری ہے۔ کہ ہمارے مضمون نگار اور قارئین رسالہ اپنے ارادوں اور نیتوں میں ایک تازگی کی روح پیدا کریں۔ یہ ہماری اور اس رسالہ کی شان کے لائق ہو۔ کسی کام میں اگر کمزوری یا غفلت دکھائی جائے۔ تو مستقل اور دیرپا اثر اس سے پیدا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جس کام کو ہاتھ ڈالا جائے۔ اس میں ہر وقت نئی گرمی نیا جوش۔ نئی ہمت اور اس کی کامیابی پر نیا ایمان پیدا ہوتے رہنا ضروری ہے۔ اور یہی بڑھتی ہوئی ہمت اور بڑھتا ہوا ایمان اس کی کامیابی کی اصل جڑھ ہوتا ہے۔ اگر یہ باتیں ہمارے اندر پیدا ہو جائیں تو وہ ہمیں اس قابل بنا سکتی ہیں کہ ہم بڑھتی ہوئی کوشش کے ساتھ اس منزل کے طے کرنے میں قدم اٹھائیں اور مقصودِ حقیقی کے عمدہ سے عمدہ گوہر ہمارے ہاتھ میں آئیں۔

پس برادران اٹھو اور کام میں لگ جاؤ۔ ہم ایک ایسے عالم میں ہیں کہ جس میں زندگی کے ساتھ حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور ہماری زندگی کی قیمت اور قدر نہ صرف ہمارے افعال سے بڑھ سکتی ہے۔ ہمارے کام ایسے ایثار اور بے نفسی کے کام ہونے چاہئیں کہ ہم دوسروں کے لئے رہنمائی کا کام دے سکیں۔

یاد رکھو کہ کام کرنا ہی حقیقی زندگی ہے۔ یہی حیات ہے۔ اور سستی اور کاہلی انسان کی اخلاقی موت ہے۔ جس چیز کے متعلق تم کو یقین ہے۔ کہ وہ صداقت ہے۔ اس کا ساتھ مضبوط ہو کر دو۔ ہاں یہ اچھی طرح سے غور کر لو۔ کہ جس چیز کو تم نے لیا ہے وہ صداقت ہی ہے تمام چیزوں کا اچھی طرح معائنہ کر لو۔ اور خوب تحقیق کر لو۔ لیکن تحقیقات کے بعد جب ایک نتیجہ پر پہنچ جاؤ تو پھر کام میں سستی نہ آنے دو۔

تنقید ہی صحیح علم کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ پھر جس طرح تم دوسروں کے افعال اور خیالات پر تنقید کی نظر دوڑاتے ہو۔ اپنے افعال اور خیالات کو بھی تنقید کے ماتحت لاؤ۔ اپنے خیالات کی دوسروں سے بھی تنقید چاہو۔ اور اس سے کوئی خوف مت کرو۔ جب ایک شخص حق پر ہو۔ تو پھر ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ جو شخص زیادہ علم حاصل کرتا ہے وہ کاموں کو زیادہ سر انجام دینے کی زیادہ قوت اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ علم سے ہی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ علم ہی ایک قوم کو دوسری پر فوقیت دیتا ہے۔ علم ہی تہذیب کی بنیاد رکھتا اور افراد اور قوموں اور نظاموں کے ٹھیک سانچے میں ڈھالتا ہے۔ اخلاق و عادات کے بنانے میں یہ سب سے اہم چیز ہے۔ اور اس لئے قومی اور تمدنی زندگی کی یہ بنیاد ہے۔ صرف اسی طرح ہی یہ ایک شخص ان اعلیٰ صفات کو حاصل کر سکتا ہے۔ جن تک خداداد عقل کے ذریعہ سے انسان کا پہنچنا ممکن ہے۔ مضبوط رہو اور کوئی خوف مت کرو۔ وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ ارشاد خداوندی ہے یعنی مستقبل ماضی سے بہتر ہے۔

"السلام علیکم" (اشاعت اسلام)

النبوۃ فی الاسلام

کے متعلق مولوی محمد یمین صاحب داتہ سے حضرت امیر کی خدمت میں رقمطراز ہیں:-

بعد از سلام مع الاکرام معروض آنکہ۔ چند روز ہوئے کہ کسی ناگوار امر کے پیش آ جانے سے تمام رات تفکرات میں گذری دوسرے دن قریب شام اسی غم کی حالت میں ایک دوست کے ہاتھ میں جناب کی تالیف لطیف کتاب النبوۃ فی الاسلام نظر سے گذری۔ اس کی فہرست مضامین اور ضمیمہ دیکھ کر اسقدر خوشی ہوئی۔ کہ سب تفکرات کافور ہو گئے۔ اور تمام رات پھر خوشی سے نیند نہ آئی۔ اور بے ساختہ حضور دل سے حضور کے لئے دعائیں نکلتی رہیں۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح کو ثابت کر کے عیسائی فتنہ تثلیث کو پاش پاش کر دیا ہے۔ ایسا ہی جناب نے کتاب النبوۃ فی الاسلام لکھ کر فتنہ اصحاب الفیل قادیانی کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اور اس کے اخیر میں ضمیمہ کو شامل کرنے سے باقی غیر احمدی مسلمانوں پر بھی اتمام حجت ہو گئی ہے۔ اور طالبان حق کے لئے یہ کتاب النبوۃ فی الاسلام موجودہ شب فتنہ میں شمع کا کام دیگی۔ فجزاک اللّٰہ احسن الجزاء فی الدنیا والآخرۃ

مصلح موعود

میرنا صر نواب کی عادت سے سب لوگ واقف ہیں۔ کہ بیچارہ غصّہ میں ایسا مغلوب الغضب ہوجایا کرتا ہے کہ اُسے یاد بھی نہیں رہتا۔ کہ وہ کس معاملہ پہ گفتگو کررہا تھا۔ وزیرآباد میں جاکر کچھ کا کچھ بیان کر آیا۔ مگر جب قادیان میں آکر اپنی سابقہ گفتگو یاد آئی۔ تو اب پہلو ہی بدلدیا۔ میاں الفضل اس پہ حاشیہ چڑھاتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے ۱۸۸۶ء میں جس لڑکے کی پیشگوئی کی اور جو بموجب سبز اشتہار ۱۸۸۸ء میں پیدا نہ ہوا تھا ہم اسے بہت پہلے کا پیدا شدہ بتاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ میاں منظور محمدؐ صاحب نے ان لوگوں کو ایسی سبزی پلادی ہے۔ کہ وہ حضرت صاحب کے اشتہارات میں تطابق کرنے کیطرف آتے ہی نہیں۔ اگر وہ ذرا بھی عقل سے کام لیتے تو اُن پر اصل حقیقت واضح ہوجاتی۔ جسے ہم یہاں مختصراً عرض کرتے ہیں۔

اصل پیشگوئی حضرت صاحب نے تولید فرزند کے بارے میں ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو کی۔ جس پر قادیان کے بعض لوگوں نے مشہور کردیا کہ آپ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگیا تھا۔ محض دھوکا دہی کی راہ سے آپ نے ایک پیشگوئی بناکر شایع کی ہے۔ اسپر آپ نے ۲۲ رمارچ ۱۸۸۶ء کو دوسرا اشتہار شایع کیا۔ کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار کے لڑکے کے پیدا ہونے کی میعاد ۹ برس بموجب وعدہ الٰہی ہے۔ اس اشتہار پر اندرمن مرادآبادی نے نکتہ چینی کی کہ ۹ برس کی حد جو لپسر موعود کے لئے بیان کی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ اسپر حضور نے اس امر کے انکشاف کے لئے جناب الٰہی میں توجہ کی تو ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو آپ پر کھلا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونیوالا ہے۔ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔ لیکن اس کا انکشاف نہ ہوا۔ کہ آیا یہی موعود ہوگا۔ یا کوئی اور۔ جو ۹ برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا جون ۱۸۸۶ء میں لڑکی کی پیدا ہونے پر پھر شور اٹھا۔ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہونے پہ آپنے لکھا کہ ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار والا مولود مسعود پیدا ہوگیا۔ ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے تتمہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء میں آپ نے لکھا۔ کہ:۔

”ہمیں اس رشتہ (مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا) کی درخواست کی کچھ ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا تعالٰے نے پورا کردیا تھا۔ اولاد بھی عطا کی اور اُن میں سے وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہوگا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ دیا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلیگا“!

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دین کا چراغ ہونیوالا لڑکا ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۸ء کو آپ کے ہاں موجود تھا۔ اور اس کے علاوہ قریب مدت تک ایک اور لڑکے کا وعدہ تھا۔ جس کا نام محمود احمد ہوگا۔ یہ عبارت صاف ہے۔ اس میں کسی دوسرے کی وضاحت کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ ۴۔ نومبر ۱۸۸۸ء کو جب لبشیر احمد اول وفات پاگیا۔ تو آپنے یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو سبز اشتہار شایع کیا۔ جسکے صفحہ ۸ حاشیہ پہ آپ فرماتے ہیں:۔

”الہام نے پیش از وقوع دو لڑکوں کا پیدا ہونا ظاہر کیا اور بیان کیا کہ بعض لڑکے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے۔ دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء و اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء سو مطابق پہلی پیشگوئی کے ایک لڑکا پیدا ہوگیا اور فوت بھی ہوگیا۔ اور دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا۔ کہ دوسرا بشیر دیا جائیگا جس کا دوسرا نام محمود ہے“!

اب جو شخص دہم جولائی ۱۸۸۸ء کا اشتہار دیکھے۔ وہ اس کے تتمہ سے جسے ہم نے حضرت صاحب کے الفاظ میں لکھدیا ہے۔ معلوم کرسکتا ہے کہ محمود کی نسبت ایک عام وعدہ تھا۔ اور دین کا چراغ ہونیوالا لڑکا ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۸ء کو زندہ موجود تھا۔ اسی سبز اشتہار میں صفحہ ۱۵ پر بھی آپ نے ۱۰۔ جولائی ۱۸۸۸ء کے اشتہار کا حوالہ دیا ہے۔ اور پھر ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار والی پیشگوئی کو جو اسوقت تک ایک ہی موعود کے بارے میں لکھتے آتے تھے۔ اور جس میں لفظ بھی ”ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملیگا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت ونسل ہوگا“ کے ہیں۔ دو لڑکوں پر تقسیم کردیا ہے۔ مگر اپنے آئندہ اشتہاروں یا تصانیف میں محمود احمد کے بارے میں کبھی یہ نہیں لکھا۔ کہ یہی مصلح موعود ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آئندہ چونکہ آپ پر کھل گیا کہ مصلح موعود ایک مامور اور الہام الٰہی سے کھڑا ہونیوالا ہے اس لئے اس کے اپنے دعوے سے پہلے اس کی تعیین خلاف سنت الٰہی ہے۔ اس بارے میں مرزا احمد بیگ کی دختر کے نکاح کا معاملہ ہمارے سامنے ہے کہ کس زور شور سے آپ نے اسے اپنی تصدیق کا معیار ٹھیرایا۔ مگر خدا کی مشیت کچھ اور ہی تھی۔ پھر حقیقۃ الوحی نشان ۴۸ میں لکھا۔ کہ ”خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ کہ میں چار لڑکے دونگا جو عمر پاوینگے“! مگر ظاہر ہے۔ کہ چوتھا لڑکا عمر پانے والا نہ نکلا۔ یہ اجتہادات ہیں۔ اسی لئے آپ نے سبز اشتہار میں نبیوں کی اجتہادی غلطیوں کے بارے میں مفصل طور پر لکھدیا ہے۔ تاکہ آپ کے متبع ان سے ٹھوکر نہ کھادیں آپکے صاف لفظ موجود ہیں:۔

”اکثر نبیوں اور اولوالعزم رسولوں کو بھی اپنے مجمل مکاشفات اور پیشگوئیوں کی تشخیص وتعیین میں ایسی ہلکی ہلکی غلطیاں پیش آتی رہی ہیں“!

ہمارا ایمان ہے کہ نفس پیشگوئی بالکل صحیح ہے مگر تعیین میں غلطی کا امکان ہے۔ چونکہ الوصیت میں مصلح موعود کی شرط الہام سے کھڑا ہونے کی ہے اور یہ قرین قیاس بھی ہے۔ کہ اصلاح کرنے والا تائید ایزدی ساتھ رکھتا ہو۔ اور خدا کی طرف سے مامور ہو ورنہ بلا ماموریت وہ دیگر دنیاوی مصلحین سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے الہامات کو دیکھنے سے بھی یہی پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ کو اپنی ذریت میں سے ایک مصلح مامور کا وعدہ شروع سے ہی دیا گیا تھا۔ مگر آپ پر یہ کبھی منجانب اللہ ظاہر نہیں ہوا۔ کہ موجودہ لڑکوں میں سے کوئی مصلح موعود ہے۔ ورنہ آپ کسی کی نسبت تو لکھتے کہ فلاں مصلح موعود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ الوصیت کے وقت اتنا انکشاف ضرور ہوا۔ کہ آپ کی ذریت اور نسل میں سے ایک مامور آئیگا۔ جس کی تعیین شخصی اپنے وقت پر ہوگی۔ کیونکہ پیشگوئیوں کے بارے میں سنت اللہ اسی طرح پر واقع ہوئی ہے۔ کہ انسان کسی طرف انگلیاں اٹھاتے ہیں مگر اللہ تعالٰی کے علم میں وہ درست نہیں ہوتا۔

آپ نے آمین کی نظم میں اپنے بچوں کے لئے دعائیں کی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو اُن کی نسبت بہت خطرہ تھا۔

مختصر نوٹ

نامہ نگاروں کو اطلاع جو بھائی محمودیوں کے کسی مضمون کا جواب یا اُن کے جھوٹ و افترا کا پردہ فاش کرنا چاہیں۔ وہ اپنا مضمون مختصر طور پر روانہ کیا کریں۔ لمبے مضمون درج ہونے دشوار ہیں۔ کیونکہ مختصر الفاظ میں محمودیوں کی ہر ایک نادواجب تحریر کا جواب دینا ہمارا مدعا ہے۔

فاروق کاربولو نگار لاہور کا نقلی اور بناوٹی سعدی تسلی رکھے ہم عنقریب اس کے علم وعقل کے بخیے ادھیڑنے شروع کردینگے۔ ہم محمودی حاسدوں کے لئے تریاق طیار کررہے ہیں۔ جس سے انشاءاللہ اُن کے حسد کی آگ بالکل ٹھنڈی ہوجائیگی۔ اپنے گمراہ بھائیوں کو اس کمبخت آگ میں جلتے دیکھکر ہم خاموش نہیں رہ سکتے اسلئے اگر یہ سرد پانی اس موسم میں ان کو ناگوار معلوم ہو تو وہ ہمیں معذور سمجھیں۔

منشی محبوب عالم صاحب کی شہادت فضلی ایڈیٹر الفضل نے منشی محبوب عالم صاحب کی شہادت

گویا اس خط میں لغوی معنوں سے آپکی نبوت مانی ہے۔ نہ شریعت اسلام والی نبوت ❊

میٹھا میٹھا ہپ ہپ کڑوا کڑوا تھو تھو

بقول میاں محمود احمد صاحب جب اُسے خدا نے خلیفہ کہا تو درست۔ مگر میر عابد علی شاہ صاحب کو خلیفہ اور قدرت ثانی ہم اخبار الفضل بغلیں جھانکنے لگا ہے۔ کیا ہم نے کسی غیر مامور کے الہاموں کو وہ وقعت دی ہے۔ جو محمودی لوگ اپنے غیر مامور پیر کے الہاموں کو دیتے رہے ہیں۔ چونکہ ہم مامور کے الہامات کو ہی قابل وقعت سمجھتے رہے ہیں۔ اس لئے غیر مامورین کے الہامات ان پر حجت ہو سکتے ہیں۔ جو انہیں قابل وقعت سمجھیں۔ رہی میر عابد علی شاہ صاحب کی شخصیت سو وہ احمدیت میں ہمارے بھائی تھے ہیں۔ ہم کسی صورت میں ان کو احمدیت سے خارج یا مرتد وغیرہ کے فتوے نہیں دے سکتے۔ اور ہم اسی طرح آن کو قابل عزت سمجھتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں سمجھتے تھے۔ ہم ابن الوقت نہیں ❊

مولوی سرور شاہ کا خطبہ جمعہ

قرآن شریف کی تشریح بیان بیجا اور خیالات محمود کی تائید

قرآن شریف کی ہر ایک آیت سے میاں محمود احمد کی خلافت ہی نظر آتی ہے۔ اور آپ کے نہ ماننے والوں کے بارہ میں سخت تنبیہہ۔ مولوی سرور شاہ بیچارہ کو گدی کی تائید کرنے کے جوش میں یہ بھی خیال نہیں رہتا۔ کہ وہ کیا کچھ کہہ رہا ہے۔ ۱۱۔ فروری کے خطبہ میں عجیب و غریب نکتے نکالے ہیں۔ ایک لفظ میں احمدی اور غیر احمدی کا فیصلہ اس طرح کیا ہے۔ کہ چونکہ حضرت مسیح نبی ہے۔ اس لئے وہ خلیفہ ہوکر نہیں آسکتا۔ کیونکہ دنیا میں کوئی ایسا خلیفہ نہیں ہوا۔ کہ پہلے وہ نبی ہو۔ مگر بعد میں خلیفہ بنا دیا گیا ہو۔ یہ عجیب نکتہ ہے۔ آپ کے اعتقاد کو سامنے رکھکر کہ مسیح موعودؑ کی نبوت اور حضرت مسیح کی نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں یہ محمدی خلیفہ وہ موسوی خلیفہ۔ یہ بھی نبی وہ بھی نبی۔ گویا نبوت اور خلافت ہم معنی ہیں۔ پھر فیصلہ کیا ہوا آگے چلکر مولوی صاحب فرماتے ہیں:۔

"ہم لوگ مسلمانوں میں پیدا ہوئے۔ انہیں میں پڑھے پھرے۔ انہیں میں سب کچھ سیکھا مگر ان سے نکلکر اس جماعت میں داخل ہو گئے"!

گویا مولوی صاحب کے نزدیک یہ جماعت مسلمان نہیں ہے۔ کیونکہ اب آپ مسلمانوں میں سے نکلکر جماعت محمودیہ میں شامل ہوئے ہیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

گر تو قرآن بدیں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

نہ معلوم ان مولویوں کو اس بات میں غیر احمدی علماء کی طرح کیوں لذت آتی ہے۔ کہ وہ بار بار چبا چبا کر خادمان حضرت مسیح موعودؑ کو مخالفین مسیح موعودؑ کے ساتھ شامل کرکے خوشی کے گیت گاتے ہیں جیسے غیر احمدی علماء مسلمانوں کو کافر کہکر خوشی سے کپڑے نہیں سماتے۔ کجا عبد الحکیم جیسے حضرت صاحب نے سلسلہ سے خارج کردیا اور کجا حضرت مولوی محمد علی صاحب جو حضرت صاحبؑ کا آخیر دم تک مخلص خادم رہا۔ اور ہے۔ اور انشاء اللہ رہیگا۔ رہا مولویوں کے فتووں کے نیچے آنا۔ سو آجتک کون بزرگ ان مولویوں کی زبانوں اور قلموں سے بچا ہے کہ ہم ان سے نیکی کی امید رکھ سکیں۔ اگر وہ منبروں پر چڑھکر ہمیں گالیاں نہ دیں۔ تو اُن کے وظیفے کیسے جاری رہ سکتے ہیں۔ نذر کے غلاموں کا ہر زمانہ میں یہی حال رہا ہے۔ ورنہ اگر یہ لوگ قوم میں اصلاح پیدا کرنا چاہتے اور نرم زبانی سے کام لیکر خیالات کا تبادلہ کیا کرتے تو قوم کی وہ گت نہ ہوتی جو اب ہو رہی ہے۔ کہ ہر ایک محمودی ہمیں گالیاں دیکر ہی پیر کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یاد رکھیں اگر یہ اب بھی نہ سمجھے۔ تو زمانہ خود ان کو سمجھا دیگا۔ جنکو یہ اسوقت دشمن سمجھکر گالیاں دیتے ہیں۔ ان کو نہ سہی ان کی اولاد وقعت کی نگاہ سے دیکھے گی۔ اور اپنے بدزبان بزرگوں پر لعنت بھیجے گی ❊

راولپنڈی کے مباحثہ پر ایک نظر

۱۷۔ فروری سنہ ۱۹۱۶ء کے فاروق میں راولپنڈی کے مباحثہ کی خط وکتابت شروع ہوئی ہے محمودی مناظر نے جو جو خلاف واقعہ بیانات لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں۔

خط ۲ میں لکھتا ہے کہ "آپ (مراد حکیم شاہنواز صاحب سے ہے) فرماتے ہیں کہ مسیح موعودؑ صدیق ہیں۔ نبی نہیں۔ میں اس کا انکار کرتا ہوں۔ کیونکہ مسیح موعودؑ نے کہیں بھی نہیں لکھا کہ میں صدیق ہوں۔ نبی نہیں"!

احمدی۔ دیکھئے حضرت مسیح موعودؑ کیا فرماتے ہیں:۔

"نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنافی الرسول کی۔ (ازالہ غلطی کا ازالہ)

ظاہر ہے کہ صدیقی کھڑکی سے جو گذریگا۔ وہ صدیق کہلائیگا نہ نبی۔ پھر مولوی محمد ابراہیم کا یہ لکھنا کہ حضرت صاحب نے نفس نبوت سے انکار نہیں کیا۔ یہی خلاف واقعہ ہے۔ آپ حضرت اقدسؑ کی کوئی تحریر دکھائیں جس میں یہ دعوے ہو کہ آپ کی اور پہلے انبیاء والے نبیوں کی نفس نبوت میں فرق نہیں۔ جب آپ خود کہتے ہیں کہ مسیح موعودؑ کی نبوت مستقلہ اور تشریعی والی نبوت نہیں۔ تو نفس نبوت میں فرق ہوگیا۔ قرآن شریف نے خلیفہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جو مجدد دین کے لئے ہے۔ جس حدیث میں نبی اللہ کا لفظ آیا ہے۔ اسی حضرت صاحب نے ازالہ اوہام میں استعارہ اور تعبیر طلب بیان فرمایا ہے۔ محمودیوں کا طرز عمل بھی مخالف مسلمانوں کا ہوگیا ہے۔ جب متوفیک اور بعیسیٰ کی نسبت آئے تو وہ مر گئے اور جب حضرت عیسیٰ کے بارہ میں آوے تو آسمان پر چڑھنا اسکے معنے لیتے ہیں۔ اسیطرح محمودی لوگ مسیح ابن مریم دو زرد چادریں وغیرہ ایک ایک لفظ کی تعبیر کریں گے۔ مگر نبی اللہ کے لفظ کو حقیقی معنوں میں لینگے۔

آخری خط ۱۲ میں تو مولوی ابراہیم صاحب نے حد ہی کر دی۔ حکیم صاحب پوچھتے ہیں۔ تشریعی اور غیر تشریعی نبیوں کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیں۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ موسیٰ تشریعی تھے۔ مگر وقفینا من بعدہ بالرسل اور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا سے غیر تشریعی نبی ثابت ہیں۔ حالانکہ یہ بیان خود حضرت اقدسؑ کی تشریح کے رو سے غلط ہے۔ آپ شہادۃ القرآن صفحہ ۴۴ و ۴۵ دیکھیں وہاں اس آیت کے ماتحت صرف لغوی معنوں کے رو سے نبیوں کا ذکر کیا ہے جو محض تصدیق اور تائید کے لئے آتے تھے اس کی مفصل بحث دوسری جگہ دیکھیں۔

نمبر ۳ کے جواب میں لکھا ہے کہ ہارون غیر تشریعی نبی اور تابع تھا۔ حالانکہ قرآن شریف موسیٰ کی زبانی فرماتا ہے۔ اشرکہ فی امری۔ پھر فرمایا۔ و اتینھما الکتاب المستبین (ہم نے روشن کتاب دونوں کو دی تھی)

نمبر ۴ میں مولوی صاحب نے خاتم النبیین کی تشریح کی ہے۔ مگر النبیین کے لفظ پر غور نہیں کی۔ وہاں تو جمع ہے نہ کہ واحد۔ پھر حضرت صاحب کا یہ لکھنا کہ میں ہی نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا۔ پھر آپ کا سارا دارومدار ہی کہاں گیا۔ النبیین نے تو خصوصیت اڑا دی۔

نمبر ۵ میں لکھا ہے کہ دیکھنا تو یہ ہے کہ "قرآن اور حدیث جو شرائط نبوت بیان کرتے ہیں وہ مسیح موعودؑ میں پائی جاتی ہیں یا نہ"! مگر افسوس آپ نے قرآنی شرائط نبوت درج نہ کئے۔ ورنہ آپ کا علم و عقل معلوم ہو جاتا۔

نمبر ۶ میں لکھتے ہیں کہ "آیت و حدیث بیان فرماویں۔ جہاں لکھا ہو۔ کہ نبوت کی شرائط میں سے یہ ضروری ہے۔ کہ کسی کی اتباع سے نہ ملے" لیجئے مولوی صاحب قرآن نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔

[illegible] مینیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او | بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشد شدا ندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | ز و شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۔۔ سے ۴
ششماہی ۔۔ سے ۲
سہ ماہی ۔۔ ۸ ۱۲
ماہوار ۹ از طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ، سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مقام اشاعت لاہور پنجشنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ مطابق ۲ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۴

مختصر نوٹ و نکات

مسیح ابن مریم کی آمد ثانی کے متعلق صرف ایک لفظ نزول سے لوگوں نے بہت ٹھوکر کھائی ہے اور اسی کو وہ زیادہ تر اس بات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ وہی مسیح ناصری آسمان سے اُترے گا۔ حالانکہ اگر وہ لغت عرب محاورات عرب۔ قرآن کریم اور احادیث میں سے اس لفظ کے معانی کو دیکھتے اور اسپر غور کرتے تو انھیں پتہ لگ جاتا کہ یہ لفظ ضرور اوپر سے نیچے اُترنے پر ہی بولا نہیں جاتا بلکہ کسی مقام پر ٹھہرنے کسی کے پاس جانے اور کہیں ڈیرہ ڈالنے پر بھی نزول کا لفظ بول دیتے ہیں۔ منزل اسی مقام کو کہتے ہیں جہاں کوئی قافلہ ٹھہرے۔ پھر وانزلنا الحدید (اور ہم نے لوہا نازل کیا) تمہارا پر اور بھی روشنی ڈالنے والا ہے پھر ان سب سے بڑھکر وہ حدیث ہے جو بخاری کتاب العلم باب التناوب فی العلم میں یوں بیان کی گئی ہے۔ عن عمر رضی اللہ عنہ قال کنت انا وجار لی من الانصار فی بنی امیۃ بن زید وھی من عوالی المدینۃ وکنا نتناوب النزول علی رسول اللہ صلعم ینزل یوما وانزل یوما فاذا انزلت جئتہ بخبر ذلک الیوم من الوحی وغیرہ واذا نزل فعل مثل ذالک الخ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں اور میرا ہمسایہ انصار بنی امیہ بن زید کے گانوں میں جو مدینہ کے بلند گانوں میں سے ہے تھے۔ تو ہم دونوں باری باری رسول اللہ صلعم پر نازل ہوتے ایک دن وہ نازل ہوتا اور ایک دن میں۔ جب میں نازل ہوتا تو اُس دن میں اسکو ہدایت کی وحی کی اور اس کے علاوہ خبر لا سناتا اور جب وہ نازل ہوتا تو ایسا ہی کرتا اب اس تمام حدیث میں لفظ نزل اور نزول علی رسول اللہ صلعم ہی وارد ہوا ہے لیکن کسی صاحب عقل نے آج تک یہ معنی نہیں کئے۔ کہ وہ آسمان سے رسول اللہ صلعم پر اُترکر آتے تھے۔ پھر مسیح موعود کے لئے آسمان سے اُترکر آنے کی تخصیص کیوں۔؟

حضرت خواجہ صاحب

کے متعدد لیکچر ان دنوں امرتسر میں ہوئے ہیں۔ اور ہو رہے ہیں آج یکم مارچ ۱۹۱۶ء کی شام کو بھی اسلام اور اشاعت اسلام پر ایک لیکچر ہونے والا ہے۔ ان لیکچروں کی ابتدا انجمن ترقی تعلیم امرتسر کے سالانہ جلسہ سے ہوئی ہے جسمیں دو دنوں میں تین لیکچر ہوئے ان تینوں کی مختصر رپورٹ جو بعض دکیل امرتسر نے شائع کی ہے حسب ذیل ہے :-

.......اس کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب کی تقریر شروع ہوئی انھوں نے زریں اصول مساوات پر لطیف روشنی ڈالی اور ثابت کیا کہ یورپ کی جمہوریت دراصل اسلام ہی کا بچہ ہے اور حقیقی تہذیب جس کا مقصد اولیٰ کائنات کے رازہائے سربستہ کو طشت از بام کرنا اور انسان کے جسمانی و روحانی و اخلاقی صفات و قویٰ کو عرصہ شہود پر لانا اور مخفی قوتوں کو ظاہر اور سوئی ہوئی طاقتوں کو بیدار کرنا، وہی ہے جو دین الفطرۃ کی علت غائی ہے۔ اور جس کو قرآن کریم میں فلاح کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ توحید کامل اس فلاح کا سنگ بنیاد ہے یورپ کی تہذیب (دیگر وہابات کو چھوڑکر) دو اصول پر مشتمل ہے (۱) جمہوریت (۲) کائنات عالم انسان کی غلام ہے۔ اسلامی تہذیب کے اجزا بھی یہی ہیں۔ جمہوریت کے ذریعے خلق خدا کو یہ بتانا منظور ہے کہ وہ سب کچھ کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ اگر یہ اصول قائم نہ کیا جاتا تو انسان میں کبھی ترقی کرنے کی صلاحیت پیدا نہ ہوتی۔ انسان کو کائنات کا سردار قرار دینے میں یہ راز مضمر ہے کہ وہ ہر شے کو اپنے ماتحت سمجھے اور تحقیق و تدبر سے کام لے کر منازل ترقی طے کرے۔ یہ توحید کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ جب انسان صرف خدا ہی کو عبادت کے لائق سمجھیگا تو اور تمام اشیاء کو یا وہ اپنے برابر خیال کریگا یا اپنے سے کمتر اور اس طرح سے انسانوں یا حیوانات و نباتات کی پرستش کی اُسے جرأت نہ ہوگی انتہی ہے کہ بوجہ قلت وقت تقریر پوری نہ ہو سکی اس لئے حاضرین کے اصرار سے خواجہ صاحب نے ایک لیکچر اسی شب دیا جس میں سورہ الحمد کی دلاویز تفسیر کی گئی ہے اور بعد ازاں بعد دوپہر بھی انھوں نے "دین الٰہی" کے عنوان سے ایک نہایت دلچسپ لیکچر دیا جسمیں انھوں نے :زبان وند اہب

ہندوستان کی تازہ خبریں

پنجاب گورنمنٹ نے ایک ڈاکو مسمی محرم لک کے گرفتار کرنے کے لئے ایکہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا تھا۔ یہ ڈاکو گرفتار کر کے زیر حراست پولیس ۲۴ فروری کو لایا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو ریاست بہاولپور کی سرحد پر ایک گھنے جنگل میں مع ملزمان بیٹھا تھا اور بہادر دیکھ پولیس کے فضل کریم اور شیر داد اس آئرکہا نے گرفتار کیا تھا +

جعلی طبی ڈگریوں کے متعلق سلیکٹ کمیٹی کا اجلاس جمعرات کے روز ختم ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ رپورٹ کے متعلق تمام ممبروں کا اتفاق رائے نہیں ہے۔ کہ مسٹر اچاریہ۔ مسٹر سرنا اور آنریبل راجا ابوجعفر نے مخالفت کا نوٹ داخل کیا ہے +

کالج سے خارج شدہ طلباء میں ایک لاء کالج کا طالب علم بھی ہے ابھی تک معلوم نہیں ہوا۔ کہ کالج کے کارکنوں نے کیا کارروائی کی ہے +

حضور وائسرائے کی لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج اور ہسپتال کے افتتاح کے موقع پر ۱۷ فروری کو سرمایہ کے لئے اپیل کے جواب میں حسب ذیل چندہ جات وصول ہو چکے ہیں ہر ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال ۲۰ ہزار۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب گوالیار ایک لاکھ۔ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بیکانیر ۱۲ ہزار روپیہ +

ایسٹ انڈین ریلوے کی شاخ جیند پانی پت سیکشن کی تعمیر عملی طور پر ختم ہو گئی ہے اور نارتھ ویسٹرن ریلوے سے اسکا ملاپ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ سینئر گورنمنٹ انسپکٹر کے اسکو پاس کرنے پر لائن عام پبلک کے لئے کھول دی جائے گی +

سرموور امپیریل سفر مینا کا دوم لفٹننٹ خفیف طور پر مجروح ہوا۔

حضور لارڈ ہارڈنگ کو الوداع کہنے کے لئے آئندہ ماہ جو الوداع پارٹی ہوگی اس میں حضور کو ایک صندوقچی اور ایک ایڈریس پیش کیا جائے گا +

خالصہ ہائی سکول گوجرانوالہ کے طلباء و منیجران کا ایک جلسہ ۲۴ فروری کو منعقد ہوا جس میں ہز ہائینس مہاراجہ صاحب پٹیالہ کا اس سکول کی عمارت کے لئے ۲۰ ہزار روپیہ عطا کرنے کا شکریہ ادا کیا گیا +

ایک لاہور کے ڈرافسمین کا پولیس نے ۔۔۔ ادا کا ہوا۔ عدالت تحصیلدار صاحب وزیر آباد میں چالان کیا تھا اب عدالت نے اسے زیر دفعہ ۳۰۴ تعزیرات ہند جرمانہ کی سزا دی ہے +

چند روز ہوئے کہ ایک لڑکی وزیر آباد میں ایک موٹر کار کے نیچے آ گئی۔ اور سخت زخمی ہو کر مر گئی +

۲۴ فروری کو پریزیڈنسی کالج کے متعلق تحقیقات کرنے والی کمیٹی کا اجلاس سر آسدر توش کے کمرے میں پھر منعقد ہوا۔ اور پروفیسر مسٹر لنگ مسٹر ارش۔ اور پروفیسر مولا نالن کے بیانات ہوئے۔ ۲½ بجے دوپہر کے وقت کمیٹی کا اجلاس ابھی ہو رہا تھا۔ پیر کے روز بھی اس کا اجلاس ہوگا۔ اور امید کیجاتی ہے۔ کہ اس دن پروفیسر کلگرامیٹ اور پروفیسر ڈی این ملک کے بیانات ہونگے +

کہا جاتا ہے کہ انڈین سپیشی بینک (زیر لیکویڈیشن) کے سرکاری لیکویڈیٹر نے بینک مذکور کے ڈائرکٹروں کے ساتھ جو فیصلہ کیا ہے۔ اس کے خلاف حصہ داران بنک مذکور گورنمنٹ ہند اور گورنمنٹ بمبئی کی خدمت میں ایک عرضی پیش کرنے والے ہیں۔ کہ وہ تصفیہ کے متعلق تحقیقات کرے +

جودھپور میں ۲۶ فروری کو حضور وائسرائے نے نوجوان مہاراجہ صاحب جودھپور کو اختیارات حکومت عطا فرمائے اور اس رسم کو ادا کرتے ہوئے آنحضور نے جو تقریر کی۔ اس کے دوران میں فرمایا کہ گذشتہ سالوں میں گورنمنٹ کی پالیسی ریاستوں کی طرف سے ہمدردی اور اعتماد کی پالیسی رہی ہے۔ اور اسے ان کی گورنمنٹ اور شہنشاہ معظم کے ساتھ غیر متزلزل وفاداری کا یقین رہا ہے انہوں نے ہر وقت جب کبھی ضرورت ہوئی ہے فراخ دلی سے سرکاری امداد کی ہے۔ اور آنحضور نے مہاراجہ سر پرتاب سنگھ کی تعریف کرتے ہوئے اُنکے زیر انتظام ریاست کی ترقی اور بہبودی کا ذکر کیا اور آخر میں خواہش ظاہر کی کہ ریاست ہمیشہ ایسی ہی ترقی کرتی رہے +

پنجاب ایرو پلین فنڈ کی تازہ ترین فہرست مظہر ہے کہ اس فنڈ میں ۱۲۴۸۹۳۳ روپے ۱۰ آنہ ۵ پائی جمع ہو گیا ہے +

ایک ہندو طالب علم مسمی کرشن مورتی نے جو سنٹرل کالج بنگلور کی سینیئر بی۔ اے کلاس میں پڑھتا تھا۔ جمعرات کے روز زہر کھا کر خودکشی کر لی +

لودھیانہ میں صاحب سب جج کی عدالت میں ایک شخص مسمی بسنت سنگھ نے عیسائیوں کے قبضہ سے اپنی بیوی لچھمی کے واپس دلائے جانے کا جو مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ ۲۱ و ۲۴ فروری کو اسکی پیشی تھی۔ ۲۱ فروری کو دو گواہان کے اور ۲۴ فروری کو دیوان نرنجن پرشاد ایم۔ اے کا بیان ہوا۔ آپ دستی تحریروں کی شناخت کے ماہر ہیں۔ چنانچہ گواہ مذکور نے اُن چٹھیوں کو شناخت کر کے جو مسماۃ لچھمی کی تحریر کردہ بتائی جاتی ہیں۔ کہا کہ یہ چٹھیاں باہم بہت ملتی ہیں۔ شہادت ختم ہونے کے بعد فریقین کے وکلاء نے بحث کی۔ مدعا علیہ کے وکیل مسمات لچھمی نے کہا کہ وہ عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہے۔ کیونکہ اُس کا خاوند اُسکے ساتھ بدسلوکی کرتا تھا۔ اور کہ اُس کی شادی اُس کی مرضی کے خلاف ہوئی تھی۔ وکیل مدعی رائے بہادر بھگت رام ڈوگرہ نے کہا کہ لچھمی کے ساتھ اُس کے خاوند نے کبھی بدسلوکی نہیں کی اس کے ثبوت میں لچھمی کی اُس چٹھی کی طرف عدالت کی توجہ دلائی جو اس کی طرف سے اپنے خاوند کو لکھی ہوئی بتلائی جاتی ہے۔ اور کہا کہ یہ نہایت محبانہ پیرایہ میں ہے۔ وکلاء فریقین کی بحث کے بعد عدالت نے مدعی کی اس درخواست پر جو اس نے ۲۲ فروری کو دی تھی حکمدیا کہ مسماۃ لچھمی کو اصالتاً یا وکالتاً جیسا کہ عدالت حکم دے حاضری عدالت کے لئے ۵۰۰ روپے کی ضمانت داخل کرنی چاہیئے۔ آئندہ تاریخ سماعت ۲۸ فروری مقرر ہوئی۔ لچھمی نے اپنے خاوند کے خلاف جو مقدمہ دائر کر رکھا ہے۔ اس کی تاریخ سماعت ۹ مارچ مقرر ہے

بابو کمٹ نرائن بی اے وکیل آگرہ نے پنجاب کے کسی اُردو اخبار میں چند ادویات کا اشتہار شائع کرایا تھا۔ ڈسٹرکٹ جج آگرہ نے اس کے متعلق اطلاع ملنے پر وکیل سے جواب طلب کیا کہ یہ پیشہ وکالت کی ہتک ہے۔ وکیل نے جواب دیا۔ لیکن عدالت نے اُسے تسلی بخش نہ سمجھکر معاملہ کی رپورٹ ہائیکورٹ کو کر دی۔ ہائیکورٹ کے تین ججوں کی عدالت کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا۔ جنہوں نے بعد تحقیقات حکمدیا کہ بابو کمٹ نرائن کی سند وکالت واپس لے لی جائے۔ اور وہ ایک سال تک پیشہ وکالت سے معطل رہے +

مسمیان سر شیو چندر بہاچاری اور نریندر ناتھ پر زیر دفعہ ۱۲۴۔ الف تعزیرات ہند جو مقدمہ چلایا گیا ہے۔ اسکی سماعت صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہبنہ کی عدالت میں شروع ہو گئی ہے۔ استغاثہ کی طرف سے بابو امولیہ چندر بنرجی اور ملزمان کی طرف سے دو وکلاء پیروکار ہیں۔ اس مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۰ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۴

اسلام دنیا کیلئے رحمت ہے

دفتر پارینہ کا ایک ورق

گاہ گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

اسلام دنیا میں کیوں آیا۔ کس غرض کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے؟ اس کا مختصر جواب اگر چاہو تو یوں دیا جا سکتا ہے کہ انسان کو شرک کی باریک در باریک راہوں سے نکال کر ایک کامل موحد بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی بنیاد ڈالی اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا ایک کامل نمونہ بنا کر بھیجا ایک ظاہر بین انسان جو اس بات سے ناواقف ہے کہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے کیا کیا عجیب خواص اور طاقتیں ودیعت کی ہیں اور کسی ماسوا اللہ کی بھینٹ چڑھ کر وہ طاقتیں کس طرح فنا ہو جاتیں اور انسان کو اشرف المخلوقات کے درجہ سے گرا کر اسفل سافلین میں پہنچا دیتی ہیں۔ اس کے دل میں شاید یہ خیال گذرے کہ یہ کونسا اتنا بڑا اہم کام تھا جس کی سرانجام دہی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مستقل دین قائم کیا اور اس کے لئے اتنے بڑے عظیم الشان انسان احمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ لیکن جو لوگ حق و حقیقت سے پورے طور پر واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ دنیا میں امن اگر قائم ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا باہمی جنگ و جدال اور خونریزیوں سے چھوٹ سکتی ہے پھر اس سے بھی بڑھ کر ترقی کے اس اَوج کمال پر پہنچنا چاہتی ہے جہاں تک انسان کی رسائی ہونی ممکن ہے اور جس تک پہنچنے کے لئے انسان کو انسان بنایا گیا ہے تو اس کا ذریعہ صرف ایک توحید الٰہی پر ایمان لانا ہی ہے۔ علم و عقل اور اخلاق و اعمال اگر سدھر سکتے ہیں۔ اگر انسان کے اندر جرأت اور ہمت وشجاعت کے وہ درخشاں جواہر پیدا ہو سکتے ہیں جو اسے نئے سے نئے علوم حاصل کرنے اور ترقی کے مدارج عالیہ پر پہنچانے میں امداد دے سکیں۔ ہاں اگر انسان حقیقی اور واقعی رنگ میں انسان اور اشرف المخلوقات بن سکتا ہے تو صرف توحید کے بیش بہا موتی کو اپنے قبضہ میں لے کر۔ اور اس کے سوائے ہرگز نہیں۔ دنیا کی تمام ترقی یافتہ اقوام کی تاریخ کو پڑھ جاؤ۔ موجودہ زمانہ کی ترقیات پر بھی ایک نظر مارو اور پھر ان اسباب و علل کو تلاش کرو جو انکا باعث اصلی ہیں ایک باریک بین انسان انھیں دیکھ کر بول اٹھیگا کہ ان کی تہ میں توحید الٰہی ہی کسی نہ کسی صورت میں کام کر رہی ہے۔ گو وہ قومیں اور ترقی کی طرف راغب اشخاص اعتقاداً موحد نہ ہوں۔ گو ان کا مذہب انھیں ہزارہا قسم کی مخلوق پرستیوں کی تعلیم دیتا ہو اور وہ اس تعلیم کو کچھ بھی یقین کرتے ہوں لیکن عملاً ان کا رویہ ان اعتقادات و ایمانیات کے صریح خلاف ہوتا ہے۔ اور وہ تمام مخلوقات کی چھان بین اور غور و پرداخت کے ایسے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ گویا وہ اس کی لونڈیاں اور غلام ہیں۔ جس سے علم و حکمت کے دریا اُبلتے۔ فلسفہ و سائنس کے چشمے رواں ہوتے اور خزائن علمی کے ساتھ مال و دولت بھی کثرت سے میسر آتا ہے۔ گویا اس پہلو سے ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ کی اجابت کا رنگ دکھائی دیتا ہے۔ لیکن کیا ہی خوش قسمت ہے وہ قوم جو اس کے ساتھ ہی فی الآخرۃ حسنۃ کی بھی طالب ہو۔ اور اعتقاداً بھی توحید الٰہی پر ایمان لا کر اس مالک حقیقی کی اصول پر قدم مارے۔ مسلمانوں کے ابتدائی زمانوں کو دیکھو ان میں یہ دونوں رنگ نظر آتے ہیں ایک طرف اگر ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ۔ کہتے ہوئے اور ایک اکیلے خدا کے سوائے باقی سب مخلوقات کو انسان سے کمتر اور اسکے خادم جانتے ہوئے ان سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور ایسا فائدہ اُٹھایا کہ دنیا میں آج تک اس کی نظیر نہیں بلکہ باقی سب ان کے خوشہ چین نظر آتے ہیں۔ (جیسا کہ محققین یورپ کی اپنی رائے ہے) سائنس اور فلسفہ کی کوئی شاخ ایسی نہیں جس میں اُنھوں نے کمال حاصل نہ کیا ہو۔ حکومت اور بادشاہت کے رنگ میں بھی وہ کمال دکھایا کہ دنیا اُن کو دنگ رہ جاتی ہے۔ کہاں تھے اور رسول کریم صلعم نے انھیں پکڑ کر کیا کچھ بنا دیا۔ وہ عرب کے گڈریئے اور بتوں کے پرستار جن کے بدن پر سوائے چیتھڑوں کے کچھ نہ ہوتا تھا۔ جن کا ماندن آپس میں لڑتے اور کٹتے مرتے گذرتا تھا جو قیصر و کسریٰ کے نام سے ایسے ہی خائف اور لرزاں تھے جیسے بکری شیر سے۔ انھیں عرب کا امی انسان جو وہ بھی حیثیت میں ان سے بڑھ کر نہ کیا ہوتا ہے خود ان کے برابر بھی نہ تھا۔ ایک یتیم و بیکس بچہ اٹھتا ہے اور توحید الٰہی کا اعلان دنیا میں کرتا ہے جس کو قبول کرکے ہم دیکھتے ہیں کہ وہی عرب لوگ اسی قیصر و کسریٰ کے خزائن نہیں بلکہ محلوں اور بادشاہتوں کے مالک بن جاتے ہیں۔ یہ تو تھا دنیوی پہلو دینی رنگ میں بھی اگر دیکھنا چاہو تو اس جیسی کوئی مثال دنیا میں نہیں ملیگی جس طرح سے عربوں جیسی جاہل اور قسما قسم کے عیش و تعیشات میں منہمک قوم دنیا میں کبھی پائی نہیں گئی۔ ویسے پھر ان جیسی دیندار قوم بھی چراغ لے کر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ گنجائش نہیں کہ سب باتوں کا یہاں تذکرہ کیا جائے۔ جاؤ اور تاریخوں کو پڑھ کر دیکھو اور عبرت حاصل کرو کیا حضرت عمرؓ کا وہ نقشہ جو بیت المقدس میں مسلمانوں کے داخلہ کے وقت دیکھا گیا ان کی خدا پرستی اور دنیا سے قطع تعلق کا کچھ کم ثبوت ہے وہ عظیم الشان بادشاہ جس نے روم جیسی عظیم الشان سلطنت کو تہ و بالا کر دیا آتا ہے اور کس ساز و سامان کے ساتھ؟ آپ چیتھڑے دار کپڑے پہنے ہوئے اور ساتھ ایک غلام اور ایک اونٹ سواری کے لئے۔ اور جس وقت شہر کی تمام مخلوقات اُمنڈ کر اس عظیم الشان شہنشاہ کو دیکھنے کے لئے آتی ہے تو اس وقت اس سے بھی کمتر حالت یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ غلام اونٹ پر اور خود پیدل۔ اصل میں مدینہ منورہ سے بیت المقدس تک یہ تمام راستہ اسی طرح کٹا تھا کہ تھوڑا راستہ آپ سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا اور تھوڑا راستہ غلام کو سوار کرتے اور آپ پیدل چلتے۔ اس آخری منزل پر غلام کی باری تھی۔ اور باوجود اس کے کہنے کے کہ اب آپ ہی کا سوار رہنا ضروری ہے اس بےنفس انسان نے ہرگز پسند نہ کیا کہ اس کی باری لے لے۔ یہ ہے وہ دینداری کا نمونہ جو صحابہ کرام میں ہمیں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ دنیا کی بادشاہت بھی ملی اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کے سرٹیفکیٹ سے آخرت کی سرداری بھی انھیں کے حصہ میں آئی۔

تو پس یہ ظاہر اور کھلے کھلے نتائج جو صرف بتوں کی پرستش سے آزاد ہو کر توحید پر عامل ہونے سے ظہور پذیر ہوئے ہمیں بتاتے ہیں کہ اسلام کا یہ مقصد و نصب العین جو توحید کے رنگ میں جلوہ گر ہے کس قدر اکمل و اصفیٰ اور اعلیٰ و مجلّٰی ہے۔ اور کسی حالت میں بھی کمتر ہرگز نہیں۔ توحید الٰہی ہی ایک مقصد وحید ہے جس پر کاربند ہو کر انسان دنیا و آخرت میں کامیاب و کامگار رہ سکتا ہے۔ لہذا اس کے سوائے ہرگز نہیں۔ اور چونکہ یہ مقصد وحید ہی اسلام کا اصل الاصول اور خلاصہ ہے اس لئے یہ مذہب دنیا کے لئے عین رحمت اور برکت ہے۔ سوال یہ امر کہ آیا توحید میں یہ بات بھی داخل ہے کہ کسی ... حکومت و طاقت کو بھی نہ مانا جائے اور کسی گورنمنٹ کی اطاعت اختیار نہ کی جائے۔ یہ صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اور ہمارے نزدیک توحید الٰہی کا یہ مقصد ہرگز نہیں جس پر ہم آئندہ اشاعت میں روشنی ڈالینگے۔

نوٹ اور رائیں

سوامی دیانند کی جائے پیدائش و حسب نسب

۱۶ ۔ پھاگن سمت ۱۹۷۲ کے پرکاش میں ایک صاحب بابو دیویندرناتھ مکرجی نے اپنی تحقیقات کا نتیجہ پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ پنڈت لیکھرام جی نے سوامی مذکور کی سوانح عمری میں اسکے حسب نسب کو غلط لکھا ہے۔ اور اب مسٹر مکرجی نے کئی ہزار روپیہ خرچ کر کے صحیح معلومات بہم پہنچا لئے ہیں۔ اس مضمون کو سماجی لوگ بڑے جوش سے شائع کر رہے ہیں ہمارے خیال میں بہتر ہو کہ ایسی فضول باتوں میں وقت اور روپیہ ضائع نہ کیا جائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ کل کوئی متبحر المحقق کسی اور ہی نتیجہ پر پہنچے اس سے پہلے دیو سماجی بھی اس بارہ میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ کیوں نہ سوامی جی کو بھی اینھفنی سرشتی کی پیدائش مان لیا جائے۔ کیونکہ وہ بھی آخر پانچواں وید لیکر تبت کے پہاڑوں کی طرف سے آئے ہیں *

پرکاش کی پرخاش

دیانندیوں کی عادت ہے کہ جب انکا آپس میں اندرونی اختلاف رونما ہوتا ہے تو ان میں سے چالاک اخبار نویس بیرونی مخالفوں پر بے سروپا حملے کر کے ان کی توجہ دوسری طرف پھیر دیتے ہیں۔ ان میں سب سے بے اصولا اخبار پرکاش ہے۔ ایک طرف تو سوامی ہرپرشاد صاحب دیانندیوں کے گرو کے اصولوں پر تبر چلا رہے ہیں۔ دوسری طرف آگرہ کا بے راہ مسافر پرکاش کے مہاتماجی کو چیلنج پر چیلنج دے رہا ہے۔ اور آریہ سماج کے کیمپ میں ایسی کھلبلی مچ رہی ہے۔ کہ توبہ بھلی۔ مگر پرکاش کو اسلامی اصولوں پر اعتراض کی سوجھی ہے۔ لالہ صاحب نے اتنا نہیں سوچا کہ نماز روزہ حج وغیرہ تو رسول کریم صلعم اسوقت بھی بجا لاتے تھے۔ جب آپ مدینہ میں جانے سے پہلے مکہ میں تیرہ سال رہے۔ پھر کیا کسی شخص کا اس کے خلاف لکھنا کوئی حجت ہو سکتا ہے۔

الیشور پرارتھنا کے لئے من کی ایکاگرتا ضروری ہے۔ تو کیا وہ نشست در برخاست سے دور ہو جاتی ہے۔ ایکانتا میں بیٹھ کر پرارتھنا کرنے والوں کو بھی من کی ایکانتا نصیب ہونا دشوار ہے۔ جن لوگوں کو دل کی تسکین نصیب ہوا کرتی ہے۔ انکے نزدیک بیٹھنا اٹھنا سب برابر ہے۔ وہ ہر حالت میں تسکین میں ہوتے ہیں۔ جن کا دل خدا سے لگا ہوا ہو۔ ان کو دنیا کا شور شرابا ہرگز پراگندہ خاطر نہیں کیا کرتا۔ آپ اپنا گھر سنبھال لیں۔ شیش محل میں بیٹھکر دوسروں پر پتھر نہ پھینکیں *

مینڈکی کو بھی زکام آنے لگا

۲۹۔ فروری ۱۹۱۶ء کے پیسہ اخبار میں سلسلہ عالیہ کے ایک قدیم دشمن میاں جعفر زٹلی نے بھی پھر زٹلیات کا طومار باندھنے کی کوشش کی ہے۔ اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو مدعی نبوت و رسالت بلکہ مدعی الوہیت بتاتے ہوئے اور فرقہ محمودیہ کو حضرت اقدس کی ہی تعلیمات پر صحیح طور پر عامل ٹھہراتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کو مباحثہ و مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ کچھ اپنی پرانی عداوت و مخالفت کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس طرح سے عوام سے خراج تحسین وصول کرنا چاہا ہے۔ گویا خود ہی اس خزی اور رسوائی کو یاد دلا دیا ہے جو عداوت میرزا سے اُسے لاحق ہوئی۔ اور آج تک اسی میں مبتلا ہے۔ اسے غرور ہے کہ میں اس عداوت میں کیوں ہلاک نہ ہو گیا۔ نادان کو اتنا معلوم نہیں کہ ہلاکت دنیا ہی بھی قسما قسم کی ہوتی ہے۔ کسی کو اگر موت کے ذریعہ ہلاکت نصیب ہوتی ہے۔ تو بعض اس جیسے ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جنکے جینے میں ہی ہلاکت ہوتی ہے۔ اور وہ نکالاً لما بین یدیھا وما خلفھا وموعظۃ للمتقین بننے کے لئے دنیا میں زندہ چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ پس اسے بحث و مناظرہ کی کیا پڑی ہے اس کا اپنا وجود ہی دنیا کے لئے عبرت کا باعث ہے۔ اور اس مامور ربانی کی صداقت کا مصدق دلشاد ہے۔

اور دوسرے ذرا اپنا بھی تو منہ سنبھالیا ہوتا وہی بات ہوئی مینڈکی کو بھی زکام آنے لگا ذرا اپنے اس بچھو کو باہر نکالو۔ اور اسے میدان مناظرہ میں لاؤ۔ جو تمہاری اس یاوہ گوئی کا اب پھر باعث بنا ہے۔ منصفی اس بیچارے نے کیا کرنی ہے۔ پہلے اپنے تھکانہ کو تو درست کر لے۔

زٹلی۔ بٹالوی اور محمود

میاں زٹلی نے چیلنج مناظرہ کے ساتھ اپنی طرف سے دو منصف پیش کئے ہیں وہ لکھتا ہے۔ "ہماری جانب سے تو دو منصف۔ ایک مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی۔ اور دوسرے میاں بشیرالدین محمود صاحب قادیانی ہونگے"

بات تو خوب ہے۔ سچ ہے۔ ؎

قادر کے کاروبار نمودار ہو گئے

کافر جو کہتے تھے گرفتار ہو گئے

کیا ہمیں غیراحمدیوں کے ساتھ ملجانے کا الزام دینے والے فضلی دیکھینگے۔ کہ وہ اور انکا پیر خود کس گروہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ میاں زٹلی نے اس انتخاب منصفین میں وضع الشئ علی محلہ کی ضرب المثل کو بیشک زندہ کر دکھایا ہے اور ہم اسے اسکی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ تینوں متحد العقائد جو ہوئے۔ زٹلی اور بٹالوی بھی حضرت صاحب کو مدعی نبوت یقین کرتے ہیں۔ اور میاں صاحب بھی۔ پس ناظرین خود سمجھ لیں کہ کون ہیں اور کہاں چلے جا رہے ہیں *

محمودیوں کا نیا علم کلام

۱۹ فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں میثاق النبیین پر لکھتے ہوئے فضلی ایڈیٹر نے صفحہ کے حاشیہ میں ایک حدیث صحیح بخاری کا حوالہ دیا ہے کہ گویا آنحضرت صلعم نے نعوذ باللہ ابن صیاد کا دعوی رسالت تسلیم کیا تھا۔ عیسائیوں کی تقلید میں نہ معلوم یہ فرقہ کہاں تک حضرت نبی کریمؐ کی ہتک کرتا چلا جائیگا۔ ایک سمجھدار انسان اور خاصکر وہ لوگ جنکو حضرت مسیح موعودؑ کے علم کلام سے حصہ ملا ہے۔ اس حدیث کا یہ مطلب کسی صورت سے نہیں مان سکتے۔ حضرت نبی کریمؐ کا جواب صاف ہے۔ کہ میں اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لایا ہوں۔ تو کون ہے کہ میں تجھ پر ایمان لاؤں کیونکہ حدیث میں رسل جمع موجود ہے اگر حضرت نبی کریمؐ اسے فرضی یا تنزلی طور پر بھی خدا کا رسول مانتے تو آپ کا جواب یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر تم خدا کا رسول ہے تو میں تجھے مانتا ہوں۔ پھر ہمیں غور طلب امر یہ ہے۔ کہ خاتم النبیین کی موجودگی میں ایک اور رسول کی موجودگی کو حضرت نبی کریمؐ کیسے مان سکتے تھے۔ جبکہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی زندگی میں کسی غیر مدعی کے دعوے کو کبھی تسلیم نہیں کیا گویا حضرت نبی کریمؐ کو سمجھ اور غیرت اور وحی الٰہی پر اتنا بھی یقین نہ تھا۔ جتنا آپ کے ایک غلام کو اپنی وحی پر تھا۔ یہ نیا علم کلام غرور اور نخوت سے بھرے ہوئے محمودی عالموں کا ایجاد شدہ ہے جو اپنے علم کے سامنے کسی دوسرے شخص کو بے حقیقت محض سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارا جواب انکو وہی ہے جو ہمارے ہادی حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے بڑے جبہ پوش مولوی فاضلوں کو دیا:۔

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست

ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

جیسے ہمارے امام کو جاہل اور بے علم کہا گیا۔

مذاکرہ علمیہ

حدیث ثقلین

تنقید الحدیث

(گذشتہ سے پیوستہ)

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الآخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھلبیتی ولن یتفرقا حتی یرد علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما ھذا حدیث حسن غریب (صحیح الترمذی صفحہ ۲۲۰ باب المناقب)

گذشتہ نمبر میں تین راویان حدیث پر ہم نے جرح نقل کی تھی۔ اب دو اور راویانِ حدیث مذکورہ بالا پر جرح نقل کرتے ہیں۔ پہلا راوی جس سے حدیث شروع ہوتی ہے۔ علی بن المنذر کوفی ہے۔ یہ تابعی ہیں۔ عرف بالطریقی کان من العباد المذکورین ..... روی عن ابن عینیة والولید بن مسلم وعنہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ وغیرھم قال ابن ابی حاتم سمعت منہ ابی وھو ثقة صدوق وقال النسائی شیعی محض الخ (اکمال فی اسماء الرجال لصاحب مشکوٰۃ)

ابن ابی حاتم کہتا ہے۔ ثقہ اور صدوق ہے۔ امام نسائی نے کہا خالص شیعہ ہے۔ پس جرح تعدیل پر مقدم ہے۔ اس لئے علی بن المنذر شیعی کی روایت قابل قبول نہیں۔ نیز اس لئے بھی کہ یہ کوفی ہے اور کوفی کا شیعہ ہونا ایسا اظہر من الشمس امر ہے۔ کہ علامہ نور اللہ شوستری مجالس میں فرماتے ہیں۔ "تشیع اھل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد وسنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل ومحتاج بدلیل است اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد"

دوسرا راوی۔ محمد بن فضل بن غضیہ ہے۔ روی عن ابیہ وزیاد بن علاقہ ومنصور وعنہ داؤد بن رشید ومحمد بن عیسیٰ المدائنی ترکوہ ..... یہ عطیہ صاحب کے فرزند ہیں۔ جس عطیہ صاحب کا مجروح ہونا پہلے نمبر میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ اور یہ شخص اپنے باپ سے نقل حدیث کرتا ہے۔ اور داؤد بن رشید اور محمد بن عیسیٰ المدائنی اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔ اور اسکو چھوڑ دیتے تھے۔ پس ایسی متروک الحدیث کی روایت کس طرح قابل پذیرائی ہے۔ جرح تعدیل پر مقدم ہے۔

الغرض صحیح ترمذی میں یہ حدیث چھ راویوں سے منقول ہے۔ جن میں سے پانچ کے متعلق ہمنے جرح نقل کردی ہے۔ صرف ایک راوی حبیب بن ابی ثابت باقی رہ گئے ہیں۔ جن کے متعلق اسماء الرجال میں ہم کو ابھی تک کوئی حال معلوم نہیں ہوا۔ البتہ ہم تلاش میں ہیں۔ دیدہ شود۔ پس جس حدیث کے پانچ راوی منجملہ چھ راویوں کے مخدوش اور مجروح اور مدلس ضعاف اور کذاب ہوں۔ وہ کہانتک عارفین ونقادان فن حدیث کے نزدیک وثاقت ٹھہر سکتی ہے۔

(۲) اب رہی دوسری حدیث جو اسی صحیح ترمذی میں بصفحہ ۲۱۹ جابر بن عبداللہ صحابی سے مروی ہے۔ اس کے راوی حسب ذیل ہیں۔ نصر بن عبدالرحمٰن الکوفی پہلا راوی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کوفی ہے۔ بقول علامہ شوستری نور اللہ مرقدہٗ "تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد"۔ وہ شیعہ ہے۔ دوسرا راوی زید بن الحسن لکھا ہے اس کے نام میں کچھ غلطی ہے۔ شاید زید بن حباب ہے۔ الغرض ان دونوں کے متعلق ہم کتب اسماء الرجال میں تلاش کر کے کچھ عرض کریں گے۔

باقی کے رواۃ اس کے ثقہ اور صدوق ہیں۔ امام جعفر صادق۔ امام محمد باقر۔ علی ابن الحسین۔ زین العابدین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین۔ مگر جو بات تطابق حدیث صحیح مسلم و اس حدیث صحیح ترمذی سے ہم کو تعجب اور حیرت میں ڈالتی ہے وہ یہ ہے۔ کہ صحیح مسلم کی وہ حدیث جو کتاب المناسک فی قصہ حجة الوداع میں مندرج ہے۔ اس کے راوی اولی و مقدم یہی جابر بن عبداللہ ہیں۔ اور صاحب مشکوٰۃ نے اس حدیث کو فصل اول میں نقل کیا ہے۔ اور حجة الوداع کے تمام ارکان اس حدیث میں مندرج ہیں۔ اور اس میں حضرت جابر بن عبداللہ صحابی رسول اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ وارد ہیں۔ وقد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم تسئلون عنی فما انتم قائلون قالوا۔ نشھد انک قد بلغت وادیت ونصحت - الخ (مشکوٰۃ صفحہ ۲۲۵ کتاب المناسک)

اس میں ہرگز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے وہ الفاظ مذکور نہیں۔ جو صحیح ترمذی جلد ۲ (ابواب المناقب صفحہ ۲۱۹) میں اسی جابر رضی اللہ عنہ سے منقول عنہ ہیں۔

پس حضرت جابر بن عبداللہ دونوں کتابوں میں راوی اولٰے ہیں۔ اور اکثر اہل علم و دین کا عقیدہ آمد کہ ہی اداء ارکان حج کے متعلق اسی حدیث حضرت جابر بن عبداللہ مسند ہے۔ صحیح مسلم پر موجود ہے۔ تو بیشک یہ زیادہ محفوظ اور اقوی حدیث ہے۔ صحیح ترمذی کی حدیث سے جسکو خود امام ابی عیسٰے ترمذی نے حسنٌ غریبٌ کہکر کمزور کردیا ہے۔

(۳) صحیح ترمذی ابواب المناقب صفحہ ۲۱۹ پر جو حدیث مناقب اہلبیت کے ضمن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اس کا مقابلہ اگر اُن احادیث سے کیا جاوے جو انہی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ابواب الحج جلد ۱ میں مذکور ہیں۔ تو صاحب فن اور دقیق النظر شخص سمجھ لیگا۔ کہ مشترک الفاظ کس قدر ہیں۔ اور اُن احادیث کے اکثر الفاظ صحیح مسلم والی حدیث سے جو انہی جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ملتے جلتے ہیں۔ مگر عترتی اہلبیتی وغیرہ الفاظ بالکل ابواب الحج والی احادیث مندرجہ صحیح ترمذی میں مذکور نہیں ہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ الفاظ ضرور زائد ہیں۔ یا علیحدہ الفاظ اور جملہ ہیں۔ جیسا کہ زید بن ارقم والی حدیث میں یہ الفاظ بالکل علیحدہ مفہوم کے ماتحت مذکور ہیں۔ جن کا تعلق تمسک سے کچھ نہیں۔ اور وہ الفاظ یہ ہیں۔ عن زید بن ارقم الخ .....

وانا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ والنور فخذوا کتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ، ثم قال واھلبیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی وفی روایة کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہٗ کان علی الھدیٰ ومن ترکہ کان علی الضلالة (رواہ مسلم، صفحہ ۵۶۸ مشکوٰۃ)۔

اب اچھی طرح غور کریں کہ تمسک کرنا تو کتاب اللہ سے صاف طور متعلق کر دیا۔ اور ثم قال کہکر اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ایک علیحدہ نصیحت اور حکم بیان کیا ان کے ساتھ متمسک ہونیکا ذکر ہرگز نہیں۔ غایت مافی الباب یہ قیاس ہوسکتا ہے۔ کہ اس کے ہمراہ احسان اور مودت اہلبیتی کرنیکا حکم دیا۔ واللہ اعلم۔

(۴) ایک اور بات جو مقابلہ احادیث سے صاحبان عقل سلیم و فہم مستقیم کے پیش نظر ہو جاتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ واقعہ ایام حج کا بلکہ عرفہ کے دن کا ہے۔ جو نویں ذوالحجہ تھی اور زید بن ارقم والی حدیث میں صاف مقام وقوع یابیان حدیث غدیر خم بیان کیا گیا ہے۔ اور وہ بقول تشیع اٹھارہویں ذوالحجہ تھی۔ یہ اختلاف بیان عجیب ہے جو ضرور غور کن طبائع کو تنقید کیطرف مائل بنا تی ہے اور دونوں واقعات میں صرف زمن کا فاصلہ [illegible]

تعجب کی بات ہے۔ کہ ابھی عرفہ کے دن تو تبلیغ اس امر کی ہو چکی تھی۔ پھر اسقدر جلدی نو دن کے وقفہ میں اور کونسی ضرورت اس تبلیغ کے متعلق نئی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ غدیر خم پر پھر اس کا اعادہ کیا جا رہا ہے۔ تشیع کی تفسیر صافی میں میں نے بہت غور کی۔ تاکہ پتہ لگاؤں کہ اس روایت کا ماخذ تشیع کے ہاں ان کی کس حدیث کی کتاب میں پایا جاتا ہے۔ مگر کچھ معلوم نہ ہوا۔ اور مفسر صافی نے ان الفاظ کو رجماً بالغیب بغیر سند کتب حدیث کے نقل کر دیا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ (وذلک ان رسول اللہ ان یقتدی بالقرآن و آل محمد و ذالک حیث قال فی آخر خطبۃ خطبہا انی تارک فیکم الثقلین الخ۔ صافی)۔ اب اس تحریر سے معلوم نہیں ہوتا کہ ماخذ اس روایت کا کون ہے۔ دوسرا یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ الفاظ آخری خطبہ نبوی کے ہیں۔ اور خطبے دو ہیں۔ ایک عرفہ کے دن یعنی نویں ذوالحجہ کا اور دوسرا غدیر خم والا اٹھارہویں ذوالحجہ کا۔ اگر غدیر خم کے خطبہ کو آخری خطبہ قرار دیں۔ جیساکہ مفسر صافی لکھتا ہے۔ تو وہ حدیث غدیر خم والی جو زید بن ارقم پر منتہی ہوتی ہے۔ اس کے پانچ راوی منجملہ چھ راویوں کے مجروح تدلیس کرنے والے اور کذاب ہیں۔ فہل من مجیب۔

(۵) ہاں رجال کشی میں صفحہ ۱۴۳ و ۱۴۴ پر یہ حدیث مندرج ہے۔ مگر رجال کشی حدیث کی کتاب نہیں۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ آئندہ نمبر میں اس پر غور کرونگا۔ اور میں نے تشیع کے ایک مولوی صاحب سے اس کا پتہ دریافت کیا ہے ممکن ہے کہ وہ اس کا پتہ اپنی کسی حدیث کی کتاب میں بتلا دیں۔ پھر دونوں پر مکمل بحث کروں گا۔ (باقی آئندہ)

خاکسار نذر علی از پشاور۔

نو مبایعین

ذیل کے احباب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے ہیں:-

محمد حسین خان صاحب - فیروزپور
منشی صدر الدین صاحب - ”
عبد الغفور صاحب - ”
میاں نیاز محمد صاحب - ”

تصحیح

۲۴ فروری ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں شیخ عبد الغنی صاحب کی طرف سے چندہ ترجمۃ القرآن مبلغ ۵ روپے شائع کیا گیا ہے۔ یہ نام شیخ عبد الرحمن صاحب ہے۔ کاتب کی غلطی سے شیخ عبد الغنی لکھا گیا۔

مولوی ثناء اللہ کا افترا

۱۸ فروری ۱۹۱۷ء کے اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ نے ”مباحثہ جبلپور کے حاشیہ“ کے عنوان کے ماتحت اپنی اور امرتسری مولویوں کی مقدمہ بازی میں اپنے آپ کو حق بجانب بتانے ہوئے لکھا ہے کہ:-

”مرزا صاحب کے کفر سے اس کفر کو کیا مناسبت وہ تو صرف مرزا صاحب کی ذات پر تھا اور یہ اسلام پر ہے“

مولوی صاحب کی خوش فہمی اور حدیث دانی تو اسی تحریر سے معلوم ہو گئی۔ کہ اہل قبلہ کو جو وہ بھی ایک شخص نہیں بلکہ ایک جماعت مومنین کی ہے۔ کافر کہنا ذاتی بات ہے۔ حالانکہ ایک شخص جو خواہ دس لاکھ جو پابند صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ ہوں از روئے اصول اسلام کافر کہنا اسلام کے عقائد پر حملہ ہے۔ کہ گویا جیسے ہندو مذہب کی کوئی تعریف نہیں اسی طرح اسلام کی بھی کوئی تعریف نہیں۔ نماز۔ روزہ حج۔ زکوٰۃ وحدانیت۔ ایمان بالرسل ایمان بالملٰئکۃ۔ ایمان بالکتب۔ ایمان بالآخرۃ پر یقین رکھنے والا مسلمان بھی اور کافر بھی گویا اسلام نے کوئی حد بست مسلمان کی نہیں رکھی۔ مولویوں کے اختیار ہے جسے چاہا مسلمان ٹھہرایا جسے چاہا کافر۔ مولوی صاحب پھر غور کریں ایک مومن کو کافر کہنا اسلام پر حملہ ہے کسی کی ذات پر نہیں۔

پھر مولوی صاحب نے (انجام آتھم ص۲۱) کا حوالہ دیا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے سخت لفظ استعمال کئے ہیں یعنی ”اور بد ذات فرقہ مولویاں“ مولوی صاحب جو لوگ حدیث ذیل کے مصداق ہوں اور نکتہ چینی سے باز نہ آویں۔ خواہ انہیں قرآن و حدیث سے لاکھ دلائل دیئے جاویں۔ اُن کو اگر کسی موقعہ پر ایسے الفاظ سے مخاطب کیا جائے۔ تو گالی نہیں۔

حدیث یہ ہے۔ ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماءھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔ اور مولوی صاحب خود مانتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرب قیامت کے علماء کے دل سے علم اٹھایا جائیگا۔ (حاشیہ کلام الہلیین ص۳۸)

”عوام کا لانعام“ تو بجائے خود تو اس نے

اس قابل نہیں کہ ان کو اسلامی احکام کا پابند کہا جائے۔ علماء کرام ایڈیٹران اخبار یا مالکان مطابع بھی تو مصلحان قوم کے اصناف ہیں۔ بتلائیے ان میں کتنے ایک ہیں جو نمونہ اسلام کہلانے کا حق رکھتے ہیں۔ حالت موجودہ کے لحاظ سے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دور زماں میٹ رہا ہے

(اہلحدیث ۱۵ جولائی ۱۹۱۶ء ص۱)

مولوی صاحب کیا جو لوگ مسلمان کلمہ گوؤں کو کافر کہنے سے باز نہ آئیں۔ ان کے ساتھ ملائمت کرنی بے غیرتی نہیں۔ آپ خود بھی تو اسی وجہ سے عدالت میں گئے۔ آپ لکھتے ہیں۔ کہ ”مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو دو طرح سے کافر بنایا۔ ایک تو یہ کہ جو مجھ کو کافر کہتے ہیں۔ وہ کافر ہیں۔ دوسرے جو مجھ کو نہیں مانتے وہ ابدی جہنمی ہیں۔ (اشتہار معیار الاخیار ص۸)“

مولوی صاحب یہ آپ کا حضرت مرزا صاحب پر افترا ہے۔ پہلے میں اشتہار معیار الاخیار مطبوعہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو لیتا ہوں۔ اس میں آپ نے بابو الٰہی بخش کے مخالفانہ الہامات اور اپنے الہامات کا سرسری مقابلہ کیا ہے کہ ایک شخص کو خدا الہام میں ایک بات کہتا ہے۔ مگر دوسرے شخص پہلے کے خلاف الہام کرتا ہے۔ یہاں پر آپ نے اپنا کوئی الہام اصل الفاظ میں ہرگز نہیں لکھا۔ بلکہ لکھا ہے کہ ”جو میرا مخالف رہیگا وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے“ یہ ہرگز نہیں لکھا کہ ”جو مجھکو نہیں مانتے وہ ابدی جہنمی ہیں“ ابدی جہنمی کا لفظ لکھکر غلط فہمی پھیلائی ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کی صداقت کی ایک دلیل پیدا کرتا ہے۔ کیا یہی آجکل کے مولویوں کی دیانت اور امانت رہ گئی ہے۔ یہ بالکل حق بات ہے۔ کہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کی جو اُن کو اسلام کی پابندی کروانے اور اسلام کی حقانیت پھیلانے کے لئے مامور ہوئے ہیں۔ مخالفت کرتے ہیں۔ وہ گویا خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والے ہیں۔ مولوی صاحب کیا جو لوگ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق لوگوں کی مخالفت کرتے رہے یا کرینگے۔ اُن کو آپ خدا اور رسول کا نافرمان نہ کہیں گے۔ بات تو معمولی ہے۔ صرف جہنمی کے لفظ کو آپ نے ابدی کا لفظ لگا کر کفر کا مصداق بنا دیا ہے۔ ورنہ اس بات کے تو آپ بھی قائل ہیں۔ کہ عاطی و گنہگار مسلمان

جہنم کے عذاب سے کچھ حصہ لیتے۔ پھر ایسا غلو اور افترا باندھنا مسلمانی ہے۔ دیکھئے اس استغفار کے بعد حضرت مرزا صاحب نے تریاق القلوب میں جو ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوئی اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ کہ آپ جیسے چودھویں صدی کے مولوی بات سے بتنگڑ نہ بنا سکیں۔ مگر آپ کی فطرتوں کا بدلنا خدا کے اختیار میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

(ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں۔ ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بنجاتا۔) تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰۔

کیا مولوی صاحب کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس تحریر پر اُن کی نظر تھی۔ مگر چونکہ مدعا نکتہ چینی تھا۔ اسلئے ایک واضح تحریر کو چھوڑ کر صرف جہنمی کے لفظ کو ابدی جہنمی بنا کر اپنی امانت کا پردہ فاش کر دیا۔ تریاق القلوب سے ظاہر ہے۔ کہ آپ نے کبھی بھی اپنے منکر کو کافر نہیں کہا۔

رہا دوسری وجہ حدیث کے ماتحت ایک مسلمان کو کافر کہنے کی وجہ سے کافر ہو جانا۔ اس کا دلیل مولوی صاحب کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ یہ آپ کے نزدیک صحیح نہیں۔ دلیل دی ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو منافق کہا جو کافر سے بدتر ہے۔ اور حضورؐ نے اس کے ایمان کی تصدیق فرمائی۔ مگر حضرت عمرؓ پر کوئی فتوے نہ لگایا۔" معلوم ہوتا ہے۔ کہ تعصب اور ہٹ دھرمی میں مولوی صاحب کو دعوے اور دلیل میں مطابقت کرنی بھی یاد نہیں رہتی۔ کیا حضرت عمرؓ نے کوئی فتوے حاطب کے منافق ہونے کا شائع کیا تھا۔ بات معمولی تھی حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے بارے میں کچھ خیال کیا جو درست نہ تھا آپؐ نے اس کی غلطی کو دور کر دیا۔ دوسری مثال بے نماز کی دی ہے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ جو امام اسکو مسلمان جانتے ہیں۔ وہ کافر کہنے والوں کو کافر نہیں کہتے۔ اس کا ثبوت ندارد۔ حالانکہ اس کے خلاف واقعات موجود ہیں۔ کہ مسلمانوں میں حضرت صاحب کی بعثت سے پہلے کفر کی مرض اس قدر متعدی تھی

کہ اپنے سے مخالف خیال والوں کو مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ کفر بازی کا جو بازار گرم تھا۔ مولوی صاحب اسے بخوبی جانتے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اس بلیگ کو جڑھ سے اکھیڑ دیا۔ اور حدیث کے ماتحت ایک اصول باندھا۔ کہ جو شخص کسی مسلمان کلمہ گو کو خواہ وہ احمدی ہو یا غیر احمدی کافر کہے۔ سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ ایسے شخص کو بائیکاٹ کر دیں۔ اور یہ ہے بھی درست۔

فان بغت احدٰهما علی الاخریٰ فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٓء الیٰ امر اللہ۔ (سورہ الحجرات)

یہ عجیب بات ہے۔ کہ اگر شرعی دلیل پر مسلمان کو کافر کہا جائے تو مولوی صاحب کے نزدیک حرج نہیں۔ مولوی صاحب مسلمانوں کے فرقے جو ایک دوسرے کو کافر بناتے رہے اور بناتے ہیں۔ وہ اپنے نزدیک شرعی دلیل رکھتے ہیں۔ خواہ وہ شرعی دلیل دوسرے فرقوں کے نزدیک قابل قبول نہ ہو۔ مگر کفر کے فتوے دینے والے اپنے دلائل شرعی جو ان کے نزدیک مسلم ہیں۔ ضرور ساتھ دینگے۔ اگر حدیث کا یہی مقصد ہے تو مسلمانوں کا اندرونی فتنہ تو برقرار رہا۔ یہ کفر بازی کبھی ختم ہو ہی نہیں سکتی۔

اب آئیے حضرت مرزا صاحب کے اصول کے مطابق عمل کر کے دیکھئے۔ کہ کفر بازوں سے بائیکاٹ کیا جائے۔ جو اہل قبلہ اور کلمہ گو کو گو وہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو کافر کہے ایسے فتوے دینے والے سے وہی سلوک کیا جائے۔ جس کا حدیث میں حکم ہے تو اوّل تو یہی نتیجہ ہوگا۔ کہ کوئی بے لگام مولوی کسی اہل قبلہ پر کفر کا فتوے نہ لگا سکیگا۔ دوئم مسلمانوں کی اندرونی نزاعوں کا بہت حد تک سدّباب ہو جائیگا۔ جو کوئی بھی بحث کریگا۔ دوسرے کو اپنا بھائی سمجھکر بحث کریگا نہ کہ موجودہ حالت کی طرح اسے خارج اسلام سمجھ کر۔

امید ہے۔ مولوی صاحب ضد اور تعصب کی پٹی کو دُور کر کے اس معاملہ پر غور کرینگے ہم کسی کلمہ گو کو اپنے امام کے حکم کے ماتحت ہرگز ہرگز کافر نہیں کہتے۔ اور نہ لکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مولوی صاحب کا اہل حدیث میں ہم سے سوال کرنا لغو امر تھا۔ جب وہ اس حدیث سے واقف تھے۔ تو پھر سوال تحصیل حاصل تھا اسلئے الزامی جواب دیا گیا تھا محمودی لوگ اگر مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں تو ہم انہیں بھی نور [illegible] رہے ہیں کہ وہ اس عقیدہ سے توبہ کریں۔ خاکسار ابوالفضل محمود [illegible]

محمودی کھاتے میں

محمودی کہتے ہیں کہ اُن کے روحانی باپ نے اپنا عقیدہ ماموریت سنہ ۱۹۰۱ء کے خاتمہ پر بدل دیا تھا اور حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ کبھی دنیا میں یہ ہوا ہے کہ کاذب کی خدا تعالےٰ نے ایسی مدد کی ہو کہ وہ گیارہ برس سے خدا تعالےٰ پر یہ افترا کر رہا ہو کہ اُس کی وحی ولائت اور وحی محدثیت میرے پر نازل ہوتی ہے اور خدا تعالےٰ نے اس کی رگ جان نہ کاٹے۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۲۲)

محمودی خیال کے رو حضرت مسیح موعود نے کامل نبی کا دعویٰ سنہ ۱۹۰۱ء میں کیا اور آپ کی وفات مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ گویا حضرت مسیح موعود دعویٰ نبوت میں قریب سات سال زندہ رہے۔

حضرت مسیح موعود کے نزدیک گیارہ سال میعاد معیار سچائی دعویٰ محدثیت ہے اس بنا پر نبوت کے دعوے کے لئے گیارہ برس سے زیادہ میعاد معیار صداقت دعویٰ میں زندہ رہ کر ہو سکتی ہے۔ جب بقول محمودی حضرت مسیح موعود سات برس سے کم میعاد کے اندر وفات پا گئے۔ تو نتیجہ نکلا کہ محمودیوں کے نزدیک حضرت مسیح موعود محدثیت کے درجہ سے بھی گر گئے۔ کیونکہ گیارہ برس میعاد حضرت مسیح موعود نے درجہ محدثیت کے لئے قرار دی ہے۔ بھائیو غور کرو۔ یہ لوگ اپنی اغراض نفسانی کے لئے کہاں تک راستی سے گر گئے ہیں۔ اور دنیا میں انہوں نے کسقدر بدظنی پھیلا دی ہے ان کا پیشرو جو کفر اور اسلام اور نبوت کا مسئلہ چھیڑے ہوئے ہے۔ یہ دنیا کو ابتلاء میں ڈال رہا ہے اصلی غرض انکے پیشرو کی تو یہ ہے۔ کہ وہ ان مسائل کی آڑ میں اپنی خود ساختہ جانشینی سے نہ ہٹایا جائے۔ میں آپکو حضرت مولنا نورالدین رضی اللہ عنہ کے اُن الفاظ کیطرف توجہ دلاتا ہوں جو کہ آپ نے محمودی پیشرو کی نسبت فرمائے تھے۔ کہ محمودی پیشرو مسائل کفر و اسلام و نبوت کو نہیں سمجھا ہے جسکے ساتھ ہمیں اتفاق ہے۔ کہ وہ درحقیقت ہی نہیں سمجھا ہے۔ اور نہ ہی سمجھنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس کی غرض تو یہ ہے کہ وہ ان مسائل کے آڑ میں اپنی خود ساختہ جانشینی پر مضبوط ہو جائے۔ محمودی پیشرو نے نفسانی اغراض میں جناب حضرت امام حسن علیہ السلام کی ذات پر حملہ کیا۔ جو کہ آنحضرت صلعم کے فرزند تھے اور جن کی نسبت آنجناب نے فرمایا تھا کہ دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرانیوالا یہ میرا بیٹا ہے کیا محمودی پیشرو کی نسبت کوئی کلمہ جناب آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ جناب امام حسن

علیہ السلام کی نسبت قرآن مجید نے شہادت دی کہ اللہ اُن سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ کیا محمودی پیشرو کی نسبت قرآن مجید نے ایسی شہادت دی ہے۔ پس آپکے لئے خدا و رسول کا حکم مقدم ہونا چاہئے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے فعل سے سبق لینا چاہئے اور باطل عقائد کو چھوڑ کر میاں محمود احمد کی [illegible]شیدہ جانشینی سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اور الوصیت مسیح موعود پر عمل کرنا چاہئے۔ فقط

(خادم محمد یوسف [illegible])

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامنِ پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باجہیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۷ روپے
ششماہی ۴ روپے
سہ ماہی ۲ روپے ۹ آنے
ماہوار ۹ آنے — طلبا رسالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ۔ سہ شنبہ۔
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۹ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۵ مارچ سنہ ۱۹۱۶ | نمبر ۹۵

رحمۃ للعالمین

انسان جس چیز کے ساتھ دنیا میں تعلق پیدا کرتا ہے اسی سے اس کی محبت اور عشق بڑھ جاتا ہے۔ مال و دولت۔ اولاد۔ مرتبہ اور جان۔ شہرت اور عزت غرض بہت سی چیزیں ہیں جن سے انسان کو محبت ہے۔ لیکن ان بہت سے محبوبوں میں ایک قرآن بھی ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے جو اس سے تعلق لگاتا ہے وہ کبھی ایسی ایسی خوبیاں اس کے اندر پاتا ہے کہ جن کی دنیا میں کہیں بھی کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتی۔ جتنا انسان اس پر غور کرے گا اتنی خوبیاں ہی خوبیاں اس کے اندر نظر آئینگی۔ یہ صرف کہنے کی ہی بات نہیں۔ ذرا قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھو کس خوبی کے ساتھ ایک طرف توحید و نبوت کے ثبوت اور اس کی صداقت کے عقلی دلائل پیش کرتا اور علم و حکمت کے خزائن سے انسان کا دامن مراد بھر دیتا ہے اور پھر ساتھ ہی دوسری طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا نقشہ کھینچکر یہ بھی بتاتا چلا جاتا ہے کہ کس قدر سوز اور گداز آپ کے دل میں مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے تھا۔ جو آپ کو سخت سے سخت مصیبت میں بھی اس ہمدردی آمیز پیغام کے پہنچانے سے ادھر ادھر نہیں سرکاتا۔ ہمت و استقلال آپ کے دل میں وہ تھا کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔ آج کوئی شخص کسی دوسرے کو نصیحت کرتا ہے۔ ایک بار کرتا ہے۔ دو بار کرتا ہے۔ لیکن جب وہ نہیں مانتا تو بیزار ہو کر چپ ہو رہتا ہے یا اس پر عذاب اور ہلاکت کے فتوے صادر کرنا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ ماں باپ تک بھی اپنی اولاد کو اپنے کہنے میں نہ دیکھ کر عاق کر دیتے ہیں۔ لیکن محمد رسول اللہ صلعم کی اس کیفیت قلبی کو لعلک باخع نفسک الا تکونوا مؤمنین کے مختصر جملہ میں بیان کی گئی ہے۔ کس قدر درد۔ کس قدر عشق۔ کس قدر ہمدردی اور سوز و گداز آپ کے دل میں مخلوق الٰہی کی ہدایت کے لئے تھا۔ لیکن بالمقابل کس قدر سختی سے کام لیا جاتا ہے اور اس پیغام حق کو کس طرح پرے پھینک دیا جاتا ہے مگر تاہم آپ کا ہمدردی سے لبریز دل ان کے اس بے رحمانہ سلوک اور سرد مہری سے بھی رنجیدہ نہیں ہوتا اور کسی عذاب وغیرہ کے لئے کوئی دعا نہیں کرتا نہ ہی ان کو آئندہ اپنے پیغام رحمت سے محروم ہی رکھتا ہے۔ وہ خواہشمند ہے کہ ان کو سنائے چلا جائے اسے آرزو ہے کہ لوگ اس ظل رحمت (اسلام) کے نیچے آ بسیرا کریں۔ وہ نہیں چاہتا کہ انہیں رہ ضلالت میں ڈوبا ہوا دیکھے۔ اور خاموش ہو کر بیٹھا رہے اسی لئے وہ اٹھتا ہے اور اپنے وطن میں کسی کو اپنے پیغام رحمت کی طرف متوجہ نہ پا کر طائف والوں کی طرف پہنچ جاتا ہے۔ اور انہیں اسلام کے آب حیوان کا پتہ دیتا ہے۔ لیکن دنیا جس نے اوجدنا علیہ اباءنا کہنے کے سوائے اور کچھ بھی نہیں سیکھا بھلا کب اس کورانہ تقلید کو چھوڑ سکے۔ انھوں نے بھی محمد رسول اللہ صلعم کو اپنے آبائی دین کے خلاف پا کر وہی کیا جو ایسے مواقع پر ہمیشہ لوگ کیا کرتے ہیں انھوں نے پتھر اٹھائے اور آپ پر پتھر پھینکنے شروع کئے۔ آپ وہاں سے بھاگے اور زخموں سے چور اور لہولہان ہو کر سخت شدت پیاس کی حالت میں ایک یہودی کے کنوئیں پر پہنچے۔ اس سے پانی مانگا۔ لیکن اس نے بھی دو ٹوک جواب دیا اور آخر تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے یکلخت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے فرشتہ کو حکم دیا ہے کہ اگر آپ کہیں تو وہ اس بستی پر پہاڑ کو لا ڈالے اور انھیں پیس دے۔ پھر پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور اس نے بھی یہی کہا۔ لیکن دیکھو کہ اس رحمۃ للعالمین کا قلب کس قدر ہمدردی سے لبریز ہے۔ ایک طرف حضرت نوح خود اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں رب لا تذر علی الارض من الکافرین

ہندوستان کی تازہ خبریں

امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے آئندہ اجلاس میں مسٹر سریندر ناتھ بنرجی حسب ذیل ریزولیوشن پیش کریں گے:

"یہ کونسل گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں سفارش کرتی ہے۔ کہ کلکتہ یونیورسٹی کی لوکل گورنمنٹ کے سرکردہ افسر کے ساتھ انتظامی معاملات کی غرض سے کلکتہ یونیورسٹی کو بھی مدراس اور بمبئی کی یونیورسٹیوں کے مطابق کر دینے کے معاملہ پر غور کرے۔"

گذشتہ دنوں ایک شخص کملاش چندر سرکا سکنہ جبت پور روڈ بھوانی پور کلکتہ۔ ایک گیارہ سالہ نابالغ ہندو لڑکی کو اغوا کر کے لاہور میں لے آیا۔ اور یہاں اس نے اس کی شادی ایک نوجوان پنجابی سے کچھ روپیہ لیکر کر دینے کا بندوبست کیا جب شادی کا وقت آیا۔ اور لڑکی کو لایا گیا۔ تو اس نے جمع شدہ لوگوں کے سامنے رونا چلانا شروع کر دیا۔ اور تمام حال بیان کر دیا اور التجا کی کہ اسے بچایا جائے۔ مہمانوں نے فوراً پولیس کو طلب کیا۔ اور ملزم کو گرفتار کرا دیا۔ بھوانی پور پولیس نے لاہور پولیس کی تار موصول ہونے پر آ کر ملزم کو گرفتار کر لیا اور کلکتہ لے گئے۔ پولیس مجسٹریٹ علی پور نے ملزم کو قصوروار پا کر چھ ماہ قید سخت کی سزا دی +

ہائیکورٹ کلکتہ میں چیف جسٹس نے ۲۹۔ فروری کو اس مقدمہ کا فیصلہ سنا دیا۔ جس میں ایک بنگالی شخص گوکل چندر ملک پر اپنی عورت کو مٹی کا تیل ڈالکر آگ لگا دینے اور اس طرح اسے مار دینے کا الزام لگایا گیا تھا۔ جیوری نے ملزم کو قتل کے الزام میں بے قصور قرار دیا۔ لیکن اقدام قتل کا مجرم قرار دیا۔ مسٹر لارڈ شپ نے ملزم کو تین سال قید سخت کی سزا دی +

آل انڈیا سناتن دھرم کانفرنس کے لئے جس کا انعقاد متھرا میں ہوگا۔ لاہور اور امرتسر جیسے شہروں میں ڈیلیگیٹ منتخب کئے جا چکے ہیں۔ امید کی جاتی ہے۔ کہ دیگر شہروں میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا +

کانفرنس کا اجلاس ۲۲ سے ۲۵ مارچ تک منعقد ہوگا۔ پہلے دن وید بھگوان کا جلوس نکلیگا جو شہر کے بازاروں میں سے گذریگا۔ کانفرنس کے خاتمہ کے بعد چند سرکردہ ہندوؤں کا ایک ڈیپوٹیشن حضور وائسرائے کی خدمت میں دہلی میں حاضر ہوگا۔ اور کانفرنس میں حضور ملک معظم کیلئے مشتہر کردہ دعا کی منظوری حاصل کریگا اس موقع پر

بھگتی دھرم کے مضمون پر۔ اور دیگر مضامین پر لیکچر ہوں گے +

پیر کے روز صبح سات بجے کے قریب امرتسر کے پرے ایک نوجوان شخص بمبئی میل کے نیچے آ کر کٹ گیا۔ ٹرین فوراً کھڑی کی گئی۔ لیکن بدقسمت آدمی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو چکے تھے۔ مزید حالات ابھی موصول نہیں ہوئے +

نمبر ۸ ڈاؤن ایکسپریس ٹرین اور نمبر ۷۶ ڈاؤن لوکل ٹرین میں ۲۸۔ فروری کو جو ٹکر ہوئی ہوئی تھی۔ اس کے باعث لائن رک گئی تھی لیکن اسی دن رات کے ۹ بجے تک سلسلہ آمدورفت بحال ہو گیا تھا +

ہمعصر پاؤنیر میں حسب ذیل اعلان کیا گیا ہے کہ "مالکان اخبار پاؤنیر نے مسٹر جارج سم کی جگہ اخبار سول ملٹری گزٹ لاہور کے منیجر مسٹر ایس۔ ٹی ولسن کو پاؤنیر کا جنرل منیجر مقرر کیا ہے +

صاحب وزیر ہند نے مس ہیلین ہرینڈر ایم اے (ایڈنبرگ) کو انڈین ایجوکیشنل سروس میں ایک گرلز سکول کی لیڈی پرنسپل مقرر کیا ہے +

معلوم ہوا ہے کہ بمبئی یونیورسٹی کی ایک سپیشل کانووکیشن یکم اپریل کو منعقد ہوگی۔ جس میں لارڈ ہارڈنگ کو ایل ایل ڈی کی ڈگری عطا کی جائے گی +

پنجاب بروبایین فنڈ میں طلباء ایچیسن کالج لاہور نے ۶۰۲۱ روپیہ دیا ہے۔ یہ رقم اس فنڈ کی بائیسویں فہرست میں درج کی جا چکی ہے +

سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کی انڈین کونسل کو ہز ہائینس بیگم صاحبہ بھوپال نے ۵۰۰ روپے عنایت فرمائے ہیں۔ یہ رقم لیڈیز کلب بھوپال کے گذشتہ دنوں کے منعقد کردہ ایک میلے میں فروخت شدہ اشیاء کی وصول کردہ قیمت ہے +

سردار رگھبیر سنگھ صاحب سندھاں والیہ امرتسر نے سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کی انڈین کونسل کو ایک موٹر ایمبولینس خرید کرنے کے لئے ۶½ ہزار روپیہ عطا کیا ہے +

موضع پھلکیاں تحصیل سیالکوٹ میں یکشنبہ کے روز اچھوت جاتیوں کا جلسہ ہوا۔ جس میں ان اقوام کے ہزاروں لوگ شامل ہوئے۔ لالہ گنگا رام پلیڈر۔ پنڈت ہنس راج۔ پنڈت ریولی پرشاد مسٹر بالمکند اور سردار مولا سنگھ صاحب نے تقریریں کیں۔ دو سو اشخاص شدھ کئے گئے +

۲۶-۲۷ فروری ۱۹۱۶ء کو ایچیسن پارک امرتسر میں ہندو سپورٹس کلب اور ایلیٹ کلب گوجرانوالہ کا کرکٹ میچ ہوا۔

ہندو سپورٹس کلب نے پہلی دفعہ ۱۰۹ رنز کیں۔ جن میں سے ۴۵ رنز سردار کرم سنگھ نے کیں۔ مسٹر ڈامسن ڈپٹی کمشنر گوجرانوالہ کا بولنگ بہت اچھا تھا۔ ایلیٹ کلب کی پہلی اننگ میں صرف ۶۹ رنز ہوئیں۔ دوسری اننگ میں ہندو سپورٹس کلب کی ۱۷۸ رنز ہوئیں۔ جن میں سے ۶۵ سردار کرم سنگھ نے کیں اسی طرح ایلیٹ کلب کے لئے ۲۱۹ رنز کرنی باقی رہیں۔ لیکن ایلیٹ کلب صرف ۱۰۱ رنز کر سکی۔ اور اس طرح ہندو سپورٹس کلب ۸۷ رنز سے میچ جیتے۔ باقی میچ ہولی کی رخصتوں میں ہوں گے +

ہمعصر پرکاش رقمطراز ہے۔ کہ آگرہ کے مہاشہ سکھ لال بھبنیک کو ملتان پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ آریہ سماج ملتان کا نگر کیرتن ۱۵۔ فروری کو تھا نگر کیرتن سے دو گھنٹہ پہلے پولیس سکھ لال کو لے گئی گرفتاری کی وجہ بالکل دریافت نہ ہو سکی مقامی پولیس کو کچھ علم نہ تھا۔ افواہ یہ تھی کہ پہلے گرفتاری کا حکم سیالکوٹ گیا تھا۔ وہاں سے ملتان آیا

سکھ لال حوالات میں ہے پولیس نے دو تین دن کا ریمانڈ لیا تھا۔ سننے میں آیا تھا۔ کہ اس نے پیر کے روز سٹی مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا جائیگا اسی شخص کو کچھ عرصہ گذرا تھا۔ پشاور میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اور اس فہمائش پر کہ وہ بلا اجازت صوبہ سرحدی میں نہ آئے رہا کیا گیا +

چنچل ساج کے جنرل منیجر صاحب انگریزی بازار سے چنچل کو بذریعہ ریلوے ٹرین جا رہے تھے کہ دوران سفر میں ایک بکس جس میں ۱۵ ہزار کے نوٹ تھے گم ہو گیا۔ مالدہ پولیس اس معاملہ کی تحقیقات کر رہی ہے۔

سہ شنبہ کے روز قریب ۲ بجے صبح کلکتہ کا رپولیشن سٹریٹ میں خوفناک آتشزدگی ہوئی فائر بریگیڈ میں کو پہلی خبر دو بجکر ۱۵ منٹ پر موصول ہوئی اور چند منٹ میں دو موٹر فائر انجن بھیجے گئے۔ اور کچھ دوکانوں اور جھونپڑیوں پر جو جل رہی تھیں۔ پانی کا کام کر رہے تھے مقام آتشزدگی کے دونوں جانب پختہ عمارتیں تھیں۔ لیکن کپتان ولیٹ پروک کی زیر سرپرستی صدر فائر بریگیڈ نے اپنی خوش اسلوبی اور پھرتی سے کام کیا کہ آگ پھیلنے سے روک دی گئی۔ ۵۰ منٹ میں آگ قابو میں کر لی گئی۔ قریب نصف درجن دوکانیں اور جھونپڑیاں تباہ ہو گئیں۔ تاہم بریگیڈ کی فوری کوششوں سے بہت فائدہ ہوا۔ ورنہ نقصان بہت زیادہ ہوتا +

ہفتہ مختتمہ ۲۶ فروری میں تمام ہندوستان میں پلیگ سے ۹۲۱۱ وارداتیں اور ۷۵۰۵ اموات ہوئیں جنکی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے:-

صوبہ بمبئی و سندھ ۱۲۳۹ اموات۔ صوبہ مدراس ۲۶۰۔ صوبہ بنگال۔ بہار و اڑیسہ ۸۲۲۔ صوبجات متحدہ ۱۵۳۶۔ پنجاب ۱۰۲۔ برما ۳۷۰۔ صوبجات متوسط ۶۹۲۔ ریاست میسور ۱۱۱۔ ریاست حیدرآباد ۱۸۹۹۔ وسط ہند ۱۴۔ کشمیر ۵ +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۵ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۵

عبادت اور اطاعت

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اسلام کے اس اصل الاصول پر روشنی ڈالی تھی جسے توحید الٰہی کے نام سے پکارا گیا ہے۔ یہ ثابت کیا تھا کہ صرف یہی ایک عقیدہ ہے کہ جس سے انسان دینی و دنیوی رنگ میں ترقیات کے اعلیٰ معراج پر پہنچ سکتا ہے اور صرف اسی پر عامل ہونے سے افضال الٰہی کی بارش اس پر نازل ہوتی ہے اور اس لئے اسلام جس نے یہ عقیدہ کامل و اکمل رنگ میں دنیا کے آگے پیش کیا اور بالآخر اسے منوایا نسل انسانی کے لئے باعث رحمت و برکت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہاں اس بات پر بھی روشنی ڈال دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ غلطی سے بعض لوگوں نے توحید سے جو یہ مراد سمجھ لی ہے کہ گویا کسی حاکم یا سردار یا استاد کی اطاعت بھی توحید الٰہی کے منافی ہے یہ صحیح نہیں۔ توحید الٰہی سے مراد صرف دنیا کو دیگر اشیاء کی پرستش سے چھڑانا ہے۔ اور عبادت اور اطاعت دو جدا جدا چیزیں ہیں اور اسلام نے ان ہر دو الفاظ کے جدا جدا مطالب ہی لئے ہیں۔ عبادت انسان سے اس حد درجہ کے تذلل و انکسار کو چاہتی ہے جو ایک بندے کو اپنے رب کے۔ مخلوق کو اپنے خالق کے اور انسان کو خدا کے آگے اختیار کرنی چاہئے عبادت میں ضروری ہے کہ ہم اپنے معبود کو مستجمع جمیع صفات کاملہ اور منزہ عن جمیع نقائص یقین کریں۔ چنانچہ امام راغب اپنی مفردات میں ارقام فرماتے ہیں العبودیۃ اظہار التذلل والعبادۃ ابلغ منہا لانہا غایۃ التذلل ولا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ۔ عبودیت اظہار تذلل کو کہتے ہیں اور عبادت اس سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ غایت درجہ کا تذلل ہوتا ہے۔ اور کوئی اس بات کا مستحق نہیں کہ اس کے آگے یہ غایت تذلل اختیار کیا جائے۔ سوائے اس کے جو کہ غایت درجہ کی بزرگیاں رکھتا ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ ہے۔

ایسا ہی اطاعت کے متعلق لکھا ہے کہ

الطوع الانقیاد ویضادہ الکرہ ..... والطاعۃ مثلہ لکن اکثر ما تقال فی الائتمار لما امر

طوع فرمانبرداری ہے اور اس کی ضد عدم رغبت ہے۔ اور وہ اکثر بولا جاتا ہے اس امر کی بجا آوری کے لئے جس کی بابت حکم کیا جاوے۔

اس تصریح سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ عبادت اور اطاعت ہم معنی لفظ نہیں اور نہ ہی دونوں کا استعمال ایک ہی محل اور موقع پر جائز ہے۔ امام راغب نے عبادت کے متعلق صاف طور پر لا یستحقہا الا من لہ غایۃ الافضال وھو اللہ تعالیٰ کہکر یہ بتا دیا۔ اور خود قرآن سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوائے اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ لیکن اطاعت کے متعلق انہوں نے کھول کر بتا دیا ہے کہ وہ محض فرمانبرداری کا نام ہے۔ اور بس۔

پس اول تو جو لوگ عبادت اور اطاعت کے مفہوم کو ایک سمجھ کر ایک کا مطلب دوسرے سے خبط کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح سے گویا عقیدہ توحید کو کسی کی اطاعت کے منافی سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ اطاعت اور چیز ہے اور عبادت اور چیز۔ قرآن کریم کو غور سے پڑھو یہ فرق صاف اور کھلے طور پر نظر آئے گا۔ قرآن نے کہیں بھی اللہ کے سوائے کسی اور کی عبادت کا انسان کو حکم نہیں دیا ہاں اگر حکم دیا ہے تو اطاعت کا۔ جتنے انبیاء کا تذکرہ .... قرآن کریم میں آیا ہے انہوں نے یہی پیغام اپنی قوم کو دیا اعبدوا اللہ واطیعون اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور میری اطاعت۔ جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کسی انسان کی اطاعت کے منافی نہیں۔ اور نہ عبادت کا وہ مفہوم ہی ہے جو اطاعت کا ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ انبیاء کرام نعوذ باللہ اپنی بھی پرستش کراتے۔ عبادت کا لفظ اطاعت سے جامع تر ہے اور اطاعت کا مفہوم بھی اسی میں آ جاتا ہے۔ لیکن اطاعت میں عبادت کا مفہوم ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اس کا ثبوت اس ایک آیت سے بھی ملتا ہے جس میں اللہ رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور اپنے میں سے اولی الامر کی اب یہاں تینوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اطاعت عبادت کا نام نہیں۔

پس قرآن کریم کا عبادت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے جائز نہ ٹھہرانا۔ اور کسی دوسرے پر یہ لفظ استعمال تک نہ کرنا اور دوسری طرف اطاعت کا لفظ دوسروں پر بھی استعمال کر لینا یعنی ان کی اطاعت کا حکم دینا ثابت کرتا ہے کہ عبادت علیحدہ چیز ہے اور اطاعت علیحدہ۔ کسی کا دوسرے کی اطاعت اختیار کرنا عبادت میں داخل نہیں۔ اور یہ بھی صحیح نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی اور کی عبادت کی جائے۔

اس کے بعد دوسرا مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ آیا صرف مسلم ہی کی اطاعت ہو سکتی ہے یا کسی غیر مسلم کی اطاعت بھی جائز ہے۔ قرآن کریم کی آیات متعلقہ اطاعت اولی الامر کو اگر رسول اللہ صلعم اور اکابر مسلمین کے تعامل کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ اسلام نے کسی غیر مسلم کی اطاعت سے ہرگز ہرگز نہیں روکا۔ اور نہ ہی اس سے بغاوت کو ہی جائز رکھا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے اپنی بعثت کے ابتدائی ایام میں اپنے بعض صحابہ کو جو کہ مکہ معظمہ میں سخت تکالیف میں مبتلا تھے اور آئے دن ستائے جاتے تھے ایک عیسائی سلطنت (حبشہ) میں ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہ وہاں گئے اور ایک عیسائی بادشاہ نجاشی کی حکمرانی میں رہتے رہے۔

اس سے دونوں متذکرۃ الصدر باتوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اول تو باوجود ستائے جانے کے مکہ والوں کے خلاف بغاوت نہ کرنا۔ بلکہ وہاں سے ہجرت کر جانا۔ اور دوسرے ایک عیسائی سلطنت کے ماتحت زندگی بسر کرنا۔ جس سے معلوم ہوا کہ کسی ملک میں ستائے جا کر بھی اس ملک والوں کے خلاف بغاوت کرنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ امن و امان کی حالت میں ایسا ناپاک خیال دل میں لایا جائے اور دوسرے غیر مسلم اور وہ بھی عیسائیوں کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی جائز ہے۔

یہ چند اشارات ہیں جن سے امید ہے کہ ہمارے موضوع کی صداقت اچھی طرح سمجھ آ جائیگی۔

ضروری نوٹ

حضرت مسیح کا دعویٰ مجازی رنگ میں خدا کا بیٹا ہونے کا تھا

۱۷۔ فروری ۱۹۱۶ء کے پیسہ اخبار میں حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا جو ایک ضروری مضمون متعلقہ النبوت فی الاسلام شائع ہوا تھا اس کے ایک فقرہ پر امریکن مشن سیالکوٹ کے کسی مسلمان نما عیسائی عبدالرشید نامی نے چند ایک اعتراض ۴۔ مارچ ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں کئے ہیں مثلاً اس نے پوچھا ہے "کہ کیا حضرت مسیح کا مجازی رنگ میں خدا کا بیٹا ہونے کا دعوے تھا۔ کس کتاب سے ثابت ہے؟" جواب اس کا صاف ہے انجیل یوحنا باب ۱۰۔ آیت ۳۱ تا ۳۵ کو جاکر پڑھو جہاں صاف لکھا ہے:۔

"یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے لئے پتھر اٹھائے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں۔ ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں۔ بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں۔ اور اس لئے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے۔ یسوع نے انھیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو۔ جبکہ اس نے انھیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص کو جسے باپ نے مقدس کرکے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کہ تو کفر کہتا ہے"

حضرت مسیح علیہ السلام نے (ان آیات میں) اپنے خدا ابن اللہ ہونے کی خود تشریح کی ہے۔ اور کتاب مقدس کا یہ حوالہ دیکر کہ تمہارے بزرگوں کو خدا کہا گیا اس معاملہ کو صاف کر دیا کہ جس رنگ میں وہ خدا تھے اسی رنگ میں میں خدا کا بیٹا ہوں یعنی نہ تو وہ حقیقی خدا تھے اور نہ میں حقیقی ابن اللہ ہوں۔ مسٹر عبدالرشید کو چاہیے کہ اس حوالہ کو خوب غور سے پڑھے۔ اور اس مقام (زبور ۸۲-۶) کو پڑھ کر دیکھے جس کا کہ حوالہ جناب مسیح نے دیا ہے۔ انجیل کی اس عبارت کے نیچے یہ حوالہ درج ہے اور (زبور ۸۲-۶) کی اصل عبارت میں بعینہ یہی الفاظ ہیں "میں نے تو کہا کہ تم الہ ہو" اب یا تو اگر حضرت مسیح حقیقی ابن اللہ تھے اور عبارت بالا میں بھی ان کی یہی مراد ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ حضرت داؤد اور دیگر بزرگ انبیا علیہم السلام بھی حقیقی خدا تھے۔ کیونکہ حضرت مسیح نے ان کا حوالہ دے کر اپنے ابن اللہ ہونے کو ان کے مشابہ قرار دیا اور اگر یہ نہیں تو پھر یا تو انجیل کی اس عبارت کو محرف مبدل ماننا پڑے گا اور حضرت مسیح کی طرف نعوذ باللہ جھوٹ منسوب کرنا پڑے گا لیکن اگر یہ دو باتیں بھی نہیں تو پھر لازماً تسلیم کرنا ہوگا کہ نہ تو زبور کے مخاطب بزرگوار ہی حقیقی خدا تھے اور نہ ہی حضرت مسیح ابن اللہ۔

توریت کے محرف و مبدل ہونیکے خلاف ایک اچھوتی دلیل

اپنے اسی مضمون میں مسٹر عبدالرشید صاحب نے ایک یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ مرزا صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ بنی اسرائیل سب کے سب توریت کی اصطلاح میں خدا کے بیٹے بلکہ پلوٹھے کہلاتے تھے تو ہمیں توریت و انجیل کے ان فقروں پر ایمان لے آنا چاہئے۔ اگر ان فقروں کو ہم محرف شدہ تو مانیں تو کوئی وجہ نہیں کہ باقی حصہ کو محرف شدہ کیوں نہ مانیں" دلیل تو خوب ہے۔ گویا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کتاب میں ایک بات سچ نکلی ہو اس کی ساری کی ساری باتیں ہی سچی سمجھنی چاہئیں۔ لیکن افسوس یورپین محققین کو آجتک یہ نرالی دلیل سمجھ نہ آئی اور اسی لئے انہوں نے نہایت چھان بین سے انجیل کے صرف پانچ فقرات کو صحیح قرار دے دیا اور باقی سب غلط کاش مسٹر عبدالرشید وہاں ہوتے تو کم از کم انجیل کو تو اپنے اسی قاعدہ کی رو سے غیر محرف و مبدل شدہ منوا لیتے۔ اور انھیں صاف کہتے کہ جب پانچ فقرات صحیح ہیں تو ساری انجیل صحیح ہے "پھر کوئی وجہ نہیں کہ باقی حصہ کو محرف شدہ کیوں مانیں" پھر ہم بھی دیکھتے کہ کون دانشمند انسان ان کی اس نرالی توجیح کو قبول کرتا ہے ہم تو ان کی اس اچھوتی دلیل کا جواب دینے سے فی الحقیقت قاصر ہیں۔ ہاں ڈر ہے کہ کہیں کل کو مسٹر موصوف یہ بھی نہ کہہ دیں کہ جب یورپین فن درایت نے کئی ایک علمی مسائل سے دریافت کئے ہیں جنہیں لوگ صحیح مانتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے تین میں ایک اور ایک میں تین کے مسئلہ کو بھی صحیح اور علم و عقل کے عین مطابق نہ سمجھا جائے۔ لیکن میں انھیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ اصول کسی صورت میں بھی قابل پذیرائی نہیں۔ ہمیشہ کسی کی صحت و عدم صحت پر ایمان لانے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ واقعات حقہ اور علم و عقل اس کے کہاں تک موید ہیں۔ اور اسی بنا پر مرزا صاحب نے بنی اسرائیل کے خدا کے بیٹے اور پلوٹھے ہونے کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے کیونکہ مجاز کے طور پر ایسا کہہ لینا جائز ہے۔ اور توراۃ نے اسے جائز رکھا ہے۔ باقی بھی توراۃ کی جو تعلیمات اسی اصول پر پوری اترتی ہیں ہم انھیں صحیح جانتے ہیں اور جو اس اصول پر پوری نہیں اترتیں انھیں محرف و مبدل سمجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب کے دو اور لیکچر

گذشتہ یکم و ۲۔ مارچ ۱۹۱۶ء کی درمیانی شب کے اور ۲ مارچ ۱۹۱۶ء کو دن کے ۲ بجے ہوئے۔ اول الذکر لیکچر کے لئے سات بجے شام کا وقت مقرر تھا۔ لیکن حضرت خواجہ صاحب وقت پر گاڑی کو نہ پا سکے۔ اور اس لئے رات کے ۹ بجے وہاں پہنچے۔ لیکن باوجود اس کے لوگ جو ۶ بجے شام سے آئے بیٹھے تھے معبد شوق و رغبت اسی وقت آپ کے لیکچر کو سننے میں محو ہو گئے۔ اور ایک بجے شب تک وہاں سے ہلے تک نہیں کہتے ہیں کہ ہال جو اپنی وسعت کے لحاظ سے پنجاب کے اکثروں کی روایت کے مطابق ہندوستان بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اس قدر معمور تھا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اور پھر بھی لوگ چلے آ رہے تھے۔ اکثروں کو جگہ نہ ملنے کے باعث واپس جانا پڑا رات کو اس قدر دیر تک صعوبت سہنے کے باوجود لوگ پھر پہنچے اور حضرت خواجہ صاحب سے ایک اور لیکچر کی درخواست کی۔ جو دن کو ۲ بجے ہوا اور ویسی ہی کامیابی سے ہوا۔ آپ نے لیکچر میں اپنے عقائد اور حضرت اقدس کے دعاوی پر بھی خوب روشنی ڈالی اور بتایا کہ آپ کا دعویٰ مجددیت کا تھا نہ کہ نبوت کا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور سامعین کو آپ کے بیش قیمت مواعظ پر عمل کی توفیق۔

درخواست دعا

مولوی عبدالرحمن صاحب سکنہ موضع کھیوال اپنے لڑکے مبارک احمد اور اپنے بھانجے عبداللہ کی صحت کے لئے احباب سے درخواست دعا کرتے ہیں۔

رسیدزر

از جماعت پشاور چندہ و ترجمۃ القرآن مع ۵ اشاعت اسلام عہ نیز

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگانِ عہدِ نبوت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس پاک اور بزرگ صحابی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اُن کا اسم گرامی حضرت سلمان فارسیؓ ہے۔ گو ہماری جماعت کو اس بات کا بخوبی علم ہے۔ اور وہ اس لئے کہ اس سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی ہے۔ جس میں آپؐ نے لنالہٗ رجل من ابناء الفارس کہکر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا۔ کہ امام مہدی اسکی اولاد میں سے ہوگا۔ لیکن صرف اسی قدر حالات جاننے کے علاوہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے دیگر ضروری حالات اور ان پاک خیالات سے جنہوں نے اُنہیں آبائی تقلید سے نکالکر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نصیب کی تھی۔ بہت کم لوگوں کو واقفیت ہے۔ ذیل میں ہم آپ کے ابتدائی حالات و خیالات اور قبول اسلام کی وجوہات کو کلکتہ کے موقر معصر البلاغ سے لیکر ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں اور مولینا عبدالسلام صاحب ندوی کے مشکور ہیں۔ جنہوں نے ان پاکیزہ حالات کو بڑی ہی خوبی سے قلمبند فرمایا ہے ۔ (ایڈیٹر)

حضرت سلمان فارسی جیسا کہ اُن کے اس انتساب سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایرانی النسل تھے۔ اسلام سے پہلے اُن کا نام مایہ تھا۔ اُن کا سلسلہ نسب یہ ہے: مایہ بن برذخشان بن مورسلان بن بہبوذان بن فیروز بن سہرک۔ سہرک جن پر اُنکے شجرۂ نسب کی انتہا ہوتی ہے۔ آب الملک کی اولاد میں سے تھے۔ ایک مرتبہ خود حضرت سلمانؓ سے اُن کا نسب پوچھا گیا۔ انہوں نے سلمان بن اسلام بتلایا۔ لیکن یہ اسلام کی شیفتگی کا اثر تھا۔ کہ وہ اپنے آپکو صرف اسلام کی طرف منسوب کرنا پسند فرماتے تھے۔

وطنیت کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رام ھرمز (خلیج فارس) کے رہنے والے تھے بعض راویوں کا بیان ہے کہ اُن کا وطن جی تھا۔ جو اصفہان کا ایک شہر ہے۔

اُن کے اسلام لانے کا قصہ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُنہوں نے نظر اجتہاد سے اکثر مشہور مذاہب کو خوب جانچ کر اسلام قبول کیا تھا۔ استیعاب میں ہے۔ کہ وہ کچھ اوپر دس برس خدا کی عبادت کرنے کے بعد جناب رسالتؐ پناہ تک پہنچے۔ بہر حال اُنہوں نے اپنے اسلام لانے کا قصہ خود ہی بیان کیا ہے۔ جو حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(جستجوئے حق) :-

"میں اصفہان کے ایک گاؤں جی کا رہنے والا تھا میرا باپ وہاں کا دہقان تھا۔ اُسکو مجھ سے اسقدر محبت تھی کہ مجھکو لڑکیوں کی طرح گھر سے نکلنے نہیں دیتا تھا اس زمانے میں میرا مذہب مجوسی تھا۔ میں ایسی آگ کے پاس رہتا تھا۔ جو کبھی بجھنے نہیں پاتی تھی۔ بعض گاؤں میں میرے باپ کی جائداد تھی۔ اور وہ ایک مکان کی تعمیر میں مصروف تھا۔ ایک دن اُس نے مجھے بلا کر کہا "بیٹا! میں اس عمارت کی تعمیر میں جیسا کہ تم دیکھتے ہو مصروف ہوں۔ تم میری جائداد کی طرف چلے جاؤ لیکن وہاں رہ نہ جانا۔ کیونکہ اگر ایسا کروگے تو میں اپنی تمام جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر تمہاری فکر میں مصروف ہو جاؤنگا"! میں اس غرض سے نکلا تو میرا گذر ایک گرجے کی طرف ہوا۔ میں وہاں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھکر اُن کے پاس گیا۔ تا کہ دیکھوں۔ وہ کیا کر رہے ہیں۔ مجھکو اُن کی نماز خوش آئی۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ ان کا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے۔ چنانچہ میں غروب آفتاب تک وہاں سے نہ ٹلا اور نہ اپنے باپ کے پاس واپس آیا۔ یہانتک کہ میرے باپ نے میری جستجو میں آدمی دوڑائے جب عیسائیوں کی نماز مجھے پسند آئی تو میں نے اُنسے پوچھا۔ "اس مذہب کا مرکز کہاں ہے؟" اُنہوں نے شام کا پتہ بتایا۔ میں وہاں سے چلکر اپنے باپ کے پاس آیا۔ اُسنے کہا: "بیٹا! تم کہاں تھے؟" میں نے تو پہلے ہی تم سے کہدیا تھا۔ کہ رُک نہ رہنا۔ میں نے کہا میرا گذر کچھ لوگوں پر ہوا جو گرجے میں نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھکو اُن کی نماز اور اُن کا مذہب خوش آیا۔ اور مجھے معلوم ہوا۔ کہ اُن کا مذہب ہمارے مذہب سے اچھا ہے"۔ اُس نے کہا "نہیں بیٹا! تمہارا اور تمہارے آبا و اجداد کا مذہب اُن کے دین سے افضل ہے"۔ میں نے کہا "خدا کی قسم ہرگز نہیں"۔ یہ سنکر وہ میری طرف سے بدظن ہو گیا۔ اور میرے پاؤں میں بیڑیاں ڈالکر مجھے قید میں رکھا۔ میں نے عیسائیوں کے پاس آدمی بھیجکر پیغام دیا کہ میں نے تمہارا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ جب تمہارے یہاں کوئی شام کا قافلہ آئے تو مجھے خبر دینا۔ چنانچہ اُن کے پاس تاجروں کا ایک قافلہ آیا تو اُنہوں نے مجھے خبر کی۔ میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ لوگ واپس جانے کا قصد کریں۔ تو مجھے اطلاع کریں چنانچہ جب قافلہ واپس جانے لگا۔ تو اُنہوں نے مجھے اطلاع دی۔ میں بیڑیاں توڑ تاڑ کر نکلا اور اُنکے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوا۔ جب شام میں آیا۔ تو میں نے پوچھا "یہاں تمہارا عالم کون ہے؟" اُنہوں نے پادری کو بتایا۔ میں نے اُس کے پاس جاکر اپنا واقعہ بیان کیا۔ اور گذارش کی کہ آپ کی خدمت میں رہ کر نماز پڑھنا اور علم سیکھنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ میں نے آپ کا مذہب قبول کر لیا ہے۔ اُس نے مجھے اپنے پاس ٹھہرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ میں اُس کے پاس رہا۔ لیکن وہ ایک بدترین مذہبی شخص تھا۔ لوگوں کو صدقہ کا حکم دیتا اور اُس کی رغبت دلاتا تھا۔ لیکن جب لوگ صدقہ کا مال جمع کرتے تو اپنے خزانہ میں رکھ لیتا تھا۔ یہاں تک کہ اُسکے پاس درہم و دینار کے سات گھڑے جمع ہو گئے تھے۔ چنانچہ جب اُس نے انتقال کیا۔ اور لوگ اُس کی تجہیز و تکفین کیلئے جمع ہوئے تو میں نے کہا۔ "کیا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ یہ ایک بدترین شخص تھا"۔ ساتھ ہی میں نے صدقہ کے مال کے متعلق اُس کا تمام کارنامہ بیان کیا اُن لوگوں نے اس کا ثبوت مانگا۔ میں نے ان ساتوں گھڑوں کا سونا اور چاندی نکال کر رکھ دیا۔ جب اُن لوگوں نے یہ دیکھا۔ تو کہا خدا کی قسم ہم اس کو دفن نہیں کرینگے۔ اس کے بعد اس کو سولی پر لٹکایا۔ اور پتھر مارے۔ اور دوسرے شخص کو اُس کا قائم مقام مقرر کیا۔ میں نے مسلمانوں کے سوا کسی شخص کو اس قائم مقام سے بہتر نہیں پایا۔ میرے دل میں اس کی محبت اسقدر پیدا ہوگئی۔ کہ اسکے پہلے کسی چیز کی نہیں ہوئی تھی۔ جب اُسکی وفات کا زمانہ آیا۔ تو میں نے کہا "اب یہ وقت آپہنچا۔ آپ میرے لئے کیا فرماتے ہیں؟" اس نے کہا:- "بیٹا میں جس طریقہ پر ہوں۔ اُس پر بجز ایک شخص کے جو موصل میں رہتا ہے مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ باقی لوگوں نے تو اپنے مذہب کو بالکل بدلدیا ہے۔ چنانچہ جب اُسکا انتقال ہو چکا۔ تو میں صاحب موصل کے پاس آیا۔ اور اُس کی اس وصیت کا حال بیان کیا۔ اُس نے مجھے قیام کی اجازت دی اور میں ایک مدت تک اُسی طریقہ پر رہا۔ جس پر اُس کا پیشرو تھا۔ لیکن جب اُس کی موت کا بھی زمانہ آگیا۔ تو میں نے کہا۔ "اب یہ وقت آپہنچا۔ مجھے آپ کیا وصیت کرتے ہیں" اُسنے کہا۔ "بیٹا جس روش پر میں ہوں اُس پر بجز ایک شخص کے جو نصیبین میں قیام پذیر ہے۔ میری دانست میں کوئی دوسرا نہیں ہے۔ تم اُس سے جاکر ملاقات کرو۔ چنانچہ میں اس کے پاس آیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دی۔ اور وہاں بھی ایک مدت تک رہا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا۔ تو میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں نے مجھکو فلاں فلاں کی خدمت میں رہنے کی وصیت کی تھی۔ آپ مجھے کہاں جانے کی وصیت کرتے ہیں؟ اُس نے کہا "میری دانست میں میرے مذہب پر بجز ایک شخص کے جو عموریہ میں ہے۔ کوئی نہیں ہے۔ اگر تمہیں استطاعت ہو تو اُس سے جاکر ملو۔ جب اُس کا انتقال ہو چکا۔ تو میں صاحب عموریہ سے ملا۔ اور واقعہ بیان کیا اُس نے ٹھہرنے کی اجازت دی۔ میں نے وہاں قیام کیا۔ اور اُسکو بھی ٹھیک اسی روش پر پایا جس پر اس کے

عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان

اس قسم کے اعلانات پر ہم نے چند گذشتہ اشاعتوں سے نمبر دینے شروع کئے تھے تاکہ ان کی تعداد معلوم ہوتی رہے۔ لیکن اب تو خدا کے فضل سے ان کی تعداد اس قدر بڑھتی چلی جا رہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی نصرت یدخلون فی دین اللہ افواجاً کا منظر پیش کر رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے ۔ ۔ ۔ گنتی و شمار کو اپنے لئے ایک تکلیف مالایطاق سمجھتا ہوا ما یعلم جنود ربک الا ھو کے ماتحت اس گنتی کو اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ اور صرف ان اعلانات کے درج کرنے پر ہی اکتفا کرتا ہوں ؛

امیر القوم و الملۃ جناب مولنا بالفضل اولنا فاضل جمیل مولوی صاحب ادام اللہ برکاتکم !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۔ مزاج شریف ۔

بعد تحقیق احتیاطات میاں قمر الدین صاحب سوداگر چیتھڑہ جہلم جو لائل پور میں آجکل مقیم ہیں ۔ میاں محمود احمد صاحب قادیانی سے اس واسطے بیعت کی ۔ کہ مرزا صاحب کی تعمیلِ ارشادات ہو ۔ اور میرا عقیدہ پہلے کلی نبوت مرزا صاحب کی نسبت تھا کیونکہ القول الفصل صفحہ ۳۲ میں جب دیکھا ۔ تو یہ عقیدہ مستقل بلا تحقیق مانا گیا ۔ اور مرزا صاحب کو سابق انبیاء عظام علیہم السلام کی لائن میں شمار کرتا تھا ۔ کہ مرزا صاحب کی ایسی نبوت ہے جیسی اور نبیوں کی ۔ اور جو انکار قرآن کریم اور سابق انبیاء علیہم السلام کا ہے ۔ وہی مرزا صاحب کے انکار کا نتیجہ ہے ۔ آج جو میاں قمر الدین صاحب سوداگر چیتھڑہ سے اس عقیدہ کی نسبت آپس میں گفتگو کی ۔ تو ہر پہلو سے از روئے تحقیق ندامت اٹھائی ۔ اور یہ تحقیق ہوا ۔ کہ مرزا صاحب کی نبوت ایسی ہے ۔ جو محدثیت اور مجددیت کے رنگ میں ہے ۔ اور مرزا صاحب نے نہ خود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی کو کافر کہا ۔ نہ آپ کے سچے معتقد مولوی نور الدین صاحب وغیرہ سلیم الطبع صحابہ نے ۔ چنانچہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۵ تا صفحہ ۵۲۹ اور حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ ۱۵۰ میں حضرت صاحب نے فرمایا ہے ۔" یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سنکر دھوکہ کھاتے ہیں ۔ اور خیال کرتے ہیں ۔ کہ گویا میں نے اس نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ جو پہلے زمانہ میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں ۔ میرا ایسا دعویٰ نہیں ہے ۔ بلکہ خدا تعالےٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلعم کی روحانیت کا کمال ثابت کرنے کیلئے یہ مرتبہ بخشا ہے ۔ کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا ۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا ۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ۔ اور میری نبوت آنحضرت صلعم کا ظل ہے ۔ نہ کہ اصل نبوت ۔ اسی وجہ سے حدیث میں اور میرے الہام میں ۔ جیسا کہ میرا نام نبی رکھا گیا ہے ۔ ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا گیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیگر ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵ میں لکھا ہے ۔ " اس جگہ بڑے شبہات پیش آتے ہیں ۔ کہ جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا ۔ تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے ۔ اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے ۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے اور نبوت تامہ نہیں رکھتا ۔ جس کو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں ۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنافی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود ہی میں داخل ہے ۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے ۔ لیکن مسیح ابن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی ۔ جس کے ساتھ جبرئیل کا نازل ہونا ایک لازمی امر سمجھا گیا ہے کسی طرح امتی نہیں بن سکتا ۔ کیونکہ اس پر ایسی وحی کا اتباع فرض ہوگا ۔ جو وقتاً فوقتاً اس پر نازل ہوگی ۔

(۳) حضرت مسیح موعودؑ نے نواب محمد علی خانصاحب کو ایک خط میں جو ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کے بدر میں تشحیذ الاذہان سے نقل کیا گیا ہے ۔ یہ لکھا ہے ۔

جو اس عاجز سے بیعت کرے ۔ تو اس کو قال اللہ و قال الرسول کا پابند رہنا ضروری ہے ۔ یہ ضروری نہیں ۔ کہ وہ حنفی ہو یا شافعی ہو یا حنبلی وغیرہ ۔ مگر یہ نہایت ضروری ہے ۔ کہ اللہ جل شانہٗ کی کلام عزیز پر ایمان لاوے ۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس پر عمل کرے ۔ اور آثار صحیحہ نبویہ کا اتباع کرے ۔ دوسرا بیعت کرنے والے کے لئے ان عقائد کا پابند ہونا ضروری ہے ۔ کہ آنحضرت صلعم برحق اور قرآن شریف منجانب اللہ کتاب اور جامع الکتب ہے ۔ کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی ۔ اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے ۔ مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ قیامت تک راہیں کھلی ہیں ۔ اور جس قدر مہدی دنیا میں آئے یا آئینگے ان کا شمار خاص اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کو معلوم ہے ۔ اور وحی رسالت ختم ہو گئی ۔ مگر ولایت اور امامت اور خلافت کبھی ختم نہیں ہوگی ۔ یہ سلسلہ ہمہ راستبازوں و خلفائے ربانیین کا کبھی بند نہیں ہوگا ۔"

چونکہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے مبایعین کے لئے یہ حکم نافذ فرمایا ہے ۔ لہٰذا ہم اس دائرہ سے باہر ہو کر اپنے آپ کو گمراہ نہیں کرنا چاہتے ۔ اور ہم میاں محمود احمد صاحب اور اس کے حواریوں کے ناقص دلائل اور گونا گوں تحریروں اور تقریروں کے دام میں آکر اسلام کو خیرباد نہیں کہنا چاہتے ۔ اور تمام جہان کو ۔

۔ ۔ ۔ کافر سمجھکر خود کافر بننا نہیں چاہتے ۔ اور میاں محمود احمد صاحب کی زیادتیوں کیطرف دیکھکر ان عقائد سے توبہ کرتے ہیں ۔ اور حضرت مسیح کی اصلی تعلیم سے برکار بند ہو چکے ہیں میں میاں محمود احمد صاحب سے اپنی بیعت واپس لیتا ہوں ۔

(البدر ۲۴ ۔ جون ۱۹۰۸ء) حضرت صاحب کے فوت ہو جانے سے دو دن پیشتر کی تقریر بھی میاں صاحب کے عقائد کے سراسر خلاف ہے یہ وہ گفتگو ہے جو حضرت صاحب نے میاں فضل حسین صاحب بیرسٹر سے کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اب کیا کہا جاوے ۔ کہ قادیانی محمودی گروہ اپنی جدا ہی راگنیاں گا رہے ہیں اور ادھر حضرت صاحب کا یہ ارشاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہو رہا ہے ۔ خدا کا شکر ہے ۔ جلدی سے خدا نے ہم کو میاں محمود کے جال سے نکال لیا ۔ ورنہ ہم وہ وقت بھی دیکھتے جو زیادہ دام میں آکر کسی دن کو ان کی ہی نبوت حقیقی کی تصدیق کرنی پڑتی ۔ قریب وفات مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کے اشتہار کے جواب میں فرماتے ہیں ۔ (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۲۲۴) :-

ہاں یہ بات صحیح اور درست ہے ۔ کہ اگر مولوی غلام دستگیر صاحب مباہلہ میں کافر اور کاذب اور مفتری بمقابلہ مومن اور راستباز کے فوری عذاب نازل ہونا ضروری سمجھتے ہیں ۔ تو بہت خوب ہے ۔ وہ اپنا فوری عذاب ہم پر نازل کر کے دکھلا دے ۔ ان کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے ۔ کہ میں نبوت کا مدعی نہیں ۔ کہ فوری عذاب نازل کروں ان پر واضح رہے ۔ کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں ۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں ۔ اور آنحضرت صلعم کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں ۔ اور وحی نبوت نہیں ۔ بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے اسکے ہم قائل ہیں ۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑتا ہے پس بحکم حضرت اقدس میاں صاحب تقویٰ اور دیانت کی نوسانیت سے بالکل بے بہرہ ہیں ۔

از لاہور - چھاؤنی

بخدمت حضرت امیر ایدہ اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - خدمت اقدس میں عرض ہے کہ آج تک جو باتیں حضور کے برخلاف جوش میں آکر اور بے سمجھی سے کہی گئی ہیں اُنکو خدا کے لئے معاف فرماویں - حضور کی کتابیں پڑھکر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں - کہ حضرت اقدس حقیقی نبی نہیں بلکہ مجازی - ظلی اور جزوی نبی ہیں - اور اُن کے محض انکار سے کوئی شخص کافر یعنی خارج از اسلام نہیں بن جاتا ہاں گنہگار ضرور ہے - اور کفر کا فتویٰ دینے والے ہی کافر ہیں - قرآن مجید کی پیشگوئی میں جو احمدؐ کا لفظ آیا ہے وہ صرف حضرت رسول کریم صلعم کے لئے ہے - اور ظلی طور پر حضرت مرزا صاحبؑ کے لئے - حضور اس عاجز کے لئے دعا فرماویں - ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب +

خاکسار نبی بخش سوداگر لکڑی وکوئلہ توپخانہ بازار لاہور چھاؤنی

مجھ کو حضرت امیر المومنین مولوی محمد علی صاحب سے ہر ایک بات میں اتفاق ہے - اور اگر اس عاجز سے کوئی کلمہ آپ کی شان میں میرے مُنہ سے نکل گیا ہو - تو خدا تعالےٰ کیواسطے حضرت موصوف سے معافی مانگتا ہوں -

(قاضی) عبد الواحد (بقلم خود) سوداگر لکڑی وکوئلہ توپخانہ بازار لاہور چھاؤنی - ۲۷ - فروری ۱۹۱۶ء

پیغام صلح

مذکورہ بالا دونوں حضرات جو میاں محمود احمد کی بیعت بہ تحریک مولوی فخر الدین صاحب بعدم واقفیت عقائد میاں صاحب کر چکے تھے - جناب قاضی ثناء اللہ صاحب سپرنٹنڈنٹ میڈیکل سٹور لاہور چھاؤنی کی احسن اور لائق تعلیمی کوششوں سے حق و باطل میں تمیز کر سکے - ہمارے بھائی قاضی صاحب کو حق کی خدمت کرنے کا از حد شوق ہے - اور وہ دلی توجہ سے اور پوری سعی سے طلسمات اصحاب الفیل کے توڑنے میں مصروف ہیں آپ کے دل میں اس بات کی سچی تڑپ ہے - کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اصل پوزیشن سے محمودیوں اور غیر احمدیوں کو اچھی طرح واقف کیا جائے - ہماری دعا ہے - کہ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب جیسا ہر ایک کے دل میں جوش اور حضرت اقدس سے سچی الفت پیدا کردے - تاکہ محمودیوں کا کھڑا کیا ہوا فتنہ بہت جلد ھباءً منثوراً ہو جائے - آمین ثم آمین!

مختصر نوٹ

خواجہ صاحب کو کھلی چٹھی لکھنے والے کو اطلاع

۱۱ جنوری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں ایک محمودی نے درشتہ الاطباء پر ایک مضمون لکھا تھا - اب کھلی چٹھی کے ذریعہ سے خواجہ صاحب کو اس طرف متوجہ کیا ہے - مگر اس سے پہلے کہ اس کی کسی بات کا جواب دیا جاوے - مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ پر غور کرکے اپنی ایک پوزیشن قائم کرے - آخر اہل سنت والجماعت اور شیعہ لوگوں کے درمیان وراثت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا جھگڑا ہے حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ صاف ہیں اگر تو محمودی لوگ شیعوں والی پوزیشن قبول کرتے ہیں - جیساکہ ان کے اقوال و افعال سے ظاہر ہوتا ہے - تو حضرت ابوبکرؓ کا فیصلہ ہمارے لئے سب تاریخوں اور روائتوں سے بڑھ کر قابل قبول ہے - اور اگر وہ بھی اہل سنت والی پوزیشن لینا چاہتے ہیں - تو اس بات کو بغیر کھینچا تانی کے قبول کرلیں - کہ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ ایک **مجدد** ہیں نہ کہ **نبی** اس لئے ان کا ورثہ ان کی اولاد میں حسب تصریح کلام الٰہی تقسیم ہونا ضروری ہو ؟

ابلیس اور احمدی مسلمان

اللہ تعالےٰ نے ان چودھویں صدی کے علماء سے پناہ دے - جن کے حق میں علماء ھم شر من تحت ادیم السماء من عند ھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود - یعنی علماء ان کے سب لوگوں سے بدتر ہونگے جو آسمان کے نیچے ہیں - ان ہی کے پاس سے فتنہ نکلے گا - اور انہی کے اندر پھر کر جاویگا - محمودی مولویوں کی چالوں کو جن لوگوں نے الفضل میں دیکھا ہے وہ اس حدیث کی صداقت کے شاہد ہیں - کہ کس طرح احادیث و قرآن کو توڑ مروڑ کر اپنے مطلب میں ڈھال لینا اُن کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے - بجائے اپنے پیر کی غلطیوں کو ایک مسلمان کی طرح ماننے کے ان پر احادیث کی غلط تاویلوں کے ذریعہ سے پردہ ڈالنا چاہتے ہیں جو شخص کہنے والے کے سیاق و سباق اور موقعہ و محل کو چھوڑ کر اور تاویل کرے - وہ حق کا کتمان کرنے والا ہے - فضلی ایڈیٹر اب بھی میاں محمود کے اصل الفاظ کو اسی حدیث کے مطابق رکھکر بتائے - کہ اُن کا آپس میں کیا تعلق ہے تشبیہ اور تمثال بھی کسی مناسبت کی وجہ پر دی جاتی ہے مگر سوال از آسمان جواب از ریسمان والی مثال کبھی موزوں

نہیں ہوا کرتی - دوسرے - بزعم خود میاں محمود کو آدم قرار دیا ہے - اور ہمیں ابلیس - خاکسار کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان مولوی لوگوں کو خدا نے ایسا ننگا کر دیا ہے - کہ تم میں خوف خدا ذرہ بھی نہیں رہا - خلیفۃ اللہ اور گدی نشینوں کو ایک پلیٹ فارم پر رکھنے سے شرم نہیں آتی -

آدم تو خلیفۃ اللہ تھا - اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کو خدا نے خلیفۃ اللہ فرمایا - مگر میاں محمود کو کب سے خلیفۃ اللہ ہونے کا دعوےٰ ہے ہمیں اس کے اپنے مُنہ سے کبھی معلوم نہیں ہوا - کہ وہ بھی حضرت صاحب کی طرح مامور خلیفہ ہے - پھر اپنی خبث باطنی سے قرآنی آیات کی اس طرح تحریف کرکے تحقیر کرنا آخر خدا کی غیرت کو جنبش دلائیگا - ہم تو پھر بھی تمہیں یہی نصیحت کرینگے -

اگر خواہی رہ موسےٰ زلاف علم خالی شو
کہ رہ ندہند درکوئش اسیر کبر و نخوت را
خدا خود گفتہ شیطاں بیاں کردست تا دانم
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہل عبادت را

ہم عاجز و غریب ہیں - نخوت اور علم کے گھمنڈ پر ہمیں ابلیس اور فاسق وغیرہ کہنے والوں کا معاملہ خدا سے ہے - وہ کسی مومن کو ابلیس کہکر اپنے علم کے گھمنڈ پر کبھی نہیں بچ سکتے -

---

بیعت کے الفاظ

مرزا محمود احمد صاحب بیعت لیتے وقت یہ الفاظ کہلاتے ہیں کہ "آج محمود کے ہاتھ پر بیعت کرکے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں" جسکا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ اُن حضرات کیلئے ہو سکتے ہیں کہ جو بیعت سے پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں - مگر درحقیقت یہ بات نہیں ہے - بلکہ جو لوگ مسیح موعودؑ کیوقت سے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہیں اُن سے بھی یہ اقرار لیا جاتا ہے - اور بیعت کرنیوالے بیچارے بھی اعتقاد پیر پرستی کی مرض میں گرفتار ہیں - کہ الفاظ پر غور نہیں کرتے اور اندھا دھند بے سمجھی کی حالت میں جو کچھ کہلایا جاتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں مرزا محمود تو ان الفاظ میں یہ ظاہر کرتا ہے کہ جن حضرات نے مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے یا جو حضرت مولوی نور الدین صاحب کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہوا ہے وہ اُن کی وفات کے بعد سلسلہ عالیہ سے خارج ہو گیا ہے اگر مرزا محمود یہ نہ سمجھتا تو احمدی حضرات سے یہ الفاظ کہلانے کی کیا ضرورت تھی - کہ آج محمود کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں - معلوم ہوتا ہے کہ محمود صاحب یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ حضرت صاحب کی وفات کے بعد ہر ایک احمدی سلسلہ احمدیہ سے خارج ہو گیا ہے اگر یہ صورت ہو تو مرزا محمود احمد بھی احمدیت سے خارج ہو گیا - دلشر ہے کیونکہ اُس نے حضرت صاحب کی بیعت کی ہو ورنہ وہ کبھی احمدی ہی نہ تھا ، تو اس صورت میں ایک

خلیفہ رجب الدین سپرنٹنڈنٹ پبلشر ... نے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپوا کر انجمن احمدیہ ... دفتر پیغام صلح سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفی مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۴؎

ششماہی ۲؎

سہ ماہی ۱؎

ماہوار و طلباء سے سالانہ ۳؎ [illegible]

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ و
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاھور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۷ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۶

مختصر نوٹ و نکات

ایمان اور اعمال یا ایمان اور فضل کا جھگڑا بھی مدت سے چلا آتا ہے اور زیادہ تر عیسائی دنیا اس جھگڑے کو پیدا کرنے کا موجب ہوئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اعمال کچھ چیز نہیں صرف مسیح کے کفارے پر ایمان لے آنا کافی ہے۔ اور بس پھر نجات ہو گئی اس کی سند اگر ان سے پوچھی جائے تو مسیح کا کوئی قول تو انھوں نے کیا پیش کرنا ہے وہ اسے علم و عقل کی رو سے بھی ثابت نہیں کر سکتے ہاں ان کے اس قول کی بنیاد پولوس کے ایک نقرہ پر ہے۔ جس میں اس نے شریعت کو نعوذباللہ لعنت کہا ہے۔ اور اعمال کو لاشے محض ٹھہرایا ہے۔ مگر دیکھنا چاہیئے کہ پولوس نہ تو مسیح کا حواری اور نہ اس نے مسیح کی شکل ہی دیکھی تھی اس کے برعکس مسیح کے ایک خاص حواری یعقوب کے الفاظ قابل سند ہیں جس میں انھوں نے ایمان کو بغیر اعمال کے بیکار ٹھہرایا۔ چنانچہ "یعقوب کا عام خط" باب ۲۔ آیت ۱۴ سے ۱۷ تک میں صاف لکھا ہے "اے میرے بھائیو اگر کوئی کہے کہ میں ایماندار ہوں۔ مگر عمل نہ کرتا ہو تو کیا فائدہ۔ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے۔ اگر کوئی بھائی یا بہن ننگی ہو اور انکو روز انہ روٹی کی کمی ہو اور تم میں سے کوئی ان سے کہے کہ سلامتی کے ساتھ جاؤ گرم اور سیر رہو۔ مگر جو چیزیں تن کے لیئے درکار ہیں وہ انھیں نہ دے تو کیا فائدہ اسی طرح ایمان بھی۔ اگر اس کے ساتھ اعمال نہ ہو تو اپنی ذات سے مردہ ہے۔......... تو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ خیر اچھا کرتا ہے۔ شیطان بھی ایمان رکھتے اور تھرتھراتے ہیں۔ مگر اے نکمے آدمی کیا تو یہ نہیں جانتا کہ ایمان بغیر اعمال کے بیکار ہے"

مگر حقیقت یہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نہ تو نرے ایمان پر ہی انحصار ہے اور نہ نرے اعمال پر۔ بلکہ ان دونوں کا ہونا ایک تیسری چیز کے لیئے ضروری ہے۔ اور وہ فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے جاذب انسان کے اعمال ہیں۔ اس پر ایمان لاؤ اور نیک عمل کرو۔ تب ایک تیسری چیز فضل تمھارے شامل حال ہو گی۔ اور تمھاری نجات کا باعث ہو جائیگی۔

اسلام نے انسان کو جو جو کچھ رعائتیں دی ہیں شاید ہی کسی مذہب میں پائی جاتی ہوں۔ بدیوں کی سزا کی طرف دیکھو تو وہ بعینہ اتنی ہی ہے۔ جتنی کہ کسی نے کوئی برائی کی ہے۔ اور پھر وہ بھی اگر کوئی نیکیاں کرتا چلا جائے تو کم ہوتی چلی جاتی ہیں ان الحسنات یذھبن السیئات۔ نیکیاں بدیوں کو کھا جاتی ہیں دوسری طرف نیکی کے معاوضہ کو دیکھو تو اس سے دس گنا ہے اور مالوں کے خرچ کرنے کے متعلق تو فرمایا۔ مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایک دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیں لگتی ہیں۔ ہر ایک بال میں سو دانہ ہوتا ہے تو گویا سات سو گنا پھل ملتا ہے۔ پھر فرمایا یہیں تک نہیں واللہ یضعف لمن یشاء واللہ واسع علیم۔ اللہ تعالیٰ جس کے لیئے چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے۔ اللہ وسعت والا علم والا ہے۔ کس قدر شفقت۔ کس قدر رحمت اور کس قدر تلطف اسلام نے نسل انسانی پر کیا ہے ورنہ ہندو ازم جیسے ادھلی اور موسل میں مرنے والے کیڑوں کے گناہوں کا بھی نہ بخشا جانا بتا کر اور عیسائیت نے انسان کو فطرتاً گنہگار ٹھہرا کر گویا اسفل سافلین میں گرا دیا تھا۔ اسلام نے اسے اٹھایا اور بہانتک بخشش اور مہربانی سے کام لیا کہ فرمایا کتب علی نفسہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ نے رحمت کرنا اپنے اوپر فرض کر لیا پس ابدی بادشاہت

ہندوستان کی تازہ خبریں

پنجاب کی قانونی کونسل کے آئندہ اجلاس میں جو ۱۳ مارچ کو ہوگا۔ آنریبل مسٹر جینز کری یہ سوال کریں گے۔ گورنمنٹ کے جن افسروں کو ہر سال شملہ جانے کا حکم دیا جاتا ہے اُن کو وہاں رہائش کے لئے بنگلہ کا انتظام کرنے کے لئے جو تکلیف ہوتی ہے اسکو مدنظر رکھکر اپنے افسروں کے لئے تنخواہ کے لحاظ سے بنگلوں کا انتظام کرنے کے لئے گورنمنٹ نے کیا تجویز سوچی ہے +

چہارشنبہ کے روز ہائی کورٹ پٹنہ کا افتتاح ہوا۔ ججان نے حسب معمول حلف لیا اور چیف جج کی عدالت کو گئے۔ جہاں ممبران بار اور پبلک جمع تھی چیف جج نے ایک نہایت مؤثر تقریر کی۔ مسٹر حق نے ممبران بار کی طرف سے ججان کو صدق دل سے خیر مقدم کیا۔ چیف جج صاحب نے مناسب جواب دیا +

شملہ میں کوئی بارش نہیں ہوئی۔ اور ہوا اب معمول کی نسبت زیادہ خشک ہے +

حضور لاٹ صاحب پنجاب چہارشنبہ کی شام کو حضور وائسرائے کے ساتھ الوداعی ملاقات کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ آپ یکشنبہ کی صبح کو واپس لاہور تشریف لے آئیں گے +

اہلحدیث کانفرنس کا بنارس میں سالانہ اجلاس منعقدہ ۲۵-۲۶-۲۷ ماہ حال بڑی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ گذشتہ سالوں کی نسبت امسال ڈیلیگیٹ اور وزیٹر زیادہ تھے۔ آئندہ سال کانفرنس کا اجلاس جہالاوار میں منعقد ہوگا +

پنجاب گورنمنٹ نے حسب ذیل پریس کمیونک شائع کیا ہے۔ کہ ۱۹ اور ۲۰ ستمبر کی رات کو چھ آفریدیوں نے جو چھروں اور ریوالوروں سے مسلح تھے موضع رانجھا ضلع جہلم میں ایک متمول ہندو ساہوکار کے گھر پر حملہ کیا۔ ڈاکو گھر کی چھت پر چڑھ گئے۔ جہاں اُن میں سے دو وہیں رہے۔ اور باقی چار نیچے اُتر آئے۔ اور گھر میں داخل ہوکر انہوں نے ساہوکار اور اُس کے بھائیوں کو لوٹنا شروع کیا۔ اسی عرصہ میں شور و غل مچایا گیا۔ اور چھت پر جو دو چوکیدار تھے۔ گاؤں والے جمع ہوگئے۔ اور ڈاکوؤں نے یہ دیکھکر کہ اُن کا ذخیرہ بارود ختم ہوگیا ہے۔ اور کہ اب اُن کے ریوالور کام نہیں دے سکتے بھاگنے کی کوشش کی۔ لیکن گاؤں والوں نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے ڈاکوؤں پر حملہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ڈاکو گر گیا اُسکو اتنی چوٹیں آئیں۔ کہ وہ مر گیا اور ایک اور ڈاکو پکڑا گیا۔ اس کے بعد دو اور ڈاکو گرفتار کئے گئے۔ اور ان تینوں کو اب سات سات سال قید سخت کی سزا دی گئی۔ خاص خاص مستحق

آدمیوں کو نقدی اور زمین کے انعامات دیئے گئے ہیں۔ اور مجموعی طور پر گاؤں کے لوگوں کے بہادرانہ رویہ کے اعتراف کے طور پر گورنمنٹ ہند نے پنجاب گورنمنٹ کی سفارش پر اس گاؤں کا فصل ربیع کا لگان جس کی رقم ۷۶۷ روپیہ ہے۔ بالکل معاف کر دیا ہے۔

لارڈ چیمسفورڈ کی آمد کے متعلق حسب ذیل ترمیم شدہ پروگرام شائع ہوا ہے۔ آنحضور ۱۳ اپریل کی صبح کو بمبئی پہنچ جائینگے۔ دربار خلعت سرکاری ہوگا۔ اور آپ بمبئی سے رات کے وقت روانہ ہونگے۔ اور ۵ اپریل کی صبح کو دہلی میں تشریف فرما ہوں گے۔ اور ۷ اپریل کو ڈیرہ دون پہنچیں گے۔ ۹ اپریل کو ڈیرہ دون سے روانہ ہونگے ۱۱ اپریل کو کلکتہ پہنچینگے۔ ۱۴ اپریل کو کلکتہ سے روانہ ہوں گے۔ اور ۱۵ اپریل کو پھر ڈیرہ دون پہنچ جائینگے۔ ۲۰ اپریل کو ڈیرہ دون سے روانہ ہونگے۔ اور ۲۱ اپریل کو شملہ پہنچ جائیں گے۔ جہاں داخلہ پبلک ہوگا +

ہمعصر پنجابی رقمطراز ہے۔ کہ ہمیں معلوم ہوا ہے۔ کہ مسٹر بھابانارم کو انبالہ چھاؤنی میں واپس آنے کی اجازت دیدی گئی ہے۔ اور اُن کو وہاں سے جلاوطن کئے جانے کا حکم منسوخ کر دیا گیا +

راجہ نریندر ناتھ شاہ والئی ٹیڑھی گڑھوال کی مرحوم راجہ کپورتھلہ کی دو لڑکیوں کے ساتھ ۲۸ فروری کو شادی ہوئی۔ کئی معزز مہمان اس موقع پر موجود تھے +

اخبار احمدیہ

حافظ فضل احمد صاحب معہ صوفی مبارک علی صاحب ۲۲ فروری ۱۹۱۶ء تک گوجرانوالہ میں رہکر موضع راہوالی اور نکونڈی وغیرہ میں سائیین میاں صاحب کو سمجھاتے اور بحث و مناظرہ کرتے ہوئے وزیر آباد پہنچے اور وہاں احباب وزیر آباد کی درخواست پر جمعہ پڑھایا خطبہ میں پونے گھنٹہ تک نبوت مسیح موعود پر مؤثر تقریر کی پھر حافظ آباد آئے۔ اور وہاں بھی صوفی مبارک علی صاحب کی گفتگو ایک مبائع سے ہوئی۔ ایسا ہی موضع پیر کوٹ اور ہانگٹ اور پنچہ میں بھی خوب بحث و مناظرہ ہوتا رہا۔ ابھی تک حافظ صاحب سفر میں ہیں۔ اور مختلف علاقہ جات میں دورہ کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور ان کی کوششوں کو بارآور کرے گوجرانوالہ کے مناظرہ کی مفصل رپورٹ انہوں نے لکھکر بھیجدی ہے۔ جو عنقریب کسی ضمیمہ میں شائع ہوگی +

حکیم مرہم عیسےٰ صاحب پچھلے دنوں لدھیانہ میں برائے تبلیغ تشریف لے گئے۔ اخویم صدیق حسین صاحب بھی اُن کے ساتھ تھے۔ انہوں نے جو رپورٹ لکھکر مجھے دی ہے۔ اُس کا خلاصہ مطلب بیان کئے دیتا ہوں پہلے تو کسی محمودی کرم الٰہی کی دکان پر پہنچے۔ جہاں دوران بحث میں بہت سے غیر احمدی بھی اکٹھے ہوگئے

محمودی کے دلائل سخت بودے اور کمزور تھے۔ غیر احمدیوں کو منصف ٹھہرایا گیا۔ شائد اسی وجہ سے اس نے مسئلہ کفر و اسلام کو ٹالنا چاہا۔ لیکن حکیم صاحب نے خوب دلائل کے ساتھ تمام محمودی عقائد کی تردید کی۔ وہاں سے محمد شفیع سیکرٹری کے پاس پہنچے۔ اُس نے حکیم صاحب کے منہ پر تو کوئی زیادہ اعتراض نہیں کئے۔ لیکن بعد جماعت مدعیانہ کی ہفتہ وار کمیٹی کو جو اسی دن ہونیوالی تھی۔ محض اس خیال سے ملتوی کر دیا۔ کہ حکیم صاحب وہاں آکر کسی اور دام افتادہ پر اثر نہ ڈالدیں۔ دو اور محمودیوں پر پہنچے۔ اُنکو خوب سمجھایا۔ جسکا خاصہ اثر ہوا۔ ایک نے النبوت فی الاسلام خریدی اور تھوڑی دیر بعد آکر بتایا کہ میں نے اس کا بہت ساحصہ پڑھا ہے۔ یہ محمودی عقائد کی بیخکنی کر دینے والی ہے۔ غالی سے غالی محمودی کے عقائد کی جڑ اسے پڑھکر کھوکھلی ہو جائیگی ایک شخص شہزادہ عبدالمجید کو بھی ملے۔ اُن سے جب کوئی جواب بن نہ آیا۔ تو کہا میں ایک کتاب میں عنقریب دلائل سے یہ ثابت کر دکھاؤں گا۔ کہ مرزا صاحب سوائے آنحضرت صلعم کے باقی سب انبیاء سے افضل تھے۔ کفر و اسلام پر گفتگو ہوئی تو کہا کہ حضرت ابوبکرؓ کا منکر بھی کافر ہے۔ بلکہ اکفر ہے۔ ملعون ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہود و نصاریٰ سے بدتر ہے۔ ایسا ہی محمود کا منکر بھی۔ انکار کی گنجائش نہیں کیونکہ تحریر ہمارے پاس ہے۔ یہ ہیں ان لوگوں کے عقائد۔ جن پر اس قدر نازاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے محفوظ رکھے +

برادر حسن علی صاحب سب اسسٹنٹ سرجن گوجرانوالہ میاں صاحب سے یہ سوال پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت اقدس واقعی نبی اللہ تھے۔ تو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے آپ کی مزار پر جو کتبہ لگوایا۔ اُس پر نبی اللہ کا لفظ کیوں کندہ نہ کرایا۔ اور پھر اب تک میاں صاحب نے بھی اس طرف کیوں توجہ نہیں کی +

اطلاع

احباب ہر ایک قسم کا روپیہ اور اُسکے متعلق اطلاع خواہ قیمت اخبار ہو یا چندہ اشاعت اسلام۔ ترجمۃ القرآن وغیرہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجا کریں۔ کسی خاص شخص کے نام نہ بھیجیں اسی طرح اخبار کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت سوائے مضامین کے (کہ اُنکے لئے صرف ایڈیٹر پیغام صلح لکھنا کافی ہے) منیجر اخبار پیغام صلح کے پتہ پر اور باقی تمام خط و کتابت انجمن کے متعلق سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر ہو۔ ورنہ بعض اوقات نتیجتاً بہت دیر ہو جاتی ہے۔ جو احباب کی تشویش کا موجب ہوتا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۷ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۶

آخر اس افترا پردازی اور بہتان بندی کی کوئی حد بھی ہے؟

گزشتہ ۲۴ و ۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۶ء کی اشاعتوں میں ہم نے جماعت محمودیہ کے ان حملوں کا مختصراً تذکرہ کیا تھا جو انھوں نے آج تک حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر بالواسطہ یا بلا واسطہ طور پر کئے ہیں۔ ہماری دلی خواہش تھی کہ میاں صاحب خود بھی ان بیجا حرکات سے توبہ کر کے آئندہ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کریں اور اپنے مریدوں کو بھی ڈانٹ دیں۔ لیکن افسوس کہ جہاں انظر الی ما قال و لا تنظر الی من قال کے ارشاد نبوی کے خلاف صرف اسی بات کو مد نظر رکھا جاوے کہ اس کا کہنے والا کون ہے۔ اور پھر کہنے والے کے متعلق بدقسمتی سے طرح طرح کے بغض اور حسد آ واقع ہوئے ہوں وہاں سچی اور حق بات کی شنوائی بھی مشکل سے ہوتی ہے اور اگر سنی بھی جاوے تو بجائے اصلاح کے الٹا اپنی ہی بات پر اڑا کر ضد اور ہٹ کو کام میں لایا جاتا ہے اور کوشش یہ کی جاتی ہے کہ کسی طرح سے چند بے سرو پا الزامات اس کہنے والے کے سر پر تھوپ کر اپنی کمزوری کو چھپایا جاوے۔ ہم ۔ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کا الفضل نے اسی غلط اصول پر کاربند ہو کر بجائے معمولی شیریں زبانی سے کام لینے کے ۔ ۔ ۔ نمونہ دکھایا ہے اور ہماری پیش کردہ باتوں کے متعلق ۔ ۔ ۔ سے کام لیکر ساتھ ہی ہم پر بھی چند ایسے افترا کئے اور بہتان لگائے ہیں کہ جو کبھی ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آئے وہ کہتا ہے کہ گویا ہم حضرت نبی کریم صلعم کو کثرت رائے اور شوریٰ کے پابند یقین کرتے ہیں۔ کس قدر افترا کس قدر غلط بیانی اور جھوٹ سے کام لیا گیا ہے آخر ہماری کوئی ایسی تحریر دکھاؤ جس میں یہ بات لکھی ہو۔ ہم نے تو برخلاف اس کے ۲۲ فروری سنہ ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں صاف طور پر لکھا تھا کہ

”آنحضرت صلعم خواہ کثرت رائے پر عملدرآمد کرنے کے لئے مجبور نہوں لیکن بہرصورت آپ کا عملدرآمد یہی رہا اور اپنی امت کو یہ سمجھانے کے لئے رہا کہ تمھیں کثرت رائے کی پابندی کرنی ہوگی۔ آپ کو تو نہ کسی مشورہ اور نہ کثرت رائے کی پابندی کی ضرورت ہی تھی“

اب ان الفاظ کو پڑھ لینے کے بعد کون منصف مزاج ہے جو الفضل کے اس بہتان کو کہ ہم آنحضرت صلعم کو شوریٰ اور کثرت رائے کے ماتحت اور اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے مجبور بتاتے ہیں صحیح سمجھے۔ پھر کس قدر جھوٹا ہے وہ انسان جو خواہ مخواہ دوسروں کے متعلق ایسی بات کہے جس کے وہ معتقد ہی نہیں اور جس کا انھوں نے کبھی ذکر تک ہی نہیں کیا۔

اس سے بھی بڑھ کر بہتان ”الفضل نے ہم پر یہ لگایا ہے کہ گویا ہم بد اسلام میں داخل ہونے کے لئے آپ پر (حضرت نبی کریم صلعم) پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے“ اے خدا کے بندو۔ آؤ خوف خدا سے کام لو اور خواہ مخواہ جھوٹ بول کر اپنی عاقبت سیاہ نہ کرو۔ کیا تمھارے پاس ہماری کوئی ایسی تحریر ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ ہم رسول کریم صلعم پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتے کیا تم کسی ایسے شخص کو پیش کر سکتے ہو جو خدا کی قسم کھا کر بتلا دے کہ میرے سامنے مولوی محمد علی صاحب یا ان کے کسی رفیق نے ایسا کہا تھا یا کسی لیکچر میں بیان کیا تھا۔ اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو بتاؤ کہ تمھاری یہ بہتان بندی کیونکر جائز ہے اور کیوں ایسے سفید جھوٹ بولتے ہوئے تمھیں عاقبت کا ذکر نہیں۔ تو بتا دیجئے دوستو۔ تمھارا مقصد اگر ہمیں بدنام کرنا ہی ہے تو سو دفعہ اور ہی بھر کر دو۔ لیکن خدا کے لئے ہمارے عقائد کے متعلق اس قدر افترا پردازی اور تلبیس حق سے کام نہ لو۔ لا تقولوا ۔ ۔ ۔ ایڈیٹر پیغام صلح یا اس کے پیارے امام اور مرشد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بزرگ ترین صحابی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے کسی اپنی کتاب میں لکھی اور شائع کی ہے۔ یا کیا آپ کی کوئی ایسی تقریر ہے اور وہ اخبار میں شائع ہو چکی ہے۔ یا جماعت احمدیہ کی طرف سے اس عقیدہ کا اعلان ہوا ہے۔ جب ان میں سے کوئی بھی بات نہیں تو پھر تم کیا حق رکھتے ہو اس فقرہ کو ہماری طرف منسوب کرتے ہو۔

اے قوم! تو کیوں افترا پردازی اور بہتان بندی پر آمادہ ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے سر پر ایک سمیع و علیم ہستی تیری ان سب باتوں اور ۔ ۔ ۔ کو سن اور دیکھ رہی ہے۔ میں تو نہیں کہتا ہاں تمھارے ہی لفظوں میں تمھیں پھر الٹا کر جواب دیتا ہوں کہ ”تم کیوں اپنے انجام سے بے پرواہ اور دوں پر جھوٹے الزام لگاتے ہو۔ اور اس آیت کو بھلاتے ہو ومن یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بہتانا و اثما مبینا“ دوستو کیا یہ نعوذ اور یہ قرآنی آیات دوسروں کو سنانے کے لئے ہی ہیں یا یہ تمھارے لئے بھی ویسا ہی حکم رکھتی ہے جیسا کہ تمھارے مخاطبین کے واسطے۔ پھر کیوں وہی الفاظ میں الٹا کر تم کو نہ کہوں۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمھارے ہی لفظوں میں تمھیں یہ نصیحت نہ کروں کہ ”باز آؤ ان حرکات ناشایستہ اور تحریرات ناشایستہ سے کہ خدا کی کھچی ہوئی تلوار تمھارے سر پر ہے۔ (یہ الفضل کے الفاظ ہیں ہمارے نہیں ایڈیٹر) - وہ اپنے بندوں کے لئے بڑا غیرتمند ہے وہ اپنی غیرت کا ہاتھ کئی بار دکھلا چکا لیمزقنہم کا الہام شاہد ہے کہ کس پر چسپاں ہوا اور ہو رہا ہے۔ (ایڈیٹر) - اب بھی جب دکھائیگا تو اس میں کسی انسانی کوشش یا ہاتھ کا دخل نہ ہوگا۔ دیکھو یہ بہتان بندی اچھا انجام نہیں رکھتی۔ نیک نیتی سے کام کرو تا تمھارے کام میں برکت ڈالی جائے“

پھر تم نے ہم پر جو یہ الزام لگایا ہے کہ ہم نعوذ باللہ آنحضرت صلعم کو ابتر ٹھہراتے ہیں زبان سے نہیں کہتے مگر رحمۃ للعالمین کے بعد خدا تعالیٰ کی سب سے بڑی رحمت اور نعمت نبوت کو بند کرتے ہیں“ آؤ میں تمھیں بتاؤں کہ تمھارا یہ الزام ٹھیک اسی طرح خود آنحضرت صلعم صحابہ کرام اور اہلبیت نبوت و خلفائے راشدین مہدیین و مجددین عظام پر ہے۔ جس طرح تمھارے پیر نے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۔ ۔ پر آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت بند ہونے کی صورت میں آپ کو نعوذ باللہ دنیا کے لئے عذاب اور لعنت کہکر بھی آپ کو ایسا سمجھنے کا مرتکب ٹھہرایا تھا حالانکہ خود آنحضرت صلعم نے فرمایا لوکان بعدی لکان عمر اور پھر اپنے آپ کو نبوت کی آخری اینٹ ظاہر کیا۔

پھر صحابہ کرام ائمہ اہلبیت خلفائے راشدین مہدیین و مجددین عظام نے اس قسم کی سب احادیث کو مانا اور بالاجماع آنحضرت صلعم پر دروازہ نبوت بند تسلیم کیا۔ پس اس صورت میں تمھارا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ خود آنحضرت صلعم اور ان سب بزرگان دین پر ہے بلکہ تم نے مسیح موعودؑ کی عزت پر ہاتھ چلایا جنھوں نے کہا

”در ہر نبوت را بر و شد اختتام“

کے مختصر سے جملہ میں اس عقیدہ کا اظہار کیا ہے
آج ہم پیش کرتے ہیں۔ اور تمام اُمت کا تیرہ سو
برس سے یہی مذہب چلا آیا ہے۔ اگر تمھارے
قول کے بموجب آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ
نبوت بند سمجھنے سے (گویا (نعوذ باللہ) آپ کا ابتر
ہونا ثابت ہوتا ہے تو جاؤ مسیح موعود سے پوچھو
جنہوں نے اپنی تمام عمر اسی ایک بات کے
اعلان میں صرف کی اور مدعی نبوت کو کافر اور
کاذب قرار دیا اور کسی ایک قسم کی نبوت کو بھی
آنحضرت صلعم پر ختم نہیں مانا بلکہ فرمایا:۔

"ہر نبوت را بر و شد اختتام"

پھر جاؤ تمام پہلے بزرگان دین۔ مجددین عظام۔
صحابہ کرام اور خود آنحضرت صلعم پر یہ الزام دو
جنہوں نے ایک دفعہ نہیں۔ دو دفعہ نہیں بیسیوں
مرتبہ اور بیسیوں مواقعات پر اپنی شان اور
عزت اسی میں بتائی کہ آپ کو خاتم النبیین مانا
جائے۔ کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے
کہ تم آج وہ باتیں منہ سے نکال رہے ہو جو
ہمارا تو کچھ بھی بگاڑنے والی نہیں۔ ہاں اس
رحمۃ للعالمین اور اس کے پاک متبعین و
مامورین پر سخت زد مارنے والی اور اسلام کی
ہتک کرنے والی ہیں۔ اور بھی کچھ الزامات ہیں
جن کا میں آئندہ اشاعت میں تذکرہ کرونگا۔
اور انشاءاللہ تعالیٰ تمھارے اس خطرناک حملہ کا
بھی جواب دونگا جو تم نے عیسائیوں کی تقلید میں
صحیح بخاری کی حدیث پیش کرکے آنحضرت صلعم
کا اپنی نبوت میں شک کرنا اور پہاڑی پر سے
گرنے کے لئے جانا ثابت کرنا چاہا ہے۔ اور
اس طرح سے اس پاک نبی صلعم پر ایک ایسا الزام
دھرا ہے جو اپنی نوعیت میں اپنی نظیر نہیں
رکھتا۔ وباللہ التوفیق۔

نوٹ اور رائیں

نبی کریم صلعم کا تعلق اللہ تعالیٰ سے

گذشتہ اشاعت میں ہم نے امریکن مشن سیالکوٹ کے ایک شخص مسٹر
عبدالرشید نامی کے بعض اعتراضات مندرجہ
پیسہ اخبار کا جواب دیا تھا۔ ان کے علاوہ انھوں
نے یہ بھی کہا ہے کہ "اگر توریت کے یہ فقرے
صحیح ہوتے جس پر مرزا صاحب کے
مجازی نبی ہونے کی بنیاد آپ نے رکھی ہے
تو ضرور اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بھی نبی کریم صلعم کو
مجازی بیٹا کہتے۔ مگر ایسا قرآن میں ہرگز نہیں"
لیکن معترض نے شاید اس پر غور نہیں کیا کہ

آنحضرت صلعم کو بیٹا نہ کہنے کی وجہ وہ فوقیت
اور امتیاز ہے جو آپؐ کو حضرت مسیح علیہ السلام
پر ہے۔ آنحضرت صلعم اپنی علوشان اور اللہ
تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے میں حضرت مسیح علیہ السلام
بلکہ جملہ انبیاء سے بہت بڑھکر ہیں اور یہی وجہ ہے
کہ آپ کو خود انبیاء توریت اور انجیل نے "خداوند"
کے نام سے پکارا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام
نے بھی متی باب ۲۱۔ آیت ۳۳ تا ۴۶ میں
انگوری باغ کی تمثیل دیتے ہوئے اپنے آپ
کو بطور بیٹے اور آنحضرت صلعم کو بطور گھر کے مالک
ظاہر کیا ہے۔ ایسا ہی قرآن کریم نے جابجا آپ کو
اس رنگ میں پیش کیا ہے کہ گویا آپ کے کام
خود خدا کے کام ہیں ما رمیت اذ رمیت
ولکن اللہ رمی اور قل یا عبادی الذین
اسرفوا علی انفسھم الخ اور ید اللہ فوق
ایدیھم کہکر قرآن کریم نے اسی اعلیٰ درجہ کے تعلق
کو بیان کیا ہے جو آنحضرت کو مسیح سے بڑھکر اللہ
تعالیٰ سے ہے۔ مسیح کا تعلق تو اللہ تعالیٰ سے ایسا
تھا جیسا ایک بیٹے کا اپنے باپ سے ہوتا ہے
لیکن آنحضرت صلعم اس سے بڑھکر اس اعلیٰ
کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور آپ نے اس انتہائی
قربت و مرتبت کو پایا تھا کہ جسے دیکھ کر انبیاء نے
آپ کو خود خداوند کے نام سے پکارا لیکن
جس طرح سے مسیح ؑ کا خدا کا بیٹا ہونا مجازی
رنگ میں تھا ویسا ہی خود آنحضرت صلعم کو بھی
مجازاً خدا کہا گیا ہے۔ نہ حقیقی طور پر۔ پس
آنحضرت صلعم پر بیٹے کا لفظ نہ بولا جانے سے
یہ لازم نہیں آتا کہ حضرت مسیح کو بھی مجازاً بیٹا
نہیں کہا گیا تھا۔ بلکہ اس سے تو آپ کے
درجہ اور مرتبہ کا پتہ لگتا ہے اور وہ فضیلت
ظاہر ہوتی ہے جو آپ کو مسیح پر ہے۔ اس لئے
بھی کہ جو الفاظ آپ پر بولے گئے وہ مسیح پر بولے
نہیں گئے۔

انت منی بمنزلہ اولادی

حضرت مسیح موعود کے اس الہام کو معترض نے انجیل
کا سرقہ بتایا ہے۔ مگر ہم کو اس قدر واقفیت
ہوتی کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک اور پاک بندوں
کو ایسے الفاظ سے یاد فرمایا کرتا ہے تو اعتراض
کی گنجائش نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کا تعلق اپنے
بندوں سے تو اولاد سے بھی بڑھکر ہوتا ہے
پھر جہاں اُمت محمدیہ میں لا الہ الا انا فاعبدون
کہنے والے بزرگ بھی ہو گذرے ہیں وہاں حضرت
مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کا اپنی اولاد ظاہر کرنا
کونسی مستبعد بات ہے۔ اولاد سے مراد کوئی حقیقی
اولاد نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے روحانی فرزند

ہوتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعود پر تو ایسے
الہام ہوتے بھی ایسے مواقعات پر ہیں جب
مخالفین کے الزامات سے آپکی تطہیر کرنی۔ یا
حضرت عیسیٰ کے بالمقابل آنحضرت صلعم کے
غلاموں کو بھی ایسے خطابات دے کر اسلام کی
افضلیت بتانی مقصود ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی
مندرجہ عنوان الہام کی تشریح میں حضرت اقدس
نے یہ الفاظ لکھے ہیں۔ کہ:۔

"یہ مخالف لوگ تو ایک ناپاک اور
ردی شے سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کو
اتنی خبر نہیں ہے کہ انت منی بمنزلہ
اولادی"۔

ایسا ہی حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر ایک اسی قسم کے الہام
انت منی بمنزلہ ولدی کے نیچے یہ نوٹ مندرج
ہے کہ:۔

خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے۔ اور یہ کلمہ
بطور استعارہ کے ہے۔ چونکہ اس زمانہ
میں ایسے ایسے الفاظ سے نادان عیسائیوں
نے حضرت عیسیٰ کو خدا ٹھہرا رکھا ہے اس لئے
مصلحت الٰہی نے یہ چاہا کہ اس سے بڑھ
کر الفاظ اس عاجز کے لئے استعمال
کرے تا عیسائیوں کی آنکھیں کھلیں
اور وہ سمجھیں کہ وہ الفاظ جن سے مسیح کو
وہ خدا بناتے ہیں اس امت میں بھی ایک
ہے جس کی نسبت اس سے بڑھکر ایسے
الفاظ استعمال کئے گئے ہیں

اب اس سے بڑھکر اور تشریح کیا ہو سکتی ہے۔ کاش
ہمارے مخالفین اعتراض کرتے وقت ان سب
پہلوؤں کو مدنظر رکھ لیا کریں۔

انت بمنزلۃ اولادی کوئی الہام نہیں۔

غلطی سے یا جان بوجھ کر معترض نے
انت منی بمنزلۃ اولادی کے بجائے انت بمنزلۃ
اولادی سمجھ لیا ہے۔ اور اسی لئے اس پر یہ
اعتراض کیا ہے کہ "یہ عبارت الہام ترکیب
نحوی اور خوبی کلام کے لحاظ سے بالکل غلط ہے"
مگر معترض کو الہام الٰہی کی غلطیاں نکالنے سے پہلے
ذرا اپنی غلطی کی بھی اصلاح کر لینی چاہیئے تھی اگر تو جیسا
کہ اس نے لکھا ہے وہ واقعی طور پر انت بمنزلۃ
اولادی ہی حضرت صاحب کا الہام سمجھے ہوئے
ہے تو ہم اسے بتائے دیتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں۔
اصل الہام یہی ہے انت منی بمنزلۃ اولادی
لیکن اگر وہ لفظ غلطی سے اخبار میں چھپے ہیں اور اس
کا اعتراض ان اصل الفاظ پر ہی ہے تو اسے چاہیئے کہ
وہ ان غلطیوں کو جو اس کے نزدیک اس الہام میں
"ترکیب نحوی اور خوبی کلام کے لحاظ سے" ہیں پیش

مساوات

وہ شے جس کیلئے دنیا تڑپ رہی ہے

جمہوریت مساوات کی اولاد ہے۔ اور مساوات اسلام کی پیداوار ہے۔ اسلام سے پہلے مساوات کا نام ونشان نہ تھا۔ اس لئے جمہوریت بھی اسلام سے پہلے مفقود تھی۔ اسلام آیا اور اُس نے امتیازاتِ نسل ورنگ ونسب وقومیت کو انما المومنون اخوۃ کا علم بلند کرکے مٹا دیا۔ اور ایک عالمگیر برادری قائم کرکے حکم دیا کہ (۱) نیک باتوں میں ایک دوسرے کے مددگار بن جاؤ۔ مگر بُری باتوں میں کسی کا ساتھ نہ دو (۲) اصول واحکام مذہب پر قائم رہو اور اس میں شاہ وگدا دونوں برابر ہیں۔ (۳) راہ عدل سے انحراف نہ کرو۔ خدا کو حاضر وناظر سمجھو۔ خواہ یہ حالت تمہیں اپنے ہی نفس پر برداشت کرنی پڑے۔

مساوات کی جلالت وقدر کو عملی طور پر ظاہر کرنے کے لئے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے حکم سے کہا انا البشر مثلکم یعنی میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں اور خدا کا یہ پیغام خلق خدا تک پہنچایا کہ "اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں پر منقسم کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم لوگوں میں سے خدا کے نزدیک اُس کی عزت زیادہ ہے جو باعتبار پرہیزگاری وتقوی تم سب میں بڑھا ہوا ہو"۔

یہ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ خالد بن ولید جیسا نامور سپہ سالار اسلامی جنگ آرمینیا میں بوجہ علالت تھوڑی شراب ملے ہوئے پانی سے بطور علاج غسل کرنے پر برسر عام ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔ اور خلیفہ معتصم باللہ عباسی اپنی بزم عیش میں ایک نوجوان مسلمان عورت کی صدائے دردرس کر جو روم کے دور دراز ملک میں مقید ہے "تلملا اُٹھتا ہے اور جب تک اُس عورت کو رہائی نہیں دلاتا اُسے چین نہیں آتا۔

یہ عالمگیر اخوت وہمدردی جو مساوات کے ذریں اصول کا لازمی نتیجہ ہے اور جس کی بدولت مسلمانوں کی قوم تمام عالم میں پھیل گئی تھی اب مفقود ہو گئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب ہم زمانہ حال میں جلالت مآب امیر کابل کو مسلمانوں کے ساتھ خدا کی عبادت میں شریک پاتے ہیں یا راجہ صاحب محمود آباد کو ایک جلسہ میں یہ اعلان کرتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ میں عام مسلمانوں پر کوئی وجہ فضیلت نہیں رکھتا۔ تو تمام مسلمان حیران رہجاتے ہیں۔ اور اغیار پکار اٹھتے ہیں۔ کہ کاش اس قسم کی مساوات پیدا کرنے والا مذہب ہمارا بھی مذہب ہوتا۔

آریہ قوم کے مشہور دار العلوم دیانند اینگلو ویدک کالج لاہور کے نامور پرنسپل لالہ سائیں داس ایم اے فرماتے ہیں:۔

"اسلام میں ایسی کونسی زنجیر ہے۔ جو نواب اور ادنیٰ آدمی کو ملاتی ہے۔ امیر کابل ہندوستان میں آتا ہے اور ایک موچی کے ساتھ بیٹھکر نماز پڑھتا ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے۔ کہ میں دولت کے لحاظ سے۔ اپنی موٹر کار کے لحاظ سے۔ اپنے نفیس کھانوں کے لحاظ سے۔ اور اپنے اعلے لباس کے لحاظ سے تو اس شخص سے علیحدہ ہوں۔ مگر ایک بات ہے۔ جس سے ہم اسکے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ وہ یہ کہ میرے مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ہم ایک ہی خدا اور ایک ہی مذہب کے معتقد ہیں"۔ پرنسپل صاحب اس کے بعد کہتے ہیں۔ کہ "نہایت بدنصیب ہے وہ قوم جو اس مذہبی زنجیر کو ڈھیلا کرتی ہے"۔ اور وہ اپنے ہمقوموں سے خطاب کرتے ہیں۔ کہ "آؤ ہم بھی ویدوں کی ایک زنجیر بنائیں"

لیکن جس بدنصیب قوم کی مثال پیش کرکے پرنسپل سائیں داس نے اپنے ہم مذہبوں کو اُبھارا ہے۔ اُس کی کیا کیفیت ہے۔؟ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جس کی جیب میں چار پیسے ہیں۔ وہ دو پیسے والے کو خاطر میں نہیں لاتا وہ اپنی عالی نسبی پر نازاں ہے۔ اور ایک مزدوری کرنے والے کو نہایت حقیر سمجھتا ہے۔ اس کے دل میں لباس کی عزت ہے۔ علم وپرہیزگاری کا احترام نہیں ہے اُسکے نزدیک زر ومال ہی کسی کے لئے باعث قدر ومنزلت ہو سکتے ہیں۔ لیکن دیانت وایمانداری کوئی قابل قدر شے نہیں ہے۔ قدیم خیالات کے لوگ یہ روش برادران ملک سے سیکھے ہیں۔ اور خیال جدید کے افراد یہ طرز عمل یورپ سے سیکھکر آتے ہیں جہاں طبقہ اعلیٰ وادنیٰ کے درمیان ازلی جدوجہد جاری ہے اور جہاں طبقہ وسطےٰ کے نہ ہونے سے ملک کی اجتماعی ومعاشی حالت سخت خراب ہے۔

ممالک یورپ کی اجتماعی حالت کی خرابی سب سے بڑی دلیل اشتراکیین (فرقہ سوشلسٹ) کا ظہور میں آنا ہے۔ اس فرقہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ محنت کرنے والے ادنےٰ طبقہ کو ارباب دولت کے پنجہ ستم سے رہائی دلائے۔ اور انہیں ملک کی عام خوشحالی وفارغ البالی میں حصہ لینے کے قابل بنائے۔ اشتراکیین کے خیال میں جو مصائب ومشکلات یورپ کی سوسائٹی پر نازل ہو رہے ہیں اُن کا مخزن ومصدر وہ دولتمند ومتمول لوگ ہیں جو عام دولت کو اپنے خزانوں میں بند کرکے زندگی کے لطف اٹھاتے ہیں۔ اور اُن فرزندان شفقت کی ذرا پرواہ نہیں کرتے۔ جن کی عرق ریزی ان کے تمول کا موجب ہوتی ہے۔ لہٰذا سوشلسٹ جماعت یہ چاہتی ہے۔ کہ اس مصیبت کو دور کرنے کے لئے کام اور اس کا منافع حکومت کے توسط سے عام افراد ملک و ملت پر بحصہ رسدی تقسیم کر دیا جائے۔ اس مدعا کے حصول کے لئے طرح طرح کی مناسب ونامناسب کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ جن سے یورپ کے اکثر ممالک میں مسلسل خانہ جنگیاں برپا رہتی ہیں۔ اور جن کی وجہ سے حکومتیں اور رعایا دونوں نالاں ہیں۔

اسلام نے اس نقص کے رفع کرنے کے لئے زکوٰۃ کا اصول مقرر کیا تھا۔ کہ متمولین کی اصل جائداد منقولہ وغیر منقولہ بھی قائم رہے۔ اور اُس میں سے دیگر مسلمانوں کو بھی بحصہ رسدی منافع ملتا رہے۔ اور خوشحالی وفارغ البالی کسی خاص طبقہ میں محدود نہ ہو۔ بلکہ محتاج اور تنگدست لوگ بھی ایک حد تک اپنے بھائیوں کی اخوت وہمدردی سے فائدہ اٹھا کر اسلام کی عالمگیر برادری میں حصہ لینے کے قابل ہو جائیں۔

جدید خیالات نے اس اصول کو بھی اُڑا دیا۔ جس کا نتیجہ لامحالہ یہ ہوگا۔ کہ وہ اجتماعی خرابیاں جو یورپ کی تمدن ومعاشرت میں پیدا ہو گئی ہیں۔ ہم میں بھی بدرجہ اتم پیدا ہو جائیں گی۔ اور اہل یورپ کے ساتھ ہمیں بھی اس کا چارۂ کار سوچنا پڑے گا۔

جب یہ حالت ہوگی تو ہماری پوزیشن بالکل اُن آریہ بھائیوں کی سی ہوگی۔ جو پرنسپل سائیں داس کی زبان میں نہایت حسرت ویاس کے ساتھ اسلامی مساوات کا ذکر کرتے ہیں۔ اور دل سے اس امر کے متمنی ہیں کہ کاش وہ بھی اپنے لئے ایک ایسی عالمگیر زنجیر بنا سکیں جیسی کہ اسلام نے تیار کر رکھی ہے۔

کیا مسلمان اپنے آپکو اس زار وزبون حالت میں دیکھنا چاہتے ہیں؟ اگر وہ اپنی حالت کو اس سے بہتر دیکھنا اور بہتر بنانا چاہتے ہیں۔ تو انہیں نہ صرف اپنے آریہ بھائیوں کی آہ وبکا کو گوش ہوش سے سُننا چاہئے۔ بلکہ مدبّرین مغرب کی دلخراش آواز کو بھی اپنے دل میں جگہ دینی چاہئے۔

وائیکونٹ برائس جو کسی زمانہ میں حیوان عام انگلستان (ہوس آف کامنز) کے رکن رکین تھے اور اب دیوان خاص (ہوس آف لارڈز) کے ممبر ہیں۔ اور ایالات متحدہ امریکہ میں سفیر برطانیہ کے اہم فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

"آجکل دولت مند افراد ملت غربا سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی مشترکہ پلیٹ فارم نہیں ہے۔ جس پر وہ آزادی واخلاص کے ساتھ باہم بغلگیر ہو سکیں۔ آقا وملازم میں رفاقت ودوستی مفقود ہے"۔

اس کے بعد وائیکونٹ موصوف اپنی یہ خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ "اگر ہم تمام لوگوں کو ایک ہی رشتہ اخوۃ میں منسلک کرنے اور ان میں باہمی ارتباط واتحاد کی روح پھونکنے میں کامیاب ہو جائیں تو جمہوریت کی کامیابی یقینی ہو جائے۔ اور اُس سے نیک نتائج پیدا ہونے میں کچھ شبہ نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں تعلیم، علمی مباحثات اور تقاریر ومواعظ کا اس قدر حامی ہوں۔ کیونکہ انہی ذرائع سے

اُسوۂ حسنہ

تربیت یافتگانِ عہدِ نبوت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

دوسری روایتوں میں ہے کہ صاحب عموریہ نے اُن سے کہا "ایک شخص ارض شام سے دو جھاڑیوں کے درمیان نکلیگا۔ وہ ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کی طرف ہر سال ایک رات کو نکلتا ہے۔ آئندہ سال بھی ایک خاص رات کو جو عام طور پر معلوم ہے نکلیگا۔ لوگ اسکے پاس آئیں گے۔ وہ بیماریوں کی دوا دیگا۔ اور ان کے لئے دُعا کریگا۔ اور وہ شفا پائیں گے تم بھی اُس کے پاس جانا۔ اور جس شخص کو ڈھونڈتے ہو اس کو پوچھنا" چنانچہ میں آیا۔ اور اُن دونوں جھاڑیوں کے پاس آدمیوں کے ساتھ ٹھہرا رہا۔ جب وہ رات آئی۔ جس میں وہ ایک جھاڑی سے نکلکر دوسری جھاڑی میں جایا کرتا تھا۔ تو وہ نکلا۔ لوگوں کے ہجوم سے میں رُکا رہا۔ یہاں تک کہ وہ جھاڑی میں گھس کر مجھ سے بالکل چھپ گیا۔ صرف اُس کے شانے نظر آتے تھے۔ میں نے اُس کے شانوں کو پکڑا۔ لیکن وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اور کہنے لگا۔ تمہیں کیا ضرورت ہے؟ میں نے کہا میں آپ سے دین ابراہیم حنیفی کے متعلق کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا اس وقت تو اس مذہب کو کوئی نہیں پوچھتا۔ ایک نبی کا زمانہ قریب آیا ہے وہ اس گھر کے قریب نکلیگا۔ اور اس دین کو زندہ کریگا۔ جسکو تم پوچھ رہے ہو چنانچہ جب میں وہاں سے پلٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور یہ واقعہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو تم نے عیسٰے بن مریم سے ملاقات کی۔

بہرحال واقعہ جو کچھ ہو۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے عموریہ سے لوٹ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے:۔

"قبیلہ بنو کلب کا ایک قافلہ گذرا۔ میں نے اُن سے وطن کا پتہ پوچھا۔ اُن لوگوں نے مجھے اس کا نام بتایا۔ میں نے اُن سے کہا۔ کہ میں تمہیں اپنی بکریاں اور گائیں اس شرط پر دیتا ہوں۔ کہ مجھکو بھی اپنے وطن تک لیچلو۔ اُن لوگوں نے مجھے سوار کر لیا۔ اور مجھے وادی القریٰ میں لے آئے۔ اور مجھے غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ میں نے اس جگہ کھجور کے درخت دیکھے اور میرے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی۔ کہ یہ وہی سرزمین تو نہیں ہے جس کا مجھکو نشان دیا گیا ہے۔ اسکی تفصیل ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ لیکن کھجور کے دیکھنے سے میرے دل میں آرزو پیدا ہو گئی تھی میں نے وہاں قیام کیا۔ یہاں تک کہ بنی قریظہ کے یہودیوں میں سے ایک شخص اس کے پاس آیا۔ اور اس سے مجھے خرید لیا۔ وہ مجھے لیکر مدینہ میں آیا۔ اور اُن نشانیوں کی بنا پر جو صاحب عموریہ نے مجھے بتائی تھیں میں نے مدینہ کو فوراً پہچان لیا۔ مجھے یقین ہو گیا۔ کہ یہ وہی سرزمین ہے جس کا پتہ مجھے دیا گیا ہے۔ میں اس شخص کے ہاں ایک نخلستان میں کام کرتا رہا۔ اسی زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ لیکن مجھ پر آپکا حال مخفی رہا۔ چنانچہ جب آپؐ مدینہ میں تشریف لائے اور قبا میں بنی عمرو بن عوف کے یہاں اُترے تو میں ایک کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا۔ اور اُس کے نیچے میرا آقا بیٹھا تھا۔ اسی حالت میں ایک یہودی جو میرے آقا کا چچا زاد بھائی تھا۔ آیا۔ اور اُسکے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگا۔ "خدا بنی قبیلہ کو ہلاک کرے۔ کہ وہ ایک شخص پر جو قبا میں مقیم ہے اور مکہ سے آیا ہے۔ ٹوٹے پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پیغمبر ہے" خدا کی قسم اُس کے اس کہنے کے ساتھ ہی مجھے لرزہ سا آگیا اور درخت ہلنے لگا۔ یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے آقا کے اوپر گر پڑونگا۔ اس کے بعد میں جلدی سے اُترا۔ اور اُس سے اس خبر کو پوچھنے لگا میرے آقا نے ہاتھ اٹھا کر مجھے ایک طمانچہ مارا۔ اور کہا۔ تمہیں اس سے کیا مطلب۔ تم اپنا کام کرو۔ میں نے کہا مجھے صرف خبر کی تصدیق کرنی تھی۔ اُس نے کہا نہیں تم اپنا کام سنبھالو۔ چنانچہ میں اپنا کام کرنے لگا۔ جب شام ہوئی تو میرے پاس جو کچھ مال تھا۔ اس کو اٹھا کر کے رسول اللہ کے پاس آیا۔ آپ قبا میں مقیم تھے۔ جب میں وہاں داخل ہوا۔ تو آپؐ کے پاس چند صحابہؓ تھے۔ میں نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کے پاس کچھ مال نہیں ہے۔ اور آپ کے پاس اصحاب بھی ہیں۔ آپ اہل حاجت اور مسافر ہیں میرے پاس کچھ مال تھا جسکو میں نے صدقہ کے لئے رکھ چھوڑا تھا۔ جب مجھے آپ کا حال معلوم ہوا۔ تو آپ سے زیادہ کوئی اس کا مستحق نظر نہیں آیا۔ اس بنا پر میں یہ مال لایا ہوں" یہ کہکر میں نے مال کو رکھدیا رسول اللہ نے صحابہ سے فرمایا کہ تم اسکو صرف کرو۔ لیکن خود اسکو ہاتھ نہیں لگایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پہلی نشانی ہے۔ میں وہاں سے لوٹا اور کچھ مال اور جمع کر کے لایا۔ میں نے سلام کر کے کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ صدقہ نہیں کھاتے۔ میرے پاس اور بھی کچھ مال تھا۔ جسکو میں بطور تحفہ کے پیش کرنا چاہتا تھا آج اسکو لایا ہوں۔ آپ نے قبول کیا۔ اور اصحاب کے ساتھ اس میں شریک ہوئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ دوسری علامت ہے۔ میں لوٹ کر کچھ دنوں کے بعد پھر آیا۔ تو آپ بقیع غرقد میں ایک جنازہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے۔ آپ کے اردگرد آپؐ کے اصحاب تھے۔ آپ کے پاس صرف دو چادریں تھیں۔ ایک کو اوڑھے ہوئے۔ اور دوسرے کا تہبند باندھے ہوئے تھے۔ میں نے سلام کیا۔ اور پھر گھوم کر آپ کی پیٹھ دیکھنے لگا۔ جب آپ کو میرا مقصد معلوم ہوا۔ تو چادر پیٹھ سے اُٹھا دی۔ اور مجھکو مہر نبوت ویسی ہی نظر آئی جیسا کہ مجھ سے بیان کیا گیا تھا۔ میں اُس کے چومنے کے لئے ٹوٹ پڑا۔ اور رونے لگا۔ آپ نے فرمایا ذرا ہٹ جاؤ۔ میں ہٹ کر آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور اپنا واقعہ بیان کیا۔ آپ کو یہ واقعہ عجیب تو معلوم ہوا۔ اور آپؐ نے چاہا کہ صحابہ بھی اسکو سنیں۔ اس کے بعد میں اسلام لایا۔ لیکن غلامی کی وجہ سے بدر و اُحد کی لڑائی میں شریک نہ ہو سکا مجھ سے رسول اللہ نے کہا کہ تم مکاتب بن جاؤ۔ میں نے اپنے آقا سے اس کی درخواست کی۔ تو اس نے درخواست اس شرط پر قبول کی کہ میں تین سو کھجور کے درخت اس کے لئے لگا دوں۔ اور چالیس اوقیہ چاندی ادا کر دوں۔ رسول اللہ صلعم نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ کھجور کے پودوں سے اپنے بھائی کی مدد کرو۔ چنانچہ ہر شخص نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق کسی نے تیس۔ کسی نے بیس کسی نے پندرہ کسی نے دس پودے مجھکو دیئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسکو لیکر چلو اور زمین کھودو جب اُن کے بٹھانے کا ارادہ کرنا۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ میں اُن کو خود اپنے ہاتھ سے بٹھاؤنگا۔ میں نے زمین کھودنے کی تیاری کی۔ تو اور صحابہ نے بھی میری مدد کی۔ اس کے بعد رسول اللہ آئے۔ اور اپنے ہاتھ سے اُنکو بٹھانے اور مٹی برابر کرنے لگے۔ اور خدا سے برکت مانگی۔ اس ذات کی قسم جسکے ہاتھ میں سلمان کی جان ہے۔ اُن میں سے ایک پودا بھی ضائع نہیں ہوا۔ اب مجھ پر صرف درہم باقی رہگئے تھے۔ اتفاق سے ایک روز رسول اللہ اپنے صحابہ کے ساتھ تھے کہ صحابہ میں سے ایک شخص انڈے کے برابر سونا لایا۔ جسکو اُس نے کسی کان میں پایا تھا۔ اُس نے سونا رسول اللہ پر تصدق کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ آخر سلمان غریب کا کیا حال ہے؟ اُس کو بلاؤ۔ چنانچہ میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اسکو لے جاؤ۔ اور اپنا بدل کتابت ادا کر دو۔ میں نے کہا اتنے میں کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ بقیہ بھی خدا تمہاری طرف سے ادا کر دیگا"

بہرحال بدل کتابت ادا کر کے وہ آزاد ہو گئے۔

مختصر نوٹ

دیگر اکابرین اُمت کا دعویٰ

اخبار الفضل اپنی ۱۶ فروری ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ "دوسرے اکابرین امت نے کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ کہ ہم نبی ہیں۔ اور نہ خدا نے اُن کو نبی فرمایا۔ پس یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ مرزا صاحب ایسی نبوت کے مدعی تھے۔ جو دوسرے اکابرین امت کو ملتی رہی"! مگر ناظرین کو حیرت و استعجاب سے دوچار ہونا پڑیگا۔ جب وہ اخبار الحکم مورخہ ۱۷ جون ۱۹۰۸ء کی ڈائری زیر عنوان "ولایت کے لئے خاندان کی ضرورت" ملاحظہ فرمائینگے۔ کیونکہ اُس میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے یہ الفاظ موجود ہیں کہ "ہزاروں اس امت (محمدیہ) میں سے مکالمات اور مخاطبات کے شرف سے مشرف ہوئے اور انبیاء کے خصائص اُن میں موجود ہوتے رہے۔ سینکڑوں بڑے بڑے بزرگ ہیں۔ جنہوں نے ایسے دعوے کئے۔ چنانچہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک کتاب فتوح الغیب کو دیکھ لو" اب غور طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا اس معاملہ میں الفضل سچا ہے یا الحکم؟ الحکم تو یہ بیان کرتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کا یہ مذہب ہے۔ کہ جس قسم کی نبوۃ اُن کو ملی تھی۔ اُسی قسم کی نبوت اکابرین امت کو بھی ملی۔ جس سے انہوں نے دعوے بھی کئے جس کا ایک ثبوت فتوح الغیب بھی ہے۔ مگر الفضل انکار کر کے مرزا صاحب کو کل امت محمدیہ میں سے ایک انوکھی نبوت سپرد کرنے کا خواہشمند ہے تاکہ اُس کے پیر کی گدی قائم رہے۔ مگر جس کی عمارت ریت پر ہو۔ اُس کی آج بھی خیر نہیں اور کل بھی خیر نہیں ✢

ظل و بروز۔ مجاز اور اصل

مرزا محمود احمد اور اُن کے کاسہ لیسوں کا یہ مذہب ہے۔ کہ ظل و بروز۔ مجاز اور اصل ایک ہے۔ چنانچہ ۱۶ فروری ۱۹۲۶ء کے الفضل میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ "ہم آپ کی (مرزا صاحب کی) نبوت کو ظلی بروزی اور مجازی ہی مانتے ہیں۔ اختلاف جو ہے وہ ظلی اور بروزی کے مفہوم میں ہے۔ ہم ظلی اور بروزی نبی اور مسلمہ فریقین انبیاء علیہم السلام کی نبوت میں نفس نبوت کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں جانتے"۔ مگر قرآن کریم نے یہ سمجھایا ہے۔ ولا الظل ولا الحرور۔ دھوپ اور اُس کا سایہ یعنی ظل برابر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ نے ظل کے معنے یہ سمجھائے ہیں۔ کہ "لوہے کی وہ حالت جبکہ وہ آگ میں ڈالا جائے۔ اور اس قدر آگ اُس میں اثر کرے۔ کہ وہ خود لوہا بن جائے۔ حالانکہ وہ اصل میں لوہا ہے آگ نہیں ہے"۔ دیکھو براہین احمدیہ نصرت الحق صفحہ ۱۵۹۔ قرآن کریم اور مسیح موعودؑ کا اور لغات مروجہ کا ظل اور اصل مجاز اور حقیقت کو الگ الگ درجہ دینا اور محمود اور اُس کے پیرؤوں کا اس سے انکار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اُن پر مولویت کا کافی رنگ چڑھ گیا ہے۔ کیونکہ اسی طرح پولوس نے ابن اللہ کے لفظ کو مسیح ناصری کے لئے خصوصیت دیکر پہنوں کو قعر مذلت میں گرایا ✢

اسد اللہ سے کیا مراد ہے

جب ظل اور بروز۔ مجاز اور اصل ایک ہیں۔ تو غالبًا مرزا محمود احمد اور اُسکے حاشیہ نشین جناب علی علیہ السلام کو ویسا ہی شیر خدا سمجھتے ہوں گے۔ جیسے کہ جنگلوں میں شیر خدا پھرتے ہیں کیونکہ حضرت علی رضؓ بھی اسد اللہ اور حیدر اور شیر خدا کہلائے جاتے ہیں۔ اس لئے محمودی پارٹی کے نزدیک یہ امر ناممکن ہے۔ کہ وہ ایک جنگل کے شیر میں اور حضرت علیؓ میں نفس شیریت کے لحاظ سے کچھ فرق کرتے ہوں۔ یعنی جیسا کہ اول الذکر کو پھاڑنے اور درندہ و خونخوار سمجھتے ہیں ایسے ہی ثانی الذکر کو۔ لیکن اگر وہ اس امر سے انکار کریں تو معلوم ہوگا۔ کہ وہ ظل و بروز۔ مجاز اور حقیقت کے وہی معنے سمجھتے ہیں، جو لغت میں مذکور ہیں۔ صرف لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ظلی نبی۔ مجازی نبی اور اصلی نبی یعنی نبی میں نفس نبوت کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں ہے

من خوب می شناسم پیران پارسا را

۲۹ فروری ۱۹۲۶ء کے الفضل میں میاں محمود احمد صاحب کا خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے جسکا عنوان ہے کہ "ہر ایک بات میں حضرت مسیح موعودؑ کو حَکَم مانو"۔ میاں صاحب نے موقعہ کے آثار دیکھکر بات تو عمدہ کہی ہے۔ مگر ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ خود میاں صاحب کا طریقِ عمل کیا اس بات کی شہادت دیتا ہے۔ کہ وہ خود حضرت مسیح موعودؑ کو بات میں حَکَم مانتے ہیں اس وقت ایک نہیں کئی ایک معاملات ہیں۔ جن میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف میاں صاحب کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ پھر ایک خاص بات کو ذہن میں رکھکر اپنے اندھے مقلدوں کو اپنی تقلید میں پختہ کرنا ایک عجیب چال ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں کہ نہ صرف حضرت صاحب کے صحبت یافتوں کا کہا مانو۔ نہ اکمل و قاسم و فلاں ایڈیٹر یا فلاں دیم اسے کا۔ بلکہ صرف حضرت صاحب کی بات مانو۔ یہ بالکل حق ہے۔ مگر کیا ہم حضرت صاحب کے خلاف میاں صاحب کی بات قبول کر لیں جس نے نہ تو حضرت صاحب کی صحبت سے کچھ حصہ لیا اور نہ وہ مامور ہے۔ بہتر ہوتا کہ اپنے آپکو بھی اکمل۔ قاسم وغیرہ کی فہرست میں شامل کرتے۔ تاکہ غلط فہمی رفع ہو جاتی۔

میاں صاحب کو بخوبی معلوم ہے کہ ہماری جماعت میں اختلاف ہے۔ مگر کیا آپ نے کبھی اس اختلاف میں حضرت صاحب کو عملی طور پر بھی حَکَم مانا ہے مندرجہ ذیل امور اختلافیہ قابل غور ہیں۔

(۱) کیا حضرت مسیح موعودؑ کا یہ فیصلہ آپ کی کسی کتاب میں موجود ہے۔ کہ میری اور دیگر انبیاء سابقہ کی نفس نبوت میں کوئی فرق نہیں صرف حصول نبوت میں فرق ہے۔ اگر کسی جگہ حضرت صاحبؑ نے ایسا فیصلہ کیا ہے۔ تو وہ آپ کے اصل الفاظ میں پیش کیا جائے۔

(۲) کیا حضورؑ نے کہیں لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے مجھ پر وحی ولایت نازل ہوتی تھی۔ بعد اس کے وحی نبوت بذریعہ جبرائیل نازل ہوئی۔

(۳) نبی اپنی نبوت کا اپنی امت سے اقرار لیا کرتا ہے۔ کیا ۱۹۰۱ء کے بعد حضرت صاحب نے کسی شخص سے بیعت لیتے وقت اپنی نبوت کا اقرار لیا؟

(۴) کیا حضرت صاحب نے کبھی غیر احمدیوں کا جنازہ اپنے دعویٰ کے انکار کی وجہ سے ناجائز قرار دیا۔ اور سوائے مکفر اور مکذب کے باقیوں کے جنازہ پڑھنے سے روکا۔

اسی الفضل میں حضرت نبی کریم صلعم کے یہ پاک الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ تو پھر کیا عین محمدؐ کے زمانہ اور اس کی صحبت میں بیٹھے ہوئے بزرگ ایسے ہی ناقابل اعتبار ہیں۔ کہ اُن کو اکمل اور قاسم وغیرہ کے ساتھ ملا دیا جائے۔ میاں صاحب نے یہ خطبہ پڑھ کر حضرت صاحب کی تعلیم کو بالکل ناکارہ قرار دیدیا ہے۔ اگر حضرت صاحب کے منشاء کو آپ کے صحبت یافتہ بزرگ نہیں سمجھ سکے۔ تو اور کون ہے جو دعوے کرے۔ کہ میں اُن لوگوں سے بہتر سمجھا ہوں۔ ایسا دعویٰ کرنے والا محض جھوٹا ہے۔ جو حضرت صاحب کی تعلیم اور صحبت پر یہ الزام لگاتا ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ میاں صاحب ایک خاص بات کو ذہن میں رکھکر منبر پر اس قسم کے خطبے دیا کرتے ہیں۔ تاکہ اُن کے معتقد ایک خاص امر کے سننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اور وہ اپنا فیصلہ قبل از وقت میاں صاحب کے بیان کردہ خطبے کے مطابق کر لیں ✢

عقائد محمودیہ سے بیزاری

مولوی سید اکبر علی صاحب رئیس امروہہ برادر خورد حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب

حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب کا اعلان علیحدہ ٹریکٹ کی صورت میں مع دیباچہ حضرت امیر طبع ہو چکا ہے۔ پیغام صلح میں بھی انشاء اللہ نقل کیا جائیگا۔ ذیل میں آپ کے برادر خورد جناب مولنا مولوی سید اکبر علی صاحب رئیس امروہہ کا اعلان ہدیہ ناظرین ہے۔

ابتداء سے میرا عقیدہ یہی رہا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو تا لب گور میں اسی عقیدہ پر قائم رہونگا۔ کہ بعد آنحضرت صلعم کے وہ نبوت قطعی بند ہے اب کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آ سکتا۔ اور حضرت صاحب جزوی - ظلی - بروزی اور مجازی نبی ہیں۔ اور یہ وہ نبوت ہے۔ جو حسب استعداد اولیاء کرام کو اب تک ملتی رہی - اور آئیندہ بھی ملتی رہے گی۔ اور اسمہٗ احمد کے حقیقی مصداق رسول مقبول صلعم ہیں۔ اور حضرت کی کوئی کتاب اور کوئی تحریر منسوخ نہیں۔ میں اُس شخص سے بیزار ہوں - جو ان باتوں میں غلو سے کام لیتا ہے ؛

(سید اکبر علی بقلم خود - ۲ - مارچ ۱۹۱۶ء)

ایک نو مبایع

جناب بابو غلام نبی از ممبوران برٹش ایسٹ افریقہ کا حسب ذیل اعلان جناب بابو منظور الہیٰ صاحب کی مخلصانہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہم بابو صاحب کو اُن کی سعی کے مشکور ہو نے پر مبارکباد دیتے ہیں۔ اور جناب بابو غلام نبی صاحب کے لئے دست بدعا ہیں اللہ تعالےٰ انہیں اس ایمانی جرأت کے لئے جزائے خیر دے۔　　(ایڈیٹر)

بہائیصاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مزاج شریف - مجھے آپ کا ۲۲ - جنوری ۱۹۱۶ء کا لکھا ہوا مفصل خط ملا - مطالعہ سے مسرت ہوئی الحمد للہ آپ کو اللہ میاں نے صحت کلی عطا فرمائی۔ اسی ڈاک میں آپ کے مرسلہ ٹریکٹ اور کتاب ہائے النبوت فی الاسلام - اسمہٗ احمد وغیرہ ملے - دو روز میں بڑے شوق سے عبور کیا۔

میرے تمام شکوک اور شبہات رفع ہو گئے ہیں۔ وہ شکوک کیا تھے - وہی جو عبد الحکیم اور میاں محمود احمد صاحب نے پھیلائے اور پھیلا رہے ہیں۔

میرے خیال میں موجودہ تفرقہ بہت مفید ثابت ہوگا۔ ہزارہا لوگوں کے دلوں میں جو شبہات حضرت مرزا صاحب کی نسبت ہیں وہ رفع ہو رہے ہیں اور بہت جلد ہو جاوینگے۔ انشاء اللہ جوق در جوق اس سلسلہ میں شامل ہوں گے۔

میں بابو عبد الرحمٰن صاحب کا بہت مشکور ہوں جنکے پاکیزہ خیالات اور نیک صحبت سے یہ فیض حاصل ہوا ہے - جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کی نسبت بہت سی باتیں جو میری سمجھ میں نہ آتی تھیں۔ ذہن نشین کرائیں۔ بدقسمتی سے اب اس وقت میرے اور ان کے درمیان حد فاصل پانسو میل ہے الحمد للہ۔ ہر آنچیز کہ خاطر میخواست آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

میں دل سے اقرار کرتا ہوں۔ کہ اسلام کو دنیا پر ترجیح دونگا۔ اور اشاعت اسلام میں مدد کرتا رہونگا۔ امیر قوم حضرت مولوی محمد علی صاحب کو حضرت مرزا صاحب کا سچا نمونہ مانتا ہوں۔ اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔

میں وقتاً فوقتاً اشاعت اسلام میں مدد کرتا رہونگا۔ اور فی الحال دس روپے ایک علیحدہ منی آرڈر پر ارسال ہیں۔ برگ سبز سمجھکر قبول فرمادیں۔ میں نے لنڈن میں مولوی صاحب کو نہ صرف ریویو کیواسطے ہی لکھا ہے - بلکہ پیشگی ہدیہ انگریزی قرآن مجید۔ اور چندہ ریویو بھیجدیا ہوا ہے۔

دعا فرماویں - اللہ تعالیٰ مجھے توفیق استقامت دیوے۔ خادم دین بنادے۔ اور خاتمہ بالخیر کرے آمین ثم آمین۔ فقط - والسلام ؛ خادم دین غلام نبی

میاں صاحب کی بیعت توبہ

مولنا مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ -

السلام علیکم ورحمۃ اللہ - مزاج شریف - گو آپکو تکلیف ہے مگر نیک کام کی تکلیف کہیں رکھی پڑی ہے لہذا اس میرے کارڈ کی عبارت کو اخبار میں شائع فرمائیں

بخدمت میاں محمود صاحب - تھوڑا عرصہ ہوا بندہ آپ کی بیعت ہوا - بندہ کو یہ خیال تھا کہ آپ اور آپ کی جماعت کا وہی عقیدہ ہے - جو مسیح موعود اور امیر الوقت مولوی نور الدین و دیگر علماء نامور کا ہے - مگر آج حقیقۃ الوحی کو دیکھا جو حقیقی نبی مرزا صاحب کو بنا رہے ہیں - مگر خدا کا شکر ہے - کہ النبوت فی الاسلام نہ ملتی - تو مجھپر خدا کا غضب نازل کسی روز کو ہو جاتا - کہ تو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مرزا صاحب کو مان رہا ہے۔ ایسے گندہ عقیدہ سے شکر ہے - خدا نے رحم کرکے نکال لیا۔ آج ایسا شخص مصلح موعود در پردہ اپنے آپ کو ظاہر کر رہا ہے۔ اور پورا جواب نہیں دیتا - کل کو خود ہی نبوت کا دعویٰ کریگا۔ اور حضرت مرزا صاحب

مجموعہ اشتہارات - مولوی غلام دستگیر قصوری کے جواب میں خود فرماتے ہیں - کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں - لوگ غیر احمدی اسی لفظ نبوت کو سنکر بیزاری ظاہر کرتے تھے اب سچ مچ محمود نے سچی نبوت کے دعوے کا اعلان کردیا۔ محمود محمود نہیں رہا۔ انشاء اللہ کل کو علیحدہ تحریری [illegible] حقیقۃ النبوت پر گفتگو کرکے محمودیوں سے جواب لونگا - جس طرح کارڈ کے ذریعہ بیعت کی۔ اسی طرح اب [illegible] واپس لیتا ہوں نعوذ باللہ

(عبد اللہ از لائلپور)

ایک ضروری اسلامی جلسہ

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لائل پور کی طرف سے مفصلہ ذیل لیکچروں کا انتظام چکی گھر سنگھاں - متصل گول باغ میں کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ جملہ مسلمان و دیگر مذاہب کے اصحاب جلسہ میں شمولیت سے مستفیض ہونگے۔

بروز ہفتہ (شنبہ) بتاریخ ۱۱ مارچ ۱۹۱۶ء

تلاوت قرآن مجید ½ ۷ سے ½ ۷ بجے شام تک

لیکچر جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری انگلستان ½ ۷ بجے شام سے ½ ۹ بجے شب تک

مضمون - اسلام و دیگر مذاہب۔

بروز اتوار (یکشنبہ) بتاریخ ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء

تلاوت قرآن مجید - نعت ½ ۱۰ بجے صبح تک

نعت - ½ ۱۰ سے ۱۱ بجے صبح تک -

لیکچر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم - ایس ۱۱ بجے صبح سے ½ ۱۲ بجے دوپہر تک

مضمون - چودھویں صدی کا مجدد۔

لیکچر جناب خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ½ ۱۲ سے ۳ بجے بعد از دوپہر۔

مضمون - اشاعت اسلام یورپ میں۔

خاکسار - شیخ محمد حسین - سیکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام شاخ لائل پور

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ فیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا ؛

کیا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی نبوت حقیقی تھے؟

روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۷-۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء میں جناب غلام علی صاحب نے میرے مضمون مندرجہ پیسہ اخبار مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۱۵ء کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جہاں تک مجھ سے ہو سکا تھا میں نے اپنے سابقہ مضمون کی بنا قرآن کریم پر رکھی تھی اس کے جواب میں جناب غلام علی صاحب نے جو استدلالات بیان فرمائے ہیں ان پر میں مختصر طور پر لکھنا چاہتا ہوں۔ شروع مضمون میں آپ نے لکھا ہے کہ بحث اس پر شروع ہوئی تھی کہ بعد خاتم النبیین کوئی نیا یا پرانا نبی آ سکتا ہے یا نہیں۔ یہ درست ہے۔ میں نے ۳ دسمبر ۱۹۱۵ء کے پیسہ اخبار میں جواب دیا تھا کہ بموجب تحریر حضرت مرزا صاحب ہم اس بات کے قائل و معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رُو سے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کوئی نیا نبی آ سکتا ہے اور نہ پرانا اور کہ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے (سراج منیر صفحہ ۳ دہم)

یہ جواب بالکل صاف تھا کہ حقیقی نبی خواہ نیا ہو یا پرانا بعد ختم المرسلین ہرگز ہرگز نہیں آ سکتا جب مدعی نبوت اس بات سے انکاری ہے تو کسی معترض کا کھینچا تانی سے اس کے خلاف لکھنا محض ضدیت ہے غیر حقیقی معنوں کی رو سے میں نے مثال کے لئے حضرت مولانا روم کے چند اشعار نقل کئے تھے اور اب سوانحعمری حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ افضل المطابع دہلی سے ایک شعر ایک مسلمان کا نقل کرتا ہوں جس میں اس نے آپ کو ہند النبی کر کے لکھا ہے ؎

بادشاہ ہند اور ہند النبی
مظہر شان خدا پیدا ہوئے

اس بات کو چھوڑ کر کہ کوئی مرید اپنے پیر کو نبی کے لفظ سے پکارے میں ذیل میں دیگر بزرگان سلف کے حوالجات دیتا ہوں جس سے یہ امر بداہت ظاہر ہوتا ہے کہ ایک قسم کی جزوی نبوت جو دوسرے معنوں میں محدثیت یا مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے نام سے موسوم ہوتی ہے اس اُمت میں جاری ہے اور قیامت تک رہیگی۔

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ کا مذہب تکملہ مجمع البحار صفحہ ۸۵ پر یہ بیان کیا گیا ہے۔

قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ یعنی یہ تو کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کے اس قول کی تطبیق صاحب مجمع البحار نے حدیث لا نبی بعدی سے یوں کی ہے۔ لانہ اراد لا نبی ینسخ شرعہ یعنی آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

(۲) شیخ اکبر حضرت محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ جزو ثانی باب الثالث والسبعون صفحہ ۳ میں اسی امر کی تائید کرتے ہیں کہ تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے۔ بلکہ جو نبی یا رسول آئیگا وہ آنحضرت کی شریعت کا تابع ہوگا۔

(۳) الیواقیت والجواہر میں حضرت امام شعرانی رح (جلد دوم سطر ۲ مطبوعہ مطبع میمنہ مصر) میں فرماتے ہیں فان مطلق النبوۃ لم یرتفع وانما ارتفع نبوۃ التشریع فقط کما یؤیدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ فقد قامت بہ النبوۃ بلاشک وقولہ صلعم لا نبی بعدی ولا رسول المراد بہ لا مشرع بعدی

سطر ۲۶ - واعنی بہا نبوۃ التشریع التی لا تکون بعد اولیاء

ترجمہ مطلق نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا لیکن نبوت تشریعی بند ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص قرآن حفظ کرے اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان نبوت مدرج ہوگئی اور لا نبی بعدی سے یہ مطلب ہے کہ کوئی تشریعی نبی نہیں آئیگا اس کی تطبیق حضرت مرزا صاحب کی تحریر سے لیجیے

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ تتمہ) اور یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔ اے نادانو میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمت و مخاطبت الٰہیہ ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی اتباع سے حاصل ہے سو مکالمہ و مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔ پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔ یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ و مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔ ولکل ان یصطلح

اس کا مزید ثبوت لیجیے حضرت مرزا صاحب اپنی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ پر فرماتے ہیں

"اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے۔ بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں اُمتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ "اگرچہ اس اُمت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک رہیں گے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جاوے۔ اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاویں وہ نبی کہلاتا ہے۔"

یہاں حضرت مرزا صاحب نے نبی بمعنی محدث لئے ہیں نہ کہ حقیقی نبی۔ کیونکہ جب ہم حضرت مجدد الف ثانی سرہندی صاحب رح کا مکتوب پنجاہ و یکم دیکھتے ہیں (جسے آپ نے ازالہ اوہام و تحفہ بغداد میں بھی نقل کر دیا ہے) دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد صاحب رح نے اس میں محدث کا لفظ استعمال کیا ہے چونکہ حضرت مرزا صاحب نے بھی اس اُمت میں محدثیت والی نبوت کا اجرا مانا ہے اس لئے آپ نے اسے بعض جگہ نبی کے لفظ سے ظاہر کیا ہے حالانکہ تعریف وہی لکھی ہے جس میں آپ کے شروع دعوے سے لے کر تا دم وفات ذرا بھی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ تتمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ پر جس کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے آپ نے اسے مخالفین کے ساتھ نزاع لفظی قرار دیا ہے۔ اگر آپ کا حقیقی نبوت کا دعویٰ ہوتا تو کسی صورت میں نزاع لفظی نہیں کہا جا سکتا تھا۔

اب میں غلام علی صاحب کی باقی باتوں کو لیتا ہوں آپ نمبر اول میں فرماتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب بھی اپنی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کی تعلیم دیتے ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء دیتے تھے یہ لفظ تو وہ کہہ سکتا ہے جو حد درجہ کا متعصب ہو۔ دس شرائط بیعت موجود ہیں وہاں شرط دہم میں لکھا ہے کہ "اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا"۔ کیا میاں غلام علی صاحب ۴۲ نے لکھا ہے کہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۳ کے بموجب حضرت مرزا صاحب اپنے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر وہ تعصب کو بالائے طاق رکھ کر سارا جواب ملاحظہ کر لیتے تو یہ بہتان لکھتے وقت خدا کے خوف سے کانپ جاتے۔

سنئے آپ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے آخر میں فرماتے ہیں۔

"وہ خود اس بات کا اقرار رکھتے ہیں کہ اگر میں مفتری نہیں اور مومن ہوں۔ تو اس صورت میں وہ میری تکذیب اور تکفیر کے بعد کافر ہوئے اور مجھے کافر ٹھہرا کر اپنے کفر پر مہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ پھر جبکہ قریباً دو سو مولوی نے مجھے کافر ٹھہرایا۔ اور میرے کفر کا فتویٰ لکھا گیا اور

اُنہی کے فتوے سے یہ بات ثابت ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور کافر کو مومن کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔ تو اب اس بات کا سہل علاج ہے کہ اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں تو اُن کو چاہئے کہ مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام تصریح سے شائع کردیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں اُن کو مسلمان سمجھوں گا الخ"۔ اس سے ظاہر ہے کہ کفر کی وجہ ایک حدیث کا استخفاف مسلمانوں اور اُن کے مولویوں کی طرف سے ہے۔ گویا اس حدیث کی رُو سے آپ نے کلمہ گووں کو کافر کہنے والے لوگوں کے خلاف بائیکاٹ کرنیکا حکم دیا ہے۔ تاکہ یہ آئے دن کی مولویوں کی کفر بازی سے مسلمانوں کو آرام ملجائے۔ اور ذرا ذرا سی بات پر دوزخی اور کافر کے فتوے لگنے بند ہو جائیں۔

رہی یہ بات کہ جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔ بالکل حق ہے۔ امر بالمعروف بموجب حکم قرآن و حدیث کرنے والے کے احکام کو جو نہیں مانتا۔ وہ عملاً خدا و رسول کا منکر ہے۔ گو اسلام کی حد بندی سے باہر نہیں۔

(۲)۔ نبی کے مطاع ہونے کے بارے میں میں نے آیت قرآنی وما ارسلنا من الرسول الا لیطاع باذن اللہ پیش کی تھی۔ اس کے خلاف میاں غلام علی صاحب فرماتے ہیں۔ نبی تو مطیع دوسرے انبیاء کے ہوتے آئے ہیں۔ مگر حوالہ قرآنی ندارد۔ بہتر ہوگا۔ کہ اس آئت کے مقابلہ پر کوئی قرآنی آیت لکھی جاتی کہ نبی دوسرے نبی کا مطیع ہوتا ہے۔ محض آپ کے کہنے سے یہ آئت منسوخ نہیں ہو سکتی۔

(۳)، وحی کا مادری زبان میں ہونا۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۶ تا صفحہ ۱۰۸ میں ایک بھی حضرت مرزا صاحب کی وحی مادری زبان یعنی پنجابی میں نہیں نہ معلوم خلاف واقع حوالہ دے دینے سے کونسا فائدہ یہ لوگ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

(۴)، بعض احکام سابقہ کا منسوخ کرنا۔ اس کے جواب میں میاں غلام علی صاحب لکھتے ہیں کہ در اصل یہ بھی نبی کے اوصاف سے ہے۔ مگر چونکہ یہ حضرت عیسٰے کے حق میں ہے۔ اس لئے خاص سے عام پر دلالت نہیں ہو سکتی۔ بہت خوب اوّل تو آپ کا دعویٰ ہے کہ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوّت ہیں۔ مگر چونکہ آپ نے سابقہ احکام تنسیخ نہیں کی اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کرنا ظلم ہے کسی نبی کا نام آیت قرآنی دی ہوتی کہ فلاں نبی نے کوئی تنسیخ نہیں کی۔ دین کے لئے جہاد کی حرمت کا فتوے مشروط بشرائط ہے۔ ساری نظم پڑھ کر دیکھ لیں۔ پھر اس کی بناء حدیث پر ہے۔ جس میں یضع الحرب کا حکم موجود ہے۔

(۵)، ہر نبی کا کتاب لانا آیت ذیل سے ثابت ہے۔

(سورۃ حدید آیت ۲۵)۔ لقد ارسلنا رسلنا بالبیّنٰت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط۔ ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

(آئت دوئم سورۃ بقر۔ کان الناس امّۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ۔ سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔ سو اللہ تعالٰے نبیوں کو مبعوث کرتا رہا ہے بشارتیں دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے اور اُنکے ساتھ کتاب اُتارتا رہا ہے۔ تاکہ فیصلہ کرے۔ اُن لوگوں میں اُن باتوں میں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

تیسری آیت سورۃ انعام کی ہے جس میں اللہ تعالٰے اسحٰق۔ یعقوب۔ نوح و ذریتہ۔ داؤد۔ سلیمان۔ ایوب یوسف۔ موسٰے۔ ہارون۔ زکریا۔ یحییٰ۔ عیسٰی۔ الیاس اسمٰعیل۔ الیسع۔ یونس۔ لوط کا نام بنام ذکر فرما کر فرماتا ہے۔ اولئک الّذین اٰتینٰھم الکتاب والحکم والنبوّۃ۔ یعنی وہ لوگ ہیں جنکو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوّت دی (آیت ۸۵ - ۹۰)۔

اس کے خلاف یہیں کہا جاتا ہے۔ کہ یحییٰ پر کوئی کتاب نہیں اُتری۔ حالانکہ خدا تعالٰے فرماتا ہے کہ اُس پر بھی کتاب اُتری۔ مگر میاں غلام علی صاحب خدا تعالیٰ کو بھی معاذ اللہ جھٹلاتے ہیں۔ اور پھر پکے اور سچے مسلمان بننے کے مدعی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے اپنے الہامات کو کبھی الہامات نبوت قرار نہیں دیا۔ بلکہ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ:۔

"اُن کا (یعنی مولوی غلام دستگیر کا) یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ "میں تو نبوت کا مدعی نہیں کہ تا فوری عذاب نازل کروں"۔ اُن پر واضح رہے۔ کہ ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوّت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور وحی نبوّت نہیں بلکہ وحی ولایت جو زیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجناب صلے اللہ علیہ وسلم اولیاء اللہ کو ملتی ہے۔ اس کے ہم قائل ہیں۔ اور اس سے زیادہ جو شخص ہم پر الزام لگاوے۔ وہ تقوٰے اور دیانت کو چھوڑتا ہے ...... غرض جبکہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعویٰ ہے"۔ (اشتہار اپریل ۱۸۹۷ء)

حضرت موسٰی کے وقت معمولی خواب بین اور پیشگوئیاں کرنیوالوں پر بھی بعض وقت نبی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ توریت سے ظاہر ہے۔ مگر وہ حقیقی نبی نہ ہوتے تھے۔ کیونکہ بموجب احکام قرآن حقیقی نبی کی تعریف اس کے مخالف ہے۔ کسی کی وحی میں امر اور نہی پایا جانا۔ نبوّت کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ "رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرائیل حاصل کرے۔ اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بقیامت منقطع ہے" (ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴) حضرت مرزا صاحب کا کسی جگہ پر بھی یہ دعویٰ کوئی مخالف و موافق نہیں دکھا سکتا۔ کہ آپ نے کسی زمانہ میں اپنی وحی کو وحی رسالت کہا ہو۔ یا جبرائیل علیہ السلام کا نزول بہ پیرایہ وحی اپنے اوپر مانا ہو۔ بلکہ آپ کا اعتقاد یہ ہے کہ۔ "کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آسکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرائیلؑ ہے اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اُسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحیٔ نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مُہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مُہر اسوقت ٹوٹ جائیگی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴)

مسیحؑ کے نزول کو اس لئے خاتم النبیین کے خلاف مانا ہے۔ کہ وہ حقیقی نبی اور رسول تھا چنانچہ کیا عمدہ دلیل اس پر لاتے ہیں فرمایا کہ:۔

"اگر یہ کہو۔ کہ مسیح کو وحی کے ذریعہ سے صرف اتنا کہا جائیگا۔ کہ تو قرآن پر عمل کر۔ اور پھر وحی مدت العمر تک منقطع ہو جائیگی۔ اور کبھی حضرت جبرائیل اُن پر نازل نہیں ہونگے۔ بلکہ وہ بکلی مسلوب النبوۃ ہو کر امتیوں کی طرح بن جائیگا تو یہ طفلانہ خیال ہنسی کے لائق ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیلؑ لاویں اور پھر چُپ ہو جاویں۔ یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب ختمیت کی مہر ہی ٹوٹ گئی اور وحی رسالت پھر نازل ہونی شروع ہو گئی۔ تو پھر تھوڑا یا بہت نازل ہونا برابر ہے (ازالہ اوہام صـ۵۷۷)۔

ختم نبوّت کا اس سے بڑھکر ادب و لحاظ میاں غلام علی صاحب و اُن کے ہمخیال مسلمانوں کے وہم میں بھی کبھی نہیں آیا ہوگا۔ پھر جو شخص حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت ختم نبوّت کا یہاں تک ادب ملحوظ رکھے۔ اُس پر افترا کرنا کہ وہ خود مدعی نبوت ہے۔ پہلے درجہ کا ظلم اور بہتان عظیم ہے۔ حضرت عیسٰے کے نزول ثانی کے ثبوت میں کہ وہ امتی ہو کر آئینگے۔ یہ حدیث معترض نے پیش کی ہے۔ کہ لو کان موسٰی حیّا ما وسعہ الا اتباعی۔ اگر میرے زمانہ

ہیں حضرت موسیٰؑ زندہ ہوتا تو انہیں سوائے میری پیروی کے چارہ نہ تھا۔ کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ معاذ اللہ حضرت موسےٰؑ نبوت سے معزول ہوگئے یا حضرت عیسےٰؑ معزول ہوگئے۔ شیعہ یا سُنّی کا اعتقاد خلاف قرآن و حدیث صحیحہ کسی صورت میں قابل حجّت نہیں ہوسکتا چونکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ نبی اور رسول مطیع نہیں ہوا کرتے۔ اس لئے جب تک اس کے خلاف قرآن سے یہ نہ دکھایا جائے کہ نبی اور رسول دوسرے نبی کے تابعدار ہوکر بھی آیا کرتے ہیں۔ تب تک شیعہ سُنی کا اعتقاد قرآن کے مطابق نہیں کہا جاسکتا۔

ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ اولیاء و مجددین کو نبیوں کا رنگ دیا جاتا ہے۔ مگر وہ سچ مچ نبی نہیں ہیں۔ کیونکہ قرآن شریف نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا (مواہب الرحمن) صفحہ۔

میاں غلام علی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ”یہ شان فخر انبیاء کی ہے کہ ایک نبی الوالعزم اور صاحب کتاب آپ کا مقتدی بنتا ہے اور اس میں آپ کی کچھ کسر شان نہیں“۔ اول تو ایک صاحب کتاب اور الوالعزم نبی کا مقتدی بننا ہی خلاف قرآن ہے۔ دوم فخر انبیاء کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ اس کی تعلیم پر چلکر اس کے اپنے شاگرد مدارج حاصل کرسکیں۔ جہاں تک اس عظیم الشان نبی کی پیروی سے کوئی درجہ وہم میں آسکتا ہے۔ نہ یہ کہ اپنی امت کو تو معاذ اللہ ادھورا ہی چھوڑ دیں اور اپنی امت کی اصلاح کیلئے ایک نبی اسرائیل کے نبی کی امداد کا محتاج ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ وہ کونسا بڑا فتنہ ہوسکتا ہے۔ جس کی امت محمدیہ کے مجددین و اولیاء اصلاح نہیں کر سکتے۔ اور بنی اسرائیل کے ایک نبی کی مدد کے محتاج رہینگے۔ یہ حضرت نبی کریم اور آپ کی پاک تعلیم پر ایک بزدلانہ حملہ ہے۔ اور نادان دوست کی مثال ایسے عقائد رکھنے والوں پر صادق آتی ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ جملہ مجددین اور اولیاء اللہ امت محمدیہ کے جزوی نبی یا محدث تھے۔ اس بارہ میں کسی کی کوئی خصوصیت نہیں۔ خواہ وہ حضرت مرزا صاحب ہوں۔ یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ۔ ہاں ان میں سے موعود ایک ہی ہے۔ جس کا وعدہ حضرت نبی کریم نے دیا تھا۔ کہ وہ چودھویں صدی کا مجدد اور مسیح اور مہدی ہوگا۔ جو دجالی فتنوں کے زور کے وقت آئیگا۔ صلیبی عقائد کو پاش پاش کریگا۔ اسلام کے سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے کا باعث ہوگا۔ یہ امت محمدیہ کا فخر ہے۔ کہ اس میں ایسے ایسے عظیم الشان انسان پیدا ہوں۔ جو وہ کام کرکے دکھادیں جو پہلے زمانوں میں انبیاء کرتے رہے ہیں۔ یہ فخر نہیں کہ زمانے کی برائیاں دور کرنے کے لئے سابقہ نبیوں کے منہ تکتے رہیں۔

یسوع کی نسبت سخت الفاظ کا جواب میں نے کافی دیدیا تھا۔ جن لوگوں نے نبی کریم کی نسبت ناپاک سی ناپاک الفاظ لکھے ہیں۔ ان کے مقابلہ پر کسی حد تک ان کے مسلمات کی بناء پر سختی کرنی شرعاً وقانوناً گناہ نہیں۔ اس لئے اس کے حامی وہی ہوسکتے ہیں جنکے دلوں میں حضرت نبی کریم کی ذرا بھی عزت ہو۔ قرآن کریم نے معبودان باطلہ کو سخت الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کیا کفار کو یہ برا نہ معلوم ہوتا تھا۔ ہوتا تھا۔ اور ضرور ہوتا تھا۔ مگر حق بات کہنی ضروری تھی سو کہی گئی۔ ہمارے سامنے وہ بات پیش کی جائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے اُن کے مسلمات کے خلاف اپنی طرف سے بناکر کہی ہو۔

میرے خیال میں میاں غلام علی صاحب کی یہ آرزو کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو ایک مسلمان اصلاح کار یا ریفارمر مان کر تمام مسلمانوں سے مل بیٹھیں۔ تبھی پوری ہوسکتی ہے۔ جب وہ خود بھی ہم مسلمان کلمہ گوؤں اور ہمارے امام کو مسلمان سمجھیں۔ اور ہمیں کافر قرار دینے والوں کے گروہ سے اپنی بیزاری ظاہر کرکے بموجب حدیث شریف اُنکا بائیکاٹ کریں۔ اور اس زمانہ کے ریفارمر کو جسے نبی کریم صلعم نے اپنی زبان مبارک سے مسیح و مہدی قرار دیا ہے۔ مان لیں محض زبان سے ریفارمر کہدینا بیہودہ بات ہے۔ جبتک اس کی ریفارمیشن پر عمل نہ کیا جاوے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو جزوی نبی یا دوسرے الفاظ میں محدث مانتے ہیں تو اسی ذیل میں دیگر اولیاء اللہ کو بھی شامل کرتے ہیں۔ باقی رہی خصوصیت سو مراتب کا ہونا لازمی امر ہے۔ جو محدث یا ریفارمر تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آئیگا۔ وہ بہرحال افضل ہوگا۔ اس سے جو کسی خاص ملک یا قوم یا اعتقاد کی اصلاح کے لئے آئے۔

میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ میاں غلام علی صاحب کہاں تک اپنی بات کا پاس رکھکر حق کی طرفداری کی جرأت دکھائیں گے۔

وما علینا الا البلاغ۔ والسلام۔

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی احمدی لاہور۔

نامۂ فارسی

(گذشتہ سے پیوستہ)

مخفی مباد کہ انبیائے حقیقی بر چہرہ یافتہ اند بہ ثبات و استقلال تعین و تشخص خویش سے یافتہ اند اما مجددان را حصول این کمال بہ رفع تعین و تشخص مشروط است چراکہ تشخص و تعین اوشان شائبۂ دوئی دارد کہ مخل ختم نبوت است و آخری عبارۂ چشمہ معرفت اندران صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱ - این است :-

”اور ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ شریعت قرآن شریف پر ختم ہوگئی صرف مبشرات یعنی پیشگوئیاں باقی ہیں“۔

ازین عبارت ”ہم سب اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں“ صاف ہمیں مستفاد میگردد کہ در اصول اسلامیہ یعنی عقائد حضرت اقدس با اکابران اہل اسلام متفق اند و او شان را برحق یافتہ یعنی برخلاف اوشان ہیچ ادعائے نداشتہ اند و در تعریف نبوت ہمان فرموده اند کہ بعد از ختم نبوت ممکن الحصول و جائز الوقوع نزد جمیع اہل حق بوده است و موید این خیال بنده این عبارت مندرجہ حقیقۃ الوحی است یعنی وما عنی اللہ من نبوتی الا کثرۃ المکالمۃ والمخاطبۃ ولعنۃ اللہ علی من اراد فوق ذلک وایضاً ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ و معلوم است کہ تعریف نبوت ما قبل خاتم کہ آیہ کریمہ تلک امۃ قد خلت لہا ما کسبت نیز مانع آنست چراکہ حصول آن ممنوع است محض بیموقع بوده۔ لہذا حضرت اقدس معترض آن نگردیده بیان نبوت محدثین بجائے آن فرموده اند و گمان میاں صاحب شد کہ حقیقی نبوت ہمین است حالانکہ چنین نیست۔ بلکہ تعریف حضرت اقدس تعلق بہ جزو نبوت دارد کہ آنرا نبوت المبشرات میگویند و بس۔

ہمچنین ارشاد حضرت اقدس مندرجہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ درباب نبوت المبشرات خویش است کہ قول حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز را در تائید دعوائی خویش پیش فرموده ذکر متفرد بودن خویش در کثرت مکالمہ و مخاطبہ بیان نموده اند و معلوم است کہ دعوائی تفرد اوشان نسبتی است نہ اطلاقی یعنی کثرت مکالمہ و مخاطبہ از مجددان ما قبل بیشتر است۔

ہمچنین اشاعت تسمیۂ نبوت را نیز قیاس باید کرد چراکہ دیگر مجددان را آنقدر ضرورت آن نبود نہ آنکہ اوشان ازین کمال بے بہرہ بودند و یا منجانب اللہ تشریف تحدیث نیافتہ بودند

و نیز گذارش آنکہ حضرت اقدس درہمین جا نام اولیاء و ابدال و اقطاب برده اوشان را از حصہ کثیر نعمت مکالمہ و مخاطبہ بے بہرہ فرمودن و مجددان را نام نہ بردن صاف ایما بہ استثنائے اوشان ازین حکم دارد و موید این بیان ذکر مجدد الف ثانی نیز است کہ قبل ازین فرموده اند۔ چراکہ مجددان از اولیاء و ابدال و اقطاب نزدیک تر بہ انبیاء علیہم السلام مے باشند و بعثت اوشان مخصوص بر سر مائۃ و الف بودن نیز برہان ہمین دعوی است

در ینجا بنده اظہار این امر را نیز لازم میداند کہ اولیاء اللہ نسبت با انبیاء علیہم السلام چہ از قبیل الوحی و الالہام فیوده اند باعتبار آنکہ در مرتبہ نبوت یک گونہ حجاب کہ قسمی از بعد است بعد از قرب ضروریست چراکہ حاجت بالکل

آنگاہ می آفتند کہ غیریتی درمیان بودہ باشد ورنہ محبوب درتحصیل حاصل. یا گویائی از سماعت عاطل میگردد اما ولایتے برداشت بعد بالکل ندارد

ازمیست کہ چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وصول بجمال قریب ولادت. مامور بہ نبوت شدند وحجاب درمیان آمد خواستند کہ خود را از کوہ فرو اندازند ایں فرد انداختن از کوہ ایما برایں بود کہ معاملہ از ترفع بہ تنزل کشود یعنی مطابقت بحال اوشاں ہمیں مثال را بود ربنا لاعلم لنا ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۵

آہوئے چشم ترا صیدنہ بادام کنم
آنقدر گرد تو گردم کہ ترا رام کنم
پیش مردم نہ کنم شکوۂ بے مہری تو
ایں نکو نام ترا ہرچہ بدنام کنم
بنشینم بسر کوہ بلند از غم تو
ستم وجور وجفائے تو سرانجام کنم

موید ایں بیان الہام حضرت اقدس است کہ بعد از شنیدن طعن وتشنیع سراج الاخبار جسم ہر اوشاں شدہ بود یعنی مصرعہ

حالیا مصلحت وقت دراں مے بینم

درحقیقت ایمائے الہام بمصرعہ دوم بود یعنی (کہ کشم رخت بمیخانہ وخوش بنشینم) اما چونکہ ایں مصرعہ تعلق باشان ولایت داشت لہذا اظہار آں خلاف شان نبوت پنداشتہ سکوت اختیار نمود۔

دیگر گذارش آنکہ بخاصہ مقربان الٰہی جلشانہ سے باشد کہ چوں بعض متمسین بہ بیحیائی پیش آمدہ با اوشاں باستہزا کلام میکنند اوشاں نیز از نبوت یعنی واخفض جناحک للمومنین توجہ بہ شان ولایت نمودہ درجواب آنہا ہیچ کلمات استعمال میفرمایند کہ موجب ازدیاد حیرت وسراسیمگی گردد وہمیں کلمات پرجلال را دلال میگویند یعنی نیاز واستغنا پرداختن ومتعین معاندرا حیران ساختن۔ چنانچہ درحقیقۃ الوحی در جواب سوال عبدالحکیم مرتد آثار ہمیں قہر وجلال نمایانست ازینجاست کہ اہل حق فرمودہ اند کہ ہر کہ مارا در ابتدا دا وسط دید صدیق گردید۔ وآنکہ مارا در نہایت وانتہا دید زندیق گردید وایں شعر مولانا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایما بہمیں ابتدا وانتہا دارد ۵

دکامس قدنشر بنافی وھاد
واخری قتشر بن فوق المصاد

چنانچہ آیہ کریمہ یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک

اشارہ باین است وایں ہر ماموراٰلٰہی را در آخر پیش می آمدہ است ومخصوص بانتہائی مقام است واخفائے آں از عوام الناس ضروریست۔ ورنہ منجر بفتنہ عظیمہ میگردد چنانچہ در ذکر حضرت نوح علیہ السلام ورسوائی حام بشامت دیدن بے پردگی اوشاں در عالم سکر وانبساط ایمائے بریں معنی در توریت رفتہ است زیادہ ازیں دریں باب نوشتن مناسب ندانستہ ختم ایں نیاز نامہ برایں بیان عجیب مینماید امید کہ بغور وتامل براں نظر خواہید فرمود

مخفی مباد کہ بعد از الف اول برمقام احدیت چہار بزرگوار مبعوث گردیدہ اند کہ اقدم اوشاں چوں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ می باشند۔ وبعد ازاں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ وبعد از اوشاں حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ اند کہ بشہادۃ حضرت اقدس مثیل یحییٰ بودہ اند کہ در حدیث معراج با عیسیٰ علیہ السلام دریک مقام مشہود ومذکور اند وبعد از اوشاں مثیل عیسیٰ علیہ السلام یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام بشان حضرت شاہ کرم اللہ وجہہٗ تشریف آوردہ خاتم الخلفائے اوشاں گردیدند

پس ایں ہر چہار بزرگوار کہ بحکم آیہ کریمہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم مستفیض بفیض احدیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودہ اند مثال چہار یار کبار داشتہ اند کہ حامل عرش کریم احمدیت وعرش عظیم محمدیت اند ودر آیہ کریمہ ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیہ گویا اشارہ باجتماع چہار یار کبار محمدیت وچہار انصار بزرگوار احمدیت سپاشتہ است۔

وعجب تر آنکہ اسمائے ہر چہار مجددان الف ثانی نیز احمد بودہ است۔ دریں جا اگر گفتہ شود کہ چرا حامل شان احمدیت برخلاف چہار یار کبار علیحدہ علیحدہ مبعوث گردیدہ اند۔ جوابش آنکہ در عہد اول کہ دور سابقین است ظہور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بطور جامع واتم وکماہی بود لہذا مظاہر کمالات اوشاں نیز یکجائی مجتمع گردیدہ بودند۔ اما در دور ثانی کہ بعثت لاحقین ودلال است وتعین برشان بروز روحانی است وبروز روحانی دریں عالم بعد حجاب بطور کماہی نمیبودہ است بلکہ بطور ظلی وجزئی واشتباہی میبودہ است . . .

× × × × × × × × ×

لہذا ہریک حامل شان احمدیت بطور علیحدہ انجام امور مفوضہ خویش نمودہ اند وبحسب وقت وحال مفسر

اسرار آیہ کریمہ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم ثابت میگردیدہ اند وختم سورۃ حروف مقطعات بر نون والقلم برہان ہمیں تحریک نبوت روحانی است یعنی جہاد اکبر تحریری ولسانی کہ در پرچم سلطنت ظاہر اسلامی نشان ہلال وستارہ مثال ہمیں نون ونقطہ آنست وقلم چوب علم ہماں پرچم واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

دریں جا کسے نگوید کہ حضرت اقدس آیہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم را مخصوص بخویش وتابعین خویش بیان فرمودہ اند چراکہ درحاشیہ خطبہ الہامیہ اوشاں خود را از روئے ہمیں آیہ کریمہ والہام الٰہی داخل در اصحاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نیز شمردہ اند چنانچہ فرمودہ اند فان اللہ کان اوحی الی وقال کل برکۃ من محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتبارک من علم وتعلم یعنی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علمک من تاثیر روحانیتہ وافاض اناء قلبک بفیض رحمۃ لیدخلک فی صحابۃ ولیشرکک فی برکتہ ولیتم نباء اللہ وآخرین منھم بفضلہ ومنتہ الخ

ومویدایں معنی صیغہ جمع آخرین منھم لما یلحقوا بھم وایضاً حدیث لنالہ رجال من ھولاء یا رجال من فارس است کہ دراں نیز رجال جمع آمدہ است کہ شامل بحال جمیع ہر چہار مجددان الف ثانی است کہ بعد از سابقین داخل در لاحقین میباشند وبحکم الفقراء کنفس واحدۃ ہیچ فرقے در اوشاں نیست بلکہ در احمدیت متحد اند اگرچہ در بعثت متفرق ومتفرد از ینجا میتواں گفت کہ اگر در آیہ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی۔ پیشگوئی احمد ظلی است پس اولین مصداق آں حضرت شیخ احمد سرہندی است۔ چنانچہ در مکتوبات شریف نیز ایما بر ایں معنی مندرج است آنجا کہ فرمودہ اند سمی المصطفیٰ بالاسم الذی بشر بہ عیسیٰ علی نبینا وعلیہم السلام فتدبر

در آخر در معذرت واعتراف قصور خویش کہ در تحریر ایں چند سطور بوقوع آمدہ باشد بایں کلام اعجاز التیام مولانا مرزا بیدل قدس سرہ تمسک میجویدو از جناب شما خواستگار معافی است والسلام

حباب از بحر گوہر خیز نتواند نشاں دادن
سراغ عالم دیں از من بے دل چہ میپرسی

سلہ تنبیہہ ہر کجا سیاہی دارد۔ تنزیہ بجلی کماہی دارد

سلہ ایں بیان بندہ خیالی نیست بلکہ درکتب اہل حق ایمائے براں رفتہ است چنانچہ یکے از اوشاں فریدالدین عطار قدس سرہ اند فتدبر

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شدو با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۔۔ ۵ر

ششماہی ۔۔ ۳ر

سہ ماہی ۔۔ ۱؎۸ر

ماہوار ۹ طلباء سے ۸ ر للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | نمبر ۱۰۰ | بلدۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۴ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس ۹۔ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

جنرل ڈکسن کا اسلام

برادران مسلمکم الرحمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اسلامک سوسائٹی نے لندن میں مولود شریف کی مجلس گرم کی اس میں ہمارے مکرم معظم رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب آنریبل مرزا عباس علی بیگ۔ صاحب مسٹر یوسف علی صاحب سابق ڈپٹی کمشنر شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی مسٹر سید حسین صاحب مسٹر دوسی محمد صاحب اصفہانی صاحب۔ سر سید امام صاحب کے۔ سی۔ ایس آئی۔ مسٹر عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ہز اکسلنسی بر دلسے۔ افسر یار جنگ بہادر ہمایوں مرزا صاحب افسر پرشن لیگیشن اور انہیں جیسے بزرگان قوم کے علاوہ اور بہت سے بھائیوں کی زیارت سے خوشی ہوئی۔ ہمارے انگریز بھائیوں میں سے رائٹ آنریبل سیف الرحمن لارڈ ہیڈلے فاروق صاحب صدارت کی کرسی پر متمکن تھے۔ اور اُن کے علاوہ ہماری اسلامی خاتون جیسے کہ مس صافیہ راڈمن صاحبہ۔ خاتون سینہ صاحبہ خاتون امینہ صاحبہ۔ خاتون عفیفہ صاحبہ خاتون حسینہ صاحبہ۔ خاتون شریفہ بیگم صاحبہ ہمارے اسلامی بھائی پروفیسر ہارون مصطفےٰ صاحب اور اُن کی اہلیہ خاتون مریم صاحبہ وغیرہ وغیرہ مسلمانوں کی زیارت سے بڑی راحت پہنچی۔

اس جلسہ میں انگریزی قوم کے پروفیسر اور ڈاکٹر اور پارلیمنٹ کے ممبر اور پارسی بزرگ سر بخرجی صاحب اور برہم سماج کے بزرگ جیسے سر کرشن گپتا صاحب اور دیگر بزرگ بھی رونق افروز تھے۔ لیکن سب سے بڑی خوشی مجھے جنرل ڈکسن سے ملکر ہوئی۔ بالخصوص یہ معلوم کرکے کہ آپ مسلمان ہیں اور کئی سو میل کا سفر اختیار کرکے ہماری سرکار حضرت سرور کائنات سید الرسل افضل البشر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میلاد میں شامل ہوکر ثواب حاصل کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں دل میں انبساط کا تموج پیدا ہوگیا۔ اللہ اکبر سبحان اللہ واللہ اکبر۔ اسلام جو انسانی فطرت کا صحیح نقشہ ہے اور انسانی جبلت کے مقتضاؤں کو پورا کرنے والا مذہب ہے اس زمین انگلستان میں اس سے پیشتر بھی موجود تھا۔ کہ کمال الدین یا صدرالدین اس کی دعوت دیں۔

اُن کی گفتگو میں محبت اسلامی اور تلمذ پایا جاتا تھا۔ جب میں نے اُن کو دیگر انگریز نو مسلموں سے ملاقات کرائی تو اُن کو بھی بہت خوشی ہوئی اور تعجب بھی آن کو ہماری مکرم بہن خاتون شریفہ بیگم صاحبہ کی معقول گفتگو سے جس میں اسلامی غیرت اور تعشق پایا جاتا تھا حیرت انگیز فرحت حاصل ہوئی میں یقین کرتا ہوں کہ اس طرح سے ہمارے یہاں کے انگریز نو مسلموں کی طاقت اور ایمان میں ازدیاد ہوگا۔ اور ان خبروں سے ہمارے ہندوستان کے بزرگوں کو خوشی حاصل ہوگی۔

جنرل ڈکسن کی شمولیت سے ہمارے لشکری انگریز نو مسلموں کی تعداد ایسی نظر آتی ہے کہ ہر عہدہ پر وہ مامور ہیں۔ جنرل ڈکسن۔ میجر لیگ نور جمال الدین۔ کپتان مس گریو۔ شیخ عبدالرحمن لفٹننٹ بیری گفرڈ۔ محمد اسداللہ اور سپاہیوں میں محمد وڈورڈ۔ مسٹر شمس الدین سمس مسٹر خالد شیلڈریک۔ مسٹر سلیمان شلائج مسٹر نورالدین ہیرٹ کلالیو۔ وغیرہ وغیرہ

دستخط مولوی صدرالدین امام مسجد ووکنگ

بقلم بلال نور محمد ۱۲۔ فروری سنہ ۱۹۱۶ء

توبہ نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۞ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم و معظم بندہ حضرت مولانا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کمترین اور کمترین کے بھائی رحمۃ اللہ نے میاں محمود احمد کی بیعت گوجرہ میں کی تھی اب میاں صاحب کے جو اپنے عقائد دربارہ نبوت مسیح موعود و تکفیر اہل قبلہ شائع کئے ہیں ہم دونوں بھائیوں کو اُن سے ہرگز اتفاق نہیں اور ہم آپ کو اور آپکی جماعت کو حق پر یقین کرتے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۹- مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۷

محبّت رسول

ھذا رجل یحب رسول اللہ"

رسول کریم صلعم کی محبت انسان کو کن فوق العوق درجات روحانی وجسمانی پر پہنچا دیتی ہے اور کن مراتب عالیہ سے انسان فائز المرام ہوتا ہے اس کا کسی قدر ثبوت الفاظ مندرجہ عنوان سے مل سکتا ہے یہ الفاظ دراصل اس خواب میں حضرت مسیح موعود پر القا ہوئے تھے جو اس منصب جلیلہ پر فائز ہونے سے پیشتر آپکو دکھایا گیا تھا - اور جس کی کیفیت آپنے خود براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۰۲ و صفحہ ۵۰۳ حاشیہ درحاشیہ نمبر ۳ میں یوں بیان فرمائی ہے:-

"ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنی یہ تھے ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں یعنی ارادہ الٰہی احیاء دین کے لئے جوش میں ہے - لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی - اس لئے وہ اختلاف میں ہے - اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کو تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا

ھذا رجل یحب رسول اللہ

یعنی یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے - اور اس قول سے یہ مطلب تھا کہ **شرط اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے** سو وہ اس شخص میں متحقق ہے"

عبارت منقولہ بالا میں سے خط کشیدہ الفاظ خاص توجہ کے قابل ہیں - یہی الفاظ ہمارے اس مضمون کا موضوع اصلی ہیں - حضرت مسیح موعودؑ کو رسول کریم صلعم سے کس قدر محبت تھی اس بارہ میں فی الحال قطع نظر کرتے ہوئے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ رسول کریم صلعم کی محبت انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے -

رسول کریم صلعم سے محبت کرنا کیا ہے - یوں نہیں کہ کوئی انسان زبانی آپکی مدح سرائی اور معشوقانہ طرز پر نعت خوانی میں لگا رہے اور اس سے محبت رسول صلعم کی ضرورت پوری ہوجاتی ہے - بلکہ اس بارہ میں ہمیں بزرگان دین اور خود اس شخص کے نقش قدم پر چلنا ہوگا جو اس محبت کے ذریعہ اس عہدہ پر پہنچا - خود رسول اللہ صلعم نے بھی فرمایا ہے لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کوئی تم میں سے ایمان نہیں لاتا جب تک کہ میں اسے اس کے ماں باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہوں - جس سے پتہ لگتا ہے کہ مراتب عالیہ پر پہنچنا تو کجا انسان محبت رسول کے بغیر پورا مسلمان بھی نہیں ہوتا - اور اسی بناء پر امام بخاری نے اس کو بھی ایمان میں سے شمار کیا ہے - لیکن صرف اس اکون احب الیہ پر ہی آنحضرت صلعم نے کفایت نہیں فرمائی - بلکہ دوسری طرف بہت سی اور بھی احادیث وارد ہیں جن میں بعینہ اسی قسم کے الفاظ ہیں اور اور چیزوں کی نفی کو بھی نقائص ایمان میں گنا گیا ہے - مثلاً فرمایا لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو کچھ اپنے لئے پسند کرتا ہے - اور اسے بھی اسی طرح سے ایمانیات میں رکھا ہے - جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ رسول کریم صلعم سے محبت زبان سے نہیں بلکہ افعال سے ہوسکتی ہے - انسان طرح طرح کے فسق وفجور میں پڑا رہے رات دن احکام الٰہی سے روگردانی اس کا کام ہو مگر تھوڑی دیر کے لئے ذرا نعت خوانی کر کے اپنا اور اپنے حوالی وموالی کا دل خوش کر دیا - چلو جی محبت رسول کا حق ادا ہوگیا - یہ بالکل غلط ہے اور جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ اسلام کی حقیقت سے نا آشنا محض ہے - رسول کریم صلعم کی محبت یہی ہے کہ کہ آپ کے احکام کی تابعداری کی جائے - جس پاک دین کو آپ لے کر دنیا میں آئے ہیں اس کی ترویج واشاعت میں انسان کوشاں ہو - اور کوئی جان ومال - ماں اور باپ خویش واقارب اس کے لئے اس راہ میں روک نہ بن سکیں - دیکھو قرآن کریم کس قدر صاف الفاظ میں فرماتا ہے قل ان کان اباءکم و ابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ناقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لایھدی القوم الفسقین

کہدے اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تمھارے بھائی اور تمھارے ازواج تمھارے کنبے اور وہ اموال جو تم نے کمائے ہیں - تمھاری تجارت جس کے ٹھنڈا ہو جانے سے تم ڈرتے ہو اور وہ عمارات جنہیں دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو تمھیں اللہ اور اس کے رسول سے پیارے ہیں یہاں تک کہ اللہ کی سزا آجائے - اللہ فاسقوں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا - اب اس سے بڑھ کر اور تصریح اس بات کی کیا ہوسکتی ہے - اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنا - اس آیت قرانی میں صاف طور پر یہی بتایا گیا ہے کہ اس کے رستہ میں اشاعت دین کی کوشش کی جائے - اور دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا تعلق اس مقصد عالیہ میں روک کا موجب نہ ہو - حدیث نبوی اور اس آیت کا مضمون ایک ہے - اس میں بھی آنحضرت صلعم نے ماں باپ اور سب لوگوں سے بڑھکر آپسے محبت رکھنا ضروری قرار دیا ہے - اور اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے دوسرے تعلقات کو اللہ اور رسول کے رستہ میں روک نہ ہونے دینے کا ارشاد فرمایا ہے - پس اے وہ تمام لوگو جو اس بات کے مدعی ہو کہ اللہ اور رسول سے تمھیں محبت ہے جو حب رسول میں زبانی تو بعض اوقات یہاں تک بڑھ جاتے ہو کہ غلو تک نوبت جا پہنچتی ہے - لیکن عملاً اس محبت کا عشر عشیر بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا - ہاں اسے مسیح موعود کی قوم! جس کے پیارے مرشد وآقا نے جو کچھ پایا اس حب رسول میں ہی پایا زبانی نہیں بلکہ عملاً سب کچھ کرکے دکھایا آؤ اس صحیح راستہ پر کاربند ہوکر حب رسول کا تم بھی عملی نمونہ دکھاؤ -

دیکھو عربوں کا جاہلیت کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ ان کے بعض خاص قومی میلے منعقد ہوتے تھے - جن میں ان کا ہر ایک قبیلہ اپنے آباؤ اجداد کے کارنامے اور بڑی بڑی گپیں بنایا کرتا تھا - سچ ہیں تو ان میں تھا جو کچھ تھا تاریخ کے صفحات اس کی وجہ سے غرق انفعال میں غرق ہیں - جس ابھیں بڑا

ہندوستان کی تازہ خبریں

گذشتہ ہفتہ کو کلکتہ میں جو ۳۰ سیاسی مشتبہ اشخاص حال کے باغیانہ جرائم کے بارے میں گرفتار کئے گئے تھے انہیں نظربند کرکے فوراً کلکتہ سے باہر بھیجدیا گیا۔ ان کے گھروں کی تلاشی لینے کے قبل انہیں نظربندی کے احکام دئے گئے۔ اور ہدایت کیگئی کہ اتوار کی شام تک وہ اپنے اپنے ضلع کے حکام پولیس کے روبرو حاضر ہو جائیں ✠

رنگون کی خبر مورخہ ۵ مارچ مظہر ہے کہ مولمین (واقع برہما) میں ہفتہ کی صبح کو ایک خوفناک آتشزدگی وقوع میں آئی جس سے ۹ سکونتی مکان جل کر تباہ ہو گئے۔ ۵۰ ہزار روپیہ کے نقصان کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ سبب غیر معلوم ہے۔ مکانات مذکور بیمہ شدہ نہ تھے ✠

حکومت پنجاب نے سرکاری الیکٹریکل انسپکٹر صوبہ پنجاب کو یہ اختیار دیا ہے کہ برقی رو پیدا کرنے یا بہم پہنچانے یا استعمال کرنے کے متعلق کوئی حادثہ واقع ہو تو وہ اس کی تحقیقات اور رپورٹ کر سکتے ہیں

چونکہ پنجاب کے بعض اضلاع میں چارہ کی قلت پائی جاتی ہے اس لئے حکومت ہند نے اعلان کیا ہے کہ جو چارہ ریل کے ذریعہ اضلاع لدھیانہ وانگ جموں۔ تونی جھجھڑیال۔ سیالکوٹ۔ کریر۔ دوراہہ لیہ۔ کوٹ سلطان۔ چادردہ۔ نسرور۔ قلعہ سوبھا موجکے اور ناروال کو بھیجا جائیگا۔ اس پر کرایہ حسب ذیل ہوگا:۔

چار پہیہ کی گاڑی ۷ پائی۔ ۶ پہیہ کی گاڑی ۹ پائی۔ اور بوگی گاڑی ایک آنہ فی میل ✠

معلوم ہوا ہے کہ ۲۔ مارچ کو جالندھر شہر کے قصابوں نے ہڑتال کر دی تھی۔ کیونکہ ان سے لائسنس فیس وصول کرنے کی تجویز ہو رہی ہے ✠

لفٹننٹ گورنر پنجاب نے شجاع آباد ضلع ملتان کی میونسپلٹی میں چیچک کے قانون کی ترویج کی منظوری دیدی ہے ✠

ٹریبیون۔ کا نامہ نگار رقمطراز ہے۔ کہ امر سنگھ مقدمہ سازش لاہور کا سرکاری گواہ چند روز ہوئے نواشہر میں آیا تھا اور اب اسے نظربند کر لیا گیا ہے

معلوم ہوا ہے کہ نواشہر گڑھ شنکر ریلوے کی تعمیر آئندہ مارچ میں شروع ہوگی پیمائش اختتام کے قریب ہے

لفٹننٹ گورنر پنجاب نے خان بہادر بشیر حسین کو تحصیل رد پڑ۔ کھرڑ کے مقدمات کے بارے میں مجسٹریٹ درجہ اول کے اختیارات اور لالہ رتن چند کو شہر امرتسر کی مقامی حدود کے اندر مجسٹریٹ درجہ دوم کے اختیارات عطا فرمائے ہیں ✠

ٹریبیون کا نامہ نگار جہلم سے ۷ مارچ کو حسب ذیل اطلاع دیتا ہے بلدانی کی واردات ڈکیتی میں ۲۷۔ گرفتاریاں عمل میں آئیں جن میں ایک چوکیدار بھی ہے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس کے مکان سے کچھ مال مسروقہ برآمد ہوا ہے۔ ڈاکو تا حال ماخوذ نہیں ہوئے۔

جیون سنگھ ساہوکار کو سخت مالی نقصان پہنچا ہے مگر خوش قسمتی سے اس نے اپنے آہنی صندوقوں کی چابیاں ڈاکوؤں کے حوالے کر دیں۔ اور اپنی جان بچائی۔

جموں کے ایک برہمن کو ۴ ماہ قید سخت کی سزا ملی ہے۔ اس نے ایک مقامی حلوائی کے کانوں سے ایک بالی بزور نوچ لی تھی۔ حلوائی نے ملزم کا تعاقب کیا۔ ملزم نے اس کی ابرو پر ایک پتھر بھی کھینچ مارا تاہم اسے گرفتار کر ہی لیا ✠

سول سیکرٹریٹ کے دفاتر کے وہ حصے اور دیگر محکموں کے افسران اعلیٰ جو ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب کے ہمراہ شملہ جائیں گے۔ ۱ مئی کی سہ پہر تک لاہور میں رہیں گے۔ اور ۱۵۔ مئی کو قبل دوپہر شملہ میں کھل جائیں گے

معلوم ہوا ہے۔ کہ لارڈ چیمسفرڈ آئندہ ماہ اسی طرح سے بمبئی میں اپنے جلیل القدر عہدے کا جائزہ لیں گے جس طرح لارڈ منٹو نے لارڈ کرزن سے لیا تھا۔ کمانڈر انچیف اور وائسرائے کی کونسل تمام معمولی ایگزکٹو ممبر موجود ہونگے ان کے علاوہ پولیٹیکل سیکرٹری اور ہوم سیکرٹری بھی حاضر ہوں گے۔ موخر الذکر بمبئی کے سیکرٹریٹ کے کونسل کے کمرے میں ہلسٹ وائسرائے کا اعلان پڑھ کر سنائیں گے۔ مسٹر میفی جہاز کیلیڈونیا پر سوار ہوکر لارڈ چیمسفرڈ کے استقبال کو عدن روانہ ہو جائیں گے ✠

ہفتہ مختتمہ ۲۶۔ فروری ۱۹۱۶ء میں صوبہ پنجاب میں اموات طاعون کی تعداد حسب ذیل تھی۔ ضلع حصار ۱۲۔ کرنال ۱۱۔ انبالہ ۵۳۔ گورداسپور ۷۔ منٹگمری ۵۔ ریاست پٹیالہ ۷۔ ریاست جیند ۷۔ ریاست کلسیہ ۴۔ میزان کل ۱۰۷ ✠

بقول ہمعصر امرت بازار پتر کا گذشتہ ہفتہ کی رات کے ۲ بجے مقام ڈفرپور میں جو تھانہ ڈم ڈم پور واقع ہوڑہ کی حدود میں واقع ہے بابو کھیتر موہن کے مکان پر زبردست ڈاکہ پڑا۔ ڈاکہ ڈالنے والے ۸ نوجوان بنگالی اور اس جماعت سے تعلق رکھتے تھے جنہیں بنگالی "بھدرا لوگ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں یہ نوجوان ڈاکو صحن کی دیوار پھاند کر مکان کے اندر داخل ہوئے۔ اور اہل خانہ کو بیدار کیا۔ کھیتر بابو مکان پر نہ تھے۔ بلکہ مقام ریشرا میں جوٹ کے کارخانہ میں جہاں وہ ہیڈ بابو ہیں کام کرنے گئے تھے۔ ڈاکوؤں نے طمنچہ سے ہلاک کرنے کی دھمکی دیکر اس کی بیوی سے آہنی صندوق کی کنجی رکھوالی اور اسے کھول کر ۳ ہزار روپیہ کے نوٹ اور نقدی لیکر بھاگ گئے۔ کھیتر بابو کی بیوی طلائی زیور پہنے ہوئے تھی اور مکان میں اور بھی زیور تھے۔ مگر ڈاکوؤں نے ان سے کچھ تعارض نہ کیا۔ یہ لوگ دس منٹ کے اندر اپنی کارروائی کو تکمیل پر پہنچا کر اس موٹر کار میں جا بیٹھے جس پر سوار ہو کر آئے تھے مگر اس دوران میں گاؤں کے بعض اشخاص نے جو محافظ پارٹی کے اراکین تھے انہیں آگھیرا۔ یہ پارٹی وہاں حال ہی میں ان ڈاکوؤں کی وجہ سے مرتب کی گئی ہے جو حال میں ڈالے گئے ہیں۔ مگر ان ڈاکوؤں نے خالی طمنچے فیر کرکے انہیں بھگا دیا۔ اور نکل کر بھاگ گئے۔

اطلاع موصول ہونے پر تھانہ ڈم ڈم پور کے پولیس افسر اور ان کے بعد محکمہ تفتیش جرایم بورڈ کا انسپکٹر اور ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس موقع واردات پر پہنچ گئے اور کامل طور سے تفتیش شروع کر دی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ ہوڑہ امتا ریلوے کے ڈومجور سٹیشن اور ہوڑہ شیکھالہ ریلوے کے باہوائی سٹیشن کے تار برقی پیغامات کی آمد و رفت کے لئے بیکار ہیں جس کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ ڈاکوؤں نے حفظ ماتقدم ڈاکہ ڈالنے سے پیشتر ان تاروں کو کاٹ ڈالا تھا ✠

موضع چکروہی تحصیل سری رنبیر سنگھ پور ضلع جموں میں ۲۶۔ فروری ۱۹۱۶ء کو رات کے ۱۰ بجے ایک ساہوکار کے گھر میں ڈاکہ پڑا۔ ڈاکو تعداد میں ۲۵۔ اور ۳۰۔ کے درمیان تھے۔ اس وقت مالک مکان نرائن شاہ اپنا حساب درست کر رہا تھا۔ اس کا بھائی اس کے قریب سویا ہوا تھا۔ یکایک مکان کی نچلی منزل میں شور و غل سنائی دیا۔ نرائن شاہ نے اپنے آدمی سے کہا کہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے خوب زدوکوب ہوکر جواب دیا کہ ڈاکو آگئے۔ نرائن شاہ نے اپنے نوکر کو جلد تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ڈاکو مکان میں داخل ہو گئے۔ نرائن شاہ سے کنجیاں مانگی اور روپیہ دینے کو کہا لیکن مالک مکان نے اس پر لیت لال کی۔ ڈاکوؤں نے اسی وقت اسے زخمی کیا اور کنجیاں لے کر تمام نقدی و زیورات لیکر فرار ہو گئے گاؤں والوں کو اس واقعہ کا علم ہوا لیکن انہوں نے ڈر کے مارے مدد دینے سے صاف انکار کر دیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مسروقہ مال ۴ ہزار کے لگ بھگ ہے پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ لیکن ڈاکوؤں کا کوئی سراغ نہیں ملا ✠

ضروری اطلاع

احباب ہر ایک قسم کا روپیہ اور اس کے متعلق اطلاع خواہ قیمت اخبار ہو یا چندہ اشاعت اسلام۔ ترجمۃ القرآن وغیرہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجا کریں۔ کسی خاص شخص کے نام نہ بھیجیں اسی طرح اخبار کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت سوائے مضامین کے (کہ ان کے لئے صرف ایڈیٹر پیغام صلح لکھنا کافی ہے) منیجر اخبار پیغام صلح کے پتہ پر اور باقی تمام خط و کتابت انجمن کے متعلق سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر ہو۔ ورنہ بعض اوقات تعمیل میں دیر ہو جاتی ہے جو احباب کی تشویش کا موجب ہوتا ہے

فخر اس بات کا تھا کہ ہمارے باپ دادا ایسے تھے اور یہ کام کیا کرتے تھے۔ کسی نے ان کے اس غلط رویہ کے خلاف کیا ہی خوب کہا۔ جواب زبان زد خاص و عام ہے کہ **فخرك بفضلك خير منه باصلك** تیرا اپنی بزرگی پر فخر کرنا بہتر ہے اس سے کہ تو آباؤ اجداد کے کارناموں پر فخر کیا کرے۔ یوں تو دنیا میں اپنے آپ کو بڑا کہنا خواہ یہ سچ ہی ہو بہت برا سمجھا جاتا ہے اپنے منہ میاں مٹھو بننا کوئی مستحسن بات نہیں۔ لیکن چونکہ اس کا ایک الٹا اثر یہ ہو گیا کہ اپنے آپ کو بالکل بھلا ہی دیا گیا اور صرف اسی ایک بات کو کافی سمجھا گیا کہ بڑوں کے کارناموں کو بیان کیا جائے اور خود کچھ نہ کیا جائے اس لئے یہ جائز نہ سمجھا گیا بلکہ اسے زیادہ بہتر قرار دیا گیا کہ اپنی بڑائی کی جائے۔ تاکہ اس طرح خود کچھ کام تو کیا جا سکیگا۔ آج مسلمان بھی عرب کے اس دستور العمل کی طرح صرف بڑوں کی قصیدہ خوانی میں ہی مبتلا ہیں اور خود کچھ نہیں کرتے جہاں بھی دیکھو جس اخبار کو بھی اٹھا کر پڑھو جس کتاب پر نظر مارو یہی لکھا ہوا پاؤ گے کہ گذشتہ مسلمانوں نے یہ کیا اور وہ کیا۔ فلاں بزرگ۔ فلاں سپہ سالار خرج یا فلاں صحابی ایسے بڑے تھے۔ اور انہوں نے اسلام کے لئے اس قدر کوششیں کیں۔

. . . .

. . . . . . میں نہیں کہتا کہ یہ برا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ مسلمان خود کچھ نہیں کرتے اور صرف بزرگوں کی قصیدہ خوانی کو آج اپنی نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں اس لئے میں بھی کہتا ہوں کہ

فخرك بفضلك خير من باصلك

خود کچھ کرو۔ اشاعت دین کے لئے کوشاں ہو نیک باتوں اور احکام اسلام پر عامل ہو یہی وہ چیز ہے جسے حب رسول کہا جا سکتا ہے اور اسی میں حقیقی نجات ہے۔ (باقیماند)

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب دہلی میں

گذشتہ ۴-۵ اور ۶ مارچ ۱۹۱۷ء کو دہلی میں محمودیوں کا جلسہ تھا۔ حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بھی اس موقع پر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی چٹھی اور دیگر متعدد اشتہارات لیکر پہنچے وہاں پہنچے پر جلسہ گاہ اتفاق سے خالی تھا۔ انہوں نے تمام کرسیوں اور پلیٹ فارم وغیرہ پر اشتہارات بالخصوص حضرت مولانا موصوف کی چٹھی پھیلا دی نتیجہ بحمد اللہ لوگوں کے ہاتھوں تک پہنچ گئی۔ گر وفیس احباب اس سے بہت ناراض ہوئے۔ اور میر محمد اسحاق نے تو حکیم صاحب سے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی چٹھی کو لے کر پھاڑ ڈالا۔ حکیم صاحب نے وہاں ایک میز کتابوں کی بھی لگا دی جس سے لوگوں کا ہجوم ان کے پاس جمع ہو گیا۔ اور تبلیغ کا ایک خاصہ موقع میسر آ گیا۔ جلسہ میں پہلے دن تو لوگوں کا مجمع اس خیال سے بہت تھا کہ کوئی اعتراضات کا موقع بھی ملیگا۔ لیکن محمودی بجائے اپنے معتقدات کو ایسے رنگ میں کھلا کھلا بیان کرتے کہ پبلک بھی کچھ سمجھ سکے۔ پہلے دن کا لیکچر عربی میں تھا اور عربی میں ہی حضرت اقدس کیطرف جو نبوت منسوب کیا گیا تھا۔ اعتراضات بھی عربی ہی میں کرنے گے۔ یہ کہا گیا تاکہ عوام کو کچھ پتہ نہ لگ سکے اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بقیہ لیکچروں میں حاضرین کی تعداد پچاس کے اندر اندر ہی تھی۔ اس پر حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے میر محمد اسحاق کو کہا کہ یہ ہے تمھارا کامیاب جلسہ؟ تو اس کے جواب میں میر صاحب نے کہا قليل من عبادي الشكور۔ حکیم صاحب نے بہت خوب جواب دیا کہ انہی کو کافر بتاتے ہو اور انہی کو عبادی الشکر ٹھہراتے ہو۔

مخالف مولویوں نے بھی علیحدہ جلسے کئے جن میں انہوں نے حضرت اقدس پر ناجائز طور پر استہزا اور اعتراضات وغیرہ کئے۔ ایک ایسے ہی جلسہ میں حکیم صاحب بھی موجود تھے۔ ان کی غیرت نے خاموش رہنا پسند نہ کیا اور اسی وقت مولوی صاحب کو ایک رقعہ کے ذریعہ سے روکا۔ اور جواب کی اجازت چاہی۔ مگر اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ جلسہ مناظرہ نہیں۔ الغرض حکیم صاحب نے ماشاء اللہ خوب جرأت اور ہمت کے ساتھ کام کیا اور محمودی عقائد کی بیخکنی تحریر و تقریر کے ذریعہ کی جس کا نمایاں اثر ہوا۔ اور غیر احمدیوں نے ان کی باتوں کو شوق اور رغبت سے سنا۔ اکثروں نے چاہا کہ ہماری طرف سے وہاں لیکچر بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ خلیفہ عبد الغنی صاحب سٹوڈنٹ ایچسن کالج دہلی برادر زادہ مکرمی و معظمی جناب خلیفہ رجب الدین صاحب کو جزائے خیر دے جنہوں نے ایسے موقع پر حکیم صاحب کو دہلی بلایا اور ان کے اس کام میں امداد دی۔

اسلام ٹرکی میں

معزز معاصر وکیل اپنی ۶ مارچ ۱۹۱۷ء کی اشاعت میں ٹرکی میں ایک سوسائٹی بنام "ترک اشاغی" کے قیام کی خبر دیتا ہے جس کا اہم مقصد یہ بتایا گیا ہے کہ "ترکی عناصر کو عثمانیت کے رنگ میں رنگا جائے۔ اور سلطنت کو خالص ترکی سلطنت بنایا جائے"۔ اس مقصد کی تکمیل کیلئے اس سوسائٹی کی متعدد شاخیں قائم کی گئی ہیں جنکو علیحدہ علیحدہ خدمات تفویض ہوئی ہیں۔ ان مختلف قسم کے کاموں میں سے جو اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے سوسائٹی مذکور نے اختیار کئے ہیں۔ ایک یہ بھی بتایا گیا ہے۔ کہ

"قرآن کریم کو ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی کوشش ہو رہی ہے۔ کہ خطبہ جمعہ نماز وغیرہ کو بھی عربی سے ترکی میں کر دیا جائے"

قرآن کریم کو ترکی زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش ایسی نہیں جسے برا کہا جا سکے۔ لیکن "نماز وغیرہ کو عربی سے ترکی میں کر دئے جانے کے آخری جملہ نے ہمیں اس بارہ میں بھی کچھ مشکوک سا کر دیا ہے۔ یعنے ترجمہ کا شاید یہ مطلب ہے کہ متن ساتھ نہ ہو۔ یہ بھی اور نماز کو عربی سے ترکی میں کر دینے کی کوشش بھی نہ صرف اسلامی اخوت اور یکجہتی کو ہی مٹا دینے والی ہے۔ بلکہ اسلام اور اصول اسلام پر ایک خطرناک زد مارنے والی ہے اسلام کی حفاظت اور فضلیت کا یہی ایک راز ہے۔ کہ اس کے تمام شعار سب ممالک تمام مختلف زبانیں بولنے والے۔ اور سب مختلف قوموں کے مسلمانوں میں عربی کے یکساں مقررہ الفاظ میں ادا ہوتے ہیں اور کوئی سچا مسلمان اس کے خلاف ہرگز ہرگز ایک نقطہ اور ایک شعشہ کا بھی فرق دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ با غیرت مسلمان تو ایک ایک لفظ کے طریق تلفظ پر جان دیتے رہے ہیں۔ پھر ہم حیران ہیں کہ ترکوں کی رگ حمیت نے مسلمان کہلانے کے باوجود۔ ایک اسلامی سلطنت کے مالک ہو کر حرمین الشریفین کے خدام کہلا کر یہ کیونکر گوارا کیا۔ کہ وہ ایسی باتوں پر اتر آئے جو مذہب اسلام اور مسلمانوں کے نہ صرف شایان شان ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی وجہ سے اسلام کی گویا کایا پلٹ جاتی ہے۔ اور اس کا بھی دوسرے مذاہب کی طرح صرف نام ہی نام رہ جاتا ہے اور بس۔ ٹرکی نے اپنی اسی قسم کی خلاف اسلام حرکات کے باعث یہ ناشدنی دن دیکھے ہیں۔ ابھی خدا جانے کب تک اس کا یہی دستور العمل رہیگا۔ اور شکست و ادبار کی گھڑی اس پر سے کب دور ہو گی۔

حضرت خواجہ صاحب کے دو لیکچروں کا حال گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں لکھتے ہوئے مقام لیکچر کا نام

توحید کی علّتِ غائی

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں توحید کی برکات پر کچھ لکھا گیا تھا۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی "اشاعت اسلام" میں توحید پر ایک بہت لمبا اور نہایت لطیف مضمون لکھا ہے۔ جس کا آخری حصہ برائے افادہ ناظرین کرام حسب ذیل ہے:۔

توحید کی علت غائی نجات ہے۔ جس کے معنے ہیں لامحدود ترقی۔ جس کو اجر غیر ممنون سے قرآن نے تعبیر کیا ہے۔ یعنے ایسا اجر جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔ انسان کو احسن تقویم پر پیدا کر کے پھر اسے توحید پر چلا کر گویا ابدی ترقی کی راہ اس پر کھول دی ہے اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ کائنات عالم میں جو بھی چیز پیدا کی گئی ہے۔ ظاہر ہو یا باطنی قرآن کریم نے اسے ایک نعمت قرار دیا ہے۔ جو انسان کی ترقیات ظاہری و باطنی کے لئے مسخر کی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض واسبغ علیکم نعمه ظاهرة وباطنة ۔ کیا تم لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی۔ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کو اللہ نے تمہارا فرمانبردار بنا دیا ہے۔ اور تم پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں پوری کی ہیں۔ اس آیت کریمہ میں صاف طور پر بتلایا ہے۔ کہ جو کچھ بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب کا سب ظاہری یا باطنی رنگ میں تمہارے لئے ایک نعمت ہے۔ اور سب کی سب تمہاری فرمانبردار ہیں۔ پس ان نعمتوں کا شکر یہی ہے۔ کہ ان سے کما حقہٗ فائدہ اٹھاؤ۔ اور ترقیاں کرتے چلے جاؤ۔ ان کو اپنا خادم سمجھو۔ معبود نہ سمجھو کیونکہ جو شخص ان کو معبود سمجھتا ہے۔ وہ ان سے خدمت نہیں لے سکتا۔ اور اس لئے ترقی بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو شخص ان کو اپنا خادم سمجھکر ان سے کام لیتا ہے وہ ترقی کے آسمان پر تارا بنکر چمکتا ہے۔ چنانچہ ایک آتش پرست یا پانی کو معبود بنانے والا اس سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ مگر ان کو خادم سمجھکر ان سے کام لینے والا ان سے ریل دوڑا سکتا۔ اور طرح طرح کی کلیں چلا سکتا اور نفع اٹھا سکتا ہے۔ ایک دریا کا پرستار ان سے کوئی نفع نہیں اٹھا سکتا۔ ہاں اسکو خادم سمجھنے والا اس سے نہریں نکالتا اور زراعت کو سیراب کرتا ہے۔ اس کی آبشاروں سے بجلی نکالتا اور ریل چلاتا۔ گویا تمام ترقیات کی جڑ کل کائنات کو اپنا خادم سمجھنا ہے۔ اور یہی وہ گر اور اصل ہے۔ جو قرآن کریم نے توحید کے اندر انسان کے ذہن نشین کرایا ہے۔ تا انسان کل کائنات پر بحیثیت خلیفۃ اللہ کے حکمران ہو۔ اور اس پر ابدی ترقیات کے دروازے کھولے جائیں۔ لیکن یہیں تک نہیں۔ انسانوں میں بھی مختلف استعداد اور قابلیتوں کے افراد ہوتے ہیں۔ تو کیا انسان اپنے لئے بڑے انسان کے آگے عبادت کے لئے سر جھکا دے۔ ہرگز نہیں خلقکم من نفس واحدة فرما کر بتلا دیا۔ کہ تم سب ایک نفس سے پیدا ہوئے ہو۔ بلحاظ انسان انسان سب برابر۔ تمام انسانوں میں سے محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین اور اسوہ حسنہ فرما کر آپ کی ذات بابرکات کو تمام کمالات انسانی کا جامع۔ اور آپ کے نمونہ کو بہترین نمونہ قرار دیکر اور تمام نوع انسان پر فضیلت اور شرف عطا فرما کر پھر لبشر مثلکم اور عبدہٗ فرما کر بتلا دیا کہ وہ بھی معبود نہیں ہو سکتے۔ بلکہ بلحاظ بشریت و عبودیت کے وہ تمہارے مانند ہی ہیں۔ پس اس مثلکم میں غضب کی تاثیر ہے۔ کیونکہ جب وہ شخص جو بہترین خلائق ہے۔ اور کمالات انسانی کے انتہائی نقطہ پر پہنچا ہوا ہے۔ ایک انسان ہی ہے۔ تو پھر دوسرے انسانوں کو بھی ترغیب ہوتی ہے کہ ہم بھی اس کے نقش قدم پر چل کر اپنی اپنی استعداد کے مطابق انسانی کمالات سے حصہ لیں۔ چنانچہ اسی لئے قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ۔ کہدے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میری اتباع کرو۔ اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ پس قرآن نے یہ سکھلایا کہ اپنے سے بڑھکر باکمال انسانوں کو جب دیکھو۔ تو ان کے آگے پرستش کے لئے سر نہ جھکاؤ۔ بلکہ ان کو نمونہ سمجھکر ان کے نقش قدم پر چلکر تم بھی ان کمالات سے حصہ لو۔ جو شخص کسی باکمال کے آگے عبادت کے لئے سر جھکاتا ہے۔ وہ گویا اس کمال کو اپنے محروم رہنے پر مہر لگاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کمال کو انسانی حیثیت سے بالاتر قرار دیتا ہے۔ اور جو اس باکمال کی اتباع کرتا ہے۔ وہ اپنے لئے اس کمال کا دروازہ کھول لیتا ہے۔ پس قرآن کریم نے توحید کے ماتحت جہاں ایک طرف تمام کائنات پر انسان کی بحیثیت خلیفۃ اللہ کے حکومت قائم کی۔ وہاں دوسری طرف اپنے سے بڑھکر باکمال انسانوں کی جن میں سب سے بڑھکر انبیاء کا گروہ قرار دیا اور ان میں سب سے بڑھکر محمد رسول اللہ صلعم کا مرتبہ رکھا۔ صرف اتباع کو ضروری قرار دیا۔ تا انسان ترقی کے معراج پر گامزن ہو۔ گویا تمام کائنات ماتحت اور خادم۔ اور تمام انسان برابر۔ انسانوں میں جو کمالات میں اعلےٰ مقام رکھتا ہے۔ اس کی کو اس کے نمونہ کی اتباع کرنی چاہئے۔ حصول کمالات کے لئے۔ نہ کہ پرستش اور بس۔ یہ ہے وہ ترقی کی راہ جو لاانتہا ہے۔ اور جو صرف توحید۔ ہاں صرف توحید کے ذریعہ ہی انسان پا سکتا ہے۔ توحید کے جس پہلو کو کسی قوم نے چھوڑا ہے۔ وہیں سے وہ تنزل کے قعر میں جاگری ہے۔ مثال کے طور پر یورپ کو لو۔ یورپ کی قوموں نے ظاہری نعمتوں کے متعلق توحید سے کام لیا یعنی کل کائنات ظاہری کو اپنا خادم سمجھا اور علوم ظاہر کے ہر ایک کمال کو اپنے جیسا انسان سمجھکر اس کے نقش قدم پر چلے اس لئے دنیا میں ترقی کے معراج پر پہنچ گئے۔ لیکن باطنی نعمتوں میں توحید سے کام نہ لیا اور ایک انسان کے کمال کو دیکھ کر اسے خدا مان لیا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ باطنی ترقیات سے محروم رہ گئے۔ اور رفتہ رفتہ نوبت بایں جا رسید۔ کہ دین کی آنکھ کانی ہو کر خدا پرستی سے مادہ پرستی کے گڑھے میں جا گرے۔ پس ظاہری اور باطنی ترقیات کی جڑ توحید ہے اور توحید کا کمال اسلام میں ہے۔ جیسا کہ میں اوپر ثابت کر آیا ہوں۔ اس لئے یہی ایک مذہب ہے۔ جو انسان کیلئے ابدی نجات اور لاانتہا ترقیات کا دروازہ کھولتا ہے۔ اور باقی سب دعوی ہی ہے۔ واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۰ خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

فہرست چندہ

(از شیرکوٹ)

شیخ عبد اللہ صاحب ہے۔ شیخ عبد الرزاق صاحب ... دیانت صاحب ...

شیخ نجو صاحب عمر۔ شیخ سیرانی و میاں محمد صاحب ... عمر

شیخ مولا بخش صاحب عمر۔ حکیم عبد المجید صاحب عمار

منشی ہدایت اللہ صاحب عمار۔ شیخ کریم بخش صاحب عمر

شیخ عبد العزیز صاحب عمر۔ شیخ محمد ابراہیم صاحب عمر

شیخ گلن صاحب عمار۔ حکیم حافظ عبد الغفور صاحب للعہ

شیخ اللہ دیا حلوائی عہر۔ رحمن یار خان صاحب کنسٹبل عمر

منشی برکت علی خان صاحب پولیس عمر۔

از وزیر آباد

حافظ غلام رسول صاحب سوداگر للعہ۔ شیخ نیاز احمد خان صاحب معہ برادران عہر۔ بابو عطا الٰہی صاحب اسٹیشن ماسٹر عہر۔ شیخ محمد جان صاحب تاجر ہے۔ شیخ عبد الرحمن صاحب سوداگر عمار۔ نبی بخش صاحب گلسازا ار۔ میاں معراج الدین صاحب ... عہر۔ شیخ الہ دین صاحب ار۔ نور الدین صاحب ...

بابت سالانہ پیغام صلح

شیخ نیاز احمد صاحب ے۔

خاکسار محمد جان سکرٹری جماعت احمدیہ وزیر آباد

نو مبائعین

مظفر خان صاحب۔ شیرکوٹ

رحمن یار خان صاحب

حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

ایک عظیم الشان خوشخبری

مسیح موعود کے فرشتہ ثانی کی شہادت

یعنی

فاضل امروہی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کے خطوط مسئلہ نبوت مسیح موعود کے بارہ میں

جب سے نبوت مسیح موعود کا فاسد عقیدہ میاں صاحب نے ایجاد کیا ہے۔ حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب جیسا جلیل الشان بزرگوار اس بارہ میں خموش تھا اور ان کے اس غیر معمولی سکوت نے اکثر لوگوں کو اس نتیجہ پر پہنچا دیا تھا کہ وہ بھی اس بارہ میں میاں صاحب کے ساتھ متفق ہیں۔ لیکن۔ خدا بھلا کرے ہمارے عزیز دوست شیخ عبد الحق صاحب شملوی کا جنھوں نے مولوی صاحب کے اصلی خیالات کو پبلک تک پہنچا کر ایک بڑا احسان جماعت پر کیا اور الحمد للہ جیسا کہ حضرت مولنا موصوف سے بسبب حضرت اقدس کے پرانے صحبت گزین ہونے کے بجا طور پر توقع کی جا سکتی تھی اُنھوں نے غیر معمولی جرأت سے کام لے کر اصل اور صحیح عقائد کا اظہار کر دیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شیخ عبد الحق صاحب نے چند روز ہوئے حضرت مولنا موصوف کی خدمت میں چند ایک سوالات دربارہ مسئلہ نبوت مسیح موعود و مسئلہ کفر و اسلام و تنسیخ کتب حضرت اقدس لکھ کر بھیجے تھے جن کا اُنھوں نے جو کچھ جواب دیا فیصلہ کے لئے تو وہی کافی تھا لیکن جماعت محمودیہ پر حجت تمام کرنے کے لئے شیخ عبد الحق صاحب نے دوبارہ حضرت مولانا سے اس کی تفصیل چاہی جس کے جواب میں اس فرشتہ سیرت انسان نے خوب کھول کھول کر اپنے عقائد کا اظہار کیا ہے اور میاں صاحب کے عقاید کا کھلے طور پر رد کر دیا ہے اور اُن کو غلط قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مولنا کے یہ ہر دو خطوط برائے افادہ ناظرین کرام حسب ذیل ہیں۔ نیز دوسرے خط میں جیسا کہ خود حضرت مولانا نے تصریح کر دی ہے ہر ایک صفحہ پر آپ کے دستخط ہیں جو ذیل میں بھی ساتھ کے ساتھ جہاں جہاں صفحہ ختم ہوا ہے نقل کر دئے گئے ہیں

(ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محب مکرم جناب بابو عبد الحق صاحب احمدی

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ خاکسار مدت ۹ ماہ سے بعارضہ فالج مبتلا ہے جس کے سبب بایاں ہاتھ اور پیر بیکار ہو گیا تھا۔ کچھ افاقہ ہو گیا ہے۔ بلکہ قریب نصف کے افاقہ ہو گیا تھا۔ لیکن بسبب شدت و قارت سردی کے کبھی زیادتی ہو گئی اور کبھی کچھ افاقہ ہو جاتا ہے۔ اس وجہ سے مجھ کو طرفین کی کتابوں کے دیکھنے کی نوبت نہیں پہنچی۔ تا ان مسائل نازک میں میں فیصلہ کر سکتا اور چونکہ اس قسم کے سوالات میرے پاس بہت سے آ رہے ہیں اس لئے میں چاہتا ہوں کہ طرفین کی تحریرات مطالعہ کروں یا سن لوں بعد اُس کے اگر زندگی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ برخوردار رشید محمد یعقوب سے کچھ لکھواؤں گا۔ اور شائع کر دوں گا ہر ایک سائل کا جواب میں کیونکر روانہ کر سکتا ہوں۔ لیکن بالفعل ان کل مسائل مختلف فیہا کی نسبت میں آپکی خدمت میں ایک اصل الاصول قاعدہ بتائے دیتا ہوں۔ اگر بغیر فیصلہ کے میری وفات ہو گئی تو اُس سے آپ صاحبان خود اس تنازعہ کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تہذیب اور انصاف سے کام لیا جاوے۔

اول مسئلہ نبوت وغیرہ من جملہ ایمانیات اور اصول اسلام کے ہے اُس کا ثبوت بغیر دلائل قطعیہ یقینیہ کے ہرگز نہیں ہو سکتا۔ استنباط یا کسی کا اجتہاد ان ایمانیات کو ثابت نہیں کر سکتا۔ خصوصاً آج کل کے زمانہ میں کہ اصول کو چھوڑ کر فروعی مسائل کو بھی بغیر دلیل کے کوئی تسلیم نہیں کر سکتا۔ پس چہ جائیکہ مسائل ایمانیات کے متعلق ہوں۔ دوسری صورت ثبوت یہ ہے کہ خود مدعی ان مسائل میں ایسا دعویٰ متحدیانہ کرے کہ جس کی تحدی کے مقابلہ میں کوئی مخالف جواب دہ نہ ہو سکے تب بھی ایسے مسائل ایمانیات کے ثبوت میں قطعی ثبوت کے درجہ تک پہنچ سکتے ہیں اور ایمانیات میں داخل ہو سکتے ہیں۔ حضرت جری اللہ موجود ہیں اگر اُن کی کتابوں میں کسی فریق کے مسائل دلائل قطعیہ سے موجود ہیں یا متحدیانہ موجود ہیں تو آمنّا وصدّقنا۔ اور اگر موجود نہیں مثلاً لفظ کامل نبی یا اسماء احمدا وغیرہ وغیرہ تو پھر کوئی شخص تو دو ایک ہزار جزو بھی لکھیں اور اس میں دلیل قطعی اور یقینی متحدیا نہ دعویٰ مدعی کا نہ ہو۔ جس کا جواب کوئی نہ دے سکے ان ہزارہا جزوں سے کیونکر وہ دعوےٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اختلاف ور اختلاف کی حالت میں رجوع کتاب و سنت کی طرف دلائل قطعی سے ضروری ہے۔

كما قال الله تعالى اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم فى شئ فردوه الى الله والرسول ان كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر

اس قسم کی آیات قرآن مجید میں صدہا موجود ہیں جس کے لکھنے میں طوالت ہوتی ہے۔ پس حضرت جری اللہ کے دعاوی سے جو اس بارہ میں ہیں آن سے ایک کلمہ کی زیادتی کرنا استنباطیات یا اجتہاد سے نہیں کی جا سکتی۔ میں نے بوالپسی ڈاک جواب آپ کا اس لئے لکھا کہ بحکم ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے آپ کے سوال کے جواب نہ دینے میں میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں گنہگار نہ ہوں۔ اس مسئلہ کا فیصلہ میں حضرت اقدس کے روبرو مثلاً تحفہ الموءمنین اور تفسیر اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں خاکسار کر چکا ہے۔ اُن کی طرف آپ مراجعت فرماویں۔ جو کسی پرچہ الحکم میں چھپا ہے۔ **تنبیہ** اور اس بات کو یاد رکھیں کہ شریعت اسلام کتنی ہی قرآن مجید محفوظ ہے ایک شعشہ میں اُس کے تحریف نہیں ہوئی پس نبی کریم کے بعد جو کوئی آوے گا وہ مشرع ہو کر تو آ ہی نہیں سکتا مجدد ہی ہو کر آوے گا۔ پس اگر نبی جزوی ہے تو بھی مجدد ہوگا۔ اور اگر نبی کامل ہے تو بھی مجدد ہی ہوگا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر خود آنحضرت صلعم **بھی فرضنا** آجاویں تو وہ بھی مجدد ہی ہو کر آویں گے نہ مشرع ہو کر کما قال اللہ تعالیٰ

واذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقرآن غير هذا او بدله قل ما يكون لى ان ابدله من تلقاى نفسى ان اتبع الا ما يوحى الى انى اخاف ان عصيت ربى عذاب يوم عظيم ايضاً قال الله تعالى لم تحرم ما احل الله لك وغير ذالك من الآيات

پس میرے نزدیک یہ اختلاف ہی بے محل ہے اور جبکہ خود حضرت اقدس کو اوائل میں کثرت سے الہامات اس بارہ میں ہوتے رہے اور مدت تک آپ نے یہ ذکر ہی نہیں کیا باوجودیکہ ملہم پر اُس کا الہام بالاتفاق حجت ہوتا ہے۔ مگر جب کہ بڑے زور و شور سے آپ کو اس دعوے کی نسبت تاکید آ الہام ہوئے تب آپ نے اس دعویٰ کا اظہار کیا تو پھر کوئی دوسرا شخص کیونکر مجاز ہو سکتا ہے کہ آپ کے دعوے کے الفاظ سے کوئی لفظ

زیادہ بڑھا سکے - کلا وحاشا - شملہ سے ایک خط بابو ولی اللہ صاحب کا بھی آیا تھا اُن کو بھی مضمون خط ہذا سے مطلع فرما دیں - والسلام
خاکسار سید محمد احسن بقلم سید محمد یعقوب
امروہہ محلہ شاہ علی سرائے ۱۹ فروری ۱۹۱۶ء

دوسرا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
محب مکرم جناب بابو عبد الحق صاحب احمدی
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اوّل سوال کا آپ کے جواب یہ ہے کہ خاکسار نے چند نشان دیکھ کر حضرت اقدس کی بیعت کی تھی - (الف) میں سر صدی ملکہ آخری صدی پر بموجب حدیث صحیح کے منتظر تھا کہ اب کسی مجدد کا پیدا ہونا ضروری ہے - کیونکہ میں نے نواب صاحب بھوپال کو مجدد نہیں مانا تھا - بخلاف مولوی محمد حسین بٹالوی کے جب مجھکو براہین احمدیہ کا اشتہار ملا اور اس کے چند حصے پہنچے تو اُس میں دعویٰ تحدیانہ مطالعہ کیا - میرا ظن غالب ہوا کہ ہو نہو یہ شخص مجدد ہو سکتا ہے - (ب) میں بھوپال میں ملازم تھا - اور نواب صاحب کے پاس چند نسخہ براہین احمدیہ کے پہنچ چکے تھے - اور انھوں نے وعدہ خرید کا کیا تھا - جب مرزا صاحب نے ایک مدت کے بعد یاد دہانی کی تو نواب صاحب نے اُن حصوں کو یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ ایسی کتابوں کا خریدنا یا اُن میں کچھ مدد (سید محمد احسن بقلم خود) دینا خلاف منشاء گورنمنٹ انگریزی ہے - اس لئے اس ریاست سے خرید وغیرہ کی کچھ امید نہ رکھیں -) حضرت صاحب کی طرف سے یہ جواب آیا کہ (ہم نواب صاحب کو اُمیدگاہ نہیں بناتے - بلکہ ہمارا اُمیدگاہ خداوند کریم ہی ہے اور وہی کافی ہے) جب چوتھا حصہ براہین احمدیہ کا میرے پاس آیا تو خطوط وحدانی میں صفحہ (ج) پر بطور طعن کے یہ عبارت میرے مطالعہ سے گذری (خدا کرے کہ گورنمنٹ انگریزی نواب صاحب پر راضی رہے) اُس وقت بے اختیار یہ شعر میری زبان سے نکلا کہ ؎

تا دل مرد خدا نامد بدرد
ہیچ قوم را خدا رسوا نہ کرد

اس کے چند روز کے بعد نواب صاحب کی معزولی کی نسبت وہ آفتیں آئیں جن کی تفصیل کا وقت یہ نہیں ہے - آپ چوتھا حصہ کا دیباچہ ملاحظہ کرلیں - (ج) میں نے بھوپال میں بسبب چند وجوہ کے شادی کی تھی اور پہلی زوجہ سے اولاد نرینہ فوت ہوگئی تھی - نہ اس دوسری شادی سے اولاد ہوتی تھی - میں نے مرزا صاحب کو دعا کے واسطے لکھا (سید محمد احسن بقلم خود)

مرزا صاحب نے میری تسلی کی کہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں - اور انشاء اللہ تعالیٰ اولاد نرینہ پیدا ہوگی - سو برخوردار سید محمد اسمٰعیل لڑکا پیدا ہوا اور اب تک موجود ہے - دوسرا لڑکا بھی پیدا ہوا (د) حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری اغلب کہ جناب نواب صاحب کے پاس خود گئے تھے یا بذریعہ خط کے اُن کو لکھا تھا کہ آپ مرزا صاحب سے ان دفع بلا آت کے واسطے دعا کرائیں - دعا کرائی گئی - شاید یہ الہام ہوا کہ سرکوبی سے بچا دیا جاوے گا - جناب گریفن صاحب کا ارادہ مصمم تھا کہ میں نواب صاحب کو کالے پانی بھجواؤنگا - اور پھر نواب صاحب چند وجہ خطاب نوابی سے بدستور سابق بحال کئے گئے - مگر اُس وقت کو اُن کی وفات کے ایام قریب آگئے تھے - براہین احمدیہ خود ایک نشان تحدیانہ تھا اور ان نشانوں کو دیکھ کر میں نے مرزا صاحب سے خط سے بیعت کرلی - بعد اس کے میں سیالکوٹ میں خود بھی حاضر ہوا - (سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود)

جواب سوال نمبر ۲

میں جناب مرزا صاحب کو مجدد کامل اعتقاد کرتا ہوں اور نبی جزوی - بروزی - ظلی ضرور سمجھتا ہوں - جیسا کہ مرزا صاحب کی عبارت میں بیسیوں جگہ موجود ہے - اور جس جگہ بر مطلق نبی کا لفظ الہام وغیرہ میں آیا ہے وہ حسب التصریح خود مرزا صاحب کی مراد ظلی وغیرہ ہے - اس سے زیادہ میں کوئی کلمہ نہیں بڑھا سکتا - کیونکہ اس کے لئے دلائل قطعیہ چاہئیں - اور لفظ نبی کامل کا میں نے بطور فرض کے لکھا تھا کہ اگر کوئی نبی کامل بھی آجاوے گا تو بھی مجدد ہی ہوکر آوے گا نہ مشرع ہوکر - کتاب اللہ محفوظ ہے - اور دین اسلام بھی محفوظ ہے - لوگوں کے اعتقادات اور خیالات میں تغیر آگیا ہے کتاب اللہ محرف نہیں ہے - اور یہ فرض ایسا ہی ہے جیسا کہ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین اور مرزا صاحب توضیح مرام کے صفحہ ۲۰ کی آخری سطور میں خود تحریر فرماتے ہیں (سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود)
واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - پس میں مرزا صاحب کے ایمان کو زائل کرکر اور اپنے ایمان کو بھی کھو کر کیونکر اُن کی نبوت کو تامہ اور کاملہ مان سکتا ہوں - اس کا سوال اُس شخص سے آپ کریں جو اس بات کا مدعی ہو۔

جواب سوال نمبر سوم و ۴

تشحیذ الاذہان اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کی تفسیر اور سنتہ ضروری ان ہر سہ کتابوں میں یہی نبوت جزوی وغیرہ لکھی ہوئی ہے - اگر کہیں مطلق نبی کا لفظ آگیا ہے تو اُس کی تفسیر و مراد وہی جزوی اور ظلی ہے اور جو شخص اس ایمان مرزا صاحب سے کوئی لفظ کامل وغیرہ کا اپنی طرف سے دعویٰ یا تجویز کرے تو آپ خود انصاف کرلیں کہ وہ غالی ہوا یا نہ مجھ سے آپ دریافت کیا کرتے ہیں -
(سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود)

جواب سوال نمبر ۵

میں مرزا صاحب کی تمام کتابوں کو اول سے لیکر اخیر تک یکساں سمجھتا ہوں - اور مجھے آج تک نہیں معلوم ہوا کہ نبی کامل کا دعویٰ اُنھوں نے اپنی کتاب میں کیا ہے یا نہیں - مگر ہرگز نہیں کیا ہوگا - کیونکہ اس سے تو مرزا صاحب کا ایمان قائم نہیں رہتا جہاں مطلق نبی کا لفظ آیا ہے اُس سے مراد وہی نبوت جزوی ہے - کیونکہ وہ خود تفسیر کرچکے ہیں - اور نبوت کاملہ کے منقطع ہونے پر اُن کا بیان ہے -

جواب سوال نمبر ۶

جن انبیاء کا ذکر بہ لفظ نبوت خواہ نبی مشرع ہوں یا جزوی یا تابع نبی ہوں جیسا کہ حضرت عیسیٰ وغیرہ اُن کا انکار کرنا وہ کفر ہے جو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے - کیونکہ اُس انکار سے انکار قرآن مجید کا لازم آتا ہے اور جن انبیاء کا قرآن مجید میں باسم نبوت ذکر نہیں ہے اور منہم لم نقصص علیک میں داخل ہیں اُن پر (سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود) مجملاً ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ تام بنام ایمان لانا بغیر ثبوت قطعی کے نہیں چاہئے۔

جواب سوال نمبر ۷

کثرت اور قلت اور ضعف و شدت الہامات کی اللہ تعالیٰ کی حکمت اور زمانہ کی مصلحت پر موقوف ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جس قسم کا اقتضا ہو ویسے ہی الہامات نازل ہونگے - یعنی جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں جس قسم کا اقتضا الہامات کا ہوگا ویسے ہی الہامات نازل ہونگے - جیسا کہ یہ زمانہ اخیر ہے کہ اس زمانہ میں الہامات کی کثرت بھی ضروری تھی اور شدت بھی ضروری تھی - کیونکہ علوم طبیعہ وسائنس اور طرح طرح شعبدات وغیرہ کا زمانہ تھا اور حضرت خاتم النبیین کی بعثت کل عالمین پر ثابت کرنی بھی ضروری تھی - اس لئے مسیح موعود کو الہامات بھی کثرت اور شدت کے ساتھ ہوئے اور آپ کے لئے لفظ نبوت کا بھی الہامات میں وارد ہوگیا

مگر مراد اُس سے وہی ظلی (سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود) اور جزوی نبوت نفی نبوت تامہ اور کاملہ جیسا کہ خود حضرت نے اپنا ایمان نبوت تامہ و کاملہ کے انقطاع کا بڑے زور سے فرما دیا۔ یہ تو ہوئی قرآن مجید کی آیت منصوصہ خاتم النبیین اور حدیث صحاح میں ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ پس نبوت کاملہ جو معنی دار ہے جس میں نفی اور اثبات ہی کے ساتھ توحید کا ثبوت دیا گیا ہے اور لا نبی بعدی احادیث وغیرہ علیحدہ رہیں پس اگر کوئی شخص کسی غیر اللہ کو معبود ہونا ثابت کرے اور پھر اُس کی تاویل کرے کہ مراد میری یہ ہے اور وہ ہے تو کیا یہ عذر اُس کا قابل سماعت سمجھا ہے اور لا نبی بعدی میں لا نفی جنس کا ہے اور لفظ نبی مطلق ہے۔ جس سے مراد فرد کامل ہی ہو سکتی ہے۔ پس اس کے معنی یہی ہے کہ کوئی کامل نبی تو ضروری نہیں آوے گا۔ اور پھر تعجب کہ اس کی یہ تاویل کریں کہ مرزا صاحب

(سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود)

بھی "نبی کامل" ہیں۔ مگر میری مراد یہ ہے اور وہ ہے تو کیا عذر اُس کا قابل التفات کے ہو سکتا ہے؟

اب یہاں پر چار چیزیں جمع ہو گئیں۔ اول قرآن مجید دوسرے حضرت مرزا صاحب تیسرے (وتحدیثیں) پس نبی کامل کا اطلاق تاویلات بعیدہ سے کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ والسلام

(کتبہ سید محمد یعقوب بحکم حضرت قبلہ و کعبہ جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہہ محلہ شاہ علی سرائے)

یہ خط میرے پاس دوبارہ دستخطوں کے واسطے آیا۔ میں نے ہر صفحہ پر دستخط کر دیئے ہیں اور یہ عبارت ذیل اور بڑھا دی ہے تاکہ میری طرف سے اتمام حجت ہو جاوے اور آخری وقت میں خاکسار گنہگار نہ ہووے۔

ایہا الاحباب از برائے خدا ایک ذرہ اس آیت میں بھی غور کیا جاوے جو مومنوں کے خطاب میں ہے یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرنا واسمعوا وللکفرین عذاب الیم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم کی نسبت ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں رکھا جس میں کوئی بڑا خطور بھی لازم نہیں آتا تھا کیونکہ نبی اپنی اُمت کا بمنزلہ چرواہے کے ہی ہوتا ہے۔ اگر راعی کے معنے چرواہے کے لئے جاویں وغیرہا وغیرہ۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے لفظ کو کیونکر پسند فرماوے گا۔ جس میں شریعت محمدی کے نسخ کا شبہ پیدا ہوتا ہو۔ تفسیر فتح البیان وغیرہ میں لکھا ہے وفی ذالک دلیل علیٰ انہ ینبغی تجنب الالفاظ المحتملۃ للسب والنقص

وان لم یقصد المتکلم بہا ہذا المعنی المفید للشتم سدا للذریعۃ ودفعا للوسیلۃ وقطعا للمادۃ المفسدۃ والتطرق الیہ ثم امرہم اللہ بان یخاطبوا النبی صلعم بما لا یحتمل النقص ولا یصلح للتعریض

پس مومن احمدی کو ایسا مطلق الفاظ ہونا نہیں چاہئے کہ حضرت مرزا صاحب کی نسبت جو چاہا سو لکھ مارا نبی کریم صلعم نے تو یہاں تک احتیاط کا حکم دیا ہے کہ لا تقولوا للعنب الکرم ولکن قولوا الحبلۃ ولا تقولوا عبدی ولکن قولوا فتای وما اشبہ ذالک (فتح البیان)

(سید محمد احسن عفی عنہ بقلم خود)

پیر سچا ہے یا مرید

الفضل کا بیان کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب منسوخ نہیں

۴۔ مارچ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں اس بارہ میں کہ حضرت مسیح موعود کی کتب اقبل ۱۹۰۱ء کے حوالہ جات متعلقہ نبوت منسوخ ہیں یا نہیں۔ یہ عبارت لکھی ہے کہ

"تم نے جو یہ مشہور کر رکھا ہے کہ ہم ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتابوں کو منسوخ سمجھتے ہیں یہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ تمام کتابوں پر ہمارا یکساں ایمان ہے"

بہت اچھا۔ لیکن ذرا اپنے اس بیان کو اپنے پیر کے ان الفاظ سے تطبیق دیکر بتاؤ۔ یا اس سے جاکر پوچھو کہ اس نے کیوں ان سب کتب کو منسوخ ٹھہرایا۔ یا اگر یہ نہیں تو کم از کم یہی بتا دو کہ تم سچے ہو یا تمہارا پیر۔ سنو! اور خوب غور سے سنو! ہاں میں پھر کہتا ہوں کہ کان کھول کر سنو! میری کسی بات کو نہیں۔ بلکہ اپنے پیر کے ان الفاظ کو جو اس نے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ پر لکھے ہیں کہ:۔

"نبوت کا مسئلہ آپ (مسیح موعود) پر ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے۔ اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے نبوت کا اعلان بڑے زور سے کیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ پس یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے اب منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط ہے"

(حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱)

اب اس صاف اور صریح بیان کے ہوتے ہوئے تمہارا یہ کہنا کہ تم ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کتب کو منسوخ نہیں سمجھتے کہاں تک قابل پذیرائی ہو سکتا ہے جاؤ اور جاکر پہلے اپنے پیر پر جھوٹ کا الزام دو اس سے اس کا جواب طلب کرو۔ اس کتاب کا قریباً ⅔ بلکہ زیادہ حصہ جاکر فاکسٹر کر دو ورنہ بہتر ہے اگر پھر جھوٹ الفضل نے اسناد منقولہ بالا کے آگے ہی یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:۔

"پہلے بھی حضور کا دعویٰ تھا کہ میں کثرت مکالمہ مخاطبہ و کثرت امور غیبیہ سے مشرف ہوں اور اخیر میں بھی دعویٰ تھا۔ فرق صرف اتنا پڑا کہ پہلے ایسے شخص کو آپ محدث کہتے تھے اور پھر نبی فرمانے لگے۔ اس وقت آپ نے ظاہر کیا کہ یہ رتبہ پہلے مسلمانوں امت میں سے کسی نے نہیں پایا۔ اور بس۔ اپنے دعوے کی تفصیل میں نہ کبھی پہلے آپ کو شک ہوا اور نہ ابعد میں"

اس سے پہلے یہ عبارت بھی لکھی ہے کہ

"۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبی کی تعریف یہ سمجھتے تھے کہ وہ براہ راست نبوت پائے یا پہلی شریعت میں ترمیم و تنسیخ کرے اور ۱۹۰۱ء کے بعد آپ اس بات پر قائم ہوگئے کہ نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت رسول کا امتی نہ ہو"

تنسیخ کے معلوم نہیں اب اور کیا معنی ہوتے ہیں شاید الفضل کی ڈکشنری میں اس کے کچھ اور معنی لکھے ہوں۔ ورنہ ہم تو سمجھتے ہیں کہ میاں صاحب نے اگر انہی باتوں کی بنا پر ۱۹۰۱ء سے پہلے ترک کے وہ حوالے جن میں مسیح موعود نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے "اب منسوخ ہیں" تو یہ بالکل صحیح جائز اور ضروری بات تھی۔ اس میں کسی قسم کے جھوٹ اور غلطی کا شائبہ تک بھی نہ تھا۔ جھگڑا اور بحث اگر تھی تو اس پر کہ آیا یہ وجوہات جن کی بنا پر یہ عقیدہ تنسیخ قائم کیا گیا ہے صحیح ہیں یا نہیں مگر اس حد تک کہ میاں صاحب نے انہی وجوہات کی بنا پر ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات متعلقہ عقیدہ نبوت کو منسوخ ٹھہرایا اور عبادت طور پر نہیں منسوخ کہا۔ ہم نے ہرگز کوئی جھوٹ نہیں بولا۔ نہ ہی ان پر کوئی غلط الزام لگایا اگر الفضل کے نزدیک ایسا کہنا جھوٹ ہے تو اس جھوٹ کا مرتکب اس کا پیر ہے نہ کہ ہم۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ۔۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفاں ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ [illegible]

ششماہی [illegible]

سہ ماہی [illegible]

ماہوار [illegible] طلباء سے [illegible]

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۸

بلاد مغربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک نوجوان خاتون کی موت اور اسلام کی محبت

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دوکنگ کی ایک نوجوان خاتون کو خدا تعالیٰ اپنی توحید سے مسجد میں لایا - جب وہ چار پانچ بار برابر مسجد میں آتی رہیں تو مجھے جرأت ہوئی کہ ان کا نام پوچھوں اور ان کی دعوت کروں - ان کا نام ڈسے بورن تھا لیکن کے مہدہ اور ان کی والدہ صاحبہ میرے ساتھ گھر میں چلی آئیں - چاء نوش کی - کچھ گفتگو ہوتی رہی مس ڈسے بورن جیسے صورت ولباس میں ہوشیار نظر آتی تھیں ویسے ہی ذہین بھی پائی گئیں اور مذہبی معاملہ میں متعصب وہ ہائی سکول کی اعلیٰ جماعت میں تھیں اور اپنے سکول کی ابتدائی جماعت کی گورنس مقرر ہو چکی تھیں گو ان کی عمر سولہ سال سے کچھ ہی زیادہ تھی لیکن خوب بالغ نظر آتی تھیں - انھوں نے مسجد میں پہلے دن آنے کا باعث یوں بیان کیا کہ ہم گرجا میں جا رہی تھیں - جب اس کے دروازہ کے قریب پہنچیں تو معلوم ہوا کہ ہمیں دیر ہو گئی ہے - والدہ صاحبہ سے کہا مسلمانوں کا مذہب تو عجب مضحکہ آمیز ہے چلو آج ان کی مسجد کو بطور اعجوبہ دیکھ آئیں اور معلوم کریں کہ وہ وعظ کیا کرتے ہیں جب ہم یہاں پہنچیں تو کہاں ہمارے خیالات کہ یہ بت پرست لوگ ہیں اور کہاں آپ کا وعظ کہ توحید کو اپنے مذہب کا گل سرسبد قرار دینا اور تمہارے مذہب کو بت پرستی بتانا تھا - بس اس دن سے ہم برابر مسجد میں آ رہی ہیں -

میں نے خدا تعالیٰ کا بڑا شکر کیا اور اس کی قدرت کے مخفی راہوں کی طرف توجہ ہوئی از دیاد ایمان ہوا کہ وہ کس طرح خود ہی لوگوں کی ہدایت کے لیے سامان پیدا کر دیتا ہے۔

اس دن سے یہ خاتون اکثر آیا کیں اور انجیل پر گفتگو ہوتی رہی - وہ اور ان کی والدہ نے ایک دن اعتراف کیا کہ ہم گھر میں بھی اسلام کی خوبیوں کے متعلق ذکر کرتے ہیں اور یہ پرانا مذہب جس پر ہم قائم تھے بت پرستی نظر آتا ہے میری بچی کو تو مسجد کا عشق ہو گیا ہے - لیکن میرا خاوند اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ ہم یہاں آیا کریں مس ڈسے بورن نے ایک آدھ دن ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور عربی میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی یاد کیا مجھ سے ایک کتاب لے کر مطالعہ کی جس میں حضرت رسول کریم صلعم کی زندگی کے حالات مختصراً تھے - حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث پر جو کتاب ہم نے شائع کی ہے اس کو بہت پسند آئی - یہ رنگ جاری تھا کہ وہ یکلخت مسجد میں آنے سے رک گئیں - دو چار ہفتہ کے بعد ہمیں بہت تشویش ہوئی - ہماری بہن مسز ہادل جن کا نام شریفہ بیگم صاحبہ ہے اور جن کو اسلام سے عشق ہے بہت متفکر ہوئیں کہ مس ڈسے بورن کیوں نہیں آتیں - خیر باشد کبھی میں نے اور کبھی انھوں نے ان کے گھر جانے کا ارادہ کیا - لیکن اس وجہ سے نہ جا سکے کہ ہماری ملاقات تو اخلاص پر مبنی ہے ان کے والد صاحب اور ہمسائے ایسا نہ سمجھیں کہ ہم مس صاحبہ کو مسلمان کرنے کے لیے ایسی محبت کے تعلقات جتاتے ہیں - اسی ہیص بیص میں رہے کہ ایک دن مس صاحبہ کے والد صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ میری لڑکی چھ ہفتہ بیمار رہ کر فوت ہو گئی اور ساری بیماری میں آپ کا ذکر کرتی رہیں اور عشا کی نماز کے وقت اذان کو توجہ سے سنتی رہیں ہر روز یہی کہتی رہیں کہ اب میرے سینہ سے خون آنا بند ہو جاتا ہے اور مسجد میں جاتی ہوں - اہل مسجد سمجھتے ہونگے کہ ایسی کیا بلا پڑی جو مسجد آنا چھوڑ دیا - جب وہ زندگی سے مایوس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۱۶ نمبر ۹۸

"فداہ جل حبیب رسول اللہ"

گذشتہ اشاعت میں ہم نے عنوان بالا کے ماتحت یہ بتلانے کی کوشش کی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا محبت کرنے کیا کچھ معنی رکھتا ہے جیسے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ اصلی اور صحیح محبت رسول صلعم یہی ہے کہ آنحضرت صلعم کی محض زبانی کی بجائے آپ کے راہ میں فیض سے عملی وابستگی اختیار کی جائے نہ کہ زبانی جمع خرچ تک ہی محبت رسول اللہ صلعم کے ادعا کو محدود رکھا جائے قرآن کریم نے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور محبت اور پیار کی بھی ایک یہی راہ بتائی ہے کہ رسول کریم صلعم کے نقش قدم کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ ویغفر لکم ذنوبکم واللّٰہ غفور رحیم۔ کہدے اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو جائے تو آؤ میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشش دینے والا مہربان ہے۔ یہ تو ہے وہ راہ جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے پاک کلام میں ہماری نجات کے لئے تلقین کی ہے۔ اب آؤ ذرا دنیا میں اس کا عملی نمونہ بھی ہم تمہیں دکھا ئیں ہم گذشتہ اشاعت میں اسی مضمون کے سلسلہ میں حرف بفضلك خیر منه باصالك کی ضرب المثل یاد دلا کر بتایا تھا کہ خود کچھ کام کرنا اور پھر اس پر فخر کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ انسان اپنے آبا و اجداد اور بزرگان دین کی پاک امثال کو ہی بیان کر کے خوش ہوتا رہے اور خود کچھ بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے مسلمانوں کے بزرگوں اور بالخصوص صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کارنامے اور پاک نمونے تو اس قابل نہیں کہ انہیں کبھی کبھی بھلایا جائے یا انہیں یاد نہ کیا جائے۔ ان کا یاد رکھنا اور شوق اور فخر کے ساتھ انہیں سننا اور سنانا از بس مفید اور ہمارے لئے موجب خیر و برکت ہے۔ وہ وہ پاک انسان تھے کہ جنہوں نے اپنے جان و اموال کا ایک ایک ذرہ خدمت دنیا اور محبت رسول صلعم میں لگا دیا انہوں نے رسول اللہ صلعم کی تعلیم پر عمل کر کے ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی للّٰہ رب العالمین کا نمونہ قائم کر کے دکھایا۔ اور دین کے پودے کو اپنے خونوں سے سیراب کیا وہ دشمن کی تلوار خون آشام کے بالمقابل روبرو سینہ سپر ہوئے۔ جانثار رسول اللہ صلعم کے آگے ڈھال بن کر کھڑے ہو جاتے اور کفار کے تیروں کے لئے اپنے جسم کو آگے کر دیتے تھے۔ پھر یہیں تک بس نہیں۔ ان تیروں کو اپنے سینے سے نکال کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کرتے کہ لو تم کفار پر چلاؤ۔ اور اسی طرح وہ پاک مطہر انسان دین کے لئے اپنی جانوں کو فدا کر دیتے اور پھر بھی خدمت دین کے لئے تشنہ ہی رہتے۔ میدان جنگ میں شہید ہوتے ہیں۔ لیکن پھر بھی اور شہادت کے پیاسے ہیں۔ جناب باری کے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں سے سوال کی اجازت دی جاتی ہے۔ اور ساتھ اس کے پورا کر دینے کا وعدہ بھی۔ اللہ اللہ کس قدر دین اور اس دین کے ہادی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان کے دلوں میں جاگزین ہے کہ وہاں سوال کرتے ہیں تو کوئی عیش و آرام کے لئے نہیں کسی نفسانی خواہش کو پاس تک پھٹکنے نہیں دیتے ہاں مانگتے ہیں تو یہ مانگتے ہیں کہ ایک دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے۔ کیوں؟ کیا ان کو دنیا کی زندگی ایسی ہی پیاری ہے کہ اس کے بالمقابل عالم معاد ان کو پسند ہی نہیں۔ مومن کی تو شان میں آیا ہے الدنیا سجن المومن وجنۃ للکافر۔ لیکن وہ مومن ہو کر رسول اللہ صلعم کے بزرگ ترین صحابی ہو کر خدمت دین کے لئے اپنا سب کچھ فدا کر کے حتیٰ کہ میدان جنگ میں جان تک دے کر پھر کیوں دنیا سے ایسا پیار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے دوبارہ دنیا میں لوٹائے جانے کا سوال کرتے ہیں۔ استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ کس قدر غلط خیال ہے جو ایک کافر منش انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے دیکھو اور خوب یاد رکھو حضرت عبد اللہ رضی جن کے بیٹے جابر سے یہ حدیث مروی ہے اگر شہید ہونے کے بعد جناب باری کے حضور دنیا میں دوبارہ لوٹائے جانے کی خواہش کی تو محض اس سے کہ (جیسا کی اسی حدیث سے ظاہر ہے) میں دنیا میں جا کر پھر خدا کی راہ میں لڑوں اور پھر شہید ہوں کس قدر پاک اور اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے جو پیش کیا گیا۔ کاش لوگ ان کے ان کارناموں کو افسانہ نہ بنانے بلکہ عملی طور پر زندہ کر کے دکھاتے۔

الغرض صحابہ کرام کی زندگی کا تو ایک ایک ورق ایسے ایسے اعلیٰ درجہ کے نمونوں سے لبریز ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آج کوئی شخص ان کے ایک نمونہ کو بھی اپنا نصب العین بنا لے تو یہ اس کی نجات کے لئے کافی ہے۔ لیکن چونکہ لوگ زیادہ تر ان باتوں کو فراموش کر چکے ہیں اور جن کو یاد بھی ہیں ان میں سے بھی بعض اس وقت اپنے سامنے کوئی نمونہ نہ پا کر غالباً یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ نرے قصے کہانیاں ہیں۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ان کے سامنے اس زمانہ کے ایک بزرگ اور اس مقدس انسان کا نقشہ پیش کروں جو آج نہ صرف مجدد صدی چہاردہم اور مامور من اللہ ہی ہو کر آیا بلکہ اسے مسیح و مہدی کے رفیع الشان اور عالی منصب پر بھی فائز کیا گیا اور یہ کچھ بعض اس کے اسی تجزیہ کے باعث تھا جس کا اعتراف الفاظ مندرجہ عنوان میں خود اللہ تعالیٰ نے کیا۔ اس کے جسم کے ایک ایک ذرہ ذرہ رگ رگ سے رسول کریم صلعم کا سچا عشق ظاہر ہوتا تھا۔ اس سے دین کے لئے لوگوں سے گالیاں کھائیں اس پر اینٹوں کی بارش کی گئی۔ اس پر مقدمات بنائے گئے اور سخت سے سخت الزامات لگا کر اسے جان سے مروا دینے کی کوشش کی گئی پھر یہیں تک بس نہیں اس کو باوجود کلمہ پڑھنے۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور ہر ایک اسلامی عقیدہ کا معتقد ہونے کے خارج از اسلام ٹھہرایا گیا اور کوشش کی گئی کہ بارگاہ الٰہی سے بھی اس پر ایسا عذاب وارد ہو کہ اس کا نام و نشان تک مٹ جائے۔ کئی ایک مغرور و متکبر انسان جن کو اللہ تعالیٰ پہ یا تو کوئی ایمان نہ تھا اور یا اس ربانی انسان کی قدر و منزلت کو ہی وہ نہ جانتے تھے اس کے مقابل آئے اس سے پیالے گئے اور بالآخر خود ہی بصد حسرت و یاس عذاب الٰہی کے مورد و مستوجب ٹھہرے۔ اور اس طرح سے اس پاک نفس انسان کی صداقت پر مہر لگا گئے۔

باقی ادارد

اس ہفتہ کا ضمیمہ بوجہ وقت پر تیار نہ ہو سکنے کے آئندہ اشاعت پر ملتوی کیا جاتا ہے اگلے پرچہ کے ساتھ آٹھ صفحہ کا ضمیمہ شائع ہوگا۔ ایڈیٹر۔

نوٹ اور رائیں

دیانندی گوروکلوں کے اندرونی راز

۲۔ مارچ ۱۹۱۷ء کے پرکاش اور مسافر کے ایک مکالمات

نامہ نگار نے "گوروکل کانگڑی پر چند سنجیدہ وچار" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے جو پرکاش پارٹی کے لئے قابل توجہ ہے۔ نامہ نگار لکھتا ہے کہ

"یہ گروکل موجودہ شکل وصورت میں آریہ سماج کے گلے میں جنگل کا پاٹ ثابت ہوگا"

پھر آگے چل کر گروڈم اور گوروکل کی بحث سے نیچے لکھتا ہے کہ :۔

"لالہ منشی رام گروکل کے نام و کام کو شروع دن ہی سے بطور ایک میراث یا اپنی جدی جائداد کے اپنی شخصیت کو اونچا اٹھانے یا اپنے مخالفوں کے الزامات سے بچنے کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ گروکل کے روپیہ کو تو وہ عملاً ذاتی ملکیت سمجھ کر اندھا دھند خرچ کرنے کے عادی ہو ہی گئے ہیں"

اخیر مضمون میں گروکل کے نتائج پر اُس نے لکھا ہے کہ :۔

اس وقت تک اس گروکل سے بارہ لاکھ روپیہ برباد کرکے لالہ منشی رام نے بارہ کے قریب لڑکے نکالے ہیں......

اب گروکل سے نکلے ہوئے ان بارہ لعلوں میں سے کوئی تو کسی بنئیے کی نوکری اختیار کرکے ادھر اُدھر مارا پھر رہا ہے۔ تین نے اخبار نکالے اور تینوں ہی اخباروں کا دیوالہ نکال بیٹھے دو تین لالہ منشی رام کی مہربانی سے ابھی تک گروکل ہی سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اور لالہ جی کی عنایتوں سے ۵۰ روپیہ ماہوار تنخواہ پارہے ہیں۔......

پھر اس پر طرہ یہ کہ گروکل سے نکلے ہوئے پنڈ و سناتکوں میں سے ایک نے ویدوں میں وگیان ہونے سے انکار کردیا۔ اور دوسرے نے رشی دیانند کے سدھانتو کو ماننے سے گریز کیا۔ ویدوں کے متعلق گروکل کے برہمچاریوں کے جو عقائد ہیں وہ بنارس کے لالہ شیو پرشاد کے لیکچر سے آریہ پبلک پر ظاہر ہی ہوچکے ہیں"

پرکاش پارٹی کو جو گروکل کی بہت دلدادہ ہے بہت بہت مبارک ہو کہ اُن کی کوشش سے گروکل سے ایسے لڑکے نکل رہے ہیں جو خود ویدوں کو پڑھ کر اور سوامی دیانند کی تعلیم کی لغویت کو دنیا پر ظاہر کر رہے ہیں۔ ہمیں بیراہ مسافر کے نامہ نگار سے ہرگز ہرگز ہمدردی نہیں ایسے گروکل کی امداد کے سے جس سے ایسے طالب علم پیدا ہوں جو حق و باطل میں تمیز کرکے ویدوں اور سوامی دیانند کی اصل پوزیشن سے دنیا کو آگاہ کریں۔ ہر ایک دیانندی کو کرنی چاہیے۔

شدھی سبھا اور مسافر آگرہ کے سکول کا پول

ایک طرف تو مسافر میں گروکل کے متعلق مندرجہ بالا ریمارک نظر آتا ہے۔ اور دوسری طرف گروکل کے گورنر مہاتما منشی رام صاحب ایڈیٹر اخبار ستیہ دھرم پرچارک اپنے اخبار مورخہ ۴۔ مارچ میں مسافر آگرہ اور اس کے تبلیغی مشن کے متعلق یوں رائے زنی کرتے ہیں:۔ "گو پنڈت بھوجدت صاحب بیمار پڑے ہوئے ہیں۔ اس کے لئے مجھے ان کے بیٹوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ خدا انہیں صحت بخشے۔ لیکن جن معاملات پر ایک سماج کی دھارمک زندگی اور موت کا انحصار ہے اس کو دبانا گناہ ہے۔ بھارت شدھی سبھا کے نام سے جو مشن مشہور ہے اور مسافر آگرہ کے نام سے جو سکول ہے اور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں تعلیم پائے ہوئے نوجوان اپنی غیر مہذبانہ تقریروں سے عوام کو ویدک دھرم کی طرف لیجانے کی بجائے اس سے اُلٹا نفرت دلاتے ہیں ان دونوں کاموں کے چلانے والوں نے آریہ سماج کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ جو کچھ میں سنا کرتا تھا اب وہ میں نے اپنی آنکھوں سے لاہور آریہ سماج کے گزشتہ سالانہ جلسہ پر دیکھا تو اپنی رائے ظاہر کردی۔ مسافر ودیالہ کے طالب علم دھرم دیو نے ناجائز غیر مہذب الفاظ بولے۔ پنڈت لکشمی دت نے بھی مان لیا ہے روپیہ جو یہ لوگ لوٹ چکے ہیں اور لوٹ رہے ہیں اس کے متعلق بھی کسی کو انکار نہیں۔ مجھ سے خط وکتابت کے ذریعہ اور مل کر سینکڑوں آریہ پرشوں نے اتفاق رائے ظاہر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ ان کھلے گھوڑ چڑھوں کا پول کھول کر میں نے آریہ سماج کی رکشا کی ہے۔ **اگر پنڈت بھوجدت کے بیٹے سمجھتے ہیں کہ شدھی کے ذریعہ روپیہ کمانے کا الزام ان پر جھوٹا ہے تو سرکاری عدالت یا آریہ پرتی ندھی سبھا صوبجات متحدہ میں مقدمہ چلاکر اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرسکتے ہیں۔** صرف گالیاں لکھنے سے ان کی صفائی نہیں ہوسکتی۔ پنڈت لکشمی دت نے مجھ پر الزام لگایا ہے کہ میں نے برے وقت میں ان کے بیٹھے پر حملے کئے اور لوگوں کو یہ لکھ کر بھڑکایا ہے اور کہ ان کے واعظ دھرم بیر کی سزا بڑھانے کے لئے جو اپیل صوبجات متحدہ کی گورنمنٹ نے کی ہے وہ میری ہی تحریر کا نتیجہ ہے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ اول تو بیرھارک (یعنی اخبار ستیہ دھرم پرچارک) میں تحریر نکلنے سے پہلے ہی سرکار کی طرف سے اپیل ہوچکی تھی اور دوسرے اگر میری تحریر کا ہی نتیجہ یہ اپیل ہوتی۔ تو سرکار مسلمان ملوائیوں کی سزا بڑھانے کے لئے کبھی سا بقتہ ہی اپیل کیوں کرتی۔ لیکن اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ میری ہی تحریر کا نتیجہ گورنمنٹ کی طرف سے سزا بڑھانے کی اپیل ہے تو **سوال یہ ہے کہ ایسے غیر مہذب تقریر کرنے والوں کو بچایا کیسے جائے۔ ان کی تو روزی ہی اسی میں ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی مقدمہ چلتا رہے۔**

جب اخبار چھاونی کے منتری نے ان لوگوں کی لوٹ کا حال لکھ کر پرکاش میں بھیجا تو پرکاش کے موقعہ شناس ایڈیٹر نے اس لئے اُسے اپنے اخبار میں نہ چھاپا کہ سکھ لال پر پشاور میں مقدمہ چل رہا تھا۔ اگر اُس وقت ان کا پول کھول دیا جاتا تو مجھے اب لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی صوبجات متحدہ کے بڑے بڑے عہدہ دار تو مسافر سکول کو سمجھتے ہیں کہ یہ دھورت اور آریہ سماج کے لئے ہانیکارک ہیں۔ لیکن ان سے ڈرتے بہت ہیں ایک مہاشہ لکھتے ہیں کہ "وہ ہیں تو یہ لوگ بڑے دھورت۔ لیکن شاید ان کے پول کھولنے کا وقت ابھی ٹھیک نہیں اور نہ ہی یہ یقین ہے کہ ان کی دوکان بند ہوجائیگی۔ کیونکہ آریہ قوم میں سے بڑا حصہ بھیڑیا دھسان سرشٹی کا ہے" میرا جواب یہ ہے کہ ہم کو اپنے دھارمک فرض کی سرانجام دہی میں لیت و لعل نہ کرنا چاہئے۔ نتیجہ پرمیشور کے اختیار میں ہے۔..........."

مسافر کے لئے یہ بڑا سخت اور کڑا امتحان ہے مہاتما منشی رام کے الزامات اگر صحیح ہیں (اور مسافر کی مغالطہ دہ تحریرات اور اس کے اپدیشکوں کی تقاریر اور ان کے نتائج پیش نظر رکھ کر ان کو صحیح ماننے کے سوائے چارہ نہیں) تو مذہبی دنیا میں یہ ایک بہت ہی بڑا نمونہ ہے جو پیش کیا گیا۔ اُمید ہے کہ بیراہ مسافر کی اپنی ہی قوم کے افراد اسے راہ راست پر لے آئینگے اور وہ زیادہ

قیصر جرمنی کی مسیحیت کے شیدائی غور کریں

روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں آئے دن بعض ایسے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جو سلسلۂ عالیہ احمدیہ اور اسکے مقدس بانی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف ناجائز نکتہ چینی اور تمسخر و استہزا پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اس تمسخر و استہزا کی بنیاد عموماً بعض خلاف واقعہ باتوں اور غلط فہمیوں پر ہوتی ہے۔ اسلئے ہماری طرف سے یہ کوشش کی جاتی ہے کہ ان لغویات سے قطع نظر کرکے صرف غلط فہمیوں یا غلط بیانیوں کو رفع کردیا جائے۔ مکرمی و معظمی جناب بابو منظور الٰہی صاحب نے اسی غرض کو مدنظر رکھکر ان سب مضامین کا ساتھ کے ساتھ جواب لکھا اور روزانہ پیسہ اخبار ہی کو برائے انطباع ارسال کیا لیکن افسوس کہ پیسہ اخبار نے سوائے پہلے ایک دو نمبروں کے باقی مضامین کو خدا جانے کیوں ابتک کہ بعض مضامین کو بھیجے ہوئے دو ماہ کا عرصہ منقضی ہوچکا ہے شائع نہیں کیا۔ باوجودیکہ کئی بار یاددہانی بھی کرائی گئی۔ بابو صاحب نے ان میں سے بعض کی نقول ہمیں بھی اسی وقت دیدی تھیں۔ صرف پیسہ اخبار میں ان کے شائع ہوجانے کا انتظار تھا۔ ہمتو گذشتہ ہفتہ سے ہی اس کی طرف سے مایوس ہوچکے ہوئے ہیں۔ اور اسی لئے ہم نے فروری ۱۹۱۶ء کے ضمیمہ میں ان میں مضمون کو شائع کردیا۔ ایسا ہی ایک مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جو ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار کے ایک مضمون زیر عنوان "قیصر جرمنی اور مرزا قادیانی کی مسیحیت میں فرق" کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ پیسہ اخبار کے اس مضمون کو اب امرتسری معاند اہلحدیث نے بھی نقل کیا ہے اسی لئے بھی اب اس کا جلد شائع ہوجانا ضروری ہے۔ مضمون زیر جواب میں افسوس ہے۔ کہ میاں محمد عبداللہ صاحب نامہ نگار پیسہ اخبار نے جو طرز اختیار کی ہے۔ وہ کسی صورت میں بھی مستحسن نہیں۔ تمسخر و استہزا کسی بھی مہذب انسان کا شیوہ نہیں۔ اور اسی لئے بابو صاحب نے حتے الوسع نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ میاں محمد عبداللہ صاحب آئندہ اس قسم کی تحریرات سے باز آجائیں گے۔ ورنہ جزاؤ سیئة سیئة مثلہا کے ماتحت ہمیں بھی پھر انکے لئے دوسرا نسخہ تجویز کرنا پڑیگا۔ سب سے پہلے میں وہ خط درج کرتا ہوں جو بابو صاحب نے ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کو لکھا تھا۔

مکرم بندہ مولنا صاحب!

السلام علیکم۔ افسوس ہے کہ بعض وقت آپ کے اخبار میں یکطرفہ کارروائی ہوجاتی ہے۔ انصاف کا تقاضا یہ ہونا چاہیے۔ کہ جتنے مضمون ایک نامہ نگار کے نکلیں اتنے جواب دینے والے کے نکلنے چاہئیں۔ میرا سابقہ مضمون میاں غلام علی صاحب کے جواب والا ابھی نہیں نکلا۔ سخت تعجب ہے۔ بہت دیر انتظار کرکے شکایت کی ہے۔ یہ مضمون جلد شائع فرمادیں۔ والسلام۔

خاکسار محمد منظور الٰہی۔ لاہور۔

کیا جھوٹ بولنا شیوہ اسلام ہے

روزانہ پیسہ اخبار کے گذشتہ ماہ کے پرچوں میں میاں محمد عبداللہ صاحب نامہ نگار نے چند غلط بیانیاں کی تھیں۔ جنکا جواب خاکسار نے عرض کردیا تھا مگر آجتک انکی طرف سے جواب الجواب نہ نکلا۔ ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں پھر آپ بولے ہیں۔ اور زیر عنوان "قیصر جرمنی اور مرزا قادیانی کی مسیحیت میں فرق" چند اور غلط بیانیاں کی ہیں میں نہیں سمجھتا کہ جو لوگ اپنے ملک کے خادم اسلام کے حالات سے اسقدر ناواقف ہیں۔ وہ غیر ممالک کے لوگوں کیساتھ انکا مقابلہ کس برتے پر کرنا چاہتے ہیں۔ میاں محمد عبداللہ صاحب کی تحریرات اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ نہ آپ کو ہماری کتب و حالات سے واقفیت ہے۔ اور نہ اسلام سے۔ صرف تعصب اور تنگ دلی انکو مجبور کرتی ہے۔ کہ پیسہ اخبار کے اوراق ایسی بےعلمی کی تحریروں سے بھرے جاتے ہیں۔ آپ کے استدلال سنئے۔

اول۔ آپ نے بسم اللہ ہی غلط کی ہے کہ "مرزا صاحب قادیانی نے بتدریج اور بالآخر جن تعلی سے مسیح موعود اور نبی ہونیکا دعوے کیا تھا۔ کیا میاں صاحب اس بات کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے بتدریج مسیح موعود اور بروزی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ ذرا ازالہ اوہام دعویٰ کی کتاب اور چشمۂ معرفت آپ کی سب سے آخری کتاب سے یہ فرق نکال کر دکھائیں۔

دوم۔ آپ لکھتے ہیں۔ مولوی نورالدین صاحب نے باوجود ادعائے قرآن دانی اعلان کردیا تھا۔ کہ اگر استہ الحفیظ (دختر مرزا صاحب) دعویٰ پیغمبری کرتی تو سب سے پہلے میں ایمان لے آتا۔ کیا میاں محمد عبداللہ صاحب وہ اعلان بذریعہ پیسہ اخبار شائع کرکے ہمیں ممنون فرما سکتے ہیں۔

سوم۔ جہانتک میرا خیال ہے۔ جناب مرزا صاحب کی صاحبزادہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ مصلح موعود ہیں۔ ہاں انکے مریدوں کا استدلال ہے مگر وہ خود ان کا دعوے نہیں کہا جاسکتا۔ استدلال ممکن ہے غلط ہو۔ اور ممکن ہے صحیح۔

چہارم۔ بعض سمجھدار مرزائیوں نے مصلوع مرزا صاحب کی نبوت سے انکار کردیا ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ بلکہ جس قسم کی نبوت کا بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اجراء بندگان امت نے تسلیم کیا ہے۔ اس سے کسی سمجھدار احمدی نے کبھی انکار نہیں کیا۔ جو اس قسم کی نبوت کا انکار کرے وہ گویا جملہ اولیاء امت محمدیہ کو جھٹلاتا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ جس نبوت کا دعوے کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے۔ ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا (حقیقۃ الوحی) اسلئے جو لوگ آپ کیطرف ایسی نبوت منسوب کرتے ہیں جیسے پہلے انبیاء کی تھی انکو ہم [illegible] جانیوالا یا غلو کرنے والا جانتے ہیں۔

پنجم۔ ایسی عورتوں کی نبوت اور مسیحیت کا دعوے کرنا جو لوگوں کے گناہ معاف کرے یا کرائے یا انجیلیں تصنیف کرے۔ اسلام کے صریح مخالف ہونیکے باعث ہم قبول نہیں کرتے۔ میاں محمد عبداللہ صاحب شاید انکو قبول کرلیں تو اچنبہ نہیں۔

ششم۔ سراج الاخبار کابل کی تحریر میاں محمد عبداللہ صاحب پر حجت ہوگی۔ ہم تو صاف کہتے ہیں کہ ہمکو ایسے مسیح کی ضرورت ہے۔ جو امت محمدیہ کی اصلاح کرے۔ اور وہ اعتقادی عمل ہر دو پر حاوی ہو۔ قیصر جرمن کو ممکن ہے۔ تثلیث پرست اپنا ملجاو ماوے مان لیں۔ یا وہ جو خونی مسیح و مہدی کے منتظر ہیں۔ ہمیں تو صلح کا شہزادہ درکار ہے۔

ہفتم۔ کشفوں اور رؤیاء کو ظاہری معنوں میں لینے والے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے محض بےخبر اور اولیاء و سلف کے مخالف ہیں۔ ذرا کسی تعبیر کی کتاب سے دیکھکر کسی بزرگ کے کشوف و رؤیاء پر اعتراض کرنا تھا۔

ہشتم۔ نشان زلزلہ کا دھکا۔ غالباً آپ جیسے سوئے ہوؤں کو ابھی دھکا معلوم نہیں ہوا۔ ورنہ تمام دنیا اس دھکے سے درہم برہم ہورہی ہے مگر غافل مسلمان ہیں۔ کہ ان کو دھکے نے بھی نہیں جگایا۔ حالانکہ یہ توبہ کرنے اور اپنی عملی اور اعتقادی اصلاح کرنے کا زمانہ تھا۔ ؎

خدمت دیں کا تو کھو بیٹھے ہو بغض وکیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

خاکسار۔ محمد منظور الٰہی احمدی۔ لاہور۔

مذاکرۂ علمیہ

حدیث الثقلین

عن زید بن ارقم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما ھذا حدیث حسن غریب (صحیح ترمذی)

گزشتہ نمبر اننا میں من حیث الرواۃ میں اس پر بحث کرچکا ہوں۔ اور وہ جرح نقل کرچکا ہوں جو اہل علم اور ماہرین فن حدیث نے اس کے متعلق بیان کی ہے۔

اس بحث میں یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ جیسا مفسرین کا اصول ہے کہ قرآن کریم کی تفسیر کرتے وقت تفسر بعضہ بعضاً کی رعایت مدنظر رکھتے ہیں اور بعض مجملات قرآن کو اس کے دیگر مقامات مفصل سے حل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح احادیث رسول کا بھی حال ہے۔ پس اسی صحیح ترمذی میں۔ نیز مشکوٰۃ میں یہ احادیث مندرج ہیں جن کا مقابلہ حدیث زیر بحث سے کرنا مناسب ہے

(۱) عن ابن عباس۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ العباس منی وانا منہ۔ (صحیح ترمذی) اس کے متعلق مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے۔

العباس منی الخ۔ ای من اقاربی او من اھلبیتی او متصل بی۔

(۲) عن ابن عباس۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للعباس اذا کان غداۃ الاثنین فاتنی انت وولدک ذای اولادک حتی ادعوا لکم بدعوۃ ینفعک اللہ بھا وولدک فغدا وغدونا معہ والبسنا کساءہ ثم قال اللھم اغفر للعباس وولدہ مغفرۃ ظاھرۃ وباطنۃ لاتغادر ذنبا اللھم احفظہ فی ولدہ رواہ الترمذی وزاد رزین واجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۷۰)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ مدارج النبوت میں لکھتے ہیں کہ "آں شش تن بودند۔ فضل عبداللہ۔ عبیداللہ۔ قثم۔ معبد۔ عبدالرحمن۔ و فرمود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ھذا عمی وصنو ابی وھؤلاء اھلبیتی وعترتی فاسترھم من النار کستری ایاھم

پس آمین گفتند۔ (جلد ۲ صفحہ ۳۵۰ مدارج النبوت)

اب مقابلہ احادیث سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ عترتی اھل بیتی کی وسعت معنوی پر احادیث رسول کریم صلعم سے ایک مزید روشنی پڑ گئی۔ اور لغت میں اہلبیت اور عترت کے جو معانی لکھے ہیں۔ یہ حدیث انکے موید اس سے ہو گئی۔ اور جناب امامیہ کی تحدید اور حدیث کساء کی خصوصیت بموجب قرار واد تشیع باقی نہ رہی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور اس کی اولاد کے ہمراہ بھی وہی فعل کیا۔ جو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد کے ہمراہ عمل فرمایا۔ ان کو بھی کساء (کمل) میں داخل فرمایا۔ اللہ ان کے حق میں بھی دعا فرمائی۔ جیسے کہ حضرت زہرا رضی اللہ عنہا اور اس کی اولاد کے لئے دعا فرمائی۔ ان کو بھی فرمایا۔ اللھم اھل بیتی۔ اور عباس اور آل عباس رضی اللہ عنہم کے لئے بھی فرمایا۔ اللھم ھؤلاء اھلبیتی وعترتی۔

اور یہ فقرہ۔ واجعل الخلافۃ باقیۃ فی عقبہ۔ اس نے ثابت کر دیا کہ واقعی حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ یہ فرمانا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً واقعہ ہو کر پورا بھی ہو گیا۔ ففہم۔ ایک مفصل (در شرح مبحث۔ لفظ اہلبیت اور عترت کی تحقیق میں) اول پیغام صلح میں شائع ہو چکا ہے۔ اسکو اس مضمون کے ہمراہ ملا کر پڑھنا چاہئے۔ قال الشیخ فی اللمعات۔ اعلم انہ قد جاء اھل البیت بمعنے من حرم الصدقۃ علیہم وھم بنو ھاشم فیشمل آل العباس وآل علی وآل جعفر وآل عقیل وآل الحارث قال التوربشتی۔ عترۃ الرجل۔ اھل بیتہ ورھطہ الادنون واستعمالھم العترۃ علی انحاء کثیرۃ بینھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقولہ اھلبیتی لیعلم انہ اراد بذلک نسلہ وعصابتہ الادنین الخ (لمعات)

اب سب کے مقابلہ کرنے سے ایک صاحب فہم و فراست محقق انسان صحیح نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہنے "عترتی اھل بیتی" سے کیا مراد تھی۔ اور اس تعمیم میں کون کون شامل ہیں۔ فی الواقعہ شیع کی تحدید اور تخصیص بالکل دعوئے بلا دلیل ہے جس کی غلطی ایک نا قد بصیر پر روز روشن کی طرح واضح ہے۔ ہاں وہ شخص جو تعصب تقلید کورانہ میں عمی ہو چکا ہو اس کا کچھ علاج نہیں۔ ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم غشاوۃ۔

فیہ کتاب اللہ وعترتی۔ عترۃ الرجل اخصہ اقاربہ وھم بنو عبد المطلب وقیل اھلبیتہ الاقربون وھم اولادہ وعلی واولادہ وقیل عترتہ الاقربون والابعدون منھم ومنہ حدیث الصدیق۔ نحن عترۃ رسول اللہ وبیضتہ التی تفقات عنھم لانھم کلھم من قریش ومنہ قولہ لہ حین شاورہ فی اساری بدر عترتک وقومک اراد بعترۃ العباس ومن کان فیھم من بنی ھاشم وبقومہ قریش والمشھور ان عترتہ من حرمت علیھم الزکوٰۃ (صفحہ ۳۴۴ مجمع البحار جلد ثانی مطبع ...)

یہ اور مشہور حدیث ... حدیث کی کتاب ہے اس میں یہ فائدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو گئے۔ اور حضرت صدیق جو اہل عرب اور قریش تھے انہوں نے عترت کے وسعت معنوی پر دلیل بھی ذکر کر دی کہ ہم سب قریش ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ وابستہ ہیں۔ اور انہی سے نکلے ہوئے ہیں۔

دوسری حدیث بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے۔ مشورہ اسارئی بدر کے معاملہ میں حضرت صدیق فرماتے ہیں۔ کہ اے رسول ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دیں۔ کیونکہ یہ تیری عترت اور تیری قوم ہے صاحب مجمع البحار کہتا ہے کہ عترت کا لفظ کہکر حضرت صدیق نے حضرت عباس اور بنو ہاشم کی طرف اشارہ کیا جو اس وقت اسارائے بدر میں گرفتار شدہ موجود تھے۔ اور قوم سے مراد باقی کے تمام قریش ہیں۔ اس قول سے بھی ایک فائدہ ہوا۔ کہ حضرت عباس اور دیگر بنو ہاشم بھی عترت اور اہلبیت رسول اللہ صلعم میں داخل ہیں۔ اور یہ قول حدیث رسول میں اسطرح داخل ہو جاتا ہے کہ حضرت صدیق کے ایسے کہنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہیں فرمایا۔ اور یہ حدیث اس حدیث کی مؤید ہے جو بیہقی نے ابی السید الساعد سے روایت کی ہے۔ اور میں نے پہلے مدارج النبوۃ سے وہ روایت نقل کر دی ہے۔ جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صاف لفظوں میں دعا فرماتے ہیں۔ قال رب ھذا عمی وصنو ابی وھؤلاء اھلبیتی استرھم من النار کستری ایاھم الخ۔

غرضکہ حضرت عباس و آل عباس اور تمام بنو ہاشم عترت اور اہلبیت رسول میں داخل ہیں اور جناب امامیہ کا ان کو خارج از اہل بیت قرار

دنیاوی خوبی بلا دلیل اور سفسطہ ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ایک اور قول بھی ہے جو لفظ اہل کے وسعت معنوی پر مشعر ہے۔ مرض موت میں جب بعض صحابہ کرامؓ نے حضرت صدیق پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے عمر رضی اللہ عنہ جیسے سخت گیر اور جابر شخص کو ہم پر امیر کر دیا تو حضرت صدیق فرماتے ہیں۔ استعملت علیہم خیر اهلك یرید خیرا لمهاجرین۔

اس قول سے معلوم ہوا کہ تمام مہاجرین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ہیں اسی واسطے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے خیر اهلك کا لفظ فرمایا اور اشارہ کیا کہ تم سب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل ہوئے اور عمر رضی اللہ عنہ تمہارے میں بہتر ہے۔ جسکو میں نے تمہیر امیر مقرر کیا ہے۔ اب اسی کی تائید ہے جو بخاری میں ابن عباسؓ سے صحیح حدیث موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہیچ بطنے از بطون قریش نبود الا آنحضرت را با ایشان قرابتے بود۔

اسی واسطے تمام قریش عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہیں۔

مگر حضرات امامیہ کو دیکھو اور ان کے اس انصاف کو دیکھو کہ دائرہ عترت اور اہلبیت کا انہوں نے اسقدر تنگ کر دیا ہے۔ کہ اسکو باوجود وسعت معنوی کے بارہ میں منحصر کر دیا ہے۔ سبحانك هذا بهتان عظیم - اور اس قرارداد پر ان کے پاس نہ تو قرآن سے اور نہ احادیث رسول اللہ صلعم سے نہ لغت عرب سے اور نہ محاورات اہل زبان سے کوئی دلیل ہے۔ اور اپنے مسلمات میں بھی تناقض رکھتے ہیں۔ پہلے خود اہلبیت کو پانچ میں مخصوص کرتے ہیں۔ پھر بارہ میں خود ہی اس - اسی کو بڑھا دیتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بدیں عقل و دانش بباید گریست

خاکسار نذر علی از لپٹا ور - ۷ - مارچ ۱۹۱۶ء

توبہ نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت حضرت امیر قوم جناب مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - قریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ بندہ حضرت مجدد الوقت کی بیعت میں بذریعہ صاحبزادہ محمود احمد صاحب داخل ہو کر زمرہ احمدی فرقہ میں شامل ہو گیا تھا مگر میاں صاحب کے عقائد مندرجہ حقیقۃ النبوت وغیرہ دیکھکر جو سراسر خلاف اسلام ہیں احمدی فرقہ سے بدظن ہو کر بیعت فسخ کر دی تھی مگر اب جب آپکے خیالات سلسلہ احمدیہ کے پڑھے اور سنے تو سراسر مطابق اسلام بلا کم و کاست پائے۔ لہذا اب میں جناب کے ذریعہ پھر سلسلہ میں داخل ہونا خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ لہذا میری بیعت منظور فرماکر دعا فرمائی جاوے کہ خدا...

[illegible] مرزا محمود کے عقائد کا سخت مخالف ہے۔ غلام نبی بخش پھول فروش [illegible] آباد - ۱۰ مارچ ۱۹۱۶ء

لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ

پر

فصلی اڈیٹر

۱۰ فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں فصلی اڈیٹر نے اس حدیث پر کچھ لکھا ہے اور ہمیں بھی مخاطب کیا ہے۔ مگر اس کا بے اصولاپن اسی سے ظاہر ہے۔ کہ ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کے اخبار میں ابن صیاد کو رسول ماننے کی حدیث پیش کر دی کہ حضرت نبی کریمؐ نے اس کی رسالت کی گواہی دی اور اب اس اخبار میں لکھتا ہے کہ "حضرت نبی کریمؐ کے زمانہ میں دوسروں کو الہام ہونے میں یہ سر تھا۔ کہ نبی کریمؐ کے معجزات اور غلبہ وحی کی موجودگی میں کسی دوسرے کے الہام کی ضرورت نہ تھی"۔ گویا اسکے نزدیک حضرت نبی کریمؐ کو رسول کی تعریف بھی معلوم نہ تھی۔ کہ اسپر وحی بذریعہ جبرئیل نازل ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ صرف ابن صیاد کے کہنے پر اس کی رسالت کی تصدیق کر دی۔

لو عاش ابراهیم لكان نبیا کے معنے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر سے سنئے۔ آپ بشیر اول کی وفات پر معترضین کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :-

"ہاں اجتہادی طور پر یہ گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہو اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئیں تھیں جو اس کی پاکیزگی روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد و روشن جوہری اور سعادت جبلی کے متعلق تھیں اور اس کی کاملیت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔ جنکے لئے بڑی عمر پانا ضروری نہ تھا" (سبز اشتہار صفحہ)

فصلی صاحب یہ ہے حقیقت ابراہیم کی نبوت کی حضرت عمرؓ والی حدیث کو اول تو آپ نے غریب قرار دیا ہے دوم اسکی تاویل یہ کی ہے کہ بوجہ قرب زمانہ نبی کے کوئی نبی نہ ہوا اگر کوئی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ بہت خوب مگر کیا حضرت مسیح موعودؑ کیوقت قرب زمانہ میں ہی ایک مصلح موعود کی ضرورت پڑ گئی۔ خیر اگر قرب زمانہ کیوجہ سے نبی کی ضرورت نہ تھی تو نہ سہی۔ اس تیرہ سو سال کے لمبے زمانہ کے اندر بھی کسی نبی کی ضرورت نہ تھی جسکا نام ہی فیج اعوج رکھا گیا تھا اگر اس زمانہ کے اندر کوئی نبی ہوا ہو۔ تو اسکا نام ونشان بتایا جائے۔ یہ مانا کہ حضرت نبی کریمؐ کی وفات کے بعد بوجہ قرب زمانہ نبی کی ضرورت نہ تھی۔ مگر کیا فیج اعوج کے زمانہ میں بھی کسی نبی کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ وہ زمانہ تو قرب زمانہ نبوی نہیں کہا جا سکتا۔ یہ تو مسیح موعودؑ ...

کو احادیث میں نبی اللہ کہا جاتا۔ اس کی نسبت حضرت صاحب کا فیصلہ ذیل موجود ہے کہ یہ حدیث ہی ضعیف ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۷) اور تمہارا دل مطلب ہے جس حدیث کو تم لوگ غریب کہو وہ تو غریب مگر جسے حضرت مسیح موعودؑ ضعیف کہیں وہ ضعیف نہیں ہو سکتی۔ اپنی نبوت کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا شروع سے آخر تک یہ مذہب رہا ہے :-

"حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں اشارتاً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے چنانچہ اسکے مطابق آنیوالا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے (ازالہ اوہام صفحہ ۳)

جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہینگے۔ لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اسپر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

حضرت مجدد صاحب کا اصل حوالہ ذیل میں ہے۔ "اعلم اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جلشانہ کا بشر کے ساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہمکلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالیٰ کے ہمکلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں کبھی یہ ہمکلامی کا مرتبہ بعض ایسے کامل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے مشرف بہ مکالمہ ہو جاتا ہے اسکو محدث بولتے ہیں" (ازالہ اوہام صفحہ ۹۱۵)

اب ایک منصف سوچ سکتا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنا درجہ مجازی نبی یعنی محدث سے ہرگز نہیں بڑھایا بلکہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۰ میں صاف لکھ دیا کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ میرا نام اللہ کیطرف سے نبی رکھا گیا مجاز کے طریق پر نہ علی وجہ الحقیقۃ ظاہر ہے کہ حضرت صاحب کے پہلے و آخری مذہب میں ذرا فرق نہیں۔ فرق ہے تو آپکو حقیقی نبی بنانے والوں کی عقل کا - ..... پھر فصلی اڈیٹر لکھتا ہے کہ "اس حدیث کے یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ اگر میری بعثت کے باوجود بھی کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے" مگر ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کا الفضل دیکھکر لکھنا تھا۔ وہاں تو باوجود اپنی بعثت کے ابن صیاد کو آپکے خیال کے مطابق رسول مان لیا۔

اس مضمون میں فصلی اڈیٹر نے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں مگر نتیجہ یہ ہے کہ کوئی معقول جواب دے کر سائل کی تسلی نہیں کر سکا - صرف احتمالات پر اپنا مدار رکھا ہے۔ اگر اس بارہ میں اور اس حدیث کی تشریح حضرت صاحب کی کتب میں دیکھ لیتا تو اتنی سرگردانی اسے نہ کرنی پڑتی جو لوگ حکم کو چھوڑ کر اپنے علم اور مولوی فاضلی کی ڈگری پر نازاں ہوں وہ اسی طرح سرگردان رہا کرتے ہیں۔ حکم کو تو حدیث و قرآن ...

مختصر نوٹ

لا یحب اللّٰہ الجہر بالسوء الا من ظلم

ہمارا ارادہ کبھی بھی نہیں ہوا کہ ہم اپنے وقت اور روپے کو مسلمانوں کی باہمی تو تو میں میں میں ضائع کریں۔ کیونکہ ہمارے سپرد حضرت مسیح موعود نے ایک نہایت عظیم الشان اور اہم کام اشاعت اسلام کا کیا ہوا ہے مگر محمودی لوگوں کے فتوؤں اور زبان درازی سے مجبور ہو کر جو آئے دن وہ اپنے اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ سے کرتے رہتے ہیں ہمیں بھی کبھی نہ کبھی کچھ لکھنا ہی پڑا ہے۔ ابھی تک ان لوگوں کے ظلم بند نہیں ہوئے۔ افترا پردازی اور جھوٹ کا وہ طوفان بے تمیزی انھوں نے برپا کر رکھا ہے کہ جس کی حد نہیں۔ اس لئے ایسی حالت میں خاموش رہنا ایک گناہ ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ان محمودی لوگوں کی بے لگامی اور جھوٹ کا پردہ فاش کیا جائے الفضل - الحق - الحکم اور فاروق میں جو کچھ ہمارے متعلق کہا گیا - جیسے کچھ خلاف تہذیب الفاظ سے ہمیں یاد کیا گیا - اور جو جو کچھ بیہودہ مفتریات ہماری طرف منسوب کئے گئے اور کئے جا رہے ہیں وہ اس قابل نہیں کہ ان کو یونہی نظر انداز کیا جائے۔ ہم نے بہت عرصہ تک صبر کیا۔ اور محض اس لئے کیا کہ شاید یونہی یہ لوگ باز آ جائیں - لیکن اب تو اس حد تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ہمارے نزدیک ان کا ترکی بہ ترکی جواب دینا ایک [illegible] ہے۔ اسی لئے ہم نے اس ناگوار سلسلہ کو [illegible] کیا ہے۔

اور ہم اس دن کے دیکھنے کے دل سے آرزو مند ہیں جب یہ ظالم اپنے اس رویہ سے باز آ جائیں اور پیغام صلح کے صفحات بھی کسی اہم مقصد پر صرف ہوں ہم الفضل ایڈیٹر کو اب بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ وہ اس طرز عمل سے باز آ جائیں اور اس میدان کو چھوڑ کر اپنی بحث کو مسائل تک محدود رکھیں ورنہ اگر یہی چال کا رخ اندازہ را پاداش سنگ است، کے مطابق عمل کیا تو انکو مجبوراً اس طرف سے بھاگنا پڑیگا

پیر پرستی کی حد ہو گئی

جیسے مرزا احمدی لوگ اپنے پیروں اور فقیروں کے صدقے دعائیں مانگا کرتے ہیں یہی بدعت اب محمودیوں میں جاری ہو رہی ہے۔ چنانچہ ایک صاحب جو حکیم اور ڈاکٹر اور سیاح اور کیا کچھ ہیں محمودی واعظ بننے کی خاطر اپنی بھی چوڑی رام کہانی سناتے ہوئے ۱۴- مارچ کے الفضل میں اپنی دعا ان الفاظ میں لکھتے ہیں

"الٰہی میں کمزور کرم خاکی ہوں تو اپنی صفت کریمی اور غافر الذنب کا پرتوا خلیفہ ثانی حضرت بشیر الدین محمود احمد علیہ السلام کے صدقے سے مجھ پر ڈال"

کیا یہ دعا ایک موحد احمدی کے منہ سے کبھی نکل سکتی ہے۔ یہی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں (معلوم) کہ حضرت مسیح موعود کے استعارات اور آپ کے دعووں کے ضروری اسرار سے واقف صرف اس کا مزعومہ خلیفہ ہے جو بیچارہ آپ کی وفات تک سیر و شکار میں لگا رہا مسیح کے حواریوں بیچاروں کو کبھی کسی نے نہ پوچھا تھا اور پیچھے آنے والے پولوس وغیرہ اپنا نیا مذہب نئے نئے اسرار بیان کرنے چلا لے تک پڑے یہی حال یہاں ہو رہا ہے - اور (رول آف مفری) کام کرنے لگ پڑا ہے - یہ شخص اپنے منہ سے مانتا ہے کہ وہ عرصہ دراز تک منافق طبع رہا ہے - آئندہ دیدہ باید

مفتی صاحب کا دورہ

جیسا مفتی محمد صادق صاحب کی عادت ہے وہ اکثر شیرہ بادام پینے کے لئے بہت سے دورے کیا کرتے ہیں اور آپ ماشاء اللّٰہ خوب صورت نظاروں کے بھی بہت شائق ہیں آپ کی تبلیغ کا یہ حال ہے کہ گھوڑوں ٹٹوؤں اور جنگل کے جانوروں کو بھی تبلیغ پہنچا دیا کرتے ہیں - جہاں خاطر تواضع خاطر خواہ ہوگی بس پھر آپ کی قلم ہے اور اخبار کے کالم تعریف کر کے اپنے میزبانوں کو خوش کر دیا کرتے ہیں۔ اور عموماً ایک پتھر سے دو پرندوں کے شکار کی پالیسی پر کاربند رہتے ہیں سیر نا صر نواب کی طرح سیر و شکار میں بھی ہیں نہیں بھولے مگر افسوس کہ اپنی پالیسی کے مطابق میر عابد حسین صاحب تحصیلدار کو یہ کہنا بھول گئے کہ ان لوگوں کی دعوت کو اب منافق کہا جاتا ہے آپ یعنی مفتی صاحب زمانہ خلافت اول میں بذریعہ اخبار بہت تعریف کیا کرتے تھے اور اب بقول اگر شاہ روز را گوید شب است ایں ۔ بباید گفت اینک ماہ و پروین آپ خلافت کی جوتیوں کے غلام ہیں۔ کہ سچائی تصویروں سے ہی منافق اور مومن پرکھوانے ہیں، تو مفتی صاحب اپنی مختلف تصاویر عربی وغیرہ لباسوں کی بھی عام شائع کر کے اپنی نسبت رائے لگوائیں

الفضل کی خوش فہمی

پیسہ اخبار ۱۷- فروری ۱۹۱۶ء میں جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک مضمون تعاون محمودیہ کے بارے میں دیا تھا جس میں صاف طور پر لفظ موجود ہیں :-

"النبوۃ فی الاسلام کی اشاعت کے بعد بھی اگر قادیانی فریق کا یہ خیال ہے کہ وہ مسئلہ نبوت حضرت مرزا صاحب میں حق پر ہیں اور ان کے موافق ہم حضرت مسیح موعود کے مسلک کو چھوڑ کر غیر احمدیوں کے ساتھ جا ملے ہیں تو کم از کم اس مسئلہ میں محمود احمد صاحب کو مجبور کریں کہ حضرت مولوی صاحب سے تحریری بحث کریں۔"

اس کے جواب میں الفضل ایڈیٹر نے الفضل نمبر ۹۰ میں اپنی طرف سے چیلنج کی منظوری شائع کر دی جس کے جواب میں پیغام صلح نمبر ۹۴ میں لکھا گیا کہ اس کی منظوری میاں محمود احمد کی طرف سے آنی چاہئے۔ الفضل ایڈیٹر اپنے آپ کو کفارہ میں پیش کرے - اب ۷- مارچ کے الفضل میں خوش فہم ایڈیٹر ہم پر تحریری مباحثہ سے فرار کرنے کا الزام لگاتا ہے۔ ناظرین ڈاکٹر صاحب کے اصلی الفاظ موجود ہیں۔ اس کا مطلب جو شخص جان بوجھ کر نہ سمجھے وہ فرشتوں کی نفرین کا مستحق ہے یا نہیں۔ اگر الفضل نے لکھا ہوتا کہ اس چیلنج کے مطابق میاں محمود احمد صاحب مولوی صاحب کے ساتھ تحریری بحث کے لئے تیار ہیں اور ان کی منظوری سے جواب لکھا گیا ہے تو یہ ایک معقول جواب چیلنج کا ہوتا۔ مگر پیر پرستی نے پہلے ہی مسلمانوں کی عقل چکرا دی ہوئی ہے پھر محمودی پیر پرست اگر معقول باتوں کو نہ سمجھیں تو کسی کا کیا قصور۔

محمودیوں کا جلسہ دہلی

۷- مارچ کے الفضل میں مختصر روئداد جلسہ دہلی چھپی ہے

پروگرام سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مولویوں کو اپنی عربی دانی کی داد دہلی والوں سے لینی تھی۔ ورنہ ایسے لوگوں میں جہاں عربی زبان بہت کم آدمی جانتے ہیں عربی کے لیکچر رکھنے کیا ضروری تھے۔ ہمارے امام کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے موجود ہے کہ عام تقریریں آپ عام فہم زبان میں فرمایا کرتے تھے اور عربی تصانیف یا تو آپ نے عربی علم پر حملہ کرنے والوں کے جواب میں لکھیں یا خدا تعالیٰ کے حکم کے ماتحت میاں عبدالرحمن جو کام اپنی عربی دانی سے عربی ممالک میں کر آئے ہیں وہ بھی

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم — ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن — جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آن نہ از خود از ہمان جا مے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

قیمت

سالانہ ۷ؔ
ششماہی ۴ؔ
سہ ماہی ۲ؔ
ماہوار ... رسالہ للعمر

جلد ۳ | ینگ اسلام ... لاہور سہ شنبہ ۹ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۴ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۹۰

حکمت کے موتی

حضرت امام ابوحنیفہ رح کے چند پاکیزہ کلمات

(از شیخ غلام قادر صاحب عاکف)

فرمایا "جس شخص کو علم نے بھی معاصی اور فواحش سے باز نہ رکھا اُس سے زیادہ زیاں کار کون ہوگا"

"جو شخص علم دین میں گفتگو کرے اور اُس کو یہ خیال نہ ہو کہ ان باتوں کی باز پرس نہ ہوگی وہ مذہب اور خود اپنے نفس کی قدر نہیں کرجانتا"

"اگر علما خدا کے دوست نہیں ہیں تو عالم میں کوئی خدا کا دوست نہیں"

"جو شخص قبل از وقت ریاست کی تمنا کرتا ہے ذلیل ہوتا ہے"

"جو شخص علم کو دنیا کے لئے سیکھتا ہے علم اُس کے دل میں جگہ نہیں پکڑتا"

"سب سے بڑی عبادت ایمان اور سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔ پس جو شخص افضل ترین عبادت کا پابند اور بدترین معاصی سے محترز رہے اُس کو مغفرت کی بہرحال امید رکھنی چاہیے"

"جو شخص حدیث سیکھتا ہے اور اس سے استنباط مسائل نہیں کرتا وہ ایک عطار ہے جس کے پاس دوائیں ہیں۔ لیکن یہ نہیں جانتا کہ کون کس مرض کے لئے ہے"۔ "جو شخص علم کا مذاق نہیں رکھتا اُس کے آگے علمی گفتگو کرنی اُس کو اذیت دینی ہے"

"اپنے دوست (نفس) کے لئے گناہ جمع کرنا اور دشمن (ورثا) کے لئے مال فراہم کرنا کیسی غلطی ہے"

ایک بار کسی نے سوال کیا کہ حضرت علی اور امیر معاویہ کی لڑائیوں کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا کہ "قیامت میں جن باتوں کی پرسش ہوگی مجھکو اُن کا ڈر لگا رہتا ہے۔ ان واقعات کو خدا مجھ سے نہ پوچھیگا اس لئے اس پر توجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہیں"

آپ نے اپنے شاگرد رشید قاضی ابو یوسف رح کو چند ہدایات لکھکر دیں جن میں سے بعض یہ ہیں

"کوئی شخص مسئلہ پوچھے تو صرف سوال کا جواب دو اپنی طرف سے کچھ نہ بڑھاؤ"

"شاگردوں کے ساتھ ایسے خلوص اور محبت سے پیش آؤ کہ کوئی غیر دیکھے تو سمجھے کہ تمھاری اولاد ہیں۔ عام اور معمولی رتبہ کے لوگ مناظرہ کرنا چاہیں تو احتراز کرو"

"کسی شہر میں جانا ہو تو وہاں کے علما و فضلا سے اس طرح ملو کہ ان کو رقابت کا خیال نہ ہو۔ علمی تذکرہ آئے تو جو بات کہو خوب سمجھ کر کہو اور وہی کہو جس کا کافی ثبوت دے سکتے ہو"

"مناظرہ کے وقت نہایت جرأت و استقلال سے کام لو ورنہ دل میں ذرا بھی خوف ہوگا تو خیالات مجتمع نہ رہ سکینگے۔ اور زبان میں لغزش ہوگی۔ جو لوگ آداب مناظرہ سے واقف نہیں یا مکابرہ کرنا چاہتے ہیں ان سے ہرگز گفتگو نہیں کرنی چاہیئے"

"مناظرہ کے وقت غصہ نہ کرنا چاہیئے ہنسنا کم چاہیئے زیادہ ہنسی سے دل افسردہ ہوتا ہے"

"جو کام کرو اطمینان اور وقار کے ساتھ کرو"

"گفتگو میں سختی نہ ہو اور آواز بلند ہونے پائے"

"ہر بات سے بے پروائی اور بے نیازی ظاہر ہو اور فقر کی حالت میں بھی وہی استغنا قائم رہے"

"شاگردوں میں کسی کو فقہ کے درس کی اجازت دو تو خود بھی اس کی درسگاہ میں شریک ہو کہ اس کے متعلق رائے قائم کرسکو۔ وہ اگر کہیں غلطی کرجائے تو بتا دو ورنہ تمھارے چپ رہنے سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ تم نے جو کہا صحیح کہا"

"ہر بات میں تقوے اور امانت کو پیش نظر رکھو۔ خدا کے ساتھ دل سے وہی معاملہ رکھو جو لوگوں کے سامنے ظاہر کرتے ہو جس وقت اذان کی آواز آئے تو نماز کے لئے طیار ہوجاؤ"

چیدہ خبریں

پنجاب کونسل کے جدید انتخاب کے متعلق یہ معلوم ہوا ہے کہ آنریبل رائے بہادر بخشی سوہن لال نے اپنے تئیں جالندھر ڈویژن کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کی طرف سے بطور امیدوار پیش کیا ہے۔ اس ڈویژن میں اضلاع کانگڑہ ہوشیارپور۔ جالندھر۔ فیروزپور۔ لدھیانہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ دیوان سنت رام بیرسٹر ایٹ لا گوجرانوالہ لاہور ڈویژن کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کی طرف سے امیدوار ہوئے ہیں +

ہز ایکسلنسی وائسرائے دہلی ۷ مارچ کو سرگائی فلیٹ وڈ ولسن اور سر جان جنکنسن آنجہانی کے مجسموں کو بے نقاب کرنے والے تھے۔ کہ اس روز یہ رسم ملتوی رہی +

ایڈیشنل ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ مدنا پور کی عدالت سے ایک بنگالی ٹیچر مسمی ایانی کنت سین گپتا کو اس جرم کی پاداش میں چھ ماہ قید بامشقت کی سزا ملی کہ اس نے امتحان میٹریکولیشن کے دو امیدواروں کو انگریزی کے دوسرے پرچہ سوالات کے جواب مدل دینے کا وعدہ دے کر دھوکہ دیا تھا +

کلکتہ کا ایک تار مظہر ہے کہ سیاسی مشتبہین کی جو گرفتاریاں ان دنوں عمل میں آئی ہیں۔ ان میں ستیندر چندر مترنامی ہائیکورٹ کلکتہ کا ایک وکیل بھی ہے۔ جسے کلکتہ سے بذریعہ تار اطلاع موصول ہونے پر مقام نوآکھالی میں گرفتار کر لیا گیا +

جاپانی مارو نامی ایک جاپانی جہاز جو چند روز ہوئے جاپان سے دیاسلائی کے بکس لیکر کلکتہ پہنچا تھا۔ بکسوں کو آگ لگ گئی۔ مگر غنیمت ہے کہ جلد فرو کر لی گئی سننے میں آیا ہے۔ کہ اسی طرح کچھ عرصہ پیشتر ایک یورپین کی جیب میں جاپانی دیاسلائی کی ایک ڈبیا جل اٹھی تھی اور اس نے عدالت میں چارہ جوئی بھی کی مگر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا +

مہاراجہ کپور تھلہ نے ۲۵ سال عہد حکومت کی خوشی میں ۶ و ۷ مارچ کو اپنے عہد حکومت کی نقرئی جوبلی منائی۔ مگر ضرورت وقت کے اقتضا سے تقریب جشن کا کل پروگرام مختصر اور سادہ تھا +

لنڈن ۷ مارچ۔ قاہرہ کا تار مظہر ہے کہ سلطان مصر نے ایک فرمان کے ذریعہ سے ہندوستانی روپیہ کو تا احکام ثانی سکہ رائج الوقت قرار دیا ہے۔ اور اس کی قیمت مصری سکہ میں ۷ ۵ ملیم مقرر کی ہے +

لنڈن ۷ مارچ۔ لارڈ کرزن نے اپنا بازو توڑ لیا ہے۔ بعد کا تار مظہر ہے کہ لارڈ کرزن کی کہنی کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے +

لنڈن ۷ مارچ۔ ایتھنز کا ایک تار مظہر ہے کہ نئے سرکاری اخبارات اس افواہ کی تردید کرتے ہیں۔ کہ موسیو سکولوڈلیس کی مجلس وزرا از سر نو ترتیب دی جانے والی ہے +

لنڈن ۷ مارچ۔ ماہ فروری کی برطانی تجارت کے شمار و اعداد سے پایا جاتا ہے کہ غلہ اور آٹے کی درآمد میں ۱۷۵۱۰۴۴ پونڈ اور پنبہ کی برآمد میں ۹۷ ۸۶ ۴۴۴۲ پونڈ کا اضافہ ہوا ہے۔ بحیثیت مجموعی ماہ فروری کی تجارت درآمد میں ۷۷ ۷۷ ۳۱۴ ۲ پونڈ اور برآمد میں ۵۸۸۴۵ ۱۰۱ پونڈ کا اضافہ ہوا ہے +

لنڈن ۷ مارچ۔ پیکن کا تار مظہر ہے۔ کہ سرکاری سپاہ کا مقام سوی فو پر دوبارہ قبضہ کر لینا شدید جنگ کا نتیجہ تھا جس میں باغیوں نے شدید نقصان اٹھایا۔ یونانفو سے اطلاع پہنچی ہے کہ زیچوان میں پیشقدمی کرنے کی وجہ سے خوف طاری ہو گیا ہے۔ فوج یان کے علاقہ میں داخل ہو چکی ہے۔ جہاں کوانگسی اور کوانگ تنگ کی افواج نے مقام یو یا پر قبضہ کر لیا ہے +

لنڈن ۱۰ مارچ۔ نیویارک کا تار مظہر ہے کہ میکسیکن قزاقوں نے جو جنرل ولا کے فریق سے تعلق رکھتے ہیں۔ شہر کولمبس واقع نیو میکسیکو پر تاخت کی مگر امریکن رسالہ کے سواروں نے انہیں مار کر بھگا دیا۔ لڑائی میں ان کے ۱۰۰ مقتول اور ۲۰۰ مجروح ہوئے۔ ۱۲ امریکن ہلاک ہوئے۔ امریکن سواروں نے قزاقوں کا میکسیکو کے علاقہ میں تعاقب کیا مگر جب میکسیکن سپاہ کو کمک پہنچ گئی تو واپس آ گئے۔ بیان کیا گیا ہے کہ ریاستہائے متحدہ کی طرف سے سپاہیوں کو اس امر کی آزادی دی جائے گی۔ کہ ان قزاقوں کو گرفتار کر لیں +

ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب کے حکم سے ۱۳ فروری ۱۹۱۶ء کو موضع گوراہا ضلع لاہور میں جو تعزیری پولیس ایک سال کے لئے قائم کی گئی تھی۔ وہ مزید ایک سال تک وہاں مامور رہیگی +

قانون حق شفع پنجاب ۱۹۱۳ء کی رو سے ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب نے اعلان کیا ہے کہ جو زرعی اراضی اور دیہاتی جائداد غیر منقولہ سیالکوٹ میونسپلٹی کی حدود کے اندر شامل ہے یا آئندہ شامل ہو اس پر شفع کا استحقاق قائم کیا جائیگا

لنڈن ۱۰ مارچ۔ شدید برفباری کی وجہ سے ہائی لینڈ ریلوے کی ایک ٹرین مشکل کے روز سے برف میں جکڑ گئی ہے۔ مزدور لوگ برف کو کھود کر گاڑی کو نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں +

لنڈن ۸ مارچ۔ لارڈ کرزن پر عمل جراحی ہو گا۔ لنڈن ۹ مارچ۔ لارڈ کرزن کی حالت اچھی ہے +

لنڈن ۸ مارچ۔ جہاز ٹیلوبو پر آگ بجھائی جا رہی ہے۔

وابعدہ لائیڈ کا ایک تار مالٹا سے مظہر ہے کہ ٹیلوبو کی تہ بندی میں سوراخ کر دیا گیا ہے اور اسے کلارڈی سلیما میں کنارے پر چڑھا دیا گیا ہے۔ آگ بجھا دی گئی ہے +

لنڈن ۹ مارچ۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ جاپان کے وزیر خارجہ نے ۶ مارچ کو بیان کیا ہے کہ اگرچہ ایک یورپین سلطنت نے شاخسانہ برپا کرانے کی بہت کوشش کی۔ مگر امریکہ اور جاپان کے باہمی تعلقات اس وقت پہلے سے بھی زیادہ مخلصانہ ہیں اور اس کے منصوبوں کی ناکامی کی وجہ سے آئندہ ان کے خلوص میں اور بھی ترقی ہو گی +

لنڈن ۹ مارچ۔ مسٹر سٹین سیٹ لینڈ نے دیو دار عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ سومالی لینڈ میں صورت حالات غیر متوقع طور پر قابل اطمینان ہے۔ گذشتہ ڈیڑھ سال کے دوران میں سالہائے گذشتہ کی نسبت بہت کم دقت محسوس ہوئی ہے۔ شمالی علاقہ کے قبائل جو زیادہ تر فتنہ و فساد کا باعث تھے ملا کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ اور حبشی تاختوں کی وجہ سے جنوبی علاقہ کے اہل قبائل بھی عارضی طور پر سر اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ ملا کا یہ سکون کچھ تو اس کی ضعیفی کی وجہ سے ہے اور کچھ اس وجہ سے کہ اس کے ہمراہیوں اور اونٹوں کی تعداد گھٹ گئی ہے +

سرکاری رپورٹیں بابت ہفتہ مختتمہ ۴ مارچ مظہر ہیں کہ موسم جیسا کہ ہونا چاہئے۔ ویسا تھا لیکن بارش نہیں ہوئی۔ ایستادہ فصلوں کی حالت بالعموم اچھی ہے۔ بہار اور اڑیسہ کے بعض اضلاع سے مویشی کی بیماری کی خبر موصول ہوئی ہے۔ بنگال میں قحط زدہ رقبوں کے باشندوں کی حالت میں کوئی نمایاں تبدیلی وقوع پذیر نہیں ہوئی۔ پنجاب میں بارانی فصلیں خشک سالی کی وجہ سے پژمردہ ہو گئیں اشیائے خوردنی کا نرخ عام طور پر ایک حالت پر قائم رہا ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۴ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۹۹

لیس الذکر کالانثی

از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کامل پور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمثیلاً کئی بار فرمایا کہ نبی اور اُس کی اُمت اور مجازاً امام اور اس کی جماعت کا تعلق خاوند اور اُس کی بیوی کے مانند ہوتا ہے - نبی کا اہل اس کی جماعت بھی ہوتی ہے - قرآن نے بھی مومن کی مثال امراۃ فرعون اور مریم علیہا السلام سے دی ہے - حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے آپ کو مریم الہاماً بتلایا

پھر خدا کے فضل اور نبی کے فیوض سے حصہ لینے کو شوہر اور بیوی کے آپس کے تعلق سے حمل قرار پا جانے سے تشبیہ ہے جیسا کہ خود حضرت صاحب نے اپنے روحانی حمل اور بعد ازاں ولادت ابن مریم کا ذکر فرمایا - جو احمدی جماعت سے پوشیدہ نہیں - حضرت مولانا روم بھی فرماتے ہیں

جان کل با جان جزو آسیب کرد
عقل از وے دُرّے ستد درجیب کرد
ہمچو مریم جان ازاں آسیب جیب
حاملہ گشت از مسیح دل فریب
آں مسیحے نے کہ برخشک وتر است
آں مسیحے کز مساحت برتر است
پس ز جانِ جاں چو حامل گشت جاں
از چنیں جانے شود حامل جہاں
پس جہاں زاید جہانے دیگرے
ایں حشر را وا نماید محشرے -

یعنی خدا سے جب بندے کا تعلق ہو جاتا ہے تو تعلق ایک موتی نطفہ کی طرح سے لیتی ہے - اس طرح روح مریم کی مانند حاملہ ہو جاتی ہے اور اس حمل سے مسیح تولد ہوتا ہے - یعنی حالت مرتبے سے حالت بھی وارد ہو جاتی ہے - - - - -
. . . .
. . . . تو حالت مرتبہ اور خدا کے فیوض کا نتیجہ ہے -

پھر اس شخص سے جس کی روح خدا سے حاملہ ہوتی ہے تمام جہان کی روحیں حاملہ ہوتی ہیں - یعنی فیض پاتی ہیں - یہ استعارات ہیں جو اہل حال اور اہل باطن میں جاری ہیں - اور صاحب عرفان اس سے ذوق اور فائدہ اٹھاتے ہیں - پس نبی کو تمثیلاً بطور شوہر کے قرار دیکر اُمتی کو بطور بیوی کے فیض پانے اور حاملہ کہنا یہ ایک لطیف استعارہ ہے جو اہل حال اور اہل علم سے پوشیدہ نہیں - اور ھن لباس لکم وانتم لباس لھن کو مدنظر رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استعارہ اُس موقع پر نہایت ہی چسپاں ہوتا ہے جہاں اُمتی اور نبی میں شدید تعلق پیدا ہو جاتا ہے - گویا اُس وقت وہ میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے کے رازدار ہو جاتے ہیں - اور کوئی حجاب درمیان میں باقی نہیں رہتا -

چنانچہ ہمارے دوست مولانا محمد حسین صاحب کو ایک رویا آئی ہے - جو اسی استعارہ کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے - ذوق سلیم کے لئے درج ذیل کرتا ہوں -

مولانا فرماتے ہیں کہ مورخہ ۱۴ - فروری ۱۹۱۶ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں احمدیوں اور محمودیوں کے درمیان مباحثہ کا انتظام ہے - اور اس میدان کے ایک طرف عالیشان مکان ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف فرما ہیں اس وقت حضرت خواجہ کمال الدین صاحب اور حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب اور جناب مرزا یعقوب بیگ صاحب اس مکان میں جاکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہوئے اور بڑے عجز و نیاز سے یہ عرض کی کہ موجودہ تنازعہ نبوت وغیرہ کا حضور کو خود علم ہے - اس لئے حضور خود ہی فیصلہ فرمائیں - اس پر حضور نے پانچ مرکے دفعہ حقہ پر فیصلہ اس طرح لکھا -

"ان لوگوں (محمودیوں) نے ایک تنکے کو پہاڑ بنا دیا ہے - کیا زلیخا بہت خاوند کرنے کے بعد جب ایک نبی کی بیوی بنی تو وہ مرد بن گئی تھی ؟ - راقم مرزا غلام احمد رئیس قادیان - ضلع گورداسپور"

مولانا فرماتے ہیں کہ خواب میں جب یہ فیصلہ مجھے ملا تو ساتھ ہی مجھے یہ حکم ہوا کہ اس فیصلہ کو بغرض اشاعت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے پاس کامل پور بھیجنا چاہیئے -

اس فیصلہ میں جب میں نے لفظ تنکا دیکھا تو مجھے حضور کا یہ شعر یاد آیا ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمدؐ است

مرفوعہ بالا رویا عجیب و غریب استعارہ اپنے اندر رکھتی ہے حضرت مسیح موعود نے اپنے فیصلہ میں اپنی اور آنحضرت صلعم کی مثال تنکے اور پہاڑ سے دی ہے -

یہ جواب ہے اُس گستاخی کا جو آجکل محمودیئے حضرت ختمی مرتبت رسالت پناہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں روا رکھتے ہیں - اور چھوٹے ہی چھوٹا منہ بڑی بات - حضرت مرزا صاحب کو میں محمدؐ اور بحیثیت نبوت کے آپ کے برابر سمجھتے ہیں - بلکہ بعض اسے آپ کی بعثت ثانی قرار دیکر موجودہ بعثت کو بعثت اول سے افضل سمجھتے ہیں - نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات

دوسرا امر کہ زلیخا نبی کی بیوی بنکر مرد نہیں بنگئی - جواب ہے اس بات کا کہ اُمتی ترقی کرتا کرتا خواہ وہ نبی کے ساتھ اس قدر شدید اتحاد پیدا کرے جیسے بیوی کو شوہر سے ہوتا ہے اور کوئی حجاب درمیان میں باقی نہ رہے - مگر پھر بھی وہ اُمتی ہی رہتا ہے - جیسا کہ بیوی باوجود اپنے خاوند کے ساتھ شدید اتحاد رکھنے کے عورت ہی رہتی ہے مرد نہیں بنجاتی کیونکہ مردی ایک موہبت ہے جو خدا کی طرف سے ملتی ہے نہ کہ کوشش سے گویا نبیوں کا گروہ ایک جدا استعداد اپنے اندر خدا کی طرف سے بطور موہبت کے رکھتا ہے جو انسان کو کوشش سے نہیں ملتا - پس جو چیز موہبت ہوتی ہے اُس کی نسبت کہنا کہ کوشش سے بھی مل جاتی ہے یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے کوئی یہ کہے کہ ایک عورت کوشش کرکے مرد بھی بن سکتی ہے - جو چیز موہبت ہوتی ہے وہ کوشش سے نہیں ملا کرتی - جب یہ ایک مسلّم امر ہے کہ نبوت ایک موہبت ہے تو پھر یہ کہنا کہ یہ کوشش سے بھی مل جاتی ہے ایک ایسی ہی دور از قیاس بات ہے جیسے کوئی کہے کہ ایک عورت بہت سے مردوں کی بیوی بنکر یا کسی عظیم الشان مرد مثلاً نبی کی بیوی بن کر یا وہ تمام کمالات جو مرد حاصل کر سکتا ہے حاصل کرکے مرد بن سکتی ہے - عورت کا کام ہے مرد کی فرمانبرداری اور اُس سے منفعل اور متاثر ہونا اسی طرح اُمتی کا کام ہے - نبی کی فرمانبرداری اور اُس سے فیض پانا جس طرح عورت اپنے شوہر کی معیت میں اُن تمام انعامات سے مستفیض ہے جو مرد خود اپنی ذات سے کماتا ہے - اسی طرح اُمتی اپنے نبی سے قرب اور معیت حاصل کرنے کے بعد اُن انعامات سے حصہ لیتا ہے جو اُس نبی پر وارد ہوتے ہیں جیسے یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک عورت اپنے خاوند سے باوجود "من تو شدم تو من شدی" کا تعلق رکھنے کے مرد بن جائے - اسی طرح

مذاکرۂ علمیہ

بحث ثقلین

بحث عجیب

(تقابل الاحادیث)

(۱) عن جابر بن عبد اللہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجتہ یوم عرفۃ وھو علی ناقتہ القصوی یخطب فسمعتہ یقول یا ایھا الناس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ (رواہ الترمذی)

(۲) عن زید بن ارقم۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظروا کیف تخلفونی فیھما۔ (رواہ الترمذی)

(۳) عن زید بن ارقم۔ قال قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومًا فینا خطیبًا بماء یدعی خمًّا بین مکۃ والمدینۃ فحمد اللہ واثنی علیہ ووعظ وذکر ثم قال اما بعد الا ایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یاتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدی والنور فخذوا بکتاب اللہ واستمسکوا بہ فحث علی کتاب اللہ ورغب فیہ ثم قال واھل بیتی اذکرکم اللہ فی اھل بیتی وفی روایۃ کتاب اللہ ھو حبل اللہ من اتبعہ کان علی الھدی ومن ترکہ کان علی الضلالۃ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۵۶۸)

(۴) عن جابر۔ وقال قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ وانتم الخ (رواہ مسلم)

یہ حدیث لمبی ہے۔ باب حجۃ الوداع میں اول سے مذکور ہے۔ اور تمام ارکان حج کا اس میں ذکر ہے۔ (یہ ٹکڑہ ہے اس لمبی حدیث کا جو بقدر ضرورت درج کیا گیا ہے۔

(۵) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم (رواہ رزین مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

(۶) وعن العرباض قال الخ۔ فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافًا کثیرًا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ وایاکم الخ (رواہ احمد وابوداود والترمذی وابن ماجہ مشکوٰۃ)

اس حدیث کو احمد۔ ابوداؤد۔ ترمذی اور ابن ماجہ سب نے روایت کیا ہے۔ اس میں دو چیزوں سے تمسک کرنے کا حکم ہے۔
سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
اور سنت خلفاء الراشدین المھدیین۔
پہلی بات پر تو شیعہ اور سنی دونوں متفق ہیں اس پر بحث کی ضرورت نہیں دوسری بات پر اس جگہ ہم صرف تین شہادتیں پیش کرتے ہیں۔

شہادۃ القرآن

اول۔ والسابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ الخ

دوم۔ زبور آل محمد یعنی صحیفہ کاملہ میں۔ حضرت امام زین العابدین دعا فرماتے ہیں جسکے چند فقرات حسب ذیل ہیں:۔
اللھم واصحاب محمد خاصۃ الذین الخ ...... وسابقوا الی دعوتہ واستجابوا لہ اسمعھم حجۃ رسالتہ ...... وبما حاشوا الخلق علیک وکانوا مع رسولک دعاۃ لک الیک ...... اللھم واوصل الی التابعین لھم باحسان الخ ...... الذین قصدوا سمتھم وتحروا وجھتھم ومضوا علی شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم والائتمام بھدایۃ منارھم ...... مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم ویھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم۔ (صحیفہ کاملہ)

ترجمہ۔ بار خدایا تو صحابہ کرام پر بالخصوص اپنی رحمت نازل فرما۔ جنہوں نے رسول کریم صلعم کی دعوت کو سب سے اول قبول کیا۔ اور تمام لوگوں کو آنحضرتؐ پر جمع کیا۔ اور وہ آنحضرت صلعم کے ہمراہ بطور داعی الی الاسلام کام کرتے رہے۔ اور بار خدایا تو تابعین صحابہ کرام پر بھی اپنی رحمت اور برکت نازل فرما۔ جنہوں نے صحابہ کرام کی نیکیا کے ساتھ پیروی کی۔ اور آثار صحابہ کرامؓ اور اُن کے نقش قدم پر چلے اور اُن کی سیرت اور طریقہ کی پوری پوری انہوں نے اقتدا کی۔ اور اس اتباع اور پیروی صحابہ کرام میں ان کو کوئی شک اور تردد لاحق نہیں ہوا۔ اور آثار صحابہ پر چلنے میں ان کا قلب مضطرب اور پراگندہ نہیں ہوا۔ وہ تابعین صحابہ کرامؓ کے دین کو تقویت دینے والے اور اُن کے دین سے وجہ مصداق ہے ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم کا راہ پانے والے ہیں۔ وہ تابعین سیرت اور سنت صحابہ کرام پر اتفاق رکھتے ہیں۔ اور صحابہ کرامؓ کو اس دین کے پہنچانے میں جو انہوں نے تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کو پہنچایا۔ کسی قسم کا اتہام نہیں لگاتے۔

سوم۔ حضرت امام حسن علیہ السلام نے جب امیر شام کے ہمراہ مصالحت فرمائی تو صلحنامہ میں یہ الفاظ حضرت امام حسن علیہ السلام نے لکھوائے۔ ھذا ما صالح علیہ الحسن بن علی ابن ابی طالب ومعاویۃ ابن ابی سفیان صالحہ علی ان یسلم ولایۃ امر المسلمین علی ان یعمل فیھم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وسیرۃ الخلفاء الصالحین الخ (حبیب السیر) قال علی علیہ السلام وتلکم علینا العمل بکتاب اللہ وسیرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والقیام بحقہ والنعش لسنتہ (ص ۱۶۳ جلد ۲ نہج البلاغۃ)

(۷) وعن مالک بن انس مرسلًا۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ (رواہ فی الموطا)

(باقی پھر اور)

یہ حدیث۔ حدیث ترمذی سے قوی اور اصح ہے
(۲) نواجذ ہو کنایۃ عن شدۃ ملازمۃ السنۃ والتمسک بھا (مرقاۃ) بلکہ شدومد سے پکڑ لو قرآن کے حکم وانبعوھم باحسان کے بالکل مطابق ہے۔ (ن)

(۱) کتاب اللہ وسنتی۔ (اصول کافی ص ۲۴۳)
(۲) اس دعا کے حاشیہ پر ایک مجتہد ایمان منظرہ میں یعنی روایت واحادیث کہ صحابہ بایشان (یعنی بہ تابعین) نقل کردہ اند آنہا را درست و درست میدانند صحابہ کرام را متہم بایں معنی کہ آنہا دروغ بستہ باشند یا تغییر دادہ باشند۔

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا (القرآن)

شمائل نبوی

(از خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ای اے سی)
(از راولپنڈی)

اسلام اگر ایک طرف مساوات کا سبق دیتا ہے تو دوسری طرف اصولی مساوات قائم رکھ کر درجہ بندی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ مساواتی پہلو سے اگر افراد اور قومیں ایک ہی سلسلہ اور ایک ہی ضابطہ سے مربوط ہیں۔ تو درجہ بندی کے اعتبار سے ان میں ایک قسم کا امتیاز بھی پایا جاتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں صورتیں فطری ہیں۔ اسواسطے کائنات میں خصوصاً اسلامی کائنات میں اس کی زندہ نظیریں پائی جاتی ہیں۔

دیکھو نماز میں مساوات کا اسلام کا ایک عملی نمونہ دکھایا ہے۔ جس کی نظیر دوسرے مذہب میں مل ہی نہیں سکتی۔ بالفعل دنیا میں کوئی ایسا مذہب اور مشرب نہیں جو اسلام کے مقابلہ میں مساواتی رنگ میں ایسا شاندار اور عملی نمونہ دکھا سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی امام اور مقتدیوں کی پوزیشن میں فرق بھی رکھا گیا ہے۔ گو باوجود اس فرق اور امتیاز کے بھی مساوات کا رنگ بعض امور کے اعتبار سے باقی رہتا ہے مگر پھر بھی مقتدیوں اور امام کی پوزیشن میں فرق ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ اگر ایک اسلام مساوات کا حامی اور مؤید ہے۔ تو دوسری طرف بعض اعتبارات کے ماتحت درجہ بندی بھی ہاتھ سے نہیں دیتا۔ عملی رنگ میں بصورت مساوات فضیلت اور امتیاز کا سلب کرنا اسلامی نقطۂ خیال سے موزوں اور صحیح نہیں۔ اس طریق عمل سے انسانی ضروریات کے دونوں پہلو قائم رہتے ہیں۔ اور یہ دونوں صورتیں فطری ہیں۔ اس سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں۔ کہ مذہب اسلام مقتضیات فطری کا کہاں تک حامی ہے۔ اگر بعض صورتوں اور بعض حالات میں انسان مساوات کا احساس کرتا ہے۔ تو یہ بعض حالات درجہ بندی اور امتیاز کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

مجموعی رنگ میں یہ دونوں صورتیں فطری اور لازمی ہیں۔ جب ہم درجہ بندی اور فطری یا اعتباری امتیازات کا نقشہ قائم نہیں رکھتے تو نظام کائنات کی چولیں ڈھیلی پڑ جاتی ہیں اور اگر اس کے ساتھ ہی مساواتی پہلو بھی چھوڑتے ہیں تو ایک بڑی خواہش فطری کا خون ہوتا ہے ان وجوہ سے اسلام ان دونوں حالتوں میں بھی ایک منصفانہ درجہ بندی کے اعتبار سے عمل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مساوات کو بھی قائم رکھتا ہے۔ اور درجہ بندی و مخصوص امتیازات کو بھی بمصداق ذٰلک فضلنا بعضکم علی بعض۔ نبی کریم جو نوع انسانی کے تمام ممتاز اور محترم افراد سے بھی زیادہ تر ممتاز اور محترم ہے نہ صرف اس جہت سے کہ وہ ایک ممتاز انسان تھا۔ بلکہ اس جہت سے کہ تمام انسانی امتیازات کا خاتمہ اور کامل کرنے والا تھا۔ نہ صرف اس خیال سے کہ اس کی فطرت ایک مقدس اور عظیم الشان فطرت تھی بلکہ اس جہت سے کہ وہ اپنے رنگ میں علو فطرت کا ایک ممتاز اور کامل نمونہ تھا۔ وہ ان امتیازات اور ان خصوصیات کا مجموعہ تھا۔ جو روحانی اور فطری پہلو سے انسانی نظام تہذیب نظام تمدن اور نظام تدین کے واسطے لازمی ہیں۔ وہ ان نقائص اور ان کمیوں کو رفع اور پورا کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ اور اسی واسطے اس کی بعثت ہوئی تھی کہ ایسی اصلاحات کی عملی بنیاد ڈالے۔ اور ان موانع کو اٹھا دے جو نظام انسانی میں پیدا ہو چکے تھے اور ان امور کا تہیہ کرے۔ جن کی آنے والے زمانوں اور مستقبل ادوار میں ضرورت تھی۔ اس کی ولادت سعید کے اول جو ایک سلسلہ روحانیات قائم ہو چکا تھا۔ اور جس کی مقدس زنجیر صدہا کڑیاں رکھتی تھی۔ وہ اسکو ایک تکمیل کے ساتھ ختم کرنے والا تھا۔ گو وہ ایک آخری کڑی تھی لیکن دوسری مقدم کڑیوں سے اسے وہی نسبت تھی جو پہلی کڑی کو آخری کڑی سے ہوتی ہے۔ اگر یہ کڑی اس زنجیر میں نہ شامل ہوتی تو یہ زنجیر مکمل نہ ہوتی۔ اور نہ دوسری کڑیوں کی غرض و غایت پوری ہوتی

آخر آمد بود فخر الاولین

مساواتی رنگ میں وہ ایک انسان تھا اور ذریات آدم علیہ السلام یا نسبت آدم علیہ السلام میں سے وہ بھی ایک تھا۔ لیکن درجہ بندی کے اعتبار سے اور امتیاز کی جہت سے وہ دوسرے روحانی انسانوں کے مقابلہ میں ایک خاص فضیلت رکھتا تھا اس جلیل القدر انسان کے کارناموں پر نظر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے کہ جو فرائض و مقاصد اور جو شان و شوکت اس جلیل القدر انسان کی تھی وہ اس کے حصہ میں نہیں آئی تھی۔ جو کام ان کے ذمہ ہمت پر ڈالا گیا تھا وہ اور کسی کے اٹھانے کے قابل نہ تھا۔ اور جس رنگ میں ان کی بعثت ہوئی اس کی نظیر کسی اور بعثت میں نہیں۔ ولادت سید خلقت رسالت سے فخریاب ہو کر یہ لقب امی ملت ہوئی اس میں حکمت اور نکتہ کیا تھا۔ اگر اور مرسل اور انبیاء مکتب انسانی کے درس یافتہ تھے تو یہ ذات اقدس درسگاہ روحانی کی تعلیم یافتہ ہیں۔ [illegible] اسکی تعلیمات اس کی تبلیغات۔ اس کی ہدایات۔ اسکے ارشادات اور اس کی اصلاحات سے اگر وہ ہر رنگ میں جامع۔ فطرت کے مطابق مقتضیات فطرت کے پورا کرنے والے ہیں۔ تو کہا جائیگا کہ ایسا شخص ایک روشن اور مکمل فطرت رکھتا تھا۔ تبلیغی اور اصلاحی رنگ میں ایک مصلح ایک مرسل کے واسطے سب سے اول یہ لازمی ہے۔ کہ اس کا طرز اصلاح رنگ تبلیغ بے لاگ اور بے غرضانہ ہو۔ تمام منفردانہ خیالات سے الگ ہو کر ہمیں ٹھنڈے دل سے دیکھنا چاہئے کہ اس مولود مسعود کی تمام مصلحانہ اور مرسلانہ مساعی کیا رنگ اور کیا طرز رکھتی تھیں۔ یہ کتنی بڑی کشادہ دلی اور وسعت خیالی ہے کہ

وہ اپنی ذات اپنے اغراض کو الگ رکھکر یہ آواز دیتا ہے۔ تعالوا الی کلمۃ واحدۃ وہ کسی کو اپنی طرف نہیں بلاتا۔ وہ اپنی دعوۃ نہیں دیتا۔ وہ خود کو پیش نہیں کرتا۔ وہ کھلے طور پر سب کو اس کی طرف بلاتا ہے جس پر سب کی فطرتیں شاہد اور گواہ ہیں۔ وہ اپنی آواز میں اس عہد کی یاد دلاتا ہے۔ جو بہ یوم میثاق ان سے لیا گیا تھا۔ وہ ان جذبات کی تائید اور تصدیق کرتا ہے جو ہر فطرت اپنے اپنے رنگ میں رکھتی ہے کیا اس بے غرضی اس کشادہ دلی اس وسعت ضمیری سے کسی اور نے بھی آواز دی ہے کیا اس شان سے کوئی اور بھی آیا ہے کیا کسی اور کی تبلیغ میں بھی یہ بے غرضانہ جذبہ یہ وسعت پائی جاتی ہے۔ یہ اسی کا اثر اور نتیجہ ہے کہ اسلامی دائرہ میں جہاں خدا ہے۔ وہیں محمد صلعم بھی ہوتا ہے اور محمد کے ساتھ خدا کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ جو محمد کو مانتا ہے لازمی ہے کہ خدا کو مانے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق لیظهره علی الدین کله ط

تکمیل دین سے مراد صرف روحانیات اور دینیات ہی کی تکمیل نہیں ہے۔ تکمیل دین میں وہ تمام امور تمام تصرفات تمام نظام شامل ہے جو انسانی فطرتوں سے وابستہ اور مربوط ہے جو دین انسانی فطرتوں یا انسانی فطرتوں کے جذبات کے منافی ہے۔ جو مذہب سچی فطرتوں کا حامی اور کامل نہیں وہ دین فطرتی نہیں کہا جا سکتا۔ وہ فطرتوں کا خون کرتا یا فطرتوں کو خودکشی کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ قرآن اور احادیث نبوی اس بات کی قوی شہادت ہیں۔ کہ دین اسلام ایک فطری دنیا ہے۔ وہ فطرتوں کا حامی اور فطری جذبات کا مؤید ہے۔ اس رنگ میں جو ایک بے لاگ اور صحیح رنگ ہے۔ اسلام اور تبلیغ احمدی انسان کو دائرہ انسانیت کو

موضوع روایتیں

ہم تو سمجھتے تھے کہ محمودی صرف زندوں کو ہی فاسق اور منافق کہکر اپنا حسد سے جلا ہوا دل ٹھنڈا کر لیا کرتے ہیں۔ مگر ۷۔ مارچ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں فضل ایڈیٹر نے اپنے دیمک سے کھائے ہوئے لبستہ میں سے دو تین سال کے بعد ایک فرضی اور جعلی نوشتہ نکال کر ہم پر حملہ کرنا چاہا ہے نہ معلوم ابھی جعلی اماد یثوں اور محدثوں کی طرح کتنے نوشتے ان لوگوں کے بستوں سے نکلتے آئینگے۔ کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ دلائل کے ترکش اب ان کی طرف سے خالی ہو چکے ہیں۔ اور انہوں نے مقابلہ اب جعلی روایتوں کے ذریعہ سے ہمارے برخلاف رکھنا چاہتے ہیں۔ ان نادان دوستوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ ایسی تحریروں سے سوائے اس کے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب مرحوم کے ایمان اور تقویٰ پر حملہ ہو اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ ہم تو ان کے مکمات یعنی اخبار و کتب میں شائع شدہ مذہب پیش کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ ہمارے مقابل متشابہات یعنی غیر ثقہ لوگوں کی نامعلوم اور پوشیدہ تحریریں جو حضرت مسیح موعود اور حضرت مولوی صاحب مرحوم کی زندگی میں شائع نہ ہوئی تھیں پیش کر کے ہمیں ملزم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ذیل میں حضرت مولوی صاحب مرحوم کی شائع شدہ تحریریں اور وہ تقریر جو اس وقت پیش کی گئی ہے علیحدہ علیحدہ کالموں میں دکھاتے ہیں۔ ان کو کسی مومن منصف کے سامنے پیش کر کے دیکھو وہ اس کے لکھنے والے کو کیا سند دیگا۔ گویا یہ حملہ ہم پر نہیں بلکہ ایسی متضاد باتوں کے کہنے والے پر ہوگا۔ ہم پھر ایسے بزدل لوگوں کو کہتے ہیں کہ خدارا اپنے مرحوم بزرگوں کو دنیا کے سامنے منافق اور بے ایمان نہ بناؤ۔ اگر ہماری مخالفت کرنی ہے تو مسائل میں کافی میدان ہے۔ ان کمینہ حرکات سے تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے

مولوی نورالدین صاحب مرحوم کا شائع شدہ اعلان ہمارے بارہ میں

(منقول از بدر جلد ۱۲ نمبر ۲ ۱۹۱۲ء)

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے اور وہ میرے دوست کہلاتے ہیں اور میرے دوست ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خلافت کے کام میں روک لاہور کے لوگ ہوا بنتے ہیں۔ ...... لاہور میرا گھر نہیں۔ میرا گھر بھیرہ میں تھا یا اب قادیان میں ہے۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ لاہور کا کوئی آدمی نہ میرے امر خلافت میں کوئی روک بنا ہے نہ بن سکتا ہے۔ پس تم ان پر بدظنی مت کرو۔ .... اب بھی میرے ہاتھ میں ایک رقعہ ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ لاہور کی جماعت خلافت میں روک ہے میں۔ ایسا اعتراض کرنے والے کو کہتا ہوں کہ یہ بدظنی ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ تم پہلے ان جیسے اپنے آپ کو مخلص بناؤ۔ لاہور کے لوگ مخلص ہیں۔ حضرت صاحب سے انہیں محبت ہے۔ ...... میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو لاہوریوں پر بدظن ہے کہ وہ خلافت میں روک ہیں اسے یاد رہے کہ رسول اللہ کی طرف سے بدظنی کرنے والے کو یہ سرٹیفکیٹ ملتا ہے ان الظن اکذب الحدیث اور اللہ جل شانہٗ نے فرمایا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم وہاں سے اثم کا خطاب ملتا ہے۔ بدظنی سے پھر غیبت نصیب ہوتی ہے۔ اور اس سے متعلق فرمایا لا یغتب بعضکم بعضا

میں مخلصوں پر بدظنی کرتے ہو۔ اور میرا دل دکھاتے ہو۔ خدا سے ڈرو ...... اگر کہو کہ لاہور کے لوگ خلافت میں روک ہیں تو میرے مخلص دوستوں پر بدظنی ہوتی ہے اسکو چھوڑ دو۔ الخ

(۲) الفضل جلد ۱ نمبر ۲۲ ۱۱ نومبر ۱۹۱۳ء خطبہ جمعہ مولوی نورالدین صاحب مرحومؓ۔

کمال الدین اچھا آدمی ہے وہ نیک کام میں ہے۔ اگر کوئی غلطی اس سے ہو تو نعوذ باللہ تو خدا تعالیٰ ہی ہے۔ وہ ہی ہر عیب سے پاک ہے۔ کمزوریوں اور نقصوں سے منزہ مستغنی جمیع صفات ہے۔ وہ ایک نیک کام میں لگا ہوا ہے۔ تم میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر رہا غلطی کر رہے تو دنیا کو لے تو وہ بار بار بھاگو سطارع مطارع نکلتا ہے۔ پھر اگر ایک شریر النفس آدمی باوجود اتنی تصریح کے یقین نہیں کرتا تو میرا اور اس کا معاملہ خدا کے سپرد کرو خود فیصلہ ہو جائیگا۔ باوجود ان باتوں کے لڑائی سے باز نہیں آتے۔ کمال الدین اپنی ذاتی غرض کے لئے وہاں نہیں گیا۔ اس کو اپنے بال بچوں تک کی پرواہ نہیں۔ کسی نے لکھا ہے کہ کمال الدین کی داڑھی کا صفایا ہوا ہوا ہے۔ میں نے اگلے روز کمال الدین کی تصویر دیکھی ہے۔ داڑھی موجود ہے میرے نزدیک اگر داڑھی منڈوا تا بھی تو جس کام کے لئے گیا ہے اس کو تو اچھا کہونگا۔ اگر کوئی غلطی ہے تو میں خود چشم پوشی کرتا ہوں کوئی نہیں جس سے غلطی نہیں ہوتی۔ ہم آدم کی اولاد ہیں اس کے لئے بھی عصی کا مغوی رکھا ہوا ہے۔ ہماری قوم روافض نہیں جس نے اڑھائی مسلمان کو مان کر باقی صحابہ اور بیبیوں تک کو منافق کہا ہے خوارج نے تو حد کر دی۔ .... کمال الدین جو کرتا ہے تم میں سے کوئی ہے؟ اس میں غلطی ہے تو کونسی بات ہے۔ وہ ہزاروں روپے کمانے والا آدمی ہے۔

مولوی نورالدین مرحوم کی طرف منسوب کردہ غیر شائع شدہ نوشتہ

(الفضل ۷۔ مارچ ۱۹۱۶ء تحریر رتاریخ اور راوی کا نام پردہ خفا میں ہے)

میں تم کو اپنا آدمی نہیں جانتا۔ میں تم سے خفا نہیں ہوں (کیونکہ خفا تو اپنے آدمیوں پر ہوا جاتا ہے۔) جیسا آدمی سامنے آکر اور باتیں بنانے لگتے ہیں۔ پیغام صلح قائم کی ہے اپنے گھر میں جنگ اور سارے جہان سے صلح۔ ہم سے بغض۔ جو اس کے موید ہیں مفسد ہیں۔ ہم سب تنگ بیزار ہیں۔ میں پیر پرست ہرگز نہیں۔ تم خارجی اور رافضی ہو۔ ہم کو بہت دکھ دیا ہے ... . وہ ہوتا کون ہے۔ تم مہاجر الفسار کی مٹی خراب کر سکتے ہو؟ جاؤ تم ہوتے کون ہو۔ مولوی محمد علی اگرچہ تمہارا اور تمہارے رفقاء کا دوست ہے اور تمہارا طرفدار ہے۔ مگر تم میری طرف سے تم اس سے پوچھو میں ایسا سمجھتا ہوں؟ تم نے میرا کلیجہ پھاڑ دیا ہے۔ میں بیمار ہو گیا۔ محمد علی بھی منافق ہے تمہارا کیا نقصان ہے میں رجب اور سنجے سے بیزار ہوں۔ منظور آلہی میرا منظور آلہی نہیں۔ وقت آتا ہے کہ ہم تم سے پیغام صلح کا بائیکاٹ کرینگے۔ پھر دیکھینگے۔ میاں صاحب کسی کے محتاج نہیں بیوی صاحب اور میں حرامخور نہیں۔ جاسنے انجمن دعوے کر دے دو ہزار کا۔ خواجہ سے مجھے کیا فائدہ پہنچا اس نے میری کتابیں کھائی ہیں۔ ہمارا تمہارا تعلق ہی کیا ہے۔ جاؤ جو مرضی ہے بنا لو۔ میں چند روز ہوں۔ مر جاؤنگا۔ محمد علی تو اب قرآن پڑھنے لگا ہے ... . نے لکھا ہے کہ خواجہ بازی لے گیا۔ کیا بازی لے گیا۔ جاؤ ہٹ جاؤ میرے سامنے سے۔

پہلے اور دوسرے کالم کی تحریروں اور تقریروں کا مقابلہ کرنے سے صاف پایا جاتا ہے کہ دوسرے کالم کی تحریر محض بناوٹی اور شرارت پر مبنی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳۔ مورخہ ۱۴ رمارچ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۰

رپورٹ مباحثہ گوجرانوالہ

از جناب حافظ فضل احمد صاحب مناظر جماعت احمدیہ

میں اور مولوی مبارک علی صاحب صوفی مؤرخہ ۱۹ رفروری ۱۹۱۶ء کو بعد نماز ظہر مولوی حکیم محمد دین صاحب پریزیڈنٹ جماعت مبائعین گوجرانوالہ کے پاس گفتگو کے لئے گئے۔ جب ہم اُن کے مکان پر پہنچے۔ تو حکیم صاحب موصوف ایک ہندو حکیم سے کچھ نسخے ادویہ کے لکھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک اور صاحب بابو غضنفر علی تشریف لائے اور بیٹھتے ہی حکیم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگے کہ میرے پیٹ میں ریح پھر رہی ہے۔ اس کا کیا باعث ہے۔ اس بات پر حکیم صاحب اور اس کی کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ اسی اثناء میں اشیاء کی ایجادات پر انکی باہم گفتگو شروع ہو گئی۔ حکیم صاحب نے کہا۔ کہ اشیاء کے موجد انبیاء علیہم السلام ہوئے ہیں اور کوئی نہیں ہوا۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ روحانی معلم ہوتے ہیں۔ اُن کو ایجادات سے کیا غرض۔ اس نے کہا ہاں میں یہ بات مانتا ہوں۔ کہ وہ بعض اشیاء کے موجد حسب ضرورت ہوئے ہوں۔ تاریخ کہتی ہے۔ کہ انکے علاوہ بھی بہت سے اشخاص موجد ہوئے ہیں۔ خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے تھے یا نہ رکھتے تھے۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے اس سے کسی دانا کو انکار نہیں۔ اس صاحب نے کئی ایک موجدوں کے نام بھی بتائے مگر حکیم صاحب انکار ہی کرتے رہے۔ میں رہ نہ سکا اور کہا کہ حکیم صاحب آپ اس بات پر کیوں اصرار کرتے ہیں اس میں انبیاء کی ہتک نہیں۔ میرے خیال میں وہ صاحب حق پر ہیں میرا کہنا ہی تھا۔ کہ وہ صاحب حکیم صاحب کے سر ہو گئے۔ خیر میں اس بات کو نہیں چھوڑتا ہوں۔ اب میں اصل بات کو شروع کرتا ہوں ہم قریباً دو گھنٹے حکیم صاحب کے پاس بیٹھے رہے مگر گفتگو کرنے کا موقع نہ ملا۔ میں نے حکیم صاحب سے کہا۔ کہ ہم آپ کے پاس اس مطلب کے لئے آئے ہیں کہ دونوں فریق کے آدمی ایک جگہ جمع ہوں اور مسئلہ اختلافیہ مابین [illegible] پوچھا [illegible] آپ کچھ روز ٹھہریں گے۔ میں نے کہا کہ ہاں ایک دو روز ٹھہریں گے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ کل کے روز جس وقت آپ چاہیں آپ آ سکتے ہیں۔ پھر ہم حکیم صاحب کو السلام علیکم کہکر رخصت ہوئے۔ ہم دوسرے روز حکیم صاحب کے بعد نماز ظہر گئے اور اُن سے گفتگو کرنے کی اجازت مانگی۔ حکیم صاحب نے فرمایا۔ کہ میں گفتگو کرنی نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں مدت سے بیمار رہتا ہوں اور اگر زیادہ دیر تک گفتگو کروں تو میرا سر چکرا جاتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ میں نے آزما کر بھی دیکھ لیا ہے کہ غیر مبائعین سے گفتگو کرنے سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلا۔ بجائے محبت کے کچھ دشمنی بڑھ گئی۔ میں نے کہا حکیم صاحب سب آدمی ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اگر گفتگو تحقیق حق کے لئے کی جائے۔ اور اگر انکو آپس میں ایکدوسرے سے فائدہ نہ ہو تو سامعین کو ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ اپنے دلوں میں ضرور سمجھ لیتے ہیں۔ کہ حق پر کون ہے اور کس کے دلائل زبردست ہیں۔ تب حکیم صاحب نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا۔ میں کل بروز جمعہ مورخہ ۲۰ رفروری کو اپنے دوستوں سے مشورہ کر کے اطلاع دونگا۔ کہ آیا ہم آپس میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ کہ نہیں۔ اسکے بعد حکیم صاحب نے اپنا ایک اشتہار دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے اس میں مسئلہ متنازعہ فیہ پر بطور محاکمہ خوب بحث کی ہے۔ آپ اسکو غور سے پڑھیں۔ بات اتنی ہے کہ ایک فریق حضرت مسیح موعودؑ کو جزئی نبی۔ ناقص نبی یعنی محدث بیان کرتا ہے۔ اور دوسرا فریق حضرت صاحب کو کلی نبی یا کامل نبی مانتا ہے۔ تشریعی نبی یا براہ راست نبی سے ہر دو فریق انکاری ہیں۔ پس ہم دوسرے روز بھی گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بیٹھکر واپس چلے آئے۔ تیسرے روز حکیم صاحب نے جمعہ کی نماز کے بعد کہلا بھیجا کہ آپ آج رات کو میرے مکان پر ۸ بجے گفتگو کیلئے آئیں۔ سو ہم بموجب اسکے کہنے کے مع رفقاء حکیم صاحب کے مکان پر گئے۔ اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد میں نے کہا کہ میں نے آپ کے اشتہار کو خوب غور سے پڑھا ہے۔ آپ نے جو محاکمہ کیا ہے۔ وہ درست نہیں۔ کیونکہ آپ حضرت صاحب کو کامل نبی مانتے ہیں۔ اور ایسا نبی جسکے نہ ماننے سے مسلمان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ہم حضرت صاحب کو جزئی۔ مجازی۔ ظلی اور بروزی نبی مانتے ہیں مگر ان کے نہ ماننے سے ہم کسی مسلمان کو اسلام سے خارج نہیں سمجھتے بجز ان لوگوں کے جو حضرت صاحب کو کافر اور مفتری اور کذاب کہتے ہیں۔ ایسی نبوت کو ہم دوسرے کامل اولیاء اللہ میں تسلیم کرتے ہیں اور اس نبوت کو امت محمدیہ میں قیامت تک جاری رہنا مانتے ہیں۔ آپ میں اور ہم میں ایک اصولی فرق ہے اس کے بعد حکیم صاحب نے چند شرطیں لکھکر پیش کیں اور فرمایا کہ ان شرائط کے مطابق صرف تبادلہ خیالات کے لئے زبانی گفتگو ہوگی۔ نہ کہ بحث۔ میں نے ان شرائط کو پڑھا۔ اور آخری شرط کی ترمیم کے لئے کہا اور حکیم صاحب نے اسکی ترمیم کر کے فرمایا۔ کہ آپ اس پر دستخط کریں۔ پس میں نے اس کا غذ پر دستخط کئے اور ایسا ہی حکیم صاحب نے بھی کیا۔ اسکے بعد میں نے وہ شرطیں حاضرین جلسہ کو پڑھکر سنائیں۔ اور عرض کی کہ حکیم صاحب آپ نے حضرت صاحب کو کامل نبی تسلیم کیا ہے۔ مہربانی کر کے آپ اسکا ثبوت قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتابوں سے دیں۔ حکیم صاحب نے اول آیت خاتم النبیین والی پڑھی۔ پھر آیت فلا یظہر علی غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول پڑھی۔ اس کے بعد کتاب حقیقۃ الوحی کی عبارت صفحہ ۳۹۰ سے لیکر صفحہ ۳۹۱ تک پڑھی۔ پہلے حکیم صاحب نے آیت خاتم النبیین کے معنے کئے۔ اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر سے نبی بنینگے۔ کیونکہ لفظ خاتم میں حرف ت پر زبر ہے۔ جسکے معنے سوائے مہر کے اور کچھ نہیں اور حضرت صاحب ہی اس امت میں اکیلے نبی ہیں۔ پھر حکیم صاحب نے آیت فلا یظہر علی غیبہ کے معنے کئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ صرف رسولوں میں سے جسکو پسند کرتا ہے اس پر اظہار علی الغیب کرتا ہے۔ اور کسی غیر نبی کو اپنے اظہار علی الغیب پر اطلاع نہیں دیتا۔ اور فرمایا کہ چونکہ حضرت صاحب نے اس آیت کو اپنے پر چسپاں کیا ہے۔ اس لئے آپ کامل نبی ہیں۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے حقیقۃ الوحی کی عبارت کو پڑھا۔ اور فرمایا کہ حضرت صاحب نے اس میں لکھا ہے۔ کہ اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں اور ضرور تھا کہ ایسا ہی ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ پس میرے اس بیان سے ثابت ہوا کہ اس امت میں صرف حضرت صاحب ہی کامل نبی ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اب آپ بیان فرماویں۔ میں نے حاضرین جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ حکیم صاحب کو چاہئے تھا۔ کہ پہلے آپ نبی کی تعریف اور اسکے شرائط اور لوازمات قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتب سے بیان فرماتے اور ثابت کرتے کہ یہ باتیں حضرت صاحب میں پائی جاتی ہیں اس لئے آپ نبی ہیں۔ مگر حکیم صاحب نے ایسا نہیں کیا۔ معلوم نہیں کیا باعث ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا کہ پہلے میں نبی کی تعریف اور اسکے شرائط اور لوازمات قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلعم اور حضرت صاحب کی کتب سے بیان کروں۔ کہ فلاں نبوت ختم ہو گئی اور فلاں نبوت آنحضرت صلعم کے بعد اس امت میں جاری ہے

اسلامی اصطلاح والی نبوت

موجود ختم ہو کر قرآنی وحی باقی ہے یا اسلامی اصطلاح والی نبوت کی تعریف اور اسکے شرائط اور لوازمات یہ ہیں

اوّل جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (سپارہ ۵)۔ یعنے ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس کی تشریح حضرت صاحب یوں فرماتے ہیں کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اسکا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے (ازالہ اوہام ص۵۶۹)۔

دوم۔ آیت قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ (سپارہ ۱) یعنے کہو کہ جو شخص جبرئیل کا دشمن ہے۔ سو یقیناً اسی نے اتارا اسکو (قرآن) تیرے دل پر اللہ کے اذن سے۔ نزل بہ الروح الامین علی قلبک (سپارہ ۱۹) یعنی روح الامین (جبرئیل) اس کو (قرآن) لیکر تیرے دل پر اُترا۔ ایسا ہی حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ کیونکر ممکن تھا۔ کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت پانے کی شرائط میں سے آ سکتا۔ کیا یہ ضروری نہیں کہ ایسے نبی کی نبوت تامہ کے لوازم جو وحی اور نزول جبرئیل ہے۔ اس کے وجود کے ساتھ لازم ہونی چاہئے۔ کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرئیل کے ذریعے حاصل کئے ہوں۔ لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے۔ کیا یہ مہر اس وقت ٹوٹ جائیگی۔ (ازالہ اوہام ص۵۳۴)۔

سوم۔ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس (سپارہ ۲) یعنی اللہ تعالےٰ نے تمام نبیوں کو خوشخبری دیتے ہوئے اور ڈراتے ہوئے بھیجا۔ اور ان کے ساتھ کتاب حق کے ساتھ اتاری۔ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ اور ایسا ہی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "پس میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسےٰ امتی ہرگز نہیں ہیں۔ گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی نبوت پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔ اور جو بلاواسطہ خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے۔ تا وہ امتی کہلاتے۔ ان کو خدا تعالےٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی۔ کہ ان کتابوں پر عمل کریں۔ اور گواہ ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ ص۱۹۳)۔

چہارم۔ ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم (سپارہ ۳) یعنی اور تاکہ میں حلال کروں بعض وہ چیزیں جو حرام کی گئی تھیں۔ تمہیر۔ اور ایسا ہی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "کیونکہ انبیاء اس لئے آتے ہیں تا کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں۔ اور بعض احکام کو منسوخ کریں۔ اور بعض نئے احکام لاویں" (آئینہ کمالات اسلام ص۳۳۹)۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام قرآن حضرت جبرائیل کے ذریعہ آنحضرت صلعم پر نازل ہوا۔ جیسا کہ امام رازی آیت انہ لقول رسول کریم (سپارہ ۳۰) کی تفسیر میں حضرت جبرائیل کے متعلق فرماتے ہیں کہ انہ رسول ولا شک انہ رسول اللہ الی الانبیاء فھو رسول وجمیع الانبیاء امتہ۔ وہ یعنی جبرئیل رسول ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ وہ انبیاء کی طرف رسول ہیں۔ پس وہ رسول ہیں۔ اور سارے رسول اُس کی امت ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کی وحی کو اس رنگ کی وحی اور اس طرز کی وحی قرار دیا ہے۔ جیسا کہ پہلے انبیاء کی وحی۔ وہ آیت یہ ہے۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ واوحینا الی ابراھیم واسمعیل الخ (سپارہ ۶) یعنے بے شک ہمنے تیری طرف اسیطرح وحی کی جیسے ہمنے نوح کی طرف اور اس کے بعد انبیاء کی طرف۔ اور ہم نے وحی کی طرف ابراہیم وغیرہ کی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت جبرائیل ہی کل نبیوں کیطرف وحی لیکر آتا ہے۔ جو وحی رسالت یا نبوت کہلاتی ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں غیر نبیوں کی وحی کا بھی ذکر ہے۔ جیسے واوحینا الی ام موسیٰ (سپارہ ۲۰) اور واذ اوحیت الی الحواریین (سپارہ ۷)۔ تو پس خالی وحی کا لفظ نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم کی وحی کو اس قسم کی وحی قرار دیا ہے۔ جیسے نوح اور دیگر انبیاء کی وحی جو ان کے بعد ہوئے۔ اور ان بعد والوں میں کسی غیر نبی کا نام تک بھی نہیں لیا۔ پس معلوم ہوا کہ نبی اور غیر نبی کی وحی میں یہ فرق ہے کہ نبی کی وحی بذریعہ جبرئیل اس پر نازل ہوتی ہے۔ اسکو وحی یعنی کتاب اللہ کہتے ہیں۔ اور غیر نبی کی وحی بذریعہ جبرئیل نہیں ہوتی اور نہ ہی اسکو کتاب اللہ کہتے ہیں۔ اور حضرت صاحب بھی ایسا ہی فرماتے ہیں۔ نبی کی وحی بطور اصل کے ہوتی ہے۔ اور غیر نبی کی وحی بطور فرع کے ہوتی ہے۔ اور نبی کی وحی کے تابع ہوتی ہے۔ اگر غیر نبی کی وحی نبی متبوع کی وحی کے موافق ہو تو ماننے کے قابل ہے۔ ایسا ہی احادیث سے بھی ثابت ہے کہ جبرائیل ہی وحی رسالت لیکر یا نبوت لیکر انبیاء پر نازل ہوتا ہے۔ اس جگہ میں فقط ایک ہی حدیث نقل کرتا ہوں۔ وہ حدیث یہ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم غار حرا میں عبادت کے لئے جاتے اور کچھ دنوں کی خوراک اور سامان وغیرہ ساتھ لیجاتے۔ اور جب خوراک وغیرہ ختم ہو جاتی۔ تو پھر آپ گھر میں تشریف لاتے اور پھر خوراک وغیرہ ساتھ لیکر غار حرا میں عبادت کے لئے چلے جاتے یہانتک کہ رسالت کی وحی بذریعہ جبرائیل آپ پر نازل ہوئی۔ وہ عبارت یہ ہے۔ حتی جاءہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ الملک فقال اقرأ باسم ربک الذی خلق الخ۔ یعنی یہاں تک کہ وحی آپ پر آپہنچی اور آپ اس وقت غار حرا میں تھے پس فرشتہ آپ کے پاس آیا اور کہا کہ پڑھ۔ یہاں الحق سے مراد وحی نبوت ہے جو جبرائیل انبیاء پر لاتا ہے۔ آپ کو اس وحی میں نہ تو یہ کہا گیا کہ آپ نبی ہیں اور نہ یہ کہا گیا کہ آپ پر شریعت نازل ہوئی۔ اور نہ یہ کہا گیا۔ کہ آپ کو اصلاح خلق کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ نہ کثرت وحی ہوئی۔ نہ عظیم الشان اور اہم امور میں آپ کو تبشیر و انذار ہوا۔ اور نہ کثرت امور غیبیہ پر آپ کو اطلاع دی گئی۔ مگر یہ کوئی اس قسم کی بین اور ممتاز روشنی تھی۔ کوئی ایسی طاقت اور آواز تھی۔ کوئی ایسا اثر اس میں تھا اور کچھ ایسے علوم کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ اور ایسا انکشاف تام ہو گیا۔ کہ آپ سمجھ گئے۔ کہ میں اصلاح خلق کے لئے مبعوث ہوا ہوں۔ اور یہ بھی سمجھ گئے۔ کہ میں ساری دنیا کے لئے رسول کرکے بھیجا گیا ہوں۔ چنانچہ بخاری میں ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ قلت یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا فقلتم کذبت وقال ابوبکر صدقت۔ یعنی میں نے کہا کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف رسول کرکے بھیجا گیا ہوں۔ پس تم نے کہا۔ کہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اور ابوبکرؓ نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔

لغوی معنوں والی نبوت

لغوی معنوں والی رسالت یا نبوت کی تعریف اور اس کے شرائط اور لوازمات یہ ہیں:۔

اول۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فقالوا انا الیکم مرسلون۔ سپارہ ۲۲ سورہ یٰس۔ یعنے انہوں نے کہا۔ کہ تحقیق ہم تمہاری طرف رسول ہو کر آئے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ حضرت عیسےٰؑ کے حواری تھے۔ اور ان کی وحی کا بھی قرآن میں ذکر آیا ہے جیسے واذ اوحیت الی الحواریین (سپارہ ۷) یعنے جب میں نے ان کی طرف وحی کی۔ اور یہ واقعی رسول نہ تھے۔ بلکہ مجازی رسول تھے۔ فلما جاءہ الرسول (سپارہ ۱۳) یعنے پس جب اُن کے پاس رسول آیا۔ اس جگہ عزیز مصر کے قاصد کو جو حضرت یوسفؑ کے پاس آیا رسول کہا گیا ہے۔

لہ اس نبوت یا رسالت کو حضرت صاحب نے کہیں اسکو جزئی نبوت کہیں اسکو مجازی نبوت۔ کہیں معنوی نبوت۔ کہیں ظلی نبوت۔ کہیں بروزی نبوت اور کہیں اسکو ناقص نبوت لکھا ہے ؎

اس جگہ مجازی معنوں کے لحاظ سے رسول کا لفظ بولا گیا ہے۔ ویسا ہی حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں کہ "نبوت کے حقیقی معنوں کے رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ کوئی پرانا۔ قرآن کریم ایسے نبیوں کے ظہور سے انع ہے مگر مجازی معنوں کے رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو یہ کیوں حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجازی معنوں پر بھی استعمال نہ کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا" (سراج منیر صفحہ ۳) ایک اور جگہ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ "یہ الفاظ بطور استعارہ ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے ظاہر ہے کہ جسکو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اصطلاح اسلامی کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں" (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸ حاشیہ)۔ غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ (انجام آتھم صفحہ ۲۷ حاشیہ) ایسے نبی کی نبوت براہ راست نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کی نبوت اپنے نبی متبوع کی اتباع کے فیض کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ صرف نبی نہیں کہلا سکتا اس میں دو شانوں امتیت اور نبوت کا ہونا ضروری ہے۔ اس کی وحی بذریعہ جبرئیل اس پر نازل نہیں ہوتی۔ اس کی وحی کتاب اللہ نہیں کہلا سکتی۔ اور نہ وہ خود اس پر عمل کرتا ہے اور نہ دوسروں کو اس پر عمل کرواتا ہے۔

مختلف اصطلاحوں کے استعمال کا باعث

چونکہ حضرت صاحب نے لفظ نبوت کو اپنی کتابوں میں بمعنے محدثیت استعمال کیا ہے۔ اس لئے آپ نے لوگوں کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے بار بار مختلف اصطلاحات کے ذریعہ سے سمجھایا ہے کہ میری کس قسم کی نبوت ہے۔ چنانچہ ان اصطلاحات میں سے سب سے پہلی اصطلاح یہی ہے کہ لفظ نبی کا لغوی معنوں کے رو سے استعمال کیا گیا ہے کل حوالجات کے دینے کی ضرورت نہیں۔ صرف تین حوالے کافی ہیں۔ پہلا حوالہ ابتدائی زمانہ کا۔ دوسرا حوالہ درمیانی زمانہ کا۔ جس میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت صاحب نے اپنے عقیدۂ نبوت میں تبدیلی کی ہے۔ وہ تحریر یعنی اشتہار ایک غلطی کا ازالہ اتالی جاتی ہے۔ اور تیسرا حوالہ آپ کی آخری تحریر کا جسکے ساتھ آپ کی آخری تقریر بھی مؤید ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ۲ء کے اشتہار کو دیکھو۔ جو آپ نے

۳ فروری سنہ ۱۸۹۲ء کو مخالفین کے اعتراض پر نکالا۔ کہ خاتم النبیین کے بعد آپ لفظ نبی کو کیوں استعمال کرتے ہیں۔ اس اشتہار کی عبارت یہ ہے۔ "تمام مسلمانوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جس قدر ایسے الفاظ ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے۔ یا یہ کہ محدثیت جزئی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ صرف سادگی سے انکے لغوی معنوں کے رو سے بیان کئے گئے ہیں ..... اعتماد سے میری نیت میں جسکو اللہ جلشانہٗ خوب جانتا ہے۔ اس لفظ نبی سے مراد نبوت حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ صرف محدث مراد ہے جسکے معنے آنحضرتؐ نے مکلم مراد لئے ہیں"

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ

اس کے بعد ایک غلطی کے ازالہ میں بھی کئی جگہ لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے وہ حوالے یہ ہیں:- "اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے خبر پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئینگے۔ نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا" کیا اس عبارت سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ لفظ نبی لغت کے معنوں کے رو سے نبی کی اصل حقیقت ظاہر نہیں کرتا کیونکہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا۔ ایسا ہی خدا کیطرف سے اطلاع پاکر غیب کی خبر دینے والا تو ہر ایک محدث بھی ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے۔ کہ محدث بھی مصفا غیب کی خبر پاتا ہے۔ پس اس لحاظ سے ہر ایک محدث نبی ہوا۔ حالانکہ محدث حقیقتاً نبی نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی لفظ نبی کا اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں ہے۔ بلکہ صرف بمعنے محدث استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ آپ اسی اشتہار میں فرماتے ہیں کہ "نبوت کی سب کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنے فنا فی الرسول کی"۔ اب صدیقیت کا مرتبہ محدثیت کا مرتبہ ہے جیساکہ میاں صاحب نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوت میں اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ نبوت جسکا یہاں ذکر ہے۔ وہ محدثیت ہی ہے جس پر فنافی الرسول کا لفظ بھی شاہد ہے۔ کیونکہ محدثیت کے مرتبہ کا نام بھی فنافی الرسول ہے۔ جیساکہ اولیاء اللہ کی تحریریں بھی اس پر شاہد ہیں۔ اسی طرح پھر اور جگہ اسی اشتہار میں لفظ نبی کے لغوی معنوں کیطرف توجہ دلائی ہے۔ جہاں محدث کے لغوی معنوں سے اسکا مقابلہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے "مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے۔ اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنے عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں۔ اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے۔ جسکے معنے یہ ہیں۔ خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنا" یہاں بھی اشتقاق کیطرف توجہ دلاکر لفظ نبی کے معنے کئے ہیں۔ اگر کوئی شخص غلطی کے ازالہ کو غور سے پڑھیگا۔ تو اسکو معلوم ہو جائیگا کہ لفظ نبی کو آپنے لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے جس سے مراد آپکی محدثیت ہے اسکے علاوہ یہ الفاظ کہ "ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اس کا نام پاکر اُسکے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں" اور یہ ظاہر ہے کہ کسی نبی متبوع کے فیض سے مستفیض ہوکر ..... علم غیب پانا یا مکالمہ الٰہی پانا یہی وہ چیز ہے جسکو محدثیت کہا جاتا ہے۔

محدث میں اور نبی میں فرق

اور نبوت کی حقیقت اور محدثیت کی حقیقت میں بڑا موٹا فرق یہی ہے کہ محدث اپنے نبی متبوع سے فیض مکالمہ پاتا ہے اور نبی براہ راست بطور موہبت الٰہی مکالمہ پاتا ہے۔

حضرت صاحب کی آخری تحریر جس میں آپنے لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی ہونا ظاہر کیا ہے

اب میں حضرت صاحب کی آخری ایام کی تحریر پیش کرتا ہوں۔ یہ ایک خط ہے جو حضرت صاحب نے ۲۳ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو اخبار عام کے اڈیٹر کے نام لکھا اس میں بھی آپنے لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جیساکہ فرماتے ہیں "سو میں اس وجہ سے نبی کہلاتا ہوں کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے ہیں کہ خدا سے الہام پاکر بکثرت پیشگوئی کرنیوالا اور بغیر کثرت یہ معنے متحقق نہیں ہو سکتے ...... پس اسی بنا پر خدا نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ اس زمانہ میں کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور کثرت سے اطلاع بر علوم غیب صرف مجھے ہی عطا کی گئی"۔ اب یہاں حصر کر دیا ہے کہ صرف لغت کے معنے کے لحاظ سے نبی کا نام مجھپر آسکتا ہے یہ نہیں کہا کہ حقیقت نبوت مجھ میں اسی طرح پائی جاتی ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی تھی جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ پہلے زمانوں میں دوسرے لوگ بھی پاتے تھے۔ اور اسی کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے۔ کہ یہ نام بعض لوگوں سے امتیاز کے لئے رکھا گیا ہے۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خوابیں اور الہام عام لوگوں کو بھی ہو جاتے ہیں۔

اب میں حکیم صاحب کی باتوں کا جواب جو انہوں نے حضرت صاحب کے کامل نبی ہونے کے ثبوت میں پیش کی ہیں حسب ذیل دیتا ہوں۔ آپ متوجہ ہو کر سنیں:-

(۱) حکیم صاحب نے جو معنے آیت خاتم النبیین کے کئے ہیں۔ اگر انہی معنوں پر حصر کر دیا جاوے جیسا کہ انہوں نے فرمایا ہے تو بھی ایک سے زیادہ نبی ہونے چاہئیں کیونکہ لفظ النبیین جمع کا صیغہ ہے۔ کم سے کم دو نبیوں سے زیادہ نبی آنے چاہئیں آپ مہربانی کرکے فرمائیں کہ حضرت صاحب سے پہلے کتنے نبی آئے اور ان کے نام کیا ہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ حضرت صاحب سے پہلے تو کوئی نبی نہیں آیا آئندہ آئینگے۔ تو بھی آپ کا صرف ایک نبی حضرت صاحب کو بنانا غلط ٹھہرا۔ جب تک آپ اور نبیوں کا آنا اس امت میں تسلیم نہیں کرینگے۔ تب تک اس آیت کے معنے بموجب آپ کے فرمودہ کے درست نہیں ہونگے۔ بات بھی یہی ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ فلا والذی خلق السماء لا اجلہ له مثلنا ولدا الی یوم حشرہ۔ ترجمہ۔ مجھے اس کی قسم کہ جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں ہے بلکہ ہمارے نبی صلعم کے لئے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہونگے۔ (اعجاز احمدی صت)

لفظ خاتم کے معنے منتہی الارب میں انتہاء الشیٔ کر لکھے ہیں۔ یعنی ایک چیز کا انتہا۔ ایسا ہی حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں۔ "اس نبوت محمدیہ پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہیئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے (الوصیت صلا)

آپ نے خاتم کے دوسرے معنے ختم کرنیوالے کے بالکل چھوڑ دیئے ہیں۔ جو کہ حضرت صاحب کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ اور نیز یہی معنے کل امت محمدیہ میں مشہور رہیں۔ اور یہ معنے آپ کے معنوں سے کئی گنا زیادہ دفعہ آئے ہیں پس بموجب شرائط قرارداده ہم کو چاہیئے۔ کہ قلیل کو کثیر کے تابع کریں۔ تو اس صورت میں بھی ڈگری ہمارے حق میں ہونی چاہیئے۔

(۲) دوسری آیت آپ نے فلا یظہر علی غیبہ الخ حضرت صاحب کی کامل نبوت کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ اس سے حضرت صاحب کے کامل نبی ہونے کا استدلال کرنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ اول تو اس آیت سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بعض رسولوں کو اظہار علی الغیب ہوتا ہے۔ اور بعض رسولوں کو نہیں ہوتا۔ پس اس لحاظ سے بھی آپ کا استدلال غلط ٹھہرا۔ اور دوسرے اس وجہ سے غلط ٹھہرا کہ حضرت صاحب نے دوسرے مجددوں اور محدثوں کے لئے بھی اظہار علی الغیب تسلیم کیا ہے۔ ملاحظہ ہوں حضرت صاحب کی مندرجہ ذیل کتب۔ (۱) ضرورت الامام ص۱۲ و ۲۴ (۲) آئینہ کمالات اسلام ص۳۲۲۔ (۳) ایام الصلح ص۱۵۱ (۴) انجام آتھم ص۱۹۔ (۵) براہین احمدیہ پنجم ص۸۱۔

چونکہ نبوت تمام امور کاملہ کے کمالات میں سے اظہار علی الغیب بھی ایک کمال ہے اسلئے حضرت صاحب نے رسول کے لفظ کو اپنے لئے بطور مجاز اختیار کیا ہے۔ ورنہ خاتم النبیین کے بعد رسول کیسا۔ حضرت صاحب رسول کے لفظ کو اپنی تحریرات میں بطور مجاز اور استعارہ اور لغوی معنوں کے لحاظ سے استعمال کرتے ہیں۔ اس لئے آپ مجددین اور محدث اور مرسل کو جو غیر نبی ہوتے ہیں رسول میں شامل کرتے ہیں۔ حضرت صاحب مجددوں اور محدثوں کے زمرہ میں داخل ہیں مگر درجہ میں بڑھ کر ہیں۔

(۳) حکیم صاحب نے حقیقۃ الوحی ص۳۹۱ کی عبارت حضرت صاحب کے کامل نبی ہونے اور صرف آپکے نبی ہونے کے ثبوت میں پیش کی ہے۔ اول تو وہ حدیث جس میں نبی اللہ کا لفظ بطور پیشگوئی آیا ہے اسکو حضرت صاحب نے خود ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ ملاحظہ ہو ازالہ اوہام ص۲۳۔ دوسرے یہ کہ پیشگوئیاں متشابہات میں داخل ہیں اور جو امور ان میں ہوتے ہیں اکثر تاویل طلب ہوتے ہیں۔ مثلاً اسی حدیث کو لو جس میں نبی اللہ کے آنے کا وعدہ دیا گیا ہے اور دیکھو کہ حضرت صاحب نے اس حدیث کے الفاظ کی کس طرح تاویل کی۔ ابن مریم سے مراد اپنے آپکو لیا اور دمشق سے مراد قادیان۔ دو فرشتوں سے مراد دو غیبی تائیدات یا دو شخص۔ دو زرد چادروں سے دو بیماریاں۔ سوروں کے قتل سے مراد سوروں والی خصلت کے آدمی۔ صلیبوں کے توڑنے سے مراد عیسائی مذہب کا دلائل کے ساتھ باطل کرنا۔ دجال سے مراد عیسائی پادری۔ باقی رہا لفظ نبی اللہ اس کے بارہ میں بھی حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ لفظ نبی اللہ اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور یہ معنے لینے خدا سے علم پاکر کئے ہیں۔ جسنے سمجھنا ہو سمجھ لے (سراج منیر ص۳) باقی رہا یہ امر کہ حضرت صاحب اس عبارت میں لکھتے ہیں۔ کہ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ سو اس کی وجہ خود حضرت صاحب اس عبارت میں لکھتے ہیں کہ تا آنحضرت کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ اس جگہ بھی حضرت صاحب کی مراد لفظ نبی اللہ سے حقیقی نبی اللہ مراد نہیں۔ بلکہ نبی اللہ سے مراد لغوی معنوں کے لحاظ سے نبی اللہ مراد ہے۔ یعنی خدا سے خبر پاکر پیشگوئی کرنیوالا۔ کیونکہ آپ اپنی ہر ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ اگر وہ مسیح ابن مریم حقیقی نبی اللہ آ جائے تو ختم نبوت کی مہر ٹوٹتی ہے۔ پھر اسی کتاب حقیقۃ الوحی الاستفتاء ص۶۵ پر لکھتے ہیں کہ "سمیت نبیًّا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ" یعنے اللہ نے میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا ہے نہ حقیقی طور پر۔ یہ عبارت آپ کی پیش کردہ عبارت سے پیچھے ہے۔ اگر آپ کی مراد وہاں حقیقی نبی کی ہوتی تو آپ اپنے آپکو یہاں ہرگز مجازی نبی نہ لکھتے یہاں خدا ان کو مجازی نبی کہہ رہا ہے۔ وہاں حدیث میں بطور پیشگوئی مسیح موعود کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔ پیشگوئیوں میں اکثر مجازات اور استعارات ہوتے ہیں۔ اور وہ امور تاویل طلب ہوتے ہیں آنحضرت صلعم کو بھی پہلے نبیوں کی پیشگوئیوں میں خدا کر کے پکارا گیا ہے۔ کیا آپ خدا ہو گئے۔ جب آنحضرت صلعم خدا نہیں بن گئے تو حضرت مسیح موعود جو آنحضرت صلعم کے ظل ہیں وہ کیونکر حقیقی نبی ہو سکتے ہیں۔ اگر تعصب نہ ہو اور احقاق حق منظور ہو۔ تو بات صاف ہے۔ ایسا ہی حضرت صاحب تذکرۃ الشہادتین ص۷ پر اپنے نبی نام رکھا جانے کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ۔ تا کہ محمدی سلسلہ اور موسوی سلسلہ میں مشابہت ثابت ہو جائے۔ اسی عبارت کے اخیر پر لکھتے ہیں۔ کہ ہم کئی دفعہ بیان کر چکے ہیں کہ مسیح موعود کی نبوت ظلی طور پر ہے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلعم کا بروز کامل ہونے کی وجہ سے نفس نبی سے مستفیض ہو کر نبی کہلانے کا مستحق ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ عام طور پر سب ربانی علماء حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں داخل ہیں۔ اور ایسا ہی حضرت صاحب نے بھی اپنے آپکو ان علماء ربانی میں اس حدیث کے ماتحت داخل کیا ہے اور آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپکو علیحدہ بھی ایک حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔ تا کہ آپ ان میں ممتاز نظر آئیں۔ فرق اتنا ہے کہ اور ربانی علماء اور راتوں کے چاند ہیں۔ اور آپ چودھویں رات کا چاند ہیں آپ ربانی علماء کے زمرہ میں ہیں نہ کہ انبیاء کی جماعت میں۔ اب ہم اسکو یہیں پر ختم کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ نبی کی تعریف اور اس کے شرائط جو کہ از روئے قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتب کے بیان کئے ہیں۔ آپ ان کی طرف توجہ کریں۔ اور فرما دیں کہ آپ حضرت صاحب کے لئے اس قسم کی نبوتوں میں سے کونسی نبوت تجویز کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ حکیم صاحب اس طرف نہ آئے اور اپنی باتوں کا اعادہ کرتے چلے گئے۔ میں نے بار بار کہا کہ آپ اصولی بحث کی طرف آئیں۔ مگر حکیم صاحب نے اس طرف رخ بھی نہ کیا اور بار بار فروعات اور متشابہات کو ہی پیش کرتے رہے۔ اور میری کسی بات کا جواب نہ دیا۔

ختم نبوت پر قرآن کی آیتیں

چونکہ حضرت صاحب نے کثرت سے خاتم النبیین کے معنے ختم کرنے والے کے لئے ہیں۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ

ختم نبوت پر قرآن کی آیتیں

ختم نبوت پر قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتابوں سے کچھ بحث کروں قرآن شریف کی آیتیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا - وہ آیتیں یہ ہیں۔

(۱) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - یعنے نہیں ہے محمد تمہارے مردوں میں سے کسی مرد کا باپ - لیکن اللہ کا رسول ہے۔ اور ختم کرنیوالا ہے تمام نبیوں کا - (۲) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی - یعنی آج کے روز میں نے کامل کردیا تمہارا دین اور پوری کردی تم پر اپنی نعمت ۔

ختم نبوت پر حدیثیں

حدیثیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا - وہ حدیثیں یہ ہیں۔

(۱) مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ .... فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین - مطلب یہ ہے کہ عمارت نبوت ختم ہو کر مکمل ہو گئی اور آنحضرت صلعم اس نبوت کی عمارت کی آخری اینٹ ہیں جس نے آکر اس اینٹ کی جگہ کو پر کردیا - اور بند کردیا - اس لئے آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔

(۲) سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی - یعنی میری امت میں تیس کذاب ہونگے - اور سب کے سب اپنے آپکو نبی اللہ گمان کرینگے - حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں - (۳) انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی - یعنی اے علی تجھے میرے ساتھ ایسی نسبت ہے - جیسے ہارون کو موسیٰ کے ساتھ - مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

(۴) لو کان بعدی نبی لکان عمر - یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا - تو عمر ہوتا۔

حضرت صاحب کی کتابوں سے چند حوالے ختم نبوت پر

وہ حوالے یہ ہیں۔ (۱) ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں - جس کے ساتھ ہم بفضل وتوفیق باریتعالیٰ اس عالم گذران سے کوچ کرینگے - یہ ہے - کہ حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلعم خاتم النبیین وخیر المرسلین ہیں - جنکے ہاتھ سے اکمال دین ہوچکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہ راست کو اختیار کرکے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے - اور ہم پختہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا - جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کو تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو - اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے - (ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۷ و صفحہ ۱۳۸) - (۲) اسے کہا کیو میں آدمی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا - بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں - اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف کے اور کوئی کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں - بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی اور مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں - (ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۲)

(۳) مسیح کیونکر آسکتا ہے وہ رسول تھا - اور خاتم النبیین کی دیوار روئیں اس کو آنے سے روکتی ہے - سو اس کا ہمرنگ آیا - وہ رسول نہیں - مگر رسولوں کے مشابہ اور مثل ہے - (ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۲)۔

(۴) ظاہر ہے کہ یہ بات مستلزم محال ہے - کہ خاتم النبیین کے بعد جبرئیل کی وحی رسالت کے ساتھ آمد ورفت شروع ہوجائے - اور ایک نئی کتاب اللہ گو مضمون میں قرآن شریف سے توارد رکھتی ہو پیدا ہوجائے - اور جو امر مستلزم محال ہے وہ محال ہوتا ہے - فتدبر - (ازالہ اوہام صفحہ ۵۸۳)

(۵) قرآن شریف بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا - خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا - کیونکہ رسول کو علم دین بتوسط جبرئیل ملتا ہے - اور باب نزول جبرئیل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے - اور یہ بات خود ممتنع ہے - کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو - (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

(۶) والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلعم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ - ترجمہ اور نبوت بعد نبی کریم صلعم کے منقطع ہوگئی - اور نہیں کتاب بعد فرقان کے اور وہ پہلے سب صحیفوں سے بہتر ہے اور نہیں کوئی شریعت بعد شریعت محمدیہ کے - (حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

(۷) ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفے علی طریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ - ترجمہ - بیشک ہمارا رسول خاتم النبیین ہے اور اس پر تمام مرسلین کا سلسلہ ٹوٹ گیا ہے - پس نہیں ہے حق کسی شخص کا کہ دعوےٰ کرے نبوت کا بعد رسول اللہ کے مستقل طور پر اور نہیں باقی رہا بعد اس کے مگر کثرت مکالمہ اور وہ بھی اتباع کی شرط سے ہے - اور نہ بغیر متابعت خیر البریۃ کے - (ضمیمہ تتمہ حقیقۃ الوحی الاستفتاء صفحہ ۶۴)

ختم نبوت کے بعد ایک قسم کی نبوت باقی ہے۔

نبوت جو اس امت میں جاری ہے

جسکو مبشرات کہتے ہیں وہ آنحضرت صلعم کی اتباع سے بطور انعام ملتی ہے - اسی کو حضرت صاحب جزوی نبوت کہتے ہیں - اسیکو مجازی نبوت - اسی کو ظلی اور بروزی نبوت - اسی کو نبوت ناقصہ - اسی کو امتی نبوت - اور اسی کو لغوی نبوت کہتے ہیں - اور فرماتے ہیں کہ یہ نبوت قیامت تک اس امت میں جاری رہیگی - اسکے پانیوالے لوگوں کو محدث کہتے ہیں - اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس نبوت کا بھی کچھ ذکر قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی کتابوں سے کردوں۔

قرآنی آیتیں امتی نبوت پر

سو واضح ہو کہ قرآن شریف کی آیات جن سے اس نبوت کا پتہ لگتا ہے یہ ہیں - (۱) الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا - (سپارہ ۱۱) - یعنی جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں - ان کو اس دنیا میں بشارتیں ملتی ہیں - (۲) اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم - یعنی ہمکو دکھلا سیدھا رستہ ان لوگوں کا جن پر تونے انعام کیا ہے یعنی منعم علیہم لوگوں کے انعامات ہمکو بھی دے۔

(۳) ومن یطع الرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین - سپارہ ۵ - یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی اور محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے - اسکی معیت ان لوگوں کے ساتھ ہوگی - جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے - وہ نبی - صدیق - شہدا اور صالحین ہیں - جو نبوت اعلیٰ درجہ ہے وہ آنحضرت صلعم پر ختم ہوگیا - اور صالحیت ادنیٰ درجہ ہے - یہ عام لوگوں کو ملسکتا ہے - باقی رہے دو درجے - صدیقیت اور شہادت - یہ دو درجے اس امت کے کامل لوگوں کو ملتے ہیں۔

(۴) والذین اجتنبوا الطاغوت ان یعبدوھا وانابوا الی اللہ لھم البشریٰ فبشر عباد - سپارہ ۲۳ - یعنی وہ لوگ جو بچتے ہیں شیطان کی عبادت کرنیسے - اور اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں - ان کے لئے بشارت ہے - سو میرے بندوں کو خوشخبری دو۔

حدیثیں امتی نبوت پر

اس بارہ میں حدیثیں یہ ہیں (۱) لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ (بخاری) یعنی نبوت میں سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا رؤیا صالحہ۔ (۲) رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء یعنی غیر نبیوں سے بھی مکالمہ الٰہیہ ہوتا ہے۔ پہلے یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ رؤیا صالحہ کیا ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں۔ قال الرؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ۔ اور ایک دوسری روایت میں بجائے رؤیا المؤمن کے رؤیا الصالحۃ کا لفظ آیا ہے۔ امام راغب نے لکھا ہے:- انقطعت الوحی ولم یبق الا المبشرات یعنی وحی نبوت تو منقطع ہو گئی۔ مگر مبشرات باقی رہ گئیں۔ اور امام رازی نے اس روایت کا ذکر بدیں الفاظ کیا ہے۔ ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات یعنی نبوت چلی گئی اور مبشرات باقی رہ گئیں۔ بہر حال اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اصل نبوت چلی گئی اور اس پہلی حدیث کا بھی یہی مفہوم ہے۔ کہ نبوت نہیں ہوگی۔ ساتھ ہی دونوں حدیثوں میں کسی حصہ کے باقی رہنے کا بھی ذکر ہے۔ چنانچہ ایک میں تو یہ لفظ ہیں۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء یعنی ایسے لوگ ہیں جو نبی نہیں ہیں ان سے مکالمہ ومخاطبہ ہوگا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔ تو معلوم ہوا۔ کہ مبشرات میں مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ داخل ہے۔ (۵) ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا نبی ولا رسول بعدی ولکن المبشرات یعنی نبوت اور رسالت منقطع ہو گئی اور میرے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں۔ لیکن مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔

حضرت صاحب کے اقوال امتی اور حقیقی نبوت پر

حضرت صاحب بھی یہی فرماتے ہیں۔ کہ نبوت تامہ کاملہ ختم ہو گئی اور صرف مبشرات باقی ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب توضیح مرام صفحہ ۱۰ کی عبارت "سو اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے۔ کہ نبی محدث ہے اور محدث نبی ہے۔ اس اعتبار سے کہ انواع نبوت میں سے ایک نوع اسے حاصل ہے۔ اور فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ نہیں باقی رہی نبوت میں سے مگر مبشرات۔ یعنی نبوت کی انواع میں سے ایک نوع باقی رہ گئی ہے اور وہ مبشرات ہیں۔ از قسم رؤیا صادقہ اور صحیح مکاشفات اور وحی جو خاص اولیاء پر اترتی ہے۔ اور نور جو ایک درد مند قوم کے دل پر اترتا ہے۔ پس دیکھ لے اس سے اے تنقید کرنے والے۔ بصیرت سے کام لینے والے فہیم کہ کیا باب نبوت کلی وجہ پر بند کیا گیا ہے۔ بلکہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ نبوت تامہ جو وحی شریعت کی حامل ہوتی تھی وہ منقطع ہو گئی۔ لیکن وہ نبوت جس میں سوائے مبشرات کے کچھ نہیں وہ قیامت کے دن تک باقی ہے وہ کبھی منقطع نہیں ہوگی اور تو نے جانا ہے اور حدیثوں کی کتابوں میں پڑھا ہے کہ رؤیا صالحہ ایک جزو ہے نبوت کے چھیالیس اجزا میں سے۔ پس جب رؤیا کو بھی اس مرتبہ سے کچھ حظ حاصل ہے پس کس طرح ہوگا۔ وہ کلام جو وحی کیا جاتا ہے محدثوں کے دلوں پر۔ سو جان لے۔ اللہ تعالیٰ تجھے مدد دے۔ ہمارے کلام کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ نبوت جزوی کے دروازے ہمیشہ کے لئے کھلے ہیں۔ اور اس نوع میں کچھ نہیں سوائے مبشرات کے اور منذرات کے جو غیبی امور میں سے ہوں۔ یا قرآنی لطائف کے اور لدنی علوم کے اور وہ نبوت جو تامہ کاملہ ہے۔ جو اپنے اندر سارے کمالات وحی کو رکھتی ہے۔ سو ہم اس کے منقطع ہونے پر ایمان لا چکے ہیں۔ اس دن سے جب یہ اترا اور نہیں ہیں محمدؐ باپ تمہارے مردوں میں سے کسی کے۔ لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔"

وہ اصطلاحات جو حضرت صاحب نے لغوی معنوں والی نبوت کی جگہ اکثر استعمال کی ہیں۔۔۔

یہاں یہ بھی بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ کسی قدر ان اصطلاحات کو جو حضرت صاحب نے اکثر لغوی معنوں والی نبوت کی جگہ استعمال کی ہیں بیان کروں۔ سو واضح ہو کہ اول امتی نبی کی اصطلاح ہے۔ اور یہ اصطلاح بھی حضرت صاحب نے لغوی معنوں والی اصطلاح کی طرح اپنے شروع دعویٰ سے لیکر اخیر دعویٰ تک اسکو استعمال کیا ہے۔ اس میں آپ نے کبھی تغیر اور تبدل نہیں کیا۔ اب سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ امتی اور نبی کے مفہوم کو حضرت صاحب نے آپ ہی متبائن قرار دیا ہے اور اس کی تشریح بایں الفاظ کی ہے۔ "اور پھر باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۵) سچ یہی ہے کہ امتی میں متبع ہونا شرط ہے۔ اور نبی میں متبوع ہونا شرط ہے۔ جب امتی اور نبی کا مفہوم متبائن ہے تو بظاہر یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ امتی اور نبی دونوں ایک جگہ جمع ہوں۔ اسی لئے حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ "وہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے۔ اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا بالنصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (سپارہ ۵) یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا۔ کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔ ہاں محدث جو مرسلین میں سے ہے امتی بھی ہوتا ہے اور ناقص طور پر نبی بھی۔ امتی وہ اس وجہ سے کہ وہ بکلی تابع شریعت رسول اللہ اور مشکوٰۃ رسالت سے فیض پانے والا ہوتا ہے۔ اور نبی اس وجہ سے کہ خدا تعالیٰ نبیوں کا سا معاملہ اس سے کرتا ہے۔ اور محدث کا وجود انبیاء اور امم میں بطور برزخ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ وہ اگرچہ کامل طور پر امتی ہے۔ مگر ایک وجہ سے نبی بھی ہوتا ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۹) اس جگہ حضرت صاحب نے امتی نبی کی اصطلاح کا ایک قطعی فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کامل نبی اور کامل امتی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کامل نبی وہی ہے۔ جو کسی کی اتباع کے بغیر نبی بنایا گیا ہو اور کامل امتی وہی ہے جو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے نبی متبوع کی پیروی سے ایک قدم باہر نہیں رکھ سکتا۔ پس امتی نبی کے معنے صرف یہ ہوئے۔ کہ وہ کامل امتی اور ناقص نبی ہے۔ پس یہ اصطلاح مسیح موعود کی نبوت کے لئے فیصلہ کن ہے۔ دوسری بات یہاں سے یہ معلوم ہوئی۔ کہ محدث ہی درحقیقت امتی نبی ہوتا ہے۔ اسی طرح حضرت صاحب کی بعد کی تحریروں سے بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۱۸۱ پر سوال کو درج کر کے اسکا جواب دیتے ہیں۔ سوال کہ آیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے۔ کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔ جواب کہ عربی اور عبرانی زبان میں نبی کے معنے صرف پیش گوئی کرنے والے کے ہیں۔ اور آگے فرماتے ہیں۔ "اور اگر آپ پورے طور پر حدیثوں پر غور کرتے تو یہ اعتراض آپ کے دل میں ہرگز پیدا نہ ہوتا۔

اگر آنے والے عیسیٰ کی نسبت حدیثوں میں صرف نبی کا لفظ استعمال پاتا۔ اور امتی اس کا نام نہ کہا جاتا تو دھوکا لگ سکتا تھا۔ مگر اب تو صحیح بخاری میں آنے والے عیسیٰ کی نسبت صاف لکھا ہے کہ امامکم منکم یعنے اے امتیو آنے والا عیسیٰ بھی ایک امتی ہے نہ اور کچھ۔" گویا محدث کے سوال کا جواب یہ دیا ہے۔ کہ آنے والے عیسیٰ کو صرف نبی نہیں کہا گیا۔ بلکہ امتی بھی کہا گیا ہے۔ جس سے یہ صاف نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ چونکہ وہ امتی ہے اور نبی بھی۔ اس لئے وہ محدث ہے نہ اور کچھ۔

(باقی دارد)

دو ایک اور ایک ہیں دو

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کامل پور)

احمدیت کا مشن کیسا صاف اور سیدھا تھا کہ دنیا سے خدا کی توحید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور مسیح موعود کی خلافت منوائی جاتی ۔ اللہ اللہ اور خیر سلا نہ جھگڑا نہ فساد ۔ مگر مسیح موعود کے علاوہ جب اور بھی مدعی خلافت نبوت پیدا ہو گئے تو سوا اس کے چارہ کیا تھا کہ مسیح موعود کو نبی بنایا جائے اور خود نبی کے خلیفہ بنیں ۔ اس کے لئے جو جو عجیب عجیب رکیک تاویلیں کی گئی ہیں ان میں ایک بڑی عظیم الشان گتھی یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب عین محمد ہیں اور جب یہ وہی عین محمد ہیں تو پھر نبی و رسول بھی ہیں ۔ جو محمد رسول اللہ کا منکر ہو کافر ۔ اسی لئے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نبوت کی حیثیت سے محمد رسول اللہ صلعم اور حضرت مرزا صاحب میں کوئی فرق نہیں گویا وہ بھی نبی یہ بھی نبی ۔ یعنی یہ امتی و متی یونہی ڈھکوسلا ہے ۔ مریدوں کا دل رکھنے کے لئے ہے کہ بھڑک نہ جائیں ۔ ورنہ مرزا صاحب امتی کی حیثیت سے مدت ہوئی نکل کر نبیوں کے زمرہ میں شامل ہو چکے امتی اس وقت تھے جب نبی نہ تھے ۔ ترقی کرتے کرتے جب نبی بن گئے تو امتی کہنا کیوں کفر نہ ہو گویا امتی نبی کے یہ معنی ہوئے کہ امتی سے ترقی کر کے نبی بن گئے ۔ یہ معنی نہیں کہ باوجود انعامات نبوت کے جس سے مراد کثرت مکالمہ مخاطبہ ہے وہ امتی کی حد سے بال برابر آگے نہیں بڑھے ۔ نہیں بلکہ یہ ہیں کہ ابتدا میں امتی تھے ۔ اب ترقی کر کے نبی بن گئے ۔

پس جب نبی ہو گئے اور ہو گئے بھی عین محمد تو پھر میاں صاحب کے مقولہ العود احمد کے مطابق کیوں بعثت ثانی بعثت اولیٰ سے افضل نہ ہو اور محمد ثانی کو محمد اول پر فضیلت نہ ہو ۔ اسی لئے تو اکمل صاحب نے اپنی راگنی اس طرح الاپی ہے

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
پھر آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

یہ تماشے جو محمودیئے دنیا کو دکھا رہے ہیں ۔ میں ایک عرصہ سے دیکھ رہا ہوں اور حضرت مسیح موعود کی سچائی پر خدا کے فضل سے ماشاء اللہ میرا ایمان بڑھتا جاتا ہے کہ کیسا قدم بقدم عیسائیوں کے یہ لوگ چل رہے ہیں ۔

گو اس عین محمد والے مسئلہ نے تو پھر کاریہ عیسائیوں نے غلو کر کے مسیح کو خدا بنا لینے کے لئے تین میں ایک اور ایک میں تین کا مسئلہ نکالا یعنی مسیح خدا بھی ہے اور خدا سے الگ بھی ۔ تین ایک ۔ الگ بھی ہیں اور تین ایک بھی ہیں اسی طرح محمودیوں نے غلو کر کے مسیح موعود کو نبی بنانے کے لئے دو میں ایک اور ایک میں دو کا مسئلہ نکالا یعنی حضرت مرزا صاحب عین محمد بھی ہیں اور محمد سے الگ بھی ہیں ۔ اگر پوچھو کہ مرزا صاحب عین محمد ہیں تو اس کے تو معنی یہ ہوئے کہ وہی محمد مصطفی صلعم جو ۱۳۰۰ سال قبل دنیا میں تشریف لائے تھے انہوں نے اب قادیان میں جنم لیا ہے ۔ اور اس طرح تناسخ درست ہوا ۔ تو کہتے ہیں نہیں تناسخ غلط کیونکہ یہ وہی محمد تو نہیں بلکہ الگ شخص ہیں یعنی مرزا غلام احمد ۔ پھر اگر کہا جائے کہ اگر ایک شخص ہیں تو عین محمد نہیں ہو سکتے ۔ تو کہتے ہیں نہیں عین محمد ہی ہیں ۔ الگ کوئی نہیں ۔ محمد کی نبوت محمد کے پاس ہی رہی ۔ عیسائیوں کو یہ مشکل توحید نے ڈالی تھی جس کے لئے وہ معمہ گھڑا گیا تھا ۔ محمودیوں کو یہ مشکل ختم نبوت نے ڈالی ہے ۔ جس کے لئے یہ گورکھ دھندا بنایا گیا ہے ۔

حضرت مولوی نور الدین صاحب مرحوم نے ایک دفعہ ایک عیسائی کی کھوپڑی کو پکڑ کر ہلایا تھا اس نے پوچھا آپ یہ کیا کرتے ہیں ۔ فرمانے لگے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اس کھوپڑی کی کس قسم کی بناوٹ ہے جس میں تین میں ایک اور ایک میں تین کا مسئلہ سما جاتا ہے ۔ اسی طرح میں بھی ان کھوپڑیوں کی بناوٹ کے دیکھنے کا بہت متمنی ہوں جس میں دو میں ایک اور ایک میں دو کا مسئلہ سما جاتا ہے ۔

× × ×
× ×
× × ×
× ×
× × ×

خوش عقیدگی کی بھی کوئی انتہا ہے کتنا لغو مسئلہ کہ حضرت مرزا صاحب عین محمد ہیں ۔

او خدا کے بندو کچھ عقل سے کام لو ۔ خدا کے کلام کو یاد کرو جو فرماتا ہے لقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون

بے شک تم میں سے کثرت گمراہی کی طرف چلی گئی ۔ تم نے کیوں عقل سے کام نہ لیا ۔ اس آیت کریمہ کو پڑھ کر کثرت پر ناز کرنے والے ڈریں اور سوچیں کہ عقل کو جواب دے دینے سے اللہ تعالیٰ بیزار ہے اور خوش عقیدہ پن سے انسان کا ضلالت میں جا گرنا قرآن سے ثابت ہے ۔

بروز ایک عبارت ہے ۔ بروز کے معنی تو صرف فنا فی الرسول ہونے کے یا ایسا کامل متبع ہو کر اپنے نبی متبوع کی ایک تصویر ہو ۔ یہ امتی کا کمال ہے گویا بروز کے معنی کامل امتی کے ہیں ۔ امتی جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ امتی کے خطاب کا مستحق ہوتا جاتا ہے ۔ جو جتنا بڑا صاحب کمال ہے وہ اتنا ہی زیادہ امتی ہے ۔

یہ خیال کس قدر غلط ہے کہ امتی ترقی کر کے امتیت کے دائرہ سے نکل کر نبیوں کے زمرہ میں چلا جاتا ہے ۔ حالانکہ امتی کا کمال یہ ہے کہ اس میں امتیت یعنی اپنے نبی کی اتباع بدرجہ کمال پائی جائے ۔ جو جس قدر کم درجہ کا مسلمان ہے وہ اتنا ہی کم امتی ہے جو جتنا کامل مسلمان ہے وہ اتنا ہی زیادہ امتی ہے ۔ بدقسمتی سے امتی کا مفہوم الٹا سمجھا گیا ہے ۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ امتی کے معنی عوام الناس گنہگار مسلمانوں کے ہیں ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ متبع اور امتی مترادف لفظ سمجھنے چاہئیں ۔ جو جتنا زیادہ متبع وہ اتنا ہی زیادہ امتی ۔ امتی کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے نبی کی اتباع اس درجہ کمال تک کرے کہ اپنے وجود کے شیشے میں اپنے نبی متبوع کی شکل دکھلا دے ۔ اس وقت مجازی طور پر وہ اپنے متبوع کا نام پا لیتا ہے کیونکہ وہ اپنے آقا کی تصویر ہوتا ہے ۔ اسی حالت کو بروز کہہ لو ۔ ظل کہہ لو ۔ مجاز کہہ لو ۔ والا وہ ایک امتی ہے جو امتیت کے انتہائی مقام پر پہنچا ہوا ہے ۔ اس سے زیادہ کچھ بھی نہیں ۔

امتی سے نکل کر نبیوں کی ذیل میں چلے جانا تو یہ معنی رکھتا ہے کہ اب وہ اپنے نبی متبوع کا متبع نہیں رہا ۔ بلکہ اب خود اس کی ذات متبوع ہے ۔ کسی شخص کو دو فہرستوں میں نہیں شامل کیا جا سکتا کہ ایک طرف تو امتیوں کی فہرست میں اس کا نام ہو اور دوسری طرف نبیوں کی فہرست میں بھی شامل ہو ۔ اگر وہ امتی ہے تو نبی نہیں نبی ہے تو امتی نہیں

اگر امتی کو نبی کہیں گے تو مجازاً کہیں گے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ کہ میرا نام خدا کی طرف سے نبی مجاز کے طور پر رکھا گیا نہ کہ حقیقی طور پر بوجہ اپنے نبی متبوع کے رنگ میں رنگین ہونے کے مجازی طور پر جیسے اس کا نام پا لیتا ہے ایسا ہی مجازی طور پر اس کو نبی بھی کہہ سکتے ہیں مگر درحقیقت نہ وہ اپنے نبی متبوع کا عین ہے ۔ اور نہ حقیقی طور پر نبی ہے ۔ بلکہ ایک امتی ہے جو اپنے نبی متبوع کا کامل متبع ہے اور بس

افسوس بروز کے مسئلہ کو کیا تباہ کیا ہے اس لطیف اور سیدھے سادے مسئلہ کی کیا خاک اڑائی ہے

گا آہ مسیح موعود کی قلم نے جو موتی پروئے تھے وہ کس بے دردی سے نا اہلوں کے ہاتھ سے ٹھیکریاں بنکر دنیا کے سامنے پیش ہوئے ہیں۔ میں تو میاں محمود صاحب کی خلافت کے جھوٹا ہونے کا بڑا بھاری ثبوت ایک یہ بھی سمجھتا ہوں کہ ان کی بیعت کے ساتھ ہی معقولیت کو استعفا ملجاتا ہے اور تمام استعارے اور مجاز حقیقت بن جاتے ہیں اور لفظ پرستی اور متشابہات کی پیروی شروع ہو جاتی ہے خدا جانے وہ کونسی منحوس گھڑی تھی جس میں میاں صاحب نے مجاز کو حقیقت بنانے کی کوشش کی تھی کہ تمام جماعت اسی رنگ میں رنگی گئی آخر پیر کا اثر مریدوں پڑنا ہی تھا اسی لئے بزرگوں اور صوفیا نے کہا ہے کہ پیر کامل پکڑنا چاہیئے۔ مگر یہاں تو عجب معاملہ ہے کہ یاروں میں سے ایک کو منتخب کرکے اُس کو اپنا پیر بنا لیا۔ دنیا میں بادشاہ سردار۔ امیر کا تو انتخاب ہوا کرتا ہے مگر یہ "پیر کا انتخاب" نرالا ڈھکوسلا ہے۔ یعنی اپنوں میں سے ایک کو منتخب کرکے اُس کو پیر بنا کر سب اُس کے مرید بن بیٹھے۔ تو سوچ کر ہنسی آیا کرتی ہے کہ یہ کیا مذاق ہے۔ پیر کے انتخاب کی ایک ہی رہی۔ جب تک دنیا میں زندہ ہو کوئی نہ کوئی زندہ پیر دنیا میں موجود رکھو۔ جب وہ پیر مرجائے تو پھر مریدوں میں سے ایک پر لاٹری ڈال کر اُس کو اپنا پیر بنا لو۔ جب وہ مرجائے تو پھر مریدوں میں سے ایک نیا پیر بنا کھڑا کرو۔

امیر تو نظام اور وحدت کے لئے ہوا یہ پیر کا انتخاب کیا تماشا ہے۔ جو پیر مرگیا اُس کی پیری بھی رخصت اب مرید آزاد۔ نیا پیر تلاش کرو۔ وہ اس طرح پر کہ یاروں پر لاٹری ڈالو جس کا نام نکلے یا ایک دوڑ لگا و جس پر پہلے چالیس ہاتھ پڑجائیں بس وہی پیر۔

کہانیوں میں سنا کرتے تھے کہ کسی شہر میں جب بادشاہ مرجایا کرتا تھا تو صبح کو تمام امرا وزرا شہر کے دروازے پر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ جو سب سے پہلے شہر میں داخل ہوتا تھا اس کے سر پر تاج رکھا جاتا تھا۔ خواہ وہ اُس کا اہل ہو یا نہ ہو۔ دلیل یہ کہ بادشاہ خدا بنایا کرتا ہے۔ خدا کی یہی منشا تھی کہ یہ شخص بادشاہ بنے۔ پس وہ بادشاہ ہوگیا۔ اور دیکھو ہوگیا۔ **کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے**۔ الغرض پیر کامل نہ ہو تو بجائے ہدایت کے **ضلالت نصیب** ہوتی ہے۔ یہی حال محمودیوں کا ہوا کہ احمدیت کو اسلام سے ایک علیحدہ دین بنا لیا۔ حالانکہ احمدیت عین اسلام تھی۔ اور وہی ٹھیٹھ اسلام جو محمد رسول اللہ صلعم نے پیش کیا۔ مگر اب تو تیرہ سو برس کی آنحضرت صلعم اور آپ کے صحابہ اور تمام بزرگان دین کی محنت پر پانی پھیر کرنے سرے سے اسلام شروع ہوا ہے۔ نئی نبوت ہے۔ نیا دعویٰ ہے نئے صحابہ ہیں نئے سرے سے دین پھیل رہا ہے۔ احمدیت کے حسن کو بگاڑ کر مسخ کر دیا۔ پھر لطف یہ کہ باوجود نہایت غیر معقول دلیلیں رکھنے کے دو انکا میں جسے دیکھو "باون گز کا" جو محمودی اُٹھتا ہے تحدی کرتا اُٹھتا ہے۔ مضمون کو پڑھو تو بیچ میں تین کاسنے۔ سرنامہ پر تحدی دیکھو تو کوئی نئی کیا کرے گا۔ کسی غیر مبائع احمدی کو چھینک آگئی تو باچھیں کھل گئیں۔ کہ دیکھا نہ "پکڑا گیا!" کسی کے سر میں درد ہوا تو "پکڑا گیا۔" کسی کے خاندان میں موت ہوگئی تو "پکڑا گیا" کسی پر کوئی تکلیف آگئی تو "پکڑا گیا" اور اپنے ہاں **ہاتھی معہ ہودہ غائب ہو جائے** تو ڈکار بھی نہیں لیتے۔ وہ سب **بسبر مظہر العجائب** کی وجہ سے رحمت اور تقدیریں ہیں۔

غرضیکہ ایک مخول بنا ہوا ہے۔ بہتوں کی تو روزی بن آئی ہے۔ بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔ خدا نے سن لی جو احمدیت میں تفرقہ پڑگیا۔ مُلا صفت لوگ مبلغ بنے ہوئے واعظ بنے ہوئے ملک ملک کی سیریں کرتے ہر روز نیا دانہ نیا پانی۔ حلوئے تورے کھاتے پھرتے ہیں۔

کیا ہو رہا ہے صاحب! اشاعت اسلام ہو رہی ہے۔ بعض جن کو جمعداری اور نمبرداری کا شوق تھا وہ "خدائی فوجدار" بنے پھر رہے ہیں

مولوی عبداللہ صاحب پٹیالوی کا مقولہ کتنا سچ ہے کہ جس طرف مولویوں کی کثرت ہو وہی فریق جھوٹا ہے۔ حضرت صاحب کے مقابلہ میں غیر احمدی مولویوں کی کثرت اور اب محمودیوں میں ملا لوگوں کی زیادہ تعداد اس امر پر دلیل واضح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ لفظ پرست متشابہات کے پیچھے چلنے والے سطحی نظر رکھنے والے ہوتے ہیں غیر احمدی ملا بھی مسیح موعود کے بارے میں مجاز کو حقیقت سمجھے ہوئے ہیں۔ اور حقیقی ابن مریم کو آسمان سے اُتار رہے ہیں محمودی ملا بھی مجاز کو حقیقت بنا رہے ہیں

ایک ہی غلطی جس میں دونوں پڑے ہوئے ہیں مسیح موعود کی راہ ان دونوں سے الگ ہے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

خاکسار بشارت احمد عفی عنہ

اصل اخبار کے صفحہ ۶ کا بقیہ مضمون

گراتی نہیں بلکہ اس پر قائم اور ثابت رہنے کی ہدایت کرتی ہے۔ وہ فطرت انسانی کو درجہ انسانیت سے گراتی نہیں۔ بلکہ اس پر قائم اور ثابت قدم رہنے کی ہدایت کرتی ہے۔ وہ فطرت انسانی کو خودکشی کی اجازت نہیں دیتی بلکہ اس کو زندہ رکھنے کی ہدایت کرتی ہے۔

قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے جو رازِ زندگی کے بیان کرنے میں کل دیگر الہامی اور سماوی کتب پر بوجوہ فوقیت رکھتی ہے۔ اخلاقیات اور معاد و معاشرت میں آنحضرت علیہ السلام کی لوزانی تبلیغات ہی اسلام کی ترقیات اور عروج کا باعث تھیں۔ ان ہی کی کمی اور کساد بازاری سے مسلمانوں کی شاندار تمکنت اور عظیم الشان اخلاقی کامیابیاں معرض زوال میں آچکی ہیں۔ اس مولود سعید نے اپنی اعجاز نما کوششوں سے ساری دنیا کے انسانوں اور قوموں میں ایک رشتہ اور ایک اخوت قائم کرکے دکھادی۔ جس کی قیمت صرف اشھد ان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ یہی اخلاقی رشتہ ٹوٹا اور ہم تنزل و زوال ہوئے ؎

شیخ در عشق بتاں اسلام باخت
رشتۂ تسبیح از زنار ساخت
دل ز نقش لا الٰہ بیگانہ
از صنم ہائے ہوس بتخانہ

ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء

شروع سے اس کی بعثت تک اس کی نسبت مختلف رنگوں میں پیشین گوئیاں اور خوش خبریاں دی جاتی رہیں۔ اور بہت سے ارکان اس کے انتظار کی وثوق کے ساتھ خبر دیتے رہے۔ اور سب کا یہ عقیدہ رہا کہ اسی کی بعثت پر اس روحانی سلسلہ کی تکمیل ہوگی۔ اور وہی ایک آخری کڑی اس زنجیر کو مکمل اور ختم کرے گی۔ اور اس شاندار کڑی کا وہ سلسلہ ہمیشہ کے لئے خاتمانہ رنگ میں پورا ہوگا۔ اور اس جزو اعظم کے شامل ہونے سے ختم ہونے پر بھی یہ عظیم الشان سلسلہ وحدانی اور روحانی رنگ میں ان کمالات اور ان فضائل کو دوہرائے گا۔ جو اس سلسلہ کی خصوصیات سے ہیں۔

یہ فرد اعظم ایک طرف اس سلسلہ عالی کا اگر خاتم ہے تو دوسری طرف دوسرے رنگ میں اس کا شارع یہ کمال اور یہ فضیلت اور کسی رسول کو نصیب نہیں ؛

ایں سعادت بزور بازو نیست

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

پیغام صلح

اخبار

لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔۔ ے/

ششماہی ۔۔۔ ے/

سہ ماہی عہ/

ماہوار ۹/ طلباء سے للعہ سالانہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ ۔ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے

جلد ۳ | بمقام لاہور | پنجشنبہ ۲۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ | ۱۶ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۰ *

ایمان بر رسول عربی

(صلی اللہ علیہ وسلم)

(مرقومہ جناب خانبہادر مرزا سلطان احمد صاحب)

بہ حسن وصف دلدار اسخن میتوان کردن
بایں عنبر دو عالم را معطر میتوان کردن

شاید اور لوگوں کے واسطے یہ کوئی نیا خیال نہ ہو۔ مگر میرے لئے قریبًا یہ ایک نیا خیال ہے۔ مجھے اس خیال کے اظہار سے ایک حد تک ڈر بھی لگتا ہے کہ شاید کوئی خدا پرست مجھے احاطہ خدائی سے خارج ہی نہ کر دے لیکن چونکہ یہ خیال میرے دل و دماغ میں نشو و نما پا چکا ہے اس واسطے بایں ہمہ اسے نذر ناظرین کرتا ہوں

عریاں تنان عشق زخاک حریم اوست
ورنہ کنند سر اپا سبارک اوست

اگر کوئی مجھ سے اس خیال کی ضرورت قدر و قیمت پوچھے تو مجھے صاف کہنا پڑے گا کہ اس کی ضرورت اور قدر و قیمت سے میرا ہی دل واقف ہے جب سے یہ خیال میرے دل و دماغ میں متوجہ ہے مجھے یہ یقین آیا ہے کہ میں مسلمان ہوں میں مدتوں سے زبانی اور نسلی رنگ میں کلمہ پڑھتا اور کلمہ گو ہوں۔ مگر سمجھا اب کہ یہ عقیدہ کیونکر ضروری ہے۔ اور کلمہ کی حقیقت کیا ہے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ وہ بھی میری طرح اپنی ضمیر سے یہ سوال کرے۔

"وہ کیوں رسول عربیؐ پر ایمان رکھتا ہے؟"

"اور کیوں اُس کا کلمہ پڑھتا ہے؟"

"کیوں اُسے اپنا نبی جانتا ہے؟"

کیا صرف اس واسطے کہ خدا نے ہمیں ایسا حکم دیا ہے یا قرآن مجید میں ایسا آیا ہے۔ یا اس واسطے کہ لوگ دنیا میں انبیاء علیہم السلام کو مانتے آتے ہیں اور یہ بھی ایک روش و رسم ہے"

اگر میرا دل یہی جواب دیتا ہے اور میں اسی واسطے رسول عربی کا اعتراف کرتا ہوں تو میرا ایسا اعتراف ایسا ایمان ایک مجبوری یا حکم حاکم کی وجہ سے ہے۔ اگر میں اس مجبوری اور اس حکم کی تبعیت سے رسول عربی کا معترف ہوں اور محض اسی واسطے ایک عظیم الشان انسان کی عظمت میرے دل و دماغ میں مرتسم ہے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں۔

کیونکہ جب ہم ایک طرف ایک بڑی طاقت خدا کا اعتراف کرتے ہیں تو اُس کی مشیت جو ہم پر غالب ہے بہرصورت ہم سے ایسا اعتراف کرا سکتی ہے۔ اگرچہ ایسا اعتراف اعتراف تو ہے مگر اُس میں ایک مجبوری بھی پائی جاتی ہے۔

اگر خدا یہ حکم دیدے کہ:۔

محمدؐ کو نہ مانو تو کیا ہم اعتراف محمدؐ سے پہلو تہی کرینگے۔ اور کیا ہم دامن محمدی چھوڑ دینگے؟

اگر ہم اعتراف محمدؐ محض حکمًا اور بحالت مجبوری کرتے ہیں تو اس کا نتیجہ یہی ہونا چاہیئے کہ ہم ایسا حکم ہونے پر (نعوذ باللہ) دامن محمدؐ چھوڑ دیں اور منکر ہو جائیں۔

میں محمد صلعم کو اس ڈر سے نہیں مانتا کہ خدا نے ایسا کہا ہے۔ یا قرآن مجید میں ایسا آیا ہے یا یہ کہ خود رسول عربی نے ہمیں ایسا کہا ہے محض عقیدت کے رنگ میں ماننا ایک مجبوری ہے یا فرمانبرداری۔ مجبوری اور فرمانبرداری کا عقیدہ کوئی برتری اور قیمت نہیں رکھتا۔ تمام قسم کی مجبوریوں اور احکام سے الگ ہو کر ایسے عظیم الشان انسان کا اعتراف ایک بے لاگ ایمان ہے۔ ذرا ایمان روشن سے بھی دل و دماغ منور کر کے دیکھو کہ اس میں کیسی راحت اور کیسا یقین ہے ؎

کیفیتے از صومعہ حاصل نمودی
زاہد گذرت جانب میخانہ ضرورست

میرے دل میں رسول عربی کا صرف اسی واسطے اکرام و احترام نہیں کہ وہ عرب میں پیدا ہوئے یا وہ ایک شریف نسل اور محترم خاندان سے تھے۔ یا اُن پر وحی نازل ہوئی۔ یا پہلے نبیوں نے اُن کی خبر دی۔ یہ اوصاف تو اور شخصیتوں میں بھی پائے جا سکتے ہیں۔ یہ باتیں تو ایسی نہیں ہیں کہ کسی کا دل محض ان ہی کی وجہ سے کسی انسان کی محبت میں اپنی تمام خواہشات اور جذبات

چیدہ خبریں

کینگٹاؤن کے نواح میں ڈاکہ: - کینگٹاؤن کے نواح میں ایک ڈاکہ پڑنے کی اطلاع کلکتہ سے موصول ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بدھ کی شب کو تقریباً ساڑھے بارہ بجے شب کے ۲۲ ڈاکو سرنیتھو میتی کے مکان پر حملہ آور ہوئے۔ یہ شخص امرباریا بیبی نواح کینگ ٹاؤن کا تاجر ہے۔ ڈاکو مکان کا بڑا دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔ اور مستورات کو ڈرانے دھمکانے لگے۔ بلکہ یہ بھی انہیں کہنے لگے۔ اگر تم نے یہ نہ بتایا کہ زر نقد کہاں رکھا ہوا ہے تو تمہاری جانوں کی خیر نہیں ۔

سرکاری خزانوں کا نقد بقایا: - گورنمنٹ ہند کے سرکاری خزانوں میں یکم مارچ کو ۲۷ کروڑ ۲۵ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ نقد موجود تھا ۔ ۱۹۱۵ء و ۱۹۱۴ء کی اسی تاریخ کو سرکاری خزانوں میں نقد بقایا کی مقدار بالترتیب ۲۱۷۱۱۱۰۰۰ روپیہ اور ۲۲۰۰۰ ۹ ۹ ۱۲۱ روپیہ تھی ۔

جدید لائین کی منظوری: - نارتھ ویسٹرن ریلوے سٹیشن لاڑکانہ سے لیکر جیکب آباد تک براہ دیکیر اور شاہداد کوٹ ایک چھوٹی پٹڑی کی ریلوے لائن منظور ہوئی ہے۔ اس لائن کی لمبائی ۷۰ میل کے قریب ہوگی

محکمہ نوآبادیات: - لنڈن ۱۱ مارچ - سرجارج فدس محکمہ نوآبادیات کے مستقل نائب سکرٹری - مقرر ہوئے ہیں

وزیر اعظم آسٹریلیا: - لنڈن ۱۱ مارچ مسٹر ہیوز پریوی کونسل کے ممبر منتخب ہوئے ہیں

ریاستہائے متحدہ امریکہ اور میکسیکو: - لنڈن ۱۱ مارچ - ڈوگلس کا تار مظہر ہے کہ جنرل ولا کے ۲۰۰ ہمراہیوں نے ادسبورن جنکشن کے ایک مواشی کے باڑے پر حملہ کیا۔ اور ایک امریکن کو مار ڈالنے کے علاوہ مواشی پکڑ کر لے گئے ۔ رسالہ کے چند دستے جنرل ولا کا تعاقب کرنے کے لئے آمادہ ہیں

جنرل ولا کے خلاف فوجی مہم: - لنڈن ۱۱ مارچ واشنگٹن کا تار مظہر ہے۔ کہ ریاستہائے متحدہ کی گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ ولا کی گرفتاری کیلئے فوراً کافی سپاہ روانہ کی جائیگی اور یہ فوج میکسیکو کی سیادت کا کامل طور پر لحاظ رکھیگی۔ جنرل کارنزا نے کولمبس کے حملہ کے متعلق اظہار افسوس کیا ہے ۔

نیویارک ۱۱ مارچ - توقع کی جاتی ہے کہ جنرل فنسٹن ۵ ہزار کی مہم لیکر جائیں گے - گورنمنٹ ... احتیاط سے کام لے گی - کیونکہ یقین کیا جاتا ہے کہ ولا مرف جرمنوں کی شہ سے ریاستہائے متحدہ کا مقابلہ کر رہا ہے اور جنگ چھڑ جانے کی صورت میں میکسیکو جنگجو امریکن جرمنوں کی رنگروٹ گاہ بن جائیگا ۔

عراق عرب کے تار: - محکمہ تار نے اعلان کیا ہے کہ بصرے اور عراق عرب کو جو غیر سرکاری تار بھیجے جائینگے ان میں سخت تاخیر ہونے کا احتمال ہے

امریکہ کا جہاز سازی کا احاطہ: - وزیر بحری کی درخواست پر اضلاع متحدہ کے دار النواب نے ایک لاکھ پونڈ کے مصارف کی منظوری دیدی ہے۔ یہ رقم جہاز سازی کا احاطہ بنانے پر خرچ کی جائیگی ۔ اس میں اتنے بڑے بڑے ڈریڈناٹ جہاز بنیں گے جو نیویارک کے بحری احاطے میں بھی نہیں بن سکتے جدید بحری احاطہ جزیرہ سٹر کیلیفورنیا میں واقع ہوگا جمہوریہ امریکہ کی تجاویز کے مطابق عنقریب اضلاع متحدہ کے پاس پانچ بحری احاطے ہوجائیں گے جن میں جنگی جہاز بن سکینگے

پنجاب کی زرعی حالت: - پنجاب کی زرعی رپورٹ بابت ہفتہ مختتمہ ۷ مارچ حسب ذیل ہے ۔ اور توقفات موسم خشک رہا - بارش کی ہر جگہ سخت ضرورت ہے - آبپاشی شدہ رقبہ میں گندم اور دیگر اجناس کی حالت بالعموم اچھی ہے - اور بارانی رقبے میں معمول سے خراب ہیں - جنوب مشرقی اور مغربی اضلاع میں بارانی فصلیں خشک سالی کی وجہ سے پژمردہ ہورہی ہیں - نایدہ ربیع کی کاشت جاری ہے - اور عموماً معمول کے مطابق ہیں ہے - نیشکر کے رس نکالنے کا کام اختتام پذیر ہوچکا ہے - پیداوار معمولی ہے -

مواشی بالعموم تندرست ہیں - لیکن چارہ کی قلت کے سبب کمزور ہورہے ہیں - پینے اور نہری آبپاشی کے لئے پانی کافی ہے - لیکن انبالہ سے پانی کی قلت کی خبر موصول ہوئی ہے - نرخ قدرے گران ہوگئے ہیں اور انتہائی و قحط کے نرخوں کے بین بین ہیں - گندم کا نرخ حسب ذیل ہے - انبالہ ۹ سیر لاہور ۹ سیر پشاور ۹ سیر وزیرآباد راولپنڈی ۱۰ سیر - اور لائلپور ۱۰ سیر فی روپیہ -

پنجاب میں پیدائش و اموات: - ہفتہ مختتمہ ۲۶ فروری میں پنجاب کی بڑی بڑی میونسپلٹیوں میں ۹۲۲ پیدائشیں درج رجسٹر ہوئیں - جن میں ۴۹۵ لڑکے اور ۴۲۷ لڑکیاں تھیں - نیز ۶۲۳ اموات وقوع پذیر ہوئیں جن میں ۳۳۸ لڑکے اور ۲۸۶ لڑکیاں تھیں

اخبار احمدیہ

حضرت امیر - حضرت خواجہ صاحب - اور دیگر بزرگان و پاک ممبران لاہور بفضلہ بخیریت ہیں اور خدمات دین میں ہمہ تن مصروف -

حضرت خواجہ صاحب و حضرات ڈاکٹر صاحبان گذشتہ ہفتہ کو لائلپور میں بتقریب جلسہ احمدیہ تشریف لے گئے - اتوار کو صبح کے وقت حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب کا لیکچر "چودھویں صدی کا مجدد" پر ہوا - جس میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعود کی بعثت کی اصل غرض اور آپکی صداقت کے دلائل بیان کرتے ہوئے آپکی مخالفت کے نقصانات کو از روئے قرآن و حدیث واضح کیا - مجمع خاصہ تھا - اور لیکچر موثر - رات کو حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر ۹ بجے سے ۱۲ بجے تک ہوتا رہا جسمیں حسب معمول خلقت کا بہت اژدہام تھا - حضرت خواجہ صاحب نے اس لیکچر میں سلسلہ عالیہ کی بھی خوب تبلیغ کی - اور حضرت اقدس کے دعاوی کو ثابت کرتے ہوئے اس بات پر بھی روشنی ڈالی - کہ آپ نے کیوں نبی کا لفظ اپنے اوپر استعمال کیا - پھر موجودہ اختلافات سلسلہ کو بھی واضح کرتے ہوئے اخیر ایک نہایت کامیاب لیکچر ہوا - اللہ تعالیٰ آپکو جزائے خیر دے -

جس خوبی اور سلاست کیساتھ آپکو اللہ تعالیٰ نے بیان کرنیکا ملکہ عطا فرمایا ہے - وہ دین کے لئے ازبس مفید اور جملہ مخلوق کی بھلائی کا موجب ہے - لائلپور کی پبلک آپکے بیان سے بہت متاثر ہے - لاہور میں بھی حضرت خواجہ صاحب کے کسی انگریزی لیکچر کی تجویز ہے دیکھئے کب ہوتا ہے ۔

درس قرآن کریم مسجد احمدیہ میں حسب دستور ہوتا ہے - اور درس حدیث بھی - کل رات سورۃ حج میں سے آیت کریمہ **اذن للذین یقاتلون الخ** کی تفسیر فرماتے ہوئے حضرت امیرؓ نے اسلامی جنگوں کی غرض و غایت پر بھی روشنی ڈالی اور مضبوط اور پختہ دلائل سے ثابت کیا کہ جنگ انسانی زندگی کی ضروریات میں سے ہیں - اور ان کے بغیر کوئی چارہ نہیں - نہ ہی ان کے بغیر انسانی اخلاق کی تکمیل ہوسکتی ہے - اور اگر آنحضرت صلعم جنگ نہ کرتے تو اسلامی تعلیمات بالکل ناکمل ہوتیں - پھر آپ نے آنحضرت صلعم کے بہت سے واقعات زندگی اور اسلامی جنگوں کے قوانین بتاکر یہ ثابت کیا - کہ آپکا وجود اس بارہ میں بھی رحمت کا باعث ہے - اور کہ اسلام کی غرض ان جنگوں سے محض مذہبی آزادی کو قائم کرنا تھا اور بس - پھر تاریخی حوالجات اور بین شواہد سے یہ ثابت کیا - کہ مسلمان جہاں رہے - انہوں نے سب مذاہب کو آزادی دی - اور کسی دوسرے مذاہب کو نیست و نابود نہیں کیا - مثلاً دہلی کے گرد و نواح میں ہندو آبادی کی کثرت اس پر شاہد ہے - کہ اورنگ زیب وغیرہ نے کوئی ظلم اور مذہبی جور روا نہیں کیا - پھر سپین میں مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ بادشاہت اور اب موجودہ مقدان اس پہلو پر اور بھی روشنی ڈالتا ہے - کہ انہوں نے کیسی آزادی ملک کو دی - اور بالمقابل انکے ساتھ کیا کچھ کیا گیا - فتدبروا ۔

تجویز ہے کہ آئندہ ہفتہ سے درس نماز مغرب سے پہلے کردیا جاوے

نومبایعین راولپنڈی سے پہلوانی خان صاحب - سرینگر سے کبیر پیر صاحب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدیت میں داخل ہوئے ۔

چندہ - پیر محمد اشرف صاحب - لواری شریف علاقہ حیدرآباد سندھ سے مبلغ ۵ روپیہ ترجمۃ القرآن کے لئے ارسال فرماتے ہیں - جزاہم اللہ احسن الجزاء

خواجہ صاحب کا لیکچر - حضرت خواجہ صاحب کے لاہور میں ایک انگریزی لیکچر کی تجویز کا ذکر کیا گیا تھا اب معلوم ہوا ہے کہ لاہور کی انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کے اہتمام سے جمعرات مورخہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۶- مارچ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۰

"ہٰذا رجل یحب رسول اللہ"

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے محبت رسول صلعم کا عملی نمونہ پیش کرنے کی غرض سے کسی قدر تمہید کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود کا ذکر کیا تھا۔ لیکن افسوس کہ تمہید کی طوالت اور قلت گنجائش کے باعث میں اس ذکر کو مکمل نہ کر سکا چاہتا ہوں کہ آج کی صحبت میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ اس پر لکھا جائے۔ وباللہ التوفیق

اگر میں اس موقعہ پر حضرت مسیح موعود کے بعض اقوال کو جن سے اس جوش اور دلی جذبہ کا جو آپ کے دل میں محبت رسول صلعم کے رنگ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لکھدینے پر ہی اکتفا کروں تو شاید یہ ایک مخالف و معاند کے لئے چنداں قابل حجت نہ ہو۔ کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ تو سب کچھ زبانی باتیں ہیں عملاً انھوں نے اس بارہ میں کیا کچھ کیا اسی خیال کو مدنظر رکھ کر میں نے اشاعت محولہ بالا میں آپ کے نام کے ساتھ ہی معاً ان مخالفتوں اور ہنگامہ آرائیوں کا ذکر کرنا شروع کر دیا تھا جو کہ آپ کو اپنی زندگی میں پیش آئیں۔ کیونکہ یہ مخالفتیں ہی ایک چیز ہیں جو اس الفت و محبت کو ثابت کر سکتی ہیں۔ جو آپ کو آنحضرت صلعم سے تھی۔

دنیا کے بندے اور دنیا کو ہی اپنا ملجاء و ماویٰ سمجھنے والے ہمیشہ ربانی انسانوں کے خلاف اپنا پورا زور لگاتے ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ ان کی موجودگی میں وہ پاک اور بابرکت انسان جو بارگاہ ایزدی سے پاک اور بابرکت کیا گیا کسی طرح بھی عزت و عظمت حاصل کر سکے۔ نادانوں کو یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں نہ کہ عزت و عظمت حاصل کرنے کے لئے۔ یہ تو ایک لازمہ ہے جو اس اصلی نصب العین کے حصول میں کوشاں ہونے سے انھیں حاصل ہو جاتا ہے۔ وہ خود تو ہرگز کسی بھی عزت و عظمت کے خواہاں نہیں ہوتے۔ انھیں تو گوشہ تنہائی ہی سب سے زیادہ عزیز اور پیارا ہوتا ہے۔ لیکن دین کے غم اور ہمدردی سے ان کا قلب ہر وقت معمور رہتا ہے۔ جس کے باعث انھیں مجبوراً اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھنا پڑتا ہے۔ وہ اعلائے کلمۃ اللہ سے اپنے جان اور اموال سے کوشاں ہوتے ہیں۔ اور اس پاک کام میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ نادان مخالف سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ بڑا بننا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ اس کے پاک کام میں ایک روک بن کر اسے تمسخر و استہزا۔ بہتانات و مفتریات اور مصائب و آلام کا تختۂ مشق بناتا ہے۔ وہ بہتیرا کہتا ہے کہ تم کیوں میری راہ میں روک ہوتے ہو میں تو تمہارے ہی فائدہ کے لئے یہ سب کچھ کرتا ہوں۔ اور اپنے آپ نہیں اس مولا کریم کے حکم سے ایسا کرتا ہوں۔ لیکن آہ! یاحسرۃ علی العباد مایأتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزؤن بندوں پر افسوس ان کے پاس کوئی ایسا اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا نہیں آیا جس سے انھوں نے استہزا نہیں کیا۔

یہ وقت ہوتا ہے کہ جب اس ربانی انسان کے اس دلی جوش اور محبت کا پتہ لگ سکتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ اور اس پاک دین کے ساتھ ہے۔ دنیا جب ہر ایک پہلو سے اس کی مخالفت و استیصال میں کوشاں ہوتی ہے اور اس کی پاک کوششوں کو رائگاں کرنے بلکہ خود اس کو نیست و نابود کر دینے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتی تو اس وقت یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے منہ سے کیا صدا آتی ہے۔ اور وہ کس طرز و روش پر کاربند ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر اس کے دل میں بلکہ رگ و ریشہ میں دین کی محبت اور اس کا جوش جاگزین نہیں تو وہ اس راہ میں ہرگز ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ان مخالفتوں کو دیکھ کر اس کا قدم ڈگمگا جائیگا وہ لڑکھڑا کر گر پڑیگا ہاں اگر وہ عشق الٰہی کا سچا متوالا ہے اگر دین الٰہی کے ساتھ اسے سچی ہمدردی ہے اور واقعی طور پر اس کے غم میں گھلا جا رہا ہے۔ اگر رسول کریم صلعم کی محبت و عشق اس کے جسم کے ریشہ ریشہ میں رچ گئی ہے تو وہ ان مخالفتوں کی ذرہ بھی پروا نہیں کر سکتا۔ اور وہ پورے صدق و ثبات کے ساتھ . وہ قدم آگے بڑھائیگا اور اپنی حیرت انگیز مستقل مزاجی خارق عادت ہمت و شجاعت اور بے نظیر جرأت سے وہ دنیا کو اپنا پیغام سناتا رہیگا یہی حال حضرت اقدس مسیح موعود کا ہے۔ آپ نے دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مخالفت کی کوئی پروا تک نہ کی اور نہ ہی کفر کے فتووں کو ہی اس قابل سمجھا کہ انھیں پرکاہ جتنی بھی وقعت دیتے۔ کس قدر محبت آپ کو اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھی۔ کہ جس سے معمور ہو کر آپ نے سخت سے سخت مخالفت کے جواب میں بھی اگر کہا تو یہ کہا۔

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

اللہ اللہ وہ پاک اور ربانی ہاتھ سے تربیت یافتہ انسان اس فخر الاولین والآخرین حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کے نشہ میں کس قدر سرشار تھا کہ اس نے اس کے پاک دین کی اشاعت میں زر و جواہر سے ہی نہیں بلکہ اپنے جسم و جان سے کوشش کی اور ایسے وقت میں کوشش کی کہ جب بموجب حدیث نبوی صلعم قرآن ثریا پر چلا گیا تھا۔ غیر مذاہب تو دین اسلام کے خلاف جو سر توڑ کوششیں کر رہے تھے وہ تو الگ رہیں۔ خود مسلمانوں کو اپنے اس پاک دین کا نہ تو کچھ علم تھا نہ اس سے محبت دین کا علم حاصل کرنا موجب عار سمجھا جاتا تھا اور اس کی اشاعت میں کوشاں ہونا بالکل بیوقوفی کی علامت تھی۔ بلکہ آج بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔ ایسے تاریک زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجدید دین کا کام شروع کیا اور غیر مذاہب کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دینے کے ساتھ خود مسلمانوں کو مسلمان بنانے میں کوشاں ہوئے۔ آپ کو اس کام کے لئے درگاہ الٰہی سے خاص طور پر مامور کیا گیا اور مجدد زمان و مسیح و مہدی کے مناصب جلیلہ پر آپ کو فائز کیا گیا۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ آپ کے جسم کا ہر ذرہ آپ کی رفتار گفتار کھانا اور پینا اور غرض زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ایک ایک سانس بزبان حال اس بات کا شاہد تھا اور ملاء اعلیٰ کو بھی اس بات کا اعتراف ہو چکا تھا۔ کہ

"ھٰذا رجل یحب رسول اللہ"

رسول اللہ صلعم کی محبت آپ کے جسم و جان میں رچ گئی تھی اور اس لئے آپ ایک ہی شخص تھے جو دنیا کی کسی بڑی سے بڑی مخالفت و دقت و تکلیف کی پروا نہ کر کے محض اسی محبت رسول کو مقدم رکھتے اور دین کی اشاعت میں ثابت قدمی سے کوشاں ہوتے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ نے اپنے عملی نمونہ سے دکھا دیا کہ رسول اللہ صلعم کی محبت کس کمال درجہ تک آپ میں رچ چکی ہے یہ ہے محبت رسول کا عملی نقشہ جس کا صرف ایک پہلو ابھی ہم نے دکھایا ہے اور ابھی اس کے اور کئی ایک پہلو اس سے بھی بڑھ کر متحیر کر دینے والے ہیں +

نوٹ اور رائیں

ایشور پوجا کی شرائط

کے عنوان سے ۱۰۔ مارچ ۱۹۱۶ء کے براہمہ پرچار

میں لالہ رگھو ناتھ سہائے کے ایک اپدیش کا خلاصہ شائع ہوا ہے۔ اس وعظ میں لالہ صاحب نے مختلف مذاہب کے طریق عبادت کا ذکر کرکے اصلی پوجا کی کچھ شرائط بتائی ہیں۔ اور افسوس ہے کہ اسلامی طریق عبادت اور خیالات کو غلط طور پر بیان کیا ہے۔ اور جو کچھ اس کی جگہ پیش کیا ہے وہی سب اسلام کی اصلی تعلیم ہے۔ مگر لالہ صاحب نے اسلام کو اس کے خلاف بیان کرکے انھیں اپنی یا براہمہ سماج کی جو گھر تعلیم ہر کرنا چاہا ہے وہ لکھتے ہیں۔

"......کوئی مسجد وں میں جاکر اپنے خدا وحدہ لاشریک کے سامنے سجدہ کرتا ہے...... لوگ اپنے اپنے دیوتا پر مختلف قسم کے چڑھاوے چڑھاتے ہیں...... بکرے اور بیٹے ہی نہیں بلکہ انسان تک کی قربانی کرنے میں لوگ دریغ نہیں کرتے اس کے پاس پہنچنے کے لئے پیغمبروں کی شفاعت چاہتے ہیں اس کو ایک غصیلے انسان کی مانند سمجھ کر اس کا غصہ وغیرہ دور کرنے کے لئے مختلف قسم کے سامان ووسائل پیدا کرتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ وہ ایک بڑا زبردست شہنشاہ کی طرح کسی خاص جگہ تخت پر جلوہ افروز ہے۔ وہاں تک کسو کا گذر ہوتا ہے۔ اگر کبھی قہر آجائے تو دنیا کو فنا کر دے۔ اور اگر اس کے دل میں مہر آجائے تو دنیا کو نہال کر دے"

لالہ صاحب کو ہم بڑے ادب سے یہ معلوم کرا دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ مذہب نہیں جو آنھوں نے ان کی طرف منسوب کیا ہے۔ ہم نہ تو اللہ تعالیٰ کو کوئی قربانی اور چڑھاوے وغیرہ ہی چڑھاتے ہیں کیونکہ اس نے خود فرمایا ہے لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤہا اللہ تعالیٰ کو کوئی گوشت اور خون نہیں پہنچتا ولکن ینالہ التقویٰ منکم بلکہ اس قربانی کے اندر تقویٰ اللہ کی حقیقت مضمر ہے۔ یہی ہمیں سکھایا جاتا ہے اور وہی اللہ کو پہنچتا ہے۔ نہ ہی پیغمبروں کی شفاعت کو ہم اس رنگ میں مانتے ہیں جس رنگ میں لالہ صاحب نے اسے بیان فرمایا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس ولا یقبل منہا شفاعۃ اس دن سے ڈرو جبکہ کوئی نفس کسی نفس کو کام نہ دیگا اور نہ ہی اس سے شفاعت قبول کی جائیگی شفاعت کا صحیح مفہوم اسلام میں اگر پایا جاتا ہے تو یہ کہ آنحضرت صلعم کے توسط اور تتبع سے انسان ان کمالات کو حاصل کرے جو اسے با خدا انسان بنا دیں۔ اور اس کی نجات کا باعث ہوں۔ شفاعت یہ نہیں کہ گویا کسی پیغمبر نے کسی کی سفارش کر دی۔ اور وہ اپنے گناہوں کی سزا سے بچ گیا۔ بلکہ شفاعت یہ ہے کہ اس پیغمبر کی تعلیم پر عامل ہونے اور اس کا تتبع کرنے سے انسان اعلیٰ کمالات کو پالے۔ اسی لئے فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔

ایسے ہی اسلام نہ تو خدا کو کسی تخت پر جلوہ افروز سمجھتا ہے کیونکہ خدا کوئی مجسم شے نہیں وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔ اور وسع کرسیہ السموات والارض کے مطابق اس کا علم زمین وآسمان پر محیط ہے۔

نہ ہی ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ ایسا غضبور ہے کہ خواہ مخواہ لوگوں کو عذاب دیتا پھرے وہ تو خود فرماتا ہے کتب علیٰ نفسہ الرحمۃ اس نے اپنے اوپر رحمت ہی رحمت فرض کر لی ہے۔ اس کی دو بڑی صفات رحمٰن اور رحیم ہیں اور انھیں دونوں کا دنیا میں عام طور پر ظہور ہے قرآن شریف بھی ان صفات کے بیان سے ہوتا ہے۔ ہاں وہ بعض اوقات سختی سے بھی کام لیتا ہے۔ لیکن کسی دشمنی اور کینہ سے نہیں بلکہ اس شفیق ماں کی طرح جو اپنے بچے کو سدھارنے اور اس کی بد عادت کو چھڑانے کے لئے اسے مارتی ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی شفقت اور رحم ہی ہے۔ جو ان بد عادات کے آئے والے عظیم نقصانات سے اسے بچا لیتا ہے۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

۳۔ مارچ کا بیدار سماچار بعنوان "دیکھیا یہ حسد کی آگ آریہ سماج کو تباہ کرکے ہی بجھیگی" لکھتا ہے کہ الہ آباد کی آریہ کمار سبھا کے جلسہ پر ٹھاکر نتھا سنگھ کی جب بستا آدیہ بھگت ہوئی تو مسٹر پرکاش کا "مشہور عاشق مہاتما" جل بھن کر کوئلہ ہو گیا۔ اور فوراً قلم ہاتھ میں لے پچھلے ہفتہ کے پرچارک میں اس واقعہ پر نیچتا تے چلے گئے۔ اس پر بیدار مسافر آریوں سے سنجیدگی سے پوچھتا ہے کہ "وہ اسی وقت پالنے کر دوڑینگے جب لالہ منشی رام کی حسد کی آگ آریہ سماج روپی رشی کے چمن کو جلا کر خاک سیاہ کر چکیگی"

سوال تو معقول ہے مگر ستیارتھ پرکاش کے پیرووں سے سوائے ایسی باتوں کے اور کیا امید کی جا سکتی ہے۔

* قربانی اور شفاعت پر عنقریب پیغام صلح میں زیادہ وضاحت سے روشنی ڈالی جائیگی

ریویو

سیرت ابن ہشام

ایک مشہور ومعروف کتاب ہے۔ جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح زندگی پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب بہت قدیم زمانہ کی لکھی ہوئی ہے جس میں مصنف علیہ الرحمۃ نے جن کا اسم گرامی علامہ ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات زندگی کو پورے شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے۔ ہر ایک واقعہ کی اسناد بھی ساتھ کے ساتھ بتائے گئے ہیں۔ یعنی محدثین کے طرز پر واقعات کے بیان کرنے میں راویوں کے نام بھی ساتھ ہی مذکور ہیں۔ یہ ایک بہت بڑی خوبی ہے جو پرانے مسلمان مصنفین بالخصوص احادیث بیان کرنے والوں میں تھی۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتوں کے مینہ برسائے انھوں نے دین کے لئے حتی الوسع پوری احتیاط اور کوشش سے کام لیا۔ احادیث کے معاملہ میں ایسی جانچ پڑتال کی کہ جس سے بہت سی ٹھوکروں اور غلط کاریوں کا احتمال جاتا رہا۔ نہ صرف راویوں کے نام ہی انھوں نے بتائے بلکہ یہ بھی بتا دیا کہ کس کی روایت قبول کئے جانے کے قابل ہے۔ اور کس کی نہیں۔ اور اپنی خداداد ذہانت سے وہ وہ علمی اصول قائم کئے کہ جو ہمیشہ کے لئے ایک شعل ہدایت کا کام دینگے۔ اور جنھیں دیکھ کر آج بھی علمی دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔ خیر یہ تو عام طور پر محدثین کرام کا طرز عمل رہا ہے اس تذکرہ سے ہمارا مطلب کتاب زیر ریویو کے متعلق یہ بتانا ہے کہ فن روایت کے اس عمدہ اصول کو کہ ہر ایک روایت کی اسناد بھی ساتھ ہی لکھدی جائیں مصنف جلیل نے بھی اختیار کیا ہے۔ اور پھر آنحضرت صلعم کے حالات زندگی ایسی مبسوط طرز پر بیان

مذاکرہ علمیہ

بحث ثقلین

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۸) و جمیع ما یحتاج الناس الیہ الا وقد جاء فیہ

(۹) عن غضیف ابن الحارث۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث قوم بدعۃ الا رفع مثلھا من السنۃ فتمسک بسنۃ خیر من احداث بدعۃ (رواہ احمد)

(۱۰) (فی تفسیر الامام ابی محمد الزکی) قال قال رسول اللہ ان ھذا القرآن ھو النور المبین وحبل المتین و العروۃ الوثقی والا رجۃ العلیا ومن عقد بامرہ عصمہ اللہ ومن تمسک بہ انقذہ اللہ قال قال رسول اللہ واما انکم فتسائلون عما حملتم من کتاب اللہ و سنتی ... ومن اعتصم بہ (القرآن) فقد ھدی الی صراط المستقیم۔ (تفسیر صافی صفحہ ۴)

(۱۱) وعلیکم بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین و الشفاء النافع والری۔ النافع والعصمۃ للتمسک والنجاۃ للمتعلق لا یعوج فیقام الخ (صفحہ ۳۵۰ جلد ۱۔ نہج البلاغۃ)

(۱۲) لا یمسہ الا المطھرون لا یطلع علیہ الا المطھرون من الکدورت البشریۃ الخ ...... اذا قام القائم من ولدی یظھرہ ویحمل الناس علیہ ویجری بہ السنۃ (تفسیر صافی صفحہ ۶۳۴)

(۱۳) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خذو شطر دینکم عن ھذہ الحمیرا۔ (تحفہ) اس میں حضرت عائشہ سے دین سیکھنے کا حکم ہے

(۱۴) واھتدو بھدی عمار وتمسکو بعھد ابن ام عبد۔ (تحفہ)

(۱۵) واعلمکم بالحلال والحرام معاذ بن جبل۔ (تحفہ)

(۱۶) اقتدو بالذی من بعدی ابوبکر (تحفہ)

(۱۷) عن ابن عباس۔ قال من تعلم کتاب اللہ ثم اتبع ما فیہ ھداہ اللہ من الضلالۃ فی الدنیا ووقاہ یوم القیامۃ سوء الحساب وفی روایۃ قال من اقتدا بکتاب اللہ لا یضل فی الدنیا ولا یشقی فی الآخرۃ ثم تلا ھذہ الآیۃ فمن اتبع ھدای فلا یضل ولا یشقی (ص ۳۱ مشکوۃ)

(۱۹) عن ثویر ابن ابی فاختہ .... فلما رای ذالک ابو جعفر علیہ السلام قال یا ابن ذر الا نحدثنا ببعض ما سقط الیکم من حدیثنا قال بلی یا ابن رسول اللہ۔ قال انی تارک فیکم الثقلین۔ احدھما اکبر من الآخر کتاب اللہ واھلبیتی ان تمسکتم بھما لن تضلوا فقال ابو جعفر علیہ السلام یا ابن ذر اذا لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما خلفتنی فی الثقلین فما ذا تقول لہ قال فبکی ابن ذر حتی رایت دموعہ تسیل علی لحیۃ ثم قال اما الاکبر فمزقناہ واما الاصغر فقتلناہ فقال ابو جعفر علیہ السلام الخ (ص ۱۴۳ رجال کشی)

تشیع کی جس قدر احادیث کی کتابیں اس وقت تک میری نظر سے گذری ہیں۔ حدیث زیر بحث صرف رجال کشی میں میں نے لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور کسی حدیث تشیع کی کتاب میں میں نے یہ حدیث نہیں دیکھی۔ اگر حضرت ابو جعفرؑ کے وقت میں ہم ہوتے۔ اور یہ سوال امام علیہ السلام ہم سے کرتے۔ تو ہم ابو ذر کی طرح زنانہ عمل کے مرتکب نہ ہوتے۔ بلکہ نہایت ادب سے معقول جواب خدمت امام علیہ السلام میں عرض کرتے کہ حضور ہم تو آپ کے غلام ہیں۔ اور حضور کے بلکہ تمام ائمہ اہلبیت علیہم السلام کا احادیث پر وثوق رکھتے ہیں۔ مگر زرارہ اور ابو بصیر۔ بریدہ اور ابی الجارود مومن الطاق وغیرہ کے بیانات پر وثوق نہیں رکھتے۔ کیونکہ وہ آپ اور آپ کے آباء کرام کی طرف وہ وہ باتیں منسوب کرتے ہیں۔ جو خلاف کتاب اللہ و خلاف سنت صحیحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ پر اتہاماً یہ باتیں وہ لگاتی ہیں اور آپ کی اور آپ کے آباء کرام کی بھی ہمکو یہی ہدایت ہے۔ کہ کسی کی کوئی بات ایسی قبول نہ کرو۔ جو انہوں نے ہماری طرف منسوب کر کے بیان کی ہو۔ اور وہ بات خلاف قرآن یا خلاف قول رسول ہو۔ کیونکہ ہم اہل بیت کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالتے جو قرآن کریم اور احادیث رسول کے برخلاف ہو۔ پس تم اول بیان کنندہ کی روایت کو کتاب اللہ پر عرض کر لیا کرو۔ اگر وہ بات کتاب اللہ کے موافق ہو تو قبول کرو۔ ورنہ رد کر دو۔ کیونکہ وہ ہماری حدیث نہیں۔ وہ شیطان کا قول ہے۔ پس اسی معیار صحیح پر ہم جناب کی اور جناب کے آباء کرام کی احادیث کو قبول کرنے پر ہر وقت تیار رہیں۔ علاوہ بریں۔ زرارہ صاحب اور ابی الجارود اور بریدہ وغیرہ راویان حضور کہتے پھرتے ہیں۔ کہ امام علیہم السلام اور آنکے آباء کرام تقیہ ہمیشہ کرتے رہتے تھے۔ پس جب ہم یہ بات ان سے سنتے ہیں۔ تو ہم حیران رہ جاتے ہیں۔ کہ اب کس قول پر اعتبار کریں۔ احتمال تقیہ کا تو ہر حدیث میں ثابت ہو گیا۔ اور یہ تمیز کرنا غیر ممکن ہو گیا۔ کہ فلاں حدیث تقیہ سے بیان کی گئی ہے اور فلاں حدیث تقیہ سے بیان نہیں کی گئی۔ باقی رہا یہ فرمان آپ کا۔ کہ قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور اہل بیت رسول کو قتل کیا گیا۔ بیشک حضور والا صحیح۔ یہ فعل بھی حضور کے دوستداران ہی سے سرزد ہوا۔ کیونکہ وہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ یہ قرآن جو بین الدفتین موجود ہے۔ یہ وہ قرآن نہیں جو رسول کریم صلعم پر نازل ہوا ہے۔ وہ قرآن علی مرتضیٰ علیہ السلام ایک دفعہ دربار خلافت ابو بکر صدیقؓ میں لائے تھے۔ پھر واپس لے گئے اور فرما گئے کہ پھر اس قرآن کو تم کبھی نہ دیکھو گے۔ جب تک آل محمد تشریف نہ لاوے اور قتل اہل بیت بھی حضور کے دوستوں ہی نے کیا۔ امام حسن امام حسین علیہما السلام کو کس نے قتل کیا۔ کوفیوں نے خود امام حسنؑ امام حسینؑ امام زین العابدین حضرت زینب وام کلثوم کے اقوال موجود ہیں۔ کہ کوفیوں نے ہمکو قتل کیا۔ اور کوفی کون تھے شیعہ و دوستداران علی و حسنین علیہم السلام۔ ود شیعہ بودن کوفی الاصل احتیاج باثبات دلیل ندارد" (مجالس المومنین شوشتری) آنجا .... کوفی باشد"۔ (باقی پھر)

ہز ہائینس نواب صاحب انب لاہور میں۔

کل بتاریخ ۱۴ مارچ بوقت ساڑھے سات بجے شام

ہز ہائینس نواب صاحب انب بذریعہ بمبے میل لاہور تشریف فرما ہوئے۔ اسٹیشن پر آپ کے استقبال کے لئے عالیجناب خلیفہ فضل حسین صاحب پرسنل اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب ڈاکٹر طفیل ..... صاحب لالہ ہرکشن لال صاحب ڈاکٹر ہیرالعل صاحب خانصاحب غلام رسول صاحب انسپکٹر پولیس لاہور خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر معززین موجود تھے نواب صاحب موصوف نہایت تپاک کے ساتھ ہر ایک سے ملے۔ آپ چہرہ سے شرافت اور نجابت برستی تھی آپکا انداز ملاقات ہر ایک قسم کی نخوت و تکبر سے پاک اور مسلم اخلاق اپنے اندر لئے ہوئے تھا۔ موٹر پر آپ لالہ ہرکشن لعل صاحب کی کوٹھی میں فرو کش ہونے کیلئے تشریف لے گئے ہز ہائینس تین دن یہاں قیام فرمائینگے

کیا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آسکتا ہے٭

(از حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل-ایم-ایس)

حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب کی تازہ تصنیف النبوۃ فی الاسلام کے متعلق جو میرے مضمون پیسہ اخبار مجریہ ۱۷ فروری میں شایع ہوا تھا۔ اس میں میں نے یہ ظاہر کیا تھا کہ حضرت مولوی صاحب نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حقیقی معنوں میں کوئی نبی یا بالفاظ دیگر کامل نبی نہیں آسکتا اور کہ حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ اور یہ کہ حضرت مولوی صاحب موصوف نے حضرت مسیح موعودؑ کی کل تحریرات کو اس کتاب میں جمع کر کے انکو آپس میں تطبیق دی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مذکورہ بالا اسلامی عقیدہ سے ہرگز باہر نہیں گئے۔ انہوں نے اپنی نبوت کو اول سے لیکر آخر تک جزوی اور مجازی کہا ہے چنانچہ آپ کی مشہور کتاب حقیقۃ الوحی میں تتمہ عربی میں صاف طور پر آپ نے لکھا ہے و سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ یعنی میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ نہ حقیقی طور پر۔ ایسا ہی آپ نے ایک پہلی کتاب میں صاف لکھا ہے۔ کہ نبوت کاملہ تامہ کے دروازے بعد آنحضرت صلعم کے تا قیامت بند ہیں۔ اور فیض محمدی سے اس امت میں نبوت جزئی ناقصہ ملتی رہیگی۔ اور جزوی نبوت کا ملنا جو درحقیقت فنا فی الرسول کا ایک مقام ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم عقیدہ ہے۔ حدیث میں ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح سے ہیں)۔ نیز خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رویاء صالحہ کو چھیالیسواں حصہ نبوت کا قرار دیا ہے گویا کہ وہ بھی ایک حصہ نبوت کا ہے۔ تو پھر جو رویا۔ کشوف و الہامات اس امت کے اولیاء کو ہوتے ہیں وہ بھی جزوی و ظلی نبوت کہلاتے ہیں۔ جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کے بغیر ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے لم یبق من النبوۃ الا المبشرات یعنی نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا مگر مبشرات۔ اس لئے مبشرات جو کہ ایک جزو ہیں نبوت کا کامل نبوت ہرگز نہیں کہلا سکتے۔ اسلئے میں نے اس مضمون میں یہی ثابت کیا تھا۔

کہ ابتداء سے لیکر وصال تک حضرت مرزا صاحب کا یہی مذہب رہا ہے۔ کہ وہ ہرگز کسی کامل نبوت کے پانے والے نہیں۔

میں نے اس مضمون میں حضرت مسیح موعودؑ کی آخری تقریر کا بھی حوالہ دیا تھا جو کہ لاہور میں آپ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے فرمائی تھی۔ اور جس میں صاف طور پر حقیقی یا کامل نبوت کے ادعاء سے انکار کیا تھا۔ اور اس کی تصدیق خود مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار نے فرمائی جو کہ اس لیکچر میں موجود تھے۔

میرے اس مضمون کے جواب میں ایک مضمون ایک غیر احمدی کی طرف سے اور دوسرا ایک اکمل صاحب قادیانی محمودی کی طرف سے شایع ہوا ہے (میں خوش ہوں کہ اس دفعہ مؤخر الذکر نے مضمون کے اخیر میں اپنا نام دیا ہے۔ اور اکثر پہلے مضمونوں کی طرح ایک غیر احمدی کے لباس میں چھپکر حملہ نہیں کیا)

ان ہر دو مضمون نویسوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ واقعی مرزا صاحب کا (حقیقی اور کامل) نبوت کا دعویٰ تھا۔ مگر ہمارا اسکے خلاف عقیدہ ہے۔ اگر قرآن و حدیث کے نصوص صریحہ کے رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اصل معنوں میں نبی کا آنا جائز ہو۔ تب آپ کی مسند پر حضرت مسیح ناصری یا حضرت مرزا صاحب قدم رکھ سکتے ہیں۔ اور اگر یہ عقیدہ ہی سراسر باطل اور خارج از اسلام ہو۔ جیسے کہ خود حضرت مرزا صاحب نے صاف طور پر پوری وضاحت سے تحریر کیا ہے۔ تو اگر اُن کی بعض تحریرات سے اسکے خلاف نتیجہ بھی نکلتا ہو۔ تو اُن کی تاویل کرنی پڑیگی۔ ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ معاذ اللہ ان کا عقیدہ خلاف شعائر اسلام تھا۔ جو کہ آپ جیسے اعلےٰ اور کامل امتی کی نسبت ہرگز منسوب نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید نے اس قسم کے اختلافات کے حل کرنے کے لئے جو راہ ہمکو بتائی ہے اسپر قدم مارنے سے انسان کسی صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ ورنہ چاہ ضلالت میں گر جاتا ہے۔ اور وہ صراط مستقیم قرآن مجید نے یوں ارقام فرمایا ہے۔ منہ ایات محکمات ھن ام الکتاب و اخر متشابہات۔ یعنی خود قرآن مجید میں بعض آیات محکمات ہیں اور بعض متشابہات ہیں۔ یعنی بعض آیات اصول کے طور پر بیان کی گئی ہیں اور وہ محکمات ہیں۔ جنکے ایک کے سوا دوسرے معنے نہیں ہو سکتے اور دوسری متشابہات ہیں۔ یعنی انکے ایک سے زیادہ معنے ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ان کے مفہوم کے متعلق شکوک ہو سکتے ہیں۔ تو ان ہر دو کو تطبیق دینے کے لئے یہ ضروری ہے کہ متشابہات کو محکمات کے ماتحت کیا جاوے یعنی ایسی عبارات کہ جنکے معنے صاف نہ ہوں۔ یا اُن کے متعلق شبہات ہوں۔ کسی اصول کے ماتحت رکھکر معنے کرنے ہونگے۔ اور یہی وہ طریق ہے جسپر متقی یا علم کے پکے (راسخون فی العلم) قدم مارتے ہیں۔ البتہ جنکے دل میں کجی ہے۔ اور وہ ایک باطل کو ترجیح دینا چاہتے ہیں وہ اصل اصول کی طرف ہرگز نہیں آئیں گے وہ ان متشابہات کو محکمات پر مقدم کرنے کی کوشش کرینگے۔ اور خدا کی کلام میں اختلاف پیدا کرنے کی سعی کریں گے۔

پیشتر اسکے کہ میں حضرت مرزا صاحب کی نبوت کے مسئلہ کے متعلق جواب دوں۔ اور یہ ثابت کروں کہ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے ان کا دعویٰ نبوت (کاملہ) ثابت کرنا سراسر غلطی ہے۔ میں پہلے اصولی رنگ میں ایک ہی امر کا جواب چاہتا ہوں۔ جسکے شایع ہونے پر نفس مضمون کا انشاء اللہ جواب دیا جاوے گا۔

کیا از روئے قرآن و حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین کے بعد کوئی حقیقی معنوں میں نبی آسکتا ہے؟ اور اگر آسکتا ہے تو اس کے لئے نصوص قرآنیہ و حدیثیہ پیش کئے جاویں۔

یہ سوال ہر دو مضمون نویسوں کے لئے حل طلب ہے۔ کیونکہ پیر بخش صاحب پیشتر ان غیر احمدی مسلمانوں میں سے ہے۔ جنکا عقیدہ یہ ہے۔ کہ مسیح ناصری نبی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیح موعود ہو کر آوے گا۔ اور قاضی اکمل اور دیگر اکثر محمودیوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب حقیقی معنوں میں نبی ہو کر آئے ہیں۔

میں اپنے آئندہ مضمون میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا۔ کہ قرآن مجید و احادیث صحیحہ کے رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی شخص حقیقی معنوں میں نبی ہو کر نہیں آسکتا۔ اور یہ بھی دکھاؤں گا۔ کہ اصولاً یہی مذہب حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی کامل یا کوئی نبی حقیقی معنوں کے رو سے نہیں آسکتا۔

اس کے بعد میں انشاء اللہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت کرونگا۔ کہ اُن کا اپنا دعویٰ ہرگز حقیقی یا کامل نبی ہونیکا

٭ یہ مضمون پیسہ اخبار کے لئے لکھا گیا تھا۔ مگر معاصر مذکور نے چونکہ اس سے پیشتر ایسے مباحث کو اپنے اخبار میں بند کر دینے کا اعلان کر دیا تھا۔ اسلئے سارا وہاں چھپ نہیں سکا صرف آخری حصہ جو مباحثہ کے متعلق ۱۵ مارچ ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں شائع ہو گیا ہے۔ (ایڈیٹر)

نہ سمجھا۔ اور جہاں کہیں کہ انہوں نے اپنے لئے نبوت کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اس کی تشریح ایک مرتبہ نہیں بار بار یہ کہکر کر دی ہے کہ میرے لئے لفظ نبوت پیشگوئیوں میں اور میرے الہامات میں مجاز کے طور پر آیا ہے۔ اور اس نبوت سے صرف مجازی۔ ظلی و بروزی نبوت مراد ہے۔ اس کے سوائے اور کچھ نہیں اور جو خصوصیت اپنے لئے بیان کی ہے وہ صرف اسقدر ہے۔ کہ آپ کے لئے خاص طور پر حدیث میں پیشگوئی ہے .... ایک حدیث میں حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنیوالے مسیح کا نام نبی رکھا۔ مگر یہ نام بھی مجازی طور پر ہے۔ نہ حقیقی طور پر۔ اور اخبار عام کی تحریر جو اکمل صاحب نے اخبار میں دی ہے وہ صرف ایک حصہ ہے۔ سارے خط کو پڑھا جائے تو اس میں آپ نے صاف طور پر لکھا ہے کہ لغت کے رو سے آپ کا نام بطور اعزاز و خطاب کے نبی رکھا گیا ہے۔ نہ حقیقی معنوں میں۔ اور آپ نے یہ نہیں لکھا۔ کہ میں حقیقی و کامل نبوت کا دعوے کرتا ہوں .... بلکہ اس میں یہ صاف لکھا ہے کہ کثرت مکالمہ مخاطبہ کے رو سے اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے آپ نام نبی رکھا ہے۔ اور چونکہ اس زمانہ میں آپ کے سوائے کسی اور شخص نے مجدد ہونے کا دعوے نہیں کیا۔ اس لئے آپ کو یہ درجہ ملا۔ مفہوم یہ الفاظ راقم۔

میں نے جو کچھ کہ محمودی مضمون نویسوں کے بارہ میں اپنے مضمون میں لکھا تھا وہ ان کے طرز عمل کے متعلق تھا کہ وہ مرد میدان بنکر باہر نہیں نکلتے بلکہ خفیہ نویسی اور دورنگی طرز تحریر کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کی ذات پر حملے کئے ہیں۔ اور اُن کو لنگر کی روٹیاں کھانیوالا بتایا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ حضرت مولوی صاحب نے جو قربانی کی اور جو خدمت اسلام و خدمت سلسلہ حقہ کی کی۔ اسکے لئے دنیا خود شاہد ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ خود اپنی کتابوں میں ان کی کمال جانفشانی و قوت ایمانی کی تصدیق کر گئے ہیں۔ میاں محمود احمد صاحب کو بھی خدا خدمت دین کی توفیق دے۔ مگر اسوقت تک تو سوائے اسکے کہ انہوں نے تمام اہل قبلہ پر کفر کا فتوے دیا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے پیارے خدام پر فسق کا فتوے لگایا کوئی خدمت اسلام کی نہیں کی۔ جب وہ واقعی کوئی خدمت کر کے دکھلا دینگے۔ تب اُنکی نسبت فخر کرنا جائز ہوگا۔ ورنہ صرف نسب پر فخر کرنے والوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے نامردوں کا کام بتایا ہے۔ کوئی دینی خدمت کر کے دکھلا دیں۔ تب فخر کریں تو بجا ہے۔ ورنہ جتنے گدی نشین ہیں ان کے مرید اُنکو کسی دوسرے سے کم نہیں سمجھتے۔

مباحثہ کے متعلق جو یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ تقریری ہونے کے لئے ابتدا میں تحریک تھی۔ یہ درست ہے۔ مگر ہمنے شروع میں ہی یہ کہدیا تھا۔ کہ جبتک فریقین کی تقادیر ضبط تحریر میں نہ آویں تب تک بالمقابل تقریروں میں سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا۔ چنانچہ میاں محمود احمد صاحب کے فریق کی شرائط کے جواب میں ہمنے جو شرائط پیش کی تھیں ان میں ہم نے مفصلہ ذیل تجویز تقریروں کو منضبط تحریر میں لانے کیلئے پیش کی تھی جو کہ بجنسہ درج کی جاتی ہے۔

(دفعہ نمبر ۹)۔ چونکہ تجربہ ثابت کرتا ہے کہ تقریر کے لفظوں سے ایک مسودہ پر چار کاتبوں کا اتفاق ہونا محال ہے اور نہ ہی کوئی کاتب مقرر کے سارے الفاظ کو قلمبند کر سکتا ہے۔ اور نہ کوئی پریزیڈنٹ اپنے دماغ میں سب الفاظ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس لئے ذیل کی تجاویز میں سے کوئی اختیار کی جاوے۔ تاکہ جلسہ کے انعقاد کی اصل غرض حاصل ہو سکے۔

(الف) یہ کہ عام جلسہ کے علاوہ روزانہ ایک خاص جلسہ ہوا کرے۔ جو چار پانچ گھنٹے رہے اور اس میں ہر مقرر اپنی تقریر آہستگی سے دو کاتبوں کو جو فریقین کی طرف سے لکھنے والے ہونگے۔ لکھاتا جاوے۔ اور بعد اختتام تقریر کا مقابلہ ہو کر دونوں تحریروں پر مقرروں اور میر مجلسوں کے دستخط ہونگے۔

(ب) ہر ایک مقرر تقریر کرنیسے پہلے اپنی تقریر کی دو کاپیاں لکھوا کر ایک فریق مخالف کو دیدے۔ اور ایک کو جلسہ میں سناوے۔ اور بعد سنانے کے دونوں تحریروں پر دونوں مقرروں اور میر مجلسوں کے دستخط ہو جاویں۔ اس صورت میں ایک ہی تقریر روزانہ ہوگی"۔

اس کے متعلق یہ کہنا کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب۔ میاں محمود احمد صاحب کے بالمقابل تقریر سے گھبراتے ہیں۔ اور اپنے ساتھیوں سے لکھوا کر مضمون پیش کرنا چاہتے ہیں یہ سراسر حق پوشی ہے۔ میاں محمود کو ذاتی قابلیت کے لحاظ سے حضرت مولوی صاحب سے کیا نسبت ہے۔ بہرحال اگر محمودیوں کو اتنا ہی گھمنڈ ہے۔ میاں محمود احمد صاحب کی قابلیت کا گھمنڈ ہے۔ تو رد حضرت مسیح موعودؑ کی۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب کی اور کل جماعت کے اکابرین کی غلطیاں نکال سکتے ہیں تو حضرت مولوی صاحب کے ساتھ تحریری بحث پر اُن کو کیوں مجبور نہیں کرتے۔ اگر ہماری پہلی تحریریں قابل وثوق نہیں تو جلد میری اس تحریر کو ہماری طرف سے امور مختلفہ میں فیصلہ کے لئے تحریری بحث کے لئے درخواست سمجھ لو۔ جو کہ ہر دو فریق کے امیروں کے مابین ہو۔ اور سب سے اول حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت۔ دوئم تکفیر اہل قبلہ۔ سوئم وصیت۔ یا آپ کے بعد خلافت کے متعلق یکے بعد دیگرے بحث ہو۔ پبلک میں اگر میاں صاحب تقریر کرنے کو اپنے لئے مفید نہیں سمجھتے۔ تو نہ سہی۔ ایک تعداد معین دونو جماعتوں کی طرف سے ہو۔ اور اپنے اپنے فریق کے ذمہ دار خود دونوں طرفوں کے بیٹھے ہوں۔ اور جن غیر احمدیوں کو بھی وہ شامل کرنا چاہیں اُن کے وہ خود ذمہ وار ہوں گے۔ مگر بحث تحریری ضرور ہو۔ اس شرط کو ہم نہیں چھوڑ سکتے

حضرت مولوی محمد علی صاحب کا مذہب

یہ کہنا کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کا ابتدا میں وہی مذہب تھا جو آج میاں محمود احمد صاحب کا ہے سراسر افترا ہے۔ چونکہ حدیث میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق پیشگوئی میں لفظ نبی کا آگیا ہے۔ اسلئے وہ اس کے مصداق ہیں حضرت مرزا صاحب نے اپنی نسبت اس لفظ کا اطلاق بعض اوقات کیا۔ مگر اس بات کا ثبوت کہ حضرت مرزا صاحب اس سے حقیقی اور کامل نبوت مراد نہ لیتے تھے یہی کافی ہے کہ وہ نہ ماننے والوں کو کافر نہ کہتے تھے۔ جس طرح آج میاں محمود احمد صاحب کہتے ہیں اور اس بات کو آپ نے کتاب تریاق القلوب میں صاف لکھدیا ہے۔ اسی رنگ میں صرف چند مرتبہ حضرت مولوی صاحب موصوف نے بھی آپ کے متعلق لفظ نبی کا استعمال کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا۔ کہ حضرت مولوی صاحب بھی مرزا صاحب کو حقیقی نبی اور کامل نبی سمجھتے تھے۔ بالکل بے بنیاد ہے۔ یہ دعوے تب درست ٹھہرتا ہے۔ جب حقیقی اور کامل نبی کے لفظ کا اطلاق اُنکی کسی تحریر میں پایا جاوے۔ یا یہ کہ انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے منکروں کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام قرار دیا ہو جیسے کہ میاں محمود احمد صاحب اور اُنکے غالی مریدوں کا عقیدہ ہے کہ وہ غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا یا کسی غیر احمدی کو [illegible]

کا غیر احمدی سے رشتہ کرنا قطعاً حرام سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت مرزا صاحب نے خود غیر احمدیوں کے جنازے پڑھے اور میاں محمود احمد کی سالی کا رشتہ غیر احمدیوں سے کرایا۔ اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے نکاح پڑھا اور میاں صاحب نکاح میں اور دعوت میں شریک رہے۔

جماعت احمدیہ کا مذہب

برخلاف اس کے میں ان شاء اللہ اپنے مضامین کے کسی آئندہ نمبر میں یہ ثابت کرونگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کل جماعت کا ایک ہی مذہب تھا اور یہ ثابت کرونگا۔ کہ کل جماعت آپ کو مثل دوسرے مجددوں کے مجازی اور جزوی وظلی نبی سمجھتی تھی اور یہ کہ ایک فرد واحد کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے دعوے نبوت مجازی میں کوئی تبدیلی کی۔ اور یہ کہ ساری جماعت میں سے ایک شخص کا بھی یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی کوئی کتاب یا کوئی تحریر منسوخ ہے اور جیسے کہ حضرت مسیح موعود ناصری کی زبان سے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ میرے متبع میری وفات کے بعد بگڑے ہیں یہی حال اس مسیح محمدی کے متبعین کا ہے۔ کہ اُن میں سے جو بگڑے انکی وفات کے بعد بگڑے اور انکی زندگی میں سب کے سب سیدھے راستہ پر قائم تھے۔

آخر میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالے جمیع مسلمین کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دے۔ اور بالخصوص جماعت احمدیہ کو فتنہ عظیمہ سے بچاوے جو کہ اس صدی کے مجدد اور امام برحق کی وفات کے بعد ان میں پیدا ہوا ہے۔ اور ان کو اپنی ہٹ اور ضد اور دھڑا بندی کو چھوڑ کر قرآن مجید و اسوۂ حسنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم و حضرت مسیح موعود پر چلنے کی توفیق دے۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین آمین آمین یا رب العٰلمین!!

ضروری نوٹ

ابھی جو میں یہ مضمون لکھ چکا تھا تو مجھے اطلاع ملی۔ کہ پیسہ اخبار کے کسی پرچہ میں محمودی مولوی فضل دین صاحب مختار کی طرف سے ایک مضمون نکلا ہے۔ جس میں کہ انہوں نے میاں محمود احمد صاحب و حضرت مولوی محمد علی صاحب کے درمیان تحریری بحث کو منظور کر لیا ہے۔ نیز اخبار الفضل مورخہ ۲۶۔ فروری میں بھی تحریری بحث تو منظور ہے۔ مگر اس میں یہ نئی شرط پیش کی گئی ہے کہ یہ مناظرہ ساتھ کا ساتھ کسی غیر احمدی اخبار میں شائع ہوتا رہے۔ الحمد للہ کہ آخر پیسہ اخبار میں مطالبہ کرنے کا نتیجہ اچھا نکلا۔ کہ محمودیوں نے تحریری بحث منظور کی۔ جو کہ [illegible] عین خواہش ہے۔ مگر اس کے لئے ہماری طرف سے صرف ایک ہی شرط ہے کہ عبداللہ آتھم کے مباحثہ کی طرح فریقین کے امیر خود رو برو اپنا اپنا بیان دو کاتبوں کو لکھوائیں۔ جنپر ہر دو فریق کے پریزیڈنٹوں کے دستخط ہوں۔ کے بعد ساتھ کا ساتھ کسی غیر احمدی اخبار میں شائع کیا جاوے جس کا نصف خرچ ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔

ہماری طرف بحث میں جو لیت ولعل منسوب کی جاتی ہے۔ سراسر غلط ہے۔ ہمارا ابتدا سے ہی یہی مطالبہ رہا ہے۔ کہ بحث تحریری ہو۔ جس کی طرف محمودیوں نے آجتک رُخ نہیں کیا تھا چنانچہ ہم نے اپنی آخری چٹھی مورخہ ۱۲ر دسمبر میں ان کو خدا اور رسول اور حضرت مسیح موعود کا واسطہ دیکر یہی لکھا تھا۔ کہ تحریری بحث کو منظور کر لیں۔ تاکہ باہمی تنازعات میں کوئی فیصلہ کی راہ نکل سکے۔ مگر اس کا جواب کبھی ہمارے حسب منشاء نہ آیا۔ چونکہ پیسہ اخبار کی تحریر اور الفضل کی تحریر میں یہ نہیں لکھا گیا کہ میاں صاحب بالمقابل تحریری بحث کرنا منظور کرتے ہیں۔ اس لئے اس صراحت پر وقت اور تاریخ مقرر کر کے حسب قرارداد سابق لاہور میں بحث جاری ہو جاوے اور ساتھ کے ساتھ پیسہ اخبار یا کسی دوسرے غیر احمدی اخبار میں شائع ہوتی رہے۔ البتہ ہماری یہ آرزو ابتداء سے ہے کہ مضامین شائع ہونے سے پہلے پبلک میں سنا دیئے جایا کریں اور بعد میں شائع کئے جایا کریں۔ مگر میاں صاحب اگر پبلک میں اپنے مضامین کو سنانا پسند نہ کریں۔ تو ہم اس شرط کو اُن کی خاطر چھوڑ سکتے ہیں۔ مگر تحریری بحث کی شرط کو نہیں چھوڑ سکتے۔

چونکہ اکمل صاحب نے پیسہ اخبار میں لکھا ہے کہ تحریری بحث میں حضرت مولوی صاحب کا منشاء یہ تھا کہ اپنے رفقاء کی مدد سے مضامین لکھوا کر جلسہ میں پیش کریں۔ اس لئے رفع شک کے لئے یہ ضروری ہوگا۔ کہ دونوں فریقوں کے امیر بالمقابل خود در خود اپنا بیان لکھوائیں تاکہ حق و باطل میں پورے طور پر تمیز ہو سکے۔ آمین!

ہمارے اور صاحبزادہ صاحب کے درمیان باقی قریباً کل شرائط طے ہو چکی ہیں۔ اب میاں صاحب کی تحریری بحث پر رضامندی پر بحث جاری ہو سکتی ہے۔ فقط

خاکسار۔ مرزا یعقوب بیگ سکرٹری احمدیہ انجمن۔ اشاعت اسلام لاہور۔

کیا رأیت الناس فی دین اللہ افواجا کا منظر درپیش نہیں

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں توبہ نامجات اور اعلان بیزاری از عقائد محمودیہ کے اوپر نمبر شمار دینا شروع کیا تھا۔ لیکن بعد میں ہم نے یہ نمبر دینے بند کر دیئے کہ اب تو اللہ تعالٰی کی نصرت رأیت الناس فی دین اللہ افواجا کا منظر پیش کر رہی ہے اس لئے اس گنتی و شمار کو اپنے لئے ایک تکلیف مالا یطاق سمجھ کر ترک کرتا ہوں اور وما یعلم جنود ربک الا ھو کے مطابق اس گنتی کو اللہ ہی پر چھوڑتا ہوں۔ الفضل اپنی عادت کے موافق اسے پڑھ کر بہت تلملایا ہے۔ اور تو کچھ سوجھا نہیں جھٹ اسی بات کو لے کر ہمارے سر پر الزام جڑ دیا ہے کہ تم نے تو یہ آنحضرت صلعم کے اعجاز کی ہتک کی ہے کہ گویا آپ کے ساتھ بھی بیس بائیس آدمیوں کی تعداد تھی جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اس بھلے مانس سے کوئی پوچھے کہ ہم نے کب بیس بائیس کی تعداد پر اس آیت کو چسپاں کیا۔ ہم نے تو اس کے علاوہ ایسے بے شمار اشخاص کا خیال کر کے جو تم میں سے کٹ کر ہم میں آ رہے ہیں یا آ چکے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثروں کے اعلان شائع نہیں ہوئے اور نہ ہی سب کو گنا جا سکتا ہے اس آیت کا اطلاق کیا اس کے ہمارے پاس ثبوت ہیں جونہی کہ پیغام صلح میں یہ نمبر لکھے جانے شروع ہوئے معاً بیرونی جماعتوں سے ایسے خطوط آئے جن میں یہ بتایا گیا تھا کہ بہت سے اشخاص بغیر کسی اعلان کے ہم میں آ شامل ہوئے ہیں۔ پھر ایسی حالت میں یہ گنتی کیونکر صحیح ہو سکتی ہے انہی متعدد خطوط میں سے ہم ایک ذیل میں بطور نمونہ شائع کرتا ہوں۔ وھو ھذا

".... آپ نے عقائد محمودیہ کی بیزاری پر ایک علیحدہ ہیڈنگ قائم کیا ہے جو کہ ایک نہایت مبارک بات ہے لیکن برائے مہربانی اُن کی تصحیح ہونی نہایت ضروری ہے۔ آپ نے اپنے کسی گذشتہ اخبار میں صرف ۲۰ توبہ نامجات کی تعداد بتلائی ہے۔ حالانکہ یہ واقعہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اگر غور دیکھا جاوے تو بیس کیا بلکہ اس سے بھی زیادہ تو یہاں شملہ کی جماعت میں ہی شامل ہو چکے ہیں حالانکہ اُن کا اعلان کسی اخبار میں بھی نہیں ہوا برائے مہربانی آپ اس امر کا ازالہ کر دیں مثال کے طور پر جو کہ پہلے یہاں کے مریدین سے تھے ان کی علیحدگی کا اعلان کہاں پر ہوا۔ اور پھر بقول صاحبزادہ محمود احمدؐ صاحب صوفی شمس الدین صاحب احمدی شملوی بھی متبعین میاں صاحب سے تھے اُن کی علیحدگی کا اعلان بھی پیغام صلح میں کوئی نہیں ہوا۔ مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے بھی میاں صاحب کے مریدین سے تھے۔ ان کا بھی اعلان علیحدگی شائع نہیں ہوا۔ منشی امام الدین صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ بھی میاں صاحب کی جماعت سے تھے۔ ان کی علیحدگی کا بھی کوئی اعلان پیغام صلح میں نہیں ہوا۔ منشی عبدالرحیم صاحب ریلوے بورڈ گورنمنٹ آف انڈیا بھی میاں صاحب کے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب
مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادہ عرفاں ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب
سر او با خبر شد اندر بدن ۔ جاں شد با جاں آید بد خوا از تن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود ۔ آن نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ۵ روپے
ششماہی ۳ روپے
سہ ماہی ۲ عہ
ماہوار ۹ طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ ۔ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے ۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور | یکشنبہ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۱

نواب صاحب بہادر والئی ٹونک کا عطیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو

ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر والی ٹونک کی تشریف آوری سے ناظرین کرام کو اطلاع دی جا چکی ہے نواب صاحب موصوف تین روز تک لاہور میں مقیم رہے اور گذشتہ شب اجمیر کو مع الخیر روانہ ہوئے ۔ اپنے قیام لاہور میں نواب صاحب بہادر نے اپنے جملہ رفقاء کے ہمراہ حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب و دیگر ممبران جماعت احمدیہ کی معیت میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں ۱۶ تاریخ بروز جمعرات ماحضر تناول فرمایا ۔ جناب نواب صاحب ممدوح قریب دو گھنٹہ تک تشریف فرما رہے ۔ آپ اور آپ کے رفقاء اسلامک ریویو میں نومسلموں کے فوٹو اور ایسا ہی شاہ آغا کے سکہ کے فوٹو کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے ۔ اور حضرت مولوی صاحب و خواجہ صاحب و دیگر احباب کے ساتھ مذہبی و علمی مذاکرہ میں مشغول رہے ۔

کھانے کے بعد جناب نواب صاحب ممدوح کے پرائیویٹ سکرٹری ضرغام اللہ خاں صاحب کی چٹھی ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے پڑھی جس میں کہ نواب صاحب ممدوح کے گراں قدر عطیہ کا ذکر تھا ۔ جو کہ انھوں نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو حسب ذیل دینا منظور فرمایا ۔

مبلغ ایکہزار روپیہ نقد جس میں سے کہ مبلغ پانصد (پانچ سو) روپیہ ترجمۃ القرآن انگریزی کے لئے اور دوسو روپیہ رسالہ انگریزی اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام کی مفت اشاعت کے لئے اور مبلغ تین سو روپیہ انجمن کی عام اغراض کے لئے عطا فرمایا ۔ اس کے علاوہ آئندہ نواب صاحب بہادر نے مستقل طور پر مبلغ پانچسو روپیہ سالانہ بطور عطیہ دینا منظور فرمایا جس میں سے نصف بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام پر اور نصف عام اغراض انجمن کے لئے خرچ کرنے کی ہدایت فرمائی ۔

نواب صاحب ممدوح کے اس گرانقدر عطیہ کا شکریہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے نہایت ہی موزوں الفاظ میں ادا کیا اور بیان کیا کہ اس روپیہ کی امداد سے بڑھکر شکریہ کے قابل نواب صاحب ممدوح کی دلی ہمدردی اور اخوت اسلامی ہے جس کا کہ اس موقعہ پر بارہا نواب صاحب ممدوح نے ان ادنی خادمان اسلام کے لئے اظہار فرمایا دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جناب نواب صاحب ممدوح کو بیش از بیش خدمت دینی کی توفیق دے اور ان پر اور ان کے خاندان و اعوان و انصار پر ہمیشہ فضل و کرم رکھے ۔ آمین

آپ کے قوت بازو معین السلطنت خانصاحب ضرغام اللہ خانصاحب خاص طور پر شکریہ کے قابل ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کے وجود کو اس سے بھی زیادہ اپنی سلطنت و قوم و ملک کے لئے نفع کا موجب بنا دے ۔

نواب صاحب ممدوح کی مثال ایسی ہے کہ اس طور پر اگر دیگر مسلمان والیان ریاست و روسار خدمت اسلام کی طرف توجہ کریں تو اشاعت اسلام کا کام نہایت خوبی کے ساتھ ترقی کر سکتا ہے ۔ اور اسلام کا پیغام دنیا کے ہر ایک کونہ تک پہنچ سکتا ہے ۔

وصیت منسوخ

(۱)

بخدمت شریف جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے جون ۱۹۱۱ء میں اپنا متروکہ جائداد کے ۱/۳ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کی تھی ۔ اب میں اس وصیت کو منسوخ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر مینیجر کے اہتمام سے رحمت سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

چیدہ خبریں

چھاؤنی انبالہ میں آتشزدگی:۔ ۱۔ مارچ کی صبح کو ۲ بجے رات کے محلہ داروغہ منا لعل میں سخت آتشزدگی وقوع میں آئی۔ اہل محلہ شعلے بلند ہوتے دیکھکر سہم گئے۔ اور پانی کے مٹکے لیکر آگ بجھانے دوڑے اور جو کوشش ان کے لئے ممکن تھی۔ انھوں نے کی۔ مگر آگ لحظہ بلحظہ بڑھتی گئی۔ اور چند منٹ میں قابو سے باہر ہوگئی۔ اس اثناء میں ایک شخص کوتوالی دوڑا دوڑا گیا لالہ موتی رام سب انسپکٹر فوراً ۲۰ مضبوط کانسٹبل لیکر موقع پر آپہنچے اس کے ہمراہ آگ بجھانے والے آلات بھی تھے لالہ موتی رام اپنے کپڑوں کا خیال کئے بغیر۔ کانسٹبلوں کے ساتھ ملکر کام کرتے رہے آخر دو گھنٹہ کی محنت سے آگ فرو ہوئی۔

ڈاک کے جہازوں کی نقل و حرکت: ڈاک کا جہاز دراٹ جو ہندوستانی ڈاک لیکر انگلستان کو جانیوالا تھا۔ ۱۰ مسافروں سمیت بمبئی کی بندرگاہ سے رات کے ۱۱ بجے اتوار کو عدن کی جانب روانہ ہوگیا۔

ڈاک کا جہاز کشمیر جو ۳۰ فروری کو ڈاک لیکر روانہ ہوا تھا مارسیلز میں منگل کے روز ۷ مارچ کو صحیح سالم پہنچگیا۔

مطالعہ مذاہب کی تعلیمگاہ:۔ مہاراجہ گائیکواڑ بڑودہ نے مذاہب کے اضافی مطالعہ کے لئے ایک تعلیمگاہ قائم کرنے کی تجویز کو منظور فرمایا ہے۔ اس میں ۲۰۰ روپیہ ماہوار کے ۳ فیلو رکھے جائینگے جو علمی تحقیقات میں مصروف رہیں گے۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں کے صرف ان مستخرجین کو اس کام کے لئے منتخب کیا جائیگا جو مشرقی زبانوں فلسفہ یا قانون میں اعلیٰ قابلیت رکھتے ہوں فیلوؤں کا انتخاب مئی کے اخیر تک عمل میں آئیگا۔

ایک عظیم الشان گھنٹی تجویز کی گئی ہے کہ ترچناپلی کے اس مندر میں جو پہاڑ کو تراش کر بنایا گیا ہے۔ ایک عظیم الشان گھنٹی آویزاں کی جائیگی جس کی لاگت ۱۲ ہزار روپیہ سے زاید ہوگی اور یہ رقم عام چندہ سے فراہم کی جائیگی۔

سدرن پنجاب ریلوے کے محاصل:۔ ہفتہ مختتمہ ۴ مارچ سنہ ۱۶ جنوبی پنجاب ریلوے کو تخمیناً حسب ذیل آمدنی ہوئی:۔

سدرن پنجاب ریلوے مین لائن ۱۱۲۰۰۰ روپیہ بمقابلہ ۸۰۷۵۰ روپیہ کے جو سال گذشتہ انہی دنوں میں وصول ہوا تھا لدھیانہ ایکسٹینشن ۱۳۰۰ روپیہ بمقابلہ ۲۳۳۲۵ روپیہ کے وادی ستلج ریلوے ۱۲۵۰۰ بمقابلہ ۱۶۷۷۹ روپیہ جالندھر دوآب ریلوے ۱۱۰۰ روپیہ بمقابلہ ۸۸۳ روپیہ کے۔

اضلاع متحدہ اور میکسیکو:۔ لندن ۱۳ مارچ نیویارک۔ اخبارات لکھتے ہیں کہ برگیڈیئر پرشنگ کے ماتحت ایک تعزیری مہم میکسیکو میں داخل ہوگئی ہے۔ محکمہ جنگ خاموش ہے۔ لیکن اعلان کیا گیا ہے کہ رسالہ کی تین رجمنٹوں کو سرحد کی طرف جانیکا حکم ملا ہے۔

بغداد ریلوے پر آتشزدگی:۔ لندن ۱۱ مارچ ایتھنز۔ بغداد ریلوے کے دفاتر واقع عدنہ آگ سے جل گئے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ آگ کسی نے عمداً لگائی ہے۔

چائے کا محصول برآمد:۔ گورنمنٹ ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ جس قدر چائے ۲۹ فروری تک اور ۲۹ فروری کو بھی نیلام کے ذریعہ سے فروخت ہو چکی ہے اس پر برآمد کا محصول نہ لگایا جاوے۔

پابند معاہدہ مزدوری کی منسوخی:۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے ذیل کا رزولیوشن تجویز کیا ہے جس پر امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں ۲۵ مارچ کو بحث ہوگی۔ رزولیوشن یہ ہے:۔

یہ کونسل گورنر جنرل باجلاس کونسل کی خدمت میں سفارش کرتی ہے کہ پابند معاہدہ ہندوستانی مزدوری طریق کو بند کرنے کے لئے فوری تدابیر اختیار کی جائیں۔

برہما کے تاروں کی عارضی بندش:۔ محکمہ تار نے اعلان کیا ہے کہ تاخیر کی وجہ سے بہت سے پیغامات جمع ہوگئے ہیں۔ اس لئے برہما کو معمولی تار تااطلاع ثانی بھیجے نہیں جاسکتے۔ نہ وہاں سے کوئی معمولی تار آسکتا ہے۔

اخبار احمدیہ

(۱) چند دنوں سے حضرت امیرؓ کو کسی قدر نزلہ کی شکایت تھی۔ اور ساتھ ہی گردن کے پٹھوں میں کچھ درد بھی معلوم ہوتی تھی۔ شدت تکلیف کے باعث گذشتہ جمعرات کو درس بھی نہ دے سکے۔ اور نہ ہی خطبہ جمعہ پڑھا۔ اب بہت آرام ہے۔ اور آج قبل از نماز مغرب درس بھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام بلیات سے محفوظ رکھے۔ اور کامل صحت عطا فرمائے۔ کہ اس پاک وجود سے ایک عالم متمتع ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے۔

(۲) گذشتہ جمعرات کو حضرت خواجہ صاحب کا انگریزی لیکچر اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں اسلام اور دیگر مذاہب پر ہوا۔ جلسہ کا اہتمام انٹر کالجیئیٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے تھا۔ اور اسی لئے دیگر حضار مجلس کے علاوہ لاہور کے قریباً تمام کالجوں کے مسلمان طلباء وہاں موجود تھے۔ پریزیڈنٹ مسٹر ایس۔ پی ... پرنسپل دیال سنگھ کالج لاہور بنائے گئے۔ مکرم ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے قرآن کریم کا ایک رکوع تلاوت فرمایا۔ اور پھر ایسوسی ایشن کے گذشتہ جلسہ کی رپورٹ پڑھی جانے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے اپنا لیکچر شروع کیا۔ آپ نے اسلام اور مسلم کی تعریف کی۔ اور بتایا کہ قوانین کی اطاعت کا نام اسلام ہے۔ پھر آنحضرت صلعم سے پہلے یکے بعد دیگرے انبیاء کے آتے رہنے کی وجہ بتاتے ہوئے زبانوں کے کچھ مدت بعد بدلتے رہنے اور اسلئے گذشتہ صداقتوں کے مفقود ہو جانے کا ذکر کیا۔ اور نیز بتایا۔ کہ وہ مختص القوم ہوا کرتی تھیں۔ اور قرآن ہر زمانہ اور ہر قوم کے لئے ہے۔ اس کا خدا رب العالمین ہے۔ رب موسیٰ۔ یا رب عیسیٰ وغیرہ ہی نہیں۔ آپ نے اسی ضمن میں ویدوں اور ژند و ستا وغیرہ کتب مقدسہ کے بھی آج ناقابل فہم ہونیکا ذکر کیا۔ اور بتایا کہ ویدوں کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک کی سنسکرت کی کتابوں کو اگر پڑھا جائے تو پتہ لگتا ہے۔ کہ سنسکرت زبان ہمیشہ بدلتی رہی ہے۔ کسی ایک زمانہ کی سنسکرت اپنے سے کچھ عرصہ پہلے کی سنسکرت سے نہیں ملتی۔ حتے کہ آج پنجابی۔ ہندی۔ گجراتی۔ مرہٹی اور بنگالی وغیرہ زبانیں بھی اسی کی بگڑی ہوئی ہیں۔ اور ان میں اور قدیم سنسکرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ قدیم سنسکرت آج کہیں بولی نہیں جاتی اور اب وہ مردہ ہو چکی ہے۔ جس سے ویدوں کا پڑھنا اور سمجھ آنا یہاں تک مشکل ہو گیا ہے۔ کہ شائد تیس برس کے عرصہ میں بمشکل وید پڑھے جا سکتے ہیں۔ مگر دوسری طرف عربی زبان کا یہ حال نہیں۔ اس میں ایسی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا آخری کلام جو لاتبدیل ہے۔ اسی لاتبدیل زبان میں نازل ہوا۔ آپ نے اپنے لیکچر میں مسیحیت کا بھی ذکر کیا۔ اور دلائل کیساتھ اس عقیدہ کو کہ انسان فطرتاً گنہگار ہے۔ غلط ثابت کیا۔ وقت تھوڑا تھا۔ اور لیکچر کی ابھی ایک طرح سے تمہید ہی بیان ہوئی تھی۔ ماسوا اس کے اس دن حضرت خواجہ صاحب کے گلے میں بھی تکلیف تھی اسوجہ سے بقیہ حصہ کو حسب درخواست منتظمین آئندہ جمعرات پر ملتوی کیا گیا۔ لیکچر کے بعد پریزیڈنٹ نے ایک مختصر تقریر کی۔ جس میں بتایا کہ وہ خواجہ صاحب کے لیکچر سننے کے مدت سے مشتاق تھے کیونکہ انہوں نے لنڈن میں جبکہ وہ یورپ میں تھے۔ یورپ کے اکثر ممتاز پروفیسروں اور علماء سے خواجہ صاحب کی تعریف سنی تھی۔ اور پھر انہوں نے خواجہ صاحب کے لیکچر سے بہت مستفید اور محظوظ ہونے کا تذکرہ کیا۔ اور بتایا مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوا۔ کہ اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۳۔ مورخہ ۱۹ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر

کامل علم

بعض اشاعتہائے ماقبل میں ہم نے علم، جلن اور خدمت کے عنوان سے ایک سلسلہ مضامین شروع کیا تھا۔ جس میں سب سے پہلے علم کی فضیلت و اہمیت از روئے قرآن کریم و احادیث شریف بتاتے ہوئے موجودہ مسلمانوں کی علم سے بے رغبتی کا کچھ تھوڑا سا تذکرہ کیا تھا۔ اور انہیں اپنے اسلاف کی علم دوستی کو یاد دلاتے ہوئے پھر علم کے لئے پہلے جیسی دلچسپی و کوشش سے کام لینے کی استدعا کی تھی۔ ارادہ تھا۔ کہ اس مضمون پر ابھی اور بہت کچھ لکھا جائے اور علم کے بارہ میں اسلامی تعلیمات کو افضل و اعلیٰ ثابت کرنے کے لئے دیگر مذاہب کی تعلیمات سے بھی اُن کا مقابلہ کیا جائے۔ ایسا ہی یہ بھی خیال تھا۔ کہ بقیہ دونوں پہلوؤں جلن اور خدمت پر بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا جائے۔ کہ ان تینوں باتوں کے یکجا طور پر جمع ہوئے بغیر انسانی زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ اور وہ اپنے انتہائی کمال کو پا نہیں سکتا۔ مگر بعض نامعلوم وجوہ کے باعث یہ سب کچھ یونہی معرض التوا میں پڑا رہا۔ آج جس موضوع پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بھی در اصل اسی مضمون کا ہی ایک حصہ یا تتمہ سمجھنا چاہئے۔ گو اس موضوع کے محرک نئے اسباب و خیالات ہیں۔ لیکن نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

یوں تو آج دنیا میں کون ہے۔ جو علم کو انسان کے لئے باعث رحمت و فضل نہ سمجھتا ہو۔ خواہ اس کے ایسا سمجھنے کی وجہ بعض وہ خوش آیند نتائج ہوں۔ جو اسکے حصول سے آج مختلف قوموں اور مختلف افراد کو قومی اور انفرادی اعتبار سے مال و دولت کے رنگ میں حاصل ہو رہے ہیں۔ یا وہ یونہی دنیا کی دیکھا دیکھی اس خیال کا حامی ہو گیا ہو۔ اور اسے خود اس بارہ میں کچھ بھی معلوم نہ ہو۔ اور یا ہو سکتا ہے کہ وہ مذہبی طور پر ایسا سمجھنے پر مجبور ہو۔ لیکن علم کی فضیلت و برکات کا قائل آج دنیا کا ہر ایک شخص ہے۔ اور کوئی بھی نہیں جو اُس کی مذمت کے درپے ہو۔ اس سے ہمیں بحث نہیں۔ کہ کون کس قسم کے علم کا حامی ہے۔ اور کون سے دوسری قسم کے علم کے وہ بالکل برخلاف ہے بہرحال مطلق علم کے مفید ہونے سے کسی کو انکار نہیں مذہبی طور پر اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ اور دنیا کے ان تمام مذاہب کی چھان بین کیجائے جنہوں نے مطلق علم کو بھی انسان کا دشمن سمجھا ہے۔ تو ان کے ایسا سمجھنے کا ایک سبب ہے۔ جو ہرگز نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں۔ ورنہ ویسے علم کے مفید ہونے سے منکر وہ بھی نہیں۔ مسیح نے اگر انسان کو تمام وہ باتیں نہ بتائیں جو اس کی روحانی زندگی کی تکمیل کے لئے ضروری تھیں۔ اور صاف کہا۔ کہ میں تمہیں سب باتیں نہ بتاؤں گا......

اگر خدا کے کلام نے سب سے پہلے آدم علیہ السلام پر نازل ہو کر اُسے کسی خاص درخت کا پھل کھانے سے روکا اور وہ درخت حسب تصریح بائیبل "نیک و بد کی پہچان کا درخت"[1] تھا۔ اگر اُس نے اس کے اس پھل کو کھا لینے کا نتیجہ اُس کی موت قرار دیا۔ ایسا ہی اگر وید مقدس نے اپنے پیروؤں کے ایک خاص طبقہ (برہمنوں) کو ہی اپنی پاک تعلیمات کا عالم اور وارث قرار دیا اور دیگر تین مختلف طبقات کو اپنے روحانی فیوض سے محروم رکھنا چاہا۔ تو ان سب باتوں کے اندر ایک حقیقت تھی۔ جو اُن کے ان احکام کے صحیح اور جائز ہونے پر دال ہے۔ ہر ایک بات کے لئے ایک خاص وقت ہوتا ہے۔ اور ہر وقت کے موزوں حال ایک خاص بات۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

ایک بچہ جب ابتدا میں ماں کے پیٹ سے باہر آتا ہے۔ تو وہ اسی وقت چلنے پھرنے نہیں لگ جاتا۔ نہ ہی دنیا کا کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی اُسکے چل پھر نہ سکنے پر معترض ہی ہوتا ہے۔ اسی وقت تو کیا۔ اس کے تو چلنے پھرنے بلکہ گفتگو کرنے اور ہر ایک قسم کی انسانی ضروریات میں ایک خاص مدت درکار ہوتی ہے۔ اور وہ ایک لمبے عرصہ تک کسی قسم کی جان پہچان اور سمجھ نہیں رکھتا۔ اس کو بھوک لگتی ہے اور وہ روتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا کہ کیوں اور کس غرض کے لئے وہ ایسا کرتا ہے وہ تو بھوک کو بھی سمجھ نہیں سکتا۔ ایک فطری اور طبعی خاصہ ہے۔ جس سے مجبور ہو کر وہ ہر ایک دکھ اور تکلیف کے وقت فوراً رو دیتا ہے۔ لیکن یہ نہیں جان سکتا۔ کہ یہ کوئی دکھ ہے۔ جس کی وجہ سے میں رو رہا ہوں۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ جب وہ چلنے پھرنے لگتا ہے۔ بھوک پیاس کے وقت بھی وہ روتا نہیں بلکہ اشارہ سے یا اپنی ٹوٹی پھوٹی کلام سے اپنی مرضی بتا دیتا ہے۔ مگر پھر بھی اُسے اتنی تمیز نہیں ہوتی کہ جس سے وہ اس بھوک اور پیاس کے ذرائع اور اسباب کو سمجھ سکے۔ پھر ایک وقت آتا ہے۔ جب وہ سکول میں جا کر "بچپنا" سے الف۔ ب۔ ت۔ پڑھنا شروع کرتا ہے۔ مگر نہ تو وہ خود سمجھ سکتا ہے۔ نہ استاد سے پوچھتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے یہ پوچھنے کی قابلیت ہی ہوتی ہے۔ کہ یہ الف کیوں ہے۔ اور ب کیوں نہیں۔ اب ظاہر ہے۔ کہ یہ تمام حالات۔ اور یہ اس کا نہ جان سکنا اور نہ سمجھ سکنا۔ ہی اس کی سلامتی اور سکھ کا موجب ہے اور اگر وہ اس "جان پہچان کے درخت کا پھل" اسی وقت کھا لے۔ یا اس سے بھی یہی چاہا جائے۔ کہ وہ کوئی ایسی بات نہ کرے۔ جو وہ از روئے علم و عقل صحیح اور درست نہ سمجھ لے۔ تو یہ نہ صرف اُسکے دکھوں اور تکلیفوں کا ہی باعث ہو گا۔ بلکہ اُس کا نتیجہ لازمی طور پر اس کی موت ہو گی ایسا ہی ایک وقت آتا ہے۔ جب وہ بڑے سے بڑے علوم حاصل کرتا ہے۔ نہایت امور میں دخل دیتا اور باریک سے باریک امور کی کنہ اور تہ تک پہنچتا ہے۔ اور خوب سمجھ سوچ کر ہر ایک بات کو کرتا ہے۔ وہ بات بات پر وجوہات تلاش کرتا اور یہ پوچھتا ہے کہ یہ بات کیوں ہے۔ اور یہ کیوں نہیں؟ گویا اب وہ وقت آ گیا۔ جب اُس نے اس درخت علم کا پھل کھا لیا۔ اور پھر بھی وہ مُردہ نہیں ہوا۔ کیونکہ یہی وقت اس کا ایسا پھل کھانے کا تھا۔ بعینہ اسی طرح آدمؑ کو حسب تصریح بائبل درخت علم کا پھل کھانے کی اجازت نہ تھی۔ اور اسے کھا لینے میں اسے بتایا گیا تھا۔ کہ تمہاری موت ہے۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ اب علم کا حاصل کرنا گناہ ہے۔ وہ تو اسی ابتدائی زمانہ کا تقاضا تھا۔ کہ ایسی ناقص تعلیم دنیا کو دی گئی۔ وہ دنیا کے بچپن کا وقت تھا۔ اس بچپن کے وقت میں وہ پھل کھا لینا یقیناً صحیح نہ تھا۔ دیکھو اگر آدم نے اس پھل کو کھا بھی۔ تو نتیجہ کیا ہوا۔ بائیبل خود شاہد ہے۔ کہ "انہیں معلوم ہوا۔ کہ ہم ننگے ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے انجیر کے پتوں

[1] اس جگہ آدم سے مراد مطلق انسان ہے۔ نہ کہ کوئی خاص شخص

کو سکے اپنے لئے لنگیاں بنائیں ننگا ہونے سے عیب اور کمزوریوں کا ظاہر ہو جانا مراد ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح بات ہے۔ کہ جو شخص کسی خاص بات میں دسترس نہ رکھتا ہو۔ اور نہ ہی وہ دسترس رکھنے کے قابل ہو۔ تو اس کا اسمیں دخل دینا اپنی بیوقوفی کا ہی اظہار کرنا ہوگا۔ پس جس انسان نے ایسے وقت جب ابھی اس کا علم کے درخت سے پھل کھانے کا وقت نہ تھا۔ اسے کھایا۔ اس نے بجائے فائدہ اٹھانے کے اُلٹا نقصان ہی پایا۔ مگر اسکے یہ معنے نہیں۔ کہ بعد میں بھی کبھی اُسکے لئے وہ وقت نہ آئیگا جب وہ جائز طور پر اسکا پھل کھانے کا حقدار ہو نہیں بلکہ جوں جوں وہ بڑھتا ہے۔ جوان ہوتا جاتا ہے۔ اس کی عقل نشوونما حاصل کرتی ہے۔ اسی قدر اللہ تعالےٰ کی طرف سے علوم کے نئے نئے دروازے اُسپر کھلتے ہیں۔ ابراہیم اسحاقؑ۔ اسمٰعیلؑ۔ یعقوبؑ۔ یونسؑ۔ موسیٰؑ اور خاندان بنی اسرائیل دیگر سینکڑوں نبی کیا تھے۔ اور کیوں آئے۔ وہ انہی نئے نئے علوم کے حامل تھے۔ جو بارگاہ ایزدی سے اُنہیں "حسب تقاضائے زمانہ حاصل ہوتے" رہے۔ اُن کی بعثت کی غرض دنیا کو انہی حاصل شدہ معارف عالیہ و علوم حقانیہ کی طرف بلانا اور اُن سے سیراب کرنا تھا۔ ویدوں کا زمانہ اپنی نوعیت میں ایک بالکل مختلف قسم کا زمانہ تھا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جب بنی نوع انسان کے صرف ایک ہی طبقہ کا علم الٰہیات میں دسترس رکھنا۔ اور باقی انسانوں کا دیگر مختلف کاموں کی طرف ہی اپنی توجہ کو منعطف کئے رکھنا ضروری تھا۔ جیساکہ برہمن۔ کھشتری ویش اور شودر وغیرہ کی تقسیم سے ظاہر ہے۔ الغرض یہ سلسلہ دنیا میں قائم رہا۔ حتیٰ کہ عیسےٰ علیہ السلام اس بشارت عظمیٰ (انجیل) کو لیکر نازل ہوئے۔ جو عنقریب تکمیل علوم ہو جانے کی خوش خبری پر مشتمل تھی۔ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دنیا کو بعض نئے نئے علوم سکھائے۔ اور اپنے زمانہ کی حیثیت اور انسانی عمر کے اس تقاضا اور استعداد کے مطابق جو اسوقت تک اس میں پیدا ہو چکی تھی۔ اسکو بعض نئی باتیں سکھائیں۔ لیکن کامل طور پر کل علوم کا سکھانا اس تسلی دہندہ کے لئے باقی چھوڑ دیا۔ جو آپ کے چھ سو برس بعد کوہ فاران سے طلوع ہونیوالا تھا۔ اُنہوں نے خود ہی بات کو یہ کہکر صاف کر دیا کہ

"میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا۔ کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے۔ اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں"۔ یوحنا ۱۴ باب ۳۰ آیت

"مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائیگا"

"مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں۔ مگر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے"۔ یہ فقرہ ہمارے مذکورہ بالا خیال کا پورے طور پر مؤید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دنیا مختلف زمانوں میں مختلف علوم اور صدہا فنون کو تدریجی طور پر حاصل کرتی رہی۔ اور اسکی استعداد فہم تدریجاً ہی بڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ وہ زمانہ آیا جبکہ اس حد تک استعداد حاصل کرلی۔ کہ کامل علوم اور صدہا فنون کو سمجھ سکے اور ان پر عامل ہو سکے اور یہ وہی زمانہ تھا۔ جب آنحضرت صلعم دنیا میں مبعوث ہوئے۔ اور آپؐ نے دنیا کو تمام صداقتیں سکھائیں۔ جو نہ صرف اس زمانہ بلکہ بعد میں بھی قیامت تک کے لئے اسکے کام آنے والی تھیں۔ اور کسی نئے علم کی اُسے ضرورت باقی نہ تھی۔ اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے آیۂ لیتمنّا کا یہ الہام نازل ہوا الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی۔ آج ہم نے تمہارا دین (دینی علم و معرفت کی راہ) کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی۔ اس روحانی کوڑ کو مکمل کرکے اس کا نام اسلام رکھا۔ اور فرمایا۔ رضیت لکم الاسلام دیناً۔ ہم نے تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا ❖

پس اس تمام تقریب سے واضح ہوتا ہے۔ کہ علم کا حاصل کرنا اگر کسی وقت انسان کے لئے ممنوع بھی قرار دیا گیا تھا۔ جیساکہ کہا جاتا ہے کہ آدم کے لئے منع تھا۔ تو اُسی وقت کے لئے تھا۔ .... آج کے نئے ہیں۔ اگر کبھی انسان کو بعض خاص خاص علوم کا پتہ دیا گیا تھا۔ جو آج اُس کے کام آنیوالے نہیں۔ تو وہ اُسی زمانہ کے لئے مختص تھے۔ نہ کہ آج کے لئے۔ پس آؤ۔ اور اس حقیقی دریائے رحمت (اسلام) سے فیض حاصل کرو۔ اور ان باتوں پر عامل ہو۔ جو دُنیا و عقبےٰ میں امن و راحت کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اور اُن کے خلاف کوئی دوسری بات کام آنیوالی نہیں ؎

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ترجمۃ القرآن کے لئے مبلغ ؎ روپیہ از جماعت پشاور معرفت مرزا نذر علی صاحب سکریٹری موصول ہوئے ❖

مذاکرۂ علمیہ

حدیث ثقلین

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۹) واعلم ان الاخبار علی ضربین متواتر وغیر متواتر الخ..... منها ان تکون مطابقة لادلة العقل ومقتضاها ومنها ان تکون مطابقة لظاهر القرآن ومنها ان تکون للسنة المقطوع بها۔ الخ (صد استبصار ابی جعفر طوسی)

(۲۰) ومنها الروایة المستفیضة بل متواترة المعنی الخ.. ففی الکافی بسند موثق عن ابی عبد اللہ قال رسول اللہ فما وافق کتاب اللہ فخذوه وما خالف کتاب اللہ فدعوه وهکذا فی الامالی وایضاً فی الکافی .... سمعت اباعبد اللہ یقول کل شیٔ مردود الی الکتاب والسنة .... وایضاً فیها الی یعفور قال اذا ورد علیکم حدیث فوجدتم له شاهداً من کتاب اللہ عزوجل او من قول رسول اللہ والا فالذی جاءکم به اولی به وهکذا ورد بات باسناد آخر الخ (اساس الاصول مولوی دلدار علی صاحب مجتہد لکھنؤ)

(خلاصہ نتیجہ)

الغرض ان سب احادیث پر ایک محقق اہل حق ناقد بصیر غور کرکے کس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے جبکہ مختلف احادیث مرویہ میں مختلف چیزوں سے متمسک ہونے کا حکم ہے۔ تو ایک چیز کو لے لینا اور دوسری چیزوں کو ترک کر دینا کس عقل والے کا کام ہے۔ باوجودیکہ یہ حدیث جسپر تشیع حجت کرتے ہیں۔ بمقابلہ دیگر احادیث کے ضعیف اور مجروح بھی ہے۔ پھر اپنی بات پر ہٹ کرنا اور اُسی کو لئے جانا دانشمندی اور دینداری کا فعل نہیں ہے۔

ان احادیث میں ہم نے تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتابوں سے احادیث جمع کردی ہیں۔ اور ایک صاحب بصیرت صرف تشیع کی احادیث میں اور اقوال ائمہ بالخصوص علی مرتضیٰ علیہ السلام اور امام حسن اور امام زین العابدین علیہم السلام کے اقوال میں نظر کرے۔ تو اُن سے بھی ثابت ہو گا۔ کہ قرآن اور سنت رسول سب سے

ایمان برسولِ عربی

(صلے اللہ علیہ وسلم)

(از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب
(ای - اے - سی))

خدا بھی یہ نہیں چاہتا - کہ محمدؐ کی نبوت اور تقدس محض مشیت ربانی ہی کے ماتحت ہو - کیونکہ اُس نے ہمیں ایک ایسی روشن فطرت اور روشن ضمیر دیا ہے جو چیزوں کو چیزوں کی حیثیت سے اور شخصیتوں کو شخصیتوں کی حیثیت سے قبول کرنے کی قوت اور حس رکھتا ہے - میرا ضمیر اگر چہ بہت کچھ کدورتوں اور کثافتوں سے مکدر اور کثیف ہو چکا ہے - لیکن پھر بھی اُس میں ایسے ذرات ہیں جو چیزوں کو چیزوں کی حیثیت سے ماننے کی قوت رکھتے ہیں - میری قوت فیصلہ باوجود انواع و اقسام کی کمزوریوں کے بھی حقیقت الامر دریافت کر سکتی ہے -

اگر میں رسول عربیؐ کا اعتراف صرف اسواسطے کرتا ہوں - کہ وہ قیامت کے دن میری شفاعت کریں گے - اور میری نجات کا باعث ہونگے تو میں ایک لالچ کی وجہ سے ایک عظیم الشان انسان کا اعتراف کرتا ہوں - اور یہ روش میرے لئے ایک عقیدت تو ہو سکتی ہے - لیکن ایمان حقیقی نہیں ہو سکتا - کیا اگر شفاعت کی امید باقی نہ رہے - تو میں محمدؐ کو چھوڑ دونگا؟ نعوذباللہ حقیقت پرستی کے اعتبار سے ایسا ایمان اور ایسا اعتراف کوئی حقیقت نہیں رکھتا - اگر چہ وہ کچھ نہ کچھ درجہ رکھتا ہے - مگر نہ وہ درجہ جو حقیقت پرستی کی نسبت سے ہے - آؤ ہم سوچیں کہ ہم محمدؐ ایسے عظیم الشان انسان کا اعتراف کیوں کرتے ہیں - اگر ہمارا اعتراف اور ایمان صرف امید ورجا کی وجہ سے ہے تو وہ ایسا اعتراف اور ایسا ایمان نہیں جو ہمیں رکھنا چاہیئے کسی حد تک یا کسی رنگ میں اعتراف اور ایمان تو ہوگا - لیکن اُسمیں وہ زور اور وہ ضیا نہ ہوگی - جو ایک خالص ایمان میں ہونی چاہیئے - میں محمدؐ کو صرف اسواسطے نہیں مانتا کہ وہ :-

"ایک اولی العزم نبی تھا"

"یا خدا نے اُسے نبی کہا ہے"

"یا خود اُس نے اپنے تئیں نبی کے نام سے یاد کیا ہے"

"یا اُس نے معجزات دکھائے ہیں"

"یا اُسکا خاندان مستغانہ تھا"

"یا دیگر نبیوں نے اُس کی خبر دی تھی"

"یا وہ دنیا میں کامیاب ثابت ہوا"

دیگران کی ذات میں یہ باتیں یہ کمالات نہ بھی ہوتے اور وہ صرف اس دنیا میں محمدؐ کی شان اور محمدؐ کے فطرتی اوصاف سے ہی تشریف لاتے تو اس معاملہ میں بھی میں اُنہیں مانتا - اور اُنکی ویسی ہی تعظیم کرتا - جیسی کہ اب کر رہا ہوں - کیونکہ وہ کامل انسان کے جامہ میں آیا ہے - اُس سے وہ باتیں ظہور میں آئی ہیں جو معجزات سے بھی زیادہ تر دل آویز اور حیرت خیز ہیں - میں معجزات کا نعوذ باللہ منکر نہیں - لیکن ایسی باتیں میری رائے میں معجزات سے بھی زیادہ عزت اور احترام کے قابل ہیں - معجزات اُن ہی لوگوں نے دیکھے ہونگے - جو اُس زمانہ میں تھے - لیکن وہ باتیں وہ تعلیمات جو درس محمدیؐ سے روحانی - وجدانی - معادی معاشرتی - اور تمدنی رنگ میں ہمیں دیکھی ہیں - وہ وہ فطرت کا دل آویز نظارہ اور خوش آیند منشا ہے - جو اس عظیم الشان شخصیت کی بدولت ہوئی ہے - ہم ہر آن اور ہر زمان دیکھتے اور سنتے ہیں - یہی حالق الحقائق کے روشن ضمیر کی بدولت جو دولت ہمیں نصیب ہوئی ہے - وہ اُس عظمت سے بھی بڑھ کر ہے جو نفس نبوت اور نفس رسالت کو حاصل ہے ؛

رسول عربیؐ نبوت سے بعد از خلقت مزین نہیں ہوئے - بلکہ فطرتاً ہی وہ ملکہ نبوت رکھتے تھے - گویا اُن کی فطرت میں ملکہ نبوت رکھا گیا تھا - اگر وہ اعلان نبوت بھی نہ کرتے تب بھی نبی تھے - یا یہ کہ ملکہ نبوت رکھتے تھے - اگرچہ وہ امی تھے اور کسی درسگاہ یا کسی مکتب میں انہوں نے قدم تک نہیں رکھا - اور نہ کسی شخص کو اُن کی استادی اور اتالیقی کا فخر حاصل ہوا - نہ وہ کسی کے شاگرد تھے - اور نہ تلمیذ کہلائے - مگر با ایں ہمہ وہ حکمت استاد تھے - ان کی فطرت ہی اُنکی اتالیق تھی - اور اُن کا ضمیر ہی اُنکا استاد تھا - اُن میں فطرت ہی فطرت کام کر رہی تھی - ضمیر ہی حکمران تھا اور ضمیر ہی رہنما - وہ پیدائشی تعلیمیافتہ تھے - وہ بظاہر یا بہ رنگ ظاہری اُمّی تھے - لیکن باطنی رنگ میں اُن علوم اور اُن حقائق سے ماہر تھے - جو ایک انسان کامل کے لئے ضروری اور لازمی ہیں - وہ مقلد نہیں تھے - بلکہ آزاد منش اور آزاد خیال - اگر وہ مقلد ہوتے - تو اُن کی روشن طبیعت اور روشن فطرۃ وادیٔ توحید کی راہیں نہ پا سکتی - اُنہیں حقیقت کے معاملہ میں کسی شہرت کی ضرورت نہ تھی - اگر شہرت کا خیال اُنہیں ہوتا - تو اُن کے واسطے اس وقت کی ظلمت زدہ دنیا میں بہت سی راہیں کھلی تھیں - اگر اُنہیں نام و نمود کی ضرورت ہوتی - تو آج اُنکا نام تاریخی صفحات میں کسی اور رنگ میں بھی پایا جاتا - وہ اُن راہوں اور اُن منازل سے ہو کر نکلے جو شروع میں اُنکے واسطے تکلیف ہی نہ تھے - بلکہ ایک بڑی حد تک مایوسی بھی - اُنہوں نے وہ شاہراہ اختیار کی جو ایک دفعہ جاری ہو کر بند ہی نہیں ہو گئی تھی - بلکہ بند کی گئی تھی - خدا نے ضمیر احمدی پر اپنا عکس ڈالا - سچ تو یہ ہے - کہ محمدؐ نے ہزاروں پردوں اور لاکھوں حجب میں سے خدا ڈھونڈ کر نکالا - خدا کو کوئی ضرورت نہ تھی کہ دنیا پر دوبارہ ظہور کرتا - محمدؐ کو یہ محسوس ہوا - کہ خدا کی ذات اور وحدت سے بھولی بھٹکی دنیا کو آگاہ اور آشنا کرنا چاہیئے - محمدؐ عرب کے سنگریزوں اور عرب کے پتھروں میں خدا کو تلاش کرتے کرتے آسمانوں اور عرش بریں تک پہنچ گئے ؛

حضرت ابراہام علیہ السلام نے آسمان کے چاند و سورج سے خدا کا پتہ لگایا - اور محمدؐ نے زمین کے ذرات میں سے خدا کی ذات پر استدلال کیا - اُس وقت کے ۳۶۵ بتوں میں رہ کر محمدؐ نے ایک خدا کی ذات پر یقین کیا - وہ فطرتاً ہی ایسا یقین رکھتے تھے - اگر یہ مناظر قدرت اور آفتاب و ماہتاب نہ بھی ہوتے تب بھی وہ خدا کے معترف ہوتے - کیونکہ اُن کی فطرت میں یہ ولولہ ڈالا گیا تھا - استدلال ابراہیمی اور استدلال محمدی میں یہی فرق ہے - حضرت ابراہام علیہ السلام کی فطرت مناظر قدرت سے راہ خدا میں سالک ہوئی اور محمدؐ کی فطرت کی دعوت خود مناظر قدرت نے کی - ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

محمدؐ کی فطرت ایسی روشن اور ایسی قوی واقع ہوئی تھی کہ وہ بجائے خود قدرت کا ایک روشن منظر تھی - محمدؐ نے اُس فطرت کی بدولت ہمیں جو کچھ دولت بخشی ہے - آج ہم اُس کی قدر و قیمت سے واقف ہو سکتے - اُنہوں نے جو کچھ کہا آج اس کی ضرورت کا احساس ہو رہا ہے - تیرہ سو سال ہوتے ہیں کہ اُس نے ہمیں یہ صدا دی تھی :-

"خدا ایک ہے - اُسکے سوا کوئی نہیں"

مدتوں تک اس خوش آیند آواز کی تعبیر صدا ئے ناخوش کے رنگ میں کی جاتی رہی - اور اس آواز کے دینے پر آواز دینے والے اور اُسکے تابعین پر بہت کچھ لے دے ہوتی رہی - لیکن آج وہی زمانہ ہے کہ مختلف رنگوں میں اس کا احساس اور خیر مقدم کر رہا ہے - محمدؐ نے ہمیں صرف خدا پرست ہی نہیں بنایا - بلکہ خود پرست بھی - ہمیں خدا پرستی کے ساتھ یہ بھی تعلیم دی ہے - کہ اپنی تعظیم آپ کرو - اپنی قدر خود کرنی چاہیئے - جو شخص اپنی قدر و منزلت نہیں کرتا - دنیا اُس کی قدر نہیں کرتی - خدا پرستی کے بعد اپنی تعظیم کا مرحلہ آتا ہے - اس کے ساتھ ہی حضرتؐ نے ہمیں اصلی آزادی کا بھی سبق دیا ہے - اصلی آزادی یا حقیقی آزادی یہ نہیں کہ ہم اس رنگ میں کشت و خون کرتے

سمجھیں - بلکہ یہ کہ زندان میں بھی رہ کر ہمارے دل آزاد رہیں - حب محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سکھاتے ہیں کہ ہر حالت میں خدا پر بھروسہ کرو - تو دوسرے الفاظ میں اسکا مطلب یہی ہوتا ہے کہ سچی آزادی کے وارث ہو - کیسی آزادی کیسی آزاد دلشی جس میں ہوا بھری ہوئی ہے - دیکھو ساری دنیا کی قوموں کو اپنا کلمہ خوانی سے کتنے بڑے سٹیج پر لا کھڑا کر دیا - ایک چوہڑا - ایک دہانک - ایک چمار - جو دوسری قوموں کی نگاہوں میں نہایت سے بھی زیادہ پلید ہوتا ہے - کلمہ پڑھنے کے ساتھ ہی اُس حالت میں رہ کر صدیوں کے مسلمانوں میں فخر کے ساتھ جگہ لے سکتا ہے اگر مسجد میں ایک جگہ پر نواب اور امیر الامرا کھڑا ہے - تو ایک کل کے چوہڑے نو مسلم کو کوئی بات اس سے نہیں روک سکتی - کہ وہ بھی اس نواب اور اُس لین میں دوش بدوش اُسکے ساتھ اکڑ کر کھڑا ہو - مجال نہیں کہ ایسا مقتدر صدیوں کا مسلمان اُس کے خلاف ایک حرف بھی مُنہ سے نکال سکے - یہ بات اور یہ نعمت ہمیں مسلمان ہونے کی وجہ سے کس قدر ارزاں معلوم ہوتی ہو لیکن جن قوموں اور جن طبقوں میں یہ نعمت نہیں ذرا اُن سے پوچھکر دیکھو کہ اُنہیں اسکی ضرورت کہاں تک محسوس ہو رہی ہے - ؎

قدر طفل سرشک من بشناس
یادگار زخاندان دل است

دنیا میں بہت سی امتیں بہت سی قومیں مختلف مشارب اور مختلف مذاہب کے مقتدی اور پیرو ملیں گے - غور سے دیکھنے پر بھی تمہیں مساوات اور اخوت کا وہ نظارہ نہیں ملے گا - جو امت محمدیؐ میں پایا جاتا ہے - اگر دوسری قوموں میں اخوت اور مساوات کا نظارہ ملتا ہے تو کسی اور رنگ میں جس میں اب تک تنگی اور ضغطہ موجود ہے - اسلامی دنیا میں باوجود اسکے کہ اپنی ذاتی غلطیوں کی وجہ سے مسلمان بہت کچھ برباد بھی ہو چکے ہیں - یہ نظارہ بہت کچھ زندہ اور عملی ثبوت رکھتا ہے - روحانی اور معاشرتی رنگ میں مساوات اور اخوت وہی ہے جس میں تنگ دلی اور بخل نہ ہو - حضرتؐ نے دونوں رنگوں میں بخل نہیں کیا - کیسی فراخدلی سے فرمایا ہے :-

علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل -
- ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم -
ادخلوا فی السلم کافۃ -
- انتم الاعلون ان کنتم مومنین -
یا ایھا الذین امنوا -

دیکھو ان اقوال اور ان آیات میں کس وسعت اور کس فراخدلی سے تمام مسلمانوں کو مخاطب کیا گیا ہے - کیا یہ بات کسی اور مشرب میں پائی جاتی ہے ؟ کیا ایسا نظارہ خوش کن کہیں اور بھی ملتا ہے ؟ انسان کی صحیح فطرت نے جو کچھ چاہا ہے - وہی اسلام چاہتا ہے - شرط یہ ہے - کہ فطرت صحیح ہو -

باوجود ان اکرام ان انعامات کے رسول عربیؐ نے خدا کے مقابلہ میں اپنی ذات کی شہرت کو اس خوبی سے الگ رکھا ہے - گویا یہ کہنا پڑتا ہے - کہ صرف اعلان خدا ہی انکا مشن تھا - باقی خیر صلاح - دنیا میں جسقدر نبی اور بزرگ گذرے ہیں - ان میں بھی یہ بات ہے - لیکن اس سے کم - خود ہی تو خدا دکھایا ہے - اور خود ہی الگ ہو کر تماشا دیکھتے ہیں یہ محمدؐ ہی کا کام تھا - کس خوبصورتی سے کہا گیا ہے :-

عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

دیکھو تو سہی عبد کہلانا بعض طبائع پر کسقدر دو بھر گزرتا ہے کہینچا تانی سے کوئی کچھ بنتا ہے اور کوئی کچھ - یہاں عبدیت پر ہی فخر ہے -

گر ازو تو یار بپرسد چہ مدعا داری
تو بارے اسے دل بے مدعا چہ خواہی گفت

کیا ایسے عظیم الفطرت روشن ضمیر عدیم المثیل انسان کو میں صرف اسواسطے مانوں کہ وہ میری شفاعت کریگا یا مجھے قیامت میں بخشوائیگا میں تو اسواسطے مانتا ہوں اور مانونگا - کہ وہ اعلےٰ فطرت کا مالک اور بے مثال ضمیر کا وارث تھا وہ دنیا بھر کے انسانوں سے افضل اور کامل تھا - وہ دنیا کے کامل اور افضل انسانوں کا حامی تھا - وہ شناسندہ خدا تھا وہ خدا کی ذات کا ظاہر کرنیوالا تھا - وہ اُن خدائی اسرار کا مظہر تھا جو درسِ قدرت میں مکنون اور مکتوم تھے ؎

ای بیاز ناں دلبرے نشان تو نیست
دہ تو آنی کہ کس بہ آن تو نیست
سجدہ زداں بہ درت نہ لے آدم
کہ سرم باب آستان تو نیست

اگر محمدؐ کے فیض سے مستفیض نہ ہوتے - اور محمدؐ کی برکات میں ہمارا حصہ نہ ہوتا - تو آج ہم بھی خدا کے سوائے کوئی اور خالق نہ رکھتے اور ہمارا دل بھی دہریت سے آشنا ہوتا - باوجودیکہ ہم مسلمان دنیا میں اسوقت چالیس کروڑ کی تعداد میں ہیں (اگرچہ ہم میں اور برائیاں صدہا پائی جاتی ہیں اور ہم ہر طرح سے رشتہ اقبال سے گر رہے ہیں) مگر پھر بھی بطفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں فی

کروڑ ایک ہزار بھی نہیں - اگر خدا پرستی کوئی ضرورت رکھتی ہے - اور اگر خدا ہے تو ہماری یہ حالت فخر کے قابل ہے - اس کی تہ میں وہی محمدی تعلیم اور محمدی جذبہ ہے - جو تیرہ سو سال سے لگاتار کام کر رہا ہے - جب تک ہم میں عظمت محمدؐ کا چرچا رہیگا - تب تک انشاء اللہ ہم اس کوچہ سے نہیں نکل سکتے - خدا کا اور محمدؐ کا ایک رشتہ ہے - یہ رشتہ مضبوطی سے پکڑے رکھو - اور اسپر فخر کرو - محمدؐ کو بحیثیت محمدؐ کے مانو - محمدؐ کا انکار خدا کا انکار ہے چاہے کوئی کتنا ہی بڑا ہو - آخر وہ غلام محمدؐ ہے محمدؐ کی غلامی سیادت اور امارت ہے - ؎

در دلِ مسلم مقام مصطفٰےؐ است
آبروئے ما ز نام مصطفٰےؐ است

توبہ نامہ

مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح - السلام علیکم ! میں بفضل الٰہی اچھا ہوں - خدا آپکو معہ متعلقین حفظ امان میں رکھے - شاید یہ تو یاد ہوگا - قادیان ایجنسی کے حواری قاسم و یعقوب و اکمل و بچہ اکمل کی شرارتوں کی وجہ سے لاہور آگیا تھا - مگر میاں صاحب سے نیک ظن تھا ....

.... حضرت مسیح موعود کے صاحبزادہ ہونیکے باعث دل سے نوٹس نہیں لیتا تھا - ایکسال تک تحقیق حالات حضرت اقدس اور ان کے مذہب کے متعلق تحقیقات شروع رکھی ....

....

.... میاں محمود اور لاہور پارٹی سے میل رکھکر خواجہ صاحب کی ایجنٹی کرتا رہا - مگر اسوقت میں خواجہ صاحب سے بھی علیحدہ ہوں کسی کا زیر اثر نہیں - حیدر آباد دکن میں موجود ہوں - کتاب النبوت فی الاسلام پڑھکر قطعی احمدی ہو گیا معلوم ہوا یہ گندہ عقیدہ میاں محمود کا ہے - حضرت اقدس کا نہ تھا - اس لئے میاں صاحب کی بیعت سے اب توبہ کرتا ہوں - میرا تعلق اب جماعت لاہور سے ہے - نہ کہ میاں صاحب سے ۔ (عبدالوحید)

چند سوالات کے جوابات

کسی صاحب نے ملتان سے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں ایک خط لکھا تھا جس کا جواب جو کچھ آپ نے دیا چونکہ وہ موجودہ اختلافات سلسلہ عالیہ سے متعلق ہے اس لئے اس کا شائع کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وھو ھذا (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب والا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرز تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے یہ چٹھی لکھانے والا میاں محمود احمد صاحب کا کوئی مرید ہے۔ ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تھے۔ اس صدی کے مجدد تھے اور مہدی برحق تھے۔ یہی اُن کے دعاوی تھے۔ جو بالکل صحیح تھے۔ ہم نے انہی دعاوی کی تصدیق کی اور اب بھی اُس کے مصدق ہیں اور حضرت والا کے سچے مرید۔ حضرت اعلیٰ کا خود یہ ایمان تھا کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آوے گا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ حضرت صاحب نے صرف اپنے دعاوی کے انکار کا نام کفر تجویز نہیں کیا۔ ہاں یہ خدا کی شان ہے کہ جن عبارتوں سے آج میاں صاحب میاں محمود اور اون کے پرستار مرزا صاحب کی نبوت پر زور دیتے ہیں اور جن حوالہ جات سے کافۃ المسلمین کی تکفیر پر میاں صاحب نے کمر باندھ لی ہے ٹھیک انھیں عبارتوں سے علماء غیر احمدی جن میں علماء امرتسر کو بھی شریک کر لیں وہی نتائج نکالتے تھے جن کو آج قادیان میں نکالا جاتا ہے۔ یہ آپ کو آپ کے رفیق نے غلط کہا ہے کہ اب علماء غیر احمدی بھی حضرت کی کتب سے اُن کی نبوت دیکھ رہے ہیں۔ ان علماء کی یہ شرارت اور غلط بیانی کوئی نئی نہیں۔ یہ اُن کا پرانا کھیل ہے اور اس میں اُن کے ذاتی مفاد ہیں۔ ہاں حضرت اعلیٰ نے اُن کے اس استدلال کا نام بہتان و افترا رکھا ہے۔ جیسے خود حضرت صاحب نے کتاب حقیقۃ الوحی میں ذیل کی عبارت لکھی ہے،

اور پھر ایک اور نادانی یہ ہے کہ جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے

حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے

بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا“

صرف اب واقعات میں تبدیلی یہ ہو گئی ہے کہ جماعت احمدیہ کا ایک حصہ ان مفتری علماء کے ساتھ مل گیا۔ اور ٹھیک انھیں عبارتوں سے غیر احمدی علماء کی طرح یہ حصہ استدلال کر رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے میاں صاحب کو حضرت اعلیٰ پر بہتان اور افترا باندھنے والا سمجھا ہے۔ یہ میرا فتویٰ میاں صاحب پر نہیں خود حضرت اقدس کا فتویٰ ہے۔

آخر حضرت اعلیٰ کو کوئی ذاتی خصومت ان علماء غیر احمدی سے نہ تھی۔ جب ان لوگوں نے انھیں عبارتوں سے جو آج میاں محمود صاحب کے ہاتھ میں ہیں اور جن سے ہرگز ہرگز نبوت قائم نہیں ہوتی نبوت کا استدلال کیا تو ہمارے حضرت نے اُن پر افترا اور بہتان کا الزام دیا تو پھر جب محمود کا اور غیر احمدی علماء کا طرز عمل اور حضرت کی عبارت سے استدلال ایک ہی ہے تو کیا یہ نوجوان اس لئے اس الزام سے بچ سکتا ہے کہ اس کی رگوں میں حضرت صاحب کا خون دوڑ رہا ہے۔

آپ فمن تبعنی فانہ منی کو کبھی نہ بھولیں۔

الغرض آج قادیان میں وہی تعلیم ہو رہی ہے جو آج سے پہلے ہمارے مکفر ہمارے مکذب ہمارے خلاف دنیا میں دے رہے تھے۔

پھر کوئی شخص اُس قادیان سے جو مکہ کا بروز تھی اور جس کے انہدام کے لئے محمود کھڑا ہے کس طرح تعلق رکھے۔ ہم قادیان میں نور و عرفان حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے آج قادیان میں کیا ہو رہا ہے۔

وہی منبر جو آنحضرت صلعم کا منبر ہے اور جس سے عرفان اور نور کی شعاعیں نکلتی تھیں آج وہی اُن خطبات محمود سے ذلیل ہو گیا جو شروع سے اخیر تک ذاتی حملوں اور گالیوں سے مملو ہیں۔ جس وقت یہ نوجوان منبر پر کھڑا ہوتا ہے اس کے سامنے کوئی نہ کوئی وہ ہوتا ہے جو اس کے مقدس باپ کے معتمد اور منظور نظر تھے۔ پھر جس قدر اس کا مقدس باپ ان کو دیکھ کر خوش ہوتا اُسی قدر یہ انھیں گالیاں دے کر جی ٹھنڈا کرتا ہے۔

اس کے خطبات عموماً کسی ذاتی غرض پر مبنی ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس کا آخری خطبہ دیکھ لیا جاوے جو الفضل میں چھپا ہے اس کی تہ میں جو ہے اور جو اس نوجوان سے یہ باتیں کہلوا رہا ہے اس سے ہم ناواقف نہیں۔ اور دنیا بھی دیکھ لیگی کہ یہ کمین جذبات کا شکار ہو رہا ہے۔

یہ چاہیے کہ اس کی تحریر و تقریر میں الفاظ ہوتے ہیں۔

رہا قادیان کی سرزمین کا مدینہ کی سرزمین سے کسی صورت میں یہ بہتر نہیں۔ ان ہر دو زمینوں کو اگر کوئی شرف حاصل ہے تو اُن مبارک اور مقدس وجودوں کے طفیل جو وہاں ایک وقت رہے اور اب وہاں زیر زمین ہیں پھر کیا جو اس وقت مدینہ میں رہتے ہیں وہ میاں محمود احمد صاحب کے نزدیک اس قابل ہیں کہ انسان اُن کی شکل بھی دیکھے وہ تو میاں محمود کے نزدیک کل کے کل کافر ہیں۔ اب حسب عقیدہ میاں صاحب کیا مدینہ کی زمین اُن کے لئے موجودہ سکان مدینہ کی وجہ سے موجب کشش ہے۔ اسی طرح جو لوگ کثرت سے قادیان میں رہتے ہیں انھوں نے میرے علم و ایمان کے مطابق حضرت صاحب کے مشن کو اپنی اغراض پر قربان کیا۔ اور سب سے بڑھ کر میاں صاحب کی ذاتی خواہشیں ان موجودہ فاسد عقائد کا موجب ہوئیں۔ ان لوگوں سے مجھے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔ انھوں نے اس پاک اور مقدس کام کو خراب کیا جس پر ہمارے مرشد حضرت مرزا صاحب کی عمر بسر ہوئی۔

اب اگر ان لوگوں سے لاتعلقی سے مراد قادیان سے لاتعلقی ہو سکتی ہے تو پھر آپ کا خیال شاید صحیح ہے لیکن اگر قادیان کا تعلق اُس مقدس ذات کے تعلق سے وابستہ ہے تو پھر میرا تعلق اب بھی ہے۔ ہاں ہم وہاں نہیں جاتے ہم وہاں جاویں تو کس کے پاس اُن کے پاس جنہوں نے دنیا کو دین پر مقدم کیا؟ وہ مقدس زمین ضرور ہے جہاں میرا مرشد اور خدا کا مسیح سو رہا ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر مقدس زمین مدینہ طیبہ کی زمین ہے۔ آپ جب کبھی اس سوال پر کچھ کہیں یا سنیں (جس کو محض تعلق sentimentalities سے ہے) تو ہمیشہ قادیان اور مدینہ کو بحیثیت مقابلہ سامنے رکھیں۔ پھر جو سوال آپ مجھ سے قادیان کے متعلق کرتے ہیں وہی سوال آپ ان پرستاران عقائد فاسدہ محمودیہ سے مدینہ کے متعلق دریافت کریں۔

میں اپنے معتقدات کے لئے کسی کے آگے شرمندہ نہیں نہ اُس کے اعلان میں مجھے کبھی کہیں کبھی تامل ہے۔ میں نے امرتسر اور پھر اب لائل پور میں حضرت اعلیٰ کی اُس پوزیشن کو غیر احمدی پبلک کے سامنے پیش کیا جس پر میرا ایمان ہے۔ اور جو پوزیشن خدا تعالیٰ نے اُن کو عطا کی اور حضرت صاحب سے نہ ماننے سے جو نقصان امام الوقت کے نہ ماننے

سے حدیثوں میں آیا ہے اس کو میں نے ہر جگہ بیان کیا ہے۔ خود وہ مسیح بھی جس کی منتظر غیر احمدی دنیا ہے۔ اگر آجائے تو پھر بھی حضرت مرزا صاحب کی اپنی تحریر کے مطابق اس کے انکار سے کفر لازم آئے گا۔ یہی امر خود مرزا صاحب کی ذات پر بھی منطبق ہوتا ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ جو حضرت مرزا صاحب کو قبول نہیں کرتے وہ اس عرفان ایقان اور علوم سے محروم رہ جاتے ہیں جس کے لئے خدا تعالیٰ امام وقت کو مبعوث کرتا ہے اور اس طرز عمل سے اپنے آپ پر وہ فتویٰ موت جاہلیت کا وارد کر لیتے ہیں جیسے کہ حدیث میں آیا ہے۔ لیکن اس کا نام نہیں رکھنا بذات خود جاہلیت ہے۔

مختصر نوٹ

بطالوی کا کام محمودی علماء کے ہاتھ میں

محمودی علماء کی دینیوں فتنہ انگیز کارروائیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دوسروں کی ہر ایک نیک بات میں سے کوئی نہ کوئی غلطی نکالی جائے اور دنیا کے سامنے انہیں نالائق ظاہر کرکے ایک فتنہ برپا کیا جائے۔ حضرت اقدس کے زمانہ میں تو یہ کام بٹالہ کے مولوی محمد حسین و دیگر مکذب و مکفر علماء غیر احمدیان نے سنبھالا ہوا تھا۔ لیکن اب ان کے بعد یہ مقدس ڈیوٹی میاں محمود اور ان کے بعض علماء نے اپنی تفویض میں لے لی ہے میاں صاحب نے خواجہ صاحب کو نالائق اور کیا کیا کچھ کہا اور خطبہ جمعہ کو اپنے بغض و حسد کا آماجگاہ بنا کر نتیجہ ٹھنڈا کیا۔ بس پھر کیا تھا مریدوں نے تو مصداق

بہ نیم بیضہ چو سلطاں ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

اسی ایک کام کو گویا اپنا حقیقی نصب العین قرار دے لیا۔ اب کوئی اٹھتا ہے وہ خواجہ صاحب کی کتاب ام الالسنہ کی غلطیاں نکالتا پھرتا ہے۔ کوئی ہے وہ ان کے مشن کے متعلق غلط بیانیوں سے کام لے کر اس کی تخریب میں کوشاں ہے۔ بہتر ہو کسی عیسائی کی شاگردی اختیار کریں۔ وہاں سے انھیں ان باتوں کے لئے بہت سا مسالہ ہاتھ آجائیگا۔ اور پھر خواجہ صاحب اور دیگر فدائیان اسلام کی ایک ایک بات پر نکتہ چینی کرنے اور ام الالسنہ تو کیا اسلام کی ہر ایک بات کی مخالفت کے لئے ان کو کافی سہارا مل جائیگا (اگر کہیں ساتھ ہی خود بھی مٹ نہ جائیں) الغرض اس قسم کی کوششیں غیر احمدی علماء اور عیسائیوں کی تقلید میں آج ان لوگوں نے شروع کر رکھی ہیں اور اب ۱۹۔ فروری ۱۶ء کا الفضل یہ دھمکی دیتا ہے کہ بعض محمودی علما عنقریب حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب کے تفسیری نوٹوں اور نکات القرآن کی غلطیاں نکال کر شائع کرنے والے ہیں۔ کریں سو دفعہ کریں۔ اگر اب تک بطالوی ایجنڈو کی خدمات سے حصہ لینے میں کوئی کسر باقی رہ گئی ہے تو یہ بھی سہی۔ ایسا نہ ہو کہیں پورے طور پر ہمسری اختیار کرنے میں کوئی حسرت دامنگیر ہو۔ بہتر ہو کہ اس کے ساتھ ہی ان میں کی بیان کردہ صداقتوں سے بھی دست بردار ہو جائیں اور کھلے طور پر اعلان کر دیں کہ ہم ان صداقتوں کے قائل نہیں۔ تاکہ دنیا بھی سمجھ لے کہ بقول مولوی سرور شاہ "مسلمانوں میں سے نکل کر" وہ کس مذہب میں جا شامل ہوئے ہیں۔

جلسہ لائل پور کے ضروری حالات

گذشتہ اشاعت کے اخبار احمدیہ میں لائل پور کے جلسہ کی مختصر خبر دی گئی تھی۔ اب اس کے متعلق چند مزید حالات کا علم ہوا ہے جنہیں یہاں تذکرہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے یہ جلسہ شیخ قمرالدین صاحب سوداگر چشمہ کی تحریک اور شیخ محمد اسمعیل و مولا بخش صاحبان کے زیر انتظام منعقد ہوا تھا۔ ہر سہ موصوفین اپنے دینی اخلاص اور مخلصانہ کوششوں کے لئے قابل شکریہ ہیں۔ جلسہ شیخ محمد اسمعیل و مولا بخش صاحبان کے کارخانہ روئی میں جسے چکی شیخاں کے نام موسوم کیا جاتا ہے منعقد ہوا اور ہر دو روز خوب رونق سے ہوتا رہا پہلے دن حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر اسلام اور دیگر مذاہب پر تھا۔ جو بڑی کامیابی سے ہوا۔ دوسرے دن حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے "چودھویں صدی کا مجدد" کے عنوان سے لیکچر دیا جس میں حضرت اقدس مسیح موعود کے دعاوی کا ذکر کرکے آپ کے ماننے کی ضرورت پر زور دیا۔ حضرت خواجہ صاحب پریزیڈنٹ تھے آپ نے اپنے ریمارکس میں نہایت خوبی اور فصاحت کے ساتھ حضرت اقدس کے دعاوی کی اہمیت بتاتے ہوئے ان عقائد کا تذکرہ کیا جو اس وقت غلطی سے بعض مریدین حضرت اقدس میں بطفیل میاں صاحب رائج ہیں۔ اور پھر اپنے اصل عقائد کا اظہار کرکے انھیں قرآن و

ضمیمہ کے صفحہ (۸) سے آگے

(۱۳) حکیم صاحب :۔ حضرت صاحب چشمہ معرفت صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے۔

میں :۔ نشانات دکھلانے سے کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ نشانات کا دکھلانا نبی کی کوئی لازمی شرط نہیں۔ نشانات تائیدی امور ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب کا یہ فرمانا کہ اگر میرے نشانات ہزار نبی پر تقسیم ہو جائیں تو ان کی نبوت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ اس سے حضرت صاحب کی مراد صرف اسی قدر ہے کہ میں مامور من اللہ مجدد اور محدث ہوں۔ یہ نہیں فرمایا کہ نشانوں کے باعث میں کامل نبی ہو گیا ہوں۔ نشانوں کے دکھلانے کی وجہ بتائی ہے کہ چونکہ یہ آخری زمانہ تھا۔ اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے یہ آخری حملہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ نشانات دکھلائے۔ میں ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت صاحب کامل نبی نہیں ہیں۔ صرف ناقص نبی۔ جزئی نبی۔ امتی نبی وغیرہ ہیں۔ جس سے حضرت صاحب کی مراد بموجب آپ کی تحریرات کے محدث ہے۔ کیونکہ محدث من وجہ نبی ہوتا ہے یہ بھی حضرت صاحب کی کتابوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ محدث کے لئے اللہ تعالیٰ اس قدر نشانات دکھلاتا ہے۔ کہ کوئی شخص اس کے زمانہ کا اس کے نشانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ نشانات بڑے بڑے اہم امور کے متعلق ہوتے ہیں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ کامل افراد کو اس قدر نشانات دیئے جاتے ہیں جیسے مینہ کے قطرے۔ اگر نشانات کے باعث کوئی نبی بن سکتا ہے۔ تو اس امت کے سب کامل افراد نبی ہوں گے کیونکہ حضرت صاحب بھی انہی میں سے ایک کامل فرد ہیں اگرچہ درجے میں ان سب سے بڑھ کر ہیں۔

خاکسار حافظ فضل احمد۔ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۱۶ء

۴ اور حدیث اور حضرت اقدس کی تعلیم کے عین مطابق ثابت کیا اور بتایا کہ کیوں اس زمانہ میں حضرت اقدس کا اپنے اوپر نبی کا لفظ استعمال کرنا ضروری تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور

۱۹ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۲

خصوصیات مسیح موعودؑ

(منقول از النبوت فی الاسلام)

مسیح موعود جیساکہ ہم دکھا چکے ہیں مجددوں میں سے ایک مجدد اور محدثیت والی نبوت کے پانے والے ہیں۔ لیکن صرف اسی قدر سے آپ کا پورا مرتبہ معلوم نہیں ہوتا۔ بیشک اس اُمت میں مجددین کے آنے کا وعدہ ہے اور قرآن کریم میں یہ وعدہ بدیں الفاظ ہے کہ اس اُمت کے اندر خلفاء پیدا ہوتے رہینگے۔ جس طرح سلسلہ بنی اسرائیل میں خلفاء پیدا ہوتے رہے۔ اب مسیح موعود کو پہلی خصوصیت تو یہ حاصل ہے کہ جس طرح سلسلہ موسوی کے آخر پر ایک عظیم الشان خلیفہ آیا جو اس سلسلہ کا خاتم الانبیاء تھا۔ اس لحاظ سے کہ اُس کے بعد کوئی نبی اس سلسلہ میں پیدا ہونا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی قریبًا اسی عرصہ کے بعد ایک عظیم الشان خلیفہ کے پیدا ہونے کی ضرورت تھی۔ جو خاتم الخلفاء ہو اور اسی طرح پر سلسلہ اسلامی کی سلسلہ موسویہ سے مشابہت تکمیل کو پہنچے۔ مگر چونکہ اسلامی سلسلہ کو خدا نے قیامت تک زندہ رکھنا ہے، اور اُسکی زندگی کے سامانوں میں سے ایک یہ بھی مقدر فرمایا کہ مجددین پیدا ہوتے رہیں گے اسلئے سلسلہ محمدیہ کا خاتم الخلفاء ان معنوں سے نہیں ہوسکتا کہ اس کے بعد کوئی خلیفہ نہ آئے بلکہ ضروری ہوا کہ وہ بہ لحاظ اپنی عظمت کے خاتم الخلفاء کہلائے۔ اگر سلسلہ محمدیہ بھی سلسلہ موسویہ کی طرح مسیح کے ساتھ ختم ہونیوالا ہوتا تو اس سلسلہ کے مسیح کو وہ عظمت حاصل نہ ہوتی وہ محض ان کا آخری خلیفہ ہوتا۔ مگر جس صورت میں خلفائے محمدیؐ کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے چلنے والا ہے اس لئے اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء بھی ایک خاص معنی میں خاتم الخلفاء ہوا۔

پھر دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مسیح موعود کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی کھلی پیشگوئیاں بیان فرمائیں اور وہ پیش گوئیاں معمولی کتابوں میں نہیں۔ بلکہ حدیث کی صحیح کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ اور بخاری میں بھی اس مسیح کے آنے کی پیشگوئی ہے۔ اور بعض پیشگوئیوں میں اسے عیسیٰ ابن مریم کہا گیا ہے۔ جو موسوی سلسلہ کے آخری خلیفہ کا نام تھا اور صحیح مسلم میں ایک حدیث ایسی بھی ہے جس میں اس عیسیٰ ابن مریم کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ ان پیشگوئیوں نے آپکے دعوے کو دوسرے مجددین کے دعوے سے ایک ممتاز رنگ دے دیا ہے۔ کیونکہ یہ پیشگوئی صرف اسی قدر نہیں بلکہ اُس کے ساتھ پھر ان نشانات کا بھی ذکر ہے جو اس کے ظہور کے لئے بطور دلیل ہونگے۔ حالانکہ اور کسی مجدد کے لئے اس قسم کے کوئی نشانات نہیں بتائے گئے۔ پھر اس کے ساتھ تیسری بات یہ ہے کہ مسیح موعود کے کام کو بھی ایک ممتاز رنگ دیا گیا ہے کیونکہ اس کے آنیکے وقت اسلام پر بیرونی اور اندرونی انتہائی مصائب کا وقت ہے اس لئے اس کے کام کو بھی خاص عظمت کا رنگ دیا گیا ہے۔ غرض احادیث نے آپ کی آمد آپ کے نشانات آپکے کام کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ اور یہ تمام امور حضرت مسیح موعود کی خصوصیات میں سے ہیں۔

یہی خصوصیت ہے جس نے بعض لوگوں کو یہاں تک غلطی میں ڈالا کہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کو مجددین کے زمرہ سے نکال کر انبیاءؑ میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس بارہ میں بالخصوص حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۹۰ ۳ و ۳۹۱ پیش کیا جاتا ہے۔ جس کی عبارت میں پہلے نقل کرتا ہوں۔

"اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ مخاطبہ کا شرف اُس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہونگے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہوسکتے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ فلا یظہر علے غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول۔ یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے۔ اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کیگئی اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اسکی گردن پر ہے۔ غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس اُمت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیا اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں اُن کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا ! تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہوجاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحا جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اس قدر مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پالیتے اور وہ نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہوجاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا جیساکہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیشگوئی پوری ہوجاسے۔"

اب سب سے پہلے میرا یہ سوال ہے کہ کسی عبارت کے معنی کرنے میں کوئی اصول بھی مدنظر رکھا جائیگا یا نہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہاں کوئی نیا اصول اس عبارت میں قائم نہیں کیا گیا۔ بلکہ ایک امر کا صرف اپنی ذات کے متعلق ذکر کیا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ایک امر کے ذکر کو اگر کسی قانون کے وہ مخالف ہو تو اس قانون کے ماتحت کرکے اس کی تاویل کی جائیگی۔ یہ نہیں ہوگا کہ ایک قانون کو جو محکمات میں داخل ہے ایک امر کی خاطر توڑ دیا جائے۔ مثلاً قرآن کریم نے ایک قانون باندھا ہے کہ سوائے خدا کے کوئی خلق نہیں کرسکتا لیکن قرآن میں ہی حضرت مسیح کے متعلق دودفعہ ذکر ہے۔ انی اخلق لکم من الطین کہیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ

میں خلق کرتا ہوں تمھارے لئے مٹی سے پرندے کی صورت کے مثل۔ پھر اس میں نفخ کرتا ہوں پس وہ اللہ کے اذن سے طیر ہوجاتا ہے۔ اب اگر ظاہر الفاظ پر جاویں تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مسیح پرندوں کو پیدا کیا کرتے تھے۔ اور یہ امر خلاف اس قانون کے ہوگیا۔ جو قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ کہ خدا کے سوا کوئی خلق نہیں کرسکتا اس لئے چونکہ قانون تو توڑا نہیں جا سکتا۔ اس لئے ہم مجبور ہونگے کہ

مسیح کی خصوصیت جو پرند پیدا کرنے کے متعلق ہے اور قرآن کے خلاف پڑتی ہے۔ اس کی تاویل کرکے صرف عن الظاہر کریں۔ اسی طرح قرآن کریم نے ایک قانون بیان فرمایا کہ مردے واپس نہیں آیا کرتے۔ مگر مسیح کے متعلق یہ ذکر کیا کہ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے یا ایک شخص کا واقعہ لکھا کہ سو سال مر کر وہ زندہ ہو گیا تو اب کیا کرینگے۔ آیا ان واقعات کی خاطر قانون کو توڑ دیں یا قانون کی خاطر واقعات کی تاویل کریں پھر مثلاً ایک قانون مسلمہ ہے کہ خدا خالق ہے اور انسان مخلوق۔ نہ خدا انسان بن سکتا ہے نہ انسان خدا۔ لیکن کسی نبی کی پیشگوئی میں ذکر آ گیا کہ خدا خود ظاہر ہوگا۔ تو کیا پیشگوئی کی تاویل کرکے قانون کے ماتحت کرینگے یا قانون کو توڑینگے۔ یا ان تینوں صورتوں میں ان امور کو مستثنیات میں داخل کرینگے۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ قوم جس نے نئے علم کلام کے ماتحت پرورش پائی ہے۔ اور جس کو طرز تحقیق کی راہ پر چلنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان تینوں صورتوں میں قانون کو توڑنا پسند نہیں کرے گی۔ بلکہ ان امور یا مخصوصات کی تاویل کرے گی بس یہی راہ حق ہے۔

اب منقولہ بالا عبارت میں ایک شخص کے نبی ہونے کا ذکر ہے۔ سوال تو سیدھا ہے کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس قسم کا سلسلہ نبوت جاری ہے یا نہیں۔ جس قسم کی نبوت کا دعویٰ یہاں معلوم ہوتا ہے۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ تیسری کوئی صورت نہیں۔ اگر سلسلہ جاری ہے تو معلوم ہوا کہ اور بھی نبی اس قسم کے اس امت میں ہونگے۔ لیکن اگر اور نبی ہو گئے تو پھر یہ کلام غلط ہو جاتا ہے کہ ”وہ نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا“۔ یا یہ اگر کوئی اور بھی نبی کا نام پا لیتا تو ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا“ اس لئے اور کسی کو نبی بنا لینے سے تو خود وہ عبارت غلط ٹھہرتی ہے جس کے معنے کرتے ہیں۔ پس دوسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت کے بعد اس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری نہیں پس اگر جاری نہیں تو ایک بھی نبی نہیں ہو سکتا خوب غور کر لو اور سوچ لو اس سے چارہ نہیں اگر سلسلہ نبوت کو آنحضرت کے بعد جاری کرتے ہو تو عبارت یوں غلط ہوئی کہ خصوصیت جاتی رہی اگر سلسلہ نبوت جاری نہیں کرتے تو پھر ایک بھی نہیں ہو سکتا اور اس ایک کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کی تاویل کرنی پڑے گی۔ بلکہ اگر ضرورت ہو تو صرف عن الظاہر کرنا پڑے گا۔ جس طرح اوپر کی تین مثالوں میں کیا گیا ہے۔ یہ پہلا جواب ہے

میاں صاحب نے اس کا جواب ایسے الفاظ میں دیا ہے کہ اصل حقیقت پر پردہ ڈالے رکھنے کی کوشش کی ہے۔ وہ کہتے ہیں پہلے تو کوئی نبی نہیں ہوا آئندہ شاید کوئی نبی ہو جائے اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ مگر یہ گول مول جواب محض ٹالنے کے لیے ہے۔ حضرت مسیح موعود تو اس عبارت میں صاف لکھتے ہیں۔ اور ”احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا“۔ اب اگر آپ کے بعد کوئی نبی ہو جائے تو بات تو وہی ہوئی جیسا پہلے نبی آنے سے یعنی ایسا شخص ایک نہ رہا اور جب ایک نہ رہا تو اس عبارت کی ساری غرض مفقود ہو گئی پس اگر دوسرا نبی لاؤ تو حضرت صاحب کی عبارت غلط ٹھیرتی ہے اور اگر کوئی نبی اور نہیں آ سکتا اور اصولاً دروازہ نبوت مسدود ہے تو پھر ایک کے قدم رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں۔ بعض لوگ جو اپنے آپ کو دوسروں سے بڑھ کر مومن بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا قرآن نے کہدیا کوئی نبی آنحضرتؐ کے بعد نہیں آئیگا۔ ہم نے مان لیا۔ نبی کریم نے کہدیا ایک نبی آئیگا۔ ہم نے مان لیا۔ یہ احمقانہ جواب ایک تثلیث کے قائل کے منہ میں سج سکتا ہے۔ مگر مسلمان کو خدا نے عقل سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ اس کو چاہیے دونوں باتوں میں تطبیق کرے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے کم از کم ان الفاظ سے تو انکار نہیں ہو سکتا کہ آپ نے اسی ”حقیقۃ الوحی“ میں اس تحریر کے بعد یہ لکھا ہے کہ میرا نام اللہ کی طرف سے مجازی طور پر نبی رکھا گیا نہ حقیقی طور پر (الاستفتاء ص ۶۵) پس جب باوجود نبی نام رکھنے کے اس نام کا رکھا جانا مجازی قرار دیا تو بہرحال یہ ماننا پڑا کہ خصوصیت خواہ کچھ بھی ہو بہرحال آپ کا نام نبی مجازی طور پر رکھا گیا ہے۔ اور مجاز کا مفہوم ایسی چیز نہیں جس کے متعلق بہت بحث کی ضرورت ہو۔ اگر مجاز کو مجاز نہیں مانتے اور اس کو تاویلات رکیکہ سے حقیقت بنانا چاہتے ہو تو پھر اور بھی بہت سے مجاز ہیں ان کو بھی حقیقت ماننا پڑے گا۔ مثلاً مسیح نے اپنے آپ کو ابن اللہ کہا۔ یہودیوں نے اس پر اعتراض کیا کہ ہم تجھے اس کلمۂ کفر کی وجہ سے سنگسار کرینگے۔ جواب میں مسیح نے کہا کہ تمہارے بڑے تو خدا بھی کہلائے پھر اگر میں نے اپنے آپ کو بیٹا کہا تو کیا ہو گیا۔

ظاہر ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ جس طرح وہ مجازی معنوں میں خدا تھے۔ میں ابن اللہ ہوں۔ مگر مسیح کے بعد ایک قوم اٹھی جنہوں نے مسیح کو حقیقی معنے میں ابن اللہ ٹھہرایا۔ اور اس کی اپنی تاویل کی بھی کوئی پروا نہ کی۔ خیر وہاں تو مجازاً بمعنا نکلتا تھا۔ مگر یہاں دوسرے نبی نے صراحت سے اپنا نام نبی رکھا جانے کو مجاز کہا۔ مگر ایک قوم اٹھتی ہے اور وہ مجاز کو حقیقت بنا کر آپ کو واقعی نبی ٹھہراتی ہے۔ اب وہ غور کریں کہ آیا وہ اسی غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں یا نہیں جس کے مرتکب ابن اللہ حقیقی طور پر بنانے والے ہوئے۔ اگر حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو کھلے طور پر مجازی معنے میں نبی کہنے کے باوجود واقعی نبی بن سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ پہلے مسیح کو واقعی وہ لوگ ابن اللہ نہ مان لیں بات تو ایک ہی ہے۔ بلکہ حضرت مسیح نے تو ایسی صراحت سے مجازی طور پر ابن اللہ ہونا قبول نہیں کیا جس صراحت سے مسیح موعود نے اپنا مجازی نبی ہونا قبول کیا ہے۔ پس بات تو صاف ہے کہ جس خصوصیت کا ذکر عبارت منقولہ بالا میں ہے وہ بہرحال اس بعد کے بیان کو غلط نہیں ٹھہرا سکتی۔ کہ میرا نام مجازی طور پر نبی رکھا گیا۔ اگر منسوخ ہی ہوگی تو پہلی عبارت پچھلی سے منسوخ ہوگی۔

حقیقی جواب یہ ہے کہ اس عبارت میں ایک دفعہ نہیں۔ دو دفعہ نہیں۔ تین دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ اس امر کا ذکر کیا ہے جو اصل غرض ہے اول تو عبارت ہی اسی طرح پر شروع ہوتی ہے۔ ”احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا“۔ پھر دوبارہ اپنی خصوصیت کا ذکر کرکے لکھا اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تا کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی“۔ پھر تیسری مرتبہ فرمایا کہ اگر دوسروں کو بھی یہ نام مل جاتا تو ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا“ اور بالآخر چوتھی مرتبہ پھر اسی بات کا ذکر کرکے فرمایا ”تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔“ اب اپنے اصلی مطلب کو حضرت مسیح موعود نے چار دفعہ ظاہر کر دیا ہے اور یہ بات وہی ہے جس کو میں شروع میں بیان کر چکا ہوں کہ مسیح موعود کے آنے کا خصوصیت سے ذکر ہے اور ایک حدیث میں اس کو نبی اللہ کرکے پکارا ہے۔

پس بات صرف یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف آپ کو حاصل ہے کہ اور کسی مجدد کا نام حدیث میں نبی اللہ نہیں آیا۔ آپ کا آیا ہے۔ مگر اس

کے یہ معنی نہیں کہ آپ واقعی نبی اللہ بھی ہیں۔ کیونکہ پیشگوئی میں ایک لفظ کے آجانے سے یہ مستنبط لازمًا نہیں ہوتا کہ اس کی تاویل نہیں کی جائیگی۔ اس طرح پر تو ساری پیش گوئیوں پر پانی پھر جائیگا۔ مثلاً حضرت مسیح موعود نے ہی لکھا ہے کہ نبیوں کی پیشگوئیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کو خدا کی آمد اور آپ کے ظہور کو خدا کا ظہور قرار دیا ہے۔ اور ایسی پیشگوئی اور کسی نبی کے متعلق نہیں۔ تو یوں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی یہ خصوصیت ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ سچ مچ خدا ہیں ہاں یہ بھی ضرور ہے کہ آخر آپ کو خدا جو پیشگوئیوں میں کہا گیا تو اس کی کوئی وجہ ہوگی اور وہ وجہ یہ ہے کہ انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی شوکت آپ کا جلال آپ کے کارنامے آپ کی کامیابیاں اس قدر بڑھ کر تھیں کہ گویا ان دوسرے نبیوں کی نسبت سے آپ کا مرتبہ خدائی کے رنگ میں نظر آتا تھا انبیاءٔ کو کشفی نظر میں سارے انبیاء کے مقابلہ میں آپ کی ایسی عظمت دکھائی گئی کہ نبیوں کے کاموں کو اس سے کوئی نسبت ہی نہ تھی حالانکہ کام تو وہی نبیوں والا تھا مگر محض اس کام کی شوکت اور عظمت نے پیشگوئیوں میں آپ کے لئے خدا کا لفظ رکھوا دیا۔ گو آپ خدا نہ تھے۔ بلکہ نبی ہی تھے۔ بعینہٖ یہی صورت مسیح موعود کی پیش گوئی کی ہے مجددوں کے لئے ایک ہی عام پیش گوئی تھی مگر آپ کے لئے خصوصیت سے پیش گوئیاں تھیں آپ کی آمد کے نشان بھی دیئے گئے آپ کے کام کی عظمت بھی بتائی گئی۔ تو چونکہ دوسرے مجددوں کے مقابل میں آپ کے نشان اور پیشگوئیاں بہت زیادہ دکھائی گئیں جن کی ضرورت اس زمانہ میں انکار مکالمہ الٰہیہ کی بیماری کے علاج کے لئے بھی فی الواقعہ تھی اس لئے آپ کی اُن خاص پیشگوئیوں میں آپ کا نام نبی اللہ بھی رکھدیا گیا حالانکہ کام آپ کا سارا مجددوں والا تھا مگر محض آپ کے کام کی عظمت اور آپ کی پیشگوئیوں کی شوکت کے اظہار کے لئے آپ کو پیش گوئی میں ایک خاص نام دے دیا گیا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص نام دے دیا گیا۔ اس نام دینے کے ماتحت ایک حقیقت بھی مضمر تھی۔ گو حقیقی طور پر نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا تھے نہ مسیح موعود نبی۔ مگر وہاں نبیوں کے کام کے مقابلہ میں خدائی کی شان جلوہ نما ہوئی یہاں مجددوں کے کام کے مقابل میں نبوت کی شان جلوہ نما ہوئی۔ حقیقت تو صرف اس قدر تھی جس کو کوتہ فہمی سے کچھ کا کچھ بنا لیا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود کے چار دفعہ اس پیش گوئی کا ذکر کرنے سے صرف اس پیش گوئی کی خصوصیت کی طرف ہی توجہ دلانا مقصود ہے۔ نہ کچھ اور آپ کے یہ لفظ تا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے" ہرگز صحیح نہیں ٹھہرتے جب تک کہ وہ تاویل الفاظ کی اختیار نہ کی جائے جس کا ذکر میں نے کیا ہے۔ اور اس تاویل کی رو سے حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ بھی درست رہتے ہیں جو آپ نے فرمایا کہ "جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں اُن کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا" اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو کثرت سے مکالمہ مخاطبہ نہ ہوتا تھا۔ یا کثرت سے ان کے نشانات ظاہر نہیں ہوئے۔ کیونکہ یہ تو وہ امور ہیں جن کا بیسیوں دفعہ اس کتاب حقیقۃ الوحی میں اعتراف ہے۔ پھر اس کا انکار کیونکر کر سکتے تھے۔ مطلب صرف یہ ہے کہ ان کے مقابل میں آپ کو یہ حصہ اس قدر کثیر ملا کہ گویا آپ کی پیشگوئیوں میں نبوت کی شان جلوہ گر ہوئی۔ اور اس لئے حدیث میں یقینی پیش گوئی میں نبی کا نام پانے کے لئے آپ ہی مخصوص کئے گئے۔ ورنہ اگر اس کے یہ معنی لئے جائیں کہ اور کسی کے الہام میں اس کا نام نبی نہیں رکھا گیا تو اول جب آجکل بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بیسیوں آدمیوں کے الہامات میں ان کا نام نبی رکھا جاتا ہے گو وہ مامور بھی نہیں ہوتے تو پھر مجددین کے متعلق ہم کیوں ایسا قیاس کریں۔ اور اگر یہ خصوصیت بھی ہوتی تو اُس کو حدیث میں نبی نام پانے سے کیا تعلق اور بار بار حدیث کی خصوصیت کا کیوں ذکر کیا۔ اصل بات یہی ہے کہ خصوصیت صرف یہی ہے کہ حدیث میں آپ کا نام نبی اللہ رکھا گیا نہ یہ کہ فی الواقعہ آپ کو کوئی الگ قسم کی نبوت دی گئی۔ جس سے نہ صرف آپ کی اپنی ساری تحریریں ہی غلط ٹھہرتی ہیں اور سارے قائم کردہ اصول پاش پاش ہوتے ہیں اور ساری تحریریں بے اعتبار ٹھہرتی ہیں بلکہ خود اسلام کا تار و پود سب بگڑ جاتا ہے۔ بلکہ ایسا عقیدہ دین اسلام کی بیخ پر ایک تبر ہے۔ جس سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اول تو ان الفاظ کے کوئی دوسرے معنی ہو ہی نہیں سکتے لیکن اگر ہو بھی سکیں تو معنی وہ اختیار کرنے چاہئیں جن سے مقررکردہ اصول قائم رہیں۔

اب اس سوال کے ایک اور پہلو پر بھی غور کرو کہ اگر مجددین سے کوئی الگ قسم کی نبوت حضرت مسیح موعود کو ملی تو آیا اس کا کوئی ظاہری نشان بھی نظر آتا ہے۔ یعنی اس سے آپ کے منصب میں کوئی نئی بات پیدا ہوگئی۔ یا آپ کو کوئی ایسے حقوق پیدا ہوگئے جو مجددین کو حاصل نہیں تھے۔ مثلاً مجددین دین میں کمی بیشی نہ کرتے تھے۔ محض تائید اور تجدید کرتے تھے۔ کیا مسیح موعود نے کوئی دین میں کمی بیشی کی۔ مجددین کو صرف لطائف قرآن بتائے جاتے تھے۔ کیا مسیح موعود کو اس سے بڑھ کر کچھ اور دیا گیا۔ مجددین کی وحی مبشرات پر مشتمل ہوتی تھی۔ کیا مسیح موعود کی وحی میں کچھ اور امور ایسے آگئے جو مجددین کی وحی میں آنے جائز نہ تھے۔ مجددین کے لئے ضروری تھا کہ اپنی اپنی وحی کو قرآن پر عرض کرتے۔ کیا مسیح موعود کو ضروری نہ تھا کہ اپنی وحی کو قرآن پر عرض کرتے۔ غرض ظاہری علامات اس بات کی کہ مسیح موعود مجدد نہ تھے نبی تھے کیا ہے۔ مجددوں کی طرح وہ ایک ایک لفظ میں قرآن کریم کے تابع تھے۔ قرآن کریم کے ایک حرف کو تبدیل نہ کر سکتے تھے جو کچھ پایا مجددوں کی طرح کمال اتباع اور فنا فی الرسول سے پایا۔ اگر آپ کے لئے بجائے مجددیت کے نبوت تجویز کی جاتی ہے۔ تو کام میں بھی کوئی فرق دکھانا چاہیئے۔ کم از کم اتنا ہی ہو کہ کسی مجدد کی وحی نماز میں نہیں پڑھی گئی۔ آپ کی وحی نماز میں پڑھی جائے۔ یا یوں ہی ہو کہ جس طرح بنی اسرائیل کے سلسلہ میں نبیوں کی کتابیں حضرت موسیٰ کی کتابوں کے ساتھ جمع ہوتی گئیں مگر مجددوں کی وحی کو یہ پایہ حاصل نہیں کہ وہ کبھی قرآن کریم کے ساتھ لگا دی جائے۔ تو مسیح موعود کو جو نبی بنایا جاتا ہے کیا آپ کی وحی کو قرآن کے ساتھ شامل ہونے کا پایہ مل سکتا ہے۔ غرض یا تو کوئی کسی قسم کا ظاہری فرق دکھایا جائے ورنہ جب کام وہی باتیں وہی تو خواہ مخواہ ایک فرضی طور پر دل خوش کرنے کے لئے ختم نبوت کو توڑنے کا اور ایک اصول میں ایک استثناء داخل کرنے کا کیا فائدہ ہے۔ جس سے خواہ مخواہ اسلام میں فتنہ پڑتا ہے۔ ہاں ایک بات باقی رہ جاتی ہے کہ مسلمان اس کے بغیر کافر نہیں بنتے سو یہ خوف کا مقام ہے کہ اہل قبلہ کلمہ گوؤں کی تکفیر میں اس قدر جوش دکھایا جاتا ہے کہ اسلام کا کچھ رہے نہ رہے مسیح موعود کو کچھ فائدہ ہو نہ

کو ملی اور وہی مسیح موعود کو اس میں بھی اشارہ حدیث کی پیشگوئی کی طرف ہے کیونکہ ہزار ہا اولیاء میں ایک کا خصوصیت سے ذکر احادیث میں ہے۔ پس حضرت مسیح موعود نے بھی خصوصیت سے اس کا ذکر کر دیا ہے یہ نہیں کہا کہ اس ایک کی نبوت کوئی الگ قسم ہے۔ نبوت تو سب کی وہی ظلی نبوت ہے جس کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے خصوصیت وہی ہے جو شروع میں بیان کر چکا ہوں +

رپورٹ مباحثہ گوجرانوالہ

(از حافظ فضل احمد صاحب مناظر جماعت احمدیہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

امتیوں کے تمام صفات آپ میں تھے اور یہ کہیں نہیں کہا کہ نبیوں کے تمام صفات مجھ میں رکھے گئے

آ گئے چنانچہ پھر فرماتے ہیں جس حالت میں یہ ثابت ہو گیا کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہوگا۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نے اس کا نام نبی رکھدیا تو کیا حرج ہوا۔ ایسے لوگ یہ نہیں دیکھتے۔ کہ اسی کا نام امتی بھی تو رکھا گیا اور امتیوں کے تمام صفات اس میں رکھے گئے" اب یہاں صاف طور پر مانا ہے کہ امتی کے تمام صفات اس میں رکھے گئے اس لئے وہ کامل امتی ہوا۔ اور جیسا کہ ازالہ اوہام ثابت ہوتا ہے کہ جو کامل امتی ہو وہ کامل نبی نہیں ہو سکتا۔ پس یہ محدث ہی ہوا۔ نہ اور کچھ۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ جب امتیوں کی تمام صفات کا اپنے اندر کہا جانا زمانا ہے لیکن یہ کہیں اور کبھی نہیں کہا۔ کہ نبیوں کی تمام صفات میرے اندر رکھی گئی ہیں۔ بلکہ لفظ نبی کا اطلاق ہمیشہ اور بار بار ایک وجہ سے اور ایک ہی معنے سے کیا ہے اور تمام صفات نبوت کے پائے جانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔

مجازی نبوت کی اصطلاح (۲) مجازی نبوت والی اصطلاح بھی حضرت صاحب نے شروع دعوی سے لیکر آخر تک اپنے لئے کثرت سے استعمال کی ہے۔ اس میں بھی آپ نے کبھی تغیر اور تبدل نہیں کیا۔ ہمیشہ حقیقی نبوت سے انکار کیا ہے۔ اور مجازی نبوت کا اقرار کیا ہے۔ اگر یہ درست نہیں۔ تو فریق مخالف کا فرض ہے۔ کہ حضرت صاحب کی کسی کتاب سے نکال کر دکھائے کہ جو حقیقت نبوت کی ہے وہ ان میں کامل طور پر پائی جاتی ہے ورنہ اسکو ماننا پڑیگا۔ کہ حضرت صاحب حقیقی نبوت سے انکاری ہیں۔ اور مجازی نبوت کے اقراری ہیں۔ حضرت صاحب نے اسکو خوب صاف کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو اشتہار مورخہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء کی عبارت "اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبوت نہیں بلکہ صرف محدث مراد ہے" اس عبارت سے یہ ثابت ہو گیا۔ کہ حقیقی نبوت کے نہ ہونے سے مراد صرف محدثیت والی نبوت ہے۔ جس طرح حقیقی نبوت کے انکار کی تشریح صاف الفاظ میں فرما دی کہ اس سے مراد محدثیت ہے۔ اسی طرح مجازی نبوت کی تشریح فرما دی ہے ملاحظہ ہو

مجازی نبوت سے مراد محدثیت ہے

ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱ و ۴۲۲ کی عبارت "نبوت کا دعوے نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس حالت میں رؤیا صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ ساتھ اور رسالت کی ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری کی حدیث بھی موجود ہے۔ اس کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جاوے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعوے لازم آ گیا" اب یہاں بھی یہ بتا دیا کہ مجازی نبوت سے مراد محدثیت ہے اور حقیقی نبوت کے انکار سے مراد محدثیت کا اقرار ہے۔ مجازی نبوت کے اقرار سے مراد محدثیت ہے۔ اسکے بالمقابل یہ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے براہین احمدیہ حصہ پنجم میں حقیقی نبوت کے معنے کچھ اور کئے ہیں۔ وہ عبارت یہ ہے" اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو شریعت کا لانا اسکے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت نبی کا امتی ہو" اگر یہ حقیقی نبی کی تشریح ہے۔ تو پھر تو ہر ایک شخص جو خدا سے بذریعہ وحی خبر پاوے اور شرف مکالمہ سے مشرف ہو نبی بنگیا۔ اور نبی بھی حقیقی نبی۔ پھر جب محدثوں کے متعلق آپ کو یہ اقرار ہے کہ وہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پاتے ہیں۔ شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہوتے ہیں۔ تو ان سب کو حقیقی نبی کہو۔ معلوم نہیں کہ آپ حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی کیونکر لیتے ہیں۔ کیا حضرت صاحب نے کہیں فرمایا ہے۔ کہ حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی ہے۔ حضرت صاحب بار بار فرمائیں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں بکثرت ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جسے سمجھنا ہو سمجھ لے" (سراج منیر صفحہ ۳)۔ مگر چلو یہ خدا کا دیا ہوا علم بھی منسوخ سہی۔ حقیقۃ الوحی (الاستفتاء صفحہ ۶۵) کی عبارت کو دیکھئے جسکو تم منسوخ نہیں سمجھتے وہ عبارت یہ ہے۔ "سمیت نبیا من اللّٰہ علی طریق المجاز لا علی وجہ الحقیقۃ یعنی میرا نام نبی اللہ کی طرف سے مجاز کے طور پر رکھا گیا۔ نہ حقیقت کے طور پر۔ اب آپ فرماویں۔ کہ حضرت صاحب نادان عوام کی اصطلاح کی رو سے مجازی نبی تھے یا خدا نے اسکا نام مجازی طور پر نبی رکھا ہے۔ حقیقۃ الوحی منسوخ نہیں ہو سکتی۔ تو پھر یہ کسقدر جھوٹ ہے کہ حضرت صاحب حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی لیتے تھے۔ اگر یہ سچ ہے تو پھر حضرت صاحب نے حضرت مسیح کو سراج منیر صفحہ ۳ میں کس طرح حقیقی نبی لکھدیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ حقیقی نبی سے مراد صاحب شریعت نبی نہ لیتے تھے بلکہ جو اسکے معنے ہو سکتے ہیں۔ وہی لیتے تھے یعنی ایسا نبی جس میں حقیقت نبوت پائی جائے۔ جسے شریعت نے حقیقت نبوت قرار دیا ہے۔ پھر بار بار حضرت صاحب نے فرمایا ہے کہ میرا نام نبی رکھنا بطور مجاز اور استعارہ کے ہے۔ یہ لفظ نہ صرف اربعین میں ہیں۔ جو منسوخ شدہ فہرست میں داخل ہو سکتی ہے۔ بلکہ نزول المسیح حاشیہ صفحہ ۳ پر یہی لفظ ہیں کہ "استعارہ طور پر نبی اور رسول کہا گیا"

ظلی اصطلاح۔ (۳) ظلی اور بروزی نبی کی اصطلاح کو بھی حضرت صاحب برابر شروع سے لیکر آخر تک استعمال کرتے رہے ہیں۔ اس نبوت سے مراد یہی محدثیت والی نبوت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ازالہ اوہام۔ صفحہ ۵۷۹۔ "اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلعم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا جسکو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔

وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے۔ جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے"۔ اسی کی تائید مواہب الرحمن صفحہ ۶۹ والی عبارت کرتی ہے۔ ایسی نبوت اس امت میں قیامت تک رہیگی۔ اسکے پانیوالے کامل افراد اس امت کے ہوں گے اور حضرت صاحب بھی انہی میں داخل ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے چاند۔ کوئی اول رات کا۔ کوئی دوسری رات کا۔ کوئی تیسری رات کا۔ علیٰ ہذا القیاس اور حضرت صاحب چودھویں رات کا کامل چاند۔

مورخہ ۲۰ فروری ۱۹۱۶ء کی رات کے ۸ بجے حکیم صاحب نے میری تقریر کے جواب الجواب میں ایک لمبی لکھی ہوئی تحریر خلاف شرائط حاضرین کو پڑھ کر سنائی۔ اور تحریر قریباً دو گھنٹے میں ختم ہوئی۔ جس میں قریباً پہلی باتوں کا اعادہ تھا۔ اور میرے دلائل کیطرف بالکل توجہ نہ کی۔ اور نہ انکو توڑا۔ حکیم صاحب کی تحریر کے سنانے کے شروع ہی میں میں نے کہا تھا۔ کہ یہ خلاف شرائط ہے۔ اگر آپ کو تحریری گفتگو کا شوق تھا۔ تو آپ کو چاہئے تھا کہ آپ پہلے ہی دن سے تحریری گفتگو کرتے۔ حکیم صاحب نے جواب دیا۔ کہ میرا حافظہ اچھا نہیں۔ اور مجھے یاد نہیں رہتا۔ کہ میں نے کیا کہا ہے۔ اور کیا نہیں۔ آخر سب دوستوں نے کہا۔ کہ اچھا حکیم صاحب کو سنانے دو۔ اور تم ساتھ ساتھ نوٹ کرتے جاؤ۔ جب حکیم صاحب اپنی تحریر ختم کر چکے تو فرمانے لگے۔ کہ تین روز تبادلہ خیالات کا ہو چکا ہے اب آئندہ گفتگو کی ضرورت نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ قادیان سے کئی ایک مولوی صاحبان گجرانوالہ میں ایک شادی کی تقریب پر جمعرات کی رات کو آنے والے ہیں۔ اور ہمارا ارادہ ہے کہ پبلک میں ان کے لیکچر کرائیں۔ اور میں نے جلسہ کا انتظام کرنا ہے۔ اسلئے مجھے فرصت نہیں ہے۔ میں نے حکیم صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ جلسہ کرنے میں ابھی چار پانچ روز ہیں اور انتظام کا کافی وقت ہے۔ یہ انصاف کی بات نہیں۔ کہ اپنی تحریر سنا کر گفتگو کو بند کر دینا اور دوسرے کا جواب نہ سننا۔ آپ نے دو گھنٹے لئے ہیں۔ میں صرف آدھ گھنٹہ میں کل کی رات کو اپنی تحریر سنا دونگا۔ اور حاضرین نے بھی کہا کہ حکیم صاحب حافظ صاحب کا جواب بھی ضرور سننا چاہئے۔ یہ کوئی بحث مباحثہ نہیں۔ تبادلہ خیالات ہے مگر حکیم صاحب انکار ہی کرتے گئے۔ آخر کار لوگوں کے کہنے سے مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ میں دوستوں سے مشورہ کر کے کل کے روز ۱۰ بجے تک آپ کو اطلاع دیدونگا۔ کہ آیا ہم آپ کا جواب الجواب سن سکتے ہیں کہ نہیں۔ میں نے خیال کیا کہ حکیم صاحب میرے تحریری جواب الجواب کو نہیں سنیں گے۔ جیسے کہ رات گذشتہ کو ان کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا۔ اس لئے میں نے دس بجے تک انتظار کر کے حکیم صاحب کی تحریر کا جواب لکھنا شروع کیا کہ اگر سنیں گے تو کسی خاص شرط کے ماتحت سنیں گے۔ دوسرے روز مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۱۶ء کو بوقت ۱۱ بجے دن کے حکیم صاحب کا رقعہ بدست میاں فضل کریم صاحب درزی آیا جس کی نقل ذیل میں درج کی جاتی ہے:۔

اور وہ نقل یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مخدومی مکرمی جناب حافظ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خدا کا شکر ہے کہ تین دن تبادلہ خیالات کے نہایت تہذیب اور شائستگی سے سب بھائیوں نے سنا۔ جہاں تک مجھ سے ہو سکا ہے شرائط مقررہ کے ماتحت قرآن کریم اور احادیث صحیحہ و تحریرات حضرت اقدس ہی پیش کی ہیں۔ افسوس اور نہایت افسوس ہے۔ کہ آج رات اٹھتے وقت جناب نے فرمایا۔ قرآن شریف پیش نہیں کیا گیا۔ میں حیران ہوں کہ کیا کیا جاوے۔ اگر حضرت اقدس کی تحریرات آپ لوگوں کے لئے کافی نہیں۔ تو آج سے جناب والا صرف قرآن کریم و احادیث نبویہ کے ماتحت تحریری تبادلہ خیالات شروع کریں جو خیالات رات کو خاکسار نے پیش کئے ہیں۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ کے ذریعہ اُن کی تردید کریں۔ یا اُن پر جرح کریں انشاء اللہ اُسکے جواب میں خاکسار بھی قرآن کریم و احادیث صحیحہ ہی عرض کریگا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ آیات و احادیث پیش کردہ کا ترجمہ وہی پیش کیا جاوے جو خود حضرت اقدس نے کیا ہے۔ یا اگر حضرت اقدس نے ترجمہ نہیں کیا تو کوئی مستند ترجمہ ہو۔ یہ سب امور تحریری ہوں۔ یہ ضروری نہیں کہ آج ہی ایسا کیا جاوے۔ بڑے سے بڑا ہر ایک فریق ۴۸ گھنٹے کے بعد جواب لکھا ہوا پڑھ کر سنا دیا کرے۔ اگر جناب ایسا کر سکیں تو جوابی جواب عنایت فرما دیں۔

خاکسار۔ حکیم محمد الدین - ۲۱-۲-۱۶ -

میرا جواب

مکرمی جناب حکیم صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا رقعہ رکھ لیا ہے۔ اور اس کی دوسری نقل دستخط کر کے واپس بھیجی جاتی ہے جو شرائط تحریری آپ کے ساتھ فیصلہ ہو چکی ہیں اُنہی کے مطابق گفتگو جاری رہیگی۔ ہمکو حضرت صاحب کی سب تحریریں سنداً منظور ہیں۔ اور حضرت صاحب کی وہ تحریریں جو وحی الٰہی کے ماتحت ہیں آپ کی دوسری تحریرات پر مقدم ہوں گی۔ خاکسار حافظ فضل احمد - ۲۱-۲-۱۶

پھر حکیم صاحب کی طرف سے میرے رقعہ کا کوئی جواب تحریری نہیں آیا۔ پھر اسی شخص کی زبانی اطلاع پہنچی۔ کہ حکیم صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو شرطیں میں نے اب اس رقعہ میں لکھی ہیں۔ اس کے مطابق گفتگو کریں تو میں کر سکتا ہوں۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اس آدمی سے کہا۔ کہ تحریری جواب کیوں نہیں لایا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے حکیم صاحب کو کہا تھا کہ تحریری جواب دیں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ ضرورت نہیں جاؤ زبانی ایسا اُن کو کہدو۔ اس آدمی نے کہا کہ مولوی محمد اسحاق اور مفتی محمد صادق وغیرہ آنے والے ہیں۔ تم اُن سے بحث کرو۔ حکیم صاحب کو جانے دو۔ حکیم صاحب کی نسبت اگر تم ہمارے بھائی میاں میراں بخش درزی سے گفتگو کرتے۔ تو بہت مزہ آتا۔ کیونکہ وہ بات چیت کرنے میں بڑا ہوشیار ہے۔ اور اُس کو حضرت صاحب کی کتابوں کی خوب مہارت ہے۔ مگر وہ حکیم صاحب سے علم میں بڑھ کر نہیں۔ میں نے اُس آدمی سے کہا کہ ہم مولوی محمد اسحاق صاحب وغیرہ سے بحث کرنے کو تیار ہیں مگر اُنکے آنے میں ابھی چار پانچ روز باقی ہیں معلوم نہیں کہ وہ بحث کریں یا نہ کریں۔ اگر کرینگے تو پہلے انکو میاں صاحب سے بحث کرنے کی اجازت لینی پڑیگی۔ اسطرح کئی روز گذر جائینگے۔ اور ہم لوگ اتنے روز تک یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ ہم نے کئی جگہ جانا ہے۔ جب وہ آئیں تو تم اُن سے تحریری اجازت گفتگو کے لئے لیکر ہمارے دوستوں کو دیدو۔ وہ ہمکو بلا لیں گے۔ ان باتوں کو میں یہیں چھوڑتا ہوں۔ اب حکیم صاحب کی تحریر کا جواب بفضل الٰہی حسب ذیل دیتا ہوں:۔

(۱) حکیم صاحب - آیت فلا یظہر علی غیبہ کے مطابق حضرت صاحب رسول ہیں۔

میں - میں اسکا جواب کافی طور پر دیچکا ہوں اب اُسکے دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ جس کا آپ نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔

(۲) حکیم صاحب: - حضرت صاحب کی عبارتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے اور انہوں نے خود اسکو محسوس کیا ہے۔

میاں: - حضرت صاحب کی عبارتوں میں کوئی اختلاف نہیں اور نہ ہی انہوں نے اختلاف کو محسوس کیا۔ یہ آپ کی سمجھ کا قصور ہے۔ میں پہلے دکھا چکا ہوں اور ثابت کر آیا ہوں۔ کہ حضرت صاحب کی تحریرات میں کوئی اختلاف نہیں۔ شروع سے لیکر اخیر تک آپکا مذہب نبوت کے بارہ میں ایک ہی رہا ہے۔ اب بھی اگر ضرورت پڑی تو اسپر کچھ عرض کرونگا۔

(۳) حکیم صاحب: - اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں حضرت صاحب نے اپنے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کی۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔

"اگر خدا تعالے کی طرف سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کہ کس نام سے اسکو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اسکا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار علی الغیب نہیں ہیں مگر نبوت کے معنے اظہار علی الغیب ہے۔"

میاں: - یہی ایک عبارت ہے جسپر آپ مغرور ہو رہے ہیں۔ کہ حضرت صاحب نے اپنے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کی ہے۔ جس سے آپ کی پندرہ سال کی تحریریں ۱۸۸۴ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک منسوخ ہو گئی ہیں۔ حکیم صاحب اگر آپ بغور اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کی پہلی چند سطریں پڑھ لیتے۔ تو آپ یہ الزام حضرت صاحب پر ہرگز نہ لگاتے کہ آپنے عقیدہ نبوت میں تبدیلی کی۔ وہ چند سطریں یہ ہیں۔

"ہماری جماعت کے بعض صاحب جو ہمارے دعوے اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں۔ جنکو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہکر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے۔ وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے انکو ندامت اٹھانی پڑتی ہے چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تو نے بیعت کی ہے۔ وہ نبی اور رسول ہونیکا دعوے کرتا ہے۔ اور اسکا جواب محض انکار سے دیا گیا۔ حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے حق یہ ہے کہ خدا تعالے کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے۔ اس میں ایسے لفظ رسول۔ مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے لفظ موجود نہیں۔" غلطی کے ازالہ کی اس عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت صاحب نے کسی اپنی غلطی کی تردید نہیں کی بلکہ ایک ایسے شخص کی غلطی کی تردید کی ہے۔ جو آپ کے دعوے سے کم واقفیت رکھتا تھا اور نہ اسکو بغور حضرت صاحب کی کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اور نہ وہ صحبت میں ایک معقول مدت رہکر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکا۔ اس نے نبوت کے متعلق ایسا جواب دیا تھا۔ کہ جس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا۔ کہ حضرت صاحب کی وحی میں رسول۔ مرسل اور نبی کا لفظ موجود نہیں اور نہ حضرت صاحب کو کسی قسم کی نبوت اور رسالت کا دعوے ہے۔ اس میں حضرت صاحب اس شخص کے خیالات کی تردید کرتے ہیں نہ کہ اپنے خیالات کی۔ اب میں مذکورہ بالا عبارت کی تشریح کرتا ہوں۔ جس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت صاحب نے محدث کے دعوے کو چھوڑ دیا ہے۔ اور نبی کے دعوے کو اختیار کیا ہے۔ اس عبارت سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں کیونکہ یہاں حضرت صاحب نے اس بات سے انکار نہیں کیا۔ کہ محدث کو علم غیب دیا جاتا ہے۔ بلکہ صرف یہ کہا ہے۔ کہ تحدیث کے معنے لغت کی کسی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔ اور یہ بالکل سچ ہے۔ مگر باوجود اسکے حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے پہلے اور ۱۹۰۱ء کے بعد کی تحریروں میں یکساں تسلیم کیا ہے۔ کہ محدث کو علم غیب بلکہ اظہار علی الغیب کا مرتبہ دیا جاتا ہے۔ اسکے ثبوت کے لئے میں صرف دو حوالے کتاب تحفہ غزنویہ سے جو ۱۹۰۲ء میں چھپی ہے۔ دیتا ہوں۔ وہ دو حوالے یہ ہیں۔ (۱) "اب ظاہر ہے کہ خدا تعالی جو عذاب دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ اگر اپنے اس ارادہ پر کسی نبی یا محدث یا رسول . . . کو مطلع کرے۔ تو اس صورت میں وہی ارادہ پیشگوئی کہلاتا ہے۔" (صفحہ ۶)۔ (۲) "اگر اپنے دعوے میں سچے ہو۔ تو اپنے ان علماء سے جو دین سے کچھ خبر رکھتے ہیں۔ یہ فتویٰ لو کہ کیا خدا پر یہ حق واجب ہے۔ کہ جب اس کے کسی نبی یا محدث یا رسول سے کوئی فرقہ کفار اور بے ایمانوں کا خود تراشیدہ نشان مانگے۔ تو وہ نشان اسکو دکھلا دے۔" صفحہ ۲۰۔

اور ایسا ہی حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۹۵ حاشیہ میں لکھا ہے "جس بلا سے اللہ تعالی کسی کو بذریعہ کسی نبی یا رسول یا محدث کے اطلاع دیتا ہے وہ ایسی بلا ہے نہ یادہ رد ہونے کے لائق ہوتی ہے۔ جس کی اطلاع نہیں دیجاتی"۔ غرض نہ غلطی کے ازالہ میں نہ ہی اس کے بعد محدث کو علم غیب دیئے جانے سے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس کی لغوی معنی کی طرف توجہ دلائی ہے کہ لغوی معنوں کے رو سے ایسے شخص کو جسے غیب کی خبریں دیجاتی ہیں۔ نبی ہی کہہ سکتے ہیں۔ اور یہی آپ شروع سے کہتے رہے ہیں۔ کہ بوجہ مبشرات کے اور بوجہ کثرت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ کے میرا نام نبی رکھا گیا مگر اس نبوت سے وہ نبوت مراد نہیں۔ جو پہلے انبیاء کو دیجاتی تھی بلکہ یہ ایک جزئی نبوت ہے جسکا وعدہ اس امت کے لئے اس حدیث میں صاف طور پر موجود ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات۔ اور یہ جو بار بار کہا جاتا ہے کہ حضرت صاحب کو مسیح موعود کے آسمان سے نزول کے عقیدہ میں ہی غلطی لگی تھی۔ اگر نبوت اور رسالت کے عقیدہ میں غلطی لگی تو کیا حرج ہے سو واضح ہو کہ ان دونوں باتوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ (۱) حضرت صاحب نے مسیح کے نزول کے عقیدہ کی غلطی کو خود تسلیم کیا اور نبوت کے عقیدہ کی غلطی کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ (۲) حضرت عیسٰے کے دوبارہ آنے کا عقیدہ ایک پرانا عقیدہ چلا آتا تھا جسکو آپ نے اس طرح لکھ دیا۔ کیونکہ حضرت صاحب کو بذریعہ وحی الٰہی خبر نہ ملی تھی۔ کہ حضرت عیسٰے فوت ہو گئے ہیں۔ یا آنیوالے مسیح آپ ہی ہیں۔ اس قسم کا کوئی الہام حضرت صاحب کو نہیں ہوا ہاں بیشک آپ کا نام براہین احمدیہ میں عیسٰے رکھا گیا ہے۔ مگر اسی براہین احمدیہ میں آپکا نام داؤد۔ سلیمان۔ یوسف وغیرہ رکھا گیا ہے۔ پس جس طرح آپ ان انبیاء کے نام سے بسبب کسی خاص مشابہت کے پکارے گئے۔ ایسے ہی آپکو حضرت عیسٰے کے نام سے پکارا گیا ہے۔ غرض جب حضرت صاحب کو انا جعلناک المسیح ابن مریم کا الہام ہوا۔ تو آپ نے مسیح ابن مریم کے نزول کے عقیدہ کو بغیر کسی تاویل کے فوراً ترک کر دیا۔ اور ساری عمر اس کی تردید کرتے رہے۔ مگر جزئی نبوت یعنی محدثیت کے عقیدہ کو ترک کرنے کا کوئی الہام نہیں ہوا۔ اور نہ ہی آپ نے اسکو چھوڑا۔ اور نہ ہی آپ نے اس غلطی کو مانا اور نہ ہی آپ نے اس کے رد کرنے کے لئے قرآن اور حدیث سے کوئی ثبوت دیا۔ پس جو شخص اب انکی طرف جزئی نبوت کا انکار اور نبوت تامہ کاملہ کا دعوی منسوب کرتا ہے۔ اس کا فرض ہے۔ کہ حضرت صاحب کی وہ عبارت پیش کرے۔ جس میں آپ نے یہ لکھا ہو۔ کہ میری نبوت جزئی نہیں یا مجھے نبوت کاملہ دی گئی ہے۔ خالی لفظ نبوت یا نبی سے استدلال کرنا

کہ آپ کامل نبی ہو گئے درست نہیں۔ کیونکہ ایسے لفظ حضرت صاحب کی پہلی تحریروں میں موجود ہیں۔ حاصل کلام حضرت صاحب کی دعویٰ نبوت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی شروع سے آخر تک آپ کا ایک ہی دعوےٰ جزئی نبوت یعنی محدثیت کا تھا۔ چنانچہ ایک غلطی کے ازالہ کی اس عبارت کو پڑھئے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ "۔۔۔ اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت صلعم تو خاتم النبیین ہیں۔ اور پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آسکتا ہے۔ اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا جس طرح آپ لوگ حضرت عیسےٰ کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں۔ اور پھر اسی حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں۔ بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا۔ اور زمانہ آنحضرتؐ سے بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے۔ اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس عقیدہ کے سخت مخالف ہیں اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرتؐ کی پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کا لفظ اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اُس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدیہ کی چادر ہے"۔ اب اس عبارت کا ازالہ اوہام کی اس عبارت سے مقابلہ کرو۔ اور وہ عبارت یہ ہے "اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ہاں ایسا نبی جو مشکوٰۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتا ہے۔ اور نبوت تامہ نہیں رکھتا۔ جسکو دوسرے لفظوں میں محدث بھی کہتے ہیں۔ وہ اس تحدید سے باہر ہے۔ کیونکہ وہ بباعث اتباع اور فنا فی الرسول ہونے کے جناب ختم المرسلین کے وجود میں ہی داخل ہے جیسے جزو کل میں داخل ہوتی ہے"۔ تو ان دونوں عبارتوں کا ایک ہی مطلب ہے۔ اور ادنےٰ تغیر الفاظ کے ساتھ مفہوم وہی ہے۔ گویا ازالہ اوہام اور غلطی کے ازالہ میں ایک ہی نبوت کا ادعا ہے اور اس نبوت کا انکار ہے۔ جس میں وحی نبوت کے آنے کی ضرورت ہو۔ اور پھر یہ بھی ایک غلطی کے

ازالہ میں تحریر ہے۔ کہ "نبی کے معنے لغت کی رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئیگا"۔ اور پھر لکھا ہے کہ "وہ جسکے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے۔ بالضرور اسپر مطابق آیت فلا یظھر علی غیبه کے مفہوم نبی کا صادق آئیگا"۔ اور پھر حاشیہ میں لکھا ہے۔ "یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن کریم بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفا غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے۔ کہ اس مصفا غیب سے یہ امت محروم نہیں۔ اور مصفا غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"۔

پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت صاحب یہاں ایسی رسالت اور نبوت کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جو سب امت کو مل سکتی ہے۔ اسی لئے آپ نے انعمت علیھم کا ذکر بھی یہاں کیا ہے۔ اور خود سارے الفاظ ہی بتا رہے ہیں۔ کہ فنا فی الرسول کا راستہ ساری امت کے لئے کھلا ہے۔ اور نہ صرف ایک فرد کے لئے غلطی کے ازالہ کی عبارت کے ان الفاظ کا کتاب ضرورت الامام جو ۱۸۹۸ء میں طبع ہوئی ہے۔ اور بھی واضح ہوتا ہے۔ کہ کس طرح حضرت صاحب کا مذہب اس بارے میں ہمیشہ ایک ہی رہا ہے۔ چنانچہ وہاں صفحہ ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔ "اور امام الزمان کی الہامی پیشگوئیاں اظہار علی الغیب کا مرتبہ رکھتی ہیں۔ یعنی غیب کو ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتی ہیں۔ جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کر لیتا ہے۔ اور یہ قوت انکشاف اس لئے ان کے الہام کو دیا جاتا ہے کہ تا ان کے پاک الہام شیطانی الہامات سے مشتبہ نہ ہوں۔ اور تا دوسروں پر حجت ہو سکیں"۔ غرض غلطی کے ازالہ میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں۔ جس سے صراحتہً یا اشارۃً یہ نتیجہ نکلتا

ہو۔ کہ لکھنے والا اپنے پرانے عقیدہ کو ترک کر کے اس کی بجائے کوئی نیا عقیدہ سکھلاتا ہے۔ اور اس اشتہار کو تبدیلی دعویٰ کی شہادت میں پیش کرنا ایک جہالت ہے۔ ہمارا بڑا مطالبہ نہیں۔ حضرت صاحب کی اپنی کوئی تحریر دکھاؤ۔ کہ میرا عقیدہ اپنی نبوت کے بارہ میں جس کے لئے میں دلائل دیتا رہا ہوں غلط تھا۔ پہلے کسی نبی کی نظیر بتاؤ کہ ایسی غلطی اس کے دعوے کے متعلق اس سے کبھی واقع ہوئی کہ خدا نے اسے نبی بنایا تھا مگر وہ ایک مدت تک ایسی غلطی میں مبتلا رہا ہو۔

اس اشتہار ایک غلطی کے ازالہ کی تشریح جناب مولوی محمد احسن نے حضرت صاحبؑ کی زندگی میں کی تھی۔ جس میں ثابت کیا تھا۔ کہ حضرت صاحب کا نبوت کے بارہ میں وہی عقیدہ ہے جو ہمیشہ چلا آتا ہے۔ اور اس کے کئی مقامات سے ظلی اور جزئی نبوت ثابت کی تھی۔ اور بتایا تھا۔ کہ یہ نبوت افراد امت مرحومہ بھی مل سکتی ہے۔ اور وہ خط جس میں یہ تشریح درج ہے۔ اخبار الحکم مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء میں چھپ چکا ہے۔

(۵) حکیم صاحب:۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں (ایک غلطی کا ازالہ اور حضرت صاحب کا ریویو مولوی محمد حسین اور عبد اللہ چکڑالوی کے مباحثہ پر صـ۷)۔

میں:۔ اس عبارت میں حضرت صاحب ایک تو شریعت والی نبوت کا انکار کرتے ہیں اور دوسری مستقل نبوت کا یعنی غیر شریعت والی نبوت کا۔ کیونکہ حضرت صاحب نے کل گذشتہ بنی اسرائیل کے نبیوں کو مستقل انبیاء مانا ہے اس میں کوئی استثنا نہیں فرمایا۔ خواہ شریعت والے اور خواہ غیر شریعت والے انبیاء ہوں۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی صـ۹ اور براہین احمدیہ حصہ پنجم حاشیہ صـ۱۸۱) اور جو نبوت آنحضرتؐ کی اتباع سے ملتی ہے اس کے مدعی ہیں۔ اور آپ اس کا نام خدا کی طرف سے علم غیب رکھتے ہیں۔ یہی نبوت کا محدثیت ہے۔ اور یہی نبوت لغوی معنوں والی نبوت ہے اور

اسکو اس امت کے کل کامل افراد تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی اشتہار کی اگلی عبارت میں فرماتے ہیں کہ "اس طور سے خاتم النبیین کی مہر محفوظ رہی۔ کیونکہ میں نے انعکاسی اور ظلی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام نبی اور رسول رکھا ہے۔ تو یہ اسکی حماقت ہے۔ کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ حاشیہ۔ یہ کیسی عمدہ بات ہے کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی مہر ٹوٹی اور نہ امت کے کل افراد مفہوم نبوت سے جو آیت فلا یظہر علی غیبہ کے مطابق ہے محروم رہے۔"

(۶) حکیم صاحب:- حاشیہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸ میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی پیروی کی برکت سے ہزارہا اولیاء ہوئے ہیں۔ اور ایک وہ بھی ہوا۔ جو امتی بھی ہے اور نبی بھی

میں:- ہزارہا اولیاء سے مراد عام اولیاء ہیں۔ کامل افراد کی نبوت سے آپ نے انکار نہیں کیا۔ یہاں صرف اپنی ایک خصوصیت بتائی ہے۔ کیونکہ آپکو خاص طور پر مسلم والی حدیث میں بطور پیشگوئی نبی اللہ کہا گیا ہے۔ جس کی بابت حضرت صاحب خود فرماتے ہیں کہ اس سے مجازی نبی مراد ہے۔ (سراج منیر صفحہ ۳) اور باقی سب کامل افراد حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں داخل ہیں۔ اور حضرت صاحب بھی خود اس میں داخل ہیں۔ اسی صفحہ میں چند سطریں آگے حضرت صاحب فرماتے ہیں "کہ مستقل نبوت آنحضرت پر ختم ہو گئی ہے۔ مگر ظلی نبوت جس کے معنے ہیں۔ کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی۔" اسی میں اپنے تئیں شامل کرتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آپ اگلی عبارت چھوڑ گئے۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔

(۷) حکیم صاحب:- خدا کی مہر نے یہ کام کیا کہ آنحضرت کی پیروی کرنیوالا اس درجہ کو پہنچا۔ کہ ایک پہلو سے وہ امتی ہے اور ایک پہلو سے وہ نبی۔ حکیم صاحب اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں۔ کہ حضرت صاحب صرف اکیلے کامل نبی ہیں۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۹۶)

میں:- اسی صفحہ کے حاشیہ کی اگر آپ یہ سطریں اگلی پڑھ لیتے تو آپ اس حوالہ کو کبھی پیش نہ کرتے۔ آپ احقاق حق کے لئے گفتگو کر رہے ہیں۔ معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ کہ آپ مطلب کی عبارت چھوڑ جاتے ہیں۔ جو فریق ثانی کے لئے مفید ہوتی ہے یہ انصاف سے بعید بات ہے۔ وہ عبارت یہ ہے۔ "اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنے اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوں گے۔"

(۸) حکیم صاحب:- آنحضرت کی امت میں اسرائیلی نبیوں کی مشابہ لوگ پیدا ہوں گے۔ اور ایک ایسا ہوگا کہ ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی۔ وہی مسیح موعود ہے۔ (حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱) ......

میں:- اس کا جواب نمبر ۶ و ۷ میں موجود ہے۔ بار بار آپ اسی سوال کا اعادہ کرتے ہیں۔

(۹) حکیم صاحب:- بعض یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ سچ ہے۔ کہ صحیح بخاری اور مسلم میں لکھا ہے۔ کہ آنے والا عیسیٰ اسی امت میں سے ہوگا۔ لیکن صحیح مسلم میں صریح لفظوں میں اس کا نام نبی اللہ رکھا گیا ہے۔ پھر کیونکر ہم مان لیں۔ کہ وہ اسی امت میں سے ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ یہ تمام بدقسمتی دھوکہ سے پیدا ہوئی ہے۔ کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ و مخاطبہ سے سرفراز ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت نبی کا متبع نہ ہو۔ پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۸)

میں:- اس جگہ بھی حضرت صاحب نے نبی کے حقیقی معنوں سے مراد لغوی حقیقی نبی کے لئے ہیں۔ کیونکہ اول تو اسی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ غیب کی خبر پانے والے اور مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہونیوالے کو نبی کہہ رہے ہیں۔ یہ سب باتیں حضرت صاحب محدث میں مانتے ہیں کیا سب محدث حقیقی نبی ہونگے اور دوسرے یہ کہ حضرت صاحب فرماتے ہیں۔ کہ جو غیب کی خبریں بذریعہ وحی خدا سے پاکر دیتا ہے۔ اور مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہو۔ آپکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اربعین نمبر ۲۔ حاشیہ صفحہ ۱۸ و براہین احمدیہ پنجم ۱۹۶) ایسے نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ کسی صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو۔

میں اس حوالہ پر اور امتی نبی پر خوب بسط سے بحث کر آیا ہوں۔ اس لئے زیادہ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

(۱۰) حکیم صاحب:- احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا۔ جو عیسیٰ ابن مریم کہلائیگا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اسکو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسیکو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰)

میں:- میں دمشق والی حدیث پر خوب بحث کر آیا ہوں۔ جس میں نبی اللہ کا لفظ مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ اس لئے اب میں زیادہ لکھنا نہیں چاہتا۔ باقی رہا کہ حضرت صاحب نے آیت فلا یظھر علیٰ غیبہ کے مطابق اپنے آپ کو رسول ٹھہرایا ہے اس کا جواب بھی میں کافی سے بڑھ کر دے آیا ہوں۔ جس کا آپنے کوئی رد نہیں لکھا۔

(۱۱) حکیم صاحب:- حضرت صاحب نے محدث کا لفظ جسکے معنے ہیں ایک وجہ سے نبی اس کو ۱۸۹۲ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک اپنے لئے استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد اسکو ترک کر دیا ہے۔ پھر اپنے آپ کو صرف نبی لکھتے ہیں (مجموعہ اشتہارات ص...)

میں:- اس سوال کا جواب بھی میں بخوبی دے چکا ہوں۔

(۱۲) حکیم صاحب:- محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے۔ مگر شان میں ہزار درجہ بڑھکر مثیل موسیٰ موسیٰ سے بڑھکر اور مثیل عیسیٰ۔ ابن مریم سے بڑھکر۔ (کشتی نوح ص ۱۳)

میں:- یہ فضیلت حضرت صاحب کو مسیح ابن مریم پر بلحاظ کارناموں اور نشانوں

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے؍

ششماہی ۴؍

سہ ماہی ۲؍

ماہوار ۹؍ طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بمدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۲

مختصر نوٹ و نکات

لمعات کے نام سے ایک روزانہ اخبار لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے جس کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ یہ نیا ہمعصر غالباً مولانا عمادی مدیر زمیندار کے زیر ادارت شائع ہونے لگا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شروع سے ہی اس کی نورانی کرنیں عالم روحانیت کی طرف رہنمائی کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ اس وقت ہمارا مقصود اس پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں بلکہ اس کے پہلے نمبر سے چند نہایت لطیف نکات اسرار القرآن کے عنوان سے بطور مقدمہ شائع ہوئے ہیں ہم ناظرین پیغام صلح کے تفنن طبع کے لئے نقل کرنا چاہتے ہیں۔ وھو ھذا

(۱)

۱۳۲۹ھ میں اہل مصر نے "جواہر القرآن" شائع کی تھی جو امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ کی تصنیف ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۲ و ۱۳ میں ہے:۔

"اللہ تعالیٰ کے افعال ایک بحر ناپیدا کنار ہیں جن کا استقصاء ہو ہی نہیں سکتا۔ موجودات میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے افعال ہی کی نمود ہے۔ لیکن قرآن میں یہ افعال زیادہ تر ایسے مذکور ہیں کہ جو محسوسات و مشاہدات کے عالم میں نمایاں ہیں۔

"مثلاً آسمان۔ ستارے۔ زمین پہاڑ درخت جانور۔ دریا۔ نبات۔ بارش۔ نشو و نمو اور حیات کے اسباب جن کا ظہور عالم احساس میں ہے

"لیکن خدا تعالیٰ کے سب سے عظیم و عجیب افعال وہ ہیں جو دائرہ احساس کے اندر نہیں آتے اور جو اس کی جلالت شان کی محکم ترین دلیل ہیں۔ یہ افعال ملکوت کے عالم میں شمار ہوتے ہیں۔ یعنی فرشتے روحانیات۔ روح۔ قلب۔ مطلب یہ ہے کہ اعضاء جسم انسانی میں جتنی چیزیں عارف باللہ ہیں وہ سب عالم غیب و ملکوت میں شامل ہیں عالم مشاہدات سے انھیں کچھ علاقہ نہیں"۔

(۲)

اسی کتاب کے صفحہ ۱۴ میں ہے۔

"قرآن میں ان حالات کا تذکرہ بھی ہے جو لقاء ربانی سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حالات اس روح اور ان نعمتوں کے تذکرے ہیں جو واصلین حق کے حصہ میں آئینگی۔

ان تمام اقسام ارواح کے لئے قرآن نے ایک جامع لفظ "جنت" (بہشت) استعمال کیا ہے، ان میں اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ جناب الٰہی کی جانب لذت نظر سے فیضیاب ہوں۔

"انھیں حالات کا دوسرا رخ ان رسوائیوں اور عذابوں کا تذکرہ ہے جو ان لوگوں کے شامل حال ہونگے کہ جو اپنی بے راہ روی کے طفیل میں لذت نظر سے محجوب رہیں گے انھیں طرح طرح کے درد و الم اٹھانے ہونگے جن سب کے لئے قرآن نے ایک جامع لفظ جہنم دوزخ استعمال کیا ہے ان میں سب سے بڑا عذاب اور سب سے بڑی رسوائی۔ جناب الٰہی سے دور اور محجوب ہونا ہے

"دونوں جماعتوں کو جو حالات پیش آنے والے ہیں انھیں کو حشر نشر۔ حساب۔ میزان۔ صراط کہا گیا ہے۔ جن کے ایک تو ظاہری معنی ہیں۔ اور ایک بہت ہی دقیق و غامض مطلب ہے جس سے قرآن کا تین حصہ لبریز ہے"

(۳)

امام غزالی نے روحانیات کا ایک خاص عالم مانا ہے اور ان کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ مشاہدات کے عالم میں جو کچھ بھی ہے وہ عالم روحانیات کی ایک مثال اور نمونہ ہے۔ مشاہدات گویا الفاظ ہیں اور روحانیات ان کے معانی و مطالب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمٰن (ایماندار کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہوا کرتا ہے)

اس کا مفہوم کیا ہے؟ اس کا مفہوم یہ ہے کہ انگلی

چیدہ خبریں

کلکتہ میں ڈاکوؤں کا سدباب کرنے کے لئے پولیس جو تدابیر اختیار کر رہی ہے۔ ان میں معتدبہ ترقی ہو چکی ہے۔ اولین تدبیر یہ تھی کہ یورپین سارجنٹوں کو مسلح کر دیا جائے۔ انہیں شہر کے بڑے بڑے راستوں پر متعین کر دیا گیا تھا۔ دوسری تدبیر یہ تھی کہ مسلح موٹر کاریں ان رقبوں میں گشت کرتے رہیں۔ جن کی نسبت خیال ہے کہ ان میں مقامی ڈاکو بود و باش رکھتے ہیں۔

"تازہ ترین تدبیر یہ اختیار کی گئی ہے۔ کہ" ایسے تختوں والے دروازے تجویز کئے جائیں جنہیں نیچے گرا دینے سے پولیس فوراً کسی رقبے کو بند کر سکے۔ اس قسم کے متعدد دروازے اس وقت کام دے رہے ہیں۔ پولیس اب شہر کا تمام شمالی حصہ انہیں دروازوں کی مدد سے بند کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس حصہ میں نہر کے ہر دو پلوں پر دروازے نصب کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ بریں اسی قسم کا ایک دروازہ لوئر بازار سٹریٹ اور دوسرا کالج سٹریٹ میں لوئر بازار کے مقام اتصال کے قریب ہے۔ یہ دروازے اس طرح بنائے گئے ہیں۔ جس طرح سڑک کے آر پار بانس گاڑ کر راستہ روک دیا جائے۔ انہیں پیدل راستہ پر نصب کیا گیا ہے۔ سڑک کی دونوں طرف کی رسی زنجیریں کھینچنے سے بیچوں بیچ دونوں تختے آ ملتے ہیں۔ جب وہ لگے ہوئے ہوں تو ان کی بلندی ۸ فٹ ہوتی ہے۔ یہ دروازے چند لمحوں میں نیچے گرائے اور نصب کئے جا سکتے ہیں۔

سکرٹری آف سٹیٹ ہند نے پنجاب کے محکمہ زراعت کے لئے ایک ماہر علم حشرات الارض کی اسامی منظور فرمائی ہے۔ جو شروع میں صرف پانچ سال کے لئے ہو گی۔ مگر یہ اسامی اس وقت تک پر نہ کی جائے گی۔ جب تک موجودہ مالی مشکلات زائل نہ ہو جائیں۔

مہاراجہ الور نے دو ہزار روپیہ کا عطیہ لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج فنڈ میں دیا ہے۔ جہاں مستورات کو طبی تعلیم دی جائیگی۔ ہز اکسیلنسی نے اسے نہایت شکریہ کے ساتھ اس عطیہ کو قبول کر لیا ہے۔

لنڈن سے ۱۷ مارچ کا تار ہے کہ پروفیسر میکڈانل کو رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی طرف سے کیمپبل میموریل میڈل پیش کرتے ہوئے لارڈ سینڈہرسٹ نے کیمپبل کی حسن کارگذاری کی بہت تعریف کی جو انہوں نے طاعون کے رونما ہونے کے وقت بمبئی میں دکھائی تھی۔ پروفیسر میکڈانل نے جواب دیتے ہوئے تحریک کی کہ یورپینوں کے لئے کسی سنسکرت کی تعلیم گاہ خصوصاً بنارس میں تحقیق و تدقیق کا ایک مدرسہ قائم کیا جائے۔ جیساکہ ایتھنز میں مستند آثار قدیمہ کا اور کوچین چائنا میں فرانسیسی مدرسہ ہے۔

سر ایڈورڈ گیٹ نے بہار اور اڑیسہ کی لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں بروز دو شنبہ اعلان کیا۔ کہ سکرٹری آف سٹیٹ نے ایک پٹنہ یونیورسٹی کی منظوری دیدی ہے۔ جو الہ آباد یونیورسٹی کے اصولوں پر ہوگی۔ اس سے اقامتی یونیورسٹی کی تجویز پر کچھ اثر نہ پڑیگا۔ جسکی پٹنہ یونیورسٹی کمیٹی نے سفارش کی ہے۔ جب یہ سکیم کو ہو وقت ہاتھ میں لیا جائیگا۔ جب اسکے لئے سرمایہ موجود ہوگا۔

کلکتہ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ سراج جیوٹ پریس میں کل شام کو ایک خوفناک آتشزدگی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ جس عمارت میں جیوٹ کی گھٹڑیاں تھیں وہ دو منزلہ اور نہایت مضبوط تھی۔ جسوقت آتشزدگی وقوع پذیر ہوئی ہے۔ تو شعلے اسقدر بلند اٹھتے تھے۔ کہ گویا آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ اور کئی میلوں تک انکی روشنی دکھائی دیتی تھی۔ آگ بجھانیوالا انجن جس میں دو موٹر لگے ہوئے تھے اور جسپر ساٹھ آدمی کام کر رہے تھے ان سے آگ نہ بجھ سکی البتہ چھ گھنٹوں کے بعد آگ کا زور کسیقدر کم ہوا۔ اور پھر وہ آگ کو بجھانے میں کامیاب ہوئے۔ نقصان کا تخمینہ چالیس ہزار روپیہ لگایا گیا ہے۔

کینینگ ٹاؤن سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ۲۴ پرگنہ میں بابو۔ پی۔ مانڈل گھوش کے مکان میں مسلح ڈاکوؤں نے جو تعداد میں بیس تھے۔ رات کیوقت حملہ کیا۔ جسوقت حملہ ہوا ہے اسوقت گھر کے تمام لوگ سو رہے تھے ڈاکوؤں نے جسقدر مال و اسباب تھا تمام لوٹ لیا۔ اور بعد ازاں مکان کو آگ لگا دی۔ آگ یک بیک تمام مکان میں پھیل گئی۔ جس سے مانڈل گھوش کی بی بی اور ان کا ایک شیر خوار بچہ جلکر مر گیا۔ مکان کو آگ لگانے کے بعد ڈاکو فرار ہو گئے پولیس نے تحقیقات شروع کر دی ہے۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ ان ڈاکوؤں میں سے پانچ تو اس وقت تک گرفتار بھی ہو چکے ہیں۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بفضلہ تعالے بخیر و عافیت ہیں۔ گذشتہ اشاعت میں ناسازئ طبع کا جو حال لکھا گیا تھا۔ اب بفضلہ تعالیٰ آرام ہے۔

حضرت خواجہ صاحب و ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب چکوال ایک جلسہ کی تقریب پر تشریف لے گئے ہیں۔ مکرمی حکیم غلام محی الدین صاحب بھوپڑ کو اللہ تعالے جزائے خیر دے جنکے اہتمام سے یہ جلسہ منعقد ہوا ہے۔ حکیم صاحب سلسلہ عالیہ کے پرانے رکن اور نہایت مخلص احمدی ہیں آپ ہمیشہ اشاعت اسلام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے ہیں۔

حکیم اللہ یار خان صاحب وصل المعروف بہ جوگی بھی حضرت خواجہ صاحب و مرزا صاحب کیساتھ ہیں۔ ہر سہ صاحبان کی واپسی پر مفصل رپورٹ جلسہ ہدیۂ ناظرین کی جائے گی۔

اخویم سید غلام مصطفیٰ صاحب (علیگ) اور صدیق حسین خان صاحب غالباً آیندہ ماہ ولایت ووکنگ مشن کے کاموں میں امداد دینے کے لئے بھیجے جانے تجویز ہوئے ہیں۔ اللہ تعالے ان ہر دو موصوفین کو اس پاک کام کی توفیق بخشے۔ اور اسکے لئے اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کی دینی خدمات اور رات دن کی کوششیں قابل رشک ہیں کس طرح سے آپ اپنے گرامی قدر اور قیمتی اوقات کا خون کر کے دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں۔ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں۔ جو آٹھوں پہر آپ کے پاس رہتے ہیں۔

درس قرآن کریم گذشتہ ۱۸ مارچ سے قبل از نماز مغرب ہوتا ہے۔ کل سے درس حدیث بھی شروع ہے۔ پہلے سبق میں حدیث شریف تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی ـــ نام پر نام رکھو اور میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ پر حضرت امیر رض نے ایک لطیف تقریر فرمائی۔ جو انشاء اللہ تعالے عنقریب ہدیہ ناظرین کی جائیگی۔

خطبات جمعہ انشاء اللہ تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بالترتیب شائع ہوتے رہینگے۔ آج بھی ایک خطبہ ہدیہ ناظرین ہے۔ فارغ اوقات کی مسلسل اور لگاتار محنت انشاء اللہ اس بارہ میں کارگر ثابت ہو گی۔

نومبایعین حافظ عبدالعزیز صاحب راولپنڈی سے۔ میاں نور محمد صاحب سنگت منڈی سے۔ بابو [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۱- مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۲

مسلمانوں کی ترقی کا حقیقی راز

خدمت کرو اور حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ

خطبۂ جمعہ

مورخہ ۲۵ فروری سنہ ۱۹۱۶ء

از حضرت مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

جنگ احد سے منافقین کا امتیاز

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنة نعاسا...... الی ...... ولقد عفا اللہ عنہم ان اللہ غفور حلیم۔ جنگ احد کے ساتھ منافقین کا کھلا کھلا امتیاز شروع ہوتا ہے۔ ابتدائے جنگ میں ہی عبداللہ بن ابی اپنے تین سو پیروؤں کو لیکر الگ ہوگیا تھا۔ بعض لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگ کے بعد بڑبڑانا شروع کیا تھا۔

صحابہ کرام کیلئے اپنی تکالیف سے رسول اللہ صلعم کا غم بڑھ کر تھا

اس جنگ میں مسلمانوں کو بہت تکلیفیں پہنچیں۔ بہت سے صحابی شہید ہوئے۔ جو باقی رہے اُن کو بہت کچھ نقصان پہنچا۔ تو اس بات کا بہت غم اور درد مسلمانوں کے دلوں پر تھا۔ پھر کچھ آدمیوں کے متعلق بیان فرمایا کہ ان کو جب رسول اللہ صلعم کی تکالیف کا علم ہوا تو اپنا غم وہ بھول گئے اور رسول اللہ صلعم کی فکر ان کو پڑ گئی

منافقین نے اپنی جانوں کو زیادہ اہمیت دی

لیکن ساتھ ہی ایک دوسرے گروہ کا بھی ذکر کیا کہ اھمتھم انفسھم ان کو اپنی جانیں اہم ہوگئیں۔ انھوں نے کہا کہ لو کان لنا من الامر من شیء ما قتلنا ھٰھنا اجی ہماری بھی تو کچھ مانی جاتی۔ تو ہم اس جگہ قتل نہ ہوتے۔ کیا جواب دیا لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیہم القتل الی مضاجعہم و لیبتلی اللہ ما فی صدورکم اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو بھی وہ لوگ جنہوں نے جنگ کرنا تھا نکل پڑتے۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ نکال دے جو کچھ تمھارے سینوں میں ہے۔

صحابہ اور منافقین میں فرق

کیا فرق ہے ان میں اور باقی صحابہ میں۔ دونوں گروہ ہیں۔ دونوں جنگ کے لئے نکلتے ہیں۔ دونوں میدان میں لڑتے ہیں۔ دونوں کو تکالیف پہنچتی ہیں۔ پھر کیوں ان کا نام منافق رکھا صرف اتنی بات کے لئے کہ ایک گروہ کو اپنی تکالیف بھول گئیں اور رسول اللہ صلعم کی تکالیف کا غم ان پر غالب ہوگیا۔ لیکن اس دوسرے گروہ کو اپنی ہی تکلیفیں یاد ہیں۔ اور انھیں اپنی ہی باتوں کی زیادہ فکر پڑی ہوئی ہے

موجودہ مسلمانوں اور اس وقت کے منافقین میں فرق

اب تو مسلمان اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے اپنے عیش و آرام میں منہمک ہیں۔ اور دین کی اشاعت کے لئے باہر نکلتے ہی نہیں۔ مگر یہ گروہ جس کا یہاں ذکر ہے وہ جنگ کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ ہاں جنگ کے بعد ان کو کچھ شکوہ ہے۔ محض اتنی بات سے کہ انھوں نے شکایت کی اپنے آپ کو دکھ پہنچنے کی۔ اور رسول اللہ صلعم کے دکھ کی پروا نہ کی انھیں منافق ٹھہرا یا گیا۔ اب مقابلہ کرو اپنی حالت کا ان کے ان حالات سے

اس سے ایک سبق

اور غور کرو کہ ان حالات سے کیا سبق دیا گیا ہے۔ اگر تم خدمت کرکے بھی شکایت کا حرف زبان پر لاؤ تو تمھاری وہ خدمت قابل قبول نہیں۔ چہ جائیکہ تم خدمت کرنے کا نام ہی نہ لو۔

قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے

یہ حرف شکایت زبان پر لانے سے اس قدر ناراضگی کیوں ہے اس لئے کہ قرآن تم سے ایک عشق چاہتا ہے۔ قرآن کے لئے۔ محمد رسول اللہ صلعم کے لئے تمھارے دلوں میں ایک عشق اور سوز ہو۔ اور تم اس کے غم میں باقی تمام باتوں کو بھول جاؤ۔ عاشق جو ہوتا ہے وہ کس قدر دکھ اٹھاتا ہے مصائب برداشت کرتا ہے۔ ٹھوکریں کھاتا ہے۔ لیکن کبھی حرف شکایت زبان پر نہیں لاتا۔ ان میں سے کسی بات کی بھی پروا نہیں ہوتی۔ اور وہ اپنی ہی دھن میں کام کئے جاتا ہے۔ اسی طرح سے اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ خدمت کرے اور شکایت کا خیال تک دل میں نہ پیدا ہو۔ جب تک یہ نہیں اس وقت تک تمھاری خدمت سچے عشق اور خلوص قلب سے نہیں۔ اس حرف شکایت کے ہی زبان پر لانے سے وہ لوگ قابل الزام ٹھہرے۔ ورنہ بظاہر تو انھوں نے بھی مسلمانوں کی طرح گھروں کو چھوڑا اور جنگ میں شریک ہوئے۔ پس خدمت کرو اور پھر جو دکھ پہنچے اسے خوشی سے قبول کرو۔

انسانی تڑپ اور محبت کے مختلف مناظر

دنیا میں ہر ایک انسان کوئی نہ کوئی تڑپ اپنے اندر رکھتا ہے جو اس پر حکومت کرتی ہے بعض وہ ہیں کہ ان کو اپنے ہی نفسوں کی خواہش اور پروا ہوتی ہے اور یہی خواہش ان پر ہر وقت حکمران رہتی ہے۔ ان سے بڑھ کر اور لوگ ہیں جو اپنے ملک کے لئے قوم کے لئے اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ اور کسی جان و مال کی پروا نہیں کرتے۔ یہی خواہش ان کے دلوں پر حکمران رہتی ہے۔ کہ کسی طرح ان کا ملک اور ان کی قوم ترقی کے میدان میں سب سے آگے ہو۔

اسلام ہم میں کس چیز کی تڑپ پیدا کرنا چاہتا ہے

لیکن اسلام نے ان سب سے بڑھ کر ایک اور قسم کی تڑپ انسان کے اندر پیدا کرنی چاہی ہے وہ چاہتا ہے کہ انسان کے پیش نظر نہ تو اس کا اپنا نفس ہو اور نہ ملک و قوم بلکہ ایک اللہ اس کی تمام خواہشات اور خیالات پر حکمران ہو۔

انسان کا حقیقی کمال اسی میں ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم سے سب سے بڑھ کر اسے محبت اور تڑپ ہو

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین کوئی تم میں سے ایماندار نہیں جب تک میں اسکو اس کے ماں باپ اور دیگر تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ انسان حقیقی کمال کو تبھی پا سکتا ہے جب اس کی اپنی خواہشات اور چھوٹی چھوٹی محبتوں پر ایک محمد رسول اللہ صلعم کی محبت غالب آجائے۔ ہر انسان کے

دل میں کسی نہ کسی چیز کی محبت اور تڑپ ضرور ہوتی ہے۔ یہ بات تو اس کی فطرت کے اندر مرکوز ہے کہ وہ دنیا میں کسی سے محبت اور پیار کرے۔ لیکن اس تقاضائے فطرت کو اسلام نے اس طرح پورا کیا کہ اسلام کی محبت اس پر ہر وقت اور ہر حالت میں غالب رہے۔ ورنہ فرق کیا ہے عام لوگوں میں اور ایک مسلمان میں۔

یہ محبت اور تڑپ کس درجہ پر ہو

اصل میں بات یہ ہے کہ انسان جس چیز کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔ بس اسی کا خیال اس پر ہر وقت حکومت کرتا ہے۔ اور وہ اس کا محکوم بن جاتا ہے۔ تو اسلام یہ چاہتا ہے کہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی محبت ہو کہ جس کسی جگہ جس کسی شغل میں بھی ہو یہی محبت تمھارے تمام خیالات پر غالب اور حکمران ہو۔ وہ جو کہتے ہیں دل بایار دست بکار اس کا عملی نقشہ انسان کے اندر پایا جائے۔

قوموں کی ترقی اور عروج کا راز

دنیا میں دیکھ لو جن قوموں نے ترقی اور عروج حاصل کیا ہے تو اسی وجہ سے کہ قومیت کا خیال ان کے ہر وقت پیش نظر رہتا ہے وہ اپنے ذاتی مفاد کو اپنی قوم پر قربان کرنے کے لئے ہر وقت طیار رہتے ہیں۔ یہ جو یورپ کی قومیں آج ایک دوسرے کے خلاف زور لگا رہی ہیں یہ اس درد کی وجہ سے ہے جو ان کو اپنی اپنی قوم کے لئے ہے یہ کوئی کسی کے ذاتی مفاد کے لئے نہیں۔ مانا کہ ایک قوم دنیا پر اپنی حکومت کا سکہ جمانے کے لئے اور دوسری قومیں تہذیب اور حق کے لئے جنگ کر رہی ہیں وہ ناحق پر ہے اور یہ حق پر ہیں۔ مگر جنگ قوموں کی باہمی جنگ ہے اور ہر ایک قوم کے افراد قومی حفاظت و ترقی کے خیال کو ہی پیش نظر رکھ کر کام کر رہے ہیں

اسلام ہمیں کمال کی طرف رہبری کرتا ہے

اسلام بجائے قومیت اور ملک کی محبت کے تمھیں ایک اور محبت کی طرف لے جاتا ہے جو ان سب محبتوں سے اعلیٰ اور فائز ہے۔ وہ ہے دین اللہ کی محبت

تمھاری فطرت کے اندر محبت کا بیش قیمت جوہر موجود ہے۔ اگر تم اس جوہر سے وہ کام لو جس کے لئے یہ پیدا کیا گیا۔ اگر تم اس مقصد کو اپنے دل کے اندر رکھو۔ تو تم اس حقیقی کمال کو پا لوگے جو انسانی زندگی کی غرض و غایت ہے

صحابہ کرام اور موجودہ مسلمان

کیا فرق ہے صحابہ میں اور ہم میں۔ کیا وہ تجارت نہیں کرتے تھے۔ کیا وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ نہیں رہتے تھے کیا ان کو معاش کی فکر نہ تھی اور کیا ان کو مال کی ضرورت نہ تھی۔ یہ سب کچھ تھا لیکن اس کے ساتھ ہی ان سب پر غالب ایک اور خیال بھی تھا جو ہم میں نہیں یا ہے تو کم

اتحاد کار و تفاوت نتائج

دیکھو وہ بھی دین کی خدمات کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان خدمات میں بعض منافق بھی ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں کام وہی ہوتا ہے۔ دونوں ایک ہی قسم کا کام کرتے ہیں۔ لیکن بوجہ اس خیال کے جو ایک گروہ پر مسلط ہے اور دوسرے پر نہیں دونوں کے نتائج الگ الگ ہیں۔

انسانی نشیب و فراز

بیشک جو خیال انسان کے اوپر حکمران ہو وہ بالضرور بارآور ہو کر رہتا ہے۔ جتنی اعلیٰ چیز کے لئے انسان کے دل میں تڑپ ہو۔ اتنا ہی وہ بلندی کی طرف جاتا ہے لیکن پھر جب وہ تڑپ اس کے اندر باقی نہ رہے وہ خیال اور وہ اعلیٰ اور پاک جذبہ اس کے دل و دماغ سے مفقود ہو جائے۔ وہ پھر اسی قدر نیچے بھی گرتا ہے جتنا کہ وہ اوپر اٹھا تھا۔

مسلمانوں میں آج قربانی کا مادہ کیوں بالکل مفقود ہے

کیوں مسلمانوں میں آج قربانی کا اتنا بھی مادہ نہیں جتنا کہ عام طور پر لوگوں کے اندر اپنے ملک و قوم کے لئے ہوتا ہے۔ بات یہ ہے ان کو تو خود اللہ تعالیٰ کی محبت سکھائی گئی تھی اور سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرنا سکھایا گیا تھا وہ محبت ان کے سینوں میں موجزن تھی جو سب محبتوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ کوئی چھوٹی موٹی محبت تو ان کے سامنے رکھی نہیں گئی اس لئے جب انھوں نے اس محبت سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑا تو چونکہ درمیان میں کوئی ایسی سیڑھی نہ تھی جو ان کے لئے رکھی گئی ہو اس اوج کمال سے اتر کر اور کوئی جگہ نہ تھی جہاں کہ وہ پاؤں ٹکاتے انھیں تو ایک کمال درجہ کی محبت کا دالہ و شیدا بنایا گیا تھا۔ دوسرا کوئی بت نہ تھا جو ان کے سامنے پرستش کے لئے پیش کیا گیا ہو پس وہ کیسے کسی اور چیز سے محبت کرتے۔ اور اپنی ذات سے بڑھ کر کسی کو اپنا محبوب بناتے۔ انھیں تو جو کچھ سکھایا گیا تھا وہ ایسا اعلیٰ تھا کہ کوئی ضرورت نہ تھی کہ اس کی موجودگی میں انھیں کسی ادنیٰ بات کی طرف متوجہ کیا جاتا۔ اس لئے وہ گرے اور ایسی طرح گرے کہ درمیان میں کوئی چیز ان کو روکنے والی نہ تھی۔ جس طرح اوپر چڑھنے میں انھوں نے درمیانی روکوں کی طرف کوئی توجہ نہ کی اور یکلخت اس اوج کمال پر پہنچ گئے جس کا خیال اُن کے جسم و جان پر حکمران اور اُن کے رگ و ریشہ میں رچ رہا تھا۔ ویسے ہی جب گرے۔ نہیں بلکہ [illegible] خیال اور اس تڑپ سے ان کے دل و دماغ خالی ہو گئے تو اور کونسی تڑپ تھی جو ان کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ تمام دوسرے خیالات اور قربانی کا ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا جذبہ محض اسی ایک اعلیٰ خیال سے وابستہ تھا جو حب للہ کے رنگ میں ان کے اوپر حکمران تھا۔ جب وہی نہ رہا تو باقی اور کونسا موقعہ تھا جس کے لئے وہ قربانی کرتے۔ اس لئے گرے بھی تو ایسے کہ اسفل سافلین تک جا پہنچے۔

بعثت ثانیہ

اب بھی جب وہ پھر اُٹھینگے تو اسی طرح اُٹھینگے جیسے کہ پہلے اُٹھے تھے۔ اور ویسے ہی اوج کمال پر جا پہنچینگے۔ یہی مسلمان ہونگے۔ یہی مفلس ہونگے۔ یہی کاروبار ہونگے۔ وہ جو اندر ہے جوہر اصلی وہ چمکنا چاہیئے۔ یہ باہر کی ٹیپ ٹاپ تو ایک عارضی بات ہے۔ کبھی بھی وہم نہ کرو کہ وہ کوئی اور قسم کے لوگ ہونگے۔ کوئی فرق نہیں کوئی مشکل بھی نہیں صرف ایک خیال کو اپنے اوپر حکمران بنانا ہے۔ اور بس۔

حضرت اقدس مسیح موعود اور آپ کی غیرت دینیہ

کیا عظیم الشان کارنامہ اس زمانہ میں مرزا غلام احمد نے آ کر کیا۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر وہ غیرت جو مجھے اسلام کے لئے ہے ایک پلڑے میں رکھ دی جائے اور باقی تمام موجودہ مسلمانوں کی غیرت دوسرے پلڑے میں تو میرا پلڑا یقیناً بھاری رہیگا۔

ان کی عادت تھی کہ اپنی ذات پر خواہ کتنا بڑا حملہ ہو پروا تک بھی نہ کیا کرتے تھے۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی حملہ ہوتا تو آپ کو غضب آ جاتا تھا۔ جوش سے بھر جاتے تھے۔ حق کے لئے غضب آنا کوئی بری بات نہیں۔

آپ کے وابستگان دامن فیض

پھر جنہوں نے ان کا دامن پکڑا ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں بھی دوسروں سے بڑھ کر اس غیرت کا حصہ ہے یہ درحقیقت اسی آگ

ے تھوڑی تھوڑی دلوں میں لگ گئی ہے اس چنگاڑی کو بجھا دو نہیں۔ تم اس چنگاڑی کو قائم رکھنے کی کوشش کرو۔ تا تمھارے کارنامے بھی تمھارے امام اور پیشوا کی طرح دنیا کو ہلا دیں

خواجہ صاحب کی مثال

خواجہ صاحب کی طرف دیکھو۔ چیف کورٹ کا ایک وکیل کیا ہے اور لوگ بھی وکیل بن جاتے ہیں مگر دیکھو کہ اس خیال کو اپنے اوپر حکمران کرکے جو دین اللہ کی محبت سے بھرا ہوا تھا انھوں نے کیا کچھ کر دکھایا۔

سبق اور نصیحت

تم بھی درحقیقت اگر خدا کی محبت کو اپنے اوپر حکمران کر لو تو یہ سب کچھ چیز نہیں۔ محبت تو وہی ہے لیکن وہ حاصل ہوتی ہے اور طرح پر۔ مگر جب غلط راہ سے حاصل کرنا چاہتے ہو تو اُلٹ نتیجہ ہوتا ہے۔

باہر جاکر لڑنے کو باعث تکلیف قرار دینا منافقوں کا کام تھا

یہ جو باتیں ان کے منہ سے نکلیں هل لنا من الامر من شیء اور لوکانوا عندنا ماماتوا وما قتلوا بڑے بے ہمتوں۔ بڑے نامردوں کا قول ہے۔ اللہ نے ایسا کہنے والوں کو منافق کہا ہے۔ اور اس قسم کے خیالات منافقوں کی طرف منسوب کئے ہیں۔

رسول اللہ صلعم اس خیال کے حامی نہیں ہوسکتے

اب کہا جاتا ہے کہ جنگ احد کے موقعہ پر باوجودیکہ رسول اللہ صلعم کی رائے تھی کہ اندر رہ کر لڑنا چاہئے لیکن صحابہ کی رائے کے مطابق باہر نکل پڑے۔ تو یہ بتانے کے لئے نکلے تھے کہ تمھارے مشورے کے مطابق عمل کرنے سے یہ نقصان جنگ احد میں ہوا مگر ادھر قرآن اس قول کو منافقوں کی طرف منسوب کرتا ہے۔ جنہوں نے کہا لوکان لنا من الامر من شیء ماقتلنا ھٰھنا ابھی اگر ہمارے اختیار میں ہوتا تو ہم یہاں نہ قتل کئے جاتے۔ یعنی نہ مدینہ سے باہر نکل کر جنگ کرتے نہ یہ مصیبت اٹھاتے۔ کیونکہ عبداللہ بن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔ کہ مدینہ کے اندر رہ کر جنگ کیا جائے۔

اور لوکانوا عندنا ماماتوا وما قتلوا اگر یہ لوگ ہمارے پاس یہیں مدینہ کے اندر ہی رہتے تو نہ مارے جاتے اور نہ قتل ہوتے۔ پس جب اللہ تعالیٰ اسے منافقوں کا قول بتاتا ہے تو بڑے جھوٹے ہیں

وہ لوگ جو اسے رسول اللہ صلعم کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ تعجب ہے جس بات کو قرآن منافقوں کی طرف منسوب کرے اُسے خود رسول اللہ صلعم کا منشا قرار دیا جائے۔

نقصان کی اصل وجہ

جنگ احد میں نقصان کی اصل وجہ تو یہ تھی کہ کچھ تیرانداز تھے جنہوں نے رسول اللہ صلعم کے اس حکم کی کہ تم اسی جگہ کھڑے رہنا اور یہاں سے ہلنا نہیں نافرمانی کی تھی ورنہ یہ خیال کہ اور صحابہ کی رائے کے مطابق باہر جانے سے نقصان ہوا یہ تو منافقوں کا قول تھا۔ اسے رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرنا آپ کی ہتک ہے۔ بلکہ یہ عجیب بات ہے کہ اسی کے آگے آتا ہے۔ وشاورھم فی الامر ان سے مشورہ لیا کرو اگر صحابہ کے مشورہ اور ان کی رائے کے مطابق عمل کرنے سے ہی نقصان ہوا تھا تو پھر شاورھم فی الامر کہنے کے کیا معنی۔

مختصر ترجمہ اور تفسیر آیات

ثم انزل علیکم من بعد الغم امنۃ نعاسا یغشی طائفۃ منکم اس غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تم پر آرام کی حالت بھیجدی وہ جو مضطرب تھے اور رسول اللہ صلعم کی تکلیف نے اُن کو غم میں مبتلا کر رکھا تھا ان پر آرام کی حالت آگئی۔ یا ہو سکتا ہے کہ نیند ہی آگئی ہو نیند بھی غم کو ہلکا کر دیتی ہے

باہر نکلکر لڑنے کو وجہ نقصان قرار دینے کو جاہلیت کی بات کہا ہے

وطائفۃ قد اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیۃ کچھ لوگ ہیں اُن کو اپنے نفسوں کی ہی پڑ گئی وہ اللہ پر طرح طرح کے گمان کرتے ہیں ظن الجاھلیۃ جاہلیت کی بات ہے۔ وہ جاہلیت کی بات کیا ہے یقولون هل لنا من الامر من شیء کہتے ہیں کہ ہمیں بھی تو کچھ حکومت اور اختیار ہوتا۔ (ایسا کہنے کو جاہلیت کی بات قرار دیا ہے۔) کیا عجیب جواب دیا ہے۔ قل ان الامر کلہ للہ کہدے کہ امر تو سب اللہ ہی کا ہے۔

منافقوں کا ایک اور نشان اور انکی تشخیص

یخفون فی انفسھم ما لا یبدون لک یہ ان کا ایک اور نشان بتایا کہ جو کچھ ان کے دلوں میں ہوتا ہے وہ باہر نہیں ہوتا۔ وہ اسے ظاہر نہیں کرتے۔ یقولون لوکان لنا من الامر شیء ما قتلنا ھٰھنا کہتے ہیں کہ اگر ہمیں کبھی کچھ اختیار حاصل ہوتا تو ہم اس جگہ نہ لڑتے۔ قل لو کنتم فی بیوتکم لبرز الذین کتب علیھم القتل الی مضاجعھم کہدے کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے یعنی مدینہ میں بھی جنگ کرتے تو وہ لوگ جن کے اوپر قتل ہونا لکھا جا چکا تھا یا جن پر دشمن کا قتل کرنا لکھا جا چکا تھا وہ نکل کر اپنی جگہوں پر ضرور آجاتے۔ ولیبتلی اللہ ما فی صدورکم ولیمحص ما فی قلوبکم اور (تمھارے اس باہر نکلنے سے تو) اللہ تعالیٰ ان باتوں کو باہر لانا چاہتا ہے جو تمھارے سینوں میں ہیں اور اُن کو پرکھنا چاہتا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے۔ واللہ علیم بذات الصدور اور اللہ تعالیٰ سب باتوں کو جو تمھارے سینوں کے اندر ہیں خوب جانتا ہے۔

کچھ بھاگنے والوں کا ذکر

پھر ایک اور واقعہ کا ذکر کیا فرمایا ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا۔ یہ اسی جنگ احد کا واقعہ ہے۔ جب تیراندازوں کے اپنی جگہ چھوڑ دینے کے باعث کفار کا زور ہوا ہے تو فوج جو پہلے ہی دشمن کے تعاقب میں ہونے کی وجہ سے ترتیب کی حالت میں نہ رہی تھی تتر بتر سی ہوگئی۔ اور کچھ لوگ بہت دور بھاگ گئے۔ تو اُن کے متعلق فرمایا کہ یہ بھی کسی کمزوری کا ہی نتیجہ ہے۔

ان کی معافی دربارِ الٰہی سے

ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف کر دیا بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا حلم والا ہے۔ لکھا ہے کہ جس وقت وہ واپس لوٹ کر آئے ہیں تو نبی کریم صلعم نے ان کی طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا۔ ان کو جتلایا تک بھی نہیں کہ یہ تم نے کیا کیا۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ وہ دوسروں کے عیب تلاش کرتے رہتے ہیں حضرت عثمان بھی انھیں بھاگنے والوں میں تھے۔ بعد میں خوارج نے حضرت عثمان کے متعلق یہ طعن کیا کہ وہ جنگ احد میں بھاگ نکلے تھے۔ تو اس پر حضرت عبداللہ بن عباس نے انھیں ڈانٹا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انھیں معاف کر دیا تو تم کون ہوتے ہو ان کی عیب چینی کرنے والے۔

خلاصہ مطلب اور دعا

الغرض ان آیات میں مسلمانوں کو اس علیٰ نصب العین کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جو ایک اللہ

ملے دیکھو الفضل مورخہ ۱۳ فروری صـــ کالم ۲

اسوۂ حسنہ

تربیت یافتگان عہد نبوت

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(از البلاغ)

(غزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جس وقت واقع ہوئیں حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے۔ اس لئے مجبوراً شریک نہ ہو سکے۔ بدل کتابت ادا کر کے جب وہ آزاد ہو گئے۔ تو غزوۂ خندق پیش آیا۔ اور یہ پہلی لڑائی تھی۔ جس میں وہ شریک ہوئے۔ اس کے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے۔ غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی۔ اس کے کھودنے کے لئے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے۔ اس بنا پر اُن کے متعلق انصار و مہاجرین میں بحث ہوئی انصار کہتے تھے۔ سلمان ہم میں سے ہیں۔ اور مہاجرین اُن کو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ نے اس جھگڑے کو ان الفاظ میں چکا دیا تھا۔ کہ:۔

سلمان منا اهل البیت۔ سلمان ہمارے اہلبیت میں سے ہیں۔

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اس قدر عزت نہ دی ہوگی۔ کہ اس کو اپنے اہلبیت میں شامل کر لیا ہو۔ یہ مساوات اسلام ہی نے قائم کی تھی۔ اور یہ اسی کا خاصہ لازمی ہے۔

اخلاق و عادات

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم۔ منکسر المزاج تائب رحمدل۔ زہد پیشہ۔ اور فیاض طبع تھے بیت المال سے اُن کو چار ہزار درہم ملتے تھے۔ لیکن وہ اُن کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر کرتے تھے۔ وہ جس زمانے میں مدائن کے امیر تھے۔ کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بنا کر معاش پیدا کرتے تھے۔ چنانچہ کچھ لوگ ان کی طرف گذرے۔ اور یہ حالت دیکھکر کہا۔ آپ تو یہاں کے امیر ہیں۔ اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے۔ پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں بعض روائتوں میں ہے۔ کہ اُن کا وظیفہ پانچ ہزار تھا۔ اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چن لایا کرتے تھے۔ اور اُن کے پاس صرف ایک عبا تھی۔ جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے اور آدھا پہنتے تھے۔ جو وظیفہ ملتا تھا۔ اسکو تقسیم کر دیتے تھے۔ اور کما کر گذر اوقات کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے لئے کوئی مکان نہیں بنایا تھا۔ جہاں کسی کا گھر ملجاتا۔ اسکے سایہ میں پڑ رہتے تھے۔ ایکمرتبہ حذیفہ رضہ نے اُن سے کہا۔ ہم آپ کے لئے گھر کیوں نہ بنا دیں انہوں نے کہا کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو؟ کیا میرے لئے ویسا ہی گھر بناؤ گے جیسا کہ تمہارا مدائن میں ہے۔؟ انہوں نے کہا نہیں۔ ہم تمہارے لئے بانس کا گھر بنائیں گے۔ اور اُس کی چھت نرکل کی ہوگی۔ وہ اسقدر پست ہوگا۔ کہ جب تم کھڑے ہو گے تو تمہارا سر اُس سے لگ جائیگا۔ اور اس قدر تنگ ہوگا۔ کہ جب سونا چاہو گے تو تمہارے پہلو اسکے دونوں کناروں سے ملجائیں گے۔ انہوں نے کہا اب تم نے میرے دل کی بات کہی۔

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے لیکن حضرت سلمان رضہ زہد کی وجہ سے اُس کو ہمیشہ ناپسندیدہ سمجھا کئے۔ ایک بار اُن سے اسکا سبب پوچھا گیا۔ تو فرمایا:۔

حلاوة رضاعتها یعنی اسکے دودھ کی شیرینی
و مرارة فطامها اور اسکے دودھ چھوڑنے
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی تلخی اسکا سبب ہے۔

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا۔ زکوۃ و خیرات کے مال کھانے سے اسقدر بچتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ اُن کے غلام نے درخواست کی۔ کہ مجھے مکاتب بنا دیجئے۔ انہوں نے فرمایا۔ تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر یہ کیونکر ہوگا۔ اس نے کہا کہ میں لوگوں سے سوال کر کے یہ مال ادا کر دونگا۔ آپ نے فرمایا کیا تم مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو۔؟

وہ زہد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبال جان سمجھتے تھے۔ وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو سعد بن ابی وقاص اُن کی عیادت کو آئے۔ حضرت سلمان اُن کو دیکھکر رونے لگے۔ انہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں۔ رسول اللہ صلعم آپ سے بہت خوش تشریف لے گئے۔ آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملیں گے۔ اور حوض کوثر پر رسول اللہ صلعم سے بھی ملاقات ہوگی۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا۔ لیکن رسول اللہ نے وصیت کی تھی۔ کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زاد راہ سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ حالانکہ ہمارے آس پاس یہ سانپ ہیں!

جس سامان دنیا کو انہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا۔ وہ صرف ایک پیالہ اور لوٹے کے سوا کچھ نہ تھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا توکل اور اُن کی قناعت عام طور پر مشہور تھی۔ یہاں تک۔ کہ بعض صحابہؓ نے ان کی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا۔

عبد اللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا۔ مجھے نیند آگئی۔ تو سلمان آئے۔ اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر پایا۔ انہوں نے کہا کہ نہایت عمدہ۔ توکل اختیار کرو۔ کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے۔ اور اس جملہ کو باربار دوہراتے رہے۔

رحمدلی کی یہ کیفیت تھی۔ کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے تھے۔ ایکدفعہ ایک شخص ان کے پاس آیا۔ وہ اُس وقت آٹا گوندھ رہے تھے۔ اس نے کہا آپ کا خادم کہاں ہے۔ آپ نے فرمایا ہم نے اسکو ایک ضرورت کے لئے بھیجا ہے۔ ہم نے پسند نہیں کیا کہ اُس پر دو کاموں کا بار ڈالا جائے۔

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے۔ وہ مدائن کے امیر تھے ایک مرتبہ نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھ لئے جاتا تھا۔ اُس سے اُن کے جسم میں خراش آگئی۔ وہ رک گئے اور پاس آکر اُس کا بازو ہلا کر کہنے لگے۔ جب تک جوانی کا لطف نہ اٹھا لو۔ خدا تمکو زندہ رکھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لئے آتا تھا۔ اس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو دیکھا۔ تو اُن کے جسم پر ایک چھوٹی سی عبا تھی اسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا۔ کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں۔ اس لئے اُس نے بلا کر کہا کہ یہاں آؤ۔ یہ بوجھ اٹھا لیچلو۔ حضرت سلمان کو بوجھ لیجاتے ہوئے لوگوں نے دیکھا۔ تو اس سے کہا۔ یہ تو یہاں کے گورنر ہیں۔ اُس نے کہا مجھے کیا معلوم تھا۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ جب تک اسکو تمہارے گھر تک نہ پہنچا دونگا۔ ہرگز نہ اتارونگا۔

ایک بار ایک شخص نے گھاس خریدی۔ وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا۔ اُس نے اُن کے سر پر وہ گھاس لاد دی۔ وہ راستے سے گذر رہے۔ تو لوگوں نے کہا۔ آپ کے بدلے ہم اٹھا لیتے ہیں۔ اس

نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا۔ کہ یہ رسول اللہ صلعم کے صحابی ہیں۔ اُس نے معذرت چاہی۔ مگر انہوں نے کہا۔ میں نے تو یہ نیت کر لی ہے۔ کہ اُسکو تمہارے گھر تک پہنچاؤنگا۔

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہو کر گئے۔ فوج کے نوجوانوں کے پاس ہو کر گذرے۔ تو اُن سبھوں نے اُن کی ہنسی اُڑائی ایک شخص نے کہا۔ آپ سنتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ان سے درگذر کرو۔ خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا۔

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے۔ لیکن جب کبھی نکلتے تو لوگ کہتے "کرک آمد کرک آمد" وہ پوچھتے۔ کہ یہ کیا کہتے ہیں۔ تو لوگ کہتے۔ کہ یہ سب آپ کو گڈریئے سے تشبیہ دیتے ہیں لیکن وہ اُن سے درگذر کرتے۔

لیکن باوجود اس زہد اور حلم و انکسار کے اُن میں رہبانیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ اور صرف یہی نہیں کہ خود رہبانیت سے بچتے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرتے۔ حضرت ابوالدرداء سے رسول اللہ نے ان کی مواخات کرادی تھی۔ ایک دن حضرت ابوالدرداء کی بی بی نے ان سے شکایت کی۔ کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں۔ اور دن کو روزے رکھتے ہیں۔ (لیکن میرا حق ادا نہیں کرتے)۔ اسلئے سلمان فارسی نے وہ رات وہیں بسر کی۔ جب ابوالدرداء نماز کو اُٹھے۔ تو انہوں نے روک لیا۔ صبح ہوئی تو کھانا تیار کروایا اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کر لیا وہاں سے نہ نکلے۔ ابوالدرداء رسول اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں اعتدال کے ساتھ عبادت کرو۔

(مناقب)

حضرت سلمان کو زہد۔ عبادت۔ حلم و انکسار اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جنت تین شخصوں یعنی حضرت علیؓ۔ عمار اور سلمان کی مشتاق ہے (رضی اللہ عنہم)۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ کہ سلمان کو رسول اللہ سے وہ قربت حاصل تھی۔ کہ قریب تھا۔ کہ ہم لوگوں پر غالب آجائیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے۔ وہ ایک ایسا دریا ہیں۔ جو کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔ وہ اہلبیت میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور حضرت سلمان فارسی کا چار ہزار تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ کہ ان کو امیرالمومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے۔ جو اُن کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اُن میں ابن عمرؓ نہیں شریک ہوئے۔

(وفات)

حضرت سلمان فارسی کی وفات کا واقعہ بھی نہایت عجیب ہے۔ جب اُن کی موت کا وقت آیا۔ تو انہوں نے اپنی بی بی سے کہا۔ کہ جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے۔ اُسکو اُٹھا لاؤ۔ وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائیں۔ حضرت سلمان فارسی نے پیالے میں پانی منگوایا اور مشک کو اُس میں حل کر دیا۔ پھر بی بی سے فرمایا اسکو میرے اردگرد چھڑک دو۔ کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے۔ اور کھانا نہیں کھاتی (ملائکہ) اور دروازہ بند کر کے تم یہاں سے چلی جاؤ۔ ان کی بی بی تعمیل حکم کر کے تھوڑی دیر تک باہر بیٹھی تھیں۔ کہ انہوں نے ایک نہایت آہستہ آواز سنی۔ جا کر دیکھا تو اُن کا وصال ہو چکا تھا۔

ایک افترا کی تردید

مکرم بندہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۱۱۔ مارچ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں فضلی ایڈیٹر نے خاکسار پر جو کچھ افترا پردازی کی ہے۔ اسکا مفصل جواب تو کسی آیندہ وقت پر چھوڑتا ہوں۔ بالفعل اس غلط بیانی کی تردید آپ ضرور بضرور کردیں۔ جو اس نے میرے متعلق کی ہے۔ کہ میں نے قادیانی گدی نشین کو کوئی خط لکھ کر کسی قسم کی معافی طلب کی تھی۔ حاشا وکلا میں نے کوئی خط ایسا نہیں لکھا۔ اگر اس شخص کی فطرت میں کچھ شرم و حیا باقی ہے۔ اور اگر اس نے اس مقولہ پر کہ "بے حیا باش وہرچہ خواہی کن" کو (؟) اپنا نصب العین نہیں بنا لیا تو اُسے چاہیئے۔ کہ میرا وہ خط شایع کرے۔ جو کہ بقول اُسکے میں نے اس کے حدیث السن پیر کو لکھا تھا۔ اور جس میں اپنے گناہوں کی معافی چاہی تھی ورنہ بتائے کہ اسکی اس غلط بیانی کو کیا کہا جائے۔ اور اس کے مرتکب کو کس پاکیزہ خطاب سے یاد کرنا چاہیئے۔

الفضل یہ اس ناسمجھ مدیر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں نے آج تک اس کے پیر کو جتنے بھی خط لکھے ان میں نہ میں مسئلہ نبوت پر ہی کبھی اس کے ہمخیال ہوا۔ اور نہ ہی مسئلہ کفر و اسلام میں میں نے اُسکو سچا سمجھا۔ پھر یہ کسقدر نادانی ہے جو الفضل نے کی ہے۔ اگر وہ سچا ہے۔ اور اس کا یہ بیان نری بڑ ہی نہیں تو اسے چاہیئے۔ کہ میرے اس خط کو شائع کرے۔ ورنہ خواہ مخواہ افترا پردازی کر کے اپنے اور اپنے پیر کے دامن امانت و دیانت کو مکر و فریب سے آلودہ نہ کرے۔

الفضل نے مجھے "مفسد" اور "فتنہ پرداز" کے ناپاک الفاظ سے یاد کیا ہے۔ میں اسوقت انکا جواب دینا نہیں چاہتا۔ عنقریب معقول دلائل سے بتاؤنگا۔ کہ کون ان الفاظ کا سچا طور پر مستحق ہے؟ (وہ یا اُسکا پیر) والسلام۔

خاکسار عبدالحق احمدی۔ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۶ء

مولنا محمد احسن صاحب کا خط محمودی مناظر کے نام

حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ۔ السلام علیکم یہاں شملہ میں مولوی عمرالدین صاحب محمودی مناظر کے نام مولوی محمد احسن صاحب کا خط آیا تھا۔ جسے میں نے اپنی آنکھوں سے پڑھا ہے۔ اس میں بھی مولنا موصوف نے صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ مفصلہ ذیل امور میں قادیانی جماعت جھوٹی ہے۔ یعنی ان امور میں کہ:۔

(۱) میثاق النبیین کے مصدق حضرت مرزا صاحب ہیں۔

(۲) اسمہٗ احمد کے مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں۔

(۳) تشحیذ کا مضمون کہ حضرت مرزا صاحب خاتم النبیین ہیں۔

اسے بے شک اخبار میں دے دیا جائے۔ یہ امر واقع ہے۔ والسلام

خاکسار عبدالحق احمدی۔ ۱۳ مارچ ۱۶ء

النبوۃ فی الاسلام

مکرمی شاہ محمد خان صاحب ریلوے انجینئر ایکٹ پوری تحریر فرماتے ہیں:۔

حضرت مولوی صاحب کی کتاب النبوت فی الاسلام حقیقی معنوں میں کلید کا کام کرنے والی ہے وہ دل جنکو ازلی قفل اگر نہ لگے ہوں۔ اگر دنیاوی قفلوں سے مقفل ہو چکے ہیں۔ تو ضرور اس سے کھل جاوینگے۔ اور وہ زمانہ دور نہیں کہ احمدی جماعت و غیر احمدی جماعت اس کتاب کے ذریعہ فیصلہ کر لیں

مختصر نوٹ

معیار قابلیت

۱۹ - فروری ۱۹۱۶ء کا الفضل اپنے پیر کی اس صدائے بے ہنگام کے ساتھ سُر ملاتا ہوا جس میں اس نے حضرت امیرؐ کے ترجمۃ القرآن انگریزی کو بغیر دیکھے ردی کا غذ قرار دیا تھا اس کا یہ ثبوت دیتا ہے کہ دو سال میں جو کچھ حضرت امیرؐ کی طرف سے شایع ہوا وہ کسی صاحب علم کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی یہی رائے دے گا اس میں کوئی شک نہیں ہم بھی الفضل کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں جتنے ابن الوقت - صاحب علم آج دنیا میں ہیں وہ ایسا ہی کچھ کیا کرتے ہیں کہ ایک وقت کسی شخص سے رابطہ و اتحاد ہونے پر بغیر دیکھے بھی اس کی نیکیاں اور خوبیاں خود بخود بیان کرتے چلے جانا اور دوسرے وقت اپنی نفسانی خواہشات اور بغض اور حسد سے مغلوب ہو کر انہی خوبیوں کو اسی منہ سے بدیوں اور برائیوں کے نام سے موسوم کر دینا انکا کام ہے۔ ایک وقت تھا جب حضرت مسیح موعود کو عام اسلامی دنیا قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی تھی یہاں تک کہ رئیس المکفرین محمد حسین بٹالوی نے یہاں تک لکھدیا کہ تیرہ سو برس میں آپ جیسا کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور آپ کو مجدد تک ماننے کو طیار ہو گئے - پھر وہ وقت آیا جب وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑے ہوئے تو پھر انھیں باتوں کو آپ کی تکفیر و تکذیب کا باعث ٹھیرالیا - آج قادیانی علماء پھر بھی اگر انہی کا ساتھ دے کر اسی مولوی محمد علی کو جسے ایک وقت "عربی زبان کا ماہر" "انگریزی زبان پر قادر الکلام" اور "اس کی تحریر پر پوری حکومت رکھنے والا - خدا تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق اور محبت کا پیوند" رکھنے والا "اسلام کی اشاعت کا دل میں جوش" اور اس کی موجودہ حالت کے لئے درد سینہ کی طرح بھرا ہوا - بغیر کسی لالچ کے اسلام کی خدمت کرنے والا - اور اس لئے انگریزی ترجمۃ القرآن کا موجودہ اسلامی دنیا میں واحد اہل کہا جاتا تھا (دیکھو الحکم ۲۷ اگست ۱۹۰۷ء) ہاں وہ محمد علی جسے خود مسیح موعود نے "وسیع معلومات" رکھنے کا سرٹیفکیٹ دیا (الحکم ۱۹۰۷ء) آج اسے عربی سے نابلد محض - انگریزی میں غلط ترجمہ کرنے والا - ناسخ - منافق - اسلام اور مسیح موعودؑ کا دشمن وغیرہ وغیرہ (الفضل ۱۹ - فروری ۱۹۱۶ء) نا پاک خطابات سے یاد کیا جاوے تو یہ کوئی نئی بات نہیں - سنت اللہ ہی اسی طرح سے چلی آئی ہے - اس لئے کسی نکتہ چیں کا اس ترجمہ کو ردی قرار دے دینا کوئی مستبعد امر نہیں ہاں ایسے عالموں کا قول فضلیوں کے نزدیک حجت ہوگا - ہمارا تو جواب ان کو یہی ہے۔

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

مولانا سید محمد احسن صاحب کا خط

الفضل نے اپنی ۱۸ - مارچ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں "مولانا سید محمد احسن صاحب کی تازہ ترین چٹھی" کے عنوان سے مولانا موصوف کے کسی خط کا جو انھوں نے میاں صاحب کو لکھا ہے ایک فقرہ درج کیا ہے جو اس کے زعم میں ان کی اس چٹھی کی تردید کرنے والا ہے جو چند دن ہوئے شیخ عبدالحق صاحب شاوی کے سوالات کے جواب میں انھوں نے لکھی تھی اور حضرت امیرؐ کی طرف سے ایک تمہید کے ساتھ شائع ہو چکی ہے - اگرچہ الفضل کا یہ پیش کردہ فقرہ بھی کسی طرح سے اس کے مفید مطلب نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیوں اس نے ہماری طرح مولانا موصوف کی تمام چٹھی کو شائع نہ کیا - اور ایک ہی فقرہ کو لکھ دینے پر کفایت کی - مولانا موصوف کی اس چٹھی میں جو ہماری طرف سے شائع ہوئی ہے اگر کوئی بات بزعم الفضل ہمارے خلاف بھی تھی تو بھی ہم نے اسے الفضل کی طرح چھپایا نہیں - بلکہ سارے کا سارا خط شائع کر دیا مگر اس کے بالکل برخلاف الفضل کا صرف ایک ہی فقرہ کو درج کرنا (جو وہ بھی کسی طرح سے اس کے مفید مطلب نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم بعد میں بتائینگے) بتاتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے - مگر تاہم اگر ایسا ہو بھی - تو بھی یہ بات بالکل خلاف دیانت و امانت ہے کہ کسی شخص کی چٹھی میں سے ایک ہی فقرہ پیش کر کے اس سے اپنے مفید مطلب کی بات نکال لی جائے - اور باقی تحریر کو چھپا کر رکھا جائے - اگر الفضل میں کچھ بھی دیانت و امانت کا مادہ باقی ہے - تو اسے چاہئے کہ اس چٹھی کو از اول تا آخر نقل کرے اور باقی اس سے پیشتر جو چٹھی مولنا موصوف نے اس وقت لکھی تھی جب نبوت غیر تشریعی قائم کرنے کے لئے مختلف شہادتیں اکٹھی کی جا رہی تھیں - اسکو بھی تمام و کمال شایع کر کے جماعت کو مغالطہ سے نکالا جائے - اگر الفضل مولنا موصوف کے عقائد کو اپنے غالیانہ عقائد کے مؤید جانتا ہے - تو آپ کی چٹھیات کو کیوں شایع نہیں کیا جاتا - ہاں کسی کے خط میں سے ایک فقرہ کاٹ کر شایع کر دینا جسکے مقدم و مؤخر کو ظاہر نہ کیا جائے یہ طریق دیانتداری نہیں -

لا نفرق بین احد من رسلہ کے معنے

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے اس افتراپردازی کا ذکر کیا تھا - جو ۴ - مارچ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں ہم پر کی گئی تھی - اور بالکل غلط اور خلاف اسلام اعتقادات ہماری طرف منسوب کئے گئے تھے - انہی میں سے ایک یہ بھی ہے - کہ گویا ہم "لا نفرق بین احد من رسلہ کے معنے یہ کرتے ہیں - کہ حضرت عیسٰی اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک ہی درجہ تھا" پیغام صلح کے ناظرین اس بات کی بخوبی شہادت دے سکتے ہیں - کہ ہمنے آجتک ایسے کوئی معنے نہیں کئے - اور کر بھی کیسے سکتے تھے جبکہ یہ علم و عقل کے رو سے کسی طرح سے بھی صحیح اور درست نہیں ٹھہر سکتے - الفضل کو چاہئے - کہ ہماری کوئی ایسی تحریر پیش کرے - ورنہ خواہ مخواہ غلط بیانی اور افترا پردازی سے باز آئے تعجب ہے کہ اپنی آنکھ کے شہتیر کی طرف تو خیال تک بھی نہیں کیا جاتا - اور دوسروں کی آنکھ کے فرضی اور وہمی تنکے بھی پہاڑ معلوم ہوتے ہیں - خود تو "مسیح موعود محمد است و عین محمد است" کہہ کہہ کر رات دن آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے - اور مسیح ناصری (نبی اللہ) تو کجا - ایک امتی حضرت مسیح موعود کو بھی آنحضرت صلعم کا عین ثابت کرنا اور آپ کے برابر بٹھانا چاہتے ہیں - اور الزام ہم پر دھرتے ہیں - کہ تم ایسا کہتے ہو - ہم الفضل کی طرح لغتوں کی صدائے بے ہنگام کو اپنے لئے آرڈ بنانا نہیں چاہتے - یہ کام اسی گروہ طاعنین و لاعنین کو مبارک رہے - لیکن ہم چاہتے ہیں - کہ ایسے مفتریوں سے سختی کے ساتھ اس بات کا مطالبہ کیا جائے - کہ جس کا ہماری طرف منسوب کرنا کسی صورت میں صحیح نہیں - الفضل کو چاہئے - کہ وہ اس کا کوئی ثبوت پیش کرے - اور ساتھ ہی اس بات کی تصریح کر دے - کہ وہ مسیح موعود کو بھی درجہ میں آنحضرت صلعم کے برابر سمجھتا ہے یا نہیں -

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر

آئندہ جمعرات مورخہ ۲۳ - مارچ ۱۹۱۶ء بوقت ۷ بجے شام حضرت خواجہ کمال الدین صاحب "اسلام اور قرآن کی تعلیم" کے عنوان پر احمدیہ بلڈنگس لاہور میں لیکچر دیں گے۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر - پبلشر - منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او بشیر شد اندر بدن	جاں شدہ با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۷ؔ

ششماہی ۴ؔ

سہ ماہی ۲ؔ

ماہوار ۹ؔ طلباء سالانہ للعہ

پیغام صلح

اخبار لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۱۸ جمادی الاوّل سنہ ۱۳۳۴ھ ہجر المقدس مطابق ۲۳ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۳

شذرات

نکات القرآن | پر روزانہ ہمعصر لمعات مورخہ ۲۲ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء میں مولانا مولوی عبداللہ العمادی مدیر لمعات و روزانہ زمیندار کے قلم سے حسب ذیل ریویو شائع ہوا ہے۔

"جناب مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے لاہور میں ایک مدت سے قرآن کریم کا درس دیتے ہیں۔ اس درس لطیف کا ایک حصہ جو پارۂ اول کی تفسیر میں تھا پچھلے سال شائع ہوچکا ہے۔ اور ہم اس پر ایک مبسوط ریویو بھی لکھ چکے ہیں دوسرا حصہ (موسوم بہ نکات القرآن) اب شائع ہوا ہے جس میں جزو ثانی سے آخر سورہ بقرہ تک کی تفسیر ہے۔ اس کی قیمت صرف چھ آنہ ہے اور فاضل مفسر سے بعنوان احمدیہ بلڈنگس نولکھا لاہور مل سکتی ہے۔

"قرآن کریم کے حقائق و معارف اس بدیع الشان تفسیر میں ایسی عالمانہ تحقیق و تدقیق سے بیان کئے گئے ہیں اور ہر ایک مسئلہ کو

ہونولی و خوش اسلوبی سے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے کہ عربی کے علاوہ دنیا بھر کی زبانیں شاید ایسی محققانہ سعی مشکور کی مثالیں پیش نہ کرسکینگی۔ بصیرت اہل نظر کے لئے ہم اس کی ایک بحث کا اقتباس ضروری سمجھتے ہیں۔"

اس کے بعد نکات القرآن میں سے آیہ کریمہ اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا کی تفسیر بعنوان "احیائے موتیٰ" اور "مردہ قومیں زندہ بھی اٹھتی ہیں" نقل کی ہے۔

دو اور انگریز نومسلم | بلال ووکنگ کے ایک تازہ خط سے معلوم ہوا ہے کہ دو اور انگریز حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں جسکی تفصیل یوں لکھی ہے۔ جبکہ ایک معزز بزرگ مسٹر لوگرود سلسلہ اسلام میں داخل ہوا ہے۔ ایک دوسرے کپتان صاحب کا خط ابھی اس ڈاک میں ملا ہے وہ بھی اپنے مسلمان ہونیکی خبر دیتا ہے اور اعلان کرتا ہے ایک کا اسلامی نام حبیب اللہ خاں اور دوسرے کا نصراللہ خاں تجویز کئے گئے ہیں۔ اور بھی خوشی کی خبریں ہیں جو پھر لکھونگا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ نصرتیں دیکھ کر بے اختیار منہ سے آپکی حمد نکلتی ہے خدا تعالیٰ ان سب

ایک لطیف مضمون | آج کے پرچہ میں خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک لطیف مضمون "رسول کریم صلعم کے اسمائے حسنہ" پر معزز معاصر اسوہ حسنہ سے نقل کیا گیا ہے۔ اس سے پیشتر بھی مرزا صاحب کے متعدد مضامین پیغام صلح میں درج ہوچکے ہیں۔ اور وہ بھی رسول اللہ صلعم کی ذات ستودہ صفات کے متعلق ہی ہیں۔ آپ کے یہ لطیف مضامین یکے بعد دیگرے ان دنوں میں میری نظر سے گذرے ہیں اور ان کی حقائق آفرینی نے مجھے مجبور کیا ہے کہ میں انھیں ناظرین پیغام صلح تک پہنچاؤں آج کا یہ مضمون بھی اگرچہ بہت طویل ہے۔ اور اخبار کے کچھ اوپر دو صفحات اور وہ بھی ایڈیٹوریل کالمز میں سے لے گیا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کے بیان کردہ پاکیزہ نکات شاید میرے کسی بیان سے زیادہ کارآمد و مفید ثابت ہونگے اور علیٰ ہذا ناظرین کرام کی خاص دلچسپی اور خوشی کا موجب بھی اس لئے اس کا اندراج ضروری سمجھا گیا۔ باللہ تعالیٰ ہمارا اس قابل بزرگوار کو جزائے خیر دے اور وہ اپنے مقدس باپ کے نقش قدم پر چل کر ان برکات و حسنات سے وافر حصہ پائیں جو اس مقدس انسان کی خدمت سے وابستہ ہیں۔ آ

اخبار احمدیہ

جلسہ چکوال و جہلم گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب و مرزا صاحب کے چکوال تشریف لے جانے کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ حضرت مرزا صاحب تو کل ہی تشریف لے آئے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب جہلم میں ہیں۔ غالباً آج لاہور پہنچ جائینگے۔ جلسہ کے حالات جو کچھ معلوم ہوئے ہیں اُنکو یہاں مختصراً لکھ دیا جاتا ہے۔

چکوال میں حضرت خواجہ صاحب کے تین لیکچر ہوئے۔ ایک ہفتہ کی شام کو توحید پر اور باقی دو اتوار کو صبح و شام۔ صبح کے وقت یورپ میں تبلیغ اسلام پر اور شام کو سلسلہ کے متعلق۔ پہلے دو لیکچر وہاں کی انجمن اسلامیہ کے جلسہ کی تقریب پر تھے۔ اور آخری اس جلسہ کے ختم ہونے کے بعد جماعت کے زیر اہتمام۔ ایسا ہی جوگی صاحب کی نظم بھی ہوئی۔ چکوال سے رات کے تین بجے روانہ ہو کر صبح ۱۰ بجے یہ [illegible] مہمانان ملت جہلم پہنچے۔ وہاں بھی جماعت کی طرف سے جلسہ کا پیشتر سے انتظام تھا۔ ۵ بجے حضرت خواجہ صاحب نے توحید پر لیکچر دیا۔ اور رات کو حضرت مرزا صاحب نے "چودھویں صدی کا مجدد" پر۔ اس آخری لیکچر کے صدر حضرت خواجہ صاحب تھے۔ جنہوں نے بعد میں قریباً آدھ گھنٹہ تک تقریر فرمائی جس میں خوب طرح سے سلسلہ عالیہ کی حقیقت کو واضح کیا۔ اور حضرت اقدس کے اصل دعاوی پر روشنی ڈالی۔ پیشتر ازیں جہلم میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اہلحدیث کانفرنس کی کسی تقریب پر حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق کچھ غلط بیانیاں کر گئے تھے۔ حضرت مرزا صاحب اور حضرت خواجہ صاحب ہر دو نے خوب طرح سے اُن کی صفائی کی اور فرمایا کہ جب بار بار ہماری طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت اقدس نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ خود حضرت اقدس کی کتابیں انہی باتوں سے بھرپور ہیں کہ میں مدعی نبوت نہیں۔ تو پھر تعجب ہے کہ کیوں ہمارے مخالف بار بار وہی بات رٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور اپنے مشغلوں کو ان غلط بیانیوں سے آلودہ کرتے ہیں۔ الغرض خوب کامیابی اور رونق سے یہ جلسہ ہوا۔ کل بھی حضرت خواجہ صاحب کے دو لیکچر ہوئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و عافیت عطا فرمائے۔ اور خدمات دین کی بیش از بیش توفیق بخشے۔ چکوال میں حکیم غلام محی الدین صاحب اور جہلم میں شیخ قمر الدین صاحب گھڑی ساز بابو عبد الحق صاحب۔ سیٹھ احمد دین صاحب سپرنٹنڈنٹ کمشنر۔ بابو عبد الرحمن صاحب کلرک سول ججی اور میاں بہاول بخش صاحب خاص طور پر شکریہ کے قابل ہیں جنکی محنت اور سعی سے ہر دو جلسے ہوئے۔ اور جنہوں نے ہر قسم کی امداد دینے میں پوری تندہی اور کوشش سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے۔ اور خدمات دین کی بیش از بیش توفیق۔ آمین!!

گذشتہ ۱۵ مارچ بروز ہفتہ جناب مرزا خدا بخش صاحب کی صاحبزادی بعمر [illegible] بقضائے الٰہی فوت ہو گئی۔ جنازہ احمدیہ بلڈنگس میں حضرت امیر نے پڑھایا۔

چندہ ترجمۃ القرآن مبلغ ۱۲؍ روپیہ منجانب منشی محمد سلطان صاحب سندھ معرفت حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وصول ہوئے۔

ڈاکٹر غلام محمد صاحب کی صاحبزادی کل مؤرخہ ۲۱ مارچ کو اپنے ننھیال میں یعنی مکرم و معظم جناب خواجہ عزیز الدین صاحب کے ہاں۔ بیمار ہو کر بعمر قریب ۲½ سال فوت ہو گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ خداوند تعالیٰ مرحومہ کی جدائی اُسکے والدین کے لئے بہت سی برکات کا موجب بنائے۔ اور انہیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین!

جنگ یورپ

پرنس آف ویلز مصر میں:- لنڈن ۱۹ مارچ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ ہز رائل ہائینس پرنس آف ویلز بحیرہ روم کی فوجی مہم کے کمانڈر انچیف کے سٹاف میں سٹاف کپتان کی حیثیت سے مصر میں پہنچ گئے ہیں۔

غنیم کے کیمپ پر قبضہ۔ لنڈن ۱۹ مارچ۔ [illegible] اخبارات نے حسب ذیل اطلاع شائع کی ہے۔

سلوم پر قبضہ کرنیکے بعد چند مسلح موٹر کار ڈیوک آف ویسٹ منسٹر کے ماتحت ۱۱۵ میل کو نکل گئے تھے۔ کہ غنیم کے کیمپ واقع بیر واسر پر قبضہ کر لیں جو ۱۵ میل مغرب میں ہے۔ راستہ میں موٹر کار کئی بدویوں کے پاس سے گذرے۔ جو مغرب کی طرف کو جا رہے تھے۔ لیکن موٹر کاروں نے اُن سے کچھ تعرض نہ کیا۔ کیمپ کو دیکھتے ہی موٹر کار سیدھے اسی طرف ہوئے۔ غنیم نے ایک توپ اور دو کلدار توپیں مقابلے میں استعمال کیں۔ اور نہایت ہوشیاری سے اُسے کام لیا لیکن توپوں کو کھینچنے والے تمام جانور مارے گئے۔ جبکہ موٹر کار ان سے ۵۰۰ گز کے فاصلہ پر تھے۔ پھر موٹر کار کیمپ کی طرف لپکے۔ غنیم تمام اطراف منتشر ہو گیا۔ ان کا تعاقب کیا گیا۔ لیکن ۱۰ میل کے بعد پٹرول کے ختم ہو جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ جب موٹر کار پھر جمع ہوئے تو معلوم ہوا کہ غنیم کا تمام توپ خانہ جس میں تین توپیں۔ ۹ کلدار توپیں ۲۵۰ فالتو پیپے۔ اور کثیر المقدار گولی بارود تھی۔ ہمارے ہاتھ لگی۔ ۹۱ قیدی جو غرق شدہ جہازوں کے عملے میں سے تھے چھڑا لئے گئے۔ ہماری جمعیت ۸ افسروں اور ۳۲ دیگر افسروں پر مشتمل تھی۔ ہمارے صرف ایک افسر کو خفیف زخم پہنچا۔ غنیم کے ۵۰ مقتول ہوئے۔

ایک عقلمندانہ مہم کا خاتمہ۔ اس طرح سے ایک چھوٹی سی عقلمندانہ مہم کا [illegible] انجام پذیر ہو گئی۔ جنرل پیٹن کی سپاہ نے ۳ ہفتہ میں حریف کی کمانڈر کو گرفتار کر لیا ہے تقریباً نصف ترکی ماتحت کمانڈروں کو مقتول یا مجروح کر دیا ہے۔ غنیم کے منتشر شدہ [illegible] کو سرحد سے بہت دور ہٹا دیا ہے۔ اور اس کی تمام توپیں اور کلدار توپیں چھین لی ہیں۔ اس کارروائی کے دوران میں ہماری فوج ڈیڑھ سو میل آگے بڑھ گئی۔ پیدل سپاہ کا کام قلت آب کی وجہ سے بہت دشوار تھا۔ لیکن تمام مشکلات پر نہایت عمدگی و مستعدی سے غلبہ حاصل کیا گیا۔

جرمنوں کو مزید شکست۔ لنڈن ۱۹ مارچ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے پھر دریائے میوز کے مشرق میں شکست کھائی ہے۔ اُنہوں نے پہلے توپخانہ کی شدید گولہ باری کی اور اس کے بعد سرشام واکس اور ڈیملوپ کے درمیان حملہ کیا۔ مگر فرانسیسیوں نے اپنی آتشیں چادروں سے انہیں پسپا کر دیا۔ جسکے بعد ووئیور کے علاقہ میں ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری ہوتی رہی اور محاذ کے باقی حصہ میں سکوت رہا۔

کامیاب ہوائی جھڑپیں۔ لنڈن ۲۰ مارچ۔ برطانی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دیرن آرمینٹیئرز اور ڈیسیلی پر توپخانے نے اظہار سرگرمی کیا۔ بہت سی ہوائی جھڑپیں ہوئیں۔ جن میں ہم کامیاب ہوئے۔ اور ہم نے تمام حملے پسپا کر دیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۳

رسول کریمؐ کے اسمائے خمسہ

از جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب
ایم۔آر۔اے۔ایس

نورے کہ ز لا الٰہ الا اللہ است
تاباں ز محمدؐ رسول اللہ است

حضرت انسان کی ذات میں جہاں اور چند قسم کے کمالات اور تصرفات رکھے گئے ہیں وہاں ایک مذہبی کمال یا مذہبی تصرف بھی رکھا گیا ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس سے انکار ہے۔ لیکن دراصل یہ درست ہے کہ مذہبی جذبات انسان کی طبیعت میں ہی رکھے گئے ہیں۔ انسان طبعًا ہی جویان ذات اعلیٰ اور خواہان تدین ہے۔ جس طرح اور خاصے ہیں اسی طرح یہ بھی ایک خاصہ ہے اسلامی نکتہ خیال سے نبوتوں اور رسالتوں کا شروع حضرت آدم صفی اللہ سے ہوکر ہمارے رسول کریمؐ پر ختم ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام ایک شروع تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتمہ۔ کیسا خاتمہ جو اپنی شان کے اعتبار سے رحمۃ للعالمین تھا۔ کیسا خاتمہ جو تکمیل دنیا اور تمام نعمتوں کا عطیہ۔ اور ختم نبوت کی مہر ساتھ لایا۔ وہ سلسلہ جو حضرت آدم سے مذہبی یا وجدانی رنگ میں شروع ہوا تھا۔ آنحضرتؐ پر آکر یہ تمام وکمال ختم ہوگیا۔ سلسلہ کے اعتبار سے ... ختم ہوا اور فیضان کامل کے لحاظ سے اس خاتمہ پر ایک اور شاندار سلسلہ شروع ہوا۔ تجدید فیضان وجدانی اور اعادہ برکات روحانی کی اس استواری سے بنیاد رکھی گئی کہ اس ذات ستودہ صفات کی بدولت ہزاروں مخلوق دولت یمن و برکت کرامات وولایت سے مالا مال ہوگئی انھیں وہ احترام روحانی ملا کہ اگلوں میں سے بہتوں کو نہیں مل سکا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

جو کچھ ان حضرات کے حصہ مجزہ میں رکھا گیا وہ کسی اور کے حصہ میں نہ رکھا گیا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

چونکہ اس ذات محترم پر اس مذہبی دنیا اور وجدانی سلسلہ کا خاتمہ نہ تھا اس واسطے تمام وجدانی کمالات کا خاتمہ بھی اسی ذات پر لازمی تھا یہی ذات مقدس اُن تمام کی ضامن اور کفیل ہوگئی تھی۔ اس خواجہ کائنات کی خلقت اقدس سے مطلب یہ تھا کہ اُسپر تمام احترامات وجدانی کا خاتمہ کرکے کسی اور رنگ میں اُس کی داغ بیل ڈالی جاوے۔ اور ایک ایسا سلسلہ چلایا جاوے جو یوم حشر تک ختم نہ ہو۔ گویا ایک خاتمہ سے دوسرے سلسلہ کا شروع ہو۔

گر خلق جہاں ہزار خیل اندمہ
اندر پے آرزو و منیل اندمہ
مقصود محمدؐ است و ما بقی ہمہ خلق
بر خوان محمدی طفیل اندمہ

دنیا میں وہ ہستیاں جو بارگاہ ایزدی میں کسی نوع کا احترام اور وقار رکھتی ہیں اپنے ساتھ حسب شان خود کچھ نہ کچھ نشان لاتی ہیں کوئی فطری رنگ میں کوئی جسمانی رنگ میں۔ کوئی مادی رنگ میں۔ کوئی وجدانی رنگ میں۔ خاص ہستیوں پر ہی موقوف نہیں اس ضابطہ کے ماتحت عام ہستیاں بھی آجاتی ہیں جو دیکھتے ہیں یا دیکھ سکتے ہیں وہ یہ راز پا سکتے ہیں

یار احوال دل زار کما ہی دانست
باز گفتیم بتعلیم الٰہی دانست

جو ہستیاں وجدانی رنگ میں مبعوث ہوئی ہیں اُن کی شان اور اُن کے نشانات کوئی اور ہی خصوصیت رکھتے ہیں۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام اس وجدانی دنیا اور مذہبی سلسلہ میں گذر چکے ہیں اُن سب کے نشانات اور خصوصیات جداگانہ تھیں۔ کسی کو طلاقت صحیح دنگی۔ کسی کو معجزہ وکرامت۔ کسی کو دست شفا اور کسی کو مقبول دعا۔ چونکہ ہمارے رسول کریم مصداق

آغز آمد بود فخر اولین

وجدانی دنیا کے سب کمالات اور احترامات کے خاتم اور مکمل تھے۔ اس واسطے اور نشانات کے سوائے انھیں پانچ خاص نشانات اسمائے محترمہ کے رنگ میں دیئے گئے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے

انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا

یہ اسمائے عظیمہ والقاب محترمہ اپنے اندر وہ جداگانہ فرائض۔ خصائص اور آثار رکھتے ہیں جو گویا نبوت احمدی رسالت محمدی کے ارکان اولیٰ کہے جا سکتے ہیں۔ ان القاب خمسہ کی نہ میں کمالات نبوت اور فیضان رسالت کی خوشخبریاں دی گئیں ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام اس سلسلہ کے اخیر ممبر تھے جو جو فرائض اور کام اپنے ذمہ بعثت کے لیکر آئے تھے اُن کا خلاصہ یا جزو اعظم حسب ذیل تھا۔

اول ایک شاہد کی حیثیت

اس رسول مقبول نے اپنی بعثت سے کن کن امور پر بیلاگ شہادت دی اور کن کن سے وہ شہادت وابستہ تھی۔ یا وابستہ ہے۔ یہ شہادت ایک شہادت جاریہ ہے۔ گو نبوت ختم ہوچکی ہے لیکن یہ سلسلہ شہادت ختم نہیں ہوا۔ یہ شہادت اُن نفوس کے مقابلہ میں اور اُن فطرتوں سے وابستہ ہے جو اس دنیا میں باعتبار انسانیت کوئی منزلت رکھتے ہیں۔ اور نیز اُن نفوس کے بھی جنہیں عامیانہ نفوس سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کارخانہ دنیا میں ہر چیز اور ہر حقیقت دوسری چیز اور دوسری حقیقت پر شاہد ہے۔ اور اس شہادت سے ہی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے امور ذیل پر شہادت دے کر وجدانی رنگ میں اُن کی تصدیق کی۔

(۱) وجود باری پر شہادت
(۲) توحید پر شہادت
(۳) جامعیت اور تقدس وجود باری پر شہادت
(۴) سلسلہ وجدانیات پر شہادت
(۵) سلسلہ رسالت پر شہادت

یہ شہادت اس خوبی اور اس صفائی سے دی کہ کوئی شبہ ہی باقی نہ رکھا۔ مدت سے جو زنگ وحدت پر چڑھ رہا تھا اس کو اس خوبی اور اس صفائی سے اتارا کہ حقیقت کھل گئی۔ صفات الٰہی کی بدولت جو جو غلطیاں سد راہ ہدایت ہو رہی تھیں انھیں صاف کرکے دکھا دیا۔ خدا کی خدائی میں جو جو رکاوٹیں اور جو جو گرہیں ڈالی جاتی تھیں انھیں اس خوبی سے کھولا کہ پردہ پڑ ہی نہیں سکتا۔ اس شہادت میں اُس ذات نبویؐ پر جو کچھ مصیبت جو جو تکالیف آئیں گو اُن کا شمار اور احصا نہیں ہوسکتا۔ لیکن اس شاہد امین نے اس ہمت اور اس حوصلہ اور صداقت پژوہی سے کام دیا کہ جس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ یہ شاہد صرف شاہد ہی نہیں تھے مشہود بھی تھے۔ وہ شاہد ایک عظیم الشان شاہد ہے جو ساتھ ہی مشہود بھی ہو۔ جب ایک شاہد کا عمل بھی شہادت کے مطابق ہو اور عملی رنگ میں شہادت کا ثبوت دیا جاتا ہو۔ تو ایسا شاہد ایک باوقار باعتبار عظیم القدر مشہود بھی ہوتا ہے۔

دوم۔ شہادت کے ساتھ جب بشیر اور نذیر بھی ہو تو ایسی شہادت کا درجہ اور بھی اعلیٰ اور برتر ہو جاتا ہے۔ آں حضرت علیہ السلام کی بعثت علیا سے کیا کیا بشارتیں وجود پذیر ہوئیں۔ یا کن کن بشارتوں پر روشنی ڈالی گئی اگرچہ ان کا نمبر بہت کچھ ہے لیکن خلاصۃً ان کی تفصیل یوں ہو سکتی ہے۔

الف۔ یہ بشارت دی گئی کہ انسان وجدانی رنگ میں کہاں تک ترقی کر سکتا ہے

ب۔ جو مذہب یا جو دین پیش کیا جاتا ہے وہ ایک زندہ مذہب ہے۔

ج۔ وجدانی کمالات اور روحانی امتیازات ایک حد تک حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

د۔ وجدانی ریاضت سے کیا کیا کمالات اور احترامات مل سکتے ہیں۔

ہ۔ اس زندگی کے سوائے ایک اور زندگی بھی ہے۔

و۔ وہ کیسی اعلیٰ اور کیسی شاندار ہے۔

ز۔ حشر ثانی میں اعلیٰ لذت دیدار اور کرم الٰہی ہے۔

ح۔ ایمانداروں کے واسطے کیا کیا نعماء الٰہی ہیں۔

ط۔ اصل مدعا خلقت انسانی سے کیا ہے۔

ی۔ خدا کی رحمت کہاں تک وسیع ہے۔

سوم۔ باعتبار نذیر ہونے کے بتلایا گیا کہ

(۱) مذہب پر نہ چلنے سے انسانی جذبات اور انسانی لذتیں کیسی ذلت و خواری میں پھنس جاتی ہیں۔

(۲) منکرین خدا کا حشر کیسا خوفناک ہوتا ہے۔

(۳) یہ زندگی صرف چند روزہ ہے اور کیسی بے اعتبار ہے۔

(۴) خدا کے ساتھ کوئی طاقت مقابلہ آرا نہیں ہو سکتی۔

(۵) آخر حق کی فتح ہے۔

(۶) بطالت پر غالب ہے۔

(۷) خدائی عذاب ایک مہلک عذاب ہے

(۸) بے مصرف زندگی زندگی نہیں بلکہ موت ہے

(۹) شرک و بدعت ایک عذاب اور ایک گمراہی ہے

(۱۰) اعدائے دین کو تنبیہ مصلحانہ

(۱۱) اظہار وعیدات صادقہ

(۱۲) تبیین غلبہ صداقت بمصداق جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا

(۱۳) انکشاف حجب و غفلت

چہارم۔ داعیاً الی اللہ باذنہ

اللہ کی طرف رنگ وحدت میں بمنشائے تعالوا الی کلمۃ و احدۃ مخلوق خدا کا بلانا اللہ کی راہوں کا کھولنا اور اس ضابطہ سے بلانا یا دعوت کرنا جو فیتوی لا اکراہ فی الدین

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن ولست علیھم بمصیطر سے باہر نہ ہو۔ خالص۔ صداقت اور فیضان قدرت کے خیال اور ارادہ سے ہو۔ جس میں بمصداق فان اجری الا علی اللہ کوئی ناجائز خود غرضی اور خود مطلبی نہ ہو۔ جو زندگی تمام اغراضات سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ جو نہ صرف رضائے مولا ہی کے تابع ہو۔ بلکہ یہ بھی کہ واقعی وہ اپنے حسن طبعی کے خیال سے ایک ضروری شے یا ضروری مرحلہ ہے۔ اور ہر ممتاز انسانیت کا وہ ایک فرض ہے۔

پنجم۔ سراجاً منیرا

عام دنیا کے واسطے بمصداق رحمۃ للعالمین سراجاً منیرا کے رنگ میں ہادی ہونا ہر ایک کے واسطے چراغ ہدایت وقف کر دینا اور ہر ذات کے مقابلہ میں نور اور شمع ہدایت کا کام دینا کسی ظلمت کدہ سے بخل نہ کرنا اور کسی ظلمت زدہ کے منور بنانے میں دریغ نہ کرنا مساوائی رنگ میں بملحوظی درجہ بندی اور تحفظ مراتب ذاتی ہر بھولے بھٹکے کے واسطے شاہ راہ ہدایت کا کام دینا

ان پانچ اسمائے محترمہ یا مدارج مکرمہ اور فرائض ممتاز کو مدنظر رکھ کر آنحضرت علیہ السلام کی زندگی کے واقعات کا مطالعہ کیا جاوے تو ثابت ہو جائیگا کہ اس رسول محترم کی زندگی اور کارنامہائے زندگی کیسے شاندار اور کیسے ارفع و اعلیٰ تھے اور اُن میں کس قسم کی خوبی۔ لطافت اور نفاست پائی جاتی تھی۔ اور ان میں حقانیت اور صداقت کا کس قدر زور تھا۔ نہ صرف یہی بلکہ یہ بھی کہ اس طریق عمل اور رفتار میں رسول کریم علیہ السلام کی سیرت اور شان کیسی محترم اور اعلیٰ تھی۔ اور اُس میں کیسی صداقت تھی۔ درخت ہمیشہ اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ ثمرات ہی درخت کے مفید اور غیر مفید ہونے پر شاہد لائے جاتے ہیں۔ آنحضرت علیہ السلام کا شجر رسالت جن لذیذ اور خوش آئند اور خوش گوار ثمرات سے بھرپور اور مثمر تھا وہ اُن حقایق اور اُن کیفیات کے مشاہدہ اور ملاحظہ سے ظاہر ہو سکتا ہے جو ان تبلیغات کے بعد اس دنیا میں ظہور میں آئیں۔ مسلک توحید ایک عرصہ سے شرک و بدعت کے خس و خاشاک سے بند پڑا تھا۔ اگرچہ پے در پے نبی اور مرسل بھی آتے رہے اور اس مسلک کے کھولنے پر زور بھی دیا جاتا رہا۔ پھر بھی ضیائے وحدت شرک و بدعت اور اصنام پرستی کی تاریکی پر غالب نہ آسکی۔ جو قومیں کسی حد تک مسلک توحید سے آشنا بھی تھیں اُن کی رفتار بھی خالص توحید سے عاری تھی اگرچہ متعدد مذاہب دنیا میں تھے لیکن کسی مذہب میں صحیح معنوں میں نہ ختم ہونے والی زندگی موجود نہ تھی۔ اگرچہ مذہب پرستی موجود تھی۔ اور مذہب کی عقیدت بھی مگر وہ زندگی جو کسی مذہب کے ماننے اور عقیدت سے حاصل ہونی چاہیئے اُس کا سرمایہ بہت ہی کم تھا۔ یہ عقدہ آنحضرت علیہ السلام نے ہی آنکر کھولا کہ خدائی فیضان بند نہیں ہوتا۔ ہمیشہ جاری رہتا ہے۔ صحیح رنگ میں طلب کی ضرورت ہے گو نبوت کا دروازہ اور مہر نبوت کا لگنا لگانا بند ہو چکا ہے۔ لیکن خاتم النبیین کے ماتحت اُن کی غلامی سے اُن کی روش پر چلنے سے وہی فیضان حاصل ہو سکتا ہے جو خوان نبوت سے نکلتا ہے۔ اور انسان اُن مدارج تک پہنچ سکتا ہے جو اب نبوت سے ملتے۔ اور فضائل نبوت ہی میں سے ہیں۔ منصف تاریخ اسلامی ایک وسعت کے ساتھ بتا دے گی کہ اس لازوال زندگی کی وجہ سے مسلمانوں میں سے کس قدر لوگ ان درجوں تک پہنچے ہیں جو بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھے۔ اس جماعت محترمہ کی بدولت ہی اسلام نے بہت کچھ ترقی پائی ہے۔ اور اس گروہ کے یمن و برکت اور تبلیغ کی بدولت دنیا کا اکثر حصہ دولت اسلام سے مالا مال ہوا ہے۔ حضرت کا ایک نام داعیاً الی اللہ بھی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کہاں تک اس نام کی برکت اور یمن سے لوگ اسلام کی جانب آئے۔ اور اب تک کس طرح آ رہے ہیں چونکہ آنحضرتؐ سراجاً منیرا تھے اس واسطے اس دھندلے میں جو دنیا کی وجدانی اور روحانی حالت پر چھایا ہوا تھا اس نام نامی نے وہ اثر کیا کہ جہاں وہ پہنچا تمام قسم کی تاریکیاں۔ تمام قسم کے دھندلے تمام قسم کی ظلمتیں دور ہو گئیں دنیا کے اکثر حصوں اور اکثر خوشہ چینیوں نے اس سراج منیر سے روشنی حاصل کی اور اس کی بدولت ان کے ضمیر روشن اور تاباں ہوئے ذرا دنیا کے ان مذاہب پر نظر کر کے دیکھو جو اسلام سے اول پائے جاتے تھے اُن کے بعض مشاہیر نے اپنے ٹمٹماتے چراغوں کو اسی آفتاب توحید سے تاباں اور روشن کرنے کی کوشش کی۔ عرب سے آفتاب توحید اس کمال اور اس آب و تاب سے نکلا کہ دنیا کے دھندلے علاقوں کو دنوں میں ہی روشن کر دیا اگرچہ لوگوں نے اس شمع اسلام شمع توحید کے بجھا دینے کی صدہا کوششیں کیں لیکن یہ شمع گل نہ ہوئی۔ چونکہ اس کا طلوع خدائی ہاتھ کے ماتحت تھا۔ اس واسطے بمصداق ولو کرہ الکافرون

اب تک اس روشنی اور آب وتاب میں فرق نہیں آیا - وہی زور اور وہی اثر اور وہی آب وتاب ہے - گو کہ مسلمانوں نے اس روشنی سے کام لینا چھوڑ دیا - جس کا نتیجہ وہ بھگت رہے ہیں - لیکن اسلامی آفتاب کی آب وتاب ہنوز وہی ہے - اور اسی طرح برابر رہیگی -

اُس جاری زندگی اور مستقل وجدانی زندگی کے ماتحت یہ فیضان رسول عربیؐ ان ہر پانچ محترم ناموں کی تاثیرات یا فیض کا انتقال امت محمدیہ کی جانب بھی ایک گونہ بمنزلۂ بلغ ما انزل الیک - ہر مسلمان امتیازی اور بروزی رنگ میں اپنی شان اور بضاعت کے مطابق جزوی شاہد بھی ہے بشیر بھی اور نذیر بھی - داعی بھی اور شمع توحید کے ماتحت راہ دکھانے والا بھی رسول کریم خدا کی جانب سے شاہد وغیرہ ہیں اور اُمتی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے حضرت کے فیضان وجدانی کا ہر مسلمان پر عکس پڑتا اور پڑ سکتا ہے - بشرطیکہ وہ متبعین رسول سے ہو - اور اُن کی غلامی کا اسے امتیاز اور شرف حاصل ہو - یہ سب فرائض تحت ادع الی سبیل اب تک ہر مسلمان کے ذمہ ہیں - جن جن مسلمانوں نے اس کے ماتحت آنحضرت کے فیوض اور غلامی سے حصہ بجز لیا وہی اسلامی دنیا میں بزرگان ملت کے خطاب سے مخاطب ہوئے وہی اولیائے اُمت رسول ہیں اور اُن کی شان میں قرآن مجید ناطق ہے اللہ اللہ اس نبی کریم کی بدولت ہم کو کیسی کیسی شان اور دولت نصیب ہوئی -

---

سرزمین پنجاب کی خصوصیت

اہل پنجاب کو اپنی زندہ دلی پر بہت ناز رہا کرتا ہے - اور کیوں نہ ہو جب کہ سرسید جیسے نامور بزرگوں نے انھیں "زندہ دلان پنجاب" کا خطاب دیا لیکن یہ زندہ دلی کس قسم کی ہے - اس کا حال معزز ہمعصر لمعات نے اپنی ۲۲ مارچ کی اشاعت میں یوں بیان کیا ہے :-

"سرزمین پنجاب کی خصوصیت میں یہ امر تو داخل ہے کہ کسی نئے اثر کو یہاں بہت جلد رواج ہوتا ہے - مگر بہت جلد اس اثر کو چھوڑ دیا جاتا ہے - ہندوستانی مذاہب میں جس قدر تغیرات ہوئے وہ سب کے سب پنجاب ہی میں ہوئے - پنجاب میں عقائد باطلہ کا فروغ تو ظاہر ہی ہے - عقائد حقہ کا فروغ بھی کچھ کم نہیں - اور اگرچہ یہ آخری فروغ برائے نام ہی سہی مگر جہاں کام نہ ہو وہاں نام بھی بہت ہے مثلاً احیائے اسلامی کی تحریک کا مرکز پنجاب ہی تھا اور پنجابیوں میں اس کے لئے خاص اسپرٹ موجود تھی - مگر جتنی جلدی پنجاب نے جذبات حقہ کو خیرباد کہی وہ بھی سب کو معلوم ہے - تغیر پسندی پنجاب کی سرشت میں داخل ہے - یہ کسی نئے اثر کو دیر تک نہیں نباہ سکتے - بہت جلد ہر ایک نئے اثر سے متاثر ہوتے ہیں - مصلحین کو سرزمین پنجاب نے جو اکثر مواقع پر انواع واقسام کے دھوکے دئے ہیں وہ بھی دنیا کے سامنے ہیں - . . . . . .

. . . . . پنجاب کی گذشتہ تاریخ بھی اس کی شاہد ہے - کہ یہاں کوئی جذبہ دیرپا نہیں ہو سکتا - پنجاب کے باہر دوسرے صوبوں میں کبھی جمود کی حالت رہی ہے - احرار کی تمام کوششیں ضائع گئیں اور اعلائے کلمۃ الحق میں مسلمانوں نے کوئی عملی حصہ نہیں لیا"

ہمارے خیال میں اس سے زیادہ خراب حالت جیسی کہ پنجاب کی بیان کی گئی ہے اور نہیں ہو سکتی گو ہم بھی اپنے معزز معاصر کی ہاں میں ہاں ملا کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ پنجاب کا ایسی حالت میں جبکہ دنیا میں کوئی اعلائے کلمۃ اللہ کا نام بھی نہیں لیتا فوری اثر سے متاثر ہو جانا بھی بہت غنیمت ہے - لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک وہ اثر دلوں میں جڑ نہ پکڑ جائے اور مستقل طور پر عقائد حقہ کو فروغ دینے اعمال حسنہ پر کاربند ہونے اور اعلائے کلمۃ اللہ میں عملی حصہ لینے کی کوشش نہ کی جائیگی یہ فوری اثر اور جوش در حقیقت کچھ چیز نہیں -

پنجاب نے جہاں دوسرے صوبوں کے بالمقابل یہ شرف پایا ہے کہ نیک باتوں کو بھی وہ قبول کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور قبول کرتا ہے وہیں اسے ایک قدم اور آگے بڑھا کر اس قبولیت کو عملی فروغ دینا چاہیئے - ورنہ بھاگتا پڑانا ہو کر مٹ جانا اس کے اس شرف کو بھی ملیامیٹ کر دینے والا ہے -

---

پنڈت دیانند جی کی صداقت پسندی

اس عنوان سے مولوی عبد الحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج تحریر فرماتے ہیں

کہ آپ نے پیغام صلح میں پنڈت دیانند جی کے متعلق کچھ ریمارک کیا ہے - لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پنڈت دیانند بہت خوبی کے انسان تھے - ان میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ اسستیہ کو چھوڑنے اور ستیہ کو گرہن کرنے کے لئے (جھوٹ کو چھوڑ کر راستی اختیار کرنے کیلئے) ہمیشہ طیار رہتے تھے - اور اس کی مصدق ان کی کل لائف ہے - چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لاہور کی برہمو سماج میں آپ نے زمین کا ساکن ہونا اور سورج کا گردش کرنا متعدد وید منتروں سے ثابت کیا - مگر جب لالہ سائیں داس جی نے یہ بتلایا کہ مہاراج سائنس تو کہتی ہے کہ زمین سورج کا طواف کرتی ہے اور آپ کے لیکچر کا نوجوان تعلیم یافتہ ہندوؤں پر شاید اچھا اثر نہ پڑے تو سوامی جی نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور دوسرے روز کے لیکچر میں فرمایا کہ کل جو کچھ میں نے زمین کے ساکن ہونے کی بات بیان کیا اس کو میری طرف سے نہ سمجھا جائے - وہ اوروں لوگوں کے خیالات میں نے ظاہر کئے تھے - وید مقدس میں صاف لکھا ہے کہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے - چنانچہ انہی وید منتروں سے پنڈت جی نے بڑی خوش اسلوبی سے زمین کا گردش کرنا ثابت کر دیا اگرچہ بعض پنڈتوں نے اتھرب وید کی اس شرتی سے زمین کا ساکن ہونا بیان کیا ہے دھرو پرتھوی

उं चक्रबादौ चक्र वा पृथ्वी
त्यादि भूर चलास्व भावत

چنانچہ سدھانت شرومنی میں بھی زمین کا ساکن ہونا صاف لکھا ہے

آپ عرصہ دراز تک سنوسنت کا پرچار کرتے رہے - لیکن جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ اس کے اصول غلط ہیں تو آپ نے فوراً الہامی کتابوں کو نا ستکتا کا فتوی دے دیا - اس کے بعد پنڈت جی برہمو سماج کے دلدادہ رہے - لیکن حقیقت حال کے انکشاف پر فوراً برہمو سماج کو چھوڑ دیا - زندگی کے آخری حصے میں تھیوسوفیکل سوسائٹی کے ممبر تھے - مگر آپ کو جب معلوم ہو گیا کہ یہ لوگ درحقیقت ناستک ہیں تو آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال میں اس کو چھوڑ دیا -

علاوہ ازیں پنڈت صاحب کو جو خوبی دوسرے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے یہ تھی کہ آپ کو اگر کوئی معمولی سے معمولی شخص بھی نیک مشورہ دیتا تو آپ اسے فوراً قبول کر لیتے تھے - چنانچہ بھنگ نوشی اور حقہ آپ نے ایک معمولی شخص کے کہنے پر فوراً ترک کر دیا - اور پھر ساری عمر منہ نہیں لگایا -

پنڈت جی کی دو سوانح عمریاں بڑی مستند سمجھی جاتی ہیں - ایک لیکھرام کی اور دوسری لالہ لاجپت

تاریخ عالم کا پہلا ورق

حضرت شیخ محی الدین اکبرؒ کے چند پاکیزہ اقوال

(از جناب شیخ غلام قادر صاحب عاکف)

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

جہاں قوموں کو جگانے اور اُبھارنے کے لئے اُس قوم کی تاریخ درکار ہے۔ وہاں فطرت انسانیہ کو جگانے کے لئے اُسکے سامنے اس کی حقیقت کا نقشہ پیش کرنا نہایت لابدی امر ہے۔ وھو ھذا:۔ اللہ جلشانہ کے اسماء حسنہ کی کوئی انتہا نہیں۔ اور ہر اسم اس کی ایک صفت کیساتھ موسوم ہے جب اُس نے چاہا۔ کہ حقائق اسماء یا یوں کہو کہ اپنی حقیقت کا خود معائنہ فرمائے تو عالم کو بمنزلہ ایک آئینہ کے مخلوق فرمایا۔ جو اُس کی حقیقت کا نظارہ پیش کرے۔ لہٰذا باعتبار اس کی صفت خلق کے یہ عالم مثل ایک وجود کالبدی کے جو معتدل الخلق ہو ظاہر ہوا جو روح سے عاری تھا۔ یعنی مانند آئینہ بے جلا کے تھا۔ مگر شان الٰہی یہ ہے (یعنی قانون قدرت یہ ہے) کہ جو شے معتدل الخلق ہو۔ اس میں روح کے قبول کرنے یعنی فیض تجلیات دائمی کے قبول کرنے کی استعداد ضرور ہونی چاہئے۔ اور یہ استعداد بھی عالم میں بحیثیت اپنی خلق کے موجود تھی۔ اس لئے گو اُس نے روح کو قبول کیا۔ یعنی اُسے استعداد قبول عطا ہوئی۔ اس جگہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اسی حصول استعداد کو نفخ روح سے تعبیر فرمایا ہے الغرض شان الٰہی اس امر کی مقتضی ہوئی کہ اس آئینہ عالم کو جلا دی جاوے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ جو اس عالم کی جلا اور اس کالبد کے روح رواں تھے اور فرشتے اس عالم یعنی انسان کبیر کے بعض قوائے روحانیہ اور حسیہ کی جگہ ہوئے۔ چونکہ خلقت انسان میں جمعیت الٰہیہ ودیعت ہے۔ اس لئے اس میں ہر مقام عالی پر پہنچنے کی اور مرتبہ حاصل کرنے کی لیاقت موجود ہے۔ (کما قال اللہ تعالیٰ۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم) جسکا ادراک بھی محض کشف الٰہی سے ممکن ہے۔ اسی لئے اسے جامع حقائق ہونے کی وجہ سے انسان کو خلیفۃ اللہ فی الارض کا مرتبہ عطا کیا گیا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں انسان کی جگہ ایسی ہی ہے۔

جیسے پتلی کی آنکھ میں اسی پتلی سے بصارت ہے اگر یہ نہیں تو بصارت بھی نہیں۔ اسی سے حق تعالےٰ نے اپنی خلق کی طرف نظر فرمائی۔ اور اُن پر رحم فرمایا۔ پس انسان حادث ازلی ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت خلق دائمی ازلی ہے۔ اس لئے خلقت دائمی ابدی ہے۔ اسی انسان سے وجود عالم تمام ہوا۔ اس کی مثال انگوٹھی کے نگینے کی سی ہے۔ جس پر نقش و علامت بنائی جاتی ہے کہ مہر کا کام دے۔ اور بادشاہ کے خزانوں کی حفاظت کرے۔ انہی اوصاف کی وجہ سے انسان خلیفۃ اللہ ہوا۔ اور وجود انسانی سے اللہ جل شانہ اپنی تمام مخلوقات کی حفاظت فرماتا ہے پس جب تک انسان کامل عالم میں موجود رہیگا عالم بھی محفوظ رہیگا۔ اور جب یہ نہ رہیگا۔ تو عالم بھی نہ رہیگا۔ جس طرح خزانہ جب اس کی حفاظت باقی نہیں رہتی۔ تو خود بھی باقی نہیں رہسکتا۔ جب اس عالم سے انسان کامل منتقل ہوکر عالم آخرت میں جائیگا۔ تو گویا وہاں کے خزانوں پر مہر لگے گی۔ اور وہ دائمی ابدی ہوگی۔ پس انسان کو چاہئے۔ کہ اپنے مرتبہ کو پہچانے اسکے سامنے فرشتوں کی نظیر موجود ہے۔ جو خاص خاص اسماء کے ساتھ اللہ جلشانہ کی عبادت کرتے تھے۔ اور اُن کے سوا دوسرے اسماء کا انہیں علم نہ تھا۔ انہوں نے اپنے علم کو کامل سمجھکر اور آدم کی ظاہری خلقت پر نظر کر کے حق تعالےٰ سے نزاع کی۔ کہ تو ایسی مخلوق کو خلیفہ کرتا ہے۔ جو زمین میں فساد و خونریزی کرے گی۔ انہوں نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا۔ اس لئے یہ بات اُن سے سرزد ہوئی۔ اگر وہ جانتے تو کبھی نہ کرتے اسپر طرہ یہ کہ اپنی تسبیح و تقدیس کے دعوے کو پیش کیا۔ جسکے ان پر انی اعلم ما لا تعلمون کا تازیانہ لگا۔ اے انسان یہ تیرے ہی سمجھانے کو اللہ جل شانہ نے قصہ بیان کیا ہے۔ تجھے چاہئے۔ کہ اپنی حقیقت کو پہچانے۔ اور ہر حال میں ادب کو ملحوظ اور دعوے سے زبان کو بند رکھے کیونکہ جس طرح فرشتوں کو بہت سے اسماء الٰہی معلوم نہیں تھے تجھے بھی اسکے تمام اسماء پر وقوف نہیں ہے۔

امور کلی گو ان کا وجود عینی نہ ہو۔ مگر معہود فی الذہن ضرور ہیں۔ اس لئے انہیں امور باطن سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ انکا اثر ہر وجود عینی میں ساری و جاری ہے۔ بلکہ عین امور عینی ہیں۔ ہر وجود عینی کا استناد ان سے کیا جاتا ہے۔ یعنے امور کلیہ اور موجودات خارجہ اگرچہ ایک اعتبار سے تابع و متبوع۔ لازم و ملزوم اور موثر و متاثر ہیں لیکن باعتبار اس کے کہ تمام حقائق

اکی حقیقت ذات الٰہیہ پر منتہی ہے۔ حقیقتہً دونوں ایک ہی ہیں۔ کیونکہ یہ حقائق مرکب ہیں۔ پس جبکہ امور کلی جو غیر خارجی اور موجودات عینی جو خارجی ہیں۔ ان میں باوجود نسبت عدمیہ کے ایک قسم کا ارتباط ہے۔ تو موجودات عینیہ میں باہم بہت زیادہ ارتباط ہوگا۔ اسی طرح حادث و محدث کا باہمی ارتباط ہے۔ حادث کو اپنے محدث کے ساتھ رشتۂ احتیاج ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا وجود اسی کی ذات سے وابستہ ہوتا ہے۔ پس حادث کی صفت ہوئی موجود بذات غیرہ یعنی واجب بالغیر اور محدث کی صفت ہوئی موجود بذاتہٖ یعنی واجب الوجود۔ پس جب ذات واجب الوجود نے چاہا کہ حادث کو وجود میں لائے تو تقاضا اس امر کا ہوا کہ کل اشیاء اسماء و صفات میں سے سوائے اسم ذات کے اس میں ودیعت رکھی جائیں اور وہ حادث تمام اسماء و صفات کے لحاظ سے باستثنائے وجوب ذاتی واجب الوجود کی صورت پر ہو۔

غرضیکہ جب امر الٰہی اسی طرح وارد ہوا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اپنی معرفت کا راستہ ہمیں اسطرح بتایا کہ اپنی حقیقت پر نظر کریں چنانچہ فرماتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔ اور خود رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اسی طرح اللہ جل شانہ نے ہماری حقیقت حادثہ کے علاوہ اور دوسری حادث اشیاء کیطرف دیکھنے اور فکر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ مثلاً۔ سنریھم ایاتنا فی الافاق و فی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق۔ ایک دوسری جگہ ہے و فی الارض ایات للموقنین۔ اسی طرح بہت جگہ اپنی معرفت کا طریقہ بتایا ہے۔ پس جب بندہ اپنے نفس کو پہچانتا ہے۔ تو اپنے رب کو بھی پہچان لیتا ہے۔ کیونکہ جتنی صفات سے اللہ موصوف ہے۔ بندہ بھی انہیں صفات سے موصوف ہے۔ سوائے صفت وجوب ذاتی کے۔ اسی وجہ سے حق تعالےٰ نے اپنا کلام اپنے بندوں پر اُن کی زبان میں اُتارا۔ غرضیکہ جب ہم نے حق تعالےٰ کو پہچانا۔ اور اپنی ہر چیز کی نسبت اسی کی طرف کی۔ پس حق تعالےٰ نے بھی ہمارے لئے اپنی ذات کی صفت ہماری صفات سے کی اور جب ہم نے حق تعالےٰ کا مشاہدہ کیا تو ہم نے اپنی ذاتوں کا مشاہدہ کیا۔ اور جب ہم نے اپنی ذات کو دیکھا۔ تو اس کی ذات کا مشاہدہ کیا اس میں شک نہیں کہ ہم ہزار ہیں اور وہ ایک ہے یہاں ہزار در ہزار عالم ہیں اور وہاں ایک واجب الوجود ہے گو ہماری حقیقت جامعیہ ایک ہے۔ لیکن ہم میں سے ہر ایک میں فرق ہے۔ تاکہ تمیز کیا جاسکے۔ اگر یہ فرق کرنے والی شئے نہ ہوتی:

تو کثرت میں وحدت ممکن نہ ہوتی۔ اسی طرح بندہ اور خدا میں ایک شے فرق کرنیوالی ہے۔ یعنی ہم محتاج ہیں اور وہ قاضیٔ حاجات ہے ہم حادث ہیں۔ وہ محدث ہے۔ ہم مخلوق ہیں۔ وہ خالق ہے۔ نہ وہ محتاج ہے نہ حادث ہے نہ وہ مخلوق ہے۔ وہ ان صفات سے ممتاز غنی و خالق ہے اسلئے اسکی نہ صفت اول ہے اور نہ صفت آخر۔ کیونکہ ان دونوں سے تقید لازم آتی ہے۔ وہ عین اپنی اولیت میں آخر ہے۔ اور عین اپنی آخریت میں اول ہے۔ اور یہی معنے ھو الاول ھو الآخر کے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اپنی ذات کو ظاہر و باطن کے صفات سے موصوف کیا۔ پس اسی رعایت سے ایک عالم شہادت بنایا اور دوسرا عالم غیب بنایا ہم باطن حق کو اپنے باطن سے اور ظاہر حق کو اپنے ظاہر سے حاصل کریں اور اپنی ذات کے لئے صفات رضا اور غضب اختیار فرمائیں۔ پس عالم کو ڈرنیوالا۔ اور امید رکھنے والا بنایا۔ اسی لئے ہم اس کے غصہ سے ڈرتے ہیں اور اس کی رضا کی کوشش کرتے ہیں۔ غرضکہ اسی طرح تمام صفات کا مظہر انسان کو بنایا اور اپنے دونو ہاتھوں جمال و جلال سے انسان کامل کو بنایا۔ جو تمام حقائق و مفردات عالم کا جامع قرار پایا۔ اسی طرح عالم شہادت اور خلیفۂ باطن کو پیدا کرکے سلطان حجاب میں ہو بیٹھا۔ اللہ جل شانہٗ نے اپنی توصیف میں فرمایا کہ وہ حجب ظلمانیہ میں مخفی ہے۔ یعنی حجابات طبیعہ میں پوشیدہ ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ وہ حجب نوریہ میں مستور ہے۔ یعنی ارواح لطیفہ حاجب بارگاہ ہیں۔ عالم چونکہ خود لطیف و کثیف کے درمیان میں ہے۔ اس لئے خود ایک حجاب ہے باوجودیکہ عالم حادث محتاج ہونے کی وجہ سے اپنے موجد کا دست نگر ہے۔ لیکن چونکہ اس میں وجوب ذاتی کے لیئے کوئی مخلص نہیں ہے۔ اس لئے پروردگار عالم کی ذات کا ادراک کبھی نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ جل شانہٗ نے آدم کو اپنے ہاتھ سے اس لئے بنایا کہ انکی بزرگی ظاہر ہو۔ اس لئے ابلیس سے سجدہ نہ کرنے پر پوچھا۔ ما منعک ان تسجد لما خلقت بیدی اور آدم کی بزرگی جس نے انہیں مسجود ملائک بنایا صرف اسی میں تھی۔ کہ ان میں صورت عالم اور صورت حق دونوں کو جمع فرمایا تھا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور یہی گویا دونوں ہاتھ اللہ تعالےٰ کے تھے۔ اسی جامعیت کے باعث حضرت آدم خلیفہ مقرر ہوئے۔ اگر آدم اللہ کی صورت پر اس عالم میں نہ ہوتے اور ان میں وہ سب چیزیں نہ ہوتیں جو رعایا اپنے بادشاہ کے جانشین میں طلب کرتی ہے۔ تو وہ خلیفہ ہی نہیں بنائے جا سکتے تھے۔ پس لازم ہے کہ ان میں وہ تمام چیزیں موجود ہوں۔ جن کی احتیاج رعایا کو پڑتی ہے۔ ورنہ خلافت کا صحیح اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پس اس لفظ کا اطلاق صحیح طور پر صرف انسان کامل پر ہو سکتا ہے۔ پس اللہ جل شانہٗ نے حضرت آدم کی صورت ظاہری حقائق۔ و صور عالم کے موجب بنائی۔ اور صورت باطنی اپنی صورت پر بنائی اسی لئے انسان کی شان میں فرمایا ہے کہ میں اس کی بینائی اور شنوائی ہو جاتا ہوں۔ اور یہ نہیں فرمایا۔ کہ میں اس کی آنکھ یا کان ہو جاتا ہوں اس کے بعد آدم کی صورت ظاہری و باطنی میں فرق فرمایا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ نے موجودات عالم میں سے ہر شئے میں بقدر اسکی استعداد کے اپنی صفات کے ساتھ سرایت فرمایا۔ لیکن خلیفۃ اللہ کی سی جامعیت کسی کو نہیں بخشی۔ اگر موجودات عالم میں حق تعالےٰ اس طرح اپنی صفات کے ساتھ سرایت نہ فرماتا۔ تو اس شئے کا وجود ممکن نہ ہوتا۔ اسی ارتباط وجودی کے سبب سے عالم کو اپنے وجود کے بارہ میں حق تعالےٰ سے احتیاج واقع ہوئی غرضکہ آدم کی تخلیق اس طرح فرمائی۔ اور ان سے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے۔ چنانچہ خود فرماتا ہے۔ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ الخ

ترجمۃ القرآن انگریزی قادیان

معزز ہمعصر مشرق گورکھپور نے اس عنوان سے اپنی ۱۲ مارچ کی اشاعت میں ایک غیر احمدی نامہ نگار محمد عبدالشکور کا ایک نوٹ شائع کیا ہے۔ جسکا یہاں نقل کردینا اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے۔ کہ میاں صاحب کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے متعلق حضرت خواجہ صاحب نے جو نوٹ چند دن ہوئے اخبارات میں طبع کرایا تھا۔ وہ کسقدر صحیح اور جائز امر تھا۔ اور مولوی شیر علی صاحب اور انکے دیگر رفقا کا اسکی تردید میں یہ لکھنا کہ ختم نبوت کی اس ترجمہ سے کوئی ہتک منظور نہیں۔ اور کہ خواجہ صاحب نے صحیح نوٹ لکھا ہے کہ یہ ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کیطرف منسوب ہو رہا ہے۔ کسقدر غلط اور ناجائز بات تھی۔ نیز اس سے ان غلط بیانیوں کا بھی بخوبی ازالہ ہو جاتا ہے جو خواجہ صاحب کے احمدیت سے رجوع کرنے اور غیر احمدیوں کے انہیں احمدی نہ سمجھنے کی بابت آئے دن کی جا رہی ہیں۔ (ایڈیٹر)

اخبار مشرق ۲۶ فروری میں "خواجہ کمال الدین صاحب سابق احمدی حال حنفی کا ایک نوٹ" کے زیر عنوان مولانا محمد عثمان احمدی کا مضمون شائع ہوا ہے۔

اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب احمدی سے حنفی ہوگئے لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا ہے۔ کہ خود خواجہ صاحب نے اعلان فرمایا ہے یا مضمون نگار صاحب کی جدت طبع ہی ہے مجھکو جہاں تک معلوم ہے وہ بدستور احمدی جماعت میں ہیں۔ ہندوستان میں جسقدر تقریریں ممدوح نے کی ہیں اور رسالہ اشاعت اسلام میں جسقدر مضامین اب تک نکلے ہیں ان میں ایسے اختلافات و تعلیمات کا اظہار کیا گیا ہے جن سے کسی مسلمان کو انکار نہیں ہو سکتا ہے نہ کسی فرقہ اسلامیہ کو ان پر اعتراض کا موقع ہو سکتا ہے۔

اس سے بالکل قرین قیاس ہے کہ مولانا محمد علی صاحب کا ترجمۃ القرآن انگریزی جو لنڈن میں چھپ رہا ہے ایسے ہی اصول پر ہوگا جو کسی فرقہ اسلامیہ کے اعتراض کا باعث نہ ہوگا۔ اسکی تائید رسالہ اشاعت اسلام سے بھی ہوتی ہے۔ جس میں ترجمۃ القرآن پر بحث کی گئی ہے جو کسی فرقہ اسلامیہ کے عقائد کے خلاف نہیں ہے اور غیر مسلم کے شکوک و اعتراضات رفع کرنے کے لئے کافی ہے۔

جناب خواجہ صاحب نے اپنا نوٹ جو اخبارات میں شائع کرایا ہے۔ وہ بہت ہی اچھے موقع پر ہوا ہے ورنہ بہت سے مسلمان دھوکے میں آجاتے۔ اور قادیان کے ترجمۃ القرآن انگریزی کو وہی ترجمہ سمجھتے جو جناب خواجہ صاحب لنڈن میں طبع کرا رہے ہیں۔ جس سے علاوہ ترویج عقائد باطلہ کے بہت بڑا نقصان یہ ہوتا کہ عامہ مسلمین کو خواجہ صاحب سے بدگمانی پیدا ہو جاتی اور ان کے اسلامی مشن کو نقصان پہنچتا۔ جناب خواجہ صاحب کا اپنے نوٹ میں یہ ظاہر کردینا کہ اسکی (ترجمۃ القرآن انگریزی شائع شدہ انجمن ترقی اسلام قادیان کی) ایک غرض ان عقائد باطلہ کی ترویج ہے جن سے ختم نبوت کی ہتک منظور ہے۔ نہایت صحیح ہے۔ مضمون نگار صاحب فرماتے ہیں۔ کہ تمہارا ہے او پر ایک بہتان ہے۔ کہ ہم ختم نبوت کو توڑنا چاہتے ہیں لیکن ہم مولانا محمد عثمان صاحب کو بتلانا چاہتے ہیں کہ آپ کا دعوے واقعہ کے خلاف ہے۔

ترجمۃ القرآن انگریزی جو قادیان سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک جزو (یعنی سورہ فاتحہ) میرے پاس پہنچا ہے۔ اسکے صفحہ ۳ کے سطر ۲۲ و ۲۳ و ۲۴

ر ۲۵ میں جو کچھ لکھا ہے - اسکو بجنسہ ذیل میں درج کرتا ہوں -

The arabian Prophet (Peace and blessings of God be upon him) also left predictions about the advent ...... of prophet - a Messiah whome he named Jesus, as he was to resemble that prophet in spirit & power. Such a prophet appeared in the person of Mirza Ghulam Ahmad of Qadian, in the province of the Punjab in India.

جو لفظ پرافٹ (نبی یا رسول) رسول عربی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے سطر ۳۲ میں استعمال کیا گیا ہے - وہی لفظ پرافٹ سطر ۳۴ میں جناب مرزا غلام احمدؐ صاحب کے لئے لکھا گیا ہے - اسکے سوا فقرہ جات بالا سبھی خود ایسے ہیں - جن سے ختم نبوت کی ہتک متصور ہے - اور یہ سارا فقرہ ختم نبوت کو توڑتا ہے - میں اس مضمون کو ختم کرکے ناظرین کے انصاف پر چھوڑتا ہوں - کہ وہ دیکھیں کہ جناب خواجہ صاحب کا نوٹ کتنا ضروری اور باموقع تھا *

الراقم - محمد عبد الشکور (لاری)

انتخاب خلافت مصنفہ منشی برکت علی شملوی پر ریویو

میاں محمود احمد صاحب کے پرستاروں میں سے کئی جوشیلے آدمیوں نے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی پرواہ نہ کرکے اپنے پیر کو راضی کرنے کے لئے بہت کچھ عقل اور مال خرچ کیا ہے اور برساتی مینڈکوں کی طرح مختلف علاقوں سے یہ لوگ آوازیں دیتے رہے - اور اب بھی کسی نہ کسی جگہ سے ان کی آواز آتی رہتی ہے شملہ سے منشی برکت علی صاحب بھی بذریعہ ایک کتاب بہ عنوان بالا بولے ہیں - آپ کا طرز استدلال اور شوخی سے بھری ہوئی تحریر ظاہر کر رہی ہے کہ آپ بھی قادیانی گدی کے ... دینے والوں سے کم نہیں رہنا چاہتے - کیوں نہ ہو یہ بھی خلافت کی برکت ہے کہ اگر ایک خلیفہ گالیاں دینے کا عادی ہو تو اس کے مریدوں میں یہ عادت سرایت کرجاتی ہے - بقول سے

بہ نیم بیضہ کہ سلطاں ستم روا دارد
زنند لشکریانش ہزار مرغ بسیخ

میاں محمود احمد نے اگر احمدیوں کو ایک گالی دی ہے یا ایک بہتان باندھا ہے تو اس کے مریدوں نے کوئی حد نہیں چھوڑی - گویا انھوں نے اپنی نطرتی صفات کو بہت عمدہ طور پر ظاہر کردیا ہے - ہم انشاء اللہ ان میں سے ہر ایک کی صفات کا آئینہ وقتاً فوقتاً ظاہر کرتے رہینگے - اس وقت ہمارے مخاطب شملوی صاحب ہیں - آپ فرماتے ہیں :-

محمودی "خلافت ثانیہ کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر دلائل مہیا کردیئے ہیں کہ منکریں اس پر گفتگو کرنے سے ہچکچاتے ہیں"

احمدی - یہ تو وہی مثال ہوئی سے

کیڑا جو دب رہا ہے گوبر کی تہ کے نیچے
اس کے گماں میں اس کا ارض و سما یہی ہے

میاں شملوی پر ظاہر ہوجائیگا کہ ہم میں سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے سے کبھی کوئی نہیں ہچکچایا بلکہ اسے ایک دفتر پارینہ سمجھ کر اس کی طرف توجہ کرنا اپنے قیمتی وقت کو ضائع کرنا سمجھتے ہیں - باقی رہا یہ کہنا کہ ہم احمدیوں میں بعض سادہ طبیعتیں پھنسی ہوئی ہیں اور اگر ان پر حق منکشف ہوجائے تو گالی دینے والوں کے حلقہ بگوش ہوجائیں یہ آپ کا دل جانتا ہے کہ ہم میں سے ایک ایک مرد میدان ہے جس کے آگے محمودی منہ دکھانے سے عاجز ہیں - ہاں عورتوں کی طرح اخباروں میں اپنی فتح کے گیت گالے کو اگر حقیقی فتح کہا جاتا ہے تو مخالفان اسلام کی تحریریں پڑھو -

شملوی صاحب نے لکھا ہے کہ دماغ تبھی صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے جب دل صاف اور کدورتوں سے پاک ہو - بیشک یہ سچ ہے مگر آپ کے پیر کے خطبے اور آپ لوگوں کی تحریروں سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے دل نخوت اور غرور سے پُر ہیں - آپ کے نزدیک پرستاران گدی سچے ہیں خواہ وہ کیسے ہی اخلاق سے گرے ہوئے ہوں اور کوئی نیک نہیں - جب آپ کے اندر ونے کا یہ حال ہے تو آپ لوگ کس صحیح نتیجہ تک پہنچنے کی امید کرسکتے ہیں - میں آگے چل کر دکھاؤں گا کہ آپ نے کن کن حیلوں سے حضرت مسیح موعود پر افترا باندھے ہیں -

محمودی حضرت میاں صاحب نے القول الفصل میں تسمیہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں بتایا ہے کہ تو خلیفہ برحق راستی پر ہے -

احمدی بندۂ خدا سے

ہر وقت جھوٹ سچ کی تو عادت نہیں رہی
از رہ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

ذرا القول الفصل دیکھ کر یہ بات لکھنی تھی - کہاں تمہارے پیر نے قسمیہ بیان کیا ہے - حالانکہ تمہارے پیر نے بقول سوال از آسمان جواب از ریسمان والا معاملہ کیا ہے - خواجہ صاحب نے پوچھا کہ اگر آپ الہام سے مصلح موعود ہونے کا دعویٰ کریں تو پھر آپ کچھ نہ بولینگے - اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ خدا نے مجھے بار بار بتایا ہے کہ تو خلیفہ ہے سائل کا سوال اور قادیانی پیر کا جواب قابل ملاحظہ ہیں - مرید اس پر قسم کے لفظ کو ایزاد کرکے پیر کی خیر خواہی کرنا چاہتا ہے - جس قوم کی یہ حالت ہو وہ بھی حق پر ہونے کا دعویٰ کرے - سبحانک ھذا شئی عجیب

اس کے بعد محمودی نے حقیقۃ النبوت کے بارے میں بہت مغرورانہ طریقہ پر تعلی کی ہے سو الحمد للہ اس تعلی کا جواب قدرانے النبوۃ فی الاسلام کے ذریعہ کافی دے دیا ہے - اور پولوسی طرز کی تحریروں کی اس کتاب نے بیخکنی کردی ہے -

یہ تو تھا آپ کا دیباچہ جس کے چند صفحوں پر کئی خلاف واقعہ بیان اور شیخیاں کی ہوئی ہیں اب اصل کتاب کا حال دیکھئے (باقی آئندہ)

خالص ممیرا

ایک بھائی نے چند تولہ خالص ممیرا فروخت کے لئے دفتر میں بھیجا ہے - آنکھوں کی جملہ امراض کے لئے از حد مفید ہے - ایک بھائی کی امداد ہے - ہم خرما و ہم ثواب - قیمت بھی نہایت کم ہے - یعنی (عہ) تین روپے فی تولہ *

منیجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور ملک پنجاب

ضروری اطلاع

احباب ہر ایک قسم کا روپیہ اور اسکے متعلق اطلاع خواہ قیمت اخبار ہو یا چندہ اشاعت اسلام - ترجمۃ القرآن وغیرہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجا کریں - کسی خاص شخص کے نام نہ بھیجیں اسی طرح اخبار کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت سوائے مضامین کے ذکر آنکے لئے صرف ایڈیٹر پیغام صلح

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا *

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او | بادہ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

شہد و با شیر شد اندر بدن | جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و الہامے بود | آں نہ از خود از ہماں جا می بود

قیمت

سالانہ ؎

ششماہی ؎

سہ ماہی عہ

ماہوار ۹ر طلباء سے سالانہ لعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

پیغام صلح

اخبار

لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۴

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر لاہور میں

جیسا کہ گذشتہ ۱۲ مارچ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں اعلان کیا گیا تھا۔ ۲۳ مارچ کو شام کے ۶½ بجے احمدیہ بلڈنگس لاہور میں حضرت خواجہ صاحب کا ایک نہایت ضروری اور زبردست لیکچر "اسلامی فرقوں کے مابین اتحاد" کے عنوان سے ہوا مجمع خاصہ تھا اور لیکچر نہایت کامیابی سے ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب نے سورہ نحل کی چند آیات پڑھ کر قرآن کریم کے نزول کی ضرورت بیان کی کہ اس سے پہلے کی کتابوں میں اختلاف واقع ہوچکا تھا اور پھر اسی کے ثبوت میں عیسائی اور ہندو مذہب کے مختلف فرقہ جات کے معتقدات کو جو ایک ہی کتاب انجیل یا وید سے استنباط کئے جاتے ہیں اور پھر ان میں اصولی اختلافات ہوتے ہیں یعنی ان پر نجات کا انحصار ہوتا ہے۔ پیش کیا اور پھر بتلایا کہ مسلمانوں میں کوئی ایسا فرقہ موجود نہیں جو دوسروں سے اصولی اختلاف رکھتا ہو۔ اسلام کے وہ معتقدات جن کے ماننے سے کوئی شخص اسلام میں داخل ہو جاتا ہے اور جو متعدد احادیث میں آنحضرت صلعم اور حضرت جبرئیل ؑ کے درمیان سوال وجواب کے رنگ میں بیان ہوئے ہیں وہ یہ ہیں۔ ایمان باللہ ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالرسل۔ ایمان بالکتب ایمان بالقدر اور بعث بعد الموت۔ اب جہاں تک ان معتقدات کو ماننے کا سوال ہے تمام اسلامی فرقہ جات ان پر متفق ہیں۔ باقی رہا یہ کہ رسولوں میں کون کون شامل ہیں اور کون کون نہیں۔ ملائکہ کیا ہیں۔ تقدیر کس چیز کا نام ہے یہ سب کیفیات کے سوالات ہیں۔ اور ان پر کوئی نجات کا انحصار یا دارومدار نہیں۔ جن رسولوں کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر کیا ہے ان سب کا ماننا ضروری اور فرض ہے۔ لیکن جن کا ذکر نہیں کیا اور منھم لم نقصص علیک میں داخل ہیں ان کے نہ ماننے پر ہم مکلف نہیں۔

پھر آپ نے تمام اسلامی فرقوں کے فروعی اختلافات کو ایک ایک کرکے لیا۔ اور ان کی حقیقت کو بالتفصیل بیان کیا۔ اور ثابت کیا کہ یا تو فقہی مسائل کا اختلاف ہے اور یا شیعہ سنیوں میں حضرت علی کی خلافت بلافصل ہونے یا نہ ہونے پر۔ سو یہ کوئی ایسے اختلافات نہیں کہ جو کسی اصول پر زد مارتے ہوں۔ اصولی معتقدات میں سب متحد ہیں۔ آپ نے بڑی خوبی اور وضاحت سے ثابت کیا کہ آمین بالجہر۔ رفع یدین اور ہاتھوں کو باندھنے کے اختلافات کوئی ایسے نہیں کہ جنہیں اختلافات کہا جاسکے بلکہ یہ تو آنحضرت صلعم کی مختلف اداؤں میں جو حکمت و مصلحت پر مبنی ہیں رہا احمدیت کا سوال سو اس کے متعلق بھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کے آنے کے سب مسلمان قائل ہیں ایسے مجددین اُمت محمدیہ میں آتے بھی رہے جن کو آج بھی لوگ مانتے ہیں۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کے معاملہ میں سوال صرف شخصیت کا باقی رہجاتا ہے۔ کہ آیا وہ مجدد تھے یا نہ تھے۔ تو چونکہ اصولاً مجدد کے آنے کے سب لوگ قائل ہیں اسلئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مجددیت بھی اصول پر زد مارنے والا نہیں۔ رہا دعوے مسیحیت سو علماء اُمتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ارشاد نبوی کے ماتحت یہ بھی کوئی خلاف اسلام بات نہیں اور سب مسلمان اس حدیث کو مانتے ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ایسے لوگ اس اُمت میں آتے رہے جو اس حدیث کے مطابق بنی اسرائیل کے مختلف انبیاء سے مماثلت رکھتے تھے۔

ہاں نبوت کا سوال ایسا ہے کہ جس سے اصول پر زد پڑسکتی ہے ہے۔ سو ایسا کوئی دعوےٰ حضرت اقدس نے نہیں کیا ؛

فقیہ محب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا

اور جو ایسا کہتا ہے وہ آپ پر بہتان باندھتا ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو حدیث نبوی میں صرف جاہل کہا گیا ہے۔ یعنی وہ نور اور عرفان جو اس مجدد کو اللہ تعالےٰ کیطرف سے ملا۔ اُس سے وہ محروم رہے۔ لیکن دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگئے۔ تو پس آپ نے فرمایا۔ کہ جب یہ ظاہر امر ہے۔ کہ ہم میں کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ جسکی وجہ سے کسی فرقہ کو اسلام سے خارج کیا جا سکے۔ تو ہمارا آپس میں جھگڑا کشتی اور سر پھٹول میں مصروف رہنا ٹھیک نہیں۔ ہمیں چاہئے کہ تعالوا الیٰ کلمۃ واحدۃ الخ کے ماتحت کم از کم مشترک امور میں تو ملکر کام کریں۔ جب قرآن کریم دوسروں کو مشترک امور میں ملکر کام کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ تو اپنے کیوں مل نہیں سکتے۔ لیکچر کے شروع میں ہی جب آپنے قرآن کریم کی ضرورت بتائی تھی۔ کہ کتب مقدسہ میں جو اختلاف ہوگیا ہے۔ یہ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ تو ساتھ ہی مسلمانوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا۔ کہ اگر اب قرآن کریم کے ماننے والوں میں بھی اختلاف پیدا ہوگیا ہے تو معلوم ہوا۔ کہ قرآن کریم کا یہ دعویٰ کہ وہ اختلافات کو مٹانے آیا ہے۔ صحیح نہیں۔ نہ ہی قرآن خاتم الکتب ہے۔ اور اس لئے اب کسی اور کتاب کی ضرورت ہے۔ جو ان اختلافات کا فیصلہ کرے۔ اس سوال کو پیش کرنے کے بعد آپ نے جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے۔ ثابت کیا۔ کہ مسلمانوں میں اس وقت کوئی اختلاف جسے حقیقت میں اختلاف کہا جا سکتا ہے۔ موجود نہیں۔ قرآن کریم نے واقعی پہلے اختلافات کا فیصلہ کیا ہے۔ اور اس لئے اس کا یہ دعوے بھی صحیح۔ اس کا خاتم الکتب ہونا بھی سچ۔ اور اب کسی اور کتاب کی بھی ضرورت نہیں۔ لیکچر کے ختم ہونے کے بعد سید سردار شاہ صاحب پروفیسر پنجاب وٹرنری کالج لاہور نے کھڑے ہوکر خواجہ صاحب کی تعریف کی اور ساتھ ہی یہ اعتراض بھی کیا۔ کہ مرزا صاحب کا اپنے لئے ظلی اور بروزی وجزوی نبوت کا استعمال بھی ٹھیک نہیں۔ اور سلف صالحین کے طریق عمل کے خلاف ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اسکے جواب میں بتایا۔ کہ ہر ایک مجدد اپنے زمانہ کے مفاسد کی اصلاح کے لئے آیا کرتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے وقت میں یہ فساد عام طور پر پھیلا ہوا ہے۔ کہ لوگ الہام ونبوت کے منکر ہوگئے ہیں۔ اس لئے آپ نے اپنے آپکو بطور ظل نبوت کے پیش کرکے نبوت والہام کا ثبوت دیا۔ اور ایسا کرنا حسب تقاضائے زمانہ ضروری تھا۔ باقی پہلوں میں سے تو اس سے بھی بڑھ بڑھ کر اپنے متعلق لفظ استعمال کرنیوالے ہوتے رہے ہیں سید صاحب نے اس بات کو تسلیم نہ کیا۔ اور اس لئے بحث کے کچھ عرصہ تک جاری رہنے کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہٖ نے بحیثیت صدر اٹھکر تقریر شروع کی۔ اور نبوت کے متعلق محکمات ومتشابہات کے اصول کو پیش کرکے متشابہات کو محکمات کے ماتحت کرنے کی طرف توجہ دلائی اور بتایا کہ مجاز اور استعارہ کا استعمال کوئی گناہ نہیں۔ پھر آپ نے اس اعتراض کے جواب میں کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ فرمایا۔ کہ اگر غیر احمدی اعلان کردیں کہ حضرت مرزا صاحب مسلمان ہیں۔ اور جنہوں نے آپ پر کفر کا فتوے دیا۔ بموجب حدیث نبوی وہ کفر اُلٹ کر اُن پر پڑتا ہے۔ تو ہم اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے۔ اسپر کچھ تھوڑی دیر تک جرح وقدح ہونیکے بعد ڈاکٹر اقبال نے یہ سوال کیا۔ کہ کیا میاں محمود اور اُن کی جماعت آپ کے نزدیک کافر ہے یا نہیں۔ حضرت امیرؓ نے بتایا۔ کہ ہم مرزا صاحب کے مسلک پر کہ انہوں نے ایک مدت اپنے کافر کہنے والوں کو کافر نہ کہا۔ کچھ عرصہ تک انہیں سمجھائیں گے۔ اور اُن پر اتمام حجت کرینگے۔ پھر جیسا ہوگا۔ دیکھا جائیگا۔ لیکن ڈاکٹر اقبال نے اسی بات پر اصرار کیا۔ کہ نہیں کھلے طور پر فتوے دیا جائے کہ وہ کافر ہیں یا نہیں۔ اور خود علانیہ کہا۔ کہ میں تو اُن کو (یعنی میاں محمود اور اُن کی جماعت کو) کافر سمجھتا ہوں۔ لیکن جب اس کے جواب میں حضرت امیرؓ نے دریافت فرمایا۔ کہ حضرت مرزا صاحب پر کفر کا فتوے دینے والوں کو آپ کیا سمجھتے ہیں اور کھلے طور پر مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق فتوے پوچھا تو اس سے ڈاکٹر صاحب ہچکچائے اور ٹال مٹول کرنی شروع کی۔ جسپر کچھ عرصہ تک جرح وقدح ہوتی رہی اور پھر رات کے گیارہ بجے جلسہ برخاست ہوگیا۔ اللہ تعالےٰ اس کے نیک نتائج پیدا کرے۔ آمین!

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کے مفصل نوٹ اور پھر تمام سوال وجواب بھی اُسی وقت لکھ لئے تھے۔ جنہیں پھر کسی وقت ہدیہ ناظرین کیا جائیگا۔ فی الحال فوری اطلاع کے لئے یہ اجمالی روئداد لکھدی گئی ہے۔

ہندوستان کی تازہ خبریں

ہندوستان میں طاعونی اموات بابت ہفتہ مختتمہ ۱۱ مارچ ۴۴۰۰۱ تھیں جنکی تفصیل یہ ہے:۔ دہلی ۱۔ احاطہ بمبئی ۱۴۶۴۔ مدراس ۱۸۲۔ بنگال ۴۔ بہار اوڑیسہ ۱۹۸۴۔ صوبہ متحدہ ۳۱۱۲۰۔ برما ۲۷۴۔ صوبہ متوسط ۸۹۸۔ میسور ۹۰۔ ریاست حیدرآباد ۱۷۷۔ وسط ہند ۲۹۔ راجپوتانہ ۱۔ ریاست کشمیر ۲۴۔

سرکاری وغیر سرکاری ریلوں کو جو آمدنی یکم اپریل ۱۹۱۵ء سے ایکر ۴ مارچ ۱۹۱۶ء تک ہوئی ہے۔ اس میں سال گذشتہ کے اسی عرصہ کی بہ نسبت ۱۱۹۶۵ ۲۹۴۵ روپیہ بیشی ہوئی ہے۔

موضع گھنشیالہ تھانہ بلاچور ضلع ہوشیارپور کے ساکنین قوم سکھ جٹ نے جو اکالی ہوتی ہیں۔ ایک پرانی مسجد کو (جو مغلیہ عہد کی بنی ہوئی تھی) ۲۱ فروری ۱۹۱۶ کو شہید کردیا۔ اور اس کے ملبے کو گلیوں اور کوچوں میں بچھا دیا۔ اینٹیں ایک نیا دھرمسالہ تعمیر کرنے کے لئے لے گئے۔

جب جنگ شروع ہوئی تھی۔ ایک بنگالی ڈاکٹر مسمی ایس این چوہدری ساکن کلکتہ نے اپنی خدمات گورنمنٹ کو پیش کی تھیں۔ اور گورنمنٹ نے ان کو فوج میں لفٹننٹ کا عارضی عہدہ دیا تھا۔ گورنمنٹ نے ڈاکٹر موصوف کی حسن خدمات کو نہ صرف بنظر استحسان دیکھا ہے۔ بلکہ ان کو کپتان کے عہدہ پر ترقی دیکر ان کی تقرری کو مستقل کردیا ہے۔

ایک خاص جماعت جس میں جسمانی تعلیم دیجائیگی۔ اور سنگینوں سے لڑنا سکھایا جائیگا۔ ۲۰ اپریل سے ۳۱ مئی تک انگریزی فوجوں کے لئے کھولی ہیں اور ہندوستانی فوجوں کے لئے انبالہ میں کھولی جائیگی۔

صوبہ متحدہ کی لیجسلیٹو کونسل کے اجلاس میں جو گذشتہ سوموار کو بمقام لکھنؤ ہوا تھا۔ ایک عجیب نظارہ دیکھنے میں آیا۔ بجٹ میں کچھ رقوم پولیس کے متعلق تھیں۔ مسٹر پراگ نرائن بھارگو غیر سرکاری ممبر نے کہا۔ کہ یہ رقوم پولیس کی مد سے کاٹ کر لکھنؤ کے مدرسہ صنعت وحرفت پر خرچ کی جائیں۔ جسکے قیام کی تجویز ہو چکی ہے اسپر آنریبل مسٹر ڈگلاس سٹیورٹ انسپکٹر جنرل پولیس نے برافروختہ ہوکر غیر سرکاری ممبر کے متعلق ناشائستہ الفاظ میں چند اعتراضات کئے۔ جن کو ہنر آنر نے جو پریزیڈنٹ کونسل تھے ناپسند کیا اور مسٹر ڈگلاس سٹیورٹ انسپکٹر کو آداب مجلس قائم رکھنے کیلئے کہا۔ اسپر مسٹر موصوف نے اپنے اعتراض کو واپس لیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
مارچ ۱۹۱۶ء نمبر

امتی کی وحی کا مرتبہ

ہاتھی کے دانت کھانے کے اور۔ دکھانے کے اور۔ دور اُفتادہ ناواقف لوگوں میں میاں صاحب یا اُن کے وزرا تبلیغ کریں تو وہاں حضرت مرزا صاحب کو مجدد بتلائیں۔ جیسے حیدرآباد اور سندھ میں۔ گھر میں دیکھو تو آپ کو نبی مانا جاتا ہے اور نبی بھی ایسا کہ عین محمدؐ بلکہ وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ کے ماتحت آپ سے بڑھ کر کہنے کو تو یہ کہیں کہ قرآن خاتم الکتب ہے مگر جب وقت آوے اور سوال ہو کہ قرآن کی وحی میں اور مرزا صاحب کی وحی میں کیا فرق ہے تو میاں محمود احمد صاحب فرماویں کہ یہ سوال ہی لغو ہے۔ وہ بھی خدا کا کلام یہ بھی خدا کا کلام۔ گویا دونوں برابر ہیں

اب یہ بھی فرما دیا کہ مرزا صاحب کے ان الہامات کے مجموعہ کو کتاب بھی کہہ سکتے ہیں۔ تو یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ قرآن جدید ہے۔ جو ضمیمہ یا تتمہ پہلے قرآن کا ہے۔ یا اگر خاتم الکتب کے وہی معنے ہیں جو خاتم النبیین کے لئے جاتے ہیں یعنی کہ اس کی پیروی سے متبع لوگ نبی بنکر اور اپنے نبی متبوع کی کرسی پر بیٹھکر بجائے اپنے نبی متبوع کی رسالت منوانے کے خود اپنی ہی رسالت منوانے لگ جاتے ہیں۔ تو پھر خاتم الکتب کے بھی یہ معنے ہوے کہ قرآن کی پیروی سے لوگوں کو کتاب ملجایا کرتی ہے۔ اور اُمتیوں کو جو قرآن کی پیروی سے کتاب ملا کرتی ہے وہ قرآن کی جگہ لے لیتی ہے۔ یعنی جب تک اُس پر ایمان نہ لایا جاوے قرآن پر ایمان لانے محض ہے۔ اور جب قرآن کا نام لیا جائے تو دراصل اس سے مراد وہ قرآن جدید ہوا کرتا ہے جو اُمتی نبی کو ملا ہے۔ اور **عین قرآن ہے**۔ یا کم سے کم قرآن کے مفہوم میں وہ شامل ہے۔ اور بات بھی سچ ہے کہ عین محمدؐ کی وحی محمدؐ کی وحی کے برابر ضرور ہونی چاہئے۔ بلکہ بوجہ ترقیات کمالات کے جو ۱۳۰۰ سال میں ہوئی ہے بڑھکر ہونی چاہئے۔

مگر اُن کا بعد حضرت مرزا صاحب کا خود اپنا طریق عمل دیکھیں کہ آپ اپنی وحی کو کیا مرتبہ دیتے تھے۔ بار بار فرمایا کہ میں اپنی وحی کو قرآن اور حدیث پر عرض کرتا ہوں۔ جیسا کہ ایک امتی کا فرض ہے۔ مگر ایک واقعہ نے اس کا فیصلہ کر دیا اور وہ واقعہ بھی سنہ ۱۹۰۷ء کا ہے جو بقول محمود یان دعوے نبوت کے بعد کے سالوں میں سے ہے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ اور رمضان بھی وہ رمضان جو آپ کی عمر کا آخری رمضان تھا۔ ۲۹ تاریخ رمضان کو عید کا چاند نظر نہ آیا۔ رات کو جو ۳۰ رمضان کی شب تھی آپ کو الہام ہوا

”آمدن عید مبارک بادت۔ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو“

آپ نے صبح یہ الہام سُنایا۔ اور فرمایا کہ اگرچہ عید کا چاند نظر نہیں آیا۔ مگر الہاماً معلوم ہوا ہے کہ دراصل عید آج ہی ہے۔

اس پر کسی نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ کیا ہم روزہ توڑ دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں کیونکہ شرعاً جب تک ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آوے روزہ نہیں توڑا جا سکتا۔ یہ تھا ادب شریعت کا۔ اور یہ تھی حیثیت آپ کے الہامات کی حدیث صحیح کے مقابلہ میں۔ کیونکہ رویت ہلال کا مسئلہ حدیث سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ قرآن سے۔ اس سے بڑھکر اور کیا صفائی ہو سکتی ہے کہ خدا گواہی دیتا ہے کہ آج عید ہے۔ مگر آپ خدا کی گواہی کو انسانی گواہی پر مقدم نہیں کرتے کیوں نہیں اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تک ۲۹ تاریخ کو چاند لوگ آنکھ سے نہ دیکھیں عید نہیں ہو سکتی۔ کیا خدا کی گواہی انسان کی گواہی سے بھی گئی گذری تھی پھر کیوں آپ نے عید نہ کی۔ اور روزہ توڑنے کا حکم نہ دیا۔ کیونکہ عید کو تو روزہ رکھنا حرام ہے۔ آپ نے ایک حرام فعل کو کیوں جائز رکھا۔ اسی لئے کہ شریعت کا احترام مد نظر تھا۔ آپ اُمتی تھے۔ اُمتی اپنے الہام کے باوجود شریعت کے کسی حکم میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔ اور شریعت میں قرآن و حدیث دونوں داخل ہیں۔ پھر لطف یہ کہ ۳۰ روزوں کے بعد جب عید ہو چکی تو اخبارات کے ذریعہ پتہ لگا کہ بعض مقامات پر ۲۹ کو چاند دیکھا گیا اور عید ۲۹ کی ہوئی گویا الہام سچا ثابت ہوا مگر آپ نے خدا سے الہام پا کر بھی خدا کی گواہی پر اپنے نبی کے حکم کو مقدم کیا۔ اس لئے کہ آپ اپنے نبی کے متبع یعنی اُمتی تھے آپ کبھی ایسے الہام پر عمل نہ کر سکتے تھے جو آپ کو اپنے نبی کے حکم سے ذرا بھی ادھر ادھر کر دے یہ سچ تھا کہ وہ عید کا دن تھا اور خدا کی گواہی سچی تھی۔ مگر کیا کیا جاتا کہ چاند نہ دیکھا گیا تھا امتی کے لئے اُس کے اپنے الہام سے اپنے نبی کے حکم کا ماننا مقدم ہے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنے الہاموں کی حیثیت قرآن و احادیث صحیحہ سے نیچے رکھی۔ ورنہ اگر آپ کی وحی قرآنی وحی کے مانند تھی تو پھر قرآن کا نہ ماننا کیا معنی۔ یہ سب پر مقدم ہونا چاہئے تھا۔ مگر نہیں وہ خدا کا برگزیدہ رسول تھا۔ یہی تو باتیں تھیں جس سے آپ کی عظمت و شان نظر آتی ہے۔ اور آپ کے دل میں جو اسلام اور آنحضرت صلعم کی عزت تھی اُس کا پتہ لگتا تھا۔ کاش کوئی سمجھے۔ یہ واقعہ اُنہی دنوں میں سلسلہ کے ایک اخبار میں جو غالباً بدر تھا شائع ہو گیا تھا۔ کوئی ہے جو غور کرے!

(راقم بشارت احمد عفی عنہ)

الاخبار والآرا

آخر جھوٹ کا پردہ کھلیگا

پرکاش کے حوالے سے

ہم نے کرچی بنگالی کی سوامی دیانند صاحب کی اصلیت دریافت کرنے کی حقیقت قبل ازیں لکھ دی تھی۔ اب آریہ گزٹ میں ایک امرتسری دیو پرکاش اس انکشاف پر بہت سٹ پٹایا ہے۔ اور لکھتا ہے کہ

”آریہ سماج کے چند نا پڑیشکے اخبار بلا سوچے سمجھے شور مچا رہے ہیں اور پنڈت لیکھرام جی و سوامی نیتانند جی پر جھوٹ کا الزام لگا رہے ہیں“

ہماری رائے میں دیانندی مہاشوں کو سٹ پٹانے کی زیادہ ضرورت نہ رہیگی۔ کیونکہ خود ساختہ پرستشوں کے چہرہ سے جب تک یہ بناوٹی نقاب دور نہیں ہوگا ان کی تحریروں اور اصلی جوہروں کی حقیقت دنیا پر نہیں کھل سکتی۔ ابھی آریہ سماج نے کئی رنگ پلٹنے ہیں۔

پرکاش پارٹی کا لیڈر

مہاتما منشی رام جی کی تعریف

کا پرکاش کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اس کے بارہ میں بقول مسافر بے راہ آگرہ اس کا ایک نہایت ہی گہرا و معزز دوست یہ سنہری رائے ظاہر کرتا ہے:۔

”لالہ منشی رام اس لائق نہیں ہے کہ انکو کسی دھارمک سوسائٹی میں کوئی ذمہ داری یا اعتبار کا عہدہ دیا جائے۔ کیونکہ ان کی

عادت ہے کہ جوذی عزت ان کے ساتھ کسی معاملہ میں اختلاف رائے رکھتے ہوں ان کو نقصان پہنچانے و رسوا کرنے کی غرض سے جھوٹے الزام گھڑ گھڑ کر ان پر لگا سے اور اس طرح آن کو پبلک کی نظروں میں حقیر بنائے۔" (آریہ گزٹ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۱ء)

ہمارے خیال میں آریہ سماج کو دھارمک سوسائٹی کہنا ہی غلطی ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک آدمی بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو اصلی معنوں میں سوامی دیانند صاحب کا پیرو ہو۔ اور جن مسائل کی سچائی پر وہ کاغذ کے کاغذ سیاہ کرتا ہوا اس پر علانیہ عمل بھی کر کے دکھلائے آگرہ کے بیراہ نے ۱۱۔ مارچ کے قریباً سارے پرچہ میں مہاتما منشی رام جی کا رونا رویا ہے دیکھیں پرکاش پارٹی ان باتوں کا کیا جواب دیتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ اور مسٹر دھرمپال

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی بھی کسی کے ساتھ نہیں بنتی

خدا کسی شخص کو اپنے برابر کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ پبلک کے دل میں اس کی کوئی قدر و منزلت ہے۔ بس جھٹ اس کی مخالفت کے درپے ہو جاتے ہیں مولوی ابو رحمت حسن صاحب مشہور اسلامی مناظر کے ساتھ بم چخ کا واقعہ شاید ابھی بھولا نہ ہوگا کہ اب یہ نیا گل کھلا ہے۔ کہ مسٹر دھرمپال جو کچھ دنوں سے غازی محمود دھرم پال کے نام سے مولوی صاحب سے خاص طور پر خراج تحسین وصول کیا کرتے تھے اب پھر مسٹر دھرمپال کے نام سے اہلحدیث میں پکارے گئے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ اہلحدیث کانفرنس منعقدہ بنارس میں خدا جانے کیوں ان کی مولوی صاحب سے بگڑ گئی اور وہ ان سے اپنا پلہ چھڑا کر حنفیوں کے سٹیج پر جس کا نام وہ اس سے پیشتر ملا ازم رکھا کرتے تھے اور اسے اسلام سے علیحدہ بتاتے تھے جا جھکے خیر اب اگر انھیں عقائد حنفیہ ہی پسند آ گئے ہیں اور قبروں وغیرہ کی پرستش کو بقول مولوی ثناء اللہ صاحب جائز سمجھنے لگے ہیں تو کوئی بات نہیں آخر مسلمان تو ہیں۔ پھر مولوی ثناء اللہ کا انہیں اسلامی نام غازی محمود کے بجائے پھر سماجی نام دیعنی مسٹر دھرمپال کر کے پکارنا کسی طرح سے مستحسن نہیں۔ اور یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کے بگڑنے کی وجوہ شاید مولوی صاحب کی وہی حاسدانہ رگ ہے جو مولوی ابو رحمت صاحب کے خلاف بھی جوش میں آ گئی تھی۔ سچ

ہے علماءھم شر من تحت ادیم السماء
من عندہم تخرج الفتنۃ وفیہم تعود

پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی

بہار کا موسم بھی اپنی بعض مخصوص کیفیتوں

کے لحاظ سے اگر ایک طرف بہت فرحت بخش ہوتا ہے تو دوسری طرف بعض ہولناک آوازیں اسے ڈراونا بھی بنا دیتی ہیں۔ کچھ عجیب بات ہے کہ قریباً ہر سال ہی موسم بہار میں طاعون کا زور و شور حضرت مسیح موعود کے الہام مندرجہ عنوان کی یاد تازہ کر دیتا ہے۔ اس دفعہ بھی اخباروں میں "طاعون کا قدم پھر بڑھنے لگا" کے عنوان سے اس بلائے بے درمان کا رونا رویا جانے لگا ہے۔ آج ہی کی اشاعت میں بصیغہ اخبار ہندوستان ہفتہ مختتمہ ۱۱۔ مارچ کی طاعونی اموات کی جو کل ہندوستان میں ہوئیں جو تفصیل بتائی گئی ہے وہ اس سے پیشتر کے ہفتوں سے بہت بڑھ کر ہے ان اموات کی میزان دس ہزار چوالیس ہوئی ہے جو کسی طرح سے نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ ایک طرف جنگ کی وجہ سے مختلف قسم کی مصائب و آلام کی آندھی کا ہندوستانی مطلع پر چھائے ہوئے ہونا اور پھر اس کے ساتھ ہی اس دوسرے عذاب کا بھی نمودار ہو جانا اللہ تعالیٰ کے کسی خاص منشار کا پتہ دیتا ہے جو سوائے اس کے نہیں کہ سچے دل سے تائب ہو کر اس کی سچی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور کونوا مع الصادقین کے حکم کے ماتحت امام الوقت کے حلقہ اطاعت میں آ کر خدمات دین میں حصہ لیا جائے۔

ایک لاہوری معاصر کا ناجائز ریمارک

لاہور کے معزز معصر "کشمیری" نے بعض اخبار

نویسوں کی آپس میں ہنگامہ آرائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے پیغام صلح اور الفضل کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور ایسے رنگ میں کیا ہے کہ جو کسی قدر کشیدگی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "الفضل اور پیغام صلح کے ایڈیٹروں میں جو جنگ زرگری جاری ہے وہ اس کے علاوہ ہے" معلوم نہیں ہمارے معزز معاصر کے نزدیک "جنگ زرگری" کا کیا مطلب ہے۔ اگر حق بات کے لئے لڑنے کا نام "جنگ زرگری" ہے تو میں نہیں جانتا کہ اس مناقشہ دیکار کو کیا کہا جائیگا۔ جو ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا خود کشمیری اور اخبار عام میں جاری تھی۔ دوسروں پر اعتراض کر لینا بہت سہل بات ہے اور اپنی کمزوریوں کا محاسبہ کرنا بہت مشکل۔ ہم حیران ہیں کہ اخبارات پر جو ایک دوسرے کی مخالفت کرنے کا طعن کیا جاتا ہے یہ کیونکر جائز ٹھہر سکتا ہے کیا اگر کوئی اخبار نویس کسی بات میں صریحاً غلطی کرتا ہوا دکھائی دے بالخصوص مسائل دینیہ میں تو اسے اس سے متنبہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اس کی اصلاح کی کوشش نہیں ہونی چاہیئے۔ یا کیا عوام الناس غلطیاں کر سکتے ہیں اور اخبار نویس نہیں۔ تو پھر ہم نہیں جانتے کہ اخبار نویسوں کا ایک دوسرے کی غلطیوں کو افشا کرنا کشمیری کے ریمارک "جنگ زرگری" کا کیونکر مستحق ٹھہر سکتا ہے۔ ہاں اس حد تک بیشک صحیح ہے کہ ایک دوسرے پر نکتہ چینی صرف جائز حدود کے اندر ہونی چاہیئے۔ اور بغض و حسد کو درمیان میں لانا کسی صورت میں جائز نہیں۔

ہمیں اس بات پر افسوس ہے کہ خود کشمیری نے دوسروں کو نصیحت کرتے وقت اپنے آپ کو حد اعتدال کے اندر رہنے نہیں دیا۔ اور "جنگ زرگری" کے سے مہذب لفظ کے ذریعہ ہمیں مکر و فریب کا مرتکب ٹھیرا کر خود اپنے طریق عمل کا اظہار کر دیا ہے بہتر ہوتا کہ دوسروں پر نکتہ چینی کرتے وقت خود بھی سنجیدگی اور حسن عمل سے کام لیا جاتا۔

تناسخ کا چکر اور طلبائے کلکتہ

حال میں کلکتہ یونیورسٹی کی کنووکیشن کی تقریب پر لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال نے طلبائے

کلکتہ کو چند بیش قیمت نصائح کی ہیں۔ جن میں انھوں نے استاد اور شاگرد کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے منوجی کے اس قانون کا حوالہ دیا جس میں کہ استاد کی ملامت کرنے والے طالب علم کو (اگرچہ وہ حق بجانب بھی ہو) اگلے جنم میں گدھا جھوٹی تہمت لگانے والے کو کتا۔ استاد کی دولت پر گذارا کرنے والے کو چھوٹا کیڑا اور اس کی لیاقت پر حسد کرنے والے کو بڑا کیڑا بن جانے کی دھمکی دی گئی ہے۔ لارڈ کارمائیکل نے شاید اس حوالہ سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا ہے کہ کسی طرح ان باتوں کو سنکر

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

ویدوں کی اصلیت

مہاشہ ستیہ دھاری نے ایک کتاب "آفتاب صداقت" لکھی ہے جس میں بقول آریہ گزٹ مصنف کتاب نے موجودہ ویدوں کو غلط اور بیہودہ تعلیم دینے والے بیان کیا ہے۔ اور شاستروں رشیوں اور ویدوں کی اس کتاب میں سخت توہین کی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو آریہ بھی ویدوں کی اصل تعلیم دریافت کرنے کے درپے ہوا ہے۔ آخرکار وہی اس رائے پر پہنچا ہے کہ وید خدائی کلام کبھی نہیں ہوسکتا۔ البتہ وہ آریہ جو اس مقولہ پر کاربند ہیں:۔ "دنہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ" ویدوں کی تعریف میں پل باندھا کرتے ہیں۔ تو وہ بیچارے کیا کریں گلے پڑا ڈھول بجانا ہی پڑتا ہے۔

ویدوں میں تحریف

بیجا نہ ہوگا اگر اس جگہ اپنے لائق دوست مولوی عبدالحق صاحب متعلم اشاعت اسلام کالج کا ایک ضروری نوٹ بھی درج کردیا جائے جس میں ویدوں کی اصلیت کے متعلق ایک محققانہ بحث کی گئی ہے اور جس کے پڑھنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آریوں میں پڑھے لکھے اور سمجھدار اشخاص کا ویدوں کے مطالعہ سے اس نتیجہ پر پہنچنا جیسا کہ مہاشہ ستیہ دھاری جی کی مندرجہ بالا رائے سے ظاہر ہے کوئی چنداں تعجب انگیز امر نہیں مولوی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

"ہمارے آریہ دوست جن ویدوں کا پرچار دنیا میں کرنا چاہتے ہیں یہ بات تعجب سے سنی جائیگی کہ وہ اصل ویدوں کا صرف ایک حصہ ہیں اور ۱۱۳۱ شاکھاؤں یا حصوں میں سے صرف چار حصے ہیں اور باقی ۱۱۲۷ شاکھاؤں میں وید وچن (باتیں) ملی ہوئی مانتے ہیں ستیارتھ پرکاش میں پنڈت دیانندجی کا۔ ہے کہ استیہ (جھوٹ) سے ملے ہوئے گرنتھ کے ستیہ (سچ) کو بھی ایسے چھوڑ دینا چاہئے جیسے زہریلے ہوئے کھانے کو مگر تعجب ہے کہ وہ خود بھی اس پر قائم نہیں رہے اور اپنی تصنیفات میں انھیں انھی زہر ملی ہوئی کتابوں کے حوالے دینے پڑے ہیں۔ مہارشی پاتنجلی کے مہابھاشیہ میں لکھا ہے کہ یجروید کی اکیسو ایک شاکھا یعنی حصہ ہیں۔ اور ہزار طرح کا سام وید اکیس طرح کا رگوید اور نو طرح کا اتھرو وید ہے۔ (اس سے) صاف ظاہر ہے کہ چاروں ویدوں کے ۱۱۳۱ شاکھا یا حصے ہیں۔ دیانندجی نے بھی رگ وید ادنگ پرکاش نمبر ۵۔ اس بات کو لکھا ہے مگر ترجمہ کرنے میں لفظ یکت اپنی طرف سے ڈال دیا ہے۔ جو مہابھاشیہ میں ہرگز نہیں۔ یہ بھی مہابھاشیہ سے ظاہر ہے ۱۱۳۱ شاکھا کل کی کل وید ہیں اور کلام پرماتما۔ چنانچہ یجر سنگھتا (یجروید) جس کو دیانندجی نے وید مول مانا ہے

اس کے ہر ادھیائے کے اخیر میں مادھیندن شاکھا لکھا ہوتا ہے اور شت پتھ برہمن کو مادھیندن شاکھا کی شرح ہر صفحہ شت پتھ پر لکھا ہوا ہے۔ کاتیاین رشی نے بھی اس کو مادھیندن شاکھا ہی لکھا ہے۔

اتھروید کی نو شاکھا ہیں منجملہ ان کے دیانندی جن کو اتھر وید مانتے ہیں سائنا چاریہ نے اپنے بھاشیہ میں اس کو شونکیہ شاکھا لکھا ہے یعنی اتھروید کا صرف ایک حصہ اسی طرح رگوید بھی حسب تحریر آشولاین گرہیہ سوتر (جس کی بنا پر پنڈت دیانندجی نے سنسکار ودھی لکھی ہے) کی شاکل شاکھا ہے۔

وہ سام وید جس کو آریہ سماج مانتا ہے چرن بیوہ کے مصنف نے اس کو کھومی شاکھا لکھا ہے پس اس قدر حوالوں سے صاف ظاہر ہوگیا کہ موجودہ وید ۱۱۳۱ شاکھاؤں میں سے صرف ۴ شاکھا ہیں"

ویدوں کی اس حقیقت کو دیکھ کر کون منصف مزاج شخص ہے جو اس نتیجہ پر نہ پہنچے کہ وید اپنی اصلی شکل وصورت پر نہ ہونے کے باعث قابل تقلید ہرگز نہیں۔ اور ایسی حالت میں قرآن کریم کا ہی تمام موجودہ کتب مقدسہ میں ابتدا سے لے کر آج تک اپنی اصلی شکل وصورت پر ہونا اور اس طرح سے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کی جلیل الشان پیشگوئی کا آج تیرہ سو برس بعد بھی بڑی وضاحت سے پورا اترنا ثابت کرتا ہے کہ یہی ایک پاک کتاب ہے جو آج اور ہمیشہ کے لئے دربار ایزدی سے واجب العمل ٹھہرائی گئی ہے اور بس۔

اگر کوئی آریہ دوست اس پر کچھ لکھینگے تو مفصل لکھا جائیگا۔

اسلام میں عورت کا درجہ

بیچارے سماجیوں کی بھی حالت قابل رحم ہے۔ اپنی مذہبی کتابوں سے تو وہ محض کورے ہیں۔ مگر ان کے گرد نے ایک پٹی ان کو پڑھا دی ہے کہ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھکر دوسروں کو صلواتیں سناتے رہیں۔ ۱۱۔ چیت کے آریہ گزٹ میں کثرت ازدواجی اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر کی تعلیم پر اعتراض کرکے ایڈیٹر لکھتا ہے کہ اگر آجکل زمانہ کے حالات دیکھ کر ایسا کہا جاتا ہے تو یہ محض دکھلاوہ اور چھلاوہ ہے۔ اور کچھ نہیں۔ ہم آریہ گزٹ کو مطلع کرتے ہیں کہ یہ نہ دکھلاوہ ہے اور نہ کچھ اور بلکہ واقعی اور حق بات یہی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مہاشہ صاحب خود اپنی مذہبی کتب سے ناواقف محض ہیں اور موجودہ زمانہ کا رنگ دیکھ کر ایک بادمذہب آریہ بن گیا ہے ورنہ کہاں وید اور ایک عورت کی تعلیم۔ کہاں رشی منی اور ایک بیوی پر قناعت کہاں منوسمرتی اور ایک عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر۔ ہم معصر موصوف سے درخواست کرتے ہیں کہ حوالہ جات ذیل کی معقول تردید کرکے دکھائیں۔

(۱) پرش سوکت یجروید ادھیائے ۳۱ منتر ۲۲۔ مندرجہ رگوید آدی بھاشیہ بھومکا صفحہ ۱۴۸ میں پرمیشور مہاراج اپنی دو پیاری بیویوں شری اور لکشمی کی مثال دے کر اس بات کا ثبوت دیتے ہیں کہ جب خود پرمیشور جی مہاراج کو دو بیویاں جائز ہیں تو دیانندی مہاشے ان سے منع کرنے والے کون

(۲) اس وید منتر پر رشیوں اور ویدک بزرگوں کا طرز عمل دیکھئے

رشی یاگیہ ولکیہ کی دو بیویاں میتریٔ کاتیانی شوجی مہاراج کی دو بیویاں پاربتی۔ پاروتی سری کرشن جی مہاراج کی آٹھ بیویاں

(۳) ویدک راجوں میں مہاراجہ دشرت جی۔ مہاراجہ اوتان پاد۔ مہاراجہ شری کرشن مہاراجہ دھرو۔ پانڈو۔ مہاراجہ ارجن۔ راجہ پاہیت وچتر دیریہ۔ بھیشم کے والد صاحب یہ سب کثرت ازدواجی کے پابند تھے۔

اب رہی دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر سو مہاشہ جی منوسمرتی تو بیان کرتی ہے کہ

"طمع نہ رکھنے والا ایک آدمی بھی گواہ ہوسکتا ہے اور طہارت رکھنے والی بہت عورتیں گواہ نہیں ہوسکتیں کیونکہ عورتوں کی عقل ایک حالت پر قائم نہیں رہتی۔ الخ" (منوسمرتی مترجمہ کرپارام آریہ ادھیائے ۸ شلوک ۷۷)۔

قرآن فلسفہ و اخلاق کا جامع ہے

کُلُّ امْرِیءٍ بِمَا کَسَبَ رَهِینٌ

(ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے)

گذشتہ اشاعت میں ہم نے خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک مضمون درج کرتے ہوئے اسکے متعلق خود بھی ایک مختصر نوٹ لکھا تھا۔ آج پھر خان بہادر موصوف کا ایک ضروری مضمون جس میں قرآن کریم کی ایک آیت کی نہایت لطیف تفسیر کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم کس طرح سے فلسفہ و اخلاق ہر دو کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے۔ درج کرتے ہیں۔ خان بہادر موصوف کا یہ فلسفیانہ طرز استدلال بہت ہی خوبیوں اور صداقتوں کا جامع ہے۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ مجھے تو ان مضامین سے اس سلطان القلم کے دلکش طرز بیان کی خوشبو آتی ہے۔ جس کا فرزند ہونے کا خان بہادر کو شرف حاصل ہے اور جس کی غلامی میں ہم بھی ہیں اللہ تعالیٰ خان بہادر کو جزائے خیر دے اور اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے اور خدمات دین اور اعمال صالحہ کی بیش از بیش توفیق۔ آمین۔ امید کہ ان کا یہ مضمون خاص دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ (ایڈیٹر)

مندرجہ عنوان فقرہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے معنوں سے ہر شخص معلوم کرسکتا ہے۔ کہ اسکا مطلب کیا ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کی اگرچہ ایک مذہبی کتاب ہے۔ اور اسکا نزول مذہبی رنگ میں ہی ہوا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو مذہبی رنگ کے ساتھ ہی اخلاقی تعلیمات بھی دی گئی ہیں اگر اخلاق ایک فلسفہ ہے تو مذہب اس سے زیادہ تر اہم فلسفہ ہے۔ مذہب وہ فلسفہ ہے۔ جس کی طرف آخرکار بڑے بڑے فلاسفروں کو بھی رجوع لانا پڑتا ہے۔

وہ لوگ غلطی پر ہیں جو قرآن کو اسواسطے شوق کی نگاہوں سے نہیں پڑھتے کہ اس میں فلسفہ کی تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ یہ وہ صرف ایک مذہبی کتاب ہے یہ ہماری مفسروں کی غلطی یا کم توجہی ہے کہ قرآن کو فلسفی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ فلسفہ اس پر فتح نہیں پاسکتا۔ وہ فلسفہ پر فتح پاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآنی فلسفہ عملی ہے۔ نہ کہ محض خیالی۔ یہ میرا مذہب ہے۔ اور میں اس پر یقین رکھتا چلا رہا ہے کہ اکثر فلاسفروں نے قرآنی تعلیمات پر اعتراض کئے ہیں۔ جن کا جواب ابتک باقی ہے ہم ان بحثوں میں پڑنا نہیں چاہتے زمانہ خود بخود رفتہ رفتہ جواب دے رہا ہے۔ ہم اسوقت مذہبی رنگ میں یہ بحث نہیں چھیڑنا چاہتے اور نہ یہ موقعہ ہے۔

ہم اخلاقی رنگ میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں۔ جو ہمارا اور معترضین کا مشترکہ پہلو ہے قرآن مجید میں ایک اور آیت میں کہا گیا ہے۔

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ

ہم نے قرآن کو نصیحت پکڑنے کے واسطے آسان کردیا ہے۔ کوئی ہے کہ نصیحت پکڑے۔

جن لوگوں نے قرآنی نصائح سے صرف روحانی نصائح ہی مراد لی ہیں۔ وہ کم فاصلہ پر ہی کھڑے ہو گئے ہیں۔ نصائح میں ہر ایک قسم کی نصیحت شامل ہے اور روحانی مرحلہ بھی اخلاقی مراحل سے کچھ دور نہیں ہوتا۔ دونوں کے ڈانڈے ایک فاصلہ پر جاکر ملجاتے ہیں۔ اللہ کریم آیت مندرجہ عنوان میں فرماتا ہے۔ کہ :-

ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہے۔

یہ ایک ایسی اخلاقی فلسفی بیان کی گئی ہے۔ کہ کوئی فلاسفر اس کے مقابلہ میں اور کیا کچھ بیان کریگا۔ یہ ایک صادق فلسفی ہے۔ اصل اخلاق وہ ہے۔ جس کی تصدیق خود ہر ایک فطرت کرسکے جس کی شہادت ہر ایک زندگی دے سکتی ہے۔ جب ہم سے کوئی فعل کوئی عمل کوئی حرکت سرزد ہوتی اور کوئی اقدام اور کوئی ارتکاب ہوتا ہے۔ تو ہم ایک بڑی حد تک اسکے ذمہ دار بن جاتے ہیں۔ اور اس ذمہ داری سے ہم کسی حالت میں بھی مخلصی نہیں پاسکتے۔ زید ایک مجلس میں سچ اور جھوٹ بولتا اور ایک واقعہ اپنے رنگ میں بیان کرتا ہے۔ وہ اپنے اس بیان کی وجہ سے مقید ہوگیا۔ اس کی ضمانت ہوچکی اس کے الفاظ ہی نہیں بلکہ معانی بھی۔ زبان ہی نہیں بلکہ دل و دماغ بھی گروی ہوچکے۔ جوشے جو مال گروی رکھا جاتا ہے۔ وہ اسوقت چھوٹتا یا فک ہوتا ہے۔ جب اس کا معاوضہ ادا کیا جاسکے۔ باتوں۔ اقوال۔ افعال کا قابل واپسی معاوضہ یہ ہو کہ وہ اپنی ذات میں سچے اور مطابق واقعہ ہوں ان میں صداقت پائی جاوے۔

جب میں ایک بات کہتا اور ایک قول بیان کرتا ہوں۔ تو میں ایک بڑی حد تک اسکا ذمہ دار بنجاتا ہوں۔ جب میں ایک فعل کرتا ہوں۔ وہ میری جانب سے گویا رہن کردیا جاتا ہے اب اسکا انفکاک میرے قبضہ اختیار سے اس وقت تک دیر ہوگیا۔ جب تک میں اس کا بدل نہ دیسکوں اور میں ذمہ وار ہوں کہ اپنے ایسے افعال کی تصدیقی ضمانت دوں۔

اگر میں بڑی بلندی سے کودتا ہوں تو اسکے ہر نتیجہ کا میں خود ہی ذمہ دار ہوں اس میں اور کسی کا دخل نہیں۔ اس کا نقصان تکلیف فائدہ خاص میری ہی ذات سے وابستہ ہے۔ میں کسی کو انصاف سے الزام نہیں دے سکتا۔ اور نہ کسی کے ذمہ یہ لگا سکتا ہوں۔ اگر میں نیکی کرتا ہوں۔ تو اسکے واسطے بھی میری جانب سے ایک فعل رہن کیا جاتا ہے۔ اور میں ایک بڑی حد تک اس کا ذمہ لیتا ہوں۔ گروی ہونے سے مطلب یہ ہے۔ کہ جسطرح گروی ہونے میں اس کا انفکاک ایک معاوضہ چاہتا ہے۔ اسی طرح ہر نفس اپنے افعال کا خود ذمہ دار ہے۔ وہ اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری سے کسی حالت میں بھی رہائی نہیں پاسکتا۔ وہ بہر حالت مقید اور منضبط ہے۔ گو ہم اپنے خیال میں ایک فعل ایک کام کرکے آزاد ہو جاتے ہیں۔ لیکن در اصل اخیر تک اس کے مقید اور جواب دہ رہتے ہیں۔ جس طرح ایک راہن سبکدوش نہیں ہوسکتا۔ تا وقتیکہ شئے مرہونہ کا زر رہن عوض کردے۔ اسی طرح ایک فاعل اور ایک مرتکب بھی اپنے افعال کے محسنات اور مضرات سے تا وقتیکہ نہیں عامہ رنگ میں تسلیم نہ کیا جاوے۔ اور انکی تصدیق اور تائید نہ ہوسکے۔ سبکدوش اور بری الذمہ نہیں ہوسکتا۔ ہمارے افعال کی ذمہ داریاں اسوقت تکمیل پاتی یا ہم اس وقت سبکدوش ہوسکتے ہیں۔ جب مکافات عمل کی نوبت آتی ہے۔ ہر ایک قسم کے فعل معاونی اور معاشرتی کی مکافات سے ہی تنقید اور تائید ہوتی ہے۔ اور مکافات ہی اس کا ایک معاوضہ ہے۔

جب تک ثمرہ مکافات نہیں ملتا چاہے شیریں ہو اور چاہے تلخ۔ ہم اپنے افعال کے سلسلہ میں گرو ہیں۔ اور ہم پر ان کی ذمہ داری بدستور باقی ہے۔ اگر ہم افعال و اعمال کرنے کے وقت یہ سمجھ لیں۔ کہ ہم گروی ہو جائیں گے۔ ہم پر ایک کڑی ذمہ داری عائد ہوگی۔ تو ہم تنقید اعمال میں ہوشیاری اور چستی سے کام لیا کریں اور ہمیں افعال اور عمل کے اقدام یا ارتکاب سے پہلے ضرورۃً یہ موقعہ نکالنا پڑے۔ کہ ان کی گرفت اور ذمہ داری ہم پر کہاں تک عائد ہوسکتی ہے اور پھر ساتھ ہی اس کے یہ بھی سوچنے کا موقعہ مل جایا کرے۔ کہ ان کے مکافات کس رنگ میں وصول ہونگے۔ اور ان کا اثر خود ہم پر اور نیز اوروں پر کیسا ہوگا۔ کیا یہ طریق عمل اور یہ راہ بہ نسبت اس بے لگامی یا نامحمود آزادی کے نتائج اچھی نہ ہوگی۔ کہ جس میں افعال اور اعمال کا سلسلہ اندھا دھند چلایا جاتا ہے۔ اور ثمرہ مکافات کے وقت انسان آفت اور بلا میں گرفتار ہوکر واویلا کرتا ہے * (باقیدارد) ..... (راقم صوفی)

انتخاب خلافت مصنفہ منشی برکت علی شاہدی پر ریویو

(گذشتہ سے پیوستہ)

محمودی- انتخاب خلافت میں کثرت وقلت اور اختلاف رائے کا مسئلہ

احمدی- اس مضمون میں پہلے تو وہی غرور سے بھری ہوئی تعلیاں ہیں جو خود اس کتاب کے لکھنے والے پر زیادہ صادق آتی ہیں بہ نسبت اس کے ذہنی مخاطبین کے۔

پہلا اصول یہ باندھا ہے کہ "جب ہم مومنوں اور منکروں کا مقابلہ کرینگے تو ضرور قلت کو کثرت پر ترجیح دینگے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے متعدد موقعوں پر بتا دیا ہے کہ نیکوکار اور دیندار بندے ہمیشہ تھوڑے ہوتے ہیں اور بدوں کی خواہ کتنی بھی کثرت ہو نیکوکاروں پر انہیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں کوئی عزت نہیں مگر اختلاف کی صورت میں جب ہم بردو گروہوں کے افعال اور معتقدات پر جداگانہ فیصلہ چاہینگے تو ضرور کثرت رائے اختیار کرنی پڑیگی۔"

محمودی نے اس اصول کے آخری حصے پر قرآن وحدیث یا قول حضرت مسیح موعود سے کوئی دلیل نہیں دی۔ اس پر بس کرکے پھر لکھا ہے کہ "میرے خیال میں یہ بھی غلط ہے کہ صادقین شروع میں تھوڑے ہوتے ہیں اور بعد ازاں غلبہ پاتے ہیں۔"

تمھارے پیر پرست خیال میں خواہ یہ غلط ہو مگر قرآن شریف کے احکام ذیل کے مقابلہ میں تمھارے یہ خیالات کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

(۱) ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون

(۲) وترى کثیرا منھم یسارعون فی الاثم والعدوان واکلھم السحت

(۳) ولقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المومنین

گویا ان پیر پرستوں کے نزدیک کوئی خاص اصول اس بارہ میں قرآن شریف نے نہیں

اپنے پہلے جھوٹ پر بس نہ کرکے یہاں اپنے پیر کی تابعداری میں پھر دوسرا جھوٹ بولا ہے۔ کہ گویا ہم نے یہ غلط لکھا تھا کہ جماعت کے ½ حصہ نے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کی ہے۔ اس بارہ میں ہم تو اب بھی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی جماعت پانچ لاکھ سے زیادہ لکھی ہے اس سے احمدیوں پر فسق کا فتویٰ لگانے والے اپنے مزعومہ خلیفہ کی بیعت کرنے والوں کی فہرست شائع کرکے دکھائیں کہ حضرت اقدس کی بیان کردہ جماعت میں سے کتنے ہزار مومن ہے جنہوں نے بیعت کی اور باقی کتنے فاسق رہ گئے۔ ہم نے تھوڑوں کی تعداد اس لئے نہیں لکھی تھی کہ عقائد کا فیصلہ کیا جاوے بلکہ یہ اس لئے لکھا تھا جب آپ کے پیر نے بیعت نہ کرنے والے تمام احمدیوں پر فاسق ہونے کا فتویٰ دیا تو ہم نے یہ دکھانا چاہا تھا کہ ایک مامور من اللہ کی جماعت پر اس قدر ظلم روا رکھنا انسانیت سے بعید ہے۔ جس بارے میں ہمارا دعویٰ تھا وہ تو برابر قائم ہے اسے اصل مطلب سے پھیر کر دوسری طرف لے جانا شرارت ہے۔ جلسوں میں شریک ہونے والوں کی تعداد پر فیصلہ کرنا ہو تو کیسی معمولی ا گدی کے پرستاروں کے ساتھ

ہم نے کوئی اصول باندھا اور نہ کبھی اسے شائع کیا ہے ہاں جس خاص معاملہ کے لئے ہم نے اسے بیان کیا ہے وہ تب تک قائم رہیگا جب تک کئی لاکھ احمدیوں میں سے بہت تھوڑے محمودی ہونے سے بچ رہینگے۔

محمودی- اول تو شد و مد سے مشہور کیا کہ محض قلیل حصہ جماعت نے بیعت کی ہے اور جب کثرت ہو گئی تو کہنے لگے کہ حق قلت کے ساتھ ہوتا ہے۔

احمدی- جناب یہ آپ جیسے عقل کے مدعی نادان کی سمجھ کا پھیر ہے۔ ہماری تحریر دوبارہ پڑھ کر صحیح نتیجہ اخذ کرو۔ مگر بقول آپ کے "جب دل نخوت اور غرور سے بھرا ہو اور اس میں ہزاروں گند بھرے ہوئے ہوں تو پھر دماغ بھی کام نہیں دیتا۔ یہ مشکل ہے کہ آپ ایسی حالت میں صحیح نتیجہ پر پہنچیں

محمودی- اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ کثیر حصہ جماعت فریبی اور نفس پرست ہے تو پھر اس مامور کی ماموریت باطل ہے۔

احمدی- یہ سچ ہے مگر کثیر حصہ جماعت کو اگر فاسق کہا جائے تو پھر مامور کی ماموریت کہاں گئی۔ میرے خیال میں عورتوں بچوں کو ملا کر بھی آپ ایک لاکھ محمودیوں کی فہرست شائع نہیں کر سکتے۔ پھر باقی کئی لاکھ آپ کے اور آپ کے پیر کے نزدیک فاسق قرار پائے یا نہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کی جماعت کا کثیر حصہ اس ظلم عظیم سے بچا ہوا ہے۔ جو بداعتقادی کے ذریعہ سے محمودی پھیلا رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ بچا رہیگا۔ ہاں محمودی لوگوں کی بدزبانی اور مغرورانہ تحریروں کو دیکھ کر یہ ضرور خیال ہوتا ہے کہ جس درخت (محمود) کے یہ پھل ہیں یہ اس درخت کے ایسا ہونے پر دال ہیں۔

محمودی- اگر حضرت خلیفہ اول حضرت آدم حضرت داؤد اور حضرت ابوبکر صدیق کی مانند خدا کی طرف سے خلیفہ تھے تو خلیفہ ثانی حضرت عمر کا مثیل کیوں نہ ہو۔

احمدی- بریں عقل و دانش بباید گریست کیا حضرت مولوی نورالدین صاحب نے الہاماً بیان کیا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے حضرت آدم داؤد و ابوبکر جیسے خلیفہ ہیں سب کو معلوم ہے کہ آپ کا یہ دعویٰ نہ تھا۔ نہ آپ نے اس بارہ میں کبھی کوئی الہام شائع کیا۔ حضرت آدم کو خدا نے کھڑا کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو صحابہؓ نے مقرر کیا گو ایک موحد شخص ہر ایک فعل کو خدا کی طرف منسوب کرتا ہے۔ مگر دا قعات ہرگز چھپ نہیں سکتے۔ خدا کا بذات خود کھڑا کرنا ایسا ہوتا ہے جیسا حضرت مسیح موعود یا دیگر ماموران الہی تن تنہا کھڑے ہوئے اور انسانوں کے دلوں کو خدا نے ان کی طرف جھکا دیا۔ ایسا نہیں ہوا کہ پہلے ایک جماعت موجود تھی جنہوں نے دعویٰ کرتے ہی ہاتھ میں ہاتھ دے دیا۔

حضرت مولانا مرحوم جیسے موحد نے اگر کہا کہ مجھے کسی انسان نے خلیفہ نہیں بنایا بلکہ خدا نے بنایا تو یہ اس کی موحدانہ حالت کا تقاضا تھا ورنہ امر واقع تو یہ ہے

"تمام جماعت نے بالاتفاق حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حضرت مسیح موعود کا خلیفہ مان لیا۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی" (البدر ۱۹۰۸ء)

پھر مولوی صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں دوسرے لوگوں کو خلیفہ بنانے کے لئے پیش کیا۔ حالانکہ حضرت ابوبکرؓ سے یہ فعل ثابت نہیں۔ اگر خدا سے آپ کو خلیفہ بننے کا الہام کیا ہوتا تو صاف دعوے کرتے بلکہ کیا تو یہ کہا کہ:-

"میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کرو میں تمھارے ساتھ بیعت کرنے کو طیار ہوں"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے لوگوں کے انتخاب پر یہ معاملہ چھوڑا تھا کہ جسے چاہیں منتخب کریں۔ گو خدا نے لوگوں کے دل آپ کی طرف جھکا دیئے۔ مگر معاملہ لوگوں کے انتخاب پر ہی طے ہوا۔

حضرت عمرؓ کا مثیل بننے والا حضرت عمرؓ جیسی خوبیاں تو پیدا کرے۔ منبروں پر چڑھ کر احمدیوں پر فسق کے فتوے دینے اور تبرا بازی کرنے اور خلاف واقعہ امور کو ہماری طرف منسوب

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

اسلامیم از فضل خدا	مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ے ر

ششماہی ے

سہ ماہی ۹؏

ماہوار ۹ر طلبا رسالہ للعہ سے

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۳ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ ہجری المقدسہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۵

شذرات

مسلمانوں کی پستی کے اسباب

لائق ہمعصر لمعات ۲۶ - مارچ ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں رقمطراز ہے:-

"نصرت و امداد کی توقع اپنوں پر ہی ہوتی ہے اور زیادہ رنج اپنوں کی مخالفت پر ہی آیا کرتا ہے۔ سب سے پہلے اس دین کی تائید کرنا مسلمانوں کا فرض ہے اور اگر وہ نہ کریں بلکہ اُلٹا اس کو ذلیل کرنے کے درپے ہوں تو سب سے بڑھ کر خدا کا قہر انھیں پر نازل ہوگا آجکل جو مسلمان ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے امداد دین ترک کر دی ہے۔ اور اسے اپنے اقوال و افعال سے رسوا کر رہے ہیں۔ پس اس بد دعا کا ہیٹ جس کے پڑھے جانے پر وہ نہایت خلوص دل سے آمین کہدیا کرتے ہیں خود ہی بنتے ہیں اور نہیں جانتے کہ بُرے اعمال کے ہوتے ہوئے وہ دعائیں مانگ مانگ کر اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی مار رہے ہیں۔ چغلخوری اور بدگوئی کر کے پرستاران اسلام کا گلا یہ کاٹتے ہیں۔ جیلخانے ان سے بھرے پڑے ہیں عدالتوں میں جاکر علی الاعلان یہ کہدیتے ہیں کہ ہم شریعت کے پابند نہیں ہم رواج کے ماننے والے ہیں۔ مسجدیں تحکر یہ کھاجاتے ہیں۔ اوقات کا روپیہ بھی پارٹیوں میں یہی اُڑاتے ہیں جس میں مہمانوں کی تواضع کے لئے شراب بھی حاضر کی جاتی ہے۔ اور بھی جتنے افعال شنیعہ ہیں جن سے دین محمدؐ کی بے حرمتی ہوتی ہے ان نام نہاد مسلمانوں کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔

کیا نصرت دین محمدی اسی کا نام ہے۔ اور کیا خذلان دین محمدؐ اس سے بڑھکر کچھ اور بھی ہے؟ جب مسلمانوں کے اعمال ایسے بد ہوں جب اپنے دین کو وہ خود ہی ذلیل کرنے والے ہوں تو وہ غیروں سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں کہ ان کے مذہب کی توقیر کریں۔ اور اسے خواری و رسوائی سے بچائیں۔

مسلمان یاد رکھیں کہ ان کے بھلے دن جب ہی آئینگے جب وہ خود اپنے مذہب کی عزت و احترام کرینگے۔ اور رواج کو ترک کر کے پابند شریعت بن جائیں گے۔ ورنہ وہ یاد رکھیں کہ (واخذل من خذل) کی دعا کے مستحق انشاءاللہ وہ خود ہی بنے رہینگے اور انھیں خوشحالی اور فارغ البالی کبھی نصیب نہ ہوگی"

مساوات کا زرین اصول

لائق ہمعصر وکیل اس عنوان سے رقمطراز ہے:۔

"اسلام کے اصول مساوات کا مقصد یہ ہے کہ ہر شخص اپنے قدرتی قوا سے کام لے کر اپنے سے بلند مرتبہ افراد و اقوام کے ہم پلہ ہونے کی سعی کرے۔ اُس میں خودداری اور ترقی کا مادہ پیدا ہو وہ اپنے آپ کو اپنے ہمجنسوں کے مقابلہ میں ناکارہ و ہیچ و بیکس سمجھ کر ورطۂ ذلت میں محو نہ ہوجائے بلکہ قدرت کی دی ہوئی طاقتوں سے کامل طور پر متمتع ہو اور کامیاب و شریفانہ زندگی میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ اگر اس زرین اصول کو دنیا عملاً تسلیم کرے اور تمام اقوام عالم اس پر عمل پیرا ہوں تو ادنیٰ اقوام کو بلند سطح پر لانے کے لئے نہ کسی انسانی قانون کی حاجت ہے اور نہ جماعتوں کی زندگی میں کسی قسم کا خلل واقع ہو۔ لیکن حیف ہے کہ مسلمانوں نے جن کے مذہب نے سب سے پہلے مساوات کا علم بلند کیا اس اصول کو فراموش کر دیا ہے اور اگرچہ خدا کی عبادت میں امیر و غریب و شاہ و گدا ایک دوسرے کے دوش بدوش کھڑا رہنا گوارا کر لیتے ہیں مگر عام اعمال زندگی میں یہ اسلامی خصوصیت اب مفقود

جنگ کی خبریں

براہ دہلی

جنگ وردون :- دہلی ۲۳ مارچ ۔ ہز ایکسلنسی والسرائے کو سکرٹری آف سٹیٹ کی طرف سے ۲۲ مارچ کا مفصلہ ذیل مراسلہ موصول ہوا ہے :-

دریائے میوز کے مغرب میں جرمنوں نے ۲۰ مارچ کی شب کو کئی مرتبہ ایوکورٹ مالن کورٹ کے محاذ پر حملے کرنے کی کوشش کی، اور وہاں بڑے قطر کے تشیں گولوں کی مسلسل آتشبازی جاری ہے ۔ ان حملوں میں انھوں نے آتشیں سیال کی چادریں بھی پھینکیں آخر شدید نقصان اٹھانے اور قدم بقدم ترقی کرنے کے بعد انھوں نے دشت مالن کورٹ کے جنوب مشرقی حصہ پر قبضہ کر لیا ۔ مگر اس جنگل میں سے نکل کر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش میں ناکام رہے ۔

۲۱ مارچ کو مالن کورٹ کے علاقہ میں موضع اسنی اور ۳۰۴ نمبر کی پہاڑی کے قریب شدید گولہ باری ہوئی نیز میوز کے مشرق اور وور کے علاقہ میں ٹھہر ٹھہر کر آتشباری ہوتی رہی ۔ فرانسیسی ہوائی جہازوں نے ڈان سر میوز اور اوڈن روٹن کے سٹیشنوں پر گولہ باری کی ۔

برطانی محاذ پر سرگرمی :- برطانی رپورٹوں سے پایا جاتا ہے کہ فریقین نے ایک دوسرے پر چھوٹے چھوٹے حملے کئے ہیں اور دمدمہ ہوسنز درن کے قریب اور ییوبیا پر معتدبہ سرگرمی ظہور میں آئی ۔

روسیوں نے بحیرہ اسود کے ساحل پر چند میل پیشقدمی کی ہے مزید جنگ کے بعد روسیوں نے دریائے فیسٹر پر ما مکلنیر کے قریب ایک پل کی قلعبندی پر قبضہ کر لیا ۔

محکمہ بحری کی رپورٹ مظہر ہے کہ چار برطانی تباہ کن جہازوں نے ساحل بلجئم کے قریب ۳ جرمن تباہ کن جہازوں کو دیکھا جو برطانی جہازوں کو دیکھتے ہی زیبرگ کی طرف بھاگ گئے ۔ اور دوڑ بھاگ کی لڑائی میں دو پر گولے پڑے ۔

از رایوٹر

وردون کی مدافعت :- لندن ۲۲ مارچ ۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے ۔ کہ ارگون میں دستی بموں کی لڑائی جاری رہی ۔ مالن کورٹ کے علاقہ دریائے میوز کے مغربی کنارے پر شدید گولہ باری جاری رہی ۔ جرمنوں کو ہمارے توپخانہ کی آتشباری کے مقابلہ میں کثیر جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہونے کی جرأت نہ ہوئی اور میوز کے مغرب میں اور دیگر مقامات پر ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری ہوتی رہی ۔ فرانس کے ہوائی دستوں نے ڈان سر میوز اور اوڈن کے سٹیشنوں پر بم پھینکے ۔

توپخانہ کی لڑائیاں :- لندن ۲۲ مارچ ۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ میوز کے مغرب میں بمقام مالن کورٹ واسنیر نیز ۳۰۴ نمبر کی پہاڑی پر توپ خانہ کی اچھی خاصی لڑائی ہوئی ۔ موکورٹ کی پہاڑی پر اس کی شدت بالخصوص زیادہ تھی اور دریائے میوز کے مشرق میں بمقام داؤز و ڈیملوپ گولہ باری نہایت شدید تھی ۔ پیدل سپاہ کی فوج کوئی جنگ وقوع میں نہیں آئی ۔

جرمنوں کی غیر اہم مقامی کامیابیاں :- لندن ۲۳ مارچ پیرس کا نیم سرکاری بیان مظہر ہے کہ جرمنوں نے ریوکورٹ میں ۸۰۰ گز تک جو پیشقدمی کی ہے ۔ وہ جنگی پہلو سے غیر اہم ہے ۔ مورٹ ہوم کے مورچوں کو معرض خطر میں ڈالنے سے پیشتر جرمنوں کو ایک ہموار ڈھلوان پر سے پیشقدمی کرنی پڑے گی ۔ جہاں کسی قسم کی آڑ موجود نہیں ۔ اور جسپر سامنے اور بازوؤں کی طرف سے آتشبازی کیجا سکتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ کل ہر چند غنیم نے دشت ریوکورٹ میں اس نے نکل کر پیشقدمی کرنے کی کوشش کی ۔ مگر اسے روک دیا گیا ۔ ہمارے لائن کے ہیوکورٹ کی پہاڑی سے جو لائن سے کچھ آگے بڑھی ہوئی تھی چند سو گز پیچھے ہٹ آنے سے ہمارے محاذ کو حقیقی استحکام حاصل ہو گیا ہے ۔ اس لئے یہ غیر اغلب معلوم ہوتا ہے کہ جرمن مزید حملہ کرنے سے کسی قسم کی کامیابی حاصل کر سکیں گے ۔ مالن کورٹ اسنیز اور ڈولا مونٹ ڈیملوپ کے حصوں میں غنیم کی مسلسل گولہ باری اس امر کا پیش خیمہ معلوم ہوتی ہے ۔ کہ غنیم دریائے میوز کے دونوں کناروں پر ایک ساتھ حملہ چاہتا ہے ۔ بشرطیکہ اس کے پاس اس مقصد کے لئے کافی فوج موجود ہو ۔ ہمارے سپاہی نہایت استقلال سے ان حملوں کا انتظار کر رہے ہیں ۔ اور انھیں اس امر کا علم ہے کہ گو وہ غنیم کو ناپاک آتشی سیال کے استعمال سے مقامی کامیابیاں حاصل کرنے سے روک سکیں مگر انھیں یقین ہے کہ وہ جرمنوں کو کسی قسم کی عام کامیابی حاصل نہ ہونے دیں گے ۔

سرنگ بازی اور دستی بموں کی لڑائی :- لندن ۲۲ مارچ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ شب گذشتہ کو غنیم نے دو سرنگیں اڑائیں ۔ مگر مغربی انلسے کوئی آدمی ہلاک یا مجروح نہ ہوا اندر میلز کے شمال مشرقی گڑھوں میں دستی بموں کی کسی قدر جنگ وقوع میں آئی ۔ مگر حالت غیر متبدل رہی ۔ آج ہمارے توپ خانہ اور خندقی توپوں نے دانا کوارٹ کے جنوب مغرب میں غنیم کے مورچوں پر کامیابی سے گولہ باری کی ۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر پاک ممبران لاہور بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں ۔

حضرت خواجہ صاحب گذشتہ سنیچر سے گوجرانوالہ تشریف لے گئے ہوئے ہیں وہاں کی انجمن اسلامیہ کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر آپ کا لیکچر تھا ۔ غالباً آج واپس تشریف لے آئینگے ۔ اس جوان ہمت بزرگوار کی محنت بہت قابل رشک ہے ۔ جو باوجود گلے کے کئی دنوں سے خراب ہونے کے کلمہ حق پہنچانے میں نہ تو اسے کوئی دریغ ہے اور نہ وہ تھکتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کام کی جلدی کی توفیق عطا فرمائے ۔

مولوی اکبر شاہ خان صاحب کے رسالہ عبرت کے تین نمبر ساتھ تا شائع ہو چکے ہیں جو اپنے مخصوص تاریخی مضامین اور حسن بیان کے لحاظ سے بہت دلچسپ ہیں الله فانه مندیہ احتیاج اس رسالہ کی خریداری اور توسیع اشاعت ۔

چندہ ترجمۃ القرآن :- ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ سے مبلغ ۵۲ روپیہ بمد چندہ ترجمۃ القرآن ہر سال فرماتے ہیں ۔ ایسا ہی ڈاکٹر علی احمد صاحب سب اسسٹنٹ سرجن نیروزپور جھرکہ ضلع گوڑگانوں سے مبلغ ۲۰ روپیہ ترجمۃ القرآن فنڈ میں بھیجتے ہیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ۔

نو مبایعین :- جہلم میں پچھلے دنوں حضرت خواجہ صاحب کے جو لیکچر ہوئے ۔ ان سے متاثر ہو کر دو آدمی میاں عبدالکریم صاحب اور میاں عبدالرحیم صاحب آپ کے ہاتھ پر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ۔ ایسا ہی عبداللطیف خان صاحب نجوان سے اور عبداللہ خان صاحب رنگگر سے حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے ۔ اللہم زد فزد

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب ڈیرہ غازیخان میں قریباً ۲۰ دن تک تبلیغ سلسلہ اور عقاید محمودیہ کی تردید کرنے کے بعد گذشتہ بدھ کو لاہور تشریف لے آئے ۔ حکیم صاحب کو اس سفر میں جو جو کچھ واقعات پیش آئے ۔ انکی تفصیل روئداد بعد میں ہدیہ ناظرین ہو گی ۔ جس کے ساتھ ہی الفضل کی ان غلط بیانیوں کی بھی تردید کی جائیگی ۔ جو اس نے حکیم صاحب کے متعلق کی ہیں ۔

حافظ فضل احمد صاحب گوجرانوالہ اور اس کے مضافات وزیرآباد ۔ جہلم ۔ مانگٹ اونچے ۔ حافظ آباد وغیرہ کا چکر لگانے کے بعد گجرات تشریف لے گئے ہیں اور صوفی مبارک علی صاحب کل لاہور پہنچ گئے ۔ انکی بھی ضروری روئداد لکھ دی جائیگی ۔

شملہ میں ہمارے عزیز دوست شیخ عبدالحق صاحب نے محمودیوں کے ہیڈ مناظر عمرالدین کا خوب ہی ناطقہ بند کر رکھا ہے ۔ شیخ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ۔ اور انکی علمیت کو اور بڑھائے ۔ اور خدمات دین کی بیش از بیش توفیق ۔

حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب بہت دنوں سے علیل ہیں ۔ آپ کا وجود جماعت کے لئے جیسا کچھ باعث رحمت و برکت ہے ۔ اس کے بیان کی چنداں ضرورت نہیں ۔ احباب دعا کریں کہ اس جوان ہمت بزرگوار کو اللہ تعالیٰ صحت و عافیت عطا فرمائے اور بہت زیادہ دیر تک ہم میں رہکر خدمات دینیہ کو حسب دستور سرانجام دیتے رہیں ۔ آمین

ضروری اطلاع :- احباب ہر ایک قسم کا روپیہ اور اس کے متعلق اطلاع خواہ قیمت اخبار ہو یا چندہ اشاعت اسلام چندہ القرآن یا غیرہ سب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجا کریں ۔ کسی خاص شخص کے نام نہ بھیجیں اسی طرح اخبار کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت سوائے مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء نمبر

حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر

"اتحاد بین المسلمین"

پر

مسلمانوں میں فتاوٰے تکفیر و تفسیق کے استیصال کی ایک نہایت پاک اور مبارک کوشش

گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب کے اس لیکچر کی مختصر روئداد ہدیۂ ناظرین کی جا چکی ہے۔ جو آپ نے گذشتہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں مضمون مندرجہ عنوان پر دیا۔ یوں تو حضرت خواجہ صاحب کا ہر ایک لیکچر عامہ مسلمین کیلئے از حد مفید اور اُن کی صلاحیت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یہ لیکچر اپنی نوعیت کے لحاظ سے شائد پہلا لیکچر ہے۔ جو مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنیکے موضوع خاص پر دیا گیا۔ اور اس لئے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان تمام باتوں کو مختصراً یہاں لکھدیا جائے۔ جو آپنے اس لیکچر میں بیان کیں۔ تاکہ جو حضرات لیکچر کو خود نہیں سن سکے وہ بھی آپ کے پیش کردہ پاکیزہ خیالات سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ گذشتہ اشاعت میں جو روئداد دی گئی تھی وہ صرف خلاصہ مطلب ہی تھا اور اکثر باتیں اس میں بیان کرنیسے رہ گئی تھیں۔ لیکچر کا خلاصہ لکھنے سے پیشتر یہ بتا دینا شاید بیجا نہ ہوگا۔ کہ اس جلسہ کے صدر حضرت امیر جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ تھے۔ جنہوں نے خواجہ سے پہلے اٹھکر یہ بیان کیا کہ "اسلام جس کا دعوےٰ تھا۔ کہ وہ مختلف قوموں کو ایک کرکے انہیں بھائی بھائی بنانے آیا ہے۔ اور انہیں ایک دین واحد پر جمع کرنے آیا ہے۔ اس میں خود ہی آج جنگا مشتی ہو رہی ہے۔ وہ تو کہتا تھا کہ میں سب میں بھائیوں جیسی محبت پیدا کر دونگا۔ لیکن آج ایک اور نظارہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ وہ جو اُس کے نام لیوا تھے۔ وہ دوسروں کو تو بھائی بھائی کیا بنائیں گے۔ خود آپس ہی میں مصروف پیکار ہیں۔ غیروں سے صلح کرانا تو بعید بات ہے۔ جب اپنے ہی جنگ کر رہے ہوں۔ تو غیروں سے صلح کی کیا امید۔ خواجہ صاحب نے اس آپس کی تفریق کو دور کرنے کی تجاویز آپ صاحبان کو بتائیں گے۔ (مفہوم بالفاظ راقم)

اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب کھڑے ہوئے۔ اور آپ نے سب سے پہلے سورۂ نحل کی چند آیات :-

تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلك سے لیکر ان فی ذالك لاٰیٰت لقوم یتفکرون تک

تلاوت فرمائیں۔ اور اس کے بعد قرآن کریم کے دوسری کتب مقدسہ کو تسلیم کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ قرآن نے اپنے آنے کی یہ ضرورت بتائی ہے۔ کہ ان پہلی کتب مقدسہ میں اب اختلاف پیدا ہو چکا ہے اسکا فیصلہ کیا جائے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ وما انزلنا علیك الکتاب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیه سے ظاہر ہے۔ اس بات کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے اس حقیقت کو واضح کیا۔ کہ یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ صداقت کا ہمیشہ ایک ہی پہلو ہوتا ہے۔ دوسرا نہیں۔ اسی طرح سے کسی خاص امر میں کسی کی منشاء بہرحال ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک ہی امر کے متعلق دو مختلف پہلو رکھتا ہو۔ اور وہ دونوں سچے بھی ہوں ایسا ہی خدا کی منشا بھی جو کچھ اس نے اپنی کتب مقدسہ میں ظاہر فرمائی ہے۔ ایک ہی ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کی ایک ہی بات کے سمجھنے میں تضاد ہو گیا ہو تو ان میں سے ایک ہی خیال بہرحال صحیح ہوگا۔ لیکن اس بات کا فیصلہ اب کون کرے۔ کہ خدا کی کونسی منشاء کس نے ٹھیک طور پر سمجھی ہے۔ اور کس نے نہیں ظاہر ہے کہ اس کا فیصلہ کرنا خود خدا کے سوا سے اور کسی کا کام نہیں۔ آپ نے اس کی زیادہ وضاحت کی اور بتایا کہ تعزیرات ہند کے ایک قانون کو اگر مختلف طرح سے سمجھا گیا ہو۔ اور کسی ایک ہی مقدمہ کے متعلق اگر الہ آباد ہائیکورٹ کا فیصلہ کچھ ہو۔ اور مدراس کا کچھ اور بمبئی کا کچھ۔ تو پھر پہلے تو یہ انتظار کیا جاتا ہے کہ پریوی کونسل اسکے متعلق کیا فیصلہ کرتی ہے اور اسکے متعلقہ قانون کو کسطرح زیر عمل لاتی ہے ورنہ پھر خود وائسرائے ان کونسل اس قانون کی تشریح کر دیتا ہے۔ تاکہ اس کی ایک ہی منشاء ٹھیک طور پر سمجھی جا سکے۔ تو اسی طرح سے اگر خدا کی منشاء کو بھی دنیا میں مختلف طرح سے سمجھا جانے لگا ہے اور کتب مقدسہ کے مفہوم کو سمجھنے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے تو یہ خود خدا کا کام ہے۔ کہ وہ کسی شخص کو اٹھائے اور اسکی معرفت اپنا کلام دنیا میں بھیجے اور اپنی صحیح منشاء ہمیں بتائے۔ پھر آپ نے بتایا کہ قرآن کے نزول کے وقت دنیا میں اختلاف واقع ہو چکا تھا لوگ اپنی اپنی کتب مقدسہ کے معنے کرنے میں ہی ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے اسی لئے قرآن نے نازل ہو کر اس اختلاف میں فیصلہ کیا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی صحیح منشاء کیا ہے۔ اسکے بعد آپ نے اختلاف کی تشریح کی اور بتایا کہ اختلاف سب سے زیادہ خطرناک وہ ہوتا ہے جو ان اصولوں میں ہو۔ جن پر نجات کا مدار و مدار ہے اور جنکو ماننے سے کوئی شخص نجات کا وارث بن سکتا ہے۔ اور نہ ماننے سے نہیں۔ اسی بات کو اختلاف کہا جا سکتا ہے۔ اور اسکے سوائے باقی اختلافات اختلافات نہیں۔ بلکہ رونقوں کے سامان ہیں۔ مثلاً انہوں نے بتایا کہ ایک انجیل کو ہی لیلو۔ تین مختلف خیالات کے بڑے بڑے فرقے ہیں جو انجیل کو ماننے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم کے وقت بھی تھے ایک وہ جو چار خداؤں کو مانتا ہے۔ مسیح۔ روح القدس۔ مریم اور خدا باپ۔ ان چاروں کو خدا ماننا اور انکی پرستش کرنا حصول نجات کیلئے وہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اور ایسا اعتقاد نہ رکھنے والوں کو دوزخی۔ پھر ایک اور فرقہ ہے۔ وہ چار کو ماننا ضروری نہیں سمجھتا۔ بلکہ صرف تین کو۔ وہ خدا مسیح اور روح القدس کو ہی خدا منواتے ہیں۔ اور انہی کی پرستش کرتے ہیں۔ پھر وہ بھی ہیں۔ جو صرف ایک ہی خدا کو مانتے ہیں۔ اور مسیح کو صرف ایک نبی جانتے ہیں۔ اب ان فرقوں کی آگے شاخیں در شاخیں چلتی ہیں۔ ان میں بھی اسی قسم کا اختلاف ہے۔ رومن کیتھولک فرقہ کے لوگ خدا کی اس صفت کو کہ وہ گناہوں کو بخشتا ہے ایک اور شخص میں بھی ودیعت شدہ سمجھتے ہیں یعنے پوپ میں۔ ان میں سے اکثر جا کر سفینۂ دار پوپ سے اپنے گناہوں کو بخشواتے ہیں گویا یہ انکے نزدیک ایک اور خدا ہے۔ پھر بعض ہیں۔ جو ایک خاص قسم کے پادریوں کو بھی جنہیں Ordained کہا جاتا ہے گناہوں کے بخشدینے کا مجاز سمجھتے ہیں۔ بعض نہیں سمجھتے۔ بپتسمہ کے متعلق بھی علی ہذا دو گروہ ہیں۔ بعض وہ ہیں جو بپتسمہ کو ایک معمولی رسم سمجھتے ہیں اور اسکا کوئی اثر انسانی نجات پر تسلیم نہیں کرتے۔ ایک دوسرے فرقہ کے لوگ ہیں وہ یہانتک سخت ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ بپتسمہ پر ہی ہماری نجات منحصر ہے چنانچہ ان میں قاعدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی بچہ انکے ہاں پیدا ہوتا ہے تو فوراً پادری کے ہاں گاڑی بھیجی جاتی ہے تاکہ وہ آکر بچہ کو گناہوں سے پاک کرے یعنے بپتسمہ دے۔ اگر تو وہ وقت پر پہنچ گیا اور بپتسمہ لگیا۔ تو خیر وہ بچہ اسیوقت نجات پا گیا اور اگر اس پادری کے پہنچنے سے پہلے ہی وہ بچہ فوت ہو گیا تو بس وہ اسے ابدی جہنمی قرار دے دیتے ہیں یہانتک کہ روس میں تو پچاس سال پہلے ایک یہ بھی عقیدہ ان میں تھا۔ کہ ایسے بچہ کو جو بپتسمہ پائے بغیر فوت ہو جائے قبرستان میں جگہ نہیں دینی چاہئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ تو بہشتیوں کی جگہ ہے۔ ان کا وہاں کیا کام آج بھی انگلستان میں اس قسم کے سخت خیال کے بعض لوگ ہیں۔ چنانچہ لارڈ ہیڈلے نے جب اسلام کا اعلان کیا۔ تو پال مال گزٹ میں کسی نے لکھا۔ کہ تم لاکھ دفعہ مسلمان ہو جاؤ۔ اور چاہے کچھ ہی کیوں نہ بنجاؤ۔ لیکن تمہارا تو بپتسمہ ہو چکا ہوا ہے۔ تمہاری فطرت تو اب بدل سکتی ہی نہیں۔ اور تم عیسائیت سے نکل ہی نہیں سکتے۔ الغرض اسی قسم کا کوئی پانچسو فرقہ عیسائیت میں ہے۔ جن میں سے کم از کم سو فرقوں میں آپس میں اصولی اختلاف ہے۔ یعنے ان باتوں میں اختلاف

الاخبار والآرا

ادنیٰ اقوام کی اصلاح کیلئے کوشش

مجلس وضع قوانین ہند میں آنریبل مسٹر دادا بھائی نے خیال میں ادنیٰ اقوام کی اخلاقی و تعلیمی حالت کی اصلاح کی تجاویز اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ جس کی کہ دیگر متعدد ہندو لیڈروں نے بھی بڑے زور سے تائید کی سرکاری ممبر نے بھی اس بارہ میں آنریبل محرک سے اظہار ہمدردی کیا۔ اور گورنمنٹ عالیہ کی طرف سے صوبوں کی گورنمنٹوں کو اس بارہ میں خاص تدابیر اختیار کرنے کی تحریک کئے جانیکا اطمینان دلایا۔ جو بلاشبہ بہت ہی قابل قدر اور لائق ستائش کام ہے۔ ادنیٰ اقوام کو اوپر اُٹھانے کا جس قدر زبردست حکم اسلام میں ہے شاید ہی کسی مذہب میں ہو۔ اسلام نے تو اعلیٰ اور معزز بننے کی شرط اتقا و پرہیزگاری قرار دی ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم لیکن افسوس کہ مسلمان آج اس زرین تعلیم کو قطعاً نظر انداز کرکے نہ صرف اپنے مذہبی احکام کی ہی خلاف ورزی کرتے ہیں بلکہ اس پر عامل ہونے سے جو اقتصادی وسیاسی فوائد بھی میسر آ سکتے ہیں ان سے بھی محروم ہیں۔ اور خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔ ہرحال مسٹر دادا بھائی کا رزولیوشن اس قابل ہے کہ اہل ملک اور بالخصوص مسلمان اس طرف متوجہ ہوں اور صرف گورنمنٹ پر ہی اس کے بر لانے کا خیال نہ جما کر خود بھی ہاتھ پاؤں ہلائیں اور اپنے ملک اپنی قوم اور سب سے بڑھ کر مذہب کی بہترین خدمت سرانجام دیں۔

کمسن اطفال سے انسداد تمباکو نوشی کی تجویز

ہندوستان کی مادی و روحانی امراض میں سے ایک یہ مرض بھی بہت ترقی کر رہی ہے بلکہ کرچکی ہے کہ یہاں کے عورت و مرد۔ بوڑھے اور جوان حتیٰ کہ وہ کمسن اور نابالغ بچے بھی جو ابھی اس لائق بھی نہیں ہوتے کہ کسی عقل اور تمیز سے کام لے سکیں سگرٹ اور تمباکو نوشی میں ایسے مبتلا ہوتے ہیں کہ گویا ان کی فطرت میں ہی یہ بدعادت رچی ہوئی ہے۔ یا جیسا کہ مولانا حالی نے عرب کے زمانہ جاہلیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے کہ؎

جوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی

گو ہندوستان میں بھی جوا اور شراب کی کمی نہیں لیکن کمسن بچوں اور نوجوانوں میں تمباکو نوشی کی عادت تو ایسی سرایت کرگئی ہے کہ ان کی گویا گھٹی میں ہی یہ ڈالی گئی تھی۔ خدا بھلا کرے آنریبل سردار بہادر گجن سنگھ صاحب کا جنہوں نے ملک کے اس اخلاقی انحطاط سے متاثر ہوکر پنجاب کونسل میں اس نقصان دہ عادت کے انسداد سے لڑکوں کو بچانے کی تجویز پیش کرنیکا ارادہ کیا ہے۔ خدا کرے کہ سردار بہادر موصوف کی یہ اہم تجویز بارآور ثابت ہو۔ اور اگر اہل ملک خود اپنے آپ کو سنوارنے کی قابلیت اور اہلیت نہیں رکھتے یا سرے سے انھیں اس کا احساس ہی نہیں تو گورنمنٹ ہی قانونی شکنجہ سے انھیں مضرات سے بچانے میں ساعی ہو۔ اگرچہ قانونی دار و گیر کا ایسی وسعت پذیر ہونا مشکل امر ہے کہ اس کا اثر ہمہ گیر ہو اور جس سے اس بات کا قطعی طور پر استیصال ہوجائے اور ماسوا اس کے جو بات ہمیں خود کرلی چاہیے اس کی گورنمنٹ سے درخواست کرنا بھی غیرت و حمیت کے متقاضی نہیں۔ لیکن تاہم کچھ بھی نہ ہونے سے بہرحال کچھ ہونا ہی بہتر ہے۔ شاید اس لئے ہی کچھ نیک نتیجہ برآمد ہوجائے۔ اور ملک کو اپنی غلط کاریوں کا کچھ احساس ہو۔

مسودہ قانون کی تفصیلی روئداد

آنریبل سردار بہادر نے اپنے اس ضروری مسودہ قانون میں جو سزائیں تجویز کی ہیں۔ اور جو صورت انسداد کی بیان کی ہے اور پھر تمباکو نوشی سے جو جو امراض پیدا ہوتی ہیں ان کی مختصر کیفیت حسب روایت معاصر وکیل حسب ذیل ہے۔

"اس مسودہ کی دفعہ ۳ کا منشا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے ہاتھ جس کی بظاہر ۱۶ سال کی عمر ہو سگار یا سگرٹ یا تمباکو فروخت کرے یا دے خواہ اس کے اپنے استعمال کے لئے ہو یا اور کسی کے لئے تو پہلے قصور پر وہ سزائے جرمانہ کا سزایاب ہوگا جس کی تعداد دس روپیہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ اور دوسری بار اس جرم میں ۲۰ روپیہ جرمانہ تک اور تیسرے جرم میں ۵۰ روپیہ جرمانہ تک سزا دی جاسکتی ہے۔ دفعہ ۴ کی رُو سے ہر ایک پولیس آفیسر۔ نمبردار۔ سفید پوش۔ ذیلدار اور کسی مدرسہ کے اُستاد کا یہ فرض ہوگا کہ اگر بظاہر ۱۶ سال سے کم عمر کا لڑکا سگار یا سگرٹ یا چلم یا حقہ کسی بازار یا پبلک جگہ میں پیتا ہوا پایا جائے تو وہ اس کو چھین لے۔ اور جو شے کوئی دوکاندار تمباکو کی قسم سے کسی ۱۶ سال سے کم عمر کے آدمی کے ہاتھوں فروخت کرے مجسٹریٹ اسے ضبط کرسکتا ہے۔ جو چیز کسی لڑکے سے تمباکو کی قسم کی چھینی جائیگی وہ نزدیک کے تھانہ میں پہنچائی جائیگی اور بحق سرکار ضبط ہو جائیگی۔ .... تمباکو سے حسب ذیل امراض پیدا ہوتے ہیں (۱) بدہضمی (۲) منھ کے اندر ورم (۳) سوزش حلق (۴) زبان یا لب پر سرطان۔ (۵) ضعف بصارت (۶) دل کی حرکت میں بیقاعدگی"

اب اس قدر سخت امراض کو ایک طرف اور روحانی و اخلاقی تنزل کو دوسری طرف رکھ کر کون عقلمند ہے جو اس مسودہ کی بڑے زور سے تائید نہ کرے۔ بالخصوص جب کہ ملک کے دوسرے حصص میں یہ قانون جاری بھی ہے۔ اُمید کہ دیگر ممبران کونسل اس کے پاس کرا دینے میں پورا زور لگا دینگے۔

ترک شراب کے فوائد اور سلطنت برطانیہ کا مستقبل

موجودہ جنگ یورپ سے یہ ایک بیش قرار فائدہ ہوا ہے کہ شراب کی مضرات کا احساس بہت ترقی کرگیا ہے جس کی وجہ سے روس کے ملک میں شرابنوشی کی قطعی ممانعت اور خود انگلستان میں شہنشاہ معظم کے اسے اپنے محلات میں ممنوع قرار دینے سے اس بارہ میں بہت کچھ اصلاح ہوگئی ہے۔ اور واقعات نے ان اوہام کو بھی غلط ثابت کرنا شروع کردیا ہے جو بالعموم ترک شراب کی وجہ سے مالی نقصان کے رونما ہونے کی صورت میں سرکاری دماغوں میں موجزن تھے۔ یہانتک کہ خود مسٹر لائڈ جارج وزیر خزانہ برطانیہ نے حال میں ٹمپرنس کے ایک ڈیپوٹیشن سے دوران ملاقات میں "سلطنت برطانیہ کے مستقبل کو شرابخوری کے سوال کے حل پر منحصر" قرار دیا ہے۔ اور انھیں "یقین ہے کہ جنگ کا خاتمہ ہونے سے پیشتر ہی اہل برطانیہ اس امر کو محسوس کرلینگے" چنانچہ اس کے ثبوت میں اُنھوں نے موجودہ پابندیوں کا یہ خوشگوار نتیجہ بتایا ہے کہ ان کی بدولت شرابخوری میں ۴۰ فیصدی کی کمی ہوگئی ہے۔

روس میں انسداد شرابنوشی کے خوش آئند نتائج

پھر اُنھوں نے روس کی حالت میں اس انقلاب عظیم کا بھی تذکرہ کیا جو وہاں اقتصادی و اخلاقی ترقیات کی صورت میں رونما ہوا ہے

چنانچہ اُنھوں نے بتایا کہ روس میں جن صنائع کا تعلق سرکار سے ہے ان کی تعداد ۱۳۳۶۴ سے ترقی کرکے ۴۰۴۰۴ تک پہنچ گئی ہے۔ اس ترقی کے کئی اسباب ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ خود گورنمنٹ روس نے کارخانہ داروں کو بڑی بڑی فرمائشیں دیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ گورنمنٹ کے حکم سے تمام ملک میں شراب کی فروخت بند کی گئی۔ اگرچہ انسداد شراب خوری سے گورنمنٹ کو بہت بڑا مالی نقصان اُٹھانا پڑا لیکن اس سے اہل ملک کو کئی اہم فوائد پہنچے۔ جن سے غیر واسطہ طور پر خود گورنمنٹ کو فائدہ ہوا۔ کیونکہ کارخانوں کی تعداد بڑھ گئی۔ بیکاری کے دن کم ہوگئے۔ مزدوروں کو امراض سے نجات مل گئی۔ لوگوں کے پاس روپیہ بڑھ گیا جن سے ان کی خریداری کی قابلیت میں بھی اضافہ ہوا۔ اگرچہ غیر ملکی تجارت میں کمی رہی لیکن جو چیزیں جرمنی سے آتی تھیں ان کی جگہ خود روس میں چیزیں بنائی گئیں۔ یہ تمام باتیں محض انسداد شراب سے حاصل ہوئی ہیں۔ خدا کرے یہ خوش آئند نتائج اور بھی زیادہ ترقی پذیر ہوں اور مسٹر لائڈ جارج کی طرح برطانیہ عظمیٰ کے تمام افراد اس خطرناک انسانی دشمن کی بیخکنی اور انسداد میں کوشاں ہوں۔ اور یہ تحریک ایسی عالمگیر ہو کہ موجودہ جنگ کی طرح دنیا کا کوئی خطہ اس کے زبردست اثر سے خالی نہ رہے۔

مذہب امن کے منافی نہیں ہوسکتا

گذشتہ ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کو لاہور کے اسلامیہ کالج میں بہ تقریب جلسہ تقسیم انعامات مسٹر ایچ پی ٹالنٹن ڈپٹی کمشنر ضلع لاہور نے اپنی تقریر کے دوران میں گذشتہ سال کالج کی طرف سے قوانین کی کوئی شدید خلاف ورزی نہ ہونے کی وجہ اس کا مذہبی درسگاہ ہونا قرار دیا اور اس بات کی توقع کی کہ کالج ایسے نوجوان مسلمان پیدا کرتا رہیگا جو سچے مسلمانوں کی طرح ملک و قوم کی سود و بہبود کا باعث ہونگے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مذہب کا اگر کوئی فائدہ دنیا میں ہوسکتا ہے تو یہی کہ اس سے دنیا کو آرام پہنچے نہ کہ دکھ۔ اور جو مذہب دنیا میں دکھ اور بدامنی کو پھیلاتا ہے اور جو درسگاہ ہو کر امن شکنی کی تعلیم دے نہ تو وہ مذہب صحیح معنوں میں مذہب ہے اور نہ وہ درسگاہ اس قابل ہے کہ اسے مذہبی درسگاہ کہا جاسکے۔ ہمیں اُمید ہے کہ مسٹر ٹالنٹن کی یہ توقع بہت صحیح اور جائز ثابت ہوگی۔ اور اسلامیہ کالج واقعی اور حقیقی معنوں میں اسلامیہ کالج ثابت ہو۔

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

نجات اور موجودہ مذاہب عالم

نجات کا مفہوم مختلف مذاہب کے نزدیک بالکل مختلف ہے۔ ہر ایک نے اپنے اپنے معتقدات کو مدنظر رکھکر نجات کی کچھ ایسی صورت قرار دے رکھی ہے کہ جو ان کے اپنے نزدیک ان کے دیگر معتقدات پر کوئی زد ڈالنے والی نہیں۔ عیسائی آریہ سناتن دھرم۔ ویدک سماج اور بُدھ مذہب وغیرہ وغیرہ ان سب کے نزدیک نجات کی راہ اور اس کی کیفیت بالکل الگ طرز اور مختلف پیرایہ میں بیان کی گئی ہے۔ کوئی تو نجات کو محض اللہ تعالیٰ کے فضلوں پر مبنی قرار دیتا ہے اور اعمال کا کوئی اثر انسان کے لئے عالم عقبیٰ میں تسلیم نہیں کرتا کوئی ہے کہ وہ نجات کو بالکل اعمال پر ہی منحصر گردانتا ہے اور فضل کو کچھ چیز نہ سمجھکر نجات کو ایسا مشکل بنا دیتا ہے جو بظاہر ناممکن الحصول ہی دکھائی دیتی ہے اس گروہ کی نظر زیادہ تر مادیات کی طرف ہونے سے عالم عقبیٰ کی تمام چیزیں اور کیفیات ان مادی اجسام کی طرح ہی انھیں دکھائی دیتی ہیں۔ اور اسی لئے وہ نجات کو میعادی اور مکتی خانہ کو کوئی گول کمرہ سمجھے ہوئے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اللہ تعالیٰ کی انسان کو اس دنیا میں بھیجنے کی اصلی غرض و غایت کیا ہے اسی سوال کا جواب درحقیقت ان تمام اختلافات کے فیصلہ کی جڑ بنیاد ہے۔ اگر تو اس کے بھیجنے کی غرض اس زندگی میں بعض عبث کام ہی ہم سے کرانے ہیں جن کا آخرت میں کوئی کچھ بھی اثر نہیں۔ یا ہمارے بھیجنے کی غرض اللہ تعالیٰ کا محض اپنی حکومت ہم پر جتانا ہے اور وہ ہو نہیں سکتی جب تک کہ جونوں کے چکر میں ہمیں مبتلا نہ کیا جائے۔ تو تو بیشک ہم کہہ سکتے ہیں کہ نجات کا وہی مفہوم ٹھیک ہے جو ان لوگوں نے سمجھا ہے۔ لیکن اگر ان سب ہی مذاہب کے نزدیک انسانی زندگی کی اصل غرض و غایت یہ ہے کہ انسان کو اُن کمالات تک پہنچایا جائے جو اس کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں یا جن کی اس میں استعداد رکھی گئی ہے اور اسی کا نام نجات ہے تو ہماری سمجھ میں اللہ تعالیٰ کا یہ طریق عمل جو پیش کیا جاتا ہے ہرگز راست اور مبنی بر انصاف نہیں ٹھہر سکتا۔ کسی کمال تک پہنچنے کے لئے ہمیشہ انسان کو کچھ محنت و کوشش درکار ہوتی ہے پھر جب انسان ایک حد تک اس میں کوشش کرچکے جس سے کہ کامیابی ہوجانی ممکن ہے تو اس کی رہی سہی کمزوریوں کی طرف کوئی اتنا دھیان نہیں کیا جاتا۔ پھر دنیوی مناظر کے مطابق ہی اللہ تعالیٰ کے کاموں کو بھی قیاس کرنا ہے تو کیوں یہ یقین کر لینا جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ بھی ایک حد تک ہمارے اعمال کا محاسبہ کرتا اور یہ دیکھتا ہے کہ آیا ہم نے اپنی طرف سے متعمداً تو کوئی لغزش نہیں کی۔ باقی بھول چوک اور چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو وہ اپنے فضل سے بخش دیتا ہے۔ اور انسان کو روحانی کمال کا وہ اعلیٰ سرٹیفکیٹ عنایت فرما دیتا ہے جس کا نام نجات ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ بلیٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیھم ولاھم یحزنون

کوئی شخص نجات کی حالت سے واپس نہیں لوٹایا جاتا

نجات کے اس مفہوم کے لحاظ سے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کوئی عقلمند یہ بھی تسلیم نہیں کرسکتا کہ کوئی شخص جس نے ایک دفعہ کسی کمال کو حاصل کرلیا ہو دوبارہ اسے ان چھوٹی چھوٹی خطاؤں اور کمزوریوں کے لحاظ سے جو اس میں باقی رہ گئی تھیں تنزل کے گڑھے میں دھکیل دیا جائے۔ بلکہ اس کمال پر پہنچکر وہ کمزوریاں تو خود بخود زائل ہوجاتی ہیں اور ان کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے ان الحسنات یذھبن السیئات

پھر سوامی دیانندجی مہاراج کا یہ لکھنا کہ مکتی دائمی نہیں بلکہ میعادی ہے (ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۳) کیونکر جائز اور قرین قیاس ٹھہر سکتا ہے۔ قرآن کریم نے اس بارہ میں وماھم بمخرجین (وہ اس جنت سے نکالے نہیں جائینگے۔) کہکر اس بات کا کیا ہی خوب فیصلہ کیا ہے اور درحقیقت ایک طرف انسان کے اپنے اس طرز عمل کو مدنظر رکھ کر کہ وہ بھی اپنے سے کمزوروں کی کمزوریوں سے چشم پوشی اور اُنکی پردہ پوشی کرتا ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے اس نقشہ کو پیش نظر رکھکر جو آریہ نکتہ خیال سے ذرا ذرا سی بات پر گرفت کرنے کی صورت میں دکھائی دیتا ہے یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بات غلط ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ مشاہدہ پر ہی غیب کا قیاس کیا جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ کچھ

قرآن فلسفہ و اخلاق کا جامع ہے

کلّ امرئٍ بما کسب رہین

(گذشتہ سے پیوستہ)

اگر ایک شخص کو یہ کہا جائے کہ غلطی کا اظہار لازمی ہے اور وہ شخص بھی مان لے کہ کوئی غلطی صغیرہ۔ کبیرہ مخفی نہیں رکھی جائیگی اور اس کے ساتھ ہی اسے یہ بھی کہدیا جائے کہ غلطی کی صورت میں سزا بھی لازمی ہے۔ جیسے کہ نیکی کی صورت میں جزا لازمی ہے۔ تو کوئی بھی ایسا شخص ہوگا۔ جو تنقید کے بعد سلسلہ افعال نہ چلائے۔ یا حتے الامکان احتیاط نہ کرے۔ جب ہم خود اپنے واسطے ایک صداقت کے ساتھ ایک ضابطہ بن جائیں۔ تو پھر احتیاط لازمی ہو جائے گی اور ہماری عادات میں بہت کچھ فرق پڑ جاویگا۔

ذرا غور سے کائنات انسانی پر نظر ڈال کر دیکھو۔ کہ ہزار میں سے کتنے آدمی اپنے افعال کی ذمہ واری میں ماخوذ نہیں ہیں۔ اور کتنوں پر یہ بار نہیں رکھا گیا۔ اگر میں اس دنیا میں اپنے ایک فعل کیواسطے ذمہ وار ہوں۔ اور اس کی جوابدہی صرف مجھ ہی پر ہے۔ تو میں اس فعل کے بدلے گروی ہوں۔ اور میری جان اس سے چھوٹ نہیں سکتی۔ میرا بوجھ کوئی اور اٹھا نہیں سکتا۔ بہ مصداق لا تزر وازرۃ وزر اخری جب ہمارے افعال کا بوجھ اور ہمارے افعال کی ذمہ واری کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکتا۔ تو ہم خود ہی ان کے اخیر تک ذمہ وار ہیں۔ اور ہم اس صورت میں اپنے اعمال کے بدلے گرو ہیں۔ بدلے میں گروی ہونیکا یہ مطلب ہے۔ کہ ان کی ذمہ واری ہم پر پڑتی ہے اور ہم اس سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ یہ سوال کہ ہم مذموم اعمال اور برے افعال کے بدلے میں تو گروی ہو گئے۔ محاسن کے بدلے میں ہمارا گروی ہونا کیا مطلب رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چاہے فعل برا ہو اور چاہے اچھا اس کا اثر ضرور کچھ نہ کچھ ہوتا ہے۔ چاہے نیک اثر ہو اور چاہے برا اور اس اثر کی بدولت ہماری ذات اور ہمارے تعلقات لزوماً متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ گویا یہاں رہن یا ترہین بمعنے تاثیرات آیا ہے۔ یہ ایک کیسا لطیف محاورہ ہے کہ فلاں شخص اپنے افعال کی عوض گرو ہے یعنی اسکی افعالی تاثیرات اس پر اس قدر غالب ہیں کہ وہ گویا ان کے عوض میں گرو ہو چکا ہے اور ان سے چھوٹ نہیں سکتا۔ رہن میں راہن کے اختیارات کسی حد تک معرض التوا میں جا پڑتے ہیں اور وہ باعتبار ایک معاہدہ کے جو خود ہی کرتا ہے ایک مجبوری میں جا پڑتا ہے۔ ایسی مجبوری افعالی اور انفعالی دونوں رنگ میں ہوتی ہے۔ ایک شخص کسی کی چغلی کرتا ہے اور اس کا افشا ہو جاتا ہے۔ ایک بات منہ سے نکلنا یا نکالنا تو معمولی بات ہے لیکن چغلخور پر اس کی تاثیر ایک ندامتی رنگ میں جس قدر ہوتی ہے وہ اس معاہدہ سے بھی زیادہ تر گراں اور مشکل ہے۔ جس میں کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کسی کے پاس رہن رکھی جاتی ہے۔ بعض دفعہ انسان بات کی ذلت سے زری ذلت برداشت کرنے کو مقدم رکھتا ہے۔ اگر ہم بھی قرآنی فلسفی مدنظر رکھکر سلسلہ افعال و اعمال چلائیں تو نماز کی وہ تصویر پوری ہو جاوے۔ جو ان الفاظ میں ہم پر ابلاغ کی گئی ہے۔

"صلوٰۃ منہیات اور فحش کی مانع ہے"

ہم دراصل دوسروں کے مقابلہ میں اور دوسرے ہمارے مقابلہ میں افعالی اور انفعالی رنگ میں معاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان معاہدوں کی پابندی سے ہم بہت کچھ ذمہ وار ہیں۔ انسان اشٹامپ لکھکر ہی ذمہ وار نہیں ہوتا۔ منہ سے بات نکالنا بھی ایک ذمہ واری ہے۔ یہ بات جبتک ہم معمولی سمجھتے ہیں۔ تب تک ہم اپنے افعال اور اعمال کے سرد و گرم سے چنداں واقفیت نہیں پیدا کر سکتے۔ لیکن جب ان کی ذمہ واریوں خوبیوں بدیوں اور اثرات آئندہ سے کسی حد تک واقف ہو جاتے ہیں۔ تو ہمارا طریق فعلی و انفعالی کوئی اور نقش قدم لیتا ہے۔

جب ہم ایک شے منقولہ یا غیر منقولہ کسی کے پاس رہن رکھ دیتے ہیں۔ تو پھر ہم اس پر وہ تصرف نہیں رکھتے۔ جو پہلے تھا۔ ہم ایک بڑی حد تک تابع مرتہن کے ہو جاتے ہیں۔ اسیطرح ہم دیگر افعالی اور انفعالی رنگ میں بھی بہت سے افعال اور حرکات کے مطیع ہو کر چلتے ہیں یہی افعال اور اعمال کے بدلے گروی ہونا ہے۔ اور اس کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کاش ہم اپنے اعمال اور افعال کی نورانیت میں ایک مبصر ملکہ اور نقادانہ ضمیر پیدا کریں "تاکہ ہم تنقیدی مراحل پر ایک خوش اسلوبی کے ساتھ عبور ہو سکے۔ اخلاقی منازل کی یہ پہلی اور کڑی منزل ہے۔ جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ اخلاقی سلسلہ کی یہ وہ کڑی ہے جسکے نکالنے سے ساری کڑیاں نکل جاتی ہیں۔ اور جس کی مضبوطی سے دوسری کڑیاں ایک عمدگی اور استواری سے چسپاں رہتی ہیں۔

قرآن صرف نماز روزہ ہی نہیں سکھاتا۔ یہ تو معمولی شعائر ہیں۔ اس کی غایت اور غرض تو کچھ اور ہی ہے۔ قرآن مجید شاندار موتیوں کی لڑی ہے۔ ہر موتی کی قیمت اور شان جدا گانہ ہے۔ ذرا غور سے ان موتیوں کا تماشا کرو ؎

اجزائے دارد فراہم کردن اوراق ملی
جمع چوں گردید ایں ہمی پارہ قرآن میشود

(سلطان احمد - راز صوفی)

عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان

اور بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت اقدس حضرت امیر قوم مولنا مولوی محمد علی صاحب!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ بندہ کچھ عرصے سے احمدیہ مشن کے مطالعہ یعنی حضرت مرزا صاحب کی کتابوں کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اور قریب تھا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو جاوے۔ مگر احمدیہ جماعت کے دو گروہ ہو جانے پر کچھ مذبذب حالت میں ہو گیا۔ مگر دونوں طرف کی تحریرات اور اصولات کو مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ قادیانی فریق کی ہر ایک تحریر جو میاں صاحب یا انکے زیر اثروں سے نکلتی رہی۔ اکثر مطالعہ میں آتی رہی۔ اور عام طور پر آجتک میں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ میاں صاحب اور انکے زیر اثروں کی تحریرات مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق بہت غلو پر مشتمل ہیں۔ اور قادیانی پارٹی نے چند ایک اصول اسلام میں ایسے جاری کر دئے ہیں۔ جنکے ماننے سے درحقیقت ایک مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (حالانکہ وہ کلمہ گوؤں کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں) اور جن کی بنیاد ایک سخت خشک ریت کے ڈھیر پر ہے۔ قرآن اور حدیث اور مرزا صاحب کی تعلیم کے سخت برخلاف ہے۔ مثلاً مرزا صاحب ایسے نبی ہیں جیسے گذشتہ سب انبیاء گذرے ہیں اور نفس نبوت میں حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے برابر اور باقی انبیاء سے بڑھکر ہیں۔ یا مرزا صاحب کے نہ ماننے والے کلمہ گو دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ خواہ وہ خاموشی کی حالت میں ہوں۔ یا اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب غلام احمد ہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک وغیرہ وغیرہ۔

برخلاف اسکے آپ اور آپ کی تحریریں بھی مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ مگر حق بات یہی ہے۔ کہ آپ کی تحریرات میں میں نے مرزا صاحب کی تحریرات کا نقشہ ہی دیکھا ہے اور میں نے یہ حق جان لیا ہے۔ کہ آپ انہی عقائد پر ہیں جن عقائد اور اصولوں پر حضرت مرزا صاحب مسلمانوں کو چلانا چاہتے تھے۔ اور پھر آپ کی النبوۃ فی الاسلام کے مطالعہ نے تو بالکل مرزا صاحب کی پوزیشن کو صاف کر دیا ہے۔ اور میرے دل کو کمال اطمینان ہو گیا ہے۔

مولوی ثناء اللہ کی ہٹ دھرمی

۱۸- فروری سنہ ۱۹۱۶ء کے اہل حدیث میں مولوی مذکور نے مسئلہ تکفیر مسلمانان کی حدیث پر لکھتے ہوئے اپنی حدیث دانی کا یہ ثبوت دیا تھا

> "کہ ایک دوسرے کو کافر کہنے والے اگر کسی شرعی دلیل کی وجہ سے کہتے ہیں گو وہ دلیل غلط ہو کہنے والے کافر نہیں۔ لیکن اگر ضد نفسانی میں کہتے ہیں تو خود کافر ہیں"

پھر مولوی صاحب نے اشتہار معیار الاخیار صـ۸ کا حوالہ دیکر لکھا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اس میں لکھا ہے کہ جو مجھکو نہیں مانتے وہ ابدی جہنمی ہیں۔

مولوی صاحب کی پہلی تحریر پر میں نے لکھا تھا کہ فیج اعوج کے زمانہ کے علماء ظواہر نے جو جو فتوے اپنے سے مخالف خیال کے بزرگواروں پر لگائے ہیں ان کی بنا مفتیوں نے کسی نہ کسی شرعی دلیل پر رکھی ہے اور آج تک ان ملانوں کا یہی حال ہے۔ پھر حدیث کے یہی معنی جو مولوی صاحب نے کئے ہیں اسلام میں کسی طرح اصلاح کا باعث نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ سیلاب کفر بازی تو کسی طرح بند ہونے میں نہ آئیگا۔

دوسری تحریر میں میں نے لکھا تھا کہ حضرت صاحب نے اشتہار معیار الاخیار میں کہیں ابدی جہنمی کا لفظ نہیں لکھا۔ یہ مولوی مذکور کا بہتان ہے۔

اس پر اب پھر ۴۔ ۲- مارچ کے اہلحدیث میں مولوی صاحب بولے ہیں۔ دوسری تحریر جو مولوی صاحب کا اندرونہ ظاہر کرتی تھی بے ڈکار ہضم کر گئے۔ اور چودھویں صدی کے ملانوں کی طرح اپنی غلطی کا اعتراف نہیں کیا پہلی تحریر پر عجیب پیچ و تاب کھائے ہیں۔ ہم نے حضرت عمرؓ کے حاطب کو منافق کہنے کے بارہ میں اسے ایک معمولی واقعہ قرار دیا تھا۔ اور اب بھی ہم اس پر یہی کہینگے کہ یہ ایک معمولی واقعہ ہے۔ اور ممکن ہے کہ تکفیر مسلمین کی حدیث اُس وقت تک حضرت نبی کریم کی زبان مبارک سے نہ نکلی ہو اور یہ آنحضورؐ نے اُس وقت فرمائی ہو جب آپ کے حضور کسی صحابی کی یہ شکایت پہنچی ہو کہ اُس نے اپنے کسی کلمہ گو بھائی کو کافر یا منافق کہا ہو اسی لئے ہم نے بجائے مولویوں کی طرح اس پر اصرار کرنے کے اسے ایک معمولی واقعہ لکھا۔ اور اب بھی ہماری طرف سے یہی جواب ہے کہ اگر اس واقعہ سے پہلے تکفیر مسلمین کی حدیث حضرت عمرؓ کو پہنچ چکی ہوتی تو وہ حاطب کو منافق کہنے سے احتیاط کرتے۔

بے نمازی کو کافر مطلق بمعنی خارج از اسلام کہنے والوں کا ثبوت مولوی مذکور نے نہ دیا تھا۔ ثبوت کیا دینا تھا آج کل کے ملانے تو نمازیوں کو بھی دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب ہم سے واقعات کی جو ان کے استدلال کے خلاف ہیں تفصیل دریافت فرماتے ہیں۔ اس کے بارے میں ہم ان لمبے چوڑے فتوؤں سے اخباروں کو سیاہ نہیں کرنا چاہتے۔ مختصراً اخبار اہلحدیث ۹- دسمبر سنہ ۱۹۰۴ء صـ۳ سے "ہمارے مسلمانوں" کی سرخی سے چند لفظ لکھ کر ناظرین کو ان مولویوں کی حالت زار کا مختصر خاکہ بتا دیتے ہیں:-

> "اس اشتہار (کفر نامہ مولوی ولی محمد جالندھری) کو دیکھ کر کون پتھر دل مسلمان ہے جو ہمارے علماء کی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو نہ روئے۔ اللہ اللہ ایک زمانہ میں ہمارے علماء کافروں کو مومن بناتے تھے۔ مگر اب اس کا عکس۔ ہر ایک کی یہی کوشش ہے کہ جس طرح ہو سکے دوسرے پر کوئی نہ کوئی فتویٰ جڑ جائے"

مولوی صاحب اگر علماء ایک دوسرے پر کسی شرعی دلیل کی بنا پر خواہ وہ غلط ہی ہو کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں تو آپ نے یہ رونا اخبار میں کیوں رویا۔ اگر آپ ان فتوؤں کا جو مابین مقلدین و غیر مقلدین اور خود مابین علماء اہلحدیث ہوتے رہے ہیں مفصل پتہ دریافت کرنا چاہیں تو اس کی نشاندہی بھی ہو سکتی ہے مگر میرا خیال ہے کہ آپ اُن سے لاعلم نہیں۔ صرف مولویت کی ضد کی وجہ سے اعتبار میں ہر بات کا انکار ہے۔

مولوی صاحب بجائے لفظوں پر اڑ بیٹھنے کے (جیسا کہ مولویوں کی عادت ہے) اصل تنازعہ فیہ امر میں بات کریں۔ میں نے جو حدیث کا مطلب بیان کیا تھا کہ اس سے آئندہ کے لئے کفر کے فتوؤں کی جڑ کٹتی ہے اس پر دانتعات کی رو سے کچھ لکھنے کی بجائے آپ ہم سے دوسروں کے اسلام اور کفر کی بابت فتوے پوچھتے ہیں جب آپ کو ہمارا مذہب بخوبی معلوم ہے کہ ہم اہل قبلہ کو ہرگز کافر نہیں کہتے جو کسی مسلمان کو کافر کہیگا اپنے ایمان کا وہ خود جواب دہ ہے۔ کیا اس پر دربار نبوی سے کیا فتویٰ صادر ہوتا ہے۔ ہمارا کام تو نہ صرف محمودی گروہ کو بلکہ جملہ مسلمین کو اس قسم کی فتوے بازی سے روکنے کا ہے۔ ہم کون کہ کسی کلمہ گو کو باوجود اقرار

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

اور پابندی شرع اسلام کافر کہیں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب نے مکفر مسلم کو یقینی کافر لکھا ہے۔

یہ اگر لکھا ہے تو حدیث نبوی کی بنا پر لکھا ہے اور آنحضرت کے کلام پاک کی عزت کی بنا پر لکھا ہے۔ اپنی طرف سے من گھڑت نہیں بنا لیا۔ آپ کے دل میں تو اس حدیث کی یہی عزت ہے کہ غلط استدلال اور غلط دلیل کی بنا پر بھی کوئی کسی مسلمان کو کافر کہے جیسے علماء ظواہر نے اہل اللہ کو کہا تو آپ کے نزدیک کہنے والا کافر نہیں اور سب سے بڑھکر یہ کہ آپ کے نزدیک "مسلمانوں کو کافر کہنے والا کافر ہے" صحیح نہیں۔ جن کے دل میں احادیث کی یہ عزت ہو کہ غلط تاویلوں کی بنا پر انھیں پس پشت ڈال دیں اُن سے حق کی تائید کی اُمید فضول ہے۔

تریاق القلوب صـ۱۳۰ کے مقابل پر مولوی صاحب نے حقیقۃ الوحی صـ۱۷۹ کا حوالہ دیا ہے۔ مگر اسی عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہاں اُس شخص کا ذکر کیا ہے جو باوجود اتمام حجت کے آپ کو جھوٹا جانتا ہے یعنی بقول مولوی صاحب

> "حدیث مذکور کے معنی یہ ہیں کہ جو کوئی کسی دوسرے کو بغیر کسی شرعی دلیل کے محض ضد اور رنج سے کافر کہے تو وہ کہنے والا کافر ہے" (اہلحدیث ۱۸- فروری سنہ ۱۶ء)

حضرت مسیح موعود نے بھی حقیقۃ الوحی میں یہی لکھا ہے کہ جس شخص پر اتمام حجت ہو گئی ہے کہ آپ مسلمان کلمہ گو اور پابند اسلام ہیں۔ اور آخری زمانہ کے مسیح و مجدد و مہدی ہیں اور پھر باوجود اتمام حجت کے وہ شخص آپ کو جھوٹا جانتا اور کافر کہتا ہے۔ وہ اس حدیث کے ماتحت خود کافر ہے۔

یہاں بھی یہ نہیں کہا کہ محض میرے انکار سے کوئی شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اگر آپ کا دعوی نبوت حقیقی ہوتا تو اتمام حجت لکھنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ نبی کا نہ ماننے والا خواہ اُسے نبی کی خبر بھی نہ ہو بھی نہ دعوے

کے وقت سے ہی کافر ہو جاتا ہے۔ اسپر اتمام حجت کرنے کے کیا معنی۔ اسی حوالہ نے مولوی صاحب کی ہٹ دھرمی اور ضدیت کا پردہ فاش کر دیا ہے۔ اور یہ حوالہ تریاق القلوب کے مخالف کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔

ہم پھر بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا محض انکار دائرہ اسلام سے خارج نہیں کر دیتا۔ بلکہ آپ کا کفر و تکذیب ہونا حدیث کے ماتحت کافر بنا دیتا ہے۔ یہ فتوے نہ ہمارا ہے نہ حضرت مسیح موعودؑ کا۔ بلکہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

(خاکسار۔ ابو الفضل سوہدروی۔)

"سوال از آسمان جواب از ریسماں"

۲۱ و ۲۴ مارچ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں میاں صاحب نے کسی سائل کے اس سوال کے جواب میں "کہ آپ کے والد (حضرت مرزا غلام احمد صاحب) نے کس آیت کے بموجب مسیح موعود و مہدی ہونے کا دعوے کیا تھا" یہ تحریر کر دیا ہے۔ کہ "مسیح موعود ایسے وقت آیا جب اسلام نہیں رہا تھا"! اور کہ اب مسلمانوں کی حالت بگڑ چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے معاملہ بدل لیا ہے۔ جو "ظاہر کرتا ہے کہ مسلمانوں کے اندر جو دین تھا۔ وہ بدل گیا۔ پس مسیح موعودؑ بے وقت نہیں آیا۔" اس جواب میں مندرجہ عنوان ضرب المثل کو میاں صاحب نے کیا خوب زندہ کیا ہے۔ سائل تو وہ آیت پوچھتا ہے۔ جس کی بنا پر حضرت مسیح موعودؑ کا دعوے تھا۔ اور میاں صاحب اسلام ہی کا صفایا بتاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی حالت کو پیش کرتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے اس جواب میں کن لوگوں کو میاں صاحب نے "مسلمانوں" کے نام سے یاد کیا ہے اور کون سے دین کے بدل جانے کی خبر انہوں نے دی ہے۔ کیا یہ انہی تیس کروڑ افراد کو تو انہوں نے مسلمان نہیں کہدیا۔ جنہیں کافر بنانے کی فکر میں رات دن وہ غلطاں رہتے ہیں۔ اگر اُن کی مراد انہی مسلمانوں سے ہے۔ تو ہم میاں صاحب کو بتانا چاہتے ہیں۔ کہ اُن کے اندر جو دین تھا۔ وہ ہرگز نہیں بدلا۔ وہ اسی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کے معتقد اور اللہ۔ ملائکہ۔ کتب۔ رسل۔ تقدیر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ عملی حالت اگر کمزور ہو گئی ہے۔ تو اُسے دین کا بدل جانا نہیں کہتے۔ دین اور ایمان تو معتقدات کا نام ہے۔ پھر جب وہ صحیح ہیں۔ تو دین کیسے بدلا۔ مسیح موعودؑ بیشک اُن کی اسی بگڑی ہوئی عملی حالت کو ہی سنوارنے کے لئے آیا۔ لیکن اس کے یہ معنے تو نہیں۔ کہ وہ پہلا دین اسلام تو اب رہا نہیں۔ اب یہ کوئی نیا دین لے کر آئے ہیں۔ حدیث میں اگر لو کان القرآن معلقاً بالثریا۔ لنالہ رجل من ابناء الفارس آیا ہے۔ تو اس میں بھی قرآن پر سے عمل اُٹھ جانا ہی مراد ہے۔ ورنہ قرآن تو بدستور دنیا میں موجود ہے۔ لوگوں کا ایمان بھی اسپر ہے۔ مطلقاً اسلام کا دنیا میں نہ رہنا اور قرآن کا اُٹھ جانا تو محال ہے۔ اور اس محال پر لو کا حرف شاہد عادل ہے۔

مولوی محمد احسن صاحب کا خط ابتک کیوں شایع نہیں کیا؟

گذشتہ ۱۲ مارچ کی اشاعت میں ہمنے مولانا سید محمد احسن صاحب کے اس خط کے متعلق جو انہوں نے حال ہی میں میاں صاحب کو لکھا ہے۔ اور جسپر الفضل کو بڑا ناز ہے۔ یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ اس سارے خط کو شروع سے آخر چھاپ دیا جائے۔ لیکن افسوس کہ اس مطالبہ کا کوئی جواب تاحال الفضل نے نہیں دیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس بات سے میاں صاحب کے مذہب پر زد پڑتی ہو۔ اس کو یوں بے ڈکار ہضم کر لیا جاتا ہے۔ کہ گویا کسی نے کچھ پوچھا ہی نہیں۔ ہم پھر الفضل سے یہ مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ وہ اس خط کو باہتمام و کمال شایع کرے۔ تاکہ جماعت خود اپنی آنکھوں سے اس جھوٹ اور دھوکا بازی کا پردہ فاش ہوتے دیکھ لے۔ جو الفضل نے مولانا موصوف کی اس چٹھی کے صرف ایک ہی فقرہ کو چھاپ کر کھیلنا چاہا ہے۔ کیا الفضل اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کہ مولانا الممدوح نے اپنے اسی خط میں اسمہ احمد کے متعلق تمہاری موجودہ تاویلات کو بالکل رکیک اور مخالفین کے مضحکہ کا موجب قرار دیتے ہوئے اُن کی تردید کے پختہ ارادہ کا اظہار فرمایا ہے اور ساتھ ہی حضرت اقدس کے ساتھ بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جانے اور حضرت اقدس کے رجوع فرمانے کا ذکر کر کے اور اس کے حوالہ میں شمس بازغہ کو پیش کر کے میاں صاحب کے ساتھ بھی اختلاف رکھنے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور حقیقی احمدؐ اور ظلی احمدؐ میں ایک نمایاں فرق بتایا ہے پھر جب حالت یہ ہے تو الفضل کا صرف ایک ہی فقرہ کو شایع کر کے جماعت کو مغالطہ میں ڈالنا صریح کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا اب اس قدر کی باتوں کے باوجود بھی الفضل اس خط کو چھاپنے میں پس و پیش ہی کرتا رہیگا۔

فہرست چندہ تبلیغ اسلام بلاد غربیہ

(جماعت احمدیہ شملہ)

(معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر)

۱- بابو عبدالرحیم صاحب ریلوے بورڈ ٹائپنگ برانچ عمار

۲- شیخ غلام حسن صاحب سب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سپلائی ڈیپارٹمنٹ عمار

۳- مخدوم محمد اشرف صاحب۔ بی۔ آئی۔ میڈیکل برانچ۔ عمار

۴- بابو امام الدین صاحب اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ سروے ڈیپارٹمنٹ۔ عمار

۵- شیخ عبدالحق صاحب اگزیمنر آفس گورنمنٹ انڈیا ۸ر

۶- خواجہ خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس۔ عمار

۷- شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس۔ عمار

۸- بابو جہنڈو خان صاحب " " " ۱۲ر

۹- صوفی شمس الدین صاحب کمپوزیٹر " " ۲ر

۱۰- ملک عبدالحق صاحب گورنمنٹ پریس شملہ ۸ر

۱۱- ملک غلام محمد صاحب کمپوزیٹر " " ۹ر

۱۲- منشی محمد لطیف صاحب " " " ۸ر

۱۳- شیخ اللہ دین صاحب " " " ۸ر

۱۴- منشی شاہ محمد صاحب " " " ۱ر

۱۵- مولوی عبداللہ صاحب۔ کاتب آرمی پریس شملہ ۲ر

میزان کل ۔ ۔

محاورات العرب

علم دوست اصحاب اور طلاب کیلئے ایک نعمت

یہ کتاب جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی خان صاحب سابق ہیڈ مولوی سٹی ہائی سکول حیدرآباد (دکن) کی تالیف ہے جس میں عربی کے تمام متعارف محاورات کو مستند ترین کتب لغات سے اخذ کر کے اس ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے۔ کہ پہلے خانہ میں عربی محاورات مع مصادر و اشارہ ابواب ثلاثی و رباعی۔ دوسرے میں حروف صلہ۔ تیسرے میں عربی محاورہ کا فارسی ترجمہ اور چوتھے میں سلیس و با محاورہ اُردو ترجمہ درج ہے۔ اس التزام کیساتھ تمام کتاب تقریباً پچاس ہزار محاورات پر مشتمل ہے کسی محاورہ کے کتب لغات سے تلاش کرنے میں جو زحمت ہوتی ہے وہ طالبان علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں یہ کتاب در حقیقت ایک نعمت غیر مترقبہ شمار ہونے کے لائق ہے۔ صرف ایک محدود تعداد نسخوں کی طبع کی گئی ہے۔ لہذا درخواست فوراً بھیجئے۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا پڑیگا۔ لکھائی۔ چھپائی اور کاغذ وغیرہ عمدہ ہے۔ کتاب کی خوبی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اسکا تہدیہ عالیجناب مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی جیسے فاضل و جوہر شناس بزرگ قوم نے اپنے نام نامی کے ساتھ منظور فرمایا ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول تاجران کتب کو معقول کمیشن دیا جائیگا۔ جو خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ

مولوی محمد عبدالغنی خاں صاحب

کوٹھی بنا دیبی نمبر ۱۔ علی گڈھ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح لاہور سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

سر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ۷ر
ششماہی ۴ر
سہ ماہی ۲ر
ماہوار ۹ر طلباء سے سالانہ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۳۴ ہجری المقدس ۲ مارچ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۶

کلام امیر رض

تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی

میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ کرو
(ارشاد نبوی صلعم)

درس بخاری کے دوران میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے حدیث مندرجہ عنوان پر ایک لطیف تقریر کی جو برائے افادۂ ناظرین کرام حسب ذیل ہے۔

فرمایا نام پر نام رکھنے اور کنیت پر کنیت کرنے میں کیا فرق ہے دوسری بات (یعنی کنیت پر کنیت کرنے سے) وہ کونسا ہرج لازم آتا ہے جو پہلی بات سے نہیں آتا۔ میرے خیال میں اس میں اس بات کا اشارہ ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ کی طرف۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی مرد کی جسمانی ابوت حاصل نہیں بلکہ روحانی ابوت کامل طور پر حاصل ہے۔ بالفاظ دیگر جسمانی ابوت کے سلسلہ کو کاٹ کر روحانی ابوت کا کمال آپ کو دیا گیا ہے۔ بخلاف اس کے کوئی شخص اس امت کے اندر ابوت کا رتبہ روحانی رنگ میں نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ صرف آنحضرت صلعم کو ہی ہمیشہ کے لئے حاصل ہے۔ اور وہی اپنی امت کے روحانی باپ ہیں۔ نبی ہمیشہ اپنی امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود کو بھی الہام میں یا ابن رسول اللہ کر کے ہی مخاطب کیا گیا ہے اگر آپ کو ابن کر کے نہ پکارا جاتا تو شبہ ہوتا کہ شاید آپ رسول ہیں۔ کیونکہ باپ روحانی طور پر وہی ہو سکتا ہے جو خود رسول ہو لیکن امت کے لئے روحانی ابوت صرف ایک ہی شخص محمد رسول اللہ صلعم کے لئے ہے۔ دوسرے کے لئے نہیں۔ ہاں جو کوئی اس کا نام پاتا ہے وہ چونکہ اس میں فنا ہو کر ہی پاتا ہے اس لئے وہ ابوت کا مقام نہیں وہ اب بھی ابنیت کا ہی مقام ہے۔ وہ اس میں فنا ہو کر باپ نہیں بن گیا کیونکہ وہ اس کے کمال اتباع کی وجہ سے اس میں فنا ہوا ہے اس لئے وہ بہرحال اس کا بیٹا ہی ہے اس لئے تسموا باسمی میں تو اشارہ کیا ہے اس کمال اتباع اور فنا فی الرسول کے مقام کی طرف

باقی رہا لا تکنوا بکنیتی (میری کنیت پر کنیت نہ کرو) تو آپ کی جسمانی کنیت تھی ابو القاسم۔ روحانی کنیت آپکی ہے امت کا باپ ہونا۔ تو یہاں جسمانی کنیت سے منع کرنے سے دراصل روحانی کنیت سے منع کرنا مراد ہے گویا تسموا باسمی میں تو حد درجہ کی متابعت کا حکم دیکر فنا فی الرسول کے مقام کے حصول کی تلقین کی ہے۔ اور یہاں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ فنا فی الرسول ہو کر کہیں باپ نہ بن جانا اور میری اس روحانی کنیت کو نہ اختیار کر لینا۔ بلکہ میرے نام پر نام رکھ کر یعنی مجھ میں فنا ہو کر بھی تم بہرحال بیٹے ہو۔ نہ کہ باپ گویا تسموا باسمی میں یہ بتایا ہے کہ تم فنا کو حاصل کر کے محمد و احمد تو بن سکتے ہو لیکن ابو القاسم بن کر امت کے باپ نہیں بن سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے بھی شرائط بیعت میں عہد اخوت ہی لیا ہے نہ کہ عہد ابوت تاکہ یہ نہ سمجھا جائے کہ مرزا صاحب باپ ہونے کا مقام لیتے ہیں۔

وصیت منسوخ

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے اکتوبر ۱۹۰۸ء میں وصیت کی تھی کہ میری وفات کے بعد میرے ترکہ کا ۱/۳ حصہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیا جاوے۔ یہ میری وصیت اخبار بدر میں شائع ہو گئی تھی۔

اب میں اس سابقہ وصیت کو منسوخ کرتی ہوں۔ مہربانی کر کے یہ اعلان میری طرف سے اخبار میں شائع فرما دیں۔ والسلام

سردار بیگم بنت کمال الدین مرحوم معرفت ماسٹر فقیر اللہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

یورپ کی خبریں

براہ دہلی

دہلی ۲۷ مارچ - ہز اکسلنسی وائسرائے کو سکریٹری آف سٹیٹ کی طرف سے ۲۵ مارچ کا مفصلہ ذیل مراسلہ موصول ہوا ہے:-

فرانسیسی رپورٹ میں صرف وردون کے اردگرد گولہ باری ہونیکا ذکر درج ہے - فرانسیسی توپخانہ نے مشرقی ارگون میں غنیم کے ذرائع آمدورفت پر نیز وسٹ آف مالن کورٹ میں شدید آتشباری کی۔

جرمنوں نے دریائے میوز کے مغرب اور مشرق میں فرانسیسیوں کی دوسری لائنوں پر ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری کی - جس کا فرانسیسیوں کی طرف سے پرزور جواب دیا گیا۔

برطانی رپورٹ مظہر ہے کہ غنیم نے گیونشی کے قریب سرنگیں اڑائیں - مگر ان سے کچھ نقصان نہ پہنچا۔ روسیوں کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جرمنوں نے جیکب سٹیٹ کے علاقہ میں پرزور جوابی حملے کئے مگر پسپا کئے گئے - ڈونسک کے علاقہ میں روسی سپاہ جوابی حملے پسپا کرنے کے بعد پیشقدمی کر رہی ہے۔ ڈونسک کے جنوب میں لڑائی جاری ہے۔ اور روسیوں نے کلیوی کے علاقہ میں منٹ سیونی اور جھیل سیلڈا کے مابین غنیم کی تمام لائنوں پر دباؤ ڈال رکھا ہے۔ جھیل ناروش کے علاقہ میں روسیوں نے غنیم کو جنگلوں سے باہر نکال دیا ہے۔

جنرل سمٹس کی رپورٹ مظہر ہے کہ مقامات اروشہ - کلیوو اور کاہی پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ اور غنیم دریائے رووبو پر اپنے مورچے خالی کر کے ٹانگا ریلوے کی لائن سے پیچھے ہٹ گیا ہے اور جہاں کونگس برگ کی ۴ - انچ کی توپیں چھوڑ گیا ہے۔

از رپوٹر

بلقان میں جرمنوں کی طرف سے حملہ کی ابتداء - لنڈن ۲۶ - مارچ - ایتھنز کا تار مظہر ہے - کہ جرمنوں نے ڈوبران کے علاقہ میں جارحانہ کارروائی شروع کر دی ہے - فرانسیسی سپاہ کامیابی سے حملہ کی روک تھام کر رہی ہے - گورنمنٹ یونان لبرعت تمام جنگی واقعہ بالخصوص سٹنیوکیل کو سول آبادی سے خالی کرانے کا انتظام کر رہی ہے - جس پر بقول ہو سیو ٹرا گوس جرمنی اور آسٹریا حملہ آور ہونے والے بالکل تیار بیٹھے ہیں۔

وردون کی حالت :- لنڈن ۲۵ - مارچ پیرس کا تار مظہر ہے کہ وردون کے علاقہ میں رات کو سکون رہا - وردون کے علاقہ میں توپخانہ کی لڑائی ہوئی - سرکاری اطلاع میں یہ بھی لکھا ہے - کہ ارگون میں ہم نے نہایت ہوشیاری سے کارروائی کر کے کچھ قیدی پکڑ لئے - اور غنیم کو کسی قدر نقصان پہنچایا۔

۲۶ مارچ - پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم کا توپ خانہ دریائے میوز کے مغرب میں اور ہائیور واقع ڈومونٹ کی پہاڑی کے قریب اور دریائے میوز کے مشرق کی طرف علاقہ ڈوور میں ہماری دوسری لائنوں پر شدت سے گولہ باری کرتا رہا - پیدل سپاہ کی کوئی لڑائی وقوع میں نہیں آئی - بلجیم اور ارگون میں بھی توپخانہ کے معرکے وقوع میں آئے +

برطانی محاذ - لنڈن ۲۶ مارچ - برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ غنیم نے شب گذشتہ دمدمہ ہوہنیزولرن کے قریب ایک سرنگ اڑائی اور ایک خندق میں داخل ہو گیا - مگر ہم نے انہیں وہاں سے باہر نکال دیا - آج ہم نے وسٹ بلینکس کے قریب متخاصم خندقوں پر بم پھینکے - اور سینہ پناہ کو ایک سرنگ تک سخت نقصان پہنچایا - اس کے جواب میں غنیم نے بھی کمزور آتشباری کی۔ آج مقامات سینٹ جولین وال - نیو شیپل - وورن نربل - بیپرز اور ویلنج کے قریب غنیم کا توپخانہ سرگرم کار رہا - ہمارے توپخانہ نے بھی اس کے جواب میں آتشباری کی +

خفیف حملہ کی پسپائی - لنڈن ۲۶ مارچ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے میوز کے مغرب میں رات کے وقت مالن کورٹ اسٹیشن اور ۳۰۴ نمبر کی پہاڑی پر شدید گولہ باری وقوع میں آئی - مگر پیدل سپاہ کا کوئی حملہ نہ ہوا - اور میوز کے مشرق کی طرف بالکل خاموشی رہی - ڈوور میں توپخانہ کی کسی قدر سرگرمی ظہور پذیر ہوئی - جرمنوں نے وسٹ پیرنپر میں دو مرتبہ اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی - مگر انگلوں کی آتشباری سے انہیں پسپا کر دیا گیا - اور وہ متعدد مقتولین میدان میں چھوڑ گئے - واسجیز میں ہم نے محافظ سپاہ پر گولہ باری کی - رات کے وقت دو فرنچ ہوائی جہازوں نے مالن کورٹ کے مشرق میں متخاصم ہوائی اڈے پر ۱۹ بم گرائے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر - حضرت خواجہ صاحب - حضرت ڈاکٹر صاحبان اور دیگر بزرگان بآمت بفضلہ بخیریت و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں ہمہ تن ساعی +

جناب بابو منظور الٰہی صاحب بامر فیلڈ سروس ہیمپ کل رات ۲۸ مارچ ۱۹۱۶ء کو تشریف لے گئے اللہ تعالیٰ انہیں بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے صحت و عافیت سے رکھے اور جلد واپس لائے آپکا بچہ عزیز فضل الٰہی بعارضہ بخار بیمار ہے۔ احباب اس کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

پرسوں (۲۷ مارچ ۱۹۱۶ء کو) قبل از درس قرآن کریم حضرت امیر ایدہ اللہ ایک شخص کو حضرت اقدس کے دعاوی کے متعلق خوب کھول کھول سمجھاتے رہے - اور ایسے عام فہم اور پختہ دلائل دیئے کہ جنہیں سوائے تسلیم کرنے کے چارہ نہیں رہتا مثلاً مجددیت کے متعلق آپ نے بتایا کہ مجددوں کے آنیکا حدیث میں وعدہ دیا گیا ہے - اس امت میں مجدد آتے رہے - اب ضرور ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر بھی کوئی مجدد آئے - حضرت مرزا صاحب کے سوائے کوئی ایسا نہیں جسنے مجدد ہونیکا دعویٰ کیا ہو - اب جبکہ اور کوئی مجدد نہیں تو اس پر کسی جرح و قدح کی ضرورت بھی باقی نہیں رہتی - باقی جن باتوں میں مشکلات آ کر پڑتی ہیں - وہ ہے دعوی مسیحیت اور آپکا مجازی طور پر نبی کہلانا - دعوی مسیحیت کی مشکل کا حل تو یوں ہو سکتا ہے کہ پہلے ہم یہ فیصلہ کر لیں کہ ختم نبوت کے بعد عیسےٰ ابن مریم کے دوبارہ نزول سے کیا مراد ہے - آپنے فرمایا - ایکطرف تو ختم نبوت پر تمام امت کا متفقہ ایمان ہے اور دوسری طرف یہ بھی خیال ہے کہ وہی عیسےٰ ابن مریم نبی اللہ آسمان سے نازل ہوگا - حالانکہ اگر ایکدفعہ بھی جبرئیل وحی نبوت لیکر آ جائے تو ختم نبوت باقی نہیں رہتی - اس لئے دونوں میں سے کسی ایک عقیدہ کو چھوڑنا پڑیگا - اسکے بعد آپنے عیسےٰ ابن مریم کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی حقیقت کو واضح کیا اور بتلایا کہ ملاکی نبی کی کتاب میں جو ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی تھی اسکے اس رنگ میں پورا ہونے سے کہ ایلیا کی جگہ یحییٰ آ گیا - یہ ثابت ہو گیا کہ (۱) دوبارہ آنے سے مراد اسی کا آنا نہیں ہوتا بلکہ کسی اور کا آنا مراد ہوتا ہے - (۲) معراج کی رات نبی کریم صلعم نے عیسےٰ ابن مریم کا جو کچھ حلیہ دیکھا وہ وہ نہیں جو آپ نے آنیوالے مسیح کا بیان فرمایا ہے - (۳) فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم سے ثابت ہے کہ عیسےٰ ابن مریم فوت ہو چکے ہیں - اس لئے وہ دوبارہ نہیں آ سکتے (۴) نبی کریم صلعم نے اپنے صحابہ کو مختلف نبیوں سے نسبت دی - مثلاً حضرت ابوبکر رض کو بوجہ انکی حلیمی کے - ابراہیم اور حضرت عمر رض کو بوجہ انکی شدت اور سختی کے نوح کہا - تو ان ساری باتوں سے ثابت ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے کی جو پیشگوئی ہے تو اس سے وہی مسیح ابن مریم مراد نہیں بلکہ کوئی اور شخص ہے اور اس امت میں بھی کسی کو کسی نبی کے نام سے پکارنا جائز ہے رہا یہ کہ نبوت کا لفظ مجازاً استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں سو (۱) خود قرآن نے رسول کا لفظ مجازاً استعمال کیا - جہاں سورہ یٰسین میں مسیح کے حواریوں کو رسول کہکر پکارا حالانکہ اصلی رسول نہ تھے کیونکہ نبی کریم کی حدیث لیس بینی و بینہ نبی اس پر شاہد عادل ہے - (۲) تیرہ سو اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۳۰ - مارچ ۱۹۱۶ء - نمبر ۱۰۵

جناب خواجہ صاحب کا لیکچر "اتحاد بین المسلمین" پر

مسلمانوں میں سے فتاویٰ تکفیر و تفسیق کے استیصال کی ایک نہایت پاک اور مبارک کوشش

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایسا ہی آپ نے بتایا کہ ہندو مذہب کا حال ہے آپ نے فرمایا کہ ہندو مذہب تو ایسا وسیع سمندر ہے کہ اس میں سب کچھ سما جاتا ہے - صاف لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ہندو مذہب کی کوئی جامع و مانع تعریف جس کی رو سے تمام موجودہ ہندو اس پر پورے اتر سکیں اور دوسرے اس سے باہر رہیں نہیں کی جا سکتی - یا کرنی مشکل ہے - لیکن یہاں میں صرف ان ہی کو ہندو تصور کرونگا جو اس کتاب کو مانتے ہیں جسے وید مقدس کہتے ہیں - لیکن اس کتاب کو مان کر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بیسیوں فرقہ جات ہندو مذہب میں ہیں - جو اسی ایک کتاب سے مختلف فیہ مسائل میں ہاں ان مسائل میں جن پر وہ نجات کا انحصار سمجھتے ہیں تمسک کرتے اور مسائل اخذ کرتے ہیں - کیا آریہ اور سناتنی دونوں ایک ہی کتاب سے اپنی اپنی باتیں نکالتے ہیں یا نہیں ایک طرف ہمارے آریہ دوست ہیں جو کہتے ہیں کہ ویدوں میں بتوں کی پوجا کا ذکر نہیں - بلکہ وہ ایک ہی خدا کی پرستش ضروری سمجھتے ہیں دوسری طرف ان کے بالمقابل وید سے ہی تمسک کرنے والا ایک اور عظیم الشان گروہ ہندوؤں میں ہے - یعنی سناتنی جو آتما کمتی (یعنی روح کی نجات) صرف مورتی پوجن پر ہی منحصر یقین کرتا ہے - ایسا ہی تناسخ کے متعلق بھی دو زبردست رائیں ہیں - ایک طرف پنڈت دیانند ہیں - جن کے ساتھ ایک بڑا گروہ ان پورانے خیالوں کا ہے - وہ کہتے ہیں کہ تناسخ کے چکر سے نجات نہیں ہو سکتی - لیکن دوسری طرف ایک بڑا عظیم الشان انسان ہے جو ہمارے اعتقاد کے مطابق نبی ہے - یعنی کرشن علیہ السلام وہ فرماتے ہیں کہ انسان برہم میں لین ہو کر (یعنی فنا فی اللہ) ہو کر نجات پا جاتا ہے - گویا ان کے نزدیک تناسخ سے مخلصی ممکن ہے اس کی مثال میں انھوں نے اپنے آپ کو پیش کیا ہے - یہ مختلف خیال والے بھی اسی ایک کتاب وید مقدس سے ہی تمسک کرتے ہیں - اور اس سے باہر نہیں -

پھر ایک تیسرا مسئلہ ہے جیو اور پرکرتی کو ایک گروہ مخلوق مانتا ہے - دوسرا نہیں - اور جہاں تک اس وقت تک مجھے معلوم ہے ایک ہی منتر ہے جس سے دونوں گروہ اپنے اپنے خیالات کی تائید نکالتے ہیں - اسی منتر سے ایک گروہ ایک درخت پر نیل کنٹھ اور نیل کنٹھی کا بیٹھنا بیان کر کے اس سے روح و مادہ کی ازلیت کو ثابت کرتا ہے - اور دوسرا اسی سے اس کے خلاف ثابت کرتا ہے -

اسی طرح سے ایک اور مشکل پڑتی ہے - ہندوؤں کا ایک فرقہ وشنو وامت کے نام سے مشہور ہے - وہ شاستروں سے تمسک کرتے ہیں - لیکن انہی میں سے وام مارگ بھی ہیں جو ان سے بالکل مختلف عقائد رکھتے ہیں - اور شاستروں سے ہی استنباط کرتے ہیں -

پھر بودھ مذہب ہے - ان میں بھی ایک فرقہ ناستک ہے اور دوسرا خدا کو ماننے والا - پھر جو ماننے والے ہیں ان کے دو گروہ ہیں - ایک وہ جو خدا کو پرسنل مانتے ہیں اور باقیوں کا اعتقاد ہے کہ خدا کا کام صرف دنیا کو بنانا ہی تھا اور بس - پھر اس کا دنیا سے کوئی تعلق نہ رہا - اور وہ دنیا سے الگ ہو گیا -

تو پس جب دنیا میں اس قدر اختلافات رونما ہو چکے ہیں تو کیوں خدا کے کسی کلام کی جو ان اختلافات کا فیصلہ کر دے ضرورت نہیں - قرآن اپنی صداقت کی یہی دلیل دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء کو سمجھنے میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے - اس لئے اب خدا کی اصلی اور صحیح منشا ظاہر ہونی چاہیئے - دنیا کا کوئی سا اختلافی مسئلہ لے لو قرآن کا ایک نہ ایک فیصلہ اس پر موجود ہے - قرآن دنیا کی کل کتب پر مہیمن ہو کر آیا ہے تو جب قرآن اختلافات کو مٹانے آیا ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ خود قرآن کے ماننے والوں میں اختلافات ہوں - کوئی غیر مسلم یہ خیال نہ کرے کہ محض ایک منطقیانہ ضرورت اور پیچیدگی کو رفع کرنے کے لئے یہ ایک بات بنالی ہے - بلکہ میں ثابت کرونگا کہ درحقیقت مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے - لیکن میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ اگر تو تم مانتے ہو کہ تم میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے - تو پھر معاذ اللہ قرآن کا یہ کہنا غلط ہے کہ میں اختلافات کو مٹانے آیا ہوں - اور تمھیں ماننا پڑے گا کہ قرآن خاتم الکتب نہیں اور اب کسی اور کتاب کی ضرورت ہے - لیکن اگر یہ آخری کتاب ہے تو پھر تم میں کوئی اختلاف بھی نہیں اور یہی حقیقت ہے -

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آیا اس منطقیانہ مصیبت کو حل کرنے کے لئے میں نے مان لیا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے -؟

اس سوال کا جواب دینے سے پیشتر اس بات کو سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی مذہبی کتاب میں کیا کچھ تعلیم ہوتی ہے - کتاب کا ایک حصہ ہمیشہ اصول پر مشتمل ہوتا ہے جسے Doctrines کہتے ہیں - یہ وہ باتیں ہوتی ہیں کہ جن پر نجات کی بنیاد ہوتی ہے - یہ Doctrine معتقدات اور ایمانیات کہلاتے ہیں -

دنیا میں زیادہ تر تنازعہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو نہ سمجھنے سے ہوا ہے - اگر خدا کی صفات کا تنازعہ دنیا سے ختم ہو جائے تو آج یہ سارا اختلاف مٹ جاتا ہے - مثلاً قرآن نے خدا کی یہ ایک صفت بتائی ہے کہ وہ بدیع ہے - یعنی عدم سے پیدا کرنے والا - لیکن آریوں کا گروہ اس بات کا قائل نہیں کہ خدا عدم سے بھی پیدا کر سکتا ہے - گویا وہ اللہ تعالیٰ کے بدیع ہونے سے انکاری ہے اسی طرح سے دنیا میں کوئی ایسا اختلاف نہیں جو ایک صفات الہیہ کے اختلافی مفہوم پر مبنی نہیں تو اس لئے قرآن کا ایک حصہ خدا کی صفات پر مشتمل ہے - اسی طرح سے ملائکہ - تقدیر - کتب رسل - اور حشر نشر پر بحث ہے - پھر کسی اصول کی تشریح اور وضاحت کے لئے کوئی قصہ بھی سنا دیتا ہے لیکن اسی حد تک جس حد تک اس کا تعلق کسی صداقت کے بیان سے ہو کیوں قرآن میں موسیٰ عیسیٰ اور دیگر مختلف انبیا کے مختلف حالات کو مختلف مواقع پر بیان کیا اس لئے کہ یہ کوئی قصوں کی کتاب نہیں بلکہ جس واقعہ کا بیان کسی اصول کی وضاحت یا کسی صداقت پر کار بند بنانے کے لئے کسی گذشتہ واقعہ کو بیان کرنا ضروری تھا - اسے بیان کر دیا ہے اور بس

باقی دارد

الاخبار والآراء

ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ

ہندوستان کا ہردلعزیز

وائسرائے۔ ہاں سلطنت برطانیہ کا وہ گوہر شب چراغ جس نے ان تاریک ترین ایام میں جیسے کہ آج کل ہیں اور اس سے پیشتر بھی اکثر خطرناک سے خطرناک موقعوں پر اور نہایت تیرہ و تار وقتوں میں کچھ ایسی قابلیت۔ غیر معمولی حسن تدبر اور نہایت دلنشین و موثر طریقہ سے ہندوستان پر نہیں بلکہ اہالیان ہندوستان کے قلوب پر حکومت کی کہ ان کے جسم و جان دونوں کو اپنی ایک مٹھی میں بند کر لیا اور اپنی ہردلعزیزی کی درخشاں شعاعوں سے کچھ ایسی چمک دلوں میں پیدا کر دی کہ جو بجلی کی سی چکا چوند کرنے والی روشنی کو بھی مات کر دے سکتی ہے غالباً ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا ہو گا کہ آئندہ ۱۴ مارچ کو عنان حکومت کسی اور ماہر کے سپرد کر کے اپنے وطن مالوف تشریف لے جانے والے ہیں ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ نے اپنے دوران حکومت میں کیسے کیسے قابل قدر جوہر دکھلائے اور کس طرح سے ہر کہ و مہ کے دل میں اپنی محبت و رافت کا سکہ بٹھا دیا ان باتوں کے مفصل طور پر بیان کرنے کے لئے نہ تو اخبار جیسے قلیل الگنجائش اوراق ہی کافی ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی میں سمجھتا ہوں کہ اس کی چنداں ضرورت ہے۔ کیونکہ آج ہندوستان کا کون فرد بشر ہے جو لارڈ ہارڈنگ جیسے ہردلعزیز اور نیک نام وائسرائے کی خوبیوں اور اکثر مفید عام کاموں سے واقف نہیں۔ ضرورت تھی کہ ایسا قابل انسان ابھی اور کچھ مدت تک ہندوستان کی قسمت پر حکمرانی کرنے کے لئے چھوڑ دیا جاتا۔ لیکن مدبرین برطانیہ کے اس طریق عمل میں بھی جو آپ کی جگہ لارڈ چیمسفورڈ کے تقرر کی صورت میں رونما ہوا آخر کوئی نہ کوئی حکمت و مصلحت ہی ہے۔ اور اس لئے گو ہمیں لارڈ ہارڈنگ جیسے قابل انسان کی جدائی کا بہت صدمہ اور افسوس ہے حکام بالا دست کی اعلیٰ انتظامی قابلیتوں سے متاثر ہو کر اور پھر اس احکم الحاکمین کی اس مشیت کو مدنظر رکھ کر جس کے بغیر دنیا کا کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا دل بصبر و سکون ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضور وائسرائے کو بخیریت اپنے وطن مالوف پہنچائے۔ اور اپنی مدت العمر تک ان کے دل میں ہندوستان کی یاد تازہ رہے۔ آمین۔

لارڈ چیمسفورڈ

آئندہ وائسرائے ہند کے سابقہ حالات زندگی سے پایا جاتا ہے کہ آپ بھی ماشاء اللہ ایک قابل اور تجربہ کار آدمی ہیں۔ آپ کو ہندوستان میں آنے سے پہلے بھی بعض ممتاز شہروں مثلاً کلکتہ بمبئی لاہور اور دیگر مختلف مقامات کی نہ صرف سیر و سیاحت کا ہی موقع ملا ہے بلکہ بعض اعلیٰ انتظامی عہدوں پر بیٹھ کر آپکو کافی تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔ آپ کوئنزلینڈ اور نیو ساؤتھ ویلز کے بھی گورنر رہ چکے ہیں۔ اور وہاں اپنی اعلیٰ انتظامی قابلیت کا ثبوت دے چکے ہیں۔ حب الوطنی نے آپکو فوج میں بھرتی ہو جانے پر مجبور کیا اور آپ چہارم ڈورسٹ رجمنٹ کے کپتان کے طور پر ہندوستان تشریف لائے۔ پھر اس پلٹن کے ایک دستہ کے کمانڈر بھی رہے۔ فوجی ملازمت سے ہی آپ کو وائسرائلٹی کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا گیا ہے۔ جو اس اعلیٰ قابلیت کا کافی ثبوت ہے جو اعلیٰ حکام کی نظر میں آپ کی ہے۔ آپ کو اکثر سابق وائسرائے کی مہمانی کا شرف حاصل ہوتا رہا اور ان [illegible] میں جو ہز اکسلنسی لارڈ ہارڈنگ کے دوران حکومت میں آپ نے ہندوستان میں گذارے آپ کو ہندوستانی خیالات و محسوسات کا کافی تجربہ ہو چکا ہے اور اس لئے آپ سے یہ توقع رکھنا ہرگز بیجا نہیں کہ آپ بھی اپنے سابق پیشرو کی طرح برطانوی محاسن کی شاندار روایات کو زندہ اور برقرار رکھنے میں ہمہ تن ساعی ہوں گے۔

سنسکرت تعلیم کے لئے گورنمنٹ کی طرف سے وظائف

سنسکرت تعلیم کا کس قدر شوق ہندو اصحاب بالخصوص بنگال کے ہندوؤں کے دلوں میں موجزن ہے یا کم از کم اس کو جاری رکھنے اور لوگوں کو اس کی رغبت دلانے کے لئے کیا کچھ تدابیر انھوں نے اختیار کی ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے جو ہز اکسلنسی لارڈ کارمائیکل گورنر بنگال نے امتحان سنسکرت کے بورڈ کی سالانہ کنووکیشن کی تقریب پر جو ۲۵۔ مارچ ۱۹۱۶ء کو ہوئی دوران تقریر میں کہی کہ باوجود اس تباہ کن جنگ کے گورنمنٹ بنگال نے سنسکرت تعلیم کے وظائف کے لئے دس ہزار روپیہ عطا کیا ہے۔ یہ روپیہ صرف ایک صوبہ کی گورنمنٹ اپنے صوبہ میں سنسکرت تعلیم کے لئے دیتی ہے۔ جس سے پتہ لگ سکتا ہے کہ سنسکرت جیسی مردہ زبان کو زندہ کرنے کے لئے کس قدر کوشش اور جد و جہد سے کام لیا جا رہا ہے۔

عربی تعلیم کی کم مائگی

سنسکرت تعلیم کیلئے گورنمنٹ کی یہ امداد اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت قابل قدر ہے مگر اس کے بالمقابل ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ عربی تعلیم کو رائج کرنے کے لئے آج تک کیا کچھ کوشش کی گئی اور کس قدر امداد اس کی ترویج کے لئے گورنمنٹ نے دی۔ گورنمنٹ کا دینا نہ دینا تو علیحدہ رہا وہ تو ہمارے اپنے مانگنے پر منحصر ہے آخر سنسکرت تعلیم کے لئے بھی تو ہندوؤں کی کوشش سے ہی ملا ہے۔ جو کچھ ملا ہے۔ لیکن ہاں دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے خود اس بارہ میں کیا کچھ کیا۔ اپنے مذہبی علوم کو پھیلانے اور اپنی مذہبی زبان کو رائج کرنے میں جس کے متعلق ہمارا دعوےٰ ہے کہ یہ ام الالسنہ ہے ہمارے شوق اور دلی جذبات کا اندازہ تو اسی سے ہو سکتا ہے کہ بالمقابل جو کچھ برادران وطن نے اپنی مذہبی زبان کے بارہ میں کیا ہے بجائیکہ اس کے مردہ زبان ہونے میں آج کسی کو بھی کلام نہیں آج ہم نے کیا کچھ کر کے دکھایا۔ آخر بنگال میں مسلمان بھی آباد ہیں بلکہ مسلمانوں کی آبادی وہاں ہندوؤں سے متجاوز ہے۔ پھر کیوں انھوں نے عربی تعلیم کو اس قدر بلکہ اس کا عشر عشیر فائدہ پہنچانے کی کوشش نہیں کی جیسی کہ ہندو برادران نے کر دکھائی ہے۔ ایسا ہی حال کل ہندوستان کے مسلمانوں کا ہے۔ شوق اور دلی جوش ہی سے کچھ کام بنتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں۔ یہ کہنا کہ عربی کی طرف متوجہ ہونے سے مروجہ علوم کی تعلیم کو نقصان پہنچتا ہے اتنی ہندوؤں کے مروجہ علوم میں بھی مسلمانوں سے مسابقت کو مدنظر رکھ کر ماننا پڑے گا کہ ہرگز صحیح نہیں۔ کاش مسلمانوں پر بھی کوئی ایسا وقت آئے جب علم الابدان اور علم الادیان کی دونوں شاخوں میں وہ ماہر و کامیاب نظر آئیں۔

ہندو کانفرنس اور صغر سنی کی شادی

حال ہی میں ہندو کانفرنس (جس کا اصلی نام آل انڈیا ہندو سناتن دھرم کانفرنس ہے جو بہر حال ہندوؤں کی ایک شاخ ہے اور کل ہندوؤں کے قائم مقام نہیں اور اس لئے صحیح معنوں میں ہندو کانفرنس نہیں) کے اجلاس منعقدہ ۲۵۔ مارچ ۱۹۱۶ء میں پنڈت بھولا ناتھ نے شادی صغر سنی کے خلاف ایک رزولیوشن پیش کرتے ہوئے بچپن کی شادی کو ہندوستان میں سب سے بڑی خرابی ظاہر کیا۔ اور تازہ ترین رپورٹ مردم شماری سے اعداد پیش کر کے بتلایا کہ ہندوستان میں کس قدر بیوائیں چھوٹی عمر کی ہیں۔ مدراس کے مسٹر اے جوناتھی گاروی نے سنسکرت میں اس رزولیوشن کی تائید کی

یہ ریزولیوشن بشرطیکہ ہندو قوم کا مقلدانہ طریق عمل انھیں اپنی پرانی رسوم کی طرف ہی عملی طور پر مائل نہ رہنے دے حقیقت میں بہت قابل قدر اور ہندوؤں کی معاشرتی و تمدنی بہبودی میں بہت کچھ اضافہ کرنے والا ہے۔ لیکن سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا پنڈت بھولا ناتھ شرما اور ان کے ہم نوا ہندو لیڈروں نے کسی مذہبی تعلیم کے ماتحت اس رزولیوشن کو پیش اور پاس کرنا پسند کیا ہے۔ یا بعض ضروریات زمانہ سے مجبور ہو کر انھوں نے ایسا کیا ہے۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ کوئی شخص یا کوئی قوم جو کسی نہ کسی مذہب کی حامی اور اس پر کاربند ہے قومی رسوم کو بالخصوص جن کے متعلق مذہبی کتب میں صاف اور کھلے طور پر ہدایات مندرج ہوں بعض حالات زمانہ سے مجبور ہو کر بدل نہیں سکتی۔ یا تو اسے اس مذہب کو صاف طور پر جواب دینا چاہیے اور یا اس کے لئے اس کی دی ہوئی ہدایات پر عامل ہونا ضروری ہے۔ منوسمرتی اور ہندوؤں کی دیگر کتب مقدسہ جب اس بات کی حامی ہیں کہ صغر سنی میں ہی لڑکیوں کی شادی کی جائے تو ہم نہیں جانتے کہ پنڈت بھولا ناتھ اور ان کے ہم نواؤں کا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو انہی کتب کے پیرو اور پابند ظاہر کرتے ہیں کیا حق ہے کہ وہ اس کے خلاف آواز اٹھائیں۔ ملک کی معاشرتی و تمدنی ضروریات بے شک اس بات کی متقاضی ہیں کہ ان باتوں کی اصلاح کی جائے مگر اس کو کیا کیا جائے کہ خود تمہاری کتب مقدسہ اس اصلاح کی حامی نہیں۔ اس لئے شیدائیان اصلاح نہیں بلکہ خیر خواہان ملک و ملت کو چاہیے کہ اپنی کتابوں میں سے ان تعلیمات کو خارج کر دیں ورنہ یہ درست نہیں کہ وہ تعلیمات بھی بدستور قائم رہیں اور ایمان بھی ویسا ہی رہے اور عمل ان کے برخلاف کرایا جائے۔

خانصاحب میاں غلام رسول ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے

یہ خبر نہایت مسرت کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ لاہور کے ہردلعزیز بیدار مغز اور نہایت جفاکش کوتوال شہر خانصاحب میاں غلام رسول صاحب احمدی ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ جلیلہ پر ترقی یاب ہو گئے ہیں۔ خانصاحب کے پاکیزہ اخلاق اور حسن کارکردگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ آپکو لاہور جیسے شہر میں صرف اڑھائی سال تک ہی کام کرنے کے بعد ممتاز طور پر اس اعلیٰ منصب پر فائز کیا گیا ہے۔ ہم اس مبارک موقع پر اپنے اور اپنے ناظرین کی طرف سے خانصاحب موصوف [illegible]

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

ایشور دنیا کا پیدا اور پرورش کنندہ ہے

ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۲۳ پر سوامی دیانند جی مہاراج نے اس عنوان سے ایک وید منتر نقل کیا ہے جس سے موجودہ دیانندی عقائد متعلقہ قدامت روح و مادہ اور تناسخ وغیرہ کی خود بخود تردید ہو جاتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"ایشور پرماتما سب کو ہدایت فرماتے ہیں کہ اے انسانو! میں ایشور سب سے پہلے موجود اور ساری دنیا کا مالک ہوں۔ میں جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہوں۔ تمام مال و دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہوں۔ مجھ کو ہی تمام جیو اس طرح پکاریں جس طرح اولاد اپنے باپ کو پکارتی ہے میں کل جگت کے لئے راحت دینے والی قسم قسم کی خوراکوں کی تقسیم بغرض پرورش کرتا ہوں۔" (رگوید منڈل ۱۰ سوکت ۴۸ منتر ۱)

اب ایشور جی مہاراج کے اس کھلے کھلے اور صاف ارشاد کے برخلاف جو شخص یہ کہے کہ ایشور سب سے پہلے موجود نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ دو اور چیزیں جیو اور پرکرتی بھی ازل سے ہی چلی آتی ہیں (ستیارتھ صفحہ ۳۲۷)

ایسا ہی یہ بھی غلط ہے کہ وہ جگت کی پیدائش کا قدیم باعث ہے۔ پیدائش کا باعث کہاں وہ تو دو چیزوں روح اور مادہ کو جوڑ دینے والا ہے اور بس۔ جیسے کہ ایک کمہار مٹی کے ذریعہ سے ایک برتن بناتا ہے ویسے ہی پرمیشور جیو اور پرکرتی سے اس عالم کو ترتیب دیتا ہے (مفصل بحث کے لئے دیکھو ستیارتھ صفحہ ۲۸۲)

پھر یہ بھی نہیں کہ مال دولت پر غالب اور اس کا بخشنے والا ہے۔ کیونکہ اگر غالب ہوتا تو جسے چاہتا وہ اپنی مرضی سے دیتا۔ لیکن یہ تو ہے نہیں وہ تو جیوؤں کے کرموں کے مطابق ہی انھیں دے سکتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف کرے تو خطاوار اور بے انصاف ہو جاوے گا۔ (ستیارتھ صفحہ ۳۲۷) پھر ایشور کو اس طرح پکارنا جس طرح اولاد اپنے باپ کو پکارتی ہے ہرگز درست نہیں۔ کیونکہ ایشور کے ساتھ اولاد اور باپ کی نسبت ہی نہیں۔ تو اس کو اس طرح پکارنا چہ معنی دارد؟ اولاد اور باپ کی نسبت تو تب ہو جب وہ بھی باپ کی طرح بعض کسی قصور اور گناہ کو معاف بھی کر دے۔ کبھی بغیر کسی اجرت اور محنت کے بھی کچھ بخش دیا کرے مگر یہ تو اس کی حیثیت منصفی کے بالکل برخلاف ہے۔ (ستیارتھ صفحہ ۳۲۲) اس لئے اسے زیادہ سے زیادہ ایک جج کہہ کر پکار سکتے ہیں نہ کہ باپ۔ اگر وہ کل جگت کے لئے راحت دینے والی قسم قسم کی خوراکوں کی تقسیم بغرض پرورش کرتا ہے تو یہ اس کا کوئی احسان نہیں۔ بلکہ یہ تو ہمارے اپنے کرموں کی اجرت اور مزدوری ہے جو وہ دیتا ہے اور وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے (از روئے عقائد سوامی دیانند) ظاہر ہے کہ ایسا شخص ویدک احکام کو کہاں تک مانتا ہے۔ کیا کوئی دیانندی مہاشہ ویدک ایشور کے مندرجہ بالا ارشاد اور سوامی جی کے ان عقائد مندرجہ ستیارتھ پرکاش میں تطبیق دے سکیگا۔

آریہ سماج اور عقیدہ دعا

آریہ گزٹ سوامی ہر پرشاد کے متعلق جو سنسکرت کے عالم بے بدل ہیں اور ایک گروکل کے آچاریہ اور جنہیں بعض باتوں میں سوامی دیانند صاحب سے اختلاف ہے کے متعلق لکھتا ہے:۔

"اے کاش! یہ وردان پرش راہ راست پر آجاوے تاکہ اس کی بھی زندگی سپھل ہو اور یہ دوسروں کو بھی کچھ فائدہ پہنچا سکے۔ آریہ پرشو! اس قابل رحم پرش کے لئے دردِ دل اور پریم سے پرارتھنا کرو۔"

جس لفظ پرارتھنا دعا کو ہم نے جلی کر دیا ہے وہ خصوصیت سے قابل غور ہے۔ جب آریہ سماج کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ ایشور کسی کا گناہ نہیں بخشتا خواہ کتنے ہی اپاؤ کئے جائیں پھر دعا یا پرارتھنا کا کرنا یا نہ کرنا مساوی ہے مگر معلوم نہیں کہ ایسے امر کے لئے جو ان کے مذہب میں ناجائز و ناروا ہے لوگوں میں تحریک کرنا چہ معنی دارد (لولاک)

ہر ایک چیز میں روح ہے

مسز اینی بیسنٹ نے بنارس میں ہندو یونیورسٹی کے سنگ بنیاد رکھے جانے کے موقع پر اپنی تقریر میں کہا کہ:۔

"آپ کو یاد ہوگا کہ ڈاکٹر بوس نے فرمایا ہے کہ ان کی تحقیقات کی بنیاد ہندو فلاسفی کا یہ خیال ہے کہ زندگی ہر ایک چیز میں ایک ہی ہے۔ اور زندگی کے اس قانون پر اس کی تحقیقات مبنی ہے۔ اور آپ میں سے بعض اصحاب کو یاد ہوگا کہ لندن کے سائنس دانوں کے سامنے جو ڈاکٹر صاحب نے ایک عظیم الشان لیکچر دیا تھا اس میں ثابت کر کے دکھلایا تھا کہ تمام ظہور حیوانات اور نباتات

اسلام کا ایک عظیم الشان معجزہ

ایک سخت متعصب کی رائے اسلام کی نسبت

سابق لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ سر ولیم میور لکھتے ہیں "مسیحیت نے اپنے اوائل ایام میں دنیا کو غنیمت سے بیدار کر کے روحانیت کی طرف توجہ دلائی تھی مگر رسوخیت کے بعد لوگوں نے ویسی روحانی بیداری مشاہدہ نہیں کی تھی . . . ہجرت سے ۱۳ برس قبل مکہ بلحاظ اپنی اخلاقی حالت کے ایک مردہ جسم کے مشابہ تھا۔ اس ۱۳ برس کے زمانہ میں کیا تغیر ہوا؟ اس کا جواب سنئے۔ کئی سو شخصوں کے ایک گروہ نے بت پرستی سے اظہار نفرت کیا۔ اپنے سالقہ معبودوں کی عبادت ترک کر کے خدائے واحد کی پرستش اختیار کی۔ اور جس آواز کو وہ خدا تعالیٰ کا کلام تصور کرتے تھے اسکے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ قادر مطلق خدا کے سامنے جوش و تواتر کے ساتھ دعا کرنے کے عادی ہو گئے۔ اپنے گناہوں کی معافی کے لئے اسکے رحم پر بھروسہ کرنے لگے۔ اور نیک کاموں مثلاً زکوٰۃ۔ طہارت اور انصاف پر کاربند ہونیمیں ساعی ہوئے۔ اب وہ ہر وقت خیال کرتے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ حاضر و ناظر ہے اور اُن کے چھوٹے سے چھوٹے عمل پر نظر رکھتا ہے۔ وہ ایمان رکھتے تھے کہ قدرت نے جو کچھ بھی عطا کیا ہے زندگی کے جسقدر بھی تعلقات ہیں معاملات کی انفرادی ہو یا اجتماعی خواہ کیسی بھی صورت حال ہو۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے دست تصرف میں ہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اُن کو یقین تھا کہ وہ اُن کے رہنما اور خدا تعالیٰ کے رسول ہیں۔ نبی امیدوں کا پورا ہونا اُن کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس لئے وہ اس رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کو نہایت خلوص قلب سے بجا لاتے تھے"۔

اسلام میں عورت کی حیثیت

معترضین کا قول ہے کہ معاشرت کے پہلو سے اسلام ناکام رہا ہے۔ اور اس ناکامی کی وجہ ان کے نزدیک یہ ہے کہ "اس مذہب نے مرد و عورت کے تعلقات کو کما حقہ شناخت نہیں کیا۔ عورتوں کو ذلیل کیا۔ اور اس ذلت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مسلمانوں کی اولاد نسلاً بعد نسل بدکاری و بدذاتی میں ترقی کرتی گئی۔ نوبت باینجا رسید کہ اب اس کی نا لائقی بھی ضرب المثل ہو گیا ہے"۔ اب اس اعتراض کے الفاظ کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معترضین نے اعتراض کرنے میں الفاظ بھی نہایت سخت استعمال کئے ہیں اور الفاظ کی سختی ہمیں مجبور کرتی ہے کہ ہم اعتراض پر نہایت محققانہ رنگ سے غور کریں اور دیکھیں کہ آیا معترض کا قول خلاف واقعہ ہے یا اسلام ہی نے مرد و عورت کے تعلقات کو شناخت نہیں کیا۔ اور اس طرح عورت کی ذات کی بے حرمتی کی ہے۔

ہمارا علم ہماری واقفیت اور ہمارا غور و خوض ہمیں اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے۔ کہ اسلام پر نکتہ چینی کرنے والے لوگوں میں سے بہت کم ایسے ہونگے جنہوں نے قرآن کریم میں سے اس تعلیم کو مطالعہ کیا ہو جس میں عورتوں کے حق و حیثیت کا ذکر ہے ہمیں یقین ہے۔ کہ ان معترضین میں سے شاید ہی کوئی ایسا ہوگا۔ جس نے قرآن کریم کی بہترین تفسیر یعنی نبی کریمؐ کی سوانحعمری کا مطالعہ کیا ہو۔

پس یاد رکھنا چاہئے۔ کہ یہ معترضین کے علم و واقفیت کا نقص ہے۔ کہ وہ اعتراض کرتے ہیں۔ ورنہ اسلام کی تعلیم پر کوئی اعتراض نہیں تعجب آتا ہے۔ کہ لوگوں کو کس طرح ایک ایسے مسئلہ پر اعتراض کرنے کی جرأت ہوتی ہے جس کی نسبت اسلامی تعلیم کی روش بالکل صاف اور صریح ہے۔ اور جس میں کسی غلط فہمی کا امکان نہیں دکھائی دیتا۔

در اصل بات یہ ہے کہ ہمارے معترضین نے اپنی رائے کی بنیاد ذاتی تحقیقات پر نہیں رکھی۔ بلکہ ان کے معلومات کا ذریعہ محض وہی کتابیں رہی ہیں جو ہمیشہ وہ بیانات کردہ زمین یعنی مسیحی پادریوں کے خیالات تعصب آمیز کا نتیجہ ہیں۔ ان لوگوں نے لفظ حرم کو چین کے معنے خواتین کا کمرہ ہے۔ عیاشی و عیش پرستی کی جگہ خیال کیا ہے اور اس خیال نے نیم تعلیمن اسلام کی غلط تشریحات اور قرآن کریم کی آیات کے غلط معانی سے اور تقویت پکڑ لی۔ اور اسقدر طاقتور ہو گیا ہے کہ اسلام کے معترضین کا ایک طبقہ اعتراض کرتے وقت منطق و معقول کو جواب دے بیٹھتا ہے۔ اور کوئی لاکھ ان اعتراضات کی تردید کرے۔ اور اسکو ناواقفیت پر محمول بتلائے۔ مگر اسکی شنوائی مشکل ہوتی ہے۔

رفق و مدارات بالنساء

قرآن کریم میں عورتوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے نہایت خوبصورتی سے فرمایا ہے۔ ھن لباس لکم و انتم لباس لھن یعنی عورتیں تمہارے اور تم عورتوں کے لباس ہو۔ جائے تعجب ہے۔ کہ بعض حلقوں میں اس محکم اور بین آیت کے مفہوم کو بھی محل اعتراض بنایا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک لطیف مثال کے ذریعہ فرقہ اناث کی اعلےٰ حیثیت کو قائم کیا ہے اور حوا کی بیٹیوں کو ذلیل سمجھنے والوں کے لئے ایک پُر مغز نصیحت فرمائی ہے۔ جونہی لباس کا لفظ قوت سامعہ کے ذریعہ قوت متخیلہ کے حضور پیش ہوتا ہے۔ وہیں خیالات کا ایک نہایت دلچسپ نقشہ تصور میں آجاتا ہے اور انسان ذرا سے غور کے ساتھ یہ خیال کرنے لگتا ہے۔ کہ جس طرح لباس کا کام برہنہ پن کو ڈھانپنا ہے اسی طرح میاں بیوی کے لئے اور بیوی میاں کے لئے بمنزلہ لباس ہے۔ اور میاں بیوی کے تعلقات ہو جانے سے وہ ایک دوسرے کی عفت و ناموس کے محافظ ہو جاتے ہیں۔ جس طرح لباس جسم کو آرام دیتا ہے اسی طرح میاں بیوی کا ساتھ ایک دوسرے کے لئے آرام و آسائش کا موجب ہوتا ہے۔

لباس کے اس ظاہری معنے کے علاوہ اس لفظ کا ایک اور لطیف و پُر روحانیت مفہوم بھی ہے۔ جسکے سمجھنے کے لئے قرآن کریم کی مفصلہ ذیل آیت کا جاننا ضروری ہے۔ فرمایا۔ یٰبنی ادم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سواٰتکم وریشًا ولباس التقوٰی ذالک خیر ذالک من ایٰت اللہ لعلھم یذکرون یعنی اے آدم کی اولاد! تحقیق ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا ہے۔ تاکہ وہ تمہاری برہنگی کو ڈھانپے۔ اور تمہارے لئے زینت کا کام دے۔ لیکن تقوے کا لباس بہترین لباس ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے تاکہ انسان اس پر غور کرے۔

پھر ایک اور مقام پر شیطان کے داؤ سے بچنے کی ہدایت فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔ یٰبنی ادم لا یفتننکم الشیطٰن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما لباسھما لیریھما سواٰتھما (اعراف رکوع ۳)۔ یعنی اے اولاد آدم! ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو گمراہ کر دے۔ جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکال دیا تھا۔ ان کے لباس کو ان سے چھین لیا تھا۔ تاکہ اُن پر ان کا برہنہ پن ظاہر کرے لباس سے مراد نہ صرف ظاہری لباس ہے۔ بلکہ پرہیزگاری و طہارت قلب کا لباس بھی مراد ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ یہ آخری لباس میاں بیوی کے تعلقات ہی کامل ہوتا ہے۔

کاش کہ لوگ قرآن کریم کی لطیف تمثیل کو سمجھتے اور شیطان کو لباس تقویٰ کے چھین لینے کا موقعہ نہ دیتے۔

ضروری اطلاع

احباب ہر ایک قسم کا روپیہ اور اس کے متعلق اطلاع خواہ قیمت اخبار ہو یا چندہ اشاعت اسلام۔ ترجمۃ القرآن وغیرہ محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور کے پتہ پر بھیجا کریں۔ کسی خاص شخص کے نام نہ بھیجیں۔ اسی طرح اخبار کے متعلق ہر ایک قسم کی خط و کتابت سوائے مضامین کے اسکے لئے صرف ایڈیٹر پیغام صلح لکھنا کافی ہے) (مینیجر)

حضرت میر حامد شاہ صاحب سے ایک مؤدبانہ التماس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - آج جماعت کے دو ٹکڑے ہوئے عرصہ دو سال کا گذر گیا ہے۔ کچھ اصلاح کی صورت نظر نہیں آتی بلکہ بجائے اصلاح کے مخالفت کی خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ جہاں تک مجھے علم ہے موجودہ اختلاف کا باعث مفصلہ ذیل موٹے امورات ہیں مثلاً

(۱) مسئلہ کفر و اسلام -
(۲) نبوت مسیح موعودؑ -
(۳) تنسیخ کتب بر مسئلہ نبوت -
(۴) خلافت -

مذکورہ بالا امورات پر فریقین کی طرف سے خوب بحث ہو چکی ہے - اور ہو رہی ہے - میرا اسوقت ان امورات پر بحث میں پڑنے کا مطلب نہیں - اور نہ ہی میں بحث کا دروازہ کھولنا چاہتا ہوں - ہاں احقاقِ حق منظور ہے جو نہایت سنجیدگی اور متانت سے ہو سکتا ہے - میرے سامنے اس وقت آپ کی ایک کتاب ہے موسومہ بہ "مسلمانوں کا خدا اور اُسکے حضور میں دعا" جو کہ جولائی ۱۹۰۱ء میں الدار احمدیہ پریس قادیان میں بزیر اہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپی ہے - جس میں سے آپ کے عقیدہ کی دربارہ کفر و اسلام و نبوت مسیح موعودؑ وغیرہ صحیح تصویر نظر آ رہی ہے - چنانچہ آپ نے ایک جگہ لکھا ہے -

"اور یہ سچا اعتقاد اور یہ یقین برحق اور یہ راہِ راست ہمکو بوساطت اس انسان کامل کے نصیب ہوا ہے - جسکا نام نامی اور اسم گرامی محمدؐ ہے - بیشک وہ سچا رسول اللہ کا ہے -

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی
خدا سے پوچھ لو شان محمدؐ

.... اور ہم نے اختیار کر لیا اسلام کو - کہ وہ ہمارا دین ہے - اور ہم تسلیم کرتے ہیں اُن کو کہ محمدؐ بے شک سچے نبی اور سچے رسول ہیں - ہم صرف قرآن کو اپنا پیشوا مانتے ہیں - اور خانہ کعبہ کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں - کہ وہ جماعت اسلامی کے حق میں ایک دائمی امتیاز کا نشان ہے - اور نماز اپنا فرض لازمی ٹھہراتے ہیں .... اور کل مسلمان بلحاظ اس کے کہ ایک ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو کر ہمارے شامل ہو گئے ہیں سبکو اپنا بھائی سمجھتے ہیں .... اور ہم اس امر کی گواہی دیتے ہیں - کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اسکا رسول ہے - جسکو راہِ راست اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا ہے - کہ اس دین کی راستی اور صداقت کو کل دینوں پر غالب کر دیوے!!"

اب خدارا اپنے ان خطوط کشیدہ فقرات پر غور فرماویں - اور دوسری طرف اس عقیدہ کو دیکھیں جو میاں صاحب کا ایجاد کردہ ہے - یعنی یہ کہ کل اہل قبلہ کافر اور حلقۂ اسلام سے خارج ہیں - پھر اگر واقعی حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء سے دعوئے نبوت کر دیا تھا اور آپ کو اور ان تمام لوگوں کو جو میاں صاحب سے ارادت رکھتے ہیں سمجھ آ گیا تھا - تو آپ نے اس اپنے عقیدہ میں حضرت صاحب کو کیوں شامل نہیں کیا - اور اپنے عقیدہ میں آپ کی تصدیق نہیں فرمائی حتےٰ کہ ذکر تک نہیں کیا - حالانکہ میثاق النبیین کے مطابق (بقول یکے از مبایعین بلکہ میاں صاحب) تمام نبیوں سے مع نبی کریمؐ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کا اور آپ کی تصدیق کرنے کا عہد لیا گیا ہے - اور نیز حسب آیت بالاخرۃ ھم یوقنون (بقول میاں صاحب) حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانے کی بابت تاکیداً حکم کے باوجود آپنے اپنے عقیدہ میں کہیں اشارۃً بھی حضرت صاحب کا ذکر نہیں کیا - یہاں تک کہ اپنے تمام فیوض کو بوساطت محمدؐ بتا کر بیچ میں سے مرزا صاحب کی بکلی نفی کر دی ہے -

امید ہے - آپ اسپر غور فرما دینگے - بندہ نے یہ جواب الجواب کی خاطر نہیں لکھا - صرف آپ کی توجہ کو ادھر منعطف کرنے کے لئے لکھا گیا ہے - تاکہ اس بڑھتے ہوئے باطل کا سر کچلنے کے لئے آپ اس بے نفس انسان یعنی حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے ساتھ ہو جاویں - فاعتبروا ؛

خاکسار - شیخ غلام قادر عفی عنہ -

ملتان میں محمودیوں اور غیر احمدیوں کے جلسے

مکرم بندہ جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - اس ہفتہ محمودیوں کا جلسہ ملتان شہر میں بھی ہوا - جس میں مفتی محمدؐ صادق حکیم خلیل احمدؐ - میاں عبد العزیز و قاضی محمدؐ لطیف نے مختلف اوقات میں لیکچر دیئے - سامعین کی تعداد ان تینوں ہی دنوں میں بہت تھوڑی رہی - لیکچراروں نے نہایت ہی بودے دلائل سے مرزا صاحب کی حقیقی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی سے چوٹی تک زور لگایا کہیں بالاخرۃ ھم یوقنون کی آیت پیش کرنے سے اور کہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی حدیث سے مرزا صاحبؑ کو مستثنےٰ بنانے سے - حالانکہ مرزا صاحبؑ خود اپنی کتابوں میں اپنے دعویٰ کے ثبوت میں بار بار یہی حدیث پیش کرتے رہے ہیں -

چونکہ اثنائے جلسہ میں کوئی شخص سوال کرنیکا مجاز نہ تھا - اس لئے ہم بامر مجبوری خاموش رہے - بعد جلسہ جب مفتی صاحب سے مسئلہ نبوت کے متعلق دریافت کیا گیا - تو آپ نے فرمایا - کہ نبوت کا مسئلہ تو ایک معمولی بات ہے - دراصل معاملہ خلافت کا ہے - اور اگر میاں صاحب کے سوائے خلیفہ کوئی اور بنتا تو یہ مسئلہ کبھی طول نہ پکڑتا - مگر افسوس کہ مفتی صاحب کو یہ معلوم نہیں - کہ تفرقہ کی بنا صرف اسی مسئلہ پر ہے - ورنہ خلافت تو ایک علیحدہ امر ہے -

۲۳ - کی شام کو ۹ بجے کی گاڑی میں کل صاحبان سوائے قاضی محمدؐ لطیف صاحب کے (جو قادیان کی طرف سے ملتان اور اس کے نواح کے مبلغ مقرر ہوئے ہیں) واپس تشریف لے گئے -

(۲) - ادھر یہ محمودی ابھی مرزا صاحبؑ کو مستقل نبی بنانے میں لگے ہوئے تھے - اُدھر اہلحدیث نے ۲۳ و ۲۴ مارچ کے جلسہ کا اعلان کر دیا جسکا اصل مقصد یہ بتایا - کہ مرزا صاحبؑ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے علاوہ علماءِ ملتان مولوی ثناء اللہ صاحب بھی امرتسر سے تشریف لاوینگے -

۲۴ - کی صبح کو ابوالوفا بھی جلسہ گاہ میں آن پہنچے - آتے ہی انہوں نے مرزا صاحب کی تصانیف کا ایک ٹرنک بھرا ہوا میز پر رکھدیا - اور ایک ایک کرکے کتابوں کو نکال کر الہامات کی تکذیب کرنی شروع کی - اور اسی میں انہوں نے دس بجا دئیے - پھر چار بجے وہی ٹرنک اور وہی کتابیں میز پر آ گئیں - اور صبح کی طرح پھر یاوہ گوئی کا سلسلہ شروع کیا -

کچھ دیر تک تو لوگ ان فضول اور لچر باتوں کو سنتے رہے - مگر جب انہوں نے دیکھا - کہ مولوی صاحب ایک ہی شخص کی مذمت اور توہین میں ہمارا وقت اور اپنا دماغ کھو رہے ہیں - تو انہوں نے یکے بعد دیگرے جانا شروع کیا - جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ اب کام بگڑنے لگا ہے - تو وہ یہ کہکر خود ہی بیٹھ گئے - کہ اگر سامعین خوشی سے لیکچر نہیں سنتے تو ہم بیٹھ جاتے ہیں - اس پر سامعین میں سے ایک آدمی (جو شاگرد مولوی عبد اللہ چکڑالوی کے مریدین میں سے تھا) کھڑا ہوا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ نے ایک ہی شخص کی غیبت اور تکذیب میں شام کر دی ہے - اور ملتان کے سب لوگ آپ کی شہرت سن کر اسلئے جمع ہوئے تھے - کہ آپ بڑے عالم ہیں کوئی مسئلہ

اسلام میں توحید کیا مراد ہے؟

الفضل نے اپنی ۱۶ مارچ کی اشاعت میں پھر چند ایک الزامات عائد کئے تھے۔ جن میں بعض خلاف اسلام عقائد کو ہماری طرف منسوب کر کے ہمیں معاذ اللہ آنحضرت صلعم کی ہتک اور توہین کرنے والا بتایا گیا تھا۔ انہی میں ایک یہ بات بھی تھی کہ گویا ہم نعوذ باللہ اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنحضرت صلعم کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم نے ان سب الزامات کے جواب میں الفضل سے اپنی کسی تحریر یا تقریر کا کوئی حوالہ طلب کیا تھا۔ چنانچہ اس نے ۱۹ مارچ ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں اس مذکورہ بالا الزام کا ایک حوالہ حضرت امیرؒ کے ٹریکٹ موسومہ بہ مسئلہ کفر و اسلام میں سے دیا ہے جو حسب ذیل ہے:۔

”جب ایک شخص اللہ کی توحید پر ایمان لے آتا ہے۔ تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ ..... جو شخص توحید الٰہی پر ایمان لاتا ہے۔ وہ مقام تکمیل کے درجہ کو نہیں پہنچ جاتا۔ بلکہ یہ ابتدا ہے۔ بیشک وہ اسلام کے دائرہ کے اندر داخل ہو گیا۔ مگر تکمیل ایمان کے لئے قرآن کریم کی ہدایات کی پیروی کی ضرورت ہے۔“

اب اس عبارت سے الفضل نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ گویا حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کے نزدیک اسلام میں داخل ہونے کے لئے آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ کیونکہ صرف توحید کے ماننے سے ہی دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو جانا بتایا ہے۔ لیکن اگر الفضل کا یہی طریق استدلال و استنباط ہے۔ تو خطرہ ہے کہ کل کو کہیں وہ ڈاکٹر عبدالحکیم کی طرح ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین من امن باللہ والیوم الاٰخر وعمل صالحا فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون کے ارشاد قرآنی کا یہی مطلب نہ سمجھ لے۔ کہ بس مومن ہونیکے لئے اللہ اور یوم آخر کو ماننا ہی ضروری ہے اور آنحضرت صلعم کا ماننا ضروری نہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ الفضل نے اس صاف اور صریح آیت قرآنی اور اس پر حضرت مسیح موعودؑ کے کھلے کھلے فیصلہ کے باوجود حضرت امیر ایدہ اللہ کی ایک ایسی ہی عبارت سے وہی کچھ مراد لیا۔ جو ڈاکٹر عبدالحکیم خاں اس آیت قرآنی کا مطلب سمجھا حالانکہ اسلام میں توحید کے ماننے سے مراد ہی یہ لی گئی ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلعم پر ایمان لائے۔ یعنی اس توحید پر ایمان لانے میں آنحضرت صلعم پر ایمان لانا بھی آ جاتا ہے یہ صحیح بخاری میں، خود آنحضرت صلعم نے اسکی صاف طور پر تصریح کی ہے۔ اور بتایا ہے کہ توحید الٰہی پر ایمان لانے کے کیا معنے ہیں چنانچہ لکھا ہے۔ قال اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا اللہ ورسولہ اعلم قال شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ۔ یعنے فرمایا رسول اللہ صلعم نے کیا تم جانتے ہو۔ کہ ایک اللہ پر ایمان لانے کے کیا معنے ہیں۔ جواب دیا گیا اللہ اور اس کا رسول صلعم بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ (ایمان باللہ وحدہ کے معنے ہیں) یہ شہادت دینا کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔ اور یہ کہ محمدؐ اس کا رسول ہے۔ اب اس حدیث میں صاف طور پر آنحضرت صلعم پر ایمان لانا توحید الٰہی میں شامل بتایا گیا ہے۔ توحید الٰہی سے الگ نہیں کیا گیا۔ پھر جب خود آنحضرت صلعم اپنے اوپر ایمان لانا توحید الٰہی میں شامل بیان فرماتے ہیں۔ تو حضرت امیر ایدہ اللہ کی اس عبارت سے کہ توحید الٰہی پر ایمان لانے سے انسان دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو جاتا ہے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس میں آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ضروری قرار نہیں دیا گیا۔ صریح طور پر خلاف بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ ذرا پہلے وہ عبارت تو پیش کرو۔ جس میں حضرت امیرؒ نے آنحضرت صلعم پر ایمان لانا توحید الٰہی سے علیحدہ بتایا ہو۔ اور پھر یہ کہا ہو۔ کہ صرف توحید الٰہی پر ایمان لانے سے انسان دائرہ اسلام کے اندر داخل ہو جاتا ہے لیکن جب یہاں آنحضرت صلعم کی کوئی استثنا نہیں کی۔ اور یہ نہیں کہا۔ کہ توحید الٰہی پر ایمان لانے کے بعد تکمیل ایمان کے مدارج میں سے آنحضرت صلعم پر بھی ایمان لانا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے دیگر احکام کو تکمیل ایمان کے مدارج میں سے بیان فرمایا۔ تو تمہارا اس کے خلاف یہ بیان کرنا کہ آنحضرت صلعم کو یہاں توحید سے علیحدہ اور اسلئے دائرہ اسلام میں داخل ہونیکے لئے غیر ضروری قرار دیا ہے تقییر القول بما لا یرضٰی قائلہ کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے یا تو صاف طور پر تم بھی عبدالحکیم کے ہم آواز ہو کر یہ کہو کہ توحید الٰہی کے اندر آنحضرت صلعم پر ایمان لانا شامل نہیں۔ اور اس لئے بالفاظ دیگر ان الذین امنوا والذین ھادوا والنصٰری والصابئین کی آیت قرآنی سے وہی مطلب لو۔ جو عبدالحکیم نے لیا تھا۔ کہ اس میں مومن بننے کے لئے آنحضرت صلعم پر ایمان لانا ضروری نہیں ٹھہرایا گیا اور ایسا ہی اس حدیث کو بھی جو اوپر بیان کی گئی غلط اور موضوع قرار دو۔ اور یا پھر جیسا کہ حق ہے اگر تم توحید پر ایمان لانے میں ہی آنحضرت صلعم کا ایمان بھی شامل سمجھتے ہو۔ تو اس تلبیس اور خلاف بیانی سے جو حضرت امیرؒ کی اس عبارت سے غلط مطلب نکال کر تم نے کی ہے۔ باز آؤ۔ اور اپنے غلط نتیجہ کی تردید کرو۔ ورنہ یاد رکھو۔ کہ اس خلاف بیانی کا تمہیں بالآخر اس احکم الحاکمین کے ہاں جوابدہ ہونا پڑیگا۔

کذب و افترا کا مرتکب کون ہے

الفضل نے اپنی ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں حکیم مرزا محمد(؟) صاحب کے دورۂ فیروزپور کا ذکر کرتے ہوئے انکی کامیابی کو جسکے مفصل حالات اخبار میں درج ہو چکے ہیں۔ کذب و افترا بتایا ہے۔ اور اسکے ثبوت میں چھاؤنی فیروزپور کے محمد عالم خاں کے اس توبہ نامہ کو جو اس نے حکیم صاحب سے لکھوایا جعلی بتایا ہے۔ بلکہ اسکے ساتھ ہی اسکی طرف سے ایک تحریر بھی شائع کی ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے محمودی عقائد سے ہی اتفاق ہے اور اس نے کوئی توبہ نامہ لکھکر نہیں دیا۔ خیر اگر یہیں تک بات ہوتی تو بھی کوئی چنداں ہرج کی بات نہ تھی۔ کہ محمودی پیشوا اور اسکے مریدوں کا خود ہی ایک کام کرنا اور پھر اس سے منکر ہو جانا تو آئے دن کا مشغلہ ہے۔ پھر چاہیے محمد عالم خاں نے اگر کسی محمودی کے ورغلانے سے ایسا کہہ بھی دیا ہو۔ تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ لیکن اگر یہ ہو ہی سراسر واقعات کے خلاف۔ تو میں الفضل سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہی کذب و افترا کا الزام پھر کس پر عائد ہوگا۔ خود ہی اپنے منہ سے ایک لفظ تم نے نکالا ہے اب دیکھو کہ یہ خود تم ہی پر الٹ کر پڑتا ہے ع

کیا ہی سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

اسوقت میرے سامنے فیروزپور سے آیا ہوا ایک خط پڑا ہے جس میں ایک شخص عبدالرؤف قادیانی کی ایک شہادت منسلک ہے جو اس نے محمد عالم خان مذکور کے عقائد کے متعلق دی ہے۔ اس نے لکھا ہے۔ کہ:۔

”میاں محمد عالم کا میرے سامنے بیان یہ تھا۔

(۱) حضرت صاحبؑ کا منکر کافر ہے اور جو انکے زیر اثر ہیں وہ بھی کافر ہیں۔

(۲) اور جو انکو اچھا سمجھتے ہیں اور کافر نہیں کہتے وہ مسلمان ہیں۔ والسلام۔ گواہ شد عبدالرؤف - ۱۷-۳-۲۰“

ایسا ہی خود میاں عبدالرؤف کا مذہب کیا ہے اس کے متعلق بھی اس نے جو تحریر لکھکر دی ہے۔ وہ حسب ذیل ہے:

”میں کسی غیر احمدی کلمہ گو کو خارج از اسلام کا فر کہنا ایمان کی کمزوری خیال کرتا ہوں۔

والسلام: عبدالرؤف“

”حضرت مرزا صاحب کی تحریر صفحہ ۱۳ - الوصیت کے مطابق بہت سے علماء نبی کا خطاب پاتے رہے ہیں۔ لیکن حضرت اقدس سب سے اعلےٰ امام اور نبی تھے۔ اور میرا مندرجہ بالا تحریر پر ایمان ہے۔

عبدالرؤف بقلم خود“

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا ۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نام او ۔ بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن ۔ جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ے/
ششماہی ے/
سہ ماہی ۹ر
ماہوار ۹ر طلبا رسالہ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۸ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ الھجری المقدس مطابق ۲ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۷

شذرات

ایک نہایت ضروری مضمون

حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے قلم سے نکلا ہوا ایک نہایت ضروری مضمون آج کے بعد افتتاحیات میں درج کیا گیا ہے۔ حضرت مولوی صاحب کا یہ مضمون گو بہت دیر کا لکھا ہوا ہے اور اس سے پیشتر ریویو آف ریلیجنز میں اشاعت بھی پا چکا ہے۔ لیکن جس موضوع پر یہ لکھا گیا ہے چونکہ اس کے متعلق ابھی تک ہندوستان میں کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ اور باوجود کئی ایک گھرانوں کے عیسائیت کی نذر ہو جانے کے مسلمانوں کے کانوں پر جوں تک بھی نہیں سرکی۔ حالانکہ یہ ایک ایسا امر تھا کہ جس پر تمام مسلمان پبلک بالعموم اور لیڈران قوم و مسلمان ممبران لیجسلیٹو کونسلز بالخصوص۔ جتنا بھی زور لگاتے نہایت مفید ثابت ہوتا۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی بعض آئے دن کی معاشرتی دقتیں رفع ہو کر مذہبی مرتدین کی طرف سے بہت حد تک اطمینان حاصل ہو جاتا۔ اب بھی ہمیں امید ہے اور اسی امید پر اس مضمون کو دوبارہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کہ صاحب اقتدار مسلمان اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور اس نہایت ضروری مسئلہ کو حکام تک پہنچا کر ان سے بعض آئے دن کے پیش آنے والے خطرات کو دور کرنے کی استدعا کر کے نہ صرف عامہ مسلمین کی ہی بہبودی کا باعث ہونگے۔ بلکہ خود اپنے نفوس اور اہل و عیال اور خاندان پر بھی ایک بڑا بھاری احسان ہوگا۔

اسلامی جرائد سے بھی التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو بغور مطالعہ کر کے اپنے اپنے اخبارات میں امر فیصلہ طلب کے متعلق بالاتفاق آواز اُٹھائیں اور ہرگز خاموش نہ ہوں۔ جب تک کہ یہ معاملہ حکام کی نظروں تلے نہ آ جائے یہ مضمون غالباً ۵-۶-اقساط میں شائع ہوگا۔

ضمیمہ کے متعلق

چونکہ فیصلہ ہوا ہے کہ ہفتہ وار شائع ہونے کی بجائے کوئی خاص مضمون جس کا کثرت سے شائع ہونا ضروری ہو ضرورت پیش آنے پر بصورت ضمیمہ شائع کر دیا جایا کرے۔ اور ماسوا اس کے اعانت ضمیمہ کی مد میں موصول شدہ رقومات سے زیادہ اس پر صرف کیا جا چکا ہے۔ اس لئے گذشتہ ہفتہ سے ضمیمہ بند ہے ضمیمہ کی ضرورت بہت حد تک اخبار کے ذریعہ بھی پوری ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہر اخبار میں کامل دو صفحہ صرف الفضل کی ژاژ خائی کے جواب میں صرف ہوتے ہیں۔

نہایت ضروری عرضداشت

اخبار کی ترتیب اور اسے مفید بنانے میں اپنی طرف سے حتی الوسع کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی جاتی۔ اور کوشش کی جاتی ہے کہ ناظرین کرام کی یہ پوری دلچسپی کا موجب ہو۔ اب یہ ہمارے احباب کرام کا فرض ہے کہ وہ اسے مالی اعتبار سے کامیاب بنانے کی پوری سعی کریں۔ اس سے پیشتر بھی ہم بارہا عرض کر چکے ہیں اور اب پھر بڑے زور سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اخبار کے حلقہ اشاعت کو وسیع کرنے کا بہت جلد فکر کرنا چاہئے۔ ہمارے پاس اس کے ذرائع اگر ہیں تو صرف یہی کہ اسے مفید بنانے کی کوشش کریں۔ سو ہم تو اسی کوشش میں مصروف ہیں مگر کیا ہمارے کرم فرما معاونین اپنے فرض کی ادائیگی میں کوشاں نہ ہونگے۔

ہندوستان کی تازہ خبریں

راجہ صاحب فرید کوٹ کی خواہش کیمطابق فرید کوٹ دربار نے لیڈی ہارڈنگ زنانہ میڈیکل کالج اینڈ ہسپتال کے لئے ۱۵ سو روپیہ سالانہ دینا منظور کیا ہے۔ حضور وائسرائے نے یہ عطیہ شکرانہ کے ساتھ منظور فرما لیا ہے۔

مہاراجہ صاحب سروہی نے آبو پہاڑ پر اپنا مکان عراق عرب سے واپس آمدہ مجروح اور بیمار سپاہیوں کے لئے بطور ہسپتال استعمال کئے جانے کے لئے پیش کیا ہے۔ جسے حضور وائسرائے نے شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا ہے۔

ہندوستان میں ہفتہ مختتمہ ۲۵ مارچ میں پلیگ کے ۹۷۵۶ کیس اور ۷۵۶۵ اموات ہوئیں۔ جنکی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے۔ صوبہ دہلی ۴۔ صوبہ بمبئی و سندھ ۱۶ ۸۔ مدراس ۴۷۔ بنگال ۴۔ بہار واڑیسہ ۱۲۳۔ صوبجات متحدہ ۲۴۹۶۔ پنجاب ۲۲۸۔ برہما ۳۸۸۔ صوبجات متوسط ۱۵۲۱۔ ریاست میسور ۱۴۔ ریاست حیدرآباد ۱۳۳۴۔ وسط ہند ۲۰ اور ریاست کشمیر ۳۔

سہ شنبہ کے روز کی آتشزدگی کی تفاصیل ابھی موصول نہیں ہوئیں۔ باکو کو کے کیمپ ٹیلیگراف آفس سے موصول شدہ خبریں مظہر ہیں۔ کہ ایک ہزار سے زیادہ گھر تباہ ہوگئے۔ ان میں باکوکو کے تاریخی قصر ڈاکنجا نے بھی شامل ہیں۔ کئی سرکاری عمارتیں بالکل جلکر راکھ ہوگئیں۔

ایک نامہ نگار رقمطراز ہے کہ ہولی کے دن ایک غول پچکاریاں لئے لکھنؤ کے چوک میں نکلا جو فحش گالیاں زبان پر تھیں۔ اور پچکاریاں برابر چل رہی تھیں۔ ایک بساطی کی دوکان پر رنگ باری کی۔ اس نے کہا کہ ہم مسلمان ہیں ہمارے مذہب میں رنگ ڈالنا حرام ہے۔ اس پر اسکو خوب گالیاں دیگئیں اور اسکو اور اسکے خوردسال بھائی کو کھینچکر سب نے ملکر اسقدر مارا کہ وہ دونوں بیہوش ہوگئے۔ اب معاملہ زیر تحقیقات ہے۔

ایک جوان ۲۵ سالہ بنگالن کا خاوند تلاش معاش کرشن نگر سے کلکتہ آیا۔ مگر ناکام رہا۔ بیوی نے بوجہ افلاس اپنے گھر جانا چاہا۔ مگر خاوند نے منظور نہ کیا۔ اس پر بیوی نے خودکشی کی ٹھان لی۔ خاوند کسی کام کو باہر گیا واپسی پر دیکھا کہ کمرہ کے دروازے بند ہیں۔ دروازوں کو توڑ کر اندر جاکر کیا دیکھتا ہے کہ بیوی کی لاش لٹکی ہوئی ہے۔ پولیس کو اطلاع دی۔ لاش طبی معائنہ کے لئے بھیجدی گئی۔ تفتیش جاری ہے۔

جنگ کی تازہ خبریں

روما نیا اور جنگ - لنڈن ۳۰ مارچ - اخبار کوریرہ ڈی اٹالیا کا نامہ نگار مقیم بکھارسٹ رقمطراز ہے: کہ پارلیمنٹ کی دو پارٹیوں نے رومانیا کے متریک جنگ ہونے کی صورت میں جبکا فیصلہ مسٹر براٹیانو کے ہاتھ میں ہے۔ ایک قومی وزارت بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔

سالونیکا اور ہوائی جہاز لنڈن ۳۰ مارچ سالونیکا میں ایک پبلک جلسہ ہوائی حملے کے خلاف پروٹسٹ کرنے کے لئے منعقد ہوا تھا۔ جسے پولیس نے منتشر کر دیا۔ ہلاک شدہ اشخاص کے جنازوں کے ساتھ لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو جرمنوں کے خلاف نعرے لگا تا تھا۔

انگلستان پر زیپلنوں کے حملے کی ناکام کوشش لنڈن ۲۹ مارچ زیپلنوں کے مشرقی ساحل پر ۱۹ مارچ کو حملے کی کوشش اور اُس کے روکے جانے کے متعلق یہی خبر آج ہوس آف کامنز میں دی گئی۔ مسٹر بنیٹ گولڈ نے دریافت کیا تھا کہ کیا ۱۹ مارچ کو مشرقی ساحل پر زیپلنوں کو ہمارے ہوائی جہازوں نے پسپا کر دیا تھا مسٹر ٹینٹ نے جواب دیا کہ ۱۹ مارچ کو رپورٹ موصول ہوئی تھی۔ کہ ساحل پر زیپلن موجود ہیں۔ فوراً مناسب کارروائی کی گئی۔ اور ہوائی جہازوں نے پرواز کی۔ صرف اسی قدر بتانا مناسب ہے۔ کہ مسٹر ٹینٹ نے بیان کیا۔ کہ اگرچہ سامان کا سوال ابھی تک مشکل ہے۔ لیکن زیپلنوں کے مقابلہ کرنے کے متعلق ان کی امید اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے۔

اتحادی کانفرنس (لنڈن ۲۹ مارچ) ریوٹر کو معتبر ترین ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اتحادیوں کی کانفرنس کے برٹش ممبروں کا خیال ہے۔ کہ اس کے مادی نتائج بہت دور رس اور فوراً بر آمد ہوگئے۔ خاصکر مشترکہ کارروائی کی تدابیر کے متعلق تمام ڈیلیگیٹوں کی یہ زبردست خواہش تھی کہ آخری فتح کے لئے خالص مقامی مفاد کو نظر انداز کر دیا جائے۔

آورا کی واپسی لنڈن ۲۹ مارچ۔ ولنگٹن جہاز آورا نے بذریعہ تار برقی خبر ارسال کی ہے کہ وہ جمعہ کے روز نیوزیلینڈ پہنچیگا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ کی صحت بحمدہ تعالیٰ اطمینان بخش ہے۔ آپ حسب معمول رات دن تحریر کے کام میں مصروف ہیں۔ درس قرآن کریم و حدیث شریف۔ خطبہ جمعہ اور احباب سے ملاقات اور بحث ومباحثات اسکے علاوہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پاک وجود پر اپنی رحمت اور فضل کے مینہ برسائے۔ اور اسے مخلوق خدا کے لئے اس سے بھی زیادہ بھلائی کا موجب بنائے۔

حضرت خواجہ صاحب اور ڈاکٹر صاحبان بھی بفضلہ بخیریت ہیں۔ اتوار کو گجرات میں حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر ہے۔ شاید کل ہی یہاں سے روانہ ہونگے۔

لاہور چھاونی سے جن دو اصحاب نے میاں صاحب کے عقائد سے رجوع کیا تھا انکو پھر ورغلانے کے لئے محمودیوں کی طرف سے چھیڑ چھاڑ کی جارہی ہے بابو محمد حسین صاحب اور قاضی ثناء اللہ صاحب کو اللہ تعالیٰ اسکی جزا دے کہ انھوں نے بروقت بری اور خود مقابلہ کرنے کے علاوہ یہاں سے حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کو بھی بلوایا ہے۔

حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب کے لئے دعا کے متعلق پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ اب پھر احباب کو یاددہانی کرادینی ضروری ہے۔ خلیفہ صاحب کے بابرکت وجود کے لئے کون ہے۔ جسکے دل سے دعائیں نہ نکلتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جلد صحت عطا فرمائے۔

صوفی احمددین صاحب کی بھی علالت کی خبر آئی ہے۔ آپ آجکل لاہور میں نہیں۔ بلکہ اپنے گاؤں میں گئے ہوئے ہیں۔ ان کیلئے بھی احباب دعا فرمائیں۔

ڈیرہ غازیخان سے مولوی علی محمد صاحب متعلم منشی فاضل کل بعد از نماز جمعہ حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے۔

نو مسلمین۔ دو ہندو سمیان ہانڈی اور بھگتو حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ اسلامی نام غلام محمد اور غلام احمد رکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ استقامت بخشے۔

چندہ جماعت پشاور۔ جماعت پشاور کیطرف سے مفصلہ رقوم موصول ہوئیں ہیں۔
چندہ ماہوار ۲۶ روپیہ۔ ترجمۃ القرآن للہ ۴۳ روپیہ سکین فنڈ ۲ روپیہ

ترجمۃ القرآن کیطرف دیگر احباب کو بھی توجہ فرمانی چاہئے۔ اور اپنی اپنی جماعتوں سے خاص طور پر چندہ کرکے جسکا ماہوار چندوں پر اثر نہ پڑے۔ بھجوانے چاہئیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۴- اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۷

ہندوستان میں مرتدین کے احکام

(از حضرت امیر جناب مولٰنا مولوی محمد علی صاحب
ایدہ اللہ بنصرہ)

کچھ عرصہ ہوا ہے چیف کورٹ پنجاب نے ایک مقدمہ میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ اسلامی شریعت کی رو سے مسلمان عورت کے عیسائی ہوجانے سے مسلمان خاوند کے ساتھ اس کا نکاح معاً نسخ ہوجاتا ہے۔ اس فیصلہ کا اثر جیسا کہ ظاہر تھا یہ ہوا ہے کہ بعض عورتوں نے طلاق کے حاصل کرنے کی غرض سے اسلامی مذہب کو چھوڑ کر عیسائی مذہب کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اس قسم کے مقدمات بھی عدالتوں کے سامنے آئے ہیں۔ دراصل مسلمان گھرانوں اور مسلمان سوسائٹی کے لئے یہ ایک ایسا خطرناک فیصلہ ہے جس کا اثر بہت دور تک پہنچتا ہے اور اگر اس فیصلہ کی اصلاح نہ ہوئی تو اس قسم کے ارتداد کے واقعات جن سے اسلامی سوسائٹی میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوگا دن بدن بڑھتے چلے جاوینگے۔ فاضل ججان چیف کورٹ نے جنہوں نے اس مقدمہ کا فیصلہ کیا ہے اس مسئلہ کی تہ تک جانے اور اس کے اصول کو تحقیق کرنے سے انکار کیا ہے اور اسلامی شریعت کے اصل ماخذوں پر اور اس شہادت پر جو ان سے پیدا ہوتی ہے غور کرنے کو ضروری خیال نہیں کیا۔ اس فیصلہ کے پڑھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ججوں کے سامنے ایسی شہادت اور اصل ماخذ بھی پیش نہیں کئے گئے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ اگر وہ پیش کر بھی دیئے جاتے تو بھی فاضل جج اُن کی کچھ پرواہ نہ کرتے۔ فیصلہ میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ اس مسئلہ میں مسلمان علماء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہوجاتا ہے یا نہیں مگر ججوں کی رائے میں کثرت سے علماء اسی طرف گئے ہیں کہ فسخ ہوجاتا ہے۔ ہماری رائے میں اس بات کے سمجھنے میں ججوں کو سخت غلطی لگی ہے کہ احکام مرتدین جو فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں انگریزی سلطنت کے ماتحت ہندوستان میں کس حد تک جاری کئے جاسکتے ہیں۔ اور یہ ایک اہم اور ضروری مسئلہ ہے اس لئے ہم اپنی دلائل کو جن سے جوان چیف کورٹ کی غلطی ظاہر ہوتی ہے کسی قدر تفصیل کے ساتھ نیچے درج کرتے ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ گورنمنٹ یا مجلس وضع قوانین اس معاملہ میں کوئی ایسی تجویز کریگی جس سے ان مضار کا جو چیف کورٹ کے فیصلہ سے پیدا ہوئے ہیں خطرہ باقی نہ رہے علمائے اسلام کی خدمت میں بھی یہ التماس ہے کہ وہ اس مضمون کو ٹھنڈے دل سے اور غور کے ساتھ پڑھیں۔

اسلامی شریعت کا اصلی اور سب سے پہلا ماخذ قرآن کریم ہے۔ اور اس کتاب میں مرتدین کے متعلق جو آیات ہیں وہ ایسی کھلی کھلی ہیں کہ ان پر کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ بلکہ سیدھے سادے ترجمہ سے ہی ناظرین اصل مطلب کو سمجھ لینگے۔ سب سے پہلے سورہ بقرہ کی یہ آیت قابل غور ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولئک اصحاب النار ھم فیھا خالدون (سورہ بقرہ رکوع ۲۷- پارہ دوم رکوع ۱۱)

اے مسلمانوں یہ کفار تم سے سدا لڑتے ہی رہینگے۔ یہانتک کہ ان کا بس چلے تو تمہیں تمہارے دین سے مرتد کردیں۔ اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہوگا اور پھر کفر کی حالت میں ہی مرجائے گا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے عمل دنیا اور آخرت میں اکارت جائینگے۔ اور یہی آگ والے ہیں اس میں رہ پڑینگے۔ اب اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرتدین کے لئے قرآن کریم نے بھی کوئی سزا بتائی ہے مگر وہ سزا کیسی ہے۔ آیت میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ جو کوئی تم میں سے مرتد ہوجایا کرے تم اس کو قتل کردیا کرو۔ بالفاظ دیگر ارتداد کی سزا حکومت کے ہاتھ میں نہیں دی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ کیونکہ فرماتا ہے کہ جو شخص مرتد ہوکر کفر کی حالت پر ہی مرجائے اس نے جو کچھ نیک عمل ایمان کی حالت میں کئے تھے وہ بھی اکارت جائینگے اور ان کا اجر نہ اس کو اس دنیا میں ملیگا نہ آخرت میں اور آخرت میں اس کے لئے عذاب جہنم ہوگا۔

اس آیت میں ایک اور نقطہ قابل غور ہے اور وہ ہے لفظ فیمت یعنی مرتد کے لئے یہ فرمایا کہ وہ مرجائے یہ نہیں فرمایا کہ وہ مارا جائے یا قتل کیا جائے اس آیت سے یہ بھی پتہ لگ سکتا ہے کہ کافر دن رات زور لگاتے تھے مسلمانوں کو مرتد کریں اور ان کے بس میں ہوتا تو زور سے بھی ان کو مرتد کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی مسلمانوں سے جنگ کرنے کی علت غائی یہ تھی کہ ان کو دین اسلام سے روکا جائے اور اس دین پر نہ رہنے دیا جائے۔ یہ کیسے تعجب کی بات ہے کہ جو الزام مسلمانوں پر جہاد کا لگایا جاتا ہے وہ درحقیقت ان کے دشمنوں یعنی کفار عرب پر عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار مسلمانوں سے اس لئے جنگ کرتے تھے کہ ان کو زبردستی دین اسلام سے نکال کر پھر کفر میں داخل کریں۔ پس جہاد اپنے مشہور معنوں میں کفار کی طرف سے مسلمانوں پر ہوتا تھا نہ کہ مسلمانوں کی طرف سے کفار پر بلکہ مسلمانوں کے جنگ صرف دفاعی تھے۔ وہ دین اسلام کو چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ لہذا جب ان کو تلوار سے نیست و نابود کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا تو ان کو بھی خدا کی طرف سے اپنی حفاظت کی اجازت دی گئی

ایک اور آیت مرتدین کے متعلق سورہ مائدہ میں ہے جو اخیر زمانہ میں نازل ہوئی ہے یہ آیت اس طرح ہے۔ یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم (سورۃ مائدہ رکوع ۸- پارہ ۶ رکوع ۱۲)

اے مسلمانوں تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہوجائے تو اللہ کوئی ایسی قوم لا موجود کریگا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا۔ اور وہ اسے دوست رکھتے ہونگے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ نرم کافروں کے مقابلہ میں سخت ہونگے۔ اللہ کی راہ میں کوشش کرینگے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرینگے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ اور اللہ کی رحمت بڑی وسیع ہے اور وہ سب کے حال سے واقف ہے۔ اور اس آیت میں گویا مسلمانوں کو یہ سمجھایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی مرتد بھی ہوجائے تو کچھ فکر نہ کرو۔ اور ایسے شخص کی کچھ پرواہ نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے ایک قوم

کی قوم کو دین اسلام میں داخل کرے گا - اور وہ قوم بھی بڑے مضبوط ایمان والی ہوگی - یہاں بھی مرتدین کے لئے کوئی سزا بیان نہیں فرمائی کہ ان کو قتل کر دو یا ان کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کرو۔

یہ تو دو مدنی آیات ہیں کی آیات میں بھی مرتدین کا ذکر ایسے ہی الفاظ میں ہے - یعنی وہاں بھی یہی فرمایا کہ مرتدین کے لئے آخرت میں عذاب ہوگا - اور یہ نہیں فرمایا کہ تم مرتدین کو یہ سزا دو یا وہ سزا دو - سورہ نحل کی ذیل کی آیات پر غور کرو من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم ۰ ذالک بانہم استحبوا الحیوٰۃ الدنیا علی الاخرۃ وان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ۰ اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبہم وسمعہم وابصارھم واولئک ھم الغافلون ۰ لا جرم انہم فی الاخرۃ ھم الخاسرون ۰ (سورہ نحل رکوع ۱۴)

جو شخص ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے سوائے اس کے کہ وہ مجبور کیا جائے - درانحالیکہ اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو - ایسے سے تو مواخذہ نہیں - لیکن جو شخص جی کھول کر کافر ہوا تو ایسوں پر اللہ کا غضب ہے - اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے - یہ اس لئے کہ انھوں نے دنیا کی زندگی سے پیار کر کے اسے آخرت پر مقدم کر لیا - اور بیشک اللہ ان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا جو کفر کرتے ہیں - یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں اور کانوں اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگا دی اور وہ غافل ہیں ضرور ہے کہ آخرت میں یہ لوگ گھاٹے میں رہیں - یہ آیات اس موقع پر نازل ہوئیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے اور آپ کے ساتھیوں کو جن پر کفار کا بس چلتا تھا دین اسلام قبول کرنے کی وجہ سے سخت ایذائیں دیجاتی تھیں اور اُن کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ اسلام سے بیزاری ظاہر کریں - ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن الفاظ میں کی آیات میں مرتدین کا ذکر کیا گیا ہے انہی الفاظ میں مدنی آیات میں ذکر کیا گیا ہے - جس سے معلوم ہوتا ہے کہ احکام مرتدین جو کچھ مکہ میں تھے وہی مدینہ میں بھی جاری و ساری رہے اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور اگرچہ شریعت کا بڑا حصہ مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوا مگر احکام مرتدین ہی سنئے نازل نہیں ہوئے - ورنہ ضرور تھا

کہ قرآن شریف میں ان احکام کا خاص طور پر ذکر ہوتا - نہ کہ جس طرح مکہ میں مرتدین کے لئے سزا صرف عالم ثانی میں بتائی گئی تھی اسی طرح مدینہ میں بھی ان کے متعلق یہی کہا جاتا کہ وہ آخرت میں عذاب میں گرفتار ہونگے۔

غرضکہ قرآن شریف میں نہ ابتدائی سورتوں میں اور نہ آخر زمانہ کی نازل شدہ سورتوں میں کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مرتدین کو قتل کر دینا چاہیئے - یا یہ کہ ان کو اور کسی قسم کی سزا دینا چاہئے - چند جگہ اور بھی دین اسلام میں داخل ہو کر کفر کی طرف لوٹ جانے کا قرآن کریم میں ذکر کیا گیا ہے - وہاں بھی سزائے قتل کا ذکر نہیں پایا جاتا - ناظرین کی تسکین کے لئے ان آیات کو بھی ذیل میں درج کرتے ہیں - سورہ آل عمران رکوع ۱۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیف یھدی اللہ قوما کفروا بعد ایمانہم وشہدوا ان الرسول حق وجاءھم البینٰت واللہ لا یھدی القوم الظالمین ۰ اولئک جزاؤھم ان علیہم لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین ۰ خالدین فیہا لا یخفف عنہم العذاب ولا ھم ینظرون ۰ الا الذین تابوا من بعد ذالک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم ۰ ان الذین کفروا بعد ایمانہم ثم ازدادوا کفرا لن تقبل توبتہم واولئک ھم الضالون ۰

ترجمہ - کس طرح اللہ ہدایت دے ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا - بعد اس کے کہ وہ ایمان لا چکے تھے - اور گواہی دے چکے تھے - کہ یہ رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سچے ہیں اور ان کے پاس کھلے ثبوت بھی آ چکے تھے - اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا - ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے - اسی میں رہ پڑینگے نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائیگا - اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائیگی - مگر جن لوگوں نے اس کے بعد (یعنی ارتداد کے بعد) توبہ کی اور اپنی اصلاح کی تو اللہ بھی بڑا بخشنے والا اور بڑا مہربان ہے - وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوگئے اور پھر کفر میں ترقی کرتے گئے - ان کی توبہ نہیں قبول کی جائیگی اور وہ گمراہ ہیں اور سورہ نساء رکوع ۲۰ میں ہے - ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لہم ولا لیھدیہم سبیلا - یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پھر کافر ہوئے - پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے - پھر کفر میں ترقی کرتے گئے خدا ان کو نہیں بخشیگا - اور نہ ہی ان کو ہدایت کرے گا - ایسا ہی سورۃ آل عمران میں یہودیوں کی تدابیر کا جو وہ مسلمانوں کو مرتد کرنے کے لئے سوچا کرتے تھے - ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے وقالت طائفۃ من اھل الکتاب اٰمنوا بالذی انزل علی الذین اٰمنوا وجہ النہار واکفروا اٰخرہ لعلہم یرجعون اور اہل کتاب میں سے ایک گروہ اپنے لوگوں کو سمجھاتا ہے کہ اس چیز پر جو مسلمانوں پر اُتاری گئی ہے - اول روز میں تم ایمان لاؤ - اور آخر روز میں تم اس سے انکار کر دو - شاید اس تدبیر سے (یعنی اہل کتاب کے ایک گروہ کے گروہ کو ایمان لانے بعد مرتد ہوتا دیکھ کر مسلمان بھی اپنے دین سے پھر جائیں) یہ قرآن شریف کی وہ آیات ہیں جو ارتداد اور مرتدین کے متعلق مجھے ملی ہیں - ان کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم میں کسی جگہ مرتدین کو کسی قسم کی سزا دینے یا ان کو قتل کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ اگر ان کے لئے سزا کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ وہی عذاب آخرت ہے جس میں وہ دوسرے کفار کے ساتھ شریک ہونگے - بعض آیات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی تھے جو کئی کئی دفعہ اسلام لاتے اور مرتد ہوتے تھے - حالانکہ اگر مرتد کو معاً قتل کرنے کا حکم ہوتا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ علدرآمد ہوتا کہ جب کسی شخص سے ارتداد وقوع میں آئے اسے فوراً قتل کرا دیتے - تو اس طرح بار بار ایمان لانا اور کفر کرنا ناممکن تھا -

(باقی آئندہ)

الاخبار والآراء

ریاست انبہ میں احیائے شریعت اسلام کیطرف توجہ

ہم کو یہ بات معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی ہے کہ ریاست انبہ میں عالیجناب نواب صاحب انبہ اور اُن کے وزراء کی توجہ خاص طور پر بدعات کو مٹانے اور شریعت اسلام کے احیاء کی طرف ہو رہی ہے - مقام شیر گڑھ و دربند میں جو ریاست ہذا میں دو بڑے مقام ہیں دو مدرسے بھی جاری کئے گئے ہیں جن میں علاوہ معمولی تعلیم کے دینی علوم کی تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا ہے - مگر اس سے بھی بڑھ کر خوشی کی بات یہ ہے کہ

بھی بڑھ کر خوشی کی بات یہ ہے کہ ریاست میں مسجدوں کے اماموں کی تعلیم کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ اور ریاست نے قاضی محمد عبداللہ صاحب کو اس بات کے لئے مقرر فرمایا ہے کہ وہ مساجد کے اماموں کا امتحان لیں۔ اور جو امام ضروری امور سے واقف نہیں ان کو امامت سے الگ کر دیں۔ چنانچہ قاضی صاحب موصوف نے دورہ کر کے ایسے تمام اماموں کو الگ کر دیا ہے اور آئندہ کے لئے الگ الگ درجوں کے لحاظ سے خاص معیار اور امتحان مقرر کر دیا ہے۔ مسلمانوں کی جہالت اور بالخصوص دینی جہالت کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کے علماء یا وہ لوگ جو مساجد میں امامت کراتے ہیں خود دین سے ناواقف ہیں اور بالخصوص سرحد میں ملاؤں کا اپنے دین سے بیخبر ہونا نہ صرف خود مسلمانوں کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوا ہے کہ وہ جہالت میں ایسے گر گئے ہیں کہ اب انکا اٹھانا بھی سخت مشکل کام ہو گیا ہے۔ بلکہ اسی جہالت کی وجہ سے فاسد اعتقادات ان کے اندر پھیل گئے ہیں کہ کسی شخص کو اس وجہ سے قتل کر دینا موجب ثواب ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہے۔ یا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتا اسی وجہ سے سرحد پر آئے دن تشویشناک امور پیش آتے رہتے ہیں اور گورنمنٹ ہند کو بھی مشکلات کا سامنا رہتا ہے مساجد کے اماموں کی تعلیم کا انتظام اس پہلو سے بھی بابرکت ثابت ہوگا اور سرحدی لوگوں میں جہاں تعلیم کی طرف توجہ ہوگی ساتھ ہی ان کے لئے بھی یہ ایک ضمانت ہوگی اور گورنمنٹ کے لئے بھی آئے دن کے خدشات کم ہو جائینگے۔ علاوہ مساجد کے اماموں کی اصلاح کے اور امور کی طرف بھی جناب نواب صاحب اور اراکین توجہ فرما رہے ہیں۔ اور ہر قسم کی بدعات کی اصلاح کا اور لوگوں کو نماز کی طرف اور قرآن کریم کی تعلیم کی طرف توجہ دلانے کی بنیاد بھی رکھی جا رہی ہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ سب سے بڑی اصلاح اول خود ان لوگوں کی اصلاح ہے جو دوسروں کے لئے معلم اور رہنما کا کام دینے والے ہیں مسلمانوں کے اندر سے طرح طرح کی بدعات اور عقائد فاسدہ اسی دن اٹھیں گے جب ان کے پیر زادوں اور معلموں کی حالت میں اصلاح ہوگی۔ ہمیں خوشی ہے کہ حضور نواب صاحب اور ان کے اراکین نے اصل بیماری کی جڑ کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ اور ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس میں کامیاب کرے۔ اور دیگر والیان ریاست کی توجہ بھی اس طرف ہو افسوس ہے کہ مسلمانوں میں کوئی نظام اس قسم کا نہیں جس کی طرف قرآن کریم نے توجہ دلائی تھی کہ مسلمانوں کے ہر ایک گروہ میں سے کچھ آدمی نکل کر دین میں تفقہ حاصل کریں اور پھر اپنی اپنی قوم کو جا کر سکھائیں۔

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

وید مقدس میں تحریف نمبر ۲

بسلسلہ اشاعت مورخہ ۲۶۔ مارچ ۱۹۱۶ء

نمبر اول میں میں نے مہابھاشی کے حوالے سے یہ ثابت کیا تھا کہ موجودہ وید مقدس (۱۱۳۱ شاکھاؤں) میں سے صرف چار شاکھائیں ہیں اور باقی ۱۱۲۷ شاکھائیں خود آریہ سماج کو مسلم نہیں۔ جبکہ خود آریہ سماج ۱۱۲۷ شاکھاؤں میں تحریف کا قائل ہے تو کیا وجہ ہے کہ یہ چار شاکھائیں تحریف سے خالی ہوں۔ آخر یہ بھی تو انھیں میں کی چار شاکھائیں ہیں۔ اس نمبر میں یہ ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ موجودہ چار شاکھاؤں میں بھی تغیر و تبدل خود آریہ سماج کو مسلم ہے۔

میرے سالانہ جلسہ کے مضمون پر اعتراض کرتے ہوئے معزز ایڈیٹر آریہ گزٹ نے ادم شری گنیش آینمہ کے وید میں ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ نیز پنڈت لیکھرام جی نے بھی گنیش کا نام وید میں ہونے سے اپنی تصنیف اظہار حق کے صفحہ ۴ پر انکار کیا ہے۔

. . . .

. . . . مگر جب میں نے رگوید مطبوعہ بمبئی اور سام وید مطبوعہ وکٹوریہ پریس کانشی کا حوالہ دیا تو دبی زبان سے ایڈیٹر صاحب نے اقرار کر لیا کہ واقعی کسی نہ کسی وید میں یہ منتر موجود ضرور ہے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا تحریف کا ثبوت ہوگا کہ کسی وید میں تو یہ منتر موجود ہے اور کسی میں نہیں۔

(۲) سوامی دیانند جی نے گایتری کو چاروں ویدوں میں ہونا لکھا ہے۔ لیکن سناتنی صاحبان اس کے اتھرو وید میں ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ لہذا سماجک ویدوں اور سناتنی ویدوں میں اختلاف ضرور ہے جس کا دوسرا نام تحریف ہے۔

(۳) تینوں ویدوں میں چوتھے وید یعنی اتھرون وید کا نام تک نہیں۔ اور یہ تینوں وید آپس میں ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں مگر اتھرون وید کا کوئی نام تک نہیں لیتا سنو سمرتی اور ست پتھ براہمن میں بھی تینوں ہی ویدوں کا ذکر ہے۔ اور اتھرون کا نام ندارد۔ بدھ شاستر میں بھی صرف تینوں ہی کا ذکر ہے۔ پس ان سب حوالہ جات سے ثابت ہے کہ اتھرون وید اس وقت موجود نہ تھا آریہ صاحبان کے نزدیک چونکہ الہام شروع دنیا میں ہی ہوا تھا۔ لہذا اتھرون وید الہامی نہ ٹھہرا۔ بلکہ کل کا کل انسانی تصنیف ٹھہرا۔

(۴) اتھرون وید میں اتہاس۔ پران۔ گاتھا نارا شنسی برہمن گرنتھوں کے نام ہیں آریہ سماج کے نزدیک ویدوں میں پیشگوئی نہیں ہو سکتی۔ لہذا اتھرون وید ان برہمن گرنتھوں سے بعد کا ٹھہرا۔ جس کے انسانی تصنیف ہونے میں کیا شبہ رہا۔

(۵) یجروید کا چالیسواں ادھیائے جو ایشاپنشد بھی کہلاتا ہے یجروید میں شامل ہے مگر اس کو سب بالاتفاق رشی کرت مانتے ہیں۔ پس جب وہ الہامی نہیں تو وید میں کیوں شامل کیا گیا۔

(۶) بمبئی کے چھپے ہوئے رگوید میں یم۔ یمی سوکت کے سر پر یم یمی سمواد لکھا ہوا موجود ہے۔ مگر جو رگوید آریہ سماج نے چھپوایا ہے اس میں سے یہ فقرہ اڑا دیا ہے۔ معلوم نہیں جب یم یمی (ایک خلاف تہذیب قصہ) کا سوکت رگوید میں ذکر موجود ہے تو اس کا ہیڈنگ کیوں اڑا دیا۔ اس طرح اس قصہ کو استعارہ بنانے کی کوشش فضول ہے۔

(۷) ویدوں میں رشی لوگ نئے نئے منتر بنا کر شامل کرتے رہے۔

सनायते गोतम इन्द्र नव्यमत
[illegible] हरियोजनाय।
सुनोथाय न [illegible] गोभा:
प्रातम् [illegible]॥
१३ ॥ ६२ ॥

اے قدیم (یا بلوان) اندر گوتم رشی نے تمہاری خاطر ایک نیا منتر تصنیف کیا ہے اس غرض سے کہ تم اپنے رتھ میں گھوڑے جوڑو۔ (بارش کے لئے دعا ہے۔)

اس منتر میں لفظ نویم قابل غور ہے اس کے معنے سائنا چاریہ بھاشیہ میں نوین لکھے ہیں

(ب) وید منتر نئے اور پرانے رشیوں نے ایجاد کئے ملاحظہ ہو منڈل ۷ - ۲۲ - ۹ -

ये च पूर्व ऋषयो ये च नूतना [illegible]
[illegible] जनयन्त विप्रा

(ترجمہ) جو رشی سابق گذر چکے ہیں اور جو حال میں موجود ہیں انھوں نے براہمنوں یعنی وید منتروں کو بنایا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ برہمن بھاگ یعنی ویدوں کا دوسرا حصہ بھی ویدوں میں شامل ہے اور آریہ سماج خواہ مخواہ ان کو منتر سمجھتا نہ سمجھتا ہے۔

(باقی باقی)

(راقم عبدالحق - ودیارتھی)

ظنوا المؤمنين خيرا

دنیا کے اکثر انسانی فسادات اور نکتہ چینیوں کا موجب سوئے ظنی ہی ہے۔ جب کسی کنبہ یا گھر میں سوئے ظنی گھر کر جاتی ہے تو وہ کنبہ اور گھر ایک آفت اور وبال میں جا پڑتا ہے اگرچہ بظاہر کوئی صورت مناقشت اور معاندت کی دکھائی نہیں دیتی مگر ظنون فاسدہ کی بدولت تخیلات اور افعال میں ایک قسم کی بدی اور نحوست پیدا ہوتی جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی منافقت کا زور بھی ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ بہت سے ظن ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ایک انسان دوسرے انسان پر روئے کہنے سے پرہیز کرتا ہے اور اس کا دوسرے رنگ میں یہ نتیجہ یا یہ اثر ہوتا ہے۔ کہ اندرونی طور پر ایک دوسرے کی نسبت برے خیالات اور معاندانہ قیاسات کی نوبت آتی جاتی ہے۔ منافقت کا شروع بہت کچھ ظنون فاسدہ سے ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں جہاں اور بہت کمزوریاں پیدا ہو چکی ہیں وہاں بدظنی بھی بہت کچھ پائی جاتی ہے اگر مسلمان یہ سوچتے۔ کہ اسلام نے ان کو مومنوں کے ساتھ نیک گمان رکھنے کی تاکید کی ہے تو شاید یہ نحوست انکو نہ دیکھنی پڑتی۔ دوسرے الفاظ میں اگر مسلمانوں میں ایمانی اعتبار ایک دوسرے پر ہوتا تو یہ ذلت نصیب نہ ہوتی جن اقوام میں قومی اور شخصی اعتبار نہیں ہے یا کم درجہ پر ہے وہ قوم یا وہ شخصیت پایہ اعتبار سے گر چکی ہے۔

شریعت میں آیا ہے۔ کہ اگر کوئی تمہیں آکر السلام علیکم کہے تو تم سمجھ لو۔ کہ وہ مسلمان ہے اس طریق عمل میں ظن نیک کی حد قریباً ختم ہو جاتی ہیں۔ کسقدر عمدگی اور کسقدر وسعت سے بتایا گیا ہے کہ السلام علیکم کہنے والے کو بھی مسلمان سمجھو لیتے ہیں اس پر بدظنی نہ کرو۔ اس کے مقابلہ میں دیکھو اسوقت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی نسبت جو کچھ خیال کرتا ہے اسکا اندازہ کیا ہے۔ ایک کلمہ پڑھتا ہے دوسرا اسے مرتد یا کافر کہتا ہے ایک اعتبار کرتا ہے اور دوسرا اسکے اعتبار پر اعتبار نہیں کرتا۔ پرانا قصہ ہے کہ دہلی میں ایک بزرگ قوم سے آکر کہا کہ دریا کا پل ٹوٹ گیا ہے۔ اب مستورات کو جانا مشکل ہے بہتر ہے کہ دوسرے پل کا سامان بنا کر اس دریا پر رکھدیا جاوے تاکہ گذر سکیں لیکن اسکے واسطے دس ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ بزرگ ملت نے دس ہزار روپیہ مہیا کر دیا۔ اسوقت کے حاکم یا بادشاہ نے یہ قصہ سن کر بزرگ ملت کو بلایا اور پوچھا یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ایسی خلاف قیاس کہانی پر اعتبار کر کے دھوکا کھایا۔ بزرگ قوم نے فرمایا۔ مسلمان کو مسلمان پر اعتبار کرنا چاہئے اگر میں یہ نہ کرتا۔ تو "ظنوا المؤمنين خيرا" کی حد وسعت کھلجاتا ممکن ہے کہ یہ کہانی صحیح نہ ہو یا اس میں کچھ مبالغہ ہو لیکن اس سے یہ تو ثابت ہو سکتا ہے کہ ظن خیر کی تاکید اور ضرورت کہاں تک ہے اور اسوقت مسلمان اس سے کسقدر بیگانہ اور بعید ہیں ع۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

فلسفہ کی بات نہیں۔ تجسس کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں میں اسوقت قومی اعتبار اور نیک ظنی کی بیحد کمی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ باوجود اس کمی کے مسلمان مطمئن ہیں۔ اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ انکی اندرونی و بیرونی ساکھ نہایت کچھ وزن اور وقعت رکھتی ہے۔ ہذا باطل۔ اسقدر دوسری قومیں یا اغیار نقصان نہیں پہنچاتے جسقدر خود مسلمان ایک مسلمان کو پہنچانے کے درپے رہتا ہے خلوص اور اعتبار کے فقدان سے یہ احساس ہی جاتا رہا کہ پردہ پوشی بھی کوئی شے ہے۔ یا اسکی بھی کوئی ضرورت ہے۔ ایک مسلمان کی شکایت دوسرا مسلمان جس شوق سے سنتا ہے اسکی نظیر اسوقت دوسری قوم میں مشکل سے ملتی ہے۔ شاید میری سمجھ کا پھیر۔ اور میرے بیان میں مبالغہ ہو۔ سوچنے والے مسلمان خود غور کر سکتے ہیں کہ اسکی بدولت ہم میں قوم فروشی یا مذہب فروشی کا نرخ کسقدر ارزاں ہوتا جاتا ہے۔ بعض وقت اسی ایک کشادہ دلی سمجھا جاتا ہے کہ اپنے بھائی کی برائی کا اعلان کیا جاوے حالانکہ ہم اخلاقی پہلو سے اسکی پردہ پوشی بھی کر سکتے ہیں۔ تھوڑے سے جگہ پر بھی ہم اپنی قوم کے نوشتہ میں وہ برائیاں لگا سکتے ہیں جنکا انمیں نام بھی نہیں۔ یا بہت ہی کم ہیں۔ ایک مسلمان اگرچہ کہیں نیک طبیعت اور نیک سرشت ہو۔ ہماری تھوڑی سی رنجیدگی اسکے تمام افعال کے معیوب ثابت کر چکنے کا ایک فوری ذریعہ ثابت ہوتی ہے اگرچہ اغیار ہم پر اپنی شرافت اور انسانیت کے طفیل رحم کریں لیکن ہم اندرونی پہلو سے ایکدوسرے پر وار کرنے سے حتے الامکان چوکتے نہیں۔ ایک مسلمان کیلئے دوسرے مسلمان کی شکایت سننا یا شکایت کرنا ایک معمولی بات ہے ع۔ از ما است کہ بر ما است۔

حسقدر اسلام ہمیں ایسی باتوں سے روکتا ہے۔ اسیقدر ہم اسی طرف جاتے ہیں ...... ایک انگریز سے کسی دیسی نے کسی دوسرے انگریز کی شکایت کی۔ صاحب بہادر نے پہلے تو حیرانگی سے شکایت سنی اور پھر بعد از تامل و تحمل کہا۔ کہ دیسی لوگو نکو اب یقین ہو گیا ہے کہ ایک انگریز اپنے دوسرے انگریز بھائی کی شکایت سن لیتا ہے" مسلمانو! غور کرو۔ یہ ایک اس شریف انسان کا قول ہے جسے تم اپنے مذہبی نقطہ خیال سے اسلامی حدود سے باہر خیال کرتے ہو کیا یہ بات اسکو ان تعلیمات کے قریب نہیں پہنچاتی جو ایک مومن کا پیرایہ ہیں۔ شاید میرے اس فقرے سے بعض لوگ حدود ایمان کی وسعت دیکھکر کڑھیں گے۔ لیکن مجھے سچ کہنا چاہیے کہ ایمان عمل صالح کا نام ہے۔ اگر ایک غیر مسلم اسلامی تعلیمات کا پیرو ہے۔ تو وہ اگرچہ مسلمان تو نہیں لیکن ان صفات کے ترتیب جو مسلمانوں کا شیوا اور خاصہ ہیں۔ اگر انگلستان میں کسی انگلش کو یہ کہا جاوے کہ فلاں دوکاندار نے تمہیں سودا دینے میں دھوکا دیا ہے۔ تو وہ ایک غیر کی زبان سے یہ بات سن کر خوش نہیں ہو گا۔ اور جواب میں کہیگا کہ مجھے اپنے قومی بھائی پر اسقدر بے اعتباری نہیں ہے۔ اس اعتبار ہی کیوجہ سے انگلش قوم وفادارانہ زندگی بسر کرتی ہے۔ ایک کم سے کم درجہ کا انگریز بھی اپنی قوم کیساتھ غدار نہیں ہو گا جیسے ایک وزیر حکومت قوم اور اغراض قوم کا وفادار ہے ایسے ہی ایک دیہاتی بھی ہے۔ کیا بات کا نتیجہ ہے سکا کہ یہ شخص اپنی قوم کی بابت نیک ظنی رکھتا ہے

کیا اب بھی ظنوا المؤمنين خيرا کی برکات کے وجود سے انکار کیا جا سکتا ہے۔ اعمال صالحہ کے مفہوم کو بعض لوگوں نے محدود کرنے کی کوشش کی ہے۔ نماز۔ روزہ فرائض اسلامی میں سے ممتاز فریضہ ہیں۔ لیکن انکے مقابلہ میں خلوص اتفاق اور نیک ظنی وغیرہ بھی فرائض اسلام میں داخل ہیں اگر ایک نمازی اور روزہ دار کا ظن ہمیشہ برائی ہی کا پہلو لیتا ہے۔ تو میری رائے میں وہ باوجود نمازی اور روزہ دار ہونیکے اس عاصی سے کچھ تھوڑا ہی فاصلہ رکھتا ہے۔ جو باوجود عاصی ہونیکے مسلمانوں کے ساتھ خلوص اور محبت سے پیش آتا ہے۔ اور جو اپنے ہمسایوں کے حق میں ہمیشہ نیک ظنی رکھتا ہے ...... تیرہ سو سال پیچھے ہٹکر دیکھو اس ذات پاک کا جو اسلام لانے والی ہے کہ اسکا حسن ظن کس درجہ اور کس پایہ کا تھا۔ رسول مقبول کے افعال عالیہ اور روایات صادقہ سے ثابت ہے۔ کہ ان کا حسن ظن اس درجہ تک اعلیٰ اور ارفع تھا۔ کہ کسی دوسرے نبی اور بزرگ ہستی میں اس کی نظیر نہیں ملتی ...... ایکمرتبہ ایک مسلمان کا جنازہ صرف چار مزدور اٹھائے لاتے تھے آنحضرت نے یہ دیکھکر تعجب سے پوچھا۔ کہ کیوں ایک اسلامی جنازہ اسطرح لایا گیا ہے کسی نے عرض کیا کہ یہ شخص صادق مسلمان نہ تھا۔ آپ جنازہ کے قریب تشریف لیگئے۔ اور گرد کے لوگوں سے پوچھا۔ کہ اس متوفی نے اپنی زندگی میں کیا کیا کام کئے تھے۔ ایک شخص نے حاضرین میں سے کہا کہ ایکمرتبہ یہ شخص جنگ میں ساری رات مسلمان لشکر کا پہرہ دیتا رہا۔ آنحضرت نے فرمایا اس سے زیادہ اسلامی خدمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ ہم اس کا جنازہ پڑھتے ہیں ...... اللہ اکبر کس شان اور کس وسعت کا حسن ظن اور عطوفت تھی۔ اور کس شان کی بردباری اور استقلال۔ یہ بات تھی جو آنحضرت کی ذات ستودہ صفات سے مخصوص ہے۔ اور یہی شفقت ہے جسکی وجہ سے آنحضرت کیساتھ انکی امت کے ہر ایک فرد کو اسقدر محبت اور انسیت ہے اگر ہم ایک دوسرے کی نسبت ظن نیک رکھنے کے عادی ہوں اور ہمارے خیالات کا اکثر حصہ محمول بہ نیکی ہو اور ہمیں صادقانہ نکتہ چینیوں کی عادت ہو تو مسلمانوں کی ذلت اور نحوست آدھی رہجاوے ہماری بہت سی ذلتوں اور خواریوں کا موجب باہمی بے اعتباری اور بدظنیاں ہیں۔ ہماری اندرونی بدظنیاں ہی ہمیں دن بدن کھائے جاتی ہیں خیالاتی۔ معاشی اور معاشرتی رنگ میں بدظنیوں کا تانتا بندھا ہوا ہے۔ وہ اخوت جسکا ہمیں کسی وقت فخر تھا اور جو ہمارا طرۂ امتیاز تھا۔ بدظنیوں کے دھندلے بادلوں میں گھر کر سرنگوں ہو چکا ہے اب ہم میں معاندت اور بدظنیوں کا ہر پہلو سے زور ہے۔ ہم انکی بدولت گو کہ درماندہ اور خستہ ہو چکے ہیں۔ لیکن یہ بری عادت ہے چھوٹتی نہیں۔ مذہبی رنگ میں بھی بدظنیوں اور نمائشی شکوک کا وہ دور دورہ ہے۔ کہ جسکا کوئی اندازہ نہیں۔ معاملاتی رنگ میں بجائے مصالحت اور یکرنگی کے معاندت اور جدائی کا زور ہے خیالات کا اختلاف ہر قوم اور ہر نسل میں ہوتا ہے۔ لیکن یہاں کچھ اور ہی رنگ اور صورت ہے۔ شکایت سننے اور کرنے کے واسطے ہمیشہ ہم آمادہ ہیں ہمارا حوصلہ نہیں ہوتا کہ کسی غیر قوم کو فرد کی اس کی اپنی قوم کے پاس شکایت کریں اور نہ کوئی سنتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان کی شکایت اور خوفناک نکتہ چینی کے واسطے ہم اپنی ہی حدود میں بہت کچھ موقعہ رکھتے ہیں اور ہمیں اسپر فخر ہوتا ہے کہ ہم اپنے ہی دانتوں سے اپنا گوشت

ایک شیعہ کا مطالبہ گروہ محمودیہ سے

حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث

پر الفضل کی جرح وقدح اور شیعی معتقدات سے اتفاق

قریباً ۴-۵ ماہ ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے لاہور سے ایک پمفلٹ بنام "احمدی جماعت میں مقدمات" شائع کیا تھا۔ جس میں آپ نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی نبوت کے متعلق قادیانی معتقدات کے خلاف ایک نہایت لطیف دلیل دی تھی۔ اور وہ یہ کہ:-

"مرزا صاحب اگر نبی ہیں تو پھر حدیث نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے ماتحت حضرت صاحب کا کوئی ورثہ متروکہ نہیں جو کچھ اُنہوں نے چھوڑا وہ قوم کا ہے۔ کیا خلیفہ اول نے باغ فدک کا فیصلہ اس ایک حدیث پر نہیں کیا پس اگر وہ فیصلہ صحیح ہے۔ تو یا تو میاں صاحب خدانخواستہ خائن ہیں یا حضرت صاحب نبی نہیں۔ اگر حضرت صاحب نبی نہیں ہیں۔ تو میاں صاحب قوم کی جائیداد غصب کر رہے ہیں میاں صاحب اس حدیث کو چھوڑیں اور اب اُن کے نزدیک ایک ہی چارہ ہے یا تو جس طرح لم یبق من النبوۃ الا المبشرات والی حدیث کے متعلق ہمارے استدلال سے تنگ آ کر اب قادیان سے آواز نکلتی ہے کہ وہ حدیث ہی وضعی ہے۔ اسی طرح اب اس حدیث کو بھی وضعی قرار دیں اور سیدنا ابوبکرؓ کے فیصلہ کو لغو قرار دیکر شیعہ کے ہمخیال ہو جائیں یا جائداد کو چھوڑ دیں یا اپنے عقیدۂ نبوت حضرت مرزا صاحب کی بھی صحت کریں۔"

اب یہ دلیل صاف طور پر محمودیوں کے عقائد باطلہ کو رد کر دینے والی تھی۔ کیونکہ یہ حدیث ہی شیعہ اور سُنیوں کے تمام جھگڑوں کی جڑ بنیاد ہے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنہوں نے اس حدیث کو روایت کیا۔ اور اسی کے اوپر باغ فدک کے فیصلہ کی بنیاد رکھی کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور آپ کا فیصلہ آج تک اہل سنت والجماعت میں قطعی اور درست مانا گیا ہے اور اگر اسے صحیح نہ سمجھا جائے تو نہ صرف اہل سنت والجماعت کو ہی غلطی پر تسلیم کرنا پڑتا ہے بلکہ اس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کی بھی تغلیط لازم آتا ہے۔ اور آپ نعوذ باللہ حسب اعتقاد شیعہ کذاب ٹھہرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ اس صاف اور صریح نتیجہ کے باوجود الفضل نے وہی کیا۔ جو اسکا ہمیشہ سے وطیرہ چلا آیا ہے۔ اس۔۔ اس بات کی ذرا پرواہ نہ کر کے کہ اس طرح سے حضرت ابوبکرؓ اور جملہ بزرگان اہل سنت والجماعت حتیٰ کہ خود حضرت مسیح موعودؑ پر جنہوں نے اس حدیث اور حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو درست تسلیم کیا کس قدر حرف آتا ہے محض اپنے من گھڑت عقائد کو قائم اور برقرار رکھنے کیلئے چند موضوع اور ضعیف روایتوں سے جو خود شیعوں ہی کی وضع کردہ ہیں یہ ثابت کرنا چاہا۔ کہ انبیاء ہمیشہ ورثہ لیتے بھی رہے اور دیتے بھی رہے اور اسطرح سے دبی زبان سے شیعہ عقائد سے اتفاق ظاہر کیا۔ ہم نے ضروری نہ سمجھا کہ اس پر کوئی نوٹس لیا جائے کیونکہ جن لوگوں کے نزدیک محض اپنی ضد اور ہٹ کو پورا کرنے اور اس کے ساتھ ہی چند روپے اور مکانات کو بھی قبضہ میں رکھنے کی خواہش یہاں تک غلبہ پا چکی ہو کہ اس کے بالمقابل حضرت ابوبکرؓ جیسے جلیل القدر انسان پر حرف آنا کوئی معیوب امر نہ ہو۔ انہیں سوائے اسکے کیا کہا جائے کہ تم کھلے طور پر شیعہ کیوں نہیں بن جاتے اور یہی جواب ہم نے الفضل کے بار بار کے مطالبہ پر دیا۔ مگر اب ایک شیعہ مولوی کی طرف سے ایک رسالہ بنام الہدیٰ ہمیں موصول ہوا ہے۔ جس میں اُس نے الفضل کے ان تمام دلائل کو نقل کر کے اس سے مطالبہ کیا ہے کہ کیوں وہ کھلے طور پر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کذاب نہیں کہتا۔ ذیل میں ہم اُسکے اصل الفاظ برائے آگاہی ناظرین درج کر دیتے ہیں اور الفضل سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ وہ دونوں میں سے کونسی راہ اختیار کرتا ہے۔ آیا اس حدیث کو صحیح مان کر حضرت اقدس کو غیر حقیقی نبی تسلیم کرتا ہے یا اسے غلط اور موضوع قرار دیکر حضرت ابوبکرؓ کے متعلق وہی کچھ اعتقاد رکھتا ہے۔ جو شیعہ مصنف نے ظاہر کیا۔ وھو ھذا:-

روایت بالا سے یہ ثابت ہوا کہ گروہ انبیاء نہ ورثہ لیتے ہیں اور نہ ورثہ دیتے ہیں۔ محمودیوں کا دعوےٰ ہے کہ مرزا صاحب زمرۂ (گروہ معاشر) انبیاء میں شامل ہیں۔ دیکھو تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ صفحہ ۲۲ اس دعوے کو ہم معیار ابوبکریؓ پر رکھتے ہیں جسکی رو سے چاہیئے کہ مرزا صاحب نے کسی سے نہ ورثہ پایا ہو اور نہ کسیکو ورثہ دیا ہو۔ لیکن انکی اپنی تحریریں اسکے برخلاف شہادت دیتی ہیں۔ مرزا صاحب نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ اُنہوں نے ورثہ پایا۔ بلکہ وراثت کیلئے مقدمات کئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی آخری کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۲ نشان ۹۴ کے ذیل میں لکھا ہے مجھے الہام ہوا۔ نصف ترا نصف عمالیق را۔ اور ساتھ ہی دل میں ڈالا گیا کہ یہ وراثت کا حصہ ہے کہ کسی وارث کی موت سے ہمیں ملیگا .... جب میں قادیان پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ ہماری شرکاء میں سے ایک عورت امام بی بی نام ...... بیمار ہے .... وہ چند روز کے بعد مر گئی ...... اس لئے اس کی زمین میں سے تو آدھی ہمارے حصہ میں آئی الخ صفحہ ۲۷۹ میں نشان ۱۵۸ کے ذیل میں مرزا صاحب نے خود اقرار کیا ہے۔ کہ ہمارے مکان کے دو ملحقہ مکانات بذریعہ خریداری اور وراثت کے ہمارے حصہ میں آئے اور صفحہ ۲۶۱ میں ایک مقدمہ کا ذکر ہے جو آپ نے وراثت کے ہی متعلق کیا اور اس میں کامیابی کے لئے ایک الہام بھی سنایا گیا اور اخبار الفضل مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء میں لکھا ہے کہ آپ کا ترکہ آپ کے ورثاء کو پہنچا ہے پس چونکہ وہ دونوں باتیں جو جناب ابوبکرؓ صاحب نے معاشر انبیاء کیلئے بیان فرمائیں مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے وہ زمرۂ انبیاء سے خارج ہیں اور یا حضرت ابوبکر صاحب نے یہ حدیث خود ہی گھڑ لی ہے۔ جس کے لئے ابن حجر کا یہ فرمان کافی ہے ذ اختلاف کردند در میراث او نیز ہیچ یک از اصحاب عالم باین نبود۔ تا آنکہ ابوبکر گفت شنیدم از رسول صلعم کہ گفت انا معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا ہ صدقۃ تحقیق ما گروہ انبیاء ایم از ما میراث نمی برد آنچہ ما گذاشتیم صدقہ است ترجمہ صواعق محرقہ صفحہ ۴۵ یعنی اختلاف کیا میراث سرور کائنات میں کوئی صحابی بھی اس سے عالم نہ تھا۔ یہاں تک کہ ابوبکر نے کہا میں نے رسولؐ سے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا۔ جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے پس جبکہ اور کوئی صحابی اس حدیث کو نہیں جانتا تھا اور اہل بیت کرام جو اہل البیت اعرف بما فی البیت کے مصداق تھے انہوں نے بھی یہ حدیث نہ سُنی تھی امہات المومنین کے کان بھی اس سے نا آشنا تھے تو پھر اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ جناب ابوبکر نے خود ہی یہ حدیث بنا کر سنا دی۔ اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ اخبار احاد سے ہے۔ اور اس لئے ظنی ہے۔ ...... خود رسول اللہ صلعم کے ورثہ پانے کے بارے میں **الفضل کے** نامہ نگار نے شیعوں کے اعتقاد سے موافقت کی ہے۔ .... اس سے آگے تمام وہ دلائل نقل کر کے جو الفضل نے ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء کی اشاعت میں انبیاء کے ورثہ پانے اور ورثہ چھوڑنے کے متعلق لکھے تھے۔ یوں لکھا ہے۔ .... ان تمام دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام نے ورثہ دیا بھی اور پایا بھی۔ اس لئے جناب ابوبکر صاحب کی روایت نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے وضعی و جعلی ہونے میں کسی عاقل کو شک و ریب نہیں ہو سکتا۔ اور پیام پارٹی کا اس روایت کو صورت موجودہ میں محمودیوں کے

بر خلاف پیش کرنا ایک کُند چھُری سے کام لینا ہے ان دلائل کے ہوتے ہوئے محمودیوں کے لئے یہ ایک صاف اور کھلا ہوا راستہ تھا۔ کہ وہ اس روایت کو وضعی قرار دیکر شیعوں کے ہم آواز ہو جاتے لیکن تعصب اور ضد کا ستیاناس ہو کہ حق کو دیکھ کر اس سے اعراض کیا جاتا ہے اور باطل سے ایسا پیار ہے کہ اسے چھوڑنے میں نہیں آتے لیکن حق آخر زبان پر آ جاتا ہے۔ ایک وہ زمانہ تھا جبکہ محمودیوں کے نامہ نگار خصوصی منشی خادم حسین صاحب بھیروی ملا طاہر گجراتی کی اس دلیل پر بڑا ناز کیا کرتے تھے۔ جو اس نے مجمع البحار جلد ۳ میں حدیث زیر بحث کے ثبوت میں لکھی تھی۔ وھو ہذا

وحکمتہ انھم کالاٰباء علامۃ فمالھم لکلھم اولاء لا یظن بھم الرغبۃ فی الدنیا۔ اس کا ترجمہ منشی صاحب موصوف نے بایں الفاظ کیا ہے کہ "اس میں حکمت یہ ہے کہ انبیاء اپنی امت کیلئے مانند باپوں کے ہوتے ہیں۔ پس ان کا مال سب امت کے لئے ہوتا ہے۔ یا یہ اس لئے کہا ہے کہ ان کے حق میں دنیوی رغبت کا گمان نہ ہو سکے" پھر لکھتے ہیں کہ صاحب مجمع دشیعہ ہیں جنہوں نے مجمع البحار سے یہ عبارت نقل کی ہے۔) نے اس حدیث کی صحت سے انکار کیا ہے لیکن اس کا مطلب اور علت عدم توریث کی یہاں تک معقول ہے کہ اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تشحیذ الاذہان جلد ۴ نمبر ۲ صفحہ ۳۶ ۔ کیوں صاحب! شیعوں کے مقابلہ میں تو آپ علت عدم توریث انبیاء کو اس قدر معقول مانتے تھے کہ اس سے انکار ہی نہ ہو سکے۔ اب دیکھیں آپ کی اس علت کی معقولیت اسی قدر رہتی ہے یا کم ہو جاتی ہے۔ اگر یہ علت معقولیت کے اس پایہ تک پہنچی ہے کہ شک اس کے پاس بھی پھٹک نہیں سکتا ہے۔ تو اس علت اور حدیث کی بناء پر منشی صاحب کو لازم ہے کہ مرزا صاحب کے حق میں دنیوی رغبت کا گمان کریں۔ اور اُن کی نبوت کے اعتقاد سے دست بردار ہو جائیں۔ ....

.... بھیروی صاحب کی تحقیق کہنہ ہونے کی وجہ سے سترد ہو چکی اور الحمدللہ کہ انہی کے فریق نے اسکو حرف غلط کیطرح مٹایا۔ واقعات نے دوسرا رنگ اختیار کیا۔ اور اب محمودی ہی وراثت انبیاء ثابت کرنے لگے۔ اب شاید ناظرین کے دلوں میں یہ خیال فوراً ایک برقی لہر کی طرح پھر جائے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ فیصلہ ابوبکرؓ کی تغلیط نہیں کرتے۔ تو لوا قولا سدیداً کے مطابق سچی بات کیوں نہیں کہتے کہ جناب خلیفہ جی کی لد اسیتہ وضعی اور مخالف قرآن ہے۔ .... پھر اب باطل کی حمایت میں کیوں قرآن کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔ اب عثمانی دور نہیں۔ اور نہ ہی یہ مروان کی حیثیت میں ہیں۔ کہ انہیں فدک ملنے کی امید ہو۔ پھر کیوں اپنا ایمان گنوانے ہیں۔ دیکھو قرآن ورثت کا لا پاس کرتا ہے پھر اس احکم الحاکمین کے لاء کے سامنے کسی خائن جج کی رائے کی کیا حیثیت۔ و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون *..........

اب تمام بحث کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جناب الڈیٹر صاحب کے نزدیک جو نبی ہے وہ نہ ورثہ پاتا ہے۔ اور نہ دیتا ہے۔ اور جناب مرزا صاحب کی امامت و نبوت صدیقی کھڑکی سے حاصل ہوئی ہے۔ چنانچہ اشتہار "غلطی کے ازالہ" میں فرماتے ہیں۔ "نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ (النبوت فی الاسلام صفحہ ۲۵ وحقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۶) چنانچہ اسی اشتہار میں لکھا ہے۔ "پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے۔ اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے۔ جو نبوت محمدی کی چادر ہے"!

.... اس سے ثابت ہوا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو صدیقی کھڑکی کی وساطت سے ہی سب کچھ ملا ہے۔ اس لئے جو حکم اس کھڑکی سے نکلا ہے۔ وہ اس کھڑکی سے نکلنے والے پر ضرور عائد ہوگا۔ اس کھڑکی سے یہ حکم نکلا ہے۔ کہ انبیاء نہ ورثہ پاتے ہیں۔ اور نہ دیتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے بھی کیا۔ اور پھر ورثہ پایا بھی اور دیا بھی۔ اس لئے اب خلافت صدیقی و نبوت قادیانی میں تصادم ہو گیا۔ اگر خلافت صدیقی برحق تھی۔ تو مرزا صاحب دعوے نبوت میں جھوٹے ہیں۔ اور اگر یہ حقیقی نبی ہیں۔ تو خلافت صدیقی باطل اور پھر چونکہ مرزا صاحب کی نبوت بھی باطل کھڑکی سے نکلی ہے۔ اس لئے وہ بھی باطل ہے۔

مرقومہ بالا تمام عبارت ہمنے اس نیتہ... نقل کی ہے۔ جیسا کہ تمہید میں ذکر کیا گیا تھا تو ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ الفضل اب اسکا کیا جواب دیتا ہے۔ اسی رسالہ میں ایک دو سوال ہیں جو بھی کئی گی ہیں جنکا ہم بعد میں جواب دینگے مگر بہر حال الفضل کو چاہئے کہ اب بارہ میں اپنی پوزیشن کو بہت جلد صاف کرے۔

یہ رسالہ مولوی احمد علی صاحب... نے لکھا ہے۔

* - الفضل غور کرے کہ دشمن کا قدم کہاں سے کہاں جا رہا ہے۔ یہ لازمی نتیجہ الفضل کے پیش کردہ دلائل کا کہ حضرت ابوبکرؓ کو دانستہ خطا بات ثابت کیا جا رہا ہے۔ پھر اس مسلک پر عمل پیرا ہونے سے اس سے بھی کیا ملے یہی امید نہ رکھی جا سکے *

النبوت فی الاسلام

برادر محمد طلحہ صاحب کیننگ کالج لکھنؤ سے تحریر فرماتے ہیں:-

حضرت جناب مولنا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ مجھے بھی "النبوۃ فی الاسلام" کے دیکھنے کا موقع ملا۔ اگرچہ میں ابھی تک ختم نہ کر سکا۔ تاہم جہاں تک میں نے اس کو پڑھا ہے میں اپنے علم اور واقفیت کے لحاظ سے یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ یہ پہلی کتاب ہے۔ جس میں نبوت کے اہم مسئلہ پر کافی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ان تمام مسائل کو بوجہ احسن حل کیا گیا ہے۔ جو انسان کی گمراہی کا باعث ہوتے ہیں۔ اگر اب بھی لوگ نہ مانیں تو صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یرجعون کے ماتحت ہونگے۔ آپ نے اپنا حق کما ینبغی ادا کر دیا جزاک اللہ فی الدارین خیرا۔ مجھے بڑی ہی خوشی ہوئی جب مینے اسکو شروع کیا۔ اور خوشی محض اسوجہ سے ہوئی۔ کہ آپ نے ایسے نازک مسئلہ کو قرآن پاک۔ احادیث صحیحہ و اقوال ائمہ سے ثابت کر دیا مینے ایسی مبسوط اور معقول بحث مسئلہ نبوت پر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ لاریب آپکا اسلام اور اہل اسلام کی موجودہ حالت پر ایک بڑا احسان ہے جسکو آئندہ آنیوالی نسلیں بنظر استحسان دیکھینگی۔ اور اس سے مستفیض اور مستفید ہونا اپنے لئے باعث فخر خیال کرینگی میں آپ کو آپ کی اس کامیاب محنت اور مشقت پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور دعا کرتا ہوں کہ آپ اپنے مشن میں جلد کامیاب ہوں۔! (خاکسار محمد طلحہ)

عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان

میں اس تحریر کے ذریعہ آج ایک نہایت ہی غلط اور فاسد عقیدہ سے تائب ہوتا ہوں۔ اور اپنے پیارے امام حضور مسیح موعود و مہدی آخر الزمان کے صحیح مسلک پر واپس ہوتا ہوں۔ کچھ عرصہ سے میں ایک غلط فہمی و ابتلاء میں پڑا ہوا تھا چنانچہ بفضل خدا صراط مستقیم مجھے مل گئی ہے میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نہ تو کامل نبی تھے اور نہ شریعت محمدیہ کے رو سے کوئی شخص اس درجہ تک اب پہنچ سکتا ہے۔ اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کا اس قسم کا کوئی دعوی تھا غرضیکہ میرا عقیدہ حضرت امیر قوم مولوی محمد علی کی طرح پر ہے۔ اور میں اپنا یہ توبہ نامہ ان کی خدمت اقدس میں بھیجتا ہوں کہ وہ میرے لئے دعائے خیر فرماویں *

الراقم احمد بخش احمدی محرر جوڈیشل تحصیل سنگو...

خلیفہ رجب الدین پرنٹر ... مطبع ... سلیم پریس لاہور ... باہتمام اشاعت اسلام ... دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باکبیر شد اندر بدن | جاں شدہ با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ للعہ
ششماہی سے
سہ ماہی عہ
ماہوار و طلبا رسالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ، سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بمقام مدینۃ المسیح لاہور | سہ شنبہ ۳ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۴ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۸

اسلام کی بے تعصبی

ولید بن عبد الملک کو جو بنو امیہ کا بڑا بادشاہ گذرا ہے ایک مسجد بنوانے کا شوق ہوا اور ایک کروڑ روپیہ کی لاگت سے دمشق میں مسجد تیار ہوئی مسلمانوں کو جب یہ حال معلوم ہوا کہ اس قدر روپیہ مسجد پر صرف ہوا ہے تو اُن میں برہمی پھیلی۔ زمانہ تھا مذہبی آزادی کا۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ نماز پڑھنے کے لئے ایک سادہ مسجد کافی ہے ولید گو بادشاہ سہی لیکن اس کو یہ حق نہیں کہ بے ضرورت کروڑوں روپیہ مسلمانوں کے بیت المال کا اپنی خواہش پورا کرنے کے لئے ضائع کر دے۔ روپیہ پبلک کا ہے اور پبلک فنڈ اس لئے نہیں کہ یوں بیدریغ صرف کر دیا جاوے اور کسی کی بات تک نہ پوچھی جاوے چونکہ عام طور پر برہمی پھیل گئی تھی۔ کھلم کھلا لوگ اعتراض کرتے تھے ولید کے کانوں تک جب یہ خبر پہنچی تو ساری قوم کو بلایا اور بھرے دربار میں ایک اسپیچ دے کر اس بنا پر معافی چاہی کہ اب بھی پبلک فنڈ میں اس قدر روپیہ ہے کہ اگر میرے ملک میں متواتر دس برس تک قحط پڑے تو کافی ہو سکتا ہے۔ اور کسی متنفس کو ذرہ برابر نقصان یا تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔

قصہ مختصر اسی مسجد کے پاس جس کو ولید نے اس شوق سے بنایا ایک گرجا یوحنا کا تھا۔ مسجد میں زمین کی کمی تھی۔ ولید نے عیسائیوں سے گرجے کی زمین مانگی، اور کہا کہ جس قدر قیمت چاہو لے لو۔ میں اس زمین کو مسجد میں شامل کر دونگا۔ انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رضامندی سے تو دینگے نہیں اور اگر زبردستی سے لوگے تو ہمارے گرجے کو جو گرائیگا اُسے کوڑھ ہو جائے گا۔

ولید کو پادریوں کی بات ناگوار ہوئی اور اُس نے کہا میں گراتا ہوں۔ دیکھیں ہم کو کیسے کوڑھ ہوتا ہے۔ چنانچہ فوراً گرجے کے گرائے جانے کا حکم ہوگیا اور وہ زمین مسجد میں شامل کر لی گئی۔ یہ بات یہاں اور کہنے کے قابل ہے کہ ولید اُن بادشاہوں میں سے نہ تھا جس کا کوئی فعل قابل تقلید سمجھا جائے اس کے بعد عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوا۔ حقیقت میں یہ شخص تھا ریفارمر رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کا اس کے بادشاہ ہونے پر عیسائی آئے اور انھوں نے دربار خلافت میں شکایت کی کہ ولید نے ہماری بغیر مرضی ہمارے گرجے کو گرا کر خلاف مسجد میں شامل کر لیا۔ جس کو سن کر عمر بن عبد العزیز نے حکم دیا کہ گرجے کی زمین پر جو مسجد کا حصہ تعمیر ہوا ہے اس کو فوراً منہدم کر کے سرکاری خرچ سے دوبارہ گرجا پھر بنا دیا جاوے اور مسجد اسی زمین میں محدود رہے یہ تھی مذہبی بے تعصبی جس کی اسلام نے تعلیم دی تھی۔

حصول زندگی کامل

انسانی زندگی کے دو پہلو یا دو حصے ہیں ایک جسمانی۔ دوسرا روحانی جسمانی زندگی تو وہ ہے جس کا تعلق اس کالبد خاکی سے ہے۔ اور اس جسم فانی پر جس وقت موت طاری ہوگی تو اس کے ساتھ ہی اس زندگی کا دور بھی ختم ہو جائیگا مگر روحانی زندگی جس کو ایک حقیقی اور دائمی زندگی کہنا چاہئے وہ ہے جس کا تعلق روح کے ساتھ ہے۔ اور یہ زندگی موت کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ وہ اس زندگی کے حصول کا خواہشمند ہو جو ابدی اور دائمی زندگی ہو اور جس پر موت کا کچھ اثر نہ ہو۔

روحانی زندگی کیونکر ہو سکتی ہے؟

یہ زندگی حق تعالیٰ سے رشتہ الفت جوڑنے اور اس سے سچا تعلق پیدا کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔ خداوند تعالیٰ جو منبع فضل و کرم ہے اور جو اپنی مخلوق کے ساتھ باپ سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے اور جو اپنے بندوں پر نہایت رحیم و مہربان ہے اور اسی مہربانی و محبت کے تقاضا سے جب خدا اور بندے کے درمیان تعلقات ذرا کمزور ہوئے اُس نے اپنے بندوں کی ہدایت رہنمائی کے لئے دنیا میں بیشمار پیغمبروں کو چراغ ہدایت و رہنمائی بنا کر بھیجا۔ ان خدا کے مرسلوں اور نبیوں نے مخلوق خدا کی رہنمائی کی اور دنیا کی محبت اور اس کی پرستش سے نکال کر خداپرستی کی اس اونچی

جنگ کی تازہ خبریں!

فط العمارہ کی مدافعت کیمتعلق ملک معظم کا ولولہ انگیز پیغام لنڈن یکم اپریل۔ ایک سرکاری بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ ملک معظم نے ۱۴ فروری کو جنرل ٹاؤن شینڈ کے نام ذیل کا پیغام بھجوایا تھا:۔

" میں اور تمہارے تمام وطن ستائش آمیز دلچسپی کے ساتھ غنیم کی کثیر التعداد جمعیت کے مقابلہ میں تمہاری سپاہ کی بہادرانہ جنگ کا تماشا کر رہے ہیں ۔ اور تمہاری شاندار مقاومت کی تائید و حمایت کے لئے حتی الامکان پوری کوشش اور مستعدی سے کام لیا جا رہا ہے"۔

ہمارے ہوائی جہازوں نے بہت ہی قابل قدر خدمات کامیابی سے سر انجام دی ہیں ✦

جنگ دردون میں جرمنوں کی مزید بے جگرانہ کارروائی لنڈن ۳۱ مارچ۔ جرمنوں نے دردون کے علاقہ میں مزید بے جگرانہ جنگی کارروائی کی چنانچہ سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ مالن کورٹ میں دو چند شدت کے ساتھ گولہ باری کی گئی اور غنیم نے رات کے وقت کثیر التعداد فوج کیساتھ گاؤں پر تین طرف سے حملے کئے۔ گاؤں پر ہماری ہراول چوکی کی ایک پلٹن قابض تھی۔ مگر رات بھر کی خونریز جنگ کے بعد جس میں جرمنوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا۔ ہماری سپاہ نے تباہ شدہ گاؤں کو خالی کر دیا۔ لیکن اس کے بیرونی ساتوں ہنوز ہم قابض ہیں۔ میوز کے مشرق میں رات کو سکوت رہا۔

دور کے علاقہ میں جرمنوں نے موڈٹ مونٹ کے مشرق کی طرف ایک قلعبندی کو سر کرنے کے لئے تین مرتبہ حملہ کیا مگر تمام حملے پسپا کر دئے گئے۔ ایود کورٹ کے شمال میں بھی ہم نے دو حملے کئے ✦

دیگر بے سود حملے۔ لنڈن یکم اپریل۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے میوز کے مغرب کی طرف مالن کورٹ میں جرمن توپخانہ کی سرگرمی کی رفتار سست پڑ گئی۔ اور غنیم نے گاؤں میں سے باہر نکل کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ موٹ ہوم کے علاقہ میں جرمنوں نے شدید گولہ باری کے بعد شام کے چھ بجے ۲۹۵ نمبر کی پہاڑی کے شمال مشرق میں ہمارے مورچوں پر شدت سے حملہ کیا۔ اور اشک ریز گولوں کی بوچھاڑ کرنے کے بعد عارضی طور پر اول لائن کی بعض خندقوں پر قابض ہو گئے مگر شدید جوابی حملہ سے ہم نے انہیں وہاں سے نکال دیا

کچھ دیر کے بعد انہوں نے اس مقام کے مغرب میں ایک اور حملہ کیا۔ مگر بالکل ناکام رہا۔ میوز کے مشرق کی طرف اور دوور میں اوسط درجہ کی گولہ باری ہوتی رہی۔ غنیم نے دریائے سوم کے جنوب میں ہماری دو پٹریز کی چوکی پر اچانک حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ شیمپین اور ملفوریت میں علی الترتیب دو جرمن ہوائی جہاز نیچے گرائے گئے ✦

برطانی محاذ پر جرمنوں کے بے سود حملے۔ لنڈن یکم اپریل۔ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ کل ہوائی جہازوں نے خوب سرگرمی دکھائی ہمارے تین ہوائی جہاز مفقود الخبر ہیں۔ شب گذشتہ کو غنیم نے ہنوول سینٹ والٹ میں ایک سرنگ اڑائی۔ اور پیدل سپاہ کے ساتھ حملہ کرنے کی کوشش کی مگر ہمارے بم اندازوں نے اسے آسانی سے پسپا کر دیا ہمنے دومہ ہوہنزورن کے قریب ایک چھوٹی سی سرنگ اڑائی اور دونرا سے گڑھوں پر متخاصم چوکیوں کو تباہ کر دیا۔ آج ہنگری کے شمال اور جنوب ملک کے جنوب دشت بیوگ سٹریٹ کے شمال اور ملکم کے نواح میں توپخانہ نے عظیم سرگرمی کا اظہار کیا۔ سینٹ ایلائے کے جنوب میں ہماری آتشباری نے متخاصم حملوں کو روک دیا ✦

ہسپتالی جہاز کی غرقابی۔ لنڈن یکم اپریل۔ پیرس کا تار مظہر ہے۔ کہ فرنچ ہسپتالی جہاز پرتگال کو جو روس گورنمنٹ کو مستعار دیا گیا تھا کسی جرمن آبدوز یا تباہ کن جہاز نے غرق کر دیا ہے ✦

ایک زپلن کی تباہی۔ لنڈن یکم اپریل۔ محکمہ جنگ نے اعلان کیا ہے۔ کہ شب گذشتہ کو مشرقی اضلاع پر ہوائی حملہ ہوا۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ اس حملہ میں پانچ زپلن شریک تھے۔ اور انہوں نے ساحل کو مختلف مقامات اور اوقات میں عبور کیا۔ اور مختلف سمتوں کیطرف گئے۔ مختلف مقامات میں ۹۰ بم گرائے جانے کی رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ مگر نتائج کا تا حال کچھ علم نہیں۔ یہ بھی اطلاع پہنچی ہے۔ کہ متخاصم ہوائی جہاز شمال مشرقی ساحل پر بھی پہنچے۔ مگر ان کے متعلق کسی قسم کی مزید کیفیت موصول نہیں ہوئی۔

لنڈن یکم اپریل۔ محکمہ بحری نے اعلان کیا ہے۔ کہ شب گذشتہ کو ایک نقصان رسیدہ زپلن دریائے ٹائمز کے دہانہ میں اترتا ہوا دیکھا گیا۔ اور ایک پیٹرولی جہاز کی آمد پر اس نے اس کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔ اس پر عملے کے آدمی اتار لئے گئے۔ اور ہوائی جہاز کو کھینچکر اندر لے جانے کی کوشش کی گئی۔ مگر وہ شکستہ ہو کر غرق ہو گیا ✦

ہندوستان کی تازہ خبریں

مولانا ابو الکلام آزاد کا صوبہ بنگال سے اخراج گذشتہ سہ شنبہ کو مولانا ابو الکلام آزاد ایڈیٹر البلاغ کو گورنمنٹ بنگال کی طرف سے حسب ذیل حکم ملا :۔

چونکہ گورنر باجلاس کونسل کی رائے میں یہ یقین کرنے کیلئے معقول وجوہات موجود ہیں۔ کہ محی الدین احمد عرف ابو الکلام آزاد ساکن لال کنواں' دہلی نے اس طریق پر عمل کیا ہے کہ جو عامۃ الناس کی سلامتی کے لئے موجب ضرر ہے ۔ اور قیاس غالب ہے کہ وہ آیندہ بھی اسی طریق سے عمل کریں۔ لہذا گورنر باجلاس کونسل ان اختیارات کی رو سے جو انہیں قانون تحفظ ہند مجریہ ۱۹۱۵ء سے حاصل ہیں ہدایت کرتے ہیں کہ مذکورہ محی الدین احمد عرف ابو الکلام آزاد صوبہ بنگال کی حدود میں کسی مقام پر نہ ٹھہریں۔ نہ سکونت اختیار کریں۔ نہ داخل ہوں۔ اس حکم کے (یعنی ابو الکلام آزاد کو) ملنے کے بعد انہیں چار دن دیے جاتے ہیں۔ کہ ان میں وہ بنگال سے چلے جائیں۔

اور مذکورہ محی الدین احمد عرف ابو الکلام آزاد کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ اگر وہ عمداً اس حکم کی کسی ہدایت کی خلاف ورزی کرینگے۔ تو وہ مستوجب اس سزا کے ہونگے جو قانون تحفظ ہند مجریہ ۱۹۱۵ء کی دفعہ ۵ میں مذکور ہے اور جسکی ایک نقل ہمرشتہ حکم ہذا کیجاتی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا۔ کہ اسی قسم کے احکام صوبجات پنجاب و متحدہ اور دہلی مولانائے ممدوح کے متعلق پہلے نافذ کر چکے ہیں ✦

اعلان کیا گیا ہے کہ " ہندوستان میں انگریزی حکومت کے" عنوان سے ولیم جننگز برائن نے انگریزی زبان میں جو کتاب شائع کی ہے۔ اس کا کوئی نسخہ یا جزو یا ہندوستان کی کسی زبان میں اسکا کلی یا جزوی ترجمہ باہر سے ہندوستان میں لانے کی ممانعت ہے۔

میسرز ٹرنر مارلین کمپنی کا اکبر نامی جہاز جو حال میں جدہ سے واپس آیا ہے۔ اس میں ۱۵ سو سے زیادہ حاجی واپس آئے ہیں ان میں اکثر غریب اور مفلوک الحال اشخاص اور اکثر بغیر ٹکٹ کے آئے ہیں۔ تین سو کے قریب جاوا کے رہنے والے مسلمان ہیں انہوں نے ایک گنی سے لیکر دو گنی تک کرایہ دیا ہے۔ جملہ حاجی افلاس اور تنگدستی کے باعث پریشان ہیں اور بھوکوں مر رہے ہیں ✦

ہندوستان کی تمام سرکاری و غیر سرکاری ریلوں کو یکم اپریل ۱۹۱۵ء سے ۱۱ مارچ ۱۹۱۶ء تک بہ نسبت ۱۹۱۴-۱۵ء کے اسی عرصہ کی نسبت ۵۶۷،۰۰۰،۲ روپیہ زیادہ آمدنی ہوئی۔

مہاراجہ سندھیا والئی گوالیار نے صوبہ بمبئی کے مرہٹوں کی تعلیمی ترقی کے لئے ایک لاکھ روپیہ مرحمت فرمایا ہے ✦

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۴- اپریل ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۸

ہندوستان میں مرتدین کے احکام

(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ)

(بہ سلسلہ اشاعت گذشتہ)

سب سے آخری آیت جس میں یہودیوں کے حیلوں اور تدابیر کا ذکر ہے اس بات پر کہ مرتدین کو قتل کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق نہ تھا قطعی دلیل ہے - اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ یہودی اپنے بعض لوگوں کو یہ تجویز بتاتے تھے کہ مسلمانوں کو اس طرح مرتد کیا جائے کہ ایک گروہ کا گروہ صبح کو اسلام لے آئے اور شام کو اسلام کو جھوٹا انکار کر دے - جس سے غرض ان کی یہ تھی کہ مسلمان جب دیکھینگے کہ اہل کتاب کا ایک بڑا گروہ اسلام کو دیکھ کر اس کا منکر ہو گیا ہے تو ضرور ان کے دلوں میں یہ شبہات پیدا ہونگے کہ انھوں نے واقعی اسلام کا جھوٹا ہونا معلوم کرکے ہی اسے چھوڑا ہوگا - اور کہ اگر اسلام سچا ہوتا تو اہل کتاب ایمان لانے کے بعد اسے کیوں چھوڑتے - اب ہمیں اس غرض کے لئے جس کے لئے ہم نے اس آیت کو نقل کیا ہے یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ تاریخی طور پر کوئی ایسا واقعہ ہوا بھی تھا بلکہ ہم کہتے ہیں کہ اگر اسلام میں سزائے ارتداد قتل ہوتی تو یہودیوں کے دلوں میں ایسی تجویز ہی نہ آسکتی تھی - کیونکہ جس صورت میں وہ جانتے تھے کہ مرتدین کو تو مسلمان قتل کر دیں گے تو وہ اپنے لوگوں کو یہ مشورہ کیونکر دے سکتے تھے کہ تم صبح کو ایمان لے آؤ اور شام کو انکار کر دو؟ کیا وہ اپنی ہی قوم کو مروانا چاہتے تھے - پس یہ آیت ایک قطعی ثبوت اس امر کا ہے کہ اسلام میں سزائے ارتداد قتل نہ تھی - یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ یہودیوں کے ساتھ مدینہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ پڑا تھا بلکہ یہ آیت ابتدائی مدنی زندگی کے وقت کی بھی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ ابتداء میں یہودیوں کے تعلقات مسلمانوں سے اچھے تھے اور ان کی دشمنی بعد میں بڑھ گئی تھی - ان تمام آیات منقولہ بالا کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ قرآن کریم میں جو اسلامی شریعت کا اصل سرچشمہ ہے مرتدین کے لئے سزا قتل یا دوسری کسی سزا کا ذکر نہیں ہے -

نمبر ۲

مرتدین کے بارہ میں آنحضرت صلعم کا طرز عمل

اس کے بعد ہم احادیث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو شریعت اسلامی کا دوسرا بڑا چشمہ ہے - مگر قبل اس کے کہ ہم احادیث سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل اور قول کو اس بارہ میں بیان کریں ایک بات کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے - جو بطور ایک اہم اصل کے یاد رکھنی چاہئے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول اور فعل کی حکمت سمجھنے کے لئے یا اس کی اصل غرض معلوم کرنے اور اس کی تہ تک پہنچنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان حالات کو مدنظر رکھا جائے جن کے ماتحت آپ نے کوئی فعل کیا یا کوئی بات بیان فرمائی - اکثر جگہ جہاں آپ کے قول یا فعل سے غلط نتیجہ نکالا گیا ہے اس کی تہ میں اس اصل کی فروگذاشت ہے - یعنی ان خاص حالات کو نظر انداز کر دیا گیا ہے جن کے ماتحت آپ نے کوئی کام کیا یا کرنے کا حکم دیا - یا کوئی بات بیان فرمائی - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی ایک ہی طرز کی واقع نہ ہوئی تھی - بلکہ آپ کی زندگی میں انسانی زندگی کے تمام پہلو بدل بدل کر آتے رہے - تا جو ہدایات انسانی زندگی کے مختلف حالات کے لئے ضروری ہیں آپ سے وہ عملاً ثابت ہو جاویں - اور یہ ضروری ہے کہ ان مختلف حالات میں جو کام آپ نے کیا یا جو حکم آپ نے دیا اس پر غور کرتے وقت ان حالات کو بھی مدنظر رکھا جائے جن کے ماتحت ایسا کیا گیا یا کہا گیا - آپ کی زندگی مختلف زمانوں میں تقسیم ہوتی ہے - جن میں سے ہر ایک زمانہ میں جداگانہ حالات کا اثر پایا جاتا ہے - سب سے ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی کہ اپنے دینی دشمنوں کی سخت سے سخت اذیتوں اور تکلیف رسانیوں کے نیچے کس طرح صبر اور بردباری سے انھیں زندگی بسر کرنی چاہئے - اس کے بعد ہجرت اولی کا زمانہ ہے - جس میں اکثر مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے ملک حبش میں چلے گئے - جہاں ایک عیسائی گورنمنٹ تھی اس میں ان کو یہ تعلیم دی گئی کہ جہاں حکومت کی طرف سے ان کے مذہب میں کوئی دست اندازی نہ کی جاوے تو ان کو کس طرح فرمانبرداری اور امن پسندی اور وفاداری کے ساتھ اور دوسری قوموں سے نیک سلوک کے ساتھ زندگیاں بسر کرنی چاہئیں - اس کے بعد پھر وہ زمانہ آتا ہے جب آپ مع تمام صحابہ کے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں جا بسے - جہاں اور بھی قومیں مثل یہودیوں اور بت پرستوں کے موجود تھیں - اور کچھ مسلمان بھی تھے - مگر ملکی طور پر وہ سب ایک تھے - اور اس جگہ ایک قسم کی جمہوری سلطنت قائم ہو گئی - جس میں اعلیٰ اختیارات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیئے گئے - اس زمانہ میں آنحضرت اور مسلمانوں نے عملی طور پر یہ دکھایا کہ کیونکر مسلمان ایک مسلمان گورنمنٹ کے نیچے رہکر بھی اپنے مذہبی مخالفوں کے ساتھ ملکی طور پر اتفاق کے ساتھ رہ سکتے ہیں - اور کس طرح ایک اسلامی گورنمنٹ کو اپنی غیر اسلامی رعایا کے حقوق کی حفاظت اور نگہداشت کرنی چاہئے - خواہ وہ غیر مسلم رعایا اس کے مذہب کی کیسی ہی دشمن کیوں نہ ہو - یہاں یثرب کی حدود کے اندر مسلمان - یہودی - اور بت پرست - ملکی طور پر ایک ہی قوم کی طرح زندگی بسر کرتے تھے - اس جمہوری انتظام کے حاکم اعلیٰ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے - اسی طرح اب ایک چوتھا اور نیا زمانہ مسلمان سوسائٹی پر آتا ہے - جس کا باعث خود مسلمان نہیں - بلکہ ان کے دشمن ہے یعنی وہ کفار جنہوں نے مکہ میں ان کو امن نہ لینے دیا تھا اور جن کی اذیتوں کی خاطر وہ اپنے پیارے وطنوں کو چھوڑ کر کبھی کہیں اور کبھی کہیں پناہ گزین ہوتے تھے - اگر کفار قریش اپنی دشمنی میں حد سے نہ بڑھ جاتے اور تلواریں ہاتھ میں لے کر اسلام کے نیست و نابود کرنے کے درپے نہ ہو جاتے تو اسلام کی اس حالت میں کبھی کوئی تبدیلی واقع نہ ہوتی جس کا ذکر ہم نے اس جگہ کیا ہے - مگر ان کوتہ اندیشوں نے جب دیکھا کہ اسلام کیسے امن کے ساتھ مدینہ میں ترقی کرتا جا رہا ہے تو انھوں نے خیال کیا کہ ہم اس ابتدائی حالت میں اس کو نیست و نابود کر سکتے ہیں - ادھر یہودیوں کو حالانکہ وہ ملکی طور پر مسلمانوں سے اتفاق کر چکے تھے - مگر تاہم ان کے دلوں میں اسلام کی ترقی کو دیکھ کر سخت جلن پیدا ہوتی تھی - اور ان کا کینہ اور بغض روز بروز ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ انھوں نے بھی خفیہ طور پر کفار

کے ساتھ سازشیں کیں اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنا چاہا - پس اب اسلام پر اور مسلمانوں پر ایک ایسا زمانہ آگیا کہ چاروں طرف سے لوگ ان کے ہلاک کرنے کے درپے ہو گئے۔ یہ عربوں اور جنگوں کا زمانہ تھا - جس میں کہا جاتا ہے کہ بجائے عام ملکی قوانین کے مسلمانوں کو بعض وقت جنگی قوانین جاری کرنے پڑے - کیونکہ ہر طرف اور ہر وقت انھیں دشمنوں سے جنگ کا سامنا تھا - ایسے وقت میں اسلام سے ارتداد صرف ایک مذہبی ارتداد نہ تھا بلکہ مسلمانی افواج کو چھوڑ کر دشمنوں کے ساتھ جاملنے کے برابر تھا - اور ایسے لوگ ملکی طور پر مسلمانوں کے دشمن اور ان سے جنگ کرنے والے ہوتے تھے - بلکہ بیرونی دشمنوں سے زیادہ خطرناک یہ اندرونی دشمن تھے کیونکہ ان کو مسلمانوں کے حالات معلوم ہوتے تھے - پس اگر ایسے وقت میں مرتدین کے قتل کا حکم دیا گیا ہو تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں - آجکل بھی اگر کسی مہذب گورنمنٹ کو ایسے واقعات پیش آئیں تو اسے یہی سزا تجویز کرنی پڑیگی - ورنہ امن نہیں رہ سکتا - ہاں یہ جنگوں کی حالت ایسی نہ تھی کہ آئندہ ہمیشہ کے لئے مسلمان اس حالت سے نہ نکلیں - بلکہ انھیں جنگوں کے اثنا میں جیساکہ قرآن شریف اور تاریخ کے پڑھنے سے صاف پتہ لگتا ہے بعض وقت صلح بھی ہو جایا کرتی تھی - اور اس وقت جنگی قوانین موقوف ہو کر پھر ان کی بجائے وہی معمولی قوانین مروج ہو جاتے تھے جو پہلے امن کی حالت میں مروج تھے - اور جب تک پھر جنگ شروع نہ ہوتے ویسی ہی حالت رہتی - پس اس سے بڑھ کر کیا غلطی ہو سکتی ہے کہ ان احکام کو جو ایک خاص قسم کے حالات کے ماتحت دئے گئے تھے ایک ایسی سوسائٹی پر لگایا جاوے جس کے حالات بالکل الگ ہیں - یہ تو اسلام کی تعلیم کا کمال ہے کہ اسلام اپنے پیروؤں کو یہ نہیں کہتا کہ ہر قسم کے حالات کے ماتحت تم ایک ہی طرح کام کیا کرو بلکہ ان کو یہ سکھاتا ہے کہ جس قسم کے حالات ہوں انہی کے مطابق کام بھی کرنا چاہئے - اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمام ان مختلف حالات کے واقع ہو جانے سے اہل اسلام کے لئے ہر قسم کی ہدایات عملی رنگ میں مہیا کر دی ہیں -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تئیس سالہ زندگی میں اسلام کی پولیٹیکل زندگی کے تمام مختلف پہلوؤں کا نقشہ کھچا ہوا نظر آتا ہے -

جنگ کی حالت بھی انہی حالتوں میں سے ایک حالت ہے - اور یہ خلاف تعلیم اسلام ہے - کہ ہم ان ضوابط اور قواعد یا احکام کو جو اس خاص حالت یعنی جنگ کی حالت میں دئے گئے تھے ایک ایسی حالت پر چسپاں کریں جہاں مسلمانوں کا نہ غیر قوم سے جنگ ہے اور نہ ہی ان کی مذہبی آزادی میں کسی قسم کی دست اندازی کی جاتی ہے - اور نہ ہی ان کو اپنے مذہب کے پھیلانے میں یا اپنے اصول کی اشاعت کرنے یا اپنے عقائد کا اظہار کرنے سے روکا جاتا ہے - جنگ کی حالت اسلام کی اصلی حالت نہیں ہے - بلکہ جیساکہ خود اسلام کے نام سے ظاہر ہے اسلام کی اصلیت صلح ہے اور جنگ اس کو صرف بحالت مجبوری کرنے پڑے اور ایسے حالات کے ماتحت کرنے پڑے جنپر مسلمانوں کا اختیار نہ تھا - یعنی ان کے ٹالنے سے وہ جنگ ٹل نہ سکتے تھے - کیونکہ مخالفین یہ ٹھان چکے تھے کہ تلوار سے اسلام کو نیست و نابود کر دیں - کیا تاریخ شہادت نہیں دیتی کہ مسلمانوں نے کس صبر اور برداشت سے سخت سے سخت مصائب اور اذیتیں اٹھائیں - اور ہر طرح کے دکھوں کو برداشت کیا ؟ کیا یہ سب لغو اور بے معنی تھا اور اس میں یہ سبق نہ تھا کہ آئندہ بھی جب مسلمانوں کو ایسی حالت پیش آتے تو وہ اسی طرح کا صبر کا نمونہ دکھائیں ؟ پھر غور کرو کہ حبش میں ایک عیسائی گورنمنٹ کے ماتحت مسلمانوں نے کیسی شکرگذاری اور وفاداری کے ساتھ اپنے دن کاٹے کیا اس سے یہ سبق نہیں ملتا کہ جب کبھی مسلمانوں کو ایسی مہربان گورنمنٹ ملے تو وہ اس کے ماتحت ایسی ہی وفاداری اور شکرگذاری سے اپنی زندگیاں بسر کریں ؟ پھر دیکھو کہ یہودیوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا گیا اس حالت میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف فرما ہوئے اس میں کیسی صراحت سے یہ تعلیم پائی جاتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنی غیر مسلم رعایا یا ایسی غیر مسلم اقوام کی جن کے ساتھ ان کا ملکی اتحاد ہو کس طرح حفاظت اور رعایت کرنی چاہئے - اس معاہدہ میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مسلمان اور تمام وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ ملکی اتحاد کیا ہے ایک ہی قوم سمجھے جاوینگے - اور ان کی صلح اور جنگ کی حالت ایک ہی ہو گی - پھر صراحت سے اس بات کا ذکر ہے کہ جو یہودی مسلمانوں کی اس جمہوری سلطنت کے ساتھ اتحاد کریں ان کی ہر ایک رنج و آزار سے پوری حفاظت کی جاویگی اور ان کو مسلمانوں کی طرف سے مدد اور حفاظت کا ایسا ہی حق ہوگا جیساکہ خود مسلمانوں کو - اور وہ تمام اپنے اپنے مذاہب

پر اسی آزادی سے رہیں گے جیسے کہ مسلمان - اور مجرم خواہ کسی قوم یا مذہب کا ہو اُسے برابر سزا دی جاویگی - یہود کا فرض ہوگا کہ وہ بھی مسلمانوں کے دشمنوں کے مقابل پر مسلمانوں کی مدد کریں - اور تمام ان لوگوں کے جو اس معاہدہ کو قبول کریں یثرب کے اندر مال و جان اور آزادی کی حفاظت کیجاویگی - مسلمانوں اور یہودیوں دونوں کے ساتھیوں کو ایک سے ہی حقوق حاصل ہونگے اور تمام جھگڑے جو اس معاہدہ کے نیچے پیدا ہوں ان کا آخری فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دیا گیا -

ان تمام باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا اصل میلان صلح کی طرف ہے - اور جنگ اسے صرف بحالت مجبوری کرنے پڑے - اسی کی تائید میں یہ امر بھی ہے کہ جنگ کے وقت میں بھی جب کبھی مخالفین مائل بہ صلح پائے جاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح کر لیتے بلکہ ایسی شرائط کو بھی قبول فرما لیتے جن کے قبول کرنے میں بظاہر ایک قسم کی کمزوری پائی جاتی - مگر آپ نہ چاہتے تھے کہ جب کفار صلح کا پیغام دیں تو پھر آپ محض ان کی شرائط کی سختی کی وجہ سے رکے رہیں اور مخلوق خدا کا خون ہونے دیں چنانچہ واقعہ حدیبیہ سے اس امر کی صاف شہادت ملتی ہے - ۱۴۰۰ اصحابہ کے ساتھ آپ مدینہ سے حج کا عزم کرکے چلے اور جب مکہ سے تھوڑی دور رہ گئے تو کفار نے آگے جانے سے روک دیا - اس روک کا نتیجہ صریحاً جنگ تھا - کیونکہ آنحضرت کے صحابہؓ اس طرح بے نیل مرام واپس ہونا پسند نہ کرتے تھے - ادھر کفار نے ایسی شرائط پیش کیں جن کو قبول کرنے میں مسلمان ایک طرح سے اپنی ذلت سمجھتے تھے - مگر پیغمبر خدا چونکہ کسی صلح کے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے اس لئے آپ نے انہیں شرائط کو قبول فرما لیا - مگر جنگ نہ کیا - اس صلح نامہ کی شرائط میں یہ درج تھا کہ دس سال تک مسلمانوں اور قریش کے درمیان جنگ نہ ہوگی - اگر کوئی شخص قریش میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آملے تو مسلمانوں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اسے واپس قریش کے حوالہ کریں - لیکن اگر کوئی شخص مسلمانوں میں سے قریش کے ساتھ جاملے تو مسلمانوں کو اسے طلب کرنے کا حق نہ ہوگا دونوں فریقوں کے ساتھ جو قوم ملنا چاہے مل سکے گی - اور مسلمان اس مرتبہ بلا حج کرنے کے واپس ہونگے - مگر آئندہ سال ان کو حج کرنے کی اجازت ہوگی - بشرطیکہ ان کی تلواریں میانوں میں ہوں اور تین دن سے زیادہ مکہ میں نہ ٹھہریں - غرضیکہ تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کن واقعات کے ماتحت آپ نے کوئی حکم دیا یا کوئی کام کیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی حکم مرتدین کے قتل کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے تو وہ نہ اُس وقت دیا جب کہ آپ مکہ میں تھے نہ اُس وقت جب کہ آپ کے صحابہؓ حبش میں تھے اور نہ ہی اُس وقت جبکہ آپ پہلے پہلے مدینہ میں جاکر ٹھہرے بلکہ یہ حکم اُس وقت دیا گیا جبکہ اسلام کی جنگ کفار کے ساتھ اس طرح شروع ہو گئی کہ متواتر ایک سلسلہ ہی چلا چلتا تھا۔ گویا امن کی حالت لڑائی کی حالت سے بدل چکی تھی اور اس لئے اسی کے مناسب حال حکم دینے کی ضرورت پیش آئی۔ ان حالات میں جیسا کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں اسلام کو چھوڑنا گویا مسلمانوں کی فوج سے الگ ہوکر ان کے دشمنوں کے ساتھ ملنے کے برابر تھا۔ کیونکہ لڑائی صرف دو لشکروں کے درمیان نہ تھی۔ بلکہ کفار کا ارادہ تمام مسلمانوں کو خواہ وہ کسی قوم کے ہوں نیست ونابود کرنے کا تھا اور یہ جنگ گویا مسلمان سوسائٹی کے خلاف تھی۔ پس وہ ضرورت جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجبور کیا کہ وہ مرتدین کے قتل کا حکم دیں۔ خود مسلمانوں کی حفاظت تھی۔ کیونکہ ارتداد اُس وقت میں خالی مذہبی عقائد سے پھر جانا نہ تھا بلکہ ایسا ہی تھا جیسا جنگ میں ایک فوج کو چھوڑ کر دوسری فوج سے کوئی شخص جا ملے۔ پس سزائے قتل بھی مذہبی عقائد کو بدلنے کی وجہ سے نہ تھی کیونکہ ان حالات کے پیش آنے سے پہلے تبدیلی مذہب پر کوئی ایسی سزا نہ دی جاتی تھی۔ بلکہ یہ ان حالات کی بنا پر تھی جو اب پیش آ گئے تھے ایک مسلمان جب اہل اسلام کو چھوڑ کر مسلمانوں کے دشمنوں سے جا ملتا تو وہ ایک خطرناک جاسوس کا کام دے سکتا تھا اور ایسی صورت میں سوائے اس کے کہ وہ قتل کیا جاتا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اور ایسی سزا کو کوئی شخص بے رحمی یا ظلم نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ یہ بالکل منصفانہ اصول پر مبنی ہے۔ اور آج بھی اگر کسی مہذب گورنمنٹ کو ایسے واقعات پیش آویں تو وہ یقیناً ایسی ہی کارروائی کرے گی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کسی طرح قابل اعتراض نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس حکم کا اجرا اور رنگ کے حالات کے ماتحت نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان امن کی حالت میں رہتے تھے۔ یعنی جنگوں کا سلسلہ جاری نہ ہوا تھا تو اُس وقت اس قسم کا حکم نہ دیا گیا۔ بلکہ اس معاہدہ کی شرائط میں جو یہود یوں وغیرہ دیگر باشندگان یثرب کے ساتھ کیا گیا تھا اور ایسا ہی اس صلحنامہ کی شرائط میں جو حدیبیہ پر کیا گیا قطعی اور یقینی شہادت اس امر کی موجود ہے کہ جنگوں کے نہ ہونے یا جنگوں کے التوا کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتدین کے قتل کو جائز نہیں رکھا کیونکہ ان میں ایسی شرائط موجود ہیں جو قتل مرتدین کے منافی ہیں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم قرآنی تعلیم کے منافی نہیں۔ کیونکہ آپ نے مرتدین کے قتل کا حکم صرف اس صورت میں دیا جب قتل کے وجوہات کسی اور بنا پر پیدا ہو گئے اور محض ارتداد کو موجب قتل قرار نہیں دیا۔ (باقی دارد)

الاخبار والآراء

ہندوستان میں مسلمان فقرا کی تعداد کثیر

مسلمانوں کی مفلسی اور ادبار کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ صرف ہندوستان میں ہی مسلمان فقرا اس قدر کثرت سے پائے جاتے ہیں کہ شاید ان کی آبادی کا بہت زیادہ حصہ یہی مسلمان فقیر ہی پورا کرتے ہیں۔ ایک تازہ رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ تمام ہندوستان میں دس لاکھ اٹھتر ہزار سات سو باون (۱۰۷۸۷۵۲) مسلمان فقیر ہیں۔ جن کی صوبہ وار تقسیم حسب ذیل ہے آسام میں ۲۵۰۲۴- بلوچستان میں ۵۸۳۴ بنگال میں ۲۱۲۳۶۲- بہار واڑیسہ میں ۵۰۰۳۵ بمبئی میں ۱۹۹۹- سی پی میں ۷۹۹ ۲۳- پنجاب میں ۴۲۱۹۷۹ (چار لاکھ اکیس ہزار نو سو اُناسی) یوپی میں ۲۱۹۸۹۶ بڑودہ میں ۱۹۲۴- سنٹرل انڈیا میں ۱۸۷۲۶- حیدرآباد دکن میں ۱۰۲۴۴ کشمیر میں ۹۴۷۲۲۳- کوچین میں ۱۸۴- ٹراونکور میں ۸۴۷- اب اس شمار واعداد کو دیکھ کر کون انسان ہے جو مسلمانوں کے نہ صرف روحانی بلکہ اخلاقی واقتصادی اور تمدنی ومعاشرتی نقصان پر بھی رو نہ دے گا۔

فقیری کیا ہے

مسلمانوں کے اپنے بگڑے ہوئے مذاق نے گو آج انھیں اس حد تک گرا دیا ہے کہ وہ سوال کرنے یا فقیر بن جانے کو نیک کام سمجھتے۔ اور اسی لئے بعض اوقات اکثر معزز گھرانے بھی اس نہایت کمینہ خصلت میں مبتلا پائے جاتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک کہ کاد الفقر ان یکون کفراً۔ قریب ہے کہ فقر کفر تک پہنچ جاوے۔ اور خود قرآن کریم کا یہ فرمان کہ الشیطان یعدکم الفقر۔ شیطان تمہیں فقر کی طرف بلاتا ہے۔ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام جاننے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول یقین کرنے والوں کی نظروں سے اوجھل نہیں رہنا چاہیئے۔ کیا مسلمانوں کی موجودہ حالت اس بات کا صاف اور کھلا کھلا ثبوت نہیں کہ موجودہ مسلمان فقرا کا فقر اسی کفر اور شیطنت کو پیدا کرنے والا ہے جس سے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول صلعم نے ہمیں ڈرایا تھا۔ ورنہ یہ ان لوگوں کا فقر اگر واقعی کوئی نیک اور قابل عزت بات ہے تو کیا وجہ ہے کہ اس کے نتائج ایسے گندے اور قبیح ہیں کہ جو مسلمانوں کے نام پر ایک نہایت بدنما دھبہ بن کر نمایاں ہو رہے ہیں اور کل مسلمان قوم بجائے ایک ممتاز قوم بننے کے اس قدر پست اور ذلیل ہے۔ آخر انتم الاعلون ان کنتم مومنین بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کا ارشاد ہے۔ پھر اگر واقعی فقر ہی کوئی ایمانداری کا نشان ہے تو بتلاؤ وہ کونسا علو ہے جو تم نے اس سے حاصل کیا۔ آہ اسلام کے پاک اور اعلیٰ فی الفقر کو جنہیں کہ مسلمانوں کی بہبودی کا ... مدار ومدار تھا ترک کیا جا رہا ہے اور نام کے مسلمان فقر جیسی ذلیل خشت آمیز حرکت کو اپنا فخر سمجھنے لگے ہیں۔ کیا قومی تنزل وادبار کے اسباب کی ٹوہ لگانے والے بزرگوار اس ایک بہت بڑے سبب کو بھی پیش نظر رکھ کر اس کے انسداد میں کوشاں ہونگے؟

اسوۂ حسنہ

اس نام کا ایک ماہوار رسالہ میرٹھ سے شائع ہوتا ہے جس میں معارف القرآن - تعلیم الاسلام - السیرۃ المحمدیہ والمدائح النبویہ - القصص - حکمت وموعظت - اصلاح الاخلاق والاعمال اور بصارت وبصیرت جیسے اہم عنوانوں کے ماتحت کئی ایک اہل علم اور قابل وسنجیدہ اشخاص کے دلچسپ اور محققانہ مضامین درج ہوتے ہیں۔ ہر نمبر علم وحکمت اور مسائل دینیہ کے بیش بہا خزائن سے معمور ہوتا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ملک کا رجحان کسی قدر مذہبی رسالوں کی طرف بھی ہونے لگا ہے اور اب بعض اخبارات ورسائل ایسے بھی دیکھنے میں آتے ہیں کہ جن میں مذہب واخلاق پر لکھنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسوۂ حسنہ جیسا کہ اس کے دو نمبروں سے معلوم ہو سکا ہے مخصوص طور پر مذہبی معلومات پر ہی مشتمل ہوتا ہے۔ اور سب سے بڑھکر خوشی کی بات یہ ہے کہ اس میں تقلیدی رنگ میں ہی کسی مسئلہ کو پیش نہیں کیا جاتا بلکہ اس پر محققانہ بحث ہوتی ہے اور ہر ایک مخالف وموافق

دعوت الی الخیر

رپورٹ دورہ جناب سید بدر شاہ صاحب گیلانی

میں نے ماہ فروری و مارچ ۱۹۱۶ء میں علاقہ پنڈوار ضلع راولپنڈی اور خاص شہر راولپنڈی کا دورہ کیا۔ جب میں پنڈوار پہنچا۔ تو اس جگہ کے بعض مولویوں اور غیر مولویوں کو خبر دی گئی کہ اس جگہ مرزا صاحب کے نام لیواؤں سے ایک شخص بغرض تبلیغ آیا ہوا ہے چنانچہ موضع کنتریلا میں مباحثہ کی تجویز قرار پائی۔ مسجد میں کئی مولوی صاحبان اور صد ہا لوگ جمع ہوئے۔ مباحثہ کرنے والوں کا تو یہ خیال تھا کہ وفات و حیات حضرت مسیح پر گفتگو ہوگی۔ مگر مولوی صاحبان نے اس طرف رخ ہی نہ کیا۔ بلکہ یہ کہنے لگے۔ کہ سب سے پہلے تم یہ ثابت کرو۔ کہ قرآن شریف خدا کا کلام ہے یا نہ۔ میں نے کہا کہ جس حال میں ہم دونوں فریق قرآن شریف کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔ تو پھر ایک مسلمہ امر پر بحث شروع کر دینی تضیع الاوقات ہے۔ مگر مولوی صاحبان کب مانتے تھے آخرالامر با مر مجبوری مجھے یہ کہنا پڑا۔ کہ پھر سب سے اوّل یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ آیا خدا بھی ہے یا نہ۔ کیونکہ کلام ایک صفت ہے۔ اگر موصوف ہی نہ ہو تو پھر صفت نہیں ہو سکتی۔ پس آپ شاخ پر بحث نہ کریں۔ بلکہ جڑ پر بحث کریں۔ آخر کار میں نے مولوی صاحبان سے کہا۔ کہ آپ کس مذہب کی طرف سے سوال کرینگے۔ کیونکہ قرآن کریم کو کلام الٰہی ثابت کرنے کے لئے جو دلائل ہم عیسائیوں کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ اہل ہنود کے سامنے نہیں کرتے اور جو ثبوت اہل ہنود کے سامنے پیش کرتے ہیں وہ عیسائیوں کے روبرو پیش نہیں کرتے کیونکہ جب مذہب ہی مختلف ہے تو پھر ثبوت بھی مختلف ہونا چاہیئے۔ سو پہلے آپ اپنے مذہب کا نام لیں۔ تاکہ اس مذہب کے مطابق میں اپنی بحث شروع کردوں۔ اب مولوی صاحبان ہیں کہ مذہب کا نام ہی نہیں لیتے۔ سامعین نے کہا کہ ہم اس قسم کی بحث سننے کے لئے یہاں اکٹھے نہیں ہوئے ہیں ہم تو صرف اُس مسئلہ پر بحث سننا چاہتے ہیں جو ہمارے اور احمدیوں کے درمیان زیر تنازعہ ہے۔ شام کا وقت قریب ہوگیا۔ مگر مولویوں نے مسئلہ حیات وفات کے متعلق ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ حاضرین نے یہ نتیجہ نکالا اور سچا نکالا۔ کہ دراصل یہ مولوی حیات مسیح کو ثابت نہیں کر سکتے۔ اسلئے بحث ہی کو ٹالتے ہیں۔ چنانچہ بغیر کرنے بحث مجلس برخاست کی گئی۔ اس کے بعد پانچ مختلف موضعوں اور مختلف وقتوں پر بڑے بڑے مجمعوں میں مسئلہ حیات وفات مسیح پر بحث ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عام لوگوں نے بھی یہ سمجھ لیا اور کہنا شروع کر دیا۔ کہ مولوی تو حیات مسیح بالکل ثابت نہیں کر سکتے اور تم نے وفات مسیح کو ثابت کر دیا ہے۔ بلکہ بعض سمجھدار اور معزز اشخاص نے وفات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے خود ہی بحث شروع کر دی۔ اور انہی دلائل کا بیان کرنا شروع کر دیا۔ جو میں نے اثناء بحث میں بیان کی تھیں۔ لوگوں نے مولویوں کی کمزوری اس حد تک محسوس کی کہ وہ اثناء بحث میں یہ کہکر اٹھ جاتے تھے۔ کہ یہ مولوی صاحب بحث کر ہی نہیں سکتے۔ اور ایسے مرعوب ہوگئے ہیں کہ معمولی باتوں کو بھی بمشکل ادا نہیں کر سکتے اب ہم فلاں مولوی صاحب کو بحث کے واسطے لائینگے لیکن جو مولوی صاحب بعد میں لایا جاتا تھا۔ حکمت الٰہی کہ وہ لوگوں پر یہ ثابت کر دیتا تھا۔ کہ میں پہلے مولویصاحب سے بھی زیادہ کمزور ہوں۔ چند معززین نے مجھ سے کہا کہ ان مولویوں سے بہتر بحث ہم خود کر سکتے ہیں۔ اور آپ کے فرقہ سے کرتے رہے ہیں۔ عجب ہے کہ ان کو کیا مار پڑ گئی ہے۔ میں نے حضرت صاحب کے دعوے کے متعلق اثناء بحث میں مفصل تقریر کی۔ اس پر بحث کنندہ مولوی صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر مرزا صاحب نے مجددیت۔ مسیحیت اور مہدیت کا دعویٰ کیا ہو تو اسکو قبول کرنے میں مجھے عذر نہیں۔ مگر مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ نے مرزا صاحب کی کوئی کتاب پڑھی ہے۔ فرمایا نہیں۔ مگر بعض علماء نے جو مرزا صاحب کے برخلاف کتابیں شایع کی ہیں۔ اُن میں مرزا صاحب کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوے کیا ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں۔ مولوی صاحب نے ازالہ اوہام کا نام لیا۔ چنانچہ اُن کے ہاتھ پر کتاب مذکورہ دی گئی۔ قریب نصف گھنٹہ تک مولوی صاحب نے ورق گردانی کی۔ مگر کوئی حوالہ نہ دے سکا۔ آخر کتاب مجھکو دے دی۔ میں نے لوگوں سے کہا۔ کہ اگر آپ پسند کریں تو اس کتاب سے میں بہ تردید نبوت کچھ سناؤں لوگوں نے کہا۔ کہ جب مدعی ایک خاص جائداد کا دعوے نہیں کرتا۔ تو مدعا علیہ کا کیا حق ہے کہ مدعی سے کہے۔ کہ نہیں تو دعوے کرتا ہے۔ اس لئے تمکو تردید پیش کرنے کی ہمارے نزدیک کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس جگہ کے لوگ بہت شوق سے بحث کراتے اور سنتے تھے۔ چنانچہ میں تو جلد واپس آجاتا۔ مگر لوگ خود بخود بحث کی ایک تقریب پیدا کر دیتے تھے۔ اس لئے مجھے زیادہ روز وہاں ٹھہرنا پڑا۔ اس کے بعد لوگوں نے مجھ سے اصرار کیا کہ اس علاقہ کے سب مولویوں کے ساتھ بحث ہو چکی ہے۔ صرف ایک گاؤں میں چند مولوی صاحبان ہیں وہ رہ گئے ہیں۔ اُن کے ساتھ بحث کرنے کے بعد تم کو اجازت ہے۔ چنانچہ چند مولوی صاحب اور صد ہا دوسرے لوگ جمع ہوئے۔ مولوی صاحب نے سب سے اوّل مجھ پر یہ سوال کیا۔ کہ تم مرزا صاحب کو پیغمبر مانتے ہو یا نہ۔ میں نے کہا ہرگز نہیں۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ کہ اب میرا سوال ہے۔ میں نے اہل مجلس کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ آپ لوگ جانتے ہیں۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کون تھے۔ انہوں نے کہا۔ خدا کے نبی تھے۔ میں نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ ان مولویوں کا اُنکے متعلق کیا اعتقاد ہے۔ میں نے صرف اتنی بات کہی کہ مولویصاحب نے مجھ سے مصافحہ کیا اور زور سے کہا کہ دعا کرو۔ ہمارا کوئی تنازعہ نہیں ہے۔ اور اُٹھ کھڑے ہوئے لوگوں نے شور مچا دیا۔ کہ مولوی صاحب ذرہ ٹھہرئے اس شخص کو اپنی بات پوری کرنے دو۔ اور ہمیں سننے اور سمجھنے دو۔ کہ وہ کہتا کیا ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس نے کہدیا ہے کہ مرزا صاحب نبی نہیں ہیں۔ تو پھر کیا جھگڑا ہے۔ لوگوں نے کہا ہے۔ کہ حضرت یہ شخص تو کئی دنوں سے کہہ رہا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف آپ کے ہی سامنے اقرار کرتا ہے۔ مگر کم از کم آپ اُن کی شروع کردہ بات کو تو ختم ہونے دیویں مگر مولوی صاحب چل پڑے جب لوگوں میں جوش اور غصہ پیدا ہوگیا۔ تو مولوی صاحب مسجد کی ایک دیوار پر چڑھ گئے اور بغل سے کوئی کتاب نکال لی اور یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت عیسےٰ آسمان پر زندہ موجود ہے اور آخری زمانہ میں نازل ہوگا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ ہم دیوار پر آپ کی یہ گفتگو نہیں سننا مانگتے [illegible] مسجد [illegible] پہنچا ہوا ہے۔ آج تو آپ نے صلح کر لی۔ اور مصافحہ کر لیا۔ اب ہمکو وعظ سناتے ہو۔ مگر مولوی صاحب نے اس طرف رُخ تک نہ کیا۔ آخرالامر میں بھی اس دیوار پر چڑھ گیا اور جونہی کہ میں مولوی صاحب کے پہلو بہ پہلو ہوا۔ تو فوراً مولوی صاحب نیچے اُتر پڑے۔ اور بھاگنا شروع کر دیا اُنکی اس حرکت کو دیکھکر لوگوں نے تعاقب کیا۔ جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ لوگ پیچھا نہیں چھوڑتے تو ایک شخص کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ کہ راجہ صاحب آپ کے بزرگ تو ہمیشہ ہمارے بزرگوں کے حمایتی رہے ہیں۔ آپ نے آج میری حمایت کیوں چھوڑ دی۔ راجہ صاحب نے جواب دیا۔ کہ جب آپ کے بزرگ میدان میں کوئی بہادری دکھلاتے تھے۔ تو ہمارے بزرگ بھی اُن کی حمایت کے لئے کمر باندھ دیتے تھے۔ آج آپ نے کیا کیا۔ تا میں آپ کی امداد کرتا۔ الغرض مولوی صاحب اور دیگر سب مولوی اپنے گاؤں کی طرف سدھارے۔ لوگوں نے واپس آکر مجھ سے کہا کہ اب آپ کو رخصت۔ ہم نے سب کچھ دیکھ لیا ہے بالکل آپ لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور ہمکو بھی وفات مسیح پر اطمینان ہوگیا۔ ان مولویوں کے ہاتھ میں حیات مسیح پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ان مولویوں کی نسبت اعلان شایع کرتے ہیں کہ ان کا وجود قوم اور مذہب کے لئے سخت مضر ہے۔ وہ صرف یہ کام جانتے ہیں کہ مسلمانوں پر کفر کے فتوے لگائیں اور باہمی تنافر

وتنا غعفی بیدا کر کے اپنی آمد کی سبیل کو مبنائے رکھیں نیز ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں - کہ حضرت مرزا صاحب اور اُن کے مرید جو اس قسم کی تعلیم پیش کرتے ہیں پکے مومن مسلمان ہیں - اور جو شخص ان کو مسلمان نہ کہے وہ خود مسلمان نہیں ہے - آئیندہ ہمارے علاقہ کے کسی مولوی یا امام کا یہ حق نہیں ہوگا - کہ آپ لوگوں کے بر خلاف کچھ مُنہ سے نکالے - یا بحث کی خواہش کرے - آئندہ بحث بند ہے - کیونکہ اب ظاہر ہوگیا ہے - کہ جسقدر فتوے ان لوگوں کی طرف سے آپ کے خلاف شایع ہوئے ہیں - وہ محض ضدیت اور نفسانیت پر مبنی ہیں - میری روانگی پر ان لوگوں کے معززین نے بہت اصرار کیا - کہ تم ہمیشہ اس طرف آتے رہنا - اور ہم خوشی سے گاؤں بہ گاؤں وعظ و تبلیغ کرائینگے - یہ عجیب بات ہے - کہ ان لوگوں میں اہل سنت اور اہل تشیع دونوں گروہوں کے لوگ شریک تھے - چنانچہ ان لوگوں نے اشتہار کا مضمون مرتب کر کے اُسپر دستخط کر دیئے ہیں - اور میں فضل خدا پر بھروسہ کر کے کہہ سکتا ہوں - کہ وہ اشتہار عنقریب پبلک کی نظر سے گذریگا - اس کے بعد بیس روز تک راولپنڈی میں قیام کیا - ہر روز بعد از شام مجلس ہوتی تھی - مختلف طبایع اور مذاق کے لوگ جمع ہوتے تھے - اور مختلف قسم کے سوالات پیش کرتے تھے - اور تسلی بخش جواب سُنکر بڑی خوشی سے واپس ہوتے تھے - راولپنڈی میں چند نوجوانوں نے یہ بیان کیا - کہ جب ہم نے دیکھا کہ احمدیوں اور اہل حدیثوں نے قرآن شریف کے درس کھولے ہیں تو ہمیں بھی قرآن شریف کے سننے کا شوق پیدا ہوا - چنانچہ ایک مولوی صاحب سے انتظام کیا - اور دو تین روز تک درس لیتے رہے - لیکن جب آپ ختم اللہ علی قلوبھم پر پہنچے تو اُسکے بعد ہم نے درس کو چھوڑ دیا - کیونکہ مولوی صاحب مذکور ایسی تشریح کرتے تھے - کہ بجائے فائدہ کے ہمکو نقصان ہونے لگا - اور بجائے تسلی کے شکوک پیدا ہونے لگے چنانچہ جماعت مذکورہ نے مجھپر بھی سوال کیا - جسپر میں نے مفصل تقریر کی - نتیجہ یہ ہوا - کہ ان میں سے ایک صاحب نے کہدیا کہ واقعی مرزا صاحب مجدد و امام وقت ہیں - کیونکہ قرآن دانی انہی پر ختم ہے - اس طرح وقتاً فوقتاً قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق سوال کرتے رہے - راولپنڈی کے بعض احباب کی خواہش کے مطابق میری کچھ گفتگو مخدومی جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب احمدی بقاپوری سے بھی ہوئی - ایک گھنٹہ میری تقریر اور ایک گھنٹہ ان کی تقریر کیلئے مقرر کیا گیا - میری طرف سے چند سوالات ذیل پیش ہوئے :-

(۱) اظہار حقیقت صفحہ ۱۳ پر یہ لکھا ہے - کہ مرزا صاحب چندہ کی آمدنی سے اپنے اہل و عیال کو خرچ دیا کرتے تھے - برخلاف اس کے مرزا صاحب نے تشخیص انکم ٹیکس کے وقت حلفاً یہ بیان دیا تھا کہ چندہ کی آمدنی صرف پانچ مدات پر صرف ہوتی ہے اور میری ذاتی ضروریات پر ہرگز صرف نہیں ہوتی دیکھو کتاب ضرورت الامام صفحہ ۲۴ و صفحہ ۲۵ مصنفہ حضرت مرزا صاحب - (۲) رسالہ موسومہ بہ "کون ہے جو خدا کے کام کو روک سکے" - صفحہ ۹ پر یہ لکھا ہے - کہ "میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں - کہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح کی زندگانی میں سبز اشتہار والی پیشینگوئی کا کوئی علم نہ تھا - بلکہ بعد میں ہوا -" حالانکہ رسالہ تشحیذ الاذہان صفحہ ۱۹ و صفحہ ۲۰ نمبر ۱ جلد ۳ میں جس کے ایڈیٹر میاں محمود صاحب تھے - اس پیشینگوئی پر بحث کی گئی - (۳) رسالہ القول الفصل و حقیقت النبوت میں یہ جو لکھا ہے - کہ سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی حضرت صاحب کی وہ تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہیں - اب منسوخ ہیں - اور اُن سے دلیل یا حجت پکڑنی ناجائز اور غلط ہے - کیونکہ حضرت صاحب سنہائے مذکورہ تک مسئلہ نبوت کو سمجھ نہیں سکے - بلکہ اُن پر سنہ ۱۹۰۱ء میں یہ مسئلہ کھلا - آیا آپ کوئی ایسی بات پیش کر سکتے ہیں کہ زمانہ ماموریت میں حضرت صاحب نے سنہ ۱۹۰۱ء و سنہ ۱۹۰۲ء سے مسئلہ نبوت کے متعلق کچھ اور لکھا ہو - اور سنین مذکورہ کے بعد اس کے برخلاف کچھ اور لکھا ہو - میں تو دیکھتا ہوں - کہ اگر حقیقۃ الوحی میں اپنے آپ کو ظلی نبی کہا - اور اصلی نبوت سے انکار کیا - تو ازالہ اوہام اور دیگر کتابوں میں بھی جو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تھیں - اپنے آپ کو ظلی نبی کہا - اس طرح حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے - کہ نبی کا نام مجھے مجازی طور پر دیا گیا ہے - نہ حقیقی طور پر - تو یہی بات سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلی کتابوں میں موجود ہے - اسی طرح حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے - کہ نبوت سے صرف مبشرات باقی رہ گئے ہیں - یہی بات توضیح المرام میں لکھی ہے - اسی طرح توضیح المرام میں یہ لکھا ہے - کہ اب صرف جزوی نبوت باقی ہے - اور نبوت تامہ کاملہ ہمیشہ کے لئے بند ہے - تو اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں یہ لکھا - کہ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند ہیں ایک سیرت صدیقی کی کھڑکی کھلی ہے -

گویا نبوت کی بہت سی کھڑکیاں تھیں جو سب بند ہیں - صرف ایک باقی ہے - اور بھی چند سوالات تھے مگر میں نے صرف مسائل متنازعہ پر ہی بحث کی تھی - بلکہ چونکہ میرے سامنے بہت سے غیر احمدی احباب موجود تھے - اس لئے میں ساتھ ساتھ احمدیت کی تبلیغ بھی کرتا رہا - اور حضرت صاحب کی صداقت کے دلائل اور اُن کو ماننے کے فوائد اور نہ ماننے کے نقصان کو بیان کرتا رہا - چنانچہ غیر احمدی احباب نے بہت دلچسپی اور کمال ذوق سے اس مضمون کو سُنا اور ان کی حالت سے میں یہ محسوس کرتا تھا کہ اگر میں اپنے مضمون کو معمول سے کسی قدر لمبا بھی کردوں - تو وہ اُن پر گراں نہ گذریگا - مگر چونکہ وقت تنگ تھا - اس لئے میں اپنے مضمون کو ختم نہ کر سکا میں نے اس وقت مولوی محمد ابراہیم صاحب اور اُن کے متعلقین سے عرض بھی کیا - کہ جو وقت میں غیر احمدی احباب کی تبلیغ پر خرچ کروں گا - وہ آپ مجھے مجرا دینگے - مگر انہوں نے منظور نہ کیا بلکہ ابھی میرے وقت سے ابھی کچھ باقی تھا - کہ مجھے روک دیا گیا - اس پر غیر احمدی احباب نے اصرار کیا - کہ تقریر کو کامل کرنے دیں - مگر خیر میں بیٹھ گیا - جب وقت دیکھا - تو ابھی پانچ منٹ باقی تھے - میں نے کہا آپ تو کہتے تھے - کہ وقت پورا ہوگیا ہے - حالانکہ ابھی باقی ہے - تو مجھے جواب دیا گیا کہ اگر گاڑی کو پہلے سے روکا نہ جائے - تو پھر وہ آگے نکل جاتی ہے - حالانکہ مناسب تھا - کہ وہ مجھے آگاہ کرتے رہتے - کہ اتنا وقت باقی رہ گیا ہے - اسکے بعد مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب نے تقریر شروع کی - آپنے اُٹھتے ہی یہ فرمایا - کہ آپ یہ خیال کرینگے - کہ حضرت صاحب کی تحریرات باہم متناقض ہیں - کیونکہ اس شخص (عاجز) نے بھی حضرت صاحب کی کتابیں پیش کی ہیں - اور میں بھی حضرت صاحب کی کتابیں پیش کروں گا - مگر میرے سوالات کا ہرگز کوئی جواب مولوی صاحب نے نہ دیا - ہاں اُنہوں نے متعدد حوالوں سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی - کہ حضرت صاحب نے نبوت و رسالت کا دعوےٰ کیا ہے - حالانکہ میں نے نبوت کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا تھا میں نے اُس مجلس میں کہدیا - کہ مولوی صاحب نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا - ہاں جب میں مسئلہ نبوت پر بحث کروں - تو اسوقت مولوی صاحب ان حوالجات کو پیش کریں - مولوی صاحب کے فریق کی طرف سے مجھے یہ جواب دیا گیا - کہ واقعی آپ کے سوالات کا کوئی جواب نہیں دیا گیا - دوبارہ دیا جاویگا - چنانچہ پھر شاید تیسرے روز ہم جمع ہوئے میں نے پھر اپنے سوالات کا اعادہ کیا - مولوی صاحب نے بھی پھر اپنی گذشتہ تقریر کا اعادہ کردیا اور مجلس برخاست ہوئی بعد ازاں بعض غیر احمدی دوست بغرض تحقیقات میرے پاس آئے - اور بعض کے مکانات پر میں خود گیا - اور باہم تبادلہ خیالات ہوتا رہا - جن جن احباب سے مجھے ملنے کا موقعہ ملا - تو اُن کی زبانی معلوم ہوا - کہ میری تقریر سے وہ بہت متاثر ہوئے تھے - اور اُنکو سلسلہ کیطرف کچھ میلان پیدا ہوا تھا - مگر مولوی صاحب کی تقریر سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوا - یہ ان کی رائے ہے - واللہ اعلم - راولپنڈی کے ایک نوجوان نے جسکا نام پہلوان خان ہے - احمدیت کی بیعت کر لی ہے - اور مسٹر حیات محمد صاحب بائیسکل میکر نے سلسلہ کے موجودہ اختلافات پر غور کر کے ملنے کے بعد قادیانی فریق سے علیحدگی اختیار

راولپنڈی میں محمودیوں سے مباحثہ!

جناب سید مدثر شاہ صاحب کی مندرجہ بالا رپورٹ راولپنڈی میں احمدیوں اور محمودیوں کے مابین جس مباحثہ کا ذکر ہے۔ اسی کے متعلق ایک چٹھی حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کی طرف سے بھی موصول ہوئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

مولوی ابراہیم بقاپوری اُن علماء یان کرام میں سے ہیں۔ جن کی خوش قسمتی سے جماعت احمدیہ میں تفرقہ پڑا ہے۔ اور بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ کر ٹوٹ رہے اور کوفتے کھانے کا موقعہ مل گیا ہے۔ راولپنڈی میں جب سے آپ رونق افروز ہیں۔ آپکے درس آپ کی تبلیغ اور آپ کے مناظروں کو خوب نون مرچ لگا لگا کر گھر بلوا اخباروں میں چھپوایا گیا کبھی تو خود ہی مولانا اپنے منہ آپ ہی میاں مٹھو بنا کئے اور کبھی آپ کے چیلے چانٹوں نے جن کے ہاں وہ "آلو سٹورا" کھایا کرتے تھے۔ آپ کو جھنڈے پر چڑھایا۔ میں خود راولپنڈی میں موجود رہا۔ اور مولانا کے کارناموں کو جو اخبار میں شائع ہوتے رہے۔ حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ جب میں چلا آیا۔ تو مولانا نے میدان خالی پاکر ایک دو احمدیوں پر جال پھیلانا چاہا۔ مگر منہ کی کھا کر چپ ہو رہے۔ اور کسی کو خبر تک نہ کی۔ کیونکہ اس میں مولانا کی دربار خلافت میں ہتک ہوتی۔ پھر کچھ دنوں حکیم نثار صاحب سے مباحثہ تحریری ہوتا رہا۔ اس میں جو آپ نے کتنی دبتی دیکھی۔ تو آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھوٹ ایک جھوٹی تعلّی فتح کی چھپوا دی اور دربار خلافت سے تمغہ آفرین و تحسین کے منتظر رہے۔ مگر جھوٹ کے پاؤں تو ہوتے نہیں آخر وہ راز کھل گیا۔ جب اسپر لے دے ہوئی تو اور تو کچھ بن نہ پڑا۔ راولپنڈی کے احباب کا دل دکھانے کے لئے مجھے گالیں دلوانی شروع کر دیں اِذا خاصم فجر کا عنوان قائم کرکے خود ہی اُس کا مصداق بن گئے۔ میں نے ان گالیوں کا یہی جواب کافی سمجھا۔ کہ خود جناب رسول مقبول صلعم کے دربار سے جس خطاب کے یہ مستحق ہیں اسکو خود ہی عنوان پر لکھ دیا ہے۔ الزام میرے دوستوں پر کہ مولوی صاحب کا راز افشا کرنیوالا میں (یعنی یہ عاجز) ہوں۔ مگر لطف یہ کہ مضمون لکھا آپ یا کسی اور نے اور شائع کرایا بابو محمد اشرف کے نام سے۔ کس قدر دیدہ دلیری۔ اور ضمیر فروشی ہے کہ جس فعل کے خود مرتکب ہو رہے ہیں اسی کا الزام دوسروں پر دھر رہے ہیں۔ ورنہ بیچارہ محمد اشرف جو ایک آیت بھی قرآن کی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ وہ مضمون کیا لکھ سکتا تھا؟ وہ دس سطریں بھی مسلسل نہیں لکھ سکتا ارے دائی سے بھی کہیں پیٹ چھپا ہے۔

اور سنو! خود میاں صاحب نے خلافت احمدیہ لکھی آپ اور چھپوائی چالیس انصار اللہ کے نام سے۔ کیا تماشا ہے۔ اپنی آنکھ کا شہتیر تو نہیں دیکھتے۔ وہ دوسرے کی آنکھ میں تنکا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ الغرض خفت کے مٹانے کے لئے مولانا نے یہ پینترے بدلنے شروع کئے۔ اور پردہ کے پیچھے بیٹھکر دل کی بھڑاس نکالنی چاہی۔ میں تو محمد اشرف کو قابل خطاب بھی نہیں سمجھتا۔ اور نہ کوئی شریف آدمی سمجھتا ہے۔ مولانا خواہ اُسے اپنا ملجا و ماویٰ سمجھیں مگر راولپنڈی والوں کی آنکھ میں خاک نہ جھونکیں اس کے بعد اتفاق سے میر مدثر شاہ صاحب پشاور سے تشریف لے آئے اور مولانا سے مباحثہ تقریری کی ٹھہری میں تو موجود نہ تھا۔ مگر میرے ایک دوست بابو احمد دین صاحب اسٹیشن ماسٹر وہاں موجود تھے جو ایک نہایت فہیم آدمی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے آکر ذکر کیا کہ میں دہیں مباحثہ میں موجود تھا۔ اور جو نظارہ میں نے دیکھا ہے بھول نہیں سکتا۔ سید مدثر شاہ صاحب نے جس خوبی سے حضرت مرزا صاحب کی نبوت کو جزئی ظلی و بروزی و مجازی ثابت کیا۔ اور جس طرح اوائل اور درمیانی اور آخری زمانہ دعوے مسیح موعود کے متعلق مسئلہ نبوت میں تطبیق کرکے دکھائی۔ وہ ایسی تھی کہ بے اختیار روح اور قلب سے خراج تحسین و آفرین طلب کرتی تھی۔ اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا غیر احمدیوں کے دلوں پر نقش جماتی تھی۔ اور کیا احمدی اور کیا غیر احمدی تمام لوگ اللہ ہی اللہ ہو رہے ہوئے تھے اور اگر مولانا ابراہیم نہ اُٹھتے۔ تو احمدیت کا نقش تمام لوگوں کے دل پر جم چکا تھا۔ مگر مولانا نے اُٹھکر وہ تمام کیفیت خاک میں ملا دی۔ خود ہی اُٹھتے کے ساتھ بولے جس کا مفہوم یہ تھا۔ کہ خود بدولت اب ایسی عبارتیں پیش [illegible] دینگے۔ جس سے لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب متضاد باتیں لکھا کرتے تھے۔ مگر کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔ اس کے بعد دوران تقریر میں مولانا کی وہ حالت ہوئی کہ ناگفتہ بہ۔ جو کیفیت نہ قرآن نہ حدیث۔ نہ مرزا صاحب کی کتب۔ بلکہ الفضل نکالو۔ الحکم نکالو۔ جلدی نکالو۔ او مونہہ نہیں کیا کرتے ہو؟ یہ کیا دے رہے ہو؟ جلدی کرو! غرضکہ اس قسم کے فقروں سے اپنے ساتھ اپنے رفیقوں کے بھی ہوش مار دئیے۔ اور اُن پر ہی جھنجھلانے لگے۔ اسپر مولوی علی احمد محمودی نے ایک دفعہ کہا بھی کہ جلدی کیا پڑی ہے آپ خود سے بات کریں اُن کے بالمقابل میر مدثر شاہ صاحب نے جو تقریر کی تھی وہ نہایت معقولیت اور نہایت طمانیت اور تہذیب اور خوش اخلاقی کے ساتھ کی تھی اُن کے ٹھنڈے دل نے تقریر کے اثر کو دوبالا کر دیا تھا۔ مگر مولانا ابراہیم صاحب کی گرما گرمی اور دیں تلخی نے بہت بُرا اثر پیدا کیا۔ اور لوگوں کو متنفر کر دیا دلیل تو مولانا نے خاک نہیں دی۔ ہاں اپنی تردید آپ ہی کردیتے رہے۔

مولانا نے خدا جانے اپنی کس قدر تعریف دربار خلافت میں لکھکر بھیجی ہوگی۔ مگر حق پرستوں کیلئے اصل حقیقت میں نے کھول کر رکھدی ہے۔ تا محمود نے جو لن ترانیاں لیا کرتے اور ڈینگیں مارا کرتے ہیں کچھ تو اُس پر بھی پردہ اُٹھے:۔

(خاکسار بشارت احمد عفی عنہ)

آل انڈیا راعین کانفرنس کا سالانہ اجلاس

جیسا کہ اس سے پیشتر اخبار الداعی لاہور میں مشتہر ہو چکا ہے یہ اجلاس بتاریخ ۲۴ اپریل ۱۹۴۶ء بروز پیر (تعطیل ایسٹر میں) زیر صدارت فخر قوم آنریبل میاں محمد شفیع صاحب خان بہادر ممبر کونسل وائسرائے ہند معزز رکن قوم جناب حافظ محمد حلیم صاحب سوداگر چرم رئیس و آنریری مجسٹریٹ کانپور و ٹرسٹی علیگڑھ کالج قرار پایا ہے جسکا مفصل پروگرام عنقریب اخبارات میں شائع کرایا جاویگا۔ فی الحال برادران قوم کی سہولیت کے لئے ذیل کی اطلاع درج کیجاتی ہے:۔

(۱) راعین کانفرنس کا اجلاس امسال بھی حسب معمول بیرون بھاٹی دروازہ لاہور سرکاری باغ میں منعقد ہوگا اور مہمانوں کی آسائش و رہائش کیلئے جلسہ گاہ کے قریب ہی اس دفعہ بھی اسلامیہ ہائی سکول کی عمارت تجویز کیگئی ہے۔

(۲) ۲۳ اپریل کی شام اور ۲۴ اپریل کی صبح کے وقت مہمانوں کے طعام کا انتظام برادری لاہور معہ مضافات کیطرف سے کیا گیا ہے۔ ۲۴ کی شام کو بعد اختتام اجلاس مہمان بآسانی رخصت ہو سکیں گے۔

(۳) چونکہ یہ ضروری ہے کہ اجلاس کو شاندار بنانے کے لئے بہت سے برادران شامل جلسہ ہوں اس لئے جو بھائی شامل جلسہ ہونا چاہتے ہیں ۱۵ اپریل ۱۹۴۶ء سے پہلے پہلے بذریعہ ڈاک صدر دفتر میں اطلاع دیدیں تاکہ کارکنان کمیٹی کو اپنے مہمانوں کی تعداد کا اندازہ ہو جائے

(۴) جو صاحبان اجلاس کانفرنس میں کوئی وعظ یا لیکچر یا تقریر کرنا یا نظم پڑھنا چاہیں۔ ۸ اپریل تک اپنا مضمون یا نظم دفتر انجمن میں بھیجدیں۔ نیز جو حضرات قومی بہبودی اور ترقی کے متعلق کوئی تجویز و ریزولیشن پیش کرنا چاہیں۔ وہ اس کے مضمون سے تاریخ مذکورہ تک مطلع فرمائیں چونکہ اس دفعہ بھی جلسہ صرف ایک روز ہوگا۔ اس لئے کوئی تقریر یا نظم طویل نہ ہونی چاہئے۔ اور مضمون اس قسم کا ہونا چاہئے کہ اس سے کوئی عملی فائدہ ہو سکے

(۵) چونکہ تجویز ہو چکا ہے کہ جلسہ میں راعین قوم کے ان ہونہار طلباء کو مناسب انعامات بغرض حوصلہ افزائی دیئے جاویں۔ جو اپنے امتحانات میں اول رہے ہوں یا کسی خاص مضمون میں نمایاں استعداد اور قابلیت

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و منیجر کے اہتمام سے انتخابہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ے/
ششماہی ے/
سہ ماہی ۱۲/
ماہوار و طلباء سالانہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینة المسیح لاہور پنجشنبہ ۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۶ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۰۹

شذرات

قرآن کے "منزل من اللہ" ہونے کی ایک زبردست دلیل

مولوی احسان اللہ صاحب عباسی نے معزز معاصر اسوہ حسنہ میں اس موضوع پر ایک مختصر سا مضمون لکھا ہے جس میں چار دلائل قرآن کے منزل من اللہ ہونے کے دیئے ہیں۔ (۱) آنحضرت محمد صلعم اور ان کے تابعین کے ساتھ خوش اعتقادی (۲) الفاظ قرآن کی فصاحت و بلاغت (۳) مضامین قرآن (۴) احکام قرآن۔ ان چاروں دلائل کی اہمیت کو مولانا نے اپنے مضمون میں ایک ایک کرکے سمجھایا ہے اور بہت خوبی کے ساتھ قرآن کا منزل من اللہ ہونا ثابت کیا ہے۔ لیکن ان کے [illegible] میں ایک اور دلیل بھی یہاں لکھنی چاہتا ہوں اور وہ آنحضرت صلعم کی پرائیویٹ زندگی سے متعلق ہے۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص اپنے پاس سے ایک جھوٹ بات بنائے وہ خواہ لوگوں کے سامنے اپنے فائدہ کے لئے اس پر خود بھی عامل ہو۔ لیکن تخلیہ میں جبکہ اسے کوئی بھی دیکھنے والا نہ ہو وہ اس جھوٹ بات پر کبھی عامل نہ ہوگا۔ آنحضرت صلعم کے حالات زندگی کو پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ آپ نہ صرف باہر لوگوں میں ہی بلکہ ایسے ایسے اوقات میں بھی جبکہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مجھے دیکھنے والا بھی ہے۔ آپ ویسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر احکام الٰہی پر کاربند ہوتے اور اس قدر لمبی نمازیں پڑھتے کہ کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں پر ورم ہو جاتا۔ آنحضرت صلعم کی زندگی کا ایک ایک لحظہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اور احکام قرآنی کی تعمیل میں ہمیں کہیں بھی کوئی ذرہ بھر بھی لغزش دکھائی نہیں دیتی۔ بلکہ آپ کی پرائیویٹ لائف جسے موجودہ مہذب دنیا ایسا کچھ چھپا کر رکھنا چاہتی اور رکھتی ہے کہ جس کا کوئی ٹھکانہ نہیں اس قدر پاکیزہ اور احکام خداوندی کی تعمیل سے لبریز ہے کہ جس کی نظیر ہم دنیا میں نہیں پاتے۔ خود آپ کی حرم محترم حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ کے اخلاق کی یہ تعریف کی ہے کہ خلقہ القرآن آپ کے اخلاق کو دیکھنا ہو تو قرآن کو جا کر پڑھو۔ بیوی سے بڑھ کر کون محرم راز ہو سکتا ہے جس سے کسی کی پرائیویٹ زندگی کا کوئی ایک حصہ بھی چھپ نہیں سکتا پھر اس کا یہ شہادت دینا ثابت کرتا ہے کہ قرآن پر کس سچائی کے ساتھ آپ عامل تھے۔ اگر آنحضرت صلعم نے یہ قرآن اپنے پاس سے بنا لیا ہوتا اور آپ کا اسے منزل من اللہ ظاہر کرنا نعوذ باللہ جھوٹ ہوتا تو کبھی ہم آپ کی زندگی کو ایسا صاف و شفاف نہ دیکھتے۔ اور آپ کے پرائیویٹ اعمال پبلک افعال سے بالکل متفاوت ہوتے۔ پرائیویٹ زندگی میں بھی احکام قرآنی کی تعمیل کی مصائب اور مشقتوں کو تو وہ برداشت کرے جو سمجھتا ہو کہ اسے کوئی سمیع و بصیر ہستی دیکھنے والی ہے۔ جس کی طرف سے یہ احکام آئے ہیں۔ لیکن جو اسے احکام خداوندی ہی نہ جانتا ہو اور صرف اپنے فائدہ کے لئے انہیں خود تراش لیا ہو وہ لوگوں کے سامنے تو عمل کرے گا ہی۔ لیکن جب وہ جانتا ہو کہ کوئی مجھے دیکھنے والا نہیں وہ کبھی اس پر عامل نہیں ہوگا۔ پس آنحضرت صلعم کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی یکسانیت بلکہ پرائیویٹ زندگی میں اور زیادہ عبادات کرنا بتاتا ہے کہ یہ کلام آپ کا افترا کردہ نہیں۔ اور یہ واقعی منزل من اللہ ہے۔

علماء مجتہدین اور امام مہدی

فتوحات مکیہ باب ۳۶۵ میں لکھا ہے کہ قیامت کے دن یہ علماء مجتہدین انبیاء کی صفوں میں ہونگے امت کی صفوں میں نہ ہونگے۔ اور ہر رسول کی جانب میں ایک عالم اس امت محمدیہ کا ہوگا۔ اور یہ وہ علماء ہونگے جنہیں احکام و حالات و مقامات و منازل میں صاحب سند ہونے کا درجہ حاصل ہوگا ان کے اخیر میں خاتم المجتہدین محمدیہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہونگے۔ (شیخ غلام مرتضیٰ [illegible])

اخبار احمدیہ

ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک قابلِ تقلید مثال

جماعت احمدیہ لاہور کے ایک مخلص ممبر جناب صوفی احمد دین صاحب کی علالت کی خبر گذشتہ اشاعت کے اخبار احمدیہ میں لکھی گئی تھی۔ صوفی صاحب اپنے گاؤں راتادہ ضلع گوجرانوالہ) میں بیمار تھے۔ حضرت امیر ایدہ اللہ کو جب صوفی صاحب کی بیماری کی خبر ملی تو فوراً آپ نے وہاں جانے اور بیمار پرسی کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ گذشتہ اتوار آپ بمعیت جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب دو بجے دوپہر کی ٹرین سے امین آباد پہنچے اور وہاں سے راتادہ جاکر صوفی صاحب کی بیمار پرسی کی اور اسی دن شام کے آٹھ بجے واپس عازم لاہور ہوئے اور ۱۰ بجے یہاں پہنچ گئے۔ یہ ہے ہمدردی بنی نوع انسان اور اخوت و مساوات اسلامی کا قابل قدر بیش بہا نمونہ۔ مسلمانوں میں افسوس ہے کہ آج اس قسم کی مثالیں بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اس زمانہ میں اسلام کو زندہ اور مسلمانوں کو مسلمان بنانے کے لئے آئے ہیں۔ پس ہم احمدیوں کا جنہوں نے اس امام وقت کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسلام پر عامل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ یہ فرض ہے۔ کہ اسلامی تعلیمات اور سلف صالحین کے بیش بہا نمونوں کو زندہ کریں۔ اور غریب و امیر سب کو یکساں نظر سے دیکھیں۔ اور اپنی اسلامی اخوت کے دائرہ کو یہاں تک وسعت دیں کہ کوئی بھائی خواہ وہ کیسا ہی غریب اور لاچار محض کیوں نہ ہو۔ اسکی ہمدردی اور اعانت میں ہرگز دریغ نہ کریں۔ بلکہ غربا تو سب سے زیادہ ہمدردی کے لائق ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ اسی تعلیم پر جماعت کو عامل بنانے کے لئے شرائط بیعت میں یہ بات رکھدی ہے:۔

"نہم یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض لِلّٰہ مشغول رہیگا۔ اور جہاں تک بس چل سکتا ہے۔ اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا"

شکر ہے کہ یہاں لاہور میں ایسے برگزیدہ اصحاب موجود ہیں۔ جنکے قابلِ تقلید نمونوں اور عملی ایثار و ہمدردی سے بہت سے بیش بہا اسباق ملتے رہتے ہیں۔ دیگر دوستوں اور عامہ مسلمین کو بھی ان اسباق سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔!

راتادہ میں ایک صاحب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ اور ایک دوسرے صاحب نے عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان لکھکر بھیجا جو کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے۔

صوفی صاحب کو اب بہت آرام ہے۔ آپ کل سے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اور آئندہ کل یعنی ۷-اپریل کو پھر واپس اپنے گاؤں چلے جائیں گے۔ اور وہیں کچھ مدت تک قیام پذیر رہیں گے ✤

حکیم مرہم عیسےٰ صاحب گذشتہ اتوار کو لاہور چھاؤنی میں لاہوری محمودیوں کو ناک چنے چبوانے کے بعد اسی رات بدوملہی کے عزم سے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں اپنے پاک مقصد میں کامیاب کرے۔ اور بخیریت واپس لائے۔

حضرت خواجہ صاحب آج ۶-اپریل ۱۹۱۶ء کو گجرات سے لاہور تشریف لے آئے۔

جنگ کی تازہ خبریں

قلعہ سینٹ جارج کے پرخچے اڑا دئے گئے لنڈن ۱۳-اپریل سالونیکا سے ٹائمز کو اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ برطانیہ کے جنگی جہازوں نے قلعہ سینٹ جارج واقعہ صوبہ سمرنا پر ۲ گھنٹہ تک گولہ باری کر کے اس کے پرخچے اڑا دیئے۔ ترکوں کی طرف سے کچھ جواب نہ دیا گیا ✤

ایران اور قفقاز میں روسی معرکے۔ لنڈن یکم اپریل۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ بغداد کی سمت میں قلعہ کرانیکن کے علاقہ میں ہم نے غنیم کی ایک جمعیت کو شکست دی جو جنوب کی طرف بھاگ گئی۔

پیٹروگراڈ ۳-اپریل۔ سرکاری اطلاع سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ قفقاز میں کسی قدر جنگی سرگرمی ظہور میں آئی اور روسیوں نے دریائے چورخ کے طاس میں چند اور گاؤں پر قبضہ کر لیا ✤

تخلیہ سالونیکا کی تجویز۔ لنڈن ۲-اپریل۔ ایتھنز کا تار مظہر ہے کہ گورنمنٹ یونان نے اتحادیوں سے درخواست کی ہے کہ وہ شہر سالونیکا کو خالی کر دیں اور گولی بارود کے ذخائر اٹھا کر اس قلعبند لائن سے پرے لے جائیں جو شہر سے قدر واقع ہے۔ اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ہوائی حملوں کی وجہ سے اہل شہر نے ایسا کرنے پر اصرار کیا ہے۔ یہ بھی تجویز ہے کہ جرمنی کو اس امر سے آگاہ کیا جائے کہ اگر اب سالونیکا پر بم پھینکے گئے تو اسے یونان پر حملہ کرنے سے تعبیر کیا جائیگا ✤

مغربی رزمگاہ۔ لنڈن ۳-اپریل پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ دریائے سوم اور آئین کے مابین فرانسیسی توپخانہ بالخصوص سرگرم کار رہا۔ اور جرمنی خندقیں تباہ کر دیگئیں جرمنوں نے ولو و کورٹ کے دمدمہ اور جنگل پر متعدد حملے کئے۔ مگر وہ تمام پسپا کر دئے گئے۔ دریائے میوز کے مشرق میں تمام دن خاص لڑائی ہوتی رہی۔ جہاں جرمنوں نے شدید گولہ باری کے بعد قلعہ ڈوؤمنٹ اور موضع داؤں کے درمیان ایک ڈویژن سے زیادہ فوج کے ساتھ یکساتھ چار حملے کئے۔ داؤن کے جنوب میں ہماری لائن گاؤں کے کنارے سے گذرتی ہے اور ہم نے اس گاؤں کے آخری تباہ شدہ مکانات کو خالی کر دیا ہے ✤

ہوائی جہازوں کی سرگرمی۔ دشت مرشین میں ایک ایوباٹک ہوائی جہاز نیچے اتار لیا گیا فرنچ ہوائی جہازوں نے اٹیلن کے اسٹیشن اور متصلہ کیمپوں پر ۳۸ بم اور آرزینی اور ہرنول سرسیوں کے دیہات پر ۲۲ بم گرائے۔ جن سے کئی جگہ آگ لگ گئی۔ جرمنوں کے کل جہاز نیچے گرا دئے گئے ✤

برطانی محاذ پر سرگرمی لنڈن ۳-اپریل۔ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دو جرمن ہوائی جہاز جرمنی لائنوں کے عقب میں نیچے اتار لئے گئے۔ ہمارا ایک ہوائی جہاز جو کل اوپر چڑھا تھا مفقود الخبر ہے۔ دستی بموں کی لڑائی جاری رہی۔ سوشنیز انگری نوس سینٹ ایلائے اور ہیرن کے نواح میں اور دریائے سوم پر طرفین کا توپخانہ آتشباری کرتا رہا۔ ہلاک کے نواح میں اور دمدمہ ہوہنزولرن پر طرفین کے ایک دوسرے کے خلاف سرنگیں اڑائیں ✤

مزید جہازوں کی غرقابی لنڈن ۳-اپریل جہاز انگلیز غرق کر دیا گیا ہے۔ عملے کے ۲۶ آدمی خشکی پر اتار دئے گئے ہیں۔ چار چینی اور ایک انجینیر مفقود الخبر ہیں۔ ناروے کا سٹیمر ہمبر ۱۵ آدمیوں سمیت شب گذشتہ کو لنگر انداز ہونے کی حالت میں غرق کر دیا گیا۔ اس کا صرف ایک آدمی زندہ بچا۔ جسے کشتی تک روشنی پر داؤ جہاز نے خشکی پر اتار دیا۔

بعدہٗ۔ برطانی سٹیمر لسیٹرٹن غرق کر دیا گیا ہے عملے کے تمام آدمی بچا لیئے گئے ✤

ایک برطانی سٹیمر کی غرقابی لنڈن ۴-اپریل برطانی سٹیمر سپرمتھ غرق کر دیا گیا ہے۔ ۲ اشخاص ضائع ہوئے اور ۸ خشکی پر اتارے گئے ✤

ساحل سکاٹلینڈ پر ہوائی تاخت لنڈن ۳-اپریل محکمہ احتساب اخبارات نے اعلان کیا ہے کہ اتوار کی شب کو زپلین ہوائی جہاز ساحل سکاٹلینڈ اور انگلستان کے شمالی اور جنوبی مشرقی اضلاع پر سے گذرے اور انہوں نے بم بھی پھینکے ✤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۶ - اپریل ۱۹۱۶ء نمبر ۱۰۹

ہندوستان میں مرتدین کے احکام

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

قتل مرتدین کا ایک ہی واقعہ معتبر کتب احادیث میں پایا جاتا ہے۔ جس کا ذکر مندرجہ ذیل حدیث میں ہے۔ عن انس قال قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفر من عکل فاسلموا فاجتووا المدینۃ فامرھم ان یاتوا ابل الصدقۃ فیشربوا من ابوالھا والبانھا ففعلوا فصحوا فارتدوا وقتلوا رعاتھا واستاقوا الابل فبعث فی آثارھم فاتی بھم فقطع ایدیھم وارجلھم وسمل اعینھم ثم لم یحسمھم حتی ماتوا۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ محض ارتداد کی وجہ سے قتل نہیں کئے گئے۔ وہ پہلے مسلمان ہوئے اور ان کی بیماری کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر یہ احسان کیا کہ صدقے کے اونٹوں کا دودھ پینے کے لئے ان کو اجازت دی جب وہ تندرست ہوئے تو انھوں نے بجائے شکر گذاری کے یہ کیا کہ اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر ڈالا۔ اور سب اونٹوں کو لے گئے۔ اب ان کا جرم ڈاکہ زنی اور قتل تھا۔ اور آج بھی اس جرم کے مرتکب کو سزا اسے قتل ہی دی جاتی ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں تبدیل مذہب کی سزا نہیں دی۔ بلکہ ان کی ڈاکہ زنی اور قتل کی جرائم پر وہ سزا دی جو آج کوئی مہذب گورنمنٹ بھی دے۔ وہ مرتد بھی تھے مگر ارتداد کے ساتھ ان کے اور جرائم بھی تھے جنھوں نے انھیں سزائے قتل کا مستوجب کر دیا پس اسے مرتدین کے قتل کی مثال نہیں کہہ سکتے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اسی وجہ سے اسے مرتدین کے باب میں ذکر نہیں کیا بلکہ کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ کے نیچے ذکر کیا ہے۔ اور پہلے قرآن کریم کی اس آیت کو اپنی تائید میں لائے ہیں۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ یعنی اُن لوگوں کی سزا جو اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور زمین میں فساد کرتے ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جاوے۔ یا صلیب دی جاوے۔ یا ان کے ہاتھ اور پاؤں اُلٹے کاٹ دئے جاویں یا اُن کو جلا وطن کر دیا جاوے۔ اس جگہ بھی قرآن کریم نے ایک صورت معافی کا ذکر کیا ہے۔ الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس صورت میں قتل کا حکم دیا تو وہ قرآن کریم کی اس آیت کے حکم کے نیچے تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآن کریم کے حکموں کے مطابق ہی حکم دیتے تھے۔ ضرور تھا کہ اگر ان لوگوں کو ان کے ارتداد کی وجہ سے سزا دی جاتی تو آیت بھی کوئی اس قسم کی پیش کی جاتی جس میں مرتدین کا ذکر ہوتا نہ کہ محاربین کا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سزا ان کے محاربہ کی وجہ سے تھی نہ ارتداد کی وجہ سے۔ کوئی اور معتبر حدیث ایسی نہیں ملتی جس سے یہ معلوم ہو کہ محض ارتداد کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کسی شخص کے قتل کئے جانے کا حکم دیا ہو۔ مشکوٰۃ میں جس میں بعض وقت کم معتبر روایتیں بھی لے لی جاتی ہیں اس قسم کے کسی واقعہ کا ذکر نہیں پایا جاتا برخلاف اس کے بخاری میں بعض ایسی روایتیں موجود ہیں جہاں کسی صحابی نے کسی شخص کو قتل کرنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا۔ ہاں اسلام کی ابتدائی تاریخ میں ایک واقعہ ایسا پایا جاتا ہے جس کا ذکر اس بحث میں ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کا بڑا حصہ کہا جاتا ہے کہ مرتد ہو گیا تھا۔ اور ان سب پر حضرت ابوبکرؓ نے چڑھائی کی۔ مگر بخاری سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کی ان لوگوں پر چڑھائی کی وجہ ان کا اداءِ زکوٰۃ سے جو ایک قسم کا مالی ٹیکس تھا۔ انکار کرنا تھا۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ پر اعتراض کیا کہ کیوں ان لوگوں پر چڑھائی کی جاتی ہے تو آپ نے جواب دیا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ فان الزکوٰۃ حق المال واللہ لو منعونی عناقا کانوا یؤدونھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقاتلتھم علی منعہا۔

جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس وجہ سے ان سے جنگ نہ کیا تھا کہ وہ مرتد ہو گئے تھے۔ بلکہ اس لئے کہ وہ زکوٰۃ کے دینے سے انکار کرتے تھے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز بھی پڑھتے تھے۔ پس اس مثال کو قتل مرتدین کے جواز میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں تک ہم نے ان احادیث کا ذکر کیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا ذکر ہے۔ اور یہ دکھایا ہے کہ کوئی ایسا واقعہ احادیث معتبرہ میں نہیں پایا جاتا۔ جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے محض ارتداد کی وجہ سے کسی شخص کے قتل کرنے کا حکم دیا ہو۔ لیکن ایک حدیث میں حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا من بدل دینہ فاقتلوہ یعنی جو شخص اپنے مذہب کو تبدیل کرے اسے قتل کر ڈالو۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اس حدیث کے الفاظ کے معنی لگانے میں کچھ نہ کچھ قید لگانی پڑیگی۔ ورنہ ہر ایک تبدیلی مذہب کی خواہ کسی مذہب کی کسی مذہب میں ہو سزا قتل ہونی چاہئے۔ گویا عموم معنی کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہو سکتی۔ اور تخصیص کرنے وقت ہمیں ان حالات کو ضرور مد نظر رکھنا پڑیگا جن کے ماتحت یہ حکم دیا گیا۔ اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم بھی تقریبًا قریبًا آخری زمانہ کا ہے۔ کیونکہ اس کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں جن کی عمر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اور یہ زمانہ وہ تھا جب اسلام کے خلاف جنگوں کا سلسلہ برابر جاری تھا اور ایسے حالات پیش آ چکے تھے جن کے ماتحت ایسے حکم کا دیا جانا نہ صرف جائز بلکہ نہایت ضروری ہو گیا تھا۔ یہ صورت جیسا کہ میں اوپر بھی لکھ چکا ہوں محض ارتداد کی وجہ سے قتل کی نہ تھی۔ بلکہ لڑائی کے سلسلہ کے سبب سے ایسے وقت میں اسلام کو چھوڑنا گویا مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر ان کے دشمنوں کے ساتھ جا ملنے کے برابر تھا۔ پس حفاظت خود اختیاری کی ضرورت نے ایسے لوگوں کے قتل کو جائز کر دیا اور وہی یہ ضرورت تھی جس نے مسلمانوں کو ہاتھ میں تلوار لینے کے لئے مجبور کیا تھا۔ اس امر کا ثبوت کہ یہ حکم خاص حالات جنگ کے لحاظ سے دیا گیا تھا ہم کافی طور پر اوپر دے چکے ہیں۔ اسی کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ کوئی مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں ایسی نہیں ملتی جس میں آپ نے محض ارتداد کی وجہ سے کسی شخص کے قتل کئے جانے کا حکم دیا ہو۔ بلکہ آپ کے معاہدات [illegible] اور آپ کے صلح ناموں میں ایسے شرائط پائی جاتی ہیں جو قتل مرتدین کے

منافی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے معنی کرنے میں ہمیں آپ کے ہی فعل کو دیکھنا چاہئے۔ اور اس لئے معنوں کی تخصیص کرنے میں اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے جیسے کہ اس امر کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے کہ کن حالات کے ماتحت کوئی حکم دیا گیا تھا۔ اگر ایسی قید معنوں پر نکالی جاوے تو حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ خود قرآن کریم کے معارض ٹھہرتی ہے۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ ان الفاظ کے معنوں کی عمومیت میں کوئی تخصیص کریں۔

ایک سوال اس جگہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس حکم من بدل دینہ فاقتلوہ میں عورتیں بھی شامل تھیں عورتیں عموماً جنگوں میں شامل نہ ہوتی تھیں سوائے اس کے کہ زخمیوں کے علاج اور مرہم پٹی کے لئے جاویں۔ اور یہ ایک مسلم امر ہے کہ تمام جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے قتل کرنے کی ممانعت کر دی تھی۔ اس مناہی سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں اس غرض سے نہ تھیں کہ وہ لوگوں کو جبر مسلمان بنا دیں۔ کیونکہ اگر یہ غرض ہوتی تو عورتوں کے قتل کرنے سے کیوں روکا جاتا۔ بلکہ آپ کی غرض چونکہ صرف مسلمانوں کی کفار سے حفاظت اور مجرموں کو سزائیں دینے کی تھی اس لئے آپ نے عورتوں کے قتل سے روک دیا۔ کیونکہ عورتیں جنگ میں شریک نہ ہوتی تھیں۔ اب ظاہر ہے کہ مرتد عورت کی صورت کافر عورت کی طرح ہے اور چونکہ کافر عورتوں کے قتل سے روکنے کی وجہ ان کا جنگوں میں شریک نہ ہونا تھا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ مرتد عورتیں اس مناہی میں شامل نہ ہوں۔ جو دوسری عورتوں کے لئے تھی۔ کیونکہ ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ مرتدین کے قتل کی وجہ صرف ان کا جنگوں میں شریک نہ ہونا تھا نہ کہ ارتداد۔ فقہا میں اس امر پر بحث ہوئی ہے اور دو فریق ہوگئے ہیں۔ ایک فریق کے نزدیک مرتدہ کا قتل جائز نہیں اور دوسرے کے نزدیک مرتدہ بھی مثل مرد کے قتل ہونی چاہئے۔

امام ابو حنیفہؒ فریق اول میں ہیں۔ دونوں فریق اپنے اپنے دعوے کی تائید میں ایک آدھ حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ فریق اول ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو معتبر ٹھہراتا ہے جس میں یہ حکم ہے کہ عورتیں جب مرتد ہو جائیں تو ان کو قتل مت کرو۔ اور ساتھ ہی اس کے ابن الطلاع کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث مروی نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ آپ نے کسی مرتدہ عورت کے قتل کئے جانے کا حکم دیا تھا۔ فریق ثانی دار قطنی کی ایک حدیث پر اپنے دعوے کا سارا دارومدار رکھتا ہے جس کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتد عورت کے قتل کئے جانے کا حکم دیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث جس کو فریق اول نے قبول کیا ہے وہ بھی دار قطنی کی ہی حدیث ہے۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ دونوں حدیثیں صحیح تسلیم نہیں کی جا سکتیں سوائے اس صورت کے کہ دوسری حدیث میں یہ سمجھا جاوے کہ جس مرتدہ عورت کے قتل کرنے کا حکم آپ نے دیا اس کا کوئی اور جرم بھی سوائے ارتداد کے ہو جس کی سزا اسے دی گئی ہو۔ اگرچہ حدیث میں اس کا تذکرہ نہیں ہے مگر قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ ایسا کوئی امر ضرور ہوگا جو محفوظ نہیں رہا۔ کیونکہ حدیث میں تفصیل اس قصہ کی کوئی نہیں ہے۔ اور اگر اس کو قبول نہ کیا جاوے تو پھر دونوں حدیثوں میں سے ایک کو غلط ٹھہرانا پڑے گا۔ ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہؒ کی تحقیق صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس کی تائید میں اور بہت سے امور پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسری حدیث کی تائید اور کسی طرح پر نہیں ہوتی۔ حدیث اول کی تائید میں ایک تو ابن الطلاع کی تحقیق ہے۔ اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جس کی رو سے آپ نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ اگر حکم من بدل دینہ فاقتلوہ کو عام سمجھا جاتا ہے جس میں مرد اور عورتیں دونوں شامل ہوں تو نہی قتل النساء بھی عام ہے۔ جو کافر اور مرتد عورتوں پر یکساں حاوی ہے۔ مگر ورای اسکے ہم اوپر دکھا چکے ہیں کہ من بدل دینہ فاقتلوہ عام حکم نہیں ہو سکتا تاکہ قرآن شریف سے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیس سالہ عملدرآمد سے اس کا تطابق کرنے کے لئے اس کو مقید اور مخصوص کرنا ضروری ہے۔ تو اس صورت میں عورتیں خود اس سے الگ ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ جنگوں میں شریک نہ ہو سکتی تھیں۔ اور یہ حکم عین جنگوں کے وقت میں دیا گیا اور قتل نساء کی نہی سے اس کی تائید مزید ہوتی ہے۔ بہرحال ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ جن وجوہ پر کافر عورتوں کے قتل کی ممانعت کی گئی انہی وجوہ پر مرتد عورتیں بھی قتل کے حکم سے بچ جاتی ہیں۔ اگر اسلام کی لڑائیاں بجبر دین پھیلانے کے لئے سمجھی جاویں تو اس صورت میں بے شک یہ خیال ہو سکتا ہے کہ مرتد عورتیں بھی قتل ہونی چاہئیں مگر سوا اس کے کوئی صورت نہیں کہ مرتد عورتوں کے قتل کو جائز رکھا جاتا۔ بس ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مرتدہ عورت کو کسی صورت میں قتل کئے جانے کا حکم نہ تھا۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف متوجہ ہو کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرتدین کے کون کون سے حقوق تلف ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ تو ہم دیکھ چکے ہیں کہ قتل کا حکم اگر دیا گیا تو خاص حالات کے ماتحت اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا اس وقت دیا گیا اگر اس قتل کے حکم سے علیحدہ مرتدین کے حقوق پر کچھ اثر پڑتا تو ضرور تھا کہ اس کی مثال یا اس کے متعلق کوئی ہدایت احادیث میں مذکور ہوتی کیونکہ ارتداد مدینہ میں آکر شروع نہیں ہوا بلکہ بعض لوگ مکہ میں بھی مرتد ہوئے۔ پھر ایک شخص حبشہ میں جا کر بھی مرتد ہو گیا تھا اور ایسا ہی مدینہ کی ابتدائی زندگی میں جب یہودیوں اور دوسری قوموں کے ساتھ ایک معاہدہ سا ہو گیا تھا ارتداد کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ مگر کسی حدیث سے یہ پتہ نہیں ملتا کہ ان کے کوئی خاص حقوق زائل ہو جاتے تھے۔ کسی حدیث میں ذکر نہیں پایا جاتا کہ عورت یا خاوند کے ارتداد سے محض ارتداد کی وجہ پر نکاح ٹوٹ کر خاوند اور عورت میں علیحدگی واقع ہو جاتی ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ جب ایک شخص واجب القتل سمجھ لیا گیا ہو اور پھر وہ بھاگ کر دشمن سے جا ملے تو اس کے تمام حقوق زائل ہو جائیں گے۔ اور قانونی طور پر اسے مقتول ہی سمجھا جائیگا۔ اور جہاں ایک طرف اس کو مرا ہوا قرار دینے سے اس کے حقوق زوجیت باقی نہ رہیں گے ایسا ہی اس کے حقوق مالکیت بھی زائل ہو کر اس کی جائداد کے وارث دوسرے لوگ ہو جائیں گے۔ مگر یہ ارتداد کے اصلی نتائج نہ تھے۔ بلکہ اصل نتیجہ ارتداد کا قتل قرار پا کر ان حقوق کا اتلاف اس صورت میں واقع ہوتا تھا جب قتل درحقیقت کسی روک کی وجہ سے جیسا مجرم کے بھاگ جانے سے واقع نہ ہو سکے۔ اور اس لئے مجرم کو مقتول کے حکم پر سمجھا جائے۔ بالفاظ دیگر اس کی کوئی مثال نہیں کہ مرتد امن سے مسلمانوں کے درمیان رہے۔ اور اس کے حقوق زوجیت و مالکیت قطعی طور پر مسلوب ہو جائیں۔ بلکہ حقوق اسی وقت سلب ہونے تھے جب یا تو مجرم واقعی قتل ہو جائے۔ اور یا قانونی طور پر اسے مقتول قرار دیا جاوے اور وہ محض بھاگ کر اپنی جان بچائے۔ پس سلب حقوق قتل یا قتل کے فتوے کا نتیجہ تھا اور جس شخص کو واجب القتل نہیں سمجھا گیا اس کے حقوق بھی تلف نہیں ہوئے۔ چنانچہ بخاری میں دو حدیثیں ہیں جن میں حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے

الاخبار و الآرا

مسیحی کالجوں کی امداد

سنا ہے کہ مشن کالج گورکھپور میں سائنس ڈیپارٹمنٹ قائم کرنے کے لئے پادری صاحبان پبلک سے چندہ طلب کرتے ہیں اس پر بعض اسلامی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ مسیحی کالجوں کو آیا مسلمانوں کی طرف سے بھی کوئی امداد ملنی چاہیئے یا نہیں۔ بعض کی رائے ہے کہ اس اقرار پر امداد دینی چاہیئے کہ وہ ہمارے بچوں کو اپنی مذہبی تعلیم نہ دینگے۔ بعض کو یہ بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ یہ درسگاہیں کچھ دیر کے بعد غیر اقوام کے لئے اپنے دروازے بند کر دیں۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں اعتراض صحیح نہیں۔ کسی مشن کالج سے یہ توقع رکھنا کہ وہ طلبار کو مذہبی تعلیم نہ دی جائیگی۔ یا وہ غیر اقوام کے لئے اپنے دروازے بند کر دے گا ایک موہوم امر ہے۔ مشن کالجوں کا اصل مقصد سوائے اس کے اور ہے ہی کیا کہ اس ذریعہ سے مسیحی مذہب کی اشاعت ہو۔ پس وہ کیسے اس قسم کا اقرار کر سکتے ہیں۔ اور اگر کریں بھی تو اس کے پابند کیسے رہ سکتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی بالاتر ہمارے قابل غور امر یہ ہے کہ وہ خواہ اپنے مذہب کا پرچار کریں یا نہ کریں مگر قومی نقطہ خیال سے مسلمانوں کے لئے یہ کہاں تک جائز ہے کہ وہ غیر اقوام کے کالجوں اور مدارس کو امداد دے کر انھیں تو مستحکم کرتے چلے جائیں اور اپنی درسگاہوں کو کوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔ آخر کتنے مسیحی ہندوستان میں موجود ہیں جو اسلامیہ کالج اور علیگڈھ کالج کو امداد دے رہے ہوں۔ پھر اس بات کی طرف بھی ہمیں توجہ کرنی چاہیئے کہ مشن کالجوں میں مسلمان طلبار کو داخل کرنا نہ صرف مذہبی بلکہ قومی نکتہ خیال سے بھی کہاں تک جائز ہے خود اپنے کالج تو رات دن گھٹتے ہوں۔ اور ان کی تعلیمی اور انتظامی حالت میں اگر کوئی نقص بھی موجود ہے تو وہ بھی صرف طلبار کی کمی کے باعث ہی ہے۔ کیونکہ کالجوں اور مدرسوں کی بہبودی کا انحصار ہمیشہ طلبار کی افزائش پر ہی ہوتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ اپنے آپ کو سدھارنے کے بجائے غیر قوموں بلکہ غیر مذاہب کو اپنے جان و مال سے امداد دی جائے۔

جان و مال کا لفظ میں نے کیوں کہا اس لئے کہ مشن کالجوں میں مسلم طلبا کے جانے سے نہ صرف ان کو مسلم ہی انھیں خواندہ میسر آتے ہیں بلکہ خود ہمارے بچے جو بمنزلہ ہمارے جسم و جان کے ہیں ان کے پادریانہ دجل کے شکار ہو جاتے ہیں۔ مجھے تعجب ہے کہ معزز معاصر افادہ کو یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ "مشنری کالجوں کے پڑھے ہوئے طلبار مسیحی مذہب کی طرف راغب نہیں ہوتے" حالانکہ مشن کالجوں کے پڑھے ہوئے اکثر طلبار بوجہ اسلامی تعلیمات سے ناواقف ہونے کے بعض تو کھلم کھلا عیسائی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نیم عیسائی ہی رہتے ہیں۔ جب تک کہ اسلامی تعلیمات کی معقولیت ان پر واضح نہ ہو جائے۔ یا وہ غلط فہمیاں دور نہ ہو جائیں جن میں پادری صاحبان انھیں مبتلا کر دیتے ہیں افسوس ہے کہ مسلمان اپنے بچوں کو اسلام سے تو پورے طور پر بلکہ ذرہ بھر بھی واقف نہیں کرتے اور انھیں غیر مذاہب والوں کے سپرد کر دیتے ہیں تا وہ ان کے پادریانہ خیالات سے متاثر ہو کر خود اپنے گھر کی بیخکنی کے درپے ہو جائیں۔ کیا ہمارے اسلامی معاصرین اس اہم امر کی طرف متوجہ ہو کر مسلمانوں کو اس سے بچانے کی کوشش کرینگے۔

انجمن تبلیغ الاسلام علیگڈھ کی قابل قدر کوششیں

الحمد للہ کہ مسلمانوں میں ابھی بعض ایسے اشخاص موجود ہیں جن کے دل میں اسلام کا درد ہے۔ اور وہ درد جب اٹھتا ہے تو ان سے اسلام کو موجودہ کس مپرسی کی حالت سے نکالنے کا بہت کچھ سامان کرا لیتا ہے۔ ورنہ اسلام کی طرف سے مسلمانوں نے اس زمانہ میں جیسی کچھ بے رغبتی ظاہر کی ہے اور غیر مذاہب نے جن جن خطرناک سامانوں سے آراستہ ہو کر اس پر یورش کی ہے وہ اسلام کا نام و نشان تک صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لئے کافی تھے۔ یہ تو محض انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کا وعدہ خداوندی ہی تھا جس نے اس زمانہ میں اسلام کو مسلمانوں کے دلوں میں قائم رکھا۔ اور بعض قدرتی تحریکات خود بخود اسلام کی حفاظت و اشاعت کا باعث ہو گئیں۔ اور ہو رہی ہیں۔ علیگڈھ میں قریباً آٹھ سال سے ایک انجمن تبلیغ الاسلام قائم ہے۔ جس کی ایک طویل رپورٹ سنہ معاصر علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوئی۔ جس کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ انجمن نے کن کن مشکلات میں باوجود کافی سرمایہ نہ ہونے کے اشاعت اسلام کے کام کو جاری رکھا ہے اور اس میں کیا کچھ کامیابی ہوئی ہے ابتدائی ۴۔ ۵ سال تو محض تجربات میں ہی گذر گئے۔ اور بالآخر انجمن جس تجویز پر پہنچی اور جو طریق اختیار کیا گیا وہ بہت مفید ثابت ہوا۔ اب ۱۹۱۵ء تک انجمن نے ۱۶۴۔ افراد کو اسلام میں داخل کیا ایک سب سے بڑی اور اہم بات جو اس رپورٹ میں قابل ذکر ہے وہ ان نومسلموں کی تعلیم و تربیت اور کام وغیرہ کے متعلق مکاتب و مدارس اور کارخانے کھولنے ہیں۔ انجمن نے اس وقت تین ابتدائی مدارس کھول رکھے ہیں جن میں اس سال کے سالانہ امتحان میں سو طلبا شامل تھے۔ نیز مسلم خانہ میں رہنے والے نومسلمین سے اچھوت قوموں میں تبلیغ کا کام لینے کا بھی ارادہ ہے۔ اور ایک کارخانہ بوٹ سازی بھی انجمن نے کھول رکھا ہے جہاں نومسلمین کو کام پر لگایا جاتا ہے۔ فی الحقیقت انجمن کا یہ کام بہت قابل قدر ہے نومسلمین کے متعلق مسلمانوں میں ایک بہت بڑا نقص آجکل یہ پایا جاتا ہے کہ انھیں مسلمان بنانے کے بعد ایک گیدڑ پروانہ دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے جس سے وہ دربدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور سوائے اس کے مسلمانوں میں افلاس کو بڑھانے اور ردحانیت کو اور بھی کم کرنے کا موجب ہوں ان کے وجود سے کچھ بھی فائدہ مسلمانوں کو نہیں انجمن تبلیغ الاسلام علیگڈھ نے بہت اچھا کیا کہ ان کی امداد کا خود ہی سامان اور بندوبست کیا۔ اور انھیں دینوی اور مذہبی تعلیمات سے ہی بہرہ یاب کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کے لئے کارخانہ قائم کر کے اور تجارتی دکانیں کھول کر انھیں تمدنی و اقتصادی اعتبار سے بھی معزز و متمانہ بنانے کا سامان بہم پہنچایا فی الحقیقت جب تک مسلمانوں سے بیکاری کے دن دور نہ ہونگے۔ اور وہ خود کام اور اپنا پیٹ آپ پالنا بلکہ دوسروں کو بھی اپنے پاس سے دینا نہ سیکھینگے کبھی بھی وہ نہ دنیا میں اور نہ آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ہمارے خیال میں دوسری انجمنوں کو بھی جنہیں تبلیغ اسلام کا کام درپیش ہے انجمن علیگڈھ کے قابل قدر رویہ کی تقلید کرنی چاہیئے اور نومسلمین بلکہ نیز اپنے مسلمانوں کو بھی کسی کام پر لگانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

جاپان کا مذہب

معاصر صداقت کلکتہ نے اس عنوان سے جاپان میگزین کے ایک مضمون کا جو وہاں کے پروفیسر ارچی گسا نے لکھا ہے ذکر کرتے ہوئے ذیل کے فقرات نقل کئے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ جاپان میں اشاعت اسلام کی کس قدر ضرورت ہے اُمید کہ حامیان اسلام ان فقروں کو غور سے پڑھینگے۔ ہمارے اعیان اور مدبرین سلطنت روحانیت

ایک پرانے انگریز بادشاہ کا توحید الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار

(مرقومہ پروفیسر ہارون مصطفٰی الیون ایم-اے)

غالباً اگست ۱۹۱۴ء میں حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب نے انگلستان سے ایک پرانے سکہ کا جو شاہ آفا کے وقت کا ہے اور اس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔ حال لکھکر ارسال فرمایا تھا۔ جو انہی دنوں میں یعنی ۱۳ ستمبر ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں طبع ہو گیا تھا۔ آج ہمارے سامنے اسی سکہ کے متعلق ایک نہایت دلچسپ مضمون ہے جو انگریزی رسالہ اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا بابت ماہ فروری ۱۹۱۶ء اردو میں ترجمہ ہو کر رسالہ اشاعت اسلام بابت ماہ مارچ ۱۹۱۶ء میں طبع ہوا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ناظرین سے مزید استفادہ کے لئے اس مضمون کو بھی ذیل میں درج کر دیا جائے۔ بالخصوص اس لئے کہ اسکے آخر میں معزز ایڈیٹر صاحب اشاعت اسلام کا ایک نہایت قابل قدر نوٹ ہے۔ جو وہ بھی پر از معلومات ہونے کے باعث بجائے خود ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے اور جس سے قدیم زمانہ میں انگلستان میں بھی اسلام کی درخشاں شعاعوں کے نمایاں ہونے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ مضمون گو طویل ہے۔ لیکن اسکی اہمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ پیغام صلح میں خواہ باقساط ہی اسے درج کر دیا جائے۔ وَھُوَ ھٰذَا:-

برٹش میوزیم کے تمغوں اور سکوں کی شاخ میں ایک عجیب وغریب اور دلچسپ سونے کا سکہ محفوظ ہے۔ جس کو بنے ہوئے بارہ سو تیس سال سے زیادہ گذر چکے ہیں اور جس پر عربی حروف میں صاف الفاظ میں یہ اقرار موجود ہے۔ لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہٗ محمد رسول اللہ اور اسکے حاشیہ کے ارد گرد ذیل کا اقرار ہے۔ محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔

ان الفاظ کے یہ معنے ہیں کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے وہ ایک ہے۔ اسکا کوئی ہمسر نہیں محمد اللہ کا رسول ہے اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق دیکر بھیجا تا اسے سارے دینوں پر غالب کرے یہ سکہ آفا شاہِ مرسیا نے کندہ کرایا اور اسی نے اسکو مضروب اور مروّج کیا۔ مرسیا انگلستان کے درمیانی حصّہ میں ایک قدیم اینگلو سیکسن بادشاہت تھی جو دریائے کینٹ کے دونوں طرف نارتھمبریا سے لیکر ویلز تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور شاہِ آفا کا زمانہ ۷۵۷ء سے لے کر ۷۹۶ء تک ہے۔ مرسیا کی سلطنت ابتداء میں ایک چھوٹے سے حصّے پر محدود تھی۔ اور اس لفظ کا اصلی مفہوم ایک سرحد کا ہے جسکو مخالف ہمسایوں کے ہاتھ سے بچایا جاتا تھا۔ یہ مخالفین ویلز کے باشندے یا قدیم برطانوی لوگ تھے جو صدیوں تک اینگلو سیکسن حملہ آوروں کے ساتھ اس حصہ ملک میں غلبہ کے لئے لڑتے رہے۔ کئی چھوٹی چھوٹی ریاستیں آہستہ آہستہ مرسیا میں ملتی چلی گئیں۔ اور سب سے پہلے غالباً چھٹی صدی عیسوی کے نصف حصّے میں اس کی بنا پڑی۔ مگر یہ سلطنت پینڈا کی تخت نشینی تک جو ۶۲۶ء میں واقع ہوئی بہت کمزور حالت میں رہی۔ اور اس بادشاہ کے زمانہ میں اسکی محکم تدبیر اور منصفانہ حکومت کی وجہ سے دوسری سلطنتوں پر اس کو فوقیت حاصل ہو گئی بالخصوص ۶۳۳ء میں ایڈون بادشاہ پر فتح حاصل کرنے کے بعد۔ مگر ۶۵۵ء میں پینڈا کو آسون شاہ نارتھمبریا نے شکست دیکر قتل کر دیا۔ اور مرسیا کی سلطنت کا غلبہ ایک وقت کے لئے جاتا رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب انگلستان سات سلطنتوں میں تقسیم شدہ تھا۔ یعنے مرسیا۔ کینٹ۔ ایسٹ انگلیا۔ نارتھمبریا۔ ویسیکس۔ سیسکس۔ ایسکس جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ ان میں سے صرف پہلی پانچ سلطنتیں سکے مضروب کرتی تھیں۔ وولف ہیر پینڈا کے بھتیجے نے جو ۶۵۶ء سے لیکر ۶۷۵ء تک حکمران رہا۔ نارتھمبریا والوں کو پیچھے دھکیلا۔ اور جنوب کی طرف دریائے ٹیمز تک اپنی سلطنت کے حدود کو پھیلایا۔ وولف ہیر اس سلطنت کا پہلا بادشاہ تھا جس نے بُت پرستی کو چھوڑ کر عیسائی مذہب کو اختیار کیا۔ اس کے جانشینوں میں سے ایک ایتھل بالڈ نے جو ۷۱۶ء سے ۷۵۷ء تک حکمران رہا۔ مرسیا کے حدود کو اور وسعت دی۔ اور قریب قریب کے ممالک کے بڑے بڑے حصّے اپنی سلطنت میں شامل کر لئے۔ لیکن مرسیا کے سب سے زبردست بادشاہ آفا ۷۵۷ء سے ۷۹۶ء تک اور سینولف ۷۹۶ء سے ۸۱۹ء تک تھے۔ ان میں سے مؤخر الذکر بادشاہ کی وفات کے بعد یہ سلطنت بڑی سرعت کے ساتھ زوال پذیر ہو گئی۔ اور ۸۲۵ء میں ایگبرٹ شاہ ویسکس کی سلطنت میں شامل ہو گئی۔

ذیل میں اس سکّہ کا اصل فوٹو اور جو عبارت اس پر کندہ ہے اسکا عکس دیا جاتا ہے۔ تاکہ اس عجیب وغریب سکہ کا ناظرین خود معائنہ کر لیں۔

نمبر ۱

نمبر ۲

نمبر ۱۔ پہلی تصویر میں اصل سکہ کا فوٹو ہے۔ مگر حروف باریک ہونے کی وجہ سے ٹھیک پڑھے نہیں جا سکتے۔

نمبر ۲۔ دوسری تصویر میں حروف کو بڑے کر کے دکھایا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سکّے کے دونوں طرف کیا عبارت ہے۔ سامنے کیطرف درمیان میں یہ الفاظ ہیں:- لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور حاشیہ میں یہ الفاظ ہیں: محمد رسول اللہ ارسلہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہ۔ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ انکو بھیجا اللہ نے ہدایت کیساتھ اور دین حق کے ساتھ تاکہ اسے کل دینوں پر غالب کرے۔ پشت کیطرف درمیان میں یہ الفاظ ہیں:- محمد رسول اللہ محمد اللہ کا رسول ہے۔ OFFA REX آفا بادشاہ اور حاشیہ پر ذیل کے الفاظ ہیں: بسم اللہ ضرب ھذا الدینار سبع وخمسین ومئۃ۔ اللہ کے نام سے یہ دینار مضروب ہوا۔ ایک سو ستاون ۱۵۷ھ میں۔ (باقی آیندہ)

مسئلہ ناسخ و منسوخ

کیمتعلق

ایک پشاوری محمودی کی بعض تازہ تشریحات

یکم اپریل ۱۹۱۶ء کے الفضل میں پشاوری محمودی قاضی محمد یوسف نے حضرت مسیح موعودؑ کی پندرہ سالہ تحریرات کو منسوخ ٹھہرانے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ کسی مامور من اللہ کے اپنے کلام میں جو اس کے الہامات اور خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردہ باتوں کے (جنکا نام قاضی صاحب نے وحی جلی یا کلمات اللہ اور وحی خفی رکھا ہے) علاوہ ہو تنسیخ کا ہو جانا ممکن ہے۔ اور اس کے ثبوت میں انہوں نے دو احادیث بھی پیش کی ہیں جو یہ ہیں۔ (۱) "کلامی لا ینسخ کلام اللّٰہ" (۲) "انّ احادیثنا ینسخ بعضنا بعضًا۔ پھر اس کے ساتھ ہی قاضی صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب میں سے بعض مثالیں بھی دی ہیں۔ جن سے پتہ لگتا ہے کہ۔ (۱) آپ نے اپنے الہام شاتان تذبحان سے پہلے کچھ اور مراد لیا۔ اور بعد میں مولوی عبداللطیف صاحب اور شیخ عبدالرحمن صاحب کے شہید کئے جانے پر اسکی اور حقیقت کھلی (۲) عفت الدیار محلھا ومقامھا سے پہلے طاعون مراد لی۔ اور بعد میں زلزلہ۔ (۳) دابۃ الارض سے پہلے چودھویں صدی کے علماء اور بعد میں طاعون مراد لی۔ (۴) بنگال کی دلجوئی سے پہلے کچھ اور سمجھا اور بعد میں تقسیم بنگال کی تنسیخ (۵) مسیح ناصری کو پہلے زندہ کہا۔ اور بعد میں فوت شدہ۔ (۶) پہلے باوجود الہام میں نبی اور رسول کے خطاب سے یاد کئے جانے کے رسول کے لئے شریعت لانا اور امتی نہ ہونا ضروری سمجھا اور بعد میں اسی غیر ضروری قرار دیا۔ (۷) پہلے اپنے آپ کو مسیح ابن مریم سے کوئی نسبت نہ دی۔ اور بعد میں اپنے آپ کو افضل قرار دیا۔ یہ خلاصہ ہے قاضی صاحب کے دلائل کا ان میں سے آخری دو باتوں کو چھوڑ کر (کیونکہ وہ خود امور متنازعہ میں سے ہونے کے باعث محتاج ثبوت ہیں اور قاضی صاحب کا انہیں پیش کرنا مصادرہ علی المطلوب کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ یہ ادنےٰ عقل کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے۔ کہ خود امور متنازعہ کو بطور دلائل پیش نہیں کیا جا سکتا) باقی جتنے امور انہوں نے پیش کئے ہیں وہ محض چند پیشگوئیوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ پیشگوئیوں کے بارہ میں اکثر اجتہادی غلطیاں ہو جایا کرتی ہیں جو چنداں مستبعد امر نہیں۔ سوال تو یہاں دعوے کے متعلق ہے جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ نبیوں اور رسولوں کو اپنے دعوے کے سمجھنے میں بھی غلطی لگ جایا کرتی ہے۔ ہمارے نزدیک وہ نہ صرف سلسلہ نبوت کی صداقت پر ہی پانی پھیرتا ہے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ کے کلام کو بھی متناقض ٹھہراتا ہے۔ کیونکہ انبیاء و مامورین کو انکے دعوے کے متعلق اللہ تعالیٰ اسقدر تصریح کے ساتھ بتا دیتا ہے۔ کہ اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔ یہ ہم نہیں کہتے۔ جاؤ اور اعجاز احمدی میں سے جو بوجہ نومبر ۱۹۰۲ء کی لکھی ہوئی ہونے کے تمہارے اپنے مسلمات کیمطابق منسوخ شدہ کتب سے نہیں۔ خود مسیح موعودؑ کی اس کلام کو پڑھو۔

"دراصل بات یہ ہے کہ جس یقین کو نبی کے دل میں اس کی نبوت کے بارے میں بٹھایا جاتا ہے۔ وہ دلائل تو آفتاب کی طرح چمک اٹھتے ہیں۔ اور اس قدر تواتر سے جمع ہو لی ہیں۔ کہ وہ امر بدیہی ہو جاتا ہے۔ اور پھر بعض دوسرے جزئیات میں اگر اجتہاد کی غلطی ہو بھی۔ تو وہ اس یقین کو مضر نہیں ہوتی جیسا کہ جو چیزیں انسان کے نزدیک لائی جائیں۔ اور آنکھوں کے قریب کی جائیں۔ تو انسان کی آنکھ ان کے پہچاننے میں غلطی نہیں کھاتی۔ اور قطعاً حکم دیتی ہے۔ کہ فلاں چیز ہے۔ اور اس مقدار کی ہے۔ اور وہ حکم صحیح ہوتا ہے۔ اور ایسی رویت کی شہادت کو عدالتیں قبول کرتی ہیں۔ لیکن اگر کوئی چیز قریب نہ لائی جائے۔ اور مثلاً نصف میل یا پاؤ میل سے کسی انسان کو پوچھا جائے۔ کہ وہ سفید شے کیا چیز ہے۔ تو ممکن ہے کہ ایک سفید کپڑے والے انسان کو ایک سفید گھوڑا خیال کرے۔ یا ایک سفید گھوڑے کو انسان سمجھ لے پس ایسا ہی نبیوں اور رسولوں کو انکے دعوے کے متعلق اور ان کی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے۔ اور اس میں اسقدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا لیکن بعض جزئی امور جو اہم مقاصد میں سے نہیں ہوتے۔ ان کو نظر کشفی دور سے دیکھتی ہے اور ان میں کچھ تواتر نہیں ہوتا۔ اسلئے کبھی ان کی تشخیص میں دھوکا بھی کھا لیتی ہے"

(اعجاز احمدی صفحہ ۲۶)

اب اس صاف اور کھلی کھلی تصریح کے باوجود بعض جزئی امور کو جنکو ایک وقت حضرت اقدس نے کسی اور طرح سمجھا اور قبیلہ کچھ اور ظاہر ہوا۔ اس بات کے ثبوت میں پیش کرنا کہ ایسا ہی دعوے میں بھی آپ کو غلطی لگ سکتی ہے۔ حضرت اقدس کے منقولہ بالا ارشاد کے خلاف ہے۔ قاضی صاحب نے حضرت اقدس کے اس کلام کو بھی جو آپ کے دعاوی کے بارہ میں ہے۔ کلمات اللہ یا الہامات سے الگ ٹھہرایا ہے۔ اور اس لئے باعث تنسیخ۔ لیکن خود حضرت اقدس اُسے الگ نہیں ٹھہراتے۔ وہ تو دعاوی کے متعلق نبیوں اور رسولوں کو اللہ تعالیٰ کیطرف سے علم دیا جانا بتاتے ہیں۔ اور خود قاضی صاحب نے ایسی بات کو جو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی جائے وحی خفی میں شامل کر کے اُسے لاتبدیل ٹھہرایا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:-

"قسم دوم وہ ہے۔ جس میں اصل عبارت یا الفاظ کا حوالہ تو نہ ہو۔ مگر وہ مامور من اللہ کہتا ہو۔ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھکو فلاں بات یوں فرمائی یا فلاں امر یوں بتایا۔ یا فلاں امر اس کے منشاء سے ہے۔ وغیرہ۔ تو گویا یہ بھی اس نے اللہ تعالیٰ کو ہی منسوب کر دیا۔ اگرچہ صریح الفاظ میں اس مامور من اللہ نے کوئی وحی یا الہام پیش نہ کیا۔ یہ کلام بھی اس کی تحریرات میں پہلے کلام سے دوسرے درجہ پر ہے۔ جس کو اصطلاح اسلام میں وحی خفی کے نام سے یاد کیا گیا ہے"

آگے چلکر اس کے متعلق لکھتے ہیں:-

کلمات اللہ یا وحی اللہ کلام اللہ میں (جن میں منقولہ بالا قسم دوم بھی شامل ہے) کسی قسم کا تغیر و تبدل و تناقض و ترمیم و تنسیخ جائز قرار دینا سخت خطرناک غلطی ہے۔ اگر خداوند تعالیٰ کی وحی اور کلام میں اختلاف و تناقض واقع ہو جائے۔ تو پھر امان اٹھ جاتا ہے ......

کلمات اللہ یا وحی اللہ ہمیشہ یکساں اور ایک ہی رنگ میں رہیگا اس میں باہم کوئی تناقض نہیں ہوتا۔ اور اسکا کوئی حصہ دوسرے حصہ کا ناسخ و منسوخ نہیں ہو سکیگا۔

پھر اپنے اس بیان کو یہ کہکر اور بھی صاف کر دیا ہے کہ "پس سیدنا محمود احمد کے نزدیک اگر حضرت مسیح موعودؑ کے اول و دوم قسم کے (قسم دوم اوپر نقل کی جا چکی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردہ بات) کلاموں میں تناقض ہے اور ان میں اپنی رائے سے ناسخ و منسوخ قرار دیتے ہیں تو بیشک لو کان من عند غیر اللّٰہ لوجدوا فیہ اختلافًا کثیرًا کے ماتحت ہے۔ اور ایسا ناسخ و منسوخ تسلیم کرنا غلطی ہے"

قاضی صاحب نے بات کو بہت صاف کر دیا ہے اور اگر صرف اسی ایک اصول کو ہی پیش نظر رکھا جاوے تو بھی میاں صاحب بہرحال غلطی پر ٹھہرتے ہیں۔ ذرا اعجاز احمدی کی منقولہ بالا عبارت کو دوبارہ غور سے پڑھو اور اس کے یہ الفاظ نوٹ کر لو۔

"پس ایسا ہی نبیوں اور رسولوں کو انکے دعوے کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے۔ جس میں

کچھ شک باقی نہیں رہتا"

"دکھایا جاتا ہے" کے الفاظ میں حضرت صاحب نے صاف طور پر اس بات کو اللہ تعالےٰ کی طرف منسوب کیا ہے۔ کہ اسی کی طرف سے نبیوں اور رسولوں کو ان کے دعوے کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے"۔ پس قاضی صاحب کے پیش کردہ اصول کے مطابق یہ اللہ تعالےٰ کیطرف منسوب کردہ بات گویا وحی خفی میں شامل ہے۔ جس میں "ناسخ و منسوخ تسلیم کرنا غلطی ہے"۔

پھر آؤ اس سے بھی زیادہ صاف بات ہم آپ کو بتائیں۔ سراج منیر میں حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں :-

"بار بار کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالےٰ کی طرف سے بیشک ہیں۔ لیکن اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کرکے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ جسنے سمجھنا ہو سمجھ لے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین صلعم کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے اور نہ کوئی قدیم نبی"۔

کیوں قاضی صاحب! اب بھی تسلی ہوئی یا نہیں۔ آپ نے خود مانا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کیطرف منسوب کردہ کلام وحی میں داخل ہے۔ اور وہ بدل نہیں سکتی۔ اور اس میں "ناسخ منسوخ تسلیم کرنا غلطی ہے"۔ اب حضرت مسیح موعود منقولہ بالا عبارت میں اپنی نبوت کو حقیقی نہیں بلکہ مجازی قرار دیتے ہیں۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ "یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے"۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کردہ کلام کیسے منسوخ قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا آپ براہ مہربانی اپنے پیر سے یہ لکھوا دینگے۔ کہ سراج منیر کی یہ عبارت منسوخ شدہ عبارات میں داخل نہیں۔ بس اتنی سی بات کے طے ہوجانے پر فیصلہ ہوجانا کوئی مشکل امر نہیں ہاں انصاف شرط ہے ٭

اشتہار ایک غلطی کا ازالہ کی چند ضروری عبارات

آج "اشتہار ایک غلطی کا ازالہ" کو اس بات کی بنیاد ٹھہرایا گیا ہے۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود نے اس اشتہار کے ذریعہ اپنے دعوئے نبوت کا اعلان کیا۔ اور پہلے جو اپنے آپ کو جزوی و مجازی نبی سمجھتے تھے۔ اور دیگر مجددین و محدثین امت کیطرح اپنے آپ کو بھی پندرہ سال تک مجدد و محدث ہی کہتے رہے۔ اس سے انکار کردیا ہے۔ اس تمام اشتہار میں کوئی ایسی عبارت تو موجود نہیں کہ جو صراحت سے اس بات کی تائید کرے۔ مگر ہاں اسکے برخلاف بعض ایسی عبارات ضرور موجود ہیں جو صریح طور پر اس عقیدہ کا بطلان کرنیوالی ہیں اسی ایک غلطی کے ازالہ میں اس عبارت کے نیچے کہ "اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا۔ تو پھر اسکے کیا معنی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم" حضرت اقدس نے یہ فٹ نوٹ دیا ہے۔ کہ :-

"یہ ضرور یاد رکھو۔ کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائیگی۔ جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے۔ پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں۔ جنکے رو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے۔ لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے۔ جیسا کہ آیت لا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول سے ظاہر ہے۔ پس مصفّیٰ غیب پانے کے لئے نبی ہونا ضروری ہوا۔ اور آیت انعمت علیہم گواہی دیتی ہے۔ کہ اس مصفّیٰ غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفّیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے۔ اور وہ طریق براہ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے۔ کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔ فتدبر منہ۔"

پھر آگے چلکر اس عبارت کے نیچے کہ "میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا کی مہر نہیں ٹوٹتی" یہ نوٹ لکھا ہے :-

"یہ کیسی عمدہ بات ہے۔ کہ اس طریق سے نہ تو خاتم النبیین کی پیشگوئی کی مہر ٹوٹی اور نہ کل افراد امت مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظہر علی غیبہ کے مطابق ہے محروم رہے"

اب ان دونوں نوٹوں میں حضرت اقدس نے کل افراد امت کو اس آیت لا یظہر علی غیبہ الخ کے مطابق جسکے ماتحت خود مجازی رسول ہونے کا دعوےٰ کیا ہے۔ مصفّیٰ غیب کو پانیوالے۔ اور صراط الذین انعمت علیہم کے ماتحت ہر ایک ایسے انعام کو پانیوالے ٹھہرایا ہے۔ جو نبی اور صدیق پا چکے۔ ایسا ہی یہ کہکر کہ نہ کل افراد امت مفہوم نبوت سے جو آیت لا یظہر علی غیبہ کے مطابق ہے۔ محروم رہے"۔ کھلے طور پر کل امت محمدیہ کو اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ لیکن میاں صاحب کا ایک طرف سوائے حضرت اقدس کے باقی کل افراد امت کو غیر نبی سمجھنا اور پھر اسی آیت لا یظہر علی غیبہ الخ سے غلبہ علی الغیب کا استدلال کرتے ہوئے یہ لکھنا کہ "غیر نبی پر تو اللہ تعالےٰ کثرت سے غیب ظاہر کرتا ہی نہیں" (حقیقۃ النبوت صفحہ ...) گویا بالفاظ دیگر انہیں اس درجہ کی غیر نبی قرار دینا کہ ان پر لا یظہر علی غیبہ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ ظاہر ہے۔ کہ حضرت اقدس کے منقولہ بالا ارشاد کے بالکل مخالف ہے۔

عقائد محمودیہ سے بیزاری اور توبہ

(از جموں)

مستری محمد اسمٰعیل ولد مستری علاء اللہ صاحب مرحوم نے النبوت فی الاسلام کے چند ہی صفحے دیکھے اور ان کو غور سے سمجھا۔ اسی وقت مذہب محمودیہ سے توبہ کی اور کہا کہ میرا مذہب وہ ہے جو حضرت مولوی محمد علی صاحب اور جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا ہے۔ اور اس مرتبہ آپ نے کہدیا۔ کہ میرا چندہ آئندہ قادیان نہ بھیجا جاوے بلکہ لاہور روانہ کردیا جایا کرے۔ نیز کہا کہ خط لاہور کا لکھو۔ تاکہ اخبار میں شایع ہوجاوے۔ کہ میں اس گندے عقیدے سے توبہ کرکے اصلی احمدیوں میں شامل ہوتا ہوں۔ والسلام ٭

خاکسار سید مسعود شاہ سکرٹری شاخ انجمن اشاعت اسلام جموں۔

(از اٹاوہ ضلع گوجرانوالہ)

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب ... اس کارڈ کو براہ مہربانی پیغام صلح میں شایع کردیں۔ از طرف اللہ دتا۔ میں نے جناب میاں صاحب کی بیعت غلطی سے کی تھی۔ اور میں نے حال دریافت کیا۔ تو سوچا کہ میں نے بہت غلطی کی۔ اب میاں صاحب کی بیعت سے دست بردار ہوں۔ آپ اسکو پیغام صلح میں شایع کردیں۔ اور میرا پتہ یہ ہے۔ مقام ڈاکخانہ ڈسکہ خانہ اٹاوہ ضلع گوجرانوالہ اللہ دتا دری باف۔

... اپریل سنہ ۱۹۱۶ء

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر - منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپ کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا ٭

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آنکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفی مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہمراہ با شیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے/

ششماہی ے/

سہ ماہی عہ/

ماہوار ۹/ طلباء سے سالانہ للعہ/

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے

جلد ۳ | [illegible] لاہور | سہ شنبہ ۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۹ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۱

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

سیلون میں مسٹر ڈی مل کا شرف باسلام ہونا

مخدومی و مکرمی و معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے رسالہ اسلامک ریویو نے نہ صرف کچھ مسلمانوں کو تھوڑی بہت مسائل اسلامیہ کے بیان سے تقویت دی ہے اور نہ صرف مختلف براعظموں کے مسلمانوں میں رشتہ اخوت اسلامیہ قائم کر رہا ہے اور نہ صرف یورپ میں اسلام کی مفید تعلیمات کا اثر پھیلاتا ہے - بلکہ جہاں انگریز مسلمان ہوتے ہیں وہاں دوسرے ممالک کے لوگ بھی اس کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وقتاً فوقتاً اسلام اختیار کرتے ہیں -

مسٹر ولیم ڈی مل نے سیلون سے اعلان لکھ کر بھیجا ہے یعنی اعلان کی فارم جو اسلامک ریویو میں شائع ہوتی ہے اُنھوں نے پر کر کے کاٹ کر ہمراہ ایک اخلاص بھری چٹھی کے بھیجی ہے - اُنھوں نے خود ہی جمال الدین اپنا نام اسلامی تجویز کیا ہے - وہ لکھتے ہیں "میرے عیسائی رشتہ دار مجھے تنگ تو بہت کرتے ہیں - لیکن اسلام کی محبت اسلام کی معقول تعلیمات بہت زیادہ محبوب ہیں - بمقابلہ اس تھوڑی تکلیف سے جو کسی انسان کے ہاتھ سے اس راہ میں پہنچے اللہ تعالیٰ اُن کا حامی و ناصر ہو - اُن کو استقامت عطا کرے اور اُن کے رشتہ داروں کو بھی اس نور کی طرف راہبری فرماوے - آمین ثم آمین والسلام

دستخط خاکسار صدر الدین بقلم بلال نور احمد

۱۵ - مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

انبیائے اسرائیل پر آنحضرت صلعم کی فضیلت

تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض

اس آیت میں درحقیقت اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب رسولوں پر فضیلت کی طرف ہے اس ذکر سے پہلے حضرت داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا اور آگے حضرت عیسیٰ کا ذکر ہے - اور یہ دونوں رسول بنی اسرائیلی سلسلہ میں ایک نمایاں امتیاز رکھتے ہیں - یعنی حضرت داؤد علیہ السلام اس سلسلہ کی ظاہری شان و شوکت کے لحاظ سے کہ اس شان و شوکت کا انتہا آپ ہی کے ذریعہ سے ہوا جب بنی اسرائیل ایک عظیم الشان سلطنت کے مالک بنگئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کی روحانی شوکت کے لحاظ سے کیونکہ موسوی سلسلہ اپنے روحانی کمال کو آپکے ذریعہ سے ہی پہنچا اور وہ اخلاق اور روحانی تعلیم جو حضرت مسیح کے ذریعہ سے بنی اسرائیل کو دیگئی وہ سب انبیائے سابق کی تعلیم پر فوقیت لیگئی - اس طرح جہاں ان دونوں رسولوں کی طرف اشارہ ہے - اس سے بھی لطیف تر اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف ہے جو اصل مقصود ہے کیونکہ بنی اسرائیل کے یہ دو عظیم الشان نبی جنہوں نے موسوی سلسلہ کو ظاہری اور روحانی ہر دو پہلوؤں میں کمال تک پہنچایا انہی دونوں نے سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کے گیت پیشگوئی کے رنگ میں گائے ہیں - یہانتک کہ حضرت داؤدؑ کے کلام میں اور حضرت مسیح کے کلام میں آپکی آمد کو خود خدا کی آمد کہا گیا ہے - گویا باوجود اپنے کمالات ظاہری و باطنی کے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ظاہری و باطنی کو ایسے بلند مرتبہ پر پایا کہ آپ کی ہر دو شانوں میں اُن کو خدا کی شان نظر آئی اور اس طرح اس آیت کے اندر ایک لطیف اشارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کی طرف ہے - قرآن کریم کی بہت سی آیات آپ کی اس فضیلت پر شاہد ہیں اور خود قرآن کریم کو جو فضیلت دیگر کتب پر حاصل ہے کہ وہ سب صداقتیں کامل طور پر اس کے اندر جمع کر دیگئی ہیں -

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر و مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا -

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ ترجمۃ القرآن کے کام میں بدستور منہمک ہیں۔ ولایت سے پروف آنے شروع ہو گئے ہیں۔ امید کہ اب بہت جلد قرآن کریم طبع ہو جائیگا۔

حضرت خواجہ صاحب کے گجرات میں چار لیکچر ہوئے۔ جن میں اسلام کا دیگر مذاہب سے مقابلہ کر کے اس کا تفوق بتایا اور نیز توحید کے اہم مقاصد کو واضح کیا۔ پھر مسلمانوں کے اندرونی اختلافات پر ریویو کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اصولی اختلاف نہیں۔ اور ساتھ ہی حضرت اقدس کے دعاوی کی صداقت ثابت کرتے ہوئے موجودہ عقائد محمودیہ کو باطل ثابت کیا۔ جس سے عام طور پر وہاں کے محمودیوں سے لوگوں نے جواب طلب کرنے شروع کئے۔ اور اُن کا ناک میں دم کر دیا۔ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے لوگوں کی تمام غلط فہمیاں اور بدظنیاں دُور ہو چکی ہیں۔ اور تقریباً سب کے سب وفات مسیح کے قائل اور حضرت اقدس کو مسیح موعود، مجدد اور ظلی نبی وغیرہ ماننے کو تیار ہیں۔ فالحمد للہ

آیندہ ہفتہ مورخہ ۸ مارچ سنہ ۱۶ء کو گوجرانوالہ میں حضرت خواجہ صاحب لیکچر کیلئے تشریف لیجائینگے۔

مکرمی ملک شیر محمد صاحب بی اے پرنسپل اسسٹنٹ مشیر مال ریاست جموں و کشمیر پرسوں سے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ غالباً کل بعزم کشمیر یہاں سے روانہ ہوں گے۔

حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب کو پہلے کی نسبت کسیقدر افاقہ ہے۔ احباب ان کیلئے دعا فرماتے رہیں۔ اللہ تعالےٰ اُنہیں صحت کامل عطا فرمائے۔

نجیب آباد میں جناب مولنا اکبر شاہ خان صاحب نے روزانہ قرآن کریم کا درس شروع کر رکھا ہے۔ مہینہ میں کچھ دن باہر مضافات میں بھی چکر لگاتے ہیں۔ اور وعظ و تبلیغ کرتے رہتے ہیں پھر ماہوار رسالہ عبرت بھی مرتب کرتے ہیں۔ جو کہ بجائے خود ایک بہت بڑا کام ہے۔ کیونکہ اسکے مضامین نہ صرف اپنے مخصوص موضوع تاریخ کے لحاظ سے ہی بہت اہم ہوتے اور بہت محنت چاہتے ہیں۔ بلکہ خان صاحب کا دلکش آداے بیان اسپر اور بھی مستزاد ہے۔ اللہ تعالےٰ خان صاحب کی محنت۔ ہمت اور کوشش میں برکت ڈالے اور اُنہیں ان پاک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ احباب کو خان صاحب کے رسالہ کی توسیع اشاعت میں بہت امداد دینی چاہئے۔

جنگ کی تازہ خبریں

قفقاز میں جنگ۔ لنڈن ۱۴۔ اپریل۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ قفقاز میں جنگی سرگرمی جاری ہے۔ اور روسیوں نے بالائی چورخ کے طاس کو عبور کر کے دس ہزار فٹ کی بلندی پر قلعہ بند کوہستانی مورچوں پر قبضہ کر لیا۔

جنگ وردون۔ لنڈن ۳۔ اپریل۔ پیرس کا تار مظہر ہے کہ علاقہ داؤز کی جنگ میں فرانسیسی فوقیت حاصل کر رہے ہیں۔

سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ سات کو بھی لڑائی جاری رہی۔ اور اس میں ہمارا پلہ بھاری رہا۔ دشتہ ملیٹ میں بھی ہم نے ترقی کی۔ اس امر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ جرمنوں نے ۳ کیلو میٹر کے محاذ پر متواتر لہروں میں حملہ کیا۔ جس کے بعد قلیل دستے حملہ آور ہوئے ہمارے توپ خانہ اور پیدل سپاہ کی آتشباری نے جرمنوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

ڈنکرک پر زپلن کی تاخت۔ ہماری مورین کی باڑیوں نے غنیم کی لائنوں میں آگ لگا دی جرمنوں نے بلیمونٹ کے علاقہ میں ایک مورچہ پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر رائفل کی آتشباری نے انہیں پسپا کر دیا۔ نابن کے قریب ایک جرمن ہوائی جہاز گرا لیا گیا اور ہوا باز گرفتار کر لیا گیا۔ ڈنکرک پر ایک زپلن نے بم گرائے جن سے ۲ آدمی ہلاک اور چار زخمی ہوئے۔

فرانسیسیوں کی سرگرمی۔ لنڈن ۴۔ اپریل۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے ہارکورٹ کے مابین فورجنہ کے نالے کے شمالی کنارے پر پُر زور حملہ کیا جسے فرانسیسیوں نے پہلے خالی کر کے جنوبی کنارے پر مورچے قائم کر لئے تھے۔ ان نئے مورچوں سے جرمنوں پر اچانک نہایت شدید آتشباری کی گئی جس سے انہیں شدید نقصان پہنچا۔ فرانسیسیوں نے شدید معرکہ آرائی کے بعد موضع داؤز کے مغربی حصہ پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔

سرحد جرمنی پر ہوائی تاخت۔ زپلین جہازوں نے ڈنکرک پر جو گولہ باری کی اس کا انتقام لینے کی غرض سے اتحادی جہازوں نے جرمنی کی چار سرحدی چھاؤنیوں پر ۳۰ بھاری بم گرائے۔ ایک ہوائی دستہ مقام کنفانس پر بھی بم گرائے وردون میں کئی ہوائی معرکے وقوع میں آئے۔ اور چار جرمن جہاز نیچے اتار لئے گئے۔ دوسرے جہاز بھاگ گئے یا نیچے اترنے پر مجبور کئے گئے۔

برطانی محاذ۔ لنڈن ۴۔ اپریل۔ برطانیہ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ آج علے الصباح ہم نے بمقام سینٹ ایلائے ایک گڑھے پر حملہ کیا جس پر ۳۰ مارچ سے جرمنوں کا قبضہ تھا۔ ہم نے گڑھے پر قبضہ کر کے اس سے کچھ آگے اپنی لائن قائم کی اور ۴۷ قیدی گرفتار کئے جن میں ۴ افسر بھی تھے۔ اس نواح میں طرفین کے توپخانہ نے ایک دوسرے پر گولہ باری کی۔ کل ہمارے ایک ہوا باز نے لنس کے نواح میں ایک جرمن ہوائی جہاز کو نیچے گرا لیا اور ایک دوسرے ہوائی جہاز نے پانچ مخاصم جہازوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور ان میں سے دو کے ساتھ خوب لڑائی کی۔

مال کے جہازوں کی قلت۔ لنڈن ۴۔ اپریل۔ امیر البحر سیپرینا برج نے اس امر پر زور دیا ہے۔ کہ مال کے جہازوں کی قلت جرمن آبدوز کشتیوں کی ترکتازی کی وجہ سے بلکہ بحری اور فوجی ضروریات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ان کا بیان ہے کہ دوران جنگ میں اتحادیوں کے صرف ۴ فیصدی جہاز تباہ ہوئے ہیں۔ مگر اس نقصان کی ضرورت سے زیادہ تلافی کر دی گئی ہے۔

سکاٹلینڈ میں نقصان جان۔ لنڈن ۳ اپریل۔ محکمہ جنگ نے اعلان کیا ہے کہ اتوار کی رات کی تاخت میں چھ زپلن شریک تھے۔ جن میں سے تین نے سکاٹلینڈ کے جنوب مشرق میں ایک نے انگلستان کے شمال مشرق میں اور دو نے مشرقی اضلاع پر حملہ کیا یہ ہوائی جہاز سکاٹ لینڈ پر شام کے ۱ بجے سے رات کے ایک بجے تک چکر لگاتے رہے انہیں کسی خاص مقام پر حملہ کرنا مقصود نہ تھا اور انہوں نے ۳۶ پھٹنے والے اور ۱۷ آتشخیز بم پھینکے جن سے بعض ہوٹلوں اور مکانات کو نقصان پہنچا۔ ۷ آدمی اور ۳ بچے ہلاک ہو گئے ۱۱ اور زخمی ہوئے جن میں سے ۴ بچے بھی تھے۔ ۲۲ پھٹنے والے اور ۱۵ آتشخیز بم شمال مشرقی ساحل پر پھینکے گئے۔ مشرقی اضلاع پر زپلین دس بجے سے ایک بجے تک گشت لگاتے رہے ہوائی جہازوں پر فیر کرنے والی توپوں نے ہر دو قسم کے جہازوں پر آتشباری کی اور انہوں نے حملہ کرنے کے لئے کوئی مخصوص مقام منتخب کرنے سے روک دیا۔ کل ۴۳ پھٹنے والے اور ۶۵ آتشخیز بم پھینکے گئے اور جہاں تک تحقیق سے معلوم ہو سکا ہے انگلستان میں ان سے کسی جان کا نقصان نہیں ہوا۔

شمالی علاقہ میں خفیف معرکے۔ لنڈن ۴ اپریل۔ پیٹروگراڈ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ شمالی علاقہ میں خفیف معرکے وقوع میں آئے اور جرمنوں نے جس جس مقام پر جارحانہ کارروائی کی اسے شدت کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔

جرمن پھٹنے والی گولیاں استعمال میں لا رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۹ - اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۰

ہندوستان میں مرتدین کے احکام

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب
ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مرتدین کے احکام اور فقہ اسلامی

گذشتہ اشاعت میں اس مضمون کے متعلق یہاں تک بحث ہو چکی ہے کہ مرتدین کے متعلق قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کا فتویٰ کیا ہے۔ ہم دکھا چکے ہیں کہ قرآن شریف میں مرتدین کے قتل کا کوئی حکم نہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی جہاں تک معتبر روایتیں ملتی ہیں ایسے واقعات کہیں نہیں پائے جاتے۔ جہاں کسی شخص کو محض ارتداد یعنی تبدیلی مذہب کی وجہ سے قتل کیا گیا ہو۔ ہاں حدیث صحیح میں یہ ضرور آیا ہے کہ من بدل دینہ فاقتلوہ۔ مگر یہ حکم ایسے وقت کا ہے جب مسلمانوں اور ان کے مخالفین کے درمیان جنگوں کا سلسلہ اس طرح پر شروع تھا کہ گویا ہر وقت ہی حالت جنگ میں تھے۔ اور ایسے وقت میں تبدیلیٔ مذہب یعنی اسلام کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ تھا کہ مرتد اسلام کے دشمنوں کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچا سکتا تھا۔ اور ایسی حالت میں قتل کے حکم کو ہر ایک دانشمند جائز ہی نہیں بلکہ ضروری سمجھے گا۔ ہم یہ بھی دکھلا چکے ہیں کہ یہ حکم قتل مرتد کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں یا ابتدائی مدنی زندگی میں نہیں دیا۔ بلکہ اس وقت دیا جب جنگوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ اور پھر اس حالت میں بھی عورتیں چونکہ جنگوں میں شریک نہ ہوتی تھیں اس لئے وہ اس قتل کے حکم میں شامل نہ تھیں۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سلب حقوق زوجیت و ملکیت فتوائے قتل کی وساطت سے ارتداد کا نتیجہ تھا۔ چونکہ مرتد کے لئے قتل کئے جانے کا حکم تھا اس لئے یا تو ضروری تھا کہ وہ قتل ہو جائے اور اس کے حقوق زوجیت اور ملکیت کا اس طرح موت کے ساتھ خاتمہ ہو جائے اور یا اگر وہ بھاگ کر یا دشمن سے مل کر اپنی جان بچا لے تو اس پر وہی فتویٰ قتل جاری ہو کر اس کو کالمقتول سمجھا جاوے۔ اور اس کے حقوق زوجیت و ملکیت سلب ہو جاویں۔ پس اگر موجودہ حالات کے ماتحت ہندوستان میں اسلامی شریعت کا فتویٰ مرتدین کے بارے میں دریافت کیا جاوے۔ اور اس فتوے کی بنا قرآن وحدیث پر رکھی جاوے۔ جو اسلامی شریعت کے اصل ماخذ ہیں۔ تو چونکہ ان حالات میں ارتداد کی وجہ سے قتل کا فتویٰ جاری نہیں ہو سکتا اس لئے حقوق زوجیت و ملکیت بھی اس وجہ پر سلب نہیں ہو سکتے۔ اور کسی وجہ پر ہو جائیں تو ہو جائیں۔ مثلاً اسلامی شریعت کی رو سے بعض وقت اختلاف مذہب کی وجہ سے دو شخصوں کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ تو ارتداد سے بھی اگر اسی قسم کے اختلاف مذہب کی صورت پیدا ہو جائے تو نکاح ٹوٹ جائیگا۔ مگر سوائے اس کے نہیں۔

یہ تو قرآن وحدیث کا منشا ہے۔ مگر فاضل جج ان چیف کورٹ پنجاب نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ کسی مقدمہ میں اسلامی شریعت کے اصل ماخذ یعنی قرآن وحدیث کی طرف رجوع نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مقدمہ زیر بحث کے فیصلہ میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ "اسلامی قانون خدا کی طرف سے مقرر کیا ہوا سمجھا جاتا ہے اور اپنی موجودہ صورت تک تدریجاً یہ قانون اس طرح پہنچا ہے کہ بڑے بڑے فاضل فقہاء نے اجتہاد اور تفسیر کے خاص خاص اقوال وسنت کے متعلق استخراج کیا ہے مسلمانوں کے نزدیک باوسہ دنست کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ اس قانون میں کوئی ترمیم کرے یا اسے کسی طرح تبدیل کرے اس لئے یہ امر انگریزی عدالتوں کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ انہی طریقوں سے اصل عبارتوں اور ماخذوں سے کسی قانونی مسئلہ کا استخراج کریں۔"

پس اب ہم اس بات پر غور کرینگے کہ کتب فقہ میں مرتدین کے لئے کیا احکام درج ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں مختلف اسلامی فرقوں یا مختلف اماموں یا علماء کے اجتہاد میں فرق ہے۔ لہذا ایسی صورت میں انگریزی عدالتوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اصل مسئلہ کی تہ تک پہنچنے کے لئے قانون کے اصل ماخذوں یعنی قرآن شریف وحدیث پر غور کریں مسلمانوں کا یہ اعتقاد تو ہے کہ قرآن شریف خدا کا کلام اور خدا کی طرف سے ہے۔ لیکن جو مسئلہ قرآن کریم کے بعض الفاظ سے اپنے اجتہاد سے کوئی شخص نکالتا ہے اس میں غلطی کا ہو جانا بھی ممکن ہے۔ اور اسے خدا کی طرف سے نہیں کہا جا سکتا۔ اسلامی اعتقاد کے مطابق لاتبدیل قرآن شریف اور آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث اور سنت معتبرہ ہیں۔ مگر جو رائے کسی آیت قرآنی یا کسی حدیث کے متعلق کسی مفسر یا مجتہد نے قائم کی ہو وہ لاتبدیل نہیں۔ اور وہ غلط ہو سکتی ہے۔ اور اس لئے اس کی تصحیح بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ خود یہی بات کہ بعض مسائل میں علماء اور مجتہدین کا اختلاف ہے بتاتی ہے کہ علماء اور مجتہدین کے اجتہاد اور رائیں منجانب اللہ نہیں سمجھی چاہئیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف کوئی اختلاف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیرا

قبل اس کے کہ ہم احکام مرتدین مندرجہ کتب فقہ پر غور کریں ایک اور ضروری امر کی طرف ناظرین کو توجہ دلانی ضروری ہے۔ فقہا یا علماء اسلام نے جو ابتدا میں مسائل شرعیہ کو بیان کیا یا مسائل کا استخراج قرآن وحدیث سے کیا تو خاص حالات کے ماتحت کیا۔ اور اس خصوصیت کا اثر ان تمام مسائل میں کھلا کھلا نظر آتا ہے۔ بالفاظ دیگر ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی کہ یہ مسائل انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر حاوی ہوں۔ حالانکہ احادیث نبوی میں ایسی وسعت و عمومیت موجود ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ ملکی طور پر اسلام کو ابتدا میں ہی غلبہ حاصل ہو گیا تھا اور جس وقت فقہا کو مختلف قوانین تجویز کرنے کی ضرورت پیش آئی تو ان کے سامنے اسلامی زندگی کا صرف ایک ہی پہلو تھا یعنی اہل اسلام کی حکومت اور ان کا ملکی غلبہ اور اس لئے اسی کے مطابق ان کے سب قوانین بنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض وقت ان کو دوسرے مذاہب کے ساتھ تعلقات میں غلطی لگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی کا آخری حصہ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مخالفین اسلام کے ساتھ جنگوں اور لڑائیوں کا زمانہ تھا اور اس وقت بعض احکام ایسے دئے گئے جو خاص انہی حالات کے ماتحت قابل عملدرآمد تھے۔ ان احکام کو بعض وقت دیگر حالات پر چسپاں کیا گیا۔ حالانکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دوسری قسم کی مثالیں موجود تھیں۔ پس اسلامی قانون جس

صورت میں ابتدائے زمانہ میں مسلمانوں بادشاہوں کے ماتحت تجویز کیے گئے ان کو مسلمانوں کی موجودہ حالت پر لگانے کے لئے ان دو باتوں کو جو اوپر بیان کی گئی ہیں مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

اب ہم فقہ کی سب سے مشہور کتاب اور انگریزی عدالتوں کے نزدیک بھی سب سے معتبر کتاب ہدایہ کو لیتے ہیں۔ کہ اس میں مرتدین کے متعلق کیا احکام دیئے گئے ہیں یہ احکام باب احکام المرتدین میں مذکور ہیں سب سے پہلے جو حکم مذکور ہے وہ قتل مرتد کا ہے یہ حکم ابن عباس کی حدیث من بدل دینہ فاقتلوہ پر مبنی ہے مگر جو کچھ اس باب میں لکھا گیا ہے اور جو فرق مرد اور عورت کے درمیان رکھا گیا ہے اس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے چنانچہ اما المرتدۃ فلا تقتل کی وجہ ہدایہ میں ان الفاظ میں بیان کی ہے ولنا ان النبی علیہ السلام نہی عن قتل النساء ولان الاصل تاخیر الاجزیۃ الی دار الاخرۃ اذ تعجیلہا یخل بمعنی الابتلاء وانما عدل عنہ دفعا لشر ناجز وھو الحراب ولا یتوجہ ذلک من النساء لعدم صلاحیۃ البنیۃ بخلاف الرجال

خلاصہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ مرتدہ کے نہ قتل کئے جانے کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے اور یہ بھی کہ اصل بات تو یہی ہے کہ عقائد کے معاملہ میں جزا و سزا دار آخرت میں ہی مقدر رہے مگر مرتد کو سزائے قتل اس لئے دیجاتی ہے کہ فی الحال جو اس سے فساد اور شر پیدا ہونے والا ہے وہ رک جائے۔ اور وہ حراب یعنی جنگ کرنا ہے اور عورتوں سے ان کی بناوٹ میں ہی اس کی صلاحیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کی امید نہیں رکھی جاسکتی اور اسی موقعہ پر یہ حاشیہ بھی دیا ہے فلکن انما یجب القتل بالردۃ لدفع شر الحرابۃ لا جزاء علی فعل الکفر لان جزاءہ اعظم عند اللہ فیختص بمن یاتی منہ الحرب وھو الرجل ولھذا نہی رسول اللہ عن قتل النساء وعللہ بانہ لم تکن تقاتل علی ما صح من الحدیث ولھذا قلنا لو کانت المرأۃ ذات رائی وتبع تقتل لا للردۃ بل لانہا تسعی فی الارض بالفساد - اس حاشیہ میں بھی اس بات کو کھول کر بیان کیا ہے کہ اصل وجہ قتل مرتد کی اس کا ارتداد نہیں۔ بلکہ جو شر اور فساد اس سے پیدا ہوتا ہے اس کے لئے اسے قتل کردینے کا حکم تھا۔ جیسا کہ حاشیہ مذکورہ کے آخری الفاظ سے ظاہر ہے کہ تقتل لا للردۃ بل لانہا تسعی فی الارض بالفساد۔ پس جو وجہ مرتد اور مرتدہ میں فرق کی بیان کی گئی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرتد کے قتل کا صرف اس لئے حکم دیا گیا تھا کہ اس سے جنگوں میں فریق مخالف کے ساتھ ملکر نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اور چونکہ عورت ایسا نقصان نہ پہنچا سکتی تھی اس لئے اس کے قتل کا حکم بھی نہیں دیا گیا۔ ہدایہ کی اس عبارت سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے جس کو میں نے اس سے پہلے پیرگراف میں بیان کیا ہے۔ یعنی ایک طرف تو صاف اس بات کا بھی اقرار ہے جس کو ہم پہلے قرآن شریف اور حدیث سے ثابت کر چکے ہیں کہ مرتد کے قتل کے حکم کی وجہ اس کا ارتداد نہیں بلکہ جنگوں میں جو اس کے سبب سے شر کا اندیشہ تھا اس کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم دیا گیا تھا اور دوسری طرف عورتوں کے سوا اس کے قتل کے حکم کو عام بھی کرنا چاہا ہے یعنی اس حکم کو صرف ان صورتوں سے مخصوص نہیں رکھا جہاں واقعی فساد اور شرارت کا اندیشہ ہو جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں کفار کے ساتھ جنگوں کی وجہ سے تھا۔ بلکہ مرد کے مرتد ہونے کی صورت میں حکم کو عام کر دیا ہے۔ حالانکہ وہی دلیل جس سے عورتوں کو قتل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے اس بات کو بھی چاہتی ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت ہو جہاں مرد کے مرتد ہونے سے کسی فساد اور شرارت کا اندیشہ نہیں جیسا کہ مثلاً اس وقت مسلمانوں کو جو برٹش گورنمنٹ کے نیچے رہتے ہیں ایسا اندیشہ نہیں وہاں مرتد مرد کے قتل کا بھی حکم نہیں دیا جاسکتا۔ اس کی وجہ اسلام کا اس وقت میں غلبہ اور اسلام کی قہری حکومت تھی۔ جس کی وجہ سے ایک خاص حکم کو عام کر دیا گیا۔ حالانکہ اس کی خصوصیت کو خود ہی تسلیم بھی کیا ہے۔ یہ وہ غلطی ہے جسکا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔

پس اس قدر تو ہدایہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرتدین کے قتل کی وجہ ان کا ارتداد نہ تھا۔ بلکہ ان کے جنگوں میں شریک ہونے اور فساد اور شرارت کا اندیشہ اصل وجہ اس حکم کی تھی اور یہ اسی نتیجہ کا مؤید ہے جس پر ہم اسلامی شریعت کے اصل ماخذوں یعنی قرآن اور حدیث پر غور کرکے پہنچتے ہیں۔ دوسرا حکم جو مرتدین کے بارہ میں ہدایہ کے باب احکام المرتدین میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ مرتد کی ملکیت اپنے مال میں زائل ہوجاتی ہے۔ بعض کے نزدیک تو مجرد اس کے مرتد ہونے کے ہی ملک اس کی زائل ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر اس مہلت کے بعد جو اسے اسلام لانے کے لئے دیجاتی ہے وہ اسلام لے آوے تو اس کی ملکیت اپنے مال میں پھر لوٹ آتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس مہلت کے عرصہ میں اس کی ملک زائل نہیں ہوتی۔ بہرصورت اس کی ملکیت قطعی طور پر اس وقت زائل ہوجاتی ہے جب اس پر قتل کا فیصلہ قطعی ہوکر یا اسے قتل کر دیا جاوے یا وہ بھاگ کر دار الحرب میں دشمن کے ساتھ جا ملے۔ اور یا حالت ارتداد میں ہی مر جاوے ملکیت کے زائل ہونے کی بحث میں بھی ہدایہ میں پھر اس اصول کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مجرد ارتداد مبیح قتل نہیں بلکہ مرتد کا حربی ہونا ضروری ہے جیسا کہ اس جملہ دلا قتل الا بالحراب میں اس کو تسلیم کیا گیا ہے۔ جس کی تشریح حاشیہ میں کی گئی ہے۔ کہ فکان القتل ھھنا مستلزما بالحراب لان نفس الکفر لیس بمبیح للقتل حتی لا یقتل الاعمی والمقعد والشیخ الفانی

ان تمام باتوں پر غور کرنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں مرتد کے قتل کو سوائے عورتوں کے ہر صورت میں جائز رکھا گیا ہے۔ اور بعض اوقات بے احتیاطی سے ان احکام کو جو خاص حالات کے ماتحت دیئے گئے تھے عام حالات پر لگایا گیا ہے۔ مگر تاہم اس اصول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا گیا کہ مرتد کے قتل کی وجہ خالی ارتداد نہیں بلکہ فساد یا شرارت کی قابلیت ہے جس کے روکنے کے لئے اس کا قتل کرنا جائز رکھا گیا ہے اور ہم یہ پہلے دکھا چکے ہیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت مرتدین کو قتل کرایا یا ان کے قتل کیے جانے کا حکم دیا تو اس کی وجہ بھی محض ارتداد نہ تھی۔ بلکہ فساد یا جنگ کے وقت دشمن کے ساتھ جا ملنا یا اور کوئی ایسی وجہ تھی جس کی وجہ سے ارتداد سے علاوہ بھی ایسے شخص کا قتل جائز تھا جو احکام ہدایہ سے ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔ انھیں کی تفصیل کرتے ہوئے یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ ارتداد بمنزلہ موت کے ہے کہ لان الردۃ بمنزلۃ الموت اور جو شخص اس سارے باب کو غور سے پڑھیگا اس پر یہ بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ جس قدر قوانین یا احکام اس باب میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب کے سب اس ایک ہی بات پر مبنی ہیں کہ مرتد کو مردہ

کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ یعنی اگر وہ فی الواقع ارتداد کے بعد سزائے قتل سے بچ بھی جاوے تاہم اس کو قانوناً زندہ کے حکم میں نہیں رکھا گیا۔ اور اس کے کل حقوق ملکیت وغیرہ کو زائل شدہ قرار دیا گیا ہے۔ بالفاظ دیگر جو احکام کتب فقہ میں مرتدین کے بارہ میں موجود ہیں وہ اسی صورت میں قرآن شریف یا حدیث میں کہیں موجود نہ پائے گئے تھے بلکہ وہ سب اسی بنا پر قائم کئے گئے ہیں کہ مرتد میت کے حکم میں ہے اور پھر جو حکم میت پر لگتا تھا وہی مرتد پر لگایا گیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ احکام المرتدین کے باب میں مرتد یا مرتدہ کے نکاح فسخ ہو جانیکا کوئی ذکر نہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں کہ ہدایہ میں دوسرے موقع پر یہ ذکر ہے۔ مگر مرتد طلاق دے تو اسے نافذ بالاتفاق قرار دیا گیا ہے۔

غرضیکہ ہدایہ اور دیگر کتب فقہ میں احکام المرتدین پر غور کرنے سے یہی بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مرتد کے جس قدر حقوق کو زائل قرار دیا گیا ہے اس کی بنا صرف یہ ہے کہ قانونی طور پر اسے کالمیت قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ قتل کا فتوی اس پر جاری ہو چکا ہے۔ گویا حکم قتل ایک بنیاد ہے اور دوسرے حقوق کا زائل ہونا اسی بنیاد پر ایک عمارت ہے۔ یا یوں کہو کہ حقوق کے زائل ہو جانے کی وجہ حکم قتل ہے۔ جو مرتد پر جاری ہو چکا ہے۔ پس اگر کوئی حالات ایسے ہوں اور ہم دکھا چکے ہیں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بڑے حصہ میں ایسے ہی حالات تھے جن کے ماتحت مرتد پر حکم قتل جاری نہ ہوا اور ہمارے فقہا نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ سوائے وغیرہ فساد اور شر کے اندیشہ کے حکم قتل مرتد پر جاری نہیں ہوتا۔ تو ضرور ہے کہ ان حالات کے نیچے دیگر حقوق بھی زائل نہ ہوں۔ کیونکہ جب بنیاد ہی نہ ہوئی تو عمارت کہاں ہو گی اور جب سبب ہی موجود نہیں تو نتیجہ کس طرح پیدا ہو گا؟ اسی بات کو میں دوہرا کر بیان کرتا ہوں کتب فقہ میں اس اصل کو تسلیم کیا گیا ہے کہ مرتد کے قتل کی وجہ اس کا ارتداد یعنی تبدیل مذہب نہیں۔ بلکہ کچھ اور وجہ ہے۔ اور کچھ اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے کہ مرتد کے حقوق کے زائل ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ اسے مردہ کے حکم میں سمجھا گیا ہے۔ کیونکہ اس پر قتل کا حکم جاری ہو گیا ہے۔ ان اصول کو ماننے کے بعد اس نتیجہ سے ہم گریز نہیں کر سکتے کہ اگر کسی وقت اسلامی سوسائٹی میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ مرتد مفسد وغیرہ نہ ہو جس کی بنا پر قتل کا حکم جاری ہوتا تھا تو نہ قتل کا حکم جاری ہو گا اور نہ ہی دیگر حقوق مرتد کے زائل ہونگے۔ جن کی بنا حکم قتل کے جاری ہونے پر تھی۔ (باقی آئندہ)

الاخبار والآراء

مولویوں کی مقدمہ بازی اور حرام حلال کا مسئلہ

ناظرین کو غالباً معلوم ہو گا کہ امرتسر میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور اُن کی جماعت اہل حدیث کے ایک اور ممبر حکیم عبد الحق بوتراب کے درمیان کچھ دنوں سے ایک مقدمہ چل رہا ہے۔ مقدمہ کی بنا یہ ہے کہ حکیم عبد الحق نے کہیں ایک اشتہار میں چند مولویوں کے دستخطوں سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کفر کا فتویٰ دیا۔ اور وجہ یہ بتائی کہ مولوی ثناء اللہ نے مباحثہ جبل پور میں اسلام کی ہتک کرائی اور آریوں سے بغلگیر ہوا۔ ہم نے تو اسی وقت کہا تھا کہ آجکل کفر کے فتوے اس قدر سستے ہیں کہ انھیں بازیچۂ اطفال کہدیا جائے تو ہرج نہیں اس لئے مولوی ثناء اللہ کا ہتک عزت کی نالش کرنا کچھ سجتا نہیں۔ مکفرین کی بیخکنی کی ایک ہی نہایت اعلیٰ تجویز آنحضرت صلعم نے بتائی تھی۔ کہ جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے وہ کفر اس پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمان اس کے ساتھ کافروں کا سا سلوک کریں۔ اور اسے اپنی برادری سے خارج سمجھ کر بائیکاٹ کر دیں۔ خود بخود ایسے لوگ سیدھے ہو جاینگے اسی بات پر حضرت مسیح موعود نے عمل کیا کہ اپنی جماعت کو ان سے الگ کر لیا۔ اور کہدیا کہ جب تک مسلمان نام بنام ان مولویوں کو جنہوں نے ہمیں کافر کہا کافر نہ کہدیں اور ہمیں مسلمان نہ سمجھیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ خیر یہ تو وہ اسلامی اصول تھا جو نبی کریم صلعم نے بتایا تھا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسکو خدا جانے کیوں اپنے مفید مطلب نہ سمجھا اور عدالت میں جا کر نالش داغ دی۔ بعض مسلمانوں نے بہتیرا چاہا کہ دونوں کے درمیان صلح کرا دیں اور یوں عدالتوں میں مسلمانوں کی رسوائی نہو لیکن صلح نہ ہونی تھی نہ ہوئی۔ اس لئے اب مقدمہ چل رہا ہے۔ فریقین (یعنی مولوی ثناء اللہ اور حکیم عبد الحق) پر فرد جرم لگ چکا ہے۔ صفائی کے گواہ پیش ہو رہے ہیں۔ اور سوالات جرح جو ان سے ہوتے ہیں اور جو کچھ ان کے جواب دئے جاتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اسلام کی حالت آج کسقدر بگڑ چکی ہے۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں اس مقدمہ کی کچھ تھوڑی سی روئداد شائع ہوئی ہے جس میں لکھا ہے کہ

"چونکہ شہادت گذرتی رہی کہ حکیم عبد الحق فریق مقدمہ شطرنج کھیلتا تھا اس لئے اُس کے گواہان صفائی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری مولوی عبد الغفور غزنوی مولوی محمد حسین ہزاروی داماد مولوی عبد الجبار صاحب مرحوم غزنوی سے شطرنج کا حکم پوچھا گیا۔ مولوی احمد اللہ صاحب نے کہا میرے نزدیک منع ہے۔ مگر امام شافعی کے نزدیک جائز ہے۔ مولوی محمد حسین نے کہا اختلافی مسئلہ ہے۔ سوال کیا گیا جو مولوی ہو کر شطرنج کھیلے تو کیا ہے۔ مولوی محمد حسین نے کہا میں اس کو بُرا نہیں کہتا۔ پوچھا گیا کہ امام ابن تیمیہ کیسے تھے جواب دیا اہلحدیث کے امام نہ تھے۔ بلکہ مقلد تھے۔ پوچھا گیا اُن کا فتویٰ (جس میں شطرنج کی حرمت کا فتویٰ دکھانا تھا) کیا ہے جواب دیا ہم نے آج تک نہیں پڑھا۔ نہ دیکھا۔ سوال ہوا کہ امام شوکانی کون تھے۔ جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ سوال کیا گیا اُنکی کتاب نیل الاوطار کیسی ہے۔ جواب دیا ہم نے نہیں پڑھی۔ کتاب حیوۃ الحیوان جس میں جانوروں کی قسمیں اور کیفیتیں لکھی ہیں اس میں شاید شطرنج کی بابت ہے کوئی امام جائز کہتا ہے فریق ثانی نے جب اس کو پیش کیا تو مولوی عبد العزیز غزنوی نے کہا یہ کتاب مسلم ہے"۔

یہ ہیں چودھویں صدی کے علماء اور ان کے حالات۔ کیا ان علماء سے بھی دوسروں کو سدھارنے کی کوئی توقع ہو سکتی ہے۔ ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

کے مطابق جو خود شطرنج کی حلت و حرمت پر دست بگریبان ہو رہے ہیں وہ دوسروں کو کہاں سدھار سکتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ نے اس جرح و قدح کے درج کرنے کے بعد اپنے ناظرین سے یہ پوچھا ہے کہ "دو گواہوں کی یہ طرز ادا اور شہادت اہلحدیث کے مذہب کے مخالف ہے یا موافق"۔ لیکن بہتر ہوتا اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی پوچھ لیتے کہ جو شخص جھوٹ بولنا بھی اتقا کے خلاف نہ سمجھتا ہو اور عدالت میں یہی کچھ شہادت دے چکا ہے اس کی بھی یہ طرز ادا شہادت اہلحدیث کے مذہب کے موافق ہے یا مخالف۔ ہمارے نزدیک تو تم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہو۔ اگر حکیم عبد الحق کی طرف سے شطرنج بازی جائز ٹھہرانے کی کوشش ہو رہی ہے تاکہ مولوی ثناء اللہ کا داؤ نہ چلنے پائے تو دوسری طرف خود مولوی ثناء اللہ بھی تو بیانتک عدالت میں کہہ چکا ہے کہ جھوٹ بولنے سے اتقاء پرہیزگاری میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ خدا ہی ہے جو ان علماء کی اصلاح کرے

ایک پرانے انگریز بادشاہ کا توحید الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار

مرقومہ پروفیسر ہارون مصطفٰی لیون ایم۔ اے

(گذشتہ سے پیوستہ)

شاہ آفا جس کے دوران حکومت میں یہ دلچسپ سکہ مضروب ہوا جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں ۷۵۷ء میں مرسیا کے تخت پر بیٹھا اور وہ پینڈا کے باپ ڈربا سے شروع کر کے اس سلطنت کا نواں بادشاہ تھا۔ اس نے سلطنت کو بہت کمزور حالت میں پایا۔ اور غالباً اس کی سلطنت کے ابتدائی سال اپنے ملک کے اندر ہی حکومت اور انتظام کرنے پر صرف ہوئے ۷۷۱ء سے اس کی فتوحات کا دور شروع ہوتا ہے ۷۷۵ء میں اس نے شاہ کینٹ کی فوجوں کو شکست دی اور ۷۷۹ء میں مغربی سیکسنوں اور ویلس والوں کے خلاف کامیابی سے جنگ کی ان مؤخر الذکر لٹیروں سے حفاظت کے لئے اس نے ایک بڑی مٹی کی دیوار بنائی۔ جو انگلستان اور ویلز کی ساری سرحد کے اوپر پھیلی ہوئی تھی۔ فلنٹ شائر کے شمالی ساحل سے لیکر جو سمندر کی اس شاخ پر ہے جو ڈی کے نام سے مشہور ہے۔ ڈین بگ منٹگمری۔ سلوپ۔ ردنور۔ ہیرفورڈ میں سے ہوتی ہوئی گلوسٹر شائر تک یہ پہنچتی تھی۔ جہاں اس کا آخری جنوبی حصہ دریائے وائی کے دہانے کے قریب ہے۔ اس عظیم الشان دیوار کے بعض حصص ابتک خاصے بلند نظر آتے ہیں گو اس کا بڑا حصہ زمانہ اور باد و باران اور انسانی ہاتھوں کی غارتگریوں سے نیست و نابود ہو چکا ہے اس کام کی تکمیل پر بے اندازہ محنت خرچ ہوئی ہوگی قریباً اس کے متوازی مگر کوئی دو میل مشرق کیطرف ہٹ کر ایک اور چھوٹی دیوار ہے۔ جس کا نام واٹس ڈائک ہے۔ یہ بھی آفا ہی نے بنائی اور ۷۹۵ء میں اس کی تکمیل کی۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان دونوں بندوں کی درمیانی جگہ تجارتی اغراض کے لئے غیر جانبدار قطعہ زمین کا کام دیتی ہوگی۔

آفا کے تعلقات رومن کیتھولک مرکز کے ساتھ دوستانہ تھے۔ پوپ کے دو وکیل جو مرسیا میں آئے ۷۸۶ء میں بادشاہ نے ان کو دربار میں مشرف باریابی دیا۔ ان دو وکیلوں نے خود پوپ شاہ آفا کے متعلق پوپ ایڈرین اوّل کو بھیجی۔ اس میں شاہ آفا کی طرف سے غربا کے لئے کچھ رقم بطور سخاوت اور گرجا کی روشنی کے انتظام کے لئے دئے جانیکا ذکر بھی ہے

مرسیا کی سلطنت کی سکہ سازی انگلستان کی ان سات بادشاہتوں میں سب سے بڑی معلوم ہوتی ہے۔ سب سے پہلے مرسیا کے سکے عموماً چاندی کے پائے جاتے ہیں۔ جن کا وزن عموماً آٹھ سے لیکر بیس گرین تک ہے۔ ان ابتدائی مرسیا کے سکوں پر پینڈا اور اتھلرڈ کے نام ہیں۔ ان میں سے اول الذکر سکے بالکل رومن طرز کے ہیں لیکن مؤخر الذکر سکوں پر رومن طرز کے علاوہ کچھ دیسی نقش بھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بعد کے بنے ہوئے ہیں۔ پینڈا کے سکوں پر جو حروف کندہ ہیں۔ وہ رومن اور رونک حروف ہیں۔ مگر اتھلرڈ کے سکوں میں صرف رونک حروف ہیں۔ جو بت پرست شمالی لوگوں کی الف با ہے۔ بادشاہ کا نام ہر حالت میں سکے کے دوسری طرف ہے اتھلربالڈ کی وفات سے لیکر جو ۷۵۷ء میں ہوئی۔ آفا کی حکومت تک جو ۷۵۷ء میں شروع ہوئی نصف صدی سے کچھ زیادہ کا عرصہ ایسا ہے کہ اس کے اندر مرسیا کے سکوں کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

آفا نے کوئی قدیم طرز کے سکے مضروب نہیں کئے۔ اور اس کے سکے زیادہ تر پینی یعنے آنے کی قیمت کے ہیں۔ یہ چاندی کے سکے ہیں۔ اور اٹھارہ سے لیکر بیس گرین تک ان کا وزن ہوتا تھا۔ یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ آفا پہلا بادشاہ تھا۔ جس نے پینی کو انگلستان میں رواج دیا۔ سکے کی یہ طرز مگر اس کا نقشہ نہیں۔ شارلمین کے ڈینیر سے لیا گیا تھا۔ آفا کے ان سکوں میں جو پینی کے قسم کے ہیں نقشے میں اور بناوٹ میں ایسا کاریگری کا کمال پایا جاتا ہے۔ کہ اس بارہ میں اس سے پیچھے آنے والے بادشاہوں کے سکے بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ نہ صرف سکوں کی طرزیں ہی تعداد میں زیادہ ہیں۔ بلکہ ان میں نقشوں کا بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے یہ موٹے طور پر دو حصوں پر تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک وہ جن میں بادشاہ کے اوپر کے دھڑ کی تصویر ہے اور دوسرے وہ جن میں وہ تصویر نہیں۔ یہ تصویر جن سکوں پر موجود ہے۔ اپنے اندر اصلیت کا رنگ رکھتی ہے۔ اور بلاشبہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں صحیح تصویر اتارنے کی کوشش کی گئی ہے۔ سکوں کے دوسری طرف جو نقشے ہیں ان میں زیبائشی نقوش اعلےٰ درجہ کے پائے جاتے ہیں اور زیادہ تر عجیب طرز کی بنی ہوئی صلیبوں۔ یا پھولوں کے نمونے ہیں۔ دھڑ کے اوپر کے حصے کی بنی ہوئی تصویریں اچھی بنی ہوئی ہیں۔ اور سر کی تصویر گویا ایک زندہ انسان دکھاتی ہے۔ بال عموماً سنوارے ہوئے اور ان میں شکن ڈالے ہوئے ہیں مگر بعض تصویریں بے ترتیبی کی حالت میں بھی ہیں سکوں پر جو عبارت کندہ ہے۔ وہ رومن عبارت میں ہے۔ مگر کہیں پرانے رونک حروف کا بھی اثر موجود ہے۔ ٹکسالوں کے ناموں کا کوئی پتہ نہیں چلتا لیکن ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ سب سے بڑا مرسیا کا ٹکسال لنڈن میں ہوگا۔ مگر خود ان سکوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ۷۷۵ء میں شاہ کینٹ اور اس کی افواج کو جو شکست اٹفورڈ کے مقام پر ہوئی اور جب کینٹ مرسیا کا باجگذار ہو گیا تو آفا کینٹربری کے ٹکسال کو استعمال کرتا رہا۔

آفا کا سونے کا وہ عجیب و غریب سکہ جس پر عربی حروف کندہ ہیں۔ سکوں کے طالبعلموں کے درمیان بہت زیر بحث رہا ہے۔ اور یہ عام طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ دنیا کی عجیب سے عجیب چیزوں میں سے یہ ایک چیز ہے۔ بہت سے رسالے اور مضامین اس سکہ اور اس کی اصلیت پر لکھے گئے ہیں۔ اور اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات لوگوں میں پائے جاتے رہے ہیں۔ ۲۵ نومبر ۱۸۴۲ء میں پیرس کے رہنے والے ایڈرین ڈی لانگ پریئر نے ایک مضمون اس سکہ پر لنڈن نیومس میٹک سوسائٹی کے سامنے پڑھا۔ اسی سوسائٹی کے سامنے مسٹر جے۔ وائی۔ ایکرمین نے ایک مضمون ۲۴۔ مارچ ۱۸۴۲ء کو پڑھا جس میں اس سکہ کے مضروب ہونے پر بحث کی گئی ہے۔ مسٹر ہربرٹ اے گروبر نے ۱۸۹۹ء میں برطانیہ کلاں اور آئرلینڈ کے برٹش میوزیم کے سکوں پر ایک رسالہ میں اس سکے کا بھی ذکر کیا ہے۔ لیکن کنین نے ۱۸۸۴ء میں کتاب گولڈ کوئنس آف انگلینڈ میں صفحہ ۱۱ و ۱۲ میں اس سکہ کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کتاب کی ابتداء میں اسکی تصویر بھی دی ہے۔

اسی سکہ پر برٹش نیومس میٹک سوسائٹی کے پریزیڈنٹ کارلین برٹن نے ایک مفصل اور نہایت دلچسپ مضمون لکھا تھا۔ اور حال میں ہی یعنے ۱۹۱۴ء میں ایک اعلےٰ درجہ کا مضمون مسٹر جے۔ ایلن۔ ایم۔ اے نے لکھا ہے۔

ان مختلف اصحاب نے جو کچھ بحث اس سکہ پر کی ہے اور جن مختلف نتائج پر وہ پہنچے ہیں۔ اور ایسا ہی بعض اور لوگوں نے جن کے نام ایسے مشہور نہیں جو کچھ اس سکہ کے متعلق لکھا ہے۔ ان سب تحقیقاتوں کا نتیجہ ذیل کے چار عنوانوں کے ماتحت آتا ہے یعنی ان میں سے ایک ایک رائے کی تائید ان مختلف مضمون نویسوں نے کی ہے۔

اول۔ کہ شاہ آفا مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اس نے اپنے اسلام کا اعلان سکوں پر کلمہ توحید کا اقرار کر کے کیا

دوئم۔ کہ آفا کو ان عربی الفاظ یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

قادیانی فریق کی تعریف نبوت جو مندرجہ حقیقۃ النبوت ہے کی حقیقت

جن لوگوں نے میاں صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ کو بغور مطالعہ کیا ہے اور تعصب کو بالائے طاق رکھ کر پڑھا ہے وہ اُمید ہے ضرور اس نتیجہ پر پہنچے ہونگے کہ اس تقریبًا ۳۰۰ صفحہ کی کتاب کا دارومدار اسی تعریف نبوت پر ہے جو جناب میاں صاحب نے بہت سی کوشش کے بعد خاص طور پر وضع فرمائی۔ اگر وہ تعریف بالفاظ میاں صاحب بھی تعریف کہلانے کے قابل پائی جاوے تو اُمید ہے وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ نے قلب سلیم اور فطرت سعید عطا فرمائی ہے جلد اس کورانہ تقلید کو چھوڑ کر رہ راست پر قدم مارنے کی جرأت دکھاوینگے۔

میاں صاحب نے جس طریق اور دلائل سے یہ تعریف نبوت کی ہے وہ صفحہ ۵۲ سے لے کر صفحہ ۸۵ کتاب حقیقۃ النبوت میں تحریر ہیں۔ ان صفحات پر میاں صاحب نے تمام اقسام نبوت کو لے کر خوب کاٹ چھانٹ فرمائی ہے۔ اور بعض خصوصیات براہ راست وغیرہ کو الگ کر کے یہ تعریف نبوت قائم کی ہے۔

(۱) کہ وہ نبی کہلا سکتا ہے جو امور غیبیہ پر اطلاع پاوے۔

(۲) وہ امور مہمہ کے متعلق جو انذار اور تبشیر کے متعلق ہوں خبر دے۔

(۳) اُس کا نام خدا تعالیٰ نبی رکھے

(یہ تعریف صفحہ ۶۳ سطور ۱۴ تا ۱۶ اپر لکھی ہے)

ساتھ ہی تحریر فرماتے ہیں کہ "ان کے علاوہ اور کوئی شرط نہیں جو شرائط میں سے کہی جاوے بلکہ اور خاصے ہیں یعنی ایسی باتیں ہیں جنہیں شرائط نہیں کہا جا سکتا اور وہ نفس نبوت سے متعلق نہیں ہیں بلکہ بعض خاصہ غیر شاملہ ہیں۔ اور ضروری نہیں کہ ہر نبی میں پائے جائیں۔ مثلاً یہ شریعت لانا ایک خصوصیت ہے جو بعض نبیوں کو حاصل ہے۔ بعض کو نہیں پس اسے نبوت کی شرائط میں سے نہیں قرار دے سکتے۔ کیوں اس طرح بہت سے نبیوں کو نبوت سے معزول کرنا پڑے گا۔ یہ ایک خصوصیت ہے جو بعض نبیوں کو حاصل تھی اسی طرح بعض اور خصوصیات ہوتی ہیں جو بعض حالات کی مجبوری کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ ورنہ وہ اصل میں کوئی شے نہیں ہوتیں)

اُسی حوالہ سے ظاہر ہوگا کہ میاں صاحب کو اس تعریف پر کس قدر وثوق ہے اور تعریف اور خصوصیات میں کیا فرق ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اگر مجوزہ تعریف بھی ایک خصوصیت ثابت ہو وے تو وہ تعریف کہلانے کی مستحق نہیں ہوگی۔ اور پھر کوئی اور تعریف کرنی پڑیگی۔ اس کے آگے صفحہ ۸۷ پر میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ درحقیقت آیت لا یظھر علی غیبہ میں ان شرائط کا مفہوم آجاتا ہے جو میں نے اوپر بیان کی ہیں اور ان تینوں شرطوں کو ایک ہی شرط بھی قرار دے سکتے ہیں (یعنی ایک میں تین اور تین میں ایک کیا عجیب مسئلہ تثلیث ہے جس مسئلہ کے حل کے لئے صرف میاں صاحب کی ضرورت تھی) لیکن چونکہ ہر ایک شخص کی سمجھ ایسی تیز نہیں ہوتی کہ وہ خود باریک باتوں کا استخراج کرے اس لئے میں نے ہر ایک شخص کو سمجھانے کے لئے تینوں باتوں کو الگ الگ بیان کر دیا ہے۔ تا ہر شخص کو سمجھنے میں دقت نہو۔ ورنہ لا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کی آیت میں غلبہ علی الغیب کے بھی یہ معنے قرار دیئے ہیں کہ وہ اخبار انذار و تبشیر اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اور آیت الا مبشرین ومنذرین درحقیقت کوئی الگ شرائط نہیں لگائی گئیں بلکہ اسی آیۃ کی تفسیر ہیں اور نبی کا نام خدا تعالیٰ کی طرف سے رکھا جانا بھی اس آیت سے ثابت ہے۔ کیونکہ غیر نبی پر تو اللہ تعالیٰ کثرت سے غائب ظاہر کرتا ہی نہیں۔ جیسا کہ آیت مذکورہ بالا سے ثابت ہے۔ اور جبکہ اللہ تعالیٰ رسول کو رسلہ میں اپنی طرف نسبت دیتا ہے تو یہ بات ثابت ہے کہ نام بھی وہ خود ہی رکھتا ہے۔ ورنہ دوسرے اشخاص کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں شخص اب اس درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ پس کثرت سے اظہار امور غیبیہ کا ہونا ایک ایسی شرط ہے جو درحقیقت ایک ہی شرط نبوت ہے۔ اور دوسری دونوں شرطیں اس کی تشریح ہیں۔ اس سارے حوالہ کا ماحصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے نزدیک دراصل نبوت بالفاظ دیگر کثرت اظہار امور غیبیہ کا نام ہے۔ اور اس تعریف کا دارومدار آیۃ لا یظھر علی غیبہ پر قائم کیا گیا ہے۔ یہاں تک نبوت کی تعریف بالفاظ میاں صاحب قائم کر کے اب میں یہ دکھلانا چاہتا ہوں کہ یہ تعریف جو اتنی کاٹ چھانٹ کے بعد وضع کی گئی ہے یہی ایک جامع تعریف نہیں بلکہ یہ خصوصیات نبوت میں سے ایک خصوصیت ہے۔ اس جگہ یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی چیز کی تعریف ہمیشہ اُن حالات کے ماتحت کیجاتی ہے جو اس چیز کے تمام اجزاء کو شامل ہو تاکہ اُس کی وسعت میں وہ تمام جنس سما سکے اور یہ بھی قابل عرض ہے کہ کسی چیز کی تعریف ہمیشہ اُس کے اجزاء اور حالات کے بعد ہوا کرتی ہے یا یوں کہو کہ وہ اجزاء اور حالات ایک مادہ ہے جس سے وہ تعریف پیدا ہوتی ہے یا یوں کہو کہ وہ تعریف نچوڑ ہے سابقہ حالات کا کسی چیز کے جو اُس چیز کے تمام حالات پر حاوی ہو۔ وہ چیز جس کی تعریف کرنی مطلوب ہو ہمیشہ مقدم اور وجود تعریف مابعد ہوگا۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ میاں صاحب کی یہ تعریف فی الواقع تعریف نبوت کہلانے کی مستحق ہے اور جملہ انبیاء پر یہ تعریف حاوی ہے اور کیا یہ تعریف جملہ انبیاء کے حالات کو مدنظر رکھ کر وضع کی گئی ہے۔ اگر یہ تعریف اس اصول پر پوری اُترے تو میاں صاحب کو اس تعریف پر بجا طور پر ناز ہونا چاہیئے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ یہ تعریف تعریف کہلانے کی مستحق نہیں محض ایک گورکھ دھندا ہے۔

اس قدر عرض کرنے کے بعد کہ یہ تعریف لفظ تعریف میں داخل ہے یا یہی ایک خصوصیت ہے؟ عرض ہے کہ اس بات کا حل اسی آیۃ میں موجود ہے اس آیت میں غور کرنے سے مندرجہ ذیل باتیں نکل سکتی ہیں۔

(۱) علم غیب تمام بنی نوع انسان میں سے صرف رسولوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۲) الفاظ من رسلہ صاف بتلا رہا ہے کہ رسولوں میں سے بھی بعض رسولوں کو من ارتضیٰ کے ماتحت چن لیا جاتا ہے

(۳) بعض رسول ایسے بھی ہوتے ہیں جو باوصف اس نعمت سے مخصوص ہونے کے بھی رسول ہیں۔

(۴) یہ شرط نبوت سے لازم وملزوم نہیں۔ اس جگہ شاید من بیانیہ وتبعیضیہ کا سوال بھی اُٹھے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ اس کا جواب ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء میں موجود ہے اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کل رسولوں کو اس نعمت سے مخصوص کرنے کی نفی فرمائی ہے۔ اور ظاہر فرمایا ہے کہ یہ انتخاب (اظہار علی الغیب) اس کی مشیت کے ماتحت ہے۔ اور وہ مجبور نہیں کہ جس شخص کو نبی بنا دے ضرور اُسے علم غیب بھی عطا کرے۔ ان ہر دو

آیات سے یہ نتیجہ نکلا کہ اظہار علی الغیب رسولوں میں سے بعض کے لئے ایک خصوصیت ہے فی نفسہ نبوت نہیں اور بنا براں میاں صاحب کی تعریف نبوت بھی غلط ہے کیونکہ میاں صاحب نے خصوصیات نبوت اور شرائط نبوت کو الگ الگ تسلیم کر لیا ہے اب سوال ہو سکتا ہے کہ جب اظہار علی الغیب والی شرط بھی ایک خصوصیت ہی ثابت ہو گئی تو میاں صاحب کی تعریف نبوت کیونکر قائم رہ سکتی ہے۔ اور کیا بقول میاں صاحب اس تعریف کو خود ایک خصوصیت مان کر بعض انبیاء کو معزول نہیں کرنا پڑیگا۔ میاں صاحب کے فصیح البیان اور معتمد ایڈیٹر اکمل صاحب نے رسالہ تشحیذ الاذہان بابتہ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء صفحات ۲۴ تا ۲۶ پر ان آیات سے جو اعتراض پیدا ہوتے ہیں ان کے جواب دینے میں بہت ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو اجر مناسب سے ماجور کرے سو وہ جواب کہاں تک جواب معقول کہلانے کا مستحق ہے۔ خود اس جواب کے پڑھنے والوں پر واضح ہوا ہوگا پہلے شق نمبر ۱ صفحہ نمبر ۲۵ میں تسلیم کرتے ہوئے کہ بعض رسولوں کو اظہار علی الغیب نہیں دیا گیا فرماتے ہیں "چلو ہم نے تسلیم کیا۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ جن میں یہ صفت پائی جاتی ہے وہ تو بہرحال برگزیدہ رسل ہیں۔ دوسری شق میں فرماتے ہیں کہ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ بعض رسولوں پر اظہار علی الغیب نہیں ہوا اور پھر وہ رسول بھی تھے یہ حضرت صاحب کے عقائد کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت صاحب کتاب حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱ میں فرماتے ہیں کہ جس میں کثرت مکالمہ ومخاطبہ واظہار امور غیبیہ متحقق نہ ہو وہ نبی کا نام پانیکا مستحق نہیں۔ مگر کوئی اس نادان سے پوچھے کہ اگر یہ حضرت صاحب عقیدہ ہی نہ تھا تو آپ نے شق نمبر ۱ میں اس کو کیوں تسلیم کیا۔ اور پھر یہ نتیجہ کیوں کر نکل آیا کہ ایک غیر لازمی شرط نبوت والا شخص لازمی طور پر نبی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ صاحب محض دفع الوقتی سے کام لینے کے عادی ہیں جب ایک امر میں لاجواب ہو جاتے ہیں تو جھٹ دوسرا پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ میاں اکمل صاحب سے جواب نہیں بن پڑا اور حق نمک حلالی نہیں ادا کرسکے غرض جواب دینے سے رہے۔ بیچارے اُن کے دام اُفتادہ معتقدین کو مجال دم زدنی ہی نہیں افسوس کہ یہ لوگ کدھر جا رہے ہیں۔ اے اسیران بے پر تمھارا خدا حافظ باد

اس قفس سے آپ کی رہائی صرف اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ آیت لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا الخ کے ماتحت اپنی عقل خداداد سے کام لے کر تحقیق کے لئے کوشش کریں ورنہ یاد رہے ؎

گر ہمیں مکتب است وایں ملاں
کار طفلاں تمام خواہد شد

راقم ایک واقف از ملوث

ہمارا نبی محمد مصطفےٰ صلعم ہی نہ کہ مسیح موعود

امرتسر میں مولوی غلام رسول راجیکی نے عربی میں ایک اشتہار شایع کیا ہے جسمیں غیر احمدی علماء پر اپنی اتمام حجت کا ذکر کرتے ہوئے انکی دعوت مناظرہ کی قبولیت کا اعلان کیا ہے۔ اور آخر میں مسیح موعود کو "نبینا المسیح الموعود" یعنی ہمارا نبی مسیح موعود۔ کہکر پکارا ہے۔ ہم نہیں جانتے۔ کہ کسی مسلمان کیلئے یہ کہاں تک جائز ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی اور شخص کو "ہمارا نبی" کہکر پکارے۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ خود وہ شخص جسے ہمارا نبی کہا گیا ہے بار بار اپنے آپکو نہیں بلکہ حضرت ختمی مآب محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس خطاب سے یاد کرتا ہو اور حقیقت الوحی کے ص ۱۳۶ کو پڑھکر دیکھو جہاں حضرت اقدس کے یہ لفظ موجود ہیں کہ:-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض پیشگوئیوں میں خدا کرکے پکارا گیا ہے"۔

اب بتاؤ یہاں حضرت مسیح موعود کس کو "ہمارا نبی" کہکر پکارتے ہیں۔ اور کس کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں۔ کہ اسے "بعض پیشگوئیوں میں خدا کرکے پکارا گیا ہے"۔ آیا اپنے متعلق یہ کہہ رہے ہیں یا آنحضرت صلعم کے متعلق۔ پھر اسی حقیقۃ الوحی کے ضمیمہ بنام الاستفتاء ص ۱۶ پر "رسولنا المصطفےٰ" کہکر اور بھی تصریح کردی ہے۔ پھر تعجب ہے۔ کہ مولوی غلام رسول صاحب نے کیونکر اور کس حکم کے مطابق مسیح موعود کو "ہمارا نبی"، کہدیا۔ "ہمارا نبی" کا لفظ تو اس قدر خطرناک لفظ ہے۔ کہ اگر یہ صحیح ہو تو نبوت محمدیہ صلعم کا زمانہ معاذ اللہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور مسیح موعود کا زمانہ اسکی جگہ شروع ہو جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ وقت کا نبی اب مسیح موعود ہے۔ نہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ حالانکہ یہ نہ صرف قرآن وحدیث کے ہی صریح خلاف ہے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود کا اپنا ارشاد بھی اس کے بالکل مخالف ہے۔ اسی حقیقۃ الوحی کے ص ۱۲۴ پر آپ فرماتے ہیں۔ کہ

"یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ کہ وہ امر جس کا نام توحید ہے۔ اور جو مدار نجات ہے۔ اور جو شیطانی توحید سے ایک علیحدہ امر ہے۔ وہ بجز اس کے کہ وقت کے نبی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا جائے۔ اور ان کی اطاعت کی جائے میسر نہیں آسکتا"۔

پس جب یہ ایک مسلم بات ہے۔ کہ "وقت کے نبی" صرف آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ تو پھر آپ کے بجائے کسی اور کو "ہمارا نبی" یا نبینا کہکر پکارنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کیا مولوی صاحب ہمیں بتائیں گے۔ کہ ان کے یہ لفظ حضرت مسیح موعود کے متذکرہ صدر الفاظ کی موجودگی میں کیسے جائز ٹھہر سکتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود کو وقت کا نبی مانکر اسلام کا کیا کچھ باقی رہ جاتا ہے ✚

کیوں کھلے طور پر ظہیر کے مرید نہیں بن جاتے

یوں تو میاں صاحب اور انکے مریدین نے ظہیر الدین کے قدم بہ قدم رکھنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے اور کر رہے ہیں لیکن افسوس یہ ہے کہ کھلم کھلا اس بات کا اظہار نہیں کرتے کہ جو کچھ ظہیر الدین کہتا ہے۔ وہ درست ہے۔ اور کہیں بھی کیسے۔ یہاں تو گدی درہم برہم ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ پہلے ہی دن سے اس بارہ میں بہت کچھ سوچ بچار سے کام لیکر آہستہ آہستہ اس کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں اور جلدی سے انہوں نے اپنے اصل عقائد کا اعلان نہیں کر دیا۔ پہلے تو حضرت صاحب کو غیر صاحب کتاب نبی کہتے رہے۔ اور اب تک کہے چلے جاتے ہیں۔ لیکن اب کچھ کچھ دبی زبان سے آپکو صاحب کتاب بھی کہنے لگے ہیں۔ اور چونکہ نبوت سوائے اسکے ہو نہیں سکتی۔ کہ ایک نیا کلمہ اور نیا قبلہ بھی تجویز کیا جائے۔ (جو کہ ظہیر الدین نے پہلے ہی دن تراش لیا تھا۔) اس لئے اب اسطرف بھی آہستہ آہستہ آنے لگے ہیں۔ مولوی غلام رسول کے اسی محولہ بالا عربی اشتہار کے آخر میں یہ لفظ لکھے ہیں:-

وآخر دعوانا ان الحمد للہ الذی صدقنا
وعدہ ووعد رسولہ المصطفیٰ وانزل
فینا مسیحا موعودا وبعث فینا مهدیا
معهودا فآمنا بہ واتبعنا ونشهد
انہ صادق من عند اللہ ونشهد انہ
نبی اللہ ورسولہ المجتبیٰ۔

ترجمہ اسکا یہ ہے۔ اور آخر میں ہم پکارتے ہیں کہ تمام محامد اسی اللہ کے لئے ہی ہیں۔ جسنے اپنے وعدہ اور اپنے رسول مصطفےٰ کا وعدہ سچا کیا اور ہم میں نازل کیا مسیح موعود کو اور مبعوث فرمایا ہم میں مہدی معہود کو پس ہم ایمان لائے ساتھ اسکے اور اسکی متابعت اختیار کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ وہ سچا ہے اور اللہ کیطرف سے ہے اور گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کا نبی اور اسکا برگزیدہ رسول ہے ان آخری خط کشیدہ الفاظ میں مولوی غلام رسول نے اس حقیقت الامر کا اظہار کر دیا ہے جسکا ہمنے اوپر ذکر کر دیا تھا۔ اس سارے اشتہار میں کہیں بھی مولوی صاحب کے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

در دلم جوشد ثنائے سرورے	آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۷ روپے
ششماہی ۴ روپے
سہ ماہی ۲ روپے
ماہوار ۹ آنے۔ طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ [illegible] لاہور سہ شنبہ ۸ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۱ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۱

حاجی خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی گجرات میں

گذشتہ ۹۔ اپریل کی اشاعت میں "اخبار احمدیہ" کی ذیل میں گجرات کے جلسہ کی نہایت مختصر روئداد دی جاچکی ہے۔ اس کے بعد گجرات سے ذیل کی روئداد موصول ہوئی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے (ایڈیٹر)

اسلامی دنیا کے مشہور و معروف اور فصیح و بلیغ لکچرر مندرجہ عنوان خواجہ صاحب حال ہی میں بمقام گوجرانوالہ اور جہلم کی پبلک کو اپنے بے نظیر مواعظ حسنہ سے مستفیض کر چکے تھے اس لئے یہ مناسب نہ تھا کہ گجرات جو مذکورہ بالا شہروں کے راستہ میں پڑتا ہے محروم رہجاتا اس لئے چند احباب کی درخواست پر خواجہ صاحب موصوف ۲۔ اپریل سنہ ۱۹۱۵ء کو گجرات تشریف لائے رؤسا و معززین اہل گجرات نے جن میں خان بہادر خان صاحب۔ ای۔ اے سی آنریری مجسٹریٹ۔ بیرسٹر۔ وکیل۔ اور دیگر شرفاء تھے ریلوے سٹیشن پر خواجہ صاحب کا خیر مقدم کیا اور ہر ایک نے پھولوں کے ہار ان کے زیب گلو اور گلدستے نذر کئے۔ پروسیشن بازار کلاں گجرات سے گذرتا ہوا پرانے گورنمنٹ ہائی سکول تک پہنچا۔ اور مہمان لوگ شیخ عظمت اللہ صاحب و شیخ کرامت اللہ صاحب کی کوٹھی پر فروکش ہوئے۔

اسی روز پرانے گورنمنٹ ہائی سکول کے احاطہ میں جو فرش فروش۔ میز کرسیوں۔ دریوں۔ شامیانوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ دو لیکچر ہوئے۔ پہلا اڑھائی بجے دن سے ۶ بجے تک اور دوسرا شام کے ۸½ بجے سے لیکر ۱۲ بجے رات تک ان اجلاسوں میں صداقت اسلام اور حقایق و معارف قرآن کریم پر لیکچر ہوئے تیسری اور چوتھی تاریخ کو ۸ بجے شام سے ۱۲ بجے رات تک ضرورت نبی آخر الزمان رسالت اور خاتمیت اور اشاعت اسلام انگلستان پر وعظ کرتے رہے۔

ہر ایک اجلاس میں خلقت کا جو ہجوم ہزارہا ان گنت اور بے حساب تھا جس میں ہر ایک مذہب۔ فرقہ۔ اور جماعت کے احباب اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ تک شامل ہوتے رہے۔ بلکہ اکثر احباب مضافات۔ مثلاً وزیر آباد۔ جلال پور جٹاں کنجاہ اور شادیوال سے بھی جلسہ میں شامل ہوکر فائدہ اٹھاتے رہے۔ ہر ایک اجلاس کے اوائل میں سید عمر شاہ صاحب اور مولوی امام الدین صاحب قرآن خوانی کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد خواجہ صاحب اپنی فطری فصاحت و بلاغت اور حقایق و معارف کے دریا بہاتے تھے۔ اور حاضرین کی خاموشی کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک عالم سنسان دکھائی دیتا تھا۔ الغرض یہ تین دن و رات گجرات میں کمال دلچسپی اور اخلاص و محبت میں گذرے۔ ۵۔ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کو خواجہ صاحب نے گجرات کو الوداع کہا اور معززین شہر نے ریلوے اسٹیشن تک ان سے مشائیعت کی۔

اس موقعہ پر جو شیخ عظمت اللہ صاحب آنریری مجسٹریٹ نے لوازمات مہمانداری ادا کئے اور شیخ غلام حیدر پیر قمر الدین گورنمنٹ پنشنر اور دیگر احباب نے اسلامک ریویو کے ایک سو خریدار دینے کا وعدہ کیا وہ قابل تحسین و آفرین ہیں۔ راقم ایک نامہ نگار

الاستفتا کے عنوان سے آجکی اشاعت میں مولانا محمد عبد اللہ خاں صاحب پروفیسر مہندر کالج پٹیالہ کا ایک مضمون شائع کیا جاتا ہے جس میں انھوں نے بعض اکابران ملت احمدیہ و محمودیہ سے ایک امر ضروری کے متعلق فتویٰ طلب کیا ہے ہمیں امید ہے کہ کوئی دانشور انسان اس مضمون کو پڑھ کر صحیح راستہ کو پالینے سے رہ نہ جائیگا فی الحقیقت یہ مضمون جماعت کے موجودہ تنازعات میں حق اور باطل کو ایک دوسرے سے ممیز کردینے والا ہے

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب آج گوجرانوالہ لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ غالباً کل پیر کی شام تک دو تین لیکچر وہاں دیں گے +

جناب حکیم مرہم عیسےٰ صاحب آجکل بدوملہی میں ہیں۔ آپ کے مواعیظ حسنہ سے متاثر ہوکر وہاں ۵ نئے احمدی ہوئے اور میاں صاحب کے مریدین میں سے تین نے عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان کیا۔ ایسا ہی سیالکوٹ میں ایک احمدی ہوا۔ تفصیل آگے آئے گی +

لاہور چھاؤنی میں بھی گذشتہ اتوار احمدیوں اور محمودیوں کا جو مباحثہ درپیش تھا۔ اس میں بھی مرہم عیسیٰ ہی کو بفضل خدا کامیابی ہوئی۔ اور ان مخلص احمدیوں نے جنہوں نے محمودیت سے توبہ کی تھی۔ اور انہیں ورغلانے کے لئے لاہوری محمودیوں کا وفد وہاں پہنچا تھا صاف طور پر کہہ دیا۔ کہ مرہم عیسےٰ کا جواب کسی سے بن نہیں سکا۔ حکیم صاحب نے شروع سے ہی فریق مخالف سے اس کے عقائد متعلقہ نبوت لکھوائے تھے۔ اور خود اپنے عقائد بھی لکھدئے تھے۔ اور بفضل خدا جو کچھ لکھا تھا۔ اُسے ثابت کرکے دکھایا لیکن فریق ثانی سوائے شور و غل مچانے کے اور کچھ بھی کر نہ سکا اور انہوں نے یہ تحریر لکھکر دی تھی کہ

"(۱) ہم حضرت مسیح موعودؑ کو خدا کی اصطلاح میں نبیوں کی اصطلاح میں۔ قرآن کی اصطلاح میں لغوی اور حقیقی معنوں میں نبی مانتے ہیں۔ (۲) حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقی نبی کی جو اصطلاح خود قائم کی ہے۔ اس اصطلاح کے رو سے آپ مجازی نبی تھے۔

(۳) آپ یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت ظلی تھی۔ یعنی آنحضرت صلعم کی توسط اور روحانی فیض سے تھی۔ آنحضرت صلعم سے کوئی الگ یا علیحدہ نہیں تھی۔ لیکن چونکہ اب میں بلحاظ نفس نبوت تمام شرائط نبوت کامل طور پر منعکس تھیں۔ اس لئے آپ کی نبوت باوجود ظلی ہونے کے کامل تھی +

(۴) حضرت اقدس کی تحریریں ہمارے لئے حجت ہیں۔ سوائے اس کے جس کو آپ نے خود منسوخ فرمادیا۔ اور حضرت اقدس کی تحریریں قرآن و حدیث صحیحہ کے متضاد یا مخالف نہیں ہوسکتیں + (محمد سعید بقلم خود)"

اسے بالکل ثابت نہ کرسکے۔ حکیم صاحب کی تحریر حسب ذیل ہے:-

ہم حضرت مرزا صاحب کو ملہم من اللہ مامور من اللہ۔ مجدد الوقت مسیح موعودؑ۔ امام مہدی آخرالزمان یقین کرتے ہیں اور آپکی تمام تحریروں کو صحیح یقین کرتے ہیں۔ اور قرآن اور حدیث کے بعد آپ کی تحریروں کو مستند سمجھتے ہیں۔ ہم آپ کو نبیوں جیسا نبی نہیں مانتے اور بعد نبی کریم کے کسی کو خاتم النبیین۔ یعنے نبیوں کے ختم کرنے والا یقین نہیں کرتے۔ اور شریعت اسلام جو معنے نبی کے کرتی ہے۔ اس معنے کے رو سے ہم مرزا صاحب کو ہرگز نبی نہیں مانتے +۔ دستخط محمد حسین مرہم عیسےٰ۔

اللہ تعالےٰ حکیم صاحب کی ہمت اور علم وفضل میں اور بھی اضافہ فرمائے اور خدمات دین کی اور زیادہ توفیق دے۔ آمین!

فہرست نو مبائعین بدوملہی۔ جو حکیم صاحب کی وساطت سے حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔ (۱) میاں عبدالحکیم صاحب۔ (۲) میاں نور محمد صاحب۔ (۳) میاں غلام حیدر صاحب۔ (۴) حکیم محمد عبداللہ صاحب۔ (۵) چوہدری احمد بخش صاحب

سیالکوٹ سے بھی ماسٹر عامدین صاحب حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے +

جنگ یورپ

برٹش محاذ۔ لنڈن ۵ اپریل۔ برٹش اعلان ظاہر کرتا ہے کہ کل رات ہم نے لولوج کے نزدیک سرنگیں اڑائیں اور ایک گیلری کو مسمار کیا۔ اور پرانی غاروں میں نصب کی ہوئی چوکیوں کو تباہ کردیا۔ آج ہم نے بوا دے گربینز کے نزدیک ایک استحکام پر موثر گولہ باری کی۔ سینٹ ایلوئی کے گرد و نواح میں دشمن کے توپ خانہ نے سرگرمی ظاہر کی۔ ہمارے بھاری توپ خانہ نے پیرس سینٹ جولین روڈ کے شمال میں کامیاب گولہ باری کی۔ اور دشمن کی خندقوں کا بہت نقصان کیا۔ اور کئی دھماکے ہوئے۔

روسی مہم۔ لنڈن ۶ اپریل۔ پٹروگریڈ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ ساحل بحیرہ اسود پر ترکوں نے کروزر برسلا کی مدد سے روسی دائیں پہلو پر حملہ کیا۔ ترک شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ روسیوں نے اسی علاقہ میں دشمن کے مرکز پر حملہ کیا۔ اور چند مورچوں پر قبضہ کرلیا۔ ترک اپر چوروک کے پہاڑی مورچوں سے ایک سلسلہ پر سے بھی نکال دئے گئے ڈونیا میں برف ٹوٹ رہی ہے۔ خبر ملی ہے کہ بابرا نوونشا کے مشرق میں زیپلن نمودار ہوئے۔ بارنوپول کے مغرب کی طرف گلیشیا میں دشمن کی ایک بھاری فوج نے جارحانہ روش اختیار کی لیکن سنگینوں کی مار سے پسپا کی گئی۔ کئی آدمی ہلاک ہوئے +

ناکہ بندی کو مزید سخت کیا جارہا۔ لنڈن ۵ اپریل۔ ہوس آف کامنز میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ رابرٹ سسل نے اعلان کیا کہ مزید ممنوعہ اشیاء کی فہرست بہت جلد شائع کی جائیگی +

اطالوی محاذ۔ لنڈن ۵ اپریل۔ روما سٹرالیکوکٹ۔ میدان جنگ سے واپس آگئے ہیں۔ آپ کی آمد پر بڑا پرجوش استقبال کیا گیا۔ آپ نے اطالوی اخبارات کو پیغام ارسال کیا ہے۔ جس میں اطالوی فوج کی بےنظیر بہادری اور جرأت کی تعریف کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ وہ سخت تکالیف میں شاندار کامیابی کیساتھ لڑ رہی ہے۔ آپ نے بتلایا کہ اب میں ہمیشہ کی نسبت زیادہ مطمئن ہوگیا ہوں کہ آخری فتح اٹلی اور اتحادیوں کی ہوگی +

آسٹرویوں کو شکست۔ لنڈن ۶ اپریل۔ روما۔ ایک اعلان مظہر ہے۔ کہ تمام محاذ پر حسب معمول توپخانہ سرگرمی دکھارہا ہے۔ رودشکو غل پر ایک شدید آسٹرین حملہ بڑی خونریزی سے پسپا کیا گیا۔ ہوائی جہازوں نے ویرونا پر حملہ کرنے کی کوشش کی لیکن پسپا کئے گئے۔ لبا نو پر چند بم گرائے گئے۔ جس سے دو بچے ہلاک ہوئے۔ لوئر اسو نزو اور گراڈو پر کئے حملے پسپا کئے گئے +

وزیر جنگ میدان جنگ کو۔ لنڈن ۵ اپریل۔ روما۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جنرل ڈوبیلی وزیر جنگ میدان جنگ کو جانے کے لئے اپنے عہدے سے مستعفی ہوگیا ہے۔ جنرل مارون اسکی جگہ مقرر ہوگا۔

مزید آدمیوں کی طلبی۔ لنڈن ۵ اپریل۔ روما۔ ۲۰ سال کی عمر کے آدمیوں کو ایک اعلان کے ذریعہ متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ سال رواں میں خدمات سرانجام دینے کے لئے تیار رہیں اس میں یہ بھی حکم دیا گیا ہے جو ۱۸۸۴ء ۱۸۸۵ء اور ۱۸۹۵ء میں طبی طور پر نامنظور کئے گئے تھے ان کا پھر امتحان لیا جائیگا

میکسیکو کی لڑائی۔ لنڈن ۵ اپریل۔ نیویارک۔ دو صد امریکن سپاہیوں رسالہ نے ولا کے دو صد ہمراہیوں کو یکم اپریل کو آکر اس میں شکست دی۔ ۳۰ آدمی مارے گئے۔ امریکنوں کا کوئی نقصان جان نہیں ہوا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

ہندوستان میں مرتدین کے احکام

(از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب
ایدہ اللہ بنصرہ)

(گزشتہ سے پیوستہ)

موجودہ حکام ارتداد کے نقائص

اب جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اسے مد نظر رکھ کر ہندوستان کی حالت پر غور کرو۔ ظاہر ہے کہ ہندوستان میں مرتد پر حکم قتل جاری نہیں ہو سکتا۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . . . . اور نہ ہی در اصل وہ حالات یہاں موجود ہیں جن کی بنا پر نہ صرف قرآن وحدیث کے مطابق بلکہ اصول کتب فقہ کے مطابق بھی مرتد پر حکم قتل جاری ہوتا تھا۔ پس جو حقوق حکم قتل کے نتیجے کے طور پر زائل ہوتے تھے وہ بھی یہاں زائل نہیں ہو سکتے۔ بالفاظ دیگر اگر انگریزی عدالتیں جو ہندوستان میں قائم ہیں ایک شخص کو جو اسلام سے مرتد ہو کر کسی دوسرے مذہب کو قبول کرتا ہے سزائے قتل کا مستحق قرار نہیں دیتیں۔ تو انھیں یہ بھی حق حاصل نہیں کہ اس کے ارتداد کو دوسرے حقوق کے زائل کرنے میں موثر سمجھیں۔ کیونکہ جس بنا پر متقدمین نے مرتد کے دوسرے حقوق کو زائل کیا تھا وہ بنا اس جگہ موجود نہیں۔ اس جگہ گورنمنٹ نہ تو مرتد پر واقعی حکم قتل جاری کر سکتی ہے اور نہ ہی اسے قانونی طور پر کالمیّت قرار دے سکتی ہے اور جب یہ دونوں صورتیں موجود نہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر کس بنا پر اس کے حقوق زوجیت کو سلب کیا جاتا ہے۔ پس محض ارتداد یا تبدیلی مذہب حقوق زوجیت پر بذاتہ کچھ اثر نہیں ڈال سکتی۔ بلکہ اس کا اثر ایک اور رنگ میں پڑ سکتا ہے۔ اور وہ اس طرح پر کہ اسلامی شریعت کے رو سے ایک مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم سے جائز نہیں۔ اور اسی طرح ایک مسلمان مرد کا نکاح کسی غیر مسلم عورت سے جائز نہیں۔ بشرطیکہ وہ عورت ان دو [illegible]

مسلموں میں سے نہ ہو جن پر اہل کتاب کا لفظ اطلاق پا سکتا ہے۔ پس اس اصل کی بنا پر ارتداد کے وقت یہ دیکھا جائیگا کہ اگر خاوند نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا تو اس کا نکاح اس کی مسلمان بی بی سے باقی نہیں رہ سکتا۔ اور اگر عورت نے اپنا مذہب تبدیل کیا ہے تو پھر یہ دیکھنا ضروری ہوگا کہ نیا مذہب جو اس نے اختیار کیا ہے وہ اہل کتاب کے مفہوم میں داخل تو نہیں اگر ہے تو نکاح نہیں ٹوٹا اور اگر نہیں تو نکاح ٹوٹ جائیگا ہاں ہماری رائے میں اس صورت میں یعنی بصورت ارتداد زوجین کے حقوق متعلق بہ حفاظت اولاد پر ایک اثر پڑیگا اور وہ یہ کہ جو فریق مرتد ہوا ہے وہ کسی صورت میں اولاد کا جائز ولی شریعت اسلامی کی رو سے نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نکاح شریعت اسلامی کے نیچے ہوا ہے۔ اور اگر وہ نکاح بعد الزوجین کی تبدیلی مذہب سے فسخ ہو گیا ہے تو وہ اولاد جو شریعت اسلامی کے مطابق نکاح سے پیدا ہوئی ہے اس کی ولایت بھی اس شریعت کی رو سے ہوگی۔ پس یہ وہ قانون ہے جس کے مطابق انگریزی عدالتیں بروئے انصاف اس وقت فیصلہ کر سکتی ہیں اور ایسا قانون نہ صرف مسلمانوں کی موجودہ حالت کے مطابق ہی ہوگا۔ بلکہ شریعت اسلامی کے اصول کے مطابق اور اصل احکام شرعی کے بھی زیادہ قریب ہوگا بہ نسبت ان احکام کے جو کتب فقہ میں مرتدین کے متعلق درج ہیں اور جو اسلامی دنیا کی موجودہ حالت میں کسی ملک میں بھی قابل عملدرآمد نہیں۔ بہرحال جہاں تک ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں کو مجبوراً ان احکام کے ماتحت کرنا جو اس وقت وضع کئے گئے تھے جبکہ سلطنت اسلام کی تھی تقاضائے انصاف نہیں ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انگریزی عدالتیں صرف اسی حد تک شریعت اسلامی پر کاربند ہو سکتی ہیں جس حد تک ان کے اپنے قوانین انھیں اجازت دیں۔ اور اس لئے وہ مجبور ہیں کہ بعض احکام کی پابندی کریں اور بعض کو چھوڑ دیں۔ اس حد تک کوئی شخص عدالت کو ملزم نہیں کر سکتا۔ مگر مرتدین کے احکام کی صورت بالکل الگ ہے۔ اس جگہ انگریزی عدالتوں نے اس وجہ کو تسلیم نہیں کیا جس وجہ سے مرتد کے حقوق ملکیت کو کتب فقہ نے زائل کیا تھا۔ اگر جو نتائج اس سے پیدا ہوتے ہیں ان [illegible] حد تک [illegible] ایک عدالت [illegible] نے کہا ہے اس کی تشریح اگلے پرچے میں کرونگا۔ یہاں ضروری خیال کیا ہے کہ اس کے خلاف کو خلاف شریعت اسلامی سمجھا جاتا ہے۔ اگر مرتد کے حقوق

ملکیت کے زائل ہونے اور اس پر حکم قتل جاری ہونے میں کتب فقہ میں کوئی تعلق نہ دکھایا جاتا اور اس بات کو تسلیم نہ کیا جاتا کہ حکم قتل کے جاری ہونے کی وجہ سے ہی حقوق زائل ہوتے ہیں۔ تو انگریزی عدالتیں حکم قتل کو رد کر کے حقوق کے زائل ہونے کو قائم رکھ سکتی تھیں۔ مگر جس صورت کو اوپر کھول کر دکھایا گیا ہے اس صورت میں وجہ کا انکار کر کے نتیجہ کو قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ لیکن انگریزی عدالتوں کے رویہ میں سب سے عجیب بات جو ہے وہ یہ ہے کہ ایک طرف تو کتب فقہ کے احکام پر جو متعلق بہ حقوق زوجیت ہیں اس قدر زور دیا جاتا ہے اور دوسری طرف انہی احکام کا باقی تمام قسم کے حقوق پر کچھ بھی اثر نہیں سمجھا جاتا سب سے بڑی بات جس پر کتب فقہ نے زور دیا ہے وہ حقوق ملکیت کا زائل ہونا ہے چنانچہ کسی کتاب کو کھول کر دیکھ لو حکم قتل کے بعد اسی بات پر زور دیا گیا ہے اور اسی کے متعلق زیادہ بحث کی گئی ہے۔ کیونکہ اس میں شک نہیں کہ مرتد کو قانونی طور پر مردہ کے حکم میں رکھنے کا پہلا لازمی نتیجہ یہی تھا کہ اس کے حقوق ملکیت زائل سمجھے جاویں اب حالانکہ انگریزی عدالتیں مسلمانوں میں اسلامی قانون وراثت کے مطابق ہی فیصلہ کرتی ہیں مگر مرتد کے لئے جو قانون وراثت اسلام نے قرار دیا ہے اس کی خاک بھی پرواہ نہیں کی جاتی۔ اور نہ ہی مرتد کے حقوق ملکیت کو زائل کر دیا جاتا ہے اگر عدالتیں کتب فقہ کے سارے احکام کو سوائے قتل کے جائز رکھتیں تو بھی کسی قدر قرین انصاف ہوتا۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ ان سارے احکام میں سے ایک نکاح کے فسخ ہونے کو ہی قائم رکھا گیا ہے۔ اس امتیاز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کتب فقہ کے احکام کے مطابق مرتد کی کل جائداد فوراً اس کے وارثوں کا حق ہو جاتی ہے اور ایسا ہی مرتد کسی کا وارث نہیں ہو سکتا۔ پھر باوجود اس کے کہ شریعت اسلام کے احکام وراثت کے مقدمات میں لگائے جاتے ہیں۔ مرتد کی وراثت یا اس کے حقوق وراثت میں احکام متعلقہ کو بے اثر خیال کیا جاتا ہے۔ اور آ جا کر صرف اس ایک بات پر زور دیا جاتا ہے کہ مرتد کے حقوق وفرائض زوجیت باقی نہیں رہتے اصل منشاء احکام مرتدین کا تو اس کو سزا دینا تھا مگر انگریزی عدالتیں سزا کی بجائے اسے کچھ فائدہ پہنچانے کے لئے تیار ہیں۔ کیونکہ حقوق زوجیت کا زائل ہونا تو الگ بات تھی یہاں تو زوجین کے فرائض سے آزادی دی جاتی ہے۔ اور اصل جو عملدرآمد انگریزی عدالتوں کا ہے وہ حقوق کا زائل کرنا نہیں بلکہ حقوق کا دینا ہے۔ مثلاً ایک عورت مرتد ہو کر اپنے خاوند

سے گویا طلاق حاصل کر لیتی ہے۔ جو اس کو کسی اور طرح نہ مل سکتی تھی۔ اس کا بگڑا کچھ نہیں۔ کوئی حق زائل نہیں ہوا۔ بلکہ اس کو ایک یہ فائدہ یا حق حاصل ہو گیا کہ ایک شخص کی قید نکاح سے آزاد ہو کر اب کسی دوسرے سے نکاح کرنے کی حقدار ہو گئی۔ اگر یہ کہا جائے جیسا کہ مقدمہ زیر بحث میں ججوں نے کہا ہے کہ اگر یہ مسلمانوں پر سختی ہے تو اس کا الزام خود شریعت اسلامی یا احکام مندرجہ کتب فقہ پر ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے۔ اسلامی شریعت یا احکام مندرجہ کتب فقہ کے منشاء کو دیکھنا چاہیئے کہ آیا اُن کا منشاء مرتد کے لئے سزا تجویز کرنے کا تھا یا اُس کو کچھ فائدہ پہنچانے کا۔ پس جس صورت میں انگریزی عدالتیں اس بات کو جائز سمجھتی ہیں کہ شریعت اسلامی میں اس قدر تصرف کریں کہ جس قدر امور متعلق سزا کے یا حقوق ملکیت وغیرہ کے زائل ہونے کے تھے ان کو رد کر دیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ مرتد کے فائدہ کی صورت کو باقی رکھ لیں۔؟ وہ کونسا امر مانع ہے کہ اس قدر بڑے حصّہ کو رد کر کے اس ایک چھوٹی سی بات کو باقی چھوڑ دیا جاوے جس سے ارتداد میں روک پیدا ہونے کی بجائے الٹا ایک تحریک موجود ہے۔ بفرض محال ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ انگریزی عدالتوں کے نزدیک حقوق ملکیت وغیرہ کا زائل ہونا حکم قتل کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ یہ دونوں الگ الگ باتیں ہیں۔ مگر فاضل ججوں نے اس امر پر کوئی روشنی نہیں ڈالی کہ حقوق مرتد کو زائل کرتے کرتے اُنھوں نے مسلمانوں کے حقوق کو تلف کرنا کس بنا پر شروع کیا ہے مثلاً زوجین میں سے جب خاوند مسلمان رہتا ہے اور عورت مرتد ہوتی ہے تو عورت کے ارتداد کا نتیجہ انگریزی عدالتوں کے رویہ کے مطابق یہ ہوا کہ عورت کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا حق بھی زائل نہ ہوا۔ بلکہ اس کے خاوند کا حق بھی زائل ہوا۔ کہ اس کی عورت اس سے چھین لی گئی۔ کیا یہ بھی کسی کتاب فقہ میں لکھا ہوا ہے کہ مرتدہ کا کوئی حق زائل نہ ہو۔ بلکہ عورت کے ارتداد کی سزا اس کے مسلمان خاوند کو ملے۔ ہم حیران ہیں کہ فاضل ججوں نے کیا سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے؟

مختصراً ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ کس انصاف کس قانون کس شریعت کی رو سے انگریزی عدالتیں شریعت اسلامی کے سارے احکام متعلقہ مرتدین منسوخ قرار دے کر ایک نکاح پر ارتداد کا اثر ڈالنے کی مجاز ہیں۔ اور وہ بھی اس طرح پر کہ ارتداد کی سزا مرتد کو نہ ملے بلکہ ایک دوسرے بے گناہ شخص کے حقوق زائل کئے جاویں۔ اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں دیا جاویگا کہ انگریزی عدالتوں کا آج تک ہندوستان میں یہی عملدرآمد رہا ہے کہ اُنھوں نے تمام احکام شرعیہ متعلقہ مرتدین مندرجہ کتب فقہ کو رد کر کے صرف ایک نکاح پر ارتداد کے اثر کو جائز قرار دیا ہے۔ اور کہ اب وہ اپنے پرانے رویہ کو بدل نہیں سکتیں۔ مگر اس کو بھی بفرض محال تسلیم کر کے ہم کہینگے کہ جس صورت میں خود مسلمانوں میں اس امر میں اختلاف موجود ہے کہ آیا عورت کے ارتداد کا نتیجہ وہی ہوتا ہے یا نہیں جیسا مرد کے ارتداد سے تو اس صورت میں انگریزی عدالتوں کا یہ فرض ہے کہ وہ دیکھیں کہ اختلافی راؤں میں سے کونسی رائے اس ملک کے حالات کے زیادہ مناسب ہے۔

اس مقدمہ میں جس کا ذکر میں نے ابتداء میں کیا ہے فاضل ججان چیف کورٹ نے فیصلہ دیتے وقت خود اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ اس معاملہ میں فقہا کے درمیان اختلاف موجود ہے۔ مگر اس اختلاف پر غور کرنے سے یا کم از کم مقابل کی رائے کو وقعت دینے سے دو وجوہ پر انکار کیا ہے اول یہ کہ عورت کے ارتداد اور مرد کے ارتداد سے حقوق زوجیت پر ایک ساہی اثر واقع ہونے کی رائے غالب ہے۔ یعنی زیادہ لوگوں نے قبول کی ہے بہ نسبت اس کی بالمقابل رائے کے اور کہ خود امام ابو حنیفہؒ کی بھی یہی رائے ہے اور دوسرے یہ کہ عدالت میں یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ ہندوستان میں حنفی مسلمان مقابل رائے کو تسلیم کرتے ہیں اور کہ انگریزی عدالتوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ فیصلہ کریں کہ قانون کیا ہونا چاہیئے۔ بلکہ اُنھوں نے قانون کو صرف واقعات پیش آمدہ پر لگانا ہے۔ جیسا کہ وہ قانون ملک میں مروج ہو۔ ان میں سے پہلی وجہ بالکل کمزور ہے۔ زیادہ آدمیوں کے ایک رائے کو قبول کرنے سے کسی عقلمند کے نزدیک اس کی صحت پر ایسی مہر نہیں لگ جاتی کہ اس کی مقابل رائے پر کوئی غور ہی نہ کیا جاوے۔ علاوہ ازیں جس اصل کو قائم کر کے وہ رائے قائم کی گئی ہے جس پر چیف کورٹ نے عمل کیا ہے وہ اصل خود دوسری رائے کا مؤید ہے۔ جیسا کہ ہم اوپر دکھا چکے ہیں مخالف راؤں میں سے ایک ضرور ہے۔ کہ غلط ہو۔ اور یہ فیصلہ کرنے کے لئے کہ غلط کونسی ہے۔ اس سے بڑھ کر قطعی فیصلہ کوئی نہیں ہو سکتا کہ جس اصول کو دونوں فریقوں نے قبول کیا ہے اس کے رو سے کونسی رائے غلط ٹھہرتی ہے۔ سو اگر اس راہ پر چلکر فاضل ججان چیف کورٹ فیصلہ کرتے تو وہ ضرور اس نتیجہ پر پہنچتے جس کو اب اُنھوں نے اپنے فیصلہ میں رد کیا ہے مگر اُنھوں نے ہماری رائے میں ایک غلط راہ کو اختیار کیا۔ یعنی رائے دینے والوں کی تعداد کی کمی و بیشی پر اس کا فیصلہ کیا۔

دوسری وجہ کہ عدالت میں یہ ثابت نہیں کیا گیا کہ ہندوستان کے علماء دونوں مخالف راؤں میں سے کس رائے کو قبول کرتے ہیں اس پہلو سے کمزور ہے کہ ایسے اختلاف اور بے اطمینانی کی صورت میں جہاں قیاس ہو سکتا تھا کہ ممکن ہے کہ ہندوستان کے علمائے اسلام مقابل کی رائے کو ہی صحیح مانتے ہوں چیف کورٹ کا فرض تھا کہ فیصلہ دینے سے پہلے اس کے متعلق شہادتیں اور فتوے لیتی یہ قیاس کر لینا کہ جو کچھ فتاوئ عالمگیری میں لکھا گیا ہے وہی صحیح ہے اور اس کے برخلاف ہند کے مسلمان علمائے کوئی رائے نہیں رکھ سکتے۔ بالکل غلط ہے۔ چنانچہ اس معاملہ میں لاہور کی ایک انجمن بنام انجمن مستشار العلماء نے چیف کورٹ کے فیصلہ کے خلاف فتوی دیا ہے اور دوسری رائے کو ہی تسلیم کیا ہے بہرحال اگر فریقین سے یہ غلطی ہو گئی کہ اُنھوں نے خود علماء کے فتوے حاصل کر کے پیش نہیں کئے تو بھی چیف کورٹ کا یہ فرض تھا کہ پوری تحقیق کرنے کے بعد کوئی فیصلہ دیا جاتا۔ جب عدالت کے علم میں یہ بات آ چکی تھی کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے تو ضروری تھا کہ علماء ہند کی رائے دیکھی جاتی کہ وہ کس طرف کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ کہنا کہ اس سے پہلے فیصلے اس کے مؤید ہیں ایک غلطی کی تائید میں دوسری غلطی کو پیش کرنا ہے تعجب ہے کہ مسلمان اس فیصلے پر شور مچا رہے ہیں۔ حالانکہ چیف کورٹ کی رائے میں ہندوستان کے مسلمانوں کے نزدیک یہی رائے مسلم ہے۔

ایسے اختلاف کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ قانون کی اصلیت تک پہنچنے کی ضرورت نہیں معقول بات نہیں۔ ضروری تھا کہ خواہ ایک طرف رائے کا غلبہ ہی تھا (اور اختلاف کی صورت میں ایک نہ ایک طرف غلبہ ہوگا ہی) صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مسئلہ کی اصلیت دریافت کی جاتی اور یہ بھی دیکھا جاتا کہ کونسی رائے حالات موجودہ کے ماتحت اس قوم کے لئے جس کے لئے قانون بنایا جاتا ہے انصاف اور نرمی کا پہلو لئے ہوئے ہے۔ یہ اعتراض کہ عورت اور مرد کے ارتداد سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان میں فرق کرنا عورتوں پر ایک گونہ ظلم

ہے کسی وقعت کے قابل نہیں۔ تمام قوموں اور ملکوں میں خاوند کو ایک قسم کا اختیار عورت پر دیا گیا ہے اور ان کے متعلق جو قوانین ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ فرق نظر آتا ہے۔ مثلاً انگلستان میں بھی اگر عورت زنا کرے تو خاوند طلاق کے لئے دعویٰ کر سکتا ہے۔ مگر خاوند کے صرف زنا کی وجہ پر عورت طلاق کے لئے نالش نہیں کر سکتی۔ پس ایسے فرق جب موجود ہیں تو اسلامی شریعت پر اس وجہ پر اعتراض کرنا کسی طرح درست نہیں ہو سکتا۔

چیف کورٹ کا فیصلہ ایک ایسا دروازہ کھولتا ہے جس سے اہل اسلام کی مشکلات بے حد بڑھ جاتی ہیں۔ مثلاً زنا کے مقدمہ میں ایک عورت کہہ سکتی ہے کہ اس نے مذہب بدل لیا ہوا ہے۔ ایسا ہی اغوا کے مقدموں میں بھی یہی جواب ہو سکتا ہے۔ اور بازدعوے کے مقدموں میں تو ایسے جواب کی صحت کا خود چیف کورٹ نے فیصلہ کر دیا ہے۔ مسلمان گھروں کے لئے کونسی امن کی صورت باقی ہے۔ کیا فیصلہ کرتے وقت فاضل ججان چیف کورٹ کا یہ فرض نہ تھا کہ وہ غور کرتے کہ وہ ایک قوم کو کن مشکلات میں ڈال رہے ہیں۔ اور کس طرح ان کے گھروں کے امن کو خطرہ میں ڈال رہے ہیں۔ ایسے مقدمات اس فیصلے کے بعد اور بھی ہوتے ہیں اور چیف کورٹ کے فیصلہ نے بہت سی ناجائز کارروائیوں کی جرأت بعض لوگوں کو دلا دی ہے

تبدیل مذہب کے معاملہ میں چیف کورٹ کو یہ خیال رکھنا ضروری تھا کہ ایسا قانون نہ بنایا جائے کہ تبدیل مذہب حقوق کے تلف کرنے کے لئے بہانہ ہو جائے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ایسے مقدمات کے پھر عدالتوں تک پہنچنے پر اس فیصلہ کی اصلاح کی جاوے گی یا گورنمنٹ ہند اپنی مجلس واضع آئین و قوانین کے ذریعہ سے اس فیصلے کی غلطی کا علاج کر کے مسلمانوں پر احسان کریگی۔

نبی اور ولی پر نزول جبرئیل کی مختلف کیفیات

فتوحات مکیہ باب ۳۶۴ میں حضرت فرماتے ہیں کہ ملک نبی اور ولی دونوں پر نزول کرتا ہے لیکن کیفیت نزول سے دونوں میں فرق ہے۔ نزول وعدم نزول سے فرق نہیں کیفیت نزول یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین پر بالذات وہ نزول کرتے ہیں اور اولیاء اللہ پر بالتبع نبی ان امور کو سمجھانے کے لئے جو نبی لایا ہے لیکن فہم و ادراک میں نہیں آتے (یعنی وہ امور قبل از نزول انجیل ...)

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

تحریف وید

نمبر ۳

سلسلہ کیلئے دیکھو اخبار مورخہ ۱۶ سنہ ۱۹۱۷ء

اس سے پیشتر کسی قدر حوالے آرین ویدوں اور سناتنی ویدوں کے باہمی اختلاف کے ہدیہ ناظرین کر چکا ہوں جو مکاشفات ۲۲ سطر ۱۴ سے ظاہر ہے کہ وید ایک عظیم الشان درخت تھا جس کی ۱۱۳۱ شاخیں تھیں۔ بلکہ مصنف مہابھاشیہ کے نزدیک ۱۱۳۱- اس قدر ضخیم کتاب جس کے اکثر حصص دنیا سے نابود ہو گئے ہیں کیونکر محفوظ رہ سکتی تھی بالخصوص اس وقت ان کا الہام ہونا جبکہ دنیا میں فن تحریر و کاغذ ایجاد نہ ہوا تھا ہندوستان میں چوتھی صدی قبل مسیح سے پہلے تحریر اور کاغذ کا نشان نہیں ملتا سب سے پہلی ہندی تحریر مہاراجہ اشوک کے کتبے ہیں جو سلوکس یونانی کا ہمعصر تھا جسکا زمانہ سلطنت (۲۵۹) (۲۲۲) قبل مسیح ہے۔ میگستھینز سفیر سلوکس نے سچ کہا کہ "ہندی لکھنا نہیں جانتے" (انڈیا پروفیسر میکس مولر)

غرضیکہ حفاظت نہ ہو سکنے کے سبب ویدوں کا درخت خشک ہونا شروع ہو گیا- آج ایک شاخ ٹوٹی تو کل دوسری- موجودہ وید اس درخت کی ایک ننھی سی ڈالی ہے۔ موجودہ ڈالی بھی اصل درخت کی نہیں بلکہ یہ ان مصنوعی ڈالیوں میں سے ہے جو ویدوں کی گم شدگی کے بعد روایت کے طور پر جمع کئے گئے۔ چنانچہ یجروید کی نسبت برہم بھاشیہ میں بحوالہ شت پتھ براہمن منقول ہے کہ بیاس جی نے لوگوں پر رحم کر کے لوگوں کے فہم ناقص ہو جانے کے سبب ویدوں کے چار حصے رگ یجر سام اتھرو کئے اور پیل وشمپاین جیمنی سومنت چار شاگردوں کو سکھا دیئے- چنانچہ برہمنوں کی چار ذاتیں اس پر شاہد ہیں (۱) ویدی (ایک حصہ وید والے) دوبے (دوسرے حصے والے) تواری (تیسرے حصے وید والے) چوبے (چوتھے حصہ وید والے) ویدی- دویدی- ترویدی اور چترویدی بھی مشہور ہیں- انھوں نے اپنے شاگردوں کو پڑھایا- پرمیشور کی مرضی یا گرو کی جی کے دل سے یجروید اتر گیا اور غلط ملط پڑھنے لگے- آخر نادم ہو کر سوریہ دیوتا کے عرض کی- انھوں نے دوسرا یجروید صحیح منتروں والا عطا فرمایا اور یا گولکیہ جی نے جا ڈالا- گردھی کنو وغیرہ شاگردوں کو پڑھا کر پھیلایا برہم بھاشیہ صفحہ- اس لئے ویدوں کی وہ عزت جو زمانہ گذشتہ میں ویدوں کی تھی نہ رہی ...

مرقوم ہے کہ "جب چاروں ویدوں کو ایک پلہ میں اور مہابھارت کو دوسرے پلہ میں رکھ کر دیوتا کے پیش کیا گیا تو دیوتاؤں نے مہابھارت کے بھاری ہونے کا فتویٰ دیا- جو کوئی مہابھارت کا ایک حصہ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں- مہابھارت آسمان پر تالیف ہوئی اور دیوتاؤں نے بطور اپنے دین کے زمین پر بھیجا"

سام وید بہت تھوڑے سے تغیر کے ساتھ رگ وید سے ماخوذ ہے کثیر حصہ منتروں کا رگوید سے بجنسہ اس میں درج ہے۔

اتھرو وید کی نسبت نفی فیصلہ ہے کہ وہ ہرگز ہرگز انگرا رشی پر نازل نہیں ہوا- پنڈت دیانند جی نے انگرا رشی کو اتھرو وید ملہم ثابت کرنے کے لئے فضول کوشش کی ہے ایک بھی ایسا حوالہ موجود نہیں ہے۔

(باقی باقی)

لفظ رشی کی تحقیق

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ لفظ رشی جو آجکل دیانند جی کے نام کے پہلے لکھا جاتا ہے- کسیقدر تشریح کی جاوے- واضح ہو کہ رشی کی تعریف منوجی مہاراج نے رشی منتر درشٹا کی ہے- یعنی رشی وہ ہوتا ہے جو منتر کو دیکھے- مگر یہ الفاظ تشریح طلب ہیں- کہ کیا ایک منتر دیکھ لینے سے کوئی شخص رشی ہو جاتا ہے- یا وید پڑھ لینے سے رشی کا خطاب پانے کا مستحق ہو جاتا ہے کیا وید بھاشیہ لکھنے سے رشی بن جاتا ہے سناتن اصطلاح بتلاتی ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں- بلکہ رشی کا لقب پانے کا مستحق وہ ہوتا ہے جو گیان (علم) کو براہ راست خدا سے پائے اور وہ دنیا کے کسی معلم کا شرمندۂ احسان نہ ہو- چنانچہ منوجی کے اس معیار کی رو سے گذشتہ زمانہ میں وہی رشی کہلائے جو اس تعریف سے متصف تھے- کپل رشی تھے کناد رشی تھے- ملہمان وید رشی کہلائے مگر اس تعریف کی رو سے پنڈت دیانند مہرشی تو کجا رشی بھی نہیں کہلا سکتے- ہاں اگر آریہ سماج پنڈت صاحب کو رشی سمجھتی ہے تو اس کا سبب بھی پنڈت جی نے خود ہی بتلا دیا ہے یعنی وہ چونکہ تم نے رشی منیوں کو نہیں دیکھا ہے پس مجھ کو رشی کہہ رہے ہو ورنہ اگر ویاس- جیمنی وغیرہ کا زمانہ ہوتا تو میرے برابر کی لیاقت والے کو معمولی پنڈت بھی مشکل سے سمجھا جاتا- (عبدالحق ودیارتھی)

ایک پرانے انگریز بادشاہ کا توحید الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار

(گذشتہ سے پیوستہ)

ایڈیٹر صاحب اشاعت اسلام کا ضروری نوٹ

شاہ آفا کا سکہ واقعی دنیا کی عجیب چیزوں میں سے ایک ہے۔ اس کے متعلق جن چار نتائج پر عیسائی محقق پہنچے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ شاہ آفا درحقیقت مسلمان ہو گیا تھا۔ اور اسلام کے اعلان کیلئے ہی انہوں نے یہ سکہ اس طرز پر مضروب کرایا اور اس پر کلمہ شہادت اور آیات قرآنی کندہ کرائیں۔ قبل اس کے کہ میں ان اعتراضات پر غور کروں جو اس نتیجہ کو ماننے سے لازم آتے ہیں باقی تین نتائج کے متعلق چند الفاظ لکھنے کی ضرورت سمجھتا ہوں نتیجہ نمبر۲ کا مؤید ایڈورڈ دی لانگ پیریر ساکن پیرس ہے۔ اور اس امر کی تائید میں اس نے پانچ اور سکے جو مختلف عیسائی ممالک میں مضروب ہوئے پیش کئے ہیں۔ مگر یہ پانچ سکے ہرگز اس نتیجہ کی تائید نہیں کرتے۔ سب سے اول یہ امر غور طلب ہے کہ اگر عربی زبان کوئی مردہ زبان ہوتی جسکا بولنے والا کوئی دنیا پر ہوتا اور نہ ہی اس کا لٹریچر پھیلا ہوا ہوتا تو یہ بات ممکن تھی۔ کہ عربی کے حروف کا ایک بادشاہ اور اسکے تمام عملے کو پتہ نہ لگتا اور یہ بھی معلوم نہ ہوتا۔ کہ کسی زبان کے حروف ہیں یا محض بیل بوٹے ہیں۔ مگر اس زمانہ میں جس کا یہ سکہ ہے۔ اسلامی حکومت اپنے پورے عروج پر تھی۔ اور چونکہ بیت المقدس کے زائرین کثرت کے ساتھ بیت المقدس میں آتے جاتے تھے۔ اس لئے اُن کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات بھی تھے۔ عربی زبان نہ صرف عرب کی ہی زبان تھی۔ بلکہ جہاں جہاں مسلمانوں کی حکومت پہنچی وہاں عربی زبان بہت جگہ تو عام آبادی کی زبان بن گئی تھی۔ اور بعض جگہ سارے دفاتر قوانین وغیرہ کے عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے وہاں کی علمی زبان عربی ہی بن چکی تھی۔ اس لئے یہ خیال کرنا کہ [illegible] ہجری میں اپنی اسلامی حکومت کے قائم ہونے کے ڈیڑھ سو سال پیچھے انگلستان کا ایک بادشاہ اور اسکے سارے وزراء و علماء و فضلاء اور اسکی سلطنت کے [illegible] بیت المقدس میں جاتے اور مسلمانوں کو [illegible]

کرتے تھے۔ عربی زبان سے ایسے ناواقف تھے کہ وہ اس قدر بھی نہ پہچان سکتے تھے۔ کہ یہ عربی کے حروف ہیں یا کوئی بیل بوٹا اور بے معنی نقش ہیں۔ ایک ایسی بات ہے۔ جسکو ایک لحظہ کے لئے بھی کوئی عقلمند انسان تسلیم نہیں کر سکتا۔ پس یہ نتیجہ بالکل بعید از قیاس ہے۔ اور ان مثالوں سے جو مسٹر لانگ پیریر نے دی ہیں۔ اس نتیجہ کی کوئی تائید نہیں ہوتی۔ پہلی مثال یہ ہے کہ کیسٹائل کے عیسائی بادشاہ الفانزو ہشتم نے ایک سکہ مضروب کیا تھا۔ جس پر کچھ عربی عبارت تھی مگر وہ عربی عبارت صاف طور پر عیسائی مذہب کی مؤید ہے۔ چنانچہ ایک طرف کی عبارت خود اس مضمون نویس نے حسب ذیل بتائی ہے:۔ الامام البیعة المسیحیة الباب الف باسم الاب والابن والروح القدس اللہ واحد وغیرہ۔ یعنی عیسائی کلیسا کا امام پوپ الف۔ باپ اور بیٹے اور روح القدس خدائے واحد کے نام سے۔ اور دوسری طرف کی عربی عبارت کا ترجمہ حسب ذیل ہے "کیتھولکوں کا امیر الفانزو ابن سانچو۔ اللہ اس کی مدد اور حفاظت کرے" اب اس سکہ کو جس پر عیسائی مذہب کا صاف اقرار موجود ہے۔ اس شہادت میں پیش کرنا کہ اس زمانہ میں بغیر معنے جاننے کے عیسائی بادشاہ عربی عبارت کو بے معنی نقش سمجھکر نقل کر دیا کرتے تھے۔ کسقدر بودا پن ہے۔ کیا اس کو کوئی شخص دلیل کہہ سکتا ہے۔ اس سے تو صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ عربی عبارت عیسائی بادشاہ نے اپنے حسب منشا کندہ کرائی۔ باقی مثالیں جو فاضل مضمون نویس نے دی ہیں۔ وہ بھی اسی قسم کی ہیں۔ یعنی محض عربی عبارت کا سکوں پر ہونا بطور ایک دلیل کے پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ سوال عربی حروف اور عبارت کا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اس کا مفہوم کیا ہے۔ اگر باقی سکوں میں عربی عبارتوں کا مفہوم عیسائیت کی تائید میں ہے۔ تو اس سے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ وہ لوگ جنہوں نے ایسے سکے مضروب کئے وہ معنے سمجھتے تھے۔ اور اپنے حسب منشاء انہوں نے عربی عبارتیں سکوں پر منقش کرائیں۔ ان بقیہ چار سکوں میں سے دو تو وہ ہیں۔ جو صلیبی جنگوں میں بمقام سینٹ جین دی ایکر مضروب کئے گئے۔ اور اُن کی غرض ہی عربی بولنے والے ممالک میں ان سکوں کا چلانا تھا۔ تیسرا سکہ بھی صلیبی جنگوں کے تعلق میں [illegible] مضروب ہوا۔ چوتھا سسلی میں [illegible] ثانی کے وقت کے قریب مضروب ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ [illegible] مسلمانوں کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس لئے اگر [illegible] سلطنت مسلمانوں

کے زیر اثر ہو کر نقل کے طور پر کوئی سکہ مضروب کر دیا ہو تو اس کو شاہ آفا کے سکہ سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

تیسری رائے یہ ہے۔ کہ شاہ آفا نے ان لوگوں کے لئے یہ سکہ مضروب کرایا ہو۔ جو بیت المقدس کی زیارت کے لئے انگلستان سے جاتے ہوں۔ یہ بھی بعید از قیاس ہے۔ اور نہ اس کی کوئی مثال تاریخ میں ملتی ہے۔ اگر یہ رسم عیسائی ممالک میں ہوتی تو عام رسم ہونی چاہئے تھی۔ اور جب دوسرے ممالک کے لوگوں کو ایسی کوئی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تو شاہ آفا کی سلطنت کے جو چند آدمی جاتے ہونگے ان کے لئے ایسی کیا ضرورت پیش آئی تھی۔

چوتھی رائے بھی قابل قبول نہیں۔ پوپ کو بھیجنے کے لئے خاص سکہ بنوانا ایک بے معنی بات ہے انگلستان کے اور سارے یورپ کے بادشاہ پوپ کو روپیہ بھیجتے تھے۔ شاہ آفا کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ صرف ۳۶۵ سالانہ مہروں کے لئے ایک خاص سکہ مضروب کراتا۔ اور پھر سالہا سال تک یہی سکہ برابر پوپ کے خزانے میں رہے۔ مگر وہاں کسی کو یہ بھی پتہ نہ لگے۔ کہ اس سکہ پر کیا لکھا ہوا ہے۔ مانا کہ اس زمانہ میں عیسائی بہت جاہل تھے۔ مگر اس کے لئے تو ایسے علم کی ضرورت نہ تھی۔ پھر بالخصوص یہ عجیب بات ہے۔ کہ نہ سارے انگلستان میں کسی شخص کو معلوم ہوا کہ اس سکہ پر کیا لکھا ہوا ہے۔ اور نہ ہی اٹلی کے ملک میں جسکے تعلقات مشرقی ممالک کے ساتھ بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اور رات دن کی لوگوں کی آمد و رفت تھی اور اسلامی بادشاہوں کیساتھ خط و کتابت بھی ہوگی۔ بلکہ یہ تو ممکن ہے کہ انگلستان جیسے دور پڑے ہوئے ملک میں عام طور پر لوگوں کو یہ پتہ نہ ہو کہ عربی عبارت کیا ہے۔ اور اسکا مفہوم کیا۔ مگر اٹلی والوں کا اسکے معنے سے بے خبر ہونا کسی طرح قابل تسلیم نہیں۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ باوجود علم ہونے کے پوپ ایک ایسے سکہ کو قبول کرتا جائے جس پر نہ صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت کا اقرار ہی موجود ہے۔ بلکہ ساتھ ہی یہ عظیم الشان پیشگوئی بھی موجود ہے کہ اسلام آخر کار کل مذاہب پر غالب ہوگا۔ اور سب مذاہب کو کھا جائے گا۔ عیسائیت تو اُس زمانہ میں اسلام سے بڑھ کر کسی کو اپنا دشمن نہ سمجھے۔ اور عیسائیت کے ہی مرکز میں مسیح کی گدی پر بیٹھنے والے کے گھر یہ سکہ سالہا سال پہنچتا رہے۔ جس کا مطلب یہ ہو کہ آخر عیسائیت پر اسلام غالب آ جائے گا۔

.... (باقیماندہ)

اختلاف میں ایک اہم سوال حضرت مسیح موعودؑ کے مرتبہ اور صفات کے متعلق بھی ہے تو پھر موجودہ اختلاف کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے اختلاف کا انتظار کرنا تحصیل حاصل اور لغو امر ہے۔ ہاں یہ بات قرین قیاس ہے کہ ان دونوں فریقوں میں سے جو فریق ضالین کی طرف کچھ قدم بڑھا رہا ہے وہ کسی آئندہ زمانہ میں اس سے زیادہ مشابہت بہ نصاریٰ پیدا کرے۔ مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ ضالین کے قدم پر چلنے والا گروہ اب پیدا ہو چکا ہے۔ اور ضرور ان دونوں فریقوں میں سے ایک فریق ہے۔

پس اب میرا تمام جماعت احمدیہ سے عموماً اور مندرجہ ذیل حضرات سے خصوصاً یہ استفتا اور التماس ہے کہ وہ براہ مہربانی دونوں فریقوں کے خیالات و معتقدات کا موازنہ کرکے اور خدا تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھکر یہ فتویٰ دیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر منقولہ بالا کے مطابق کونسا گروہ ضالین کی طرف جا رہا ہے۔ اور اُن سے ایک گونہ مماثلت حاصل کر چکا ہے۔ اگرچہ یہ میرا سوال تمام سمجھدار اور پڑھے لکھے احمدیوں سے ہے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ بعض بزرگوں کے اسمائے گرامی ذیل میں لکھتا ہوں۔ اور خدا کا واسطہ دے کر اُن سے التجا کرتا ہوں کہ میرے اس استفتا کا جواب بدلائل موجہ جو احمدی لٹریچر کا خاصہ ہونا چاہئے پندرہ روز تک میرے نام عنایت فرماویں۔ بینوا توجروا۔

امید ہے کہ جس طرح ہمارے احمدی بزرگوں نے مغضوب علیہم گروہ کی تعیین کرنے میں تفقہ فی الدین سے کام لیکر اپنی ذات کو اور دوسرے لوگوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی ہے اور عنداللہ ماجور ٹھہرے ہیں۔ اسی طرح اب بھی وہ خشیۃ اللہ سے اور تقویٰ سے کام لیکر ضالین گروہ کی تعیین کرکے مخلوق خدا پر احسان کریں گے۔ کیونکہ بہت سے احمدی میرے خیال میں اب تک دونوں فریقوں کی نسبت حسن ظن رکھتے ہیں۔ اور قوت فیصلہ کی کمزوری کی وجہ سے اس تعیین سے قاصر ہیں۔ ہماری جماعت کا یہ پہلا فرض ہے کہ اس کے بزرگ ایسے لوگوں کی سچے دل سے ہمدردی کریں۔ اور عنداللہ ماجور ٹھہریں۔

بالآخر میری یہ بھی التماس ہے کہ جواب دیتے وقت ثبوت چہارگانہ متذکرہ بالا و بالخصوص حضرت صاحب کی تحریر مندرجہ بالا کو مدنظر رکھکر اور اُسی کے حدود کے اندر جواب لکھا جائے۔ غیر متعلق باتیں نہ لکھی جائیں۔

میں اس استفتاء کی ایک نقل حضرت صاحبزادہ کی خدمت میں بغرض اشاعت بذریعہ اخبار الفضل قادیان اور ایک نقل حضرت مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں بغرض اشاعت بذریعہ اخبار پیغام صلح لاہور بھیجتا ہوں۔ تاکہ دونوں فریقوں کے بزرگوں تک میری یہ آواز پہنچ سکے اور وہ جواب دے سکیں۔ والسلام مع الاکرام۔

(اسمائے گرامی یہ ہیں)

(۱) حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی۔
(۲) حضرت مولانا مولوی سید سرور شاہ صاحب قادیان۔
(۳) حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکے۔ لاہور۔
(۴) حضرت مولانا حافظ روشن علی صاحب قادیان۔
(۵) حضرت مولانا مولوی شیر علی صاحب بی اے قادیان۔
(۶) حضرت مولانا مفتی محمد صادق صاحب قادیان۔
(۷) حضرت سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹ۔
(۸) حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی لاہور۔
(۹) حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹ۔
(۱۰) حضرت مولانا مولوی غلام حسن صاحب سب رجسٹرار پشاور۔
(۱۱) حضرت مولانا مولوی نذیر علی صاحب پشاور۔
(۱۲) حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس لاہور۔
(۱۳) حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس لاہور۔
(۱۴) حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کیمل پور۔
. . . .
. . . .

المستفتی

محمد عبداللہ خان احمدی اسسٹنٹ پروفیسر عربی مہندرہ کالج پٹیالہ۔ مورخہ ۷ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء ......

محمودی عقائد سے بیزاری کا اظہار

ہم حضرت مرزا صاحب کو پیغمبر اور نبی نہیں مانتے ہاں ہم حضرت مرزا صاحب کو مجدد الوقت ملہم من اللہ۔ مامور من اللہ۔ امام مہدی آخرالزمان اور مسیح موعودؑ ضرور جانتے ہیں۔ اور سوائے اُن لوگوں کے جو حضرت مرزا صاحب کو کافر اور مفتری کہتے ہیں۔ دنیا جہان کے اور کسی مسلمان کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتے۔ اور اسمہٗ احمد کی بشارت کا بھی حقیقی مصداق صرف حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی یقین کرتے ہیں۔ اور حضرت اقدس مرزا صاحب کو آیت اسمہٗ احمد کا مصداق ہرگز نہیں جانتے۔

محمد عبداللہ بقلم خود　　　امام الدین بقلم خود
غلام محمد احمدی بقلم خود　　　ساکنان بدوملہی - ضلع سیالکوٹ۔

خطاب بنفس

خبردار ہشیار ہو اے عزیز کہ دنیا کی لالچ میں کھو مت تمیز
نہ اس دارِ فانی سے دل تو لگا ✦ یہاں لذتوں میں سکھ سو بلا
اگر کان دل کے تو رکھے کھلے ✦ تو اپنی قبر سے صدا یہ سُنے
میرے مُنہ میں تاریکی آگر تو ✦ ہے کیوں تجھ کو دنیا ہی کی جستجو
ہر اک وہ جو دنیا میں ہے مبتلا ✦ گرفتار رنج و بلا ہے سدا
رہے جسکے ہر دم یہ پیش نظر ✦ کہ دو دن میں ہے خاتمہ موت پر
جو مرنے سے پہلے ہی ہو مر چکا ✦ جو سب یاد کی ہو ختم کر چکا
جو عقبےٰ کی خاطر کمر باندھ کر ✦ ہاں جسکی ہو آخر پہ ہر دم نظر
ہے دنیا سے اس عزیز با خوشی ✦ مبارک پھر اُسکا ہے جینا اجی
خبر ہے جہنم کی ہے کیا بلا ✦ یہی طالب دنیا و حرص و ہوا
جب آخر ہے دنیا کی فعل و ترک ✦ محبت کی اس سے گرہ توڑنی
زن اولاد ماں باپ بھی چھوڑنے ✦ تعلق بھی اپنے یہیں توڑنے
تو پھر کونسی عقلمندی ہے یہ ✦ ہاں پھر کونسی ہوشمندی ہے یہ
کہ انکے شغل میں عمر کاٹنا ✦ نہ دُنیا سے رشتۂ زر کاٹنا
کہ دنیا سے ہی دل لگانا سدا ✦ اور اللہ سے پہلو بچانا سدا
وہ دُنیا جو ساتھی کسی کی نہیں ✦ اسے تخت دی آج گر کل نہیں
وہ دُنیا کہ جسکا نرالا ہے ڈھنگ ✦ اگر صلح ہے آج تو کل ہے جنگ
عجب باغ دُنیا کی بھی ہے بہار ✦ ہر اک گھاس پھونس اسکا ہے خونخوار
یہ پانی سے پھلتا نہیں ہے کبھی ✦ ہاں پیتا ہے خون رگ آدمی
کبھی اسکا سینہ نہ ٹھنڈا ہوا ✦ اگرچہ ہے خوں کا سمندر چلا
خدا را ہے خونخوار چھوڑ دے اسے ✦ لگا اُس سے محبت تیری ہے جسے
وہ ہی جسنے پیدا کیا ہے تجھے ✦ وہ روزی جو دے ہے اسی ماں کے
اُسے اپنے دلمیں جگہ دے اجی ✦ نہ تکلیف ہوگی تجھے پھر کبھی
نہ پھر مارِ دُنیا بھی دیگا گزند ✦ رہیگا امن میں سدا عقلمند
سچ اے نفس! دُنیا ہے خونی کمند ✦ ذرا ہوش سے سن اک عاکف کی پند

(خاکسار شیخ غلام قادر عاکف)

رقم وصول شدہ معرفت بابو محمد صادق صاحب اللہ داد کلرک ملٹری اکونٹس ڈیپارٹمنٹ راولپنڈی

حکیم شاہنواز صاحب۔ بابو غلام ربانی صاحب۔ چوہدری عبدالکریم صاحب حب نمبردار - ترجمۃ القرآن
مستری محمد اسمٰعیل و محمد حیات صاحبان - ڈاکٹر جمال الدین صاحب
بابو عبدالحمید صاحب۔ شیخ مولا بخش صاحب۔ بابو ثناء اللہ صاحب
کرم الہٰی صاحب درزی - محمد صدیق صاحب نعمت - ترجمۃ القرآن
م - ش - صاحب صہ، صدقہ - مستری فضل کریم صاحب
بابو کرم الدین صاحب۔ چندہ ماہوار - ترجمۃ القرآن
بابو شکر الدین صاحب۔
خلیفہ فضل الدین صاحب درزی ۔ عہ
حافظ عبدالعزیز صاحب ۔ صہ
خانصاحب علی حیدر خان صاحب انسپکٹر سی آئی ڈی ۔ ۵
منشی محمد ابو یوسف صاحب کاتب ۔ صہ
میاں سلطان محمد صاحب مہر
مبران - چندہ ماہوار - ترجمۃ القرآن - صدقہ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا ✦

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ رسولہ الکریم

مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیأ ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔۔ ۵؍
ششماہی ۔۔۔ ۳؍
سہ ماہی ۔۔۔ ۱؍۹
ماہوار ۹ طلبا سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدیر ایڈیٹر لاہور پنجشنبہ ۹ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۲

اسلامی شفاعت کا صحیح مفہوم

آریہ گزٹ نے ۶۔ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں معزز معاصر اسوہ حسنہ کے ایک نوٹ کی بنا پر جس میں ایک حدیث بدیں مفہوم مندرج ہے کہ کسی شخص کا ستر بار پیادہ حج کرنا اور ستر جہاد وغیرہ کرنے اس کے مرنے کے بعد اس کے کچھ کام نہ آئے اور ایک کا نشار سنے سے ہٹا دینا کام آگیا اور اسی وجہ پر بخش دیا گیا۔ یہ نوٹ چڑھا یا ہے کہ اس نقل سے ظاہر ہے کہ کوئی مسلمان نجات نہیں پاسکیگا۔ بخشا نہیں جائیگا۔ چاہے وہ حضرت محمد (صلعم) کو مانتا ہو یا حاجی ہو یا جہادی ہو۔ ہاں اسے نجات جائیگا جب اس کے اپنے اعمال نیک ہونگے۔ پھر مسلمان کس برتے پر کہتے ہیں کہ ان کی شفاعت حضرت محمد کر دینگے" جہاں تک تو ہمیں معلوم ہے اسلام نے کہیں بھی یہ تعلیم نہیں دی کہ نرے کسی بات پر ایمان لے آنیسے صرف شفاعت سے کسی کی نجات ہو سکتی ہے اور عمل صالح کی کوئی ضرورت نہیں۔ قرآن میں جا بجا آمنو وعملو الصالحات کی تعلیم ہے۔ پھر آریہ گزٹ کا یہ لکھنا کہ مسلمان اعمال نیک کے بغیر ہی شفاعت سے نجات پا جانے کے امیدوار ہیں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ قرآن کی کم از کم یہ تعلیم نہیں اگر کوئی مسلمان جہالت اور نادانی سے ایسا خیال کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا خیال ہے اور اسلام کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہم نے جہانتک اسلامی شفاعت کے مسئلہ پر غور کیا ہے اور مختلف بزرگان دین سے بالعموم اور حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ سے بالخصوص اس بارہ میں سنا ہے اسلام میں شفاعت کا وہ مفہوم نہیں جو عام طور پر لیا جاتا ہے۔ اصل میں بات یہ ہے کہ شفاعت کا لفظ شفع سے نکلا ہے شفع کے معنی ہیں ایک چیز کو اس جیسی دوسری چیز سے جوڑ دینا۔ ایک انسان جب کسی دوسرے انسان سے تعلق قائم کرتا ہے تو اس سے وہ فائدہ اٹھاتا ہے۔ یا نقصان۔ یہ اس کا فائدہ یا نقصان اٹھانا یہ بھی ایک قسم کی شفاعت ہے۔ اگر فائدہ اٹھاتا ہے تو وہ شفاعت حسنہ ہوگی اور اگر نقصان اٹھاتا ہے تو شفاعت سیئہ کہلائیگی۔ قرآن کریم کی یہ آیت صاف طور پر اسی بات پر دلالت کرتی ہے من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منہا، من یشفع شفاعۃ سیئۃ یکن لہ کفل منہا۔ جو کوئی اچھی شفاعت کرتا ہے اس کو بھی اس میں سے حصہ ملتا ہے اور جو کوئی بری شفاعت کرتا ہے وہ بھی اس میں سے حصہ پاتا ہے۔ مفسرین نے یہاں من یشفع شفاعۃ حسنۃ اور من یشفع شفاعۃ سیئۃ کے یہی معنے لکھے ہیں۔ کہ وہ شخص لوگوں کو اچھی راہ پر ڈالتا ہے اور وہ جو انھیں بری راہ پر ڈالتا ہے تو جو اچھی راہ پر ڈالتا ہے وہ اس اچھائی سے حصہ لیتا ہے اور جو بری راہ پر ڈالتا ہے وہ اس برائی سے حصہ لیتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلعم کی شفاعت کیا ہے یہی کہ وہ ہمیں نیک راہ پر ڈالتے اور اچھے کاموں پر کاربند ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ جب انھوں نے نیک راہ پر لگایا تو بدیاں اس کی وجہ سے دور ہو گئیں۔ اور نیکیاں بڑھنی شروع ہو گئیں بدیوں کے دبنے اور نیکیوں کے بڑھنے سے بدیوں سے چھوٹنا اور ان کے بد نتائج سے بچنے تو یہ فائدہ جو کسی دوسرے کے ذریعے اٹھایا یہ ایک قسم کی شفاعت ہے۔

دوسری شفاعت یہ ہے کہ تمام انسان کو یکساں قوٰی نہیں ملے۔ قرآن خود فرماتا ہے کل یعمل علی شاکلتہ ہر ایک شخص اپنے دائرہ استعداد کے اندر ہی کام کر سکتا ہے دوسرے یہ بھی ہے کہ تمام لوگوں کو ترقی کے یکساں مواقع اور سامان کبھی میسر نہیں آسکتے بعض لوگ جن حالات میں رہتے ہیں وہاں وہ عمل صالحہ پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے یا انھیں پہنچا

سکے کیونکہ ادا کرنے چاہئیں - ایک شخص ان لوگوں میں رہتا ہے کہ جن کا پیشہ ہی ذلت نیچ کرنا ہے - دوسرے وہ ہیں جن کی پرورش ہی ان لوگوں کے اندر ہوئی ہے - اور انہیں میں رہتا ہے جہاں رہکر انسان اس کمال کو نہیں پا سکتا جس پر پہنچنا ضروری ہے - تو میں ایک تو وہ لوگ جن کو استعداد نہیں ملی اور دوسرے وہ بھی جن کو ایسے مواقع نصیب نہیں ہوتے ایک حد تک معذور سمجھے جا سکتے ہیں ہاں یہ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دائرہ استعداد کے اندر رہ کر حتی الوسع جس موقع پر بھی فائدہ اٹھا سکتے ہوں اسے ہاتھ سے نہ دیں - اور کوشش ضرور کریں - کیونکہ جس نے کوشش کی لیکن قویٰ کی کمی اور مواقع کی کمی کے باعث اس کمال کو حاصل نہیں کر سکا اس کا کچھ کوئی قصور نہیں اس میں جو نقص باقی رہ گیا ہے اس کا ازالہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ ہوگا - یعنی اس کی شفاعت آنحضرت صلعم کرینگے - یہ شفاعت کیونکر ہوگی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلعم اس روز سجدے میں گر کر ان کے لئے بخشش چاہیں گے دعاؤں سے بہت سے کام نکلتے ہیں - اور بہت سے نقائص اور بیماریاں دور ہو جاتی ہیں میں نے دیکھا ہے کہ یا تو خود بخود یا اسباب کے بھی کام بنجاتا ہے اور اس کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں - پس وہ شفاعت ہم کی شفاعت ہے جو اسلام میں پائی جاتی ہے - باقی مسلمانوں کا یہ مذہب قطعًا نہیں کہ ایک شخص گناہ کرتا چلا جاوے اور قیامت کو آنحضرت صلعم اس کی شفاعت کر دیں - اسلام نے نہ تو افراط کی راہ بتائی ہے اور نہ تفریط کی - بلکہ اس نے دونوں کے درمیان اعتدال کی راہ بتائی ہے - نہ تو وہ عیسائیوں کی طرح یہ کہتا ہے کہ گناہ کرتے چلے جاؤ اور مسیح تمہارا ذمہ وار ہے - اور نہ ہی وہ سکھاتا ہے کہ جس کی تم اتباع کرتے ہو اس سے بھی تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچیگا - اس لئے آریہ گزٹ کا یہ خیال کہ مسلمان بغیر عمل صالح کے شفاعت کی امید رکھتے ہیں سراسر باطل ہے -

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب گوجرانوالہ میں لیکچر دینے کے بعد کل واپس آگئے - سنا ہے کہ لیکچر میں خلقت کا اس قدر اژدہام تھا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا -

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب بدوملہی سے واپس تشریف لے آئے ہیں - آپ نے چند اور نو مبائعین کی فہرست بھیجی ہے - اور میاں صاحب کی بیعت سے بھی منحرف ہونے والے دو اشخاص کی - ان دونوں کا اعلان تو کسی دوسری جگہ مندرج ہے - اور نو مبائعین کی فہرست حسب ذیل ہے :-

نومبائعین (۱) چوہدری سید احمد صاحب سربراہ نمبردار بدوملہی - (۲) میاں کریم بخش صاحب بدوملہی - میاں جلال الدین صاحب خیاط بدوملہی - حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے ۔

ولایت جانے کے لئے اس سے پیشتر یہ بتلایا گیا تھا کہ اخویم صدیق حسین صاحب اور سید غلام مصطفےٰ صاحب (علیگ) تجویز ہوئے ہیں - لیکن اب معلوم ہوا ہے - صدیق حسین صاحب کو بعض خاص ضروریات کے باعث روک لیا گیا - اور صوفی مبارک علی صاحب باورچی کی خدمات سرانجام دینے کے لئے سید غلام مصطفےٰ صاحب کے ساتھ وہاں تشریف لے جائیں گے - صوفی صاحب کا انتخاب بیشک بہت برمحل اور عمدہ ہوا ہے ایسا ہی سید صاحب کا بھی - دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچا دے - اور خدمات مفوضہ کی سرانجام دہی میں وہ کامیاب ہوں - آمین!

جنگ یورپ

وردُن کی لڑائی لنڈن ۹ اپریل - پیرس کا اعلان مظہر ہے کہ آرگون میں سرنگوں کی لڑائی ہوئی کل رات میوز کے جنوب میں جرمنوں نے ہاڈ کورٹ کے گرد اپنے حملے از سرنو جاری کئے - لیکن فرانسیسیوں کو نکالنے میں ناکامیاب ہوئے جنہوں نے ان پر قاتلانہ آتشباری کی اور نہایت شدید نقصانات پہنچائے بیتھین کورٹ چاٹنکورٹ روڈ پر آمدورفت کی خندقوں میں فرانسیسی بم باری کی فوقیت بدستور ہے میوز کے مشرق کی طرف ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری ہوئی -

لنڈن ۱۰ اپریل - اعلان مظہر ہے کہ فرانسیسی توپ خانہ نے بیکار کر لئے ہیں ایک مشاہدہ کی چوکی تباہ کی - طرفین نے باہمی شدید گولہ باری کی - لیکن عام طور پر دن کے بعد پیدل فوج کے حملے نہیں کئے گئے - وردن میں صورت معاملات غیر مبدل ہے -

لنڈن ۱۰ اپریل - پیرس ایک نیم سرکاری بیان مظہر ہے کہ گذشتہ ۴۸ گھنٹوں میں پھر وہی پرانی خندقی لڑائیاں شروع ہوگئی ہیں - ڈو آمونٹ میں فرانسیسی کامیابیاں نہایت اہم ہیں کیونکہ یہ علاقہ وردن میں اہم مقام مقابلہ ہے جرمنوں نے علاقہ ہاڈ کورٹ میں ۱½ میل کے محاذ پر پورے ایک ڈویژن کے ساتھ ناکام حملہ کیا - اور بیشمار لاشیں میدان جنگ پر چھوڑ گئے - علاوہ ازیں بیتھینکورٹ کے جنوب مشرق میں جرمنوں نے کل جو معمولی کامیابیاں حاصل کی تھیں - فرانسیسی دستی گولوں سے حملہ کر کے انہیں واپس لے رہے ہیں -

برٹش محاذ - لنڈن ۷ اپریل - برٹش اعلان مظہر ہے کہ کل دشمن نے اس زمین کے ایک حصہ پر جو ہمنے ۲۷ - مارچ کو سینٹ ایلوئی میں فتح کی تھی - دوبارہ قبضہ کر لیا - کل رات شدید گولہ باری کے بعد دشمن کا ایک مختصر سا دستہ دریائے آنکرے کے شمال میں ہماری ایک خندق میں گھس آیا - لیکن فوراً باہر نکال دیا گیا - آج سوچیز - ہوگ - سینٹ ایلوئی اور ییپرس کے گرد توپ خانہ نے خوب سرگرمی دکھائی -

سرنگوں اور توپخانہ کی لڑائی لنڈن ۹ اپریل برٹش اعلان مظہر ہے کہ ہولوچ پر کوئینز میں گولے پھینکے ہیں اور کلنکورٹ کے جنوب مشرق میں سرنگوں کی لڑائی رہی - رولنکورٹ - بیلاکورٹ سوچیز - ایرییٹ - ووولورگھم اور سینٹ ایلوئی میں طرفین کے توپ خانوں نے سرگرم لڑائی کی -

اتحادیوں کی تجارتی کانفرنس - لنڈن ۷ اپریل - بیان کیا جاتا ہے - مسٹر ہیوگھس کامن ویلتھ گورنمنٹ کی خواہش کے مطابق پیرس کانفرنس میں شامل ہونگے -

اطالوی محاذ - لنڈن ۹ اپریل - روما اعلان مظہر ہے - کہ وادیہلنے کا لونشیکا اور گوئیڈیکاپا میں لڑائی جاری ہے - جو اطالویوں کے حق میں ہے - وادی ڈاؤن میں ایک مستحکم مورچہ پر قبضہ کیا گیا - تمام محاذ پر توپخانہ سرگرم رہا - کارسو میں دشمن کی فوج کے ایک زبردست دستہ کو بڑی خونریزی سے شکست دی گئی علاقہ اسونزو میں ایک آسٹرین ہوائی جہاز گرایا گیا اور گرفتار کر لیا گیا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۱۳ - اپریل ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۲

مذاکرہ علمیہ

حدیث

نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث

الفضل کی سفاہت اور تشیع کی قدح کا جواب

(دسلسلہ پیغام صلح نمبر ۱۰۷)

(از مولوی نذر علی صاحب پشاوری)

مولوی احمد علی امرتسری اور اس کے ہم خیال علماء تشیع نہ تو خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور نہ تحقیق امر حق سے ان کو غرض ہے۔ ان کا مقصود نظر دین نہیں بلکہ جھوٹ اور سچ جسطرح بھی ہو اپنے مخالف کو ملزم بنا دو۔

یہ حدیث تو خبر متواتر سے ہے۔ حضرت صدیق ہی اس میں منفرد نہیں بلکہ صدیق فاروق۔ ذوالنورین سعد۔ عبدالرحمن بن عوف عائشہ ابوہریرہ اور اکثر صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ اور ان کی مسانید میں مذکور ہے۔

خود حضرت مرتضیٰ اور حضرت عباس نے اس پر آمنا وصدقنا کہا ہے۔ جبکہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے شہادت کا مطالبہ کیا فرمایا

انشدکما اللہ تعالیٰ ہل تعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذالک قالا نعم الخ

اور اس خبر پر تو تمام صحابہ کرام کا اجماع اُسی وقت متحقق ہو چکا تھا۔ تعجب ہے تشیع کی عقل اور ان کے دین پر اگر انکار بھی کرتے ہیں تو ایسی بات سے جو آفتاب کی طرح ثابت ہے۔ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمہ آفتاب را چہ گناہ

اس حدیث پر اجماع صحابہ کی کیفیت بعینہ اسی طرح

پرواقع ہوئی جس طرح حضرت صدیقؓ کے خطبہ پڑھنے پر وفات رسول کریمؐ اور وفات حضرت عیسیٰ اور تمام انبیاء سابقین کی وفات پر واقع ہوئی . . . .

. . . .

بات صرف اتنی سمجھ کے قابل ہے اگر کسی کو سمجھ ہو کہ اول محرک ان ہر دو اخبار کے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ جب انھوں نے خبر کو بیان کر دیا تو تمام صحابہ نے اس کی تصدیق کر دی اور اس پر عملدرآمد ہو گیا۔ عملدرآمد کا ہونا عملی اور حسی شہادت اس خبر کی صحت اور اس کے متواتر ہونے پر ہے۔ مولوی امرتسری کو معلوم ہونا چاہیے کہ خود مسیح موعود علیہ السلام نے بمقابلہ تشیع اس پر حجت کی ہے اور اس کو صحیح سمجھا ہے بلکہ تشیع کی احادیث کلینی کو اس کا موئد بیان فرمایا ہے۔ اگر اس مولوی میں ذرہ بھر بھی فہم اور عقل ہوتی تو سمجھ لیتا کہ جس حدیث کے موئدات قرآن احادیث تشیع۔ اجماع اہل سنت اور اجماع اول المومنین صحابہ کرام ہوں وہ خبر کس طرح رد ہو سکتی ہے۔

تشیع کہتے ہیں یہ حدیث قرآن کے برخلاف ہے

وورث سلیمان داؤد۔ یرثنی ویرث من آل یعقوب

گو یہ استدلال تشیع کا نہایت مردود بلکہ قابل مضحکہ ہے۔ حضرت داؤد کا اونیس اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان کو مخصوص کرنا اور حضرت یحییٰ کو ہزار ہا بنی اسرائیل سے ممتاز مختص ان کے علم اور نبوت کی وجہ سے ہے۔ قرآن کی فصاحت اور بلاغت کلام معجز پر یہ سخت قدح ہے کون وہ بیٹا ہے جو اپنے باپ کا وارث نہیں ہوتا۔ پھر اس کا ذکر چہ معنی دارد۔ پھر سیاق و سباق کلام پر تامل کرو اگر تم عمی نہیں وقال یا ایہا الناس علمنا منطق الطیر الخ

یا یحییٰ خذ الکتاب بقوۃ و اٰتیناہ الحکم الخ

میں بحث کو طول دینا پسند نہیں کرتا۔ تشیع کی احادیث پر اکتفا کرتا ہوں۔ دیکھو نگا کہ اپنی احادیث کی وہ کیا تاویل کرتے ہیں۔ اور ان کی کیا گت بناتے ہیں۔

احادیث تشیع و میراث الانبیاءؑ

(۱) ان الائمۃ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلہم (ص ۱۳۶ کلینی)

(۲) قال ابو عبد اللہ ان سلیمان ورث داؤد وان محمد ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا (ص ۱۳۷ اصول)

یہ حدیث تفسیر ہے آیت قرآن وورث سلیمان داؤد کی۔ امام فرماتے ہیں کہ وارث ہوا سلیمان داؤد کا۔ اور وارث ہوئے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلیمان کے اور ہم وارث ہوئے آنحضرت صلعم کے الخ۔

اب کون نادان شیعہ ہے جو یہ سمجھے کہ اس جگہ مال کی توریث کا بیان ہے۔ اگر سلیمان نے داؤد کی مالی وراثت پائی تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کونسی مالی میراث سلیمان سے پائی۔

(۳) فقال ابو عبد اللہ ان داؤد ورث علم الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمد ورث سلیمان وان ورثنا محمدا (اصول کافی ص ۱۳۷)

اس حدیث میں علم کا لفظ بھی صاف موجود ہے کہ داؤد نے انبیاء سابقین کے علم کی میراث پائی اور اسی طرح اس سے سلیمان کو میراث علم ملی۔ اور اس کی میراث علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی اور بعد ازاں اہلبیت کو وہی علمی میراث پہنچی۔

(۴) عن ابی جعفر قال قال رسول اللہ ان اول وصی کان علی وجہ الارض ہبۃ اللہ بن آدم الخ ......

وان علی بن ابی طالب کان ہبۃ اللہ لمحمد وورث علم الاوصیاء وعلم من کان قبلہ اما ان محمد اورث علم من کان قبلہ من الانبیاء والمرسلین الخ

..... وفی ذوابۃ العرش علی امیر المومنین فہذہ حجتنا علی من انکر حقنا وجحد میراثنا الخ (ص ۱۳۲ کافی)

(۵) عن ابی عبد اللہ قال ترک رسول اللہ من المتاع سیفا ودرعا وعنزۃ ورحلا وبغلۃ الشہباء مورث ذالک کلہ علی ابن ابی طالب (کافی کلینی صفحہ ۱۴۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان سب چیزوں کے وارث حضرت علی ہوئے۔ حالانکہ مطابق قرآن اور سنت بموجودگی حضرت عباس اور حضرت فاطمہؓ اور ازواج مطہرات۔ واحد حضرت علی وارث نہیں ہو سکتے۔

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ الخ ......

نیز اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ اشیاء حضرت علی علیہ السلام کو بطور اس وراثت اور ترکہ کے

لحاظ سے نہ شخصی جو عصبات یا ذوالفروض مطابق اصول شریعت اسلامی اپنے حصص شرعی کے لحاظ سے پاتے ہیں۔ کیونکہ اگر اصول الشریعت کے مطابق یہ وراثت ان کو ملتی تو اس میں حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اور ازواج مطہرات مقدم حقدار تھے۔
عن عائشة ماترك رسول الله صلی الله صلعم دینارا ولا درهما الخ (رواہ مسلم) عن عمرو بن الحارث ... ماترك رسول الله صلعم عند موته دینارا ولا درهما ولا عبدا ولا امة ولا شیئا الا بغلة البیضاء وسلاحه وارضا جعلها صدقة (رواہ البخاری)
تعجب ہے تشیع پر خود مفسر امامیہ وورث سلیمان داؤد کی تفسیر میں لکھتا ہے الملك والنبوة الخ (مجمع البیان صفحہ ۵۸۸)
(۶) عن ابی عبد الله قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذالك ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما اورثوا احادیث من احادیثهم الخ (کتاب العلم کافی)
(۷) ان الائمة ورثة العلم یرث بعضهم بعضا العلم۔ عن ابی عبد الله قال ان علیا کان عالما والعلم یتوارث ولن یهلك عالم الا بقی من بعده من یعلم علمه او ما شاء الله (۸) عن ابی جعفر قال ان العلم الذی نزل مع ادم لم یرفع والعلم یتوارث وکان علی الخ (ص ۱۳۵ کافی)
(۹) ان الله جمع لمحمد علم النبیین وانه جعل ذالك كله عند امیر المومنین (ص ۱۳۶ کافی)
اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن کو ہم ترک کرتے ہیں اور صرف اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں اور تشیع سے بالخصوص مولوی احمد علی امرتسری اور اس کے استاد سے مطالبہ کرتے ہیں کہ یہ تمہاری سب احادیث بحیثیت مجموعی بغیر اس حدیث کی موئد نہیں جو حضرت ابوبکر صدیق سے منقول ہے۔ اور جس پر اجماع اہل سنت منعقد ہے۔ اور یہ خصوصیات اہل سنت سے مبرا ان کا اجماع ہے۔ اور تمہارے ائمہ کا بھی یہی مذہب پایا جاتا ہے اور طرز عمل سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے کبھی فدک جو بقول تمہارے متروکہ آنحضرت صلعم سے تھا اور جس میں تم اجراء میراث کے قائل ہو میراث جاری نہیں فرمائی۔ اور نہ اولاد فاطمہ

الزہرا کو زد کیا۔

نوٹ

یہ امر یاد رہے کہ میں نے مولوی ابوالقاسم مرحوم کی تفسیر میں اُن جوابات کو جو اس کے متعلق دیئے گئے ہیں دیکھا ہے۔ وہ بڑے کمزور اور بودے ہیں۔ ان کا منعف اہل بصیرت پر آفتاب کی طرح روشن ہے اور اگر ایک فہیم شخص ان ژولیدہ اور سخیفہ بیانات میں ادنیٰ تامل وتدبر کرے تو خود مؤلف کی گھبراہٹ اور عجز اور جواب معقول اس سے ظاہر ہو رہا ہے۔ پس مولوی امرتسری صاحب اور اس کے استاد صاحب سے معقول جواب کا منتظر ہوں +

الاخبار والآراء

ایک نیا شیعی مجتہد

شیعی معاصر اصلاح راوی ہے کہ پنجاب کے کسی شیعہ نے جو سادات میں سے ہے اور افریقہ میں بھی رہ آیا ہے مجتہد ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور یہ بات مشہور کی ہے کہ نماز اصل میں دو ہی رکعت ہے چار رکعت جو پڑھی جاتی ہیں وہ غلط ہے۔ اصلاح نے اس کی تو معقول دلائل سے تردید کر دی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی غریب احمدیوں پر بھی نیش زنی کی ہے وہ شیعہ مجتہد کو ایسی باتوں سے پرہیز کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ " مرزا قادیانی کی ریس نہ کیجئے جنہوں نے چار پیسے اس ذریعہ سے پیدا کئے " افسوس کہ اصلاح نے نہایت بیہودہ اور ناپاک حملہ اس پاک امام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کیا ہے جس نے چار پیسے پیدا کرنے تو کجا اپنے بھی مال و دولت کا کثیر حصہ دین کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اصلاح کو چاہیئے کہ اپنے گھر کی ہی اصلاح کے درپے رہتا جہاں مال و دولت کے جھگڑے اور وراثتوں کی تقسیم و عدم تقسیم سے شیعوں کے فرقے در فرقے پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اور انہیں ایک دوسرے پر خطرناک سے خطرناک اور ناجائز سے ناجائز حملے کرنے بھی کوئی عار نہیں۔ اس قسم کے بیسیوں مناظر آج ہمارے سامنے ہیں۔ پھر ہم نہیں جانتے کہ جن کے اپنے گھر کا یہ حال ہے وہ دوسروں پر کیوں نیش زنی کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تو عجیب بات ہے کہ مجتہد صاحب تو پیدا ہوں شیعوں میں اور اصلاح صاحب اس کی اصلاح تو کیا کرینگے غریب وہابیوں اور احمدیوں کو کوسنے دے دے کر اپنے دل کا بخار نکال رہے ہیں۔ اے کاش اس بغض اور تعصب کا ستیاناس ہو ایسی کمینہ حرکات پر بڑے بڑے مدعیان علم کو بیٹا تنک عالم بناتا ہے کہ وہ اندھیرے میں ٹامک ٹوئیے مارتے پھرتے ہیں۔ اور انہیں کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔ ہمیں اصلاح کی اس قابل رحم حالت پر افسوس ہے۔ اور ہم سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے شیعی مجتہد کے اس اجتہاد پر تاسف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ خدا ہی ہے جو مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔

خوش آمدید لارڈ چیلمسفورڈ

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے لارڈ ہارڈنگ کے عہدہ وائسرائلٹی سے سبکدوش کئے جانے اور ان کی جگہ لارڈ چیلمسفورڈ کے تقرر کا مختصراً تذکرہ کیا تھا۔ اسی کے تسلسل میں یہ خبر کچھ کم مسرت خیز نہیں ہے کہ ہز اکسلنسی لارڈ چیلمسفورڈ گذشتہ ۲۔ اپریل کو دہلی میں رونق افروز ہو گئے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ہز اکسلنسی کو اس سے پیشتر فوجی ملازمت میں ۱۲ ماہ تک ہندوستان میں رہ کر ہندوستانی خیالات و محسوسات کا اندازہ کرنے کا کافی موقع مل چکا ہے۔ اس بات کا ثبوت خود ہز اکسلنسی کی اس تقریر سے بھی ملتا ہے جو آپ نے ۴۔ اپریل ۱۹۱۶ء کو ساحل بمبئی پر قدم رکھتے ہی بمبئی مینو نسپل کارپوریشن کے ایڈریس کے جواب میں کی اور اس تقریر میں ہز اکسلنسی نے اپنے جن دل خوش کن تجربات کا اظہار فرمایا اور جو کچھ اپنی پالیسی بتائی وہ یہ ہے کہ

(۱) آپ نے (اس عرصہ قیام ہندوستان میں) یہاں کے والیان ریاست سرداروں۔ جاگیرداروں اور عام لوگوں کی غیر متزلزل وفاداری کا خود مشاہدہ کیا ہے

(۲) آپ حتی الامکان سابقہ پالیسی کو قائم رکھینگے اور لارڈ ہارڈنگ کے ان کاموں کو جنہیں وہ ادھورا چھوڑ گئے ہیں جاری رکھینگے۔

(۳) آپ کو تعلیمی معاملات سے خاص دلچسپی ہے۔

یہ خیالات ایک ایسے شخص کے ہیں جس کے ہاتھ میں ہندوستان کی آئندہ قسمت کی باگ دی گئی ہے اور ان پاک خیالات سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ ہز اکسلنسی لارڈ چیلمسفورڈ کا تقرر ہندوستان کی آئندہ قسمت کو کیسا کچھ چمکا دینے والا ہے ہمیں یقین ہے کہ سنتے وائسرائے کے یہ پاک خیالات اور اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان کی خیرخواہی

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

پنڈت دیانند جی کی صداقت پسندی

نمبر ۲

۲۳ - مارچ ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں میں نے اس عنوان سے ایک مختصر سا نوٹ دیا تھا جس میں بعض نادر مثالوں سے پنڈت دیانند جی کی اس خوبی کو واضح کیا تھا کہ وہ ہمیشہ ست کو گرہن اور استیہ کو ترک کرنے پر عامل رہا کرتے تھے۔ مثلاً انھوں نے ایک دن وید دلیل سے زمین کے ساکن ہونے اور سورج کی گردش کا ثبوت دیا۔ لیکن بعد میں کسی شخص کے یہ بتانے پر کہ سائنس اس کے خلاف ہے اور اس نوجوان تعلیم یافتہ ہندوؤں پر اس بات کا اچھا اثر نہ پڑے گا فوراً دوسرے ہی دن اس بات کی تردید کی اور خود وید دل ہی سے زمین کے گردش کرنے اور سورج کے ساکن ہونے کا ثبوت دیا۔ علاوہ ازیں پنڈت جی زندگی بھر صداقت کی تلاش میں شورت۔ برہمو سماج اور تھیوسوفیکل سوسائٹی کے یکے بعد دیگرے ممبر ہوئے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو ٹھیک مقصد پر چلتے ہوئے نہ دیکھ کر ان سے علیحدہ ہو گئے۔ پھر ان کی طبیعت کو حق بات سے یہاں تک لگن تھی کہ ایک معمولی شخص کے کہنے پر انھوں نے بھنگ نوشی اور حقہ وغیرہ ترک کر دیا

اب ظاہر ہے کہ میرا یہ بیان پنڈت صاحب کی حمایت کا پہلو لئے ہوئے تھا نہ کہ مخالفت کا اور میں نے اس میں ان کی خوبیوں کو ہی واضح کیا تھا۔ اور وہ بھی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے بعض مخالفانہ ریمارکس کی تردید کے لئے جیسا کہ میرے اس مضمون کی شروع تمہید کے ہی حسب ذیل فقرات سے ظاہر ہے

”آپ نے (یعنی ایڈیٹر پیغام صلح نے) پنڈت دیانند جی کے متعلق کچھ ریمارک کیا ہے لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ پنڈت دیانند بہت خوبی کے انسان تھے۔ ان میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ استیہ کو چھوڑنے اور ستیہ کو گرہن کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہتے تھے“

لیکن افسوس کہ میرے اس مضمون کو ایڈیٹر صاحب پرکاش نے کیا جانے کیا سمجھا کہ اسے پڑھتے ہی آگ بگولہ ہو گئے اور لگے جلا رہنے ... اشاعت اسلام کو گالیاں دینے۔ اور اد ... اور چھو کرے“ کے بازاری الفاظ سے یاد کرنے میں تو حیران ہوں کہ مہاشہ کرشن کیوں خواہ مخواہ جل کر کوئلہ ہوئے جاتے ہیں۔ مذا رکھے ان کے تو نام اور شکل و صورت میں اجداد الشرفین سے بھی زیادہ زردی ہے پھر یہ اسم با مسمی بنتے (کرشن کے معنی سیاہ فام) کی انھیں کیا سوجھی کاش وہ اس طرح سے فوراً بھڑک نہ اٹھتے۔ اور ذرا عقل و فکر سے کام لیتے تو اس قسم حلے کٹے ریمارک کرنے سے جو داغ سیاہ روئی انھیں نصیب ہوا ہے اس سے نہ بچ جاتے۔ کیونکہ میری پیش کردہ باتیں اول تو خود پنڈت جی کے حق میں ہیں اور اگر خلاف بھی ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ان کی اپنی زندگی کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ میں نے ان واقعات کو لکھ کر پنڈت دیانند جی کی شان میں گستاخی کی ہے لیکن ذرا ان آریہ سماجی بزرگوں کے متعلق بھی جنہوں نے ان واقعات کو اپنی مولفہ سوانح عمریوں میں لکھ کر شائع کیا ہے اور جہاں سے میں نے یہ واقعات لئے ہیں بتایا جاتا کہ ان کا یہ فعل کس بات پر محمول کیا جائیگا۔ آیا وہ بھی میرے ساتھ اس گستاخی میں شریک ہیں یا نہیں۔ مہاشہ کرشن مجھ سے اس کا حوالہ پوچھتے ہیں۔ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ یہ باتیں ان سے چھپی ہوئی ہوں۔ اور وہ یہ بھی نہ جانتے ہوں کہ ان کا تذکرہ خود ہماری شائع کردہ مستند سوانح عمریوں میں موجود ہے۔ مگر خیر ہمیں ان کے اس تجاہل عارفانہ سے تعلق نہیں اور اس لئے ہم انھیں جیون چرتر مصنفہ لالہ لاجپت رائے صاحب کے صفحہ ۲۸ و صفحہ ۳۰ و صفحہ ۳۲ کا حوالہ دے دینا ضروری سمجھتے ہیں اگر اب بھی تسلی نہ ہو تو آپ لکھیں ہم اصل عبارتیں نقل کر دینگے۔

ہاں ایک ضروری بات جس کا مہاشہ جی نے ہم سے جواب طلب کیا ہے یہ بھی ہے کہ میں نے پنڈت دیانند جی کو پنڈت کیوں لکھا۔ میں تو حیران ہوں کہ یہ سوال مجھ سے کیوں کیا گیا۔ کیا پنڈت دیانند جی واقعی پنڈت نہ تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ خود مہاشہ جی لکھتے ہی اسی سوال کے ساتھ یہ لفظ لکھے ہیں کہ ”اس میں شک نہیں کہ وہ پنڈت تھے“ پھر جب آپ بھی مانتے ہیں کہ وہ پنڈت تھے تو میرے ایسا لکھنے سے آپ کو خواہ مخواہ کی جلن کیوں ہے

ہاں یہ عذر بیشک قابل سماعت ہے کہ جس طرح سے ہمارے آنحضرت صلعم کو ”مولوی محمد“ کہنا جیا ... نہیں سمجھتے کیونکہ آنحضرت صلعم اور پنڈت دیانند کا مقابلہ کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ زمین کا آسمان سے مقابلہ کیا جائے کجا وہ اور کجا یہ مگر خیر ہمیں اس سے بھی بحث نہیں۔ ہمیں تو بہرحال دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کا بھی عزت سے ہی نام لینے کا حکم ہے۔ اور ہم لیتے ہیں چنانچہ ایڈیٹر صاحب پیغام صلح تو ہمیشہ ہی پنڈت جی کو سوامی کے خطاب سے یاد کیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے متعدد مضامین سے ظاہر ہے لیکن کیا کیا جائے یہاں تو مصیبت یہ آن پڑی ہے کہ خود پنڈت جی مہاراج اس بات کو جائز نہیں رکھتے کہ انھیں سوامی یا رشی کے خطاب سے یاد کیا جائے۔ بلکہ یہاں تک کہ وہ تو اپنے آپ کو پنڈت کے لفظ کا بھی مستحق نہیں سمجھتے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ

”چونکہ تم نے رشی منوں کو نہیں دیکھا ہے پس مجھ کو رشی کہہ رہے ہو ورنہ اگر ویاس جیمنی وغیرہ کا زمانہ ہوتا تو میرے برابر کی لیاقت رکھنے والے کو معمولی پنڈت بھی مشکل سے سمجھا جاتا“

اب مہاشہ کرشن خود سمجھ لیں کہ ہم پنڈت جی کے اس ارشاد کے خلاف انھیں رشی یا سوامی کیسے لکھ سکتے ہیں۔ باقی رہا یہ کہ آپ آنحضرت کو ”مولوی محمد“ لکھینگے سو یہ آپ کے اختیار ہے پہلے آپ کونسا عزت سے یاد کرتے ہیں۔ صرف ”محمد صاحب“ تو آئے دن ہندو اخباروں میں لکھا جاتا ہے۔ اس پر آپ کی یہ بھی مہربانی سہی۔

آئندہ نمبر میں اس موضوع پر ذرا وضاحت سے لکھ کر میں یہ ثابت کرونگا کہ اس قسم کے واقعات واقعی طور پر پنڈت جی کی زندگی میں پائے جاتے ہیں

اسلامی کتب فقہ اور آرین لٹریچر

سماز آگرہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے ایک مضمون مندرجہ دلگداز کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلامی کتب فقہ بعض گندے اور فحش مسائل سے آلودہ ہیں اس بات کا مفصل جواب تو معزز معاصر اسوہ حسنہ بخوبی دے چکا ہے اور اس نے معقول دلائل سے مولوی عبدالحلیم صاحب کے اس دعوے کی بیہودگی کو ثابت کر دیا ہے اسلامی لٹریچر درحقیقت جس قدر پاک اور ہر ایک قسم کے گندوں سے مبرا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب ان کا لگا نہیں کھا سکتی۔ مرد و عورت کے اتعلقات کے متعلق بعض نازک سے نازک مسائل کو اسلامی لٹریچر میں ایسے پاک اور حیادار الفاظ میں حل کیا گیا ہے کہ جسے پڑھنے میں کوئی حیادار سے حیادار عورت بھی جھجک نہیں سکتی اور ایک

ایک پُرانے انگریز بادشاہ کا توحیدِ الٰہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار

ایڈیٹر صاحب اشاعت اسلام کا ضروری نوٹ

(گذشتہ سے پیوستہ)

غرض مذکورہ بالا چار راؤں میں سے تین مؤخرالذکر رائیں کسی طرح قابلِ قبول نہیں۔ اب ہم سب سے پہلی رائے کو لیتے ہیں کہ شاہ آفا مسلمان ہوگیا ہو اور اپنے اسلام کا اعلان بذریعہ اس سکہ کے کیا ہو۔ میں اس پر بھی کسی قدر ترمیم کروں گا۔ سارے واقعات پر غور کرکے یہ بات بہت قرین از قیاس ہے کہ شاہ آفا کو اسلام کی تبلیغ کسی نہ کسی طرح پر پہنچی اور وہ اسلام کی صداقت پر اور اسکے منجانب اللہ ہونے پر یقین لایا۔ اور اسی صداقت کا اعلان اُسنے بذریعہ اس سکہ کے کیا۔ گو کھلے طور پر عیسائیت کو ترک کرنے کا اعلان اس نے نہ کیا ہو۔ اور نہ ہی ان حالات کے اندر یہ ممکن ہو کہ وہ عیسائیت کے عقیدہ سے کھلی بیزاری کا اظہار کرکے پھر اس ملک کا بادشاہ بھی رہ سکے۔ بلکہ اس کی جان بھی ایسی صورت میں نہ بچ سکتی تھی۔ تاہم اُس نے اپنے اندرونی خیالات کے صحیح نقشہ سے اور اسلام کی صداقت کا جو جذبہ اس کے دل میں موجزن تھا اس سے دُنیا کو اور بالخصوص آنے والی نسلوں کو بیخبر رکھنا نہیں چاہا۔ اور اس سکہ کے ذریعہ سے اپنے حقیقی مذہب کو وہ دُنیا پر ظاہر کر گیا اسی سے کسی قدر ملتا جلتا ہمارے ہی ملک کا ایک واقعہ ہے جس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اور وہ واقعہ اسی ملک ہند کے ایک مشہور اور مسلم بزرگ کی نسبت ہے۔ باوا نانک صاحب جو سکھ مذہب کے بانی تھے۔ ان کے اصل عقیدہ کے متعلق کہ آیا وہ ہندوؤں کا عقیدہ رکھتے تھے۔ یا مسلمانوں کا۔ یا ان دونوں کے بین بین ان کا کوئی اور عقیدہ تھا۔ ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی وفات کے وقت بھی یہ جھگڑا اُٹھا۔ اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ تھا۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ ان کی لاش اسلامی طرز پر دفن کی جائے۔ اور ہندو اسے ہندوؤں کے طریق پر جلانا چاہتے تھے۔ سکھ مذہب کی کتابوں کے اندر جس قدر اقوال باوا نانک صاحب کے پائے جاتے ہیں یا جس قدر واقعات ان کے متعلق پائے جاتے ہیں۔ اس میں شبہ نہیں۔ کہ ان میں سے بعض اقوال اور واقعات کو ایسا رنگ دیا گیا ہے۔ کہ وہ اُسکے مسلمان ہونے کے منافی معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک ہی بات فیصلہ کردیتی ہے۔ کہ ایسے اقوال اور واقعات کے مقابل کیوں وہ واقعات اور اقوال زیادہ قابلِ اعتبار ہیں۔ جن سے اسلام کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ وہ بات یہ ہے۔ کہ سکھ مذہب کو بانی مذہب کی وفات کے بعد ایسے ملکی واقعات پیش آئے کہ روز بروز اسلام سے اس کا تنفر اور اور ہندو مذہب کی طرف میلان بڑھتا گیا۔ اور اس لئے جو کچھ باوا نانک صاحب کا اصلی مذہب تھا وہ بھی اسی اثر کے نیچے آکر اصلیت کو چھوڑ گیا۔ اور ایسے اقوال اور واقعات اس میں داخل ہوگئے۔ جو ان بعد کے تاثرات کا نتیجہ تھے۔ اگر سکھ مذہب کے بعد کی تاریخ ایسے لوگوں سے اثر قبول نہ کرتی۔ جن کو مذہب اسلام کے ساتھ بغض تھا۔ تو یہ اقوال اور واقعات اس تاریخ میں داخل نہ ہوسکتے۔ پس خود یہ بات کہ سکھ مذہب کو بعض ملکی وجوہ سے اسلام کے ساتھ بغض پیدا ہوگیا اس بات پر شاہد ہے۔ کہ وہ اقوال اور واقعات جن سے اسلامی تعلیم کے خلاف کوئی امر مترشح ہوتا ہے اسی بغض کا نتیجہ ہیں اور بالمقابل ایسے صریح اور کھلے کھلے اقوال اور تاریخی واقعات جو باوا نانک صاحب کی صداقتِ اسلامی کے شیدا ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ان کا اسوقت تک سکھ مذہب کی کتابوں میں باقی رہنا باوا صاحب کے اصل مذہب کا پتہ بتاتا ہے۔ کیونکہ جہاں اسلام کے خلاف بعض باتوں کا سکھ مذہب کی تعلیم میں راہ پاجانا بالکل قرین قیاس ہے۔ اسلام کی تائید میں بعد میں کسی بات کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہ تھی مگر اصل بات جس کی طرف میں یہاں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ باوا نانک صاحب کی قولی نہیں بلکہ فعلی شہادت ہے جو اُن کے مذہب کا ٹھیک پتہ بتاتی ہے۔ باوا نانک صاحب ایک مذہبی بزرگ تھے۔ اور اُنہوں نے اپنی یادگار اپنے پہننے کا ایک چولہ چھوڑا ہے۔ جو اس وقت ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں کئی سو غلافوں کے نیچے محفوظ ہے۔ اور جس میں اسقدر زمانہ میں کسی قسم کا تغیر و تبدل وقوع میں نہیں آیا۔ کیونکہ اسکے اوپر کے غلافوں نے باوا صاحب کے پیروؤں کو بھی اس کی اصل حقیقت سے بے خبر رکھا۔ اس چولہ کے متعلق جو کچھ ذکر باوا صاحب کی جنم ساکھیوں میں ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس پر کچھ تحریر بھی ہے۔ مگر وہ تحریر کیا ہے۔ یہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ ہاں مضمون کے رنگ میں یہ بات جنم ساکھیوں میں لکھی گئی۔ کہ وہ مختلف زبانوں کے حروف میں کوئی تحریر ہے۔ اور یہ خیال کیا گیا کہ جیسے باوا صاحب کا مذہب عوام کے خیال میں ہندو مذہب اور اسلام کے بین بین تھا۔ اسی طرح یہ چولہ کی تحریر بھی مختلف مذاہب کی تعلیم کا کچھ کچھ حصہ ہے۔ مگر حال میں جو اس چولہ کی اصل تحریر کو دیکھا گیا (جسکے متعلق پورے واقعات اور چولہ کا نقشہ مع اصل تحریر کے ایک کتاب ست بچن نام میں محفوظ کئے گئے ہیں۔) تو معلوم ہوا کہ اس چولہ پر بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ مگر وہ سب کا سب ایک ہی زبان عربی میں ہے اور سوائے مذہب اسلام کے کسی مذہب کی تعلیم کا اُس پر نشان نہیں پایا جاتا کہیں کلمہ شہادت ہے کہیں آیت الکرسی ہے۔ کہیں اسمائے الٰہی ہیں۔ کہیں دیگر آیات قرآنی ہیں۔ اب اس فعلی شہادت نے یہ ثابت کردیا۔ کہ باوا نانک صاحب کا اصلی مذہب وہی ہے۔ جو چولہ پر ہے۔

جس قسم کی شہادت ایک مذہبی بزرگ کی متبرک لباس سے ملتی ہے اسی قسم کی فعلی شہادت اپنی اندرونی خیالات کے اظہار کے لئے شاہ آفا نے اس سکہ پر چھوڑی ہے۔ اور وہی بادشاہ کے متعلق شہادت سکہ ہی سب سے بڑھ کر ادا کر سکتا تھا۔ اس کی تائید میں اگر اور شہادتیں نہ ملیں یا وہ محو کردی گئی ہوں۔ تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ ایک عیسائی ملک میں صداقت اسلامی کی شہادت کا محفوظ رہنا قریبًا قریبًا محال تھا ورنہ ممکن ہے۔ کہ شاہ آفا نے اور کچھ شہادت بھی اپنے اسلامی عقیدہ کی چھوڑی ہو۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ کہ شاہ آفا کا علانیہ اقرار اسلام اور ترک مسیحیت ایک سخت مشکل کام تھا۔ مگر اس کے دل میں کیا خیالات موجزن تھے۔ اس سکہ نے بتا دیا۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے۔ کہ ایک طرف باوا صاحب کے چولہ کو اسلام کی صداقت کی شہادت ادا کرنے کو محفوظ رکھا اور دوسری طرف شاہ آفا کے سکہ کی یادگار کو بھی دنیا سے نہیں مٹایا۔ گو کل دنیا میں یہ سکہ اب ایک ہی باقی رہ گیا ہے۔ جو کہ برٹش میوزیم میں ہے۔ یہ تو ممکن ہے کہ کسی اسلامی بادشاہ کے دینار کی یہ نقل ہو۔ مگر اس اسلامی بادشاہ کے نام کی بجائے آفا کا اپنا نام دینا اور کلمہ شہادت اور رسالت نبوی کے اقرار کو باقی رکھنا یہ صاف بتاتا ہے۔ کہ شاہ آفا نے ارادتًا ایسا کیا۔ اور پھر اس سکہ پر اس آیت کا موجود ہونا جو سارے ادیان پر آخر اسلام کے غلبہ کا اظہار کرتی ہے۔ شاید اپنے اندر ایک پیشگوئی بھی رکھتا ہو۔ اور کیا عجب ہے کہ اسلام کی صداقت کا سارے یورپ میں سے پہلے انگریزی قوم میں ہی اب آخر مانا جانا اس پیشگوئی کو پورا کرنے والا ہو۔ یورپ کے مختلف ممالک کے تعلقات کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ مگر جو تحریک قبولیت اسلام کی انگریزی قوم میں شروع ہوئی ہے۔ وہ ابھی تک یورپ کی کسی دوسری قوم میں شروع نہیں ہوئی۔

پس یہ سکہ بہرحال اپنے اندر ایک شہادت رکھتا ہے کہ نہایت قدیم زمانہ میں بھی ایک انگریز بادشاہ کے دل پر اسلام کی صداقت کا اثر ہوا۔ اور وہ اس قدر قوی تھا۔ کہ اس نے نہیں چاہا کہ اسکے خیالات اسکے ساتھ ہی مر جائیں۔ بلکہ ایک سکہ کے رنگ میں اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر اس نے اپنی قوم کے سامنے شہادت حقہ ادا کر دی ہاں یہ کہا جائیگا۔ کہ ان سکوں پر صلیب کی شکل بھی ہے۔ مگر وہ درحقیقت صلیب نہیں۔ بلکہ جیسا کہ اس فن کے ماہرین نے اس بات کو تسلیم کیا ہے۔ سکے کو چار حصوں میں اس غرض کے لیے تقسیم کیا ہے کہ تا بوقت ضرورت اس کا نصف اور چوتھائی بھی کام دے سکے ابتدائی زمانے میں سکوں کی بہتات نہ تھی۔ اور وہ اس قدر پتلے ہوتے تھے۔ کہ آسانی سے جہاں نشان ہو وہاں سے توڑے جا سکتے تھے۔ باقی رہی یہ بات کہ شاہ آفا پوپ کو ۳۶۵ مہریں سالانہ دیا کرتا تھا۔ یہ بھی اس کے دل سے مسلمان ہونے کے منافی نہیں کیونکہ جیسا کہ اس مراسلہ سے صاف پایا جاتا ہے جس میں یہ رقم دیا جانیکا ذکر ہے۔ یہ مہریں محض صدقات کے طور پر دیجاتی تھیں۔ اور اسلام صدقات کا دینا کسی خاص مذہب تک محدود نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی فیاضی عام ہے۔ اور کلیسیا میں روشنی پر اس روپے کا خرچ ہونا بھی کسی طرح شاہ آفا کے اسلامی عقیدہ کے منافی نہیں ہے۔ ممکن ہے آئندہ زمانہ میں کوئی مزید شہادت اسی کی موید پیدا ہو جائے ❊

محمودیہ عقائد سے بیزاری

میں میاں محمود کے عقائد سے بیزار ہوں۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد ہرگز ہرگز حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ اور تکفیر اور مفتری کہنے والے کے سوائے میں دوسرے کسی مسلمان کو کافر نہیں جانتا ہوں۔ میرے نزدیک اہل قبلہ کلمہ گو کو کافر کہنا اور تمام جہان کے دوسرے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام خارج سمجھنا حضرت مسیح کی دشمنی کا کام ہے۔

محمد دین خیاط سکنہ دین کوٹ ضلع سیالکوٹ۔

ذیل کے دو احباب بھی جو میاں محمود احمد صاحب کی بیعت میں تھے۔ اب ان کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں۔

میاں نبی بخش صاحب - بدوملہی۔
میاں اللہ بخش صاحب "

شرائط مباحثہ مابین میاں محمود احمد صاحب اور حضرت مولوی محمد علی صاحب

بجواب اعلان مولوی فضل دین صاحب مختار بٹالہ

فریق ثانی کو اطلاع دیجاتی ہے کہ ہمیں آپکے ساتھ ذیل کی تصریح شرائط پر مباحثہ منظور ہے

(۱) حسب قرارداد سابق مباحثہ لاہور میں ہوگا۔

(۲) مباحثہ ہماری طرف سے پہلے اس طرح تجویز کیا گیا تھا۔ کہ اول فریقین ایک پرائیویٹ جگہ پر بامداد معاونین بالمقابل تقریریں لکھائیں اور وہ بعد میں پبلک طور پر پبلک جلسہ میں سُنا دیجائیں اس شرط سے اہل قادیان کو انکار رہا۔ اور ہم نے اس حصہ کو جو پبلک سے تعلق رکھتا ہے۔ اُن کی خاطر چھوڑنا قبول کر لیا۔ اس شرط پر کہ وہ تحریر کو منظور کر لیں۔ لیکن مولوی فضل دین صاحب کے اعلان جدید میں یہ تجویز ہوئی ہے کہ فریقین کے دو دو صد آدمی مباحثہ کے وقت موجود ہوں یہ ایک مباحثہ کی پبلک صورت ہے۔ احمدی چار صد کا ہونا یا غیر احمدیوں کا ایک بڑی تعداد میں جمع ہونا جلسہ کی پبلک حیثیت میں فرق نہیں لاتا۔ چونکہ ہمارے نقطۂ خیال سے مباحثہ کی صرف اسقدر غرض تھی۔ کہ فریقین کی رد و رد تحریریں ہمیشہ کے لئے کتاب کی صورت میں آجائیں اور وہ باتیں جو ایک شخص گھر میں بیٹھکر جواب دینے سے ٹال سکتا ہے۔ وہ رد و رد مباحثہ میں ناممکن ہے کہ ٹل سکیں۔ اس لئے مباحثہ کی صورت وہی رہیگی۔ جو پہلے تجویز کی گئی تھی۔ ہم میں اور میاں صاحب میں امور متنازعہ اس قسم کے نہیں۔ جنکا تعلق صرف احمدی جماعت سے ہو۔ ہمارے نزدیک ان کا اثر کل مسلم پبلک پر ہے۔ اس لئے ہم یہ تو قبول کر سکتے ہیں کہ مباحثہ پرائیویٹ صورت میں ہی ہو۔ اور تحریرات پبلک میں سنائے جانے کے بجائے کسی اخبار میں شایع ہو جائیں لیکن یہ امر ہمیں پسند نہیں۔ کہ مباحثہ عام پبلک میں تو نہ ہو۔ اور احمدی پبلک میں ہو۔ چار صد کی تعداد ایک پبلک تعداد ہے۔ نہ کہ پرائیویٹ۔ پس مباحثہ کی صورت یہی ہوگی۔ کہ پرائیویٹ طور پر ایک مکان ہو جس میں صرف صد نشین مناظرین۔ انکے معاون اور محرر ہونگے۔ فریقین اپنی تقریریں تحریر کرا دیں۔ ان تحریروں کے تیار ہونے پر خواہ یہ تحریریں پبلک میں سُنا دیجائیں خواہ اخبار میں طبع کی جائیں ❊

(۳) طریق مباحثہ کے متعلق بھی یہ امر ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ یہ مباحثہ فریقین میں قطعیت کی شکل میں حتی الامکان ہونا چاہئے۔ اس لئے ہم پسند کرتے ہیں۔ کہ آتھم والے مباحثہ کی طرح اگر پہلے تین دن میاں محمود احمد صاحب سائل ہوں اور مولوی محمد علی صاحب مجیب تو اگلے تین دن مولوی صاحب موصوف سائل ہوں۔ اور میاں صاحب موصوف مجیب۔ کیونکہ بعض باتیں جو بحیثیت سائل معرض بحث میں آسکتی ہیں۔ وہ بعض وقت بحیثیت مجیب پیش نہیں ہو سکتیں۔ یہ مباحثہ ہم احقاق حق کے لئے کرنا چاہتے ہیں۔ نہ بازی جیتنے کے لئے اور اس میں فریقین کو یکساں مواقعات ملنے چاہئیں۔ تاکہ ہر روز مناقشات کو ایک حد تک ختم کر دیا جائے۔

(۴) مباحثین میں سے ہر ایک کو یکساں موقع دینے کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک سوال زیر تنازعہ ایک ہی دن میں ختم ہو جانا ہو ایسا نہیں۔ کہ ایک فریق کو ایک لمبا وقفہ غور و فکر کا مل جائے۔ اور دوسرا اس سے محروم رہے مثلاً اگر دو دو تقریریں فریقین نے ہر ایک سوال پر قلمبند کرانی ہیں۔ اور سائل نے بعد میں اخیری جواب الجواب دینا ہے۔ تو یہ پانچوں تقریریں ایک ہی دن ختم ہونی چاہئیں ❊ درمیان میں وقفہ ایک آدھ گھنٹہ کا ہو سکتا ہے۔ آخری جواب الجواب کے لئے صرف نصف گھنٹہ کا وقت ہوگا ❊

(۵) مباحثہ شروع ہونے سے پہلے امور متنازعہ فیہ محدود ہونے چاہئیں۔

میاں صاحب کو ذیل کے امور ثابت کرنے ہونگے۔ جنکی تردید ہماری طرف سے ہوگی۔

الف - مسئلہ نبوت :-

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد نبی آتے رہینگے

(۲) حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالے نے منصب نبوت پر کھڑا کیا۔ اور تیرہ سو سال میں پہلے کسی کو یہ منصب نہیں دیا۔

(۳) پیشگوئی مندرجہ قرآن کریم مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کے مصداق حقیقی حضرت محمد مصطفٰے صلعم نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب ہیں ❊

ب - تکفیر اہل قبلہ :-

(۱) حضرت مرزا صاحب کے ظہور پر کل مسلمان عالم دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اور صرف ان کی بیعت سے ہی کوئی شخص مسلمان

رہ سکتا ہے ؎

(۲) اب کوئی شخص صرف لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کر کے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا - جبتک کہ وہ جناب مرزا صاحب کے نبی اللہ ہونے کا اقرار نہ کرے -

ج - مسئلہ وصیت و خلافت :-

(۱) آیت استخلاف میں جو وعدہ خلفاء کا ہے - اسکے ماتحت اب مسیح موعودؑ کے خلفاء آئیں گے -

(۲) مسیح موعود کے خلفاء کی جو احمدی بیعت نہ کریں وہ فاسق ہیں -

(۳) میاں صاحب کی خلافت حضرت مرزا صاحب کی وصیت کے مطابق ہے -

(۴) میاں صاحب کا بحیثیت خلیفہ وصیّت پر اسوقت عمل ہے -

بالمقابل ہماری طرف سے بحیثیت سائل ذیل کے امور ثابت کئے جائیں گے - اور میاں صاحب ان کا جواب دیں گے -

الف - مسئلہ نبوت :-

(۱) آنحضرت صلعم کے بعد نبوت مسدود ہے

(۲) آنحضرت صلعم کے بعد صرف محدثیت و مبشرات کا دروازہ کھلا ہے - جس کو دوسری اصطلاح میں وحی ولایت ظلی - جزوی - بروزی نبوت کہا گیا ہے - اور ان کے پانیوالے حضرت مرزا صاحب کے سوا اور اکابر امت بھی ہوئے ہیں -

(۳) پیشگوئی مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے اصلی اور حقیقی مصداق صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلعم تھے -

ب - تکفیر اہل قبلہ :-

(۱) حضرت مرزا صاحب کا انکار کسی کلمہ گو کو کافر نہیں بناتا - نہ دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے - گو ایسا شخص زیر مؤاخذہ آجاتا ہے -

ج - مسئلہ خلافت :-

(۱) آیت استخلاف کے ماتحت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کا سلسلہ ہی تاقیامت چلے گا -

(۲) مسیح موعود کے آنے سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا سلسلہ منسوخ نہیں ہوا اور نہ کوئی نیا سلسلہ اس کی جگہ شروع ہوا ہے -

(۳) میاں محمود احمد صاحب کا انتخاب وصیۃ حضرت مرزا صاحب کے خلاف ہوا ہے -

(۴) میاں صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی وصیت کو توڑ دیا ہے - اور اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں -

نوٹ - یاد رہے کہ جو بالمقابل سائل اور مجیب کی حیثیت ہم نے ہر ایک مناظر کے لئے تجویز کی ہے - اس کی غرض صرف یہی ہے - کہ کوئی امر باقی نہ رہ جائے - ممکن ہے کہ اس بحث میں جس میں میاں صاحب سائل ہوں گے - کل امور طے ہو جائیں - اور ہمیں سائل بننے کی ضرورت بھی نہ رہے - اس صورت میں بحث کو صرف پہلے تین دن میں ختم کر دیا جائیگا لیکن بغرض احتیاط یہ حق ہم اپنے ہاتھ میں رکھنا چاہتے ہیں - ہم پہلا موقعہ سائل بننے کا میاں صاحب کو دیتے ہیں - اور اپنے حق کو حسب ضرورت ہم اگر چاہیں گے - تو استعمال کر لینگے -

(۶) کل مباحثہ کی کارروائی بحیثیت مجموعی ایک جلد میں مساوی اخراجات پر فریقین کو چھاپنی ہوگی - اور وہ نصف نصف کا پیال آپس میں تقسیم کر لینگے - اور اگر فریقین میں سے کسی نے ایک حصہ کو چھپوایا - تو وہ بدعہدی کا ذمہ وار ہوگا - اگر یہ مضامین کسی اخبار میں بطور ضمیمہ بھی شایع ہوئے - تو وہ الگ سے اس کا خرچ بھی فریقین نصف نصف برداشت کرینگے - اور طبع کتاب کے اخراجات کیواسطے فریقین کم از کم دو

(۷) مباحثہ ۱۰ - اور ۲۰ مئی کے درمیان ہوگا -

ضروری انتباہ - مولوی فضلدین صاحب کو یاد رہے - کہ چونکہ اب یہ مباحثہ عملی صورت اختیار کرنے کے قریب آ گیا ہے - اس لئے ہم نے اپنی اس تحریر میں مولویانہ بحثوں سے اجتناب کیا ہے - اور پسند نہیں کیا - کہ کسی امر کو کسی کی نیت اور مصلحت کی طرف منسوب کیا جائے - وہ اپنی تحریر کو ہر قسم کی بالواسطہ و بلاواسطہ تعریض سے پاک رکھیں - اسیطرح کسی قسم کی خوش عقیدگی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ایسی تحریروں کو جولانگاہ بنانا بھی ہمیں پسند نہیں - یہ ایک معاملہ کی تحریر ہے آئندہ وہ اس معاملہ کی تحریر کو معاملہ کے رنگ میں پیش کریں - امید ہے - کہ ان کی آئندہ کی تحریر ایسے الفاظ مثلاً " مرزا محمود احمد صاحب جماعت احمدیہ کی طرف سے اور مولوی محمد علی صاحب اپنے ہم خیالوں کی طرف سے مباحث ہوں گے " پاک ہوگی - ایسی باتیں لکھنے کے لئے فریقین کے اخبار کافی ہیں -

نیز یہ بھی یاد رہے کہ اس سے پیشتر شرائط مباحثہ ہی کے تصفیہ میں پورے چھ ماہ کا عرصہ لگ جانے کے باوجود کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا اور خواہ مخواہ بہت سے کاغذات کا ایک پلندا بن کر رہ گیا ہے - جس کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے ہم آئندہ اسپر زیادہ وقت اور کاغذ صرف نہیں کرنا چاہتے - ہماری طرف سے بس یہی شرائط کافی ہیں - اگر ان پر مباحثہ منظور ہو - تو ہمیں اطلاع دی جائے - ورنہ اس سے علاوہ اور کچھ کرنا نہیں چاہتے ؎

وراثت نبوی کے متعلق الفضل کی ایک اور تشریح

ہمنے کسی گذشتہ اشاعت میں ایک شیعہ مولوی کی رسالہ الحقہ سے کچھ اقتباس کرتے ہوئے الفضل سے اسبات کا جواب طلب کیا تھا کہ اسنے جو حدیث نبوی نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ انبیا ورثہ پاتے بھی ہیں اور دیتے بھی تھے - اور اسطرح اس حدیث کو ایک طرح سے دبی زبان سے موضوع قرار دیدیا ہے تو کیوں وہ کھلے طور پر شیعہ کے ہم آواز ہو کر حضرت ابو بکرؓ کو بھی معاذاللہ کذاب وغیرہ نہیں کہتا جنہوں نے اسی حدیث کی بنا پر باغ فدک کا مشہور فیصلہ کیا - اور جو شیعہ سنیوں کے اختلاف کی اصل بنیاد ہے - اسکے جواب میں الفضل کا بدزبان اور گندہ دہان ایڈیٹر ٹھیک رافضیوں کے قدم بقدم مارتے ہوئے حضرت امیر ایدہ اللہ دیگر معتقدان عقلاء احمدیہ کو صلواتیں سناتا ہوا حدیث مذکورہ کی یہ تشریح کرتا ہے کہ یہ صرف آنحضرت صلعم کیلئے ہی مخصوص تھی اور باقی عام طور پر معاشر انبیاء کیلئے نہیں کسقدر چالاکی اور چالسازی سے کام لیا ہے گویا یوں کہا چاہئے کہ دن دہاڑے لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنی چاہی ہے تعجب ہے - حدیث میں تو نحن معاشر الانبیاء کے الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ یہ کسی ایک ہی نبی کیلئے مخصوص نہیں اور الفضل اسے صرف آنحضرت صلعم کیلئے مخصوص ٹھہراتا ہے - ایک اور مزیدار بات یہ بھی ہے کہ یہاں تو آنحضرت کیلئے اس حدیث کو مخصوص ٹھہرایا ہے اور ادھر الفضل نمبری کے الفضل میں یہ بھی لکھ چکا ہے کہ آنحضرت صلعم نے بھی اپنے والدین سے ورثہ پایا - یہ نادان اتنا نہیں سوچتا

خطیب

ہفتہ وار " دینی وعلمی " رسالہ ہے

ظاہری و معنوی اعتبار سے ہندوستان بھر میں بیناجواب نہیں رکھتا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب اکثر اسی میں چھپتے ہیں آپنے اب تک نہ دیکھا ہو تو نمونہ مفت منگا کر دیکھئے ؎

باوجود غیر معمولی خوبیوں کے چندہ بہت کم یعنی سالانہ عہ ششماہی عہ سہ ماہی ۱۲ تاکہ غریب سے غریب شخص بھی اس سے فائدہ اٹھائے چونکہ کاغذ کا مہنگا ہو رہا ہے خطیب کے چندہ بڑھنے کا اندیشہ ہے اسلئے آپ جسقدر جلد خریداری قبول کرلیں گے اچھا ہوگا ؎

خلیفہ رجب الدین پرنٹر و پبلشر و مینجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شایع ہوا ؎

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ یَا اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ ے؍

ششماہی سے؍

سہ ماہی عہ؍

ماہوار ۹؍ طلباء سالانہ للعہ؍

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بمقام دار السلام لاہور یکشنبہ ۱۲ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۶ اپریل سنہ ۱۹۱۶ | نمبر ۱۱۳

قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں

ہمارے لائق دوست مولوی عبد الحق صاحب کے محققانہ و مدلل مضامین سے تنگ آکر آریہ گزٹ نے بھی اپنے پرچہ میں تحقیقات اسلام کا ایک نیا ہیڈنگ جمایا ہے اور اس میں قرآن شریف میں اختلافات کی ذیلی سرخی کے ماتحت ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کے قرآنی دعوے کی بنا پر بعض فرضی اختلافات بنا کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ قرآن کریم میں بھی اختلافات موجود ہیں۔ مثلاً اس نے سب سے پہلی بات یہ پیش کی ہے کہ قرآن میں ایک جگہ تو واذ قلنا للملئکة اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس کہکر ابلیس کو بھی فرشتہ قرار دیا ہے اور دوسری جگہ کان من الجن ففسق عن امر ربه کہکر اسے جنوں میں سے بتایا ہے۔

یہ اعتراض محض عربی زبان اور اس کے محاورات سے ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اگر معترض کو اتنا معلوم ہوتا کہ عربی زبان میں استثنا منقطع کا رواج عام ہے تو وہ ان دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف محسوس نہ کرتا ملائکہ وہ وسائط ہیں جن کے توسط سے دنیا و ما فیہا پر اللہ تعالیٰ کی قدرت نفوذ پذیر ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا ملائکہ کو آدم کے لئے سجدہ کرنے کا حکم دینے سے یہ منشا اور مراد تھی کہ دنیا و ما فیہا کی تمام چیزیں انسان کی فرمانبردار اور محکوم ہوں تو یہاں اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ ملائکہ نے تو سب نے سجدہ کر دیا۔ یعنی دنیا و ما فیہا کی تمام چیزیں اس کی محکوم اور فرمانبردار ہوگئیں (کیونکہ حکام کی اطاعت سے محکوم کو خود بخود مطیع ہونا پڑتا ہے۔) لیکن ایک ابلیس نے جس کے متعلق دوسری جگہ بتایا ہے کہ کان من الجن وہ جنوں میں سے تھا۔ فرمانبرداری اختیار نہ کی اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ابلیس بھی کوئی فرشتہ ہی تھا۔ یہاں ابلیس کا ذکر تو استثنا منقطع کے طور پر کیا ہے۔ یہ کہاں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فرشتوں میں سے تھا۔ عربی میں اس کی بعینہ ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ جاء القوم الا حمارا قوم آئی لیکن ان میں سے گدھا نہیں آیا۔ اب یہاں یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ گدھا بھی قوم میں سے ہی ہے۔ بلکہ یہی کہا جائیگا کہ گدھے کا ذکر استثنا منقطع کے طور پر بیان کیا ہے۔

دوسرا اختلاف جو پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک جگہ تو فرمایا ان اللہ لا یامر بالفحشاء یعنی اللہ تعالیٰ برائی کا حکم نہیں دیتا اور دوسری جگہ فرمایا واذا اردنا ان نھلک قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا جس کے معنی آریہ معترض نے یہ کئے ہیں کہ جب ہم نے ارادہ کیا ہلاک کرنے کا ایک گاؤں کو تو حکم بھیجا بدی کرنے کا اس میں بدی کی آنکھوں نے" معترض کی قرآن دانی کا پردہ تو اسی سے فاش ہوجاتا ہے کہ آیت منقولہ بالا کو باوجود قرآن کریم میں سے نقل کرنے کے وہ صحیح نہیں لکھ سکا اور اسے اذا اردنا نھلک قریة لکھ دیا ہے۔ حالانکہ صحیح یہ ہے اذا اردنا ان نھلک قریة گویا اذا کی جگہ اذ لکھا ہے اور نھلک سے پہلے ان کو بالکل اڑا دیا ہے۔ اس سے گو اصل اعتراض پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن میں نے وہ اسے یہاں ذکر کر دیا ہے کہ جو لوگ قرآن پر اعتراض کرنے بیٹھتے ہیں ان کی اپنی حالت یہ ہوتی ہے کہ نقل بھی ٹھیک طرح نہیں کر سکتے چہ جائیکہ کسی عبارت کو لکھتے یا پڑھتے وقت اس میں کوئی غلطی محسوس کر سکیں۔ خیر تو اعتراض یہ تھا کہ پہلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو برائی کا حکم دئے جانے کی نفی ہے۔ اور دوسری میں برائیوں کا حکم دینا اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کیا گیا ہے مجھے تو سمجھ نہیں آتی کہ کہاں اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ برائیوں کا حکم ہم دیا کرتے ہیں۔ امرنا مترفیھا کے معنی یہ کرنا کہ ہم نے حکم بھیجا بدی کرنے کا معلوم نہیں کونسی لغت سے لئے گئے ہیں شاید آریوں نے کوئی خاص لغت عربی کی بنائی ہو جس میں امرنا مترفیھا کے یہ معنی لکھے ہوں ورنہ عربی لغت سے تو ان معنوں کا پتہ نہیں چلتا مترفی کا لفظ الترفة سے نکلا ہے جس کے

معنے صاف طور پر مفردات راغب میں التوسع فی النعمۃ لکھے ہیں - تو مترفیھا کے معنے ہوئے وہ لوگ جو مرفع الحال ہیں - یا جن کو نعما اور مال و دولت وسعت کے ساتھ میسر آ گئے ہیں - اس لحاظ سے آیت کے معنے صاف ہیں کہ امرنا مترفیھا ہم نے اس بستی کے مرفع الحال لوگوں کو اپنے احکام بھیجے کہ ان کی اطاعت کریں - امرنا کے معنے صاف طور پر اسی مفردات راغب میں امرناھم بالطاعۃ لکھے ہیں یعنے ہم نے ان کو اطاعت کا حکم دیا) ففسقوا فیھا - پس انھوں نے نافرمانی کی یا انہوں نے فسق اختیار کیا - اس سے ظاہر ہے کہ آریہ معترض نے کسقدر ناسمجھی کے ساتھ اس آیت پر اعتراض کیا ہے - اور کیسے غلط معنے اس کے بیان کئے ہیں - اسے چاہئے تھا کہ اعتراض کرتے وقت لغت عرب اور اسلامی مفسرین کے خیالات کو پڑھ لیتا اور خواہ مخواہ کج فہمی سے ایسے معنے نہ کر دیتا جسکی کہ اس کے پاس لغت عرب - محاورہ زبان اور آیت زیر بحث کے سیاق و سباق کے لحاظ سے کوئی سند نہیں - مطلب تو اس آیت کا صاف طور پر تھا کہ ہم کسی قریہ کو خواہ مخواہ بے خبری میں ہلاک نہیں کر دیتے - بلکہ پہلے اسے اپنے احکام پہنچاتے ہیں - پھر جب وہ عیش و تنعم میں پڑ کر ان احکام سے روگردانی اختیار کرتے ہیں تو ہم ان پر عذاب بھیج دیتے ہیں - اور اسی معنوں کی تائید اس کی پہلی آیت بھی کرتی ہے - جس میں یہ بتلایا کہ

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا

ہم عذاب نہیں بھیجتے جب تک رسول نہ بھیج لیں - اگلی آیت میں اسی کی تشریح کر دی - کہ ان کو احکام خداوندی سنائے جانے کے بعد انکے انکار اور فسق پر پکڑتے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں - (باقی پھر)

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب کل رات کامل پور لیکچر دینے کے لئے تشریف لے گئے -

جناب خان صاحب میاں غلام رسول صاحب جو حال ہی میں کوتوالی شہر لاہور سے عہدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹی پر ترقی یاب ہوئے ہیں - فیروزپور کی خوش قسمتی ہے - کہ اسے ایک ایسا لائق اور دیندار افسر میسر آیا ہے - اللہ تعالیٰ خانصاحب کے وجود کو وہاں کے لئے باعث یمن و برکت ثابت کرے - اور وہاں کی خوشحالی اور امن و امان کا باعث ہوں - آمین!

رقوم چندہ معرفت جناب خانصاحب میاں غلام رسول صاحب

(۱) منشی غلام محمد صاحب سب انسپکٹر کوتوالی شہر لاہور پچاس روپیہ برائے اشاعت اسلام -

(۲) مخدوم شیخ سرور شاہ صاحب قریشی رئیس لوا کوٹ ضلع جھنگ - ۵ روپیہ برائے ترجمۃ القرآن -

فہرست چندہ ترجمۃ القرآن

(۱) منشی محمد بخش صاحب مختار چک نمبر ۲۵۵ ڈاکخانہ مہدی آباد عقا مولوی عبد الستار صاحب ۲ - شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم عہ - ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ۵ - ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب لعہ - منشی غلام محمد صاحب گجرہ ۵ - بیگم صاحبہ ان محمد علی صاحب اٹاوہ ۲ - ملک غیر محمد خاں صاحب بی - اے ۱ - ماسٹر فقیر اللہ صاحب ۲ حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے ۲ شیخ رحیم بخش صاحب عہ میرزا خدابخش صاحب ۵

تازہ ترین خبریں

مسٹر ایف سٹوارٹ ڈپٹی فارم انسپکٹر دہلی کی نعش پر تحقیقات کئے جانے کے بعد فیصلہ کیا گیا کہ عارضہ مخبوط الحواسی کے دوران میں مرحوم نے خودکشی کی ہے ٭

اعلان کیا گیا ہے - کہ دوران جنگ میں بغیر اجازت ہز ایکسلینسی کمانڈر انچیف افواج ہند لیڈیوں کو عدن میں اترنے کی ممانعت کی گئی ہے -

حضور لاٹ صاحب پنجاب نے موضع سہیل ضلع جہلم میں باشندگان موضع کی بدچلنی کی وجہ سے دو سال کے لئے زائد پولیس تعینات کئے جانے کا حکم دیا ہے - اس زائد پولیس کا خرچ اس گاؤں کو دینا ہوگا ٭

منگل کے روز بی اے کے امتحان کے دوران میں دو طلبا کو امتحان کے ہال سے نکال دیا گیا کہا جاتا ہے کہ ایک طالب علم نے اپنا پرچہ داخل کرتے وقت دوسرے طالب علم کے کان میں کچھ کہا ٭

لنڈن ۶ اپریل - ہیڈ کوارٹر ایک اعلان مظہر ہے کہ روسی ہوا کے جہازوں نے ڈوئنسک کے جنوب مغرب میں ایک جرمن ہوائی جہاز کو گرا لیا علاقہ وہر اسپر یا میں کچھ کچھ لڑائی ہوئی روسیوں نے ایک گاؤں پر قبضہ کر لیا - جس میں انہیں

سوہزنینی سرنگیں اور بہت سا سامان بارود ہاتھ لگا

صاحب ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر امرتسر کی تجویز کے مطابق میونسپل کمیٹی نے شراب کی دوکانیں یکم اپریل کو شہر سے باہر کر دیں ٭

ہفتہ مختتمہ یکم اپریل میں ہندوستان میں پلیگ ۷۶۷۱ کیس اور ۵۸۶۱ اموات ہوئیں جن کی صوبہ وار تفصیل حسب ذیل ہے - صوبہ دہلی ۷ اموات - صوبہ بمبئی و سندھ ۶۲۹ - صوبہ مدراس ۶۷ - بنگال ۸ - بہار و اڑیسہ ۱۱۸۹ - صوبجات متوسط ۲۳۰۰ - پنجاب ۱۹۷ - برہما ۲۰۵ - ریاست میسور ۴۸ - ریاست حیدرآباد ۶۷۱ - وسط ہند ۱۳ - ریاست کشمیر ۳ ٭

مسلم یونیورسٹی فونڈیشن آنریبل سر راجہ صاحب محمود آباد کی زیر صدارت

کمیٹی کا اجلاس قیصر باغ لکھنؤ میں ۱۰ اپریل کو مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا - اور حسب ذیل ریزولیوشن پاس ہوئے -

پہلا ریزولیوشن:- اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ گورنمنٹ نے مسلمانوں کو ان اصولوں کے علاوہ جن پر کہ ہندوؤں کو یونیورسٹی دی گئی ہے - دیگر اصولوں پر یونیورسٹی دینے کا انکار کر دیا ہے - اسلئے مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کے اس جلسہ کی رائے میں اب اسکے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ ہندو یونیورسٹی ایکٹ کے اصولوں کو اس شرط کے ساتھ منظور کرے کہ ریگولیشن وضع کرتے وقت گورنمنٹ مسلم یونیورسٹی کی سکیم میں علی گڈھ کالج کی جو خاص پوزیشن ہے اسے محفوظ رکھے - اور کہ ایکٹ کے مطابق مندرجہ بالا وضع کردہ ریگولیشنز کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے سامنے برائے منظوری پیش کئے جائیں - لیکن اگر وہ کمیٹی کثرت رائے سے ان قواعد کو منظور نہ کرے تو انہیں فونڈیشن کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے نیز یہ کہ سرکاری یونیورسٹی کی طرح مسلم یونیورسٹی کو اختیار دیا جائے کہ علی گڈھ سے باہر منظور شدہ سکولوں کا الحاق کر سکے -

دوسرا ریزولیوشن:- یہ جلسہ قرار دیتا ہے کہ مندرجہ ذیل اصحاب کی (جنکو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر ان میں سے کسی ممبر کی جگہ خالی ہو جائے تو وہ خود اسے پر کر لیں) ایک کمیٹی قواعد وضع کرنے اور انہیں سرکار کی خدمت میں برائے غور ارسال کرنے کے لئے مقرر کی جائے -

(۱) مسٹر مظہر الحق - (۲) مسٹر جناح (۳) مسٹر عیش عبدالرحیم (۴) ڈاکٹر انصاری - (۵) صاحبزادہ آفتاب احمد خاں (۶) ڈاکٹر عبد الرحمن -

تیسرا ریزولیوشن:- مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی میسرز محمد علی اور شوکت علی کی ان بیش بہا خدمات کے لئے جو انہوں نے مسلم یونیورسٹی کے متعلق سرانجام دی ہیں نہایت ممنون و مشکور ہے اور اسے نہایت سخت افسوس ہے کہ ان کی جبری عدم موجودگی کے باعث وہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۶ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۳

قرآن کے ترجمہ وتفسیر پر اردو زبان کا ناخوشگوار اثر

دنیا میں سب سے بڑا ظلم جو کسی قوم اور کسی مذہب پر ہوسکتا ہے وہ اس کے مقاصد اس کے اقوال اور اس کی تعلیمات کو ایک ایسے رنگ میں پیش کرنا ہے جو خود اس قوم اور اس مذہب کے پیش نظر نہیں۔ پھر ایک اور سب سے بھاری ستم اس پر یہ بھی ہے کہ ایک زبان کے الفاظ اور محاورات کا مفہوم اور منشاء تلاش کرنے کے لئے

. . . .

. . . . خود اس زبان کے بولنے والوں اور اس کی لغت سے نہیں۔ بلکہ اپنے پاس سے ایک غلط معنے گھڑ لئے جاویں اور انھیں ایک اجنبی زبان کے الفاظ اور محاورات سمجھ کر ان سے وہی کچھ مراد لی جاوے۔ جو اس اجنبی زبان کا خاصہ ہو۔ ہندوستان میں اسلام کو آتے ہوئے کتنی ہی صدیاں گذر چکی ہیں۔ اس عرصہ میں ہندو مسلمانوں کے آپس کے تعلقات اور رسم ورواج نے ان کا چولی دامن کا ساتھ کردیا ہے۔ عربی زبان کے الفاظ نے یہاں کی ہندی اور سنسکرت زبان پر کیا کچھ اثر کیا وہ اس سے ظاہر ہے کہ تمام ہندوستان کی مشترکہ زبان اردو میں بمشکل کوئی ایسا لفظ ہوگا جسے خالص ہندی کہا جاسکے۔ ورنہ ایک کثیر تعداد عربی وفارسی الفاظ کی اس میں موجود ہے لیکن جہاں عربی الفاظ نے ہندوستان کی اصل زبان پر یہاں تک اثر کیا کہ اس کو مردہ اور کالعدم کردیا وہاں وہ خود بھی یہاں کی آب وہوا سے اثر پذیر ہونے سے محفوظ نہ رہ سکی۔ عربی کے بیشتر الفاظ جو ہمارے روزمرہ کے اردو میں استعمال ہوتے ہیں ہمارے یہاں کے محاورے اور طرز کلام کے مطابق ان کا مفہوم ومنشا جو کچھ ہے وہ وہ نہیں جو کہ اصل عربی زبان میں تھا۔ یا اب بھی عربی ممالک میں اس سے جو کچھ مراد لی جاتی ہے۔ مثلاً مکر ہی کا ایک لفظ ہے عربی میں اس کے معنی خالص تدبیر کے ہیں خواہ وہ نیک ہو یا بد لیکن اردو میں اس کے معنی دغا اور فریب کے ہی لئے جاتے ہیں اس تغیر مفہوم اور محاورہ کے بدل جانے سے مسلمانوں کو کس قدر نقصان پہنچا یا وہ اس سے ظاہر ہے کہ مسلمانوں کا کثیر مذہبی لٹریچر بلکہ کتاب اللہ المقدس القرآن الحکیم بھی جو کہ عربی زبان میں ہے۔ جب کوئی ہندوستانی اس عربی لٹریچر اور قرآن پاک [illegible] کے معنی کرنے بیٹھتا ہے تو ایسے [illegible] معنی کرنے میں جو اردو اور عربی میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں وہ صرف اپنے روزمرہ کے محاورہ زبان اور اسی مفہوم ومنشا کو پیش نظر رکھتا ہے جو ایسے الفاظ کا یہاں سمجھا جاتا ہے۔ جس سے اسلام کی مقدس تعلیمات کا غلط مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ مذہب اسلام طرح طرح کے شکوک وشبہات اور خطرناک سے خطرناک اعتراضات کا بھی مورد بن جاتا ہے اور ایک کثیر التعداد مخلوق اس کے محاسن اور خوبیوں کو پانے سے محروم رہ جاتی ہے۔ اس سے پیشتر اکثر مفسرین کے بعض لاطائل اور فضول قصہ جات جن کا کہ متن قرآن سے کوئی بھی تعلق نہیں بہت حد تک آیات قرآنی کے اصلی معارف وحقائق پر پردہ ڈالے ہوئے ہیں۔ اس پر الفاظ کے غلط استعمال اور غیر زبان کے محاورات کا غلط مفہوم اور بھی ستم ڈھانے والا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان عموماً قرآن کے حقائق ومعارف . . . . . . کے سرچشمہ سے محروم ہیں اور نہیں [illegible] کہ اس میں کیا کچھ خوبیاں بھری پڑی ہیں۔ مگر آہ کس کس کو روئیں اور کس کس بات کا واویلا کریں قوم میں سے اس جہالت کو دور کرے تو کون۔ خود وہ لوگ دین کے رہنما اور عالم علوم حقانی کہلاتے ہیں اور جن سے اس بات کی کچھ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ دوسروں کو سمجھائیں وہ خود ایک قشر بے مغز سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے انھوں نے صرف ظاہری الفاظ کو رٹنا اور قرآن کی آیات کو بنا سنوار کر پڑھنا اور الفاظ کو حلق اور معدہ میں سے نکالنا ہی سیکھ رکھا ہے اور جاننے تک نہیں کہ ان کا صحیح مطلب ومنشا کیا ہے۔ کسی عالم کو جاکر دین کا کوئی مسئلہ پوچھو اور پھر اس کی حکمت وفلاسفی دریافت کرو سوائے اس کے کہ وہ تم پر کفر کا فتویٰ ہی جڑ دے مجال ہے کہ وہ کبھی [illegible] بات کی طرف رخ بھی کرے۔ اس کی وجہ کیا ہے سوائے اس کے کچھ نہیں کہ وہ کبھی کچھ تحقیق سے کام نہ لیا کریں اور کچھ تقوے وطہارت سے منہ پھیر کر صرف اسی مفہوم ومنشا کو اڑے بیٹھے ہیں جو خود ان کی اپنی بول چال اور روزمرہ کے استعمال الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ یہی ایک بات ہے جس نے ہندوستانی مسلمانوں کو اسلام کی اصل حقیقت سے بہت حد تک دور کر رکھا ہے۔ اور اسی کا اثر دور دور ممالک تک۔ یہاں تک کہ خود عرب میں بھی پھیلتا جاتا ہے۔ یا جہاں دوسرے ممالک کی آب وہوا نے زور بہت کچھ اثر کیا ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار حضرت مسیح موعود نے ان الفاظ میں کیا ہے ؎

گر [illegible] باطن [illegible]
ہر عالمے و فقیہے [illegible]

مسلمانو! خدا کے لئے آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ تمہارے اس غلط روئیہ اور خشک [illegible] علم نے تمھیں کہاں تک نقصان پہنچایا ہے۔ آج غیر اقوام تمہارے دین پر حملہ آور ہوتی ہیں اور خود تمہارے ہی ہتھیاروں سے وہ تمھیں قتل کرنا چاہتی ہیں۔ مگر افسوس کہ اردو کی حمایت اور ہمدردی کے لئے تو تمہارے دل میں اس قدر جوش موجزن ہے کہ راس کماری سے لے کر کشمیر اور سندھ۔ بلوچستان سے لے کر بنگال کے انتہائی کونہ تک ایک عام روا ولہر جاری ہے لیکن آہ قرآن کے لئے ایک ذرہ بھی ہمدردی اور جوش نہیں اور کوئی بھی اس بات کے درپے نہیں ہوتا کہ اردو زبان میں عربی الفاظ کا جو غلط استعمال ہورہا ہے۔ اور وہ آئے دن قرآن پر طرح طرح کے اعتراضات کا موجب ہورہا ہے۔ اسے روکا جائے اور کسی طرح صحیح استعمال کی طرف ملک کی توجہ پلٹ دی جاوے۔ پھر سب سے بڑھ کر افسوس ان مترجمین ومفسرین پر ہے جو قرآن کا ترجمہ کرتے وقت الفاظ کے اصل معانی اور عربی محاورات کی تحقیق وتدقیق نہیں کرتے اور صرف اپنی زبان اور روزمرہ کی بول چال کے مفہوم ومنشا کو مدنظر رکھ کر معنے کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہے وہی جو میں نے اوپر بیان کیا کہ غیر مذاہب کے افراد اس سے فائدہ اٹھا کر جھٹ اعتراض کردیتے ہیں اور فی الحقیقت اگر وہی مفہوم ومنشا جو ان ترجموں اور تفاسیر سے یا ہمارے روزمرہ کے محاورات سے مترشح ہوتا ہے ان آیات کریمہ کا بھی ہو تو وہ واقعی قابل اعتراض ہیں۔ اور ہرگز مانے جانے کے قابل نہیں۔ لیکن افسوس کہ اس زمانہ میں خدا جانے کیوں تحقیق وتدقیق کا مادہ تو بالکل

اُٹھ چکا ہے۔ اور کوئی بھی اس طرح متوجہ نہیں ہوتا۔ عیسائی۔ آریہ۔ برہمو وغیرہ تمام مذاہب کے اعتراضات کا باعث اگر ہے تو یہی الفاظ کا غلط استعمال اور فضول قصہ گوئی۔ مگر مسلمان ہیں کہ ذرا بھی اس طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس عدم توجہی کا الزام ایک حد تک ان غیر مذاہب بالخصوص آریوں پر بھی ... جنھوں نے باوجودیکہ احمدیہ جماعت کی طرف سے ان اعتراضات کا جواب بھی پالیا اور سینکڑوں دفعہ ... قاطع و براہین ساطعہ ان کے اعتراضات کو ... کر دیا گیا۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے ... کی ایک ہی ٹانگ رکھی اور ان ہی ... تفاسیر کی پناہ لے کر اور کچھ اسی اردو زبان میں عربی الفاظ کے غلط استعمال سے فائدہ اٹھا کر ... وہی بیہودہ اعتراض کرنا ہی اپنا شیوہ بنا رکھا ہے جن کے سینکڑوں دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں۔ اگر تو ان کے اعتراضات کا ہماری طرف سے کوئی جواب نہ دیا جاتا اور مسلمانوں کے بعض غلط غلط ترجمے ہی ان کے سامنے ہوتے تو بھی ایک حد تک وہ معذور قرار دئے جا سکتے۔ لیکن جب کہ ان کے سامنے ایک ایسا لٹریچر بھی ہے کہ جس میں ان کے اعتراضات کو پیش نظر رکھ کر ایسے معنی کئے گئے ہیں کہ جو لغت ... عرب اور معتبر دلائل کے رو سے بالکل صحیح ... اور وہی حقیقی معنی کہے جا سکتے ہیں تو ان کا اعتراض کرتے وقت انھیں نظر انداز کر دینا ظلم عظیم نہیں تو اور کیا ہے ہم نے پچھلے دنوں مسافر کی اس ... کا کچھ جواب شروع کیا تھا جس کا سلسلہ اس نے "تنقید قرآن" کے عنوان سے اپنے پرچہ میں شروع کر رکھا ہے۔ اس کے کچھ نمبر ہم نے شائع بھی کئے لیکن بعد میں ہم نے یہ دیکھ کر اس سلسلہ کو بند کر دیا کہ مسافر کا منشا صرف اعتراض کرنا ہی ہے ورنہ اسے تحقیق و تدقیق سے کوئی کام نہیں۔ کیونکہ اگر اس کا منشا تحقیق کرنا ہوتا تو وہ ہمارے پیش کردہ معانی کو نظر انداز نہ کر جاتا۔ اور جبکہ وہ ہر ایک آیت کے معانی کے ساتھ بعض غیر مستند تفاسیر کے حوالے بھی دے دیتا ہے تو گویا ... ہے کہ وہ احمدیہ لٹریچر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اور آج سے بہت عرصہ پیشتر جو انہی آیات کے معانی حضرت مسیح موعود حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضی اور نیز حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ ... موجہ کر چکے ہیں۔ انھیں پیش نظر نہیں رکھتا۔ اور اسی ... کی اس غیر متین روش کو دیکھ کر ہم نے اس بارہ میں خاموشی ...

کرنا چھوڑ دیا۔ لیکن بہرحال بڑی ذمہ داری اس بات کی ان علمائے کرام و نا ... علوم قرآنی پر ہے۔ جو تراجم و تفاسیر کرتے وقت ایک ایسی روش کرتے ہیں جو غیر مذاہب کو اسلام پر اعتراض کرنے کا موقعہ دیتی ہے۔ ضرورت ہے کہ مسلمان اس طرف توجہ کریں اور بہت جلد ان باتوں کا سد باب کریں

الاخبار والآراء

قیصر جرمنی کی خلاف اسلام کارروائیاں

جنگ یورپ کے ابتدا سے ہی یہ غلط اور بے بنیاد افواہیں مشہور ہو رہی ہیں کہ قیصر جرمنی پوشیدہ طور پر مسلمان ہو چکا ہے اور اس لئے اسے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی ہے اسی بات کو زیر نظر رکھ کر بعض لوگوں نے اسلام اور مسلمانوں پر مضحکہ انگیز ریمارکس بھی کئے اور آئے دن کر رہے ہیں۔ لیکن اگر اس بارہ میں ذرا بھی غور و خوض سے کام لیا جاتا تو شاید اس خلاف واقعہ بات کو اس قدر اہمیت نہ دی جاتی۔ جنگ طرابلس کے موقعہ پر ریوٹر کی ایک تار اس بارہ میں موصول ہوئی تھی کہ قیصر نے افریقہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کو سختی کے ساتھ روک دینے کے لئے وہاں کے مشنریوں کو لکھا ہے اور حال ہی میں پھر ریوٹر کا ایک تار اس بارہ میں موصول ہوا ہے جس میں لکھا ہے کہ جنرل سمٹس لکھتے ہیں کہ مقام لوشی میں جرمن گورنمنٹ کے جو کاغذات ملے ہیں ان میں ایک سرکلر بھی تھا جس پر جرمن مشرقی افریقہ کے گورنر کے دستخط تھے اور جو جنگ سے مہینوں پہلے تمام ڈسٹرکٹ کمشنروں کے نام بھیجا گیا تھا۔ اس میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ اشاعت اسلام کو روکنے کی غرض سے ختنہ اور وعظ کی ممانعت کی جائے کم از کم سرکاری ملازموں کو اس سے روکا جائے اور دیسی باشندوں کو بکثرت سور پالنے کی ترغیب دی جائے۔ ان واقعات سے صاف طور پر یہ پتہ لگتا ہے کہ قیصر جرمنی ہرگز مسلمان نہیں ہوا نہ ہی اسے اسلام کے ساتھ کوئی ہمدردی ہی ہے۔ بلکہ اسے تو اسلام کا سخت اور خطرناک دشمن کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ جو شخص اشاعت اسلام میں یہاں تک رکاوٹیں ڈالتا ہے کہ نہ صرف وعظ اور ختنہ کرانا ہی ممنوع قرار دیتا ہے بلکہ لوگوں کو بکثرت سور پالنے کی ترغیب دلائے اسے کیسے اسلام کا ہمدرد اور خیر خواہ کہا جا سکتا ہے ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اسی دشمنی کا نتیجہ ہے کہ قیصر کو ایسی سخت مصائب میں مبتلا ہونا پڑا ہے اور کامل دو سال تک خطرناک جانی و مالی نقصان اٹھانے کے باوجود بھی اس کی رہائی کی صورت دکھائی نہیں دیتی

فرقوں کے نام اور "اصلاح"

شیعی معاصر اصلاح ... اہلحدیث اور اہل قرآن وغیرہ فرقوں کا نام ... ہو سمکم المسلمین (کی تشریح) کرتا ہے کہ خدا فرماتا ہے اس نے تمھارا نام مسلمان رکھا۔ مگر یہ لوگ بمخالفت حکم خدا اور رسول اپنا نام اہلحدیث اور اہل قرآن رکھتے ہیں جس سے اس آیت کی تصدیق ہوتی ہے ان ھی الا اسماء سمیتموھا الخ۔ لیکن آگے ہی چل کر اسی مضمون میں رقمطراز ہے کہ وہ مسلمانوں کو عموماً اور شیعوں کو خصوصاً معلوم ہونا چاہئے۔ کیا ہمارا معزز معاصر بتا سکتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا علیحدہ ذکر کرکے شیعوں کا جو بالخصوص نام لیا ہے کیا یہ بھی اسی آیت ان ھی الا اسماء سمیتموھا کا مصداق نہیں اور کیا اس طرح اپنے آپ کو مسلمانوں سے کھلے طور پر علیحدہ کرکے وہ بھی ھو سمکم المسلمین کی خلاف ورزی نہیں کرتا بالخصوص جبکہ مسلمانوں سے شیعوں کا بالکل علیحدہ طور پر وہ ذکر کر رہا ہے۔

مسجد شاہی لاہور میں دنگا فساد

کچھ عرصہ سے لاہور کی انجمن اسلامیہ اور امام مسجد شاہی مولوی محمد شفیق صاحب میں یہ تنازعہ چلا آتا ہے کہ انجمن اسلامیہ انھیں امامت مسجد سے علیحدہ کرنا چاہتی ہے مولوی صاحب موصوف علیحدہ نہیں ہوتے اس تنازع نے اب دنگا فساد تک نوبت پہنچا دی ہے معاصر پیسہ اخبار راوی ہے کہ کچھ دن ہوئے فریقین پر ایک دوسرے کے تالا توڑنے کا الزام دیا گیا۔ اور اسی بنا پر آپس میں فساد ہو کر ایک شخص کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی اور پولیس تک رپورٹ پہنچنے پر مولوی صاحب ... اور امام کے صاحبزادہ کی ضمانت ہو گئی ۱۰- اپریل گذشتہ کو پھر رات کے ۴ بجے شور و غل ہوا اور مولوی صاحب پر مسجد ہی کے کسی حصہ کا جس میں زیارتیں وغیرہ ہیں تالا توڑنے کا الزام دیا گیا پولیس تحقیقات کر رہی ہے۔ یہ ہیں مسلمانوں کی مساجد کے امام اور ان کے کارنامے ایک

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

وید بھگوان کا ارشاد

آریہ گزٹ مورخہ ... اپریل نے "مسلمانوں کی اصلی حالت کا فوٹو" کے عنوان سے بحوالہ پیغام صلح مسلمانوں کی موجودہ خراب حالت کا ذکر کرتے ہوئے اس کا ایک علاج ہمیں بتایا ہے۔ ہم بھی دل سے چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا نسخہ جو مسلمانوں کی اس موجودہ حالت کو سدھار سکے۔ خواہ کہیں سے دستیاب ہو جائے۔ اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ اور اس لئے ہم اپنے معزز معاصر کے از حد ممنون احسان ہیں کہ اس نے ایک نسخہ ہمیں بتایا۔ وہ نسخہ کیا ہے۔ وہ ہے۔ وید بھگوان کی بانی جو رگوید میں یوں لکھی ہے:۔

"میری بانی کو اپنا منتر بناؤ۔ پھر تم سب بُرائیوں پر غالب آ کر طاقتور بن جاؤ گے"

گویا وید بھگوان کا یہ ارشاد ہے کہ اس کی بانی کو اپنا منتر بنانے سے سب بُرائیاں دور ہو جائیں گی۔ بات تو بڑی سہل ہے۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آج تک جن لوگوں نے وید بھگوان کے اس پاک ارشاد پر عمل کیا۔ وہ کہاں تک سب بُرائیوں پر غالب آ کر طاقتور بن گئے!! اور آیا ان میں تو وہ خرابیاں اور بُرائیاں نہیں پائی جاتیں۔ جن کے علاج کے لئے ہمارے معزز معاصر نے ہمیں وید بھگوان کا یہ ارشاد سنایا ہے۔ کیونکہ داناؤں کا ارشاد ہے کہ من جرّب المجرّب حلت به الندامة۔ اگر اس سے پیشتر بھی یہ نسخہ کبھی آزمایا جا چکا ہے۔ اور اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا ہو۔ تو اب پھر آزمانے پر سوائے ندامت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں۔ تو افسوس کہ ہمیں سوائے مایوسی کے اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ کروڑہا سال وید مقدس کو نازل ہوئے ہو گئے بھارت ورش کے کئی اب بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ افراد اس پر ہمیشہ سے عامل چلے آتے ہیں۔ آج ایک دیانند جی مہاراج پیدا ہوتے ہیں وہ ان تمام کو گمراہ اور ان کے کاموں کو پوپ لیلائیں ٹھہرا کر ثابت کر دیتے ہیں۔ کہ وید مقدس کی بانی کو اپنا منتر بنا کر بھی انہیں کچھ حاصل نہ ہوا۔ پھر آؤ خود سوامی صاحب اور آپکے چیلوں کے حالات کو ہی دیکھیں ممکن ہے کہ وہی سب بُرائیوں پر غالب آ کر طاقتور بنے ہوں تو پھر ہمیں دور جانے کی کیا ضرورت ہے مثل مشہور ہے درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے ہمیں زیادہ باتوں کو پیش نہیں کرتا۔ اور دیانندی مذہب کے ہرا نے پچھے چیتھڑوں کو افشا کرنا نہیں چاہتا۔

صرف آگرہ کے بیرہ اسما فراد یگوید کل پارٹی کے لیڈر مہاتما منشی رام جی کے موجودہ جھگڑوں کیطرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔ گذشتہ اشاعتوں میں بعض وہ ریمارکس درج کئے جا چکے ہیں جو یہ ہر دو بزرگوار ایکدوسرے کو خائن فسادی دوسروں کا گلا کاٹنے والے اور کیا کیا مجتہات کرنے کے لئے لکھ رہے ہیں۔ پس ہم کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ کہ وید مقدس کا مندرجہ بالا ارشاد واقعی صحیح اور قابل عمل ہے اور اس پر عمل کرنے سے یہ تمام خرابیاں دور ہو سکتی ہیں۔ جبکہ خود آریوں میں بھی وہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں آریہ گزٹ خود سمجھ سکتا ہے۔ کہ ہم وید بھگوان کے اس ارشاد پر کیسے عامل ہو سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہمارا معزز معاصر ہمارے اس عقدہ کو بھی حل نکر دے

اسلام کی بتائی ہوئی راہ کامیابی

ہاں اسکا ایک نسخہ ہمارے پاس بھی ہے جو اس سے پیشتر آج سے بھی بدتر کر نازک حالات اور سخت خطرناک بیماریوں میں کام دے چکا ہے اور وہ اب بھی نہ صرف مسلمانوں بلکہ آریہ اور دیگر تمام مذاہب کے لئے بھی فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ وہ ہے قرآن کریم کا یہ ارشاد پاک کہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ تم جو ذلت و رسوائی سے نالاں ہو۔ اور تمہارے اندرونی حالات ایسے گندے اور ناگفتہ بہ ہیں۔ کہ جن کی وجہ سے تم دنیا میں بدنام ہو چکے ہو۔ اور پھر بھی تم آپس کی کشاچھینی اور ایکدوسرے کا گلا کاٹنے سے باز نہیں آتے آؤ ہم تمہیں ایک نسخہ بتائیں۔ تم مومن بن جاؤ۔ بس تم ہی دنیا میں معزز و ممتاز ہو گے۔ تمہاری وہ تمام بیماریاں دور ہو جائیں گی۔ جو تمہاری ذلت و رسوائی کا باعث ہیں۔ اور عزت وعظمت کے منافی۔ قرآن کریم کا یہ ارشاد نرا دعوٰے ہی دعوٰے نہیں۔ بلکہ یہ تو وہ نسخہ ہے جو تجربہ کی کسوٹی پر جب بھی آزمایا گیا فائدہ مند اور کارآمد ثابت ہوا۔ کیا قرون اولٰے کے مسلمان صرف ایمان لا کر ہی سچے اور سچے مومن بنکر ہی رفعت و منزلت کی بلند چوٹیوں پر متمکن نہیں ہو گئے۔ کیا عرب کے وہ جاہل اور ناکندہ تراش لوگ جنہوں نے صلح اور امن کو کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا ہو گا اور جنکی حالتیں اس سے بہت بڑھ کر ردی اور خراب تھیں جیسی کہ آج مسلمانوں کی حالت ہے۔ ان میں کے اندر وہ تمام بیماریاں بدرجہ کمال پائی جاتی تھیں۔ جو آج دنیا میں رونما ہیں یا جو کسی قوم اور ملک میں پیدا ہونی ممکن ہیں۔ کیا وہی لوگ اسلام کے پاک اور امن بخش پیغام کو قبول کر کے اور اس حبل اللہ کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ کر جو قرآن کی شکل میں برکت اور امن لیکر نازل ہوا تھا۔ فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا کے ماتحت بھائی بھائی بن نہیں گئے تھے۔ کیا وہ ایک دوسرے کی دشمنی اور عداوت سے جسکو کہ قرآن نے شفا حفرة من النار کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ بچائے جا کر تمام ایک ہی ماں کے جنے ہوئے بیٹوں کی طرح بلکہ ان سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے محبوب بن گئے تھے۔ پھر کیا اسی محبت اور رفق اور اتحاد و اتفاق کے صدقے وہ دنیا میں ایک ایسی معزز و ممتاز قوم کہ جن کا نام آج بھی دنیا کے ہر ایک طبقہ اور گروہ میں عزت و عظمت سے لیا جاتا ہے بن نہیں چکے پھر کیوں آج بھی یہی نسخہ مسلمانوں اور دیگر تمام اقوام کے لئے کارگر نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے ایک صاف اور سیدھی راہ ہمیں بتائی ہے۔ کہ ذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب ويقيمون الصلوة و مما رزقنهم ينفقون۔ والذين يومنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك و بالاخرة هم يوقنون۔ اولئك على هدًى من ربهم و اولئك هم المفلحون

یہ کتاب (قرآن کریم) اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ متقیوں کے لئے ہدایت نامہ ہے۔ وہ لوگ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں۔ ہمارے دئے ہوئے میں سے خرچ کرتے ہیں۔ وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو (اے رسول) تیری طرف اور تجھ سے پہلے اتارا گیا۔ اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور یہی فلاح یافتہ ہیں۔

ان آیات میں جو راہ مسلمانوں کو کامیابی کی بتائی گئی ہے۔ اسی پر قرون اولٰی کے مسلمان گامزن ہوئے۔ اور انھوں نے فلاح پائی۔ موجودہ مسلمانوں نے اسے عملی طور پر ترک کر دیا۔ وہ اس ذلت و رسوائی کی حالت میں مبتلا ہیں۔ اب بھی جو کوئی قوم دنیا میں معزز و ممتاز بننا اور تمام برائیوں اور رسوائیوں سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔ وہ اسی راہ پر گامزن ہو کر مقصد کو حاصل کر سکتی ہے اور بس۔

ایثار کرو تا فلاح پاؤ

معزز معاصر لمعات نے اپنی آخری الوداعی ایڈیشن میں ایک نہایت دلچسپ اور زبردست مضمون اس موضوع پہ لکھا ہے۔ جس میں بعض عبرت انگیز تاریخی واقعات کا تذکرہ کرنے کے بعد اسلام کی گذشتہ ترقی اور رفع الحالی کا صحیح اور اصلی راز بتایا ہے۔ اور مسلمانوں کو ایثار کی بیش قیمت نصیحت کی ہے۔ اس مضمون کا یہ آخری حصہ ہم افادۂ ناظرین کرام کے لئے ذیل میں درج کئے دیتے ہیں۔ و

هو هذا:-

تاریخ عالم کے صفحات کی ورق گردانی کرنے سے انسان یہ امر بخوبی ذہن نشین کر لیتا ہے۔ کہ دنیا کے محیر العقول تغیرات کسی غیر معمولی ایثار کے زیر اثر نشو ونما پاتے ہیں اسی لئے اقوام وملل کے احیاء کے لئے اس کی تاریخ کا مطالعہ ضروری ہے۔ خصوصاً مسلمانوں کے لئے جنہوں نے کبھی بھی امن وسکون کی مستقل زندگی نہ پائی۔ اور درحقیقت وہ اس کے لئے پیدا بھی نہیں کئے گئے تھے۔

مسلمانوں کو کہا گیا تھا۔ کہ تم دنیا کی بہترین امت ہو۔ محض اس لئے پیدا کئے گئے ہو۔ کہ تمام دنیا میں نشر حق کرو۔ اسلام نے تمام ادیان سابقہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ کیونکہ اس میں ان کی اصلی روح باقی نہ رہی تھی بعثت محمدی سے پہلے تمام دنیا ایک عظیم الشان کشمکش میں مبتلا تھی۔ خداوند تعالے نے اس نے ملک عرب کو جو درحقیقت ناف زمین کہلانے کا مستحق تھا۔ دنیا کی ہدایت کیلئے منتخب کیا۔

تاریکی کا چہار سو غلبہ تھا اور خطرہ تھا۔ کہ مومنین کی ایک مختصر جماعت ارباب کفر کے سیلاب عظیم کی زد سے کیسے بچ سکے گی۔ اس لئے رسول اللہ صلعم کو قرآن کریم کے ذریعہ سے تمام وہ حوادث عظیمہ بتائے گئے۔ جن میں امم سالقہ گرفتار ہو چکی تھیں۔ اور جن کا نتیجہ حق پرستوں کی کامیابی تھا۔

یہی وہ واقعات تھے جنہوں نے مسلمانوں کی ڈھارس بندھائی اور جس کا نتیجہ بالآخر ان کی کامیابی میں نکلا + ملت حنیفی کے استحکام کے لئے جو درحقیقت استحکام امن وامان عالم کی ضامن تھی ضرورت تھی پختہ بنیاد کی اور وہ پختہ بنیاد درحقیقت رسول اللہ صلعم کے زمانہ حیات ہی میں رکھی گئی۔

یہ بنیاد مادی نہ تھی۔ مادی بنیادیں عارضی ہوتی ہیں اور باد مخالف کا ایک تیز جھونکا انہیں بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

اصحاب رسول اللہ صلعم نے اپنے خون سے عمارت اسلامی کو سینچا۔ اور اس کی ایسی پختہ بنیاد قائم کر دی۔ جسکو تیرہ سو چھتیس سال کے انقلابات زمانہ اب تک کوئی صدمہ نہ پہنچا سکے اور پہنچا وہ کیسے سکتے تھے جبکہ دنیا کے عدل وانصاف وامن وامان کے لئے ضروری تھا کہ اللہ کے قوانین کو نافذ کرانے والی کوئی نہ کوئی جمعیت باقی رہے۔

پیغمبر اسلام اپنی زندگی ہی میں اسلام کو ایک مستقل حیثیت میں دیکھ گئے تھے۔ ان کے بعد مومنین قانتین......... نخل اسلامی کی آبیاری کرتے رہے۔ اسی لئے جتنی قربانی اسلام کے لئے اس ابتدائی دور میں ہوئی وہ بعد میں نہ ہوئی کیونکہ پھر اسکی اتنی ضرورت نہ تھی۔

تمام تحریکات عظیمہ کے لئے اسی قسم کی ایثار کی ضرورت پیش آتی رہی ہے۔ جس کی تحریک درحقیقت ابراہیم خلیل اللہ کے ہاتھ سے ہاتف غیب نے کرائی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیجئے۔ آپ ایک مشہور گھرانے میں پیدا ہوئے ہیں مگر آپ دیکھتی ہیں کہ نشر حق کیلئے پہلے خانگی قربانی پڑیگی اسلئے وہ کی گئی۔ ابو طالب نے جب آپکو کہا۔ کہ زمانہ مخالف ہے اپنے خیالات دل ہی میں رکھو اور اپنے خاندان کی مسلمہ عزت کو بٹہ نہ لگاؤ تو آپنے اس رائے کی مخالفت کی اور اس کی تعمیل سے صاف انکار کر دیا۔

یہ پہلی مصیبت جو رسول اللہ صلعم کو پیش آئی اور جو درحقیقت تمام مصلحین کو پیش آتی ہے تمام اعزا انکے مخالف ہوتے ہیں۔ تمام گھرانہ ان کے درپے آزار ہوتا ہے۔ مگر وہ ان مشکلات کی پرواہ نہ کر کے پہلی منزل طے کر لیتے ہیں۔

دوسری مشکل جو رسول اللہ کو پیش آئی وہ تمام قوم کا انکے مخالف ہونا تھا مگر اسکی انہوں نے کچھ پروا نہ کی اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے استوار رہے اور کامران ہوئے معلم قوم بھی دیکھتا ہے کہ قوم کا حصہ کثیر اسکے مخالف ہے اور نہ صرف مخالف بلکہ اسکی تخریب کے درپے۔ مگر وہ ان مشکلات کا سد باب کرتا ہے اور اپنے سفر کی دوسری منزل طے کر لیتا ہے۔

تیسری سب سے بڑی اور آخری مصیبت جو رسول اللہ صلعم کو پیش آئی وہ ہمسایہ حکمرانوں کا انکے خلاف جتھا باندھنا تھا۔ اس منزل پر پہنچکر غیر معمولی قربانیاں کرنی پڑیں۔ قیصر وکسریٰ کی عظیم الشان سلطنتیں اسلام کی قلیل جماعت کو فنا کرنے کے درپے ہوئیں مگر یہ کام ہو رہیں۔

رسول اللہ صلعم اپنی زندگی میں اگرچہ اسلام کی بنیاد پختہ رکھ گئے تھے مگر ان کی جماعت نے اصلی معنوں میں ان کے مقصد اصلی کی تکمیل کی۔ تاریخ اسلام ایسی بیشمار امثال سے لبریز ہے۔

خداوند تعالیٰ نے اسلام کی حفاظت کا جو وعدہ کیا تھا اور یہ درحقیقت اسی میثاق الٰہی کا نتیجہ ہے کہ اسلام اسی آب وتاب سے اسوقت تک قائم ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ معلم قوم اپنی قوم سے جدا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی میں وہ نہیں دیکھ سکتا جس کا اُسے جنون تھا۔ مگر درحقیقت وہ اس خواب کی بنیاد تعمیر خود ہی رکھ دیتا ہے۔ اس کی جماعت اس کے کام کو تکمیل پر پہنچا دیتی ہے۔

اسلام کو کرہ ارضی کے ہر حصہ میں اپنے بقا کے لئے غیر معمولی جدوجہد کرنی پڑی ہے اسکے استقلال کی وجہ صرف یہ ہے اور اس کو صرف ایک مسلمان ہی اچھی طرح سمجھتا ہے۔ کہ اسلام خدا کا آخری پیغام ہے جو تمام دنیا کی نجات کے لئے آیا۔ مسلمانوں کو کہا گیا تھا۔ کہ تم اس پیغام کو دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا دو۔ پیغام حق کی زبردست مخالفت ہوتی ہے

دنیا کے امن وامان کے لئے اور بقائے شرع الٰہی کے لئے ضرورت ہے۔ کہ قوانین الٰہی قائم کئے جائیں اور یہ صرف مسلمان ہی کر سکتے ہیں یہی خلافت الٰہیہ کا مقصد عظمےٰ ہے۔

مسلمانوں کو جب کہا گیا۔ کہ تمہارا کوئی وطن نہیں ہے تو اس سے محض یہ مراد تھی کہ مسلمان کہیں کسی جگہ کو اپنی مستقل جائے اقامت نہ سمجھ لیں اور اپنے فرض نشر صداقت سے خاموش نہ بیٹھیں انہیں یہ سمجھایا گیا۔ تمہاری وطنیت تمہارا مذہب ہے اور یہی تمہارا سب کچھ ہے اسی مذہب کو نشر کرنے کیلئے امت مسلمہ پیدا کی گئی ہے اور اسی مذہب کی حرمت وناموس واستحکام کی خاطر مسلمانوں کو ہر وقت ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار رہنا چاہئے۔

اگر اسلام کو مقید بہ وطن کر دیا گیا ہوتا تو اسلام صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح کبھی کٹ گیا ہوتا اور اخوت اسلامی کی گوناگون لہروں کا سیلاب ہم کبھی نہ دیکھ سکتے۔

مسلمان دنیا کے کسی حصہ میں ہو وہ اسکا وطن ہوا ہے اپنی برادران ملت میں اپنے گھر کی جھلک دکھائی گئی ہے وہ نشر حق کرتا ہوا مراکو سے چین تک تمام سرزمین جہان مارتا ہے۔

دنیا اسلام کی بے ادری کے متعلق ایک عظیم الشان مغالطہ میں مبتلا ہے۔ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح نہیں سمجھتی جسے اخوت کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اسلام دنیا میں سرعت سے پھیل رہا ہے دین کے صاف اور سادہ اصول تمام دنیا کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اسلام کی مخفی طاقت دنیا سے پنہاں ہے اور وہ اس کی ماہیت کے متعلق لاعلمی میں ہے۔

مسلمان کبھی بھی آرام کی زندگی بسر نہیں کر سکتے ان کے دینی فرائض انہیں ایک منٹ چین نہیں لینے دیتے۔

اور بقائے اسلام کے لئے ہمیشہ ایثار کی ضرورت رہی ہے دنیا کے ہر پہلو میں ہم ایثار کا ظہور دیکھتے ہیں۔

قرآن کریم نے [illegible]

گروہِ محمودیہ کے غلو کے چند نمونے

جناب میاں صاحب قادیانی نے ابتدائے دورِ خلافت خود میں ایک صاحب میاں محمد عثمان خان ساکن لکھنؤ کو ایک خط لکھا تھا۔ جو دو دفعہ (۱۶ دسمبر ۱۵ء و ۲ دسمبر ۱۴ء کو) اخبار پیغام صلح میں شایع ہو چکا ہے۔ اس خط کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت مسیح موعود کے متعلق جو عقائد میاں صاحب نے اسوقت شایع فرمائے تھے وہ محض عارضی طور پر چند روز کے لئے بطور علاج کے محض مصلحت وقت کی مجبوری کے ماتحت تھے۔ ورنہ دراصل ان کا اپنا بھی یہی عقیدہ تھا۔ کہ حضرت اقدس ظلی نبی ہیں۔ اور اسوقت وہ خود بھی پسند نہ کرتے تھے۔ کہ حضرت اقدس کے متعلق لفظ نبی کو اس طرح استعمال کیا جاوے (جیسا کہ آج کل کیا جا رہا ہے) کیونکہ جس طرح صاحب ممدوح کو خوف لاحق تھا۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں۔ لیکن اس تحریری اقرار کی کہاں تک پابندی کی گئی ہے۔ اہل بصیرت سے پوشیدہ نہیں اس عارضی نسخہ نے کس قدر سچائی ظاہر کی۔ خود عیاں ہے۔ چونکہ یہ نسخہ کچھ عرصہ راقم کے بھی زیر استعمال رہا ہے اس لئے اس کے مزعومہ قواعد کے چند ایک نمونے پیش کرتا ہوں۔ وھو ھذا :-

نمونہ نمبر ۱ - (اخبار الفضل مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۵ء صفحہ ۷) زیر سرخی "احمد نبی اللہ" مولوی غلام رسول راجیکی نے لکھا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود بقول آنمکرم کے امتی نہ تھے۔ عبارت ذیل ملاحظہ ہو۔

"مسیح موعود کو احمد نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور آپکو امتی قرار دینا یا امتی گروہ میں داخل سمجھنا گویا آنحضرت کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا ہے جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے۔ پس مسیح موعود کو امتی قرار دینے والے اگر انکو انبیاء کے گروہ میں داخل سمجھنا کفر جانتے ہیں۔ تو وہ اس دوسری طرف بھی خیال کر لیں۔ کہ اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم آئیگا۔ کہ آنحضرت صلعم کو انبیاء سے نکال کر امتی بنایا جاوے۔ کیا یہ کفر کچھ کم ہوگا۔ یا اس پہلے کفر سے بھی بڑا۔ پس مسیح موعود احمد نبی اللہ ہیں"

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "نہ مجھے دعوئے نبوت و خروج از امت" (ملاحظہ ہو نشان آسمانی صفحہ ۳۱ یا کتاب دین الحق مطبوعہ ۱۹۱۶ء مرتبہ میر قاسم علی صاحب) فرمائیے اس کفر کا کون مرتکب ہوا؟

نمونہ نمبر ۲ - ملاحظہ ہو صفحہ ۲ و ۳۲ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ فروری ۱۹۱۶ء جس میں مضمون "نبی آخر الزمان" مرتبہ سعدی لاہوری شایع ہوا ہے۔ کی عبارت مندرجہ ذیل:-

"آنحضرت شارع نبی ہونے کے امتیاز سے نبی آخر الزمان ہیں" (صفحہ ۲ رسالہ مذکور)

"ہم اس بات کو نہایت زوردار الفاظ میں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ قرآن شریف میں اگر حضرت نبی کریم کو خاتم النبیین (یعنی خاتم انبیاء (یعنی انبیاء تشریعی - راقم) قرار دیا گیا ہے۔ لیکن آخری کا لفظ بلا کسی استثنا کے حضرت مسیح موعود کے لئے خاص کیا گیا ہے"

گویا . . . . سعدی لاہوری کے نزدیک بصورت عدم تسلیم کسی استثناء کے - اسلام کے آخری نبی حضرت مرزا صاحب ہیں - یا یوں کہو کہ فی الجملہ خاتم النبیین بھی وہی ہیں۔ یا یوں تقسیم ہوگی - اور اسلام کے دو خاتم النبیین ماننے پڑیں گے -

۱ - حضرت محمد صاحب خاتم انبیاء تشریعی تا ۱۳۰۰ ہجری المقدس

۲ - حضرت مرزا غلام احمد صاحب - خاتم انبیاء غیر تشریعی - از آغاز ۱۳۰۰ ہجری تا قیامت

لیکن سعدی کے پیر کے نزدیک شرع محض ایک خصوصیت ہے - اور وہ تعریف نبوت میں شامل نہیں - اس لئے اس خصوصیت کو نظر انداز کرنا پڑیگا - اور میاں صاحب کے عقائد کی تقلید میں ماننا پڑیگا - کہ حضرت اقدس مرزا صاحب ہی اسلام کے خاتم الانبیاء یا نبی آخر الزمان ہیں اور اس خصوصیت میں کوئی استثنا نہیں لیکن حضرت اقدس ایسے عقائد والوں کو صفحہ ۹ - حمامۃ البشریٰ میں جھوٹے کاذب اور دجال قرار دیتے ہیں - ملاحظہ ہو عبارت ذیل

"اور کہتے ہیں کہ یہ شخص ملائکہ اور انکے نزول اور صعود کو نہیں مانتا - اور شمس قمر اور ستاروں کو فرشتوں کے اجسام مانتا ہے - اور محمد مصطفیٰ صلعم کو خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین نہیں مانتا - حالانکہ ان کے بعد کوئی نبی - (تشریعی یا غیر تشریعی - راقم) نہیں آسکتا - اور وہی خاتم الانبیاء ہیں - یہ سب باتیں مفتریات اور تحریفات ہیں - پاک ذات ہے میرا رب میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی - اور یہ سراسر جھوٹ اور کذب ہے اور اللہ جانتا ہے کہ لوگ دجال ہیں"

نمونہ نمبر ۳ - ممکن ہے کہ جیسا کہ پہلے کئی دفعہ دیکھنے میں آیا ہے - کہ جب کسی خود تراشیدہ مسئلہ پر اعتراض کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا - تو گو الفضل اور تشحیذ الاذہان جیسے معتبر آرگن میں بغیر کسی تردید کے ہی ایسی تحاریر کا شایع ہو جانا انکے مسلمہ اور مصدقہ میاں صاحب ہونے میں کوئی شبہ نہیں چھوڑتا یہ جواب دیدیا جاتا ہے - کہ یہ ایک غیر ذمہ دار شخص کا خیال ہے - اب بھی کہدیا جاوے کہ میاں صاحب زید و بکر (فاضل راجیکی و سعدی لاہوری) کے اجتہاد کے ذمہ وار نہیں - اس لئے تیسرا نمونہ الفاظ میاں صاحب پیش کرتا ہوں - جس میں نبی وقت حضرت مرزا صاحب کو قرار دیا گیا ہے - ملاحظہ ہو اخبار الفضل مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۱۶ء مضمون زیر خطبہ جمعہ فرمودہ میاں صاحب کی عبارت ذیل۔

"قرب الٰہی نبی وقت کی اطاعت سے حاصل ہوتا"

"یہ وہ ذریعہ ہے جو خدا کے قرب کو حاصل کرنے کیلئے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلعم کی معرفت فرمایا اور یہ آنحضرت صلعم کے ساتھ ہی نہیں بلکہ جو نبی خدا کا نبی ہے اسی سے تعلق رکھتا ہے اور جو نبی آتا ہے اس کا فیصلہ اسی کے مطابق لوگوں کو ماننا فرض ہے - جو اُسکو قبول کرتے ہیں . . . . یہ خدا کا فضل ہے کہ ہم میں ایک صاحب وحی و حکم بھیجدیا"

اس سے پہلے آن مکرم تشحیذ ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء کے صفحہ ۱۹ پر فرما چکے ہیں - کہ اگر کوئی زندہ نبی آیا - تو اس کے لئے حضرت مسیح موعود کی اتباع شرط ہے ملاحظہ ہو عبارت ذیل:-

"سوال - اگر کوئی آئندہ نبی آیا - کیا اس کے لئے مسیح موعود کی اتباع ضروری ہے؟

جواب - (از میاں صاحب) ہاں بلکہ اس نبی کے لئے بھی مسیح موعود کی اتباع شرط ہے"

ان ہر دو جوابوں سے مندرجہ ذیل دو نتائج نکلے ہیں

۱ - نبی وقت حضرت مرزا صاحب ہیں۔

۲ - اب اگر کوئی نبی آوے - تو وہ تابع حضرت مسیح موعود ہوگا - یعنے ظل ظلی نبی ہوگا۔

اس کے مقابل حضرت اقدس کیطرف سے جواب میں وہی حوالہ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۹ کا ہی ہے جو پیچھے عرض ہو چکا ہے -

گویا میاں صاحب کے عقائد کے متبع یا زیر علاج کے لئے حضرت مسیح موعود کے بارے مندرجہ ذیل سندات تجویز ہوئی ہیں۔

۱ - وہ جھوٹا ہے۔

۲ - وہ کاذب ہے۔

۳ - وہ دجال ہے۔

اور بقول مولوی غلام رسول راجیکے . . . . . کافر ہے۔ اللہ تعالےٰ ان انعامات کو ان کے مستحقین تک ہی

محدود رکھے۔ حیرانی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے جب ان استعارات کے ماتحت جو حضرت اقدس کی تحاریر میں بکثرت موجود ہیں۔ حضرت اقدس کو ظلی سے کامل اور حقیقی۔ بلکہ بلحاظ زمانہ نبوت ناانجامت ہونے کے مستقل اور بالخصوص نبی آخر زمان بنایا جا چکا۔ تو فرمائیے۔ اسلام کی بیخکنی میں کیا کسر باقی ہے۔ اور کیا اسلام کی جڑ پر آرہ چلانے والے خود مسیح موعود کی اولاد ہی نہیں!!۔ نبوت اسلام کا تو اس طرح فیصلہ ہو گیا۔ اب توحید باقی ہے۔ سو اس کے لئے بھی متعدد استعارات کے آڑ میں گنجائش باقی ہے چاہئے کہ اب حضرت اقدس کو خدا ہی بنا دیا جاوے جس سے مندرجہ ذیل ذاتی فوائد حاصل ہونے کی امید ہو گی۔

(۱) خلافت کو رسالت تک ترقی ملنی آسان ہو جاوے گی۔

(۲)۔ رسالت کو گوڈ ھیڈ یا خدائی تک بڑھانا مشکل نہ ہو گا۔

(۳) اور اس طرح اسلام میں بھی تین میں ایک۔ اور ایک میں تین کا مسئلہ ثابت ہو جاویگا۔ اور حضرت مرشد گورگانی کا مندرجہ ذیل شعر بھی پورا اُتر آیگا:۔

بڑھتے بڑھتے ہی جس تو کیا سے کیا ہو جائیگا
ابتو بندہ ہے کسی دن کو خدا ہو جائیگا

اللہ تعالےٰ ان لوگوں کی حالت اور سمجھ پر رحم فرماوے۔ آمین!!!

بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن

۱۱-اپریل ۱۹۱۶ء کے الفضل میں مفتی محمد صادق صاحب نے "غیر احمدی کا جنازہ" کے عنوان سے اس خط کی تشریح کی ہے۔ جو ۱۹۰۲ء میں انہوں نے شیخ غلام قادر صاحب ساکن جیون مغل کے نام لکھا تھا اور جس میں یہ لفظ لکھے تھے "کہ" جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو اُس کا جنازہ جائز ہے"۔ مفتی صاحب نے پہلے تو اسکو اس شخص کی شخصی کمزوری پر محمول کیا ہے۔ جسکو یہ حکم دیا گیا اور اسکے ثبوت میں انکا بیان ہے کہ حضرت صاحب ہمیشہ کمزور لوگوں کو ہی اس قسم کی اجازت دیتے تھے۔ اور بڑی جرأت کے ساتھ حضرت مسیح موعود پر یہ خطرناک بہتان باندھا ہے۔ کہ

"حضرت فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ایکدفعہ ایک غیر مسلم کا جنازہ پڑھا تھا"!

استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ

کافر اور اس کا جنازہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھیں؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مجھے تعجب آتا ہے ان لوگوں کی حالت پر کہ ایک جھوٹ بات کی پیچ میں کہاں کہاں تک جا مارتے ہیں۔ ایکطرف تو اسے کمزوروں کا کام قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف اس کمزوری کو رسول اللہ صلعم کی طرف منسوب کرتے ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اچھا مفتی صاحب! اگر یہ اجازت محض کمزوروں کے لئے ہی تھی۔ اور کمزور احمدیوں کو کافروں کا جنازہ پڑھ لینا جائز تھا۔ تو آپ مہربانی کرکے حضرت اقدس کا کوئی ایسا حکمنامہ بھی تو دکھا دیں جو پختہ اور آزمودہ کار احمدیوں کیلئے ہو۔ اور جس میں تمام غیر احمدیوں کے جنازہ سے منع کیا گیا ہو۔ میں تو حیران ہوں۔ کہ جب حضرت صاحب کی ساری زندگی میں آپ کی کسی تحریر کسی تقریر کسی ڈائری کسی احمدی کی قسمیہ شہادت سے بھی ہرگز ہرگز یہ ثابت نہیں کہ آپنے ہرحال میں تمام غیر احمدیوں کا جنازہ ناجائز قرار دیا ہو۔ تو مفتی صاحب کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ کہ یہ اجازت صرف کمزوروں کے لئے ہی تھی آخر اسکے بالمقابل طاقتوروں کے لئے بھی تو کوئی امتناعی حکم ہونا چاہئے۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو آپ کا یہ کہنا کہ یہ صرف کمزوروں کیلئے تھا۔ بالکل غلط اور سراسر جھوٹ ہے۔

پھر خواجہ صاحب کی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح سے اجازت لینے کی بعض فرضی کوششوں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے ولایت میں آنحضور کے انکو اجازت دیدینے کو بھی انکی کمزوری پر محمول کیا ہے لیکن میں مفتی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ حج پر جانیوالے جن احمدیوں کو بالخصوص میر ناصر نواب اور میاں صاحب کو حضرت خلیفۃ المسیح نے غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی کیا وہ بھی سب کے سب کمزور ایمان والے ہی تھے اس طرح سے آپکو بڑی مصیبت پیش آئیگی۔ کیونکہ میاں صاحب بھی اگر کمزور ایمان والے ہی تھے تو ان کی پیری کی حقیقت بھی معلوم۔ آخر بتائیے۔ تو سہی کہ کیوں میاں صاحب نے حج میں غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ گھر میں آکر دوہرالینا الگ بات ہے۔ لیکن کیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ کہ میاں صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح کی اجازت کے ماتحت اول غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ پھر آپ ہی کے اصول کے مطابق وہ بھی کمزور ایمان والے ثابت ہوئے۔ پھر افریقہ جانے والوں کو ایسی اجازت دی گئی۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ خواجہ صاحب کو اجازت دینے کی یہ بنا قرار دینا کہ ان میں کمزوری تھی کی بنا اس بات پر رکھتے ہیں۔ کہ لنڈن میں ہم پر کفر کا کوئی فتوی نہیں۔ مفتی صاحب! یہ ایمانیات کا سوال ہے۔ ذرا خوف خدا کرکے ایمان سے بات کیجئے۔ ہر امر میں ایسی قسم کی بے علیائی دکھانا یہ ایمان داروں کا کام نہیں۔

پھر آپ نے اپنے کارڈ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "ایسے مسائل میں بار بار حضرت مسیح موعود سے دریافت نہ کیا جاتا تھا۔ بلکہ جب کبھی کسی کمزور شخص نے اس کے متعلق سوال کیا۔ اسکو وہی پرانی بات لکھدی۔ اور جس کارڈ کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے وہ بھی اسی قسم کا ہے"!۔ بہت خوب! اب معلوم ہوا کہ مفتی صاحب اپنی تمام عمر جھوٹ بھی بولتے رہے ہیں۔ اور جھوٹے فتوے بھی لکھ لکھ کر بھیجتے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کارڈ پر جس کا حوالہ مفتی صاحب نے دیا ہے۔ ان کے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ "حضرت صاحب [illegible]

جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے کہنے پر مفتی صاحب نے یہ لکھا ہے۔ اور بات بھی یہی صحیح ہے۔ کیونکہ میاں غلام قادر صاحب کا خط حضرت صاحب کے نام تھا۔ نہ کہ مفتی صاحب کے نام۔ نیز اس میں میاں غلام قادر صاحب نے حضرت اقدس سے یہ استدعا کی تھی۔ کہ آپ اپنے ہاتھ سے جواب لکھیں۔ جس کی وجہ سے مفتی صاحب کو یہ فقرہ لکھنا پڑا۔ کیونکہ حضرت صاحب نے وہ خط مفتی صاحب کو جواب لکھنے کے لئے دیدیا اب اگر تو اصل واقعہ یہ ہے۔ تو مفتی صاحب کا یہ بیان غلط ہے۔ کہ حضرت صاحب سے پوچھا نہیں۔ لیکن اگر اصل واقعہ یہ نہیں ہے تو ظاہر ہے۔ کہ اُن کے یہ الفاظ کبھی صحیح نہیں۔ اور انہوں نے جھوٹ لکھا ہے۔ کاش کچھ عقل اور ہوش سے کام لیا جائے اور خواہ مخواہ اپنے ہی فاسد اعتقادات کی پختگی کے لئے مندرجہ بالا ضرب المثل پر عامل نہ ہوں۔ (باقی آیندہ)

[illegible] پرنٹر پبلشر منیجر [illegible] دفتر پیغام صلح [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

پیغام صلح

اخبار

لاہور

قیمت

سالانہ ۵ر

ششماہی ۳ر

سہ ماہی ۲ر

ماہوار ۹ر طلباء سے للہ سالانہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور | سہ شنبہ ۱۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۶ | نمبر ۱۱۴

ڈیرہ غازی خاں میں عظیم الشان جلسہ اور خواجہ صاحب کا لیکچر*

ڈسٹرکٹ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس جام پور کا تیسرا سالانہ جلسہ بتواریخ ۵ تا ۷ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء بمقام ڈیرہ غازی خاں منعقد ہوا۔ خواجہ صاحب قبلہ نے ۵ مارچ کو ہمراہ آنریبل نواب ملک محمد بہادر خاں صاحب بالقابہ ڈیرہ غازی خاں میں وارد ہونا تھا۔ مگر تشریف نہ لا سکے۔ اور ۶ مارچ کو بوقت دوپہر ہمراہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب ڈیرہ غازی خاں میں تشریف لائے۔ اگرچہ شہر کے ہندو مسلمان معززین جناب خواجہ صاحب کے شوق دیدار میں ۵ کو ہی شہر سے باہر استقبال کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ تاہم دوسرے دن بھی سواروں اور پیدلوں کا خاصہ مجمع خواجہ صاحب کی فٹن کے گرد و پیش جمع ہو گیا۔ جناب خواجہ صاحب اکابرین ممدوح نواب محمد جمال خاں صاحب چیف آف تمنداریاں کے ہاں مہمان رہے۔ جو کہ ایک نوجوان تعلیم یافتہ روشن خیال سردار اور کانفرنس کمیٹی مذکور کے پریزیڈنٹ ہیں۔ چونکہ جلسہ مذکور کے اشتہار میں خواجہ صاحب کی شرکت کا اعلان ہو چکا تھا اس لئے ضلع بھر میں . . . . خواجہ صاحب کی تشریف آوری کا چرچا ہو گیا تھا اور دیہات سے جوق در جوق لوگ خواجہ صاحب کے لیکچروں کے سننے کے شوق میں جمع ہو گئے تھے۔ خواجہ صاحب کا پہلا لیکچر ۶ مارچ کو زیر صدارت آنریبل نواب بہرام خاں صاحب بالقابہ تعلیم کی ضرورت۔ تعلیم کی اقسام پر ہوا۔ اور دوسرا لیکچر اس سے دوسرے روز زیر صدارت جناب صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب مسلمانوں کی عملی حالت کے متعلق ہوا۔ افسوس کہ جلسہ کے رپورٹر نے مجھے ابھی تک رپورٹ جلسہ کے نوٹ نہیں دیئے۔ اس لئے اقتباسات لیکچر لکھنے سے معذور ہوں۔ خواجہ صاحب کے لیکچروں کو اعلیٰ و ادنیٰ ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اور پہاڑی بلوچوں تک ہر طبقہ کے لوگوں نے نہایت دلچسپی اور اشتیاق سے سنا اور دوسرے لیکچر میں خواجہ صاحب نے . . . . عبادات اور ورد و وظایف کی علت غائی پر مفصل طور پر بحث فرماتے ہوئے ظاہر فرمایا کہ ہماری عبادات اور ورد و وظائف کا ہمارے اعمال و اخلاق دیگر پر بہت ضرور اثر ہونا چاہیئے۔ اور صرف جنتر منتر کی طرح اوراد پڑھنا لاحاصل ہے۔ اس لیکچر میں خواجہ صاحب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور الحمد شریف کی تفسیر ایاک نستعین تک ایسے حقائق و معارف سے بھری ہوئی بیان فرمائی کہ سامعین کی آنکھیں کھل گئیں ہیں۔ ۷ مارچ کی شام کو کانفرنس کا جلسہ ختم ہو گیا۔ ۸ مارچ کی شام کو حضرت ممدوح کا لیکچر زیر صدارت نواب محمد جمال خاں صاحب ممدوح اشاعت اسلام کی ضرورت اور بلاد غربیہ میں اپنے مشن کے حالات پر ہوا جس کے خاتمہ پر معززین نے ان کے انگریزی اور اردو رسالہ کی خریداری کے لئے اپنے نام لکھوائے۔ خواجہ صاحب کا ارادہ اس سے دوسرے روز حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر روشنی ڈالنے کے متعلق تھا مگر آپ کے صاحبزادہ کی علالت کی تار خبر آنے پر آخری لیکچر نہ ہو سکا اور آپ ۹ مارچ کی صبح کو واپس تشریف لے گئے۔ خواجہ صاحب کے ڈیرہ پر بلوچ سرداران رؤسا ضلع اور تعلیم یافتہ عمدہ داران کا ہر وقت مجمع رہتا تھا۔ جو خواجہ صاحب کے کلام پُر معارف سے سیراب ہوتے رہتے تھے۔ بالیقین ضلع ڈیرہ غازیخاں کی بابت یہ ہے کہ ڈیرہ غازی خاں کی سرزمین نے ایسا عظیم الشان جلسہ اور ایسے جلسہ . . . عدر مستقر کبھی نہیں دیکھے ہونگے۔

(خاکسار دوست محمد آنریری سکرٹری کانفرنس مذکور)

* یہ رپورٹ بہت دیر کے بعد اب موصول ہوئی ہے موصول ہوتے ہی بلا پس و پیش درج اخبار کر دیا گیا ہے۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر - حضرت ڈاکٹر صاحبان اور دیگر بزرگ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں اور خدمات دینیہ میں مصروف۔ حضرت خواجہ صاحب ابھی تک کیمبل پور سے واپس نہیں تشریف لائے۔ شاید آئندہ ہفتہ تک آجائیں۔ کیونکہ ہفتہ کے دن رات کے نو بجے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں آپ کا لیکچر ہونے والا ہے۔ جو بڑا مشتہر ہو چکا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کا مضمون تمدنیت عملی پر ہے

احمدی طلباء جو امتحانات میں شریک ہیں۔ احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے بڑے صاحبزادے خواجہ بشیر احمد صاحب ایسا بی۔ اے کے امتحان میں بیٹھے ہیں۔ ایسا ہی میرزا حمید صاحب فرزند میرزا جمال الدین صاحب خوشنویس ایف۔ ایس۔ سی اور اخویم محمد ابراہیم صاحب ایف۔ اے کے امتحانوں میں۔ دیگر بعض برادران کے بھی امتحانات ہیں۔ جن سب کے نام مجھے یاد نہیں۔ احباب دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو کامیاب فرمائے۔

جناب **مولا بخش صاحب** قریشی کی اہلیہ محترمہ گذشتہ جمعہ کو فوت ہو گئیں ہمیں اس صدمہ جانکاہ میں اپنے معزز بھائی اور ان کے فرزند ابو رحیم بخش صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور اس کے پسماندگان کو صبر جمیل۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں

قصبہ بہلول پور میں ہمارے مبلغین کی کامیابی

حافظ فضل احمد صاحب اور صوفی مبارک علی صاحب پچھلے دنوں گجرانوالہ اور لائلپور وغیرہ مختلف علاقہ جات میں دورہ کرتے ہوئے موضع بہلول پور میں بھی پہنچے تھے۔ اور تین یوم تک چودھری عبداللہ صاحب نمبردار سے نبوت مسیح موعود اور تکفیر کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ صوفی مبارک علی صاحب نے اس گفتگو کی جو مفصل رپورٹ بھیجی ہے اس کے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ گفتگو زبردست رہی ہے۔ ان ہر دو صاحبان نے عقائد محمودیہ کا ابطال کیا۔ کہ مخالف کو سوائے ساکت ہو جانے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ سے کے ایک حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ ان لوگوں کے پاس ہے جسے عام طور پر عقائد احمدیہ کے بالمقابل پیش کیا جاتا ہے لیکن حافظ صاحب نے اس کے بالمقابل الوصیت کی وہ عبارت پیش کر کے کہ جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ اس امت کے بعض افراد نے نبی کا خطاب پایا۔ نیز حقیقۃ الوحی کی بعض ایسی ہی عبارات کی طرف توجہ دلا کر اور یہ بتا کر کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب نے کہا ہے کہ میں اس امت کے تیرہ آدمیوں کے نام بتا سکتا ہوں جنہوں نے نبی کا نام پایا ہے۔

لا الٰہ الا اللہ شبلی رسول اللہ

اور مولانا ئے روم کے مصرعہ

"وہ نبی وقت خویش است اے عزیز"

کو پیش کر کے بتایا کہ یہ خصوصیت تمہاری نزدیک خصوصیت نہیں۔ ایسا ہی صوفی صاحب نے اس خصوصیت پر یہ کہہ کر بڑے لطیف پیرایہ میں روشنی ڈالی کہ آپ کو یہ نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعزازی طور پر دیا گیا۔ جیسا کہ آپ نے خود براہین پنجم میں ایسا ہی کہا ہے۔ پھر چودھری صاحب کے یہ کہنے پر کہ حدیث میں نبی اللہ آیا ہے اور الہامات میں بھی۔ صوفی صاحب نے بتایا کہ اول تو اس حدیث کو خود حضرت صاحب نے ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے۔ اور اگر وہ صحیح ہے اور اس کے الفاظ کو ظاہر پر ہی حمل کرنا ہے تو پھر وہاں تو ابن مریم کے نزول کا ذکر ہے۔ نہ حضرت صاحب ابن مریم ہیں اور نہ یہ حدیث ان پر صادق آتی ہے پھر سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کسی اور کے لئے ہے کیونکہ ظاہر پر حمل کرنا ہو اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہی ابن مریم دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ آسمان سے نہ اتر آئے لیکن اگر ابن مریم کے لفظ کی تاویل کرتے ہو۔ تو کیوں نبی اللہ کے الفاظ کی تاویل جائز نہیں۔ بالخصوص جبکہ حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر

انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ اور آیت خاتم النبیین

اسکے ظاہر پر حمل کرنے کے منافی ہیں۔ باقی رہے الہامات۔ سو اگر ان کو بھی ظاہر الفاظ پر ہی حمل کرنا ہے۔ تو ماننا چاہئے کہ مرزا صاحب مریم اور ابن اللہ بھی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ انتی بمنزلۃ ہے۔ وہ خود خدا ہیں۔ پھر موسیٰ۔ ابراہیم داؤد۔ لوط اور محمد بھی آپ کے الہامات میں آئے ہیں۔ اس لئے آپ صاحب شریعت نبی بھی ہیں۔ اور ایسا ہی وہ پہلے اولیائے امت بھی جنکے الہامات میں کئی اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں پھر چودھری صاحب کے یہ کہنے پر کہ تمام انبیاء کے سلسلہ نبی آتے رہے ہیں۔ صوفی صاحب نے کیا لطیف بات کہی کہ یہاں تو انبیاء ہیں اس لئے ہم اور تم نبی ہونے چاہئیں ایسے نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ کوئی نبی نہ ہوتے تو بھی روحانی اولاد سے بھی محروم رہتے ہیں۔ تو یہ بھی ایک مومن کے منافی ہے۔ پھر تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ انا اعطینٰک الکوثر ایک نبی کے آجانے کو کوثر نہیں کہتے۔ کثرت تو یہی ہے کہ تمام اولیاء اللہ آپ کی روحانی اولاد ہیں۔ گفتگو کے آخری موقعہ پر چودھری صاحب کا بڑا [illegible] پر کوئی شخص حافظ احمد دین نے چند محمود یا ں کے پاس کے گاؤں سے آگیا۔ اور انہوں نے بھی کچھ گفتگو شروع کر لیا۔ لیکن کچھ بھی جواب نہ بن آیا اور اپنا سا منہ لیکر رہ گیا اس گفتگو کو بعض غیر احمدی بھی سنتے رہتے تھے۔ اگرچہ چودھری عبداللہ صاحب ان سے بہت چھپتے تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب اور صوفی صاحب کی باتوں کو پسند کیا اور ذیل کی تحریر لکھ کر دیدی۔

"ہم باشندگان دیہہ بہلول پور علاقہ [illegible] ڈاکخانہ [illegible]۔ ہم لوگوں نے تینوں یوم یعنی ۶ و ۷ و ۸ تاریخ ماہ مارچ ۱۹۱۶ء میں مبایعین اور غیر مبایعین کی گفتگو درباره نبوت حضرت مرزا صاحب اور تکفیر مسلمانان سنی ہے اس مناظرہ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مبایعین حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں ثابت کر سکے اور نہ مرزا صاحب کے دعوے کے انکار کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر ثابت کر سکے۔ ہاں ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا حدیث کی رو سے کافر ہے۔ اور مرزا صاحب کو ہم مسلمان جانتے ہیں۔"

بقلم خود فضل احمد۔ نواب خان نمبردار ۱۲۷ برادر عبداللہ صاحب بقلم خود فضل علی۔ بقلم خود سلطان

مختصر خبریں

—— ہز ہائینس سر آغا خان کیلئے ہز ایکسیلنسی لارڈ اعظم نے ورود ہندوستان کے اندر ۱۱ - توپ کی سلامی کا سرٹیفکیٹ دوام الحیات صوبہ بمبئی کے اول درجہ کے چیفس میں شمار کیا جانا منظور فرمایا ہے۔

—— کاغذ کی قلت کی وجہ سے سات اخبار بند ہو گئے۔

—— بعض چینی جو برما رنگون وغیرہ میں کالونی میں کام کرتے اور فساد پھیلاتے تھے۔ ۱۵ - اپریل کو ہانگ کانگ بھیج دیئے گئے۔

—— مرزا عباس علی بیگ صاحب سی ایس آئی مقیم انگلستان سال رواں کیلئے سیکرٹری آف سٹیٹ کی کونسل کے وائس پریزیڈنٹ مقرر کئے گئے ہیں۔

—— گذشتہ چہار شنبہ کو مشرقی بنگال میں ایک سخت طوفان آیا۔ بعض اضلاع میں ژالہ باری بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح
۱۸۔ اپریل ۱۹۱۶ء ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ

حضرت اقدس کی تحریرات معرض تحریف میں

"خطرے کا الارم"

گذشتہ سال جنوری ۱۹۱۵ء میں جب سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی طرف سے سلسلہ تصنیفات احمدیہ کا اشتہار شائع ہوا تو الفضل نے جماعت کو کسی فرضی "خطرے کا الارم" دیتے ہوئے اس وہم میں ڈالنا چاہا تھا کہ گویا کتب حضرت اقدس میں کوئی تحریف کی جانے والی ہے۔ ہماری طرف سے تو اس کا جواب اس وقت یہی دیا گیا کہ سلسلہ تصنیفات شائع ہونے پر دنیا خود دیکھ لے گی کہ الفضل کا بیان کس قدر غلط اور سراسر جھوٹ ہے۔ اور حضرت اقدس کی کتب میں ہرگز ہرگز کسی قسم کی تحریف نہیں کی گئی۔ چنانچہ اس کی پہلی جلد جس میں براہین احمدیہ کے چاروں حصص جمع کر دیئے گئے ہیں غالباً ایک ماہ تک شائع ہونے والی ہے۔ لیکن یہاں ہم جس خطرے کا الارم جماعت کو دینا چاہتے ہیں وہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کی ان چالاکیوں اور خلاف دیانت و امانت کارروائیوں سے متعلق ہے۔ جن میں انہوں نے حضرت اقدس کی بعض تحریرات متعلقہ نبوت کو اپنے مطلب کے مطابق قطع برید کر کے جماعت کے ناواقف اور سادہ لوح افراد کو دھوکہ میں ڈالنا چاہا کہ یہ قطع برید اور علانیہ تحریف یوں تو اسی وقت سے شروع ہے جب سے کہ میاں صاحب نے پیری و گدی نشینی کا منصب اختیار کیا ہے چنانچہ اس وقت بھی ہمارے مکرم دوست جناب مصطفیٰ خان صاحب بی۔ اے نے الفضل کی اس جعلی عبارت پر نوٹس لیا تھا جس کے متعلق اس نے لکھا تھا کہ الوصیت میں مندرج ہے۔ حالانکہ الوصیت میں کوئی ایسی عبارت موجود نہ تھی۔ اور نہ ہے۔ پھر میاں صاحب نے القول الفصل اور حقیقۃ النبوۃ لکھی اور اس میں حقیقۃ الوحی کی بعض عبارات کا ایک ہی ٹکڑا نقل کر کے چھوڑ دیا تا ایسا نہ ہو کہ اگلی عبارت نقل کرنے سے وہ مطلب فوت ہو جائے جس کو انہوں نے اس عبارت میں نقل کرنا چاہا تھا۔ یہ ایک خطرناک تحریف جو بعض حوالجات پیش کرنے میں کی گئی ہے وہ یہ ہے جو کسی شخص معدی لاہوری نے حضرت اقدس کی اکثر تحریرات میں کی ہے۔ اس نے اپنی طرف سے چند ایک اصطلاحات گھڑ رکھی ہیں اور انہی کے مطابق وہ حضرت اقدس کی بعض تحریرات کو توڑ مروڑ کر پیش کر دیتا ہے مثال کے طور پر اس نے اکثر دفعہ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ حضرت اقدس اصطلاح اسلام میں نبی تھے لیکچر سیالکوٹ کا حوالہ دیتے ہوئے حضرت صاحب کی طرف منسوب کی ہے۔

"اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خداتعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع انسان کی ہمدردی اور اصلاح کا عشق ہو ایسے کو اصطلاح اسلام میں نبی کہتے ہیں اور خدا کے پاک مکالمات اور مخاطبات سے مشرف ہوتے ہیں اور خوارق ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اکثر دعائیں قبول ہوتی ہیں"

لیکن اس عبارت کو ذرا کتاب کھول کر ملاؤ تو پتہ لگ جائیگا کہ اس میں سے صرف اکھٹی تین سطریں ہی حذف کر دی گئی ہیں بلکہ بعض جگہ تو لفظ ہی بدلے ہوئے ہیں۔ اور پھر آخر میں نبی رسول اور محدث کی جگہ صرف نبی لکھ دیا گیا کہ چنانچہ وہ اصل عبارت یہ ہے:۔

"اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خداتعالیٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایک طرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھنچا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اس کو ایسا تعلق ہوتا ہے جو ان کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب زمین کے تمام طبقات کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔ اور خود بھی ایک طرف کھینچا جا رہا ہے۔ یہی حالت اس شخص کی ہوتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی اور رسول اور محدث کہتے ہیں"

اس سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر عبارت حوالہ نقل کرنے میں چھوڑ دی جاتی ہے اور پھر آخر میں چل کر نتیجہ میں صرف نبی کا لفظ لکھ کر گویا اس کا مفہوم ہی بدل دیا جاتا ہے حالانکہ حضرت اقدس نے یہاں نبی۔ رسول اور محدث تینوں کا لفظ لکھ کر بتا دیا ہے کہ یہ جتنی صفات لکھی گئی ہیں یہ ان تینوں میں بالاشتراک پائی جاتی ہیں صرف اسی ایک صفت سے کوئی شخص نبی نہیں بن جاتا۔ کیونکہ ایسا ہونے سے تو نبی اور محدث میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ ہاں چونکہ اصطلاح اسلام کی رو سے ان تینوں میں اس شرط کا پایا جانا بھی ضروری ہے اس لئے آپ نے یہاں اصطلاح اسلام کا لفظ بھی ساتھ ہی لکھ دیا۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ بس نبی کے لئے صرف یہی ایک صفت کافی ہے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔

تو یہاں اس عبارت سے بھی پایا جاتا ہے کہ حوالہ کے پیش کرنے میں کس قدر تحریف اور دھوکا بازی سے کام لیا جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس کی تحریرات کو کون لوگ معرض تحریف میں لا رہے ہیں یہیں تک بس نہیں ابھی ۱۱۔ اپریل ۱۹۱۶ء کے الفضل میں اعجاز احمدی کی ایک عبارت کو محرف و مبدل کر کے مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

میں نے قاضی محمد یوسف پشاوری کے ایک مضمون مندرجہ الفضل متعلق نسخ کتب مسیح موعود کا جواب دیتے ہوئے اعجاز احمدی کا یہ حوالہ پیش کیا تھا کہ

"نبیوں اور رسولوں کو اپنے دعوے کے متعلق اور اپنی تعلیموں کے متعلق بہت نزدیک سے دکھایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر تواتر ہوتا ہے جس میں کچھ شک باقی نہیں رہتا" (اعجاز احمدی صفحہ ۲۷)

اور اس سے یہ استدلال کیا تھا کہ یہ کہنا کہ حضرت اقدس کو ۱۵۔ یا ۱۰ سال تک اپنی نبوت کی سمجھ نہ آئی اور اس لئے آپ اپنے دعوے کے متعلق دھوکا اور شک میں رہے آپ کی اس تحریر کے سراسر خلاف ہے اور ماننے جانے کے قابل نہیں اس کے جواب میں الفضل اسی اعجاز احمدی کے دو تین حوالجات یہ ثابت کرنے کے لئے پیش کرتا ہے کہ آپ کو اپنے دعوی نبوت کے متعلق بھی غلطی لگ گئی تھی وہ الفضل کی پیش کردہ عبارت یہ ہے:۔

(۱) "خدا نے میری نظر کو پھیر دیا میں براہین کی اس وحی کو سمجھ نہ سکا

(۲) مگر پھر بھی بوجہ اس ذہول کے جو میرے دل پر ڈالا گیا خدا نے اپنی حکمت عملی سے میری نظر سے

... بھی جس حقیقت کے کھل جانے اور جس عقیدہ سے باز آجانے کا ذکر ہے وہ بھی مسیح کی آمد ثانی کا عقیدہ ہی ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے اور نفس آیت یہ فقرہ لکھا ہے کہ اور اسی وجہ سے گمان سا تھا کہ ... حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے مگر الفضل نے اسے بھی ترک کر دیا ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ربانی آتش

الاخبار والآراء

مولوی ثناء اللہ اور غازی محمود دھرمپال

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور غازی محمود دھرمپال کی کھٹا پٹی کا کچھ مختصراً ذکر کیا تھا [illegible] مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسب [illegible] کیا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اہلحدیث میں اس کا جواب دیا اور کچھ ایسا [illegible] دیا جس کا نہ دینا ہی بہتر تھا۔ ہم نے مناسب نہ سمجھا کہ اس پر دوبارہ کچھ لکھ کر اس لاطائل بحث پر خواہ مخواہ وقت اور کاغذ صرف کیا جائے۔ لیکن اب خود غازی محمود دھرمپال کا ایک طویل مضمون "کیا علماء اہلحدیث مسلمان ہیں" کے عنوان سے ہمیں برائے اندراج موصول ہوا ہے۔ افسوس کہ اس تمام مضمون کے اندراج کی ہم یہاں گنجائش نہیں پاتے اور اس لئے خلاصہ مطلب لکھ دینے پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ غازی محمود دھرمپال نے اس بات کی بڑے زور سے تردید کی ہے کہ انہوں نے حنفیوں وغیرہ میں مل کر لیکچر دیئے اور قبر پرستی اور میلاد۔ قیام۔ توسل۔ اور استعانت از قبور کا ثبوت دیا۔ بلکہ ان کا بیان ہے کہ [illegible] حدیث کنفرنس بنارس کے لیکچر کے بعد ایک لیکچر تو خود مولوی ابوالقاسم صاحب سکرٹری استقبالیہ کمیٹی اہلحدیث کانفرنس بنارس کے زیر اہتمام ہوا اور انہوں نے ہی اشتہار دیا۔ باقی تین لیکچر وہاں کی انجمن اشاعت اسلام نے کروائے۔ بنارس میں کوئی حنفی انجمن ہی نہیں نہ کسی حنفی انجمن نے لیکچر کروائے۔ لیکچروں میں روئے سخن بالعموم مخالفین اسلام کی طرف رہا۔ اور ہر طبقہ کے معزز اور تعلیم یافتہ اصحاب شامل رہے علماء اہلحدیث کی کوئی توہین نہیں کی گئی۔ صرف اسلام میں فرقہ بندی کی مخالفت کی گئی۔ اور بتایا گیا کہ حسب ارشاد قرآن مسلمان بتایا گیا۔ نہ اہلحدیث۔ شافعی۔ مالکی وغیرہ کیونکہ یہ خدا کے رکھے ہوئے نام نہیں۔ ایک لیکچر میں سر جیمز میں کا ذکر کرتے ہوئے موجودہ طریق میلاد کو قابل اصلاح طلب اور مقصد میلاد کا ذکر قرآن کا انکار بتایا۔ لیکچر بر معجزہ کی گذشتہ [illegible] اور آئندہ حالات کے متعلق تھے۔ [illegible] قائلین تناسخ اور بعد از وفات دائم قائم ملنے والوں کا مقابلہ کیا گیا اور اسی سے حاضرین مجلس دنیا بھر کے مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کی عظمت کا سکہ موجودہ روشنی اور سائنس کے ساتھ بیٹھتا ہوا دیکھ کر نہ صرف خوش ہوئے بلکہ وجد میں آ گئے۔ اگر قبر پرستی وغیرہ پر لیکچر دیئے تو اتنے معززین اور تعلیم یافتہ اس کثرت سے جمع نہ ہوتے۔ غازی محمود دھرمپال نے اس بات کی بھی تردید کی ہے کہ ان کو کوئی رقم بطور نذرانہ موصول ہوئی۔ بلکہ مبلغ ڈھائی سو روپیہ انہیں اپنی فروختنی کتب کی بکری کا موصول ہوا۔ اور بالمقابل مولوی ثناء اللہ کی کتابیں صرف چند ہی روپیوں کی فروخت ہوئیں ان باتوں کا ذکر کرنے [illegible] آخر میں وہ احادیث لکھ کر جن میں رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا ہے کہ مسلمان سے ہر ایک لغزش ہونی ممکن ہے۔ مگر خیانت اور جھوٹ اس سے سرزد نہیں ہوتا اور کہ مسلمان بزدل بخیل ہو سکتا ہے۔ لیکن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ اس خیانت اور جھوٹ پر جس کے کہ علماء اہلحدیث بالخصوص مولوی ثناء اللہ جو ممبر انجمن صادقین بھی ہے غازی محمود کے نام کو بدل کر اور جھوٹے الزام لگا کر مرتکب ہوا ہے یہ فتویٰ دیا ہے کہ ارتکاب کرتے وقت اور بعد از ارتکاب وہ مومن مسلم نہیں تھے۔

ہماری رائے

ہمیں نہ تو ان معاملات میں پڑنے کی کوئی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی فریقین میں سے کسی ایک کی تائید و حمایت کرنا ہمارا مقصود۔ اس سے پیشتر جو کچھ ہم نے لکھا ایک واقعہ اور خبر کے طور پر لکھا نہ کسی کی تائید و حمایت کے لئے۔ یہ آپس کے جھگڑے اور ذاتی معرکہ آرائیاں آجکل مذہبی دنیا کے قریباً ہر فرقہ اور طبقہ میں بھی موجزن ہیں۔ کن کن کا انسان ذکر کرے اور کس کس کا واویلا مچائے۔ دل میں ان باتوں کا درد مٹتا ہے اور وہی درد کبھی کبھی الفاظ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ خدا وہ دن لائے جب مذہبی دنیا سے جس کا مقصود دنیا میں آپس میں محبت و رافت اور امن و امان پیدا کرنا ان باتوں کا سدباب ہو جائے بالخصوص ان فتاوائے تکفیر کا۔ خدا جانے کیوں آئے دن نہیں آتے اور بات اس قدر روبہ ترقی ہیں کہ بات بات پر فتوے بازی شروع ہو جاتی ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ غازی محمود دھرمپال کے بیان کردہ واقعات کہاں تک صحیح ہیں۔ لیکن اس قدر جلد فتوے بازی پر ہرگز کسی صورت میں بھی جائز و مستحسن نہیں۔

سلسلہ حقہ کے نئے ممبر

مولوی علی محمد صاحب متوطن ڈیرہ غازیخاں

اخویم دوست محمد صاحب حجانہ جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں سے ارقام فرماتے ہیں:- "آپ کے اخبار گرامی میں مولوی علی محمد صاحب متعلم منشی فاضل متوطن ڈیرہ غازی خاں کے احمدی ہونے کی خبر پڑھ کر خاکسار کو بے انتہا شکرانہ الٰہی بجا لانے کی تحریک ہوئی۔ کیونکہ مجھے ذاتی طور پر مولوی صاحب موصوف کے فضائل سے واقفیت ہے۔ اگرچہ آپ ابھی ایک نوجوان طالب علم ہیں مگر ان کی طبیعت میں اصلاح کا بیحد جوش ہے ساتھ ہی فصیح اور با اثر مقرر ہیں۔ اگرچہ ان کی ابتدائی تعلیم و تربیت تنگ خیال مولویوں کے پاس ہوئی مگر کچھ عرصہ سے ان کے خیالات میں وسعت اور بے تعصبی پائی جاتی تھی۔ جب کوئی خدا ترس آدمی اس درجہ پر پہنچ جائے تو پھر کوئی وجہ باقی نہیں رہتی کہ ان کو کسی صداقت کے قبول کرنے میں کوئی حجاب رہ سکے میرے لئے یہ امر اور بھی باعث امتنان الٰہی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف ملتانی زبان بولنے والے ہیں۔ قسمت ملتان میں اشاعت احمدیت کی ایک روک یہ بھی ہے کہ اہل زبان مبلغین کی کمی ہے۔ براہ کرم تمام جماعت کی خدمت میں اس احسان الٰہی کے لئے میری طرف سے مبارکباد پہنچایا جاوے اور نیز مولوی صاحب موصوف کو ان کی سعادتمندی پر مبارکباد پہنچائی جاوے۔"

نئے مبایعین ڈیرہ غازیخاں

مولوی علی محمد صاحب کے ان فضائل کا ثبوت اس ایک بات سے بھی ملتا ہے کہ ڈیرہ غازی خاں آپ کے واپس پہنچتے ہی آپ کے اثر سے متاثر ہو کر چھ نئے اشخاص نے بیعت کے خطوط لکھ کر بھیج دیئے۔ جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

- شیخ حبیب بخش صاحب ڈیرہ غازی خان
- بابو عبدالرزاق صاحب ״
- منشی جان محمد صاحب ״
- منشی عطا محمد صاحب ״
- منشی غلام حسین صاحب ״
- منشی غلام رسول صاحب ״

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

قرآن کریم میں کوئی اختلاف نہیں ہے

آریہ گزٹ مورخہ ۱۳ اپریل میں ایک صاحب کا مضمون زیر عنوان "قرآن شریف میں اختلاف" شائع ہوا ہے۔ حق اور حقیقت کی تلاش میں کسی شخص کا اسلام پر اعتراض کرنا ہمارے لئے بڑی خوشی اور مسرت کا موجب ہوا کرتا ہے۔ لیکن آریہ مناظرین سے یہ امید شب تاریک میں روز دید کی آرزو ہے۔ سچ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

آریہ مناظرین کی کم فہمی کی وجہ خود پنڈت صاحب ستیارتھ پرکاش میں بتلاتے ہیں۔ "وہ آہ کیسے ضدی اور متمرد ہوتے ہیں وہ لوگ جو متکلم کے خلاف منشا تاویل کیا کرتے ہیں خصوصاً مذہب والے لوگ کیونکہ مذہب کے پاس خاطر سے ان کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو جاتی ہے" (دیباچہ ستیارتھ)

ناتھ جی قرآن کریم پر ایمان لانے کی بھی نہیں کہ اس میں اختلاف ہو۔ اگر کوئی شخص ایک چیز کو دو چیزیں دیکھتا ہے تو اس چیز میں نقص نہیں بلکہ نقص دیکھنے والے کی نظر میں ہوتا ہے اور "اس کی عقل تاریکی میں پھنس کر زائل ہو گئی ہوتی ہے" وذالک تقدیر العزیز العلیم کتابوں اور اخباروں میں سے اعتراض نقل کرنے آسان ہیں۔ مگر پس خوردہ کو کھانا صفت کی ندامت اٹھاتا ہے۔

ناتھ جی یہ تو بتلایئے واذا بدلنا آیۃ مکان آیۃ میں آیۃ معرفہ ہے۔ یا نکرہ۔ مگر تمہاری بلا جانے تم اس سے ایسے ہی ناواقف ہو جیسے اس چیز کے بھاؤ سے .... مگر یہ تو کہو تمہیں یہ کس نے بتا دیا کہ اس آیت سے مراد قرآن کی آیت ہے۔ ہاں یاد آ گیا سواری کے وقت سندھو کے معنی گھوڑا سمجھنے والے تم ہی تو ہو۔

ناتھ جی فرماتے ہیں کہ اس آیت شریف میں صاف بدلنا یعنی ہم نے بدلا لفظ آیا ہے ہمارے بھائی اول تو یہی سنکر بڑے متعجب میں ہونگے کہ یہاں بدلنے والے کے لئے تم کی ضمیر آئی ہے ..... تو کیا اس سے یہ مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے کہ خدا بھی بہت ہیں اس سے تو توحید کا راگ الاپنا بالکل اڑ جاتا ہے"

ناتھ جی بدلنا آیا ہے اور ضرور جمع کا صیغہ آیا ہے اور مسلمان واقعی متعجب ہیں کہ آپ ہی نے ایک ایسی عجیب بات بتلائی کہ مسلمانوں کو متعجب ہونا پڑا اور تمہاری اس ادا پر بڑی خفگی میں نظر آتے ہیں اور تمہیں ضدی اور متمرد کا خطاب دیتے ہیں سوامی جی ستیارتھ صفحہ ۱۹ پر تکالیف ثلاثہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں "آپ ہی نہایت مجسم تمام دنیا کو عافیت پہنچانے والے اور نیک شعار طالبان نجات کو عافیت بخشنے والے ہیں اس لئے آپ اپنی رحمت سے از خود تمام جیووں کے دلوں میں جلوہ گر ہو جیئے"

آگے چل کر ناتھ کی اڑا تو سن فکر کی پرواز قابل داد ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر نا سے رسول اور خداوند دونوں کی طرف اشارہ ہے تو قرآن شریف خالص من جانب اللہ نہیں"

نہیں صاحب اس تکلیف کی ضرورت نہیں نا میں رسول شامل نہیں۔ تم اس کے اہل تو نہیں ہو مگر خیر تم نہیں تو شاید کوئی اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ دنیا میں خدا تعالیٰ دو طرح کا فاعل مانا گیا ہے بالواسطہ اور بلا واسطہ۔ قرآن کریم میں جن افعال کا خدا کو بالواسطہ فاعل مانا گیا ہے وہاں نا جمع کا صیغہ اور جن افعال کا بلا واسطہ مانا گیا ہے وہاں واحد کی ضمیر آئی ہے۔ دنیا میں جو کچھ تغیر و تبدل ہو رہا ہے اس میں بلاشبہ انسان کا ہاتھ بھی کام کر رہا ہے مگر فاعل حقیقی صرف خدا ہی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے کام انسان کے واسطے سے ہونے کے سبب سے خدا تعالیٰ بالواسطہ فاعل کہلاتا ہے اور اس کے لئے قرآن کریم نے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے مگر یہ تو کہئے سوامی ویکانند جیسے مہاتما کے ان الفاظ کی بابت جو انھوں نے شکاگو کی عالمگیر مذہبی پارلیمنٹ میں ہندو مذہب کی نیابت کرتے ہوئے کہے کیا رائے ہے۔ "وید ان روحانی قوانین کا مجموعہ ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف اشخاص نے دریافت کئے تھے.... ان قوانین کی تدوین کرنے والے رشی تھے ہم اُن کو کامل سمجھ کر عزت کرتے ہیں اور ناظرین کی خدمت میں اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجے کے مدونان قوانین روحانی میں چند عورتیں بھی تھیں"

کیا آریہ سماج سوامی ویویکانند جیسے مہاپرش کے الفاظ کی قدر نہ کرے گا اور وید وں کے مصنفین کی فہرست میں مسماۃ وشوواری دختر نیک اختر آتریہ وغیرہ کو بھی داخل سمجھ کر وید وں کو الہام ربانی کہنے سے کانوں پر ہاتھ رکھے گا۔

اب ہم تمہیں اس آیت کا مطلب سمجھاتے ہیں۔ اس آیت میں لفظ آیت نکرہ واقع ہوا ہے اس لئے اس سے مراد خاص آیت قرآنی نہیں بلکہ عام واقعات عالم مراد ہیں برعکس اس کے جہاں کہیں آیت سے مراد آیت قرآنی ہے وہاں آیۃ معرفہ واقع ہوا ہے پس خلاف محاورات قرآن کریم اور صرف و نحو کوئی معنی نہیں لئے جاسکتے۔ یہاں مسلمانوں کے حالات کی طرف اشارہ ہے یعنی جب ایک آیت رحمۃ کے بدلے مسلمانوں پر مصیبت آتی ہے تو بجز فتار بد باطن لوگ کہنے لگتے ہیں کہ یہ جھوٹا نبی ہے۔ اگر سچا ہے تو اس پر اور اس کی قوم پر مصائب کیوں آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اصل حقیقت کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ مصائب دنیا میں کیوں آتے ہیں اور ان کے اندر کیا کیا مصلحتیں ہوتی ہیں۔ اور تم کافر اس سے ناواقف ہو۔

یہانتک تو اللہ کے فضل سے ہم نے تمہارے اعتراض کا جواب دیا اب جو کچھ تم نے سوم کے نشے میں جنت اور اس کی سفید شراب پر پھبتی اڑائی ہے اس کی بابت بھی سن لو۔ جنت کے آسمان و زمین یہ آسمان و زمین نہیں

آں زمیں را آسمانے دیگر است

یہ زمین اور آسمان تو پرلے تک ہی رہینگے اس کے بعد برہم لوک کا زمین و آسمان برہم لوک کے مطابق ہوگا۔ اور اس کے لئے چھاندوگیہ اپنشد کا پرمان سنو

"برہما نے پرجاپتی کو اپدیش کیا اس نے منو کو۔ منو نے اور لوگوں کو آچاریہ کل سے ویدوں کو پڑھ کر بدھی پوروک گرہستھ دھرمی کرموں کو کر کے............ شریر چھوڑنے کے بعد آرچرادی مارگ سے برہم لوک کو پراپت ہو کر واپس نہیں آتا۔ شنکر آچاریہ رامانوج آچاریہ سب مکتی کو دائمی مانتے تھے۔ مگر یہ افسوس لکھ گیا دیکھتی ہے بازگشت

بر عکس پید برشاستری گیت گا گیا

تو اللہ فضل یہاں بھی مانا اور رام بلے ہیں مگر تمہیں مکتی خانہ سے بھی کان پکڑ کر باہر کر دیا جائے اور تم بصد حسرت و یاس وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلو گے۔ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچہ سے ہم نکلے

۱؎ خدا نہ کرے کہیں خود سوامی صاحب بھی اسی الزام کے نیچے نہ آ جائیں انکی ستیارتھ پرکاش ... تو پہلے ان کو نکال دینا چاہئے جو ایسے الزامات پیدا کر رہے ہیں۔

۲؎ ناتھ جی پنڈت جی ... کو توحید کا ... دینا ... پنڈت جی ... غضب کرتے ہیں ایک کو جمع کی ایادھی دیتے ہیں تو توحید کا راگ الاپنا بالکل اڑ جاتا ہے...

اصلاح رسوم

اگر قرآن کریم اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دیکھا جائے تو ان میں اصلاح رسوم کے متعلق اسقدر ہدایات ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ یہ امر محتاج تشریح نہیں ہے کہ جب تک مسلمانوں نے علے العموم ان ارشادات قرآنی و تعلیمات نبوی پر عملدرآمد کیا اہل عالم کے مقابلہ میں ان کی تہذیب اور ان کا تمدن قدرتی طور پر سب سے اعلیٰ و افضل رہا یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ کلام الٰہی اور احکام رسالت پناہی کی پیروی کی بدولت مسلمانوں کو اس قدر دولت و عزت نصیب ہوئی جس کی آج تک روئے زمین پر کوئی نظیر نہیں ملتی مگر آج ان کی یہ کیفیت ہے۔ ؎

بلبل کہاں بہار کہاں باغباں کہاں؟
وہ دن گزر گئے وہ زمانہ گذر گیا

مسلمانوں کو دولت اسلام کے ساتھ ہی دولت علم بخشی گئی تھی یعنی ایک مسلمان یا اہل ایمان کیلئے تحصیل علم کا شغل لازم و ملزوم کر دیا گیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ ؎

یہ تھا علم پر وال توجہ کا عالم
کہ ہو جیسے مجروح جویائے مرہم
کسی طرح پیاس اُن کی ہوتی نہ تھی کم
بجھاتا تھا آگ اُن کی باران شبنم
حریم خلافت میں اونٹوں پہ لدکر
چلے آتے تھے مصر و یونان کے دفتر

لیکن جس وقت سے مسلمان تحصیل علوم کی طرف سے غافل ہو گئے اور سب سے پہلے ان کی مذہبی سرگرمی میں غیر معمولی کمی آ گئی اور دنیا میں عزت و حرمت کی زندگی بسر کرنے کی ان کے دلوں میں کوئی رغبت باقی نہ رہی۔ تو ان کے عوام کالانعام اس قدر ذلیل حرکات پر اتر آئے کہ دوسری اقوام بھی ان کو نظر تحقیر سے دیکھنے لگ گئیں اور رفتہ رفتہ ان کے اعلیٰ اور متوسط الحال طبقات میں بھی وہ روحانیت باقی نہ رہی جس کے بغیر وہ ضروریات زندگی میں اغیار پر غالب و منصور نہیں ہو سکتے تھے۔ ایک تعلیم کی کمی سے مسلمانوں کی تجارت زراعت اور صنعت و حرفت ہی میں خیرت انگیز زوال نہیں آگیا۔ بلکہ بدقسمتی سے وہ ایک ایسی متعدی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ جس کا مریض نہ خود اپنی جان موت کے حوالہ کر دیتا ہے بلکہ اپنی موجودہ اور آئندہ آنے والی نسل کے علاوہ تمام سوسائٹی کو معرض ہلاکت میں ڈالدیتا ہے وہ بیماری کون سی ہے؟ وہ ام الامراض "رسوم مذموم" کے نام سے موسوم ہے۔ جب کسی قوم کی تباہی و بربادی کے دن آتے ہیں تو اُس قوم میں بُری رسمیں رائج پا جاتی ہیں اُس قوم کے مرد و زن ان رسوم قبیحہ کو اپنی عزت و شہرت کا باعث جاننے لگتے ہیں۔ اور مال و دولت ان کے نزدیک ایک بے حقیقت چیز ہو جاتی ہے۔ وہ روپیہ کو ہاتھ کی میل سمجھکر اسکو داشتہ آید بکار کے خیال سے محفوظ رکھنا معیوب خیال کرتے ہیں وہ بیاہ شادی اور بچوں کے ختنہ یا بسم اللہ کی تقریب پر یا کسی متوفی کے دسویں چالیسویں پر ضرورت سے زیادہ روپیہ خرچ کرنے کو دریا دلی اور فیاضی سمجھتے ہیں افسوس ان لوگوں نے حکم الٰہی وَلَا تُسْرِفُوا یعنی اسراف مت کرو کو قطعی فراموش کر دیا۔ شادی و غمی کے موقعوں پر وہ مُسرف ہی نہیں بنتے بلکہ مبذر ہو جاتے ہیں اور اُن کو یہ مطلق یاد نہیں رہتا کہ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ یعنے مبذرین شیطان کے بھائی ہیں۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آج اہل اسلام کی مختلف برادریوں میں کوئی ایک بھی ایسی برادری ہے جو اپنی رسومات میں تعلیمات اسلام و پیغمبر اسلام (صلے اللہ علیہ وسلم) کی پیروی میں ثابت قدم پائی جاتی ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے تو کیا تمام اسلامی انجمنوں کے ارکین اور تعلیمیافتہ حضرات کا یہ فرض نہیں ہے کہ قوم کو اصلاح رسوم کی خاص طور سے تاکید و ہدایت کریں؟

کیں وہی روپیہ جو عام برادران اسلام اپنی حیثیت و ہمت سے زیادہ محض نمائشی اور عارضی کاموں میں بے دریغ صرف کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات نامسلمانوں سے قرض لیکر اس کا سُود بھرتے ہیں اگر وہ اس کو اپنے بچوں کی عمدہ تعلیم و تربیت میں خرچ کریں۔ تو ان کی دنیوی اور دینی عزت و توقیر کا باعث نہیں ہو سکتا؟ کون نہیں جانتا کہ اکثر جاہل زمیندار شیخی میں آکر یا محض اپنا ناک رکھنے یا نمود کرنیکے زعم باطل میں مذکورہ بالا تقریبوں پر بہت سا روپیہ ضائع کر دیتے ہیں؟ اور بعد میں خود اپنی اس فاش غلطی کا خمیازہ اٹھاتے یا اپنی اولاد اور اقرباء کو اسکی وجہ سے مصائب و آلام میں پھینسا جاتے ہیں اور سب سے زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ خود تعلیمیافتہ حضرات بھی اکثر اوقات ان فضولیات سے احتراز نہیں کرتے۔ حالانکہ اگر پڑھے لکھے اور صاحب توفیق و متمول مسلمان اصلاح رسوم کا نمونہ پیش کریں تو عوام یا متوسط الحال افراد قوم رفتہ رفتہ خودبخود ان حرکات سے باز آجائیں۔ یاد رکھو اگر ہم نے علم حاصل کیا اور ازروئے علم ہمکو یہ معلوم ہو چکا کہ ہمکو اپنی عقل اور بدولت خداداد سے کارہائے خیر میں تمیز اور سابقت کرنی چاہئے لیکن ہمارا طرز عمل اس کے خلاف ہے۔ تو ایسے علم کی تحصیل تحصیل حاصل سے کم نہیں ہے؟ ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی
نہ محقق بود نہ دانشمند
چارپائے بروکتابے چند

ان مسلمان مردوں کی جن کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ یہ کس قدر کمزوری اور بزدلی ہے جو بیاہ شادی کی تقریب پر محض نادان اور ناعاقبت اندیش مستورات کے اثر میں آکر رسومات غیر مشروع کے مرتکب ہوکر گناہگار بنتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے موقعوں پر وہ بذات خود اس قدر خوش اور مذر ہو جاتے ہیں کہ روپیہ پیسہ کو ایک آنی جانی چیز سمجھکر اُسکے جا و بیجا مصرف میں ہرگز تمیز نہیں کرتے۔ اور بدقسمتی سے زیادہ خرچ لغویات ہی میں ہوتا ہے زمینداروں میں اکثر جگہ میراثیوں۔ نٹوں اور سنگتروں تک کے لئے شادی کی لاگ مقرر ہے۔ باجہ اور آتشبازی تو ایسی چیزیں ہیں کہ جنکے بغیر شاید اُنکے نزدیک نکاح صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر کسی قومی انجمن۔ اسلامیہ مدرسہ یا کسی اور مفید کام کے لئے اُن سے کچھ مانگ لیا جائے تو اُسی وقت اُن کی پیشانی پر بل آجاتا اور آنکھیں سُرخ ہو جاتی ہیں۔ اور ارشاد ہوتا ہے کہ "ان خرچوں نے ناک میں دم تنگ کئے ہیں"۔ افسوس

مگر اس کی وجہ محض جہالت نہیں، تو اور کیا ہو سکتی ہے؟ مسلمانو! تمکو یاد رہے کہ گو اسلام نے مال و دولت کو ہمیشہ ہی ایک نہایت قابل قدر نعمت الٰہی بتلایا ہے۔ لیکن آج جبکہ اقوام عالم اسکی بدولت بلحاظ علم تجارت ملازمت اور زراعت وغیرہ وغیرہ تم سے بدرجہا آگے بڑھی جارہی ہیں روپیہ پیسہ کی خاص قدر و محبت جاننا تمہارے لئے اور بھی ضروری اور لازمی ہے اگر دنیا میں عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتے اور عاقبت میں اپنی سرخروئی کے طلبگار ہو تو اپنی رسوم میں جلد اصلاح کرو۔ نامسلمانوں کی دیکھا دیکھی جو حرکات تم منافیٔ اسلام کے خلاف کرتے ہو۔ جلد اُن سے باز آجاؤ ورنہ تمہاری روحانیت اور قومیت کی جڑ اندر ہی اندر کھوکھلی ہو رہی ہے۔ خدا نہ کرے کہ تمہاری حالت اس سے بھی زیادہ پست ہو جائے۔ کیونکہ غور تو کرو۔ کہ ؎

کون سا پستی کا حصہ اب رہا ہے اسکے بعد
یہ وہ پستی ہے کہ بس تحت الثریٰ ہے اسکے بعد

ضرورت ہے کہ تمام اسلامی جماعتیں اپنی صحبتوں اور مجلسوں میں انجمن حمایت اسلام لاہور اور آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس اپنے آئندہ سالانہ اجلاسوں میں اصلاح رسوم کیلئے بااثر عملی تدابیر اختیار کریں۔ کیونکہ جب تک مسلمانوں کی فضول خرچیاں کم نہ ہوں گی۔ وہ قومی و اسلامی ضروریات کیطرف

"فریاد کفر" اور "کفر و اسلام"

اپنی آخری اور ابتدائی اشاعت میں معزز معاصر معات نے "فریاد کفر" کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ جس میں کفر کی زبانی بارگاہ صمدی میں یہ استدعا کی گئی ہے کہ آج دنیائے اسلام میں میری کوئی عزت و وقعت نہیں رہی۔ کبھی میرے نام اور ذکر سے بڑے بڑے عالی منصب پیشرو دن اور زاہدوں اور متقیوں کے دلوں پر لرزہ پڑتا تھا۔ اور ان کے منہ پر ہوائیاں چھا جاتی تھیں لیکن آج تو مجھے بازیچۂ اطفال سمجھا جاتا ہے اور مجھے اس قدر سستا سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ جو کبھی اٹھتا ہے۔ میرے ہی نام سے دوسرے پر فتوے جڑ دیتا ہے۔ اور اس لئے میرا اب کوئی خوف دلوں پر نہیں رہا۔ مختصراً اس کے اپنے الفاظ میں "مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ جب میرے ایک نقطہ سے اسلامی دنیا لرزہ جاتی تھی۔ اور یا اب یہ کشادہ دلی ہے کہ میرا نام سنکر لوگ ہنس دیتے ہیں" اور اسلئے وہ بارگاہ صمدی میں یہ درخواست کرتا ہے۔ کہ مجھے اب دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ کیونکہ میری ڈیوٹی اب دوسروں نے لے لی ہے۔ اور میں بالکل فارغ رہتا ہوں۔ نیز جب میری کوئی عزت ہی نہیں رہی۔ تو میں اس بے عزتی کے سہنے کے لئے کیوں یہاں پڑا رہوں اس کے ساتھ ہی اسلام کی شہادت بھی کفر کے حق میں ہے۔ اور اس کا اعتراف کہ مجھے (یعنی اسلام کو) اب کوئی نہیں پوچھتا جہاں دیکھو کفر کا ہی بازار گرم ہے اور اس لئے وہ دونو (یعنی اسلام و کفر) دنیا سے اٹھائے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔ جس کے جواب میں بارگاہ صمدی سے یہ آواز آتی ہے۔ کہ "افسوس امت محمدیہ کی رہ رہ کر یہ کیفیت اور یہ حالت ہوگئی کہ اس سے اسلام بھی کشیدہ اور کفر بھی رنجیدہ ...... اچھا ہم کچھ اور وقت دیتے ہیں۔ کہ مسلمان مجادلۂ باہمی اور فتوٰی بازی سے کب تک باز آتے ہیں۔ اگر چندے باز نہ آئے۔ تو ہم وہی کرنے کو ہیں جو بنی اسرائیل سے کیا تھا" اور آخر میں آنحضرت صلعم کی طرف سے یہ ارشاد سنایا گیا ہے کہ "اب بھی سمجھو وقت ہے"

یہ دردانگیز نقشہ جو ہمارے معزز معاصر نے ایک کہانی کی شکل میں دکھایا ہے۔ عام اسلامی گھروں میں بالعموم اور قادیان کے اس ایک گھر میں بالخصوص آویزاں ہونا چاہئے جہاں سے ایک مدت سے کفر و فسق کی صدائے بے ہنگام کے سوائے اور کچھ سنائی ہی نہیں دیتا۔ ہمارے خیال میں اس پیغمبر کفر (میاں محمود احمد صاحب) کو جس نے چالیس کروڑ مسلمانوں کو فقط اس بناپر کافر ٹھہرایا ہے۔ کہ وہ اس فتوے کفر سے لرز جائینگے۔ اور اسکی اہمیت سے خائف ہوکر احمدیت کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کفر کی اس صدائے حقیقت آفرین کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس میں اس نے اس اہمیت کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں اس کی ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ آج اسے کیا کچھ سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگ اسے کسقدر بے حقیقت جانکر ہنس دیتے ہیں۔ کاش میاں صاحب قادیان کی تنگ بستی سے ذرا باہر کیطرف نظر ڈالکر دیکھیں۔ تو شاید اس حقیقت آفرین منظر کو بچشم خود ملاحظہ کر کے وہ اپنی ناعاقبت اندیشانہ حرکات سے باز آجائیں۔ اور ہمعصر لمعات کی زبانی ہی اس صدائے خداوندی کو جس میں ان باتوں سے باز آنے کی نصیحت کی گئی ہے گوش عبرت سے سنکر صحیح راہ پر قائم ہوجائیں

ولعل الله یحدث بعد ذالك امرًا۔

"فریاد کفر" کے بعد ہمارے معزز معاصر نے "کفر و اسلام" کے نام سے ایک ماہوار اخبار نکالنے کی تجویز کی ہے۔ جسکے پراسپکٹس میں جس نے یہ بات بھی رکھی ہے کہ اس میں ایک دوسرے فرقوں کے خیالات و اعتقادات پر تنقید اور فتاوے تکفیر و ارتداد درج ہونگے کیونکہ انکے نزدیک "مسلمانوں کی مذہبی زندگی سوائے فرقہ بندی اور فتاوی تکفیر کے رہ ہی نہیں سکتی" ہم نہیں جانتے کہ ہمارے معزز معاصر کا یہ ارادہ محض کفر کی اس فریاد کی عملی تصدیق کے لئے ہے۔ یا کہ وہ سچ مچ ایسا ہی کرنا چاہتا ہے اور اس لئے ہمارا اسے یہ بتانا شاید بیجا نہ ہوگا۔ کہ یہ مقدس ڈیوٹی تو آج سے بہت دن پہلے سے سنبھالی جاچکی ہے اور میاں محمود احمد صاحب جوکہ اسی تقسیم کفر کے کام پر کھڑے ہیں۔ اور جنہیں اس لحاظ سے "پیغمبر کفر" کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ اس ڈیوٹی کو باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر ان کے اس کام میں دخل اندازی ہم نہیں جانتے کہ کہاں تک جائز ہوسکتی ہے ......

....

ہمارے خیال میں یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ایک ہی کام [illegible] سے میاں صاحب لوگوں کو کافر بنانے میں جب پیشتر سے منہمک ہیں۔ اور اس کام کو بڑی خوبی سے سرانجام بھی دے رہے ہیں تو بالمقابل آپ کی ہمت مسلمان بنانے پر صرف ہونی چاہئے۔ مقابلہ تو حقیقی یہ ہوگا۔ نہ کہ کسی ایک ہی کام میں دونوں کا زور آزمائی کرنا۔ اب جب یہ کام میاں صاحب کے سپرد ہوچکا ہے تو ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں کہ ہمارا آنے والا ہمعصر ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کرے اس کام کو انہیں کرنے دیجئے۔ آپ کوئی دوسرا کام اختیار کیجئے ؞

مفتی صاحب کی مزید توجیہا منتعلق حرمت جنازہ غیر احمدیاں

مفتی صاحب نے تیری بات یہ لکھی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے اس کے متعلق پوچھا۔ تو انھوں نے سختی سے روکا۔ اور اگرچہ میاں نے اسکے متعلق حضرت خلیفہ اول سے سوال کرنا مناسب نہ جانا۔ مگر میں نے سمجھا کہ امر کی وجہ یہ ہے کہ اب اشاعت احمدیت پورے طور پر ہو چکی ہے اور منکرین سے تعلقات قطع کرنا پورے طور پر ضروری ہے اس واسطے ان کے کافروں کا جنازہ بھی منا[سب] نہیں۔ وہ پہلی اجازت (یعنی حضرت مسیح موعود کی) وقتی اور شخصی تھی"۔ ان خط کشیدہ الفاظ میں مفتی صاحب نے اپنے پہلے قول کو خود ہی رد کر دیا ہے۔ پہلے تو کہہ چکے ہیں (۱) یہ اجازت کمزوروں کیلئے تھی۔ (۲) پرانے ہی فتوے کے مطابق بغیر حضرت مسیح موعود سے پوچھنے کے لکھدیا جاتا تھا لیکن اب تیسری بات جو ان دونوں کے خلاف ہے یہ معلوم ہوئی۔ کہ حضرت مسیح موعود کے وقت اسلئے اجازت دی جاتی تھی۔ کہ ابھی پورے طور پر تبلیغ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح کے وقت چونکہ اشاعت احمدیت پورے طور پر ہوچکی تھی اس لئے منکرین سے تعلقات قطع کرنا پورے طور پر ضروری ہوگیا۔ گویا حضرت مسیح موعود کی دی ہوئی اجازت نہ تو صرف کمزوروں کیلئے تھی۔ نہ کسی پرانے فتوی کی رسمیہ اور اندھا دھند تقلید۔ بلکہ صرف اس غرض سے تھی کہ منکرین میں ابھی پورے طور پر تبلیغ احمدیت نہیں ہوئی۔ تو اس حساب سے مفتی صاحب کے نزدیک غالبًا کسی ہندو اور عیسائی وغیرہ کا بھی (جسے اس کی تبلیغ پورے طور پر نہیں پہنچی ہو۔) جنازہ پڑھ لینا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے اور ان کے پیر کے اعتقاد کے مطابق جیسے وہ اور جیسے غیر احمدی مسلمان دونوں ایک جیسے

"فریاد کفر" اور "کفر و اسلام"

اپنی آخری اور ابتدائی اشاعت میں معزز معاصر معات نے "فریاد کفر" کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ جس میں کفر کی زبانی بارگاہ صمدی میں یہ استدعا کی گئی ہے کہ آج دنیائے اسلام میں میری کوئی عزت و وقعت نہیں رہی۔ کبھی میرے نام اور ذکر سے بڑے بڑے عالی منصب پیشوا دوں اور سنا ابدوں اور متقیوں کے دلوں پر لرزہ پڑتا تھا۔ اور ان کے منہ پر ہوائیاں چھا جاتی تھیں لیکن آج تو مجھے بازیچۂ اطفال سمجھا جاتا ہے اور مجھے اس قدر سستا سمجھ لیا گیا ہے۔ کہ جو کبھی اٹھتا ہے۔ میرے ہی نام سے دوسرے پر فتوے جڑ دیتا ہے۔ اور اس لئے میرا اب کوئی خوف دلوں پر نہیں رہا۔ مختصراً اس کے اپنے الفاظ میں "مجھے وہ دن بھی یاد ہیں کہ جب میرے ایک نقطہ سے اسلامی دنیا لرز جاتی تھی۔ اور یا اب یہ کشادہ دلی ہے کہ میرا نام سنکر لوگ ہنس دیتے ہیں" اور اسلئے وہ بارگاہ صمدی میں یہ درخواست کرتا ہے۔ کہ مجھے اب دنیا سے اٹھا لیا جائے۔ کیونکہ میری ڈیوٹی اب دوسروں نے لے لی ہے۔ اور میں بالکل فارغ رہتا ہوں۔ نیز جب میری کوئی عزت ہی نہیں رہی۔ تو میں اس بے عزتی کے سہنے کے لئے کیوں یہاں پڑا رہوں اس کے ساتھ ہی اسلام کی شہادت بھی کفر کے حق میں ہے۔ اور اس کا اعتراف کہ مجھے (یعنی اسلام کو) اب کوئی نہیں پوچھتا جہاں دیکھو کفر کا ہی بازار گرم ہے اور اس لئے وہ دونو (یعنی اسلام و کفر) دنیا سے اٹھائے جانے کی درخواست کرتے ہیں۔ جس کے جواب میں بارگاہ صمدی سے یہ آواز آتی ہے۔ کہ "افسوس امت محمدیہ کی رہ رہ کر یہ کیفیت اور یہ حالت ہو گئی کہ اس سے اسلام بھی کشیدہ اور کفر بھی رنجیدہ ...... اچھا ہم کچھ اور وقت دیتے ہیں۔ کہ سامان مجادلۂ باہمی اور فتوٰی بازی سے کب تک باز آتے ہیں۔ اگر چندے باز نہ آئے۔ تو ہم وہی کرنے کو ہیں جو بنی اسرائیل سے کیا تھا" اور آخر میں آنحضرت صلعم کی طرف سے یہ ارشاد سنایا گیا ہے کہ "اب بھی سمجھو وقت ہے"

یہ دردانگیز نقشہ جو ہمارے معزز معاصر نے ایک کہانی کی شکل میں دکھایا ہے۔ عام اسلامی گھروں میں بالعموم اور قادیان کے اس ایک گھر میں بالخصوص آویزاں ہونا چاہئے جہاں سے ایک مدت سے کفر و فسق کی صدائے بے ہنگام کے سوائے اور کچھ سنائی ہی نہیں دیتا۔ ہمارے خیال میں اس پیغمبر کفر (میاں محمود احمد صاحب) کو جس نے چالیس کروڑ مسلمانوں کو فقط اس بنا پر کافر ٹھہرایا ہے۔ کہ وہ اس فتوے کفر سے لرز جائینگے۔ اور اسکی اہمیت سے خائف ہو کر احمدیت کی طرف متوجہ ہوں گے۔ کفر کی اس صدائے حقیقت آفرین کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس میں اس نے اس اہمیت کا بھی فیصلہ کر دیا ہے۔ جو لوگوں کے دلوں میں اس کی ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ آج اسے کیا کچھ سمجھا جاتا ہے۔ اور لوگ اسے کسقدر بے حقیقت جانکر ہنس دیتے ہیں۔ کاش میاں صاحب قادیان کی تنگ بستی سے ذرا باہر کیطرف نظر ڈالکر دیکھیں۔ تو شاید اس حقیقت آفرین منظر کو بچشم خود ملاحظہ کر کے وہ اپنی ناعاقبت اندیشانہ حرکات سے باز آ جائیں۔ اور معاصر لمعات کی زبانی ہی اس صدائے خداوندی کو جس میں ان باتوں سے باز آنے کی نصیحت کی گئی ہے گوش عبرت سے سنکر صحیح راہ پر قائم ہو جائیں

ولعل الله يحدث بعد ذالك امراً۔

"فریاد کفر" کے بعد ہمارے معزز معاصر نے "کفر و اسلام" کے نام سے ایک ماہوار اخبار نکالنے کی تجویز کی ہے۔ جسکے پراسپکٹس میں اس نے یہ بات بھی رکھی ہے کہ اس میں ایک دوسرے فرقوں کے خیالات و اعتقادات پر تنقید اور فتاوے تکفیر و ارتداد درج ہونگے کیونکہ اسکے نزدیک "مسلمانوں کی مذہبی زندگی سوائے فرقہ بندی اور فتاوی تکفیر کے رہ ہی نہیں سکتی" ہم نہیں جانتے کہ ہمارے معزز معاصر کا یہ ارادہ محض کفر کی اس فریاد کی عملی تصدیق کے لئے ہے۔ یا کہ وہ سچ مچ ایسا ہی کرنا چاہتا ہے اور اس لئے ہمارا اسے یہ بتانا شاید بیجا نہ ہوگا۔ کہ یہ مقدس ڈیوٹی تو آج سے بہت دن پہلے سے سنبھالی جا چکی ہے اور میاں محمود احمد صاحب جو کہ اسی تقسیم کفر کے کام پر کھڑے ہیں۔ اور جنہیں اس لحاظ سے "پیغمبر کفر" کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ اس ڈیوٹی کو باحسن وجوہ سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر ان کے اس کام میں دخل اندازی ہم نہیں جانتے کہ کہاں تک جائز ہو سکتی ہے ......

....

ہمارے خیال میں یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ایک ہی کام میں سارا زور صرف کیا جائے میاں صاحب لوگوں کو کافر بنانے میں عرصہ پیشتر سے منہمک ہیں۔ اور اس کام کو بڑی خوبی سے سرانجام بھی دے رہے ہیں تو بالمقابل آپ کی ہمت مسلمان بنانے پر صرف ہونی چاہئے مقابلہ تو حقیقی یہ ہوگا۔ نہ کہ کسی ایک ہی کام میں دونوں کا زور آزمائی کرنا۔ اب جب یہ کام میاں صاحب کے سپرد ہو چکا ہے تو ہمارے خیال میں یہ مناسب نہیں کہ ہمارا آنے والا ہمعصر ان کی جگہ چھیننے کی کوشش کرے اس کام کو انہیں کرنے دیجئے۔ آپ کوئی دوسرا کام اختیار کیجئے ٭

مفتی صاحب کی مزید توجیہات متعلق حرمت جنازہ غیر احمدیاں

مفتی صاحب نے تیسری بات یہ لکھی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح سے اس کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے سختی سے روکا۔ اور اگرچہ میاں نے اسکے متعلق حضرت خلیفہ اول سے سوال کرنا مناسب نہ جانا۔ مگر میں نے سمجھا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب اشاعت احمدیت پورے طور پر ہو چکی ہے اور منکرین سے تعلقات قطع کرنا پورے طور پر ضروری ہے اس واسطے ان کے کافروں کا جنازہ بھی مناسب نہیں۔ وہ پہلی اجازت (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کی) وقتی اور شخصی تھی۔" ان خط کشیدہ الفاظ میں مفتی صاحب نے اپنے پہلے قول کو خود ہی رد کر دیا ہے۔ پہلے تو کہہ چکے ہیں (۱) یہ اجازت کمزوروں کیلئے تھی۔ (۲) پرانے ہی فتوے کے مطابق بغیر حضرت مسیح موعودؑ سے پوچھنے کے لکھدیا جاتا تھا لیکن اب تیسری بات جو ان دونوں کے خلاف ہے یہ معلوم ہوئی۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت اسلئے اجازت دی جاتی تھی۔ کہ ابھی پورے طور پر تبلیغ نہیں ہوئی تھی۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح کے وقت چونکہ اشاعت احمدیت پورے طور پر ہو چکی تھی اس لئے منکرین سے تعلقات قطع کرنا پورے طور پر ضروری ہو گیا۔ گو یا حضرت مسیح موعودؑ کی دی ہوئی اجازت نہ تو صرف کمزوروں کیلئے تھی۔ نہ کسی پرانے فتوٰی کی رسمیہ اور اندھا دھند تقلید۔ بلکہ صرف اس غرض سے تھی کہ منکرین میں ابھی پورے طور پر تبلیغ احمدیت نہیں ہوئی۔ تو اس حساب سے مفتی صاحب کے نزدیک غالباً کسی ہندو اور عیسائی وغیرہ کا بھی جسے اس کی تبلیغ پورے طور پر نہیں ہوئی۔ جنازہ پڑھ لینا جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اُن کے اور اُن کے پیر کے اعتقاد کے مطابق جیسے ہندو اور جیسے غیر احمدی مسلمان دونوں ایک جیسے

کا فر ہیں۔ پھر جب غیر احمدی کا جنازہ اس وقت تک پڑھ لینا جائز ہے جب تک کہ اسے پورے طور پر تبلیغ نہ ہو جائے تو کیوں غیر مسلم کا جائز نہیں۔ مگر مفتی صاحب کے نزدیک تو تبلیغ احمدیت کا مفہوم اس سے بڑھکر نہیں۔ کہ کلکتہ اور مدراس کے چند مارواڑیوں اور بنگالی ہندوؤں کے پاس چلے گئے۔ اور اُن سے یہ کہدیا کہ "تم اوتاروں کو مانتے ہو ہاں صاحب! مانتے ہیں۔ اچھا تو ایک اوتار اس زمانہ میں بھی آیا ہے جس کا نام احمد ہے اور وہ قادیان میں رہتا ہے" اور اسکے جواب میں بس اس کا اتنا ہی کہدینا اس کے احمدی ہو جانے کے لئے کافی ہے کہ "ہم مانتے ہیں صاحب! ہم نے مانا اپنے خدا کے پیاروں کا کیونکر انکار ہو۔ انکار کرنا بدبخت کا کام ہے۔ اچھا سلام" یا اس سے اگر ذرہ زیادہ احتیاط کی تو چند بنگالیوں سے پاکٹ بک پر یہ لکھوا لیا کہ ہم احمد قادیان کو مانتے ہیں اور چلو چھٹی ہوئی۔ کیوں نہ ہو آخر عیسے بدین خود موسے بدین خود کی ضرب المثل بھی تو زندہ ہونی چاہئے۔

مفتی صاحب! خدا کے لئے غور کرو۔ اور اپنی اس جواب کو ذرا پھر نظر امعان دیکھو کہ کس قدر بے حیائی اور بے ایمانی سے آپ نے کام لیا ہے "اس واسطے ان کے کافروں کا جنازہ جائز نہیں" عجیب فقرہ ہے۔ خدا کے لئے کوئی صاحب مفتی صاحب کے اس فقرہ کے معنے ہمیں سمجھا دیں کون نبی اللہ دنیا میں ایسا آیا ہے کہ جو اسوقت جب تک کہ اس کے مشن کی پورے طور پر اشاعت نہ ہو جائے۔ اپنے کافروں کے جنازے پڑھتا اور پڑھاتا رہا ہو۔ دکھاؤ کہیں دوبارہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نہ لے دینا۔ کیونکہ قرآن کریم کی یہ آیت تمہاری ان خرافات کی کھلے طور پر تردید کر رہی ہے کہ

ولا تصل علیٰ احد منھم مات ابدًا ولا تقم علیٰ قبرہٖ

مفتی صاحب! سچ سچ کہئے۔ کہ کیا یہ مضمون لکھتے وقت آپ کی ضمیر بھی ان الفاظ سے متفق تھی۔ جو آپ کے قلم سے نکلے۔

کاش آپ کی زبان اور آپ کا دل ایک ہوتے۔ تو یہ لغو اور ناواجب حرکات آپ سے سرزد نہ ہوتیں۔ مگر اب بھی وقت ہے۔ آپ پھر اس پر غور کریں۔ کہ یہ آپ کی تشریحات کہاں تک صحیح اور ایمانیات پر مبنی ہیں۔ اگر آپ کا خدا پر کچھ بھی ایمان ہے اور آپ یقین رکھتے ہیں۔ کہ ایک دن آپ کو ناشائستہ حرکات کا جوابدہ ہونا پڑیگا۔ اور پھر کوئی بات چھپائے سے چھپ نہ سکیگی۔ تو میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان باتوں سے رجوع کریں گے ✦

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین

اس بارہ میں کہ ایک مفت کے مفتی نے جسکا نام برعکس نہند نام زنگی کا فور کے مصداق محمد صادق ہے۔ اور آجکل وہ لوگوں کو یہ گمراہ کن تعلیم دے رہا ہے کہ "خدا نے قرآن میں آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین کہدیا ہم نے مان لیا۔ رسول اللہ نے اپنے آپکو انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کہا ہم نے مان لیا۔ پھر آپ نے ایک عیسٰے نبی اللہ کے آنے کی خبر دی۔ ہم نے مان لیا"۔ (تقریر مفتی محمد صادق بمقام ڈیرہ غازیخان) لیکن آج سے چھ سال قبل وہی شخص کارڈوں پر یہ لکھکر کر شائع کرتا رہا۔ کہ

"لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم سے ظاہر ہے کہ جسطرح سلسلہ موسوی کا آخری خلیفہ عیسیٰ نبی تھا۔ اسیطرح خاتم النبیین کا آخری خلیفہ عیسیٰ ولی ہو اور نبی نہ ہو۔ کیونکہ مشبہ مشبہ بہ ایک نہیں ہوسکتے"

کیا اس صاف اور کھلے کھلے اقرار کے باوجود بھی جس میں آنیوالے عیسٰے کو صرف ولی کہا گیا ہے اور پہلے عیسٰے کو نبی اور "وہ نبی نہ ہو" کہکر اور بھی صاف کر دیا ہے۔ کہ آنیوالا نبی نہیں ہو سکتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ مفتی صاحب کا موجودہ اعتقاد وہی ہے۔ جو آج سے چند سال قبل تھا اور اس میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کیا آج سے چھ سال قبل ۱۹۱۰ء میں مفتی صاحب کو یہ علم نہ تھا کہ آنے والے کو حدیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے پھر کیوں انہوں نے اس وقت بھی اسکو مان نہ لیا؟ اور اسی عبارت میں آنے والے کو کبھی نبی نہ کہدیا۔ کیا اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ صاحب نرے ٹکوں کے مفتی ہی ہیں۔ جہاں سے پیسے مل گئے بس اُسی کی تائید میں فتوے دیدیا۔ یہ کارڈ جناب مرزا خدابخش صاحب کی معرفت ہمیں دستیاب ہوا ہے۔ جسکے ایک طرف موضع بھینی کے مولوی عبداللہ سابق احمدی حال محمودی کا لکھا ہوا خط ہے۔ اور دوسری جانب نصف حصہ پر مفتی صاحب کیطرف سے تبلیغ سلسلہ کے طور پر چند موٹے موٹے دلائل صداقت سلسلہ حقہ کے چھپے ہوئے ہیں اور انہی میں منقولہ بالا فقرہ بھی ہے۔ مفتی صاحب تو خیر۔ ان کا تو مذہب ہی پیسہ ہے۔ لیکن میں میاں مولوی عبداللہ صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا وہ بھی اس صاف اور کھلی بات کی طرف [illegible] جس کی اشاعت میں انہوں نے خود حصہ لیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کا بھی یہی اعتقاد رہا۔ رجوع نہ کریں گے۔ اے کاش! احقاق حق کا مادہ سلب نہ ہو چکا ہو۔ تو صرف یہ ایک ہی شہادت صحیح مذہب پر قائم کر دینے کے لئے کافی ہے۔

ضالین کی نئے معنے

قادیان میں آجکل چند خلاف اسلام عقائد کے ساتھ ساتھ عربی کی ایک نئی لغت بھی بن رہی ہے جو غالبًا انہی لوگوں کے کام آسکتی ہے جو اس نئے مذہب میں داخل ہوں۔ جسکا نام پہلے صاحب الفضل کے پیشرو ہاتھی "محمود" کے نام پر محمودی لغت رکھا گیا ہے۔ اس نئی لغت میں سے بعض لفظوں کے جو نئے معنے ہمیں معلوم ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک کا ذکر تو اس سے قبل ہو چکا ہے۔ کہ میاں صاحب نے ایک مشتبہ معترض کو جواب دیتے ہوئے فاسق کے معنے باغی بتائے جسکی نہ تو قرآن سے تائید ہوتی ہے نہ حدیث سے۔ اور نہ کسی پہلی عربی لغت سے۔ اب ایک اور لفظ کے نئے معنے معلوم ہوئے ہیں۔ مولنا مولوی محمد عبداللہ خان صاحب پٹیالوی کے استفتا کا جواب دیتے ہوئے الفضل نے اپنی ۵ اپریل کی اشاعت میں ضالین کے یہ معنے لکھے ہیں کہ

"ضالین کے مصداق وہ نہیں ہوسکتے جو حضرت مسیح موعود کی تخفیف کرتے اور انکو نبی مانتے ہیں بلکہ ضالین کے مصداق وہ ہیں جو تفریط سے کام لیکر اپنے ہادی کے خداداد درجہ کو گھٹاتے ہیں"

آجتک تو یہی سنتے آئے تھے کہ ضالین سے مراد غلو کرنیوالے ہیں یعنے جو کسی کے درجہ کو بڑھائیں اسی بنا پر تمام مفسرین اور حضرت مسیح موعود نے بھی عیسائیوں کو ضالین کہا کہ انہوں نے مسیح کے درجہ کو بڑھایا ایسا ہی حضرت اقدس نے مسیح کو آسمان پر چڑھانیوالے غیر احمدیوں کو اس بنا پر ضالین کہا۔ کہ انہوں نے مسیح کو اسکے مرتبہ سے بہت بڑھکر صفات دیں اور اس کے بالمقابل درجہ کو کم کرنیوالوں یا نہ ماننے والوں کو مغضوب علیہم کہا۔ ایسا ہی تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۵ میں اپنی پر لعنت کرنیوالے غیر احمدیوں کو مغضوب علیہم قرار دیتے ہوئے اپنے پیروؤں کو یہ نصیحت کی کہ

"ایسا ہی نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کیطرف منسوب نہ کریں"

یہ کہنا کہ یہ بھی غیر احمدیوں کو ہی کہا ہے۔ اسلئے صحیح نہیں۔ کہ اول حضرت عیسٰے غیر احمدیوں کے پیشوا نہیں دوسرے ساتھ ہی یہ کہکر کہ

"بلاشبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت ایک پیشگوئی ہے"

حلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر نے باہتمام [illegible] دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت
سالانہ ے،
ششماہی ہے،
سہ ماہی ۹؍
ماہوار ۹؍ طلباء رسالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت
ہفتہ میں تین بار۔
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ الہجری المقدس مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۵

کلامِ امیرؓ

وصول الی اللہ کی ایک راہ

فرمایا "وہ بات جو انسان کا قدم ہر ایک نیکی پر جما دیتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا یقین اور کامل یقین ہے۔ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے۔ نیکیوں پر عامل ہونے کی ایک ہی راہ ہے۔ اور وہ ہے اللہ تعالیٰ پر کامل یقین۔ حدیث میں آیا ہے کہ لا یسرق سارق وھو مومن ولا یزنی زانٍ وھو مومن (کوئی چور چوری نہیں کرتا بحالیکہ وہ مومن ہو۔ اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا بحالیکہ وہ مومن ہو) حالانکہ چور اور زانی کو کوئی بھی کافر نہیں کہتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین نہیں رکھتا۔ تبھی تو وہ چوری کرتا یا زنا کا مرتکب ہوتا ہے۔ اجی جو شخص یہ جانتا ہو کہ اس سوراخ میں سانپ ہے وہ اس سوراخ میں کبھی ہاتھ نہیں ڈال سکتا۔ بدی بھی ایک آگ ہے اگر انسان اس پر کامل یقین رکھتا ہو کہ اس آگ میں ہاتھ ڈالنے سے وہ جل جائیگا۔ مگر اسے یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے جو ان باتوں کی اسے سزا دے گا تو وہ کبھی اس کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ مامورین الٰہی میں اللہ تعالیٰ یقین کامل پیدا کر دیتا ہے ایک طرف دیکھتے ہیں کہ دکھوں اور مصیبتوں کا سامنا ہے کامیابی کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ لیکن پھر بھی دوسری طرف اس بات کا یقین کامل رکھتے اور بڑی تحدی سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بالآخر وہ کامیاب ہونگے۔ تمہیں بھی جس بات کی صداقت پر یقین کامل ہو پھر اس کے خلاف خواہ کتنے ہی مخالف حالات کا تمہیں سامنا ہو ان کا کوئی اثر تم پر نہیں ہوتا۔ اور اسی یقین کامل سے اس صداقت پر قائم رہتے ہو۔"

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک ثبوت

حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی دیگر کئی ایک دلائل میں سے ایک یہ دلیل بھی میں سمجھتا ہوں جو بہت پختہ اور ناقابل تردید ہے کہ اس وقت جبکہ کل دنیا کے دل اس یقین کامل سے خالی ہو چکے تھے کہ اسلام غالب آئے گا اس وقت حضرت مرزا صاحب نے کہا اور یقین کامل کے ساتھ اس بات پر زور دیا کہ اسلام کل ادیان پر غالب آئیگا۔ اس وقت کسی ایک کا بھی سوائے حضرت اقدس مرزا صاحب کے اسلام کے غلبہ کا نام تک نہ لینا بتاتا ہے کہ دلوں کے اندر خود کمزوریاں موجود تھیں۔ ورنہ کیوں باہر نہ نکلتے تو ایک طرف تو سارے اسباب مخالف ہیں۔ پھر مخالفین کی طرف سے حملوں پر حملے ہو رہے ہیں۔ دنیوی اشتغال اور مادیت اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ مذہب کا اور خدا کا نام تک لینا معیوب سمجھا جاتا ہے خود اسلام کے حامی اور خیر خواہ جو کہلاتے ہیں وہ بے دست و پا ہو کر چپکے سے بیٹھ گئے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں جبکہ اسلام کی سرسبزی اور غلبہ کی کوئی امید بظاہر دکھائی نہیں دیتی حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوتا ہے بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد کیا اس وقت دنیا میں اور کوئی ملہم نہ تھا۔ پھر کیوں ان کو یہ الہام نہ ہوگیا اور مرزا صاحب کو ہی کیوں ہوا۔ بات اصل میں یہ ہے کہ جیسا یقین کامل اسلام کے غالب آنے کا حضرت مرزا صاحب کے دل میں تھا۔ وہ سب سے بڑھا ہوا تھا دوسروں کو اس کے ساتھ ایک کمزوری سی ملی ہوئی تھی اور یہ امر بتاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب وصول الی اللہ یا تقرب الی اللہ کے جس مقام پر پہنچے ہوئے تھے اس زمانہ میں اور کوئی نہیں۔ اور اس لئے آپ صداقت پر تھے۔

سیالکوٹ میاں مبارک علی صاحب حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے۔

درخواست دعا۔ کوٹلی لوہاراں کے میاں محمد حسین صاحب احمدی اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لئے احباب سے دعا کے خواستگار ہیں۔

اخبار احمدیہ

تمام بزرگان ملت بحمدہٖ تعالیٰ بخیر و عافیت ہیں۔ حکیم ابراہیم عیسیٰ صاحب آج یا کل راولپنڈی تشریف لے جا نیوالے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب تا حال کیمبل پور سے واپس تشریف نہیں لائے ہفتہ کو رات کے ۸ بجے انجمن حمایت اسلام میں قدوسیت عمل پر آپ کا لیکچر ہے۔ آپ کے واپس آنے پر کیمبل پور کے جلسہ کے تفصیلی حالات دئے جا سکینگے۔

عبرت اور پیغام صلح جناب مولانا اکبر شاہ خانصاحب کا سلسلہ عبرت ابھی تک کسی مپرسی کی حالت میں ہے۔ خدا جانے کیوں احباب نے تا حال اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔ کوئی وقت تھا۔ جب ایک ایک چھوڑ چار چار اور پانچ پانچ اخبارات خریدنے پڑتے تھے۔ اور آئے دن شائع ہونے والی کتب اور مختلف تحریکات چندہ کا بوجھ اس پر مستزاد تھا۔ لیکن آج یہ حالت ہے۔ کہ دوسرا کوئی اخبار تو کیا خریدنا ہے۔ ایک کا سنبھالنا مشکل ہو رہا ہے۔ پیغام صلح اور عبرت میری سمجھ میں ہر ایک احمدی کو لازمی طور پر خریدنے چاہئیں اور دوسروں کو انکی خریداری کی طرف مائل کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے ایک اگر موجودہ ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مختلف مذہبی و قومی مسائل سناتا اور تحریکات کرتا ہے۔ تو دوسرا قرون اولیٰ کے مسلمانوں کے نمونوں کو پیش کر کے وہ کارآمد اسباق سکھاتا ہے۔ جو ان مسائل اور تحریکات پر انسان کو عامل بنانے کے کام آسکے۔ ان تاریخی مباحث کو بڑا دقار ہم سمجھ سکتے ہیں۔ لکن باتوں پر چل کر پہلوں نے فلاح پائی اور کونسی باتوں پر عامل ہو کر انھیں نقصان پہنچا۔ اور یہ دراصل پیغام صلح کی تحریکات کا ایک عملی نمونہ ہوتا ہے۔ احباب کو اس طرف بالخصوص متوجہ ہونا چاہئے۔ اور اپنے ان ہر دو اخبارات کی اشاعت اور خریداری کو کم از کم یہانتک تو بڑھا دینا چاہئے۔ کہ وہ اپنے پاؤں پر آپ کھڑے ہو سکے۔ ایسے احباب کا جو پیغام صلح اور عبرت کی توسیع اشاعت میں ہاتھ بٹائیں۔ اخبار اور رسالہ ہر دو میں نام بنام شکریہ ادا کیا جائیگا۔ مجھے امید ہے۔ کہ احباب اس اہم قومی ضرورت کی طرف فوری توجہ فرمانے سے ہرگز نہ چوکینگے

گذشتہ اشاعت میں جن احمدی طلبا کے امتحان میں شامل ہونے کی خبر دی گئی تھی۔ اور ان کے لئے دعا کی استدعا کی گئی تھی۔ ان میں ذیل کے طلبا کے نام بالخصوص قابل نوٹ ہیں۔ برادرم عبدالرحیم خاں صاحب ایم۔ اے کلاس برادر محمد امین صاحب۔ ایف اے کلاس۔ فیض احمد صاحب۔ ایف۔ ایس سی چوہدری عبدالقادر صاحب ایف۔ اے کلاس نصیر الدین صاحب ایف۔ اے کلاس۔

ضروری اور مختصر خبریں

ہماری باٹریوں کی سرگرمی لندن ۱۵۔ اپریل۔ پیرس کی آج بعد دوپہر کی کمیونک مظہر ہے۔ کہ میوز کے مغرب میں ہماری پوزیشنوں پر ملان کورٹ کے جنگل اور پہاڑی نمبر ۳۰۴ کے درمیان خاص گولہ باری ہوئی۔ محاذ کے اس حصہ پر ہماری باٹریاں بڑی سرگرم تھیں۔ میوز کے مشرق اور واوریں وقفہ کے بعد گولہ باری ہوتی رہی ور دن کے تمام علاقہ میں رات کے وقت پیادہ سپاہ کی کوئی لڑائی نہیں ہوئی

دشمن کی زبردست گولہ باری لندن ۱۶۔ اپریل۔ کل رات کی کمیونک مظہر ہے۔ کہ دشمن نے میوز کے مغرب میں کورٹیز کے جنگل اور اسینز کے ضلع میں ہماری پوزیشنوں پر زبردست گولہ باری کی۔ میوز کے مشرق میں ڈاؤمونٹ کے علاقے اور ناؤڈر مونٹ کے جنگل میں گولہ باری بڑی زبردست تھی۔ ووایور میں تمام دن خاموشی رہی۔ اور باقی مقامات پر بھی کوئی خاص واقعہ وقوع میں نہیں آیا

ڈاؤمونٹ پر فرانسیسیوں کی کامیابی لندن ۱۵۔ اپریل۔ پیرس کی آج بعد دوپہر کی کمیونک مظہر ہے۔ کہ ڈاؤمونٹ پر فرانسیسیوں نے کامیابی حاصل کی فرانسیسیوں نے قصبہ مذکور کے جنوب ایک زبردست حملہ کیا۔ جس میں انہیں کامیابی رہی۔ انہوں نے دشمن کی چند خندقوں پر قبضہ کر لیا۔ اور ان کے بہت سے آدمی گرفتار کر لئے

جرمنوں کی متواتر گولہ باری لندن ۱۶۔ اپریل۔ پیرس کی سرکاری اطلاع مظہر ہے۔ کہ جرمن اود کورٹ اور کورٹیز کے جنگل میں برابر گولہ باری کر رہے ہیں۔ ووایور کے علاقہ میں بھی وقفہ کے بعد گولہ باری جاری رہی۔ باقی فرنٹ پر لیٹو۔ بالق تو پخانہ کی لڑائی ہوتی رہی۔ جو ہمارے حق میں مفید ثابت ہوئی

ترکوں اور روسیوں کی جنگ لندن ۱۵۔ اپریل۔ پیٹروگریڈ کی اطلاع مظہر ہے کہ ارض روم کے مغرب میں جنگ برابر جاری ہے ترکوں نے روسی سنٹر کے خلاف چھ دن تک حملے کئے جو لپسپا کر دئے گئے۔ ترکوں کا سخت نقصان ہوا۔ اور وہ تباہی کی حالت میں بھاگ گئے۔ روسی بڑی تیزی سے ان کا تعاقب کر رہے ہیں۔

ایشیاء کوچک میں ترکوں کی بیفائدہ کوشش لندن ۱۴۔ اپریل۔ ترکوں نے ایشیاء کوچک میں کھوئی ہوئی خندقوں پر دوبارہ قبضہ کرنے کے لئے بے فائدہ کوشش کی۔ اور اپنے حملوں میں زہریلی گیس کا استعمال بھی کیا۔ مگر انھیں کامیابی حاصل نہ ہوئی

اٹلی کے مقابلہ میں آسٹریہ کی پریشانی اٹالوی میدان جنگ میں آسٹرین بڑی پریشانی کا اظہار کر رہے ہیں۔ کیونکہ اٹلی ہوائی کارناموں میں اس سے بہت اچھی پوزیشن رکھتا ہے۔ اور اس کے ہوائی جہاز آسٹریہ کو سخت نقصان پہنچاتے ہیں

اٹلی کی نئی بڑی توپوں کے کارنامے ساتھ ہی اٹلی نے ایسی بڑی توپیں ایجاد کی ہیں جنکی زد سے کسی بڑے ہوائی جہاز کا بچکر جانا قریباً ناممکن ہے۔ چنانچہ گذشتہ پندرہ دن کے عرصہ میں دس آسٹرین ہوائی جہاز انکی نذر ہو چکے ہیں

ہندوستان میں قحط زدگان کو امداد۔ ایک بیان شائع ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ قحط یا گرانی کی وجہ سے ہندوستان کے برٹش صوبجات یا دیسی ریاستوں میں کتنے لوگ امداد حاصل کر رہے ہیں؟ چنانچہ یہ بیان مظہر ہے کہ ہفتہ مختتمہ یکم اپریل میں صوبہ بنگال میں ۱۱۲۰ آدمیوں کو مفت اور خاص امداد دی گئی۔ صوبہ بہار و اڑیسہ میں ۲۷۶۸ اشخاص کو امدادی کاموں پر لگایا گیا۔ اور ۳۰۹۵ اشخاص کو مفت امداد دیگئی۔ کاٹھیاواڑ میں ۱۴۵۵ اشخاص امدادی کاموں پر لگائے گئے۔ ۲۷۷۰ نے مفت امداد حاصل کی

انتشٹ بنگالی نوجوانوں کی نظربندی۔ ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء سے جو انتشٹ نوجوان بنگالی کلکتہ اور اس کے نواح میں گرفتار کئے گئے تھے۔ اور جن کے متعلق ہز ایکسلینسی گورنر بنگال نے اپنی تقریر میں ذکر کیا تھا معلوم ہوا ہے کہ پہاڑی ضلع چٹاگانگ میں نظربند کئے گئے ہیں۔ ان میں سے کئی نوجوانوں نے کلکتہ میں اپنے لواحقین سے بذریعہ تار روپیہ طلب کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ ان کی نظربندی کیسے عمل میں آئی

مسٹر فضل الحسن حسرت موہانی کی گرفتاری ۱۳۔ اپریل ۱۹۱۶ء کو بوقت دوپہر سپرنٹنڈنٹ پولیس علی گڈھ نے جن کے ہمراہ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کوتوالی کے انسپکٹر اور دیگر پولیس مین تھے مسٹر فضل الحسن حسرت موہانی کو گرفتار کر لیا ان کی دکان اور مکان کی تلاشی لی گئی۔ اور پولیس نے کچھ کاغذات اپنے قبضہ میں کر لئے مسٹر حسرت موہانی فوراً علی گڈھ جیل میں پہنچا دئے گئے۔ اور وہاں پر آپ کو ایک علیحدہ کمرہ دیا گیا ہے اور بستر و پلنگ بھی ملا ہے۔ اہل و عیال کو ان سے ملنے کی اجازت ہے۔ کھانا بھی مکان سے بھیجا جا سکتا ہے۔ وجہ گرفتاری ابھی معلوم نہیں ہوئی مزید حالات معلوم ہونے پر ہدیہ ناظرین کئے جاسکینگے شہر میں مختلف قسم کی افواہیں اس گرفتاری کے متعلق مشہور ہو رہی ہیں۔ کیونکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ قیاسی گھوڑے دوڑائے جا رہے ہیں (المیزان علیگڈھ)

بنگال کی تجارت میں کمی۔ سکم۔ نیپال۔ تبت اور بھوٹان کے ساتھ بنگال کی تجارت ۱۹۱۵-۱۹۱۴ء میں گذشتہ سال کی نسبت ۱۲ فیصدی کم ہو گئی۔ اس کمی کی وجہ اثرات جنگ بتائی جاتی ہے

افسوسناک موت مسرز ایڈلجی اینڈ کمپنی کے مالک مسٹر پارکھ ۱۷۔ اپریل کو لکھنؤ میں فوت ہو گئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۰ - اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۵

حضرت اقدس مسیح موعود کی تحریرات میں محض تحریف

"خطرے کا الارم"

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی پر کوئی جھوٹا الزام دے وہ نہیں مرتا جب تک کہ خود اس پر بھی وہی الزام عائد نہ ہو جاوے۔ الفضل نے اپنے شروع جنم سے لے کر آج تک کیا کیا کچھ خطرناک بہتان خدام مسیح موعود کے خلاف تراشے اور کیسی کیسی خلاف دین و ایمان باتیں ہماری طرف منسوب کر کے جماعت کو ہماری طرف سے متنفر کر دینے کی بیہودہ کوشش کی۔ یہی نہیں۔ بلکہ اب اس نے یہ خطرناک الزام ہم پر دھرا کہ گویا ہم حضرت مسیح موعود کی کتب میں تحریف کرنے والے ہیں۔ ایک شریف اور خدا ترس انسان کے لئے صرف یہ ایک بات ہی کوئی کم موجب شرمساری و تذلیل نہیں ہو سکتی پھر کس قدر نامرد اور کمینہ ہے وہ انسان جو ایسی شرافت سے گری ہوئی باتوں کو ناجائز طور پر کسی کی طرف منسوب کرے۔ اور حال یہ ہو کہ وہ خود اس کا مرتکب ہو چکا ہو۔ بلکہ آئے دن انہی حرکات کا ارتکاب اس کا شیوہ ہو۔ پس غضب ہے کہ آئے دن اس قسم کی تحریرات جماعت میں شائع ہوتی ہیں اور بات بات پر حضرت مسیح موعود کی کتب کے حوالجات پیش ہوتے ہیں کہ جن کو پڑھ کر اور سن کر ایک کثیر طبقہ جماعت نے اپنے ایمانیات کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ لیکن ان کے پیش کرنے میں ایسی چالاکی اور دھوکہ بازی سے کام کیا جاتا ہے کہ جس کے اندر اصلیت کا ایک شائبہ تک نہیں ہوتا۔ میرے دوستو! کیا یہی ایک بات موجودہ تنازعہ کا فیصلہ کر دینے والی نہیں اور اسی سے معلوم نہیں ہو جاتا کہ حق کس کی طرف ہے۔ اور کون محض چند فرضی باتوں کی آڑ میں جماعت کو اس راہ پر چلانا چاہتا ہے کہ جو بہت خطرناک مقام کی طرف لے جانے والی ہے۔ افسوس کیا ان لوگوں کو خدا یاد نہیں۔ کیا ان کو اس بات کا پتہ نہیں کہ ہم نے ایک دن اس احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور ہم سے ان باتوں کی باز پرس ہوگی۔ پھر کیوں نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ایک کثیر التعداد مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں اور دن دھاڑے ان کی آنکھوں میں دھول ڈالنا چاہتے ہیں۔ آہ یہ کیا قوم تھی کیسی محقق۔ معقول باتوں کو سر آنکھوں پر رکھنے والی اور حق کو باطل سے فوراً تمیز کر لینے والی بات کی تہ اور کنہ تک پہنچتی اور بال کی کھال نکال کر رکھ دیتی تھی۔ اس کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی اور ان پڑھ انسان بھی مسائل معاملات میں ایسی دور رس نظر رکھنے والا ایسا باریک بین اور ہوشیار مناظر تھا کہ بڑے بڑے مولوی بھی اس کے سامنے آ کر چکرا جاتے۔ لیکن آج یہ اس کو کیا ہو گیا کہ موٹی سے موٹی باتیں بھی اس کو سمجھ نہیں آتیں۔ اور ایک اندھا دھند تقلید ہی گلے کا ہار ہو گئی ہے۔ سچ فرمایا مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبرا بشبر و ذراعا بذراع الخ

آخر بنی اسرائیل نے بھی تو یحرفون الکلم عن مواضعہ کیا ہی تھا اور سب سے بڑھ کر لفظی و معنوی تحریف وہ ہے جس پر آج تک عربی دنیا نے ورق کے ورق سیاہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ انجیل کے صرف پانچ فقرے خود حضرت مسیح کے منہ سے نکلے ہیں اور باقی سب ان کے پیروؤں کی دستبرد کا نتیجہ ہے۔ پھر جب پہلے مسیح کے پیروؤں نے ایسی کھلی کھلی تحریف کی۔ اور سو آئے دن کرتے ہیں اور باوجود ان کی ان ظاہر حرکات کو دیکھنے کے پھر کثیر التعداد لوگوں نے ان کی پیروی کی اور آج تک کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ خود ہی بڑے دھڑلے سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا اور پھر بھی لوگوں کا ان کی ہی ہاں میں ہاں ملانا کون سا تعجب خیز امر ہے۔ ہاں ایک صورت میں تعجب خیز بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر مسیح اسرائیلی تھا تو یہ دوسرا مسیح محمدی ہے اور وہ اگر صرف عیسیٰ تھا تو یہ مہدی بھی۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں جن کو نہ صرف ان پہلے لوگوں کی ناشائستہ حرکات بتا بتا کر ان سے روکا گیا تھا بلکہ انا له لحافظون کے ارشاد ربانی میں خود اللہ تعالیٰ نے تحفظ و حفاظت کا وعدہ فرمایا تھا۔ ان باتوں کا ظہور پذیر ہونا کیوں موجب تعجب نہ ہو۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ کوئی ویسی باتیں نہیں کہ جس سے انا له لحافظون کی نفی لازم آ جائے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت سے ان باتوں کا سدباب کرے گا اور وہ دن آئے گا کہ جب یہ سب کوششیں ھباءً منثورا ہو کر عقائد حقہ ان پر غلبہ پا لینگے۔ مگر ہاں جماعت کے لئے یہ بہت عبرت انگیز مقام ہے۔ کیا ہمارا یہ فرض نہیں کہ ان باتوں کو دور کرنے کی کوشش کریں آخر تحریف کا وہ کونسا پہلو ہے جو باقی رہنے دیا گیا ہے۔ جمع کے معنے واحد اور واحد کے معنی جمع کرنے اور صاف اور سیدھی عبارات کو اپنے مطلب کے موافق ڈھال لینا یہ ایک عام روش ہو گئی ہے۔ کیا ہمارے سامنے لوگوں نے الوصیت کی اس عبارت کے جس کے یہ لفظ ہیں

"بعض افراد نے باوجود اُمتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا"۔

الوصیت صفحہ ۱۱

یہ معنی نہیں کئے کہ یہاں "بعض افراد" سے مراد صرف ایک اکیلے مسیح موعود ہیں۔ میرے پاس ایسی چھپی ہوئی تحریریں موجود ہیں جن میں یہ لفظ لکھے ہیں بتاؤ کہ یہ تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے۔ بلکہ اسے تو تحریف لفظی کہنا چاہیئے۔ کیونکہ کوئی ایسا دن بھی (خدا نہ لائے) آ جائیگا جب "بعض افراد" کی ایک انسان لکھا ہوا دیکھو گے۔ آگے ان لوگوں نے کوئی کمی چھوڑ دی ہے کہ اس بات کو ناممکن خیال کیا جائے۔ پچھلی اشاعت میں اس کے کئی نمونے میں دکھا چکا ہوں اور ابھی اور بھی بعض عبارات ہیں جن میں اسی تحریف سے کام لیا گیا ہے۔ بالخصوص حقیقت الوحی کی وہ عبارت جس میں فضیلت کا ذکر ہے اور اسے نبوت پر محمول کیا جاتا ہے اور آخر سے یہ عبارات حذف کر دی جاتی ہیں:-

"میں خدا تعالیٰ کی تیئیس ۲۳ برس کی وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں" تاکہ اس سے براہین کے وقت سے لے کر آخر تک حضرت صاحب کا ایک ہی مذہب ثابت نہ ہو جائے۔ اور سنہ ۱۹۰۱ء والی تبدیلی عقیدہ رد ہو نہ چلی جائے۔ دوستو کچھ غور کرو اور سوچو کیا یہ باتیں تمہیں خطرے میں ڈالنے والی نہیں ایک خطرہ کیا تم پر تو خطروں پر خطرے وارد ہو رہے ہیں اور ابھی ہونے والے ہیں جن کا یہ پیشخیمہ

الاخبار والآراء

قیصر جرمنی کے جور و ستم اسلام پر

گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے جنرل سمٹس کی اس رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے جو جرمن ایسٹ افریقہ کے علاقہ موشی میں سے قیصر جرمنی کے ایک سرکلر در بارہ بندش رسوم اسلامی واشاعت اسلام دستیاب ہونے کے متعلق حال ہی میں شائع ہوئی ہے اس غلط خیال کی بزور تردید کی تھی کہ قیصر کو اسلام کے ساتھ کسی قسم کی بھی ہمدردی وغیرہ ہے - اب لوکل ہمعصر پیسہ اخبار نے بھی جنرل سمٹس کی اس رپورٹ کا ذکر کرتے ہوئے بعض مزید حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے - جن سب کا اس پہلے نوٹ کے تسلسل میں یہاں درج کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے -

"یہ امر کسی تشریح کا محتاج نہیں کہ قیصر ولیم جنوب مغربی افریقہ کیمرونز اور مشرقی افریقہ میں جرمن رعایا کو ہمت تشدد بنا کر جدید پرشینز کے ہم سطح بنانا چاہتا تھا اس غرض سے ایسے قواعد وضوابط وضع کئے جا رہے تھے جن سے رعایا کی آزادی اور آسنگیں کا عدم ہو جائیں ابتدا میں ان نوآبادیات کے جرمن حکام نے سختی و درشتی سے رعایا کو پامال کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - چنانچہ جنوب مغربی افریقہ میں ہریرو قوم کو مستاصل کرنے میں سعی موفور عمل میں لائی گئی - اور جرمن مشرقی افریقہ کی بغاوت سنہ ۱۹۰۵ء۶ء انتہا درجہ کی سفاکی اور سنگدلی سے فرد کی گئی - کیمرونز کے باشندے بھی جرمن فسادت سے چلا اٹھے - اور پے درپے بغاوتوں نے آخرش حکام مذکور اور برلن کے اولیائے امور پر اس خونریزی کی بیہودگی اچھی طرح ثابت کر دی - بنا بریں در پردہ رعایا کو ذلیل و خوار کرنے کے طریقے اختیار کئے گئے - جس کا ثبوت حال میں جنرل سمٹس کو ملا ہے - لیکن یہ تجاویز بھی ایسی ہی بیہودہ ثابت ہوئیں جیسی اسلحہ آتشیں اور تلوار کے ذریعہ سے باشندوں کے دل و دماغ سے قومی خیالات وجذبات کے نکالنے میں ناکامی ہو چکی تھی -

چنانچہ اسلام سے جرمن عناد کا اندازہ جنرل سمٹس کی اس رپورٹ سے بخوبی ہو سکتا ہے جسے سرکاری ذریعہ سے شائع ہونے پر بنظر اعتبار دیکھنا چاہئے کہ اب ان حالات میں کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ قیصر جرمنی کو اسلام سے کسی قسم کا بھی کوئی تعلق ولگاؤ ہے -

جرمن پروگرام پر عمل بھی ہوتا رہا

اس کے ساتھ ہی ۱۰- اپریل کے اس تار کا یہاں درج کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ موشی کے جرمن دفاتر کی مزید دیکھ بھال سے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف صرف ایک سرکلر کا ہی سراغ نہیں لگا جس میں اسلام کے خلاف ایک قطعی پروگرام اور طریق عمل تجویز کیا گیا تھا - بلکہ اس بات کا بھی ثبوت ملا ہے کہ قبل از جنگ پروگرام مذکور پر عملدرآمد بھی شروع ہو گیا تھا - سرکلر ہذا جو گورنر جرمن مشرقی افریقہ کے دستخط سے نافذ ہوا تھا اور تمام جرمن حکام کو بھیجا گیا تھا اس میں لکھا تھا کہ تجاویز مندرجہ پر عمل پیرا ہونے کے بعد تین ماہ کے اندر رپورٹ کریں - سب سے پہلے ہدایت کی گئی تھی کہ سرکاری عہدہ داروں کو مذہب اسلام قبول کرنے سے روکا جائے - دوئم تمام مساجد کا رجسٹر رکھا جائے - سوئم ختنہ کی ممانعت کر دی جائے گی" وغیرہ وغیرہ

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ برطانیہ کا ہی حوصلہ ہے کہ اس نے افریقہ میں اسلام کی بڑھتی ہوئی رو کو دیکھ کر بھی باوجود پادریوں کی چیخ و پکار کے اس میں دخل اندازی نہ کی - اور مذہبی آزادی کو سلب کرنا کبھی جائز نہ رکھا -

بچوں کی ابتدائی تعلیم صوبہ پنجاب میں

خدا جانے یہ کیا بات ہے کہ جتنے پرانے پڑھے ہوئے لوگ آج نظر آتے ہیں باوجودیکہ انھوں نے بہت زیادہ امتحانات پاس نہیں کئے ہوتے بلکہ اکثر صرف مڈل - یا انٹرنس تک ہی پڑھے ہوئے ہوتے ہیں - مگر پھر انگریزی قابلیت اور حساب کتاب میں موجودہ ڈگری یافتہ اور دن رات کی محنتوں میں غرقاب طلباء سے بہت حد تک بڑھے ہوئے ہوتے ہیں - آج باوجودیکہ پڑھائی پہلے کی نسبت بہت زیادہ نہ صرف گراں ہو رہی ہے بلکہ طلباء کو سارا دن کتابوں ہی کے رٹنے میں گذارنے پڑتے ہیں - لیکن وہ قابلیت پھر بھی پیدا نہیں ہوتی جو ان تعلیم یافتہ بڑھے بوڑھوں میں ہے -

معزز ہمعصر وکیل نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں مسئلہ تعلیم پر غور کرتے ہوئے اس بات پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ تعلیم کا موجودہ سسٹم نہ صرف طلباء کے ذہن کو پنپنے کچھ بھی پڑھنے نہیں دیتا - بلکہ کتابوں کا ہجوم اور دن بدن اعلیٰ جماعتوں کے کورس نچلی جماعتوں میں رائج ہونے سے ان بیچاروں کے دل ودماغ پر ایسا بد اثر پڑتا ہے کہ جو انھیں آئندہ زندگی کو سکھ کے ساتھ گذارنے نہیں دیتا - آجکل سکولوں کی ابتدائی پرائمری تعلیم ہی ایسی ہے کہ جس سے طلباء کو کوئی چنداں معتدبہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا - کیونکہ وہ بچہ جو ابھی انگریزی الفاظ کو سمجھ ہی نہیں سکتا اس کے سامنے کسی استاد کا انگریزی میں تقریر کرنا اور انگریزی الفاظ کے معنی انگریزی ہی میں بتانا چڑیا طوطے کی کہانی نہیں تو اور کیا ہے

ہمارے خیال میں یہ ایک نہایت ضروری قومی مسئلہ ہے کہ جس پر ملک وقوم کی آئندہ بہبودی کا انحصار ہے - اور اس لئے ضرورت ہے کہ بہی خواہان ملک اس طرف متوجہ ہوں اور ان مشکلات کی گتھی کو بہت جلد سلجھائیں - ورنہ یہ اپنی آئندہ نسلوں پر ایک ظلم ہوگا کہ انھیں موجودہ طریقہ تعلیم سے ذہنی ودماغی نقصان اٹھانے کے لئے چھوڑ دیا جائے -

سلسلہ حقہ کے نئے ممبر

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کے بدوملہی تشریف لیجانے پر میاں صاحب کے بعض مریدین کے عقائد محمودیہ سے تائب ہونے اور عقائد احمدیہ کے حلقہ بگوش ہونے کے علاوہ بہت سے نئے آدمی بھی سلسلہ حقہ میں داخل ہوئے تھے جن سب کے نام متفرق طور پر مختلف پرچوں میں شائع ہو گئے تھے لیکن ان کی خواہش ہے کہ ان سب ناموں کی ایک جداگانہ فہرست علیحدہ چھاپ دی جائے - جو خود حکیم مرہم عیسیٰ صاحب نے مرتب فرما کر ہمیں بھجوائی ہے چنانچہ اسے ذیل میں درج کیا جاتا ہے -

الف نومبائعین بدوملہی -

(۱) اللہ دتا صاحب آتشباز (۲) غلام حیدر صاحب آتشباز (۳) چودھری احمد بخش صاحب (۴) نور محمد صاحب آتشباز (۵) عبدالحکیم صاحب ولد مولوی مستقیم (۶) حکیم محمد عبداللہ صاحب (۷) میاں امام الدین صاحب (۸) چوہدری سید احمد صاحب نمبردار (۹) کریم بخش صاحب (۱۰) میاں جلال الدین صاحب خیاط

ب عقائد محمودیہ سے بیزاری کا اعلان کرنیوالے احمدیوں کی فہرست -

(۱) محمد عبداللہ صاحب احمدی
(۲) امام الدین صاحب احمدی (۳) غلام محمد صاحب احمدی (۴) میاں نبی بخش صاحب احمدی (۵) میاں اللہ بخش صاحب احمدی (۶) محمد دین

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

تحریف وید

مہاتما بدھ کے وقت میں بھی وید تین ہی تھے چنانچہ ہم ترتجا شاسا ہی بدھ کی کتاب سے واسیتھا برہمن اور بدھ کے مکالے کے ایک حصے کا ترجمہ نقل کرتے ہیں مہاتما گوتم واسیتھا کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔

واسیتھا تم کہتے ہو کہ براہمنوں میں سے کسی نے یا ان کے استادوں میں سے یا شاگردوں میں سے کسی نے ساتویں پشت تک بھی کبھی ایشور کو روبرو نہیں دیکھا اور نہ قدیم رشیوں نے دیکھا جو آیات کے بولنے والے تھے....
حالانکہ ان برہمنوں نے جو تینوں وید پڑھے ہوئے ہیں درحقیقت یہ کہا ہے کہ ہم اس کے ساتھ اتحاد کی تدبیر بتلا سکتے ہیں۔جس کو نہ ہم جانتے ہیں اور نہ دیکھا ہے۔......اے واسیتھا حقیقت میں یہ بات کہ وہ برہمن جو تینوں وید پڑھے ہیں اور اس میں سے ہونے کی راہ بتلا سکتے ہیں جس کو نہ وہ جانتے ہیں اور نہ کبھی دیکھا ہے۔ایسی بات کی کوئی ہستی نہیں۔جس طرح اندھے آدمیوں کی قطار میں ایک دوسرے کے ساتھ لگ رہا ہے۔ نہ تو سب سے آگے والا دیکھ سکتا ہے نہ پیچھے والا اور نہ سب سے پچھلا دیکھ سکتا ہے۔اسی طرح ان براہمنوں کی یہ بات ہے جو تینوں وید پڑھے ہوئے ہیں"

مکالے کے اس چھوٹے سے ٹکڑے میں تین دفعہ تین ہی ویدوں کا ذکر ہے چوتھا وید ندارد جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ چوتھا وید اس وقت تیار نہ ہوا تھا۔ اور غالباً وہ اتھرو وید ہے۔ ویدوں کی تحریف کی سب سے بڑھ کر یہ دلیل ہے کہ وید مطبوعہ جرمن اور وید مطبوعہ بمبئی میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔سوکتوں (سوکتوں) کے سوکت پس و پیش اور صدہا منتر غائب ہیں۔

یجروید کے ۳۶ میں ہے رچا" واچام پرپدے منو یجوہ پرپدے سام پرانم پرپدے چکشوہ شروترم پرپدے واگوجہ سہو جوتی پرانا پانیوہ"

(ترجمہ) "میں رگوید کو زبان سے۔یجروید کو دل سے سام وید کو دم سے حاصل کروں۔ میری بینائی۔ شنوائی اور دوگو جہ سہو جہ فاقت مجھے میسر ہے۔اور میرے پران پان بھی بنے رہیں۔

نوٹ۔ رچا کے معنی بامبالغہ تعریف کے ہیں رگوید میں چونکہ جابجا دیوتاؤں کی مہما ورنن کی گئی ہے اس لئے ان کے لئے شاعروں کی طرح وید کا مصنف مدح سرائی کی قوت مانگتا ہے اور یجروید میں چونکہ قربانیوں کا ذکر ہے اس لئے دل کی قوت کا طلبگار ہے۔سام وید میں ساون کے گیت گانے کے لئے سانس کی درازی کی درخواست کرتا ہے۔ اتھروِن اس زمانہ میں طیار نہ تھا اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ویدوں کی نسبت اس مہان پرش کی رائے بھی درج کر دی جائے جو ہندو مذہب کا مسلمہ لیڈر رہا تھا۔ اور جس کا نام نامی سوامی ویویکانند تھا شکاگو واقع امریکہ کی عالمگیر نمایش میں مذہبی پارلیمنٹ کے روبرو ہندو مذہب کی حمایت میں لیکچر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا "وید ان روحانی قوانین کا مجموعہ ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف اشخاص نے دریافت کئے تھے......

ان قوانین کی تدوین کرنے والے رشی تھے ہم ان کو کامل سمجھ کر عزت کرتے ہیں اور حاضرین کی خدمت میں اس بات کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے مدونان قوانین روحانی میں چند عورتیں بھی تھیں"۔آریہ سماج سوامی ویویکانند جی کی قیمتی رائے پر غور کرے اور ویدوں کے مصنفین میں مسماۃ وشو وارا ولد آتریہ کو بھی داخل کرے اور ویدوں کو الہامی کہنے سے کانوں پر ہاتھ دھرے (باقی باقی)

(شیخ عبدالحق ودیارتھی)

نکاح بیوگان اور آریہ سماج

"عقد ثانی ہے کے نقص کے عنوان سے ستیارتھ پرکاش صفحہ ۱۴۲ پر آریہ سماج کے پوجنیہ رشی سوامی دیانندجی مہاراج ایک سوال نقل کرکے ایک جواب دیتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

سوال۔ پنرویواہ (عقد ثانی) میں کیا نقص ہے؟
جواب پہلا عورت و مرد میں محبت کا کم ہونا کیونکہ جب چاہے تب مرد کو عورت اور عورت کو مرد چھوڑ کر دوسرے کے ساتھ تعلق کر لینگے۔

دوسرا جب عورت اپنے خاوند کے مرنے پر یا مرد اپنی عورت کے مرنے کے پیچھے دوسرا بیاہ کرنا چاہیں تب پہلی عورت کی یا پہلے خاوند کی جائداد کو اڑا لے جانا اور ان کے کنبہ والوں کا ان سے جھگڑا کرنا۔

تیسرا بہت سے اچھے خاندانوں کا نام و نشان بھی مٹ کر ان کی جائداد کا برباد ہو جانا چوتھا۔پتی برت اور استری برت دھرموں کا برباد ہونا اس قسم کے نقصوں کے سبب دوجوں میں پنرویواہ یا ایک سے زیادہ بیاہ کبھی ہونے چاہئیں"۔

پتی برت اور استری برت پر مترجم کا یہ نوٹ ہے کہ پتی برت سے خاوند کی حلف اور استری برت سے زوجہ کی حلف مراد ہے۔مکرر بیاہ سے یہ حلف ٹوٹ جاتی ہے۔کیونکہ دونوں نے بیاہ کے وقت پرمیشور کو حاضر و ناظر جان کر قسمیہ عہد کیا تھا کہ اپنی حین حیات تک دوسرے سے بیاہ نہ کرینگے"

اب اس تمام تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سوامی دیانندجی مہاراج کسی حالت اور کسی صورت میں بھی مرد یا عورت کے لئے پنرویواہ نکاح ثانی کے جواز کے قائل نہیں۔ نہ صرف زندگی میں بلکہ ان میں سے کسی ایک کے مرجانے کے بعد بھی۔جیساکہ سوامی صاحب کے بیان کردہ نقص ثانی اور پتی برت اور استری برت کی تشریح میں لفظ "حین حیات" سے ظاہر ہے لیکن سوامی صاحب کی اس قدر سخت ممانعت کے باوجود ذرا اب موجودہ آریہ سماجوں کے حالات کو بھی جاکر دیکھو۔شاید ہی کوئی اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس میں دھوا ودواہ نکاح بیوگان کی بڑے زور شور سے تائید نہ کی گئی ہو۔اور ممانعت نکاح کی سخت اور پرزور دلائل سے مخالفت کرکے ہندو قوم کو اس بات پر آمادہ کیا نہ گیا ہو کہ وہ اپنی بیوہ لڑکیوں کا دوبارہ بیاہ کر دیا کرے۔تعجب ہے سوامی صاحب تو اس کے خلاف تعلیم دیں اور آریہ صاحبان باوجود ان کو پوجنیہ رشی کا خطاب دینے کے ان کی اس تعلیم کو ردی کے ٹوکرے میں پھینک دیں آریہ سماج کا یہ طرز عمل دراصل اس فطرتی جذبہ کی کھلی شہادت ہے۔جس کے پورا کرنے کے لئے اسلام نے بیواؤں کے نکاح کی نہ صرف ممانعت ہی نہیں کی۔ بلکہ بڑے زور کے ساتھ اس پر عامل ہونے کا حکم دیا ہے۔ہم تو حیران ہیں کہ جب خود آریہ سماج کا یہ طرز عمل بتا رہا ہے کہ اسلام کی یہ تعلیم فطرت کے عین مطابق اور صداقت پر مبنی ہے اور سوامی صاحب کا حکم خلاف فطرت اور بہت سے نقائص کو پیدا کرنے والا تو کیوں وہ علانیہ سوامی صاحب کی اس بارہ میں مخالفت کرکے۔ اسلام کی کم از کم اسی تعلیم کو ہی عمل کے علاوہ زبان سے بھی نہیں سراہتی۔ہم یہاں یہ بتانا نہیں چاہتے کہ عقد ثانی کے جواز کی صورت میں سوامی صاحب نے جن نقائص کے رونما ہونے کا ذکر کیا ہے وہ کہاں تک صحیح اور بالمقابل میسر آنیوالے بیش بہا فوائد کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہیں۔

زمین اور نفس

وفی الارض ایاتٌ للموقنین
وفی انفسکم افلا تبصرون

جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قرآن مجید محض وجدانیات ہی کے متعلق نازل ہوا ہے یا اس میں نرا روحانیات ہی کا ذکر ہے۔ وہ غور اور امعان سے کام نہیں لیتے محض سرسری نظر پر قانع ہو جاتے ہیں۔ اگر قرآن اور مطالب قرآن پر بالاستیعاب اور بغور و خوض نظر کی جائے تو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ معاشرتی اور تمدنی پہلو بھی اصولی رنگ میں قرآن مجید میں موجود ہے۔ معاملات و اقتصادیات۔ تمدن معاشرت اور علوم و فنون وغیرہ کے متعلق جو باتیں قرآن مجید میں صراحتاً یا اشارتاً بیان کی گئی ہیں۔ وہ یہ ثابت کرتی ہیں کہ قرآن مجید کے نزول کی غرض محض وجدانیات و روحانیات ہی میں محدود نہیں ہے بلکہ اس میں علمی۔ تمدنی اور معاشرتی اغراض بھی داخل ہیں۔ بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید محض مذہبی باتیں سنا کر خاموش ہو جاتا ہے اور ہمیں دوسری زندگی کے اثبات اور عذاب و ثواب پر ہی زیادہ زور دیا گیا ہے۔ لیکن جب ہم بہ نظر امعان و توجہ قرآن مجید پڑھتے اور اس کے حقائق و معارف پر غور کرتے ہیں تو ہمیں خود بخود یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ ہمیں تلاوت قرآن کا ڈھنگ نہیں آتا۔ اور ہماری تلاوت محض نامیانہ رنگ کی ہوتی ہے۔ قرآن مجید کی مختلف آیات اور عبارتوں کے ربط دینے سے ایک بڑی حد تک ناصر رہنے کی وجہ سے ہم یہ نہیں معلوم کر سکتے۔ کہ ان آیات و فقرات کی حقیقت کیا ہے۔ اور انہیں ایک دوسرے سے کیا تعلق ہے۔

مضمون ہذا کے عنوان میں جو دو آیتیں درج کی گئی ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے ایسی وابستگی رکھتی ہیں کہ انہیں یکجا پڑھنے سے کلام الٰہی کے حقائق و مقاصد پر عجیب روشنی پڑتی ہے۔ پہلی آیت میں الفاظ "آیات" اور "موقنین" اور دوسری میں "انفس" اور "تبصرون" قابل غور و خوض ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے "یقین لانے والوں کے واسطے زمین میں خدا تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں!"

اس آیۂ کریمہ کے بالمقابل دوسری آیت میں فرمایا جاتا ہے "تمہارے نفوس و ضمائر میں بھی قدرت کی نشانیاں ہیں"

اگر اس طور پر باہمی ربط کے ساتھ یہ دونوں آیتیں پڑھی جائیں تو پڑھنے والوں پر بادنیٰ غور یہ ثابت ہوگا کہ "نفوس" اور "ارض" میں بہ اعتبار مخفیات اور نشانیوں کے ایک خاص تعلق ہے اور یہ دونوں ہستیاں اس قابل ہیں کہ انسان ان پر غور کرے اور دیکھے کہ قدرت کی جانب سے ان میں کیا کچھ بھرا اور رکھا گیا ہے۔ اور ان کی تہ میں جانے سے کن کن رموز کا انکشاف ہوتا ہے۔

ارض ایک ٹھوس چیز ہے۔ جسم بھی ٹھوس ہے۔
ارض کے طبقات ہیں جسم کے بھی طبقات ہیں۔
ارض کی تہ میں مختلف مواد پائے جاتے ہیں جسم کی تہ میں بھی مختلف مواد موجود ہیں۔
ارض مختلف قوتیں اور مختلف جذبات رکھتی ہے جسم میں بھی مختلف قوتیں اور جذبات نظر آتے ہیں۔
ارضی مواد سے مختلف قسم کی دوسری طاقتیں وجود پذیر ہوتی ہیں جسمانی مواد میں بھی یہی خاصیت ہے۔
ارض نشیب و فراز اور مختلف خصائص رکھتی ہے جسم بھی نشیب و فراز رکھتا اور مختلف خاصیتوں کا مظہر ہے۔
ارض سے طرح طرح کے بخارات اٹھتے اور دنیا میں تغیرات و انقلابات پیدا کرتے ہیں۔ جسم کی بھی یہی کیفیت ہے۔

الغرض اسی قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں۔ جو دونوں ہستیوں میں مشترک نظر آئینگی۔ اور بعد از مزید غور یہ ماننا پڑیگا۔ کہ مندرجہ بالا آیات میں نفس و ارض کے درمیان ایک اتم تشابہت اور خاص تعلق کا دکھانا مقصود تھا۔

لفظ "آیات" سے محض معمولی نشانیاں مراد لینا وسعت قرآنی کو کم کرنا ہے۔ بلکہ یہ لفظ ہر قسم کی علمی عملی ظاہری اور باطنی نشانیوں پر حاوی ہے اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ زمین کو علمی رنگ میں دیکھتے ہیں یا کسی علمی غرض سے اسکا امتحان کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں اسکے ظاہر و باطن میں ہزاروں ایسی نشانیاں مل سکتی ہیں جن سے وہ یہ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی پر اسرار اشیاء و اجسام کا بنانیوالا ضرور کوئی طاقتور اور قادر مطلق حکیم ہے۔ جس نے ان چیزوں میں اہل دنیا کے لئے ایسے ایسے منافع و فوائد رکھے ہیں۔ اور ایسی قیمتی اغراض کو مدنظر رکھ کر انھیں مخلوق کیا ہے۔

لفظ "موقنین" سے وہ لوگ مراد نہیں ہیں جو کسی چیز کو دیکھکر محض یہ کہدینا کافی سمجھیں کہ یہ چیز اللہ میاں نے بنائی ہے۔ اور ہمارا اسپر ایمان ہے۔ بلکہ وہ علماء محقق مراد ہیں۔ جو اپنی تنقیدی و اختراعی قابلیت سے علمی رنگ میں زمین کو دیکھتے اور پڑتالتے ہیں اور تحقیق و تفتیش اور غور و خوض کے بعد ان رموز و مخفیات پر بوجوہ یقین کرتے ہیں جو انہیں قدرت نے رکھی ہیں۔

غور کرو کہ جو لوگ ان محققانہ نگاہوں سے زمین اور اس کے اجزاء مخفیہ کو دیکھیں گے ان کا علم کیسا عظیم الشان اور پر اسرار ہوگا۔ اور جب وہ اپنی تحقیقات کے مراحل پر نظر ثانی کرکے انہیں شائع کریں گے۔ تو دنیا اور اہل دنیا کیواسطے وہ کسقدر مفید ثابت ہونگے۔ انہی لوگوں کی مساعی حمیدہ کی برکت سے آج دنیا میں علم الارض یا فزیالوجی کی ہستی پائی جاتی ہے۔ جس کی بدولت دنیا والوں کو ہزار ہا قسم کے فوائد و برکات حاصل ہو رہے ہیں۔

کاش مسلمان دیکھیں اور غور کریں کہ قرآن مجید اپنے مخصوص رنگ میں انہیں ارضی تحقیقات یا علم الارض کے سیکھنے کی کس خوبی سے ہدایت کر رہا ہے اور کس لطیف پیرایہ سے علمی اور عملی کوششوں کی جانب متوجہ ہونے کی رغبت دلا رہا ہے۔ ایکطرف ارشاد ہوتا ہے۔ کہ زمین میں ہماری بہت کچھ نشانیاں ہیں اور دوسری طرف فرمایا جاتا ہے کہ جو لوگ ان کی تحقیقات کرتے ہیں۔ وہی بوجوہ یقین لانے والے ہیں کیا جو محقق ایسا یقین رکھیگا وہ ایماندار نہیں ہوگا کیا اسکے ایمان میں کمزوری اور خامی رہے گی؟ کیا علم الارض کا سیکھنا قرآن مجید کے احکام میں ایک حکم بلیغ اور ایک ہدایت سعید نہیں ہے؟ کیا خدا کے پہچاننے اور قرآن کے سمجھنے میں اسکی ضرورت نہیں پڑتی؟ تو پھر کیا وجہ کہ ہم صرف شمس بازغہ اور شرح سلم پر تو اس قدر فریفتہ ہوں اور علم الارض کو بایں مغالطہ نظر انداز کر دیں کہ وہ ہمارے دائرہ دینیات و وجدانیات سے خارج ہے؟

عزیزو! یہ علمی و عملی مشاغل بھی مقاصد قرآن اور دائرۂ دینیات میں داخل ہیں۔ ان سے بھی وجدانیات ہی پر روشنی پڑتی ہے۔ ایک رشتہ وحدت ہے جو وجدانیات اور مادیات دونوں کو ایک نقطہ پر ملا دیتا ہے۔

آؤ اب ہم ذرا دوسری آیت پر بھی غور کریں کہ وہ کن حقائق پر روشنی ڈال رہی ہے۔

جس طرح ہم بغیر تحقیقات اور غور و خوض کے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ زمین کے اندر قدرت کی کیا کیا نشانیاں ہیں اور کیسی عجیب و غریب طاقتیں اسمیں پوشیدہ ہیں۔ اسیطرح ہم بلا غور و خوض اور تحقیق و تجربہ کے یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ عالم ضمیر و عالم نفس میں کیا کیا قوتیں اور کیسے کیسے جذبات مخفی ہیں جب ہم اس عالم کی بھی علمی رنگ میں سیر کرتے ہیں۔ تو ہماری تحقیقات و اکتشافات کا نام علم النفس و القویٰ ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:۔

"تم اپنے دلوں کو کیوں نہیں ٹٹولتے۔ دیکھو تو سہی کہ ان میں کیا کچھ ہے"

کس لطیف پیرایہ اور خوش آیند طور سے انسان کو اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہا جاتا ہے کہ ذرا اپنے دل کے دریچ لائی کو تو کھولکر دیکھو کہ اسمیں کیا کچھ رکھا ہے اور ان موتیوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کیا ہے اور کائنات کو ان کی کس قدر ضرورت ہے۔ اللہ اکبر۔

قادیان سے ایک مکتوب مسئلہ نبوت کی بابت

ایہا الناظرین! حضرت مسیح موعودؑ کے درجہ کی نسبت جب کسی معقول پسند سے تذکرہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ اسے بہت پسند کرتا ہے۔ کیونکہ جب یہ امر فیصل شدہ ہے۔ کہ بوجہ دین کامل اور کتاب کامل نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے اب ضرورت نبوت باقی نہیں رہی۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ قادیان میں نبوت نبوت پکاری جاتی ہے۔ اور حضرت مسیح موعود کے بوجہ بروز کامل ہونے کے نبی کامل ہونے پر زور دیا جاتا ہے۔ دراصل قادیان والوں نے عقیدہ بگاڑ دیا ہے۔ اور اس امر میں نہ صرف حضرت اقدس کی تحریرات سے بھی اعراض کیا ہے۔ بلکہ قرآن شریف اور احادیث نبوی سے بھی روگردانی کی جا رہی ہے جو نہایت قابل افسوس اور باعث شرم ہے۔

صاحبان! اگر ہم قرآن شریف اور احادیث نبوی کو مقدم کر کے اس کے ماتحت حضرت اقدس کی تحریرات کو لیتے تو پھر ہم کبھی بھی حضرت مسیح موعودؑ کو مجدد سے بڑھ کر کہنے کی جرأت نہ کر سکتے۔ لیکن اگر ہم میں یہ ایمانی جرأت نہیں تو پھر اگر آپ کے درجہ کو نبوت کاملہ کے مراتب سے بھی بڑھ کر کہا جاوے تو اختیار ہے۔ مگر یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایک دن ہم سب خدا کے حضور پیش ہوں گے اور اپنے عقیدہ کی نسبت سوال کئے جاؤ گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس وقت قرآن شریف اور احادیث سے کس طرح پر تم نبوت کی نسبت استدلال کر سکو گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے زمانہ میں تو نبوت کی نسبت چنداں زور شور نہ تھا۔ بلکہ خود خلیفۃ المسیح کی خاموشی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مسیح موعودؑ کو مجدد وقت یا امام زمان سے زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔ مگر اب تو عجب حال ہے کہ ثبوت نبوت کے لئے عجب عجب دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔ اور توڑ مروڑ کر قرآنی آیات اور احادیث نبوی سے ثابت کیا جاتا ہے۔ کہ مرزا صاحب مجدد وقت ہی نہیں تھے۔ بلکہ آپ بوجہ محمدی بروز کامل ہونے کے نبی کامل حضرت موسیٰ و عیسیٰؑ سے بہتر عین محمدؐ تھے ہاں تشریعی نبی نہ تھے۔ بلکہ امتی بھی تھے۔ اور نبی بھی تھے۔ یہ عجیب منطق اجتماع ضدین کی ہے۔ جو سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ کہ ایک شخص ایک ہی وقت تابع بھی ہو اور متبوع بھی۔ جیسے ہم یہ کہیں۔ کہ زید بہت مالدار اور صاحب زر ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہیں کہ وہی زید بڑے درجہ کا مفلس اور نادار ہے۔ پس اسی قاعدہ کے مطابق سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ مسیح موعودؑ امتی بھی تھے اور نبی بھی۔ یعنے آپ تابع بھی تھے اور پھر متبوع بھی۔ تعجب ہے کہ جب اُن سے نبوت کی نسبت پوچھا جاتا ہے تو کوئی تو جزوی نبی کہتا ہے۔ کوئی ظلی کوئی بروزی۔ اور بعض مطلق نبی کہدیتے ہیں۔ بعض یہ کہدیتے ہیں۔ کہ نبوت کاملہ نازل نہیں ہو سکتی۔ ہاں آپ انعکاسی نبی تھے۔ بعض صاحب تو کامل بروزیت کامل نبی کہدیتے ہیں۔ الغرض نبوت کی نسبت ہر ایک کی جدا گانہ رائے معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ کیسی ہنسی کی بات ہے جو ایک مرکز پہ متحد ہو کر معلوم نہیں ہوتی۔ احادیث میں تمام دیگر احادیث کو چھوڑ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے اس قول پر زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ جو آپ نے فرمایا۔ قولوا انہ خاتم الانبیاء ولا تقولوا لا نبی بعدہ۔ اگر ہم دیگر احادیث لا نبی بعدی یا قرآن شریف کا حکم ما کان محمد ..... الخ و خاتم النبیین پر غور کر کے اس حدیث کی مطابقت کرتے تو ہم پر صاف اس حدیث کے معنے کھل جاتے اور کبھی بھی غلطی میں نہ پڑتے۔ کیونکہ جیسا کہ خاتم النبیین کے لفظ سے نبوت کا ختم ہونا یا حدیث لا نبی بعدی سے آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کا ہونا پایا نہیں جاتا ویسا ہی یہ حدیث بھی مطابق اسی کے ہی ہے یعنی یہی مت کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہی نہیں بلکہ نبوت کے جمیع کمالات ذات بابرکات آنحضرت صلعم پر ختم ہیں۔ چونکہ آپ کی ذات میں جمیع کمالات نبوت ختم ہیں۔ اور آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ اس لحاظ سے فقط اسی پر اکتفا نہ کرو۔ کہ تم کہہ دو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ یہ کہو کہ ہر قسم کے کمالات نبوت اور باب نبوت کے ختم کرنے والے آنحضرت صلعم ہیں۔ گویا اگلی بات پہلی کی تشریح ہے۔ کیونکہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ جمیع کمالات نبوت آپ کی ذات پر ختم ہیں تو آگے باب مسدود نہ ہوا تو اور کیا ہوا۔ آئندہ گو مجازی اور ظلی طور پر نبی ہونے کا دعوے کریں۔ مگر حقیقی طور پر باب نبوت مسدود ہے۔ ایسا کب ہو سکتا ہے کہ فیض نبوت محمدیؐ سے بہرہ یاب ہو کر حقیقی نبوت کے مدعی ہو سکیں۔ یہ نبوت تو انعکاسی ہوئی۔ جسے دوسرے معنوں میں مجازی کہا جاوے یا ظلی یا کچھ اور جس کا عدم وجود برابر ہے۔ افسوس ہے۔ کہ ہمارے بھائی اس مسئلہ کی تہ پر نہ پہنچنے سے کیسی خوفناک غلطی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اللہ ان کے حال پر رحم کرے۔ اب میرے ان سے چند سوالات ہیں مہربانی سے از روئے ایمان قرآن اور احادیث کو مقدم رکھکر جواب دیں۔

(۱) بموجب آیت قرآنی الیوم اکملت لکم دینکم کے اب دین کامل ہونے کے بعد اب بھی ضرورت نبوت ہے یا نہیں۔ اگر ضرورت نبوت ہے تو کیوں؟

(۲) نبی تابع ہوتا ہے یا متبوع۔ سابقہ ایسی مثال پیش کرنی چاہیئے۔ کہ فلاں شخص اصل تابع اور امتی تھا۔ امت میں متبوع اور نبی ہو گیا

(۳) کیا یہ قاعدہ ہے کہ اظہار میں کوئی شخص تابع ہونے کا دعوے کرے بعد میں متبوع بنایا یا مرے خدا نے ایک شخص کو منتخب کیا جس نے دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے اس امر کو روز روشن کی طرح ظاہر کیا کہ نبوت بعد آنحضرت صلعم کے کسی کو نہیں مل سکتی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

(۴) نبی بنانا خدا کا کام ہے۔ یا رسول اللہ صلعم کا۔

(۵) اگر ایک طرف افراط یہاں تک کی جاتی ہے کہ فیض محمدی سے درجہ نبوت مل سکتا ہے۔ تو دوسری طرف لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کیوں سمجھا جاتا ہے یہ تفریط کیا ہے۔ مجھے سخت حیرت ہوتی ہے۔ جب ان لوگوں کے مختلف عقائد کو سنتا ہوں۔ جن کا مدعا یہ ہے۔ کہ مرزا صاحب کو نبی کہو۔ خواہ کسی صورت میں کہو کیونکہ آنے والے مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے۔

(۶) قرآن شریف یا احادیث سے کوئی ایسی آیت قرآنی یا حدیث پیش کی جاوے۔ جس سے ثابت ہو کہ باب نبوت مسدود نہیں؟

الراقم غلام دستگیر مدرس کمنور حال ساکن قادیان۔

دیکھنا اس غم میں کہیں مر نہ جانا!

الفضل بیچارے کی بھی عجیب حالت ہے وہ اپنے پیر سے ہی غم میں گھلا جا رہا ہے۔ کہ غیر احمدی خواجہ صاحب کو کیوں چندہ دیتے ہیں۔ خیر اگر یہیں تک ہوتا۔ تو کوئی اتنی بڑی بات نہ تھی۔ دنیا میں ہمیشہ ہی اس قسم کے ایسے پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔ جنہیں حق کی امداد ہوتے ہوئے دیکھکر دکھ اور صدمہ ہوتا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی سزا اُن کے لئے بڑی ہے کہ ہمیشہ ہی غم میں جلتے بھنتے رہیں۔ لیکن یہاں تو خواجہ صاحب نے ایک اور ستم ڈھایا۔ جب اُنہوں نے پچھلے دنوں لاہور میں لیکچر دیتے ہوئے بھرے مجمع میں یہ اعلان کیا۔ کہ آج تک والیان ریاست کی طرف سے جو کچھ اُن کو ملا ہے وہ خاص اُن کی ذات کے لئے اُنہوں نے دیا ہے۔ اور وہ اس بارہ میں آزاد ہیں۔ کہ جس طرح چاہیں اس روپیہ کو خرچ کریں۔ اُف۔ بس اس بات نے تو الفضل اور اسکے پیر کے دل پر نشتر کا کام کیا اور اب وہ بیچارہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جانکندنی کی حالت میں تڑپ رہا ہے خواجہ صاحب نے بھی غضب کیا۔ گویا مرے کو مارے شاہ مدار کی ضرب المثل کو زندہ کر دیا جس سے فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا کی فصیلوں کے وجود سے عملی طور پر تصدیق ہو گئی وہ نہایت غلط

آوازیں یہ فقرہ اپنی طرف سے بڑھاکر حضرت خواجہ صاحب کی طرف منسوب کرتا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا ہے۔ کہ ان ریاستوں نے وہ روپیہ "مجھے سنٹرل آف اسلام ہونے کی حیثیت سے نہیں دیا"۔ اور پھر غیر احمدیوں کو یہ نصیحت کرتا ہے۔ کہ "غیر احمدی سوچ سمجھکر چندہ دیا کریں"۔ خواجہ صاحب نے کوئی گھر میں بیٹھکر اور محمودی عقائد کیطرح اسے کسی سے چھپاکر تو یہ بات کہی نہیں۔ انہوں نے تو بہرحال بھرے مجمع میں کہا تھا جو کچھ کہا تھا۔ اور مجمع بھی وہ جس میں غیر احمدی ایک کثیر تعداد وہاں جمع تھے۔ الفضل ان میں سے کسی ایک غیر احمدی کی شہادت ہی اس بارہ میں پیش کرے۔ کہ خواجہ صاحب نے یہ فقرہ بھی کہا تھا۔ کہ "مجھے سنٹرل آف اسلام ہونے کی حیثیت سے نہیں دیا"۔ میں پھر الفضل کو بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ادعوا شہداءکم ان کنتم صادقین۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ اعدت للکافرین۔ باقی رہی غیر احمدیوں کو نصیحت۔ سو جب وہ خود اپنے کانوں سے خواجہ صاحب کے الفاظ کو سن گئے ہیں۔ تو یہ بھی ایک بے موقع کا بات ہی معلوم ہوتی ہے۔ جس سے اس اندرونی کرب و اضطراب کا پتہ لگتا ہے جو حسد کی شرقی پذیر آگ نے اس کے اور اسکے پیر کے قلب میں پیدا کر رکھا ہے۔ اسکا سہل اور حقیقی علاج تو یہی ہے۔ کہ ؎

بمیرا اے حسود کیں رنجیست
کہ از عقوبت آن جز بمرگ نتواں رست

لیکن نہیں ہمیں بیچارے محمودیوں کی اس قابل رحم حالت پر ترس آتا ہے اور ان کی دائمی جدائی کے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسلئے ہم انہیں یہ مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ کہیں اسطرح سے اپنے ہاتھوں کو غصہ کیوجہ سے کاٹ کاٹکر وہ اپنی رگ جان کو بھی نہ کاٹ کھائیں۔ ان باتوں سے باز آجائیں۔ ہمارا تو اس سے کچھ بھی نقصان نہیں۔ اگر کچھ بگڑتا ہے تو خود انہیں کا +

الفضل لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے

۱۸ - اپریل ۱۹۱۶ء کے الفضل میں حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے اس لاجواب مضمون کا جواب دینے کی بیسود کوشش کی گئی ہے۔ جس میں انہوں نے حضرت اقدس کے ۱۹۰۶ء کے الہام "عید تو آج ہے۔ چاہے کرو یا نہ کرو"۔ کو پیش کر کے اور پھر یہ بتاکر کہ باوجود الہام الٰہی کے حضرت اقدس نے روزہ توڑنے کی اجازت نہ دی۔ یہ ثابت کیا تھا۔ کہ آپ اپنی وحی کو صحیح حدیث کے بھی ماتحت رکھتے تھے۔ نہ کہ برابر۔ الفضل نے اسپر کیا ہی مضحکہ خیز ریمارک کیا ہے۔ کہ "حضرت اقدس نے صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوےٰ نہیں کیا۔ پس آپ کی کوئی وحی کسی امر شریعت کی ناسخ نہ تھی"۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ پھر اسکو قرآن سے وہ برابری کہاں رہی۔ جو تمہارے پیر نے اسے دے رکھی ہے۔ اور جسے ڈاکٹر صاحب نے غلط ثابت کیا تھا۔ جب قرآن بھی خدا کا کلام ہے اور حضرت اقدس کی یہ وحی بھی خدا کا کلام اور اسی لحاظ سے تمہارے پیر نے ان دونوں کو ایک برابر ٹھہرایا تھا تو پھر یہ کیا ہوگیا کہ تم نے اسے حدیث سے بھی نیچے گرادیا۔ یا تو صاف طور پر یہ کہدو۔ کہ "ہمارے میاں نے اسے کبھی نہیں سمجھا"۔ اور دراصل اسے کسی بات کی بھی سمجھ نہیں۔ لیکن اگر اس کا استدلال صحیح ہے تو پھر تمہارا صاحب شریعت اور غیر صاحب شریعت نبی کی وحی میں تمیز و تفریق کرنا بالکل بیہودگی ہے پھر میں پوچھتا ہوں دنیا میں کوئی ایسا غیر صاحب شریعت نبی بتاؤ جسنے اپنی وحی کو کسی پہلی شریعت کے ماتحت کیا ہو اور اسپر براہ راست عمل نہ کیا ہو۔

سوال عید کا نہیں بلکہ سوال روزہ کا ہے

تعجب ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پر تو الفضل یہ الزام دیتا ہے۔ کہ وہ "لوگوں کو غلطی میں ڈالنا چاہتے ہیں" لیکن اپنا یہ حال ہے کہ اصل بات کو توڑ مروڑ کر کچھ کا کچھ بنادیا جاتا ہے ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں اس بات کو بناء دلیل نہیں ٹھہرایا تھا کہ باوجود الہام ہوجانے کے حضرت صاحب نے عید نہ کی۔ بلکہ انہوں نے تو یہ لکھا تھا کہ جب الہام سے یہ معلوم ہوگیا کہ عید آج ہی ہے تو عید کے دن تو روزہ رکھنا حرام ہے پھر حضرت صاحب کا روزہ سے کھولدینے سے منع فرمانا اور حدیث رویت کو پیش کرنا بتاتا ہے کہ آپ اپنے الہام کو صحیح حدیث کے بھی ماتحت رکھتے تھے۔ لیکن الفضل اسکے خلاف یہ کہکر لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ کہ

"اگر الہام میں ہوتا کہ آج ضرور ہی عید کرو پھر آپ عید نہ کرتے تب بھی کوئی بات تھی مگر الہام میں یہ ہے۔ چاہے کرو یا نہ کرو۔ پس حضرت صاحب نے جو عید نہ کی۔ تو الہام پر ہی عمل کیا۔ کیونکہ الہام نے یہ بات آپکی مرضی پر چھوڑدی تھی پس غور کیا جائے تو کلام الٰہی کو مقدم کیا گیا۔ حدیث میں تو ہے۔ انظروا الرویتہ۔ الہام میں تھا چاہے نہ کرو۔ اسلئے عید نہ کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ باوجود حدیث کی اجازت کے الہام کی دوسری شق کو مقدم کیا گیا"۔

میں حیرت ہوں اور افسوس کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ

کیسے جھگڑالو لوگوں سے پالا پڑا ہے

بندۂ خدا اگر تیرے دماغ سے عقل و فکر کا مادہ سلب نہیں ہوگیا تو تجھے سوچنا چاہئے کہ تیرا یہ جواب کہاں تک صحیح ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا سوال یہ نہیں کہ حضرت صاحب نے باوجود الہام کے عید نہ کی نہ ہی حدیث میں عید کیلئے انظروا الرویتہ کی شرط ہے بلکہ سوال تو یہاں روزہ کھولنے کے متعلق ہے اور اسی کے متعلق حدیث میں بھی ہے کہ بغیر رویت کے افطار جائز نہیں۔ اسی لئے حضرت صاحب نے افطار کی اجازت نہ دی کیونکہ حدیث کے مطابق رویت نہ ہوئی تھی۔

چلو یونہی سہی

پھر ڈاکٹر صاحب کے بیان کردہ واقعات کو غلط ٹھہراکر اس نے بدر میں سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ کہ

"جمعرات کے دن حضرت کو الہام ہوا تھا کہ "عید تو ہے۔ چاہے کرو یا نہ کرو"۔ الہام کو سنکر بعض احباب نے روزے بھی کھولدیئے۔ مگر حضرت نے فرمایا اس کی ضرورت نہیں"۔

ہم کہتے ہیں کہ چلو یونہی سہی۔ لیکن اس سے بھی تو ڈاکٹر صاحب کی بات ہی سچی ثابت ہوئی۔ کیونکہ جب الہام سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ عید اسی دن تھی۔ اور عید کو روزہ رکھنا حرام ہے۔ تو حضرت صاحب نے "بعض احباب کے روزے کھولدینے پر یہ کیوں کہا۔ کہ اس کی ضرورت نہیں۔ اسی لئے نا۔ کہ حدیث انظروا الرویتہ اس کے خلاف تھی۔ اور امتی کا الہام صحیح حدیث کے ماتحت ہوتا ہے۔ لیکن تمہارا اس کے خلاف یہ پھر جواب دینا۔ کہ

"دیکھئے کلام الٰہی کو مقدم کیا گیا۔ اور روزے کھولدئے۔ حضور نے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ یہ ضروری نہیں۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ صلوٰۃ عید کا وقت گذر چکا تھا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نے خود اجازت فرمادی۔ کہ چاہے نہ کرو۔ اس لئے اس روز عید نہ کی گئی"۔

کس قدر خلاف دیانت و امانت بات ہے۔ "حضور نے منع نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں"۔ سچ کہو کہ یہ تم نے اپنے ضمیر کے مطابق بات کہی ہے۔ حضرت اقدس کے اصل الفاظ میں تو "اس کی ضرورت نہیں"۔ کے الفاظ تم نقل کرتے ہو۔ اور تشریح کرتے وقت یہ کہدیتے ہو۔ کہ "یہ فرمایا کہ یہ ضروری نہیں"۔ کیا یہ صریح دھوکا بازی نہیں۔ "ضرورت نہیں" اور "ضروری نہیں" کے الفاظ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہاں تو صاف امتناع ہے۔ اور یہاں فرضیت کی نفی۔ یہ ہمیں آج معلوم ہوا کہ جب صلوٰۃ عید کا وقت گذر جائے۔ تو روزہ افطار کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں عید کو "شیطان روزہ رکھا کرتا ہے۔ شاید فضلی ایڈیٹر بھی اسی کا مقلد ہو۔ اور ہاں یہ کس نے تم سے پوچھا کہ عید کیوں نہ کی گئی۔ خدا نے بیشک اجازت دی لیکن وہ عید کرنے یا نہ کرنے کے متعلق تھی نہ کہ روزہ افطار کرنے یا نہ کرنے کے متعلق تھی۔ پس تمہارا یہ جواب دینا کہ خدا کی اجازت کے مطابق اس روز عید نہ کی گئی۔ بالکل بے محل ہے۔

خلیفہ ... پرنٹر و پبلشر نے ... پریس لاہور میں چھپواکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب
ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادۂ عرفاں ما از جام اوست
آں سوے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب
بعد از خدا بعشق محمد مخمرم | گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شدہ و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زوشدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ۔۔ ۔۔ ۔۔
ششماہی ۔۔ ۔۔
سہ ماہی ۔۔ ۔۔
ماہوار ۔۔ طلباء سالانہ ۔۔

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ، سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۰ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ ھجری المقدس مطابق ۲۳ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۶

مولوی ابوالکلام صاحب آزاد کے متعلق ضروری اطلاع

مولوی فضل الدین صاحب احمد مدیر البلاغ ارقام فرماتے ہیں:۔
"چونکہ نہایت کثرت سے لوگوں کے خطوط دریافت حال کے لئے آرہے ہیں اور فرداً فرداً جواب دینے سے دفتر مجبور ہے اس لئے مندرجہ ذیل سطروں کو اطلاع عام کے لئے شائع کر دیجئے۔

(۱) ۲۸۔ مارچ کو مولانا ابوالکلام آزاد نے گورنمنٹ بنگال کا آرڈر پایا آرڈر میں صرف چار دن کی مہلت دی گئی تھی۔ لیکن بعد کو ایک ہفتہ تک بڑھا دی گئی

۲۔ اپریل کی شام تک مولانا نے غالباً کوئی فیصلہ نہیں کیا کہ وہ کہاں تشریف لیجائینگے۔ یا اگر کوئی فیصلہ کیا تو ہم لوگوں کو اس کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ ملاقاتوں کی کثرت۔ مریدین و عام باشندگان شہر کے پے در پے ہجوم باوجود انکار صبح سے لیکر رات کے ایک دو بجے تک صدہا لوگوں کا ورود کلکتہ کے علاوہ اطراف کلکتہ و بہار کے احباب و مخلصین کی آمد اور اسی طرح اور حالات ایسے جمع ہو گئے تھے جن کی وجہ سے مولانا کو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہیں ملتی تھی اور وہ اپنے معاملات پر غور ہی نہیں کر سکتے تھے۔ جس دن آرڈر ملا ہے اُس کی صبح سے مولانا کی طبیعت علیل تھی۔ اس نئی مشغولیت نے اور زیادہ مضمحل کر دیا۔ سب سے زیادہ مشکل یہ پیش آئی کہ اس خبر کے پھیلتے ہی صدہا مرد و زن اطراف کلکتہ و کلکتہ حتیٰ کہ صوبہ بہار تک سے پہنچ گئے کہ مولانا کی بیعت اور حلقۂ مریدین میں داخل ہو جائیں قلت وقت کی وجہ سے بشدت انکار کیا گیا۔ بلکہ مجبوراً سختی بھی کرنی پڑی۔ لیکن لوگوں کی محبت و اعتقاد کا یہ حال تھا کہ وہ مکان سے جانے کا نام نہیں لیتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ ہم یہیں بیٹھے رہینگے۔ یہاں تک مجبوری پیش آگئی کہ مولانا مکان سے مسجد اور مسجد تک جانے کے لئے گھر سے بمشکل نکل سکتے تھے۔ کیونکہ لوگ اپنے شوق و ارادت میں ان کے اہم کاموں کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ راستہ میں ہی زیارت کرلیں۔

بایں ہمہ یہ اللہ کی بخشی ہوئی طاقت عمل تھی جو باوجود علالت و ترک آرام و خواب کے مولانا کو سنبھالے رہی اور وہ ہزارہا احباب و مخلصین سے ملنے اُن کو صبر و تسلی دینے اُن کی گریہ وزاری کو روکنے نئے ارادت مندوں سے بیعت لینے اور پھر اپنی تحریر و تصنیف کے اہم اشغال کو انجام دینے میں پورے عزم و استقامت سے مصروف رہے۔

لوگوں کے جوش و خروش اور اشتیاق ملاقات کا یہ حال تھا کہ متعدد مرتبہ مولانا کے خدام کو اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں نظر آیا کہ اُن کو یہ کہکر تسلی دیں کہ بالفعل مولانا کا جانا قطعی نہیں ہے۔ ورنہ بغیر اس کے وہ کسی طرح مکان سے نہ جاتے اور مولانا کو ایک لمحہ کی بھی مہلت اپنے اشغال کے لئے نہ ملتی۔

۴۔ اپریل کو جو مہلت کا آخری دن تھا دس بجے مولانا نے یہ ارادہ کیا تھا کہ بالفعل کوہ آبو پر تشریف لے جائیں۔ کیونکہ پنجاب اور یوپی کے کسی پہاڑ پر جا نہیں سکتے۔ کوہ آبو پر جانے کے لئے بنگال ناگپور لائن سے سفر کرنا تجویز ہوا۔ جس کا میل ۱۰ بجے کلکتہ سے چھوٹتا ہے باوجودیکہ دس بجے یہ ارادہ قطعی طور پر طے ہوا اور چار بجے سفر کرنا تھا اور اس کی کوئی اطلاع مقامی اخبارات میں شائع نہیں ہوئی تھی۔ لیکن بہت سے لوگوں کو خبر مل گئی اور انھوں نے اسٹیشن جانا شروع کر دیا۔ لیکن دو بجے پھر مولانا کی رائے بدلی اور انھوں نے گاڑی کے ریزرو کرانے سے روک دیا۔ چار بجے یہ رائے قرار پائی کہ سر دست رانچی تشریف لے جائیں جو ایک بلند کوہی سطح پر واقع ہے اور نسبتاً خوش آب و ہوا ہے۔ رانچی ایکسپرس رات کے دس بجے چھوٹتا ہے۔ بمبئی میل پر جب لوگوں نے مولانا کو نہ پایا تو واپس آگئے۔

اور شہر میں یہ خبر اُڑ گئی کہ مولانا کا سفر ملتوی ہو گیا ہے۔

رات کو پونے دس بجے مولانا اسٹیشن پہنچے تو خلاف توقع دیکھا کہ بہت لوگ پلیٹ فارم پر جمع ہیں۔ ان لوگوں کو غالباً شام کو کسی ذریعے سے رانچی کا ارادہ معلوم ہو گیا ہوگا۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جو ہمیں سیل کیونٹ سے لیکر اس وقت تک برابر بھوکے پیاسے اسٹیشن ہی پر بیٹھے رہے۔

دو باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں اول یہ کہ اس آمد ورفت کے پاتے ہی مولانا نے یہ رائے قائم کرلی کہ لوگوں کے اجتماع کو روکا جائے۔ کیونکہ فی نفسہٖ یہ شئے کوئی مفید و عملی شئے نہیں۔ اور مفید و عملی امور بالفعل غیر ضروری۔ ثانیاً انہوں نے یہ پورا ہفتہ اس طرح بسر کیا کہ جسقدر لوگ ملنے آئے ان کو سوائے ضروری دینی و اسلامی تعلیمات کے اور کچھ نہ کہتے اور موجودہ حادثہ کی نسبت صرف یہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے کبھی برائی نہیں کرسکتا۔ اس نے جو کچھ کیا ہے وہی بہتر ہے نتائج کا انتظار اور صبر کرنا چاہئے۔ عموماً لوگوں کی بے صبری اور گریہ و زاری یا کلمات حسرت کو وہ سختی کے ساتھ رد کرتے اور اگر وہ نہیں مانتے تو سخت برہم ہوتے حتیٰ کہ بعض مرتبہ مجمع سے اٹھکر چلے گئے اور فرماتے کہ ایسا کرنا شیوۂ اسلام کے خلاف ہے۔ مسلمان یا تو کام کرتا ہے۔ یا اولوالعزمانہ تحمل کرتا ہے۔ کام کا وقت نہیں۔ پس صرف دوسری صورت اختیار کرنی چاہئے۔

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

یہ بیان کرنا بالکل لاحاصل ہے کہ مولانا کے تشریف لے جانے کے واقعہ نے بالعموم تمام مسلمانان بنگال اور علی الخصوص مسلمانان کلکتہ کے دلوں پر کیا گذری؟ اس کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اس ایک ہفتہ کے اندر کلکتہ میں رہے ہیں۔ اور اس کے مختلف اطراف میں پھرے ہیں۔

بالفعل مولانا رانچی میں تنہا ہیں متعلقین کلکتہ ہی میں ہیں۔ رانچی کلکتہ سے ایک رات اور چند گھنٹوں کے فاصلہ پر ہے۔ ان کے پتہ کے لئے "بذریعہ پوسٹ ماسٹر۔ رانچی بی۔ این۔ آر" کافی ہے۔

لیکن اس واقعہ سے البلاغ کی اشاعت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ وہ بدستور جاری رہے گا۔ نیز اور تمام [illegible]۔

قطب الدین احمد منیجر البلاغ [illegible]

تازہ ترین خبریں

تسخیر طرابزون کے متعلق جرمنی کی رائے لنڈن ۲۰ اپریل۔ اخبار کولینش زیٹنگ رقمطراز ہے کہ اگرچہ طرابزون کا نقصان بڑا رنجدہ ہے۔ لیکن فیصلہ کن نہیں ہے یہ صرف اس صورت میں فیصلہ کن ہوگا۔ جبکہ روسی ارض روم کے جنوب کی طرف اپنی پیشقدمی جاری رکھ سکیں گے۔ اور ترکی فوج کو شکست دے کر آذربیجان پر قبضہ کریں گے۔ پیٹروگراڈ کے کثیر تعداد نامہ نگاروں کی رائے ہے کہ تسخیر طرابزون کے بعد ایسا ہونے کی امید ہے۔

وردن کے متعلق جرمن غلط بیانی لنڈن ۲۱۔ اپریل۔ دولف ایجنسی نے ایک نقشہ جاری کیا ہے۔ جسے جرمن اخبارات نے شائع کیا ہے اس میں مورٹ ہومی کو پہاڑی نمبر ۲۶۵ کے شمال مشرق کیطرف دکھایا گیا ہے۔ اس کی اصلی پوزیشن شمال مشرق کی طرف ہے۔ اس نقشہ سے جرمنوں کا ارادہ یہ ظاہر کرنیکا ہے کہ مورٹ ہومی فتح ہو چکا ہے۔

یونان اور دشمن لنڈن ۲۰ اپریل۔ روما کے اخبار کونکورڈیا کو برلن سے معلوم ہوا ہے کہ یونانی ولیعہد پوٹسڈم میں قیصر کا مہمان ہے۔ اور شاہ کانسٹنٹائن نے اسے نہایت اہم کام پر بھیجا ہے۔ ولیعہد یونان شہنشاہ فرانسس جوزف سے بھی ملاقات کریگا۔

جرمنی اپنا سامان کس طرح حاصل کرتا ہے لنڈن ۱۹ اپریل۔ اخبار ٹیلیگراف رقمطراز ہے کہ ہالینڈ میں گندم کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے الکوحل بنایا جاتا ہے۔ جس کی بڑی مقدار جرمنی کو بھیجی جاتی ہے۔ اور موٹروں میں استعمال کی جاتی ہے۔

سنٹرل نیوز کا نامہ نگار زیورچ سے رقمطراز ہے کہ جرمن بچوں کے لئے دودھ کی قلت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے چربی والے حصے سامان بارود تیار کرنے میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

ڈلاکی ہلاکت کی خبر غلط ہے لنڈن ۱۹ اپریل۔ واشنگٹن سے آمدہ تار کی ایک خبر میں میکسیکن ایک تار خبر کا حوالہ دیکر بتلایا گیا ہے کہ جنرل پیلی کو تکمیل تحقیقات کے بعد یقین ہو گیا ہے کہ ڈلاکی موت کی خبر غلط ہے۔

لندن میں آتشزدگی لنڈن ۱۹ اپریل۔ ازمیر میں سکول پر آتشزدگی سے بہت سخت نقصان ہوا گورنمنٹ نے تحقیقات کرانے کا حکم دیا ہے۔

جبری بھرتی کے متعلق لنڈن ۱۹۔ اپریل۔ آج بعد دوپہر ہوس

وزارت میں جھگڑا آف کامنز میں مسٹر ایسکوئتھ نے اس امر پر اظہار افسوس کیا کہ ابھی تک وزارت میں کئی اہم معاملات پر اختلاف رہے ہے اور اگر باہمی مصالحت سے ان کا فیصلہ نہ ہوا تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گورنمنٹ ٹوٹ جائیگی۔ مسٹر ایسکوئتھ نے فرمایا کہ گورنمنٹ کا پورے اتفاق کے ساتھ یہ یقین ہے کہ اگر ایسا ہوا تو یہ نہایت خوفناک قسم کی قومی تباہی ہوگی۔ یہ الفاظ عام لبرل اور کئی یونینسٹ ممبروں کے ساتھ سنے گئے۔ لیکن بعض یونینسٹوں نے اظہار افسوس کیا۔ مزید براں مسٹر ایسکوئتھ نے کہا کہ اس امید پر چند روز کے مزید غور سے یہ خطرہ دور ہوا ہے میں تجویز کرتا ہوں کہ ہوس کو سہ شنبہ کے روز تک ملتوی کیا جائے۔"

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب کیمبلپور سے واپس تشریف لے آئے ہیں۔ رات کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ پر قدوسیت عمل پر آپنے لیکچر دیا۔ جس میں سورۃ فاتحہ کی نہایت لطیف تفسیر فرماتے ہوئے آپ نے بتایا کہ مسلمانوں کے لئے فائدہ مند اگر ہوسکتا ہے۔ تو کام کرنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا نہ صرف تسبیح و تحمید اور اذکار و وظائف۔ اسی سے وہ کامیاب ہوسکتے ہیں اور ان کا موجودہ تنزل اسی سے دور ہوسکتا ہے۔ مفصل طور پر انشاءاللہ کسی آئندہ اشاعت میں لکھا جائیگا۔

پرسوں سیالکوٹ سے ہمارے بہت سے احباب جناب ماسٹر غلام محمد صاحب سیالکوٹی ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول راولپنڈی کے فرزند ڈاکٹر عبدالحمید صاحب کی شادی کی تقریب پر لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ جن میں سے شیخ مولا بخش صاحب کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ ابھی تک انہی کی زیارت مجھے نصیب ہوئی ہے۔ اور ان کی دلچسپ باتوں سے لطف اٹھانے کا موقعہ میسر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر دے اور ان کی تبلیغی کوششوں پر اجر عظیم مترتب فرمائے۔

حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب اور جناب [illegible] صاحب ... بدستور بیمار ہیں احباب ان کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جلد تر صحتیاب کرے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۳۔اپریل ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱۶

جناب خانصاحب میاں غلام رسول خاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا وہ گوہر شب چراغ اور نہایت پاک اور درخشاں نمونہ جو اپنے اعمال و اخلاق کے لحاظ سے بے انتہا مخلوق کے دلوں میں عزت اور احترام کی جگہ حاصل کر چکا ہے اور جسے اگر سلسلہ عالیہ کی صداقت کے لئے بطور ایک زندہ نشان کے پیش کیا جائے تو بجا ہے۔ آخر دو سال تک لاہور شہر کی انسپکٹری کی خدمات سرانجام دینے کے بعد گذشتہ شب ہم سے جدا ہوا۔ اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے اعلیٰ منصب کا چارج لینے کے لئے فیروزپور چلا گیا۔ خانصاحب موصوف نے اس دو سال کے قلیل عرصہ میں لاہور میں کیا کچھ کارہائے نمایاں کئے۔ اس کی تفصیل کے لئے بہت زیادہ صفحات اور کافی وقت کی ضرورت ہے جو افسوس کہ میرے پاس نہیں۔ لیکن ہاں جتنی گنجائش میں پا سکتا ہوں اسی کے مطابق میں آگے چل کر اس بات پر کسی قدر روشنی ڈالونگا۔ مگر یہاں میں پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کس قدر عزت و وقعت آپ کے قلب میں موجزن ہے اور موجودہ اختلافات کو آپ ہمیشہ کس نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔

بیجا نہ ہوگا اگر یہاں یہ بھی بتا دیا جائے کہ آپ کا اصلی وطن جھنگ ہے اور وہاں کے رؤساء عظام میں سے ہیں۔ آپ حضرت مسیح موعود کے ایک بہت پرانے مرید ہیں اور آنحضور کے فیض صحبت سے آپ نے بہت وافر حصہ پایا ہے۔ یہی وجہ ہے ان موجودہ تنازعات میں بھی اسی چشم بصیرت سے جو بطفیل حضرت مسیح موعود آپکو میسر آئی آپ نے کام لیا اور اپنے کانوں سنی اور آنکھوں دیکھی باتوں کے مقابلہ میں کسی ناحق و ناروا امر کو قبول کر لینا ہرگز روا نہ رکھا۔ آپ ایک وقت شیعہ گروہ کے رکن رکین بھی تھے اور شیعیانہ جذبات جو ایسی [illegible] کی ناجائز محبت میں عام طور پر لوگوں کے قلوب میں موجزن رہا کرتے ہیں ایک وقت آپ میں جوش مار چکے ہیں۔ اور اس لئے اگر آپ اپنی اس دوررس نظر اور عاقبت اندیشی کو کام نہ لاتے جسے آپ کا ایک فطرتی خاصہ کہنا چاہیئے تو کوئی تعجب نہ تھا کہ اس وقت بھی وہی جذبات پھر جوش مار جاتے۔ لیکن نہیں آپ نے باوجود ان سب باتوں کے نہ کسی گروہ سے قریبی تعلق کی کوئی پرواہ کی اور نہ ہی کسی غلط عقیدت کے ہی شکار رہے۔ بلکہ اسی عقل و تمیز اور نہایت دوربینی سے کام لیتے ہوئے جو قدرت نے روز ازل سے آپ کو ودیعت کر رکھی ہے اس موقع پر صدق و حقانیت کا ساتھ دیا ...

...

... اور عقائد حقہ کو کبھی آپ منٹ کے لئے بھی اپنے دماغ سے محو نہ ہونے دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس نہایت ضروری بات کا بتا دینا بھی مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس مخالفت و منافقت کے جو عقائد کے بارہ میں آپ کو گروہ محمودیہ سے ہے۔ آپ نے کبھی اس دشمنی و عناد کو پاس تک پھٹکنے نہیں دیا جو ایسے مواقع پر اکثر دلوں میں پیدا ہو جایا کرتا ہے اور آجکل بھی مکالمت مجالست اور مواکلت وغیرہ کی حرمت کے فتوے بتا رہے ہیں کہ یہ خطرناک مرض دلوں میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور ایک بڑی حد تک ترقی کر چکی ہے۔ میں حیران رہ جاتا ہوں جب خانصاحب موصوف کے اس شریفانہ برتاؤ کو مد نظر رکھتا ہوں جو ان سخت غالی اور متعصب محمودیوں کے ساتھ جنہوں نے رافضیوں کی رفتار و گفتار پر پورے طور پر عمل پیرا ہونے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی آپ نے روا رکھا ہے اور نہ کبھی اپنی زبان سے اور نہ ہاتھ سے کسی کے دل کو ایک ذرہ بھر رنجیدہ ہونے نہیں دیا۔ بلکہ اکثر مواقع پر دوسروں کو بھی حسن سلوک کی ہی نصیحت کی۔ آپ کے اخلاق اور آپ کے اعمال میں حیران ہوں کہ کس طرح ان سب کی گوناگوں خصوصیات و محاسن کو کما حقہ بیان کروں اور کن الفاظ میں اخلاق حسنہ کے اس نیک اور پاک مجسمہ کی تصویر ناظرین کے سامنے کھینچوں۔ بس یہی کہہ دینا کافی ہے کہ ایسا بے نفس اور پاکباز شخص سلسلہ عالیہ میں شاذ و نادر طور پر ہی نظر آئیگا جو نہ صرف دینی معاملات میں بلکہ ہر ایک ملکی و سیاسی مسئلہ کو بھی ایسی گہری نگاہ سے دیکھنے والا ہے کہ فوراً بات کے سنتے ہی اس کی تہ تک پہنچ جاتا اور اپنی خداداد عقل سے اس کے اسباب و واقعات کو فوراً دریافت کر لیتا ہے۔ دوران قیام لاہور میں

آپ نے جو کارہائے نمایاں یہاں کئے اور نہایت پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات کو اس خوبی سے سلجھایا کہ جسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اس بات پر شاہد ہیں کہ آپ کس خوبی کے انسان ہیں۔ اور یہی باعث ہے کہ گورنمنٹ عالیہ نے آپ کی خدمات کو سراہا اور ابھی آپکو یہاں کام کرتے ہوئے بہت مدت نہ گذری تھی کہ آپ کو خانصاحب کا معزز خطاب دیا گیا۔ اور اس کے معاً تھوڑے عرصہ بعد آپکو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے جلیل القدر منصب پر قائم کیا گیا۔ نہ صرف حکام کی نظر میں ہی بلکہ پبلک دلوں میں بھی آپ کی متانت و سنجیدگی۔ حسن اخلاق اور نیک اعمال نے یہانتک اثر کیا کہ عنید سے عنید دشمن بھی آپ کے کارناموں کو علانیہ سراہنے اور تعریف کرنے سے باز نہ رہ سکے۔ اور پیشتر اس کے کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں مخالف اخبارات میں ان لوگوں کی طرف سے جو سلسلہ احمدیہ کے کسی ایک کام اور کسی فرد کو بھی کبھی اچھی نگاہ سے دیکھا نہیں کرتے بلکہ ع

ہنر بچشم عداوت بزرگتر عیبے است

کے مصداق احمدی افراد کی تمام نیکیاں بھی خار ہو کر کھٹکتی رہتی ہیں آپ کی تعریف میں کالم کے کالم پر کئے گئے جس کے ثبوت میں ذیل کا ایک مضمون جو کل ہمعصر پیسہ اخبار میں ایک سخت ترین دشمن سلسلہ (ملا محمد بخش لاہوری) کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

وھو ھذا

"میاں غلام رسول خانصاحب احمدی نے اپنے شریفانہ رویہ سے تمام فرقوں کے دلوں میں اپنی محبت کے نقش جما دیئے۔ آپ نہایت شریف طبیعت نیک طینت۔ خوش اخلاق۔ متحمل مزاج بردبار بزرگ ہیں۔ آپکی انسپکٹری کا زمانہ ایسا پُر امن خوشگوار اور تہذیب و شائستگی سے گذرا ہے کہ اس کی کما حقہ تعریف و ستائش ہو نہیں سکتی۔ میرا اخلاص اور محبت کہتی ہے کہ آپکی تعریف میں دو ایک شعر بھی لکھوں کیونکہ وہ آجکل ہی ترقی پا کر لاہور سے رخصت ہونے والے ہیں۔ ص۔

گو تو اہل شہر تھے لیکن فرید الدہر تھے
شہرہ آفاق تھیں ان کی دیانتداریاں
آپ کے حسن تدبر کے تھے قائل سب فہیم
آپکے اخلاق حسنہ کا تھا عالم مدح خواں

بنیظیر و بے بدل تھی ان کی طرز انتخاب آپ سے سرزد نہیں ہوتے تھے فعل ناروانگان جانفشانی سے فرائض کو ادا کرتے تھے آپ آپ کے انصاف کے تھے معترف پیر وجوان لے لئے مٹھی میں دلہائے رعایا آپ نے ہر سلیم الطبع تھا مانوس لطف بیکراں سر جھکا کر کہہ رہا ہے خامہ مدحت طراز ان کے اوصاف حمیدہ ہو نہیں سکتے بیاں

لوگوں کے وہ خیالات جو آپ کی احمدیت کی طرف تھے اور ان سے طرح طرح کے شبہات پیدا ہو رہے تھے آپ کی ذات ستودہ صفات نے وہ قطعی طور پر اڑا دیئے کہ مسلح کل اور دیانتدار آفیسر ایسے ہوتے ہیں - آپ کی حسن خدمات کے صلہ میں آپ کو خان صاحب کا خطاب بھی لاہور میں عطا ہوا - تا آنکہ یہاں تک سرکار نے آپ کی خدمات کی قدر کی آپ ۲۹- مارچ ۱۹۱۶ء کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے عہدہ پہ ممتاز ہو گئے - ع

اللہ کرے اور بھی اعزاز زیادہ

اس کے ساتھ ہی یہاں یہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خانصاحب موصوف کے بعض ممتاز کارناموں کا بھی ذکر کر دیا جائے ان سب کی تفصیل کے لئے تو میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ان صفحات میں گنجائش نہیں لیکن ہاں صرف ان دو واقعات کا جو مسلمانوں کی قومی اور مذہبی زندگی سے متعلق ہیں اور جنہوں نے ایک باہمی مناقشات کی صورت اختیار کر کے پولیس کی دخل اندازی تک نوبت پہنچا دی تھی اور خطرہ تھا کہ اگر اور تھوڑا سا معاملہ بڑھتا تو کہیں لاہوری مسلمانوں میں جنگ و جدال کی ایک ہولناک صورت رونما نہ ہو جائے ذکر کر کے یہ بتایا جائے کہ خان صاحب موصوف نے کس حسن تدبیر اور دانشمندی سے انھیں سلجھایا اور آگے بڑھانے کے بجائے وہیں پر اس طرح سے ان کا خاتمہ کر دیا کہ فریقین نے خود بخود اپنی رضامندی سے مقدمہ سے دست برداری اختیار کی اور خانصاحب کے حسن تدبر کی داد دی اور ان کو بہت دعائیں دیں - اخبارات میں بھی ان کا تذکرہ ہوا - اور اس اعلیٰ تدبر کی وجہ سے مسلمانوں کے کثیر نقصان سے بچ جانے کا اعتراف کیا - ابھی تھوڑے دن ہوئے لاہور کے بعض اہل حدیث مسلمانوں اور حنفیوں میں ایک مسجد پر تنازعہ برپا ہو گیا تھا - جو بھاٹی دروازہ کے پاس ہے - اہلحدیث اس مسجد پر اپنا حق تولیت جتاتے تھے اور حنفی مسلمان اپنا - ان کا معاملہ پولیس تک تک پہنچا - اور معاملہ خانصاحب موصوف کے سامنے پیش ہوا - آپ نے اس درد بھرے دل کے ساتھ جو مسلمانوں کی موجودہ رذیل حالت اور آپس کی کھٹا پٹی کو دیکھ کر ہر ایک دیندار مسلمان کے پہلو میں جوش مار رہا ہے فریقین کے سامنے ایک تقریر کی اور ان مقدمات اور دھڑا بندیوں کے بد نتائج ان پر واضح کرتے ہوئے بتایا کہ ان باتوں سے مسلمانوں کی قومی زندگی کس قدر خطرہ میں پڑ رہی ہے - چونکہ یہ تقریر دل سے نکلی تھی اور نہایت جوش اور درد کا نتیجہ تھی اس لئے یہ سعًا فریقین کے دلوں میں ہی اتر گئی - اور دونوں میں راضی نامہ کی ٹھہر گئی - چنانچہ مقدمہ واپس لے لیا گیا اور آپس میں راضی نامہ ہو کر ہر دو فریق امن اور چین کی زندگی بسر کرنے لگے - ایسا ہی امام مسجد شاہی لاہور اور انجمن اسلامیہ پنجاب کا تنازعہ ایک مدت سے چلا آتا تھا جس کا مختصراً ذکر ہم بھی اپنی کسی گذشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں انجمن اسلامیہ امام صاحب کو مسجد سے نکالنا چاہتی تھی اور امام صاحب نکلتے نہ تھے اور ان کی حمایت میں تمام وہ مسلمان تھے جو ان کی اقتدا میں نماز پڑھا کرتے تھے - اور اس لئے یہ معاملہ امام صاحب اور انجمن کا واحد معاملہ نہ تھا - بلکہ انجمن بدیگر الفاظ کثیر مسلمین کا معاملہ تھا - کسی گذشتہ اشاعت میں ہم یہ بتا چکے ہیں کہ فریقین کی طرف سے آئے دن ایک دوسرے پر کچھ الزام لگائے جاتے ہیں اور امام صاحب اور اُن کے صاحبزادے کی ضمانتیں بھی ہو چکی ہیں گویا یہ معاملہ اب اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ اگر اور بڑھتا تو خطرہ تھا کہ کہیں پبلک برانگیختہ نہ ہو جائے - اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے خان صاحب میاں غلام رسول خان کو جو جاتے جاتے اس ناگوار قضیہ کا بھی ہمیشہ کے لئے تصفیہ کرا گئے - انھوں نے امام صاحب کو اس شرط پر امامت سے دست بردار ہونے پر راضی کر لیا کہ جتنے مقدمات ان کے برخلاف چلائے گئے ہیں ان سب کو واپس کر لیا جائے - اور اب تک کی تمام واجب الادا تنخواہ انھیں انجمن اسلامیہ کی طرف سے دلا دی جائے - اسی شرط پر انجمن بھی خانصاحب موصوف کے کہنے پر راضی ہو گئی - اور الحمد للہ کہ عین اس دن جب خانصاحب موصوف نے شام کو ریل پر سوار ہونا تھا تمام ضروری تحریرات لکھی جا کر امام صاحب نے مسجد شاہی میں نماز جمعہ کے وقت یہ اعلان کر دیا کہ ان کا انجمن سے تصفیہ ہو گیا ہے اور اب آئندہ وہ وہاں کی امامت نہ کرایا کرینگے - یہ ہے وہ قوت قدسی جو خانصاحب موصوف میں اللہ تعالیٰ نے بطفیل حضرت مسیح موعود ودیعت کر رکھی ہے - اور آنحضور کے فیض صحبت سے آپ اس قدر تقویٰ شعار اور نیک اخلاق ہیں کہ نہ صرف آپ کا یہ اثر شہر کے رئیسا پر ہی تھا کہ وہ آپ کی بات کو مانتے تھے بلکہ ہر ایک وہ بچہ بھی جس کو آپ سے کبھی واسطہ پڑا ہو آپ کے اخلاق حسنہ کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا - یہی وجہ تھی کہ گذشتہ شب یعنی جمعۃ المبارک کو رات کے آٹھ بجے جب آپ یہاں سے روانہ ہونے والے تھے سٹیشن پر خلقت کا اس قدر اژدہام تھا کہ دور دور تک لوگ کھڑے تھے اور آپ تک پہنچنے اور مصافحہ کرنے کی راہ نہ تھی آپ کے گلے میں پھولوں کے اس قدر ہار ڈالے گئے کہ ہوتے ہوتے وہ آپ کے منہ تک پہنچ گئے - اور سانس رکنے لگا - پھولوں کے ٹوکروں کے ٹوکرے نقدی سمیت آپ پر سے نثار کر دیئے گئے اور اس قدر عزت و عظمت سے آپ کو رخصت کیا گیا کہ شاید اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی - لیکن باوجود ان تمام اعزاز و اکرام کے رخصت ہوتے وقت خان صاحب کے منہ سے اگر کوئی الفاظ سنائی دیتے تو صرف یہ کہ یہ سب کچھ اس مولا کریم کے احسانات اور اس کی غریب نوازیاں ہیں - ورنہ انسان حیران رہتا ہے کہ کونسی بات پر یہ سب کچھ ہو رہا ہے - درحقیقت یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ہی نتیجہ ہے اور بس - یہی وہ تعلیم ہے جو اس امام وقت نے جو مسیح موعود کے منصب پر کھڑا کیا گیا اپنے فیض یافتوں کو دی اور الحمد للہ کہ خان صاحب موصوف میں ہم اس تعلیم کا پورا پورا اثر دیکھتے ہیں - آخر میں میں ایک دفعہ پھر نامہ نگار رہبیہ اخبار کے الفاظ میں دعا کرتا ہوں کہ ع

"اللہ کرے اور بھی اعزاز زیادہ"

آمین

جرمنی کی طرف سے اسلام کی مخالفت سرجان ہیوٹ کی تجویز

سرجان ہیوٹ نے اخبار مارننگ پوسٹ میں ایک چٹھی لکھ کر اس بات پر زور دیا ہے کہ حال میں مقام موشی ہو جرمن کاغذات پکڑے گئے ہیں جن میں جرمنی کی طرف سے مشرقی افریقہ میں اسلام کی مخالفت کی گئی تھی ان کا اتفاق ہے اور [illegible] ہندوستان کے [illegible] ... کو معلوم ہو جائے کہ درحقیقت [illegible] اسلام [illegible] ... سر جان ہیوٹ نے [illegible] ... کی اشاعت ہو جائے۔

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

سوامی دیانندجی کی صداقت پسندی

معزز ایڈیٹر آریہ گزٹ نے میرے مضمون پنڈت دیانندجی کی صداقت پسندی پر اعتراض کرکے مجھے جھوٹا گمراہ وغیرہ کا خطاب دیا ہے جس کو پڑھ کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اپنے دوست ایڈیٹر پیغام صلح کے خلاف آریوں کی حمایت میں اچھا مضمون لکھا کہ آریہ دوست بھی خوش نہ ہوئے بلکہ الٹا غصہ منانے لگے۔ سہ

کیا نصیبہ ہے ترا بلبل شیدا الٹا
رحم کی جا انھیں آجاتا ہے غصہ الٹا

آپ فرماتے ہیں۔ "ہمارے مرزا قادیانی متنبی نبوت[1] مرزائیہ پیغامی پارٹی کے بزرگ بھائیوں نے لاہور میں ایک اشاعت اسلام کالج کھول رکھا ہے جس کی تعلیم (اور اخلاق) کا کچھ حال ہم پہلے دکھلا چکے ہیں[2]...... آپ مہرشی جی پر کیچڑ پھینکتے ہوئے[3] لکھتے ہیں کہ لاہور کی برہم سماج میں آپ نے زمین کا ساکن ہونا اور سورج کا گردش کرنا متعدد وید منتروں سے ثابت کیا۔ مگر لالہ سائیں داس جی کے بتانے پر دوسرے دن آپ نے اس کی تردید کر دی ...... یہ سب کچھ لکھ کر آپ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پوجنیہ مہرشی جی اپنے سدھانتوں (عقیدوں) کو بدلتے رہتے تھے"۔ جہاں تک میں ایڈیٹر صاحب کی خفگی کی وجہ دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ جناب پنڈت صاحب کی تردید میں ایک مسلمان نے ایسا کیوں لکھا اگر یہ وصف پنڈت صاحب میں موجود بھی تھا تو ہم نہیں مانتے کیونکہ مسلمان اسے خوبی سمجھتے ہیں اس خطا کی پاداش میں مجھے آریہ دوست گمراہ کہیں (احمدی لونڈا اور جھوٹا کہہ کر پکاریں) جو دل میں آئے برملا کہدیں۔ مجھے شکایت نہیں کیونکہ سہ

یہ شکوہ بیوفائی کا یہ رونا کج ادائی کا
سزا ہے دل لگانے کی مزا ہے آشنائی کا
مگر گستاخی معاف میری اس خطا میں میرے ساتھ

جناب لالہ لاجپت رائے صاحب ایم۔ اے رکن رکین آریہ سماج بھی ہیں۔ لالہ صاحب موصوف کے مرتبہ جیون چرتر (دیانندجی کی سوانح عمری) کے مندرجہ ذیل ریمارکس کو ٹھنڈے دل سے پڑھ کر فرمایئے کہ آیا وہی نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں جو آپ نے میرے مضمون کو پڑھ کر نکالا ہے یعنی "پوجنیہ مہرشی جی اپنے سدھانتوں کو بدلتے رہتے تھے" میں اپنے معزز دوست ایڈیٹر آریہ گزٹ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ لیکھرام کے مرتبہ جیون چرتر کی بجائے لالہ صاحب موصوف کا مؤلفہ جیون چرتر اول سے آخر تک اس نظر سے پڑھیں کہ جس نظر سے اُنھوں نے میرے مضمون کو پڑھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ ان پر یہ حال منکشف ہو جائے گا کہ جناب پنڈت دیانندجی تمام عمر کسی ایک عقیدے پر بھی مستقل نہیں رہے اور یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ جو استیہ (جھوٹ) کو تیاگنے (چھوڑنے) والوں اور ستیہ کو گرہن (اختیار) کرنے والوں میں ہمیشہ پائی جانی چاہیئے۔ کیا آپ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ خود اپنے اس قرارداد اصول پر عمل نہیں کیا کرتے تھے۔ فی الحال دو حوالے غور کے لئے پیش کرتا ہوں ع

زلالہ شنو گر زمن نشنوی

"مکتی کے وشئے (نجات کے بارے) میں ان کی (دیانندجی کی) آخری تعلیم یہ ہے کہ آتما (روح) مکتی سے واپس آتی ہے" جیون چرتر صفحہ ۱۱۵

آخری زندگی میں ماس کھانے کے بھی مخالف تھے۔ صفحہ ۱۱۶

ایک دفعہ ایک بالک (لونڈے) نے آپ کی ویاکرن (سنسکرت گرامر) میں غلطی پکڑی اور آپ نے فوراً اس غلطی کو تسلیم کیا۔ معلوم نہیں ان واقعات کی موجودگی میں آپ لوگ دیانندجی کو نربھرانت (منزہ عن الخطاء) کیسے مان سکتے ہیں اب رہا آپ کا یہ اعتراض کہ پنڈت جی ۱۹۔ اپریل ۱۸۷۷ء کو لاہور آئے تھے۔ اور اس سے پیشتر ۱۸۷۵ء کی ستیارتھ میں اور بھومکا میں زمین کی گردش کو زور شور سے لکھ چکے تھے تو لاہور آکر اس کے خلاف کیسے بیان کر سکتے تھے۔

ہاں صاحب یہ سچ ہے کہ پنڈت جی کا ۱۸۷۷ء میں ہی لاہور آنا لکھا ہے۔ ستیارتھ ۱۸۷۵ء کا کوئی حوالہ جناب نے درج نہیں فرمایا۔ بھومکا کی تاریخ طبع کو آپ نے دیدہ و دانستہ چھپایا ہے اور صرف مغالطہ دینے کے لئے اس پر اکتفا کیا ہے کہ پنڈت جی نے ۱۸۷۶ء میں اس کو شروع کیا تھا۔

سنئے صاحب اور نوٹ کر لیجیے ۱۸۷۷ء کے جلسہ قیصری کے بعد پنڈت جی ابھی چھپوانے میں سہارا لینے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کو درخواست لکھ کر نمونہ بغل میں دبائے پھرتے تھے۔ بنابریں اس کا حوالہ قابل قبول نہیں۔ آپ کے جواب میں تو اسی قدر کافی تھا مگر مزید اطمینان کے لئے میں آپکی توجہ سنسکار ودھی بار دوم کے صفحہ ۱۲۹ کی طرف منعطف کرانا ضروری سمجھتا ہوں کہ پنڈت جی نے اتھروید کی اس شرتی کا کیا مطلب سمجھا ہے

اوم دھرواد یور دھروا پرتھوی دھرودم بشویدم جگت دھرواسر پربتاسے دھروا رشری پتی کلیہ

شرتی وہ رقم تیرے سوامی نے کی
دھروا جس میں پرتھوی مرقم لکھی

سدھانت شرومنی کا حوالہ زمین ساکن ہونے کے متعلق میں اس سے پیشتر نقل کر چکا ہوں سہ

وید کی رو سے ہے زمین ساکن
کیوں خلاف اس کے پھر بتائے کوئی

جن منتروں سے بعد میں پنڈت جی نے گردش زمین ثابت کی ہے انشاء اللہ ان پر تنقید آئندہ ہوگی۔

(خاکسار عبدالحق)

مسئلہ شفاعت

کے متعلق ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں بالتفصیل لکھ کر اس کا صحیح مفہوم بتایا تھا اور عام مروجہ خیالات کو بدلائل رد کیا تھا اس کے جواب میں آریہ گزٹ مسلمانوں کے اعتقاد شفاعت کو پیش کرتا ہے حالانکہ ہم نے کبھی تو شفاعت سے کہیں انکار نہیں کیا بلکہ شفاعت کا صحیح مفہوم بتایا تھا باقی کسی فرضی خادم روضۃ النبی صلعم کا کوئی اشتہار ہم پر ہرگز حجت نہیں بلکہ اس کا پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے آریوں کے بالمقابل کسی سناتنی ہندو کے دقیانوسی خیالات کو پیش کر دیا جائے۔ ہم کہتے ہیں قرآن اس بات کا ہرگز شاہد نہیں جو شیخ احمد خادم روضۂ نبوی کے نام سے تم پیش کرتے ہو فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ جب تمھارے نزدیک قرآن کی بھی یہی تعلیم ہے تو اس کا ثبوت خود قرآن سے دینا چاہیئے نہ کہ کسی شخص کے ذاتی خیالات سے ہاں ایک آیت بھی آریہ گزٹ نے پیش کی ہے جو یہ ہے یٰقومنا اجیبوا داعی اللہ و اٰمنوا بہ یغفرلکم من ذنوبکم ویجرکم من عذاب الیم اس سے آریہ گزٹ نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "اللہ کو بلانے والے یعنی محمد (صلعم) پر ایمان لانے سے اور اسے ماننے سے محمد (صلعم) تمھارے گناہوں کو بخش دیگا"

---

[1] کیا خوش بیانی ہے۔
[2] میں اس کا جواب عرض کر چکا ہوں آپ اب تک خاموش ہیں۔
[3] میں افسوس کرتا ہوں کہ آپ غلط سمجھے پنڈت جی کے اس وصف کی میرے دل میں خاص عزت ہے۔

زمین اور نفس

وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ
وَفِیْۤ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ

(گذشتہ سے پیوستہ)

کیا اب بھی ہم یہ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ علم النفس والقویٰ قرآنی نقطۂ نزول سے باہر ہے۔ یا قرآن ہمیں اُن علمی راستوں سے لے جانا نہیں چاہتا۔ ہم اس قسم کی آیات جلیلہ پڑھ کر یونہی گذر جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کی تلاوت کا حق ادا کر دیا۔ افسوس۔

جن مشاہیر سلف نے تفسیر قرآن میں صرف وجدانیات و روحانیات کا ہی پہلو ملحوظ رکھا ہے۔ وہ بھی منازل مقاصد پر اسی حالت میں فائز ہوئے ہیں کہ جب نفوس کی باریکیاں اور مخفیات پر انہیں ایک بڑی حد تک عبور ہو گیا ہے۔ اُن کی معلومات بھی اپنے رنگ میں علم النفس والقویٰ ہی کی شان رکھتی ہیں۔ اور ان پر بھی بہت کچھ مترتب ہوا اور بہت کچھ مترتب ہو سکتا ہے۔

جس طرح پردہائے ارضی کی دریافت و تحقیقات سے اب تک صدہا رموز کا انکشاف ہو چکا ہے۔ اسی طرح کی تحقیقات بھی ایکطرف حکمائے نفسیات نے اور دوسری طرف حکمائے وجدانیات نے ہزاروں نکات دقائق و حقائق اور عجوبات پر روشنی ڈالی ہے۔ معدن نبوت کی برکات کے ماتحت اسلام نے اس رنگ میں جن کمالات تزکیہ اور اعجازات قلبیہ کا نقش قائم کیا ہے۔ وہ کسی دوسرے مذہب کو نصیب نہیں۔ رموز نفسیات اور نکات وجدانیات منکشفۂ صوفیائے اور مشاہیر امت خیر الانام کو اگر ایک طرف رکھا جائے اور حکمائے نفسیات کے اجتہادات کو دوسری طرف تو تزکیۂ نفوس اور تہذیب قلوب کے لحاظ سے مشاہیر وجدانیات کا پلہ بھاری رہے گا۔

وجدانیات کے کمالات اس قسم کے نہ تھے کہ ہم اُن پر قانع ہو کر مظاہر وجدانیات اور مادیات کی چھان بین نہ کرتے۔ کون کہتا ہے کہ اسلام میں صحیح فلسفہ یا صحیح الدماغ فلاسفروں کی مخالفت کی گئی ہے؟ کون کہتا ہے کہ اسلام فلسفہ کا مخالف ہے یا فلسفہ کے آگے اسلام ہمیشہ کھاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن اور اسلام جس رنگ میں فلسفہ سکھاتا ہے۔ وہ ایک اور پہلو رکھتا ہے۔ قرآن میں بمصداق لَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مادی۔ اخلاقی۔ اقتصادی۔ تمدنی اور معاشرتی فلسفہ اصولی رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن ایسی کتاب کا یہ فرض نہیں تھا۔ کہ وہ تفصیلات میں بھی پڑتا۔ اصولی رنگ میں یہ ہر پہلو قرآن مجید روشنی ڈال چکا ہے۔ ذرا تدبر و تفکر کا کام لو۔ تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ قرآن کس کس رنگ میں اس قسم کی تعلیم دیتا ہے۔

جب ایک کتاب یہ کہتی ہے۔ کہ زمین کی تحقیقات کرو۔ نفوس کی چھان بین کرو۔ آسمان کی نسبت تدبر کرو۔ ہواؤں کی بابت تفکر کرو۔ تو اس سے زیادہ اور کیا کہا جا سکتا ہے اگر وہ کتابی رنگ میں فلسفہ کا درس دیتا تو یہ ایک غلطی ہوتی۔ کیونکہ یہ بات اس کے دائرہ نزول سے خارج ہے۔ وہ ایک اصولی بتا کر طبائع اور اذہان انسانی کو تحقیقاتی دوڑ میں لگانا چاہتا ہے۔ اگر سب امور سے وہ درسی رنگ میں آگاہ کر دیتا تو ذہانت اور ادراک کی رسائی کا امتحان کس طرح ہو سکتا کوئی عقل اور کوئی فراست ترقی نہیں کر سکتی۔ اور نہ نشوونما پا سکتی ہے تاوقتیکہ اُسے کسی مجہول شے پر اظہار کے ادراک و انکشاف کا موقع نہ ملے۔ مجہولات ہی کے ادراک سے انسان کا ذہن۔ اور انسان کی قوتیں نشوونما پاتی اور روشنی میں آتی ہیں۔ اگر ایک حسابی سوال کا جواب اور عمل بھی ساتھ ہی لکھ دیا جائے۔ تو طالب علم اور مجیب کی ذہانت طبع اور جودت ذہن کا امتحان کیسے ہو۔ یہی اصول تھا۔ جس کے ماتحت قرآن حکیم میں اشارات بالنفس سے کام لیا گیا ہے۔ جب قرآن تدبر و تفکر کی تاکید کرتا ہے۔ تو اس کا منشاء سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ہمیں یہ سمجھاتا ہے۔ کہ ہم کائناتی عناصر وجدانیات مادیات اور جذبات کا مطالعہ علمی و عملی رنگ میں کریں۔ خواہ اس کا نتیجہ فلسفہ مادی ہو۔ خواہ روحانی اور خواہ معادی۔ جب قرآن مجید کھلے الفاظ میں یہ کہتا ہے۔ کہ "سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ بَدَاَ اللّٰہُ الْخَلْقَ"

تو اس کا منشاء سوائے اس کے اور کیا ہے۔ کہ حقائق الاشیاء کے ادراک کے واسطے اقصائے عالم تک چلے جاؤ۔ کیا اس سے بھی واضح تر کوئی تعلیم علوم اور فنون کی ہو سکتی ہے۔ اور کیا قرآن مجید کے مفسروں کا یہ فرض نہیں کہ وہ اس رنگ میں بھی قرآنی حقائق کی تفسیری پہلو سے تبلیغ کریں۔

...... (سلطان احمد) ...... (از اسوۂ حسنہ)

آہ دردا

ذیل کے چند اشعار ہمارے مکرم دوست (متخلص بہ ہمدرد خواہ) کے اس دلی درد کا نتیجہ ہیں۔ جو جماعت کے موجودہ باہمی مناقشات کو دیکھ کر ہر ایک نیک نفس انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ امید کہ انہیں اسی اخلاص (اللہ درد) کے ساتھ پڑھا جائیگا جو کہ لکھنے والے کے قلب میں موجزن ہے۔ وھو ہٰذا

تو میرا پیارا مسیح اور مہدی ذیشان ہے
تو ہی جزوی بروزی ہے میرا ایمان ہے

تجھ کو جو کامل نبی کہتے ہیں وہ کہتے ہیں جھوٹ
ہاتھ میں اُن کی حدیث ہے اور نہ قرآن ہے

کہتے ہیں سمجھا نہیں منصب کو پندرہ سال تو
ظالموں نے کیسا باندھا تجھ پہ بہتان ہے

ہو گئے شوق خلافت میں نڈر ہیں اس قدر
کام اُن کا گالیاں دینا ہوا ہر آن ہے

ابتو قرآن اور حدیثوں پہ نہیں اُن کو یقین
جو خلیفہ کہدے اُن کا بس وہی ایمان ہے

کلمۂ حق گر کہے اُن کو کوئی مرد خدا
کہتے ہیں مرتد ہے یہ فاسق ہے یہ شیطان ہے

شرک کی زنجیر میں جکڑے گئے ہیں وہ بھی
ہے عجب توحید سے ہر ایک روگردان ہے

نام مسئلہ کفر کا کل تک جو گھبیرتی تھی قوم
اہل قبلہ کے کفر میں آج وہ غلطان ہے

اے مسیحا کر مسیحائی تو کچھ بہر خدا
شربت توحید بن یہ قوم اب بیجان ہے

پاک ممبر جنکو اخبار و نہیں یہ لکھنے سے ہے
ہو گئے ناپاک اب وہ خوب یہ ایمان ہے

جنکو نفسانی غرض نے مار ڈالا داد خواہ
حق کے پانے میں نظر آتا نہیں نقصان ہے

نامۂ فارسی

(از جناب مولینا محمد ابراہیم صاحب احمدی از خیرپور)

در خدمت جناب فضائل و مکارم انتساب بندہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالیٰ و برکاتہ - از اخبار نامہ پیغام صلح تحریر حضرت سید محمد احسن امروہی صاحب خواندہ انبساط خاطر دست نمود - للہ الحمد کہ سعی ایشاں در تحفظ عقائد حقہ اہل اسلام مقبول بارگاہ پاک او سبحانہ تعالیٰ گردید۔ بلی والعاقبۃ للمتقین -

ایں چند روز می شود کہ در رسالہ تشحیذ الاذہان کہ بنام برادرم می آمدہ ست و عنوانش (غیروں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے) اختراع نمودہ است۔ وہی لوسہار ”جاننا چاہیئے کہ مجرد اتنا خیال کہ خاتم النبیین کے بعد نبی نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے۔ اسلئے جھوٹے ہیں۔ غلط ہے۔ کیونکہ ہم تقریباً تمام قوموں میں یہی دیکھتے ہیں۔ کہ وہ اپنے اپنے سلسلہ کے بارہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ مگر واقعات بتاتے ہیں کہ نبی مبعوث ہوئے۔ آریہ کہتے ہیں۔ وید کے بعد کسی پر الہام نہیں ہوا۔ عیسائی کہتے ہیں انجیل پر کلام الٰہی کی تکمیل ہو گئی۔ اب مسلمان بھی یہی کہتے ہیں جو یوسف علیہ السلام کے بارے میں کہا گیا۔ حتی اذا ہلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا۔

لیکن جب پچھلے واقعات نے بتا دیا ہے کہ بعض الفاظ کی بنا پر ہر سلسلہ کے لوگ یہی سمجھ لیتے ہیں کہ اب کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا۔ اور پھر رسول مبعوث ہو جاتا ہے۔ تو صرف اس گمان پر کہ اب کوئی رسول مبعوث نہیں ہوگا کسی مدعی کے دعوی پر غور نہ کرنا ٹھیک بات نہیں اور طریق تقویٰ سے بعید ہے۔ اور یہ بات اور بھی اہم ہو جاتی ہے جب کسی بابرکت چیز کو ختم کر دینا - ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو بڑھانے والی نہیں - بلکہ گھٹانے والا ہے“ انتہی بلفظہ -

بندہ اوّل بر الفاظ عنوانی او تاسف نمودہ میگوید کہ بعثت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بودہ ہیچ عنوانہا نگاشتن معارض و مخالف آیہ کریمہ خاتم النبیین و احادیث صحیحہ لا نبی بعدی - و لم یبق من النبوۃ الا المبشرات باجماع اکابران امت مرحوم کہ مولینا نیز ہمیں دراں نشست - از انچہ در جواب مولوی غلام دستگیر قصوری فرمودہ ”ہم بھی نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں“ خود را پیش داشتن کدام التوسعہ ہستند - راست فرمودہ اند -

کمتر از نقص ست چون منسوب ناقص شد کمال
بر سر زن شوخی و ستار ننگ معجز است

دوم آنکہ نہ مولانا دعوئے نبوت کاملہ نمودہ است نہ ہیچ کس از اہل بصیرت بر اوشاں بتکذیب برخاستہ است تا بہ احمدیاں چہ رسد بلکہ بہ اعتراف و شہادت و قول خود میاں صاحب کہ در خط محمد عثمان خانصاحب آنرا معرود صد داشتہ (یعنی نبوت کے متعلق میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ سب احمدی حضرت مسیح موعود کو نبی ظلی ہی مانتے ہیں)۔ ہمہ احمدیاں معتقد نبوت ظلی حضرت مسیح موعود بودہ اند۔ و ہیچ اختلاف در آں تا تحریر القول الفصل و حقیقۃ النبوت نمودہ اند پس منسوب نمودن دعوی نبوت مجرد از ظلی و جزئی بحضرت مسیح موعود محض افترائے اکمل صاحب است۔ و قد خاب من افتری سزائے آں۔

سوم۔ منافات واقعات با کلام پاک او سبحانہ کذب قبیح است - و اللہ اعلم اکمل صاحب از کجا تحقیق نمودہ است۔ کہ در امم انبیائے سابقہ علیہم السلام نیز وحی ختم نبوت نازل گردیدہ بود۔ و نیز او سبحانہ و تعالیٰ وعدہ محافظہ کتاب منزلہ خود با اوشاں کردہ بود[1] تا واقعات بر خلاف وحی ختم نبوت و وعدہ محافظۃ پیش آمدہ موجب تکذیب آں ہمہ شد۔ سلہم ایہم بذالک زعیم۔ باقی بحکم آیہ کریمہ ومنہم امیون لا یعلمون الکتاب الا امانی وان ہم الا یظنون در پس اینست و ظنون بیجائے عوام کالانعام افتادن و جواب ہائے ایشان کار بزرگان امت مرحومہ نیست بلکہ فسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون کافی جواب ہمچو ظالمان منحرف از جادۂ حق و الصواب من اللہ۔

چہارم شعر اکمل صاحب را بر آیت ختم نبوۃ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم باوجود احمدی بودن انکار است و جمیع اہل اسلام را در آں باب چوں آریہ و یہود و فرعونیاں[2] و مجوس و نصاری میشمارد۔ باید کہ ہمیں بیان حضرت مسیح آخر الزمان ذکر و ناظر خود گمارد آنچہ کہ فرمودہ اند۔ ”نیز یہ دعوی کامل تعلیم کا جو قرآن شریف نے کیا - یہ اسی کا حق تھا - اسکے سوائے کسی آسمانی کتاب نے ایسا دعوے نہیں کیا۔ جیسا کہ دیکھنے والوں پر ظاہر ہے کہ توریت اور انجیل دونوں اس دعوی سے دست بردار ہیں۔ فاعتبروا یا اولو الابصار۔

و در وصیت ارشاد اوشاں اینست ”کیونکہ نبوۃ محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں - تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئیگی۔ اور نہ اس کے پہلے کوئی سچائی تھی۔ جو اس میں موجود نہیں۔ اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ اور ہونا چاہئے تھا۔ کیونکہ جس چیز کیلئے ایک آغاز ہے۔ اسکے لئے ایک انجام بھی ہے“!

[1] چنانچہ ایں معنے از قول اکمل یعنی (بعض الفاظ کی بنا پر) متخیل می گردد۔

[2] از فرعونیاں مراد بندہ قائلان لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا میباشد۔

بندہ می گوید از ینست کہ در ابتدا سورۃ بقرہ وحی نبوت را منحصر بہ ما انزل الیک و ما انزل من قبلک داشتہ در آخر بیان ایقان یوم الآخر را بہ ایں عبارت بکجہان اسرار اشارت ادا فرمودہ۔ و بالآخرۃ ہم یوقنون - چراکہ ہماں نبوت مستلزم ترقی نمودن اہل ایمان بسوئے ایقان یوم الآخر است۔ کہ مدعی ختم نبوت بودہ باشد تفصیل ایں اجمال آنکہ علت غائی نبوت متوجہ گردانیدن خلق است بسوئے او سبحانہ و تعالیٰ - پس ہر قدر کہ نبی در کمال نبوت خویش بمرتبہ اتم و اکمل بودہ باشد توجہ متبعین او قوی تر خواہد بود۔ و بنا برہمیں قوت توجہ بر عالم آخرت ایمان اوشاں تا بمرتبہ یقین رسیدہ خواہد بود۔ در ینجا لطیفہ دقیقہ دیگر است و آں اینکہ ابتدائے نبوت از آدم علیہ السلام شدہ است و در وسط آں موسیٰ علیہ السلام اند و در آخر آں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اند و بہر کس معلوم است کہ انتہائے ہر دائرہ کمال بر نقطۂ آخر آنست - چنانچہ فرمودہ اند

وقد سالوا وقالوا ما النہایۃ
فقیل ہی الرجوع الی البدایۃ

و برائے اثبات ایں دعوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتہائے نقطہ دائرہ کمال نبوت ہستند۔ آیہ کریمہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی المعاد شاہد است کہ واقعات را مشتمل است چراکہ ہیچ نبی حقیقی نبودہ است کہ از وطن مالوف خود ہجرت نکردہ باشد۔ باعثش آنکہ او سبحانہ و تعالیٰ نبی را نمونہ گردانیدہ است تا مردم از افعال ظاہر او نیز پئے بحقیقت کار خویش بردہ باشند۔ لہذا بر اوشاں ہجرت را از وطن مالوف واجب ساختہ اند تا ہر کس متیقن گردد کہ بدون بر آمدن از عادات مالوفۂ خود رسائی تا حقیقت خویش محال است اما چونکہ ہیچ نبی از انبیائے سابقہ مدعی ختم نبوت نبود لہذا بعد از ہجرت واپس بہ وطن مالوف خویش کہ مثال معاد وارد نشد۔ چنانچہ ایں امر از واقعات حضرت موسیٰ علیہ السلام بخوبی بیتوان معلوم کرد۔ کہ رجعت اوشاں از جائیکہ خروج اوشاں شدہ بود۔ نشد۔ اما او سبحانہ و تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بحکم آیہ کریمہ متذکرہ بالا کہ عظیم الشان نشان ختم نبوت اوشاں است کامیاب بر آں گردانید یعنی بادہ ہزار قدوسیاں مظفر و منصور واپس از مدینہ منورہ نمودہ بمکہ معظمہ کہ بمثابہ معاد است رسانید تا فی الواقع ہر کس بزعم دائرہ کمال نبوت چشم کشودہ در تردد نماند و نیز اہل ایمان بہ آخرت ترقی نمودہ خود را بمرتبہ ایقان رسانند چنانچہ مولینا مرزا بیدل قدس سرہ فرمودہ اند ایقان تا

"کیا بچوں کی سی بات ہے"

۱۱ اپریل کے الفضل میں اس عنوان سے حضرت امیرؓ کی اس تفسیر لطیف پر جو آپ نے حدیث شریف لتسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی کی فرمائی تھی۔ فضلی ایڈیٹر نے ایک نہایت بیہودہ ریمارک کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "گویا آپ (یعنی حضرت امیرؓ) کے خیال میں محمدؐ و احمدؐ بننا اور پھر رسالت و نبوت کا حصول اختیاری بات ہے۔ حضرت سید المرسلین کو اندیشہ ہوا۔ تو ہدایت فرمائی دیکھنا رسول و نبی نہ بننا۔ ہاں محمد و احمد بن سکتے ہو۔ لاحول ولا قوۃ ..... نبوت ایک امر وہبی ہے"۔

مجھے سمجھ نہیں آتی یہ بچوں کی سی بلکہ بچوں سے بھی گئی گذری بات کس خرد ماغ انسان کے منہ سے نکلی ہے۔ "نبوت ایک امر وہبی ہے" بیشک اس میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن حضرت امیرؓ نے کہاں کہا۔ کہ یہ امر وہبی نہیں۔ آپ نے تو اسکے برخلاف ان ناحق شناس لوگوں کی کوتہ بینی کو واضح فرمایا تھا۔ جو آج نبوت و رسالت کو امر وہبی نہیں بلکہ کسبی اور اختیاری خیال کرتے ہیں۔ حضرت سید المرسلین کو اس بات کا تو کوئی اندیشہ نہ تھا۔ کہ نبوت کا حصول کوئی اختیاری بات ہے اور اس لئے کوئی نبی و رسول بن جائیگا اگر ایسا ہوتا تو آپ منع بھی نہ فرماتے۔ بلکہ آپ کو اندیشہ صرف اس بات کا تھا کہ تیرہ سو برس کے بعد ایک شخص اٹھیگا جو نبوت و رسالت کو ایک امر وہبی نہیں بلکہ کسبی اور اختیاری ٹھہرا کر آپ کے غلام کو نبی کہیگا۔ نہ صرف یہی بلکہ وہ ہر ایک شخص کے لئے کوشش کرکے نبی بن جانا ممکن بتائیگا۔ تاکہ کسی طرح اپنے لئے دروازہ کھلجائے۔ اسی اندیشہ کو دور کرنے کے لئے آپ نے یہ ہدایت فرمائی کہ رسول و نبی نہ بنانا (یہ امتناع صرف ناقابل حصول امر کے۔ خواہ مخواہ دعوے ہونے کے متعلق ہے۔ اور مطلب یہ ہے۔ کہ تم اس منصب کو اب نہیں پا سکتے اس لئے اپنے آپ ہی اس منصب پر اپنے کو فائز سمجھکر نبوت و رسالت کا دعوے نہ کر دینا۔ یا کسی اپنی کی طرف منسوب نہ کرنا، ہاں تم مجھ میں فنا ہو کر محمد و احمد بیشک بن سکتے ہو۔

سو یہ "لاحول ولا قوۃ" کا فقرہ ہم پر تو چسپاں ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ہم تو پہلے ہی سے نبوت و رسالت کا حصول اختیاری نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسے ایک امر وہبی جانتے ہیں۔ ہاں تمہارے پیر نے اس کا حصول اختیاری قرار دیا ہے۔ اسکے اس بیان کو ذرا چشم بصیرت کیساتھ پڑھو اور پھر اسی زور کے ساتھ اسپر لاحول بھیجو جیساکہ تم نے اس بات کو ناجائز طور پر ہماری طرف منسوب کرکے پڑھی ہے۔ پچھلے دنوں یہاں لاہور سے ہمارے ایک دوست میاں جلال الدین صاحب نو مسلم میاں صاحب کے پاس قادیان گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے میاں صاحب سے دوران گفتگو میں پوچھا۔ کہ کیا آپ بھی کوشش کریں تو نبی بن سکتے ہیں۔ میاں صاحب نے کہا۔ ہاں کیوں نہیں۔ اس دوست نے پوچھا کیا میں بھی کوشش کرکے نبی بن سکتا ہوں آپ کہنے لگے کہ ہاں بن سکتے ہو۔ جسکے صاف طور پر یہ معنے ہیں۔ کہ میاں صاحب نبوت کو ایک اختیاری اور کسبی چیز سمجھتے ہیں۔ ان حالات میں ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ یہ کس قسم کی پیری اور مریدی ہے پیر کہتا ہے۔ نبوت و رسالت کا حصول اختیاری امر ہے۔ مرید اسپر لاحول بھیجتا ہے اور اسے امر وہبی ٹھہراتا ہے۔ معلوم نہیں یہ لاحول بھیجنے والا سچا ہے۔ یا وہ جسپر لاحول بھیجی گئی۔ بہرحال جہاں تک پیری اور مریدی کا تعلق ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مرید کا اپنے پیر پر لاحول بھیجنا یہ بھی پھر امر وہبی ہی ہے۔ کوئی اختیاری بات نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

محمودیوں کا مباحثہ سے فرار

کسی گذشتہ اشاعت میں ہماری طرف سے مباحثہ کی وہ تصریحی شرائط پیش کی گئی تھیں۔ جنکا طے ہو جانا (مجوزہ مباحثہ مابین میاں صاحب و حضرت امیرؓ) ضروری تھا۔ اسکے جواب میں الفضل اپنے ناظرین کو یہ کہکر دھوکا دینا چاہتا ہے۔ کہ گویا ہم نے مباحثہ سے فرار کیا ہماری طرف سے۔ اب سوائے اسکے کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ فرار کہنے والے خود فرار کر رہے ہیں جبہ اپنی ہی پہلی تصفیہ شدہ شرائط کو قبول نہیں کرتے۔ پہلی خط و کتابت میں مباحثہ کا مقام لاہور ہونا قرار پا چکا ہے۔ اب اسکے خلاف یہ کہنا کہ لاہور نہیں امرتسر ہو۔ گویا ان طے شدہ شرائط کو توڑنا ہے۔ پھر دو دو سو آدمیوں کی شرط پر زور دینا بھی صحیح نہیں۔ جبکہ معقول وجوہات سے یہ بتایا جا چکا ہے۔ کہ یہ حد و تعداد ٹھیک نہیں۔ یا تو جلسہ عام ہونا چاہئے اور پھر پرائیویٹ۔ الفضل کا اسکے جواب میں پرائیویٹ جلسہ کا نام لینا اور عام جلسہ کا ذکر تک نہ کرنا اپنے پڑھنے والوں کو دھوکا میں ڈالنا ہے۔ گھر میں بیٹھکر اس قسم کی بحث فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ کہ گذشتہ تجربہ بتاتا ہے کہ تمہارا پیر بعض باتوں کا جواب دینے کے بجائے انہیں یونہی ٹلا دیتا ہے۔ آئندہ گفتگو کرنے سے انکار کرنا فرار نہیں۔ بلکہ کاغذ اور وقت کو فضول طور پر ضایع کرنے سے پرہیز کیا ہے۔ آخر پہلے پلندوں نے کیا فائدہ دیا۔ جو اب تمہاری یہ تو تو میں میں کچھ نتیجہ پیدا کریگی۔ میں تو حیران ہوں۔ کہ جب ابھی سے مباحثہ کے متعلق ابتدائی گفتگو میں ہی تم بالکل آپے سے باہر ہو گئے ہو اور اس کے منہ سے جھاگ بہ رہی ہے۔ تو مباحثہ میں اس کا پیر کیا کچھ کرنے نہ رہے گا۔

غیر احمدیوں کی جنازہ کے متعلق محمودیوں کا طرز عمل

اس سے پیشتر ہم متعدد مرتبہ میاں صاحب کے اکثر مریدین اور اعتقاد مند احمدیوں کے طرز عمل کے متعلق بتا چکے ہیں۔ کہ باوجود میاں صاحب کے سخت امتناعی حکم کے وہ آئے دن غیر احمدیوں کو لڑکیاں دیتے اور ان کا جنازہ پڑھتے ہیں۔ ان سے تو میاں صاحب کوئی باز پرس نہیں کرتے ہاں بعض غریب احمدیوں کو جماعت سے خارج کر دینے پر وہ ہر آن تلے رہتے ہیں۔ اسے کاش میاں صاحب کا طرز عمل متمول اور غربا ہر ایک کے ساتھ ایک ہی جیسا ہوتا انہیں نہ کسی کے پانصد روپیہ کی چھوٹنے اور اسکی سنہری ورو پہلی کرسی مرعوب کرتیں اور نہ کسی کی زبردست شخصیت اپنے اعلان کردہ عقاید پر عامل ہونے سے باز رکھ سکتی تو شاید اسقدر مصیبت ان کو پیش نہ آتی شاید ہی کوئی دن جاتا ہو۔ جب میاں صاحب کے کسی ایک مرید کو کسی غیر احمدی کا جنازہ نہ پیش آیا ہو۔ اور اس نے فوراً پڑھ نہ لیا ہو۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے۔ کہ سیالکوٹ میں ایک غیر احمدی کے فوت ہو جانے پر جسکا بیٹا احمدی اور میاں صاحب کا مرید ہے اور وہ پیر کہلانے سے رکتا نام میں فی الحال پڑھ لیا۔ نہ صرف وہاں کی محمودی جماعت نے ہی بلکہ الفضل کے اس سخت غالی اور لحان ایڈیٹر کے جو کہ شیعوں کی تقلید اور تبرا بازی میں ترقی اکمل درجہ پا چکا ہے۔ اسکے باپ مولوی امام الدین نے بھی اسکا جنازہ پڑھا اور کسی نے پوچھا تک نہیں۔ پھر ابھی آٹھ نو دن ہوئے لاہور میں میاں مولا بخش صاحب قریشی کی اہلیہ مکرمہ کے فوت ہو جانے پر جو غیر احمدی تھیں لاہوری جماعت کے رکن رکین محمد حسین قریشی اور یہاں کے مدرس سید بدلا دین شاہ نے بھی انکا جنازہ پڑھا۔ پھر ابھی خبر آئی ہے کہ سکہ ملال میں میاں عطاء اللہ

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

معجزہ فضیلت رسول اکرم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ہمراہ با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۔۔۔
ششماہی ۔۔۔
سہ ماہی ۹ر
ماہوار ۹ر طالباں سالانہ للعہ

اخبار
پیغام صلح
لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بنۃ المسیح کا لاہور | سہ شنبہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس | ۲۵ اپریل ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۷

بلاد مغربیہ میں تبلیغ اسلام

مسٹر لوگرو و صاحب
Mr. Love Grove
کا مشرف باسلام ہونا

برادران سلمکم الرحمن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مسٹر لوگرو و صاحب جو لندن میں ایک بہت بڑی اور مشہور فرم Peter Robinson میں ایک عمدہ جگہ پر مامور ہیں خدا کے فضل وکرم سے مشرف باسلام ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر جان قربان جائے کس کس طرح سے خود لوگوں کی راہ نمائی کرتا ہے۔ ایک سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ میں مذکورہ بالا فرم میں ایک نقرہ بیچنے گیا۔ اس بزرگ نے دور سے پگڑی کو دیکھا اور ہاتھ میں نرالی سی قسم کی کتاب پائی۔ قریب پہنچنے پر استفسار کیا کہ کیا آپ مسلمان ہیں۔ کیا آپ مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات سے آگاہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میرے دل میں حضور کی زندگی کے اصلی حالات معلوم کرنے کی بڑی خواہش ہے۔ میں نے اُن کو اسی جگہ مختصراً اسلام کے اصول اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفاس اور بنی نوع انسان کے لئے محبت بھری جان کے تھوڑے سے حالات عرض کئے۔ ایک گھنٹہ کے قریب اُن کے پاس ٹھہرنے کا موقعہ ہوا۔ اُن کو مسجد ووکنگ میں آنے کے لئے دعوت دی۔ وہ سال بھر میں کئی دفعہ خود بھی تشریف لائے ہیں۔ بیوی بچوں کو بھی ساتھ لائے۔

حضرت افضل الرسل خاتم النبیین افضل الصلوٰۃ والتحیات کا کافی مطالعہ کیا۔ اسلامی کتابیں اور رسالہ پڑھتے رہے آخر وہ دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسی نعمت عظمیٰ اُن کو عطا کی۔ کئی ہفتوں سے وہ مجھے کہتے تھے کہ میں مسلمان ہوں۔ لیکن میں احتیاط کرتا ہوں جب تک کوئی شخص خود بطیب خاطر آگے بڑھ کر اسلام قبول نہ کرے میں جبر سے کام لینا ناروا سمجھتا ہوں۔ مہلت دیتا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ اس میں ایمان والیقان پیدا کر دے۔ اور اس میں استقامت واستقلال کی صورت پیدا ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مورد انعامات بنایا ہے ان کو انشراح صدر عطا فرمایا ہے۔ پچھلے جمعہ کے روز انھوں نے باقاعدہ طور پر اسلام قبول کیا۔ ان کو حبیب اللہ اسلامی نام دیا گیا۔

ہمارے مکرم ومعظم بھائی حبیب اللہ صاحب اس قدر محبت بھرا دل رکھتے ہیں اور اس قدر تواضع وخاطر کے شخص ہیں کہ ان سے مل کر انسان کی طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا قد وقامت عطا کیا ہے اور خوبصورت چہرا بھی۔ لسّان بھی خوب ہیں اکثر لیکچر دیتے ہیں۔ جس دن پہلے انھوں نے اسلام قبول کیا اسی شام لندن میں اسلام پر لیکچر بھی دیا۔ چند ماہ ہوئے ہیں ہماری مسجد میں بھی ایک مختصر سی تقریر کی تھی جس میں اسلام کی چند خوبیوں کا بیان تھا مجھے یقین ہے کہ ان کے بیوی بچے بھی جلد مسلمان ہو جاویں گے۔ ان سب کو ہمارے ساتھ گہری محبت ہے۔ لندن آنے جانے کے لئے۔ رات گذارنے کے لئے اس گھر کو اپنے گھر سے کم نہیں پاتے۔ کم لوگ ہوتے ہیں جو اس قدر یگانگت کا رنگ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس گھر پر بڑے بڑے فضل کرے۔ آمین فالحمد للہ رب العٰلمین

الہم زد فزد۔ والسلام

دستخط مولوی صدر الدین امام مسجد۔ نقلم ملال نور احمد
۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء

جن صاحب کی رقم ہو اطلاع دیں

۱۹ اپریل کو دفتر محاسب میں مبلغ للعہ بذریعہ منی آرڈر وصول ہوئے ہیں جو غالباً اخبار کی قیمت معلوم ہوتی ہے کیونکہ کوپن میں لکھا ہے کہ در براہ

اخبار احمدیہ

گذشتہ اشاعت کے اخبار احمدیہ میں حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کی جو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر ہوا ۔ کیفیت درج کرتے ہوئے یہ لکھنا یاد نہ رہا کہ ان سے پیشتر ہمارے مکرم بھائی حکیم اللہ یار خان صاحب جو (عرف ...) ربانی عرف خرم) قومی شاعر ہیں نے ایک نہایت معرکۃ الآرا نظم انجمن کے سٹیج پر پڑھی جس میں آپ نے حضرت مسیح اور آنحضرت صلعم کا مقابلہ کرتے ہوئے وفات مسیح کا کھلے طور پر اعلان کیا اور ان ناجائز صفات کی جو مسلمانوں یا عیسائیوں نے مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے انہیں آسمان پر چڑھا رکھا ہے تردید کر کے آنحضرت صلعم کی رفعت و منزلت کو ظاہر کیا ۔ اور بتایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں ہے ۔ اور آپ خود اسے دیکھ آئے ہیں ۔ تمام حاضرین نے نہایت شوق اور رغبت سے اس نظم کو سنا اور اسے سنکر خوشی سے اچھل اچھل پڑے اور امید سے بڑھکر جوش کی داد دی ۔

مبارک ۔ گذشتہ اتوار حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے پھوپھی زاد بھائی جناب سید امام علی شاہ صاحب انسپکٹر فوکس آبکاری کی شادی کا دن تھا ۔ نکاح پیشتر سے ہو چکا تھا ۔ رخصتانہ باقی تھا ۔ چنانچہ صبح ۸ بجے حضرت شاہ صاحب کے مکان سے برات روانہ ہو کر سید محسن علی شاہ صاحب شیخوپورہ کے جنکی صاحبزادی سے یہ شادی ہوئی ۔ ... کے مکان پر پہنچی ۔ انہوں نے تمام مجمع کو بہت پر تکلف دعوت دی ۔ دوسرے دن حضرت شاہ صاحب کے مکان پر دعوت ولیمہ کی تقریب پر پھر سب دوست جمع ہوئے ۔ اور دعوت کھائی اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر دو فریقین کے بابرکت اور خیر و فضل کا موجب بنائے ۔

ہم اس مبارک تقریب پر حضرت شاہ صاحب اور دیگر متعلقین کو .... مبارکباد عرض کرتے ہیں ۔

حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب اور جناب صوفی احمد دین صاحب کے لئے دعاؤں پر بہت زور دینا چاہئے ۔ اللہ ان ہر دو موصوفین کو بہت جلد شفا عطا فرمائے ۔ آمین !

باقی جملہ احباب ۔ حضرت امیر ، حضرت ... حضرات ڈاکٹر صاحبان اور دیگر بزرگان ملت بفضلہ تعالیٰ ۔ بخیریت ہیں ۔

تازہ ترین خبریں

مہم عراق عرب ۔ لنڈن ۔ ۲۰ اپریل ۔ جنرل لیک رپورٹ کرتے ہیں ۔ کہ ۱۷ اپریل کی رات کو ترکوں نے دریائے دجلہ کے دائیں کنارے پر نہایت شدید جوابی حملے کئے ۔ بعض جگہ ہماری صفیں ۵۰۰ سے ۸۰۰ گز تک پیچھے ہٹا دی گئیں وار آفس مظہر ہے ۔ کہ ۱۶ ۔ اپریل کو دجلہ کے دائیں کنارے پر ترکی جوابی حملوں سے پہلے کی لڑائی کی تفاصیل مظہر ہیں کہ ترک دو صد سے تین صد لاشیں مفتوحہ مورچوں میں چھوڑ گئے ۔ ہم نے ۸ ۔ افسر اور ۱۰ سپاہی گرفتار کئے ۔ اور دو میدانی توپیں اور ۵ کلدار توپیں ہمارے ہاتھ آئیں ۔ ہمارے نقصانات بمقابلتہً کم تھے ۔ ہوائی جہازوں کی رپورٹ مظہر ہے ۔ کہ دشمن کے جوابی حملوں کے بعد ترکی ایمبولنس تمام دن مجروحین و مقتولین کو اٹھانے میں مصروف رہیں ۔

فرانس میں روسی فوج ۔ لنڈن ۲۰ ۔ اپریل ۔ پیرس ۔ آج مارسیلز میں ایک چیدہ روسی فوج پہنچی ۔ جنرل جافری نے آج کے ایک اعلان میں اپنے وفادار اور بہادر اتحادیوں کو بڑی خوشی سے خوش آمدید کہا ہے ۔ جو مغربی میدان جنگ پر فرانسیسیوں کے پہلو بہ پہلو لڑیں گے ۔ آپ لکھتے ہیں کہ یہ سپاہی روس کے بہادر ترین سپاہیوں میں سے ہیں اور مشہور ترین افسران کی کمان کر رہے ہیں ۔

لنڈن ۲۰ اپریل ۔ مارسیلز ۔ روسیوں کی آمد سے تمام فرانس میں بڑا جوش پھیل رہا ہے ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا ۔ کہ انہیں کس علاقہ میں استعمال کیا جائیگا ۔ لیکن بلا شبہ جرمن ان کی آمد کی خبر کو بڑے خوف کے ساتھ سنیں گے ۔ جب ان سپاہیوں سے بھرے ہوئے جہاز آئے تو انہیں پرزور چیرز دئے گئے ۔ اور فرانسیسی پیدل فوج اور رسالہ کے گارڈز آف آنر بنائے گئے اور جنگی جہازوں کے بینڈ باجوں نے قومی گیت گایا فرانسیسی جنرلوں اور افسروں نے روسیوں کا خیر مقدم کیا ۔

ہالینڈ اور اتحادی ۔ لنڈن ۲۲ ۔ اپریل ۔ ڈیلی میل کے نامہ نگار مقیم روٹرڈم کو معلوم ہوا ہے کہ جرمنی نے ہالینڈ کو مطلع کیا تھا ۔ کہ برطانیہ اس پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے ۔ نیز جرمنی نے اپنی فوج بھیجنا منظور کیا تھا ۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے ۔ کہ سوسلسٹ اخبار وانک نے جو ڈچ فوجی پیش بندیوں کے خلاف تھا اپنا لب و لہجہ بدل لیا ہے ۔ ایک سرکردہ سوسلسٹ وزیر اعظم کے ساتھ ملاقات کے بعد بیان کرتا ہے کہ آٹھ روز کے اندر ہالینڈ اغلباً متخاصمین میں شامل ہو جائے گا ۔

جہازوں کی غرقابی ۔ لنڈن ۲۱ اپریل فرنچ سٹیمر لوڈ لوک وہاں لنساؤ غرق کر دیا گیا ۔ ۵ آدمی غرق ہوئے ۔

لنڈن ۲۲ ۔ اپریل ۔ ہیگ ۔ وزارت بحری مظہر ہے کہ سٹیمر لوڈ لوک وان لنساؤ اغلباً ایک سرنگ کے ذریعہ غرق کیا گیا ہے ۔ برٹش سٹیمر سا سیا غرق کیا گیا ۔

پرتگال اور جنگ ۔ لنڈن ۲۲ اپریل ۔ لزبن ایک حکم کے ذریعہ تمام جرمنوں کو خواہ مرد ہوں یا عورت سوائے فوجی عمر والوں کے جنہیں نظر بند کیا جائیگا ۔ جلا وطن کئے جانے کا فیصلہ کیا گیا ہے ۔

صوفیہ پر ہوائی حملہ ۔ لنڈن ۲۲ ۔ اپریل ایمسٹرڈم ۔ صوفیہ سے آمدہ ایک سرکاری مراسلہ مظہر ہے ۔ کہ جنوب مشرق کی طرف سے ایک ہوائی جہاز نے ۲۱ اپریل کو دو بم گرائے ۔ نیز چند پمفلٹ بھی گرائے گئے ۔ جنہیں ارض روم اور طرابزون کی تسخیر کی خبر دی گئی تھی ۔

مشرقی افریقہ میں پیشقدمی ۔ لنڈن ۲۲ اپریل جنرل سمٹس رپورٹ کرتا ہے ۔ کہ جنرل وان ڈی وینٹر کی سوار فوج نے ۴ اپریل کو دلکسانی میں فتح حاصل کرنے کے بعد اپنی پیشقدمی جاری رکھی اور ائیگوسے اور شالنگا پر قبضہ کر لیا اور دونوں جگہ کچھ قلعہ بند فوج کو گرفتار کیا ۔ ۱۷ اپریل کو نڈ دگراپرانگی میں دشمن کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی لڑائی جاری ہے ۔

چین میں بدامنی ۔ لنڈن ۲۱ اپریل اخبار ٹائمز کے نام پیکن سے آمدہ ایک تار خبر مظہر ہے کہ گورنمنٹ اور اسکے مخالفوں کے درمیان بلا واسطہ نامہ و پیام ناکامیاب ثابت ہو رہا ہے ۔ کیونکہ گورنمنٹ کے مخالف یوآن شیہ کائی کے مستعفی ہونے پر مُصر ہیں ۔ صوبجات سے روپے کی آمد بند ہو جانے سے گورنمنٹ کو مالی مشکلات پیش آئنگی اور فوجی سپاہیوں کی تنخواہوں کی ادائیگی ناممکن ہو جائیگی ۔ اس طرح پریذیڈنٹ کو سوائے ریٹائر ہونے کی کوئی چارہ نہ رہیگا ۔ اب یقین کیا جاتا ہے ۔ کہ یوآن شیہ کائی وائس پریذیڈنٹ کے حق میں ریٹائر ہو جانے کو تیار ہے ۔ بشرطیکہ اسکی جان و مال اور اس کے مددگاروں کی جان و مال کی سلامتی کی ضمانت دی جائے ۔

ایک جنرل جرمن کی موت ۔ لنڈن ۲۲ اپریل ایمسٹرڈم برلن کی ایک سرکاری تار مظہر ہے کہ فیلڈ مارشل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۵ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱

مسئلہ تعلیم اور ہندوستانی مسلمان

مسلمانوں کے موجودہ افلاس اور تنزل میں سے ان کی تعلیمی پستی کو بھی آج ایک بہت بڑا سبب سمجھا گیا ہے اور سمجھا جاتا ہے۔ اور اسی لئے اکثر سربرآوردگان قوم کا رجحان عام طور پر اس طرف ہے کہ قوم کو ابھارنے اور ترقی کی بلند چوٹیوں پر پہنچانے کی اگر کوئی سبیل ہو سکتی ہے تو وہ محض تعلیم میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر قدم مارنا ہے۔ ان کا خیال ہے اور ایک حد تک بہت صحیح اور جائز خیال ہے کہ جب تک مسلمان موجودہ ترقی یافتہ اقوام کے پہلو بہ پہلو بلکہ ان سے بڑھ کر تعلیم کے حاصل کرنے میں کوشاں نہ ہونگے ان کی ترقی ایک امید موہوم ہے۔ فی الحقیقت یہ بات ایک حد تک بہت معقول ہے اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ انسان اسی وقت چل سکتا ہے جب کہ وہ بھی اس جیسا تیز قدم ہو۔ اور ویسی ہی طاقت و توانائی رکھتا ہو ورنہ وہ دریا کی ریت کی طرح ہو پیچھے جم کر رہ جائے گا اور یا مٹی کی طرح اس کی رو میں بہہ جائیگا۔ لیکن ہمارے لئے یہاں صرف بزرگان قوم کا یہ خیال پیش کر کے اس کی تائید ہی کر دینی کافی نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ مروجہ تعلیم ہمارے لئے کس حد تک مفید ہے آیا اس تعلیم کے حصول سے ہم اپنے مقاصد کو پا سکتے ہیں یا اس کے لئے ابھی کوئی اور چیز بھی چاہیئے۔ پھر اگر یہی تعلیم مفید ہے اور اس کے ذریعہ وہ تمام نقائص دور ہو جائینگے جو قومی یا انفرادی طور پر آج مسلمانوں میں موجود ہیں تو اس کے حصول کے طریق کیا ہیں۔ باوجود آج تک انتھک زیادہ کوشش کرنے کے ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور ابھی تک یہ حالت ہے کہ دوسری قوموں کے بالمقابل تعلیم یافتہ مسلمانوں کی تعداد شاید نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ وہ اہم سوالات ہیں کہ جنہیں قومی بہبودی کی اصل جڑ کہنا چاہیئے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ انھیں سوالات پر غور کرنے سے مسلمانوں کو اپنی ترقی کے لئے ایک صحیح راہ مل سکتی ہے جس پر چل کر وہ فائز المرام ہو سکیں۔ بے شک آج تک کتابوں اور اخبارات میں کسی نہ کسی رنگ میں ان سوالات کا بھی ذکر ہوا ہے لیکن وہ بالعموم تعلیم کے عام سوال کا حاشیہ پہلو لئے ہوئے ہے اور اس کے مخالف حالات پر شاید بہت کم غور کیا گیا ہے اس لئے ہمارے نزدیک اس پر ذرا زیادہ تدبر کیا جانا چاہیئے۔ شاید کہ ہم راہ پا سکیں گو بظاہر یہ موضوع بہت پامال شدہ ہونے کے علاوہ ہمارے اکثر ناظرین کے مذاق کے مطابق نہیں۔ لیکن انھیں غور کرنا چاہیئے کہ یہ کوئی معمولی اور چھوٹی سی باتیں نہیں۔ بلکہ یہ وہ اہم امور ہیں کہ جنہیں

قوم کی زندگی اور موت کا سوال

کہنا چاہیئے۔ احمدی احباب کے بچے بھی تو آخر تمام مسلمان بچوں کی طرح انہی سکولوں میں پڑھتے ہیں اور اسی تعلیم میں رات دن مستغرق ہیں جو آج کل رائج ہے۔ پھر ہمارے لئے یہ سوال کیوں قابل غور نہیں بالخصوص جبکہ ہمارا قومی مقصد صرف اس تعلیم کو حاصل کرنا ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ اشاعت و حفاظت اسلام کے کام کو سرانجام دینا ہے اس بات کو جاننے کے لئے کہ مروجہ تعلیم ہمارے لئے کس حد تک مفید ہے آیا اسی تعلیم کے حصول سے ہم اپنے مقاصد کو پا سکتے ہیں یا اس کے لئے ابھی کوئی اور چیز بھی چاہیئے جب ہم اپنی قومی حالت پر نظر ڈالتے ہیں اور ان لوگوں کی طرف توجہ کرتے ہیں جو اب تک مروجہ تعلیم سے فیضیاب ہوئے ہیں تو ہم بصد حسرت و یاس اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ مجرد مغربی تعلیم سے گو وہ دولت کمانے اور مال پیدا کرنے اور اس کے ساتھ ہی ایک حد تک مغربی اوضاع و اطوار پر کاربند ہونے یا یوں کہو کہ تہذیب جدید کے حصول میں کامیاب ہوئے ہیں۔ لیکن وہ سادگی اور محبت و الفت کا برتاؤ وہ اعلیٰ اور پاکیزہ اخلاق اور تمدن و معاشرت کے وہ بیش بہا اصول جنہیں تہذیب اصلی کی جان کہنا چاہیئے اور جو کسی قوم کو ترقی کے اعلیٰ منازل پر پہنچا سکتے ہیں ان میں ابھی پیدا نہیں ہوئے یوں تو اس ظاہری ٹھاٹھ باٹھ کو دیکھ کر ایک ظاہر بین جھٹ یہی کہہ دیگا کہ تمہارا یہ کہنا ٹھیک نہیں وہ تو بہت متمول اور آسودہ حال ہیں۔ لیکن میں کہونگا کہ نہ تو یہ تمول اور آسودگی کوئی حقیقی تمول اور آسودگی کہی جا سکتی ہے اور نہ ہی یہ قومی آسودگی اور تمول کا نشان ہے۔ حقیقی تمول اور آسودگی یا کسی کی ترقی کا حقیقی معیار یہ نہیں کہ اسکے زرد و سفید کی آمد ہے۔ اس کے کھانے کی میز پر کس قدر قسم قسم کے کھانے چنے ہیں۔ وہ کیسا خوش پوش اور خوش گفتار ہے۔ بلکہ دیکھنے والی بات یہ ہوتی ہے کہ وہ کس قدر سادہ مزاج اور انکسار کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ قومی ضروریات پر ذاتی منافع کو قربان کرتا ہے یا نہیں۔ مخلوق خدا کی بھلائی کے لئے وہ کہاں تک کوشاں رہتا ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو کسی قوم میں پیدا ہو کر اسے اس قدر متمول و آسودہ حال بنا دیتی ہیں کہ وہ دنیا کی ترقی یافتہ اقوام میں شمار ہونے لگتی ہے۔ سادہ مزاجی سے میرا یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص ڈھیلا ڈھالا پائجامہ پہنے رکھے اور ایک کھدر کا کرتہ اور ناموزوں سی پگڑی اس کے سر پر ہو۔ بلکہ مطلب صرف دل کی غریبی اور سادگی ہے۔ اسے اپنے کپڑوں اور اپنی خوراک سے بڑھ کر پرواہ اس بات کی ہو کہ وہ کیا بات ہے جس سے دنیا میں امن اور چین قائم رہ سکتا ہے۔ اور مخلوق خدا آرام پا سکتی ہے۔ وہ ہر وقت اپنے ہی بناؤ سنگار میں لگا نہ رہے۔ بلکہ دوسروں کی مفلوک الحالی پر بھی اس کی نظر ہو۔ اور وقت پڑنے پر اپنے نقصان کی کوئی پرواہ نہ کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچاوے۔ اور اس میں کسی قسم کا اسے دریغ نہ ہو۔ یہی وہ باتیں ہیں جو آج یورپ کو ایک حد تک میسر آئی ہیں۔ اور انہی پر عامل ہو کر اس نے ترقی حاصل کی ہے گو اس کا قدم زیادہ تر دنیا کی طرف ہی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو دینی پہلو سے بھی انسان انہی باتوں کو زیر عمل لا کر کامیاب و کامگار ہو سکتا ہے۔ لیکن کیا صرف مروجہ تعلیم ہی کے حصول سے اسے یہ سب باتیں حاصل ہوئیں۔ گو اس کا بھی ایک حد تک اثر ہو کیونکہ یہ بھی عقل کو کسی قدر جلا دینے والی ہے اور عقل کی روشنی میں انسان بہت سی مفید باتوں کو خود بخود نکال لیتا ہے۔ لیکن حقیقت شناس آنکھوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ صرف ان علوم کا جان لینا ہی ان کی قومی ترقی کا باعث نہیں۔ بلکہ اس کی تہ میں کچھ اور بات بھی ہے۔ جس کا ہم آئندہ اشاعت میں ذکر کرینگے

وباللہ التوفیق۔

سید محمود اختر کی بحالی

نہایت خوشی کی بات ہے کہ ہمارے مکرم دوست سید محمود اختر صاحب احمدی ...

الاخبار والآراء

جوگی صاحب کی نظم پر اعتراض

۲۵ اپریل ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں کسی شخص محمد عبد اللہ پنشنر نے حکیم اللہ [illegible]

خانصاحب جوگی کی اس معرکتہ الآرا نظم پر جو انہوں نے گزشتہ ۲۲ اپریل کو انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر پڑھی اور جس کی مختصر کیفیت آج کے اخبار احمدیہ میں لکھی گئی ہے اعتراض کیا ہے۔ اور حیات مسیح کو کل اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ قرار دیتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ انجمن حمایت اسلام اہل سنت جماعت ہائے اسلام کی ایک متفقہ انجمن ہے اور اسی زرین اصول کی پابندیاں میں ترقی کر کے انجمن اعلیٰ پایہ پر پہنچی ہے۔ مگر خلاف توقع اس سالانہ جلسہ پر جوگی صاحب نے اپنی نظم میں انجمن کے اس زرین اصول کو توڑ دیا ہے۔ معلوم نہیں نامہ نگار کو یہ علم نہیں کہ بزرگان سلف میں سے بہت سے حضرات مثلاً حضرت ابن عباس۔ امام بخاری۔ امام مالک وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا یہ اعتقاد رہا ہے کہ مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔ بلکہ اس زمانہ میں بھی ہندوستان کے ساتھ تعلیم یافتہ اصحاب کا ایک بڑا طبقہ بھی انھیں وفات یافتہ ہی سمجھ رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں گزشتہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء کو احمدیہ بلڈنگس لاہور میں تقریب [illegible] پر حضرت خواجہ صاحب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نے جو انجمن کے رکن رکین ہیں جن کا وجود انجمن کی رونق بڑھانے کا ہمیشہ سے باعث چلا آتا ہے برسر عام یہ کہا کہ میں مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ سمجھتا ہوں۔ پھر مولانا ابو الکلام صاحب آزاد نے جن کی قابلیت و علمی حیثیت کی موجودہ اسلامی دنیا میں دھاک بیٹھ چکی ہے حال ہی میں ایک سوال کے جواب میں انی متوفیک سے استدلال کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ ہی کہا ہے اگر ضرورت ہو تو عکس شائع کر دیا جائے۔ پھر جب حالت یہ ہے اور اس قدر اکابر بزرگوار اور ان کے ساتھ ان کے کثیر التعداد ہم نوا وفات مسیح کے قائل ہیں، تو حیات مسیح کو اہل اسلام کا متفقہ مسئلہ قرار دینا صریحاً غلط ہے۔ اس لئے جوگی صاحب نے انجمن کے کسی اصول کو ہرگز نہیں توڑا۔ بلکہ چند جہلا اور کٹھ ملاؤں کی تردید کی ہے جو مسیح کو آسمان پر بٹھا کر آنحضرت صلعم کی ہتک کر رہے ہیں۔

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا لیکچر حیات مسیح پر

انہی خشک ملانوں میں سے ایک مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی بھی ہیں جنہیں جوگی صاحب کی اس نظم سے عامہ مسلمین کو متاثر دیکھ کر حسب عادت چین نہ پڑا اور انھوں نے اپنے ہم مشرب اہلحدیث احباب کی طرف سے ایک اشتہار دے کر حیات مسیح پر لیکچر دینے کا اعلان کیا۔ اس لیکچر میں وہ کہاں تک کامیاب ہوئے۔ اور ان کے دلائل کس قسم کے تھے۔ اس پر تو آئندہ اشاعت میں ہم مفصل لکھینگے اور دکھینگے کہ مولوی صاحب کو ایک صداقت کی تردید کے لئے کیا کچھ جد و جہد کرنی پڑی اور اپنے موضوع کے خلاف ادھر ادھر کی باتوں میں کس قدر وقت صرف کرنا پڑا۔ اور باینہمہ مساعی و جد و جہد حیات مسیح کو ثابت کرنے اور مسیح علیہ السلام کو آسمان پر چڑھانے میں دلائل نے ان کا بالکل ساتھ نہ دیا۔ لیکن نامہ نگار پیسہ اخبار کے اس اعتراض کو مد نظر رکھ کر اور مولوی ابراہیم کے اس لیکچر کو سنکر ہم باور کرنے کی کافی وجوہات رکھتے ہیں کہ وہ اعتراض بھی انہی ذات شریف کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ مگر ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کی یہ مولویانہ چالیں اب کچھ کام نہیں دے سکتیں اور اس علم و روشنی کے زمانہ میں کسی کو آسمان پر چڑھانا یا انیس سو سال سے زندہ بنانا اور قرآن کی رکیک تاویلات سے وفات کے قائلین پر تمسخر اڑانا انکے لئے بالکل فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ اب بفضل خدا علم و عقل کا زمانہ ہے اور جیسا کہ ہم اوپر بتا چکے ہیں دنیا میں کثرت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو ان خلاف عقل اور خلاف قرآن باتوں کو ایک منٹ کے لئے بھی باور نہیں کر سکتے۔

مسلمان سپاہیوں کی قبریں۔

یہ معلوم کرنا طمانیت بخش ہے کہ بالآخر برطانوی مدبرین نے اس بات کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ جن مسلمان سپاہیوں کو ووکنگ کے اسلامی قبرستان میں دفن کیا جاتا ہے ان کی قبروں کو بحال رکھا جائیگا اور قبرستان کے گرد ایک دیوار بنا دی جائیگی اور ہر قبر پر ایک کتبہ لگا دیا جائیگا۔ چنانچہ ریوٹر کے ۱۸ اپریل کے تار میں یہ اعلان عام طور پر مشتہر بھی ہو چکا ہے جو حسب ذیل ہے۔

"مسٹر چیمبرلین اعلان کرتے ہیں کہ اس امر کا پورا انتظام کیا گیا ہے کہ ان سپاہیوں کی قبروں کو جو انگلستان میں زیر علاج مرے ہیں برقرار رکھا جائیگا۔ ایسے سپاہیوں کو جو ووکنگ کے قریب بروک ووڈ اور ہارسل کامن کے قبرستان کے چاروں طرف دیوار کھینچی جائیگی اور ہر قبر پر ایک کتبہ لگا دیا جائیگا۔ ہندوؤں کے لئے کوئی قبرستان نہیں ہوگا اس لئے کہ ان کے مردوں کی لاشوں کو ان کی رسم کے مطابق جلا دیا گیا ہے۔"

یہ اعلان ہندوستان کے ہر طبقہ مذاہب کے وفادارانہ جذبات اور عام تشکر و اطمینان کو بہت حد تک بڑھانیوالا ہے فی الحقیقت اس نازک موقع پر اس قسم کی ہمدردانہ کارروائیوں سے ہی کل مسلم اور ہندو رعایا کے قلوب کو مٹھی میں لیا جا سکتا ہے اور یہی باتیں سب سے بڑھ کر فائدہ مند ہو سکتی ہیں۔ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا اس موقع پر ہمیں بالخصوص شکریہ ادا کرنا چاہئے جن کی مساعی جمیلہ سے یہ نہایت ضروری امور سرانجام پائے ہم مولوی صاحب کی اس کامیابی پر انھیں مبارکباد عرض کرتے ہیں پہلے بھی قبرستان کے ووکنگ میں بنائے جانے کی تجویز انہی کی کوشش سے کامیاب ہوئی۔ جس کی وجہ سے بیچارے غریب الوطن مسلمانوں کا جو اپنے گھروں اور خویش و اقارب سے بہت دور جا کر فوت ہوتے ہیں کم از کم جنازہ تو پڑھا جاتا ہے۔ اب قبروں کے بحال رہنے کا مسئلہ بھی انہی کی وساطت سے طے ہوا جس کے لئے وہ جملہ مسلمان اصحاب کے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔

صوبہ پنجاب کی انجمن اور آریہ سماج

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ پر صرف بارہ ہزار روپیہ چندہ جمع ہوا بالمقابل آریہ سماج کی حالت م[illegible] [illegible] کو دیکھیے جو [illegible] ہندوؤں کا ایک فرقہ ہے [illegible] اس کے ایک جلسہ [illegible] جو حصار میں ہوا صرف ویدپرچار کے لئے بیس پچیس ہزار روپیہ جمع ہو گیا مسلمانوں کو دیکھنا [illegible]

تحقیق الادیان بتبلیغ الاسلام

تحریف وید نمبر ۸

تاریخ ممالک کا ڈھانچ جن ستونوں پر کھڑا کیا جاتا ہے ان میں کا بیشتر حصہ ملکی روایات اور قومی تذکرات ہیں جو نسلاً بعد نسل تواتر کے ساتھ روایت کئے جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کی تحقیق و تنقید کے لیے صرف ایک ہی معیار کافی سمجھا جایا کرتا ہے کہ ان واقعات کو ہر زمانے میں لوگوں نے اس قدر شائع یا مشتہر کیا ہو کہ عقل ان کے جھوٹ ہونے کو محال سمجھے برخلاف اس کے واقعات کی روایت میں جس قدر تواتر کم ہوگا اسی قدر وہ واقعات پایہ اعتبار سے ساقط ہوتے چلے جائینگے۔ اور اگر تواتر کا سلسلہ درمیان میں سے منقطع نظر آئے تو وہ واقعات قابل پذیرائی اور لائق حجت تسلیم نہ ہونگے۔ آؤ اسی مسلمہ اصول پر وید مقدس کی تحقیق کر دیکھیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے پہلے کے واقعات اس قدر تاریکی میں ہیں کہ وہ اس خاص معاملہ میں ہماری کسی قسم کی راہنمائی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ پنڈت لیکھرام نے پادری کھڑک سنگھ کے لیکچر نمبر ا کے جواب میں مستند اور مسلسل تاریخ ہند کی عدم موجودگی کا اقرار کیا ہے (دیکھو صفحہ ۸) بلکہ لیکھرام جیسے محقق کے نزدیک ۸۰۰۰ برس سے اس پن بھومی (ہندوستان) کا اتہاس (تاریخ) نہیں جانا گیا (صفحہ ۳۲)

پس ایسے زمانہ میں ویدوں کی نسبت قومی اور ملکی تواتر تلاش کرنا ایک عبث اور فضول کوشش ہے جو کبھی بارآور نہیں ہو سکتی اس کے بعد ہند پر اسلامی تسلط اور حکومت کا زمانہ آتا ہے جو ایک روشن اور بین زمانہ تسلیم کیا گیا ہے۔ مسلمان ہندوستان میں چند برس نہیں بلکہ متواتر کئی صدیاں مفتوح قوم کی حیثیت سے نہیں بلکہ حکمران قوم کی حیثیت میں رہے کہ جن کے ذرائع معلومات عام پبلک سے زیادہ ہوا کرتے ہیں۔ مگر اس طویل عرصہ حکومت کی تاریخ میں موجودہ ویدوں کا نام ونشان نہیں ملتا۔ شہنشاہ اکبر جیسے عظیم الشان علم دوست اور بے تعصب بادشاہ کے وقت جب کہ . . . . .

- - - - - - - - -

پنڈت اور دوسرے تارک موجود تھے جو سنسکرت کی کتابوں کو فارسی لباس پہنانے میں فیضی وغیرہ کو امداد دیتے تھے موجودہ رگ۔ یجر۔ سام اور اتھروکو بحیثیت وید نہیں پیش کیا بلکہ اس کے حضور میں اپنشدوں کو پیش کیا گیا۔ شاید اس سے کسی صاحب کے دل میں یہ وہم اٹھے کہ برہمنوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہوگا کہ شہنشاہ اکبر کو ویدوں کا پتہ نہ لگ جائے۔ مگر میں آگے چل کر ثابت کرونگا کہ خود ہندوؤں کو بھی ان ویدوں کے الہامی ہونے کا شان وگمان تک نہ تھا۔ اس کے بعد داراشکوہ نے مدت مدید تک ہندو لباس میں رہ کر سنسکرت میں بدطولیٰ حاصل کیا اور آج ہمارے آریہ دوست ویدوں کی نسبت اس کی رائے کو فخریہ ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں ہمارے دوستوں کو شاید اس کی اطلاع نہیں کہ اس کی تحقیقات میں کہیں وید موجودہ مفروضہ وید نہ تھے بلکہ وہ اپنشدوں کو ہی وید سمجھتا تھا اور نہ اس زمانہ میں عام طور پر ہندو پبلک ان ویدوں کو الہامی سمجھتی تھی اب ہم اس تحقیقات کی دھن میں اس زمانے میں پہنچ جاتے ہیں جو برٹش راج اور علوم وفنون کی اشاعت سے بلوغت کا زمانہ کہلانے کا مستحق ہے راجہ رام موہن رائے جیسا متبحر عالم کس کتاب کو وید قرار دیتا ہے۔ رگ۔ یجر۔ سام اور اتھروکو نہیں بلکہ انھیں اپنشدوں کو۔ کاش ہمارے آریہ دوست اس راز کو سمجھتے تو جو مصیبت انھیں آج ویدوں کے لفظی ترجمہ کرنے سے نظر آ رہی ہے نہ آئی ہوتی اور ستیارتھ پرکاش کے قابل مولف دعوے کا ملیت وید کو غلط ثابت کرنے کے لئے ستیارتھ اور سنسکار ودھی کو اپنشدوں۔ منوسمرتی گرہستیہ سوتروں اور دیگر برہمن گرنتھوں کی بنا پر باوجود ان کے مستند ماننے کے تالیف نہ کرنا پڑتا اور وید بھاش میں رنگ آمیزی اور ملمع کی ضرورت نہ پڑتی۔

ہندوستان کی تاریخ میں ۱۷۳۳ء بھی ایک قابل قدر اور ناقابل فراموش سن ہے (گو یورپ میں ۱۳ کا عدد منحوس سمجھا جاتا ہے) جب سے اول پادری کالمٹ نے ہندوستان کے ایک گوشہ سے صدا بلند کی کہ جس سے ہزاروں برسوں سے کان ناآشنا تھے کہ وید چار ہیں اور جن کے پاس ہیں وہ ان سے ناواقف ہیں" ۱۷۵۲ء اور ۱۷۷۳ء کے درمیانی عرصہ میں آخر پادری صاحب موصوف نے بڑے صرف کثیر اور محنت کے بعد وید کا قلمی نسخہ حاصل کیا۔ پادری صاحب نے اس کے لئے کیوں اتنی محنت اور صرف برداشت کیا اس میں بھی ایک راز ہے جس کے کھولنے میں ہمیں کوئی فائدہ نہیں۔ ہندو قوم آئے دن لوگوں کی برسیاں منایا کرتی ہے سب سے بڑھ کر مستحق کہ جس کی برسی منائی جائے پادری کالمٹ ہے۔

(باقی باقی)

سوامی دیانند جی اور موجودہ آریہ سماج

سوامی دیانند جی کی مشہور تصنیف ستیارتھ پرکاش کو جن لوگوں نے پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ انھوں نے مختلف مذاہب کے پیشواؤں کو کن ناجائز الفاظ سے یاد کیا اور ان کے متعلق کیا کچھ ریمارک کئے ہیں شاید ہی کوئی ایسا مذہب ہوگا جس کے پیشوا کے متعلق سوامی جی نے سخت برے الفاظ لکھ کر دوسرے مذاہب کا دل نہیں دکھایا۔ نہ صرف مسلمانوں اور عیسائیوں کے پیشواؤں کی عزت پر ہی انھوں نے ہاتھ ڈالا ہے۔ بلکہ خود ہندوؤں کے مختلف فرقہ جات کے بانیوں کو بھی انھوں نے جن الفاظ سے یاد کیا ہے افسوس کہ وہ کچھ کم دل دکھانے والے نہیں۔ لیکن باوجود اس کے کہ سوامی صاحب اس طرح کھلے الفاظ میں ان سب کو برا کہتے رہے۔ موجودہ آریہ سماج ان کے اس طریق عمل کے سراسر خلاف اب اپنے ہند و بزرگوں کو برا بناتی اور سر آنکھوں پر بٹھاتی ہے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ کسی طرح سے ان کے پیروؤں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچ سکیں۔ اور آہستہ آہستہ اپنے فریب لاکر اپنا شکار بنا سکیں بات تو یہ بڑی اچھی ہے اور ہم بھی چاہتے ہیں کہ کسی طرح سے ایک دوسرے کے بزرگوں کو عزت کیسا تھ یاد کیا جائے تو یہ باہمی نفاق کی خلیج کو دور کرنے کا باعث ہو کر آپس میں دوستانہ تبادلہ خیالات اور ضد وتعصب کو دور کر دیگا۔ اور پھر ہم بھی دیکھ لینگے کہ کونسا مذہب سروں کو اپنے میں جذب کر لیتا ہے۔ اسلام یا آریہ سماج؟ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسے طریق عمل کے وقت سوامی دیانند جی کو جنہوں نے ان سب غیر مذاہب کے بزرگوں کو برا بھلا کہا کیا پوزیشن دی جائیگی۔ کیونکہ گورو اور اس کے چیلوں کی متضاد کارروائی کچھ بھی نہیں بتاتی سمجھنا چاہیے کہ آریہ سماج کی یہ صدوثنا منافقانہ رنگ لئے ہوئے ہیں یعنی دل سے

ابدی زندگی کا سبب اور اعشائے ربانی

حضرت مسیح تمثیلوں میں بات کیا کرتے تھے

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے اور خود انجیل سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے اور قرآن کریم کی بھی متعدد آیات سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ اور اپنے شاگردوں کو تمثیلوں میں ہی تمام باتیں سمجھایا کرتے تھے۔ جیسا کہ متی باب ۱۳- ۳۴- آیت کے مندرجہ ذیل فقرات سے ظاہر ہے:-

"یہ سب باتیں یسوع نے بھیڑ سے تمثیلوں میں کہیں اور بغیر تمثیل کے وہ اُن سے کچھ نہ کہتا تھا۔ تاکہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا۔ وہ پورا ہو۔ کہ میں تمثیلیں کہنے کو اپنا منہ کھولوں گا۔"

کسی تمثیلی کلام کو ظاہر الفاظ پر حمل کرنا ٹھیک نہیں

اب جب یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیح تمثیلوں میں کلام کیا کرتے تھے۔ تو دوسرا مرحلہ یہیں یہ طے کرنا باقی رہ گیا۔ کہ آیا کسی تمثیلی کلام کو ظاہر الفاظ پر حمل کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ یہ بات اول تو خود بخود حل ہو جاتی ہے۔ جب اس پر تمثیل کا لفظ عاید ہوتا ہے۔ کیونکہ تمثیل کسی اصل حقیقت کا نام نہیں ہوتا۔ بلکہ تمثیل تو کسی حقیقت کے اظہار کے لئے بطور مثال کے بیان کی جاتی ہے۔ اور اس کی تہ میں حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ جسکے سمجھنے کے لئے ظاہر الفاظ کی تاویل کرنی پڑتی ہے خود انجیل کے پڑھنے سے ہمیں جا بجا اس بات کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام نہ خود اور نہ اُن کے حواری اُن کی تمثیلات کو ظاہر الفاظ پر حمل کرتے تھے۔ کیونکہ اکثر موقعوں پر جہاں انھوں نے کوئی تمثیل بیان کی ہے اور اُن کے حواریوں کو اسکی سمجھ نہیں آئی تو وہ اُن سے کہتے ہیں۔ کہ "یہ تمثیل ہمیں سمجھا دے" اور موجودہ اناجیل میں اس قسم کی باتوں کیساتھ جہاں کسی تمثیل کو حضرت مسیح نے سمجھایا ہے "تاویل" کا لفظ بطور عنوان کے لکھا ہوا موجود ہے۔ جو خود اس بات کا ثبوت ہے کہ اس تمثیلی کلام کی بہر حال تاویل ہی کی جا سکتی ہے ظاہر الفاظ پر انہیں حمل کرنا ٹھیک نہیں مثال کے طور پر ملاحظہ ہو متی باب ۱۳- آیت ۳۶ تا ۴۳-

عوام کا طرز عمل

لیکن باوجود ان کھلی تصریحات اور اصولی اور سیدھی سادی باتوں کے اکثر ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو نہ تو استعارات و مجازات کی حقیقت کو ہی سمجھتے ہیں اور نہ کسی تمثیلی کلام کو تمثیل کے رنگ میں باور کرتے ہیں بلکہ بجائے کسی بات کی تہ تک پہنچنے کے اس کے ظاہر الفاظ پر ہی اُن کی نظر ہوتی ہے۔ اور وہ اسی کو حقیقت سمجھ بیٹھتے ہیں۔ جو ظاہر الفاظ سے مترشح ہوتا ہو۔ آج بھی مسیحی دنیا کے علاوہ خود ہمارے اپنے گھر میں نبوت مسیح موعود کا تنازعہ اسی وجہ سے رونما ہوا ہے۔ کہ ایک فریق نے بعض استعارات کو حقیقت پر حمل کر لیا۔ اور ان الفاظ کی تاویل کرنا ضروری نہ سمجھا۔

ایک مثال

لیکن چونکہ ہمارا موضوع اس وقت ایک مسیحی عقیدہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ اس لئے مثال کے طور پر ہم اس بات کا ذکر کرینگے جو ہمارے اس مضمون کا اصل موضوع ہے چنانچہ وہ انجیل یوحنا۔ باب ۶- آیت ۵۳ سے ۵۸ تک کی یہ عبارت ہے:-

"یسوع نے اُن سے کہا۔ میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ جب تک تم ابن آدم کا گوشت نہ کھاؤ۔ اور اسکا خون نہ پیو۔ تم میں زندگی نہیں۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے۔ ہمیشہ کی زندگی اسکی ہے اور میں اُسے آخری دن پھر زندہ کرونگا۔ کیونکہ میرا گوشت فی الحقیقت کھانے کی چیز اور میرا خون فی الحقیقت پینے کی چیز ہے۔ جو میرا گوشت کھاتا اور میرا خون پیتا ہے۔ وہ مجھ میں قائم رہتا ہے۔ اور میں اس میں۔ جس طرح زندہ باپ نے مجھے بھیجا اور میں باپ کے سبب سے زندہ ہوں۔ اسی طرح سے وہ بھی جو مجھے کھائیگا میرے سبب سے زندہ رہیگا۔ جو روٹی آسمان سے اُتری۔ یہی ہے۔ باپ دادوں کی طرح نہیں کہ کھایا اور مر گئے۔ جو یہ روٹی کھائیگا وہ ابد تک زندہ رہیگا۔"

اب اس پر نصیحت تمثیل کی بنا پر مسیحی دنیا کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ یہاں "میرا گوشت" اور "میرا خون" سے مراد در حقیقت مسیح کا گوشت اور مسیح کا خون ہے۔ اور اس میں حضرت مسیح نے انہیں اسی اپنے حقیقی گوشت اور حقیقی خون کو کھانے اور پینے کی نصیحت کی ہے اور اسی لئے انکے ہاں اعشائے ربانی کے نام سے ایک رسم ہے۔ جس میں وہ روٹی کے کچھ ٹکڑے اس شراب میں جو انکے گمان میں گرجے میں آکر مقدس ہو جاتی ہے ڈبو کر کھاتے اور شراب کو پیتے بھی ہیں۔ انہی شراب میں ڈوبے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو وہ مسیح کا گوشت اور اس مقدس شراب کو وہ مسیح کا خون سمجھتے ہیں لیکن حیرانی اور تعجب کی بات یہ ہے کہ گوشت اور خون کے الفاظ کو تو انہوں نے حقیقت پر محمول کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہ اصلی اور حقیقی گوشت اور خون تو انہیں میسر نہیں آتا نہ وہ اسے کھاتے ہیں۔ نہ مسیح کی زندگی میں اسکے حواریوں نے کبھی اسکے اصلی اور حقیقی گوشت اور خون کو کھایا اور پیا۔ بلکہ اس کا بدل ہی اور وہ بھی اعتقادی رنگ میں کھاتے اور پیتے ہیں۔ حالانکہ اگر اسکا بدل جائز تھا۔ تو ان الفاظ کی کوئی دوسری تاویل جو کسی حقیقت کو کھولنے والی ہو کیوں نہیں کی جا سکتی۔

ہمیشگی کی زندگی گوشت اور خون سے میسر نہیں آتی

پھر ایک اور بات جو اس طرز عمل کو غلط ٹھہرانے والی ہے یہ ہے کہ خود یسوع نے اس گوشت اور خون کا نتیجہ یہ بتایا ہے۔ کہ جو انکو کھائے اور پئے گا۔ "ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے۔" حالانکہ آجتک انیس سو سے کچھ کم سال کا عرصہ اس اعتقاد کو رائج ہوئے اور مسیحی دنیا کو باعتقاد خود مسیح کا گوشت اور خون کھاتے ہوئے ہو گیا۔ لیکن کسی نے بھی ہمیشگی کی زندگی نہ پائی۔ بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح لمبی عمر پانے کے بعد فوت ہو جاتے رہے اور اب تک فوت ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اس کے جواب میں یہ کہدیا جائیگا۔ کہ ہمیشگی کی زندگی سے مراد یہ دنیوی زندگی نہیں۔ بلکہ اُخروی اور روحانی زندگی ہے تو میں کہونگا کہ یہ تاویل کہاں سے جائز ہے۔ جب تم گوشت اور خون کے الفاظ کی کوئی تاویل نہیں کرنا چاہتے اور ان کو حقیقت پر محمول کر کے وہی یسوع کا ہی گوشت اور خون کھانا چاہتے ہو تو اس ہمیشہ کی زندگی کے متعلق تو یسوع نے خود بیان کیا ہے۔ کہ

"باپ دادوں کی طرح نہیں کہ کھایا اور مر گئے۔ جو یہ روٹی کھائیگا وہ ابد تک زندہ رہے گا۔"

تو پھر ان صاف الفاظ کی موجودگی میں ان کی تو تاویل کرنا اور گوشت اور خون کو حقیقت پر محمول کرنا یہ کہاں تک جائز ہے۔ (باقی)

نامۂ فارسی

از جناب مولینا محمد ابراہیم صاحب احمدی از خیر پور

(گذشتہ سے پیوستہ)

ازینجا بسیار رموز دیگر است کہ ہر خوانندہ رکوع یکہ آیہ کریمہ درد آنست بعد از غور و تامل معلوم میگردد اما بندہ قدرے از اول و آخر آں کہ تلک الدار الآخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین ولا تدع مع اللہ الٰہا اٰخر لا الٰہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجہہ لہ الحکم والیہ ترجعون می باشد معروض داشتہ تگذارش می درآرد۔ کہ او سبحانہ و تعالیٰ نشان اہل ایقان یوم الآخرۃ این است مردمہ ہمیں نمودہ کہ اوشاں از کبر و نخوت بری خواہند بود وہرگز بسوئے فتنہ و فساد کہ از لوازمات کبر و نخوت است رد سخن خواہند نمود۔ چراکہ مدنظر اہل التقویٰ ایں دنیائے ناپائدار نیست بلکہ جہانیست کہ عقبیٰ نام دارد۔ وآں بغیر از قطع تعلقات فانی میسر نمی شود۔ واز ولا تدع مع اللہ الٰہا اٰخر تا آخر ایماء اینست کہ صاحب ختم نبوت بنا بر متجلی تجلی احدیت و صمدیت گشتن مرکز اولین و آخرین میباشد و تا قیامت دین او باقی بودہ از ہلاکت مامون و مرجع ہمہ ادیان گوناگون خواہد بود

پنجم آنکہ عجب تماشا ست کہ امروز از قادیان شریف ہتک عزت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وما بدالامتیاز او کہ ختم نبوت ہست بقبیح ترین عبارات دیدہ و شنیدہ می شود۔ حالانکہ میر قادیان قبل ازیں سرچشمہ براہین احمدیہ علے حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوت المحمدیہ بود۔ یعنی ہر چہ می نمود از آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم می نمود و خود را خادم اسلام و ادنے امتی اوشاں پیش می فرمود موجب این ادبار ہماں واقعہ غیبت حضرت موسی علیہ السلام و پیروی سامری و عجل و خوار آنست یعنی بعد از وفات ہر انسان کامل ہمچو ابتلا ہا پیش می آمدہ است و علت اصلی حدوث ابتلائے مذکور عجلت در بیان مسائل دقیقہ دینیہ ہست از ینست کہ او سبحانہ و تعالیٰ برائے فہمانیدن علت اصلی فتنہ عجل ابتدا این آیات کریمہ نمودہ است آنجا کہ فرمودہ است ۔ وما اعجلک عن قومک یا موسیٰ قال ھم اولاء علی اثری وعجلت الیک رب لترضیٰ قال فانا قد فتنا قومک من بعدک واضلھم السامری فرجع موسیٰ الی قومہ غضبان اسفا قال یقوم الم یعدکم ربکم وعدا حسنا افطال علیکم العھد ام اردتم ان یحل علیکم غضب من ربکم فاخلفتم موعدی قالوا ما اخلفنا موعدک بملکنا ولکنا حملنا اوزارا من زینۃ القوم فقذفناھا فکذلک القی السامری فاخرج لھم عجلا جسدا لہ خوار فقالوا ھذا الٰھکم والٰہ موسیٰ فنسی افلا یرون الا یرجع الیھم قولا ولا یملک لھم ضرا ولا نفعا۔

درایں آیات کریمہ اوّلی تنبیہہ براینست کہ از مرسل الٰہی پیروی ہمچو کساں نباید نمود۔ کہ کم صحبت باشند یعنی از مرسل الٰہی انقدر فیض صحبت نیافتہ باشند کہ باید یافت۔ دوئم آنکہ بہ علم و اتباع ظاہری نیز فریب نباید خورد چراکہ قابلیت ارشاد آنگاہ میسر می آید کہ نسبت روحانی و نعمت علم لدنی از مرسل الٰہی نصیب او شود۔ سوم آنکہ بعد از مرسل الٰہی باشد قال اللہ و قال الرسول بودہ برآں نباید افزود نہ ازآں کم نمود و از غلو و مبالغہ کہ منجر بہ شرک و کفر می شود محترز باید بود۔ چراکہ مقصود مرسلان الٰہی رو بحق بودن است نہ رو بخود نمودن چہارم آنکہ جبلت انسان براینست کہ بزودی بعد از مرسل الٰہی متاثر بہ جذبات نفسانی میشدہ است لہٰذا اکثر متبعین ناقص مرسل الٰہی برائے اقتدائے خود ہماں کس را می پسندند کہ در امور دینی اختراع بدعات کردہ باشد و تعلیم سادہ الٰہیہ را چوں عقلاء و حکمائے دنیوی بمقدمات منطقی و خیالات فلسفی مشتبہ و ملون و مزین نمودہ باشد و مدام دریں می کوشیدہ باشد کہ خود را بحق و ناحق بردیگراں افضل سازد و ہرچہ اسباب حصول فضیلت و بزرگیست آنرا از دست ندہد بلکہ منہمک و مستغرق در فراہمی آن بودہ باشد تا آنکہ چوں دیگر اہل ضلالت و طغیان یا خود را بپرستاند و یا آباد و اجداد خود را بغلو و اطرا تا بحدے برساند کہ عوام کالانعام ستائش او شاں آغاز کردہ ہیچ گناہ ایں خود بیندارند چنانچہ آمدن صیغہ جمع بعد از واحد کہ در فاخرج لھم الخ وفقالوا ھذا الخ می باشد ایما بریں دارد یعنی سامری بعد از اختراع ایں بدعت تنہا نماند بلکہ بسیارے از عوام کالانعام بمعاونت او کمر بستند۔ پنجم آنکہ علامت بر غلط بودن ہمچو مبتدع آنست کہ چوں برا و اعتراضات پیش گردند جواب نخوانند کہ بدہد بلکہ از ان بہ سنجیدہ مردم را از بدعائے خود بترسانند حالانکہ خاصہ اہل حق بودہ است کہ از اعتراضات مردم دل تنگ نمیشوند بلکہ آنرا تحریک غیبی برائے اظہار اسرار مخفیہ خود می پندارند چنانچہ فرمودہ اند ؎

تا نگرید طفلک حلوا فروش

ابر رحمت کے ہمی آید بجوش

ومعلوم است کہ باعث تصنیف ہشتاد و ہشتاد رسالہ حضرت اقدس ہمیں اعتراضات مردم بودہ است مخفی مباد کہ بندہ ہرچہ در باب عجل و خوار او نوشتہ ام اصولاً نوشتہ است نہ آنکہ میاں صاحب را تشبیہ آں دادہ است بلکہ ہر کس کہ در دین مخترع بدعات بر آید فنا او در قرآن مجید عجل و خوار است و بس لہٰذا او را باید کہ از بدعات خود استغفار نماید۔

ششم آنکہ آیہ کریمہ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال ءاقررتم واخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا الخ پیش نمودہ میخواہند کہ دعوائے ختم نبوۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را شکستہ سازند حالانکہ ہم در قرآن مجید بشارت رفع و وضع ہمیں اصر موجود است وازاں ہیچ عبرت نمیگیرند۔ یعنی آیہ کریمہ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولٰئک ھم المفلحون۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض لا الٰہ الا ھو یحیی ویمیت فاٰمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ وکلمٰتہ واتبعوہ لعلکم تھتدون کہ تا قیامت حکم باتباع او می فرماید و اجازت انتظار نبوت دیگر کہ مطاع باید بود قطعاً ممنوع و نہی نماید چراکہ خلاف واتبعوہ می باشد و نیز از ان خلل در معنی وعزروہ ونصروہ واتبعوہ است و بہ امت مرحومہ فرض است کہ باعلیٰ مرتبہ پاس و وقار و عزت و شان و اقتدار آنحضرت نمودہ باشند۔ و ہمہ تن مصروف در نصرت و تائید دین متین او بودہ باشند۔ و معلوم است کہ ہر کہ بعد از خاتم النبیین معتقد نبوت حقیقی دیگر باشد او انحراف از آیہ خاتم النبیین و حکم عزروہ ونصروہ می ورزد۔ و آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را با وجود مطاع کل بودن او کہ در آیہ کریمہ انی رسول اللہ الیکم جمیعا الذی لہ ملک السمٰوٰت والارض الخ بیان آنست و تا قیامت در ہر مکان و ہر زمان مطاع کل بودن او ضروریست و اتباع او بر ہمہ زن و مرد بالعبد او است میخواہد کہ مطیع و امتی و زیر بار اصر چوں دیگر امم سالفہ گردانند۔ حالانکہ حضرت اقدس لعنت بہ آں کس کردہ کہ یک قدم دوری از احکام دین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ورزیدہ باشد

* ایضاً آیہ کریمہ ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا مژدہ معافی اصر مذکور میدہد چراکہ تعلق آں بہ تجدید نبوت است و آں بعد خاتم النبیین شدنی نیست۔

بلکہ بندہ می گوید کہ ہر کہ خود را نبی حقیقی می گوید - او نقط مدعی نبوت غیر تشریعی نیست چرا کہ آیہ کریمہ خاتم النبیین را و احادیث صحیحہ اندر ایں باب را و اجماع اکابران را رد نمودہ است بلکہ با کافر است یا مفتری نبوت تشریعی نیز است یعنی دعوائے کاذبہ نبوت تشریعی نیز میکردہ است - لہٰذا اخیر صاحبان مرتبۂ نبوت تحدیثی نیز وقتے آنست کہ آنرا شہرت ندہد - ورنہ موجب فتنہ عظیم خواہد شد و عوام کالانعام عزت و احترام رسول اکرم را از دست خواہند داد - از نیست کہ حضرت اقدس فرمودہ اند " اگر غور سے دیکھا جائے تو ہمارے نبی کریم صلعم کو آپ کے بعد کسی دوسرے کے نبی نہ کہلانے سے شوکت ہے - اور حضرت موسیٰ کے بعد اور لوگوں کے بھی نبی کہلانے سے اُنکی کسرِ شان " ہفتم آنکہ یکے از مغالطہ ہائے اکمل و اشکل محمودیان اینست کہ میگویند اگر معنے ختم نبوت سد باب نبوت حمل کردہ شود ازاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متہم بہ مانع خیر کثیر در خیال می آیند بندہ می گوید ایں خیال زتیرہ بہودِ نامسعود است کہ بہ جائے سمعنا و اطعنا - عصینا اختیار کردہ خود را از عجل پرستاں ثابت می نمودہ اند ؎

آنکہ از فہم حقایق ہم زنی خاموش باش
عمرہا باید کہ دریا بی زبان خویش را
روزگارے در خفائے وہم باید باختن
تا دریں صحرا بدست آری عنانِ خویش را
مدتے بر ہم زدن دارد تماشِ خوب و زشت
تا شناسی جنس موہوم دکانِ خویش را
در ہوائے بے نشانی تا نگردی بی نشان
سخت دشوار است پے بردن نشانِ خویش را

طرفہ ماجرا است کہ کلام او سبحانہ و تعالیٰ صاف حکم بختم نبوت فرماید و برائے یقینی بودن آن اولادِ نرینہ[1] آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم را نگذارد کہ تا بعمر رجالیت برسند کہ از شائبہ اشتباہ ختم نبوت متصور نگردید و خیرات مرحومہ و جمیع عالم در آں دانند چنانچہ انا اعطینٰک الکوثر نص برانست دیبا انصاحب و اکمل آنرا نہ پسندند و قرآن مجید و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را متہم بہ مانع خیر کثیر و ضنین در عوام شہرہ دہند - بلکہ کما لیکہ ما بہ الامتیاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم از دیگر انبیا علیہم السلام است و قرب قیامت یعنی تجلی وحدت و مالکیت او سبحانہ و تعالیٰ نیز مقتضی آنست کہ بعد از رسول اکرم مایۂ احدیت او سبحانہ و تعالیٰ المتجلی گردد اکمل اثنائی انکار دارند و لا نسلم می شمارند و اینقدر نمیدانند کہ ہیچ مالک ما بہ الامتیاز خود را بہ مملوک نداده است

[1] اولاد نرینہ و باز در عالم طفلی وفات یافتن ایما بہ نبوت ناقصہ بعد از آنحضرت صلعم میباشتہ است

ندادہ است چنانچہ آیت کریمہ ضرب لکم مثلاً من انفسکم ھل لکم من ما ملکت ایمانکم من شرکاء فیما رزقنٰکم فانتم فیہ سواء تخافونھم کخیفتکم انفسکم ۔ ؂ مبین آنست اگرچہ اکمل خصوصیت ایں ما بہ الامتیاز را تسلیم نمیکند با ہیچکس خدائے یکتا ئے او سبحانہ و تعالیٰ را نیز اعتراض پیش کنند کہ چرا مخصوص بذات پاک خویش داشتہ منقسم در بندگان خود نمی نماید - حق آنست کہ تجدید نبوت چوں انقلاب سلطنت است کہ بعروض آں عالمے زیر و زبر میگردیدہ است - لہٰذا او سبحانہ و تعالیٰ بہ بعثت رحمۃ للعالمین ہمیں بار گراں را از میان برداشتہ است و چون سلطان با اقبال و عظیم الشان کہ تسلط او برائے ہمیشہ مقدر بودہ باشد - حضرت خاتم النبیین را نبوت دائمی عطا فرمودہ است -

اللّٰھم صل علی محمد و علیٰ آل محمد عدد ما فی علم اللہ صلوٰۃ دائمۃ بدوام ملک اللہ و بارک وسلم

خلاصہ آنکہ آنچہ در علم و حکم او سبحانہ و تعالیٰ رحمۃ للعالمین است یعنی ملک بے خلل لا ینبغی لاحد من بعدی کہ ختم نبوت است ددرہم میاں صاحب و اکمل متہم بہ عذاب و لعنت آن و اینست یعنی اتمم البدل کامل نبوت کہ قرب ولایت است - ؎

دورِ نبوت گذشت - ملک مخلد رسید
چشم احد بین کشا نوبت احمد رسید

والسلام - سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون و سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمین

خدا ان بہروپیوں سے بچائے

کل ایک بزرگ کی زبانی ایک حکایت سنگنے ہیں

آپ نے جیسے مولانا روم رح نے اپنی مثنوی میں لکھا ہے - کہ ایک بڑا صوفی منش آدمی جو ہمارے مفتی صاحب کی طرح سر پر سبز عمامہ باندھے ایک لمبا چوغہ پہنے ہوئے جسکے ساتھ ریش مبارک کی طوالت شکل و صورت کو اور بھی مقدس بنا رہی تھی - ہاتھ میں تسبیح لئے ایک مصلے پر بیٹھے کچھ پڑھ رہے تھے اور پاس ہی کچھ دانہ ڈالکر دام بچھا رکھا تھا - ایک طوطا آیا - اور اُس نے دانہ کو دیکھا - اور یہ خیال کر کے کہ یہ بیچارا پاک اور مقدس صورت انسان اتنی لمبی ڈاڑھی کے ساتھ بھلا کب ایسے دام بچھا سکتا اور غریب جانوروں کو پکڑ سکتا ہے - یہ تو اپنی عبادت میں مصروف ہے - اسے ان باتوں کی بھلا کب فرصت ہے اور کب وہ ان باتوں کو جائز رکھ سکتا ہے وہ اس دانہ پر آ بیٹھا - بس پھر کیا تھا وہ پھنس گیا اور اس درازریش پیر صورت بزرگ نے اسے پکڑ کر اپنی زنبیل میں ڈال لیا - ایک طوطی بھی وہیں موجود تھی - جونہی اُس نے دیکھا وہ بادشاہ کے پاس روتی ہوئی گئی اور اُسے تمام ماجرا سنایا

بادشاہ نے اس بزرگ صورت کو بلایا اور اس سے طوطے کو چھین کر آزاد کر دیا - اور طوطی سے پوچھا کہ اسے کیا سزا دیجائے طوطی نے کہا کہ میں اور تو کچھ نہیں چاہتی - اسکے لئے بس یہی سزا کافی ہے کہ اسے حکم دیا جائے - کہ اپنا یہ بھیس بدل دے اور اس بہروپیا پن کو چھوڑ دے -

ہمیں بھی آجکل ایسے ہی بزرگ صورت ...... انسانوں سے واسطہ پڑا ہوا ہے -

....

..... یہ مفت کے مفتی اپنے اس بہروپیا پن سے کس قدر انسانوں کو لوٹ چکے ہیں نہایت تہذیب و شرافت کے ساتھ لوگوں کے ایمان کو خطرے میں ڈالتے پھرتے ہیں - اس کا کوئی اندازہ نہیں ....

.... اس کا ایک ثبوت ۲۲ - اپریل کے الفضل سے ملتا ہے اس میں اخبار احمدیہ کی ذیل میں یہ لکھا ہے کہ کسی احمدی سے دوران گفتگو میں مفتی محمد صادق صاحب کو معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب نے یہ کہکر دھوکا دیا ہے کہ محمودی مرزا صاحب کو مستقل نبی مانتے ہیں اور حضرت نے جو اپنے آپکو غیر مستقل غیر حقیقی کہا ہے اسکو قطعاً غلط قرار دیتے ہیں - اور کہ ہمارا (محمودیوں کا) مذہب ہے - کہ خلافت کا اولاد میں ہونا لازمی ہے - اور حضور خلیفۃ المسیح کو صرف اس واسطے مان لیا ہے - کہ حضرت کے فرزند ہیں " ان فقرات کو پڑھکر کون منصف مزاج ہے - جو اس بات کو تاڑ نہ لے کہ مفتی نے اس ٹٹی کی آڑ میں کیا کچھ شکار کھیلنا چاہا ہے اور وہ ان باتوں کو دھوکا دہی کے نام سے تعبیر کر کے خود لوگوں کو کسقدر دھوکا میں ڈالنا چاہتا ہے یہ مستقل اور حقیقی کی نئی اور پیچ در پیچ تشریحات جو محمودی مذہب کا ہی خاصہ ہیں اور جنکی آڑ میں وہ اپنا پہلو بچانا چاہتے ہیں بھلا کب اس قابل ہیں - کہ خواجہ صاحب انکی طرف توجہ کریں اور اصل اور حقیقی تشریحات کے رد سے تمہیں مستقل نبوۃ کا قائل دیکھکر علانیہ اس بات کا اظہار نہ کریں اور تمہاری ان چالبازیوں کو کھلے طور پر آشکارا نہ کریں - باقی خلافت کا تمہارے نزدیک اولاد میں ہونا لازمی ہے یا نہیں - اور تم نے کس واسطے میاں کو خلیفہ تسلیم کیا ہے - یہ خود تمہارے اپنے بیانات سے ظاہر ہے - جہاں خلافت کا اصلی حقدار شروع سے ہی میاں صاحب کو ہی قرار دیکر حضرت مولانا نورالدین صاحب کو صرف بطور ایک سرپرست کے ظاہر کیا ہے - مفتی صاحب! یاد رکھو تمہاری ان چالاکیوں اور بہروپیا پن کو ہم خوب سمجھتے ہیں اور اس لئے تمہارے دام میں آنے کے نہیں - وہ دن گئے جب خلیل خان فاختہ اڑایا کرتے تھے

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر مینیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیطرف سے دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۵ ؍

ششماہی ۳ ؍

سہ ماہی ۱ ؍ ۹

اہل ہنود و طلباء سالانہ ۴ ؍

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مقام اشاعت بیلا رام لاہور پنجشنبہ ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۸

کامل پور میں خواجہ کمال

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

زہے نصیب اُس بستی کے جس میں حضرت خواجہ لنڈنی عرف خواجہ کمال الدین صاحب کے قدم آ دیں۔

کف پا بہ ہر زمینے کہ رسد تو نازنیں را
بہ لب خیال بوسم ہمہ عمر آں زمیں را

آپ ہفتہ کے دن بارہ بجے تشریف لائے اس چھوٹی سی بستی کے معززین آپ کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر حاضر تھے۔ اسی شام کو ۸½ بجے آپ کا لیکچر تناسخ پر ہوا۔ جس خوبی سے اس عقیدہ باطلہ کا کھنڈن حضرت خواجہ فرمایا کرتے ہیں وہ واقف حال لوگوں سے پوشیدہ نہیں۔ اگلے دن صبح ۷ بجے پھر آپ کا لیکچر ہوا۔ سورہ انا اعطینٰک الکوثر کی تفسیر جس خوبی سے آپ نے کی ہے اور جو معرفت کے جام کوثر آپ نے پلائے ہیں اُس کا نتیجہ یہ تھا کہ خود پریزیڈنٹ جلسہ پر رقت طاری تھی۔ دوپہر کو حضرو جو چھچھ کے علاقہ کا مرکز ہے۔ آپ تشریف لے گئے وہاں ۵ بجے شام لیکچر شروع ہوا اور ساڑھے سات بجے ختم ہوا۔ وہاں عملی نصائح پر تقریر فرمائی۔ وہاں سورہ فاتحہ کی تفسیر جس نرالے انداز سے کی ہے وہ پھر خواجہ صاحب کا ہی حصہ تھا دل سینہ میں ہل گئے اور لبوں سے آہ نکل گئی۔ لیکچر کے اختتام پر ایک بزرگ نے استدعا کی کہ آپ ہم لوگوں کے لئے دعا فرمائیں۔ جس وقت دعا کے لئے حضرت نے ہاتھ اُٹھائے تو جو ملک اور خوانین جمع تھے وہ بے اختیار بول اُٹھے کہ دعا کریں کہ ہمیں ملانوں کے ہاتھوں سے نجات ملے کیونکہ اُنھوں نے پیٹ کی خاطر ہمیں گمراہ کر رکھا ہے۔ رات کو بعض اصحاب نے احمدیہ سلسلہ کے متعلق کچھ استفسار کئے جن کے جوابات حضرت خواجہ صاحب نے نہایت خوبی سے دیئے۔ اگلے دن دوپہر کو جس وقت حضرت کے رخصت کا وقت ہوا تو اہل شہر نے آپ کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور ایک جلوس نکالا۔ جس میں چھوٹے چھوٹے بچے ہاتھوں میں جھنڈیاں لئے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار

اسلام سے نہ بھاگو راہ ہدیٰ یہی ہے
اے سونے والو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے

پڑھتے جاتے تھے۔ عجیب موثر نظارہ تھا تیسرے پہر کو آپ واپس کامل پور تشریف لائے۔ رات کو پھر لیکچر تھا جس میں آپ نے ثابت کیا کہ اسلام کے فرقوں میں اصولی اختلاف مطلق نہیں۔ بلکہ صرف فروعات میں اختلاف ہے۔ اور یہ ایک خاص امتیاز اور فضیلت ہے، جو دوسرے مذاہب پر اسلام کو حاصل ہے اس لیکچر کے ضمن میں ایک جاہل دہلی اور ایک عالم حنفی چیڑ چیڑ کرنے لگے۔ جس پر دیگر غیر احمدی معززین نے ڈانٹا۔ جب لیکچر ختم ہوا تو ایک دیوانہ محرومی بھی کچھ بڑبڑانے لگا اور یطفئون نور اللہ بافواھھم کا مصداق بنکر کچھ بکواس کرنے لگا جس کی طرف لوگوں نے التفات بھی نہیں کی اور نہ صرف نفرت کی نگاہوں سے دیکھا گیا۔ اس حرکت سے قادیانی پارٹی کی حماقت اور بد تہذیبی اور بغو گوئی پر یقین کامل ہو گیا اور اُن کے بادامان کو سب نے کہا کہ برخوردار نفاد بان سے یہی تہذیب اور انسانیت سیکھ کر آئے ہیں۔ حنفی مولوی جس نے لیکچر کے ضمن میں اب تک کی تھی جہاں وہ گیا وہاں سے ملامت کا طوق ہی اُس کے گلے میں پڑا۔ اور تمام کامل پور کے شرفا نے اُس کو تھوکا۔ حق کی مخالفت کر کے اس قدر جلد ذلیل ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت کا ارادہ تھا کہ راولپنڈی تشریف لیجا کر لیکچر دیں لیکن آپ کو گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے کامل پور ہی قیام کرنا پڑا۔ راولپنڈی کے احباب نے

لیکچر کا اعلان بھی کر دیا تھا۔ مگر بذریعہ تار اُن کو اطلاع دیدی گئی کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے دو چار روز آرام کرنے سے آپ کی طبیعت کو بہت افاقہ ہوا۔ اور اگر انجمن حمایت اسلام لاہور میں آپ کا لیکچر اعلان شدہ نہ ہوتا۔ تو آپ چند روز اور قیام فرماتے۔ کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ کی منصبی روزانہ کی محنت آپ کی صحت پر بُرا اثر ڈال رہی ہے۔ اور طبیعت آرام چاہتی ہے۔ اللہ اس قیمتی وجود کو بہت عرصہ تک دنیا میں قائم رکھے۔ اور ہر قسم کے تکلیفات دینی و دنیوی سے اپنی امان میں رکھے۔ آخر وہ وقت آیا کہ ناخن گوشت سے جدا ہونے لگا۔ یعنی جمعہ کی شام کو پانچ بجے آپ لاہور تشریف لے گئے اور ہماری آنکھوں میں کیمل پور تاریک کر گئے۔ ؎

دیدہ و دل جان من ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

راقم خاکسار بشارت احمد عفی عنہ۔

آسٹریلیا سے ایک خط

آسٹریلیا سے ملک محمد بخش صاحب حضرت امیر کی خدمت میں تحریر فرماتے ہیں:-

پیارے آقا۔ خداوند کریم [illegible] آپ کو سلامت رکھے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کتاب النبوۃ فی الاسلام پہنچ گئی ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خداوند کریم آپ کو نظر بد سے بچائے۔ جو آپ نے ایسی کتاب لکھی ہے۔ اور اس مسئلہ کو اس کتاب نے ایسا حل کیا ہے کہ اب کوئی چون و چرا کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ بیشک آپ کے خاص کام میں ان لوگوں نے بہت ہرج کیا ہے۔ اور آپکو چھوٹے چھوٹے مسئلوں پر بھی بحث کرنی پڑتی ہے مگر پھر کیا کیا جاتا — اب تو اس کتاب کے مقابلہ میں کچھ لکھنا جھک مارنا ہے۔ آپ نے اصل حقیقت کو ایسا کھولا ہے کہ سبحان اللہ۔ آپ دعا تو ضرور ہی مانگتے ہونگے۔ لیکن پھر بھی یاد دلاتا ہوں۔ کہ اس دور دراز [illegible] کو دعاؤں میں ضرور یاد فرمایا کریں۔ میں زیادہ نہیں لکھتا کہ آپ کا قیمتی وقت ہرج نہ ہو۔ السلام علیکم قبول ہو۔ آپکا غلام ملک محمد بخش از آسٹریلیا

قبول اسلام

کل بعد از عصر حضرت امیر کے ہاتھ پر ایک شریف [illegible] ہندو مسمی [illegible] مسلمان ہو کر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔ اسلامی نام عبدالرحمن رکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کا حامی ہو۔

تازہ ترین خبریں

جرمن بحری حملہ۔ لنڈن ۲۵ اپریل۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے کہ آج صبح کے وقت چار بجے ایک جرمن جنگی جہازوں کا سکواڈرن جس میں کروزر اور تباہ کن جہاز شامل تھے لوسٹافٹ میں نمودار ہوا۔ مقامی بحری طاقت نے اس کا مقابلہ کیا۔ قریب بیس منٹ میں یہ بیڑہ جرمنی کو واپس گیا اور ہمارے ہلکے کروزروں اور تباہ کن جہازوں نے اُسکا تعاقب کیا۔ ساحل پر دو آدمی ایک عورت اور ایک بچہ ہلاک ہوا۔ عمارتوں کو بہت خفیف نقصان پہنچا۔ اب تک جو حالات موصول ہوئے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ دو برٹش ہلکے کروزر اور ایک تباہ کن جہاز مضروب ہوئے لیکن کوئی غرق نہیں ہوا۔

آئرلینڈ میں جرمنوں کی کوشش۔ لنڈن ۲۴ اپریل۔ صیغہ بحری اعلان کرتا ہے کہ ایک جہاز کے ذریعہ جو ایک غیر ملکی تجارتی جہاز کا بھیس بدلے ہوئے تھا۔ لیکن درحقیقت ایک جرمن امدادی کروزر تھا اور ایک جرمن آبدوز کشتی کے آئرلینڈ میں اسلحہ جات اتارنے کی کوشش کی گئی۔ امدادی کروزر غرق کیا گیا اور کئی اہل جہاز گرفتار کئے گئے۔ جن میں سر راجر کیسمنٹ بھی شامل ہے۔ جو آغاز جنگ سے ہی جرمنی اور دیگر مقامات میں انگریزوں کے خلاف کارروائی کرتا رہا ہے۔

لنڈن ۲۵ اپریل۔ سر راجر کیسمنٹ گذشتہ کے روز لنڈن میں لایا گیا اور اب فوجی حوالات میں نظر بند ہے۔

معلوم ہوا ہے۔ کہ جنگ کے آغاز سے لیکر اب تک جرمنی میں اس نے جو کارروائیاں کی ہیں۔ ان کے متعلق شہادت بھی اس مقدمہ کی سماعت کے دوران میں پیش کی جائیگی۔

زیپلنوں کا ایک اور حملہ۔ لنڈن ۲۴ اپریل۔ دفتر جنگ اعلان کرتا ہے کہ خبر ملی ہے کہ آج رات مشرقی مقامات پر سے سمندر کیطرف تین زیپلن یہاں پہنچے۔ دو نے تو ٹھیک بارہ بجے کے بعد ساحل نارفوک کو عبور کر لیا اسوقت تک چند آتشیں بم گرائے گئے ہیں۔

مصر میں لڑائی۔ لنڈن ۲۴ اپریل۔ مصر سے آمدہ ایک تار خبر مظہر ہے کہ ۲۳ اپریل کو القنطرہ کے مشرق میں مقام قاطیہ میں لڑائی ہوئی۔ ہوائی جہازوں کی [illegible] سے معلوم ہوا ہے کہ دشمن کے قریب ۲۰۰ سے ۵۰۰ تک سپاہی ڈویدار کے نواح میں جمع ہیں۔ دشمن کے پانچسو سپاہیوں نے صبح کے وقت قریب ۵ بجے ڈویدار میں ہماری چوکی پر زبردست حملہ کیا۔ لیکن انہیں پسپا کر دیا گیا۔ اور کمک پہنچ جانے پر دشمن پیچھے ہٹ گیا۔ دشمن کے ۳۰ قیدی گرفتار کئے گئے اور ۷۰ مارے گئے۔ آسٹریلینوں نے ہوائی جہازوں کے ساتھ ملکر دشمن کی پسپائی میں رکاوٹ پیدا کی۔ اور دشمن کا ہمارے سپاہیوں، کلدار توپوں اور ہوائی جہازوں کی آتشباری سے بہت سخت نقصان ہوا۔ موضع قاطیہ کو ہماری فوج کے ایک دستے نے برقرار رکھا۔ دشمن نے پے درپے ۳ ہزار سپاہیوں کے ساتھ اسپر حملہ کیا۔ سخت جنگ کے بعد ہمارے دستہ ہائے فوج پیچھے ہٹ گئے۔

دجلہ پر لڑائی۔ لنڈن ۲۳ اپریل۔ عراق عرب سے کمانڈر تار خبر ارسال کرتا ہے کہ دریائے دجلہ پر سنایات پوزیشن پر ۲۲ اپریل کی صبح کو حملہ کیا گیا۔ حملہ ناکام ہوا۔ کیونکہ سیلابوں کی وجہ سے بلحاظ حملہ صرف ایک برگیڈ کے لئے محدود ہو گیا تھا۔ جو دشمن کی پہلی اور دوسری لائینز میں گھس گیا۔ برگیڈ اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکا اور کلدار توپوں کی آتشباری میں امدادی فوج بھی دلدلوں کو عبور نہیں کر سکتی تھی دائیں کنارے پر کی افواج بھی کچھ زیادہ ترقی نہ کر سکیں۔

مورچہ پر گولہ باری۔ لنڈن ۲۴ اپریل۔ عراق سے سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ مورچہ سنایات پر ۲۳ اپریل کے روز تمام دن گولہ باری جاری رکھی گئی۔

جنگ وردن۔ لنڈن ۲۳ اپریل۔ پیرس فرانسیسی بدستور ترقی کر رہے ہیں۔ اعلان مظہر ہے کہ [illegible] میں ایک جرمن حملہ نقصان کے ساتھ پسپا کیا گیا۔ میوز کے مغرب میں دشمن کی دیکھ بھال کرنیوالی پارٹیوں کو منتشر کیا۔ فرانسیسی بم پھینکنے والوں نے [illegible] کے شمال مغرب میں ترقی کی۔ اور قیدی گرفتار کئے۔ جرمن مورٹ ہوم پر سخت گولہ باری کر رہے ہیں اور اپریمونٹ میں توپ خانوں کی سرگرم لڑائی ہوئی۔ ہم نے آرگون میں [illegible] کیطرف دشمن کی چوکی فتح کی۔ [illegible] فرانسیسی ہوائی جہازوں کے سکواڈرن نے ریلوے سٹیشن [illegible] پر بمباری کی [illegible] حملہ کیا۔ جن میں سے بہت سے عین نشانہ پر [illegible]۔ تمام ہوائی جہاز واپس آ گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۷ - اپریل سنہ ۱۹۱۶ نمبر ۱۱۸

ہندوستانی خدمات کی یادگار میں لنڈن میں ایک اسلامی مسجد کی تجویز

لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی پُرجوش اسلامی جدوجہد

ہمارے مخلص اور پرجوش اسلامی بھائی دی رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے سیف الرحمن شیخ رحمت اللہ فاروق نے جب سے کھلے طور پر قبول اسلام کا اعلان کیا ہے اسلام اور مسلمانوں کی حمایت میں آپ تحریری و تقریری طور پر نمایاں حصہ لے رہے ہیں - اور کوئی موقعہ ایسا پیش نہیں آتا جب آپ اسلام کی اعانت و اشاعت میں ہمہ تن کوشاں اور سرگردان نظر نہ آتے ہوں - آپ نے اپنی معرکتہ الآرا تصنیف A Western Awakening to Islam میں جن معقول اور پرزور دلائل سے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا اور اپنے لمبے سالہ تجربہ کو اس کے دیگر مذاہب سے سبقت لے جانے کے ثبوت میں پیش کیا ہے وہ اس قابل ہے کہ غیر مذاہب بالخصوص وہ متلاشیان حق جن کو مقابلہ مذاہب کا شغل در پیش ہے اور وہ اس شغل سے فائدہ اٹھاکر کسی سچے مذہب کے پیرو بننا چاہتے ہیں اس پر غور کریں اور اسلام کی پاک تعلیم پر عامل ہو کر سعادت دارین حاصل کریں ایسی ہی اور بھی کئی ایک اخلاص بھری کوششیں ہیں جو لارڈ موصوف نے اسلام کی تائید اور حمایت میں کی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر اور اہم ترین وہ کارنامہ ہے جو حال ہی میں انھوں نے ہندوستانی خدمات کی یادگار میں

لنڈن میں ایک اسلامی مسجد

کے قائم کئے جانے کے متعلق کیا ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ لارڈ موصوف نے حال میں ہی لنڈن سے محکمہ جنگ اور انڈیا آفس سے اس بارہ میں خط و کتابت کی ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کی خدمات کی یادگار میں خود گورنمنٹ لنڈن میں ایک مسجد تعمیر کرنے کا بندوبست کرے اور اس کے لئے انگریزوں کی قوم سے چندہ کیا جائے -

گورنمنٹ عالیہ نے اس تجویز پر بہت غور کیا ہے اور لارڈ موصوف نے وہاں سے حوصلہ افزا جوابات کے موصول ہونے پر لنڈن کے روزانہ اخبار ڈیلی گرافک میں ایک نوٹ شائع کر کے عوام سے اس بارہ میں استصواب کیا ہے اس نوٹ کا ترجمہ حسب ذیل ہے -

"ایک مسلم یادگار"

بخدمت ایڈیٹر صاحب اخبار ڈیلی گرافک

جناب والا چند ہفتے ہوئے کہ وار آفس اور انڈیا آفس میں میں نے ایک تجویز پیش کر کے اُن کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی کہ گورنمنٹ کو چاہئے کہ ہمارے ہندوستانی احباب کی وفاداری اور شجاعت و بہادری کی قدردانی کرے یعنی اُن مسلمان بہادر سپاہیوں کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کرائی جاوے جو ہماری سلطنت کی حفاظت کے لئے کام آئے ہیں اور اس وقت اُس سرزمین میں جس کے لئے انھوں نے اپنی جانیں قربان کی ہیں میٹھی نیند سو رہے ہیں - اور بہت سے ایسے بھی ہیں جو اپنے ملک اور وطن سے ہمیشہ کیلئے دور اور مہجور ہو گئے ہیں - اُن خوش کن اور ہمت افزا جوابات سے جو مجھے موصول ہوئے ہیں مجھ کو یقین کامل ہے کہ گورنمنٹ کو بھی امر مجوزہ کی معقولیت کا ضرور احساس ہے - اور تمام اشخاص جو ہمارے اسلامی بھائیوں کی مرغوب و پسندیدہ سرشت سے واقف ہیں بخوبی سمجھتے ہونگے کہ گورنمنٹ کی یہ قدردانی بہت ہی مفید اور قیمتی ثابت ہو گی اور اُس زنجیر میں جس میں کہ ہمارے تعلقات مشرقی سلطنت کے ساتھ منسلک ہیں ایک اور لڑی کا اضافہ ہو جائیگا - اس قسم کی مراعات سکھ اور ہندو صاحبان کے حق میں بھی ہونی چاہئیں - تاکہ تعصب اور بیچداری کا احتمال نہ ہو -

یہ کام اسی وقت شروع ہونا چاہئے اور جنگ کے خاتمہ پر نہ رکھا جائے اس کے متعلق بہت سے وجوہ ہیں - میں کسی طرح سے اس بات کی رائے نہیں دے سکتا کہ عام ریلیف فنڈ سے روپیہ لے کر اس یادگار پر خرچ کیا جاوے - بلکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس مسجد کی تعمیر قوم کے صرفہ سے ہو اور میری یہ دلی آرزو ہے کہ گورنمنٹ اس مقدس غرض کے لئے ایک اچھی رقم پیش کرنی منظور فرما وے - مجھے بہت خوشی ہو گی اگر ناظرین اخبار اپنی اپنی تجاویز سے سرفراز فرماویں - تاکہ ہم لوگ گورنمنٹ کی ہر ممکن طریق سے امداد کریں - آپکا صادق

ہیڈلے فاروق - اسمبل سوسائٹی کلب سینٹ جیمس اسٹریٹ -

۱۵ -

یہ تجویز اپنی نوعیت میں جس قدر اہم اور شاندار ہے اور مسلمانوں کو اس کی کامیابی پر جو کچھ علمی فوائد میسر آ سکتے ہیں ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں - اللہ تعالیٰ لارڈ موصوف کو جزائے خیر دے جن کی پاک اور خاموشانہ کوششوں سے یہ اہم تجویز وقوع پذیر ہوئی ہے - اور انشاء اللہ ہم عنقریب دیکھینگے کہ اس تجویز کے بر سرکار آنے سے لارڈ موصوف کے ساتھ بہت سے دیگر برطانوی معززین بھی شریک مساعی ہونگے -

نہ صرف مسلمانوں کے لئے ہی ایک مسجد تعمیر کرنے کی تجویز کی ہے بلکہ لارڈ موصوف نے اپنے مندرجہ بالا نوٹ میں ہندوؤں کے حق میں بھی ایسی ہی مراعات عمل میں لانے کیلئے لکھا ہے - جو ان کی منصف مزاجی اور اس مطالبہ کے جائز ہونے پر دال ہے - اور اس لئے صرف مسلمانوں کو ہی نہیں بلکہ ہندوؤں کو لارڈ موصوف کی ان قابل قدر کوششوں کا اعتراف اور اس کی بڑے زور سے تائید کرنی چاہئے ہم اُمید کرتے ہیں کہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے اس کے لئے صدائے تائید بلند ہو گی جس سے برطانوی مدبرین کو یہ یقین ہو جائیگا کہ اہل ہندوستان کو سب سے پیاری چیز اگر کوئی ہے تو مذہب اور اسے سب سے زیادہ وفادار اور برطانوی عزت و حرمت کا سب سے بڑھ کر حامی اگر کوئی چیز بنا سکتی ہے تو وہ مذہبی آزادی اور اس کے مفید سامان بہم پہنچانا ہے -

تحقیق الادیان وتبلیغ الاسلام

از

قرآن شریف میں کوئی اختلاف نہیں (۳)

اس سے پیشتر ہم ویدک ایشور کا ہرنیہ گربھ (بہری کے گربھ سے ہونا) وید سے ثابت کر چکے ہیں جس سے بڑھ کر مسخرا پن کی کوئی بات نہیں ہو سکتی۔ ہمارے آریہ دوست نے اپنی بے لبیری کی وجہ سے (اذا السماء کشطت) پر دریدہ دہنی کی ہے اور فرماتے ہیں آسمان کا چھلکا اتارا جانا مضحکہ خیز بات ہے۔ شاستر کاروں نے لکھا ہے کہ جو شخص دریا دلی ہو کر کھاٹ (چارپائی) پر سوتا ہے اس کی عقل نا رکب ہو جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے چارپائی پر سونے کا اثر ہمارے دریا دلی صاحب پر بھی ہو گیا ہے ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ اتنی بات نہ سمجھ سکتے۔

سینہ صاحب! سماء قرآن کریم میں کئی معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً بلندی۔ کرہ ہوائی اجرام سماوی اور کشاط کے معنی انکشاف یعنی کھول کر ننگا کر دینے کے ہیں۔ اکشط عن ظهر الفرس کے معنی گھوڑے کی پیٹھ پر سے زین اتار لو۔ اذا السماء کشطت کے معنی ہیں جب اجرام سماوی یعنی اسٹرانومی کے متعلق بال کی کھال اتاری جاویگی۔ نجوم کے متعلق اسرار اور عوامض کھولے جاوینگے یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی تصدیق ہر اسٹرانومی کا طالعلم کرے گا۔ کہ جس قدر حقائق و معارف نجوم کے متعلق اس زمانے میں کھلے ہیں کبھی نہ کھلے تھے۔ "مگر بعض لوگ ایسے ضدی اور متمرد ہوتے ہیں کہ وہ متکلم کے خلاف منشاء تاویل کیا کرتے ہیں" (دیانند)

اس کے بعد آپ نے ولقد جعلنا فی السماء بروجا وزینها للنظرین اور الله الذی رفع السموات بغیر عمد ترونها میں اختلاف سمجھ کر اپنے اخول پنے کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ بروج یعنی بارہ راسوں کے قائل ہمارے دوست اہل ہنود بھی ہیں۔ کاش وہ ایک پیسہ کی کوئی سی جنتری خرید کر دیکھ لیتے تو خواہ مخواہ کی ندامت نہ اٹھانی پڑتی۔ لالہ جی جیسے تو کسی کے ہونگے۔ مگر اس نقل کتب کو پڑھانا ہی پڑ گیا۔ عزیز من بروج سے مراد کوئی گنبد یا عمارت نہیں۔ بلکہ سیاروں کے اجتماع سے کوئی بیل کی شکل ہو گئی ہے تو اس کا نام برج ثور (برکھ راس) کوئی شیر کی تو اس کا نام برج اسد (سنگھ راس) غرضیکہ سیاروں کے اجتماع سے اہل ہیئت اور جوتشیوں نے ایسی شکلیں فرض کر لی ہیں اور انھیں میں آفتاب کا دورہ تصور کیا گیا ہے۔ آئے دن انہی کے حساب سے ہزاروں جنتریاں مرتب ہوتی ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب جھوٹے اور راندہ درگاہ الٰہی ہیں۔ ان برجوں اور راسوں کے حساب سے وہ کچھ خبریں نہیں دریافت کر سکتے اٹکل سے کوئی بات سچی نکل آئے تو نکل آئے۔

رہا آپ کا سوال آسمانوں کی انسبت اس کا جواب پاتنجلی جی یوگ درشن کبھوتی پاد سوتر چھبیس میں یہ دیتے ہیں

भुवन ज्ञानं सूर्ये संयमात्

سورج دیوتا پر سنیم کرنے سے بھون کا گیان ہوتا ہے۔ ارتھات سوشمنا ناڑی دوار پر سنیم کرنے سے لوکوں کا گیان ہوتا ہے اگر آپ پاتنجلی جی کی آگیا الوسار (حکم کے موافق) یوگ سادھن (مراقبہ) کر بیٹھیں تو ضرور آسمان کی حقیقت کو سمجھ لینگے۔ مگر تمہاری بلا ان کٹھن (مشکل) طریقوں کو سیکھے۔ آؤ ہم ہی تمھیں بتا دیں۔ شری کرشن ویاس جی مہاراج یوگ کے بھاشیہ ادھیائے ۳۔ سورج دھارنے کے نرتے میں لکھتے ہیں۔ بھوادی سات لوک ہیں ان کی تشریح یہ ہے کہ ادیکی نام اوکاش سے لیکر میرو پربت کی پیٹھ تک جو لوک ہے وہ بھو لوک ہے۔ (پہلا آسمان) اور میرو پربت کی پیٹھ سے دھرو تارا تک ستاروں سے تاک انترکش لوک (دوسرا آسمان) اور اس کے آگے پانچ پرکار (طرح) کا سورگ (بہشت) لوک ہے اس کو مہندر لوک بھی کہتے ہیں (تیسرا آسمان) چوتھا مہر لوک ہے اس کو پرجاپتی لوک کہتے ہیں (چوتھا آسمان) اس کے آگے جن لوک ہے (پانچواں آسمان) اس کے آگے تپ لوک (چھٹا آسمان) ہے اس کے آگے ستیہ لوک (ساتواں آسمان) ہے ستیہ لوک جو تینوں سورگ ہیں وہ برہم لوک کہلاتے ہیں۔ یہ سات لوک جو بھو لوک سے ستیہ لوک تک ہیں گائیتری کے پہلے منتر میں جو ست بیاہرتی کہلاتی ہے اور ہر روز اس کے پڑھنے سے گویا ان سات لوکوں کا دھیان کیا جاتا ہے۔

معلوم ہوتا ہے یا تو تم نے گائیتری (مسلمان مذہب کا سب سے افضل کلمہ) کا جپ کبھی نہیں کیا یا بغیر معانی کے طوطے کی طرح رٹ لیتے ہو گے۔ سنوگائیتری میں انہی سات آسمانوں کی تمھیں یاد دلائی گئی ہے۔

भूः भुवः स्वः महः जनः तपः सत्यम् ॥

انہی سات آسمانوں کی تشریح تیسرے اپنشد کی برہم ولی پانچویں انوواک کے پہلے منتر اول کو غور سے پڑھو۔ ہم نے رگوید اور دیگر سناد لپستکوں سے سات آسمانوں کے متعلق بہت سے حوالجات جمع کئے ہیں۔ جن کا اس جگہ بیان کرنا باعث طوالت ہو گا انشاءاللہ تعالیٰ کبھی پھر اس پر مزید روشنی ڈالی جاوے گی۔

اب رہا آپ کا اعتراض کہ مریم کو اخت ہارون کیوں کہا گیا۔ اول تو عربی زبان میں اخت کے معنی بہن حقیقی ہونا لازمی نہیں سمجھا جاتا۔ لفظ اخ اخت۔ ابن۔ مجازی طور پر خاص نسبتوں کے لحاظ سے بکثرت مستعمل ہوتے ہیں۔ جیسے اخوالعرب۔ اخو ہمدان۔ اخوان الشیاطین۔ اسی طرح اخت ہارون ایک نسبت کے لحاظ سے مجازاً استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ وہ ہارون کی نسل میں سے تھیں۔ مگر میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ عیسائیوں کے پس خوردہ کھانے سے آپ کو شرم کرنی چاہیئے۔ کیونکہ قرآن نے یہ نہیں کہا کہ وہ حضرت ہارون ہی کی بہن تھی۔ کیا مریم کے ایک بھائی کا نام ہارون نہیں ہو سکتا۔

اس کے آگے آپ کو کلا نقص علیك من انباء الرسل اور رسلا لم نقصصهم علیك میں اختلاف نظر آیا ہے۔ حالانکہ پہلی آیت میں کلا نقص آیا ہے۔ من انباء کل الرسل نہیں آیا کہ آپ کو اعتراض کا موقعہ ملتا۔ آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ رسولوں کی خبروں میں ہم کل (ضروری باتیں) تجھپر بیان کر دیتے ہیں۔ بتلائیے دوسری آیت سے [illegible]

(باقی آئندہ)

[illegible] عبدالحق ودیارتھی

مباحثہ

معتبر وکیل راوی ہے کہ امرتسر میں مولوی غلام رسول راجیکی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے درمیان حیات وممات مسیح اور دعاوی حضرت اقدس مسیح موعود اور آپ کی پیشگوئیوں پر ۲۹ ، ۳۰ اپریل کو ۸ بجے سے ۱۱ بجے تک مباحثہ ہونا قرار پایا ہے۔

مذاکرۂ شیعہ

(کتاب الابرار)

یہ ایک کتاب ہے جو ابوالحسن میرزا المعروف بالشیخ الرئیس مدعی محدثیت فی القرآن اثنا عشری شیعی المذہب نے جناب امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ کی دو کتابوں کے جواب و رد میں لکھی ہے۔ اس موقعہ پر میں اس کتاب سے چیدہ چیدہ عبارات کو بیان کرتا ہوں۔ اور علماء شیعہ ہند سے سوال کرتا ہوں۔ کہ آیا وہ اس مجتہد صاحب کے ان اعتقادات سے متفق ہیں یا نہ۔ اس میں شک نہیں کہ مؤلف کتاب نے اس میں لفظاً اور ذو معنی سے بہت کام لیا ہے۔ اور اپنے مافی الضمیر پر ایک طرح پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے تاکہ کوئی ہندوستانی شیعہ مولوی ان کی تحریر کی تاویل اس طرح کرے جس طرح سید محمد صاحب مجتہد نے حدیث امام جعفر علیہ السلام کی کی ہے۔ وھو ھذا:

(۱) وانا لست فی صدد اهانة الشیخین وذکر مطاعنهما ومثالبهما ولا اتکلم ببیان ان الانصاف سوالی حدودهما رمرا نتبهما ولا اربابان ان ثبت لهما ان تقدم بعد نبوتنا اوالهما موتا بعد نبوتها وقد سئل سیدنا وامامنا کشاف الحقائق مولانا جعفر ابن محمد الصادق عن الشیخین فقال علیه السلام هما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق (صفحہ ۴۷ کتاب الابرار)

(۲) اما صحبته مع النبی فی الغار فهذا نار علی منار لا ینکر احد من المسلمین بل وغیرهم المطلعون علی وقائع الملل وما جری فی الازمنة الاول ولا شک ان رسول الله استفاد من صحبته استمد من معونته ومؤنته واتبعه ابوبکر فی ساعة العسرة وواجهه بوجه النصرة وترک وطنه وعطنه وبنیه اهله وسکنه (صفحہ ۵۰)

ایک اور تحریر خلاف مسلک و طریقہ اثنا عشریہ جناب میرزا ابوالحسن صاحب المعروف بالشیخ الرئیس مجتہد تقیہ اور کچھ اظہار سے سطور ذیل میں:-

والکلام فی هذا المقام مجال وسیع وعرض بسیط ولکنی فی شغل شاغل لان الاخوة لاهل الاسلام فی هذا العصر الا التعاضد والتوازر بالنصر ویجب علیهم ان یسکتوا عن شعب مطالب توهن من الدین عظمة وتکسر من الحق شوکة والمناط فی زماننا والصدر الاول واحد واخات علی جامعة کلمة التوحید من طریان التفرق والتبدید ولکن المسلمین جمیعا فی غفلة من هذا ......

ان علیا متحد مع محمد فی الحقیقة وسره متصل بهذه الرقیقة وظهرت من روحانیة انواره اللطیفة وجعل الله فی ارض الامکان خلیفة وهذه الولایة الالهیة المنبعثة عن حقیقة الملکوتیة ذاتی من ذاتیاته وصبغة الله فی هویته لا تنفک عنه ولا تنفصل هو علیه السلام عن هذه المقامات لا ینعزل ولا یعتزل وآثار هذه الخلافة القاهرة فی مراتب التکوین والتشریع ظاهرة الخ ....

دوسرے موقعہ پر لکھتے ہیں کہ شیعہ پر یہ بہتان اور افترا ہے کہ وہ صحابہ کرام کو سب کرتے ہیں اور خلفاء راشدین کی تکفیر کرتے ہیں اور مہاجرین اور انصار کو خاطی ٹھہراتے ہیں۔

لانهم یعتقدون ان من اظهر الشهادتین وهو ملاک الاسلام فدمه محقون وعرضه مصئون وماله مامون وتجوز مناکحته وتحرم مسافحته ویجب مناصحته ویستحب مصافحته وانهم یعاملون مع جمیع اهل السنة معاملة الاسلام ..... وان خفی علی الجاهلین او المتجاهلین الذین یریدون القاء الشقاق بین المسلمین کیف لا یکون کذالک ومعبودهم واحد ودینهم واحد ونبیهم واحد وکتابهم واحد والمؤمنون اخوة وبعضهم اولیاء بعض هذا مسلکهم مع التابعین فکیف یکفرون المهاجرین الاولین وانصار رسول رب العالمین نعم الخ (صفحہ ۱۲۵)

وذکر ابن ابی الحدید ان علیا فی الروضة النبویة خاطب قبره الانور وضریحه الاطهر متظلما شاکیا متالما باکیا وقال ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی یحکمون بکفر من عاند علینا ان فیهما من کان عناده جلیا ......

وهذا الکفر ... لان لاد لیس فی مرتبة التوحید والرسالة وان ثبت فی حق من ثبت فانما هی فی مرتبة الولایة واختلاف الاجتهادات الخ (صفحہ ۱۲۸)

بعض عبارتیں جو نقل ہوئیں اور بعض اور بھی جو رسالہ میں مذکور ہیں ان سے پایا جاتا ہے کہ اس شخص کا مسلک اثنا عشریہ ہندوستان سے جدا ہے۔ گو سنی (لاہوری اور امرتسری) اور کچھ کچھ سمجھ نہیں اور عقل آتی ہیں اور کم از کم اسی کے مسلک کی اتباع کرتا جو شخص حضرت علی مرتضٰے علیہ السلام کے کلمات اور طرز عمل سے متاثر ہے۔

اور ایسے بعض اشخاص شیعہ ہیں خال خال پائے جاتے ہیں۔ ابن ابی الحدید گو شیعہ پر قدح کرتا ہے مگر بعض واقعات سے بطریقہ میرزا ابوالحسن صاحب متاثر ہے۔

یہ لوگ روحانی خلافت کو ولایت کبریٰ سے تعبیر کرتے ہیں۔ بعض وقت ظاہری خلافت یا امامت جو نظام سیاست سے تعبیر ہے اس خلافت روحانی کے ہمراہ جمع ہو جاتی ہے اور بعض وقت جمع نہیں ہوتی۔

یہ لوگ گو مقدم مقدار علی مرتضٰے کو سمجھتے ہیں مگر حضرات شیخین کو بھی اچھا سمجھتے ہیں۔ قدح حضرت عثمان کی خلافت میں کرتے ہیں۔ پھر خلافت ظاہری کے ہمراہ جو جناب شیخین کو حاصل تھی امامت کبریٰ یعنی ولایت علی کو ہی برقرار اور بحال ٹھہراتے ہیں۔ اگر وہ دونوں علی میں جمع ہو جاتیں تو اصلح و انفع تھا۔

غرضکہ اس قسم کے لوگ اکثر تفضیلی ضرور ہیں۔ اور تصوف میں بھی لگاؤ رکھتے ہیں۔ یہ ایک وسیع تحقیقات ہے جو اس جگہ اسکی گنجائش اور وسعت بیان کا محل نہیں غرضکہ کم از کم اگر ایک ذکی الفہم شیعہ ہو اور ذرہ تامل خود طرز عمل علی مرتضٰے میں کرے اور اسی کے اسوہ پر عمل پیرا ہو تو ضرور وہ اس مسلک پر کاربند ہو سکتا ہے کہ سباب نہ بنے اور ان کو بدی سے یاد نہ کرے اور ان کو اچھا نیک صالح اور مؤمن خلیفہ یا بادشاہ تصور کرے گو علی مرتضٰے کو افضل اور اقدم جانے مگر جو عملی برتاؤ حضرت علی مرتضٰے کا اپنا انکے مسلمات سے ہمراہ شیخین اور ان کے اتباع کے رہا اسپر عمل پیرا ہو جاوے۔ تو کیا حرج ہے۔ اتفاق کلمہ واحد اسلام کو افتراق پر مقدم کرے اور کیا چاہئے۔ گذشتہ معاملات کو حوالہ بہ خدا کرے۔ تلک امة قد خلت لها ما کسبت الخ وہ احکم الحاکمین ہے جیسا فیصلہ کرے۔

خاکسار نذر علی از پشاور۔

برین عقل و دانش بباید گریست

ایک زمانہ تھا جب احمدی جماعت کی معقولیت کی شہرت عام تھی۔ اور احمدی جماعت میں داخل ہونا گویا ذہن کی صفائی اور عقل کی تیزی کی دستاویز تھی۔ مگر جب سے پیر پرستی کے مرض نے میاں محمود کی بیعت کی شکل میں چولا بدلا ہے صحیح فلسفہ اور ذہانت و معقولیت رخصت ہو گئی۔ چنانچہ الفضل نے جو دربارِ خلافتِ باطلہ محمودیہ کا سرکاری گزٹ ہے۔ میرے اس مضمون پر جس میں میں نے امتی کی وحی کے مرتبہ کو ظاہر کیا ہے۔ ہاتھ پاؤں مارنے میں جس غلط فلسفہ اور اوندھی عقل کا ثبوت دیا ہے۔ حیرت ہو جاتی ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا۔ کیا یہ سچ مچ ایسی موٹی عقل کے ہو گئے ہیں کہ متضاد باتیں لکھا کرتے ہیں۔ اور یہ سزا اسی گستاخی کی ہے۔ جو ان لوگوں نے جناب مسیح موعودؑ کی شان میں اُن پر متضاد تحریروں کے لکھنے کے الزام لگانے میں کی ہے۔ اور جس سے ناسخ و منسوخ کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ یا انھوں نے میاں محمود کی بیعت کو کفارہ سمجھ لیا ہے اور اسیرانِ خلافتِ باطلہ کی آنکھوں پر پٹی باندھنے کے لئے جھوٹ سچ جو کچھ ہوتا ہے۔ کہتے چلے جاتے ہیں۔ میں اس پر کچھ لکھتا۔ مگر میرے مکرم ایڈیٹر صاحب پیغام صلح نے خود ہی نہایت دندان شکن جواب دے دیا ہے۔ اور الفضل کی چالاکی کو طشت از بام کر دیا ہے۔ اس لئے میرے لکھنے کی اب ضرورت نہیں صرف اتنا عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ عید نے فیصلہ کر دیا ہے اس امر کا کہ یا تو مسیح موعودؑ کو ایک امتی مانا جائے جسکی وحی قرآن اور حدیث صحیح کے ماتحت کوئی حیثیت رکھتی ہے۔ اور یا آپ کو صاحبِ شریعت نبی مانا جائے۔ کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا عید کے دن باوجود خدا سے علم پانے کے روزہ نہ افطار کروانا۔ بلکہ افطار کرنے والوں کو منع کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یا تو آپ نے اپنے الہام کو اس حدیث سے بھی نیچے مرتبہ دیا۔ جس میں رویت ہلال شرط ہے۔ یا آپ نے عید کے دن روزہ رکھنا جائز سمجھا۔ اور اس کی حرمت کو منسوخ کر دیا۔ پیارے پیارو اٹھو اور ایک قدم اور آگے بڑھاؤ اور اس مصیبت سے نجات پا جاؤ۔ جو اس واقعہ عید نے تم پر ڈالدی ہے۔ صاف کہہ دو کہ مرزا صاحب صاحب شریعت نبی ہیں۔ ع

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

تمہارے مرشد میاں محمود نے حقیقۃ النبوت میں لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب مجازی طور پر صاحب شریعت نبی بھی ہیں اور یہ بھی اسی کتاب میں لکھا ہے کہ بعض حالتوں میں مجازاً حقیقت ہو جایا کرتی ہے۔ اس لئے حقیقی طور پر صاحب شریعت نبی بنانے میں کیا دقت ہے۔ جبکہ تم عین محمدؐ بھی بنا رہے ہو۔ محمد صلعم تو صاحب شریعت نبی تھے۔ تو عین محمدؐ کیوں صاحب شریعت نبی نہ ہو۔ تم میں سے بعض ایسے ہیں جو حضرت صاحب کو اب بھی صاحب شریعت نبی بنا رہے ہیں۔ اور کبھی اربعین کا حوالہ دیتے ہیں اور کبھی جہاد کے حکم کو منسوخ قرار دیتے رہیں اسلئے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں۔ کہ اگر کوئی "مصلحت وقت" تمہیں اس مسئلہ حقہ کے اظہار سے روک رہی ہے۔ تو خاطر جمع رکھو اور بڑے زور شور سے حضرت مرزا صاحب کی نبوت تشریعی کا اعلان کردو کسی کی مجال نہیں کہ وہ اس کی مخالفت کرے۔ کیونکہ اندھی تقلید اور پیر پرستی کا جادو مریدوں پر اچھی طرح چل چکا ہے بلکہ آپ دیکھینگے کہ اس اعلان کا بڑے زور شور سے خیر مقدم ہوگا۔ اور ہر طرف سے آواز بازگشت یہی آئیگی کہ جو پیر کہے سو سچ ہے۔ بلکہ جو الفضل میں نکلے سو سچ ہے۔ ورنہ یاد رکھو کہ اب یوں نجات ملنی مشکل ہے۔ خدا تعالیٰ کا اس عید والے الہام سے منشا ہی یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ تا یہ اس گستاخی کا جواب ہو جو گروہ محمودیہ حضرت ختمی مرتبت رسالت پناہ محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں رکھتا ہے۔ اور حضور کو نبوت کی کرسی سے اتار کر حضور کے ایک غلام کو حضور کی جگہ بٹھاتا ہے۔ یہ خدا کی طرف سے حجت ہے۔ جو محمودیوں پر تمام کی گئی ہے۔ سوچو اور غور کرو۔ اور خدا سے ڈرو۔ اور نہیں تو پھر کھل کھیلو۔ بناتے ہو تو پھر حضرت مرزا صاحب کو صاحب شریعت نبی بناؤ۔ جس سے یہ مشکل آسان ہو۔ سمجھا سکتے کیا ہو۔ پردہ پردہ میں تو سب کچھ کہہ جاتے ہو۔ کھل کر کہہ دو۔ جب ناچنے کھڑی ہوئی۔ تو گھونگھٹ کیسا۔ جب درجہ بڑھانا ہے تو عیسائیوں کی طرح دل کھول کر بڑھاؤ۔ تا مماثلت تامہ حاصل ہو جائے۔ ورنہ آدھا تیتر آدھا بٹیر بننے سے فائدہ نہیں۔ اٹھو اور ہمت کرو۔ ورنہ باز آجاؤ۔ اور توبہ کرو۔ مجھکو گالیاں دے کر تم سرخرو نہیں ہو سکتے اگر دل گردہ ہے تو مجھے بتلاؤ۔ کہ عید کے دن باوجود خدا سے علم پانے کے حضرت مسیح موعود نے کیوں عملاً روزہ نہ افطار کروایا۔ اور افطار کرنے والوں کو کیوں روکا۔ شریعت کا مسئلہ کہ روزہ عید کے دن حرام ہے کیوں رد کر دیا گیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ اس کی وجہ وہ حدیث ہے جس میں روزہ افطار کرنے کے لئے رویت ہلال شرط ہے پھر اپنے الہام کو حدیث کے ماتحت کیوں کیا۔ اس کا جواب تم قیامت تک نہیں دے سکتے۔ وہ خدا کا پیارا تمہاری ضلالت پر اپنے اس فعل سے مہر ثبت کر گیا۔ جاؤ۔ پیٹتے سر کو۔ سیکڑوں کالم اپنے اخباروں میں نکالو۔ گالیاں دو۔ پر خدا نے تمہارے مذہب کے خلاف ایک گواہی پیدا کر دی ہے۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقاہ

راقم خاکسار بشارت احمد عفی عنہ۔

ہم جھوٹے کو اُسکے گھر تک پہنچایا کرتے ہیں

الفضل نے اس جواب میں جو اس نے ہماری پیش کردہ شرائط مباحثہ کا دیا ہے۔ ہم اس سے پیشتر کافی ریویو کر چکے ہیں۔ اسی جواب میں اس نے جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کا خیال بھی ظاہر کیا ہے۔ لیکن ہماری رائے میں الفضل کو اس بات کے تکرار کرنے کی ضرورت نہیں۔ پہلے بھی جب قادیانی پارٹی کے لوگ لاہور آئے تھے۔ تو آخر ان کو واپس ان کے گھر تک پہنچا ہی دیا تھا۔ اب بھی ان کے گھر سے نکلنے کی دیر ہے۔ انشاء اللہ ان کو اور ان کے رفقاء کو وہ پیالہ بھی پلا دیا جائے گا۔ جس کا الفضل خواہشمند ہے۔ اور گرمی کا موسم تو ہے ہی۔ اور اگر وہ چاہیں گے تو پہلے کی طرح گھر تک بھی ہم ان کو پہنچا دینگے۔ کوئی فکر کرنے کی بات نہیں۔ انشاء اللہ اسکی یہ خواہش بھی خالی نہیں جائے گی۔ صرف باہر میدان میں آنے کی کسر ہے +

[illegible]

۱۸ اپریل کے الفضل میں اسمہ احمد کی پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود پر چسپاں کرنے کی پھر مذبوحانہ کوشش کی گئی ہے۔ اور اسمیں دلیل یہ دی ہے کہ "اگر احمد سے مراد حضرت نبی کریم صلعم لئے جائیں تو حضرت عیسےٰ اپنے آپ کو مبشر نہیں کہہ سکتے۔ مبشر وہی ہو سکتا ہے جو سب سے پہلا خبر دے .... لیکن جس صورت میں تورات کیلئے [illegible]

ہیں محمد کا نام ایکر حضرت عیسٰی نے صدیوں پہلے لکھا۔ اگر خوش خبری دینے سے یہی تھی۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلعم کی پیشگوئی کرنے میں اپنے آپکو مبشر کس طرح کہہ سکتے تھے"

گویا نامہ نگار الفضل کے خیال میں جو سب سے پہلے خوشخبری دینے والا ہو۔ وہی مبشر ہو سکتا ہے اور دوسرا نہیں۔ اور آنحضرت صلعم کی خوشخبری حضرت عیسیٰ نے سب سے پہلے نہیں دی جس سے لازم آیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی خوشخبری حضرت عیسیٰ نے سب سے پہلے دی ہے۔ اور اس لئے مسیح موعودؑ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں اور آنحضرت صلعم نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ اُنکے پیر کا بیان اُنکے سراسر خلاف ہے اور اس طرح سے قریب محمودیوں کی تمام دلائل نبوت تہ و بالا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ میاں صاحب نے حقیقۃ النبوت میں مسیح موعودؑ کی نبوت پر یہ بھی ایک دلیل دی ہے کہ نہ صرف حضرت عیسیٰ نے بلکہ ان سے پیشتر دیگر گذشتہ انبیاء نے بھی مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"تیسری شہادت مسیح موعودؑ کے نبی ہونے پر انبیائے گذشتہ کی شہادت ہے۔ سب سے پرانی شہادت تو زرتشت نبی کی ہے جو ایران کا ایک نبی ہے اور جسکے پیرو پارسی کہلاتے ہیں ...... اس نبی نے اپنے بعد تین نبیوں کے آنے کی خبر دی تھی جن میں سے ایک تو آنحضرت صلعم کی نسبت پیشگوئی تھی ...... آپکے علاوہ ایک دوسرے نبی کی پیشگوئی تھی۔ جسکی نسبت ہم نہیں کہہ سکتے کہ پہلے گذر گیا ہے یا آئندہ ہونیوالا ہے۔ (شاید کہیں میاں صاحب خود ہی نہ ہوں۔ ناقل) لیکن تیسرے نبی کی پیشگوئی آخر کی ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ ہیں۔ ...... دوسری شہادت اس سلسلہ میں کرشن نبی کی ہے ...... تیسری شہادت دانیال نبی کی ہے کہ انہوں نے بھی حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت پیشگوئی کی اور ...... آپکا نام انہوں نے نبی رکھا ہے۔ پھر کتاب تالمود میں بھی مسیح موعودؑ کا نام نبی رکھا گیا ہے" حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۹۶-۹۷

پس جب بقول میاں صاحب خود مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کرنے والے بھی اس سے پیشتر بہت سے نبی گذرے ہیں اور فصلی نامہ نگار کے اعتقاد میں حضرت عیسیٰ مبشر بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ آپ سب سے پہلے پیشگوئی کرنیوالے ہوں تو اس سے ثابت ہوا کہ یہ اسمہ احمد کی پیشگوئی حضرت مسیح موعودؑ کے حق میں بھی نہیں۔ پس آپ کا مصداق کوئی اور تلاش کرنا چاہیئے۔ بہتر ہو کہ فصلی نامہ نگار اپنے پیر کو مشورہ دے۔ کہ وہ اسے اپنے اوپر چسپاں کرے۔ آخر کہنے کی ہی بات ہے۔ منہ سے نکلنے کی دیر ہے۔ ماننے والے سب کچھ کہنے کو تیار ہیں۔ پھر اس سے یہ بھی لازم آتا ہے۔ کہ سوائے ایک ہی سب سے پہلے رسول کے کوئی دوسرا نبی مبشر نہیں ہوا۔ کیونکہ بقول فصلی نامہ نگار مبشر تو وہی ہو سکتا ہے جو سب سے پہلے کسی کی خبر دے۔ پس ماننا چاہیئے کہ ایک ہی جو سب سے پہلے آیا۔ وہی مبشر تھا۔ اور دوسرا کوئی نہیں۔ ستے سب معہ آنحضرت صلعم نعوذ باللہ مفتری تھے کیونکہ انہوں نے مبشر ہونے کا دعوے کیا۔ حالانکہ مبشر ایک ہی ہو سکتا ہے۔ جو سب سے پہلے آئے۔ معلوم نہیں پھر قرآن کی اس آیت اور میاں صاحب کی مایہ ناز دلیل ما نرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین کو کیا کیا جائیگا۔ (باقی آئندہ)

"بڑھ گئے"

اسی مضمون میں جس کے ایک حصہ کا ہم نے اوپر جواب دیا ہے۔ ایک سوال کے جواب میں نبوت مسیح موعودؑ کی یہ ایک دلیل دیکھی ہے کہ

"طیبین طاہرین میں اولاً آنحضرت صلعم مراد ہیں اور پھر آپ کے اہلبیت بھی ...... آپ فبھدٰھم اقتدہ پر غور کریں۔ کہ تمام انبیاء سابقین کے متفرق کمالات اپنے اندر جمع کر کے آنحضرت صلعم تمام انبیاء سے بڑھ گئے اسی طرح حضرت مرزا صاحب جمیع اہلبیت وطیبین طاہرین (جن میں اولاً آنحضرت صلعم مراد ہیں) کہ اس میں دیگر اولیاء اللہ و مجددین امت بھی شامل ہیں۔ ان سب کے کمالات اپنے اندر لیکر ان سے بڑھ گئے"

اب ناظرین اس عبارت سے خود سمجھ لیں کہ فصلی نامہ نگار نے کسقدر غلو سے کام لیکر مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم سے بھی بڑھا دیا ہے کیونکہ اہلبیت کے ساتھ جمیع طیبین طاہرین کا لفظ لکھکر اور ان میں آنحضرت صلعم کو شامل کر کے لکھتا ہے کہ "آپ ان سب کے کمالات اپنے اندر لیکر ان سے بڑھ گئے" بس اب خدائی کی کسر باقی ہے۔ وہ بھی عنقریب پوری ہو جائیگی۔ خدا ان ظالموں کو ہدایت دے جو آنحضرت صلعم کی عزت پر ایسی بیباکی سے ہاتھ ڈالتے ہیں اور ایک غلام کو آقا پر فضیلت دیتے ہیں۔

صحابہ اور اہلبیت پر الفضل کا حملہ

پھر حضرت علی کے نبی نہ ہونے کی وجہ بتاتے ہوئے آیۂ کریمہ ومن یطع اللہ و الرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین و الشھداء و الصالحین کو پیش کر کے لکھا ہے کہ

"اگر کامل اطاعت کرنیوالا ہے۔ تو نبی ہوگا۔ اس سے کم ہو تو وہ صدیق اور اس سے کم شہید۔ اور اس سے کم صالح کا مرتبہ ہے پس حضرت ابوبکر صدیق تھے حضرت عمر و عثمان و علی وغیرہ شہید تھے آنحضرت صلعم جامع جمیع کمالات ہیں پس جو شخص ان کا کامل متبع نہ ہو وہ تمام علوم کا وارث نہیں ہو سکتا"

گویا حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر حضرت عثمان اور حضرت علی معہ تمام اولیائے کرام مجددین عظام کے کوئی بھی آنحضرت صلعم کا کامل متبع نہ تھا۔ استغفر اللہ استغفر اللہ۔ یہ کسقدر خطرناک حملہ ہے جو الفضل اور ان کے نامہ نگار بلکہ خود اس کے پیر نے بھی حقیقۃ النبوت میں ان عظیم الشان انسانوں پر کیا ہے۔ جنکو اللہ تعالےٰ نے سابقون الاولون میں سے ہونے کے باعث تمام پچھلے آنیوالوں پر فضیلت دی۔ جن کی کامل متابعت پر انہیں دربار الٰہی سے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ ملا۔ اور حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان ان کی شان میں نازل ہوا۔ وہ ابوبکر صدیق جسکو اللہ تعالےٰ نے ثانی اثنین کا خطاب دیا اور مسیح موعودؑ نے اس کے خاک پا ہونے میرا بنا فخر جتلایا۔ افسوس آج ان پاک نفوس کے پاک درجات کو کم کرنے کے لئے ایک ناسمجھ اور الاعت کے نام سے بھی ناواقف انسان جسکو نہ مسیح کی صحبت نصیب ہوئی اور نہ آپ کی کتابوں سے ہی استفادہ ہے۔ ان کی عزت پر حملہ کرتا اور ان کے کامل متبع ہونے کی نفی کرتا ہے۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

حافظ رحیم الدین پرنٹر و پبلشر نے باہتمام ... اسلامیہ سٹیم پریس لاہور میں چھپکر ... دفتر پیغام صلح سے شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسول کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

جان شدہ با جان احمد زندہ ہو | سہو و با شیر شد اندر بدن
ہر زیست را بر و شد اختتام | ہست او خیر الرسل خیر الانام
ز و شد ہر ایک سلسلہ کہ ہست | ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آں نماز خود از شان جاں بود | آنچہ ما را وحی و ایماں بود

پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ سے/
ششماہی سے/
سہ ماہی عہ/
ماہوار ۹ر طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدیر: سلیم مسیح | لاہور یکشنبہ ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۳۳۴ھجری المقدس مطابق ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۱۹

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

مسٹر موداسرو اور مسٹر سیوطی دو نیک روحوں کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی - مکرمی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

یہ دو بزرگ جن کا نام اوپر درج کیا گیا ہے مغربی افریقہ کے باشندے ہیں - رسالہ اسلامک ریویو کے ناظرین میں سے تھے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے انھوں نے اعلان تحریر کرکے بھیجے ہیں اور بڑے اخلاص کی چٹھیاں تحریر کی ہیں جن کے مطالعہ سے دل باغ باغ ہو گیا ہے - الحمد للہ کہ نہ صرف انگلستان کے لوگ دائرہ اسلام میں آ رہے ہیں بلکہ فرانس - بلجیم - اٹلی روس کے بعض اعلیٰ طبقہ کے اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرف بخشا اور امریکہ اور افریقہ کو بھی محروم نہ رکھا - آسٹریلیا - اور ایشیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ کو موجب ہدایت بنایا فالحمد للہ رب العلمین

مسٹر موداسرو کا اسلامی نام عبد اللہ اور مسٹر سیوطی کا اسلامی نام عبد الصمد تجویز ہوا ہے - خدا تعالیٰ ان کو استقامت بخشے - آمین -

والسلام

دستخط مولوی صدر الدین - بقلم بلال نور احمد
۲۹ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

تردید جو خبر ۱۸ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کے پیسہ اخبار میں چوہدری اللہ بخش صاحب ٹھیکیدار کے فرزند کی شادی کے متعلق لکھی گئی تھی وہ شادی ابھی ۱۴ - ۱۵ مئی کو قرار پائی ہے - اس کی نسبت مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ چوہدری صاحب نے اپنی طرف سے ایک رسم گانے کی شادی کے متعلق ادا کی تھی جیسے کہ لاہور میں ہر ایک قوم میں لوگ آپس میں رسم کرتے ہیں - چونکہ بندہ یہاں کی رسموں سے ناواقف تھا اس لئے جو کچھ لکھا گیا تھا وہ یہاں کی رسومات کے خلاف تھا - (ابو المظفر شیخ کرم الٰہی)

پیغام صلح - مندرجہ بالا تردید ہمیں برائے اشاعت موصول ہوئی ہے - جس خبر کی یہ تردید کی گئی ہے - چونکہ اس سے ہمارے ناظرین ناواقف ہیں - اس لئے اس کا بتا دینا بھی ضروری ہوا - پیسہ اخبار کی متذکرہ بالا اشاعت میں ابو المظفر شیخ کرم الٰہی صاحب نے بعض ان رسومات کا تذکرہ کرکے کہ کس طرح چوہدری اللہ بخش ٹھیکیدار کے فرزند کی شادی کی تقریب پر لاہور میں ہو رہی تھیں اپنی اس شادت تکلیف اور بد اثر کا ذکر کیا تھا جو رات کے وقت ایسی رسوم کے موقع پر بسبب ڈھولک اور سارنگی اور مردوں اور عورتوں کے مخرب اخلاق اور فحش گیتوں سے ان کو اور ان کے گھر والوں کو لاحق ہوئی اور تمام رات انھیں بے چین رہنا پڑا اور مسلمانوں کو ایسی گندی رسوم کو ترک کرنے کی نصیحت کی تھی شیخ صاحب کی یہ نصیحت اور حق بات کے اظہار کے لئے ان کی جرأت و ہمت قابل داد تھی - اور ہمیں اس وقت بہت خوشی ہوئی تھی جب ہم نے ان کا یہ حق و صداقت سے بھرا ہوا نوٹ پڑھا - لیکن افسوس کہ وہ استقلال کے ساتھ اپنی بات پر قائم نہ رہے اور اب خدا جانے کس مجبوری سے انھوں نے پنجاب کی رسوم سے اپنی ناواقفیت کا بہانہ کرکے اس کی تردید کر دینی مناسب سمجھی - یہ کہنا کہ "جو کچھ لکھا گیا تھا وہ یہاں کی رسومات کے خلاف تھا" اور اس لئے اپنے الفاظ کو واپس لینا ہم نہیں جانتے کیونکر جائز ہو سکتا ہے اسلام میں رسومات و خیالات کے لئے ممالک کی کوئی تخصیص نہیں - ہر ملک و ہر رسم کا معقول شاید کسی اور مذہب کے لئے واجب العمل ہو تو ہو - لیکن مسلمانوں کے عملدرآمد کے یہ قابل نہیں اسلام نے ایک ہی قسم کی رسوم ہر ملک کے مسلمانوں کے لئے مقرر کی تھیں اور کسی مسلمان کا ان سے کبھی تجاوز کرنا کبھی اس بنا پر جائز قرار نہیں

اخبار احمدیہ

ترجمۃ القرآن انگریزی

حضرت امیر ایدہ اللہ ترجمۃ القرآن کے کام سے اب بفضلہ تعالیٰ فارغ ہو چکے ہیں۔ تمام مسودات پریس میں بھیجے جا چکے ہیں آٹھ پاروں کے پروف بھی آ گئے ہیں۔ بس پروفوں کا دیکھنا اور عربی متن کا لکھا جانا باقی ہے جو انشاء اللہ بہت جلد ختم ہو کر قرآن کریم شائع ہو جائیگا۔ کل حضور نے خطبہ جمعہ میں سورہ فاتحہ۔ سورہ علق اور سورہ ناس پڑھکر اس خدمت دین پر جو ترجمۃ القرآن کی تکمیل کی صورت میں رونما ہوئی شکریہ ادا کیا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور اس کام میں تمام ان مشکلات اور روکوں کا ذکر کرتے ہوئے جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوتی رہیں۔ ان سورتوں کی لطیف تفسیر فرمائی خطبہ انشاء اللہ اگلے ہفتہ میں طبع ہو جائیگا۔

ترجمۃ القرآن کی اشاعت انشاء اللہ بیشمار نقد و جواہر فراہم کرنیکا موجب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس پاک کام کو دنیا کیلئے مفید بنائے اور بیشمار روحیں اسکے ذریعہ ہدایت پاکر صراط مستقیم پر گامزن ہوں۔ آمین!

ہم اس عظیم الشان کام کی تکمیل پر اپنی اور اپنے ناظرین کی طرف سے حضرت امیر کی خدمت میں صدق دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ انہوں نے اس مادیت اور دہریت کے زمانہ میں قرآن کریم کے زندگی بخش جام کو تشنگان صداقت کے آگے پیش کر کے گویا مردہ دل کو زندہ کرنیکا سامان کیا ہے جو یقیناً اعجاز مسیحا سے کسی صورت میں کم نہیں۔ واللہ یوید بنصرہ من یشاء۔

چندہ جماعت وزیرآباد

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

جماعت وزیرآباد کی طرف سے مفصلہ ذیل رقوم چندہ وصول ہوئی ہیں اخبار میں شایع فرما دیں:-

اسماء گرامی	ترجمۃ القرآن	چندہ ماہوار
حافظ غلام رسول صاحب سوداگر ادویہ	[illegible]	[illegible]
شیخ عبد الرحمن صاحب سوداگر ٹرنک	[illegible]	[illegible]
ابوعطاء الٰہی صاحب سٹیشن ماسٹر	.	[illegible]
شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر	.	[illegible]
شیخ محمد جان صاحب	.	[illegible]
میزان کل	[illegible]	[illegible]

خاکسار فقیر اللہ احمدی عفی عنہ۔

تازہ ترین خبریں

زیپلنوں کا حملہ۔ لنڈن ۲۵-اپریل۔ دفتر جنگ اعلان کرتا ہے۔ کہ کل رات کاؤنٹی ساحل ہائے نارفوک اور سفوک پر چار یا پانچ زیپلنوں نے حملہ کیا۔ جن میں سے صرف دو نے اندرون ملک میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ ۷۰ بم گرائے گئے۔ اور ایک آدمی سخت مجروح ہوا۔ مزید نقصان جان کے ابھی تک حالات موصول نہیں ہوئے۔

لنڈن ۲۶-اپریل۔ دفتر جنگ اعلان کرتا ہے۔ کہ دشمن کے ہوائی جہاز والوں نے کل رات اسیکس اور کینٹ پر حملہ کیا۔ انکی تعداد ابھی تحقیق نہیں ہوئی۔ لیکن دو چار سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ ہوائی جہازوں پر فیر کرنیوالی توپوں نے ان پر خوب آتشباری کی اور یہ جہاز بغیر مقصد حاصل کرنے یا بہت کم حاصل کرنے کے واپس ہو گئے۔ جمعرات کے روز مشرقی ساحل پر جرمن حملے کے دوران میں ہوائی جہازوں نے زیپلنوں کا سمندر کی طرف ۶۰ میل تک تعاقب کیا اور جرمن جنگی جہازوں جن میں چار آبدوز کشتیاں بھی شامل ہیں۔ بم گرائے۔ ایک رہنما مجروح ہوا۔ لیکن صحیح سلامت واپس آ گئے۔ ایک اور رہنما گم ہے ✦

ہوائی جہازوں کا حملہ۔ (بعد کی خبر) صیغہ بحری جرمن جہازوں پر (کا ایک بیان مظہر ہے کہ سہ شنبہ کے روز بحری اور بری ہوائی جہازوں نے زیپلنوں کا تعاقب کیا تھا۔ بم اور تیر گرائے گئے تھے۔ لیکن کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہوائی جہازوں اور بحری ہوائی جہازوں نے لوولیسٹافٹ میں جرمن جہازوں پر بھاری بموں سے حملہ کیا۔ دشمن کے بیڑے نے ایک بحری ہوائی جہاز پر بھاری گولہ باری کی اور رہنما سخت زخمی ہوا لیکن وہ اپنی مشین کو صحیح سلامت زمین پر اتار لایا۔

لاپتہ رہنما۔ لاپتہ رہنما نے زیپلنوں کے حملے کے دوران میں علی الصبح پرواز کی تھی۔ خبر ملی ہے۔ کہ اس نے لوولیسٹافٹ میں ایک مینار کے قریب ایک زیپلن پر حملہ کیا تھا۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر موصول نہیں ہوا۔

برطانوی ہوائی حملے۔ لنڈن ۲۶ اپریل صیغہ بحری نے اعلان کیا ہے کہ یکشنبہ کی صبح کو بحری ہوائی جہازوں نے زیبرگ میں ہوائی جہازوں کے گودام پر بم گرائے۔ جسکا بہت اچھا نتیجہ نکلا۔ اور پھر پیر کی صبح کو بلجینوں کیساتھ ملکر بمباری کی ہمارے ہوائی جہاز صحیح سلامت واپس آ گئے۔

ایک برٹش ہوائی جہاز نے پیر کے روز حملہ کیا۔ اور زیبرگ میں ایک جرمن بحری ہوائی جہاز کو غرق کیا۔

لنڈن ۲۶-اپریل۔ صیغہ بحری مظہر ہے کہ یکشنبہ کے روز جب بحری ہوائی جہازوں نے میریاکرک پر حملہ کیا۔ موسم نہایت خراب تھا۔ ان ہوائی جہازوں پر گولہ باری کی گئی لیکن وہ صحیح سلامت واپس آ گئے۔ ہماری جنگی کشتیوں میں سے ایک نے دشمن کے ہوائی جہاز پر حملہ کیا اور اسے بھگا دیا جب آخری دفعہ دیکھی گئی تو یہ مشین زمین کے نزدیک اور بے قابو تھی۔

پیر کے روز میریاکرک پر کئے گئے حملے کے دوران میں کثیر تعداد بم گرائے گئے۔ ان پر شدید گولہ باری کی گئی۔ لیکن برطانوی ہوابازوں میں سے کسی کا نقصان نہیں ہوا۔ نتائج بظاہر بہت عمدہ نکلے۔ پیر کے روز زیبرگ سے ۵ میل باہر ہوائی جہازوں کی ایک لڑائی میں دشمن کا ایک رہنما مارا گیا۔ اور مشین گر گئی دشمن کا مشاہدہ کنندہ ... فٹ سے گر گیا۔ جہاز غرق ہو گیا۔

مغربی محاذ۔ لنڈن ۲۵-اپریل پیرس فرانسیسیوں نے میوز کے مغرب میں جرمنوں کو بھاری شکستیں دیں۔ آج بعد دوپہر کا اعلان مظہر ہے کہ دشمن نے دو دفعہ مورٹ ہومی میں ہمارے نئی پوزیشنوں پر حملہ کیا۔ لیکن پورے طور پر کامیاب نہ ہوا۔ اس پر انہوں نے ایک آخری حملہ کیا جس میں رقیق آگ بھی استعمال کی۔ لیکن توپ خانہ اور پیدل فوج کی آتشباری نے اسکو پسپا کر دیا اور جرمن شدید نقصان اٹھا کر اپنی خندقوں میں پسپا ہونے کے لئے مجبور ہوئے۔

لنڈن ۲۵-اپریل۔ آج صبح کا جاری شدہ پیرس کا اعلان مظہر ہے۔ کہ آج آمد کورٹ میں توپ خانہ نے سخت سرگرمی دکھائی لیکن جرمنوں کی بڑھی ہوئی چوکیوں کو حاصل کرنے کی کوشش میں سخت شکست نصیب ہوئی۔ میوز کے مشرق میں ہماری پہلی اور دوسری لائینوں میں کافی شدید گولہ باری ہوئی جیسے لورین میں دشمن کی ایک دیکھ بھال کرنیوالی زبردست پارٹی کو منتشر کیا۔ ایک جرمن ہوائی جہاز نے ڈنکرک پر بم گرائے ایک عورت ہلاک اور دو آدمی مجروح ہوئے۔ عمارات کو بہت خفیف نقصان پہنچا ✦

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

مسئلہ تعلیم اور ہندوستانی مسلمان

نمبر ۲

تعلیم کے مقصد حقیقی سے مسلمانوں کی بے توجہی

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے نفس موضوع بالا کے متعلق بعض تمہیدی امور بیان کرکے یہ جتلایا تھا کہ تعلیم کا حقیقی اور صحیح مقصد یہ نہیں کہ انسان کو روپیہ کمانے اور بڑا بننے کے چند وسائل میسر آجائیں اور وہ خان صاحب اور خان بہادر بن کر فرعونیت کی کرسی پر متمکن ہو جائے۔ بلکہ اگر تعلیم دنیا کے لئے کوئی فائدہ مند چیز ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی قوم علم حاصل کرکے حقیقی طور پر متمول اور آسودہ حال بن سکتی ہے اور کہلا سکتی ہے تو وہ صرف ان پاک اخلاق۔ ان اعلیٰ خیالات سے جو انسان کو ذاتی منفعت اور انفرادی تمول کو قومی اور ملکی فوائد پر قربان کر دینے پر مائل کر دے کتنی ہی قوموں نے دنیا میں ترقی کی اور اپنے اپنے زمانہ میں حالات زمانہ کے مطابق تمول اور آسودگی کے اعلیٰ مراتب کو پایا لیکن کیا اس کا باعث صرف یہ علم تھا۔ جو ہم روزمرہ اپنے بچوں کو سکولوں میں پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں یا وہ اعلیٰ اور پاک اخلاق تھے جن کی وجہ سے ان میں کا ہر ایک فرد ایثار کے پاک جذبہ سے معمور تھا۔ اور موقع پیش آنے پر وہ اپنی جان پر ہر ایک درد اور دکھ کو سہنے۔ لیکن قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے تیار رہتا تھا۔ خود یورپ کی موجودہ حالت اور اس میں بھی انگریزوں کی قوم ہمارے لئے ایک نمونہ کا کام دے سکتی ہے۔ کیا انگریزوں کی قوم میں آج سے دس سال پہلے خطرناک سے خطرناک اختلاف نہ تھا۔ کیا آئے دن لبرل اور کنسرویٹو کے جھگڑوں سفریجٹ والوں کے شور و غوغا اور سفریجٹوں کی پروپیگنڈا اور شرارت آمیز کارروائیوں نے مدبرین سلطنت کا ناک میں دم نہ کر رکھا تھا۔ لیکن دیکھو کہ قوم پر مصیبت آپڑنے اور ایک مشترک دشمن کے پیش آجانے پر سب کو مل کر سر انجام دینے پر ہی قومی زندگی کا دار و مدار ہے کس طرح سب نے مخالفت اپنے فوائد کو ترک کر دیا اور ایک ہو کر دشمن کے مقابلہ میں مصروف ہو گئے۔ کیا یہ صرف چند درسی کتابوں کا جن میں شکسپیر اور ٹینی سن کے چند فرضی قصے اور نظمیں بھرپور ہیں خاصہ تھا کہ ان کے پڑھ لینے سے ایسا ہو گیا۔ شعراء کے متعلق تو قرآن کریم نے سچ کہا ہے اور میرا اس پر ایمان ہے کہ

وہ دوسروں کی تو کیا اصلاح کرینگے خود اپنی بھی اصلاح نہیں کر سکتے۔ ہاں میں کہونگا کہ یہ روح نری درسی کتابوں کے پڑھ لینے سے پیدا نہیں ہوگئی۔ بلکہ ان کے مطالعہ کے ساتھ اس مقصد کو ذہن نشین کرنے یا کرا دینے سے یہ سب کچھ ہوا ہے کہ جو فی الحقیقت تعلیم کا حقیقی مقصد ہے یعنی ایثار اور قربانی۔

مسلمانوں نے بھی ایک وقت اسی ایثار اور قربانی کو کام فرمایا۔ اس وقت وہ کوئی پڑھے لکھے نہ تھے۔ امی ہونا ان کا فخر سمجھا جاتا تھا اور جاہلیت پر وہ نازاں تھے۔ اس وقت ایک امی لقب انسان نے ہی انھیں پکارا اور کچھ ایسے پاک علوم ان کو سکھلائے کہ جن کی خاطر انھوں نے اپنے گلوں پر چھریاں چلوائیں مصیبتیں پر مصیبتیں سہیں لیکن ان انفرادی قربانیوں کو قومی فوائد پر کوئی وقعت نہ دی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ بڑھے۔ انھوں نے ترقی کی۔ دنیا پر غالب آئے اور اس قدر عظمت حاصل کی کہ آج تک عزت و عظمت سے انھیں یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن آہ آج وہی مسلمان ہیں یہ نہیں کہ جاہل ہوں۔ گو نسبتاً دوسروں کی برابر نہیں لیکن پڑھے لکھے ہیں۔ مگر حالت یہ ہے کہ کوئی نام تک لینا روا نہیں سمجھتا۔ اسی سے مقابلہ کر لو ان علوم کا جو صحابہ کرامؓ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے سیکھے۔ اور جو ہم سیکھ رہے ہیں۔ اور اپنے بچوں کو سکھا رہے ہیں۔ اسی سے سمجھ لو کہ موجودہ تعلیم مقاصد حقہ کی تکمیل کے لئے کہاں تک کام دے سکتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ابتداء میں گورنمنٹ انگلشیہ نے تعلیم کے ابر رحمت کا ترشح یہاں بھی کرنا چاہا اور ہندوستان کو بھی علم کی نورانی شعاعوں سے منور کرکے اپنا منت پذیر بنانا چاہا تو مولوی ملا لوگوں نے فتوے دینے شروع کئے کہ ہر کہ انگریزی بخواند کافر گردد۔ جو کوئی انگریزی پڑھیگا وہ کافر ہو جائیگا۔ گو ان علماء کی باتوں پر ہنسی و ٹھٹھا اڑایا گیا اور آج تک اڑایا جاتا ہے۔ اور اڑایا جانا چاہئے لیکن اس تنگ خیالی کو چھوڑ کر جو ان فتاوے میں ان علماء کے مدنظر تھی ایک دوسرے پہلو سے میں کہونگا کہ علماء کا وہ فتویٰ سچا ثابت ہو گیا۔

آج کتنے ہی مسلمان ہیں جو علوم انگلشیہ سے بہرہ ور ہونے کے باعث عزت و عظمت رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کتنے ہیں جو نماز روزہ اور دیگر ارکان اسلام پر نہ صرف عملی طور پر بلکہ اعتقاداً بھی ایمان رکھتے ہیں۔ وہ بے شک کہنے کو مسلمان ہیں۔ لیکن کسی بھی اسلامی بات پر ان کا عمل نہیں (الا ماشاء اللہ) سبب پوچھو تو یہ سن کر اور بھی حیران رہجاؤگے کہ آج یہ جاہلیت کے زمانہ کی باتیں ہیں ہمیں ان باتوں میں اپنے اوقات گرامی کو ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔ دوستو یہ ہے حال ہماری اس تعلیم کا جس کے لئے آئے دن مسلمانوں کو ترغیب دلانے ایجوکیشنل کانفرنسیں منعقد کرتے اور اخباروں کے صفحے کے صفحے سیاہ کرتے ہو۔ گو میں جانتا ہوں کہ ان باتوں کا اصل سبب کچھ اور ہے اور وہ ہے صرف دنیا ہی کی طرف لوگوں کی توجہات کا کلی طور پر رجوع ہو جانا اور دینی اور اخلاقی پہلو کو غیر ضروری سمجھنا یا یوں کہئے کہ خدا تعالیٰ کو بھلا دینا کیونکہ خدا یاد ہو تو یہ باتیں سرزد نہ ہوں لیکن اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ نری یہ موجودہ تعلیم ہی کافی نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ کسی اور چیز کا ہونا بھی ضروری ہے جس کی معیت سے ہم ان حقیقی مقاصد کو پا سکیں جو قرآن کریم نے ہمیں تعلیم کئے ہیں اور جنہیں حاصل ہو کر نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ قومی نقطہ خیال سے بھی سکھ کی زندگی بسر کر سکتے ہیں کیا ہی سچ فرمایا اس زمانہ

الاخبار والآراء

تاریخ ہند میں بعض نفاق انگیز اور غلط واقعات کا اندراج

ہندو مسلمانوں کے

موجودہ نفاق و شقاق کے اسباب کی ذیل میں یہ ایک سبب بھی بہت زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے کہ موجودہ مدارس میں ہندوستان کی جو تاریخ طلباء کو پڑھائی جاتی ہے وہ بعض ان غلط اور فرضی واقعات سے معمور ہے جو متعلمین کو اپنی ابتدائی عمر میں ہی ایک دوسری قوم کے متعلق نہایت درجہ بدظن کرنے اور دلوں میں بغض و کینہ اور نفرت کو جاگزین کر دینے والے ہیں۔ مسلمانوں کے مظالم کی فرضی داستانیں اور ہندوؤں اور عیسائیوں کی مظلومیت کے دردناک قصے موجودہ تاریخ ہند میں طلباء کو یاد کرائے جاتے ہیں اور اتنا خیال کسی کو نہیں کہ ان کے پڑھنے اور پڑھانے سے ملک میں بدامنی اور بدسلوکی کس قدر ترقی کرتی چلی جا رہی ہے اگر تو یہ قصے اور افسانے کسی حقیقت اور اصلیت پر مبنی ہوتے تو پھر کوئی بات بھی تھی اور یہ کہا جا سکتا تھا کہ تاریخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ قوموں کے معائب اور محاسن کو بلا تمیز اور بلا خوف و خطر بیان کر دے لیکن یہ کس قدر غضب ہے کہ جن باتوں کی کوئی اصلیت بھی نہیں اور کبھی غریب مسلمانوں کے وہم و گمان میں بھی وہ باتیں آئی نہ تھیں ان کو اپنی طرف سے لکھ کر ایک غلط خیال دلوں میں جاگزین کیا جاتا ہے جو بہت سی خرابیوں کو پیدا کرنے والا ہے آجکل مدارس میں ای مارسڈن صاحب بی۔ اے کی مرتبہ تاریخ ہند رائج ہے۔ اس کے بعض اقتباسات مولوی عبدالرحمٰن خان صاحب زمیندار و سابق ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ اعظم گڈھ نے اخبارات میں شائع کئے ہیں جن کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر خطرناک اور گندے الزامات مسلمان فاتحین پر اس میں عائد کئے گئے ہیں۔ سلطان محمود غزنوی کی لوٹ کھسوٹ شہاب الدین غوری کے قتل و غارت اور ہندو مقتولین سے بیرحمی۔ اورنگ زیب اور دیگر مسلمان شہنشاہوں کے ہندوؤں پر نہایت سخت مظالم اور انھیں زبردستی مسلمان بنانے اور حادثہ بلیک ہول وغیرہ کے فرضی افسانے اس کتاب میں عام طور پر پائے جاتے ہیں جو غریب مسلمانوں کی از حد دلشکنی کا باعث ہیں۔ ضرورت ہے کہ محکمہ تعلیم اس طرف بہت جلد متوجہ ہو کر ان باتوں کو تاریخ سے خارج کرے۔

جلسہ مسلم یونیورسٹی اور سر علی امام۔

مسلم یونیورسٹی کے متعلق مدت سے اسلامی

دنیا میں ہیچ و پکار ہو رہی ہے۔ مستبدین اور احرار کے نام سے دو گروہ قوم میں اس وقت موجود ہیں جن میں سے اول الذکر یونیورسٹی کو انہی شرائط پر لے لینے پر مستعد ہے جن پر کہ ہندوؤں نے یونیورسٹی لی۔ اور جنہیں پہلے ہی دن گورنمنٹ دینے کو تیار تھی۔ دوسرا گروہ اس پر راضی نہیں اور وہ اپنی ہی شرائط منوانے یا یونیورسٹی نہ لینے پر زور دیتا ہے۔ دونوں گروہ اپنی اپنی رائے پر مصر ہیں۔ اور مصالحت کی طرف کسی کا رجحان نہیں۔ یہ اختلاف ممکن تھا کسی عمدہ نتیجہ کا باعث ہوتا اگر اسے ایک دوسرے کی بدنیتی پر محمول نہ کیا جاتا اور حسن نیت پر ہی مبنی خیال کیا جاتا۔ مگر اس کے بالکل برخلاف جیسا کہ بدقسمتی سے مسلمانوں کی عادت ہے ایک دوسرے پر الزامات لگانے اور ذاتی حملے کرنے میں کسی نے بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اب خدا خدا کر کے ایک جلسہ اس مہینہ میں مسلم یونیورسٹی کے متعلق آخری تصفیہ کے لئے لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا جس کی مختصر روئداد کسی گذشتہ اشاعت میں خبروں کے صیغہ میں درج ہو چکی ہے سر علی امام کو جو اس سے پیشتر قومی سٹیج پر شاید کبھی نہیں آئے۔ اس جلسہ کا صدر تجویز کیا گیا تھا۔ لیکن افسوس سے سنا گیا ہے کہ بعض لوگوں نے ان کے خلاف خواہ مخواہ آواز اٹھائی تھا کہ انھیں صدر جلسہ نہ ہونے دیا۔ اور اس طرح سے ایک مقتدر مسلمان لیڈر کی خود توہین کی۔ پھر جلسہ میں بعض لوگوں نے گمنام اشتہار شائع کر کے کارروائی میں رخنہ اندازی شروع کی۔ ہر چند کہ ہمیں ان دونوں گروہوں کی افراط و تفریط آمیز کامد دا[illegible] سے کوئی تعلق نہیں اور ہم یہی بہتر سمجھتے ہیں کہ ذوق مرحوم کے اس شعر کو کہ

سمجھتا دو طرفی حسد کے عدد سے ہیں

اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

کو اپنا نصب العین بنائے رکھیں۔ لیکن مسلمانوں کی ان ناپسندیدہ کارروائیوں کے خلاف آواز بلند کرنا اور انھیں اس بارہ میں معتدل رویہ سے کام لینے کی نصیحت کرنا بھی ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ سمجھ نہیں آتی کہ قومی معاملات میں اختلاف آراء پر اس قدر ہنگامے اور شور شغب برپا کرنا اور ترک ادب کو اپنا شعار بنا کر ایک دوسرے پر ناجائز حملے کرنے کونسے اسلام کی تعلیم ہے۔ اور کس نیک شعار کا نتیجہ۔

خدا انھیں نیک ہدایت دے

ہمعصر صداقت ترجمان ہے کہ "ہمیں پیغام صلح لاہور سے یہ دیکھ کر سخت

افسوس ہوا کہ امرتسر نہیں بلکہ پنجاب کے نامور مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کی جماعت اہلحدیث کے ایک اور ممبر حکیم عبدالحق ابوتراب کے درمیان کچھ دنوں سے مقدمہ چل رہا ہے۔ جس کی بنا یہ بتائی جاتی ہے کہ حکیم صاحب نے چند مولویوں کے دستخط سے مولانا کے خلاف اس جرم پر کفر کا فتویٰ شائع کرا دیا کہ انھوں نے جبلپور کے مباحثہ میں اسلام کی ہتک کرائی۔ اور آریوں سے بغلگیر ہوئے۔ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے کفر کے فتوے کی بلا سے بچنے کے لئے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کیا انھیں یقین ہے کہ آئندہ وہ کفر نویس مولویوں کے فتوے بازی سے محفوظ رہ سکینگے۔ اگر نہیں تو پھر تبلیغ کے مقدس فرض پر مقدمہ بازی کی نفاق انگیز کارروائی کو ترجیح دینا اسلام کو کمزور اور رسوا کرنا ہے۔ حکیم صاحب کو بھی واضح رہے کہ جس چیز کو وہ اسلامی حمیت اور غیرت سمجھے بیٹھے ہیں وہی دراصل اسلام کی ذلت اور رسوائی کا باعث ہے۔ کیا ان کی اس افسوسناک روش سے غیر مسلم اقوام خواہ آریہ ہوں یا عیسائی اسلام کی گرویدہ ہو جائینگی۔ کاش یہ دونوں بزرگوار اس بات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ کیا وہ اسلام کے لئے لڑ رہے ہیں یا اپنی نفسانیت کے لئے۔ اگر اسلام کی وقعت قائم رکھنے کے لئے وہ مصروف جنگ پیکار ہیں تو یہ ایک شرمناک نظارہ ہے۔ کیونکہ اسلام اپنی حمایت کا یہ طریقہ ہرگز پسند نہیں کرتا جس سے غیر مذاہب کے لوگوں کو خندہ زنی کا موقع ملے۔ اگر یہ حضرات اپنی ذاتی رنجشوں کا بخار نکالنا چاہتے ہیں تو وہ لڑیں اور شوق سے لڑیں

دین اور دُنیا

(از جناب محمد مرتضیٰ خان صاحب احمدی)

بفحوائے آیت کریمہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔ جن و انسان کے خلق کرنے کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لائیں۔ یا یوں کہئے کہ جن و انسان اپنی عبودیت کے فرائض کو پورا کریں۔ عبودیت کے فرائض کیا ہیں۔ اور کیونکر ادا کئے جا سکتے ہیں۔ اس غرض و مقصد کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں اور ملکوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین مبعوث فرمائے ہر چند کہ معبود حقیقی کی جستجو اور اسکی تلاش ایک فطرتی امر ہے۔ اور صحیفۂ قدرت بھی اپنے طرز عمل سے انسان کو یہی سبق دے رہا ہے۔ کہ اپنے سے اعلےٰ اور ارفع ہستی کی عبادت و خدمت ایک ضروری و لازمی امر ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ شمس و قمر۔ زمین و آسمان اپنے سے اعلےٰ ہستی یعنے انسان کی خدمت میں دن رات کمر بستہ ہیں۔ تو انسان کو کیونکر لازم ہے۔ کہ وہ اپنے سے اعلےٰ اور ارفع ہستی سے غافل ہو۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسلئے کہ مبادا کوئی شخص صحیفۂ قدرت اور صحیفۂ فطرت دونوں کو نظر انداز کر ڈالے اُس نے مُرسلین کو صحف آسمانی دیکر نازل فرمایا۔ انبیاء کرام اور اُن کے صحف درحقیقت اُسی فطرتی جذبہ کی پرورش کرنے کے لئے آتے ہیں۔ اور اسی نقش کو جلا دینے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے مدہم پڑ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید کا نام تذکرۃ فرمایا گیا ہے یعنی یہ قرآن مجید اسی فطرتی مذہب کو یاد دلاتا ہے۔ جسکو انسان کسی نہ کسی وجہ سے بھلا دیتا ہے۔ غرض جستجوئے محبوب اور عبادت معبود کا جذبہ ایک فطرتی جذبہ ہے۔ واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علےٰ انفسھم الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا انبیاء کرام اسی فطرۃ کو سچی اور مضبوط کرنے کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ اور اُن کا مبعوث ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ محض فطرتی جذبہ اس راہ کے طے کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دوسری طرف ایک دوسرا جذبہ جو ایک نہایت مضبوط جذبہ ہے انسان کو دیا گیا ہے۔ جسکو ہم دنیا کے جذبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذھب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذالک متاع الحیوٰۃ الدنیا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب براہین حصہ پنجم میں ایک عجیب مثال فطرت انسانی کی تحریر فرماتے ہیں جس کا مطلب اور مفہوم یہ ہے کہ فطرت انسانی ایک ایک درخت ہے۔ جس کی جڑیں ایک طرف تو پانی سے سیراب ہو کر اس کے نشو و نما کا باعث ہو رہی ہیں اور دوسری طرف آگ کی ایک غار میں جا رہی ہیں جس سے درخت کے جل کر خاکستر ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہے۔ غرض اس طرح سے دو جذبے انسان میں قدرت نے رکھدئے ہیں۔ (۱) ایک جذبہ تو جستجوئے معبود کا۔ (۲) دوسرا جذبہ خواہشات دنیا کا۔ ہمارے افعال و کردار بیشتر انہیں دو جذبوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان دونوں جذبات کا استعمال اور صحیح استعمال انسان کو بہت کچھ مشکلات میں ڈالدیتا ہے۔ بسا اوقات ایک جذبہ دوسرے پر غالب آ جاتا ہے۔ اگر غلبہ دنیا غالب ہوا تو ظاہر ہے۔ کہ دوسرا جذبہ مغلوب و مفقود ہو جائیگا۔ اور اگر جذبۂ دین جذبۂ دنیا پر غالب ہوا۔ تو مؤخر الذکر جذبہ مفقود و معدوم ہو جائیگا۔ انہی دونوں جذبات کو صحیح طور پر استعمال نہ کرنے کی وجہ سے بعض نے تو دنیا و علائق دنیا سے کنارہ کشی کر کے رہبانیت اختیار کر لی۔ اور بعض نے اپنی معبود حقیقی کی عبادت و معرفت سے روگردانی کی۔ ابتدائے دنیا سے ہی ہم اس قسم کے دو گروہوں کے حالات اور خیالات مطالعہ کرتے ہیں:-

(۱) ایک تو وہ جنہوں نے دنیا کو اور اُسکے جذبات کو نہایت حقیر اور ذلیل سمجھکر دُنیا سے مُنہ موڑ لیا۔ اور اپنے نفس پر ایسی سختیاں اور ایسی ریاضتیں روا رکھیں۔ کہ جن سے دنیا کے جذبہ کو پاؤں تلے روند ڈالا۔ اور دنیا کے مال و متاع دنیا کی زیب و زینت۔ دنیا کے جاہ و حشم۔ دنیا کی مطلوبات و محبوبات۔ اولاد۔ عزت۔ منصب و جاہ کو پرِ کاہ سمجھکر اُن سے کنارہ کش ہو گئے۔ اور اپنی زندگی کا انتہائے مقصد متواتر فاقہ کشی نفس کشی۔ تجرد یت یا رہبانیت۔ قطع تعلق وغیرہ وغیرہ قرار دیا

(۲) لیکن ایک دوسرا گروہ ہم دیکھتے ہیں جنہوں نے دنیا کے مال و متاع۔ دنیا کے عیش و آرام دنیا کی زیب و زینت۔ دنیا کی جاہ و حشم۔ دنیا کی بود و باش۔ دنیا کی مطلوبات و محبوبات۔ اولاد عزت۔ منصب و جاہ۔ کو اپنا محبوب بنایا۔ اور اپنی زندگی کا انتہائے مقصد انہیں چیزوں کو قرار دیا مگر دوسری طرف عبادت و معرفت معبود حقیقی سے ایسا تغافل اور ایسا تساہل کیا کہ گویا اس فطرتی جذبہ کو پاؤں تلے کچل ڈالا۔ لیکن حق بات یہ ہے۔ کہ دونوں گروہوں نے ہی اعتدال سے کام نہیں کیا۔ قدرت نے ہمیں دونوں جذبات عطا فرمائے ہیں اور ہمکو ان دونوں جذبات کی قدر کرنی چاہئے۔ نہ کہ ایک کو دوسرے کے لئے اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ وہ بالکل مفقود و معدوم ہو جاوے۔ صحیح اور درست رستہ تو یہ ہونا چاہئے۔ کہ دونوں جذبات اپنی اپنی جگہ پہلو بہ پہلو نشو و نما پاتے رہیں اور بجائے ایکدوسرے کی ضد اور مخالفت کرنے کے ایکدوسرے کے معین و مددگار رہیں۔ کیونکہ ہر ایک جذبہ ایک ودیعت الٰہی ہے۔ ایک عطیہ پروردگار ہے۔ اور ایک نعمت عظمےٰ ہے۔ اس ودیعت الٰہی۔ اس عطیہ پروردگار۔ اس نعمت عظمیٰ کا سچا طور پر استعمال نہ کرنا گویا کفران نعمت ہے۔ کسی ایک جذبہ سے بھی صحیح اور درست استعمال اور اس کی مناسب نشو و نما کو روکنا گویا فطرت کے رنگ و روغن کو کاٹنا ہے۔ اس حقیقت کو اسلام نے آکر واضح کیا کہ نہ یہ طریق درست ہے کہ انسان علائق دنیا سے بے تعلق ہو کر رہبانیت اختیار کرلے اور نہ یہ طریق ہی صحیح ہے۔ کہ انسان دنیا میں ایسا منہمک ہو کر اپنے خالق کے حقوق کو فراموش کر کے کفران نعمت کا ملزم ٹھہرے۔ بلکہ ان دونوں کے بین بین ایک ایسے رستہ پر چلنے کی تعلیم دی کہ جس سے یہ دونوں (دین و دنیا) نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے طے ہوتے جائیں اور دونوں جذبات پہلو بہ پہلو نشو و نما پاتے جائیں۔ جعلناکم امۃ وسطا کا یہی مطلب ہے کہ امت محمدیہ کو یہ تعلیم نہیں دی گئی۔ کہ وہ دنیا کو چھوڑ کر رہبانیت اختیار کرلے یا یہ کہ حقوق خداوندی سے تساہل کرے۔ بلکہ اُنکو تعلیم دیگئی ہے۔ کہ وہ دنیا کو بھی قائم رکھیں۔ اور دین کو بھی۔ ارشاد نبوی ہے۔ لا رھبانیۃ فی الاسلام یعنے اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ پھر ہم قرآن مجید میں یہ دعا پڑھتے ہیں۔ ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار یعنے اے خدا ہمکو دنیا کے بھی حسنات عطا فرما۔ اور دین و آخرت کے بھی حسنات عطا فرما اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ۔ دنیا کے حسنات کیا ہیں یہی کہ عزت ہو۔ نیک بیوی اور نیک اولاد ہو۔ رزق کی فراخی ہو۔ پہلی تعلیموں میں ایک یہ بھی نقص تھا کہ تمام قوائے انسانی۔ تمام استعداد انسانی تمام جذبات انسانی کو ان میں مدنظر نہیں رکھا گیا تھا۔ اور اُن کو نشو و نما کا موقعہ نہیں دیا گیا تھا۔ غور کرو انجیل کی تعلیم پر کہ اگر ایک شخص تمہاری گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال اُسکے آگے رکھدے۔ اب جو کچھ نقص اس تعلیم میں ہے۔ وہ ظاہر ہے لیکن اسلام نے جو دنیا کی آخری ہدایت دی یہ تعلیم دی کہ جزاء سیئۃ سیئۃ بمثلھا یعنی برائی کا بدلہ برائی ہے۔ لیکن اسقدر جسقدر کہ برائی کیجائے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ ہاں اگر موقعہ مناسب ہو تو معاف کر دینا بہتر ہے۔

الغرض اسلام نے جہاں ایکطرف اپنے متبعین کو نجات اخروی کے حصول کے لئے صحیح صحیح اصول

بتائے - دوسری طرف دنیا میں کامیاب وبا مراد ہونے کے بھی صحیح صحیح گر بتا دئے اور دین اور دنیا کو ایسی خوبصورتی سے پیوستہ اور وابستہ کیا کہ اس سے بڑھکر کوئی نظام قرین قیاس نہیں - خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ولقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة نمونہ بن کے دکھایا کہ دین اور دنیا کو کس طرح جمع کر سکتے ہیں - حضور اقدسؐ جہاں ایک طرف ایک عظیم الشان اور بےنظیر نبی تھے وہاں دوسری طرف ایک نہایت زیرک اور مدبر بادشاہ تھے - حضور کے انقطاع اور تبتل الی اللہ سے کسکو انکار ہو سکتا ہے - لیکن باوجود اس کے حضورؐ کی نو بیویاں تھیں - آپؐ چونکہ نوع انسان کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوئے تھے - اس لئے آپ نے خود نمونہ بنکر دکھایا - کہ دین و دنیا کو کس طرح نباہ سکتے ہیں مشہور بات ہے - کہ ایک دفعہ چند شخص حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے - ان میں سے ایک نے عرض کی - کہ حضرت میں نے یہ عہد کر لیا ہے - کہ آئندہ ہمیشہ صائم رہوں گا - دوسرے نے عرض کی کہ میں نے قصد کیا ہے - کہ آئندہ بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا - تیسرے نے عرض کی - کہ حضرت میں نے یہ عہد کیا ہے کہ آئندہ سوؤنگا نہیں - اور تمام رات یاد الہٰی میں بسر کیا کرونگا -

حضرت ختمی پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ طریقہ نہیں - محمدؐ روزہ رکھتا بھی ہے اور نہیں بھی رکھتا - محمدؐ اپنی بیویوں کے پاس جاتا بھی ہے - اور نہیں بھی جاتا - محمدؐ رات کو سوتا بھی ہے اور جاگتا بھی - پس تم بھی اسپر عمل کرو - ان تینوں نے ایسا کرنے کا اقرار کیا - حضرت نے فرمایا - کہ اگر کسی نے جنتی دیکھنے ہوں تو یہ تین شخص ہیں -

الغرض اسلام کی کامل اور مکمل تعلیم نے دنیا کے کاروبار دنیا کے مقاصد اور دنیا کی اغراض کو عضو معطل کی طرح ردی سمجھکر پھینک نہیں دیا - بلکہ فطرتی جذبہ انسانی کے تقاضے کو مدنظر رکھتے ہوئے ان تمام کے حصول کو جائز قرار دیا ہے - اسلام نے دنیا کے نعماء سے بہرہ ور ہونے سے منع نہیں فرمایا - اسلام نے دنیوی عز و جاہ کے حصول سے روک نہیں دیا اسلام نے فاخرہ لباس - دنیا کے طیب کھانوں سے دنیا کے اسباب اور دنیا کی زینتوں سے منع نہیں فرمایا - قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق - قل ھی للذین اٰمنوا فی الحیوٰة الدنیا خالصة یوم القیامة - یعنی اے پیغمبر کہو کہ کس نے حرام کر دی ہیں وہ زینتیں اور پاک کھانے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے بنائے ہیں - کہدے کہ یہ سب چیزیں مومنوں کے استعمال کے لئے ہیں - اس دنیا کی زندگی میں - اور اس دنیا میں تو مشرک اور کافر بھی شامل ہو گئے ہیں - لیکن قیامت کے دن خاص مومنوں کو ہی یہ چیزیں دی جائیں گی ٭

اس میں شک نہیں کہ مومن کی دنیا بھی دین ہی ہوتا ہے - وہ کھانا کھاتا ہے تو اس لئے کہ اس کی صحت قائم رہے - وہ قویٰ جو اسکو خدا تعالےٰ نے عطا فرمائے ہیں اچھی طرح سے کام کریں اور عبادت الہٰی بجا لائیں وہ روزی کماتا ہے تو اس لئے کہ حقوق لواحقین - والدین اور اولاد وغیرہ بھی بجا لائے - اور وہ جو از خود کار رفتہ ہیں ان کی امداد کر سکے - غرض مومن کا جو فعل دنیا کا بھی ہوگا وہ ایک دینی پہلو اپنے اندر رکھتا ہوگا - برخلاف ایک غیر مومن اور غیر متقی شخص کے جو اعمال صالحہ اور حقوق اللہ کی نگہداشت نہیں کرتا - اس کے افعال و کردار اپنے اندر وہ دینی پہلو نہیں رکھتے - واما من اوتی کتابہ وراء ظھرہ فسوف یدعوا ثبورا ویصلی سعیرا انہ کان فی اھلہ مسرورا - انہ ظن ان لن یحور بلیٰ ان ربہ کان بہ بصیرا یعنی مگر وہ شخص جسکو اعمالنامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائیگا - پس وہ پکاریگا تباہی کو اور وہ اصل نار ہوگا - کیونکہ وہ اپنے اہل میں ہی خوش رہتا تھا - اسکا گمان تھا - کہ اسکو حساب کتاب نہیں دینا پڑیگا - مگر یہ اسکا گمان غلط تھا - اسکا پروردگار اسکو دیکھ رہا تھا - ان آیات میں ایسے شخص کا مذکور ہے جو دنیا کے تنعم و عیش میں ہی پڑا رہتا ہے - خدا کے حقوق کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا - ورنہ اپنے اہل و عیال میں خوش رہنا - دنیا کی نعمتوں سے حظ اٹھانا کوئی ممنوع اور ناجائز نہیں - بشرطیکہ اسکے ساتھ ساتھ انسان حقوق خداوندی کو بھی مدنظر رکھے اور اس کی رضا میں لگا رہے

نہیں ممنوع کچھ اس چمن میں ثمر کھانے سے
نہ توڑ رکھا گیا ہے باز یاں آرام پانے سے
نہ تجھپر قید ہے پھل توڑ شاخیں جھکانے سے
برا کیا ہے اگر تو خوش ہو بلبل کے ترانے سے
مگر رہ حد کے اندر بڑی شے ہے زمانے میں
نگار رکھ دل میں استرضائے شہنشاہ کا کھٹکا

اسمہ احمد کا حقیقی مصداق کون ہے؟

آنحضرت صلعم حقیقی احمد ہیں اور مسیح موعود مجازی

گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر الفضل کے چند اعتراضات کے جواب دئے گئے تھے

اس سے آگے فضل نامہ نگار رقمطراز ہے - کہ :- "یہ کس طرح تسلیم کر لیا جاوے - کہ آپ (آنحضرت صلعم) کا نام احمد تھا - ہاں احمدیت کی صفت آپ میں ضرور پائی جاتی تھی - آپ خدا کی بڑی حمد کرنے والے تھے - مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا نام بھی احمد تھا"

لیکن فضلی نامہ نگار کے بیان کے مقابلہ حضرت مسیح موعود ارشاد فرماتے ہیں

"نبی کریم حقیقی طور پر اس نام احمد کے مصداق ہیں اور میرا نام مجازی طور پر احمد ہے -"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۶)

من بعدی کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود پر حملہ

پھر فضلی نامہ نگار نے من بعدی اسمہ احمد میں من بعدی کی تفسیر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے - کہ

"اگر کہا جاوے کہ بعدی کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ اس پیشگوئی کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں کیونکہ حضرت عیسےٰ کے بعد اگر کوئی نبی آیا ہے تو وہ آنحضرت صلعم ہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب بھی حضرت عیسےٰ کے بعد ہی آئے ہیں - پھر قرآن کریم میں آتا ہے - کہ یٰقومنا انا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ اپنی قوم کو وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم قرآن کریم سنکر آئے ہیں - جو موسیٰ کی کتاب کے بعد اترا حالانکہ توراۃ کے بعد انجیل کا نزول ہوا - پس یہ اعتراض ایک مغالطہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا"

اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہیں جن پر ہم آگے چلکر لکھیں گے - لیکن پیشتر ازیں من بعدی کی تفسیر کے لئے خود حضرت مسیح موعودؑ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل غور ہے - آپ فرماتے ہیں -

"مسیح کی گواہی قرآن کریم میں اسطرح پر لکھی ہے کہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد یعنی میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں - جو میرے بعد یعنے میرے مرنے کے بعد آئیگا - اور نام اس کا احمد ہوگا - پس اگر مسیح اب تک اس عالم فانی سے گذر نہیں گیا - تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہمارے نبی صلعم بھی اب تک اس عالم میں تشریف فرما نہیں ہوئے - کیونکہ نص اپنے کھلے کھلے الفاظ سے بتلا رہی ہے - کہ جب مسیحؑ اس عالم جسمانی میں تشریف لائینگے - وجہ یہ کہ آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے - اور ضرور ہے - کہ آنا اور جانا دونوں ایک ہی رنگ کے ہوں - یعنی ایک نبی اس عالم کی طرف چلا گیا اور ایک اس عالم کی طرف سے آیا"

اب اس عبارت میں حضرت اقدسؑ نے من بعدی

سے آنحضرت صلعم کو مراد لیا ہے۔ اور اس سے وفات مسیح پر استدلال کیا ہے۔ لیکن فصلی نامہ نگار اسے ایک مغالطہ قرار دیتا ہے۔ اور من بعدی سے حضرت مسیح موعود مراد لیتا ہے۔ جس سے خود مسیح موعود کی پیش کردہ دلیل کے مطابق لازم آیا کہ آنحضرت صلعم کے وقت تک ابھی مسیح موفوت نہیں ہوئے تھے کیونکہ بقول حضرت مسیح موعود "آیت میں آنے کے مقابل پر جانا بیان کیا گیا ہے اور ضروری کہ آنا اور جانا ایک ہی رنگ کے ہوں"۔ پس آنحضرت صلعم سے پیشتر اگر مسیح فوت ہو چکے ہوں تو مسیح موعود اور مسیح کا آنا اور جانا ایک ہی رنگ کے نہیں رہتے۔ اس لئے کیا فصلی نامہ نگار نے ایسے مغالطہ کہکر حضرت مسیح موعود پر یہ حملہ نہیں کیا دیکھنا چاہئے کہ یہ بیان حضرت مسیح موعود کے مندرجہ بالا ارشادات سے کسقدر خلاف ہیں۔

"تورات کے بعد انجیل کا نزول ہوا"

یہ بھی فقرہ ہے۔ جسے ہم قابل غور بتا چکے تھے۔ ایک طرف تو خود میاں صاحب اور انکے مرید آئے دن حضرت عیسے کو غیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں۔ اور انجیل کو شریعت کی کتاب نہیں سمجھتے اور دوسری طرف توریت کے بعد انجیل کا نزول بھی شرعی حیثیت سے مانتے ہیں اس آیت میں تو شریعت کے لحاظ سے موسے کے بعد ایک نئی کتاب کا ذکر ہے۔ توریت کے بعد اگرچہ انجیل نازل ہوئی۔ لیکن اسے بھی توریت کا ایک حصہ ہی سمجھا گیا۔ اور توریت منسوخ نہیں ہوئی لیکن قرآن کے آنے سے توریت منسوخ ہو گئی اور اسی لحاظ سے کتاب انزل من بعد موسے کہا گیا۔ باقی یہ سوال تمہیں ہے کہ ایک غیر تشریعی نبی ہونے کے باوجود حضرت عیسے تو صاحب کتاب کیسے کہا جا سکتا ہے۔ اگر نہیں تو تمہارا یہ کہنا کہ توریت کے بعد انجیل کا نزول ہوا کیا معنے رکھتا ہے۔

فصلی مشن کی پر اسرار کارروائیاں اور ایک الزام کی تردید

فصلی ایڈیٹر کی ایک اور بہتان بندی

۲۰۔ اپریل کے الفضل میں فصلی ایڈیٹر نے حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کی اس چٹھی پر جو انہوں نے سیلون کے مسٹر ڈی مل کے مشرف باسلام ہونے کے متعلق ارسال کی تھی۔ بہت کچھ لے دے کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ مسٹر ڈی مل بہت پہلے سے مسلمان ہو چکا ہوا ہے۔ بلکہ وہ احمدی بھی ہے۔ حالانکہ مولانا مولوی صدرالدین صاحب نے اسکے اب اپنے ہاتھ پر قبول اسلام کا اعلان کرنے میں جعل سے کام لیا ہے۔ اور آپ نعوذ باللہ اس سے پیشتر بھی ایسی ہی جعلی کارروائیاں کرتے رہے ہیں۔ آخر میں اس نے اپنے ثبوت میں اور پڑھنے والوں پر رعب ڈالنے کے لئے مسٹر ڈی مل کے اپنے دستخطی پتہ کا عکس بھی شایع کیا ہے لیکن خدا جانے اس پتہ سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا۔ کہ مسٹر ڈیمل اب مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام نہیں ہوا۔ نہایت افسوس ہے کہ الفضل نے صرف حضرت مولنا صدرالدین صاحب پر ہی یہ بہتان نہیں باندھا۔ بلکہ خود مسٹر ڈی مل پر بھی یہ ناجائز حملہ کیا ہے کہ انہوں نے باوجود پیشتر سے مسلمان بلکہ احمدی ہونے کے دوبارہ اعلان کی خاطر جو اسلامک ریویو میں شایع ہوئی ہے۔ تراشکے کاٹ کر ہمراہ ایک اخلاص بھری چٹھی کے بھیجی"۔ اور یہ لکھا کہ "میرے عیسائی رشتہ دار مجھے تنگ تو بہت کرتے ہیں۔ لیکن اسلام کی محبت اسلام کی معقول تعلیمات بہت زیادہ محبوب ہیں بمقابلہ اس تھوڑی سی تکلیف کے جو کسی انسان کے ہاتھ سے اس راہ میں پہنچے" الفضل کو چاہئے کہ اگر اسکا یہ بیان صحیح ہے۔ کہ

"یہ شخص بہت پرانا مسلمان بلکہ احمدی بھی ہے۔ اور مدت سے سلسلہ احمدیہ کی کتابیں سیلون میں فروخت کرتا اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کا باقاعدہ ایجنٹ ہے اسکا پتہ جو کہیں مولوی صدرالدین کو معلوم ہو گیا تو جھٹ اس نے اسکے اپنے ذریعہ مسلمان کرنے کا اعلان کر دیا"

تو وہ اس چٹھی کو جس کا کہ حوالہ حضرت مولوی صاحب نے اپنے خط میں دیا ہے جعلی ثابت کرے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس کی بنا پر حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کے اس اعلان کی بنیاد ہے پس اگر تو اسکے قول کے مطابق انہوں نے خود بغیر اسکے لکھنے کے یہ اعلان کر دیا ہے۔ تو وہ خود مسٹر ڈی مل کا یہ بیان شایع کرے کہ اس نے کوئی چٹھی حضرت مولوی صاحب کو نہیں لکھی یا پھر اصل چٹھی کا عکس شایع کر دیا جاتا۔ لیکن اگر اس نے حضرت مولوی صاحب کو یہ چٹھی لکھی ہے۔ اور اس میں وہ ڈیکلیریشن Declaration جو مسلمان ہونیوالوں کے لئے اسلامک ریویو میں چھپتا ہے پر کرکے بھیجا ہے۔ تو پھر سمجھ لینا چاہئے کہ فصلی ایڈیٹر نے نہ صرف حضرت مولوی صاحب پر بلکہ ایک شریف انگریز پر بھی یہ ایک سخت خطرناک حملہ کیا ہے کہ باوجود ایک پرانا مسلمان بلکہ احمدی ہونے کے اسنے ایسی جھوٹ اور دھوکا دینے والی کارروائی کی۔ جو کسی شریف انسان کے شایان شان نہیں کیا فصلی ایڈیٹر ہمت اور جرأت سے کام لیکر ہمارے اس مطالبہ کو پورا کرکے اپنے بیان کو سچا ثابت کر سکتا ہے۔

فصلی ایڈیٹر نے اسکے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے۔ کہ

"ہم نے ان کی (یعنی حضرت مولوی صاحب کی) دھوکا دہی کی یہ ایک تازہ مثال پیش کر دی ورنہ اسی قسم کی اور بہت سی فرضی کارروائیاں بھی ہیں جنکی نقاب کشائی کے لئے ہم تیار ہیں"۔

اور پھر ساتھ ہی ووکنگ کے اسلامی مشن کا نام "پر اسرار مشن" رکھتے ہوئے عامہ مسلمین کو اسکی مالی امداد سے روکنا چاہا ہے۔ لیکن وہ یاد رکھے کہ انکی یہ کوششیں کبھی بار آور نہیں ہو سکتیں یہ خدا کا کام ہے انشاء اللہ اسیطرح ترقی اور رونق پر رہیگا اور تمہارے جیسے خدائی دشمنوں کے لئے یہ حسد کی آگ انشاء اللہ بھڑکتی ہی چلی جائیگی۔ تم بیشک جتنا بھی چاہے زور لگا لو اور ان فرضی کارروائیوں کو اگر کوئی ہیں بیشک کھلے دل سے ظاہر کرو۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو کہ یہاں تو خدا کے فضل سے کوئی بھی بات چھپی ہوئی نہیں۔ جسے پر اسرار کہا جا سکے۔ ہاں تمہارے اس "پر اسرار مشن" کی نقاب کشائی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ جو آئے دن ولایت میں احمدی نو مسلمین کی فرضی تعداد بتا بتا کر اپنے ہمنواؤں کو خوش کرتا رہتا ہے۔ لیکن ان "احمدی نو مسلمین" کے نام پوچھو تو بیچارے مریدین منہ تکتے ہوئے رہ جاتے ہیں اور کوئی جواب نہیں بن آتا۔ خدا ان لوگوں کی حالت پر رحم کرے جو خادمان اسلام کو برا بھلا کہکر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کرتے اور دین کی اشاعت میں روڑے اٹکانا چاہتے ہیں۔

میں پھر الفضل سے پوچھتا ہوں۔ کہ اگر مسٹر ڈی مل بہت پرانا مسلمان اور احمدی بھی ہے اور اب حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کے ہاتھ پر مسلمان نہیں ہوا۔ تو وہ کون سا اعلان ہے جو تم نے اسکے مسلمان ہونے پر کیا۔ آخر کوئی اعلان تمہاری طرف سے اس قسم کا بھی تو ہونا چاہئے تھا۔ جس میں اسکے قبول اسلام کا اظہار ہے۔ جب ایک ہندوستانی کے بھی احمدی ہونیکا اعلان اخبار میں بڑے زور شور سے کیا جاتا ہے۔ تو مسٹر ڈی مل جیسے معتدبہ انسان کے مسلمان ہونے کا اعلان الفضل میں شایع نہ ہو۔ موجب حیرت ہے۔

خلیفہ رجب الدین پرنٹر پبلشر منیجر کے اہتمام سے احمدیہ سٹیم پریس میں چھپکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے دفتر پیغام صلح سے شایع ہوا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ے ر
ششماہی سے ر
سہ ماہی عمر
ماہوار ۹ر طلبا سے سالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بلدۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۱۸ رجب سنہ ۱۳۳۴ ہجری القدس مطابق ۲۱ مئی سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲

ایک جگر خراش حادثہ
حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب کی
وفات حسرت آیات

یہ خبر یقیناً نہایت افسوس اور دلی رنج کیساتھ پڑھی جائیگی کہ ہماری قوم کے نہایت ممتاز اور جری دل انسان حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب غفر اللہ نے تین چار ماہ کی طویل علالت کے بعد آخر گذشتہ اتوار شب (مورخہ ۳۰ اپریل و یکم مئی سنہ ۱۹۱۶ء کی درمیانی رات کو) واصل بحق ہو کر دائمی طور پر داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت خلیفہ صاحب کی صفات کو ایک ایک کر کے بیان گننا اور ان کی بعض مخصوص اور قابل تقلید عادات کا نقشہ کما حقہ کھینچکر دکھانا میرے لئے یقیناً ایک ناممکن امر ہے۔ جماعت کا بچہ بچہ ان کی پیاری عادات سے خوب واقف ہے اور جانتا ہے کہ کس طرح سے وہ شیر دل انسان باوجود اُمی ہونے کے بڑی بڑی مجالس میں بلا خوف بولتا اور مسائل دینیہ میں بڑے بڑے مدعیان علم کا ناک میں دم کر دیتا تھا توحید کا پاک جذبہ ابتدا سے ہی آپ کی پاک سرشت میں ایسا جوش انگیز تھا کہ جس کی وجہ سے کبھی بھی آپ کا سیلان ہرگز ہرگز کسی ایسی بات کی طرف نہیں ہوا جس میں شرک کی ایک ذرا سی بھی ملونی پائی جاتی ہو یہی وجہ ہے کہ آپ ابتدا ہی سے موحدین کے گروہ میں شامل تھے۔ قبر پرستی و پیر پرستی کے خلاف آپ کو اکثر بڑی بڑی مجالس میں بڑے بڑے مولویوں سے مباحثات و مذاکرات کا موقعہ پیش آیا۔ اور آپ نے ہر موقع پر اس قدر عدیم المثال حاضر جوابی و دلاوری دکھائی کہ جو بڑے بڑے مدعیان علم کو لاجواب کر دینے والی تھی غالباً سنہ ۹۲ء میں آپ کو حضرت اقدس مسیح موعود کی شناخت اور بیعت کا موقعہ ملا۔ اور یہ وہ دن تھے کہ جب حضرت مرزا صاحب کے خلاف مناقشات اور مخالفت کا اس قدر زور تھا کہ انھیں طرح طرح کے دکھ اور تکالیف پہنچانے کی کوشش کیجاتی۔ اور جماعت احمدیہ کے ساتھ سخت نفرت و حقارت کا برتاؤ روا رکھا جاتا تھا۔ حضرت خلیفہ صاحب مرحوم بیعت سے بہت عرصہ پیشتر مدت تک قادیان جاتے اور آتے رہے اور کتنے ہی عرصہ تک حضرت مسیح موعود کی باتوں کو سنتے اور ان پر غور کرتے رہے۔ ان دنوں میں جب آپ کو قادیان جانے کا موقعہ پیش آتا تو آپ حضرت اقدس کی کسی کتاب کو پہلے کسی سے پڑھواتے اور جن باتوں کی سمجھ نہ آتی یا ان کے متعلق کوئی امر دریافت طلب ہوتا انھیں نوٹ کروا لیتے۔ آپ کا بیان ہے کہ بسا اوقات ایسا موقع پیش آیا کہ ایک بات نوٹ کی ہے تو معاً آگے چل کر اس کا جواب آگیا اور اس کو کاٹ دینا پڑا۔ ایسا ہی ایک دفعہ آپ ایک مولوی کو بھی اپنے ساتھ اس غرض سے لے گئے کہ حضرت اقدس کی باتوں پر اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو تو ہمارے سامنے پیش کرو تاکہ ہم خود در خود اس سوال و جواب کو سن کر کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ غرض پنجابی کی اس ضرب المثل کو کہ

پانی پیئے چھان کے مرشد پھڑیئے جان کے

یعنی پانی کو چھان کر پینا چاہئے اور مرشد چن کر پکڑنا چاہئے۔ آپ نے زندہ کر دکھایا اور عین ان ایام میں جبکہ آتھم کے مباحثہ کے بعد حضرت اقدس کی طرف سے اس کے متعلق ایک پیشگوئی کے ظہور کا انتظار تھا آپ نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں بھر مجلس یہ کہہ کر بیعت کی درخواست کی کہ

¹ یہ مصرع حکیم جی کا لکھا ہوا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۱ - مئی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۰

مسئلہ تعلیم اور ہندوستانی مسلمان

نمبر ۳

بعض وہ اخلاقی و مذہبی نقائص جو موجودہ متعلمین میں بالعموم پائے جاتے ہیں

گذشتہ دو نمبروں میں ہم نے یہ بتایا تھا کہ محض موجودہ درسی کتب کا پڑھنا اور پڑھانا ہی فائدہ مند نہیں جب تک کہ اس صحیح اور اصل مقصد اپنا نصب العین نہ بنایا جائے جو تعلیم کے مفہوم میں مضمر ہے - آج ہم اس مسئلہ کے ایک اور پہلو پر غور کرنا چاہتے ہیں جو دراصل اسی بات کے ثبوت کے لئے ہے - جس کا ہم نے اوپر تذکرہ کیا - ذرا آج کل کے مدارس کو جاکر دیکھو اور طلباء کے آپس کے تعلقات ان کی گفتگو ان کے چال چلن پر اخلاقی نقطۂ خیال سے نظر ڈالو پھر اس بات کا مدنظر رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ تعلیمی مشاغل میں طلباء کا کس قدر وقت صرف ہوتا ہے اور لہو و لعب اور مخرب اخلاق باتوں اور اداؤں کے پڑھنے میں کس قدر یہ وہ اہم امور ہیں جن کی طرف سے توجہ کے ہٹ جانے کے باعث آج مسلمانوں کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے - اور ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج تعلیمی درسگاہیں ان اہم اخلاقی نقائص کی پرورش کا جیسا کچھ باعث بن رہی ہیں شاید دوسری جگہوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی - یوں تو یہ مرض عام ہے اور شاید کوئی بھی سکول یا مدرسہ اس سے بچا ہوا نہیں - لیکن اسلامی مدارس اس بارہ میں اول نمبر پر ہیں اور انھیں اور معاملات میں تو نہیں ہاں ان باتوں میں جو کمال حاصل ہے وہ بیشک لانظیر ہے - ہمیں افسوس ہے کہ اسلامی مدارس کے منتظمین نے آج تک اس بات کی طرف خاص توجہ نہیں کی یا شاید تعلیمی انتظامات نے انھیں اس طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں دی - حالانکہ یہی ایک بات ہے جو مسلمانوں کی آئندہ بہبودی اور ترقیات کا موجب ہو سکتی ہے - اگر اس پہلو میں مسلمانوں کی حالت رو باصلاح ہو جائے تو پھر تمام باتوں میں وہ سبقت لے جائیں گے - اسلام کو جب کبھی دنیا میں ترقی ہوئی باصلاح اخلاق اور اعمال سے ہوئی لیکن یہاں تو یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کے بچے اسلامیہ سکولوں میں پڑھنے کے لئے جاتے ہیں اور بدترین اخلاق وہاں سے سیکھ کر آتے ہیں - سیکھ کر آنے سے ہماری یہ مراد اور منشا نہیں کہ ان کے معلمین انھیں خود بخود اسے آ باتیں سکھلاتے ہیں نہیں بلکہ بعض بدکردار ہمنشینوں کی پیہم درپے صحبتیں اور ان پر عدم احتساب انھیں ان حالات میں مبتلا کر دیتا ہے کہ (الا ماشاء اللہ) اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ سکولوں کے معلمین اخلاقی و مذہبی پہلو کے لحاظ سے خود بھی ایک نمونہ ہوں اور اپنے زیر تعلیم بچوں کو بھی اخلاقی سبق سکھانے میں ہمہ تن کوشاں رہیں اس بات کے لئے سب سے بڑھ کر اسلامی مدارس کے منتظمین کی فوری توجہات درکار ہیں اگر اسلامی مدارس میں ایسے بزرگ اور دیندار نیک دل منتظم ہوں جو خود بھی اخلاقی اور مذہبی طور پر ایک اعلیٰ نمونہ کا کام دے سکیں تعینات ہو جائیں اور تعلیم سے زیادہ بچوں کی اصلاح اخلاق و اعمال پر توجہ صرف کی جاوے تو یقین ہے کہ یہ مسلمانوں کے لئے بہت فائدہ مند ثابت ہو - اس وقت لاہور میں ایک انجمن حمایت اسلام کے زیر انتظام بفضلہ تعالیٰ تین مدارس نہایت اعلیٰ پیمانہ پر قائم ہیں - دو تو ہائی سکول ہیں - اور ایک مڈل - ان سکولوں پر انجمن نے دل کھول کر روپیہ صرف کیا ہے - اور تمام تعلیمی سامانوں سے انھیں آراستہ و مزین کر رکھا ہے - انجمن کی یہ کامیابی جو ان تین سکولوں اور ایک کالج کے قیام سے نصیب ہوئی ہے واقعی مستحق ستائش ہے - لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر اسی قدر توجہ طلباء کے اصلاح اخلاق و اعمال پر صرف کی جائے - ہم سمجھتے ہیں اور یقین کامل سے یہ کہتے ہیں کہ اگر لائق ممبران انجمن اور اس کے اولوالعزم سیکرٹری اس ایک بات کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہوں تو نہ صرف دنیا ہی بلکہ دینی بھی کبھی صرف یہی ایک بات ان کے لئے اجر اور ثواب اکرام کا موجب ہو سکتی ہے اور انجمن کا وجود مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کے لئے ایک برکت اور رحمت کا باعث بن سکتا ہے ایسا ہی دیگر اسلامی مدارس کے منتظمین سے بھی ہماری یہی التماس ہے کہ خدا کے لئے وہ اس خطرناک مرض کا سدباب کریں جو اخلاقی طور پر مسلمانوں کے لئے نہ صرف باعث صد ننگ و عار ہے بلکہ اس کی وجہ سے دن بدن قدم پیچھے ہٹتا چلا جا رہا ہے - چہ جائیکہ تعلیم جیسا کہ اس کا خاصہ ہے ہمیں آگے دھکیلنے کا باعث ہو - بعض اسلامی مدارس کی طرف سے اس بارہ میں ایک عام عذر یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ ان کا دارومدار چونکہ عام قومی چندوں پر ہوتا ہے اور ایسی اصلاحات کے دوران میں بعض متعلمین کو سزا بھی دینی پڑتی ہیں اور سکول سے خارج بھی کرنا پڑتا ہے نیز ایسا مرض لاعلاج ہونے کے باعث خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں دوسرے بچوں ان کے اثر بد سے متاثر نہ ہوں تو ایسے موقعہ پر ان بچوں کے والدین بجائے ان کو قصوروار سمجھنے کے اور ان کا محاسبہ کرنے کے الٹے مدرسہ پر ناراض ہونے اور اس کی اعانت سے دست بردار ہو جاتے ہیں یا اگر وہ ممبر ہوں تو ممبری سے استعفا دے دیتے ہیں - اس لئے یہ نیت ان کے لئے سخت ناقابل برداشت ہو جاتی ہے اور انھیں سوائے اس کے چارہ نہیں ہوتا کہ ان باتوں سے دستکش ہوکر صرف مروجہ تعلیم تک ہی اپنی توجہات کو مبذول کئے رکھیں - لیکن ہمارے خیال میں یہ طرز عمل بہت ہی ناقص نہایت تاریک اور شرک سے آلودہ ہے - اگر تو یہ انجمنیں اور مدارس محض مسلمانوں کی ترقی خیر خواہی اور بہبودی کے لئے قائم کئے گئے ہیں تو جو روکیں بھی اس نیک کام کے راستہ میں حائل ہوں انھیں محض اعانت کے خوف سے دور نہ کرنا اور ویسے ہی رہنے دینا سخت مضر ہے اور یہ مسلمانوں کی سخت خرابی کا باعث ہے کہ وہ ان باتوں کی اصلاح کی صورت تجویز نہیں کرتے - بیشک اس میں ایک حد تک بچوں کے والدین کا بھی قصور ہے لیکن والدین کو صحیح رستوں پر لگانے والے تو بہرحال معلمین و منتظمین ہی ہیں - ان کا کام ہے مسلمانوں کی خیر خواہی کرنا خواہ اس سے کوئی خوش ہو یا ناراض انھیں بلا لومۃ لائم اپنے کام کو جاری رکھنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ خود طلباء (۲)

الاخبار والاراء

احمدی لیکچروں کا سلسلہ

جناب محمد صدیق صاحب نقصدق راولپنڈی سے

اطلاع دیتے ہیں کہ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ جس دن سے یہاں راولپنڈی تشریف لائے ہوئے ہیں صبح سے کر رات تک تذکرہ دینی اور تبلیغ سلسلہ حقہ کر رہے ہیں غیر احمدی صاحبان میں سے جو ہمارے سلسلہ سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ ان مذاکرہ مذہبی سے بہت کچھ سلسلہ حقہ سے قریب ہو گئے ہیں اور تین چار نے تو بیعت کے خط بھی لکھ دیئے ہیں ادھر محمودیوں کے مبلغ حافظ جمال احمد صاحب سے بھی حکیم صاحب نے ملاقات کی اور مسئلہ نبوت مسیح موعود کے متعلق گفتگو ہوئی جو اصحاب وہاں موجود تھے جن میں ایک صاحب غیر احمدی بھی تھے وہ اس بات کے گواہ ہیں اور خود انھوں نے اقرار کیا کہ حافظ جمال احمد صاحب سے مسیح موعود کی نبوت ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہو سکی۔ اس کے بعد لیکچروں کا سلسلہ جاری کیا گیا چنانچہ اشتہار سے معلوم ہوگا کہ چند یوم متواتر احمدی لیکچروں کا سلسلہ جاری رہنے کا اعلان کیا گیا ہے جس میں مخالفوں کو عام سوال کا موقع دیا گیا ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ کے محض فضل وکرم سے ہر ایک لیکچر بہت کامیابی سے ہوا خصوصاً وفات مسیح کا لیکچر ایسا موثر اور معرکۃ الآراء تھا کہ تمام مخالف مولوی صاحبان اس دن مبہوت ہو گئے اور کوئی معقول اعتراض نفس مضمون پر نہ کر سکے اور نہ ہی کسی دلیل کو توڑ سکے۔ سامعین پر ایسا اثر ہوا کہ پکار اٹھے کہ جناب حکیم صاحب نے جو کچھ قرآن مجید اور احادیث سے بیان کیا ہے اس سے تو واقعی جناب مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کی وفات ثابت ہے۔ اور ہمارے مولوی صاحبان کے پاس تو ایک آیت بھی نہیں جس سے مسیح کی حیات ثابت ہو سکے۔ اور نہ انھوں نے قرآن مجید کی کوئی آیت اس پبلک جلسہ میں پیش کر کے دکھائی غرض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور رحم سے ان لیکچروں کا بہت اچھا اثر پڑ رہا ہے اور غیر احمدی پبلک میں ایک ہلچل سی مچ گئی ہے۔ اور بہت سی سعید روحیں سلسلہ حقہ کے بہت ہی قریب معلوم ہوتی ہیں۔ بلکہ سخت سے سخت معاند و دشمن سلسلہ بھی بہت نرم ہو گئے ہیں۔ بلکہ ان میں سے ایک دوست نے تو اس قدر تبدیلی اپنے خیالات میں پیدا کر لی ہے کہ وہ جوش جو پہلے سلسلہ حقہ کے خلاف دکھاتے تھے اب اس کی تائید میں دکھاتے ہیں اور اب ٹھنڈے دل سے ہماری باتوں کے سننے کے مشتاق پائے جاتے ہیں۔ حالانکہ مولوی صاحبان ان کو بڑے زور سے مجلس میں آنے سے منع کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی خدا کے فضل سے رات کو ایک بھاری مجمع ہو جاتا ہے۔ بہر حال یہ لیکچروں کا سلسلہ بہت مفید اور بابرکت ثابت ہوا ہے۔ حکیم صاحب آجکل لاہور میں ہیں۔

ساٹھ ہزار روپیہ سے زائد چندہ

کسی گزشتہ اشاعت میں سکھ ایجوکیشنل کانفرنس میں سکھوں کے قومی جوش اور جدوجہد کا کچھ تھوڑا سا تذکرہ کیا گیا تھا اب معلوم ہوا ہے کہ کل چندہ جو اس کانفرنس میں ہوا اس کی میزان ساٹھ ہزار روپے بھی زائد ہے لوکل ہمعصر پیسہ اخبار اس کے بالمقابل مسلمانوں کے چندوں کی قلیل تعداد کا تذکرہ کرتے ہوئے اور یہ بتا کر کہ پنجاب میں مسلمان تعداد میں ڈیڑھ کروڑ اور سکھ تعداد میں ۲۲ لاکھ ہیں یہ سوال کرتا ہے کہ کیا مسلمان نہایت مفلس ہیں کہ باوجود اس کثرت تعداد کے سکھوں کے برابر روپیہ ادا نہیں کرتے۔ کیا مسلمانوں کو سکھوں کے بالمقابل اپنی تعلیمی پستی کا احساس نہیں۔ کیا مسلمانوں میں سکھوں کے بالمقابل قومی غیرت وحمیت نہیں کہ باوجود روپیہ ہونے اور تعلیمی پستی کے احساس کے بھی وہ تعلیمی ضرورتوں کے لیے روپیہ نہیں دیتے" ہمارے خیال میں روپیہ ہونے کی وجہ تو صحیح نہیں کیونکہ بیاہ و شادی کی تقریبات پر آئے دن مسلمان ہزار ہا روپیہ خرچ کر دیتے ہیں اور انھیں اس بیجا اسراف میں ذرا بھی دریغ نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روپیہ ان کے پاس کافی ہے۔ یا ضرورت کے موقع پر وہ مہیا کر سکتے ہیں۔ پھر یہ بھی صحیح نہیں کہ مسلمانوں کو سکھوں کے بالمقابل اپنی تعلیمی پستی کا احساس نہیں کیونکہ تعلیمی پستی کا رونا آئے دن سننے میں آتا ہے۔ پس سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ غیرت وحمیت کے نہ ہونے سے ہی یہ ناگوار حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ ورنہ اور تو کوئی وجہ اس فقدان ایثار کی نظر نہیں آتی۔ خدا جانے وہ کونسا دن ہوگا جب مسلمان بھی زبانی باتوں پر اکتفا نہ کر کے عمل سے بھی کچھ کر کے دکھائیں گے۔

مسلمانوں پر الزام دینا فضول ہے۔

ہمعصر ٹریبون سرحد پر ایک گاؤں درا تانامی میں جو ڈیرہ اسمعیل خاں کے ضلع میں ہے ایک سنگین ڈاکہ پڑنے کی خبر دیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ ایک ہندو لالہ بندورام چوہدری کی دوکان پر پنچایت ہو رہی تھی اور ہنومان جی کا پرشاد تقسیم کیا جاتا تھا تو ڈاکوؤں کا حملہ ہوا۔ بندورام چودھری لکھورام اور ایک چوکیدار گولیوں سے ہلاک کئے گئے۔ اور دس آدمی جن میں ایک پٹواری اور دو یا تین باہر کے آدمی تھے۔ اور بندورام کے دو بیٹے بھی شامل ہیں ان کو ڈاکو گرفتار کر کے لے گئے تین آدمیوں کو زخمی بھی کر گئے۔ آخر میں ہمعصر مذکور شاکی ہے کہ گاؤں کے مسلمانوں نے نہ تو ہندوؤں کو کوئی مدد دی اور نہ ڈاکوؤں کے تعاقب میں شریک ہوئے۔ اسی قسم کے اعتراضات سرحدی ڈاکوؤں کے متعلق آئے دن ہندو اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں اور روزمرہ کے واقعات کو نظر انداز کر کے خواہ مخواہ طرح طرح کی رنگ آمیزیوں سے بیچارے مسلمانوں کو متہم کرنے کے لئے ان ڈاکہ زنیوں کو کسی مذہبی تعلیم پر مبنی خیال کیا جاتا ہے لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ جب ایسے واقعات بھی پیش آ چکے ہیں کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکوؤں کو ہندو مسلمانوں کی کوئی تمیز نہیں ہوا کرتی۔ وہ صرف اپنے نشہ غارتگری میں جو بھی سامنے آتا ہے اسی پر حملہ کر دیتے ہیں تو یہ کیسے سمجھا جا سکتا ہے کہ ان کی یہ باتیں ہندوؤں کے ساتھ ہی خاص ہیں اور کہ اسلام نے انھیں ایسی تعلیم دی ہے اس مذکورہ صدر واقعہ میں بھی جب یہ خود مانا گیا ہے کہ ہندوؤں کی پنچایت ہو رہی تھی تو صرف ہندوؤں پر ہی حملہ ہونے کو ڈاکوؤں کی نظر میں کسی تفریق کا نتیجہ قرار دینا غلط ہے کیونکہ اول تو ہندوؤں کی پنچایت میں کسی مسلمان کا کوئی دخل ہی نہیں کہ ہمیں یہ سمجھا جا سکے کہ جب مسلمان بھی وہاں تھے تو کیوں ان پر حملہ نہ ہوا۔ جب وہ تھے ہی نہیں اور ہندو ہی ہندو وہاں موجود تھے تو صرف انہی کا پکڑا اور مارا جانا قرین قیاس ہو سکتا ہے۔ اور دوسروں کا نہیں۔ اور اسی وجہ سے یا ان سے مرعوب ہو کر ممکن ہے کہ مسلمانوں نے تعاقب وغیرہ بھی نہ کیا ہو۔ پھر ہندوؤں پر زیادہ تر ہاتھ صاف کرنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ڈاکوؤں کو علم ہوتا ہے کہ روپیوں کے ڈھیروں کے ڈھیر کن کے ہاں ہوتے ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس نقد روپیہ نہیں ہوتا اور اس لئے ان پر حملہ آور ہونا بھی وہ

پیغام صلح کی اشاعت میں التوا کیوں ہوا

کسی دوسری جگہ حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب

مرحوم و مغفور کی وفات حسرت آیات کا تذکرہ کیا جا چکا ہے - یہ مضمون لکھا جا کر اخبار قریبًا مطبع میں جانے کو تیار تھا کہ معلوم ہوا کہ اخبار تو اب اس وقت تک چھپ ہی نہیں سکتا جب تک کہ خلیفہ صاحب کی جگہ کسی اور کے نام سے باقاعدہ طور سے پریس اور اخبار کا ڈیکلریشن منظور نہ کروا لیا جائے - ناچار اخبار کی اشاعت کو ملتوی کرنا پڑا - اور منیجر صاحب کی طرف سے ایک اطلاعی کارڈ ناظرین کی خدمت میں بھیج دیا گیا - پریس کا ڈیکلریشن اس سے پیشتر ہی جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے نام سے دیا جا چکا تھا جس کی منظوری کے بعد اخبار کا ڈیکلریشن دیا گیا - اور اس طرح سے آج تک ان تمام مراحل کے طے کرنے میں پورے تین ہفتہ لگ گئے - ہم خوب جانتے ہیں کہ اس قدر عرصہ میں ہمارے ناظرین کا ایک ایک دن ایک ایک سال کی طرح گذرا ہوگا - خود ہماری بھی یہی حالت تھی - کہ اخبار کا شائع نہ ہونا اور یوں یکایک رک جانا طبیعت پر بہت ہی شاق گذرتا تھا - بالخصوص جبکہ ناظرین کرام کے ملال خاطر کو اخبار کے نہ پہنچنے کی وجہ سے انھیں ہوتا ہوگا احساس ہوتا تھا تو یہ تکلیف اور بھی بڑھ جاتی تھی - مگر الحمد للہ کہ ان پریشانیوں سے مخلصی نصیب ہوئی اور آج ہم اس قابل ہوئے کہ پیغام صلح کو پھر شائع کریں - آج کا پرچہ گذشتہ کی کسی قدر تلافی کرنے کے لئے ڈبل شائع کیا جاتا ہے جو امید ہے کہ ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا -

شکریہ اور اظہار افسوس

ہم ان معاصرین کرام کے دل شکر گذار ہیں جنہوں نے جناب خلیفہ صاحب کی فوتیدگی پر اپنے ہمدردانہ جذبات کا اظہار کیا - درحقیقت ہر ایک انسان کا بحیثیت انسانیت فرض ہے - کہ وہ دوسروں کے دکھ درد میں ان کے ساتھ شریک ہو یا کم از کم زبان سے ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرنا بھی بہت بڑی بات ہے - یہ انسانیت نہیں کہ دوسروں کے فوت ہونے پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا جاوے اور جھوٹے بہتان تراش کر اور ناجائز حملے کر کے مرنے والے کی روح کو صدمہ پہنچایا جاوے - شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بہت خوب فرمایا ہے - ؎

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگذری
شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

افسوس کہ دوسرے تھے خلیفہ صاحب کی وفات پر افسوس کا اظہار کریں اور الفضل کا بدلگام ایڈیٹر مرے کو

ماریں شاہ مدار" کے مصداق خواہ مخواہ غلط بیانی سے کام لے کر اور مرحوم خلیفہ صاحب کے دین و ایمان پر حملہ کر کے اس لعنت کا طوق اپنے لئے خریدے جو قرآن کریم نے ایسے کذابوں کے لئے مختص کر رکھا ہے - یہ کس قدر خلاف امانت و دیانت بات ہے کہ گویا حضرت مولوی نور الدین صاحب نے حضرت خلیفہ صاحب کو کہا تھا کہ آپ منافقوں میں شامل ہو گئے شاید فضلی ایڈیٹر کو معلوم نہیں کہ حضرت مولوی صاحب نے خود خلیفہ صاحب کو ایک خط لکھا تھا جس میں بزرگان سلسلہ بالخصوص خواجہ صاحب کو برا کہنے والوں کو رافضی قرار دیا تھا - اور پھر بعد میں ایک خطبہ جمعہ میں ایسے لوگوں کو دیوث کا معزز خطاب عنایت فرمایا تھا جو ۱۲ / نومبر ۱۹۱۳ء کے الفضل میں چھپا ہوا موجود ہے افسوس ان لوگوں کو کیا ہو گیا کیوں ملن کو خدام سلسلہ کے ساتھ اس قدر بیر ہے - یہ بھی دراصل میاں صاحب کی خلافت کے فاسد ہونے پر ایک شہادت ہے - کہ حضرت خلیفۃ المسیح نے حضرت صاحب کے جن پرانے اور سچے احباب سے سلوک چشم پوشی - درگذر کو کام میں لانا اپنے جانشین کے لئے ضروری صفات ٹھہرائی تھیں وہ میاں صاحب میں پائی نہیں جاتیں -

× × × × × × × × ×
× × × × × × × × ×
× × × × × × × × ×
× × × × × اور حضرت صاحب کے پرانے احباب کے مرنے کے بعد بھی وہ اپنے اخبار میں اُن کے دین و ایمان پر حملے ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور اپنی خاموشی سے اس کی تائید کرتے ہیں - خدا ان لوگوں کو سمجھ دے -

مولویوں کی مقدمہ بازی اور مولوی ثناء اللہ پر جرمانہ

اس سے پیشتر ہم اس مقدمہ بازی کا ذکر کر چکے ہیں جو امرتسر میں مولوی ثناء اللہ اور حکیم عبد الحق کے درمیان جاری ہے گذشتہ ۹ - مئی ۱۹۱۶ء کو اس مقدمہ کا فیصلہ سنایا گیا - جس میں حکیم عبد الحق اور مولوی ثناء اللہ پر دو دو سو روپیہ جرمانہ ہوا مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کا ذکر اہلحدیث میں عجب انداز سے کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "جس شخص (عبد الحق) نے فتوی کفر اور مباحثہ جبل پور کی حقیقت کو شائع کیا تھا اس کو یکصد روپیہ جرمانہ ہوا - دوسرے مقدمہ میں بھی فریق ملزم پر سو روپیہ جرمانہ ہوا" فریق ملزم کا لفظ بہت مزیدار ہے - مولوی ثناء اللہ صاحب کو جب اپنا نام لیتے شرم محسوس ہوئی تو جھٹ وہاں "فریق ملزم" کا گول مول سا لفظ لکھ دیا - کیونکہ کوئی جانیگا اور کوئی نہ جانیگا - کہ یہ کس کی طرف اشارہ ہے - خیر الحمد للہ کچھ تو شرم محسوس ہوئی

اگرچہ یہ کہدینا بھی بیجا نہیں کہ " ناچنے لگی تو گھونگٹ کیسا" جب یوں عدالتوں تک خوار ہو چکے تو یہ بھی کچھ معیوب سی ہی بات ہے کہ ایک فریق کا تو نام لے کر ذکر کیا جائے اور اپنے آپ کو "فریق ملزم" کے الفاظ کی آڑ میں چھپا لیا جائے - مگر آخر مولوی ہی تو ہیں من عندہم تخرج الفتنہ و فیہم تعود کی حدیث نے بھی آخر اپنا رنگ دکھانا ہوا - سنا ہے اب دونوں طرف سے اپیلیں ہونے والی ہیں - پھر تو "فریق ملزم" کو لاہور آ کر چیف کورٹ تک میں لشتہر ہونا پڑیگا - شاید اسی وجہ سے محکمہ اپیل میں راضی نامہ ہو جانے کی امید والی ہے کہ وہاں سے بھی سزا بحال ہو جانے پر تو "فریق ملزم" کا لفظ بھی شاید کام نہ دے افسوس علماء کی حالت پر جنہیں آج سوائے ان برباد کن حرکات کے اور کوئی کام ہی نہیں -

بریلوی اور بدایونی مولویوں کی مقدمہ بازی

شاید اپنی بدنامی کو مٹانے کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک نامہ نگار کی زبانی یہ ایک اور افسوسناک خبر سنائی ہے کہ " امرتسر ہی محل عتاب نہیں بریلی اور بدایوں میں بھی یہی ہوا چل رہی ہے - معمولی مسئلہ چلا کہ اذان عین منبر کے سامنے کی جائے یا دور سٹ کر مسجد کے سرے پر - بدایونی اور بریلوی حنفی ہم مذہبوں میں تحریریں نکلیں پہلے نرم پھر گرم - آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بدایونی فریق نے بریلوی فریق پر ازالہ حیثیت کا دعوی دائر کر دیا - مدعا علیہم میں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کا نام نامی بھی رکھا گیا مولوی صاحب حاضر عدالت نہ ہوئے تو کئی دفعہ کے ناغہ پر عدالت نے وارنٹ ضمانت ایکہزار روپیہ جاری کر دیا - صلح صفائی کی کوششیں ہوئیں مگر کارگر نہ ہوئی تاریخ پیشی ۲۲ - مئی مقرر ہوئی - انا للہ "

سراج الاخبار جہلم کی رقم ضمانت میں تخفیف

ہمیں یہ سن کر از حد خوشی ہوئی کہ جہلم کے اسلامی معاصر سراج الاخبار سے چند دن ہوئے کسی مضمون کی بنا پر جو تین ہزار کی ضمانت طلب کی گئی تھی اور اس قدر رقم ادا نہ کر سکنے کے باعث اخبار مذکور کی اشاعت ملتوی کر دی گئی تھی - اب گورنمنٹ نے از راہ نوازش اس میں تخفیف فرما کر صرف پانسو روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے منشی فقیر محمد صاحب پروپرائٹر اخبار مذکور اطلاع دیتے ہیں کہ رقم مذکور عنقریب داخل کر کے اخبار جاری کر دیا جائیگا - ویسا اخبار عام سے جو ضمانت لی گئی تھی اسے بھی گورنمنٹ نے واپس کر دیا ہے جو ہیں کے مالی چو

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

(ویدک دھرم اور اسلام)

ہمعصر [illegible] کی ۱۸-۱۹-۲۰ اپریل کی اشاعتوں میں "ویدک دھرم اور اسلام ایک ہی ہے" کے عنوان سے ماسٹر بہاری لال جی لاہوری نے ایک مضمون لکھا ہے۔ جس میں ویدک دھرم اور اسلام کی بعض خصوصیات و رسوم و رواجات کی ذکر کر کے تاویلات کر کے انھیں ایک ہی سانچہ میں ڈھالنا چاہا ہے۔ یوں تو ہر ایک شخص کو اختیار ہے کہ اپنے مذہب کو جس رنگ اور جس طریق میں چاہے قبول کرے۔ لیکن دوسرے مذاہب کو بھی اپنے ان ذاتی خیالات کا آماجگاہ بنانا بحالیکہ خود اس مذہب میں وہ باتیں نہ پائی جاتی ہوں کسی صورت میں جائز نہیں۔ ویسے تو قرآن کریم کا بھی یہ دعوےٰ ہے کہ تمام وہ صداقتیں جو دنیا کی کتب مقدسہ میں پائی جاتی ہیں یا پائی جاتی تھیں اور اب بھی ان کی ضرورت ہے وہ اس میں جمع کر دی گئی ہیں **فیہا کتب قیمہ** اور اس لحاظ سے نہ صرف ویدک دھرم ہی بلکہ عیسائیت۔ بدھ ازم۔ یہودیت۔ ہندوازم پارسی مذہب اور علیٰ ہذا القیاس تمام وہ مذاہب جن کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بتایا جاتا ہے اسلام کے اندر جمع ہیں۔ لیکن یہ کہنا کہ جو کچھ اس وقت ویدک دھرم میں موجود ہے وہی اسلام میں بھی پایا جاتا ہے ہرگز صحیح نہیں۔ یہ بالکل ممکن بات ہے کہ وید کبھی کسی زمانہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ہوں اور وقت حالات زمانہ کے مطابق ہونے کے باعث قابل عمل بھی ہوں لیکن آج ان میں ایک تو بہت حد تک تغیر و تبدل ہو چکا ہے اور دوسرے اس کے احکام حالات زمانہ کے مطابق نہیں رہے۔ ایسا ہی حال عیسائیت اور تمام دیگر مذاہب کا بھی ہے۔ ہاں اس وقت دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو نہ صرف موجودہ حالات زمانہ کے بھی ویسا ہی مطابق ہے جیسا کہ آج سے تیرہ صد سال پیشتر تھا بلکہ آئندہ دنیا کے ختم ہونے تک اس کے قوانین ویسے ہی اسی طرح سے برقرار رہیں گے اور انہی پر عمل کرنا ضروری اور فائدہ مند ہو سکتا ہے۔ راقم مضمون نے ویدک تعلیمات اور اسلام کو مطابق کرنے کی بہت کچھ کوشش کی ہے اور شروع میں وید کے معنی علم اور اسلام کے معنی راہ مستقیم لکھ کر یہ بتایا ہے کہ "جو مذہب صحیح علم پر مبنی ہوگا وہ راہ مستقیم ہوگا" لیکن افسوس کہ یہ نہیں بتایا کہ یہ معنی جو انھوں نے اسلام کے کئے کونسی لغت کی کتاب سے اخذ کئے ہیں۔ اسلام کے معنی تو کامل فرمانبرداری کے لکھے ہیں اور اگرچہ وہ کامل فرمانبرداری صراط مستقیم پر چلنے کا نام ہے اور وہ صراط مستقیم صحیح علم پر ہی مبنی ہوتا ہے۔

لیکن اس صحیح علم کو ویدوں سے پیدا شدہ بتانا یا اس بنا پر وید اور اسلام کو ایک ہی قرار دینا بحالیکہ وید میں وہ صحیح علم موجود نہیں جو اسلام سکھاتا ہے کسی صورت میں درست نہیں۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو "وید یا اسلام کو کسی کتاب یا شخص کا نام نہیں بلکہ علم ہندسہ کے علوم متعارفہ کی طرح ان موٹی موٹی سچائیوں کا نام قرار دیا جاتا ہے جو کسی حال اور زمانہ میں ناقص اور غلط ثابت نہ ہوں جو ہر ملک اور نسل کے لوگوں کو ان کے فائدے اور آرام کے لئے یکساں رہنمائی کرنے اور سنسار ساگر (بحر دنیا) میں انسانی زندگی کے ہر جہاز کے لئے قدم قدم پر روشنی کے مینار کا کام دینے والی ہوں" اور دوسری طرف ایک خاص کتاب میں سے بعض ایسی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو موجودہ حال اور زمانہ میں غلط ثابت ہو چکی ہیں۔ اور ان کا ہر ایک نسل کے لوگوں کو ان کے فائدہ اور آرام کے لئے یکساں راہنمائی کرنا اور سنسار ساگر میں انسانی زندگی کے ہر جہاز کے لئے قدم قدم پر روشنی کے مینار کا کام دینا تو ایک طرف اس موجودہ نسل کے لوگوں کے لئے بھی وہ موجب خسران مبین ہو چکی ہیں۔ راقم مضمون نے کمال صفائی کے ساتھ مسئلہ چھوت چھات اور ذاتیات کی تاویل کر کے اسے ایک مرغوب صورت میں پیش کیا ہے۔ لیکن یہ منہ کی باتیں اس زبردست شہادت کو کیسے چھپا سکتی ہیں جو کہ ہندو قوم کا کروڑہا برس کا طرز عمل اس بارہ میں دے رہا ہے۔ اور جس سے صاف طور پر ان معنوں کی جو راقم مضمون نے حالات زمانہ اور اپنی وسعت خیالی کے تقاضا سے کئے ہیں تردید ہو جاتی ہے۔

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ راقم مضمون کی یہ کوشش جو انھوں نے مذاہب کے اتحاد کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ہندو مسلم قوم کے ایک دوسرے سے گلے ملنے کے متعلق ہی ہے۔ لائق تحسین و آفرین ہے۔ اور ہم انھیں اس نیک اور پاک جذبہ پر مبارکباد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن ہمارے خیال میں اس کے طریق جداگانہ ہیں۔ اور ہمیں انھیں کو زیر نظر رکھنا چاہئے نہ کہ ان دونوں مذاہب کے حقائق کو نظر انداز کر کے خود ایک گنگا جمنی مذہب تجویز کرنا چاہئے۔

ہمارے اعمال و افعال اور طریق عبادات و رسومات کا ہماری جسمانی و روحانی زندگی پر نمایاں اثر ہونا چاہئے اور اسی امر کو مد نظر رکھ کر ہم اس بات کی ٹوہ لگا سکتے ہیں کہ کس مذہب کے شعار دوسرے سے کونسا اثر اپنے اندر رکھتے ہیں یا آیا دونوں کا اثر ایک ہی سا ہے یا جداگانہ اس کے فیصلہ پر ہمیں آسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ خیال کہ ویدک دھرم اور اسلام ایک ہی ہیں کہاں تک صحیح ہے۔ اور اس لئے ہمیں یہ اختیار ہے یا نہیں کہ جس پر چاہیں عمل کریں اور کسی کو بھی ناقص و غیر ضروری قرار نہ دیں۔

پھر یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ جس مذہب کے متعلق ہم ذکر کرتے ہیں آیا خود وہ مذہب بھی ہمارے پیش کردہ خیالات کی تائید کرتا ہے یا نہیں۔ اگر تو وید سے کہیں یہ ثابت ہوتا ہو کہ

"ہندو مسلمان یا برہمن بننا یہ سب مصنوعی ہیں اور کام کے لحاظ سے ہیں"

اور اس لئے وید کی یہ تعلیم ہو کہ "ذات پات کا خیال فضول ہے" تو ہم بھی بڑی خوشی سے ماننے اور اس مبارک خیال کا خیر مقدم کرنے کو طیار ہیں۔ لیکن اگر خود وید مقدس بڑے زور سے ذات پات کا حامی ہو اور ایک قسم کے کاموں کو ایک ہی سلسلہ نسب میں چلانا چاہے اور دوسروں کو ان سے محروم رکھنا چاہے تو پھر یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ ویدک دھرم ذات پات کا حامی نہیں۔ ابھی یا تو ہمیں کوئی ایسی ویدک شرتی سنائی جائے جس میں شودروں کو یہ آگیا (حکم) ہو کہ وہ بھی وید کھ گوان کا پاٹھ کیا کریں اور ایسے شودروں کی جو ویدوں کو پڑھ کر برہمنوں کی طرح عالم بن جائیں ویسے ہی عزت کرنے کا حکم ہو جیسے برہمنوں کی عزت کرنے کا حکم ہے اور بالمقابل نالائق برہمنوں کو شودروں کی برابر ٹھہرایا جائے وعلیٰ ہذا القیاس تو کوئی بات بھی ہے۔ ورنہ کسی شخص کی وکالت یہ ثابت نہیں کر سکتی کہ اسلام کی طرح وید بھی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (تحقیق تم میں سے بڑا وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے) کی تعلیم دیتا ہے اور ذات پات کا کوئی لحاظ نہ رکھ کر صرف کاموں پر ہی مدار رکھتا ہے

([illegible])

زکوٰۃ اور اس کا بہترین مصرف

از دفتر آنریری جنرل سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام - لاہور

برادران! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ اس وقت جب غالباً آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت اپنے مال میں سے وہ خاص حصہ جس کو زکوٰۃ کہا گیا ہے الگ کرنے کے لئے تیار ہونگے - میں آپ کو اس روپیہ کے ایک نہایت ہی مبارک اور نہایت ہی ضروری مصرف کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں - زکوٰۃ کے جو مصرف اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمائے ہیں ان میں ایک مصرف روپیہ کا خرچ فی سبیل اللہ ہے اور اس وقت جبکہ اسلام چاروں طرف مخالفین کے حملوں کا نشانہ ہو رہا ہے اس روپیہ کے اشاعت اسلام میں صرف کرنے سے بہتر اور کوئی مصرف نہیں ہو سکتا اور درحقیقت ابھی تو ہم نے اسلام کی حفاظت کے فرض کو ادا کرنے کے لئے کبھی قدم نہیں اٹھایا اشاعت اسلام کا کام تو بڑا اہم کام ہے - اگر ہمارے دلوں میں اسلام کے لئے سچا درد ہوتا تو ایک شخص کے اسلام سے نکل کر کسی دوسرے مذہب میں داخل ہو جانے سے ہم پر راحت اور آرام کی نیند حرام ہو جاتی - مگر ایک نہیں سینکڑوں مسلمان دوسرے مذاہب کا شکار ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو اس درد دکھ کا کچھ بھی احساس نہیں جو ان کے اپنے اعضا کے کٹنے سے ہونا چاہئے تھا - مسلمانوں کے ملکوں میں شہر شہر میں بلکہ گاؤں گاؤں میں مسیحی مشن قائم ہو چکے ہیں - ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں انجیلیں مسلمانوں کے اندر مفت تقسیم کی جاتی ہیں - ہر ایک حیلہ سے دائرہ اسلام سے انہیں نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے اور وہ جو ہماری بدقسمتی سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہونے ہماری غفلت سے اس مقدس انسان کو گالیاں نکالنے والے بن گئے اس کے مقابل میں ہم نے کیا کیا عیسائیوں کے ممالک میں یا ان کے کسی ایک شہر اور گاؤں میں اسلامی مشن قائم کیا کیا قرآن کریم کے ترجمے کر کے ان کو ان لوگوں میں پھیلایا تا کہ وہ اسلام کی سچی روشنی سے آگاہ ہو سکیں - کیا اپنے ان بھائیوں کو جو غلطی سے ہم سے جدا ہو گئے ہیں [illegible] اسلام میں لانے کی کوشش کی؟ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ ان سب سوالوں کا جواب آج ہماری پست ہمتی سے بالکل نفی میں ہے دوستو! اب بھی اگر سنبھل جاؤ تو بہت کچھ ہو سکتا ہے - توحید کا پاک پیغام جو تمہارے سینوں میں محفوظ ہے اسے دوسرے لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی ساری ہمت بھی صرف کر دو تو تھوڑی ہے - اس وقت میں آپ سے صرف اس قدر اپیل کرتا ہوں کہ آپ کے اموال میں جو زکوٰۃ کا روپیہ ہے اس کو اشاعت اسلام کے نیک کام میں لگانے کی فکر کریں - قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ نوٹوں کے ساتھ ختم ہونے کو ہے جو یورپ میں نصیب ہے کہ بکثرت عیسائی ممالک میں مفت شائع ہوگا - مگر اس کی اشاعت میں روپیہ کی فراہمی کی روک ہے - ہندوستان میں بھی اسلام کی تبلیغ کے مختلف سنٹر قائم کرنے کی تجاویز ہیں جن میں مستقل طور پر اسلام کے واعظ بہم کرینگے اور ٹریکٹوں - رسالوں اور کتابوں کے ذریعہ سے بھی اسلام کے پاک پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کی تجویز کی ہے - مگر ان سب امور کا انحصار روپے کی فراہمی پر ہے

اس لئے اس موقعہ پر آپ کی دلی ہمدردی سے جو آپ کو اسلام کے ساتھ ہے توقع رکھ کر آپ کی خدمت میں یہ التماس ہے کہ اگر اور امداد اس وقت آپ نہ بھی کر سکتے ہوں تو زکوٰۃ کا روپیہ اس کام میں امداد کے لئے ضرور عنایت فرمائیں - اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جس غرض کے لئے آپ روپیہ دینگے اسی غرض پر آپ کا روپیہ خرچ ہوگا - یہ انجمن ایک رجسٹرڈ انجمن ہے اور اس کا سارا حساب کتاب باقاعدہ ہے جس وقت کوئی چاہے دیکھا جا سکتا ہے علاوہ بریں یہ ضرورت بھی آپ پر ظاہر کرنے کے قابل ہے کہ بہت سے مسلمان ہیں جو صرف روزگار نہ ہونے کی وجہ سے عیسائیت کے پنجہ میں گرفتار رہیں ہمارا یہ فرض ہے کہ جو ان میں سے اس قابل ہوں ان کو مناسب تعلیم دلا کر اور جو کسی قابل ہوں ان کو کچھ دینی سکھانے کے بعد کام پر لگا کر اس قابل بنایا جائے کہ وہ اپنی معاش آپ کما سکیں ان اغراض کے لئے بھی ہمیں روپے کی ضرورت ہے اور یہی غرض کے لئے اسلام نے زکوٰۃ میں ایک مد خرچ کی مؤلفۃ القلوب کی رکھی ہے - کچھ روپیہ زکوٰۃ کا اس غرض پر بھی صرف ہوگا - یعنی نومسلموں کو کچھ تعلیم دے اور پھر ان کو اپنا معاش کمانے کے قابل بنانے کے لئے - پس ہر دو اغراض مذکورہ بالا میں سے جس میں آپ چاہیں زکوٰۃ کا روپیہ دیں - زکوٰۃ چونکہ ہر مسلمان پر حق واجب ہے اس لئے بالخصوص اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے ورنہ یہ کام ایسا مبارک کام ہے کہ اس میں اپنے اخراجات میں سے کاٹ کر دینا بھی اس وقت ہر ایک مسلمان کا فرض اول ہے روپیہ بنام سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور آنا چاہئے والسلام - خاکسار مرزا یعقوب بیگ (سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

فہرست چندہ

شیخ اللہ دین صاحب کی معرفت مفصلہ ذیل رقوم جماعت شملہ کی طرف سے اشاعت اسلام کے لئے وصول ہوئیں

(۱) بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس ۱۰ روپے
شیخ اسلام الدین صاحب ” ۲ روپے
بابو عبدالرحیم صاحب ریویو، ہوم گورنمنٹ آف انڈیا عہ
مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل برانچ عہ
شیخ عبدالحق صاحب اگزیمنر آفس گورنمنٹ آف انڈیا عہ
بابو جھنڈے خاں صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس ۱۲ آنہ
شیخ اللہ دین صاحب کمپازیٹر ۸ آنہ
مولوی عبداللہ صاحب خوشنویس نوئی روزانہ اخبار ۱۲ آنہ
منشی رحمت علی صاحب کمپازیٹر گورنمنٹ پریس ۲ آنہ
منشی شاہ محمد صاحب ۱ آنہ

میزان ۹ روپے ۹ آنے ۹ پائی

خاکسار فقیراللہ

اظہار افسوس

بر وفات جناب خلیفہ رجب الدین صاحب
(از خلیفہ عبدالحکیم صاحب خوشنویس)

ہے ہزاروں دل میں رنج و الم
حسرتا آج تازہ ہے کیوں غم
چہرے کیوں آج پر اداسی ہیں
مردہ دل ہیچ [illegible] اداسی ہیں
کیوں عزیزوں میں گریہ زاری ہے
آہ پر درد و بے قراری ہے
دوستداران [illegible] دل [illegible]
آج پھرتے ہیں کیوں بہ رنج [illegible]
آہ افسوس آج رکن رکین [illegible]
نیک مرد [illegible] خلیفہ رجب الدین [illegible]
دار فانی سے انتقال [illegible] ہوا [illegible]
اپنے مولا سے [illegible] وصال [illegible]
[illegible] خدا [illegible] ہو [illegible]
[illegible] رحمت و مغفرت سے ہو [illegible]

ثنائی مزخرفات کا جواب

افسوس کہ ہمارا وہ وقت کہ جو غیروں کی جوابدہی اور دندان شکنی پر صرف ہونا چاہئے تھا۔ گھر کے جھگڑوں نے اسے ضایع اور برباد کرنا شروع کردیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بیرونی دشمن میدان کو خالی پاکر اپنے بلوں سے نکل نکل کر بچھوؤں کی طرح کاٹ کھانے کے لئے دوڑے ہوئے چلے آرہے ہیں۔ اور اُن سب کا سردار امرتسری مکذب تو بالکل سر پر چڑھتا ہوا چلا جارہا ہے۔ اسنے اپنے مائیہ ناز اہلحدیث کے ہر نمبر میں سلسلہ عالیہ کی تکذیب کا گویا کہ ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اور وہ اس میں تمسخر و استہزا اور نکتہ چینیوں سے کام لیکر یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم کی عملی تصدیق کررہا ہے۔ ہم نے پچھلی چند اشاعتوں میں وقتاً فوقتاً اس کی بعض باتوں کے جواب بھی دیئے۔ اور ایک حد تک خاموشی بھی اختیار کی۔ کیونکہ بمصداق آیت کریمہ اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما وہ باتیں تھیں ہی اس قابل۔ کہ اُن پر خاموشی سے کام لیکر ایسے مکذبین سے اعراض کرنا ہی واجب تھا۔ لیکن میں دیکھتا ہوں۔ کہ یہ خاموشی اب اُلٹا نتیجہ پیدا کرنے لگی ہے۔ کیونکہ ثنائی دام افتادوں کو اس کے ڈالے ہوئے پیچ در پیچ چکر کاٹنے کی تو گنجائش نہیں ہوتی۔ مگر سُنی سنائی باتوں کو پلے باندھکر دوسروں پر لعنت بازی کرنے کی عادت بیشک راسخ ہونے لگی ہے۔ اس لئے امرتسری مکذب کو میں متنبہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ۔ ع

کلیجہ تھام کے بیٹھو اب میری باری آئی

اس کی تمام مزخرفات کا جواب میں بتوفیق ایزدی آج سے شروع کرکے تمام پچھلے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔ اور اس لئے میں اسے بتانا چاہتا ہوں۔ کہ سے

یہ گماں مت کر کہ یہ سب بدگمانی ہے معاف
قرض ہے واپس ملیگا تجھکو یہ سارا اُدھار

مولوی ثناء اللہ کی دھوکا دہی

۱۷ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں صفحہ ۱۳ پر حضرت خواجہ صاحب کی وہ [illegible] اطلاع درج کی گئی ہے۔ جو انھوں نے ان غلط فہمیوں کے ازالہ کے لئے جو امرتسر میں آپ کے لیکچر کے بعد بعض نادانوں نے پھیلانی شروع کی تھیں۔ شایع کرکے اس میں میاں محمود اور اپنے عقائد میں یہ فرق بتایا تھا۔ کہ

"میں کسی کلمہ گو کو صرف انکار احمدیت سے کافر نہیں کہتا۔ نہ ہی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرتا ہوں۔ اور یہ لوگ (یعنی میاں محمود اور اسکے مریدین) اس کے خلاف عقیدہ رکھتے ہیں"

حضرت خواجہ صاحب نے اس کے ساتھ تریاق القلوب سے خود حضرت اقدس کی وہ عبارت بھی درج کی تھی جو آپ کے اس عقیدہ کی تائید کرتی ہے۔ لیکن اس تمام اشتہار کو درج کرنے کے بعد امرتسری مکذب نے اس پر یہ نوٹ چڑھایا ہے۔ کہ

"مگر مرزا صاحب کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ "اسلام کا منکر اور مسیح موعود (مرزا) کا منکر در اصل دونوں برابر کے کافر ہیں" (ملاحظہ صفحہ ۱۷۹) اب ہم مرزا صاحب کی سُنیں یا خواجہ صاحب کی سے

دل یکہ کند اقتدا قبلہ سکے امام دو"

اس سے پیشتر بھی مولوی ثناء اللہ نے اشتہار معیار الاخیار صفحہ ۹ کے حوالہ سے یہ فقرہ حضرت اقدس کی طرف منسوب کیا تھا۔ کہ "جو مجھکو نہیں مانتے وہ ابدی جہنمی ہیں" حالانکہ جیسا کہ ۲ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں بتایا جاچکا ہے۔ معیار الاخیار میں کوئی ایسا فقرہ موجود نہیں۔ اور امرتسری مکذب نے خواہ مخواہ اسے اپنی طرف سے بنا کر حضرت اقدس کی طرف منسوب کردیا۔ اور غلط فہمی پھیلانی چاہی۔ لیکن جب ادھر سے اسکا ناطقہ بند کیا گیا۔ تو اب دوسری مرتبہ یہ ایک اور دھوکا دہی کی ہے۔ کہ حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے مندرجہ بالا الفاظ لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ گویا حضرت اقدس اپنے اور اسلام کے منکرین کو برابر کے کافر سمجھتے ہیں۔

حقیقۃ الوحی میں کوئی ایسی عبارت موجود نہیں

مجھے افسوس ہے۔ کہ وہ شخص جو اہل حدیث کا امام شیر اسلام کے لقب سے ملقب اور مولوی فاضل کا ڈگری یافتہ ہے وہ ایسی کمینہ حرکات پر اُتر آئے کہ اپنی طرف سے غلط عبارات گھڑ کر دوسروں کی طرف منسوب کرتا اور ان کے متعلق غلط فہمیاں پھیلانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس کوئی ثبوت اس بات کا موجود نہیں۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ سے

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مولوی صاحب! آپ لاکھ شیر اسلام بنیں اور اپنی گیدڑ بھبکیوں سے دوسروں کو مرعوب کرنا چاہیں۔ لیکن آپ خوب یاد رکھیں۔ ع

شیر قالیں اور ہے شیر نیستاں اور ہے

مگر افسوس ہے۔ کہ آپ تو شیر قالین بھی ثابت نہیں ہوئے۔ کیونکہ آپ کا رویہ آپکو کسی اور طبقہ میں شامل کررہا ہے۔ خود ہی سوچ لیں۔ کہ مکر و فریب اور دھوکا دہی جیسی کمینہ حرکات شیروں کا کام ہوتا ہے۔ یا لومڑیوں کا۔ اس لئے میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ ساری حقیقۃ الوحی میں سے مجھے وہ جگہ نکال کر دکھائیں۔ جہاں حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے یہ فقرہ لکھا ہو۔ کہ

"اسلام کا منکر اور مسیح موعودؑ کا منکر دونوں در اصل برابر کے کافر ہیں"

اور اگر یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ تو بتایئے آپ کو آئندہ کس طبقہ میں شمار کیا جائے۔ اور کیا نام آپ کا رکھا جائے۔

حقیقۃ الوحی کی اصل عبارت

مولوی فاضل! میں پھر آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ حقیقۃ الوحی میں وہ فقرہ تو ہرگز موجود نہیں۔ جو تم نے پیش کیا۔ البتہ تمہاری روسیاہی کے لئے اس تمہارے محولہ صفحہ ۱۷۹ سے پہلے اس کے مقابل کے صفحہ ۱۷۸ پر یہ عبارت ضرور موجود ہے۔ کہ

"جو شخص بکلی نام سے بھی بے خبر ہے۔ اُس پر مؤاخذہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ ہاں میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں۔ خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارہ میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہوچکا ہے۔ اور میرے دعوے پر وہ اطلاع پاچکا ہے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہوگا کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں کہ اُسپر کوئی گرفت نہ ہو"

پھر تریاق القلوب میں لکھا ہے۔ کہ

"ابتدا سے ہی میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا"

اب یہاں سے تم خود سمجھ لو۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے منکرین کو کس طبقہ میں شمار کیا ہے۔ اور کہاں اُن کو اسلام کے منکروں کے برابر ٹھہرایا ہے۔ کل جہان کو کافر ٹھہرانا تو الگ رہا۔ یہاں تو اُن کو بھی جنہیں تبلیغ نہیں پہنچی۔ قابل مؤاخذہ نہیں ٹھہرایا۔ اور انہیں کافر کہنا خلاف عقل ٹھہرایا ہے۔ باقیوں کو بھی کافر نہیں کہا۔ زیادہ سے زیادہ قابل مؤاخذہ ہی قرار دیا ہے۔ پس یہ کسقدر بہتان ہے۔ کہ آپ نے اپنے اور اسلام کے منکروں کو برابر کے کافر ٹھہرایا۔ کاش کہ یہ لوگ کچھ خوف خدا سے کام لیں۔ اور خواہ مخواہ غلط بیانیوں سے لوگوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کریں +

ایک اور نشانی اعتراض

۳۱ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں ایک یہ اعتراض پیش کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے چشمہ معرفت میں آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله سے استدلال کرتے ہوئے مسیح موعود کا ایک نشان بنایا ہے جو معترض کے لفظوں میں یہ ہے۔ کہ

"مسیح موعود کے آنے کا یہ اثر ہوگا۔ کہ دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو جائیگا۔ اسلام کے سوا کوئی دین نہ ہوگا۔ اور مسلمانوں کے سوائے کوئی قوم نہ ہوگی۔ اور ایک ہی قوم اور ایک ہی دین ہوگا"

معترض کے نزدیک یہ نشان چونکہ مرزا صاحب کے وجود سے پورا نہیں ہوا۔ اس لئے وہ مسیح موعود نہیں۔ لیکن

جواب سب سے پہلے غور طلب بات یہ ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت مندرجہ چشمہ معرفت کا وہی مطلب ہے۔ جو معترض نے بیان کیا حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۳ پر آپ جاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ

"ظاہر ہے کہ اگر قیامت سے پہلے تمام لوگ حضرت عیسےٰ پر ایمان لے آئینگے۔ تو پھر وہ کونسے مخالف ہیں جو قیامت تک رہینگے۔ پھر اللہ تعالےٰ ایک اور مقام میں فرماتا ہے۔ کہ القینا بینهم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ یعنی یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک عداوت رہیگی۔ پس ظاہر ہے کہ اگر تمام یہود قیامت سے پہلے ہی حضرت عیسےٰ پر ایمان لے آوینگے۔ تو قیامت تک عداوت رکھنے والا کون رہیگا"

اب اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خود حضرت مسیح موعود اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ قیامت سے پہلے کبھی بھی کل دنیا میں اسلام ہی اسلام ہوگا۔ اور دوسرا کوئی مذہب نہ ہوگا بلکہ آپ تو یہود و نصاریٰ کے بھی قیامت تک موجود رہنے کے قائل ہیں۔ اس لئے اسی سے اس نتیجہ اور مطلب کی صاف طور پر تردید ہو جاتی ہے جو معترض نے چشمہ معرفت کی عبارت سے اخذ کیا۔ وحدت قومی کا یہ مطلب کسی صورت میں صحیح نہیں کہ گویا تمام دنیا میں اسلام کے سوائے اور کوئی مذہب ہی نہ رہیگا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ اسلام دوسرے تمام ادیان پر اسقدر غلبہ پالیگا کہ سوائے اسلام کے اور کوئی مذہب قابل ذکر نہ سمجھا جائیگا گویا اُن کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اور یہی لیظهره علی الدین کله کا مطلب ہے کیونکہ اگر اس سے یہ مطلب لیا جائے۔ کہ سوائے اسلام کے دوسرا کوئی دین نہ ہوگا۔ تو اظہار علی الدین کا لفظ صادق نہیں آسکتا۔ لیظهره علی الدین کله کے لفظ تو بتاتے ہیں۔ کہ تمام وہ مذاہب جو دنیا میں پائے جاتے ہیں اسوقت موجود ہونگے اور اُن سب پر غلبہ پایا جائیگا۔ اگر وہ سب موجود نہیں۔ تو اُن کے اوپر غلبہ کا ہونا بھی صحیح نہیں۔ غلبہ کے معنے ہیں۔ کہ کوئی چیز موجود ہے۔ جس پر غلبہ ہے۔ اور آیت میں علیٰ کا لفظ بھی چیز کی موجودگی کو اور بھی ضروری ٹھہرا دیتا ہے پس حضرت مسیح موعود کا یہاں سوائے اسکے اور کوئی مطلب نہیں کہ اسلام کو دوسرے تمام ادیان پر غلبہ ہوگا۔ اور دوسرے مذاہب کو ہیچ محض سمجھا جائیگا۔ قابلِ ذکر مذہب اگر کوئی ہوگا تو اسلام۔

چنانچہ آپ اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین مندرجہ ریویو آف ریلیجنز صفحہ ۶۵ جلد ۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اے تمام لوگو سن رکھو۔ کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر غلبہ بخشیگا۔ وہ دن آتے ہیں۔ بلکہ قریب ہیں۔ کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا۔ جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالیگا۔ اور ہر ایک کو جو اسکے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے۔ نامراد رکھیگا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائیگی"

رہا یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ایسا ہوا یا نہیں۔ اس کے جواب میں یہ دیکھنے والی بات ہے۔ کہ کیا حضرت مسیح موعودؑ نے کہیں بھی یہ کہا۔ کہ میری زندگی میں ایسا ہو جائیگا۔ ہمیشہ ماموریں کی زندگی میں ہی کوئی کام تکمیل کو نہیں پہنچ جاتا۔ بلکہ اُن کے وقت ابتدا اس کام کی ہو جاتی ہے۔ اور بعد میں اُن کے متبعین کے ذریعہ وہ کام پورا ہوتا ہے۔ یہ میں نہیں کہتا۔ بلکہ خود حضرت مسیح موعودؑ کا یہی بیان ہے۔ اور آپ نے تذکرۃ الشہادتین کے اسی صفحہ کی ذیل کی عبارت میں اس کام کا اپنے سے تین چار صدیاں بعد سر انجام پانا بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی۔ کہ عیسےٰ کے انتظار کرنیوالے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر

جوگی صاحب کی نظم پر اعتراضات کا جواب

حیات مسیح کا عقیدہ متفق علیہ نہیں

انجمن حمایت اسلام کے گذشتہ سالانہ جلسہ پر لاہور کے مشہور قومی شاعر حکیم اللہ یار خان صاحب واصل ربانی عرف جوگی جی نے ایک معرکۃ الآرا نظم میں آنحضرت صلعم کی اس شان اور عظمت کو واضح کیا۔ جو دیگر انبیاء کرام کے مقابلہ میں واقعی طور پر آپ کو حاصل ہے۔ اور اسی ضمن میں حضرت مسیح کے متعلق ان غالیانہ اعتقادات کا بھی قلع قمع کیا جو عام طور پر عیسائیوں اور مسلمانوں میں رائج ہیں۔ اس نظم کو جیسا کہ حق تھا۔ اس وقت حاضرین نے کمال دلچسپی اور اشتیاق سے سُنا اور اس کے ایک ایک مصرع پر خوشی سے اُچھل اُچھل پڑے اور ہرگز کسی قسم کی مخالفت کی آواز بلند نہ ہوئی بلکہ خود صدر جلسہ جناب خلیفہ عماد الدین صاحب انسپکٹر مدارس حلقہ راولپنڈی نے . . . . کھڑے ہو کر جوگی صاحب کے پیش کردہ خیالات کی تائید کرتے ہوئے یہ بیان کیا۔ کہ آنحضرت صلعم کی شان اور عظمت کو بتانے اور واضح کرنے کے لئے یہی کچھ کہنا پڑتا ہے لیکن آج خدا جانے مسلمانوں کو کیوں یہ گوارا نہیں کہ اُن کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو کما حقہ قائم کیا جائے۔ اور بالمقابل تمام اُن روکوں کو جو آپ کی اس عزت کو ملیامیٹ کر دینے والی ہوں۔ دُور کیا جائے۔ افسوس سچ فرمایا۔ حضرت مسیح موعود جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم و مغفور نے ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند

مگر مدفون یثرب را نداوند ایں فضیلت را

ہمہ عیسائیاں را از مقال خود مدد دادند

دلیری ہا پدید آمد پرستاران میت را

عام مسلمانوں اور تعلیم یافتہ طبقہ کی وہ تائید جو انہوں نے جوگی صاحب کی نظم کی اسوقت برسرِ مجلس اپنے اظہار مسرت سے کی۔ بعض خشک ملاؤں کو پسند نہ آئی۔ اور انہوں نے اپنے شہر یا اور وہابی عقائد کو خطرہ میں پڑتے ہوئے دیکھکر فوراً تیسرے دن ایک اشتہار دیکر سیالکوٹ کے مولوی ابراہیم صاحب کا جو وہابی کہلاتے ہیں۔ ایک لیکچر اسلامیہ کالج گراؤنڈ میں کرایا۔ مولوی صاحب کے اس لیکچر پر میں بعد میں ریویو کرونگا۔ مگر فی الحال پیسہ اخبار کے ان متعدد نوٹوں اور مضامین کے متعلق جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ جوگی صاحب نے عامہ مسلمین کی دلشکنی کی یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جوگی صاحب نے کسی کی

بھی کوئی دلشکنی نہیں کی۔ کیونکہ یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ کہ حیات مسیح کا مسئلہ مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔ میں نے اسکے متعلق ۲۵۔ اپریل سنہ ۱۶ء کے پیغام صلح میں بھی ایک مختصر سا نوٹ لکھا تھا اور اب پھر بتاتا ہوں۔ کہ بہت سے جلیل القدر مسلمان صحابہ کرام کے وقت سے لیکر اب تک وفات مسیح کے قائل چلے آتے ہیں۔ اور انہوں نے علانیہ مسیح علیہ السلام کو وفات یافتہ بتایا ہے۔ اس لئے میں نے پیغام صلح کے اس نوٹ میں متقدمین میں سے حضرت ابن عباسؓ۔ امام بخاریؒ۔ امام مالکؒ اور زمانہ حال کے لوگوں میں سے ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اور مولٰنا ابوالکلام آزاد کے جوکہ دونوں مسلمانوں میں بہت مقتدر عالم اور اعلےٰ پایہ کے لیڈر سمجھے جاتے ہیں۔ اسمائے گرامی بطور دلیل پیش کئے تھے۔ لیکن آپکا ناول ملاحو ..

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . اس لئے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکا نام لیکر آپ سے مخاطب کیا جائے ڈاکٹر اقبال اور مولٰنا ابوالکلام کا ہی نام لیکر انکو بزعم خود تیس کروڑ مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں دیتا۔ اور حضرت ابن عباس۔ امام بخاری اور امام مالک وغیرہ کا ذکر تک نہیں کرتا۔ مگر تیس کروڑ مسلمانوں کی مفتضبھی ایک بڑے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسوقت نہ صرف احمدی فرقہ کے چار لاکھ مسلمان بلکہ نیچری فرقہ کے کثیر التعداد افراد بھی اسی بات کے قائل ہیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اکثر مسلمان اسی عقیدہ سے متفق ہیں اور حیات مسیح کے قائل سوائے چند . . . . . . ملانوں کے دوسرے لوگ نہیں۔ چنانچہ مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر وطن اپنی تفسیر القرآن جلد ا نمبر ۱۲ بابت ماہ جون ۱۹۱۰ء میں حضرت ابن عباسؓ کے حوالے متوفیک کے معنے ممیتک کرتے ہیں۔ اور علامہ رازی کے حوالہ سے اس مسلک کو حسن کہا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ زمخشری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور صاحب المنار نے بہترین قرار دیا ہے اور یہی تحقیق علامہ شیخ عبدہ کی ہے۔ گویا نہ صرف (۱) مولوی انشاء اللہ خان صاحب ایڈیٹر وطن بلکہ (۲) علامہ رازی صاحب تفسیر کبیر۔ (۳) علامہ زمخشری (۴) علامہ سید رشید رضا ایڈیٹر المنار بھی وفات مسیح کے ہی قایل ہیں۔ پھر ان چاروں کے ساتھ (۵) حضرت ابن عباسؓ۔ (۶) حضرت امام بخاریؒ۔ (۷) ڈاکٹر شیخ محمد اقبال۔ (۸) مولٰنا ابوالکلام آزاد اس پر مستزاد ہیں۔ علاوہ ازیں (۹) مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے ایڈیٹر زمیندار اپنے رسالہ پنجاب ریویو اور اخبار زمیندار میں۔ (۱۰) مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اپنی کتاب الانوار الساطعہ میں۔ (۱۱) مولوی خلیل احمد صاحب انبٹھوی البراہین القاطعہ میں۔ (۱۲) مولوی عبدالسمیع رامپوری انوار الساطعہ میں (۱۳) مولوی غلام حسین صاحب ایڈیٹر اخبار المنیر جھنگ اخبار المنیر میں مسیح کو فوت شدہ ہی بیان فرماتے ہیں۔ پھر دیگر بزرگان سلف میں سے ذیل کے نام معہ حوالجات قابل غور ہیں۔ (۱۴) امام ابن قیم۔ (دیکھو ان کی مشہور تصنیف زاد المعاد ص ۱۹ و ص ۲۰ و ص ۲۱)۔ (۱۵) کرمانی رحمۃ اللہ علیہ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۸ ص ۴۹۰ بحوالہ قول حضرت ابن عباسؓ)۔ (۱۶) امام ابن رشد (اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ص ۲۶۵)۔ (۱۷) امام ابن حزم (حاشیہ جلالین مع کمالین ص ۱۰۹)۔ (۱۸) مولٰنا عبدالحق صاحب محدث دہلوی (ما ثبت بالسنۃ فی ایام السنۃ ص ۹۴)۔ (۱۹) ابن جریر (جلد ۳ ص ۱۸۱) بروایت۔ (۲۰) محمد بن حمید۔ (۲۱) سلمہ بن الفضل۔ (۲۲) محمد بن جعفر بن زبیر (تفسیر ابن جریر جلد ۳ ص ۱۸۱)۔ (۲۳) نواب صدیق حسن خان صاحب ترجمان القرآن جلد ۲ ص ۱۵۱۔ (۲۴) حافظ محمد لکھوکے (تفسیر محمدی جلد ا ص ۲۲۰ و ص ۲۲۴)۔ (۲۵) جبائی مشہور علامہ التشیع تفسیر مجمع البیان جلد اول زیر آیۃ فلما توفیتنی۔ (۲۶) محی الدین ابن عربی (تفسیر مذکور جلد ا ص ۲۶۲)۔ (۲۷) حضرت علی الہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش صاحب لاہوری (کشف المحجوب ص ۱۵۹)۔ (۲۸) امام شعرانی (طبقات جلد ثانی ص ۲۴)۔ (۲۹) علامہ قسطلانی (مواہب الدنیہ ص ۲۴)۔ (۳۰) زرقانی (جلد ۵ ص ۲۲۱)۔ ایسا ہی اور بہت سے بزرگ۔ جن سب کے اسمائے گرامی یہاں لکھنا باعث طوالت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبہ متعلق ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل اور حضرت ابن عباسؓ کے ان معنوں سے جو انہوں نے انی متوفیک کے ممیتک کے لفظ سے کئے۔ کوئی اختلاف نہ کیا۔ اور وہ جنہوں نے ان معنوں کو روایت کیا سب کے سب وفات مسیح کے قائل نظر آتے ہیں۔ پھر امام مالک علانیہ مسیح کو فوت شدہ بیان فرماتے ہیں۔ اور امام ابوحنیفہ جو دیگر کئی ایک مسائل میں امام مالک سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے اس بیان پر بالکل خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ اور لما کان السکوت جواباً کے مطابق امام مالک کے اعتقاد متعلق وفات مسیح پر مہر تصدیق لگا دیتے ہیں۔ پھر ان سب بزرگان دین کے معتقدین کا جو ان زمانوں میں تھے۔ اور جنہوں نے ان کے اقوال کو پڑھا اور سنا اور تسلیم کیا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ پس قائلین وفات مسیح کی اسقدر کثیر تعداد کے باوجود ہم ایک ایسے انسان کے کہنے سے جو الف۔ بے بھی پڑھنا نہیں جانتا۔ یہ کس طرح سے مان لیں۔ کہ حضرت مسیح علیہ السلام انیس سو سال سے اب تک بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں۔ اور وفات نہیں پا گئے۔ اور نہ کہ یہ حیات مسیح کا عقیدہ مسلمانوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔ معترضین کو چاہئیے کہ یا تو ان سب بزرگان دین پر بھی وہی فتوے دیں۔ جو وہ ہم پر یا جوگی صاحب پر دیتے ہیں۔ اور یا اگر یہ نہیں۔ تو بتائیں۔ کہ جوگی صاحب کے کہنے سے مسلمانوں کی کیسی دلشکنی ہو سکتی ہے۔ جبکہ ان تمام متذکرۃ الصدر بزرگان کے اقوال اسے یہ دلشکنی متصور نہیں۔

آئیندہ نمبر میں میں ان اعتراضات کا جواب دونگا۔ جو مسیح کی قبر کشمیر کے متعلق کئے گئے ہیں۔ اور پھر اس کے بعد مولوی امام الدین صاحب مصنف پنشنر لاہوری کی ان متعدد کھلی چٹھیوں پر ریویو کروں گا۔ جو انہوں نے حال ہی میں ہم احمدیوں کے نام پیسہ اخبار کی مختلف اشاعتوں میں لکھی ہیں۔ وباللہ التوفیق

امرتسری مباحثہ کا حشر

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے یہ خبر درج کی تھی۔ کہ امرتسر میں محمودی مولوی غلام رسول راجیکے اور مولوی ثناء اللہ کا مباحثہ وفات مسیح اور دعاوی حضرت اقدس پر ہونیوالا ہے۔ یہ مباحثہ گذشتہ ۲۹۔ ۳۰ اپریل کو ہوا۔ اسپر ریویو تو بعد میں فریقین کے اصل پرچوں کو پڑھکر کیا جائیگا۔ لیکن سنا ہے۔ کہ مولوی غلام رسول نے مولوی ثناء اللہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ خود حضرت مرزا صاحب نے بھی براہین میں مسیح کو زندہ اور آسمان پر مانا ہے۔ یہ بیان کیا۔ کہ آخر ایک وقت آنحضرت کو بھی تو اپنی نبوت میں شک تھا جیسے قرآن کی آیت فلا تکونن من الممترین شاہد ہے۔ کیا مولوی غلام رسول ہمیں بتائیں گے۔ کہ یہ بات صحیح ہے۔ اور انہوں نے یہی جواب مولوی ثناء اللہ کو دیا تھا اور کیا ان کے نزدیک فلا تکونن من الممترین سے یہ خیال مستنبط ہو سکتا ہے۔ اس کا جواب دینے پر ہم اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

اشاعت اسلام

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید
دین احمد بیکس ست ہمچو زین العابدین

آجکل ہندوستان میں مسلمانوں کی کئی انجمنیں۔ اشاعت اسلام کے لئے کوشش کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ انجمن حمایت اسلام۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام وغیرہ لاہور میں۔ مدرسہ الہیات کانپور میں۔ اسی طرح دہلی۔ اٹاوہ وغیرہ میں بھی مختلف تحریکیں مصروف کار ہیں۔ جناب خواجہ صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب۔ قادیان کے علماء۔ غازی محمود دھرمپال وغیرہ افراد بھی سرگرمی سے کام کر رہے ہیں۔ پیغام صلح۔ الفضل۔ اہلحدیث لائٹ۔ اشاعت اسلام۔ النجم وغیرہ اخباروں اور رسالوں میں مذہبی مضامین شایع ہوتے رہتے ہیں۔ دیوبند سہارنپور۔ دہلی۔ لاہور وغیرہ کے اسلامی مدارس میں بھی معقول تعداد کے نوجوانوں کو علوم اسلامی کی تعلیم دی جارہی ہے۔ یہ سارے کام تین حصوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں۔

(۱) وعظ و تقریر۔ (۲) درس تدریس۔ (۳) تصنیف و تحریر۔

سوچنے اور غور کرنے کی قابل بات یہ ہے۔ کہ یہ تمام کوششیں جو جاری ہیں کافی بھی ہیں یا نہیں اور اُن سے وہ مفید نتائج جو پیدا ہونے چاہئیں پیدا ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اور اگر یہ کوششیں ناکافی یا اصلاح طلب ہیں تو انہیں ترقی یا اصلاح کس قسم کی اور کسطرح ہونی چاہئے

(۱) وعظ و تقریر کے ذریعہ جو کچھ ہو رہا ہے اُسکے مفید ہونے میں تو کلام نہیں۔ لیکن اشاعت اسلام کے کام کا جو حق ہے اُس کے مقابلہ میں یہ کام ہیچ نظر آتا ہے۔ مجھکو ایسے لیکچراروں اور واعظوں کا حال نہیں معلوم جنکو وعظ و لیکچر کے وقت جسقدر اپنی شخصیت کے نمایاں کرنے اور اپنی سحر گفتاری و طلاقت لسانی سے اپنے نفس کے موٹا کرنے کا خیال ہوتا ہے۔ اُسی قدر اسلام کو حقیقی نفع پہنچانے کا بھی خیال ہو اور اُن کا حقیقی مطمح نظر خدمت اسلام۔ جو اشاعت اسلام کے سوا کچھ اور نہ ہو۔ چونکہ خلوص نہیں۔ لہٰذا لیکچروں اور تقریروں کی آنی واہ واہ اور فانی آہ آہ کے سوا بعد میں سننے والوں کے دلوں پر کوئی گہرا نقش باقی نہیں رہتا۔ انجمنوں کے سالانہ جلسے اور واعظوں کے جمگھٹے روحانیت پر رتی بھر اثر نہیں کرتے۔ بلکہ بیاہ شادی کے جلسوں کی طرح شروع ہوتے اور اسی طرح ختم ہو جاتے ہیں۔ کوئی پائیدار اثر اور گناہ سوز تاثیر قلوب پر نہیں چھوڑ جاتے۔ اس لئے اس کام کو وہ اہمیت حاصل نہیں اور نہ اسقدر موجب اطمینان نہیں جیسا کہ ہونا چاہتے تھا۔

(۲) درس تدریس کا کام جو ہو رہا ہے۔ اس میں مدرسین کے اخلاق چونکہ عام طور پر محتاج اصلاح پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا فارغ التحصیل طلبہ میں بہت ہی کم کام کا جوش اور خلوص نظر آتا ہے۔ ورنہ عام طور پر نوجوان اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہو کر مدارس سے نکلتے ہیں اور وہ ہرگز اس قابل نہیں ہوتے کہ موجودہ اسلامی ضرورتوں کو پورا کر سکیں۔ مدارس میں علوم کی کتابیں تو پڑھائی جاتی ہیں لیکن نوجوانوں کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی کسی قسم کی نگرانی اور تربیت سے بالکل آزاد ہوتی ہے۔ سبق پڑھنے کے بعد وہ آزاد اور ہر قسم کی صحبتوں سے متاثر ہو سکنے کے لئے خود مختار ہوتے ہیں۔ اس خرابی کے دور کرنے کا کوئی معقول انتظام ہمارے مدارس میں موجود نہیں مدارس کے منتظمین کی تمام تر توجہ اس میں صرف ہوتی ہے کہ تھوڑی تنخواہوں کے استاد مہیا ہوں اور تھوڑا روپیہ خرچ ہو کر بہت زیادہ نمائشی کام پورے ہوں۔ اسطرح مدرسین کا اول سے آخر تک لین دین اور دوکانداری کا سا معاملہ رہتا ہے اور خلوص کا کہیں نام و نشان نظر نہیں آتا۔

(۳) تصنیف و تحریر کی حالت نسبتاً دوسرے پہلوؤں سے کسیقدر اچھی ہے یعنی خاموشی کے ساتھ مفید کام کرنے والے کچھ نہ کچھ کئے جاتے ہیں۔ لیکن عام مذاق کے بگڑ جانے لفاظی اور دھوم دھام پر فدا ہونے کے بدنما رواج نے کام کرنے والوں کو سہارا دینے اور دل بڑھانے کا موقع باقی نہیں رکھا۔ کیونکہ سیدھی سادھی اور کام کی باتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا۔ جب تک کہ تصنع اور بانکپن کی ادا نہ نکلتی ہو۔ اسی لئے بہت سی مفید اسلامی کتابیں ایک دفعہ سے زیادہ نہیں چھپیں اور جو ہزار یا پانسو چھپیں وہ نہیں بکیں۔ اخباروں اور رسالوں کی بھی یہی حالت ہے۔ کہ کوئی اسلامی اخبار یا رسالہ مشکل ہی سے اپنے اخراجات کو خود برداشت کرنے کی قابل ہوگا ورنہ اُن کے چلانے والے اپنی جیب اور ہمدردوں کے روپیوں کی مدد سے چلا رہے ہیں۔ اندریں صورت ع

چمن میں کیا سمجھکر کوئی طرح آشیاں ڈالے

ان مذکورہ بالا نقائص کے رفع کرنے اور کوئی مفید نتیجہ پیدا کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ تالاب میں چھینٹیں اُڑانے کی بجائے مٹی ڈالنی شروع کی جائے کہ گہرائی کم ہوتے ہوتے ایک دن تالاب پُر ہو جائے۔ اور اُس کے لئے موجودہ واعظوں۔ مدرسوں۔ انجمنوں۔ اخباروں رسالوں کو مسلمانوں کے اخلاق کی درستی کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ جھوٹ۔ حسد۔ چوری چغلخوری دھوکہ بازی۔ بدنظری۔ زنا وغیرہ ایسے رذائل ہیں۔ کہ اُن کو ہر شخص بُرا کہتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ فیصدی دس آدمی بھی ایسے نہیں مل سکتے جو ان خصائل ذمیمہ میں مبتلا نہ ہوں۔ جھوٹوں۔ حاسدوں۔ چوروں۔ چغلخوروں۔ دھوکہ بازوں زناکاروں۔ نشہ بازوں کے سامنے حقائق و معارف اسلامیہ و قرآنیہ بیان کئے جاتے ہیں تو بظاہر یہ لوگ بہت متاثر ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ لیکن الفاظ اُن کے گلے سے نیچے نہیں اُترتے اور یہ چکنے گھڑے ویسے ہی کورے کے کورے نظر آتے ہیں۔ واعظ صاحب بھی کسی نہ کسی عیب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ سننے والے بھی۔ لکھنے والے بھی اور پڑھنے والے بھی۔ لہٰذا سب کچھ داخل فیشن ہو کر بے اثر و بلا نتیجہ ہو گیا ہے۔ اور آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا نظر آتا ہے۔ ؎

صحبت گل ہے فقط بلبل سے کیا بگڑی ہوئی
آجکل سارے چمن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی

حسد	ایک روحانی	تپ دق ہے۔
جھوٹ	" "	استسقاء کبدی۔
تکبر	" "	ضیق النفس "
دھوکہ بازی	" "	پیچش "
چوری	" "	عرق النساء "
چغلخوری	" "	ذات الجنب "
نشہ بازی	" "	فالج "
زنا	" "	جذام "

وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص ایسے اور اس قسم کے بہت سے مہلک امراض میں مبتلا ہو۔ اسکو علم ہیطاری اور فن انجینیری کی خوبیاں سنانی اور تھامسن کالج رُڑکی یا مدرسہ جہانبانی میں داخل ہو کر تعلیم پانے کی ترغیب دینی ایک ناکام اور بلا نتیجہ کوشش ہے ؏

میں نے اشاعت اسلام کا کام کرتے ہوئے صوبہ آگرہ و اودھ کے چھ سات ضلعوں میں دورہ کیا۔ اور سب سے زیادہ اپنے ضلع کی گشت و گرداوری سے بصیرت حاصل کی۔ میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ تمام کام کرنے والے ورنہ ان میں سے ایک بڑا حصہ اول مسلمانوں کی اخلاقی اور معاشرتی زندگی میں اصلاح پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ اور کام کے کرنے کا ایک اور بھی جدید طریقہ یعنی نشست گاہوں اور چوپالوں کی بے تکلف صحبتوں میں شریک ہو کر دلسوزانہ مشوروں کے طریقہ

نصیحت گری کی خدمت کو انجام دینا بھی اختیار کیا جائے۔

جسقدر طاقتیں اب مصروف کار ہیں وہ ضرورت کے اعتبار سے بہت ہی کم ہیں۔ ہر ضلع میں کم از کم دو جید عالم ایسے ہوں جو برابر دورہ کرتے رہیں ہر ضلع میں کم از کم ایک اسلامی اعلےٰ درسگاہ ہو۔ اسی طرح اخبار و رسائل اور تصنیف تالیف میں اضافہ کی ضرورت ہے۔

اس کام کو جیسا کہ اب تک تجربہ سے ثابت ہوا ہے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے ایک حد تک دوسروں سے بہتر سمجھا ہے اور میرا خیال ہے کہ یہ انجمن اگر ہندوستان کے تمام مسلمان اس پر اعتماد کر سکیں۔ تو دوسروں کے مقابلہ میں نسبتہً تھوڑے مصارف سے بوجہ اپنی سلیقہ شعاری کے زیادہ مفید کام انجام دے سکیگی۔

کیا اچھا ہو کہ بہت دنوں نہیں تو صرف دس پندرہ برس ہی کے لئے مسلمان آپس کی جنگ و جدل بیجا فرقہ بندی۔ تعزز فروشی۔ ناسزا گوئی۔ دشنام دہی کو بالائے طاق رکھدیں اور انسانوں کی طرح اپنی ابتدائی اخلاقی تربیت کی طرف متوجہ ہوں اور حیوانوں سے ممتاز ہو کر انسان پھر انسانوں میں با اخلاق انسان بنیں۔ با اخلاق انسان بننے کے بعد۔ با خدا انسان بننے کا مرتبہ آتا ہے۔

اشاعت اسلام سے پہلے حفاظت اسلام کی ضرورت ہے اور حفاظت اسلام صرف غیر مذہب والوں سے مباحثوں میں غالب رہنے ہی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ عام طبقہ کے لوگوں میں اخلاقی خوبیاں پیدا کرنے کالجوں کے انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دماغوں کی دہریت نکالنے گھروں کے اندر کی زندگی دوستوں اور ہمسایوں کے تعلقات وغیرہ بہت سے کاموں میں حفاظت اسلام محدود اس طرف متوجہ ہونا ضروری اور مسلمانوں کا اولین کام ہے۔

(مولانا) اکبر شاہ خان صاحب

(سابق ایڈیٹر پیغام صلح حال ایڈیٹر عبرت نجیب آباد)

حضرت خلیفہ صاحب مرحوم کے متعلق یہ بات خاص طور پر قابل نوٹ ہے کہ انھوں نے فوت ہونے سے کچھ وقت پہلے بہت سے حاضرین کو گواہ ٹھیرا کر لا الٰہ الا اللہ ملائکہ کتب رسل حشر نشر اور تقدیر غرض تمام اصول اسلام پر اپنا ایمان ظاہر کیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے متعلق بتایا کہ انھیں میں مسیح موعود مہدی اور مجدد صدی مانتا ہوں اور نبی بنانے والوں کو مشرک اور ضال بتاتے ہوئے ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ کیا ہی خوش نصیب وہ انسان ہے جو موت کے وقت بھی ایمان و ایقان کی ایسی اعلیٰ منزل پر کھڑا ہو یہی ولا تموتن الا وانتم مسلمون کی پوری پوری تعمیل۔ اللہم اغفرہ

عقائد محمودیہ سے بیزاری

میں حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود و مہدی مسعود مانتا ہوں اور ظلی۔ جزوی بروزی نبی جانتا ہوں اور تمام مسلمانوں کو کافر نہیں کہتا۔ ہاں قابل مواخذہ ضرور ہیں۔ اور میرا یہ ایمان ہے۔ اِسْمُهٗ اَحْمَد کا حقیقی مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی سمجھتا ہوں۔ تحریر ۲۴ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء۔

محمد عبد الاول ساکنہ کوٹلی صوبہ شملی ضلع گوجرانوالہ

بحضور فیض گنجور جناب حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب دام اقبالہ۔ ... السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ میں چند روز سے ایک فاسد عقیدہ کی پیروی کرتا تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود و مہدی آخر الزمان (نعوذ باللہ) نبی ہیں۔ مگر اب مجھے بذریعہ منشی علی محمد و عبد الرزاق و عبد الغفور احمدیاں معلوم ہوا ہے کہ درحقیقت حضرت مرزا صاحب نے کوئی دعوت نبوت کا نہیں اور نہ ہی کوئی بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی طور پر نبی آسکتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ میرا وہی مذہب ہے جو حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحب کا ہے۔ مناسب ہے کہ یہ نامہ ہذا برائے تشہیر ارسال خدمت ہے کہ میرے لئے دعائے خیر فرماویں۔ ۱۶ اپریل ۱۹۱۶ء

العبد

موسیٰ خان ولد اللہ بخش خان ساکنہ بستی اندان ذات رسہ بلوچ۔ ڈاکخانہ کوٹ چھٹہ تحصیل و ضلع ڈیرہ غازیخان۔

گواہ شد راقم عبد الغفور عرضی نویس بقلم خود

گواہ شد عبد الرحیم نمبردار بقلم خود

گواہ شد شیخ حامد بخش مثلخوان بقلم خود۔

ایک حل طلب معمہ

۲۲- اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں میاں صاحب کی چند ایک نصائح چھپی ہیں جو انہوں نے اپنے مبلغین کو حال ہی میں کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نہایت پاکیزہ نصائح ہیں اور واجب التعمیل لیکن انہی میں ایک یہ بات بھی میاں صاحب نے کہی ہے۔ کہ:

"موجودہ فتنے میں نوے فیصدی ایسے لوگ ہیں۔ جو اسی وجہ سے کہ ان کا تعلق قادیان سے نہ تھا۔ فتنے میں پڑے ہیں۔ بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو خیال کرتے ہیں کہ قادیان میں کچھ کام نہیں رہا۔ روپیہ جاتا ہے۔ اور وہ لوگ بانٹ کر کھا لیتے ہیں"

لیکن سوال یہ ہے کہ یہ نوے فیصدی جو فتنے میں آپ کے نزدیک پڑے ہیں کہیں اس دعوے کثرت کو تو ملیامیٹ کرنے والے نہیں جو شروع سے آجتک آپ کی اور آپ کے مریدین کی ایک تازہ دلیل کے طور پر پیش ہوتا رہا ہے۔ اگر واقعی نوے فیصدی لوگ آپ سے علیحدہ ہیں تو میں نہیں جانتا۔ کہ آپ کے ساتھ پھر کیا کچھ باقی رہ گیا۔ بالخصوص جبکہ باقیماندہ دس فیصدی میں سے بھی "بہت سارے لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو خیال کرتے ہیں۔ کہ قادیان میں کچھ کام نہیں رہا۔ روپیہ جاتا ہے اور وہ لوگ بانٹ کر کھا لیتے ہیں" اس قدر کثیر التعداد کے منحرف ہو جانے کے بعد آپ کے ہاتھ پلے تو کچھ بھی نہ رہا۔ کیا میاں صاحب اس معمہ کو حل فرما سکتے ہیں۔ کہ آپ کی اس تصریح اور پہلے دعاوی میں سچائی کا شائبہ کہاں تک اور جھوٹ کی ملاوٹ کس قدر؟

"ظلی نبی کی فضیلت" کے عنوان سے الفضل میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی ایک تحریر شائع ہوئی ہے جسکے نیچے فضلی ایڈیٹر نے ایک نوٹ میں ہم پر یہ الزام دیا ہے۔ کہ گویا ہم "ظلی نبی کا معمولی درجہ سمجھتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے حضرت اقدس کو ایک مجدد کی حیثیت دیتے ہیں" حیرانی کی بات ہے کہ الفضل نے کیونکر یہ سمجھ لیا۔ کہ مجدد کوئی معمولی درجہ کا انسان ہوتا ہے۔ کیا مجددین ظلی طور پر آنحضرت صلعم سے فیض نہیں پاتے۔ اور ان میں بھی آپکی صفات نمایاں طور پر جلوہ فگن ہوتی ہیں۔ کیا وہ آنحضرت صلعم سے کوئی علیحدہ صفات ہوتی ہیں۔ اگر یہی صفات کا عکس ان پر پڑتا ہے۔ تو وہ بھی ظلی نبی ہوئے۔ اور اس لحاظ سے نہایت اعلےٰ درجہ رکھتے ہیں۔ پھر میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ کو مجدد ماننے سے یہ کہاں سے لازم آگیا۔ کہ ہم معمولی درجہ آپ کا سمجھتے ہیں۔ بیشک ظلی نبی کوئی معمولی درجہ کا انسان نہیں ہوتا۔ اور اسی لئے ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جملہ اولیائے امت و مجددین عظام میں بہت اعلےٰ درجہ پر فائز سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ ہمیں آجتک سمجھ نہیں آئی۔ کہ دو چیزوں کی بلندی سے منصب میں فرق کیسے آسکتا ہے۔ کیا خود آنحضرت صلعم ہمیشہ انبیائے کرام میں سے اعلےٰ مدارج پر نہیں۔ کیا آپ کے ظہور کو خود خدا کا ظہور حضرت اقدس مسیح موعود

نے نہیں کہا۔ پھر کیا یہ جائز ہے۔ کہ اب آپ کو خدائی کا منصب دے دیا جائے اور نبیوں کے زمرہ میں آپ کو شامل نہ سمجھا جائے اور یہ خیال کر لیا جائے۔ کہ وہ لوگ جو آپ کو "ایک نبی کی حیثیت دیتے ہیں" وہ گویا ظلی خدا کا معمولی درجہ سمجھتے ہیں۔ حیرانی کی بات ہے۔ کہ کس طرح سے یہ لوگ مدارج کی بلندی پر منصب کی بلندی کو قیاس کرتے اور کہاں سے کہاں جا پہنچتے ہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب "کا مسلک جدا ہے" کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ جبکہ خود حضرت مولانا اپنی تازہ شائع شدہ چٹھیات میں بار بار آپ کو مجدد کہہ رہے ہیں اور مطلق نبی کا اطلاق بھی جائز نہیں سمجھتے۔ یہ بھی غلط ہے کہ حضرت مولانا "بلحاظ منصب نبوت مسیح موعودؑ کو انبیائے اولوالعزم سے بھی افضل و اعلیٰ سمجھتے ہیں"۔ انہوں نے تو صرف شان میں افضل و اعلیٰ کہا ہے۔ نہ کہ منصب میں۔ منصب اور شان میں ایک نمایاں فرق ہے اور افسوس ہے۔ کہ الفضل اسکو ایک ہی حیثیت میں بیان کر کے خواہ مخواہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس ساری چٹھی میں بھی جو ہم نے حضرت مولانا کی طرف سے "ظلی نبی کی فضیلت" میں شائع کی ہے۔ آپ نے کہیں منصب میں مسیح موعودؑ کو دوسروں سے بڑھکر نہیں کہا بلکہ جا بجا آنحضرت صلعم کے فضائل میں سے آپ کے ظل کے حصہ پانے کا ذکر کر کے آپ کو جزوی نبی ہی قرار دیا ہے۔ اور ظل کو اصل کے برابر یا اس کا عین کہیں بھی نہیں ٹھہرایا۔ اور یہی صحیح ہے۔ ہم نے یہ کہیں نہیں کہا۔ کہ ظلی نبی کچھ چیز نہیں ہوتا۔ مگر جو کچھ اس میں ہوتا ہے۔ وہ بہر صورت اصل کا ایک حصہ یا جزو ہی ہوتا ہے۔ نہ کہ عین۔ اور یہی مولانا کی اس ساری چٹھی کا مطلب ہے۔

نو مبایعین میاں نور محمد صاحب ہیڈ ماسٹر راولپنڈی اور میاں فضل کریم صاحب سیکنڈ ماسٹر راولپنڈی حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدؐ کی بیعت میں داخل ہوئے۔

رسید زر بابو عبد الرزاق صاحب اسسٹنٹ ماسٹر سانگلہ کی طرف سے رقوم مندرجہ ذیل:-
ترجمۃ القرآن کی مد میں ۔۔ روپیہ
اشاعت اسلام ۔۔ روپیہ
وصول ہوئے ہیں۔

مفتیٔ ناحق شناس کیلئے ایک اور تازیانہ

مفتی محمد صادق صاحب کی اس دھوکا دہی کا پردہ ہم اس سے پیشتر بخوبی فاش کر چکے ہیں۔ جس کے ذریعہ انہوں نے اپنے اس خط سے پیچھا چھڑانا چاہا تھا جو ۱۹۰۷ء میں حضرت اقدس مسیح موعود کے حکم سے میاں غلام قادر صاحب ساکن جیبو دیکل کے نام لکھا۔ اب مفتی صاحب کی اس کھینچا تانی کے متعلق خود میاں غلام قادر صاحب نے ذیل کا مضمون لکھکر بھیجا ہے۔ وھو ھذا

مخدومی جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کل مجھے ایک دوست نے پیغام صلح کا ایک پرچہ دکھلایا۔ جو ۱۶ر اپریل ۱۹۱۶ء کا ہے۔ اس میں لکھا ہوا دیکھا۔ کہ مفتی محمد صادق صاحب نے اس خط کی تردید کی ہے۔ جو آنجناب نے اسی وقت میرے استفسار پر باجازت حضرت مسیح موعود لکھا تھا یہ پڑھکر عاجز تو نہایت حیران ہوا کہ یہ کیا بات ہے جو مفتی صاحب مکرم نے لکھی ہے۔ مگر خیر اکل مرضی جس طرح چاہیں۔ کریں۔ اب مسیح موعود علیہ السلام تو زندہ نہیں۔ کہ آپ کو سزا دیں۔ اور باتوں کا تو ذمہ وار نہیں۔ خواہ مرزا صاحب پر اعتراض کریں یا اپنی مبارک ذات کو خائن قرار دیں۔ ہاں یہ بات جو آپ نے لکھی ہے کہ جواز سائل کی کمزوری کے باعث تحریر کیا گیا تھا۔ چونکہ میں اور میرے دوست جنکے روبرو یہ مسئلہ پوچھا گیا اور جواب بھی آ گیا ابھی زندہ ہیں اس لئے میں پوچھتا ہوں کہ مفتی صاحب کے پاس میری کمزوری کا کیا ثبوت ہے۔ میری کمزوری کو مفتی صاحب نے کس دلیل سے سمجھا تھا۔ کیونکہ میرے تو وہ واقف ہی نہیں اور نہ میں اُن کا واقف ہوں یہ آنجناب نے میرے پر افترا کیا ہے۔ اور محض افترا کیا ہے جس میں ذرا بھر سچ نہیں اصل بات صرف یہ ہے۔ کہ میں نے حضرت اقدس علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تھا۔ اور آپ کے ہی نام میرا خط تھا نہ میں نے مفتی صاحب سے مسئلہ دریافت کیا اور نہ ہی اُن کے نام خط لکھا۔ چونکہ آپ محرر ڈاک تھے۔ اس لئے آپ نے ضرور میرے نام لکھا مگر ساتھ ہی فرمایا۔ جو خط میں مندرج ہے کہ حضرت کے بر شاہت ... آیا ہے۔ ... ہی ہے کہ میں نے کسی اپنی کمزوری کا اظہار نہ کیا تھا۔ بلکہ صرف مسئلہ پوچھا تھا۔ جس کا جواب دیا گیا۔ پس مجھکو کمزور کہنا سراسر غلط اور غیر واقع ہے جس کی مفتی صاحب کے پاس کوئی مطلق دلیل نہیں اگر مفتی صاحب فرماویں۔ تو میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کی شہادت سے اس بات کو ثابت کر سکتا ہوں اور میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر اور اس ذات پاک کو گواہ رکھکر کہتا ہوں کہ میں نے غیر احمدی کے جنازہ کا صرف علم حاصل کرنے کے لئے یہ سوال کیا تھا نہ کسی ڈر کی وجہ سے۔ جسکا جواب مجھے دیا گیا کہ جو شخص بُرا نہ بولتا ہو۔ اس کا جنازہ پڑھنا جائز ہے۔ پھر میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے کمزور کہنا بالکل غلط ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور جو چاہیں حیلہ اور مکر کریں۔ مگر یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ جو حضرت مفتی صاحب نے لکھی ہے والسلام۔ بقلم خود غلام قادر از جیبو دیکل۔ ضلع گجرات۔ ڈاکخانہ جلالپور جٹاں۔

سارے جہان کو کافر بنانیوالے مولویوں کی نسبت حضرت مسیح موعود کا فتوےٰ

محمودی مولوی انہیں کریں اللہ اللہ تعالیٰ کے وعید ویل للمطففین۔ الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون۔ واذا کالوھم اور وزنوھم یخسرون سے ڈریں کیا ایک مسلمان کی جو علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر حضرت مسیح موعود کے وقت تک رہی اور جسکو خود حضرت مسیح موعودؑ اپنی زندگی میں بھی بطور حجت پیش کرتے رہے اب ایک کافر کا نشان بن گئی ہے۔ ہاں اگر میاں محمود صاحب پر نئی شریعت نازل ہوئی ہے۔ تو اُسے کیوں نہ دنیا کے سامنے پیش کیا جاوے۔ چھپایا کیوں جاتا ہے ورنہ اسلام وہی ہے جو رسول اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ اور مسلم کی وہی علامات ہیں جو رسول اللہ نے بتائی ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے ایک رتی بھر کمی بیشی نہیں کی۔ حضرت اقدس ذیل کی عبارت میں گویا محمودی مولویوں کو مخاطب کرتے ہیں:-

"اے بخیلو پاس مولویو! کیا تمہیں ایک دن موت نہیں آئیگی جو شوخی اور چالاکی کی راہ سے سارے جہان کو کافر بنا دیا۔ خدا تعالےٰ تو فرماتا ہے کہ جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ مت کہو کہ لست مومنا یعنی اسکو کافر مت

سمجھو۔ وہ تو مسلمان ہے۔ لیکن تمنے اُن کو کافر ٹھہرایا۔ جو تمام ایمان عقائد میں تمہارے شریک ہیں اہل قبلہ ہیں اور شرک سے بیزار اور مدار نجات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی جانتے ہیں۔ اور پیروی سے منہ پھیرنے والے کو لعنتی اور جہنمی اور ناری سمجھتے ہیں اے شریر مولویو! ذرا مر کے بعد دیکھنا کہ اس جلدبازی کی شرارت کا تمہیں کیا پھل ملتا ہے۔ کیا تمنے ہمارا سینہ چاک کیا اور دیکھ لیا کہ اندر کفر ہے۔ ایمان نہیں۔ اور سینہ سیاہ ہے۔ روشن نہیں ذرا صبر کرو۔ اس دنیا کی عمر کچھ بہت لمبی نہیں"

کیا محمودی مولوی حضرت مسیح موعودؑ کے ان درد مندانہ کلمات سے عبرت حاصل کریں گے؟

بنارس کا ایک فرضی نومبایع

ایک مدت سے الفضل میں بہت سے نومبایعین کی فرضی اور جعلی فہرستیں شایع کرکے لوگوں کو دھوکا دیا جاتا ہے۔ اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ کسی محمودی کے گھر میں کوئی لڑکا پیدا ہوا۔ اور جھٹ اسکا نام فہرست نومبایعین میں داخل ہو گیا۔ ایسا ہی کہ اگر میں ایک شخص محمودی ہو۔ تو وہ زن و مرد سمیت اپنی ساری کنبہ کے نام فہرست نومبایعین میں خود ہی لکھوا کر گویا اپنی تعداد کو بڑھا کر دکھانا چاہتا ہے۔ خیر ہمیں ان دھوکا بازیوں اور مکر و فریب سے سروکار نہیں مگر ہم یہاں اس جعل کا پردہ فاش کرنا چاہتے ہیں جو بنارس سے ایک فرضی نومبایع محمد عبداللہ کا نام لکھکر کیا گیا ہے یہ نام جب الفضل میں شایع ہوگا۔ تو ہمارے بنارسی احباب نے ذرا ایک محمودی سے اسکا پتہ دریافت کیا جسپر اسنے الفضل کو خط لکھا۔ الفضل نے اپنی ۹ مئی کی اشاعت میں اسپر ایک نوٹ لکھا اور بڑے زور سے اسکو فرضی ثابت کرنیکا چیلنج کرتے ہوئے حافظ محمد عبداللہ ممبر [illegible] شایع کیا۔ سوداگر چرم محلہ [illegible]

مسئلۂ کفر و اسلام

اور

پیر اور مرید میں اختلاف عقائد

پیر کے نزدیک مرید کافر اور مرید کے نزدیک پیر کافر

مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں آجتک کسقدر تحریرات نکل چکی ہیں اور کتنے ہی فتوے میاں صاحب کی طرف سے غیر احمدیوں کو بلا امتیاز کافر ثابت کرنے کے لئے شایع ہو چکے ہیں۔ یہانتک کہ انھوں نے اُن کروڑہا بے خبر مسلمانوں کو بھی جو دُور دراز ممالک میں جہاں احمدیت کی ہوا تک بھی نہیں پہنچی۔ اور پتہ تک نہیں کہ مرزا غلام احمد بھی کوئی شخص دنیا میں ہوا ہے چہ جائیکہ وہ آپ کے دعوے مسیحیت و مہدویت پر مطلع ہوں۔ اُن کو انھوں نے صاف طور پر کافر اور خارج از اسلام قرار دیا۔ جیسا کہ اُن کی ذیل کی تحریر سے ظاہر ہے :-

"جن پر تبلیغ نہیں ہوئی۔ اس کا حساب خدا کے ساتھ ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ تبلیغ ہو چکی ہے یا نہیں۔ کیونکہ کسی کے دلی خیالات پر آگاہ نہیں۔ اس لئے چونکہ شریعت کی بنا ظاہر پر ہے۔ ہم انکو کافر کہیں گے"
(تشحیذ الاذہان بابت اپریل ۱۹۱۱ء)

نہ صرف یہی بلکہ کسی ایسے شخص کا جسکو تبلیغ نہیں پہنچی جنازہ بھی حرام قرار دیکر گویا اس کفر کو انہوں نے اور بھی پختہ کیا۔ چنانچہ الفضل جلد ۲ نمبر ۱۳۶ مورخہ ۶ مئی ۱۹۱۵ء میں خطبہ جمعہ کی ذیل میں ان کے یہ لفظ چھپے ہوئے ہیں۔

"اگر کوئی شخص ایسی جگہ مرجائے جہاں ہماری تبلیغ نہیں پہنچی۔ اس کے جنازہ کے متعلق یہ ہے۔ کہ ایسی جگہ ہم جنازہ پڑھنے کیلئے کہاں موجود ہوں گے۔ کیونکہ اگر ہوتے تو کیا تبلیغ احمدیت نہ کرتے۔ اور اگر یہ کہا جائے۔ کہ کسی ایسی جگہ جہاں تبلیغ نہیں پہنچی۔ کوئی مرا ہوا ہو۔ اور اس کے مرچکنے کے بعد وہاں کوئی احمدی پہنچے۔ تو وہ جنازہ کے متعلق کیا کرے۔ اسکے متعلق یہ ہے۔ کہ ہم تو ظاہر پر ہی نظر رکھتے ہیں چونکہ وہ ایسی حالت میں مرا ہے کہ خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول کی پہچان اُسے نصیب نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم اُس کا جنازہ نہیں پڑھیں گے"

اب اس قدر صاف اور کھلے کھلے فتووں کے باوجود خدا جانے یہ کیا وجہ ہے۔ کہ میاں صاحب کے اکثر مریدین ان باتوں کے قائل نہیں۔ اُن سے جب یہ پوچھا جاتا ہے۔ کہ کیا تمہارے نزدیک تمام وہ لوگ بھی جنکو تبلیغ نہیں پہنچی۔ اور وہ کلمہ گو ہیں۔ کافر ہیں؟ تو وہ کانوں پر ہاتھ دھرتے ہیں اور اُن کو کافر کہنے والوں کو کافر کہتے ہیں۔ ایسے کئی ایک واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں اور اب تو میاں صاحب کے ایک خاص الخاص مرید چودھری حاکم علی صاحب ساکن بہلوال نے ایک تحریر بھی لکھکر دے دی ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہے۔ کہ چودھری صاحب موصوف کسی وجہ سے گذشتہ ۲ مئی ۱۹۱۶ء کو مسجد احمدیہ لاہور میں آوارد ہوئے۔ اسوقت اتفاق سے قرآن کریم کا درس ہو رہا تھا۔ دوران درس میں مسئلہ وراثت انبیاء پر بحث شروع ہوگئی اور بہت دیر تک جاری رہی۔ بعد ازاں حضرت امیر نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے نزدیک وہ کلمہ گو مسلمان بھی جنکو ابھی تک حضرت اقدس کی تبلیغ نہیں ہوئی۔ خارج از اسلام ہیں؟ چودھری صاحب نے اسکا نفی میں جواب دیا جسپر انہیں کہا گیا۔ کہ آپ اسے لکھدیں۔ چنانچہ انہوں نے ذیل کی تحریر لکھکر دی :-

"جن غیر احمدی مسلمانوں کو مرزا صاحب کی بالکل خبر ہی نہیں ہوئی۔ اور مرزا صاحب کو قطعی جانتے ہی نہیں۔ کہ کوئی مرزا قادیانی ہے اور اس نے کوئی دعوے کیا۔ اور وہ کلمہ گو ہوں۔ میں انکو مسلمان سمجھتا ہوں۔ اور کافر نہیں کہتا اور میرے خیال میں میاں صاحب کا بھی یہی عقیدہ ہے"

حاکم علی احمدی از چک ۹۹ بہلوال۔ ۲ مئی ۱۹۱۶ء

کیا میاں صاحب ہمیں بتائیں گے۔ کہ ان کا واقعی یہی عقیدہ ہے۔ جو چودھری حاکم علی صاحب نے یہاں لکھا ہے۔ اور اگر جیسا کہ اوپر کے شایع شدہ فتاوی سے ظاہر ہے۔ ان کا ایسا خیال نہیں۔ تو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ یہ اسقدر مغائرت پیر اور مریدین کیوں ہے۔ کیا اس کی وجہ میاں صاحب کا اپنے مریدین کو اپنے عقائد سے بے خبر رکھنا اور ان سے ان باتوں کو چھپانا ہے۔ یا کچھ اور۔

نہ صرف یہی کہ چودھری حاکم علی صاحب نے مندرجہ العدر عقیدہ لکھکر میاں صاحب کے عقائد کی صریح مخالفت کی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک اور تحریر میں میاں صاحب پر کفر کا بھی فتوی جڑ دیا۔ کیونکہ جب اُن سے پوچھا گیا۔ کہ مسلمان کو کافر کہنے والا کون ہے۔ تو انہوں نے صاف طور پر آپ کو کافر ٹھہرایا اور اپنے قلم سے یہ تحریر لکھکر دے دی :-

"اور جو شخص مسلمان کو کافر کہے۔ حدیث کے رُو سے میرے نزدیک کفر اس پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ یعنے ایسا شخص کافر ہو جاتا ہے"!
حاکم علی احمدی - ۲ مئی ۱۹۱۶ء

اب بتا ئیے۔ اس فتوے کے رو سے کون کافر ہوا۔ چودھری حاکم علی صاحب ایک شخص جسے حضرت صاحب کی تبلیغ نہیں پہنچی۔ مسلمان سمجھتے ہیں اور اُن کو کافر کہنے والے کو کافر۔ بالمقابل میاں صاحب اسے کافر ٹھہراتے ہیں گویا بالفاظ دیگر چودھری صاحب کے نزدیک ان کے پیر میاں صاحب کافر بالمقابل میاں صاحب جن لوگوں کو کافر قرار دیتے ہیں چودھری صاحب انہیں مسلمان سمجھتے ہیں۔ اور حدیث کے رُو سے کافر کو مسلمان کہنے والا خود کافر ہے۔ اسلئے میاں کے نزدیک چودھری صاحب جیسا اُن کا خاص الخاص مرید کافر۔ گویا بالفاظ دیگر مرید کے نزدیک پیر کافر اور پیر کے نزدیک مرید کافر۔ یہ ہے حشر اس اختلاف عقائد کا۔ جو پیر اور مرید کے درمیان جائز بنا کر بیعت پر زور دیا جاتا ہے۔ کیا میاں صاحب بتائیں گے۔ کہ چودھری حاکم علی صاحب اور ایسے ہی اُن کے اکثر مریدین کے اس قسم کے خیالات پر اُن کی بیعت قائم رہ جاتی ہے۔ اور اُن کا پیری اور مریدی کے تعلق میں کوئی فرق تو نہیں آجاتا۔ ہمارے خیال میں تو پلڑا دونوں کا برابر ہے۔ جب دونوں ایک دوسرے کے نزدیک کافر ہیں۔ تو کافر پیر کے ہاتھ پر کافر مرید کی بیعت کیوں جائز نہیں ❊

میاں صاحب کی بعض دیگر فتاوے

اسی مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق بعض دیگر فتاوے بھی جو وقتاً فوقتاً میاں صاحب کی طرف سے شایع ہوتے رہے ہیں۔ ذیل میں اسوجہ سے درج کر دینے ضروری معلوم ہوتے ہیں کہ تا اُن کے وہ مریدین جو اخبارات کو نہیں پڑھتے یا جن سے ایسی باتیں کسی مصلحت کے ماتحت پوشیدہ رکھی جاتی ہیں۔ ان پر غور کریں۔ اور دیکھیں کہ موجودہ حالات میں وہ میاں صاحب کا ساتھ دے کر کسقدر خطرناک راہ پر قدم مار رہے ہیں ❊

احمدی کی بیوی جو غیر احمدی ہو۔ اُس کا جنازہ ناجائز ہے

ایک شخص نے دریافت کیا کہ احمدی کی بیوی فوت ہو جائے اور اندیشہ ہے کہ غیر احمدی اُسکا جنازہ نہ پڑھینگے مگر تمام گھر کے آدمی احمدی ہوں۔ اور بیوی مذکورہ نے بیعت نہ کی ہو۔ تو اُسکے جنازہ کا کیا حکم

فرمایا جسکا ایمان کامل نہیں اُسکے جنازہ کا کیا فائدہ" (الفضل جلد ۲ - نمبر ۲۳ - ۱۲۲ مورخہ ۲۴ و ۱۵ اپریل ۱۹۱۵ء)

لیکن باوجود اس صریح فتوے کے بیوی تو الگ رہی غیر احمدی رشتہ دار عورتوں کے جنازے اب تک میاں صاحب کے مریدین خود جا جا کر پڑھتے ہیں چنانچہ لاہور میں ابھی چند دن ہوئے حکیم محمد حسین قریشی اور سید دلاور شاہ صاحب نے (مؤخر الذکر کوئی ایک مہینہ سے لاہور کی جماعت محمودیہ کو قرآن کریم کا درس بھی دیتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے یہاں کے قائم مقام امام ہیں۔ ایسا ہی قریشی بھی جماعت محمودیہ کا رکن رکین ہے) میاں مولا بخش صاحب قریشی کی اہلیہ کریمہ کا جو بیعت شدہ نہیں تھیں۔ جنازہ پڑھا۔ کیا اپنے پیر کے احکام کی اس طرح علانیہ خلاف ورزی کرنے اور کافر سمجھتے ہوئے پھر دوسروں کا جنازہ پڑھنے والے اس قابل ہیں انہیں امامت کا عہدہ سپرد کیا جائے۔ اور وہ قرآن کریم کا درس دیا کریں یا انہیں جماعت میں کسی قسم کی عزت و منزلت دی جائے۔ ؎

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

غیر احمدی متوفی والدین کیلئے دعائے مغفرت بھی جائز نہیں

"سوال کیا غیر احمدی متوفی والدین کے لئے نماز میں دعائے مغفرت جائز ہے؟

"جواب۔ وہ تو جنازہ ہی ہے۔ (اور جنازہ ناجائز) ان کو خدا کے حوالہ کرو۔"

گویا نماز میں جو ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب کی دعا پڑھی جاتی تھی اس کا پڑھنا اب ان کے لئے ناجائز ہے جن کے والدین احمدی نہیں۔ خیر نماز میں تو بعض اور بھی دعائیں اسکے قائمقام ہیں شائد وہ پڑھ لی جایا کریں۔ لیکن قرآن کی تلاوت بھی تو احمدیوں کا روزانہ شغل رہا ہے۔ (اور اگر حقیقۃ النبوت اور القول الفصل کے روزانہ دروس نے اب اسکی جگہ لے لی۔ تو محمودیوں سے بھی یہ امید کرنا کوئی بعید از قیاس بات نہیں کہ قرآن کو پڑھتے ہی ہونگے۔ پھر کیا اس موقع پر بھی جہاں قرآن میں تلاوت کرتے ہوئے یہ دعا آجائے اُسکا پڑھنا ناجائز سمجھکر اُسے یونہی چھوڑ دیتے ہیں۔ اور نہیں پڑھتے۔ یا انہوں نے کوئی الگ قرآن چھپوا رکھا ہے جس میں سے یہ آیت نکالدی گئی ہے۔ چاہیے تو یہی کہ جب اُنکے نزدیک یہ دعا کرنی ہی ناجائز ہے تو اسے قرآن میں سے بھی نکالدیں۔ تاکہ کوئی شخص جسکے والدین احمدی نہیں خواہ مخواہ اسے پڑھکر ایک حرام امر کا مرتکب نہ ہو۔ دیکھیے ابھی یہ کوڑ کریگا گل کھلاتا ہے ؎
ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا ❊ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

الحق یعلوا ولا یعلی

بہ جواب الفضل ۱۱ اپریل ۱۹۱۶ء

خود تیغ جو تکفیر کی اکمل نے تنی ہے
الحمد! کہ خود ہو گیا گردن زدنی ہے

کہتا ہے کہ کچھ خوف نہیں جان کا اُس کو
ہوشیار ہے بے باک ہے میداں کا دھنی ہے

حیران ہوں پھر کس لئے یہ آہ و بکا ہے
ثابت نہیں کیا اس سے کہ اب جانپہ بنی ہے

تکفیر مسلمانوں کی آسان نہیں واللہ
اسواسطے لاحق اُسے اب جان کنی ہے

تکفیر مسلمان ہی اگر خدمت دیں ہے
تو آپ کے اس فعل پہ "اللہ غنی" ہے

قانون جو یہ ہے! جو کہو گے وہ سُنو گے
پھر کس لئے یوں شکوۂ گردن زدنی ہے

جو کچھ ہے یہ سب آپ کے گنبد کی صدا ہے
جن جا پہ سدا کام ہی گندہ دہنی ہے

محسن کے گھرانے کو نہیں کہتے بُرا ہم
یہ آپ کی نفسانیت اور بدرائے زنی ہے

ہاں فرق عقائد میں ہے۔ جو بات ہے معقول
اور باقی جو زائد ہے وہ سب سوءِ ظنی ہے

خود ہی تو کیا کرتے ہو تم جنگ کی اعلان
ہر ایک کو کہتے ہو کہ گردن زدنی ہے

کیا سچ ہے کہ "ہم صلح کے خواہاں نہیں ہرگز"
جھوٹے ہو کرو توبہ۔ یہ کیا طرز دنی ہے

ہے فکر تمہیں اوروں کے ایمان کی اکمل
اور اپنا سمجھتے ہو کہ ہیرے کی کنی ہے

ہاں تمکو مبارک ہو اسے چاٹتے رہنا
مر کو نہ تمہاری اسی میں جان کنی ہے

دُنیا کا کسے پاس ہے ایمان سے کہنا
اور نان و نمک کی کسے ہر آن بنی ہے

محمود کو کہتے ہو خدا! حیف ہے تم پر
بس اس پہ ہی دینداری کی سولاف زنی ہے

ہوں حالت بد دیکھ کے حیران تمہاری
کیا کرتے ہو۔ کیا کرنے کی اب دل میں ٹھنی ہے

جو بیچتا ایمان کو ہے نان کے بدلے
اور بیٹھ بنائے ہوئے ایمان شکنی ہے

ایمان تو وہ ہے جو چھوڑا دیتا ہے سب کو
دشمن کہو یا غیر یہ سب رائے زنی ہے

ہم وہ ہیں جو دشمن کو بنا لیتے ہیں اپنا
اور تم ہو کہ تکفیر کی دن رات ٹھنی ہے

ایمان کی کچھ اپنے کرو فکر سنبھل جاؤ
کیا غیروں کی انجام کی اب تم کو پڑی ہے

کثرت پہ کسے ناز ہے انصاف سے کہنا
دولت کا کسے پاس۔ کسے طعنہ زنی ہے

دیکھو تو ذرا اپنے ہی اخبار کے کالم
کس شوق سے لکھی وہاں فہرست بنی ہے
حق جیتتا جاتا ہے ذرا چشمہ اُتارو
دُنیا پہ عیاں منصب شاہ قدنی ہے
اغیار بھی اب اُٹھکے ہیں دیدار کے جویاں
ہر طرف سے آوازۂ ربّ ارنی ہے
اے داور محشر کیسے ہم رو کے سُنا دیں
اب گھر میں ہمارے ہی لڑائی کی ٹھنی ہے
جس شہر کو دعوےٰ تھا کہ میں دار امن ہوں
افسوس کہ اُس شہر میں اب بد امنی ہے
احباب سے الفت کا ہوا تھا جہاں وعدہ
وہ دار امن مرکز پیماں شکنی ہے۔
اس گھر کو اگر تو ہی سنبھالے تو سنبھالے
اب تیرے حضور ہم کو دعا کرتے بنی ہے
جا ئع ہے تو ان بچھڑے دلوں کو پھر ایک بنا دے
تیرے لئے دشوار کیا۔ رب غنی ہے

(الراقم صادق از ملوٹ)

اطلاع ضروری

ہم دستخط کنندگان لائف ممبران صدر انجمن احمدیہ قادیان بنیاد نہادہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے گذشتہ ایجنڈا مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۱۷ء میں ایک تحریک نمبر ۱۵۰ پڑھی ہے۔ جو موجودہ انجمن قادیان کی طرف سے بغرض منظوری شائع ہوئی ہے۔ اس میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ہمارا نام انجمن کی ممبری سے الگ کیا جاوے ہم نے اس بات کا پہلے بھی اعلان کیا ہے۔ کہ جو انجمن اس وقت بنام نہاد صدر انجمن احمدیہ قادیان کام کر رہی ہے۔ وہ از روئے کونسٹیٹیوشن اس انجمن کی قائم مقام نہیں۔ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود جناب مرزا صاحبؑ نے قائم کی تھی۔ وہ ایک جدید انجمن ہے۔ جو میاں محمود احمد صاحب کے اغراض خاصہ کے نفاذ کے لئے قائم کی گئی ہے۔ اور ہم نے اس کی کسی کارروائی کو صدر انجمن احمدیہ مقرر کردہ حضرت مرزا صاحب مرحوم کی کارروائی کے طور پر تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ جو کارروائی اسکی موجودہ وجود کے بنانے کے لئے کی گئی ہے۔ وہ بذات خود اُن بے ضابطگیوں سے خالی نہیں کہ جس سے اس نئی انجمن کا وجود قانوناً کالعدم ہے۔ اور جو انجمن حضرت مسیح موعودؑ نے قائم کی تھی اور جس کا قانونی وجود اس وقت بھی قائم ہے۔ اُس کے ہم لائف ممبر ہیں۔ اس حیثیت میں ہمکو الگ کرنا موجودہ حالات میں کسی ممبر انجمن یا کسی اور کے اختیار نہیں اور نہ کوئی ایسی وجوہ خاص موجود ہیں۔ اس لئے ہم یہ نوٹس اُن تمام لوگوں کو جو اس کے محرک ہیں یا اسے عمل میں لانا چاہتے ہیں۔ دیتے ہیں۔ کہ اُنکی کوئی ایسی کارروائی جس کا اثر ہماری مذکورہ بالا حیثیت پر پڑے۔ یا وہ کسی معنی میں مزیل حیثیت سمجھی جاوے۔ وہ کارروائی نہ صرف قانوناً باطل اور قواعد صدر انجمن احمدیہ بنیاد نہادہ حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہی ہوگی۔ بلکہ وہ کارروائی ایسے اشخاص کو قانونی مواخذہ میں لاویگی۔ جس کے لئے یہ سب کے سب بہ حیثیت مجموعی اور فرداً فرداً ذمہ دار اور جوابدہ ہو سکتے ہیں۔ اس لئے ہم اُن کو اطلاع دیتے ہیں۔ کہ وہ اس معاملہ میں سوچ سمجھ کر کارروائی کریں۔

دستخط کنندگان

(حضرت مولوی) محمد علی (صاحب امیر قوم) بقلم خود۔ ۸ مئی ۱۹۱۷ء
(حضرت ڈاکٹر) یعقوب بیگ (صاحب) بقلم خود۔
(حضرت ڈاکٹر) سید محمد حسین (صاحب) اسسٹنٹ سرجن بقلم خود۔
(حضرت خواجہ) کمال الدین (صاحب)
(حضرت شیخ) رحمت اللہ (صاحب)
(حضرت خان صاحب مولوی) غلام حسن (خان صاحب) پشاور۔

تازہ خبریں

وردن میں گولہ باری - لنڈن ۱۷ مئی- پیرس گذشتہ شب کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ علاقہ شامپین میں چھوٹی سی چوکی پر دشمن کے ایک دستہ نے ناگہانی طور پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ مگر بموں سے منتشر کر دیا گیا۔ ارگون میں شدید جنگ توپخانہ وقوع میں آئی۔ علاقہ او اکورٹ کوہ نمبر ۳۰۴ اور مارٹ ہوم میں گولہ باری ہوئی۔ کوہ نمبر ۳۰۴ پر حملہ جادہ آتشیں (آتش افشانی) سے روک دیا گیا۔ مشرق میوز اور ووئیور میں بھی کچھ گونہ باری ہوئی۔

(لنڈن - ۱۶ مئی) مراسلت پیرس سے صرف وردن میں گولہ باری کا انکشاف ہوتا ہے۔ اور یہ کہ ایک چھوٹے سے جرمن دستے کو شکست فاش ہوئی۔

فرنچ جنرل کی ہلاکت کی غلط خبر - لنڈن ۱۷ مئی مشہور فرنچ جنرل مارچینڈ لڑائی میں مارا گیا۔ لیکن بعد میں یہ خبر غلط ثابت ہوئی۔

تمہید - لنڈن ۱۷ مئی آج کے برٹش اخبارات نے جنرل مارچینڈ پر طویل آرٹیکل شائع کئے اور ان کی خدمات کی تعریف اور توصیف کی ہے۔ لیکن اب پیرس میں سرکاری طور پر جنرل مارچینڈ کی موت سے انکار کیا جاتا ہے۔ اس غلط اطلاع کی تا حال کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔

فرانس و فلینڈرز میں خفیف جھڑپیں - لنڈن ۱۷ مئی) جنرل ہیگ کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ گذشتہ شب چھوٹی چھوٹی معرکہ آرائیوں میں فریقین مستعد تھے۔

جنوب ہیوٹرن میں دشمن کے تین دستوں نے ہماری خندقوں میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ دو دستے تو بالکل ناکام رہے تیسرا دستہ تھوڑی دیر کیلئے ہماری خندق میں در آیا۔ جہاں سے وہ بعد میں خارج کر دیا گیا۔ کوہ ومی کی چوٹی پر چند سرنگوں کو آگ لگانے کے بعد لنکاشائر فوسیلیرز دشمن کے اٹھائی سوگز کے محاذ کی پہلی لائن پر قابض ہو گیا۔ اس نے جرمنوں کو سخت نقصان پہنچایا سرنگ اُڑنے کے بعد ادچی کے بالمقابل دستہ گرداوری دشمن کی خندقوں پر حملہ آور ہوا۔ اور پہلی صف کو چیر کر دوسری صف کی طرف بڑھ آیا جہاں دشمن سے بموں کا مقابلہ ہوا۔ وسٹی کے متصل ایک مخالفانہ دستہ گرداوری کو جس نے ہماری لائنوں کے قریب پہنچنے کی کوشش کی تھی۔ آتش فشانی سے منتشر کر دیا گیا۔ آج بھی جانبین نے گولہ باری میں سرگرمی کا اظہار کیا۔

سامان جنگ کی تیاری - لنڈن ۱۶ مئی (مسٹر ڈیم - وان موٹکی نے دوران ملاقات میں تسلیم کیا۔ کہ متحدہ سلطنتوں کی سامان جنگ کی تیاری مرکزی گورنمنٹوں کے ہم پلہ ہے۔ اور یہ کہ جنگ وردن نہایت اہمیت رکھتی ہے۔ جس کا شاید فیصلہ کن اثر پڑیگا۔

ڈچ سٹیمر - لنڈن ۱۷ مئی۔ ڈچ سٹیمر بٹاویر خامس جو لنڈن سے راٹرڈم جا رہا تھا۔ مادہ اشتعال پذیر کے حادثے سے اُڑ گیا۔ چار ملاح تلف ہوئے۔ بقیہ ساحل یارموتھ پر اُتر رہے ہیں۔

بیئر شراب و تمباکو - لنڈن ۱۷ مئی) لورڈ نز تجارت نے اعلان کیا ہے۔ کہ بکم جون کو تمباکو کی درآمد دو تہائی تک کم کر دی جائے گی۔ مسٹر رنسی مین نے ایک مسودہ پیش کیا ہے۔ کہ بیئر کی کشید میں ۱۵ فیصدی کی تخفیف کر دی جائے۔

ایک چھوٹے جہاز کی تباہی - لنڈن ۱۷ مئی) ترکی توپخانہ نے ایک چھوٹا برٹش جنگی جہاز (مالٹیز؟) تباہ کر دیا۔ دو آدمی ہلاک۔ اور دو مجروح ہوئے۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا می بود

پیغام صلح

اخبار

لاہور

قیمت

سالانہ ۷ے؍

ششماہی ۴؍

سہ ماہی ۲؍۸

ماہواری ۱۲؎ طلبا سالانہ ۵؍ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس مطابق ۲۳ مئی ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۲

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ایک اعلیٰ خاندان کی لیڈی کا قبول اسلام

اسلام ایسا مذہب ہے جس کی اشاعت کرنیوالے رہی ہے جو الفقر فخری کا نعرہ لگاتے تھے اسلام نہ کسی شاہ گوتم بدھ کا ممنون ہے نہ کانسٹنٹائن کا بلکہ تاریخ شاہد ہے کہ اُس نے تو شاہنشاہوں اور اُن کی سلطنتوں کو خاک کے برابر نہیں سمجھا جب کبھی کسی اصول کی بات آن پڑی۔ آج زار روس اور اُس کی کل سلطنت مسلمان ہوتی اگر مسلمان علماء نے اصول سے نہ ہٹنے میں سختی نہ کی ہوتی۔ اسلام نہ صرف اپنے بوریا نشینوں پر نازاں رہا ہے بلکہ اُس نے جمہورانہ اصول ایسے رائج کئے ہیں کہ بڑے بڑے متکبرین و مغرورین غریبوں اور گداؤں کے دوش بدوش کھڑے ہوجاتے ہیں۔ بڑے بڑے بادشاہ اسلام کے آگے سرنگوں ہوگئے ہیں۔ بڑے بڑے کشورستان اسلام کے زیر بار احسان رہے ہیں۔ یہ اسلام کی ایک خاص شان ہے کہ وہ اپنے بنیظیر اصولوں ہی کی باعث دنیا میں ممتاز رہا۔ اور ہے۔ نہ بادشاہوں کی تلوار کا وہ محتاج نہ دولتمندوں کی دولت کا اسلام کے لئے دل سے بیتاب ہونیوالے اب بھی زیادہ تر غریب ہی ہوتے ہیں ہمارے ہندوستان ہی میں سوا ایک بیمثال خاتون سلطان جہاں بیگم والی بھوپال کے اورکون رئیس ہے جس کے دل میں اسلام کا اس قدر درد ہے جس قدر مثلاً نقیر منش ابوالکلام آزاد دہلوی کے۔ اسلام دنیا کا مذہب ہے۔ اور دنیا میں زیادہ تعداد بادشاہوں اور رئیسوں کی نہیں بلکہ مسکینوں۔ درویشوں اور مادشاہی۔ لیکن اسلام ہرگز صرف غریبوں کا مذہب نہیں۔ اسلام امیر غریب بادشاہ فقیر سب کا مذہب ہے اسلام سے غریب امیر ہوجاتا ہے اسلام سے بادشاہ شہنشاہ بن جاتا ہے۔ اسلام کی مساوات ہرگز بادشاہ کی بادشاہی نہیں چھینتی بلکہ اُس کی بادشاہی میں اضافہ کرتی ہے اور اُسے پائدار اور خوشحال بناتی ہے۔ رئیسوں کی ریاست کی شان اسلام سے دوبالا ہوتی ہے اس لئے مبارک ہیں وہ رئیس انگلستان کے جو اسلام قبول کریں۔

ڈاکٹر المامون سہروردی صاحب کے وقت میں لارڈ اسٹینلے نے اسلام قبول کیا تھا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے وقت میں لارڈ ہیڈلے نے اب ہمارے مولوی صدر الدین کے دور میں

آنریبل مسز گفرڈ نے جو صاحبزادی لارڈ سدبری ہال ڈربی کی ہیں اسلام قبول کیا ہے

اس بزرگ خاتون کا نام حمیدہ بیگم رکھا گیا ہے۔ الحمدللہ الحمدللہ۔ ان کا ایک صاحبزادہ لفٹننٹ ہیری گفرڈ ہے جن کا اسلامی نام محمد اسد اللہ ہے پہلے ہی مسلمان ہوچکے ہیں۔ اور اُنھوں نے اطلاع دی ہے کہ دوسرا بیٹا بھی مسلمان ہے۔ اعلان بھی انشاءاللہ کردیگا میں آج نہیں دس سال سے ناصر رہا ہوں کہ یہاں اسلام کی اشاعت کچھ زیادہ دشوار نہیں۔ اگر معقول تنظیم عمل ہو اور اس وقت تک کے لئے معقول سرمایہ کا انتظام ہوجاوے۔ جب تک یہاں خود ہی مشن جاری کرنے کا جسکا نوسلموں میں پیدا ہوجاوے یہاں جس بات کی ضرورت ہے وہ اشتہار ہے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ ایک مذہب اسلام ہی ہے جو انسان کی عقل کے مطابق ہے جو انسان کے قلب کو تسکین دے سکتا ہے مشکل یہ ہے کہ یا تو یہاں اسلام سے واقفیت ہی نہیں یا اور اگر ہے تو واقفیت متعصب پادریوں کی پیدا کی ہوئی ہے اور اس کا یہ حال ہے کہ اسلام کے نام سے ہیبت پیدا ہوجاتی ہے۔ اسلام حبشیوں کا مذہب سمجھا جاتا رہا ہے اگر یہاں اسلام کا اشتہار نہ ہوسکے تو تثلیث پرستی بہت جلد یہاں سے مفقود ہوسکتی ہے۔ عیسائی یہاں صرف جاہل اور وہ بھی عورتیں ہیں پڑھے لکھوں میں دہریت کا زور ہے۔ اسلامی نماز نہ ہونے اور توہم دونوں کے ذیر کرنے کی قوت

رکھی ہے۔ اسلام کی اشاعت یہاں آسان ہے۔ اگر کافی روپیہ صرف کیا جاوے۔ ... کہ حرف آشنا یہاں کی خلقت ہے۔ آزادی بھی ہے۔ تحریر اور تقریر دونوں ذریعہ سے اشاعت اسلام ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے روپیہ کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس کی ابھی کمی اور بہت ہی کمی ہے ابھی یہ توقع رکھنا کہ یہاں کے مشن کے کام کے لئے روپیہ یہاں سے خود ہی مہیا ہوگا سخت غلطی ہوگی۔ جو لوگ قبول اسلام کرتے ہیں پر اسلام کے مشن کا بار ڈالنا ہماری حمیت کے بھی خلاف ہے۔ اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ جو مسلمان ہو وہ یہ جرمانہ بھی دے۔ کہ اسلام کے مشن کا کفیل ہو۔ ہمارے یہاں کے اہل مقدرت لوگوں میں کتنے وہ حضرات ہیں جنہوں نے اسلامی مشن میں مدد دی ہے۔ اس میں بھی ایک والیہ بھوپال کو مستثنیٰ کرنا پڑتا ہے لیکن اُس خاتون کو تو خدا نے واقعی شیدائے اسلام بنایا ہے کوئی صدا اسلام کے لئے بلند ہو اور وہ لبیک کہنے کو موجود۔ اگر عام طور پر یہی حال ہوتا تو آج ہمارے مشن کی حالت ہی اور ہوتی۔ روپیہ کی کمی ہی کی وجہ ہے کہ مشن ایک بیابان میں پڑی ہے چاہئے یہ تھا کہ مرکز لندن خاص میں ہوتا اور اُس کا شعبہ ہر بڑے بڑے شہر اور قصبہ میں۔ شعبوں کا انتظام تو خیر چاہے کچھ دیر کو بھی ہو مگر بہت ضروری ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے لندن میں صدر مقام بنایا جاوے۔ یہاں ووکنگ میں لوگوں کا آنا جانا مشکل پھر یہ ایک معمولی دیہات مشن کا پتہ ہی لوگوں کو نہیں چلتا اور چلتا بھی ہے تو یہاں کوئی کیسے جلد جلد آ سکتا ہے۔ جب ہماری نماز یہاں عید کے دن شان سے ہوئی تو ...

.... سنتا کے ذریعہ سے تمام انگلستان میں ایسا اشتہار ہو گیا کہ ہم لاکھوں روپیہ صرف کرتے تب بھی ویسا نہ ہو سکتا۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اُس اشتہار سے زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اگر لندن میں ہمارا مرکز ہوتا تو اُس اشتہار کی وجہ سے جوق جوق لوگ ہمارے یہاں روزانہ آتے رہتے۔ مجھے تو لندن کے مکان کی اس قدر بیتابی ہے کہ اگر مرکزی اسلامیہ سوسائٹی کے پاس سرمایہ ہوتا تو میں فی الحال اُسی کی طرف سے مکان لے لیتا

یہ سوسائٹی جب ہیں اسلامک سوسائٹی کے نام سے منسوب تھی تب بھی اس کے اثر سے متعدد لوگ مسلمان ہو گئے تھے اور اسلام سے تعصب تو ہزاروں کا اُس نے دفع کر دیا تھا۔ بلکہ اُس کے جلسوں میں تو وہ لوگ بھی شریک ہوتے تھے جو کسی مشن کے جلسہ میں ہرگز نہ شریک ہوتے اور اس طرح ان کا اسلام سے جہل دفع ہو سکتا۔ انشاء اللہ وقت آ دیگا کہ یہاں کا مشن ہندوستان

کی مالی مدد سے مستغنی ہو جاویگا۔ مگر ابھی تو وہ وقت نہیں ابھی تو اگر ہندوستان کے مسلمان جلد جلد ایسی خوشخبریاں سننا چاہتے ہیں کہ فلاں لارڈ یا فلاں بیرونٹ مسلمان ہوئے تو اُن کو چاہئے کہ وہ لندن میں مرکز کا انتظام کریں۔ جو کام ووکنگ میں ہو رہا ہے وہ بیشک جاری رکھنا چاہئے۔ جو مسجد یہاں آباد ہو چکی ہے اُسے برابر آباد رکھنا چاہئے۔ لیکن لندن میں مرکز ضروری ہے۔ لندن کی مسجد تو جب بنے اُس کے لئے نوبت بڑے سرمایہ کے جمع ہو جانے کا انتظار ہو رہا ہے میرے نزدیک یہ غلط پالیسی ہے لیکن اب اُس کی بحث چھیڑنے کا موقع نہیں فی الحال یہ ہونا چاہئے کہ لندن میں کسی اچھے مقام پر دو اڑھائی سو پونڈ سالانہ کے کرایہ پر مکان لے لیا جاوے اور وہ مشن کے کام کا مرکز بنا دیا جاوے۔ مسجد نہیں تو لندن کے ایک مکان میں سے ایک بلال کی اذان کی آواز بلند ہونی چاہئے۔ تب ہی ہم اُن نو برآوردہ مسلمانوں سے بھی خوب کام لے سکینگے جو مسلمان ہوتے ہیں اور لیکچر اور سوشل جلسہ ہو سکینگے۔ بس ہمارا کام یہ ہے کہ ہم یہاں کی خلقت سے اسلام کی رونمائی کر دیں باقی کام اُس کی اپنی دلربائی کریگی

مشیر حسین قدوائی بقلم بلال نور احمد

۱۳ اپریل ۱۹۱۶ء

تازہ خبریں

وردُن میں جرمنوں کو مزید شکستیں۔ لنڈن ۷ ارمئی، پیرس۔ آج سہ پہر کی مراسلت میں مزید جرمن حملوں کی شکست کی رپورٹ کی گئی ہے۔ مورٹ ہومی پر اُن کا حملہ ناکام رہا۔ تھوموںٹ فارم پر بھی جرمنوں نے منہ کی کھائی۔ دریائے میوز کے دونوں کناروں پر اور شامپین میں توپخانہ اچھی مستعدی دکھلاتا رہا +

جنگ اٹلی و آسٹریا۔ لنڈن ۱۰ رمئی۔ روما۔ محاذ کے بہت سے مقامات بالخصوص جنوب ٹائرل میں آسٹرویوں نے جدید حملے کئے۔ مگر ہر جگہ سخت نقصان سے شکست کھائی۔ لیکن وادی ٹرا فڈو اٹسکو کے مابین ہر دو جانب کی اتواپ کے ساتھ خوفناک آتش افشانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹروی صف اور بھی سیدھی ہو گئی۔ اور اُنھوں نے بعض آگے کے مورچے چھوڑ دیئے +

فرنچ آلات پرواز کے کارنامے ۱۳ فرنچ آلات پرواز کے سکوڈرن نے وردن و مٹرز کے مابین اور جرمن رسل و رسائل (دہیل) کی گرد اوری کی اور اسٹیشن پر حملہ آور ہوا۔ فرنچ آلات پرواز کے ایک اور سکوڈرن نے مٹز وغیرہ کے ریلوے سٹیشنوں پر بہت سے بم پھینکے۔

لنڈن ۵ امئی، پیرس۔ گذشتہ شب کی مراسلت میں ہوا بازوں کے کارناموں کا خاص طور پر ذکر تھا۔ علاقہ وردُن میں انتہا سے زیادہ سرگرمی ظاہر کی۔ جہاں ایک دن میں ۲۳ ہوائیہ لڑائیاں وقوع میں آئیں۔ تین جرمن آلات پرواز گرا دیئے گئے۔ تمام فرنچ ہوا باز صحیح وسالم واپس آ گئے۔ ایک جرمن آلۂ پرواز ایڈن رلی کے شمال میں دوران جنگ میں گرا دیا گیا۔ دوسرے پر فرنچ میگزم اتواپ نے آگ برسائی۔ اور وہ بن ڈی سیپٹ میں گرا۔ ایک فرنچ ہوائیہ سکوڈرن نے منز سیلونز سٹیشن پر پچیس بھاری بم پھینکے۔ علاقہ وردُن میں فریقین کے توپخانوں نے بڑی سرگرمی دکھلائی۔ دیگر مقامات میں سوائے اسکے کہ ارگون میں سرنگ کی سخت لڑائی ہوئی۔ اور کوئی اہم واقعہ ظہور میں نہیں آیا +

گفتگو صلح کی بنیاد۔ لنڈن ۱۵ مئی، سر ایڈورڈ گرے نے شکیگو ڈیلی نیوز کے قائم مقام سے مندرجہ عنوان موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا اس پر آسٹریا و جرمنی کے اخبارات زبان طعن دراز کر رہے ہیں۔ اور زہر اُگل رہے ہیں۔ البتہ اخبار وارورٹز خوش ہے کہ سر ایڈورڈ گرے نے گفتگوئے صلح کی ایک بنیاد کا ذکر کیا۔ اور اخبار مذکور توقع ظاہر کرتا ہے۔ کہ اب مسئلہ صلح و امن پر سنجیدگی سے بحث کی جائے گی +

مشرق میں جرمنوں اور ترکوں سے روسی لڑائیاں لنڈن ۷ امئی۔ روسی قفقاز کے مرکز کو کامیابی سے زیر تصرف رکھتے ہوئے ساحل پر ترقی کر رہے ہیں۔ ترک کیرانس کیطرف مراجعت کناں ہیں جو طرابزون کے مغرب میں ۷۰ میل کی مسافت پر واقع ہے۔

(لنڈن ۱۰ رمئی، پیٹروگریڈ۔ مراسلت میں فریقین کی جدید مستعدی کا ذکر ہے۔ جرمنوں نے گیس کے بادلوں کی آڑ میں مناؤ کریشوہ سبگ ریلوے کے علاقہ میں بڑھنے کی کوشش کی تھی۔ مگر ہٹ جانا پڑا روسیوں نے اوسلیکا کی سمت مغرب میں پیشقدمی کی۔ روسیوں نے بجانب دیاربکر ترکوں کو جنہوں نے جارحانہ حملہ کیا تھا۔ شکست دی

برٹش صف مدافعت ہوائیہ جنگ۔ لنڈن ۱۰ مئی جنرل ہیگ کی مراسلت مظہر ہے کہ آج بہت کچھ جنگ توپخانہ ہوئی۔ سیفورسٹھ کی دو حملہ آور پارٹیاں گذشتہ شب ہالکن کورٹ کے شمال میں جرمن خندقوں میں گھس گئیں۔ پانچ جرمن خندق میں مارے گئے۔ اور دیگر جرمنوں پر بم پھینکے گئے۔ ہمارا خفیف نقصان ہوا۔ تمام و کمال حملہ آور پارٹیاں واپس آ گئیں۔ کوہ وِمی کی چوٹی پر جنگ ہو رہی ہے +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۳ - مئی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۱

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بنایا اور کیا نہ بنایا

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب
بی - اے ایل ایل بی محمڈن مشنری

دنیا میں بعض وقت صرف ایک واقعہ - ایک غلطی - ایک نفسانی غرض واقعات عالم پر ایک ایسا گہرا اثر ڈال دیتی ہے کہ اُس سے اہم معاملات کی نوعیت کا پبلک نگاہ میں بدل جاتی ہے - یہ ایک صداقت ہے جس کا اعادہ آئے دن تاریخ عالم کرتی ہے - اور اس کا تازہ کرشمہ ہم نے حضرت مرشدنا مسیح موعود کے حالات میں دیکھا - وہ عظیم الشان انسان جس کو آج سے صرف ایک ہی سال پہلے سلطان القلم مانا جاتا تھا - وہ انسان جس کے قلم کا لوہا فضلاء روزگار نے تسلیم کیا - وہ انسان جس کے نتائج اور تیار کردہ انسان مذہبی دنیا میں اپنی تحریر و تقریر میں یکہ و فرد مانے گئے - آج اُسی کے متعلق سننے میں آتا ہے کہ اُس کی تحریریں اب منسوخ - مسترد اور قابل سند نہیں رہیں اُس کے استدلال صحیح نہ تھے - وہ اہم سے اہم امور میں غلطیوں کا مرتکب تھا اُس نے دنیا میں آکر کیا بنایا اور کیا کیا - وہ دنیا سے معاذ اللہ ناکام گیا - اس انقلاب آراء کی ایک بھاری وجہ تو یہ ہوا کرتی ہے کہ دنیا ایک وقت اپنی کم مائگی کے باعث کسی انسان کی علمی قابلیت و فضیلت کے آگے سر تسلیم خم کر دیتی ہے کیونکہ وہ انسان فی الواقع اپنے معاصرین سے بہت اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے - ایک مدت بعد دنیا علمی ترقی کے منازل طے کر کے خود اُس کمال تک پہنچ جاتی ہے کہ جس کے مقابل اُس شخص خاص کی قابلیت اور استعداد بہت کم ہوتی ہے - جس سے آراء میں ایک انقلاب عظیم واقعہ ہو جاتا ہے - کل کا اُستاد آج کا شاگرد کل کا فاضل آج کا انشس العلم انسان نظر آنے لگ جاتا ہے لیکن ایسی تبدیلی کے پیدا ہونے کے لئے نہ تو وہ مدت مدید گزر چکی ہے جو ایسے انقلاب کے لئے ضروری ہوتی ہے نہ زمانہ کی قابلیت و استعداد نے گذشتہ آٹھ سال میں وہ فوق العادۃ ترقی کر لی ہے کہ جس سے اُس خدا کے منہ بولے ہوئے سلطان القلم کی مسلمہ قابلیت پر حرف آجاوے - اور نہ حضرت مرشدنا مرزا صاحب اُن مشاہیر میں سے ہیں جو ایسے انقلابات کے زیر اثر ہوا کرتے ہیں آپ دنیا کے اُن چند مشاہیر میں سے ہیں جن کی قابلیت و فضیلت کا چٹان ہر قسم کی آندھیوں اور طوفانوں کا مقابلہ کر کے اپنے وجود اور ہستی کو منوا سکتا ہے - پھر سب سے حیران کن امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا تبدیلی خیالات حضرت مرزا صاحب کے مخالفین یا تعلق نہ رکھنے والوں میں نہیں بلکہ خود آپ کے متعلقین میں اور آپ سے بظاہر محبت رکھنے والوں میں پیدا ہوئی ہے -

غیر احمدی گروہ نے تو ہمیشہ مرعوبیت اور عزت و فضیلت کی نگاہ سے حضرت اقدس کو دیکھا - وہ تو اُس انسان کی جماعت کو اس قحط الرجال میں اوروں کے مقابل میں قابل اعتماد سمجھتے رہے - ہاں خود احمدیوں کے حالات نے غیروں کو ایک حد تک شبہ میں ڈال دیا -

حضرت مرشدنا کو جہاں مختلف امور میں حضرت مسیح ناصری سے مماثلت تھی وہاں اُس سلوک میں بھی آپ کامل مثیل مسیح ثابت ہوئے جو آپ کو دوست دشمن سے ملا - مسیح ناصری کے ساتھ جس قدر محبت رکھنے والوں نے برا سلوک کیا وہ اُن کے دشمنوں نے نہ کیا جو تکلیف نبی ناصری کو دشمنوں سے پہنچی وہ ایک وقتی تکلیف تھی جو اُن کی زندگی کے ساتھ گذر گئی لیکن جو نقصان محبت رکھنے والوں نے مسیح علیہ السلام کو پہنچایا اُس کا خمیازہ اُنھیں قیامت کے دن بھی بھگتنا ہوگا - یہی حال اس محمدی مسیح کے ساتھ بھی ہوا -

مسیح ناصری کو اگر ایک انسان کی حیثیت میں دیکھیں تو وہ ایک برگزیدہ عظیم الشان انسان نظر آتے ہیں لیکن اگر اُس کے حالات کا مطالعہ اُس کو خدا سمجھ کر کریں تو اُس کی حیثیت بہت ہی کم ہو جاتی ہے - یہی حال ہمارے مسیح کا ہے اُس کو ایک مجدد کی حیثیت میں دیکھو تو پھر وہ اپنے طبقے میں سب سے سربلند نکلتا ہوا نظر آتا ہے اور اس زمانہ میں ع

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کا سچا مصداق - بالمقابل اُس کو اگر ایک نبی قرار دیکر دیکھو تو پھر بحیثیت نبی اُس کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے - مثلاً مسیح ناصری کو بطور انسان دیکھا جاوے تو تاریخ عالم میں ایک نہایت ہی اعلیٰ کیریکٹر - شرافت - نجابت - حلیمی - تحمل کا مجسمہ - انسانی ضروریات سے تنگ لیکن نہایت جوانمردی سے تمام تحریکات بد کا مقابلہ کرنے والا دنیوی حیثیت میں چھوٹا لیکن اس اخلاقی جرأت کا مالک کہ جس سے وہ بڑی سے بڑی حیثیت کے منافقوں کی پردہ دری کر سکتا تھا - ہمیشہ اس بات کا مشتاق کہ کس دن آسمانی سلطنت کا وعدہ خدا پورا ہو - بدقماش بدوضع لوگوں کے حملوں اور طعنوں کا ہدف لیکن صبر و تحمل سے ان تمام نا ملائم باتوں کو برداشت کرنے والا اپنے دوستوں کا سچا خادم اور دشمنوں پر رحیم اور مہربان - معجزات دکھلانے والا - لیکن معجزات پر کسی قسم کا فخر نہ کرنے والا بلکہ اس بات کو بھی ماننے پر تیار کہ دوسرے بھی معجزات کر سکتے ہیں - اپنے وقت کا سچا اور حقیقی پیغمبر جس نے خوب سمجھ لیا کہ اس کی قوم کو کس قسم کی بد اخلاقی کا کرم کھا گیا ہے اور ہمہ تن اس اخلاقی بیماری کے علاج کے لئے مستعد ہے -

لیکن مسیح کو بطور خدا دیکھو تو تمام شوکت - تمام خوبصورتی اور تمام عزت ہیچ ہو جاتی ہے - صفات الٰہیہ کا کوئی عمدہ مظہر نہیں ہوتا - شیطان بہلانا چاہتا ہے - خدا اور شریروں کی شرارت کا ہدف - خدا اور اپنی ہی مخلوق کے ارذل ترین لوگوں سے ستایا جاوے - خدا اور اپنے دشمنوں کے مقابل بے یار و مددگار گو موت پر غالب آکر اپنے دشمنوں کی سازش کو خاک میں ملاتا ہے - لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ پھر دشمن اس کو قتل کریں - معجزہ تو دکھائے لیکن معجزات کو اُنھی سے چھپائے جن کو اُن معجزات کی سخت ضرورت تھی - موت کے پیالے سے تو بچنے کی کوشش کرے لیکن پینے پر مجبور کیا جاوے - خود ہی انسان کی نجات کی تجویز سوچے اور خود ہی اس تجویز سے پچھتائے بھوک کے وقت نہایت معمولی سے معمولی انسان کی طرح بے موسم درخت کی طرف پھل کے لئے دوڑے اور پھر وہاں جب پھل نہ ملے تو اس بیجان درخت پر غصہ ظاہر کرے - انسان کو ناممکن التعمیل اخلاق کا سبق دے - اور ان کو اُن جذبات اور قوا کے معدوم کرنے کی ہدایت دے جو خود اُس نے بطور خالق انسان کو دیئے وغیرہ وغیرہ

اب بالمقابل مسیح محمدی کو جب میں بحیثیت ایک مجدد وقت دیکھتا ہوں تو پھر صفات کے لحاظ

سے مجھے گذشتہ طبقہ میں ایک بھی مجدد ایسا نظر نہیں آتا جو ہمارے مجدد کے مقابل ہو میری غرض کسی قسم کی یہاں مقابلہ کرنے کی نہیں۔ جس جس ضرورت کے وقت جو جو انسان بحیثیت مجدد مبعوث ہوا اُس نے اُس ضرورت کو علیٰ وجہ الکمال پورا کیا جو روحانی مرض اندرونی یا بیرونی طور پر اسلام کو کسی وقت لگی ہوئی تھی اُس کا پورا پورا استیصال کیا۔ یہ سب کے سب مجدد اپنے منصب بعثت کے ادا کرنے میں یکساں تھے۔ جس طرح لانفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت ہم منصب رسالت میں کسی رسول میں تمیز نہیں کرتے اسی طرح ہم مجددیت کے منصب کے لحاظ سے ان ظلی رسولوں میں کسی قسم کا فرق کرنے کے مجاز نہیں۔ ہاں۔ خدمات کے لحاظ سے جس طرح فضلنا بعضہم علیٰ بعض میں ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے اسی طرح دینی خدمات کے لحاظ سے ان مجددین کو ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے۔

ذات اور کام۔ یہ تو شاید لوگوں کو چڑ ہوتی ہے اور معاصرانہ رقابت حقیقت حال سے بھی آشنا ہونے نہیں دیتی لیکن میں غیر احمدی دوستوں سے پوچھتا ہوں اور وہ ٹھنڈے دل سے اس امر کا جواب دیں کہ اگر مجددین کا کام صرف یہی ہے کہ وہ وقتی ضرورت کا علاج کریں۔ اندرونی طور سے جو بداعتقادیاں اور کمزوریاں اسلام میں داخل ہوئی ہیں اُن کو دفع کر کے مسلمانوں کے ایمان کو مضبوط کریں اور بیرونی طور سے جو اسلام پر غیر مسلم طرف سے حملے ہوں اُن کا دفعیہ کریں یہی غرض مجددین کی بعثت کی ہے* تو ضرور ہے کہ ان اغراض کے لئے خدا کی طرف سے ہی انسان مبعوث ہو کر آویں۔ بعض آجکل کے مولویوں کی یہ رائے کہ مجددین سے مراد وقت کے علما بھی ہوا کرتے ہیں بالکل حقیقت حال سے بہت دور ہے مجدد کی حدیث ان مائۃ کے یہ الفاظ کے معنی ان مولویوں کو اس لئے کرنے پڑتے ہیں کہ اس حدیث کا مصداق ایک فرد واحد کو اگر مانا جاوے جیسے کہ سلف صالحین کا متفقہ مذہب ہے تو پھر حضرت مرشدنا مرزا صاحب کے سوا ایک انسان بھی اس منصب کا حقدار اس زمانہ میں نظر نہیں آتا بہرحال اگر مجدد کی اغراض بعثت مذکورہ بالا ہوا کرتی ہے تو پھر جس قدر اندرونی و بیرونی اعتقادی حملے اسلام پر اس تیرھویں صدی کے اخیر اور چودھویں صدی میں ہوئے اُن کی نظیر پھر گذشتہ مجددین کی تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس صدی کا مجدد محض اپنی خدمات اور وقتی ضرورت کے دفعیہ کے لحاظ سے سابقہ مجددین سے ممتاز اور الگ نظر نہ آوے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کی تصانیف کی نوعیت کا ہی مقابلہ گذشتہ مجددین کی تصانیف سے کیا جاوے تو نوعیت کی ہمہ گیری ہی میرے مقصد کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے اس صدی کے برخلاف اسلام حملے جس طرح اپنے اندر ایک ہمہ گیر رنگ رکھتے ہیں اُن کا دفعیہ بھی تصانیف مرزا میں ہمہ گیر رنگ رکھتا ہے۔

جو بات اس زمانہ میں نہ صرف اسلام کو بلکہ خود مذہب کو ہی تاریخ دہن سے اکھیڑ دینے کی فکر میں تھی اور جس کے اثر سے آج دنیا کا کوئی مذہب نہیں بچا وہ خود مسئلہ نبوت تھا۔ جدید تعلیم مغرب نے الہام کے وجود سے انکار کر دیا۔ یورپ دہریت کا شکار نہیں ہوا بلکہ اس وقت تو سائنس نے جو انکشافات کئے اور جس طرح اہل سائنس نے مجبوراً تسلیم کیا ہے کہ یہ سب کائنات ایک نافانی وجود کا نتیجہ ہے اس وجود کو صاحب ارادہ و عقل و علم قرار دیکر اُس کی ہستی کو مادہ سے الگ قائم کیا جاوے تو وہ قرآن کا تعلیم کردہ خدا ہو جاتا ہے اس لئے خدا کی ہستی کے منکر تو اب دنیا میں بہت تھوڑے ہیں۔ ہاں اس بات سے دنیا کو قطعاً انکار ہے کہ اُس کی طرف سے علم دنیا میں آوے۔ اسی عقیدہ کو انگریزی میں اگناسٹسزم کہتے ہیں۔ جس کا اثر آج ہر ایک مذہب پر ہے اس عقیدہ سے نبوت اور الہام کا خاتمہ ہو کر کل الہامی مذاہب کا صفایا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ان کے منکر وہ لوگ ہیں جو کسی مذہب کو خدا کی طرف سے قرار نہیں دیتے۔

اسی عقیدہ والے دو قسم کے اور گروہ بھی خدا پرستوں میں پیدا کر دیتے ہیں وہ لاکھ اپنے آپ کو اگناسٹسزم کے پیرو نہ کہیں لیکن در اصل وہ ایک نہ ایک رنگ میں اگناسٹک ہیں۔ اول برہمو جو خارجی الہام کے قائل نہیں۔ دوم وہ جو خارجی الہام کے تو قائل ہیں لیکن وہ اُس کو ملکہ نبوت کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ انبیا ایک فطرۃ خدا کی طرف سے دیئے جاتے ہیں وہ خدا کی طرف سے ملکات دیئے جاتے تھے جن سے وہ منشاء ایزدی کو پورا کرتے ہیں اور وہ الفاظ اُن کے ملکہ فطرۃ نبوت سے پانی کی طرح اچھل کر الہامی کتاب کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہ عقائد در اصل اُس بدعقیدگی کی شاخیں ہیں جس کا نام اگناسٹسزم ہے یہی عقیدہ عیسائیوں کا انجیل کے متعلق تعلیم یافتہ یہودیوں کا توریت کے متعلق آریوں کا وید کے متعلق اور نیچریوں کا قرآن کے متعلق ہے۔ الغرض اس زمانہ میں خطرناک روحانی مرض جو ہے تو وہ انکار نبوت ہے۔

نوٹ از ایڈیٹر۔ حضرت خواجہ صاحب کا مندرجہ بالا مضمون یہاں تک لکھا جا چکا تھا کہ معلوم ہوا کہ مضمون اب اس قدر طویل ہو گیا ہے کہ اخبار اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے تجویز کی گئی کہ اسے الگ کتابی صورت میں شائع کیا جاوے۔ اخبار میں جتنا لکھا جا چکا تھا چونکہ وہ بھی اپنی نوعیت میں ایک حد تک مکمل ہے گو اصل موضوع ابھی شروع نہیں ہوا اس لئے اسے بعینہ شائع کیا جاتا ہے اور بقیہ کے لئے ناظرین کو اس کتاب کا انتظار کرنا چاہیئے جو عنقریب مکمل ہو کر شائع ہونے والی ہے۔ اس میں شروع سے آخر تک مکمل مضمون مندرج ہوگا نہ کہ اس کا کوئی حصہ۔

* اور یہ امر علی الخصوص ہمیں حضرت امام غزالی حضرت شیخ عبدالقادر گیلانی۔ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ کی تصانیف سے نظر آتا ہے۔

الاخبار والآراء

عیسائیت کے بہانہ سے طلاق حاصل کرنیکی وبا

آخر خدا خدا کر کے مسلمانوں کو بھی اب ہوش آنے لگی ہے اور کچھ کچھ ان واقعات کا جو طلاق حاصل کرنے کے لئے بعض مسلمان عورتوں کے عیسائی ہو جانیکی صورت میں رونما ہوتے رہتے ہیں ان پر بھی اثر ہونے لگا ہے اور وہ اس بات کو محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس قسم کا قانون جو مرتدین کے بارہ میں ہندوستان میں نافذ ہے مسلمانوں کے لئے سخت خطرناک اور ان کی عزت و آبرو کو تباہ کرنے والا ہے چنانچہ مسٹر الیس جینگ نے اس خطرناک مرض کا ذکر کرتے ہوئے مسلمان آنریبل ممبران کونسل کو اس طرف توجہ دلائی ہے اور ان سے اس بات کو پنجاب کونسل میں پیش کرنے کی استدعا کی ہے۔ اس سے پیشتر ہم اس بارہ میں حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کا ایک مبسوط مضمون اسی بارہ میں شائع کر کے یہ ثابت

کر چکے ہیں کہ مرتدین کے متعلق جو احکام ہندوستان میں نافذ ہیں وہ نہ تو قرآن کریم کے مطابق ہیں۔ نہ صحیح احادیث کے اور نہ اسلامی فقہ ہی ان کی موئد ہے۔ پس جب یہ سراسر ہمارے مذہب کے خلاف ہیں اور علاوہ اس کے ان سے بہت سے تمدنی و معاشرتی نقصانات بھی ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ اس کے خلاف پورے زور سے آواز اٹھائیں اور گورنمنٹ سے ان قوانین کو منسوخ کر دینے کی استدعا کریں۔ افسوس ہے کہ اسلامی اخبارات میں سے سوائے الپیر کے اور کسی نے اس طرف ابھی تک توجہ نہیں دی۔ حالانکہ یہ ایک ایسا اہم ترین ملکی و قومی مسئلہ ہے کہ جس پر ہماری قومی بہبودی کا انحصار ہے اور جو اگر غور سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال پیدا کر دینے والا ہے۔ کونسلوں کے ممبروں سے ایسی باتوں کی استدعا کرنی فضول ہے جبکہ وہ صریح قومی نقصانات کو دیکھتے ہوئے بھی ان کے خلاف آواز اٹھانا یا تو جائز نہیں سمجھتے اور یا اپنے قلب کے اندر اس کے لئے جرات نہیں پاتے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اسلامی اخبارات بالاتفاق آواز اٹھائیں اور خود گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائیں۔ ممکن ہے اسی تائید کو دیکھ کر کسی آنریبل ممبر کو یہ جرات پیدا ہو جائے اور وہ کونسل میں اس کے متعلق سوال اٹھائے۔

قصور خود مسلمان مردوں کا ہے

اس بات کو بھی یہاں بتا دینا ضروری ہے کہ ان ناگوار واقعات کے ظہور کا اصلی سبب خود مسلمانوں کا اپنا غلط طرز عمل ہے۔ مسلمانوں نے خدا جانے کیوں عورت کو ایسا ذلیل اور حقیر سمجھ رکھا ہے کہ وہ اسے اس بات کی حقدار ہی نہیں سمجھتے کہ وہ بھی اگر طلاق لینا چاہے تو اسے مل سکتی ہے اور مرد کا کوئی حق نہیں کہ اسے باوجود اس کے مطالبہ کے طلاق نہ دے۔ باوجودیکہ اسلامی تعلیمات اور صحابہؓ اور دیگر بزرگان دین کا طرز عمل اس کا موید ہے۔ ان کے اس طرز عمل کو مدنظر رکھ کر بدقسمتی سے ہندوستان میں آج کوئی ایسا قانون نہیں بنایا گیا کہ جو عورت کو اس کے مطالبہ پر طلاق دلا دینے والا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ بعض عورتیں جب کسی طرح سے اپنے خاوند سے چھٹکارا نہیں دیکھتیں تو مرتد ہو جاتی ہیں۔ کہ خیر اس بہانہ سے ہی اس سے چھٹکارا تو مل جائیگا۔ اس لئے اس کے ساتھ ہی یہ نہایت ضروری امر ہے کہ کوئی ایسا قانون پاس کرانے کی کوشش کی جائے کہ جس کی رو سے عورت کو بھی اختیار ہو کہ وہ باوجود مسلمان رہنے کے حسب مرضی خود طلاق حاصل کر سکے۔ اور یہی ایک طریق ہے کہ جس سے انسداد ہو سکا

مسلمان رکھ سکتا ہے۔ ہم معاصر الپیر کی اس رائے سے ہم متفق نہیں کہ ہمیشہ اور ہر حال ہی میں مرتد ہونے والی عورت کسی خراب چال چلن کی مرتکب ہوتی ہے، اور اس لئے وہ آزادی حاصل کرنے کے لئے عیسائی بن جاتی ہے۔ بلکہ اکثر ایسی صورتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں کہ جن میں قصور سراسر مردوں کا ہوتا ہے۔ اکثر مرد شراب خوری اور نا جائز مشغول میں مبتلا ہوتے ہیں یا عورتوں کو خواہ مخواہ تنگ کرتے اور ان پر طرح طرح کے مظالم روا رکھتے ہیں انھیں باتوں سے تنگ آکر وہ ان سے علیحدگی کی خواہشمند ہوتی ہیں اور اس کے لئے اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر بالآخر وہ عیسائی ہو جاتی ہیں۔ پس اس لئے سب سے پہلے مردوں کے اخلاق کو سدھارنے کے علاوہ ان پر بھی قانونی پابندیاں عاید ہونی چاہئیں جس سے یہ تمام مصیبتیں فوراً دور ہو سکتی ہیں۔

آریہ ہونیوالے فرضی مسلمان۔

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال لاہور کے بعض آریہ اخبارات میں آگرہ کے کسی شخص حامد علی بی۔ اے کے نام سے ایک نوٹس شائع ہوا تھا جس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ نوٹس دہندہ کو اسلام پر کچھ شکوک سے وارد ہو گئے ہیں اور اس لئے وہ چھ ہفتہ کے اندر آریہ ہونے والا ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس کے شکوک کو رفع کر سکتا ہو تو وہ اس عرصہ میں کوشش کرے۔ اس نوٹس کے شائع ہونے پر سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس کو ایک رجسٹری خط بھیجا اور اس کے لاہور آنے پر یا یہاں سے کسی عالم کو بھیج کر اس کے اعتراضات کا جواب دینے پر آمادگی ظاہر کی۔ یہ خط ایک مہینہ بعد عدم پتہ ہو کر واپس آگیا۔ جس کے بعد آگرہ کے کئی ایک معتبر مسلمانوں اور نیز آریہ معاصرین سے جنہوں نے وہ نوٹس شائع کیا تھا اخبار میں اس کا پتہ دریافت کیا گیا۔ لیکن آگرہ سے تو یہی معلوم ہوا کہ وہاں کوئی شخص اس نام کا نہیں۔ اور آریہ اخبارات کی طرف سے صدائے برنخاست کا معاملہ ہوا۔ امسال پھر وہی معاملہ پیش آ رہا ہے۔ بعض آریہ اخبارات میں فرخ آباد کے پتہ سے دو مسلمانوں کے اعلان شائع ہوئے ہیں جن میں انھوں نے آریہ ہونے پر اپنی آمادگی ظاہر کر کے مسلمانوں سے رفع شکوک کی درخواست کی ہے ہم نے ان اعلانات کو دیکھ کر ان میں سے ایک (بنوں خاں ولد کلو خاں) کے نام ایک رجسٹری خط بھیجا کہ آپ کے اعتراضات کا جواب دینے کو ہم تیار ہیں۔ خواہ آپ لاہور آکر زبانی گفتگو کریں خواہ وہیں سے کسی اخبار میں اپنے اعتراضات چھپوا دیں۔ ہم بھی اسی اخبار میں جواب دے دینگے

لیکن افسوس کہ وہ خط بھی ڈاکخانوں میں گھومتا گھامتا پندرہ دن ہمارے پاس واپس آگیا ہمیں سمجھ نہیں آتی آریہ اخبارات نے باین دعویٰ باستے ہمہ دانی کیوں ایسی جعلی کارروائیوں پر کمر باندھ رکھی ہے کہ خواہ مخواہ اپنی طرف سے جعلی اعلانات لکھ کر اخبارات میں شائع کرتے ہیں کیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض ناواقف اور سادہ لوح طبائع ان باتوں سے رعب میں آکر اسلامی عقائد سے متزلزل ہو جائیں

اور دیانندی عقائد کی طرف انھیں رجوع ہو۔ افسوس مذہب جو اخلاق کے سدھارنے اور نیکیوں پر کاربند کرنے کے لئے ہوتا ہے آج دھوکا بازیوں اور حیلہ سازیوں سے اس کی اشاعت روا رکھی جاتی ہے یہ در اصل ثبوت ہے اس بات کا کہ دیانندی عقائد کسی صورت میں بھی انسان کی اخلاقی حالت کو سدھار نہیں سکتے۔ کیا پرکاش اور آریہ گزٹ کے ہمہ دان ایڈیٹر ہمیں بتائینگے کہ ان کے یہ فرضی اعلانات دیانندی عقائد کی بطالت کا کھلا ثبوت نہیں۔ کیونکہ عقائد حقہ کے لئے کسی کو جھوٹ بولنے اور فرضی اعلانات کرنے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ وہ خود ہی لوگوں کے دلوں میں گھر کر جاتے ہیں بہتر ہوتا کہ ایسی جعلی کارروائیاں کرنے کے بجائے دلائل اور معقولیت سے کام لیا جاتا اور یوں اپنے مذہب کی اصل حقیقت کیساتھ اپنی بھی اخلاقی کمزوری کا پردہ فاش نہ کیا جاتا۔

انجیل کی کثرت اشاعت

عیسائی مذہب کی اشاعت کے لئے آج تک جتنی جدوجہد ہوئی ہے۔ شاید کسی مذہب کی طرف سے ایسی کوشش کبھی نہیں ہوئی اس کثرت اور افراط سے انجیل کی کاپیاں دنیا کے ہر طبقے اور ہر گوشے میں پھیلا دی گئیں ہیں کہ کوئی کتاب اس کثرت سے شائع نہیں ہوئی لیکن باوجود اس کے اب پھر برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کے ڈائرکٹروں نے ۱۷ جنوری سنہ ۱۹۱۸ء کو یہ فیصلہ کیا ہے کہ نئے عہدنامہ کی پانچ لاکھ جلدیں ایسی چھاپی جائیں جن کی قیمت فی جلد ا ہو۔ یہ دو لاکھ جلدیں ایسی ہوں جن کی قیمت فی جلد ۲ ہو۔ دو آنہ فی جلد والی انجیل کی ۵۰ ہزار جلدیں ہندوستانی کاغذ پر ہوں۔ اس کے علاوہ چار لاکھ ۵۰ ہزار جلدیں فرنچ زبان میں اور ڈیڑھ لاکھ جلدیں روسی زبان میں اور ۸ ہزار جلدیں اجنبی زبانوں میں گویا پندرہ لاکھ سے اوپر جلدیں چھاپنے کا فیصلہ ہوا اور وہ بھی صرف ایک سال کی مانگ کو پورا کرنے کے لئے بالمقابل مسلمانوں نے آج تک کیا کچھ کیا کتنی زبانوں میں قرآن کا ترجمہ شائع ہوا افسوس ہے اسکا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۶ء

وآتوا الیتٰمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم .... الیٰ .... ان الذین یاکلون اموال الیتٰمیٰ ظلماً انما یاکلون فی بطونھم ناراً ۔ وسیصلون سعیراً (سورۃ النساء رکوع اول)

ہمدردی یتامے و مساکین بنیاد اسلام ہے۔ اسلام کی تعلیم جہانتک اس کا تعلق بنی نوع کے حقوق کے ساتھ ہے۔ اس کی بنیاد یتامے اور مساکین کی ہمدردی کے اوپر رکھی گئی ہے۔ نبی کریم صلعم اپنی ابتدائی زندگی میں ہی جب آپ ابھی منصب نبوت پر مامور نہ ہوئے تھے۔ اسوقت بھی آپ یتامے اور مساکین کے ساتھ بڑی ہمدردی کیا کرتے تھے۔ جو کچھ آپ کے پاس ہوتا آپ اس سے یتامے اور مساکین پر ہی مہربانی فرمایا کرتے تھے۔ نبی کریم صلعم کے اُن حالات کا نقشہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس موقع پر کھینچا ہے۔ جب آپ منصب نبوت پر سرفراز کئے گئے۔ فرمایا۔ انک لتصل الرحم و تکسب المعدوم و تحمل الکل و تعین علی نوائب الحق۔ اور بھی بعض باتیں کہی ہیں لیکن یہ تین چار باتیں

نبی کریم صلعم کے اخلاق کا ایک نقشہ

دکھاتی ہیں۔ لتصل الرحم ان لوگوں کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے۔ جن کے تعلقات رحموں سے وابستہ ہیں۔ ایک تو اپنے بھائی بند ہوتے ہیں۔ ایک وہ ہوتے ہیں۔ جن سے ماں کی وجہ سے یا بیوی کے سبب سے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ یہ رحموں کے تعلقات ہیں۔ ان کی بھی نگہداشت نبی کریم صلعم فرمایا کرتے تھے۔ و تکسب المعدوم وہ جو خود کچھ کما نہیں سکتا۔ آپ اس کو کما کر دینے والے ہیں۔ و تحمل الکل جو اپنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے تم ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ و تعین علی نوائب الحق۔ مصائب میں دوسروں کی مدد فرماتے ہیں۔ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وہ حالات بیان کئے ہیں۔ جو نبوت سے پہلے انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔

نبوت سے پہلے

پندرہ سال تک حضرت خدیجہ کو نبی کریم صلعم کے ساتھ رہتے ہوئے ہو گئے۔ نبی کریم صلعم مالدار نہیں تھے۔ پچیس سال کی عمر میں جب آپ نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی۔ تو چونکہ وہ بڑی مالدار تھیں۔ اس سبب سے نبی کریم صلعم کے پاس بھی مال آگیا۔ لیکن آپ نے اس مال کو کہاں پر صرف کیا۔ اپنی آسائش پر خرچ نہیں کیا۔ بلکہ یتامے اور مساکین۔ غلاموں۔ مصیبت زدہ لوگوں پر ہی اسے خرچ کرتے رہے۔ یہی

آپ کے دل کی تڑپ

تھی۔ جو بچپن سے ہی چلی آتی تھی۔ اور جو ان آیات کے نزول کا باعث ہوئی۔ جن میں یتامیٰ اور مساکین کی امداد کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

مسلم کا بڑا کام قرآن کریم کی ابتدائی سورتوں کو پڑھو۔ وہاں ایک مسلم کا بڑا کام کیا بتایا گیا ہے۔ یہی یتامے اور مساکین کی امداد۔ ایک جگہ فرمایا۔ وھدینٰہ النجدین فلا اقتحم العقبۃ وما ادرٰک ما العقبۃ فک رقبۃ او اطعٰم فی یوم ذی مسغبۃ یتیماً ذا مقربۃ ۔ او مسکیناً ذا متربۃ ۔ ہم نے انسان کو دو رستے سکھائے۔ پس وہ اونچی گھاٹی پر نہیں چڑھتا۔ اور تو کیا سمجھا۔ اونچی گھاٹی کیا ہے۔ غلام کا آزاد کرنا۔ یا یتیم کو جو کہ قریبی بھی ہو۔ یا مسکین کو بھوک کے دن کھانا کھلانا یہاں غلامی سے چھڑانا یا یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا کو یا

نیکی کے رستہ کی عقبہ

قرار دیا ہے۔ جس کے اوپر چڑھنا ضروری ٹھہرایا اور جو دو رستے سکھائے ہیں ان میں اعلےٰ درجہ کا رستہ وہ ہے جس میں اس عقبہ پر چڑھنا پڑتا ہے۔ تو قرآن نے اس گھاٹی کے اوپر چڑھنے کی ہدایت کی ہے۔ جس پر یتیموں اور مساکین سے ہمدردی کرنے سے پہنچ سکتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا۔ کلا بل لا تکرمون الیتیم ولا تحٰضون علیٰ طعام المسکین۔ یہ کفار کے متعلق ہے یتیم کی عزت کرنا اور مسکین کو کھانا کھلانے کی ایکدوسرے کو رغبت دلانا بھی

اسلام کا شیوہ

ٹھہرایا ہے۔ اور اسے کھانا نہ دینا یہ کفار کا طرز عمل بتایا ہے۔ اور مسلمانوں کو یتیم کا اکرام کرنے کی نصیحت کی ہے۔

آجکل یتامیٰ کی حالت مگر بجائے اس کے کہ مسلمان یتیم کا اکرام کریں۔ اُن کے ہاتھ سے آج عیسائیوں کے ہاتھوں میں پڑ رہے ہیں یا خراب و خستہ حالت میں پھر رہے ہیں۔ اکرام یتیم اسلام کے پہلے پیغاموں میں سے ہے۔ مگر افسوس کہ مسلمان آج یتیموں کو پوچھتے بھی نہیں۔ پھر ایک اور جگہ فرمایا۔ ارءیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ولا یحض علیٰ طعام المسکین۔ کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جو قیامت کو جھٹلاتا ہے۔ وہ وہی ہے۔ جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔ اور وہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دلاتا۔ تو یہاں یتیم کو رد کرنے اور مسکین کو کھانا نہ دینے والے کو قیامت کا منکر بتایا۔ یعنی وہ اسکی بازپرس ہونے پر یقین نہیں رکھتا۔

یتیموں کی ہمدردی پر زور دینے کی وجہ کیوں یتیموں کی ہمدردی پر اس قدر زور دیا۔ اصل میں قوم کی ترقی کوئی چند افراد کی ترقی سے نہیں سمجھی جا سکتی۔ بلکہ قوم کی ترقی کل افراد کی ترقی پر منحصر ہوتی ہے۔ اس طرح نہیں ہوتا کہ چند انسان اچھے عہدوں کو پالیں۔ بلکہ جسم کے سارے اعضا جب تک یکساں طور پر نشوونما نہ پائیں جسم کی حالت اچھی نہیں رہ سکتی۔ وہ حصہ جسم کا جو دوسرے اعضا سے بڑھ جاتا ہے۔ بہتر نہیں ہوتا بلکہ وہ رسولی ہوتی ہے۔ جسے چیر کر نکال دینا پڑتا ہے۔ تو اسی نسبت قوم کے بھی تمام افراد جب تک یکساں ترقی حاصل نہ کریں۔ قوم عزت نہیں پا سکتی۔ بلکہ چند آدمیوں کے قبضہ میں ہی تمام اموال کا جمع رہنا موجب نقصان ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے شروع سے ہی یتیموں کی خبرگیری پر بہت زور دیا ہے۔

یتیم کے مال کی حفاظت کسقدر ضروری ہے اس سورۃ النساء میں بھی یتامے کی خبرگیری پر بہت زور دے۔ فرمایا۔ وآتوا الیتٰمیٰ اموالھم ولا تتبدلوا الخبیث بالطیب یتیموں کو اُن کے مال دیدو۔ اور خبیث کو طیب سے نہ بدل لو۔ یہ دوسرا پہلو ہے۔ یتیم کا ذکر نہ صرف وہ جو تمہارے محتاج ہیں۔ ان کی ہی خبرگیری ضروری ہے بلکہ جنکے پاس مال اور جائداد بھی ہے اور وہ یتیم ہیں۔ اُن کی بھی خبرگیری ضروری ہے اس رکوع میں جن یتیموں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ وہ وہ ہیں۔ جن کے پاس جائداد بھی ہے۔ تو فرمایا۔ اُن کے مال کو کھا نہ جاؤ۔ بلکہ اُن کو واپس دے دو۔ اور اُن کی اچھی چیزیں لیکر اپنی ردی اور پلید چیزوں سے نہ بدلو۔ ولا تاکلوا اموالھم الیٰ اموالکم انہ کان حوباً کبیراً۔ اور نہ ہی اُنکے مالوں کو اپنے مالوں سے ملا کر کھا جاؤ۔ شراکت کر لینے تو رد کا نہیں۔ مگر فرمایا کہ ایسی شراکت مت کرو۔ کہ غرض یہ ہو۔ کہ کسی طریقہ سے اُنکے مال کو کھا جاؤ۔

تعداد ازدواج کی اجازت اور مسلمانوں کا طرز عمل وان خفتم الا تقسطوا فی الیتٰمیٰ اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ تم یتامے کے بارہ میں انصاف نہ کر سکو گے۔ فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلٰث و ربٰع۔ تو اپنی مرضی کے مطابق دو دو تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کر لو۔

یہ قرآن کی وہ آیت ہے۔ جس کے اوپر مسلمانوں کا بہت زور خرچ ہوا ہے۔ اگر مسلمان بادشاہوں کو دیکھو۔ تو انہوں نے اپنے حرم سراؤں میں دو دو سو اور چار چار سو تک عورتوں کو ڈال لیا ہے نتیجہ یہ ہوا کہ یہ جو قوم کے سردار تھے۔ اُن کی وہ طاقتیں جو دین و دنیا کے کسی اچھے مصرف میں لگ سکتی تھیں۔ ضایع ہونے لگیں۔ تمام قوم میں اس کا بد اثر پھیلتا چلا گیا۔ عرب کے اندر بھی پہلے کوئی حد بندی نہ تھی۔ ہر ایک شخص کا جتنی جی چاہتا تھا۔ عورتیں کر لیتا تھا۔

تعدد ازدواج کی اجازت کیوں دی۔

کیوں تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے مگر خاص شرائط کے ماتحت اور خاص ضرورت کے لئے۔ یہ اجازت ان حالات کو مدنظر رکھکر دی ہے۔ جو قومی زندگی کے لئے بہت مضر ٹھہرتے ہیں۔ اگر تعدد ازدواج کے ذریعہ ان کا دفعیہ نہ کیا جائے۔ جنگ احد میں ۷۰۰ میں سے ۷۰ آدمی شہید ہو گئے تھے۔ گویا اس وقت مرد گھٹکر کم ہوتے جاتے تھے۔ اور عورتوں کی تعداد بڑھ رہی تھی۔ تو جب تک ایک سے زیادہ عورتوں کی اجازت انہیں نہ دی جاتی۔ بیواؤں کی خبر گیری نہ ہو سکتی تھی۔ یتیم نہ صرف اس بچہ کو ہی کہتے ہیں کہ جس کا باپ مر جائے۔ بلکہ یتم کے معنے ہیں تنہا رہ جانے کے۔ اس عورت کو بھی یتیمہ کہتے ہیں۔ جسکا خاوند نہ ہو۔ تو فرمایا۔ اگر تم ان عورتوں کے بارہ میں انصاف نہیں کر سکتے۔ تو ان کے ساتھ نکاح کر لو۔ گویا اصل موقعہ تعدد ازدواج کی اجازت کا جنگوں نے پیدا کیا۔ جب مرد تھوڑے رہ گئے۔ اور عورتیں زیادہ۔ پس تعدد ازدواج کی اجازت خاص حالات کے ماتحت نازل ہوئی۔ جب بہت سی عورتیں بیوہ رہ گئیں اور مردوں کی تعداد میں کمی واقع ہو گئی۔ ایسی حالت میں تعدد ازدواج پر عمل کئے بغیر اعلٰے اخلاقی حالت قائم نہیں رہ سکتی مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ تعدد ازدواج کی اجازت کے لئے اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں۔ اور بھی بعض حالات انسان کو پیش آجاتے ہیں۔ جن سے مجبور ہو کر اُسے تعدد ازدواج پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالٰے نے اجازت دی ہے تعدد ازدواج کی۔ اسلام جہاں خاص حالات کے ماتحت کسی امر کے لئے اجازت دیتا ہے۔ وہ وسیع بھی ہو جاتی ہے۔

تعدد ازدواج بلا ضرورت جائز نہیں ہے

لیکن یہ نہیں۔ کہ بلا ضرورت بھی اجازت ہے

بلا ضرورت جو شخص کرتا ہے وہ قرآن کی پیروی نہیں کرتا۔ بلکہ اپنے نفس کی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔

بعض مذاہب نے مطلقاً ایک سے زیادہ نکاح جایز ہی نہیں رکھا۔ یہ بھی صحیح نہیں۔ اسلام نے کوئی اس قسم کا ظالمانہ قانون نہیں رکھا۔ بلکہ اس نے خاص حالات میں تعدد ازدواج کو جایز رکھا ہے۔ انسانوں کو معمولی طور پر یہ بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔ کہ ایک سے زیادہ بیویاں کریں۔ ایسی ضرورت کے وقت اسلام نے ایک سے زیادہ بیویوں کی اجازت بھی دی ہے۔ لیکن جو بلا ضرورت پیش آنے کے محض حظ نفسانی کے لئے بیویاں کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ ایک ناجایز امر کا مرتکب ہوتا ہے۔ دیکھو۔ اسلام نے طلاق کی بھی اجازت دی ہے۔ اور گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا۔ ابغض الحلال عند اللہ الطلاق حلال چیزوں میں سب سے بُری چیز اللہ کے نزدیک طلاق ہے۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ کسی حالت میں بھی طلاق جایز نہیں۔ بلکہ یہ وہ چیز ہے۔ جو دوائی کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ تو اس لئے جب تک اس کی ضرورت نہ ہو۔ اسے کام میں لانا جائز نہیں۔ تو اسی طرح ایک سے زیادہ نکاح کرنا شریعت اسلامی کی رو سے جائز نہیں جبتک کہ اس کی ضرورت پیش نہ آئے۔

تعدد ازدواج کے لئے وجوہات متعین نہیں کیں

مختلف حالات و ضرورتیں انسان کو پیش آتی ہیں۔ اسی لئے وجوہات کو متعین نہیں کیا۔ کہ کن کن صورتوں کے پیش آجانے پر اسکا استعمال جایز ہے۔ جس طرح طلاق کے متعلق یہ نہیں بتایا۔ کہ کن ضرورتوں کے پیش آجانے سے طلاق دینی چاہئے۔ بلکہ حالات زمانہ اور حالات ملکی و قومی پر چھوڑا ہے۔ آج بھی یورپ کے اندر قریباً سب کے سب ایک ہی مذہب پر قائم ہیں۔ لیکن باوجود اس اتحاد کے جب ایک ملک نے طلاق کی وجوہات کو محدود اور معین کرنا چاہا۔ تو کسی نے کچھ وجوہات قائم کیں۔ کسی نے کچھ۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ ایک چھوٹا سا علاقہ ہے۔ اس میں ہر ایک ریاست کا قانون طلاق دوسری سے جُدا ہے۔ اسلام نے چونکہ کل دنیا کا اور کل زمانوں کا مذہب بننا تھا۔ اس لئے وجوہات طلاق کو بھی محدود نہیں کیا۔ بلکہ اسکو انسانی حالات کے اوپر چھوڑا ہے۔ اسی طرح پر وجوہات تعدد ازدواج کو بھی معین اور محدود نہیں کیا۔ کیونکہ بعض خاص زمانوں میں خاص خاص ضرورتیں پیش آجاتی ہیں۔ جیسے بڑے بڑے جنگوں میں مردوں کی تعداد کم ہو جانے یا جیسے کسی ملک میں مردوں کی تعداد کم ہو۔ عورتوں کی زیادہ۔ تو یہ بھی ایک ضرورت ہے کہ اسوقت نسل انسانی کی ہمدردی اس کا اصل محرک ہوتی ہے۔ اور بعض ضرورتیں خاص خاص افراد تک محدود ہوتی ہیں۔ جیسے اولاد کا نہ ہونا۔ وغیرہ

تعدد ازدواج کی اجازت ہے نہ حکم

مگر جس طرح طلاق کی اجازت ہے اور ضرورت واقع ہونے پر اجازت ہے۔ حالانکہ قرآن میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ طلاق کی اجازت مکروہ سمجھی جاتی ہے اور وہ اجازت ضرورت کے پیش آنے پر برتی جا سکتی ہے اسی طرح تعدد ازدواج کے متعلق بھی اجازت ہے۔ نہ حکم۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنا کوئی ضروری امر ہوتا۔ اور موجب ثواب تھا۔ تو مثنے سے شروع کرنے کی بجائے اوپر سے یعنی رباع سے شروع کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ سب سے بڑھکر ثواب تو پھر چار بیویاں کرنے میں تھا۔ نہ کہ دو میں۔ پھر اس سے اُتر کر تین۔ پھر دو۔ اور پھر ایک چاہئے تھی۔

تعدد ازدواج کو سب پر فرض ٹھہرانا حالات دنیا کے خلاف ہے

پھر حالات دنیا پر بھی غور کرنا چاہئے۔ قرآن کریم میں کوئی حکم نہیں دیتا جو واقعات کے خلاف ہو۔ دنیا میں کوئی ایسی حالت تو ہے نہیں۔ کہ عورتوں کی تعداد مثلاً مردوں سے دگنی ہو۔ یا چوگنی ہو۔ بلکہ عورتوں اور مردوں کی تعداد قریباً برابر برابر ہی چلی آتی ہے۔ پس یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ قرآن جو واقعات کے خلاف کوئی تعلیم نہیں دیتا۔ ہر حالت میں ایک سے زیادہ بیویاں کرنا ضروری قرار دے۔ یہ تو بطور علاج کے ہے اور خاص حالات کے ماتحت۔ مگر پھر بھی حکم نہیں اجازت ہی ہے۔ چنانچہ آگے ہی فرمایا ہے۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ۔ اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم ان میں عدل نہ کر سکو گے۔ تو پھر باوجود ضرورت کے ایک ہی بیوی کرو۔ او ما ملکت ایمانکم یا لونڈیوں سے نکاح کر لو۔ ذالک ادنی الا تعولوا یہ قریب ہے۔ اس سے کہ تم جور اور ظلم سے بچ جاؤ۔ تو اسلام نے تعدد ازدواج کو چند شرائط کیساتھ مشروط کیا ہے۔ بغیر ان شرائط کے پورا ہونے کے اس بات کو جایز نہیں رکھا۔

تعدد ازدواج کی اصل غرض

ذالک ادنی الا تعولوا کہکر اس نے بتا دیا ہے۔ کہ اصل غرض تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے اخلاقی حالات کو درست کرے۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے سے اسکے اخلاقی حالات اور بھی بگڑ جاتے ہیں۔ تو پھر ایک ہی کافی ہے۔ امام شافعیؒ نے تعولوا کے معنے عیال کے بڑھ جانے کے بھی کئے ہیں۔ یعنے گھر میں پیسہ نہ ہو۔ اور عیال بڑھتا چلا جائے۔ تو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کیا فایدہ ہوا۔

مہر کا ادا کرنا ضروری ہے

واٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے دیدو فان طبن لکم عن شیءٍ منہ نفسًا فکلوہ ھنیئًا مریئًا۔ اگر وہ تمہیں اپنی خوشی سے خود بخود

اس میں سے کچھ دے دیں۔ تو بیشک بے کھٹکے کھاؤ۔

آجکل جو نکاح پڑھائے جاتے ہیں۔ اُن میں جو مہر مقرر کئے جاتے ہیں۔ وہ دینے کے لئے باندھے نہیں جاتے ـــ لاکھوں کا باندھنا ناجائز نہیں۔ بلکہ قرآن نے اسکی اجازت دی ہے۔ لیکن وہاں بھی یہی فرمایا۔ ان اتیتم احدھن قنطارًا فلا تاخذ وا منہ شیئا۔ اتیتم کا لفظ صاف بتاتا ہے۔ کہ

مہر دینے کے لئے رکھا گیا ہے

یہ نہیں کہ اُسے ادا ہی نہیں کرنا۔ اور اس لئے اپنی طاقت سے بڑھکر جتنا جی چاہا۔ باندھ دیا۔ نحلۃ کے لفظ سے مراد ہے۔ کہ بطور ہبہ دو۔ اُس کا معاوضہ کوئی نہیں لینا۔ بلکہ یونہی مرد کی طرف سے بطور ہبہ دیا جاتا ہے۔

مہر کی ادائیگی سے ایک سبق انسان کی زندگی معاشرت سے شروع ہوتی ہے۔ جس میں بہت سے سبق انسان کو سیکھنے پڑتے ہیں۔ سب سے پہلا سبق اس میں ایثار کا سکھایا ہے۔ تاکہ اس سے ترقی کر کے اور اعلےٰ مقاصد پر بھی خرچ کرے۔ اگر ایک بیوی پر بھی مال خرچ کرنا ضروری ہے۔ تو اس سے بڑھکر عظیم الشان مقصد پر مال کا صرف کرنا کیوں ضروری نہیں۔ اسلام چھوٹی چیزوں سے بڑی چیزوں کا سبق سکھاتا ہے۔ عورتوں کے لئے ایثار کرنا جب تمہارے لئے ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔ تو اس احکم الحاکمین کی خاطر تو بدرجہ اولےٰ اور سب سے بڑھکر صرف کرنا چاہیئے۔

کم عقل کو مال نہ دینا چاہیئے ولا تؤتوا السفہاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیٰما۔ سفہاء اُنکو کہتے ہیں۔ جن کی عقل میں نقص ہو۔ جو اپنے اموال کی ٹھیک طور پر محافظت نہ کرسکیں۔ تو فرمایا۔ جو لوگ اسقدر استعداد نہیں رکھتے۔ کہ مال کے صحیح مصرف کو سمجھ سکیں۔ ان کو مال مت دو۔ مال کو اللہ تعالےٰ نے قیام کا موجب بنایا ہے۔ اگر تم کم عقل لوگوں کو دے دو۔ تو وہ اُسے برباد کر دینگے۔ اس لئے جو ابھی بچے ہیں۔ اور عقل اور تمیز نہیں رکھتے۔ یا جو ویسے اپنے مال کا انتظام کرنے کے قابل نہیں۔ بوجہ کسی جسمانی یا دماغی حالت کے نقص کے ان کے لئے حکم ہے۔ کہ انکو مال مت دو۔ وارزقوھم فیھا۔ ان کو ان اموال میں سے کھلاؤ فیھا کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ ان اموال میں سے کھلانے کیلئے

ان کو تجارت وغیرہ پر لگا دے

اور اس کے نفع سے ان لوگوں کی پرورش کرے جنکا وہ مال ہے۔ تاکہ وہ اصل راس المال ہی ضایع نہ چلا جائے۔ قولوا لھم قولاً معروفا۔ اُن کو اچھی باتیں بھی سکھاؤ۔ یعنے اُن کو کوئی عقل کی باتیں بتایا کرو۔ جس سے وہ خود اپنے اموال کو ٹھیک مصرف پر خرچ کرنے کے قابل ہو سکیں۔ اصل میں غرض تو یہ ہے۔ کہ یتیم کا مال خود اسکے سپرد کیا جائے اور وہ اس سے فائدہ اُٹھائے۔ اسی لئے فرمایا۔

وابتلوا الیتمٰی حتی اذا بلغوا النکاح ان کا امتحان لیتے رہا کرو۔ حتٰے کہ وہ بالغ ہو کر نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں۔

بلوغت کی حد

ابوحنیفہ رح نے ۱۸ سال رکھی ہے۔ عرب کی زبان میں انکاح بلوغت کو ہی کہتے ہیں۔ اس لئے فرمایا۔ کہ جب نکاح کے قابل ہو جائیں تو فان انستم منھم رشدًا فادفعوا الیھم اموالھم۔ اگر تم ان میں سمجھ دیکھو تو اُن کے مال اُن کو واپس کردو۔ ولا تاکلوھا اسرافًا وبدارًا ان یکبروا۔ اور اس اندیشہ سے کہ بڑے ہو کر خود اپنے اموال کو سنبھال لینگے۔ اُنکے اموال کو فضول خرچی سے اور جلدی جلدی کھانے نہ لگ جاؤ۔ ومن کان غنیًا فلیستعفف۔ اور جو غنی ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ اس سے بچے۔ ومن کان فقیرًا فلیاکل بالمعروف اور جو محتاج ہو۔ وہ اس میں سے حسب ضرورت کھائے۔ فاذا دفعتم الیھم اموالھم فاشھدوا علیھم۔ اور جب اُن کے مال واپس کرو۔ تو ان پر گواہ ٹھہرالیا کرو۔ وکفیٰ باللہ حسیبًا۔ اور اللہ کافی ہے۔ حساب لینے والا۔

وراثت لینے میں مرد و عورت یکساں حصہ دار ہیں۔ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس میں سے جو اُن کے والدین اور قریبی چھوڑ جائیں۔ اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس میں سے جو ان کے والدین اور قریبی چھوڑ جائیں۔ مما قلا منہ او کثر تھوڑا ہو یا بہت۔ حصہ لینے میں مرد اور عورت یکساں ہیں۔

عربوں کے اندر عورتوں کا کوئی حصہ نہ سمجھا جاتا تھا۔ اُن کے اندر ضرب المثل تھی کہ صرف نیزہ چلانے والوں کے لئے ہی حصہ ہو سکتا ہے۔ فرمایا یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ مرد اور عورت دونوں حصہ دار ہیں۔ خواہ کسی کا تھوڑا حصہ ہو یا بہت نصیبًا مفروضًا جتنے مقرر شدہ ہیں۔ واذا حضر القسمۃ اولوا القربیٰ والیتمٰی والمسٰکین اور جب

تقسیم کے وقت

قریبی اور یتامیٰ اور مساکین آموجود ہوں فارزقوھم تو اُن کو بھی اس میں سے کچھ دو۔ وقولوا لھم قولاً معروفا۔ اس میں اُن کو سوال سے روکا ہے۔ یعنے اُن کو سمجھانا چاہیئے۔ کہ یہ سوال کرنا اچھا نہیں۔ لیکن خالی ہاتھ بھی واپس نہ کرو۔ کچھ اُن کو دے بھی دو۔

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعٰفًا خافوا علیھم۔ اس میں یتیموں اور مسکینوں کی حالت پر رحم کرنے کے لئے کہا ہے۔ تم بھی اگر مر جاؤ اور چھوٹے چھوٹے بچے رہ جائیں۔ تو کسقدر قابل رحم حالت ہو۔ فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولاً سدیدًا پس چاہیئے کہ تقویٰ اختیار کریں اللہ کا اور انہیں سیدھی سیدھی بات کہیں۔

یتیم کا مال کھانے کی سزا پھر دوبارہ ڈرایا ہے یتیم کا مال کھانے سے۔ فرمایا۔ ان الذین یاکلون اموال الیتمٰی ظلمًا انما یاکلون فی بطونھم نارًا وسیصلون سعیرًا بیشک وہ لوگ جو یتامےٰ کا مال ظلم سے کھا جاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور عنقریب وہ دوزخ میں پڑینگے۔

اخبار احمدیہ

نکاح کل مورخہ ۲۱ مئی ۱۹۱۶ء کو حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کی دو صاحبزادیوں کا نکاح حضرت امیر نے میاں نذیر احمد و عبد اللطیف کیساتھ مسجد احمدیہ لاہور پڑھایا حاضرین مجلس میاں چراغدین صاحب والد حکیم مرہم عیسےٰ صاحب اور بہت سے دیگر محمودی بھی موجود تھے۔ میاں چراغدین صاحب کے اس سوال پر کہ آپ نے میاں محمود احمد صاحب پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ حضرت امیر نے خطبہ نکاح میں مسئلہ کفر و اسلام اور نبوت پر ایک پُر اثر تقریر کی۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے مسلک پر نے امثال ایسا فتوےٰ دینے سے احتراز کیا۔ لیکن ساتھ ہی کھلے طور پر میاں صاحب کو سخت گمراہی میں مبتلا ظاہر کیا۔ اور بعض اہم مسائل پر روشنی ڈالی۔ اور تعلقات زناشوئی کے متعلق ضروری نصائح بھی کیں۔ یہ تمام خطبہ انشاء اللہ بعد میں صاف کر کے شایع کر دیا جائیگا۔

جناب صوفی احمددین صاحب کی طبیعت ابھی کسیقدر ناساز ہے۔ گو پہلے کی نسبت اب بہت آرام ہے۔ آپ آجکل بہاولپور ہوس متصل برانڈرتھ روڈ لاہور میں مقیم ہیں۔ کل جماعت کے بہت سے احباب کو آپ نے ایک پر تکلف دعوت دی۔ احباب صوفی صاحب کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں بہت جلد شفا بخشے اور بیش از بیش خدمات دین کی توفیق عنایت فرمائے۔

مرزا احمد سعید صاحب خلف میرزا

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور سیکرٹری احمدیہ بلڈنگس پریس ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سیکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ... رتن چند کے اہتمام سے چھپا۔

پہلے لوگوں نے اگر عرب سے لیکر چین تک مشرق میں اور مراکو کے انتہائی کناروں تک مغرب میں اور روس تک شمال میں - اور افریقہ کے صحراؤں تک جنوب میں اس پیغام کو پہنچایا - تو اب تمہارا فرض اولین ہے - کہ باقی جن ممالک میں یہ الٰہی نور نہیں پہنچا ان تک پہنچاؤ - تاکہ ظلمتیں اور تاریکیاں دور ہوں مردگ بینائی حاصل کریں - اور اندھیرے میں اِدھر اُدھر گر کر نقصان اٹھانے سے بچ جائیں۔ ہاں اے برادران فی الاسلام اس فرض کی اہمیت کو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مہدی مسعود اور مسیح موعود نے اللہ کے فضل سے سمجھا - اور ایک جماعت اشاعت اسلام کے لئے قائم کی - اس جماعت نے یہ ارادہ کیا کہ قرآن کریم کو یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں جہاں یہ روشنی نہیں گئی پہنچایا جاوے - چونکہ ممالک غربیہ میں زیادہ تر حصہ انگریزی بولنے والوں کا تھا - اور نیز وہ قوم ہماری حکمران ہی نہیں - بلکہ محسن بھی ہے - اس لئے ہل جزاء الاحسان الا الاحسان کے فطرتی تقاضے کی وجہ سے بھی یہ فیصلہ کیا - کہ قرآن کا انگریزی ترجمہ ہو - جس میں ماسوائے سلیس انگریزی ترجمہ کے عربی متن بھی ساتھ دیا جاوے - اور نیز نیچے تفسیری نوٹ بھی ہوں - جو کہ اُن سب اعتراضوں کا جواب معقولی رنگ میں دیں - جو پادریوں نے تعصب سے اسلام اور قرآن کے بالکل اصولوں پر کئے ہیں - یہ ترجمہ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے سنہ ۱۹۰۸ء میں لکھنا شروع کیا - اور اللہ کا شکر ہے کہ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء میں ختم ہوا - اور اب چھپ رہا ہے مولوی صاحب نے اس کا حق تالیف احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو دیدیا ہے - جس کی سرپرستی کے ماتحت ولایت میں حضرت خواجہ صاحب کا مشن چلتا ہے اور آئے دن انگریزوں کو اسلام کی برادری میں شامل کر رہا ہے - اس کار خیر میں حصہ لینے کے لئے انجمن نے سب مسلمانوں کو مالی امداد دینے کے لئے دعوت دی - تا یہ چھپ کر بہت ہی برائے نام قیمت پر اور مفت ولایت میں جتنا ہو سکے تقسیم کیا جاوے - اور ہم سب کے سب ہندوستان کے مسلمان اس الٰہی فریضہ کی ادائیگی میں قاصر نہ رہیں [illegible] الٰہی تائیدوں اور نصرتوں کے مستحق ٹھہریں - جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شامل حال ہوئیں - اسی ضمن میں ایک وفد حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری اور راقم کے ذریعہ سندھ میں بھی ماہ فروری کا [illegible] پہنچا -

سندھ کے مسلمانوں نے نہایت فراخدلی سے اس کا خیر مقدم کیا - بعض نے نقد چندہ دیا - بعض نے وعدہ فرمائے جو کہ ایفاء ہو رہے ہیں - اور جونہی یہ سارے کا سارا روپیہ جو اس صوبہ سے اس کار خیر میں وصول ہو رہا ہے پہنچ گیا ہے - کل کی کل رقوم کی رسید اخبار ہذا میں انشاء اللہ تعالیٰ شایع کر دی جائیگی - فی الحال ہم اس گرانبار عطیہ کا شکریہ کے ساتھ ذکر کرنا چاہتے ہیں جو جناب خان بہادر محمد ابراہیم خان صاحب وزیر اعظم خیرپور میرس کی اسلامی محبت اور کوشش کا نتیجہ ہے - جناب ممدوح نے نہ صرف نہایت ہی مہربانی اور اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہمارے سامنے ہی پیش کیا - بلکہ حضور ہز ہائینس خیرپور میرس کی خدمت تک ہماری عرضداشت کو پہنچایا - جس پر باوجود ریاست پر گوناگون اخراجات کا بار گران ہونے کے ہز ہائینس نے مبلغ ایک ہزار روپیہ قرآن کریم کی خدمت کے لئے عطا فرمایا اور اس طرح اس مشترکہ اسلامی کام میں شمولیت فرمائی اور عند اللہ ماجور ہوئے -

ہم احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی جانب سے ہز ہائینس حضور امیر صاحب والئی خیرپور میرس اور آپ کے نہایت ہی مکرم وزیر جناب خان بہادر محمد ابراہیم خان صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ آپکو دینی اور دنیوی کامیابیاں عطا کرے - آمین!

ہم اعلان کرتے ہیں کہ وہ موعودہ ایکہزار روپیہ بذریعہ چک وصول ہو کر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے خزانہ میں انگریزی ترجمۃ القرآن کی مد میں داخل کیا جا چکا ہے *

آخر میں دیگر برادران کی خدمت میں التماس ہے کہ قرآن کریم چھپ رہا ہے - دس سیپارہ تک پروف بھی آ چکے ہیں - یہ کام تو اب ہو کر رہیگا - وقت ہے کہ آپ اس میں حصہ لیں - اور اُن سب روکوں کو جو بعض وسوسہ انداز دلوں میں ڈالدیا کرتے ہیں دُور فرما کر خدمت قرآن میں کمر باندھ لیں - حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اے بے خبر بخدمت فرقاں کمر ببند
زاں پیشتر کہ بانگ برآید فلاں نماند

ہاں خوب یاد رکھو ؎

بمفت نیست اجر نصرت دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا
اگر یاراں کنوں بر ملت اسلام رحم آرید
باصحاب نبی نزد خدا رتبت شود پیدا

تازہ خبریں

وردن میں شدید لڑائیاں - لنڈن ۲۱ مئی پیرس - وردن میں شدید لڑائیاں جاری ہیں آج شام کا اعلان مظہر ہے کہ جرمنوں نے رات کے وقت مورٹ ہوم پر اپنے حملے از سر نو شروع کئے - مشرق کی طرف تمام کوششیں پورے طور پر رد کی گئیں - لیکن جرمن مزید ڈھلوانوں پر پہلی صف کی خندق پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئے - قلعہ واکس پر توپخانہ کی شدید لڑائیاں جاری ہیں - لورین میں جرمن ایک حملے کے ذریعہ ایک خندق میں گھس آئے - لیکن فوراً باہر نکالدیئے گئے - اور وہ لاشیں اور مجروحین کو پیچھے چھوڑ گئے -

ایک فرانسیسی ہوائی سکوڈرن نے تھیون ویلی ریلوے اور سپنکورٹ اور ریزبینس اور ڈمپولیز کی فوج کے استحکامات پر حملے کئے - لیوس میں بھاری جرمن ریلوے ڈیپو پر گولہ باری کے باعث شعلے بے تحاشا دوڑنے لگیں - اور سٹیشن کی عمارتوں میں ایک وسیع آتشزدگی ہوئی - چار فرانسیسی ہوائی جہازوں اور تین فاکروں کے درمیان ایک لڑائی کے دوران میں ایک فاکر گرایا گیا - ایک اور فاکر اپنی لائینوں کے عقب میں گرنے پر مجبور کیا گیا - اور فرانسیسی جانبازوں نے اسے تباہ کر دیا *

روسی میدان جنگ - لنڈن ۲۲ مئی - پیٹروگریڈ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ جرمنوں نے علاقہ الکسٹ میں اور جھیل ریون کے شمال میں جارحانہ روش اختیار کرنے کی کوشش کی - لیکن شدید نقصان کے ساتھ پسپا کئے گئے - باقی محاذ پر صرف توپخانہ اور بندوقوں کی لڑائیاں ہوئیں - قفقاز میں روسی مدسفور موصل کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں *

سالونیکا کے گرد طوفان لنڈن ۲۲ مئی سنٹرل کا پیرس سے آمدہ ایک تار مظہر ہے کہ سالونیکا کے مراسلہ سے معلوم ہوا ہے کہ سڑکوں کی حالت اہم کارروائی کو ناممکن بنا رہی ہے - وارڈر میں سیلاب آ جانے سے دشمن کے بعض مورچے ناقابل تسخیر ہو گئے ہیں اس سے اتحادیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا *

بلجیئوں کے نام نیا حکم - برطانیہ کلاں میں مقیم ۳۵ سال کی عمر تک کے تمام اہل بلجیم کو بلجین وزیر جنگ کی طرف سے حکم دیا گیا ہے - کہ وہ بلجین فوج میں بھرتی ہوں *

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیأ و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن — جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہمان جا بود

قیمت

سالانہ ےر
ششماہی سے ر
سہ ماہی عہ ۹ر
ماہوار ۹ر طلباء سالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے -

جلد ۳ | [illegible] لاہور پنجشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۵ مئی ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۳

ترجمۃ القرآن انگریزی اور ریاست خیرپور میرس کا عطیہ

(حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے رشحات قلم سے)

اللہ تعالےٰ نے ہمارے پیارے رسول حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا بلغ ما انزل الیک من ربک اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) قرآن کو جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے۔ دُنیا میں پہنچا دو۔ محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی ایسی تعمیل کی کہ دُنیا میں اس کی نظیر ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔ بڑے بڑے انبیاء آپ کا اس امر میں مقابلہ نہیں کرسکتے۔ کوئی مجمع نہ ہوتا تھا۔ جہاں آپ اس الٰہی پیغام کو جس میں دنیا کو غم و حزن سے نجات کی راہیں بتائی گئی تھیں۔ کھڑے ہوکر آواز بلند سُنانے پائے نہ جاتے تھے۔ بڑی بڑی مصیبتیں یا جان جنتی سخت سے سخت مشقتیں اٹھانی پڑیں۔ گھر سے بے گھر ہونا پڑا۔ اینٹ اور پتھر کا نشانہ اپنے کو بنایا۔ عزیز ترین دوستوں اور رشتہ داروں سے داغ مفارقت برداشت کیا۔ لیکن اپنے پیارے کے اس فرمان کی تعمیل میں کوتاہی نہ کی۔ یہاں تک کہ مکہ سے نکلکر عرب۔ شام۔ مصر۔ ایران۔ ترکستان۔ یورپ۔ افریقہ اور چین و ہندوستان کے کناروں سے پار آپکی یہ آواز پہنچی۔

نتیجہ کیا ہُوا۔ وہی جسکا وعدہ فاولٰئک ھُمُ المفلحون میں دیا گیا تھا۔ یعنے کامیاب و بامُراد ہوگئے۔ وہ جو اکیلے تھے اُنکی کروڑوں کی تعداد میں جماعت بنا دی۔ وہ جو یتیم تھے۔ نہ صرف خود ہی دنیا کے بادشاہ اور نگہبان بن گئے۔ بلکہ اُن کے غلاموں کو بڑی بڑی سلطنتوں کے تخت و تاج نصیب ہوئے۔ وہ جو غریب تھے امیر الامراء بنا دیئے گئے۔ وہ جو ایک جنگل و بیابان اُمی ملک کے رہنے والے تھے بڑی بڑی مہذب قوموں کے اُستاد بنا دیئے گئے وہ جو بت پرست ملک کے جس میں ہر ایک قسم کا گند اور فسق و فجور پھیلا ہوا تھا رہنے والے تھے دنیا جہان کے مزکی بن گئے۔ نہ صرف خود ہی محبوب خدا کا لقب پایا۔ بلکہ اپنے ماننے والوں کو اولیاء اللہ کے درجوں تک پہنچایا۔ نہ صرف اپنی زندگی میں ہی کامیاب و بامراد ہوگیا بلکہ درصار [illegible] بھی ابد الآباد تک دنیا میں افضل البشر کا خطاب پایا۔ یہانتک کہ آج تیرہ صد سال بعد بھی کروڑ ہا انسان اپنی جان فدا کرنے کو تیار پائے جاتے ہیں

الغرض یہ کچھ ایسی کامیابی نہیں جو کہ زمانہ نظر سے کبھی پوشیدہ رہ سکے۔ یہ ساری کامیابی کیوں ہوئی صرف اس لئے کہ آپ نے جو حق بلغ ما انزل الیک من ربک کا تھا۔ وہ ادا کیا۔ قرآن کو دنیا میں پہنچایا اور ایسا پہنچایا کہ اب اسکو کوئی طاقت دنیا میں نیست و نابود نہیں کرسکتی۔ لیکن اے برادران فی الاسلام کیا یہ الٰہی حکم صرف نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی تھا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ صحابہ کرامؓ کا (جو کہ اس ارشاد کے اصل مفہوم کو خوب سمجھتے تھے) نمونہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ ہر ایک جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر قدم مارنے کا مدعی ہو اور اپنے کو مسلمان کہتا ہے۔ اُسپر یہ لازم ہے کہ اس الٰہی فرض کو اُسی طرح ادا کرے جسطرح نبی کریم صلعم اور آپ کے پاک صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے ادا کیا۔

پس اے مسلمان کہلانیوالو! سنو اور خوب غور سے سُنو! ہمارے قرون اولٰی کے بزرگوں یعنے صحابہ کرامؓ نے جب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کی پیروی کی۔ وہ دنیا جہان میں معزز و مکرم ہوگئے۔ ان کے بعد جب مسلمانوں نے اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی دکھلائی۔ وہ دنیا میں ذلیل ترین قوم بن گئے۔ یہ تاریخی واقعات ہیں۔ ان سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اگر تم عقلمند اور دُور اندیش ہو۔ تو اس نمونہ سے فائدہ اٹھاؤ۔ اور قرآن کی خدمت میں کمربستہ کھڑے ہو جاؤ۔ تب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۵ - مئی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۴۳ جلد

اکلوتا بیٹا

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کامل پور)

محمودیئے بھی عجب بامذاق لوگ ہیں۔ ایک طرف تو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ کے غلط مفہوم کو دنیا میں مشہور کرکے اپنی سخن فہمی کا یوں خاکہ اڑاتے ہیں کہ سوائے مسیح موعود کے کوئی نبی نہیں۔ یعنی تیرہ سو سال میں سوائے حضرت مرزا صاحبؑ کے تمام اُمت نبوت کے انعام سے محروم رہی اور اُس کی وجہ یہ ہے کہ تا مسیح موعود کی خصوصیت نبی اللہ ہونے کی جاتی نہ رہے۔ دوسری طرف ختم نبوت کی تردید میں انا اعطینٰک الکوثر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کثرت اولاد روحانی کی دی گئی ہے۔ اگر آپ نبوت کا دروازہ بند کر گئے تو گویا کمالات روحانی کا دروازہ آپ کی بعثت سے مسدود ہوگیا۔ اس طرح نہ صرف آپ ابتر ہی ٹھیرے بلکہ بقول میاں محمود صاحب آپ کی بعثت (نعوذ باللہ) دنیا کے لئے ایک لعنت ہوگئی۔ کیونکہ روحانی کمالات سے نسل انسانی محروم رہ گئی۔ اب میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت بوجہ ختم نبوت ہو جانے کے کسی نبی کے آنے کے لئے مانع اور روک ہو تو وہ بقول میاں محمود لعنت ٹھہرتی ہے۔ تو پھر مسیح موعود کی نبوت جو تیرہ سو برس تک تمام اولیائے اُمت کو کمالات نبوت کے حاصل کرنے سے مانع رہی اور مسیح موعود کی خصوصیت نبوت تمام اُمت کو کمالات روحانی کے حصول سے روکتی رہی تو کیوں نہ مسیح موعود کی نبوت بھی نعوذ باللہ ایک لعنت قرار دیجائے اگر کوئی نبوت کسی وجہ سے دوسرے نبیوں کے آنے کے لئے مانع ہو تو وہ تو پھر ان کے مسلمات کی بنا پر بقول میاں محمود ایک لعنت ہے۔ مسیح موعود کی نبوت بھی ۱۳۰۰ برس سے دوسرے نبیوں کے لئے مانع رہی ہو اس لئے وہ بھی لعنت ٹھہری کیونکہ مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت نے دیگر اولیائے اُمت کو اس مقام پر نہ پہنچنے دیا جو نبیوں کا تھا حالانکہ وہ تمام عمر اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی دعائیں مانگتے رہے۔ اور ناک رگڑتے رہے۔ اور رضامندئ الٰہی کے حصول کی کوشش کرتے رہے۔ مگر شیئۃ ایزدی مجبور تھی کیونکہ صرف مسیح موعود کو ہی نبوت ملنی تھی ورنہ آپ کی خصوصیت نبی بننے کی ٹوٹتی تھی۔ پس اس خصوصیت کی پخ نے تمام اولیائے اُمت کو ترقیات روحانی سے محروم رکھا۔ جس کی وجہ سے مسیح موعود کی نبوت خطرناک طور پر لعنت ثابت ہوتی ہے۔ (نعوذ باللہ منہا) کیونکہ اس نے اُمت محمدیہ کے تمام کمالات کو تیرہ سو برس تک روکے رکھا۔ اب کہیں خدا خدا کرکے نبی بنکر مسیح موعود آیا تو کمالات روحانی کا دروازہ کھلا لیکن اس میں بھی ایک مشکل ہے وہ یہ کہ اگر مسیح موعود کے بعد اور نبی بھی آئینگے تو مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت تو جاتی رہی۔ کیونکہ نبی جیسے پہلے آئے ویسے بعد میں آئے۔ جب مسیح موعود کے سوا دوسروں کو نبوت مل گئی تو پھر مسیح موعود کی خصوصیت نبوت تو جاتی رہی اور حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۳۹۱ بھی منسوخ ہوگیا۔ اور اگر بعد میں نبی کوئی نہ آیا اور یہ خصوصیت برقرار رہی تو پھر اُمت محمدیہ کی بدقسمتی آگے تیرہ سو برس تک یہی جھینکنا جھینکا اب قیامت تک یہی رونا چلا چلیگا۔ کہ مسیح موعود کی نبوت تمام اُمت محمدیہ کو ترقیات روحانی اور کمالات و انعامات کے حصول سے روکے رکھیگی۔ گویا نبوت مسیح موعود دنیا کے لئے رحمت نہیں بلکہ نعوذ باللہ ایک مصیبت اور لعنت ہے۔ پھر اب سورہ فاتحہ کی دعا بھی پڑھنی عبث ہے، کیونکہ انعمت علیھم کا کامل مصداق اب کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ کوثر تو کثرت اولاد کو چاہتا تھا مگر یہاں تو صرف ایک "اکلوتا بیٹا" ہی ہو کر رہ گیا اور کیوں نہ ہو۔ خدا کا بھی "اکلوتا بیٹا"، مسیح اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی "اکلوتا بیٹا" مسیح ہمارے محمودی دوست اُمید ہے اس اپنی مماثلت اور مناسبت پر پھڑک اُٹھینگے۔ (اور سلے باز بھینگے) خدا نے کوثر کا وعدہ تو کیا مگر پورا نہ کر سکا۔ کچھ لڑکے دیئے تو وہ کچے اور ادھورے۔ ناقص جو ہرگز قابل فخر نہیں ہوسکتے۔ بلکہ ان کی ناقص حالت باعث ننگ و عار ہونی چاہئے۔ لیکن سچ پوچھو تو یہ ان کا بھی قصور نہیں جب خدا نہ کسی کو کامل بنانا چاہے تو بندہ کا کیا قصور۔ خدا بھی نعوذ باللہ کس قدر دھوکے باز ہے کہ ایک شخص کی خصوصیت کے لئے تمام اُمت کو کمالات روحانی سے روک دیا اور خواہ وہ کتنے ہی ہاتھ پاؤں ماریں آن کو آگے بڑھنے ہی نہیں دیتا۔ کیونکہ اگر وہ بھی کامل ہو جائیں تو خطرہ ہے کہ نبی بنکر مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت کو توڑ دیں۔ سنتے ہیں کہ میاں محمود صاحب کو خدا نے دو دو ردو کھڑے ہو کر کہا ہے کہ اب اور بھی نبی آئینگے مگر خدا جانے اب وہ خدا کی غیرت مسیح موعود کے لئے کہاں چلی گئی۔ جب اور بھی نبی آئینگے تو مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت تو جاتی رہی اور پھر ایک اور بڑی مشکل ہے اور وہ ایسا معمہ ہے کہ اگر میاں محمود صاحب اس کو حل کر دیں تو میں اُن کا نہایت مشکور ہونگا۔ وہ یہ کہ میاں محمود صاحب مانتے ہیں کہ اس اُمت میں نبوت اکتسابی ہے۔ یعنی عمل سے نبوت مل سکتی ہے۔ جیسا کہ مسیح موعود کو ملی۔ تیرہ سو برس کی روک تو اب کسی وجہ سے اُٹھ گئی ہے اور خدا کو مسیح موعود کی نبوت کی خصوصیت کا اب اتنا کچھ بہت خیال بھی نہیں رہا ہے کیونکہ میاں صاحب نے ہی یہ بات خود خدا کے منہ سے سنکر ہمیں بتلائی ہے کہ اب اور بھی نبی آئینگے۔ یعنی نبوت ہر ایک محنت کرنے والے کو اب برملا ملیگی۔ کوئی روک اور ٹوک نہیں رہی۔ تو بالکل ممکن ہے کہ ایک وقت میں کئی مومن ترقی کرکے نبی بن جائیں۔ پس یہ لوگ جو نبی بنینگے اُس وقت اپنی اپنی نبوت لوگوں سے منوانے لگینگے۔

محمد رسول اللہ صلعم اور مسیح موعود کی نبوتیں تو بالائے طاق رہیں یہاں تو آئے دن نبیوں کا ایک تانتا بندھا رہیگا۔ اور جس کو نہ مانا بس کافر ہوگئے۔ یہ نبی بھی ایک دوسرے پر ایمان لایا کرینگے۔ اور اگر ایک نبی دوسرے کو نہ مانیگا تو وہ بھی کافر۔ تو حالت اُمت کی یہ ہوگی کہ ایک طرف تو نبی بنا کرینگے دوسری طرف کافر بنا کرینگے۔ جہاں ایک مومن ترقی کرکے نبی بنا اور اسلامی دنیا پر ایک ہیبت پڑ گئی۔ یا تو ساری دنیا اُس کو مانے ورنہ کافر۔ سو مومن ہندوستان میں نبی بن گئے پچاس ایران میں دو سو عرب میں علیٰ ہذا القیاس۔ اب یا تو ان سب نبیوں پر ایمان لاؤ اور جو کہیں اس بھیڑ بھاڑ میں کوئی نبی رہ گیا تو گھر بیٹھے ہی کافر ہوگئے۔ چلو چھٹی ہوئی۔ سارا کیا کرایا اکارت گیا۔ یہ مصیبت اس لئے ہے کہ نبوت اس اُمت میں آکر اکتسابی ہوگئی پہلے تو وہبی تھی جب خدا چاہتا تھا اور دنیا کو اس کی ضرورت ہوتی تھی تو خدا تعالیٰ ایک ایسا شخص پیدا کر دیتا تھا جو دنیا میں اصلاح کے لئے مامور تھا اور اس کو ویسے ہی جوہر اور استعداد بھی عطا فرماتا تھا اُس کا ماننا ضروری ہوتا تھا۔ تا لوگ خدا کی ہدایتوں سے متمتع ہوں۔ مگر اب مشکل یہ آن کر پڑ گئی ہے کہ نبوت اکتسابی ہوگئی ہے۔ جس نے عمل کیا وہ نبی بن گیا۔ اگر خدا نبی بننے سے اس لئے روکے کہ ضرورت نہیں تو یہ صریح ظلم ہے۔ کہ ایک شخص کو کمالات کے حصول سے روکا جائے۔ پس ضرورت ہو یا نہ ہو لوگ نبی بنتے چلے جائینگے۔ اور اگر ساری دنیا عمل کرے تو سب کی سب نبی بن سکتی ہے۔ جہاں کچھ لوگ نبی بنے بس اُنہوں کا فرض ہے کہ ان تمام انبیاء کرام پر ایمان لائیں ورنہ کافر آج پچاس

نبیوں پر ایمان لاکر مومن بنے تھے رات کو ایران میں اور دس دن نبی بنگئے۔ امتی صاحب کولھو کے بیل کی طرح پھر وہیں کے وہیں۔ یعنی کافر کے کافر کہیں اخباروں کے ذریعہ پتہ لگ گیا تو بیعت کا کارڈ سب نبیوں کی خدمت میں لکھدیا اور جو کہیں بے خبری ہی میں دم نکل گیا تو سیدھے جہنم کا راستہ لیا۔ روز نبی بنا کرینگے۔ روز کافر بنا کرینگے۔ اس مصیبت سے چھٹنے کی ایک ہی ترکیب ہے وہ یہ کہ کوشش کر کے سب نبی بن جائیں۔ ورنہ یہ مصیبت تو اب گلے پڑی۔ یہ نبوت کا سیلاب تو مسیح موعود کی وجہ سے رکا پڑا تھا۔ اب کیا ہے۔ اب روز نبی لو۔ سورہ فاتحہ کی دعا میں انعمت علیہم بننے کے لئے دعا کیوں سکھائی گئی تھی اسی لئے۔ وہ تو مسیح موعود کی خصوصیت نبوت قائم رکھنے کے لئے تیرہ سو برس تک یہ دعا قبول نہیں ہوئی تھی اب روز لو۔ اُمتی نبی بنا کرینگے اچھا تھا۔ اس کا تو کوئی غم نہیں تاکہ خوشی کی بات تھی۔ مگر مشکل تو یہ ہے جہاں ایک اُمتی نبی بنا دوسرے ناکردہ گناہ کفر کے گڑھے میں جا گرے۔ یا تو اس نبی کے امتی بنیں ورنہ کافر۔ ایک کی ترقی دوسرے کے تنزل کا باعث۔ ایک کا نبی بننا دوسرے کے لئے کفر کا دروازہ کھول رہا ہے عجب مصیبت کا سامنا ہے۔ اُمید ہے اس مشکل کا حل خود جناب میاں صاحب ہی فرمائینگے ورنہ یہ وہ راز سربستہ ہے جہاں عقل انسانی کے آکر پر جلتے ہیں۔ خیر یہانتک تو محمودیوں کے مسلمات سے بحث تھی۔ اب آؤ میں تمہیں کوثر کے معنے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام معجز نظام سے سناؤں۔ حضرت صاحب اعجاز احمدی میں جو نومبر ۱۹۰۲ء کی تصنیف ہے فرماتے ہیں ؎

(۱)
وانّی ورثت المال محمد
فما انا الا آله المتخیر

ترجمہ۔ اور میں محمد صلعم کے مال کا وارث بنایا گیا ہوں۔ پس میں اس کی آل برگزیدہ ہوں جس کو ورثہ پہنچگیا۔

(۲)
اتزعم ان رسولنا سید الوریٰ
علیٰ زعم شانئه توفی ابتر

ترجمہ۔ کیا تو گمان کرتا ہے کہ ہمارے رسول اللہ صلعم نے بے اولاد ہونے کی حالت میں وفات پائی۔ جیساکہ دشمن بدگہر کا خیال ہے۔

(۳)
فلا والذی خلق السماء لاجله
له مثلنا ولد الی یوم یحشر

مجھے اس کی قسم کہ جس نے آسمان بنایا کہ ایسا نہیں۔ بلکہ ہمارے نبی صلعم کے میری طرح اور بھی بیٹے ہیں اور قیامت تک ہونگے۔

اس میں حضرت صاحب نے صاف طور پر کوثر کی تفسیر فرمادی ہے کہ حضور کی طرح آنحضرت صلعم کے بیٹے ہوتے رہے آپ بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہینگے۔ اور آپ کے مال کے وارث ہونگے۔ یہ وہی مال اور وہی وراثت ہے جس کا ذکر حدیث العلماء ورثة الانبیاء میں ہے۔ یعنی نبوت کی وراثت اور وراثت میں وہی جزو نبوت کا ملنا ہے جو حدیث لم یبق من النبوة الا المبشرات میں مذکور ہے۔ کوثر کے وعدہ کے مطابق کثیر التعداد لوگ آنحضرت صلعم کے اس مال کے وارث ہوئے اور مبشرات والی نبوت کے وارث بنے اور انہیں میں حضرت مسیح موعود بھی ہیں جیساکہ مثلنا ولد الی یوم یحشر سے ظاہر ہے۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صفحہ ۳۹۱ حقیقة الوحی میں کس خصوصیت کا ذکر ہے۔ **مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کی**۔ یعنی اس کثرت سے اور اولیائے اُمت کے ساتھ مکالمہ نہیں ہوا۔ لیکن مبشرات کی حد سے تو حضرت مسیح موعود پھر بھی باہر نہیں نکلے۔

مبشرات یعنی مکالمہ مخاطبہ ایک جزو ہے نبوت کا جیساکہ حدیث سے ظاہر ہے۔

تمام اولیائے اُمت کو یہی مبشرات والی نبوت ملی۔ یعنی مکالمہ مخاطبہ ہوا۔ کسی کو کم کسی کو زیادہ۔ حضرت مسیح موعود کو سب سے زیادہ۔ مگر یہ سب کی سب ہیں تو وہی مبشرات والی نبوت کسی کو مبشرات کم ہوئے کسی کو زیادہ ہوئے۔ مگر ہیں تو وہی مبشرات جو نبوت کا جزو ہیں بہت ہوں یا تھوڑے ہوں جب تک مکالمہ مخاطبہ کو نبی کہلانے کا باعث قرار دیا جائیگا۔ نبوت کا قدم مبشرات سے باہر نہیں جائیگا۔ جاؤ سارا صفحہ ۳۹۱ چھان مارو۔ بلکہ ساری حقیقة الوحی کو پڑھ جاؤ۔ تمام کتب پر نظر ڈالو۔ ہر جگہ مکالمہ مخاطبہ ہی نبوت کی بنا قرار دی گئی ہے۔ اسی کی کثرت کو لغوی معنوں میں لاکر نبوت فرما دیا ہے۔ اور صاف طور پر فرمادیا ہے کہ یہ ایک مجاز ہے جو حقیقت نہیں جیساکہ سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز لا علی وجه الحقیقه خود حقیقة الوحی میں موجود ہے۔ الغرض مکالمہ مخاطبہ کی خواہ قلت ہو یا کثرت بہرحال وہ مبشرات ہی کہلائیگا پس جس نبوت کی بنا مکالمہ مخاطبہ ہوگی خواہ وہ قلیل ہو یا کثیر وہ نبوت مبشرات کے دائرہ سے باہر نہیں جائیگی اور اسی لئے لازمی طور پر لم یبق من النبوة الا المبشرات کے ماتحت وہ ایک جزوی نبوت ہوگی۔ لہٰذا مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کی حالت میں اس جزوی نبوت کے پانے والے کو لغوی معنی کے لحاظ سے مجازی طور پر نبی کہہ سکتے ہیں۔ اور یہی وہ خصوصیت ہے جس کا ذکر حقیقة الوحی صفحہ ۳۹۱ میں کیا گیا ہے۔ حدیث شریف کی پیشگوئی میں نبی کے نام پانے کی خصوصیت کا ذکر فرمایا ہے اور اس کی وجہ مکالمہ مخاطبہ کی کثرت بتلائی ہے۔ پھر یہیں تک نہیں رکھا۔ اسی حقیقة الوحی میں نبی کے نام پانے کو سمیت نبیا من اللہ علی طریق المجاز کہہ کر صاف کردیا کہ یہ نبی کا نام پانا مجازی طور پر ہے نہ کہ حقیقی طور پر کیونکہ مبشرات کا پانے والا نبی حقیقت میں نہیں ہوتا وہ صرف ایک جزوی نبی ہے۔ جب اُسے نبی کہینگے تو مجاز کے رنگ میں کہینگے۔ نہ کہ حقیقت کے رنگ میں۔ اور اگر آپ نہ بھی صاف کرتے تب بھی آپ کا نبی کے نام پانے کی خصوصیت کو مکالمہ مخاطبہ کی کثرت کا ہو خواہ قلت بہرحال وہ مبشرات ہے۔ اور مبشرات ایک جزو ہے نبوت کا۔ مگر آپ نے صاف فرمادیا کہ مسیح موعود کو باوجود جزوی نبی ہونے کے جو حدیث میں نبی کہا گیا وہ ایک مجاز تھا جو کہ مبشرات کی کثرت کی وجہ سے لغوی معنی کے لحاظ سے بولا گیا ہے۔ گویا آپ کی خصوصیت اس بات پر مبنی نہیں کہ اور اولیائے اُمت کو تو مبشرات والی نبوت ملی۔ اور آپ کو اس سے بڑھکر کچھ مل گیا۔ نہیں مبشرات ہی دوسروں کو ملے۔ اور مبشرات ہی آپ کو ملے صرف قلت اور کثرت کا فرق رہگیا۔ آپ چونکہ سرتاج اولیاء تھے اس لئے لازمی طور پر آپ کو سب سے زیادہ ملنی چاہئے تھی مگر ملی وہی جو سب کو ملی یعنی مبشرات والی نبوت مبشرات کی کثرت کی وجہ سے لغوی معنی کے لحاظ سے مجازی طور پر حدیث میں آپ کے لئے نبی کا لفظ آگیا اور یہ ایک خصوصیت ہے والا ہے یہ وہی مبشرات والی نبوت جو جزو ہے نبوت کاملہ کا اور جو تمام اولیاء اُمت کو ملتی رہی ہے۔ مبشرات کی کثرت اس کو مبشرات کے دائرہ سے باہر نہیں لیجا سکتی۔ کتنی بھی کثرت ہو ہے تو وہی مبشرات۔ پس جب مسیح موعود کی نبوت مبشرات سے باہر نہیں جاتی تو فیصلہ ہوگیا کہ وہ ایک جزوی نبی ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے آپ پر نبی کا لفظ بولا جائیگا تو وہ ایک مجاز ہوگا نہ کہ حقیقت۔ اب آؤ میں یہ بھی بتلادوں کہ حضرت صاحب کا جو مذہب جزوی نبوت کا شروع میں تھا وہی حقیقة الوحی میں تھا۔ چنانچہ حقیقة الوحی میں فرماتے ہیں ما عنی اللہ من نبوتی الا کثرة المکالمة والمخاطبة ولعنة اللہ علی من اراد فوق ذالک۔ یعنی خدا کی مراد میری نبوت سے سوائے کثرت مکالمہ مخاطبہ کے اور کچھ نہیں۔ اور خدا کی لعنت ہو اس پر جو اس سے زیادہ کچھ مراد رکھتا ہو۔ پس اگر نبوت کثرت مکالمہ مخاطبہ کا ہی دوسرا نام ہے تو کیا اس میں حضرت صاحب نے یہ فرمایا کہ میری نبوت سے مراد خدا کی سوائے کثرت مکالمہ

کثرت پر نبی قرار دینا ہی کافی تھا کیونکہ مکالمہ مخاطبہ کی کثرت

سے اور کچھ نہیں۔ لوگوں کو نعوذ باللہ صریح دھوکا نہیں دیا۔ جب تک نبوت کے مفہوم اور کثرت مکالمہ کے مفہوم میں مغائرت ہو یا کثرت مکالمہ نبوت کی جز نہ ہو یہ فقرہ صحیح نہیں ہو سکتا۔ خوق ذالک نے بات صاف کر دی کہ کثرت مکالمہ نبوت کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ اگر نبوت کے مفہوم میں کثرت مکالمہ کے سوا اور کچھ بھی نہیں جن کی یہاں نفی کی گئی ہے۔ ورنہ اس طرح مسیح موعود پر یا تو نعوذ باللہ دھوکا دہی کا الزام آتا ہے یا یہ ماننا پڑے گا کہ حقیقۃ الوحی کی تصنیف تک بھی حضرت صاحب نبوت کا صحیح مفہوم نہ جانتے تھے اور یہ میاں محمود صاحب کا ہی حصہ تھا کہ انھوں نے اس گتھی کو سلجھایا۔ اور اپنے مقدس باپ کی غلطی کو درست کر کے نبوت کے صحیح مفہوم سے دنیا کو آگاہ کیا اور بقول ہمارے میر حامد شاہ صاحب سیالکوٹی آنچہ پدر نہ تواند پسر تمام کند کی مثل کو زندہ کر دیا۔ اور جس کی وجہ سے عام محمود میں فنا ہو کر حد سے بڑھ گیا۔ اگر در خانہ کس است ہمیں قدر بس است و آخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

(خاکسار بشارت احمد عفی اللہ عنہ)

الاخبار والآراء

کانفرنس قانون رواج پنجاب کی رپورٹ

گذشتہ ستمبر ۱۹۱۵ء میں پنجاب کے قانون کو منضبط کرنے کی غرض سے جو کمیٹی شملہ میں منعقد ہوئی تھی اور جس کا تذکرہ ہم نے بھی پیغام صلح میں کیا تھا اور مسلمانوں کی اس ناسمجھی اور شریعت کی طرف سے فقدان رجحان پر جو آئے دن کے مقدمات کی صورت میں رونما ہو کر بالآخر اس انضباط قانون کی تجویز کا باعث ہوئی اظہار افسوس کیا تھا اور گورنمنٹ عالیہ کو اس بات کی طرف متوجہ کیا تھا کہ شریعت اسلامی کا قانون وراثت ہی ایک چیز ہے جو ان آئے دن کی پیچیدگیوں کو جو مقدمات کی صورت میں واقع ہوتی ہیں رفع کرنے والا ہے۔ ورنہ رواج اول تو ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور دوسرے اب بھی سب جگہ ایک جیسا رواج نہیں اس لئے بہتر یہی ہے کہ مسلمانوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ قانون شریعت پر ہی عامل ہوں اور تمام رواجات کو قطعًا اڑا دیا جائے۔ اب اس کانفرنس کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے اس سے ظاہر ہے کہ کانفرنس مذکور کو بھی رواج کے متعلق اسی قسم کی پیچیدگیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ اور کوئی بھی ممبر ایسا نہیں جو پنجاب کے رواجوں کے منضبط کرنے کو سہل الحصول امر قرار دے۔ اسی لئے بعض ممبروں نے اس کی بکلی مخالفت بھی کی ہے۔ مثلاً آنریبل مسٹر محمد شفیع نے "پنجاب کی دیہاتی آبادی کے کثیر التعداد عناصر میں یکسانیت کو صرف ناممکن الحصول بتاتے ہوئے اخبارات کے مخالفانہ مضامین اور بعض موصول شدہ چٹھیات کا بھی تذکرہ کیا اور بتایا کہ رسم و رواج کا انضباط کو ایجیٹیٹروں کے ہاتھ میں زرعی آبادی کے مذہبی احساسات و جذبات کو بھڑکانے کا ایک آلہ دیدیگا"

اس بات سے تو ہمیں خوشی ہے کہ آنریبل مسٹر محمد شفیع نے اپنے ہی قومی رسوم و رواج کے خلاف کانفرنس میں رائے دینے میں خلاف توقع جرات اور ہمت سے کام لیا۔ اگرچہ اس کے ساتھ بھی "سردست" اور "حالات موجودہ" کی شرائط عائد کر کے گویا اسے نیم بسمل سا بنا دیا۔ اور شریعت کی "تائید اس قدر زور سے نہیں کی جیسی کہ کرنی چاہئے تھی۔ لیکن یہ دیکھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا کہ زرعی آبادی کو مذہب کی طرف راغب کرنے اور رواج کے خلاف "تلقین" کرنے والوں کو انھوں نے ایجیٹیٹر قرار دیا۔ کسی کے مذہبی جذبات و احساسات کو کسی بدنیتی سے بھڑکانا اور انھیں مائل بہ فساد کرنا بیشک ایک بہت نامناسب بات ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا ایسی باتیں مسلمانوں کے اندر پائی بھی جاتی ہیں۔ یا یہ محض مسٹر محمد شفیع کے جوش رقابت کا ظہور ہے۔ افسوس ہے کہ مسٹر محمد شفیع جیسا مقتدر اور مصلحت اندیش انسان گورنمنٹ کے سامنے اس طرح سے اپنے ہم مذہبوں کو خواہ مخواہ بدنام کرنے ہو ایک غلط الزام ان پر تھوپے یا یوں کہنا چاہئے کہ ایک امر نیک کو جو محض وعظ و تلقین تک محدود ہے ایک برے رنگ میں ظاہر کر کے ایک غلط رویہ کا مرتکب ہو رہا ہے بہرحال رپورٹ مذکور ہمیں امید ہے کہ گورنمنٹ کو قانون رواج کے انضباط کی تجویز کو مسترد کر دینے پر مجبور کر دیگی۔ اور اس لئے یہ استدعا کرنا بالکل غیر مناسب نہ ہوگا کہ گورنمنٹ عالیہ اس کے دوسرے پہلو یعنی شریعت پر عامل ہونے کیلئے دیہاتی مسلمانوں کو مجبور کرے اور اسی کو ایک قطعی قانون قرار دیدے۔

چماروں کی ہڑتال اور آریہ اور مسیحی صاحبان

بہت دنوں سے اخبارات میں یہ خبر گشت لگا رہی ہے کہ دہلی میں ہزار چماروں نے جو جوتے بنا کر جفت فروشوں کے پاس بیچا کرتے تھے اس بنا پر ہڑتال کر دی ہے کہ جفت فروش ان سے ایک پیسہ فی روپیہ کے حساب سے کٹوتی لیتے ہیں جسے وہ دینا نہیں چاہتے۔ کہتے ہیں کہ دہلی میں قریبًا تمام قسم کی تجارتوں میں ... ایسی کٹوتیاں عمل میں آتی ہیں۔ اور چماروں سے بھی یہ کوئی نئی کٹوتی نہیں بلکہ ہمیشہ سے یہی دستور چلا آتا ہے اس لئے چماروں کی اس ہڑتال کی بنا اصلی کچھ اور ہے اور وہ اس طرز عمل سے ظاہر ہے جو مسیحی مشنریوں نے اس موقعہ پر اختیار کر رکھا ہے۔ چنانچہ پیسہ اخبار کا ایک نامہ نگار ملکہ باغ میں چماروں کے ایک جلسہ کی خبر دیتا ہوا رقمطراز ہے کہ "ایک معزز پادری صاحب تشریف لائے اور اپنی تقریر میں چماروں کو ترغیب دی کہ جوتے والے جب تک ایک پیسہ فی روپیہ کٹوتی سے دست بردار نہوں ان کے ہاتھ مال مت فروخت کرو" گویا یہ ہے وہ صلح و امن کی تعلیم جو مسیحی مشن کا مقصد اصلی بیان کیا جاتا ہے۔ اس سے، تو سوائے اس کے کہ دوسروں کی طرف نفرت و حقارت پھیلا کر انہیں دام میں پھنسانے کے نامبارک اصول پر پادری صاحبان کا عملدرآمد دکھائی دے اور کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ چماروں کی سبیل معاش سوائے جوتے بنا کر جفت فروشوں کے پاس بیچنے کے اور کچھ نہیں اور ماسوا اس کے ان میں سے ہر ایک اپنے سر پر بہت بھاری قرض کا بوجھ رکھتا ہے جو جفت فروشوں سے انھوں نے لیا ہوا ہے۔ ان حالات میں سوائے اس کے کہ یہ سمجھا جائے کہ پادری صاحبان ان کی روزی کے کفیل ہوئے ہیں اور اس طرح سے انھیں عیسائیت کے جال میں پھنسانے کے لئے گویا یہ دانہ ڈالا ہے اور تو کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ بالمقابل آریہ صاحبان بھی انھیں اپنے ساتھ شامل کرنے کے لئے زور مار رہے ہیں۔ دیکھئے اس مقابلہ میں کون کامیاب ہوتا ہے کہتے کہ چماروں نے جفت فروشوں پر کچھ جھوٹے دعوے بھی دائر کئے تھے مگر وہ خارج کر دئے گئے۔ بالمقابل جفت فروشوں نے جو فوجداری دعوی خیانت مجرمانہ کے چماروں پر دائر کئے ان میں سے کسی کو سزا ہو گئی اور بعض نے روپے ادا کر دئے۔ ہندوستان میں چماروں کی یہ ہڑتال اپنے رنگ میں پہلی مثال ہے۔ دیکھئے ابھی آگے کیا کچھ ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک ایسے اقتصادی معاملہ کو خواہ مخواہ مذہبی سوال بنا لیا گیا ہے جو سوائے اس کے کہ ایک دوسری قوم میں نفرت و کدورت کی خلیج کو اور بھی وسیع کرے اور کوئی نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

صداقت اسلام

معزز ہمعصر آریہ گزٹ نے جو سلسلہ اختلافات قرآن کے نام سے شایع کیا تھا۔ اس کا جواب خاکسار نے بفضلہ ایسا کافی اور شافی دیا تھا۔ کہ ہمارے دوست ایڈیٹر آریہ گزٹ کے نامہ نگار ایڈیٹر الفضل کے مضمون کا جواب دیتے ہوئے ہمارے مضمون کے جواب میں مضمون واحد کہکر ٹال گئے جس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ کہ ایک پنڈت صاحب گھوڑا اُڑائے چلے جارہے تھے کہ ایک جگہ گھوڑا ٹھٹکا اور بگڑ بیٹھا۔ پنڈت جی نے ہرچند چابک رسید کئے۔ پچکارا۔ ایڑ لگائی مگر کچھ بن نہ آئی۔ اب دل میں خوف پیدا ہوا۔ کہ اگر کسی شخص کو پتہ لگ گیا۔ کہ پنڈت جی ایسے شہسوار ہیں۔ تو بڑی کرکری ہوگی۔ جیب سے چٹھی نکالکر باچنی (پڑھنی) شروع کردی۔ اتفاق سے پیچھے سے ایک اور سوار بھی آرہے تھے۔ اور اُن کا گھوڑا بھی وہیں آکر رک گیا۔ اب سوار کو فکر ہوا۔ کہ کہیں پنڈت جی کو پتہ نہ لگ جائے۔ کہ ان کے گھوڑے نے چلنے سے جواب دیدیا ہے۔ مُفت میں ندامت اٹھانی پڑے گی سوار صاحب نے بھی کچھ سوچ کر پنڈت جی کے گھوڑے کے ساتھ گھوڑا ملاکر اُن کا خط پڑھنا شروع کردیا۔ پنڈت جی کہنے لگے اے دشت بیگانہ خط پڑھتا ہے۔ تجھے اتنی تمیز (تمیز) نہیں۔ کہ کسی کا خط پڑھنا منع ہے۔ سوار صاحب نے کہا۔ پنڈت جی کچھ ہرج کا بات نہیں۔ مضمون ہم دونوں کا واحد ہے۔ یہی حال ہمارے آریہ دوست کا ہے۔ کہ جب آپ کا توسن فکر منیقدمی سے ٹھٹکا۔ تو معشوقانہ ادا سے ہمیں چرب زبانی کا خطاب دیدیا۔ اور لگے غرور حسن سے فرمانے کہ تم ہمارے حسن کے قدردان نہیں ہو۔ ہمارا حسن مانگا تانگا نہیں ہے۔ ہمنے خود قرآن سے اعتراضات اخذ کئے ہیں۔ اور تم سنسکرت سے امی ہو۔ اور تم عربی کے فاضل اجل ہیں۔ مگر جب خدائی حسن کا ثبوت دینے لگے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ نوٹ بک گھر میں بھول آئے۔ ہمنے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ پس خوردہ کھانے سے خواہ مخواہ ندامت اٹھانی پڑے گی۔ اور یہاں حسن و ناز اکت آپ جواب کی تاب نہ لاسکیں گے اور آپکی بلا اس مصیبت میں پڑے کہ آیت زیر بحث ..... میں لفظ آیت معرفہ ہے یا نکرہ۔ اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ "کہاں میں نے نکرہ کی جگہ معرفہ اور معرفہ کی جگہ نکرہ کا معنی لیا ہے"

ناتھ جی! ؎

میں نے نہ کہا تھا کہ اس خوں سے درگذر
سودا کا قتل ہے۔ چھپایا نہ جائے گا

آپ کو ابھی تک یہ بھی پتہ نہیں کہ آیت زیر بحث کے جو معنے آپ نے مراد لیکر اعتراض کیا ہے۔ ان میں لفظ "ایتہ" کو نکرہ سمجھکر معنے کئے ہیں۔ یا معرفہ سمجھکر۔ ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اور پھر طرفہ تر یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ "کہاں میں نے نکرہ کی جگہ معرفہ اور معرفہ کی جگہ نکرہ کا معنی مراد لیا ہے۔" نہیں صاحب آپ نے تو معرفہ کی جگہ نکرہ کا معنی مراد نہیں لیا ہے۔ یہ آپ سے کس نے کہدیا۔ کہ آپ نے معرفہ کی جگہ نکرہ استعمال کیا ہے میں نے تو صرف یہ عرض کیا تھا۔ کہ آپ نے لفظ "ایت" کو آیت قرآن سمجھکر اعتراض کیا ہے حالانکہ یہاں لفظ "ایت" نکرہ ہے۔ معرفہ نہیں۔ اور میں نے آیت متنازعہ فیہ کا ترجمہ کرکے سمجھا دیا تھا۔ جس پر کچھ لکھنے کی آپ کو جرأت نہیں ہوئی۔ آپنے تو صرف کسی سے یہ دل ستانے کی ادائیں سیکھ لی ہیں۔ اور بھولے پن سے جفا پر اُتر آئے ہیں۔ ورنہ آپ کی بلا جانے معرفہ اور نکرہ ہوتا کیا ہے۔ جی تو نہیں چاہتا۔ کہ تمہیں معرفہ اور نکرہ کی اُلجھن میں ڈالوں۔ مگر خیر۔ شاید آئندہ ایسی ٹھوکر کھانے سے بچ جاؤ۔ نکرہ اور معرفہ کا فرق تمہیں تمہارے گھر سے بتلاتے ہیں۔ وید مقدس میں آیت کی جگہ لفظ منتر[1] استعمال ہوا ہے۔ جو من کے ساتھ لفظ تر لگنے سے بنتا ہے۔ من کہتے ہیں دل کو یا سوچ بچار اور غور کو۔ منتر کے معنے ہوئے۔ قابل غور یا غور و فکر کا نتیجہ یا دلی خیالات۔ اب اگر ہم کہیں رگوید کا منتر تو یہاں لفظ منتر معرفہ ہوگا۔ لیکن اگر ہم لفظ منتر کو عام طور پر استعمال کریں۔ تو منتر نکرہ ہوگا۔ اور وہاں رگوید کا منتر مُراد نہ ہوگا بلکہ اس کے معنے ہونگے۔ ایک خیالی بات۔ اسیطرح قرآن کریم میں لفظ ایت کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ بطور نکرہ اور معرفہ دونوں طرح سورہ نحل میں ہے۔ الم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکھن الا اللہ ان فی ذالک لایات لقوم یومنون۔ ترجمہ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے پرندوں کو جو آسمان کے جوف میں مسخر کئے گئے ہیں۔ اللہ کے سوا کسی نے ان کو تھام نہیں رکھا۔ اس میں ہستی باری تعالیٰ پر ایمان لانے والی قوم کے لئے آیات ہیں۔ آیت مذکورہ بالا میں اگر آپ قرآن کی آیتیں مراد لیں تو ہم تمہیں دیانند جی سے ڈپلومہ دلا دینگے۔

آہ کیسے ضدی اور متمرد ہیں وہ لوگ جو متکلم کے خلاف منشاء "تاویل کیا کرتے ہیں"۔ (دیانند جی)

ہمارے آریہ دوست بھی کیسے بھولے بھالے لوگ ہیں کسی نے سچ کہا ہے۔ ؎

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

آپ کا اعتراض یہ تھا۔ کہ بدلنا[2] میں جمع کا صیغہ آیا ہے۔ اور خدا تو واحد ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اس نا میں رسول بھی شامل ہے۔ اول تو یہ اعتراض ہی لغو تھا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کہ ہم کہیں کہ ناتھ جی کل مندر جارہے تھے۔ تو کوئی شخص اعتراض کرے کہ ناتھ جی تو ایک ہے۔ اور جارہے تھے جمع ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ ایڈیٹر آریہ گزٹ بھی انکے ساتھ تھے۔

بلا واسطہ اور بالواسطہ کو بھی ناتھ جی خوب ہی سمجھے ؎

اُلٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے
دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

تمہیں اسکی سمجھ نہیں ہے نہ تم سمجھ سکتے ہو۔ وید مقدس اور قرآن شریف میں سے ایک ایک صیغہ جمع تعظیمیت کی مثال عرض کرتا ہوں۔ وورث سلیمان داؤد وقال یایھا الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شئ ان ھذا لھو الفضل المبین۔ (ترجمہ) اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا اور اُس نے کہا اے لوگو ہم کو جانوروں کی بولی کے اشارات سمجھنے کا علم دیا گیا ہے۔ اور ہمیں دیا گیا ہے ہر ایک ضروری سامان یہ تو ایک فضل صریح ہے "قال سننظر اصدقت ام کنت من الکاذبین" سلیمان نے کہا کہ ہم دیکھیں گے کہ تو سچا ہے۔ یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔

وید مقدس کا بیان (زبان)

भवतम: सयोसच तेसाव
रेपसां ॥ मयन हं सिषृ
पायन्नापितन्न नवदेसो शिवो
भवतमयान: ۔ یجروید ۱۲

ترجمہ۔ اے بیاہے ہوئے مرد و عورت تم دونوں ہمارے واسطے ایک سے بچار اور سمجھ والے اور تہمت سے پاک ہو جاؤ۔ دھرم کو مت بگاڑو۔ اور دھرم کے محافظ واعظوں کو مت مارو (دا دے) آج کے دن ہمارے لئے سب علموں کو حاصل کرکے خوشی بڑھانے والے ہو۔

مہاشہ جی! براہ مہربانی پدچھید (لفظوں کو علیحدہ علیحدہ کرکے) کرکے اس منتر پر غور کریں۔ ہاں مہاشہ جی ایک اور بھی عرض ہے۔ اگر آپ کے دوست ایڈیٹر صاحب ذرا نازک مزاجی کو سنبھال لیں۔ قرآن سے مشورہ کرکے اس کا بھید بھی بتلا دیں۔ کہ وید مقدس میں اینشو جی کے لئے پُلنگ (مذکر) استری لنگ (مؤنث)

[1] ویدک اشعروں کا منتر کہلاتا ہے۔ ان کے الہامی ہونے کی تردید کرکے بعض شاعروں کے توسن فکر کا نتیجہ ہوا۔

[2] بدلنا کے نا میں خدا اور رسول دونوں شامل نہیں۔

پنسک لنگ (ہیجڑا) تینوں لنگ کیوں آتے ہیں۔ کیا حضور والا کے ایشور نونٹ اور ہیجڑے بھی ہیں۔ معاف فرمائیگا! سنسکرت سے امی ہونے کے سبب آپ سے پرشن (سوال) کیاہے۔ کیونکہ

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

سوامی ووِیکانند اور ناولوتی سیل

میں نے سوامی دویکانند جیسے مہاں پرش کے حوالے سے ثابت کیا تھا کہ موجودہ وید ہرگز ہرگز الہامی نہیں ہیں۔ بلکہ سوامی دویکانند جی کے نزدیک بہت مصنفوں کی مجموعی طبع آزمائی کا نتیجہ ہیں۔ اور ان مصنفین میں چند عورتیں بھی شامل ہیں۔ اس کے جواب میں ہمارے دوست ایک ناولوتی ڈاکٹر سیل کے الفاظ قرآن شریف کی نسبت پیش کرتے ہیں۔ ناستھ جی کے اس بھولے پن پر جی قربان ہونیکو چاہتا ہے۔ ہم تو حوالہ پیش کریں۔ اس مہاں پرش کا جو عام طور پر پرانٹ اوف انڈیا (پیغمبر ہند) مشہور ہے اور وہ ویدوں کی اشاعت و تبلیغ کے لئے امریکہ کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس میں ہندو پبلک کے نائب ہوں۔ اور ہمارے دوست حوالہ دیں اس کا جسے اسلام اور قرآن سے خدا واسطے کا بیر ہے۔ اور عیسائی مذہب کے متعصب لوگوں میں سے ہیں آخر میں ناستھ جی لاتلبسوا پر عمل کرنے کے دعویدار ہیں۔ مگر ساتھ ہی سوم کے نشے میں اس کے خلاف بھی بڑبڑا گئے ہیں۔ ؎

وہ مسائل تصوف تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے گر نہ بادہ خوار ہوتا

خطبہ جمعہ

مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۶ء
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

خطبۂ ثانی

مستورات سے خاص خطاب

زکوٰۃ کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا چاہئے

فرمایا۔ بعض عورتیں ایک تو بوجہ علم دین کی کمی کے خطبہ کے آداب سے بھی ناواقف ہوتی ہیں اور اُن کو معلوم نہیں کہ یہ خطبہ کے آداب میں سے ہے۔ کہ خاموشی سے اُسے سنیں۔ اور بعض اوقات بچوں کے شور و غل کے باعث معذور بھی ہوتی ہیں۔ اس لئے میں اُن کو خاص طور پر سنانا چاہتا ہوں کہ خدا تعالے نے یتیموں کے مال کی حفاظت کی طرف کس قدر توجہ دلائی ہے۔ یتیم وہ بیکس سے بیکس ہستی ہے۔ جس کی طرف سے کوئی بدلہ لینے والا نہیں۔ تو اس میں ہمارے لئے

ایک ضروری سبق

ہے۔ دیکھو۔ یہ سورۃ شروع تو اس طرح ہوئی تھی۔ کہ یا یہا الناس اتقوا ربکم۔ اے لوگو ان ذمہ واریوں کی نگہداشت کرو۔ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر عاید کی گئی ہیں۔ اور آگے چلکر حکم دیا یتیم کے مال کی حفاظت کا۔ کیا مطلب کہ جب کمزور سے کمزور ہستی کے حقوق کی نگہداشت بھی تمہارے لئے ضروری ہے۔ تو خود اللہ تعالے کے حقوق کی ادائیگی کا تمہیں کس قدر خیال رکھنا چاہئے۔ یہ ایک غور کے قابل معاملہ ہے۔ جب ایسے کمزوروں کے حقوق کی ایسی طرح سے نگہداشت کرنی چاہئے۔ تو بتاؤ وہ حقوق جو خدا کے ہیں۔ وہ جو قادر مطلق خدا ہے۔ اور ہر حالت میں سمیع و بصیر ہے۔ اس کے حقوق کی نگہداشت کرنی کتنی ضروری ہے۔ اس لئے میں مردوں کو بھی اور سب بیبیوں کو بھی اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ یوں تو کوئی خاص مہینہ قرآن کریم نے اس امر کے لئے مقرر نہیں کیا۔ لیکن یہ

رجب کا مہینہ

لوگوں نے عام طور پر زکوٰۃ کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس لئے میں توجہ دلاتا ہوں۔ کہ خدا کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ زکوٰۃ کا حکم اللہ تعالیٰ نے نماز کے ساتھ ساتھ دیا ہے۔ تو یہ خاص خدا کا حق ہے۔ تم حقوق اللہ کو کھا جاتے ہو۔ خدا فرماتا ہے۔ الذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرھم بعذاب الیم۔ یوم یحمیٰ علیہا فی نار جھنم فتکویٰ بہا جباھھم وجنوبھم وظہورھم ھذا ما کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکنزون۔ وہ لوگ جو سونے اور چاندی کو جمع کرکے رکھتے ہیں۔ اور اُسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اُن کو سخت دردناک عذاب کی خبر دے۔ جسدن وہ سونا اور چاندی جہنم کی آگ میں تپاکر اس سے اُنکے ماتھوں۔ اُن کی کروٹوں اور اُن کی پیٹھوں پر داغ لگائے جائینگے یہ ہے جو تم نے اپنی جانوں کے لئے جمع کیا۔ پس اسکو چکھو۔ جسے تم جمع کرتے تھے۔" بڑے ہی خوف کا مقام ہے

زکوٰۃ کا مال

جسپر اللہ نے خاص اپنا حق رکھا ہے۔ اسکو لوگ ایسی آسانی کے ساتھ کھا جاتے ہیں۔ کہ نام تک نہیں لیتے۔ ایسی باتوں سے بہت ڈرنا چاہئے۔ اور خدا کے اس حق کی ادائیگی میں کوئی پس وپیش نہیں ہونا چاہئے۔

مسائل زکوٰۃ

زکوٰۃ مردوں اور عورتوں ہر دو کے مال میں سے چالیسواں حصہ رکھا ہے۔ زکوٰۃ کا سارا مال ایک بیت المال میں جمع ہونا چاہئے۔ اپنے آپ کسی کا جہاں دل چاہے۔ خرچ کر لینا ٹھیک نہیں۔ زکوٰۃ کے مختلف مصارف رکھے ہیں۔ اور اس لئے مال ایک جگہ جمع ہوکر ان سب مصارف پر صرف ہونا چاہئے۔ مسلمان ویسے خیرات کرنے میں تو بہت دلیر ہیں لیکن اگر یہ خیرات جائز مصارف پر خرچ ہو۔ تو یہ بہت کارآمد ہوسکتی ہے۔ تو

خدا کے حقوق

کیطرف بہت توجہ دینی چاہئے۔ یہ زندگی ایک عارضی زندگی ہے۔ اس مال کا کوئی حصہ کوئی شخص اپنے ساتھ نہیں لیجاتا۔ جس طرح بغیر کسی چیز کے آتا ہے۔ اسی طرح خالی ہاتھ چلا جاتا ہے۔ یہ مال تو ہاتھ بدلتا رہتا ہے۔ آج ایک کے ہاتھ میں ہے۔ تو کل دوسرے کے۔ تو جو شخص خدا کے حقوق کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اس مال کو زیادہ عزیز رکھتا ہے۔ اسے بھی آخر چھوڑنا ہی پڑتا ہے۔ مگر مال کی محبت جس انسان کے دل میں ہو۔ خدا کی محبت وہاں نہیں ہوسکتی اسی لئے اسلام نے کچھ قوانین مال کے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بتا دیئے ہیں۔ اور ان میں زکوٰۃ کو فرض قرار دیا ہے۔ جو شخص اس حصہ کو بھی نہیں نکالتا۔ اس کے دل میں گویا چند پیسوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت سے بہت بڑھکر ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے آنے کی اصل غرض

یہی ہوتی ہے۔ کہ وہ دنیا کی عارضی چیزوں اور اس کے مال و دولت کی محبت کی بجائے خدا کی محبت انسانوں کے دلوں میں پیدا کریں۔ اسی لئے انبیاء نے تو اپنے پیچھے کوئی مال چھوڑنا پسند ہی نہیں کیا۔ آنحضرت صلعم نے فوت ہوتے وقت اپنے گھر میں سے آخری درہم منگا کر وہ بھی صدقہ کر دیا۔ اور اپنے پیچھے کچھ رکھا تک نہیں۔ تمام لوگ اس حد تک نہیں پہنچ جاتے۔ اس لئے عام لوگوں کے لئے خاص رعائتیں رکھدی ہیں پس

جو سنتے ہیں وہ سنیں

میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اُن کو سناکر کہ اللہ تعالے سے خوف کرنا چاہئے اور اسکے حقوق کو فوراً ادا کرنا چاہئے۔ قبر کے اندر جو جوابدہی پیش آتی ہے۔ وہ ہر شخص کو خود ہی کرنی پڑے گی۔ اگر خدا کے حقوق کو کھاکر کوئی شخص اپنے ورثا کے لئے ہزار ہا روپیہ بھی چھوڑ مرا ہے۔ تو وہ وارثوں کی طرف سے جوابدہی نہیں کرسکیگا۔ اس لئے ہر شخص مرنے سے

یا عورت اپنی ذمہ داریوں کو سمجھکر خود اُن کو پورا کرنے کی کوشش کرے۔ اپنی زندگیوں کو ایک نمونہ بنانے کی کوشش کرو۔ خود بھی ذہنیت پیدا کرو۔ اور از سر نو عامل ہو۔ اور جو واقف ہیں۔ وہ دوسروں کو واقف کریں۔ اور ان کے لئے نمونہ کا کام دیں ✤

مولوی ابراہیم بقاپوری قابل افسوس طرز عمل

کچھ دنوں سے راولپنڈی میں ایک محمودی مبلغ ابراہیم بقاپوری اور جناب حکیم شاہنواز صاحب کے درمیان مسئلہ نبوت پر تحریری مباحثہ ہو رہا تھا۔ جسکا ذکر اس سے پیشتر بھی پیغام صلح میں ہو چکا ہے۔ مولوی ابراہیم بقاپوری نے اخبارات میں غلط بیانیاں کرکے اور اپنے پرچوں کیساتھ حکیم صاحب کا آخری جواب الجواب شایع نہ کرکے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنا چاہا ہے۔ جس کے ازالہ کے لئے مکرمی حکیم شاہنواز صاحب نے ایک خط لکھکر بھیجا ہے۔ جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

مکرمی ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔۔۔۔ مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کا طرز عمل ابتداء سے تحریری مقابلہ میں قابل افسوس ہے۔ مولوی صاحب نے خلاف واقعہ پہلے الفاروق میں یہ مضمون طبع کرایا تھا کہ میں نے مولوی صاحب کے مضمون کا جواب نہیں دیا۔ حالانکہ مولوی صاحب کو میرا مضمون پہنچ گیا تھا۔ بعد ازاں مولوی صاحب نے تین پرچے میرے اور چار پرچے آپ نے اُس اخبار میں طبع کرائے اور اس کے ایڈیٹر نے اپنے اخبار الفاروق میں یہ وعدہ کیا تھا۔ کہ میرا چوتھا پرچہ جو کہ مولوی صاحب کے چوتھے پرچے کا جواب اور مولوی صاحب کا پانچواں پرچہ چھاپونگا۔ مگر افسوس کہ اخبار الفاروق میں ہر دو پرچے نہ چھپے۔ مگر اب مولوی صاحب نے ایک اور قابل افسوس کارروائی کی ہے۔ وہ یہ کہ میرے چوتھے پرچہ کو جو کہ اُن کے چہارم پرچہ کا جواب معقول اور مدلل تھا۔ نہ چھپایا۔ کیونکہ مولوی صاحب ڈرتے تھے۔ کہ اُنکی فاش غلطیوں کا ذکر تھا۔ اور مولوی صاحب نے مضامین میں جو بود اپن دکھلایا ہے۔ اُسکو ظاہر کیا گیا تھا۔ اب مولوی صاحب کو یہ مشکل پیش آئی تھی کہ اگر چھپواتے تو اپنے نقص چھپواتے۔ پس مولوی صاحب نے لوگوں کی آنکھ میں خاک ڈالنی چاہی اور اپنی لیاقت ظاہر کی۔ کہ میں اس قدر عالم فاضل ہوں۔ کہ میرے سوالوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ پھر مولوی صاحب نے اپنا پانچواں پرچہ تشحیذ میں طبع کرایا۔ اور میرے چہارم پرچہ کو طبع نہ کرایا۔ اُن کی یہ کارروائی نہایت قابل افسوس ہے۔ اور مزید برآں بذریعہ ایک کارڈ کے مولوی صاحب اب مجھسے جواب طلب کرتے ہیں۔ کہ مجھے پانچویں پرچے کا جواب دو۔ میں نے اپنا چوتھا پرچہ اور مولوی صاحب کا چوتھا پرچہ آپ کی خدمت میں بہت دن ہوئے ہیں بمعرفت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے ارسال کیا تھا۔ غالباً آپ کو پہنچا ہوگا۔ اگر نہیں ملا۔ تو اُن سے لیکر آپ طبع کریں۔ یعنی میرا چوتھا پرچہ آپ طبع کریں۔[1] کیونکہ مولوی صاحب کا چوتھا پرچہ الفاروق میں طبع ہو چکا ہے۔ میں بہت جلد اُنکے پانچویں پرچہ کا جواب جو کہ تیار ہے۔ آپ کی خدمت میں روانہ کرونگا۔ آپ ضرور طبع کریں۔ چوتھا اور پانچواں پرچہ ناظرین با انصاف کے لئے موجب تسلی ہوگا یہ میرا خط اب پیغام میں چھاپ دیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہ لگے ✤ بقلم خود شاہنواز از راولپنڈی۔
۱۸ مئی ۱۹۱۶ء۔

نبی اللہ والی حدیث قابل تاویل

۱۶ مئی ۱۹۱۶ء کے الفضل میں ایک محمودی مبلغ حافظ جمال احمد اور مولوی اکبر حسین صاحب دیوبندی کی گفتگو چھپی ہے۔ جو کیمبل پور میں ہوئی۔ اس گفتگو میں دیوبندی مولوی نے جب نواس بن سمعان والی حدیث میں سے ابن مریم کا لفظ پیش کیا۔ تو محمودی مبلغ نے جھٹ اس کے بالمقابل یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر پیش کر دیا اور اس کے معنے پوچھے۔ دیوبندی مولوی نے اس کی تاویل کی۔ جس سے فائدہ اُٹھاکر محمودی مبلغ صاحب یوں گویا ہوئے۔ کہ

"آپ اس حدیث میں دو فقروں کی تاویل کرتے ہیں۔ کیا ہمارا حق نہیں۔ کہ ہم بھی ایک فقرہ کی تاویل کرلیں۔ اور ابن مریم سے کوئی ابن مریم صفات والا آدمی مُراد لیں"!

ہاں صاحب۔ بیشک آپ کو حق حاصل ہے آپ بیشک تاویل کریں۔ اور نہ صرف ایک فقرہ کی بلکہ کل حدیث کی تاویل کرلیں۔ کوئی آپکو روکنے والا نہیں۔ کیونکہ اگر آپ ایسا نہ کریں۔ تو اس کل حدیث کا ایک فقرہ بھی اپنے ظاہری معنوں میں مرزا صاحب پر چسپاں نہیں ہوسکتا۔ نہ آپ دو زرد چادروں میں ملفوف مبعوث تھے۔ نہ آپ دمشق کے شرقی مینار پر نازل ہوئے۔ نہ آپکی کوئی ظاہری اور منہ کی پھونکوں سے کفار کو ہلاک کیا نہ دجال کو باب لد کے قریب قتل کیا۔ وعلیٰ ہذالقیاس۔ اس لئے لامحالہ آپکو ساری حدیث کی تاویل کرنی پڑیگی۔ اور ہم آپکو اس سے روکتے نہیں۔ آپ بیشک کریں۔ لیکن جہاں دو فقروں کی تاویل سے آپ حدیث کے باقی فقرات کی بھی تاویل کرتے ہیں اور اسے آپ نے اپنا ایک جائز حق ٹھیرایا ہے۔ وہیں برائے خدا یہ بھی بتا دیجئے۔ کہ ہمیں اسی حدیث کے صرف ایک لفظ نبی اللہ کی تاویل کرنے کا کیوں حق حاصل نہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ کہ آپ تو ساری حدیث کی اپنی منشا کے مطابق تاویل کرلیں۔ اور جہاں ہماری باری آئے۔ وہاں نبی اللہ کے لفظ کو اپنے ظاہری اور حقیقی معنوں پر محمول کرنا چاہیں۔ آخر جب آپ صرف دو فقرات یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر کی بنا پر ساری حدیث کی تاویل کرلینا اپنا جائز حق ٹھہرا لیتے ہیں۔ تو آپ کی اس ساری تاویل کی بنا پر ہمیں کیوں یہ سب سے بڑھکر حق حاصل نہیں۔ کہ ہم بھی ایک لفظ نبی اللہ کی تاویل کرلیں۔ بالخصوص جبکہ دوسری صحیح احادیث اور خود قرآن کریم اس لفظ کو حقیقی معنوں پر چسپاں کرنے سے مانع ہو۔ بینوا و توجروا ✤

[1] حسب الارشاد حکیم مرہم عیسے صاحب سے وہ پرچہ لے لیا گیا ہے۔ اور انشاء اللہ عنقریب شایع کر دیا جائیگا۔ (ایڈیٹر)

چندہ ترجمۃ القرآن

ترجمۃ القرآن کی مد میں مفصلہ ذیل رقوم وصول ہوئی ہیں۔

شیخ نیاز احمد صاحب سوداگر وزیر آباد	صمار
شیخ نظام الدین صاحب کورٹ انسپکٹر پولیس	مار
حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب	امر
شیخ نعمت اللہ صاحب رئیس لاہور	مار
مولوی محمد کرامت اللہ صاحب حیدرآباد دکن	عہ
قادر بخش ملازم حضرت سید محمد حسین شاہ صاحب	صہ
ڈاکٹر سید جمال شاہ صاحب۔ بربرہ افریقہ	صہ
حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	صہ
ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب کالرا۔ شاہپور	سہ

مفصلہ ذیل کتب مینیجر دفتر پیغام صلح سے مل سکتی ہیں

درخواستیں بنام مینیجر پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس لاہور آنی چاہئیں

رسالہ عصمت انبیا مصنفہ حضرت مولوی محمد علی صاحب	۱۰ر
رسالہ غلامی "	۴ر
النبوت فی الاسلام "	عمر
مرقاۃ الیقین سوانحعمری حضرت نورالدین صاحب	عہ
اسوہ حسنہ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب	۶ر

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور لمیٹڈ احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سیکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایماے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے ۔

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔
ششماہی ۔۔
سہ ماہی ۹ ؍
اہل ہنود و طلباء سالانہ للعہ

جلد ۳ | لاہور | یکشنبہ ۲۵ رجب المقدس ۱۳۳۴ھ ہجری مطابق ۲۸ مئی ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۴

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

تین انگریزوں کا مشرف باسلام ہونا

مکرمی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ ہماری نماز جمعہ تو آپ جانتے ہیں لندن میں ادا ہوتی ہے ۔ جس میں خدا کے فضل سے ہندوستانی ۔ مصری اور انگریزی نژاد مسلمان جمع ہوتے ہیں ۔ اس جمعہ مجمع بہت عمدہ تھا خدا تعالیٰ نے اہل اسلام کی خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے ایسا سامان مہیا فرمایا کہ ایک شخص نے آ کر اقرار توحید اور اقرار نبوت ہماری سرکار سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ۔ کلمہ طیبہ پڑھا اور مومنانہ زندگی بسر کرنے کا اقرار صالح کیا ۔ بڑی مسرت حاصل ہوئی ۔ فالحمد للہ رب العٰلمین ۔ اللھم زد فزد

یہ صاحب مسٹر سیکس بی ہیں M. Saxby جو ہماری مکرمہ خاتون مسز آمینہ سیکسبی کے خاوند ہیں ۔ اپنی بیوی کے اخلاص اور جوش کا سات آٹھ مہینہ تک مطالعہ کیا اور آخرش خود بھی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے آ گئے ۔ ہماری بہن امینہ صاحبہ جو لندن میں تشریف رکھتی ہیں اسلامی اخلاص اور محبت کا ایک نمونہ ہیں ۔ میرے دل میں ان کی بڑی قدر و منزلت ہے ان کو اسلام کی تبلیغ کا جوش ہے قبل ازیں ان کے ذریعہ سے خاتون حقیقہ میری اسلام قبول کر چکی ہیں ان کا صاحبزادہ اعلان کرنے والا ہے اور علاوہ اپنے خاوند کو حلقہ اسلام میں لانے کے انھوں نے دو فوجی اشخاص کو بذریعہ خط و کتابت تبلیغ کی اور جمعہ کے روز ان کے تحریری اعلان پیش کئے خدا تعالیٰ نے ہمارے نومسلموں کو عموماً بڑا اخلاص بخشا ہے ۔ لیکن لندن اور ووکنگ کی دو خاتونیں بہت سے لوگوں پر ایک رنگ میں سبقت لے گئیں ہیں ۔ ووکنگ میں ہماری مکرمہ شریفہ بیگم صاحبہ نے سات آٹھ اشخاص کو مشرف باسلام کیا ہے ۔ اور لندن میں ہماری محترمہ آمینہ صاحبہ کے ذریعہ چار اشخاص کو اسلام جیسی نعمت عظمیٰ نصیب ہوئی ۔ اور چند روز میں موخر الذکر بی بی کی کوشش سے دو تین شخص اور کلمہ طیبہ پڑھنے والے ہیں ۔ فالحمد للہ رب العٰلمین والسلام

مکرر آنکہ ان ہر سہ کے ۔۔ حسب ذیل اسلامی نام رکھے گئے ہیں ۔ امین ۔ بشیر ۔ عزیز ۔

دستخط مولوی صدر الدین امام مسجد
بقلم بلال نور احمد ۔
۲۶ اپریل ۱۹۱۶ء

پیغمبر اسلام کی تصویر
بت پرستی دین احمد میں کہیں پائی نہیں

زمانہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا ہے ۔ ہر روز ایک نیا شگوفہ کھلاتا ہے ۔ اور پھر خدا کی قدرت کا ملہ بھی دیکھو ۔ شام کو ہی مرجھا کر تلف ہو جاتا ہے ۔ عرصہ ہوا مرحوم روز "زمیندار" میں ایک آرٹیکل بدیں مضمون شائع ہوا تھا کہ لاہور کے میوزیم میں ہمارے پیغمبر علیہ السلام کا فوٹو موجود ہے ۔ یہ فوٹو مہیا کر کے میوزیم والوں نے ہم پر احسان کرنے کی کوشش کی تھی کہ ہم بھی آقائے نامدار کی زیارت کریں لیکن چونکہ یہ ارتکاب خلاف شرع تھا "زمیندار" نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اکثر مسلمانوں نے بھی اس کی ہمنوائی کی ۔ واویلا کیا ۔ اور خدا خدا کر کے وہ فوٹو وہاں سے ضائع کرایا گیا ۔

اب پھر ایک یوروپین ۔ مسٹر ایفل آرسائکس نے ایک کتاب موسومہ ریڈنگز فروم انڈین ہسٹری تصنیف کر کے ہیں مرہون منت بنانا چاہا ہے اس کتاب کے صفحہ ۱۰۹ پر انھوں نے رسول مقبول کی ہجرت کے وقت کی تصویر دی ہے ۔

اکیلے آنحضرت گھوڑے پر سوار ہیں اور فرشتے اوپر اڑ رہے ہیں ۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے آنجناب اس وقت اونٹ پر سوار تھے اور آپ کے ردیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۴

سخن فہمی عالم بالا

(از جناب محمد مصطفیٰ خان صاحب بی۔ اے ایڈیٹر ادب عالم)

کب تک ضبط کروں میں آہ
چل تو خامہ بسم اللہ

صاحبزادہ صاحب کی حقیقۃ النبوۃ درحقیقت اُن تمام بے تابیوں۔ بدعنوانیوں اور مشکلات کا بہترین مرقع ہے جو خود بدولت کو حضرت مسیح موعود کی طرف جزوی ومجازی نبوت کی جگہ کامل وحقیقی نبوت کے ادعا کو منسوب کرنے میں پیش آئی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ان مشکلات کا پیش آنا بھی بالکل طبعی اور قدرتی امر ہے۔ کیونکہ ہر ایک جھوٹ کو سچ کر دکھلانے کے لئے بہت سی مشکلات پیش

....

.... آیا کرتی ہیں اور ہمارے میاں صاحب اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہوسکتے تھے مگر سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ میاں صاحب نے ان مشکلات کے حل کرنے میں اُن ناجائز وسائل اور مضحکہ انگیز دلائل سے کام لیا جنہوں نے بجائے گرہ کشائی کے نہ صرف اس مسئلہ کو پیچیدہ ہی بنا دیا بلکہ خود میاں صاحب کے ادعائے علم وفضل کو سخت صدمہ پہنچایا حضرت مسیح موعود کی پندرہ سالہ کتابوں کو منسوخ کرنے کا جرعۂ تلخ میاں صاحب نے تو جام شیریں کی طرح نوش جان فرما لیا۔ مگر یہ کڑوا کسیلا پیالہ جو جام موت سے بھی تلخ تر ہے آپ کے بہت سے مریدان باصفا کے حلق میں نوکدار ہڈی کی طرح پھنس کر رہ گیا اور ہمارے میاں صاحب باوجود ادعائے اولوالعزمی اس ہڈی کو اپنے مریدوں کے حلق سے نیچے نہیں اُتار سکے۔ اور تو اور خود بیچارہ الفضل جو میاں صاحب کا نفس ناطقہ ہے پچھلے دنوں اسی نوکدار ہڈی کی بدولت ضیق النفس میں مبتلا تھا۔ اور اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں اعلان کیا تھا کہ اُس کا حضرت اقدس مسیح موعود کی تمام تحریروں پر یکساں ایمان ہے۔ جس کے صاف یہی معنی ہیں کہ منسوخی کی ہڈی اس کے گلے سے ابھی تک نہیں اُتری

فاروق اعظم حضرت عمرؓ نے تو اپنے دور خلافت میں بہت سے ملک فتح کئے تھے۔ مگر ہمارے میاں صاحب جنھیں حضرت عمرؓ سے مماثلت کا دعویٰ ہے اگر اس استخوانی مورچہ کو بھی اپنی زندگی میں سر کر جائیں تو ہم اس کو آپ کی زندگی کا بہترین کارنامہ اور فتح نمایاں خیال کریں گے۔

لیکن میاں صاحب کو اس سے کچھ سروکار نہیں۔ مرید منسوخی کتب کے مسئلہ کو تسلیم کریں یا نہ کریں۔ اس سے اُن کی پیری میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مرید حضرت صاحب کو نبی کامل مانیں یا محض جزوی نبی اور محدث یقین کریں اُن کی مریدی دونوں صورتوں میں بحال ہے۔ مرید مسلمانوں کی تکفیر کا بار گراں اپنی گردن پر لیں یا نہ لیں میاں صاحب کی بلا سے وہ پھر بھی اپنے مریدوں کے "مفترض الاطاعۃ امام" ہیں۔ مرید مسلمانوں کو مسلمان سمجھتے ہوئے ضمناً میاں صاحب پر بر طبق حدیث نبوی کفر کا فتویٰ لگا دیں اور دل میں اُن کو کافر ہی سمجھیں تو ہرج نہیں اور اسی طرح میاں صاحب اپنے مریدوں کو کافروں کو مومن سمجھنے کی علت میں دوسری حدیث نبوی کے مطابق کافر خیال کریں تو بھی میاں صاحب کی پیری و مریدی میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا۔ غرض میاں صاحب کا حلقہ بیعت گویا کرۂ آب یا کرۂ ہوا ہے کہ اس میں کفر و اسلام تک کے اختلافات عظیمہ کی آبدار اور تیز تلواریں چلتی ہیں مگر کوئی انقطاع وانفصال عمل میں نہیں آتا۔ نہایت ہی اہم مسائل میں اختلافات رکھتے ہوئے بیعت کرنے کا مسئلہ جو میاں صاحب کی نرالی منطق اور انوکھے دماغ کی اختراع ہے اس نے آپ کو اپنے مریدوں کو ہم عقیدہ کرنے کی زحمت سے سبکدوش کر دیا ہے اور میاں صاحب کو اس کی ضرورت نہیں کہ آپ اپنے مریدوں کے سامنے اپنے معتقدات کو بدلائل موجہ ثابت کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں۔

غرض کوئی مانے یا نہ مانے میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی پندرہ سالہ تحریروں کو منسوخ کر دیا۔ اور حضرت صاحب کی صریح اور صاف تحریروں سے پیچھا چھڑانے کے لئے میاں صاحب سوائے منسوخی کے ہتھیار کے اور کر بھی کیا سکتے تھے۔ لیکن جب میاں صاحب کا مطلب باوجود منسوخی کتب کے ناپاک اور شرمناک اعلان کے بھی سیدھا نہ ہوا اور سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد کی کتابوں میں بھی حضرت صاحب کا دعویٰ نبوت کاملہ ثابت نہ ہوسکا۔ تو میاں صاحب نے ان باقیماندہ تحریروں کی تحریف معنوی وتحریف لفظی سے گت بنانی شروع کی چنانچہ آپ کی ساری حقیقۃ النبوۃ جس کا نام برعکس نہند نام زنگی کافور کی مثل کو یاد دلاتا ہے اسی قسم کی باطل اور محرفانہ تصریحات سے مملو ہے۔ اس کتاب میں ہمارے میاں صاحب کہیں مجاز کو حقیقت اور حقیقت کو مجاز بنانے میں [illegible] پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ کہیں حضرت صاحب کے دعوے کثرت مکالمہ الٰہیہ میں تحریف معنوی کر کے زمین وآسمان کے قلابے ملا رہے ہیں کہیں علم کلام کے باب التشبیہ والاستعارہ پر اپنے جہل مرکب سے پردہ ڈالتے ہوئے اپنی ادعائی دستار فضیلت کی دھجیاں اُڑا رہے ہیں۔ کہیں دروغ گو را حافظہ نباشد کی مثل کو زندہ کرتے ہوئے سنہ ۱۹۰۱ء کی تاریخ کو بھول کر بعد کی تحریروں پر بھی منسوخی کا گمان کر رہے ہیں۔ کہیں سخن فہمی عالم بالا کا مصداق بن کر جمع وواحد کے فرق بین کو مٹاتے ہوئے الفاظ کی طرف ایسے معنی منسوب کر رہے ہیں جن کے وہ ہرگز متحمل نہیں ہوسکتے۔

لیکن ان سب مضحکہ انگیز تاویلات اور محرفانہ تصریحات سے بڑھ کر حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ نمبر ۱۲۰ پر میاں صاحب نے نہایت دیدہ دلیری اور شرمناک جسارت سے حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں ایسی کھلی کھلی تحریف کی ہے کہ جس سے یحرفون الکلم عن مواضعہ کی جیتی جاگتی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ اس صفحہ پر میاں صاحب نے حضرت مسیح موعود کی کتب میں سے بعض اصطلاحات نبوت نقل کر کے ان کے بالمقابل ایک جدول کی صورت میں اُن کے معنی خود حضرت صاحب کے الفاظ میں بیان کئے ہیں چنانچہ "اُمتی نبی" کی اصطلاح کے معنی مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان ہوئے ہیں

"جب تک اس کو اُمتی بھی نہ کہا جائے جس کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک انعام اس نے آنحضرت کی پیروی سے پایا نہ براہ راست"

یہ فقرہ جس کو میاں صاحب نے امتی نبی کی تعریف سمجھ کر پیش کیا ہے "جب تک" سے شروع ہوتا ہے اور "جب تک" حرف شرط ہے جس کے لئے جزا ہونی چاہئے مگر میاں صاحب کے منقولہ حوالہ میں وہ مفقود ہے۔ کیا ہم یہ

خیال کر سکتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود کی تحریر ایسی مہمل بے ربط اور بے معنی ہے کہ اس میں شرط کا ذکر ہو۔ مگر جزا کا نام تک نہ لیا جاوے کسی معمولی۔ پڑھے لکھے انسان کے سامنے ان الفاظ کو رکھ دو وہ فوراً بول اُٹھیگا کہ یہ فقرہ پورا نہیں۔ میاں صاحب کو حوالہ دیتے وقت کم از کم اتنی تمیز سے تو کام لینا چاہیئے تھا کہ جس فقرہ کو وہ حضرت مسیح موعود کی طرف ایک اصطلاح کی تعریف کے رنگ میں پیش کر رہے ہیں اس کو پورا تو نقل کر دیتے۔ کیا یہ حضرت مسیح موعود کی تحریر سے عمداً تمسخر کیا جا رہا ہے۔ یا میاں صاحب کو ابھی تک اتنا علم بھی نہیں کہ جزا کو شرط سے علیحدہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیا اس علم و فضل پر میاں صاحب پھولے نہیں سماتے کیا اس فضیلت کے بل بوتے پر قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ ہو رہا ہے۔ شرم کا مقام ہے۔ چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

میاں صاحب کے مرید دل میں اس کتاب کے خوب دور ہوئے۔ کیونکہ خلافت آب کا یہی انشا تھا۔ مگر آپ کے اس جدید علمی انکشاف سے جس کی رو سے کسی اصطلاح کی تعریف کے الفاظ میں شرط کا ذکر کر کے جزا کو محذوف کیا جاتا ہے کسی کے کان پر جوں نہ چلی۔ جہلاء سے تو یہ توقع ہی نہیں ہو سکتی۔ حیرت یہ ہے کہ مولنا مولوی شیر علی صاحب بی۔ اے۔ ایسا علم دوست شخص بھی اس نرالے اور انوکھے انکشاف پر مسئلہ کفارہ کی طرح ایمان لے آیا اور منہ پر مہر خاموشی لگائے بیٹھا ہے۔ یہ وہی مولوی صاحب ہیں جو دوسروں کو فاسق و منافق کہنے کے بڑے مشتاق ہیں۔ جن کے نزدیک دوسروں کی ہر ایک بات میں شرارت مضر ہوتی ہے مگر معلوم نہیں کہ ان کو اپنے مفترض الطاعۃ امام کی آنکھ کا شہتیر کیوں نظر نہیں آتا۔ ہمیں تو شبہ ہے کہ مولوی صاحب ممدوح میاں صاحب کے در پردہ سخت دشمن ہیں کیونکہ اگر میاں صاحب سے انھیں اخلاص ہوتا تو وہ اپنے پیر کو اس فاش غلطی پر متنبہ کرتے آخر وہ اُن کا شاگرد ہے اور استاد کو چاہیئے تھا کہ شاگرد کی غلطیوں کی اصلاح کرتا رہے اگر بیعت کر لی ہے تو اس میں یہ شرط تو نہیں کہ میاں صاحب اگر جہالت کے گڑھے میں کود پڑینگے تو مولوی صاحب باوجود علم و واقفیت کے خاموش بیٹھے اپنے پیر صاحب کا تماشا دیکھینگے۔ لیکن اگر مولنا کے نزدیک پیری و مریدی کا یہی معیار ہے کہ پیر کو فاش غلطی سے بھی متنبہ نہ کیا جائے تو ہما رے خیال میں

میں مولنا گناہ کبیرہ کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ

دگر بینم کہ نابینا و چاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

تعجب ہے کہ مقدمہ کے معاملہ میں تو مولنا اور اُن کی ذریۃ انجمن اپنے مفترض الطاعۃ امام کے صحیح فیصلہ کے برخلاف بانگ بے ہنگام بلند کریں اور پیر صاحب کی اطاعت ہاں کورانہ اطاعت کو بالائے طاق رکھدیا جائے۔ مگر جب پیر صاحب کے خیالات و اعمال میں جائز اصلاح کی ضرورت ہو تو مولانا جیسا راسخ الاعتقاد مرید منہ پر مہر سکوت لگا دے۔ خواہ اس سکوت سے پیر صاحب کی دستار فضیلت کا کچھ باقی نہ رہے کاش مولانا ممدوح اب بھی اپنے "مفترض الطاعۃ امام" کو اس غلطی سے آگاہ کرنے کے لئے اخلاقی جرأت سے کام لیں

صاحبزادہ صاحب نے جن الفاظ کو منقولہ بالا حوالے سے پہلے چھوڑ دیا ہے وہ الفاظ ایسے ہیں جن سے اُن کے عقائد فاسدہ در بارہ نبوت مسیح موعود کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور اُن کی ساری حقیقت النبوۃ حرف غلط کی طرح مٹ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ الفاظ یہ ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی کے لفظ کا اطلاق بھی کسی پر جائز نہیں"

حضرت مسیح موعود کے یہ الفاظ کسی صراحت کے محتاج نہیں۔ ان سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد سلسلہ نبوۃ منقطع ہو چکا ہے۔ چونکہ یہ بات میاں صاحب کے عقیدہ کے صریح خلاف ہے اس لئے میاں صاحب نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے ان الفاظ کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت صاحب کی تحریر میں ایک شرمناک تحریف کے مرتکب ہو گئے مگر حضرت مسیح موعود سے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے

انی مھین من اراد اھانتک

اس لئے آپ کے کلام میں تحریف کرنے والے کو فوراً سزا ملی۔ قضاء و قدر نے پہلے اس کے دماغ کو معطل و مختل کیا اور اس سے وہ الفاظ چھوڑا دئے جن کے ترک کرنے سے کلام بے ربط اور بے معنی ہو جاتا ہے۔ اور جنکو کسی صورت میں دوسرے حصہ فقرہ سے علیحدہ نہیں کہا جا سکتا۔ پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے میاں صاحب کے علم کی پردہ دری کر دی۔ اب جو شخص میاں صاحب کے نقل کردہ حوالہ مذکورہ بالا کو دیکھیگا وہ ضرور آپ کی عقل۔ علم اور تقویٰ پر ایک سرد آہ کھینچکر [illegible] کی حالت پر اس طرح اظہار

افسوس کریگا

گر ہمیں مکتب است و ایں مُلّا
کار طفلاں تمام خواہد شد

یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کی جماعت میں ایک نشان ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

دوکنگ کی نو مسلم عورتوں میں جوش تبلیغ

آج کسی دوسری جگہ حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کی ایک تازہ چٹھی درج کی گئی ہے جس کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ہماری ان خواتین کے دل میں بھی جنہوں نے دوکنگ مشن کے ماتحت اسلام قبول کیا ہے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ اسلام کا کس قدر جوش اور درد ودیعت کر رکھا ہے اور اسلام میں آکر کس قدر پاکیزگی کی زندگی اُنھوں نے بسر کرنی شروع کی ہے۔ کیونکہ بانی تبلیغ نہ بھی ہو تو بھی ان کے نمونہ سے ہی متاثر ہو کر لوگ دن بدن اسلام کی صداقت کے قائل ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ان نومسلمات کے جوش تبلیغ اور ان کے پاک نمونہ کو مدنظر رکھ کر ہم اس بات کا بھی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دوکنگ مشن کے کارکن بالخصوص حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کس قدر نیک اور پارسا انسان ہیں جن کے فیض صحبت سے عورتوں میں بھی اس قدر جوش پایا جاتا ہے۔ کیا یہ کھلی شہادت اس بات پر نہیں کہ حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب نہ صرف خود ایک نیکی اور پاکیزگی کی زندگی وہاں بسر کرتے ہیں بلکہ دوسروں پر بھی جو ان کے صحبت گزین ہوں ان کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔

دوکنگ مشن کے حاسدین کی توجہ کے قابل

جب حالت یہ ہے اور ہم آئے دن دیکھتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کا فیض صحبت نمایاں طور پر اسلام کی عظمت کو بڑھانے اور سچے اور پرجوش مسلمانوں کے پیدا کرنے کے کام آ رہا ہے۔ تو پھر حضرت مولوی صاحب کے اخلاق و اعمال پر کسی قسم کا حملہ کرنا اور اسے مخدوش کر کے بیان کرنا یا وہاں کے نو مسلمین کو دہریہ اور لامذہب ظاہر کرنا کس قدر خلاف دیانت و امانت بات ہے۔ ہم ایک مدت سے قادیانی اخبارات الفضل اور فاروق وغیرہ میں بعض اس قسم کے ناجائز ریمارک دیکھ رہے ہیں جن میں چودھری فتح محمد صاحب کا ایک خاصہ حصہ ہے۔ اور گذشتہ ۲۴ مئی ۱۹۱۶ء کو میاں [illegible] میں بھی چودھری صاحب نے میاں چراغ دین [illegible]

مکان پر لیکچر دیتے ہوئے یہ بیان کیا کہ ووکنگ میں مسلمان ہونے والے اشخاص محض برائے نام مسلمان ہیں۔ ان کو آنحضرت صلعم کی رسالت و نبوت پر کوئی ایمان نہیں۔ وہ ہربرٹ سپنسر اور دیگر انگریز مشاہیر کو بھی اپنی زبان میں Great Reformer کہہ لیتے ہیں۔ اس رنگ میں وہ آنحضرت صلعم کو بھی پریذیڈنٹ سمجھتے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر نہیں مجھے افسوس ہے کہ چودھری صاحب نے ایک خطرناک غلط بیانی سے کام لیا ہے اور خواہ مخواہ ان نومسلمین کے دین و ایمان پر حملہ کر کے اپنی بھی عاقبت خراب کی ہے۔ یہ کیا غضب ہے کہ جو لوگ اپنے رشتہ داروں سے علیحدہ ہو کر اور دیگر قریبی سے قریبی تعلقات اور علائق کو توڑ کر مسلمان ہوتے ہیں نہ صرف یہی بلکہ دوسروں کو بھی اپنے ساتھ مسلمان بناتے ہیں ان کو آج وہ شخص جو باوجود دو تین سال تک وہاں قیام پذیر رہنے کے دو تین غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کے سوائے اور کچھ بھی نہیں کر سکا بلا خوف و خطر اسلام سے بے تعلق قرار ..... اور ذرا بھی خوف خدا سے کام نہیں لیتا"

چودھری فتح محمد صاحب سے ایک حلفیہ شہادت کا مطالبہ

اوپر ہم نے چودھری فتح محمد صاحب کے ہاتھ پر ان کے دوران قیام انگلستان میں صرف دو تین اشخاص کے مسلمان ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے جس کو ہمیشہ قادیانی اخبارات اور میاں محمود احمد صاحب نے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ اور وہ نہایت دیدہ دلیری سے یہ ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ وہاں فصلی مشن کے ماتحت مسلمان ہونے والوں کی تعداد بارہ سے بھی متجاوز ہے۔ افسوس کہ دوسروں پر تو فریبی اور جعلی کارروائیوں کا الزام دیتے ہیں اور اپنا یہ حال ہے کہ ع

دو چہرہ آب است و یک چہرہ دروغ

کے مصداق تین کے بارہ بتلانے سے فرق نہیں کرتے۔ لیکن آخر یہ کاٹھ کی ہنڈیا کب تک چڑھیگی میاں صاحب تو خیر مصر اور عرب تک ہو آئے ہیں اور ہندوستان کے بہت علاقوں کی سیر کر چکے ہیں اس لئے وہ جہاندیدہ ہونے کی وجہ سے کسی حد تک مجبور بھی ہیں کہ واقعات کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کیا کریں۔ لیکن چودھری صاحب کو ابھی ایسا خطاب دینے سے ہم متامل ہیں اور اسی لئے ان سے اس بات کی حلفیہ شہادت طلب کرتے ہیں

کہ وہ مہربانی کر کے بتائیں کہ کتنے یورپین ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ ہیں اور ان کے نام کیا ہیں۔ امید ہے کہ چودھری صاحب کو اس حلفیہ شہادت کی ادائیگی سے ہرگز دریغ نہ ہوگا۔ اور وہ صاف طور پر اپنے ہاتھ پر مسلمان ہونے والوں کے نام مع مفصل پتہ کے لکھدینگے۔

عامہ مسلمین سے خطاب

غیر مناسب نہ ہوگا اگر ہم یہاں اپنے تمام مسلمان بھائیوں بالخصوص ولایت جانے والوں کو بھی ووکنگ مشن کی ان پراثر کارروائیوں اور وہاں کے نومسلمین کے اس مذہبی جوش کی طرف توجہ دلا کر یہ دریافت کریں کہ وہ جو ایک عام جذبہ مسلمان ہیں آتے ہیں اور بسا اوقات ان نومسلمین کے حالات اور ان کے اعمال و اخلاق کو نکتہ چین نگاہوں سے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہ ان کے مذہبی احتساب سے ذرا بھی بچ سکیں خود ان میں دین کی تبلیغ کا جوش کہاں تک ہے افسوس کہ دوسروں کو مسلمان بنانا تو ایک طرف رہا وہ تو آپ ہی اسلام کو خیرباد کہتے چلے جا رہے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ اپنے نیک اور پاک نمونہ سے دوسروں کو اس طرف کھینچیں ان کو اسلام سے متنفر کرنے کا موجب ضرور بن جاتے ہیں۔ آخر وہ کونسی تلوار ہے جو انگلستان میں یوں اس قدر تیزی کے ساتھ لوگوں کا اپنے آبائی دین سے تعلق قطع کر کے انکے اسلام میں آنے کا موجب ہو رہی ہے۔ کیا یہ خود وہاں کے مبلغین کے نیک اور پاک اخلاق اور عمدہ چال چلن نہیں۔ پھر کیوں وہ لوگ جو انگلستان میں کسی ایک یا دوسری وجہ سے جاتے ہیں اپنے اخلاق و اعمال سے ہی کوئی نیک نمونے پیدا نہیں کرتے اور کم از کم۔ ایک ایک کی اوسط سے ہی انھیں مسلمان بنا کر نہیں آتے۔ اے کاش اگر صرف اپنا نیک اور عمدہ نمونہ ہی وہاں جانے والے مسلمان قائم کرتے تو آج ہم اسلام کو پھر اسی اوج کمال پر جاہ و تمکنت کے ساتھ چمکتا ہوا دیکھتے۔ جیسا کہ قرون اولیٰ میں وہ چمکا۔ اور اس نے اپنی روشنی سے ایک عالم کو منور کر دیا مسلمانوں کی یہ غفلت اور نومسلمین کی یہ جدوجہد ایسنفد نوٹا غیر کہ کا ایک کھلا نظارہ ہے۔ جو عاقبت اندیش آنکھوں کے لئے بہت کچھ عبرت کا موجب ہو سکتا ہے۔

پنڈت بھوجدت ایڈیٹر مسافر آگرہ کا انتقال

ایک مدت سے آریوں کے مشہور اخبار مسافر آگرہ کے بانی و سابق ایڈیٹر پنڈت بھوجدت کی بیماری کی خبر سننے میں آرہی تھی۔ بیچاری نوازل تبدیل آب و ہوا کے لئے ان کے مصوری بیلکے بھی مسافر میں شائع ہوئی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ ۱۷۔ مئی کو پنڈت صاحب اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ ہر چند کہ کسی مرنے والے کے اخلاق و اعمال کی برائیوں کو بیان کرنا کوئی پسندیدہ امر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا معاملہ اب براہ راست خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ لیکن پنڈت صاحب نے اپنی زندگی بھر اسلام کے خلاف غلط بیانیوں۔ افترا پردازیوں تمسخر و استہزا اور گالی گلوچ کا سلسلہ شروع کر کے جو برا نمونہ قائم کیا ہے وہ اس قابل نہیں کہ ان کے مرنے کے بعد اس پر اظہار تاسف نہ کیا جائے۔ افسوس کہ آریہ سماج کی بیجا حمایت میں انھوں نے اسلام جیسے مذہب حقہ کی بہت بری طرح مخالفت کی۔ جو ہرگز کسی سچے مذہب کے پیرو کے شایان شان نہیں۔ دلائل سے کسی کا مقابلہ کرنا اور بات ہے اور گندہ دہانی اور بیہودہ گوئی کو اپنا شیوہ بنا لینا چیزے دیگر کاش پنڈت جی دلائل اور معقولیت کو اپنا نصب العین بناتے نہ تمسخر و استہزا اور غلط بیانی کو تو اس وقت ہم بھی سمجھتے کہ خیر آریہ گزٹ اپنے اس مذہبی بھائی بند کی تعریف و ستائش کرنے اور اس کے کاموں کو بطور ایک نمونہ کے پیش کرنے میں کسی حد تک سچا ضرور ہے۔ بہرحال ہمیں پنڈت صاحب کے پسماندگان سے اس صدمہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اور بمصداق

اے دوست بر جنازہ دشمن چو بگذری
شادی مکن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

ان کی موت پر افسوس!

روزانہ کسان لاہور

روزانہ زمیندار اور نعمات کے بند ہو جانے کے بعد اب لاہور میں مسلمانوں کا صرف ایک ہی روزانہ اخبار باقی رہ گیا تھا یعنی پیسہ اخبار لاہور حالانکہ بالمقابل ہندوؤں کی طرف سے تین تین چار چار روزانہ اخبارات جاری ہیں اور بڑی کامیابی سے چل رہے ہیں۔ مسلمانوں میں روزانہ اخبارات کی اس کمی کو روزانہ کسان نے کسی حد تک پورا کرنا چاہا ہے کسان ۱۹۱۲ء میں لاہور کے مشہور رئیس ڈپٹی سردار احمد صاحب پنشنر کے زیر اہتمام ایک ماہوار رسالہ کی صورت میں جاری ہوا تھا اور اب تک زرعی طبقہ کی نہایت بیش قیمت خدمات سرانجام دینے میں حتی الوسع کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا چندماہ سے یہ رسالہ ڈپٹی صاحب موصوف کے بیا و زہ وہ سردار فقیر اللہ صاحب بی۔ اے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۲۸ اپریل ۱۹۱۷ء

انگریزی ترجمۃ القرآن کے اختتام پر شکریہ اور اظہار مسرت

سورۃ فاتحہ - سورۃ فلق - سورۃ ناس پڑھ کر فرمایا - قرآن کریم کی ابتداء اور انتہا میں سے میں نے تھوڑا تھوڑا پڑھا ہے۔ ابتدا کہاں سے ہوتی ہے۔ اللہ کے نام سے خاتمہ پر بھی فرمایا قل اعوذ برب الناس - گویا خاتمہ پر بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہی جاتا ہے۔ انسان اللہ کی مدد سے ہی کسی کام کو شروع کر سکتا ہے۔ اور اللہ کی مدد سے ہی اُسے نبھا سکتا ہے۔ جب کسی کام کو شروع کرو۔ تو اللہ تعالیٰ کی ہی مدد چاہو۔ اور ختم کرو۔ تو بھی منتہائے مقصد یہی ہو۔ کہ اللہ کی ہی پناہ میں جاتا ہے۔

نبی کریم صلعم کی زندگی سے بہتر قرآن کریم کی تفسیر اور کوئی نہیں ہو سکتی - نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

استغفار کیا ہے؟

خدا کی حفاظت کو طلب کرنا۔ انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ اور اپنی ہمت اور مدد سے کسی کام کو سر انجام نہیں دے سکتا۔ جبتک اللہ تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو۔ استغفار سے وہی اللہ تعالیٰ کی حفاظت طلب کرنا ہی مراد ہے۔ قرآن کریم کا اول و آخر [illegible] ہے کہ ہر حال میں انسان [illegible] کوئی کام شروع کرنا چاہئے [illegible] منتہائے مقصد اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی ہو۔ کیونکہ اسی کی پناہ میں [illegible] ہو سکتا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ سے [illegible] انسان کو [illegible] طلب کرنا چاہئے [illegible] پڑا ہوا ہے۔ [illegible] جو کوئی بھی [illegible] مانگتا ہے وہ اسکو دیتا ہے۔ [illegible] ضروری ہے۔ [illegible] اسی طرح یہ جو سہارا اور امن و امانت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ وہ کبھی کسی کے ساتھ خاص نہیں۔ ہر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنے سے مل سکتی ہے۔

پس آج خلاف معمول قرآن کریم کے ابتدا اور انتہا کی [illegible] پڑھی ہیں اور جس ترتیب سے ایک ایک رکوع سناتا تھا۔ اُسے چھوڑ دیا ہے۔ اس لئے کہ

آج میرے لئے ایک خوشی کا دن ہے

کئی سال سے ایک کام میں لگا ہوا تھا۔ اور وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تھا۔ اسکو آج اللہ کے فضل سے میں نے ختم کر لیا ہے۔ مجھے یہ خوشی اس لئے نہیں کہ جیسے ایک طالب علم کو امتحان دیکر خوشی ہوتی ہے۔ کہ مجھے فرصت کا موقعہ ملیگا اور چند دن آرام ہو سکیگا۔ بلکہ خوشی اسلئے ہے۔ کہ جتنا عرصہ میں اس کام میں لگا رہا ہوں مجھے خیال آتا تھا۔ کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ یہ کام بیچ میں ادھورا ہی رہ جائے یوں تو اللہ کے ہاں آدمیوں کی کوئی کمی نہیں۔ وہ تو اُس کا اپنا کام تھا۔ کسی نہ کسی طرح سر انجام پا ہی لیتا۔ اگر اس نے میرے جیسے تنکے کو اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ تو اور کسی سے وہ اپنا کام کیوں نہیں لے سکتا۔ لیکن انسان کے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہوتی ہے۔ کہ جس کام کو انسان شروع کرے اُسے اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں تکمیل تک بھی پہنچا دے۔ تو خیال ہوتا تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ یہ کام یوں ہی رہ جائے۔ یا میری زندگی ہی وفا نہ کرے۔ لوگوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام بڑے شوق اور خوشی سے شروع کئے ہیں لیکن وہ تکمیل تک انکو نہیں پہنچا سکے۔ ایک انگریز نے ایک عربی لغت لکھنی شروع کی۔ گیارہ سال مصر میں رہ کر وہاں سے اُس کے لئے مصالحہ بہم پہنچایا۔ بڑی محنت اور کوشش سے اُسے لکھنا شروع کیا۔ اور بہت سی مفید معلومات بہم فراہم کیں۔ جب حرف ق تک پہنچا۔ تو زندگی نے وفا نہ کی اور وہ فوت ہوگیا۔ وہ کتاب اسی طرح شائع ہوگئی۔ اور اپنی کمی کے باعث بہت رنجیدہ حالت میں ہے۔ اسیطرح سے جب کسی کا کام انجام کو نہ پہنچے۔ اور وہ دنیا سے اُٹھ جائے تو کتنی حسرت اور رنج پیدا ہوتا ہے۔ تو اس دنیا سے اُٹھنا بھی بعض اوقات عذاب اور دکھ ہو جاتا ہے نبی کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت اُٹھایا۔ کہ جب آپ کو ہر طرح کی کامیابیاں عطا فرمادیں۔ اور جو کام آپ نے شروع کیا تھا اُسے واقعی تکمیل کو پہنچا دیا۔ وہ عرب کا ملک جو جہالت اور تاریکی میں دنیا میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا۔ جہاں نہ کوئی بادشاہ نہ قانون۔ ایک وحشیانہ بداخلاقی کا بدترین منظر طاری تھا۔ اور کل کا کل ایک نہایت ذلیل حالت میں پڑا ہوا تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو اسکو کس حالت میں چھوڑتے ہیں۔ نہ صرف یہی کہ اسوقت خود وہاں کے بادشاہ ہیں۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی آپنے اس اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا۔ جو دنیا اور آخرت میں اعلیٰ عزت کا مقام تھا۔ کسقدر خوشی ہوئی ہوگی آپکو جب قرآن میں آپ کے پیروؤں کے متعلق یہ وحی نازل ہوئی۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

جھوٹے ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ صحابہؓ نے کامل اطاعت نہیں کی۔ کیا خدا کے کلام نے نعوذ باللہ یہ جھوٹا سرٹیفکٹ اُن کو دیدیا تھا۔ کہ وہ مجھ سے راضی اور میں اُن سے راضی۔ کیا اس میں آنحضرت صلعم پر حملہ نہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں خاتم النبیین بنا کر بھیجا۔ لیکن کوئی بھی آپ کے پیروؤں میں سے اس درجہ کو نہ پہنچا۔ کہ جسے کامل اطاعت کہا جا سکے اور ختم نبوت آپ پر متحقق ہو۔ یاد رکھو جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ صحابہؓ نے کامل اطاعت نہیں کی۔ وہ جھوٹا ہے۔ اس میں تو اسلام کی ہتک ہے۔ قرآن کی ہتک ہے۔ آنحضرت صلعم کی ہتک ہے۔ مگر ایک گستاخ گروہ دنیا میں پیدا ہوگیا ہے۔ جو تمام امت کے کاملین کو محض اس لئے ناقص قرار دیتے ہیں۔ کہ وہ اپنے لئے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سوا ایک نیا نبی کھڑا کر لیں۔ جسطرح عیسائیوں نے ایک کو خدا بنانے کے لئے سارے انبیاء کی توہین کی۔ اور اُن کو گنہگار ٹھہرایا۔ اسیطرح آج چند غالی سارے صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین۔ سارے ائمہ۔ سارے محدثین۔ سارے مجددین۔ سارے اولیاء سارے کاملین امت کو جن کی تعداد لاکھوں کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ محض ایک شخص کو نبی بنانے کے لئے ناقص قرار دیتے ہیں۔ اور یہ نہیں سوچتے۔ کہ یہ تو خود دین اسلام پر حملہ ہے۔ پچھلے یوں ہی سارے ناقص حالت میں گذر گئے۔ آئندہ سوائے معدودے چند غالیوں کے کوئی مسلمان دنیا میں نہ رہا۔ کیا یہی اسلام ہے۔ جسکو فخر کے ساتھ غیر مسلموں کے سامنے پیش کریں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو یہ فخر ہے کہ آپ کے صحابہؓ نے کامل فرمانبرداری کے وہ نمونے دکھائے جن کی نظیر پہلی دنیا میں نہیں۔ کس قدر آپکو خوشی ہوتی ہوگی۔ جب اپنے پیروؤں کو اس مقصد پر چلتے ہوئے دیکھتے ہونگے۔ جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے۔ اس کامیابی پر جتنی بھی خوشی آپ کرتے تھوڑی تھی۔ کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی جنت چاہیئے۔ یہی اعلےٰ سے اعلےٰ جنت ہے۔ کہ جس کام کے لئے آپ آئے تھے۔ اس کام کو اپنی زندگی میں پورا ہوتے دیکھ لیا کسقدر نبی دنیا میں آئے ہیں۔ مگر سارے امور کو آخری کامیابی تک پہنچتے ہوئے دیکھنا انکو حاصل نہیں ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا عظیم الشان نبی جو اپنی قوم کو کامیابی کے ساتھ ایک ظالم بادشاہ کے ظلم سے آزاد کرا کر لایا تھا۔ وہ بھی اپنی قوم کو اپنی زندگی میں اس اعلیٰ مقام پر پہنچے ہوئے نہ دیکھ سکے۔ جس کا ان سے وعدہ تھا۔ چالیس سال تک بنی اسرائیل

کوئی اسکا پوچھنے والا نہیں۔ ابھی کوئی دنیوی غرض درپیش ہو۔ تو اُن کے لیئے ہزار ہا روپیہ مہیا ہو جاتا ہے۔ لیکن دینی اغراض کی طرف کوئی توجہ بھی نہیں کرتا۔ یہ کام اب تمہارے سامنے موجود ہے۔ یہ سارے کا سارا پریس میں چھپا جا چکا ہے۔ بلکہ وہاں سے آٹھ پاروں کے پروف بھی میرے پاس آ چکے ہیں۔ اس لیئے بہت جلد اس کے اخراجات طبع کی فکر کرنی چاہیئے۔ یہی تو ایک کام نہیں اور بھی بہت سے کام ہیں جنکو تم نے کرنا ہے۔ لیکن اسکو تو پہلے نبھا لو یہ ایک دین کی خدمت ہے۔ یا یوں کہنا چاہیئے کہ خالص خدمت قرآن ہے۔ پس اس کا فکر کرو۔ اور اس کے لیئے سامان بہم پہنچاؤ۔ اللہ تعالےٰ توفیق عنایت فرماوے۔ آمین!

نبوت کے جال کا دانہ

ہم اس سے پیشتر بھی اس بات کا کئی دفعہ ذکر کر چکے ہیں۔ اور میاں صاحب اور اُنکی جماعت سے اسکا جواب بھی بارہا طلب کیا ہے کہ جب تم حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو ایک مجدد و محدث سے بڑھکر واقعی اور حقیقی نبی یقین کرتے ہو۔ اور نفس نبوت کے لحاظ سے زمرۂ انبیاء سے باہر نہیں سمجھتے۔ اور اس کے خلاف کہنے والوں کو آپ کے اصل درجہ کو کم کرنے والے بلکہ عذاب کے مستحق ٹھہرایا جاتا ہے۔ اور یہ ضروری ٹھہرا دیا گیا ہے۔ کہ جب کبھی حضرت اقدس کے دعوے کے متعلق سوال ہو۔ تو یہ بتایا جائے۔ کہ آپ کا دعوےٰ نبی ہونے کا تھا۔ تو پھر یہ کیا وجہ ہے۔ کہ آئے دن اسکے خلاف غیر احمدیوں میں شایع اور تقسیم کرنے کے لئے اکثر ایسے اشتہارات اور کتب چھپائی جاتی ہیں۔ کہ جن میں حقیقی نبوت تو کجا۔ ظلی بروزی نبوت کا بھی نام و نشان تک نہیں ہوتا بلکہ آپ کو ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا کے ماتحت صرف ایک مجدد اور من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ کے ماتحت امام زمان اور آپ کے منکرین کو جاہلیت کی موت مرنے والے ظاہر کیا جاتا ہے۔ نہ آپکو کہیں نبی کر کے لکھا جاتا ہے۔ اور نہ اولٰئک ھم الکافرون حقا کے ماتحت علانیہ کفر کا فتوےٰ دیا جاتا ہے۔ میاں صاحب کی کتاب تحفۃ الملوک حیدر آباد سندھ میں شایع ہوا اور پیغام صلح میں اس کا فارسی اور اُردو ترجمہ دیا جا چکا ہے۔ ہمارے اس بیان پر شاہد ہے۔ یہ وہ دانہ ہے۔ کہ جو نبوت کے دام میں پھنسانے کے لیئے میاں صاحب وقتاً فوقتاً پھیلاتے رہتے ہیں۔ تا ممکن ہے کوئی چڑیا کسی مقدس شکل و صورت کو دیکھکر اور اُن کے ان پاکیزہ اقوال کو سُن کر جو مجددیت و امامت کے دانہ کی شکل میں پیش کئے جاتے ہیں۔ اس پر آ بیٹھے۔ تو پھر آہستہ آہستہ اُسپر نبوت کا جال بچھا دیا جائے ان پچھلے اشتہاروں سے تو ہمیں معلوم نہیں۔ کہ میاں صاحب کو کیا کچھ کامیابی ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ چڑیاں مولانا روم کی اس بھولی بھالی چڑیا کیطرح بھولی بھٹکی نہیں کہ وہ تقدس مآب جناب فاضل عبرانی و کلدانی کی ریش مبارک اور سبز عمامہ و چغہ پر باوجود اس مرغوب دانہ کے جو اُنکے لئے آئے دن پھیلایا جاتا ہے بھول جائیں۔ اور اُنکے قابو میں آجائیں مگر تاہم ان لیس للانسان الا ما سعی کوشش درکار ہے ہمت ہارنے کی بات نہیں۔ اور نہ ہی میاں صاحب کے مریدین کوئی ایسے کم ہمت ہیں کہ اپنے پیر کے مسلک کے خلاف اوپر کی میٹھی میٹھی باتوں کو چھوڑ کر ناواقف غیر احمدیوں سے کبھی مایوس ہو بیٹھیں۔ انہوں نے حال ہی میں حیدر آباد دکن میں ایک اور اشتہار بھی پرانے طرز پر شایع کر کے اب پھر اس دام تزویر کو بچھایا ہے۔ اور اُسپر وہی مجددیت و امامت کا دانہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس اشتہار کا عنوان ہے۔ "مسلمانوں کا اس زمانے میں امام کون ہے"۔ اور اسمیں وہی تجدید والی حدیث پیش کر کے اس صدی میں سوائے حضرت مرزا صاحب کے اور کسی مدعی مجددیت کا مطالبہ ہے۔ اور کسی ایسے مدعی کو نہ پیش کر سکنے پر آپکو مجدد تسلیم کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ پھر من لم یعرف امام زمانہ الخ کے ماتحت امام وقت کی عدم شناخت کی سزا سے ڈراتے ہوئے مولنا اسمٰعیل صاحب شہید کی کتاب منصب امامت سے وہ عبارت نقل کی ہے جسمیں مولانا نے امام وقت کو اللہ اور رسول سے الگ کر کے صرف ایک مامور کی حیثیت میں پیش کیا ہے۔ نہ کہ نبی اللہ قرار دیا ہے۔ پھر سب سے بڑھکر یہ کہ اسی اشتہار میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو امام غزالی۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی۔ حضرت معین الدین چشتی۔ سید محمد صاحب جونپوری۔ حضرت شیخ احمد سرہندی اور احمد شاہ صاحب جیسے مجددین و اولیائے امت میں شامل کیا ہے۔ اور اُنکے برابر ٹھہرایا ہے۔ اُنسے بڑھکر ہرگز نہیں کہا جیسا کہ اس اشتہار کی ذیل کی عبارت سے ظاہر ہے:۔

"گذشتہ صدیوں میں جنکا ظہور ہوا۔ ان میں کے چند کے نام حضرت محمد بن ابو حامد غزالی۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی حضرت معین الدین چشتی۔ حضرت سید محمد جونپوری۔ حضرت شیخ احمد سرہندی۔ حضرت احمد شاہ وغیرہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس صدی کے شروع میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو اپنا مامور اور اس زمانہ کا امام مقرر کیا ہے" تو گویا صاف طور پر حضرت اقدس کو ایک مجدد اور محدث کی حیثیت میں ہی پیش کیا ہے اور پھر دوسری طرف اُن تمام بزرگوں اور صدی کے سر کے مجددوں کو مرسل من اللہ لکھا ہے۔ گویا جس رنگ کی رسالت آنحضرت صلعم کے بعد ہو سکتی ہے۔ اُسکا ان تمام مجددین میں پایا جانا تسلیم کیا ہے۔ اور ہرگز ہرگز کہیں بھی ظلی اور بروزی نبی کا نام تک نہیں لیا۔ اب سمجھ نہیں آتی کہ میاں صاحب اور اُنکے مریدین کا کونسا مذہب صحیح سمجھا جائے آیا وہ جو گھر میں بیٹھکر تلقین کرتے ہیں۔ یا جو باہر پیش کیا جاتا ہے۔ آخر یہ کیا وجہ ہے کہ اپنے عقائد تو کچھ اور ہوں اور باہر پیش کچھ اور کیا جائے۔ کہاں ہیں وہ لوگ۔ جو ہم پر حضرت صاحب کے درجہ کو کم کرنے اور گھٹا کر دکھانے کا الزام دیتے تھے کیوں وہ آج اپنے پیر کو گردن سے جا کر نہیں پکڑتے اور کیوں اس سے نہیں پوچھتے۔ کہ جن باتوں کی بنا پر جماعت کو دو ٹکڑے کیا گیا۔ اور جن پر ایک مدت سے باہم سلسلہ تحاریر و تقاریر جاری ہے اور کتب۔ اشتہارات اور ٹریکٹوں سے قوم کا روپیہ۔ وقت اور طاقت ضایع کی گئی۔ ہاں وہ مصلحت وقت جسنے میاں صاحب کو حضرت صاحب کے مزعومہ اصل درجہ نبوت کے ظاہر کرنے پر مجبور کیا اور باوجود اس بات کی ناپسندیدگی کے اور اس خطرہ کے (جو بالآخر سچا ثابت ہوا) کہ "ایسا نہ ہو۔ کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں"۔ لفظ نبی کے استعمال کو بطور ایک چند روزہ علاج کے انہوں نے استعمال کرنا جائز قرار دیا۔ آج کہاں گئی۔ اور کیوں خود وہی بات روا رکھی جاتی ہے۔ جو دوسروں کیلئے جائز نہ تھی۔ اور اسی بنا پر اُن سے جھگڑے برپا کئے گئے تھے۔ افسوس صد افسوس۔ کیوں آج آنکھوں کے آگے پردہ پڑ گیا۔ اور اپنے ادعا کے صریح خلاف ایک ایسی بات ہوتے دیکھتے ہیں۔ جو اُنکے عقائد کے رُو سے جائز نہیں۔ اور اسپر خاموش ہیں۔ کیا یہ اندھی تقلید سوائے اسکے کہ پیر پرستی کا مرض غالب ہونیکا نتیجہ قرار دیا جائے۔ اور کچھ معنے رکھتی ہے۔ اور کیوں نہو میاں صاحب کو تو اپنی مصلحت وقت سے کام ہے۔ جب ہمارے مقابلہ کا وقت آئے۔ تو مصلحت وقت انہیں حضرت مسیح موعودؑ کو حقیقی نبی قرار دینے پر مجبور کرے۔ اور جب غیر احمدیوں میں تبلیغ ہو تو وہی مصلحت وقت نبوت کے جال کو مجددیت و امامت کے دانہ کے نیچے چھپا لے۔ سچ ہے:۔

واعظاں چوں جلوہ بر محراب و منبر می کنند
چوں بخلوت میروند آں کار دیگر مے کنند

یہ اشتہار میاں صاحب کے ایک مرید عبد اللہ الہ دین سوداگران اکسفورڈ بازار سکندر آباد دکن کی طرف سے شایع ہوا ہے۔ اور میاں صاحب کا اپنا طرز عمل اور اس کی عدم مخالفت انکے اس سے متفق ہونے پر شاہد ہے۔ بالخصوص اس لئے بھی کہ یہ خود قادیان کے مطبع ضیاء الاسلام پریس میں طبع ہوا ہے ✚

آئیندہ اشاعت میں ہم اس اشتہار کے ایک اور پہلو پر نظر ڈالیں گے۔

منشی راللہ دیہ۔

انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لیئے احمدیہ اسٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ے
ششماہی ے
سہ ماہی عہ
ماہوار و طلباء سالانہ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۷ رجب سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۳۰ مئی سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۵

صداقت اسلام کا اظہار

غالباً ۱۷- مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو میرے پاس جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب اسسٹنٹ سرجن وسکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا مرسلہ ایک لفافہ نجیب آباد پہنچا اُس میں اخبار پرکاش لاہور مورخہ ۲۶ بیساکھ اور آریہ گزٹ لاہور مورخہ ۹- بیساکھ کا ایک ایک کٹنگ ملفوف تھا اور ڈاکٹر صاحب نے لکھا تھا کہ حتی الامکان جلد فرخ آباد پہنچنے کی کوشش کرو- اخباروں کے دونوں کٹنگ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ پرکاش میں تاج خانصاحب مختار عدالت فتحگڈھ (فرخ آبادی) نے اعلان شائع کیا ہے کہ جلد علمائے اسلام کو چھ ماہ کی مہلت دیتا ہوں کہ وہ مجھکو سمجھانیکی کوشش کریں ورنہ میں اسلام کو خیرباد کہکر آریہ ہوجاؤنگا آریہ گزٹ میں بنو خاں ولد کلو خاں فرخ آبادی کی طرف سے اعلان شائع ہوا تھا- کہ آخر اپریل سنہ ۱۶ء تک مسلمانوں کو مہلت دیجاتی ہے کہ مجھکو سمجھائیں ورنہ میں آریہ ہوجاؤنگا- میں نے ان دونوں کو پڑھکر فرخ آباد کے ایک دوست کو خط لکھا کہ تاج خاں اور بنو خاں کے اعلانوں کے متعلق صحیح اطلاع دیں کیونکہ اگلے فرضی حامد علی بی- اے والے اشتہار کی طرح ان دونوں اشتہاروں کی نسبت بھی احتمال تھا کہیں آریہ لوگوں کی یہ بھی فرضی کارروائی نہ ہو- فرخ آباد سے جواب پہنچا کہ "واقعی تاج خانصاحب پر آریوں کا قوی اثر پڑ چکا ہے- اور اُن کی طرف سے یہاں بھی اشتہار شائع ہوئے ہیں- بنو خاں کا پتہ نہیں چلا اُس کے حالات معلوم کرنے کی کوشش کیجارہی ہے- میں اس خط کو پڑھتے ہی فوراً عازم فرخ آباد ہوا- اور ۲۰- مئی کو فرخ آباد پہنچا- بنو خاں کی نسبت معلوم ہوا کہ وہ فوت ہوچکا ہے اُس نے گھر میں ایک ہندنی ڈال رکھی تھی عرصہ سے بیمار تھا- ہاتھ پاؤں پر ورم تھا- نشست و برخاست سے بھی معذور تھا اسی بیماری کے عالم میں آریہ لوگ اکثر اُس کے پاس آتے رہتے تھے- ایک معمولی طبقہ کا ناقابل تذکرہ شخص تھا- ممکن ہے کہ عورت کے اثر اور روپیہ پیسہ کے لالچ سے آریہ گزٹ والے اعلان پر اُس سے انگوٹھا لگوا لیا ہو- بہرحال وہ میرے پہنچنے سے پہلے اور فرخ آباد آریہ سماج کے جلسہ سے ہفتہ بھر بعد فوت ہوچکا تھا اور میں نہیں کہہ سکتا کہ اُس کا خاتمہ اسلام پر ہوا یا آریہ مذہب پر- تاج خاں صاحب مختار سے میں صبح ۷ بجے کے قریب بتاریخ ۲۸ مئی بروز یکشنبہ اُن کے مکان پر جاکر ملا اور اپنے آپ کو پیش کیا کہ اسلام کے متعلق جو کچھ اعتراضات اور شکوک و شبہات ہوں اُن کو رفع کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں- منشی تاج خانصاحب نے فرمایا کہ میں دوپہر تک اپنے کاموں سے فارغ ہوکر آپ کی جائے قیام پر خود آکر اپنے اعتراضات پیش کرونگا اور آپکے جوابات سنونگا- چنانچہ بارہ اور ایک بجے کے درمیان جناب تاج خاں صاحب تشریف لائے- سلسلہ تقریر نہایت تہذیب و متانت کے ساتھ شروع ہوا- پانچ بجے شام تک آپ کی نہایت سرگرم اور مہذب گفتگو کے بعد تاج خانصاحب اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس کے ذریعہ نجات حاصل ہوسکتی ہے- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدائے واحد و لاشریک کے سچے رسول اور کامل ہادی ہیں یعنی اُنھوں نے صدق دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تصدیق کی اس تمام تقریر اور افہام تفہیم کو بغور سننے والوں میں جناب مولوی غلام اکبر خانصاحب رئیس قصبہ مئو وکیل ہائی کورٹ و ممبر لیجسلیٹو کونسل حیدرآباد دکن، جناب غازی الدین خاں صاحب رئیس قائم گنج وغیرہ دس بارہ شریف اور عاقل اور بالغ حضرات موجود تھے- لیکن ہماری باتوں میں کسی کو بولنے اور دخل دینے کی مطلق اجازت نہ تھی "تاج خانصاحب آمادہ تھے کہ اُسیوقت اپنے شائع کردہ اعلان کی تنسیخ لکھدیں لیکن انکو تنہائی میں مزید غور و فکر کا موقع دینے کے لئے رخصت کیا گیا کہ اپنے فرصت کے اوقات میں اچھی طرح سوچ سمجھ لیں اور کوئی

اُن کے مشیر ہوں تو اُن سے بھی مشورہ کر سکیں اُن کے رخصت ہونے کے بعد یہ بھی خیال کیا گیا کہ کہیں پھر گمراہی کی طرف مائل نہ ہو جائیں لیکن تاج خان صاحب کی سعید فطرت اور حق کی قوت غالب آئی اور آج اُنھوں نے ذیل کا اعلان خود لکھ کر بھیج دیا۔ میں اس مختصر روئداد پر کسی مضمون آرائی اور لفاظی کے اضافہ کی ضرورت نہیں سمجھتا ہاں ! میری روح اس وقت آستانہ الٰہی پر گری ہوئی ہے۔ اور میں دلی جوش سے الحمد للّٰہ رب العالمین کہتا ہوں۔ میں نجیب آباد میں بعض عزیزوں کو علیل چھوڑ آیا تھا۔ لہٰذا آج ہی شب کی گاڑی سے نجیب آباد کی طرف روانہ ہو جاؤنگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

راقم

اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ایڈیٹر رسالہ عبرت نجیب آباد

از قریش آباد ۲۴ مئی ۱۹۱۶ء

منشی تاج خان صاحب کی تحریر

اللہ اکبر - واضح ہو کہ عرصہ ایک ماہ کا منقضی ہوا کہ خاکسار نے ایک نوٹس بعنوان "چند اعتراضات اسلام پر" سیالکوٹ ی چھ ماہ نکالا تھا - اور جملہ علماء اسلام کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ وہ اندر میعاد معینہ مجھکو مطمئن کر دیں ورنہ مجھے دائرہ اسلام سے خارج کرنا پڑیگا - چنانچہ میں اس امر کے اظہار سے مسرور ہوں کہ مجھ کو علماء اسلام کی سعی محمودہ و دیگر طریق سے اب اطمینان ہوگیا ہے - اور مجھے بہرحال کوئی شبہ اسلام یا اُس کے اصول کی صداقت کی بابت نہیں ہے - میرا خیال ہے کہ میرے اظہار خیالات سے ضرور بالضرور میرے اسلامی بھائیوں کو صدمہ عظیم پہنچا ہے لہٰذا میں اُن بھائیوں سے بلا عذر معافی کا خواستگار ہوں - اور اُمید کرتا ہوں کہ وہ مجھے بلا دریغ و صدق دل سے معاف فرمائینگے -

آپ کا سچا خادم تاج خان مختار عدالت ننگل ڈیرہ

چندہ جماعت شملہ

معرفت شیخ اللہ دین صاحب احمدی -

بابو عبد المجید صاحب ۱۲ عہ شیخ اسلام الدین صاحب ۱ عہ

بابو عبد اللہ خان صاحب ۱۲ عہ ملک غلام محمد صاحب کمپازیٹر ۸ عہ - صوفی شمس الدین صاحب ۸ عہ

محمد لطیف صاحب ۸ عہ شیخ اللہ دین صاحب ۲ عہ

شاہ محمد صاحب ۱ عہ مخدوم محمد اشرف صاحب بی - اے ۸ عہ منشی عبد العلیم صاحب ریلوے بورڈ ۸ عہ بابو عبد الحق صاحب ایگزیمنر آفس ۸ عہ

میزان لعہ

تازہ خبریں

رزمگاہ مصر

کامیاب ہوائی حملہ - لنڈن ۲۶ مئی - مصر کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ پورٹ سعید کے ہوائی حملہ کا انتقام لینے کی غرض سے ہمارے چار ہوائی جہازوں نے مقامات ہدکھیا العمخی - بیر بیود - بیر سلمانہ اور بیر المزار کے مقدم ٹلیوں پر ۴۸ بم پھینکے - اور انہوں نے بہت سا نقصان پہنچانے کے علاوہ رو کھیا کے پانی کے حوض تباہ کر دیئے - اس سے غنیم کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے - کیونکہ باقی کے حوض اس کے لئے نہایت ضروری تھے - ایک ہوائی جہاز کے حوض میں واپس لوٹتے ہوئے گولی سے سوراخ ہوگیا - جسکی وجہ سے وہ برفانی لائینوں سے کچھ فاصلہ پر پیچھے اُتر آیا - اور سوراخ کی مرمت کر کے واپس آگیا۔

معرکہ العریش کی ضمنی رپورٹ سے پایا جاتا ہے کہ ۱۸ مئی کو ہمارے ہوائی جہازوں کے حملہ سے ایک جرمن دستہ نے نقصان اُٹھایا تھا - اسی تاریخ کی بحری گولہ باری کی تفصیل کیفیت سے پایا جاتا ہے کہ دو جنگی جہازوں اور ایک معمولی جہاز کی صحیح آتشبازی جو ہوائی جہازوں کی مدد سے گولہ باری کر رہے تھے۔ نہایت موثر ثابت ہوئی - جنگی جہازوں کی بھاری توپوں نے ۳۴ گولے پھینکے - جن میں سے دو ہوائی جہازوں کے شیڈ پر پڑے - باقی میں سے اکثر گولے کیمپ کے خیموں میں پھٹے - جس سے غنیم کی سپاہ جو ساحل سمندر پر کھجور کے جھنڈوں میں پناہ لے رہی تھی - منتشر ہوگئی - ہلکی قسم کے تیسرے جہاز نے ساحل سے اور قریب ہو کر آتشباری کے ذریعہ سے ان جھنڈوں میں سے غنیم کو باہر نکالنے کی کوشش کی - گولہ باری دو گھنٹہ تک جاری رہی - اور اسی اثناء میں شہر کا ایک طاقتور قلعہ تباہ ہوگیا غنیم پر بھی اسکا یاس انگیز اثر پڑا - اور اس نے اس گولہ باری کا جواب دینے کی کوشش نہ کی۔

رزمگاہ عراق

کاغذات متعلقہ شائع کئے جائینگے - لنڈن ۲۲ مئی - لارڈ اسلنگٹن نے دیوان خاص میں کہا کہ وہ کاغذات جو جنرل ٹاؤن شنڈ اور جنرل نکسن کی باہمی خط و کتابت سے تعلق رکھتے ہیں چند روز میں شائع کئے جائینگے - عراق عرب کی جنگی کارروائیوں کے متعلقہ کاغذات کے بارے میں گورنمنٹ ہند اور متعلقہ محکموں کے ساتھ معتدبہ خط و کتابت کرنی پڑی - اور کوشش کی جارہی ہے - کہ یہ کاغذ بہت جلد طیار کئے جائیں مگر خاص تاریخ کے متعلق فی الحال کچھ نہیں کہا جاسکتا

لارڈ ہلنگٹن نے اس سوال کے متعلق کہ آیا ان کاغذات میں وائسرائے ہند اور مسٹر چیمبرلین کے پرائیویٹ تار بھی شامل ہوں گے - کہا کہ پہلے اسکے متعلق نوٹس دینا چاہئے ۔

رزمگاہ فرانس

ایک فرانسیسی گاؤں پر گھس گئے - پیرس ۲۴ مئی شب گذشتہ کو ورڈون پر نہایت شدت سے جنگ ہوتی رہی - آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمنوں نے مورٹ ہوم کے مشرق میں نہایت زور سے حملہ کیا - اور سخت خونریز جد و جہد کے بعد جس میں چپہ چپہ پر لڑائی ہوتی رہی - شاید نقصان اُٹھانے کے بعد موضع کومیراز میں نیز ایک خندق کے اندر گھس گئے - معلوم ہوتا ہے کہ ۲۱ مئی کے بعد سے مورٹ ہوم پر جرمنوں کے ۳ ڈویژنوں سے زیادہ مصروف پیکار ہیں۔

ہوڈرو مونٹ اور مونٹ کے درمیانی علاقہ میں توپخانہ کی گولہ باری اور پیدل سپاہ کے حملے یکے بعد دیگرے نہایت شدت کے ساتھ وقوع میں آتے رہے - اور تند حملوں کے باوجود جرمنوں نے جان کی کچھ پروا نہ کی - وہ صرف قلعہ کی بعض مشرقی خندقوں میں قدم جما سکے اور قلعہ کے مغرب میں اور خاص قلعہ پر انہوں نے جو حملے کئے - وہ تمام پسپا کر دئے گئے۔

ورڈون کے علاقہ میں گولہ باری جاری ہے - غنیم نے شیمپین میں زہریلی گیس کی آڑ میں پیشقدمی کرنے کی کوشش کی مگر ہماری باٹریوں نے انہیں پسپا کر دیا۔

منگل کی ہولناک جنگ - پیرس ۲۵ مئی - اندازہ کیا گیا ہے کہ منگل کے روز جرمنوں نے مشرق کیطرف مورٹ ہوم کے مورچوں پر قبضہ کرنے کی غرض سے دریائے میوز کے مغرب کی طرف دو فوجی جیش استعمال کئے - پیدل سپاہ کی کثیر تعداد کے ساتھ اُنہوں نے جو حیرت انگیز حملے کئے اُن سے اُنکا غیر معمولی استقلال ظاہر ہوتا تھا - مگر وہ پھٹنے والے گولوں یا سیکسم توپوں کی آتش میں پیدل نہ آسکے نہ بچ سکے آخر آتشیں پردوں کا زور توڑنیوالے جدید آلات کی مدد سے جو حال میں کثرت سے لائے گئے ہیں نیز گیس کے گولوں کے کثیر استعمال سے جرمن دن کے آخری حصہ میں فرانسیسیوں کو مورٹ ہوم کے مغرب میں پہلی لائن کے ایک حصہ میں سے خارج کرنے میں کامیاب ہوگئے - مگر فرنچ سپاہ نے جوابی حملہ کرکے انہیں آدھ گھنٹہ میں پسپا کر دیا - غنیم مورٹ ہوم اور دریائے میوز کے مابین رات بھر پے در پے حملے کرتا رہا - اور بالآخر کومیراز کے تباہ شدہ گاؤں میں دست بدست لڑائی شروع ہوگئی جس پر سنگینوں اور بموں کی طویل جنگ کے بعد قبضہ کر لیا -

میوز کے مشرق کی طرف قلعہ ڈومونٹ میں دوبارہ داخل ہونے کے بعد فرانسیسی غنیم کو وہاں سے نکالنے کی کوشش

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۳۰ - مئی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۵

دعا اور اعتدائے دعا

(از جناب محمد مرتضیٰ خانصاحب احمدی)

انسان ہر لحظہ وہر آن دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔ اس کا سارا دنیوی کاروبار مختلف اسباب کی فراہمی اور موجودگی پر منحصر ہے۔ مثلاً اگر اس کو چند سکنڈوں کے لئے ہوا ہی میسر نہ آئے تو دم گھٹ کر مرجاتا ہے، اس کی زندگی کا تانا بانا دنیا کے اسباب کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر یہ دنیا کے اسباب اور دنیا کی چیزیں اس کے موافق اور اس کے حسب منشا مہیا ہوتی رہیں تو اس کی زندگی قائم رہ سکتی ہے۔ ورنہ بصورت دیگر تلف ہو جاتی ہے۔ آسمان بارش برساتا ہے۔ زمین بیج اگاتی ہے سورج اناج پکاتا ہے یہ تمام بیرونی اسباب ہیں جن پر انسان کی زیست موقوف و منحصر ہے۔ اور جو اگر مخالف ہو جائیں تو انسانی زندگی کا خاتمہ ہے۔ مثلاً اگر بارشیں نہ برسیں۔ زمین میں قوت روئیدگی اور سورج میں تمازت نہ رہے تو دنیا کا سارا کاروبار منقطع ہو جائے۔ ان بیرونی اور خارجی اسباب کے علاوہ جن پر زیست انسان منحصر ہے قادر مطلق نے انسان کے اندر مختلف طاقتیں اور قویٰ ودیعت فرمائے ہیں۔ کہ جن کے ذریعہ سے وہ خارجی اسباب سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ غور کرو یہی اسباب ہیں جو انسان کی زندگی کے قیام کا باعث ہیں۔ مگر یہی اسباب بسا اوقات اس کی تباہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ پانی کو ہی لے لو کیسی مفید شے ہے انسان۔ حیوان اسی سے زندہ رہتے ہیں کھیتیاں اسی سے سرسبز رہتی ہیں۔ لیکن یہی پانی طوفان کی صورت اختیار کر کے ملکوں اور شہروں کو تباہ کر ڈالتا ہے۔ یہی پانی متعفن ہو کر ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ آگ سے دنیا کے کارخانے اور ریلیں چلتی ہیں۔ لیکن یہی آگ بسا اوقات کارخانوں اور گھروں کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ غرض ان اسباب دنیوی میں جہاں ایک طرف خیر کا پہلو ہے تو دوسرا پہلو شر کا بھی اس کے ساتھ لگا ہوا ہے

قل اعوذ برب الفلق۔ من شر ما خلق

اس میں شر ما خلق سے جو پناہ مانگی گئی ہے اس سے یہی امر واضح ہوتا ہے کہ اسباب دنیوی میں جو پہلو شر کا لگا ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

الغرض اسباب دنیوی اگرچہ انسان کے فائدہ کے لئے خلق کئے گئے ہیں اور انھیں سے کارخانہ دنیا چل رہا ہے۔ لیکن یہ اسباب بعض اوقات اپنا دوسرا پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ اور انسان کے لئے کارآمد اور مفید ہونے کی بجائے مضر اور غیر مفید ثابت ہوتے ہیں۔ چونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس حقیقت سے واقف تھے اس لئے جب بادل (جو نشان رحمت باری ہے) آسمان پر دیکھتے تو خائف ہو جاتے کہ ایسا نہ ہو یہی بادل اپنا دوسرا پہلو بدل کر غضب الٰہی کا موجب ہو جائے۔ قل ھو القادر علیٰ ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا و یذیق بعضکم باس بعض (الانعام ۸ : ۵)
اس لئے ان اسباب دنیوی کے شر کے پہلو سے بچنے کے لئے اس قادر مطلق اس مسبب الاسباب کی امداد کی ضرورت ہر وقت و ہر آن لاحق ہے۔ کیسا کوتہ بین ہے وہ شخص جو محض اسباب ظاہری پر ہی تکیہ لگائے خوش بیٹھا ہے۔ اور غور نہیں کرتا کہ ان تمام اسباب کا ایک مسبب ہے۔ اور ان تمام اسبابوں کو انسان کا مخالف و موافق کرنا اس ہستی کی قدرت میں ہے۔ انسان کو وہ قبضہ اور وہ تسلط ان اسباب پر کہاں حاصل ہے جو اس برتر اور اعلیٰ ہستی کو حاصل ہے جس نے یہ تمام اسباب مہیا کئے ہیں۔ اور اُن کے معدوم کرنے پر بھی ویسی ہی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اور وہ کر سکتا ہے کہ انھیں اسباب کو ہماری تباہی کا موجب بنا دے اس غرض سے کہ یہ اسباب انسان کے موافق پڑیں اور اُن کا شر کا پہلو ظہور پذیر نہ ہو ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ اور اُس کے رسول اکرم نے دعا سکھائی ہے۔ دعا کا مقصد اعلیٰ یہی ہے کہ انسان اسباب کو ہی اپنا معبود اور اپنا تکیہ گاہ نہ بنا لے بلکہ اپنا حقیقی ملجا و ماوی اس قادر مطلق کو سمجھے کہ جس کے قبضہ قدرت میں تمام اسبابوں کی کنجی ہے۔ دنیا میں ہم ایسی بیشمار مثالیں دیکھتے ہیں کہ جب تمام اسباب منقطع ہو گئے اور تمام وسیلے مفقود ہو گئے تو اس وقت ایک پکارنے والے کی آواز وہ کام کر گئی جو دنیا بھر کے اسبابوں اور دنیا بھر کے وسیلوں کی موجودگی میں بھی ممکن نہ تھی۔

خدا کا ایک حنیف بندہ ابراہیم ایک جنگل میں جہاں نہ درخت ہے نہ چرند نہ پرند۔ ایک معمولی سی عمارت کھڑی کرتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ ظاہر سامان اس کے آباد ہونے کے نہیں ہیں تو دعا مانگتا ہے کہ اے خدا اس بستی کو آباد کر اور اس میں ایک عظیم الشان وجود پیدا کر جو لوگوں کی ہدایت کا موجب ہو۔ وہی بستی جس کی آبادی کے کوئی اسباب موجود نہیں تھے تمام دنیا کی قبلہ بنی وہ مرد حنیف خوب سمجھتا تھا کہ ان تمام اسبابوں کا مسبب حی و قیوم خدا ہے۔ اس کی آنکھ اسباب ظاہری پر نہ تھی بلکہ ایک قادر مطلق ہستی پر تھی۔ اس کا دل اس یقین سے لبریز تھا کہ نیست سے ہست اور ہست سے نیست کرنا اس قادر ذوالجلال کے اختیارات کا ایک معمولی کرشمہ ہے۔

اب ان واقعات صحیحہ کی موجودگی میں بھی جو شخص دعا اور اُس کی طاقت سے انکار کرتا ہے وہ بدیہات کا انکار کرتا ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو اسباب ظاہری اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں اُن سے فائدہ اُٹھانا بھی ضروری امر ہے کیونکہ اگر ان سے فائدہ نہ اُٹھایا جاوے تو اُن کا بنایا جانا عبث اور لغو ٹھہرتا ہے ربنا ما خلقت ھذا باطلا اور صانع حقیقی کی صنعت کی ناشکری اور ناقدردانی لازم آتی ہے۔ انبیاء کرام سے بڑھ کر حقیقت دعا سے کون واقف ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ بھی اسباب ظاہری کی رعایت رکھتے تھے۔ ہاں ان اسباب ظاہری کو اپنا ملجا و ماوا نہیں ٹھہرا لیتے تھے۔ اور ان پر چنداں اعتبار نہیں کرتے تھے۔ بلکہ محض اس لئے کہ خدا ستار ہے وہ اپنے کام چھپ چھپ کر کرتا ہے وہ ان ظاہری اسباب کو استعمال کرتے تھے ہر چند کہ اسلام کا نشو و نما مقدر تھا۔ لیکن کیا وہ یونہی بغیر ظاہری اسباب کے ظہور پذیر ہو گیا۔ نہیں بلکہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ حضور اقدس کو دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لئے ہجرت کرنی پڑی اسی طرح آپؐ کو اور آپؐ کے صحابہؓ کو کفار کے ساتھ برسرپیکار ہونا پڑا۔ وہ شخص جو محض اسباب ظاہری پر ہی تکیہ لگاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ تمام اسباب اس قادر ہستی کے ارادہ کے سامنے بالکل ہیچ ہیں اور غور نہیں کرتا کہ مخالف اسباب کو موافق کر دینا اور بنے بنائے کام کو بگاڑ دینا اُس قادر ذوالجلال کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ایسا شخص تو احمق ہے ہی۔ لیکن ایسا شخص جو یہ خیال کرتا ہے کہ ظاہری اسباب، محض بیکار و بیہودہ ہیں وہ بھی غلطی کرتا ہے۔ اور حقیقت دعا سے بے خبر ہے۔ دعا کا یہ مطلب نہیں کہ انسان اُن اسبابوں کو جو خالق نے عطا کئے ہیں استعمال نہ کرے۔ بلکہ ایسا

امر تو اعتدا سے دعا میں داخل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ۔ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ ولا تعتدوا انہ لا یحب المعتدین۔ یعنی اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارو (مگر) اعتدا نہ کرو۔ کیونکہ حق بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتدا کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور توکل جو ایک قسم کی خفیہ دعا ہے اس کی حقیقت بھی یہاں کھل جاتی ہے۔ کیونکہ توکل اس کا نام نہیں۔ کہ انسان ظاہری اسباب کو درمیان سے بالکل اٹھا دے۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ انسان ظاہری اسباب کو اپنا کارساز حقیقی نہ بنائے بلکہ اپنا کارساز حقیقی اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھے

دعا اور توکل ضروری چیزیں ہیں اور دعا اور توکل کا کاربند اس حقیقت سے آشنا ہے۔ کہ صرف ظاہری اسباب ہی ہمارے تکیہ گاہ نہیں ہیں بلکہ حقیقی تکیہ گاہ ذات صمدی ہی ہے۔ مگر وہ لوگ جو اسباب ظاہری کو بالکل دخل دینا نہیں چاہتے وہ دعا اور توکل کا غلط مفہوم سمجھے بیٹھے ہیں۔ اعتدا کے مجرم۔ اور ارشاد نبوی نیز عقل و توکل کے خلاف چلتے ہیں۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت مولنا مولوی صدرالدین صاحب کا تازہ خط

دو سعید روحوں کا مشرف باسلام ہونا

مکرمی و معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس جمعہ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے دو سعید روحوں کو ہدایت فرمائی۔ ان میں سے ایک تو لندن کی خاتون ہیں جن کا نام مس روز کوپر ہے اور دوسرے صاحب جارج بیلرڈ ہیں۔ وہ بھی لندن کے رہنے والے ہیں۔ مس روز کوپر صاحبہ کا اسلامی نام فرحت رکھا گیا ہے۔ اور جارج بیلرڈ صاحب کا نام مبارک تجویز کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اسلامی نعمتوں سے متمتع کرے اور ان کو ہر طرح سے امن اور آرام عطا فرمائے۔ اور انکو دوسروں کی ہدایت کا موجب فرمائے آمین۔ یہ دو اشخاص بھی ہماری مکرمہ محترمہ بہن امینہ صاحبہ کے زیر اثر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی سعی کو بارآور فرمایا۔ فالحمد للہ رب العلمین والسلام ۱۴ مئی ۱۹۱۶ء

دستخط مولوی صدرالدین امام مسجد لنڈن معرفت احمد

فرحت 1. Miss Rose Cooper

مبارک 2. Thomas George Ballard

الاخبار والآراء

عیسائیت کے بہانہ سے طلاق حاصل کرنیکی وبا ہندوستان کے شاہی خاندان میں

بعض گذشتہ اشاعتوں میں اس خطرناک طریق عمل اور اس کی مضرات پر بخوبی روشنی ڈالی جا چکی ہے جو بعض موجودہ قوانین سے مجبور ہو کر اکثر ناسمجھ مسلمانوں نے آجکل اختیار کر رکھا ہے اور طلاق حاصل کرنے کے لئے ارتداد کی وبا ان میں آہستہ آہستہ پھیلتی اور اپنا دائرہ اثر وسیع کرتی چلی جا رہی ہے۔ آج ہم اس کی ایک تازہ مثال عرض کرتے ہیں۔ جو اپنی نوعیت میں بہت ہی دردناک اور عبرت انگیز ہے۔ نصرت الملک مرزا احمد شاہ اور مرزا اعظم شاہ دہلی کے اس شاہی خاندان میں سے ہیں جو ہندوستان کی تاریخ میں خاندان مغلیہ کے نام سے مشہور اور اپنی عظمت وجلال کا شہرہ آجتک دنیا میں رکھتا ہے۔ دہلی کے یہ دونوں رئیس اس آسمان عظمت وجلال کے آخری ستارہ ابوظفر بہادر شاہ کے پوتوں اور پڑپوتوں میں سے ہیں۔ زمانہ کی گردش کو دیکھو کہ آج اسی خاندان کے یہ ممبر بھی اس مہلک وبا میں گرفتار ہیں۔ اور اپنی لڑکیوں کو طلاق دلوانے کے لئے انھیں بھی عیسائیت کی پناہ ڈھونڈنی پڑی ہے اس اجمال کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ مرزا اعظم شاہ نے اپنی لڑکی کی شادی نصرت الملک مرزا احمد شاہ سے کی تھی۔ مگر کسی وجہ سے بگاڑ ہو گیا اس لئے مرزا اعظم شاہ نے اپنی لڑکی کو طلاق دلوانی چاہی۔ داماد نے جب نہ مانا تو لڑکی کو مشن کمپونڈ میں لیجا کر بپتسمہ دلا دیا۔ اور اس طرح سے آزاد کرا کر اس کے شوہر کو حق زوجیت کے ساقط ہو جانے کا نوٹس دے دیا۔ مرزا احمد شاہ نے اس نوٹس کو پاتے ہی عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا۔ اب مقدمہ چل رہا ہے مدعا علیہم لڑکی کے عیسائی ہو جانے کو حقوق زوجیت کے سلب ہو جانے کی بڑی وجہ قرار دیتے ہیں۔ اور مدعی اسے محض ایک بہانہ ٹھہراتا ہے۔ مدعا علیہم کی طرف سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ چونکہ مدعی شیعہ اور مدعا علیہم سنی ہیں اس لئے نکاح ویسے بھی ناجائز تھا۔ دیکھئے اس قضیہ کا بالآخر کیا فیصلہ ہوتا ہے اور ہندوستان کے اس نامور مگر موجودہ حالت میں سخت فلاکت زدہ خاندان کے ان عبرت انگیز حالات کا آخر کیا نتیجہ ہوتا ہے کیا اب بھی مسلمان عمائد کے لئے ان آئے دن کے ناگوار واقعات کے کلی سدباب کر دینے کی راہ نکالنے کا وقت نہیں آیا اگر کیوں مسلمان ممبران کونسل اور اسلامی اخبارات اس معاملہ میں خاموش ہیں۔

"نذر قوالی" کے عنوان سے خواجہ حسن نظامی دہلوی نے ایک طویل مضمون لکھ کر اس رسم کے بعض نقصانات کو واضح کیا ہے جو بعض صوفیاء کی خانقاہوں میں رائج ہے یعنی یہ کہ "ہو رہا ہے" قوالی میں مشائخ اور بزرگوں کو نذریں دکھائی جاتی ہیں اور وہ بزرگ اپنے ہاتھ سے قوالوں کو یہ نذر دیتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے تو اس مضمون کو ایک اور نقطہ نگاہ سے لکھا ہے اور انھوں نے صرف نذر دکھانے کی رسم کو ہی ترک کرنیکا مطالبہ کیا ہے اور ویسے قوالوں کو دینے سے وہ منع نہیں کرتے۔ لیکن ہم ایک اور پہلو سے اس مسئلہ کو چھیڑنا چاہتے ہیں۔ اور ہندوستان کی کتنی ہی خانقاہوں اور گدیوں وغیرہ پر مسلمانوں کا جو کروڑہا روپیہ محض نذرانوں وغیرہ پر صرف ہوتا ہے اس کے متعلق یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ یہ اسلام اور مسلمانوں کو کچھ فائدہ پہنچانے کے بجائے الٹا نقصان عظیم کا موجب ہو رہا ہے۔ پیرزادوں اور گدی نشینوں کی اخلاقی اور مذہبی حالت پر ذرہ ایک نظر ڈالو اور پھر اس کے اسباب کی ٹوہ لگاؤ۔ سوائے اس کے کہ ہم ان کے ظاہراً شرمناک افعال کا باعث نذرانہ کی ان بیش قرار رقوم کو قرار دیں جو انھیں فکر معاش سے سبکدوش کرکے عیاشی کی طرف مائل کر دیتی ہیں اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی ایسا ہی نوابیوں اور عرسوں وغیرہ پر جو ہر سال کروڑہا روپیہ خرچ ہوتے ہیں اور بعض اسلامی ریاستیں لازمی طور پر ان اخراجات کے ایک بہت بڑے حصہ کی کفیل ہیں آخر یہ مسلمانوں کی مذہبی و روحانی بہبودی کے کہانتک مفید حال ہے۔ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جس کی طرف مسلمانوں کو بہت جلد متوجہ ہونا چاہئے۔ اور ہم خواجہ حسن نظامی صاحب سے بھی ملتمس ہیں کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے اسلام کی موجودہ حالت کو مدنظر رکھ کر اس بات پر بھی غور کریں کہ آخر ان کثیر اخراجات سے اسلام کو کیا کچھ فائدہ پہنچتا ہے اور کیا اگر یہی روپیہ بجائے گدیوں اور خانقاہوں پر صرف ہونے کے اسلام کی حفاظت اور اشاعت پر لگا دیا جائے تو آج مسلمانوں کی تمام بیماریاں دور ہو کر وہ دنیا کی ایک معزز و مقتدر قوم بن سکتے ہیں۔ یا نہیں۔ آج جس قدر روپیہ ہندوستان میں قبروں کے مجاوروں اور مشائخ اور گدی نشینوں پر صرف ہوتا ہے۔ اگر یہ سب کا سب اسلام کی اشاعت کے لئے وقف کر دیا جائے تو اس سے اسلام کے کئی ایک مشن قائم ہو سکتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا سنہرا اصول بھلا کر اس کی جگہ ذاتی عیش و آرام اور دنیوی عزوجاہ کو آج مسلمانوں نے اپنا نصب العین بنا رکھا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اصل کو یاد دلانے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۲ - مئی سنہ ۱۹۱۶ء

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین .... الی ......
ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارًا خالدًا فیہا ولہ عذاب مہین - (النساء رکوع ۲)

قرآن کریم تمام قوانین کا مجموعہ ہے

چونکہ قرآن کریم ایک جامع - اور مکمل کتاب ہے انسانوں کی ہدایت اور ان امور کے لئے جن سے انسانوں کو ہدایت اور ان امور کے لئے جن سے انسانوں کو واسطہ پڑتا ہے ایک کامل ہدایت نامہ ہے - اس لئے صرف وعظ اور نصیحت پر ہی اس کا انحصار نہیں بلکہ وہ نکاح - وراثت - ایک دوسرے سے مختلف قسم کے تعلقات - جنگ وجدل وغیرہ ہر ایک قسم کے معاملات کے متعلق ہدایات دیتا ہے -

قرآن کریم کا جامع کتاب ہونا اس کے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے

کبھی غور کرو عرب کا ایک امی اور ناخواندہ آج سے تیرہ سو سال پہلے جبکہ علم کا کوئی چرچا بھی نہ تھا کس نے اس کے دماغ میں یہ خیالات ڈالے - کس نے اس کو یہ باتیں سمجھائیں - کہ ہر ایک قسم کے قوانین کو جمع کرو - اور اسے ایک کتاب کی شکل میں دنیا میں پیش کرو - عرب کے اندر تو کوئی قانون تھے اور نہ ہی ان کو کتاب میں منضبط کرنے کا رواج تھا - بلکہ کتاب کو بھی لوگ نہ جانتے تھے - اور قانون کے تو وہ نام سے بھی ناواقف تھے - پھر کیا وہ دوسرے ملکوں کے قوانین سے واقف تھا - وہ تو پڑھنا بھی نہ جانتا تھا - اور جانتا بھی ہوتا تو وہ کونسی جامع کتاب تھی جس میں یہ سب مسائل جمع ہوں - دنیا میں کوئی ایسی اکیلی کتاب تو آج بھی کوئی شخص پیش نہیں کر سکتا جس میں تمام قسم کے قوانین ایک جگہ جمع ہوں - خاص خاص امور کے متعلق مختلف کتابیں ہونگی کسی امر کا کسی کتاب میں تذکرہ ہوگا کسی کا کسی میں لیکن ایک جگہ تمام امور پر بحث کرنا اور ان کے متعلق ہدایات دینا یہ قرآن کریم کا ہی کام ہے اس میں ایک طرف تو خالق کے متعلق ہر ایک قسم کی ہدایات دی ہیں - دوسری طرف انسانوں کے آپس کے معاملات اور تعلقات کے متعلق خوب شرح وبسط کے ساتھ رہنمائی کی ہے واقعی یہ محمد رسول اللہ صلعم کا کام نہ تھا کہ وہ ایسی جامع کتاب مرتب کرتا - بلکہ یہ اس خدا کا ہی کام ہے جو انسانوں کی تمام ضروریات وحاجات سے واقف ہے - اور ان کی بہبودی کے اسباب ووسائل کو خوب سمجھتا اور جانتا ہے - یہاں جس مسئلہ کا ذکر کیا

مسئلہ وراثت

ہے وہ ہے اولاد کے بارے میں وصیت - اس میں وہ سب تقسیم بتائی ہے جو ایک انسان کے مال میں دوسرے لوگوں کے کچھ حصے ہوتے ہیں - عرب کے اندر مال

عرب میں اسلام سے پہلے کا قانون وراثت

متروکہ کے متعلق سیدھا قانون تھا کہ کمانے والے جو جنگ کر سکتے ہیں وہی مال متروکہ کے حقدار ہیں - اور عورتیں جو گھروں کے اندر بیٹھنے والی ہیں وہ اس کی حقدار نہیں - نہ ہی چھوٹے بچے - یہ بھی ہوتا تھا کہ صرف بڑے بیٹے کو ہی سارا مال مل جاتا تھا اور دوسروں کو نہیں - محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر

آنحضرت صلعم نے اس میں کیا کچھ انقلاب پیدا کیا

اس کے اندر عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا وہ لوگ جو قریب کے تعلق رکھتے ہیں - ماں - باپ - بیوی خاوند بیٹے بیٹیاں ان میں سے ہر ایک کے لئے کچھ حصہ مقرر کر دیا - اس بات پر بہت بحثیں ہوئی ہیں

ایک اعتراض

کہ اسلام نے متروکہ جائداد میں بہت سے حصے ٹھہرا کر بنی بنائی جائداد کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے - اگر یہ سب کا سب مال متوفی کے بعد ایک ہی شخص کو ملتا تو جائداد اس طرح سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوتی - اور کسی کے کام آتی - - - - - - - - -

- - - - - - - - -

- - - - - - - - -

لیکن حصوں کے مقرر ہو جانے کے سبب ایک شخص کی محنت سے کمائی ہوئی جائداد ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے - مگر اس میں سب سے پہلی

اسلامی قانون وراثت کی بنیاد انسانی مساوات پر ہے

بات جو یاد رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ اسلام نے جو کچھ قوانین وراثت کے مقرر کئے ہیں - اس تقسیم میں انسانوں کی مساوات بنیادی پتھر قرار دیا ہے - چند قریبی ہوں ان میں مرد ہوں یا عورت حصہ لینے میں سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں - پس یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ وراثت کے معاملات کی بنیاد انسانی مساوات پر رکھی گئی ہے - ہاں فرق یہ ہے کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا ہے عرب کے اندر تو عورتوں کو کوئی حصہ نہیں ملتا تھا - یا یوں کہنا چاہیئے کہ مسلمانوں کے سوا دنیا میں کہیں بھی لڑکیوں کا کوئی حصہ نہیں دیا جاتا - اس نے سب سے پہلے اس تفریق کو دور کیا اور حصہ لینے میں مرد اور عورت دونوں کو یکساں اور برابر ٹھیرایا - ہاں مرد کا حصہ عورت

مرد کا حصہ عورت سے دوچند ہونے کی وجہ

سے بیشک دوچند رکھا ہے - لیکن یہ اس لئے کہ مرد زیادہ تر کمانے والے ہیں اس لئے ان کے حصہ کو ایک ترجیح دے دی - عورتوں کو چونکہ کمانا نہیں پڑتا اور زیادہ تر مردوں کے اوپر ہی ان کا دارومدار ہوتا ہے اس لئے ان کا حصہ ان سے نصف رکھا ہے باقی وہ دونوں یکساں طور پر اس مال کے اندر حصہ لینے میں شامل ہیں - مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا

تمام جائداد کا ایک ہی کے حصہ میں آنا انسانی مساوات اور قویٰ انسانی کے لئے موجب نقصان ہے

ساری جائداد کے اکٹھا رہنے میں فائدہ ہے یا یوں اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے میں - اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب ایک چھوٹی موٹی جائداد بنتی ہے تو معًا وہ تقسیم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہے اور کسی کے بھی کام نہیں آتی - لیکن اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ تمام انسانوں کو یکساں قویٰ دیئے گئے ہیں - ہر ایک شخص اپنے قویٰ کو کام میں لا کر یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے کسی دوسرے کی کمائی ہوئی چیز پر اپنا انحصار رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں مذہب اسلام کو یہ سب سے بڑی فوقیت ہے کہ اس نے مساوات کی تعلیم دی ہے - اگر ایک شخص اپنی قوت بازو سے کام لے کر ایک جائداد کماتا ہے اور پھر اسے چھوڑ مرتا ہے تو کیا دوسروں کے قویٰ مسلوب ہو چکے ہیں کہ وہ اس ساری جائداد پر اپنی

معیشت کا انحصار اپنے قویٰ پر ہونا چاہیئے نہ کسی کی جائداد پر

معیشت کا انحصار رکھنا چاہتے ہیں کیا اس کے جانشین ویسی ہی کوشش نہیں کر سکتے - اور اپنے قویٰ کو استعمال کر کے خود کچھ نہیں بنا سکتے - کہ کسی کی متروکہ چیز پر اپنی نظر رکھتے ہیں - بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص نہایت غربت کی حالت میں ہوتا ہے مگر اپنے قویٰ کو کام میں لا کر وہ ایک دن لاکھوں اور کروڑوں کا مالک بن جاتا ہے - ایسا ہی ایک لاکھوں اور کروڑوں کا مالک ایک دن ایسا مفلس اور کنگال بن جاتا ہے کہ اس کے پاس ایک کوڑی بھی نہیں ہوتی تو اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ قوتیں اور طاقتیں دی ہیں - انسان جس حد تک ان طاقتوں اور قوتوں کو کام میں لاتا ہے فائدہ اٹھاتا ہے - ہاں یہ سچ ہے کہ احتیاج کی بھی ایک حد ہے - جس حد تک ایک انسان ابھی اپنی قوتوں سے کام لینے کے قابل ہی نہیں - اس حد تک وہ دوسرے کا محتاج ہے - مثلاً ایک بچہ محتاج ہے ماں باپ کا جو اس کے لئے معیشت کے سامان

ہم پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ بلوغ کو پہنچ جائے

ہماری معیشت کا حقیقی انتظام قانون نیچر میں

لیکن حقیقی طور پر جو انتظام اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسانوں کے لئے کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس خالق کل شئے نے کوئی ایسے اسباب اپنی رحمانیت کے تقاضا سے پیدا کر رکھے ہیں اور کچھ قوتیں اور طاقتیں انسان کو دے رکھی ہیں کہ وہ باہم مل کر اس کے لئے معیشت کی چیزیں مہیا کریں اور وہ اسطرح زندگی بسر کر سکیں۔ وہ خود فرماتا ہے کہ ہم نے چاند۔ سورج اور دنیا کی سب چیزیں مسخر کر دی ہیں تو جب چیزیں مسخر ہیں تو انسان جب چاہے ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اسے چاہیئے کہ ان خدا کی دی ہوئی قوتوں اور طاقتوں سے کام لیکر ان چیزوں سے فائدہ اٹھائے اور بیٹھے بٹھلائے کسی چیز کے مل جانے کا خواہشمند نہ ہو۔ یہ تقسیم وراثت کا قانون اس اصول پر نہیں

تقسیم وراثت کیوں ضروری ہے

کہ ایک شخص کو قوی نہیں ملے تو اس لئے اسی کو سب کا سب مل جانا چاہیئے۔ بلکہ یہ اس لئے ہے کہ جو کچھ کوئی شخص چھوڑ گیا ہے وہ آخر کسی کام آنا چاہیئے تو بجائے ایک کو دے دینے کے دوسرے عزیزوں کو بھی شامل کر لیا ہے تاکہ کوئی شخص اسی پر اپنا دارومدار نہ رکھے۔ اور اپنے قویٰ سے کام لے کر خود بھی کچھ کمائے۔ اس میں ایک باطنی سبق

ایک باطنی سبق

بھی ہے جس طرح پر ظاہری طور پر انسانوں کو اپنے قویٰ سے کام لے کر خود سبیل معاش بنانے کی ترغیب دلائی ہے اسی طرح پر باطنی طور پر بھی انسان کو خود خدا تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس طرح جسمانیت میں کوئی کسی کا محتاج نہیں اسی طرح پھر باطنی طور پر بھی انسان کو خود خدا تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ جس طرح جسمانیت میں کوئی کسی کا محتاج نہیں اسی طرح روحانیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی محتاجی ہمارے لئے نہیں رکھی۔ کہ ایک شخص کو بطور پروہت یا پیر کے ان کے اوپر مقرر کر دیا ہو اور اسی کو اس کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہو۔ قرآن خود فرماتا ہے

انا ھدینٰہ السبیل اما شاکرا و اما کفورا

ہم نے خود اسے راستہ دکھایا۔ پھر چاہے اپنے قویٰ سے کام لے کر انعام کا حقدار ہو اور چاہے ان قویٰ کو معطل کر کے اور انکار کو کام میں لا کر سزا کا مستوجب ہو۔ جس طرح ظاہری طور پر اپنے جسمانی

اسلام نے پیروں کو مدار نجات نہیں ٹھہرایا

قویٰ کو کام میں لا کر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے ویسے ہی روحانی طور پر اپنے روحانی قویٰ کو کام میں لا کر بھی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی قسم کا قانون ان دونوں حالتوں میں رکھا ہے۔ اکثر مذاہب میں دیکھو گے کہ ان میں خاص خاص موقعوں پر جب تک پروہت یا پادری موجود نہ ہو کام ہی نہیں چل سکتا۔ مثلاً عیسائیوں میں اگر مرتے وقت پادری موجود نہ ہو یا مرنے سے پہلے پادری بپتسمہ نہ دے تو نجات ہی نہیں ہو سکتی۔ مگر مسلمان کی نجات ان کے اپنے اعمال پر ہوتی ہے نہ کسی پروہت یا پیر کے بپتسمہ سے۔ دیکھو نماز میں ایک امام مقرر ہوتا ہے۔ لیکن دوسروں کو بھی موقع پیش آ جانے پر امامت کرا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ نہیں کہ اس کے بغیر کام ہی نہ ہو۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے

پیغمبروں کے آنے کی غرض

کہ گویا میں پیغمبروں کا منکر ہوں پیغمبر تو اللہ تعالیٰ کی راہوں کو بتانے کے لئے آتے ہیں۔ جس طرح ظاہری طور پر اپنے قویٰ کو کام میں لانے کے لئے کسی نمونہ کی ضرورت ہوتی کیونکہ انسان فطرتاً دوسروں سے نقل کرتا ہے اسی طرح باطنی طور پر ایک راہ بتلانے والے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب پیغمبر خدا کی راہوں کو کھول کر بتا دیتا ہے تو اب یہ خود ہمارا اپنا کام ہے کہ اس راہ پر گامزن ہوں۔ نبی اور رسول صرف اس لئے آتے ہیں کہ تا اللہ کی رضا کی راہیں بتائیں اور مخلوق خدا کو اس پر چلنے کی ہدایت کریں۔

خلاصہ بحث

تو غرض اسلام نے ایک قسم کی مساوات اور ایک قسم کی جمہوریت رکھی ہے ظاہری اور باطنی قوانین کو ایک ہی طرز پر رکھا ہے۔ وراثت کے معاملہ میں اس نے اسی لئے جائداد کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے کہ تا جو شخص اپنے قویٰ سے فائدہ اٹھا سکتا ہے وہ تھوڑے سے بھی بہت فائدہ اٹھا لے۔ اور اسے استعمال میں لا کر اور اپنے قویٰ کو خرچ کر کے بہت کچھ پیدا کرے ورنہ ویسے تو جو شخص تھوڑے سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اسے بہت بھی دیا جائے تو وہ بھی اسے ضائع کر دے گا۔

اسلامی قانون وراثت اور رواج

پس اسی لئے اسلام نے مردوں اور عورتوں کو یکساں طور پر حصہ دار رکھا ہے۔ لیکن یہاں ایک رواج کہلاتا ہے۔ بالخصوص دیہات میں اس کا بہت زور ہے۔ اس رواج کی رو سے وہ لڑکیوں کو حصہ نہیں دیتے۔ گورنمنٹ بھی چاہتی ہے کہ جس قانون کو کوئی قوم اپنے لئے پسند کرے اسی پر اسے چلنے دیا جائے۔ اس لئے جب ان مسلمانوں سے دریافت کیا گیا کہ تم قرآن کے قانون وراثت پر چلنا چاہتے ہو یا اپنے رواج پر تو انہوں نے کہا کہ ہم قرآن پر نہیں چلنا چاہتے۔ ہم رواج کے پابند ہیں۔ یہ مصیبت ہے جو مسلمانوں کے گلے میں پڑ رہی ہے۔ یہ کس قدر ظلم کی بات ہے کہ آدھی نسل انسانی کو ان کے جائز حقوق سے جواب دیدیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ لڑکیوں کو وراثت دینے سے غیر کے گھر مال جاتا ہے۔ حالانکہ اگر جاتا ہی ہے تو غیر کے گھر سے آ بھی تو جاتا ہے۔ بات تو یکساں تھی لیکن تعجب ہے کہ یہاں قرآن کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہے۔ یہاں ایک بات یہ بھی غور طلب ہے

ما ترک میں غور طلب نکتہ

کہ جتنی دفعہ ورثہ کا ذکر کیا ہے مما ترک کے لفظ سے ہی یاد کیا ہے تو اسے انسان کا ترکہ قرار دیا ہے کیونکہ یہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور اسکو جو آگے بھیجتا ہے اس کو مما کسب سے یاد کیا ہے گویا آگے کے لئے بطور ایک کمائی کے ہے۔ عموماً ہر ایک انسان کوئی نہ کوئی چیز پیچھے چھوڑ جاتا ہے اور اس کی اولاد میں تقسیم ہوتی ہے اسپر لوگ دریافت

انبیاء کا ورثہ کیوں نہیں

کرتے ہیں کہ انبیا کا ورثہ کیوں نہیں اور کیوں قرآن کی اسی آیت کے ماتحت ان کا ورثہ تقسیم نہیں ہونا چاہیئے۔ لیکن نبی تو دنیا میں اس لئے نہیں آتے کہ وہ اپنے پیچھے کچھ چھوڑ جائیں۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑتے جسے آگے نہ لے جائیں۔ مال و دولت پیچھے چھوڑ کر جانا ان کے شایاں نہیں۔ یہ ترک کرنے والی چیزیں وہ پسند ہی نہیں کیا کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث۔ بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت

آنحضرتؐ کی وراثت کا مقدمہ اور حضرت ابو بکرؓ کا فیصلہ

ابو بکرؓ کے پاس کسی جائداد کے بارہ میں جو آنحضرتؐ کی تھی دعویٰ کیا۔ اس کے اوپر جب وہ مقدمہ پیش ہوا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے کہ نحن معاشر الانبیاء لا نرث ولا نورث ہم انبیاء کا گروہ نہ ورثہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ اس پر تمام صحابہ حتیٰ کہ حضرت علیؓ نے بھی خاموشی اختیار کی اور وہ مقدمہ برخاست ہوا۔ بات بھی دراصل یونہی ہے کہ ترکہ چھوڑنا انبیاء کی شان سے ہی بعید ہے۔ آنحضرت صلعم نے اپنے وصال کے آخری وقت پوچھا کہ کیا کچھ گھر میں ہے اور جو کچھ تھا آپ نے وہ آخری درہم تک کر اسے بھی صدقہ کر دیا۔ تو اب حضرت ابو بکرؓ ایک

حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ پر صحابہ کا اجماع

فیصلہ کرتے ہیں نبی کریم صلعم سے ایک قول کی بنا پر اس وقت کوئی مقابلہ نہیں کرتا۔ سب صحابہ اپنی خاموشی سے اس کی تصدیق کرتے ہیں حتیٰ کہ

حضرت علیؓ بھی اس پر نہیں بولے۔ چاہئے تھا کہ اگر اس حدیث کے خلاف کوئی ثبوت ہوتا تو وہ آپ پیش کرتے۔ کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں رسول اللہ صلعم نے یوں نہیں فرمایا تھا۔ بلکہ یوں کہا تھا لیکن کوئی بھی اس وقت نہیں بولتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ

انبیاء کچھ چھوڑ کر نہیں جاتے اس لئے یوصیکم اللہ الخ کا حکم ان پر وارد نہیں ہو سکتا

جب قرآن کہتا ہے یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ تو آنحضرت صلعم کہاں اس کے خلاف حکم دے سکتے تھے گر یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ تو ان کے لئے ہے جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں۔ مگر انبیاء جب کچھ چھوڑ کر جاتے ہی نہیں تو یہ حکم کس چیز پر وارد ہو۔

صحابہ کسی غلط مسئلہ پر خاموش نہ رہ سکتے تھے

تو غرض یہ حدیث اجماعی حدیث ہے۔ کوئی بھی صحابی نہیں کہ جس نے اس کی مخالفت کی ہو۔ آخر کیوں ان میں سے کوئی ایک بول نہ اٹھا۔ وہ کوئی آجکل کے مسلمانوں کی طرح کوئی ایسا پیر تو نہ سمجھتے تھے کہ جس کے سامنے بولنے سے انھیں ڈر لگتا ہے۔ وہاں تو اگر ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کو بھی معلوم ہو جاتا کہ یہ بات غلط ہے تو وہ علانیہ منہ پر کہہ دیتے تھے۔ وہ عمر رضی اللہ عنہ جن سے صوبوں کے گورنر اس طرح ڈرتے تھے کہ وہ سمجھتے تھے کہ عمرؓ کا ایک ہاتھ ہمارے اوپر کے جبڑے پر ہے اور ایک نچلے جبڑے پر۔ اگر ذرا بھی خلاف ورزی احکام کی تو وہیں ہمارا کام تمام کر دیگا۔

حضرت عمرؓ کو ایک بڑھیا کا جواب

مسائل کے معاملہ میں آپ کے منہ پر ایک ادنیٰ بڑھیا بھی یہ کہہ سکتی کہ تو غلط کہتا ہے حضرت عمرؓ کے وقت مال چونکہ کثرت سے آ گیا تھا لوگوں نے عورتوں کے مہر کثرت سے باندھنے شروع کر دیئے حضرت عمرؓ چونکہ بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے انھوں نے ایک دن لوگوں کو جمع کیا اور خطبہ پڑھا کہ عورتوں کے مہر کم کرو۔ اس وقت ایک بڑھیا عورت اٹھتی ہے اور آپ کو یہ کہہ کر روکتی ہے کہ اے خطاب کے بیٹے تو کون ہوتا ہے اس بات سے روکنے والا۔ قرآن تو کہتا ہے کہ وان آتیتم احدٰھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً۔ اگر تم کسی کو سونے کا ڈھیر بھی دے دو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بات سے رجوع

اس بڑھیا کی اس بات کو سنکر حضرت عمرؓ نے فوراً اپنی بات سے رجوع کیا۔ اور فرمایا نساء المدینۃ افقہ من عمر۔ مدینہ کی عورتیں عمرؓ سے زیادہ سمجھدار ہیں۔ تو صحابہؓ کا گروہ

صحابہ بیجا تقلید نہیں کیا کرتے تھے

وہ گروہ تھا کہ اگر کسی سے ایک ذرا سی بھی غلطی ہو جاتی تو فوراً ٹوک دیتے تھے۔ یہ نہیں کہ آجکل کی طرح کہ گویا زبان ہی نہیں رہ گئی۔ اور حیوانوں کی طرح جدھر کوئی چلاتا ہے چل دیتے ہیں۔ وہ تو عظیم الشان سے عظیم الشان انسان کو بھی فوراً ٹوک دیتے تھے۔ اور مسائل کے معاملہ میں بالکل جھجکتے نہ تھے پس ان کی اس بارہ میں خاموشی بتاتی ہے کہ سب صحابہ حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ متفق تھے۔ تو پس تمام امت کا اجماع۔ اس امت کے اس برگزیدہ

صحابہ کے اس اجماع کو چھوڑنا انکی ہتک کرنا ہے

گروہ یعنی کل صحابہ کا اجماع اس پر ہو چکا ہے کہ انبیاء ورثہ لیتے ہیں نہ دیتے ہیں۔ پس جب سارے صحابہ کا اجماع ہے تو اس کو چھوڑنا گویا سارے صحابہ کی ہتک کرنا ہے اور ان کو نعوذ باللہ جھوٹا ٹھہرانا ہے۔ اگر رسول اللہ صلعم نے یہ فرمایا نہ تھا تو حضرت ابوبکرؓ کے اس کو پیش کرنے پر کیوں باقی صحابہ کہہ نہ اٹھے کہ آپ یہ غلط کہہ رہے ہیں۔ کیوں علیؓ نے مقابلہ نہ کیا اور خاموشی اختیار کی۔ کیوں فاطمہؓ نے اس بات کی مخالفت نہ کی۔ ان سب کا قبول کر لینا بتاتا ہے کہ وہ اس حدیث کو صحیح سمجھتے تھے۔ ورنہ انھیں چاہئے تھا کہ فوراً اس کی تردید کرتے۔ صحابہؓ کی طرف جھوٹ منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی حدیث جس کی روایت صحابہ تک پہنچ گئی ہے اسے جھوٹ قرار نہیں دیا گیا۔ اور پھر جس پر اجماع ہو چکا؟ غرض دنیا

انبیاء کا ورثہ کیا ہے

کا مال جو چھوڑنے کی چیز ہے انبیاء علیہم السلام اسے پیچھے چھوڑ کر نہیں جاتے۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ وہ اپنی ہر ایک چیز دین کی راہ میں خرچ کر کے اس سے آگے کی تیاری کا سامان بناتے ہیں اور اسے ترکہ نہیں بناتے۔ ہاں وہ علم جو وہ خدا کی طرف سے لے کر آتے ہیں وہ ضرور پیچھے باقی رہتا ہے۔ مگر در اصل وہ بھی یہیں کے لئے نہیں ہوتا۔ بلکہ آگے بذریعہ عمل اور نمونہ ان کے ساتھ بھی جاتا ہے۔ ان علوم کے وارث وہی ہوتے ہیں جنہوں نے ان کی تعلیم سے فائدہ اٹھایا۔ ان کے روحانی فرزند اس کے پانیوالے ہوتے ہیں یہاں اس رکوع میں چند حصے

وصیت کی فرضیت اور اس کی ضرورت

مقرر کئے ہیں کہ بیٹے کے لئے یہ اور بیٹیوں کے لئے یہ اور ماں باپ کے لئے یہ اور بہن کے لئے اور بھائی کے لئے یہ میں ان باریکیوں میں تو پڑنا نہیں چاہتا لیکن ایک ضروری بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ یہاں میراث کے ساتھ من بعد وصیۃ کا لفظ ساتھ لگا دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے ان کے لئے جو اپنے پیچھے کچھ مال چھوڑتے ہیں وصیت کو بھی کوئی ضروری شے سمجھا ہے۔ اور دوسری جگہ سے صاف طور پر اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیرا ن الوصیۃ۔ جب تم میں سے کسی پر موت آ جائے تو تم پر فرض ہے کہ اپنے مال کثیر میں سے کچھ وصیت بھی کر دو۔ پھر صحابہ کے طرز عمل سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وصیت کا کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ تقریباً ہر ایک صحابی جو کچھ مال رکھتے تھے اپنے بعد کچھ نہ کچھ وصیت بھی کر جاتے تھے اس لئے نہایت ضروری ہے کہ تم بھی اپنے مالوں میں سے کچھ نہ کچھ وصیت کرو۔ وہ وصیت کیا چیز ہے صحابہ کی تاریخ کو

وصیت کیا چیز ہے؟

پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصیت فی سبیل اللہ تھی۔ مساکین اور یتامیٰ کی پرورش اور اشاعت اسلام کے لئے اپنے مال کا کچھ حصہ الگ کر دیتے تھے جو ان کی وراثت میں نہ سمجھا جاتا تھا

وصیت کتنی ہونی چاہئے؟

ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک صحابی بیمار تھے۔ رسول اللہ صلعم اس کی بیمار پرسی کو گئے اس نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس بہت مال ہے اور صرف ایک بیٹی کیا میں اس سارے مال کی وصیت کر دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا دو تہائی کر دوں آپ نے اس سے بھی منع فرمایا۔ پھر اس نے نصف کے لئے پوچھا آپ نے فرمایا کہ نصف بھی نہیں بلکہ ایک تہائی کی وصیت کر دو۔ اور ساتھ کہا کہ بہتر ہے کہ تم ایک تہائی کی وصیت کر دو۔ اور ساتھ کہا کہ بہتر ہے کہ تم اپنے ورثاء کو غنی چھوڑ دو۔ بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو محتاج چھوڑ دو۔ کیا میانہ روی کی تعلیم ہے

تم بھی کچھ اپنے ساتھ لیجاؤ

تم میں سے بھی جو صاحب جائداد ہیں اور مال کثیر رکھتے ہیں انھیں چاہئے کہ جہاں اپنے ورثاء کے لئے مال چھوڑتے ہیں اس کے ساتھ دین کے لئے بھی کچھ وصیت کر جائیں۔ جو مال تم چھوڑتے ہو وہ تو یہیں ترک ہو گیا۔ آگے تو وہ ساتھ نہیں جائیگا چاہئے کہ اپنے ساتھ کچھ آگے کے لئے بھی لے جاؤ۔

پیچھے رہنے والی جائدادیں تباہ بھی ہو جاتی ہیں۔

یہ ضروری نہیں کہ جائداد جو تم چھوڑ جاتے ہو پیچھے بھی یہ برقرار رہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا ہے کہ بڑی بڑی جائدادیں جو بعض لوگ چھوڑ گئے پچھلوں نے انھیں یوں ہی تباہ کر دیا۔ اور وہ کسی کام نہ آئیں۔ پس تمہیں کیا

کیا پتہ ہے کہ تمہارے پیچھے تمہاری جائداد سے کیا سلوک ہوگا۔ وہ شخص جو ایک بڑی جائداد

موجب مسرت بات کو چھوڑ کر اطمینان کی راہ اختیار کرنی چاہیئے

چھوڑ کر مرتا ہے اگر اسے یہ علم ہوجائے کہ اس کی محنت سے بنائی ہوئی جائداد کو کس طرح تباہ کیا گیا ہے تو اسے کس قدر حسرت ہو۔ تو پس جس صورت میں کوئی شخص کی مطمئن نہیں کہ بعد میں اس کے مال اور اس کی جائداد کا کیا حشر ہوگا یا نہیں تو کیا اتنا بھی اس کی طبیعت پسند نہیں کرتی کہ اس کا کچھ حصہ اپنے ساتھ لیتا جائے۔ وہ شخص جو اپنی جائداد کو برباد ہوتے دیکھنا نہیں چاہتا کیوں وہ اس کا ایک حصہ اپنے ساتھ نہیں لے جاتا۔ تاکہ آگے چل کر اس کے ہی کچھ کام آئے۔

ان جائدادوں پر پچھلوں کی خوشحالی کا قیاس کرنا [illegible]

بیٹے اور بیٹیوں کے لئے یہ خیال ہوگا کہ اگر بڑی جائداد چھوڑ جائینگے تو وہ خوشحالی سے زندگی بسر کرینگے مگر دنیا کا تجربہ تو اس بات کے خلاف ہے۔ یہاں تو بڑی بڑی جائدادیں ہماری آنکھوں دیکھتے تباہ ہوگئیں۔ جب کوئی شخص بہت بڑی جائداد چھوڑ گیا تو پچھلوں نے اسے یونہی تباہ کر دیا۔

اللہ کے ہاں کوئی چیز برباد نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تو فنا ہوجائیگا اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اس لئے اپنی زندگی میں بھی کچھ دیتے جاؤ۔ اور وصیت کے طور پر بھی کچھ دے جاؤ۔ تاکہ وہ دین کی اشاعت میں کام آئے۔ اور وہ ضائع میں نہیں بلکہ صالح کسب میں شمار ہو۔

احکام وراثت کی خلاف ورزی کرنیوالے کو سزا

آخر میں فرماتا ہے ومن یعص اللہ ورسولہ ویتعد حدودہ یدخلہ نارا خالدا فیہا ولہ عذاب مہین بڑے ڈر کا مقام ہے ان کے لئے جو اپنے رواج بناتے بیٹھے ہیں اور قرآن پر عمل نہیں کرتے۔ آخر قرآن نے کیا غلطی کی کہ لڑکیوں کو حصہ دیتے ہیں

ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے۔

اس نص سے کہ کوئی لڑکیوں کو حصہ دیتا ہے یا نہیں۔ خدا کو کیا پڑی ہے کہ وہ لڑکیوں کو حصہ نہ دینے والوں پر عذاب نازل کرتا پھرے۔ بلکہ حضرت ہمارا اپنا ہی فائدہ ہے کہ مرد و عورت میں بحیثیت مسلمان مساوات قائم ہو اور ترقی کے یکساں مواقع میسر آئیں۔ لڑکیوں کو حصہ سے الگ

خرچ اخراجات میں لڑکا اور لڑکی سب برابر ہیں

لڑکیوں کو محروم نہیں کر دینا چاہیئے کہ ان کے بیاہ شادی پر بہت کچھ خرچ کیا جاتا ہے۔ بالمقابل لڑکوں پر بھی تو بہت کچھ خرچ ہوتا ہے اس لئے لڑکیوں کا حصہ مال کے اندر اسی طرح سمجھنا چاہیئے اور انہیں دینا چاہیئے جیسا کہ لڑکوں کا سمجھتے اور دیتے ہو۔ ایسے ہی لڑکیوں کی تعلیم و تربیت

لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کیطرف عدم توجہی اور اسکی سزا

اور عمدہ اخلاق کا بہت خیال رکھنا چاہیئے نبی کریم صلعم ایک رات کو اٹھے اور آپ نے فرمایا کہ اس رات کیا کیا فتنے نازل ہوئے ہیں ایقظوا صواحب الحجر حجرے والیوں (اپنی بیبیوں کی طرف اشارہ ہے) کو جگاؤ۔ فرمایا رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ بہت سی دنیا میں پہننے اوڑھنے والی آخرت میں ننگی ہونگی۔ آجکل ظاہری آسودہ حالی کا بہت خیال ہوتا ہے لیکن باطنی آسودگی کو کوئی نہیں دیکھتا۔ اپنی

لڑکیوں میں باطنی خوبیاں بھی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

لڑکیوں کے بناؤ سنگار کو جس قدر خیال رکھا جاتا ہے باطنی خوبیوں کے پیدا کرنے کی کوشش نہیں کیجاتی اس کا الزام ان لڑکیوں کے اوپر نہیں بلکہ خود ماں باپ پر الزام ہے۔ ماں باپ کے اوپر فرض ہے کہ اپنی اولاد کو اس قابل بنائیں کہ ملزم ہو سکیں انہیں ایسی پہننے والی بناؤ کہ عاریۃ فی الآخرۃ نہیں بلکہ وہاں بھی عزت کی حالت میں اور پہنے اور اوڑھے ہوئے ہی ہوں۔ جو شخص چاہتا ہے کہ خدا کی رضا کو حاصل کرے چاہیئے کہ وہ اس کتاب (قرآن کریم) کو پڑھے۔ اور پڑھائے اور اپنی لڑکیوں کے لئے کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ بننے کا موجب نہ ہو۔

فصلیوں کا نیا کلمہ

حضرت خلیفہ نورالدین صاحب نے اپنے وصال سے پیشتر عقائد محمودیہ سے جو بیزاری کا اظہار کیا اور ایسے عقائد والوں کو ضال اور مشرک کہا۔ اسکی بنا پر فصلی (ایڈیٹر) ہمیں ایک نیا کلمہ بنانے کا مرتکب قرار دیتا ہے۔ جو اسکے نزدیک کلمہ طیبہ سے جسکو کسی مسلمان کا فوت ہوتے وقت پڑھنا مبارک خیال کیا جاتا تھا۔ بالکل الگ ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں جو توحید باری تعالیٰ اور رسالت نبوی کا اقرار ہے چونکہ اسکے ساتھ آج حضرت مسیح موعود کو آپ کے دشمنی درجہ سے بڑھا کر نبی بنایا جاتا ہے اور آپ کی نبوۃ کا بھی اقرار لینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت خلیفہ صاحب نے ایسے لوگوں کو ضال اور مشرک کہا کیونکہ انہوں نے ایک شخص کو حد سے بڑھایا اور شرک فی الرسالت کے مرتکب ہوئے۔ چونکہ یہ ایک فتنہ عظیم ہے جو فصلیوں نے بپا کیا۔ اس لئے آپ نے فوت ہوتے وقت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار کے ساتھ ان ضلالت آمیز اور مشرکانہ باتوں سے جو اس اقرار کے منافی ہیں اپنی برأت اور بیزاری کا اظہار کیا۔ گویا بالفاظ دیگر کلمہ طیبہ کے ان اصلی اور حقیقی معنوں کو بیان کر دیا۔ جنکے آپ قائل تھے۔ پس یہ تو گویا ترجمہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نہ کہ اس سے علیحدہ کوئی نیا کلمہ۔ ہاں اسکے بالمقابل ہم دیکھتے ہیں کہ فصلیوں کے نزدیک نرا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی مرتے وقت کسی کا اس کلمہ کو پڑھ لینا کافی سمجھا جا سکتا ہے۔ جبتک کہ وہ مسیح موعود پر ایمان نہ لے آئے۔ اس لئے یہ نیا کلمہ ان کا ایجاد کردہ ہے نہ کہ ہمارا۔ ہمارے نزدیک تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر کوئی شخص مسلمان ہوسکتا ہے مگر فصلی پیر اور اسکے مریدوں کے نزدیک اسے پڑھکر بھی وہ کافر کا کافر ہی رہتا ہے۔ اور مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جبتک کہ مرزا صاحب کو مان نہ لے اسلئے یہ اقرار مرزا جو انکے نزدیک اب مدار نجات ہے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی واحد راہ ایک نیا کلمہ ہے جو انہوں نے تجویز کیا ہے۔

احمدی جماعت کا تقویٰ و طہارت بہ حیثیت مجموعی

اسی اشتہار میں جسکا ذکر ہم نے گذشتہ اشاعت میں کیا تھا۔ اور بتایا تھا کہ غیر احمدیوں کو نبوت کے جال میں پھنسانے کے لئے اسے محدثیت و امامت کے دانہ کے نیچے چھپایا گیا ہے آخری صفحہ پر نبوت صداقت کی ذیل میں یہ ایک فقرہ لکھا ہے کہ:

"آپ (مسیح موعود) کی قوت قدسیہ سے جیسا کہ پہلے خدا نے اطلاع دی تھی۔ (میں تجھے ایک بھاری جماعت دونگا) دیکھو سراج احمدیہ چار لاکھ مسلمان ہوئے جو بہ حیثیت مجموعی تقوے و طہارت میں اپنی نظیر آپ ہیں"

اب اس میں صاف طور پر چار لاکھ احمدیوں کو بحیثیت مجموعی تقوی و طہارت میں اپنی نظیر آپ بتایا گیا ہے۔ اور کوئی استثنا نہیں کیا۔ حالانکہ گھر میں اصحاب مسیح تک کو فاسق اور منافق کہنے کو دریغ نہیں کرتے کیا کہا جائے اس جماعت اور اسکے پیر کو جنکا ظاہر کچھ اور ہے باطن کچھ اور۔ دوسروں کو متوجہ کرنے کے لئے تو تمام تقوی و طہارت میں اپنی نظیر آپ بتاتے ہیں۔ اور گھر میں ہماری ایک ایک بات کو خلاف القا اور

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سیکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۲۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۷ر

ششماہی ۴ر

سہ ماہی ۲ر

ماہوار ۹ طلباء سے للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس لاہور | پنجشنبہ ۲۹ رجب ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق یکم جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۶

لالہ ہنسراج جی کی نکتہ چینی قرآن کریم پر

"آریہ سماج اور نوجوان" کے عنوان سے ۲۵-مئی ۱۹۱۶ء کے آریہ گزٹ میں لالہ ہنسراج جی کا ایک لیکچر طبع ہوا ہے۔ جس میں انھوں نے غیر مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن کریم کی طرف بعض غلط بیانات منسوب کرکے اس پر بہت بیجا نکتہ چینی کی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

"قرآن شریف کی نسبت میں زیادہ کہنا نہیں چاہتا اس میں خدا کو جبار و قہار کہا گیا ہے۔ ان کے خیال میں عرش پر عرش ہے اور اس طرح ساتویں آسمان پر خدا بیٹھا ہے اور اس کے ایلچی وغیرہ بھی ہیں جو ادھر ادھر پیغام لے جاتے ہیں"

آگے چل کر بیان کیا ہے۔

"مسلمان مذہب کو علم سے تعلق ہی کیا وہ تو کہتے ہیں کہ مذہب میں عقل کو دخل کیا۔ ان کے نزدیک جو علم دوست اچھے آدمی مثلاً خلیفہ ہارون الرشید وغیرہ ہوگذرے ہیں ان کو مسلمان کافر سمجھتے ہیں"۔

لالہ ہنسراج جی کے ان خیالات پر جو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق ظاہر کئے ہیں مجھے اس سے بڑھکر افسوس ہوا جتنا کہ خود دیانند جی مہاراج کے منھ سے ایسے ہی الفاظ سننے پر ہو سکتا تھا کیونکہ جو شخص اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ بالخصوص اسلامی تعلیم کی واقفیت کے کافی سامان اپنے سامنے رکھتا ہو اس کے منھ سے ایسے الفاظ جن سے اس کا صریح تعصب یا کم از کم ناواقفیت ٹپکتی ہے نکلنے کچھ کم موجب حیرت و تعجب نہیں۔ لالہ ہنسراج جیسی شخصیت کے انسان کو تو کچھ اس سے بڑھ کر نمونہ دکھانا چاہئے تھا۔ لیکن افسوس کہ انھوں نے یا تو جان بوجھ کر اور یا بغیر تحقیق اپنے ہم مذہبوں کے قدم بقدم مارا اور انہی غلط بیانیوں سے کام لیا جن کو اس سے پیشتر متعدد مرتبہ رفع کیا جا چکا ہے۔ کیونکہ لالہ صاحب کو اپنے شاگردوں کے لئے بعض اوقات جبار و قہار بننا نہیں پڑتا۔ پھر اگر ان سے بڑھ کر خراب حالات کے لئے اللہ تعالیٰ میں بھی یہ صفات موجود ہوں تو کونسے نقص اور عیب کی بات ہے اور پھر آخر اسی قرآن میں خدا تعالیٰ کو رحمٰن و رحیم بھی تو کہا گیا ہے اور کتب ... نفسہ الرحمۃ ... کے رحم کو ... رحمت ... پر غالب بتایا گیا۔ پھر کیوں ان کا ذکر لالہ صاحب نے نہیں کیا۔

ہاں میں قرآن کریم کی وہ آیت سننا چاہتا ہوں جس میں اس نے کہا ہے کہ "عرش پر عرش ہے اور اس طرح خدا ساتویں آسمان پر بیٹھا ہے"۔ رہا ایلچیوں سے کام لینا۔ سو اگر اللہ تعالیٰ کے لئے یہ معیوب امر تھا تو سب سے پہلے چار رشیوں پر ویدوں کا نزول قابل اعتراض بات ہے کیوں اس نے ہر ایک شخص کے کان میں خود آکر ویدوں کو الہام نہ کیا۔ یہ بھی نئی بات سننے میں آئی کہ کسی کا اپنے تابعداروں سے کام لینا بھی اس کے لئے معیوب امر ہے۔ ڈر ہے کہ کہیں کل کو لالہ صاحب اسی بنا پر ویدک خدا سے بھی دست بردار نہ ہو جائیں کیونکہ وہاں بھی اگنی۔ وایو جل اور سورج وغیرہ دیوتاؤں کو پرمیشور کے ایلچیوں کے طور پر ہی پیش کیا گیا ہے جن کی وساطت سے گویا ایشور جی مہاراج کے کام دنیا میں چلتے ہیں۔

اسلام اور علم

اسلام کو علم اور عقل سے کورا بتانا افسوس ہے کہ یہ بھی لالہ صاحب کے متعصبانہ جذبات کا ہی نتیجہ ہے۔ ورنہ اسلام تو علم و عقل کا گویا منبع ہے۔ علم کا وہ کونسا شعبہ ہے جو اسلام سے نہیں لیا گیا اور جس کے متعلق مغربی ... کار ... قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی ... کا اعتراف نہیں کیا۔ حیرت کا مقام ہے کہ وہ اسلام جس نے دنیا میں علم کے دریا بہا دیئے یہ نہیں کہ جیسے آج دیانندجی بعد ویدک شرتیوں کی ... تاویلات سے یہ ثابت کرنے کی فضول کوشش کی

کہ وید ہی ہر ایک قسم کی ایجادات، وعلوم کا مخزن ہیں۔ خواہ تاریخ اس کے صریح خلاف علم سے روشنی رکھنے والوں کو ملیچھ کہہ کر ویدوں کو علم کا دشمن بھی ثابت کرے۔ ویسے ہی ہم بھی قرآن کی وکالت میں کھڑے ہو کر زبانی باتوں سے اسے علوم کا حامی بتائیں بلکہ واقعات زمانہ اس پر شاہد ہیں اور مسلمان فضلا کی زندگیاں بتا رہی ہیں کہ وہ علوم کے کیسے حامی تھے۔ خود قرآن افلا تعقلون کہہ کر عقل سے کام لینے کی ترغیب دلاتا ہے۔ اور جا بجا بے علم کو اندھا اور صاحب علم کو بصیر ٹھہرا کر انھیں ظلمت اور نور سے تشبیہہ دیتا ہے۔ پھر رب زدنی علما کی دعا سکھا کر ہر آن زیادتی کے درپے رہنے کی تحریص دلاتا اور انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء میں خشیت اللہ کی بنیاد علم وبصیرت پر رکھتا ہے، وہ تو ہر آن اور ہر حالت میں انسان کو رات دن کے اختلاف زمین وآسمان کی خلقت چاند سورج دریا و پہاڑ اور دیگر اجرام سماوی وارضی پر غور و فکر کرتے رہنے کی بڑے زور سے ہدایت کرتا۔ اسے صاحب عقل لوگوں کا روزانہ شغل ٹھہراتا اور ان سب چیزوں کو انسان کا مسخر بتا کر ان سے خدمت لینے کے لئے انکشافات علوم کی تحریص وترغیب دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے ابتدائی زمانہ میں ہی علم ہیئت اور سائنس کی دیگر مختلف شاخوں میں وہ کمال دکھایا جسے دیکھ کر آج تک لوگ انگشت بدندان ہیں۔ بالمقابل ویدک دھرم کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں زمانہ واقف ہے۔ کہ پیروان وید کو علم سے یہاں تک بے تعلقی رہی ہے کہ خود وید مقدس سے بھی وہ آج تک ناآشنا محض چلے آئے ہیں۔ یہ موجودہ علوم ویدک تتبع کا نتیجہ نہیں بلکہ زمانہ کی روش کے پیچھے چلنا ہے۔ مگر ہاں میں لالہ صاحب سے اس بات کا ثبوت چاہتا ہوں کہ ہارون الرشید کو کس مسلمان نے کافر کہا ہے اور کس بنیاد پر۔ جبتک کوئی معتبر تاریخی ثبوت نہ دو بانی گو فضول ہے۔

اخبار احمدیہ

بیعت | مسٹر ٹی ایم ابراہیم صاحب کالی کٹ سے حضرت امیر ایدہ اللہ کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہو گئے۔

عطایہ بتقریب پیدائش فرزند نرینہ | مکرمی محمد صادق صاحب سب انسپکٹر حوث کے ہاں اللہ تعالیٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ نام محمد احسن رکھا گیا۔ آپ نے اسی خوشی کی تقریب پر ۲۵ روپیہ بطور اعانت پیغام صلح عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور اس مولود مسعود کو بھی اپنے باپ کی طرح خادم دین بنائے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ کی صحت کیلئے احباب خاص طور پر دعا فرمائیں

درخواست دعا | مولوی اللہ بخش صاحب کے بھی بیمار ہونے کی خبر بلوٹ سے آئی ہے۔ انکے لئے بھی احباب دعا فرمائیں!

تازہ خبریں

جنرل ہیگ کا مراسلہ۔ لنڈن ۲۹ مئی۔ جنرل ہیگ کے ایک مراسلہ مورخہ ۱۹ مئی میں مغربی محاذ پر اُن کے کمان اختیار کرنے کے وقت سے اب تک کی برٹش کارروائیوں کا حال درج ہے۔ فرانس میں ہندوستانی سپاہ نے جو حصہ لیا ہے۔ اس کی تعریف کرتے ہیں۔

جنگ کے ایسے حالات میں جو انکے کسی خواب میں بھی نہیں آئے تھے۔ اور بالکل عجیب آب وہوا میں جو ناقابل برداشت تھی انہوں نے ایک سال تک بڑی بہادرانہ اور بیش بہا خدمات سرانجام دیں

جنرل ہیگ نے انکی روانگی پر بڑا افسوس ظاہر کیا۔ لیکن آپ لکھتے ہیں۔ کہ مجھے ذرا بھی شک نہیں۔ کہ جس طرح انہوں نے پیشتر ازیں فرانس میں بہادرانہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ ویسے ہی وہ دیگر مقامات میں بھی کرینگے۔

جنرل ہیگ فرماتے ہیں۔ کہ اس محاذ پر صرف ایک بڑا واقعہ ہوا ہے۔ اور وہ ورڈن میں فرانسیسیوں کو سبکدوش کرنے کے لئے فرانسیسی محاذ کا ایک بڑا حصہ کو لے لینا ہے۔ اتحادیوں نے صرف یہی مدد طلب کی تھی۔ یہ نہایت نازک کارروائی فرانس میں مقبوضات کی افواج کی برطانیہ کی نئی طیار شدہ افواج کے آجانے کے باعث سرانجام دی جاسکی۔ چنانچہ پوری کامیابی سے یہ کام کیا گیا۔

جنرل ہیگ فرماتے ہیں۔ کہ فرانس میں فرانسیسی افواج نے ویسے شاندار کارنامے کئے ہیں۔ جو اُن کی شان کے عین شایاں ہیں۔ اور ان سے اتحادیوں کے کار کی بڑی بھاری خدمت کی گئی ہے۔ جرمنوں کے آدمیوں اور رعیت کا جتنا نقصان ہوا ہے اسکے مقابلہ میں اتنا فائدہ حاصل نہیں ہوا۔

جرمنی میں سامان خوراک کی قلت۔ لنڈن ۲۶ مئی۔ ایمسٹرڈم۔ ریشتاخ (جرمن پارلیمنٹ) میں سامان خوراک مہیا کرنے والے بورڈ کے پریذیڈنٹ ہیروان بیٹوکی نے ہمیں کو متنبہ کیا کہ سامان خوراک کی حالت موجودہ میں وہ اچانک ترقی کی امید نہ لگائیں۔ آپ نے باجگذار ریاستوں کے درمیان باہمی تعلقات کے باعث پیدا شدہ بھاری مشکلات کا ذکر کیا۔ اور کہا کہ اس اثناء میں مجھے ورٹمبرگ سے خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں پرشیا کی دستبرد کے خلاف برداشت کیا گیا ہے۔

ہیروان بیٹوکی نے کہا کہ ریاستوں کو ملکر کام کرنا چاہئے۔ ورنہ انکے کام میں کامیابی نہ ہوگی۔

لنڈن ۲۸ مئی۔ ایمسٹرڈم۔ جرمن پارلیمنٹ میں سامان خوراک کی قلت کے متعلق کئی قابل ذکر امور کو تسلیم کیا گیا۔ گورنمنٹ کے ایک قائم مقام نے اس امر پر زور دیا۔ کہ آلوؤں کی کافی مقدار موجود ہے۔ لیکن ضرورت سے زیادہ نہیں ہے۔ مویشیوں کی تعداد یکم دسمبر سنہ ۱۹۱۵ء سے ۲۱ فیصدی کم ہو گئی ہے۔ اور اسی طرح سؤروں کی تعداد میں بھی کمی واقع ہوئی ہے۔ ان اشیاء کی کمیت کے متعلق زبردست ترین پابندیاں عاید کرنے کی بہت جلد ضرورت رونما ہوگی۔

ایک نیشنل لبرل ڈپٹی نے بتلایا کہ جرمنی کے سٹاک میں ایک سال میں ۳۰ لاکھ کی کمی ہو گئی ہے۔ اور عنقریب انکی قلت رونما ہونیوالی ہے۔

غیر جانبداروں کی ڈاک ماخوذ کئے جانے کے خلاف امریکہ کا پروٹسٹ | لنڈن ۲۷ مئی واشنگٹن غیر جانبداروں کی ڈاک کے ساتھ برطانیہ اور فرانس کے سلوک کے خلاف ایک نوٹ آج یہاں سے بھیجا گیا ہے۔ غیر جانبدار جہازوں کو انکی ڈاک چھیننے کے لئے زبردستی بندرگاہوں میں داخل کرنے کے طریقہ کو خلاف قانون اور جابرانہ طریقہ قرار دیا گیا ہے۔

اور اس نوٹ میں شکایت کیگئی ہے کہ کئی اہم اور ضروری دستاویزات کا نقصان ہوا۔ اور کئی دفعہ بہت تاخیر ہو جاتی ہے۔ آخیر میں لکھا ہے کہ برطانیہ اور فرانس کی پالیسی میں مناسب تبدیلی اور امریکہ بحیثیت ایک غیر جانبدار سلطنت اسکے تمام حقوق کی بحالی ہی گورنمنٹ کو مطمئن کرسکیگی۔ نوٹ کا عام رویہ دوستانہ ہے۔ اس میں تسلیم کیا گیا ہے کہ جھگڑا اصول کا نہیں بلکہ طرز عمل کے متعلق ہے اور اس میں اتحادیوں کو اختیار دیا ہے کہ وہ حمائیتیوں کو چھین سکتے ہیں۔ امریکہ اسوقت تک اسی معاملہ کے متعلق پروٹسٹ کرتا رہا ہے۔

مہم عراق عرب۔ لنڈن ۲۶ مئی۔ جنرل لیک رپورٹ کرتے ہیں کہ دشمن ابھی تک سناہیت کے نواح میں ہی پوزیشنوں پر قابض ہے۔ برٹش توپ خانہ دریائے کنارے سے بائیں کنارے پر ترکی سلسلہ جات آمدورفت پر موثر گولہ باری کر رہا ہے۔

شاہ فرڈیننڈ کے خطرات۔ لنڈن ۲۹ مئی۔ اخبار کو رنکا رڈیا کو صوفیہ سے خبر ملی ہے کہ شاہ فرڈیننڈ اپنی جان کے خلاف سازشوں کے باعث متاثر کو چلا گیا ہے۔ جہاں جرمن سپاہی اسکو گھیرے ہوئے ہیں۔ اُس نے علاقہ گھیوگیلی میں افواج کے معائنہ سے احتراز کیا ہے۔

آبدوز کشتیوں کی جنگ۔ لنڈن۔ ۲۹ مئی۔ برلن مدعی ہے۔ کہ ایک آبدوز کشتی نے ۲۱ مئی کو ایک بلجئین ملکے جہاز کو غرق کردیا ہے

جنازہ غائب | افسوس کہ میاں جھنڈے خان صاحب احمدی چند روز بعارضہ نمونیا بیمار رہکر گذشتہ ۲۵ مئی کو انتقال فرما گئے۔ احباب جنازہ غائب پڑھلیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

یکم جون سنہ ۱۹۱۶ نمبر ۱۲۶

احباب کرام سے ایک ضروری بات

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

برادران سلسلہ ! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ
یہ تو ہم میں سے ہر ایک مانتا ہے کہ ہماری زندگی اس دنیا تک محدود نہیں نہ ہی ہمارے اعمال کی ذمہ داری ہماری اس زندگی کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ ہماری حقیقی زندگی اس موت کے ساتھ شروع ہوتی ہے۔ کیا پاک اصول قرآن کریم نے سکھایا ہے۔ اور کس اعلیٰ مقام پر مسلمان کو کھڑا کرنا چاہتا ہے کہ جس کو دوسرے لوگ موت سمجھتے ہیں اسے تم زندگی کا دروازہ سمجھو۔ اور جس کی وقعت دوسروں کے دلوں میں کوئی نہیں اسے حقیقی زندگی سمجھو۔ انسان کی کوتہ نظر نے سبا اوقات زندگی کو اس دنیا تک محدود سمجھ لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں کو بھیج کر بار بار اسے یہ یاد دلایا ہے کہ جس زندگی پر وہ نازاں ہے وہ جس آسائش اور آرام کو جن شغلوں کو اپنی زندگی کا بلند اور اعلیٰ مقام سمجھتا ہے وہ بے حقیقت چیزیں ہیں۔ اور اصلی زندگی موت سے ہی ملتی ہے۔ وما ھذہ الحیوۃ الدنیا الا لھو و لعب و ان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون ۔ یہ دنیا کی زندگی (جس کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا۔ و زینۃ و تفاخر بینکم و تکاثر فی الاموال و الاولاد ۔ یعنی تمہاری زینت کے سامان جنہوں نے تم کو منہمک کر رکھا ہے اور ایک دوسرے پر بڑائی کرنا اور مال اور اولاد کی خواہش میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش میں لگے رہنا) یہ خدا سے غافل کرنے کے سامان اور بے نتیجہ شغل ہیں جن کا تمہاری اصلی زندگی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اور دار آخرت یعنی موت کے بعد جو رہنے کا مقام ہے وہی تو حقیقی زندگی ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے۔ آیت کے آخری الفاظ کس قدر دردناک ہیں۔ اکثر لوگ اپنی حقیقی زندگی کے سامانوں سے غافل ہیں۔ اس دنیا میں بڑا بننے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔ لیکن اپنی زندگی میں کوئی ایسے اوقات الگ نہیں کرتے کہ ان اوقات میں اس حقیقی زندگی میں بڑا بننے کے سامانوں کی فکر کریں۔ یوم آخر پر ایمان ہر ایک مسلمان کی زبان پر ہے۔ مگر عمل کہاں۔ آج لو کانوا یعلمون سب سے بڑھ کر مسلمانوں پر صادق آتا ہے۔ جو شخص فی الواقع اس بات کو مانتا ہے کہ اس کی حقیقی زندگی کہیں اور ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کے دل میں کبھی اس کی تیاری کا خیال نہ آئے۔ یا جس قدر فکر اس دنیا کی معاش اور سامانوں کی اسے لگی رہتی ہے کم از کم اسی قدر فکر اس حقیقی زندگی کے سامانوں کے لئے نہ ہو۔ پس جو لوگ منہ سے اقرار کرتے اور عمل سے انکار کرتے ہیں وہ فی الواقع یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے۔ پس خوب یاد رکھو کہ مومن وہی ہے جو دل سے یقین رکھتا ہے کہ اس کے لئے کوئی اور زندگی بھی ہے جو اس دنیا کی زندگی کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اور پھر اس زندگی کے بعد کچھ فکر میں بھی لگا رہتا ہے۔

میں اس وقت اپنے احباب کو ایک ضروری فرض کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ فرض ادائیگی زکوٰۃ کا ہے۔ نماز اور زکوٰۃ مسلمان کے دو بڑے شعار ہیں۔ اور قرآن کریم نے بھی بار بار ان کا ذکر اس لئے فرمایا ہے اور ان دو کو اسلام کے لئے بعد لا الہ الا اللہ کے بطور اصل الاصول قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ فرمایا فان تابوا و اقاموا الصلوٰۃ و اٰتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین ۔ اگر وہ (یعنی کفار اپنے کفر سے) رجوع کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں۔ گویا اسلام میں دینی بھائی ارشاد قرآنی کی رو سے وہی کہلا سکتے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اگر ایک کافر ہمارا دینی بھائی قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ سے بنتا ہے تو ایک مسلمان بغیر اس کے کیونکر اس سلسلہ اخوت کا ممبر کہلا سکتا ہے۔ پس یاد رکھو کہ اسلامی سلسلہ اخوت کا خاص امتیاز منہ سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار اور عملاً قیام نماز اور ادائے زکوٰۃ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان قوموں کے ساتھ جنگ کی جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ اس ضروری فریضہ کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں۔

لیکن اس وقت میرا روئے سخن بالخصوص احباب سلسلہ سے ہے وہ خدا کے لئے غور کریں کہ وہ ان ہر دو فرائض کی ادائیگی میں کہاں تک دوسرے لوگوں سے ممتاز ہیں۔ منہ کے دعووں نے پہلی قوموں کو ہلاک کر دیا اور خوب یاد رکھو کہ نرے زبانی دعووں سے کہ ہم یوں ہیں اور دوں ہیں کوئی قوم دنیا میں سرسبز نہیں ہوئی۔ جتنی کامیابی کے وعدے ہیں وہ الذین اٰمنوا و عملوا الصٰلحٰت کے ساتھ ہی ہیں۔ مسیح موعود کے مان لینے کو کفارہ نہ بناؤ۔ آپ کے فرقہ کی غرض مسلمانوں کو اسلامی اصول پر قائم کرنا تھا۔ اگر تم ان اصول پر قائم ہو گئے ہو تو تم نے مسیح موعود کو مانا ہے۔ ورنہ نہیں۔ حضرت صاحب نے تو علاوہ فرائض کے نوافل کی ادائیگی بھی تم سے چاہی ہے۔ یہ چندے جو تمہارے لئے ضروری ٹھہرائے اس کی غرض کیا تھی کہ فرائض سے بڑھ کر تم نوافل بھی ادا کرو۔ لیکن کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص نوافل کی ادائیگی سے فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاتا ہے۔ اگر ایک شخص ساری رات نوافل کی ادائیگی میں لگا رہتا ہے اور صبح کی نماز ترک کرتا ہے تو وہ اس کے نوافل اس کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتے۔ اسی طرح پر کوئی چندہ کوئی خدمت تم کو ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے مستغنی نہیں ٹھہرا سکتی۔

پھر جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں وہ اپنی طرف سے ہی کوئی اصول بنا کر اس ساری رقم کو خرچ کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صاف بتاتا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم بیت المال میں ادا ہونی چاہیے اور وہاں سے تمام ضروریات قومی پر خرچ ہونی چاہیے۔ نہ یہ کہ جہاں کسی کا جی چاہا وہاں زکوٰۃ کی رقم کو خرچ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں زکوٰۃ کے روپیہ کے لئے آٹھ مصرف قائم کئے ہیں۔ یعنی فقراء مساکین۔ محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین۔ مؤلفۃ القلوب غلاموں کی آزادی۔ قرضدار۔ مسافر۔ اور فی سبیل اللہ یعنی دینی جہاد اور اشاعت اسلام میں۔ اب بعض لوگوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کو اس حد تک سمجھا ہوا ہے کہ کسی غریب رشتہ دار کی مدد جو کی تو سمجھ لیا کہ چلو زکوٰۃ ادا ہو گئی ہو گی۔ حالانکہ زکوٰۃ سے علاوہ بھی قرآن کریم نے بار بار غربا اور مساکین اور محتاج رشتہ داروں کی امداد کے لئے نصیحت فرمائی ہے۔ لیکن بہرحال جب اللہ تعالیٰ نے آٹھ مصرف بتائے ہیں تو کسی کا کیا حق ہے کہ باقی سب کی طرف سے لاپروائی کر کے ساری رقم کو کسی غریب رشتہ دار پر خرچ کر دے۔ اگر ایک رشتہ دار محتاج ہے تو کیا اسلام کی حالت آج اس حالت میں اضطرار کی نہیں سب سے بڑھ کر تو خود اسلام کی اعانت کی ضرورت ہے۔ حفاظت اسلام اور اشاعت اسلام کا کام جس قدر مدد کا محتاج ہے کوئی فقیر اور غریب بھی اس قدر مدد کا محتاج نہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک جماعت بنا کر موقعہ دیا ہے کہ ہم اپنے

سے ایک بیت المال قائم کرکے حسب منشاء قرآن کریم ادائیگی زکوٰۃ کے فرض سے سبکدوش ہوں۔ خوب یاد رکھو من سن سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها۔ جو شخص ایک اچھی راہ قائم کرجاتا ہے اس کے لئے اس کا اجر اور اس اچھی راہ پر چلنے والوں کا اجر بھی ہے ہم کو آج اللہ تعالیٰ نے ایک موقعہ دیا ہے کہ ہم ایک نیک سنت کو قائم کریں اگر ہم نے اپنے اس فرض کو ادا کیا تو یہ مسلمانوں کی آئندہ بہتری کے لئے ایک ایسی راہ ہوگی کہ پیچھے آنے والی نسلیں اس راہ کے قائم کرنے والوں کو ہمیشہ نیکی سے یاد کرینگی۔ اور اجر تو الگ رہا لیکن اگر آج ہم نے دنیا کے چند پیسوں سے محبت کرکے خدا کے اس حکم کو ٹال دیا تو یہ ہمارا مال بھی یہیں رہجائیگا۔ اور ہم خدا کے حضور بھی منہ دکھانے کے قابل نہ ہونگے اور پیچھے آنے والے لوگ بھی ہمیں برائی سے یاد کرینگے۔ اور اس وقت ہمارا پچھتانا کوئی کام نہ دے گا پس ابھی ہمارے ہاتھوں میں بات ہے۔ یہیں موقعہ حاصل ہے۔ پھر وہ وقت آئیگا کہ یہ موقعہ باقی نہ رہیگا۔ اور افسوس یہ ہوگا کہ اس وقت وہ مال بھی باقی نہ رہیگا۔ خدا نہ کرے کہ ہم فارجعنا نعمل صالحا کہنے والوں میں سے ہوں کہ خدایا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج کہ ہم اچھے عمل کریں رب ارجعون لعلی اعمل صالحا فیما ترکت اے میرے رب مجھے لوٹا دو تاکہ جو چیزیں میں پیچھے چھوڑ آیا ہوں اب جا کر ان میں اعمال صالحہ بجا لاؤں اس کا جواب کیا ہے۔ کلا انها کلمة هو قائلها۔ ایک بات ہے جس کو منہ سے کہہ رہا ہے۔ افسوس کہ ہماری اکثر باتیں بھی آج منہ کی باتیں ہیں۔ پس آؤ اور عمل کرکے دکھاؤ تاکہ تمہارے ناموں پر ابد الآباد تک خدا کی رحمت ہو۔ اور نیکی سے لوگ تم کو یاد کریں۔ چھوٹی چھوٹی قربانیاں ہیں وہ چند حقیر پیسے جو بہرحال ہمارے ہاتھ سے چلے جائینگے آج خدا کے حکم کے ماتحت ان کو اپنے ہاتھ سے دیدو۔ مگر اس طریق پر جو طریق آئندہ مسلمانوں کی کامیابی کا باعث ہو اور جو جماعت احمدیہ کو دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ بنانے والا ہو۔ یعنی اس رقم کو ایک جگہ جمع کرکے قومی کاموں پر لگاؤ۔ دین کی اشاعت پر لگاؤ۔ میں کہتا ہوں سردست اتنا ہی کردو کہ کم از کم نصف مال زکوٰۃ یا جس قدر زیادہ خدا توفیق دے انجمن کے بیت المال میں بھیج دو جو اشاعت اسلام پر مولفة القلوب پر اور دیگر نیک مصارف پر لگائے۔ اور باقی نصف کو اپنے حسب منشاء غرباء اور مساکین پر خرچ کردو تو کم از کم ایک قدم تو ایک نیکی کے کام کی طرف اٹھے۔ اور بنیاد تو رکھی جائے۔ پچھلا سال تو گذر گیا اور بہتیرے ہیں جنہوں نے خدا کے حکم کو ٹال دیا ہوگا۔ وہ کچھ غنی نہیں ہوگئے۔ بہتیرے ہیں جنہوں نے اس فرض کو خوشی سے ادا کیا وہ فقیر نہیں ہوگئے۔ آج اگر طبیعت پر جبر کرکے بھی تم اس کام کی بنیاد رکھدو توکل کو اللہ تعالیٰ تم کو شرح صدر بھی دیدیگا۔ بہرحال اس سال کو اور اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنواؤ۔ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ خدا کے سامنے سرخرو ہوکر جاؤ۔ اس حکم کو ٹالنے کی کوشش نہ کرو۔ بلکہ اپنے دوستوں اپنے عزیزوں اپنے قریبیوں کو بھی اس طرف متوجہ کرو۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی بیبیوں کو اپنی بیٹیوں کو اپنی بہوؤں کو خدا کا یہ حکم کھول کر سناؤ۔ سمجھاؤ۔ اور نصیحت کرو کہ وہ بھی اس حکم کو پورا کریں۔ پھر یوں بھی نہ کرو کہ ایک شخص نے اپنے بہت سے مال سے ایک چیز نکال کر دیدی اور سمجھ لیا کہ چلو حکم ادا ہوگیا۔ کیا اگر تم نماز کو ادا کرتے وقت چار رکعت کی بجائے تین پڑھ لو یا رکوع کو چھوڑ دو۔ یا تکبیروں کو چھوڑ دو۔ یا نماز سے پہلے وضو نہ کرو تو تمہاری نماز ہوجائیگی؟ پس فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی یہ چاہتی ہے کہ اس مال کا خواہ وہ نکلی زیور ہو یا نقدی ہو حساب کرو۔ جو مال پھر تمہارے پاس جمع رہا ہے اگر اس میں اس طرح کمی بیشی ہوتی رہی ہے کہ کچھ آتا اور کچھ جاتا رہا ہے تو سال کی اوسط لگا لو اور اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اسی طرح دیگر اشیاء میں بھی حساب کرکے جس قدر بروے حساب زکوٰۃ بنتی ہو اسے ادا کرو۔ یہ جو کچھ دوگے درحقیقت یہی تمہارے حساب میں جمع ہوگیا۔ لیکن یہ بات سوائے اللہ پر ایمان لانے کے اور آخرت پر ایمان لانے کے سمجھ نہیں آسکتی۔ تم سمجھتے ہو کہ جو مال تمہارے مکانوں اور صندوقوں میں پڑا ہے وہ تمہارا مال ہے۔ اور جو دیدیا وہ چلا گیا اور اس قدر کم ہوگیا۔ خدا کی کتاب ہمیں کچھ اور تعلیم دیتی ہے ما عندکم ینفد وما عند الله باق جو تمہارے پاس ہے یہ فنا ہوجائیگا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہیگا۔ گویا وہ یوں فرماتا ہے کہ جو تمہارے مکانوں اور صندوقوں میں بند ہے وہ تمہارا نہیں جو کچھ تم نے خدا کی راہ میں دیدیا ہے وہی تمہارے لئے باقی رہ گیا ہے۔ پس اپنی خواہشات اور خیالات کو خدا کے کلام کے ماتحت کرو۔

ذیل میں چند امور متعلقہ زکوٰۃ کی تشریح کردی گئی ہے۔

نقدی۔ نصاب چاندی ۵۲ تولہ اور سونا ۷½ تولہ ہے۔ یعنی جس کے پاس اس قدر یا اس سے زیادہ مال ہو وہ چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ ادا کرے۔

زیورات۔ ان کا حکم نقدی کی طرح ہے۔ جو زیور داشتنی ہو۔ یعنی معمولی طور پر استعمال میں نہ آتا ہو بلکہ کبھی کبھی پہنا جائے اس کے متعلق کسیکو اختلاف نہیں یعنی اس میں زکوٰۃ ضروری ہے۔ جو زیور عام طور پر استعمال میں آتا ہو اس کی زکوٰۃ میں اختلاف ہے یعنی صحابہ سے ایسے زیور کی زکوٰۃ کا ادا کرنا ثابت ہے۔ بعض سے ثابت ہے کہ وہ نہ کرتے تھے۔ اس بارہ میں ام سلمہ کی حدیث صاف ہے کہ ام سلمہ کچھ سونیکا زیور پہنے ہوئے تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زکوٰۃ ادا کردی جائے تو یہ کنز میں داخل نہیں اصل الفاظ روایت کے یوں ہیں عن ام سلمة قالت کنت لبس اوضاحا من ذهب فقلت یا رسول الله اکنز هو فقال ما بلغ ان تؤدی زکوته فزکی فلیس بکنز۔ اس حدیث میں کنز سے اشارہ اس آیت کی طرف ہے والذین یکنزون الذهب والفضة ولا ینفقونها فی سبیل الله فبشرهم بعذاب الیم گویا جس جمع شدہ مال میں سے زکوٰۃ ادا کیجائے اس پر وعید نہیں بلکہ وعید اس پر ہے جس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ تو اس حدیث کی رو سے پہنے ہوئے زیور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کی ادائیگی ضروری قرار دی۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ سب زیورات میں زکوٰۃ ہے۔ اور ہمارے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنا عمل یہی بتایا ہے۔ اس لحاظ سے سارے زیور پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے۔

مال تجارت میں زکوٰۃ ہے۔ اونٹ گائے بھیڑ۔ بکری وغیرہ میں الگ الگ نصاب ہیں۔ چونکہ ہمارے احباب میں اس کی ضرورت نہ ہوگی اس لئے اس کو چھوڑا جاتا ہے۔ دوسری قسم کے مال تجارت پر زکوٰۃ کے وجوب میں اکثر فقہا کا اتفاق ہے۔ حضرت مسیح موعود سے پوچھا گیا تھا آپ نے فرمایا۔ "وہ تجارتی مال پر جو مکان میں رکھا ہے زکوٰۃ نہیں حضرت عمرؓ چھ ماہ کے بعد حساب کرلیا کرتے تھے اور روپیہ پر زکوٰۃ لگائی جاتی تھی"

پیداوار اراضی۔ چونکہ سرکاری لگان کے ماتحت

اور وہ لگان اکثر حالات میں زکوٰۃ کے ۱/۱۰ یا ۱/۲۰ سے زیادہ ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ نہیں۔

مکانات کی آمد کرایہ پر زکوٰۃ ہے۔ (لیکن اگر ہوس ٹیکس کے ماتحت ہیں تو لگان والی اراضی کی طرح مستثنیٰ ہونگے)

پارچات پوشیدنی پر۔ سواری کے گھوڑے پر رہنے کے مکان پر گھر کے اسباب وسامان پر جو اپنی ضروریات کے لئے تجارت کے لئے نہیں زمینداروں کے مویشیوں پر جو تجارت کے لئے نہیں ہیں۔ کاریگروں کے ہتھیاروں پر جن سے کام چلاتے ہیں زکوٰۃ نہیں۔

شذرات

سور اور آیات کے شمار میں اختلاف کسی تحریف کا نتیجہ نہیں

ہمارے سماجی دوستوں نے یہ عجیب وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ جب کسی معقول بات کا جواب نہیں دے سکتے اور اپنے اوپر سے کسی اعتراض کو اٹھانے کے ناقابل اپنے آپ کو پاتے ہیں تو اس کبڑی عورت کی طرح جو اپنی پیٹھ کے سیدھا ہو جانے کی بجائے دوسروں کو بھی کبڑے ہی دیکھنا چاہتی ہے اور کہتی ہے آ پڑوسن مجھ سی ہو۔ جھٹ اس کوشش کے درپے ہو جاتے ہیں کہ کسی طرح سے وہی نقص دوسروں میں بھی دکھایا جائے۔ اور ہو نہ ہو۔ کوئی نہ کوئی بات بنا کر اپنی طرف سے پیش کر دیتے ہیں۔ خواہ اس سے اپنی ہی بیوقوفی اور ناواقفیت کا اظہار ہوتا ہو۔ وید کی تحریف وتبدیل پر پیغام صلح کی گذشتہ اشاعتوں میں جو روشنی ڈالی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے آریہ کیمپ میں ایک کھلبلی سی مچا دی ہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے لائق دوست ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ نے تاب مقابلہ نہ لا کر ایک اور ٹیڑھی راہ اختیار کی ہے اور قرآن کریم کی سورتوں اور آیات کی گنتی میں اختلاف بتا کر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اس میں بھی تحریف ہوئی ہے۔ حالانکہ اسے یہ معلوم نہیں کہ جن لوگوں نے قرآن کریم کی سورتوں اور آیتوں کو گننے میں آپس میں اختلاف کیا ہے وہ بھی اس موجودہ قرآن میں کسی کمی یا زیادتی کے قائل نہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اس موجودہ قرآن کو غیر محرف ومبدل مانتا ہے۔ اختلاف تو صرف آیتوں یا سورتوں کو گننے میں ہے۔ ایک شخص قرآن کے جس حصہ کو ایک آیت سمجھتا ہے۔ دوسرا اسی کو دو آیتیں یا اس سے کم یا زیادہ بناتا ہے گویا صرف اس بات کے فہم میں اختلاف ہے کہ قرآن کے کتنے الفاظ کے مجموعہ یا کس قدر فقرات سے ایک آیت بنتی ہے۔ بعض صرف ایک ہی لفظ کو ایک آیت سمجھتے ہیں جیسے مدھامّتان بعض اسے آیت نہیں کہتے ایسا ہی بعض بسم اللہ کو بطور آیت کے شمار کرتے ہیں۔ بعض نہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس اسی طرح سے سورتوں کے شمار کرنے میں بھی اسی وجہ سے اختلاف واقع ہوا ہے۔ کہ بعض کے نزدیک مثلاً سورت براۃ یا توبہ اور انفال۔ ایک ہی سورۃ ہے اور بعض اسے دو سورتیں قرار دیتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس مگر یہ نہیں کہ جس نے دو کی جگہ ایک سورت گنی ہے اس کے نسخہ میں وہ دوسری موجود نہ تھی نہیں بلکہ اس دوسری کو ملا کر اس نے ایک سمجھ لیا ہے اور اس سے کوئی تحریف لازم نہیں آتی۔ کیونکہ جب وہی الفاظ وہی آیات وہی سورتیں ہر ایک شخص کے نزدیک قرآن کریم میں موجود ہیں ان میں ایک لفظ کی بھی کمی زیادتی نہیں ہوئی تو صرف گنتی کے اختلاف سے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اصل میں سے کچھ نکل بھی گیا یا اس میں کچھ اور شامل ہو گیا۔ امید کہ ہمارا لائق دوست ایڈیٹر آریہ گزٹ اپنی اس کم مائگی اور ناواقفیت پر پشیمان ہو کر آئندہ اس قسم کی لایعنی باتوں سے احتراز کرے گا۔

مسلمانوں کی قبریں انگلستان میں

عنوان بالا سے مختصر کسان رقمطراز ہے۔ "سر جارج برڈوڈ نے ۱۰۔ اپریل کے ٹائمس میں "خدائی باغ" کے عنوان سے ہندوستانی مسلمان سپاہیوں کے قبرستان کے متعلق جو خط شائع کیا تھا اس کے بارہ میں لوگوں نے آپ سے خط وکتابت شروع کر دی ہے۔ ان خطوط کے دیکھنے کے بعد اس میں کوئی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہجاتی کہ باشندگان انگلستان اُن ہندوستانی سپاہیوں کی عزت افزائی کے لئے نہایت جوش کے ساتھ تیار ہیں جنہوں نے اپنے ملک سے ہزار ہا میل کے فاصلے پر سلطنت کے دشمنوں سے مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور اپنی جان اپنے بادشاہ کے قدموں پر نثار کر دی ان میں سے بعض ایسے ہیں جنہوں نے آپ کو ایک پبلک فنڈ کھولنے کی صلاح دی ہے اور اس میں اپنی طرف سے نہایت معقول رقمیں پیش کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ قابل قدر وہ خط ہے جو شہزادہ ویلس کے سولیسیٹرز سر زبر کتھبرٹسن ومرٹن نیل نے اپنی ایک موکلہ مس کانسٹنس میری فینھفل کی طرف بھیجا ہے۔ اور جس کا یقین ہو چلا ہے موصوفہ کی طرف سے جو مسٹر ولیم بٹ فینھفل صاحب کی دختر ہیں جو سابق شہزادہ ویلز کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں ان کا خاندانی مکان معہ زمین ملحقہ کے مسلمانوں کا قبرستان بنانے کے لئے پیش کیا گیا ہے اور اس کے مصارف بھی خود ہی برداشت کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے مس فینھفل کچھ دنوں اپنے بھائی کے ساتھ ہندوستان میں رہ چکی ہیں اور اب آپ شیرج ولس میں مقیم ہیں یہ مکان اور اراضی جو ایک مرتفع زمین پر واقع ہے لندن اور تھیمس اسٹیشن سے تقریباً بیس منٹ کے پیدل راستے پر واقع ہے بلا لگانی ہے۔ سر جارج برڈوڈ نے اس قابل تعریف پیشکش کو نہایت مسرت آمیز شکریہ کے ساتھ قبول کر لیا ہے۔ لیکن آپ نے رائے دی ہے کہ اُسے وزیر ہند کے سپرد کیا جائے۔ تاکہ وہ اس نگرانی کے لئے سربرآوردہ مسلمانوں کی ایک کمیٹی مقرر کر دیں چنانچہ مس صاحبہ کے مشیران قانونی انڈیا آفس سے گفت وشنید کر رہے ہیں اور خاص خاص شرائط زیر بحث ہیں۔ اسی بنا پر وہ ٹھیکہ بالفعل ملتوی کر دیا گیا ہے جو ووکنگ کے قبرستان کے گرد ایک اسلامی ساخت کی دیوار بنانے کے متعلق دیا جانے والا تھا۔

معاصر ٹائمس آف انڈیا کا خیال ہے کہ مس صاحبہ کا یہ فیاضانہ طرز عمل انگلستان و اسلام کے رشتہ اتحاد میں ایک اور مضبوط ومستحکم رشتے کا اضافہ کریگا اور مسلمانوں میں سلطنت برطانیہ کی طرف سے غیر محدود تشکر ووفاشعاری کے جذبات پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ ہمیں بھی اپنے معزز معاصر کی رائے سے بالکل اتفاق ہے۔ لیکن خدا کی قدرت اور زمانہ کی نیرنگی تو دیکھئے ؎

قبریں کہاں شکستہ دلوں کی وطن کہاں

جہاد کبیر

اس نام کا ایک رسالہ حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے قلم سے نکلکر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کیطرف سے حال ہی میں شائع ہوا ہے اس میں اشاعت اسلام کی ضرورت واہمیت پر مختلف عنوانوں کے ماتحت بارہ نمبروں میں روشنی ڈالی گئی ہے اور مسلمانوں کو اس اہم فرض کی ادائیگی کی تحریص وترغیب دلائی ہے اور خوب کھول کر بتایا ہے کہ درحقیقت اشاعت اسلام کے فرض کی سرانجام دہی پر مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار ہے ورنہ ان پر موت وارد ہو جانے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہجاتا۔ علاوہ دیگر اہم مسائل متعلقہ مثلاً جہاد وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے حضرت خواجہ صاحب کے مشن اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کی تجاویز کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے اور ان کی ضرورت اور اہمیت کو کھول کر بتایا ہے ۲۰×۲۶/۸ کے ۴۰ صفحات پر طبع ہوا ہے۔

اور محصول [illegible] دفتر [illegible] اشاعت اسلام [illegible] سے مفت مل سکتا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ نکاح

جو گذشتہ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء کو حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کی صاحبزادیوں کے نکاح کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھا۔

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ۔ واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

اما بعد۔ فقال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ وقال اللہ تعالیٰ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً۔ یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ وقولہ تعالیٰ یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا

خدا کی شان۔ آج ہماری حالت کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ آج ہمارے دوست میاں چراغ الدین صاحب نے جو پہلا سوال مجھ پر کیا۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ کیا حالت ہو گئی ہے مسلمانوں کی۔ کہ کفر کے فتووں کے سوائے اور کوئی کام کام ہی نہیں۔ یا خود کسی پر کفر کا فتوے لگا رہے ہیں یا دوسروں سے اپنے لئے کفر کا فتویٰ چاہتے ہیں۔ اور جب تک مسلمانوں کا ایک گروہ کافر نہ بنے دوسرا مسلمان نہیں بن سکتا۔ گویا قرآن کریم جیسی کتاب جسکے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ وہ نور اور ہدایت ہے اور وہ رسول جس کی قوت قدسی ہمیشہ تک کام کرنے والی تھی۔ آج اس کتاب پر عمل کر کے کوئی شخص ہدایت اور نور حاصل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی محمد رسول اللہ صلعم کی قوت قدسی ہی اس قابل رہی۔ کہ کوئی شخص اس سے فیضیاب ہو کر دائرہ اسلام کے اندر رہ سکے۔ مجھ پر یہ سوال کہ میاں محمود کے متعلق کیا فتوے ہے۔ ایک اور رنگ میں اسی مسجد کے اندر آج سے قریباً دو ماہ پہلے ایک عام جلسہ میں کیا گیا۔ ہمارے ایک دوست ہیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال۔ انہوں نے مجھ پر یہ سوال کیا۔ کہ چونکہ میاں صاحب آنحضرت صلعم کے بعد ایک حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اس لئے مجھے اُن کو کافر کہنا چاہئے۔ وہ موقعہ بھی عجیب تھا۔ اُس دن خواجہ صاحب کا ایک لیکچر تھا۔ اسلامی فرقوں کے اتحاد اور اتفاق پر۔ میں اُس جلسہ میں پریزیڈنٹ تھا۔ اب اسی جلسہ میں تو مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی راہ بتائی جائے۔ اور اُسی میں ہم سے کفر کا فتوے طلب کیا جائے۔ میں نے انہیں کہا کہ میاں صاحب کے یہ عقائد گمراہی اور ضلالت کے تو ہیں۔ مگر میں انہیں کافر نہیں کہتا۔ لیکن جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہتا ہے۔ وہ بہت نازک مقام پر ہے۔ اور خود اس پر اُس کی زد پڑتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت صاحب نے بھی بالآخر ان کفر کے فتووں سے تنگ آکر حدیث کے ماتحت اپنے مکفرین کو کافر کہا۔ لیکن ایک وقت تک آپ نے انہیں ایسا کہنے سے انکار کیا۔ حالانکہ حدیث تو صاف تھی۔ کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے لیکن آپ نے خیال کیا کہ شاید انکو غلطی لگی ہے۔ اور میرے عقائد کے متعلق غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں اسلئے پہلے ایک مدت تک انہیں سمجھاتے رہے۔ اور کافر نہیں کہا۔ حتےٰ کہ تین سال بعد بھی جب امرتسر میں ڈپٹی عبد اللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ کے موقعہ پہ گئے ہوئے تھے۔ تو وہاں مولوی عبد الحق غزنوی نے آپ سے مباہلہ کرنا چاہا۔ وہ منجملہ مکفرین کے تھے کفر کے فتوے پر اُسکی مہر ہے۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا۔ کہ میں تو تمہیں مسلمان سمجھتا ہوں۔ اس لئے تم ہی بددُعا کرو۔ اب باوجودیکہ ایک شخص نے کفر کے فتوے پر مہر لگائی ہوئی ہے۔ مگر پھر بھی اُسے مہلت دی۔ اور مسلمان ہی کہا۔ اور کبھی کسی کو کافر نہ کہا۔ یہانتک کہ اپنے عقائد کو کھول کھول کر بیان کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ میں مسلمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول صلعم کو مانتا ہوں۔ قرآن۔ ملائکہ۔ دوزخ بہشت حشر نشر اور یوم آخر کا قائل ہوں۔ ختم نبوت پر ایمان رکھتا ہوں۔ مانتا ہوں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہاں میری تحریروں میں بیشک نبی کا لفظ آگیا ہے۔ لیکن اُس کے تو معنے صرف محدث کے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر نہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہدیا کہ اگر نبی کے لفظ سے گھبراتے ہو۔ تو جہاں جہاں مینے نبی کا لفظ اپنے لئے استعمال کیا ہے اُسے کاٹا ہوا سمجھو اور اُسکی جگہ محدث کا لفظ سمجھ لو۔ لیکن بالآخر جب دیکھا کہ اب ان لوگوں نے ایک اور راہ نکال لی ہے۔ یعنی اُنہوں نے کہا۔ کہ یہ جو مرزا صاحب نے نبوت سے انکار کیا ہے۔ یہ محض دکھانے کے لئے ہے۔ ان کا دعوے در اصل نبی ہونیکا ہے اور یہ جو وہ اپنے آپ کو جزئی نبی کہتے ہیں۔ یہ محض لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ یہ ابھی پہلی سیڑھی ہے آہستہ آہستہ وہ اس سے بڑھکر اپنے آپ کو حقیقی نبی کہنے لگینگے۔ تو اسوقت اتمام حجت کر چکنے کے بعد اور یہ دیکھکر کہ وہ کسی غلطی کیوجہ سے نہیں بلکہ عمداً ہنسی اختیار کر کے ایک مسلمان جماعت کو کافر کہہ رہے ہیں اور باز نہیں آتے۔ حضرت صاحب نے کہا۔ کہ حدیث کے ماتحت یہ کفر کا فتوے خود اُن پر اُلٹ کر پڑتا ہے۔ کسقدر افسوس کا منظر ہے۔ کہ آج وہی بات جو دشمنوں کے مُنہ سے نکلی تھی۔ ہم خود اپنوں کے مونہوں سے سُنتے ہیں۔ وہ جو دشمن کہتے تھے۔ آج وہ اپنوں نے سچ کر دکھایا۔ مسیح موعودؑ کہتے تھے۔ میرا دعوے نبوت کا نہیں۔ یہ جزوی یا بروزی نبوت ہے حقیقی نبوت نہیں۔ دشمن کہتے تھے۔ اصل میں دعوے نبوت کا ہی ہے۔ محض چالبازی سے لوگوں کو ٹالنا چاہتے ہیں آج قادیان سے یہ اعلان ہو رہا ہے کہ جو دشمن کہتے تھے وہ سچ تھا۔ اصل میں دعوے نبوت کا ہی تھا۔ تو میں صرف اس بات کا جواب دینا چاہتا ہوں۔ جو مکرم میاں چراغ الدین صاحب نے مجھ سے پوچھی ہے۔ سوالکہ اگر میں میاں محمود صاحب کو کافر کہتا۔ تو وہ شاید اس مجلس میں نہ بیٹھتے۔ اور اسی لئے اُنہوں نے یہ امر دریافت کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ بھولے بھالے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے یہ سب فتنہ اندازیاں ہو رہی ہیں جب الفضل میں اب یہ لکھا جاتا ہے کہ میں میاں صاحب پر کفر کا فتوے دیتا ہوں۔ اسی الفضل میں یہ جلسہ کا واقعہ جس کا اوپر ذکر کیا گیا، چھپا۔ اور اس میں یہ لفظ لکھے گئے۔ کہ "ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے بھی خوب دم بند کیا۔ انہیں کہا کہ جب تم بار بار کہتے ہو۔ کہ مدعی نبوت کاذب اور ملعون ہے۔ تو مرزا محمود اور جماعت احمدیہ (مراد از جماعت محمودیہ) کو کھلم کھلا کافر کیوں نہیں کہتے"۔ (الفضل یکم اپریل ۱۹۱۶ء)

گویا یہ میرا ناطقہ بند ہوا۔ کہ مجھے کہا گیا۔ کہ تم میاں صاحب کو کافر کہو۔ اور میں نے کہا۔ کہ میں انہیں کافر نہیں کہتا۔ جسکے معنے یہ ہوئے۔ کہ کوئی مجھے کہے۔ کہ تم میاں صاحب کو گالی دو۔ چونکہ مسلمان کو کافر کہنا بھی ایک گالی ہے اور میں انہیں گالی نہ دوں۔ بس الفضل کے نزدیک۔ اس نے میرا ناطقہ بند کر دیا۔ کس قدر شرم کا مقام ہے۔ مرید ہو کر چاہئے تھا کہ خوش ہوتے۔ کہ اُن کے پیر کو کافر نہیں کہا گیا۔ لیکن یہ اُلٹے اس بات میں خوش ہوتے ہیں۔ کہ انہیں کافر کہا جاتا گویا حقیقت میں میاں محمود کافر تھے۔ اور میرا اُن کو کافر نہ کہنا میری ذلت کا موجب ہوا۔ اصل میں وہ بھی

سمجھتے ہیں۔ انہیں ایک ایسے مسلک پر چلایا گیا ہے۔ کہ جس کا نتیجہ یہی ہے۔ کہ دوسروں کو کافر کہنے پر اور خود کافر کہلوانے پر فخر کریں۔ میاں صاحب نے سالانہ جلسہ پر ایک تقریر کی۔ میں سُنی سُنائی بات نہیں کرتا۔ بلکہ خود فاروق میں چھپی ہوئی میں نے پڑھی ہے۔ اس میں انہوں نے یہ اعلان کیا۔ کہ جسطرح غیر احمدیوں کا فرض ہے۔ کہ جب تک وہ بیعت نہ کرلیں ہمیں کافر سمجھیں۔ اب یہ خطرناک الفاظ جب پیر کے مُنہ سے نکلے تو مرید تو یہی چاہینگے کہ انہیں کافر کہا جائے۔ اور وہ دوسروں کو کافر کہیں۔ مگر میرا مسلک اس معاملہ میں وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ کا تھا۔ میں ابھی ان کو کافر نہیں کہتا مگر میں نبی کریم صلعم کی حدیث کو بھی چھوڑ نہیں سکتا۔ جس میں ایک مسلمان کو کافر کہنے والے کو کافر کہا گیا ہے۔ میرے نزدیک اس کے لئے ابھی ایک وقفہ درکار ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ قبل اس کے کہ میری قلم سے کوئی لفظ نکلے۔ ان پر کافی طور پر اتمام حجت کرلوں۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ شاید اصلاح ہو جائے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ طبائع عام طور پر اس بات سے متنفر ہیں۔ کہ وہ کروڑ در کروڑ مسلمان جن کو احمدیت کی ہوا تک نہیں پہنچی۔ اور جنکو علم تک نہیں۔ کہ مرزا صاحب بھی دنیا میں کوئی ہوئے ہیں۔ انہیں کافر کہا جائے۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے غالی مریدین میاں صاحب نے میرے سامنے اس بات کا انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ جنکو دعوت نہیں پہنچی۔ ہم اُن کو مسلمان کہتے ہیں۔ اور اُن کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز سمجھتے ہیں۔ حالانکہ میاں صاحب ان سب کو کافر قرار دے چکے ہیں۔ میرے نزدیک مرزا صاحب نے محدثیت کا دعوےٰ کیا ہے۔ نبوت کا لفظ بھی جہاں کہیں استعمال کیا ہے۔ اس کے بھی معنے محدث کے ہی ہیں۔ مگر اب دقت یہ آکر پڑتی ہے۔ کہ اب بعض مریدین آپکو حقیقی نبی قرار دیتے ہیں۔ اس کے تو یہ معنے ہوتے ہیں۔ کہ گویا محمد رسول اللہ صلعم کا نام ہی دنیا سے مٹ گیا۔ آپ کی قوت قدسی کا اب دنیا میں کوئی اثر نہیں۔ وہ جو کافر قرار پاتے ہیں۔ گویا یہ قرآن اُن کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت اب اُنکے لئے فائدہ مند نہیں۔ یہ دقتیں ہیں جو اس عقیدہ کی ترویج کی راہ میں حائل ہیں۔ اس لئے میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ خدا وہ وقت لائیگا۔ جب جماعت کے اکثر فہمیدہ لوگ اس عقیدہ سے رجوع کرینگے۔ میاں صاحب کے متعلق تو نہیں کہا جاسکتا اُنہوں نے ہی تو اس بات کی بنیاد رکھی ہے۔ ممکن ہے۔ خدا اُنکو بھی امرِ حق کے تسلیم کرنے کی توفیق دے دے۔ اور اس خطرناک ضلالت سے باہر نکالدے لیکن بہرحال جماعت کی بہت حد تک اصلاح ہو جانے

کی امید ہے۔ اس لئے سردست میرا یہ خیال ہے۔ کہ اس مسئلہ کو سمجھایا جائے۔ آئندہ کے متعلق ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کیا کچھ ہوگا۔ لیکن سردست اسپر ابھی بہت کچھ سمجھانے کی ضرورت ہے۔ یہ تو اس سوال کے متعلق تھا۔ جو ہمارے میاں غلام حسین صاحب نے مجھ سے کہا۔ لیکن یہ مجلس منعقد ہوئی ہے۔ حکیم مرہم عیسےٰ صاحب کی دو صاحبزادیوں کے نکاح کے لئے۔ ہمارے نبی کریم صلعم نے مسلمانوں کے ہر ایک موقعہ پر یہی چاہا ہے۔ کہ مسلمانوں کے اندر تقوےٰ کی طہارت کی۔ پاکیزگی کی۔ ایک روح پھونکدی جائے۔ اگر کسی مسلمان کا جنازہ ہو۔ تو اس موقع پر بھی یہی دُعا سکھائی۔ اللهم من احييته منا فاحيه على الاسلام ومن توفيته منا فتوفه على الايمان۔ نہ صرف اس میت کے لئے ہی دُعا کی۔ بلکہ وہ تو ساروں کو اپنے اندر لینا چاہتا ہے۔ اور سب کے اسلام اور ایمان کے قائم و برقرار رہنے کی دعا کرتا ہے۔ اسی طرح نکاح کے موقع پر بھی جو خطبہ پڑھا ہے اس میں بھی بار بار تقوےٰ اللہ کی ہی تاکید کی ہے۔ نکاح تو درحقیقت نام ہے اعلان کا۔ یعنے ایک مجلس میں یہ اعلان کردیا جائے کہ فلاں عورت کا فلاں مرد کے ساتھ رشتہ زوجیت قرار دیا گیا۔ لیکن یہ خطبہ مسلمانوں کی تعلیم کے لئے ہے۔ تاکہ انہیں ایک دوسرے کے حقوق زوجیت سے بھی آگاہ کردیا جاتے ورنہ جاکر تلاش کرو۔ تمام دنیا میں شادیوں کے موقعہ پر کون وعظ ونصیحت کرتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم نے اس موقع کو بھی خالی جانے نہیں دیا اور تقوےٰ کی طرف ہی بار بار متوجہ کیا ہے یہ آیتیں جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہیں یہ ماثورہ ہیں پہلی آیت میں فرمایا۔ يايها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته۔ تقوےٰ اختیار کرو۔ جیساکہ حق تقوےٰ اختیار کرنے کا ہے یعنی اتقا کا وہ کامل نمونہ دکھاؤ جو دکھانا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے اس امت کے اندر ایسا کامل تقوےٰ کا نمونہ دکھانے کی قابلیت تھی۔ پھر فرمایا۔ يايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولا سديدا۔ تقوےٰ بھی اختیار کرو۔ اور بات بھی اچھی کہو۔ یعنے دوسروں کو نیک باتوں کی تلقین کرتے رہو۔ يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم۔ تمہارے اعمال سدھر جائیں گے۔ اور تمہارے گناہ معاف کردیئے جائینگے۔ ومن يطع الله ورسوله فقد فاز فوزا عظيما۔ اور جو اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت اختیار کرے اُسکا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ وہ بہت عظیم الشان مراد پالیگا

پہلے تو فاز کہا۔ یعنے کامیاب ہوا۔ پھر اس سے اور بڑھایا۔ اور ساتھ فوزا کا لفظ بھی لگادیا۔ پھر اس پر بھی بس نہیں عظیما کہکر اور بھی اس کامیابی کی عظمت بیان کی جس سے ظاہر یہ کرنا مقصود ہے۔ کہ اعلےٰ سے اعلےٰ مقصد جو انسان کے مدنظر ہونا چاہئے۔ وہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے ملسکتا ہے۔ جو اللہ اور رسول کی پورے طور پر اطاعت کرتا ہے وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔ اللہ اور رسول کی اطاعت سے نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحین کی معیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ لیکن لوگوں نے یہاں ایک غلطی کھائی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ معیت کا لازمی نتیجہ یہ ہے۔ کہ انسان وہی بنجاتا ہے۔ بیشک بعض وقت یہ بھی ہوتا ہے لیکن معیت کا لازمی نتیجہ یہ نہیں۔ مثلاً دوسری جگہ فرمایا۔ ان الله معنا۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اب اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ اللہ تعالےٰ ایک انسان بن گیا تھا۔ لیکن اگر معیت کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہو۔ کہ وہی بن بھی جاتا ہے۔ تو اس سے پھر ایک اور مشکل پیش آتی ہے۔ ہاں وہ اس قسم کا رنگ پا لیتا ہے۔ جو نبیوں جیسا ہوتا ہے نبوت کا منصب اللہ تعالےٰ نے ایک خاص غرض کے لئے رکھا تھا۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کیطرف سے ہدایات کی ضرورت تھی۔ نبی اس لئے آتے رہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کی راہوں کو ظاہر کریں۔ چونکہ یہ غرض اب محمد رسول اللہ صلعم کے وجود سے پوری ہوگئی اس لئے اب کسی اور نبی کی ضرورت نہیں۔ ایک بھی راہ ایسی باقی نہیں۔ جسکے لانیوالے کا انتظار ہو۔ بڑی سیدھی بات تھی۔ کہ چونکہ محمد رسول اللہ صلعم نے اس غرض کو پورا کردیا۔ جو نبیوں کے آنے کی غرض تھی۔ اس لئے اب نبی نہیں آسکتے ہاں وہ انعامات جو نبیوں پر ہوتے تھے۔ اسکے متعلق فرمایا۔ کہ وہ اب بھی دے دیتا ہوں۔ لیکن اس سے کوئی شخص نبی نہیں بنجاتا۔ اگر نبی بننا واقعی اطاعت کا نتیجہ ہو تو پھر تو بڑی مصیبت وارد ہو جاتی ہے کیونکہ پھر صحابہ کرام اور اُنکے ساتھ تیرہ سو برس میں جسقدر مجددین۔ محدثین۔ اولیاء اور اقطاب آجتک ہوئے۔ ان سب کی نسبت یہ کہنا پڑیگا۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی کامل طور پر اطاعت نہیں کی۔

کیا صحابہؓ نے کامل اطاعت نہیں کی تھی۔

رسول اللہ صلعم کی۔ مجھے تو یہ لفظ بہت گراں گذرتے ہیں۔ کیونکہ کوئی گروہ نہیں پیدا ہوا دنیا میں جس نے وہ اطاعت کرکے دکھائی ہو۔ جو صحابہؓ نے کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے لئے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ اور حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان کی سندیں موجود ہیں۔ ان کے مال۔ انکی عزتیں انکی اولاد۔ اور ان کی جانیں دین کی راہ میں فدا ہوئیں۔ اور انھوں نے کبھی ان اموال اور عزت وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی۔ انہوں نے وہ کامل اطاعت کرکے دکھائی۔ کہ اس کا کوئی نمونہ نظر نہیں آتا۔ پھر بڑے بڑے محدث۔ بڑے بڑے فقیہہ۔ بڑے بڑے ائمہ اور مجتہدین جو آجتک پیدا ہوتے رہے اگر ان سب کے متعلق یہ اعتقاد رکھیں۔ کہ انہوں نے آجتک کامل اطاعت ہی نہیں کی۔ تو یہ دین باہر پیش کرنے کے قابل نہیں۔ اس دین اسلام کو گھر کے اندر ہی بند کرکے رکھ چھوڑنا چاہئے۔ کیا تم مخالفوں کے سامنے یہی جا کر بیان کروگے۔ کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہیں قرآن کے اندر خیر امۃ کہا گیا ہے۔ ہم سب سے افضل جماعت ہیں۔ کتنی افضل اور کسقدر بہترین امت کہ جس میں سے تیرہ سو سال میں ایک بھی کامل اطاعت کرنیوالا پیدا نہیں ہوا۔ یہ ہے تمہارا وہ فخر۔ جو تم لئے پھرتے ہو۔ کیا اسی فخر کو غیر اقوام کے سامنے پیش کرکے انہیں منواؤگے۔ دیکھو حق بیّن اور واضح چیز ہے جو ادنے تدبر سے بھی سمجھ آجاتا ہے۔ کوئی بھی باریک بحث نہیں۔ نبوت کا منصب آج ایک شخص کو دینے کا یہ نتیجہ ہے۔ کہ جسقدر محدث جسقدر مجدد۔ جسقدر ولی۔ جسقدر امام اور جسقدر صالحین آجتک ہوئے ہیں۔ ان سب کو ناقص قرار دینا پڑتا ہے۔ یہ بڑا بھاری کلمہ ہے جو کسی کو منہ سے نہیں نکالنا چاہئے۔

پھر فرمایا۔ یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ اس رب کا تقوےٰ اختیار کرو۔ جس نے تم کل کی کل مخلوقات کو ایک ہی جان سے پیدا کیا اور اس طرح تعلقات کی طرف توجہ دلائی ہے کیونکہ ایک ہی جان سے پیدا شدہ بتاکر آپس کے تعلقات کو مضبوط کیا ہے۔ ایک ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں تو کس قدر قرابت کے تعلقات ہو جاتے ہیں گویا ایک دوسرے کو بھائی بھائی قرار دیا۔ جب اسقدر قرابت کے تعلقات ہوں۔ تو دشمنی کہاں سے پیدا ہو سکتی ہے۔ آگے چلکر فرمایا۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ اللہ کا بھی تقوےٰ اختیار کرو۔ اور رحموں کا بھی۔ اس پر کہدیا جائیگا۔ کہ خدا کا تقوےٰ تو ہوا۔ رحموں کا تقوےٰ کیا ہوا۔ یہ اصل میں تقوےٰ کے غلط معنے سمجھنے کے باعث سوال ہوتا ہے۔ خدا کا تقوےٰ اصل میں یہ ہے۔ کہ حقوق اللہ کی نگہداشت کریں۔ اور رحموں کے تقوے میں تمام وہ آپس کے تعلقات آجاتے ہیں۔ جو رحموں کے ذریعے قائم ہوئے۔ نبی کریم صلعم کی نظر تو اتنی وسیع تھی اور آپ رحموں کے حقوق کا اسقدر خیال رکھتے تھے۔ کہ آپ نے اپنے صحابیوں کو فرمایا۔ کہ مصر میں جاؤ۔ تو ان کی رعایت کرنا۔ کیونکہ ہماری ماں ہاجرہؑ وہیں سے آئی تھیں۔ کتنی دور کے تعلقات کو یاد دلایا ہے۔ ہزار ہا سال حضرت ہاجرہ کو گذرے ہوئے ہو گئے۔ اب اسقدر مدت اور ایسے دور کے تعلقات کو بھی نبی کریم صلعم نے بھلایا نہیں۔ چونکہ نکاح کے موقعہ پر بھی ایک نیا تعلق انسان کا قائم ہوتا ہے جو رحم سے وابستہ ہے اور اس ذریعہ سے اب اسکے لئے ایک اور سلسلہ تعلقات پیدا ہوجاتا ہے۔ اس لئے نکاح کے موقع پر خاص طور پر ان حقوق کی نگہداشت کی تعلیم کے لئے جو ان تعلقات میں انسان پر عائد ہوتے ہیں۔ یہ آیت پڑھی جاتی ہے آج تو مسلمانوں میں ذرا بھی ان تعلقات کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ عورتوں کے متعلق بہت سی مصائب وارد ہوگئی ہیں۔ جیسے کہ عرب کے اندر جاہلیت کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ عورتیں کچھ چیز ہی نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ مرد چاہے تو ان کو طلاق دیدے۔ چاہے تو انہیں یونہی رہنے دے۔ اور تنگ کرے۔ تاکہ اسکے رشتہ دار کچھ دے کر اس سے طلاق دلوالیں۔ یا انکے مہر نہ دیں۔ آج مسلمانوں کی بھی یہی حالت ہے حالانکہ قرآن کریم نے صاف طور پر فرمایا۔ اٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ۔ عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیدو۔ مگر آج مسلمانوں کے اندر بھی مہر اسی طرح سے برائے نام رہ گئے ہیں۔ جیسے کہ عرب کے اندر تھے۔ مسلمان بھی عورتوں کو تنگ کرتے ہیں۔ تاکہ ان سے کچھ روپیہ وصول ہو جائے۔ یا مہر ان کو دینا نہ پڑے۔ ایسا ہی عرب میں لڑکیوں کو ورثہ نہیں دیا جاتا تھا مسلمانوں میں بھی آج یہی رسم پھیل گئی ہے۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے۔ کہ لڑکیوں کو بھی وراثت میں وہی حق ہے۔ جو مردوں کو حاصل ہے۔ لیکن مسلمان ان کا کوئی حق نہیں سمجھتے۔ یہ بڑا بھاری دھبہ ہے مسلمانوں کے اوپر۔ مگر وہ جو بڑے بڑے لیڈر ہیں ان کو اس طرف کبھی کوئی توجہ بھی نہیں۔

بہرحال یہ تعلیم دی ہے۔ اسلام نے اور نکاح کے وقت اس تعلیم کو بالخصوص یاد دلایا جاتا ہے کہ بی بی کی وجہ سے بعض نئے حقوق پیدا ہوتے ہیں۔ جن کی انہیں نگہداشت رکھنی چاہئے۔ خسر کا ادب بھی ویسا ہی کرنا چاہئے۔ جیسے باپ کا۔ خسر باپ کے مقام پر ہوتا ہے اسی طرح سے بیویوں کے اور رشتہ داروں سے بھی نیک تعلقات رکھنے چاہئے۔ اور ان کے حقوق کو ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ پھر خود بیویوں سے بھی حسن سلوک اور محبت کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اور انہیں تنگ نہیں کرنا چاہئے۔

مجھے حکیم صاحب کی اس تقریب کے موقعہ پہ بڑی خوشی ہے۔ میرے دل میں حکیم صاحب کی بہت عزت ہے۔ اس وجہ سے نہیں۔ کہ وہ میرے ہمخیال ہیں۔ بلکہ بالخصوص اس لحاظ سے کہ اللہ تعالےٰ نے ایک ایسا ایمان انہیں دیا ہے۔ کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے۔ اسے صاف منہ پر کہدیتے ہیں۔ وہ جب میاں صاحب کے انصار اللہ میں داخل تھے۔ تو اس وقت بھی میاں صاحب کی ان غلطیوں کو ان کے منہ پر کھول کر کہدیتے تھے۔ ان کی اس صاف دلی کی میرے دل میں بڑی قدر ہے۔ اس شخص نے ایک نمونہ دکھایا ہے۔ ایثار کا۔ کہ اپنے گھر کے اندر بہت سی مخالفتوں کی حق گوئی کے مقابل پرواہ نہیں کی۔ اس لئے بھی میرے دل میں اس کی خاص عزت ہے۔"

اس کے بعد حکیم صاحب کی بڑی صاحبزادی سعیدہ بیگم کا میاں نذیر محمد ولد میاں غلام محمد صاحب کے ساتھ اور چھوٹی لڑکی عائشہ بیگم کا میاں عبداللطیف صاحب ولد میاں میراں بخش صاحب مرحوم کے ساتھ علی الترتیب مبلغ ایک ہزار اور پانچسو روپیہ مہر پر نکاح کا اعلان ہوا۔ اور بعد از ایجاب و قبول دعائے خیر کی گئی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے اسٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری کا و پبلشر و پروپرائٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۸

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و باجان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۵ے
ششماہی ۳ے
سہ ماہی ۱ عہ
ماہوار ۹ر طلبا سالانہ للعہ

اخبار

پیغام صلح

لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدیر مسیحی لاہور | یکشنبہ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ المقدس مطابق ۴ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۷

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

تحریف وید

(۶)

ویدوں کے منتر ورگ۔ سوکت تعداد الفاظ وغیرہ کے متعلق جن کتابوں میں ذکر ہے۔ انکو انوکرمنیان کہتے ہیں۔ چنانچہ رگوید کی دو انوکرمنیان مشہور ہیں۔ ایک انوکرمنی کاتیاین کی ہے۔ جس کا نام سروا انوکرمنی ہے۔ اس میں وید کے ہر ایک سوکت کا پہلا لفظ تعداد منتر جس نے وہ منتر بنایا۔ اس کا نام اور اس کے خاندان کا نام۔ جس دیوتا کی حمد میں کہا گیا اس کا نام اور ہر ایک کے وزن کا ذکر ہے۔

مہا منی کاتیاین سے پیشتر کوئی باقاعدہ تالیف اس قسم کی نہ تھی۔ البتہ لوگ رگوید کے پرانے اور نئے منتروں رشیوں اور انکے خاندانوں سے واقفیت رکھتے تھے۔ دوسری انوکرمنی شونیک کی انوکرمنی مشہور ہے۔ انکے سوا باقی اور جسقدر انوکرمنیاں تھیں ضائع ہو چکی ہیں۔ شونیک انوکرمنی کے مطابق رگوید کی شاکل شاکھا کے ۱۰ منڈل ۸۵ انوواک ۱۰۱۷ سوکت ہیں۔ مگر باشکل شاکھا میں ۸ سوکت زیادہ ہیں۔ شاکل کے ۲۰۰۶ ورگ اور ۱۰۴۱۷ منتر لکھے ہیں۔ مگر منتروں کی تعداد ورگوں کے

منتروں کی تعداد کے حساب سے مختلف ہے شونیک نے منتروں کی تعداد ½ ۱۰۵۸۰ بتلائی ہے۔ لیکن ورگوں کے منتروں کے حساب ۱۰۴۱۷ بنتی ہے گویا ½ ۱۶۳ منتروں کا صریح فرق ہے۔ مصنف چرن ویوہ کے حساب سے رگوید کی شاکل شاکھا کے منتروں کی تعداد ۱۰۶۲۲ ہے اور ورگ ۲۰۲۴۔ اس تعداد و شمار کی تفاوت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ کس طرح وقتاً فوقتاً وید مقدس کی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے علاوہ ازیں رگوید کے آٹھویں منڈل کے ۹۲ سوکتوں کے علاوہ ۱۱ سوکت بعد میں شامل ہوئے ہیں۔ جنہیں کاتیاین اور شونیک دونوں نے شمار نہیں کیا۔ ان کا اصطلاحی نام والکھلیاں ہیں۔

شونیک کی دوسری انوکرمنی میں جہاں اس نے سوکتوں کے چھندوں (شعر کا وزن) کے لحاظ سے حساب کیا ہے۔ وہاں منتروں کی تعداد ۱۰۴۰۲ بتلائی ہے۔ ہندوستان میں تصنیف و تالیف کا دروازہ بند رہنے کے سبب سے اس مضمون پر کافی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی۔ تاہم اس مدہم سرچ لائیٹ (مراد ٹوٹی پھوٹی تاریخ سے ہے) سے جو کچھ معلوم ہوا ہے۔ وہ کافی سے بڑھکر ہے۔ یاران کہن کا قصہ تو ہولیا۔ اب ہم نئی روشنی کے مصنفوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لیکھرام اپنی کتاب تاریخ دنیا حصہ دوم میں رگوید کے ۱۰ منڈل ۸۵ انوواک ۱۰۲۸ سوکت

۱۰۵۱۸ منتر بتلاتے ہیں۔ منتروں اور سوکتوں کی تعداد میں تفاوت عظیم ہے۔ شونیک اور کاتیاین کے حساب سے تو ۱۰۱۷ سوکت تھے۔ مگر منتروں کی تعداد میں سب کے سب الگ الگ الاپتے ہیں۔ علاوہ ازیں پنگلاچاریہ نے چھندوں کے اقسام بیس قرار دیئے ہیں مگر شونیک جی نے صرف ۱۹ اقسام چھند لکھی ہیں۔ ایک قسم کی طرح پر شاید بعد کے شاعروں نے طبع آزمائی کی ہے۔

ادھیائے نی شاکھا جسکو عام طور پر آجکل یجروید سمجھا جاتا ہے۔ یجروید کی شاکھاؤں میں سے ایک شاکھا ہے۔ اس میں ادھیائے ۲۶۔ ۳۵ کے درمیانی ادھیایوں کو کھلا کہتے ہیں۔ جنکو کاتیاین نے اپنی یجروید انوکرمنی میں بعد کی داخل شدہ سمجھا ہے شونیک اور کاتیاین نے ان کو انوکرمنی سے نکال دیا ہے اس کے متعلق شونیک کی اصل عبارت یہ ہے۔

वर्हि कानामनाहुः उसिमन्ताथे

नुवाकाना

اس کے چالیسویں ادھیائے کا نام ایشا اپنشد ہے جو بطور ضمیمہ وید میں شامل کیا گیا ہے اور ہرگز ہرگز الہامی نہیں تسلیم کیا گیا۔ بلکہ اس کو صاف طور پر رشی کرت مانا گیا ہے۔ اب آخر میں میں ایک نقشہ دیتا ہوں۔ جسسے آسانی سے اس گورکھ دھندے کا پتہ لگ سکے۔

نام کتاب	مصنف	تعداد ورق	تعداد موکت	نمبر
سر ربا الوکرمنی	کاتیاین		۱۰۱۷	۱۰۴۱۷
باشکل سنا گھا			۱۰۲۵	
شونیک الوکرمنی	شونیک	۲۰۰۲		۱۰۵۸۱
جے لؤ یوبہ		۲۰۴۲		۱۰۶۲۲
تاسیخ دنیا	ایکھیا		۱۰۲۱	۱۰۵۱۸

اخبار احمدیہ

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب گوجرہ کسی گذشتہ اشاعت میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ کے گوجرہ تشریف لیجانے کی خبر درج کی گئی تھی۔ اب وہاں سے ذیل کی رپورٹ میاں صاحب کے ایک مبایع نے لکھکر بھیجی ہے۔ اور ساتھ ہی اپنا اعلان فسخ بیعت بھی لکھکر بھیجا ہے ایسا ہی فسخ بیعت کے دو اور اعلان اور ایک صرف میاں صاحب کے عقائد سے بیزاری کا اعلان بھی وہاں سے موصول ہوا ہے۔ جو سب کے سب آیندہ اشاعت میں شایع ہونگے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

مباحثہ گوجرہ کی رپورٹ حسب ذیل ہے:۔

کل مورخہ ۱۸ ۲ رمئی سنہ ۱۹۱۶ کو بوقت چار بجے مقام سرمکان خان صاحب، محمد یعقوب خان صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجرہ حکیم مرہم عیسےٰ صاحب کی مرزا محمود بیگ اور مولوی احمد الدین صاحب وغیرہ محمودیوں سے گفتگو مسئلہ نبوت مسیح علیہ السلام پر ہوئی در حکیم صاحب نے بدلائل ثابت کیا کہ حضرت صاحب نبی نہیں اور اُن سے حضرت صاحب کے عقیدہ نبوت کی تبدیلی اور سال سنہ ۱۹۰۱ء کے پہلے کی تحریروں کی منسوخی کا حوالہ پوچھا۔ تو بجائے اس بات کے دکھانے کے کہ سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں منسوخ ہیں حقیقۃ الوحی کے حاشیہ صفحہ ۱۵۰ پر حضرت صاحب نے خود یہ لکھا ہوا ہے۔ کہ میں صرف نبی نہیں کہلاسکتا اور میری نبوت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ظل ہے نہ کہ اصلی نبوت۔ اور صفحہ ۱۸۷ براہین احمدیہ پر یہ لفظ حضرت صاحب نے لکھے ہیں۔ کہ میرا نام خدا نے اعزازی طور پر نبی رکھا ہے۔ ان دونوں حوالوں سے میاں صاحب اور آن کے غالی مریدوں کی مزعومہ نبوت پر پانی پھرگیا اور حقیقی نبوت کا کوئی لفظ حضرت صاحب کی تصنیفات میں حضرت صاحب کی نسبت نہ نکل سکا اور نہ یہ ثابت ہوا۔ کہ جو تعریف آپ ظلی نبوت کی کرتے ہیں۔ وہ کسی نبی کی تعریف ہے۔ اس لئے میں نے معلوم کرلیا ہے کہ محمودیوں کے پاس حضرت صاحب کے نبی ہونے کے کوئی دلائل نہیں ہیں اور نہ حضرت صاحب نے نبی ہونیکا کہیں دعویٰ کیا ہے پس میں اس یقین پر پہنچگیا ہوں کہ ہمارے محمودی بھائی جھوٹے ہیں اور ان کے پاس حضرت صاحب کے نبی ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ؛ برکت علی از گوجرہ - ۲۹ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

تازہ خبریں

جرمن جہاز ہٹا دیا ہیں۔ سنگا پور کی ایک تار خبر مورخہ ۱۶ ارمئی مظہر ہے۔ کہ جنرل آفیسر کمانڈنگ نے پریس کو حسب ذیل اطلاع بھیجی ہے:۔

" قریب چار ہزار ٹن کا ایک سٹیمر ۱۲ رمئی کو ہٹا دیا میں آیا۔ پرک رورڈز میں لنگر انداز ہوکر اس نے جرمن تجارتی جھنڈا لہرایا۔ اس سٹیمر پر برٹش انڈیا جہاز کے مشابہ رنگ کیا ہوا تھا۔ اسکی توپوں کی آتشباری سے نقصان پہنچا۔ یہ جہاز ایک جرمن جہاز معلوم ہوتا ہے۔ جو کسی غیر ملکی بندرگاہ سے بھاگ نکلا ہے اور برٹش توپوں کی آتشباری نے اُسے توڑ ڈالا "

لارڈ کچنر اور ہوس آف کامنز۔ لنڈن یکم جون لارڈ کچنر نے ممبران ہوس آف کامنز کو مدعو کیا ہے۔ کہ جمعہ کے روز فارن آفس میں جمع ہوں اور ہر قسم کی فوجی اطلاع جو وہ حاصل کرنا چاہیں حاصل کرلیں۔ امید ہے کہ کثیر التعداد ممبران جمع ہونگے۔ لارڈ کچنر اُنکے سامنے تقریر کرینگے۔ اور پھر سوالات کے جواب دینگے ؛

ایک برٹش جہاز غرق۔ لنڈن یکم جون برٹش سٹیمر ویلیگار تھ غرق کیا گیا ہے۔

آسٹرین جارحانہ کارروائی۔ لنڈن یکم جون مستند طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ٹائرول کے جنوب میں صورت معاملات ابھی تا تشویش انگیز ہے۔ لیکن گذشتہ چند روز سے ان میں کچھ بہتری آگئی ہے۔ آسٹرین اب لگاریا میں بڑی سختی سے روکے ہوئے ہیں۔ اور ایشیاگو میں اطالویوں کا پلڑا بھاری ہے۔ یہ خیال کرنیکے لئے کوئی وجوہات نہیں ہیں کہ سیدانوں پر حملہ آور ہونے کی دشمن کی حال میں کامیابی ہوگی ؛

آسٹرین جارحانہ کارروائی۔ لنڈن یکم جون روما۔ ٹرینٹینو میں دشمن سے اختیار کردہ جارحانہ کارروائی کا حال اعلان میں درج ہے دشمن نے جمیل گارڈ کے مشرق کی طرف وادی لاگارینا میں بھاری توپوں کی مدد سے پے درپے بڑی تندی سے حملے کئے۔ لیکن یہ شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کئے گئے۔ آلو کے مشرق میں دریائے بیولو کے نزدیک بڑی سخت لڑائیاں ہو رہی ہیں جہاں کوسلین اور پارنا رجمنٹوں نے اپنی خندقوں کو چھوڑ کیا سٹریوں کو سنگینوں کی مار سے پسپا کردیا۔ آرسیرو کے نزدیک وادی آسٹیکو اور پوسینا کے درمیان بڑی سخت لڑائی جاری ہے جہاں اطالوی کثیر التعداد افواج جمع کررہے ہیں۔

مزید جنوب میں توپخانہ کی شدید گولہ باری نے اطالویوں کو پیریا فوراپر کی پوزیشنوں کو خالی کرنے پر مجبور کیا۔ ایک بیباکانہ جوابی حملے کے ذریعہ کھوئی خندقیں واپس لے لی گئیں۔ لیکن اطالوی شدید گولہ باری کے باعث پہاڑ کے جنوبی ڈھلوانوں پر قدرے پسپا ہونیکیلئے مجبور کئے گئے۔

اطالویوں نے ولیٹیاگو میں کوریڈشن پوزیشن کو بھی خالی کردیا۔ لیکن باقی فرنٹ پر دشمن کے دباؤ کا مقابلہ کیا گیا ؛

لارڈ کچنر کی تنخواہ کا فیصلہ۔ لنڈن یکم جون۔ ہوس آف کامنز میں لارڈ کچنر کی تنخواہ میں ۱۰۰ پونڈ کی تخفیف بغیر رائیں لینے کے رد ہو گیا۔ پوری تنخواہ کا ووٹ اتفاق رائے سے پاس ہو ۔

پارلیمنٹ میں ہندوستان۔ لنڈن ۳۰ رمئی ہوس آف کامنز میں مسٹر چیمبرلین نے کہا کہ عراق عرب میں طبی انتظامات کے درہم برہم ہو جانے کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے جو کمیشن مقرر ہوا ہے اسکی رپورٹ داخل کرنے کے متعلق میں کوئی تاریخ نہیں بتاسکتا۔ میں کسی درمیانی رپورٹ کی تجویز کے بالکل خلاف ہوں۔

مسٹر سٹیفن کو لنٹر نے شمال مغربی سرحد پر فلائنگ کور کے افسروں کی شرح تنخواہ کا سوال اٹھایا۔ مسٹر چیمبرلین نے جواب دیا کہ شرحیں گورنمنٹ ہند نے دفتر جنگ کے ساتھ نامہ وپیام کرنیکے بعد فیصل کی ہیں۔ جو برٹش شرحوں سے کافی زیادہ ہیں۔ مسٹر فارشن نے دریافت کیا کہ امپیریل گورنمنٹ کا ارادہ ہندوستان کیساتھ سلطنت متحدہ مقبوضات اور اتحادیوں کے حق میں ایک ترجیحی تجارت اختیار کرنے کے متعلق جنگ کے خاتمے سے پہلے کوئی کارروائی کرنے کا ہے۔ مسٹر اسکوئتھ نے جواب میں بیان کیا۔ کہ جنگ کے بعد ہماری تجارت کے تمام پہلوؤں کے متعلق گورنمنٹ تحقیقات کرا رہی ہے اور ان کے متعلق اقتصادی کانفرنس میں بحث ہوگی آپ نے کہا کہ ان کے ایک پہلو کے متعلق کچھ بیان کرکے میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ ان بحثوں اور تحقیقاتوں کا نتیجہ کیا ہوگا۔

سر جل سینٹ نے دریافت کیا کہ " ہندوستان کی طرف سے کانفرنس میں کوئی منظر ہوگا "

میسٹر اسکوئتھ نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔

یونان میں بلغاری پیشقدمی۔ لنڈن ۳ رمئی سالونیکا۔ خبر ملی ہے کہ نیورو کوپ اور گنہ اکھٹی میں بلغاری افواج جمع ہورہی ہیں دشمن مارڈر پر بڑھتی ہوئی فرانسیسی لائنوں پر اور کلنہ پر گولہ باری کررہا ہے ؛

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۴-جون سنہ ۱۹۱۶ نمبر ۱۲۷

ہمارا مسیح موعود

یوں تو دنیا میں ایک مسلم اور مومن کے لئے ہر گھڑی اور ہر ساعت نئے سے نئے تغیرات رکھتی اور اس کے لئے جدید ترین اسباق کا موجب ہوتی رہتی ہے لیکن کسی مامور من اللہ اور نبی و ولی کی زندگی چونکہ دوسرے واقعات سے ایک خاص اہمیت و شان رکھتی ہے اس لئے وہ خاص ایام جن سے اس پاک زندگی کے کوئی خاص واقعات متعلق ہوں اور بھی زیادہ موجب تحریص و ترغیب ہو جاتے ہیں

۲۶-مئی کا دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم پیدا کرنے کا موجب اور اس لئے خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ اس دن حضرت مسیح موعود ہاں وہ خدا کا پیارا اور برگزیدہ انسان جو مخلوق خدا کو دین حقہ پر قائم کرنے کے لئے خاص طور سے کھڑا کیا گیا اور اس نے اپنے زبردست کارناموں سے دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ ہم سے جدا ہو کر اپنے پیارے مولا کریم کی آغوش شفقت میں جا بیٹھا بیشک رسوم بدعات جو مسلمانوں میں ایسے مواقع پر رائج ہیں اسلام میں جائز نہیں۔ لیکن آخر فطرت انسانی کو ان مواقع سے خاص طور پر سبق اندوز ہونے سے بھی تو اس نے روکا نہیں۔ پھر کیا یہ ضروری نہیں کہ اس پاک انسان کے اخلاق حسنہ۔ اس کے زبردست کارناموں اور اس کے فیوض و برکات کو سامنے رکھ کر ہم بھی اس کے قدم پر قدم مارنے کی کوشش کریں اور دنیا کو دکھائیں کہ وہ پاک انسان گو اس وقت ہم میں موجود نہیں لیکن اس کی روح اب بھی ہم میں کام کر رہی ہے اور خواجہ اور محمد علی جیسے پاک انسانوں کو پیدا کر کے اس کی صداقت اور کامیابی پر مہر لگا رہی ہے۔ اسی پاک جذبہ سے متاثر ہو کر ہمارے لائق دوست محمد مرتضیٰ خاں صاحب احمدی سیکنڈ ماسٹر ڈی۔ بی ہائی سکول نذگنگ نے ذیل کا مضمون لکھ کر بھیجا ہے جو امید ہے ناظرین کے لئے بہت سے مفید اسباق کا موجب ہوگا۔ خانصاحب نے اس میں حضرت مسیح موعود کی زندگی کا گویا فوٹو کھینچ دیا ہے۔ اور ایسی مفید باتیں ایسی جمع کر دی ہیں جو اہل دانش و بینش کے لئے خاص فوائد کا موجب ہو سکتی ہیں۔ ایڈیٹر

وہ خدا کا برگزیدہ وہ خدا کا پرورش پانے والا مسیح موعود۔ مہدی مسعود ان دونوں لقبوں سے ملقب ہو کر عین ضرورت کے وقت ہم میں مبعوث ہوا اگرچہ آٹھ سال کا عرصہ ہوا کہ وہ اپنے پیارے خدا سے جا ملا۔ لیکن اس کی یاد اس کی محبت اس کے غلاموں کے دلوں میں ہر وقت تازہ رہتی ہے اس کے احسان ہم پہ بیشمار ہیں اس نے ہمیں اس دہریت اور مادیت کے زمانہ میں نور کی ہدایت کی اس نے ہمارے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دی۔ اس نے خدا سے منقطع تعلقات پھر جوڑ دیئے۔ اس کی دعا اور اس کی توجہ سے اس کے غلام خدا رسیدہ بن گئے اس کے متبع اور اس کی پیروی سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں معرفت الٰہیہ کو پہنچ گئے اس کے صادق ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس کے نام لیواؤں نے مردے زندے کئے اس نے حجج اور دلائل سے تمام مذاہب عالم کو فتح کر لیا۔ دہریہ ہو یا ناستک۔ فلسفی ہو یا سوفسطائی برہمو ہو یا آریہ عیسائی ہو یا موسائی سب اس کے دلائل کے آگے پانی پانی ہو گئے۔ مذہبی مباحث اور مذہبی مناظرے کے اس نے وہ اصول وضع کئے کہ جس سے خصم کو جائے گریز نہ رہی۔ دنیا کے ہر ایک مذہب کو اس نے دعوت دی اور ادنیٰ سے لیکر اعلیٰ تک سب کو اپنا پیام تبلیغ پہنچایا اس نے ہر ایک کے دعوے اور دلیل کو توڑا اور کسر صلیب کو تو اس خوبی سے سرانجام دیا کہ داد کی زبان مرحبا کہہ اٹھی۔ اس شرک عظیم کا قلع قمع اس جوانمردی سے کیا کہ ممکن نہیں کہ اب یہ فتنہ سر اٹھا سکے۔ مقابلہ کے میدان میں اس کی شمشیر قلم نے وہ جوہر دکھائے کہ دوست و دشمن نے اس کو اسلام کا فتح نصیب جرنیل کر کے پکارا۔

دوستو! دنیا میں بحثیں بھی ہوتی ہیں اور لوگ مناظرے بھی کرتے ہیں۔ لیکن انصاف سے کہو کہ ان مباحث اور ان مناظروں کے صحیح صحیح اصول کس نے قائم کئے کس کے آگے دشمنوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور کس کے سامنے کھلے طور سے اپنی شکست کا اقرار کر لیا۔ جاؤ ہندوستان کے آریوں سکھوں اور برہمؤوں سے ایک طرف اور دنیا بھر کے عیسائیوں سے دوسری طرف جا کر دریافت کرو اور پوچھو کہ وہ میرزا کے دلائل کی نسبت کیا کہتے ہیں اور جس اسلام کو میرزا اور اس کے نام لیواؤں نے پیش کیا اس اسلام کی نسبت وہ کیا رائے رکھتے ہیں

کہتے ہیں کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے اور اس زمانہ عمر میں انسان کا مبری عن السیأت ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ لیکن وہ جنہوں نے اس پاک وجود کو ان دنوں میں دیکھا ہے کہتے ہیں کہ وہ جوانی میں بھی نہایت متقی اور پرہیزگار تھا۔ قرآن پڑھتے پڑھتے اس کی ریش آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی وہ اپنا تمام وقت اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں گذارتا تھا۔ وہ عوام الناس سے اختلاط۔ ربط و ضبط رکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے وصال کے پیالوں سے مست رہتا تھا۔ اس کو قدرت نے امامت کے منصب پر فائز کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو تقویٰ اور اس کی طہارت کی خود حفاظت کی۔ ؎

ابتدا سے ہی ترے سایہ میں میرے دن کٹے
گود میں تیری رہا میں مثل طفل شیر خوار

دین کا عشق اور دین کی محبت قضا و قدر نے اس کی فطرت میں مرکوز کر دی تھی۔ اس پرفتن زمانہ میں ایک وہی اسلام کا ہمدرد و غمخوار تھا۔ اس درد سے بیتاب ہو کر کبھی روتا تھا۔ کبھی عجز و نیاز سے خدا کے آگے التجائیں کرتا تھا۔ کبھی خدا کے وعدوں پر نظر کر کے خوش تھا کہ جس درد سے وہ بیتاب ہے اس کا علاج اب ہوا چاہتا ہے۔ اور یہ کہ اسلام کی تازگی کے دن قریب آ گئے ہیں۔ ایک خدا کا مبشر کلام تھا جو اس کو تسکین دیتا تھا۔ ورنہ اس کا دل خون ہوا ہوا تھا اس کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ رات کو جب خلق خدا میٹھی نیند سوتی ہے وہ ماہی بے آب کی مانند بیچین رہتا تھا۔ اس کی تڑپ اور اس کا اضطراب بجا تھا کیونکہ قدرت نے اس کو ایک عظیم الشان کام سپرد کیا تھا ہرچند کہ دائم المریض تھا لیکن اپنے فرائض سے فارغ نہیں بیٹھتا تھا اس کے بوڑھے اور کمزور اعضا تھک جاتے تھے لیکن اس کا دل نہیں تھکتا تھا۔ وہ اسرار اور وہ رموز جن کو دنیا کے لوگ سالوں خاک چھان کر

کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ خدا جانے اس نے ایک معمولی سے گاؤں میں رہ کر کہاں سے سیکھ لئے۔ وہ نکات اور وہ غوامض جو سینکڑوں سال تک کسی اُستاد کامل کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کئے بغیر دستیاب نہیں ہوتے۔ خدا جانے اس نے کہاں سے پڑھ لئے تھے۔ وہ تو کسی نامی عالم کا شرمندہ احسان بھی نہیں۔ پھر یہ کیا راز ہے۔ اور کیا سر ہے کہ اس نے علوم کے ایسے دریا بہا دیئے کہ اہل زبان دنگ رہ گئے۔ اُٹھو اور وہ جو اس کوچہ کے آشنا ہیں اُن سے جا کر پوچھو وہ اس کی نسبت کیا کہتے ہیں۔ دوستو! حق یہی ہے اُس کا تبحر اُس کا فضل کسی زمینی ذرائع کا شرمندہ احسان نہیں تھا۔ وہ مکتب نبوی کا تعلیم یافتہ تھا۔ اس کو محمد رسول اللہ نے خود تعلیم دی تھی۔ ؎

دگر اُستاد را نامے ندانم
کہ خواندم در دبستان محمد

ہر چند کہ اُس نے زمینی لوگوں میں پرورش پائی تھی لیکن اس کا طرز اس کا رنگ اس کا ڈھنگ صاف بتلاتا تھا کہ وہ زمینی لوگوں میں سے نہیں آسمان سے بھاں اس کو بے شمار حربے عنایت فرمائے تھے دعا کا حربہ اس کو خاص طور پر بخشا تھا وہ اپنے علم وفضل پر نازاں نہ تھا بلکہ ہر مشکل و ہر مقابلہ کے وقت اپنی جبین نیاز کو احدیّت الٰہی کی دہلیز پہ رکھ کر طالب امداد ہوتا تھا اور یہی ایک بڑا امتیاز تھا جو اس کو دیگر اہل زمانہ سے ممتاز و میز کرتا تھا۔

کیسا عزم اور کیسا استقلال تھا کہ مخالفت کی تند ہوائیں۔ آتش تکفیر کے فرارے۔ دشمنی۔ بغض اور کینہ کے طوفان بے تمیزی۔ قتل کے منصوبے خون کے مقدمے اس کے قدموں کو ذرا بھی لرزا نہ سکے۔ سب کچھ ہوا لیکن اس کے اطمینان قلبی کو کوئی چیز پراگندہ نہ کر سکی۔ ان الابرار یشربون من کاس کان مزاجھا کافورا۔

جیسا امر اور جس وعدہ کو لے کر کھڑا ہوا آخری وقت تک اس پر قائم رہا۔ جس مسئلہ کو دیا اس کو اس خوبی اور اس عمدگی سے صاف کیا کہ جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہ رہی۔

پھر کیا اس نے اپنا نیا قبلہ بنایا؟ یا نیا کلمہ پڑھایا یا نئی نماز بنائی؟ نہیں بلکہ اگر اپنی جماعت کا ایک نام تجویز کیا تو یہ بھی اس لئے کہ احمد جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ کیسی دیانت تھی اور کیسی امانت کہ اپنی فتوحات کو۔ اپنی خیر و برکات کو نہ فیض وحی۔ و الہام کو کبھی اپنی ذاتی قابلیت کا نتیجہ نہ ٹھہرایا۔ بلکہ کہا تو یہی کہا کہ یہ سب کچھ محمد رسول اللہ کی ہی فیض رسانی ہے ؎

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

آنچہ مارا وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

وہ اپنے لئے رسول عربی کی غلامی سے بڑھ کر اور کوئی خطاب تجویز نہیں کرتا تھا ہاں اس کے عشق میں مستغرق ہو کر اپنے تئیں کبھی محمد اور کبھی احمد پکار اُٹھتا تھا۔ ایسا ہی جیسا منصور نے عشق صمدی میں مستغرق ہو کر انا الحق کا نعرہ لگایا۔

اس کی قوت جلالیت نے جہاں ایک طرف اس کے سامنے اس کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا تو دوسری طرف اس کی قوت قدسی نے محمد علی جیسے مفسر و محدث کمال الدین جیسے مقرر و مناظر صدرالدین اور شیر علی جیسے صاحب قلم پیدا کئے اس کی صحبت سے دہریہ موحد۔ جاہل عالم اس کی توجہ سے غریب۔ امیر۔ فقیر غنی۔ اور اس کی دعا سے حیوان انسان۔ اور انسان باخدا انسان بن گئے لوگ اس کی باتوں کو محبت سے سنتے تھے اور رو رو کر گریبان تر کرنے لگتے کیونکہ اس کی بات دل سے نکلتی تھی اور دل پر ہی جا بیٹھتی تھی۔ محبت اور اخلاق اس کا شیوہ اور ہمدردی و دلسوزی اس کا وطیرہ تھا وہ جو اس کی مجلس میں بیٹھے ہیں اور جن کو اس کی صحبت کا موقعہ ملا ہے اُن سے پوچھو وہ اس کے خلق کی کیا خبر دیتے ہیں۔ وہ بیماروں کی تیمارداری میں اپنا آپ بھلا دیتا تھا ایک طرف اگر دوا دیتا تھا تو دوسری طرف دعا کرتے نہیں تھکتا تھا ہر چند کہ خالق نے اُس کو مخدوم بنا کے بھیجا تھا لیکن اپنے دوستوں کی خدمت کو خود کمربستہ ہو جاتا تھا۔ دنیا کے مخدوموں کی طرح اس میں نخوت یا استکبار نہیں تھا ہر ایک سے فروتنی اور مسکینی سے کلام کرتا تھا۔ ہاں جب دیکھتا تھا کہ اس کے دین پر ہاں اس کے جان سے زیادہ عزیز دین پر زد پڑتی ہے تو اس کی رگ حمیت پھڑک اُٹھتی تھی اس کا چہرہ متغیر ہو جاتا تھا اور جب تک کہ اس زد کا تدارک نہ کر لیتا اُس کو آرام نہیں پڑتا تھا۔ اس کی پُر ہیبت اور پُر رعب آواز سے دشمن کانپ اُٹھتے تھے وہ تعلق اور وہ عشق جو اس کو محبوب حقیقی سے تھا اس کی کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کا کوئی سا شعر دیکھو کیسی محبت الٰہی اور سوز و گداز سے بھرا پڑا ہے گویا وہ ایک مچھلی ہے اور عشق الٰہی ایک سمندر جس میں وہ تیرتا ہے۔ اس کی عربی تصانیف کو اُٹھا کر دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ کسی عظیم الشان مہم کا کام اس کو سپرد کیا گیا ہے اس کو اپنی کامیابی کا پورا پورا یقین ہے اس لئے بر سر میدان کھڑا ہو کر للکارتا ہے

شعر

سہامی لا تطیش بوقت حرب
و سیفی لا تفاد عن قتال
و کیف اخاف تھدید العدا
و لنداء علت اھوال الرجال

یعنی میرے تیر لڑائی کے وقت خطا نہیں کرتے اور میری تلوار قتل کرنے میں نہیں چوکتی میں ان مخالفوں کی جھڑکیوں سے کس طرح ڈر سکتا ہوں مجھکو تو اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا ہے۔

معلوم ہوتا ہے دنیا اور اہل دنیا سے اس کا سروکار نہیں۔ اس کا دل اور اس کا دماغ دنیا کی ہوا و حرص دنیا کے مال و متاع دنیا کے اعزاز و اکرام اور دنیا کے مناصب و مدارج سے بالکل خالی نظر آتا ہے۔

داغ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
جس کا دل چاہے کرے اس داغ سے اپنکو نزار
مجھکو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھکو کیا تاجوں سے میرا تاج ہے رضوان یار
مجھکو بس ہے وہ خدا عہدوں کی کچھ پروا نہیں
ہو رہیں مہاری اگر چاہو بجکم کردگار

آؤ کوئی صاحب دل ہو تو دیکھیں کہ کیا مفتری علی اللہ کو بھی اللہ تعالیٰ سے ایسا پیار اور ایسی محبت اور ایسا اخلاص ہو سکتا ہے جیسا اس مرد خدا کو تھا لاریب اس کی ساری عمر خدا کی رضا جوئی میں کٹی اس کی تمام ہمت اسی طرف صرف ہوئی کہ کسی طرح خدا کی خوشنودی حاصل ہو کس حسرت اور کس زبان سے فرماتے ہیں۔ ؎

اے مرے پیارے بتا تو کس طرح خوشنود ہو
نیک دن ہوگا کہ دنگا جان جب تجھپر نثار

اس کے مطمح نظر یہی امر رہا کہ جو عہد اس نے خدا سے باندھا ہے اس میں وہ پورا اُترے۔ جس درد کو وہ لے کر آیا ہے قبر تک اس کے ساتھ جائے اسی درد کا اظہار جا بجا اس کے اشعار میں نظر آتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس درد کو اس نے بڑی محبت اور بڑے ناز سے پالا تھا۔ لوگ تو اس درد سے بیتاب ہو جاتے ہیں لیکن وہ اس درد کو اپنا درمان اور اپنی زندگی اور اپنی جان سمجھتا تھا۔ ع

دوائے درد نہ طلبم دریں ہلاکت است

اس نے سلوک کی تمام منازل کو طے کیا اس نے وصل باری کے باغوں سے پھل کھائے اور اس کا گذر محبت باری کے تمام کوچوں میں سے ہوا وہ ولایت کے انتہائی نقطہ کو جا پہنچا۔ اگرچہ لفظ نبی کو اس نے اپنے لئے جائز نہ رکھا کیونکہ اس میں اس کے آقا کی کسر شان[۱] تھی اور اُستاد شاگرد کے مراتب کی تمیز اُٹھ جاتی تھی۔ ع

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

لیکن اس میں شک نہیں کہ خدا نے اس کو انبیا

---

[۱] ملاحظہ ہو الوصیت۔ اس کا ملہم بھی صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ اس میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک ہے۔

جیسی معرفت انبیا جیسا عزم۔ انبیا جیسا حلم اور انبیا جیسا علم عنایت فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے متبوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باوجود لا نبی بعدی کے نبی اللہ کے خطاب سے یاد فرماکر اس کی مماثلت بانبیا کو واضح کیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو جری اللہ فی حلل الانبیا کے مبارک الفاظ سے مخاطب فرمایا ؎

ہرکہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام
انبیا گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفاں نہ کمترم ز کسے

کم و بیش تیس سال تک ایک سخت جدوجہد کی زندگی کے بعد اور اپنے بعد اشاعت اسلام کے لئے ایک مستقل انجمن قائم کرنے کے بعد وہ خدا کا پیارا "میرے پیارے خدا میرے پیارے خدا" کہتا ہوا اپنے پیارے خدا سے جا ملا۔ آفتاب رشد و ہدایت غروب ہوگیا۔ سرتاج اولیاء رحلت کرگیا۔ خاتم الخلفا دنیا سے کوچ کرگیا۔ جری اللہ واصل باللہ ہوگیا۔ وہی جس کی آمد کی بڑی مدت سے انتظار رکھی۔ وہی جس کو رسول خدا نے اپنا سلام کہا تھا۔ جس کو کسر صلیب کے لئے مخصوص کیا تھا۔ جس کی نسبت فرمایا کہ کیا ڈر ہے اس امت کو جس کے شروع میں میں ہوں اور آخر پر مسیح موعود وہ عظیم الشان مصلح دنیا سے ہمیشہ کے لئے اٹھ گیا۔ ۲۶- مئی ۱۹۰۸ء کا دن کیسا دردناک دن تھا جب ہماری آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی لیکن دشمنوں نے جشن کئے وہ سمجھتے تھے کہ اب ہمارے سر سے بلا ٹل گئی۔ اب ان کی کچلیوں کو توڑنے والا نہ رہا۔ لیکن بیچاروں کو کیا معلوم تھا کہ اگر مشرق کا آفتاب غروب ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے مغرب سے طلوع آفتاب فرماکر قدرت ثانی کا ارادہ فرمالیا ہے۔ چنانچہ حضور کی وفات سے تین چار سال کے بعد ہی ممالک مغربیہ کی سب سے بڑی سلطنت کے مرکز میں اسلامی مشن قائم ہوگیا یہ پاک کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کے غلاموں سے کروایا کیونکہ ان کے سوا کوئی اس کا اہل نہیں تھا۔ اللہ اللہ حضرت مسیح موعود آج زندہ ہوتے تو کیسے خوش ہوتے کہ جس امر کے لئے وہ ایسے متمنی تھے اور جس بات کی وہ اتنے سالوں سے انتظار کر رہے تھے آج ان کے غلاموں کے ہاتھوں سے پوری ہو رہی ہے۔ حضور کی دوربین آنکھ دیکھ رہی تھی کہ یہ مبارک دن اب دور نہیں ہیں ؎

طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس مرے محبوب کے چہرے کے دکھلانے کے دن
ایک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں جانو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دوستو اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن

اب تو خوشبو آ رہی ہے میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں یونہی انتظار

آ رہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مردوں کی ناگاہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہل دانش الوداع
اب نہیں مردم پرستی کو کہیں عز و وقار

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جن کے ہاتھوں سے یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری ہو رہی ہے برکت دے اور ان کا معین و مددگار ہو۔ آمین

محمد مرتضیٰ خان از تلہ گنگ۔

علماء اسلام اور مذہبی اخبارات

لائق ہمعصر صداقت نے بعض علماء امرتسر اور بریلی وہابیوں کے باہمی مقدمات اور کفر بازی کا ذکر کرتے ہوئے مذہبی اخبارات کی موجودہ حالت پر بھی افسوس ظاہر کیا ہے اور بتایا ہے کہ "بجز شاذ و نادر مستثنیات کے جو رنگ انھوں نے اختیار کر رکھا ہے وہ ان کے پڑھنے والوں میں محبت اور اخوت کے جذبات پیدا نہیں کرسکتا۔ بلکہ سینوں میں نفرت اور عناد کی آگ کو اور زیادہ بھڑکاتا ہے"۔ ہم بھی اپنے لائق ہمعصر کی اس رائے سے متفق ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ ان ناگوار باتوں کا کسی طرح سے سدباب ہو۔ ہم خوش ہیں کہ ہمارے لائق ہمعصر نے اس کا علاج بھی جو کچھ بتایا ہے وہ وہی ہے جو قرآن کریم نے ایک مسلمان کا نصب العین قرار دیا ہے۔ اور جس کے ساتھ اس کی حقیقی فلاح اور کامیابی وابستہ ہے۔ یعنی اشاعت و حفاظت اسلام یہی وہ اصل الاصول ہے جسے ہم شروع سے مسلمانوں کے آگے پیش کرکے اس پر عامل ہونے کی استدعا کر رہے ہیں۔ اور دل سے چاہتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ اپنی ان تمام سفری و دلی امنگوں کو جو اس وقت سیاست کا زیبا لباس پہنے ہوئے ہیں دل سے نکال کر مذہب کی اشاعت کو اپنا نصب العین بنائیں۔ اور پھر دیکھیں کہ وہ دنیا میں کس قدر کامیاب کس قدر معزز و مقتدر اور کس قدر اعلیٰ طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ نرا مذہبی اخبارات پر ہی جنگ و جدل کا الزام دھرنا بھی صحیح نہیں جب کہ ہمارے ملکی و سیاسی رہنما بھی ویسے ہی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باہم دست و گریباں ہیں۔ اور ایک دوسرے پر بہت ہی رکیک حملے کرنا اپنا شیوہ اور نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔ ہم کسی فریق کا نام لیکر خاص طور پر ذکر کرنا نہیں چاہتے۔ سنگٹھن اور احرار کے نام سے جو دو پارٹیاں اس وقت ملک کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنی ایک جدا پالیسی رکھتی اور اسی پر لڑنا مرنا اپنا فرض جانتی ہے یہ بھی مذہبی اخبارات اور علماء کے باہمی جنگ و جدال سے کچھ کم ناگوار امر نہیں۔ پس کیا وہ نسخہ جو آج مذہبی علماء اور اخبارات کے لیے تجویز کیا گیا ہے (جس کے مجرب اور مفید ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں) کیا اسی سے ہمارے ملکی لیڈر اور سیاسی اخبارات بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ کیا یہ ان کا فرض نہیں کہ وہ بھی اشاعت و حفاظت اسلام کے لئے اپنا قدم آگے بڑھائیں اور تھوڑی دیر کے لئے اس باہمی پیکار سے منہ موڑ کر اپنی دلی امنگوں کا جولانگاہ اشاعت مذہب کو قرار دیں اور پھر دیکھیں کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم کے ماتحت نصرت الٰہی کس طرح ان کے ساتھ ہوتی ہے

اشاعت اسلام کے لئے عملی نظام

معاصر مذکور نے اشاعت اسلام کے کام کی طرح ڈالنے کے لئے علماء کی ایک کانفرنس قائم کئے جانے کی بھی تحریک کی ہے اور اپنا ایک پروگرام مرتب کرکے خلوص اور نیک نیتی۔ باقاعدگی اور سرگرمی کے ساتھ کام کرنے اور ہر سال اشاعت اسلام کی تجاویز سوچنے کی ترغیب دلائی ہے ساتھ ہی اس کے لئے ندوۃ العلماء سے فائدہ اٹھانے یا اور کوئی مذہبی نظام قائم کرنے کی تحریک کی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی غور طلب امر یہ بھی ہے کہ کیا اس کانفرنس کا حشر بھی مسلمانوں کی دوسری انجمنوں اور لیگ کی طرح تو نہ ہوگا کہ جہاں ہر ایک شخص اپنی پالیسی کو اپنا دین و مذہب سمجھ کر دوسروں کی بات بھی سننی گوارا نہیں کرتا۔ ندوۃ العلماء یا کوئی انجمن بیشک اس کام کو کریں اگر کرسکیں۔ غرض تو کام سے ہے خواہ کوئی کرے لیکن اگر ابھی اس کی اندرونی حالت اس قابل نہ ہو کہ وہ اس مقدس کام کو سنبھال سکیں تو کیوں اس اعلیٰ نظام سے فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے پیشتر سے قائم ہوچکا اور نہایت خاموشی سے اپنا کام کر رہا ہے۔ بہرحال علمائے اسلام

تبلیغی رپورٹ

(از سید مدثر شاہ صاحب واعظ اسلام)

میں نے ماہ اپریل میں نوشہرہ صوابی وغیرہ مقامات واقعہ ضلع پشاور کا دورہ کیا۔ نوشہرہ میں میں نے سنا کہ میاں محمد یوسف صاحب احمدی اپیلنویس مردان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں معہ ایک احمدی دوست کے اُن کی تلاش کو نکلا۔ جب ڈاکٹر غلام محمد صاحب اسسٹنٹ سرجن کے مکان پر پہنچا۔ وہاں میاں صاحب موصوف کو معہ چند رفقاء کے پایا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب اور میاں صاحب آیۃ لا نفرق بین احد من رسلہ کے متعلق بحث کر رہے ہیں۔ میاں صاحب یہ کہتے تھے۔ کہ حضرت مرزا صاحب اس آیت میں داخل ہیں اور ڈاکٹر صاحب کہتے تھے کہ داخل نہیں ہیں۔ کچھ دیر تک میں ہر دو صاحبان کی بحث کو سنتا رہا۔ آخر الامر میں نے دریافت کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ایک سوال اس آیت کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ جس پر مجھے اجازت دی گئی۔ میں نے میاں صاحب سے دریافت کیا۔ کہ آیا خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی کسی تصنیف میں یہ دعوےٰ کیا ہے۔ کہ میں آیت لا نفرق بین احد من رسلہ میں شامل ہوں سب سے اول ہمیں یہ دیکھنا پڑیگا آیا مدعی نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے یا نہیں۔ اسپر میاں صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے معلوم نہیں کہ حضرت صاحب نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے یا نہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ جب آپکو معلوم نہیں تو بحث لا حاصل ہے۔ جب مدعی ایک امر کا دعوےٰ نہیں کرتا۔ تو اس کے کسی مرید یا کسی دوسرے شخص کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ اپنی طرف سے ایک دعوےٰ اپنے مرشد کی طرف منسوب کرے۔ یا اُسکو کسی ایسے منصب کا مستحق قرار دے جس کا دعوےٰ خود مدعی نے نہیں کیا۔ ورنہ "مدعی سست گواہ چست" کا مقولہ صادق آئیگا۔ اسپر میاں صاحب نے کہا۔ کہ میں تمہارے ساتھ بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو آپ نے کہا۔ کہ تم نے گستاخی کی ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ میں نے آپ کے سامنے وہی طرز مباحثہ اور لٹریچر پیش کیا ہے۔ جسکو ہمارے امام علیہ السلام ہمیشہ پیش کرتے رہے۔ مثلاً استثنا باب ۱۸ والی پیشین گوئی کو عیسائی حضرت عیسٰے پر چسپاں کرتے ہیں اور ہماری طرف سے ہمیشہ یہ حجت ان کے مقابلہ میں پیش ہوتی رہی کہ جب خود حضرت مسیحؑ نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں نہیں کیا۔ تو تمہارا کیا حق ہے کہ اسکو حضرت عیسٰے پر چسپاں کرتے ہو۔ میاں صاحب کے ساتھیوں میں سے ایک نے فرمایا۔ کہ اس کا جواب میں دونگا۔ اُنہوں نے یہ بات پیش کی۔ کہ اگر حضرت صاحب نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہو۔ تو ثابت ہوگا کہ حضرت صاحب آیت مذکورہ بالا میں شامل ہیں۔ ورنہ نہیں۔ میرے خیال میں اگرچہ بحث اسوقت ختم ہو چکی تھی۔ اور ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا تھا تاہم چونکہ مجھے تحقیق منظور تھی اس لئے میں نے عرض کیا کہ اگر آپ حضرت صاحب کی کتابوں سے یہ ثابت کردیں۔ کہ آپ نے اپنے نہ ماننے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ تو میں تسلیم کر لونگا۔ کہ حضرت صاحب آیت مذکورہ میں داخل ہیں۔ اسپر میاں صاحب نے حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۱۶۳ نکالا اور اب میدان بحث گرم ہو گیا۔ میاں صاحب قریباً نصف گھنٹہ یا زیادہ تک حقیقۃ الوحی کو پڑھتے رہے۔ اور کئی صفحات کو پڑھ ڈالا اور آخر یہ زبانی فرمایا۔ کہ اس تمام تحریر سے ثابت ہے کہ حضرت صاحب کو نہ ماننے والا کافر ہے۔ اس کے بعد میں نے کتاب مذکور اُن سے لے لی۔ اور میں نے فقط اس جواب کو پڑھا۔ جو غیر احمدیوں کو کفر و اسلام کے متعلق حضرت صاحب نے دیا ہے جو حسب ذیل ہے

"یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا پر افترا کرنیوالا سب کافروں سے بڑھکر کافر ہے"

عبارت بالا کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک تو اس قسم کا انسان ہے جو حضرت صاحب کو کافر ٹھہرا کر نہیں مانتا اور ایک اس قسم کا انسان ہے جو کہ آپکو مفتری علی اللہ ٹھہرا کر نہیں مانتا۔ پس واقعی یہ دو قسم کے انسان نہیں بلکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم کے انسان ہیں۔ کیونکہ ان دونوں کے فتوے ایک ہی قسم کے ہیں۔ بلکہ جو شخص آپکو مفتری علی اللہ ٹھہرا کر نہیں مانتا وہ درحقیقت آپ کو سب کافروں سے بڑھکر کافر ٹھہراتا ہے۔ جیسا کہ آیت قرآنی گواہ ہے جسکو خود حضرت صاحب نے پیش کیا ہے :۔

ومن اظلم ممن افترٰی علی اللہ کذبا۔

پس اس سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ کو نہ ماننے والا کافر ہے۔ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ کو کافر کہنے والا اور مفتری علی اللہ ٹھہرانیوالا کافر ہے۔

(بقیہ عبارت حقیقۃ الوحی)

"پس جبکہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا ہے۔ اس صورت میں نہ میں صرف کافر بلکہ بڑا کافر ہوا۔ اور اگر میں مفتری نہیں۔ تو بلاشبہ وہ کفر اُسپر پڑیگا۔ جیساکہ اللہ تعالےٰ نے اس عبارت میں خود فرمایا ہے علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔ کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔ یعنے رسول اللہ صلعم نے خبر دی ہے کہ آخری زمانہ میں میری امت میں سے ہی مسیح موعود آئیگا اور آنحضرت صلعم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو اُن نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گذر گئے ...... اور خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں خبر دی کہ مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ اب جو شخص خدا اور رسولؐ کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالےٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھے باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے۔ وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے"

اب بتلاؤ کہ کس جگہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ میرے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر یا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ دنیا میں بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نہ تو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے خدا پر جھوٹ اور افترا باندھا ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو اپنے دعوےٰ کے متعلق غلطی لگی ہے۔ وہ ولی اور نیک آدمی ہے۔ مگر بعض مقامات میں اولیاء اللہ کو بھی غلطی لگ جاتی ہے۔ اسیطرح مرزا صاحب کو بھی غلطی لگی۔ اور بعض ایسے لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعوےٰ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ پس ایسے لوگ نہ تو مکفر ہیں اور نہ مکذب اگر ایسے لوگوں کو بھی مکفرین یا مکذبین کی مد میں رکھا جاوے تو پھر یہ فتوےٰ دور تک جاویگا۔ کیونکہ ہم میں سے ایک ایسا گروہ حضرت مولوی نور الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد پیدا ہو گیا ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو ۱۹۰۲ء تک خاص اپنے دعوےٰ کے متعلق غلطی لگی رہی ہو تو اب فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ غیر احمدیوں کا ایک گروہ یہ کہتا ہے۔ کہ مرزا صاحب کو ۱۹۰۸ء تک غلطی لگی رہی۔ اور احمدیوں کا ایک گروہ کہتا ہے کہ مرزا صاحب کو ۱۹۰۲ء تک غلطی لگی رہی

پس اگر سنہ ۱۹۰۲ء تک مرزا صاحب کو غلطی میں مبتلا کہنے والا گروہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا تو سنہ ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کو غلطی میں مبتلا کہنے والا گروہ کیونکر اسلام سے خارج ہو سکتا ہے اور اگر سنہ ۱۹۰۲ء تک مرزا صاحب باوجود مامور من اللہ ہونے اور علم لدنی رکھنے کے خدا تعالیٰ کی تعلیم کو نہ سمجھ سکے تو کچھ مضایقہ نہیں لیکن اگر ایک بے علم شخص سنہ ۱۹۰۸ء تک مرزا صاحب کی تعلیم کو نہ سمجھ سکے تو وہ کیوں کافر اور بیدین بنجاتا ہے۔ ایک بے علم شخص تو فقدان معرفت اور عدم بصیرت کی وجہ سے ایک حد تک معذور سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن ایک بڑا مامور اور کامل معرفت رکھنے والا ہرگز معذور نہیں سمجھا جاسکتا حضرت صاحب کا یہ فقرہ کہ "جو مجھے نہیں مانتا۔ وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا" ثابت نہیں کرتا۔ کہ حضرت صاحب کو نہ ماننے والا کافر ہے۔ یہ ایک معمولی فقرہ ہے ہمیشہ اولیاء اللہ اور ائمہ دین تبلیغی رنگ میں اپنی قوم کو اس قسم کے الفاظ بطور تنبیہہ کے کہتے رہتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ کیا مسلمان واعظین منبر پر چڑھکر مسلمانوں کو یہ نہیں کہتے کہ "تم میں اسلام کی بو ہی نہیں"۔ تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ فی الحقیقت مسلمان نہیں اسی طرح ہر مذہب کا لیڈر تبلیغی رنگ میں اپنی قوم کو ڈراتا ہے۔ مجھے ایک بزرگ کا قول یاد آگیا ہے :- ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا ؏
گو نشیند با حضورِ اولیا ؏
چوں شوی دُور از حضورِ اولیا ؏
در حقیقت گشتۂ دُور از خُدا ؏

اب کیا اس جگہ یہ مطلب ہے۔ کہ جو دلی سے دُور ہے وہ کافر ہے۔ دُنیا میں ہزارہا اولیاء بلکہ انبیاء ایسے گذرے ہیں۔ جنکا نام بھی معلوم نہیں۔ اگر اس فقرہ کا یہی مفہوم قرار دیا جائے تو حضرت صاحب کی بہت سی دوسری مفصل اور صاف تحریرات سے دست بردار ہونا پڑیگا۔ جن میں آپ نے کھُلے طور پر لکھا ہے۔ کہ میرے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا۔ میں اپنے منکر کا نام بے ایمان نہیں رکھتا"۔ اپنے منکر کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰۔

اس میں کیا شک ہے۔ کہ جو شخص امام وقت کو نہیں مانتا۔ وہ درحقیقت آنحضرت صلعم کے اُس حکم کو نہیں مانتا جو امام وقت کو ماننے کے متعلق دیا گیا ہے۔ لیکن ایک حکم کے نہ ماننے سے کوئی شخص کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ ہاں ایسے شخص کو صرف اس حکم کا کافر یعنے منکر کہیں گے۔

(بقیہ عبارت حقیقۃ الوحی)

"اگر مفتری نہیں اور مومن ہوں۔ تو اس صورت میں وہ میری تکفیر و تکذیب کے بعد کافر ہوئے۔ اور مجھے کافر ٹھیرا کر اپنے کفر پر مہر لگا دی۔ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے"

یہ عبارت کیسی صاف ہے اگر حضرت صاحب نبی تھے۔ تو آپ کو یوں لکھنا چاہئے تھا۔ کہ چونکہ میں نبی اور رسول ہوں۔ اسواسطے میرے منکر کافر ہیں۔ حضرت صاحب یہ تو لکھتے ہیں۔ کہ یہ شریعت کا مسئلہ ہے۔ کہ مومن کو کافر کہنے والا آخر کافر ہو جاتا ہے۔ مگر یہ کیوں نہیں لکھتے۔ کہ یہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے کہ نبی کو نہ ماننے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگر پہلا شریعت کا مسئلہ ہے تو کیا دوسرا شریعت کا مسئلہ نہیں۔ بلکہ میرے خیال میں دوسرا مسئلہ بہت موٹا مسئلہ ہے جو مسلمان کو جلد کافر بنا دیتا ہے۔ یہ بات آجتک میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کہ گذشتہ نبیوں کا صرف انکار فوراً انسان کو کافر بنا دیتا تھا۔ مگر چودھویں صدی کے نبی کا انکار اُسوقت تک کسی کو کافر نہیں بنا سکتا جب تک کہ پہلے اس نبی کو کافر نہ بنایا جاوے۔

(بقیہ عبارت حقیقۃ الوحی)

"دو سو مولوی کا کفر کی نسبت نام بنام اشتہار شایع کریں۔ بعد اسکے حرام ہوگا۔ کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔

اس جگہ حضرت صاحب نے یہ کیوں نہ لکھا کہ اگر وہ احمدی ہو جائیں تو اُنکے اسلام میں شک کرنا حرام ہو جائیگا۔

حقیقۃ الوحی کی مندرجہ بالا عبارت پر حضرت صاحب نے یہ نوٹ دیا ہے :-

"پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا"

اس جگہ اسقدر ایزاد کرتا ہوں کہ اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ پر حضرت صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں :-

"پھر اس جھوٹ کو تو دیکھو کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ گویا ہمنے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا۔ حالانکہ ہماری طرف سے تکفیر میں کوئی سبقت نہیں ہوئی۔ خود ہی اُنکے علماء نے ہمپر کفر کے فتوے لکھے اور تمام پنجاب و ہندوستان میں شور ڈالا۔ کہ یہ لوگ کافر ہیں اور نادان لوگ ان فتووں سے ہم سے ایسے متنفر ہو گئے۔ کہ ہمسے سیدھے مُنہ سے کوئی نرم بات کرنا بھی اُنکے نزدیک گناہ ہو گیا۔ کیا کوئی مولوی یا کوئی اور مخالف یا کوئی سجادہ نشین یہ ثبوت دیسکتا ہے کہ پہلے ہمنے ان لوگوں کو کافر ٹھہرایا تھا اگر کوئی ایسا کاغذ یا اشتہار یا رسالہ ہماری طرف سے ان لوگوں کے فتوے کفر سے پہلے شایع ہؤا ہے۔ جس میں ہمنے مخالف مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہو۔ تو وہ پیش کریں۔ ورنہ خود سوچ لیں کہ کسقدر خیانت ہے کہ کافر تو ٹھہرائیں آپ اور پھر ہمپر یہ الزام لگائیں۔ کہ ہمنے تمام مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے اسقدر خیانت اور جھوٹ اور خلاف واقعہ تہمت کسقدر دل آزار ہے۔"

اس پر بحث ختم ہو گئی۔

اس کے بعد موضع سلیم خان واقعہ تحصیل صوابی گیا۔ جہانکہ جدید نہر نکالی گئی ہے۔ وہاں پر حضرت صاحب کے متعلق پانچ روز تک بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ آخر الامر دو اشخاص نے جو خواندہ اور سرکاری مستری ہیں۔ احمدیت کی بیعت کی اُن کے نام یہ ہیں :- مستری نور جمال صاحب موضع سلیم خان ڈاکخانہ صوابی ضلع پشاور۔ مستری غلام جیلانی صاحب موضع انبار ڈاکخانہ کھنڈا۔ ضلع پشاور۔ صاحب مؤخر الذکر میں مینے اسقدر جوش دیکھا۔ کہ اُس نے بیعت کے بعد یہ کہا کہ میں اپنے گاؤں کے مولویوں کو تبلیغ کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے ایسی کتاب منگوا دو۔ جس میں احمدیت کی مفصل اور مکمل بحث ہو۔ چنانچہ اس کی خواہش کے مطابق مینے عسل مصفےٰ کی بابت خط لکھدیا۔

اس جگہ پر ایک احمدی مستری بھی ہے۔ جسکا نام خدا بخش صاحب ہے۔ اس کے ساتھ بھی مباحثہ ہؤا۔ اس نے میاں صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ آخر الامر اُس نے اقرار کیا۔ کہ میرا وہی عقیدہ ہے۔ جو تم لوگوں کا ہے۔ مینے اعلان کرنے کے لئے کہا۔ اُس نے کہا میرا یہی اعلان ہے تم میری طرف سے شایع کردو۔ مینے کہا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ میں تمہارے عقیدہ کے متعلق چند سوالات

کرتا ہوں۔ تم اپنے قلم سے اُن کا جواب دو۔ چنانچہ میں نے حسب ذیل سوالات کئے:-

سوالات

برادرم مستری خدا بخش صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ..... میں آپ سے چند سوالات دریافت کرتا ہوں کہ آپ کا کیا اعتقاد ہے -

(۱) کیا حضرت مرزا صاحب کو آپ نبی مانتے ہیں۔ یا کہ مجدد اور امام وقت ؟

(۲) کیا ۱۹۰۱ء تک حضرت مرزا صاحب مسئلہ نبوت کو نہیں سمجھے ؟

(۳) کیا ۱۹۰۲ء تک حضرت صاحب کی نبوت جزوی وغیرہ تھی اور ۱۹۰۲ء کے بعد تبدیل ہوگئی اور جزوی نہ رہی ؟

(۴) کیا ۱۹۰۲ء کے پہلے کی تحریرات حضرت صاحب جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہیں منسوخ ہیں اور اُن سے حجت یا دلیل پکڑنی ناجائز اور غلط ہے ؟

(۵) کیا احمد آنحضرت صلعم کا نام نہ تھا۔ بلکہ یہ نام حضرت مرزا صاحب کا ہے ؟

خاکسار مدثر شاہ بقلم خود - 3-5-16

جوابات

برادرم میر مدثر شاہ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ..... میں آپ کے سوالوں کا جواب ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔ اور یہی میرا اعتقاد ہے -

(۱) میں حضرت صاحب کو ایک جزوی نبی مانتا ہوں - یا ایک مجدد اعظم۔ جیسا کہ حضرت صاحب کی تحریروں میں لکھا ہوا ہے۔ ہاں مستقل نبی نہیں مانتا - اور نہ حضرت صاحب نے خود دعوےٰ کیا ہے۔ کہ میں مستقل اور مکمل نبی ہوں -

جواب سوال (۲-۳-۴) میں حضرت صاحب کی تمام تحریروں کو جو کہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی ہیں اور بعد کی ہیں۔ یکساں مانتا ہوں کیونکہ حضرت صاحب نے خود کسی جگہ نہیں لکھا ہے کہ میری فلاں فلاں تحریروں کو ناسخ یا منسوخ سمجھو۔ اور میرا یہ اعتقاد بھی نہیں ہے۔ کہ حضرت صاحب ۱۹۰۲ء سے پہلے اپنے دعوےٰ اور مسئلہ نبوت کو نہ سمجھے تھے -

(۵) احمدؐ نام آنحضرت صلعم کا تھا - جیسا کہ خود حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہوا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے دو نام ہیں - ایک احمدؐ اور دوئم محمدؐ - ہاں حضرت مرزا صاحب کو بھی ایک ظلی احمد مانتا ہوں نہ کہ اصلی - فقط

خدا بخش بقلم خود - 3-5-16

اس گاؤں میں ایک اور باعلم شخص سے گفتگو ہوئی۔ اُس نے بھی کہا کہ مجھے حضرت صاحب کے مجدد ماننے میں کوئی اعتراض نہیں -

موضع سلیم خان کے مباحثہ میں غیر علاقہ کے لوگ بھی شریک تھے - اُن میں سے ایک نے کہا کہ تمہاری گفتگو مجھے پسند آئی ہے - اگر تم ہمارے گاؤں میں چلو۔ تو ہمارے مولوی صاحب سے بھی گفتگو ہو جائیگی۔

چنانچہ بعد از مشورہ دوسرے روز علی الصبح ہم چند نفر موضع تو تالے خدو خیل (غیر علاقہ) کو گئے - بعد نماز ظہر مسجد میں گفتگو شروع ہوئی - جہانکہ اس گاؤں کا خان یعنی ملک نواز خان صاحب اور چند نفر موجود تھے -

میں نے مُلّاں صاحب سے یہ سوال کیا۔ کہ آپ مجددوں والی حدیث کو مانتے ہیں۔ اُس نے تسلیم کیا - میں نے پوچھا - کہ چودھویں صدی سے ۳۵ سال گذر گئے ہیں - اس صدی کا کوئی مجدد ہے یا نہیں۔ ملاں صاحب نے فرمایا - کہ سب نیک لوگ مجدد ہیں میں نے کہا - کہ پھر اسکے کیا معنے ہے - کہ مجدد صدی کے سر پر مبعوث ہوگا - کیا صدی کے سر پر ہی نیک لوگ ہوں گے اور صدی کے وسط اور آخر میں نیک لوگ نہ ہونگے حدیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے - کہ مجدد کو خدا تعالےٰ مبعوث کرے گا -

کیا آپ بتلا سکتے ہیں - کہ اس زمانہ میں کسی نے مجددیت کا دعوےٰ کیا ہے - اگر آپ کوئی ایسا شخص بتلا دیں تو میں اُسکو ماننے کیلئے تیار ہوں - اور اگر آپ نہ بتلا سکیں تو میں آپ کو مجدد بتاتا ہوں - آپ اُسکو مان لیں -

ملک صاحب مذکورہ نے کہا کہ تم مجدد بتاؤ - ہم مان لیں گے - میں نے کہا - کہ آپ پختہ وعدہ کرتے ہیں - کہ جو مجدد میں پیش کروں گا - آپ مان لیں گے - اسپر فوراً مُلّاں صاحب بول اُٹھے کہ ہم اس کے علامات صداقت دیکھیں گے -

میں نے پوچھا کہ علامات کیا ہیں - ملاں صاحب نے کہا - کہ مجدد کل مسائل دین میں تصرف کرتا ہے اور عالم بعض مسائل دین میں تصرف کرتا ہے -

میں نے کہا کہ میرے خیال میں یہ غلط معیار ہے کیا کوئی ایسا وقت اسلام پر آسکتا ہے - کہ مسلمان کل عقائد اسلامی و شعائر اسلامی و فرائض وغیرہ وغیرہ کو چھوڑ دیں - پس جب ایسی حالت تاگفتہ بہ اسلام پر اور مسلمانوں پر نہیں آسکتی - تو پھر کس طرح کہہ سکتے ہیں - کہ مجدد تمام مسائل اسلام پر تصرف کریگا - ہاں بیشک وہ بعض غلطیوں کو دور کرنے کیلئے آتا ہے

اسپر مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ اس زمانہ میں کون سی غلطیاں تھیں - جنکی اصلاح کی ضرورت تھی - میں نے کہا کہ آپ آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین مانتے ہیں - اُنہوں نے قبول کیا پھر میں نے سوال کیا - کہ کیا آنحضرت صلعم کے بعد حضرت عیسیٰ نازل ہونگے - یا نہ - اگر نازل ہونگے - تو وہ بحیثیت نبی یا اُمتی - مولوی صاحب نے جواب دیا کہ وہ نبی ہونگے - مگر وہ کوئی نیا نبی نہیں بلکہ پُرانا نبی ہے - نئے نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے - مگر پُرانے نبی کا آنا منافی نہیں -

میں نے کہا کہ جب آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں - اور آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا جیسے حدیث "لا نبی بعدی" سے ثابت ہوتا ہے تو پھر یہ ایک عذر لنگ ہے - کہ پُرانا نبی آسکتا ہے اور نیا نہیں - بعد آنحضرت صلعم کے ایک نبی آگیا - خواہ نیا - خواہ پُرانا - علاوہ اسکے قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی نبی نہیں آویگا - آپ کس آیت یا حدیث سے کہتے ہیں - کہ پُرانا نبی آسکے اور نیا نہیں - اسپر مولوی صاحب نے کہا کہ وہ اُمتی ہوگا - میں نے کہا - کیا وہ نبوت سے معزول ہوگا - یا نہیں -

الغرض اسی طرح دیر تک جھگڑا ہوتا رہا - آخر الامر میں نے کہا - کہ میں آپ کو اس مسئلہ کی اصلیت بتاتا ہوں - جسپر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا ہے - سورہ فاتحہ سے ثابت ہے - کہ اس امت میں منعم علیہم لوگ ہوں گے - اور بموجب تفسیر قرآنی منعم علیہ نبی صدیق وغیرہ ہیں - حدیث شریف سے ثابت ہوتا ہے - کہ اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثیل ہیں - پس اگر کسی حدیث سے یہ معلوم ہو - کہ اس امت میں مسیح آئیگا - تو اسکا یہ مطلب نہیں - کہ وہی مسیح آئیگا - جو صاحب کتاب و کلمہ تھا - بلکہ یہ مطلب ہے - کہ اس امت کے علماء میں سے کوئی فرد کامل حضرت مسیح کا مثیل ہوکر آئیگا - آیت و اٰخرین منہم لما یلحقوا بہم سے ثابت ہے - کہ خود آنحضرت صلعم دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے - لیکن علماء کا اسپر اتفاق ہے کہ اس سے روحانی آمد مراد ہے - نہ کہ جسمانی - اور اس کا مصداق حضرت امام مہدی کو قرار دیا جاتا ہے - اسی طرح اگر کسی حدیث میں یہ آجائے - کہ مسیح آئیگا - تو اس سے بھی روحانی آمد مراد لی جاویگی - نہ کہ جسمانی ❊

خاکسار میر مدثر شاہ از راولپنڈی صدر بازار بقلم محمد شعیب پوسٹل کلرک جنرل پوسٹ آفس راولپنڈی ❊

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے احمدیہ بلڈنگ پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود و آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ؎ ۳ر
ششماہی ؎ ۲ر
سہ ماہی ۱؎
ماہوار ۹ طلباسالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | لاہور | شنبہ ۴ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۶ جون سنہ ۱۹۱۶ع | نمبر ۱۲۸

آریہ گزٹ کے ایک مطالبہ کا جواب

جب سے خاکسار نے بعض کوتہ فہم آریوں کی بدعنوانیوں اور اُنکے معمولی شغل یعنی غیر مذاہب کے واجب التکریم و التحریم ادیان طریقت پر سب و شتم سے حملہ آور ہونے کی مدافعت میں حقیقی - واقعی اور الزامی جواب شروع کئے ہیں ہمارے دوست ایڈیٹر آریہ گزٹ بڑے خفا نظر آتے ہیں اور اپنی اس ناراضگی کا اظہار حسب عادت نہایت کریہ الفاظ سے مجھے خطاب کرکے کرتے رہتے ہیں۔ جسے میں اب تک تقاضائے محبت کے سبب سے ان کی ملاحت حسن کا اثر سمجھتا رہا ہوں مگر اب کے یہ غضب ڈھایا ہے۔ کہ معزز ہمعصر وکیل سے انہوں نے میری شکایت کردی اور ان کے واسطہ سے وہ میری فریاد درد کورد کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کی اور تو سب جفائیں تھیں. برداشت کیں.. اور کیوں نہ کرتے جبکہ وہ ظلم و ستم سے باز نہیں آتے۔ تو کیا ہم ہی ایسے بیٹھے ہیں کہ اپنی صبر کی عادت کو چھوڑ دیں مگر یہ تو ہمیں بھی گوارا نہیں کہ شکایت تو ہماری ہو۔ وہ کریں غیر سے یہ ظلم صریح نہیں تو کیا ہے؎

تم گلہ مجھ سے کرو ہیں کروں شکوہ تم سے
غیر سے کرن جد کی اُس سے شکایت میری

ہاں ہمارے دوست کو شکایت یہ ہے کہ میں نے اُنکے ایک ڈالا رسے کی پھبتی کے جواب میں یہ لکھ دیا کہ وید بھگوان ایشور جی کو ہرنی کے پیٹ سے پیدا شدہ فرماتے ہیں۔ اتنی سی بات پر آپ آپے سے باہر ہوگئے اور لگے اُلٹی سیدھی سُنانے۔ اگر یہیں تک بس کرتے تو خیر ہم سمجھ لیتے تقاضائے سن و عمر ہے۔ ابھی وید بھگوان کے درشن بھی تو نہ کئے ہونگے۔ کیونکہ اُنکے سمجھنے کے لئے بھی تو حسب ارشاد آدی طریقت دیانند جی چار چھکے چوبیس اور تین ستائیس برس چاہئیں۔ مگر آپ نے تو یہ غضب کیا۔ رجماً بالغیب ثبوت نہ کیا ں اور سیاں سے لمغم؟ دفعا۔ ویدوں کو دیکھا تک نہیں اور جھٹ سے چیلنج پر اُتر آئے۔ کہ دکھاؤ ویدوں میں کہاں لکھا ہے ہم لاکھ سنسکرت سے اُمّی ہوں مگر کوئی بات ایسی تو کہتے نہیں۔ لیجئے آپ کا ہی وید بھگوان اور پھر وید بھی اتھرو نہیں سام نہیں یجر نہیں کہ اہل ہنود میں متنازعہ فیہ ہو۔ بلکہ خالص ترین متفق علیہ رگوید مقدس منزل من اللہ کہ جسے خود پرماتما نے ز حسب تصریح جناب حضرت داؤ حقیقت دیانند جی مہاراج القدس رشیوں کے ہاتھ میں بھیجا یا۔ (رگوید آدی بھاشیہ بھومکا) (اور منتر کا ترجمہ اُنہی کا۔ کسی مسلمان کا نہیں۔ عیسائی کا نہیں کسی اور ایرے غیرے کا نہیں بلکہ خود پیروان ملت کے ایک فاضل فرد کا۔

منتر۔ ہرن گربھ سموتتا اگرے بھوتسیہ جاتہ پتی ریک آسیت۔ سدادھار پرتھوی دیامو تیمام کسمئی دیوائے ہوشا بدھیم۔ رگوید اشٹک ۸ ادھیائے ۷۔ سوکت ۳ منتر ۱۔

منتر کے ہر پد پر پرماتما کی مہر ہے۔ کیونکہ دیوتا خود پرجاپتی ہے۔ ترشٹپ۔ دھیوت ہے۔ وغیرہ مدھ بھری (پر لطف) سُر ہے۔

ترجمہ منقول از ستیارتھ پرکاش۔ بھونک سرشٹی سے پورب کال میں سرب بھوت ماتر کا پالن کرنے والا ایک ہرن گربھ ہوکے اُتپن ہوکر ہوتا بھیا اورتفات وہ پرماتما ہرن گربھ بھاؤ کو پراپت ہوکر سروپران ماتر سے پر تھم شریر ہوا سو پرتھوی انتریکش انیک لوکوں کو اپنی شکتی سے دھارن کرتا بھیا اس ایک دیو کے ارتھ ہم ہو دان آدی سے تس کا پوجن کریں۔

(اُردو) اس موجودات کے وجود میں آنے سے پہلے صانع عالم ایک ہرن گربھ سے ظاہر ہوا یعنی پرمیشور ہرن کی صورت بنکر سب مخلوق سے پہلے آ موجود ہوا۔ پھر اس نے چرند پرند حیوان اور نباتات۔ جمادات اور زمین آسمان[1] وغیرہ سب کو اپنی قدرت سے بنایا۔ اس ایک دیو پرمیشور کے واسطے ہم لوگ قربانیوں وغیرہ سے اسکی پرستش کریں۔

---

[1] آسمان کو تہ بنا ہوا سمجھنے والے نوٹ کر رکھیں وید کا ارشاد ہے۔

آپ لوگ خواہ نخواہ بُرا مناتے ہیں ہم آپکو اس کی تاویل سمجھا دیتے ہیں - ہرن کے پیٹ سے ایک گرانقدر چیز نکلا کرتی ہے جسکی سُگندھی (خوشبو) کے مقابلے کی دنیا میں کوئی چیز نہیں وید بھگوان النکار (استعارہ) کے طور پر تم لوگوں کو گیان (معرفت) دیتے ہیں کہ جسے منشو (لوگو) جس طرح ہرن کے گربھ سے مشک نکلکر ہوا میں منتشر ہوتا ہے - اور اپنی سُگندھی (فرحت آمیز خوشبو) سے دماغ کو معطر کردیتا ہے - اسی طرح اس سرشٹی (دنیا) کے شروع میں دنیا کو پیدا کرکے پرماتما دنیا میں دیا پک (محیط) ہوگیا۔

کیا نفیس بات ہے اور کیسا اعلیٰ معرفت کا نکتہ ہے مگر خوشحال چند جی (ایڈیٹر آریہ گزٹ) ہیں کہ خوش ہونے میں ہی نہیں آتے۔

ہاں صاحب آپ نے کل ہندو پبلک کی وکالت بھی کی ہے - مگر ہمارے سناتنی دوست آپ کے ان جھگڑوں میں نہیں آئینگے - کیونکہ ان پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوسکتا - اس لئے کہ وہ ہرنیہ گربھ سے ایشور مراد نہیں لیتے - بلکہ انہیں ایک رشی سمجھتے ہیں - مصیبت تو اُنکے لئے ہے جو کھینچا تانی سے مقدس رشیوں اور دیوتاؤں کو ایشور ثابت کرنے کی کوشش اور سعی نا روا کرتے ہیں - ہمارے پورانک دوست اپنے پوراِنک گرنتھوں سے خوب واقف ہیں - اور اُنکو قابلِ عزت سمجھتے ہیں چنانچہ اُن کا اس پر اَنک وا ک پر وشواش (یقین) ہے

हारिणी गर्भे संभूतो ऋष्य
शृङ्गो महामुनिः

(ترجمہ) ہرنی کے گربھ سے پیدا ہوئے مہا منی سشرنگ رشی۔

آخر ہم مہاشہ جی سے مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ پرماتما کے لئے ایسی روکھی سوکھی باتوں اور تنک مزاجی سے پیش نہ آیا کریں ابھی تو اور بہت سی باتیں ہاں ویدک دیا کھیان سنانے ہیں۔

یار زندہ صحبت باقی۔

آپ لوگ آئے دن آریہ اخبار مثل آریہ مسافر (مسافر آگرہ وغیرہ) کے فسانے سننے کے خوگر ہو - دیانند جی کی ستیارتھ کے چودھویں باب

اور کلیات آریہ مسافر کو ہنس ہنس کر سنا کرتے ہو - تو ہمارے زخم جگر کو بھی کلیجہ تھام کر دیکھو - مگر یاد رکھو۔

وہ قصے اور ہونگے جنکو سُنکے نیند آتی ہے
تڑپ اٹھو گے رو اٹھو گے داستاں میری

راقم — مصلحت نیست کہ از پردہ برون افتد راز۔

تازہ خبریں

ورڈن کا جدید کمانڈر - لنڈن یکم جون مسٹر وارنر ریلین رقمطراز ہیں کہ جنرل نیودل جو کمانڈر ورڈن ہیں نہایت ہر دلعزیز اور فرانسیسی فوج میں توپخانہ کے عظیم ترین افسروں میں سے ہیں - وہ جرمنوں کے خلاف جدید تدابیر کی آزمایش سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں

شدید ترین گولہ باری - لنڈن یکم جون - پیرس ورڈن میں توپخانہ کی آتشباری ہنوز بہت شدید ہے آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ "ڈیڈ مین" پر گولہ باری انتہائی تندی کے ساتھ ہوئی - ڈیڈ مین کے مشرقی ڈھلوانوں پر شام کیوقت ایک جرمن حملہ قطعاً پسپا کیا گیا - فریقین کے توپخانہ کی گولہ باری قلعہ ڈوراومونٹ کے مشرق و مغرب میں بہت ہی شدت کی صورت اختیار کر گئی -

ایک فرانسیسی ہوائی دستے نے تھیون ول اور میز کے مابین سامان کے ڈپو اور ریلوں پر حملہ کیا۔

غنیم کے حملے توڑ دیئے گئے - لنڈن ۲ جون پیرس کل شب کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے میوز کے بائیں کنارے مورٹ ہوم اور اوکورٹ کی جھولوں میں غیر مسلسل گولہ باری ہوتی رہی - جرمنوں نے میوز کی دائیں جانب ایک شدید گولہ باری کے بعد مزرعہ ڈاومونٹ سے واڈ تک حملہ کیا - کئی بیہودہ حملوں کے بعد وہ قلعہ ڈاومونٹ اور واڈ پونڈ کے مابین ہماری مقدم خندقوں میں گھسنے میں کامیاب ہوگئے - باقی مقامات پر کلدار توپوں کی آتشباری سے شدید نقصانات کے ساتھ حملے توڑ دیئے گئے

جرمن ہوائی جہازوں کے ایک گروہ نے بارلی ڈیوک کے غیر قلعہ بند شہر پر سہ پہر کو بم پھینکے - جن سے ۱۸ شہری ہلاک ہوئے - ان میں ۲ عورتیں اور ۴ بچے بھی شامل تھے - ۲۵ - اشخاص مجروح ہوئے جن میں ۶ عورتیں اور ۱۱ بچے تھے۔

ایسیاگو خالی کردیا گیا - لنڈن ۳۱ مئی روما کا تار مظہر ہے کہ اطالویوں نے شہر ایسیاگو کو خالی کر دیا ہے - مگر ایسیاگو کی بلند سطح مرتفع پر شدت سے غنیم کی مدافعت کررہے ہیں - آسٹریوں کے قریب آنے پر سبالوں کے باشندے خائف ہوگئے مگر انہیں اشاروں سے یقین دلایا گیا کہ اُن کی پیشقدمی روک دی گئی ہے - اطالوی سپاہ کے بازو آسٹریوں کو شدید نقصان پہنچا رہی ہیں اور سپاہ کی عظیم الشان موٹر مل کی باربرداری مفید ثابت ہوئی اور اُنکے ذریعہ سے عظیم کمکی جمعیتیں اسیڈ اور ایسیاگو کی سطح مرتفع پر پہنچ گئیں - اور سلسل لائن کے ٹوٹ جانے جو رخنہ پیدا ہوگیا تھا اُسے بروقت پُر کرلیا گیا ہمارا سب سے بڑا نقصان یہ تھا کہ ہمیں کوہ میگوٹ اور نیزا کی لائن پر بڑی توپیں چھوڑ دینی پڑیں

ینگ مین جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب - لاہور کیطرف سے ذیل کا ریزولیوشن برائے اشاعت موصول ہوا ہے - جسپر ہم کسی دوسری جگہ اپنی رائے کا اظہار کرچکے ہیں

۲۸ مئی سنہ ۱۹۱۶ء کو ۹ بجے صبح ینگ مین جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب لاہور کی ایک جنرل میٹنگ دفتر انجمن میں زیر صدارت جناب مولوی سید الطاف علی شاہ صاحب بوقت بدیں غرض منعقد ہوئی - کہ کتاب شمشیر ولایت کی نسبت جو شور و غوغا سنی کیطرف سے بلند ہو رہا ہے - گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں بذریعہ اخبارات اسکی حقیقت کا انکشاف کیا جاوے - لہذا ذیل کے چند الفاظ ہم گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں پیش کرتے ہیں

شہر وزیر آباد سے کچھ اشتہارات شائع ہوئے ہیں کہ مسلمانوں کے فرقہ ہائے شیعہ و سنی میں فتنہ و فساد کا باعث ہو رہے ہیں - شیعوں کی ایک کتاب پیشتر ازیں اسی فساد کی نذر ہوچکی ہے یہ ستمدیدہ فرقہ شیعہ قدیم تاکچھ ایسا مظلوم واقع ہوا ہے کہ اُن کو کسی زمانہ میں سر اُٹھانے کا موقع ہی نہیں ملا - خدا کرے تاج برطانیہ ابدالآباد تک قائم رہے - کہ جسکے عہد ہمایوں میں ہم لوگوں کو پوری پوری مذہبی آزادی حاصل ہے - اگرچہ اس کتاب کے متعلق ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے - لیکن اتنا ضرور کہینگے - کہ ضبطی کتاب مذکورہ میں شیعہ بالکل بےگناہ تھے - کتاب ذوالفقار حیدری اپنے مذہب کے ڈیفنس میں لکھی گئی تھی - بلکہ اقدام میں پہلے ایک ذوالفقار حیدری اہلسنت کی طرف سے شایع ہوئی - جسکے مصنف نے خوب دل کھولکر شیعوں کو - سادات کو اور اُنکے مذہب کے پیشواؤں کو بُرا بھلا کہا - اسکے جواب میں سنی ذوالفقار حیدری نکلی - اسی طرح ہم تاریخی طور پر ثابت کرسکتے ہیں کہ شیعوں کی جتنی کتابیں مناظرہ میں لکھی گئی ہیں وہ سب اہلسنت کا جواب ہیں - از خود کبھی یہ لوگ اقدام مناظرہ کے مرتکب نہیں ہوئے - اب ایک دوسری کتاب کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی جارہی ہے - ہم صرف یہ امر گورنمنٹ کے گوش گذار کرنا چاہتے ہیں - کہ کتاب مذکورہ میں جو کچھ لکھا ہے - وہ مصنف کے اپنے دماغ کا نتیجہ ہی ہے - وہ الفاظ جو دل آزاری کا سبب بتائے جاتے ہیں مصنف کے خودساختہ نہیں - بلکہ وہ الفاظ کتب اہلسنت سے نقل کئے ہیں - اگر وہی الفاظ جو اُنہی کی کتب سے نقل کئے گئے ہیں - اور اُنہی کی دل آزاری کا باعث ہیں تو خود اہل مذہب کو اپنی کتابیں تلف کرادینی چاہئیں نہکہ اُلٹا دوسرے مذہب کے لوگوں پر زبانِ طعن دراز کی جاوے - اور نا سُننے میں آیا ہے کہ کسی کو مصنف کتاب شمشیر ولایت سے کچھ ذاتی عناد ہے - جسکا غبار وہ مذہبی رنگ میں نکال رہے ہیں ہمیں اپنی ہر دلعزیز اور معدلت گستر گورنمنٹ سے قوی امید ہے کہ وہ بوقت تحقیقات جب ہمارے مخالفین کے بیانات لے تو مصنف کتاب شمشیر ولایت کو بھی ضرور طلب فرمائے - جو امید ہے - کہ خود حاضر ہوکر ان پیچیدہ معاملات کی بناء فساد پر کافی روشنی ڈالکے حقیقت واقعیہ کو روز روشن کی طرح آشکارا کریں گے۔

خادم قوم جنرل سکرٹری ینگ مین جعفریہ ایسوسی ایشن پنجاب　　لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۶ - جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۹

مولوی امام الدین صاحب منصف پنشنر کی کھلی چٹھیوں کا جواب

روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۱۱و۱۳ مارچ و ۱۸ و ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۱۶ء میں مولوی امام الدین صاحب منصف پنشنر کی طرف سے بنام "کھلی چٹھی" کے عنوان سے چند مضامین شائع ہوئے ہیں۔ جن میں وفات مسیح کے خلاف بعض کتب صرف و نحو کی چند آیت عبارات نقل کرکے مسیح کو زندہ ثابت کرنے کی ازحد کوشش کی ہے اور ہم احمدیوں سے ان کی تردید چاہی ہے مولوی صاحب کی اس سے پیشتر بھی روزانہ پیسہ اخبار میں اسی موضوع پر ایک تحریر شائع ہو چکی ہے جس کا انھوں نے اپنی خود با الا کھلی چٹھیوں میں بھی تذکرہ کیا ہے۔ لیکن اس عقل و دانش اور علمی روشنی کے زمانہ میں جبکہ شاید ہی کوئی عقلمند انسان حضرت مسیح ناصری کے زندہ آسمان پر چڑھنے اور وہاں اُنیس سو برس سے اب تک کان زندہ موجود ہونے کا قائل رہ گیا ہو۔ مولوی صاحب کے یہ بودے دلائل اس قابل نہ تھے کہ ان کی طرف ذرا بھی توجہ کی جاتی مگر چونکہ اب مولوی صاحب اس بات پر مصر ہیں کہ ضرور انھیں جواب دیا جائے لہذا بغرض اتمام حجت جواب دینا ضروری ٹھہرا اصل جواب دینے سے پیشتر اگرچہ میرا دل چاہتا ہے کہ مولوی صاحب کی حق پوشی پر بھی کچھ تھوڑا سا لکھا جائے تاکہ پبلک کو ان کی متعدی شخصیت سے کسی قسم کا دھوکا نہ ہو۔ لیکن چونکہ مولوی صاحب نے خود ہی اپنے ان ایک دو مضامین میں جو روزانہ پیسہ اخبار میں درج ہوئے ہیں۔ احمدی کی جگہ "مرزائی" اور قادیان یا قادیانی کو "کادیانی" لکھ کر اور حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود پر ناحق و ناروا کذب و افترا کا الزام دیکر یعنی کھلے طور پر ان کے متعلق کاذب اور مفتری کے دلخراش الفاظ کو استعمال کرکے اپنے اندرونی بغض و تعصب کا پردہ خود ہی فاش کر دیا ہے۔ اس لئے اس سے اجتناب کرتا ہوں۔ ہاں صرف مولوی صاحب کے اس استفتا کے جواب میں جو انھوں نے روزانہ پیسہ اخبار ہی کی گذشتہ اشاعت میں حضرت اقدس مسیح موعود کے اسلام کے متعلق کیا تھا اور پوچھا تھا کہ آیا آپ مسلمان ہیں یا نہیں۔ اور نیز اس لئے بھی کہ مولوی صاحب کے اصل عقائد پبلک کے سامنے آجائیں ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ اسلام کے کہاں تک قائل ہیں۔ جلسہ مہوتسو کو جسے جلسہ اعظم مذاہب بھی کہا جاتا ہے گذرے ہوئے ابھی بہت عرصہ نہیں ہوا اور لاہور میں بھی ابھی بہت سے لوگ ایسے زندہ موجود ہیں جنکو اس جلسہ میں شرکت کا موقع ملا تھا اور مولوی کی وہ تقریر انھیں خوب یاد ہے جو انھوں نے اس جلسہ میں یہودی مذہب کی طرف سے کی اور اس میں صاف طور پر یہ بیان کیا کہ

> "صرف توریت امام ہی ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں شناخت احکام خدا کی ہے۔ کسی اور جگہ یہ شناخت نہیں"

یہ خود مولوی صاحب کے اپنے لفظ ہیں جو اس جلسہ اعظم مذاہب کی رپورٹ میں صفحہ ۲۴۴ پر چھپے ہوئے موجود ہیں۔ ان الفاظ میں "صرف" اور "امام ہی" کے الفاظ جو مولوی صاحب نے توریت کے لئے استعمال کئے ہیں اور پھر یہیں تک بس نہیں بلکہ کسی اور جگہ یہ شناخت نہیں کہکر نہایت وضاحت کے ساتھ صرف توریت ہی کے احکام الٰہی کی شناخت رکھنے اور باقی کتب کے جن میں قرآن کریم بھی ہے اس شناخت سے خالی کہدیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کسی مسلمان کا اعتقاد نہیں ہو سکتا۔ پس میں مولوی صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے اسلام یا کفر کا فیصلہ تو بعد میں دیکھا جائیگا پہلے آپ اپنا مسلمان ہونا ثابت کریں۔ ورنہ خواہ نخواہ مولوی کہلا کر اخبارات میں مسائل پیش کرکے اور مسلمانوں پر کفر کے فتوے دے کر بیچارے غریب مسلمانوں کو دھوکے میں نہ ڈالیں کاش مولوی صاحب میں بغض و تعصب کا یہ ناجائز غلبہ نہ پایا جاتا تو شاید وہ اس نامعقول مطالبہ پر کچھ غور کرتے اور نہایت معقولیت کے ساتھ علی الاعلان اپنے عقائد کا اظہار کر دیتے۔ لیکن جب ہم ان کی موجودہ تحریرات اور طرز خطاب کی طرف توجہ کرتے ہیں تو ہماری یہ امید محض موہوم نظر آتی ہے۔

اب میں اصل مطلب کی طرف آتا ہوں مولوی صاحب کا مضمون دو قسم کے مباحث پر مشتمل ہے ایک تو در بارہ وفات مسیح۔ معنی لفظ توفی اور دوسرا نبوت ظلی و بروزی حضرت اقدس مرزا صاحب کے جواز و عدم جواز پر سب سے پہلے میں لفظ توفی کے بارہ میں مولوی صاحب کے پیش کردہ دلائل کا جواب دیتا ہوں:۔

سب سے بڑھ کر اعتراض جو کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ توفی کے حقیقی معنی موت نہیں بلکہ اپنے مادہ وفی کے لحاظ سے پورا کرنا اور پورا لینا ہیں اور یہی کتب لغت میں مذکور ہیں۔ اس کے جواب میں صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ اول تو پورا کرنا کا لفظ ہی موت کے معنوں پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اقرب الموارد میں صاف طور پر لکھا ہے کہ توفی المدۃ بلغنا و استکملھا یعنی توفی کے معنی ہیں۔ مدت کا پورا کرنا۔ کامل ہو جانا تو گویا یہاں توفی نے اپنے حقیقی معنوں میں موت کا مفہوم ادا کر دیا کیونکہ عمر کا پورا ہو جانا بھی موت کا مترادف ہے۔ چنانچہ اس کے آگے ہی صاحب اقرب الموارد نے یہ مثال دی ہے۔ توفی اللہ زیداً الی قبض روحہ اللہ نے زید کو متوفی کر دیا یعنی اس کی روح قبض کر لی۔ لیکن اگر مجرد لفظ توفی بالفرض موت کے معنی نہ بھی دیتا ہو تو بھی تمام اہل کلام کا یہ ایک مانا ہوا اصول ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور ذی روح مفعول وہاں توفی کے معنی موت کے سوائے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتے۔

چنانچہ اقرب الموارد میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔ و مات فاللہ المتوفی و العبد المتوفی

اب اس کھلی شہادت کے بعد کتب لغت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ کسی کا یہ کہنا کہ چونکہ توفی کے حقیقی معنی تمام گرفتن کے ہیں اس لئے موت کے معنی ہو ہی نہیں سکتے کس قدر خلاف بیانی سے کام لینا ہے۔

(باقی دارد)

تقریب سعید - کل مورخہ ۴ جون سنہ ۱۹۱۶ء کو حضرت خواجہ صاحب کے بڑے صاحبزادہ خواجہ بشیر احمد صاحب کی شادی کی تقریب تھی۔ برات کے ساتھ معززین ورؤسائے شہر کا کافی مجمع تھا۔ نکاح

الاخبار والاراء

شمشیر ولایت کی حمایت شیعوں کی طرف سے

شمشیر ولایت کے نام سے کسی وزیر آبادی شیعہ نے حال ہی میں ایک کتاب شائع کی ہے جس میں صحابہ کرام بالخصوص خلفائے ثلثہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ یعنی ان پاک اور بزرگ انسانوں کو جو کہ اسلامی عمارت کے زبردست ستون اور اسلام کی رفعت و منزلت کے باعث اصلی تھے۔ ہاں وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ثانی اثنین اور حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان کے پاک خطابات سے یاد فرمایا۔ ان کو صاف طور پر اور کھلے الفاظ میں اس کتاب میں ایسے ایسے ناپاک اور دلخراش الفاظ سے یاد کیا گیا ہے کہ جنکو سن کر برداشت کرنا بھی ایک مسلمان کی عزت کے منافی ہے شاید یہی وجہ ہے کہ اکثر اسلامی معاصرین نے اس کے خلاف اپنے اخبارات میں نوٹس لیا۔ اور گورنمنٹ سے بالکل بجا طور پر اس کی ضبطی کی درخواست کی ہے۔ اس سے پیشتر بھی اس شیعہ مصنف نے ذوالفقار صفدری کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی جو وہ بھی اسی قسم کے دل آزار کلمات سے بھرپور تھی۔ اور اسی لئے وہ فوراً ضبط کر لی گئی۔ لیکن وہ لوگ جن کے نزدیک عذاب و ثواب کا معیار ہی نیکوں اور پاکوں کو گالیاں دینے یا نہ دینے پر آرہا ہو وہ بھلا اپنی ان ناکردنی حرکات سے کب باز رہ سکتے ہیں۔ وہ تو اس فتنہ و فساد کے برپا کرنے کے لئے طوعاً و کرہاً بھی مجبور ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تو بہشت کی کلید ہی یہی ہے کہ دین اسلام کے ان اولین بزرگوں کو بُرا بھلا کہا جائے۔ اور دوسروں کا دل دکھایا جائے یہی باعث ہے کہ ذوالفقار صفدری کا وار جب ناکامیاب رہا تو اب وہ شمشیر ولایت کے کوتاہ ہتھیار سے حملہ آور ہوئے لیکن اس پر بھی بس نہیں۔ اب شیعوں کی طرف سے اس پر مستزاد کارروائی یہ ہوئی ہے کہ ننگ میں جعفریہ ایسوسی ایشن کے نام سے بعض نوجوانوں نے جو انجمن بنا رکھی ہے اس کی آڑ میں ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا ہے اور اس میں یہ عذر پیش کر کے کہ جس سنی کے جواب میں یہ کتاب لکھی گئی ہے یہ خود اسی کے الفاظ ہیں جو اس نے شیعوں کے بزرگوں کے متعلق استعمال کئے ہیں گورنمنٹ سے مصنف کتاب شمشیر ولایت کے بیانات لینے کی استدعا کی ہے۔

یہ کہدینا تو آسان ہے کہ سنی مسلمانوں نے بھی اسی قسم کے الفاظ شیعوں کے بزرگوں اور پیشرووں کے متعلق استعمال کئے ہیں۔ اور یہ انہی کے الفاظ اُلٹا کر رکھدئے گئے ہیں لیکن ذرا غور کرنا چاہیئے کون سنی مسلمان ہے جو حضرت علیؓ کی شان میں کوئی بُرا لفظ استعمال کرسکتا ہے۔ حضرت امام حسین۔ امام حسن۔ حضرت زین العابدین۔ اور دیگر ائمہ اہلبیت اور خاندان نبوت کو کون بُرا کہہ سکتا ہے ہماری سمجھ میں یہ ایک بہتان ہے جو محض اپنے آپ کو بچانے کے لیئے سنی مسلمانوں پر لگایا گیا ہے۔ بالفرض زیادہ سے زیادہ اگر کسی نے کچھ کہا بھی ہوگا تو اپنے مقابل کے کسی شیعہ کے متعلق ممکن ہے کچھ کہا ہو۔ اس سے شیعوں کو یہ کہاں حق پہنچتا ہے کہ وہ ائمہ خلفائے راشدین کے متعلق ایسے ایسے کفریہ کلمات استعمال کریں جنہیں اگر اس وقت کسی بدتر سے بدتر کافر کے متعلق بھی استعمال کیا جائے تو خدا جانے دنیا میں خون کی ندیاں بہ جائیں آخر کچھ تو عقل اور سمجھ سے کام لینا چاہیئے اور کم از کم اگر اپنے دل میں عزت نہیں تو دوسروں کے ہی اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔

قرآن کریم تو لا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ میں کفار کے بتوں کو بھی سبّ کرنے سے منع کرے اور آج خود مسلمانوں میں اپنے پیشواؤں اور سرداروں کو سبّ کرنا دین کا سب سے بڑا رکن خیال کیا جائے انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم بڑے زور سے گورنمنٹ عالیہ سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ وہ بہماہ نوازش جسٹروانہ ایسی فتنہ انگیز کارروائیوں کے سدباب کا پورا سامان کرے اور غریب سنیوں کے مظلوم جذبات کو بعض ناعاقبت اندیش نوجوانوں کی نادانی کا ماتختہ مشق نہ بننے دے۔

منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کے فرزند ارجمند کی گرفتاری

ہم نے گذشتہ اشاعت میں ووکنگ کے نومسلموں کے جوش تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے قوم کے ان نوجوانوں کی حالت پر جو انگلستان جاکر بجائے کوئی عمدہ نمونہ پیش کرنے کے اپنی نفسانی خواہشات کے تابع ہوکر ایک بدترین اعمال و اخلاق کا نقشہ وہاں پیش کرتے ہیں اظہار تاسف کیا تھا۔ اس کی ایک تازہ مثال ہم یہاں توکل ہمعصر آریہ گزٹ کی زبانی سنانا چاہتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ

"لنڈن سے مسٹر جان پارکر ایڈیٹر گرین روم ٹاک کی طرف سے ہمیں ایک خط موصول ہوا ہے۔ جس میں وہ لکھتے ہیں کہ مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کے فرزند ارجمند مولوی عبدالحمید کو ہیمپسٹڈ پولیس نے گرفتار کرکے عدالت میں پیش کیا ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی شرع کثرت ازدواج کی پیروی کرتے ہوئے اپنی عورت کے زندہ ہونے پر دوسری شادی کرلی ہے۔ مولوی عبدالحمید نے پہلی شادی ۱۴ ستمبر ۱۹۱۱ء کو ڈروتھی الزبتھ سے کی تھی۔ جو کہ اب تک زندہ ہے اور اب پھر دوسری شادی ۲۷- نومبر ۱۹۱۵ء کو جینیسی الزبتھ سے کی ہے۔ اس جرم میں مولوی عبدالحمید گرفتار کئے گئے ہیں ضمانت نامنظور کی گئی ہے۔ مزید حالات لنڈن سے آنے پر پھر شائع کئے جاوینگے۔"

یہ ہے حالت مسلمانوں نوجوانوں کی کہ قرآن کے اور ضروری احکام کی تو انھیں کوئی پروا نہیں اس بات کا ہرگز واہمہ تک نہیں کہ ہماری ان کرتوتوں سے اسلام کی راہ میں کیسی خطرناک روکیں حائل ہورہی ہیں اور معلوم بھی ہو تو انھیں اس کی پرواہ ہی کیا ہے ہاں اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے موقع پر شرع کو ایک آڑ ضرور بنالیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلامی شرع ان باتوں کی ہرگز موئد نہیں۔ اور دیگروں نے خواہ مخواہ اس سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا ہے۔ کاش اس کے ساتھ ہی اسلام کی حمایت و اشاعت اور اسیر کار مند ہونے کا کچھ تھوڑا سا بھی خیال ہوتا تو شاید انگلفرین علیہم سیاہم کے ماتحت یہ نیکیاں ہی ان بدیوں کو ڈھانپ لیتیں اور یہاں تک نازک حالت مسلمانوں کی نہ ہوجاتی۔

بہرحال اس افسوسناک حادثہ پر ہمیں دلی صدمہ ہے۔ اور منشی محبوب عالم کے ساتھ ہمدردی

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۲۱- اپریل ۱۹۱۶ء

یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ ان اللہ کان علیکم رقیباً (النساء- ایت ۱)

یہ قرآن کریم کی چوتھی سورۃ ہے۔ جسکی پہلی آیت میں نے پڑھی ہے۔ اس کا نام سورۃ النساء ہے نساء کے معنے ہیں عورتیں۔

وجہ تسمیہ یہ نام اس سورۃ کا اس لئے رکھا ہے۔ کہ اس کے اندر عورتوں کے حقوق اور اُن کی ذمہ واریوں پر بحث ہے۔ اور بتایا ہے کہ مردوں کے عورتوں پر اور عورتوں کے مردوں پر کیا کیا حقوق اور ذمہ واریاں ہیں۔ گویا یہ سورۃ معاشرت پر بحث کرتی ہے۔ اس سے پہلے بقرۃ اور آل عمران ہیں ان میں اس سوال کے مختلف پہلو سمجھائے گئے ہیں۔ کہ قومی زندگی کیونکر قائم رہ سکتی ہے۔ اس کے بعد معاشرت کا پہلو آتا ہے اس میں بتایا ہے۔ کہ

معاشرت کیا چیز ہے

کس طرح باہم ملکر اور ایک دوسرے سے تعلقات قائم رکھکر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ اس سے اگلی سورۃ میں اس سے بڑھکر وسیع تعلقات یعنی تمدن پر بحث ہے۔ اس طرح سے ان چار سورتوں کے اندر ایک قسم کی تکمیل کردی ہے۔

ترتیب قرآن پر اعتراض کا جواب لوگ قرآن کریم کی ترتیب پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یونہی کہیں کوئی سورۃ رکھدی ہے اور کہیں کوئی۔ مسلمانوں میں سے بھی ممکن ہے۔ کسی کا ایسا خیال ہو لیکن یہ بہت ہی غلط خیال ہے قرآن کریم کے اندر ایسی اعلےٰ درجہ کی ترتیب رکھی ہے۔ کہ جتنا انسان اس پر غور و تدبر کرتا ہے۔ اتنے ہی اسرار کھلتے ہیں۔ سب سے پہلے سورۃ بقرۃ کو رکھا۔ سورۃ فاتحہ تو ویسے ہی کل قرآن کا خلاصہ ہے۔ اس میں بتایا کہ ہم تمہیں کامیاب ہونے کا رستہ بتاتے ہیں۔

سورتوں کا اول اور آخر ایک عجیب بات اور ہے۔ کہ جس مضمون سے سورۃ کی ابتداء ہوتی ہے۔ اسی پر خاتمہ بھی ہوتا ہے۔ سورۃ بقرۃ کے ابتداء میں غلبہ اور کامیابی کی راہ کا ذکر کیا تھا۔ آخر میں بھی وانصرنا علی القوم الکافرین کہکر اسی غلبہ پر ہی خاتمہ کیا۔ جس کا راہ شروع میں بتایا تھا۔ پھر سورۃ آل عمران میں عیسائیوں سے بحث شروع کی تھی۔ آخر سورۃ میں بھی انہی عیسائیوں کے ذکر پر ہی ختم کیا یہ جو سورۃ النساء کہلاتی ہے اس میں بھی ابتداء کی ہے عورتوں کے حقوق پر بحث کے ساتھ۔ آخر میں بھی ان امرؤ ا ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت الخ کہکر انہی عورتوں کے حقوق پر ہی بحث کا خاتمہ کیا۔ تو میرے بتانے کی غرض یہ تھی کہ سورتوں کے مضامین میں یہ عجیب بات ہے۔ کہ ایک مسئلہ کو شروع کر کے اس کے مختلف پہلوؤں پر سیر کن بحث کرتا اور آخر پر۔ پھر اسی جگہہ لا ختم کرتا ہے۔

سورتوں کا باہم ربط پھر ایک اور عجیب بات یہ بھی ہے۔ کہ سورتوں میں باہم ایک ربط اور ترتیب چلی جاتی ہے۔ سب سے پہلے قوم کے متعلق قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہوتا ہے۔

قوم کیمتعلق سب سے مقدم پہلو اسکی زندگی اور موت کا سوال ہے آج اس بات پر بہت شدومد کیساتھ بحث جاری ہے کہ کس پہلو کو سب پر مقدم کرنا چاہئیے۔ اللہ تعالےٰ نے سورۃ بقرۃ کو شروع میں رکھکر بتادیا۔ کہ سب سے مقدم وہ پہلو ہے جس میں قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ ساری سورۃ بقرۃ میں اسی بات پر بحث ہے۔

قومیں کس طرح سے زندہ ہوا کرتی ہیں

کیا عجیب پیرایہ میں اس جگہ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ....

بنی اسرائیل کی زندگی اور موت جہاں بنی اسرائیل کو مارنے اور زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ فرمایا۔ الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم وھم الوف حذر الموت۔ فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم۔ اس میں خرجوا کا لفظ صاف بتا رہا ہے۔ کہ یہ اس قوم کیطرف اشارہ ہے۔ جسکا ذکر توراۃ کی کتاب خروج میں ہے۔ یعنے بنی اسرائیل جو مصر سے حضرت موسےٰ کیساتھ فرعون کے دست تظلم سے بچنے کے لئے نکلے تھے۔ اور پھر چالیس سال تک جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ یہی اُن کی موت تھی۔ پھر انکو زندہ کیا یعنے انہیں ارض مقدس کا مالک بنا کر دنیا میں ایک زندہ قوم بنا دیا۔ تو قوم کی زندگی اور موت کا سوال سب سے پہلا سوال ہے۔

مسلمانوں کی تباہی کا سبب مسلمانوں کی تباہی کا یہ ایک بہت بڑا سبب ہے کہ انہوں نے اس اہم ترین سوال پر غور کرنا چھوڑ دیا اور اپنی قومی طاقت کو بڑھانے کی کوشش نہ کی۔ وہ جو اللہ تعالےٰ نے

کامیابی کا رستہ

بتایا تھا۔ وہ تو تھا۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون ایک گروہ مسلمانوں میں ایسا ہونا چاہئیے۔ جو لوگوں کو نیکی کے رستہ کیطرف بلائے نیک کاموں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے یہی فلاح یافتہ لوگ ہیں یہ ایک سب سے اعلےٰ گر تھا۔ قوم کو زندہ رکھنے کے لئے لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے تبلیغ کے کام کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی طاقت کو کم کردیا۔ آخر ایک حالت پر تو کوئی چیز نہیں رہ سکتی۔ یا اس میں ترقی ہوگی یا تنزل۔ اگر میرے اس بازو میں طاقت ہے۔ تو مجھے چاہئیے کہ میں اس طاقت سے کام لوں تاکہ وہ اور ترقی کرے۔ اور اگر اس سے بالکل کام نہ لیا جائیگا۔ تو جو طاقت اسکے اندر ہے وہ بھی یونہی ضائع چلی جائیگی۔ اور میرا یہ بازو سوکھ کر رہ جائیگا۔ ایسا ہی اس آیت میں درحقیقت ہمیں بتایا ہے۔ کہ

قومی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ قدم آگے بڑھاؤ۔

ورنہ تم ایک حالت پر تو رہ نہیں سکتے۔ کوشش نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اُلٹے پاؤں چلنے لگ جاؤگے اور موت تم پر آوارد ہوگی۔ ہر ایک طاقت جو کسی کو دی گئی ہے۔ وہ اسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے۔ جبتک کہ اسکو کام میں لایا جائے۔ جب اسے کام میں لانا چھوڑ دیا جائیگا۔ وہ ضائع ہو جائیگی۔ ایک درخت جو زمین میں سے اپنی جڑوں سے غذا حاصل نہیں کرتا۔ وہ بہت جلد سوکھ جائیگا۔ اور زیادہ بڑھ نہیں سکیگا۔ اسی طرح سے جب تک کوئی قوم غذا حاصل کرتی چلی جائیگی۔ دوسروں کو اپنے اندر لائیگی۔ وہ دنیا میں ایک زندہ قوم متصور ہوگی۔ اور اُس کی طاقت برقرار رہیگی۔ لیکن جب وہ اس سے پہلوتہی کریگی اور دوسروں کو شامل کرنا چھوڑ دیگی۔ تو وہ خود ہی اپنی طاقت کو کھو دیگی۔ یہی ایک اٹل قانون اللہ تعالےٰ کا ساری قدرت کے اندر چلتا ہے۔ کہ طاقت کو کام میں لانے سے ہی وہ بڑھ سکتی ہے۔ ورنہ گھٹ جائیگی۔ ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت۔ خدا کے بنائے ہوئے قوانین میں کبھی کوئی فرق نہیں آسکتا۔

مسلمانوں نے اپنی زندگی کا خاتمہ کیونکر کیا

بس اسی طرح کہ باہر سے غذا حاصل کرنی چھوڑ دی

اسلام کا ابتدائی زمانہ ابتداء میں تو بچہ کو بہت تھوڑی سی غذا بھی کافی ہوتی ہے مگر اسوقت صحابہ اور دیگر بزرگان دین کیسی کیسی جانفشانیاں کیں۔ اور کس طرح دین اسلام کی تبلیغ کے لئے

دنیا کے کونوں تک پہنچ گئے۔ لیکن اب جب اسلام کا وجود جوانی کی حالت تک پہنچا۔ تو آئت غذا بھی ملنے سے رہ گئی۔ حالانکہ جوانی میں اور زیادہ غذا کی ضرورت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ اور آل عمران میں بتایا ہے کہ تمہیں قومی زندگی شوکت حاصل ہو سکتی ہے جب تم اشاعت اسلام کے لئے کوشاں ہو۔ اور دوسروں کو اپنے دین میں شامل کرو۔ کوئی چیز سکون کے اندر نہیں رہتی۔ ہر آن ہر ایک چیز کی حالت بدل جاتی ہے جو چیز ترقی نہیں کرتی۔ وہ سکون میں نہیں رہتی وہ لازماً تنزل اختیار کریگی۔

قومی بقا کی ضرورت

معاشرت کے منجانب اللہ ہونیکا ثبوت

دوسرا پہلو معاشرت کے ذکر کرنے کے بعد اب معاشرتی زندگی کی طرف آتا ہے۔ کیا یہ اعلےٰ ترتیب قائم کرنا ابوبکرؓ کا کام تھا۔ یا زید بن ثابت کا۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ان علینا جمعہ وقرانہ فاذا قرانہ فاتبع قرانہ۔ ثم ان علینا بیانہ۔ اسکا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارا کام ہے۔ جب ہم پڑھ لیں تو ہمارے پڑھے ہوئے کی اتباع کر۔ پھر اُس کا بیان کرنا بھی ہمارا ہی کام ہے۔ تو پس اُس کی ترتیب بھی اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق ہی ہوئی ہے۔ نہ کہ ابوبکرؓ یا زید بن ثابتؓ کی مرضی سے۔ معاشرت اور تمدن کے اصول گھریلو زندگی سے پیدا ہوتے ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات اور حقوق نسواں

اس گھریلو زندگی کا ابتدائی ... ہیں۔ اور پھر اُن سے اور زیادہ تعلقات وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ تو اس لئے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے عورت اور مرد کے تعلقات آپس میں بہتر ہوں۔ کیا ہی عجیب فقرہ ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمانا خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے۔ جو اپنے اہل کیساتھ نیک برتاؤ کرتا ہے۔ بات یہی حق ہے۔ کیونکہ جو اپنے گھر میں ہی نیکی سے پیش نہیں آتا۔ اُس نے دوسروں سے کونسا نیک سلوک کرنا ہے۔ ایک اور بڑی لمبی حدیث ہے۔ اُس کے اندر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں ہم اپنی بیویوں کو کچھ نہیں سمجھا کرتے تھے۔ اب قرآن نازل ہوا۔ تو اس میں عورتوں کے حقوق بتائے گئے۔ عورتوں کو بھی قرآن پہنچا۔ وہ کچھ دلیر سی ہو گئیں۔ اور انہوں نے جھگڑے کرنے شروع کئے۔ میری بیوی نے بھی کسی امر پر کچھ کہا کہ یوں ہونا چاہئے۔ اور یوں نہیں ہونا چاہئے۔ اس پر میں نے اُسکو کہا۔ کہ تو کون ہوتی ہے میرے سامنے بولنے والی۔ وہ جواب میں کہنے لگیں۔ ذرا اپنی بیٹی کو جا کر دیکھو وہ کیسے رسول اللہ صلعم سے جھگڑتی ہے۔ یہ سنکر حضرت فوراً حفصہؓ کے پاس گئے۔ اور اُسے کہا۔ کہ میں نے سنا ہے کہ تم رسول اللہ صلعم سے جھگڑا کرتی ہو۔ ایسا مت کیا کرو۔ رسول اللہ صلعم ناراض ہو جائینگے۔ تو یہ ٹھیک نہ ہوگا۔ وہ تو خیر بیٹی تھیں خاموش ہو گئیں۔ پھر حضرت عمرؓ وہاں سے حضرت ام سلمہؓ کے پاس پہنچے اور اُن سے بھی یہی کچھ کہا۔ وہ جواب میں کہنے لگیں۔ عمر! تم کون ہوتے ہو۔ ہمارے خانگی تعلقات میں دخل دینے والے۔ اس پر حضرت عمرؓ وہاں سے واپس ہوئے۔

تو قرآن نے عورتوں کے حقوق قائم کئے ہیں۔ عورتوں کی اسلام سے پہلے کوئی پرواہ نہیں کیجاتی تھی۔ مگر اسلام نسل انسانی کے ایک نصف حصہ کو ایک ایسی خراب حالت میں کیسے چھوڑ سکتا تھا۔ اس لئے اُن کو جائز حقوق دیئے اور انہی حقوق کا ذکر اس سورۃ النسا میں ہے اسی کے اندر یتامٰے کا بھی ذکر آ جائیگا۔

کمزور بچوں اور عورتوں کے حقوق قائم کئے گئے ہیں

اس سورۃ میں ... عرب کے اندر مثل مشہور تھی کہ کوئی مال کا وارث نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ جو نیزہ چلانے والا ہے۔ اس لئے وہ عورتوں کو جو گھروں میں رہا کرتی ہیں۔ اور جنگ وغیرہ نہیں کر سکتی تھیں۔ کوئی حصہ اپنے مال کا نہ دیا کرتے تھے۔ آج بھی کثیر متمدن ممالک میں عورتوں اور بچوں کے حقوق مال اور جائداد کے متعلق گویا کچھ بھی نہیں۔ اسلام نے اس بات کو جائز نہیں رکھا۔ اور صاف طور پر عورتوں اور بچوں کو مردوں کے ساتھ مال میں یکساں طور پر حصہ دار ٹھہرایا ہے۔ اور اسی پر اس سورۃ میں بحث ہے۔ کچھ جنگوں وغیرہ کا بھی ذکر آئیگا۔ وہ بھی اس لئے کہ بعض کمزور مسلمان بچوں اور عورتوں کے جو کفار کے دست تظلم کے نیچے ہیں۔ مسلمانوں پر یہ حقوق ٹھہرائے ہیں۔ کہ وہ اُن کی خاطر لڑکر اُنکو وہاں سے چھڑائیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا واجعل لنا من لدنک نصیرا۔ اور کیوں نہیں لڑتے تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں۔ عورتوں اور بچوں کی راہ میں جو کہتے ہیں۔ کہ اے ہمارے رب ہمکو اس شہر سے نکال۔ جسکے رہنے والے ظالم ہیں۔ اور اپنی جناب سے ہمارے لئے ولی بنا۔ اور اپنی جناب سے ہمارے لئے کوئی مددگار ٹھہرا۔

عورتوں پر ذمہ داریاں بھی ہیں

لیکن اسلام کا مذہب ایسا نہیں کہ ایک ہی طرف جھکا ہوا ہو۔ اُس نے جہاں عورتوں کے مردوں پر کچھ حقوق مقرر کئے ہیں وہیں کچھ اُن ذمہ داریوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ جو مردوں کی عورتوں پر ہیں۔ فرمایا۔ ولھن مثل الذی علیھن۔ عورتوں کے حقوق کے اندر ذرا یہ نہیں ہونا چاہئے کہ انسان اپنے حقوق کو تو سمجھے اور اپنی ذمہ داریوں کی کوئی پرواہ نہ ہو۔

حقوق لینے اور دینے

یہ ایک نقص ہے کہ حقوق لینے کے لئے سب تیار ہیں۔ لیکن اپنی ذمہ داریوں کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتا۔ مردوں اور عورتوں سب کا یہی حال ہے۔ مگر یہ جان لینا چاہئے۔ کہ جو ذمہ داریوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ وہ حقوق بھی نہیں لے سکتا۔ اس لئے ہر شخص کے دل میں سب سے پہلے یہ احساس ہونا چاہئے۔ کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرے اور پھر حقوق کا طلبگار ہو۔ اس لئے سب سے پہلے یہ فرمایا کہ یاایھا الناس اتقوا ربکم۔ اے لوگو تقوٰی اختیار کرو اپنے رب کا۔

تقوے کے معنے

کہا جائیگا کہ یہاں تو تقوے اختیار کرنے کا حکم ہے۔ تقوے کا کیا تعلق ہے۔ ذمہ داریوں اور حقوق کی ادائیگی سے۔ لیکن یاد رکھو کہ تقوے کے معنے ہیں حفاظت اور نگہداشت کے اور متقی وہ ہے۔ جو اُن حقوق کی جو اللہ تعالیٰ نے اُسکے ذمہ ڈالے ہیں۔ حفاظت اور نگہداشت کرتا ہے۔ تو فرمایا تم حفاظت کرو۔ اُن حقوق کی جو تمہارے رب نے تمہارے ذمہ ڈالے ہیں۔

متقی وہ ہے جو متشابہ باتوں سے بھی بچے

ایک حدیث میں فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے کہ الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھا کثیر من الناس۔ حلال بھی کھلا ہوا ہے اور حرام بھی کھلا ہوا ہے لیکن اُن کے درمیان میں بہت سی چیزیں ہیں۔ جو متشابہات ہیں۔ اور بہت لوگ اُن سے واقف نہیں۔ تو آگے چلکر جو متشابہات میں پڑتا ہے اُس کی یوں مثال دی ہے۔ کراع یرعیٰ حول الحمیٰ۔ جیسے ایک رکھ ہو۔ ایک چرواہا اپنی بکریاں اس رکھ کے گرد چرائے۔ یوشک ان یواقعہ۔ قریب ہے کہ وہ اس رکھ کے اندر چلی جائیں۔ تو متشابہ باتوں میں پڑنے والوں کو اُس رکھ کے گرد پھرنیوالا قرار دیا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اور اس لئے خطرہ ہے کہ وہ اس رکھ کے قریب جاتا ہے۔ اُسکے اندر ہی نہ چلا جائے۔ تو متقی وہ ہے۔ جو ان تمام حقوق کو ادا کرے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اُسکے ذمہ ڈالے ہیں۔ خواہ وہ اپنے گھروالوں کے حقوق ہیں۔ خواہ دوسرے

رشتہ داروں یا غیر رشتہ داروں کے۔ ان سب کا ادا کرنا بہر صورت لازمی امر ہے اور اسی کا نام تقویٰ ہے۔

کامل دیندار کون ہے جتنی قسم کے حقوق ہیں انسان کو ان سب کو اسی طرح سے ادا کرنا چاہیئے جیسے کہ وہ چاہتا ہے۔ کہ دوسرے اُن کے حقوق ادا کریں۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ۔ کوئی تم میں سے مومن نہیں۔ جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے۔ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ لینے میں تو ہر شخص بڑا ہوشیار ہے۔ لیکن دینے میں کوئی نہیں۔ کامل مومن کوئی نہیں ہوتا۔ جب تک لینے اور دینے میں یکساں نہ ہو۔ یہ نہیں کہ لینے کے وقت تو ہوشیار ہو جاؤ اور دینے کا نام بھی نہ لو۔ یہ جتنے جھگڑے اور تنازعے برپا ہوتے ہیں۔ ان سب کی بڑی وجہ یہی ہے۔ کہ لینے اور دینے میں لوگ برابر نہیں ہوتے۔ انسان کسی بھی حالت میں ہو۔ ان تمام باتوں کا فیصلہ حقوق کی نگہداشت پر ہے۔ حاکم اور محکوم کو بھی اسی طرز پر چلنا پڑتا ہے۔ اگر ایک محکوم صرف اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے۔ اور اپنی ذمہ داریوں کو پورے طور پر ادا نہ کرے۔ تو کبھی کام نہیں چل سکتا۔ غرض جتنے مختلف تعلقات جہان کے تمام میں یہ ایک ہی

زرین اصول

کام دے سکتا ہے۔ کہ انسان اپنی ذمہ داریوں کا پورا خیال رکھے۔ اور انکی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرے۔ جیسا دوسروں سے اس بات کا خواہشمند ہو۔ کہ وہ اُسکے حقوق کو سلب نہ کریں۔ ویسا ہی خود بھی کسی کے حقوق کو بھلا نہ دے۔

تقویٰ اللہ کے معنے ہر انسان میں اور اللہ تعالےٰ میں ایک ایسا تعلق ہے کہ اسوقت اور کوئی واسطہ درمیان میں نہیں ہوتا۔ اتقوا ربکم جو کہا تو ظاہر ہے کہ یہ انسان اور رب کا معاملہ ہے کہ انسان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور انہیں پورا کرے۔ اگر میں کوئی بُرا کام اس لئے کرتا ہوں کہ میرے فلاں دوست کو نفع پہنچے۔ یا اگر بُرا کام کرتا ہوں۔ اسلئے کہ فلاں دشمن کو نقصان ہو۔ تو یہ اس تعلق کے منافی ہے جو انسان کا رب کے ساتھ ہے۔ چاہیئے کہ ہر ایک کام کرتے وقت انسان اللہ تعالےٰ کو مد نظر رکھے۔ اور اپنے رب کیساتھ اپنے تعلق کو نہ بھلا دے۔ اور جو کچھ ذمہ داریاں اللہ تعالےٰ نے اسپر ڈالی ہیں۔ اُن کو اس لئے ادا کرے کہ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے۔

خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ولقد جئتمونا فرادیٰ کما خلقنٰکم اول مرۃ۔ آخر ہر انسان کو اکیلے اکیلے ہی جوابدہ ہونا ہے۔ اس وقت کوئی درمیان میں واسطہ اور وسیلہ نہیں ہوتا۔ اس لئے موت کو سب سے پیچھے یاد رکھو۔ موت کو یاد کرنا بھی اس تعلق کو یاد دلا دیتا ہے جو انسان کا خدا کے ساتھ ہے۔ پس چاہیئے کہ اپنی ذمہ داریوں کا خیال ہو اور اُن کے پورا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اتقوا ربکم میں یہ حکم دیا

ایک اور تعلق الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ رب ہونے کے لحاظ سے تو تمہاری تربیت کرنیوالا ہے۔ لیکن اب ایک اور تعلق بتایا فرمایا۔ الذی خلقکم من نفس واحدۃ وہ جس نے ایک ہی جان سے تمہیں پیدا کیا۔ پس جب سارے انسان ایک ہی جی سے پیدا ہوئے تو اس لحاظ سے کل دُنیا کو ایک برادری قرار دیا۔

انسانی برادری کا وسیع مفہوم وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء۔ اسی جنس سے ہی اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر اُن میں سے بہت مرد اور عورتیں دنیا میں پھیلا دیں کسقدر وسیع مفہوم برادری کا قرار دیا ہے۔ درحقیقت بتایا ہے۔ کہ تمہارے تعلقات ایک دوسرے سے اس فہمید پر مبنی ہوں کہ ہم سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

رحموں کے حقوق کی نگہداشت ضروری ہے آگے فرمایا۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام۔ نگہداشت کرو اللہ کے حقوق کی۔ اور نگہداشت کرو رحموں کے حقوق کی۔ رحموں کا تقوےٰ اختیار کرنے سے یہی مراد ہے۔ کہ رحموں کے حقوق جو عورتوں کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی نگہداشت رکھو۔

نبی کریم صلعم کی وسعت نظر ہمارے نبی کریم صلعم نے تو رحم کے حقوق کو اسقدر وسیع کیا ہے کہ فرمایا۔ مصر میں جاؤ۔ تو اُن سے نرمی کرنا۔ کیونکہ ہماری ماں یعنی حضرت ابراہیم کی بیوی مصر سے آئی تھیں۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیم ایسی ہی وسیع ہوتی ہے۔ کوئی قوم دنیا میں تنگدلی سے گذارا نہیں کر سکتی۔ اسکے برعکس آجکل مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ کافر تو الگ رہے مسلمانوں کو ہی اسلام سے خارج کیا جاتا ہے لیکن تعجب ہے۔ کہ مُنہ سے تو کافر کہتے ہیں۔ اور عملاً اُس کے خلاف ہیں۔

سلام علیکم اسلام کا امتیازی نشان ہے آخر کیوں اُن کو سلام علیکم کہتے ہیں۔ کافر کو سلام کہنا کہاں جائز ہے۔ سلام علیکم تو اسلام کا ایک امتیازی نشان ہے۔ پھر کفار پر اسے کیوں برتا جاتا ہے۔

ناقابل عمل اصول پھر کہیں حکم ہوتا ہے۔

کافر کا جنازہ کسی غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھا جائے۔ لیکن مرید وہی کام کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور پیر کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اصول وہ قائم کرو۔ جو قابل عمل بھی ہو۔ یوں نہ کرو۔ کہ اصول تو آپ قائم کرو۔ لیکن اُسے برت نہ سکو۔

کافر سے سلام علیکم جائز نہیں دیکھو قرآن کریم کہتا ہے۔ لا تقولوا لمن القیٰ الیکم السلام لست مومنا۔ سلام علیکم کہنے والوں کو کافر مت کہو۔ گویا بالفاظ دیگر صرف مسلمان سے ہی سلام علیکم جائز ہے۔ کافر سے نہیں۔ پھر کیوں تم اُنسے سلام علیکم جائز رکھتے ہو۔ حالانکہ انہیں مسلمان نہیں سمجھتے۔ دیکھو

کثرت اور بہتات کوئی چیز نہیں

دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ جو اصول قائم کئے جاتے ہیں۔ اُن پر عمل بھی ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ جسپر عمل نہیں ہو سکتا وہ خواہ کسی کی تعلیم ہو۔ ہرگز مانے جانے کے قابل نہیں۔ کیونکہ اگر اُسپر عمل ہی نہیں ہو سکتا۔ تو وہ کس کام کی۔

اگر کل دنیا کافر ہے تو بعثت مسیح موعود باعث لعنت ہے نہ رحمت یہ عجیب حالت ہو گئی مرزا صاحب کے آنے کے ساتھ کہ اگر کوئی ایک سال کا بچہ ہے۔ جس نے ابھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ تو وہ بھی کافر ہے۔ اور اگر سو سال کا بوڑھا ہے۔ جس کی تمام عمر احکام الٰہی کی متابعت میں گذری وہ بھی کافر۔ غرض کل دُنیا کے مسلمان خواہ وہ چین میں ہیں یا قندھار میں۔ ترکستان میں رہتے ہیں یا روس کی اُن بستیوں میں جنکے نام بھی ہمیں معلوم نہیں۔ وہ افریقہ کے جنگلوں میں رہتے ہوں۔ یا عرب کے اُن ریگستانوں میں جہاں کہ مرزا صاحب کا کوئی نام بھی نہیں جانتا وہ سب کے سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج خدا کے ماموروں کے ساتھ تو رحمت نازل ہوتی تھی۔ یہ اب کیا مصیبت پڑی۔ کہ کل دنیا ایک لعنت میں گرفتار ہو گئی۔ کچھ خدا کا خوف کرو۔ اللہ اپنے رب کا تقوےٰ اختیار کرو۔

کسی کے لحاظ سے ہاں میں ہاں نہ ملاؤ اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ تو کسی انسان کے لحاظ سے کیوں تم ان باتوں میں ہاں میں ہاں ملاتے ہو۔ یہ سب کے سب تعلقات کوئی چیز نہیں تمہیں ایکدن خود خدا کے دربار میں جوابدہ ہونا ہے۔ وہاں کسی کا پیر ہونا اور کسی کا مرید بننا کوئی کام نہ دیگا۔ اس لئے اپنے مذہب کو خود اپنی عقل پر پرکھو۔ اور پھر جس بات کو غلط سمجھو۔ اسکو کہنے والے کے مُنہ پر دے مارو۔ دیکھو اللہ کا تقوےٰ ہی کچھ کام دیگا۔ نہ کہ کسی سے کوئی تعلق۔

کفارہ اسلام میں نہیں لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ۔ کوئی بوجھ اٹھانیوالا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ عیسائیوں کو ایک دھوکہ لگا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک مسیح دوسروں کے بوجھ کو اُٹھا سکتا ہے۔ حالانکہ وزر کا لفظ بتاتا ہے۔ کہ وہ خود اپنی ذمہ داریوں کے بوجھ کے نیچے دبا ہوا ہے۔ پس وہ دوسرے کا بوجھ کیسے اُٹھا سکتا ہے جو خود بوجھ اُٹھائے ہوئے ہو۔ خدا کے سامنے پیر اور مرید۔ بادشاہ اور فقیر۔ دونوں ایک حیثیت

میں کھڑے ہونگے۔ وہاں دونوں کو ایک جیسی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اس لئے اتقوا ربکم اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو۔ اور اپنے رب کا تقوےٰ اختیار کرو۔

خطبہ ثانی

ایک نہایت ضروری نصیحت

میں نے کہا تھا۔ کہ انسان کی طاقت ایک ہی طرح پر کام کرتی ہے۔ اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی طاقت کو اعلیٰ کاموں میں صرف کرو۔ فضول اور لغو باتوں کی جوابدہی میں وقت صرف کرنا۔ اور گالی کا جواب ویسے ہی گالی میں دینا اور اپنی توجہ دوسری طرف سے بالکل ہی ہٹا لینا ہرگز فائدہ مند نہیں۔ اگر ان باتوں میں پڑنا بھی ہو۔ تو انکو پیچھے کرکے رکھو۔ سب سے پہلے ضرورت ہے اعلیٰ اخلاق دکھانے کی۔ اعلیٰ اخلاق کو حتی الوسع ہاتھ سے نہ دو۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ جائز طور پر سختی نہ کرو بیشک یہ بھی کرنا ہی پڑتا ہے۔ بالخصوص وہ جنکا فرض ہو۔ کہ وہ مخالف حملوں کا جواب دیتے رہیں لیکن یہ اسی حد تک ہونا چاہئے۔ کہ جس حد تک اخلاق فاضلہ کے لئے یہ مضر ثابت نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ ساری طاقت ادھر ہی صرف ہو جائے۔ اور وہ اصلی۔ اور سب سے زیادہ ضروری کام جس پر زیادہ طاقت صرف ہونی چاہئے۔ یونہی دھرا کا دھرا رہجائے اگر اسی بات میں اپنی طاقت کو لگا دوگے۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اخلاق فاضلہ کو گنوا لوگے۔ کسی زمانہ میں عیسائیوں میں بھی یہ بحث چھڑ گئی تھی۔ کہ خدا اور انسان ملکر ایک ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اس پر بڑی بڑی بحثیں ہوتی رہیں۔ ٹھیک اسیطرح جسطرح آج امتیت اور نبوت کو ملا کر ایک نبی بنایا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں عیسائیوں کا ایک فرقہ انسانیت اور الوہیت کو ملا کر خدا بناتا تھا۔ اور دوسرا اُسکے خلاف تھا۔ اس تمام بحث کا ذخیرہ وہ تھا۔ جو کتب خانہ اسکندریہ کے نام سے مشہور ہے۔ جسکے جلانے کا الزام مسلمانوں پر دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اُن کو جلا کر چھ ماہ تک اسکندریہ کے حماموں کو گرم کیا۔

گبن جو ایک مشہور مورخ ہے وہ لکھتا ہے۔ کہ گو یہ کتب خانہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بہت پہلے جلایا جاچکا تھا۔ لیکن اگر بالفرض یہ صحیح بھی ہو۔ کہ حضرت عمرؓ نے انہیں اس طرح سے جلا دیا تھا۔ تو بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ بلکہ یہ ایک نیک کام تھا۔ کیونکہ ان کتابوں کا دنیا میں اس سے بڑھکر کوئی فائدہ نہ ہوسکتا تھا۔ کہ ان سے پانی گرم کرنے کا کام لیا جائے۔ حمام گرم ہوں۔ اور لوگ نہائیں۔ ان لغو بحثوں میں پڑ کر اپنی ساری طاقتوں کو انہی میں لگا دینا غلط راہ ہے۔ یہ

اخباریں جن میں دن رات اسی قسم کے لغویات ہوتے ہیں۔ آج چند مریدوں کو خوش کردیں تو کردیں لیکن ایک زمانہ آئیگا۔ کہ لوگ ان کی قدر ردی کاغذ سے زیادہ نہ کریں گے۔ پس تم اخلاق سیکھو اور ایسی باتوں سے پرہیز کرو۔ جن سے اخلاق فاضلہ کے ضایع ہونے کا اندیشہ ہو۔

پھر اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ کہ مسلمان کے مسلمان پر کچھ حقوق ہیں۔ مثلاً (۱) سلام علیکم کہنا۔ (۲) بیمار پرسی کرنا۔ (۳) مسلمان کا جنازہ پڑھنا اور (۴) اسے قبرستان میں لیجا کر دفن کرنا۔ مگر آج یہ حالت ہے۔ کہ اگر کوئی شخص دعوت کرے تو میل میل سے وہاں پہنچتے ہیں۔ لیکن اگر میت ہوجائے۔ تو اس کے لئے وقت نہیں ملتا۔

مُردوں کی ہمیشہ عزت کرو۔ بالخصوص وہ جو تمہارے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں۔ اگر اپنے بھائیوں کے ہاں کوئی فوت ہو جائے۔ تو جنازہ کی اتباع کرو۔ یہ ایک نہایت ضروری امر ہے۔ جس پر سب کو کاربند ہونا چاہئے۔ (اللہ تعالےٰ ان بیش قیمت نصائح پر عامل ہونے کی توفیق دے۔ آمین) ✦

عقائد محمودیہ سے بیزاری

(۱)

از شیخ مولا بخش صاحب مالک کالونی ہوس لائلپور

بخدمت شریف حضرت مولنا مولوی محمدؐ علی صاحب امیر جماعت احمدیہ ..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واضح ہو کہ لائلپور میں شیخ مولا بخش صاحب مالک کالونی ہوس پریزیڈنٹ جماعت مبائعین۔ میاں صاحب کی بیعت میں تھے۔ عرصہ چند روز کا ہوا۔ اُن کو تحقیق حق کا خیال پیدا ہوا۔ مسائل اختلافیہ میں میری اور اُن کی متواتر بات چیت

دوران بات چیت میں مولوی عبدالرحمان مصری جو میاں صاحب کے مرید ہیں۔ لائلپور تھے۔ شیخصاحب نے تجویز کیا۔ کہ اُن کے روبرو مسائل اختلافیہ میں بات چیت ہو جاوے۔ تاکہ حق بات کو سمجھ سکیں مگر مولوی عبدالرحمان صاحب موصوف نے آنکھوں کی بیماری کی وجہ سے کسی اور وقت پر بات چیت کرنا تجویز کیا۔ اسی اثناء میں قادیان سے اور مولوی صاحب لائلپور مبلغ ہوکر پہنچے۔ آخر فیصلہ ہوا کہ اب جو مولوی صاحب قادیان آئے ہیں اُنکے روبرو بات چیت کی جاوے۔ دو تین آدمی میاں صاحب کے مرید اور دو تین آدمی ہم شیخ مولا بخش صاحب کی کوٹھی پر بات چیت کرنیکو جمع ہوگئے۔ مسائل اختلافیہ میں خوب حضرت صاحب کی کتب سے ہر دو فریق نے شیخ مولا بخش صاحب مالک کالونی ہوس پریزیڈنٹ مریدین میاں صاحب کو

پڑھکر سنادیں۔ بڑی سوچ اور تحقیق کے بعد شیخصاحب موصوف نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ آج کل جو اعتقاد میاں صاحب پھیلا رہے ہیں۔ مثلاً مسئلہ کفر غیر احمدی۔ صاحبان و نبوت مسیح موعود علیہ السلام و اسمہٗ احمد کے مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں وغیرہ بالکل غلط اور برخلاف تعلیم حضرت مسیح موعودؑ ہیں جو صریح غلو ہے۔ اور جماعت میاں صاحب کا جمعہ بھی شیخصاحب موصوف کی کوٹھی پر پڑھا جاتا تھا۔ اب شیخ صاحب نے فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ جو اعتقاد حضرت مولنا مولوی محمدؐ علی صاحب و حضرت خواجہ صاحب پیش کرتے ہیں وہی صحیح ہیں۔ اور نماز جمعہ کارخانہ کی مسجد میں بدستور سابقہ جماعت احمدیہ کی مسجد میں پڑھا جاویگا۔ اس خط پر شیخصاحب کے دستخط بھی کرا دئے ہیں جو ارسال خدمت ہے ✦ آپ اسکو اخبار میں شائع کردیں۔ تاکہ شاید اور کوئی طالب حق اسی طرح تحقیق کرکے اصل اعتقاد پر آجاوے۔

العبد شیخ مولا بخش بقلم خود۔

(۲)

از جناب محمد یعقوب خاں صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجرہ

محض اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے لئے میں مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ و مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق شہادت دیتا ہوں۔ کہ جہاں تک مجھے حضرت صاحب کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے آپ مجازی رنگ میں نبی تھے نہ حقیقی طور پر۔ وحی نبوت کو میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اس کی ضرورت اب نہیں رہی دین مکمل ہوچکا ہے۔ (اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی) آپ ہی خاتم النبیین تھے۔ حضرت مسیح کے مکفرین و مکذبین دونوں کو میں اسلامی اصطلاح کے رو سے اسی فتوے کا مستحق سمجھتا ہوں۔ جو وہ ایک سچے مومن (حضرت مسیح) پر لگانے کی جرأت کرتے ہیں۔ اُن لوگوں کو جنکے پاس تبلیغ نہیں پہنچی۔ یا اگر پہنچی ہے تو اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور حق اس پر واضح نہیں ہوا۔ اور اُن کی بھی حالت ایسی ہے کہ نہ تصدیق کیطرف مائل ہے نہ تکذیب کیطرف۔ بلکہ خاموش ہیں اُنکے متعلق خاموشی اختیار کرنا تقوےٰ کے قریب سمجھتا ہوں۔ اور اُنکے متعلق کوئی فتوے دینا زیادتی خیال کرتا ہوں۔ حضرت صاحب کی تکفیر و تکذیب کو ایک ہی قسم کا جُرم سمجھتا ہوں۔ جو حضرت صاحب کو کافر اور مفتری کہتے ہیں۔ اُن کے سوائے تمام اہل قبلہ کو مسلمان سمجھتا ہوں۔

حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا ضروری سمجھتا ہوں۔ کیونکہ امام وقت کے فیوض سے محروم رہنے کو بدبختی اور شقاوت خیال کرتا ہوں۔ یہ سہے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری وپبلشر وپرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا ✦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ ۶؎
ششماہی ۳؎
سہ ماہی ۲؎
ماہوار ۹؍ طلباء سالانہ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بناۃ المسیح مدیم لاہور پنجشنبہ ۲۶ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۸ جون سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۹

پیغمبروں کی شبیہیں

اسلامک ریویو ووکنگ (انگلستان) میں ایک نکتہ ور سنت لکھتے ہیں:-

بڑے بڑے آدمیوں کی تصویروں کا شوق گو ہمیشہ تقریباً ہر قوم و ملک میں رہا ہے اور اب بھی ہے (اور اسی شوق کو صنم پرستی کی ابتدا سمجھنا چاہیئے۔) لیکن آج کل کی مہذب دنیا میں نقاشی۔ سنگ تراشی اور مصوری کے فن اور اوہام اور عجائب پرستی کی ترقی کے ساتھ یہ شوق زیادہ بڑھ گیا ہے کہ فرضی تصاویر کو صحیح تصاویر کی جگہ دی جاتی ہے اور ان کی قیمت کی جانب خواب و خیال میں بھی کسی کا خیال رجوع نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ہم آنحضرت صلعم اور حضرت مریم علیہا السلام کی شبیہوں کو لیتے ہیں جو جدا جدا و نیز دیگر پیغمبروں کے گروپ میں یورپ و امریکہ میں بکثرت رائج ہیں۔

اول آنحضرت صلعم کی فرضی شبیہہ کو لیجیے۔ یہ واقعہ ہے کہ آپ کی حیات میں آپ کی تصویر کبھی نہیں لی گئی۔ اس کا سبب ظاہر ہے۔ آپ کی تعلیم کا اصل اصول توحید تھا اور آپ شرک کی بنیاد ہر ممکن ذریعہ سے کاٹتے تھے اور باوجود معجز نما کام انجام دینے کے آپ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے "انما انا بشر مثلکم یوحی الی" میں تمہاری ہی مانند انسان ہوں صرف یہ فرق ہے کہ مجھپر وحی آتی ہے۔

روایت ہے کہ آپ کی وفات کے قریب حالت مرض میں ازواج مطہرات میں سے کسی نے ماریہ نامی ایک یہودی کنیسہ کا ذکر کیا اور باہم اس کی اور اس کے اندر کی تصاویر کی خوبصورتی کا ذکر ہونے لگا مگر اسی حالت میں آپ نے اپنا سر مبارک بلند کیا اور فرمایا اولئک اذا مات فیھم الرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجداً ثم صوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار خلق اللہ۔ مراد یہ ہے کہ ان یہودیوں میں جب کوئی نیک مرد مرتا ہے تو اس کی قبر پر مسجد تعمیر کرکے اس میں یہ تصویریں بنا دیتے ہیں۔ یہ خدا کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔

آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مفروضہ شبیہوں کے سلسلہ میں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہ دونوں بزرگ یگانہ حضرت ابراہیم کی اولاد تھے۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں۔ حضرت اسحٰق کی نسل (جو حضرت عیسیٰ کے جد ہیں) زیادہ تر عرب کے شمالی حدود پر اور کمتر عرب خاص میں آباد ہوئی۔ اور حضرت اسماعیل (جو آنحضرت صلعم کے جد ہیں) ان کی نسل ریگستان عرب میں رہی۔ (کتاب پیدائش باب ۲۱ آیت ۲)

اس لیے نہایت اغلب ہے کہ آنحضرت صلعم اور حضرت عیسیٰ کے حلیے بہت مشابہ ہونگے نیز یہ کہ عرب اور شامی عموماً نہایت حسین اور خوش رنگ ہوتے ہیں۔

ان واقعات کو ذہن میں رکھ کر اول آنحضرت صلعم کی شائع شدہ تصویر کو لیجیے۔ اس تصویر میں سر پر جو عمامہ دکھایا جاتا ہے اس پر ایک اور رومال بندھا ہوتا ہے اور اس عمامہ کی شان بجائے عربی ہونے کے زیادہ تر سرحدی ہند یا افغانستان کی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں تصویر کے عمامہ میں عربی عمامہ کی اور بھی کوئی بات نہیں ہوتی۔ تصویر کے پاؤں میں ہمیشہ انگریزی سلیپر دکھلائے جاتے ہیں۔ اور وہ بھی ایسے جن کا وجود انگلستان میں ۱۷ ویں صدی سے قبل نہ تھا۔ انگلستان میں یہ سلیپر سنہ ۱۶۳۳ء سے قبل نہیں آیا۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کا عہد مبارک ساتویں صدی عیسوی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور مشرق میں یہ سلیپر اب تک بھی بہت ہی کم استعمال ہوتا ہے۔ عرب میں اس وقت یعنی ساتویں صدی عیسوی میں جس شے کا [illegible] استعمال ہوتا تھا جس کو انگریزی

ہیں سنڈل کہتے ہیں۔ جو سلیپر کے ساتھ سوائے تلے کے اور کہیں مشابہ نہیں ہوتے تھے۔ گویا سر سے پاؤں تک ابتدائی مصوّر نے محض اپنی ذہن کی تصویر کھینچ دی ہے۔ اور اوہام پرست اور عجائب نواز عیسائی "مہذب دنیا" ہے کہ اس کی داد دے رہی ہے۔

پھر آنحضرت صلعم کا لباس ایک ڈھیلا ڈھالا اور بعض تصویروں میں سموری چغہ دکھایا جاتا ہے حالانکہ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ عرب کے باشندے اپنے ملک کی آب و ہوا کی وجہ سے اس قسم کے لباس کی کبھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اگرچہ بہت سے محدثین اور اسلامی مورخین نے بھی آنحضرت صلعم کا حلیہ مبارک بتایا ہے۔ لیکن اس موقعہ پر صرف اس بیان پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جو نامور انگریزی مصنف مسٹر اسٹینلے لین پول نے اپنی ایک تصنیف میں درج کیا ہے۔

"محمد (صلعم) کا قد میانہ اور لاغری مائل تھا سینہ کشادہ۔ تمام اعضا خوب مضبوط۔ سر بڑا اور خوشنما بال سیاہ گھنے کسی قدر گھونگر والے۔ تقریباً تا بدوش تھے۔ کبر سنی میں بھی صرف تقریباً بیس بال سفید ہوئے تھے۔ چہرہ بیضوی گندم گون۔ ابرو باریک و خمیدہ جنکے بیچ میں ایک رگ تھی۔ جو غصّہ کے وقت اُبھر آتی تھی۔ آنکھیں سیاہ۔ اور بڑی۔ جو لمبی گھنی پلکوں کے نیچے چمکتی رہتی تھیں۔ ناک بلند اور قدرے طوطی منقار۔ دانت جن کی صفائی کا آپ (صلعم) کو بہت خیال رہتا تھا۔ مضبوط اور خیرہ کن شفاف۔ ڈاڑھی مردانہ چہرہ پر خوب بھری ہوئی۔ جلد صاف اور ملائم۔ رنگ سپید ہاتھوں میں ریشم یا عورتوں کی سی نرمی۔ رفتار تیز۔ مگر با استقامت جیسے بلندی سے نیچے کی طرف آنے والے انسان کی ہوتی ہے۔ کسی طرف صرف چہرہ پھیر کر متوجہ نہ ہوتے۔ بلکہ پورے جسم کے ساتھ (ہمہ تن) متوجہ ہوتے۔ کل شکل و صورت نہایت پر رعب اور باوقار۔ پیشانی کشادہ اور چمکدار۔ ہنستا مسکرانے کی حد سے شاذ و نادر ہی بڑھتا تھا۔"

بعض تصویروں میں آنحضرت صلعم کو اس طرح وعظ فرماتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ کہ آپ ہاتھ میں قرآن لئے ہوئے ہیں حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ گو آپ کے برابر کوئی اور قرآن سے واقف نہ تھا۔ اور آپ (صلعم) کو علم لدنی حاصل تھا۔ تاہم جہاں تک رسمی تعلیم کو دخل ہے۔ آپ (صلعم) اُمی محض تھے لہٰذا آپ کا قرآن ہاتھ میں لیکر وعظ فرمانا کوئی معنے نہیں رکھتا۔

ایک غضب اور دیکھئے۔ کہ بعض تصویروں میں حضور اقدس کے چہرہ مبارک کو بالکل بے ریش دکھایا گیا ہے۔

اگر آنحضرت صلعم کے متعلق مہذب عیسائی دُنیا کی ان فاش غلطیوں کو تعصّب پر مبنی قرار دیا جائے۔ تو ضرور ہے کہ حضرت مریم اور حضرت عیسٰے کی نسبت ان اوہام کا سبب ان کی حد سے زیادہ خوش اعتقادی قرار دیجائیگی۔ مگر ان فرضی شبیہوں اور یورپ کے صناعوں کی تخیل پرستی کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ کثرت سے ایسے لوگ ہیں۔ جو حضرت عیسٰے کو اپنے ہی ملک کا باشندہ تصور کرتے ہیں۔ چنانچہ ایسے خوش عقیدہ انگریز اُنکو انگریزی نژاد مانتے ہیں۔ وہ ان واقعات سے محض نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ کہ حضرت عیسٰے شام میں پیدا اور پرورش ہوئے تھے۔ اور شامی زبان بولتے تھے۔ انہوں نے یورپ کے کسی اور ملک میں قدم تک نہ رکھا تھا۔ حتٰی کہ اُن سے ایک محقق کے اس قول کی تصدیق ہوتی ہے۔ (جو اس نے یورپ کے مذہب پر ریویو کرتے ہوئے ظاہر کی تھی) کہ مغرب (یورپ) میں کثرت سے ایسے لوگ ہیں کہ اگر ان کو یہ یقین ہو جائے کہ حضرت مسیح مشرقی تھے۔ تو وہ مشرق سے نفرت کی وجہ سے (وہ) اپنے مذہب ہی کو چھوڑ دیں۔ اور یا (مذہبی غلو کے سبب سے) مشرق کا کامل احترام کرنے لگیں +

تازہ خبریں

حملے رد کیے گئے۔ لنڈن ۲ر جون۔ پیرس کل رات کا اعلان مظہر ہے۔ کہ میوز کے بائیں طرف علاقہ جات فورٹ ہوم اور آسہ کوٹ میں ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری ہوتی رہی۔ میوز کے دائیں طرف جرمنوں نے شدید گولہ باری کے بعد ڈرامونٹ کھپ اور ورکس کے درمیان حملہ کیا۔ کئی بے سُود حملوں کے بعد وہ قلعہ ڈرامونٹ اور ورکس پانڈ کے درمیان ہماری پہلی لاین کی خندقوں میں گھس گئے۔ باقی ہر جگہ حملے کلدار توپوں کی آتشباری سے بالکل رد کئے گئے اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا گیا۔

جرمن ہوائی جہازوں کے ایک گروپ نے بعد دوپہر بہ لی ڈک کے کھلے شہر پر بم گرائے جن سے ۱۸ سویلین باشندے ہلاک ہوئے۔ جن میں دو عورتیں اور ۴ بچے بھی تھے۔ اور ۲۵ اشخاص زخمی ہوئے جن میں ۶ عورتیں اور ۱۱ بچے شامل تھے۔

دشمن کے نہایت شدید نقصانات۔ لنڈن ۲ر جون۔ پیرس آج بعد دوپہر کا اعلان مظہر ہے۔ کہ وردون میں تمام محاذ پر نہایت شدید گولہ باری ہوئی۔ میوز کے دائیں طرف رات کے وقت ھٹھا مونٹ کھیٹ سے لیکر ڈیمیلوپ تک نہایت سخت لڑائی ہوتی رہی۔ علاقہ ھٹھا مونٹ اور ڈرا مونٹ میں دشمن کے تمام حملے رد کئے گئے قلعہ ودامونٹ کے جنوب میں جرمن دستہا یکیبٹی کے جنوبی حصے میں گھس آئے۔ اور ورکس پانڈ تک پہنچ گئے۔ لیکن علاقہ واکس آرڈیملوپ میں اُنکے تمام حملے نہایت شدید نقصان کے ساتھ رد کئے گئے۔

میوز کے بائیں طرف ہم دشمن کی آمدورفت کی خندقوں میں چند صد گز تک آگے بڑھ گئے۔ دسنت کاریٹسن کے جنوب میں گاؤں کومیرز اور اُسکے درمیان دشمن کو ہماری آتش باری نے حملہ کرنے سے روکدیا۔ ہمارے ہوائی جہازوں کے سکویڈرن نے دشمن کے ایک سکویڈرن کو منتشر کر دیا۔ جو برلی ڈک پر پھر بم گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک ناکر اور دشمن کا ایک اور ہوائی جہاز گرایا گیا +

لگاتار حملے۔ لنڈن ۳۰ر جون۔ پیرس کل رات حسب ذیل اعلان شایع کیا گیا۔ میوز کے بائیں طرف دونوں طرف کے توپخانوں نے علاقہ پہاڑی نمبر ۳۰۴ اور فورٹ ہوم اور میوز کے درمیان خوب سرگرمی ظاہر کی۔ جرمنوں نے دریا کے دائیں کنارے موضع ڈیملوپ اور ورکس کے درمیان ایک زبردست جارحانہ کارروائی کرنے کی کوشش کی جو تمام دن جاری رہی۔ کثیر التعداد فوج کے لگاتار حملے یکے بعد دیگرے ہوتے رہے۔ لیکن ہماری افواج کی شاندار مزاحمت کے باعث ہمارا پلڑا بھاری رہا۔ قلعہ ووکس کے مغرب کی طرف ہر ایک حملہ کے جواب میں ہمارے جوابی حملوں نے دشمن کی پیشقدمی روک دی۔ واکس کے سامنے جبکہ جرمنوں نے ہر ایک قیمت ادا کر کے قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ لڑائی بیطیر شدت سے ہوئی۔ حملہ آور دستہائے فوج کو توپوں اور کلدار توپوں کی آتشباری نے بھون ڈالا۔ اور اُنہیں سخت نقصان پہنچایا۔

علاقہ ڈیملوپ میں میوز کی بلندی کے دامن میں دشمن گاؤں میں گھس آنے میں کامیاب ہو گیا۔ جس کے بڑے حصہ پر ہم قابض تھے۔ میوز کے دائیں کنارے پر تمام محاذ پر توپ خانوں کی نہایت شدید جنگ جاری رہی +

آسٹرین جارحانہ کارروائی۔ لنڈن یکم جون مستند طور پر بیان کیا گیا ہے کہ ٹائرول کے جنوب میں حالت ابھی تک تشویش انگیز ہے۔ لیکن گذشتہ چند دنوں میں البتہ کچھ بہتر ہو گئی ہے۔ اب اسٹرین وادیہائے لاگارینا اور لُگانا میں بڑی سختی سے پورکے ہوئے ہیں۔ اور ایشیاگو میں اطالوی زور میں ہیں۔ یہ خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ دشمن کے میدانوں پر حملہ کرنے کی تجویز میں کامیابی ہوئی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۸ - جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۲۹

مولوی امام الدین
صاحب منصف پنشنر کی
کھلی چٹھیوں کا جواب

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

گذشتہ اشاعت میں میں نے مولوی صاحب کے اس اعتراض کا جواب دیا تھا کہ توفی کا لفظ اپنے مادہ کے خلاف معنی نہیں دے سکتا - میں نے بتایا تھا کہ یہ غلط ہے - کیونکہ کتب لغت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ جب خدا فاعل ہو اور ذی روح مفعول تو اس کے معنی سوائے موت کے کچھ ہو ہی نہیں سکتے - اور یہ بھی ایک رنگ میں مادہ کے اصلی اور حقیقی معنوں کے مطابق ہی ہے - کیونکہ وفا کے معنی ہیں پورا کرنا - اور مدت عمر کا پورا ہو جانا بھی موت کے مترادف ہی ہے - مگر تاہم یہ معنی اگر نہ بھی لئے جائیں تو بھی جب ایک صریح قرینہ اللہ تعالیٰ کے فاعل اور ایک ذی روح انسان کے مفعول ہونے کا موجود ہے تو سب تو اعد صرف و نحو اس کے معنی موت ہی کے کرنے پڑینگے - اور کوئی معنی ہو نہیں سکتے اس کی کئی ایک مثالیں کتب لغت میں موجود ہیں جن میں سے بعض کو یہاں برائے افادہ ناظرین کرام نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے -

(۱) منتہی الارب جلد ۴ - صفحہ ۵ ۳۴ توفی میرانیدن یقال توفی اللہ تعالیٰ ای قبض روح - توفی کے معنی مارنے کے جیسے توفی اللہ کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ نے اُس کی روح کو قبض کر دیا -

(۲) اساس البلاغت جلد ۲ صفحہ ۴۱۴ توفی فلانٌ و توفاہ اللہ و ادرکتہ الوفاۃ یعنی فلاں شخص مرگیا - اللہ تعالیٰ نے اُس کو مار دیا اُس کو موت نے آن دبایا -

(۳) مجمع البحار جلد ۴ صفحہ ۴۰۴ متوفیک و رافعک علی التقدیم و التاخیر وقد یکون الوفات قبضاً لیس بموت یعنی متوفیک و رافعک مقدم و موخر ہیں - اور موت قبض کی موت ہوگی نہ حقیقی موت بہرحال توفی کے معنی قبض روح یا موت لئے ہیں ~~سبقتی~~ مقدم و موخر کا بار ثبوت صاحب کتاب پر ہے -

(۴) اقرب الموارد جلد ۲ صفحہ ۱۴۷۲ توفی المدۃ بلغھا و استکملھا توفی اللہ زیداً قبض روحہ توفی فلان مجھولاً قبضت روحہ و مات فاللہ متوفی و العبد المتوفی توفی کے معنی مدت کا پورا ہونا کامل ہو جانا اللہ تعالیٰ نے زید کو متوفی کر دیا - یعنی اُس کی روح کو قبض کر لیا - فلاں شخص کو متوفی کیا گیا یعنی اُس کی روح کو قبض کی گئی اور مرگیا - جہاں خدا فاعل اور بندہ مفعول ہو تو وہاں بجز قبض روح اور موت کے کوئی معنی نہیں ہوتے -

(۵) قاموس جلد ۴ صفحہ ۳۰۱ - توفاہ اللہ قبض روحہ - یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کی روح کو قبض کر لیا -

(۶) تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ - توفی فلانٌ اذا مات یعنی توفی فلاں کا اُسوقت استعمال ہوتا ہے جب آدمی مرجاتا ہے - جب اللہ تعالیٰ نے اُس کے نفس کو یعنی جان کو قبض کر لیا و فی الصحاح روحہ اور صحاح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی روح کو قبض کر لیا - و قال غیرہ توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ و عدد ایامہ و شھورہ و اعوامہ فی الدنیا و منہ قولہ تعالیٰ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ای یستوفی من الآجال فی الدنیا - اور دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ میت کی توفی اُس کی مدت کا پورا کرنا ہے یعنی اُس کے دنوں مہینوں اور سالوں کی تعداد دنیا میں پوری کر لی اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت لوگوں کی جانوں کو لیتا ہے - یعنی دنیا کی مدت زندگی کو پورا کرتا ہے

(۷) لسان العرب جلد ۲۰ ص ۲۸۰ و توفی فلانٌ و توفاہ اللہ اذا قبض نفسہ و فی الصحاح اذا قبض روحہ وہی الفاظ ہیں جو تاج العروس میں آ چکے ہیں -

(۸) صراح جلد ۲ صفحہ ۵۲۰ توفاہ اللہ ای قبض روحہ - یعنی اللہ نے اُس کی روح قبض کر لی -

(۹) صحاح جوہری جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ توفاہ یعنی توفاہ اللہ ای قبض روحہ یعنی توفاہ کے معنی اللہ نے اُس کو وفات دی یعنی اُس کی روح کو قبض کر لیا -

(۱۰) مفردات امام راغب اصفہانی جو قرآن کریم کے مفردالفاظ کی لغت ہے اُس میں یوں لکھا ہے - قد عبر عن النوم و الموت بالتوفی و قال اللہ تعالیٰ توفتہ رسلنا و توفنا مع الابرار - یا عیسیٰ انی متوفیک و رافعک الی - قال ابن عباس توفی موت لانہ امات یعنی توفی کے معنی وفا اور موت کے ہیں - جیسے اللہ تعالیٰ نے کہا ہمارے فرشتے اس کو مارتے ہیں یا قبض روح کرتے ہیں - ہمیں نیکوں کے ساتھ مار - اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اپنے قرب میں جگہ دینے والا ہوں اور ابن عباس نے بھی کہا ہے توفی کے معنی موت ہیں - کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مار دیا تھا - دیکھو کتاب مذکورہ بالا -

ان تمام حوالوں کے بعد میں اس مغالطہ کا بھی ازالہ کرنا چاہتا ہوں جو مولوی صاحب نے بعض غیر معروف کتب صرف و نحو کے حوالے یہ کہکر دینا چاہا ہے کہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی موت نہیں - بلکہ موت مجازاً مراد لی جاتی ہے - ذیل کے دو حوالہ جات اس مغالطہ کی تردید کے لئے کافی ہیں -

(۱) تفسیر بحر المحیط لامام ابی حیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ میں زیر آیت وھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ یوں لکھا ہے -

التوفی عبارۃ فی العرف عن الموت و ھھنا المعنی بہ النوم علی سبیل المجاز للعلامۃ التی بینہ و بین الموت و ھی زوال احساسہ و معرفتہ و فکرہ	توفی کے معنی عرف میں موت کے ہیں اور یہاں مجاز کے طور پر نیند کے معنی لئے گئے ہیں اس علامت کی وجہ سے جو مابین نیند اور موت کے ہے - اور علامت حواس اور معرفت اور فکر کا زوال ہے - دیکھو تفسیر مذکور جلد ۴ ص ۱۴۶

(۲) تفسیر بحر المحیط لامام تاج الدین ابی محمد احمد بن عبد القادر النفیسی الحنفی النحوی برحاشیہ بحر محیط جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ زیر آیہ ھو الذی یتوفاکم یوں لکھا ہے کہ

والتوفی عبارۃ فی العرف عن الموت وھنا المعنی بہ النوم علی سبیل المجاز للعلامۃ التی بینہ و بین الموت	توفی کے معنی عرف میں موت کے ہیں جو بسبیل مجاز لئے گئے ہیں - بوجہ اُس علامت کے جو مابین نیند و موت کے ہے - (دیکھو تفسیر مذکور جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ برحاشیہ تفسیر بحر المحیط -

الاخبار والاراء

لا تزر وازرة وزر اخریٰ

کا زریں اصول جو ایک وقت مسلمانوں کی عزت و منزلت اور تمام کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر قدم مارنے اور خود ہمت وسعی سے کام لینے کا موجب تھا افسوس ہے کہ آج علماء دین کی غفلت اور عوام کی جہالت نے اس کو بھلا کر اس کی جگہ بعض اور بظاہر خوشگوار لیکن در اصل بربادی بخش خیالات ان کے ذہنوں میں پختہ کر دیئے ہیں۔ قرآن نے تو ہمیں سکھایا تھا کہ تم کو اپنا تمام بوجھ خود ہی اُٹھانا پڑے گا اور کوئی دوسرا جو خود اپنے بوجھ کو اُٹھائے ہوئے ہے تمھارا بوجھ ہرگز نہیں اُٹھا سکتا۔ لیکن افسوس آج ہم مسلمان ہیں کہ کسی ایک معاملہ میں نہیں تجارت صنعت و حرفت اور تمام قسم کی ضروریات کے لئے دوسروں ہی کے دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ یہ تو ہماری جسمانیات کے متعلق ایک عام اور روزمرہ کا نظارہ ہے۔ روحانیت کی طرف بھی دیکھو تو قبر پرستی اور پیر پرستی کے ذلیل ترین مناظر اسی بےراہ روی کے شاہد حال ہیں۔ اور اب تو ہمعصر وکیل نے اس آیت کی لفظ بہ لفظ خلاف ورزی کی ایک نہایت ہی دردناک مثال سنائی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ”شہر دھولپور کے قریب کسی مقام پر ایک مسلمان آبادی ہے۔ وہاں جب کوئی شخص خواہ کیسا ہی بدکار اور فاسق و فاجر کیوں نہ ہو دار فانی سے کوچ کرتا ہے تو قبر پر جا کر دفن کرنے سے پہلے اس کے گناہوں کی تقسیم ہوتی ہے اعزہ و اقارب اور ماتم کرنے والوں میں سے کوئی دو مہینے کے گناہ اپنے ذمہ لیتا ہے کوئی سال بھر کے کوئی چھ مہینے کے اس طرح اس کی عمر بھر کے گناہ جہالت کے پتلوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں تو یہ خیال کرتے ہیں کہ اب مرنے والے سے کوئی بازپرس نہ ہوگی اور وہ سیدھا بہشت میں چلا جائے گا“ بات تو بظاہر بڑی مزیدار ہے لیکن اس سے زیادہ سہل اور آسان علاج پھر عیسائیوں کا کفارہ ہے جہاں روز روز ایک دوسرے کے سر پر بوجھ لادنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور ایک اکیلے انسان کے سر پر سب کچھ لاد کر اپنے آپ کو تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش سمجھ لیا جاتا ہے۔ خود خدائے تعالیٰ کے نزدیک بھی یہ جائز ہے یا نہیں یہ الگ سوال ہے لیکن ع

”دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے“

سمجھ نہیں آتی کہ جو لوگ مذہب کے معاملہ میں اس قدر بے اصولا پن روا رکھتے ہیں اپنے دنیوی کاروبار میں بھی وہ اسی طرز عمل سے کام کیوں نہیں لیتے۔ اور دنیا و عالم آخرت کے متعلق ان کے طرز عمل میں اتنا تفاوت کیوں ہے کیا عالم جسمانیات میں ان کے اس من گھڑت قانون کے ظاہر اور بین نتائج عالم معاد میں بھی اس کی تغلیط کا زبردست ثبوت نہیں لیکن یہ تو وہ باتیں ہیں جنہیں سب سے پہلے علمائے دین اور پڑھے لکھے مسلمانوں کو سیکھنا چاہیئے۔ اور اپنے دماغ سے ان مغالطہ دہ خیالات کو محو کر کے عوام مسلمانوں کو بھی صحیح راہ پر لانے کے لئے کوشاں ہونا چاہیئے تا کہ مسلمان پھر سے اپنے ہاتھ پاؤں ہلا کر دنیا کی ایک قوم بن سکیں۔

تفرقہ انگیز اختلافات

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف اختلاف امتی رحمۃ کہکر اپنی اُمت کے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے وہیں اس آخری زمانہ میں مسلمانوں کے ۷۳ فرقوں میں سے ایک ناجی اور باقی سب کے جہنم رسید ہونیکی بھی خبر دی ہے یہ دو احادیث بظاہر ایک دوسرے کے خلاف لیکن در اصل اختلاف کی دو جدا جدا صورتوں پر مبنی ہیں بیشک اختلاف خیالات و آراء قوم کی ترقی و بہبودی کا بہترین ذریعہ ہیں کیونکہ اس سے پیچیدہ سے پیچیدہ راستے بہت آسان ہو کر جلد سے جلد منزل مقصود تک پہنچنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اختلافات جو ایک دوسرے کے دلوں میں ہر جزئی و کلی معاملہ میں بغض و تعصب پیدا کرنے کا موجب اور سخت ترین دشمنیوں اور ہنگامہ آرائیوں کا باعث ہوتا ہے۔ وہ ایک قسم کا جہنم ہے۔ اور سوائے اس فرقہ کے جو ان ناگوار آلودگیوں سے پاک ہو باقی سب گویا ایک قسم کے جہنم میں ہوتے ہیں۔ قرآن نے اس دوسرے اختلاف کا نام اختلاف نہیں بلکہ تفرقہ رکھا ہے اور بڑے زور سے نصیحت کی ہے کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ...... ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ما جاءھم البینات۔ اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو ...... اور ان کی طرح نہ ہو جنہوں نے تفرقہ اور اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلے دلائل پہنچ گئے مگر افسوس کہ آج اس کے صریح خلاف ہر طرف اور ہر فرقہ میں تفرقہ کا یہ ناجائز اور زہر آلود عنصر ایسا غالب ہے کہ گویا ایک دوسرا ایک دوسرے کو نابود کر دینے کے درپے ہے۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ اختلاف کو صرف اختلافی مسائل تک محدود رکھا جاتا اور کم از کم مشترکہ معاملات میں مل کر اہم امور کو جو قوم کی ترقی اور بہبودی کا باعث ہیں سرانجام دینے کی کوشش کی جاتی مگر آج ذرا ذرا سے معاملہ پر ایک دوسرے فریق کے علماء پر مقدمات بنائے جاتے اور ان کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امرتسر اور بدایوں و بریلی کے مقدمات کی تفرقہ انگیز کوششوں کے بعد اب غازی پور سے ایک اور نامی عالم مولنٰا ابوالخیر صاحب پر وہابیوں اور حنفیوں کے متنازعہ معاملات میں کچھ دسترس رکھنے کے باعث مقدمہ بن جانے کی خبر سنی گئی ہے۔ اللہ ہی ہے جو مسلمانوں کی حالت پر رحم کرے۔ اور ان کو اس شفا حفرۃ من النار سے نکال کر پھر سے الف بین قلوبکم کا مصداق بنا دے۔

شیعہ وسنی کے اختلافات اور علی گڈھ کالج۔

انہی ناگوار تفرقہ اندازیوں کے سلسلہ میں یہ امر بھی کچھ کم موجب افسوس نہیں کہ علیگڈھ کالج کو بھی جہاں اس سے پیشتر ہر طبقہ و فرقہ کے متعلمین اپنی مخصوص قومی مراعات کے ساتھ تعلیم حاصل کرتے تھے۔ بعض حاسدوں نے اپنی ان تفرقہ انگیز مساعی کا تختہ مشق بنانا چاہا ہے۔ اور آئے دن شیعوں کی مظلومیت کے فرضی افسانے سنا سنا کر کالج کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حال ہی میں کالج مذکور کے سکرٹری نواب اسحاق خاں صاحب نے ایک مفصل مضمون میں کالج کے ٹرسٹیوں کی اصل ہدایات کے ساتھ شیعہ پروفیسروں۔ پیش اماموں اور طلباء کے بیانات اس بارہ میں شائع کئے ہیں جن کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیعوں کی مذہبی تکالیف کے افسانے جو آئے دن سنائے جاتے ہیں سراسر غلط اور بے بنیاد ہیں ہم حیران ہیں کہ کیوں مسلمان ان ذلت آفریں کارروائیوں پر اُتر آتے ہیں۔ اور ناحق و ناروا ایک دوسرے کو بدنام کرنے کی کوشش میں وہ اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑا چلاتے ہیں۔ اور ذرا بھی محسوس نہیں کرتے کہ اس سے کیا کچھ بد نتائج پیدا ہونے والے ہیں۔ تعجب ہے قرآن تو یہود و نصاریٰ کو بھی تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم کہکر ایک مشترک امر پر لا کر کام

کام کرنے کی دعوت دی - اور آج مسلمان اور جو حامل قرآن کہلاتے ہیں آپس میں ہی ایک دوسرے سے کینہ و رنجش بد وضعی کا کام کرنا جائز نہ سمجھیں -

آریہ سماج کی کشتی سوراخ والی ہے

یکم جون ۱۹۱۶ء کے آریہ گزٹ میں لالہ دیوان چند صاحب ایم - اے پروفیسر ڈی - اے - وی - کالج کا ایک مضمون طبع ہوا ہے جس میں آریہ سماج کی موجودہ حالت پر لالہ صاحب نے ریمارک کیا ہے - کہ

"میں آپ کے سامنے زیادہ حوصلہ افزا باتیں رکھنا نہیں چاہتا - بلکہ میں آپ کے سامنے بھیانک تصویر رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ ہماری سماج سوراخ والی کشتی ہے اور اس میں پانی بھر رہا ہے - اور نہ معلوم یہ کب ڈوب جائے"

لالہ صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے اور اس کی تائید اس زبردست پیشگوئی سے بھی واضح طور پر ہوتی ہے جو مجدد والوقت حضرت مسیح موعود نے آج سے قریباً تیرہ سال پہلے ان الفاظ کی تھی کہ :-

ابھی تم میں سے لاکھوں اور کروڑوں انسان زندہ ہونگے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لوگے - کیونکہ یہ مذہب آریہ زمین سے ہے نہ آسمان سے اور زمین کی باتیں پیش کرتا ہے نہ آسمان کی -

پس ایسی حالت میں جبکہ آریہ سماج کے متعلق نہ صرف ایک مامور من اللہ نے خدا سے علم پاکر یہ پیشگوئی کی ہوئی ہے بلکہ خود اس سوسائٹی کے قابل افراد بھی اسی بات کا خطرہ محسوس کرنے لگے ہیں - اس کا ساتھ دینے والوں کی حالت ظاہر ہے کہ کس قدر خطرناک اور قابل رحم ہے -

پرائمری تعلیم کا اثر جنیئو اور چوٹی پر

اپنے اسی مضمون میں لالہ صاحب جنیئو اور چوٹی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے -

"بعض اوقات تو خیال آتا ہے کہ اب اورنگ زیب ہندوستان میں آوے تو آکر دیکھے کہ جہاں اسے جنیئو اور چوٹی اتروانے کے لئے تلوار سے کام لینا پڑتا تھا اور قتل و خونریزی کرنی پڑتی تھی اب وہ کام صرف پرائمری کی کتاب پڑھنے سے ہو رہا ہے"

حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ پر تو لالہ صاحب کا یہ ... خیز ان کے اندرونی بغض و تعصب کی پردہ کشائی کرتا ہے - لیکن لالہ صاحب کا یہ فقرہ کہ "اب وہ کام صرف پرائمری کی کتاب پڑھنے سے ہو رہا ہے" جنیئو اور چوٹی کی اس دقعت کو بتاتا ہے جو تعلیم کے مقابلہ میں قائم رہ سکتی ہے - جب ایک پرائمری کی کتاب کا اس قدر گہرا اثر طلباء کے دلوں میں ہوتا ہے کہ ان کے اپنے مذہبی و قومی شعار کی بھی کوئی حقیقت ان کے دلوں میں قائم نہیں رہ جاتی تو قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مذہبی شعار پھر کس طبقہ کے لوگوں کی ایجاد ہے - خود لالہ دیوان چند کے نزدیک تو اس کی حقیقت ہے کہ اس کی تمام خوبیوں اور عمدگیوں کو ایک پرائمری کی کتاب کی دھندلی سی روشنی فوراً ملیامیٹ کر دیتی ہے - تو گویا بالفاظ دیگر یہ صرف ان لوگوں کی ایجاد ہے یا وہ لوگ اس پر کاربند ہوتے ہیں جنہیں علم سے کسی قسم کا تعلق نہیں - ہمارا تو حق نہیں کہ ہم ایسا کوئی فقرہ زبان سے نکالیں - آگے ہی حق ونا روا بیجا ... اورنگ زیب علیہ الرحمۃ پر غلط الزام دے کر انہیں ... و لعین ٹھہرایا جاتا ہے - تو اب ہمارے ساتھ کیا کچھ نہ کیا جائیگا اس لئے ہم لالہ صاحب ہی کے فقرہ کو دوہرائے دیتے ہیں کہ "اب وہ (یعنی جنیئو توڑنے اور چوٹی اڑانے کا) کام پرائمری کی کتاب پڑھنے سے ہو رہا ہے" اور ان کے اس اعتراف کی تائید ہی کافی سمجھتے ہیں -

مسٹر رابرٹسن کی گرفتاری

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مسٹر رابرٹسن نامی ایک مذہبی عیار کے متعلق لکھا تھا کہ ایک مرتبہ قادیان میں آکر مسلمان ہونے کا خیال اس نے ظاہر کیا اور پھر آریہ سماج کو بھی جا لوٹا تھا - اب ووکنگ ... میں پہنچا اور وہاں بھی ہاتھ صاف کرنا چاہا لیکن منشی نور احمد صاحب نے اس پہلی جان پہچان کے باعث اس کی چالاکیوں کو اس کے منہ پر آشکارا کر دیا - اس پر وہ وہاں سے بھاگا - اور پادریوں کو فریب دیکر کہ میں مسجد والوں کے حالات سے واقف ہوں اور ان کی تردید کرنا چاہتا ہوں وہاں سے کچھ نقدی لی اور ... گیا اب ووکنگ کے ایک اخبار "ووکنگ نیوز" نے بعض مزید حالات شائع کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہوتا ہے کہ اس نے اور بھی بعض لوگوں سے دھوکہ بازی سے روپیہ وصول کیا کسی درزی سے کپڑوں کا ایک سوٹ اور کچھ چیزیں یہ کہکر لے گیا کہ میں ہندوستان میں مذہب اسلام کا واعظ ہوں - اور ووکنگ کے واعظین سے تعلق رکھتا ہوں ایسا ہی تین چار اور اشخاص سے مختلف اوقات میں طرح طرح کے فریب دے کر روپیہ وصول کیا کہیں اپنے آپ کو امیر کبیر ظاہر کیا اور بتایا کہ ہندوستان سے عنقریب روپیہ آنے والا ہے - کہیں کسی بنک کے ساتھ حساب کتاب ہونے کا فریب دیا

الغرض اسی طرح سے قریباً بیس پونڈ یعنی تین سو روپیہ اس نے ادھر ادھر سے وصول کیا - آخر کار وہ پکڑا گیا اور اب اس پر ووکنگ کے پولیس کورٹ میں مقدمہ چل رہا ہے - حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی بھی شہادت ہوئی - جس میں انھوں نے بتایا کہ میں نے ملزم کو مسجد ووکنگ کے ملحقہ مکان میں ایک دفعہ دیکھا تھا - اس نے مسجد میں نہ کبھی کوئی لیکچر دیا ہے نہ وہاں کبھی رہا - اور نہ ہی اس نے مسجد یا اس کے ملحقہ مکان میں کبھی کوئی اسباب وغیرہ نہیں چھوڑا حضرت مولوی صاحب نے یہ بھی کہا نہ میں نے کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جو ملزم نے مذہب اسلام پر لکھی ہو اور نہ ہی مجھے اس کے مسلمان ہونے کا ہی کوئی علم ہے -

ملزم کے سوال کے جواب میں حضرت مولوی صاحب نے فرمایا کہ مسجد میں رہنے والے ایک دو آدمیوں نے انھیں بتایا تھا کہ انہوں نے ملزم کو ہندوستان میں دیکھا تھا - حضرت مولوی صاحب کی اس شہادت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ملزم نے کن کن چالاکیوں اور بہانوں سے روپیہ وصول کیا ہے - ایسے جعلساز اور مکار انسان کو قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے - تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت حاصل ہو - اور برطانوی عزت اور شہرت پر ان نابکار مذہبی عیاروں کی وجہ سے کوئی دھبہ نہ آنے پائے - غیر مناسب نہ ہوگا اگر ہم اس موقعہ پر اپنے سماجی دوستوں کی خدمت میں مبارکباد عرض کریں یہ ہے ان کی اس شدھی کا نتیجہ جس پر وہ ایک وقت بڑی دھوم دھام سے خوشیاں مناتے اور دوسروں کے منہ چڑاتے تھے - سچ ہے

من ضحک ضحک

خطبہ جمعہ

فرمودہ ۲۶ مئی ۱۹۱۶ء

حرّمت علیکم امّھٰتکم وبنٰتکم واخوٰتکم .... الیٰ .... وان تصبروا خیرٌ لکم واللہ غفورٌ الرّحیم (رکوع سورۃ النسا) ۔ نکاح کے متعلق جو مسائل ہیں۔ اُن کی اس رکوع کے اندر تکمیل کردی ہے۔ یہ بتاکر کہ کون کونسی عورتیں ہیں جو بلحاظ اس رشتہ داری کے جو ماں کی طرف سے ہوتاہے۔ یا اورکسی وجہ سے حرام ٹھیرائی گئی ہیں۔ قرآن کریم اپنے اندر ہر ایک قسم کے احکام رکھتا ہے۔ ہر ایک ضروری مسئلہ پر جہانتک ضروریات متقاضی تھیں۔ اس نے بخوبی روشنی ڈالی ہے۔ قرآن کا تعلق نہ تو صرف اخلاقی تعلیم سے ہی ہے۔ نہ ہی وہ اس قسم کا زاہد بنانا چاہتا ہے۔ کہ دنیا سے کنارہ کش ہوکر جنگلوں میں جا بیٹھے۔ اور دنیا کی کسی بات سے اُسکو کوئی تعلق نہ ہو۔ بلکہ ہر ایک پہلو سے وہ انسان کی تربیت کی تکمیل کرنا چاہتاہے جسقدر قوے اسکے اندر ہیں وہ ان سب کو اُنکے مناسب موقع اور ضروریات پر لگانا چاہتاہے۔ نکاح کے اوپر قرآن نے خاص طور پر زور دیاہے۔ ایک حدیث ہے کہ النکاح من سنتی فمن رغب عن سنتی فلیس منّی۔ نکاح میری سنت ہے۔ جو شخص میری اس سنت سے اعراض کرے۔ وہ مجھ سے نہیں۔ قرآن میں بھی صاف حکم ہے۔ وانکحوا الایامیٰ منکم والصّٰلحین من عبادکم وامائکم ہاں خاص خاص حالتوں میں یہ بھی بتایا۔ کہ جن کو طاقت نہ ہو۔ وہ کیا علاج کریں۔ مگر عام قانون یہی بتایا۔ کہ نکاح کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر نکاح نہ ہو۔ تو پھر دنیا باقی نہیں رہ سکتی۔ دنیا کا باقی رہنا نکاح کے اوپر منحصر ہے۔ اسی لئے دنیا کی ہر قوم میں نکاح کا رواج پایا جاتا ہے۔ یعنے ایک خاص قانونی شکل میں تعلقات زناشوئی قائم کرنا۔ دنیا میں کوئی قوم خدا کے حکم پر چلے یا اپنے لئے خود کوئی قوانین بنالے۔ بہرصورت اسے اس بارہ میں قوانین پر ہی چلنا پڑتا ہے۔ اگر کسی قوم کی کتاب میں ایسے قوانین موجود نہیں۔ تو اُن کو خود قوانین بنانے پڑے ہیں۔ اللہ کا بڑا احسان ہے مسلمانوں کے اوپر۔ کہ ان تمام مسائل کو اُس نے خود ہی بیان کردیا جنکی اُنہیں ضرورت تھی۔ وہ باتیں جو دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتیں۔ قرآن کریم نے اُن پر روشنی ڈالی ہے۔ مگر ان دوسری اقوام کو ان معاملات میں خود اپنے لئے قوانین تجویز کرنے پڑتے ہیں قوانین تو انہوں نے تجویز کئے ہیں۔ لیکن بہرحال وہ رستہ جو انسان تجویز کرتا ہے۔ خدا کے تجویز کردہ رستہ کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اور اسی لئے ان میں آئے دن پیچیدگیاں پڑی رہتی ہیں۔ اور آئے دن اُنکی ترمیم ہوتی رہتی ہے۔ جن مذاہب کے اندر کوئی تحریرات نہیں ہیں اُنہوں نے بھی کچھ نہ کچھ اپنے لئے قانون بنا رکھے ہیں

اس طرح پر خدا کی کتاب میں مختلف تعلقات کے متعلق قوانین آجاتے ہیں۔ اللہ سے تعلق کے متعلق کچھ قانون ہیں کچھ غیروں سے تعلقات کے بارہ میں۔ کچھ اپنوں سے تعلق رکھنے کے بارہ میں۔ پھر حکومت سے بھی کچھ تعلقات ہوتے ان کو بھی بتا دیاہے۔ غرض انسان کی تعلیم کو ہر پہلو سے مکمل کرنا چاہا ہے۔ اور کوئی پہلو اسکا چھوڑا نہیں۔ ایک ایسی قوم کے اندر جہانتک قانون کا کوئی نام نہ جانتا تھا۔ ان سب قوانین کو ایک کتاب کے اندر جمع کردینا یہ عرب کے ایک باشندہ کا کام نہ تھا۔ بلکہ یہ اس علیم و خبیر خدا کا کام تھا۔ جو تمام آئندہ حالات و ضروریات سے واقف ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کو کیا پتہ تھا۔ کہ آئندہ کیا کچھ ضروریات لاحق ہونگی۔ مسلمانوں کی حالت اسوقت ابھی ایسی تھی۔ کہ وہ امن کی حالت میں نہ تھے۔ ابھی خوف کی حالت اُن پر سے دور نہیں ہوئی تھی۔ آئے دن جنگیں درپیش رہتی تھیں۔ چنانچہ ادھر احد کے جنگ میں سخت نقصان ہوچکا۔ ادھر اس سے بھی بڑھکر جنگ احزاب میں سخت مقابلہ درپیش ہے۔ اس وقت دشمن دس ہزار کا لشکر لیکر چڑھ آیا۔ آنحضرت صلعم نے حکمدیا۔ کہ مدینہ کے گرد اگرد خندق کھود دی جائے۔ تاکہ دشمن اندر نہ آسکے۔ اب اندر بھی یہود وغیرہ دشمن ہیں۔ اور باہر بھی دشمن موجود ہے۔ ایسی حالت میں کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ باوجودیکہ اسقدر خطرے کی حالت میں ہیں ہر وقت دشمن کا خوف ہے۔ امن ہے نہیں۔ لیکن دوسری طرف تعلیمات وہ ملتی ہیں۔ جو کسی پر امن سوسائٹی کے کام کی ہیں۔ ایسی حالت میں تو بڑے بڑے قوموں کو قوانین بنانے بھول جاتے ہیں۔ اگر کسی خاص قانون کی ضرورت بھی ہو۔ تو کہتے ہیں کہ جنگ کے اختتام پر دیکھا جائیگا۔ چہ جائیکہ وہ قوانین بنائے جائیں جن کی آئندہ بعد از جنگ ضرورت پیش آنیوالی ہو۔ عرب کے اندر تو یہ بھی نہیں تھا کہ کوئی ان قوانین کا مطالبہ ہی کرنیوالا ہوتا۔ عورتوں کے حقوق کے بارہ میں کون مطالبہ کرتا۔ خود ان عورتوں کو تو اس بات کا احساس تک نہ تھا۔ کہ وہ بھی کچھ چیز ہیں۔ پھر وہ اپنے کسی حقوق کا مطالبہ کرتیں۔ تو کیسے۔ انہیں تو اس بات کا ہی خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ کہ اُنکے بھی کچھ حقوق ہونے چاہئیں۔ جب وہ اپنے آپکو کچھ چیز ہی نہ سمجھتی تھیں۔ تو کسی بات کی حقدار ہونے اور پھر اس حق کا مطالبہ کرنیکا انہیں کیسے خیال آسکتا تھا۔ اس لئے یہ قوانین کوئی کسی کے مطالبہ پر بھی نافذ نہیں ہوئے۔ بلکہ جو قانون قرآن میں نافذ ہوتاہے وہ اس لئے نافذ ہوتاہے کہ اللہ تعالےٰ کی صفات کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ نافذ ہو۔ اسکے پیچھے کوئی ایسا زور۔ کوئی طاقت اور کوئی جبر وغیرہ نہیں ہوتا۔ کہ جس کی وجہ سے وہ اس قانون کو نافذ کرے۔ اسلام نے ہر ایک قانون کو خدا کی صفات کیساتھ وابستہ کیاہے۔ نکاح کے معاملات کو پڑھ جاؤ وہاں بھی خدا کی صفات سے ہی ان سب کو وابستہ کیاہے ایسا ہی دیگر مختلف امور مثلاً تجارت باہم لین دین وغیرہ اور معاشرت و تمدن کے مختلف مسائل و قوانین سب کے سب اللہ تعالےٰ کی صفات سے وابستہ ہیں اور انہی صفات کے تقاضا سے ہی اُنکا نفاذ ہوتاہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کو ایسے ایسے قوانین دے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھائیں آج قرآن کے اندر جسقدر احکام ہیں اُن میں سے بعض احکام تو ایسے مانے جاتے ہیں کہ اُن سے ذرا بھی مُنہ موڑنے پر فوراً فتوے لگ جاتے ہیں۔ حقہ پانی بند کردیا جاتا ہے۔ لیکن اسی قرآن کے بعض دوسرے احکام بھی ہیں ان کی علانیہ خلاف ورزی ہوتی ہے اور کوئی پروا تک نہیں کرتا۔ اسی قرآن میں ہے کہ لڑکیوں کو حصہ ملنا چاہئے۔ لیکن اس حکم کی خلاف ورزی کرنیوالے کو آج کوئی پوچھتا بھی نہیں۔ حالانکہ ایک حکم کے توڑنے پر جب قطع تعلق ہوسکتاہے تو دوسرے پر کیوں نہیں۔ جب تمام قرآن کے ہی احکام ہیں۔ تو اُن میں فرق کیوں۔ تمام احکام کی تعمیل پر ہی نجات کا دار ومدار ہے۔ یہ خیال کہ کسی حکم کی تعمیل کریں۔ اور کسی کی نہیں غلط خیال ہے۔ عمداً جو چھوڑتاہے۔ وہ خواہ ایک کو چھوڑے خواہ بہت کو وہ بہت بڑی سزا کا مستحق ہے۔ ہاں بعض وقت غلطی سے بھول چوک ہوجاتی ہے۔ یہ الگ امر ہے۔ لیکن ویسے خدا کے احکام یکساں طور پر بازپرس کے قابل ہیں۔ اصل میں لوگوں نے قرآن کے اوپر غور کرنا چھوڑ دیاہے۔ اور کم ہیں جنکو خیال ہے۔ کہ قرآن پر تدبّر کرنا بھی کچھ چیز ہے لوگوں نے سمجھ رکھاہے کہ چند اخلاقی باتوں کی تعلیم قرآن کے اندر ہوگی۔ ہر شخص جانتاہے کہ قرآن کے اندر چوری۔ جھوٹ۔ مکر وفریب اور اسی قسم کی مکروہات سے منع کیاہے۔ اور نماز و روزہ۔ حج اور زکوٰۃ یا اور چند اخلاقی تعلیمات ہیں۔ کوئی شخص نہ بھی قرآن پڑھا ہوا ہو۔ تو بھی وہ یہی سمجھ لیتاہے کہ یہی کچھ قرآن کے اندر ہونا چاہئے۔ لیکن صرف اسی قدر جان لینا کافی نہیں قرآن کے سارے احکام کو جاننا چاہو۔ تو سارے قرآن کو پڑھو۔ قرآن پر تدبر کرنے سے ایسی ایسی باتیں کھلتی ہیں۔ کہ جن سے بہت ہی فائدہ ہوتاہے۔ آج بہت سے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔

جو قرآن کو نہیں جانتے - کوئی ایسا امر پیش آ جائے کہ جس کا گورنمنٹ سے کوئی تعلق ہو - تو فوراً گورنمنٹ کے قوانین سے واقفیت پیدا کرتے ہیں جس شخص کو بہت سے مقدمات پیش آئے ہوں - اُسکو تمام دفعات ایسی حفظ ہو جاتی ہیں - کہ کسی قانون دان کو بھی ایسی یاد نہیں ہوتیں جب کوئی معاملہ پیش آئے تو فوراً بتا دیتا ہے کہ فلاں دفعہ یہاں عائد ہو سکتی ہے لیکن یہ علم نہیں کہ قرآن کی کونسی دفعہ کہاں اور کب لگ سکتی ہے - بہت سے لوگ قرآن سے بکلی ناواقف ہیں - اور وہ اسے کوئی بڑی مشکل چیز سمجھتے ہیں - یہ بہت قابل اصلاح بات ہے - تمہاری جماعت کو دوسروں پر ایک امتیاز حاصل ہے - لیکن اگر تم بھی نہیں پڑھتے تو پھر تم بھی دوسروں جیسے ہی ہو - اور کوئی فرق تم میں اور اُن دوسروں میں نہیں - کسی شخص کو صرف مان لینا کوئی فائدہ نہیں دے سکتا - اگر اسکے کہنے کے مطابق قرآن پر تمہارا عمل نہیں - یاد رکھو - کسی کو نرا مان لینا یہ کسی کام نہیں آیا کرتا - جنکو ایسا خیال ہو - وہ خوب سمجھ لیں - کہ یہ کفارے کا عقیدہ اسلام میں نہیں - اگر کسی کو مان لینا ہی کافی ہوتا - تو پھر محمد رسول اللہ صلعم سے بڑھکر کوئی اس بات کا حقدار نہیں - کہ اسے مان کر سارے اعمال اور مشقتوں سے چھٹکارا ہو جائے - مگر قرآن نے تو بار بار الذین امنوا کے ساتھ عملوا الصّٰلحٰت کی شرط لگا دی - اس لئے خود قرآن کو پڑھنا اور اُس پر عمل کرنا ہی کام دے سکتا ہے - نہ کہ نرا زبانی ایمان - بہت سے لوگ ہیں جو فضول گوئیوں میں وقت گنوا دیتے ہیں اور قرآن کو سُننے کے لئے اُنکے پاس وقت نہیں نکلتا - بیشک بعض ایسے بھی ہیں کہ کسی وجہ سے معذور بھی ہوتے ہیں - اور روز نہیں آ سکتے - پھر وہ ایک دن نہیں آتے - تو آئیندہ ایک حجاب پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ ٹھیک نہیں - اگر کوئی شخص روزانہ نہیں آ سکتا تو کبھی کبھی ہی آ جایا کرے - اور لطائف و دقائق نہ سہی - ایک دفعہ صرف ترجمہ ہی سن لو - تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے - کہ قرآن میں کیا کچھ ہے اسلئے میں نصیحت کرتا ہوں - کہ قرآن کو پڑھتے ہو - سُنتے ہو تو اُس پر عمل کر کے بھی دکھاؤ - عمل کے اندر جو سستی ہوتی ہے - یہ بالآخر منافقت پیدا کر دیتی ہے - آنحضرت صلعم کے وقت جو لوگ منافق سمجھے گئے تو کس لئے - اسی لئے - کہ اُنکے عملوں میں سستی اور کمزوری تھی - وہ جہاد فی سبیل اللہ سے ڈرتے تھے - اور گھر میں بیٹھ رہنا چاہتے تھے - حدیث میں آیا ہے - کہ صبح اور عشاء کی نماز منافق پر بہت گراں ہوتی ہے - کیونکہ عمل میں سستی ہونے کے باعث وہ نہیں چاہتا - کہ اپنی نیند خراب کرے - اسلئے وہ لوگ جنکے لئے یہ موقعہ ہے - وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں - اپنے ایمان کی سچائی کو عمل کے ذریعے دکھائیں - تاکہ دوسروں کے لئے ہدایت کا باعث ہو سکیں - آج میں نے ایک خط پڑھا مولوی صدر الدین صاحب کا - وہاں اُنکے ہاتھ پر چھ لیڈیاں مسلمان ہوئی ہیں - وہ اپنے اندر اس قدر جوش تبلیغ رکھتی ہیں - کہ ایک کے ذریعہ تو آٹھ نئے مسلمان ہو چکے ہیں - اور ایک اور نے بھی تین چار کئے ہیں - لوگ اعتراض کرنے کو تو کر دیتے ہیں - اور دوسروں کو یہ کہتے ہیں - کہ وہ دہریہ ہیں - لیکن میں کہتا ہوں - وہ دہریہ بھی تو مسلمانوں سے بدرجہا بہتر ہیں - تم تو باوجود مسلمان ہونے کے اُن عورتوں جیسا بھی کام نہ کر سکے - ہم دیکھتے ہیں - کہ جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں - ان کے دلوں میں جوش ہے - جنکو جسقدر زیادہ تعلقات پڑتے ہیں - وہ اُسیقدر زیادہ جوش اپنے اندر رکھتے ہیں یہ ایک ثبوت ہے اس بات کا - کہ کام کرنے والوں کے اوپر جو الزام دیئے جاتے ہیں وہ بالکل جھوٹے ہیں - اگر وہاں کوئی بُرا نمونہ اُنکے سامنے ہو تو اُنکے دلوں میں کیونکر اسقدر جوش پیدا ہو سکتا ہے کل تک تو تم اس بات کو دنیا کے سامنے مسیح موعودؑ کی صداقت کی ایک دلیل کے طور پر پیش کیا کرتے تھے - اور دوسروں سے پوچھا کرتے تھے کہ اسلام کی خدمت کا جوش کس نے مرزا صاحب کے پیرووں میں پیدا کر دیا - آج اسی دلیل سے ولایت کے اس مشن کی خوبیوں پر کیوں یقین نہیں آ سکتا - خواہ مخواہ کی بدظنیاں مت پھیلاؤ - وہ مسلمان جو یہاں سے ہزاروں کی تعداد میں وہاں گئے ہونگے - اگر ایک ایک کو بھی مسلمان کر کے آتے تو آج ہزاروں وہاں مسلمان ہوتے - لیکن اس کے لئے ضرورت تھی نمونہ کی - اگر وہ اسلام کی صداقت اپنے دلوں میں لیکر جاتے تو وہاں کے لوگوں کو مسلمان کر لینا کوئی بڑی بات نہ تھی - اسلام ایک ایسی چیز ہے - کہ اگر ذرا بھی نمونہ انسان دکھائے - تو دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے - پس اگر ہم چاہتے ہیں کہ اسلام پھیلائیں تو اس کے لئے ضروری ہے - کہ اپنے اعمال میں بھی وہ نمونہ دکھائیں - دوسروں پر اثر تو تب ہی پڑ سکتا ہے - کہ اُن کے ساتھ نیک برتاؤ ہو - باقی نمازیں اور تہجدیں وغیرہ جو انسان خدا کے حضور پڑھتا ہے - اُن کا تعلق تو خدا کے ساتھ ہے - خدا ہی اس کے دل کی حالت کو ٹھیک طور پر جانتا ہے کسی کو کیا معلوم کہ وہ خدا کے حضور کیا کچھ درجہ رکھتا ہے - اس لئے دوسروں کے ساتھ عمدہ برتاؤ جبتک نہ ہو - اور نیک نمونہ نہ دکھایا جائے - زبانی باتیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں -

اس رکوع میں جو باتیں بتائی گئی ہیں وہ ہیں نکاح کے متعلق ضروری احکامات - پہلے ان تعلقات کا ذکر کیا - جنسے نکاح حرام ہے - فرمایا حرّمت علیکم اُمّھٰتکم و بنٰتکم و اخوٰتکم و عمّٰتکم و خٰلٰتکم و بنٰت الاخ و بنٰت الاخت حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں - بیٹیاں - بہنیں - پھوپھیاں - خالائیں - بھتیجیاں اور بھانجیاں یہ سات تعلقات ہو گئے - آگے فرمایا - و اُمّھٰتکم الّتی ارضعنکم و اخوٰتکم من الرضاعة و اُمّھٰت نسائکم و ربائبکم الّتی فی حجورکم من نسائکم الّتی دخلتم بھنّ فان لم تکونوا دخلتم بھنّ فلا جناح علیکم و حلائل ابنائکم الّذین من اصلابکم و ان تجمعوا بین الاختین الّا ما قد سلف - اور تمہاری رضاعی مائیں یعنے جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا - اور رضاعی بہنیں - اور تمہاری بیویوں کی مائیں - تمہاری ان عورتوں کی لڑکیاں جن پر تم داخل ہو چکے ہو - اور اگر تم اُن پر داخل نہیں ہوئے - تو کوئی گناہ نہیں - اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں - اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں سے نکاح کرو - سوائے اسکے جو پہلے ہو چکا اور باپ کی بیبیوں سے نکاح کرنا اس سے پہلے دین میں منع ہو چکا - سات یہ ہوئے - گویا کل سولہ قسم کی عورتیں ہیں - جن سے نکاح حرام ہے - تو گویا اسلام نے نکاح کے بارہ میں ایک تھوڑی سی پابندی کر کے اجازت دی ہے کہ جہاں سے بہتر آئے کرے +

و المحصنٰت من النساء الّا ما ملکت ایمانکم - فرمایا تمام منکوحہ عورتیں بھی تم پر حرام ہیں - خواہ کسی عیسائی کی منکوحہ ہو یا ہندو کی منکوحہ ہونے میں تمام برابر ہیں - مسلمانوں کے اندر جہاں اور گند پھیلے ہیں - ایک یہ گندا خیال بھی اُن میں پھیلایا جاتا ہے - کہ مسلمان کی منکوحہ عورتیں تو حرام ہیں - لیکن ہندو یا عیسائی وغیرہ کی نہیں - حالانکہ یہاں تو لفظ عام ہیں - والمحصنٰت من النساء - جتنی منکوحہ عورتیں ہیں خواہ وہ کسی کی منکوحہ ہوں - اُن سے نکاح وغیرہ بھی حرام اور ناجائز ہے - چونکہ یہاں منکوحہ عورتوں کا ذکر تھا - اس لئے خیال ہو سکتا تھا کہ اپنی عورتیں بھی تو منکوحہ ہی ہیں - پس کیا وہ بھی حرام ہیں - تو ساتھ ہی فرما دیا - الّا ما ملکت ایمانکم کہ وہ تم پر حرام نہیں - جو خود تمہارے نکاح میں ہیں -

و احلّ لکم ما وراء ذٰلکم - اس کے علاوہ تم پر حلال ہے - ان تبتغوا باموالکم محصنین غیر مسٰفحین - یہ کہ چاہو تم اپنے مالوں سے نکاح کرنا شریف عورتوں کو نہ کہ بدکاری کرنے والیوں کو - معلوم ہوتا ہے - یہ شرط ضروری قرار دیا ہے - کہ اپنا مال عورت پر خرچ کرے - اسی لئے اسلام میں نکاح کے ساتھ مہر رکھا ہے مہر کو لوگ بالکل ادا نہیں کرتے - یونہی بڑی بڑی رقمیں باندھ لیتے ہیں - جنہیں ادا نہیں کر سکتے - لیکن جب تعلقات زناشوئی قائم ہو جائیں تو مہر کا

ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن لوگ اسی لئے بڑی رقمیں باندھ لیتے ہیں کہ ادا تو کرنی نہیں۔ اور جہان میں عزت ہوگی۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ مہر جو ہے۔ وہ بیشک عورتوں کی عزت کیساتھ بھی تعلق رکھتا ہے۔ لیکن وہ دینے کے لئے ہے۔ رکھنے کے لئے نہیں۔ اس مہر کو رکھ نہیں چھوڑنا چاہئے۔ بلکہ جب کبھی ہو سکے۔ اسکو ادا کرے۔ یہ انسان کے اوپر بطور قرضہ کے ہوتا ہے۔ جو اگر زندگی میں ادا نہیں کرتا۔ تو مرنے کے بعد جو اس کی جائداد متروکہ ہوتی ہے۔ اس میں سے یہ بطور قرض کے ادا ہو کر پھر باقی جائداد تقسیم ہوتی ہے۔ فرمایا

فما استمتعتم به منهن فاٰتوهن اجورهن فريضة۔ پس وہ جو تم فائدہ اُٹھاؤ اُن عورتوں سے تو اُن کو اُنکے مہر بھی ادا کرو۔ اس پر بھی لوگوں کو بڑی مشکل پیش آئی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ شیعہ زیادہ تر اسکے قائل ہیں انہوں نے متعہ کو جائز کر رکھا ہے۔ فما استمتعتم سے وہ متعہ نکالتے ہیں۔ حالانکہ اسکے معنے ہیں تم اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ جس طرح قرآن کے اندر ہے۔ ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ اے ہمارے رب ہم ایک دوسرے سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

سارے قرآن کے اندر کہیں بھی نہیں لکھا کہ اس طرح سے میعادی نکاح جائز ہیں۔ نکاح کا معاہدہ عمر بھر کا معاہدہ ہوتا ہے۔ نہ کہ کچھ مدت کے لئے۔ قرآن تو ازواج اور ما ملكت ايمانكم کے سوائے کسی پر شرمگاہ کھولنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ازواج کا لفظ اُنکے اوپر نہیں آسکتا جو تھوڑی ہی مدت کے لئے ہوں۔ کیونکہ وراثت والی آیت میں جو ازواج کے حقوق مقرر کئے ہیں۔ اُن میں یہ متعہ والی عورتیں شامل نہیں۔ اور نہ وہ ما ملكت ايمانكم میں داخل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی وقت نبی کریم صلعم نے اجازت دی تھی متعہ کی۔ لیکن صحیح حدیثیں موجود ہیں جن سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اسکے بعد آپ نے متعہ کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا۔

ولا جناح عليكم فيما تراضيتم به من بعد الفريضة۔ تم پر کوئی گناہ نہیں اس بات میں جس پر تم مہر باندھنے کے بعد راضی ہو جاؤ۔ یعنے باہم رضامندی سے اگر مہر کا فیصلہ کر لیں۔ تو کوئی ہرج نہیں خاوند اگر چاہے تو وہ مہر کو بڑھا سکتا ہے۔ یا عورت اپنا سارا مہر یا اس کا کچھ حصہ معاف کر سکتی ہے۔ ان الله كان عليما حكيما۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔ ومن لم يستطع منكم طولا ان ينكح المحصنت المؤمنت فمن ما ملكت ايمانكم من فتيٰتكم المؤمنٰت والله اعلم بايمانكم بعضكم من بعض۔ فانكحوهن باذن اهلهن۔ وہ عورتیں جو جنگوں کے اندر بعض وقت قید ہو کر آجاتی تھیں۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو مشرک کیلئے تو جائز نہ تھیں۔ تو جنگ میں ان عورتوں کا آجانا اور پھر مسلمان ہو جانا بمنزلہ طلاق کے سمجھا جاتا ہے تو فرمایا۔ جب شریف آزاد عورتوں کو نکاح میں لانے کی طاقت نہ ہو۔ تو اُن مومن لونڈیوں سے ہی اُنکے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو۔

واٰتوهن اجورهن بالمعروف اور اُن کو اُن کے مہر حسب دستور ادا کرو۔ محصنٰت غير مسافحٰت ولا متخذٰت اخدان ان کو نکاح میں لاؤ۔ شہوت رانی کے لئے نہیں۔ کہ بغیر نکاح کے ہی اُن کے ساتھ تعلق کر لیا جائے۔ اور نہ چھپے تعلقات کے لئے۔ اس میں لونڈی کے ساتھ بھی صاف طور پر نکاح کرنے کی شرط لگا دی ہے۔ فاذا احصن فان اتين بفاحشة فعليهن نصف ما على المحصنٰت من العذاب۔ اور اگر قید نکاح میں آنیکے بعد وہ کسی بیحیائی کا ارتکاب کریں۔ تو ان پر اس سے نصف سزا ہے۔ جو شریف آزاد عورتوں کے لئے تھی۔ گویا جتنے کم حقوق ہوتے ہیں لونڈیوں کے۔ اتنی ہی کم ان پر ذمہ داریاں بھی ہیں اور بالمقابل آزاد عورتوں کے جتنے زیادہ حقوق ہیں ذٰلك لمن خشي العنت منكم۔ یہ لونڈیوں سے نکاح کرنا انکے لئے ہے جنہیں کسی گناہ کے ارتکاب کا خوف ہو۔ وان تصبروا خير لكم اور صبر کرو۔ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ والله غفور الرحيم۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ؛

خطبہ ثانی

اللهم انصر من نصر دين محمد صلى الله عليه وسلم واخذل من خذل دين محمد صلى الله عليه وسلم۔ ہم دن رات یہ دعا مانگتے ہیں کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کرنیوالوں کی امداد ہو اور اسکا خذلان کرنیوالوں کو اللہ تعالیٰ مخذول کرے۔ پھر اگر ہم خود مسلمان ہو کر یہ دعائیں کر کے دین محمد صلعم کی امداد نہ کریں بلکہ خذلان کے مرتکب ہوں۔ تو یہ کسقدر موجب نقصان ہے تمہاری بعض دعائیں خود تم ہی پر الٹ کر پڑتی ہیں۔ کیونکہ تم خود انہی باتوں کے مرتکب ہو۔ جنکے مرتکب ہونیوالوں کے لئے تم بد دعا کرتے ہو۔ پس اپنی حالت کو سنوارو۔ کہ تم خود اس خذلان کے [illegible] ایسا نہ ہو

پیر پرستوں کے اخلاق

پیر پرستی بہت ہی بڑی بلا ہے۔ جو شخص اس مرض میں مبتلا ہو۔ آہستہ آہستہ تمام اخلاق حسنہ کو چھوڑتا جاتا ہے۔ اور آخر کار شعائر اسلام کو بھی جواب دے بیٹھتا ہے۔ قادیان سے ایک شخص محمود حسین جو غالباً محمودی گدی کا پرستار معلوم ہوتا ہے مجھے مفصلہ ذیل کارڈ لکھتا ہے۔ جس سے پتہ لگ جائیگا۔ کہ دو سال کے قلیل عرصہ میں یہ لوگ کہاں سے کہاں پہنچ گئے ہیں۔ قادیان میں ایک وہ زمانہ تھا۔ کہ طلباء مدرسہ تعلیم الاسلام میں کا ہر ایک بچہ اگر بیس دفعہ آتے جاتے آپ کے پاس سے گذرتا تو ہر دفعہ آپکو السلام علیکم کہتا۔ اور کبھی اس اسلامی تعلیم کی ادائیگی سے نہ رُکتا یہی حال دوسرے نوجوانوں کا تھا بلکہ اکثر اوقات اگر کوئی نووارد قادیان آتا تو تعجب سے ذکر کرتا۔ کہ ہر ایک شخص جو احمدی بازار میں ملتا ہے بغیر السلام علیکم کہے آگے نہیں جانے دیتا۔ بغیر اس تمیز کے کہ وہ اپنے مخاطب کو پہچانتا بھی ہے یا نہیں۔ کہ میرا مخاطب احمدی ہے یا غیر احمدی۔ اور ایک آج محمود گدی نشین کا زمانہ ہے کہ ہر ایک پرستار گدی جو اپنے آپکو احمدی سمجھتا ہے ایک ایسے شخص کو جسے اُسکا پیر بھی احمدی مسلمان سمجھتا ہے بدیں الفاظ مخاطب کرتا ہے۔ کارڈ پر نہ بسم اللہ ہے اور نہ نحمدہ و نصلی جو کسی وقت احمدی خط و کتابت کا امتیازی نشان سمجھا جاتا تھا

مکرمی۔ تسلیم۔ مہربانی فرما کر جہاد کبیر مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ارسال فرمائیں اگر محصول لگانا گوارا نہ ہو تو بیرنگ کر دیں۔ ایڈریس:۔

Mahmud Hussain
Bhagalpuri Home
Qadian

تعجب ہے کہ جس شخص کو تم السلام علیکم کہنے کے قابل نہیں سمجھتے۔ وہ تمہارا مکرم کیسے بن گیا۔ خدا ہی تمہیں ہدایت دے اور اس پیر پرستی کے تاریک گڑھے سے نکالے۔ آمین!

میاں محمود حسین کے کارڈ کے جواب میں اُن کو اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اگر رسالہ منگانا منظور ہے تو اس کے ٹکٹ بھیج دیں۔ کیونکہ ایسے بد اخلاقوں کا ہمیں کوئی اعتبار نہیں۔ جو بیرنگ پیکٹ ہی واپس کر دیں ؛

خاکسار۔ فقیر اللہ از دفتر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے مطبع [illegible] لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری و مینیجنگ ڈائریکٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپوا کر شائع کیا۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۴۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا آید

قیمت

سالانہ ۵ے

ششماہی ۳ے

سہ ماہی ۱۲/

ماہوار ۹ ... طلبا سالانہ ۴

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | منیجر پیغام صلح لاہور | یکشنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ ہجری مطابق ۱۱ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

رمضان مبارک میں درس قرآن کے پورے دور کی تجویز

وما توفیقی الا باللہ

برادران سلسلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن کریم کا سیکھنا اور سکھانا ہر ایک احمدی کا فرض ہونا چاہیئے۔ مگر اپنے اپنے اشغال میں مصروفیت کی وجہ سے ہمارے بہت سے احباب کو اس فرض کی طرف توجہ کا پورا موقعہ نہیں ملتا۔ یہاں لاہور میں باقاعدہ درس قرآن روزانہ ہوتا ہے اور لاہور کے اکثر احباب کو یہ موقعہ ملتا رہتا ہے خداتعالیٰ اسے ان کے لئے نافع بنائے۔ پشاور میں مخدومی مولوی غلام حسن خاں صاحب کا وجود برکات عظیمہ میں سے ایک برکت ہے اور آپ کے درس قرآن سے پشاور کی جماعت کو مستفیض ہونے کا خوب موقع ملتا ہے۔ راولپنڈی میں مکرمی مخدومی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے درس قرآن سے سلسلہ میں ایک نئی روح پیدا ہوگئی۔ علاوہ ان کے ... حکیم ... صاحب کا درس قرآن و حدیث ہمیشہ ہوتا ہے۔ اور اب ڈاکٹر صاحب موصوف کی تبدیلی کے بعد بھی یہ سلسلہ بدستور سابق قائم ہے۔ ڈیرہ غازی خاں میں برادر مکرم مولانا مولوی عزیز بخش صاحب نے درس قرآن کا باقاعدہ سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے کہ بار اول بھی ڈیرہ غازیخاں میں آپ کے وجود سے ایک جماعت قائم ہوئی اور اب جب موجودہ اختلافات میں وہ جماعت پیر پرستی کے پرانے مرض میں گرفتار ہوگئی اور تکبر کے طور پر یہ کلمہ کسی نے کہا کہ مولوی صاحب کو ہم نے امامت سے الگ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے دوسری بار آپ کو ایک جماعت عطا فرمائی اور اب پندرہ سولہ آدمیوں کی جماعت پھر مولوی صاحب موصوف کے ساتھ ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کہیں کہیں ہمارے احباب میں درس قرآن کا چرچا ہے مگر بہت سے مقامات ہیں جہاں احباب کو اس نعمت عظمیٰ سے حصہ نہیں ملتا اللہ تعالیٰ چاہے تو ہر مقام کے احباب کے لئے ایسے سامان پیدا کردے مگر ہمیں بھی اس کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیئے میں بعض اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اُسی کی تائید و نصرت سے قرآن کریم کے مسودہ کو پورا کر چکا ہوں اب پروف دیکھنے۔ انڈکس اور تمہید تیار کرنے کا کام ہے جس میں اب مصروف ہوں۔ مگر اس مصروفیت کے اندر میں چاہتا ہوں کہ چند احباب کے ساتھ اس رمضان المبارک میں درس قرآن کا ایک دور پورا کروں۔ یعنی ایک پارہ روزانہ کا درس کرا کر رمضان کے اندر اندر قرآن کو ختم کر دوں۔ یہ میرے دل کی تڑپ ہے اس کا پورا کرنا نہ کرنا۔ اس کے لئے نیت خالص صحت سامان اور توفیق کا عطا فرمانا مولا کریم کی مرضی پر ہے۔

رمضان کا مہینہ اس سال میرا ارادہ ایبٹ آباد میں کاٹنے کا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ چند احباب محض اس نیت کو ساتھ لے کر میرے ساتھ شامل ہو جائیں۔ گو اس میں شبہ نہیں کہ ایک پارہ روزانہ کرنے میں کسی قدر جلدی قرآن کریم کے اندر سے گذرنا پڑیگا لیکن جن احباب کو ایک دفعہ اس قدر موقعہ بھی میسر آجائے میں اُمید رکھتا ہوں پھر خود انھیں قرآن کریم پر تدبر کرنے کا موقع ملتا رہیگا اور یہ محض ایک کار خیر کی طرف توجہ دلانا ہوگا۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ جو احباب اس غرض کے لئے آئیں وہ صرف اسی غرض کو لے کر آئیں تاکہ ہمارا شغل اور ہماری غرض اس ماہ مبارک میں صرف کلام الٰہی کا چرچا ہو۔ یہ ضروری ہوگا کہ ایسے احباب خود روزانہ ایک پارہ کو کسی آسان تفسیر یا محض اردو ترجمہ کے ساتھ پڑھ لیں۔ اور بعدہ میرے ساتھ درس کر پڑھ لیں۔ اس طرح پر خدا چاہے تو یہ رمضان ہمارے لئے دوہری برکات کا موجب ہو۔ ایک تو خود ہی یہ برکات کا مہینہ ہے اور دوسرے اس میں ہمارا شغل محض رضائے الٰہی کے لئے خدا کے پاک کلام کا ذکر ہو اور خدا کے دین اور

اس پاک سلسلہ کی ترقی کے لئے ہم ملکر دعائیں بھی کریں گے۔

وہ تمام احباب جو اس نیت سے آئیں۔ اس ماہ مبارک کے اندر وہ مہمان ہونگے اور انکے مکان اور کھانے کا انتظام انشاء اللہ تعالیٰ کیا جائیگا۔ گو لاہور میں بھی ان ایام میں سلسلہ درس جاری رہیگا۔ اور مہمان خانہ بھی لاہور میں موجود ہے۔ اور جو احباب چاہیں یہاں آکر بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

(۱) مکانات کے لئے چونکہ ایبٹ آباد میں خاص وقت ہے۔ اسلئے مجھے جن احباب کیطرف سے ۱۵ جون سے پہلے پہلے اطلاع پہنچ جائے انکے مکان کے لئے میں انتظام کرنے کی کوشش کرونگا۔ گو اب بھی میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ کس قدر احباب کے لئے مکان کا انتظام ہو سکے مگر پھر بھی جو احباب دیر سے اطلاع دینگے اُن کے لئے مکان کا انتظام بہت مشکل ہوگا۔ اور شائد نہ بھی ہو سکے۔

(نوٹ) ایبٹ آباد گرمی۔ سردی کے لحاظ سے متوسط جگہ ہے۔ عموماً معمولی گرمی کے کپڑوں میں گذارہ ہو جاتا ہے۔ لیکن زیادہ بارش کی صورت میں ہلکے گرم کپڑوں کی اور رات کو گرم بستر کی ضرورت پڑتی ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اُن احباب میں سے جو نئے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ ضرور کچھ دوست اس میں شامل ہوں۔ والسلام ٭

محمد علی ۔ ۷ جون ۱۹۱۶ء

فہرست چندہ جماعت شملہ

چندہ برائے اشاعت اسلام بلاد غیر میں معرفت شیخ الہ دین کمپوزیٹر۔

۱۔ بابو خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس ؏

۲۔ شیخ اسلام الدین صاحب 〃 عہ

۳۔ بابو جھنڈا رضا نصاحب ؏

۴۔ ملک غلام محمد صاحب کمپوزیٹر گورنمنٹ پریس عہ

۵۔ صوفی شمس الدین صاحب 〃 عہ

۶۔ محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر 〃 ۸ ؍

۷۔ شیخ الہ دین صاحب 〃 ۴ ؍

۸۔ شاہ محمد صاحب 〃 ار

۹۔ مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ عہ

۱۰۔ منشی عبد الرحیم صاحب ریلوے بورڈ عہ

۱۱۔ بابو عبد الحق صاحب اگزمینر ادوش ۸ ؍

کل میزان ؏

تازہ خبریں

لارڈ کچنر کا واقعہ ہائلہ

لندن۔ ۶ جون۔ کروزر ہیمپشائر جزائر آرکنی کے سامنے تارپیڈو لگایا گیا یا وہ سرنگ سے ٹکرا کر غرق ہوا۔ لارڈ کچنر اس پر سوار تھے اندیشہ ہے کہ اس کے تمام آدمی غرق ہوگئے۔

صاحب وزیر ہند کی اطلاع ۔ شملہ ۷ جون ہز اکسلنسی وائسرائے کو مندرجہ ذیل تار لندن سے ۶ جون کا چلا ہوا صاحب وزیر ہند کی طرف موصول ہوا ہے۔ بڑے بیڑے کے کمانڈر انچیف دلی افسوس کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں کہ حضور ملک معظم کا جہاز ہیمپشائر جو کپتان ہربرٹ جے ساول افسر شاہی بیڑے کے زیر کمان تھا اور لارڈ کچنر اور اُن کے اسٹاف کو لئے ہوئے روس جا رہا تھا سرنگ سے ٹکرا کر یا شاید تارپیڈو لگائے جانے پر کل رات کو جزائر آرکنی کے مغرب میں غرق ہوگیا۔ اور اگرچہ ہر ایک ممکن کارروائی بروقت امداد پہنچانے کے لئے اختیار کی گئی کہ کسی بچے ہوئے شخص کے ملنے کی بہت کم توقع ہے۔

ہیمپشائر دس گیارہ سال قبل کے طاقتور کروزروں میں سے تھا جو ۱۹۰۳ء میں بن کر مکمل ہوا تھا۔ یہ ۱۰۳۵۰ ٹن کی گنجائش وزن رکھتا تھا اور چار توپیں ۷½ انچ کی چھ توپیں چھ انچ کی دو ۱۲ پنی اور بیس ۳ پنی اور دو تارپیڈو کی نلیاں اس پر لگی ہوئی تھیں۔ اس کی رفتار ۲۴ ناٹ فی گھنٹہ تھی۔ آرکنی نام کا جزائر برطانیہ کے شمال میں واقع اور انگلستان ہی کی ملکیت ہے لارڈ کچنر نے روس کو جانے کے لئے شمال کی طرف کا راستہ اختیار کیا تھا اور بظاہر وہ روس کی بندرگاہ آرکینجل میں پہنچنے والے تھے۔ اس سے روس کا راستہ نسبتاً محفوظ سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جرمن آبدوزوں کی دستبرد بحیرہ شمالی سے رود بار انگلستان جنوب آئرلینڈ اور شمال مغربی سواحل فرانس کے سامنے تک دریافت ہوئی ہے اور اسکاٹلینڈ کے قریب ان کی سرگرمی شاذو نادر ہی سننے میں آئی ہے۔

سر جان جلیکو کی پوری اطلاع (صداقت) لندن ۶ جون ۲ بجکر ۵۰ منٹ سہ پہر۔ مجھے دلی افسوس کے ساتھ اطلاع دینی پڑتی ہے کہ کروزر ہیمپشائر جس پر لارڈ کچنر اور ان کے اسٹاف کے لوگ سوار تھے کل شب کو آٹھ بجے کے قریب مغرب آرکنی میں سرنگ یا تارپیڈو کی وجہ سے غرق ہوگیا کنارہ پر جو اودرسیر تھے انھوں نے چار کشتیوں کو جہاز سے روانہ ہوتے دیکھا اُس وقت شمال مغرب سے جھکڑ چل رہا تھا۔ اور سمندر میں طلاطم آ رہا تھا۔ پیٹرول کرنے والی کشتیاں اور تباہ کن فوراً اُس جگہ پر پہنچے۔ اور ایک پارٹی تلاش کے لئے ساحل کے برابر برابر گئی۔ لیکن صرف چند لاشیں اور ایک الٹی ہوئی کشتی اب تک ملی ہے۔ چونکہ سارا کنارہ سمندر کیطرف سے چھان مارا ہے۔ اس لئے مجھے بڑا اندیشہ ہے کہ کسی بچے ہوئے شخص کے ملنے کی بہت کم توقع ہے۔ جو پارٹی کنارہ پر تلاش کرنے گئی ہے اسکی طرف سے کوئی اطلاع ہنوز موصول نہیں ہوئی ؛

ہندوستانی فوج کے نام شہنشاہی پیام ۔ شملہ ۸ جون۔ مندرجہ ذیل خاص انڈین آرمی آرڈر آج شائع کیا جا رہا ہے ” بہت بڑے افسوس کے ساتھ ہز اکسلنسی کمانڈر انچیف مندرجہ ذیل فوجی حکم جو دفتر جنگ (لنڈن) سے ۶ جون ۱۹۱۶ء کو نکلا ہے۔ درباره شائع کرتے ہیں ٭

پیام حضور ملک معظم بنام سپاہ حضور ملک معظم نے عمیق رنج و اندوہ کے ساتھ اس تباہی انگیز حادثہ کا حال سنا ہے جس کی وجہ سے وزیر جنگ نے ایک خاص مشن پر شہنشاہ روس کے ہاں جاتے ہوئے اپنی جان ضائع کی۔ فیلڈ مارشل ارل کچنر نے ممتاز خدمت کے ۴۵ سال راج کو دیئے اور یہ بڑے درجہ تک انکی انتظامی قابلیت اور ان تھک سرگرمی کی بدولت ہے کہ ملک ان افواج کو تیار کرنے اور میدان میں بھیجنے کے قابل ہوا ہے۔ جو آج ہماری سلطنت کی رو اپنی شان و شوکت کو بالا رکھ رہی ہیں۔ لارڈ کچنر کا فوج کی طرف سے بطور ایک بڑے جنگجو کے ماتم کیا جائیگا۔ جس نے بنیظیر وقت کے حالات میں فوج اور راج دونوں کی عظیم اور جان نثارانہ خدمت ادا کی ٭

لارڈ کچنر کا مقصد سفر ۔ لنڈن ۷ جون شہنشاہ روس نے لارڈ کچنر کو روس بلایا تھا۔ جہاں امپیریل گورنمنٹ کی استدعا پر لارڈ کچنر اہم جنگی و مالی مسائل پر بحث کرنے والے تھے ٭

اراکین سٹاف کے نام ۔ لنڈن ۶ جون ۱۰ بجکر ۵۰ منٹ شام) دفتر جنگ اعلان کرتا ہے کہ خاص پارٹی جو ہیمپشائر پر سوار تھی۔ اس میں لارڈ کچنر لفٹنٹ کرنیل فٹز جیرالڈ پرسنل ملٹری سکرٹری بریگیڈیر جنرل ایلیرشاہ۔ سیکنڈ لفٹنٹ آر ڈی۔ میکفرسن۔ مسٹر ایچ جے او بیرن کارکن دفتر خارجہ سابق وکیل بلغاریہ۔ سر ایچ ایف ڈانڈس۔ مسٹر ایل ایس رابرٹسن کارکن وزارت سامان جنگ۔ چند کلرک سراغرسان اور ملازمین شامل تھے ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۱- جون ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۰

مولوی امام الدین

صاحب منصف پنشنر کی کھلی چٹھیوں کا جواب

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

گذشتہ اشاعتوں میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اور اسکو موت کے متعلق ہی مجازی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ تنزلاً اب ہم اسکے دوسرے پہلو پر غور کرتے ہیں کہ اگر مجازاً بھی اس سے موت مراد ہو تو بھی اس سے کوئی ہرج واقعہ نہیں ہوتا کیونکہ جب قرینہ صاف ہو تو وہی معنی بہرصورت سمجھے جاوینگے جو کہ از روئے قرینہ جائز ہوں اس بارہ میں خود مولوی امام الدین صاحب نے جو شرائط مجاز کیلئے پیش کی ہیں انکا آیت زیر بحث سے کوئی تعلق نہیں۔ اور ان کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو علم کلام سے بھی پوری واقفیت نہیں۔

چنانچہ ان کی وہ پیش کردہ عبارت حسب ذیل ہے

اعلم ان المجاز یحتاج الی عدۃ اشیاء المستعار منہ وھو الھیکل المخصوص والمستعار لہ ولفظ الاسد والعلاقۃ وھی الشجاعۃ والقرینۃ الحصارفۃ من ارادۃ المعنی الحقیقی الی ارادۃ المعنی المجازی وھی یرمی فی رایت اسدا یرمی والامر الداعی الی استعمال المجاز فانک اذا جاوزت ان تخبر عن دوبتہ سھام الاصل ان تقول رایت شجاعا فاذا قلت رایت اسدا فلا ھذا ان یجد مزید عوالی ترک استعمال ما ھو خلاف الاصل وھو المجاز الخ۔

ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے کہ
جاننا چاہیئے کہ مجاز چند چیزوں کی محتاج ہے اول مستعار منہ وہ ایک خاص شکل ہے۔ دوسرا مستعار لہ وہ لفظ اسد کا ہے۔ تیسری بات ان دونوں کا آپس میں تعلق ہے۔ وہ شجاعت ہے چوتھے قرینہ جو کہ حقیقی معنوں سے روکتا ہے۔ مثلاً اس مثال میں کہ میں نے ایک شیر کو تیر پھینکتے دیکھا۔ اور یہی ہے ایک امر جو بلاتا ہے استعمال مجاز کی طرف اصل میں یوں کہنا چاہیئے تھا کہ میں نے ایک بہادر کو دیکھا لیکن جب تو کہتا ہے کہ میں نے شیر کو دیکھا تو یہ جو تیر پھینکنے کا لفظ ہے بتاتا ہے کہ یہ اصل کے خلاف ہے اور وہی مجاز ہوتا ہے۔

اب اس عبارت کی رو سے مولوی امام الدین صاحب کا خیال ہے کہ یعیسی انی متوفیک الخ والی آیت میں چونکہ ایسی کوئی شرائط نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے یہاں توفی سے مجازاً بھی موت مراد نہیں لی جا سکتی حالانکہ یہاں مولوی صاحب کو اتنی سمجھ نہیں آئی کہ یہ شرائط تو مجاز کی اس خاص قسم کی ہیں جو استعارہ کے نام سے موسوم ہے اور جس میں علاقہ تشبیہ کا ہونا ضروری ہے۔ مگر اس کے علاوہ مجاز کی ایک اور قسم بھی ہے جس میں علاقہ تشبیہ کا نہیں۔ بلکہ کسی اور طرح کا ہوتا ہے۔ آپ حدائق البلاغۃ کو جا کر پڑھیں وہاں سے آپ کو مجاز اور اس کی اقسام کا بھی ٹھیک ٹھیک حال معلوم ہو جائیگا اور آپ کو پتہ لگ جائیگا کہ یا یعیسی انی متوفیک میں متوفیک ایک استعارہ کے طور پر استعمال ہوا ہے جس میں مشبہ اور مشبہ بہ کی تلاش ضروری ہے۔ یا اسے مجاز مرسل کے ماتحت لانا چاہیئے۔ جس میں اس علاقہ کی وجہ سے کہ وفا کے معنی پورا کرنے کے ہیں اور توفی میں بھی مدت العمر کے پورے ہونے سے مراد ہے۔ اور اس قرینہ کے باعث کہ یہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہے اور ایک ذی روح مفعول ہم مجازاً بھی اس کے معنی موت ہی کے لینگے۔ اور سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں مجھے افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے خواہ مخواہ صرف نحو کی کتابوں کی ورق گردانی کرنے اور وہاں سے توفی کے حقیقی معنوں کے خلاف ثبوت تلاش کرنے کی فضول کوشش کی اور مجاز کا معنوں کی بھی ایسی غلط وجوہات کی بنا پر کہ جن کا یہاں کوئی موقعہ اور محل ہی نہیں مخالفت کرکے اپنے علم کی بھی پردہ دری کی افسوس کہ دعویٰ قرآن کا سمجھ دانی کا ہے صرف و نحو میں بھی وہ اپنی دسترس بتاتے ہیں اور اور ماشاء اللہ علم کلام سے بھی واقفیت رکھنے کے مدعی ہیں اور حالت یہ ہے کہ حقیقی و مجازی معنوں کے امتیاز اور مجاز کی قسموں سے بھی وہ صحیح طور پر واقف نہیں۔ یہ ہے آپ کا مولویانہ علم و فضل جس کی بنا پر آپ امام زمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فتوے بازی کرتے اور انہیں اسلام سے خارج بتلاتے ہیں۔ کیا اسی علم و فضل پر آپ میدان مقابلہ میں نکل کر ہمیں مقابلہ کے لئے للکارتے ہیں کاش پہلے خود کسی عالم علوم عربیہ و فاضل علم ادب کے آگے زانوئے شاگردی تہ کیا ہوتا تاکہ آج اس خطرناک لغزش کے باعث یہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔ مجھے امید ہے کہ مولوی صاحب ان چند باتوں پر جو ان کے اعتراضات کے جواب میں مختصراً عرض کی گئی ہیں غور فرما کر حق و باطل میں تمیز کرینگے۔ یا اس قاعدہ کلیہ کو بدلائل قطعی توڑ دینگے جس کو کہ اہل علم نے بالاتفاق مانا ہے کہ جب خدا فاعل ہو اور ذی روح مفعول تو توفی کے معنی قبض روح کے سوائے اور ہو ہی نہیں سکتے۔ اور یہ قانون خود قرآن کریم کا باندھا ہوا ہے جہاں فرمایا ہے کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا یعنی اللہ تعالیٰ نفوس کو اس وقت متوفی کرتا ہے جب ان کی موت آ جاتی ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ جب کسی نفس کے متعلق توفی کا لفظ استعمال کرتا ہے تو اس کے معنی موت کے ہی ہوتے ہیں اور دیں۔

اسے چاہے مجازی معنی کہو۔ چاہے حقیقی یہی معنی آیت کے یہی ہونگے۔ اور کوئی قرینہ ایسا موجود نہیں جس سے ان معنوں کی مخالفت ہو۔ یا دوسرے معنی کئے جا سکیں۔ بلکہ ایک دوسری آیت میں جہاں فلما توفیتنی کا لفظ حضرت عیسیٰ کی زبانی استعمال ہوا ہے۔ وہ تو صریحاً ان کی موت پر دلالت کرتا ہے اور دوسرے معنوں کی قطعاً تردید کر دیتا ہے کیونکہ وہاں صاف طور پر یہ قرینہ موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ اپنے پیرووں کے بگڑنے اور ان کے انہیں اور ان کی ماں کو معبود بنانے کے فعل سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں حالانکہ چاہیئے تھا کہ اگر وہ زندہ ہوتے اور دوبارہ دنیا میں آتے تو چونکہ یہاں وہ اپنے پیرووں کو بگڑے ہوئے دیکھتے۔ وہ اس بات سے انکار نہ کرتے مگر چونکہ آنحضرت نے انکار کیا اس لئے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نہ وہ کسی وقت دنیا میں دوبارہ آئینگے۔ نہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہیں اور نہ فلما توفیتنی کے وہ معنی ہیں جو آپ ان من گھڑت عقائد کی تائید کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ پس ان واضح دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیونکر یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت مسیح کبھی بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے یہ تو نہ صرف یہ عام مشاہدہ اور خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے ہی صریح خلاف ہے۔

وفات مسیح پر مولوی صاحب کے پیش کردہ اعتراضات کے ان مختصر جوابات کے بعد اب آئندہ نمبر میں ہم ان سوالات کا جواب دینگے جو حضرت مسیح موعود کے دعاوی کے متعلق مولوی صاحب نے کئے ہیں۔

وباللہ التوفیق

الاخبار والاراء

مشن سکولوں میں مذہبی تعلیم

محترم معظم وکیل نے اپنی ۰-جون کی اشاعت میں مشن سکولوں میں مذہبی تعلیم کے لازمی ہونے کے متعلق ایک ضروری نوٹ میں یہ بتایا ہے کہ مسٹر شری نواس شاستری نے مدراس کی کونسل میں اس کے خلاف آواز بلند کی ہے اور انگلستان کے طریقہ تعلیم کی طرح یہاں کے مشن سکولوں میں بھی مذہبی تعلیم کو اختیاری ٹھہرا دینے کی تحریک کی ہے۔ اس کے خلاف لازمی مذہبی تعلیم کی تائید میں پادریوں کی طرف سے جو امور پیش کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ جن لوگوں کو عیسائی مذہب کی تعلیم ناگوار ہو وہ اپنے لڑکوں کو ہمارے سکولوں میں نہ بھیجیں۔ اپنے سکول الگ کھول کر ان میں تعلیم دلائیں۔ سرکاری امداد غیر مذہبی تعلیم کے لئے ملتی ہے نہ کہ مذہبی تعلیم کے لئے۔ مشن سکولوں میں انجیل پڑھانے سے لڑکوں کے اخلاق درست ہوتے ہیں اور وہ سرکاری یا دیگر مدارس کے لڑکوں سے زیادہ نیک اور بھلے ہوتے ہیں" وغیرہ۔ خدا کی شان وہ لوگ جو کسی وقت خود سمرقند و بیروت کی اسلامی تعلیم گاہوں میں بصد مشقت و حرص داخل ہوتے اور علم و فضل کے علاوہ اخلاق و اعمال کے بہترین درس وہاں سے پاتے تھے۔ آج دوسروں کے منہ چڑانے لگے ہیں۔ یہ کس قدر خطرناک حملہ ہے سرکاری اور دیگر قومی و مذہبی مدارس پر کہ آج مشن سکولوں کے متعلمین کو ان کے مقابلہ میں زیادہ نیک اور بھلے کہا جانے لگا ہے۔ کیا ان تمام مدارس کے معلمین کا فرض نہیں کہ وہ اپنے عملی نمونہ سے اور طلباء کو نیک اور پاک اخلاق سکھا کر اس حملہ کا پورے طور سے دفعیہ کریں۔ یوں تو پادری صاحبان کا یہ اعتراض بالکل بے ساختہ ہے اور اس کا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں۔ لیکن کیا ہی اچھا ہو اگر مشن سکولوں اور دیگر مدارس کے طلباء کے اخلاق اور اعمال میں ایک کھلا امتیاز قائم ہو جائے جس سے انھیں آئندہ ایسی لایعنی باتیں کرنے کی جرأت ہی باقی نہ رہے۔ باقی مشن سکولوں میں مذہبی تعلیم کے لزوم کے خلاف رائے دیتے ہوئے ہم یہ بھی عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ حق امر یہی ہے کہ بجائے مشن سکولوں میں بچوں کو بھیجنے کے اپنے قومی مدارس کو تقویت دی جائے اور وہاں تعلیم کا وسیع پیمانہ پر سامان مہیا کرنے کے علاوہ ان کی اخلاق اور مذہبی تربیت کا بھی بندوبست کیا جائے۔

تاریخ اسلام کا اخراج الہ آباد یونیورسٹی سے

ہمیں اپنے موقر ہمعصر وکیل سے یہ خبر سنکر از حد افسوس ہوا کہ الہ آباد یونیورسٹی نے اپنے تازہ نصاب تاریخ سے جو ۱۹۱۵ء کے امتحان ایم۔ اے کے لئے ہے تاریخ اسلام کی جگہ نپولین کا دور مقرر کر دیا ہے۔ قدرتی طور پر ہم یہ بات سنتے کہ الہ آباد یونیورسٹی نے اس بارہ میں مسلمانوں کے جذبات کا خیال رکھنے میں کس قدر اغماض سے کام لیا ہے۔ اور ایک ایسے نازک وقت میں جبکہ گورنمنٹ بھی خاص طور پر ان کے جذبات کے احترام و عزت کو ملحوظ رکھنا ضروری سمجھتی ہے یہ طریق عمل کس قدر نا واجب ہے۔ ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ جس قسم کے مفید اور قابل تقلید سبق اسلامی تاریخ سے مل سکتے ہیں جو کہ گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت و وفاشعاری کے جذبات کو اور بھی زیادہ مستحکم کر دینے والے ہیں۔ نپولین کے حالات زندگی سے اس قدر فوائد مترتب نہیں ہو سکتے۔ اسلامی تاریخ میں ہمیں ہمت و شجاعت۔ غیر معمولی استقلال اور بڑے سے بڑے مقابلہ کے وقت بلا خوف و خطر سینہ سپر ہو کر دشمن کی صفوں کو چیرتے چلے جانا۔ ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ انسان کی بھی جو مسلمانوں کے اوپر بطور حکمران کے مسلط ہو پوری طرح پر اطاعت و فرمانبرداری اور اس کے ہر ایک اشارہ کنایہ کی پوری تعمیل۔ ہاں کسی بڑے سے بڑے انسان کی بھی اغلاط کو صفائی کے ساتھ اس کے منہ پر کہہ دینا اسلامی تاریخ کے نمایاں نقشوں میں سے ہے اور یہی وہ باتیں ہیں جو ہم سمجھتے ہیں کہ کسی سلطنت کی پائیداری اور استحکام کا موجب ہو سکتی ہیں۔ خوش قسمت ہے وہ گورنمنٹ جس کی رعایا کے دلوں میں ایسے مفید تربیتی جذبہ موجود ہوں کیونکہ ان کی موجودگی میں اس میں کوئی لغزش پیدا نہیں ہو سکتی۔ پس الہ آباد یونیورسٹی کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف مسلمانوں کی خاطر بلکہ خود سلطنت انگلشیہ کے فوائد کے لئے اپنے اس فیصلہ کو منسوخ کر کے دوبارہ اسلامی تاریخ کو اپنے نصاب میں داخل کرے۔

صوفی احمد دین صاحب کی وفات حسرت آیات

یہ خبر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ مکرمی جناب صوفی احمد دین صاحب جو بہت لمبے عرصہ سے بعارضہ ضعف قلب بیمار تھے گذشتہ ۸-۹- جون ۱۹۱۲ء کی درمیانی شب کو رات کے گیارہ بجے اس جہان فانی سے عالم آخرت کو کوچ کر گئے۔ صوفی صاحب حضرت اقدس مسیح موعود کے نہایت پرانے اور مخلص مریدوں میں سے تھے۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ بھی حاصل تھا۔ آپ نہایت عمدہ سپاہی اور پارسا بزرگوں میں سے تھے۔ اور بڑے ذکی الفہم۔ باوجود امی ہونے کے مسائل دینیہ سے خوب واقف اور ایک اچھے خاصے مباحث و مناظر تھے رویا و کاشفات کی تعبیر میں آپ کو بہت بڑا ملکہ حاصل تھا اور سخت سے سخت مجاہدات اور ریاضتیں کرنا اور دوستوں سے کرانا آپ کا روزانہ شغل تھا احباب کو جب آپ نے دعا کے لئے کہنا ہوتا تو پہلے ان کی دعوت کرتے اور پھر ان سے دعا کراتے تھے۔ باوجودیکہ آپ کو کوئی اتنی بڑی آمدنہ تھی۔ لیکن تاہم شاید ہی کوئی مہینہ خالی جاتا ہو جب آپ دوستوں کو دعوت کے لئے نہ بلاتے ہوں۔ ایسا ہی اور کبھی جب کسی کو کوئی ابتلا پیش آتا تو آپ اسے یہی مشورہ دیتے کہ چند آدمیوں کی دعوت کر کے ان سے دعا کراؤ اور اس طرح سے کئی غیر احمدیوں کو آپ نے احمدیت کے بالکل قریب کر دیا۔ اور بعض تو آپ کے روزانہ وعظ و پند و نصائح سے جماعت میں شامل بھی ہوگئے آپ کو حضرت امیر حضرت خواجہ اور حضرات ڈاکٹر صاحبان سے بڑی محبت اور اخلاص تھا اور یہ حضرات بھی آپ کی طرف خاص نظر عنایت رکھتے تھے۔ ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں کہ صوفی صاحب جب اپنی علالت کے شروع ایام میں اپنے وطن اوٹاں والا واقع ضلع گوجرانوالہ میں تھے تو حضرت امیر اور حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وہیں آپ کی بیمار پرسی کے لئے گئے لاہور میں بھی جب وہ آئے تو باوجودیکہ لاہور سے بہت دور مزنگ کے دوسرے سرے پر بھاٹیپور ہوس آپ مقیم تھے۔ مگر وہاں بھی ان سب حضرات کا بالخصوص اور دیگر اکثر احباب کا بالعموم تانتا بندھا رہتا تھا۔ بہت دنوں سے آپ کو بہت کچھ آرام ہو گیا تھا۔ اور چہرہ پر صحت کے آثار نمایاں تھے۔ جس سے امید پڑتی تھی کہ اب آپ کلی طور پر صحت یاب ہو جائینگے حتیٰ کہ زندگی کے آخری منٹوں میں بھی آپ بالکل تندرست اور صحیح و سالم معلوم ہوتے تھے اور کسی کو بھی آپ کی موت کا اس وقت وہم و گمان بھی نہ تھا کہ یکایک آپ پر حالت نزع طاری ہوئی اور آپ جناب شیخ مولا بخش صاحب مہتمم بھاٹیپور ہوس کی آغوش میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے جان بحق تسلیم ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے حرکت قلب کے بند ہو جانے کی وجہ سے آپ یکایک فوت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت کرے۔ اور اپنی

ضروری جوابات

چودھری حاکم علی صاحب کی خلاف بیانی

فاروق کے ایک تازہ نمبر میں چودھری حاکم علی صاحب نے اپنی اس تحریر کی تاویل کرنے کی ازحد کوشش کی ہے جو گذشتہ ۲ - مئی کو مسجد احمدیہ لاہور میں پڑھ کر سنائے گئے تھے - کہ جن کو تبلیغ نہیں ہوئی وہ مسلمان ہیں - چودھری صاحب نے دوران مضمون میں جابجا خلاف بیانی اور کتاب و افترا سے کام لینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جن کا ہم ایک ایک کرکے ہر نمبر میں ازالہ کرینگے - انشاءاللہ -

فی الحال اس خلاف بیانی کی تردید کرنا چاہتے ہیں جو انھوں نے حضرت امیرؓ کے سابقہ عقاید سے متعلق کی ہے - اور ریویو اردو جلد ۹ صفحہ ۱۱ کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ وہاں حضرت امیر لکھ چکے ہیں کہ یہ سلسلہ قریباً دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا ہوا ہے - اور ہر ایک آدمی اس سے واقف ہے ۔ کاش چودھری صاحب ذرا تحقیق سے کام لیتے اور اس کے بالمقابل اسی عبارت کو انگریزی ریویو سے بھی نکلوا کر اس کا ترجمہ کسی منصف مزاج انسان سے کرانے - تو وہ انھیں بتا دیتا کہ اصل انگریزی الفاظ کا ہرگز یہ مفہوم نہیں جو اردو میں بیان کر دیا گیا ہے - بلکہ ترجمہ کرنے والے نے اس کا یہ آزادانہ ترجمہ کر دیا اور اصل الفاظ کو ملحوظ نہیں رکھا - چنانچہ اصل انگریزی الفاظ جو حضرت امیر کے قلم سے نکلے ہوئے جنوری ۱۹۱۰ء کے ریویو آف ریلیجنز میں صفحہ ۲۱ پر چھپے ہیں یہ ہیں -

"The following of the man who was alone twenty five years ago is counted now by hundreds of thousands, and the propaganda has already taken its roots not only in the most distant corners of India, but also in distant countries.

. . . .

. . . .

. . . .

. . . ."

(ترجمہ) حضرت مسیح موعود جو کہ آج سے ۲۵ سال پیشتر بالکل تنہا تھے آج ان کے پیرووں کی تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے - اور یہ سلسلہ نہ صرف ہندوستان کے دور دور کے گوشوں میں ہی جڑ پکڑ چکا ہے بلکہ دور دراز ممالک میں بھی یہ قائم ہو گیا ہے -

اب اس عبارت کا چودھری صاحب کے پیش کردہ الفاظ سے مقابلہ کیجئے - اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امیر کا کبھی یہ خیال بھی تھا کہ گویا یہ سلسلہ دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلا ہوا ہے اور ہر ایک آدمی اس سے واقف ہے " اصل انگریزی - انگریزی الفاظ کے یہ صریح مخالف ہے اور اردو الفاظ سے بھی خلاف ہے پس اس خلاف واقعہ بات کو کون عقلمند اور دانا انسان قبول کر سکتا ہے - اور کیونکر حضرت امیر ایسی بات کہہ سکتے تھے - ایسی حالت میں چودھری صاحب کا محض اس بات کو دہرانا بتاتا ہے کہ صداقت اور تحقیق کا مادہ میاں صاحب کے مریدین میں کہاں تک مفقود ہے -

فاسق کے معنی

دسمبر ۱۹۱۵ء کے تشحیذ میں میاں صاحب کی ایک بحث ایک شیعہ کے ساتھ درج ہوئی تھی جس میں انھوں نے فاسق کے تین معنی بتائے تھے (۱) فاسق بمعنی کافر (۲) فاسق بمعنی بدکار (۳) فاسق بمعنی باغی اور اپنی بیعت نہ کرنیوالوں کو ان تیسرے معنوں کے لحاظ سے فاسق بتایا - اس پر حضرت امیر نے اپنے مضمون میں یہ لکھا کہ

"حدیث میں - تاریخ میں - عربی علم ادب میں کہیں فاسق کا لفظ بمعنی باغی استعمال نہیں ہوا - اور فسوق عن الحق اور خروج عن طاعۃ اللہ کو کسی غیر مامور خلیفہ کے انکار یا عدم بیعت کے ہم معنی قرار دینا جہالت ہے "

اس کا جواب ۱۵ فروری ۱۹۱۶ء کے الفضل میں یہ دیا گیا کہ حضرت میاں صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ فاسق کا لفظ بمعنی باغی استعمال ہوا ہے - ہاں جو فاسق اور باغی کہا جاتا ہے تو اس لئے کہ قرآن مجید میں خلفاء کے منکروں کو فاسق کہا گیا ہے - اور حدیث صحیح میں ہے "تقتلہ الفئۃ الباغیۃ" الفضل کی معنی آفرینی پر سوائے اس کے اور کیا کیا جا سکتا تھا - خاموشی اختیار کی جاتی - خود قرآن کا یہی ارشاد ہے - واذا خاطبھم الخ لیکن اب پھر دروغ گو را حافظہ نباشد کے مصداق بھولوں کے الفضل میں یہ لفظ لکھے گئے ہیں کہ

"فاسق کے معنی بدکار کے نہیں بلکہ اس سے تو خدا کے مقرر کردہ منتظم جماعت سے بغاوت مراد ہے"

گر سوال یہ ہے کہ فاسق کے یہ معنی کونسی لغت یا کس حدیث علم ادب کی کونسی کتاب یا کس معتبر تاریخ میں بیان کئے گئے ہیں - تقتلہ الفئۃ الباغیۃ کی حدیث میں باغی کو فاسق کہاں کہا گیا ہے - تمھارے ان معنوں کی رو سے تو بڑے بڑے اکابر صحابہ حتی کہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ پر بھی زد پڑتی ہے اور ان سب کو نعوذ باللہ فاسق کہنا پڑتا ہے - کیا یہ ایک بہت بڑا بول نہیں جو تم منہ سے نکالتے ہو - ذرا سوچو کہ صحابہ کو فاسق ٹھہرا کر تم کس قدر خطرناک ضلالت کو مول لے رہے ہو تیرہ سو برس سے آج تک کسی نے فاسق کے معنی باغی کے نہ کئے اور اس طرح سے صحابہ کرام پر فاسق کا لفظ بولنا جائز نہ رکھا - آج قادیان کے اس گدی نشین نے فاسق کے یہ نئے معنی گھڑ کر محض اپنی سنہری روپہلی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ان پاک انسانوں پر بھی ہاتھ صاف کیا - ہمیں تو فخر ہے کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ ملایا گیا ہے جو عشرہ مبشرہ اور اہلبیت نبوی میں سے ہیں جن کے ساتھ ہی ہم خلفائے راشدین کی اتباع کو بھی اپنا فرض اور فخر سمجھتے ہیں - لیکن افسوس ان پر جو شیعیوں کے قدم بقدم مار کر آنحضرت کے پاک صحابہ اور اہلبیت کو برا کہتے اور انھیں فاسق تک کہنے سے نہیں چوکتے فانا للہ و انا الیہ راجعون

خطبہ جمعہ

اس دفعہ وقت پر تیار نہ ہو سکنے کے باعث درج نہیں کیا گیا - کیونکہ ایک ضروری اور طویل خطبہ کو صاف کرنے میں معمول سے زیادہ وقت صرف ہو گیا ہے - انشاءاللہ آئندہ پرچہ سے خطبات کا سلسلہ پھر جاری ہو جائیگا احباب مطمئن رہیں اس دفعہ اس کسر کو پورا کرنے کے لئے حضرت امیر کا ایک نہایت لطیف مضمون جو انگریزی مسلم انڈیا سے ترجمہ ہو کر اشاعت اسلام میں طبع ہوا ہے - درج کیا جاتا ہے - ایسا ہی رمضان شریف میں درس قرآن کا پر مادہ مقالا مضمون اور بھی موجب فرحت و رشادانی ہو سکتا ہے - بشرطیکہ احباب اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں - ہمیں امید ہے کہ اس پاک انسان کے علمی و روحانی فیوض سے فائدہ اٹھانے میں احباب حتی الوسع کوئی کسر نہ اٹھا رکھینگے -

چند خصوصیات اسلامی

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ

اسلامی کہاوتیں

۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلم کی زندگی کے بعض اہم ترین اور ضروری اصول چھوٹے چھوٹے فقروں کے لباس میں ہر ایک مسلمان کے سامنے آٹھوں پہر رہتے ہیں۔ خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ عرب ہو یا ایرانی یا افغان یا ہندوستانی یا چینی یا ترک یا مصری۔ ایشیائی ہو یا یورپ افریقہ یا کسی اور ملک کا رہنے والا ہو۔ آج اسلام میں داخل ہوا ہو یا نسلاً بعد نسل مسلمان چلا آیا ہو۔ چونکہ یہ اصول چھوٹے چھوٹے جملوں کے رنگ میں ہیں۔ اس لئے ان کا نام اگر اسلامی کہاوتیں رکھا جائے۔ تو غیر موزوں نہیں ہے۔ ان جملوں میں نہ صرف بعض زریں اصول زندگی ہی پوشیدہ ہیں جو انسان کو ہر حال میں کام دینے والے ہیں۔ بلکہ یہ جملے یہ اسلامی کہاوتیں اس وجہ سے کہ ساری اسلامی دنیا میں شہرت رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان گھرانے میں یکساں علم ان کا ہے اور ہر مسلم کی زبان پر یکساں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت اسلامی محبت و اتحاد کی اس قدر ضامن ہیں۔ اس زنجیر اخوت کی مضبوط کڑیاں ہیں۔ جسکے اندر ساری دنیا کے مسلمان جکڑے ہوئے ہیں۔ اور جو مشرق کے ایک مسلمان کے دل کو مغرب کے مسلمان کے دل سے ملاتے ہیں۔ یہ جملے تمام ملکی اور زمین کی حد بندیوں سے بالاتر قوم اور ذات کی قیود سے آزاد۔ رنگ اور زبان کے اختلاف سے غیر متأثر ہیں اور وہ ایک مسلمان کی سچی وراثت ہیں۔ خواہ وہ ایک پر رونق شہر میں ہجوم کے اندر ہو یا کسی [illegible] جنگل میں ہو۔ درحقیقت انکا دائرہ اب بھی وسیع ہے۔ جیسے کہ خود دنیا کا۔

مسلم کی زندگی کے ان زریں ہدایت ناموں کو میں ان الفاظ سے شروع کرتا ہوں۔ جن سے قرآن کریم کی ابتداء ہے۔ اور جو وہ پہلا جملہ ہے جو ہر ایک ملک میں ہر ایک قوم میں ہر ایک گھرانے میں ہر ایک مسلم بچہ کو سب سے پہلے سکھایا جاتا ہے۔ اور جن الفاظ کو ہر ایک مسلمان ہر کام اور بالخصوص اہم کاموں کی ابتداء میں دہراتا ہے۔ دنیا میں شاید کوئی مسلمان ہوگا۔ جو ان الفاظ سے ناواقف ہو۔ اور وہ الفاظ کیا ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا اور بھی اختصار کرکے صرف بسم اللہ جس کے معنے ہیں۔ خدا کے نام سے۔ بسم اللہ ایک رنگ میں سارے قرآن کریم کا گویا خلاصہ ہے۔ کیونکہ سورہ فاتحہ کے سارے مطالب اجمالی رنگ میں بسم اللہ کے اندر موجود ہیں۔ اور اسطرح گویا بسم اللہ سورہ فاتحہ کا خلاصہ ہے۔ لیکن سورہ فاتحہ خود سارے قرآن کا خلاصہ ہے۔ اسی لئے اس کا نام ام القرآن بھی ہے۔ ان الفاظ کو کیوں ایک مسلمان کے ہر کام کی ابتداء میں رکھا گیا ہے۔ خود ان الفاظ کی ابتداء اس پر روشنی ڈالتی ہے۔

انسان کی گری ہوئی حالت۔ ہاں ساری نسل انسان کی قعر تنزل میں چلے جانے کی حالت کو مشاہدہ کرکے وہ انسان جو نسل انسانی کا سب سے بڑا ہمدرد ثابت ہوا ہے۔ محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا کی کنج تنہائی میں عزلت گزین ہوا۔ تاکہ ایک خلوص بھرے دل کے اندرونی رازوں کو اپنے مالک حقیقی کے سامنے کھولے۔ اور اس کی جناب میں گڑگڑائے۔ اور گریہ وزاری کرے۔ گو آپ نے صرف عرب اور شام کی حالت کا ہی مشاہدہ کیا تھا۔ مگر آپ کا پاک دل گویا کل قوموں کی بگڑی ہوئی حالت پر اطلاع پاچکا تھا۔ جیسا کہ بعد کے ان الفاظ سے جو آپ کے قلب مطہر پر نازل ہوئے۔ کہ ظہر الفساد فی البر والبحر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن ایک طرف اگر آپ ان تاریکیوں اور جہالتوں۔ ان بد اعتقادیوں اور ناپاک اور فسق کے کاموں پر تاسف کرتے تھے۔ تو دوسری طرف کوئی ایسی راہ بھی آپکو نظر نہ آتی تھی۔ کہ نسل انسانی کو اس گری ہوئی حالت سے باہر نکال سکیں۔ آپ کے ذرائع ایک اتنے بڑے کام کے لئے کچھ بھی نہ تھے۔ آپ کا والد تو آپ کی پیدائش سے بھی چند ماہ پیشتر فوت ہوچکا تھا۔ ابھی چھ سال کی عمر تھی۔ کہ والدہ ماجدہ کا بھی انتقال ہوگیا۔ دو سال بعد آپ کے دادا عبد المطلب بھی فوت ہوگئے۔ مال اور دولت آپ کے پاس نہ تھا کہ کسی اصلاح کی بنیاد مال کے بھروسہ پر ڈالتے۔ علم آپ نے کوئی حاصل نہیں کیا تھا۔ بلکہ آپ کو پڑھنا اور لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آپ امی یعنی ان پڑھ تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے۔ اسی طرح پر اس عظیم الشان اصلاح کیلئے جسکی تڑپ ایک سچے ہمدرد نوع انسانی کے دل میں پیدا ہوسکتی ہے۔ آپ کے پاس کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کے دل میں ایک تڑپ تھی۔ مگر اسکے پورا ہونے کا کوئی بھی سامان نہ تھا۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی جس سے آپ ان لوگوں کو ان جہالتوں اور غلطیوں سے باہر نکال سکیں۔ اسی تڑپ اور ایسی مشکلات کا نقشہ قرآن کریم نے سورہ والضحیٰ میں ایک ہی لفظ میں کھینچ دیا ہے۔ ووجدک ضالا فھدیٰ۔ آپ کو کوئی راہ نظر نہ آتی تھی کیونکہ کوئی سامان آپ کے پاس تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے راہ دکھا دی۔ یہاں ضال سے مراد صرف اسقدر ہے کہ آپ کو اپنی کوشش سے۔ ہاں محض انسانی کوشش سے کوئی راہ نہ ملسکتی تھی۔ اور آپ حیران تھے کہ کیا ہوگا۔ اور کس طرح دنیا سے تاریکی کا تسلط اٹھکر لوگ حق کو قبول کریں گے۔ کہ ناگہاں خدا کیطرف سے ایک روشنی نمودار ہوئی۔ اور وہی روشنی ان تاریکیوں کے اندر آپ کی ہادی راہ ہوئی۔ خدا کا فرشتہ ناموس اکبر جو ہمیشہ خدا کے پیغام اسکے برگزیدہ بندوں کو پہنچاتا رہا۔ تاکہ وہ انسانوں کو تاریکیوں سے باہر نکالے آپ پر ظاہر ہوا۔ اور سب سے پہلا پیغام یہی لایا۔ کہ پڑھو۔ کیا پڑھیں اور کسطرح پڑھیں۔ کیونکہ پڑھنا تو آپ جانتے نہیں تھے۔ اس لئے جواب میں آپ نے یہی فرمایا۔ ما انا بقاریٔ۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ فرشتہ نے پھر وہی لفظ دہرائے۔ اور وہی جواب آپ نے دیا۔ یہانتک تین مرتبہ اسی بات کا اعادہ ہوا۔ کیونکہ جو شخص پڑھنا نہیں جانتا تھا وہ کسطرح پڑھنے پر قادر ہو اس لئے ناموس اکبر نے چوتھی بار کہا۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق۔ اپنے رب کے نام سے پڑھو۔ جس نے پیدا کیا۔ ان الفاظ میں کیا بجلی کی طاقت تھی۔ ہاں بجلی کی طاقت بھی اسکے مقابل ہیچ ہے۔ کہ رب کے نام سے پڑھنے کا حکم پاتے ہی وہ سب تاریکی دور ہوگئی وہ سب حیرت اور طبیعت کی کشمکش جاتی رہی۔ ایک لمحہ کے لئے یہ خیال دل میں آیا۔ کہ کیا کل عالم کی اصلاح کا یہ عظیم الشان کام کو میں سرانجام دے سکتا ہوں۔ مگر باسم ربک نے ساری مشکلات کو حل کردیا۔ اور سارے بوجھوں کے پہاڑ کو اڑا دیا۔ ادھر حکم ملا ادھر آپ اصلاح خلق کے کام میں لگ گئے۔ وہ عظیم الشان کام جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی کوشش سے کرنا ایسا ناممکن تھا۔ کہ کبھی اسکے کرنے کا وہم بھی کسی کو نہ ہوسکتا تھا۔ وہ خدا کی مدد سے ایسا سہل ہوگیا۔ کہ اب کوئی مشکل آپ کی راہ میں باقی نہ رہی۔ ہاں اس خدا کے نام کی مدد سے ہی جو ناممکن تھا۔ ممکن ہوگیا۔

یہ ہے ان الفاظ کی ابتداء اور ان حالات میں ہاں اس بسم اللہ میں جسکے ساتھ قرآن کریم شروع ہوتا ہے۔ ایک مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ وہ عظیم الشان کام جو فی الحقیقت ناممکن نظر آتا تھا اسکو خدا کے نام نے۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت نے ایسا آسان کردیا۔ تو ایک مسلم کی زندگی میں وہ کونسی مشکل ہے جو ایسے خدا کے نام کی مدد سے دور نہیں ہوسکتی۔ ہاں اسکو یہ تعلیم دیگئی ہے

کہ جو کام اس کی اپنی کوشش سے نہیں ہو سکتا وہ بسم اللہ سے ہو سکتا ہے۔ اور اسی لئے اُسے تاکید ہے کہ وہ ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے وہ بات جو انسان کو منزل مقصود تک پہنچاتی ہے وہ جو اس کے بڑے بڑے جانمردی کے کام کرا سکتی ہے وہ کیا ہے۔ کامیابی کا یقین۔ یہ یقین کہ کوئی روک اُسکے رستہ میں ایسی نہیں جو دور نہ ہو سکے۔ اسی سے انسان کے اندر وہ عزم پیدا ہوتا ہے جسکے سامنے مشکلات کے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔ وتکون الجبال کالعھن المنفوش اسی یقین کو پیدا کرنے کیلئے اسے بسم اللہ سکھائی گئی ہے۔ اور اسے بتایا گیا ہے کہ وہ کسی کام کو ناممکن نہ سمجھے۔ بلکہ خواہ اسکی اپنی کوشش کسی کام کے مقابل میں کیسی ہی کمزور نظر آئے۔ اسکو اپنی کمزوری پر نہیں بلکہ اس ذات پاک کی طاقت پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ جس نے سب کچھ پیدا کیا۔ اسی طرح پر بسم اللہ گویا انسانی زندگی کی ساری مشکلات کی کنجی ہے۔ جس کے سامنے مشکلات کے تانے ٹوٹتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں انسان کا دل اپنی کمزوری کو محسوس کرتا ہے۔ مگر خدا کی مدد کا بھروسہ اسکی ساری کمزوریوں کو دور کرکے اس کے دل کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنا دیتا ہے۔ بہت باتیں ہیں۔ جو انسان کے نزدیک ناممکن ہیں۔ مگر خدا کے نزدیک کچھ ناممکن نہیں۔ پس بسم اللہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انسان کے قلب کی کیا حالت ساری مخلوق کے خالق کے سامنے ہونی چاہئے۔ اپنی عاجزی کا پورا اعتراف اور خدا کی مدد کا کامل بھروسہ۔ پہلا اعتراف انسان کے قلب کو اس قابل بنا دیتا ہے۔ کہ وہ دوسری جگہ سے امداد حاصل کرے۔ دوسرا یقین انسان کے لئے وہ سرچشمہ ہے جو اسکی ساری کمزوریوں کو دور کر دیگا۔ اور یوں توحید الہٰی کا عملی سبق ہر مسلمان کو بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ملتا ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جو ساری کتب مقدسہ کی اوراق گردانی کے بعد بھی انسان کو کہیں نہیں مل سکتی۔

ایک اور بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ صفات الٰہی کی جو تصویر بسم اللہ میں کھینچی گئی ہے وہ کیسی ہے۔ یہاں تین نام ذات باری کے آئے ہیں۔ اللہ رحمن۔ رحیم۔ اور چونکہ ایک مسلمان اپنے ہر کام کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھتا ہے۔ اس لئے یہ تین نام گویا وہ اسمائے الٰہی ہیں۔ جو شب و روز ایک مسلمان کے سامنے رہتے ہیں۔ اور انہی صفات الٰہی میں وہ شب و روز پناہ ڈھونڈتا ہے ان میں سے لفظ اللہ ذات باری کا نام ہونے کے علاوہ توحید الٰہی کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ یہ لفظ عربی زبان میں سوائے خدائے واحد کے اور کسی پر نہیں بولا گیا۔ پھر اسم اللہ جامع جمیع صفات حسنہ باری تعالےٰ ہے۔ دوسرا اسم ذات باری کا جو بسم اللہ میں پایا جاتا ہے۔ الرحمن ہے۔ جسکے معنے ہیں صفت رحم کو کمال کے ساتھ رکھنے والا۔ وہ جس کا رحم کا فر و مومن پر یکساں ہے۔ یعنی اسکی صفت رحمانیت کا یہ تقاضا ہے کہ انسان کے استحقاق پیدا کرنیسے پہلے وہ اپنا رحم اس پر کرتا ہے۔ اور اس لئے یہ رحم اس کا ساری مخلوق کے لئے عام ہے۔ تیسرا اسم رحیم ہے جس کے معنے ہیں وہ جس کی صفت رحم بار بار کام کرتی رہتی ہے۔ صفت رحیمیت کا تعلق انسان کے افعال کے ساتھ ہے۔ یعنی جو شخص اپنے آپ کو اس قابل بناتا ہے۔ کہ اللہ اُس پر رحم کرے۔ وہ صفت رحیمیت سے فائدہ اُٹھاتا ہے گویا صفت رحمانیت کا رحم ایک عام قانون کے رنگ میں ہے۔ اور صفت رحیمیت کا رحم ایک فعل کے نتیجہ کے رنگ میں۔ وہ رحمان ہے کہ اس نے انسان کے پیدا ہونے سے پہلے وہ سارے سامان پیدا کئے جن سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور وہ رحیم ہے کہ جو انسان اُس کے قوانین اور سامانوں کو اپنے کام میں لاتا ہے وہ اُن سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ پس یہ تینوں اسمائے یعنی اللہ۔ رحمان۔ رحیم۔ ذات باری تعالےٰ کے کمال۔ اس کی محبت اور اسکی رحمت پر دلالت کرتے ہیں اور جو شخص اپنی ذات پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور اس سے مدد طلب کرتا ہے۔ وہ یقیناً محروم نہیں کیا جاتا۔

بسم اللہ اس بات کا فیصلہ بھی کرتی ہے کہ ایک مسلمان اپنے خدا کو کیسا سمجھتا ہے کیونکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم درحقیقت قرآن کریم کی تعلیم کا خلاصہ در خلاصہ ہے۔ اس لئے جن صفات الٰہی کا یہاں اظہار ہے وہ خدائے اسلام کی صفات کا اصلی نقشہ دکھاتی ہیں اب بسم اللہ میں اسم اللہ کمال پر۔ اسم رحمان محبت غیر متناہی پر۔ اسم رحیم غلبہ رحم پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جسکی ذات میں کمال اور جس کی صفات میں محبت اور رحم کا غلبہ ہے۔ اور ان صفات الٰہی کو ہر وقت نظر کے سامنے رکھنے سے ایک مسلمان بھی انہی صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریگا۔ پس نہ صرف بسم اللہ اس بات کا فیصلہ کرتی ہے۔ کہ خدائے اسلام کی صفات غالب محبت اور رحم ہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی سکھاتی ہے۔ کہ اس انسان کو جو ہر حال ایک محبت اور رحم والے خدا کی مدد طلب کرتا ہے۔ خود بھی محبت اور رحم کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔

بعض معترضین نے کہا ہے۔ کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم عربوں کو طائف کے مشاہیر امیہ نے سکھائی تھی۔ یہ یقیناً غلط ہے۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کفار عرب بسم اللہ الرحمن الرحیم کے لکھنے سے انکار کرتے ہیں۔ اور اسکی بجائے اپنی پرانی طرز میں باسمک اللّٰھمّ لکھتے ہیں کیونکہ سہیل بن عمر نے معاہدہ حدیبیہ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے سے انکار کیا۔ اس میں شک نہیں کہ ہر ایک قوم کے اندر ابتداء کرنے کے لئے بطور تبرک کوئی جملہ استعمال کیا جاتا ہوگا مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ یہی بسم اللہ کسی قوم میں مروّج تھی۔ اسلام کا کمال اس میں ہے کہ پہلوں کی خوبیوں کا ہونا تسلیم کرکے اُن سے بڑھ کر خوبی کی بات پیش کرتا ہے۔ بسم اللہ کی جو صورت قرآن کریم نے سکھائی اور جن جن صفات الٰہی کا اسکے اندر بطور خلاصہ نقشہ کھینچا وہی اسلام کے اختیارات میں سے ہے:

فسخ بیعت

میں نے پہلے میاں صاحب کی بیعت کر لی تھی مگر اُن کے عقائد جب حضرت مسیح موعود کی تحریروں کے خلاف دیکھے گئے۔ یعنی حضرت صاحب تو نبوت جزئی ناقص۔ غیر حقیقی کا دعوےٰ کرتے ہیں اور میاں صاحب اُن کو کامل اور حقیقی نبی مانتے ہیں۔ اور حضرت صاحب تو کسی کلمہ گو اور اہل قبلہ کو جو حضرت صاحب کو کافر اور مفتری نہیں کہتا۔ کافر نہیں کہتے۔ مگر میاں صاحب تمام جہان کے مسلمانوں کو جنکو حضرت صاحب کے دعوے کی خبر بھی نہیں پہنچی۔ انکو بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کرتے ہیں۔ اور حضرت صاحب تو اِسْمُہٗ اَحْمَدُ کی پیشگوئی کو جو حضرت عیسےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی خاص سمجھتے ہیں۔ مگر میاں صاحب اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں سمجھتے۔ بلکہ حضرت مرزا صاحب کو اس آیت کا حقیقی مصداق سمجھتے ہیں۔ پس لئے میں آج اعلان کرتا ہوں کہ چونکہ میاں صاحب کا عقیدہ اور مذہب حضرت صاحب کے صریح خلاف ہے۔ اس لئے میں اُن کی بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو آج سے جناب حضرت مولوی صاحب مولوی محمد علی صاحب کے گروہ میں شامل کرتا ہوں:

خاکسار برکت علی محرر کمیٹی گوجرہ

بقلم خود۔

مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۶ء

نقل وصیت منشی نبی بخش صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نبی بخش ریڈر ولد نظام الدین قوم اعوان ساکن لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

(اوّل) میں عالی حضرت جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ السلام رئیس قادیان کا مرید ہوں میں نے آپ کے رسالہ الوصیۃ تحریر ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۵ء اور ضمیمہ الوصیۃ ۔ ۶ جنوری ۱۹۰۶ء تمام وکمال پڑھ لیا ہے۔ اور میں ان تمام ہدایات کا جو اُس میں درج ہیں۔ اپنے آپ کو پابند قرار دیتا ہوں اور میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری نعش کو مقبرہ بہشتی واقعہ قادیان میں دفن کرنے کے لئے قادیان پہنچایا جاوے۔ بشرطیکہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایسا کرنے کی نسبت یا میرے ورثاء کو اجازت حاصل ہو جاوے اور نعش کے قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر میں فوت ہونے سے پہلے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس جمع نہ کرا دوں۔ تو میری جائیداد متروکہ میں سے وضع کئے جاویں۔ لیکن ایسے اخراجات کا اثر اس جائداد پر نہ پڑیگا۔ جو اس وصیت کی رو سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حق میں ملنے والی ہے۔

(دوم) رسالہ الوصیت مذکورہ بالا کے ماتحت جو انجمن موسوم بہ صدر انجمن احمدیہ قادیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم کی تھی وہ حضرت حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح کی وفات پر اپنی اصل شکل وصورت میں قائم نہیں رہی اس کے نظام کو میاں محمود احمد صاحب کی منشاء سے بدل دیا گیا۔ اور جس غرض وغایت کیلئے وہ انجمن بنی تھی وہ اب مفقود ہو گیا۔ میں موجودہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اصل اغراض مقبرہ بہشتی کے لئے کالعدم سمجھتا ہوں۔ اور اس انجمن کا صحیح قائمقام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کو تسلیم کرتا ہوں۔ اس لئے میں یہ وصیت اس انجمن کے حق میں کرتا ہوں۔ اور اس سے پہلے جو وصیت میں نے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھی۔ وہ اس تحریر کی رو سے منسوخ اور مسترد کرتا ہوں۔

(سوم) رسالہ الوصیۃ کے بعد جس قدر ہدایات یا احکام انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے متعلق مقبرہ بہشتی جاری ہونگے۔ اُن ہدایات اور احکام کو جہاں تک اس وصیت سے تعلق ہے۔ میں اور میرے ورثاء پابند ہونگے۔

چہارم۔ میری یہ وصیت ہر حال میں قائم رہے گی۔ خواہ میری نعش مقبرہ بہشتی میں دفن ہو سکے یا نہ ہو سکے۔

پنجم۔ میں یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے پر میری جس قدر جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ ہو۔ اس کے $\frac{1}{15}$ کی مالک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ہو گی۔

ششم۔ انجمن مذکور میری وصیت کردہ جائیداد کو یا اس کی قیمت کو یکمشت خرچ نہ کر سکے گی۔ جبکہ میری وصیت کردہ جائداد یا اُس کی قیمت کو بطور راس المال رکھکر اس کا منافع خرچ کیا جاوے گا۔

ہفتم۔ میری متروکہ جائداد کی آمد صرف اشاعت اسلام پر خرچ ہو گی۔ البتہ یہ انجمن کا اختیار ہوگا۔ کہ وہ اغراض اشاعت اسلام کیلئے کس طرح خرچ کرے۔

ہشتم۔ میری وصیت کردہ جائداد کی بجائے اگر میرے دوسرے ورثاء انجمن مذکور کو قیمت دینا چاہیں۔ تو انجمن کا حق نہ ہو گا۔ کہ وہ متروکہ وصیت کردہ جائداد پر قبضہ کرے۔ ایسا ہی ادائگی قیمت جائداد وصیت کردہ میں انجمن کو چاہئے کہ میرے ورثاء کو سہولت دے اور بااقساط وصول کرے۔ اقساط کا مقرر کرنا یا اُس کی عدم ادائگی میں کوئی شرط لگانا انجمن کا کام ہوگا۔

نہم۔ اگر میں اپنی زندگی میں انجمن کو جائداد وصیت کردہ کی قیمت میں سے کوئی روپیہ دے دوں۔ یا کوئی جائداد حوالہ کر دوں تو اس قدر حصہ اس وصیت کردہ جائداد سے منہا ہوگا۔

دہم۔ میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔ لیکن اس جائداد کے علاوہ جو جائداد میں بعد میں پیدا کروں یا میری وفات پر جو اور جائداد میری ثابت ہو۔ اُس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔

۱۔ ایک مکان پختہ لاہور کوچہ دوگراں متصل تکیہ مسجد۔ سہ منزلہ۔

۲۔ ایک مکان پختہ ڈہائی منزلہ مع کمرہ سیڑھی صحن واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

۳۔ ایک مکان پختہ ڈہائی منزلہ خورد واقعہ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

۴۔ مکان خام معہ صحن ایک دالان دو کوٹھری واقعہ آوان ڈہائی والہ پرگنہ لاہور۔

۵۔ ایک مکان دالان خام معہ دو کوٹھری وصحن واقعہ آوان یار لاہور۔

۶۔ زمین زرعی واقعہ آوان ڈہائی والہ مع چاہات قریباً ڈہائی سو بگہ

۷۔ زمین زرعی واقعہ آوان یار پرگنہ لاہور تخمیناً سو بگہ معہ چاہ اوان نبی بخش والا۔

۸۔ زمین زرعی واقعہ بہیتر یار پرگنہ لاہور سات بگہ۔

۹۔ زمین زرعی واقعہ سرل یار قریباً ... بگہ

۱۰۔ باغ رنگترہ۔ مالٹا۔ لیموں۔ پانچ بگہ واقعہ اوان یار ہے۔

یہ سب اللہ تعالےٰ کا مال ہے اور اسی نے دیا ہے۔ اور وہی اسکا حافظ وناصر ہے $\frac{6}{16}$ ۱۹ء

العبد

بندہ نبی بخش ولد نظام الدین قوم اعوان ساکن احمدیہ بلڈنگس لاہور۔ دستخط انگریزی۔

گواہ شد

دلاور علی خان۔ دستخط انگریزی۔

(نوٹ) ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن کیمبل (؟) اگز یمنر لاہور میرے مرنے کے بعد میری جملہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے گارڈین ہونگے۔ ۳۰۔ جون ۱۹۱۶ء دستخط انگریزی نبی بخش۔ دستخط اردو وانگریزی سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن بقلم خود۔ $\frac{6}{16}$ ۵

آنحضرت کو خاتم نبوت ماننا جزو صفت ایمان ہے

(از میر سید حسن گھنڈوی از مقام دانہ برادر بزرگوار مولوی سرور شاہ صاحب)

جناب اڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح۔ بعد السلام علیکم کے واضح ہو کہ چند سطور بغرض اندراج اخبار ارسال ہیں۔ میں علاقہ مظفرآباد سے موضع دانہ میں آیا تو آج میری نظر سے اخبار الفضل مورخہ ۲۷ مئی کا گذرا صفحہ ۱۱ پر ایک نوٹ دیکھا۔ جس کا عنوان تھا "پیغامیوں کا نیا کلمہ" مضمون کو پڑھکر مجھکو آپ لوگوں پر بہت حسن ظن پیدا ہوا۔ اس سے پہلے مجھکو سلسلہ احمدیہ کے باہم اختلاف کے اصل سے واقفیت نہ تھی اور میں فریقین کو تقریباً ایک ہی جیسا جانتا تھا۔ مگر مرتے وقت بھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کی تلقین کراتے ہیں اور مرنے والا شہادت کلمہ کیطرح اقرار کرتا ہے تو ایک یہ ثبوت ہے۔ اس گروہ کی نیک نیتی کا اور سچے ایمان کا۔ .... میرے نزدیک کیا ہر ایک اہل عقل کے نزدیک فرقہ احمدیہ کی دونوں پارٹیوں کیلئے جبکہ اُن میں مسئلہ نبوت میں بھاری اختلاف اور رد وکد کی بحث شروع ہے۔ ماننا لازمی ہے کہ یہ لوگ موت کیوقت اپنے ایمان کے ثبوت میں کلمہ توحید کیطرح اقرار کریں کہ ہم نبی کریم کو خاتم اور اُنکے بعد اور کسی کو حقیقی معنوں میں نبی نہیں مانتے کیونکہ آنحضرت کو خاتم نبوت ماننا یہ بھی جزو صفت ایمان ہے جیساکہ کلمہ شریف میں موت کیوقت توحید اللہ نبی کریمؐ کی نبوۃ کا اقرار کرکے اپنے ایمان کا ثبوت دیتا ہے۔ ایسا ہی فی زمانہ احمدیہ فرقہ کو بصورت اختلاف مسئلہ مختلف فیہ میں اپنے اعتقاد کا اظہار کرنا لازمی ہے۔ افسوس کہ علمائے قادیان

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری وپبلشر وپرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ۔/۳ ؎

ششماہی ۔/۲ ؎

سہ ماہی ۔/۱ ؎

ماہواری طلباء سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور | سہ شنبہ ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۱۳ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۱

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت مولنا مولوی صدر الدین صاحب کا تازہ خط

دو سعید روحیں

مخدومی مکرمی و معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک انگریز مسمی فرنیک وارڈ نے ہم سے خط و کتابت کی جس سے یہ پتہ چلا کہ وہ مدت سے مسلمان ہیں لیکن اُنھیں یہ معلوم نہ تھا کہ انگلستان میں مسلمانوں کوئی جمعیت موجود ہے۔ یہ معلوم کرکے اُنھیں نہایت درجہ خوشی ہوئی کہ ووکنگ میں اسلامی اخوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور اس کے حلقہ میں بہت سے انگریزی نژاد اشخاص آ گئے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ انگلستان میں پرانے اور نئے مسلمانوں کی فراہمی کا سامان اُس نے کر دیا اس ذہین قوم سے توقع ہے کہ اسلام کی خوبیوں کے سمجھ لینے اور اُس کی معقولیت پر اطلاع پانے پر اس فطری مذہب کو اختیار کریں۔ آثار نہایت ہی اُمید افزا ہیں اس کے علاوہ عربی افریقہ سے ایک شخص نے اعلان کی فارم پُر کرکے بھیجی اور یقین دلاتے ہیں کہ وہ اس بابرکت مذہب کی اشاعت وہاں کرینگے۔ اور اُنھیں اُمید ہے کہ لوگ اس کو قبول کرینگے۔ اللہ ان کی ہمت میں برکت دے۔ آمین والسلام

دستخط خاکسار صدر الدین بمقام بلال نور احمد

۱۷ مئی ۱۹۱۶ء

اخبار احمدیہ

روئداد کارروائی جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ڈیرہ غازیخان منعقدہ جمعۃ المبارک مطابق ۲۶ مئی ۱۶ء | ڈیرہ غازیخان سے حسب ذیل روئداد موصول ہوئی ہے

آج بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۱۶ء بوقت ۷ بجے شام قبل نماز مغرب جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت الاسلام منعقد ہوکر حسب ذیل کارروائی ہوئی:-

اول - انتخاب عہدہ داران بہ تفصیل ذیل عمل میں آیا۔ باتفاق رائے جملہ ممبران حاضرین جو سال رواں کے واسطے ہے۔ جس کی میعاد مرکزی انجمن کے ہر سال کے ساتھ ختم ہوگی۔

۱- پریزیڈنٹ۔ خانصاحب غلام رسول خانصاحب کلرک آف کورٹ۔

۲- سکریٹری و امین- مولوی عزیز بخش صاحب ایس۔ ڈی۔ او ❊

۳- جائنٹ سکریٹری- جان محمد خان صاحب امیدوار

۴- محاسب منشی عطا محمد خان صاحب نائب رجسٹرار

۵- ناظر- منشی ولی محمد صاحب محرر پولیٹیکل تحصیلدار ❊

۶- نقیب منشی حید بخش صاحب محرر انجمن۔

ان عہدہ داران کے وظائف حسب ذیل ہوں گے:-

۱- پریزیڈنٹ- جلسہ کا میر مجلس ہوگا۔ ممبران کو جلسہ میں حاضر کرنے کا اہتمام کریگا۔ کارروائی جلسہ کیوقت ضبط قائم رکھیگا۔ اور کارروائی جلسہ کی تصدیق کریگا ❊

۲- سکریٹری کارروائی جلسہ قلمبند کریگا۔ مرکزی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے ساتھ خط وکتابت کریگا۔ اور مقاصد انجمن کے متعلق بیرونجات میں بھی تحریک کریگا ❊

۳- جائنٹ سکریٹری- سکریٹری کے کام میں اُس کا معاون ہوگا ❊

۴- امین: چندہ کا روپیہ اپنے پاس جمع رکھیگا۔ اور آمد و خرچ کا حساب رکھیگا ❊

۵- محاسب- وصولی چندہ کا اہتمام کریگا جو چندہ وصول کریگا۔ اسکی بابت چندہ دہندہ کو جدا رسید دیگا۔ اور رجسٹر آمدنی و رجسٹر کھاتہ میں اسکا اندراج کریگا۔ جو آمدنی روزانہ ہوگی وہ ہر روز امین کے پاس جمع کرکے رسید حاصل کریگا ہر ماہ کی دس تاریخ تک حصہ چندہ مرکزی انجمن کیواسطے جمع ہوگا۔ منی آرڈر کراکے روانہ کریگا۔ بقایا چندہ واجب الوصول جو ممبران کے ذمہ ہوگا اس کی فہرست تیار کراکے سکریٹری کے حوالہ کریگا

جو اگر مناسب سمجھیگا۔ تو جلسہ میں پیش کریگا ؂

۷۔ ناظر۔ ہر ماہ کی ۱۵ تاریخ کو محاسب کی رسید بک رجسٹر آمدنی رجسٹر کھاتہ ورجسٹر آمد و خرچ اور امین کے رجسٹر آمد و خرچ کی پڑتال کرکے نتیجہ کی رپورٹ سکریٹری کو دیگا ؂

۸۔ نقیب انجمن۔ انعقاد جلسہ کی اطلاع ممبران کو دیا کریگا۔ اور دیگر ہر قسم کے نوٹس و اشتہارات وغیرہ کی تقسیم کیا کریگا جو پریذیڈنٹ یا سکریٹری اس کے حوالہ کرے گا ؂

دوئم۔ چندہ ماہواری برائے اشاعت الاسلام بموجب تفصیل ذیل ممبران موجودہ نے دینا منظور کیا۔

نمبر	نام	پائی	آنہ	روپیہ
۱	مولوی عزیز بخش صاحب ایس ڈی۔او	.	.	۱۵
۲	خانصاحب غلام رسول خان صاحب کلرک آف کورٹ	.	.	۲
۳	منشی نور محمد صاحب داروغہ انہار	.	.	۱
۴	منشی ولی محمد صاحب محرر پولیٹکل تحصیل	.	۸	.
۵	منشی حیدر بخش صاحب محرر انکم ٹیکس	.	۸	.
۶	منشی عطا محمد خان صاحب ڈپٹی ریکارڈ کیپر	.	۸	-
۷	جان محمد خان صاحب امیدوار	.	۸	.
۸	منشی غلام حسین صاحب محرر محافظ خانہ	.	۸	.
۹	منشی عبدالرزاق صاحب پولیٹکل کلرک	.	۸	.
۱۰	منشی ریاض الدین احمد صاحب محرر تحصیل تونسہ	.	۸	.
۱۱	منشی رحمت اللہ صاحب امیدوار	.	۲	.
۱۲	آغا محمد ناصر صاحب بی اے محافظ دفتر سشن کورٹ	.	.	۱
۱۳	شیخ غلام محمد صاحب نقلنویس	.	۸	.
۱۴	رحیم بخش صاحب طالب علم فورتھ ہائی	.	۴	.
۱۵	منشی غلام رسول صاحب امیدوار	.	۸	.

سوئم۔ قرار پایا کہ آئندہ ہفتہ میں ایک دن یعنے بروز جمعۃ المبارک شام کے وقت جلسہ ہوا کرے۔ جس میں مذہبی تعلیم کے متعلق تقریریں ہوا کریں ؂

بعد دعا جلسہ برخاست ہوا۔

دستخط عزیز بخش سکریٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام ڈیرہ غازیخان۔

دستخط خانصاحب غلام رسول خان صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام۔ ڈیرہ غازی خان

نقل ہذا بخدمت صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور مرسل ہو۔
۹ ملر مئی ۱۹۱۶ء
عزیز بخش سیکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ڈیرہ غازی خان

نو مبایعین:۔ شیخ محمد حبیب اللہ صاحب حیدر آباد دکن۔ سیف الرحمان صاحب علاقہ غیر بذریعہ غلام رسول صاحب۔ موضع راجر میاں رحمت اللہ صاحب گجرات۔ حضرت امیر کے ہاتھ پر سید محمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

تازہ خبریں

قلعہ واڈ کو تسخیر کرنیکا ادعا۔ پیرس ۷ر جون آج سہ پہر کی سرکاری مراسلت بیان کرتی ہے کہ کل شام قلعہ واڈ پر جرمنوں کے ایک زبردست حملہ کو کلدار توپوں سے سخت نقصانات کے ساتھ مسترد کیا۔ ہارٹے ڈاؤن دیلر کے پیچھے خط پر نہایت شدید آتشباری

پیرس ۸ر جون کل شب کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ دریائے میوز کے بائیں جانب توپخانہ نے پہاڑی نمبر ۳۰۴ کے خلاف بڑی سرگرمی دکھائی دوماں وا ملوپ کے درمیان ہمارے پہلے اور دوسرے خطوط پر سخت گولہ باری ہوتی رہی۔ آج جرمنوں نے اعلان کیا ہے۔ کہ ہم نے منگل کی شام کو قلعہ واڈ کو فتح کرلیا۔ آج صبح کے چار بجے تک قلعہ ہمارے قبضہ میں تھا۔ لیکن اسکے بعد سے آتشباری کی شدت کے باعث سلسلہ رسل و رسائل قائم رہنا ناممکن ہوگیا ؂

غنیم نے ہماری خندقیں لے لیں۔ لنڈن ۸ر جون جنرل ہیگ کی ایک کمیونیک مظہر ہے کہ کل شب اور آج یپرس کے مشرق میں دونوں طرف سے گولہ باری ہوئی۔ غنیم نے موضع ہوگ میں کل ہماری صف اول کی خندقیں چھین لیں خطوط مدافعت کے دوسرے حصوں پر اسکے حملے ناکام رہے ہوگ کے مغرب میں ایک اور حملہ آج صبح روک لیا گیا شب کے وقت آسٹریلوی جرمن خندقوں میں گھس گئے۔ اور ان کو سخت نقصان پہنچا کر قید کرلیا انہوں نے گنجی کے مشرق میں ایک کامیاب تاخت کی ؂

آسٹریلوں کے سخت حملے۔ روم ۷ر جون۔ آج کی سرکاری مراسلت کا خاص پہلو یہ ہے کہ غنیم نے بالائی وادی اسا۔ مانٹ سپن، وادی پوزینا، وادی کمپو، اور ایساگو کے شمال مشرق میں نہایت سخت حملے کئے لیکن ہم نے سب مسترد کر دئے اور غنیم کو نقصان پہنچایا۔ لمبو میں ہم نے غنیم پر جوابی حملہ کیا۔ اور غنیم کو سنگینوں سے مار مار کر وادی کے دوسرے سرے پہنچا دیا ؂

یونان اور اتحادی۔ لاہور ۷ر جون (سول ملٹری گزٹ کا تار)۔ اخبار غوبر کا نامہ نگار بخارسٹ رقمطراز ہے کہ بلغاریہ کے پاس تھوڑا عرصہ ہوا جرمنی سے بہت کچھ سامان جنگ آیا ہے اور اب اس کا ارادہ ہے کہ رومانیہ کی طرف سے اُسے یقین ہو جائے کہ وہ کہیں مداخلت نہیں کرے گا۔ تو پھر وہ مقدونیہ میں پورے زور شور سے جارحانہ کارروائی کریگا۔ بلغاریہ نے سرحد سے فوج جنوب کی سمت بھیجی ہے ؂

منتخبہ ترین ... مستقبل ... نے چیمبرین

تقریر کرتے ہوئے اس بات سے انکار کیا کہ جرمنی کی یونان کے خلاف چڑھائی کرنے کے متعلق پہلے سے من سمجھوتہ ہو گیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ سرحد کو زبردستی عبور کیا گیا۔ لیکن یہ فعل محض فوجی تھا۔ اور اس سے مملکت یونان کی شیرازہ بندی کو کوئی خطرہ نہیں ہے ؂

تین دن کی لڑائی میں چالیس ہزار قیدی۔ پیٹرو گراڈ۔ ۸ر جون۔ روسیوں کے ہاتھ چالیس ہزار غنیم کے سپاہی اسیر کئے جا چکے ہیں۔ جن میں ۹۰۰ افسر ۲۷ توپیں اور ۱۳۰ کلدار توپیں ہیں۔

پیٹرو گراڈ ۸ر جون۔ ایک سرکاری مراسلت میں مرقوم ہے کہ اب غنیم کو عملی طور پر ثابت ہوگیا کہ ہمارے سامان جنگ میں بہت اضافہ ہوگیا ہے اس لڑائی سے ہمارے اعتماد کو تقویت پہنچ گئی ہے اور اس میں اور اضافہ ہونے سے ہم غنیم کے مستحکم ترین مورچوں کو تباہ کر دینگے۔ صرف تین روز کی لڑائی میں جرمنوں کے خلاف عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہوئیں روسیوں کی بہادری اور دہشت نے غنیم سے اسکے مضبوط ترین استحکامات خالی کرالئے روسیوں نے دشمن کے توپخانے بالکل صحیح و سلامت گرفتار کر لئے ؂

آسٹروی پسپائی کو تسلیم کرتے ہیں۔ ایمسٹرڈم۔ ۸ر جون۔ ایک آسٹروی سرکاری مراسلت تسلیم کرتی ہے کہ غنیم کی بہت زیادہ افواج آجانے کے باعث لنٹزک کے علاقہ سے ہمیں پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس میں مرقوم ہے کہ روسیوں نے ایک دن میں سات حملے کئے۔

توپ کی مار ۲۰ میل پر۔ لنڈن ۷ر جون جٹلینڈ کے سامنے بحری معرکہ کی تفصیلات برابر شایع کی جا رہی ہیں۔ ان میں یہ بیان بھی داخل ہے کہ ایک جدید انگریزی جنگی جہاز نے ۲۰ میل کی زد پر نشانہ لگایا اور اپنی ۱۵۔انچی توپوں سے دو گھنٹے میں ۲۸ شلکیں چھوڑیں جن میں مجموعی ساٹھ سات سو ٹن گولے پھینکے گئے۔ جنگی جہاز میں ایک تارپیڈو آکر لگا جس سے اسکو سخت دھکا پہنچا۔ لیکن نقصان سخت نہیں تھا۔

جرمن بیڑہ ایک عرصہ کیلئے اپاہج۔ لنڈن ۸ر جون اخبارات ایک بیان کو جو کل مسٹر بالفور نے دیا ہے نمایاں جگہ دے رہے ہیں کہ جرمن (بحری طاقت میں) اب اس سے کہیں کمتر ہیں جیسے کہ بحری معرکہ سے پہلے تھے۔ اور انہیں یقین ہے کہ بحیرہ شمالی اور بحیرہ بالٹک میں وہ بہت سے مہینوں تک بیڑے کی کسی قسم کی منتظم کوشش نہ کرسکیں گے جو پہلے شائد ان کے امکان میں تھی ؂

جرمن تارپیڈو کشتی سرنگ سے غرق۔ ایمسٹرڈم۔ ۷ر جون۔ اس کی اطلاع دی گئی ہے کہ ایک جرمن تارپیڈو کشتی میں ۳۱ مئی کو زیبرگ کے سامنے سرنگ دستی تارپیڈو لگی اور وہ غرق ہوگئی ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۳- جون ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۱

مولوی امام الدین صاحب منصف پنشنر کی کھلی چٹھیوں جواب

گذشتہ سے پیوستہ

آیت استخلاف کے انوکھے معنی

۱۸- اپریل ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں مولوی امام الدین صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود کے ان معنوں کی تردید کرنے کی کوشش کی ہے جو آپ نے آیت استخلاف کے کئے ہیں اور اس کی بنا پر اپنے دعوے کو ثابت کیا ہے۔ اعتراض کرنے کو تو آپنوں نے کر دیا - لیکن افسوس ہے کہ اس میں بھی پہلے اعتراضات کی طرح اپنی ناواقفیت اور علمی فقدان کا ہی ثبوت دیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

"ممکن ہی نہیں ہے کہ سوائے بعض صحابہ حضرت محمد رسول اللہ کے کوئی بھی مستحق وعدہ استخلاف مندرجہ آیت مرقومہ بالا کا ہو سکے کیونکہ اس آیت میں لفظ منکم میں کلمہ (کم) کا جو ہے ضمیر خطاب کی ہے اور علم نحو کی کتاب جامع الغموض ومنبع الفیوض کے تیسرے حصہ کے ساتویں صفحہ کی تیرہویں سطر میں یوں (مضمر اسمیست کہ موضوع بود برائے متکلم یا مخاطب یا غائب) لکھا ہوا ہے - جس سے ظاہر ہے کہ کلمہ کم جو ضمیر مخاطب کا ہے موضوع ہے ان مخاطبوں پر دلالت کرنے کے واسطے جو بروقت بیان اس آیت کے مخاطب تھے"

واہ سبحان اللہ دلیل بھی آپ نے وہ دی جو تیرہ سو برس میں آجتک سننے میں نہیں آئی نہ ہی کسی اہل علم اور معمولی عقل ودانش کے انسان نے کبھی ایسی بات کہی ہے کہ کم کی ضمیر تو بیشک خطاب کی ہے اور وضع بھی مخاطب کے لئے ہوئی ہے - اس کے لئے آپ اگر کسی کتاب کا حوالہ نہ بھی دیتے تو اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا مگر یہ کہنا کہ اس کے مخاطب صرف آنحضرت صلعم کے بعض صحابہ ہی ہیں اور تمام امت محمدیہ جو قیامت تک چلنے والی ہے مخاطب نہیں یہ آپ ہی کا حصہ تھا - مولوی صاحب کچھ تو انصاف کریں کیا آپ کے معنی دنیا میں پیش کرنے کے قابل ہیں - کیا اب قرآن میں سے اس آیت کو نکال دینا چاہیئے - مجھے یقین ہے کہ اگر آپ قرآن کو منجانب اللہ مانتے ہیں اور اس کے ایک ایک لفظ کو قیامت تک کے لئے کام آنیوالا یقین کرتے ہیں تو ایسا آپ نہیں کہہ سکتے - تو پس اگر قرآن کا ایک ایک لفظ قیامت تک کے لئے ہے اور ہر زمانہ میں وہ کسی نہ کسی رنگ میں کام آ رہا ہے تو اس آیت کے مصداق بھی یقیناً گذشتہ تیرہ سو سال میں پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہینگے - اور انہی میں سے ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود بھی تھے - اور یقیناً یہ وعدہ قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہے - اور صحابہ کے ساتھ برگزیدگان امت محمدیہ بھی اس کے مصداق ہوتے ہیں - اور ہوتے رہینگے - پھر میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ وعدہ صرف صحابہ ہی کے لئے تھا تو کما استخلف الذین من قبلکم کیوں کہا کیا پہلی امتوں بالخصوص بنی اسرائیل میں بھی صرف تین چار آدمیوں تک ہی استخلاف کا سلسلہ جاری رہا - نہیں بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کے بعد استخلاف کا سلسلہ ہزارہا سال تک .... جاری رہا تو امت محمدیہ میں خلفاء جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق تھے تین چار سے زیادہ کیوں نہ ہوتے - کیا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ گویا ساری امت میں آمنوا (وعملوا الصالحات) کے مصداق صرف وہ تین چار اشخاص ہی تھے اور باقی ساری امت کوری کی کوری رہی نعوذ باللہ من ذالک بے شک اس آیت میں منکم کا لفظ ہے - بیشک کم کی ضمیر ہمیشہ مخاطب کے لئے آتی ہے - لیکن یہ غلط ہے - کہ اس خطاب میں صرف وہی لوگ شامل ہیں جو اس آیت کے نزول آنحضرت صلعم کے صحابہ میں سے موجود تھے - ہاں بحیثیت قوم وہ بھی مخاطب تھے - لیکن قوم میں ساری امت محمدیہ داخل ہے - نہ کہ صرف وہی لوگ اور امت محمدیہ کا سلسلہ قیامت تک چلتا ہے - تو پس چونکہ یہاں اس آیت میں ساری مسلمان قوم کو مخاطب کیا گیا ہے - اس لئے یہ وعدہ بھی ساری قوم ہی کے لئے ہے - اور قیامت تک چلنا ہے - اس قسم کی کئی ایک مثالیں خود قرآن کریم میں اور دیگر مختلف کتابوں میں بھی پائی جاتی ہیں - جن میں مخاطب کی ضمیر لاکر صرف اس وقت کے چند لوگوں کو ہی خطاب نہیں کیا گیا بلکہ اگلے پچھلے تمام انسان ہی مخاطب ہیں - مثلاً فرمایا کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون - تم مردہ تھے پھر تم کو زندہ کیا - پھر تم کو ماریگا - پھر تم کو زندہ کریگا پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤگے - اب کیا یوں سمجھ لیں کہ یہ زندہ کرنے کے اور مارنے اور پھر زندہ کرنے کا وعدہ اس وقت کے ان مخاطبین کے لئے ہی تھا - جو اس آیت کے نزول کے وقت موجود تھے - اور باقی ان کے بعد جتنے لوگ ہوئے یا آئندہ ہونگے - ان پر نہ موت وارد ہوئی نہ ہوگی اور نہ وہ دوبارہ زندہ ہونگے اور نہ آئندہ خدا تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائینگے - کیونکہ کم کی ضمیر کے ساتھ جو خطاب کیا - جو مخاطب کے لئے آتی ہے مگر ظاہر ہے - کہ کوئی عقلمند اس بات کو مان نہیں سکتا - نہ صرف یہی بلکہ بیسیوں آیتیں قرآن میں ایسی ہیں - جہاں کم کی ضمیر سے ہی خطاب کیا گیا ہے - اور مخاطب اس میں تمام لوگ یا کل امت محمدیہ ہے - اور اگر ان کے وہی معنے کئے جائیں جو مولوی صاحب نے تجویز کئے ہیں تو پھر غالب قرآن کا کوئی بھی حصہ موجودہ مسلمانوں کے لئے باقی نہیں رہ جاتا - اور نہ صرف قرآن کریم سے ہی بلکہ ہر ایک کلام سے امن اٹھ جاتا ہے - کیونکہ دوسری کتب مقدسہ میں بھی اور عام گفتگوؤں تقاریر اور کتابوں میں یہ طرز کلام عام طور پر رائج ہے - مولوی صاحب نے صرف نحو کی ایک کتاب سے دلیل پیش کی تھی - جو بالکل صحیح اور درست ہے - لیکن اسکی جو تشریح مولوی صاحب نے کی ہے - وہ غلط ہے - انہیں چاہیئے تھا کہ اپنی اس کی ہوئی تشریح کی سند بھی صرف و نحو کی کسی کتاب سے لاتے - اور ایک ایسی مجمل عبارت کو جو اس تشریح کی جو انہوں نے کی ہے متحمل نہیں پیش کر کے اور جامع الغموض ومنبع الفیوض کا نام لیکر دھوکا نہ دیتے - بات صاف ہے - کم کی ضمیر بیشک خطاب کی لئے ہے - لیکن یہ کہنا غلط ہے کہ "کلمہ کم جو ضمیر مخاطب کا ہے موضوع ہے ان مخاطبوں پر دلالت کرنے کے لئے جو بروقت بیان اس آیت کے مخاطب تھے" - قرآن کریم کے عام مخاطب تو کل روئے زمین کے انسان ہیں جو آنحضرت کے وقت تھے - یا آپ کے بعد ہوئے - یا آئندہ ہونگے - اور پھر بعض خاص وعدے ان لوگوں کے ساتھ بھی ہیں جو سچے ایمان لائے اور اعمال صالح کرتے ہیں انہیں بھی مخاطب کسی ایک زمانہ کے مسلمان نہیں - بلکہ آنحضرت کے وقت سے لیکر قیامت تک کے مسلمان مخاطب

الاخبار والآراء

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مطالبہ کا جواب

۹-اپریل ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے امرتسر کے بعض مولویوں کی مقدمہ بازی کا ذکر کرتے ہوئے اور یہ بتاکر مولوی ثناء اللہ فریق ثانی حکیم عبدالحق کو خارج از اہلحدیث ثابت کرنے کے لئے شطرنج بازی کا فتویٰ ان پر عائد کرتے ہیں۔ اور حکیم صاحب کی طرف سے بعض مولوی اس کی حلت کے فتوے دے رہے ہیں۔ خود مولوی ثناء اللہ کی بھی اس شہادت کا حوالہ دیا تھا جو ۱۹۰۴ء میں گورداسپور کی عدالت میں مقدمہ مابین حضرت مسیح موعود و مولوی کرم دین کے دوران میں اس نے دی تھی اور اس میں جھوٹ بولنے والے کو بھی متقی ہی قرار دیا تھا اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب بہت چیخے اور چلائے اور پیغام صلح پر ناحق و ناروا افترا پردازی کا الزام جڑ دیا۔ پہلے پیغام صلح کے نام ایک خط لکھا جس میں اصل الفاظ نقل کرنے کے لئے کہا ہم نے اسی وقت جواب دیا کہ مسل کے دستیاب ہوجانے پر (جو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ تک مل جانے کی اُمید تھی) اصل الفاظ بھی نقل کر دیئے جائینگے۔ اور اگر یہ بات غلط ہے تو اس کی تردید کر دی جائیگی۔ لیکن جب انجمن صادقین کے ممبر نے غالباً یہ سمجھ کر کہ پیغام صلح کو مسل شاید مل نہ سکے۔ اپنے اس جھوٹ کو عبارتیں مشتہر کرنا شروع کیا اور اپنے مطالبات میں دشنام دہی تک نوبت پہنچا دی مگر خیر الحمد للہ بالآخر مولوی صاحب کے اصل الفاظ ہمیں مل گئے جنہیں ہم آج ان کے سامنے پیش کرکے ان کے بہتانات سے سرخرو اور بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں۔ ہم بحث سے قطع نظر کرکے کہ مولوی ثناء اللہ کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہے اور اپنے اس تازہ انکار میں بھی شاید انہوں نے اسی فتوے کو ملحوظ رکھکر ہم پر افترا پردازی کا جھوٹا الزام جڑ دیا ہے۔ ہم اصل الفاظ کو ناظرین کے سامنے رکھدیتے ہیں وھو ھذا

"دروغ گو۔ جعلساز۔ بہتان باندھنے والا۔۔۔۔۔ افترا باندھنے والا دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہے بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہوئے"

کیا اب بھی مولوی فاضل کو اپنے الفاظ کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر ہے۔ کوئی اتنی بڑی بات نہیں۔ وہ تو دروغگو۔ جعلساز۔ بہتان باندھنے والے۔ افترا باندھنے والے۔ دغا دینے والے ہوکر پھر بھی متقی کے متقی ہی رہتے ہیں۔ سبحان اللہ کیا خوب مولویت ہے۔ بیچارے مجبور ہیں اگر دروغگوئی۔ جعلسازی بہتان بندی۔ افترا پردازی اور دغا بازی سے کام نہ لیں تو کام کیسے چلے۔ اللہ ہی ہے جو ان مولویوں سے بچائے اور ان کو سیدھے رستہ کی ہدایت ہو۔

لارڈ کچنر

کے سمندر میں ڈوب جانیکی ہولناک خبر گذشتہ اشاعت میں درج ہوچکی ہے۔ لارڈ موصوف جیسی شخصیت کے انسان پر اس ہوشربا سانحہ کا واقعہ ہونا یقیناً تمام وابستگان دولت برطانیہ کے لئے ازحد المناک اور جانفرسا ہے۔ جس بے نظیر ہمت و شجاعت اور تدبر کے ساتھ اس قابل ترین انسان نے برطانوی سپاہ اور اس کے متعلقہ اسباب و آلات کے انتظام کا ذمہ عین اس وقت لیا جبکہ جنگ شروع ہوچکی تھی۔ اور پھر جس سرعت اور قابلیت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیا یقیناً اسی کا کام تھا۔ اور ہم یہ کہنے میں یقیناً غلطی پر نہیں کہ ساری دولت برطانیہ میں اس وقت یہ ایک یگانہ انسان تھا جو نیچے سے اوپر کی طرف حیرت انگیز طور پر ترقی کرتا ہوا وزیر جنگ کے اعلیٰ ترین منصب پر پہنچا۔ اور اس عالمگیر جنگ کے انتظامات کو اس قابلیت کے ساتھ نباہا کہ جسے دیکھ کر بے اختیار اس کی قوت قلبی اور دماغی بناوٹ کی زبردست خاصیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ ایک شیر دل انسان تھا اور نہایت شیر دلی کے ساتھ ہر ایک بڑے سے بڑے کام پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ پس ایسے قیمتی انسان کے اس طرح تلف ہوجانے پر جس قدر افسوس کیا جائے تھوڑا ہے۔ ہمارا یہ افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے ساتھ اور بھی بعض کام کے آدمی سمندر کی نذر ہوگئے۔ خدا جانے کس کس قدر اُمنگیں اور کیسی کیسی حیرت انگیز تجاویز لارڈ موصوف کے دل میں تھیں جن سے اس مصیبت کے عالم میں دولت برطانیہ کو بیش بہا فوائد پہنچ سکتے تھے۔ لیکن افسوس دل کی دل ہی میں رہی اور اجل نے مہلت نہ دی۔ اس حادثہ پر سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے حضور لفٹننٹ گورنر پنجاب کی خدمت میں ذیل کا تار بھجوایا:-

"پریزیڈنٹ و ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور گورنمنٹ عالیہ کے اس بڑے بھاری نقصان پر جو لارڈ کچنر کی اچانک موت پر واقع ہوا ہے بہت سخت افسوس کا اظہار کرتے ہیں"

حق مہر کی معافی کے لئے جبر

سفیر الہند جھنگ نے کلکتہ کے کسی اخبار کے حوالہ سے یہ واقعہ درج کیا ہے کہ نواب خواجہ یوسف خان صاحب رئیس ڈھاکہ کے صاحبزادہ خواجہ محمد عظیم خان صاحب کو اس جرم میں کہ اس نے اپنی بیوی کو حبس بیجا میں رکھکر اس سے حق مہر کا دس ہزار روپیہ معاف کرا لیا۔ تین ماہ قید کی سزا ہوئی یہ واقعہ گو بظاہر ایک معمولی سا ہے۔ لیکن در اصل مسلمانوں کے مذہبی و اخلاقی فقدان کا پتہ دیتا ہے۔ قرآن کریم نے عورتوں کے حقوق کا ذکر کرتے ہوئے مہر کی ادائیگی پر سب سے بڑھ کر زور دیا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے اسے ایک معمولی سی بات سمجھ کر اس کی اُلٹ کارروائی شروع کر رکھی ہے۔ اول تو مہر اپنی حیثیت و استطاعت سے بہت بڑھ کر باندھا جاتا ہے اور پھر اس طرح سے جبراً اسے معاف کرا لیا جاتا ہے۔ غریب گھرانوں کی تو خیر بات ہی الگ ہے۔ امرا میں یہ مرض عام ہے اور افسوس ہے کہ اس کا کوئی تدارک نہیں کیا جاتا۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ اب عدالتوں اور سزاؤں تک نوبت پہنچنے لگی ہے۔ اور امیر گھرانوں کے بچے قید کی سخت زنجیر میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ کیا ہمارے علمائے دین اور دیگر باثر لوگوں کا یہ فرض نہیں کہ وہ اس ناواجب رسم کے تدارک کی طرف متوجہ ہوں اور شادی و بیاہ کے وقت اپنے خاص پند و نصائح اور اثر و رسوخ سے کام لے کر دولہا کے حسب استطاعت مہر بندھوانے کی کوشش کریں تاکہ اس کی ادائیگی کی سبیل پیدا کرسکیں افسوس کہ علمائے دین کی عدم توجہی کے باعث مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ رہے ہیں۔ ایک وہ وقت تھا کہ حضرت عمر جیسے جلیل القدر انسان کے سامنے ایک بڑھیا ان آتیتم احدھن قنطاراً فلا تاخذوا منہ شیئاً کی آیت کریمہ پڑھ کر اپنے حقوق کو بچا سکتی اور کثیر اموال پر جو مہر میں باندھے جائیں عورتوں کا حق جتا سکتی تھی۔ لیکن آج بڑے بڑے امرا عیش و عشرت میں اپنا سب کچھ گنوا کر ان بیچاری بے زبانوں کے حقوق کو بھی کھا جاتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس مظلوم طبقہ کے حال پر رحم کیا جاوے اور قرآن کے احکام کو پیش نظر رکھ کر مہر کی ادائیگی کا خاص لحاظ رکھا جائے۔

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

سرسری نظر
رسالہ جیون لاہور

تمہید بقائے حیات کے لئے صرف مہلک و مخالف اشیاء کا اندفاع ہی کافی نہیں۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شے جو بقا کی خواہش کرتی ہے نشو و نما قوت و استقلال کے حصول کے لئے مقدور بھر کوشش کرے۔ مختلف مذاہب و ملل کا اس مبارک مقصد کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی سعی کرنا نہ صرف ایک فطری تقاضے کو پورا کرنا ہے بلکہ عقلاً بھی جائز اور ذاتی حقوق کا حاصل کرنا ہے۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم ایک قوم کی اٹھتی جوانی کو دیکھ کر چیں بجبیں ہوں اور بجائے اس کے کہ ہم خود اٹھ کر اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں الٹا اس کی دوڑ کا ہر قدم ہمارے قلب کے اختلاج کا باعث ہو جو چیز جس قدر تیز حرکت کر رہی ہے اسی قدر اس شے کی زندگی کا زبردست ثبوت ہے۔ سکون موت کا نشان ہے۔ حرکت میں برکت ہے۔ اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ

آریہ سماج کی موجودہ حالت آریہ سماج بظاہر ایک زندہ قوم ہے۔ کام کرنے والے اعصاب اور اعضا کا جسم ہے۔ اس کے قلب میں خون ہے جو اس کی ساری شریانوں میں بہ رہا ہے وہ بھڑک اٹھنے والے جذبات و احساسات کا مجسمہ ہے وہ اپنے سر میں تلملا اٹھنے والا دماغ رکھتا ہے اس کے اندر نفس ناطقہ ضرور ہے جس کے سبب وہ حیوان ناطق کی صف میں کھڑا ہو سکتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ مجھے میرے دوست معاف رکھیں اگر میں یہ کہہ دوں کہ اس کے اندر کوئی حقیقی روح نہیں۔ مجلہ حسبہ اللہ خوا د سپیکر ستیہ پرکاش

ویدوں سے آریوں کی ناواقفیت ہو کر بہانگ دہل لیکچر دیتے ہیں کہ مادہ اور جیو آتما اناد ی (ازلی) ہے۔ اخباروں، رسالوں، پمفلٹوں کتابوں میں بڑے موٹے حرفوں میں شائع کیا جاتا ہے کہ تین ہستیاں ازلی ہیں۔ مگر جب دریافت کیا جاتا ہے کہ جن نوشتوں کو تم الہامی مانتے ہو ذرا اس کی سند تو پیش کرو تو صدائے برنخواست والا معاملہ ہو جاتا ہے۔ ویدک دھرم کی حمایت میں سامنے نکلتے ہیں۔ لیکن اگر دریافت کیا جائے کہ کیا معزز ایڈیٹر نے خود ویدوں کا مطالعہ کیا ہے تو جواب میں سوائے نہیں کے کچھ نہ سنا جائیگا۔

رسالہ زیر ریویو اسی طرح ہمارے دوست لالہ چرنجی لال صاحب پریم مباحثہ و مناظرہ کی شیخی سے گھر کر اخباری دنیا میں تشریف لے آئے ہیں آپ نے ویدک دھرم کے سدھانتوں پر بحث کرنے والا ایک رسالہ جیون نامی شائع کیا ہے جس کا پہلا نمبر ہمارے سامنے ہے۔ جو شخص خود ویدوں سے بے بہرہ ہو وہ ویدک سدھانتوں پر کیا بحث کرے گا۔ تاہم بایں نقاہت و نزاکت آپ کی ہمت قابل داد ہے۔ شاید ان کی یہی کوشش انہیں سنسکرت پڑھنے پر مجبور کرے۔ اور ان

ویدک سدھانتوں کا اثر آریہ بزرگواروں پر پر ویدک سدھانتوں کی حقیقت منکشف ہو جائے۔ اور جناب سوامی کھیم سین صاحب پنڈت ٹھاکر سنگھ صاحب۔ سوامی شیو برت لعل صاحب۔ سوامی ہری پرساد صاحب۔ شریمان لالہ راج نرائن صاحب آرمان آوسلالہ اندرمن صاحب مراد آبادی و شریمان پنڈت جگدمبا پرشنا وغیرہ وغیرہ کی طرح آریہ سماج سے یہ کہتے ہوئے علیحدہ ہو جائیں سہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

مسئلہ تناسخ اور جرمن پروفیسر سب سے پہلے مضمون میں تناسخ کے متعلق کسی جرمن پروفیسر کے استہزا کو ثبوت میں پیش کیا ہے۔ تعجب آتا ہے کہ چرنجی لال جی کو تو ویدک دھرمی ہونے کے باوجود اپنا گذشتہ جنم یاد نہیں اور ایک جرمن ثالوثی کی شہادت تناسخ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر اس طرح کی شہادات سے تناسخ جیسے لغو مسئلے کو تقویت پہنچ سکتی ہے تو اس کی حقیقت معلوم!

قدامت مادہ کی تردید دوسرا مضمون قدامت مادہ کے متعلق کسی احمد حسن کا مضمون ہے۔ جب تک وید مقدس سے قدامت مادہ اور وجود مادہ کو ثابت نہ کیا جائے کسی انگریز یا مسلمان کی رائے درج کرنا فضول ہے اور ویدک سدھانت کو ایک رائی برابر بھی فائدہ نہیں دے سکتا۔ احمد حسن کی دلیل کہ جب سے علت تب سے معلول ہونا چاہئے۔ بدیہی البطلان ہے۔ جب ازل سے دو چیزیں مستقل بالذات چلی آتی ہیں تو ایک کو دوسری کی علت کہنا ہی غلط ہے۔ کیا آریہ سماج کا یہی سدھانت ہے کہ مادہ کی علت خدا ہے۔

دوسری دلیل کہ ایک صفت میں شریک ہونے سے کوئی [illegible]

ہے۔ کیونکہ جب خدا کی ایک صفت میں کوئی دوسری شے شریک ہو سکتی ہے تو باقی صفات میں کیوں نہیں ہو سکتی۔ اگر ہو سکتی ہے تو شریک باری ممکن ہوگا حالانکہ شریک باری ناممکن ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آریہ سماج نے اپنے چوتھے اصول کہ ستیہ کے گرہن اور استیہ کے تیاگ کو ہاتھی کے دانت کی طرح سے نمائشی رکھ چھوڑا ہے کیونکہ مادہ کے متعلق نئی تھیوری سے آریہ سماج ناواقف نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اس موجودہ تھیوری کو کیوں قبول نہیں کرتا۔

(باقی دارد)

الہامی کتاب کا معیار مسلمانوں کی دیکھا دیکھی اب آریوں نے بھی ویدوں کی کتھا شروع کی ہے جس میں ان بیچاروں کو اپنی طرف سے بنا سنوار کر ویدک سدھانتوں کو پیش کرنا اور اپنے سامعین کے دل کو خوش کرنا پڑتا ہے۔ لاہور میں پنڈت راجہ رام صاحب نے چند دنوں سے آریہ سماج مندر انارکلی میں اس سلسلہ کو شروع کر رکھا ہے اور ان کی تقاریر ساتھ کے ساتھ آریہ گزٹ میں چھپتی بھی چلی جا رہی ہیں۔ ۸۔ جون کے آریہ گزٹ میں اس کتھا کا جو حصہ شائع ہوا ہے۔ اس میں پنڈت جی نے الہامی کتاب کا ایک معیار بتایا ہے اور وہ یہ کہ

"جو کتاب یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں پرمیشور کی طرف سے ہوں اس کے لئے سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ وہ جس کے پاس سے آئی ہے اس کا سروپ بتلائے۔ جس طرح آپ نے اگر کسی کو نوکر رکھنا ہو اور اس کے وطن کا حال پوچھیں اور وہ کسی گاؤں کا نام لے جسے آپ جانتے ہوں اور وہاں کے کچھ آدمیوں کو بھی جانتے ہوں تو اگر وہ درست بتلا دے تو آپ سمجھ جاوینگے کہ بیشک وہاں کا ہی ہے۔ لیکن اگر وہ درست نشان نہ بتلائے تو آپ اس پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اور آپ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ اس جگہ کا رہنے والا نہیں"۔

فی الحقیقت یہ معیار کسی الہامی کتاب کی صداقت کو پرکھنے کے لئے بہت سچا اور پیارا معیار ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ کون شخص ہے جو خود ایشور تک پہنچ کر خود ان نشانات کو دیکھے جو اس الہامی کتاب نے بتلائے ہوں اور پھر اسے اس کے الہامی ہونے پر یقین کامل ہو جائے۔ اس کے لئے [illegible] تو ایک ہی ہے کہ انسان خود [illegible]

خطبہ نکاح

جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے صاحبزادہ خواجہ بشیر احمد صاحب کے نکاح کے موقعہ پر حضرت ایدہ اللہ نے پڑھا

آیات ماثورہ کے پڑھنے کے بعد فرمایا۔

نکاح ہر ایک قوم میں ایک نہایت ہی مختصر سی بات ہے۔ کسی قوم کے اندر بھی نکاح کوئی بڑا لمبا چوڑا کام نہیں۔ اس کے اعلان کے لئے کوئی بہت وقت اور سامان درکار نہیں۔ اصل نکاح ایک مختصر سی بات ہے کہ فلاں مرد کا فلاں عورت کے ساتھ رشتہ زوجیت قائم ہونے کا اعلان کیا جائے۔ لیکن ہر ایک قوم نے اسکے ساتھ کچھ زوائد بھی لگا دیئے ہیں بہت سی باتیں جو نکاح کی ضروریات میں سے نہیں۔ اس موقع پر کی جاتی ہیں۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام زوائد اور حواشی کی بجائے اس اعلان کے ساتھ خطبہ رکھ دیا ہے۔ اس خطبہ میں چند باتیں ان لوگوں کے لئے جو اس موقع پر جمع ہوتے ہیں بیان کی جاتی ہیں اور آنجناب کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی فوقیت اور عظمت عطا فرمائی ہے کہ آپ کے سارے اقوال و افعال کو محفوظ کرنے کے لئے ایک جماعت اللہ تعالیٰ نے کھڑی کر دی اس جماعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال کو ایسی طرح محفوظ کیا ہے۔ کہ آج تیرہ سو سال گذرنے پر بھی اس بات میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہ بعینہٖ وہی ہیں جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے۔ یا آپ نے کر کے دکھائے۔ جس طرح پر یہ ہماری نمازیں ہیں۔ کہ ان کے اندر کسی کو شک و شبہ نہیں کہ بعینہٖ یہی نمازیں اور اسی طرح سے نبی کریم صلعم پڑھا کرتے تھے۔ آج بھی مسلمانوں کے تمام کے تمام فرقے متفق ہیں اس بات کے اوپر کہ نبی کریم صلعم نماز میں اتنی ہی رکعتیں پڑھتے۔ اسی طرح رکوع سجود اور قومہ وغیرہ ادا کرتے تھے یہی سنتیں اور فرائض آپ بھی ادا کرتے تھے۔ ایسے ہی روزہ اور حج وغیرہ۔

الغرض کسی بات میں اختلاف نہیں۔ جو بھی اصولی اور ضروری مسائل تھے۔ وہ اسی طرح اپنی نہایت باریک اور ادق تفصیلات کیساتھ اسوقت بھی ہم میں پائے جاتے ہیں۔ اور ان پر کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ دوسری قوموں میں اسقدر یقین کے ساتھ تمام باتیں پائی نہیں جاتیں۔ اور اس لئے انکو خود کوئی راہ اختیار کرنی پڑتی ہے۔ پس ایسی حالت میں جبکہ ہر ایک قوم کوشاں ہے۔ کہ وہ اپنی نکاح کے لئے کوئی خاص راہ اختیار کرے۔ کتنا بڑا احسان ہے اسلام اور ترقی اور اس کے مسلمانوں کا ہم پر کہ تمام باتیں ہمیں من و عن پہنچ گئیں۔ نکاح کی یہ آیتیں بھی جو کہ میں نے پڑھی ہیں۔ اسی یقینی اور قطعی علم کیساتھ جیسا کہ نماز یا دیگر اصولی مسائل کے بارہ میں ہر ایک مسلمان کو ہے یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ نبی کریم صلعم نکاح کے موقع پر انہی تین آیتوں کو پڑھا کرتے تھے۔

کیا بات ہے اس خطبہ کے اندر۔ وہ کیا خصوصیت ہے جو ہمیں خاص طور پر متوجہ کرنے والی ہے۔ وہ خصوصیت یہ ہے۔ کہ تین آیات اس خطبہ کے اندر نبی کریم صلعم نے رکھی ہیں۔ (۱) یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون (۲) یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفر لکم ذنوبکم ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ (۳) یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً ونساءً۔ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیباً

ان تینوں آیات کے اندر ایک امر مشترک جو نظر آتا ہے۔ وہ ہے تقوےٰ۔ یعنی ان میں بار بار تقوےٰ کی تعلیم دی گئی ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ بہت لوگ تقوےٰ کا لفظ سنکر گھبرا جائینگے۔ کہ یہ کیا قصہ اس نے شروع کر دیا۔ یہ شادی کا موقع ہنسی کھیل کا ہوتا ہے۔ یہاں تقوے کا کیا ذکر۔ لیکن درحقیقت تقوےٰ ہمارے ان الفاظ میں سے ہے جو دنیا میں اس وقت بدنام ہو چکے ہیں۔ ہر قوم پر تین مرحلے آتے ہیں۔ ایک وقت قوم پر وہ ہوتا ہے کہ جب وہ الفاظ کی اصل حقیقت کو سمجھتے ہیں۔ اور اُن کو اسی رنگ میں استعمال میں لاتے ہیں۔ دوسرا مرحلہ آتا ہے۔ کہ اسوقت وہ الفاظ کی اصل حقیقت کو تو بھول جاتے ہیں لیکن تاہم وہ ان الفاظ کی عزت کرتے ہیں۔ پھر تیسرا مرحلہ آتا ہے جب وہ الفاظ خود بدنام ہو جاتے ہیں۔ یہ تین مرحلے تو مسلمان بھی طے کر چکے ہیں وہ وقت بھی ان پر تھا۔ کہ جب ان الفاظ کی اصل حقیقت کو لوگ سمجھتے تھے۔ پھر ایک ایسا وقت بھی آیا۔ جب اصل حقیقت کو بھلا بیٹھے۔ لیکن تاہم الفاظ کی عزت انکے دلوں سے مفقود نہیں ہوئی تھی۔ پھر آج یہ تیسری حالت بھی ہم ان پر دیکھتے ہیں کہ نہ صرف الفاظ کی اصل حقیقت سے ہی یہ بالکل ناواقف ہیں۔ بلکہ ان کی کوئی عزت بھی انکے دل میں نہیں بلکہ اب وہ الفاظ بہت بدنام ہو چکے ہیں۔ ابھی ایک چوتھی حالت باقی ہے۔ کہ جب ان الفاظ کی اصل حقیقت سے جو لوگ واقف تھے انکی طرف بدیاں منسوب ہونے لگ جاتی ہیں۔ یہ چوتھا مرحلہ آتا ہے قوموں پر کہ وہ نیک اور بزرگ لوگ جو ان الفاظ کی اصل حقیقت سے واقف اور اس پر چلنے والے ہوتے ہیں انکی طرف انکے بُرے معنوں کو منسوب کیا جاتا ہے اسکے لئے میں توجہ دلاتا ہوں۔ بالخصوص ہندوستان کی گذشتہ تاریخ کی طرف۔ یہاں ہندوؤں کی قوم نے اپنے نیک اور بزرگ لوگوں کی طرف کسقدر بدیاں منسوب کیں۔ جناب کرشن جی مہاراج کتنے پاکباز انسان تھے اور ہمارا تو یہ بھی اعتقاد ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر اصلاح کیواسطے کھڑے کئے گئے تھے۔ لیکن آج انکے پیروؤں نے ان گندی باتوں کو جنکو وہ آپ کرنا چاہتے ہیں انکی طرف منسوب کرنا شروع کر دیا ہے۔ آپ تو کرتے ہیں ساتھ ان بزرگوں کو بھی گرا ہوا بناتے ہیں۔

خدا کا شکر اور احسان ہے کہ مسلمانوں پر ابھی یہ چوتھی حالت وارد نہیں ہوئی۔ باقی تینوں مرحلے تو یہ طے کر چکے ہیں۔ ایک مرحلہ تو وہ تھا۔ جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تھا۔ پھر اسکے بعد کا زمانہ۔ پھر انکے بعد کا زمانہ۔ حدیث میں ہے خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم۔ سب سے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ پھر اس سے اُتر کر ان لوگوں کا زمانہ جو اُن سے ملنے والے ہوں۔ پھر اس سے اتر کر اُن کا جو اُن سے ملنے والے ہوں۔

تو نبی کریم صلعم نے ایک رنگ میں اپنے بعد تین سو سال تک کے لئے فرما دیا۔ کہ اسوقت تک لوگوں کی حالت بگڑنے نہ پائیگی۔ اس کے بعد لوگ اس اعلیٰ مقام سے گرنے شروع ہوئے۔ پھر بھی اصل الفاظ بدنام نہیں ہوئے۔ اس کے بعد یہ تیسرا زمانہ ہمارا ہے۔ کہ جو بھی نیک اور پاک الفاظ تھے وہ ہمارے اندر بدنام ہو چکے ہیں۔ مسلم کا لفظ کس قدر ہمارے اندر آ کر بدنام ہوا ہے۔ دوست ہمارے وہ دوست جنکو دنیا میں پھرنے اور لوگوں سے رابطہ پیدا کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ اس بات سے واقف ہونگے۔ کہ آج دنیا کے اندر مسلم کے لفظ کو مترادف سمجھا جاتا ہے ذلت کے۔ مسلمانوں کی قوم کو ذلیل قوم سمجھکر جہاں کہیں مسلم کا لفظ آئے وہاں ذلیل کے معنے کرلئے جاتے ہیں۔ یہ مسلم کی وہ حالت ہے۔ جسکو لوگوں نے سمجھ رکھا ہے۔ اور اصل حقیقت سے وہ دور جا پڑے ہیں۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ وہ قوم جسکو کہا گیا تھا کنتم خیر امۃ اخرجت للناس وہ قوم جسکو یہ فرمایا گیا تھا کہ لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیداً تم لوگوں کے پیشرو اور امام بنو اور رسول تمہارا پیشرو اور امام بنے۔ وہ جسکو لوگوں کے لئے پیشرو اور امام بنایا گیا تھا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ لوگوں کے اندر اسکی معمولی عزت اور وقعت بھی نہیں رہی۔ پیشرو اور امام تو کیا بننا تھا

آج تو اس کا نام لینا بھی ذلت کے ہم معنے اور مرادف سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح نماز کا لفظ لے لو۔ کیسا زبردست ہتھیار تھا۔ برائیوں سے بچنے کا۔ لیکن آج نمازی کا لفظ طعنہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ میں نہیں کہتا کہ خود نمازیوں کا نمونہ اس بارہ میں سب کا اچھا ہوتا ہے۔ نہیں کچھ انہوں نے بھی اپنے نمونہ سے اسے ایسا ہی بنا رکھا ہے۔ لیکن عام طور پر آج نماز پر ہنسی کی جاتی ہے ایسا ہی روزہ کا حال ہے۔ حج کیا تھا۔ معراج تھا مومن کا۔ وہ حالت کہ انسان سر اور پیر تک بھول جاتا ہے۔ اپنے بدن کی کوئی پوشاک نہیں ہوتی۔ سر ننگا۔ پاؤں سے ننگا۔ مُردے کی طرح ایک کفن پہنکر عاشقانہ وار دوڑتا ہے۔ یہ گویا منہ بتا یا تھا کہ یہ مومن کی آخری حالت ہے۔ کہ اپنے رب کے عشق میں اپنا سب کچھ بھول جاتا ہے۔ لیکن آج حاجی کا لفظ ہمارے اندر اتنا بدنام ہوا ہے۔ کہ ایک کہانی مشہور ہے۔ کوئی شخص کسی غریب بڑھیا کو مارتا تھا اور وہ کہہ رہی تھی بچہ حاجی مجھے نہ مار۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا اس نے کہا کہ حاجی کے سوائے ایسا ظلم کون کر سکتا ہے۔ تو غرض سلام کا لفظ اور اسی طرح جتنے اور پاکیزہ الفاظ ہیں۔ وہ سب آج بدنام ہو چکے ہیں اس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں۔ جنکو ان پر عمل کرکے ان کی اصل حقیقت کو بتانا چاہئے تھا۔ لیکن آج جو ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ وہ ایسے رنگ میں کہ جس سے وہ اور بھی بدنام ہوں۔ نماز کیا تھی۔ قرآن نے نماز کی یہ تعریف کی تھی کہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَر۔ نماز انسان کو برائیوں سے روک دینے والی چیز ہے۔ لیکن آج اگر جھوٹی گواہی کی ضرورت ہو تو پیش نماز پڑھنے والے کو اس کام کے لئے لے جاتے ہیں۔ گویا ہماری قوم نے نماز کو اس پست حالت تک پہنچا دیا۔ کہ جس کا نتیجہ سوائے جھوٹ بولنے اور بیہودہ امور کے مرتکب ہونے کے اور کچھ نہیں۔ ایسا ہی تقویٰ کے لفظ کا حال ہے۔ تقوے کے لفظ کی حقیقت کو خود قرآن نے واضح کر دیا۔ جہاں فرمایا۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْن۔ گویا تقوے کے لفظ کی بنیاد ہی اس پر رکھی ہے کہ انسان ہدایت کے رستہ پر چلے۔ ہدایت وہ ہے۔ جو آخری منزل تک انسان کو پہنچا دے۔ تو یہاں یہ شرط رکھی کہ متقی آخری منزل ہدایت تک پہنچیں گے۔ پھر ایک مسلمان کی بڑائی کا معیار بھی اتقا کو رکھا۔ فرمایا۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ تم مسلمانوں کے اندر۔ نہ دولت کا۔ نہ عزت کا۔ نہ قوم کا نہ ذات اور نسب کا کوئی امتیاز ایک کو دوسرے سے بڑا بنا سکتا ہے۔ بلکہ سب سے بڑا تم میں وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ قرآن کسی ایک شخص کو نہیں۔ بلکہ ساری دنیا کو مخاطب کرتا ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ تم سب درحقیقت ایک ہی ہو جس طرح سے ایک بھائی دولت والا ہو کر اپنے بھائی کی اخوت سے انکار نہیں کر سکتا۔ ویسے ہی کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو اپنی اس برادری سے خارج نہیں کر سکتا دنیا کے اندر قبیلوں اور قوموں کی بڑی تفریق پائی جاتی ہے۔ بعض قومیں ہیں وہ دوسروں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتی اور اپنے آپ کو اُن سے بڑھکر سمجھتی ہیں۔ ادنےٰ سے ادنےٰ تقسیم سے لیکر اعلےٰ سے اعلےٰ قومی امتیاز لوگوں نے قائم کر رکھے ہیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے بھی قوموں اور قبیلوں کے علیحدہ علیحدہ کرنے کی ایک غرض بتائی ہے فرمایا جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ انسانوں کی جب تعداد بڑھ جائے۔ تو اُن میں ایک دوسرے کے ساتھ معرفت اور تمیز کا پیدا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی معرفت کو تمیز کو پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے یہ قوموں اور قبائل کی تقسیم کر دی۔ ورنہ یہ انسانوں کا گروہ درحقیقت ایک ہی کنبہ کے حکم میں ہے۔ یہ قوموں کی تقسیم اسکے اندر اسلئے قائم کی۔ کہ تم ایک دوسرے کی معرفت ذرائع کو بڑھاؤ۔ ورنہ بڑائی کے لئے اللہ تعالےٰ نے ایک الگ معیار قائم کیا ہے۔ کہ جو تمہارے اندر کام کرنے والا ہے۔ ہمارے نزدیک وہی سب سے بڑا ہے۔ درحقیقت اگر کبھی غور کرو۔ تو یہ انسانوں کا خاندان ایک خاندان سے بڑھکر نہیں۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کی دیگر مخلوقات میں یہ بھی ایک خاندان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تو فرماتا ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ۔ یہ جو زمین میں چار پائے اور جانور وغیرہ اڑنے والے ہیں۔ یہ بھی تمہارے جیسی جماعتیں ہیں۔ درحقیقت اگر ذرا نظر کو وسیع کر لیا جائے۔ تو بات یہی حق معلوم ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کی دوسری مخلوق کے اندر یہ انسان ہے ہی کیا۔ قرآن تو اسقدر وسعت کی طرف لیجاتا ہے کہ اس کی تعلیم ہے کہ اپنی نظر کو وسیع کرو۔ پھر دیکھو کہ اس مخلوق کے اندر تم کیا رہ جاتے ہو۔ محض ایک خاندان۔ اور اس سے بڑھکر نہیں۔ تو فرمایا۔ یہ جو اس خاندان کے اندر قبیلوں اور قوموں کے امتیاز رکھے ہیں تمہاری بڑائی چھوٹائی کا معیار یہ نہیں۔ بلکہ اصلی بڑائی یہ بتائی۔ کہ تم سب سے زیادہ اتقا دکھاؤ۔ یہ تو خدا کے نزدیک عزت ہے۔ جو ہمیشہ تک رہنے والی ہے۔ کوئی دولت کوئی عزت کوئی وجاہت جو دنیا میں انسان کو کسی اور ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے۔ قائم نہیں رہ جاتی مگر صرف یہی ایک جو خدا تعالےٰ نے اس کے لئے قائم کی ہے۔ اس لئے اتقا اختیار کرو۔ وہ کام کرو۔ جو مخلوق خدا کی بھلائی کا باعث ہو۔ اور قبل اس کے کہ تمہاری زندگی خاتمہ کو پہنچے۔ اس حقیقی عزت کو حاصل کرو۔ (باقی آئندہ)

یہ غالی کون لوگ ہیں

حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب کی ایک چٹھی جو پہلے دنوں حضرت امیرؓ نے شایع کی تھی۔ اس میں حضرت مولینا نے کس قدر کھول کر اور صفائی سے یہ لکھا تھا۔ کہ

”میں مرزا صاحب کے ایمان کو زائل کرکے اور اپنے ایمان کو بھی کھو کر کیونکر انکی نبوت کو تامہ اور کاملہ مان سکتا ہوں۔ اس کا سوال اس شخص سے آپ کریں۔ جو اس بات کا مدعی ہو ...... اور جو شخص اس ایمان مرزا صاحب سے کوئی لفظ کامل وغیرہ اپنی طرف سے دعوے یا تجویز کرے۔ تو آپ خود انصاف کر لیں کہ وہ غالی ہوا؟“

الفضل نے اس چٹھی کے جواب میں حضرت مولانا کی کسی اور چٹھی سے ایک فقرہ نقل کرکے بزعم خود اسکی تردید کرنی چاہی تھی لیکن حضرت مولنا سے جب بعض احباب نے پوچھا کہ کیا آپ نے اس چٹھی کی تردید کر دی ہے۔ تو آپ نے اسکا نفی میں جواب دیا۔ اور فرمایا۔ کہ میرا میاں صاحب کو لکھا ہوا خط تو اس چٹھی کے عین مطابق ہے۔ اور بات بھی یونہی تھی۔ الفضل نے یونہی ایک فقرہ نقل کرکے دھوکا دینا چاہا تھا۔ تو اب سوال یہ ہے۔ کہ جب حضرت مولینا کے نزدیک حضرت اقدس کی نبوت کو تامہ کاملہ ماننا نہ صرف اپنے ایمان کو کھونا بلکہ حضرت صاحب کے ایمان کو بھی زائل کرنا ہے۔ اور جو شخص حضرت اقدس کو کامل نبی کہتا ہے وہ غالی ہے۔ تو اب میاں صاحب کو حضرت مولینا کے اس فتوی کو ماننے یا اسکی تردید کرنے میں کیا تامل ہے کیا میاں صاحب کے مریدین کے لئے یہ غور طلب امر نہیں۔ کہ حضرت مولنا جیسا فاضل انسان بھی نہیں غالی اور اپنے ایمان کو کھونے والا یقین کرتا ہے۔ فتدبروا۔

فصلی ایڈیٹر کا رویہ اور طرز استدلال

۳۰؍ جون ۱۹۴۳ء کے الفضل میں

حضرت امیرؓ کے ایک خطبہ سے یہ الفاظ نقل کرکے کہ

”آج چند غالی سارے صحابہؓ اور تابعین اور تبع تابعین سارے ائمہ سارے محدثین سارے مخدوم سارے اولیاء سارے کاملین امت کو جنکی تعداد لاکھوں کروڑوں تک پہنچتی ہے۔ ایک شخص کو نبی بنانے کیلئے ناقص قرار دیتے ہیں“

”ایک شخص“ کے الفاظ کو حضرت مسیح موعودؑ کی ہتک پر محمول کیا گیا ہے اور فصلی ایڈیٹر پہیلیاں واویلا کرتا اور شور مچاتا ہے کہ جیسے اُسکے پیر کے عقائد فاسدہ پر گویا ایک تبر چلگیا ہم حیران ہیں۔ کہ یہ کس قسم کا سمجھدار انسان ہے۔ جو کسی عبارت سے استدلال کرتے ہوئے غیر احمدیوں کے قدم بقدم چلکر ایسے غلط

عقایدِ محمودیہ سے بیزاری

تنگ آمد بجنگ آمد

بخدمت اقدس حضرت امیرِ قوم مولوی محمد علی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اللہ تعالےٰ کی شان یہ محمودی کہاں سے کہاں تک چلے گئے ... ان جدید عقایدِ باطلہ محمودیہ نے ان کے رگ وریشے میں اس قدر اثر کر دیا ہے۔ کہ انہوں نے کھلے طور پر مرزا صاحب کی تعلیم کو پس پشت ڈالدیا ہے - اور اگر کوئی تحریر ان کے جدید خلیفہ کی مرزا صاحب کے برخلاف دکھائی جاتی ہے تو تنگ خیالی کے اثر کا شعلہ انکے مغز سے شروع ہو کر پاؤں کے تلووں سے نکل جاتا ہے - اور زندہ ہی دوزخ کا نمونہ دیکھ لیتے ہیں۔ اس کے مطابق میں شہر سیالکوٹ کے ایک غالی محمودی اور امام مسجد یعنی مولوی فیض الدین کا ذکر کرتا ہوں۔ کہ میں نے جمعہ مورخہ ۲ جون ۱۹۱۶ء کو جب بعد ادائے جمعہ میں شیخ مولا بخش صاحب کے کارخانہ میں آیا ....

.... تو دیکھا کہ شیخ مولا بخش صاحب مکرمی میاں عبد الرزاق صاحب محمودی سے چند مسئلوں پر گفتگو کر رہے ہیں - اور مرزا صاحب کی اور نئے خلیفہ صاحب کی کتابیں سامنے رکھی ہوئی ہیں - اور حوالجات نکال نکال کر دکھا رہے ہیں - کہ میاں صاحب نے بالکل حضرت صاحب کے برخلاف لکھا ہے - خاکسار بھی ساتھ ساتھ سنتا اور نتیجہ اخذ کر کے مرزا صاحب کی تعلیم پر بہت خوش ہوتا تھا حتیٰ کہ اس بحث میں خاکسار کے سب شکوک رفع ہو گئے۔ مگر بھائی عبد الرزاق صاحب کا عجیب حال تھا کبھی کہتا تھا - کہ یہ حوالہ میاں صاحب کا واقعی مرزا صاحب کے برخلاف ہے - مگر شاید میاں صاحب کا مطلب کچھ اور ہو ان فضول جوابوں اور باتوں میں حاضرین مجلس میں بہت ہنسی پڑ جاتی جن میں سے ایک میرے دوست ماسٹر اللہ دین صاحب بھی تھے - ان سب حوالوں میں سے جو کہ شیخ صاحب نے بھائی عبد الرزاق صاحب کو دکھائے کہ میاں صاحب بالکل حضرت مرزا صاحب کے برخلاف لکھ رہے ہیں - ایک حوالہ جو کہ مجھے بہت پسند آیا لکھدیتا ہوں حضرت صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶ میں تحریر فرماتے ہیں - ”لیکن بخصوص کہ مولوی صاحب مرحوم کو یہ سمجھ نہ آیا کہ صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے - وہ کامل طور پر کسی دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا بالنصوص قرآنیہ حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے - اللہ جلشانہ فرماتا ہے - وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ - یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے - اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا - کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو“ - اس کے بالمقابل شیخ صاحب نے میاں صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ پیش کی کہ جس کے صفحہ ۱۵۵ پر میاں صاحب یہ فرماتے ہیں - ”بعض نادان کہدیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوتا - اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے - وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں - لیکن یہ سب بہ سبب قلت تدبر ہے“ یہی دونوں حوالے تھے جس پر میرے بھائی عبد الرزاق کو مرزا صاحب کے برخلاف میاں صاحب کا یہ حوالہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر عقایدِ باطلہ کا اثر جو کہ رگ وریشے میں گندے خون کی طرح اثر کئے ہوئے تھا - جھٹ ساتھ ہی کہدیا - کہ اس میں میاں صاحب کا مطلب کچھ اور ہوگا - بیچارہ کیا کرتا - میاں صاحب کی نصیحت کے بموجب جواب دینا تو ضروری تھا۔

خیر دو تین گھنٹے کے بعد مجلس برخاست ہوئی بھائی عبد الرزاق نے یہ دونوں حوالے بھی نوٹ کر لئے کہ مولوی فیض الدین صاحب سے سمجھ کر جواب دونگا۔ یہ کیا تھا - بموجب اصول محمود یاں وقت ٹالنا تھا دوسرے روز مولوی فیض الدین صاحب بازار گھنٹیکاں میں مجھے ملے اور کہا کہ کل تم بھی شیخ صاحب کے مکان پر تھے - انکی باتوں سے کیا نتیجہ نکالا ہے - میں نے کہا مولویصاحب اصل بات تو یہ ہے خواہ آپ راضی ہوں یا ناراض میرے تو سب شکوک رفع ہو گئے ہیں - اور میں نے سمجھ لیا ہے۔ کہ لاہوری احباب بالکل راہ راست پر ہیں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا - کہ نہیں تو میرا پرانا شاگرد ہے جب تک مجھ سے یہ سب باتیں نہ سمجھ لے تب تک یکطرفہ ڈگری نہیں کرنی چاہئے - تم نے میرے پاس ضرور آنا - مینے بہتیرا اصرار کیا کہ عقائد کی نسبت تو میری تسلی ہو گئی ہے - ہاں اگر کوئی اور حکم ہو تو بندہ حاضر ہے کیونکہ آپ میرے استاد ہیں - اس پر مولوی صاحب نے فرمایا - کہ نہیں ضرور وہ حوالے بھی ساتھ لاؤ اور خود بھی آؤ - میں نے حضرت صاحب کی سب کتابیں پڑھی ہوئی ہیں - بہت اچھی طرح سے تمہارے شکوک رفع کردونگا - خیر میں نے شیخ صاحب کے پاس آکر یہ قصہ بیان کیا - انہوں نے فرمایا حرج تو کوئی نہیں - خوب تحقیق کرنی چاہئے - مگر وہ آدمی کچھ ایسا ہے - کہ اگر کسی بات کا جواب نہ آئے - تو لڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے - مینے کہا - کہ جب انہوں نے بار بار اصرار کیا ہے اور کہا ہے کہ ضرور حوالے لیکر آؤ - اور دوسرے یہ کہ میں اُن کا شاگرد ہوں - ہرگز ہرگز لڑائی تک نوبت نہیں پہنچیگی - خیر میں حوالے لیکر مولویصاحب کے پاس چلا گیا - مگر انہوں نے جواب دیا - کہ ازالہ اوہام میرے پاس نہیں ہے - وہ لے آؤ - میں ابھی تمہارے شکوک رفع کر دیتا ہوں - خیر قریب شام کے وقت ازالہ اوہام لیکر گیا - مولوی صاحب نے دو تین دفعہ خوب غور سے حوالہ پڑھا - اور یہ فرمایا کہ مرزا صاحب کا مذہب نہیں ہے - یہ مرزا صاحب نے کسی اور کا مذہب لکھا ہے - مینے کہا - کہ میں مذہب نہیں دریافت کرنے آیا - بلکہ یہ دریافت کرنے آیا ہوں کہ اس آیت مذکورہ کے معنے حضرت صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۶ میں کئے ہیں - اور میاں صاحب نے حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۵۵ میں کئے ہیں - دونوں کے معنوں میں فرق ہے یا نہیں - اس پر مولوی صاحب نے جلال پہلوان سے دریافت کیا کہ حقیقۃ النبوۃ تیرے پاس ہے - اس نے کہا نہیں - اس پر مولوی صاحب نے فرمایا کہ اب میں تیار نہیں ہوں - کل ظہر کے وقت آنا - میں واپس چلا آیا - اور اسوقت یہ نتیجہ نکالا - کہ مولوی صاحب نے یونہی کہدیا تھا - کہ میں نے حضرت صاحب کی کتابیں پڑھی ہوئی ہیں - پڑھنا تو درکنار - انکے پاس اگر حضرت مرزا صاحب کی کتاب نہیں تھی - تو میاں صاحب کی کتاب تو ضرور ہونی چاہیئے تھی - یا تو مولوی صاحب کے پاس واقعی کوئی کتاب نہیں ہے یا انہوں نے وقت ٹالدیا ہے - خیر دوسرے دن میں وقت مقررہ پر شیخ صاحب کے پاس آیا - تو شیخ صاحب نے کہا - کہ سمجھانا تو انہوں نے کچھ بھی نہیں - جیسا کہ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا - مگر تم بھی حجت پوری کرو - اور اب یہ دونوں کتابیں لیکر لے جاؤ - اور دونوں جگہ سے کھولکر مولوی صاحب کے آگے رکھدو - تاکہ کتاب نہ ہونے کی حجت تو جاتی رہے - خیر مجھکو شیخ صاحب کی بات پسند آئی - میں وقت مقررہ پر دونوں کتابیں لیکر گیا - اور دونوں مولوی صاحب کے آگے رکھدیں اور حوالونکی جگہ بھی نکالدی - مولویصاحب دیر تک دونوں کتابوں کے حوالے پڑھتے رہے - اور یہی عذر دیا کہ یہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا مذہب بیان نہیں کیا - میں نے کہا گستاخی معاف یہ بات آپ لکھدیویں کہ یہ مرزا صاحب کا مذہب نہیں ہے - اور یا کہ مرزا صاحب نے معنے غلط کئے ہیں - اور میاں صاحب نے نادان کسکو کہا ہے - میں صاف صاف جواب پوچھنا چاہتا تھا - مولوی صاحب تکرار کئے جاتے تھے - یہاں تک کہ ان کے عقائد باطلہ کے اثر کا شعلہ اُن کے رگ وریشہ میں موجزن ہوا - اور نیچے دا کر گلے مارنے - لطف یہ کہ انکا داماد بھی حیرانی سے یہ معاملہ دیکھ رہا تھا - مگر وہ بھی ٹس سے مس نہ ہوا - خیر میں مار کھا کر اور یہ کہتا ہوا کہ آپ بالکل احمدیت کو چھوڑ چکے ہیں چلا آیا - مینے یہ ماجرا اکثر دوستوں سے بیان کیا - اور بعضوں نے نالش کی رائے بھی دی مگر میں غریب تھا اس لئے چپکے ہو رہا - ہاں ایمان میرا بہت ترقی کر گیا - اور مینے عقائدِ محمودیہ سے جو کہ باطل ہیں اور جنکے اثر سے انسان بالکل خلق محمدی سے گر جاتا ہے - خدا کے حضور توبہ کی اور سخت توبہ کی اور اب یہ چند حرف برائے آگاہی دوستان اور احمدی ...

حسب الحکم انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری نے بطور پرنٹر و پبلشر انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

سبحان و الصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ

حضرت مسیح موعودؑ اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہمبریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللّٰہ

حضرت مسیح موعودؑ اور اسکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت
سالانہ ے
ششماہی ے
سہ ماہی عہ
ماہوار ۹ طلبا سے سالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۲۴ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۵ جون سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر [illegible]

کلام امیرؓ

کفارہ اور اسکی اصل حقیقت

مسیحی اور اسلامی کفارہ میں فرق

فرمایا۔ حضرت مسیح کے کلام میں ایک فقرہ آتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آؤ جو تم بوجھ کے مارے ہوئے ہو۔ میں تمہارے بوجھ کو اتار دوں۔ اس فقرہ سے ایک قوم نے بہت سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اور اس کا غلط اور بیجا کچھ مفہوم لے لیا ہے۔ اور یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ بس اب اعمال کی ضرورت نہیں۔ ان پر ایمان لے آنا ہی کافی ہے۔ قرآن کریم نے بھی ایک جگہ ایک ایسی قسم کا فقرہ استعمال کیا ہے۔ لیکن اس نے ساتھ ہی اسکے معنے بھی کر دئے ہیں۔ فرمایا۔ یرید اللّٰہ لیخفف عنکم و خلق الانسان ضعیفا اللہ تعالے چاہتا ہے۔ کہ تم سے تمہارے بوجھوں کو ہلکا کرے کیونکہ انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ اسکے معنے سیاق و سباق عبارت سے یہ معلوم ہوتے ہیں۔ کہ اللہ تعالے نے اس بوجھ کو یوں ہلکا نہیں کیا۔ کہ گویا ہمکو شریعت کی پیروی سے بری الذمہ کر دیا ہو۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ اپنی رضا کی راہیں اس نے انسان پر کھولدیں۔ انسان خود بخود اللہ تعالے کی رضا کی راہوں کو پا نہیں سکتا تھا۔ وہ کمزور ہے اور اپنی کمزوری کے باعث اسکی صحیح منشا کو سمجھ نہیں سکتا۔ تاکہ سیدھے رستہ پر گامزن ہو کر اس کی اصلی خوشی کو پا سکے۔ اللہ تعالے نے اسکے اس بوجھ کو یوں ہلکا کیا کہ اپنی رضا کی راہوں کو اس پر کھولدیا۔ چنانچہ اس سے پہلے فرمایا ہے یرید اللّٰہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم ویتوب علیکم واللّٰہ علیم حکیم۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ یہاں تخفیف سے مراد کوئی شریعت سے آزاد کرنا نہیں۔ بلکہ شریعت کا دینا مراد ہے۔ یعنی شریعت کے ذریعہ اپنی رضا کی راہوں کو کھولدیا۔ اور اس طرح سے تمہارے اس بوجھ کو ہلکا کر دیا۔

واقعات عالم کی شہادت

اب کفارہ کی ان دونوں صورتوں کو یعنی (۱) وہ جو قرآن نے بتائی۔ اور (۲) وہ جو مسیحی تجویز کرتے ہیں۔ ہم واقعات عالم پر پرکھتے ہیں۔ کہ کونسی صحیح ہے۔ دنیا میں ساری قوموں کے اندر نبی آتے رہے ہیں۔ عیسائی بھی بہت سے انبیاء کو مانتے ہیں۔ وہ انبیاء کس غرض کے لئے آئے۔ اس بات پر سب متفق ہیں کہ انکے آنے کی غرض صرف اللہ تعالے کی رضا کی راہوں کو کھولنا اور ظاہر کرنا تھا۔ لیکن اب عیسائیوں کا خیال ہے کہ انسان چونکہ کمزور ہے اس لئے وہ شریعت کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ اس لئے اللہ تعالے نے مسیح کو بھیجا۔ کہ وہ سب کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے اور نسل انسانی کو شریعت سے آزاد کر دے تاکہ وہ گناہوں میں گرفتار ہو کر عذاب کے مستحق نہ ہوں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آیا یہ خدا وہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا تھا۔ یا کوئی اور۔ اگر یہ وہی خدا ہے۔ تو کیا اسکو اتنا بھی علم نہ تھا کہ انسان کتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ وہ تو انسان کی طاقت کو خوب جانتا ہے اور اس لئے اسکے مطابق اتنا ہی بوجھ اسکے اوپر لادے گا۔ جتنا وہ اٹھا سکتا ہے۔ اسکے بغیر تو اس سے اس کے علم پر حرف آتا ہے۔ کہ باوجود پیدا کرنے کے وہ اتنا بھی واقف نہیں۔ کہ ہم کسقدر بوجھ اٹھانے کے قابل ہیں پس اگر یہ سچ ہے۔ کہ انسان شریعت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ تو اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس نے انبیاء کو کیوں بھیجا۔ ظاہر ہے۔ کہ انسان انکی بتائی ہوئی راہوں پر چل ہی نہیں سکتا۔ تو انبیاء کا بھیجنا عبث تھا۔ پھر اس نے تجربہ سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ کہ ایک نبی کو بھیجکر جب دیکھ لیا تھا۔ کہ اسکی بتائی ہوئی راہوں پر انسان چل ہی نہیں سکتا۔ تو آئندہ اور نبی نہ بھیجتا۔ وہ تو نبی پر نبی ہی بھیجتا چلا گیا۔ اور آخر میں آکر پتہ لگا۔ کہ یہ تو سب کیا کرایا اکارت گیا۔ اس لئے اب کفارہ کی راہ اختیار کی۔ اور اس بوجھ کو اسپر سے آخر میں آکر اتارا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ عیسائیوں کا پیش کردہ عقیدہ کفارہ کس قدر واقعات عالم کے خلاف اور خدا تعالے کے علم پر نقص عائد کرنیوالا ہے۔ اس سے تو اللہ تعالیٰ کی حیثیت ایک انسان کے برابر بھی نہیں رہتی۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

انسان تو ایک دفعہ کے تجربہ سے ہمیشہ کے لئے فایدہ اٹھاتا ہے - مگر اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ اتنا فائدہ بھی نہ اٹھا سکا - اس سے صاف ثابت ہوتا ہے - کہ مسیحی کفارہ واقعات عالم کے صریح خلاف اور ذات باریتعالےٰ پر نقص عائد کرنیوالا ہے ÷ فتدبر -

اخبار احمدیہ

حضرت امیر - حضرت خواجہ صاحب - ڈاکٹر صاحبان اور دیگر بزرگان ملت بفضلہ بخیر وعافیت اور خدمات دینیہ میں منہمک ہیں ÷

حکیم مرہم عیسےٰ تھوڑے دن ہوئے - گوجرہ - چکوال - لائلپور - دوالیال وغیرہ سے ہوتے ہوئے لاہور واپس آئے تھے - کل پھر اجنالہ تشریف لیگئے ہیں - اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کی سعی کو مشکور فرماسے اور ان کی ہمت میں برکت ڈالے - اور صحت و سلامتی بخشے - آمین !

نتائج امتحانات ذیل کے احمدی طلباء امتحان بی اے میں کامیاب ہوئے :-

(۱) خواجہ بشیر احمد صاحب فرزند اکبر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب - مشن کالج لاہور سے (۲) سید غلام مصطفےٰ صاحب برادر خورد جناب ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب - علیگڈھ کالج سے - (۳) غلام ربانی صاحب اسلامیہ کالج پشاور سے - علاوہ ازیں شیخ فضل الٰہی صاحب بی اے - علیگ - الہ آباد یونیورسٹی کے پریویس ایم اے کے امتحان میں کامیاب ہوئے - میرے ایک عزیز دوست میاں ظہور احمد صاحب جنکو احمدیہ بلڈنگس کی زمین کیساتھ ایک خاص تعلق ہے - ان کے بھی امتحان بی - اے میں کامیاب ہوجانے کی خبر مجھے ابھی ملی ہے - اللہ تعالےٰ ان سب کو اور بھی دینی و دنیوی ترقیات عطا فرمائے اور خدمات دین کی توفیق بخشے - آمین !

مبارکباد اس مسرت انگیز تقریب پر ہم ان تمام کامیاب ہونیوالوں کو مبارکباد عرض کرتے ہیں بالخصوص حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو جنہوں نے خود اپنا بھی سب کچھ دین کی راہ میں کھودیا اور اب اپنے پیارے جگر کو بھی اسی راہ میں قربان کرنے پر مستعد ہیں - حضرت خواجہ صاحب کا یہ پاک جذبہ ان دنیا طلبی کے زمانہ میں کس قدر لائق تحسین و آفرین ہے - مبارک ہے وہ انسان جو آپ کے نقش قدم پر چلکر ایسی جرأت اور استقلال کیساتھ کام کرے اور عملی طور پر دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھائے - کسقدر سنگدلی القلب ہے وہ وجود اس پاک نفس پر مسیح موعود کی تعلیم سے انحراف کا الزام دیتا ہے حالانکہ اسکا ایک ایک لمحہ مسیح موعود ہی کے ارشاد کی تعمیل میں گذرتا ہے - اور وہ اس مجدد وقت کے کہنے پر چلکر اشاعت اسلام کو ہر ایک دنیوی مفاد پر مقدم کرتا ہے - خواجہ بشیر احمد صاحب ماشاء اللہ بہت ذہین اور قابل انسان ہیں - ابتداء سے لیکر اسوقت تک کسی امتحان میں فیل نہیں ہوئے - اور دینی باتوں میں بھی ہمیشہ دلچسپی لیتے رہتے ہیں - یہ آثار ہیں اس بات کے کہ یہ ہونہار نوجوان انشاء اللہ اپنے مقدس والد کا پورا نمونہ بلکہ نعم البدل ثابت ہوگا - حضرت خواجہ صاحب ان کی دینی تعلیم کی تکمیل کیلئے انہیں اشاعت اسلام کالج میں داخل کرنیوالے ہیں - جہاں امید ہے کہ وہ دینی پہلو سے بھی ایک خاص امتیاز حاصل کرینگے - قوم کے دوسرے بچوں کے لئے یہ مثال قابل تقلید ہے ÷ مبارکباد رب سنتی خواجہ عبدالغنی

تازہ خبریں

برٹش محاذ - لنڈن ۱۰ / جون - کل رات کے ایک اعلان میں جنرل ہیگ رقمطراز ہے کہ کل رات گلوسسٹر فوج کا ایک دستہ نیوچیپل کے جنوب میں دشمن کی خندقوں میں گھس گیا اور ایک کلدار توپ گرفتار کرلی - علاوہ ازیں پیدل فوج کی اور کوئی کارروائی نہیں ہوئی - ہمارے بھاری توپخانہ نے کل لابیسی کے مشرق میں سٹیشن سالوم کو تباہ کردیا - اور ایک ٹرین کو آگ لگادی - بیرسوج کے شمال میں دشمن کی صفوں کے پیچھے مضبوط مورچوں کے خلاف ہماری توپوں نے بہت عمدہ نتائج پیدا کئے - آج پیرس کے مشرق میں توپ خانہ کی خوب لڑائی ہوئی - گذشتہ ہوہین زدمرن اور علاقہ جات ہولبج نیو ویلی اور البرٹ میں سرنگوں کی لڑائی جاری ہے - ہم نے گذشتہ ۲۴ گھنٹوں میں چھ سرنگیں بڑی کامیابی سے اڑائیں - دشمن نے صرف ایک سرنگ اڑائی - جس سے کوئی نقصان نہیں ہوا - کل ہوائی جہازوں نے بڑی کامیابی سے کام کیا - کوئی لڑائی نہیں ہوئی - ہماری مشینیں بلا روک ٹوک کام کرتی رہیں - اگرچہ دشمن کے کئی ہوائی جہاز دیکھے گئے ÷

پیرس کے نزدیک لڑائی - لنڈن ۱۰ / جون - جنرل ہیگ کا آج کا اعلان مظہر ہے کہ آج گرمی کا بڑا مرکز پیرس کے گرد تھا - جہاں توپخانوں نے بڑی بھاری گولہ باری کی - دشمن نے پیرس کو مائنز ریلوے کے شمال میں بعد دوپہر ایک بجے اور ۳ بجے کے درمیان ہماری خندقوں پر اور ہوگ کے مغرب میں ہماری پوزیشنوں پر تمام دن بڑی بھاری گولہ باری کی - اس علاقہ میں پیدل فوج کا کوئی حملہ نہیں ہوا - ہمارے توپ خانہ نے لالوسلے - آرمس اور لوس کے گرد مورچوں پر گولہ باری کی - علاقہ انگرس اور سوچیز میں ہماری خندقوں پر شدید گولہ باری کی گئی - گذشتہ ہوہین زولرن میں طرفین نے سرنگوں کی باہمی لڑائی میں خوب سرگرمی دکھائی - ہم نے کوبنچی میں ایک سرنگ اڑائی جس سے دشمن کی خندقوں کو بہت نقصان پہنچا - دشمن نے دائرسٹراٹ دائی شاف سڑک کے جنوب میں دو سرنگیں اڑائیں - جن سے ہماری اور انکی خندقوں کا نقصان ہوا - ان دھماکوں کے بعد دشمن کے ہوائی جہازوں نے غیر موثر طور پر ہماری خندقوں پر بم باری کی - نیوچیپل کے جنوب میں گلوسسٹروں کے حملے کے متعلق مزید خبریں مظہر ہیں کہ ہم نے دشمن کو بہت سخت نقصان پہنچایا ÷

اطالوی وزارت میں جھگڑا - لنڈن ۱۱ / جون - رومامیں چیمبر نے آج حساب کے متعلق ووٹوں پر بحث کی - سامیوز سلینڈرنہ کی ایک تقریر کے بعد جس میں اس نے ٹریسنو میں فوجی پوزیشن کو واضح کیا - چیمبر نے گورنمنٹ میں اعتماد کا ایک ووٹ ۱۹۷ راؤں سے رد کیا - ۱۵۰ ووٹ اعتماد کے حق میں تھے - تقریر کنندگان نے گورنمنٹ کی پالیسی پر نکتہ چینی کی اور مزید سرگرمی اور چیمبر اور گورنمنٹ کے درمیان مزید باہمی امداد کی ضرورت بتلائی - انہوں نے فوجی حالت کے متعلق ایک بیان کا مطالبہ کیا - تقریر کنندگان نے اگرچہ وزارت کی اعلان جنگ کرنے کے کام کی تعریف کی - لیکن یہ کہا کہ تمام پارٹیوں کے قائم مقاموں کی ایک وزارت بنائی جانی چاہیئے - عام رائے یہ ہے کہ اس ووٹ سے جنگ کے طریقے اور سپرٹ میں کوئی تبدیلی ظاہر نہیں ہوتی - تمام تقریر کنندگان اس امر پر ہم رائے تھے - اور متفق الرائے تھے کہ جنگ نہایت سرگرمی سے جاری رکھی جانی چاہیئے - وزارت کے ایک ووٹ کے بعد استعفوا پیش کیا گیا - جنکے متعلق پیر کے روز اعلان کیا جائیگا - شاہ اٹلی بہت جلد روما کو واپس آنیوالا ہے ÷

بحر شمالی کی لڑائی - لنڈن ۱۰ / جون - پریسوڈان ایک اخبار نے جو کگس ہون سے واپس آیا ہے سنا ہے - کہ جو جرمن جنگی جہاز جن میں ۳۰ ہزار ٹن کا جنگی جہاز آدمسٹ - فرلیس لینڈ اور ۱۲ تباہ کن جہاز شامل ہیں - گم ہیں ÷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - ۱۵ - جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۲

قوم میں علما کی ضرورت

علم آں بود کہ نور فراست رفیق اوست
ایں علم تیرہ را بہ پشیزے نمے خرم

احمدی جماعت کی بنیاد بفضل خدا جس طرز اور جس نہج پر رکھی گئی ہے۔ اور جن نیک اور پاک باتوں کو اس کا بنیادی پتھر ٹھیرایا گیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ وہ کچھ اس قسم کی خاصیت اپنے اندر رکھتی ہیں کہ ایک امی سے امی انسان بھی انکو سنکر اور اس طرز کو اختیار کرکے بڑے بڑے مدعیان علم کو حق کی مخالفت سے روک سکتا ہے۔ یہ ایک ظاہر اور واضح حقیقت ہے جس کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے جو علم کلام اس زمانہ میں ہمیں سکھایا ہے۔ وہ اپنی طرز میں بالکل نرالا ہونے کے ساتھ ایسا عام فہم اور ذہن کو تیز بنا دینے والا ہے۔ کہ ایک ناسمجھ سے ناسمجھ انسان بھی اسے پڑھ اور سنکر بڑے سے بڑا عالم اور فقیہہ بن جاتا ہے۔ ہم میں کے بیشتر لوگوں نے باوجود کتابی علم سے ناواقف ہونے کے وہ وہ کام کئے ہیں۔ جو شاید پڑھے لکھے لوگوں کے کبھی خواب اور خیال میں بھی نہ آئے ہونگے لیکن یہ علم کیا ہے۔ کس حد تک ہمیں کام دیسکتا ہے اور اسکو حاصل کر لینے کے بعد بھی تو آیا کسی اور شعبہ علم کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ یہ وہ اہم اور ضروری سوال ہیں کہ جن پر ہر ایک احمدی کو بطور خود غور کرنا چاہئے۔ وہ چند موٹے موٹے اصول اور قرآن کریم کو سمجھنے اور اس سے مزاولت پیدا کرنے کا طریق جو اس امام الوقت مجدد زمان علیہ الف الف صلواۃ والسلام نے ہمیں بتایا۔ گو ہمیں اسوقت میدان مناظرہ و مباحثہ میں ایک بڑے کاری ہتھیار کا کام دے جاتا ہے اور کسی کی بھی طاقت نہیں۔ کہ مقابلہ کی تاب لاسکے۔ عیسائی آریہ۔ برہمو اور دہریہ پھر خود مسلمانوں میں نیچری۔ حنفی۔ شیعہ و اہلحدیث گویا کوئی مذہب اور کوئی فرقہ ایسا نہیں جو میدان مقابلہ میں اپنے حریف کا احمدی ہونا سنکر پھر بھی مقابلہ میں ہی ڈٹا رہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آیا صرف اتنا ہی کافی ہے۔ کہ ان چند موٹے موٹے اصولوں اور طرز مباحثہ و مناظرہ ہی کو اختیار کرکے بیٹھے رہیں۔ اور اس سے بڑھکر ہاتھ پاؤں نہ ماریں۔ کیا ہمارے لئے زندگی کے اس وسیع میدان میں صرف یہی ایک نصب العین ہونا چاہئے۔ اور اس سے بڑھکر کوئی کام ہمارے ذمہ نہیں۔ کیا علم کے وسیع میدان میں ہمیں بہت زیادہ ترقی کرنے ہاں اپنی اس پاکیزہ زبان کو جسکے متعلق ہمارا دعوےٰ ہے کہ وہ ام الالسنہ ہے اور دنیا کی کوئی دوسری زبان اس کا لگا نہیں کھا سکتی۔ جس میں علوم کے بیش بہا خزانے اور دفینے موجود ہیں اور آج کوئی بھی انکو باہر لانیوالا نہیں۔ وہ زبان جس میں عرب کے ایک امی انسان کے قلب مطہر پر اس پاک کلام کا نزول ہوا۔ جو آئندہ ہر زمانہ میں کل دنیا جہان کے لئے ہدایت و رحمت کا موجب بننے والی تھی۔ فقد جاءکم بینۃ من ربکم وھدی ورحمۃ۔ وہ جسکو خدا تعالے نے عربی مبین کہکر پکارا جس میں اظہار خیالات کیلئے الفاظ کی وسعت نے دوسری زبانوں کے مقابلہ میں آکر انکو عجمی کہکر پچھاڑ دیا۔ افسوس ہے کہ آج اسی زبان کو سیکھنے میں نہ صرف عام مسلمان بلکہ ہمارے وہ خاص احباب بھی جو اشاعت و حفاظت اسلام کا گرانقدر بوجھ اپنے سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ عملی طور پر اغماض سے کام لے رہے ہیں۔ قرآن کریم کو سیکھنے اور پڑھنے کیلئے گو سب سے زیادہ تقوےٰ اور اس نور فراست کی ضرورت ہے۔ جسکا ذکر حضرت مسیح موعودؑ کے مندرجہ بالا شعر میں پایا جاتا ہے ولا یمسہ الا المطھرون خود قرآن کریم کا قول ہے۔ جو بتاتا ہے کہ اس سے مس صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو اتقا و پرہیزگاری میں اعلےٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہوں لیکن بالآخر تعاونوا علی البر والتقوی کے ماتحت اس زبان سے بھی تو واقف ہونا ضروری ہے۔ جس میں کہ قرآن نازل ہوا۔ تاکہ یہ واقفیت اس نور فراست کے لئے ممد و معاون کا کام دے۔ کس قدر بیش بہا علوم کے خزانے خود قرآن کریم سے استنباط و استخراج کرکے بزرگان سلف نے مہیا کئے مگر کس کس مپرسی کی حالت میں وہ سب کے سب آج مسلمانوں کی اس زبان سے ناواقفیت کے باعث پڑے ہیں۔ وہ علوم جو دنیا کو اوج کمال پر پہنچا کر ہدایت و رحمت کا موجب ہوئے۔ اور آج بھی انہی سے فائدہ اٹھانے والے شہرت و تہذیب کے آسمان پر چاند بنکر چمک رہے ہیں ان سے آج عدم مزاولت کے باعث مسلمان بالکل پست حالت تک پہنچ چکے ہیں۔ اور ان پر ایک مردگی سی طاری ہوگئی ہے۔ افسوس قرآن مجید تو ہمیں بتا یا تھا۔ کہ یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ والرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔ لیکن مسلمانوں نے اللہ اور رسول کی اس پکار سے فائدہ نہ اٹھاکر اس زندگی کو مردگی اور مردگی کا ساتھ دیا۔ الغرض قرآن کو سیکھنے اور سمجھنے اور اس کے علوم عالیہ کو دنیا میں پھیلانے کے لئے ضرورت ہے۔ کہ اس زبان اور اس کے وسیع علوم کا بھی پورے طور پر احاطہ کیا جائے۔ جس میں وہ نازل ہوا۔ ہماری جماعت میں اس کی کمی نمایاں طور پر پائی جاتی ہے اور اس کی اصل وجہ درحقیقت وہی ہے جو میں اوپر بتا چکا ہوں۔ کہ بعض سہل الحصول باتوں کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے خاص فیضان میں سے ہیں۔ بس کافی سمجھ لیا گیا ہے۔ اور ان سے جو کامیابی ہوتی ہے۔ اسے ہی اصلی نصب العین سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ اگر اس کے ساتھ علوم عربیہ کا بھی کافی مطالعہ کرنے کی کوشش کیجاتی تو مسیح موعودؑ کے بتائے ہوئے گر سونے پر سہاگے کا کام دیتے۔ اصل میں زیادہ تر عربی علوم سے عدم مزاولت کا باعث موجودہ علماء کا وہ نمونہ بھی ہے۔ جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ اور جسپر اللہ تعالے نے بھی انہیں یحملون الاسفارا کا خطاب دیا ہے۔ لیکن دنیا میں یہ کہیں بھی دیکھا نہیں گیا۔ کہ کسی خاص کام میں کسی شخص کے برے نمونہ کو دیکھکر آئندہ لوگ اس کام کو ہی ترک کردیں۔ دنیا میں کتنے ایسے پیشہ ور ہیں۔ جو اپنے پیشوں سے ناجائز فائدہ اٹھاتے۔ اور ایک بدترین نمونہ پیش کرتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے لوگ اس کام کو چھوڑ نہیں دیتے ہیں۔ وکالت پیشہ لوگوں کی مثال کسقدر نمایاں ہے۔ پھر کیا کسی نے سبب سے وکلاء کو اپنے اس کام میں بڑکر اس سے برا فائدہ اٹھاتا ہے۔ تو تم اس کی اس برائی کو اس کام کا نتیجہ کیوں قرار دیتے ہو۔ کیوں نہیں اسے اس کے اپنے نفس کی شرارت کا باعث نہیں ٹھیراتے۔ اسی طرح سے آج اگر بہت سے علماء علوم عربیہ کی تحصیل کرنے کے بعد اس نور فراست سے کام نہیں لیتے جو کہ اسلام کی رفیق ہونی چاہئے۔ اور اس طرح سے دنیا کے سامنے ایک برا نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تو تم تاشا واللہ اس ناموس اللہ کے تربیت یافتہ ہو۔ جس نے محمد رسول اللہ صلعم سے تعلیم پائی۔ اور اللہ تعالے کی دی ہوئی فراست اسکی رفیق زندگی تھی۔ پس تمہارے لئے وہ کونسی روک ہے کہ تم اس نور فراست کو لیکر بھی علوم عربیہ کا اسے رفیق نہیں بنا لیتے۔ جماعت میں اسوقت تک علماء کی جو تقوی و طہارت کے ساتھ وسیع علوم پر بھی احاطہ رکھتے ہوں بہت کمی ہے۔ اور افسوس ہے کہ بہت لوگ اس کمی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اور نہیں چاہتے کہ اعلےٰ علوم میں دستگاہ حاصل کرکے بزرگان سلف کے کارناموں کو زندہ کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ ہمیشہ جب کبھی کوئی عالم جماعت میں سے فوت ہوجاتا۔ تو اس کمی کو غیر معمولی نقصان سے تعبیر فرماتے اور آپکی یہ بڑی خواہش رہتی تھی۔ کہ ہمارے احباب خود بھی عربی کا مطالعہ کرنے کی کوشش کریں۔ اور اپنے بچوں کو بھی دیگر مروجہ علوم کیساتھ اس طرز سے محروم نہ رہیں۔ پس ایسی حالت میں خود

الاخبار والآراء

مکرمی سید محمود اختر کی کامیابی

محترم معاصر مدینہ بجنور سے یہ دل خوش کن خبر پڑھکر ہمیں از حد مسرت ہوئی کہ ہمارے لائق اور قابل احمدی دوست سید محمود اختر صاحب سب انسپکٹر نور پور نے سنڈا اور کے ایک اشتہاری مفرور ڈاکو بنوا نامی کو جسے مار کر لانے پر پانسو روپیہ کا انعام مقرر تھا " موضع بنواڑیاں تھانہ نور پور میں بھکارنغ لگا کر کسی موقعہ پر گولی سے مار دیا "

سید صاحب موصوف کی اس کامیابی پر ہم ان کی خدمت میں مبارکباد عرض کرتے ہیں - فی الحقیقت سید صاحب کا وجود بجنور کے علاقہ میں از بس غنیمت ہے - آپ جس محنت و جانفشانی سے وہاں کام کرتے ہیں - وہ اس قابل ہے - کہ اس کی پوری قدردانی کی جائے - آپ ایک باہمت نوجوان ہیں اور بڑے تدبّر اور کوشش کے ساتھ اپنے فرائض منصبی کو سرانجام دیتے ہیں - جسکا ذکر وقتاً فوقتاً وہاں کے مقامی اخبارات میں بھی پایا جاتا ہے - امید ہے کہ سید صاحب کی یہ نمایاں کامیابی انکے مالی مفاد کے ساتھ انشاء اللہ درجات کی بلندی کا بھی باعث ہوگی - اللہ تعالےٰ انہیں اور بھی ہمت اور برکت عنایت فرمائے - آمین ! +

کثرت جرائم کا باعث

جیل خانوں میں قیدیوں کی تعداد کے روبترقی ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقامی ہمعصر اسکو افلاس کا نتیجہ بتاتا ہے بیشک افلاس بھی ایک بہت بڑی حد تک کثرت جرائم کا باعث ہے - لیکن اگر ذرا اس سے بھی گہری نظر سے دیکھا جائے - تو افلاس کوئی حقیقی امراض میں سے نہیں - بلکہ یہ محض ایک عارضہ ہے - جسطرح کسی کو بخار کے آنے سے سر درد اور دیگر مختلف عوارض لگ جاتے ہیں - تو لائق حکیم ان عوارض کی طرح متوجہ نہیں ہوتا - بلکہ اصل مرض کا علاج کرتا ہے - جس سے وہ سب عوارض دور ہو سکتے ہیں اسی طرح سے ہندوستان میں کثرت جرائم کی مرض کا اصلی باعث افلاس نہیں - بلکہ روحانی و مذہبی فقدان ہے - مذہب ہی ایک چیز ہے جو انسان کو تمام قسم کے جرائم سے روکے رکھتا ہے - جتنا انسان مذہب سے دور ہوتا جاتا ہے - اتنا ہی قسما قسم کے جرائم کا وہ عادی بنتا چلا جاتا ہے - سوسائٹی کا رعب اور لحاظ اور کچھ گورنمنٹ کا قانونی شکنجہ اسکو علانیہ جرائم سے ایک حد تک بچاتا بھی ہے - اور جب اس کا بھی خوف دل سے اٹھ گیا - تو پھر وہ آزادی سے اپنی من مانی خواہشات کو پورا کرتا ہے - ہماری سمجھ میں کثرت جرائم کو روکنے کی صرف ایک ہی راہ ہے - وہ یہ کہ لوگوں میں مذہبی روح پھونک دی جائے - انہیں یقین دلایا جائے - ایک احکم الحاکمین خدا انکی ان سب علانیہ و پوشیدہ باتوں کو دیکھتا ہے - اور وہ ان کی بازپرس کریگا - باقی باتیں اسکی ممد و معاون ہیں - مثلاً ترکیب ہیں خوشحالی کے سامان پیدا کرنا - اسکے بغیر بہت سے کمزور دل صراط مستقیم سے ڈگمگا جاتے ہیں اور ان عارضی مصائب کو دور کرنے کے لئے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں پس انکی تقویت کے لئے ایسے سامان پیدا کرنا ضروری ہے - جن سے وہ خوشحالی سے زندگی بسر کرسکیں - لیکن سب سے بڑی بات جو جرائم کے قطعی انسداد کے لئے ضروری ہے اور جسے امن و آسایش کی گویا بنیاد کہنا چاہئے - وہ ہے ملک کی اعلےٰ مذہبی و اخلاقی حالت پیدا کرنا - جس کے لئے ضرورت ہے - کہ پبلک اور گورنمنٹ ملکر ساعی ہوں +

جرائم پیشہ اقوام کو سدھارنے کا انتظام

مقام مسرت ہے کہ گورنمنٹ عالیہ اس نہایت ضروری اور اہم امر کی طرف خصوصیت سے متوجہ ہے اور حتی الوسع جرائم پیشہ اقوام کو سدھارنے کے لئے پوری جدوجہد سے کام لے رہی ہے - عموماً مذہبی سوسائٹیوں کے سپرد ان اقوام کو کیا گیا ہے - جو وعظ و نصیحت کیساتھ انہیں کام پر لگانے اور انکے لئے کارخانے کھول کر بیکاری کی عادت کو چھوڑانے اور اس طرح سے ان میں ہنرمندی کی عادت پیدا کرنے کی کوشش کرتی ہیں - پہلے تو یہ کام بالعموم مکتی فوج ہی کے سپرد تھا - مگر اب دوسری مذہبی سوسائٹیوں نے بھی اس میں حصہ لینا شروع کیا ہے - اور گورنمنٹ نے ازراہ عنایت ان کی حوصلہ افزائی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی - چنانچہ ہمارے احباب یہ سنکر از حد خوش ہونگے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھی سیالکوٹ کے ضلع میں دو گاؤں اس غرض کے لئے دیئے گئے ہیں - کہ وہاں کارخانے کھولکر وہاں کی جرائم پیشہ اقوام کو کام سکھایا جائے - اور ساتھ کے ساتھ وعظ و تلقین کا سلسلہ بھی جاری رکھا جائے - تا وہ ان آئے دن کی ناجائز حرکات سے بچکر اپنے اور اپنے ملک کے لئے آرام اور خوشحالی کا باعث ہو سکیں - گورنمنٹ کا یہ طریق عمل فی الحقیقت ہے کہ آمد اور ملک میں امن و امان کی ایک لہر پیدا کر دینے والا ہے - اس بات کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس بارہ میں مسیحی اور مسلمان بلکہ ہر مذہب و ملت کی سوسائٹیوں اور انجمنوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنا اور ہر ایک کو کوشش کرنے کا موقع دینا سلطنت برطانیہ کی برکات حریت و مساوات کا ایک نمایاں اور درخشاں ثبوت ہے +

چندہ ترجمۃ القرآن

طلباء اسلامیہ کالج معرفت میاں تاج الدین صاحب ۱۲ ۔

- دوست محمد صاحب - جھانہ ... صہ
- سید نادر حسین صاحب تحصیلدار - ضابیر للعہ
- مولوی محمد صاحب کملانہ - یعنی ویامم للعہ
- صوفی احمد دین صاحب کی خوشدامن صہ
- منشی مولا بخش صاحب - بہاولپور ستہ
- مرزا ... صاحب سہ
- ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب ... صہ
- ماسٹر فقیر اللہ صاحب - لاہور سے
- منشی عبدالحمید صاحب ... عہ
- حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ - لاہور سے
- مرزا خدا بخش صاحب " صہ
- مولوی صدیق حسین صاحب " عہ
- ملک محمد بخش صاحب آسٹریلیا ...
- عبدالرحمن خان صاحب سوداگر " لعہ
- سید حیات علی شاہ صاحب دانہ ...

آمد زکوٰۃ

ملتان سے مندرجہ ذیل رقوم بطور زکوٰۃ وغیرہ معرفت میاں محمد یار صاحب آتشباز موصول ہوئے ہیں +

- منشی اللہ یار صاحب کلرک متوکمہ انہار - ...
- حکیم محمد اسمٰعیل صاحب ... ...
- ایک مولوی صاحب ... ...
- ملک رحیم بخش صاحب ... عہ
- میاں جندوڈا صاحب زرگر ... ۸ر
- میاں خان محمد صاحب زرگر ... ۸ر
- عبدالعزیز خان صاحب ... ۸ر

برائے اشاعت اسلام

- میاں محمد یار صاحب آتشباز عہ
- میاں غلام رسول صاحب ... ۸ر
- میاں عبدالرحمان صاحب ۸ر

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

سرسری نظر

رسالہ جیون لاہور

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

پنڈت راجا رام صاحب کا مضمون الہامی کتاب پر

سب سے ضروری اور اہم مضمون جو کسیقدر طویل بھی ہے الہامی کتاب پر ہے جو پنڈت راجا رام صاحب پروفیسر ڈی۔ اے۔ وی کالج کا ہے۔ صرف اسی مضمون کی خاطر ہم نے باقی مسائل پر تفصیلی بحث نہیں کی پنڈت صاحب کے مضمون کا خلاصہ مفصلہ ذیل امور پر مشتمل ہے۔

(۱)۔ الہامی کتاب میں ایشور کا بیان درست اور کامل ہو۔

(۲) قرآن میں ایشور کو ایک دلیشی کہا گیا ہے اس لئے وہ الہامی نہیں۔ قرآن اور حدیث میں کشف ساق کا ذکر ہے۔ اور معراج میں فکان قاب قوسین او ادنیٰ سے یہ مراد ہے کہ خدا اور محمد میں دو کمان کا فاصلہ رہ گیا۔ پنڈت صاحب کے نزدیک ان حوالوں سے ظاہر ہے کہ خدا مجسم ہے۔ پنڈت صاحب سے ہم ذاتی طور پر واقف ہیں۔ اور ان کی کسی قدر عزت بھی ہمارے دل میں ہے۔ لہٰذا جواب دیتے وقت ہم ان کے ادب کو بھی ملحوظ رکھیں گے۔

پنڈت صاحب کے یہ اعتراض نئے اعتراض نہیں ہیں۔ غالباً کلیات آریہ مسافر سے نقل کئے ہیں نیز پنڈت صاحب کے ان اعتراضوں کی غرض کوئی تحقیق حق نہیں ہے۔ بلکہ صرف مضمون کی رونق بڑھانا ہے۔ کیونکہ اگر ان کو تحقیق منظور ہوتی۔ تو وہ حسب معمول حضرت امیر کے درس کے بعد اعتراض کر کے بھی اپنی تسلی کر سکتے تھے۔

اصولی طور پر ہمیں پنڈت جی کے پہلے اصول سے اتفاق ہے۔ لیکن نمبر ۲ میں جو قرآن میں خدا کے سروپ کی نسبت اعتراض کیا ہے۔ وہ پنڈت جی کی غلط فہمی پر دال ہے۔ قرآن کریم میں قطعاً خدا کو ایک دلیشی یا محدود مقام والا نہیں کہا گیا۔ بلکہ قرآن شریف صاف کہتا ہے۔ **نحن اقرب من حبل الورید**۔ ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ **اللّٰہ نور السّمٰوات والارض** اللہ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ **ان اللّٰہ بکل شیءٍ محیط** و **ھو معکم اینما کنتم**۔ اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ اور وہ جہاں ہو تمہارے ساتھ ہے۔

اب آپ اپنے اعتراض کا جواب بھی سن لیجئے۔ کشف ساق کے معنے ہیں شدت تکلیف کا ظہور۔ قرآن شریف وید کی طرح گم کردہ کلید نہیں وہ اپنے معنے خود بیان کرتا ہے۔ دیکھئے کشف ساق کے معنے **کلا اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق الی ربک یومئذ المساق**۔ (ترجمہ) ایسا نہ ہوگا جب کہ سانس ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے کون افسوں کرنیوالا ہے۔ (جو اسے اب بچا لے) اور یقین آتا ہے کہ اب فراق کا وقت ہے اور سخت گھبراہٹ اس پر طاری ہوتی ہے۔ اس وقت چلنا تیرے رب کی طرف ہوتا ہے۔

عربی اشعار ہیں ہے سے

من لنا قومٹ حزب الاعنان
وقامت الحرب بنا عن ساق

(ترجمہ) کون ہے ہمکو بچانیوالا تیری قوم نے تیر برسائے ہیں۔ اور لڑائی اپنی پنڈلی پر کھڑی ہوگئی۔ یعنے شدت سے شروع ہوگئی۔

فان شمرت لک عن ساقہا
فدنہا ربیع لا تساءم

ترجمہ۔ پھر اگر تو دیکھے کہ اس نے پنڈلی سے کپڑا اٹھا لیا۔ تو قریب ہو جاؤ۔ اے ربیع گھبراؤ مت۔

آیت زیر بحث کے معنے دیکھو۔ تفسیر کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳۔ عربی کے اشعار میں اس کثرت سے کشف عن ساق کو گھبراہٹ سے تعبیر کیا ہے کہ اگر وہ سب کے سب حوالے پیش کئے جائیں۔ تو خود پنڈت جی پر کشف عن ساق والی حالت طاری ہو جائے۔

ایک اور اعتراض فکان قاب قوسین او ادنیٰ کی بنا دپر یہ کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم معراج میں خدا سے دو کمان کے فاصلے پر رہ گئے کہیں وید مقدس میں ایسا ذکر ہوتا تو پنڈت جی النکار کہکر پیچھا چھڑا لیتے۔ مگر ہم تاریخ عرب سے اس کا جواب دیں گے۔ کہ قاب قوسین کے محاورہ عرب میں کیا معنے ہیں۔ وھو ھذا عربوں میں دستور تھا۔ کہ جب کوئی شخص کسی سے آئندہ دوستی کا معاہدہ کرتا تو وہ دونوں شخص اپنی اپنی کمانوں کو اس طرح ملاتے کہ دونوں قاب ملکر ایک معلوم ہوتے تھے۔ اور پھر ایک تیر درمیان میں رکھکر چلاتے جسکا مطلب یہ تھا۔ کہ آج سے تمہارا دوست ہمارا دوست اور تمہارا دشمن ہمارا دشمن۔ چونکہ قرآن زبان عرب کے محاورہ کے مطابق نازل ہوا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسول کو مخاطب کر کے اس آیت کی دوسری جگہ خود تفسیر کی ہے۔ **وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمٰی** جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے چلایا! پنڈت جی اسپر کچھ اعتراض کرینگے۔ تو مفصل لکھا جاوے گا۔

دوسرے اعتراض میں پنڈت جی نے قرآن کو تاریخی فسانے اور کہانیاں کہنے سے اپنے اعلےٰ اخلاق کا ثبوت دیا ہے۔ پنڈت جی سن رکھیں کہ قرآن کریم وید کی طرح چیستان۔ معمے اور پہیلیاں نہیں سناتا۔ (دیکھو یجروید کا آخری صفحہ) بلکہ وہ اعلےٰ تعلیم کو عملی رنگ میں پیش کرتا ہے وہ فرماتا ہے۔ **قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم والذین معہ** تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں میں عمدہ نمونہ ہے۔ اسلام نے اہل ہنود کیطرح اپنے بزرگوں کے بت نہیں بنائے۔ اور نہ آریوں کی طرح دیانند جی کی کاغذی مورتوں کو نمونہ مقرر کیا ہے۔ بلکہ ان کی عملی زندگیوں کو پیش کر کے کامیابی و فلاح کے عملی سبق سکھائے ہیں۔ وید مقدس نے جو علمی نمونے پیش کئے ہیں۔ وہ بھی سن لیجئے۔ رگوید منڈل ۷ سوکت ۱۰۳ منتر ....

....

ترجمہ۔ ایک سال تک برنام کر کے رہنے سے ہیں رہ کر) برہمنوں کے وعدے کی تعمیل کی طرح مینڈکوں نے اپنی آواز نکالی ہے۔ بارش سے بیدار ہوئے ہیں۔ جبکہ بارش ان پر پڑتی ہے تو جیسے خشکی میں مچھلی ہو جو ایک تالاب میں پڑی ہو مینڈکوں کا ٹرانا ایک ساتھ نکلتا ہے۔ گائیوں کے اپنے بچھڑوں کو دیکھکر بدیانے کی طرح برسات کے موقعہ پر بارش ان کو دیکھ وہ پیاسے پڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ بھگو دیتی ہے۔ ایک مینڈک دوسرے کے قریب جاتا ہے۔ اور اکھل کہہ کر باپ بیٹے کی طرح کلام کرتا ہے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے جفتی کرتا ہے۔ جبکہ وہ پانی کی بوچھاڑ کے وقت عیش مناتے ہیں۔ اور خاکی مینڈک ڈبکی لگا کر ایک سبز مینڈک سے کلام کرتا ہے۔ ایک دوسرے کے ٹرانے کو دوہراتا ہے۔ جیسے شاگرد استاد کی طرح۔ ان کا ہر ایک عضو کامل پھیل جاتا ہے۔ جبکہ وہ سطح آب پر فصاحت سے کلام کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک کا ٹرانا گائے کی طرح ہے اور دوسرے کا بکری کی طرح ایک خاکی اور دوسرا سبز ہے۔ وہ انواع و اقسام کے ہیں۔ مگر نام سب کا ایک ہے۔ ٹرانے کے وقت بہت سی طرح

ے مینڈکوں کے ٹرانے کو فصاحت سے تعبیر کرنا ویدہی کا کام ہے

الاپتے ہیں۔ برہمنوں کے سحری کے سوم یگ کی طرح تالاب کے گرد بیٹھکر اور بولکر تم اے مینڈ کو سال کے اس دن کو رونق دو۔ جبکہ برسات شروع ہوتی ہے۔

یہ ہے وہ اسوہ حسنہ جو وید نے مینڈکوں کے ٹرانے کا پیش کیا ہے۔ پنڈت جی اس کی کیا تاویل کریں گے۔ وہ ہمیں معلوم ہے صرف النکار کہکر پیچھا چھڑائیں گے۔ مگر ان کی اس "تاویل کا وید کے الفاظ ساتھ نہ دیں گے۔" ایک بڑھیا عطار سے وسمہ لینے جارہی تھی۔ ایک شاعر نے یہکر کیا اچھا کہا ہے

تروح الی العطار تبغی شبابہا
ولن یصلح العطار ما افسد الدھر

عطار کی طرف شباب کی تلاش کیلئے جاتی ہے۔ مگر جسکو زمانہ نے خراب کردیا۔ عطار اس کی اصلاح نہیں کرسکتا۔

پنڈت جی قرآن کریم کے تذکروں۔ ہدایت و بصیرت کے تبصروں کو افسانے کہکر لکھتے ہیں۔ کہ ان واقعات کو کئی لوگوں نے دیکھا سنا۔ اس لئے یہ کوئی سربستہ راز نہیں۔ اور یہ واقعات اور بھی لوگوں نے قلمبند کئے ہونگے۔ اگر ان کے لکھے ہوئے حالات الہامی نہیں ہوسکتے تو قرآن کے وہ حصے جن میں یہ حالات درج ہیں الہامی نہیں ہوسکتے۔" اس کے جواب میں اگر پنڈت جی ناراض نہ ہوں تو صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور کچھ وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں۔ بلکہ آپ ہی کے الفاظ میں صرف ذرا سے تغیر لفظی کے ساتھ۔ مینڈکوں کی ٹروں کو کئی لوگوں نے سنا۔ اس لئے یہ کوئی سربستہ راز نہیں۔ اور یہ ٹریں اور شاعروں نے بھی نظم کی ہیں اور اگر خود مینڈکوں کی ٹریں اور شاعروں نے جو کچھ ان پر لکھا۔ الہامی نہیں ہوسکتا تو وید مقدس جسمیں یہ ٹریں درج ہیں۔ الہامی نہیں ہوسکتا باقی رہا۔ وید کے وہ حصے جن میں ہم بھی اسکے راز و نیاز دعاشقانہ سوز و گداز کا سمواد (نغمہ) اور مہاپرستھان (انسانی قربانی) سنا شیف (قربانی کے آدمی) کی دردناک گریہ و زاری۔ اس میں کوئی حق و حکمت کی باتیں نہیں۔ ہوا اسکے ساتھ ہی ہمارا یہ دعوے ہے۔ کہ وید مقدس انگریزی حالی منازل اعلے تک پہنچانے کی تعلیم سے کوتاہ دست ہے جس سے ایشور کی گیان حاصل ہوسکے۔ اور وید مقدس نے روز اول سے لیکر تا ایندم کوئی ایسا شخص پیدا نہیں کیا جو خدا تعالے کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کا دعویدار ہو سکے۔

اس کے آگے پنڈت جی نے قرآن کریم کی تعلیم کے مخرج بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر شکر ہے۔ کہیں وید کو قرآن کریم کا مخرج نہیں لکھدیا۔ پنڈت جی مخرج کیا بیان کرینگے۔ قرآن کریم کا خود یہ دعوے ہے۔ صحف مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ۔ تمام صحف کا قرآن کریم عطر ہے۔ وہ تمام الہامی نوشتوں پر حادی ہے۔ کسی صحیفہ میں کوئی ایسی صداقت نہیں۔ جسے قرآن کریم نے چھوڑ دیا ہو۔ بلکہ حصول نجات کے طرق اور انکا انداز بیان ایسا اچھوتا اور لاجواب ہے کہ جو کسی اور الہامی نوشتے کو نصیب نہیں ہوا ہے۔ (باقی پھر)

خطبہ نکاح

جو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کے صاحبزادہ خواجہ بشیر احمد صاحب کے نکاح کے موقعہ پر حضرت امیر ایدہ اللہ نے پڑھا

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

تقوی کی اصل حقیقت

لفظ اتقا کے معنے ہوتے ہیں۔ حفاظت کرنا۔ بچانا۔ نگہداشت رکھنا۔ یہاں دو چیزوں کا تقوی اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ فرمایا اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام تقوی کرو اللہ کا تقوی کرو رحموں کا۔ اگر تقوی کے معنے ہوں کہ کسی چیز سے ڈرتے رہو۔ تو یہاں معنے کرنے پڑینگے کہ رحموں سے ڈرتے رہو۔ یہ تو رحموں کا تقوی نہیں اسلئے تقوی کے صحیح معنے یہ ہیں۔ کہ جو رحموں ذریعہ سے تعلقات قایم ہوں۔ انکی نگہداشت رکھو۔ ان کے حقوق کو ضایع نہ ہونے دو۔ اس سے پہلے فرمایا۔ یایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ۔ لوگو تقوی اختیار کرو اس رب کا جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا۔ ایک ہی جان سے مراد یہاں ایک جوڑا ہے۔ گویا یہاں یونٹ آف دی ہیومن فیملی کے اصول کی توضیح کی ہے۔ نسل انسانی کے ایک جوڑے کو ایک اکائی سے تعبیر کیا ہے۔ مرد اور عورت کی وجہ سے ہمارے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے ہیں۔ اس لئے یہ بمنزلہ ایک اکیلی جان کے ہے دیکھئے نبی کریم صلعم کی فراست کیسی موزون آیت کو انتخاب کیا ہے۔ نکاح کے موقعہ پر۔ نکاح درحقیقت چونکہ وسعت تعلقات کا باعث ہے اور ایک مرد و عورت کے جوڑے سے انسانوں کے تعلقات دنیا میں بڑھتے اور وسیع ہوتے ہیں۔ اس لئے نکاح کے موقعہ پر رحموں کے تعلقات کی نگہداشت کا خاص طور پر حکم دیا۔ اللہ تعالی کا تقوی تو انسان کے

عام حقوق میں سے ہے۔ اور واتقوا الارحام سے نئی زندگی کا سلسلہ پیدا ہوتا ہے۔ واتقوا الارحام کے اندر فرمایا۔ کہ نگہداشت کرو رحموں کے حقوق کی۔ نبی کریم صلعم کی نظر اللہ تعالی نے کتنی وسیع فرمادی تھی۔ آپ نے جہاں اور باتیں فرمائیں . . . . .

. . . .

. . . . . وہاں یہ حکم فرمایا۔ اور صحابہ کو ہدایت کی۔ کہ جب تم مصر میں جاؤ تو وہاں کے لوگوں کی خاص رعایت رکھنا۔ کیونکہ ان سے ہمارے رحم کے تعلقات ہیں۔ ساڑھے تین ہزار سال ہوئے وہ رحم کے تعلقات کیا تھے۔ حضرت ہاجرہ جو مصر کی رہنے والی تھیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نکاح میں آئی تھیں۔ اسی آبائی تعلق کے باعث آپ نے مصریوں کی رعایت ملحوظ رکھنے کا حکم دیا۔ کس قدر وسیع نظر ہے۔ ساڑھے تین ہزار سال کا فاصلہ ہے۔ ابکوئی تعلقات ان سے ہیں نہیں بڑے درجہ کے مشرک اور بت پرست ہیں۔ بنی اسرائیل کے ساتھ ان کے ظلم و ستم کوئی چھپے ہوئے نہیں۔ مگر پھر بھی فرمایا کہ ان کی بہت خاطر داری کرنی۔ ان سے ہمارا رحم کا تعلق ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کی تعلیم حاوی ہے۔ تمام نسل انسانی کے اوپر۔ کسی مذہب میں ایسی تعلیم نہیں پائی جاتی۔ باوجودیکہ مصر سے بڑے دکھ پہنچے ہیں۔ بنی اسرائیل پر انہوں نے طرح طرح کے ظلم و ستم کئے۔ اور انہیں مصائب و آلام کا تختہ مشق بنائے رکھا۔ لیکن پھر بھی انکی خاطرداری ہی کا سبق دیا۔ کہاں اتنا بڑا رحمت اور محبت کا نمونہ مل سکتا ہے۔ جو نبی کریم صلعم نے دکھایا درحقیقت حق اسی کا تھا۔ کہ اس کو تمام قوموں کے اندر رحمت بناکر بھیجا۔ عجیب تلبس نظر آتا ہے نبی کریم صلعم کا ایک ذرا سے تعلق کی بنا پر جس پر صدیاں گذر چکیں۔ اور پشتیں کی پشتیں گذر گئیں۔ ان کے تمام گناہوں۔ ہر قسم کی لغزشوں سب مظالم کو نظرانداز کرکے ان سے محبت ہی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ عظیم الشان کا ہمت کا دریا جو اللہ کی طرف سے بہ رہا ہے۔ ان عظیم الشان انسان کے قلب کے اندر آکر ابھرا ہے۔ وہ گالیاں دینے والوں کو بھی بہت اور پیار سے یاد کرتا۔ اور دکھ اور تکلیف سے انہیں بچانے میں ہی کوشاں رہتا ہے۔ نبی کریم صلعم گویا مجسم رحمت ہیں۔ جس طرح پر اللہ کی ذات سراسر رحمت ہی رحمت ہے کبھی غور کرو نبی کریم صلعم کی اپنی حالت پر۔ مکہ والوں نے کس قدر تکلیفیں آپ کو پہنچائی تھیں۔ عرب کا ملک ایک بیابان جہاں کی گرم ہوا سے ہی سیکڑوں جانیں تباہ اور برباد ہو جاتی ہیں۔ اس ملک میں محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھیوں کو گرم پتھروں پر لٹاکر سینے پر سنگریزے

رکھا ہوئے تھے - اور کبھی انہوں نے کس کس قسم کے سخت ترین دُکھ مسلمانوں کو دئے - ایک دفعہ ان ظالموں نے ایک مسلمان بی بی کو پکڑ کر اس کی ایک ٹانگ کو ایک اونٹ کے ساتھ باندھا اور دوسری کو دوسرے اونٹ کے ساتھ - اور دونوں اونٹوں کو دو مخالف سمتوں میں دوڑا دیا - کچھ تو اس طرح سے ہلاک ہوئے اور رہے سہے صحابہ کو اپنی جانیں بچا کر حبشہ کے ملک میں جانا پڑا - لیکن باوجود ان سب دکھوں اور تکلیفوں کے جب آپ اُن پر غالب آتے ہیں - اور کوئی تسلط ان کا باقی نہیں رہتا تو بجائے اسکے کہ ان باتوں کی کوئی سرزنش اُن کو کریں - لا تثریب علیکم الیوم کہکر کامل امن و امان اُنکو دیدیتے ہیں - کوئی اتنا بھی نہیں کہ اُن کو کوئی ملامت ہی کی ہو - یا انہیں جتایا تک بھی ہو - یہ حد ہے عفو کی - اس سے بڑھکر عفو اور کیا ہوتا ہے - اتنا بھی نہیں کہا - کہ تمہارے پانچ دس سرغنوں کو پھانسی دے دینگے -

تو غرض تقوے کے معنے حقوق کو پورا کرنا ہے پہلے فرمایا - اتقوا ربکم - ربکم اسلئے فرمایا - کہ رب تمام مخلوق کی پرورش کرنیوالا ہے - ربکم کے اندر درحقیقت دونوں قسم کے حقوق آجاتے ہیں - جب اتقوا ربکم فرمایا تو اس سے توجہ دلائی - کہ اور بھی ہماری مخلوق ہے - جسکی ہم ربوبیت کرتے ہیں اسکے حقوق کو بھی نگاہ رکھنا ضروری ہے - تو تقوے یہ ہوا - کہ انسان اپنی ذمہ واریوں کو پہچانے اور اُن کی نگہداشت میں کوشاں رہے - میری سمجھ میں یہ ایک دو موٹی باتیں فرمادی ہیں جنکے اندر سب کچھ آجاتا ہے - ایک جگہ حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین - کوئی تم میں سے کامل مومن نہیں جب تک میں اسے اُسکے ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں سے بڑھکر پیارا نہ ہوں - پھر فرمایا - لا یومن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ کوئی کامل طور پر ایمان نہیں لاتا - جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ وہی کچھ پسند نہیں کرتا - جو اپنے نفس کے لئے پسند کرتا ہے - تو غرض ایک طرف اللہ کے حقوق اور دوسری طرف بندوں کے حقوق کی حفاظت کا حکم دیا - تو وہ حقوق کیا تھے - منجملہ ان حقوق کے ایک یہ حق بھی تھا - کہ محمد رسول اللہ صلعم کے لئے اپنی جانیں تک لڑا دیں - رسول اللہ صلعم کے لئے اتنی محبت اور غیرت ان کے دل میں ہو - کہ اسکے بالمقابل کسی جان و مال وغیرہ کی کوئی پرواہ نہ کریں - کسی زمانہ میں چند لوگ

تھے مدینہ میں جو منافق کہلاتے تھے وہ بیرونی دشمنوں سے ملے رہتے تھے ....

پہلے پہل مدینہ کے اندر مسلمانوں کی کوئی بڑی جمعیت نہ تھی - ایک جنگ میں جب ان منافقوں کو جانا پڑا - تو انہوں نے وہاں کہا - لئن رجعنا الی المدینۃ لیخرجن الاعز منھا الاذل اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے - تو با اقتدار باعزت لوگوں کے ذریعہ یہ ذلیل اور غریب لوگ نکالدیئے جائینگے - اللہ تعالے نے جواب میں فرمایا - قل للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین ولکن المنفقین لا یعلمون کہدے عزت تو اللہ اور اسکے رسول اور مومنوں کے لئے ہے منافق اسے نہ سمجھا کیا جانیں - تو اللہ تعالے نے مسلمانوں کو عزت کے بڑے اعلے اور اشرف مقام پر پہنچایا تھا ہے - اور اسکے لئے سچے دل سے انہیں رسول اللہ صلعم کی اطاعت کا حکم دیا ہے - کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس اعلے مقام پر پہنچگیا ہو - جس پر صحابہ پہنچے تھے - حقیقی چیز جو اللہ نے ہم سے چاہی ہے - وہ مخلوق خدا کی بھلائی ہے - فرمایا - کنتم خیر امۃ اخرجت للناس - تم بہترین امت ہو - جو لوگوں کی بھلائی کے لئے کھڑی کی گئی ہے پس اگر تو دوسرے لوگوں کی بھلائی تمہارے مدنظر ہے - تو تم واقعی خیر امت ہو - لیکن اگر یہ نہیں - تو پھر خیر امۃ کا القاب تم پر صادق نہیں آتا - تو غرض اسلام نے - قرآن نے - محمد رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو یہ بتا دیا ہے - تمہاری حقیقی عزت اور شرف اسی میں ہے - کہ تم مخلوق خدا کی بھلائی میں کوشاں رہو - آگے فرمایا - واتقوا الارحام جب یہ بتایا کہ کل لوگوں کی بھلائی تمہارے مدنظر ہو - تو جتنے قریب کے تعلق ہونگے اتنا ہی ان کے ساتھ بھلائی بھی دوسروں کی زیادہ اور بڑھکر ہوگی - بھلائی کا دائرہ جتنا وسیع ہوتا چلا جائیگا - اتنا ہی وہ کمزور بھی ہوتا چلا جائیگا - اب حیرت کا مقام ہے کہ مسلمانوں کی حالت کہاں سے کہاں جا پہنچی ہے - بہت سے لوگ ہیں جو اپنے فائدہ کی خاطر دوسروں کے حقوق کی پروا تک نہیں کرتے - قرآن تمہیں بتاتا ہے کہ تم میں سے جو بڑا بننا چاہے اسکے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ کام کرکے دکھائے اپنے اندر اتقا کا اعلے نمونہ پیدا کرے - انسان کے دل کے اندر ایک درد ہوتا ہے جس سے وہ دوسروں سے ایک امتیاز پیدا کرلیتا ہے دل کے اندر ایک بات ہوتی ہے جو فرق کرا دیتی ہے متقی اور غیر متقی میں کیسا فرق تھا - ابوبکرؓ

اور دیگر صحابہ میں - یہ نہیں کہ ابوبکرؓ کو لمبی نماز پڑھا کرتے تھے - اور دوسرے صحابہ کی نماز تھوڑی سی ہوتی تھیں - ان باتوں کا تعلق تو خدا سے ہے - وہی جانتا ہے - کہ کون کیسی نماز پڑھتا ہے اور کس قدر اتقا اپنے اندر رکھتا ہے - خدا تو دل کا فیصلہ کرنیوالا ہے - جو انسان کے تمام افعال کا واقف ہے - لیکن انسان ظاہر افعال سے ہی جان سکتا ہے کہ کوئی کیسا ہے اور کس قسم کے اخلاق اپنے اندر رکھتا ہے اپنے دل کے اندر درد پیدا کرو - مخلوق خدا کی بھلائی کے کام کرو دنیا کو دنیا پر مقدم کرکے دکھاؤ - یہی اللہ کا تقوی ہے - یہی اللہ کے حقوق کی نگہداشت ہے - نرا کھانا پینا اور اپنی اولاد کی پرورش کرنا یہ تو چڑیوں کے اندر بھی پایا جاتا ہے - اگر تم انسان ہو کر نری اتنی ہی بات کو اختیار کئے رکھو - اور اس سے بڑھکر کوئی نمونہ نہ دکھاؤ - تو تم میں اور انہیں کیا فرق ہے - انسان کو اللہ تعالے نے بڑا مقام عطا کیا ہے - اسکو دوسری مخلوقات پر ایک شرف بخشا ہے - اتنا بڑا مقام اسکو دیا ہے قویٰ بھی دیئے

یہ قوے انسان کو اس لئے نہیں دیئے - کہ اسکی اپنی ملکیت ہیں - بلکہ یہ ایک امانت کے طور پر ہیں .... اور وہ امانت چاہتی ہے - کہ اپنی بھلائی سے بڑھکر دوسروں کی بھلائی اور بہبودی کا خیال رکھے - محض اس بات کے اوپر آ رہنا کہ اپنی ہی ذاتی آسایش کے در پے رہے - اور دوسروں کا کوئی خیال نہ رکھے - یہ انسانیت کے سراسر خلاف ہے - تو یہ وہ حقیقی مقام ہے - جو انسان کو اوپر اٹھاتا ہے - پہلی بات جو انسان کو نکاح کیساتھ سکھائی جاتی ہے - وہ قربانی ہی ہے - انسان کو اپنا روپیہ کچھ آسایش وغیرہ کو ایک دوسرے وجود کیلئے قربان کرنا پڑتا ہے - خانہ داری ایک مدرسہ ہے جہاں کہ انسان کو قربانی کے بہت سے مفید اسباق سیکھنے پڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ منجملہ اور باتوں کے سب سے زیادہ زور مہر کی ادائیگی پر دیا - فرمایا - آتوا النساء صدقتھن نحلۃ - عورتوں کو اُن کے مہر برضا و رغبت خود دو - درحقیقت اسمیں ایثار اور قربانی کی تعلیم دی ہے گویا قربانی کے بیش بہا سبق کیلئے شروع کیا ہے - گھر سے جس طرح سے دوسری جگہ اللہ تعالی کی اطاعت کے بعد انسانوں میں سے سب سے پہلے والدین کی اطاعت کا حکم دیا - کیونکہ جو شخص والدین کا فرمانبردار ہے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آئیگا - وہی درحقیقت دوسروں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرسکتا ہے جو گھر کے اندر نیکی کرتا ہے باہر بھی وہ نیکی کریگا - اور جو گھر میں نیکی نہیں کرتا - باہر اسنے کیا نیکی کرنی ہے - انسان کے اندر یہ جو بھلائی کرنے کی قوت و دیعت کی گئی ہے اسکو پہلے

فسخ بیعت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✤ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کی تھی مگر جب میں نے میاں صاحب کے عقاید پڑھے اور سنے تو وہ حضرت مسیح موعود کے عقاید اور مذہب کے صریح خلاف تھے۔ کیونکہ حضرت صاحب اپنے آپ کو جزدی نبی کہتے ہیں۔ مگر میاں صاحب برخلاف حضرت صاحب کے ان کو کامل اور حقیقی نبی بتلاتے اور یقین کرتے ہیں۔ اور حضرت صاحب نے سوائے ان مسلمانوں کے جنہوں نے آپ کو کافر کہا یا مفتری جانا دوسرے تمام جہان کے مسلمانوں کو جو اہل قبلہ اور کلمہ گو ہیں مسلمان ہی جانا ہے۔ بلکہ جو حضرت صاحب کو برا نہ بولتا تھا اور کافر نہ کہتا تھا۔ اس کا جنازہ پڑھنا بھی جائز رکھا۔ اور خود کبھی ایسے لوگوں کے جنازے پڑھے۔ اور اپنی جماعت سے بھی پڑھوائے۔ اس لئے کیونکہ میاں صاحب نے تمام جہان کے مسلمانوں کو بلا استثنا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ میں بیعت میاں کی فسخ کرتا ہوں اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ احباب میری دینی اور دنیوی بہبودی اور اسلام کی ترقی کے لئے بہت بہت دعائیں کیا کریں۔

بقلم خود عطا محمد احمدی انجنیر گوجرہ مورخہ ۹ مئی

ضروری اور مختصر نوٹ

مریدین میاں صاحب کا طرز عمل

ہم اس سے پیشتر بعض محمودیوں کے اس طرز عمل کا بارہا ذکر کر چکے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے پیر کے فتاوے کے بارے میں اختیار کر رکھا ہے۔ میاں صاحب کہتے ہیں۔ کہ غیر احمدی کا جنازہ جائز نہیں۔ ان کے مریدین آئے دن خود جا جا کر غیر احمدیوں کے جنازے پڑھتے ہیں۔ میاں صاحب کا حکم ہے کہ غیر احمدی کو لڑکی دینے والا احمدی نہیں۔ ان کے مریدین آئے دن غیر احمدیوں کو لڑکیاں دیتے ہیں۔ اور کوئی انکو پوچھنے والا نہیں۔ خود میاں صاحب کا رویہ بھی اس بارہ میں متفاوت ہے۔ اگر فرید کوٹ کا ایک غریب مسکین اپنی لڑکی کا نکاح کسی غیر احمدی کے ساتھ کر دے تو وہ فوراً جماعت سے خارج۔ لیکن اگر لاہور میں میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم جیسا امیر کبیر اس ناجائز فعل کا مرتکب ہو۔ اور ساتھ ہی پانسو روپیہ کی گرانقدر رقم سے میاں صاحب کی جیب کو پر کر دے۔ تو وہ ویسا کا ویسا ہی مخلص مرید رہتا ہے۔ اگر منگل کے چند غریب زمیندار کسی غیر احمدی رشتہ دار کا جنازہ پڑھ لیں تو وہ لائق کشتنی و گردن زدنی۔ لیکن اگر قریشی محمد حسین اور سید دلاور شاہ جیسے ارکان خلافت بھی جھک ماریں۔ تو کسی کے کان پر جوں بھی نہیں سرکتی ہم تو حیران ہیں کہ یہ کیا مذہب ہے۔ اور کس طرح یہ چل سکتا ہے۔ اور کیا نیت اس کے چلانے والوں کی ہے۔ کئی ہی مطالبات ہم نے اس امر کے جواب کے لئے کئے اور بہت کوشش کی۔ کہ میاں صاحب کم از کم یہ تو بتا دیں۔ کہ آخر یہ لوگ جو اس خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یہ کیوں انہی فتاوے کے مستحق نہیں۔ جو انہوں نے بعض غریب مریدین پر عائد کئے ہیں۔ کیا ان کی بریت کا باعث صرف ان کا دولتمند ہونا اور میاں صاحب کی سنہری و روپیلی تجاویز کے بروئے کار آنے میں عملی طور پر ممد و معاون ہونا ہے۔ یا کچھ اور۔ آخر وہ وجہ بتائی جائے۔ جو ان کے لئے ایک حرام امر کو حلال بنا دیتی ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ سب کے سب غیر احمدی بلا امتیاز کافر اور خارج از اسلام ہیں سلوک بھی ان سے کفار جیسا ہی کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لیکن مریدین ہیں کہ وہ ایسے احکام کو ایک برکاہ جتنی بھی وقعت نہیں دیتے۔ مجبوراً بیچارے پیر صاحب کو انکی خاطر و مدارات رکھنی پڑتی ہے۔ اور انہیں کچھ کہہ نہیں سکتے۔ رہا سہ کر تمام غصہ اگر نکلتا ہے تو ان پر جو رد پیہ پیسہ سے انکی اس قدر امداد نہیں کر سکتے کہ جو انکی نظر میں جچ سکے۔ یہ واقعات ہیں اور انکی بنا پر ہم میاں صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کیوں انکا طرز عمل اسقدر متفاوت اور خلاف دیانت و امانت ہے۔ سہولت کے لئے ہم ذیل میں ان سب لوگوں کے نام بھی ایک دفعہ پھر درج کر دیتے ہیں۔ جو اس خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور میاں صاحب نے ابھی تک انہیں پوچھا تک نہیں۔

(۱) میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم جنہوں نے ابھی چند ماہ ہوئے ہیں کو اپنی لڑکی کا نکاح میاں محمد امین صاحب کے ساتھ جو کہ احمدیوں کا سخت مخالف ہے۔ کیا

(۲) حکیم محمد حسین صاحب قریشی ⎫ ان دونوں
(۳) سید دلاور شاہ ⎭ نے گذشتہ

۱۳ اپریل کو میاں مولا بخش صاحب قریشی کی اہلیہ مکرمہ کا جو غیر احمدی تھیں جنازہ پڑھا۔

(۴) مولوی امام الدین صاحب آف گولیکی نے پیر غلام غوث کے والد کا جو غیر احمدی تھا گذشتہ ماہ محرم میں خود جنازہ پڑھا اور گولیکی کے محمودیوں نے بھی مولوی صاحب کی اقتدا میں جنازہ پڑھا۔

(۵) میاں عطاء اللہ صاحب ریلوے گارڈ ملک وال نے اپنی ساس کا جو غیر احمدی تھی جنازہ پڑھا ہے۔

(۶) حکیم عبدالجلیل صاحب بھیروی نے راولپنڈی میں اپنے والد کا جو سخت مخالف تھا جنازہ پڑھا۔

فی الحال ان چھ ناموں پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ عنقریب اور بھی نام ہدیہ ناظرین کئے جائینگے۔ کیا میاں صاحب ان سب کو جماعت سے خارج کرنے کی جرأت کرینگے۔ یا کم از کم اس بات کی وجہ ہی بتائینگے کہ کیوں ان پر وہی فتویٰ عائد نہیں کیا گیا۔ جو عام طور پر مشتہر کرنے کے علاوہ بعض غریب مریدینا پر لگایا گیا ہے۔

بینوا و توجروا

مفتی صاحب تطبیق دیں

"طالب حق" کے پتہ سے

ایک صاحب نے مفتی محمد صادق صاحب کی دو مختلف عبارات لکھکر بھیجی ہیں۔ جن کے پڑھنے سے مفتی صاحب کے پہلے اور موجودہ مذہب میں ایک بین تفاوت نظر آتا ہے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ مفتی صاحب کی اور بھی کئی ایک تحریرات چھپی ہوئی موجود ہیں۔ جن میں موجودہ مذہب کے خلاف انھوں نے کیا کیا کچھ کہا ہوا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہاں سوال مذہب پر نہیں بلکہ ٹکوں پر آکر رہ گیا ہے حق و صداقت سے کوئی سروکار نہیں۔ پیسے بہت ملنے چاہئیں۔ اور جبہ و دستار رہبانیت سے ہی سہی کسی طرح پیروں جیسی عزت حاصل ہو جائے بس پھر جو عقیدہ چاہو لکھوا لو۔ ابھی بہت دن نہیں ہوئے جنازہ کے متعلق خود اپنی قلم سے لکھے ہوئے ایک صریح فتویٰ کے ایسی تیرا دیں اس شخص نے کی کہ جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی ہے۔ کہ ان کی حالت کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ پھر ہم نے چند ہی دن ہوئے بدر ۔ جنسی کے ایک کارڈ پر سے انہی صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی عبارت نقل کی تھی۔ کہ

"لیستخلفنھم کما استخلف الذین من قبلھم سے ظاہر ہے۔ کہ جس طرح سلسلہ موسوی کا آخری خلیفہ عیسیٰ نبی تھا۔ اسی طرح خاتم النبیین کا آخری خلیفہ عیسیٰ ولی ہو۔ اور وہ نبی نہ ہو کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتے۔" اور پوچھا تھا۔ کہ اب کیونکر مشبہ اور مشبہ بہ ایک ہو کر عیسیٰ ولی کا بھی عیسیٰ نبی ہی بن گیا۔ مگر صدائے برنخاست اب اپنے نامہ نگار کی طرف سے اُن کی دو اور عبارت کو پیش کیا جاتا ہے۔ شاید کہ اسی سے انکی غیرت اگر ابھی کچھ باقی رہ گئی ہو کچھ جوش مارے۔ اور راہ حق کی طرف رجوع کریں۔

تحفہ بنارس کے صفحہ ۸ پر جو غالباً سلسلہ کی تصنیف ہے۔ مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"اسکی (یعنی آنحضرت صلعم کی) آل روحانی کا درجہ ہم کیوں گھٹاتے ہیں وہ نبیوں کا سردار ہے اور اسکے غلاموں میں نبیوں کی قطار ہے" لیکن اب اس کے برخلاف

رجسٹرڈ نمبر ایل ۹۳۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او ۔ بادۂ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار

پیغام صلح

لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔
ششماہی ۔۔
سہ ماہی ۔۔
ماہوار ۹ طلبا سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شایع
ہوتا ہے ❊

جلد ۳ | بلدۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۶ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس نبوی مطابق ۱۸ جون سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۳

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام

حضرت مولوی صدر الدین صاحب کا تازہ خط

خاتون مس فلپ صاحبہ کا اسلام

مخدومی مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اس جمعہ شریف جو ناظرین جانتے ہیں لنڈن میں ادا ہوتا ہے۔ بہت بڑی رونق تھی۔ مصری۔ ہندی اور انگریزی نژاد مسلمان مرد اور عورتیں اور اس اخوت اسلامیہ کے ممبروں کی مسرت قلبی اور ازدیاد ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا سامان کیا۔ کہ ایک ذی وجاہت نوجوان خاتون مسمات مس فلپ نے خطبہ جمعہ میں کلمہ توحید پڑھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا اور پاک اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد کیا۔ ان کی امارت ان کی فطری نزاکت سے تو یہ خیال ہوتا تھا کہ مجمع کے سامنے بمشکل کھڑی ہو سکیں گی اور شاید وہ الفاظ منہ ہی منہ میں امام کے کہنے پر دوہرائینگی لیکن ایمان عجب شوکت پیدا کرتا ہے۔ انہوں نے بڑے زور سے ساتھ اخلاص بھرے الفاظ میں خوبی کے ساتھ ان کلمات کو دوہرایا۔ جنکے اقرار کے لئے راقم الحروف نے ان سے التماس کی۔ اللہ تعالیٰ اور بھی ان کے لئے برکت نازل فرمائے مجمع کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اور شکریہ ادا کیا گیا ان کے لئے سب عورتوں مردوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اور ان کا اسلامی نام حفیظہ رکھا گیا۔ فالحمد للہ رب العلمین۔ اللھم زد فزد۔ والسلام۔

دستخط خاکسار صدر الدین امام مسجد ووکنگ انگلینڈ

بقلم بلال نور احمد۔ ۲۴۔ مئی سنہ ۱۹۱۶ء

آمد زکوٰۃ

احباب کی خاص توجہ کے قابل

گذشتہ اشاعت میں زکوٰۃ کی مد میں ملتان سے موصول شدہ رقوم کی فہرست دی گئی تھی۔ اب ذیل میں دیگر تمام موصول شدہ رقوم کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ اس فہرست کے دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ کہ زیادہ تر لاہور ہی کے احباب نے ادائیگی زکوٰۃ کی طرف توجہ کی ہے۔ باہر کے بہت کم اصحاب اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ حالانکہ زکوٰۃ جیسے ضروری فرض کی طرف جماعت کے ہر ایک فرد کو خصوصیت سے متوجہ ہونا چاہئے تھا۔ زکوٰۃ اور نماز کو اللہ تعالیٰ نے تمام دیگر فرائض پر مقدم رکھا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ احباب ماہوار چندوں سے بھی بہت زیادہ خیال زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے رکھیں۔ ماہوار چندوں کی وجہ سے زکوٰۃ کے فرض کو بھلا دینا ایسا ہی ہے۔ جیسے کوئی شخص رات دن نوافل پڑھتا ہے اور فرض نمازوں کو ترک کر دیوے۔ اس لئے ماہوار چندوں کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کا بھی خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے اور فی الفور اس کی ادائیگی کا بندوبست کرنا چاہئے۔

امید ہے۔ کہ ان چند ضروری سطور کو دیکھکر بیرونجات کے احباب اور مقامی دوستوں میں سے بھی وہ جو ابھی تک اس طرف متوجہ نہیں ہوئے فوراً زکوٰۃ کی ادائیگی کا بندوبست فرمائینگے ❊

موصول شدہ رقوم کی فہرست حسب ذیل ہے

ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب۔ قادر بخش کیونڈر شاہ صاحب میاں غلام محمد صاحب جلد ساز۔ بابو محمد الٰہی صاحب ثناء اللہ صاحب۔ میاں خیرات اللہ صاحب۔ اہل خانہ حضرت آغا شاہ صاحب۔ محمودہ بیگم دختر حضرت خواجہ صاحب۔ جماعت کشمیر۔ شیخ مظفر الدین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ خلیفہ فضل حسین صاحب ڈاکٹر عصمت اللہ صاحب۔ اہلیہ صاحبہ حضرت امیر قوم شہزادہ بی بی بنت حضرت خواجہ صاحب۔ بادشاہ بی بی اہلیہ خواجہ نذیر احمد صاحب۔ اہلیہ صاحبہ حضرت خواجہ صاحب۔ اہلیہ صاحبہ شیخ احمد دین صاحب۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب منجانب جماعت۔ حافظ محمد علی صاحب ڈرافٹسمین۔ مولوی عزیز بخش صاحب منجانب جماعت۔ جماعت ملتان۔ بابو محمد شفیع صاحب ہیڈکلارک جماعت راولپنڈی۔ رشیدہ بیگم بنت جناب ڈاکٹر مرزا صاحب۔ دادی صاحبہ جناب ڈاکٹر مرزا صاحب۔ اہلیہ جناب ڈاکٹر مرزا صاحب زیور نقرہ جو فروخت کرنا ہے۔

اخبار احمدیہ

بسفر رفقت مبارکباد

حضرت امیر ایدہ اللہ آج مورخہ ۱۸ جون ۱۹۱۶ء کو بعد دو پہر وزیر آباد یہاں سے روانہ ہوئے وزیر آباد سے ملک شیخ نیاز احمد صاحب کے صاحبزادہ کی برات میں شامل ہو کر سیالکوٹ تشریف لیجائینگے۔ ارادہ تو آپ کا کل سوموار کو رات کے وقت یہاں سے جانیکا تھا لیکن شیخ نیاز احمد صاحب کے ہاں اس مبارک تقریب پر شامل ہونا بھی ضروری تھا۔ کل ہی شیخ صاحب کا دعوتی خط پہنچا اور اس لئے فوراً آج ہی روانہ ہونا ضروری سمجھا گیا۔ آپ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب بھی وزیر آباد تشریف لے گئے۔ اللہ تعالےٰ اس مبارک وجود کو بمعہ رفقا کے بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے اور اسکے روحانی فیوض کا دریا خدا کرے کسی ذریعہ سے ہم تشنہ لبوں کو بھی سیراب کرنے کے لئے لاہور تک بہ آئے۔ جیسا نہ سے پہر دور دور ممالک تک بذریعہ اخبار اسکی لہریں پہنچ سکتی ہیں امسال ایسٹ آباد پر لاہور کو خاص طور پر رشک ہے کیونکہ رمضان شریف جیسا مبارک مہینہ اور اس میں دوستوں کے ایک خاص مجمع کا ملکر حضرت امیر سے قرآن کریم اول سے آخر تک پڑھنا اور دعاؤں وغیرہ میں حصہ لینا یہ وہ باتیں ہیں جو ہر ایک کو میسر نہیں آتیں۔ زہے نصیب ان بزرگوں کے جنہیں قرآن کریم کے حقائق و معارف سے اپنے دامن مراد کو بھر پور کر لینے کا یہ مبارک موقعہ میسر آئیگا۔ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو بخیر و عافیت رکھے۔ اور اس پاک نشان کے فیوض سے پورے طور پر متمتع ہونیکا موقعہ دے۔ آمین۔ یہاں لاہور سے بھی بعض احباب ایسٹ آباد جانیکی تیاری کر رہے ہیں۔

لاہور میں درس قرآن

حضرت امیر کی غیر حاضری میں آپکے حسب الارشاد جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ لاہور میں درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کرینگے۔ کل خود حضرت امیر نے اسبات کا اعلان کیا۔ اور حکیم صاحب کے فہم اور قابلیت کا اعتراف فرمایا۔ جسپر ہم حکیم صاحب کو مبارکباد عرض کرتے ہیں اللہ تعالےٰ انہیں توفیق دے کہ وہ اس کام کو نہایت عمدگی کے ساتھ نباہ سکیں۔ آمین۔

مولود مسعود

آج ہمیں یہ خبر فرحت اثر سنکر از حد خوشی ہوئی کہ حکیم مرہم عیسےٰ صاحب کے گھر اللہ تعالےٰ نے پوتا عنایت فرمایا یعنے حکیم صاحب کے صاحبزادہ عبدالحمید کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ حکیم صاحب کو دوہری مبارکباد۔ اللہ تعالیٰ مولود مسعود کو لمبی عمر عنایت فرمائے اور دین کا خادم بنائے آمین۔

تازہ خبریں

مغربی رزمگاہ

تھیومان کے مغرب میں گھس گئے

(لندن ۱۳ جون) آج سہ پہر کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ کل شام جرمنوں نے تھیومان کے مغرب میں پھر حملے شروع کئے اور ہمارے خط مدافعت کی اگلی خندقوں کے ڈھلان پر جو پہاڑی نمبر ۱۴۰ کے دائیں میں گھس آئے۔ اور سب جگہ ان کے حملے ہماری آتشباری کی تاب نہ لا سکے۔

برطانوی محاذ

جرمنوں کی دوسری تدبیر

(لندن ۱۳ جون) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک لاکھ بیس ہزار جرمن پیادہ فوج بلجیم اور مغربی محاذ کے دوسرے حصوں ذوبی بار اور گیلو ریج میں مجتمع کی جارہی ہے سکے بعد کثیر مستحفظ فوج بھی برطانی محاذ کو بھیجی جارہی ہے۔

صرف گولہ باری

(پیرس ۱۴ جون) ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ شمالی وردون کے محاذ پر پیدلوں کا کوئی عمل جنگی نہیں ہوا۔ میوز کے مشرق اور مغرب میں وقفوں کے ساتھ گولہ باری رہی۔ لیکن اور سب جگہہ دن بھر سکون رہا۔

ہوگ میں جرمنوں کی خبر لیگئی

(لندن ۱۳ جون) برطانی توپخانہ نے جرمن حملہ آوریں کو بمقام ہوگ سخت نقصان پہنچایا جرمنوں نے جو زمین حاصل کرتی ہے۔ اسپر سلسل گولے برسائے۔

کینیڈا والوں نے زمین واپس لی

(لندن ۱۴ جون) جرنیل موگلس ہیگ نے کل رات کی سرکاری اطلاع میں لکھا تھا کہ "کینیڈا والوں نے ڈیڑھ بجے شب کے بہادری کے ساتھ ایک حملہ کیا جو کامیاب ہوا۔ اور انھوں نے اپنا سارا مدعا حاصل کر لیا۔ یعنی زلی بیک کے جنوب مشرق میں ڈیڑھ ہزار گز تک کے محاذ پر ہمارا پرانا موقعہ واپس لے لیا۔ انہوں نے غنیم پر بھاری نقصان عاید کئے۔ اور ۱۲۶ قیدی پکڑے۔ کینیڈا والوں پر بعد میں کئی گھنٹے تک بھاری شیل باری کیگئی۔ لیکن توپ خانہ نے انکو اچھی مدد دی۔ اور وہ اس (واپس لی ہوئی) زمین پر قابض ہیں۔ اور اسکو مستحکم کر رہے ہیں۔ غنیم کی بھاری گولہ باری کو۔ جو دن بھر ہوتی رہی۔ ہمارے توپ خانہ نے جو کوششیں کی گئیں۔ انکو نہ چلنے دیا۔ دو کامیاب چھاپے کل رات غنیم کو دوسروں پر مارے گئے جن میں سے ایک چھاپہ آسٹریلیا والوں نے مارا۔

مصر

القنطرہ پر ہوائی چھاپہ

(لندن ۱۳ جون) مصر سے (بذریعہ تار) آنے والی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ یکشنبہ کو دشمن کے اکیلے پرواز نے القنطرہ پر بم پھینکے اور رومانی پر کلدار توپوں کی آتشباری سے حملہ کیا ہمارے اکیلے پروازنے انکو بھگا دیا۔ القنطرہ میں چند چھوٹے چھوٹے نقصان ہوا۔ ضلع قاطیہ کی مشرقی سرحد پر پیٹرولوں کی دو بیٹریں ہوئی جو (ہمارے پہلو سے) کامیاب رہیں۔

اطالوی محاذ

غنیم کی شکست

(روم ۱۳ جون) ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ایڈیج اور برنیٹا کے درمیان ہماری پیشقدمی میں بہت ترقی ہوئی ہے گو جگہ جگہ پر سخت کشمکش ہوئی ہے ہم نے سیمینز کے مشرق میں ایک زبردست مورچے پر حملہ کیا جوابی حملے شکست دئے گئے۔ وادی سوگنا میں ماسو کے عبور کرنے کی کوشش میں غنیم کو سخت نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا۔

نئی اطالوی وزارت

(روم ۱۳ جون) بیان کیا جاتا ہے کہ سینیر بوسیلی سے دریافت کیا گیا ہے کہ وہ نئی وزارت کا انتخاب کریں۔ اگر انہوں نے منظور کر لیا۔ تو یہ یقین کیا جاتا ہے کہ وزارت کے قائم کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئیگی۔

مشرقی رزمگاہ

روسیوں نے نیسٹر عبور کر لیا

(پیٹروگراڈ ۱۳ جون) ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ چونکہ ہماری جنوبی فوج کی زد سے غنیم دور نکل گیا ہے اس لئے اب قیدیوں کی تعداد میں بہت کم اضافہ ہوا ہے۔ اس وقت انکا میزان ۱۱۴۰۰۰ ہے ہم دریائے اشتاک ہوڈ پہنچ گئے ہیں۔ اور ہم نے ٹارچن پر قبضہ کر لیا ہے۔ اسٹرپیل کے محاذ پر نہایت سخت کشمکش جاری ہے۔ ہم نے نیسٹر کو عبور کر لیا ہے۔ اور زلیس شیکی پر قبضہ کر لیا ہے۔

پیٹروگراڈ ۱۴ جون۔ نوریش کے اسکاؤٹس سے روسی فوج کو بہت مدد ملی ہے۔ اس لئے کہ وہ ول ہینن کے جنگل سے بخوبی واقف ہیں۔ بونا ز کے شمال میں روسی پیشقدمی کے رک جانے سے کوئی اندیشہ نہیں کرنا چاہیئے۔ سنا ہے کہ پنسک سے جرمن کمک آگئی ہے۔ میتر کی طرف سے جو روسی فوج بڑھتی آئیگی اسکے سامنے یہاں کوئی مزاحمت نہیں چل سکیگی۔ ایک سرکاری مراسلت میں روسی فوجوں کے دریائے پروتھ کے بائیں ساحل پر آنے کا ذکر ہے۔ اور اس میں یہ بھی مرقوم ہے کہ زناڈر کے سمت پچاس لڑائی جاری ہے آسٹروی جرمن گھبراہٹ سے بھاگے ہیں۔ اس کا پتہ اس امر سے چلتا ہے کہ سامان جو وہ چھوڑ گئے ہیں۔ اس میں چھوٹی بڑی کی پوری ریل ہے۔ ریلگاڑیوں کی بھی ایک بہت تعداد ہے۔ ہوائی ریل سامان خورد و نوش کے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مؤرخہ ۱۸ - جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۳

حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اور مسئلہ کفر و اسلام

نبوت مسیح موعودؑ اور تمام غیراحمدیوں کو بلا استثنا کافر قرار دینے میں میاں صاحب نے آجتک جو کچھ جدوجہد کی ہے۔ اس سب پر اگر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ایک منصف مزاج اور حق پسند انسان کے لئے یہ باور کرنے کے کافی وجوہات ہیں۔ کہ انہوں نے مسیح موعودؑ کو نبی اللہ تو کیا بنانا ہے۔ اسی کوشش میں آپ کو نعوذ باللہ غبی قرار دیکر آپکی قوت قدسیہ کو بھی ناکارہ ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی کیونکہ جو شخص حسب اعتقاد میاں صاحب، نہ صرف پندرہ سال تک۔ اپنے دعوے کو ہی ٹھیک طور پر سمجھ نہ سکا۔ بلکہ اس غلط بات کو خدا کا بتایا ہوا علم ظاہر کرتا رہا۔ حالانکہ وہ خدا کا بتایا ہوا نہ تھا وہ تو گویا میاں صاحب کے اعتقاد میں پرلے درجہ کا غبی ہی ثابت ہوا۔ نہ صرف یہی بلکہ میاں صاحب کے نزدیک آپ کی قوت قدسی بھی نعوذ باللہ ایسی ناقص تھی کہ وہ لوگ جو آپ کے خاص الخاص مرید اور ہر وقت کے صحبت گزین تھے۔ ہاں وہ جن کی تعریف میں آپ نے صفحوں کے صفحے سیاہ کئے اور اپنی اس فراست سے جسکے ہرگز خطا نہ جانے کا آپکو یقین تھا۔ انکی نیکی اور راستبازی کی آپ نے شہادت دی وہ سب بھی میاں صاحب کے خیال میں نعوذ باللہ فاسق اور منافق ہی ثابت ہوئے۔ اور مسیح موعودؑ کی قوت قدسی کسی کام نہ آئی۔ بلکہ میاں صاحب کے اس اعتقاد کے رو سے آپ کی فراست پر بھی ایک بدنما دھبہ اس سے لگ گیا۔ یہ تو خیر وہ باتیں ہیں جن پر بہت دیر سے بحث چل رہی ہے اور ابھی خدا جانے کب تک چلی جائے۔ لیکن آج میں اپنے احباب کو اسی سلسلہ میں ایک اور ناگوار امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ جو وہ بھی میاں صاحب کے ان عقائد فاسدہ ہی کے اثبات کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اور جس سے وہ پاک اور بزرگ انسان اور عالم باعمل ہاں وہ جو دین کے خادموں کا سردار اور تمام نیکوں اور پاکوں کا فخر تھا۔ اور وہ مسیح موعودؑ کی ایسی پیروی کرتا تھا کہ جیسے نبض حرکت تنفس کی۔ اسکی تصویر الفضل نے ایک ایسے بھدے اور بھونڈے رنگ میں ظاہر کی ہے۔ کہ جو ایک ادنٰے مومن کے بھی شایان شان نہیں حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب جیسا متقی انسان! اور اسکے متعلق افسوس ہے کہ اس کے قول اور فعل میں صریح تضاد دکھایا جائے۔ یا ایک قول کو دوسرے کے مخالف ثابت کیا جائے۔ یہ کسی مومن کا کام نہیں ایک سچا مومن جسے حق کی تلاش اور تڑپ ہو۔ اور انصاف کا مادہ اسکے دماغ سے سلب نہ ہوچکا ہو ہمیشہ کسی شخص بالخصوص اس انسان کے جسکے متعلق اسکا اعتقاد ہو کہ پہلے درجے کا متقی اور پرہیزگار تھا۔ تمام اقوال اور ارشادات کو معہ اسکے تعامل کے اپنے سامنے رکھتا ہے اور ان سب پر یکجائی نظر ڈالکر اس سے کسی صحیح نتیجہ اور اسکے اصل مذہب پر پہنچتا ہے۔ نہ یہ کہ اسکے ایک قول کو لیکر بیٹھ رہے اور دوسرے فتووں اور صریح تعامل کو جو اسکے بالکل برخلاف ہو۔ نظرانداز کردے اور اس طرح سے دنیا میں اسکی پوزیشن کو بہت ناگوار صورت میں پیش کرے۔ اسے تو چاہئے۔ کہ اس ایک قول کو بھی دیگر ارشادات اور تعامل کے مطابق کرنے کی کوشش کرے۔ اور اگر ایسا نہ کرسکے۔ تو مسیح موعودؑ کے بتائے ہوئے گر کے مطابق قلیل کو کثیر کے ماتحت کرے اور ان کثیر باتوں کو ہی بالخصوص وہ جو اسکے بعد اور آخر عمر کی ہوں اسکا حقیقی مذہب یقین کرے۔ مگر افسوس الفضل نے ذرا بھی عاقبت اندیشی سے کام نہیں لیا اور آپ کے ایک خط سے آپ کے روزمرہ کے تعامل ... اور دیگر فتاوے کے خلاف اپنی تائید نکالکر آپ کی ذات پر بہت ہی ناگوار حملہ کیا ہے۔ اسے تو چاہیئے تھا۔ کہ آپ کے اس خط کو دیکھ اس سے کچھ اسکی تائید بھی نکلتی تھی۔ آپ کے دیگر فتاوے اور طرز عمل کی روشنی میں پڑھتا اور پیش کرتا۔ نہ کہ الٹا آپکے زندگی بھر کے اقوال و افعال کے خلاف مطلب نکالکر آپ کو ایک ایسے قبیح امر کا مرتکب ثابت کرتا۔ جو آپ کی مومنانہ شان سے بالکل بعید تھا

یہ ایک صاف اور کھلی ہوئی بات ہے۔ کہ جو شخص کسی دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔ وہ اسکے ساتھ مسلمانوں جیسا برتاؤ روا نہیں رکھ سکتا۔ کافر کو لڑکی دینا۔ کافر کا جنازہ پڑھنا اور کافر کے پیچھے نماز پڑھنا یہ اسلامی شریعت کے رو سے سراسر ناجائز ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ میاں صاحب نے غیراحمدیوں کو کافر قرار دینے کے ساتھ ان سب باتوں کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔ پس اگر حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب تمام غیراحمدیوں کو جنہوں نے مسیح موعودؑ کی بیعت نہیں کی کافر سمجھتے تو یہ کبھی نہ ہوسکتا تھا۔ کہ آپ کسی بھی صورت میں کسی غیراحمدی کے ساتھ ایک احمدی کی لڑکی کا نکاح پڑھتے۔ یا کسی غیراحمدی کا جنازہ پڑھتے۔ یا اس کے پیچھے نماز جائز قرار دیتے۔

لیکن آپ کے طرز عمل پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو آپ ان تینوں باتوں کے مخالف نظر آتے ہیں۔ آپ نے غیراحمدی کے ساتھ ایک احمدی کی لڑکی کا نکاح بھی کیا۔ غیراحمدی کا جنازہ بھی پڑھا۔ اور دوسروں سے بھی پڑھوایا۔ غیراحمدیوں کے پیچھے بعض خاص حالات میں نماز بھی جائز قرار دی۔ یہ صاف شہادت ہے اس بات کی۔ کہ آپ تمام غیراحمدیوں کو بلا استثنا محض انکار مسیح کی وجہ سے کافر نہ سمجھتے تھے۔ اسی لئے تو آپ نے ان سے مسلمانوں جیسا برتاؤ روا رکھا۔ آپ نے خود میاں صاحب کی سالی خلیفہ رشید الدین کی لڑکی کا نکاح ایک غیراحمدی کے ساتھ پڑھا۔ خود اپنی بھتیجی کا جو غیراحمدیت کی حالت میں فوت ہوئی تھی جنازہ پڑھا۔ اور دوسروں کو پڑھوایا۔ اپنے مطب میں جب کبھی کوئی فوت ہوجاتا۔ تو آپ حکیم مولوی غلام محمد صاحب کو جو آپ کے خاص شاگرد اور احمدی بھی ہیں حکم فرماتے۔ کہ اسکا جنازہ پڑھاکر دفن کردو۔ پھر حج پر جانے والوں کو آپ ہمیشہ یہ اجازت دیتے رہے۔ کہ وہاں چونکہ کفر کا فتوٰے نہیں اس لئے غیراحمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لو خود میر ناصر نواب نے آپ کی اسی اجازت کے ماتحت مکہ معظمہ میں غیراحمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ بلکہ میاں صاحب نے بھی میر صاحب کی زبانی یہ اجازت پاکر اس پر عمل کیا۔ خواہ ایک ہی وقت کیا ہو۔ اس سے کچھ حرج لازم نہیں آتا ہمیں تو صرف یہ کرنا مقصود ہے کہ حضرت مولوی صاحب نے ایسی اجازت دی اور وہ بمطابق میاں صاحب کے اس طرز عمل سے پورا ہوگیا جس سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب کے نزدیک وہ لوگ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج نہ تھے۔ ورنہ آپ کبھی اجازت نہ دیتے۔ پھر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کو اپنی زندگی کے آخری ایام میں بذریعہ تار اس بات کی اجازت دی۔ کہ چونکہ ولایت میں کفر کا فتوٰے نہیں۔ اس لئے وہاں غیراحمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہو۔ جب اس پر قادیان کے بعض غالی نوجوانوں نے میاں صاحب کی حمایت میں شور برپا کرنا شروع کیا۔ تو آپکو ان ایام علالت میں ہی صاف طور پر کہنا پڑا ... آپ نے بھری مجلس میاں صاحب کے منہ پر یہ لفظ کہکر کہ ہمارے میاں نے بھی اس مسئلہ کفر و اسلام کو نہیں سمجھا۔ ... ان ... کی

تردید کی نہ صرف یہی بلکہ آپ نے حضرت مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کو اس مسئلہ پر ایک فیصلہ کن تحریر لکھنے کا حکم دیا۔ اور پھر اس تحریر کو سنکر اسپر اظہار پسندیدگی کر کے اپنے مذہب پر اور بھی روشنی ڈالدی۔ پھر ۱۹۱۰ء میں آپ نے مولوی فضل دین صاحب کھاریاں والے کو ایک خط میں بعض خاص شرائط کے ماتحت غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لینے کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ خط حسب ذیل ہے:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جو لوگ منافق صحیح نہیں۔ اور جو لوگ واقعی حسن ظن رکھتے ہیں۔ وہ کسیقدر معذور ہو سکتے ہیں۔ آپ بعد از استخارہ اُن کے پیچھے نماز پڑھ لیں۔ والسلام۔ نورالدین۔ ۲۵ فروری ۱۹۱۰ء

اب اس صاف اور صریح طرز عمل کے خلاف جو شخص آپ پر یہ بہتان باندھے۔ کہ آپ نعوذ باللہ تمام غیر احمدیوں کو خارج از اسلام سمجھتے تھے کیا وہ آپ پر حملہ کر کے آپ کے ایمانیات پر ایک ناگوار دھبہ نہیں لگاتا۔ وہ مولوی نورالدین جو دین سے ایسا اعلیٰ درجہ کا پیار رکھتے اور مسائل دینیہ کے فہم میں ایسا اعلیٰ درجہ کا فہیم ہو۔ نہ صرف یہی بلکہ اسقدر حد درجہ کا متقی انسان ہو کہ مسیح موعودؑ اُسپر رشک کرے اور اُسے "نہایت ذکی الذہن۔ حدید الفواد فصیح اللسان نخبۃ الابرار۔ اور زبدۃ الاخیار کے پاک خطابات سے یاد کرے اور یہ کہکر کہ ؂

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

اسے تمام قوم کے لئے ایک نمونہ قرار دے اور اُسکے دل کے نور یقین سے پُر ہونے پر اپنی مہر شہادت لگائے افسوس آج اُسکے متعلق ایسے ناواجب خیالات پھیلائے جائیں۔ کہ جو اُس کی اس تمام بزرگی اور شرف کو ملیا میٹ کر دینے والے ہیں کیونکہ حضرت مولوی صاحب کے مذکورہ بالا طرز عمل کو پیش نظر رکھکر کون شخص ہے۔ جو یہ یقین کرلے کہ آپ کا مذہب میاں صاحب کے سراسر خلاف تھا۔ الفضل کا اسکے خلاف سمجھنا اور بتانا اور آپ کے اس تمام تعامل کو نظر انداز کر دینا صریح طور پر آپ کی پوزیشن پر حملہ کرنا ہے۔ حالانکہ چاہئے تھا۔ کہ آپ کے اس ایک خط کو آپ کے طرز عمل کے ماتحت کر کے اُسکے مطابق کرتا نہ کہ مخالف بنا کر دکھاتا۔

اب آؤ میں حضرت مولوی صاحب کے دوسرے ارشادات کو بھی آپ کے سامنے رکھکر یہ پوچھوں کہ آیا اس سے الفضل کے مزعومہ عقائد صحیح ثابت ہوتے ہیں یا حضرت مولوی صاحب نے اسکی صریح مخالفت کی ہے۔ بالخصوص وہ اقوال جو الفضل کے پیش کردہ خط سے بعد کے ہیں۔

۱۔ بدر مورخہ ۱۶۔ مارچ ۱۹۱۱ء میں صفحہ ۴ پر مسئلہ تکفیر کے عنوان سے حضرت مولوی صاحب کا ایک خط چھپا ہے۔ جو بعد ایڈیٹر صاحب بدر کے نوٹ کے حسب ذیل ہے:۔

مسئلہ تکفیر "مولوی عبدالماجد صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح سے سوال کیا تھا۔ کہ کیا آپ غیر احمدی مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔ اور مجھکو آپ کافر جانتے ہیں۔ اسکے جواب میں حضرت نے لکھا تھا۔ کہ ہم کسی مسلمان کلمہ گو کو کافر نہیں سمجھتے۔ اسکے جواب الجواب میں پھر مولوی محمد عبدالماجد صاحب نے خط بقلم محمد عصمت اللہ صاحب ہیڈ مولوی اسکول حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں پہنچا۔ جس میں لکھا ہے کہ نہایت افسوس کیساتھ عرض ہے کہ آپ کی تحریر صاف طور سے پڑھی نہیں گئی۔ آپ اپنی صحیح رائے سے مطلع فرمادیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح نے جواب میں لکھا:۔

"مولانا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

بجواب کرمت نامہ عرض ہے۔ جب ایک شخص اپنے آپکو مسلمان یقین کرتا ہے تو فرمایئے۔ میرا کیا حق ہے کہ میں اُسے کہوں تو مسلمان نہیں۔ کیا میں علیم بذات الصدور ہوں۔ نہیں ہرگز نہیں اور کیا میرے قبضہ میں بہشت اور دوزخ کی کنجیاں ہیں ہرگز نہیں **ھل شققت قلبہ** میرے زیر نظر ہے۔ والحمد للہ رب العلمین میرا جواب بالکل صاف ہے۔ باقی رہا آپ کا افسوس اور نہایت افسوس۔ سو اس پر عرض ہے ہزار در کو مجھپر افسوس ہوگا ان میں آپ کا اضافہ تعجب کا موجب نہیں"۔

"میری رائے کی کوئی ضرورت نہیں مسلمان بیکار اور نکمے ہیں۔ آج ان کو ایسے کام ضروری اور اصل مطلب کی طرف توجہ نہیں۔ یہ تحریر میرے ہاتھ کی ہے۔ میں اس سے عمدہ نہیں لکھ سکتا"۔

اب یہ تحریر مارچ ۱۹۱۳ء یعنے آپ کی وفات سے صرف ایک سال پہلے کی ہے۔ اس میں صاف طور پر آپ نے ہر ایک ایسے شخص کو جو اپنے آپکو مسلمان یقین کرتا ہے۔ اسلام سے خارج ٹھہرانا جائز نہیں ٹھہرایا چہ جائیکہ اس نے مسیح موعودؑ کی بیعت بھی نہیں کی۔

۲۔ پھر اس کے بعد بھاگلپور سے ایک اور خط حضرت خلیفۃ المسیحؓ کی خدمت میں پہنچا جس میں راقم نے حضرت مسیح موعودؑ کو کاذب اور مفتری قرار دیا تھا تو اُس کے جواب میں آپ نے صاف لکھا کہ "ایسی جرأت پر میں تو آپ کو مومن نہیں سمجھ سکتا۔۔۔۔۔ میں تو کسی مومن کو کافر نہیں کہتا۔ مگر ان لوگوں کو بھی مومن نہیں سمجھتا۔ جو ایک راستباز کو کافر اور مفتری کہیں۔ اور اس پر ایمان ہونا یقین کرتے ہیں" تو گویا یہاں آپ نے کافر اور مفتری کہنے والوں کو مومن سمجھنے سے انکار کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ کہکر کہ "میں تو کسی مومن کو کافر نہیں کہتا" کافر اور مفتری نہ کہنے والوں کے متعلق یہ بتادیا کہ وہ کافر نہیں۔

۳۔ حضرت مولوی صاحب کا ایک مکالمہ ۲۲۔ اگست ۱۹۱۲ء کے بدر میں صفحہ ۳ پر چھپا ہوا ہے۔ جس میں آپ نے صاف طور پر فرمایا ہے کہ ہمارا اور غیر احمدیوں کا اصول دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"ہمارے اصول یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک ہے مستجمع جمیع محامد کاملہ ہے۔ ہر ایک قسم کے عیب ونقص سے منزہ ہے۔ ملائکہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف کاموں پر متعین ہیں۔ تمام رسول برحق ہیں۔ کتابیں جو اُن پر اتریں برحق ہیں۔ جزا و سزا کا مسئلہ برحق ہے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔

دوسرے مسلمانوں سے اصول دین میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں جہاں وہ ایک لاکھ سے زیادہ انبیاء کی وفات کو مانتے ہیں وہاں ایک حضرت مسیحؑ کی وفات کو ہم نے مان لیا تو کیا گناہ ہے۔ ایسا ہی امت محمدیہ میں مکالمہ مخاطبہ الٰہی اولیاء اللہ سے جاری رہا۔ تو مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ کا مکالمہ ماننا کیا ہرج رکھتا ہے۔ مسیح کا نزول ماننا اصول دین میں داخل نہیں"۔

حضرت مولوی صاحب کا مندرجہ بالا ارشاد فیصلہ کن ہے۔ اس سے نہ صرف یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ تمام غیر احمدیوں کو آپ کافر نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ یہ بھی کہ حضرت مسیح موعودؑ اس قسم کے رسول اور نبی نہیں۔ جن کا ماننا اصول دین میں داخل ہے۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا۔ تو جہاں آپ نے اصول دین میں یہ فرمایا کہ تمام رسول برحق ہیں۔ وہاں کیوں آپ نے نہ کہا۔ کہ چونکہ ہمارے مخالف ان تمام رسولوں میں سے ایک مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے۔ اس لئے انسے اصول دین میں ہمارا اختلاف ہے برخلاف اسکے آپ تو مسیح موعودؑ کو اولیاء اللہ میں شامل کر کے آپ سے صرف خدا تعالیٰ کا مکالمہ ہونے کا ذکر فرماتے ہیں۔ اور دعوےٰ رسالت ونبوت کا نہیں اور ساتھ ہی یہ کہکر کہ "مسیح کا نزول ماننا اصول دین میں داخل نہیں"۔ اور بھی اس بات کو صاف کردیا۔ کہ مسیح موعودؑ رسول یا نبی ہرگز نہیں۔ کیونکہ اگر آپ نبی ہوتے۔ تو آپ کا نزول ماننا اصول دین میں داخل ہوتا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں اس لئے یہ بات بھی ساتھ ہی صاف ہوگئی۔ کہ آپ کے محض انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوجاتا۔ پس حضرت مولوی صاحب کے ان تمام ارشادات اور فتاوے اور سب سے

بڑھ کر آپ کے تعامل سے یہ ثابت ہے کہ آپ ہرگز ہرگز غیر احمدیوں کو کافر اور خارج از اسلام نہ سمجھتے تھے۔ بلکہ آپ تو یہاں تک اس کفر بازی کے خلاف تھے۔ کہ بعض لوگوں کو جنہوں نے حضرت صاحب کو نہیں مانا۔ آپ نیک اور بزرگ تک کہہ دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کے درس قرآن کریم کے نوٹوں میں صفحہ ۸ پر یہ چھپا ہوا موجود ہے کہ "ایک دفعہ ایک شخص نے مجھے ایک خاص آدمی کے بارہ میں پوچھا۔ کہ آپ اُسے کیسا سمجھتے ہیں میں نے کہا۔ نیک ہے۔ بزرگ ہے۔ اس کے بعد اُس نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ مرزا صاحب کا مخالف ہے۔ میں نے کہا پھر کیا ہوا۔ آدمؑ کی خلافت پر اس کے خلاف کہنے والے تو ملائکہ کہلاتے ہیں۔ اور میں نے اُسے ملک بھی نہیں کہا"۔ گویا ایک ایسے شخص کو جو نہ صرف احمدی ہی نہیں ہے۔ بلکہ مخالف بھی آپ نیک اور بزرگ سمجھتے ہیں جس سے یہ بات بڑی صفائی کیساتھ کھل گئی کہ مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں آپ کا اصل اور صحیح مذہب وہ نہ تھا۔ جو الفضل نے پیش کیا۔

نبوت کے متعلق بھی اگرچہ ان مذکورہ بالا بیانات سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ یعنے ان حوالجات سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ مسیح موعود کو حقیقی معنوں میں نبی نہیں سمجھتے تھے لیکن تاہم زیادہ وضاحت کے لئے میں یہاں چند اور حوالے نقل کرتا ہوں۔ اور پھر ان سب کی روشنی میں الفضل کے اس پیش کردہ خط پر غور کرونگا۔ جس سے اُس نے یہ استدلال و استنباط کیا ہے کہ آپ کا مذہب اس کے خلاف تھا۔

(۱) سنہ ۱۹۱۰ء کے ایام جلسہ میں آپ نے جو خطبہ قادیان میں پڑھا اس میں آپ فرماتے ہیں:۔ "میں اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہوں کہ تمام **نبوتیں آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئیں**۔ بلکہ اس بات پر ایمان رکھتا ہوں اور بصیرت اور شرح صدر کے ساتھ کہ آنحضرتؐ نہ صرف تمام نبوتوں کے جامع اور خاتم تھے۔ بلکہ آپ خاتم النبیین۔ خاتم الرسل اور خاتم کمالات انسانی تھے۔ یہ میرا یقین ہے۔ کہ تمام انبیاء اور تمام اولیاء اور تمام انسانی کمالات کے آپ جامع اور خاتم ہیں۔ اور اب آپ کے بعد **میرا عقیدہ بھی تجویز نہیں کرتا کہ کسی شخص میں ایسے کمالات ہوں**۔"

(۲) اس سے پہلے اسی خطبہ میں آپ کے یہ لفظ بھی چھپے ہوئے موجود ہیں کہ

"زمانہ گذشتہ میں جو ہادی دنیا کی ہدایت کے لئے وقتاً فوقتاً آئے ایک زمانہ گذرنے کے بعد انکو معبود بنا لیا گیا۔ اور خدا تعالےٰ کی معبودیت میں انکو شریک کر لیا گیا۔ اس گند سے دنیا کو بچانے کے لئے آپ نے اس حصہ (اشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ) کو رکھا۔ تاکہ آنحضرت صلعم کو لوگ ایک عبد سمجھیں۔ اور **آئندہ چونکہ اس امت میں ولی ہونگے** انہیں کبھی کوئی معبود قرار نہ دے"۔

ان دونوں حوالجات سے صاف ثابت ہے کہ آپ آنحضرت صلعم پر تمام نبوتوں کا خاتمہ سمجھتے تھے اور آئندہ اس امت میں ولیوں کے آنے کے قائل تھے۔ نہ نبیوں کے۔

(۳) نبوت مسیح موعودؑ کے بارہ حضرت مولوی صاحب کا کیا خیال تھا۔ اسکا صرف ایک ہی جواب کافی ہے اور وہ یہ کہ ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء میں آپ نے رسالہ البیان کے ایڈیٹر کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق آپ فرماتے ہیں۔ کہ آپ (مسیح موعود) نے "بے ریب لکھا ہے۔ کہ میں نبی یعنے پیشگوئی کرنیوالا ہوں" تو بات صاف ہو گئی۔ کہ لغوی معنوں کے لحاظ سے آپ مسیح موعودؑ کو نبی سمجھتے تھے۔ نہ اصطلاحی معنوں کے لحاظ سے۔ اور یہی ہمارا اعتقاد ہے۔

پھر اس سے بھی بڑھکر صاف الفاظ بدر جلد ۸ نمبر ۴۸ مورخہ ۲۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۹ء میں "خاتم النبیین" کے عنوان سے چھپے ہوئے موجود ہیں یہ آپ کا ایک خط ہے جس میں آپ کسی سائل کے اس سوال کے جواب میں۔ کہ "تیرہ سو برس میں کسی شخص نے کسی کو رسول یا نبی نہیں کہا" فرماتے ہیں۔

"مثنوی مولانا روم تو آپ نے وعظوں میں سُنی ہوگی۔ اسکے اسوقت دو تین شعر پڑھتا ہوں۔ بلکہ لکھتا ہوں۔ جو آپ کے دعوے نے یاد دلائے ہیں۔

چوں بدادی دستِ خود در دستِ پیر
پیر حکمت کو علیم است و خبیر
کو نبیِ وقتِ خویش است اے مرید
تا ازو نورِ نبی آید پدید
دستِ تو از اہلِ آں بیعت شود
کہ ید اللہ فوق ایدیہم بود

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں۔

اے مرا تو مصطفےٰ من چوں عمر
از برائے خدمتت بندم کمر

پھر کہتے ہیں

ہر دمے او را یکے معراج خاص
بر سرِ تاجش نہد صد تاج خاص

پھر فرماتے ہیں اور ان کی وحی کا دعوے فرماتے ہیں

آنکہ از حق یابد او وحی و جواب
ہر چہ فرماید بود عینِ صواب
نہ نجوم است و نہ رمل است و نہ خواب
وحیِ حق واللہ اعلم بالصواب
از پئے روپوش عامہ در بیاں
وحیِ دل گویند آں را صوفیاں

یہاں سب کچھ کہہ لیا اور سودائی لوگوں کے ڈر کا ذکر بھی فرما دیا۔ اگر آپ سُن سکیں۔ تو میں مسلم الثبوت اولیاء کے کلام سے یہ لفظ (نبی) صاف صاف آپ کو دکھا سکتا ہوں۔ یہ آپ نے کس طرح فرمایا کہ تیرہ سو برس سے کسی نے ایسا لفظ نہیں بولا"۔

اب اس ساری عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب پہلے اولیائے کرام کی ہی طرز کا نبی حضرت مسیح موعودؑ کو بھی سمجھتے ہیں۔ ورنہ مسلم الثبوت اولیاء کے کلام سے یہ لفظ صاف صاف دکھا سکنے کے کیا معنے۔ تو بات صاف ہے۔ کہ جس قسم کے نبی دوسرے اولیائے کرام تھے۔ اسی قسم کے حضرت اقدس مسیح موعود ہیں۔ جیسی نبوت دوسرے اولیائے کرام کے لئے بند ہے۔ ویسی ہی حضرت مرزا صاحب کے لئے بھی بند ہے۔ ان کے لئے نبوت کا وہ دروازہ کھل نہیں گیا۔ جو دوسرے اولیائے کرام کے لئے بند تھا۔ یہی حضرت مولوی صاحب کا پکا اور سچا اعتقاد تھا۔ اور یہی کچھ آپ کی تحریرات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے بر خلاف کسی ایک تحریر سے کوئی اور معنے لینے تفسیر القول بما لا یرضی قائلہ کا مصداق ہے"۔

(باقی دارد)

نو مبائعین میاں بدھے محمد صاحب دوالمیال سے اور محمد عبد العزیز صاحب متعلم کالج بہاولپور سے حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے

تحقیق الادیان و تبلیغ الاسلام

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ویدک تعلیم کا مخرج

بیاس جی نے چند گیت پنجاب کے زندہ دلوں سے اڑا لئے۔ سوم لتا وغیرہ منشی بوٹیوں کے معرفے ہمالیہ کے مے خواروں سے۔ سورج اگنی چاند ہوم کی تعریف مہر نیائش ماہ نیائش شکشکاخ سے جانوروں کی کہانیاں پہاڑوں دریاؤں کی سینری۔ سنت شاسان پارسی صحیفوں سے رغد کی دستوامنر سے گاتنری۔ اور اس کے بیٹوں مدہو چہندا وغیرہ سے چند شعر بنوا لئے۔ ژندا وستا میں ایشور کا نام اہی میں ہوں لکھا ہے۔ اسی طرح وید مقدس میں بھی ایشور اپنے آپکو اہم (میں) کرکے بار بار منتر بولتا ہے۔

جس طرح سے پارسیوں کی کتاب نرگس میں خداکو آگ کہا گیا ہے۔ اسی طرح وید ایشور کا نام اگنی رکھتا ہے۔ اور وید میں یہ صاف لکھا ہے۔ کہ اسے اگنی تو جو دو لکڑیوں کے رگڑنے سے پیدا ہوئی ہے۔

پارسیوں میں جس طرح دیوتا کا خیال تھا۔ اسی طرح وید میں دیوتا ولہ کراعکی برحن کا بکثرت ذکر ہے۔ شیطان کے وجود سے بھی کسی مذہب نے انکار نہیں کیا۔ صرف چند نے تقلید فلسفران یورپ۔ شیطان کے علیحدہ وجود سے انکار کیا ہے۔ مگر رگوید منڈل اسوکت ۳۲ منتر ۱۵ لکھا ہے۔ پاہی نو اگنے کرشسہ پاہی دھور تے رادنہ پاہی ایشٹت ات ور جگھا لستوبر مدبجا نو یوشٹھ جو دساتیر پارسیان کے اس فقرے کا ہوبہو ترجمہ ہے ہور امیم نہ مزدانی ہنر ہنر ماس و نفاس ہر سپیور ہر دلور۔

(ترجمہ) پناہ مانگتے ہیں ہم آگ کے ساتھ بہت خبیث روح سے۔ پناہ مانگتے ہیں گمراہ کرنیوالے بدخو زشت خصلت سے۔ پناہ مانگتے ہیں۔ سفاکی وغیرہ صفات والے وغیرہ وغیرہ سے۔ بڑے بڑے سالانوں سے ہماری حفاظت کیجئے۔

پنڈت جی یہ ہیں وہ شیطان جن سے وید بھگوان پناہ مانگنی سکھلاتا ہے۔ اسی شیطان کا بیان بدھ مذہب کی کتاب للت وستر باب ۲۱۔ گاتھا ۲۲۴ میں مارا کے نام سے موجود ہے۔ پس ژندی زبان ہرشیو۔ ہردیو۔ خدناس دبدمعاش، اور کشنش اَرا اِد نْ۔ ریشت کے اسنکرت میں ابلیس شیطان رجیم عربی میں غور فرمائیے۔ یہ الفاظ آپس میں کیسے ملتے جلتے ہیں۔

عربی	ژندی	سنسکرت
ابلیس	خدناس (بدمعاش)	ارکشنش
شیطان	ہردیو	اَرا اِد نْ
رجیم	ہرشیو	ریشت

سنسکرت کا پاپی اور ژندی پناہیم بھی متقارب الفاظ ہیں۔ للت وستر کا مارا۔ اور عربی اماره ایک ہی لفظ ہے۔

پنڈت جی کا یہ کہنا کہ شیطان کی قرآن نے بہت بڑی طاقت مانی ہے۔ جو کہ بھگ خدا کی طاقت کے مساوی ہی ہے"۔

اس کے جواب کے لئے دل میں کشمکش پاتا ہوں۔ جذبات انتقام کہری کو روکتا ہوں۔ قلم کو ٹھہراتا ہوں۔ اور دل سے ایک آہ سرد نکالکر کہتا ہوں۔ ؎

بترس از دروغ وفریب و ریا
کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدا

سنو! قرآن کہتا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان۔ (ترجمہ) میرے بندوں پر تجھے غلبہ نہ ہوگا۔

قرآن کریم کی رو سے صرف بدوں پر شیطنت کا بھوت سوار ہے۔

قدامت وید کی ڈہنگ فضول ہے

آریوں نے ہمیشہ ویدوں کی قدامت کا راگ الاپا ہے اور اس پر پنڈت جی کو بھی ناز ہے۔ دساتیر کے زمانہ نزول کے مقابلہ میں وید کے نزول کا زمانہ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نامشافرام جی کے زمانہ کے بموجب دنیا کی عمر ملاحظہ ہو۔ اور وید کے زمانہ نزول کی نسبت نکال کر دیکھیں۔ نامہ افرام جی میں حضرت آدم کو .... بعد ہوئے لکھا ہے۔ پس پنڈت جی کی دلیل کی رو سے دساتیر خدا کا کلام ہیں نہ وید۔

قرآن میں دنیا کی عمر چھ ہزار سال نہیں لکھی

پنڈت جی نے قرآن شریف پر ایک اور الزام لگایا ہے کہ قرآن ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ سرشٹی نیستی سے پیدا ہوئی اور پیدا ہوئے قریب چھ ہزار برس ہوئے ہیں۔

پنڈت صاحب برائے مہربانی دونوں حوالے پیش کریں۔ ورنہ ہمیں یہ کہنے کی اجازت دیں کہ

بترس از دروغ وفریب و ریا
کہ ناگہ رسد بر تو قہر خدا

سنئے پنڈت جی ہم لوگ نیستی کو مادہ ہستی نہیں مانتے بلکہ اس ہست مطلق سے یہ ساری ہستیاں مانتے ہیں اور دنیا کا چھ ہزار سال سے ہونا قرآن میں قطعاً نہیں۔ ہاں ایک اور بات بھی قابل پیش کرنے کے وہ یہ کہ جب پنڈت جی مادہ سے دنیا پیدا ہونے پر بحث کیا کریں۔ تو وید کا وہ حوالہ بھی پیش کیا کریں جس میں یہ لکھا ہو کہ یہ دنیا مادہ سے بنی ہے۔ پس جہاں ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں مادہ کو ازلی نہیں کہا گیا۔ چنانچہ ہم یہ بھی علے الاعلان کہتے ہیں کہ وید میں کبھی مادہ کی ازلیت کا قطعاً ذکر نہیں۔ پس دونوں ثبوت پنڈت جی کے ذمہ ہیں۔

یجروید کے ایک منتر پر پنڈت صاحب اور دیانند جی کی طبع آزمائی

پنڈت جی نے یجروید ۳۴/۱۴ سے وصال باری تعالےٰ کا ثبوت پیش کیا ہے۔ پنڈت جی نے ترجمہ کرنے میں جو کمال دکھایا ہے وہ تو الگ رہا۔ اور ہمیں اس پر نکتہ چینی کا حق بھی نہیں۔ مگر ناظرین کی تفنن طبع کیلئے سوامی دیانند اور پنڈت صاحب کے ترجمے کو بالمقابل لکھدینا ہی کافی ہوگا۔

دیانند جی	پنڈت راجارام جی
اے عالم انسان جیسے تو اپنے بچے کے لائق اس جسم کو جل پران اور پرجا کی رکھشا کرتا ہوا نہیں چھوڑنا چاہتا ویسے ہی میں بھی اپنے جسم کو پوری عمر بھوگ کر بغیر غفلت سے بیچ میں ہی نہیں چھوڑتا ہوں اسے انسان جیسے تم زمین پر جاہ وجلال کو حاصل کرنے دکھوں کو دور کرنے والے بانی سے سدھ کئے ہوئے جل اور بھومی میں علم کے نعمت کو داخل ہوتے ہو ویسے ہی میں بھی ان میں جاہ وجلال کے ساتھ داخل ہوتا ہوں۔ تم بھی ان میں داخل ہو۔	وہ تم سے الگ تمہارے اندر ہی ہے۔ تمکیو وہ نظر اسلئے نہیں آتا۔ تم پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس جہالت کو دور کرکے گیانی اسکو ہر دے کے اندر ساکھشات دیکھ لیتا ہے جو سارے وشو کا ادھار ہے۔ جو اس سب کو پیدا کرتا اور ناش کرتا ہے۔ وہ وبھو ہے۔ جو سارے پرجاؤں میں اوت پروت ہو رہا ہے۔ .. ..

.. ..

وید مقدس کے ترجمے کی مثال ہمارے سماجی دوستوں نے ایسی بنا رکھی ہے۔ جیسے کوئی شخص کچھ روڑے مختلف برتنوں میں ڈالکر کھڑکائے تو انکی آواز ہر برتن سے الگ قسم کی نکلے گی۔ دیانند جی کچھ مطلب نکال رہے ہیں پنڈت راجارام جی کچھ اور ہی الاپ رہے ہیں۔

میرے خیال میں آریوں کی الہامی کتاب کی یہ بھی ایک دلیل مقرر کرنی چاہئے کہ ہر شخص اس کا مطلب تیتر کی بولی کی طرح الگ الگ سمجھے۔

آگے چلکر پنڈت جی نے الہامی کتاب کے یہ نشان لکھے ہیں۔ خدائی علم کا غلطی سے مبرا ہونا مذکور ہو۔ اختلاف نہ ہو۔ خدائی صفات میں تناقض نہ ہو۔ لوگوں کی بھلائی کی تعلیم دے۔ احکام عالمگیر ہوں۔ کتاب پوری مکمل ہو۔ اصولی طور پر ہمیں ان نشانوں سے اتفاق ہے اور پنڈت صاحب نے خود ان دلائل کی وید کے حلاف

سے لیتی دمضبوطی، نہیں کی بلکہ قرآن کریم پر کوئی اعتراض کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی اس لمبی بحث کو چھیڑنا چاہتے۔ کر وید میں ایشور کا کیا نقشہ بیان کیا گیا ہے۔

تبصرے مضمون میں جو منشی لعل صاحب نے امام غزالی علیہ الرحمۃ کے عقیدہ متعلقہ روح کو ویدک عقیدہ لکھا ہے۔ امام صاحب موصوف کی ایک کتاب بنام کتاب الروح مشہور ہے۔ اگر پنڈت صاحب نے اس کا مطالعہ کیا ہوتا۔ تو کیمیائے سعادت کے ایک فقرے کو لکھکر پبلک کو دھوکا نہ دیتے۔ اگر پنڈت صاحب کو روح کے متعلق بحث کا شوق ہے۔ تو براہ مہربانی چاروں ویدوں میں کہیں جیو آتما کا نام تو دکھائیں۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں۔ کہ وید میں جیو آتما کو انادی (ازلی) کہیں نہیں کہا گیا۔ یہ محض یار لوگوں کی گھڑنت ہے۔

محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم پنڈت صاحب کے اعتراضات کے جواب سے فارغ ہوگئے ہیں۔ پنڈت صاحب بھی سنتے سنتے اکتا گئے ہونگے۔ اب تفریح طبع کے لئے ایشور جی مہاراج کا جو نقشہ وید مقدس نے کھینچا ہے۔ وہ حوالہ قلم ہوتا ہے۔ امید ہے کہ اسکو پڑھکر طبیعت سے ساری کلفت دور ہو جائیگی۔ کیوں نہ ہو۔ آخر وید بھگوان کی ودیا کھیا ہی تو ہے۔ کسی شخص نے وید کے مصنف نارائن رشی سے پوچھا یت پرش الخ پرش کس کو کہتے ہیں۔ اور ابتدائے زمانہ میں اس کے منہ سے کون۔ ران سے کون۔ بازوؤں سے کون اور پاؤں سے کون پیدا ہوا تھا۔ تو رشی مذکور نے یجروید کے ریپسنش سوکت کو قندھاری سُر میں اس طرح گا کر اسکو جواب دیا۔ برہمن اسے مکھم آسیت۔ باہو راجنیہ کرتا اُر وندسے ویشیہ پدبھیا م شودرا اجائت۔ چندرما منسو جاتش چکشو ہ سوریا اجائت شروترا اور لشچ د پاٹھک دپڑھنے والے، گھبرائیں نہیں یہ وید کی قندھاری سُر ہے) پرانشچ مکھا دا گنز اجائت۔

(ترجمہ) برہمن اسکے مُنہ سے پیدا ہوئے اُس کے بازوؤں سے راجپوت۔ رانوں سے کسان۔ دونوں پاؤں سے خدمتگار پیدا ہوئے۔ چاند اُس کے دل سے پیدا ہوا۔ آنکھوں سے سورج پیدا ہوا کانوں سے خلا اور آسمان۔ سانس سے ہوا پیدا ہوئی۔ چہرے سے آگ (پرمیشور کا ہے کو ہوا لال بھبوکا ہوا) پیدا ہوئی۔

اس ترجمہ کی صحت کی تصدیق کے لئے دیکھو۔ اصل کتاب نامہ دخشور جمشید آیت ۸۲۔ جہاں سے یہ منتر وید میں آیا ہے۔

اتھروید میں ہے۔ توم استری توم پومانسی توم کمار اُت وا کماری توم جیرن ڈنڈین ونچسی الخ

(ترجمہ) تو استری ہے۔ تو مرد ہے۔ تو کنوارا ہے تو کنواری ہے۔ تو ڈنڈے کے سہارے سے چلنے والا بڈھا ہے۔ الخ

ایشور جی کی مختلف حالتوں کا کیا کہنا ہے مگر اب تو بڈھا ہوکر لاٹھی کے سہارے چلتا ہے کہیں لاٹھی گر گئی یا پاؤں پھسل گیا۔ تو ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی۔

رگوید میں ہے۔ اور تو ماسکرت و ورکر سیتھا نیتم دورشہی۔ او جیتنے نجا نشیھیو پرشیا م میوستم (۱۱۳) رودرسی۔

(ترجمہ) مجھکو ایک دن ایک مرتبہ رستہ چلتے ہوئے ایک بھیڑئیے نے دیکھا اور چراغ پا ہوکر اُسنے مجھپر حملہ کیا۔ جیسے تھکی پیٹھ والا بڑھئی کھڑا ہو جاتا ہے۔ معلوم نہیں ایشور جی اس گرگ سے بچے یا نہیں۔ مقابلہ تو بڑا سخت تھا۔

یجروید ۲۰ میں ہے

ब्रह्मस्य योनि
रासि ब्रह्मस्य नाभि रासि याद्या
हि सीत्मायाद सः

کشترسے نابھی اسی کشتر سے یونی رسی مانو اہنسیت مام اہنہ — (ترجمہ) تو کھتری کی ناف ہے تو کھتری کا بچہ دان ہے۔ میں تجھکو نہ ماروں۔ تو مجھکو مت مار۔ ۔ ۔ ۔ واہ صاحب واہ ایشور جی بھی عجیب ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کر سب کھشتری اسی میں سے نکلے ہیں۔ ان کی مارنے اور مار کھانے کی عادت مشکل سے جائیگی۔

یجروید ۱۷/۹۱ چتوار ی شرنگا ترپوا سے پادا دُے دیشیر سنہ تر دھا بدھو برش بھبیسہ اوردیت مہو دیو مرتیام آدویش۔

(ترجمہ) چار اس کے سینگ ہیں۔ تین اسکے پاؤں ہیں۔ دو اس کے سر ہیں۔ تین جگہ سے بندھا ہوا بیلنہ کی طرح روتا ہوا۔ مہادیو کے آدمیوں کو کھڑا دیکھتا ہے

اس ہیئت کذائی کا ایشور نہ کبھی سُنا اور نہ دیکھا۔ مہادیو کے آدمیوں کو خواہ مخواہ چھیڑ کر رکھائی۔ اب بیلنہ کی طرح رو رہے ہیں۔ ان کو پہلے ہی نہ چھیڑتا۔ تو یہ نوبت کیوں آتی۔ خیر گذشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط۔

(باقی پھر سہی) راقم ایک سماج کا ہتیشی۔

بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ

فصلی مشن کے ہیڈ مبلغ چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے نے تو ولایت جاکر جو کچھ گل کھلائے اور جو کچھ انہیں اپنے اس کام میں کامیابی ہوئی اس کا حال تو ناظرین کرام کو بخوبی معلوم ہی ہے۔ دو تین سال کے عرصہ میں صرف تین اشخاص کو مسلمان بنایا اور وہ بھی اپنی محنت اور کوشش سے نہیں۔ بلکہ ادھر اُدھر سے مانگ کر۔ اور ظاہر یہ کرنا۔ کہ وہ ان بندہ آہم کی بدولت احمدی مسلمان"

ہو چکے ہیں۔ یہ چوہدری صاحب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہے۔ طرز تبلیغ کے متعلق بھی صرف ان چٹھیات کا حوالہ دیدینا ہی کافی ہو جن میں چوہدری صاحب کسی اہم مضمون کے لکھنے کے لئے ہیڈنگ سوچنے پر ہی دو دو ہفتہ تک گذار دینے کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ماشاء اللہ بڑے قابل آدمی ہیں۔ اور بڑی محنت اور سوجھ بچار سے کام کرتے ہیں۔ لیکن اُن سے بڑھکر ہمیں ایک دوسرے مبلغ کی بھی خبر ہے جو چوہدری صاحب کے آجکل وہاں قائمقام ہیں۔ محنت اور کوشش کی داد دینی چاہئے۔ جو اپنی ایک چٹھی میں یہ ارقام فرماتے ہیں کہ:۔

"دو اور مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔ ایک ڈبلن میں بیرسٹری کی تعلیم پاتا ہے۔ اور دوسرا کیمبرج میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرے صاحب اسلام سے بالکل نا واقف ہیں۔ اور الہام اور پیشگوئی کو نہایت ہی استہزاء کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ حضرت صاحب کی پیشگوئی بابت لڑائی وغیرہ پر اعتراض کیا۔ کہ یہ تو جنگ ضرور ہونا ہی تھا۔ ہر ایک بچے کو بھی معلوم تھا وغیرہ اور پھر کہا۔ کہ میں اگر کوئی مذہب اختیار کرونگا۔ تو (دہریہ) دوسرے نے بھی یہی کہہ دیا"

یہ ہے آپ کی تبلیغ کا اثر کہ باوجود سمجھانے کے کہ وہ دونوں دہریہ ہونے کو تیار ہیں۔ معلوم نہیں الہ کا انگریز مدد پر کیا اُن کا اثر ہوگا۔ جن سے مسلمان تعلیم یافتہ متاثر ہوکر دہریہ بننا چاہتے ہیں۔ فصلی پیر کو مبارک ہو۔

ممتحنین کی دیانتداری

۲۳ مئی ۱۹۱۶ء کے الفضل میں مدرسہ احمدیہ کی ذیل میں یہ خبر مندرج ہے کہ مدرسہ احمدیہ کی ساتویں (منتہی) جماعت کا نتیجہ بھی نکل آیا۔ ان میں سے کوئی بھی پاس نہیں ہوسکا۔ جس کی وجوہات مختلف بتائی جاتی ہیں۔ منجملہ یہ کہ جو معلم ہیں وہی مبلغ ہیں۔ اور ان کو اکثر باہر جانا پڑتا ہے۔ دوم یہ کہ ممتحنین نے پرچے دیکھنے میں طلباء کو رعایت نہیں دی جو کہ انکی دیانتداری پر دال ہے"

وجہ معلم تو بڑی ہی معقول ہے اور ہم فصلی ایڈیٹر کی دماغ سوزی کی جو اس نے اس داغ بدنامی کو مٹانے کے لئے کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے فی الحقیقت ممتحنین نے امسال بڑی ہی دیانتداری سے کام لیا کہ سارے ہی طلبا کو فیل کر دیا ورنہ سالہائے گذشتہ میں جو وہ بعض طلبا کو پاس کر دیا کرتے تھے تو فصلی ایڈیٹر کے اصول کیمطابق تو وہ صریحاً ان کی بددیانتی پر دال تھا ہم بھی میاں صاحب کو اس پر

عقائد محمودیہ سے بیزاری اور فسخ بیعت

سنہ ۱۹۱۲ء میں جب ہم ڈسکس وغیرہ بنانے کیواسطے قادیان گئے ہوئے تھے تو وہیں ہمنے میاں صاحب کی بیعت کی تھی اور اخبار الفضل میں بڑے زور شور سے ہمارے نام چھپے تھے۔ ہمیں یہ تو دہم بھی نہ تھا کہ میاں صاحب کے عقائد حضرت مرزا صاحب کے برخلاف ہونگے اسواسطے اسوقت ہمنے کوئی توجہ نہ کی۔ اور ہم واپس سیالکوٹ چلے آئے شیخ مولا بخش صاحب احمدی مالک کارخانہ بوٹ سیالکوٹ بھی ہمارے محلہ کے رہنے والے ہیں۔ اور مذہبی گفتگو اکثر کرتے رہتے ہیں اور مستری مہردین صاحب کی دوکان پر جوکہ میاں صاحب کے بڑے جوشیلے مریدوں میں سے ہیں آتے اور مذہبی گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ چندروز ہمیں بھی مستری صاحب مذکور کی دوکان پر جانا رہا۔ اور شیخ صاحب و مستری صاحب کی گفتگو میں ہمکو معلوم ہوا کہ میاں صاحب کے عقائد اسلام کے سخت مخالف ہیں۔ خیر ہمنے تحقیقات کرنی شروع کی مگر جوں جوں ہمنے کوشش کی ہمکو یہی معلوم ہوا۔ کہ واقعی یہ عقائد نہایت لغو اور اسلام سے بہت دور ہیں۔ اسکے چند دن بعد ہمارے محلہ میں ایک میاں صاحب کے مرید [illegible] کی لڑکی کا نکاح ایک غیر احمدی کے لڑکے سے ہونا قرار پایا تھا اور وہ لڑکی مستری حسن محمد مبائع کی پوتی اور مستری فیض احمد صاحب جموں والے کی بھتیجی ہے۔ چونکہ ہم بھی میاں صاحب کے مرید تھے۔ ہمکو بہت رنج ہوا۔ کہ میاں صاحب کا حکم تو یہ ہے کہ غیر احمدی کو لڑکی مت دو۔ اور غیر احمدی والدین کا جنازہ جائز نہیں اور یہ میاں صاحب کے مرید ایسے ہیں کہ غیر احمدی کو لڑکی دیتے ہیں اور کوئی اُن کو کچھ نہیں کہتا۔ ہم یہی شکایت لیکر مستری مہردین کے پاس گئے تو اسوقت اتفاقاً شیخ مولا بخش بھی وہیں تھے اور اس تقریب پر مستری فیض احمد صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ اور انہوں نے رات کو مسجد میں بعد از نماز عشاء [illegible] تقریر کی اور درود شریف سے اور خاتم النبیین سے نبوت جاری ثابت کرنے کی ناجائز کوشش کی مگر جب ان سے پوچھا گیا کہ تیرہ سو سال میں کوئی نبی ہوا بھی ہے کہ نہیں۔ تو پھر جواب میں حضرت مرزا صاحب کو پیش کیا۔ جو اپنی تمام عمر نبوت سے انکار کرتے رہے۔ خیر صبح حسب معمول شیخ مولا بخش صاحب تشریف لائے تو ہمنے اور مستری عمر دین صاحب احمدی نے ان سے ذکر کیا جبکہ وہ حسب معمول مستری مہردین صاحب کی دوکان پر تھے۔ کہ مستری فیض احمد صاحب دو بجے رات تک تقریر کرتے رہے ہیں۔ اور درود شریف سے اور خاتم النبیین کے لفظ سے نبوت نکالنے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ نہایت کچی اور بیہودہ دلیلیں دیتے رہے ہیں اور ہم بہت بیزار ہوئے ہیں۔ شیخ صاحب کو کہا گیا۔ تو انہوں نے درود شریف اور انا اعطینٰک الکوثر اور ما کان محمد ابا احد من رجالکم کی تفسیر کی اور ایسی مطابقت کی کہ سبحان اللہ۔ اتفاقاً اسیوقت برات کے آدمیوں میں کچھ باجے تماشے کا تنازعہ ہو گیا۔ اور اسوقت جبکہ شیخ صاحب تقریر کر رہے تھے وہ سب برات کے آدمی بھی اسی جگہ موجود تھے۔ اور اس مجلس میں احمدی غیر احمدی اور میاں صاحب کے مرید سب جمع تھے۔ اور اچھا مجمع ہو گیا ہوا تھا۔ تو جسوقت شیخ صاحب نے مطابقت کر چکنے کے بعد ازالہ اوہام میں سے حضرت صاحب کا مذہب سنایا۔ اور سمجھایا۔ کہ جس شخص کا یہ مذہب ہو وہ نبوت کا دعوےٰ کر سکتا ہے تمام حاضرین بہت خوش ہوئے اور ہماری بھی تسلی ہو گئی اور دو غیر احمدیوں نے جن میں سے ایک صاحب کا نام میں نہیں جانتا اور ایک مستری حیات محمد صاحب ٹھیکیدار تھے۔ جوکہ غیر احمدی ہیں فرمایا۔ کہ اگر مرزا صاحب کا یہی مذہب ہے تو یہ تو عین اسلام ہے۔ اور رد کرنے کے قابل نہیں۔ جیسا کہ عام لوگ خیال کرتے ہیں اسکے بعد کچھ اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں اور شیخ صاحب نے میرا نام لیکر کہا کہ انہوں نے چار سوال میاں صاحب کو بھیجے ہیں۔ مجلس کے کہنے پر مفصلہ ذیل سوالات جو کہ ہم نے میاں صاحب کی خدمت میں جواب کیواسطے بھیجے ہیں سنائے گئے۔

(۱) کیا حضرت مرزا صاحب مسیح موعود واقعی نبی ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت عیسیٰ و حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ بلکہ ایسے بھی [illegible]

(۲) کیا ایک غیر احمدی جو کہ بڑا متقی ہے اور اس نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت نہیں کی۔ وہ اسوجہ سے کہ وہ حضرت صاحب کی بیعت میں داخل نہیں ہوا۔ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(۳) کیا واقعی حضرت مرزا صاحب کی سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تمام تحریریں درباره نبوت منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی غلط اور کہ حضرت صاحب کو سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے اپنی نبوت سمجھنے میں واقعی غلطی لگی رہی تھی۔

(۴) کیا قرآن شریف کی پیشگوئی یاتی من بعدی اسمہ احمد کے واقعی اور حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب ہیں اور آنحضرت صلعم کا حقیقی اور اصلی نام احمد نہ تھا۔

جب یہ سوال سُنائے تو مستری مہردین صاحب جوش میں آکر کہا کہ اسکا دماغ ایسا ہے کہ اس قسم کے سوال کرے؟ شیخ صاحب نے کہا ہاں پڑھا لکھا آدمی ہے اور میاں صاحب کی اور حضرت مرزا صاحب کی کتابیں کُتب سے لیکر پڑھی ہیں اور یہ سوال چھانٹے ہیں۔ خیر ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے عقائد عین اسلام اور میاں صاحب کے عقائد اسکے بالکل خلاف ہیں۔

ہم خداتعالےٰ کے حضور خلوص دل سے دعا کرتے ہیں کہ اے مولیٰ کریم ہم کو یہ گناہ بخش کہ جو ہم نے اتنی مدت باطل کی حمایت اور حق کی مخالفت کی اور ہم دونوں آدمی جنکے دستخط نیچے درج ہیں میاں صاحب کے عقائد سے بیزار ہو کر میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کرتے ہیں اور حضرت امیر قوم مولانا مولوی محمد علی صاحب کے عقائد کے ساتھ اتفاق کرتے ہیں کیونکہ مولانا مولوی محمد علی صاحب انہی عقائد کی اشاعت کرتے ہیں جنکی حضرت مرزا صاحب نے تعلیم فرمائی اور جو عین اسلام ہیں۔ ہم انشاء اللہ آئندہ حسب توفیق چندہ بھی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام میں دیا کرینگے اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق عنایت فرمادے اور صراط مستقیم پر چلاوے۔

یہ مضمون بھیجنے کو ہی تھے کہ جناب میاں صاحب کے جواب بھی آگئے۔ جو کہ ہماری بیزاری کو دوبالا کرنے والے ہیں۔ اگر اس گورکھ دھندے کو سارا لکھا جاوے تو یہ مضمون بہت لمبا ہو جاتا ہے اسلئے ہم مختصر لکھدیتے ہیں اکمل صاحب نے میاں صاحب کے قلم سے مفصلہ ذیل جواب دیئے ہیں۔

بیشک مرزا صاحب نبی ہیں جیسا کہ حضرت عیسےٰ حضرت موسےٰ وغیرہ اور مرتبہ میں بعض انبیاء سے بڑھکر اور مرزا صاحب کے انکار سے انسان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

اور اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق مرزا صاحب ہی ہیں اور آنحضرت صلعم کا حقیقی نام احمد نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ ایسے عقائد سے بچائے جن سے انسان اسلام سے باہر ہو جاوے۔ آخر میں ہم اس مہربان بزرگ کا شکریہ ادا کرتے ہیں جسکی طفیل ہمکو اللہ تعالےٰ نے اس ضلالت کے گڑھے سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ اس بزرگ پر اپنی بیشمار رحمتیں اور برکتیں نازل فرمادے آمین! وہ بزرگ نہیں چاہتے کہ انکا نام لکھا جاوے اسواسطے ہمنے انکا نام نہیں لکھا۔

غلام قادر مستری کارخانہ سید سپورٹس ورکس سیالکوٹ
محلہ شہ سید ابوالقاسم خورد۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ
سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا
اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت
سالانہ ے ر
ششماہی ے ر
سہ ماہی عہ
ماہوار ۹ ر

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ | بنۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۸ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۰ جون سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۴۴

کلام امیر

درس قرآن میں سے کچھ

*

عمر نوح ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جو بیان کیا گیا ہے فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما۔ یعنی حضرت نوح اپنی قوم کے اندر ۹۵۰ سال تک ٹھہرے رہے اس پر بھی لوگ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ انسان کی طبعی عمر سے بہت بڑھکر ہے اس لئے صحیح نہیں۔ ممکن ہے کسی زمانہ میں اتنی بھی عمریں ہوتی ہوں۔ انسان کی عمر کے بارہ میں ہم کوئی حد بندی قائم نہیں کر سکتے۔ ابھی ہم نے اخباروں میں چھپا ہوا پڑھا تھا کہ امریکہ میں ایک شخص نے اپنی شادی کا سوواں سال منایا تو جب شادی کو بھی سو سال ہو چکے ہیں تو عمر کتنی لمبی ہو گی۔ بائیبل میں بھی حضرت نوح کی عمر ۹۵۰ سال لکھی ہے۔ لیکن قرآن نے ۹۵۰ سال عمر نہیں لکھی۔ بلکہ فلبث فیھم کہا ہے۔ جس کے معنی ٹھہرنے کے ہیں نبیوں کا ٹھہرنا یہ ہوتا ہے کہ ایک خاص زمانہ تک لوگ ان کی پیروی کرتے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ پہ نبیوں کا ایک خاص زمانہ ہوتا ہے حضرت نوح کے علاقہ کے قریب قریب حضرت ابراہیم کا علاقہ تھا۔ جو ان سے ۹۵۰ سال بعد ہوئے درمیان میں جو دو نبی ہود اور صالح آئے تو وہ حضرت نوح اور حضرت ابراہیم کے علاقوں میں مبعوث نہیں ہوئے بلکہ الگ حصوں میں آئے تھے۔ اس لئے چونکہ ان کا علاقہ الگ تھا حضرت نوح کے زمانہ پر ان کا اثر نہیں بلکہ حضرت نوح کا زمانہ حضرت ابراہیم تک چلتا ہے۔ اور اسی لحاظ سے آپ کے زمانہ کو جو ۹۵۰ سال تھا فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاما سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ جس وقت تک کوئی دوسرا نبی نہ آجائے اس وقت تک پہلے نبی کا ہی زمانہ چلتا ہے۔

آنحضرت صلعم کا زمانہ یہ تو ہر ایک نبی کا اس کے اپنے علاقہ میں حال تھا۔ لیکن جب آنحضرت صلعم آئے تو چونکہ آپ کل دنیا کے لئے تھے اس لئے آپ کے آنے سے کل نبیوں کا زمانہ ختم ہوگا۔ لیکن آپ کا زمانہ اب کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ قیامت تک چلتا ہے اسی لئے آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا کیونکہ ہر ایک نبی کی قوت قدسی ایک خاص وقت تک کام کرتی رہی . . . .

. . . . لیکن آنحضرت صلعم کی قوت قدسی اب قیامت تک کام کریگی اور کوئی دوسرا نبی آکر آپ کے اس فیض کو روک نہیں سکتا پھر یہ بھی ہے کہ ہر ایک نبی کی قوت قدسی خاص خاص اقوام میں ہی کام کرتی رہی لیکن آنحضرت صلعم کی قوت قدسی قومی تحدید سے بھی باہر ہے۔ حضرت مسیح کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ کل دنیا کی طرف تھے۔ لیکن انجیل اس کے خلاف ہے۔ وہاں تو لکھا ہے کہ ایک کنعانی عورت نے جب آپ سے برکت چاہی تو آپ نے اس سے انکار کیا۔ پھر اس کے زیادہ اصرار پر یہانتک کہدیا کہ میں کیونکہ بچوں کی روٹی کیونکر کتوں کے آگے ڈالدوں بالآخر جب اس نے کسی طرح نہ مانا اور کہا کہ آخر بچے جب روٹی کھاتے ہیں تو کچھ ٹکڑے چور چور جو گرتے ہیں اس سے تو کوئی نہیں روکتا۔ تب جواب دیا کہ تو اپنے ایمان کے باعث پھل پائیگی۔ اسی طرح سے حضرت موسی کچھ مدت تک مصر میں رہے اس جگہ آپ کے جانے کی غرض بنی اسرائیل کو نکالنے کے سوائے اور کچھ نہ تھی چنانچہ اس غرض کے پورا ہو جانے پر آپ نے پھر انھیں کبھی تبلیغ نہیں کی تو ہر ایک نبی کی قوت قدسی کو یہ حد بندی لگائی گئی کہ جس طرح وہ خاص اقوام سے باہر کام نہیں کر سکتی تھی اسی طرح وہ

ایک خاص وقت سے کبھی باہر کام نہیں کر سکتی تھی جب ایک نبی گذر چکا - اُس کا زمانہ گذر چکا - تو اب دوسرے نبی کا ماننا بطور مطاع اور نمونہ کے ضروری ہے - ہمارے نبی کریم صلعم کو وہ قوت قدسی عنایت کی گئی - جو خاص زمانہ تک محدود تھی نہ مکان تک - اگر اب آپ کے بعد کوئی نبی ظاہر ہو جائے - تو لازمًا ماننا پڑیگا - کہ اب آپکی قوت قدسی کام کرنے سے رُک گئی - اسی لئے میاں صاحب کہتے ہیں - کہ کل دُنیا کے مسلمان کافر ہیں - جس کا مطلب صاف طور پر یہی ہے - کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسی نے اب اپنا کام کرنا چھوڑ دیا ❊

بقیہ مضمون از صفحہ ۸ - کالم ۳ :-

کہ اگر اُن سے کہا جائے کہ آؤ ہم جنازہ کی نماز پڑھا دیتے ہیں تو وہ کبھی نہ مانیں - پھر جس حال میں انکی طرف سے یہ تشدد ہے تو ہمیں کیا ضرورت ہے جو خواہ مخواہ انکے ساتھ شریک ہوں - ہاں اگر میت مجوب الاحوال ہو - اور جہری دشمن نہ ہو - اس نے کبھی علانیہ تکفیر اور تکذیب نہ کی ہو - تو کچھ ڈر نہیں - اس کا جنازہ اگر پڑھ لیا جائے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کا جنازہ پڑھا ہے - مگر وہ آپ ہی کے لشکر میں ملا جُلا تھا - جہری مکذب نہ تھا - اس سے پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اسی حد تک ہے - جب تک کچھ تصدیق کی بو ہو - جہری مکذب نہ ہو - ورنہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ ابو جہل کا جنازہ آپ نے پڑھا ہو یا ابو طالب کا ہی پڑھا ہو -

صریح مکذب اور جہری مخالف اگر اسی پر مرے تو اسکے تعلقات کی کیا پرواہ ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ردوا لوندھن سے گذارہ نہیں کیا - ہم بھی نہیں کر سکتے - چند روز دنیا کیلئے ہم دین نہیں چھوڑ سکتے ❊"

حضرت اقدس کے اس ارشاد پر ہم کوئی نوٹ چڑھانا نہیں چاہتے ہیں - ناظرین خود اندازہ کر لیں - کہ یہ مفتی صاحب کے کہاں تک مفید مطلب ہے - مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ یہ منافق غیر احمدیوں کے لئے اجازت ہے - بہر صورت اُنکے اس خیال کی کہ کل غیر احمدیوں کا جنازہ ناجائز ہے اس سے تردید تو ہو گئی - رہا یہ کہ " یہ اجازت بھی بہت پُرانی ۱۹۰۲ء کی ہے - اسکے بعد حضرت مسیح موعود نے صاف حکم دیا - کہ غیر احمدیوں کیساتھ ہمارے کوئی تعلقات اُنکی غمی اور شادی کے معاملات میں نہ ہوں - جبکہ اُنکے غم میں ہم نے شامل ہی نہیں ہونا تو پھر جنازہ کیسا"! اسپر پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اول تو وہ حکم دکھایا جائے اور پھر اگر ایسا حکم ہو چکا تھا - تو خود مفتی صاحب نے کیوں ۱۹۰۷ء میں یہ فتویٰ دیا - کہ " جو مخالف بُرا نہ بولتا ہو - اُس کا جنازہ جائز ہے " اور حضرت اقدس کے ارشاد کا کیوں اس کارڈ میں حوالہ دیا - تعجب ہے - کہ پہلے تو مفتی صاحب یہ کہیں کہ حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلعم نے بھی ایک دفعہ ایک کافر کا جنازہ پڑھ لیا تھا - اور اس سے استدلال کر کے غیر احمدیوں کو کافر ٹھہراتے ہوئے خاص حالات میں ان کے جنازہ کا جواز ثابت کریں - اور پھر جب اس کا حوالہ پوچھا جائے - تو ایک منافق کے جنازہ کے متعلق حوالہ دیا جائے - لیکن اتنا نہیں سوچا کہ یہاں تو "مجوب الاحوال" اور جو غفلت کی زندگی بسر کرتے ہیں! کے لفظ بتا رہے ہیں کہ یہاں نرے منافق ہی مراد نہیں بلکہ تمام وہ جنکے حالات کا بھی کچھ پتہ نہیں - اور جو غفلت میں ہیں - اُن کے جنازہ کو بھی جائز ٹھہرایا ہے - سمجھ نہیں آتی کہ جو شخص "مجوب الاحوال" ہے اُسے منافق کیسے کہہ سکتے ہیں - شاید مفتی صاحب کی لغت میں "مجوب الاحوال" کے معنے منافق کے لکھے ہوئے ہوں - ورنہ دنیا میں اور تو کسی نے آج تک یہ معنے نہیں کئے ❊

تازہ خبریں

یونان اور جنگ - لنڈن ۱۴ جون - ٹائمز کا نامہ نگار سالونیکا سے رقمطراز ہے - کہ نظا ہر یونانیوں نے مشرقی مقدونیہ کو فوجی طور پر خالی کرنا شروع کر دیا ہے -

جرمنی جنگی جہازونکی نقل و حرکت - لنڈن ۱۰ جون - اخبار ٹائمز کا نامہ نگار امیسٹرڈم بیان کرتا ہے - کہ ۷ بھاری جرمن جنگی جہاز ۱۳ جون کو کی طرف جاتے ہوئے فریسلنس سے گذرے ❊

ڈیپلن کی تباہی - لنڈن ۱۵ جون - ایکسچینج کمپنی کا نامہ نگار مقیم امیسٹرڈم ایک سرحدی رپورٹ کے حوالے پر بیان کرتا ہے کہ پیر کے روز جنوبی بلجیم میں ایک ڈیپلن تباہ ہو گیا -

بحیرہ بالٹک میں لڑائی - لنڈن ۱۴ جون سٹاک ہالم - کل رات بحیرہ بالٹک میں جرمن مسلح ٹرالرز اور ایک نامعلوم دشمن طاقت کے درمیان ۵ ۴ منٹ تک لڑائی ہوئی -

جرمن ٹرالر نا ٹکوپنگ ۵ مجروحین سمیت پہنچ گئے ہیں - وہ کچھ حال بتلانے سے انکاری ہیں -

لنڈن ۱۲ جون سٹاک ہالم - بحیرہ بالٹک کی لڑائی کے متعلق ایک اخبار لکھتا ہے - کہ ۱۲ جرمن تجارتی جہاز جنوب کی طرف جا رہے تھے اُنکے ساتھ تین تباہ کن جہاز - ایک امدادی کروزر - اور کچھ مسلح ٹرالر تھے - روسی تباہ کن جہازوں اور آبدوز کشتیوں نے اُن پر حملہ کیا اور یہ منتشر ہو کر بھاگ گئے اور تجارتی جہاز ساحل کیطرف بھاگ گئے - خبر ملی ہے کہ کئی جہاز غرق ہو گئے مزید جرمن مجروحین پہنچ رہے ہیں -

بعد کی خبر ہے کہ برلن تسلیم کرتا ہے کہ شنبہ کی رات کو چار روسی تباہ کن جہازوں کے حملے کے باعث خلیج نارکوپنگ میں ایک امدادی جہاز تباہ ہو گیا اس موافقہ کے متعلق جرمن اعلان مظہر ہے کہ روسی گولوں نے جہاز کو آگ لگا دی - اور اہل جہاز نے اُسے اُڑا دیا - کمانڈر اور اہل جہاز کی کثیر تعداد بچا لی گئی ❊

پیرس میں اقتصادی کانفرنس کا افتتاح - لنڈن ۱۴ جون - پیرس میں اتحادیوں کی اقتصادی کانفرنس نارن منسٹری میں شروع ہو گئی -

کانفرنس کی کارروائی نے بڑی دلچسپی پیدا کر دی ہے - مسٹر برانیڈ نے اجلاس کے مقاصد کے متعلق ڈیلیگیٹوں کے سامنے تقریر کی -

لنڈن ۱۵ جون - پیرس - مسٹر برائینڈ نے اقتصادی کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے دشمن کی صنعتی طاقت پر ایک ایک مہلک ضرب لگانے اور جن ممالک پر دشمن نے مخالفانہ قبضہ کر رکھا ہے - اُن کی اقتصادی طور پر بحالی کی ضرورت پر زور دیا اس مقصد کے حصول کے لئے اتحادیوں کو خاص تدابیر اختیار کر لی چاہئیں ❊

روسی فتوحات - لنڈن ۱۴ جون - پیٹرو گریڈ روسیوں نے شمال کیطرف سے زنوڈٹز کا ریلوی سلسلہ رسل و رسایل کاٹ دیا ہے - شہر کے مشرق - جنوب مشرق اور شمال کی طرف بھاری لڑائی ہو رہی ہے -

لنڈن ۱۴ جون - جرمن مسنر روسی فتوحات کی خبریں دبا رہے ہیں -

لنڈن ۱۴ جون - اور جنرل کیچنسکی کی افواج سرز فورٹز کے نئے لڑ رہے ہیں - دوسری طرف سے جانب غرب ولاڈیمر والنسک کی طرف اور بجانب مغرب - شمال - مغرب کوویل کی طرف جو کہ دشمن کے مغربی اور جنوبی محاذوں کے درمیان آمد و رفت کی سڑکوں اور ریلوے لائنوں کے نہایت اہم مرکز ہیں ایک زبردست روسی تحریک جاری ہے - اس تحریک کی کامیابی کے بہت دور رس نتائج پیدا ہو سکے - اور کوویل سارنی لائین پر مصروف رزم آسٹروی اور پرنس مو یلڈ آف باویریا کی فوج کا دائیاں پہلو بہت خراب پوزیشن میں پڑ جائیگی ❊

سیناتن پر قبضہ - لنڈن ۱۴ جون - پیٹروگریڈ سرکاری طور پر بیان کیا گیا - کہ روسیوں نے سیناتن پر سزر نوو شیز کے شمال مغرب میں ۱۴ میل کے فاصلے پر واقعہ ہے قبضہ کر لیا ہے جہاں انہوں نے ۹ ہزار قیدی - ۴ توپیں - اور ۱۰ کلدار توپیں گرفتار کیں ❊

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۰-جون سنہ ۱۹۱۶ جلد ۳ نمبر ۱۳۴

اہلبیت نبوی کے دشمن

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

محمودیوں نے عجیب وطیرہ اختیار کر رکھا ہے جب دیکھتے ہیں کہ کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ تو لوگوں کو اشتعال دینے کے لئے کہدیتے ہیں کہ لاہوری پارٹی والے مسیح موعود کے اہلبیت کے دشمن ہیں۔ حالانکہ یہ جھوٹ اور افترا ہے۔ ہم اہلبیت کے خادم ہیں۔ اُن کی عزت کرتے ہیں۔ اگر مخالفت ہے تو میاں محمود احمد صاحب کے اُن عقائد اور اصولوں سے ہے جو اسلام کے صریح مخالف ہیں۔ اگر باپ کے آگے سر تسلیم خم کیا تھا تو حق کی خاطر کیا تھا۔ بیٹے کی مخالفت کی ہے تو حق کی خاطر کی ہے۔ ہمیں کسی سے ذاتی رنجش کوئی نہیں۔ اور اگر کوئی ہماری طرف منسوب کرتا ہے تو وہ ہم پر افترا کرتا ہے مگر مشکل تو یہ ہے کہ جب تک لاہور والوں کے خلاف لوگوں کے جذبات کو نہ مشتعل کیا جائے ایوان خلافت کے حاشیہ نشینوں کی نمبرداری قائم نہیں رہتی۔ اس لیئے یہ بیچارے رات دن اسی تگ و دو میں رہتے ہیں کہ لوگوں کو جہاں تک ممکن ہو بدظن کیا جائے۔ چنانچہ حضرت صاحب کا الہام اخرج منه الیزیدیون خواہ مخواہ مولوی محمد علی صاحب اور اُن کے احباب پر تھوپ دیا۔ کہ یہ لوگ بوجہ یزیدی ہونے کے قادیان سے نکالے گئے۔ اور اس تحریف معنوی کے راگ کو نہ صرف یار لوگوں نے ہی الاپا بلکہ حضرت فضل عمر مصلح موعود میاں محمود نے بھی نہایت مسرت سے سُنا۔ اور آپ بہت خوش ہوئے۔ اور اظہار خوشنودی مزاج فرمایا۔ پھر کیا تھا مرید لے اُڑے۔ جو جتنا زیادہ مخلص مرید تھا اُتنا ہی زیادہ اس نے تبرے بھیجنے میں حصہ لینا تھا۔ سو یہ تبرا بار بار دھرایا گیا۔ اسی ہماہمی میں ایک بزرگ نے نسوار کی چٹکی جو زیادہ منہ میں ڈال لی تو اُن کے دماغ میں چکر آگیا۔ اُنھوں نے سمجھا کہ سچ مچ زمانہ ہی چکر کھا رہا ہے۔ اور گذشتہ زمانہ اُسی چکر کے ذریعہ واپس آرہا ہے۔

چنانچہ اُن کے خیال میں محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ پھر واپس آگیا اور اہلبیت نبوی بھی نظر کے سامنے آگئے۔ اہلبیت کا یزیدیوں کے سبب بے سروسامانی سے مدینہ شریف کو چھوڑنا اور یزیدیوں کی کثرت اور اُن کی قلت یزیدیوں کی کامیابی اور اُن کی بیابان میں شہادت جو نہی آنکھوں کے آگے آگئی تو مولانا سرور شاہ گھبرا گئے کہ اہلبیت سے مشابہت تو محمد علی کی اور یزیدیوں سے مشابہت قادیانی پارٹی کی نظر آتی ہے ایسا نہ ہو اُلٹی آنتیں گلے پڑ جائیں۔ نشہ ہرن ہوتے ہی حضرت نے تشحیذ الاذہان میں یوں اُلٹی گنگا بہائی کہ محمد رسول اللہ کی بعثت اُخری کو بعثت اولی پر یعنی مسیح موعود کو محمد رسول اللہ صلعم پر جو فضیلتیں ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسیح موعود کی آل کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور بجائے جنگل میں شہید کرانے کے اُن کو ملعون یزیدیوں پر کامیابی عطا فرمائی۔ مگر مولانا نے یہ نہ سمجھا کہ یہ فضیلت نہیں بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے محمد رسول اللہ صلعم کی آل سے جو معاملہ کیا اُس سے بالکل اُلٹا مسیح موعود کی آل سے کرنے لگا ہے۔ پس یا تو خدا کے فعل کو کوئی ثبات نہیں اپنے برگزیدوں سے وہ جو معاملے کرتا ہے کبھی ایک طرح کرتا ہے تو کبھی بالکل اُس کے برعکس کرنے لگتا ہے لہذا خدا کے برگزیدہ کی شناخت کے لیئے کوئی اصول نہیں قائم کیا جا سکتا اور جو اصول قائم کئے گئے ہیں وہ سب ڈھکوسلے ہیں اور سنت اللہ۔ منہاج نبوت وغیرہ یہ سب بے معنی الفاظ ہیں جن کے کچھ معنی نہیں۔ بلکہ خدا کو اس میں مزہ آتا ہے کہ آج ایک برگزیدہ سے جو معاملہ کرے تو کل دوسرے برگزیدہ سے بالکل اُس کے برعکس کرے۔ ایک برگزیدہ پر رحمت نازل فرما دے تو دوسرے پر لعنت۔ ایک کو جنت میں بھیجے تو دوسرے کو جہنم میں۔ ایک کو مقبول فرما دے تو دوسرے کو مردود۔ ایک کو کامیاب اور مظفر و منصور تو دوسرے کو ناکام نامراد اور مخذول۔ یا اگر یہ نہیں تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت سے خدا کو کوئی ہمدردی نہ تھی۔ یا پھر محمد رسول اللہ صلعم مسیح موعود کی طرح ابھی اس شان اور مقام قرب کو نہیں پہنچے تھے کہ جس کی وجہ سے آپ کی آل یزیدیوں پر کامیاب کرائی جاتی۔

ہمارے مولانا سرور شاہ بھی تھرے پورے تھالی کے بینگن ہیں۔ جس طرف کی ہوا دیکھی اُسی طرف لڑھک پڑے۔ ایک زمانہ تھا کہ ایک دفعہ میاں محمود صاحب نے مولانا کو بحیثیت مدرسہ دینیات کے افسر ہونے کے دھمکایا تو مولانا بوجہ اپنی جبلی بزدلی کے سامنے تو کچھ کہہ نہ سکے مگر پیٹھ پیچھے خوب لال پیلے ہوئے اور بہت بکے جھکے اور یہانتک ارشاد فرمایا کہ اس تیز مزاج لونڈے نے کیا سمجھ رکھا ہے۔ یہ شکر نہیں کرتا کہ ہم نے اس کے باپ کو بھی خبر نہیں کس طرح مان لیا تھا۔ یا اب یہ حال ہے کہ کو فتوں کے شوق میں اُنہی میاں صاحب کی اس قدر خوشامد کرنی شروع کی ہے کہ ان کے واسطے اہلبیت نبوی کی ہتک کرنے میں بھی کوئی دریغ نہیں کیا۔ اور اسی بات کی خاطر نہایت بے باکی سے مسیح موعود کو آنحضرت صلعم پر بھی زبردستی فضیلت دیدی۔

اب آؤ ذرا یزیدیوں کی تحقیقات کریں کہ حقیقت میں کون لوگ اس خطاب کے مصداق ہیں۔ پہلے حضرت نبی کریم صلعم کے دربار سے فتوی لیں وہاں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ مسیح ابن مریم کا نزول دمشق میں ہوگا۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے کشف میں قادیان کو دمشق دیکھا۔ اور دمشق ہی وہ مقام ہے جو یزیدی خلافت کا صدر مقام تھا۔ اور اب تو میاں صاحب نے منارۂ دمشقی یعنی منارۃ المسیح بنا کر بات زیادہ صاف کر دی۔ اب آؤ الہام اخرج منه الیزیدیون کی تشریح خود حضرت مسیح موعود سے سنیں ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں "اخرج منه الیزیدیون (ترجمہ) اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں (تشریح) خدا تعالیٰ نے اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے الہام ہوا۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے اور وہ اس کا شاہد حال ہے کہ اُس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یزیدی الطبع ہیں۔ یعنی اکثر لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں" اب یہ بات تو صاف ہوگئی کہ قادیان دمشق ہے جو یزیدی خلافت کا صدر مقام ہے اور مطابق الہام حضرت مسیح موعود "اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں" تکمیل مشابہت کے لئے اب دیکھنا یہ ہے میاں محمود احمد صاحب نے اپنی دمشقی خلافت میں اہلبیت محمدی کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ سو پہلے تو امام حسن علیہ السلام کی عزت پر حملہ کیا اور اُن کے اس فعل کو کہ اُنھوں نے خلافت ترک کر کے مسلمانوں کے دو گروہوں میں اتفاق پیدا کر دیا تھا اور جس کو آنحضرت صلعم نے بطور فخر کے حضرت امام حسن کے متعلق بطور پیشگوئی فرمایا تھا

کہ یہ میرا بیٹا مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائیگا اور جس فعل کی تعریف خود خدا تعالیٰ نے قرآن میں ان الفاظ میں بیان فرمائی کہ وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینہما اور جس فعل پر اسلام کی تاریخ کو بجا ناز ہے۔ ہاں اُسی فعل کو میاں صاحب نے مردود قرار دیا اور فرمایا کہ میں بھی خلافت کو ترک کر کے احمدیوں میں صلح کروا دیتا مگر امام حسن کی نظیر میرے سامنے ہے کہ اس نعمت کی ناشکری کی وجہ سے خلافت کی نعمت کو خدا نے سادات سے قیامت تک کے لئے چھین لیا۔ یہ منطق کہانتک درست ہے اور کس قدر خلاف واقعہ ہے۔ یہاں اس بحث کا موقع نہیں۔ مگر اس سے میاں صاحب کی دلی خواہش کا پتہ ضرور چلتا ہے۔ کہ میاں صاحب نہ صرف اپنے ہی لئے خلافت کے متمنی تھے بلکہ ان کی تمنا یہ بھی ہے کہ خلافت کا سلسلہ اُن کے خاندان میں چلے۔ اسی لئے تو وہ خلافت کی نعمت کی ناشکری نہیں کرنا چاہتے سلسلہ تباہ ہو جائے اُن کی جوتی سے۔ احمدی دو ٹوک ہو جائیں اُن کی بلا سے۔ اُن کے خاندان سے خلافت تو نہ جائے۔ امام حسن علیہ السلام کو اس طرح کافر نعمت قرار دیکر اور تمام اہلبیت نبوی کو محروم از خلافت محمدیہ جو وراثت نبوی ہے ٹھیرا کر ابھی میاں صاحب نے بس نہیں کی بلکہ امام حسین علیہ السلام کے لئے فتوائے قتل صادر فرمایا یزید نے تو اُن کو صرف قتل کیا تھا مگر میاں محمود صاحب نے اُس قتل کو عین ثواب اور محمود قرار دیا۔ آپ نے خلافت احمدیہ میں اس بات پر بڑا زور دیا ہے اور یہ فتویٰ گھڑا ہے کہ جب ایک شخص پہلے خلیفہ بن جاوے تو یہ شریعت کا مسئلہ ہے کہ دوسرا جو شخص خلافت کا مدعی بعد میں ہو اُسے قتل کر دیا جائے اب یہ ظاہر ہے کہ یزید پہلے خلیفہ ہو چکا تھا حضرت امام حسین بعد میں مدعی خلافت ہوئے تو اب میاں صاحب کا فتویٰ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے یہ ہوگا کہ نعوذ باللہ اس امام معصوم کو قتل کیا جائے آجتک تو یزید کا یہ فعل مذموم اور قابل نفرین گنا جاتا تھا۔ مگر آج میاں محمود صاحب نے اس کو قابل تحسین اور محمود قرار دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اہلبیت نبوی کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا دشمنی ہوگی کہ ایک بھائی امام حسن کو کافر نعمت قرار دیا جائے تو دوسرے بھائی امام حسین کو واجب القتل باقی تمام ائمہ اہلبیت کو خلافت یعنی وراثت نبوی سے محروم۔

آہ۔ یزیدی کون ہیں۔ اب ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھو۔ اور خدا کے لئے محمد رسول اللہ صلعم کے اہلبیت کی اس طرح توہین مت کرو۔ کہ یزید بھی گرد ہو جائے۔

وہ تو کہو میاں صاحب کو پورے اختیارات خلافت حاصل نہیں۔ ورنہ اگر میاں صاحب کی خلافت کے زمانہ میں اُن کے خلیفہ ہو جانے کے بعد اُن کے گمان میں کوئی دوسرا شخص مدعی خلافت ہوتا تو میاں صاحب کے حکم سے وہ قتل کروا دیا جاتا۔ خواہ وہ مولوی محمد علی ہوتا یا حضرت امام حسین۔ یزید تو سنا ہے امام حسین علیہ السلام کے قتل سے پشیمان تھا اور اپنے آپ کو ایک گناہ کبیرہ کا مرتکب خیال کرتا تھا مگر میاں صاحب اگر امام حسین علیہ السلام کو یزید کی طرح قتل کرواتے تو نہایت محظوظ ہوتے اور اپنے مریدوں میں جب درس کے لئے کھڑے ہوتے تو بڑے فخر سے اسے خدا کی نصرت قرار دیتے اور اپنی خلافت کی سچائی کی اسے دلیل ٹھیراتے۔ اور اس فعل کو عین مطابق شرع باعث رضائے آلہی خیال فرماتے کیونکہ ایک خلیفہ کے بعد دوسرا مدعی خلافت واجب القتل ہے۔ پھر بیعت خلافت نہ کرنے والوں کو فاسق قرار دے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر کیسا خطرناک فتویٰ میاں صاحب نے لگایا۔ کیونکہ حضرت خاتون جنت تو ابوبکرؓ کی مرید نہ تھیں بلکہ وفات تک اُن سے ناراض رہیں۔

پس اہلبیت نبوی کی اس قدر تذلیل وتحقیر کے بعد محمودیئے خدا جانے کیا ناک لگا کر دوسروں کو یزیدی یزیدی کہتے پھرتے ہیں۔ حالانکہ خود یزید سے بھی کئی قدم آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ میں تو اس حقیقت سے پردہ نہ اُٹھاتا اور ان کا یزیدی ہونا پردہ اخفا میں ہی رکھتا مگر جب اہلبیت نبوی کی ہتک میں یہاں تک بڑھ گئے کہ اُن کی شہادت کو رسول کریم صلعم کے کمال کا ایک نقص قرار دیا۔ اور اس امر میں مسیح موعود کو آنحضرت صلعم پر فضیلت دی اور نہایت بے حیائی سے اُلٹا خاندان اہلبیت کو ہی یزیدی قرار دینے لگے تو قرآن کے فرمان کے مطابق کہ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیہم من سبیل (یعنی اگر کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اس کے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر الزام نہیں) ضروری تھا کہ حقیقت پر سے پردہ اُٹھا کر دکھا دیا جاتا کہ دراصل یزیدی کون ہیں۔ اور مسیح موعود کی اہلبیت کو بڑا بنانے کے لئے کون اہلبیت محمدی کی طرح طرح سے ہتک کر رہا ہے۔ خوب یاد رکھو اگر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی محمد رسول اللہ صلعم کے اہلبیت کو اُن کا مرتبہ دو۔ اور مسیح موعود کے اہلبیت کو اُن کا مرتبہ دو۔ اور خدا اور رسول اور حق پرستی کو سب پر مقدم رکھو۔ وما علینا الا البلاغ

استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ

راقم خاکسار "بشارت احمد" عفی عنہ

الاخبار والآرا

چیف سیکرٹری صاحب پنجاب گورنمنٹ کا جواب

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا وہ تار درج کیا تھا جو انہوں نے لارڈ کچنر آنجہانی کی ہولناک موت پر حضور لفٹنٹ گورنر بہادر کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس کے جواب میں صاحب چیف سکرٹری پنجاب گورنمنٹ کا ایک خط موصول ہوا ہے جس کا ترجمہ برائے آگاہی ناظرین کرام حسب ذیل ہے:۔

فیلڈ مارشل لارڈ کچنر کی موت کے متعلق آپ کی تار کی موصول ہونے کی اطلاع دینے کی مجھے ہدایت کی گئی ہے۔

حضور لفٹنٹ گورنر کی ہدایت کے مطابق میں آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ اس زبردست سپاہی کے جس نے ہندوستان اور برطانیہ کی ایسی اعلیٰ خدمات کیں یوں ضائع ہو جانے پر آپ کی ہمدردی کی قدر کرتی ہے۔

نکاح

گذشتہ ۱۸-جون ۱۹۱۶ء کو حضرت امیر کے وزیر آباد تشریف لے جانے کی خبر پہلے دی جا چکی ہے اب وہاں سے ذیل کے اعلان ہائے نکاح کی اطلاع موصول ہوئی ہے جو حضرت امیر نے کئے:۔

عطاء اللہ ولد شیخ محمد جان صاحب۔ فاطمہ بی بی ولد میاں عبد الرحمن صاحب حق مہر مبلغ عہ

عنایت اللہ ولد میاں پیر محمد صاحب۔ سکینہ بی بی ولد شیخ محمد جان صاحب مہر عہ

عزیز احمد ولد شیخ نیاز احمد۔ فاطمہ بی بی ولد شیخ محمد جان صاحب مہر عہ

رحیم اللہ ولد میاں پیر محمد صاحب۔ مریم بی بی ولد شیخ محمد جان صاحب مہر عہ اللہ تعالیٰ ان رشتوں کو بابرکت کرے اور ان سے نیک اور خادم دین بچے پیدا ہوں آمین۔

ضروری نوٹ

آریہ گزٹ کا جذبہ توحید

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں پیغمبروں کی شبیہیں کے عنوان سے اسلامک ریویو سے ایک مضمون نقل کیا تھا جس میں نامہ نگار نے بتایا تھا کہ یہ جتنی تصویریں مختلف پیغمبروں کی آجکل بنائی جاتی ہیں یہ سب فرضی ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ کسی پیغمبر نے اپنی زندگی میں اپنی تصویر نہیں بنوائی اس کے وجوہات میں سے ایک وجہ جو آنحضرت صلعم نے یہود اور نصاریٰ کی مثال دیکر سمجھائی ہے یہ بھی ہے کہ تصویریں بناکر پھر ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ اسپر ہمارے دوست لالہ خوشحال چند صاحب کو اپنے اس آبائی کام کی مذمت ہوتے دیکھکر بہت ہی غصہ آیا۔ اور فوراً اُن کی شرک کا نہ رگ پھڑک اٹھی۔ اور لگے بیچارے پیغام صلح اور اس کے ماں باپ اور جان سے بھی پیارے آقا صلعم پر لے دے کرنے اور سوال بھی کیا تو وہ جس کا اس مضمون سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ پوچھتا ہے۔ شاہی مسجد لاہور میں جو آنحضرت کا عمامہ۔ بال اور کرتہ پڑے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی باقاعدہ زیارت ہوتی ہے یہ چیزیں کیوں توحید میں فرق نہیں لاتیں۔ لالہ صاحب نے سوال تو کردیا۔ لیکن ذرا خود شاہی مسجد تک جاکر کسی مسلمان کو اسکی زیارت کرتے ہوئے دیکھنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ ورنہ انہیں معلوم ہو جاتا کہ کوئی مسلمان ان اشیاء کی پرستش نہیں کرتا زیارت اور پرستش دو الگ الگ باتیں ہیں۔ باقی رہا یہ کہ وہاں پڑے کیوں ہیں۔ سو اول تو اس لئے کہ چونکہ یہ کہا جاتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی اشیاء ہیں اور اُن کے فرضی ہونے کا احتمال نہیں۔ اسلئے محض انہیں وہاں حفاظت کے لئے رکھا ہوا ہے۔ اور اگر بفرض محال کسی کی نیت اسکے خلاف بھی ہو۔ تو ہمارا اس سے کیا تعلق۔ وہ بھی آپ ہی لوگوں کی ذیل میں ہے جو فرضی تصویریں بناکر اُن کی پرستش کرتے ہیں۔ آپ کو مبارک ہو۔ کہ آپ کے آبا و اجداد کے خیالات کے اور بھی حامی مل گئے۔ ہاں یہ جو آپ نے کہا کہ "آنحضرت صلعم کی تصویر میں ہی کچھ جادو ہے کہ دیکھتے ہی شرک آجاتا ہے۔ اگر تصویر میں ہی یہ اثر ہے۔ تو نامعلوم اصل میں یہ کتنا جذبہ ہوگا جو توحید کو پاس بھی پھٹکنے دے" سو یہ آپ کی خوش فہمی ہے۔ شائد آپ نے اپنے بزرگوں کے نقشہ پر ہی یہ قیاس جمالیا ہے۔ ورنہ جہاں اس زمانہ میں دیانند جیسا مہاتما پرمیشور توحید کا مدعی ہوکر اور بتوں کی مذمت کرکے بھی بالآخر گرد ڈم کی طرح رکھ دیتا ہے۔ اُس کے بُت بنا بنا کر گھروں میں رکھے جاسکتے ہیں وہاں اس افضل البشر صلعم کا کام ہی سوائے اس کے اور کیا رہ جاتا ہے۔ کہ تصویر تو خیر الگ رہی جہاں اس کا نام بھی آجائے۔ بمصداق جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ یہ تمام شرکانہ خیالات فی الفور اُڑ جاتے ہیں۔ اور اُن کا نام و نشان تک باقی نہیں رہتا۔ ہاں صرف غور و تدبر کا مادہ دماغ سے سلب نہ ہوچکا ہو ٭

آریہ سماجی جلسے

نجیب آباد سے مولینا اکبر شاہ خان صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

سُنا جاتا ہے کہ جون کا آخری ہفتہ نجیب آباد میں آریہ سماج کے سالانہ جلسہ کی وجہ سے مذہبی مسابقت کی سرگرمی کا ہفتہ ہوگا۔ آریہ سماج نے سالہائے ماسبق میں اپنے سالانہ جلسوں کے ذریعہ جو نمونے دکھائے ہیں۔ وہ ضرور اس قابل ہیں کہ آریہ سماج کے ہوا خواہ اُن میں تغیر پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ سالہائے گذشتہ میں آریہ سماج کا یہ طرز عمل رہا ہے کہ شہر کے ہندو۔ مسلمانوں۔ عیسائیوں۔ جینیوں وغیرہ پڑھے لکھے لوگوں کے پاس اپنے جلسہ کی شرکت کے لئے دعوتی خطوط بھیجے جاتے ہیں۔ سکرٹری آریہ سماج کے بلانے اور ممبران آریہ سماج کی خواہش و اصرار سے اکثر مسلمان جینی عیسائی۔ سناتنی۔ آریہ سماج کے جلسہ میں چلے جاتے ہیں۔ وہاں آریہ لیکچرار خوب دل کھولکر دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کو ناسزا کہتے یا دوسرے مذاہب کے متعلق غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں۔ جب اُن سے استدعا کی جاتی ہے کہ اسی جلسہ اور انھیں سامعین کے سامنے بعض غلط فہمیوں کے رفع کرنے کا موقع اور چند منٹ اپنے پلیٹ فارم پر کچھ کہہ لینے کی اجازت دو تو یہ درخواست بڑی بیدردی اور بے مروتی کے ساتھ رد کردیجاتی ہے۔ اور شنکا سمادھان (رفع شکوک) کے محدود و مختصر وقت اور مقررہ تاریخ کی طرف اشارہ کردیا جاتا ہے۔ جب شنکا سمادھان کا وقت اور تاریخ آتی ہے۔ تو اُس میں آدھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ کے محدود وقت کو پانچ پانچ منٹ کے اجزاء صغار میں اس طرح تقسیم کیا جاتا ہے کہ آخر میں آریہ لکچرار کو تقریر کرنے کا موقع رہے۔ اس کی بھی کوئی شکایت نہ تھی۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ رفع شکوک کے وقت شکوک پیش کرنیوالے پر دانستہ اعتراضات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے۔ اور اپنے اوپر ہونیوالے اعتراضات کے جواب دینے کی طرف مطلق التفات نہیں کیا جاتا۔ یعنی معترض کو مجبور کیا جاتا ہے۔ کہ مجیب کے مقام پر ہو اور جو مجیب ہوتا ہے وہ معترض بن جاتا ہے۔ اس ناشدنی طرز عمل کی شکایت آریہ پریزیڈنٹ سے کی جاتی ہے۔ تو وہ اسپر کوئی نوٹس نہیں لیتے۔ ان حالات گذشتہ پر نظر کرتے ہوئے غالباً کسی مسلمان۔ عیسائی۔ جینی۔ سناتن دھرمی کے دل میں یہ ہوس نہ ہوگی۔ کہ وہ آریہ سماج کے جلسہ میں تجربہ کرلینے کے بعد اب دوبارہ بھی شریک ہو اور منہ پر مُہر لگاتے ہوئے خموشی سے اپنے مذہبی پیشواؤں کی شان میں گستاخانہ کلمات سُنے اور اسی جلسہ میں اُن کی مناسب تردید کئے بدون چلا آئے۔ کم سے کم مسلمانوں کی تو ضرور یہ حالت ہے کہ اُنکو اُن کے مذہب نے آداب مجلس کے نگاہ رکھنے اور امن و امان کے قائم نیز حکام وقت کی فرمانبرداری کرنے کی تاکید کی ہے۔ لہذا ایک مسلمان تو مہتمم جلسہ یعنی پریزیڈنٹ کی اجازت کے بدون اور جلسہ کی منتظم پولیس کے منشاء کے خلاف نہ تقریر کرسکتا ہے۔ .... نہ اُس سے کوئی ناشائستہ حرکت سرزد ہوسکتی ہے۔ دوسری طرف وہ اپنے مذہب پر بالکل جھوٹ اور سراسر بیہودہ اعتراضات اور اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم۔ اپنی مذہبی کتاب قرآن کریم۔ اپنے بزرگان دین کی نسبت گالیں اور گالیوں سے بدتر کلمات بھی نہیں سُن سکتا۔ لہذا آریہ سماج کے جلسہ میں امید نہیں کہ کوئی مسلمان اس طرح ذلیل ہونے اور اپنے ضمیر کا خون کرنے کے لئے شریک ہو۔ بلکہ مناسب یہ ہے۔ کہ آریہ سماج جبکہ ایسی تلخ و مرارت آمیز میزبانی کو چھوڑ نہیں سکتی۔ تو وہ دوسرے مذاہب کے شرفا کو مدعو ہی نہ کرے ٭

زکوٰۃ فنڈ

میں موصول شدہ رقوم کی فہرست گذشتہ اشاعت میں دی جاچکی ہے اسکے پریس میں چلے جانے کے بعد جناب مرزا اصغر علی صاحب سول سرجن حصار کیطرف سے تیس ۵ روپے موصول ہونے کی اطلاع دفتر سے آئی۔ ان سب ارسالکنندگان کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے دیگر احباب بھی بہت جلد اس طرف متوجہ ہوں۔

جنازہ غائب

وزیر آباد سے مکرمی جناب شیخ محمد جان صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میاں کریم بخش صاحب احمدی کی ضعیفہ والدہ عرصہ دراز بیمار رہکر فوت ہوگئی ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھ دیں

تبلیغی رپورٹ

(از سید مدثر شاہ صاحب گیلانی)

کرمی و معظمی حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ سلمہ الرحمٰن - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ قبل ازیں میں نے ملک نور خان صاحب سب انسپکٹر پولیس راولپنڈی سٹی کی نسبت تحریر کیا تھا کہ انہوں نے صاف الفاظ میں اقرار کر لیا ہے کہ میں فسخ بیعت میاں صاحب کا اعلان کرنے پر بالکل آمادہ ہوں۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . .

. . . . اس کے بعد انہوں نے راولپنڈی کے محمودیوں کو کہلا بھیجا - کہ میں اختلافی مسائل کے متعلق تحقیقات کرنی چاہتا ہوں - اور یہ میں اسلئے کرتا ہوں - کہ تا آئندہ مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے - کہ تم نے بلا تحقیقات دوسری پارٹی کے ساتھ شمولیت اختیار کر لی ہے - یا یہ کہ تمکو دھوکا دیا گیا ہے - یا تم نے ناسمجھی سے یہ کام کیا ہے - اس لئے طرفین کے مبلغین میرے سامنے مباحثہ کریں اور اپنے اپنے دلائل پیش کریں - میں خود نتیجہ نکال لونگا - ملک صاحب نے مجھ سے یہ ذکر کیا - کہ ان لوگوں کی طرف سے مجھے یہ جواب آیا ہے - کہ تم مدثر شاہ کو اپنی جگہ پر آنے سے روک دو - اور جب تک وہ تمہارے پاس آتا رہیگا - اس وقت تک ہم ہرگز آپ کی تسلی نہیں کرا سکتے - کیونکہ وہ ہر وقت آپ کے کانوں میں مخالفانہ باتیں پھونکتا رہتا ہے اس ذکر کے بعد ملک صاحب نے کہا - کہ یہ لوگ سخت کمزوری کی باتیں پیش کرتے ہیں - جن سے انسان مذبذب ہو جاتا ہے - اور ان کے اعتبار میں خلل واقعہ ہوتا ہے - ملک صاحب نے ایک روپیہ ماہوار چندہ دینا منظور کر لیا ہے۔

صدر راولپنڈی میں ایک محمودی امام خان نامی میرا پرانا دوست ہے - اس نے لدھیانہ میں بیعت کی تھی - میں اسکو ملنے کے لئے گیا - برابر ایک روز تک اُس سے مذاکرہ ہوتا رہا - آخر کار اُس نے کہا - کہ اگر یہ باتیں ہیں تو میں میاں صاحب کو کسی حالت میں نہیں مان سکتا - اُس شخص نے بھی ایک روپیہ ماہوار چندہ دینا منظور کر لیا ہے اور بہت کچھ اُسکی تسلی ہو چکی ہے - اگر چند روز تک اُس کے ساتھ محنت کی جائے - تو بفضل اللہ کامیابی کی امید ہو سکتی ہے - جب واپس دورہ سے راولپنڈی اس کے بعد خاکسار اور حضرت حکیم صاحب بطرف چکوال روانہ ہوئے - خداوند تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بڑی کامیابی دی - ایک محمودی مولوی نور محمد صاحب سے گفتگو ہوئی - انہوں نے کہا - کہ میں میاں صاحب کی خلافت کے متعلق کوئی بحث آپ سے کرنا نہیں چاہتا - کیونکہ اس میں سوائے ندامت اٹھانے کے اور کوئی نتیجہ نہیں نکلتا - میں نے بڑے شوق سے حقیقۃ النبوت کو منگوایا تھا چند اوراق پڑھنے کے بعد میں نے اسکو اپنے خلاف مذاق پایا - اس لئے اُسکو چھوڑ دیا - مولوی صاحب نے کھلے الفاظ میں وہی عقیدہ پیش کیا - جو کہ ہمارا ہے - اسپر ہم نے کہا کہ آپکا اور ہمارا مذہب ایک ہی ہے - لیکن قادیان پارٹی کا یہ مذہب نہیں ہے - اس جگہ کے قریباً کل جماعت کے خیالات ہم سے ملتے ہیں - بلکہ مولوی صاحب نے کہا کہ اگر آپ خلافت کے متعلق اور نبوت کی بابت کچھ بحث کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے ہمنے دو نوجوان جوشیلے رکھے ہوئے ہیں آپ اُن سے ہماری موجودگی میں بحث کریں - اور ہم لوگ خاموشی سے سنتے رہینگے - الغرض ان دو سے بھی گفتگو ہوئی - ایک تو اُن میں سے سمجھدار نکلا اور اُس نے ہماری تمام باتوں کو تسلیم کر لیا - اور دوسرا واقعی جوشیلا اور ناسمجھ نکلا - ہم نے مولوی صاحب اور دیگر احباب سے کہا - کہ اگر واقعی آپکا یہ مذہب ہے جو بانی آپ نے بیان کیا ہے - تو آپ ہمکو تحریر لکھدیں - تاکہ ہم اعلان کریں - انہوں نے تحریر لکھدی - جس پر تین اور دوستوں نے دستخط کئے جو بغرض ملاحظہ ارسال خدمت ہے . . . . . .

. . . . . جناب حکیم صاحب نے بڑی معقولیت سے مباحثہ کیا جسکا بہت اچھا اثر ان لوگوں پر پڑا - اور قریباً سب نے خود قبول کر لیا کہ جس قسم کی نبوت حدیث علماء امتی میں آئی ہے - اُسی قسم کی نبوت کو ہم حضرت صاحب کی طرف منسوب کرتے ہیں - اس سے زیادہ نہیں - ہم نے حقیقۃ النبوۃ و القول الفصل وغیرہ رسائل سے عبارتیں پڑھیں اور پھر حضرت صاحب کی کتابوں سے مقابلہ کیا - جس پر بعض دوست کہنے لگے - کہ یہ کتابیں حضرت صاحب کی کتابوں اور آپ کی تعلیم کے خلاف ہیں ایک دوست نے پوچھا کہ آپ حقیقۃ الوحی کی اس عبارت کی تشریح کریں جس میں حضرت صاحب نے لکھا ہے - کہ میں اس اعتقاد پر قائم نہ رہا - میں نے اس کی تشریح کی - اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضرین نے کہا - کہ سمجھانے کا یہی حق تھا - جو آپ نے ادا کیا - اور اُس معترض کی پوری تسلی ہو گئی - چنانچہ اُس نے بھی دستخط کر دیا - بعض نے کہا - کہ ہم میاں صاحب کو صرف ایک پریزیڈنٹ مانتے ہیں - ہم نے کہا آپ تو اُسکو پریزیڈنٹ کہتے ہیں مگر میاں صاحب آپنے آپکو آیت استخلاف کے نیچے خلیفۃ اللہ اور اپنے منکر کو فاسق اور منافق کہتے ہیں - خواہ وہ احمدی ہو یا غیر - وہ کہنے لگے - کہ اگر میاں صاحب اس قسم کی تحریرات شایع کرتے ہیں تو ہمکو اُن کی پریزیڈنٹی سے بھی انکار کرنا پڑیگا مولوی نور محمد صاحب موصوف نے فرمایا - کہ آپ ہمارے عقیدہ کو پیغام صلح میں شایع کرا دیں - کیونکہ ہم کو یقین ہے - کہ اخبار الفضل اسکو شایع نہیں کریگا - مولوی صاحب نے کہا کہ آپ ہمکو ضرور کتاب النبوت فی الاسلام منگوا دیں - اگر میں نے اسکو اپنے موافق مذاق پایا - تو سب مطالعہ کرونگا - (مولوی صاحب کا اعلان کسی آئندہ

اسکے بعد موضع دوالمیال پہنچے - راستہ بہت دشوار اور پہاڑی تھا - ۱۰ میل کا سفر تھا - ۵ امیل تک پانی راستہ میں نہ تھا - ایک گھڑے میں پانی ساتھ رکھنا پڑا - اس گاؤں میں سب کے سب محمودی ہیں - جو قریباً ۵۰ نفر ہیں - تین چار خواندہ ہیں - باقی سیدھے سادے زمیندار حبث ناخواندہ - مولوی کرمداد صاحب ایک اہل علم مولوی ہیں - انہوں نے سب سے اول یہ کہا - کہ میں شکریہ ادا کرتا ہوں - کہ آپ لوگ ہمارے سمجھانے اور ہمدردی کے لئے بڑی تکلیف برداشت کر کے آئے ہیں حالانکہ میں نے الفضل میں اعلان کیا تھا کہ لاہوری پارٹی کا کوئی اثر ہماری جماعت پر نہیں ہوا - اور لاہوری پارٹی کا کوئی صاحب اس طرف آنے کا قصد نہ کرے ورنہ ہم اس سے بدسلوکی سے پیش آوینگے۔

اس کے بعد بہت سے غیر احمدیوں اور اہل ہنود کی موجودگی میں مولوی صاحب سے مباحثہ شروع ہوا - بحث طلب مسئلہ نبوت کا تھا - جناب حکیم صاحب نے مفصل تقریر کی - اسکے بعد مولوی صاحب نے کی اور پھر میں نے کی - لیکن جب محمودیوں نے یہ دیکھا - کہ ناخواندہ محمودیوں پر اچھا اثر پڑنے لگا - اور غیر احمدی بھی موجود ہیں تو اُن کے چہروں سے شرمساری نمودار ہونے لگی - اور وہ سروں کو نیچے کرنے لگے - تو یہ دیکھکر مولوی صاحب اور دیگر خواندہ محمودیوں نے شور مچا دیا - اسپر سب نے شور مچا دیا کہ ہم آپ کی تقریر نہیں سُننا چاہتے - آپ ہزار دلائل دیں ہم حضرت صاحب کو نبی و رسول مانیں گے - اور قادیان اور حضرت صاحب کی اولاد کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اسپر ہم خاموش ہو گئے - یہ پہلا دن تھا - جس میں جوش ظاہر کیا گیا مگر چونکہ ہم برابر لگے رہے اور حضرت صاحب کی کھلی کھلی تحریرات کو پیش کرتے رہے - تو یہ لوگ نرمی کی طرف مائل پائے گئے - جب فرداً فرداً گفتگو ہوئی تو معلوم ہوا - کہ اُن پر بہت کچھ اثر ہوا ہے - چنانچہ حکیم صاحب نے ایک شخص فتح محمد نامی سے پوچھا - کہ تم مرزا صاحب کو کس قسم کا نبی مانتے ہو - تو اُس نے کہا کہ میں تو مرزا صاحب کو پورا نبی نہیں مانتا - حکیم صاحب نے پھر سوال کیا - کہ کیا آدھا نبی مانتے ہو - تو اس نے کہا ہاں جی آدھا نبی

ا ستا ہوں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ پھر تمہارے بھائیوں پر یہ نبوت نامہ کی کیا ہوا چل پڑی ہے۔ تو اُس نے جواب دیا۔ کہ یہ نبوت کی ہوا نہیں چل رہی بلکہ ناسمجھی کی ہوا چل رہی ہے۔ ہم دیر تک اس کے اس فقرہ پر غور کرتے رہے۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو لوگ ناخواندہ اور جٹ ہیں اُن کو اس جگہ کے خواندہ لوگوں نے تاریکی میں رکھا ہوا ہے۔ اور مختلف الزامات ہم پر لگا کر اُن کو بدظن کیا گیا ہے۔ مولوی کرم داد صاحب اور دیگر محمودیوں نے یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ اس جگہ کے لوگ ہمارے سخت مخالف پہلے ہی سے ہیں اور آپ کی تقریروں اور ہمارے مباحثہ سے اُنکو زیادہ نفرت پیدا ہو گئی ہے۔ اگر آپ شام کے وقت کچھ تقریر کریں۔ تو بہت ہی بہتر ہوگا۔ چنانچہ اُنکی خواہش کے موافق پہلے جناب حکیم صاحب نے اور پھر خاکسار نے احمدیت کے متعلق تقریریں کیں جس سے حاضرین پر نہایت اچھا اثر ہوا۔ اور ہمارے محمودیوں کی عزت رہ گئی۔ ہم نے کھول کر بیان کیا کہ ہم حضرت صاحب کو اس طرح سے مانتے ہیں۔ جس طرح کہ چاند سورج سے نور اور ضیا حاصل کرتا ہے۔ لیکن چاند کو سورج نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح سے حضرت صاحب کو نور اور فیض نبوت آنحضرت صلعم سے حاصل ہوا ہے پس حضرت صاحب کو نبی نہیں کہہ سکتے اسپر کل محمودیوں نے کہا کہ ہم بھی اسی طرح مانتے ہیں۔ مگر حضرت صاحب کو نبی کہیں گے (پنجابی مثل کہنا سر منتے تے پیر نالا او تھے دا او تھے) خیر۔ بہرحال اتنا فائدہ تو ہوا ہے۔ کہ اکثر لوگوں سے بدظنی دور ہو گئی ہے۔ جو فریق ثانی کی طرف سے اُنکے دلوں میں بٹھائی گئی تھی۔ کہ گویا ہم نے احمدیت ہی کو جواب دیدیا ہے۔ جو بات ان کی طرف سے پیش ہوتی تھی۔ جب اسکی پوری تردید کتب حضرت صاحب سے کیجاتی تھی تو بعض نے کہا کہ ہمکو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا پڑیگا اور احمدیت کو جواب دینا پڑیگا۔ ہم نے کہا کہ جب آپ کے عقائد حضرت صاحب کے برخلاف ہیں تو خود آپ کو جواب دینا پڑیگا۔ قادیان اور حضرت صاحب کا صاحبزادہ ہونا یہ دو بڑے بُت ہیں کوئی دلیل نہیں پیش کر سکتے۔ ہمنے بتلایا۔ کہ پیشگوئیاں عموماً پُر از استعارات ہوتی ہیں خود حضرت صاحب کی نسبت جس قدر پیشگوئیاں ہیں۔ اگر انکو ظاہر پر حمل کیا جائے تو حضرت صاحب کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی اسیطرح جو پیشگوئیاں آپ نے اپنے بعد کے متعلق کی ہیں ان کو بھی ظاہر پر حمل نہ کرنا چاہئے۔ اس جگہ ایک پنشنر آنریری کپتان محمودی ہے۔ اُس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں سمجھتا۔ جو فیصلہ آپ لوگ کریں۔ مجھے منظور ہے

بعض نے ہمارے خیالات سے اتفاق کیا۔ مگر جب اعلان کا کہا تو جواب دیا۔ کہ اگر سب اعلان کریں تو ہم بھی تیار ہیں۔ الغرض اُن کو پورا شک پڑ گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہم سے اچھا سلوک کرنا شروع کیا اور محبت سے پیش آنے لگے۔ کل رات کے وقت غیر احمدیوں اور محمودیوں کی استدعاء کے مطابق جناب حکیم صاحب اور خاکسار نے احمدیت پر تقریریں کیں۔ اور بہت اچھا اثر پڑا۔ چنانچہ میری تقریر کے دوران میں ایک غیر احمدی نے بڑے زور سے کہا کہ ہم جو مرزا صاحب کو نہیں مانتے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ ہم اُن کو جھوٹا جانتے ہیں۔ اُنکو مان کر کون جھوٹ کو چھوڑے اور تمام نواہی کو ترک کرے اور اوامر کو اختیار کرے۔ اس شخص کا نام رائے محمد ہے۔ چنانچہ آج صبح کے وقت اس نے بیعت کر لی۔ مولوی کرم داد صاحب نے بھی ہماری تقریروں کو خوب پسند کیا۔ حکیم صاحب سے کہا۔ کہ آپ مولوی نور الدین صاحب کے رنگ میں رنگین ہیں۔ اور مجھے کہا کہ آپ نہایت خوبصورتی اور صفائی سے تبلیغ کرتے ہیں۔ اور خوب سمجھ آ جاتی ہے۔ مولوی صاحب کے فرزند مولوی عبد المجید صاحب سے تنہائی میں تمام مسائل پر گفتگو ہوئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُسنے تمام باتوں کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور سخت افسوس کیا۔ کہ آپ نے بیوقت خبر لی۔ اور آپ کی طرف سے کوئی مفصل تحریرات بھی ہماری طرف نہیں پہنچیں۔ مگر آئندہ ضرور ہمکو تحریرات بھیجی جاویں ٭

چندہ ترجمۃ القرآن

ذیل میں ہم ان رقوم چندہ کی فہرست شائع کرتے ہیں جو کہ ترجمۃ القرآن کی مد میں کراچی سندھ اور اس کے مضافات سے گذشتہ چھ ماہ میں وصول ہوئیں ٭

اسمائے گرامی	ترجمۃ القرآن	ریویو تفسیر سالانہ معتبہ
سیٹھ غلام علی صاحب چاگلہ ٹیم عظم کراچی	۱۱صہ	۱۱صہ
سیٹھ حاجی عبد الرحیم صاحب۔ صالح محمد صاحب ملک التجار کراچی	۱۱صہ	۱۱صہ
سیٹھ عبد اللہ ہارون صاحب ملک التجار کراچی	۱۱صہ	۱۱صہ
سردار دوست محمد خان صاحب سفیر کابل	۱۱صہ	۱۱صہ
خان بہادر سردار حبیب الرحمٰن خانصاحب سپرنٹنڈنٹ ٹیلیگراف	دیہ	
ملک عبد الرحیم صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ٹیلیگراف	عہ	
جنید مدن خان عبد الحمید صاحب انسپکٹر ٹیلیگراف	صہ	

سید محمد علی شاہ صاحب ہیڈ ماسٹر مہنور اسکول میرپور خاص — صہ / عہ قیمت ایککاپی

حاجی مہر بخش صاحب سوداگر۔ دوکان حاجی محمد رمضان و شمس الدین کراچی — دیہ

میاں غلام حسین و نور محمد صاحبان کراچی — صہ

میاں شمس الدین و امام الدین صاحبان — دیہ

حاجی فتح محمد و محمد صاحبان — دیہ

میاں محمد شریف صاحب سوداگر و حاجی احمد بخش صاحب و خان بہادر حاجی کریم بخش صاحب سیٹھی کراچی — دیہ

میاں پیر بخش۔ عبد الکریم صاحب کراچی — دیہ

مسٹرس حاجی محبوب بخش و محمد ابراہیم صاحب جنرل مرچنٹ کراچی — صہ

سید محمد سعید صاحب۔ دوکان حافظ شیر احمد و عبد الغفور صاحبان — عہ

سیٹھ محمد بخش عبد الرشید صاحب — دیہ

محمد غلام حسین خان صاحب کانی شناس کراچی — دیہ

میاں پیر بخش صاحب صدر بازار کراچی — عہ

حکیم فتح محمد خاں صاحب عمدۃ الحکما مادم گاڑی کھاتہ کراچی — صہ

داد بخش خان صاحب مختار کار سانگھڑ ضلع میرپور خاص۔ سندھ — عہ

شیخ فیض احمد صاحب تاجر بوٹ اینڈ شوز میٹھا بازار کراچی — عہ

مسٹر دیدار حسین سب انسپکٹر پولیس میرپور — عہ قیمت ایککاپی

مسٹر عنایت اللہ سب انسپکٹر پولیس — عہ

بابو نظام الدین صاحب۔ فیلڈمین گورنمنٹ فارم۔ میرپور خاص — عہ

حاجی الحق صاحب وکیل سبیلہ کراچی — عہ

عبد القادر صاحب ٹلگرام — عہ

خان فضل الٰہی صاحب گورنمنٹ کانٹریکٹر — عہ

عبد الحلیم صاحب معرفت فیض محمد صاحب — عصہ

عبد اللہ حاجی زکریا صاحب — دیہ

سیٹھ ابراہیم یوسف ٹپ کنٹریکٹر کراچی — مار کمعتبہ

حاجی محمد حسین صاحب عربی O.W.D. کنٹریکٹر — صہ

بابو رحیم بخش صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین چیف انجینئر آفس کراچی — دیہ

معرفت جناب پیر محمد اشرف صاحب پیر صاحب مواہی شریف ہندوستان بخلص خود — لہ

اس کار خیر میں جن احباب نے خاص کوشش فرمائی۔ اُن میں سے حاجی سیٹھ عبد اللہ ہارون صاحب اور جناب سیٹھ غلام علی صاحب چاگلہ خاص قابل شکرگذاری ہیں۔ آپ نے اصل حالات کو سمجھنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اور دلی خلوص سے اس کام میں ہماری مدد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے

خیر دے۔ نیز اُن کے ساتھ جناب ماسٹر محمد خان صاحب کا اگر ذکر نہ کیا جائے۔ تو وہ بھی گناہ ہوگا۔ کیونکہ مذکورہ بالا احباب تک رسائی جناب ماسٹر صاحب کے ذریعہ سے ہی ہوئی۔ اپنے احباب میں سے صرف برادرم جناب بابو رحیم بخش صاحب بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ جن کی وجہ سے ہمیں تحریص ہوئی کہ ہم کراچی بھی جاویں۔ آپ نے پندرہ روز تک اپنے آرام اور وقت اور روپیہ کو بالکل دین الٰہی کے لئے وقف کر دیا۔ اور اصل بھرا اس کامیابی کا آپ کے خلوص کی وجہ سے آپکے لئے ہی خاص ہے۔ آپ نے نہ صرف اپنا وقت اور آرام اور روپیہ ہی قرآن کی خدمت میں نچھاور فرمایا۔ بلکہ اپنے آپ کو طرح طرح کے مخمصوں میں بھی ڈالا۔ اور اس طرح دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ثبوت دیا۔ اگر ہمارے دیگر بھائی اپنے اپنے شہروں میں کم از کم پندرہ دن ہی آپ کے اسوہ پر قدم مار کر اشاعت قرآن کے لئے کوشش کریں۔ تو صرف تین چار احباب اس کام کو پورا کر سکتے ہیں۔ بالآخر ہم ان سب برادران کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ جنہوں نے اپنے عزیز مال سے اس کار خیر میں حصہ لیا اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اصحاب کرام کے سے انعامات عطا فرمادے۔ آمین۔

خاکسار سید محمد حسین

عقائد محمودیہ سے بیزاری اور فسخ بیعت

محترم المکرم جناب مولوی محمد علی صاحب امیر قوم احمدی اشاعت اسلام لاہور۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں صاحبزادہ محمد ہاشم خان اولاد حضرت مجدد الف ثانی سرہندی خاندان قریش فاروقی اقرار کرتا ہوں۔ کہ میرا مسائل نبوت وکفر وفسق وغیرہ پر جو میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے ایجاد کیا ہے اتفاق نہیں ہے چونکہ میں نے سہواً بیعت میاں صاحب مذکور کر لیا تھا اب مسائل اختلافیہ میں مجھے اپنا بیعت توڑنا پڑا میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی مسعود کے دعویٰ کو صدق دل سے مانتا ہوں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین اور سب کلمہ گوؤں کو مسلمان اور مکفر ومکذب مسیح موعود کا ہوا ازروئے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافر مانتا ہوں۔ یہی میرا ایمان ہے۔ اسکو پیغام صلح میں شایع کر دیویں آپکو ثواب ہوگا۔ نیز میں نے پہلے بھی بیعت کی تحریر میں قاضی محمد یوسف کے ہاتھ سے لکھوایا تھا۔ کہ میں کسی احمدی کو فاسق اور فاجر نہیں سمجھتا ہوں جس پر میرا دستخط وہاں موجود ہے۔ مگر اب میاں صاحب کی تحریروں سے کثرت اسی فتویٰ پر دیکھی گئی اس لئے میرا اختلاف ہو گیا۔ مجبوراً مجھے اپنا بیعت توڑنا پڑا۔ محمد ہاشم خان بقلم خود۔ ۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

عذر نامعقول ثابت میکند الزام را

ہم نے بعض گذشتہ اشاعتوں میں مفتی محمد صادق صاحب کے اس عذر لنگ کا ذکر کرتے ہوئے جو انھوں نے اپنے ایک خط متعلقہ جنازہ غیر احمدی کے بارہ میں کیا تھا۔ اس بات پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا تھا کیونکر یہ شخص محض چند پیسوں اور اپنے جبہ و دستار کی خاطر اپنے مذہب کو بیچ رہا ہے۔ آج اخبار کی یہ آخری کاپی طیار ہو کر جانیوالی تھی تو اخبار الفضل مورخہ ۱۸۔ جون ۱۹۱۶ء موصول ہوا جس میں مفتی صاحب کا ایک مضمون اسی موضوع پر نظر سے گذرا۔ میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسی پرچہ میں اس پر کچھ لکھ دوں شروع مضمون میں تو حسب معمول انھوں نے فضول طعن وتشنیع اور بزرگان ملت پر نکتہ چینی کرنے کے علاوہ اس عاجز پر بھی "خبیث" وغیرہ کے الفاظ میں اپنے غصہ کا اظہار کیا ہے جس کے جواب میں سوائے قرآن کے ارشاد قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور کی تعمیل کے اور کیا کہہ سکتا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو "خبیث" وغیرہ کہہ کر ناحق اپنی زبان کو گندہ کروں ہر روز کے اعمال وافعال اور مسیح موعود اور خود اسلام پر بہتان بندی اور حملہ آوری خود ان کے جبہ و دستار کے پردہ کو چاک کر کے ان کے خبث باطن کو آشکارا کر رہی ہے۔ اور صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ کیسے کیسے بدکردار لوگ کیسے خوشنما اور مقدس لباس میں دنیا میں پھر رہے ہیں کہ جنھیں دیکھ کر فی الحقیقت ان کی تقدیس پر یقین آجاتا ہے۔ لیکن پنجابی کی ایک ضرب المثل " یار پیا جانے تے راہ پیا جانے " کے مطابق پتہ ان کا اسی وقت لگتا ہے جب ان سے کوئی فعل سرزد ہوتا دیکھا جاتا ہے۔ افسوس مفتی صاحب نے ہماری باتوں کا معقول جواب دینے کے بجائے خواہ مخواہ گالی گلوچ سے کام لیا مگر خیر اس پر ہمیں ان سے کوئی ناراضگی نہیں۔ اگر وہ ایسی ایسی اور بھی بیسیوں گالیاں ہمیں دیں اور اپنا پیشہ ہی دشنام دہی ٹھہرالیں تو بھی ہم ان کی ان گالیوں کو چشم عفو سے ہی دیکھینگے اور بگڑینگے نہیں آخر کچھ ان کی عمر کا بھی تقاضا ہے اس لئے ہم اس تمہید کو یہیں پر چھوڑ کر اور مفتی صاحب کی اکثر ان باتوں کو جو اصل بحث سے تعلق نہیں رکھتیں بلا جواب ہی ترک کر کے اصل مسئلہ کی طرف آتے ہیں ایک بڑا زبردست حوالہ مفتی صاحب نے اپنی تائید میں ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۲ء کے الحکم سے نقل کیا ہے اور اس سے بزعم خود تمام غیر احمدیوں کے جنازہ کو ناجائز ثابت کرنا چاہا ہے۔ ہم بھی مفتی صاحب کی خاطر سے اس حوالہ کو یہاں نقل کئے دیتے ہیں جس سے ناظرین خود بخود اس بات کا اندازہ کر لینگے کہ عقل وتمیز اور معمولی اردو عبارت کے بھی سمجھنے کی کہاں تک قابلیت ہمارے مفتی صاحب میں ہے۔ غالباً فاضل السنہ کلدانی وعبرانی اور ممبر ایشیاٹک رائل سوسائٹی آف لنڈن جیسے بڑے بڑے القابوں کے ہجوم نے ان کے دماغ کو چکرا دیا ہے۔ اور یا پھر کل دنیا جہان کی لغتیں ہی غلط ہیں اور مفتی صاحب جو کچھ کہیں وہ سب صحیح اور کیوں نہ ہو خدا نے کہا رسول اللہ صلعم خاتم النبیین۔ ہمارے مفتی صاحب نے مان لیا۔ رسول اللہ نے نعم کہا مسیح موعود نبی ہے ہمارے مفتی صاحب نے مان لیا۔ اب ان کے پیر صاحب اگر ایک غلط عقیدہ تراش کر کل دنیا جہان کے مسلمانوں کو کافر ٹھہرائیں اور ان کے جنازہ کو ناجائز کہیں تو ہمارے مفتی صاحب کیوں اس کی ناجائز تقلید میں سیدھی سیدھی عبارتوں کے الٹ پلٹ معنی نہ کریں۔ پہلے اپنے ہی ہاتھ کے لکھے ہوئے ایک خط کو صرف کمزوروں کے لئے ٹھہرایا۔ جب اس پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی تو اب بدحواس ہو کر ایک اور عبارت پیش کرتے ہیں۔ اور گھبراہٹ میں اس قدر تمیز نہیں کر سکے کہ یہ ان کی موید ہے یا مخالف چنانچہ وہ عبارت حسب ذیل ہے:۔

مکذب کا جنازہ

"حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے حضور ماسٹر ہدایت اللہ جہلمی کا سوال پیش ہوا کہ مکذب کا جنازہ مکذب امام کے پیچھے پڑھ لینا جائز ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب الحکم مورخہ ۱۷۔ جنوری ۱۹۰۲ء کے صفحہ ۱۵ پر شائع کیا گیا جس کو بجنسہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اور اس سے مخالفوں کے جنازہ کے مختلف کئی پہلو حل ہو جاتے ہیں۔ نماز جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہے جو کی جاتی ہے لیکن جو شخص بالجبر مکذب ہے اور گالیاں دیتا اور تکفیر کرتا ہے پھر مومن کی غیرت کیونکر تقاضا کر سکتی ہے۔ کہ وہ اس کے پاس جاوے۔ اور اگر نہیں تو کم از کم یہ ایک فعل لغو ہوگا۔ حالانکہ مومن کی شان ہے والذین ھم عن اللغو معرضون جس حال میں کہ مکذب ہماری دعاؤں کو بے سود سمجھتے ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ ان کے جنازوں میں ہم شریک ہوں اور اس کا امتحان کردہ ہماری دعاؤں کو مفید نہیں سمجھتے یوں ہو سکتا ہے (بقیہ مضمون

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے احمدیہ سٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب سیکرٹری و مدیر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شد
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ۔۔ ۔ ۔
ششماہی ۔۔ ۔ ۔
سہ ماہی ۔۔ ۔ عہ
ماہوار ۔ طلباء رسالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے ۔

جلد ۳ | بنا علمیہ مدیر لاہور پنجشنبہ ۲۱ شعبان ۱۳۳۴ ہجری مطابق ۲۲ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۵

سب نبیوں کا موعود رسول

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ

جیسا کہ قرآن کریم نے بار بار ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک قوم میں اور ہر ایک امت میں ایک رسول مبعوث کیا یا بعض قوموں میں ایک سے زیادہ رسول بھی مبعوث کئے لیکن اس میں شک نہیں کہ جس قدر رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آتے رہے یہ سب خاص خاص قوموں کی طرف آتے رہے ۔ کل دنیا کی طرف مبعوث ہونا یہ صرف ایک ہی رسول کے لئے مخصوص رکھا گیا جو سب سے آخر اور سب کو ایک دین پر جمع کرنے کے لئے آیا تو چونکہ اس رسول نے ساری قوموں کو ایک دین پر جمع کرنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سارے قوموں سے بذریعہ اُن کے نبیوں کے یہ عہد لیا کہ جب وہ رسول آجائے تو تم سب نے اس کے دین پر چلنا ہوگا ۔ کیونکہ اصل غرض یہی تھی کہ نسل انسانی کے اندر سے قومیت کی تفریقوں کو مٹایا جائے اور سب کو بھائی بھائی بنایا جائے ۔ گو ابتدا میں قوموں میں مختلف نبیوں کے آنے سے قومی امتیاز ایک حد تک مضبوط ہوتے چلے گئے ۔ کیونکہ ہر قوم ہدایت کے لئے اپنے ہی نبی کو دیکھتی تھی ۔ اور اس کو دوسری قوم کے نبی کی تعلیم سے کوئی سروکار نہ تھا اور چونکہ تعلقات بین الاقوام بھی اُس وقت نہ تھے سب قومیں اپنے اپنے ملکوں میں علیحدہ علیحدہ پڑی ہوئی تھیں اس لئے ان حالات کا اقتضاء بھی یہی تھا کہ ہر قوم کے اندر جدا جدا نبی مبعوث ہو ۔ مگر یہ علیحدگی جو ملکوں اور قومیتوں کی حد بندی سے پیدا ہوئی ہمیشہ کے لئے رہنے والی نہ تھی اس لئے یہ ضروری ہوا کہ جب وہ وقت آجائے کہ تعلقات بین الاقوام کی راہیں کھل جائیں تو قومی رسولوں کی بجائے ایک ہی رسول ساری دنیا کی طرف مبعوث ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی رسول دنیا میں ہوا جس نے علی الاعلان بار بار کہا کہ میں کل عالمین کی طرف آیا ہوں اور جس کے متعلق ارشاد ہوا کہ ہم نے تم کو کافۃ للناس بھیجا ہے ۔ جس نے قومیتوں کی ساری تفریقوں کو مٹایا اور نسل انسانی کو وہ حکم خداوندی سنایا یا ایھا الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثیٰ و جعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم ۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو ۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے معزز وہ ہے جو سب سے متقی ہے تو چونکہ اس رسول نے سب قوموں کو دین واحد پر جمع کرنا تھا اس لئے سب قوموں سے یہ عہد لیا گیا کہ تم نے اس رسول پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنی ہوگی اور یہ عہد ہر ایک قوم سے بذریعہ اُن کے نبی کے لیا گیا

یہی وہ مضمون ہے جس کو آیت مذکورۃ الصدر میں بیان فرمایا ہے ۔ اسی کی طرف اشارہ ہے جو ایک حدیث میں آیا ہے انا اول النبیین خلقا و آخرھم بعثا اور بعثت میں آخری اسی لئے ہوئے کہ تا کل نبیوں سے آپ کے متعلق عہد لیا جائے اور آپ بھی کل کی تصدیق کریں

اس رسول کی سب سے بڑی علامت جو یہاں بتائی وہ یہ ہے کہ وہ مصدق لما معکم ہے ۔ یعنی اس کی تصدیق کرتا ہے جو پہلی قوموں کے پاس ہے ۔ یہ ایک امتیازی نشان ہے جو رسول عربی فداہ امی و ابی میں پایا جاتا ہے کیونکہ یہی ایک رسول ہے جس نے اپنے سے پہلے دنیا کے تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا چنانچہ اس کا ذکر قرآن کریم میں بار بار ہے ۔ ابتداء قرآن ہی میں فرمایا یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک جو کچھ تم سے پہلے نازل ہو چکا اس سب پر ایمان لاتے ہیں اور پھر فرمایا قل اٰمنا باللہ وما انزل علینا وما انزل علیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب

والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ والنبیون من ربھم لانفرق بین احد منھم

کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو اتارا گیا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور قبیلوں پر اور اس پر جو دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ اور سب نبیوں کو اپنے رب کی طرف سے ہم ان میں سے کسی میں بھی تفرقہ نہیں کرتے پس یہاں درحقیقت بتا دیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا کے کل نبیوں کی تصدیق فرماتے ہیں اور اس طرح پر قرآن نے خود ہی یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ رسول مصدق لما معکم سے کیا مراد ہے کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی دنیا میں ایک رسول ہوا ہے۔ جس نے دنیا کے کل نبیوں کی تصدیق کی ہے اور ان پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے۔

حضرت مسیح کے حواریوں نے بھی اس بات کی شہادت دی ہے کہ وہ نبی مثیل موسیٰ جس کی پیشگوئی استثناء ۱۸-۱۵ و ۱۸ میں ہے - اس کے متعلق دنیا کے کل نبیوں نے شہادت دی ہے چنانچہ اعمال رسل باب ۳ آیت ۲۱ میں ہے "ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے - اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا - کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اٹھاویگا - جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سنو" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کے بعد تک اس پیشگوئی کا انتظار تھا - اور دنیا میں ایک ہی شخص ہوا ہے جس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں وہ نبی ہوں جس کی بابت کل نبیوں نے خبر دی تھی - اور جس طرح اس کی خبر سب نبیوں نے دی - اسی طرح اس نے سب نبیوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ۔

فہرست چندہ جماعت احمدیہ شملہ

(معرفت شیخ [illegible]الدین صاحب کمپوزیٹر)

مخدوم محمد اشرف صاحب بی اے میڈیکل برانچ صہ
شیخ عبدالرحمن صاحب احمدی بی اے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ تجارت عہ
منشی عبدالرحیم صاحب ریلوے بورڈ عہ
شیخ عبدالحق صاحب اکر ممبر آفس عہ
خواجہ خضر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس عہ
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر - بابو جند [illegible] صاحب ریڈر
منشی محمد لطیف صاحب کمپوزیٹر - میاں سراج الحق صاحب
شیخ [illegible]الدین صاحب - شیخ کرم خاں صاحب
منشی رحمت علی صاحب - میاں شاہ محمد صاحب
مولوی عبداللہ صاحب - شیخ [illegible]الدین صاحب کمپوزیٹر عہ
میزان کل [illegible] ۱۳

تازہ خبریں

بحیرہ بالٹک میں جرمن جہازوں کی غرقابی - لنڈن ۱۴ جون - سٹاک ہالم - خبر ملی ہے کہ علاوہ ایک جرمن امدادی کروزر کے ۵ جرمن تجارتی جہاز بحیرہ بالٹک کی لڑائی میں غرق کئے گئے۔

لنڈن ۱۵ جون - پیٹروگراڈ کا ایک اعلان مظہر ہے کہ ۱۳ اور ۱۴ جون کی رات کو ہمارے تارپیڈو کشتیوں نے بدرقہ جہازوں پر حملہ کیا۔ ہم نے چھوٹی تارپیڈو کشتیوں کے نمونہ کے چند بدرقہ جہاز غرق کئے - اور نیز ایک امدادی کروزر غرق کیا - اور اہل جہاز گرفتار کر لئے ہمارے کسی قسم کا کوئی نقصان نہیں ہوا - بدرقہ جہازوں نے سویڈش سمندر میں پناہ لی اور اسطرح ہمارے تعاقب کو روک دیا۔

امریکہ کی پریزیڈنسی لنڈن ۱۶ جون - سینٹ لوئیس کنونشن نے مسٹر ولسن کو نامزد کیا ہے

معاملات چین - لنڈن ۱۵ جون - پیکن - لیانگ شیائی - ڈائریکٹر جنرل آف کسٹمز مستعفی ہو گیا ہے - البتہ رسل و رسائل کے بورڈ کی پریزیڈنسی کے عہدے پر وہ بدستور قائم ہے یہ شخص شاہی تحریک کے جاری کنندگان میں سے ایک تھا - سزا سے بھی مالی تنازعہ کا ذمہ دار سمجھا جاتا تھا - اور جنوبی علاقہ والوں کے کبار تی مطالبات میں سے ایک مطالبہ یہ بھی تھا کہ اسے موقوف کیا جائے اور سزا دیجائے۔

جہاز ہیمپشائر کی غرقابی کے متعلق صیغہ بحری کی کامیابی - لنڈن ۱۵ جون صیغہ بحری اعلان کرتا ہے کہ جہاز ہیمپشائر کے پسماندگان سے حسب ذیل حالات معلوم ہوئے ہیں جہاز ہیمپشائر ایک سرنگ سے ٹکرا کر ۱۵ منٹ میں غرق ہو گیا تو تمام ملازم جہاز کو ترک کرنے کے لئے کشتیوں کو روانہ کئے گئے تھے - لارڈ کچنر کو کپتان کی کشتی کے نزدیک سامنے کے ایک پل پر آخری دفعہ دیکھا گیا تھا - لیکن کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کشتی میں سوار ہوئے یا نہیں - کوئی کشتی جہاز سے الگ نہیں ہوئی - البتہ بیڑ لکڑی کے تختے الگ ہوئے تھے - ہر ایک تختہ پر ۵ سے ۶ تک آدمی موجود تھے - لیکن آہستہ آہستہ یہ اشخاص تھکاوٹ یا سردی کے باعث تختوں پر سے گر گئے۔

مزید تفاصیل - لیبک خبر - جہاز ہیمپشائر کی غرقابی کے متعلق صیغہ بحری کا بیان مظہر ہے کہ شدید آندھی چل رہی تھی اور سمندر کی لہریں جہاز کے اوپر تک پہنچتی تھیں - جب جہاز ایک سرنگ سے ٹکرایا - تو سردار کی طرف سے بیٹھ گیا - ہیمپشائر کے غرق ہونے سے پہلے ایک کشتی ڈالی گئی تھی لیکن یہ ٹوٹ کر دو ٹکڑوں میں منقسم ہو گئی - اور اہل کشتی پانی میں گر پڑے - جب آدمی کشتیوں کی طرف گئے دروازے کھول رہے تھے - لارڈ کچنر معہ بحری افسروں کے نمودار ہوئے - موخر الذکر افسروں نے کہا کہ "لارڈ کچنر کے لئے راستہ چھوڑ دو" دونوں تختہ جہاز پر آ گئے اور آخر کار چار بحری افسر تختہ جہاز پر ٹہلتے ہوئے دیکھے گئے - کپتان نے لارڈ کچنر کو آواز دی - کہ وہ سامنے کے پل پر آ جائیں - کثیر تعداد اہل جہاز نے جان بچانے والی پیٹیاں پہن لی تھیں - جو انہیں تیرنے میں بہت کارآمد ہوئیں ایک تختہ پر سوار [illegible] صرف ۶ بچے - ایک تختہ پر ایک پرائیویٹ فوجی سپاہی بھی تھا - لیکن معلوم نہیں اس کا کیا ہوا - بعض اہل جہاز دیر تک موسم میں رہنے کے بعد چٹانی ساحل پر اترنے کی کوشش میں ہلاک ہوئے ہوں گے چند زمین پر اترنے کے بعد مر گئے - رپورٹ روانہ کرتے ہوئے لارڈ جیلیکو تحریر کرتے ہیں کہ "ایسے سرکردہ سپاہی اور ایسے مرد عظیم کے اس وقت جب وہ بیڑے کی زیر حفاظت تھے ہلاک ہونے پر عظیم بیڑے کو جو رنج ہوا اسکو میں کافی طور پر ظاہر نہیں کر سکتا ۔"

وردن کی لڑائی - لنڈن یکم جون - ایک فرانسیسی اعلان مظہر ہے کہ کل میوز پر فوج کی کوئی لڑائی نہیں ہوئی -

لنڈن ۱۶ جون - پیرس - کل رات کا اعلان مظہر ہے کہ میوز کے بائیں طرف توپخانہ کی تیاری کے بعد فرانسیسیوں نے ایک بے باکانہ حملہ کیا - اور مورٹ ہوم کی جنوبی ڈھلوان پر ایک جرمن خندق فتح کر لی - نیز ۳۰ قیدی گرفتار کئے - علاقہ ہائیکورٹ میں توپخانہ نے شدید سرگرمی ظاہر کی - میوز کے دائیں طرف دشمن نے علاقہ جات [illegible] ہل اور [illegible] پر شدید گولہ باری کی گئی باقی محاذ پر ٹھہر ٹھہر کر گولہ باری ہوئی ۔

جٹلینڈ کی لڑائی - لنڈن ۱۴ جون - کوپن ہیگن - اخبار [illegible] تسلیم کرتا ہے کہ نئے جرمن کروزر کو جٹ لینڈ کی لڑائی میں نقصان پہنچا ہے۔

قط سے آمدہ ترکوں کی شکست لنڈن ۱۶ جون - ٹائمز کا نامہ نگار مقیم پیٹروگراڈ رقمطراز ہے کہ فارسی سرحد پر ایک ترکی جارحانہ کارروائی کو جس میں کہ قط سے آمدہ ترک بھی شریک تھے - شکست دی گئی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۲ - جون ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۵

تعلیم نسواں اور موجودہ مسلمان

اسلام کے متعلق یہ کہنا کہ یہ گویا علم کا گھر ہے جس میں داخل ہو کر انسان رفعت و منزلت کی ان بلند ترین چوٹیوں پر پہنچ سکتا ہے جو اس کو دنیا و آخرت میں کامیاب و فائز المرام بنا دینے والی ہیں۔ علم کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ایک وہ علم بھی ہے جو صرف ایک چیز کے جان لینے کا نام ہے۔ لیکن اس سے کوئی مادی و روحانی فوائد انسان کو میسر نہیں آتے پھر ایسے علوم بھی دنیا میں آج ہیں اور بہت زور انھیں کا ہے۔ جو صرف مادی فوائد تک اپنے دائرہ اثر کو محدود رکھنے والے ہیں۔ اور ان کے حصول سے انسان کی چشم بصیرت یا بالفاظ دیگر روحانی آنکھ ویسی کی ویسی ہی بند رہتی ہے اور ہرگز وا نہیں ہوتی اسلام جن علوم کی ہمیں تعلیم دیتا ہے وہ ان دونوں قسموں سے بالاتر۔ جسمانی و روحانی ہر ایک پہلو سے ہمیں کامیابی کے اعلیٰ ترین نصب العین تک پہنچا دینے والے ہیں۔ اصل میں زیادہ تر یہ انسان کی اپنی آنکھ کا بھی قصور ہے کہ وہ بعض اوقات ایک ہی قسم کے واقعات کو دیکھ کر مختلف نتائج کو اخذ کرتا ہے۔ سکولوں کی ابتدائی انگریزی جماعتوں میں Eyes and no Eyes کے عنوان سے ایک سبق پڑھایا جاتا ہے جس میں اسی واضح حقیقت پر نہایت خوبی کے ساتھ ایک مثال کے ذریعہ سے روشنی ڈالی گئی ہے اسی کے مطابق یہ کبھی ایک حالت مختلف انسانوں پر وارد ہوتی رہتی ہے۔ کہ ایک ہی قسم کا علم حاصل کر کے وہ مختلف مدارج اور فوائد کو پاتے ہیں تھیئٹر کس قدر بری چیز ہے اور نوجوانوں کے اخلاق اس کی وجہ سے کیسے خراب ہوتے ہیں لیکن حضرت خلیفۃ المسیح مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ تھیئٹر کا دیکھنا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اہل دل کے لئے جائز ہے۔ ایک ہی چیز ہے ایک ہی کام ہے لیکن ایک طبقہ کے لئے جائز ہے اور ایک کے لئے ناجائز۔ کیوں؟ اسی لئے کہ ان دونوں کا نصب العین جدا جدا ہے۔ اور مختلف نتائج تک وہ پہنچتے ہیں۔ اسی طرح ان علوم میں بھی خواہ وہ کسی قسم کے ہوں ایک صحیح نصب العین کی ضرورت ہے۔ وہی علوم جو ایک انسان کو کمثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق بنانے کے سوائے اور کسی کام نہیں آتے بعض لوگ ہیں کہ انھیں سے کئی ایک مفید کام نکالتے ہیں۔ اسلام بھی جہاں انسان کو اعلیٰ ترین علوم کی طرف راغب کرتا ہے اور بظاہر خراب اور بُرے نتیجہ تک پہنچانے والے علوم سے بچانا چاہتا ہے وہیں ایک صحیح اور اعلیٰ ترین نصب العین بھی اس کے سامنے رکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر ایک وہ چیز جو دوسروں کے لئے نقصان رساں ہے ایک مسلمان کے لئے باعث رحمت و برکت ہو جاتی ہے۔ گویا صرف ایک مطمح نظر کے بدل لینے کی دیر ہے جب وہ اسلام کے حسب منشا اس کو بنا لیتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم وارد ہو جاتا ہے کہ یا نار کونی بردا وسلاما علیٰ ابراھیم اس وقت وہ چیز جو بمنزلہ ایک آگ کے تھی باعث ٹھنڈک بن جاتی ہے۔ قرآن کریم نے کس خوبی کے ساتھ جا بجا ہمیں مختلف علوم کی تحریص دلائی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی کس قدر اعلیٰ نصب العین ان علوم کے حصول میں ہمارے سامنے رکھا ہے۔ وہ اولی الالباب (صاحب عقل لوگوں) کی تعریف کرتا ہے۔ اور یہ نہیں کہتا کہ وہ کوئی مسجد کے حجروں میں ہی بیٹھ رہنے والے ہیں اور دنیا و ما فیہا سے انھیں کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ان کے لئے چند ایک نشانات بیان کرتا ہے اور نشانات بھی وہ جو انتہائی دنیوی ترقیات پر پہنچانے اور دنیا میں ایک معزز ترین انسان بنا دینے والے ہیں۔ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلاف الیل والنھار لاٰیٰت لاولی الالباب آگے فرماتا ہے وہ اولی الالباب کون لوگ ہیں الذین یذکرون اللہ قیاما ... سبحانک فقنا عذاب النار۔ کس جگہ سے شروع کیا اور کس اعلیٰ مقام تک پہنچایا۔ اور آخر میں کس نتیجہ اور نصب العین کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت کی اٹھتے بیٹھتے اور لیٹے اللہ کو یاد کرنا اور زمین و آسمان یا بالفاظ دیگر دنیا و ما فیہا کی بناوٹ پر غور کرنا اور پھر اس نتیجہ تک پہنچنا کہ یہ سب کچھ کوئی فضول اور رائگاں نہیں بنایا گیا اور اس سے فائدہ اٹھا کر عذاب جہنم یا ان چیزوں کی برائی سے بچنے کی دعا کرنا یہی وہ باتیں ہیں جن کو موجودہ حالات میں سائنس کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن نے اس کے ساتھ یذکرون اللہ کا لفظ لگا کر اور فقنا عذاب النار کی دعا سکھا کر اسی سائنس کو جو آج صرف دنیوی بہبودی کا باعث ہے روحانی رفعت و منزلت کا بھی موجب ٹھہرا دیا۔

اس نتیجہ اور نصب العین کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان مرد اور ہر ایک مسلمان عورت برابر اور یکساں طور پر ہر ایک دینی و دنیوی علوم کے حصول کی یکساں حقدار ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ان پر فرض ہے کہ یکساں طور پر علم کے وسیع سمندر میں بلا خوف و خطر غوطہ زن ہوں۔ لیکن یہ تو وہ باتیں ہیں جو شاید بہت کم لوگوں کو میسر آسکیں۔ ورنہ بالعموم تو مردوں کے ہی یہ پیش نظر ہوتا ہے اور نہ ہی عورتوں کو بالخصوص اس نقدان مذہب کے زمانہ میں ایسے اعلیٰ ترین نتائج تک پہنچانے کی کوشش ہوتی ہے اس لحاظ سے موجودہ حالت میں ہمیں تعلیم کے بارہ میں جن دشوار گذار منازل میں سے ہو کر گذرنا ہے وہ کچھ ایسی کٹھن اور خوفناک ہیں کہ ان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بھی انسان کو ڈر لگتا ہے۔

مسئلہ تعلیم ویسے تو عام طور پر بھی آج کچھ ایسا لاینحل سا ہو رہا ہے کہ بہتیرے پہلو اس بارہ میں اختیار کئے جاتے ہیں۔ لیکن کسی صورت میں بھی اس کی ساری کلیں سیدھی ہونے میں نہیں آتیں۔ مگر اس میں بالخصوص تعلیم نسواں کا مسئلہ ایک بہت ہی نازک اور پیچیدہ سا مسئلہ ہو گیا ہے۔ یوں تو جب ہم کسی مسلمان لڑکی کو مروجہ تعلیم کے کسی اعلیٰ امتحان میں کامیاب ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں تو خوشی سے ہماری باچھیں کھل جاتی ہیں۔ اگر لاہور میں مسٹر جسٹس شاہدین کی صاحبزادی امتحان ایف اے میں اعلیٰ ترین نمبروں میں کامیاب ہوتی ہے اور دوسری طرف موید الاسلام جلال الدین حسینی ایڈیٹر حبل المتین کی صاحبزادی کی رسم تبریک پر جو اس کے امتحان لوکل سینیر کیمبرج میں پاس ہونے پر ادا کی گئی اس کو ہم ایک نہایت اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ فارسی تقریر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو قدرتاً ایک خوشی ہوتی ہے۔ کہ مسلمان مستورات کو بھی تاریکی سے نکلکر روشنی میں آنا نصیب ہوا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی ہم سخت ششدر اور خوفزدہ سے رہ جاتے ہیں جب ہم ان خوفناک نتائج پر غور کرتے ہیں جو بعض دوسری اقوام کی لڑکیوں میں اسی مروجہ تعلیم کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ اور ہو رہے ہیں۔ اس لئے تعلیم نسواں کا سوال ہمارے لئے ایک بہت نازک مسئلہ اور معمہ سا بن جاتا ہے جس کو حل کرنا بظاہر بہت ہی مشکل نظر آتا ہے لیکن تاہم ہمت نہیں ہارنا چاہئے اور وہ ہی عاقبت اندیشی کے مبارک اصول کو ترک کرنا چاہئے ہم اس ...

الاخبار والآراء

ہندوؤں کی سب سے بڑی پولیٹکل طاقت

روزانہ ہمعصر بلٹین نے "اچھوت قوموں کا سدھار" کے عنوان سے اپنی ۲۰- جون ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں گورنمنٹ کی اس مبارک کوشش کا ذکر کرتے ہوئے جو اچھوت قوموں کی ترقی کے وسائل سوچنے اور انھیں بر روئے کار لانے کے لئے عمل میں آ رہی ہے ہندو لیڈروں سے یہ استدعا کی ہے کہ وہ اچھوت قوموں کو ہندوؤں میں شامل کرنے کی پوری کوشش کریں کیونکہ ہمارے معزز معاصر کے خیال میں "زیادہ تر اچھوت قومیں ہندو ہیں - اور ہندو ہی ان سے نفرت کرتے ہیں - حالانکہ اس کے نزدیک "یہ لوگ ہندوؤں کی سب سے بڑی پولیٹکل طاقت ہے"۔ پیغام صلح کو پولیٹکل معاملات سے قریباً ہمیشہ ہی احتراز رہا ہے اس لئے اپنے لائق معاصر سے اس مسئلہ کا مذہبی رنگ میں بادب جواب دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا اس سب سے بڑی پولیٹکل طاقت کے ساتھ عام ہندوؤں کی طرف سے نفرت و بدسلوکی کا جو برتاؤ ہوتا ہے یہ کارروائی انھوں نے خود بخود اختیار کر رکھی ہے یا ان کے اس طریق عمل کی بنا کسی مذہبی تعلیم پر ہے اگر آیا ہے بانی اور اس نفرت کا اصل باعث صرف وید کے دھرم اور منوجی کے قوانین ذاتیات ہیں تو ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے مخروطہ تا آیا ان مذہبی تعلیمات سے انحراف کرنا ہے! کچھ اور- اصل بات یہ ہے کہ ہندو لیڈروں کو اچھوت اقوام کو اپنے میں شامل کرنے کی نصیحت کرنا اس وقت تک فائدہ مند نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس تفریق کو وید مقدس اور منوسمرتی سے انیامیٹ نہ کیا جائے اور قرآن کے اصول ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم کو اپنا نصب العین نہ بنایا جائے - رہا ان کا "ہندوؤں کی سب سے بڑی پولیٹکل طاقت" ہونا سو بیشک افراد کی زیادتی پولیٹکل طاقت میں ایک حیرت انگیز انقلاب پیدا کر سکتی ہے لیکن بلحاظ جماعت اور عقائد یہ طاقت طاقت نہیں- بلکہ جماعت کے انتشار کا ذریعہ ہے اسی لئے مسلمانوں کا یہ سب سے پہلا فرض ہے کہ وہ نہ صرف ان لوگوں کو دنیوی طور پر ہی اپنے زیر اثر لانے میں کوشاں ہوں گے۔ دینی و مذہبی اعتبار سے بھی انھیں اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر دنیا و عاقبت دونوں میں سرخرو اور کامیاب ہوں- سب سے پہلا موقع اچھوت قوموں کو سدھارنے کا تو مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے جہاں ذات و فرقہ بندی کا کوئی امتیاز ہی نہیں اور جو کنتم خیر امت اخرجت للناس کے ماتحت کل دنیا جہان کے لوگوں کی بلا امتیاز ذات و قوم بھلائی کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں - پس کیا یہ ہمارے لیڈران قوم اور دیگر تبلیغی انجمنوں کا فرض نہیں کہ وہ اس طرف متوجہ ہو کر اور اچھوت اقوام کی تربیت میں گورنمنٹ کی امداد کر کے ملکی و روحانی ہر دو پہلوؤں میں کامیابی کا منہ دیکھے۔

انسداد تمباکو نوشی کی تحریک پر بعض اخبارات

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں آنریبل سردار گجن سنگھ صاحب کے اس مسودہ قانون کا ذکر کیا تھا جو انھوں نے انسداد تمباکو نوشی کے متعلق پنجاب کونسل میں پیش کرنا چاہا ہے - افسوس ہے کہ اس تحریک کی اصل بنیاد پر غور کرنے کے بجائے بعض یہاں کے اخبارات نے خواہ مخواہ یہ عذر لنگ پیش کر دیا ہے کہ تمباکو نوشی پر قانونی حد بندیاں واقع ہونے سے دیگر معاملات میں بھی حریت و آزادی آہستہ آہستہ سلب ہو جائیگی اور قانون کو تمام مسائل میں دست اندازی کرنے کی گویا ایک راہ مل جائیگی- لیکن ہمارے خیال میں جس آزادی سے بجائے فائدہ کے الٹا ہم تنزل کی راہ اختیار کر رہے ہوں اور ایسی قابلیت اور موثرانہ سپرٹ ہم میں باقی نہ رہ گئی ہو کہ جو غلط راہ پر چلنے سے ہمیں روک سکے تو اس سے بہتر ہے کہ قانونی شکنجہ سے ہی بد عادت کو درست کرنے کا کام لیا جائے- ممکن ہے اس طرح سے مجبوراً بد عادت کو ترک کرنے پر آہستہ آہستہ نیک عادت راسخ ہو جائے اور پھر قانونی حد بندیوں کی ضرورت باقی نہ رہے- آخر کوئی طریقہ اصلاح عمل کا بھی تو ہونا چاہئے آجکل ہندوستانیوں پر تو یہی بات صادق آتی ہے کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں ماننے - مذہبی واعظین کا ان پر اثر نہیں منشیات کے نقصانات کو دیکھتے ہوئے ان کی توجہ اصلاح کی طرف نہیں ہوتی پھر سوا اس کے کہ جبر سے کام لے کر بدیوں سے چھڑایا جائے اور کیا طریق کام دے سکتا ہے۔

جہالت کے کرشمے

توہمات اور غلط اعتقادات کی وجہ سے جہالت ابھی تک کہیں کہیں اپنا رنگ دکھا دیتی ہے - ذیل کے ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اور تو اور بعض مسلمان بھی بت پرستی جیسی مذموم عادت میں بعض علاقوں میں مبتلا ہیں اور جیسا کہ اس کا لازمی نتیجہ ہے وہ طرح طرح کے توہمات میں مبتلا ہو کر بعض ناکردنی کرتوتوں تک کے مرتکب ہو جاتے ہیں - حال ہی میں مسٹر کے بی ڈاس گپتا مجسٹریٹ کلکتہ کی عدالت میں ایک دلچسپ مذہبی جھگڑے کا مقدمہ پیش ہوا جس کی کیفیت یہ ہے کہ مسلمان پاڑا میں لونا سنار اور پیرو جاٹ کے درمیان فساد ہو گیا ہر ایک یہی دعوی کرتا تھا کہ میرا دیوتا بڑا طاقتور ہے - لونا سنار نے کہا کہ میرا دیوتا ہوگلی کے پانی کو خون میں تبدیل کر سکتا ہے پیرو جاٹ نے یہ دعویٰ کیا کہ تیرے دیوتا نے اگر ہگلی کے پانی کو خون کر دیا تو میرا دیوتا ہگلی کے خون کو پی کر اسے خشک کر دیگا- اور پھر اس میں تازہ اور صاف دودھ کا دریا بہا دیگا یہ بحث آخر اس قدر تیز اور گرم ہو گئی کہ دونوں میں لٹھ چل گئے- پیرو جاٹ نے لٹھ سے اپنے حریف کی دائیں ٹانگ توڑ ڈالی لونا کو شفاخانہ پہنچایا گیا - مگر اب وہ ہمیشہ کے لئے لنگڑا ہو گیا ہے- پیرو کو تین ماہ قید سخت کی سزا دیگئی ہے خدا جہالت کا ستیاناس کرے - ان خطرناک خیالات کی اصلاح کے لئے ضرورت ہے کہ ایسے علاقوں میں جہاں یہ خیالات پائے جاتے ہوں صحیح اسلامی تعلیمات کی اشاعت کیجائے اور آئندہ ان خطرناک حرکات سے ان لوگوں کو روکا جائے

بہ سلامت روی و بازآئی

ووکنگ مشن کے کاموں میں امداد دینے کے لئے گذشتہ چند ماہ سے مختلف تقریریں عمل میں آ رہی تھیں- بالآخر صوفی مبارک علی صاحب اور ملک عبدالقیوم صاحب بی- اے کے نام پر قرعہ پڑا اور آج صبح ۷ بجے کی گاڑی سے صوفی صاحب بعزم بھلور روانہ ہو گئے - جہاں سے ملک صاحب موصوف کو ساتھ لے کر بمبئی اور پھر وہاں سے ولایت تشریف لے جائینگے- ملک صاحب حضرت مولوی صدر الدین صاحب کے ساتھ وہاں روحانی غذا کا بندوبست فرمائینگے اور صوفی صاحب جسمانی غذا کے مہیا کرنے کا اہتمام کرینگے - اللہ تعالیٰ ان ہر دو کو بخیر و عافیت منزل مقصود تک پہنچائے انھیں اپنے شاندار مقاصد میں کامیاب فرمائے اور ان کے وجود کو وہاں کے لوگوں کے لئے بابرکت

تحقیق الادیان تبلیغ الاسلام

تحریف وید

(۷)

پانچواں وید ویدک تصنیفات کا سلسلہ اس قدر طویل ہوتا گیا کہ اس نے اصلی الہامی کتاب کو مشتبہ کر دیا۔ اور آج یہ آسان امر نہیں کہ ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکیں کہ فلاں نسخہ وید اصلی الہامی کتاب ہے۔ عرصہ دراز تک کے شعرا کے شعروں کو ویدوں کا خطاب ملتا رہا ہے چنانچہ مہابھارت نے بھی پانچواں وید ہونے کا دعویٰ کیا ہے دیکھو ۱۲ پرب کا ۳ بھاگ مہابھارت وہاں اس کو کارشنا وید یعنی وید کرشنا و دیپیانا دیا سا کا جمع کردہ لکھا ہے۔ جو لوگ ویدوں کی تعداد چار سمجھتے ہیں معلوم نہیں وہ مہابھارت کو پانچواں وید کیوں نہیں سمجھتے خوشی کی بات ہے کہ آریہ سماج لاہور نے چار ویدوں کو نامکمل سمجھ کر پانچویں وید یعنی مہابھارت کی کتھا بھی شروع کر دی ہے اور اس کی امرت برکھا (آبحیات کی بارش) سے امرت دھارا بلڈنگس سے تین نوجوان عورتیں بھی مہابھارت کے دیاکھیان کی امرت روپی ورشا سے سیراب ہوکر ایسی فرار ہوئی ہیں کہ اب تک اپنے اپنے گھروں میں واپس نہیں پہنچیں۔ چندے دیاکھیان کا سلسلہ جاری رہا تو امید ہے کہ اہل لاہور کے لئے بڑی برکات کا موجب ہوگا۔

مہابھارت وہ عظیم الشان پانچواں وید ہے کہ جس کی بزرگی کی گرد کو بھی باقی چاروں وید نہیں پہنچ سکے۔ چنانچہ جب مہابھارت کو ترازو کے ایک پلڑے میں اور چار ویدوں کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا تو دیوتاؤں نے مہابھارت کے بھاری ہونے کا فتویٰ دیا۔ جو کوئی اس کا ایک حصہ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ زمینی نہیں بلکہ آسمانی مشینوں نے اس کو چھاپا اور اس کی جائے اشاعت بھی آسمان ہی قرار پائی۔ اور دیوتاؤں نے بطور اپنے دین کے زمین پر بھیجا۔ پس اگر وہ دیاکھیان سننے والوں کو آسمان پر نہ پہنچا سکے تو دعوے بلا ثبوت رہتا ہے۔

تحریف وید کے متعلق مہاتما بدھ کی رائے بدھ کہتا ہے دراصل وید تین تھے جو مہابرہم سے حاصل کئے گئے اس وقت ان میں راستی و صداقت تھی مگر اس کے بعد برہمنوں نے اس میں تحریف کر دی اور

اس میں بہت سے شکوک اور اغلاط ہیں۔ (ایسٹرن مانک ازم صفحہ ۱۸۵) مہاتما بدھ کی یہ رائے قابل قدر ہے۔ چونکہ وہ خود دنیا کا ایک عظیم الشان نبی اور مصلح تھا اس لئے کچھ عجب نہیں کہ یہ علم اسے خدا سے ملا ہو یہ رائے اس لئے بھی صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ خود ویدوں رامائن اور شت پتھ برہمن کے اکثر حوالوں سے وید تین ہی ثابت ہوتے ہیں۔

پروفیسر میکسمولر کی رائے پروفیسر صاحب اپنی کتاب قدیم سنسکرت لٹریچر کے صفحہ ۸۶ پر شرتی اور سمرتی میں فرق بیان کرتے ہوئے شرتی میں منتر سنگھتا اور برہمنا دونوں کو شامل کرتے ہیں۔ پس نہ صرف رگ۔ یجر سام اور اتھروَن ہی وید ہیں بلکہ تمام کے تمام برہمن گرنتھ بھی ویدوں میں شامل ہیں۔ اگر ہمارے آریہ دوست برہمن گرنتھوں میں تحریف کے قائل ہیں تو وید کے نصف حصے میں تحریف کے قائل تو خود ہو گئے باقی نصف میں تحریف کا ہونا عذر لنگ سے بڑھ کر نہیں پروفیسر صاحب موصوف کی علمیت کا اعتراف خود دیانندجی مہاراج کو بھی تھا چنانچہ آنحضور اکثر پروفیسر صاحب کو بجائے میکسمولر موکش مل یعنی نجات یافتہ لکھا کرتے تھے۔ اور آئے دن ہمارے سماجی دوست بھی ان کے حوالے پیش کرتے رہتے ہیں۔ پس پروفیسر صاحب کی رائے نہایت قیمتی رائے ہے۔

اسی بحث کے ضمن میں پروفیسر صاحب مذکور آگے چل کر لکھتے ہیں کہ منو کے دھرم شاستر مستند ہونے کا اقرار خود وید کو بھی ہے چنانچہ وید میں یہ کہا گیا ہے کہ جو کچھ منو نے کہا وہ بطور دوا تھا۔ پس منو کی نسبت یہ رائے یقیناً منوسمرتی کی تصنیف کے بعد شامل کی گئی ہے اور اس کے شامل کرنے کی غرض یہ تھی کہ بدھ کے دھرم شاستر پر منو کو ترجیح دی جائے۔ کیونکہ بدھ کے زمانہ میں یہ بحث پیش آئی تھی کہ جب بدھ کا دھرم شاستر بھی اصلی ویدوں کی بنا پر ہے اور منو کا بھی تو دونوں قابل تسلیم ہونے چاہئیں چنانچہ اس وقت یہ فقرہ گھڑ کر ویدوں میں شامل کیا گیا تاکہ منو کی فضیلت ثابت ہو جائے اس بحث پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے کمارل نے بھی تنتر ورتیکا ۲۰۱ میں یہی دلیل دی ہے مہادیو اپنی تفسیر ہرنیاکش سوتروں میں کہتا ہے کہ سمرتی ویدوں کی سند سے [illegible] ہے چنانچہ ویدوں میں یہ [illegible] گیا ہے کہ جو کچھ منو نے کہا وہ بطور دوا تھا۔

وید کے گمشدہ حصے سائینا اپنی تفسیر رگ وید میں لکھتا ہے نہانے دھونے کے اکثر احکام وید کے اس حصے کی بنا پر بنائے گئے ہیں جو گمشدہ ہے اسی طرح تنترا ورتیکا میں کمارل لکھتا ہے کہ کلپ سوتروں (جو قربانیوں کے طریقے ویدوں کے مطابق ہیں) کہ جن پر اب ہم کاربند ہیں اور سمرتیوں میں بہت فرق ہے۔ اور وہ مبنی ہیں ویدوں کے ان حصوں پر جو یا تو گم ہو چکے ہیں یا منتشر ہو چکے ہیں اس حوالے سے ثابت ہے کہ وید کے کئی حصے گم ہو چکے ہوئے تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے سمرتیاں تصنیف کی گئیں۔

وید ایک بھی اصلی نہیں ہردت آپستمب سامایا چارک کی تفسیر سوتر نمبر ۲ کی شرح میں لکھتا ہے وید اعلیٰ درجے کے پرمان نیکوں اور بدوں کے لئے تھے۔ اور ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور جو ازل سے بے نقص اور چونکہ وہ الہام ہوئے تھے اس لئے ان میں نقص نہیں۔ .... اگرچہ ہمارے زمانہ میں ایک بھی اصلی وید موجود نہیں۔ اس لئے جو ان عہد ناموں کا سرچشمہ ہے اس پر کاربند رہنا چاہیئے جو منو اور دوسرے لوگوں نے کہا لیکن کمارل اس کا جواب یہ دیتا ہے کہ سمرتیوں کا گم شدہ نسخہ کی بنا پر سمجھنا اور اس پر دلیل لانا مردہ کو شہادت کے لئے بلانا ہے۔

لاعلاج تعصب رہبر ہی کا خیال آریہ گزٹ ہے معاصر پیغام صلح نے لکھا تھا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی بھر میں کوئی تصویر نہیں بنائی کیونکہ اس طرح توحید پرستی میں فرق آتا تھا۔ اس پر آریہ گزٹ لکھتا ہے کہ اگر تصویر ہی میں یہ اثر ہے کہ اس کے دیکھتے ہی شرک آ جاتا ہے) تو نامعلوم اصل میں یہ کتنا جذبہ ہوگا۔ جو توحید کو پاس نہ پھٹکنے دے۔ اگر ہمارا اخلاق اجازت دیتا تو ہم یہ کہہ سکتے تھے کہ یہ سخت اشتعال انگیز الفاظ راقم مضمون کے انتہا درجہ کے خبث باطن اور لاعلاج تعصب کا نتیجہ ہیں لیکن ہم اس قسم کی کوئی بات کہنا نہیں چاہتے کیونکہ دنیا خوب جانتی ہے کہ ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی سرزمین میں خدائے واحد کے نام کو روشن کرنے والا اسی نور ہدا کا روحانی تصرف ہے جس کی نسبت مخالفین اس قدر ورید و دہنی سے کلام کرتے ہیں۔ (وکیل)

نکات القرآن

حصہ سوم

بفضلہ تعالیٰ جو چھپکر تیار ہوگیا ہے اس میں سورۃ آل عمران کی تفسیر پورے ۱۱۲ صفحوں پر ختم ہوئی ہے۔ جس میں قرآن کریم کے نکات و غوامض کے ساتھ ساتھ حضرت امیرؓ نے جا بجا ضروری نصائح بھی مسلمانوں کو کی ہیں۔ اس حصہ کے پڑھنے سے اسلام کی عظمت و رفعت اور قرآن کریم کی پاک تعلیمات کی عمدگیوں کا خصوصیت سے پتہ لگتا ہے۔ ع

از سر تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

کے مصداق یوں تو اس کا ہر ایک مضمون ہی ایک موتیوں کی لڑی ہے اور ان سب کا ایک ایک لفظ ہمیں ہر پہلو سے رہنمائی کا کام دے سکتا ہے۔ لیکن میں اس جگہ ایک سب سے بڑی ضرورت

دعوت الی الاسلام

کے متعلق ایک نہایت ضروری مضمون کو جو آیہ کریمہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر الخ کی تفسیر کرتے ہوئے آنحضور نے لکھا ہے اپنے ناظرین کے فائدہ کے لئے نقل کرنا چاہتا ہوں وھو ھذا:-

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون اور چاہئے کہ تم میں ایک ایسا گروہ موجود رہے جو خیر کی طرف بلاتے رہیں۔ اور اچھی باتوں کا حکم دیں۔ اور بری باتوں سے روکیں اور یہی کامیاب ہونیوالے ہیں۔ یہ کامیابی کا تیسرا اصول ہے اور اس کے ساتھ المفلحون کا لفظ لگا کر یہ بتا دیا ہے۔ کہ حقیقی کامیابی اس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکیگی ان امور میں سب سے بڑی بات دعوت الی الخیر ہے۔ اور اس سے مراد درحقیقت دعوت الی الاسلام ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ فرمایا ما یود الذین کفروا من اھل الکتٰب ولا المشرکین ان ینزل علیکم من خیر من ربکم جہاں منزل من اللہ یعنی قرآن کریم کو خیر کہا ہے۔ اور چونکہ خیر کے معنے بھلائی ہیں اور حقیقی بھلائی کی سب راہیں قرآن کریم میں ہی ہیں۔ اس لئے ارشاد الٰہی یہاں یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایک جماعت ہمیشہ ایسی موجود رہے جو دعوت الی الاسلام کے کام میں لگی رہے۔ ابتدائے اسلام کا زمانہ تو وہ تھا کہ ہر ایک مسلمان کے اندر ایک ایسی روح دعوت الی الاسلام کی پھونک دی گئی تھی۔ کہ وہ سب کے سب ہی داعیان اسلام تھے۔ اور اس جوش اور تڑپ کو لیکر وہ دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف شہروں اور جزیروں میں نکل گئے۔ اور تھوڑے ہی سالوں میں دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا یعنی اسلام کا نام دنیا کے دور دور کے ملکوں میں روشن کر دیا۔ افغانستان میں چین میں ہندوستان میں جزائر میں افریقہ میں۔ ایران۔ ترکستان شام میں۔ غرض ہر ملک اور ہر شہر میں اسلام کا جھنڈا لگا دیا۔ پھر بعد اس کے ایک ایسا زمانہ آیا کہ بادشاہوں اور امراء کی توجہ دعوت الی الاسلام کی طرف سے کم ہو کر وہ تو اپنے تعیشات میں گرفتار بلا ہوگئے علماء کی توجہ بھی زیادہ تر اپنے فروعی اختلافات میں صرف ہونے لگی۔ پھر بھی بہت سے خدا کے بندے ان تمام جھگڑوں سے الگ ہو کر دعوت الی الاسلام کے کام میں لگے رہے۔ بہت سے وہ بزرگ جنکے ناموں پر آج ہزاروں لوگ قربان ہوتے ہیں ان کی یہ عزت محض اسلام کی خدمتگذاری سے ہوئی۔ وہ درحقیقت روحانی بادشاہ تھے۔ اور جب دنیوی بادشاہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کو چھوڑ دیا۔ تو ان روحانی بادشاہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لے لیا۔ مگر یہ کس قدر افسوسناک نظارہ ہے۔ کہ آج ان داعیان اسلام کی گدیاں محض دنیا کے چند پیسے کمانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ اور ہر ایک گدی جس میں ہزاروں اور لاکھوں کی آمد ہے۔ وہ چند لوگوں کے پیٹ بھرنے یا ان کے تعیش کا سامان پیدا کرنے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے اور نہ صرف دنیا کی محبت اور دنیوی جھگڑوں میں ہی گرفتار بلا ہو رہی ہے۔ بلکہ طرح طرح کی بدعادات میں مبتلا ہو کر خود مسلمانوں کو چاہ ضلالت میں گرا رہی ہے۔ اور دعوت الی الاسلام کا وہاں نام بھی نہیں۔ کاش ان گدیوں کی آمد کا دسواں حصہ بھی مسلمان دعوت الی الاسلام پر خرچ کرتے تو مسلمانوں کی قوم اس مردگی کی حالت کو نہ پہنچتی کاش دنیوی بادشاہ ہی کچھ انتظام دعوت الی الاسلام کا رکھتے۔ تو ان کی سلطنتیں اس طرح تباہ نہ ہوتیں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کو دونوں گروہوں نے ترک کر دیا بادشاہ اپنے تعیشات میں مصروف ہو گئے۔ گدی نشین اپنی دولت اور عزت کے بڑھانے میں لگ گئے اور علماء اپنے فروعی جھگڑوں میں منہمک ہو گئے تو دعوت الی الاسلام کا کام بالکل جاتا رہا۔ اور مسلمان اسی وجہ سے اس تنزل کی حالت کو پہنچے۔ کہ انہوں نے اپنی زندگی کے سامانوں کو خود لات ماری اور وہ جسے غلطی سے اپنی زندگی سمجھ بیٹھے یعنی اپنے ہی تعیشات اور اپنی ہی آسائش کا فکر وہ درحقیقت ان کی موت تھی۔

کیسے کیسے پاک اصول فلاح کے مسلمانوں کو اس پاک کتاب کے اندر دئے گئے تھے دوسرے لوگوں نے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اور کامیابیاں حاصل کیں۔ مگر مسلمانوں نے ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجورًا کا مصداق اپنے آپ ہی کو ثابت کر دکھایا۔ دنیا کی کونسی قوم ہے۔ جو آج اسلام کے پاک اصول سے متمتع نہیں ہوئی ہے۔ اگر نہیں ہوئے تو صرف مسلمان نہیں ہوئے۔ کس قوم کی مقدس کتاب میں یہ اصول باندھا گیا ہے کہ تم میں ہر وقت ایک جماعت رہے جو دعوت الی الاسلام کے کام کو کرتی رہے۔ سوائے قرآن کے یہ اصول کسی کتاب میں نہ پاؤ گے۔ مگر عملی طور پر کونسی قوم ہے۔ جس کو آج دنیا میں اس اصول کی تارک دیکھتے ہو۔ تو سوائے مسلمانوں کے دوسری قوم نظر نہ آئے گی۔ ہر ایک کو فکر لگی ہوئی ہے۔ کہ دوسروں کو اپنا ہم مذہب بنا لے۔ ہر ایک قوم ایک جدوجہد میں ہے۔ اور سکون میں اپنی موت سمجھتی ہے۔ مگر مسلمان جن کی کتاب نے یہ پاک اصول سکھایا تھا۔ کہ ہر وقت جدوجہد میں لگے رہنا اگر غافل ہیں تو وہی اگر اپنے مذہب کی تبلیغ سے بے فکر ہیں۔ تو وہی۔ نہ مبلغ پیدا کرنے کا سامان ہے۔ نہ دنیا کی ضروریات کی خبر ہے۔ نہ اسلام پر حملوں کی پروا ہے۔ نہ دوسرے مذاہب سے کچھ واقفیت ہے۔ پس کسقدر رونے کے قابل اس قوم کی حالت ہے۔ جس کے گھر میں خزانہ ہے مگر وہ خود اس خزانہ سے بے خبر ہے۔ اور دوسرے لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کیوں دعوت الی الاسلام کے کام کو اس قدر اہمیت دی ہے۔ کہ اسلام میں ایک جماعت کا موجود رہنا ضروری قرار دیا ہے۔ جو دعوت الی الاسلام کے کام میں ہی لگی ہوئی ہو۔ اس جماعت کے افراد کی زندگیوں کا مقصد اصلی اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے سوائے اور کچھ نہ ہو۔ اس لئے کہ بغیر اس کے مسلمان قوم ایک زندہ قوم نہیں رہ سکتی۔ دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جس قوم نے اپنی ترقی کے لئے اپنی تعداد کو بڑھانے کے لئے جدوجہد ترک کر دی ہے اس میں تنزل اور انحطاط شروع ہوگیا ہے۔ زندگی کے آثار اس میں سے دور ہو گئے ہیں۔ اور وہ آخر کار مردگی کی حالت تک پہنچ گئی ہے۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تنزل ان کی سلطنت اور حکومت کے جاتے رہنے سے ہوا ہے۔ حالانکہ حق یہ ہے کہ مسلمانوں کا تنزل اس وقت سے شروع ہوا ہے جب سے انہوں نے دعوت الی الاسلام کے کام کی طرف کم توجہی کر دی ہے اور سلطنتوں کا جانا تو

محض اس کے نتائج میں سے ایک نتیجہ ہے۔ پھر جب مسلمان دعوت الی الاسلام کے کام پر پوری توجہ کریں گے۔ تو پھر وہی کامیابیاں اور وہی شان و شوکت اُن کے لئے ہو گی جس کا وعدہ اولٰئک ھم المفلحون میں ہے۔

اس زمانہ میں جب دعوت الی الاسلام کے کام کی طرف سے مسلمان غافل ہو رہے تھے تو اللہ تعالےٰ نے اس صدی کے مجدد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنی جناب سے یہ الہام کیا کہ وہ ایک جماعت اس غرض کیلئے طیار کریں۔ اور یہ بھی اُن کو الہام آگیا کہ بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد۔ جس میں درحقیقت وہی وعدہ ہے۔ جو اولٰئک ھم المفلحون میں ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کو دیا گیا ہے چنانچہ آپ نے بارہا یہ اعلان کیا کہ میرے آنے کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ "اشاعت اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اور آپ جو اقرار اس سلسلہ میں داخل ہونیوالوں سے لیتے تھے یا جو اقرار اب آپ کے جانشین لیتے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا" اس اقرار کا اصل منشاء بھی یہی ہے۔ کہ ایسی جماعت تیار ہو۔ جن کی ساری غرض خدمت دین ہو۔ پس درحقیقت احمدی جماعت کو تمام جماعتوں سے ممتاز اور مخصوص کرنے والی بات عملی رنگ میں یہی ایک ہے یعنی یہ ایک جماعت ہے۔ جو محض خدمت دین کے لئے بنائی گئی ہے اس کے تمام افراد کی غرض واحد اور اُسکا اصلی مقصد صرف ایک ہے یعنی اشاعت اسلام گویا آپ نے مسلمانوں کے اندر اس حکم کی تعمیل کے لئے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ایک جماعت بنانی چاہی پس ہر ایک شخص جو اس جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ درحقیقت یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کا اصل نصب العین صرف دعوت الی الاسلام رکھیگا۔ اور جس قدر یہ جماعت ترقی کریگی اسی قدر دعوت الی الاسلام کا کام بھی ترقی کریگا۔ اس لئے ہر ایک احمدی کا فرض ہے کہ وہ دوسروں کو بھی اس حق کی طرف توجہ دلائے لیکن اس میں کوئی شبہ کہ لفظ احمدی کا اصلی مفہوم دعوت الی الاسلام ہی ہے۔

دعوت الی الخیر کے ساتھ دو باتیں اور بیان فرمائیں۔ امر بالمعروف اور نھی عن المنکر۔ یہ بھی گویا اسی جماعت کا کام ہے جو دعوت الی الاسلام ہو۔ دوسروں کو اسلام کی طرف بلانا اور مسلمانوں کو نیک رستوں پر چلنے کے لئے ہدایت کرنا اور بُرے کاموں سے روکنا

دعوت الی الاسلام کے ساتھ ہی یہ خوبی بھی مسلمانوں میں سے جاتی رہی ہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے امور منکرہ ہوتے ہیں اور وہ روک نہیں سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو امر منکر ہو اُسے جو ہاتھ سے روکنے کی طاقت رکھتا ہے ہاتھ سے روکدے جو ہاتھ سے نہیں مگر زبان سے روک سکتا ہے وہ زبان سے روکدے۔ جو زبان سے بھی نہیں روک سکتا وہ دل سے ہی اس امر کے ساتھ نفرت رکھے مگر جو امر منکر کے لئے دل میں بھی تنفر نہیں رکھتا وہ گویا اسپر راضی ہو گیا۔ یہودیوں کی بدترین حالت کا ذکر جہاں قرآن کریم نے فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرمایا ہے کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ۔ جن امور منکرہ کا ان کے اندر ارتکاب ہوتا تھا وہ ان سے لوگوں کو روکتے نہیں تھے۔ جب قوم میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنیوالے نہیں رہتے تو ساری قوم ارتکاب معاصی میں دلیر ہو جاتی ہے حتےٰ کہ آخر بدی کو کرتے پر لوگ فخر کرنے لگتے ہیں۔ اسلام کا یہ فخر تھا کہ اس میں چھوٹے سے چھوٹا انسان بڑے سے بڑے کو نصیحت کر سکتا تھا۔ اور اس کی غلطی پر اُسے بیدھڑک آگاہ کر سکتا تھا حضرت ابوبکرؓ جیسا کامل انسان خلافت کے منصب پر آتے ہی کہتا ہے فان زغت فقوموني۔ فاروق جیسے رعب والے انسان کے سامنے ایک بڑھیا یوں کہہ سکتی ہے کہ یا ابن الخطاب اللہ یعطینا و انت تمنعنا قرآن تو عورتوں کے مہر کے متعلق فرماتا ہے۔ ان اٰتیتم احدٰھن قنطارا فلا تاخذوا منہ شیئا۔ اور آپ کہتے ہیں۔ بڑے بڑے مہر نہ دو۔ تو حضرت عمر اپنی رائے سے رجوع کرتے ہیں۔ لیکن آج مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔ کہ ہر حلقہ میں ایک پیر یا گدی نشین ہے اور اسکا حکم ان کے لئے خدا کے حکم کے قائمقام ہے۔ اس کو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم میں یہ غلطی ہے یا فلاں بات تم نے ٹھیک نہیں کہی۔ گویا دعوت الی الاسلام کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی اُن کے درمیان سے اُٹھ گئے ہ

ایک نئی دلیل

۱۰ جون سنہ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں ماسٹر عبدالرحمن صاحب نے جو آجکل کالا پانی میں مقیم ہیں نبوت مسیح موعود کے ثبوت میں ایک دلیل دی ہے اور درود شریف سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس میں کما صلیت علی ابراھیم جو رکھا گیا ہے تو قرآن کریم میں مفصل ذکر آیا ہے کہ ابراہیم نے اپنی روحانی اولاد کے لئے جو بحقیقت انبیائے کرام تھے۔ یہی دعائیں کی ہے۔ کہ ان پر وہ انعام کر جو مجھ پر کئے۔ یعنی ان کو نبی در نبی بناکر لاکھوں کروڑوں بنی نوع انسان کا رہنما بنا دے۔ یہ دعا کچھ ایسی قبول ہوئی کہ لاکھوں نبی آپ کی اولاد میں ہوئے۔ حتیٰ کہ بعثت محمدیہ بھی حضرت ابراہیم کی قبولیت دعا کا نتیجہ ہی ہے۔ انہیں نعم علیہ لوگوں کو مدنظر رکھکر اللہ جل شانہ کا حکم صادر ہوا کہ اے مومنو! تم بھی اپنے نبی صلعم کے لئے ہر روز بلاناغہ دعائیں مانگا کرو۔ کہ آپ فداہ ابی و امی اور آپ کی اولاد پہلی سنگتوں سے پیچھے نہ رہجائے بلکہ قدم آگے رکھے" ماسٹر صاحب کی یہ دلیل تو بڑی لطیف ہے۔ لیکن غالباً کالا پانی کا یہ ایک خاص اثر انکی طبیعت پر ہوا ہے کہ وہ اس دلیل کے محل و موقع کو سمجھنے سے قاصر ہوگئے ہیں۔ کاش وہ ساتھ ہی اس امر کو بھی حل کر دیتے کہ جب اللہ تعالےٰ کا یہی منشاء تھا۔ کہ آنحضرت صلعم کی "اولاد پہلی سنگتوں سے پیچھے نہ جاوے بلکہ قدم آگے رکھے" تو پہلی سنگتوں میں تو آپ خود قائل ہیں کہ لاکھوں اور کروڑوں نبی آئے۔ پھر یہ کیا وجہ ہے کہ یہاں تیرہ سو برس تک ایک بھی نبی نہ ہوا اور صرف آج ایک نبی پیدا ہو گیا۔ کیا یہ ان پہلی سنگتوں سے پیچھے رہنا نہیں اور کیا درود شریف کا صحیح غرض یہ تھا کہ یہ کہیگا کہ صرف ایک ہی نبی تیرہ سو برس میں ہوا کھلے طور پر نظر انداز نہیں کیا جاتا۔ ماسٹر صاحب آپ کی یہ دلیل تو کھلے طور پر آپکے عقاید کو بیخ و بن سے اکھیڑ رہی ہے اگر درود شریف کا یہی منشاء ہے کہ امت محمدیہ میں نبوت کا سلسلہ ویسے ہی جاری رہے جیسے کہ پہلی امتوں میں رہا تو آپکو ماننا پڑیگا کہ تیرہ سو برس میں جتنے اولیاء اور مجددین آئے وہ سب نبی تھے۔ اور اس صورت میں مسیح موعود کی خصوصیت اُڑ گئی آیندہ کے متعلق بھی اگر آپ کہیں کہ آیندہ نبی آئینگے تو بھی ایکطرف تو کما کے لفظ سے جو تشبیہ آپنے قائم کی تھی وہ اُڑ گئی۔ اور دوسری طرف مسیح موعود کی خصوصیت باقی نہ رہی ایسی حالت میں سوائے اسکے کیا چارہ ہے کہ آپ جیسا کہ حق ہے یہ تسلیم کریں کہ سلسلہ محمدیہ میں جتنے اولیائے کرام ہوتے رہے وہ سب ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی یعنی ظلی بروزی اور جزوی نبی تھے۔ اور ایسا ہی مسیح موعود بھی۔ اور یہی ایک بات ہے جو کما کے لفظ کے منشاء کو پورا کر دیتی ہے۔ کما کے یہ معنے نہیں کہ بعینہ اسی طرح کی حقیقی نبوت ہی ہو۔ مشبہ اور مشبہ بہ میں ہمیشہ عینیت نہیں ہوتی بلکہ کسی قدر مغائرت بھی ہوتی ہے۔ اس لئے نبوت کا ایک جزو بھی اس میں آگیا۔ اور سلسلہ بھی ویسے ہی قائم نہ رہا۔ یہی خصوصیت سو وہ مسیح موعود کو

تبلیغی رپورٹ

(از سید مدثر شاہ صاحب گیلانی)

بخدمت گرامی حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس تحریر کو میری گذشتہ رپورٹ کا ایک جزو سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ رپورٹ کو بھیج دینے کے بعد دولمیال میں حسب ذیل گفتگو ہوئی۔ ملک فتح محمد خان محمودی نمبردار نے دریافت کیا۔ کہ آپ کے اور ہمارے درمیان کونسی اختلافی امور ہیں۔ میں نے تفصیل سے بیان کیا۔ اسپر مولوی کرم داد صاحب نے کہا کہ جب خود حضرت صاحب نے حقیقۃ الوحی میں لکھا کہ پہلے اعتقاد پر میں قائم نہ رہا۔ تو اب ناسخ ومنسوخ کا سلسلہ ماننا پڑیگا۔ اور مفصل بیان کیا کہ اس کے بعد میں نے یہ بیان کیا۔ کہ جب تک حضرت صاحب اپنے آپکو غیر نبی سمجھتے تھے تو بقول آپ کے اپنی جزوی فضیلت حضرت مسیح پر بتلاتے رہے لیکن جب ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء کے بعد آپ کو نبوت کی سمجھ آگئی۔ تو پھر بقول آپ کے حضرت صاحب اپنی کلی فضیلت بیان کرنے لگے۔ حالانکہ ریویو نے یہ بحث سکے بعد کے ایک ریویو میں خود حضرت صاحب نے اپنی جزئی فضیلت بیان کی ہے بلکہ الفاظ شان میں بہت بڑا ہے کی تفسیر فرمادی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اگر اپریل ۱۹۰۲ء میں حضرت صاحب نبی ہوگئے تھے تو مئی ۱۹۰۲ء میں پھر آپکی نبوت ٹوٹ گئی۔ دویم یہ کہ آپکا عقیدہ ہے کہ ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء تک مرزا صاحب مسئلہ نبوت کو نہیں سمجھے ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء میں آپکو سمجھ آئی تو پھر کیا وجہ ہے کہ باوجود آجانے سمجھ وتغیر عقیدہ کے حضرت صاحب اس بارہ میں کوئی ذکر نہیں کرتے حالانکہ پہلے تو ۱۹۰۲ء تک سمجھ نہ آئی۔ جب سمجھ آئی تو اسکا اظہار نہیں کرتے کہ اب میرے عقیدہ میں تبدیلی ہوگئی اور ایک تغیر عظیم پیدا ہوگیا ہے لیکن جب ۱۹۰۱ء میں ایک معترض اتفاقاً اعتراض کرتا ہے کہ تریاق اور ریویو کی عبارتوں میں اختلاف ہے تو اب اعتراض کے جواب میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تریاق کے وقت میں غیر نبی تھا اس لئے جزئی فضیلت بیان کی اور ریویو کے وقت میں نبی تھا اس لئے کلی فضیلت بیان کی۔ میں نے کہا کہ کیا پہلے نبی کبھی اس قسم کے ہوتے رہے کہ خود بخود اپنی نبوت کا ذکر نہ کرتے تھے اور جب کوئی اعتراض کرتا تھا تو اسکے بعد نبوت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر بالفرض وہ معترض اعتراض نہ کرتا تو حقیقۃ الوحی میں اسکا جواب نہ دیا جاتا۔ تو پھر آپ لوگ کس کتاب سے تغیر عقیدہ و تبدیلی نبوت کا ثبوت دیتے۔ یہ تو معترض کی مہربانی ہے کہ اس نے اعتراض کرکے مرزا صاحب کی نبوت کو دنیا پر پیش کیا۔ ورنہ نبوت غرق تھی پس ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نبی گر نہیں ہیں بلکہ حضرت صاحب کی نبوت کا نبی گر وہ معترض ہے۔ مولوی کرمداد صاحب کی حالت قابل دید تھی اور وہ یہ کوشش کرتے رہے کہ شور وشر ڈال۔ لوگوں کو مضمون سمجھنے نہ دیں۔ مگر خیر جو شخص یعنی نمبردار میرے مخاطب تھا۔ اسکو سمجھ آگئی۔ وہ کہنے لگا میں ہرگز نہیں مانتا کہ مرزا صاحب کو حضرت مسیح پہ کلی فضیلت حاصل ہے۔ کیونکہ ایک اصلی نبی ہے دوسرا ظلی۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا میاں صاحب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت صاحب کو کلی فضیلت ہے میں نے کہا کہ مولوی کرمداد صاحب سے دریافت کرلیں۔ اسپر نمبردار نے کہا کہ مولوی صاحب مستفہم ہوتا ہے کہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے اور یہ لوگ یوں ہی شور برپا نہیں کررہے۔ کچھ حقیقت ہے اس نے مولوی صاحب سے کہا۔ کہ آپ بھی بعض باتوں کو ہم سے چھپاتے ہیں۔ خیر جب شاہ صاحب اور حکیم صاحب چلے گئے۔ تو پھر آپ کی اور ہماری باتیں ہونگی کہ آپ نے حضرت کو کیا بنا رکھا ہے۔ بلکہ مجلس میں مجھے مخاطب کرکے کہا کہ آپ کے سامنے اس لئے نہیں دریافت کرتا کہ شاید آپ خیال کرینگے کہ میں آپکی طرف مائل ہوگیا ہوں۔ نمبردار نے بوقت روانگی مجھے علیحدہ کرکے کہا کہ میرا اور بعض دوستوں کا خیال تھا کہ آپ لوگوں کو کچھ سفر خرچ دیں لیکن ہمنے مولوی صاحب کو اسکے خلاف دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ شائد میاں صاحب سنکر ناراض ہونگے اس نے کہا کہ مولوی صاحب آپ میاں صاحب کا کیا دخل ہے ہمارے بھائی ہیں۔ دور سے سفر کرکے آئے ہیں مسلمان ہندو انکو بھی امداد دیدیتے ہیں۔ خیر بوقت سواری انہوں نے مبلغ چار روپیہ دیئے جو انجمن کے خزانے میں بھیج دیئے گئے۔

. . . . . . عام طور پر لوگوں کے وہی عقائد ہیں . . . . . ہیں صرف نبی کا نام لیتے ہیں جب تشریح دریافت کیجاوے تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کرتے ہیں لیکن طوطے کیطرح نبی کا نام رٹتے ہیں۔ مولوی عبدالمجید خلف مولوی کرمداد صاحب ایک خاص آدمی اور باسمجھ نکلا ہے۔ جب میں نے تنہائی میں اس سے گفتگو کی تو اس نے خود کہا کہ خدا اسکو جزائے خیر دے۔ تم نے میرے ساتھ بہت محنت کی مجھے خوب سمجھ آگئی ہے بلکہ وہ بہت افسوس کرتا تھا کہ پہلے آپکی طرف سے کوئی شخص کیوں نہ آیا۔ جب میں مرا ولمبیڑ ہی واپس آیا تو پھر امام خان نام محمودی سے ملا۔ جسکے متعلق میں نے اپنی گذشتہ رپورٹ میں لکھا تھا کہ اس نے آٹھ روپیہ ماہواری چندہ دینا منظور کرلیا ہے۔ چنانچہ واپسی پہ اس نے فسخ بیعت کا اعلان لکھدیا ہے جو ارسال خدمت بغرض اشاعت ہے۔

عقائد محمودیہ سے بیزاری

بخدمت اقدس جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ امابعد التماس ہے کہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی وفات کے دن میں جالندھر میں تھا۔ وہاں سے دو تین آدمیوں نے میاں صاحب کی بیعت کی تھی انکی وجہ سے بندہ نے بھی بیعت کا کارڈ لکھدیا تھا۔ اور اسوقت میرا یہ خیال تھا کہ میاں صاحب کے بھی وہی عقائد ہیں جو حضرت اقدس مرزا صاحب اور حضرت مولینا مولوی نورالدین صاحب کے تھے۔ مگر اب معلوم ہوا کہ میاں صاحب نے یہ عقائد پیش کئے ہیں (۱) کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی کتابیں جو ۱۹۰۲ء سے پہلے کی ہیں مسئلہ نبوت کے متعلق غلط اور منسوخ ہیں اور ان سے حجت پکڑنی ناجائز ہے اور یہ کہ حضرت اقدس مسئلہ نبوت کو ۱۹۰۱ء تک نہیں سمجھے بلکہ یہ مسئلہ ۱۹۰۱ء میں حضرت صاحب پر کھلا یا یہ کہ ۱۹۰۲ء سے پہلے آپ کا کچھ اور مذہب تھا اور ۱۹۰۲ء کے بعد آپکا کوئی اور مذہب ہوگیا (۲) یہ کہ میاں صاحب نے لکھا ہے کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام نہیں ہے بلکہ یہ حضرت مرزا صاحب کا نام ہے اور آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کو مرزا صاحب پر چسپاں کیا۔ (۳) یہ کہ میاں صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب حقیقی نبی مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے ہیں۔ (۴) یہ کہ جن لوگوں کو حضرت اقدس کی دعوت پہنچی ہے اور انہوں نے حضرت صاحب کو قبول نہیں کیا انکو بھی میاں صاحب دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت اقدس مرزا صاحب مسیح موعود ومہدی معہود کے وقت سے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ آپکی ساری تحریرات صحیح ہیں اور ان میں ناسخ ومنسوخ نہیں اور نہ وہ غلط ہیں۔ بلکہ سب کی سب قابل حجت ہیں۔

اور احمد کے مصداق اصلی آنحضرت صلعم ہیں اور حضرت مرزا صاحب ظلی طور سے اس سے مراد ہیں اور حضرت مرزا صاحب حقیقی نبی نہیں ہیں بلکہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوچکی ہے اور آنحضرت صلعم کے فیض اور اتباع سے کاملین میں ظلی نبوت پڑتا ہے اور ایسے لوگ مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے سرفراز ہوتے ہیں جنکو بروزی یا ظلی یا جزوی نبی کہتے ہیں جسکا دوسرا نام محدث ہے اور جن لوگوں نے حضرت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا می بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت
سالانہ [illegible]
ششماہی [illegible]
سہ ماہی [illegible]
ماہوار طلباء سے رسالۃ للعہ

اشاعت
ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مینیجر ملیسلے لاہور | یکشنبہ ۲۴ شعبان ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس مطابق ۲۵ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۲۶

اسلام اور تمدن

مسلمانوں نے تہذیب کی کیا خدمت کی

(از وکیل)

مسلمانوں کی بربریت کے عہد پاافسانے فضائے مغرب میں گونج رہے ہیں اور یورپ کے ادبیات در روایات کے بربط نواز بڑے دلکش پیرایہ میں ہمارے توحش کی داستانیں دنیا کو سناتے ہیں وہ نہ بازیہ شبانہ کی سرمستیاں جنہوں نے دنیا میں اتفاق کی دولت پھیلائی اور ہماری وہ بزم آرائیاں جن کی بدولت ایک طرف قیصر و کسریٰ کے محلات میں تھلکہ برپا ہوگیا اور دوسری جانب علوم و فنون کے کنگرے عرش بریں تک جا پہنچے۔ کیا ہیں؟ ہمارے مہذب دوستوں کے نزدیک وہ سب توحش و جہالت ظلم و خونریزی کے وحشت انگیز مناظر ہیں جن کے آگے ہرا بلس کے ریگستانوں میں متمدن اُنہی کی کارگذاریاں۔ مقدونیہ میں بلغاریہ کی تہذیب آموزیاں اور یورپ کے بحر و بر میں مہذب جرمنی کے کارہائے نمایاں کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

ہمارے دوستوں کا خیال ہے کہ دنیا نے سائنس و علوم و فنون نے جو کچھ ترقی کی ہے وہ سب عیسائیت کے جاں بخش اثرات کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اسلام تمدن کا دشمن اور تہذیب و شائستگی کا مخالف ہے حریت رائے و آزادی عقل اور روشن خیالی سے اُسے مطلق واسطہ نہیں اور اُس کے پیرو ہمیشہ ضلالت و تاریکی دینی کے خیالات دنیا میں پھیلاتے رہے ہیں۔

لیکن اب وقت آگیا ہے کہ دنیا اصلیت سے واقف ہوجاوے۔ اور اسلام اور حاملان علم اسلام کے کارناموں کو نظر غائر سے دیکھ کر اس بات کا فیصلہ کرے کہ کون سے مذہب نے تہذیب کی سب سے زیادہ خدمت کی ہے۔ اور کونسی جماعت اشاعت توحش کی ذمہ دار ہے۔

اس مدعا کے لئے ایک غیر جنبہ دار دل کی ضرورت ہے۔ جو عیسائیت و اسلام پر بے طرفی سے نگاہ ڈالے۔ اپنا فیصلہ بے رو رعایت صادر کرے اس لئے ہم آج ایک ایسے شخص کے خیالات ناظرین کے گوشگذار کرینگے جو نہ عیسائیت سے تعلق رکھتا ہے نہ اسلام سے بلکہ اُس جماعت کا ایک ممتاز رکن ہے جو خیال مذہب سے بیزار ہے اور جس کے نزدیک کوئی مذہب بھی ماننے کے قابل نہیں ہے۔

اس شخص کا نام کرنل انگرسال ہے۔ اور وہ امریکہ کا رہنے والا ہے۔ ذرا غور سے سنو اُس کی تحقیق پیروان ملت حنیف کی نسبت کیا کہتی ہے۔

جناب مسیح کے ایک ہزار سال بعد عربوں نے جو ایک وسیع و عظیم الشان سلطنت کے حکمران تھے سنگولیا تاتار۔ ایران۔ عراق عرب۔ شام۔ شمالی افریقہ۔ مراکش۔ فیض اور ہسپانیہ میں کالج قائم کئے۔ جس مذہب کی پیروی کا فخر اہل عرب کو حاصل تھا وہ عظمت و جلالت میں رومۃ الکبریٰ کی سلطنت سے وسیع تر تھا۔ اُنھوں نے نہ صرف کالج ہی قائم کئے تھے بلکہ جا بجا رصدگاہیں بھی تعمیر کی تھیں۔ جن میں علوم سائنس سکھائے جاتے تھے

اُنھیں نے ہندسے رائج کئے الجبرا سکھایا علم المثلثات کے گر سمجھائے

وہ مساوات درجہ سوم سے واقف تھے اور علم پیمائش سے کما حقہ آگاہی رکھتے تھے

اُنھیں نے ستاروں کے نقشے اور زیچ بنائے ستاروں کے نام رکھے جو اب تک بدستور قائم ہیں۔ اُنھیں نے زمین کا حجم دریافت کیا اعوجاج طریق الشمس کا اندازہ کیا اور سال کی طوالت مقرر کی اُنہیں نے انکساف و انخساف معدل الیل والنہار راس السرطان و راس الجدی۔ قران سیارگان وغیرہ کا حساب لگایا۔ اُنھیں نے آلات ہیئت تعمیر کئے مختلف قسم کے کلاک ایجاد کئے۔ اور پنڈولم (رنپڈولم) بھی اُنہی کے فکر کا نتیجہ ہے۔

علم کیمیا کی ایجاد کا سہرا بھی اُنہی کے سر ہے۔ اور تیزاب گوگرد۔ تیزاب سیم اور سدح الخمر کی دریافت بھی اُنہی کے ذکاوت کی رہین منت ہے۔

قرابادین کی تدوین و نشر کا کام سب سے پہلے عربوں ہی نے انجام دیا۔ اور خیراتی شفاخانے

کا نظام انہیں کا قائم کردہ ہے۔

علم جر ثقیل میں اجسام کے گرنے کا قانون انہیں نے دریافت کیا وہ جر ثقیل کی طاقتوں اور کشش اجسام سے بخوبی واقف تھے۔

وہ علم المائعات بھی سکھاتے تھے۔ اور اجسام کے اوزان مخصوص بھی انہیں نے دریافت کئے تھے۔

علم المناظر و المرایا میں انہوں نے اس بات کو دریافت کر لیا تھا کہ روشنی آنکھ سے شئے کی طرف نہیں جاتی۔ بلکہ شئے سے آنکھ کی طرف آتی ہے۔

وہ کپاس - چرم - کاغذ اور فولاد کی اشیاء کثرت سے بناتے تھے۔ شطرنج کا کھیل بھی انہیں نے ایجاد کیا تھا۔ داستان گوئی اور فسانہ نویسی کی ابتدا بھی انہیں سے ہوئی۔ مختلف موضوعات پر مضمون نگاری بھی انہیں سے شروع ہوئی۔

اپنی درسگاہوں میں وہ زمانہ حال کے اصول ارتقا و نشوونما سکھاتے تھے۔ اور ڈارون اور سپنسر کے مسائل انکو پہلے ہی معلوم تھے۔"

ان اقتباسات کے بعد کرنل انگرسال نے عیسائیت و اسلام کی کارگذاریوں کا موازنہ کیا۔ جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے [illegible] ایجادات و اختراعات کیں اور علوم و فنون کو وسعت و نشوونما دی۔ عیسائی نہ تھے۔

تاہم انہوں نے بیوت العلوم جاری کئے۔ قدیم قلمی کتابوں کے مسودے فراہم کئے۔ قوانین قدرت کی تحقیقات کی۔ اور سائنس کی طرف توجہ مبذول کی۔ کرنل موصوف کہتے ہیں "ہم کو خوب یاد رکھنا چاہئے۔ کہ موجودہ سائنس کی بنیادیں رکھنے کا فخر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہم کسی مفید کام کے لئے عیسائیت یا کلیسیا کے منت پذیر نہیں ہیں"۔

یہ تو ایک بے طرفدار امریکن محقق کے خیالات تھے جس کو نہ اسلام سے تعلق ہے نہ عیسائیت سے واسطہ۔ لیکن خود عیسائی بھی رفتہ رفتہ ان ذہنی و اخلاقی فوائد عظیمہ کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ جو عرب کے بادیہ نشینوں نے اسلام کے زیر سایہ دنیا کو پہنچائے۔ چنانچہ مسٹر ایچ۔ ایس لیڈر۔ ایک طویل الذیل مضمون میں بتاتے ہیں۔ کہ فتوحات کے شروع دور میں عربوں نے ایران کے فرقہ مجوسی کی آتش پرستی کا قلع قمع کیا۔ خواب آلود مصر کے توہمات باطلہ کو مٹایا۔ بعض اقطاع ہند کی حالت کو منقلب کیا۔ یونانیوں کے الہیات کی اصلاح کی اور دربار قسطنطنیہ کے افعال شنیعہ کو [illegible] علوم و فنون کو دوبارہ سرزمین یورپ میں داخل کیا۔ بطلیموس عربی ادبیات کے وسیلہ سے لاطینی میں ترجمہ ہو کر دنیا کے روبرو آیا۔ اور اقلیدس کو منظر عام پر لانے والے بھی عرب ہی تھے۔ فن شاعری و فسانہ نگاری نے بھی عرب ہی میں جنم لیا۔ مشہور مستشرق راجر بیکن جو ۱۲۱۴ء میں پیدا ہوا۔ ہسپانیہ میں خلفائے بنو امیہ کی یونیورسٹیوں کا تعلیم یافتہ تھا۔ لارڈ بیکن کا تمام فلسفہ عربوں سے لیا گیا تھا۔ تحریر میں عرب اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ کہنا ہرگز مبالغہ نہیں ہے کہ پندرہویں صدی کے خاتمہ تک انگلستان۔ فرانس اور اٹلی میں کوئی فاضل و نامور ایسا نہیں ہوا۔ جو بالواسطہ یا بلاواسطہ عربوں کے چشمہ فیض سے فیضیاب نہ ہوا ہو۔ فن کیمیا کو عربوں ہی نے ایجاد کیا۔ اور پھر اسکو کمال تک پہنچایا۔ دواسازی اور طب کو انتہا درجہ کی ترقی دی اور ہسپتالوں اور پاگل خانوں کے قیام کا سہرا بھی عربوں کے سر ہے۔

کیا یہ دو شہادتیں بعض متعصب معترضوں کے اس اتہام بیجا کی پردہ دری کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں۔ کہ اسلام تمدن و شائستگی کا دشمن اور بنی نوع انسان کی ترقی و نشوونما کا مانع ہے۔ انکو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ ازمنہ مظلمہ میں جب کہ یورپ تاریکی و جہالت کے بحر عظیم میں غوطے کھا رہا تھا۔ وہ اسلام ہی کا جہاز سلامتی تھا۔ جو اُسے اندھیرے سے باہر لے آیا تھا۔ البتہ انصافاً یہ تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ مسیحی دنیا نے مسلمانوں کی ایجادات و اختراعات کو بہت ترقی دی حتی کہ اب دنیا اصل موجدوں کو بھول گئی ہے۔ اور اس لئے اسلام اور پیروان اسلام کو تہذیب و شائستگی کا دشمن خیال کرنے لگی ہے۔

تازہ خبریں

اطالوی مہم۔ لنڈن ۱۹ جون۔ روما۔ ایک اعلان مظہر ہے ایشیاگو کو سیوبلی میدان پر شدید لڑائی جاری ہے ریث گو کے شمال مشرق میں ہماری جارحانہ کارروائی ترقی پر ہے۔ مونٹ ماگنا بوش کے محاذ پر دشمن کے حملے بشدید نقصان کے رد کر لئے گئے اس قسم کا ایک حملہ وہوی فرانسیلا کے شمال میں روک لیا گیا۔ خبر ہے کہ ہم سست لیکن یقینی پیشقدمی کو جاری رکھنے کے قابل ہوئے ہیں ہم نے مونٹ ایڈیڈرو کو فتح کر لیا۔ اور ۰۰ [illegible] اور [illegible] گرفتار کیں۔

عراق عرب سے آمدہ خبریں۔ شملہ ۲۰ جون۔ حسب ذیل تار خبر مورخہ ۱۹ جون عراق عرب سے ایک عینی شاہد کی طرف سے موصول ہوئی ہے بصرہ - ۱۸ جون - عراق عرب ۱۶ جون - ۱۹ جون کو بدر کی لڑائی میں جو دریائے فرات پر جھیل حمار کے شمالی علاقہ میں واقع ہے ہمارے صرف ۵ بحری سپاہی خفیف طور پر زخمی ہوئے دشمن کے ۲۴ آدمی ہلاک ہوئے جن میں شیخ ابو صالح کا ایک بیٹا بھی شامل ہے۔ یہ ایک ایسی قوم ہے۔ جو ہمیں سلسلہ تار برقی کو کاٹ کر ہمیشہ تنگ کرتی رہتی تھی۔ اور اس طرح تعزیری مہم بھیجا جانا ضروری ہو گیا تھا۔

ترکوں کے حملوں میں ناکامی شملہ ۲۰ جون۔ جنرل لیک رپورٹ کرتے ہیں کہ ۱۶ - ۱۷ جون کی رات کو دشمن نے سنایت کے سامنے ہمارے سفر مینا پر بمباری کرنے کی ناکام کوشش کی۔

یونان کے خلاف بلغاریوں کا دھاوا لنڈن ۲۰ جون [illegible] خبر ملی ہے کہ بلغاریوں نے [illegible] کے مشرق میں یونان پر دھاوا کر دیا ہے۔

روسی فتوحات۔ لنڈن ۲۰ جون ٹائمز کے ایک نامہ نگار کے ملاقات کرنے پر جنرل بروسیلوف نے کہا کہ روسی فوج کا بھاری حصہ تمام افواج کا مکمل اشتراک [illegible] انہوں نے کہ ایک ساتھ حملہ کیا ہے دشمن کیلئے یہ ناممکن تھا۔ کہ وہ ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں فوج منتقل کر سکتا۔ نہایت اہم لڑائی علاقہ کوول میں ہو رہی ہے۔ جہاں کہ سب سے زیادہ پیشقدمی کی گئی۔ اگر روسیوں نے کوول لے لیا تو دشمن کا تمام مشرقی محاذ غالباً پیچھے ہٹ جانے پر مجبور ہو گا۔ جرمن اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور مغرب اور شمال سے بسرعت تمام افواج بھیج رہے ہیں۔ جنرل بروسیلوف نے بتایا کہ کثیر تعداد قیدی گرفتار کئے جانے کی وجہ یہ تھی۔ جب عقب سے حملہ ہوتا تھا تو دشمن کیلئے خندقوں میں سے جلدی نکلنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ جدید سامان اب روسیوں کے پاس بہتات سے ہے اور دشمن کو پسپا ہونے سے روکنے کے لئے کافی سامان بارود موجود ہے۔

اطالوی مہم اور سرگرم لڑائی۔ لنڈن ۲۰ جون اعلان مظہر ہے کہ ایشیاگو کے شمال مشرق اور مشرق میں بڑی سرگرم لڑائی ہوئی۔ شدید طوفان رعد و باراں نے ہماری پیشقدمی کی مشکلات میں اضافہ کر دیا ہے۔ دشمن کے جوابی حملے پسپا کئے گئے۔ اطالوی سپاہیوں نے دو سو قیدی گرفتار کئے۔ دشمن نے بالائی پوسٹ میں ہماری نئی پوزیشنوں پر حملے کئے جو رد کئے گئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ - مورخہ ۲۵ جون سنہ ۱۹۱۳ء نمبر

تعلیم نسواں اور موجودہ مسلمان

نمبر ۲ -

موجودہ حالات میں ہمیں قرآن اور حدیث کہاں تک اسبات کی اجازت دیتے ہیں - کہ ہم لڑکیوں کو مروجہ تعلیم سے مستفیض کریں یا کس حد تک اور کس قسم کی اُنہیں تعلیم دینے کی ضرورت ہے - یہ ایک ایسا اہم سوال ہے - کہ جسے مسئلہ تعلیم نسواں کا گویا بنیادی مرحلہ قرار دینا چاہئے - اسی کے حل ہو جانے پر یہ تمام آئے دن کی پیچیدگیاں اور مشکلات دور ہو سکتی ہیں اور مسلمان مستورات کو بھی ہم جہالت کے تاریک گڑھے سے نکالنے کے لئے بڑی آسانی کے ساتھ قدم آگے بڑھا سکتے ہیں - ہمارے لئے اس بارہ سب سے بہترین نمونہ رسول اللہ صلعم کا طرز عمل ہے اور گو موجودہ تعلیمیافتہ مسلمان بڑی جرأت کیساتھ یہ کہدیا کرتے ہیں کہ آجکل کے زمانہ میں آج سے تیرہ سو برس پہلے کا کوئی نمونہ پیش کرنا گویا موجودہ علم و روشنی کے باوجود ہمیں تیرہ سو برس پیچھے لیجانا ہے - لیکن وہ اتنا نہیں سوچتے کہ ایک اکیلا رسول اللہ صلعم کا وجود ہی دنیا میں جس میں کچھ ایسے کامل نمونے ہر امر میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں - کہ جو ہر زمانہ اور ہر ملک میں بدستور کام دے سکتے ہیں یہ پاک انسان کچھ ایسی کمالیت اپنے اندر رکھتا ہے - کہ جب ہم اس کے افعال اور اقوال کو پڑھتے ہیں - تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ اس موجودہ زمانہ میں خود ہمارے اندر بیٹھا ہوا موجود ہے - ملکی - تمدنی - معاشرتی اور مذہبی و علمی معاملات میں کچھ ایسے اعلےٰ درجہ کے اصول اس مقدس انسان صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائے ہیں - نہیں دیکھکر اور اس جہالت اور تاریکی کو جو عرب کی سرزمین میں ہر طرف چھائی ہوئی تھی - دوسری طرف دیکھکر حیرت ہوتی ہے - کہ کس دل و دماغ کا وہ آدمی تھا جس پر نہ زمانہ اور نہ ملک کا کوئی اثر تھا اور وہ ان سب سے بالکل نرالی شان اور خاصیت اپنے اندر رکھتا تھا - میں اس بارہ میں دوسرے مسائل کو اسوقت چھیڑنا نہیں چاہتا - ہاں مسئلہ تعلیم نسواں کے بارہ میں آپ نے جو جو کچھ نصائح کی ہیں - ان کو دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ آپ کو عورتوں کی بہبودی اور حسن معاشرت کا کیا خیال تھا عرب جیسا ملک جہاں پہلے کبھی کسی امر میں بھی عورت کی کوئی حقیقت و حیثیت نہ سمجھی جاتی تھی - وہاں اس امی انسان کا نہ صرف دیگر معاملات میں ہی عورت کی حیثیت و وقعت کو قائم کرنا بلکہ ان کی تعلیم پر بھی زور دینا بتاتا ہے کہ آپ کو علم کے ساتھ کیسی محبت اور پیار تھا اور آپ نے اس بارہ میں کبھی عورت و مرد کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھی کہاں ہیں وہ لوگ جو اسلام پر ناحق یہ الزام دیدیا کرتے ہیں - کہ اس نے عورت پر ظلم و ستم کیا ہے - اور اسلام کے نزدیک عورت میں روح ہی نہیں وہ آئیں اور ذرا اس امی لقب انسان کے پاک کلام اور خود اس کے گھر کے طرز عمل کو دیکھیں اسلامی مساجد پر ذرا ایک نگاہ ڈالیں اور پھر اپنے گریبان میں بھی مُنہ ڈالکر دیکھیں تو انہیں معلوم ہو جائیگا - کہ اسلام سے بڑھکر عورت کے حق میں کوئی دوسرا مذہب باعث رحمت و موجب برکت نہیں - مسئلہ تعلیم نسواں کے بارہ میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دلی خیالات اور آپ کے صحیح نصب العین کا اگر پتہ لگانا ہو - تو ذرا اس رات کے نقشہ کو پیش نظر رکھو - جسکے متعلق حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بیان فرماتی ہیں - کہ استیقظ النبی صلعم ذات لیلۃ فقال سبحان اللہ ما انزل اللیلۃ من الفتن و ماذا فتح من الخزائن ایقظوا صواحب الحجر فرب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ - یعنی نبی کریم صلعم ایک رات جاگے پس فرمایا سبحان اللہ آج رات کیسے کیسے فتنے اترے - اور کیا خزانے کھولے گئے - حجرے والیوں کو جگاؤ بہت دنیا میں پہننے اوڑھنے والیاں آخرت میں ننگی ہونگی - اللہ اللہ کیا پاک تعلیم ہے اور کہنے چند نہایت مختصر لیکن نہایت ہی جامع الفاظ میں عورتوں کی تعلیم کا اصل مقصد و مدعا اور صحیح نصب العین ہمیں بتادیا ہے - جس سے ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ کس قسم کی اور کس قدر تعلیم سے ہم اس مقصد و مدعا کو پا سکتے ہیں اور کونسی تعلیم ہمیں اس مقصد سے پھیر سکتی ہے - فرمایا فرب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الآخرۃ - دنیا میں بہت سی پہننے اوڑھنے والیاں آخرت میں ننگی ہونگی گویا بالفاظ دیگر ہمیں بتادیا کہ مسلمان مستورات کے پیش نظر دنیا کے پہننے اوڑھنے کا سوال نہیں ہونا چاہئے - بلکہ آخرت کی ستر پوشی کا خیال انکھیں - نظر رکھنا چاہئے بلکہ یہاں پہننے اوڑھنے سے مراد صرف دنیاوادی اور بناؤ سنگار کے پیچھے پڑا رہنا ہے اور اور آخرت میں ننگے ہو - سے مراد روحانی لباس سے عاری ہونا ہے - اسی کی طرف اشارہ کیا ہے قرآن کریم نے جہاں فرمایا یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن اللہ و رسولہ والدار الآخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرًا عظیمًا یہاں بھی دنیوی زیب و زینت پر آخرت کو زیادہ ترجیح دی ہے - کہدیا جائیگا کہ اس کا تعلق مسئلہ تعلیم نسواں سے کیا ہے - اس کا تعلق مسئلہ تعلیم نسواں سے یہ ہے کہ جب قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم نے دنیوی زیب و زینت .... کو نظر انداز کرکے آخرت کو مد نظر رکھنے کا حکم دیا تو مسئلہ تعلیم میں بھی جس قسم کی تعلیم میں دنیوی زیب و زینت اور کوئی فائدہ نہیں اور آخرت کو بالکل بھلا دیا جاتا ہے - اس سے قطع نظر کرکے وہ تعلیم جس میں اخروی فوائد میسر آئیں اسی پر اکتفا کرنا چاہئے - مروجہ انگریزی تعلیم ہماری عورتوں کو کن نتائج تک پہنچاتی ہے - اور اس کے حصول سے بحالات موجودہ انھیں کیا کیا فوائد میسر آسکتے ہیں - اس کا حال بعض نو تعلیمیافتہ ہندوستانی مستورات کے نمونہ سے معلوم ہو سکتا ہے - جن کا مطمح نظر سوائے دنیوی آرائش و زیبائش اور یورپین طرز رہائش و طرز معاشرت کی تقلید کے اور کچھ بھی نہیں پس وہ کون دانا اور سمجھدار انسان ہے جو اس طرز بود و ماند کو ہندوستان اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے مفید قرار دے حالانکہ خود یورپ میں اس طرز زندگی کے برے نتائج ہماری نظروں کے سامنے ہیں افسوس تو یہ ہے کہ مذہب کی تعلیم لڑکیوں کو ہوتی نہیں انھیں بی - اے اور ایم اے پاس کرانے کا خیال آج دامنگیر ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قدرت کے ودیعت کردہ کاموں سے عاری ہو کر صرف سیر و تفریح اور آرائش و زیبائش کو ہی اپنا نصب العین بنا لیتی ہیں - گو مردوں کے بارے میں بھی یہی مشکلات پیش آتی ہیں لیکن ان کو تو غیر مروجہ تعلیم سے بہرہ ور کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ حصول معاش کے بہتر سے بہتر اور اعلیٰ سے اعلیٰ وسائل پیدا کرنے

الاخبار والآرا

ایک نیا روزانہ اردو اخبار

"العصر" کے نام سے لاہور سے ایک نئے روزانہ اردو اخبار کا اشتہار شائع ہوا ہے جس کے پراسپکٹس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا اخبار ہوگا جو روزانہ ہر ایک قسم کی مفید وسود مند و معنی خیز سارے دنیا کی اہم اور تازہ خبریں مہیا کرنے کے علاوہ ذیل کی اہم خصوصیات سے بھی ممتاز ہوگا۔

(۲) دعوت حق و خدمت صدق اہل ہند کو آئین و اصول کا خوگر بنانا کہ گوناگوں وسائل عظمت سے یہ ملک بھی زیر سایہ برطانیہ آئینی طریق پر مستفید ہوتا رہے۔

(۳) ترقی علم و عمل

(۴) ملک و قوم کی حقیقی نمایندگی و ترجمانی

(۵) ظاہری و باطنی خوشحالی و ترقیات کی جائز کوشش عام اخباری اغراض کی جامعیت اور شخصیات سے بے طرفی و برات دوسری اہم خصوصیات اس کی یہ ہونگی۔

الف - ہر ایک معاملہ پر نہایت سنجیدگی و متانت سے بحث کرے گا۔

ب - ہر ایک طریق سے پبلک کی حقیقی رہنمائی کو پیش نظر رکھے گا

ج - ہر ایک امر میں ملک و قوم کی سچی خدمتگذاری پر ثابت قدم رہے گا۔

د - حفظ صحت کے متعلق بھی اس میں وقتاً فوقتاً مفید مضمون شائع ہوا کرینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

ایک ممتاز خصوصیت اس اخبار کی یہ بھی ہوگی کہ صنف لطیف کا بھی یہ آرگن ہوگا۔ یعنی اس کے ہر نمبر میں شریف مستورات کے متعلق ایسے تابناک جواہر ریزے ہوا کرینگے جن کی معنوی درخشندگی خاص طور پر ولولہ انگیز علم و عمل ہوگی۔

ان سب خصوصیات کو پیش نظر رکھ کر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ اپنی طرز کا پہلا اخبار ہوگا جو باوفاؤ دیگر دو حسن و خلق کا داعی صدق و صفا کا مبلغ راہنمائی حقیقت و آئین اصول کا زبان حال آرگن ہوگا دعا ہے کہ ہمارا آنیوالا العصر اپنے شاندار مقاصد کو پورے طور پر سرانجام دے سکے۔ اور جیسا کہ توقع ہے وہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہبودی کا باعث ہو شرح چندہ سالانہ عـ۱۲ ششماہی لئے سہ ماہی ہے ماہوار عہ فی پرچہ ٭ پتے ملنے کا پتہ منیجر العصر برانڈرتھ روڈ لاہور۔

ہم اپنے ناظرین سے اس کی خریداری کی بڑے زور سے سفارش کرتے ہیں۔

اشاعت اسلام کانفرنس

مسلمان علماء کو باہم دست و گریبان دیکھ کر ہمعصر صداقت نے یہ تجویز پیش کی تھی (اخبار) اہلحدیث امرتسر)

وہ باتوں کو چھوڑ کر ایک اشاعت اسلام کانفرنس بنانی چاہئے جس میں ہر سال وہ اشاعت اسلام کی تجاویز پر غور کر سکیں اور ساتھ ہی ندوۃ العلماء کو بطور ایک عملی نظام کے پیش کیا تھا۔ ہم نے اس مبارک تجویز کی تائید کرتے ہوئے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو ندوۃ العلماء سے زیادہ بہترین عملی نظام بنایا اور یہ بجا خواہش کی کہ جب یہ انجمن پیشتر سے اسی مقصد پر ایک وسیع پیمانہ پر کام کر رہی ہے تو کیوں نہ اسی کے ماتحت کام کیا جائے اس کے جواب میں یہ عذر پیش کر کے کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ایک خاص فرقہ سے تعلق رکھتی ہے ایک مرکزی انجمن کا خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ ہمیں اس تجویز سے کوئی اعتراض نہیں اشاعت اسلام کا کام ہو بھی چاہے کوئی کرنے والا ہو۔ لیکن اتنا ہم کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو اعتراض احمدیہ انجمن اشاعت اسلام پر کیا گیا ہے وہی ندوۃ العلماء پر بھی عاید ہوتا ہے۔ ندوۃ العلما میں تو ابھی اشاعت اسلام کا کوئی انتظام بھی نہیں اور پھر کل فرقوں کے علماء اس میں شریک نہیں ہاں اگر یہ صورت ہو کہ سب کو اس میں شریک کر کے اسے مرکزی حیثیت دیدی جائے تو شاید یہ زیادہ موزوں ہو سکے۔ بہرحال یہ تجویز مبارک ہے بشرطیکہ کوئی اسے عملی جامہ پہنانے والا ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب

امرتسری نے ہمعصر صداقت کے جواب میں پنجاب میں اس قسم کی کانفرنس بنانے کے لئے اپنے ارادہ کا اظہار کیا ہے اور اس کی سکیم یہ پیش کی ہے۔

"اس کے ممبر دو قسم کے ہونگے۔ خاص اور عام خاص ممبروں سے مراد منتظمین ہیں۔ جن کی تقسیم یوں ہوگی

(ا) ایک ثلث علماء و پیشوایان مذہب اسلام اسلامی واعظین۔ مدرسین۔ مذہبی مصنفین وغیرہ)

(ب) ایک ثلث انگریزی تعلیم یافتہ گریجوایٹ وکیل۔ بیرسٹر ایڈیٹران اخبارات اسلامی وغیرہ

ج ایک ثلث رؤسا سوداگران۔ جاگیرداران زمینداران و اہل ثروت اصحاب

منتظم ممبروں سے ایک حلفیہ عہد نامہ بدیں مضمون لیا جائیگا کہ کسی ذاتی۔ مذہبی یا ملکی اختلاف رائے کی وجہ سے میں اس کانفرنس سے علیحدہ نہیں ہونگا۔ واللہ علی ما اقول شہید۔

خدا کرے مولوی صاحب اپنی اس بات کو اب عملی جامہ بھی پہنا کر دکھا دیں اور آئندہ مقدمہ بازی اور برگزیدگان الٰہی کو برا بھلا کہنے اور ان پر فتوے لگانے کے بجائے اسی وقت اور روپیہ کو حسب ادعا خود اسلام جیسے پاک دین کی اشاعت میں صرف کرنا شروع کر دیں۔ ہمعصر وکیل کے اس نوٹ کی طرف ہم مولوی صاحب کی توجہ خاص طور پر مبذول کرانا چاہتے ہیں ہمعصر موصوف اشاعت اسلام کا عنوان دیکر رقمطراز ہے۔

"یہ وہ لفظ ہے جو مدتوں سے ہمارے گوش زد ہو رہا ہے ہم نے اس کا ذکر مختلف صورتوں میں سنا اور اخبارات میں مختلف حیثیتوں سے اُسے دیکھا مگر حقیقت پوچھو تو ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی ہوا آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں اس موضوع پر دھواں دھار تقریریں ہوئیں ندوۃ العلماء میں اس کے متعلق حلف اُٹھائے گئے انجمن حمایت اسلام لاہور میں ہر سال اس کا رونا رویا جاتا ہے اور منجملہ دیگر اخبارات کے وکیل اسلامی دنیا کو ایک عالمگیر خطرہ کی موجودگی سے مسلسل آگاہ کرتا رہا۔ اور پیشوایان دین و محبان قوم سے پکار پکار کر کہا کیا

باغباں ہشیار ہو شتاق رخصت ہے بہار
رنگ بے لاگلستاں کا پھول مرجھانے لگے

اور اگرچہ اس شور و شیون پر اکثر آنکھوں کو اشکبار دیکھا مگر آہ کسی دل کو آمادہ عمل نہ دیکھا۔ اب مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کسی کے ہو سے بہرہ کہنے سے مہربان ہوئے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ خدا کو منظور ہے تو چند ہی روز میں پنجاب کے اہل دل اصحاب کا مجمع لاہور یا امرتسر میں ہو کر اس اشاعت اسلام کانفرنس کے ابتدائی مراتب طے ہو جائینگے"

یہ تہنیہ مبارک۔ لیکن اگر واقعات ماضیہ سے مستقبل کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے تو امیدوں کو زیادہ وسیع کرنا مناسب نہیں۔

آمد ترجمۃ القرآن

بیگم صاحبہ صفدر علی صاحب [illegible]
جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب [illegible]
صوفی مبارک علی صاحب [illegible]
جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب [illegible]

آمد زکوٰۃ

از لاہور بھاٹی معرفت جناب قاضی ثناء اللہ صاحب
بابو نبی بخش صاحب للعہ حکیم الطاف علی صاحب [illegible]
بابو عبدالعزیز صاحب [illegible] بابو عبدالکریم صاحب [illegible]
قاضی ثناء اللہ صاحب [illegible]

مبشرات اور نبوت پر ایک لطیف بحث

از روئے قرآن و حدیث و کتب حضرت اقدس

بجواب مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری
از حکیم شاہنواز صاحب راولپنڈی

چند ماہ ہوئے راولپنڈی میں جناب حکیم شاہنواز صاحب احمدی اور مولوی ابراہیم بقاپوری احمدی کے درمیان جو تحریری گفتگو ہوئی تھی اس کے بعض پرچے مولوی بقاپوری نے فاروق وغیرہ میں طبع کرا دئے اور باوجود وعدہ کے حکیم صاحب کا یہ چوتھا پرچہ نہ چھپوایا۔ اس لئے یہ اشاعت کیلئے دیا جاتا ہے۔

الحمد للہ الذی جعل محمدا خاتم النبیین[1] و آخرھم لم یبق بعدہ الا المبشرات[2] قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ بخاری جزء رابع باب المبشرات صفحہ ۱۳ وکما قال رسول اللہ لوکان بعدی نبی لکان عمر (مشکوۃ) والصلوۃ والسلام علی النبی الذی قال ترحما علی الامۃ ذھبت النبوۃ و بقیت المبشرات ابن ماجہ ابواب تعبیر الرؤیا صفحہ ۲۸۲

جناب مولوی صاحب وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہ۔

اما بعد آپ نے میرے سوالوں کا جواب نہیں دیا۔ کما لننتظر انشاء اللہ تعالی اور بعض جوابوں میں میری ہی تائید کی ہے۔ اور میری تحریر سمجھ نہیں دیکھی گئی۔ آپ کا یہ مجبور الزام کہ میں نے نبوت مخفیہ اور صدیقیۃ مثبتہ کو قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت نہیں دیا۔ یہ تحکم ہے جو اس بارہ میں لکھا گیا وہ عالم کے لئے کافی تھا۔ مولوی صاحب مدعی تو آپ ہیں کہ حضرت اقدس نبی ہیں بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ میں ناقض ہوں نبوۃ مفروضہ قرآن و حدیث سے رد یتا ور دایتا ثابت کریں

میں بطرز قولکم و اقول جوابات دیتا ہوں

مولوی صاحب قولکم نبوۃ تشریعی ولقد آتینا موسی الکتاب۔ اقول تعریف جامع و مانع ہو۔ اور یہ تعریف مانع نہیں ہے۔ اللہ تعالی کو کسی نبی کو کتاب دینا یہ نبوت تشریعی نہیں ہے۔ پ الانعام۔ اولئک الذین آتیناھم الکتاب والحکم والنبوۃ الآیہ۔ داؤد۔ سلیمان۔ الیاس۔ زکریا۔ یحیی۔ عیسی۔ نبی غیر تشریعی ہیں اور حسب آیہ مذکورہ بالا حسب تعریفکم یہ سب نبی تشریعی ثابت ہوتے ہیں۔

پ ۱۶۔ مریم۔ قال انی عبد اللہ آتانی الکتاب وجعلنی نبیا الآیہ بنا بر تعریف آپ کے حضرت عیسی نبی تشریعی ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسی بن مریم کو شریعۃ کا استقلال نہیں دی گئی وما اوتی لہ شریعۃ کاملۃ مستقلۃ کما لا یجد فی کتابہ تفصیل الحرام والحلال الاعلان تالیف حضرت مرزا صاحب صفحہ ۲ اور الاعلان کے صفحہ ۳ و ۴ کا حاشیہ بھی ملاحظہ کریں

قولکم دوسری غیر تشریعی جو براہ راست ہو وقفینا من بعدہ بالرسل

اقول۔ کسی رسول کے بعد اور رسولوں کا آنا انکو نبی غیر تشریعی قرار نہیں دیتا۔ یہ تعریف بھی مانع نہیں

جیسا کہ اللہ تعالی۔ ولقد ارسلنا نوحا و ابراہیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب فمنھم مھتد وکثیر منھم فاسقون ثم قفینا علی آثارھم برسلنا الآیہ ای ارسلنا رسولا بعد رسول حتی انتھی الی عیسی علیہ السلام والضمیر لنوح وابراہیم ومن ارسلا الیھم ومن عاصرھما من الرسل بیضاوی جزو رابع صفحہ ۱

کیا حضرت نوح و ابراہیم کے بعد سب نبی غیر تشریعی تھے۔ اور نیز براہ راست سے معلوم ہوا کہ آپ غیر تشریعی نبی کی دو قسمیں قرار دیتے ہیں یہ تقسیم نصوص قرآنیہ و احادیث صحیحہ سے ثابت کریں

آپ لوگوں نے عجیب وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ کہیں کہہ دیتے ہیں کہ نبوت غیر تشریعی باقی ہے۔ جب اس کے متعلق استفسار کیا جاتا ہے تو پھر اور قید بڑھا دیتے ہیں۔ نبوت غیر تشریعی کی تقسیم بھی حسب اقوال مسیح موعود ہماری موید ہے۔

قولکم اول تو یہ لفظ اسرائیلی شریعت بھی صحیح نہیں

اقول۔ مولانا صاحب یہ لفظ تو حضرت صاحب نے استعمال کیا ہے اور آپ کے محاورات میں سے ہے میری طرف سے نہیں اور میرا خیال اور نرا بہتان نہیں۔ واما عیسی فھو من خدام الشریعۃ الاسرائیلیۃ ومن انبیاء ملۃ موسی الاعلان صفحہ ۲

قولکم سوائے محمد رسول اللہ کوئی دوسرا خاتم الانبیاء نہیں معلوم ہوا

اقول ختم نبوت دو قسم پر ہے۔ ایک ختم نبوۃ اضافی و خاصہ اور دوسرا ختم نبوت علی الاطلاق و ختم نبوت عامہ۔ لو ختم اللہ سلسلۃ النبوۃ العامۃ علی عیسی لما نقص من فخر الیھود شیء کما لا یخفی مواہب الرحمن صفحہ ۷۲ ختم نبوت سے میری مراد ختم نبوت اضافیہ و خاصہ تھا۔ چنانچہ اس بات پر میرے الفاظ دلالت واضح رکھتے ہیں وہ الفاظ یہ ہیں۔ (اسرائیلی شریعت کا خاتم الانبیاء) آپ سوال میں ختم نبوت عامہ پیش کرتے ہیں آپ نے تو نبوت علی الاطلاق کو جواب دے کر اضافی نبوت قرار دیا ہے۔ محمد رسول اللہ کی ختم نبوت تو علی الاطلاق ہے۔ خطبہ الہامیہ میں مرزا صاحب نے مسیح اسرائیلی کو خاتم الانبیاء یعنی خاتم انبیاء بنی اسرائیل لکھا ہے کما قال بعث اللہ رسولہ عیسی ابن مریم نبیھم وجعلہ خاتم انبیاءھم وعلی لسانہ نقل النبوۃ مع العذاب شاہ ولی نعمۃ وخشی اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے ونقل النبوۃ الی بنی اسماعیل

---

[1] الخاتم بالفتح اسم ای آخرھم مجمع البحار۔ مختوما و بالجوائیم ای باوا خر سور او ثبت جوامع ا‍کلم وختم ای القرآن ختمت بہ الکتب السماویہ و بعد امجعلہ علی سائرھا و حسبہ ماتابھا۔ مجمع البحار

[2] المبشرات رؤیا صالحہ کو کہتے ہیں یعنی حسب النص النبوی چونکہ رسول اللہ نے بنا پر استفسار صحابہ مبشرات کی خود تفسیر کر دی ہے اب دوسرے کسی کا حق نہیں کہ رسول اللہ کی خلاف ورزی کر کے من تلقاء نفسہ المبشرات کی شرح مبشرات والی نبوت یعنی غیر تشریعی سے کریں خلاف تفسیر رسول اللہ تفسیر کرنا غلط فہمی اور عدم علم حدیث پر مبنی ہے۔ بحث دقیق نحوی و معقولی اس حدیث میں باقی ہے۔ فتدبر

[3] کمالات النبوۃ جمیعا مخفیۃ مضمرۃ فی الحدیث وما حبس ظھورھا و خروجھا الی الفعل الا سد باب النبوۃ دال علی ذالک اشار النبی فی قولہ لوکان بعدی نبی لکان عمر۔ حمامۃ البشری ص ۹۸-۱۰۱ اب آپ ہی انصاف کریں کہ حضرت عائشہ کا قول حدیث نبوی لوکان بعدی نبی لکان عمر کا مقابلہ کر سکتا ہے مقابلہ حدیث نبوی قول الصحابیۃ لیس بحجۃ خصوصا فی معارضۃ الخلافۃ فافہم ۱۲۔ اور حدیث لو عاش ابراہیم بھی قول حضرت عائشہ سے گویا مخالف حدیث صحیح ہے۔ رسول اللہ فرماتے ہیں کہ لا نبی بعدی اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ ہاں اگر کہیں تعارض در احادیث نبوی میں واقع ہو تو لازم آتا ہے کہ تطبیق کی کوشش کی جائے۔ اور جب اس قول حضرت عائشہ کی اور احادیث بھی ظاہرا مخالف ہیں تو وہ ساقط الاعتبار ہے۔ منہ

بنی اسرائیل میں خاتم شریعت اسرائیلیہ حضرت موسیٰ تھے - اور خاتم نبوت اسرائیلیہ حضرت عیسیٰ بن مریم تھے کما یظہر مفصلاً من الاعلان اور قرآن میں بھی تفصیل موجود ہے - پ ۲۵ حاشیہ ولقد اتینا بنی اسرائیل الکتاب والحکم والنبوۃ ورزقناھم من الطیبات وفضلنا ھم علی العالمین اور اس سورۃ میں تقابلۃً رسول اللہ کو فرماتا ہے ثم جعلناک علی شریعۃ من الامر الآیہ ہر دو آیات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسرائیلی شریعت منتزع اور ختم ہوکر اسماعیلیہ خاندان میں منتقل ہو گئی تو لکھے ہارون غیر تشریعی نبی تھا۔

اقول رسول اللہ نے حضرت علی کو فرمایا تھا۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی وسلم لا للنفی العام یعنی عام نبوت کی نفی کرتا ہے فلا نبوۃ بعد محمد - ان قولہ من خبر المبتدء ومن الصالیۃ ومتعلق الخبر خاص والباء زائدۃ کما فی قولہ تعالیٰ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ ای فان آمنوا ایمانا مثل ایمانکم یعنی ونازل منی منزلۃ ھارون من موسیٰ والاتصالیۃ بہ لیس من جھۃ النبوۃ ینفی الاتصال من جھۃ الخلافۃ لانھا تلی النبوۃ فی المرتبۃ فالمعنی انہ لا یحدث بعدہ نبی لانہ خاتم النبیین السابقین وفیہ ایماء الی انہ لو کان بعدہ نبی لکان علیا وھو لا ینافی ما ورد فی حق عمر نصا لان الحکم فرضی وتقدیری فکانہ قال لو تصور بعدی نبی لکان جماعۃ من اصحابی ولکن لا نبی بعدی وھذا النفی قولہ لو عاش ابراھیم لکان نبیا فتدبر مختصرا۔ اس حدیث سے واضح اور منکشف ہوا کہ آنحضرت کے بعد نبوۃ غیر تشریعی بھی موجود نہیں - من ای قسم کان لان لا للنفی العام

ایک اور حدیث بھی اس مطلب کو واضح کردیتی ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء علیھم السلام کلما ھلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی وسیکون بعدی خلفاء - الحدیث اخرجہ الشیخان تیسیر الوصول الی جامع الاصول جلد اول ص ۲۲

آنحضرت نے اس حدیث میں نبوۃ کی نفی فرماکر اس کے قائم مقام خلافت کو ٹھہرایا ہے غرضیکہ اب باقی رہی خلافت اور تجدید و تحدیث و تکلیم و نبوۃ جزوی و نبوۃ ظلی و نبوۃ مجازی ان سب کی جان محدثیت ہے - فی القاموس المحدث کمحمد الصادق - نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی ایک ظلی کا از الہ ۲ یہی نبوت ظلی (یعنی فنافی الرسول) اتباع سے ملتی ہے وھی مترادفۃ للتحدیث کما سنفصل انشاء اللہ تعالیٰ -

تولکھے اختتام کے معنی نبوۃ کو بند کر دینے کے نہیں بلکہ نبوت کے کمال کو ظاہر کرنا ہے - چنانچہ حضرت اقدس یوں کہتے ہیں آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے

اقول مولانا صاحب کیا پہلے انبیا نبوۃ کے نقصانات ظاہر کرتے تھے اور وہ کمالات نبوت ظاہر نہیں کرتے تھے - اختتام کے اس معنی میں تو کل نبی شریک ہیں پس خاتمیت غیر ثابت ہے اگر یہ معنی تسلیم بھی کئے جاویں تو آپ پھر بھی جواب سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے - کیونکہ اس صورت میں

ہر نبوت را بروشد اختتام

کے یہ معنی ہوئے کہ نبوت تشریعی اور نبوت غیر تشریعی بلا واسطہ اور غیر تشریعی بالواسطہ کے کمالات ظاہر کرنے آپ پر منحصر ہوئے یعنی آپ کی پیروی ہر سہ قسم کی نبوت کے کمالات بخشتی ہے - اور آپ کی توجہ روحانی ہر قسم کے نبی تراش ہے - یعنی آپ کی توجہ روحانی سے تینوں نبوتیں مل سکتی ہیں - لہٰذا اختتام نبوت کے معنی جو آپ نے مرزا صاحب کی عبارت سے استنباط کئے ہیں صحیح نہیں اور بالبداہت یہ معنی آپ کے دعوے اور عقیدہ سے مخالف ہیں - کیونکہ آپ تو نبوت بالواسطہ کے افتتاح کے قائل ہیں - پس ہر کا لفظ افرادی یا مجموعی ہر دو صورت نبوت کی نفی کرتا ہے -

اب میں ختم نبوت کے معنی رسول اللہ صلعم کی احادیث صحیحہ سے نقل کرتا ہوں -

عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلک علی الناس فقال لکن المبشرات - فقالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال رؤیا المسلم وھی جزء من اجزاء النبوۃ (ترمذی جلد ۲ صلہ باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات) غور فرمایئے کہ آنحضرت صلعم ختم نبوت کے معنی انقطاع نبوت فرماتے ہیں - اور لغت بھی ان معنوں کی تائید کرتی ہے کما فی القاموس ختم الشیء بلغ آخرہ

جب فرمایا کہ رسالت و نبوت منقطع ہو چکی تب یہ بات صحابہ پر شاق گذری کیونکہ یہ ایک ذریعہ خدا کی ہستی کے ثبوت میں ہے - اور اس سے آئندہ کے امور قبل از وقت ظاہر ہوتے ہیں اس سے زیادتی اور تقویت ایمان متصور ہے - پس صحابہ کی اس تکلیف کو محسوس کر کے فرمایا مبشرات باقی ہیں صحابہ نے دریافت کیا کہ مبشرات کیا ہیں فرمایا مومنوں کی سچی خوابیں - اور مسلم کی رؤیا نبوۃ کے اجزا میں سے ایک جز ہے - اور کشوف بھی مبشرات میں شامل ہیں - مرزا صاحب کے الہامات میں چونکہ ایک گونہ ربودگی حواس ہوتی تھی اس لئے الہامات منامیہ تھے - پس کشوف اور الہامات منامیہ سرور دیار صادقہ حضرت اقدس کی نبوت ہے - وھی المعجزۃ الجزوی اگر کوئی کہے کہ اور لوگوں کو بھی سچی خوابیں آتی ہیں اور کشوف وغیرہ ہوتے ہیں تو حضرت اقدس اور دوسرے لوگوں میں فرق کیا ہے جواب قلت اور کثرت کا فرق ہے - کیونکہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ ہی جزوی و ظلی و مجازی و معنوی نبوت ہے -

امام ترمذی کا بھی یہی مذہب ہے - کہ ختم نبوت کے معنی ذہاب نبوۃ کے ہیں - اس بات کو ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات سے باب باندھ کر بتلا دیا ہے - عن ام کرز الکعبیۃ قالت سمعت رسول اللہ یقول ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات - ابن ماجہ

اس حدیث سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے معنی ذہاب نبوۃ کے ہیں اور حضرت اقدس کی عبارات سے حقیقۃ الوحی میں بھی یہی معنی ظاہر ہوتے ہیں - النبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلعم ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ البشری میں ہے - ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا خاتم الانبیاء بغیر استثناء وفسرہ فی قولہ تعالیٰ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین ولو جوزنا انفتاح باب وحی النبوۃ بعد تغلیقھا وھذا خلاف کما لا یخفی علی المسلمین وکیف یجیء نبی بعد رسولنا وقد انقطع الوحی بعد وفاتہ وختم اللہ بہ النبیین انعتقد بان عیسی الذی انزل علیہ الانجیل ھو خاتم الانبیاء لا رسولنا انعتقد ان ابن مریم یاتی وینسخ بعض احکام القرآن ویزید بعضا فلا یقبل الجزیۃ ولا یضع الحرب الحاضرۃ فتدبر -

حضرت اقدس کی نبوت تو لغوی ہے یہاں تو کمی بیشی کا اندیشہ ہی نہیں۔ اگر نبوت مجازیہ ملحوظ ہو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم قرآن میں وارد ہے اور حضرت مرزا صاحب کے بارہ میں ویزید فی الحلال حدیث میں موجود ہے۔ تکملہ مجمع البحار ص ۸۵

قولہ حضرت صاحب کی مراد نبوۃ صحف اولیٰ سے وہ نبوت مراد ہے۔ جو براہ راست یا پہلی شریعت میں کمی بیشی کرنے والی ہے۔

اقول - یزید فی الحلال - تجمع لہ الصلوٰۃ یضع الحرب - یضع الجزیۃ

حرام کی حلت اسلامی اشاعت کے لئے۔ بینکوں کے سود کی حلت اشاعت اسلام کے لئے حلت تصویر اسلامی ضروریات کے لئے۔

جس طریق سے آپ مرزا صاحب کو نبی غیر تشریعی بالواسطہ ثابت کرتے ہیں تو اس طریق سے تو امور مذکورہ بالا سے تشریعی ثابت ہوتے ہیں فتدبر۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وانہ لفی زبر الاولین انہ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہے یعنی اس کے معانی کتب سابقہ میں ہیں۔ ان معانیہ فیہا وبہ یحتج لابی حنیفۃ فی جواز القراءۃ بالفارسیۃ فی الصلوٰۃ علی ان القرآن قرآن اذا ترجم بغیر العربیۃ حیث قیل وانہ لفی زبر الاولین لکون معانیہ فیہا جز سابع ص ۴۰ تفسیر البحر المحیط حتی تاتیہم البینۃ رسول من اللہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ ۔ البینۃ ہی القرآن ونظیرہ قولہ تعالیٰ اولم تاتہم بینۃ ما فی الصحف الاولیٰ تفسیر کبیر۔ البینۃ سے مراد قرآن ہے۔ اور وہ صحف الاولیٰ میں ہے۔ پس تمام کتب سماویہ کا قرآن جامع ہے۔ اور جس قدر تعلیمیں صحف سابقہ میں موجود تھیں وہ سب کی سب قرآن میں موجود ہیں۔ جب خدا کے کلام سابقہ صحف میں دو قسم کی نبوت تشریعی اور غیر تشریعی ہے۔ اور قرآن بھی دونوں بیان کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بینہ ہے اور وہ صحف اولیٰ میں ہے۔ پس حضرت اقدس نے ما نعنی من النبوۃ ما یعنی فی الصحف الاولیٰ ہر دو قسم کی نفی فرمائی ہے۔ تیسری قسم کی نبوۃ جس کے آپ قائل ہیں اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیں۔ اور باقی مبشرات ہمارا مدعا ہے اور المبشرات وہ جزو نبوۃ ہیں نہ نبوۃ النبوۃ ال للعہد ہے۔ وہو عوض عہد المضاف الیہ یعنی ما نعنی من نبوتنا التی یقصد فی الصحف السابقۃ

بل انہا درجۃ من مدارج النبوۃ

بلکہ وہ ایک درجہ نبوت کے درجوں میں سے ہے وہ عطا نہیں کیا جاتا۔ مگر آنحضرت کے اتباع سے جس کے لئے یہ درجہ حاصل ہوا اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ کلام اکثر اور بہت مصفیٰ کرتا ہے اس درجہ کے حصول سے شریعت تامہ مستقلہ میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس درجہ والا امتی ہوتا ہے۔ بل کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیتا ہوں۔ غور کریں۔ بل للاضراب وان کانت بعد ایجاب فلقلت حکم ما قبلہا لما بعدہا المفرد او نفی او نہی تو انہ اثبت لہ وجعلت ضد بقالیہا ۔ فان تلاہا جملۃ فللابطال المعنی الاول واثبات لما بعدہ نحو ام یقولون بہ جنۃ بل جاءہم بالحق او الانتقال ولدینا کتاب ینطق بالحق وہم لا یظلمون بل قلوبہم فی غمرۃ ہمع الہوامع جزء ثانی مختصراً ص ۱۳۶

یہاں بل اضرابیہ ابطالیہ ہے کیونکہ اس کے بعد بھی ہی درجۃ جملہ واقع ہے۔ جو ابطال معنی اول کرتا ہے کہ وہ صحف اولیٰ والی نبوۃ مرزا صاحب کی نبوت ہو۔ اور صحف اولیٰ میں وہ دو ہی نبوتیں مستقلہ کاملہ تشریعی اور غیر تشریعی مذکور ہیں۔ یعنی حضرت اقدس کے واسطے دونوں نبوتیں نہیں ہیں۔ جیسا کہ سابق مفہوم بل مخالف کا اعتراض ہے کہ مرزا صاحب نبوۃ کے مدعی ہیں۔

جواب بلکہ ان کے واسطے ایک درجہ نبوت کے درجوں میں سے ہے۔ وہ ہمارے نبی کے کامل اتباع سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا شریعت میں کوئی نیا دخل نہیں۔ اعلم من الکامل ہو الذی رزقنا من ہذہ النعمۃ علیٰ سبیل الموہبۃ والذی لم یرزق منہ شیئاً یخاف علیہ سوء الخاتمۃ

حقیقۃ الوحی۔ انی سمیت نبیاً علیٰ لسان خیر البریۃ وذلک امر ظلی من برکات المتابعۃ۔ یعنی میرا نام جو رسول اللہ صلعم نے نبی رکھا ہے یہ ایک امر ظلی ہے۔ یعنی میں رسول اللہ کا ظل اور بروز ہوں۔ میرے لئے یہ نام اصالتاً نہیں بلکہ اعتباراً ہے۔

وسمیت نبیاً من اللہ علیٰ طریق المجاز لا علیٰ وجہ الحقیقۃ - شیر کا لفظ خاص جانور کے لئے حقیقت ہے اور جب کسی بہادر کے لئے مستعمل ہوتا ہے تو مراد صرف اس کی شجاعت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب مرزا

لہ لانہ المحدث وہو موہبی منہ

صاحب کے واسطے نبی کا لفظ بولا جاوے تو مراد کثرت مکالمہ مخاطبہ ہوتا ہے۔ جبکہ بشارت کے رنگ میں ہے نہ حقیقی نبوۃ جو کہ شاہد حالی الذکر ہے۔ حقیقۃ مجاز پر تفصیل باقی ہے۔ جب علم المعقول وعلم البیان وانا اذا قلنا مثلاً ان غلام احمد نبی بطریق المجاز والاستعارۃ فلیس علینا من الوجوب ان نثبت لہ کلما یوجد فی الانبیاء من لوازم النبوۃ بل یقال لہ نبیاً من جہۃ المبشرات وہو وجہ الشبہ نثبت من ہذا ان غلام احمد لیس نبی من جہۃ الحقیقۃ

قولکم - آپ احمدی ہو کر حضرت مسیح موعود کے عقائد کے برخلاف کیوں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو نبوت محمد رسول اللہ کی پیروی سے نبوۃ ہے وہ اکتسابی ہے وہ نبوت ہی نہیں۔

اقول حضرت اقدس کی عبارات ہی فیصلہ کرتی ہیں وذالک امر ظلی من برکات المتابعۃ یہ ظلی امر ہے آنحضرت کی پیروی کی برکات سے حاصل ہوتا ہے۔ سنا نبوت جو حاصل ہو وہ اکتسابی ہی ہے لان النبوۃ غیر کاسبیۃ ولا بالاسباب تیسرا رسول الاتباع الاصول بل ہی درجۃ لا تعطی الا بتباع سیدنا خیر الوری وکل من حصلت لہ ہذہ الدرجۃ یکلم اللہ ذالک الرجل بکلام اکثر واجلی حصول اس درجہ کا اتباع سے ہوتا ہے۔ جب حصول اس کا اتباع سے ہوا تو اکتسابی ہوا ولا شک ان المحدث موہبۃ مجردۃ لا تنال بکسب البتۃ کما ہو شان النبوۃ ویکلمہ اللہ محدثین کما یکلم النبیین ویرسل المحدثین کما یرسل الرسل ویشرب المحدث من عین یشرب فیہا النبی فلا شک انہ نبی لولا لباب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸۲ - حضرت کی تحدیث و تکلیم تجدید موہبی ہیں۔ ازالۃ الاوہام میں لکھا ہے صفحہ ۴۲۲ نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے وہ موہبی ہے۔ جس کا دعویٰ خدا تعالیٰ کے حکم سے نہیں کیا گیا وہ غیر موہبی ہے۔

علاوہ تحدیث کے مبشرات ہیں وہ اکتسابی ہیں لان حصول المبشرات نبوۃ ظلی - فافہم فانہ دقیق

باقی آئندہ

عقائد محمودیہ سے بیزاری

آج صبح مورخہ ۲۰۔ مئی ۱۹۱۶ء بمکان بابو محمد حسین صاحب جو بابت مرزا صاحب کے نبی ہونے اور نہ ہونے کے متعلق ہوئی اس میں محمودی فریق نے باوجود اس کے کہ حضرت صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی سے دو حوالے پڑھے۔ اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ بھی تمام پڑھا۔ مگر جب مولوی محمد حسین صاحب حکیم مرہم عیسیٰ نے اسی اشتہار اور کتاب سے عبارتیں پڑھکر بتلائیں۔ اور ان کی تشریح کی۔ تو ثابت ہوا۔ کہ مرزا صاحب کا دعوے نبوت کا نہیں۔ اور محمودی پارٹی محض غلو اور ضلالت کی راہ سے مرزا صاحب کو نبی اور رسول کہہ رہی ہے۔ اور میں مسمی لال دین جو حضرت مرزا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہوا ہوں۔ اب میں ان عقائد سے جو محمودی پارٹی ظاہر کرتی ہے سخت بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اور مرزا صاحب کو ہرگز نبی نہیں مانتا اور نہ سوائے اُن مسلمانوں کے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب کو کافر یا مفتری کہا۔ کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر کہتا ہوں۔ میں اب احمدی ہوں محمودی بننے سے توبہ کرتا ہوں ؁

العبد مستری لعل دین۔ لائل پور بازار اہل پور لال دین مستری بقلم خود۔

میاں صاحب کے ایک مبلغ کا فرار
ایک مبایع میاں صاحب کی شہادت

گوجرہ میں پچھلے دنوں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ اور شیخ قمر الدین صاحب تاجر عینک جہلم کچھ وعظ و تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ انہوں نے چاہا۔ کہ وہاں میاں صاحب کے مقرر کردہ مبلغ سے اختلافی مسائل پر گفتگو کریں لیکن اس نے فرار کیا اور بات کرنے سے ہچکچایا۔ اس کی اس ہچکچاہٹ اور گریز کی شہادت جناب ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجرہ نے لکھکر دی ہے۔ جسے ہم ذیل میں شائع کرتے ہیں اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ میاں صاحب کی طرف سے ہر علاقہ میں مبلغین کے مقرر کئے جانے کا جو دستور چند دنوں سے ہو رہا ہے۔ وہ آیا ہی قابل ہے۔ کہ اتنی اہمیت دیجائے۔ ایڈیٹر

میں تصدیق کرتا ہوں کہ شیخ قمر دین صاحب تاجر عینک جہلم نے مولوی نظام الدین صاحب مبلغ قادیان سے تقریری مباحثہ کے واسطے بارہا درخواست کی۔ اور مختلف معززین شہر نے مولوی صاحب سے مکرراً و مراراً عرض کی۔ کہ آپ میدان میں نکلکر مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعودؑ پر روشنی ڈالیں تاکہ سامعین کے شکوک رفع ہوں اور ان پر حق کھلجاوے۔ مگر مولوی صاحب مذکور نے اس عذر لنگ سے پہلو تہی کیا۔ کہ میرے تحریری سوال کا جواب جب تک مکمل نہ آوے میں تقریری مباحثہ شروع نہیں کرونگا۔ طالبان حق نے تحریری پر تقریری مباحثہ کو ترجیح دی۔ اس کے ذمہ دار تھے۔ کیونکہ تحریری مباحثہ پر بہت وقت صرف ہونے کا اندیشہ تھا۔ تحریری سوال کا جواب شیخ قمر دین صاحب کی طرف سے دو دفعہ حضرت مولوی صاحب کو مل چکا۔ جس کو وہ ناکافی سمجھتے تھے۔ اس پر یہ اعتراض اٹھایا گیا۔ کہ جن لوگوں کے فائدے کے واسطے یہ مباحثات تجویز کئے جاتے ہیں۔ نہ ان کے پاس اسقدر وقت ہے کہ اس قدر طول طویل تحریرات کو دیکھیں۔ اور نہ ہی ان میں کوئی دلچسپی کی بات ہے کیونکہ محض لفظی اور خشک خط و کتابت اور تضیع اوقات کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس خیال سے مولوی صاحب کو میں نے پانچ چھ مرتبہ اپنے مکان پر اپنی ذمہ داری پر بلایا کہ تشریف لاکر گفتگو کریں۔ مگر افسوس مولوی صاحب مذکور نے وہی عذر دہرایا اور ہمیں اپنے نکات و معارف سے محروم ہی رکھا۔ کاش کہ بحیثیت مبلغ کے وہ اپنے فرائض کو کما حقہٗ ادا کر سکتے ؁

۱۷-۵-۲۵ء

مبایع احمدی محمد یعقوب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجرہ

"عید تو آج ہے چاہو کرو یا نہ کرو"

مغالطہ دہی ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا فضل ایڈیٹر کے خمیر میں رچ چکی ہے۔ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے کیا صاف اور سیدھی بات کہی۔ کہ حضرت صاحب کو الہام ہوا۔ "عید تو آج ہے چاہو کرو یا نہ کرو" اس الہام کو سُن کر بعض احباب نے روزے کھولدیئے۔ حضرت اقدس نے اس سے منع فرمایا کیوں؟ اس لئے کہ حدیث میں افطار کے لئے رویت ہلال کی شرط ہے۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ آپ اپنے الہام کو صحیح حدیث کے بھی ماتحت رکھتے تھے۔ چہ جائیکہ اسے قرآن کے برابر قرار دیتے۔ حالانکہ محمودی عقیدہ کے رو سے اگر آپ کا الہام صحیح حدیث پر مقدم اور قرآن کے برابر تھا۔ تو عید کے دن تو روزہ رکھنا حرام ہے پھر کیوں افطار سے منع فرمایا۔ فضل ایڈیٹر نے پہلے بھی اس کے جواب میں مغالطہ دہی سے کام لیا۔ اور افطار کے سوال کو نظر انداز کرکے عید کے کرنے یا نہ کرنے کے سوال کو چھیڑ دیا۔ ہم نے اس کے جواب میں لکھا۔ کہ یہ بتلا بھی دیا کہ یہاں سوال عید کے کرنے یا نہ کرنے کا نہیں بلکہ سوال روزہ کا ہے۔ عید کے کرنے یا نہ کرنے کا سوال تو الگ ہے۔ یہاں تو یہ پوچھا گیا تھا کہ اگر وہ واقعی عید کا دن تھا۔ جیسا کہ الہام الہیٰ سے ثابت ہے تو اصحاب روزہ کھولنے سے کیوں منع کیا جاتے تو تھا کہ دوسروں سے بھی افطار کرا دیتے۔ اگر اپنے الہام کو حدیث صحیح پر مقدم سمجھتے۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں کیا بلکہ افطار کرنیوالوں کو الٹا منع کیا اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ آپ اپنے الہام کو صحیح حدیث کے ماتحت سمجھتے تھے نہ مقدم۔ الفضل نے ہماری اس تصریح کے باوجود بھی پھر وہی مغالطہ اندازی شروع کردی اور لکھا کہ

"یہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا الہام ہے جس کی بنا پر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا اعتراض ہے۔ کہ چونکہ حضرت صاحب نے عید نہیں کی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ اپنے الہام کو حدیث کے مقابل پر ظنی سمجھتے تھے۔ چونکہ لوگوں نے چاند نہ دیکھا۔ اس لئے آپ نے عید نہ کی۔"

کسقدر جھوٹ ہے کیا الفضل کوئی فقرہ حضرت ڈاکٹر صاحب کا ایسا پیش کرسکتا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہو۔ کہ چونکہ حضرت صاحب نے عید نہیں کی پس ثابت ہوا۔ کہ آپ اپنے الہام کو حدیث کے مقابل پر ظنی سمجھتے تھے۔ ان کے اصل الفاظ کو ذرا پڑھو۔ اور ہوش میں آؤ۔ دیکھو وہ لکھتے ہیں۔

"حضرت مرزا صاحب کا عید کے دن باوجود خدا سے علم پانے کے روزہ نہ افطار کرنا۔ بلکہ افطار کرنیوالوں کو منع کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ یا تو آپ نے اپنے الہام کو اس حدیث سے بھی نیچے مرتبہ دیا جس میں رویت ہلال شرط ہے۔ یا آپ نے عید کے دن روزہ رکھنا جائز سمجھا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے عید کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق سوال نہیں کیا بلکہ روزہ کے افطار کے متعلق سوال کیا ہے۔ پھر کیوں فضل ایڈیٹر نے انکی طرف وہ بات منسوب کی جسکا انکے سوال سے کوئی تعلق ہی نہیں۔ کیا یہ انکی حق پوشی اور اعراض عن الصداقت کا کھلا کھلا ثبوت نہیں کاش اس طرح ہاتھ پاؤں مارنے اور خواہ مخواہ لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے بجائے حق بات کہتے

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور لمیٹڈ احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکریٹری و پبلشر سپرنٹنڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے اہتمام سے شائع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۸

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندرین دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا ھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدا
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت

سالانہ ے

ششماہی سے

سہ ماہی ۹ عمر

ماہوار و طلبا سے سالانہ للعہ

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | بیت المسلمین لاہور سہ شنبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۴ہجری المقدس مطابق ۲۷ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۷

حضرت امیرؓ کا ضروری اعلان

ایبٹ آباد جانیوالے احباب کی خاص توجہ کے قابل

۱- میرا پتہ خط و کتابت حسب ذیل ہے۔

"کوٹھی نمبر ۱۴ سول لائنز ایبٹ آباد"

۲- درس قرآن کریم کے لئے رمضان میں جو احباب یہاں آنے کا پختہ فیصلہ کر چکے ہیں وہ اس اعلان کے دیکھتے ہی مجھے اطلاع دیں تاکہ تعداد کا صحیح اندازہ کیا جا سکے

۳- ایسے تمام احباب کو رمضان کے شروع ہونے سے ایک دن پیشتر یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔

۴- آخری ریلوے سٹیشن جس کا ٹکٹ لینا ہے حویلیاں ہے۔ وہاں سے ایبٹ آباد صرف ۹ میل ہے سالم ٹانگے کا کرایہ سوا دو اور تین روپے کے درمیان ہے۔ میل ٹانگے میں ایک روپیہ فی سواری پر سیٹ (جگہ) مل سکتی ہے۔ موٹر بھی چلتی ہے۔ جس کا کرایہ دو روپیہ فی سواری ہے۔

۵- فاسٹ پسینجر ٹرین جو لاہور سے دس بجے رات کے چلتی ہے وہ سرائے کالا دس بجے دن کے پہنچتی ہے یہاں تبدیلی کرنی پڑتی ہے لاہور کی سمت سے سفر کے لئے یہ گاڑی بہت موزوں ہے۔ ایک بجے حویلیاں پہنچا دیتی ہے۔ اور دو تین گھنٹہ میں ایبٹ آباد پہنچ جاتا ہے۔ کلکتہ میل رات کے بارہ بجے پہنچتی ہے۔ اس سے اتر کر اسی وقت حویلیاں کی گاڑی میں سوار ہو جانا چاہیئے۔ جو تیار رہتی ہے۔ مگر رات سرائے کالا میں گذارنی پڑتی ہے اور وہ صبح کے ۵ بجے وہاں سے چلتی ہے۔ خاکسار محمد علی۔

پیر پرستی کی بنیاد

بدر کا ایک پرانا فائل اس وقت میرے سامنے ہے اس میں ۱۳ مارچ ۱۹۱۳ء کے پرچہ میں "قادیان کی سیر" کے عنوان سے ایک غیر احمدی سمجھدار اور منصف مزاج مسلمان کا ایک مضمون اتفاق سے میری نظر پڑا۔ اس سارے مضمون کو پڑھنے سے لائق مضمون نگار کے انصاف اور تدبر کی داد دینی پڑی بالمخصوص ذیل کی چند سطور کو جس میں بعض واقعات سے قادیان میں آئندہ پیر پرستی کی بنیاد پڑنے کی پیشگوئی کی گئی ہے۔ موجودہ واقعات کے مطابق دیکھکر لائق مضمون نگار سردار محمد اسلم خانصاحب کے فہم و تدبر اور ان کی دینداری کا اور بھی قائل ہونا پڑا یہ الگ امر ہے کہ وہ سلسلہ عالیہ کے عقائد سے اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن توحید و انصاف کا جذبہ جو انھوں نے اپنی اس تحریر میں دکھایا ہے ہمیں مجبور کرتا ہے کہ ہم انھیں اپنے موجودہ دوستوں کے مقابلہ میں جنہوں نے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر کے اپنے تمام علم و عقل کو خیرباد کہدیا ہے زیادہ دیندار اور منصف مزاج کہیں جیسا کہ ان کی ذیل کی سطور سے ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"ہاں ایک بات کہیں حد تک پیر پرستی کی بنیاد آئندہ قادیان میں قائم ہو جانے کے متعلق مجھے نظر آئی۔ وہ الحکم کے ایڈیٹر کا ایک مطبوعہ اشتہار تھا جو قادیان میں بہت جگہ چسپاں پایا گیا۔ جو صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد صاحب کے سفر حج سے بخیر و عافیت واپس آنیکی مبارکبادی کے لئے شائع کیا گیا جس کا مضمون "لڑکے دی لاج" جیسے پنجابی فقرے اور باقی سیاق عبارت سے پیر پرستی کے خط و خال کو نمایاں کر رہا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ کیوں ایسے اشتہار کی اشاعت اس حد تک جائز رکھی گئی ہے۔ کہ وہ بہت دنوں سے خدا پرست قادیان کی دیواروں کو چمٹا ہوا ہے خصوصًا مولوی نورالدین صاحب اور صاحبزادہ صاحب نے اسے اکھڑوا ڈالنا چاہیئے تھا۔ اس کو دیکھکر مجھے خوف پیدا ہو گیا ہے کہ کہیں پیر پرستی کی کمزور سی چنگاری بڑھتے بڑھتے سارے قادیان کو بھسم نہ کر ڈالے جو غالبًا مولوی نورالدین صاحب کی اس دنیا سے رحلت فرمانے کے انتظار میں ہے۔ جس کا تدارک ابھی سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بھی کر دینا چاہیئے"

بقیہ مضمون آمدہ از صفحہ ۳

اور شرائط بیعت میں ہم نے قبول کیا۔ کہ
"میں دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام
کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی
اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر
عزیز سمجھوں گا"

پس اسوقت دین اور دین کی عزت کا سوال ہمارے
درپیش ہے۔ اسلام کی حالت زار زبان حال سے
اپنی ہمدردی کے لئے پکار پکار کر بلا رہی ہے۔ اور
ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی
عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے
زیادہ تر اسکو عزیز سمجھیں۔ اور عملی طور پر اسکی
ہمدردی کا حق بجا لائیں۔ اس لئے مبارک ہیں وہ
جو اس عہد کو عملاً پورا کر کے دکھائیں۔ اور خدا
تعالے کی اس آزمائش اور اس امتحان میں فیل نہ
ہوں۔ ہم انتظار کرینگے۔ کہ ہماری اس صدائے
درد کا ہمیں کیا جواب ملتا ہے۔ درپیش کردہ
تجویز کو کتنے احباب کس حد تک پورا کرنے کو
تیار ہیں۔ جن سب کے نام معہ ان کی امدادی
کوششوں کے تذکرہ کے ہم انشاءاللہ پیغام صلح
میں شائع کرتے رہینگے۔ وما توفیقنا الا باللہ۔

اخبار احمدیہ

کپور تھلہ سے ایک دوست حضرت امیر کی خدمت
میں تحریر فرماتے ہیں:۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور جن دنوں
قادیان تشریف رکھتے تھے اور حضرت صاحب حیات تھے
اُن دنوں میں وہاں تعلیم حاصل کرنیکے واسطے گیا ہوا تھا
صرف بندہ کو نہیں بلکہ ہم سب کو اچھی طرح سے معلوم ہے
کہ جسقدر خدمات مذہب اسلام آپ نے کی ہیں۔ ایسے
نیک وجود دنیا میں بہت ہی کم ہیں۔ آپکا وجود قوم
کیواسطے باعث فخر ہے۔ خدا آپ کو ایسے ہی نیک کاموں
کی توفیق دیوے۔ آمین۔ ہم تہ دل سے آپ کی درازی
عمر وصحت کیواسطے ہمیشہ دعاگو رہتے ہیں۔ حالانکہ
آپکی شکل سے بھی واقف نہیں ہیں۔ لیکن کچھ
قدرتی بات ہے کہ مجھکو آپ سے دلی محبت ہے
اور آپ کا نیاز حاصل کرنے کی دلی آرزو ہے۔
انشاءاللہ عنقریب جناب کی قدمبوسی کیواسطے
حاضر ہونگا۔ نیز میں ایک بڑا گنہگار آدمی ہوں
میرے حق میں دعا فرماویں۔ حضور کو شاید معلوم
نہیں۔ میں میاں عبدالمجید خان صاحب تحصیلدار
کپور تھلہ کا چھوٹا بھائی ہوں۔ مجھ سے بڑے
بھائی بشیر احمد خان ہیں۔

خاکسار حضور کا ایک گنہگار۔ نوکر بیت اللہ خان کلرک
دفتر صاحب سٹیٹ انجنیئر کپور تھلہ۔

تازہ خبریں

مزید قیدی گرفتار کئے گئے۔ لنڈن ۲۰ جون
ہیڈ کوارٹرز۔ ایک اعلان مظہر ہے کہ جنرل سیدرف
نے محاذ پر کئی علاقوں میں شدید جوابی حملے
جاری ہیں۔ ۱۷ جون کو دریائے سٹرپر سٹرک کے
شمال مشرق میں ۲۰ میل کے فاصلے پر ایک
لڑائی میں ہم نے ۳۲۴۳ قیدی اور ۱۷ کلدار
توپیں گرفتار کیں۔ ضلع کازی میں ہم نے
کھوئی ہوئی توپیں جنکا کل کے اعلان میں ذکر
کیا گیا تھا۔ واپس لیں۔ اور ۱۲۰۰ آدمی اور
کلدار توپیں گرفتار کیں۔ دشمن بنرگز کے شمال
میں دریائے سٹرپر بڑی سختی سے مقابلہ
کر رہا ہے۔ دشمن کا دایاں پہلو بڑی منتشر
حالت میں پیچھے ہٹ رہا ہے۔ اور اسکا بڑی
سختی سے تعاقب جاری ہے۔ ہم نے دریائے
سیرچیف لائن پر کئی گاؤں پر قبضہ کر لیا ہے۔
محاذ ڈونیا پر ہم کئی مقامات پر دشمن کے مورچوں
پر گولہ باری کر رہے ہیں۔ بغداد کی طرف ہم نے
پیدل فوج اور رسالہ کی علاقہ سریل میں جارحانہ
کارروائی روکی اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔
ایک برٹش آبدوز کشتی کی ہوائی جہازوں سے
جنگ کی لنڈن ۲۰ جون۔

لنڈن ۱۲ جون اخبار سونکا ڈسپیچ لاٹ
رقمطراز ہے کہ ایک برٹش آبدوز نے کٹیگیٹ میں
میں دو ہوائی جہازوں سے جنگ کی۔ ایک کو
گولوں کا نشان بنا کر نیچے گرا دیا گیا۔

بحری نقصانات کا اخفا۔ لنڈن ۲۱ جون
ایکسپریس رقمطراز ہے۔ کہ غرق شدہ یا ناقابل
تلافی طور پر شکست شدہ جرمن ڈریڈ ناٹوں
کے پسماندہ اشخاص کو فوجی سپاہیوں کی وردیاں
دی گئی ہیں۔ اور انہیں خندقوں میں بھیجدیا گیا
ہے۔ تاکہ انہیں اپنے گھر والوں کو یہ بتانے سے
سے روکا جائے۔ کیا واقعہ ہوا تھا۔ ان میں
سے چند آدمی بطور اسیران جنگ گرفتار
کئے گئے ہیں اور انہوں نے یہ حالات بتلائے
ہیں

آرمینیوں پر مظالم۔ لنڈن ۱۲ جون
ارض روم سے اخبار جرنل میں ایک مضمون
شائع ہوا ہے۔ کہ ۲ لاکھ آرمینیوں کا ۳/۲ حصہ
گورنمنٹ کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔

یونانی وزارت ٹوٹ گئی۔ لنڈن ۲۱ جون
[illegible] اخبار ٹیمس ایتھنز رقمطراز ہے کہ
موسیو سکولوڈس مستعفی ہو گیا ہے اور
اغلباً وزارت کے مستعفی ہونے کے متعلق

آج اعلان کیا جائیگا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ یونان
نے موسیو زیمس کو طلب کیا ہے۔ کہا جاتا کہ
سکولوڈس وزارت کا کوئی ممبر زیمس کی
وزارت میں شامل نہیں کیا جائیگا۔ موسیو
زیمس اتحادیوں کے ساتھ دوستانہ رویہ
رکھنے کے لئے مشہور ہے۔ اس سے پیشتر
تین دفعہ وہ وزیر اعظم بن چکا ہے۔ اور اس نے
یونان کے نیشنل بنک کے معاملات کو بڑی
قابلیت سے از سرنو ترتیب دیا تھا۔

لارڈ کچنر کی یادگار۔ لنڈن ۲۱ جون۔
ہوس آف کامنز میں اس امر کی تحریک کرتے
ہوئے کہ لارڈ کچنر کی یادگار قائم کی جائے مسٹر
اسکوئتھ نے لارڈ کرومر کے ساتھ ملکر لارڈ
کچنر کے مصر کی آزادی اور انتظام اور ہندوستان
کی افواج کی از سرنو ترتیب کے کام کی اور اس
جنگ میں اس کی انتھک ہمت بینظیر ذرائع ا
زبردست شخصیت کی بڑی تعریف کی مسٹر بونر لا
نے اس تحریک کی تائید کی۔ مسٹر وارڈ ل نے
بتلایا کہ لارڈ کچنر اور مزدور پارٹی میں ایک باہمی
اعتماد تھا۔ آخر تجویز تسلیم کر لی گئی۔

روسی کامیابی۔ لنڈن ۲۱ جون ہیڈ کوارٹرز
گذشتہ اعلان میں ایک توپخانہ کے بہادرانہ
کارنامہ کا جو ذکر کیا تھا۔ وہ فی الحقیقت میں سرانجام
دیا گیا تھا۔ جبکہ دشمن اپنے مورچوں سے نکالدیا
گیا تھا۔ اور وہ منتشر حالت میں بھاگ رہا تھا
چونکہ اسوقت کوئی رسالہ فالتو نہ تھا۔ اس لئے
ایک روسی باٹری کمانڈر سے ۶۰ سوار توپچی روانہ
کر دیئے گئے۔ جن میں سے انہوں نے پسپا شدہ
پیدل فوج کے چالیس سپاہیوں کو قتل کیا۔ اور
۱۵۰ آدمی گرفتار کئے اور باقی ۲۰ نے ایک مفرور
آسٹرین باٹری پر دھاوا بولدیا۔ مؤخر الذکر نے
ریوالوروں اور تلواروں سے مزاحمت کی اور انکے
کمانڈر مارے گئے اور گھوڑے سوار اور توپچی
باٹری کے مطیع ہونے سے پہلے مارے گئے صرف
تین روسی ہلاک ہوئے۔

مشرقی افریقہ میں جنگ۔ لنڈن ۲۱ جون
جنرل سمٹس رپورٹ کرتا ہے۔ کہ ہم نے دیمشان کے
جنوب میں مقام ہینڈنی پر قبضہ کر لیا ہے دشمن
کی سنٹرل ریلوے کی طرف پسپائی ہو رہی ہے
برگیڈیر جنرل ونچی نے جھیل نیاسا پر نیو لینگنبرگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن شمال مشرق
کی طرف پسپا ہو رہا ہے۔

بلجین [illegible] اب جرمن [illegible] کے
اور جھیل وکٹوریا کے [illegible] مغربی
کے درمیان [illegible] پر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۲۷ جون سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۷

ترجمۃ القرآن انگریزی

غالباً ہمارے ناظرین اس انتظار میں ہونگے کہ قرآن کریم کے جس انگریزی ترجمہ کے لئے ایک مدت سے آنکھیں ترس رہی ہیں جس کی تدوین وتالیف میں اس نیک اور پاک انسان کی سالہا سال کی محنت ومشقت اور دماغ سوزی کام آتی رہی ہے جو مسیح موعود کی خاص نظر عنایت کا مرجع آپ کے دینی وروحانی فیوض کا مورد خاص اور علامہ نور الدین جیسے مفسر قرآن وعالم کلام ربانی کا خاص الخاص درس یافتہ رہا ہے جس نے اسلام کی حقانیت اور غیر مذاہب کے اعتراضات کے ثبوت وتردید میں اپنے رشحات قلم کے وہ وہ جوہر دکھائے کہ جن سے یورپ وامریکہ کے فضلا کو اس کی قابلیت وخوبیوں کا قائل ہونا پڑا۔ اور سلسلہ عالیہ کے عنید سے عنید دشمنوں نے بھی اس کے زبردست اسلامی مضامین کی عمدگیوں کا اعتراف کرکے ان کی کثرت اشاعت کا بیڑا اٹھانا چاہا۔ ہاں اسی پاک انسان کے خدا ترس دل ودماغ سے نکلے ہوئے قرآنی جواہر ریزوں اور حقائق ومعارف کو عنقریب اپنی آنکھوں سے دیکھنے اور بلاد غربیہ کے تشنہ لبوں کے ان سے سیراب ہونے کا انتظار اب بہت بڑھ گیا ہوگا۔ اور یقیناً ہمارے احباب کے کان اب نہایت بےتابی کے ساتھ اس کے چھپ جانے کی خوشخبری سننے کے منتظر ہونگے۔ فی الحقیقت ان کا یہ انتظار بہت برمحل اور ان کی خواہش بالکل بجا ہے اسلئے ہم انھیں یہ خوشخبری سنا دینا چاہتے ہیں کہ ان کی خواہش عنقریب پوری ہونے والی ہے۔ ترجمۃ القرآن کے تمام پروف مطبع سے آچکے ہیں۔ ایک حصہ متن کا تب متن کے لکھنے میں مصروف ہیں۔ جس کے ختم ہونے پر ولایت میں ان کے بلاک بن کر قرآن کریم جلد سے جلد نہایت خوشنما کاغذ اور لکھائی چھپائی اور ٹائپ میں چھپ کر تیار ہو جائیگا۔ لیکن اس خوشخبری سنانے کے ساتھ ہم ان سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے فرض کو کہاں تک ادا کیا ہے اور اخراجات طبع کے بہم پہنچانے کا کیا انتظام کیا ہے۔

ترجمۃ القرآن جیسا نہایت ضروری اور مہتمم بالشان کام جو مسیح موعود کا اصلی اور حقیقی کام تھا جس کی تکمیل کے لئے تیرہ صد سال بعد حسب پیشگوئی رسول اللہ صلعم قرآن ثریا پر جا چکا تھا۔ خدا کا وہ برگزیدہ انسان جو کل مجددوں کا سردار تھا خاص طور پر مبعوث کیا گیا اور جس کو سرانجام دینا گویا اسی مامور من اللہ کی اغراض بعثت کو پورا کرنا ہے۔ افسوس ہے کہ اس کے اخراجات کو پورا کرنے میں اس قدر سستی اور تساہل سے کام لیا جائے کہ ابھی تک بائیس ہزار کی مطلوبہ رقم جو وہ بھی اصل لاگت سے کم ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ احمدی قوم کی مخیر طبائع کی شان کے منافی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت کو اور بھی کثیر اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں اور ان سب کی وجہ سے ان کی ہمت وسعی کی طاقت تقسیم ہو کر ضروری مدات کے لئے بہت حد تک کمزور ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ عذر شاید دین کے کاموں میں بعض دنیا دار طبائع کے کام آسکتا ہے۔ ورنہ وہ قوم جسے خدا کے مامور کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا وعدہ کیا ہوا ہے یہ عذر کام نہیں دے سکتا۔ آخر ہمارے آئے دن کے ذاتی کام اور بعض دنیوی تقریبات اپنا گھر بار بیچ کر بھی ہزارہا روپیہ صرف کرنے پر ہمیں مجبور نہیں کردیتیں۔ پھر کیا دین ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے لئے جب کبھی کوئی ضرورت پیش آئے اور روپیہ پیسہ کا سوال مدنظر ہو تو طبیعت میں ایک انقباض پیدا ہو کر اس سے اعراض کا موجب ہو جائے یا عدم توفیق کا لایعنی عذر اس ضرورت کی اہمیت وفرضیت کو بھلا دے اور ہم صرف چند پیسوں کے ہی دیدینے پر جو اس ضرورت کے لئے کافی نہیں اپنے آپ کو اس فرض سے سبکدوش سمجھ لیں۔ میرا خیال نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ کم ازکم احمدی احباب میں سے کوئی بھی بزرگوار اس بات کے لئے تیار نہ ہوگا۔ کیونکہ جب اپنی ذاتی ودنیوی ضروریات کے لئے ہم اپنے جان اور مال سے اس حد تک کوشش کرتے ہیں جس حد تک وہ ضرورت رفع ہو جائے۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دین کے معاملہ میں بالخصوص قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کے جس سے سینکڑوں اور ہزاروں روحیں انشاء اللہ دین حق پر قائم ہونے والی ہیں۔ اخراجات کے سوال کو صرف تھوڑے سے پیسہ دیکر ہم نظر انداز کردیں ہاں میں کہتا ہوں کہ جس قدر جس سے ہو سکتا ہے وہ اسی قدر دے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ قرض اٹھا اٹھا کر دیا جائے گو اگرچہ دین کے لئے میں اسے ناجائز نہیں سمجھتا لیکن یہ بھی تو نہ ہو کہ صرف اس قدر دینے سے اب کسی تعلق دوسرا کوئی کام بھی ہمارے ذمہ نہیں رہا۔ بلکہ ضرورت ہے اس بات کی کہ دوسروں کو بھی تحریک کی جائے۔ جماعت کا ہر ایک فرد ایک خاص رقم کو خواہ بطور خود خواہ بذریعہ چندہ بہم پہنچانے کا ذمہ لے۔ چندوں کی فہرستیں کھول جائیں۔ اور ہر طبقہ اور ہر پیشہ کے احباب اپنے اپنے طبقہ اور پیشہ کے لوگوں اور تمام زیر اثر افراد کو اس ضروری اور اہم غرض کو یاد دلائیں اور اس میں امداد دینے کی انھیں تحریص دلائیں آخر ہمت اور کوشش سے ہی سارے کام ہوتے ہیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو جگانے اور انھیں بھی ثواب میں شامل کرنے کا کام ہمارے سپرد کیا ہے۔ پس کیا ہمارے لئے یہ سخت ندامت کی بات نہ ہوگی کہ ہم نہ تو خود اس سارے بوجھ کو اٹھائیں اور نہ دوسروں سے امداد طلب کریں اور ان کو خود ان کے اپنے کام کی ذمہ داری کو یاد دلانے کی سعی کریں۔ جماعت میں اس وقت ماشاء اللہ قریباً قریباً ہر طبقہ و پیشہ کے احباب موجود ہیں جو اپنے اپنے زیر اثر حلقوں سے چندوں کی اچھی خاصی رقوم جمع کر سکتے ہیں۔ تاجر اپنے گردوپیش کے دیگر تاجروں سے۔ پیشہ ور اپنے ہم پیشہ اصحاب سے طلباء اپنے ہم سبق متعلمین اور استادوں سے استاد اپنے شاگردوں اور دیگر معلمین سے دفاتر کے ملازم اپنے ہمنشینوں سے اگر چندے جمع کرنا چاہیں تو چند دنوں میں یہ سب اخراجات پورے ہو سکتے ہیں۔ اور زیادہ لمبی چوڑی اپیلوں وغیرہ پر روپیہ اور وقت صرف کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وہی روپیہ اور وہی وقت کسی اور ضروری اور مفید کام پر صرف ہو سکتا ہے

پس میرے دوستو۔ بزرگو اور عزیزو اٹھو اور ہمت سے کام لو یہ ایک نادر موقع اس وقت اللہ تعالیٰ نے تمھیں دیا ہے اور اپنی پاک کتاب کی اشاعت کا کام تمھارے سپرد کرکے تم سے اس وعدہ کی آزمائش کرنی چاہی ہے جو تم نے مسیح موعود کے ہاتھ پر دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا کیا۔ (بقیہ مضمون ملاحظہ ہو صفحہ ۲ - کالم ۱)

الاخبار والآراء

سکھ مذہب کی تبلیغ

اور مذاہب کی دیکھا دیکھی سکھ مذہب والوں کے دلوں میں بھی غیر ممالک میں اپنے مذہب کی تبلیغ کا جوش موجزن ہوا ہے۔ چنانچہ تازہ ہمعصر خالصہ اخبار۔ اسلام۔ عیسائیت۔ اور آریوں کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے اور باوا نانک علیہ الرحمۃ کے تبلیغ کے لئے دور و دراز ممالک کے سفر کا حال لکھکر سکھوں میں بھی اس بارہ میں جوش پیدا کرتا اور انہیں دوسروں کو اپنے حلقہ میں شامل کرنے کی ترغیب و تحریص دلاتا ہے۔ بڑی مبارک بات ہے ایک خدا کو منوانے کا کام جتنے بھی کریں تھوڑا ہے لیکن اسلام اور سکھ ازم کے اس مشترکہ اصول سے آگے جب ہم بڑھتے ہیں اور خالصہ اخبار کو گورسکھی کے نام سے کسی علیحدہ دین کی طرف راغب دیکھتے ہیں۔ ساتھ ہی دوسری طرف جب ہم خود حضرت باوا نانک علیہ الرحمۃ کو سوائے اسلام کے اور کسی مذہب کا حامی نہیں پاتے۔ تو ہم حیران رہجاتے ہیں اور کوئی جواب اس سوال کا بن نہیں آتا۔ کہ کیوں خالصہ اخبار اور اس کے دیگر ہم مذہب سکھوں نے گورسکھی کے نام سے ایک علیحدہ دین قائم رکھا ہے۔ اور کیوں خود اسلام ہی کی اشاعت کو وہ اپنا اصل الاصول اور نصب العین نہیں بناتے۔ تعجب ہے کہ باوا صاحب تو کلمہ طیبہ پڑھنے اور آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کو نجات کے لئے ضروری قرار دیں۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:۔

پاک پڑھیو کلمہ ربدا محمد نال ملائے
ہو یا معشوق خدا شیدا ہو یا تل اُمید

(جنم ساکھی کلاں ص ۱۴۲)

اسی پاک کلمہ پر ایمان لاکر آپ نے اسلام اور آنحضرت صلعم کے احکام کی عملاً بھی تائید کی۔ بیت اللہ مکہ معظمہ کا حج کیا۔ اور دیگر اسلامی ممالک کی بھی سیر کی۔ لیکن خالصہ اخبار باوا صاحب کے مذہب کے صریح خلاف کسی اور گورسکھی دین کے پرچار کی تعلیم دیتا ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ ہمارا معزز ہمعصر اپنے اس . . . . . . دین کی صداقت پر خود باوا صاحب کے کلام سے روشنی ڈالیگا۔ اور آپ کے ان اقوال کی بھی حقیقت ہمیں بتائیگا جو مذہب اسلام کی تائید اور حمایت میں آپ نے جا بجا فرمائے اور عملاً بھی اپنے آپ کو اسی کا پیرو ثابت کیا۔

فرخ آباد میں جلسہ تحقیق مذاہب اور ایک عیسائی کی شدھی

فرخ آباد میں معلوم ہوتا ہے آریوں کا سختی کیساتھ مقابلہ کرنیوالا کوئی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں آریوں کا بہت زور شور سنا جاتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں منشی تاج خان صاحب مختار عدالت کے آریوں کے چکمہ میں آجانے کے باعث مولوی اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کو انکے ازالہ شکوک کے لئے وہاں جانا پڑا۔ اور بحمد اللہ آپ کامیاب ہوکر وہاں سے واپس آئے۔ لیکن آریہ مہاشوں نے اس طرح سے شکار ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھکر ایک اور طرح سے جال بچھایا ہے۔ اور یکم جولائی ۱۹۱۶ء سے ۳ جولائی ۱۹۱۶ء تک ایک جلسہ بعنوان تحقیق مذاہب قائم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ جس میں سنا گیا ہے کہ اسلام کی طرف سے کوئی صاحب مولوی فتح اللہ صاحب آزاد ربانی مناظر مقرر ہوئے ہیں اور آریوں کی طرف سے مہاشہ شانتی سروپ۔ ہم نہیں جانتے کہ مولوی فتح اللہ صاحب آزاد ربانی کون اور کہاں کے رہنے والے ہیں اور اسلام کی نیابت کے وہ کہاں تک اہل ہیں۔ بہتر ہوتا کہ اس بارہ میں پہلے ایک عام اعلان کرکے کسی ایسے اسلامی مناظر کو طلب کیا جاتا۔ جس کی اہلیت کے بارہ میں مسلمانوں کو بھی اطمینان ہوتا۔ مولوی فتح اللہ صاحب کے متعلق ہمیں یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا کہ ان کا انتخاب کرنیوالے کون ہیں۔ آیا خود آریوں نے ہی بمصداق خود کوزہ و کوزہ گر و خود گل کوزہ کسی فریب خوردہ مسلمان کو جو ان کے زیر اثر ہو۔ اسلام کی طرف سے بطور مناظر تو نامزد نہیں کر دیا۔ ضرورت ہے کہ اس بارہ میں فرخ آباد کے مسلمان ضروری حالات سے اطلاع دیں اور بتائیں کہ مولوی فتح اللہ صاحب کون ہیں۔ انہیں اسلام اور دیانندی مذہب سے کہاں تک واقفیت ہے آیا پہلے کبھی انہوں نے مناظرہ کیا ہے یا نہیں۔ کہیں وہ آریوں کے زیر اثر تو نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ جلسہ اگر اسکا مقصد تحقیق حق ہے۔ کسی صحیح نتیجہ کا موجب ہو نہ کہ دیانندی مقاصد کی تکمیل کا آلہ کار اور اسلام کے متعلق خواہ مخواہ غلط فہمیاں پھیلانے کا موجب۔ پس منتظمین جلسہ سے ہم ملتمس ہیں کہ وہ اس بارہ میں سوچ سمجھکر کارروائی کریں۔

شہادت سے اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ کہ عیسائیوں کی طرف سے جس مناظر کا اعلان کیا گیا ہے۔ مولوی سلطان ایم پال صاحب ہیڈ مولوی مشن سکول فرخ آباد۔ انہی کے متعلق پرکاش لاہور کے اسی پرچہ میں دوسری جگہ مہاشہ شانتی سروپ کی طرف سے یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ وہ ۲۵ تاریخ کو شدھ ہونے والے ہیں۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ دال میں کچھ کالا کالا ضرور ہے مناظرہ ابھی ہوا۔ مناظر صاحب کا ابھی اعلان ہی ہوا ہے کہ ساتھ ہی تاریخ مناظرہ سے پہلے ہی وہ شدھ ہونیکو بھی تیار ہیں۔ کیا شدھ ہوکر بھی انہیں مناظرہ کی ضرورت باقی رہ جائیگی۔ اور پھر بھی وہی عیسائیت کی نیابت میں کھڑے ہونگے ہمیں خطرہ ہے کہ مولوی فتح اللہ صاحب بھی کوئی ایسے ہی بزرگ نہ ہوں۔ اور آریوں نے محض یہ رعب جمانے کے لئے کہ خود مسلمان مناظر آریہ ہوتا ہے۔ انہیں بطور ایک مناظر کے تجویز نہ کر دیا ہو۔ بہرحال اس بارہ میں صحیح حالات کی ہمیں ضرورت ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ فرخ آباد کے باخبر مسلمان اس بارہ میں جلد سے جلد پورے حالات سے ہمیں مطلع فرمائیں گے۔

سماجی معاصرین کی توجہ کے قابل

ہمارے سماجی دوستوں نے یہ عجیب طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ بجائے اسکے کہ خود ان اعتراضات کے جو انکے مذہب پر ہوتے ہیں معقولیت اور متانت کیساتھ جواب دیں اور دوسروں کا ازالہ شکوک کرکے اپنے مذہب کی صداقت اور خوبیوں کو بیان کریں آئے دن مختلف تحریرات و تقاریر میں بعض لا یعنی اور بیہودہ اعتراضات جنکے سینکڑوں دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں اسلام پر کرتے اور انہیں بار بار دہراتے ہیں ہم حیران ہیں کہ اس طریق عمل سے انکا کیا مقصد و مدعا ہے کیا یہی کہ ان بار بار کے اعتراضات سے وہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا میں ڈال کر اسلام سے انہیں بدظن کر سکتے ہیں شاید اسی لئے آگرہ کا آریہ سماجی اخبار مسافر اپنی تنقید قرآن کے جواب ہماری طرف سے بالاستقلال نہ چھپنے کو اپنی فتح کی ایک دلیل ٹھہرانے لگا ہے۔ اسلئے ہم انہیں یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ اگر انہیں تلاش صداقت و تحقیق حق منظور ہے تو ان اعتراضات کو جنکے جواب ہماری طرف سے سینکڑوں دفعہ دیئے جا چکے ہیں۔ بار بار پیش کرنیکے بجائے خود اپنے مذہب کی خوبیاں بھی تو بیان کریں کتنی مدت سے پیغام صلح میں "تحریف وید" کے عنوان سے ایک مسلسل مضمون چھپ رہا ہے جس میں لائق مضمون نگار نے نہایت معقولیت کیساتھ مستند حوالجات اور پختہ دلائل سے وید کا محرف و مبدل ہونا ثابت کیا ہے لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک کسی آریہ سماجی کی غیرت جوش میں نہیں آئی اور پیش کردہ دلائل کی تردید کی بھی انہوں نے کوشش نہیں کی جس سے ایک منصف مزاج انسان کو یہ باور کر لینے کا حق حاصل ہے کہ ہمارے سماجی دوستوں کے پاس ان معقول دلائل کا کوئی جواب نہیں۔ کیا ہمعصر آریہ گزٹ اور مسافر کا ہمہ دان ایڈیٹر ہمارے اس خیال کی تغلیط کا بندوبست کریگا؟

مناظرہ سے پہلے خود مناظر شدھ ہوتا ہے

مولوی فتح اللہ صاحب آزاد ربانی کے آریوں کے ہیوا شرہونے کے متعلق اوپر ہم نے جو خیال ظاہر کیا ہے وہ اس تائید کی

مبشرات اور نبوت پر ایک لطیف بحث

از روئے قرآن وحدیث وکتب حضرت اقدس

بجواب مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری - از حکیم شاہنواز صاحب راولپنڈی

گذشتہ سے پیوستہ

قولکم - سچ بات ہے باتباع محمد رسول اللہؐ نبوت کا باب مسدود نہیں - الی آخرہ

اقول نبوت کا باب باتباع رسول اللہ مفتوح مانتے ہیں اور جب نظائر طلب کئے جاتے ہیں تو ایک جزئی پیش کی جاتی ہے ولن تجد لنظیرہ فی الاولین جس کی نظیر ہو اُس کا ثبوت مشکل اور نیز آپ کے کلام اولی و اخری میں تضاد ہے اول آپ نے باب نبوۃ مفتوح مانا - پھر مسدود قرار دیتے ہیں - فانصف

قولکم نیز لفظ اولی دلالت کرتا ہے کہ ہر طرح کی نبوت مسدود نہیں

اقول لفظ اولی یہی دلالت کرتا ہے کہ ہر طرح کی نبوت مسدود ہے - کما بینا فی الاجوبۃ السابقۃ اور نیز یہ حدیث بھی کھلا کھلا فیصلہ کرتی ہے - عن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ لی خمسۃ الاسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب ای الذی عقیب الانبیا مبارق الازہار شرح مشارق الانوار جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ انا العاقب اما آخر الانبیاء زرقانی شرح مؤطا جلد ۴ صفحہ ۲۷۲

قولکم ابراہیم وموسیٰ کا نام لینے سے میری مراد تو محمد رسول اللہ سے پہلوں کی نبوتیں تھیں جس پر لفظ اولی دلالت کرتا ہے

. . . .

. . . .

. . . .

اقول محمد رسول اللہؐ کے بعد کی نبوتیں آپ قرآن وحدیث سے بالدلائل بیان کریں یعنی نبوت کی نفی کی گئی ہے فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین مسلم موضع اللبنۃ جئت فختمت الانبیا علیہم السلام مسلم

مسلم کی دو حدیثوں کے آخری فقرے نقل کئے گئے ہیں تمام حدیث مسلم میں دیکھیں۔

عمارت کی آخری اینٹ کے بعد اور کوئی اینٹ نہیں مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۴۸

قولکم لیجئے جو ضرورت تھی حضرت صاحب کے ہی الفاظ نقل کر دیتا ہوں

اقول یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے - نبوت غیر متعارفہ میں تصریحات کی ضرورت تھی - اگر آپ کی نبوت قرآن وحدیث کی اصطلاح کے مطابق ہوتی تو تشریحات کی کیا ضرورت تھی سوال باقی ہے - تمام عبارات میرے سوال کی مؤید ہیں -

قولکم کثرت مکالمہ مخاطبہ کا نام ہی تو نبوت حضرت اقدس رکھتے ہیں -

اقول نبوت مجازیہ نہ نبوت حقیقی کما بینا یہ تو اوروں کو بھی حاصل ہے - فما الفرق الا فرق الکمیت فلا نا ندرۃ فی الخصوصیۃ - ہاں بزرگی درجہ فافہم

قولکم - کیونکہ متعارف بین الناس نبوت صحف اولی والی تھی -

اقول - آپ ہی انصاف کریں جو صحف اولی والی نبوت ہے وہی قرآن پیش کرتا ہے کیونکہ قرآن وانہ لفی زبر الاولین اور بینۃ ما فی الصحف الاولی ہے - صحف اولی کے علاوہ اور کوئی نبوت قرآن پیش نہیں کرتا - میرا سوال باقی ہے -

قولکم کیا عام میں خاص نہیں ہوتا الی آخرہ

اقول مولانا صاحب خاص میں عام ہوتا ہے کل انسان حیوان صادق ہے اور نہ کل حیوان انسان - کل رسول نبی صادق ہے اور نہ کل نبی رسول - الرسول اخص من النبی کیا آپ نبوت کو عام مانکر تجدید محدثیت خلافت بعد نبوت کو خاص قرار دیتے ہیں - حسب قاعدہ مذکورہ بالا - یہ غلط ہے کیونکہ خاص میں عام پایا جاتا ہے نہ عام میں خاص - اگر نبوت کو عام مانا جاوے اور تجدید وغیرہ کو خاص تو قضیہ کل مجدد نبی غیر صادق ہے اور کل نبی مجدد صادق ہے - مگر حسب تعریف تجدید از روئے اصطلاح شرعی قضیہ بھی غیر صادق ہے - اگر نبوت کو خاص مانکر تجدید وغیرہ کو عام مانا جاوے تو کل نبی مجدد صادق ہے لا عند الاصطلاح الشرعی کل مجدد نبی غیر صادق فتدبر عمدہ تو رسول اللہ کو نبوت و رسالت کا دیا گیا ہے اور شہید بہ لحاظ شہادت کہا گیا ہے کیونکہ شہید کا لفظ نبی اور غیر نبی میں مشترک ہے - اور داؤد کو جو خلیفہ کہا گیا ہے اس لئے کہ یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض میں خلیفہ بھی بادشاہ بزرگ ہے - الخلیفۃ السلطان الاعظم لسان العرب

یعنی قرآن کے سیاق اور سباق سے یہ ہی معنی ثابت ہیں - کما ھو ظاھر من السباق والسیاق حضرت ابراہیم کو بہ لحاظ بہت سی قوموں کے پیشوا ہونے کے امام کہا گیا ہے - اور حضرت ابوبکر میں چونکہ صدق کامل بہ نسبت اور لوگوں کے تھا جو کہ اُن کے ہمعصر تھے لہذا صدیق کہا گیا یہ سب اضافی صفات ہیں - مگر تجدید اور محدثیت اور خلافت موعود تو خاص خطابی اسماء ہیں - فتدبر

قولکم کما استخلف الذین من قبلھم سے تو آپ حضرت سلیمان وداؤد وعیسیٰ وغیرہ کو بھی نبوت سے جواب دیتے ہیں

اقول میں نے کیسے جواب دیا - آپ کا استدلال صحیح نہیں آیۃ استخلاف کے دو حصے ہیں - اول حصہ مشبہ اور دوم حصہ مشبہ بہ میرا روئے سخن تو مشبہ پر تھا اول حصہ کا موعود علیہ وموعود خلفاء محمدی کے لئے ہے - اور یہ ہی مد نظر تھا آیۃ استخلاف میں مشبہ عین مشبہ بہ نہیں فتدبر

قولکم - پھر آپ ایک آدھ دفعہ کا الہام تو قابل سند سمجھتے ہیں اور بار بار وحی الہی میں آپ کو نبی رسول پکارا جائے اس کی طرف ذرہ بھر چشم نہ اٹھائی -

اقول ایک آدھ دفعہ کا لفظ الہی الہام کے متعلق موزوں نہیں الہی وحی خواہ ایک دفعہ یا زیادہ ہو - بہرحال آپ کے لئے حجت ہے مگر جہاں جہاں نبی رسول آپ کو پکارا گیا ہے باعتبار معنی لغوی چنانچہ خود حضرت نے اپنی متعدد تالیفات میں بسط سے اس بات کو لکھا ہے - چنانچہ لکھتے ہیں - یہ الفاظ یعنی نبی - رسول - بطور مجاز ہیں جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے - ظاہر ہے کہ جس کو خدا بھیجتا ہے وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے - اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں - اور جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اس کو عربی میں نبی کہتے ہیں - اسلامی اصطلاح کے معنی الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں - اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۸ - ۱۷ کا حاشیہ احببت بالصدق ایہا الصدیق یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق دونوں الہام محمول علی الظاہر ہیں - حسب قاعدہ النصوص تحمل علی ظاہرھا حجۃ بینہ ہیں - اور اس لئے حضرت اقدس نے صدق کی کوئی تاویل نہیں کی ان کو علی الاطلاق مانا ہے - یعنی ہر دو الہام میں صدق وصدیق محمول علی الظاہر ہیں -

الغرض جب نبوت اصطلاحی نہیں ہے اس کے بعد صدیقیت کا مرتبہ ہے۔ قرآن اس بات کا گواہ ہے۔ پس صدیقیت علی حسب المفہوم الظاہر آپ پر صادق ہے۔ اولٰئک الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین میں محدث اولی واسے اور اسلامی اصطلاح کے نبی مراد ہیں۔ یعنی نبی تشریعی اور غیر تشریعی بلا واسطہ اس بات پر قرینہ صارفہ موجود ہے۔ کیونکہ جمع بین الحقیقۃ والمجاز جائز نہیں۔ انبیا میں نبی مجازی نبی ہوتا ہے۔ تشریعی اور غیر تشریعی بلا واسطہ حقیقی ہوتے ہیں فتدبر

قولکم۔ باوجودیکہ حضرت صاحب نے محدث کی نفی کی ہے

اقول۔ حضرت صاحب نے ازالۃ الاوہام میں لکھا ہے کہ محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ ازالۃ الاوہام ص۴۲۱ و ۴۲۲ اور آگے چل کر لکھا ہے کہ محدثیت کو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جاوے یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھہرایا جاوے تو کیا اس سے نبوت کا دعویٰ لازم آگیا۔

الغرض آپ نے ازالہ غلطی والے مضمون کو نہیں سمجھا کھلا کھلا آپ کے مفہوم کے مطابق تعارض ہے۔ تو حسب قاعدہ اذا تعارضا تساقطا پر عمل کریں اور نیز ازالۃ الاوہام میں ہے کہ محدثیت کا دعویٰ خدا کے حکم سے کیا گیا ہے اور ازالہ غلطی میں یہ نہیں لکھا کہ میں یہ مضمون بالہام لکھتا ہوں یہ اجتہاد ہے۔ اور اجتہادی غلطی ممکن ہے مگر ازالہ غلطی والے مضمون میں محبیب نے مطلق انکار کیا تھا اس کے مطلق انکار کی تردید کی گئی ہے۔ کیونکہ مجازاً و لغتاً نبی اور رسول تو آپ کا نام خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔ کشتی نوح میں ہے یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ نفخت فیک من لدنی روح الصدق خدا نے اس آیہ میں میرا نام روح الصدق رکھا ہے۔ دوسرا الہام یا مریم اسکن انت وزوجک الجنۃ اور قرآن میں اللّٰہ تعالیٰ نے مریم کو صدیقہ لکھا ہے۔ اگر آپ مریم ہیں تو صدیق ہیں۔ والی کتبت فی بعض کتبی ان مقام التحدیث اشد تشبیہا بمقام النبوۃ والفرق الا فرق القوۃ والفعل وما فہموا قولی وقالوا ان ہذا الرجل یدعی النبوۃ واللّٰہ یعلم ان قولہم ہذا کذب بحت لا یمازجہ شئی من الصدق ولا اصل لہ حمامۃ البشریٰ ص۹۸ نعم قلت

ان اجزاء النبوۃ توجد فی التحدیث کلہا ولکن بالقوۃ لا بالفعل فالمحدث نبی بالقوۃ ولو لم یکن سد باب النبوۃ لکان نبیا بالفعل حمامۃ البشریٰ آپ ہی انصاف کریں کہ محدثیت کا دعویٰ ہے یا نبوت کا۔ جس حالت میں ابتدا سے میری نیت میں جسکو اللّٰہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہے اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نبوت نہیں بلکہ محدث مراد ہے۔ جس کے معنی آنحضرت نے مکلم مراد لئے ہیں۔ (ایک اشتہار حضرت اقدس) پس ازالۃ الاوہام اور حمامۃ البشریٰ اور عبارت اشتہار سے صاف واضح اور ظاہر ہے کہ آپ کا دعویٰ محدثیت کا ہے۔ جو بحکم الٰہی کیا گیا ہے نہ دعویٰ نبوت حقیقی

قولکم میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں۔

اقول یہ حضرت مرزا صاحب کا اجتہاد ہے اور اجتہادی غلطی ممکن ہے۔ تحدیث کے معنی اظہار غیب کے آئے ہیں حدیث ان فی کل امۃ محدثین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فان یکن فی ہذہ الامۃ احد فانہ عمر منہم قال اوس المحدث تفاسب یحدث بالغائب الفائق زمخشری لفظ حدث ص۱۲۳ زمخشری نے اس حدیث میں محدث کی تفسیر میں اوس کا قول نقل کیا ہے اور الفائق حدیث کی لغت میں ایک مستند کتاب ہے۔ جیسا کہ محدث کے معنی تفاسب یحدث بالغائب ہے۔ اسی طرح نبی بھی بمعنی مفعول یعنی منبیٔ آیا ہے لقولہ تعالیٰ نبأنی العلیم الخبیر والنبی لکونہ منبأ بما تسکن الیہ العقول الذکیۃ وھو یصح ان یکون فعیلا بمعنی فاعل لقولہ تعالیٰ نبئ عبادی قل أؤنبئکم وان یکون بمعنی المفعول لقولہ تعالیٰ العلیم الخبیر مفردات راغب اور خدا سے غیب کی خبر پانیوالا غیر نبی حقیقی محدث اور بشیر کے نام سے مسمیٰ ہو سکتا ہے۔ فتدبر

قولکم میں نے کب لکھا ہے کہ وہی نبوت عیسیٰ کی مسیح موعود کے پاس آگئی ہے الیٰ آخرہ

اقول مولانا صاحب آپ نے میرے مطلب کو سمجھا ہی نہیں یا عمداً پہلو تہی کی ہے۔ دوبارہ تدبر کریں ان اللّٰہ یأمر بالعدل الآیۃ یا ایہا الذین اٰمنوا کونوا قوامین بالقسط شہداء للّٰہ ولو علی انفسکم الآیۃ کل امرء بما کسب رہین الآیۃ

قولکم اب مطلق نبوت کی تعریف سنیے فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول

اقول۔ یہ آیہ شریفہ ذوالوجوہ ہے کیونکہ بعض مفسرین نے رسول سے مراد بشر کہا ہے۔ اور بعض مفسرین نے ملک مراد لیا ہے۔ فی البیضاوی۔ والقول بہ سلب الولایۃ الکرامات وجوابہ تخصیص الرسول بالملک والاظہار بما یکون بغیر وسطہ وکرامات الاولیاء علی المغیبات انما تکون تلقیا عن الملائکۃ کاطلاعنا علی احوال الآخرۃ بتوسط الانبیاء بیضاوی ص۱۵۶۔ اگر رسول سے مراد بشر ہو تو اس صورت میں الا بمعنی لکن ہے اور استثناء منقطع ہے اس بات پر کہ استثناء منقطع ہے دوسری آیۃ قرآن دلالت کرتی ہے ما کان اللّٰہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء فاٰمنوا باللّٰہ ورسلہ وقال ابن عباس الا بمعنی لکن فجعلہ استثناء منقطعا وقیل الا بمعنی ولا من ارتضیٰ من رسول اگر رسول سے مراد بشر ہو تو بڑی مشکلات لازم آتی ہیں قال الامام فخر الدین الرازی واعلم انہ لا بد من القطع بانہ لیس المراد من ہذہ الآیۃ انہ لا یطلع احد علی شئی من المغیبات الا الرسل والذی یدل علیہ وجوہ اول انہ ثبت الاحکام علی صحۃ علم التعبیر فیخبر المعبر بما یأتی فی المستقبل ویکون صادقا ثانی انا نشاہد اصحاب الالہامات صادقۃ الخ اختصر والتفصیل فی الکبیر۔ حاشیہ والرائی ایضا صادقا ۱۲

یعنی رازی کی عبارت کو مختصر کیا ہے۔ اگر رسول سے بشر ہو تو یہ معنی ہوئے کہ اللّٰہ تعالیٰ اپنے غیب پر بغیر رسول کے کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اور یہ بات غلط ہے کیونکہ بہت اشخاص بالخصوص احمدی جماعت میں ایسے ہیں کہ جن کو کثرت سے سچی خوابیں آتی رہتی ہیں۔ اور ان کے الہامات کثرت سے سچے ہوتے رہتے ہیں اور ان کے کشوف بھی سچے ہوتے ہیں۔ رؤیا اور الہامات اور کشوف کا صادق ہونا یہ سب غیب کی خبریں ہیں۔ کما دلت علیہ الاحادیث کیا یہ لوگ رسول ہوئے۔ فلیس ہذا التعریف اس لئے اس آیت سے مطلقاً نبوۃ کی استفادہ نہیں

قولکم۔ ان اصطلاحوں کے ماتحت ہر طرح سے حضرت اقدس نے اپنے آپ کو نبی اللّٰہ ثابت کیا۔

مبائعین میاں صاحب کے اعتقادات

متعلق مسئلہ نبوت

میرا عقیدہ ہے کہ میں حضرت صاحب کو ظلی نبی مانتا ہوں۔ اور ظلی نبی کو میں جزوی نبی کہتا ہوں ظلی نبی کامل نبی نہیں ہوتا۔ اور انباء اور مکالمہ الہیہ جو حضرت صاحب کو ہوا ہے وہ حقیقت میں ہوا ہے مستقل اور تشریعی نبی نہیں۔ حضرت صاحب جو نبوت کی تعریف پہلے سمجھتے تھے۔ آخر تک وہی سمجھتے رہے۔ حضرت صاحب کی تحریروں میں ناسخ منسوخ کا میں قائل نہیں۔

نور محمد احمدی خیاط از چکوال

میرا بھی یہی اعتقاد ہے۔ جو مولوی نور محمد صاحب کا ہے۔ بقلم خود حاجی محکم الدین۔

متعلق مسئلہ کفر و اسلام

میں کسی مسلمان کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے کافر نہیں کہتا۔ مگر جس وقت یہ کلمہ:

دال دولتاں نعمتاں بخش پیراں ننگ بھکاوے
وس کی پاؤ ناں ایں۔ کہیگا تو اسوقت

میں تو جبکو آپ اٹھانیو الا ہوگا۔ اگر وہ شرک کریگا۔ یا کفر اور شرک پر اس کا عقیدہ ہمیشہ پختہ رہیگا۔ اسوقت جیسا کہ وہ کریگا۔ ویسا ہی اسکو کہونگا۔ جو کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ از روئے حدیث کے خود کافر ہے۔ ہر مامور کے زمانہ میں چار گروہ ہوتے ہیں۔ اول ماننے والے۔ دوئم منکر۔ تیسرے متردد چوتھے محقق۔ نمبر ۱۔ کامیاب۔ نمبر ۲ و ۳ ایک موافق۔ نمبر ۴ محقق ہے۔ اسکو مرتے وقت تک میں کافر نہیں کہتا جبتک کہ وہ تحقیق کو ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ اور ہر مجدد مامور ہوتا ہے۔ جو صدی کے سر پر آتا ہے۔

دستخط نور محمد احمدی خیاط از چکوال۔

میرا بھی یہی اعتقاد ہے جو مولوی نور محمد صاحب کا ہے۔ دستخط محکم الدین احمدی بقلم خود

حاکم علی بقلم خود

"عید تو ہے چاہو کرو یا نہ کرو"

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

فصلی ایڈیٹر کا پہلا اعتراض گذشتہ اشاعت میں ہم نے فصلی ایڈیٹر کی اُس مغالطہ دہی کا اظہار کیا تھا۔ اب ہم ایک اعتراض کا جواب جو اس نے اپنی طرف سے پیش کیا ہے۔ جواب لکھتے ہیں۔ باقی اعتراضات کا جواب بھی انشاء اللہ آئندہ اشاعتوں میں دیا جائیگا۔ چنانچہ سب سے پہلا اعتراض یہ ہے کہ "اس فقرے میں ایک انشاء ہے۔ ایک خبر۔ خبر کے متعلق ڈاکٹر صاحب اور ان کے ہمخیالوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ مسیح موعود نے بذریعہ وحی جو خبر دی تھی وہ صحیح ہے یا غلط۔ اگر صحیح ہے۔ (جیسا کہ بعد کے واقعات نے بھی ثابت کر دیا) تو پھر عید کے روز خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ چاہے عید نہ کرو۔ یعنی روزہ رکھو۔ خلاف شریعت وحی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو دوسرے الفاظ میں آپ نے مان لیا۔ کہ جسکو تم مسیح موعود مانتے ہو۔ اُس کو نعوذ باللہ شیطانی الہام ہوا۔ کیونکہ شریعت کہتی ہے کہ عید والے دن روزہ رکھنا شیطان کا کام ہے۔ اور مسیح موعود کی وحی کہتی ہے چاہو عید نہ کرو۔ اگر یہ وحی خلاف شریعت نہیں پھر تمہارا اعتراض رفع ہوگیا۔ جو تم پیش کرتے ہو۔ کہ عید والے دن روزہ کیوں رکھا گیا۔ کیونکہ خدا نے فرما دیا۔ کہ عید بھی ہے۔ مگر پھر بھی تمہیں اجازت ہے۔ کہ روزہ رکھے رہو۔ عید نہ کرو!!"

سبحان اللہ کیا عجیب منطق ہے کہ "عید کے روز خدا تعالےٰ کا یہ فرمانا کہ چاہے عید نہ کرو یعنے روزہ رکھو" کیوں صاحب! یہ معنے آپ کی ایجاد ہیں یا ان کی کوئی سند بھی آپ کے پاس ہے۔ عید نہ کرنے کے معنے روزہ رکھنا یہ کہاں سے آپ نے استدلال کیا۔ کیا کوئی شریعت کا مسئلہ ہے۔ کہ عید کا دن ہو۔ تو اس دن اگر عید نہ کی جائے۔ تو پھر روزہ رکھنا چاہیئے بلکہ ہم تو اس کے برخلاف بیسیوں ایسے واقعات بتا سکتے ہیں۔ عید کا دن ہوتا ہے۔ لیکن کسی ایک یا دوسری وجہ سے عید نہیں کی جاتی۔ مگر تاہم روزہ بھی نہیں رکھا جاتا۔ مثلاً پچھلے ہی سال رمضان کی انتیسویں کے بعد رویت ہلال کی کوئی شہادت صبح آٹھ نو بجے مل نہ سکی لوگوں نے روزے رکھ لئے۔ لیکن بعد میں رویت کی شہادتیں مل گئیں۔ اس لئے روزے کھولدئے گئے۔ لیکن بوجہ نہ ہوسکنے انتظام نماز عید کے اس دن عید نہ کی گئی۔ بلکہ دوسرے دن ہوئی تو یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ الہام الہی میں چاہے نہ کرو کے معنے روزہ رکھو کے ہیں۔ فصلی ایڈیٹر نے کوئی نئی شریعت بنالی ہو۔ تو پتہ نہیں۔ ورنہ عید نہ کرنے کے معنے روزہ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں۔ اسی سے تمہارا بقیہ اعتراض حل ہوگیا۔ کہ جب الہام الہی میں روزہ رکھنے کا کوئی حکم موجود نہیں۔ تو خلاف شریعت اور اس لئے شیطانی الہام بھی نہیں اور حضرت ڈاکٹر صاحب کا اعتراض پھر ویسا کا ویسا ہی قائم ہے۔ کہ جب الہام الہی سے ثابت ہوگیا کہ وہ عید کا دن تھا۔ اور عید کو روزہ رکھنا حرام ہے تو اگر حضرت صاحب اپنے الہام کو صحیح حدیث پر مقدم سمجھتے تھے۔ تو کیوں آپ نے عید کے دن روزہ کھولنے سے منع فرمایا۔ آپکا یہ طرز عمل ثابت کرتا ہے۔ کہ آپ اپنے الہام کو صحیح حدیث کے ماتحت رکھتے تھے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ بغیر رویت ہلال کے افطار کرنا جائز نہیں۔

قرآں سے بے خبر ہے تو کیسا خلیفہ ہے

"فاروق اعظم اور ایک بڑھیا"

(از چوہدری دلورام صاحب کوثری قصبہ باندڑی ضلع جھنگ)

اک روز شیخ کہتے تھے منبر پہ صاف صاف
باندھو نہ لمبے مہر یہ سختی ہے اور لاف
یہ سُن کے ایک بڑھیا نے ہنسکر کہا خوب
اللہ رے یہ مہر کے عقدے کا انکشاف
قرآں سے بے خبر ہے تو کیسا خلیفہ ہے
دیتا ہے حکم وحی الہی کے برخلاف
قنطار کے تو مطلب معنے پہ غور کر
لازم نہیں ہے آیت قرآں سے انحراف
کابین و مہر کا تو ہے مرضی پر انحصار
حد اس کی کچھ نہیں ہے نہیں اس میں اختلاف

فاروق نے یہ سُن کے کہا مانتا ہوں میں
ہاں مجھ سے ہوگیا ہے بڑا امر اعتساف
عالم عمر سے علم زیادہ سمجھوں کا ہے
حتے کہ بڑھیا عورتوں کا علم بے گزاف
لہذا اس کے آپ نے نہ کیا منع مہر پھر
اس عدل کا تھا تذکرہ از قاف تا بہ قاف

منصف مزاج کیسے تھے اسلاف ناسلف
اپنی خطا کا کرتے تھے منبر پہ اعتراف
بے شک وہی بڑا ہے جو مانے قصور کو
بے شک اسی کا نام ہے عرفان و اعتکاف
تسلیم کی ہے خو سبب حرمت مزید
اقرار جرم جرم کا ہے پردہ و غلاف
جو دل ہے پاک کبر سے وہ گھر خدا کا ہے
کرتا ہے اسکا خانہ کعبہ بھی خود طواف

بندہ عمرو کونسا ہے کہ جو بے گناہ ہے

زیر اہتمام اشاعت اسلام لاہور ... احمدیہ ... ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ... احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ [illegible]

ششماہی [illegible]

سہ ماہی [illegible]

ماہوار طلبا سالانہ [illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع ہوتا

ہے۔

جلد ۳ | بیت المبیلے مند لاہور | پنجشنبہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۴ہجری المقدس بن مطابق ۲۹ جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۸

لا رہبانیۃ فی الاسلام

"دنیا کا مفہوم اسلام میں"

کے عنوان سے معزز معاصر مدینہ بعض احادیث متعلق ترک دنیا نقل کرنے بعد رقمطراز ہے:۔ "اگر ہم دنیا کے حاصل کرنے میں ان لوگوں کے حقوق کو نظر انداز کر دیں جو اور وں کے ہم پر واجب ہیں یا ناواجب وسائل اختیار کریں تو یقیناً یہ دنیا اور ایسی دولت کھلی ہوئی ہلاکت و بربادی ہے۔ ایک مسلمان کا اول نصب العین دنیا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطمح نظر اخلاق و تمدن کی درستی اور کسب روحانیت ہے۔ اس لئے اگر حصول دنیا اس مقصود سے ہٹا دے تو اس میں کلام نہیں کہ ایسی دنیا مبغوض و مردود ہے۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ اس مقصود کے ساتھ ساتھ یہ بھی حاصل کر لی جاتی ہے تو اس کے مستحسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ تمام احادیث اور اقوال کا مقصود صرف دنیا کی حقیقت کو ہیچ اور ذلیل ثابت کرنا ہے۔ یعنی یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے لئے انسان تمام دوسری باتوں سے منہ موڑ لے اور صرف اسی کا ہو رہے اسلام نے ایک بین بین حالت قائم کر دی ہے کہ نہ دولت کے دوسرے اہم مقاصد کو نظر انداز کر دیا جائے نہ یہ کہ بالکل ترک دنیا کر کے عالم میں اپنی وقعت کو گھٹا دیا جائے۔ چنانچہ ان احادیث پر غور کیجئے جن میں دنیا کی برائی نہیں کی گئی۔ ان سے معلوم ہوگا کہ حقیقی مفہوم کیا ہے۔

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ من طلب الدنیا حلالا مکاثرا مفاخرا لقی اللہ وھو علیہ غضبان ومن طلبھا استعفافا عن المسئلۃ وصیانۃ نفسہ جاء یوم القیامۃ ووجھہ کالقمر لیلۃ البدر (جس شخص نے دنیا کو فضول محض فخر و جاہ کی غرض سے حاصل کیا اللہ اس پر قیامت کے دن ناراض ہوگا۔ لیکن جو شخص حاجت کے موافق مفلسی سے بچنے کے لئے حاصل کرے گا وہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیگا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔

خود کلام مجید میں دولت کو لفظ خیر (بھلائی) سے تعبیر کیا ہے۔ ان ترک خیرا الوصیۃ الخ۔ یہاں خیر سے مراد روپیہ اور مال ہے۔ ایک جگہ اور کلام مجید میں ہے کہ یمددکم باموال و بنین و یجعل لکم جنات و یجعل لکم انھارا (مال و اولاد باغ اور نہروں میں تمھیں ترقی دیتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے خود یہ دعا کی ہے کہ اللھم اجعل قوت آل محمد کفافا (اے اللہ تو آل محمد کے لئے بقدر کفایت روزی کا سامان مہیا کر) ایک حدیث رسول اللہ کی اور ہے کہ نعم المال الصالح للرجال الصالح (اچھے آدمی کے لئے مال صالح کیسی اچھی چیز ہے۔)

الغرض دنیا کی برائی کی چند احادیث ہیں تو اس کے مقابلہ میں دولت اور مال کے بھلائی اور خیر ہونے کے متعلق بھی بہت سے اقوال احادیث اور کلام الٰہی سے پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جس سے لامحالہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو احادیث برائی کی ہیں ان کا مفہوم یہی ہے کہ ضرورت سے زیادہ دنیا کے پیچھے پڑنا اپنے تمام اوقات کو ضائع اور خراب کر کے دولت کمانا۔ معاصی کر کے روپیہ جمع کرنا۔ حقوق مار کے گھروں میں خزانے بھرنا یہ سب بری باتیں ہیں۔ نہ کہ محض دولت و مال۔ آج کل عام طور سے جہلا میں یہ خیال قائم ہے کہ ترک دنیا بڑی عمدہ بات ہے۔ اور قناعت و توکل صرف اسی کا نام ہے کہ دنیا میں کوئی کام نہ کیا جائے۔ حالانکہ اس سے زیادہ مہلک اور تباہ کن عقیدہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس سے انسان کی قوت عمل ضعیف ہوتی ہے اور وہ قوائے فطری جن کو دنیا میں سعی و عمل سے کام لینا چاہئے مضمحل و افسردہ ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ ہوتا ہے افراد کا بیکار و مفلس ہونا اور پھر رفتہ رفتہ ساری قوم کا ضعیف و کمزور ہو جانا۔ واعظین اس قسم کے اقوال و احادیث بہت نقل کرتے ہیں۔ لیکن

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب شملہ میں شملہ سے مکرمی بابو جلال الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لنڈنی مسلم مشنری آجکل ہمارے عزیز لائق اور قابل عزت دوست شیخ عبدالرحمن صاحب بی اے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ تجارت گورنمنٹ آف انڈیا کے ہاں ان کی کوٹھی موسومہ بہ "لیلی لاج" فروکش ہیں۔ اور دینی کاموں میں ایسے مصروف ہیں کہ آنحضور کا ایک ایک سنٹ مخلوق خدا کی بھلائی پر خرچ ہوتا ہے گذشتہ اتوار حضور نے جماعت کو ایسی پر از معارف نصائح فرمائیں۔ کہ ہر ایک دوست کی زبان سے زندہ باش۔ زندہ باش کا نعرہ نکلتا تھا۔ کل ایک معزز دوست چوہدری عبد القادر صاحب ہیڈ منشی جناب نواب ہز ایکسلنسی کمانڈر انچیف صاحب بہادر نے حضرت خواجہ صاحب کو ٹی پارٹی بھی دی۔
خاکسار عبدالحق احمدی ۲۴ جون سنہ ۱۹۱۶ء

تبلیغی دورہ سید مشرف شاہ صاحب گیلانی

بخدمت جناب سکرٹری صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ چکوال اور دولمیال کے دورہ کے بعد میں ضلع ہزارہ کی طرف آیا اور سب سے اول موضع کھلابٹ واقعہ تحصیل ہری پور گیا۔ جناب خان صاحب غلام حیدر خان صاحب اس گاؤں کے رئیس ہیں گذشتہ دورہ میں جبکہ میں انکی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ تو انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ مبلغ [illegible] روپیہ فصلانہ انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کو دیتا رہونگا چنانچہ خانصاحب موصوف کے وعدے کے موافق میں۔ موجودہ فصل کی دورہ کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خان صاحب نے بڑی خوشی اور دلی انشراح سے مبلغ بیس روپیہ ادا کر دیا جو ارسال خدمت کرتا ہوں۔ نیز [illegible] موافق خان صاحب نے [illegible] سند تحریر کر دی ہے۔ جو [illegible] حسب ذیل ہے:۔
مبلغ بیس روپیہ فصلانہ [illegible] [illegible] اسلام فنڈ میں [illegible] سید [illegible] شاہ صاحب [illegible] دونگا۔ فی سبیل اللہ [illegible] العزیز [illegible] جون سنہ ۱۹۱۶ء
احقر العباد غلام حیدر خان [illegible] بقلم خود

تازہ خبریں

موسیو وینزیلاس کا اعتماد۔ ایتھنز۔ موسیو وینزیلاس نے ایک انٹرویو کے دوران میں بیان کیا کہ یونان میں اب نئے سرے سے زندگی آ جائیگی ذیماس کی وزارت سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ یونان اور اتحادیوں کے درمیانی تمام بدمزگی خاتمہ کر دیگی مسٹر وینزیلاس ہوگا۔ موسیو ذیماس نے ایک انٹرویو کے دوران میں بیان کیا کہ طاقتوں کے مطالبات پورے کئے جائیں گے۔

لنڈن ۲۲ جون۔ ایتھنز نئی وزارت میں موسیو ذیماس وزیر اعظم اور وزیر امور خارجیہ موسیو کیلاجیز وزیر جنگ اور عارضی وزیر بحری اور موسیو رولیس وزیر مال مقرر ہوا ہے۔ اس وزارت کو بہت پسند کیا گیا ہے۔

یونان کو غیر جانبداری لنڈن ۲۳ جون توڑنے کے لئے نہیں کہا گیا یونان کو دئے گئے اتحادی نوٹ میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ یونان سے یہ مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ غیر جانبداری کو ترک کر دے۔ بلکہ ایک وفادارانہ غیر جانبداری کو برقرار رکھنے کے لئے کہا گیا ہے اس میں یہ بھی بتلایا گیا ہے۔ کہ چیمبر انتخاب کنندگان کی رائے کی مظہر نہیں ہے اور کہ اتحادیوں کا صرف حق ہی نہیں بلکہ فرض ہے کہ وہ اہل یونان کی آزادیوں کو نقصان پہنچائے جانے کے خلاف پروٹسٹ کریں جن کے وہ محافظ ہیں پیرس کے اخبارات اتحادیوں کے یونان کی طرف اس استقلال کی بڑی تعریف کر رہے ہیں۔ اگرچہ ان کا خیال ہے۔ کہ اس سے پیشتر اسکا اظہار کیا جانا چاہئے تھا۔ یہ اخبارات لکھ رہے ہیں کہ اگرچہ ان کی یہ خواہش نہیں کہ یونان اپنی غیر جانبداری ترک کرے۔ لیکن ان کی یہ خواہش ضرور ہے کہ سالونیکا میں اتحادی افواج جب میدان جنگ میں جائیں تو ان کے پیچھے سازشوں کا سرگرم میدان باقی نہ رہے

شاہ ٹینو کا غصہ ایتھنز کی تار مظہر ہے کہ موسیو اسکولوڈس نے مرکزی سلطنتوں کی امداد کی درخواست کی تھی جس کے بغیر انہوں نے شاہ یونان کو بتلایا کہ مقابلہ ناممکن ہوگا شاہ کانسٹنٹائن اس پر بہت برافروختہ ہوا اور اس نے موسیو اسکولوڈس کا استعفے منظور کر لیا اور موسیو ذیماس کو طلب کیا۔

ورڈن میں حالت حاضرہ لنڈن ۲۴ جون پال مال گزٹ رقمطراز ہے۔ کہ ورڈن کی تمام جنگ کے دوران میں فرانس یہ یقین کرکے جرمن نقصان جان کی قیمت پر زمین چھوڑتا رہا ہے کہ اس طریق سے جرمنی تباہ ہو جائیگا اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ پالیسی نہایت تسلی بخش ثابت ہو رہی ہے۔

روسی بکووینا میں۔ لنڈن ۲۴ جون۔ ونڈنٹز اور کورا ہیومورا میں روسی دورہ ہائے سٹرال اور دونا سے ۴۰ میل فاصلے پر ہیں۔

اطالوی جارحانہ کارروائی۔ لنڈن ۲۴ جون سنٹرل نیوز کا نامہ نگار مقیم روما رقمطراز ہے کہ ایڈیج اور برنٹیا کے درمیان ایک دو میگو میٹر لیا گئے ہیں۔ اطالوی آرسیرو ایشیا گو کے میدان مرتفع میں بڑے شاندار طور پر بڑھے جا رہے ہیں۔

یونانی وزارت مستعفی ہو گئی لنڈن ۲۲ جون ایتھنز۔ برٹش اور فرانسیسی وزراء نے کل گورنمنٹ یونان کے پاس ایک متحدہ نوٹ پیش کیا۔ اس نوٹ میں عام لام بندی اور چیمبر کے فوراً توڑے جانے۔ نئے انتخابات اور پولیس افسروں اور دیگر افسروں کی جگہ ایسے اشخاص کے نامزد کئے جانے کا مطالبہ کیا ہے جن کو اتحادی پسند کرتے ہوں۔

یونان نے اتحادیوں کی شرائط منظور کر لی ہیں وزارت مستعفی ہو گئی ہے اور موسیو ذیماس نیا وزیر اعظم ہوگا۔

لنڈن ۲۲ جون۔ آج ہوس آف کامنز میں سر ایڈورڈ گرے نے کہا کہ اتحادیوں کے باہمی نامہ و پیام کے دوران میں وہ معاملات یونان کے متعلق کچھ بیان نہیں کر سکتے۔

لنڈن ۲۲ جون۔ ایتھنز۔ موسیو ذیماس کی وزارت بنائی گئی ہے۔ اتحادی وزراء نے جہازرانی کے متعلق رکاوٹوں کے دور کئے جانے کی سفارش کی ہے۔

لنڈن ۲۴ جون۔ ایتھنز۔ یونانی انتخابات ماہ جولائی کے اخیر میں ہونگے۔

سالونیکا۔ موسیو ذیماس اعلیٰ چلن کا ایک معتبر اور تجربہ کار پولیٹیشن ہے جس میں کہ اتحادیوں کو پورا اعتماد ہے۔ اتحادیوں کی یہ سیاسی کامیابی ان کے رعب کو بڑھا دیگی اور مرکزی سلطنتوں کی سیاسی پوزیشن کو اتنا زیادہ کم کر دیگی کہ اقصائے مشرق میں جنگ کے شروع سے کسی اور واقعہ نے نہیں کیا ہوگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲۹- جون ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۸

"تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے"

قرآن کریم نے جو بار بار ہمیں واقعات گذشتہ اور آثار قدیمہ پر غور کرنے اور سیر فی الارض کی تعلیم دی ہے۔ اس کی اصل غرض اور علت غائی کیا ہے کیوں اس نے بار بار مختلف انبیاء کے حالات بیان کر کے ان پر ایمان لانیوالوں کی کامیابی اور ان کے مکفرین کی ہلاکت و ناکامی کا ذکر کیا ہے وہ کونسا سبق ہے جو ہمیں ان سے حاصل کرنا چاہیئے اور اس کو حاصل کر کے ہم کس نتیجہ تک پہنچ سکتے اور کیا کچھ فوائد ہمیں میسر آ سکتے ہیں یہ وہ ضروری سوالات ہیں جو قرآن کریم کو مطالعہ کرتے وقت ہر ایک مسلمان کے زیر نظر ہونے چاہئیں۔ اور انھیں کے حل پر علم تاریخ کی اہمیت و فوائد کا پتہ لگ سکتا ہے۔ قرآن کریم نے خود ہی ان سوالات کو حل کر دیا ہے جہاں بعض قصص کے آخر میں انھیں عبرۃ کے نام سے یاد کیا ہے اور بتا دیا ہے کہ وہ قصص عبرت دلانے کے لئے بیان کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ عبرت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کا جواب ان مختصر الفاظ سے مل سکتا ہے۔ جو عنوان بالا میں لکھے گئے ہیں "تاریخ اپنے آپ کو دھراتی ہے" یہ وہ فقرہ ہے جس پر غور کرنے سے ہم سمجھ سکتے ہیں کہ کیونکر پہلے قصص آئندہ کے لئے باعث عبرت ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جب ہمیں یہ یقین ہو کہ وہی واقعات جو ان قصص میں بیان کئے گئے ہیں وہی ہمیں بھی پیش آنے والے ہیں تو لامحالہ ہم ان کو پڑھ کر اس راہ کو پالینے اور اس پر گامزن ہونے کی کوشش کرینگے جو پہلے وقتوں میں کسی ایک گروہ کی کامیابی اور فلاح کا موجب ہوئی تھی اور ان غلط راہوں سے بچتے رہینگے جو ناکامی اور ہلاکت کا باعث ٹھہریں اسی اصول کے مطابق ہم آج بھی بعض ان واقعات کو جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں موجودہ حالات پر منطبق دیکھتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کو پیش کر کے ان سے عبرت حاصل کریں قرآن کریم میں مسلمانوں کو بنی اسرائیل سے بہت کچھ مشابہت دی گئی ہے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان فرمایا ہے کہ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولاً فعصیٰ فرعون الرسول فاخذنٰہ اخذاً وبیلاً فکیف تتقون ان کفرتم یوماً یجعل الولدان شیباً السماء منفطر بہ کان وعدہ مفعولاً

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے بھیجا تمھاری طرف رسول جو گواہ ہے تم پر جس طرح بھیجا ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول۔ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی۔ پس پکڑا ہم نے اسے پکڑنا بڑا سخت۔ پس تم بھی اگر کفر کرو تو کیونکر ان کے عذاب سے بچ سکتے ہو۔ جب بچے بوڑھے ہوجائینگے اور آسمان اس سے پھٹ جائیگا یہ خدا کا وعدہ ہے جو ہو کر رہیگا۔ آگے فرمایا ان ھذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الی ربہ سبیلاً۔ تحقیق یہ نصیحت کی بات ہے پس جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف راہ پکڑے۔ تو ان آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل آنحضرت صلعم کو ٹھہرا کر اسی قسم کا عذاب آپ کے نافرمانوں پر وارد ہونے کا وعدہ دیا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے منکر فرعون پر وارد ہوا تھا۔ لیکن آیت میں فرعون پر وارد ہونے والے عذاب کو تو اخذنٰہ اخذاً وبیلاً کے الفاظ میں بیان کیا ہے اور منکرین مثیل موسیٰ کو یوماً یجعل الولدان شیباً السماء منفطر بہ کہہ کر ڈرایا ہے۔ جس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ دوسرا عذاب گو اسی مماثلت کے لحاظ سے ہے جو آنحضرت کو موسیٰ علیہ السلام سے ہے۔ لیکن بہ لحاظ نوعیت اس عذاب سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے یہ وعدہ کب پورا ہوا۔ موجودہ حالات اس وعدہ کے ایفا سے کیا تعلق رکھتے ہیں اور یہ "تاریخ کے کونسے حصہ سے مطابق و موافق ہیں۔ یہ سوال بڑی صفائی کے ساتھ حل ہو جائینگے اگر ساتھ ہی آنحضرت صلعم کی اس حدیث پر بھی غور کر لیا جائے جس میں آپ نے بیان فرمایا ہے کہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع قالوا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن۔

یعنی تحقیق تم ضرور ضرور پیروی کرو گے اپنے سے پہلے لوگوں کی بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ پوچھا صحابہ نے یا رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کی فرمایا اور کون ؟ یہ حدیث اور قرآن کی مندرجہ بالا آیت نہایت صفائی کے ساتھ بات کو حل کر دیتی ہیں۔ آیت میں حضرت نبی کریم صلعم کو مثیل موسیٰ قرار دیا گیا ہے حدیث میں امت کو مثیل یہود و نصاریٰ جس سے صاف پتہ لگتا ہے امت محمدیہ بھی ان حالات و واقعات میں مبتلا ہونے والی ہے جو یہود اور نصاریٰ کو پیش آئے تھے۔ لیکن ایک اور سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آنحضرت صلعم مثیل موسیٰ ہیں تو آپ کے نام لیوا بھی مثیل پیروان موسیٰ یعنی یہود ہونے چاہئیں۔ یہ مثیل نصاریٰ کیسے ہو سکتے ہیں کیونکہ نصاریٰ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے تو نہ تھے۔ اس کا حل قرآن کریم کی ایک دوسری آیت کرتی ہے۔ بیان فرمایا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلکم اس آیت میں۔ سلسلہ موسویہ کی طرح سلسلہ محمدیہ میں بھی خلفاء کے پیدا ہونے کا وعدہ دلایا ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تیرہ سو برس بعد بنی اسرائیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جن کے پیرو نصاریٰ کہلاتے ہیں۔ تو چونکہ اس آیت میں امت محمدیہ میں بھی اسی طرز سے خلفا کا سلسلہ چلانے کا وعدہ کیا ہے تو ضرور ہے کہ مثیل موسیٰ یعنی آنحضرت صلعم سے تیرہ سو برس بعد کوئی شخص مسیح کے نام سے کھڑا ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہم دیکھتے ہیں کہ اس مسیح کے منکرین و متبعین کی آج بعینہ وہی حالت ہے جو پہلے مسیح کے متبعین و منکرین کی تھی۔ ایک گروہ نے اگر اس کا انکار کر کے یہود کی طرح اس پر لعنت بھیجی تو اس کے متبعین میں سے بھی ایک گروہ نے پہلے مسیح کے متبعین کی طرح اس کے منصب کو حد سے بڑھایا اور نصاریٰ کی چال اختیار کی یہ تو وہ حقائق ہیں کہ جن کو واقعات زمانہ اس وقت کھلے طور پر ثابت کر رہے ہیں اور قرآن کریم ان پر شاہد عادل ہے۔ یہی باتیں ہیں جو اس مماثلت کو پورا کرنے والی ہیں جو آنحضرت صلعم کو حضرت موسیٰ علیہ سے ہے لیکن کیا اس مماثلت کو بیان کرتے ہوئے جس عذاب کی خبر دی تھی اور کسی ایسے دن سے جو ڈرایا تھا جب بچے وقت سے پہلے بوڑھے ہوجائینگے اور آسمان پھٹ پڑیگا۔ اس کا تعلق صرف گذشتہ زمانوں ہی کے ساتھ تھا اور آج اس زمانہ کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ غور کرنے والے جانتے ہیں کہ اس دن کا اس زمانہ کے ساتھ کس قدر

شذرات

استحکام اخلاق و بقائے امن کا موجب

موجودہ سائنس اور فلسفہ اگر ایک طرف بہت سے انسانوں کے دہریہ اور منکر ہستی باریتعالیٰ بن جانے کا موجب ہوئی (اگرچہ کسی نہ کسی رنگ میں طوعاً وکرہاً انھیں بھی ہستی باریتعالیٰ کی شہادت دینی ہی پڑتی ہے) تو دوسری طرف بعض وہ لوگ جنہوں نے صرف چند ظاہری خیالات کو پیش نظر رکھنے کے بجائے ایک دوسری نظر سے اس معاملہ پر غور کیا بالآخر وہ بمصداق والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا ہستی باریتعالیٰ کے معاملہ میں یقین اور ایمان کے اس اعلیٰ درجہ پر پہنچگئے کہ جو شاید بڑے بڑے مدعیان ایمان کے اعتقادات سے بہت بڑھ چڑھ کر ہے۔ فلاسفروں کا ایمان اگرچہ کا نمذ کی اس ناؤ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کا کام یہ ہے کہ جس طرف کی ہوا ہوئی بس اس طرف لڑھک پڑی مگر تاہم جواہر صحیفۂ قدرت وفطرت سے بالشواہد ثابت ہوتا ہے اس پر خواہ وہ زبان سے نہ بھی کچھ کہیں لیکن دل ان کا اسی امر کا موئد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کی وجہ سے دنیا میں استحکام اخلاق وبقائے امن کی لہر جاری ہے یہ وہ حقیقت ہے جس کی تردید کے کوئی وجوہات کسی بڑے سے بڑے صاحب علم کے پاس بھی نہیں کیونکہ جب تک یہ مان نہ لیا جائے کہ انسان کے ظاہری وباطنی اخلاق کو نگاہ رکھنے والی ایک وجود موجود ہے اس وقت تک کوئی سمجھ نہیں آتی کہ کیوں کوئی انسان اپنی اندرونی زندگی میں بھی بااخلاق اور نیک اور پاک رہ سکتا ہے۔ کیونکہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ سوسائٹی یا حکومت یا کسی اور طاقت اور رعب کی وجہ سے اکثر ناکردنی کاموں سے باز رہتا ہے تو ان حالات میں بھی جہاں تک اس خوف اور رعب کی پہنچ نہیں ہو سکتی کوئی نہ کوئی ہستی ایسی ہونی چاہئے جو اس کے تمام افعال کو دیکھنے والی ہو۔ اور انسان کے دل میں یہ یقین کامل ہو کہ کوئی اس کو دیکھ رہا ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کو بقول نامہ نگار صداقت انگلستان کے ایک نامور فلاسفر مل نے باوجود انہماک مادہ پرستی کے ان مختصر الفاظ میں بیان کیا ہے کہ دنیا میں استحکام اخلاق اور بقائے امن بلا ایک ذات واحد وقادر مطلق کے وجود کے مانے ہونے ناممکن ہے۔

قابل قدر مشورہ

معزز معاصر صداقت نے میٹرک پاس مسلمان نوجوانوں کی اس سرگردانی اور پریشان حالی کا جو انھیں تلاش ملازمت یا حصول ملازمت کے بعد برادران وطن کی مہربانیوں سے لاحق ہوتی ہے نہایت عمدگی کے ساتھ نقشہ کھینچکر انھیں یہ نہایت ہی ضروری اور قابل قدر مشورہ دیا ہے کہ وہ بجائے حصول ملازمت کے درپے ہونے کے اگر ایسی مختلف انسٹی ٹیوشنوں میں داخل ہو جائیں جہاں ان کے آبائی کاموں کو موجودہ ترقی یافتہ اصولوں کے مطابق سکھایا جائے تو یہ مالی اعتبار سے بہت زیادہ مفید ہونے کے علاوہ ملک کی بھی بہتری اور بہبودی کا موجب ہوسکتا ہے۔ یعنی ایک کاشتکار کا لڑکا کسی زرعی انسٹی ٹیوشن میں۔ ایک لوہار کا کسی ٹیکنا لوجیکل انسٹیٹیوٹ میں اور علی ہذا مختلف پیشوں کے مسلمانوں کے لڑکے اپنے اپنے آبائی کام کے مطابق مختلف انسٹی ٹیوشنوں میں داخل ہوسکتے ہیں۔ فی الحقیقت یہ مشورہ بہت ہی قابل قدر اور مفید ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اس پر عملدرآمد کرنے سے مسلمان ایک چوتھائی صدی میں اس سے زیادہ کامیاب اور بارآور ہوسکتے ہیں۔ جس قدر فائدہ انھیں بی۔ اے اور ایم۔ اے پاس کرکے کالج دو یا تین صدیوں میں بمشکل میسر آسکتا ہے۔ موجودہ حالت میں تو مسلمانوں کے لئے سوائے اس کے چارہ نہیں کہ وہ اپنی روش کو بہت جلد بدل کر صنعتی واقتصادی میدان میں زور آزمائی شروع کردیں ورنہ گریجوایٹ بننے اور پھر ملازمت تلاش کرنے میں جو مصائب انھیں اُٹھانی پڑتی ہیں پھر تعلیم کی روز افزوں گرانی اس پر جو کچھ ستم ڈھا رہی ہے وہ کچھ کم قابل توجہ اور نقصان دہ نہیں۔ گویا ہم خود اپنے ہاتھ سے اپنی ترقی کو بہت کچھ پیچھے ڈال رہے ہیں اور ہمسایہ اقوام کے ساتھ تیز قدم چل کر بہت جلد منزل مقصود تک پہنچنا نہیں چاہتے

امید کہ قومی لیڈر اور با اثر اصحاب اس نہایت ضروری اور نتیجہ خیز صلاح پر غور فرماکر اسے زیر عمل لانے کی کوشش کرینگے اور اس طرح سے اپنی خیر خواہی اور قومی ہمدردی کا عملی ثبوت دینگے۔

آخر اس خاموشی کی وجہ؟

پیغام صلح کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں ہم نے "ہندوستان میں مرتدین کے احکام" کے عنوان سے ایک نہایت ضروری مضمون درج کیا تھا۔ جو تمام مسلمانان ہند بالخصوص اسلامی اخبارات اور مسلمان ممبران لیجسلیٹو کونسل کی فوری توجہ کے قابل تھا۔ اس کے چند ہی دن بعد دہلی میں ہندوستان کے اس شاہی خاندان کے جس کا شہرہ کبھی چوتھے آسمان تک تھا اور جس کی ایک ایک بات صفحات تاریخ پر آب زر سے لکھی جانے کے قابل ہوئی تفصیل سناگیا اور سخت شرمناک کارروائی میں مبتلا ہوجانے کی خبر سنی گئی جو گویا معاملہ کی اہمیت کو اور بھی بڑھا دینے والی تھی یعنی نہایت حیرت اور افسوس کے ساتھ یہ سنا گیا کہ سلطنت مغلیہ کے آخری بادشاہ ابوظفر بہادر شاہ کے پوتوں اور پڑپوتوں میں بدیں وجہ مقدمہ بازی شروع ہوگئی ہے کہ ان میں سے ایک میرزا اعظم شاہ صاحب نے اپنی لڑکی کو جس کا نکاح اس نے اپنے ہی خاندان کے دوسرے شاہزادہ میرزا احمد شاہ سے کیا تھا خود گرجا میں لیجاکر بپتسمہ دلایا اور اس تبدیلی مذہب کو نکاح کے فسخ ہوجانے کی ایک معقول وجہ قرار دیا۔ جس پر میرزا احمد شاہ نے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اب وہاں مقدمہ چل رہا ہے۔ یہ معاملہ اس قابل تھا کہ اس پر تمام اسلامی دنیا میں شور مچ جاتا اور اسلامی اخبارات اس پر بالاتفاق آواز بلند کرکے گورنمنٹ سے مرتدین کے متعلق موجودہ قوانین کو منسوخ کرکے اصل اسلامی قوانین کے اجرا کی بار بار استدعا کرتے لیکن خدا جانے کیوں اب تک کسی بھی مسلمان کے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔ حالانکہ ذرا ذرا سے پولیٹیکل مسئلہ پر تو آج مسلمان اخبارات خواہ ان کا اس سے تعلق ہو یا نہ ہو کالم کے کالم سیاہ کردیتے ہیں۔ لیکن ایک ایسے اسلامی ومذہبی مسئلہ کے متعلق جس کا بہت کچھ تعلق ان کی پولیٹیکل اغراض سے بھی ہے کسی کے قلم کو جنبش تک نہیں ہوئی۔ تعجب ہے الہ آباد یونیورسٹی سے تاریخ اسلام کے اخراج، اخبار نیو انڈیا سے ضمانت جیسے معاملات پر تو ہر ایک مسلمان اخبار بڑے زور سے چیختا اور چلاتا ہے لیکن آئے دن جو کوئی ایک بے گناہ روحیں دام میں نکل کر جاتیں اور عیسائیت کی پناہ لے کر طلاق حاصل کرنا چاہتی اور حاصل کرتی ہیں ان کے لئے کسی کے دل میں خیال تک بھی نہیں آتا کہ انھیں اپنے ہاتھوں جہنم میں دھکیلنے کی بجائے صراط مستقیم پر قائم رکھنے کی کوشش کی جائے کیا ہم امید کرسکتے ہیں کہ ہمارے اسلامی معاصرین بالخصوص وکیل۔ صداقت کسان پیسہ اخبار اور العصر اس معاملہ پر قلم اُٹھائینگے اور اس بارہ میں اس قدر مسلسل اور لگاتار کوشش سے کام لینگے کہ بالآخر یہ معاملہ ہمیشہ کے لئے اصلاحی

مسئلہ نبوت پر ایک لطیف بحث

گذشتہ سے پیوستہ

حضرت کی تصانیف کے حوالے بھی نذر گرامی کرتا ہوں ع۔

"گر قبول افتد زہے عز و شرف"

"آنے والے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے وہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے۔ جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیا کے بعد نبی کیسا" انجام آتھم حاشیہ ص۲۸۔ اور ص۲۷ میں تو زیادہ صاف اور واضح طور پر لکھا کہ غیر حقیقی طور پر اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے کبھی نبی کہلانا پسند نہیں کرتا" میں اُمتی بھی ہوں اور ظلی طور پر نبی بھی ہوں" ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸ اور کوئی شخص اس جگہ نبی ہونے کے لفظ سے دھوکہ نہ کھاوے۔ میں بار بار لکھ چکا ہوں کہ یہ وہ نبوت نہیں ہے جو ایک مستقل[1] نبوت کہلاتی ہے۔ کوئی مستقل نبی اُمتی نہیں کہلا سکتا مگر میں اُمتی ہوں۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اعزازی نام ہے۔ جو آنحضرتؐ کی اتباع سے حاصل ہوا۔ تا حضرت عیسیٰ سے تکمیل مشابہت ہو" حاشیہ ضمیمہ براہین ص۱۸۳۔ ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ محض فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہیگی" حقیقۃ الوحی ص۲۸۔

مولوی صاحب ظلی نبوت کا دروازہ قیامت تک مفتوح ہوا اور چند دی واحد کی تعیین مفقود وللہ مکالمات ومخاطبات مع اولیائہ فی ہذہ الامۃ وانہم یعطون صبغۃ الانبیا ولیسوا نبیین فی الحقیقۃ" مواہب الرحمٰن ص۶۶ یعنی ان کو انبیاء کا رنگ دیا جاتا ہے۔ اور حقیقۃ میں نبی نہیں ہوتے اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی کیونکر خاتم الانبیا رہیں۔ یا وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں۔ ایام الصلح ص۷۴، ۷۵، ہذا آخذنا قصدناہ

اس کے بعد سامعین کی خدمت میں یہ پیش کیا جاتا ہے یہ جو کہا جاتا ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ سراسر افترا ہے آپ نے حاشا وکلا ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ کیا ہی نہیں

چنانچہ آپ کی ایک تصنیف کا جو کہ آپ نے اہل مکہ اور علمائے ام القریٰ کی طرف لکھی ہے حوالہ عرض کیا جاتا ہے حمامۃ البشریٰ ص۸ ونعوذ اللہ وجل اللہ انی مومن مسلم وامن باللہ وکتبہ ورسلہ وملئکتہ والبعث بعد الموت وبان رسولنا محمد ن المصطفیٰ افضل الرسل وخاتم النبیین وان ہولاء قد افتروا

وقالوا ان ہذا الرجل یدعی انہ نبی

اور پھر آپ اسی کتاب کے ص۹۶ پر لکھتے ہیں

ویقولون ان ہذا الرجل لا یومن بالملئکۃ ونزولہم وصعودہم ویحسب الشمس والقمر والنجوم اجسام الملائکۃ ولا یعتقد بان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ومنتہی المرسلین لا نبی بعدہ وخاتم نبینا خاتم النبیین ہذا افتراء وتحریفات سبحان ربی ما انا متمسک مثل ہذا ان ہو الا کذب واللہ یعلم انہم من الدجالین اور پھر اسی کتاب کے ص۷۹ پر لکھتے ہیں کہ جو لوگ مجھے کافر کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص مدعی نبوت کا ہے۔ یہ ان لوگوں کا بہتان ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ومن اعتراضات المکفرین انہم قالوا ان ہذا الرجل ادعی النبوۃ وقال انی من النبیین

اما الجواب۔ فاعلم یا اخی انی ما ادعیت النبوۃ وما قلت لہم انی نبی ولکن تعجلوا واخطئوا فی فہم قولی وما فکروا حق الفکر بل افتروا علی بہتان عظیما پھر اسی کتاب کے ص۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میرا دعویٰ نبوت کا نہیں فانظر این ہذا واین ادعاء النبوۃ فلا تظن یا اخی انی قلت کلمۃ فیہ رائحۃ ادعاء النبوۃ کما فہم المتہورون فی ایمانی وعرضی بل کلما قلت انما قلتہا نبینا لمعارف القران ودقائقہ وانما الاعمال بالنیات ومعاذ اللہ ان ادعی النبوۃ بعد ما جعل اللہ نبینا وسیدنا محمدن المصطفیٰؐ خاتم النبیین اور حضرت مرزا صاحب نے جنگ مقدس کے ص۶۷ پر لکھا ہے کہ میرا نبوت کا کوئی دعویٰ نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے۔ یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامات ہے۔ جو اللہ اور رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں اور شہادت القرآن کے ص۱ پر لکھتے ہیں "چونکہ ہمارے سید ومولا خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں آ۔

اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔ اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الآخرین چونکہ ثلۃ کا لفظ دونوں فقروں میں برابر آیا ہے اس لئے قطعی طور پر بیان سے ثابت ہوا کہ اس امت کے محدث اپنی تعداد اور اپنے طولانی سلسلہ میں موسوی امت کے مرسلوں کے برابر ہیں۔ اور انوار الاسلام سے صاف ثابت ہے کہ یہ اعتراض کہ دعویٰ نبوت کا کیا ہے کذب وافترا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ "اگر یہ اعتراض ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ المفترین اور اگر یہ اعتراض کہ کسی نبی کی توہین کی ہے اور وہ کلمہ کفر ہے تو اس کا جواب بھی یہی ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور انجام آتھم کے ص۴۵ پر لکھتے ہیں کہ "ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں کہ نذیر حسین اور اس کے شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افترا ہے کہ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ گویا ہم نے معجزات انبیا علیہم السلام سے انکار کیا ہے۔ یا ہم خود دعویٰ نبوت کرتے ہیں یا نعوذ باللہ حضرت سید المرسلین محمد مصطفیٰ صلعم کو خاتم الانبیاء نہیں سمجھتے۔ ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ چنانچہ حضرت راز حقیقت کے ص۱۶ کے نوٹ میں لکھتے ہیں۔ نبی کا لفظ صرف دو زبانوں سے مخصوص ہے اور دنیا کی کسی اور زبان میں یہ لفظ مستعمل نہیں ہوا۔ یعنی ایک تو عبرانی میں یہ لفظ نبی آتا ہے اور دوسرا عربی میں اس کے سوائے تمام دنیا کی اور زبانیں اس لفظ سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ لہذا یہ لفظ جو یوز آسف پر بولا گیا ہے کتبہ کی طرح گواہی دیتا ہے کہ یہ شخص یا اسرائیلی نبی ہے یا اسلامی نبی۔ مگر ختم نبوت کے بعد اسلام میں کوئی اور نبی نہیں آ سکتا۔ لہذا یقین ہوا کہ یہ اسرائیلی نبی ہے اور راز حقیقت کے ص۱۶ پر لکھتے ہیں کہ نبی کا لفظ صرف دو ہی قوموں کے نبیوں میں مشترک تھا یعنی مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے نبیوں میں اور اسلام میں تو آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا اور یہ بھی افترا ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ کتاب البریہ کے ص۹ پر کسی بزرگ کا قول نقل کرتے ہیں جن کو پہلے یہ خیال تھا کہ حضرت مرزا صاحب رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ رسالت کے دعوے کے بارہ میں مجھکو خود ازالہ اوہام کے دیکھنے سے نیز آپ کی روحانی اور مردہ دلوں کو زندہ کرنے والی تقریر سے جو جلسہ مذاہب لاہور میں پیش ہوئی میری تسلی ہو گئی ہے۔ جو محض بہتان ذات والا پر کسی نے باندھا ہے یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ حضرت مرزا صاحب نے کیا ہے آمیز افترا ہے۔ چنانچہ کتاب البریہ کے ص۱۸۳ پر لکھتے ہیں۔ افترا کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور ہم

---

[1] یعنی قائم بالذات کہلاتی ہے بلکہ میری نبوت قائم بالغیر ہے یعنی من فیضۃ الکیف

اور ہم معجزات اور فرشتوں کے منکر ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ یہ تمام افترا ہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ خاتم الانبیاء ہیں۔ ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہل سنت کے قائل ہیں" اور پھر حاشیہ کتاب البریہ کے صد۱۸۴ پر لکھتے ہیں "آنحضرت صلعم نے بار بار فرما دیا تھا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا اور حدیث لانبی بعدی ایسی مشہور تھی کہ کسی کو اس کی صحت میں کلام نہ تھا۔ اور قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی اپنی آیہ کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی کریم صلعم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور کشف الغطا کے ص۱۲ پر لکھتے ہیں کہ اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہمارے نبی صلعم کے بعد کبھی نبی نہیں آئیگا۔ نبوت ختم ہے صرف وحی ولایت جاری ہے۔ چنانچہ ایام الصلح کے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں "[illegible] [illegible] [illegible] اور اگر کوئی اور نبی نیا یا پرانا آوے تو ہمارے نبی کیونکر خاتم الانبیاء رہیں۔ ہاں وحی ولایت اور مکالمات الٰہیہ کا دروازہ بند نہیں ہے"۔ گذشتہ حوالجات سے کھلا کھلا ثابت ہو گیا کہ حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ ہرگز ہرگز نبوت اور رسالت کا نہیں۔ ہاں بعض الہامات میں جو اُن کو نبی یا رسول یا جری اللہ سے مخاطب کیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے میں خود کوئی شرح اور تفصیل اپنی طرف سے پیش نہیں کرتا۔ خود حضرت مرزا صاحب کا بیان نبوت اور رسالت کے متعلق عرض کر دیتا ہوں۔ پہلے چند الہامات جن میں رسول نبی جری اللہ۔ مرسل کا لفظ آیا ہے پیش کرتا ہوں۔

جری اللہ فی حلل الانبیاء خدا کا فرستادہ نبیوں کے حلہ میں۔ سراج المنیر۔ صفحہ ۳۶

کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله لا مبدل لکلمات اللہ ظلموا وان اللہ علی نصرهم لقدیر

یہ آیات قرآنی الہامی پیرایہ میں اس عاجز کے حق میں ہیں اور رسول سے مراد مامور اور فرستادہ ہے جو دین اسلام کی پیروی کے لئے ظاہر ہوا۔

انی لا یخاف لدی المرسلون انی علی الحق اتوم والوم من یلوم واعطیك ما یدوم

یا نبی اللہ کنت لا اعرفك انی علی المرسل اجیب سوال علی الرسول انك لمن المرسلین علی صراط المستقیم۔ انا ارسلنا الیکم

سراج منیر ص۳۔

ہم اس بات کے قائل اور معترف ہیں کہ نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت صلعم نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے۔ مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے۔ کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ کیا تم نے وہ حدیثیں نہیں پڑھیں جن میں رسول رسول اللہ آیا ہے۔ عرب کے لوگ تو اب تک انسان کے فرستادہ کو بھی رسول کہتے ہیں۔ پھر خدا کو کیوں حرام ہو گیا۔ کہ مرسل کا لفظ مجاز کے معنوں پر بھی استعمال کرے۔ کیا قرآن میں سے فقالوا انا الیکم مرسلون بھی یاد نہیں رہا۔ بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے میرے الہام میں میری نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے بیشک ہیں مگر حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے جس نے سمجھنا ہو سمجھ لے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے۔ کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین کے بعد بکلی بند ہیں۔ اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کے رو سے آسکتا ہے۔ اور نہ کوئی قدیم نبی"۔ اور پھر حاشیہ انجام آتھم صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں۔ "کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد رسول اور نبی ہوں۔ صاحب انصاف طلب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت یا رسالت کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اُسکو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اسکو بھی پسند نہیں کرتا۔ کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ جانے کا احتمال ہے۔ لیکن وہ مکالمات اور مخاطبات جو اللہ جلشانہٗ کی طرف سے مجھکو ملے ہیں۔ جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالت کا بکثرت آیا ہے۔ اُن کو میں بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا۔ لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر مستعمل نہیں ہیں اور اصل حقیقت جس کی میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی ہے جو ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ نہ کوئی پرانا اور نہ کوئی نیا۔

اور حاشیہ صفحہ ۲۸۔ انجام آتھم پر لکھتے ہیں۔ "یاد رکھنا چاہئے کہ جیسا کہ ابھی ہم نے بیان کیا ہے بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اُس کے بعض اولیاء کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں۔ اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ سارا جھگڑا یہ ہے جسکو نادان متعصب اور طرف کھینچکر لیگئے ہیں آنیوالے مسیح موعود کا نام جو صحیح مسلم وغیرہ میں زبان مقدس حضرت نبوی سے نبی اللہ نکلا ہے۔ وہ انہی مجازی معنوں کے رو سے ہے جو صوفیہ کرام کی کتابوں میں مسلم اور ایک معمولی محاورہ مکالمات الٰہیہ کا ہے۔ ورنہ خاتم الانبیاء کے بعد نبی کیسا۔ اور پھر آپ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۰ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں "یہ الفاظ یعنی رسول نبی مرسل جری اللہ بطور استعارہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں بھی مسیح موعود کے لئے نبی کا لفظ آیا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جسکو خدا بھیجتا ہے۔ وہ اس کا فرستادہ ہی ہوتا ہے۔ اور فرستادہ کو عربی میں رسول کہتے ہیں۔ اور جو غیب کی خبر خدا سے پا کر دیوے اُسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے معنے الگ ہیں۔ اس جگہ محض لغوی معنے مراد ہیں"۔ جب آپ کا نبوت کا دعوےٰ نہیں۔ تو پھر آپ کا کیا دعویٰ ہے۔ یہ بھی آپ ہی کی کتب سے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ کا دعوےٰ تجدید اور محدثیت کا ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۹ "حقیقت میں ابتدا سے یہی مقرر ہے۔ کہ مسیح اپنے وقت کا مجدد ہوگا۔ اور اعلیٰ درجہ کی تجدید کی خدمت خدا تعالیٰ اُس سے لیگا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۹ پر فرماتے ہیں اور مسیح گذشتہ کی نسبت قطعی طور پر کہا ہے۔ کہ وہ نبی تھا۔ لیکن آنے والے مسیح کو امتی کر کے پکارا ہے۔ جیسا کہ حدیث امامکم منکم سے ظاہر ہے۔ اور حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں اشارۃً مثیل مسیح کے آنے کی خبر دی ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق آنے والا مسیح محدث ہونے کی وجہ سے مجازاً نبی بھی ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۱-۴۲۲ پر لکھا ہے "نبوت کا دعوےٰ نہیں۔ بلکہ محدثیت کا دعوےٰ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے اور نشان آسمانی صفحہ ۳۴ پر ہے۔ اس عاجز کے دعوےٰ مجدد اور مثیل مسیح ہونے اور دعوےٰ ہمکلام ہونے پر اب بفضلہ تعالیٰ گیارہواں برس جاتا ہے۔ نشان آسمانی صفحہ ۳۷۔ اس شخص کا میرے نزدیک جو مسیح موعود اور مجدد الوقت اور مہدی ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ کیا حال ہے۔ اور انجام آتھم کے صفحہ ۳ پر ہے۔ "قد علمنی ربی من لدنه واخبرنی اخبار وجعلنی مجدد هذه المائة واخبرنی فی علومه بما بسطتها سعة وجعلنا نو مسلم من الوارثین اور پھر آپ اسی انجام آتھم کے صفحہ ۱۳ پر فرماتے ہیں وقد بعثت علی

رأس المائۃ لاجدد الدین والذروجہ الملۃ واللہ علی ذالک شہید - اور آئینہ کمالات صفحہ ۷ پر ہے - قد کنت اقمت من اللہ لاجدد الدین باذنہ اور آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۰ پر لکھتے ہیں "اس بات کو بھی سوچنا چاہئے کہ جب علماء سے یہ سوال کیا جائے کہ چودھویں صدی کا مجدد ہونے کے لئے بجز اس احقر کے اور کس نے دعوےٰ کیا ہے تو اس کے جواب میں وہ بالکل خاموش ہیں کسی شخص کو پیش نہیں کر سکتے - جس نے ایسا دعویٰ کیا ہو - اور آئینہ کمالات صفحہ ۳۴۷ پر فاعلموا یا اخوان انی ارسلت محدثا من اللہ الیکم والیٰ کل من فی الارض وارسلنی علیٰ رأس ھٰذہ المائۃ - اور آئینہ کمالات صفحہ ۳۸۳ - لست بہ نبی ولکن محدث اللہ وکلیم اللہ لاجدد الدین المصطفیٰ وقد بعثنی علیٰ رأس المائۃ وعلمنی من لدنہ علوم الھدیٰ اور آئینہ کمالات صفحہ ۴۲۳ پر ہے - ومن اعظم المنن انہ جعلنی لھٰذا العصر ولھٰذا الزمان اماما وخلیفۃ وبعثنی علیٰ رأس ھٰذہ المائۃ مجددا لاخراج الناس الی النور من الدجیٰ - اور آئینہ کمالات صفحہ ۵۷۰ اذا صطفانی ربی لتجدید دینہ واظہار عظمۃ نبیہ ونشر ریاح یاسمینہ وامرنی لدعوۃ الخلق الیٰ دین الاسلام والملۃ خیر الانام ورزقنی من الالہامات والمکالمات والمخاطبات والمکاشفات رزقا حسنا وجعلنی من المحدثین -

حمامۃ البشریٰ صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں - فلما بلغت فتنھم الیٰ ھٰذا المبلغ واضلوا جبلا کثیرا اقتضت رحمۃ اللہ الرحیم الکریم ان یتدارک عبادہ وینجیھم من کید الکافرین نبعث عبدا من عبادہ لیؤید دینہ ویجدد تلقینہ ویزین زراھینہ ویفر بساتینہ وینجز وعدہ ولیعز حبیبہ وامینہ ویخجل الاعداء دین الاسلام ولا یقاتلون للمسلمین للدین - حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعوےٰ کیا ہے - چنانچہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں کہ میں آخر زمانہ کا مجدد و محدث کر کے بھیجا گیا ہوں چنانچہ لکھتے ہیں - وکذالک ارسلت مجددا ومحدثا لاٰخر الزمان وحدثنا اعداء دین الاسلام ولا یقاتلون للمسلمین للدین - حضرت مرزا صاحب نے صرف محدث ہونے کا دعوےٰ کیا ہے - چنانچہ حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۹ پر لکھتے ہیں - وما قلت للناس الا ما کتبت فی کتبی من اننی محدث ویکلمنی اللہ کما یکلم المحدثین ویعلم انہ اعطانی ھٰذہ المرتبۃ فکیف اردما اعطانی اللہ ورزقنی من رزق اعرض عن فیض رب العلمین وما کان لی ان ادعی النبوۃ واخرج من الاسلام والحق بقوم کافرین وما انی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا بعد ان اعرضہ علیٰ کتاب اللہ واعلم انہ کلما یخالف القراٰن فھو کذب والحاد وزندقۃ فکیف ادعی النبوۃ وانا من المسلمین - اور حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۱۱۱ پر لکھتے ہیں - شعر واللہ انی جئت منہ مجددا بوقت اضل الناس عن ل لضحیٰ

اور کرامات الصادقین کے صفحہ ۵۰ پر ہے - کہ میں اس قرآن کے لئے مجدد ہوں - شعر وارسلنی ربی لتائید دینہ فجئت لھٰذا القرآن عبدا مجددا - انجام آتھم کے صفحہ ۷۵ پر ہے - ان اللہ قد بعثنی مجددا علیٰ رأس ھٰذہ المائۃ واختص عبد المصالح العامۃ واعطانی علوما و معارف تجب الاصلاح ھٰذہ الامۃ انجام آتھم کے صفحہ ۲۱۷ پر ہے - جعلنی لھٰذا لمائۃ مجدد الدین -

کتاب البریہ کے صفحہ ۱۶۸ پر لکھا ہے پھر جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا - اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا - تو خداتعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی - کہ تو اس صدی کا مجدد ہے - کتاب البریہ کے حاشیہ صفحہ ۲۵۶ پر ہے - پھر آسمان زمین سے نزدیک ہوگا - بعد اسکے کہ بہت دور ہو گیا تھا - تو میں انہی باتوں کا مجدد ہوں - اور یہی کام ہیں جنکے لئے بھیجا گیا ہوں -

ایام الصلح صفحہ ۷۶ پر ہے - کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے نبی صلعم نے ایسے مجدد کا نام مسیح موعود رکھا ہے پس جبکہ زمانہ کی حالت موجودہ ہی بتلا رہی ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد کا نام مسیح موعود ہونا چاہئے ؏

ایام الصلح کے صفحہ ۷۵ پر ہے - خدا نے چودھویں صدی کے سر پر اپنے وعدہ کے موافق جو انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ہے - اس فتنہ کی اصلاح کے لئے ایک مجدد بھیجا - مگر چونکہ ہر ایک مجدد کا خداتعالےٰ کے نزدیک ایک خاص نام ہے - اور جیسا کہ ایک شخص جب ایک کتاب تالیف کرتا ہے - تو اسکے مضامین کے مناسب حال اس کتاب کا نام رکھتا ہے ایسا ہی خداتعالےٰ نے اس مجدد کا نام خدمات مفوضہ کے مناسب حال مسیح رکھا - اور اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۴ - چودھویں صدی کے سر پر خداتعالےٰ نے تجدید اور اصلاح کے لئے اور خدمات ضروریہ کے مناسب حال ایک بندہ بھیجا اور اس کا نام مسیح موعود رکھا - تریاق القلوب صفحہ ۲ پر ہے - ع

رسید مژدہ ز غیبم کہ من ہماں مردم
کہ او مجدد ایں دین و رہنما باشد

تریاق القلوب صفحہ ۲۰ - وہ مجدد جو اس چودہویں صدی کے سر پر بموجب حدیث نبوی کے آنا چاہئے تھا - وہ یہی راقم ہے -

تریاق القلوب کے صفحہ ۹۸ پر ہے - خداتعالےٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے -

براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۴۴ پر ہے - اگر درمیانی زمانہ میں یہ غلطیاں نہ پڑتیں - تو پھر مسیح موعود کا آنا فضول اور انتظار کرنا فضول تھا کیونکہ مسیح موعود مجدد ہے اور مجدد غلطیوں کی اصلاح کے لئے آیا کرتے ہیں -

ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۸ پر ہے - ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا - اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا -

(بقلم خود شاہنواز - ۲۹ - اپریل سنہ ۱۹۱۶ء)

(بقیہ مضمون صفحہ ۳)

گہرا تعلق ہے اور آج ہم اپنی آنکھوں سے اس کا اعادہ بھی دیکھ رہے ہیں

میں قرآن کریم خداتعالےٰ کی سچی کتاب ہے اور اس کا ایک ایک حرف اسی کلام خداوندی میں سے ہے - جو آنحضرت صلعم پر نازل ہوئی اگر یہ پاک کتاب اور اس کا ایک ایک نقطہ کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں - بلکہ ہر زمانہ اور ہر گھڑی کے لئے یکساں طور پر واجب العمل اور سبق آموز ہے - اگر یہ سچ ہے کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرایا کرتی ہے - اور امم سابقہ کی تاریخ وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کی! ہم تک کسی اور ذریعہ سے پہنچی تو لامحالہ ان سب واقعات کی تصدیق کرنی پڑیگی اور ان کو مانے بغیر ہمیں کوئی چارہ نہیں

میں دوستو ذرا ان واقعات پر غور کرو اور دیکھو کہ تاریخ کیسے اپنے آپ کو دوہرا کر تمہیں ہدایت و کامیابی کے کس سیدھے رستے کی طرف بلا رہی ہے اور کن خاردار اور پیچ در پیچ رستوں سے تمہیں مخلصی دلانا چاہتی ہے - ان ھٰذہ تذکرۃ فمن شاء اتخذ الیٰ ربہ سبیلا -

نکات شتیہ

ذیل کے چند اقتباسات جو حضرت مولینا مولوی نور الدین صاحب قدس سرہ العزیز اور میاں محمود احمد صاحب کی بعض تقاریر سے اخذ کیے گئے ہیں۔ امید کہ ناظرین پیغام صلح کی خاص دلچسپی کا موجب ہونگے کیونکہ ان کے پڑھنے سے موجودہ متنازعہ فیہ مسائل پر بہت کچھ روشنی پڑتی ہے اور محمودی عقائد نے ان کے لیے یہ کاری حربہ کا کام دیتے ہیں۔

قرآن شریف اور الہام مسیح موعود

"جب قرآن شریف نازل ہوا۔ تو سب ملائکہ اس میں شریک تھے یہی وجہ ہے کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ کہ فلاں آیت کے اترتے وقت ستر ہزار فرشتے موجود تھے۔ یعنے جب کبھی کوئی آیت اتری۔ تو سب فرشتے جو پہلے نبیوں پر اترتے رہے۔ اس وقت والے کے ساتھ شریک ہوگئے۔ ایک اور جگہ لکھا ہے۔ قد ابلغوا رسلت ربهم واحاط بما لديهم احصى كل شئ عددا۔ جب ہم خاص کلام پہنچاتے ہیں تو ارد گرد پہرہ کر دیتے ہیں اس میں وہ سر ہے۔ جس کی وجہ سے ہم حضرت صاحب کے الہام نماز میں پڑھ نہیں سکتے۔ قرآن کی حد اور ہی ہے۔ جو شخص ایسا کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسے خبر نہیں۔ کہ قرآن کو اللہ نے اپنا فضل فرمایا۔ قرآن کی آیتیں علیم۔ حکیم لاریب سے شروع ہوتی ہیں۔ تا عظمت الٰہی دل میں بیٹھ جاوے اور انسان کو عمل کے لیے موقعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا نام حبل رکھا ہے۔ پھر ایک اور وظیفہ فرمایا۔ اولم يكفهم انا انزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم ان فى ذالك لرحمة و ذكرى لقوم يومنون یہ کتاب جو ہم نے نازل کی۔ کافی ہے رحمت ہے۔ تمام صداقتوں پر گواہی دیتی ہے۔ پس قرآن ہمارے لیے کافی کتاب ہے" (مقتبس از تقریر حضرت خلیفۃ المسیح جناب مولینا مولوی نور الدین صاحب قدس سرہ العزیز بر موقعہ جلسہ سالانہ بابت سنہ ۱۹۱۲ء مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۴ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء)

نوٹ۔ حضرت مولوی صاحب کے یہ الفاظ کس قدر صاف ہیں۔ انہی سے آپ کے اصل عقائد پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ کہ جب قرآن کی وحی اور حضرت مسیح موعود کے الہام کو آپ ایک برابر نہیں سمجھتے نہ ہی مؤخر الذکر کا نماز میں پڑھنا جائز قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ نبیوں کی وحی ہی وہ خاص کلام ہے۔ جس کے گرد پہرہ ہوتا ہے۔ اور حضرت صاحب کے الہامات کو حضرت مولوی صاحب اس خاص کلام میں داخل نہیں کرتے تو اس سے ثابت ہے کہ آپ نفس نبوت میں حضرت صاحب کو ہرگز دوسرے نبیوں کے برابر نہ سمجھتے تھے۔ اور آپکی نبوت کو تامہ اور کاملہ نہیں مانتے تھے۔ لیکن برخلاف اس کے میاں صاحب نہ صرف حضرت صاحب کو کامل نبی ہی قرار دیتے ہیں۔ بلکہ آپ کے الہام کو بھی قرآن کے برابر ٹھہراتے ہیں (دیکھو الفضل مورخہ

نیز ان کے اکثر مریدین ان الہامات کو نماز وں میں پڑھنا جائز ٹھہراتے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب کا فتویٰ ایسوں کے متعلق صاف ہے۔ کہ جو شخص ایسا کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسے خبر نہیں کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے فضل کہا ہے...... " انتہی بلفظہ۔

آنحضرت صلعم اور حضرت مسیح موعود

"ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح کو لکھا کہ مجھے آپکی جماعت کے ایک آدمی کی کسی بات سے معلوم ہوا کہ احمدی لوگ مرزا صاحب کو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر جانتے ہیں۔ اور کعبتہ اللہ میں دعا کرنے کی قدر انکو نہیں اسواسطے میں آپ کی بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں۔ حضرت نے جو جواب اسکے خط کا لکھوایا۔ وہ فائدہ عام کیواسطے درج اخبار کیا جاتا ہے

ہمارا کبھی وہم و گمان بھی نہیں ہوا۔ اور نہ کبھی ہمارے خیال اور اعتقاد میں آیا ہے کہ معاذ اللہ حضرت صاحب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے برابر ہیں۔ حضرت صاحب تو فرماتے ہیں۔ کہ

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم

وہ تو خادم دین رسول اللہ ہیں اور نام غلام احمد ہے اور اس قرآن اور شریعت کے جو آنحضرت لائے ہیں تابعدار اور سچے فرمانبردار ہیں اور نہ کسی اور احمدی کا یہ عقیدہ ہے یہ معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے کسی ناواقف یا کسی مخالف سے باتیں سنکر ایسا سمجھا اور لکھدیا کہ میں بیعت سے علیحدہ ہوتا ہوں ......

...... ہم اظہار حق کے لیے یہ بات کہتے ہیں اور اخبار میں بھی چھپوا دیتے ہیں۔ کہ آپ اور سب لوگ جان لیں اور یقین کرلیں کہ نہ ہمارا نہ کسی اور احمدی کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضرت مرزا صاحب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہیں۔ بلکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرمانبردار اور بعد از خدا بعشق محمد مخمرم ہیں" (بدر مورخہ ۲۷ فروری سنہ ۱۹۱۲ء)

نوٹ۔ اب اس قدر صراحت کے باوجود بھی جو شخص "مسیح موعود محمد است و عین محمد است" کہہ کر شور برپا کرے۔ اور مسیح موعود کو آنحضرت صلعم کے برابر قرار دے۔ ظاہر ہے۔ کہ وہ حضرت مولوی صاحب کے نزدیک کس فتوے کے نیچے ہے۔

ایک غیر احمدی کو حضرت میاں صاحب کا جواب

حج سے واپس آکر میاں محمود احمد صاحب نے مسجد النور قادیان میں ایک تقریر کی۔ جس میں اپنے سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا۔ کہ:۔

"ایک شخص نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ہر صدی میں ایک فرقہ ناجی رہیگا۔ تم کہتے ہو۔ کہ صحابہ کے علاوہ اب تک تمام لوگ حیات مسیح کے قائل کافر ہی ہوتے رہے۔ میں نے انکو جواب دیا۔ کہ ہم غیر احمدیوں کو حیات مسیح کے ماننے کے سبب سے کافر نہیں کہتے۔ بلکہ اس لئے ان کو کافر کہتے ہیں کہ وہ میرزا صاحب کے مرید مسلمان معتقدوں کو کافر کہتے ہیں۔ اس لئے ہم ان کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے ماتحت مسلمانوں کو کافر کہنے کے سبب سے کافر کہتے ہیں"

(**نوٹ**) واہ صاحب واہ۔ اگر یہی وجہ کفر تھی۔ تو یہ کاغذی جنگ اور کفر و فسق کے فتاوے جو آجکل آپ نے جاری کر رکھے ہیں۔ ان کا فائدہ؟ کیوں نہ اس صورت میں آپ کی اس ساری جد و جہد کو خاص اغراض پر مبنی سمجھا جائے۔

میاں صاحب! خدا کے لئے ہوش میں آؤ۔ اور اپنے اس پہلے فتوے کو دل کی آنکھوں سے پڑھو۔ تاکہ آپ کو معلوم ہوسکے۔ کہ موجودہ حالات میں آپ اپنے اس ادعا سے کس قدر دور جا پڑے ہیں۔ فتدبر

العصر شائع ہوگیا۔ آج جبکہ یہ پرچہ لکھا جا چکا تھا روزانہ اخبار العصر کا پہلا نمبر پریس سے چھپکر آگیا۔ جسمیں دیگر نہایت بیش قیمت مضامین کے علاوہ تازہ بتازہ خبریں بھی درج ہیں۔ احباب و معاونین کرام کو اپنے اس جدید اخبار

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری و پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام

جسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۸

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بر و شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ے ر

ششماہی سے ر

سہ ماہی عہ

ماہوار ۹ طلبا سے سالانہ للعہ

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲ شعبان سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس نبی مطابق ۲- جولائی سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۳۹

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

تین اشخاص کا مشرف باسلام ہونا

ایک سکھ صاحب کا قبول اسلام

(۱) ایک صاحب ہمارے ابنائے وطن سے کئی سال سے انگلستان میں جاگزین ہیں۔ عیال واطفال سے بھی بہرہ ور ہیں۔ ان کا نام بھائی ہرنام سنگھ صاحب ہے۔ انھوں نے بروز ہفتہ ۲۴- جون سنہ ۱۹۱۶ء مسجد ووکنگ میں اسلام قبول کیا اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کا اقرار کیا۔ اور پاک مذہب اسلامی زندگی بسر کرنے کا عہد باندھا۔ اس روز اس سے پیشتر بھی اور اس کے بعد اتوار کے مجمع ہیں بھی انھوں نے نمازیں باجماعت ادا کیں طریق طہارت اور وضو بھی سیکھ لیا۔ اتوار کے روز ان کی اہلیہ معہ ایک چھوٹے بچے کے ہمارے ہاں آئیں۔ ان کے میاں انھیں اسلام تلقین کر رہے ہیں۔ امید ہے وہ دن دور نہ ہوگا جبکہ وہ خاتون معہ تین بچوں کے مسلمان ہوجائینگی۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا کرے۔ بھائی ہرنام سنگھ کا اسلامی نام شیر خدا رکھا گیا۔

(۲) ایک انگریزی نژاد خاتون جو خوب لکھی پڑھی قابل اور مہذب ہے جو کچھ عرصہ سے خود بخود اسلام قبول کر چکی تھیں ہماری جمعہ کی نمازوں میں شریک ہوئیں اور انھوں نے خود اطلاع دی کہ میں کچھ عرصہ سے مسلمان ہوں میرے اسلام قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیت کے لاینحل مسائل کبھی میری سمجھ میں نہ آتے تھے کیونکہ وہ میری فطرت کے خلاف تھے۔ جب مجھے اسلام کے مطالعہ کا موقعہ ملا تو میں نے اسے انسانی فطرت کے مطابق پایا اور اسی وقت سے اس کو اختیار کر لیا۔ فالحمد للہ رب العالمین۔ ایسے لوگ تو بیشمار یہاں موجود ہیں۔ اگر غفلت اور کاہلی ہے تو ہماری طرف سے ہے ہمارے پاس آدمی نہیں۔ ہمارے پاس کافی روپیہ نہیں۔ اگر ہندوستان کے مسلمان اس وقت متفقہ کوشش کریں تو تھوڑے عرصہ میں کثرت سے یہاں مسلمان نظر آنے لگیں ولیس ذالک علی اللہ بعزیز۔

(۳) ایک شخص مسٹر سمتھ صاحب کا تحریری اعلان افریقہ سے موصول ہوا انھوں نے لکھا ہے کہ میرا اسلامی نام ہارون رکھا جائے خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلص باہمت شخص ہے۔ تھوڑے عرصہ میں کافی تعداد اسلامی کتابوں کی خرید چکے ہیں۔ اور علاوہ ازیں اس فنڈ کی بھی امداد کی ہے آئندہ بھی حسب توفیق مدد کرنے کے لئے تیار ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ اللھم زد فزد فالحمد للہ رب العالمین۔ والسلام

دستخط صدر الدین امام مسجد ووکنگ

بقلم ہلال نور احمد ۶- جون سنہ ۱۹۱۶ء

اخبار احمدیہ

فاضل امروہی کی تازہ تصنیف سمہ احمدیہ

"القول المجدد فی تفسیر اسمہ احمد" کے نام سے حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی نے حال ہی میں ایک مبسوط کتاب لکھکر شائع کی ہے جس میں پر زور دلائل کیساتھ یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کے اصلی اور حقیقی مصداق حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم ہی تھے نہ کہ حضرت مسیح موعود۔ اسی ضمن میں جابجا حضرت اقدس کی نبوت کے غیر اصلی و غیر حقیقی یعنی ظلی بروزی۔ مجازی اور جزوی ہونے پر بھی زور دیا گیا ہے۔ اور کامل نبوت آپ کی طرف منسوب

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کیلئے احمدیہ سٹیم پریس لاہور میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری سکرٹری و بیلشر و سپرنٹنڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا۔

کرنے والے کو غلط راہ پر ٹھہرایا گیا ہے یہاں تک کہ ایسے لوگوں سے اس بارہ میں ایک حلفیہ اعلان کا مطالبہ کیا گیا ہے جس میں بصورت جھوٹا ہونے کے اعلان کنندہ اپنی ہلاکت کی بھی دعا کرے ۔ ایسا ہی مسئلہ کفر و اسلام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ اور حضرت اقدس پر فتوے کفر دینے والوں کے سوائے باقیوں کو خارج از اسلام کہنا صحیح نہیں ٹھہرایا ۔ پھر ختم نبوت پر ایک علیحدہ باب بھی ہے جس میں دیگر مختلف دلائل کے علاوہ نبی اللہ والی حدیث پر جو محمودیوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے ۔ خوب جرح کی گئی ہے اور حضرت اقدس کے اقوال سے اسے ساقط الاعتبار ثابت کیا گیا ہے ۔ ہمیں خوشی ہے ۔ کہ بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق عطا فرمائی ۔ احباب کو چاہیئے کہ اسے خرید کر خود بھی پڑھیں اور محمودیوں کو بھی پڑھا کر ان پر اتمام حجت کریں ۔ کسی دوسری صحبت میں ہم اس بنظیر کتاب کے بعض ضروری مضامین بھی نقل کریں گے انشاء اللہ تعالےٰ ؛

غلط افواہ | نجیب آباد سے ڈاکٹر عبد الحمید خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سنا گیا ہے کہ قادیان میں میری نسبت افواہ ہے ۔ کہ لاہور سے یا نجیب آباد سے میں نے میاں صاحب کو توبہ نامہ لکھکر بھیجا ہے یہ بالکل بے سروپا افواہ ہے ۔ میں اب تک آپ کا ہمخیال ہوں ۔ اسکو اخبار میں شائع کرا دیجئے ؛

ملک محمد بخش صاحب | آسٹریلیا سے وقتاً فوقتاً مسائل متنازعہ پر بہت سے ضروری اور مفید مضامین لکھکر بھیجتے رہتے ہیں ۔ جو ملک صاحب مکرم کے دلی جوش اور دینداری اور اخلاص پر جو انہیں حضور امیر اور حضرت مسیح موعود سے ہے ۔ دال ہے ۔ کوشش کی جائیگی ۔ کہ ملک صاحب کے مضامین کا خلاصہ کسی آئندہ اشاعت میں درج کر دیا جائے و باللہ التوفیق ۔ خدا تعالےٰ ہمارے اس مخلص بھائی کو بخیر و عافیت رکھے ۔ انہیں دینی و دنیوی متاع سے مالا مال فرمائے اور وہ بہت جلد واپس تشریف لا کر اپنے والدین اور بیوی بچوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب ہوں ۔ آمین ! ملک صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حال ہی میں لاہور میں حضرت خلیفہ رجب الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادہ میاں عبد العزیز صاحب سے ہوا ۔ اللہ تعالےٰ اسے بابرکت کرے ۔ آمین ؛

تازہ خبریں

عرب کی خود مختاری کا ذکر پارلیمنٹ انگلستان میں

شریف مکہ کا اعلان بالکل قرین قیاس تھا ۔ لنڈن ۲۷-جون ۔ دیوان عام میں آج لارڈ کرامر نے شریف مکہ کے اعلان خود مختاری کی اہمیت پر زور دیا ۔ لارڈ کریو نے کہا ۔ کہ چونکہ ٹرکی گورنمنٹ جرمنی کے زیر اثر ہو کر اب مسلمانوں کی نیابت نہیں کر سکتی ۔ اس لئے شریف مکہ کی بغاوت کا امکان ظاہر تھا ۔ اور موجودہ واقعات سے سچے مسلمانوں کو متعجب نہیں ہونا چاہئے ۔

مسلمانوں کے اماکن مقدسہ کی حفاظت لنڈن ۲۸-جون ۔ دیوان خاص میں آج لارڈ کریو نے اس بات پر زور دیا ۔ کہ گورنمنٹ کا ہمیشہ سے یہ خیال رہا ہے ۔ کہ عرب اور عراق عرب کے مقدس مقامات کی حفاظت مسلمانوں کے زیر حکومت کما حقہ ہو سکے اور غالباً شریف مکہ کی بغاوت حاجیوں کے لئے فریضہ حج کے ادا کرنے میں آسانیاں پیدا کریگی ؛

عراق عرب ۔ لنڈن ۔ ۲۷-جون ۔ دیوان عام میں مسٹر چیمبرلین نے اس بیان کی تردید کی ۔ کہ سر جن جنرل باہٹی عراق عرب میں طبی انتظام کے ذمہ دار تھے ۔ مسٹر چیمبرلین نے بیان کیا کہ سر پرسی سائیکس گورنمنٹ آف انڈیا کے حکام کے ماتحت کام کر رہے تھے ؛

اطالوی رزمگاہ

غنیم کی پسپائی جاری ہے ۔ لنڈن ۲۸-جون ایک اطالوی کمیونک مظہر ہے ۔ کہ اگرچہ اب ہم مستحکم مقامات پر پہنچ گئے ہیں اور دشمن مدافعت کو اور بھی مضبوط کر دیا ہے ۔ لیکن تاہم ہم نے خصوصاً پوسینا اسٹیگو اور السیاگو میں ہم نے خاصی ترقی کی ۔

روم ۔ آسٹری پسپائی اطالوی میمنہ کی جس نے سلسلہ پیام و شنید کو معرض خطر میں ڈالدیا تھا ۔ شاندار کامیابی کا نتیجہ تھی ۔ آسٹری سپاہ کا قلب اس سرعت سے پسپا ہوا ۔ کہ پیدل سپاہ کی آمد تک اطالوی رسالہ کو سپاہ عقب سے برسر پیکار ہونے کے بھیجا گیا ۔ ایک آسٹری فوجی نوان ہاتھ آیا ۔ جس کے آخری الفاظ حسب ذیل تھے ۔

" اٹلی میں اعلےٰ شراب اور خوبرو عورتیں ہماری منتظر ہیں "

رزمگاہ روس

استحکامات کودل ۔ لنڈن ۲۸-جون ۔ پیٹروگریڈ ایک لاکھ سپاہ سے زائد جن میں اکثر اسیران جنگ شامل ہیں ۔ استحکامات کودل کو باغ سے دس میل تک پھیلے ہوئے ہیں ۔ بسرعت مستحکم کر رہے ہیں ۔ ڈان کاسکو سے بکڈک کے جنوب مغرب میں منسٹر کو عبور کر لینے سے کوبیما کی حالت اور بھی نازک ہو گئی ہے ۔ فوج یقیناً مغرب سے دریائے پیشر بنو پر حملہ آور ہوگی ؛

آسٹروی قیدیوں کا بیان ۔ لنڈن ۔ ۲۸-جون بخارسٹ کی ایک تار خبر سے پایا جاتا ہے ۔ کہ بکو دینا سے ۰۰۰ آسٹری سپاہیوں نے رومانیا میں پناہ لی ہے ۔ اور انہیں غیر مسلح کر دیا گیا ہے ایک افسر نے بیان کیا ۔ کہ روسی توپخانہ واقعی فائق تھا ۔ اور کہ کاسکو کے حملہ کی تاب لانا ناممکن تھا ۔ اس لئے اس امر کو تسلیم کیا ۔ کہ اٹلی سے روسی مقابلہ کیواسطے فوج واپس بلائی گئی تھی ۔ اور کہا یہ ہماری تباہی یقینی ہے ۔ ہماری اکثر سپاہ کام آ چکی ہے ۔ دوسرے افسر نے کہا ۔ کہ آسٹریا نے بہت عرصہ پیشتر صلح کر لی ہوتی ۔ لیکن جرمن نے اس کی مخالفت کی ؛

رزمگاہ فرانس

جنگ وردون لنڈن ۲۸-جون ایک فرانسیسی سرکاری اعلان مظہر ہے پہاڑی نمبر ۳۰۴ کے شمال مشرق میں ہمنے ایک جرمن جوابی حملہ کو ہم نے گولوں کی مدد سے پسپا کر دیا ۔ ایک دوسرا حملہ فلیوری اور واکس کے جنگل کے درمیان آتشباری کی ایک جھلک سے پسپا کیا گیا موننٹ پر ایک زبردست جھڑپ ہوئی لیکن حالت غیر مبدل ۔

لنڈن ۲۹-جون ۔ سہپہر کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے ۔ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر اکورٹ اور چٹنکور ٹ کی جانب بھاری توپوں کی مسلسل گولہ باری کی گئی ۔ پہاڑی نمبر ۳۰۴ کے مشرق کی جرمن خندقوں میں حملہ کی تیاری کی علامات پائی جاتی تھیں ۔ لیکن ہمارے توپخانہ نے انہیں باز رکھا ۔ ہم نے تھیومنٹ کی صفوں کے قریب دجاد اور دریائے میوز کے داہنے کنارے پر پہاڑی نمبر ۳۲۱ کے شمال میں بموں کی مدد سے ترقی کی ۔ علاقہ شیمپین میں توپخانہ کی مدد سے نالہ ٹاہر اکیطرف جرمن بعض خفیف مقامات میں داخل ہو گئے لیکن فوراً جوابی حملہ سے انہیں نکال دیا گیا ؛

برطانوی محاذ ۔ لنڈن ۲۸ جون سر ڈگلس ہیگ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے گذشتہ شب ہمنے بمولنے دشمن کی خندقوں کے بعض حصص پر حملہ کیا اور اسے نقصان پہنچایا قرب ایکرس کی خندقیں گولہ باری سے صاف طور پر ضرر رسیدہ نظر آتی تھیں ۔ ظاہرا طور پر دشمن کو ہمارے گاس کے حملے سے نقصان اٹھانا پڑا وردلز کے قرب میں شاہراہ لاباسی پر نائی لینڈ لائٹ انفنٹری نے حملہ کرکے ۴۶ قیدی اور دو مشین والی توپیں گرفتار کیں ۔ اسکے دو سرنگوں کی مینار و نکو بھی تباہ کر دیا گیا ہمارا نقصان صرف دو مجروح ہوئے آج بلجئم نے بیٹ جیل اور ریلیج کے قریب معمولی جھڑپیں اٹھائیں جس سے صرف ایک معمولی سی خندق کو نقصان پہنچا ۔ ہمنے بیتھون اور نہر لاباسی کے جنوب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۲-جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳۹

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

ماہ مبارک کی آمد آمد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں بیشمار فضلوں اور رحمتوں کے لئے جو اس مبارک مہینہ میں خاص طور پر بارگاہ ایزدی سے دنیا پر نازل ہونگی ابھی سے اپنے دامن دعا والتجا کو پہلے سے زیادہ وسیع کرکے انھیں جذب کرلینے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ فی الحقیقت بہت ہی مبارک ہے وہ انسان جو اس پاک مہینہ کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اور مخلوق خدا کی بھلائی کا باعث ہو۔

یوں تو دنیا میں ایسے بہت سے لوگ موجود ہیں جو کھانے پینے کو ایک خاص وقت تک کے لئے ترک بھی کردیتے ہیں اور کرتے ہیں۔ بہت ہیں جو دن کو روزہ رکھنے کے بعد رات کو لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور رات بھر کھڑے رہکر قرآن کریم سنتے یا دوسروں کو سناتے ہیں۔ لیکن بہت کم ہیں وہ لوگ جو اس کھانے پینے کو ترک کرنے اور رات بھر کھڑا رہنے کی اصل حقیقت وغرض وغائت کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان باوجود نمازیں پڑھنے اور روزہ رکھنے کے پھر بھی بدیوں میں ویسے ہی منہمک اور برے کاموں میں دوسروں سے بڑھ چڑھ کر حصہ دار ہیں۔ ورنہ نماز اور بدیوں کی طرف میلان یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ قرآن کا تو دعوے ہے الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر

حدیث شریف میں ہے الصلوٰۃ معراج المومن پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جو شخص نماز کو واقعی طور پر نماز سمجھ کر ادا کرے اور ارشاد نبوی کے مطابق نماز میں گویا اس کی وہ حالت ہو کہ جیسے گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے یا کم از کم اس کے دل میں اس بات کا ہی یقین کامل ہو کہ گویا خدا اس کو دیکھ رہا ہے۔ وہ پھر بھی .... بدیوں اور بدکاریوں کی طرف رجوع کرسکے۔ اور ان میں کسی طرح بھی منہمک ہوسکے۔ ایسا ہی حال روزہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں کہ قرآن کا نزول ہوا۔ گویا وہ شریعۃ کاملہ جو کہ کل ہدایتوں کی جامع اور تمام نیک کاموں کی رہبر ہے اس وہ کامل کتاب جس نے عرب جیسے ملک سے جہاں بدیوں اور بدکاریوں کا اس قدر عروج تھا کہ دنیا کے کسی حصہ میں کبھی ایسا نہ وہ بدیوں کا نہیں ہوا ان سب کو یوں جڑ سے کاٹ دیا کہ ان کا نام ونشان تک باقی نہ چھوڑا رمضان کا مہینہ اس کے نزول کی گویا سالگرہ ہے جو ہمیں ہر سال اس کے تتبع اور پیروی کی ترغیب دلاکر برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ یوں تو رمضان شریف کا ایک ایک دن انھیں نیک اور پاک ترغیبات کا منبع وماخذ ہے۔ لیکن وہ پاک اور بزرگ رات جو شب لیلۃ القدر کے نام سے موسوم اور نزول قرآن کی خاص تاریخ بتائی جاتی ہے اس کا عظمت وبزرگی میں دوسری تمام راتوں سے بڑھ چڑھ کر ہونا یہانتک کہ کلام مجید میں اسے لیلۃ القدر خیر من الف شہر ہزار راتوں سے بھی بڑھ کر بتایا جانا یہ بھی ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتا اور اس اصل غرض وغائت کو بتاتا ہے جو رمضان شریف کے مہینہ کے اندر اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ بھلا وہ پاک اور کامل کتاب جو کل دنیا جہان کی راہنمائی کا موجب تمام اولین وآخرین کا ملجاء ماوی اور تمام شرائع وہدایات کی جامع کتاب ہے جس کی خیر وبرکات کا زمانہ کوئی محدود زمانہ نہیں بلکہ اس کی برکات دائمی ہیں جو کبھی ختم نہونگی اس کی پیروی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام جہان کے واسطے ضروری ٹھہرائی گئی اور اس کے پیروؤں کو خیر امم کے معزز لقب سے پکارا گیا۔ یہ کبھی ہوسکتا ہے کہ اس کی تاریخ نزول کا آنا کوئی معمولی سی بات ہو۔ اور اس کا کوئی خاص اثر دنیا پر نہ ہو۔ نہیں بلکہ جس طرح سے اس مجموعہ ہدایت کا فیض دائمی اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ جس طرح سے یہ ہر زمانہ اور ہر ملک کے لوگوں کے لئے یکساں طور پر باعث رحمت وبرکت ہے ویسے ہی وہ وہ پاک مہینہ اور بالخصوص وہ عظیم الشان رات جبکہ کلام مجید اس نبی امی صلعم کے قلب مطہر پر نازل ہوکر ہدایت ورحمت کا باعث ہوا ہر زمانہ اور ہر ملک میں سال کے سال خاص آلہی افضال کے ساتھ دنیا پر وارد ہوتی اور خدا تعالیٰ کے پاک بندوں کے قلوب کو ان سے معمور کردیتی ہے۔

حدیث نبوی صلعم میں آیا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود الناس وکان اجود ما یکون فی رمضان حین یلقاہ جبرئیل وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن فلرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ یعنی رسول اللہ صلعم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں تو جب جبریل آپ سے ملا کرتے آپ زیادہ سخی ہوتے اور جبریل رمضان کی ہر رات کو آپ سے ملا کرتے۔ پھر آپ کے ساتھ قرآن کا دور کرتے غرض رسول اللہ صلعم بھلائی کے پہنچانے میں چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے۔ اس حدیث سے ہمیں صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ رمضان شریف کو قرآن کے ساتھ کیسا گہرا تعلق ہے کہ جبرئیل رمضان کے مہینہ میں ہر رات نازل ہوکر رسول اللہ صلعم کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے تھے۔ لیکن کیا قرآن کریم کے دور سے مراد صرف اس کا پڑھنا یا سن لینا ہی ہے اور اسے اور کسی بات سے مطلب نہیں۔ میرے خیال میں اگر اس سے صرف اسی قدر مطلب لیا جائیگا تو یہ نہ صرف قرآن کریم کی ہی اصل غرض وعلت غائی کو نظر انداز کر دینا ہوگا۔ بلکہ خود رسول اللہ صلعم اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی نعوذ باللہ ایک لغو کام کا مرتکب قرار دینا پڑیگا۔ پھر کیا غرض تھی اس دور کی جو جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلعم کے ساتھ رمضان کے مہینہ میں کیا کرتے تھے۔ حدیث شریف کے الفاظ خود اس غرض اور اس نتیجہ کو واضح کر رہے ہیں۔ جو رسول اللہ صلعم کے افعال سے ظاہر ہوتا تھا۔ یعنی یہ کہ فلرسول اللہ صلعم اجود بالخیر من الریح المرسلۃ رسول اللہ صلعم بھلائی کے پہنچانے میں ان دنوں چلتی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے یہ الفاظ ہمیں کیا سبق دیتے ہیں۔ اور کس اعلیٰ نتیجہ اور مقام کی طرف لے جاتے ہیں یہی کہ ہم بھی رسول اللہ صلعم کے اس پاک نمونہ کی پیروی کریں۔ قرآن کریم کو نمازوں میں ہی سن لینے یا خود تلاوت کرنے پر اکتفا نہ کریں۔ بلکہ اپنے مال سے اپنے علم سے اپنی جان سے اور اپنے ہر ایک اعضاء جوارح سے سخاوت کا کام لیں اور جس طرح سے ہوسکے مخلوق خدا کی بھلائی کا باعث ہوں قرآن کریم کو سن کر اس کے اوامر ونواہی پر

شذرات

سکھوں اور عیسائیوں کی توجہ کے قابل

کیسے تعجب اور حیرت کا مقام ہے کہ ہندوستان باوجودیکہ اسلام کا گویا گھر ہے جہاں کے رہنے والے اس پاک مذہب کی خوبیوں اور برکات سے دوسروں سے بڑھ چڑھ کر اور آسانی کے ساتھ واقف ہو سکتے ہیں لیکن انکے لوگ تحقیق حق سے کام لینا خدا جانے کیوں گوارا نہیں۔ سکھوں جیسی قوم جسکے بزرگ حضرت بابا نانک علیہ الرحمتہ نہ صرف خود پکے اور سچے مسلمان تھے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اسلام کی تبلیغ کرتے رہتے۔ اور کلمہ حق کے بلند کرنے میں کسی سے خوف نہ کھاتے تھے جسکے پاس اب بھی جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب میں بابا صاحب کے بیسیوں اقوال موجود ہیں۔ جن میں حقانیت اسلام کی کھلی کھلی شہادت ہے۔ جس میں چولہ صاحب جیسا روشن اور ممیز نشان جس پر آیات قرآنی لکھی ہیں۔ بابا صاحب کے اسلام پر پکار پکار کر شہادت دے رہا ہے۔ آہ آج بہت کم لوگ ہیں۔ جو اس بزرگ انسان کی نام لیوا قوم میں سے صدق دل کے ساتھ ان کھلی کھلی شہادتوں پر غور کریں۔ اور راہ حق کے قبول کرنے میں انہیں کوئی عار نہ ہو۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم۔ ایسی حالت میں سردار ہرنام سنگھ صاحب کا انگلستان جیسے ملک میں اسلام قبول کرنا (جس کی خبر کسی دوسری جگہ دی گئی ہے) صاف طور پر بتاتا ہے۔ کہ اگر سلامتی قلب اور بے تعصبی کیساتھ دیکھا جائے۔ تو آج اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہے لیکن افسوس کہ ہمارے یہاں کے سکھ۔

ایسا ہی حال میں یہاں کے عیسائیوں کا ہے جو سچا اسلام کی مخالفت کرکے اسے مٹانا اور لوگوں کو عیسائیت کے جھنڈے تلے لانا چاہتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ خود ان کے گھر میں اسلام کو آج کس قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا اور عیسائیت کو بالمقابل کس مرتبہ پر رکھا جاتا ہے۔ کاش کوئی ان کھلے نشانوں پر غور کرے اور اب بھی اسلام کی صداقت و عظمت کا قائل ہو کر باطل کے بد نتائج سے بچنے کی کوشش کرے۔

شدھی سے بیزاری

خدا جانے وہ کونسا منحوس دن تھا جب آریہ سماج نے شدھی کی بنا ڈالی تھی۔ خدا کی قدرت آج تک جتنے بھی شدھ ہوئے۔ وہ کسی نہ کسی رنگ میں مکار اور فریبی بنکر سماج کو لوٹنے والے ہی ثابت ہوئے۔ یا اگر یہ نہیں تو خود سماجیوں کے بدسلوک نے جو پہلے بھی ہندو قوانین کے ماتحت ہی تھا انہیں برگشتہ کر دیا جیسے کہ مسٹر دھرمپال۔ کہ وہ اس بات کو جسکا کہ آریہ سماج کو دعویٰ ہے ان کے اندر نہ پاکر اور باہر سے آئے ہوؤں کے ساتھ ویسی ہی نفرت اور کشیدگی کو دیکھکر پھر اسلام میں آ داخل ہوئے لیکن ان کے علاوہ مسٹر رلیارام۔ غلام حیدر۔ عبدالکریم خان بسنت دھاری وغیرہ جسم کا نشانہ ہونا آریہ سماج کی تاریخ میں اس ہمت کے باعث جو ان کی شدھیوں کو دی گئی۔ اور پھر اس لوٹ مار اور بدنامیوں کے سبب جو ہمارے سماجی دوستوں کو انکے ہاتھوں سے اٹھانی پڑی خاص طور پر یادگار کے قابل بات ہے۔ انہی شدھیوں کے سلسلہ میں حال میں ایک اور شخص کا رونا پرکاش میں رویا جا رہا ہے جو ابھی ابھی شدھ ہوا تھا اور آریہ سماج نے خدا جانے کس دل و گردہ کے ساتھ اسے اپنے کنوئیں سے پانی بھرنے کی اجازت دیدی تھی لیکن اس نے اس آزادی سے فائدہ اٹھا کر محلہ کے ایک دوسرے کنوئیں سے جو سناتنیوں کا تھا۔ پانی لینا شروع کر دیا۔ جو انکے اشتعال کا باعث ہوا۔ آریہ سماج بجائے اس کے کہ اسے کچھ امداد دیتی۔ کیونکہ وہ انکی برادری میں داخل ہو چکا تھا۔ الٹی اسکی مخالفت کی اور اسکے ہاں سے کھانا کھانے سے بھی انکار کر دیا اس ساری کیفیت کو لکھ چکنے کے بعد ایک سماجی بزرگوار نے ان شدھیوں پر کیا خوب یہ ریمارک کیا ہے کہ

"ہم سماجیوں سے پرارتھنا کرتے ہیں کہ وہ بغیر امتحان کئے کسی بھائی کو شدھ کرنے کا نام نہ لیں۔ ایسے پرش سماج کو مضبوط کرنے نہیں آتے بلکہ برباد کرنے آتے ہیں مثلاً آباد آریہ سماج نے موہن لال کی شدھی میں جو دھوکا کھایا وہ اس کا دل ہی جانتا ہے"

نری موہن لال کی شدھی ہی نہیں بلکہ اس سے پیشتر لاہور اور آگرہ وغیرہ کی سماجیں بھی اکثر بڑی بڑی شدھیوں کا جو نتیجہ بھگت چکی ہیں اسکو بھی ان کا دل ہی جانتا ہے۔

ایک پارسی خاتون کا قبول اسلام

مسٹر خورشید جی بھائی ماسٹر نوساری (کاٹھیاواڑ) کی بڑی لڑکی رتن بائی جن کی عمر سولہ سال کی ہو گئی۔ مگر اب تک بوجہ پارسیوں کی اس بڑی رسم کے کہ لڑکی کا باپ جب تک دو لاکھ روپیہ نہیں دیتا شادی نہیں ہوتی۔ نا کتخدا ہیں۔ ملک زین خان والئے ریاست وساڈا نے رتن بائی موصوف کو مشرف باسلام کرکے اُن کے ساتھ عقد کیا اور نام زینب النساء بیگم رکھا۔ راجکوٹ کے پارسیوں میں اسکا بڑا چرچا ہو رہا ہے۔ لڑکی کے اس فعل کو ناپسند کیا جاتا ہے جو ایک فطرتی امر ہے مگر ساتھ ہی اپنی بُری رسم کا اقبال کرکے تاسف بھی ہے۔

بقیہ ضمیمہ صفحہ ۱۰

وہ صحف آسمانی اور کتب ربانی اور تمام شرائط اور لوازم نبوت کا ان میں پائے جانا خود ان کے نبی اور رسول ہونے کی گواہ ہیں۔ مگر مسیح موعود کا بروزی نبی ہونا صرف ایک اعتقادی امر ہے۔ جو محض ان بعض احمدیوں کے خیالات میں ہے خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں اور نہ کوئی پہلے اس کی مثال ہے۔ جس کو دیکھ کر ہر ایک شخص بدیہی طور پر قائل ہو سکے کہ ہاں یہ بروزی نبوت بھی در حقیقت ایک نبوت ہوتی ہے۔ اور اس نبوت کا مالک بھی ایک گروہ ہے۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ بروزی نبی صرف ایک ہی ہونا تھا نہ قرآن نے فرمایا اور نہ حدیث میں آیا۔ پس یہ امر قرآن کے نصوص صریحہ اور ان احادیث کے نصوص واضحہ سے جو قرآن کے مطابق ہیں غلط ثابت ہو گیا۔ یعنی آنحضرت صلعم کے بعد نبی آنا اور عقل سلیم نے بھی اس کی تصدیق کی تو ایسا امر ایک انسان (یعنی جعلی نقلی مہدی پنجاب) بالفرض محال دس پانچ ہزار انسان کے غلط خیالات کی وجہ سے غلط نہیں ٹھہر سکتا ہو۔ لازم آتا ہے کہ جس مذہب کی تعداد ... ہے۔ غرض اب یہ ثبوت کمال کو پہنچ گیا ہے کہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کے معنی یہی صحیح ہیں اور یہی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف بلایا جو اور ہیں اور وہ ابھی نہیں ملے مسلمانوں سے یا حضرت مسیح موعود کے سالک ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ہی ہر ایک دور میں آنے والوں کی تکمیل کریگی۔ اور اگر اب بھی کوئی ... سے باز نہ آوے تو وہ ... اور قرآن شریف کی تکذیب کرتا ہے۔

خاکسار

حکیم محمد حسین تاجر مرہم عیسیٰ احمدی لاہوری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ضمیمہ اخبار پیغام صلح لاہور

ہم اور ہمارے نکتہ چین

النبوۃ فی الاسلام کے ریویوز مندرجہ فاروق پر ایک نظر

یا

ذب الضالین

(از قلم جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ لاہور)

فاروق مجریہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۶ء کا پرچہ النبوۃ فی الاسلام پر ریویو نمبر (۱) چھپا ہے جسے اپنے تبلیغی دورہ سفر میں اپنے ایک محب مکرم سید شاہنواز صاحب افسر انچارج پولیس چوکی موہن کے مقام گورو ہرسہائے ضلع فیروزپور کی زبانی سنا اور پڑھا سوچونکہ اس میں محض نادانی سے حضرت امیر خلیفۃ المسیح صادق سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کا مذہب حضرت امام اعنی مسیح موعود علیہ السلام کے مذہب کے سراسر برخلاف ہونا بتلایا گیا ہے اس لئے ضروری ہوا کہ اس پر کچھ لکھا جائے۔ اور آئندہ بھی اخبار فاروق یا الفضل کے ذریعہ جس قدر نمبران میں النبوۃ فی الاسلام پر ریویو بغرض نکتہ چینی کیا جائیگا اس کا جواب بھی انشاء اللہ ساتھ ہی دیا جائیگا۔ واللہ الموافق

جو لوگ صرف اپنی شیخی اور جھوٹی علمیت کا ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور بجز باوت غضب اور طیش اور غصہ کے ان کی عمدہ قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی اور جن کی فطرت ہی پیر پرستی کی وجہ سے ایسی واقع ہو گئی ہے کہ علم و عقل سے ان کی طبیعت کو کچھ مناسبت ہی نہیں .... وہ تو سد سرسلہ والے نظر نہیں آتے۔ (الا ماشاء اللہ) اور نہ وہ کسی علم صحیح یا غور اور خوض کی بنا پر حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کی کسی تحریر کا رد کرتے ہیں۔ ایک احمق اور نا سمجھ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں کسی علم یا دلائل کے زور پر حضرت امیر کے دلائل کو توڑتا ہوں۔ اور نہ ایک شریر مکذب یہ عذر کر سکتا ہے کہ میں نیک نیتی سے حضرت امیر کی فلاں تحریر کی تکذیب کرتا ہوں۔ اگر کوئی آفتاب کی روشنی کو دیکھ کر کہے کہ دن نہیں بلکہ رات ہے تو کیا ہم اس کو معذور رکھ سکتے ہیں؟

قرآن کریم ایک بحر ذخار ہے۔ جو شخص قرآن کریم اور حدیث شریف اور حضرت امام اعنی مسیح موعود کے کلام میں فرق کر سکتا ہے۔ یعنی ایک کو خدا کا کلام دوسرے کو رسول اللہ کا کلام۔ اور تیسرے کو ایک غیر نبی کا کلام جانتا ہے وہ ضرور ہے کہ سب سے پہلے خدا کے کلام کو مقدم کرے۔ پھر رسول اللہ صلعم کے کلام کو۔ ازاں بعد کسی صحابی یا مسیح موعود کے کلام کو۔ جب ہم حضرت مرزا صاحب کے کلام پر نظر کرتے ہیں۔ تو اس آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ کے کئی معنی ہم اُن کی کلام میں دیکھتے ہیں۔ پس جب خود مسیح موعود اس آیت کے کئی معنی کرتے ہیں تو ہم کہاں کے ایسے اہم یا عالم آگئے کہ اُن کے ایک ہی معنی کو لے کر اُن کو تو صحیح قرار دیں اور اُن سے سند لے لیں اور دوسرے معنی جو اسی آیت کے بظاہر دوسرے معنوں کے مخالف معلوم ہوں اُن کو رد کر دیں۔ یا تو اُن سب معنوں میں مطابقت کریں اور اگر نہ ہو سکے تو بہرحال قرآن کریم کو مقدم کریں۔ اور جن معنوں سے قرآن کریم کی دوسری آیات کی تکذیب نہ ہو وہ معنی صحیح مان لیں باقی کو حوالہ بخدا کریں۔ کیونکہ اس آیت کے ایسے معنی ماننے سے جو مخالف محکمات ہیں نساد لازم آتا ہے۔ اور نیز دوسری آیات سے جو کثرت کے ساتھ ہیں کہ سارے جہان کے لئے ...... ایک ہی نبی اور ایک ہی رسول ہے جو محمد رسول اللہ ہے اور وہی محمد کا نبی اور دنیا کا نبی اور آخری نبی یعنی خاتم النبیین ہے وہ معنی مخالف پڑتے ہیں جو کئے جاتے ہیں۔ یعنی یہ کہ خاتم النبیین کے بعد ایک اور بھی نبی آ گیا اس لئے مومن بالقرآن ایسے معنوں کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرے گا جن کی رو سے قرآن مجید کی دوسری آیات پڑتی ہوں۔ اسی لئے جو لوگ راسخ فی العلم ہیں وہ ان آیات کو جن کے معنی باریک ہیں اور جن کے کئی ایک معنی ہو سکتے ہیں آیات محکمات سے اُن معنوں کو حل کر لیتے ہیں جیسا کہ حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے کیا کہ پہلے ان سب معنوں کی جو حضرت اقدس امام ہمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئے تھے مطابقت کی۔ پھر محکم آیات کے تحت وہ معنی لے لئے جن کی رو سے دوسری آیات قرآنی پر نہیں پڑ سکتی تھی۔ مگر شریر مکذب کہتا ہے۔ کہ آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ کے معنی جو حضرت امیر سیدنا محمد علی خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ نے کئے ہیں وہ حضرت امام اعنی مسیح موعود علیہ السلام کے معنوں کے خلاف ہیں۔ وہ اپنی جہالت اور یا وہ گوئی سے ایسا کہتا ہے جیسا کہ شپر آدمی سچائی کے مقابل پر ایسا کہا ہی کرتے ہیں۔ وہ آفتاب پر تھوکنا ہی چاہتا ہے اور اپنے جھوٹ اور افترا سے اپنی بات کو رنگ دے کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ یہ قرآن اور حدیث جانتا ہی نہیں کج فہمی سے ایسا کہتا ہے اس کے نزدیک تو مسیح موعود بھی معاذ اللہ جھوٹے تھے جنہوں نے وہ معنی کئی بہت جگہ اپنی کتابوں میں کئے جو حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ نے کئے۔ ان نا سمجھوں کو معلوم نہیں کہ جب حضرت مسیح موعود چھ سات معنی اس آیت کے کرتے ہیں تو یہ کون ہیں کہ ایک ہی معنی کی تعیین پر ایسا زور دیں۔ کہ وہ معنی تو وحی منزل کی طرح مان لیں اور دوسرے معنوں کو غلط قرار دے دیں۔ اول تو حضرت مسیح موعود کوئی نبی نہیں۔ رسول نہیں۔ ان پر جبرئیل وحی نبوت لے کر ایک دن بھی نہیں آیا۔ کہ وہ بتلاتا کہ یہ معنی صحیح ہیں اور دوسرے غلط۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود کو درحقیقت نبی مانتے ہیں اور ان کی بعض کتابوں کو وحی منزل من اللہ یقین کرتے ہیں وہ بتا دیں کہ ان کئی معنوں میں سے وہ کونسے معنی ہیں جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بذریعہ وحی مسیح موعود کو بتلائے ہیں تا اُن معنوں کی تعیین کر لی جاوے۔

اب میں اُن نکتہ چینوں کو لیتا ہوں جو اس آیت کے معنی کے متعلق حضرت امیر پر کی گئیں ہیں اور دکھاتا ہوں کہ جو اعتراض اپنی جہالت اور نادانی سے حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ پر کئے گئے ہیں ان کی زد جا کر حضرت مسیح موعود پر بھی پڑتی ہے جن کو یہ آج اپنا نبی اور رسول مان رہے ہیں۔

قال ۔ مسیح موعود کا مذہب مولوی صاحب کے اس صفحہ (۱۲۵) کی عبارت کے سراسر خلاف ہے۔ اور ایک نہیں بلکہ بیسیوں جگہ اس کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ مولوی صاحب (النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۱۲۵ پر) لکھتے ہوئے آیت کریمہ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کے معنی یوں کرتے ہیں:

”اس آیت میں وآخرین کا عطف دو طرح ہو سکتا ہے۔ اول یہ کہ علیہم پر عطف ہو اس صورت میں معنی یہ ہونگے کہ یہ وہ رسول صرف اُن امیوں پر ہی آیات نہیں پڑھتا صرف انہی کا ہی تزکیہ نہیں کرتا۔ صرف انہیں کو ہی کتاب و حکمت نہیں سکھاتا بلکہ دوسروں پر بھی جو ان سے ابھی نہیں ملے اور بعد میں آنے والے ہیں آیات پڑھتا تزکیہ کرتا کتاب و حکمت سکھاتا ہے“

پھر اسی کی تشریح یوں کرتے ہیں

”آپ کی نبوت کا کبھی خاتمہ نہیں۔ جو پیچھے آئینگے سب کی تکمیل آپ ہی کرینگے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں یہ بھی اشارہ ہو کہ یہ تعلیم اور تزکیہ نفس علمائے روحانی اور مجددوں اور محدثوں کے ذریعہ ہوگا۔ جو درحقیقت

محدود نہ رہا"

(۲) بلکہ اس خداوند قدیر نے جس نے ہر قوم اور ہر ملک اور ہر زمانہ کے لئے اس بشیر و نذیر کو مبعوث کیا تھا" (۳) ہمیشہ کے لئے جاودانی برکتیں اس کے پیچھے "تابعداروں میں رکھ دیں" (۴) اور وعدہ کیا کہ وہ نور اور وہ روح القدس جو اس کامل انسان کے صحابہ کو دیا گیا تھا (۵) آنے والے متبعین اور صادق الاخلاص لوگوں کو بھی ملیگا" (۶) جیسا کہ اس نے فرمایا

ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً..... وآخرین منھم لما یلحقوا بھم" کیا نعوذ باللہ من ذالک اس آیت کے یہ معنی کرنے میں خود بیچارہ معترض کیا یا آیت وآخرین منھم سے تمام امت محمدیہ کے لوگوں کو مراد لے کر خود غلطی کھائی ہے۔ یا معاذ اللہ عمداً لوگوں کو دھوکا دیا ہے۔ اب یہ زد کس پر پڑتی ہے حضرت امیر پر یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر۔ اگر کوئی قاعدہ کوئی منطق کوئی قول اس امر کی شہادت نہیں دیتا تھا کہ **وآخرین منھم لما یلحقوا بھم** کی آیت تمام امت محمدیہ کے لوگوں کے لئے ہے تو مسیح موعود نے اپنے دعوے مسیحیت و مہدویت کے سات سال بعد کیوں اس سے تمام امت محمدیہ کے لوگ مراد لئے اور کیوں اس آیت کے وہی معنی کئے جو حضرت امیر نے کئے۔ یعنی یہ کہ آیت وآخرین منھم سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ہی ہر ایک بعد میں آنے والوں کی تکمیل کریگی۔ اور یا یہ کہ تعلیم اور تزکیہ نفس علمائے روحانی اور مجددین اور محدثین کے ذریعہ سے ہوگا اور لطف یہ کہ اسی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے متعلق حضرت مسیح موعود کا ایک الہام ہے

ھذا الکتاب مبارک فقوموا للاجلال والاکرام

اور اس طرح کا الہام بھی اپنی کسی کتاب کے متعلق حضرت امام کو ساری عمر نہیں ہوا۔ مگر یہ معترض شخص کہ جو مفسد الدین ہے اس شرم کا انسان نہیں کہ اس کو ایسے قابل شرم اعتراضوں سے کبھی نادمانہ احساس تک بھی ہو

قال ۔ افسوس کہ مولوی صاحب نے منھم کی ضمیر کی بھی پرواہ نہیں کی اور خوف خدا سے الگ ہو کر آپ نے بجائے صحابہ کے تمام امت کے افراد کی طرف اس کو پھیر دیا الخ

اقول ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ معترض کو نہ صرف قرآن کریم اور حدیث شریف کے اسلوب کلام سے بلکہ حضرت مسیح موعود کے اسلوب کلام سے بھی کچھ خبر نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ اکثر جاہل شتاب کار لوگ قبل اس کے جو پورے طور پر غور کریں اعتراض کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

پہلی دلیل اس بات پر کہ منھم کی ضمیر بجائے صحابہ کے تمام امت کے افراد کی طرف پھرتی ہے یہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

دوسری دلیل۔ کہ منھم کی ضمیر بجائے صحابہ کے آنحضرت صلعم کی قوت قدسی سے افاضہ پانے کے تمام امت کے افراد کی طرف پھرتی ہے یہ ہے کہ اگر ضمیر منھم بعد میں آنے والوں کی طرف نہ پھیری جاوے تو اس سے سارا قرآن ہی زیر و زبر ہو جائیگا۔ مثلاً اسی آیت وآخرین منھم کے مشابہ قرآن کریم میں ایک اور آیت بھی ہے جس میں اسی طرح سے بظاہر الفاظ میں صحابہ بھی مخاطب ہیں جیسا کہ آیت **وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض الآیۃ** میں نہایت قوی قرائن موجود ہیں کہ اسمیں بھی صحابہ مخاطب ہیں

لیکن پھر بھی صحابہ کو مخاطب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خطاب صحابہ تک ہی محدود رہے۔ بلکہ قرآن کریم کا تو عام محاورہ یہی پایا جاتا ہے کہ اصل مخاطب جو لوگ ہوتے ہیں وہ اور ان کے بعد انھیں میں سے جو آئندہ آنے والے ہوتے ہیں۔ یا باہر سے ان میں بعید یا قریب زمانہ میں ملنے والے ہوتے ہیں۔ وہ سب مراد ہوتے ہیں اسی طرح سے اس آیت میں بھی بعد میں آنے والے اور ان سے ملنے والے مراد ہیں عجیب عقلمندی ہے کہ اس وقت یہ بدعتی فرقہ جو محمودیہ نام ہے آخرین منھم کے لفظ کے مفہوم کو اس وقت تک متحقق ہی نہیں سمجھتا جب تک کہ ایک نبی اور نہ ہو اور اس کے ماننے والے صحابہ کے حکم میں نہ ہوں لیکن اگر اسی طرح قرآن کی تفسیر ہو تو پھر یہودیوں سے بھی آگے بڑھ کر قدم رکھنا ہے کیونکہ جب ایک نبی اور آ گیا تو وہ لوگ اس کے صحابہ اور امت کہلائینگے نہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور امت کہلائینگے۔ اور آیت میں کسی اور نبی کے آنے کا مطلق ذکر نہیں اور پھر جب باقی تمام مواضع قرآن کریم میں منکم اور منھم کے خطاب سے وہ تمام مسلمان مراد ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے تو آخرین منھم سے یہ خطاب کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ ان سے صرف مسیح موعود کی جماعت ہی مراد ہے۔ تمام مسلمان جو مسیح موعود تک ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے تو مراد نہیں دیکھو اگر منھم کی ضمیر کو صرف صحابہ ہی کی طرف پھیرا جاوے اور یہ سمجھا جائے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے صحابہ ہی مراد ہیں یا جیسا کہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صحابہ کے بعد آخرین منھم سے مسیح موعود کی جماعت ہی مراد ہے اور انھیں ہر دو گروہ کے زمانہ تک صحابیت ختم ہو جائیگی اور پھر قیامت تک اس قسم سے تزکیہ نفس و تکمیل نفوس تمام افراد امت کا نام و نشان نہیں ہوگا تو ماننا پڑیگا کہ گویا ایک خواب و خیال کی طرح اس پہلی تربیت روحانی کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی فرمائی صرف ۲۳ برس ہی دور تھا اور پھر تیرہ سو برس کے بعد اس آخری تربیت روحانی کا جو مسیح موعود نے بخیال اس بدعتی فرقہ کے نبی بن کر کی صرف پانچ یا سات سال ہی دور رہا اور پھر ہمیشہ کے لئے اسلام نعوذ باللہ ایک لازوال نحوست میں پڑ گیا نہ تیرہ سو برس کے اندر کوئی شخص صحابہ کا ہمرنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضہ کمال روحانیہ ثابت کرنے کے لئے باوجود کامل اتباع کرنے کے پیدا ہوا اور نہ آئندہ کبھی قیامت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع کرنے والا آپ کا افاضہ کمال روحانیہ ثابت کرنے کے لئے کوئی اور صحابہ کا ہمرنگ پیدا ہوگا۔ ایسی باتوں کو سنکر تو ہمارا بدن کانپ جاتا ہے کہ کیا کسی نیک دل انسان کی یہ رائے ہو سکتی ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضہ کمال روحانیہ کی نسبت ایسا گندہ اعتقاد رکھے مگر افسوس کہ یہ لوگ بھی مسلمان کہلاتے ہیں۔ بلکہ اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں کہ جو سراسر جاہلانہ اور بیباکی راستے ایسے بے ادبانہ الفاظ سخن پر لے آتے ہیں کہ گویا اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات آگے نہیں بلکہ پیچھے صحابہ کے وقت ہی ان کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ یا بقول ان نیا مذہب تراشنے والوں کے جو محمودی کہلاتے ہیں تیرہ سو برس کے بعد ایک شخص یعنی مسیح موعود میں آ کر اسلام اور آنحضرت صلعم کی برکات ظاہر ہوئیں آگے پھر ان کا دروازہ تا بقیامت بند ہے گویا (نقل کفر کفر نہ باشد) آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ معاذ اللہ ایسی ناقص اور ناتمام ثابت ہوئی کہ تیرہ سو برس میں صرف ایک ہی شخص کو ادھورا سا نبی بنا کر رہ گئی اب آگے کچھ بھی نہیں نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ نے پہلے تیرہ سو برس میں سوائے مسیح موعود کے کسی کی تکمیل کی اور نہ آئندہ قیامت تک کریگی۔

ونعوذ باللّٰہ من ذالک۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا پاک اور محفوظ کلام جو رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم پر نازل ہوا یعنی قرآن۔ اس کی اسی آیت سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ہی ہر ایک بعد میں آنے والوں کی تکمیل کریگی اور آیت وآخرین منھم سے مراد تمام وہ لوگ ہیں جو قیامت تک آنے والے ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود نے آیت وآخرین منھم سے اپنا آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کا ایک شاگرد ہونا اور قائم مقام صحابہ ہونا بتلایا ہے۔ نہ کہ اپنا آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد نبی یا رسول ہونا۔ جیسا کہ فرمایا

"اس میں کچھ شک نہیں کہ اس جگہ منکم کے لفظ سے صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے۔ اور وہی مخاطب تھے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ان میں سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ نہیں کیا اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو خدا تعالیٰ کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کو اس آیت مفصلہ ذیل میں قائم مقام صحابہ کہا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کیونکہ اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کریم کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے۔ اور اسی معنی کے رو سے صحابہ میں داخل ہے"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۷)

دیکھو اس جگہ حضرت مسیح موعود نے صاف لکھا ہے کہ میں قائم مقام صحابہ ہوں یا صحابہ اب فرمایئے کہ جو شخص اپنا صحابہ رسول اللّٰہ کے قائم مقام ہونا یا صحابی ہونا اس آیت سے بتلاتا ہے وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی ہوں۔ یا یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت کی قوت قدسی ہر ایک بعد میں آنے والوں کی افاضہ تکمیل روحانیہ کا نہیں کریگی۔ ہرگز نہیں۔

مندرجہ بالا عبارت سے ہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صاحب لوگوں پر حجت قائم کر رہے ہیں اور منکم کے لفظ سے ظاہر فرما رہے ہیں کہ جس طرح منکم کے لفظ سے صرف صحابہ رسول اللّٰہ ہی مراد نہیں۔ بلکہ اس آیت میں قیامت تک آنے والے خلیفے مراد ہیں اسی طرح وآخرین منھم لما یلحقوا بھم سے امت کے لوگ مراد ہیں جن کی تکمیل آج تک حضرت نبی کریم کی قوت قدسیہ ہی کرتی رہی۔ . . . . اور آئندہ بھی تا قیامت کرتی رہیگی۔ مگر اس نادان کج فہم نے جو دلیل اس آیت کے معنوں سے پیش کرنی چاہی ہے اس سے ہی ظاہر ہوتا ہے کہ اس پر سخت درجہ کی عداوت غالب آگئی ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم میں منھم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہی نہیں ہو سکتا جب تک آخرین میں ایک نبی نہ ہو۔ مگر افسوس کہ وہ اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتا ہے جس حالت میں اللّٰہ تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اور اس کے معنی حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۷ حاشیہ میں یہ کئے گئے ہیں کہ

اللّٰہ جلشانہ نے آنحضرت صلعم کو صاحب خاتم بنایا۔ یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دیگئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپکی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے۔ اور آپکی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے"

تو وہ مجھے بتائے کہ جب رسول اللّٰہ صلعم کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آنحضرت صلعم کی توجہ ہی روحانی نبی تراش ہے اور ایسے روحانی نبی حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے ماتحت ہزاروں ہوئے۔ جن میں سے ایک مسیح موعود بھی ہیں۔ اور آئندہ بھی ہونگے تو پھر آخرین منھم کے مفہوم میں آنحضرت کے بعد ایک نبی آنا کیونکر ثابت ہوا کیا یہ ثابت نہ ہوا کہ جو معنی حضرت مسیح موعود نے خاتم النبیین کے کئے ہیں وہی معنی وآخرین منھم لما یلحقوا بھم کے ہیں یعنی یہ کہ آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ ہی ہر ایک بعد میں آنیوالوں کی تکمیل کرتی رہی ہے۔ اور آئندہ بھی کرتی رہیگی کیا حضرت مسیح موعود خود اس حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کی ذیل میں آتے ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں تو پھر یہ معنی خاتم النبیین کے اور وہ معنی آیت وآخرین منھم کے جو اسی حقیقۃ الوحی میں کئے ہیں کیسے مطابق ہو سکتے ہیں۔؟

اور اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت مسیح موعود نے وہ معنی بھی لئے ہیں کہ بروزی طور پر آخر میں ایک نبی بھی ہوگا اسکا جواب یہی ہے کہ بیشک لئے ہیں اور جس طرح سے حضرت صاحب نے معنی اس آیت کے مختلف پیرایوں میں لئے ہیں اس طرح پر تو کوئی بھی اعتراض اس آیت وآخرین منھم کے معنوں پر نہیں آ سکتا۔ لیکن جس طرح یہ بدقسمتی فرقہ اس آیت کی تعمیم کو بالکل اڑا کر صرف اس سے اپنی ہی تخصیص نکالتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد اس سے ایک نبی کا آنا بتلاتا ہے اس پر تو اس قدر اعتراض پڑتے ہیں کہ وہ کسیطرح سے اٹھ ہی نہیں سکتے۔ مثلاً ایک یہی اعتراض ہے کہ آیت ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین اور حدیث لانبی بعدی ان معنوں کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ کہ حضرت مسیح موعود کی پہلی تحریریں اور پچھلی تحریریں صاف اس امر کی گواہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد اب قیامت تک نبی نہیں آ سکتا۔ جیسا کہ بطور نمونہ میں چند باتیں سب سے پہلی کتاب سے اور دو تین باتیں سب سے آخری کتاب سے اس کے متعلق پیش کرتا ہوں۔ حضرت صاحب فرماتے ہیں:-

(سب سے پہلی کتاب کے حوالے)

ا- کیونکر ممکن تھا کہ خاتم النبیین کے بعد کوئی اور نبی اسی مفہوم تام اور کامل کے ساتھ جو نبوت تامہ کی شرائط میں سے ہے آ سکتا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۴

(۲) کیونکہ حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام و عقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں"

ازالہ صفحہ ۵۳۴

(۳) اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جاوے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرائیل لاویں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۴

(۴) اگر خدا تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبرئیل بعد وفات رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔ ازالہ (صفحہ ۵۷۷)

(۵) ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین۔

اس کے معنی یہ ہیں کہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللّٰہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا ہے۔ یہ آیت بھی صریح اور صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی صلعم کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئیگا" ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴

(۶) اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینی علوم کو بذریعہ جبرئیل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تا بہ قیامت منقطع ہے۔ (ایضاً صفحہ ۶۱۴)

(سب سے آخری کتاب کے حوالے)

(۷)- ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ حقیقی اور واقعی طور

پر تو یہ امر ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اور آنجناب کے بعد مستقل طور پر کوئی نبوت نہیں اور نہ کوئی شریعت ہے اور اگر کوئی شخص ایسا دعویٰ کرے تو بلاشبہ وہ بے دین اور مردود ہے" (چشمۂ معرفت حاشیہ صفحہ ۳۲۴)

(۸) "نبوت محمدیہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہو گئی اور ظلی طور پر نہ اصلی طور پر مجھے یہ نام دیا گیا"

(۹) "میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہیں اور اس کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔"

(۱۰) "خدا اُس شخص سے پیار کرتا ہے جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔ اور اُس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور اُس کے فیض کا اپنے تئیں محتاج جانتا ہے پس ایسا شخص خدا تعالیٰ کی جناب میں پیارا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا پیار یہ ہے کہ اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کو اپنے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے اور اس کی حمایت میں اپنے نشان ظاہر کرتا ہے اور جب اُس کی پیروی کمال کو پہنچتی ہے تو ایک **ظلی نبوت** اس کو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہے۔ یہ اس لئے کرتا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے" (چشمۂ معرفت صفحہ ۳۲۵)

(۱۱) النبوة قد انقطعت بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی هو خیر الصحف السابقة (ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

ان ہی حوالوں سے ظاہر ہے کہ انبیاء کی نبوت جو اصلی نبوت ہے وہ تو قیامت تک منقطع ہو گئی مگر اُمتیوں کی نبوت جو اپنے نبی متبوع کی سچی پیروی سے ملتی ہے یعنی ظلی نبوت وہ قیامت تک جاری ہے۔ اور ہر ایک اولیاء اور امام اور خلیفہ رسول اللہ اُس نبوت کا مالک ہوا ہے اور آئندہ بھی ہوگا۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے کہ اولین میں یعنی صحابہ میں تالی آیات اللہ مزکی اور معلم کتاب اللہ و حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آخرین میں حضرت مسیح موعود تو درمیانی زمانہ میں تالی اور مزکی اور معلم کتاب اللہ پھر کون ہوا۔ کیا وہ لوگ جو مسیح موعود کے زمانہ تک اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئے ان کا تزکیہ و تعلیم و تکمیل نفوس کسی نے بھی نہیں کیا اور اگر کیا ہے تو کس نے۔ اگر کہو کہ مسیح موعود کے زمانہ تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ ہی سب اولیاء آئمہ اور خلفاء کا تزکیہ اور تعلیم اور تکمیل نفوس کرتی رہی لیکن مسیح موعود کے زمانہ میں آکر اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کام نہیں کریگی۔ اول تو یہ ایک بیہودہ دعویٰ ہے کہ جس پر کوئی دلیل نہیں۔ جب تیرہ سو برس تک آنحضرت صلعم کی قوت قدسیہ ہر ایک بعد میں آنے والوں کی تکمیل کرتی رہی تو اب کیوں نہیں کر سکتی۔ ایسے عقیدہ سے تو ہمارے نکتہ چین اور مخالف خود کامل الایمان مسلمان نہیں ٹھہر سکتے۔ کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ مسیح موعود کے وقت میں آکر آئندہ جاتی رہی۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وقت کے نبی نہ رہے۔ اور جب آپ وقت کے نبی نہ رہے تو آپ کی علیحدہ اتباع کی ضرورت نہ رہی اور جس نے آپ کی اتباع کو چھوڑا اُس نے اسلام کو چھوڑا۔

یہی وجہ ہے کہ اب علانیہ لکھا جاتا ہے کہ

"کوئی قاعدہ کوئی منطق۔ کوئی قول اس امر کی شہرت نہیں دیتا کہ آخرین منہم کی آیت تمام اُمت کے لئے ہے۔"

اب بتلاؤ کہ مسیح موعود کو آخرین کا نبی ماننے کا نتیجہ خروج از اُمت ہوا یا نہیں۔ افسوس یہ ضالین کا گروہ مسیح موعود کو نبی بنا کر اس حد کو پہنچ گیا کہ اب اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہونے سے بھی صریح انکاری ہو رہا ہے۔ گویا اسلام کے چوغے کو بدن سے اُتار رہا ہے۔ صریح قرآن کریم کی مخالفت کر رہا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت کو تا بہ قیامت ممتد ہونے اور آنحضرت صلعم کے تا بہ قیامت تمام جہان کے لئے ایک ہی مخصوص نبی اور عہد کے نبی اور وقت کے نبی اور آخر الزمان نبی ہونے کی خصوصیت کو شانے پر تلا ہوا ہے۔ اور ایک من گھڑت فاسد عقیدہ کی بنا پر اسلام کے لئے مار آستین بن رہا ہے۔ ہم جب انصاف سے دیکھتے ہیں تو گو حضرت امام کے کلام میں ہدایت اور نور بھی پاتے ہیں۔ مگر آپ کے کلام میں نبوت کا کوئی کلام نہیں پاتے۔ اور پیغمبرانہ طرز میں آپ کا کہیں کوئی کلام ہے صرف آئمہ اولیاء کے طرز کا آپ کا کلام ہے۔ نبوت کا کلام اور پیغمبرانہ قوت اور شوکت کا کلام اُس جاہ و جلال والے نبی اور خدا کے اعلیٰ درجہ کے پیارے نبی کا پاتے ہیں جو نبیوں کا سردار اور رسولوں کا فخر اور تمام مرسلوں کا سرتاج اور خاتم النبیین ہے جس کا نام احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی زندہ نبوت کا ثبوت ہے جس کے سایہ سے مسیح موعود جیسا کامل الشان پیدا ہوا۔ ان بدقسمت لوگوں کی حالت پر افسوس ہے کہ جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک اور نبی کی بھی ضرورت ہے۔ یہ نادان نہیں سمجھتے کہ جس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں ہزارہا اولیا ہوئے جن کے انوار اور برکات آج تک ظاہر ہو رہے ہیں اور مسیح موعود کے انوار برکات بھی جو ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی سچی اتباع اور کفش برداری اور غلامی کا ہی نتیجہ ہیں تو کس قدر سچائی کا خون کرنا ہے کہ ایسے سرچشمہ برکات سے منہ پھیرا جائے اور ایک اور نبی اس آخر الزمان نبی کے بعد مان لیا جائے۔ ہم تو مسیح موعود کی آخری وصیت کے ہی پابند ہیں جو آپ نے لکھی ہے اور وہ یہ ہے۔

"سو **آخری وصیت** یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے **رسول نبی اُمی** کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائیگا اور ایسی قبولیت اُس کو ملیگی کہ کوئی بات اُس کے آگے ان ہونی نہیں رہیگی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے اُس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اُس کے پیروں کے نیچے کچلے اور روندے جائینگے وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اُس کے ساتھ ہونگی۔" (سراج منیر صفحہ [illegible])

اب بتلاؤ کیا ہم ایسے نبی کا دامن چھوڑ کر کس نبی کو اُس کے بعد مانیں۔ کیا اُس کو جس کا مطلق نبی ہونا قرآن و حدیث اور خود اس کی اپنی تحریرات سے ہی ثابت نہیں ہو سکتا؟ اے سچائی کے طالبو سچائی کو ڈھونڈو کہ اب حقیقت کھل گئی ہے۔ اور اے ہماری قوم کے نادان مولویو آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ اس عقیدہ فاسدے کہ مسیح موعود حقیقی نبی ہے۔ اور ایسا ہی نبی ہے جیسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے زمین پر کیا ظلم ہو رہا ہے۔ اور کیسی سچائی کے بادشاہ مقدس رسول عربی کو پاؤں کے نیچے کچلا جاتا ہے کیا اُس پاک نبی کی توہین میں کچھ کسر باقی رہ گئی ہے۔ میثاق النبیین کی آیت اس عہد کے رسول اور نبی سے چھین کر مسیح موعود پر لگائی جاتی ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود نے کبھی بھولے سے بھی اس آیت کو اپنے

پر چسپاں نہیں کیا۔ بلکہ حقیقۃ الوحی میں دو تین جگہ صاف لکھا ہے۔ کہ

"قرآن شریف فرماتا ہے کہ ہر ایک امت سے بذریعہ اُن کے نبی کے یہ عہد لیا گیا تھا جب حضرت خاتم الانبیاء پیدا ہوں تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی مدد کرنا۔

(حاشیہ ص۱۲۸)

پھر اسی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۳۰ پر اسی آیت میثاق النبیین کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہوگئے تھے۔ یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو۔ تو اس پر ایمان لاؤ ورنہ مواخذہ ہوگا"...... توریت استثناء باب ۱۸ میں ایک یہ آیت موجود ہے کہ جو شخص اس آخرالزمان نبی کو نہیں مانے گا۔ میں اُس سے مطالبہ کروں گا"

علاوہ اس کے آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی بشارت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھین کر حضرت مرزا صاحب پر لگایا جاتا ہے۔ اور علانیہ یہاں تک دلیری اور بیباکی سے سالانہ تقریروں میں کہا جاتا ہے۔ کہ رسول اللہ کا نام احمد نہ تو قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ حالانکہ مسیح موعود نے بیسیوں جگہ لکھا ہے کو رسول اللہ کا نام احمد قرآن میں بھی ہے۔ اور حدیث میں بھی۔ پھر آیت اولئک ہم الکافرون حقاً کو عام مسلمانان جہان پر لگایا جاتا ہے جس کو حضرت مسیح موعود نے ساری عمر میں ایک دفعہ بھی کسی مسلمان کلمہ گو پر نہیں لگایا تھا۔

اسی طرح اس آیت و اٰخرین منھم کے انہوں نے ایسے معنے کئے ہیں کہ جن کی قرآن اور حدیث سے کوئی سند نہیں۔ بھلا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں آیت و اٰخرین منھم کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ آخرین میں ایک اور نبی ہوگا۔ اور اُن کے اصحاب میرے اصحاب کہلائیں گے۔ نہ اس نبی کے اصحاب۔ تو وہ حدیث دکھا لی چاہئے۔ لیکن افسوس ہے کہ باوجود اس بات کے جاننے کے کہ حضرت مسیح موعود نے کئی مختلف پیرایوں میں اس آیت کے معنے بیان کئے ہیں۔ فرقہ محمودیہ کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس آیت کے صحیح صحیح معنی سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے۔ اور بباعث سخت غلط فہمی کے اپنے عقیدہ میں قابل شرم تناقضات جمع کر لئے ہیں یعنی ایک طرف تو اس آیت کے وہ معنے کئے ہیں۔ جو آیت خاتم النبیین کے اُن معنوں کے خلاف ہیں جو وہ خود کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے آیندہ نبی ہوا کریں گے۔ اور دوسری طرف یہ عقیدہ بھی رکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف ایک ہی نبی آنیوالا تھا یعنی مسیح موعود۔ غرض اس قسم کے بہت سے تناقضات جمع کر کے لوگوں کو تذبذب اور شک میں ڈال دیا کیونکہ جو امر کئی تناقضات کا مجموعہ ہو۔ ممکن نہیں کہ وہ صحیح ہو۔ پھر اہل علم لوگ کیونکر اُن کے عقیدوں کو قبول کر سکیں۔ اور کیونکر اس ٹیڑھے طریق پر قدم مار سکیں۔ اسی وجہ سے میاں صاحب کے مریدوں کو جو حضرت مسیح موعود کی تحریروں کو صحت عقیدہ کے لئے ایک معیار قرار دیتے ہیں۔ اُن کے اس قسم کے عقیدہ سے انکار کرنا پڑا۔ اور در حقیقت اس آیت کے اگر یہی معنے کئے جاویں۔ کہ جو اس قدر تناقضات کو اپنے اندر رکھتے ہیں تو انسانی عقل ان تناقضات کی تطبیق سے عاجز آکر آخر اس پریشانی سے رہائی اسی میں دیکھتی ہے۔ کہ یا تو اس کے معنے خود رسول اللہ علیہ وسلم کے کلام مقدس میں دیکھ لے اور یا اُن سب معنوں پر جو مسیح موعود نے کئے غور کر کے اُن کی تطبیق اس طرح سے دے لے جس طرح کہ حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ نے دی ہے۔ مثال کے طور پر میں یہاں پر حضرت اقدس مسیح موعود کی کتابوں سے چند ایک حوالے اس آیت کے معنوں کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

(۱) مسیح موعود...... کو آنحضرت صلعم سے استاد اور شاگرد کی نسبت ہے

اور میری نسبت اس کی جناب کے ساتھ استاد اور شاگرد کی نسبت ہے۔ اور خدا تعالیٰ کا یہ قول کہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم اسی بات کی طرف اشارہ ہے"

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱)

اس حوالہ سے ظاہر ہے کہ اس آیت سے حضرت صاحب نے اصحاب رسول اللہ کی طرح اپنی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُستاد و شاگرد کی نسبت بتلائی ہے نہ کچھ اور۔

(۲) خدا نے الہام میں بتلایا کہ مسیح موعود روحانی طور پر آنحضرت کے شاگردوں میں سے ایک ہے

ایک وہ معلم ہے جس کا نام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ایک یہ متعلم یعنی اس کتاب کا لکھنے والا اور یہ اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے جو قرآن شریف میں اللہ جلشانہ فرماتا ہے کہ اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم یعنی اس نبی کے اور شاگرد بھی ہیں جو ہنوز ظاہر نہیں ہوئے اور آخری زمانہ میں اُن کا ظہور ہوگا۔ یہ آیت اسی عاجز کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ جیسا کہ ابھی الہام میں ذکر ہو چکا ہے۔ یہ عاجز روحانی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگردوں میں سے ہے۔

(سراج منیر ص۴۳)

(۳) تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ بھی بغیر کسی ذرہ فرق کے آنحضرت سے ہی فیض و ہدایت پاویگا۔

"تمام اکابر مفسرین اس آیت کریمہ و اٰخرین منھم کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہؓ کے رنگ میں ہونگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور ہدایت پاوینگے۔ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا۔ کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہؓ پر جاری ہوا۔ ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعودؑ کی جماعت پر فیض ہوگا۔

(۴) و اٰخرین منھم کے یہی معنی ہیں کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے اور وہ اپنی قوت قدسی سے آخرین میں بھی ایسا ہی افاضہ کریگا۔ جیسا کہ اولین میں افاضہ کرتا تھا۔

یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے۔ کیونکہ افاضہ بغیر بعثت غیر ممکن ہے۔ اور بعثت بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے۔ اور حاصل اس آیت کریمہ یعنی و اٰخرین منھم کا یہی ہے۔ کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے۔ یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا۔ جیسا کہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا"! (تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۴)

پھر اس کے آگے فرماتے ہیں:-

آخرین میں آنحضرتؐ کے مبعوث ہونے کے معنے جو اس آیت سے ظاہر ہوتے ہیں ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنے ہیں کہ جب ہزار ششم آئیگا۔ اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا۔ تو گو بظاہر مہدی

معبوث کے توسط سے دُنیا کو ہدایت ہوگی لیکن در اصل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کرے گی کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دوبارہ مبعوث ہوکر دنیا میں آگئے - یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم"
(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۴)

ان تینوں حوالوں سے ہی جو میں نے ایک ہی صفحہ تحفہ گولڑویہ سے پیش کئے ہیں - ظاہر ہے - کہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں - کہ ایک ہی رسول (یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کی دو قوموں میں بعثت کی خبر ہے - کسی دوسرے رسول کے آنے کی خبر نہیں - اور فرمایا: جس طرح رسول اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے صحابہؓ کی تکمیل فرمائی تھی اسی طرح آخر میں آنے والے گروہ کی بھی جو امت میں سے ہوگا - تکمیل کرے گا -

واخرین منہم کے ایک یہ معنی کہ خداکو منظور تھا - کہ آنحضرت صلعم کے دونوں ناموں محمدؐ و احمدؐ کی دونوں صفتیں جلالی وجمالی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں -

اور چونکہ خداتعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں - اس لئے خدا تعالےٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا - اور صفت جمالی کو مسیح موعودؑ اور اس کے گروہ کے ذریعہ سے کمال کو پہنچایا - اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے - واخرین منھم لما یلحقوا بھم
(اربعین نمبر ۴ - صفحہ ۱۳)

آنحضرتؐ کی دونوں صفتیں منشاء الٰہی کے مطابق اس طرح تقسیم کی گئیں کہ صحابہؓ کو جلالی رنگ کی زندگی عطاء ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کیلئے مسیح موعود اور اسکی جماعت کو ظاہر کیا گیا جیسا کہ آیت واخرین منھم میں اشارہ پایا جاتا ہے

تم سن چکے ہو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو نام تھے . . .

(۱) ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ نام توریت میں لکھا گیا ہے - جو ایک آتشی شریعت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے - محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ..... ذالک مثلھم فی التورات (۲) دوسرا نام احمدؐ ہے صلی اللہ علیہ وسلم - اور یہ نام انجیل میں ہے جو ایک جمالی رنگ میں تعلیم الٰہی ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اور ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جلال اور جمال دونوں کے جامع تھے - مکہ کی زندگی جمالی رنگ میں تھی اور مدینہ کی زندگی جلالی رنگ میں اور پھر یہ دونوں صفتیں امت کے لئے اس طرح پر تقسیم کی گئیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلالی رنگ کی زندگی عطا ہوئی اور جمالی رنگ کی زندگی کے لئے ..... مسیح موعود اور اُس کی جماعت کو ظاہر کیا جائیگا جیسا کہ آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اسی کی طرف اشارہ ہے" (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۴)

پھر آگے صفحہ ۱۵ پر فرماتے ہیں :-
" سو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں یہ دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دئے اور پھر چاہا کہ آپؐ کے بعد آپ کی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپؐ کے روحانی وارث ہیں انھیں دونوں نمونوں کو ظاہر کرے" (اربعین ۴ صفحہ ۱۵)

(۴) واخرین منہم کے یہ معنی کہ آنحضرت کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے دو گروہ ہیں -

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین واخرین منھم لما یلحقوا بھم وھو العزیز الحکیم

اس آیت کا ماحصل یہ ہے - کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے - اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو - اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھی - اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے - یعنی خدا اور اس کی صراط مستقیم سے بہت دور جا پڑے تھے - تب ایسے وقت میں خداتعالےٰ نے اپنا رسول اُمی بھیجا اور اس رسول نے اُن کے نفسوں کو پاک کیا - اور علم الکتاب اور حکمت سے اُن کو مملو کیا - یعنی نشانوں اور معجزات سے مرتبہ یقین کامل تک پہنچایا اور خداشناسی کے نور سے اُن کے دلوں کو روشن کیا - اور پھر فرمایا - کہ ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا - وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہونگے - اور علم اور حکمت اور یقین سے دور ہونگے تب خدا انکو صحابہ کے رنگ میں لائیگا ......
یہ گروہ بھی صحابہ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا اور آیت آخرین منھم میں جو اس گروہ کو منھم کی دولت سے یعنے صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصہ دیا گیا ہے - یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور پیشگوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کرینگے - ..... چنانچہ آجکل ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا - کہ خسوف وکسوف رمضان میں موافق حدیث دارقطنی اور فتاوی ابن حجر کے ظہور میں آگیا ..... یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھا - یہ لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا - پھر ذوالسنین ستارہ بھی جس کا نکلنا مہدی اور مسیح موعود کے وقت میں بیان کیا گیا تھا ہزاروں انسانوں نے نکلتا ہوا دیکھ لیا - ایسا ہی جاوا کی آگ بھی لاکھوں انسانوں نے مشاہدہ کی - ایسا ہی طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا سب نے بچشم خود ملاحظہ کرلیا - حجاز کے ملک میں ریل کا تیار ہونا - اونٹوں کا بیکار ہونا یہ تمام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے جو اس زمانہ میں اسی طرح دیکھے گئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معجزات کو دیکھا تھا - اسی وجہ سے اللہ جلشانہ نے اس آخری گروہ کو منھم کے لفظ سے پکارا - تا یہ اشارہ کرے - کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہ کے رنگ میں ہی ہیں ....
.... اسی طرح جو اس امت کے لئے مسیح موعود بھی چودھویں

صدی کے سر پر بھیجا گیا۔ اس کی بعثت سے بھی یہی مطلب تھا کہ جو یورپ کے فلسفہ اور یورپ کی دجالیت نے اسلام پر طرح طرح کے حملے کئے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور پیشگوئیوں اور معجزات سے انکار اور تعلیم قرآنی پر اعتراض اور برکات اور انوار اسلام کو سخت استہزار کی نظر سے دیکھا ہے ان تمام حملوں کو نیست و نابود کرے۔ اور نبوت محمدیہ علی صاحبہا الف الف سلام کو تازہ تصدیق اور تائید سے حق کے طالبوں پر چمکا دے اور یہی سر ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۲ میں آج سے سترہ برس پہلے ایک الہام اسی بارے میں ہوا وہ الہام خدا تعالیٰ کا لاکھوں انسانوں میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے۔ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد۔ پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار۔ خدا تیرے سب کام درست کرے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ رب الافواج اس طرف توجہ کرے گا۔ اس نشان کا مدعا یہ ہے کہ قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں" (ایام الصلح صفحہ ۶۹ و ۷۲ و ۷۳)

اب اگر خدا کا خوف رکھنے والا دل غور کرے تو اس کے لئے حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کے پیش کردہ معنے کے یقیناً صحیح اور مستند اور قرآن کریم کی آیت کے صحیح مفہوم کے مطابق بیان ہونے پر مندرجہ بالا حوالجات کافی سے بڑھکر شہادت اس امر کا ہیں کہ قرآن کریم کے جاننے والے اور اس کے حقیقی اہل صرف حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ ہی ہیں۔ لیکن وہ لوگ جن کے دل میں حضرت امیر کے متعلق عداوت اور بغض کا بیج بویا گیا ہے وہ کب اس سچائی کے قائل ہو سکتے ہیں۔

ہمارے علماء بڑے خوش نصیب ہوتے اگر وہ اپنے پہلے عقیدوں کو یاد کرکے النبوۃ فی الاسلام نام کتاب سے نصیحت پکڑتے اور حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کے وہی معنی کرتے جو خود حضرت مسیح موعود نے کئے ہیں کاش وہ اس بات کو سوچتے کہ حضرت امیر مولوی محمد علی صاحب جو معنی حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے کے کرتے ہیں وہ نئے معنی نہیں ہیں۔ بلکہ وہی معنی ہیں جو آپ لوگوں کی زبان سے اخباروں اور رسالوں میں پہلے نکل چکے ہیں

غرض اس آیت کے معنوں کے متعلق حضرت امیر سیدنا محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ نے وہی پیرایہ اختیار کیا ہے جو خود حضرت مسیح موعود نے اختیار کیا۔ مگر تعصب انسان کو نابینا بنا دیتا ہے۔ جب مسیح موعود حدیث امامکم منکم کے مطابق اسی امت میں سے ہی ہیں اور ایک امتی آدمی ہی ہیں تو کیا یہ بات تسلی پانے کے لئے کافی نہ تھی جو حضرت امام نے لکھی۔ کہ

جس حالت میں مسیح ابن مریم اپنے نزول کے وقت کامل طور پر امتی ہوگا تو پھر وہ باوجود امتی ہونے کے کسی طرح رسول نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رسول اور امتی کا مفہوم متبائن ہے۔ (ازالہ صفحہ ۵۷۵)

اور پھر کیا یہ امر تسلی بخش نہ تھا کہ قرآن شریف جس کا لفظ لفظ قطعی ہے اپنی آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین سے بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ فی الحقیقت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے پھر کیونکر ممکن تھا کہ کوئی نبی نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے اور ان معنوں کی رو سے جو قرآن کریم نے نبی کے بتائے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آتا اس سے تو تمام تار و پود اسلام کا ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ جب قرآن شریف میں خدا تعالیٰ آنحضرت کا نام خاتم النبیین رکھتا ہے اور احادیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لا نبی بعدی فرما کر اس امر کا فیصلہ فرماتے ہیں کہ کوئی نبی میرے بعد نہیں آسکتا اور پھر اسی بات کو اور واضح کرنے کے لئے آنحضرت صلعم یہ بھی فرماتے ہیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا تو اس سے زیادہ اور کوئی سخت بے ایمانی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ اور نصوص صریحہ قرآن و حدیث سے انکار کیا جائے۔

ان سے اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ مسیح موعود نبی ہوگا تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف شیعوں کی طرح کہ جس طرح وہ اشاروں اور کنایوں سے حضرت علی کا ذکر ہر آیت سے نکال دیتے ہیں یہ بھی ہر ایک آیت واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ حالانکہ اس میں کہیں نہیں لکھا کہ آخری زمانہ میں کوئی نبی ہوگا۔ یا اس وقت آخری زمانہ میں آکر نعوذ باللہ من ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ وہ کام نہیں کریگی جو وہ نبی آکر کریگا۔ دوسری سورہ نور کی آیت استخلاف میں کیا کہتے ہیں اس میں بھی کسی نبی کے آنے کی متعلق کوئی خبر نہیں تیسری سورہ فاتحہ کی آیت انعمت علیھم ہے اس میں بھی کہیں نہیں لکھا کہ اس امت کے لئے ایک نبی آنے کی دعا مانگا کرو۔ چوتھی سورہ تحریم کی آیت ہے ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجھا فنفخنا فیہ من روحنا۔ اس میں بھی کسی نبی کے آنے کی متعلق کوئی خبر نہیں

پانچویں ذوالقرنین کے بیان سے ایک پیشگوئی نکالتے ہیں کہ آئندہ زمانہ میں ایک ذوالقرنین نبی ہوگا۔ مگر جب خود وہ ذوالقرنین جس کا قرآن میں ذکر ہے نبی نہیں تو اس تمثیلی ذوالقرنین کا نبی ہونا کہاں سے ثابت ہوگا۔ پھر احادیث سے بھی یہ اپنے دعوے کو ثابت نہیں کر سکتے کل کائنات ان کی صرف ایک حدیث ہے[ف۱] جو نواس بن سمعان کی روایت ہے اور مسلم میں ہے اس کے سوا دنیا میں ایک بھی حدیث نہیں جس میں آنے والے مسیح کو نبی کہا گیا ہو۔ اور مسلم کی اس حدیث کی نسبت خود مسیح موعود نے لکھا ہے کہ یہ حدیث بلحاظ اپنے الفاظ کے ضعیف ہے (دیکھو ازالہ صفحہ ۲۲۳) معلوم ہوتا ہے کہ اس کا راوی خود دھوکہ خوردہ ہے۔ کیونکہ اس نے عیسیٰ کے نام عیسیٰ نبی اللہ سمجھ لیا۔

ف۱ مسلم کی حدیث کا یہ لفظ کہ عیسیٰ نبی اللہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ مسیح موعود جو امت میں سے ہونیوالا ہے وہ نبی ہوگا۔ بلکہ نہایت وجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مثیل عیسیٰ نبی اللہ ہوگا نہ کہ عیسیٰ کے لفظ سے حقیقت میں نبی ہی ہو اور اگر ایسا سمجھا جاوے کہ عیسیٰ کے لفظ سے تو حقیقت میں مراد نہیں ہے مگر نبی کے لفظ سے حقیقت میں نبی مراد ہے تو یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ قرآن بصراحت ذیل فرما رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ اب بتلاؤ کہ ہم ان دونوں متناقض پیشگوئیوں میں سے کس کو قبول کریں کیا مسلم کی روایت کے لئے قرآن کو چھوڑ دیں اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں کیا کریں یہ بھی ہم نے آنحضرت صلعم کی طرف سے نبوت کی حدیث سمجھ کر عزت کی ہے۔ کہ ہم نے رفع تناقض کے لئے تاویل سے کام لیا۔ کیونکہ ہر ایک مکاشفہ اور پیشگوئی کے ظاہر لفظ کے موافق معنی کرنا شرط نہیں۔ یوسف علیہ السلام کے خواب کی پیشگوئی دیکھو کب وہ ظاہری طور پر پوری ہوئی اور کب سورج چاند۔ اور ستاروں نے ان کو سجدہ کیا۔ سو جس طرح دمشق کے شرقی منارہ سے مراد قادیان ہے اور جس طرح دو زرد چادروں سے مراد بیماری ہے اور جس طرح کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مراد ظاہری طور پر کسر صلیب و قتل خنزیر سے مراد ظاہری طور پر کسر صلیب و قتل خنزیر نہیں پھر جس طرح حضرت

مگر یاد رہے کسی حدیث مرفوع متصل میں آنیوالے مسیح کے متعلق نبی کا لفظ پایا نہیں جاتا۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں پاؤ گے جس میں لکھا ہو کہ مسیح موعود نبی اللہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو میں ایسے شخص کو سکہ پچاس روپیہ تک تاوان دے سکتا ہوں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی تحریروں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔ الغرض آیت خاتم النبیین وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر تمام اُمت کے ہر ایک فرد نے اجماع کر کے اقرار کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آیت خاتم النبیین کے یہی معنی فرمائے ہیں۔ اور لغت عرب اور تمام کتب حدیث انہیں معنوں کی شاہد ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

باقی رہ گیا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے اپنی اسی کتاب النبوۃ فی الاسلام کے صفحہ ۱۲۶ پر لکھا ہے کہ

> لازماً آپ کی دوسری بعثت سے مراد بروزی بعثت لینی پڑیگی۔ اور بروزی طور پر ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ رسول اللہ آجاویں تو اس سے ختم نبوت باطل نہیں ہوگی۔ نبوت تو منقطع رہی۔ ہاں رسول اللہ بروزی رنگ میں جتنی دفعہ چاہیں۔ آئیں گے

اس پر اعتراض یہ کیا ہے کہ اسکا مطلب ہے کہ آنحضرت صلعم کی جو بھی بروزی بعثت ہوگی وہ نبوت کے رنگ میں نہیں ہوگی۔ اور آپ اپنی نبوت سے دست بردار ہو کر بروزی طور سے تشریف لاتے رہینگے"

افسوس ہے کہ اس عقل کے مالک بھی اخباروں میں مضامین لکھنے بیٹھے ہیں اور عالموں پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

اس نادان کی نظر میں نعوذ باللہ سید الاصفیا و اصفی الاصفیا، حضرت خاتم الانبیاء تو اپنی دوسری بعثت میں اُمتی بن سکتے ہیں۔ مگر بروزی رنگ میں (جو دوسرے لفظوں میں کسی اُمتی میں آنحضرت کی کسی ایک صفت کا ظہور ہے) جتنی دفعہ چاہیں نہیں آسکتے۔ جو سوال وہ حضرت امیر پر کرتا ہے وہی اس پر پڑتا ہے جب آنحضرت صلعم اپنی دوسری بعثت میں نعوذ باللہ اُمتی ہوئے تو پھر نبی نہ رہے۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو اُمتی ہو وہ نبی نہیں ہوتا اور جو نبی ہو وہ اُمتی نہیں ہوتا جس کا ذکر بار ہا دفعہ ہو چکا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

بھلا اگر بقول تمھارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کے یہ معنی ہوئے کہ ایک اور شخص جو اُسی کی اُمت میں سے ہوگا بروزی طور پر اُس کی خو اور طبیعت پر آئیگا تو پھر تمھارا کیا حق ہے کہ تم اس بات کو نظرانداز کر کے آپ یہ دعویٰ کرو کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی آجاوینگے یہاں ان ڈھکوسلوں سے کام نہیں چلتا کہ مسیح موعود مجاز است و عین مجاز است۔ اگر کوئی اس کی نظیر ہے کہ بعض نبی وفات پا کر پھر خود ہی دنیا میں آتے رہے ہیں کیونکہ حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں سو ایسی نظیر پیش کرنی چاہیے اب اگر آہستگی اور تحمل سے سنو تو میں بتلاتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت نہ تو آنحضرت صلعم سے منفک ہو سکتی ہے اور نہ آپ کی اُمتی یعنی غیر نبی کو نبوت میں سے سوائے مبشرات کے کچھ مل سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا درست ہے کہ جو شخص بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر آ لے گا وہ ضرور ہے کہ اُمتی ہی ہو حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور پہلے اولیاء اللہ کی کتب پر نظر ڈالنے سے یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ تمام اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ غیر نبی بروزی طور پر تمام مقام نبی ہو جاتا ہے دیکھو کتاب ایام الصلح مصنفہ حضرت مسیح موعود صفحہ ۱۶۳ و ۱۶۴۔

بہر حال جب کہ یہ مسئلہ بروز کا صوفیاء میں مسلم چلا آتا ہے اس لئے بروزی نبی غیر حقیقی نبی ہونے کی وجہ سے نبی نہیں کہلا سکتا۔ یہی معنی ہیں ان الفاظ کے جو حضرت مسیح موعود نے لکھے

> ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے اپنی نبوت کا بھی اپنی پیشگوئیوں کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں۔ ..... غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا۔ اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخکنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے" (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ)

یہاں خود حضرت مسیح موعود قائل ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں تو اس میں ختم نبوت میں فرق نہیں آتا۔ بڑی حماقت انسان کی یہ ہے کہ وہ ایسی بحث شروع کر دے جس کو اصل تنازعہ سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ حضرت مسیح موعود کی قریب اسی کے کتابیں موجود ہیں اُن میں دیکھ لو کہ کہیں بھی حضرت مسیح موعود نے لکھا ہے کہ بروزی نبی واقعہ میں نبی ہوتا ہے۔ ایک بھی جگہ کوئی نہیں دکھلا سکتا۔ جب بروزی طور پر آنے والا کوئی شخص واقعہ میں وہی نہیں ہوتا تو بروزی نبی واقعہ میں نبی کیسے ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص بروزی طور پر نبی ہو کر سابقہ نبیوں میں نہیں آیا ہے بیشک حضرت مسیح موعود نے حضرت یحییٰ کو حضرت الیاس کا بروز کہا ہے مگر حضرت یحییٰ کو بروزی نبی کہیں نہیں کہا۔ اسی طرح حضرت یشوعا کو موسیٰ کا بروز فرمایا ہے۔ مگر یشوعا کو بروزی نبی نہیں فرمایا ہے۔ بروز تو مجاز ہوتا ہے نہ حقیقت اور مجاز کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہوتا اسی لئے بروزی نبوت کا بھی خارج میں کوئی وجود نہیں جس کو دیکھ کر بدیہی طور پر کوئی شخص اس کا قائل ہو سکے۔ کہ ہاں بروزی نبوت بھی نبوت کی کوئی قسم ہوتی ہے۔ اگر بروز کا خارج میں کوئی وجود ہوتا تو حضرت مسیح موعود کبھی نہ لکھتے کہ "مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے" یا اگر خارج میں بروزی نبوت کا بھی کوئی وجود ہوتا تو کتاب اور حکم اور نبوت جو سب نبیوں کے لئے ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر لازمی شرط قرآن کریم نے بیان فرمائی ہے۔ بروزی نبوت کے وجود کے ساتھ بھی لازم ہوتی۔ اب وہ گیا یہ سوال کہ

> "ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں"

یہ الفاظ بیشک مسیح موعود نے لکھے ہیں مگر اس جو معنی محمودی فرقہ کرتا ہے اُس کی رو سے خود مسیح موعود پر کئی بدیہی مشکلات پیش آتی ہیں۔ اگر بعثت سے مراد دوبارہ آنا ہے تو دوبارہ آنا تو تین نبیوں کا ثابت ہوتا ہے۔ ایک ایلیا کا ایک عیسیٰ کا ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ پھر یہ قاعدہ کلیہ جاتا رہا کہ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی صلعم کے دو بعث ہیں۔ بلکہ ثابت ہوا کہ دو اور نبی بھی ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

عیسیٰ سے مراد درحقیقت حضرت عیسیٰ نہیں اسی طرح نبی اللہ سے مراد بھی یہاں درحقیقت نبی اللہ نہیں۔ بلکہ اس جگہ نبی اللہ سے مراد صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرنے والا یا وحی پانے والا ہے نہ کہ شرعی معنوں میں درحقیقت نبی۔ چنانچہ اس بات کو تو تمام علمائے محققین مانتے آئے ہیں بلکہ خود مسیح موعود مانتے ہیں۔

"یہ بھی یاد رہے کہ مسلم میں مسیح موعود کے حق میں نبی کا لفظ بھی آیا ہے یعنی بطور مجاز و استعارہ کے (ایام الصلح صفحہ)"

جن کے دو دو بعث ہیں۔ اسی لئے اس جملہ کے اگر یہ معنی نہ کئے جاویں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایسے نبی ہیں جن کے دو نام احمد اور محمد ہیں اور ان دو ناموں کی دونوں صفتوں کا ظہور بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا ہے گا تب تک یہ معنی صحیح نہیں بیٹھتے کہ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں۔ اور یہی معنی حضرت صاحب نے آنحضرتؐ کی دوسری بعثت کے لئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

"سو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں دونوں نمونے جلال اور جمال کے ظاہر کر دیئے اور پھر چاہا کہ آپ کے بعد آپکی فیض یافتہ جماعت بھی جو آپکے روحانی وارث ہیں انہیں دونوں نمونوں کو ظاہر کرے" اربعین نمبر ۴ صفحہ ۱۵

الغرض قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول محمد صلعم کا علم جس میں غلطی کو راہ نہیں یہی بتلاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد مطلق کوئی نبی نہیں اور ہمارے ایمانیات میں بھی یہی داخل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور حضرت مسیح موعود کا ایمان بھی یہی ہے چنانچہ آپ اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۳ کی آخری سطور میں یہی تحریر فرماتے ہیں۔

"واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعہا من یوم نزل فیہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین"

پس ہم حضرت مسیح موعود کے ایمان کو زائل کر کے اور اپنے ایمان کو کھو کر یہ گندہ اور مردود عقیدہ نہیں رکھ سکتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد مسیح موعود بھی نعوذ باللہ نبی ہیں۔ اب جبکہ نہ صرف ہمارے ایمانیات میں ہی بلکہ خود حضرت مسیح موعود کے ایمانیات میں بھی جب یہ امر داخل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ

"ختم المرسلین کے بعد دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو میں کاذب اور کافر جانتا ہوں"

تو یہ کہنا کہ مسیح موعود بھی آنحضرت صلعم کے بعد نبی ہیں کس قدر مسیح موعود پر افترا۔ کذب صریح اور بہتان قبیح ہے۔

قرآن میں کہاں لکھا ہے کہ کوئی مسیح بھی دنیا میں آئیگا جو خاتم النبیین کے بعد نبی ہوگا۔ صد ہا حدیثیں ہیں جو بالفظ روایت نہیں ہوئیں کیونکر یقین کر لیں کہ مسیح موعود کے لئے صرف ایک روایت میں لفظ نبی کا آنا کوئی حق بات ہے بلکہ ایسا دعویٰ کرنے والے ایک ناحق سی بات کو پکڑتے ہیں کہ اپنی طرف لوگوں کو رجوع دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ مسیح موعود کا نبی ہونا کسی ایک بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ نبی کا لفظ ایک اصطلاحی لفظ ہے۔ اس لفظ کے لغوی معنی کر کے کہ نبوت کے معنی پیشگوئی کرنا ہے کوئی شخص نبی نہیں کہلا سکتا یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ نبی امتی ہو یا امتی نبی ہو۔ ان دو لفظوں (امتی اور نبی) میں تقابل اضداد ہے۔ نادان لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے یہ بھی نہیں سوچا کہ امتی کے مقابل پر نبی ہے اور نبی کے مقابل پر امتی۔ حضرت مسیح موعود نے ان دونوں حقیقتوں کو خوب سمجھا تھا اسی لئے تو آپ نے حدیث میں آنے والے عیسیٰ کے لئے جو امتی کا لفظ تھا اس کو حقیقت پر محمول کیا اور جو نبی کا لفظ تھا اس کی تاویل کی کہ یہ بطور مجاز و استعارہ کے ہے۔ اور صاف لکھا ہے کہ یہ لفظ نبی اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ آیت خاتم النبیین اور آیت وآخرین منھم کو باہم ملانے سے یقینی طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ آخرین منھم میں اسی پیشگوئی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جو وعد اللہ الذین آمنوا منکم میں خلافت کے دائمی ہونے کا وعدہ ہے۔ پس اس حدیث کا جو لنالہ رجل من فارس ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ مہدی اور مسیح موعود ان ہی خلفا میں سے ایک خلیفہ ہے جو امت محمدیہ میں ہونگے۔ نہ کہ نبی جو خلاف آیت خاتم النبیین ہے۔

اس مقام میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر بے عمل اور جاہل محمودی کہہ دیا کرتے ہیں کہ ایک غلطی کا ازالہ جو حضرت مسیح موعود کا اشتہار ہے اس میں لکھا ہے کہ

"قرار یافتہ عہد کے رو سے صرف ایک ہی بروز محمدی اور ایک ہی بروزی نبی ہے۔"

یہ قول ان کا اسی اشتہار سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسی حالت میں اسی اشتہار کے ازالہ میں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ

"اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلعم نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا اظہار کریں"

پس بلا شبہ ماننا پڑا کہ لفظ "قرار یافتہ عہد ہے" یہ مراد نہیں کہ سوائے ایک کے اور کوئی بروز محمدی یا بروزی نبی ہوگا۔ ہی نہیں۔ . . . . . .

. . . .

بلکہ مراد یہ ہے کہ اور بھی بروز محمدی اور بروزی نبی ہونگے۔ مگر ایک ان میں سے وہ ہوگا جس کی نسبت حدیثوں میں قرار یافتہ عہد ہے۔ اس قرار یافتہ عہد سے پہلے یا پیچھے کسی بروز محمدی یا بروزی نبی ہونے کی نفی نہیں نکلتی۔ اور اگر نفی سمجھی جاوے تو اسی اشتہار ایک غلطی کے ازالہ میں حضرت مسیح موعود کا یہ لکھنا پھر لغو ٹھہرتا ہے جو لکھا کہ

(۱) "آیت انعمت علیھم گواہی دیتی ہے کہ اس مصفیٰ غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفیٰ غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے اور وہ طریق براہ راست بند ہے اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کے لئے محض بروز اور ظلیت اور فنا فی الرسول کا دروازہ کھلا ہے"

(۲) اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان معنوں کے رو سے بھی انکار کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات و مخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے۔ اور اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہو سکتا تو پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم

اب سوچ کر دیکھ لو کہ ان تینوں حوالوں میں مسیح موعود نے تمام امت کو اس انعام میں شامل کیا ہے یا صرف اپنا ہی بروزی نبی ہونا ظاہر کیا ہے۔ مسیح موعود کی تحریروں سے صرف ایک بات کو لیں اور دوسرے پہلو کو نظر انداز کرنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو غلو میں پڑ کر مسیح کے بھائی ہو گئے ہیں مخالف کے سامنے اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حضرت مسیح موعود ضرور بروزی نبی ہیں۔ جب کہ بروزی نبی نہ پہلے کوئی ہوا اور نہ کوئی آگے قیامت تک ہوگا۔ جس بروزی نبوت کی کوئی نظیر ہی موجود نہیں اور نہ خارج میں اس کا کوئی وجود ہے اس کو آدمی مانے تو کس طرح مانے حقیقتیں تو نظیروں کے ساتھ کھلتی ہیں جس کی نظیر ہی نہ ہو اس کی حقیقت کھلے تو کیونکر کھلے کا فہ انبیا و رسل کا نبی اور رسول ہونا ایک واقعی امر ہے

رجسٹر نمبر ایل ۸۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یٰاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باکلیہ شد ما را ربوبیت | جان شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

قیمت

سالانہ ۔۔۔

ششماہی ۔۔۔

سہ ماہی ۔۔۔

ماہوار ۔۔۔ طلبا سے سالانہ ۔۔۔

اخبار پیغام صلح لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار

یکشنبہ، سہ شنبہ

پنجشنبہ کو شائع

ہوتا ہے۔

جلد ۳ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس لاہور | سہ شنبہ ۲ رمضان ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس مطابق ۴ - جون ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۴۰

ریویو

"بشارت احمد" | مکرمی شیخ مولابخش صاحب سیالکوٹی مالک پنجاب بوٹ اینڈ شوز فیکٹری ان قابل رشک اور جوان ہمت بزرگواروں میں سے ہیں۔ جنہیں حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت گزینی کا کافی موقع ملا۔ اور آپ کی خدمت بابرکت میں آپ نے جو کچھ فیض حاصل کیا اس کا یہ نتیجہ ہے کہ موجودہ فتنہ کے وقت بھی آپ نہ صرف خود ہی عقائد صحیحہ پر مضبوطی اور استقلال کے ساتھ قائم رہے۔ بلکہ بہت سے دیگر احباب کے بھی قیام کا موجب ہوئے۔ شاید ہی کوئی دن خالی جاتا ہوگا جب شیخ صاحب کو محمودیوں سے بحث کرنے کا موقع ملا ہو اور آپ نے انھیں پورے طور پر زک نہ دی ہو۔ پچھلے دنوں سیالکوٹ کے بعض احباب آپ ہی کی تبلیغ سے راہ راست پر آ گئے۔ جیساکہ خود ان کے اپنے اعلانوں میں اس کا ذکر آچکا ہے سیالکوٹ میں شیخ صاحب کے ہمنام ایک محمودی بھی ہیں یعنی چودھری مولابخش صاحب سلنخوان عدالت۔ ان سے ایک دن اسمہ احمد پر شیخ صاحب موصوف کا تحریری مباحثہ قرار پاگیا۔ اور شرط یہ ٹھہری کہ فریقین اپنی اپنی تحریریں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کے پاس برائے اظہار رائے بھیجدیں۔ اور ڈاکٹر صاحب کے رائے لکھ چکنے کے بعد انھیں اکٹھا ایک رسالہ کی شکل میں چھاپ دیا جائے۔ چودھری مولابخش صاحب نے خدا جانے کیوں اس عہد کی خلاف ورزی کی اور ڈاکٹر صاحب موصوف سے رائے لئے بغیر ہی اپنا مضمون چھپوا کر شائع کر دیا۔ جس پر فضلی اخبارات نے انھیں بہت سراہا۔ الحمد للہ کہ ہمارے احمدی بزرگوار شیخ مولابخش صاحب اپنے عہد پر پختہ رہے۔ اور اپنا مضمون ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب کو دکھا کر ان سے اس پر رائے لکھوائی۔ اور اب اسے شائع کر دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے حسب ذیل ہے:-

شیخ مولابخش صاحب سوداگر بوٹ اور چودھری مولابخش صاحب سلنخوان عدالت سیالکوٹ کے درمیان آیہ کریمہ یاتی من بعدی اسمہ احمد پر مباحثہ قرار پایا تھا۔ اور مجھکو اس مباحثہ میں حکم مقرر کیا گیا تھا۔ اگرچہ وہ معاملہ بعد میں قائم نہ رہا۔ جس سے میرے محاکمے کی بھی ضرورت نہ رہی تاہم چونکہ فریقین نے اس بحث پر رسالے لکھے ہیں۔ اس واسطے شیخ مولا بخش صاحب چاہتے ہیں کہ میں ان کے رسالہ "بشارت احمد" پر رائے لکھوں لہذا یہ چند سطور ان کی تعمیل ارشاد میں لکھتا ہوں شیخ مولابخش صاحب کے رسالہ میں یہ بات نہایت عمدگی سے یہ بات ثابت کیگئی ہے کہ آیہ کریمہ میں احمد سے مراد جناب سرور کائنات ہیں۔ اور جہاں تک مرزا صاحب مرحوم مغفور کی تحریروں کا مجھے علم ہے میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان کے دلائل نہایت قوی ہیں مجھے یقین ہے کہ احمدی جماعت کے لئے یہ رسالہ نہایت مفید ہوگا۔ اور دعا کرتا ہوں کہ شیخ صاحب کی سعی بارآور ہو چودھری صاحب کا رسالہ بھی میری نظر سے گزر چکا ہے میرے خیال میں اس رسالہ میں مطالب بہت کم ہیں اور اکثر مقامات سے اردو کی عبارت اس قدر الجھی ہوئی ہے کہ میری سمجھ میں نہ آسکی۔ دلائل کے اعتبار سے شیخ مولابخش صاحب کا رسالہ اس سے بدرجہا فائق ہے۔

دستخط محمد اقبال لاہور ۱۷ جون ۱۹۱۶ء

اس رسالہ میں اسمہ احمد کی پیشگوئی کے ساتھ نبوت مسیح موعود پر بھی بڑی لطیف بحث ہے۔ ۔۔۔ اور آخر میں دھو یدعی الی الاسلام کی بزیادہ تفسیر شروع

تمہید میں شیخ صاحب نے اپنے بعض مباحثات اور محمودی مبلغین کی کرتوتوں کو بڑی خوبی کیساتھ واضح کیا ہے۔ رسالہ نہایت دلچسپ اور قابل دید ہے جو ۲ ر قیمت پر شیخ صاحب موصوف سے مل سکتا ہے

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب تا حال شملہ میں مقیم ہیں آپ کا عیال تین چار دن ہوئے۔ ایبٹ آباد چلا گیا شملہ میں یکم اور ۲ ر جولائی کو آپ کے دو لیکچر "فلسفیت عمل" اور "توحید اور اس کا اثر تمدن و تہذیب پر" کے عنوان سے ہونیوالے تھے۔

حضرت ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب بھی آج رات کو ایبٹ آباد تشریف لے جانے والے ہیں۔ ایسا ہی اخویم داد خان صاحب بھی۔

بیعت ۔ میاں غلام محمد صاحب سکنہ جموں۔ حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہوئے۔

تصحیح ۔ ۱۵ ر جون کے پرچہ میں ملتان سے وصول شدہ رقوم زکوٰۃ میں میاں چندو ڈا صاحب زرگر کے ۸ ر دکھائے گئے ہیں جو غلط ہے دراصل یہ ایک روپیہ ہے۔

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی کتاب "القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد" کی قیمت ۸ ر ہے اور خود حضرت مولوی صاحب سے یا مینجر اخبار پیغام صلح احمدیہ بلڈنگس سے مل سکتی ہے۔

پیغام صلح کی توسیع اشاعت کیطرف افسوس ہے کہ احباب کوئی توجہ نہیں کرتے۔ باوجودیکہ بار بار یاد دہانی کرائی گئی ہے۔ اب تیسری جلد ختم ہونیوالی ہے۔ اور آئندہ جلد کا آغاز بعض خاص تبدیلیوں کے ساتھ ہونیوالا ہے تاکہ احباب اس کی ترقی و توسیع و اعانت کیطرف پہلے سے زیادہ توجہ دے سکیں۔

از لفیہ سے جناب بابو منظور الٰہی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

مکرم اخویم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے راضی خوشی ہوں۔ پیغام صلح ۲۰ مارچ تک پہنچے ہیں۔ حالات سلسلہ سے آگاہی حاصل ہوئی - نوٹ بہت لطیف ہیں یہاں دو یار محمودی ہیں جنکو تبلیغ کرتا رہتا ہوں مگر انکی حالت قابل رحم ہے کوئی دلیل اور تحریر انکی ضدیت کو دور نہیں کر سکتی اللہ تعالیٰ ان پر رحم کرے۔ اشاعت اسلام کیلئے چند دکر رہا ہوں لوگ بڑی خوشی سے دیکھتے ہیں اور حضرت اقدس کے دعاوی کو بہت حد تک تسلیم کرتے ہیں تقریباً تمام

تازہ خبریں

رزمگاہ فرانس

شدید برطانوی گولہ باری - ۲۹ - جون - لنڈن ہیڈ کوارٹر سے ریوٹر اور دیگر نامہ نگار گذشتہ دو روز کی مسلسل برطانوی گولہ باری کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ کہ گولہ علی التواتر جاری رہا اور غنیم کی خندقوں کی لائن کا بارود کے غبار اور بے شمار گولوں کے سفید و نیلگوں دھوئیں کیوجہ سے خاکستری و نیلگوں لہر کے حلقہ سے پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ نصف گھنٹہ میں محض کنٹیول پر پانچ سو گولے پھینکے گئے - توپوں کی روشنی کا احاطہ بہت وسیع تھا۔ اور اجتماع گولہ باری سے بہت سے اہم مقامات کی تلاشی لی گئی - غنیم کا جواب نہایت کمزور تھا۔

سپاہ کنیڈا اپیرس میں - کونسٹ رسٹنگ پیپرس پر کنیڈا کی سپاہ سے لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ سپاہ کنیڈا نہایت شجاعت سے مدافعت کر رہی تھی اور بہت سے دستوں کو زخم کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بموں سے صاف کرنا پڑتا تھا - ایک جرنیل اور چند ایک افسر جنہوں نے ہتھیار رکھنے سے انکار کر دیا۔ قتل کر دیئے گئے۔ جب سرجنٹ نے اس سے ہتھیار رکھنے کے لئے کہا - تو جرنیل نے تلوار سے اپنا چہرہ کاٹ ڈالا۔ اس پر پیدل سپاہ نے جرنیل کو جو دیوانہ وار لڑ رہا تھا۔ سنگینوں سے اڑا دیا۔

معرکہ وردون

جرمن پھر حملہ آور ہوں گے - لنڈن ۲۹ - جون پیرس - ایک نیم سرکاری بیان میں ظاہر کیا گیا ہے کہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ جرمن وردون پر دوبارہ حملہ آور ہوں گے۔

کامیاب فرانسیسی حملے - لنڈن - ۲۹ - جون ایک فرانسیسی کمیونک مظہر ہے۔ سحقومنٹ کے شمال مغرب میں ایک زبردست جرمن آتشباری کی ایک جھلک اور مشین والی توپوں کی گولہ باری سے پسپا کر دیا گیا۔ اور غنیم کو سخت نقصان پہنچا۔

جرمن حملہ پسپا کر دیا گیا - لنڈن ۳۰ - جون ایک فرانسیسی کمیونک مظہر ہے۔ دریائے میوز کے بائیں کنارے پر شدید گولہ باری کے بعد جو پہاڑی ۳۰۴ سے اوکورٹ کے جنگل تک وسعت پذیر تھی - پھر کو جرمنوں نے پہاڑی ۳۰۴ کے مغرب کے استحکامات پر حملہ کیا - لیکن ہماری پیدل سپاہ نے انہیں پسپا کر دیا۔ اور توپخانہ نے زبردست سرگرمی دکھائی - ہٹ ڈی سنل واقعہ شمپیں کے مغرب میں ہم نے خندقوں کی پہلی لائن سے دشمن کا صفایا کر دیا۔ اور بعض مقامات پر ہم دوسری صف تک جا پہنچے - جہاں ہم نے ان کی پناہ گاہوں کو اڑا دیا۔

رزمگاہ روس

جنوب ریگا میں روسی فتح - لنڈن ۲۹ - جون پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے سہ شنبہ کی رات کو جرمنوں نے جنوب مشرقی ریگا میں زبردست توپ خانہ کی تیاری اور گیس کی مدد سے ایک زبردست جمعیت کے ساتھ پکرن کی جانب حملہ کیا۔ لیکن روسی سپاہ نے جسے عین وقت پر کمک پہنچ گئی تھی سخت نقصان کے ساتھ انہیں پسپا کر دیا۔ سٹوکھد پر کرلوے کے جنوب میں غنیم کی حملہ آور ہونے کی کوششیں ناکام رہیں۔ غنیم سرحد بکووینا میں روسی پیشقدمی کو روکنے کی کوشش کر رہا ہے - دشمن نے پل باندھنے والوں پر بھی حملہ کیا - لیکن وہ عظیم الشان ایثار سے نہایت کامیابی سے اپنا کام کر رہے ہیں۔

قفقاز میں جنگ - روسیوں نے قفقاز میں جھیل رومیا کے جنوب اور بغداد کی جانب ترکوں کو شکست دیکر پسپا کر دیا ہے۔

ریگا میں جرمن جارحانہ کارروائی بعد کی خبر پیٹروگراڈ میں اس امر پر کہ آیا جنرل ہنڈن برگ ریگا اور دونسک کی پہاڑیوں کے درمیان عام حملہ کرے گا - بڑے خیالات دوڑائے جاتے ہیں۔ مبصرین کی باوجود کمک کے بھی یہ رائے ہے۔ کہ جرمنی میں قلت خوراک کی وجہ سے وہ وسیع پیمانہ پر ہی جارحانہ کارروائی کر سکے اس لئے ہنڈنبرگ کی جارحانہ کارروائی مذکور سرکاری اطلاع بھی محاذ پر حال کے وسعت پذیر بے شمار جرمن حملوں میں سے ہو گی عشاند اور سا کھنڈ کی لائنوں پر اب ظاہرا اور یقینی طور پر جارحانہ کارروائی جاری ہے۔

جنرل برسلوف کی تازہ فتح - لنڈن ۲۹ جون پیٹروگراڈ - کل روسی سپاہ نے جنوبی میدان میں ۲۲۱ - افسر ۱۰۲۸۵ سپاہی قید کئے۔

لنڈن ۳۰ - جون پیٹروگراڈ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے - دریائے پرتھ اور دنسٹر کے درمیان باوجود زبردست مدافعت کے جنرل برسلوف نے غنیم کو ایک اور زبردست شکست دی - خندقوں کی تین لائنوں پر قبضہ کر لیا گیا۔ اور مشین والی توپوں اور دوسری توپوں کے علاوہ - ۱۰۵۰۶ قیدی گرفتار کئے گئے توپوں میں ایک پوری بھاری بیٹری بھی شامل ہے - علاقہ دانسا میں خونریز جنگ جاری ہے - سائبیریا کی ایک کمپنی نے جنگ پکرن میں عظیم الشان شجاعت کا ثبوت دیا۔

مسلمان ملازمین ... سے پڑھتے ہیں اور چند ایک نے خریداری کی بھی منظوری کی ہے - اشاعت اسلام کیلئے اس ملک میں بڑا وسیع میدان ہے دعا کریں ... خاکسار منظور الٰہی ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۳ مورخہ ۲۸ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۴۱

شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے اور روزوں کی فرضیت کا حکم دیکر اللہ تعالےٰ نے جو یہ ذکر فرمایا۔ کہ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن یعنی بالفاظ دیگر رمضان شریف کی یہ فضیلت بتائی کہ اس میں قرآن کریم کا نزول ہوا۔ تو ساتھ ہی خود قرآن کریم کے فضائل کو بھی نہایت لطیف پیرایہ میں صرف ایک ہی جملہ میں بیان فرما دیا۔ فرمایا ھدًی للناس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان۔ قرآن وہ کامل کتاب ہے جو کل دُنیا جہان کے لوگوں کے لیے ہدایت نامہ ہے اس میں ہدایت کے واضح دلائل بھی ہیں۔ اور وہ حق و باطل میں تمیز بھی کرا دینے والی ہے یہ تصریحات جو قرآن کے متعلق کی گئی ہیں یہ کیوں کیں۔ کیا صرف اس لئے کہ ہم نرا اس پر ایمان لے آئیں۔ اسکو بالخصوص رمضان شریف میں جلد جلد پڑھنے یا سُننے کی کوشش کریں۔ لیکن ایسا سُننا کہ اس کے الفاظ تو ہمارے کانوں کے پردوں پر پڑیں۔ مگر اس کے مطالب و مفہوم سے ہمیں کوئی واقفیت نہ ہونے کے باعث دل ویسا کا ویسا کورا ہی رہ جائے کیا ایسی صورت میں جب اس کے صحیح منشاء سے ہی ہمیں کوئی واقفیت نہیں۔ نرا اس کے الفاظ کو سن لینا ھدًی للناس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان کی علت غائی اور اس کے صحیح مقاصد کو پورا کر دیتا ہے ظاہر ہے اللہ تعالےٰ کے یہ الفاظ اپنے اندر کسی خاص منشا کو لئے ہوئے ہیں اور جو شخص اس منشا کو پورا نہیں کرتا۔ وہ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کو سمجھا ہی نہیں اور رمضان کے فضائل و مدارج سے وہ ناواقف محض ہے۔ خدا تعالےٰ تو اس پاک کتاب کی صفت بیان کرے کہ ھدًی للناس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان۔ لیکن مسلمان باوجود اس کی تلاوت کرنے اور اسے قیام رمضان میں سُننے اور کئی کئی دفعہ دُہرانے کے پھر بھی نہ تو پورے طور پر ہدایت یافتہ ہوں۔ نہ وہ ہدایت کے ان کھلے اور واضح دلائل کو ہی جن سے وہ دشمن پر فتح پا سکیں۔ کام میں لانے کے قابل ہوں۔ اور نہ وہ اسکے ذریعہ حق و باطل میں پورے طور پر فرق کرکے دکھا سکتے ہوں۔ یہ صاف طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ مسلمان رمضان شریف کی برکات سے پورے طور پر آج متمتع نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی وہ مفید اسباق اس سے حاصل کرتے ہیں۔ جو کہ حاصل کرنے چاہئیں۔ کیا رمضان شریف کے ذکر کے ساتھ اس مہینہ کے اندر نزول قرآن کا ذکر کرنا اور پھر قرآن کی تعریف میں ھدًی للناس و بیّنٰت من الھدیٰ والفرقان کے الفاظ کا ایزاد کرنا ثابت نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں ہم سے خاص طور پر یہ چاہتا ہے کہ قرآن کریم کی ان صفات سے فائدہ اٹھائیں۔ اس سے ہدایت پانے کی کوشش کریں نہ صرف خود ہی ہدایت حاصل کریں۔ بلکہ چونکہ وہ کل دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے اس لئے اسے دنیا جہان کے لوگوں تک پہنچانے اور انہیں اس پر کاربند کرنے کی کوشش کریں اور ان واضح دلائل کو ہاتھ میں لیں جو اس ہدایت کے ثبوت میں اللہ تعالےٰ نے اس میں جمع کر دی ہیں اور پھر ان دلائل سے کام لیکر اُن کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز کرکے دکھا دیں۔ تاکہ اس ہدایت کے پہچاننے میں کوئی دقت باقی نہ رہ جائے۔ لیکن کیا وہ لوگ جو تین راتوں بلکہ ایک ہی رات میں قرآن ختم کرتے اور قرآن رمضان کی فقط اتنی ہی علت غائی سمجھتے ہیں۔ کہ ساری ساری رات کھڑے رہکر کسی خوش الحان قاری کے مُنہ سے قرآن کے الفاظ سُن لیں۔ کیا وہ اس غرض اور اس مقصد کو پا لیتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ نہیں۔ میں نہیں کہتا۔ کہ قیام رمضان ضروری نہیں۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تراویح میں قرآن سُننا منع ہے۔ نہ ہی یہ غرض ہے کہ مسلمانوں کو اس بات سے روکا جائے۔ قرآن کا سُننا اور سنانا تو کوئی بُری بات نہیں۔ بلکہ موجب ثواب ہے لیکن ہمیں اس اصل غرض کو سمجھنا چاہیئے جو قرآن کے نزول اور رمضان کے روزوں کے اندر پنہاں ہے۔ اس غرض کا پتہ ہمیں اس حدیث سے بھی لگتا ہے جس میں نبی کریم صلعم نے تین دنوں میں قرآن ختم کرنے سے منع فرمایا۔ اور بتایا کہ جو شخص ایسا کرتا ہے اُس نے گویا قرآن کو پڑھا ہی نہیں۔ گویا نبی کریم صلعم نے صاف طور پر بتا دیا۔ کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھنا چاہیئے۔ اور اُس کے مضامین اور دلائل سے واقفیت پیدا کرنی چاہیئے۔ فی الحقیقت بات بھی یہی معقول ہے۔ کیونکہ جس بات کو ہم سمجھتے ہی نہیں۔ اسکو ہزار دفعہ زبان سے دہرائیں کوئی عملی نتیجہ اس پر مترتب نہیں ہو سکتا۔ نتیجہ اسی بات پر مترتب ہوگا جس کو ہم دل سے پورے طور پر سمجھ بھی لیں۔ تو رمضان شریف کا مہینہ ایک طرف ہمیں نزول قرآن کی یاد دلاکر اس سے واقفیت تامہ پیدا کرنے کی ترغیب دلاتا ہے۔ تو دوسری طرف روزوں کے ذریعہ سے اس قرآن کی تبلیغ کی وجہ سے وارد ہونیوالی مشکلات پر صبر و ثبات کا سبق سکھاتا اور اس کی مشق کراتا ہے۔ گویا یہ مہینہ ایک مسلمان کو حقیقی اور کامل مسلمان بلکہ مجاہد فی سبیل اللہ بنانے کا ایک ذریعہ ہے واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ کی عملی تعمیل کے لئے یہ مہینہ گویا ایک تیاری کا ہمیں موقع دیتا ہے اور مشکلات پر صبر کا عادی بنانے کے ساتھ دعاؤں کی طرف رجوع دلاتا اور نصرت الٰہی کی کشش کا موجب ہوتا ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اس مبارک موقع سے فائدہ اٹھاکر اسکے مقاصد کو پورا کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔ بالخصوص وہ لوگ بہت ہی قابل رشک ہیں جو امسال حضرت امیر کے ساتھ ملکر آپ کی دعاؤں سے بھی فائدہ اٹھاتے اور قرآن کریم کے پاک اور صحیح مطالب کو بھی آپ سے سیکھ رہے ہیں۔ خدا کرے کہ وہ اس مبارک موقع سے مستفید ہوکر اسلام کی آئندہ ترقی و بہبودی کے باعث اصلی ثابت ہوں۔ اور اس طرح سے اپنے عملی نمونہ سے رمضان شریف کے فضائل و برکات کو دنیا کے آگے پیش کر سکیں امید ہے کہ ہمارے وہ احباب جو اس وقت ایبٹ آباد میں اس نیک غرض کو حاصل کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اپنے دور افتادہ بھائیوں کو بھی اپنی شبانہ روز دعاؤں میں یاد رکھینگے تا اس فیض روحانیت سے وہ بھی کچھ نہ کچھ حصہ پا لیں۔

لاہور میں مکرمی حکیم مرہم عیسےٰ صاحب نے صبح کے وقت دو گھنٹے شروع سے قرآن کریم کا درس دینا شروع کیا ہے۔ رات کو حافظ فضل احمد صاحب تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اس سے فائدہ اٹھانے اور عملی سبق حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

الاخبار والآراء

جرائم پیشہ اقوام کی کثرت

جرائم پیشہ اقوام کے متعلق ہم کسی گذشتہ اشاعت میں بتا چکے ہیں۔ کہ گورنمنٹ ان کی اصلاح کے کس قدر در پے ہے۔ گورنمنٹ کے اس کام کی قدر اور اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ اگر اس کثرت تعداد کو مدنظر رکھا جائے۔ جو جرائم پیشہ اقوام اور ان کے افراد کی بتائی جاتی ہے۔ مسٹر ٹاملنسن سپرنٹنڈنٹ پولیس اور رائے بہادر ہری کشن کول سی آئی۔ ای۔ کو حال ہی میں گورنمنٹ عالیہ نے ان کی کل تعداد کے معلوم کرنے اور دیگر اطلاعات پر مامور کیا تھا۔ جن کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے۔ گیارہ اور پندرہ ہزار کے درمیان میں آدمی مسلمہ طور پر جرائم پیشہ ہیں۔ اور ۱۳ و ۳۶ تا حال [illegible] ہیں۔ یہ [illegible] مختلف ذاتوں پر منقسم ہیں۔ جن میں سے ایک قوم کا نام سانسی ہے۔ یہ بڑی خطرناک قوم ہے۔ جو ایک شخص سانس مل نامی سے چلی ہے۔ جو ایک ہندو راجپوتنی کے بطن سے کسی ادنےٰ ذات کے آدمی کا لڑکا تھا ہندوؤں نے اُسے اپنی برادری سے خارج کر دیا تھا غالباً اس لئے کہ ہندو مذہب میں اعلےٰ ذات کی عورت کا رشتہ ازدواج اگر ادنےٰ ذات کے مرد سے ہو۔ تو ان سے جو اولاد ہوتی ہے۔ وہ چنڈال کہلاتی ہے۔ (کیونکہ ہندو مذہب کوئی عالمگیر تو ہے نہیں - اسی لئے اس کے قوانین بھی ایسی تنگدلی پر مبنی ہیں) تو سانس مل نامی نے جنگلوں میں جا کر پناہ لی۔ اور لوٹ کھسوٹ پر گذارا کیا۔ وہیں سے بڑھتے بڑھتے اس کی اولاد کا یہی پیشہ ٹھیر گیا۔ اور سانسی اُن کا نام پڑ گیا۔ ایسا ہی دوسری اقوام کے متعلق بھی کہا جاتا ہے۔ کہ وہ زیادہ ہندوؤں سے ہی تعلق رکھتی ہیں ہمارے خیال میں بہتر ہو۔ اگر اسلامی انجمنیں اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں۔ اور انہیں تربیت دینے اور کام پر لگانے [illegible] ساتھ ساتھ اسلام کا حلقہ بگوش بھی بنائیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام [illegible] کرے کہ اپنے [illegible] مقاصد اور اس [illegible] کے کام کو کامیابی کیساتھ نباہ لے۔ اور [illegible] گی [illegible] - وہ گورنمنٹ کے علاوہ [illegible] امداد [illegible] میں [illegible] جرائم پیشہ آبادی کو جلد سے جلد پورے طور پر [illegible] کے بعد اور اقوام کی اصلاح

کا بھی ذمہ لے - آمین -

احیائے علوم مشرقیہ

کے عنوان سے معزز ہمعصر "العصر" نے ایک نہایت مفید و معنی خیز مضمون لکھا ہے جس میں شروع سے لیکر آخر تک گورنمنٹ کی تعلیمی پالیسی کی تاریخ بیان کی ہے اور آخر میں لارڈ ہارڈنگ سابق وائسرائے کے ان خیالات کا ذکر کر کے جو انہوں نے ہندو یونیورسٹی کا سنگ بنیاد نصب کرتے وقت مشرقی علوم کی حمایت میں ظاہر فرمائے تھے - اور ہز ایکسیلنسی لارڈ چیمسفورڈ کی گورنمنٹ سے ان خیالات کے تتبع کی توقع ظاہر کر کے خود مسلمانوں کو بھی اپنے قومی لٹریچر کے تحفظ و احیا کی فکر کرنے کی نصیحت کی ہے - اور مغربی علوم کے ساتھ ساتھ السنہ مشرقیہ سے بھی واقف ہو کر مشرقی علوم کے بیش بہا خزانوں سے بہرہ یاب ہونے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اسکی تجویز ہے۔ کہ [illegible] اکثر حصہ عمر کا انگریزی زبان میں مہارت پیدا کرنے کے بجائے اگر مغربی علوم کو دیسی زبانوں میں ترجمہ کرا دیا جائے - اور ایک خاص "قومی نظام" کے ماتحت مشرقی علوم کو رواج دینے کا بندوبست کیا جائے - تو یہ زیادہ مفید اور کارگر ہو سکتا ہے - بات تو بڑی معقول ہے - لیکن ہمارے خیال میں انگریزی زبان سے بھی مزاولت ہونا نہایت ضروری ہے کچھ ضروری نہیں کہ بہت زیادہ مہارت پیدا کرنے میں پوری عمر صرف کی جائیں - صرف انگریزی زبان سے واقفیت رکھنا درکار ہے - اور ہمارے خیال میں اگر گورنمنٹ عالیہ اس کی سرپرستی فرمائے - اور انگریزی کی جگہ مشرقی علوم کی تحصیل متعلمین کے لئے ضروری اور لازمی ٹھہرا دے تو شاید وہ کام جو کسی "قومی نظام" کے ماتحت ایک صدی میں ہو سکتا ہے وہ گورنمنٹ کے اس طریق عمل سے صرف نصف یا ربع صدی میں سر انجام پا سکتا ہے - سوال تو زیادہ تر حصول معاش کا ہوتا ہے جو کسی علم کی تحصیل سے انسان کو زبردستی بھی روک دیتا ہے - اگر آج مشرقی علوم کو حصول معاش کا بھی ذریعہ ٹھہرا دیا جائے تو بہت جلد ہماری مرادیں بر آسکتی ہیں - بہر حال تجویز نہایت معقول ہے اور بصورت موجودہ اگر اور کچھ نہیں تو قومی نظام کا قائم ہو جانا ہی نہایت ضروری ہے ..

چودھری فتح محمد صاحب کا جواب

۹ - جولائی ۱۹۱۶ء کے الفضل میں چودھری فتح محمد صاحب نے ہمارے اس نوٹ کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو ہم نے ۲۸ - مئی ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ووکنگ مشن کے بعض ان حاسدین کے متعلق لکھا تھا - جو خواہ مخواہ آئے دن وہاں کے مبلغین کے اخلاق و اعمال پر نکتہ چینی کرتے اور ان کو مخدوش ٹھیرانا چاہتے ہیں - حالانکہ دیکھتے ہیں کہ کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا - کہ جب ان کے اور ان کے تربیت یافتہ نومسلمین کے نیک اور پاک نمونہ سے متاثر ہو کر کوئی نہ کوئی سعید روح اسلام کی حلقہ بگوش نہ ہو - ہم نے ان حاسدین کی ذیل میں بعض قادیانی اخبارات کا تذکرہ کرتے ہوئے چودھری فتح محمد صاحب کا خاص طور پر ذکر کیا تھا کہ انہوں نے اس قسم کے ناجائز ریمارک کرنے میں خاص حصہ لیا ہے یہ ہمارا بیان محض اس بنا پر تھا - کہ جب آئے دن قادیانی اخبارات میں حضرت مولوی صدر الدین صاحب کی ووکنگ کی زندگی پر نکتہ چینی ہوتی رہتی ہے - حتےٰ کہ فاروق کے ایک پرچہ میں یہاں تک لکھا دیا گیا - کہ

"ایک مبلغ کی نسبت ایک خاتون رقمطراز ہے کہ وہ مکار دھوکا باز اور دنیادار ہے پھر لکھتی ہے - کہ اس کا وجود اسلام کیلئے موجب عار ہے"۔ دوسرے مبلغ کی نسبت ایک اور خاتون تحریر فرماتی ہیں وہ ایسے آدمیوں میں سے ہے - جو اپنے مذہب کی تعلیم پر عمل کر کے دکھاتے ہیں اور اعلےٰ اخلاق کا نمونہ ہیں"۔

اور اس دوسرے مبلغ کے متعلق کھلے طور پر لکھا گیا۔ کہ "ایسے مبلغ خدا کے فضل سے احمدی مبلغ چودھری فتح محمد صاحب ایم۔ اے ہیں"۔ تو اس سے چودھری صاحب کے بظاہر اس فرضی ریمارک کو شائع کرنے میں حصہ دار ہونے کا قیاس ہو سکتا تھا اور ہم نے اسی بنا پر ان کا ذکر کیا لیکن اب وہ اپنے آپ کو ان باتوں سے بے تعلق ظاہر کرتے ہیں - اور یہ بتاتے ہیں - کہ

"میں نے مولوی صدر الدین صاحب کے چال چلن کی تعریف کی ہے - اور بعض افواہیں جو ان کے متعلق مشہور تھیں - ان کی میں نے یہاں پہنچکر اپنے علم کے مطابق تردید کی ہے"۔

تو ہمیں ان پر خواہ مخواہ الزام دینے کی کوئی ضرورت نہیں - چودھری صاحب اگر اپنے اس بیان کو مختصر اور معمولی الفاظ میں بھی لکھ دیتے تو ہم اُسے ضرور تسلیم کرتے - گالیاں دینا اور بد دعائیں کرنا میں نہیں جانتا - کہ ان کے کہاں تک شایان اور شرافت کے مقتضی ہے باقی حضرت مولوی صاحب کے طرز تبلیغ کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے جس واقعہ کا

ذکر کیا ہے - ووکنگ مشن انشاء اللہ اس کا کافی وشافی جواب دے گا۔ ہاں میں اس موقعہ پر ان محمودی دوستوں کو جو حضرت مولوی صاحب پر آئے دن بیجا حملے کرتے رہتے ہیں چوہدری صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کیطرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں بالخصوص فاروق کے اس "رافقکار" کو جس کے الفاظ اوپر نقل کئے جا چکے ہیں میں دوبارہ چوہدری صاحب کی یہ آواز سنا دینا چاہتا ہوں کہ

"میں نے مولوی صدرالدین صاحب کے چال چلن کی تعریف کی ہے اور بعض افواہیں جو ان کے متعلق مشہور تھیں ان کی میں نے یہاں پہنچکر اپنے علم کے مطابق تردید کی ہے"

سچ ہے الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور امید ہے کہ چوہدری صاحب کی یہ تردید دفتر ثابت ہوگی اور کوئی شخص اب اس کے بعد اس پس خوردہ پر منہ مارنے کی جرأت نہ کریگا

حیات مسیح کا عقیدہ متفق علیہ نہیں

۲۰-جون ۱۹۱۶ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں میرا ایک مضمون بعنوان بالا شائع ہوا ہے جس کے ساتھ ہی دوسرے کالم میں اس بارہ میں ایک استفتا اور بعض مولویوں کی طرف سے اس کا جواب بھی چھاپا گیا ہے۔ جس میں ایسا عقیدہ رکھنے والوں کو جا بجا کافر اور کاذب وغیرہ کہا گیا ہے۔ ہمیں تو اس پر کوئی رنج نہیں۔ لیکن افسوس صرف یہ ہے کہ یہ زد صرف ہم پر ہی نہیں بلکہ بہت سے جلیل القدر بزرگان دین بھی جن کے نام میں اپنے محولہ بالا مضمون میں درج کر چکا ہوں اس فتوے کے ماتحت آتے ہیں۔ دلائل کا سوال الگ ہے ان پر تو میں علیحدہ بحث کر کے بتاؤنگا کہ کس قدر [illegible] وفات حیات مسیح کی تائید میں دیئے گئے ہیں لیکن یہاں میں فتویٰ دینے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا ان کا فتویٰ جو انھوں نے مسیح کو وفات شدہ ماننے والوں پر دیا ہے ان بزرگان [illegible] پر بھی عائد ہوتا ہے یا نہیں جو اسی عقیدہ کے قائل رہے ہیں [illegible] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ امام بخاری حضرت امام مالک جیسے جلیل القدر بزرگان دین ہوں۔ جنہوں نے متوفیک کے معنے وفات کے کئے ہیں اور مسیح علیہ السلام کو فوت شدہ مانا ہے - کیا ان پر بھی وہی فتویٰ نافذ ہوگا [illegible] کے مناسب آتا ہے - یا وہ اس کی

ذمہ داری نہیں۔ بصورت انکار اس کی وجوہات بھی بتا دینی چاہئیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں نے اصل عبارات نقل نہیں کیں اور کہ بعض کتابیں جن کے میں نے نام لئے ہیں ان میں یہ مضمون ہی نہیں۔ چنانچہ ایڈیٹر صاحب اخبار نے اپنے ایڈیٹوریل ریمارک میں یہ لکھا کہ:-

"دوست محمد صاحب نے جو اپنی تائید میں جن صاحبان کے نام گنوا دیئے ہیں ان کے متعلق بعض کی نسبت اعتراض کیا ہے کہ ان کی کتابوں میں یہ مضمون موجود نہیں .... جناب دوست محمد صاحب مرزا صاحب کے دعوے پیغمبری کو اور مضبوط کرنے میں کامیاب ہوتے اگر وہ بجائے کتابوں کے صرف نام لکھ دینے کے ان کی عبارات سے وہ فقرے نقل کر دیتے جو ان کی تائید میں ہیں"

"مرزا صاحب کے دعوے پیغمبری کو ثابت کرنے میں اور کامیاب ہوتے" یہ بھی کچھ عجیب ہی فقرہ ہے - جو غالباً مولوی محبوب عالم صاحب کی اس تازہ ترین نبوت کا انکشاف کرتا ہے جو انھیں قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا مرحوم زمیندار کے دربار سے انھیں عطا ہوئی تھی - کیونکہ انھوں نے بعض طلبائے لاہور کے پُراسرار طور پر گم ہو جانے کے واقعہ کو ایک ایسے رنگ میں بیان کیا تھا جو نظاہر قیاسات وحالات کے خلاف تھا۔ ہاں مولوی محبوب عالم صاحب کو اس کے متعلق غیب کا علم ہو تو خبر نہیں تعجب ہے کہ نہ تو مرزا صاحب نے کہیں ساری عمر پیغمبری کا دعویٰ کیا نہ میں نے کبھی کسی ایسے دعوے کو ان کی طرف منسوب کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی - خود لاہور میں اپنی وفات سے ایک دو روز پہلے حضرت مرزا صاحب ایک تقریر کرتے ہیں اور اس میں دعوے پیغمبری سے انکار کرتے ہیں - مولوی محبوب عالم اس تقریر کو سنکر یہی بات اپنے اخبار میں نوٹ کرتے ہیں نہ صرف اسی وقت بلکہ ابھی ایک دو ماہ ہوئے ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے استفسار پر پھر وہی بات [illegible] ہیں کہ بیشک جہاں تک مجھے یاد ہے مرزا صاحب کی اس تقریر کا اس جلسہ میں میں نے یہی مفہوم سمجھا تھا جیسا کہ ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا میرے متعلق انہیں خوب علم ہے کہ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب [illegible] سالکین میں ہوں اور اخبار پیغام صلح جس میں حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوے نبوت منسوب کرنے والوں کا بڑے زور سے تردید کی جاتی ہے

وہ میرے ہاتھ سے ہی مرتب ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی مولوی محبوب عالم صاحب ہیں کہ مجھے مرزا صاحب کے دعوے پیغمبری کو ثابت کرنے والا ٹھہراتے ہیں - کیوں جی حضرت وفات حیات مسیح کے مضمون کو کسی کے دعوے پیغمبری سے کیا تعلق - اور کہاں میں نے حضرت مرزا صاحب کی طرف ایسا دعویٰ منسوب کر کے اسے ثابت کرنے کی کوشش کی - میں نے تو صرف وفات مسیح کو ثابت کیا ہے اور اپنے مضمون میں بزرگان دین کے حوالے دیئے ہیں کہ فلاں فلاں بزرگ جو اہل اسلام کے تمام فرقوں کے نزدیک مسلم بزرگ اور پیشوا یان دین ہیں اس بات کے قائل رہ چکے ہیں - آپ کو اگر اصل عبارات مطلوب تھیں تو "دعویٰ پیغمبری کو ثابت کرنے" کے الفاظ لکھنے کے بجائے "وفات مسیح کو ثابت کرنے" کے الفاظ لکھتے - خیر آپ کی اس سخن فہمی کی زیادہ داد دینے کی بجائے میں یہاں اصل عبارات بھی نقل کر دیتا ہوں - اور وہ یہ ہیں۔

تفسیر کتاب البحر المحیط لابی حیان جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ پر زیر آیت یٰعیسیٰ انی متوفیک

وفاۃ موت قالہ ابن عباس وقال وھب مات ثلاث ساعات ورفعہ فیھا ثم احیاہ اللہ بعد ذالک فی السماء وفی بعض الکتب سبع ساعات وقال الفراء ھی وفاۃ موت و کان المعنی متوفیک فی آخر امرک عند نزولک وقتلک الدجال وفی الکلام تقدیم و تاخیر وقال الزمخشری متوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار ومؤخرک الی اجل کتبہ وممیتک حتف انفک لا قتلا بایدیھم ورافعک الی محل ثوابک

ابن عباس نے متوفیک کے معنے وفات موت کے کئے ہیں - اور وہب تو تین ساعت موت قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے بعد اس کو اٹھا لیا اور پھر اللہ نے اس کو آسمان پر زندہ کیا - اور بعض کتابوں میں سات ساعت وفات لکھی ہے اور فراء نے کہا ہے کہ عیسیٰ طبعی موت سے مرا ہے لیکن آیت مقدم موخر ہے - اور زمخشری کا قول ہے کہ میں تیری اجل کو پورا کرونگا اور یہ معنے ہیں کہ میں تجھے کفار کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچاؤنگا اور اجل مسمیٰ تک زندہ رکھونگا تجھے طبعی موت سے مارونگا۔ کفار کے ہاتھ سے قتل نہیں ہونے دونگا اور رافعک کے معنے یہ ہیں کہ تجھے ثواب کے مکان پر جگہ دونگا - (باقی آئندہ)

ضرورت ہے ایک پیر کی

(نوشتہ از جناب خواجہ حسن نظامی صاحب)

مرزا قدرت اللہ نے شادی کی نیا گھر تعمیر کیا۔ اس میں میز کرسی سجائی کمپونڈ میں چھوٹا سا باغیچہ بھی لگایا۔ اس کے لئے مالی رکھا۔ میاں بیوی روزانہ کپڑے بدلتے ہیں۔ دھوبی کی نوکری بھی مستقل ہوئی۔ پانی کا خرچ بھی زیادہ ہے۔ سقہ بھی کوٹھی کے احاطہ میں آباد کیا گیا۔ میرزا روزانہ داڑھی منڈاتے ہیں حجام کو روز روز کہاں بلایا جاتا ہے۔ وہ بھی رات دن کا حاضر باش ہے۔ بیگم صاحبہ نارنگی کے چھلکے پر پاؤں رکھ دیتی ہیں تو چھینکیں آجاتی ہیں۔ کوئی دن کھانسی نجار درد سر سے خالی نہیں رہتا۔ ان کے واسطے حکیم اور خود مرزا صاحب کے واسطے ڈاکٹر نوکر ہوا ہے۔ کیونکہ ایک کو یونانی علاج پسند ہے اور دوسرے کو ولائتی۔

اب فکر صرف ایک پیر صاحب کی ہے جو وقت بے وقت بیگم صاحبہ کو نظر بد کی حفاظت کے لئے دم کر جایا کرے۔ اور کوئی بال بچہ پیدا ہو تو اس کے تعویذ گنڈے کی خبر رکھے پانیر میں اشتہار دیا گیا ہے چونکہ اس کی اشاعت خطیب سے زیادہ ہے۔ لہذا اطلاع دی جاتی ہے کہ پانیر کے ذریعہ کی درخواست پر پہلے غور کیا جاویگا۔ اور برسات کے بعد کوئی عرضی نہ قبول ہوگی۔ کیونکہ غالباً ساون تک بیگم صاحبہ کی زچگی ہو جائیگی۔ اور پیر کی خدمت اسی موقع کے واسطے زیادہ درکار ہے۔

نیلے پیلے پیر درخواست نہ بھیجیں نہ وہ پیر حسب ذیل عیب ہوں۔ داڑھی بہت لمبی اور گنجان نہ ہو۔ پان سے نفرت نہ ہو حقہ کے دشمن نہو۔ کسی کو شراب پیتے دیکھ کر اعتراض نہ کریں۔ نماز کے نہ خود عادی ہوں نہ دوسروں کو مجبور کریں۔ روزہ کی لت بھی نہ ہو۔ ہر وقت تسبیح بھی ہاتھ میں نہ رکھتے ہوں۔

تنخواہ سالانہ ۲۵ روپے۔ عید بقر عید پر (انعام) نذر بھی دیجائیگی۔ بیگم صاحبہ ان کی مرید بھی ہو جائینگی۔ شادی کے موقعہ پر گھر کی کمینوں اور نوکروں سے زیادہ ان کا خیال رکھا جائیگا۔ اور پہلے ان کی نذر نیاز ادا ہوگی۔

خدانخواستہ گھر میں کوئی موتی ہوگئی تو میت کے سب کپڑے ہے اور ۴۰ دن کا کھانا آپ ہی کو ملیگا۔ غرض اس گھر میں ان کو کسی قسم کی تکلیف نہوگی امید وار درخواست میں جلدی کا خیال رکھیں۔ بی۔ اے پاس پیر کو ترجیح دی جائیگی۔

(۲) ضرورت ہے اس پیر کی جس کے ابا جان اماں جان۔ آپا۔ خالہ۔ ماموں۔ چچا مرید تھے جو ہمارے ہاں سال کے سال آتے تھے۔ چارپائی پر سرھانے کے رخ بیٹھتے تھے گھڑی گھڑی ان کے لئے حقہ بھرا جاتا تھا ایک مرغ روز ذبح ہوتا تھا۔ جس کو صرف وہی پیر صاحب کھاتے تھے۔

میں بچپن ہوں۔ میں پردیس چلا گیا۔ گھر والے سب مر گئے کس سے پوچھوں کہ وہ پیر کون تھے۔ کہاں کے تھے۔ مجھکو بھی ان کا مرید ہونا ہے۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں بے پیرا شیطان کا مرید ہو کر مرتا ہے۔ اتنا یاد ہے ان کی داڑھی خشخاشی تھی مونچھیں بڑی تھیں۔ صبح اور تیسرے پہر بھنگ کا پیالہ پیتے تھے۔ مرید کرتے وقت چیلے کو بھی بھنگ کا پیالہ پلاتے تھے قوم اصل نسل سید تھے۔ بڑی بڑی کرامتیں ان میں تھیں۔ ایک دفعہ انھوں نے صاف کہدیا تھا کہ اب کے بھینس کٹڑا دیگی۔ اور وہی ہوا۔

خبر نہیں وہ زندہ ہیں یا مر گئے کسی اخبار پڑھنے والے کو معلوم ہو تو للہ خبر دینا مجھے مرید ہونے کی از حد ضرورت ہے اور مرید ہوئے بغیر میرا سخت ہرج ہو رہا ہے۔ واجب جان کر عرض کیا۔

(۳) اب ضرورت ہے کہ ایک پیر کی بیرسٹر صاحب نے تو جواب دیدیا کہتے ہیں مقدمہ میں کچھ جان باقی نہیں

حکیم صاحب فرماتے ہیں۔ مریضہ کوئی دم کی مہمان ہیں۔ دوا کا وقت نکل چکا۔ تو اب ایک پیر کی ضرورت ہے۔ شاید وہ اپنی کرامات سے ٹوٹی کی بوٹی پیدا کر دے۔

سررشتہ دار صاحب کی خوشامد بھی کر لی۔ رشوت بھی دیدی۔ آس پاس کے سب مصاحبوں کی مٹھیاں بھی گرم کر چکا مگر ڈپٹی صاحب تو ایسے ناراض ہیں کہ کسی صورت سیدھے نہیں معلوم ہوتے۔ لاؤ کسی پیر کو تلاش کریں وہاں سے کوئی تسخیر کا نقش ہاتھ لگ جائیگا اسے مسینہ کیونکر ہوگا تجھیر جینا اخبار میں اشتہار دیتا ہوں۔ ایک پیر کو دریافت کرتا ہوں۔ جو چلتا ہوا حب کا تعویذ دیدے اور آہ اسے یاد آنے والی ہیں تجھ کو (مس) کی طاقت سے پاؤں۔

لالہ صاحب نے تو دق کر دیا روز روز کے تقاضے ہیں۔ نالش کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ مکان قرق کرانے کی فکر میں ہیں۔ ایک ایسے پیر کی ضرورت ہے جو دست غیب جانتا ہو۔ یا گھوڑ دوڑ کا نمبر اور سٹہ بتاتا ہو۔ میں قرض کے سبب ایک پیر کا سخت ضرورت مند ہوں۔

اب کے کرکٹ اور فٹ بال کے میچ زیادہ ہوئے۔ امتحان قریب تھا۔ کہ شہر میں تھیٹر آگیا جی نہ مانا بہت سی راتیں اس میں غارت ہو گئیں دیکھئے پاس ہوتا ہوں یا فیل بظاہر تو پاس ہونے کی امید نہیں ہے لہذا دریافت کرتا ہوں کہ کسی کامل پیر کا پتہ بتایا جائے۔ مجھے دعا کرانے کے لئے ایک پیر کی ضرورت ہے۔

ہائے نوکری تو کہاں ملتی ہے۔ خدا مل جائے۔ حضور نظام کی ملاقات میسر آجائے مگر نوکری نصیب نہیں ہوتی۔ سنتا ہوں پیروں کی دعا میں بڑا اثر ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پیروں کی بڑی بڑی جگہ رسائی ہوتی ہے۔ پس ایک پیر درکار ہے۔ جو دعا یا سفارش سے نوکری دلوا دے۔

(۴) خدا نے علم دیا۔ اولاد دی۔ روپیہ دیا پیسہ دیا۔ عزت آبرو دی۔ خطاب یافتہ ہوں بچوں کی شادیوں میں خوب نام حاصل کر چکا ہوں۔ اب ایک ارمان باقی ہے کہ کسی اچھے پیر کا مرید بھی ہو جاؤں۔ اسی لئے یہ اشتہار شائع کراتا ہوں کہ ضرورت ہے ایک پیر کی۔ پیر بہت نامور ہو۔ بڑے بڑے جج وکیل انگریزی پڑھے لکھے ان کے مرید ہوں۔ کیونکہ میں خدا کے فضل سے گھٹیا آدمی نہیں ہوں۔ جو ایسے گھٹیا پیر کا مرید ہوں جو دھنے جلاہوں کو مرید کرتا ہو۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ مرید ہونا بھی ہماری سوسائٹی کا ایک فیشن ہے۔ اور مجھ جیسا فیشن ایبل آدمی اس فیشن کو ہرگز ترک نہیں کرے گا۔

(۵) یہ پیر خبر نہیں عام خلقت پر اتنا اثر کیوں رکھتے ہیں۔ سنا ہے ان کو لاکھوں روپے کی نذر و نیاز ملتی ہے۔ اور بغیر کوشش کے ملتی ہے۔ خدا کی شان ہے ہماری کانفرنس۔ ہماری انجمن ہمارے کالج ہمارے اسکول۔ ہمارے ندوہ کو ہزاروں جتن کرنے پر لوگ چندہ نہیں دیتے۔ اور ان پیروں کو گھر بیٹھے چھناچھن منی آرڈر بھیجتے ہیں۔ سنا نہیں جس جلسہ میں کوئی پیر چلا گیا اس کو بیشمار چندہ ملجاتا ہے۔ چونکہ کمترین نے بھی ایک اسکول بچوں کی تعلیم اور اپنی ضرورت کے لئے کھولا ہے اور اس کے واسطے چندہ جمع کرنا چاہتا ہوں لہذا ایک با اثر پیر کی سخت ضرورت ہے۔ کوئی صاحب بتائیں کہ مذکورہ مقصد کے قابل پیر

کہاں دستیاب ہونگے

اے حسن نظامی تونے پیروں فقیروں کی ہزاروں چیزیں گنوائیں۔ مریدوں کی حالت بھی لکھ کہ وہ کن اغراض سے پیروں کے پاس جاتے ہیں اور ان کی مریدی کیا شان رکھتی ہے اس واسطے تونے یہ مضمون لکھا اور مریدوں کی تصویر کھینچکر دکھائی۔ جس زمانہ میں مرید اس قماش کے رنگے ہوں اس وقت کے پیروں پر اعتراض فضول ہے۔ بازار میں وہی جنس بکنے آتی ہے جس کی مانگ اور ضرورت ہو۔ پس چونکہ طالب آجکل ایسے ہیں جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے تو مطلوب بھی ویسے ہی ہو گئے ہیں۔

اے مضمون نگار فقرا و مشائخ پر طعن کرنے سے پہلے توان جھوٹے نمائشی بندگان اغراض مریدوں کو ٹھوکریں مار اور ان کی عقیدت کے اجزا کو الگ الگ کرکے دکھا اور کہہ:۔

اچھے پیر جب ملینگے کہ طالب اچھی ہوگی خدا والوں کو کیوں ڈھونڈا جاتا ہے کیا متلاشی بھی خدا کے طلبگار ہیں۔ اصحاب ذوق حقائت کی جستجو کے واسطے ہے۔ کیا جستجو کرنے والے مقصود حقانی رکھتے ہیں۔ نہیں ایسا نہیں تو پیر ویسا کہاں مثل مشہور ہے جیسی روح ویسے فرشتے۔

فہرست اسمائے گرامی چندہ دہندگان برائے طبع شدن تفسیر قرآن شریف در زبان انگریزی

معرفت جناب خان محمد حسین خانصاحب افسر آبکار۔ ریاست خیرپور میرس سندھ

اسمائے چندہ دہندگان	پائی	آنہ	روپیہ
خانصاحب ملک شیر دل خاں صاحب ناظم پولیس ریاست خیرپور	۰	۰	۴۰
میاں احمد رحمت اللہ صاحب چیف سکرٹری ریاست خیرپور	۰	۰	۳۰
بابو غلام محمد صاحب نائب وزیر ڈویژن خیرپور	۰	۰	۴۰
میاں محمد پریل صاحب نائب وزیر ڈویژن میرواہ	۰	۸	۱۶
محمد حسین خاں احمدی افسر آبکاری ریاست خیرپور	۰	۰	۳۰
محمد الیاس خاں ملیٹری سکرٹری	۰	۰	۱۰
محمد ہارون خاں سپرنٹنڈنٹ جیل	۰	۰	۵
عبد الکریم خاں احمدی کمانڈنگ آفیسر امپریل کیمل کور			۱۰
ابراہیم خاں کمانڈنگ آفیسر نوٹ بٹیلین	۰	۰	۵
احمد اللہ خانصاحب تحصیلدار خیرپور	۰	۸	۱۵
سید شہاب الدین شاہ صاحب تحصیلدار گنبٹ	۰	۰	۱۰
تاج محمد خاں صاحب تحصیلدار نازہ	۰	۰	۵
محمد اعظم صاحب فارسٹ آفیسر	۰	۰	۵
میاں عبد المجید صاحب ایم اے پرنسپل ہائی اسکول	۰	۸	۲
غلام صابر خاں صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر انگریزی اسکول	۰	۰	۵
مسٹر احمد علی احمدی سرویر	۰	۰	۱۲
نور محمد صاحب بی۔ اے ایل ایل بی آنریری مجسٹریٹ	۰	۰	۵
ڈاکٹر راجا خاں صاحب امپریل کیمل کور	۰	۰	۲
لعل محمد شاہ صاحب جمعدار امپریل کیمل کور	۰	۰	۱
میاں علی شیر صاحب خزانہ عملدار	۰	۰	۲
میاں حسن علی شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سکول	۰	۰	۱
مستری غلام محمد صاحب منیجر ہنری سکول	۰	۱۴	۶
محمد صدیق ہیڈ ماسٹر صاحب	۰	۰	۲
میاں عبد الکریم صاحب صوبیدار نوٹ بٹیلین	۰	۰	۲
حاجی خاں صاحب صوبیدار نوٹ بٹیلین	۰	۰	[illegible]
میاں محمد ابراہیم صاحب سپرنٹنڈنٹ پریس ریاست خیرپور	۰	۰	۱
جمعدار میر محمد صاحب نوٹ بٹیلین	۰	۰	۱
جمعدار غلام قادر صاحب 〃	۰	۰	۱
خانصاحب غلام مصطفے خاں رسالدار شتر کور	۰	۰	۲
مسٹر غلام محمد جمعدار شتر کور	۰	۰	۴
رئیس واحد بخش خاں سپرنٹنڈنٹ انہار	۰	۰	۱
مسٹر امیر احمد صاحب سرویر ریاست خیرپور	۰	۰	۱
وڈیرہ غلام فرید زمیندار ریاست خیرپور	۰	۰	۱۰
وڈیرہ احمد خاں جاماڑہ زمیندار ریاست خیرپور	۰	۰	۲۰
〃 احمد خاں جاماں	۰	۰	۴
منشی غلام حیدر شاہ داروغہ انہار 〃	۰	۰	۱
〃 اللہ بخش 〃 〃	۰	۰	
〃 گل محمد خاں 〃 〃	۰	۰	۱
جملہ تین سو آٹھ روپیہ چھ آنہ	۰	۶	۳۰۸

وضع فیس منی آرڈر .... ۳ روپے

باقی وصول شدہ .... ۳۰۵ روپیہ

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا پیغام جماعت محمودیہ کے نام

اپنے رسالہ کے آخر میں حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب نے جماعت محمودیہ پر خوب کھول کر اتمام حجت کی ہے جسے برائے افادۂ ناظرین یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ دیکھو

ایہا الاحباب میں تم ہیں پھر سمجھاتا ہوں اور بار بار سمجھاتا ہوں تاکہ میری طرف سے اتمام حجت ہو جائے کہ اگر تم نے اس توفیق و تطبیق کو تسلیم نہ کیا تو ایک بڑا مقصد اعظم مسیح موعود کی بعثت کا تم فوت کر دوگے۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ بعثت مسیح موعود کی غرض اور غایت یہ تھی کہ اول تو وہ پیشگوئیاں جو در بارہ مہدی و مسیح و دجال وغیرہ کے آئی ہیں اور ان میں باہم سخت اختلاف ہے ان کی توفیق و تطبیق کرکے ہمکو دکھلاویں۔ اور دربارہ حیات و وفات مسیح جو اوائل امت سے لیکر اس وقت تک اختلاف پڑا ہوا تھا۔ حکم و عدل ہو کر علوم ظاہری اور روحانی سے فیصلہ فرما دیوے۔ دوسرے قرآن مجید کے حقائق و معارف ایسے بیان کر دیوے کہ جس سے عظمت قرآن مجید کی تمام کتب پر ہماری عقل میں ذہن نشین ہو جائے اور الہامات اور وحی کا اس امت اسلامی میں باقی رہنا ایسا ثابت کر دیوے کہ ہمکو مشاہدہ ہو جاوے۔ وغیرہ وغیرہ۔

من المقاصد العظیمۃ تیسرا مقصد عظیم بعثت مسیح موعود سے یہ بھی بڑا ضروری تھا کہ جن احادیث صحاح سے ثابت ہوتا ہے کہ نبوت منقطع ہو چکی یہ حدیثیں بھی بڑے پایہ کی ہیں اور دوسرے پہلو کی وہ حدیثیں ہیں جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ ملہم و محدث اس امت میں کثرت سے ہونگے اور دروازے الہام و وحی جو ایک بڑا مابہ الامتیاز درمیان دین اسلام اور دیگر ادیان باطلہ کے ہے باقی رہیگا۔ یہ دونوں مسئلے جو احادیث صحاح سے ثابت ہیں یعنے ایک تو بقائے نبوت اور دوسرا انقطاع نبوت۔ ان دونوں مسئلوں میں کبھی امت اسلامی وقت ایک ضلالت کی دلدل میں پھنسی ہوئی تھی۔ اس نے مبعوث ہو کر ان دونوں مسئلوں میں ہمکو مشاہدہ کرا دیا کہ نبوت باقی بھی ہے یعنی جزوی۔ ظلی مجازی۔ اور نبوت باقی بھی نہیں یعنی تامہ۔ کاملہ جامعہ منقطع ہو چکی یہ مقصد تھا اسکی بعثت سے بڑا عظیم الشان تھا جسکو اس نے حکم عدل ہو کر ہمکو مشاہدہ کرا دیا کہ نبوت باقی بھی ہے یعنی ظلی بروزی جزوی۔ مجازی اور نبوت باقی بھی نہیں رہی یعنی

دارالامان یا دار الحرب

ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا کو

خلاف قادیان میں چند تازہ مناظر

خدا کی قدرت محمودیوں کا شاید ہی کوئی ایسا اعتراض ہوگا - جو انہوں نے ہم پر کیا ہو - اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ یا ان کا پیر خود اس الزام کے نیچے آکر اسی اعتراض کا مورد نہ ہوگیا ہو - ہم تو حیران ہیں وہ کونسا منحوس دن تھا جب میاں صاحب نے آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ ہونے کا دعوے کیا - پھر وہ کیسی ہی بدبخت گھڑی تھی جب الفضل نے لیشاور کے احمدیوں اور غیر احمدیوں کے مابین کسی فساد کا تذکرہ کرکے اس کا الزام حضرت امیر کے سر تھوپا - ہاں وہ وقت کس قدر منحوس تھا - جب قادیان میں حکیم مرہم عیسے صاحب کو ایک بدلگام نے مارا اور دارالامان کو دارالحرب بنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی - اگرچہ اسوقت فاروق نے اس خطرناک الزام سے رو براہ ہونے کے لئے بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے اور حسب عادت ہم پر نیش زنی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی لیکن مشیت ایزدی تاک رہی تھی - کہ آخر انہی لوگوں کو ایک ایسے خطرناک رویہ میں مبتلا ہونا ہے - جو خود ثابت کردیگا - کہ وہ کس قدر غلط راہ پر قائم ہیں -

قادیان کے بعض تازہ حالات الفضل نے اپنی ۲۷ - جون ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں شایع کئے ہیں - جن میں سکھوں وغیرہ سے لاٹھیوں سے جنگ ہونے اور کچھ آدمیوں کے زخمی ہونے کا ذکر ہے - سارے حالات تو الفضل نے شایع نہیں کئے - شاید مولوی ثناء اللہ کی طرح "فریق ملزم" کا نام لینے سے عار تھی - کیونکہ اس سے تو پھر سارا بھانڈا پھوٹ جاتا ہے - ہم بھی نہیں چاہتے کہ اس خانہ برانداز جمن کے ما و ما علیہ کو بیان کرکے اسکے سوہان روح موجب ہوں - صرف بعض موٹے موٹے واقعات اور ان کی علت غائی کا تذکرہ کرکے یہ پوچھنا چاہتے ہیں - کہ آیا آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ بننے کا یہی نشان قرآن میں لکھا ہے - اُن کے وقت میں خوف مٹ کر امن قائم ہوتا ہے - یا اب من بعد خوفہم امنا کی بجائے من بعد امنہم خوفا پڑھنا چاہئے - ہم تو حیران ہیں کہ کیوں وہ لوگ جو میاں صاحب کی بیعت میں اس وقت داخل ہیں - ان کھلے کھلے نشانوں پر غور نہیں کرتے اور کیوں وہ نہیں دیکھتے کہ اُنکے پیر کا یہ دعوے کہ میں آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ ہوں - واقعات زمانہ کے رو سے بالکل غلط ثابت ہو رہا ہے - واقعات یوں ہیں - کہ میاں صاحب نے تھوڑے سے دن ہوئے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ کوئی شخص قادیان کے ہندوؤں اور غیر احمدی مسلمانوں سے سودا وغیرہ نہ لے - اور صرف احمدی دوکانداروں سے ہی ہر ایک قسم کا سودا خریدا جائے - اس سے وہاں کے غیر احمدیوں اور ہندوؤں میں مخالفت کی آگ مشتعل ہوئی - اور اُنہوں نے بھی کچھ سختیاں شروع کردیں - جو ایک فطرتی امر تھا - ادھر احمدی دوکانداروں کے پاس ساری چیزیں تو مہیا ہوتی نہ تھیں - بٹالے وغیرہ سے جاکر وہ کچھ چیزیں وہ بھی ہندوؤں یا غیر احمدیوں سے لے آتے تھے) یہ بھی سُنا گیا ہے - کہ بورڈنگ میں اس سے پیشتر غیر احمدی دوکانداروں سے سودا وغیرہ آتا تھا - اور انہیں ماہوار بل ادا کیا جاتا تھا - لیکن جب میاں صاحب نے یہ حکم دیا - تو یک لخت غیر احمدی دوکانداروں نے سودا وغیرہ دینا بند کردیا - جس کا یہ نتیجہ ہوا - کہ ایک دن تمام بورڈنگ میں بے نمک دال طلباء کو کھلائی گئی - اسی دوران میں ایک شخص پرتاب سنگھ نے نواں پنڈ متصلہ قادیان میں ایک قطعہ اراضی پر جو کہا جاتا ہے کہ میاں صاحب کی ملکیت تھا - اپنا قبضہ جمانا چاہا - اور بہت سے سکھ لاٹھیوں وغیرہ سے مسلح ہوکر وہاں آوارد ہوئے - میاں صاحب نے اپنے مریدین اور مدرسہ احمدیہ کے طلباء کو حکم دیا - کہ وہاں جائیں اور اُنہی کی لاٹھیاں چھین کر انہی سے ان کو ماریں گھر سے اپنے ساتھ لاٹھیاں وغیرہ کچھ نہ لیجائیں چنانچہ وہ سب وہاں گئے - اور وہاں لڑائی وغیرہ ہوئی جس سے فریقین کے کچھ آدمی زخمی ہوئے - چنانچہ میاں صاحب کے مریدین میں سے ایک شخص مدد خان کشمیری کا سر پھٹ گیا - اس کے بعد وہاں سکھوں کا کوئی مبلغ تھا - مدرسہ احمدیہ کے طلباء اس امید پر کہ سکھ غالباً حملہ آور ہوں گے - چھڑیوں اور لاٹھیوں وغیرہ سے مسلح ہوکر لڑائی کے لئے تیار تھے - لیکن سکھ موقع پر نہ آئے - علاوہ ازیں ایک یا دو راتیں طلباء مدرسہ احمدیہ اور دیگر بعض مریدین میاں صاحب کے مکان کے گرد پہرہ بھی دیتے رہے - سکھوں نے سُنا ہے کہ یہاں تک کہہ رکھا تھا کہ اُن کی عورتیں باہر جنگل میں جائیں - تو انہیں تکلیف دو - اور شاید ایک دو ایسے واقعات بھی ہوئے - آخر پولیس تک نوبت پہنچی - اور میاں صاحب نے یہ دیکھکر کہ اب خود ان کی اپنی ضمانت اور مچلکہ تک نوبت پہنچنے والی ہے - صلح کی طرح ڈالی اور آخر معاملہ رفع دفع ہوگیا -

یہ ہیں اصل واقعات جنہیں الفضل نے توڑ مروڑ کر ایک ایسے رنگ میں بیان کیا ہے کہ جس سے میاں صاحب پر کوئی الزام نہ آئے - ہم بھی نہیں چاہتے - کہ میاں صاحب خدانخواستہ کسی الزام میں ماخوذ ہوں - لیکن سوال یہ ہے - کہ آیا یہ واقعات میاں صاحب کے ادعائے خلافت کو درہم برہم کرنے والے نہیں آیا ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا - کہ میاں صاحب کی خلافت خلافت حقہ نہیں - بلکہ خلافت فاسدہ ہے کیونکہ قرآن نے خلفاء کا یہ نشان بتایا ہے - کہ ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا ان کے وقت میں خوف امن سے بدل جایا کرتا ہے - لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے برخلاف امن کی جگہ خوف جاگزین ہو رہا ہے اور قادیان کو آج دارالامان نہیں بلکہ اپنے وجود سے دارالحرب والفساد بنا رہا ہے -

فانا للہ وانا الیہ راجعون ٭

نکات عجیبہ کے عنوان سے گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں میاں صاحب کی جس تقریر کا اقتباس دیا گیا ہے - اس کا حوالہ دینے سے رہ گیا اسلئے یہ بتا دینا ضروری ہے - کہ وہ تقریر بدر مؤرخہ ۳۰ - جنوری ۱۹۱۳ء جلد ۱۲ صفحہ ۱۸ - کالم ۲ میں چھپی ہوئی ہے ٭

درس قرآن میں شامل ہونے والے احباب

کل یکم جولائی ۱۹۱۶ء تک ذیل کے احباب برائے شمولیت درس رمضان ایبٹ آباد پہنچ گئے (۱) بابو اللہ بخش صاحب پنشنر لودہیانہ - (۲) عبدالرحمٰن صاحب بی اے کلاس لاہور - (۳) محمد رمضان صاحب از کیمبیل (۴) الٰہی بخش صاحب طالب علم الیف اے کلاس بہاولپور - (۵) چودہری محمد حسین صاحب از لاہور - (۶) صدیق حسن خان صاحب از لاہور (۷) اللہ بخش صاحب فرزند حضرت مولوی عزیز بخش صاحب متعلم الیف - الیس - سی کلاس از لاہور - اور احباب کے بھی عنقریب پہنچنے کی توقع ہے +

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے لئے احمدیہ سٹیم پریس میں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب آنریری پبلشر و پرنٹر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے اہتمام سے چھپا ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفٰے مارا امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او | بادۂ عرفاں ما از جام او
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام

قل یا اھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

مہر او باشد اندر دین ما | جان ما باجان او خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت

سالانہ ے/
ششماہی سے/
سہ ماہی عہ/
ماہوار و طلبا سالانہ للعہ/

اخبار

پیغام صلح

لاہور

اشاعت

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع
ہوتا ہے۔

جلد ۳ | پیغام صلح المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۶ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۴۱

لفظ توفی کے معنوں کی تحقیقات

پیغام صلح کی بعض گذشتہ اشاعتوں میں ہم نے مولوی امام الدین صاحب سنصف پنشنر کی بعض کھلی چٹھیوں کا جواب لکھتے ہوئے لفظ توفی پر از روئے اقوال بزرگان دین ولغت عرب بحث کرکے یہ ثابت کیا تھا کہ آیت یا عیسٰی انی متوفیک میں اسکے معنے سوائے موت حقیقی کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ اہل زبان کا یہ ایک مسلّمہ اصول ہے۔ کہ جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور ذی روح مفعول وہاں لازماً قبض روح کے ہی معنے ہونگے۔ جیسا کہ آیت کریمہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخرٰی سے ثابت ہوتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے نفوس کو توفی کرنے کی دو ہی طرزیں بتائی ہیں۔ ایک موت کیوقت اسکے متعلق فرمایا کہ ویرسل الاخرٰی اسے واپس ارسال کردیتا ہے۔ اب یہ قانون ہے جو اللہ تعالیٰ نے باندھ دیا۔ اور چونکہ ان دونوں حالتوں میں روح ہی قبض ہوتا ہے۔ نہ کہ جسم۔ اس لئے لازماً یہاں قبض روح کے معنے کرنے پڑینگے۔ تو اس صورت میں قاعدہ یہ ہوگیا۔ کہ اللہ صرف دو ہی طریق پر روح قبض کیا کرتا ہے

یا موت کی حالت میں یا نیند کی حالت میں۔ تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ مسیح کو جو انی متوفیک کے لفظ سے خطاب کیا۔ تو یہاں کیا معنے مراد لئے جائینگے۔ آیا موت کے یا نیند کے۔ نیند کے معنے تو مراد نہیں لئے جا سکتے کیونکہ پھر ماننا پڑتا ہے۔ کہ مسیح انیس سو سال سے ابھی تک سوئے ہوئے ہیں۔ جو صریحاً عقل و نقل کے خلاف ہے اور نیند کے وقت یتوفی الانفس جو روزمرہ ہوتا ہے۔ اس میں ظاہر ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی روحوں کو ہی قبض کرتا ہے۔ نہ کہ اجسام کو۔ اس لئے اگر مسیح علیہ السلام کو بفرض محال اللہ تعالیٰ نے سلا بھی دیا ہے۔ تو بھی ضروری تھا۔ کہ اُن کا جسم اسی دنیا میں موجود ہوتا۔ نہ کہ وہ بھی قبض کرلیا جاتا۔ اگر کہا جائے کہ بمعہ جسم اٹھانے کا ذکر اگلے فقرہ ورافعک الیّ میں ہے۔ تو اس میں الی کا لفظ ان معنوں کی تغلیط کیلئے کافی ہے۔ یا تو ماننا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ کوئی مجسم ہستی ہے۔ جو آسمان پر جاگزین ہے اور وہیں مسیح کو بھی اس نے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور پھر جیسا کہ حق ہے رفع کے معنے بلندی درجات کرکے اسکی نسبت خدا تعالیٰ کیطرف کرنی چاہئے۔ یعنے اصل معنے یہ ہوئے۔ کہ میں تیرا رفع اپنی طرف کرنے والا ہوں۔ یعنے اپنا قرب بخشنے والا ہوں۔ تو پس چونکہ یہ کھلے کھلے دلائل انی

متوفیک سے نیند مراد لینے کے مؤید نہیں۔ بلکہ اس کی تردید کرتے ہیں اس لئے لازماً ہمیں قبض روح کی دوسری طرز موت مراد لینی پڑیگی۔ یہی وہ بات ہے۔ جس کا ہم نے اپنے محولہ بالا مضامین میں اجمالاً ذکر کیا تھا اور اسکے ساتھ اپنی تائید میں لغت کے دیگر حوالہ جات کے علاوہ اقرب الموارد کے یہ لفظ بھی نقل کئے تھے۔ کہ مات فاللہ المتوفی والعبد المتوفّٰی۔ جہاں اللہ وفات دینے والا اور بندہ وفات پانیوالا ہو۔ وہاں موت ہی کے معنے ہونگے۔ لیکن مولوی امام الدین صاحب نے ان کھلی کھلی دلائل پر غور کئے بغیر ہی قرآن کریم کی بعض آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ فاعل اور ذی روح مفعول ہے۔ لیکن وہاں موت مراد نہیں لی جاسکتی۔ اس کی تردید میں پیش کردیں جو حسب ذیل ہیں:-

(۱) واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون

(۲) ما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یات بما غل یوم القیامۃ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون۔

(۳)۔ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ فقد فاز وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور۔

(۴) وھو الذی یتوفیکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار ثم یبعثکم فیہ لیقضی اجل مسمی ثم الیہ مرجعکم ثم ینبئکم بما کنتم تعلمون -

(۵) یوم تاتی کل نفس تجادل عن نفسہا وتوفی کل نفس ما عملت وھم لا یظلمون ٭

ان آیات کو پیش کرتے وقت مولوی صاحب کو افسوس کہ یہ سمجھ نہ آئی - کہ ان آیات میں سوائے آیت نمبر ۵ کے لفظ توفی باب تفعیل سے آیا ہے - نہ کہ تفعل سے - ہم نے جو یہ اصول بتایا تھا کہ جہاں خدا تعالٰی فاعل اور ذی روح مفعول ہو وہاں لازماً قبض روح کے معنے ہوتے ہیں - تو وہ باب تفعل سے متعلق تھا - نہ کہ تفعیل سے - آیت نمبر ۴ میں جو لکھا ہے - کہ ھو الذی یتوفکم باللیل الخ تو یہاں بیشک لفظ توفی باب تفعل سے ہے - اور اسی لئے اس کے بھی یہاں قبض روح ہی کے معنے ہیں - لیل کے لفظ نے ساتھ آکر بتا دیا کہ یہ کس قسم کا قبض روح ہے - نیند کا یا موت کا مگر مسیح کے متعلق جو انی متوفیک کا لفظ آیا ہے - وہاں کوئی قرینہ ایسا موجود نہیں جس سے نیند کا قبض روح مراد لیا جائے - لازماً وہاں وہی قبض روح مراد لینا ہوگا - جو موت سے متعلق ہے - کیونکہ باب تفعل کے ماتحت لفظ توفی کے معنے جہاں خدا فاعل ہو اور ذی روح مفعول - وہاں قبض روح ہی کے معنے ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں - اور وہ قبض روح یا نیند کی حالت میں ہوگا - یا موت کی حالت میں مولوی صاحب کو چاہئے - کہ مسیح کے متعلق ثابت کریں کہ کیونکر انی متوفیک سے سوائے موت کے اور کوئی معنے لئے جا سکتے ہیں ٭

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب شملہ سے واپس تشریف لے آئے ہیں - آپ کے دو لیکچر وہاں نہایت کامیابی سے ہوئے - جن کی تفصیلی رُوئداد آئندہ اشاعت میں ہدیہ ناظرین کی جائیگی - آج رات حضرت خواجہ صاحب معہ خواجہ عبد الغنی صاحب ایبٹ آباد تشریف لے جانے والے ہیں -

حضرت امیر ایدہ اللہ نے ایبٹ آباد میں جو درس قرآن رمضان شریف میں شروع کر رکھا ہے اس کے متعلق وہاں اشتہار بھی دیا گیا - پہلے دن تیس آدمی درس میں شامل ہوئے - اللہ تعالٰے انہیں اس بابرکت درس کے روحانی فیوض سے حصہ وافر لینے کی توفیق بخشے -

!!! امین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۶ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۱۴۱

پیغام صلح کی جلد سوئم کا اختتام

نئے سال کی نئی تیاریاں

الحمد للہ والمنۃ کہ آج ہم بفضلہ تعالٰی اس قابل ہوئے کہ پیغام صلح کی تیسری جلد کو ختم کرکے نئے سال کے آئندہ شروع ہونے کی خوش خبری اپنے ناظرین کو پہنچائیں - پیغام صلح جن اعلٰی اور بیش بہا مقاصد کی تکمیل کے لئے جاری کیا گیا تھا اپنے ابتدائی مراتب کو طے کرنے کے لئے اسے جن جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا زندگی کے ہر نئے دور پر اسے جس طرز اور جس پہلو سے اپنا کام چلایا جو جو خدمات اس تین سال کی قلیل مدت میں سلسلہ حقہ احمدیہ کی کیں اور اپنے مقاصد کی سرانجام دہی میں اسے اب تک جو کچھ کامیابی ہوئی - وہ ہمارے ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں - ابتدا میں اسے عام اسلامی اغراض کے لئے جاری کیا گیا - تاکہ واقعات عالم اور تازہ بتازہ خبروں سے مسلمانوں کو متمتع کرنے کے ساتھ اس کے ذریعہ مفید اسلامی لٹریچر بھی بہم پہنچایا جا سکے - جہاں تک ان مقاصد کا تعلق ضروریات زمانہ سے ہے - ہم یہ کہنے سے باز نہیں رہ سکتے کہ پیغام صلح نے حتی الوسع ان کی تکمیل میں کبھی کوتاہی سے کام نہیں لیا - یہ بیشک سچ ہے کہ ابتدا میں چند ماہ تک تمام فرقہ بندی کی بحثوں سے الگ ہوکر اس نے کام کیا اور اس لئے وہ ایام گو اس کے بچپن کے دن تھے لیکن اس نے اس شان اور آن بان سے بسر کئے کہ جس سے اس کے شاندار مستقبل کی توقع ہوتی تھی - بلکہ انہیں ایام میں اس کی ہر دلعزیزی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ بعض معاصرین نے بھی اس کے فی الفور روزانہ کر دینے کا مشورہ دیا - لیکن افسوس کہ قسمت نے یاوری نہ کی - اور ۱۳ - مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کو حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی اچانک موت نے اس کو فرقہ بندی کی بحثوں میں قدم رکھنے پر مجبور کر دیا - سلسلہ عالیہ احمدیہ کے اندرونی اختلافات ہرگز اس قابل نہ تھے کہ پیغام صلح ایک احمدی اخبار ہوکر انہیں یونہی نظر انداز کر دیتا - اور ظاہر اور علانیہ خلاف اسلام باتیں دیکھ کر بھی ان کے خلاف احتجاج نہ کرتا حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جس نیک اور پاک مقصد کو لے کر دنیا میں آئے تھے اور جس راہ پر آنحضوں نے اپنی جماعت کو چلایا یا جو کچھ کام انہیں کرنے کو کہا وہ اسلام ہی کی خدمت اور اس کی اشاعت سے نہ کچھ اور - اسی غرض و مقصد کو سامنے رکھ کر پیغام صلح جاری کیا گیا - اور چونکہ یہ غرض عام اسلامی اغراض میں سے ایک تھی جو جملہ اہل اسلام سے تعلق رکھتی ہے نہ صرف احمدیوں سے - چونکہ قرآن کریم نے ہر ایک مسلمان کو اس ضروری اور اہم ترین غرض کی طرف بلایا اور اس پر کاربند کرنا چاہا ہے اور حضرت مغفور بھی قرآن ہی کی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے خاص الٰہی ارشادات کے ماتحت مبعوث ہوئے تھے چونکہ خود حضرت مرزا صاحب نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں برادران وطن تک کو آپس میں محبت اور پیار کی زندگی بسر کرنے اور اسلام کی راہ روکوں کے دور ہونے کے لئے صلح کا پیغام دیا - اور اپنی تمام زندگی بھر کئی دفعہ خود مسلمانوں کو بھی یہ پیغام دیا گیا اس لئے عام مسلمانوں کو اس کا بخیر و شر تک اور ثواب کا مستحق ٹھہرانے کے لئے پیغام صلح جاری کیا گیا - لیکن بعد میں یہ دیکھ کر کہ خود اپنے گھر میں ہی ایسا فساد برپا ہو گیا ہے کہ جو اسلام کے لئے ازحد خطرناک ہے - اور یہ امر اسلام کی حفاظت کی راہ میں ایک بڑی روک کا موجب ہے - اس لئے بمصداق ؎

اگر بینی کہ نابینا و چاہ است
دگر خاموش بنشینی گناہ است

ہمیں چار و ناچار ان ناگوار باتوں میں دخل دینا پڑا - اور آج تک ان سے احتراز کی نوبت نہ آئی - اس پہلو کو پیغام صلح نے جس کامیابی کے ساتھ نباہا اس پر حالات زمانہ شاہد ہیں وہ قلیل سے قلیل جماعت جو کسی کی نظروں میں بھی جچتی نہ تھی اور محض کثرت کے برطبق لفظ کو مقابلہ میں پیش کرکے اس کی ساری اہمیت کو خاک میں ملا دینے کی کوشش کی جاتی تھی - آج ہم بفضل خدا دیکھتے ہیں کہ وہ دلائل جن کا منہ درجہ فائق اور زبردست ہے کہ کسی کی اس کے مقابلہ میں کوئی پیش نہ چل سکی - اور اس کے دلائل کا بہت سے مخالف افراد پر اس قدر گہرا اثر پڑا کہ وہ آہستہ آہستہ گروہ مخالف میں سے نکل نکل کر ہم سے ملتے چلے جا رہے ہیں - اور کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کے ارشاد قرآنی پر مصداقت نگار رہے ہیں - کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے - کیا تبلیغ اسلام کے اہم کام ہی کی یہ بھی

ایک شاخ نہ تھی کہ خود اہل اسلام کو ضلالت کے گڑھے میں گرنے سے بچایا جائے۔ الحمد للہ کہ پیغام صلح نے اس شاخ کو بارآور کرنے میں نمایاں جد وجہد سے کام لیا اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے دم نقد اس کی جد وجہد کو کامیاب وکامگار فرمایا۔

لیکن ایک دوسرے پہلو سے پیغام صلح کی زندگی ابھی بہت مخدوش حالت میں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر پیغام صلح نے دن بدن زیادہ ترقی کی۔ جس قدر یہ اپنی عمر میں بڑھنا شروع ہوا اسی قدر ناظرین کرام کی توجہ اس کی طرف سے کم ہونی شروع ہوئی اور مالی اعتبار سے اس پر ایک انحطاط کی حالت وارد ہونے لگی۔ یہانتک کہ اس تیسری جلد کے دوران میں ہی اخبار کی آمد وخرچ کا جب حساب لگایا گیا تو ہمیں یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ اخبار کی آمدنی اس کے مصارف کو کسی طرح سے بھی مکتفی نہیں۔ بلکہ دگنا خرچ ہو جانے کے باعث الٹا نقصان ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ زیادہ تر جہاں تک ہم نے محسوس کیا صرف یہ ہے کہ بہت تھوڑے لوگوں نے اس کو خریدنے اور مالی امداد بہم پہنچانے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ ورنہ خود احباب احمدیہ میں اکثر اصحاب یا تو اخبار کو پڑھتے تک نہیں اور اس طرح سلسلہ کے حالات سے ناواقف محض رہ جاتے ہیں اور یا پھر اگر پڑھتے ہیں تو ادھر ادھر سے ایک دوسرے سے مانگ کر۔ ہم نہیں جانتے کہ احباب کرام یہ رویہ ان کو اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کا کہاں تک یقین دلا دیتا ہے۔ اور کیونکر وہ اپنے اس طریق عمل سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ وہ اپنے قومی اور ملی فرائض سے اب سبکدوش ہو چکے۔

ہم اپنے احباب کو نہایت زور سے اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اخبار کو کسی سے لے کر پڑھ لینا ہی ضروری نہیں بلکہ خود اپنی گرہ سے خرچ کرکے اسے خریدنا اور دوسروں کو اس کا خریدار بنانا ان کے نہایت ضروری اور اہم فرائض میں سے ہے۔ پیغام صلح بفضل خدا کوئی ایسا اخبار نہیں کہ جو صرف وقتی ضروریات کے کام آسکے۔ بلکہ جس قسم کا مذہبی اور دینی لٹریچر اس کے اندر مہیا کیا جاتا ہے جن جن مسائل دینیہ پر اس کے اندر بحث ہوتی ہے وہ اس قابل ہیں کہ انھیں نہایت حفاظت کے ساتھ سنبھال کر رکھا جائے۔ تاکہ وہ مستقل طور پر ہمیشہ کے لئے کام آسکیں۔

حضرت امیر ایدہ اللہ کے خطبات جمعہ موجودہ اختلافات پر آپ کے زبردست مضامین اور دیگر بزرگان ملت کی تحاریر وتقاریر بالخصوص ووکنگ کے اسلامی مشن اور حضرت خواجہ صاحب کے ضروری کارناموں کا تذکرہ یہ سب باتیں اخبار کی قدر وقیمت کی کافی ضمانت ہیں۔ اور اس لئے اخبار کا سنبھال کر احتیاط سے نہ رکھنا نہ صرف بہت سی ضروریات دینیہ کے ہی کے کام آسکتا ہے بلکہ سلسلہ عالیہ کی تاریخ کی بھی یہ ایک بہترین حفاظت ہے۔ پھر میں پوچھتا ہوں کہ باوجود ان سب باتوں کے کیوں ہمارے احباب کی توجہ اس کی توسیع اشاعت کی طرف نہیں ہوتی اس وقت اخبار کو بہت زیادہ امداد کی ضرورت ہے، اور وہ امداد کسی کی ذاتی امداد نہیں۔ بلکہ خود اپنی قوم کی امداد ہے۔ اپنے ہی دئے ہوئے روپیہ کی حفاظت ہے۔ ورنہ سوائے اس کے اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے کہ انجمن کی دوسری ضروری اور اہم ترین مدات میں سے اخبار کا بھی خرچ پورا کیا جائے اور اس طرح سے اپنے فنڈز کو محض تھوڑی سی امداد نہ ہونے کے باعث کمزور کر دیا جائے۔ یہ ایک نہایت اہم سوال ہے جس پر قوم کو بہت جلد اور پوری توجہ صرف کرنی چاہئے اور حسب ذیل طریقوں کو اختیار کرکے اخبار کو تمام مالی زیرباریوں سے سبکدوش بلکہ آئندہ کے لئے فارغ البال کر دینا چاہئے۔

(۱) جو احباب اخبار کے اس وقت خریدار نہیں وہ فی الفور خریداری کی درخواستیں بھیجیں۔ اور دوسروں کو بھی خریدار بنائیں۔

(۲) جو احباب پہلے سے خریدار ہیں۔ وہ دوسروں کو خریدار بنانے کی کوشش کریں

(۳) جن احباب کے ذمہ اس وقت تک اخبار کا چندہ واجب الادا ہے وہ فی الفور اسے ادا کرنے کی کوشش کریں۔ خواہ باقساط ہی ادا کر دیں۔ تاکہ زیادہ بوجھ معلوم نہ ہو۔ ایسا ہی آئندہ سال کا پیشگی چندہ یا تو بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ یا وی پی پہنچنے پر اسے انکار ہی نہ کر دیں۔ تاکہ دفتر کو خواہ مخواہ اور مالی زیرباری میں مبتلا ہونا پڑے۔ اگر فی الفور قیمت نہ دے سکتے ہوں تو ایک پیسہ کا کارڈ لکھ کر اطلاع دے دیں۔ کہ وہ کب ادا کر سکتے ہیں اور کیونکر؟ باقساط یا یکمشت؟

(۴) مستطیع اصحاب محض از راہ ہمدردی اسلام غیر مستطیع اصحاب کے نام اخبار کے متعدد پرچے جاری کرائیں اور خود ان پرچوں کی قیمت ادا کریں کہ یہ بھی اشاعت اسلام ہی کے کام کا ایک جزو ہے

۵۔ اپنے اپنے شہر میں اگر ہو سکے تو خود ورنہ دوسرے کو ایجنٹ بنائیں تاکہ جن لوگوں کے ہاتھوں تک ویسے اخبار نہیں پہنچ سکتا یا ان تک آپ کی رسائی نہیں وہ ان ایجنٹوں سے خرید کر فائدہ اٹھا سکیں۔

(۶) اپنے اپنے شہر میں سے اخبار کے لئے اجرتی اشتہارات مہیا کریں۔ اجرت اشتہارات جو آئندہ اشاعت میں طبع کر دی جائیں گی نہایت سستی ہے اگر ہر شہر میں خاص خاص احباب ایسے اشتہارات مہیا کرنے کی ذمہ داری لے سکیں تو انھیں اطلاع موصول ہونے پر دیگر ضروری حالات سے بھی خاص طور پر واقف کیا جا سکتا ہے۔ یہ چند ایک طریقے ہیں جن سے آپ اپنی قوم اور اپنی انجمن کی امداد کر سکتے اور اشاعت اسلام کے کام میں مدد دے سکتے ہیں۔ اس کے بالمقابل ہم نے نئے سال کی کیا کچھ تیاری کی ہے اس کے لئے صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آئندہ ۱۱۔جولائی ۱۹۱۶ء سے اخبار پھر اسی پرانے لمبے سائز یعنی ۲۲×۱۸ کی تقطیع پر شائع ہوگا اس میں حتی الوسع تمام اسلامی مسائل پر زبردست مضامین جو حضرت امیر اور دیگر بزرگان ملت سے حاصل کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ شائع ہونے کے علاوہ دلچسپ نوٹس۔ خطبات جمعہ دیگر اہم تقاریر اور غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات کا خاص طور پر اہتمام ہوگا سلسلہ عالیہ کے بیرونی مخالفوں کے اعتراضات کا جواب اور اندرونی جھگڑوں پر کچھ چھوٹے چھوٹے ریمارک ہوا کرینگے۔ ایسے لمبے مضامین جو اندرونی اختلافات سے متعلق ہونگے بصورت ضمیمہ اخبار ہی طرز پر یا کتابی صورت میں جیسا مناسب ہوگا شائع ہوا کرینگے۔ یہی وہ ضروری باتیں ہیں جن کی اس وقت نہایت ضرورت ہے۔ ان سے بڑھکر اور کوئی ایسے وعدے ہم کرنا نہیں چاہتے جن کا کہ بعد میں ایفا ہونا مشکل ہو۔

امید ہے کہ اس مختصر عرضداشت کو ہمارے ناظرین کرام خاص توجہ اور مہربانی کی نظر سے دیکھینگے۔ دوبارہ اس بات کی یاددہانی کی ضرورت شاید نہ ہوگی۔ اور کسی قریبی اشاعت میں ہم مندرجہ بالا مختلف شعبہ ہائے امداد میں اپنے معاونین کرام کا خاص طور پر تذکرہ کرکے ان کا شکریہ ادا کرنے کے قابل ہونگے۔ دوستو! یہ ایک دینی کام ہے جس کی طرف تمھیں بلایا گیا ہے پس اگر تم سچے دل سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد امام وقت اور مجدد زماں حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر کر چکے ہو۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمھیں اپنی قومی ضروریات کی تکمیل کے لئے کسی اخبار کی ضرورت ہے۔ اگر تمھیں اس بات کا احساس ہے کہ آج قومی زندگی کا دار ومدار زیادہ تر اخبارات ہی کی زندگی اور خوشحالی پر ہے تو میں نہیں جانتا اس ضروری فرض کی ادائیگی میں کوشاں ہونے سے تمھیں عذر ہو سکتا ہے۔

الاخبار والآراء

جیلخانوں میں ڈاڑھیوں کی حفاظت

انجمن حمایت اسلام لاہور نے سنا ہے کہ انسپکٹر جنرل جیلخانجات سے خط و کتابت کر کے یہ منظور کرا لیا ہے۔ کہ سوائے ان مسلمان قیدیوں کے جن کی ڈاڑھیوں میں کوئی جلدی بیماریاں وغیرہ ہوں باقیوں کی ڈاڑھیاں کتری نہیں جائیں گی بہت نیک بات ہے لیکن سوال یہ ہے کہ انجمن نے ان مسلمانوں کا کیا بندوبست کیا۔ جو ہر روز خود اپنے ہاتھ سے اپنی ڈاڑھیوں کو صفاچٹ کر دیا کرتے ہیں۔ تعجب ہے کہ گھروں میں تو آج مسلمانوں کو ڈاڑھیاں کا رکھنا وبال جان ہو رہا ہے۔ اور جیلخانوں میں انہیں بحفاظت تمام رکھنے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ حالانکہ جو شخص ایسے ناکردنی امور کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو اُسے جیلخانہ تک پہنچاتے ہیں اس کی ڈاڑھی کے رہ جانے سے کیا فائدہ اور نہ رہنے سے کونسا نقصان ہو سکتا ہے جس شخص کو اسقدر شرم اور حیا ہو کہ وہ ڈاڑھی کا کترا جانا موجب ذلت سمجھتا ہے۔ وہ ایسی حرکتیں کیوں کرنے لگا جو اُسے جیلخانہ تک پہنچاتی ہیں۔ پھر جب قید جیسی ذلیل ترین حالت تو وہ خود اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر وارد کرتا ہے۔ تو ڈاڑھیوں کے رہنے یا نہ رہنے کا سوال تو اس سے کئی درجہ کمتر حیثیت رکھتا ہے ہمارا اس سے یہ مطلب نہیں کہ انجمن حمایت اسلام نے کوئی بُرا کام کیا کہ ڈاڑھیوں کا کترنا موقوف کرایا۔ نہ ہی ہم ڈاڑھیوں کے کترے جانے کے مؤید ہیں۔ ہمارا مطلب صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ مسلمانوں کی عزت و ذلت کا مدار کس قدر ادنیٰ ترین معیار پر آرہا ہے طرح طرح کے جرائم کے مرتکب ہو کر وہ جیلخانوں میں جانا قبول کرتے ہیں۔ اور اس کی کوئی ہتک عزتی ان کی نہیں ہوتی۔ لیکن ڈاڑھیوں کا کترا جانا ان کے لئے موجب ذلت ہے۔ کاش انجمن حمایت اسلام یا کسی دوسری اسلامی انجمن کو اس سوال پر بھی غور کرنے کا خیال ہوتا کہ جیلخانوں میں مسلمان قیدی کیوں زیادہ پائے جاتے ہیں انکی اصلاح کی کیا صورت ہو سکتی ہے اور کیونکر مسلمان ان ذلت آمیز حرکات سے بچ سکتے ہیں تو شاید اس کی یہ جدوجہد کوشش زیادہ قدر اور عزت کے لائق سمجھی جاتی بلکہ ہمارے خیال میں شاید اس ضرورت ہی پیش نہ آتی ۔

نکاح بیوگان اور مسلمان

ہندوستان کی آب و ہوا جہاں مسلمانوں کے اعمال و اخلاق پر ایک نمایاں اثر کیا ہے۔ وہیں بہت سے مذہبی احکامات بھی برادران وطن کی ہمسائیگی میں انہوں نے ترک کر دئے ہیں اور اُن پر عامل ہونا اپنی کسر شان اور ذلت سمجھتے ہیں۔ نکاح بیوگان اسلام کے ضروری احکامات میں سے ہے لیکن آج اسے ایک قبیح ترین فعل کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ بہت سی مسلمان مستورات اور نوجوان لڑکیاں خاوندوں کے فوت ہو جانے کے باعث سخت مصیبت کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ لیکن انکے والدین یا دوسرے رشتہ دار کبھی اُنکی حالت پر رحم نہیں کھاتے۔ اور ان کا دوسرا نکاح کرنا موجب ذلت خیال کرتے ہیں۔ ہندوستان کی مردم شماری سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس قسم کی بیوہ عورتوں کی تعداد ہزاروں لکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس تعداد میں ہندو عورتیں تو بالضرور شامل ہونگی لیکن مسلمان عورتوں کا بھی ایک معتدبہ حصہ اس میں شامل ہے۔ جو مسلمانوں کے لئے سراسر موجب ننگ و عار ہے۔ خوب یاد رکھو۔ کہ یہ باتیں گو بظاہر تمہاری نظروں میں چھوٹی چھوٹی ہیں اور انکی طرف توجہ کرنا فضول۔ لیکن دراصل یہ اس قدر اہم ہیں۔ کہ انہی پر تمہاری فلاح اور بہبودی کا گویا انحصار ہے۔ بہت سی بدیوں کی اصلاح آج صرف اسی ایک بات سے ہو سکتی ہے کہ بیواؤں کے نکاح کر دئے جائیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اس سے اور بھی کئی ایک نیک نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ جو مسلمانوں کی سیاسی و معاشرتی زندگی سے متعلق ہیں۔ کاش کوئی ان نہایت ضروری اور اہم باتوں پر غور کرے اور عملی طور پر ان باتوں کو رواج دے کر ایک نیک نمونہ کا کام دے۔

وما علینا الا البلاغ ۔

گوجرانوالہ میں تین سو آدمیوں کا قبول اسلام

ہمعصر کسان کا ایک نامہ نگار گوجرانوالہ سے رقمطراز ہے۔

۲۷ - تاریخ ماہ جون کو واتل قوم کے تین سو آدمی معہ اہل و عیال مولانا مولوی علاؤ الدین صاحب کے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے۔ واتل قوم ایک خانہ بدوش اور مزدوری پیشہ قوم ہے۔ یہ لوگ جسمانی لحاظ سے توانا اور قوی الجثہ ہیں سنا گیا ہے کہ مشنری اصحاب اور شدھی سبھا کے سرگرم ممبر ان

ان لوگوں کو اپنے اپنے مذاہب میں داخل کرنے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ لیکن انہیں کامیابی نہیں ہوئی۔ گوجرانوالہ وہی شہر ہے جہاں آج سے چند سال پہلے غازی محمود دھرمپال نے ترک اسلام کر کے آریہ مذہب اختیار کرنا پسند کیا تھا لیکن غازی موصوف کی روحانی پیاس آریہ دھرم نہ بجھا سکا۔ اور انہیں بعد تحقیق و تدقیق حق دوبارہ اسلام پاک کے دامن صداقت میں پناہ لینی پڑی۔ غازی دھرمپال جب آریہ بنے تھے۔ تو اسوقت باوا شیخ عبدالحق (سابق سکھ گورو) کی کوشش سے چند ایک تعلیمیافتہ ہندو داخل اسلام ہوئے تھے جو بفضل خدا اسلام پر قائم ہیں اب اسی شہر میں ۳۰۰ آدمی ایک دم داخل اسلام ہوئے ہیں ہی جبر سے نہیں کسی اکراہ یا دباؤ سے نہیں۔ بلکہ برضا و رغبت خود۔ جو لوگ اسلام پر بزور شمشیر پھیلنے کا بہتان باندھنے کے عادی ہیں۔ ذرا وہ اپنے منہ میں ڈال کر غور کریں۔ کہ اس دعوی میں کہاں تک صداقت ہے۔ دنیا اور اہل جہان دیکھیں گے کہ اسلام پاک کس طرح روز بروز اپنی صداقت کے زور سے مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلتا جائیگا۔ کیوں نہ ہو۔ ان الدین عند اللہ الاسلام۔ ۲۹ تاریخ کو ان لوگوں کو گوجرانوالہ کے بازاروں میں پھرایا گیا۔ تمام اسلام کلمہ توحید کا ذکر کرتے جاتے تھے۔ اسروز گوجرانوالہ کے بازار نعرہ اللہ اکبر سے گونج اٹھے۔ ۳۰ جون کی شام کو اسلامیہ ہائی سکول کی طرف سے ان لوگوں کو پرتکلف دعوت دی گئی ۔

مولوی محبوب عالم صاحب کے لڑکے کو سزائے قید

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کے لڑکے مسٹر عبدالحمید کی ولایت میں دو بیویاں کرنے کے جرم میں ماخوذ ہونے کی خبر درج کی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ مسٹر موصوف کو ضمانت پر بھی رہا نہیں کیا گیا۔ اب وکلاء کے مصر بلیٹن سے یہ معلوم کر کے ہمارا افسوس ہوا کہ اسکو دو ماہ قید کی سزا دیگئی ہے۔ ہمعصر موصوف نے مسٹر عبدالحمید اور اس کی دونوں بیویوں کی تصاویر بھی ۲ جولائی کی اشاعت میں ایک ساتھ شائع کی ہیں اور حالات کے بیان کرنے میں سخت مضحکہ انگیز رویہ اختیار کیا ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمان اپنی نامناسب کرتوتوں سے خواہ مخواہ دوسروں کو ہنسنے کا موقع دیتے ہیں اور اسطرح سے صرف اپنے ہی بدنام نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی قوم اور مذہب کی نسبت بدظنیاں پھیلاتے ہیں۔ کاش اگر یہی لوگ انگلستان اور ممالک بلکہ خود ہندوستان میں ان شرمناک حرکات کی بجائے کوئی نیک نمونہ قائم

کرتے تو آج اسلام کو یوں نفرت آمیز نگاہ سے دیکھا نہ جاتا نہ ہی اس کی تبلیغ کی راہ میں غلط فہمیوں اور فضول اعتراضات کی کوئی روک بھی حائل ہوتی جیسے کہ موجودہ حالات میں حائل ہو رہی ہے ؛

"اشاعت اسلام کانفرنس" کے عنوان سے لوکل ہمعصر

"العصر" رقمطراز ہے :-

"محترم ہمعصر وکیل کے یکم جولائی کے پرچے میں مولینا مولوی مفتی محمد عبداللہ ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی ایک مراسلت شائع ہوئی ہے جس میں مولانا نے تبلیغ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کی عام عدم توجہی کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ

"صرف اسی مقصد (اشاعت اسلام) کو لیکر سارے ملک میں عموماً - اور پنجاب میں خصوصاً کوئی انجمن نہیں"

لیکن اگر ہمارا حافظہ غلطی نہیں کرتا تو پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں ایک انجمن اشاعت اسلام اسوقت کام کر رہی ہے - جس کا نام "احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور" ہے - اس انجمن کے ماتحت ہی خواجہ کمال الدین صاحب کا مشن ووکنگ انگلستان میں اشاعت اسلام کا کام کر رہا ہے - اور اس کے خوش آئیند نتائج بھی اخباروں میں شائع ہوتے رہتے ہیں ان حالات کے ہوتے ہوئے ہمیں سمجھ میں نہیں آتا کہ مولینا کے اس ادعا کا کیا منشاء ہے کہ "پنجاب میں خصوصاً کوئی انجمن نہیں"

اپنی مراسلت کے اخیر میں مولینا نے اشاعت اسلام کانفرنس کے قیام کی تجویز قوم کے سامنے پیش کی ہے - لیکن سوال یہ ہے کہ جبکہ صورت میں پہلے ایک انجمن کام کر رہی ہے اور قوم اس کے کارہائے نمایاں کا اعتراف بھی کرتی ہے تو پھر ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنانے کا کیا فائدہ ہے - اشاعت اسلام کا کام ایک مشترک کام ہے - اور تمام مسلمانوں کو اتفاق کرکے اس کام کا بیڑا اٹھانا چاہئے - اور اس کی بہترین صورت یہی ہے کہ موجودہ انجمن کو تمام مسلمان مالی امداد سے دریغ نہ کریں۔

"شہر امرتسر میں ایک مسجد پر جھگڑا" لوکل ہمعصر پیسہ اخبار

میں اس عنوان سے ایک مراسلت شائع ہوئی ہے جس سے امرتسر کے غزنویوں کی طرف سے ایک مسجد کی امامت کے لئے تنازعہ اور جھگڑا فساد کے افسوسناک واقعات کا پتہ چلتا ہے واقعات یوں بتائے جاتے ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم کے افغانستان سے امرتسر وارد ہونے پر وہاں کے ڈپٹی محمد شریف صاحب کے بزرگواروں نے اپنی مسجد کی امامت اُن کے سپرد کی - مولوی صاحب مغفور کی وفات کے بعد ان کے فرزند مولوی عبد الجبار صاحب اس منصب پر مامور رہے - لیکن اُن کے فوت ہونے پر آپس میں تنازعہ شروع ہو گیا - مولوی عبد الجبار صاحب کا فرزند ایک ... اور مولوی عبد الغفور صاحب غزنوی دو سر ... امامت کے دعویدار تھے - آخر ڈپٹی محمد شریف صاحب نے مولوی عبد الغفور صاحب کو امامت پر مقرر کر دیا -

مولوی عبد الواحد صاحب غزنوی امام مسجد چینیانوالی لاہور کو خدا جانے کیوں یہ بات ناگوار ہے کہ وہ جب کبھی امرتسر جاتے ہیں - نماز کے وقت بھی مصلے پر بیٹھے رہتے ہیں اب کوئی اور مولوی صاحب ڈپٹی صاحب کو مل گئے - اور اس لئے انہوں نے مولوی عبد الغفور صاحب سے کہا کہ چونکہ یہ اُردو میں بہت اچھا وعظ کرتے ہیں اس لئے جمعہ کی نماز یہ پڑھا دیا کریں گے - مولوی عبد الغفور صاحب کو یہ بات ناگوار گذری - اور اس نے اپنے دوسرے بھائی بندوں کے مشورہ سے ڈپٹی صاحب سے کہا - کہ یہ مسجد ہماری ہے - آپ کا اس پر کوئی حق نہیں - ڈپٹی صاحب نے نہایت شرافت سے جواب دیا - کہ امام تو تم ہی ہو - مگر چونکہ تم عربی میں خطبہ پڑھتے ہو اور یہ دوسرے مولوی صاحب اردو میں وعظ و نصیحت بھی کرتے ہیں - اس لئے صرف جمعہ کی نماز یہ پڑھا دیا کریں گے - مولوی صاحب نے نہ ماننا تھا نہ مانا - اور آخر نوبت فساد تک پہنچی - اور مولوی عبد الغفور صاحب نے اپنے دوسرے بھائی بندوں اور شاگردوں کی مدد سے ہاتھا پائی سے بھی دریغ نہ کیا - افسوس

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

یہ ہے مسلمان علماء کی حالت - مولوی عبداللہ صاحب مرحوم کے سوانح زندگی کو ایک طرف اور ان کے فرزندان رشید کی ان کرتوتوں کو دوسری طرف مدنظر رکھتے ہوئے بے اختیار قرآن حکیم کے یہ الفاظ منہ سے نکلتے ہیں فخلفوا من بعدھم خلفٌ اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات -

---

ضروری اطلاع اخبار کے ایک کاتب صاحب کے بہت دنوں سے بیمار ہونے کی وجہ سے بعض گذشتہ پرچہ جات بھی کچھ دیر سے شائع ہوئے ہیں اور اس پرچہ کی اشاعت میں تو غیر معمولی تاخیر واقع ہو گئی ہے - ماسوا اسکے آئندہ ۱۱ جولائی سے اخبار کا نیا سال شروع ہونیوالا ہے جسکے لئے بعض خاص تیاریوں کی ضرورت ہے ویسی حالت میں ناظرین کرام ہمیں معاف فرمائیں گے اگر آئندہ اتوار مورخہ ۹ جولائی کا پرچہ شائع نہ ہو سکے -

---

انجمن اسلامیہ پبلک لائبریری و ریڈنگ روم برکت علی محمڈن ہال لاہور

انجمن اسلامیہ پنجاب نے قوم کے تعلیم یافتہ صاحبوں کے علمی مذاق و دلچسپی کے خیال سے برکت علی محمڈن ہال میں عرصہ تین سال سے ایک ریڈنگ روم وسیع پیمانے پر کھول رکھا ہے اس ریڈنگ روم میں بہت سے اخبار انگریزی درجنوں اخبار اردو روزانہ ہفتہ وار اور ماہوار پبلک کے پڑھنے کے لئے مہیا کئے جاتے ہیں - ان اخباروں میں کچھ تو مدیران اخبار از راہ مہربانی بلا قیمت ارسال فرماتے ہیں اور زیادہ تعداد اخبارات کی انجمن خود اپنے سرمایہ سے خریدتی ہے ؛

اس کے علاوہ ایک اور مفید کام بھی انجمن کر رہی ہے - اور وہ یہ ہے کہ اخبارات کے علاوہ شائقین علم کے مطالعہ کے لئے مختلف علوم و فنون کی مفید کتابوں کی ایک لائبریری قائم کی ہے اور کتابوں کا ذخیرہ جمع کرنا شروع کر دیا ہے - اتنے بڑے شہر میں جو صوبہ کا دار الخلافہ ہے - اہل اسلام کے لئے ایسی لائبریری کی نہایت ضرورت تھی جس میں ہر علم کی تھوڑی بہت کتابیں موجود ہوں اس لائبریری کیلئے کچھ کتابیں تو انجمن نے اپنے فنڈ سے خود خریدی ہیں اور کچھ مالکان مطابع اور دیگر بہی خواہان قوم نے عطا فرمائی ہیں مگر یہ ذخیرہ نہایت ناکافی ہے اور انجمن کے پاس اس قدر سرمایہ نہیں کہ کافی امداد دے سکے - پس بہی خواہان علم کی خدمت میں التماس ہے کہ اس ضروری کام کے لئے انجمن کا ہاتھ بٹائیں اور اپنی امداد سے ممنون فرمائیں - اس امداد کے چند طریقے ہیں :-

اوّل - اگر نقد روپیہ عنایت فرمائیں تو اس کی کتابیں خرید کر اطلاع دیجائیگی - اور اُن کتابوں پر اُن صاحبان کے نام لکھدیئے جائینگے ؛

دوم - اگر کتابیں عطا فرمائینگے تو یہ کتابیں انکے نام سے لائبریری میں رکھی جائینگی ؛

سوم - اگر عاریتہً کتابیں عطا کرینگے تو ان کی پوری حفاظت کی جائیگی اور جسوقت واپس طلب فرمائیں گے واپس کی جائینگی ؛

پس ان طریقوں میں سے جس طریق پر آپ انجمن اسلامیہ لائبریری کی اعانت فرمائیں وہ بکمال شکر گذاری قبول کی جائیگی -

جملہ خط و کتابت منشی بشیر حسین خانصاحب مہتمم انجمن اسلامیہ لائبریری و ریڈنگ روم واقع **برکت علی محمڈن ہال** بیرون موچی دروازہ لاہور کے نام ہونی ؛ راقم خاکسار **محمد بشیر علیخان جنرل**

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امروہی مسئلہ نبوت مسیح موعود پر

اپنی تازہ تصنیف "القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"جنگ حنین میں قبیلہ ہوازن نے جو کفار مقابل میں رسول کے تھے بے طرح تیر برسائے اکثر لوگوں کے پاؤں اکھڑ گئے - آپ بغلہ شہباء پر یعنی دلدل پر سوار تھے اسے آپ نے آگے بڑھایا اور آپ بطور رجز فرماتے جاتے تھے کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب - میں ضرور نبی ہوں بیشک میں بیٹا عبد المطلب کا ہوں لیکن حضرت مرزا صاحب نے الہامات سے مدت کے بعد صرف دعویٰ مسیح موعود کے ہونے کا کیا - اور پھر اس حدیث کے بموجب کہ امامکم منکم بنائے دعویٰ میں صرف امامت کا دعویٰ ہی جو امت میں سے ہوتا ہے پس نبی ہونے کا دعوے آپ نے نہیں کیا۔ دوسرے ابتدائی دعوے سے لیکر اخیر تک سوائے حکم عدل ہونے کے یعنی ادلہ اختلافیہ اور مسائل متنازعہ فیہا میں اور کوئی دعوے ہی نہیں کیا ہے ہاں متعدد کتابوں میں نبی جزوی - بروزی، ظلی - مجازی کا دعوے بھی کیا ہے - مگر نہ اس شوکت و جلال کے ساتھ جو انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب میں ہے - کیونکہ آپ نے تو صرف محدث ہی پر اکتفا فرمالیا ہے - کما سیاتی -

پس نبی کامل کا دعوے جو بعد فوت آپ کے کیا جاتا ہے - وہ کس بنا پر ہے - اس دعویٰ کے واسطے دلائل قطعیہ یقینیہ چاہئیں -

تیسرے آپ نے ایک اشتہار بطور فیصلہ کے اپنا اقراری طبع کرا کر شایع فرمایا ہے جس پر آٹھ صاحبان معززین کی گواہی مثبت ہے - جو بجنسہ نقل کیا جاتا ہے - وھو ھذا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم - جو مباحثہ لاہور میں مولوی عبد الحکیم صاحب اور جناب میرزا غلام احمد صاحب کے درمیان چند روز سے بابت مسئلہ دعوے نبوت مندرجہ کتب میرزا صاحب کے ہو رہا تھا - آج مولوی صاحب کی طرف سے تیسرا پرچہ جواب الجواب میں لکھا جا رہا تھا کہ اثنائے تحریر میں میرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل ہے - المرقوم ۳ - فروری ۱۸۹۲ء مطابق ۳ رجب ۱۳۰۹ھ

العبد بخت علی وکیل چیف کورٹ پنجاب

العبد محی الدین - المعروف صوفی

العبد خاکسار رحیم بخش -

العبد فضل دین -

العبد [illegible] -

العبد رحیم اللہ .....

العبد ابو یوسف محمد مبارک علی ...

العبد حبیب اللہ ....

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ خاتم النبیین - امابعد - تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے - کہ اس عاجز کے رسالہ فتح اسلام و توضیح مرام و ازالۃ الاوہام میں جسقدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے - یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے - یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے - یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں - بلکہ صرف سادگی سے ان کے لغوی معنوں کی رو سے بیان کئے گئے ہیں - ورنہ حاشا و کلا مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوے نہیں ہے - بلکہ جیسا کہ میں کتاب ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۱۳۷ میں لکھ چکا ہوں - میرا اس بات پر ایمان ہے - کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلعم خاتم الانبیاء ہیں سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں - کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں - اور ان کے دلوں پر یہ الفاظ شاق ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں کیونکہ کسی طرح مجھکو مسلمانوں میں تفرقہ اور نفاق ڈالنا منظور نہیں ہے جس حالت میں ابتداء سے میری نیت میں جسکو اللہ تعالیٰ جل شانہ خوب جانتا ہوں - اس لفظ نبی سے مراد حقیقی نہیں ہے - بلکہ صرف محدث مراد ہے - جسکے معنے آنحضرت صلعم نے متکلم مراد لئے ہیں یعنی محدثوں کی نسبت فرمایا ہے -

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلعم قد کان فیمن قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یک فی امتی منھم احد فعمر - صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۵۲۱ پارہ ۱۴ - باب مناقب عمر - تو پھر مجھے اپنے مسلمان بھائیوں کی دلجوئی کے لئے اس لفظ کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرنے سے کیا عذر ہو سکتا ہے - سو دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں - اور اسکو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمالیں - انشاء اللہ عنقریب یہ عاجز ایک رسالہ مستقلہ نکالے گا انشاء اللہ - جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط سے تشریح کی جائے گی - جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوئے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقیدہ اہلسنت والجماعت خیال کرتے ہیں سو میں انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے لئے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھدوں گا - اور مطابق اہلسنت والجماعت کے بیان کر دوں گا -

راقم خاکسار - میرزا غلام احمد قادیانی مؤلف رسالہ توضیح مرام و ازالۃ الاوہام -

۳ فروری ۱۸۹۲ء [illegible]

[illegible]

اور قصیدہ الہامیہ میں تحریر فرماتے ہیں ؎

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

کیا اس وقت حکم عدل نہیں تھے - اور بصورت جسقدر کوشش اور سعی آپ نے اور آپ کے ہمرکابوں نے کی تھیں وہ سب اکارت گئیں اور اگر حکم و عدل تھے - تو وہ سب واجب التسلیم ہیں - پھر ازالہ اوہام میں تحریر فرمایا ہے "اور میرا یہ بھی دعوے نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا ہے - بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے - کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل آجادیں الخ صفحہ ۱۹۹ - ایضاً اس عاجز کی طرف سے بھی یہ دعوے نہیں ہے کہ مسیحیت کا میرے وجود پر ہی خاتمہ ہے اور آئندہ کوئی مسیح نہیں آئیگا - بلکہ میں تو مانتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں - کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آسکتا ہے - صفحہ ۲۹۶ - ایضاً اول تو یہ جاننا چاہئیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کا کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو - بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے - جسکو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں - جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی - اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا - اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا - صفحہ ۱۴۰ -

اس قسم کی تحریرات حضرت اقدس کی کتابوں میں بہت پائی جاتی ہیں - پس اگر آپ کامل یا حقیقی نبی ہوتے تو آپ پر فرض و لازم تھا کہ وہی رجز پڑھے جاتے کہ انا النبی لا کذب ولا افترا انا ابن غلام مرتضیٰ ہاں ظلی نبی کو جو چاہئیے تھا - اسی پر آپ مستقل رہے - اور اول سے آخر تک اس دعوے کو متروک نہیں کیا - پس جس جگہ پر لفظ نبی یا احمد کا مطلق آگیا ہے اس سے مراد وہی ظلی ہے جو خود آپ نے بیان فرما دی ہے -

پھر فرمائیے کہ تمام اہل اسلام مکذب غیر مکذب کو تکفیر کا فتوے شایع کرنا آیا وہی عمل نہیں جو مخالفین نے ہمارے ساتھ کیا تھا

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

کذب صریح ۹۔ جون ۱۹۴۶ء کے خطبہ جمعہ میں جو ۲۷۔ جون ۱۹۴۶ء کے الفضل میں طبع ہوا ہے میاں صاحب نے اس چٹھی کے متعلق جس کا پچھلے دنوں شہرہ تھا۔ کہ انہوں نے گورنمنٹ کو لکھی ہے۔ کہ مجھے خلیفۃ المسیح تسلیم کروا دو۔ پھر اسی بات کو دہرایا کہ (۱) گویا وہ بات ہماری طرف سے کہی گئی تھی۔ (۲) یہ کہ جب گورنمنٹ نے کسی ایسی چٹھی کے موصول ہونے سے انکار کر دیا۔ تو ادھر سے یہ ایک اور بات بنائی گئی کہ گورنمنٹ ڈر گئی ہے۔ کہ اس بات کے ظاہر ہونے سے ان میں فساد پڑ جائیگا۔ اسی لئے اس نے پوشیدہ رکھا ہے''۔

یہ کس قدر جھوٹ ہے۔ جو میاں صاحب نے بولا۔ کیا وہ ہماری کوئی ایسی تحریر پیش کر سکتے ہیں جس میں یہ دونوں باتیں ہم نے کہی ہوں اور اگر تحریر نہیں تو چلو حلف ہی اٹھا لو۔ تعجب ہے کہ جب بار بار ہماری طرف سے یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ یہ ایک سنی سنائی بات تھی جس کی تائید میاں صاحب کی بعض دیگر چٹھیات مندرجہ ریویو آف ریلیجنز نے بھی کی۔ ورنہ ہماری طرف سے کسی نے بھی اسکو افترا ہرگز نہیں کیا۔ تو کیوں بار بار میاں صاحب اسی بات کو دہرا کر جھوٹ کی غلاظت پر ہی منہ مارتے ہیں۔ اور صدق و دیانت سے انہیں کوئی کام ہی نہیں رہا۔ آخر کچھ تو میاں صاحب سچائی کو بھی کام میں لانا چاہیئے۔ اور خواہ مخواہ ایک ایسی بات کو جس کا کئی دفعہ جواب دیا جا چکا ہے اور بھی نمک مرچ لگا کر پیش کرنے سے شرم کرنی چاہیئے۔

حماقت کی کوئی مثال دیکھنی ہو تو میاں صاحب کے اسی خطبہ جمعہ میں اس تشریح کو دیکھ لینا چاہیئے۔ جس میں اس نے نادانی کے اس فتوے کو رد کرنے کے لئے جو وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ کی تفسیر کرتے ہوئے حقیقۃ النبوۃ کے ص۱۵۱ میں حضرت مسیح موعودؑ پر دیا تھا لینے یہ لکھا تھا۔ کہ

"بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا۔ اور اسکی دلیل یہ دیتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اس آیت سے حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر کے ہے''

حالانکہ یہی معنے خود حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام ص۔۔۔ پر کئے ہیں میاں صاحب نے اس کی یوں تاویل کی ہے کہ یہاں نادان کا لفظ حضرت مسیح موعودؑ پر عائد نہیں ہوتا۔ کیونکہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت مسیح موعودؑ اسوقت جب آپ نے یہ معنے لئے تھے نبوت کی صحیح تعریف سے واقف نہ تھے۔ سبحان اللہ یہ اچھی تردید ہوئی۔ کہ اُلٹا ڈبل نادان آپکو بنانا پڑا۔ کیونکہ اس صورت میں تو نہ صرف اس آیت کے نعوذ باللہ غلط معنوں کیوجہ سے ہی آپ نادان ٹھہرتے ہیں۔ بلکہ تمام سلسلہ نبوت کے سمجھنے میں بھی آپ نعوذ باللہ نادان ثابت ہوئے۔ نادان کے سر کوئی سینگ ہوتے ہیں۔؟ اس کے معنے ہیں نہ جاننے والا۔ جب صاف لفظوں میں میاں صاحب نے کہہ دیا۔ کہ حضرت مسیح موعود نبی کی صحیح تعریف سے ہی اسوقت واقف نہ تھے۔ اور اسی لئے اس آیت کے صحیح معنوں سے بھی۔ اور دوسری طرف جو معنے آپ نے کئے ان معنوں کے کرنیوالوں کو نادان کہا۔ تو وہ خود ہی سمجھ لیں کہ اس سے وہ تردید ہوتی ہے۔ یا اور بھی وہ زیادہ تقویت پکڑتی ہے۔ بس یہ حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ کرنے تو ہیں ایک بات کی تردید اور دلائل اسکی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

سفاہت اس بات کے ثبوت میں۔ کہ ازالہ اوہام کے وقت حضرت صاحب نبوت کی صحیح تعریف کو بھی سمجھتے نہ تھے اور بعد میں آ کر اس کی سمجھ آئی فضلی پیر نے براہین پنجم کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

"نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں۔ کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۳۸)

یہ عبارت فضلی پیر کے نزدیک ازالہ اوہام کی اس عبارت کے خلاف ہے۔ جس میں وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ سے استدلال کر کے حضرت مسیح موعودؑ نے کامل امتی کا کامل طور پر رسول اللہ کہلانا نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے رو سے ممتنع ٹھہرایا ہے۔ فضلی پیر کا خیال ہے

کہ بعد میں حضرت مسیح موعودؑ کو جب سمجھ آ گئی [illegible] ان الفاظ کو [illegible] فرمودی ہے۔ کہ صاحب [illegible] رسول کا متبع نہ ہو [illegible] کی تردید کر دی [illegible] آیت کا اس سے بڑھ [illegible] کیا ثبوت ہوگا [illegible] حضرت صاحب نے [illegible] جس نبوت کی نفی ہے۔ وہ کامل امتی [illegible] نبوت نہیں۔ بلکہ محدث کو ہی آپ [illegible] اس نبی کے لفظ [illegible] ہے اور میاں صاحب [illegible] کے لفظ کو دراز کر کے صرف نبی کا لفظ [illegible] کر دیتے ہیں کہ اس کے آگے [illegible] صاحب [illegible] تشریح کرتے ہیں [illegible] اگر نبی کے معنے کئے جائیں کہ [illegible] شانہ اس [illegible] و مخاطبہ [illegible] بعض اسرار [illegible] پر ظاہر کرتا ہے [illegible] تو اگر [illegible] ہی ہو جائیے [illegible] اس [illegible] ہے۔ خصوصاً جب خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں [illegible] جگہ یہ امید دلائی ہے کہ ایک امتی شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو سکتا ہے

اور خدا تعالےٰ نے اپنے اولیاء سے مکالمات اور مخاطبات ہوتے ہیں [illegible] پھر ص۱۳۸ پر آپ [illegible] جو یہ ہے [illegible] حادث [illegible] ہوا ہے [illegible] تو نبی اللہ کے نام [illegible] کیا قرآن اور حدیث [illegible] ہو سکتا ہے [illegible] کہ محدث کو بھی [illegible] ہے''

اس کا جواب حضرت [illegible] نے یوں دیا ہے [illegible] عربی اور عبرانی [illegible] نبی کے معنے [illegible] پیشگوئی کرنیوالے [illegible] خدا تعالےٰ سے [illegible] الہام پا کر پیشگوئی کرے جسکو قرآن شریف [illegible] کے بعد ایسی نبوت [illegible] نہیں [illegible] جو بتوسط فیض [illegible] آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا [illegible] مشرف مکالمہ مخاطبہ حاصل ہو [illegible] وحی الٰہی کے مخفی امور [illegible] تو [illegible] نبی اس امت میں [illegible] سے [illegible]

اب یہاں سے صاف [illegible] میاں صاحب کی پیش کردہ عبارت [illegible] کی [illegible] ہے۔ وہ کسی [illegible] کامل [illegible] یا جیسا کہ [illegible] بالا [illegible] سے [illegible] ہے لغوی نبوت اسی و غیرہ [illegible] باوجود ان [illegible] تشریحات [illegible] ص۱۳۸ کے چند [illegible] لفظ حقیقی [illegible] نبوت پر [illegible] استدلال کرتے [illegible] انہیں تو [illegible] (باقی)

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام او — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر راست — منکراں مورد معون ذلت است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار ست کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۲/ ششماہی ۱/ سہ ماہی
۸/ ماہوار ۹/ طلباء سے سالانہ للعہ/

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۹ رمضان ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۱۶ء | نمبر ۱

افریقہ میں اسلام کے مقابلہ پر عیسائی مشنریوں کی تبلیغی کوششیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم سے ہمیں ایک ایسی بے تعصب گورنمنٹ کے زیر سایہ رکھا ہوا ہے۔ جس کے ماتحت ہم ہر ایک نیکی کا کام کرنے کے لئے ہر طرح آزاد ہیں۔ بقول حضرت مسیح موعود

اب کوئی تیغہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہمارے سامنے اپنے مذہبی شعار ادا کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں اگر کمزوری اور سستی اور غفلت ہے تو ہماری اپنی طرف سے۔ ورنہ اگر ہم ایک امن پسند رعایا کی طرح گورنمنٹ انگریزی کے سایہ میں دین پر قائم رہیں۔ اور دوسروں کو اس کی تبلیغ کریں۔ تو ہمیں سرکار انگریزی کی طرف سے کسی جگہ بھی کسی قسم کی رکاوٹ کا اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ گورنمنٹ کو تو امن پسند اور نیک رعایا کی ضرورت ہے۔ وہ خواہ زید کے مذہب کی ہو یا عمرو و بکر کے طریقہ کی۔ اگر ہم مسلمان دین کے بارہ میں گورنمنٹ اور اس کے عمال کی بدگمانیوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اس کا یہی ذریعہ ہو سکتا ہے کہ اپنے اعمال۔ افعال و اقوال سے یہ ثابت کر دیں کہ ہمارا دین ہمیں قانون شکن بننا نہیں سکھاتا۔ بلکہ پابند قانون سلطنت و ملک بناتا ہے۔ پھر ہم جہاں بھی سرکار انگریزی کا راج ہو باسانی آ جا سکتے ہیں۔ اور دین کو پھیلا سکتے ہیں۔
گورنمنٹ انگریزی کا گو رسمی مذہب مسیحیت ہے۔ مگر فی الواقعہ گورنمنٹ ... خواہ وہ کوئی مذہب رکھتی ہو نسبتہ ...
... نٹ پر اعتراض کیا جاتا ہے
... ح سے کسی خاص ...

... اور امن پسندی کی تعلیم پھیلا ر...
ایسی سوسائٹیوں کی بلا روک ٹوک اشاعت مذہب ... مدد ...
کے دوسرے معنی یہ ہوتے کہ وہ رعایا کو جاہل اور وحشی ہی رہنے دے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ملک افریقہ میں نہ صرف وہ مشن جو گورنمنٹ انگریزی کے رسمی مذہب کے پیرو ہیں۔ بلکہ وہ بھی جو اس کے سخت مخالف ہیں برابر اپنے اپنے خیال اور طریقہ کے مطابق جاہل و وحشی رعایا میں تعلیم و ہنر پھیلا رہے ہیں۔ اور گورنمنٹ حالات کے مطابق ہر ایک کی امداد سے کمی نہیں کرتی بعینہ ہمارے ہندوستان کی طرح جہاں ہر ایک مذہب کے سکول اور امدادی اور شفا یا پدری کے کاموں میں گورنمنٹ انگریزی حتی الامکان مدد سے دریغ نہیں کرتی۔ اور اسے اس بات کا مطلق خیال تک نہیں ہوتا کہ مدد مانگنے والی سوسائٹی کس مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر آپ ان تمام مشنری سوسائٹیوں کی رپورٹیں پڑھیں جو ملک افریقہ میں کام کر رہی ہیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ قریبًا تمام کی تمام سوسائٹیاں یورپ کے عام و خاص لوگوں کی امداد و معاونت پر تبلیغی و تعلیمی کام کر رہی ہیں۔ یہ نہیں کہ گورنمنٹ کے روپیہ پر کام کرتی ہوں۔ ان کی وسطی اور مرکزی انجمنیں عوام سے چندہ جمع کرتی ہیں۔ مشنری بننے کے لئے لوگوں کو تیار کرتی ہیں اور پھر ایسے لوگوں کو جو تبلیغ کا کام کرنا چاہیں طریق تبلیغ کی اصولی تعلیم دے کر بطور تنخواہ دار مبلغ کے مختلف ممالک میں بھیج دیتے ہیں۔ ان مبلغوں میں سے کئی کیا تے بیٹے ایسے نکل آتے ہیں جو بلا تنخواہ مشنری کا کام کرنے باہر چلے جاتے ہیں۔ یہ مشنری یورپ سے چل کر جہاں ان کی مرکزی انجمن حکم دیتی ہے جا کر بود و باش اختیار کرتے ہیں اور چھوٹے پیمانہ پر تعلیم و دستکاری کا کام شروع کر دیتے ہیں۔ جوں جوں کام بڑھتا جاتا ہے اس کی منفعت کے مطابق سرکاری عمال بھی ایسے سرکاری امداد دلانے کی کوشش کرتے ہیں اور اس طرح سے مشن کی جڑ مضبوط اور اس کا دائرہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ کام کی وسعت کے مطابق مرکزی انجمن اور ... بھیجتی رہتی ہے۔ ان میں ڈاکٹر بھی ہوتے ہیں اور ہنر سند بھی اور اس طرح سے ایک تو رعایا میں تعلیم پھیلتی ہے گو وہ پھیلانے والے کے مذہبی خیالات کے مطابق ہی ہو دوسرے رعایا کے لوگ ہنر و کسب میں لگ جاتے ہیں۔
اس طرح سے اگر ہم چاہتے ہیں کہ ان ممالک میں جہاں سرکار انگریزی کی حکومت ہے اسلام کو پھیلائیں تو ہمارے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے تو ہم اپنی مرکزی انجمن کو مالی طور پر مستحکم کریں تاکہ وہ موقعہ کے لحاظ سے تنخواہ دار یا بلا تنخواہ اسلامی مشنری مہیا کر سکے دوسرے ... میں سے ایک گروہ دین کی محبت پر وطن کی محبت کو قربان کر دے ... ممالک میں جا کر اپنے نیک نمونہ سے جاہل و وحشی اقوام ... شروع کر دے میرے خیال میں انشاء اللہ گورنمنٹ ... کی امداد ہوگی۔ ملک افریقہ کی اکثر جاہل اقوام ... مشن سے بہت مسلمان بنائی جا سکتی ہیں۔
(۱) تعلیمی کام کرنے کے لئے ذیل کے علاقے خاص ... ہیں۔
... ایسٹ افریقہ و یوگنڈا اس علاقہ میں گو مختلف زبانیں ... ملکی زبان جس میں اکثر عربی کے الفاظ ملے جلے ہیں سواحلی ... لنگوا فرینکا ہے۔ اور تمام علاقہ نیز جرمن ایسٹ افریقہ وغیرہ متصلہ علاقوں میں عام طور پر بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ عیسائی مشنریوں نے بزبان سواحلی میں اناجیل و دیگر مذہبی و تعلیمی کتابیں چھپوائی ہوئی ہیں۔ ساحل سمندر کے علاقہ میں یعنی ممباسہ وغیرہ میں عربی حروف میں بھی لکھی اور پڑھی جاتی ہے۔ سمجھدار آدمی اسے جلد سیکھ سکتا ہے۔ اس علاقہ میں کام کرنے کے مرکز ممباسہ نیروبی پورٹ فلارنس کمپالہ وغیرہ میں قائم ہو سکتے ہیں۔ جہاں سے اندرون علاقہ میں تبلیغی کام کیا جا سکتا ہے۔ عیسائی مشنریوں کی مختلف سوسائٹیوں نے اندرون ملک میں کئی مشن قائم کر رکھے ہیں جو ریلوے لائن سے کئی کئی میل دور ہیں۔ کئی اقوام ختنہ کرتی ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں۔ مگر کلمہ توحید تک سے ناواقف ہیں۔ ان کو سنبھالنے اور دیگر کافر اقوام کو مسلمان بنانے کے لئے بڑا وسیع میدان ہے شہروں میں رہ کر فضول بحث و مباحثہ کرنے کے بجائے عیسائی مشنریوں کی طرح خاموشی اور امن پسندی سے اپنا تبلیغی کام کئے جانا از حد مفید ہے۔ اور لوگوں پر اثر رکھتا ہے۔ مبلغ نہایت صالح اور متقی ہونا چاہئے۔ یہ جاہل اقوام ہیں اور عورتیں قریبًا ننگی ہوتی ہیں۔ ان میں کام کرنے کے لئے بڑی بھاری نیکی اور صالحیت درکار ہے۔ مبلغین کی بیویاں اگر تعلیم یافتہ ہوں اور اپنے خاوندوں کے ہمراہ ہوں تو بہت ہی مفید ثابت ہوں۔
(۲) علاقہ نائجیریا میں ایک اسلامی مشن کی سخت ضرورت ہے۔ وہاں کے اکثر لوگ انگریزی سے واقف ہیں۔ مشن کا ہیڈ کوارٹر لیگوس میں مقرر کیا جائے۔ اور جب مبلغین وہاں کی زبان اور طرز معاشرت سے واقف ہو جائیں تو نائجیریا کے مختلف صوبوں میں کام شروع کر دیا جاوے۔
(۳) علاقہ سوڈان میں تبلیغ عیسائیت کے لئے عیسائیوں کے پراٹسٹنٹ فرقہ کی مختلف شاخوں کا ایک متفقہ مشن بنام سوڈان یونائیٹڈ مشن قائم ہے جس کا مرکز لنڈن میں اور شاخیں سکاٹلینڈ۔ آئرلینڈ۔ امریکہ جنوبی افریقہ۔ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ ڈنمارک میں ہیں۔ یہ شاخیں اپنے اپنے ملک سے روپیہ جمع کرتی اور مشنری مہیا کر کے سوڈان میں بھیجتی ہیں۔ یہ سارا کام لوگوں کے چندوں سے چلتا ہے اس مشن کا ایک ماہوار رسالہ بنام لائٹ بیرر (روشنی بردار) نکلتا ہے۔ جس میں اس مشن کا مدعا یہ لکھا ہے۔

سوڈان کی وحشی اقوام میں انجیل کی منادی قبل اس کے کہ وہ اسلام میں جذب ہو جائیں

ملک سوڈان ۳ ہزار میل لمبا اور ۲ سو میل چوڑا ہے جس کا کل رقبہ ۲۰ لاکھ مربع میل ہے۔ اس ملک کی آبادی ۵ کروڑ نفوس کی ہے جن میں سے نصف مسلمان ہیں۔ اور نصف کافر اس عیسائی متحدہ مشن کی خاص غرض یہ ہے کہ کافر سوڈانیوں کی آبادی میں خاص کر اور مسلمانوں میں عام طور پر اشاعت دین مسیحی کی جاوے۔ ضرورت ہے کہ چند ایک اسلامی مشنری اس علاقہ میں جا کر تبلیغ اسلام کریں۔ سب سے پہلے ضرورت اس امر کی ہے کہ مرکزی انجمن کو مضبوط کیا جاوے اور پھر مبلغین مہیا کر کے کام شروع کر دیا جاوے مخالفت کی ذرا بھی پرواہ نہ کی جاوے۔ کیونکہ اسلام کی ترقی نری باتیں بنانے سے نہیں ہو سکتی۔ اس وقت تو کام کرنے کا وقت ہے۔

خاکسار
محمد منظور الٰہی
از برٹش ایسٹ افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۱- جولائی ۱۹۱۶ء نمبر ۱

ایک ضروری عرضداشت

گذشتہ جلد کے آخری نمبر میں ہم نے پیغام صلح کی سہ سالہ زندگی پر ریویو کرتے ہوئے ناظرین کرام سے اس کی توسیع اشاعت اور دیگر ان تمام ذرائع کو استعمال میں لانے کی استدعا کی تھی جو اس کے موجودہ مالی انحطاط کا رفع اد کر سکیں۔ اور اس کے اپنے پاؤں پر آپ کھڑا ہونے کا موجب ہوں۔ پیغام صلح کے ناظرین سے یہ استدعا اس لئے بھی ناموزوں اور غیر مناسب نہیں کہ یہ اخبار کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں۔ بلکہ یہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے متعلق ہونے کے باعث تمام قوم کی ملکیت ہے۔ اور اس لئے اس کے نفع و نقصان کا اثر کسی ایک شخص کی ذات پر نہیں بلکہ تمام قوم پر پڑتا ہے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے منجملہ اور وجوہ کے جو پیغام صلح کے مالی انحطاط کا موجب ہوئیں۔ کیونکہ اگر یہ کسی ایک شخص کی ذاتی ملکیت ہوتا۔ اگر کوئی خاص شخص اس کے نفع و نقصان کا ذمہ دار سمجھا جاتا اور اس کا اثر براہ راست اس کی اپنی ذات پر پڑتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ بہت تھوڑے دنوں میں کوشش کرکے اس کی اشاعت کو چوگنا نہ بنا لیتا۔ اور ایسا ہی دیگر مختلف مالی آمدنی کے ذرائع کو بھی پیدا نہ کر لیتا۔ مگر چونکہ ایسا نہیں اور کوئی شخص اسے اپنی ذات خاص سے متعلق نہیں سمجھتا (حالانکہ یہ بھی ایک بڑی غلطی ہے) اس لئے چاہے یہ کتنا ہی نیچے گرتا چلا جائے اور اس کی مالی حالت خواہ کتنی ہی کمزور ہو جائے کسی کو اس بات کا احساس تک بھی نہیں ہوتا۔

قوم کی یہ حالت کہ کسی قومی کام میں نفع و نقصان کی کوئی پروا نہ ہونا اسے اپنی ملکیت تصور نہ کرنا اور کسی غیر سے متعلق کر دینا جانتے ہو کہ کس قدر بدحالی کا موجب اور کیسے بد نتائج کو پیدا کرنے والی ہے؟ ذرا قوموں کی تاریخ کو جا کر پڑھو اور ان کے حالات سے اس بات کا اندازہ لگاؤ کہ قومی کاموں میں کس قدر احتیاط کیسی جدوجہد اور کتنی یگانگت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی ایک قوم کا نام تو جس نے دنیا میں اپنے قومی کاموں کو ذاتی کاموں پر ترجیح نہ دی ہو۔ اور پھر وہ بحیثیت قوم دنیا میں زندہ بھی رہ گئی ہو۔ برخلاف اس کے ہمیں تو عام طور پر یہی نظر آتا ہے کہ جس کسی قوم کے افراد نے اپنی قومی تحریکات اور ضروریات کو اپنے ذاتی کاموں کے مقابلہ میں بالائے طاق رکھ دیا۔ پھر زمانہ کے زبردست ہاتھ نے اسے باقی رہنے نہیں دیا۔ دنیا میں آج جتنی بھی قومیں آباد ہیں اور جو بھی زندہ رہنا چاہتی ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ان میں ذاتی فوائد کو قومی ضروریات پر قربان کر دینے کا جذبہ موجود ہو . . . . یہ موجودہ مہذب دنیا کے نزدیک بھی ایک مانا ہوا اصول ہے۔ اور اسلام نے بھی اسی اصول کی بڑے زور سے تائید کی ہے جہاں فرمایا قل ان کان آباؤکم وابناءکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفسقین۔ یہاں کس قدر صفائی کے ساتھ اللہ اور رسول کی محبت بالفاظ دیگر قوم کی محبت کو (کیونکہ مسلمانوں کی قوم اللہ اور رسول صلعم کی اطاعت سے ہی ترکیب پذیر ہوئی ہے۔ اور یہاں اللہ اور رسول کی محبت سے اس قوم کے ہی زندہ و برقرار رکھنے کی ازحد بڑھی ہوئی خواہش مراد ہے۔) اپنے ماں باپ اپنی اولاد۔ اپنے بھائی بند اپنی جورو اپنے کنبہ اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی۔ اپنی تجارتوں سے جن کے ٹھنڈا پڑ جانے کا ڈر کا انسان کو لگا رہتا ہے اور اپنے ان بڑے بڑے مکانات سے جنہیں دیکھ کر انسان کی طبیعت خوش ہوتی ہے بڑھ چڑھ کر رکھنا ضروری قرار دیا ہے۔ مدنہ لعبورت [illegible]

کہ جب تک انسان اپنا یہ سب کچھ اپنی قوم اور دین کے لئے نہ سمجھے اس وقت تک نہ کوئی قوم قوم کہلا سکتی ہے اور نہ ہی وہ صفحہ ہستی پر زندہ رہ سکتی ہے۔ دوسری جگہ قرآن کریم و فی انفسکم افلا تبصرون کے مختصر سے جملہ میں ہمارے اپنے نفوس کے اندر کے تمام مختلف عناصر اور ان کے متحدہ کاموں کی طرف توجہ دلا کر ہمیں سمجھاتا ہے۔ کہ جس طرح وہ سب کے سب مل کر کام کرنا چھوڑ دیں اور ہر ایک الگ الگ ہی اپنے میں ہی موٹائی پیدا کرنے کی کوشش کرے اور اپنے آپ کو تمہارے آرام و آسائش میں نہ لگا دے بلکہ وہ خود اپنے ہی آرام و آسائش میں لگ جائے تو تم کبھی زندہ نہیں رہ سکتے ویسے ہی قوم کے بھی تمام افراد جب تک ملکر کسی قومی کام کی سرانجام دہی میں کوشاں نہ ہوں اس وقت تک وہ کام چل ہی نہیں سکتا۔ اور نہ وہ قوم ہی باقی رہ سکتی ہے۔

تو قومی ضروریات کو انفرادی خیالات پر مقدم رکھنا کتنا ضروری ہے۔ اور خود ہمارے اندر اس بات کا خیال باعث یہ کہاں تک موجود ہے کہ مقدم رکھنا تو کجا اپنی ذات کے بعد بھی بعض لوگ یہ ذمہ داری نہیں سمجھتے۔ حالانکہ سب سے پہلے ہم ہی اس بات کے اہل اور ذمہ دار تھے کہ ایسا کرتے کیونکہ زمانہ کے امام اور مجدد وقت کے ہاتھ پر ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کر چکے ہیں۔ پھر باوجود اس عہد کے اور باوجود قرآن کریم کے صریح احکامات بلکہ عام دنیوی اصول کے ہم ہیں کہ اس بات کو سمجھنے ہی میں نہیں آتے اور جب کبھی کسی دینی و قومی کام کا سوال درپیش ہو بس فوراً اپنی ذاتی ضروریات کو بالمقابل لا کر اس کو پرے پھینک دینا چاہتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی درد انگیز حالت ہے جس کے انسداد کا فی الفور بندوبست کرنا چاہیئے۔ اخبار کی موجودگی ہماری اہم ترین قومی ضروریات میں سے ہے۔ اور اس ضرورت کو پیغام صلح حتی الوسع پورا کرنے میں کوشاں ہے۔ پھر یہی نہیں یہ ایک قومی اور دینی انجمن سے متعلق ہے۔ اور اس کے نفع و نقصان کا اسی پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پس ایسی حالت میں جہانتک اس کی بہبودی کے لئے سامان مہیا کئے جائیں تھوڑے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ہر ایک احمدی بلکہ تمام وہ مسلمان جن کو اشاعت اسلام کی تحریک سے کچھ بھی دلچسپی ہے وہ اس طرف متوجہ ہو کر اس پر کاربند ہوں۔

اسلام اور اسکی موجودہ سقیم الحالی پر ایک امریکن مبصر کی رائے

مسٹر جی۔ ایچ۔ ولسن فلاڈلفیا (امریکہ) سیٹرڈے ایوننگ پوسٹ میں اس بات کو ثابت کرتے ہوئے کہ جو قومیں اور سلطنتیں عارضی طور پر پیچھے چلی گئی ہیں۔ ان کے تہذیب و تمدن کو چشم حقارت سے دیکھنا نہایت نامناسب اور فساد انگیز لیکن عام پسند حماقت ہے۔ اسلام کے متعلق یوں رائے دیتے ہیں۔ آج کل ایک بالکل غیر منصفانہ روش عرب اور اسکے مذہب کے ساتھ اظہار تغافل کی پیدا ہو گئی ہے۔ اسلام ایک بیّن نمایاں مذہب ہے جو اپنی وسعت نظر میں نہایت بلند اور سادہ ہے۔ محض اس وجہ سے کہ قسطنطنیہ کی چاردیواری میں اس کی حالت سقیم ہو گئی ہے۔ نائیجیریا سے لیکر چین تک اس کی وسعت میں کوئی فرق نہیں آ سکتا ہے۔ فرنچ۔ اطالویوں اور برطانویوں کو اسلام اور عرب سے سابقہ پڑنا لازمی ہے۔ جہاں جہاں بڑے صحرا ہیں۔ وہیں عرب موجود ہیں۔ اور وہیں اسلام ہے۔ ان مقامات میں [illegible] . . . تہذیب یورپ انکی تہذیب کو نہ فنا کر سکتی خود لے سکتی ہے۔ وہ اتحادی جو دنیا کے امن ہیں۔ ان سے امن قائم رکھنے کے لئے مجبور

مسٹر جی۔ ایچ۔ ولسن کا یہ نوٹ فی الحقیقت اور تمام دول یورپ۔ بالخصوص وابستگان دولت توجہ کے قابل ہے۔ یہ ایک بڑی پکی اور سچی بات ہے اور اہل اسلام کے صحیح اور سچے حالات کو ملاحظہ کرنے تغافل اور لاپروائی سے کام لیا گیا ہے۔ جسکی وجہ سے اسکی شکل آج یورپ میں بہت کچھ مخدوش دکھائی دیتی ہے۔ حالانکہ اسلام کی وسعت و سادگی پر اگر ذرا بھی غور کی جاتی۔ تو یہ اہل نظر اصحاب کے لئے بہت کچھ فوائد کا موجب ہوتا۔ اصل میں اس میں کسی حد تک خود مسلمانوں کا بھی قصور ہے۔ جنہوں نے بزرگان سلف کے [illegible]

خود اپنے اور اپنے پاک مذہب کے متعلق غلط رائے قائم کرنے کا موقع دیا۔ ورنہ ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں ان لوگوں کو اسلام کی پاک تعلیم سے واقف کیا جاتا۔ اور اس کے مطابق ذرا عمل دکھایا جاتا ہے وہ اسلام پر دلدادہ و شیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں جیسے کہ خواجہ صاحب نے ووکنگ مشن کے کارناموں سے ظاہر ہے۔

سود پر قرض لینے کے مضرات

اس قسم کے واقعات آئے دن پیش آتے رہتے ہیں جن میں غریبوں اور مسکینوں کو ایک تھوڑی سی رقم کے بدلے جو سود پر لی گئی تھی آہستہ آہستہ اپنا تمام مال و املاک نیلام کر دینا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض اوقات اپنے پاس سے سب کچھ دیکر بھی اس سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ حال ہی میں اس قسم کا ایک اور واقعہ پیش آیا ہے جس کا مقدمہ بہار ہائیکورٹ میں دائر تھا۔ [illegible] قرضہ کا اصلی روپیہ ۱۲۷۵ تھا۔ مگر اس پر دو سال میں ایک ہزار سات سو روپے ادا کر دیئے جانے کے باوجود ۹۵۶ کا دین باقی رہ گیا۔ جو بڑھتے بڑھتے پندرہ ہزار تک پہنچ گیا۔ یہ اعداد از حد موجب عبرت ہیں اور بالخصوص مسلمان غربا اور سودی قرضہ لینے والوں کی خاص توجہ کے قابل۔ تعجب ہے۔ کہ اسلام کے صریح حکم کے باوجود جس میں سود لینے یا دینے سے بہت سخت ممانعت کی گئی ہے بلکہ لکھنے والے اور گواہ تک کو شامل کرکے سب کو مورد عذاب ٹھیرایا ہے۔ پھر بھی مسلمان اخبارات بجائے لوگوں کو اس سے منع کرنے کے تحدید سود پر زور دے رہے ہیں گویا وہ سود کے جواز کے تو قائل ہیں۔ ہاں بہت زیادہ سود دینے کے مخالف ہیں۔ حالانکہ چاہیے تھا۔ کہ خود مسلمانوں کو اپنا طرز عمل [illegible] سودی قرضہ لینے سے منع کیا جاتا۔ یہ کہنا کہ ہندوستان [illegible] اور حاجت مندوں کو قرض لینے کی اکثر ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ صحیح ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ یہ ضرورت آیا انسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ یا خود اپنی پیدا کردہ [illegible] یہ ظاہر ہے۔ کہ اس قسم کی ضروریات کے بغیر بھی گذارہ ہو سکتا ہے اور دنیا میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو گذارہ کئے جاتے ہیں۔ اسلام نے تو انسانی زندگی کا ایسا کوئی پہلو نہیں چھوڑا۔ جس میں اس قسم کی ضروریات پیدا ہو سکیں۔ لیکن ایسی عارضی ضروریات کے لئے مسلمانوں کو بالخصوص سود پر قرض لینا کہاں تک جائز ہے [illegible] و غمی کے موقعوں پر یا شادی بیاہ وغیرہ کے لئے بالعموم سودی روپیہ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اسلام نے ان سب [illegible] جس قسم کی سادگی سکھائی ہے۔ وہ ہرگز کوئی ایسی ضرورت پیدا ہونے نہیں دیتی۔

تعلیمیافتہ بیٹی کا بوٹ باپ اتار رہا ہے

ہمعصر میونسپل گزٹ اس عنوان سے یہ لکھتا ہے۔

ایک طرف تو تعلیم نسواں کی توسیع و ترقی پر زور دیا جاتا ہے دوسری طرف تعلیمیافتہ عورتوں میں تمکنت و خودپسندی کا مادہ اس قدر بڑھتا جاتا ہے کہ بعض واقعات سے تعلیم نسواں کا نتیجہ نہایت تاریک معلوم ہوتا ہے۔ اہل ہنود میں عورتوں کی تعلیم کا زیادہ چرچا ہے۔ اور بعض تعلیمیافتہ ہندو عو[illegible] کے قصے بھی اخبارات میں [illegible] افسوسناک واقعہ [illegible]

[illegible] ہے۔ ہر قسم کے فیشن [illegible] افسوس ہے کہ اخلاق و آداب کی تعلیم کا ذرا خیال نہیں کیا جاتا۔ اور جہاں نہیں خودپسندی کے تمام پہلو دکھائے جاتے ہیں۔ وہاں سادگی اختیار کرنے کی مطلق ہدایت نہیں کی جاتی تعلیمیافتہ عورتیں اور لڑکیاں شاندار پوشاک پہننا ہی جو فیشن کے مطابق ہو تعلیمیافتگی کا نشان سمجھتی ہیں۔ اس قسم کے واقعات دراصل عبرت انگیز ہیں اہل ہنود تعلیم نسواں سے اگر حقیقی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو انہیں اس مسئلہ کی اصلاح پر پوری توجہ کرنی چاہیئے۔ ورنہ ناقص تعلیم تو عورتوں کو [illegible]

خطبہ جمعہ

مورخہ ۱۶ - جون ۱۹۱۶ء

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی ایدہ اللہ بنصرہ

یاایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ ..... الیٰ ...... انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفیٰ بہ اثما مبینا - (النساء رکوع ۷)

کسی کام کی عظمت معلوم کرنی ہو - یہ دیکھنا ہو - کہ یہ کتنا بڑا کام ہے - تو جب تک انسان اس کے اجزا اور اس کے ایک ایک حصہ پر نگاہ نہیں ڈالتا - جب تک ان سب مشکلات کو نہیں دیکھتا اور ایک ایک کی اپنی نظر تلے نہیں لاتا - جن میں سے ہو کر اس کام کے کرنیوالے کو گذرنا پڑتا ہے - جب تک ان چیزوں اور ان رکاوٹوں کو نہیں دیکھتا جنکو اٹھا کر اور دور کر کے اس کی جگہ وہ نئی عمارت کھڑی کرنی پڑتی ہے اس وقت تک اس کی عظمت کا صحیح اندازہ وہ نہیں لگا سکتا - اگر ایک عظیم الشان عمارت کو ہم دیکھیں یا کسی نہایت خوشنما باغ کی سیر کریں - تو اس عمارت کے بنانے اور اس باغ کے لگانے والے کی محنت کا صحیح اندازہ تب ہوگا - اگر یہ دیکھا جائے - کہ کن مشکلات میں سے ہو کر اسے گذرنا پڑا - اپنے رستہ میں سے کون کون سی رکاوٹوں کو دور کرنا پڑا - فرض کرو - ایک کھائی ہے - اسکو پر کرنا ہے پھر اس پر بنیاد رکھنی اور ایک عظیم الشان عمارت اسپر کھڑی کرنی ہے یا ایک خاردار جنگل کو صاف کر کے وہاں ایک باغ لگانا ہے - تو کس قدر محنت - اور صرف زر سے اسے کام لینا پڑے گا - ایک زمین کو محض جھاڑیوں وغیرہ سے پاک کرنا ہی ایک ایسا کام ہے کہ جو بہت سی محنت و مشقت کو چاہتا ہے - چہ جائیکہ پھر اسپر ایک عمارت کھڑی کی جائے یا وہاں باغ لگایا جائے -

نبی کریم صلعم نے جو کام دنیا میں کیا ہے - اسکو سمجھنے کے لئے ہمیں چاہئے - کہ دیکھیں کہ کن کن مشکلات میں سے ہو کر آپکو گذرنا پڑا - یہی وجہ ہے - کہ قرآن کے اندر دیکھو گے کہ چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بیان کر دی ہیں - اور ایک عظمت کے رنگ میں ان کا تذکرہ کیا ہے کسی شخص کو اگر دنیا میں ایک ادنیٰ سی بدی کی بھی اصلاح کرنی پڑے تو اسے ہم دیکھتے ہیں - کہ کس قدر سخت مشکلات پیش آتی ہیں کسی بدی کی جگہ کسی نیکی کو رواج دینا - ایک نئی عمارت بنانا تو علیحدہ رہا - صرف ایک ادنیٰ سی بدی کی اصلاح کرنا زمین کو نئی عمارت کیلئے صاف کرنا ہی بہت سی محنت کو چاہتا ہے - اور بڑی ہی مشکلات میں سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے - مثال کے طور پر ایک شراب نوشی کو ہی لے لو - اسکی عادت کو دور کرنا ہی بہت بڑی محنت کا کام ہے - بڑی بڑی رکاوٹیں اور مشکلات پیش آتی ہیں - بظاہر تو یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن جنکو اصلاح کرنی پڑتی ہے - انسے جا کر پوچھو - کہ انسانوں کی طبیعتیں کس طرح پر اس طرف راغب ہوتی ہیں تو کسی بدی کی اصلاح بھی کوئی آسان کام نہیں بڑی دقتیں اٹھانی پڑتی ہیں - ایک ادنیٰ سی مثال کے طور پر میں بتاتا ہوں - کہ ایک معاملہ کو میں نے اپنے نزدیک ... قوم کے سامنے پیش کیا - مجھے اس کے ... [illegible] اس بات پر قائل رہے ... [illegible] عمل کو ایک دلیل ... [illegible]

اس سے بڑھکر یہ کہ ... ایک ایسے عقیدہ کی اصلاح آ کر کرنا ... قائم چلے آتے تھے - اور کم لوگ گذرے جنہوں نے ... ہو - وہ بھی اس مجبوری پر کہ توفی کے معنے موت کے ہی کرنے پڑتے ..... اس لئے بعض نے اس کی یوں توجیہہ کر لی - کہ تین گھنٹے یا سات گھنٹے تک مرے رہنے کے بعد حضرت مسیح جی اٹھے - تو اکثروں کا یہی عقیدہ رہا - کہ مسیح آسمان پر ہے - اس پرانی بات کا دل سے نکالنا کس قدر مشکل کام تھا لیکن اس تیرہ سو سال کی عادت کا علاج ایک شخص نے کیا - اور ایسا کیا کہ ایک ملک کے ملک کی کایا پلٹ دی - ایک ایسے وقت آپ نے کام کو شروع کیا - جب لوگ اس بات کو ماننے کو تیار نہ تھے - لیکن ایک بیس یا انیس سال کے عرصہ ... [illegible]

دل جتنے اس بات کے ضرور قائل ہیں - کہ مسیح مر چکا - وہ عقیدہ جسکے اندر تیرہ سو سال سے اسلام ... پر لوگ قائم چلے آتے تھے یہاں تک کہ بعض بہت بڑے بڑے لوگ بھی اس غلطی میں مبتلا ہے - اس شخص نے آ کر ایک تھوڑے سے عرصہ میں اس سے باہر نکال دیا کتنا عظیم الشان کام ہے اور کیا کچھ محنت اسے اس کے لئے کرنی پڑی - لیکن ایک قدم اور آگے چلو - اور اسکو آنحضرت صلعم کے بالمقابل رکھو - تو معلوم ہوگا - کہ فخر نوع انسان کے کام کے سامنے یہ کام بھی کچھ چیز نہیں - اس کی وہی حیثیت رہ جاتی ہے جو خود حضرت صاحب نے بتادی کہ اسکے باغ میں سے ایک پھل - اس کی بارش میں سے ایک قطرہ - اور اس کی روشنی میں سے ایک ہلکا سا سایہ " یہ حالت اس کام کی نظر آتی ہے - جو حضرت مسیح موعود نے اس زمانہ میں کیا - یہاں تو تیرہ سو سال کا ایک عقیدہ ہے پھر اس کے خلاف قرآن جیسی مسلّم کتاب موجود ہے جس سے دلائل مل سکتے ہیں - لیکن وہاں تو بت پرستی کرتے ہوئے ہزارہا سال گذر گئے - یہ نہیں کہ کسی نے پہلے کوشش نہیں کی لوگوں نے پہلے بھی زور لگایا - یہودیوں نے ان کی اصلاح کرنے میں زور مارا - عیسائیوں نے بھی سخت جدوجہد کی - لیکن سوا ئے ناکامی کے اور کچھ نتیجہ نہ نکلا - حتیٰ کہ یہاں تک مایوس ہوئے - کہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی نے اپنی قوم کو یہ وعظ کیا - کہ تم توحید پر ایسی پختگی کے ساتھ قائم ہو جاؤ - کہ جیسے اہل عرب اپنے بتوں کی پرستش پر قائم ہیں - گویا ضد اور ایک کام پر پختگی کے ساتھ جمے رہنے میں وہ دنیا میں بطور ایک ضرب المثل کے مشہور تھے - صرف بت پرستی ہی نہیں - سینکڑوں باتیں - ان کی عادات کے اندر داخل ہو گئی تھیں - جنکو چھوڑنا کوئی سہل اور آسان کام نہ تھا - لیکن ان تمام باتوں کو ایک مقدس انسان صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بیس سال کے عرصہ میں نہ صرف صاف کر دیا بلکہ ان کی جگہ انہیں نیک عادات پر بھی قائم کر دیا - اگر صرف ان بد عادات کو ہی چھوڑا دیا جاتا - تو یہ بھی کوئی تھوڑا سا کام نہ تھا - چہ جائیکہ اس کی جگہ نیک عادات پر انہیں قائم کر دیا بشلاً یہی ایک شراب کو ہی لے لو - کس طرح سے اسے سارے جزیرہ نمائے عرب میں سے دور کر دیا کہ آجتک کوئی وہاں شراب کا نام تک نہیں لیتا اور اگر کوئی پیتا بھی ہے - تو علانیہ نہیں - یہ تو ایک پہلو تھا - بدی کو دور کرنے کا - اس سے بڑھ کہ ایک بدی کو دور کر کے ایک نیک عادت پر انہیں قائم کرنا ہے - ایک خاردار جنگل کو جھاڑیوں وغیرہ سے صاف کر کے وہاں ایک نیا بیج ڈالنا اور باغ وغیرہ لگانا یہ بہت بڑھکر ہے اس سے کہ اسکو یونہی صاف کر کے چھوڑ دیا جائے - محمد رسول اللہ صلعم نے نہ صرف ان کی بد عادات کی اصلاح ہی کی - بلکہ نیک عادات کا بھی ان کو عادی بنا دیا - کس قدر عظیم الشان ہے وہ انسان جس نے ایک ایسے ملک اور ایسی قوم کو جس میں بد عادات راسخ ہو چکی تھیں - ایسا سیدھا کیا کہ ان کی کایا ہی پلٹ دی - اس کے کام کی عظمت اگر دیکھنی ہو - تو جتنے ایک ایک مصلح کو اس کے کاموں کے سامنے لا کر دیکھو - ہر ایک مصلح کا کام محمد رسول اللہ صلعم کے کام کی ایک شاخ ہوگی - اور وہ تمام کام محمد رسول اللہ صلعم میں یکجائی طور پر پائے جائینگے - اس نے وہ عظیم الشان کام کر کے دکھایا - کہ جس سے کھلے طور پر خدا تعالیٰ کی طاقت اور قدرت کی جلوہ نمائی ہوئی - فرمایا - یاایھا الذین امنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون - اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ - درآنحالیکہ تم نشہ کی حالت میں ہو - ... کہ تم اسکو سمجھو جو کچھ منہ سے کہتے ہو تمہیں علم اور سمجھ ... کچھ کہہ رہے ہو - عرب کے اندر شراب خوری کی ... ہوئی تھی عرب کی تاریخ کو اگر پڑھا جائے ... تو شراب کے جلسے وہاں منعقد ہوتے تھے ... اللہ نے ان کی جگہ نماز مقرر کر دی - وہی اوقات جو ... میں گذرتے تھے وہ اب خدا کی محبت کے نشہ میں ... جاتا ہے جو تمام نشوں اور محبتوں سے بڑھکر ہے - وہ ایک دین کامل محبت پیدا کرنا چاہتا ہے - جسکے سامنے تمام محبتیں ہیچ ہوں - تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی اصلاح کرنی پڑی - جو ہزارہا سال سے بدیوں میں مبتلا تھے - ان سے ان نشوں کو چھڑایا جن میں وہ ہر وقت مخمور رہتے تھے - اب وہ شراب پئیں تو کب پئیں اور کس وقت - اب جو مسلمان ہوگا - جو نماز پڑھتا ہوگا - وہ کونسا وقت نکالیگا - جب وہ شراب پی سکے - فجر کی نماز کا وقت ہے ... عصر کا - پھر مغرب کا - پھر وقت العشاء کا - پھر آدھی رات کو تہجد رکھدی - اب اگر کوئی شخص شراب کی عادت کو پورا کرے - تو کس وقت ؟ تو اس طرح سے ایک طرح سے شراب نوشی کی جڑ ہی کاٹ دی - عجیب طریق ہے - قرآن کا ہمیشہ ظاہر سے باطن کی طرف اور باطن سے ظاہر کی طرف لیجاتا ہے - یہاں بھی ظاہر اور باطن کو ملادیا ہے اس آیت میں سمجھایا ہے کہ ہم تو یہاں تک تمہارا انقطاع دنیا سے کرانا چاہتے ہیں کہ تمہارے دلوں میں ایک ہی خالص محبت جاگزین ہو جائے - بات تو لذت کی ہے - پہلے اگر پانچ وقت شراب پی کر ایک عارضی نشہ سے وہ لذت حاصل کی جاتی تھی - تو اب پانچ وقتہ نمازوں سے خالص اللہ تعالیٰ کی محبت کے نشہ سے اس سے بڑھکر لذت اٹھائی جا سکتی ہے ..... (باقی آئندہ) .....

عقائد محمودیہ سے بیزاری

میں محمد شفیع احمدی ساکن ڈیرہ اسمٰعیل خاں محلہ سدوزئی پٹھان میاں محمود احمد کے خیالات سے سخت بیزار ہوں - اور میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے ہمخیال ہوں - اور حضرت مرزا صاحب کو میں ہرگز نبی نہیں سمجھتا - صرف وقت کا امام اور مسیح موعود مانتا ہوں - اور میں کسی اہل قبلہ کلمہ گو کو کافر یعنے دائرہ اسلام سے خارج نہیں سمجھتا - بجز اس کے جو حضرت مسیح موعود کو کافر سمجھتا ہے اور اسمہ احمد کی پیشگوئی کا مصداق بھی میں حضرت مرزا صاحب کو نہیں سمجھتا - بلکہ اس کا مصداق حقیقی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی جانتا اور مانتا ہوں - خدا کا شکر ہے - حکیم مرہم عیسےٰ سے میں نے ان تینوں مسئلوں پر تسلی حاصل کر لی ہے ✤ محمد شفیع احمدی - نشان انگوٹھا ✤

میاں صاحب کا حملہ مسیح موعود پر

کس دریدہ دہنی سے مسیح موعود پر حملے کئے جاتے ہیں اور ہر بات میں آپکو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے - یعنی اس بات کی تائید میں کہ جب تک انکشاف نہ ہو - اسوقت تک انسان معذور ہوتا ہے انکشاف کے بعد وہی بات کہنا نادانی بلکہ معیوب - میاں صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ میں یہ مثال دی ہے - جس میں کھلے طور پر مسیح موعود پر حملہ کیا گیا ہے - کہ :-

"مثلاً ایک شخص لاہور جائے اور وہاں جا کر اسے دکھ پہنچے - تو اس میں اس کا کوئی قصور نہیں - لیکن اگر اسے لاہور جانے سے پہلے رؤیا کے ذریعہ اس بات کا علم ہو جائے کہ وہاں جا کر مجھے دکھ پہنچیگا - اور پھر چلا جائے - تو یہ اس کی نادانی اور بیوقوفی ہوگی - پہلی دفعہ جانا اس کی نادانی نہیں ہوگی کیونکہ علم ہی نہ تھا - لیکن جب اسے بتادیا گیا - تو پھر جانا اس پر الزام لائے گا" (الفضل مورخہ ۲۷ - جون ۱۹۱۶ء)

اب ایک طرف اس مثال کو رکھو - اور دوسری طرف اس واقعہ کو کہ حضرت مسیح موعود ۱۹۰۸ء میں جب لاہور آنے والے تھے تو روانگی سے ایک دن پیشتر آپ کو الہام ہوا - کہ "مباش ایمن از بازی روزگار" اس الہام کے ہوتے ہی آپ کا اپنا ارادہ کچھ ملتوی ہونے لگا - لیکن بیوی صاحبہ کے اصرار پر آپ دوسرے ہی دن لاہور تشریف لے آئے - اور یہیں فوت بھی ہوئے - اب بتائے میاں صاحب کی بیان کردہ مثال سے حضرت اقدس پر اس فعل کی وجہ سے کیا فتویٰ عائد ہوتا ہے - پھر کیا کہیں اس شخص کو جو اپنے مقدس باپ پر یوں بات بات پر حملہ آور ہوتا اور اسے نادان و بیوقوف بناتا ہے ✤

نرخنامہ اشتہارات

جگہ	یک مرتبہ	یکہفتہ یا سوبار	دوہفتہ یا ہوبار	یکماہ یا ۱۲ دفعہ
صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
½ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
½ کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
⅓ کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
¼ کالم	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نوٹ :- سالانہ اجرت ... [illegible] ... امر خط ✤

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۳ - جولائی ۱۹۱۶ء نمبر ۲

ایک قابل تقلید مثال

گزشتہ اشاعت میں قومی ضروریات اور ذاتی خواہشات کے باہمی تقابل سے ہم نے بتایا تھا کہ ان دونوں میں سے صرف قومی ضروریات کو ہی مقدم کرنا چاہیے اور ذاتی فوائد کو قومی ضروریات پر مقدم کرنا ہرگز مفید نہیں - اور اسی سلسلہ میں پیغام صلح کو ایک قومی ضرورت کے طور پر ہم نے پیش کرتے ہوئے قوم کو اس کی ترقی و بہبودی میں کوشاں ہونے کی طرف توجہ دلائی تھی - آج ہم اس بارہ میں ایک قابل تقلید مثال کو اپنے ناظرین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں - شملہ میں ہماری جماعت کی بہت تھوڑی سی تعداد ہے - جو کوئی اتنے بڑے مالدار بھی نہیں - لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے اس بزرگ انسان کو جس نے شروع سے اس وقت تک پیغام صلح کو مالی منفعت پہنچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور وہ اس تھوڑی سی جماعت سے ہی یا شاید چند دیگر لوگوں کے پاس بھی پیغام صلح کو بیچ کر ثواب عظیم حاصل کرتا ہے شیخ اللہ دین صاحب شملوی انشاء اللہ خود ملازمت پیشہ ہیں اور حسب ضرورت روزی پیدا کرنے کا وسیلہ بفضلہ رکھتے

لیکن باوجود اس وسیلہ کی موجودگی کے باوجود اس کے کہ کام کی کثرت اور اس کی نوعیت کم از کم شیخ صاحب جیسے بوڑھے انسان کو سخت تھکا دینے والی ہے - لیکن یہ جوان ہمت بزرگوار اس پیرانہ سالی میں بھی خود اپنے نام اخبار کے بہت سے پرچے منگواتا اور عین وقت پر بلا لحاظ اس بات کے کہ وہ بیمار ہوں یا تندرست تھکے ماندے ہوں - یا مضبوط شملہ کی سخت ترین سردیوں میں عین بارش کے اندر خود جا جا کر لوگوں کو دیتے اور ان سے ان کی قیمت وصول کر کے بھجواتے ہیں - شیخ صاحب آج سے نہیں بلکہ عرصہ تین سال سے متواتر اس کام کو کرتے ہیں - اور بلامعاوضہ کرتے ہیں انھوں نے ۱۹۱۳ء ۱۹۱۴ء اور ۱۹۱۵ء میں پیغام صلح کے ایک ہزار کے قریب پرچے فروخت کئے اور دن بدن زیادہ بہت زیادہ مستعدی اور کوشش سے اس دینی کام کو سرانجام دیتے ہیں - نہ صرف یہی بلکہ شیخ صاحب کی نیز منت کئے ہوئے چندہ کی فہرستیں جو طبع ہوتی رہتی ہیں بتاتی ہیں کہ انھیں اشاعت اسلام کے پاک کام میں کس قدر دلچسپی اور انہماک ہے - ترجمۃ القرآن فنڈ بلاد عربیہ اشاعت اسلام فنڈ اور دیگر صدقات و امداد جناب شیخ صاحب کی کوشش سے مستقل طور پر شملہ سے موصول ہوتے رہتے ہیں - جو تھوڑے تھوڑے کر کے اب ایک کثیر المقدار رقم بن گئے ہونگے - پھر جانتے ہو کہ اس ایک ایک پیسہ کے جمع کرنے میں بالخصوص اس وقت جبکہ اسلام اس قدر مضطرب حالت میں ہے کہ کوئی اسے پوچھنے والا نہیں - کس قدر اجر عظیم مترتب ہوگا - اور ثواب تو خیر اللہ کے ہاں سے جو ملیگا وہ بہت بڑھ چڑھ کر ہوگا مگر یہ کوئی تھوڑی سی بات ہے کہ انہی پیسوں کے ذریعہ اسلام کی جو کچھ امداد ہوگی غیروں کے اعتراضات کا دفعیہ کرنے اور انھیں اسلام جیسے سیدھے راستے پر گامزن کرنے میں جو فوائد مسلم قوم کو پہنچ سکتے ہیں جو دینی و دنیوی عظمت و علو مرتبت حاصل ہو سکتی ہے وہ تو کہیں گئی نہیں بلکہ ع

کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

کا مصداق فی الفور میسر آ سکتی ہے - اور آ رہی ہے - کیا بلاد عربیہ میں تبلیغ اسلام کا کام ہر آئے دن ایک نئی خوشحالی اور مسرت کا موجب نہیں ہوتا پھر کیا خود ہندوستان میں اگر اسی کام کو وسیع پیمانہ پر کیا جائے اخبار کو ناواقف حلقوں تک پھیلا کر انھیں اسلام سے واقف کیا جائے ان کے دلوں سے اسلام کے متعلق غلط خیالات اور دہریلے اعتقادات کو دور کیا جائے تو یہ فائدہ مندامر نہیں ؟ اسی لئے ہم گزشتہ سے پیوستہ اشاعت میں بھی بتایا تھا اور اب پھر بتا دیتے ہیں کہ ہمیں اپنے ناظرین سے مختلف قسم کی امداد مطلوب ہے - جس کی تفصیل حسب ذیل ہے -

[illegible]

(۱) جو احباب اخبار کے اس وقت خریدار نہیں وہ فی الفور خریداری کی درخواستیں بھیجیں اور دوسروں کو بھی خریدار بنائیں -

(۲) جو احباب پہلے سے خریدار ہیں وہ دوسروں کو خریدار بنانے کی کوشش کریں -

(۳) جن احباب کے ذمہ اس وقت تک اخبار کا چندہ واجب الادا ہے وہ فی الفور اسے ادا کرنے کی کوشش کریں خواہ باقساط ہی ادا کر دیں تاکہ زیادہ بوجھ بھی معلوم نہ ہو - ایسا ہی آئندہ سال کا پیشگی چندہ یا تو بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں یا وی پی پہنچنے پر اسے انکار ہی نہ کر دیں - تاکہ دفتر کو خواہ مخواہ اور مالی زیر باری میں مبتلا نہ ہونا پڑے - اگر فی الفور قیمت نہ دے سکتے ہوں تو ایک پیسہ کا کارڈ لکھ کر اطلاع دے دیں کہ وہ کب ادا کر سکتے ہیں - اور کیونکر باقساط ؟ یا یکمشت ؟

(۴) مستطیع احباب محض از راہ ہمدردی اسلام غیر مستطیع احباب کے نام اخبار کے متعدد پرچے جاری کرائیں اور خود ان پرچوں کی قیمت ادا کریں - کہ یہ بھی اشاعت اسلام ہی کے کام کا ایک جزو ہے -

(۵) اپنے اپنے شہر میں اگر ہو سکے تو خود ورنہ دوسروں کو ایجنٹ بنائیں تاکہ جن لوگوں کے ہاتھوں تک ویسے اخبار نہیں پہنچ سکتا یا ان تک آپ کی رسائی نہیں وہ ان ایجنٹوں سے خرید کر فائدہ اٹھا سکیں -

(۶) اپنے اپنے شہر میں سے اخبار کے لئے اُجرتی اشتہارات مہیا کریں - اجرت اشتہارات بذریعہ خط و کتابت معلوم ہو سکتی ہے نہایت سستی ہے -

اگر ہر شہر میں خاص احباب ایسے اشتہارات مہیا کرنے کی ذمہ داری لے سکیں تو انھیں اطلاع موصول ہونے پر دیگر ضروری حالات سے بھی خاص طور پر واقف کیا جا سکتا ہے - یہ چند ایک طریق ہیں جن سے آپ اپنی قوم اور اپنی انجمن کی امداد کر سکتے - اور اشاعت اسلام کے کام میں مدد دے سکتے ہیں -

امید ہے کہ ہماری اس مختصر یادداشت کو قبولیت کی نگاہ سے دیکھا جائیگا اور ہم میں بہت سے ایسے شیخ اللہ دین پیدا ہو جائینگے جو اس مطلوبہ امداد کے پہنچانے میں حتی الوسع کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھینگے - وما علینا الا البلاغ

چینی مسلمانوں کو مسلمان بنانے کی کوشش

معزز معاصر کسان نے اپنی ۱۰ جولائی ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں "نارتھ چائنا ہیرلڈ" کے حوالہ سے مسٹر راڈلی گلبرٹ کے ایک مضمون کا ملخص شائع کیا ہے - جس میں مسٹر موصوف نے چین کے بعض تاتاری النسل مسلمانوں کے جو نام کو تو بدھ مذہب کے پیرو ہیں - لیکن ساتھ ہی ساتھ اسلام کی محبت بھی اپنے دلوں میں رکھتے اور اسلامی رسم و رواج کا چھپا ہوا سا نقشہ ابھی تک ان کے اندر پایا جاتا ہے تہذیب و تمدن کا کچھ تھوڑا سا حال لکھا ہے - جسے دیکھ کر ہمارے معزز معاصر کی برادرانہ ہمدردی اپنے ان پرانے بھائیوں کے حق میں جوش زن ہوئی ہے - اور وہ چاہتا ہے - کہ انہیں سدھارنے اور انہیں باقاعدہ مسلمان بنانے کے لئے "ایک باقاعدہ مشن قائم کیا جائے - اور موزون مبلغ ملت کے خرچ سے چین روانہ کئے جائیں" ہم اپنے معزز معاصر کے اس پاکیزہ خیال کی دل سے قدر کرتے اور بڑے زور سے تائید کرتے ہیں - بالخصوص احمدی جماعت کے برگزیدہ افراد کو جنہوں نے خاص طور پر اس نیک کام کو اپنے ذمہ لے رکھا ہے - جنکو گھڑا ہی اس لئے گیا ہے - کہ وہ اشاعت و حفاظت اسلام کے [illegible]

دیں - اور جنہیں اپنے پیارے امام حضرت مسیح [illegible] مسلماں را مسلماں باز کردند" کے مختصر الفاظ [illegible] کام کی بالخصوص ہدایت کی گئی ہے - فوراً اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے دنیا اس وقت عملاً اسلام سے دور و مہجور ہے - اور حالت اب یہانتک پہنچ چکی ہے - کہ ہر طرف سے متی نصر اللہ کی آوازیں آ رہی ہیں - ابھی گزشتہ اشاعت میں بابو منظور الٰہی صاحب نے افریقہ میں تبلیغ اسلام کی جیسی کچھ ضرورت جتلائی تھی - پھر اب معاصر کسان نے چینی مسلمانوں کی جو کچھ حالت ظاہر کی ہے - یہ سب حالات اس بات کے متقاضی ہیں - کہ احمدی قوم کے افراد بالخصوص اور عامہ مسلمین بالعموم اپنی کمر ہمت کو نہایت مضبوطی کے ساتھ کس لیں اور اللہ کا [illegible]

ایک نیک اور پاک نمونہ

دیکھو کس قدر پاک نمونہ وقت کبھی ہم میں موجود ہے - جو خواجہ کمال الدین صاحب کا وجود کم از کم ہمارے جیسے کم علم انسانوں کے لئے ایک زندہ رہبر کا کام دے سکتا ہے جنہوں نے ایک تھوڑی سی کوشش کے بدلے اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ اجر عطا فرمایا کہ اس کی نظیر موجودہ زمانہ میں نہیں ملتی یہانتک کہ آج اگر کسی کو اس پاک کام کے لئے کوئی مثال بیان کرنی ہوتی ہے تو اسی پاک وجود کا نام لینا اسے ضروری معلوم ہوتا ہے [illegible] معزز معاصر کسان اپنی اس تحریک کو موثر بنانے کیلئے [illegible] کیا ہم امید کریں کہ ہندوستان میں کوئی اور خواجہ کمال الدین سامنے آئیگا - اور جسطرح اسلام کے اس سچے خادم نے مغرب میں لوائے اسلام بلند کیا - اسی طرح وہ مشرق میں اسلام کے بجھے ہوئے چراغ کو روشن کر دیگا

احمدی قوم ! تجھے مبارک ہو - کہ تیرے برگزیدہ افراد کا نام آج اس عزت و عظمت کے ساتھ لیا جاتا ہے - یہ کیوں ؟ صرف اس لئے کہ اس نے وہ کام کر کے دکھایا جس کے لئے مسیح موعود کی غلامی میں داخل ہوا تھا - پھر کس قدر شرم کا امر ہوگا اگر ان دلائل اور کھلے نتائج کے ہوتے ہوئے - خود اپنے پیدا کئے ایسے بین مثال رکھتے ہوئے بھی - جسے زمانہ تسلیم کر چکا ہو ہم خاموشی سے بیٹھے ہوئے صرف اس کا منہ تاکتے رہیں - اور خود ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں - ضرورت ہے کہ ہم میں سے ابھی اور بہت سے خواجہ کمال الدین پیدا ہوں - جو مشرق مغرب اور شمال و جنوب غرض ہر طرف دنیا کی روحانی پیاس کو بجھانے کا باعث ہوں ۔

خدا کیلئے اپنی عظمت کو یونہی نہ گنواؤ

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کسان کے اسی پرچہ میں ایک طرف خواجہ صاحب کا نام اس عظمت کیساتھ لیا جاتا ہے - اور دوسری طرف تفسیق و تکفیر و الحاد دینے والوں کا ذکر کرتے ہوئے احمدی جماعت کو بھی دیگر تمام فرقوں کے ساتھ اسی عارضے میں مبتلا بتایا گیا ہے - کیا یہ افسوس اور شرم کا مقام نہیں کہ وہ پاک جماعت جسے دنیا کو مسلمان بنانے کے لئے کھڑا کیا گیا تھا وہ آج اہل قبلہ کو بھی کافر بنانے کی سعی میں مصروف ہو کر اپنی اس رہی سہی عظمت کو بھی گنوا بیٹھے - جو حضرت مسیح موعود کے طفیل اسے نصیب ہوئی تھی

ہم اپنے معزز معاصر کو یہ بتانا چاہتے ہیں - کہ کوئی شخص جو حضرت مسیح موعود کا سچا پیرو اور تابعدار ہے - وہ ہرگز ان تفسیق و تکفیر و الحاد میں حصہ نہیں لے سکتا - ہاں اس وقت بعض بد نام کنندہ نکو نامے چند بیشک ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو کروڑہا مسلمانوں کو کافر بنانے کے درپے ہیں - لیکن چونکہ ان کا یہ مسلک اور ایسے ہی دیگر مختلف غالیانہ عقائد حضرت مسیح موعود کے تعلیم کردہ نہیں اس لئے انہیں احمدی کہنا موزون نہ ہوگا - احمدی تو ہی ہے جو حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی صحیح تعلیمات و عقائد کا جو آپ نے آنحضرت صلعم کی پیروی میں سکھائے [illegible] جیسے کہ حضرت خواجہ کمال الدین

[illegible]

[illegible] کا نام محمودی لکھنا چاہئے - نہ کہ احمدی ۔

رقوم وصول شدہ

(معرفت بابو محمد صدیق صاحب کلرک راولپنڈی)

چندہ ماہواری از جماعت راولپنڈی [illegible]

زکوٰۃ: شیخ احمد دین اینڈ برادرس جنرل مرچنٹ صدر راولپنڈی [illegible] شیخ محمد دین اینڈ کمپنی [illegible] - بابو کریم بخش صاحب کلرک جنرل پوسٹ آفس - [illegible]

ترجمۃ القرآن: کرم الٰہی صاحب صدی [illegible] - بابو ثناء اللہ صاحب [illegible] کلرک [illegible] - مستری فضل کریم صاحب ٹھیکیدار [illegible] مستری نبی بخش صاحب [illegible] بابو محمد شفیع صاحب کلرک جنرل پوسٹ آفس [illegible]

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۱۶ - جون ۱۹۱۶ء)
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ولا جنبًا - جنب کی حالت میں بھی نماز جائز نہیں۔ الا عابری سبیل حتی تغتسلوا - ہاں اگر مسافر ہو تو حرج نہیں ورنہ غسل کرکے نماز پڑھنی چاہئے۔ وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدًا طیبًا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم ان اللہ کان عفوًا غفورًا - جب ایک استثنا کو بیان کیا۔ تو ساتھ ہی دوسرے استثنا کو بھی بیان کردیا۔ فرمایا۔ اگر تم مریض ہو یا سفر میں ہو۔ یا تم میں سے کوئی جنگل سے ہوکر آیا ہو۔ تو ان سب صورتوں میں فرمایا کہ اگر پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی لیکر اس کا قصد کرلیا کرو۔ اس سے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرلیا کرو۔ ان اللہ کان عفوًا غفورًا - اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ نماز کی تفصیل تو قرآن کے اندر نہیں۔ اس لئے وہ یہ نماز جو پڑھی جاتی ہے۔ اس کو صحیح نہیں سمجھتے۔ بعض وہ لوگ بھی ہیں کہ وہ بالکل ہی نماز نہیں پڑھتے۔ صلوٰۃ کے معنے وہ صرف دل کی دعا ہی کے کرلیتے ہیں۔ ایک اور فرقہ ہے وہ کہتا ہے کہ جو تفصیلات حدیثوں کے اندر آتی ہیں۔ وہ صحیح نہیں۔ اور اس نے قرآن سے خود ایک نئی نماز بنائی ہے۔ لیکن نماز اگر کوئی ایسی چیز ہوتی کہ اس میں انسان کا اختیار ہوتا۔ کہ جس طرح سے چاہے پڑھ لے۔ تو سیدھی بات تھی۔ انسان خود کرسکتا تھا۔ اسکی بھی موقع کے لئے تفصیل دینے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر نماز دل کی دعا ہی کا نام ہے تو جنگ۔ بیماری اور سفر وغیرہ میں بجائے کوئی تفصیلات دینے کے صرف یہی کہدیتے۔ کہ یونہی ہاتھ اٹھاکر دعا کرلو۔ لیکن بجائے اس کے نماز کی تیاری کے لئے خاص تفصیلات دی ہیں۔ یوں وضو کرو۔ فلاں حالت میں تیمم کرو۔ اور فلاں حالت میں غسل کرو۔ تو جب قرآن نے اسقدر تفصیلات نماز کی تیاری کے لئے دی ہیں۔ تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ نماز بھی اسی خاص ہیئت اور خاص شکل میں ہی نماز کہلاسکتی ہے جو آنحضرت صلعم کے وقت سے اسوقت تک چلی آتی ہے۔ قرآن میں جو نماز کی تمام تفصیلات کو نہیں بتلایا تو یہ اس لئے نہیں کہ یہ کوئی غیر ضروری باتیں ہیں۔ بلکہ بات یہ ہے۔ کہ وہ تفصیلات اس قدر تھیں کہ اگر ان سب کو قرآن کے اندر ذکر کیا جاتا۔ تو اسی قدر اور موٹی یہ کتاب بنجاتی۔ اس لئے اللہ تعالے نے اس کے لئے نبی کریم صلعم کے تعامل کو رکھدیا کہ جس طرح سے آپ نماز کو ادا کرتے ہیں۔ اسی نمونہ پر دوسرے مسلمان بھی ادا کریں ؂

تو غرض اسلام نے پانچ نمازیں مقرر کرکے تمام اوقات کو لے لیا جو شراب کے لئے مقرر تھے۔ اور حکم یہ دیا کہ نشہ کی حالت میں نماز کے نزدیک بھی نہیں جانا۔ اب اگر کوئی شخص شراب کی عادت کرے تو کس وقت؟ اتنے ہی کے اندر شراب نوشی کی جڑ کاٹ دی۔ یہاں [illegible] کے اندر اس بد عادت کا نام ونشان تک نہ رہا۔ [illegible]

[illegible] انکو کیا کیا

[illegible]

ہیں بھی لوگ شراب [illegible]

صورت۔ [illegible]

پہلو بیٹھے ہوئے [illegible]

نشہ بھی آئے۔ خدا تعالے کی [illegible] تو تبھی پیدا ہوسکتی ہے کہ پہلے یہ تمام عادتیں نفسیہ زائل ہوجائیں۔ اور ان سے منہ موڑ لیا جائے۔ اسی لئے محمد رسول اللہ صلعم نے ایسی ایسی نشستیاں ان نشستوں کو زائل کرنے کے لئے رکھی ہیں۔ کہ جو ایک لخت انکو مٹا دے سکتی ہیں۔ آگے فرمایا۔ الم تر الی الذین اوتوا نصیبًا من الکتاب یشترون الضللۃ ویریدون ان تضلوا السبیل کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جنکو دیا گیا ہے ایک حصہ کتاب کا۔ وہ گمراہی کو مول لیتے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ تجھے راہ سے بھٹکادیں۔ یہاں اہل کتاب کے متعلق فرمایا کہ ان کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ توریت تو آخر ایک کامل کتاب نہ تھی۔ وہ کامل کتاب جو ہمیشہ کے لئے دنیا کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے آنی تھی وہ تو قرآن ہے۔ تو یہاں یہ بتایا ہے۔ کہ ان کو بھی ایک حصہ کتاب کا ضرور دیا گیا ہے۔ لیکن بتایا کہ وہ گمراہی خرید رہے ہیں گمراہی کو خریدنے کے یہ معنے نہیں۔ کہ کہیں بازار میں گمراہی کی کوئی جنس بکتی ہے۔ بلکہ وہ ان صریح پیشگوئیوں سے انحراف کرتے ہیں۔ جو اس حصہ کتاب میں جو ان کو دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلعم کے لئے مذکور ہیں یہ تو اہل کتاب کے متعلق فرمایا۔ لیکن کیا مسلمان گمراہی کو آج نہیں خریدتے۔ اہل کتاب کو تو ابھی کتاب کا ایک حصہ ہی دیا گیا تھا لیکن مسلمان جنکو یہ کامل کتاب ملی ہے۔ وہ اسے بھی پیٹھ کے پیچھے پھینک رہے ہیں۔ اور ذرا بھی اس کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے پھر یہی نہیں کہ خود گمراہی کو ہی مول لے رہے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے۔ اور کرتے ہیں۔ یہ انسان کی عادت میں داخل ہے۔ کہ جب خود گرنا شروع کرتا ہے۔ تو چاہتا ہے کہ دوسروں کو بھی گرالے۔ تاکہ اسے کوئی برا کہنے والا نہ ہو۔

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعہ یہودیوں میں بعض وہ ہیں۔ جو باتوں کو انکی جگہ سے پھیرتے ہیں آج بھی ایک غرض کے لئے ایک حیلہ نکالا جاتا ہے۔ اسکے کچھ کے کچھ معنی بنالئے جاتے ہیں۔ اور صاف اور سیدھی عبارات میں کھلی کھلی تحریف کی جاتی ہے۔ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے آنحضرت صلعم کے حق میں ہونے سے انکار کرنا کوئی چھوٹی سی تحریف معنوی نہیں۔ لوگ کہتے ہیں ہمیں کیا۔ ہمیں ان کے عقائد سے کیا کام۔ میں کہتا ہوں ایک شخص کو تم مرشد بناتے ہو۔ حالانکہ دیکھتے ہو۔ کہ وہ سیدھی راہ پر نہیں۔ عقائد اس کے صحیح نہیں۔ کھلے طور پر تحریف کلمات ہورہی ہے۔ اگر تم یہ سب کچھ دیکھ کر بھی اسے اپنا مرشد پکڑتے ہو۔ تو بتاؤ اس سے بڑھکر جہالت اور کیا ہے۔

ایک شخص کھلے طور پر تمہیں ٹیڑھی راہ کی طرف لیجاتا ہے۔ اور تم اندھا دھند اس کے پیچھے چلے جاتے ہو۔ پھر بتاؤ یہ پیر پرستی نہیں تو اور کیا ہے۔ ویقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع اور کہتے ہیں۔ کہ سنا ہم نے اور نافرمانی کی ہم نے اور کہ ہماری بھی سنئے خدا تمہیں نہ سنوائے (یعنی بددعا کے طور پر کہتے ہیں) عصینا میں جو کہا ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں کہ ہم نے نافرمانی کی۔ یہ کوئی منہ سے کہنا ہی ضروری نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عملًا نافرمانی کرتے ہیں۔ وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین اور راعنا کہتے ہیں۔ زبان کو پھیر کر دین میں طعن کے طور پر۔ یعنے راعنا کی جگہ پر رعین کہدیا۔ راعنا کے معنے ہیں ہماری رعایت ملحوظ رکھئے۔ اور رعین کے معنے ہیں بیوقوف احمق۔ راعنا کا لفظ مسلمان نبی کریم سے کچھ بات سمجھنے کے لئے جب آپ تقریر کرتے تھے تو کہدیتے تھے۔ یہ بدمعاش قوم یہود اس میں شرارت کرتی تھی۔ اور مسلمانوں کا دل دکھانے کے لئے بالکل اسی سے ملتا جلتا لفظ رعین بولدیتے تھے۔ تاکہ اگر کوئی کچھ کہے تو جھٹ کہدیں کہ ہم نے تو راعنا کہا تھا۔ تو فرمایا اسی قسم کے ذومعنی الفاظ جن میں چھپکر طعن کیا جائے مت کہا کرو۔ اس قسم کی زد نہ مارا کرو۔ بلکہ جو بات کرو کھلکر کرو۔ پردے کے اندر سے نشتر لگانا ٹھیک نہیں۔ ولو انھم قالوا سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیرًا لھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یؤمنون الا قلیلا اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اور کہ ہماری بات سنئے اور ہماری طرف دیکھئے۔ تو ان کے لئے بہتر اور مضبوط بات ہوتی۔ لیکن اللہ تعالے نے ان پر ان کے کفر کے باعث لعنت کی پس نہیں ایمان لاتے مگر تھوڑے سے۔ باقی آیندہ

ضروری نوٹ

اقوال و الہامات مسیح موعودؑ کے متعلق میاں صاحب کی رائے

میاں محمود احمد صاحب سے کسی نے پوچھا۔ کہ۔

"جب ایک حدیث جو محدثین کے اصول کے مطابق صحیح قرار پاجائے۔ اور الہام مسیح موعودؑ میں مخالف ہو۔ تو مقدم کس کو کیا جائے۔ حدیث کو یا الہام مسیح موعودؑ کو۔" (الفضل مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۵ء جلد ۲ ۱۳۲)

اس کا جو کچھ جواب میاں صاحب نے دیا وہ حسب ذیل ہے:۔

"حدیث تو بیسیوں راویوں کے ہیر پھیر سے ہمیں ملی ہیں۔ اور الہام براہ راست۔ اسلئے الہام مقدم ہے۔ نہ اس لئے کہ وہ رسول اللہ صلعم کے قول سے معتبر ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اسکے راوی اس کے راویوں سے معتبر ہیں"۔ (الفضل ایضًا)

دوسرا سوال جو پوچھا گیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ:۔

"جب ایک حدیث (جو صحیح سمجھی جاتی ہو) اور قول مسیح موعودؑ میں بظاہر مخالف ہو۔ تو مقدم کس کو کیا جائے"
(الفضل ایضًا)

جواب میاں صاحب:۔

"مسیح موعودؑ سے جو باتیں ہم نے سنی ہیں۔ وہ حدیث کی روایت سے معتبر ہیں کیونکہ حدیث ہم نے آنحضرت صلعم کے منہ سے نہیں سنی۔ سچی حدیث اور مسیح موعودؑ کا قول مخالف نہیں ہوسکتے" (الفضل ایضًا)

اب ان ہر دو سوالات وجوابات سے ظاہر ہے۔ کہ میاں صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعودؑ کے اقوال والہامات صحیح حدیث پر بھی مقدم ہیں لیکن دوسری طرف اسی بارہ میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا فتوے بھی دیکھنا چاہئے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب رشیدی کا فتوے اقوال الہامات مسیح موعود کے بارہ میں

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب جو ان دو فرشتوں میں سے ایک ہیں جن کے کندھوں پر مسیح موعودؑ کا نزول ہوا۔ اور جو میاں صاحب کی خلافت کے اولین موید بھی ہیں۔ اپنی تازہ تصنیف بنام "القول المجدّ فی تفسیر اسمہ احمد" میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"میرے نزدیک حدیث ضعیف بھی اقوال والہامات سے مقدم ہے۔ بشرطیکہ کتاب اللہ اور سنت صحیحہ سے مخالف نہ ہو۔ یہ مذہب میرا اس لئے ہے۔ کہ اصل تو سلسلہ احمدیہ کے ثبوت حقیقت کا دارومدار احادیث سے ہی ہوا ہے اور قرآن مجید سے تو صرف استنباطات ہوئے ہیں۔ نص کوئی موجود نہیں ہے۔ مثلًا یہ نص کہ مسیح موعود جو آئیگا وہ حقیقی ہوکر آئیگا۔ موجود نہیں۔ وکذا وکذا۔ اس لئے جو شخص حدیث ضعیف غیر مخالف کتاب اللہ کو تسلیم نہ کرے وہ بموجب طرز ثبوت سلسلہ مہدویت مسیحائی حضرت اقدس کے خبیث ہے جیسا فرمایا۔

"کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو"

(دیکھو کتاب مذکور ٹائیٹل ص ۲)

نوٹ - حضرت مولوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے کہ آپ حدیث ضعیف کو بھی جو کتاب اللہ وسنت صحیحہ سے مخالف نہ ہو۔ اقوال والہامات مسیح موعودؑ پر مقدم سمجھتے ہیں۔ اور جو شخص ایسا نہ کرے۔ از روئے قول مسیح موعود آپ کے نزدیک وہ خبیث ہے۔

امید کہ میاں صاحب حضرت مولوی صاحب کے اس فتوے پر غور فرماکر اور پھر اپنے مندرجہ بالا الفاظ کو بھی مدنظر رکھکر دیکھینگے۔ کہ وہ کس معزز خطاب کے مستحق ٹھہر چکے ہیں۔ اور آیندہ انہیں مسیح کس پاک لفظ سے مخاطب کرنا چاہئے۔ فتدبروا ؂

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ تعالی ایبٹ آباد میں بخیر وعافیت ہیں اسوقت درس قرآن کریم کے علاوہ دیگر مشاغل دینیہ میں مصروف ہیں۔ درس صبح سات بجے سے نو بجے تک اور شام کو پونے سات سے آٹھ بجے تک ہوتا ہے۔ مقامی احباب بھی بہت جمع ہوجاتے ہیں۔ اور بیرونی احباب میں سے بھی پشاور۔ لاہور۔ گوجرہ۔ بہاولپور۔ بھیرہ۔ میانوالی۔ جھنگ اور دیگر مقامات سے بھی آئے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب بھی گذشتہ ۸ - جولائی ۱۹۱۶ء کو ایبٹ آباد تشریف لے گئے ؂

شملہ سے حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر کی ایک بڑی مبسوط رپورٹ موصول ہوئی ہے۔ جسکا ملخص انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں درج [illegible] اسقدر بتادینا کافی ہے کہ ہر دو لیکچر بڑی کامیابی سے ہوئے۔ احمدی وغیر احمدی اور محمودیوں کا بڑا بھاری مجمع تھا۔ خود محمودیوں نے لیکچر کی خواجہ صاحب کے دیگر حقائق معارف کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۶ - جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۳

...... کی گنجائش میں ... خیال ... ورود ... نگا لیں کہ جب ... بالکل بھرا ہوا تھا اور علاوہ اس کے ... دوستوں کا جلسہ تھا - تو پھر کل تعداد حاضرین کی کتنی ہوگی -

بیکہ پھر ... موز معرفت تھے اور علاوہ اس کے جس فصاحت و بلاغت سے حضرت خواجہ صاحب نے ایسا ... بھی حاضرین پر ہی چھوڑتا ہوں - کہ اس سے پبلک پر کتنا اثر ہوا ہوگا - اور جب اس واقعہ کو بھی مدنظر رکھیں کہ پبلک نے نہایت ہی عاجزانہ طور پر عرض کی تھی للہ حضرت خواجہ صاحب کم از کم ایک دو ہفتہ کے لئے اور ٹھہر جاویں لیکن افسوس کہ حضرت خواجہ کمال کے والد ماجد کی علالت طبع ہم کو ...... کے نافع وجود سے محروم کر گئی - اور دفعتاً یہ شعر زبان سے نکلتا ہے کہ ؎

حیفا در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

حضرت خواجہ صاحب کے لیکچروں کا یہ نمایاں اثر بیان پایا جاتا ہے کہ لوگوں میں مذہب کی دلچسپی پیدا ہو گئی ہے وہ جو کہ نماز پڑھنے سے بیزار تھے اُن کی ایک ہی تقریر سے نماز پڑھنے کے لیے مستعد پائے جاتے ہیں وہ جن کے دل شکوک الہام سے پر تھے خدا کے فضل و رحم سے الہام کی حقیقت کو سمجھ کر خوشی خوشی اپنے گھر گئے وہ جو خشک مولویوں کے وعظ سے متنفر تھے اُنھوں نے خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا کے فضل و رحم سے ایسے ایسے اعلیٰ دماغ والے اسلام میں موجود ہیں جو کہ اسلام کو صحیح مفہوم کے ساتھ دنیا میں پیش کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ

اللہ تعالیٰ ہمارے فخر اور مایۂ ناز خواجہ کو اپنی رحمتوں میں رکھے اور ہمیشہ حاسدوں اور دشمنوں کی چشم بد سے محفوظ و مصئون رہیں - ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد -

ہاں یہ بات عرض کرنی بھول گیا کہ خدا کے فضل و کرم سے پچاس کے قریب کے نئے خریدار رسالہ مسلم ریویو و اشاعت اسلام کے بنے اللھم زد فزد

اور سب سے آخر حضرت خواجہ صاحب نے اپنی محسن اور سچی سرکار کی جس کے ماتحت ہم اپنے مذہبی فریضوں کو بغیر کسی روک ٹوک کے ادا کر سکتے ہیں - صدق دل سے مسلمانوں کو وفادار رہنے کی دلائل سے ترغیب دلائی اور حاضرین جلسہ کو مجبور کیا کہ وہ بھی دعا مانگیں کہ اس لڑائی میں صرف ہماری ہی ... سرکار کی فتح ہو - آمین ثم آمین کیونکہ اس محسن گورنمنٹ کے ہم سب پر بڑے بڑے احسان ہیں -

(احقر العباد عبدالحق احمدی)

مکرر آنکہ پہلے جلسہ کے صدر مکرم و معظم جناب شیخ محمد عمر صاحب بی - اے - پلیڈر چیف کورٹ پنجاب تھے اور دوسرے کے عالیجناب مسٹر عبدالکریم ممبر کونسل گوالیار صاحب بہادر تھے -

اخبار احمدیہ

حضرت امیر الملت ایدہ اللہ بفضلہ تعالیٰ بخیر و عافیت درس قرآن کریم اور دیگر مہمات دینیہ میں مصروف ہونے کی ایبٹ آباد سے آئی ہوئی خبریں سن کر دل کو از حد فرحت و شادمانی لاحق ہوتی ہے اور ان کے وجود کے لئے بے اختیار دل سے دعائیں نکلتی ہیں -

درس رمضان میں شامل ہونے والے احباب کی مفصل فہرست جو ۱۲ - جولائی سنہ ۱۹۱۶ء کو مرتب کی گئی حسب ذیل ہے -

(۱) حضرت خواجہ صاحب (۲) والد بزرگوار حضرت خواجہ صاحب (۳) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب (۴) خواجہ عبدالغنی صاحب از لاہور (۵) خواجہ بشیر احمد صاحب بی - اے - لاہور (۶) خواجہ نذیر احمد صاحب لاہور (۷) عبدالرحمٰن صاحب طالب علم بی اے کلاس لاہور (۸) چوہدری محمد حسین صاحب لاہور (۹) صدیق حسین صاحب طالبعلم اشاعت اسلام کالج لاہور (۱۰) محمد الدین صاحب لاہور (۱۱) داروغہ ... صاحب لاہور (۱۲) محمد خان صاحب کمپونڈر (۱۳) بابو محمد بخش صاحب پنشنر از لدھیانہ (۱۴) مولوی محمد رمضان صاحب از بھیرہ (۱۵) الٰہی بخش صاحب طالبعلم الف اے از بھاولپور (۱۶) مولوی سمیع اللہ صاحب از سرگودھا (۱۷) مولوی مرزا غلام عیسٰی صاحب از لائل پور (۱۸) ڈاکٹر جلال الدین صاحب از گوجرہ (۱۹) ... عبدالحمید صاحب از پشاور (۲۰) مولوی عبدالرحیم صاحب ... پشاور (۲۱) شیخ ... بخش صاحب از لائل پور (۲۲) ... احب از لائل پور (۲۳) اللہ بخش صاحب الف اے

حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
اور
مسئلہ کفر و اسلام

۲۷ - جون سنہ ۱۹۱۶ء کے الفضل میں "گناہ اپنا الزام دوسروں پہ" کے عنوان سے ایک لیڈر شائع ہوا ہے جس میں بعض ان پرانے اعتراضات کو اب پھر دہرایا گیا ہے جو حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ کے ٹریکٹ موسومہ "مسئلہ کفر و اسلام" پر متعدد مرتبہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کی طرف سے ہوئے ہیں اور ہر بار ان کے دندان شکن جواب دیئے جا چکے ہیں - مثلاً الفضل کا یہ بیان ہے کہ قل اللہ ثم ذرھم کے معنے "اللہ منوا کر چھوڑ دو" حضرت امیر نے غلط کئے ہیں اور حضرت مولوی نورالدین صاحب نے یہ معنی نہیں کئے - نیز یہ جو کہا ہے کہ "امام ابوحنیفہ کا یہ مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ دل سے اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کہہ دے تو وہ مومن ہو جاتا ہے - چاہے پھر اس سے شرک کفر - یا ظلم سرزد ہو" یہ امام صاحب پر ایک بہتان ہے آپ نے ایسے معنے نہیں کئے اور نہ کر سکتے تھے - اگرچہ ان لغو اعتراضات کے اس سے پیشتر کئی دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں اور یہ بتایا جا چکا ہے کہ یہ الفاظ خود حضرت مولوی نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی ۳ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء کے پیغام صلح میں طبع ہو گئے تھے - جہاں حضرت مولوی صاحب نے مسئلہ کفر و اسلام پر متعدد آیات و احادیث اور اقوال ائمہ کا ذکر کرتے ہوئے جو بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں اور حضرت مولوی محمد علی صاحب کو ان سب کی تطبیق کے لئے ارشاد فرماتے ہوئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مندرجہ بالا الفاظ کے ساتھ ہی ان کی کتاب "عقائد ابوحنیفہ" کا حوالہ بھی دیا ہے - چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں -

"امام ابوحنیفہ بھی بڑا آدمی ہے - اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا - ان کی کتاب ہے "عقائد ابوحنیفہ" ہمارے کتب خانے میں ہوگی"

لیکن چونکہ تعصب و جہالت کی پٹی ان کھلے اور بین دلائل پر میاں صاحب اور ان کے مریدین کو غور کرنے نہیں دیتی اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ حضرت امام صاحب رضی اللہ عنہ کے مذہب پر ایک تحقیقی نظر ڈال کر الفضل ایڈیٹر کی غلط بیانیوں کو رفع کریں - وما توفیقی الا باللہ

علامہ شبلی نعمانی مرحوم نے امام صاحب موصوف کی ایک سوانح عمری "سیرۃ النعمان" کے نام سے لکھی ہے جس میں انھوں نے "عقائد و کلام" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے۔ جس میں خود امام صاحب کی ایک تحریر نقل کی ہے - جو انھوں نے اپنے زمانہ کے ایک مشہور محدث عثمان بتی کے ایک خط کے جواب میں لکھی ہے جس کے پڑھنے سے اور خود عثمان بتی کے خط کے الفاظ سے امام صاحب کے مذہب پر بخوبی روشنی پڑتی ہے - چنانچہ علامہ شبلی فرماتے ہیں کہ

"انھوں (عثمان بتی) نے امام صاحب کو ایک خط لکھا کہ لوگ آپ کو مرجیہ کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ آپ مومن کا ضال و گمراہ ہونا جائز قرار دیتے ہیں - مجھ کو ان باتوں کے سننے سے نہایت رنج ہوتا ہے - کیا یہ باتیں صحیح ہیں - اس خط کے جواب میں امام ...

کہیں کہیں سے ہم انتخاب کرتے ہیں حمد و نعت کے بعد عثمان بتی کی دوستانہ نصیحت و خیر خواہی کا شکریہ ادا کر کے اصل مضمون اس طرح شروع کیا ہے :-

امام صاحب کی تحریر

"میں آپ کو بتاتا ہوں کہ رسول اللہ کے مبعوث ہونے سے پہلے تمام لوگ مشرک تھے - رسول اللہ جب مبعوث ہوئے تو لوگوں کو اس بات کی طرف دعوت کی کہ خدا کو ایک مانیں اور رسول اللہ جو کچھ لائے اُس کو تسلیم کریں - پس جو شخص اسلام میں داخل ہوتا تھا اور شرک چھوڑ دیتا تھا اُس کی جان اور مال حرام ہو جاتا تھا پھر خاص اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے تھے فرائض کے احکام آئے پس اُس کا پابند ہونا عمل ٹھہرا اور خدا نے اُسی کی طرف اشارہ کیا ہے - الذین آمنوا وعملوا الصلحٰت ومن یؤمن باللہ ویعمل صالحا اس قسم کی اور آیتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ عمل کے نہ ہونے سے ایمان جاتا نہیں رہتا البتہ اگر تصدیق جاتی رہے تو مومن کا اطلاق نہیں ہو سکتا - عمل و تصدیق کا دو جداگانہ چیزیں ہونا اس سے بھی ظاہر ہے کہ تصدیق کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں - لیکن اعمال کے لحاظ سے مراتب میں فرق ہوتا ہے - کیونکہ دین و مذہب سب کا ایک ہی ہے - خدا نے خود کہا ہے شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ یعنی تمھارے لئے اُسی دین کو مشروع کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جو تجھ پر وحی بھیجی اور جس کی وصیت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ کو کی وہ یہ ہے کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں متفرق نہ ہو"

"آپ کو جاننا چاہیئے کہ تصدیق میں ہدایت اور اعمال میں ہدایت یہ دونوں دو چیزیں ہیں آپ ایک شخص کو جو فرائض سے ناواقف ہو مومن کہہ سکتے ہیں - پس ایسا شخص فرائض کے لحاظ سے جاہل اور تصدیق کے لحاظ سے مومن ہے - خود خدا نے قرآن میں یہ ... کئے ہیں - کیا آپ اُس شخص کو جو خدا اور رسول کے پہچانے میں گمراہ ہو اُس شخص کے برابر قرار دینگے جو مومن ہو لیکن اعمال سے ناواقف ہو - خدا نے جہاں فرائض بتائے ہیں اس موقع پر فرمایا ہے کہ یبین اللہ لکم ان تضلوا (یعنی خدا نے اس لئے بیان کیا کہ تم گمراہ نہ ہو - دوسری آیت میں ہے - ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ (یعنی ایک گمراہ ہو تو دوسری یاد دلا دے) حضرت موسیٰ کی زبان سے فرمایا فعلتھا اذا وانا من الضالین (یعنی جب میں نے وہ کام کیا تب میں گمراہ تھا) ان آیتوں کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جو اس دعوے کے ثبوت کے لئے دلائل قاطعہ ہیں اور حدیثیں تو اور بھی واضح اور صاف ہیں - حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جاتے تھے تو کیا اس کے یہ معنی تھے کہ وہ صرف اُن لوگوں کے امیر تھے جو فرائض اور اعمال کے پابند تھے - حضرت علیؓ نے شام والوں کو جو اُن سے لڑتے تھے مومن کہا کیا قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ ہے - پھر جو لوگ قتل کے مرتکب ...

آپ قاتلین و مقتولین دونوں کو بر... صرف ایک کو (یعنی حضرت علیؓ ...) تسلیم کرینگے تو ... اور غو...

... جواب تجھیے ...

... یہ سب مومن ہیں اور فرائض ... سے کافر نہیں ہو سکتے - جو شخص ایمان کے ساتھ تمام فرمن بجا لاتا ہے وہ مومن اور جنتی ہے - جو ایمان اور اعمال دونوں کا تارک ہے وہ کافر اور دوزخی ہے - جو شخص ایمان رکھتا ہے اور فرائض اُس سے ترک ہو جاتے ہیں وہ مسلمان ضرور ہے - لیکن گنہگار مسلمان ہے خدا کو اختیار ہے اُس پر عذاب کرے یا معاف کر دے گا"

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر صاف طور پر آپ کے مذہب پر روشنی ڈالتی ہے آپ نے کھلے طور پر تمام اہل قبلہ کو بلا استثناء مسلمان کہا ہے اور فرائض کے تارک کو بھی کافر نہیں ٹھہرایا یہانتک کہ اس کا ضال و گمراہ ہونا بھی موجب کفر نہیں ٹھیرایا - جو کھلے طور پر حضرت مولوی صاحب کے بیان کی تصدیق کرنیوالا ہے اس سے بھی بڑھ کر آپ کے بعض اشارات آئندہ اشاعت ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۴

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

قیمت سالانہ سے ششماہی سے سہ ماہی
ماہوار ۹ طلباء سے سالانہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

از ملائک و از خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں عزیز رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند راست — منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار آرد از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب
از دل و جاں ہیم بر نور کمال — وصل و لذا و ساخل بے انجمال
آں تدلے قول او در جان ماست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست

اشاعت۔ ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور یکشنبہ ۱۴ رمضان ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس مطابق ۱۶ جولائی ۱۹۱۶ء | نمبر ۳

اسلام اور توحید

جون کا جیون (۲)

بیان کیا تو ہم نے پنڈت جی کے اعتراض کا قلع قمع محض بفضلہ اسی آیت سے کیا اب ہم وید کے شرک کے نظارے پنڈت صاحب کو دکھلانا چاہتے ہیں۔

ہندو مذہب اور ملائکہ سناتن دھرمی اعتقاد کے مطابق دیوتا ایک ایسی جاتی (مخلوق) یا شکتی (طاقت) سے مراد ہے جو چیتن (مدرک بالذات) ہے جو ایشور سے درجہ دوم پر قابل پرستش ہے۔ اور یہ جاتی (مخلوق) یا شکتی (طاقت) تمام لوگوں کے ورشٹی گوچر (آنکھوں سے دکھائی دینے والی) نہیں ہوسکتی۔ اور وہ اپنے اپنے لوکوں (مقاموں) یا اپنے اپنے ادھین پرتھوی آدی بھوتوں (زمین وغیرہ کروں) کے انتر آتما (روح رواں) سے ان کے مالک ہو کر نظر نہ آنے والی شکلوں میں متمکن ہیں اور حسب خواہش ہر جگہ موجود ہیں اور ہوسکتے ہیں۔ اور مہاں الو بھاؤ ہونے سے جیسا اور جس طرح چاہیں آچرن کرسکتے ہیں۔ (شکل بدل سکتے ہیں) اپنی خوشنودی و غصہ سے لوگوں کو نفع و ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ دنیا کے نظم و نسق میں اختیار رکھتے ہیں الخ (دیکھو سناتن دھرم پرچار کا سلسلہ ٹریکٹ نمبر ۵ صفحہ ۲)

وہ جس طرح زمینی بادشاہ چند روز کے لئے ظاہری انتظام اسی طاقت شہنشاہ حقیقی سے اخذ کرکے کرتے ہیں لیکن ان کا اکار اور اہنکار یعنی وجود اور خیال انانیت ویسا ہی حقیقی شے ہے جیسا کہ زید و عمرو و بکر کا بلکہ ان کی طاقت اور عمران کی بہت بڑھ کر ہے۔ اعلیٰ دیوتاؤں کا وجود کروڑوں بلکہ اسنکھ برسوں تک رہتا ہے۔ اور ان کی طاقت بے تعداد جہانوں پر موثر ہوتی ہے آج کل کی نئی روشنی کے تعلیم یافتہ آریہ سماجیوں سے نہیں) سو یہ آدمی مہاں تیج دان [illegible] اہل ہی نہیں۔ زاصول ہندو دھرم مشتہ) [illegible] انی سے ویدوں میں دیوتا [illegible] تا اوجن کا وشنہ [illegible]

[illegible] سے آتر نے والی

مجھے اس مضمون پر زیادہ لکھنے کی ضرورت [illegible]

اس جگہ پنڈت جی کو اپنا ہی ایک لیکچر یاد دلا کر اتمام ہے۔ پنڈت جی کو غالباً یاد ہوگا کہ انہوں نے آریہ گزٹ سالانہ نمبر اول کے صفحہ ۹۳ پر یجروید اور رگوید کے اس منتر کہ تین ہزار تین سو انتالیس دیوتا اگنی کی پوجا کرتے ہیں کا حوالہ دیکر دیانندی مت کا خود بھی کھنڈن (تردید) کیا ہے۔

وید میں غیر اللہ کو سجدے

نمو مہد بھیو نمو اربھکے بھیو نمو یوبھیو نم آشنیبھیہ یجام دیوان یدی شکنوام ماجیا سپیہ سمسا برکشی دیوا۔ (رگوید ۲۷/۱۳/۱)

(ترجمہ) بڑے دیوتاؤں کو سجدہ۔ چھوٹے دیوتاؤں کو سجدہ بوڑھے دیوتاؤں کو سجدہ۔ ہم سب دیوتاؤں کی حتی المقدور پوجا کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ میں بڑے دیوتاؤں کی عبادت بھول نہ جاؤں

نموشو کبھیہ شوتی بھیہ چ وو نمو نمو مجوائے پتے رودرائے چ نمہ شروائے چ پشو نیبھیہ چ نمو نیل گمری وائے چ تی کنٹھائے چ

(ترجمہ) کتوں کو سجدہ۔ کتوں کے پالنے والوں کو سجدہ۔ نیلی گردن والوں کو سجدہ۔ ڈرانے والوں کو سجدہ۔ لانے والوں کو سجدہ۔ گائے بیل والوں کو سجدہ نیلی گردن والے کو سجدہ

ملائکہ اور اسلام مسلمانوں میں ملائکہ کے وجود کی نسبت مختلف خیالات ہیں اور اس اختلاف میں مجھے یہ سر معلوم ہوتا ہے کہ ان مختلف خیالات میں کل غیر مذاہب کے دیوتا اور ملائک کی (تعریفیں) آجاتی ہیں۔ جو وہ اپنے اپنے مذاہب کے مطابق دیوتا یا ملائک کی کرتے ہیں۔ پس اسلام میں ملائکہ وہی مخلوق ہے جس کو غیر مذاہب والے دیوی دیوتا وغیرہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

قرآن کریم نے ملائکہ کے سجدہ کا ذکر کیوں کیا قرآن کریم نے ملائکہ کے آدم کو سجدہ کا ذکر اس لئے کیا تاکہ وہ کل مذاہب کے دیوی دیوتا کی پرستش کی تردید کرے۔ اس لئے کہ آدم مسجود ملائکہ ہے۔ وہ اشرف المخلوقات ہے اس کی شان کے شایاں نہیں کہ وہ اپنے سے ادنیٰ تر مخلوق کی پرستش کرے۔ پس قرآن کریم نے **واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم** کہہ کر انسان کے گلے سے اس لعنت کے طوق کو اتار دیا۔ جو وید مقدس نے نسل انسانی کو دیوتا پوجن کی تعلیم دیکر ڈالا تھا۔ ؎

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلا نکلا
پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا
ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا

(سماج کا ہتیشی)

حضرت خواجہ کمال شملہ میں

ناظرین پیغام صلح کو معلوم ہوگا کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے چند دنوں سے شملہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف [illegible] ہمارے قابل عزت دوست شیخ عبدالرحمن صاحب بی۔ اے [illegible] ہاں بطور مہمان فروکش تھے۔ شہر میں جب یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت حاجی الحرمین خواجہ صاحب شملہ میں رونق افروز ہیں تو شہر والوں نے لیکچر کی خواہش کی چنانچہ حضرت خواجہ صاحب کے دو لیکچر ہوئے۔ یہ لیکچر کس قدر کامیاب اور پراثر تھے اس کے لئے صرف اسی قدر بتا دینا کافی ہے کہ میں نے ابھی تک کوئی بھی مخالف آواز کسی بڑے سے بڑے مخالف کے منہ سے نہیں سنی۔ بلکہ سب کے سب متفق اللسان حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تعریف ہی کرتے ہوئے نظر آئے۔ اور مصداق کہ جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے خود محمودی جو کہ آئے دن من گھڑت جھوٹ بول کر محض بدنام کرنے کی خاطر طرح طرح کے ناجائز وسائل کو مہیا کرنے کی تاک میں رات دن لگے رہتے ہیں انہوں نے اس جلسہ کو خدا کی تائید پایا۔ اور حضرت خواجہ [illegible] فضل کے قائل ہوئے گئے۔ پس احباب اس بات سے ہی اندازہ لگا لیں کہ خدا کے فضل اور رحم سے کتنا اثر دوسروں پر ہوا۔

حضرت خواجہ صاحب کے یہاں لیکچر صرف دو ہوئے ایک لیکچر آن کا اسلامیہ ہائی سکول کے ہال کمرے میں۔ دوسرا لیکچر میونک ہال میں ان دونوں لیکچروں کا اہتمام ہمارے نہایت ہی کرم دوست شیخ عبدالرحمن صاحب بی۔ اے نے اپنی ہمت کی کچھ پرواہ نہ کرکے نہایت مستعدی اور تن دہی سے فرمایا۔ اور یہ ایک ظلم عظیم ہوگا اگر ان کا اس موقع پر شکریہ نہ ادا کیا جائے۔ حضرت خواجہ صاحب کا جو لیکچر اسلامیہ سکول کے ہال میں ہوا اس کا ٹائم رات کے آٹھ بجے کا تھا اور جس دن لیکچر ان کا تھا اس دن اتفاقاً موسم بڑا خراب تھا بارش بہت زور سے جاری تھی

بجلی کی کڑک، اور بارش اور علاوہ اس کے طوفان اور اس کی سائیں سائیں اتنی تھی کہ ہمارا دل ڈرتا تھا کہ ممکن ہے کہ لیکچر سننے کے لئے کوئی بھی نہ آوے۔ لیکن کچھ عجیب یہ شان ایزدی تھی کہ اس نے اس بات کا ثبوت دینے کی خاطر کہ وہ جو جھوٹے الزام لگاتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے لیکچروں کو اب پہلے کی سے خوشی کیسا نہیں سنا جاتا ان کا ہمیشہ کے لئے منہ کالا کیا جائے۔ باوجود موسم کے سخت خراب ہونے کے پھر بھی اتنا مجمع تھا کہ سارے ہال میں تل رکھنے کی بھی جگہ موجود نہ تھی۔ اور صدہا انسان اسی وجہ سے کہ ہال میں بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی اور ادھر بارش کی وجہ سے بھیگ رہے ہیں اپنے دلوں پر پتھر رکھکر واپس گھروں کو سدھارے۔ اور بہت سارے بارش ہی میں نیم بسمل کی طرح کھڑے رہے اور حضرت خواجہ صاحب کے بیش بہا معارف کو ملی توجہ سے سنتے رہے۔ یہانتک کہ ہمارے واجب التعظیم سٹیشن ماسٹر صاحب سوگی یعنی سید عابد حسین شاہ صاحب حضرت خواجہ صاحب کے لیکچر سننے کے لئے دور دراز جگہ سے تشریف آور ہوئے۔

اس لیکچر کے دوسرے دن بعد اتوار کے دن میونک ہال میں حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر تھا۔ لیکچر شروع ۲½ بجے ہونا تھا لیکن خلقت کا وہ جوش تھا کہ ایک ہی بجے آنی شروع ہوگئی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ ان کو مایوسی کے ساتھ پہلے روز کی مانند بوجہ جگہ نہ رہنے کے گھروں کو نہ جانا پڑے۔

ہال میں جناب شیخ عبدالرحمن صاحب بی۔ اے نے اپنے کسی دوست سے جنکا نام نامی ملک التجار مول چند صاحب ہے۔ [illegible] ۹ عدد غالیچہ جو کہ علاوہ نہایت خوبصورت ہونے کے قیمتی بھی تھے لئے جو کہ ہال میں انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے بچھائے

"سید القوم خادمہم"

اپنے نہایت ہی عزیز سید حبیب اللہ خاں [illegible]

ف۔ ایک دفعہ ہمارے دوست ایڈیٹر آریہ گزٹ نے نمو کے ان معنوں پر اعتراض کیا تھا مگر جب کوش کا حوالہ دیا تو پھر چپ سادھ لی۔ اس کے معنی کے لئے دیکھو امر کوش ترتیا کانڈ شلوک ۱۸

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۱۶- جون سنہ ۱۹۱۶ء)

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

یاایھا الذین اوتوا الکتاب آمنوا بما نزلنا مصدقا لما معکم من قبل ان نطمس وجوھا فنردھا علی ادبارھا او نلعنھم کما لعنا اصحٰب السبت وکان امر اللہ مفعولا - اے وہ لوگو جو کتاب دئے گئے ہو- اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے اتارا- تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو تمہارے پاس ہے پیشتر اس کے کہ ہم مٹادیں موہنوں کو- پس پھیر دیں ان کو پیٹھوں اُن کی پر- یا لعنت کریں ان پر جیسے لعنت کی صحاب سبت پر اور ہے یہ اللہ کا حکم پورا ہوچکا۔

مصدق لما معکم کے معنے ہیں۔ تمہاری کتابوں کی بھی تصدیق کرتا ہے- اصولاً ان کتابوں کے ساتھ ملتا ہے- ان کے اندر جو پیشینگوئیاں ہیں- ان کو پوری کرتا ہے۔

کما لعنا اصحٰب السبت- وہ اصحاب سبت کے اوپر کیا لعنت ڈالی تھی- دوسری جگہ فرمایا ہے۔ قلنا کونوا قردۃ خاسئین- ہم نے کہا- کہ ہوجاؤ بندر ذلیل- یعنے ان کے اوپر ذلت کی مار ماری- ان کو دنیا کے اندر ذلیل کردیا- تو محمد رسول اللہ صلعم کا مقابلہ کرکے بھی ایسے ذلیل ہوئے- کہ کسی ملک میں انہیں پناہ نہیں ملی- جہاں گئے وہیں سے دھکے کھاکر نکلنا پڑا۔

آگے فرمایا- ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد افتری اثما مبینا- بے شک اللہ نہیں بخشیگا- یہ کہ شرک کیا جائے ساتھ اس کے اور بخشدیگا- اس کے سوائے جسے چاہے- اور جو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے- پس اس نے کھلا کھلا افترا کیا- اس سے معلوم ہوا- کہ شرک کے گناہ کو سب گناہوں سے بڑھکر ٹھہرایا ہے- حتیٰ کہ خدا کے انکار سے بھی بڑھکر رکھا ہے- کیونکہ جو خدا کو مانتا ہی نہیں- وہ تو اس کی عظمت سے ہی واقف نہیں- لیکن جو شرک کرتا ہے- وہ ایک خدا کی عظمت کو جانکر پہچانکر پھر اس کے ساتھ شریک کرتا ہے- خواہ وہ انسان کو شریک کرے یا حیوان کو یا کسی بت وغیرہ کو- پس شرک کا گناہ اتنا بڑا ہے- کہ اس سے انسان کو بہت بچنا چاہئے- اگر تم بفرض محال ایک غلط راہ پر بھی ہو- لیکن اگر تم ڈر گئے ہو کہ کہیں شرک کا ارتکاب نہ ہوجائے- تو بھی شائد اللہ معاف ہی کردے لیکن شرک تو کسی صورت میں معاف نہیں ہوسکتا۔

آجکل مسلمانوں کے اندر بہت سی بد رسوم ہیں- جو شرک کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہیں- زیادہ تر عورتوں کے اندر مشرکانہ خیالات کا بہت زور ہوتا ہے- انہیں ان خیالات سے ہٹانا چاہئے عورتوں کے اوپر ہی زیادہ تر اولاد کی اچھی یا بری تربیت کا انحصار ہوتا ہے- اگر اپنی عورتوں کو شرک کی باتوں سے صاف کرلیا جائے

[illegible] ہوگی- ورنہ وہی خیالات جو عورتوں

[illegible] بھی چلے جاتے ہیں- اس لئے

[illegible] عورتوں کے اندر جو

رسوم ہیں- ان کو دور کیا جائے

اس کے لئے سب سے بڑی ضرورت

تعلیم دی جائے- تو بچوں کے اندر بھی ان کا اثر ہوگا- اور ان میں بھی اچھی عادتیں پیدا ہوں گی۔

الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشاء ولا یظلمون فتیلا- کیا تو نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جو پاک ٹھہراتے ہیں- اپنے آپ کو بلکہ اللہ ہی پاک کرتا ہے- جسے چاہتا ہے- اور وہ کسی پر ایک ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا- یہ اکثر لوگوں کی عادت ہے- کہ جب کوئی وعظ ہو- اور ان کی کسی کمزوری کا بیان کرکے اس کو منع کیا جائے تو سمجھتے ہیں کہ یہ جو کسی کمزوری کا ذکر ہے [illegible] کی نسبت ہے- ورنہ ہم تو پاک ہیں حالانکہ [illegible] کو دیکھنا چاہئے کہ یہ جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان میں سے کوئی شائبہ ہمارے اندر تو پایا نہیں جاتا- وعظ کا کرنا یا وعظ کا سننا درحقیقت کوئی اتنی بڑی بات نہیں بلکہ اس پر عمل کرنا ہی بڑی بات ہوتی ہے وعظ جو ہوتا ہے- تو محض اتنی بات کے لئے کہ ایک تحریک ہوجائے

اس جوش کو کام میں لانا یہ سننے والوں کا کام ہے تو ہر ایک کمزوری جس سے روکا جائے دیکھنا چاہئے- کہ ہمارے اندر تو نہیں وہ تمام پہلو بدیوں کے جو قرآن نے بیان کئے ہیں- آیا ان میں سے کوئی ہم میں تو نہیں- بلکہ یوں خیال کرنا چاہئے- کہ فلاں کمزوری جو بیان کی گئی ہے- یہ خود ہمارے اندر ہے اور ہمیں اسکی اصلاح کرنی چاہئے- اپنے نفس کو کبھی اتنا پاک نہ ٹھہراؤ- کہ بدیوں کی اصلاح کیطرف توجہ ہی نہو- جو لوگ منہ سے کہدیتے ہیں کہ ہم پاک ہیں- وہ اپنی کوئی اصلاح نہیں کرسکتے جو پاک بننا چاہتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ ایک بدی کو دور کریں اور اس کی جگہ ایک نیکی کو لیں ✦ یزکی من یشاء کے یہ معنے نہیں کہ ایک شخص قرآن کی تو پرواہ نہ کرے- اسکے احکام پر کاربند نہو- اور اللہ تعالیٰ اسے پاک کردے- بلکہ اس کا پاک کرنا بھی ان قوانین کے ماتحت ہے جو اس نے اس کتاب قرآن کریم میں بیان کئے ہیں- خدا تعالیٰ نے اپنی سنت کو اس قرآن کے اندر بیان کردیا ہے- اگر تم اُس سے فائدہ اٹھاتے ہو- تو خدا بھی تمہیں پاک کردیگا- ورنہ نری منہ کی باتوں سے تو تم پاک نہیں ہوسکتے ✦

انظر کیف یفترون علی اللہ الکذب وکفیٰ بہ اثما مبینا- دیکھ کہ کس طرح اللہ پر جھوٹ افترا کرتے ہیں- اور کھلے گناہ کے لئے یہی کفایت کرتا ہے

خطبہ ثانی

میں نے ۵ یا ۶ دن تک یہاں سے کچھ عرصہ کے لئے باہر جانا ہے- یعنے جہاں تک میری طاقت تھی حتے الوسع سمجھانے کی کوشش کی- اب میری جگہ کوئی اور تمہیں کچھ سنائیگا- خدا کرے اس کی بات مجھ سے زیادہ موثر ہو- سب سے زیادہ ضرورت ہے عمل کی- تم اس بات کی بھی پرواہ نہ کرو- کہ کوئی بات فلاں شخص کے اندر پائی جاتی ہے یا نہیں- کامل نمونہ درحقیقت ہم سب کے لئے ایک ہی ہے- محمد رسول اللہ صلعم- اگر تو میں یہ وعظ کروں- کہ فلاں بات جو میں کرتا ہوں تم اسکی پیروی کرو- تو تمہیں حق ہے کہ میرے اعمال کو دیکھو- لیکن اگر میں یہ پیش کروں کہ تم اسلئے فلاں بات پر عمل کرو کہ محمد رسول اللہ صلعم نے اس پر عمل کرکے کامیابی اور فلاح کا رستہ پایا تو پھر تمہارا فرض ہے کہ خواہ اس کا کہنے والا میں ہوں یا کوئی اور- تم اس اصل نمونہ کو دیکھکر اس پر کاربند ہوجاؤ- کسی نے بالکل درست کہا ہے- ؎

مرد باید کہ گیرد اندر گوش

گر نوشت است پند بر دیوار-

آدمی وہی ہے کہ جو اگر دیوار کے اوپر بھی کوئی نصیحت کی بات لکھی ہوئی ہو- تو اُسے بھی مان لے اور اس پر عمل کرے- مشکل یہ ہے کہ کوئی شخص ترقی نہیں کرسکتا- جبتک مشکلات میں سے ہوکر نہ گذرے- تم بھی اگر ترقی کرنا چاہتے ہو- تو مشکلات سے گھبراؤ نہیں- بلکہ ان پر غالب آنے کی کوشش کرو- ہمارے ایک مکرم و معظم دوست (حضرت خواجہ کمال الدین صاحب) ہیں- انھوں نے زکوٰۃ کے لئے اپنے گھر میں اس قدر کوشش کی ہے- کہ اپنی چھوٹی سے چھوٹی بچی سے بھی- جسکے پاس کچھ زیور تھا- حتیٰ کہ دو دن کی بیاہی ہوئی بہو سے بھی زکوٰۃ لاکر دی ہے- کس قدر ہمت کا کام ہے تم بھی اگر تھوڑی سی ہی ہمت کرو- تو کوئی بڑی مشکل بات نہیں اور مشکلات بھی پیش آئیں- تو کیا ہے- آخر یوں تو یہ پڑھنا نہیں- کہ تم گھروں کے اندر بیٹھے رہو- اور آرام ہی میں لگے رہو- بلکہ اس کے لئے تمہیں اپنے مکانوں کو چھوڑ کر زمینوں پر جانا پڑتا ہے تو کیا تم سمجھتے ہو کہ دین کے اعلےٰ مقام یونہی حاصل ہوجاتے ہیں- اور اس کے لئے کسی جد و جہد کی ضرورت ہی نہیں- انسان کی طبیعت ہمیشہ مشکلات سے رکتی ہے- بہادری تو اس میں ہے کہ مشکلات کی طرف تم قدم اٹھاؤ پیچھے ہٹنے کا نام بہادری نہیں یہ جو تھوڑے اور بہت کا سوال ہے یہ بالکل غلط ہے- بہت کا ہونا کوئی صداقت کا نشان نہیں- نہ ہی لازمی طور پر بہت تعداد غالب ہی آتی ہے- خدا کا قانون تو یہ ہے- کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ- کیا معنے کہ وہ تھوڑے اپنی نیکی کی وجہ سے اپنی کمی کو پورا کرلیتے ہیں بعض اوقات ایک ہی مل ہوتا ہے جو لاکھوں اور کروڑوں کی پرواہ نہیں کرتا اور ان پر غالب آجاتا ہے- پس تم بھی دین کا کوئی کام کرنا چاہتے ہو تو اس بات کی پرواہ نہ کرو- کہ تھوڑے ہو یا بہت جسطرح تمہارے دل [illegible]

دین کی محبت بھی کم از کم اسکے برابر ہی رکھو- بلکہ کچھ بڑھا کر رکھو ✦ اصل میں دو چیزوں میں سے ایک ہی غالب رہ سکتی ہے- دین یا دنیا- اگر دنیا کی کشش کو تم غالب رکھوگے- تو دین کو نظر انداز کرنا پڑیگا- اور یہ ٹھیک نہیں- اس لئے وہ درد اور تڑپ اپنے اندر پیدا کرو کہ کسی بھی مشکل کی پرواہ نہ ہو- جو شخص بھی کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے مشکلات پیش آئینگی- اسکے بغیر کوئی کام نہیں ہوسکتا- تو یہ جہانتک میرا زور تھا- سمجھایا- اب یہاں میری جگہ اور لوگ کھڑے ہوکر بیان کرینگے- جو کچھ خدا انہیں توفیق دیگا وہ تمہیں سنائینگے- خدا کرے- میری باتوں سے ان کی باتیں زیادہ موثر ہوں وہ بہت بڑھکر اثر کرنے والی ہوں- اصل غرض تو اصلاح ہی ہے- خواہ وہ کسی کے ذریعے سے ہو دین کے لئے پوری کوشش کرو- اور اسے تمام دوسری کوششوں پر مقدم کرلو ✦

تازہ خبریں

جنگ عراق عرب- لنڈن ۱۴- جولائی- عراق عرب کے متعلق ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے- کہ خفیف معرکے ہوئے- اور انہیں ہمنے ڈاکوؤں کو سزا دی- نتایت پر غنیم کے توپ خانہ اور ہوائی بیڑہ نے ہماری خندقوں پر بے اثر گولہ باری کی ✦

پارلیمنٹ میں استفسار- لنڈن ۱۱- جولائی- دار العوام میں کرنل بیٹ نے استفسار کیا- کہ سر جن جنرل بیٹی کی عدم موجودگی میں مہم عراق عرب کے لئے طبی مدد کا انتظام کس کے سپرد تھا- مسٹر چمبرلین نے جواب دیا- کہ ڈپٹی ڈائرکٹر میڈیکل سروس روزانہ کام کیا کرتے تھے- لیکن گورنمنٹ ہند نے رپورٹ کی ہے- کہ وہ پالیسی دخل نہ دیتے تھے

لنڈن ۱۲- جولائی- دار الامراء میں لارڈ کریو نے بیان کیا کہ کاغذات متعلقہ عراق عرب کی اشاعت میں تاخیر بعض تحریرات کے متعلق فوجی اعتراض کی وجہ سے ہوئی- ٹائمز کا خیال ہے- کہ دفتر جنگ عراق عرب کی کمشٹ کے موجودہ نقائص کو فوراً دور کریگا- اخبار مذکور اس امر کا اعتراف کرتا ہے کہ تکالیف اہم ہیں- لیکن تمام مہم کے متعلق زبردست تحقیقات ہونی چاہئے۔

لنڈن ۱۲ جولائی- دار العوام میں تقریر کرتے ہوئے مسٹر اسکوئتھ نے بیان کیا- کہ مہم عراق عرب پر بحث کرنے کے لئے میرے خیال میں یہ وقت مناسب نہیں ہے- گورنمنٹ کی یہ خواہش ہے کہ اس پر بحث مباحثہ ہو- اور وہ کسی امر کو اخفاء میں نہیں رکھنا چاہتی اس امر کے متعلق فی الحال بحث غیر مناسب ہے- دلائل موجود ہیں لیکن انہیں ظاہر نہیں کیا جاسکتا- عراق عرب میں حالت سپاہ کے سوال پر گورنمنٹ ہر روز غور کرتی ہے اور فوری ضروریات کو پورا کرنے اور نقائص کو دور کرنے کے لئے نہایت احتیاط سے کارروائی کی جارہی ہے۔

سر ایڈورڈ کارسن نے اطلاع دی کہ آیندہ ہفتہ وہ عراق عرب کے متعلق ایک استفسار کرینگے- اور اگر تسلی بخش جواب نہ دیا گیا- تو وہ برخاستگی اجلاس کی تحریک کرینگے۔

لنڈن ۱۳- جولائی- آج دار العوام میں مسٹر بونر للانے اعلان کیا- کہ مسٹر اسکوئتھ بروز سہ شنبہ درہ دانیال اور عراق عرب کے متعلق تفصیلی بیان پیش کرینگے- اور بحث مباحثہ کے لئے سہولت پیدا کیجائیگی۔

برطانوی پیشقدمی- لنڈن- ۱۳- جولائی- جنرل ہیگ کی آج سہ پہر کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ آج سہ پہر کو بعض مقامات پر توپ خانہ اور سپاہ کی جدید جھڑپیں ہوئیں- لیکن حالت غیر متغیر ہے- مغرب و جنوب مغرب اور جنوب مہرلا باسی میں ہماری خندقوں پر غنیم نے کئی حملے کئے- لیکن انہیں پسپا کردیا گیا- باوجود ناموافق موسم کے ہمارے ہوا بازوں نے جرمن صفوں پر باقاعدہ سرگرمی دکھائی- اور غنیم کے تمام حملوں کو پسپا کردیا ✦

جنگل میمیٹز کے لئے خونریز لڑائی- لنڈن ۱۳- جولائی- رائٹر کا نامہ نگار مقیم ہیڈ کوارٹر بیان کرتا ہے- کہ جنگل میمیٹز اور کنٹلیش کے لئے نہایت ہی خونریز لڑائی ہوئی- استحکامات نہایت ہی خطرناک تھے- مدفون مقامات ایک طرح خندقوں کا جال تھے- اور سپاہ دن میں ہمارے پیچھے پر بیابان گھاٹ میں لیٹی رہی- اور پھر کلدار توپوں اور بمب کے گولوں کی بارش شروع کردی- ان مقامات پر قطعی قبضہ کرنے سے پیشتر نہایت ہی خونریز معرکے اور خوفناک دست بدستی لڑائیاں ہوئیں جنگل میمیٹز کے قبضہ سے برطانوی سپاہ غنیم کی [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

۱۸- جولائی ۱۹۱۶ء نمبر

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور مسئلہ کفر و اسلام

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

گذشتہ اشاعت میں ہم نے علامہ شبلی نعمانی کی کتاب سیرۃ النعمان سے امام صاحب کی ایک تحریر نقل کی تھی۔ چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ذیل میں اسی کتاب سے امام صاحب کے عقائد متعلقہ مسئلہ کفر و اسلام کے بارہ میں علامہ شبلی کی اپنی رائے کو بھی نقل کر دیا جائے۔ تاکہ کسی کج فہم انسان کو خواہ مخواہ غلط بیانی اور دھوکا دہی کی گنجائش نہ رہے۔ وھو ھذا:-

امام صاحب نے جس خوبی سے اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے انصاف یہ ہے کہ اس سے بڑھکر نہیں ہو سکتا۔ فرائض اور ایمان کے باہمی امتیاز کی اس سے عمدہ تر کیا دلیل ہوگی۔ کہ آغاز اسلام میں ایمان کی دعوت ہوتی تھی۔ اور فرائض کا وجود نہ تھا۔ امام صاحب نے قرآن کی جو آیتیں استدلال میں پیش کی ہیں ان سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے۔ کہ دونوں چیزیں جدا ہیں۔ کیونکہ ان تمام آیتوں میں عمل کو ایمان پر عطف کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جزو کل پر معطوف نہیں ہو سکتا۔ من یؤمن باللہ فیعمل صالحاً میں حرف تعقیب آیا ہے جس سے اس بحث کا قطعی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ ان دلائل قاطعہ کے مقابلہ میں دوسری طرف بعض آیتیں اور حدیثیں ہیں۔ لیکن ان میں کوئی اثبات مدعا کے لئے کافی نہیں۔ بڑا استدلال اس حدیث پر ہے۔ کہ "مومن ہو کر زنا اور چوری نہیں کرتا" حالانکہ یہ کلام کے زور دینے کا ایک پیرایہ ہے۔ ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں۔ کہ بھلا آدمی ہو کر تو ایسا کام نہیں کر سکتا جس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے۔ کہ وہ کام شان شرافت کے خلاف ہے بے شبہ زنا اور سرقہ بھی ایمان کی شان کے خلاف ہیں۔ اور حدیث کا مقصد اسی قدر ہے ورنہ ابوذر کی حدیث میں صراحۃً یہ الفاظ موجود ہیں کہ "جو شخص لا الہ الا اللہ کا قائل ہے۔ وہ جنت میں جائیگا۔ گو زانی اور چور ہو"

ایمان کم اور زیادہ نہیں ہوتا دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ الایمان لا یزید ولا ینقص۔ یعنی ایمان کم و بیش نہیں ہو سکتا۔ بے شبہ یہ امام صاحب کا قول ہے۔ لیکن اس کی تعبیر میں لوگوں نے غلطی کی ہے نہ صرف محدثین اور شافعیہ نے بلکہ خود احناف نے۔ بے شبہ ایمان کی کمی و زیادتی دو لحاظ سے ہو سکتی ہے۔ ایک اس اعتبار سے کہ وہ ایک کیفیت ہے۔ جس میں شدت و ضعف ممکن ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ایمان یقین کا نام ہے۔ اور یقین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خدا سے کہا کہ اے خدا تو مردوں کو کیونکر جلاتا ہے۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ اولم تؤمن یعنی کیا اب تک تجھکو یقین نہیں آیا عرض کی کہ یقین ضرور ہے لیکن لیطمئن قلبی یعنی زیادہ اطمینان خاطر چاہتا ہوں۔ خدا نے متعدد آیتوں میں صاف تصریح کر دی ہے۔ کہ ایمان میں ترقی ہوتی ہے زادتہم ایماناً اس مسئلہ میں نص صریح ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کو بلحاظ اس معنے کے نہ انکار ہے۔ نہ یہ امر اس وقت زیر بحث تھا۔ امام صاحب کے دعوے کا اور منشاء ہے اور وہ بالکل صحیح ہے۔ جن لوگوں نے عمل کو جزو ایمان قرار دیا۔ انکا مذہب ہے کہ ایمان بلحاظ مقدار کے زیادہ و کم ہوتا ہے۔ جو شخص اعمال کا زیادہ پابند ہے۔ وہ زیادہ مومن ہے۔ جو گنہگار ہے وہ کم مومن ہے۔ محدثین صراحۃً اسکے مدعی ہیں اور اسپر دلیلیں لاتے ہیں۔ علامہ قسطلانی صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں:-

فاعلم ان الایمان یزید بالطاعات وینقص بالمعصیۃ

یعنی "ایمان ثواب کے کام کرنے سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور گناہ کرنے سے گھٹ جاتا ہے" اور محدثین نے بھی جابجا اس کی تصریح کی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اس اعتبار سے ایمان کی زیادت و نقصان کے منکر تھے انکے نزدیک جب اعمال جزو ایمان نہیں۔ تو اعمال کی کمی بیشی سے ایمان میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ حدیث میں آیا [illegible] وجہ سے نہیں۔ بلکہ اس چیز کی وجہ سے جو اسکے دل میں ہے۔

غرض امام صاحبؒ کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ ایمان بلحاظ کیفیت کے شدت و ضعف کے زیادہ و کم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کا یہ دعویٰ ہے۔ کہ ایمان مقدار کے لحاظ سے کم و بیش نہیں ہوتا۔ یہ دعویٰ اس بات کی فرع ہے کہ اعمال جزو ایمان نہیں۔ اور جسکو ہم ابھی ثابت کر چکے ہیں۔ امام صاحب اس بات کے بھی قائل تھے کہ متعلق ایمان میں کچھ تفاوت نہیں ہے۔ یعنی معتقدات کے لحاظ سے سب مسلمان برابر ہیں۔ ایمان کے لئے جن مسائل پر اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ وہ سب کے لئے یکساں ہیں۔

متعلق ایمان میں سب برابر ہیں صحابہؓ اور عام مسلمان اس لحاظ سے برابر ہیں۔ کہ دونوں ایک ہی چیز یعنی توحید و نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ فرق ہے تو اعتقاد کی شدت و ضعف میں ہے۔

. . . .

. . . . اسی مطلب کو امام صاحب نے عثمان بتی کے جواب میں ان الفاظ سے بیان کیا ہے کہ دین اھل السماء والارض واحد یعنی آسمان اور زمین والوں کا ایک ہی مذہب ہے پھر اس دعویٰ پر آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے۔ شرع لکم من الدین ما وصینا بہ نوحاً یعنی ہم نے تمہارے لئے وہی دین مشروع کیا۔ جس کی وصیت نوح کو کی تھی" محدثین نے بڑے زور شور سے امام صاحب پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ "میرا ایمان اور ابوبکر صدیقؓ کا ایمان برابر ہے" اگرچہ امام صاحب کی طرف اس قول کی اسناد ثابت نہیں لیکن اگر ثابت ہو تو کیا الفاظ ان ہی [illegible] جس اعتبار سے وہ مساوات کے مدعی ہیں اس سے کسکو انکار ہو سکتا ہے تعصب اور سخت تعصب ہے کہ ایسا صاف مسئلہ معترضین کی نگاہ میں [illegible] خطیب بغدادی نے صفحوں کے صفحے سیاہ کر دئیے اور یہ نتیجہ کہ امام صاحب کا دعوے کیا ہے۔ گو یہ الفاظ نہایت گراں گذرتے ہیں کہ "ہمارا اور صحابہؓ کا ایمان برابر ہے" وہ یہ نہیں سمجھتے کہ بہت سی چیزوں میں ہم اور صحابہؓ برابر ہیں۔ تاہم ہم میں اور صحابہؓ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اگرچہ اس قسم کے تمام مسائل میں امام صاحب اپنی خاص رائیں رکھتے تھے۔ لیکن وہ مخالف رایوں پر کفر و فسق کا الزام نہیں لگاتے تھے۔ یہ فیاض دلی امام صاحب کا خاصہ ہے۔ اور قرن اول کے بعد اسلام میں اس کی بہت کم نظیریں ملتی ہیں۔ اسلام کو کسی چیز نے اُن مشاجرات سے زیادہ نقصان نہیں پہنچایا۔ جو اختلاف آرا کی بنا پر قائم ہو گئی۔ ان اختلافات کی بنیاد اگرچہ خود صحابہؓ کے زمانہ میں شروع ہو چکی تھی۔ عبد اللہ بن عباس اور بہت سے صحابہؓ کا اعتقاد تھا کہ رسول اللہ صلعم نے خدا کو معراج میں آنکھوں سے دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نہایت اصرار سے اس کی مخالف تھیں۔ امیر معاویہؓ کو معراج جسمانی سے انکار تھا۔ حضرت عائشہؓ سماع موتے کی قائل نہ تھیں۔ لیکن اُس زمانہ تک ان اختلافات پر ہدایت و گمراہی کا مدار نہ تھا۔ جو لوگ مختلف رائیں رکھتے تھے۔ اُن میں کبھی کسی نے کسی کی تکفیر یا تفسیق نہیں کی۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے ایک شخص نے پوچھا کہ "کچھ لوگ پیدا ہوئے ہیں جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں اور ہمکو کافر قرار دیتے ہیں۔ وہ خود کافر ہیں یا نہیں؟" حضرت عبد اللہ نے فرمایا۔ کہ اُس وقت تک کوئی شخص کافر نہیں ہو سکتا جب تک کہ خدا کو دو نہ کہے" (آثار امام محمدؒ صفحہ ۱۴۰)۔

صحابہؓ کے بعد یہ اختلاف زور پکڑتے گئے۔ اور رفتہ رفتہ مستقل فرقے قائم ہو گئے۔ اعتقادی اور فقہی مسائل اکثر ایسے ہیں جن میں نص قاطع موجود نہیں۔ اور ہیں تو متعارض ہیں اس لئے استنباط اور رفع تعارض کی ضرورت نے اجتہاد کو بہت وسعت دی۔ اور سینکڑوں رائیں قائم ہو گئیں۔ بے شبہ ان میں بہت سی رائیں صحیح نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ وہ سبب کفر ہوں۔

افسوس ہے کہ سرگرم طبیعتیں جو مذہبی جوش اور تقدس کے نشہ میں سرشار تھیں اختلاف رائے کے صدمہ کی تاب نہ لاسکیں اور نہایت بے صبری سے مخالفت پر آمادہ ہو گئیں۔ بات بات پر کفر کے فتوے ہونے لگے۔ جو لوگ جس قدر زیادہ مذہبی حرارت رکھتے تھے اسی قدر کفر کے اطلاق میں کم احتیاط کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ ہر فریق نے دوسرے کی ضلالت و گمراہی ثابت کرنے کیلئے موضوع روایتوں سے اعانت لی۔ اور اس قسم کی حدیثیں ایجاد ہونے لگیں کہ میری امت میں ۷۳ فرقے پیدا ہونگے جن میں صرف [illegible] ضرور تھا اسلئے کھینچ تان کر ۷۲ فرقے قرار دیئے ہیں اور سب کے الگ الگ نام رکھے۔ اس پر بھی تسکین نہ ہوئی۔ تو ہر ایک فرقے کے لئے جدا جدا روایتیں گھڑیں۔ مثلاً القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ وغیرہ وغیرہ۔

ان تعصبات اور جھگڑوں نے جماعت اسلامی کے تمام اجزا پراگندہ کر دئے۔ اور مذہب۔ اخلاق۔ حکومت۔ تمدن۔ معاشرت سب کا نقشہ بگڑ گیا۔ اس عالمگیر آشوب میں صرف ایک امام ابو حنیفہؒ تھے۔ جن کی صدا سب سے الگ تھی۔ اور جو پکار کر کہتے تھے

امام صاحبؒ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے تھے لا نکفر احداً من اھل القبلۃ۔ یعنی "اہل قبلہ میں سے ہم کسی کو کافر نہیں سمجھتے"۔ اُس وقت تو اس صدا پر چنداں توجہ نہیں ہوئی۔ لیکن زمانہ جسقدر ترقی کرتا گیا اس صدا کی قدر بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ وہ علم کلام کا ایک بیش بہا اصول بن گیا۔ اگرچہ افسوس یہ ہے کہ اسپر عمل کم کیا گیا۔ اور تکفیر کے غلغلے اب بھی پست نہ ہوئے۔

امام صاحب کی یہ رائے نہایت غور و تحقیق و تجربہ کے بعد قائم ہوئی تھی۔ بڑے بڑے مشہور بانیان مذہب انہیں کے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے اور امام صاحب کو ان سے ملنے کا موقع حاصل ہوا تھا۔ خارجیوں کا صدر مقام بصرہ تھا۔ جو امام صاحب کے شہر سے نہایت قریب تھا۔ واصل بن عطا و عمرو بن عبید جو مذہب اعتزال کے بانی اور مروج تھے بصرہ ہی کے رہنے والے اور امام صاحب کے ہمعصر تھے۔ جہم بن صفوان جسکے نام سے فرقہ جہمیہ مشہور ہے۔ اسی زمانہ میں تھا۔ امام صاحب ان میں سے اکثروں سے ملے اور ان کے خیالات سے مطلع ہوئے تھے۔ ان فرقوں کی نسبت جو اقوال مشہور تھے۔ کچھ تو سرے سے غلط اور افترا تھے۔ بعض کی تعبیر غلط طور پر کی گئی تھی۔ بعض در اصل لغو و باطل تھے۔ لیکن کفر کی حد تک نہیں پہنچتے تھے۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے یہ عام حکم دیا کہ "اہل قبلہ سب مومن ہیں" وہ دیکھ رہے تھے کہ جن مسائل پر قیامتیں برپا ہیں۔ جو کفر و اسلام کی معیار قرار دی گئی ہیں وہ صرف نظری بحثیں اور فرضی اصطلاحیں ہیں۔ سب سے بڑا مسئلہ قدم قرآن کا تھا جسکو لوگوں نے قریباً کلمہ توحید کے برابر قرار دیا تھا۔ بڑے بڑے علما کا قول ہے کہ اسلام کو دو شخصوں نے نہایت نازک وقتوں میں محفوظ رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق جنہوں نے رسول اللہ کی وفات کے بعد مرتدین عرب کو سنبھالا۔ اور امام احمد حنبل جو مامون الرشید کے زمانہ میں حدوث قرآن کے منکر رہے۔ بلکہ ایک اعتبار سے امام حنبل کو ترجیح ہے۔ کیونکہ صحابہ حضرت ابوبکرؓ کے معاون اور انصار تھے لیکن امام حنبل کا کوئی مددگار نہ تھا۔ رجال کی کتابوں میں جب کسی شخص کو ثقہ اور مستند ثابت کیا جاتا ہے تو سب سے بڑی دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ وہ حدوث قرآن کو کفر کہتا تھا۔ حالانکہ یہ ایک صرف لفظی بحث ہے جو لوگ قرآن کو حادث کہتے تھے انکی غرض اُن الفاظ اور اصوات سے تھی جن کا ظہور رسول اللہ کی زبان سے ہوا۔ یا جس پر عام طور سے قرآن کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ جو قدیم کہتے تھے۔ وہ کلام نفسی کو مراد لیتے تھے جو خدا کی صفات میں سے ہے۔ امام ابوحنیفہ سے اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں اور یہ اسی تفصیل کی بنا پر ہیں۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ قرآن حادث ہے یا قدیم۔ فرمایا کہ حادث۔ کیونکہ قرآن خدا نہیں۔ اور جو خدا نہیں۔ وہ حادث ہے۔" (کتاب الاوائل ابو ہلال عسکری)

غرض اس قسم کے مسائل نفیاً یا اثباتاً نصی نہیں ہیں۔ اسلئے [illegible] وجہ سے وہ کفر و اسلام کے معیار نہیں ہو سکتے۔ امام ابوحنیفہ کی نکتہ شناسی کی بڑی دلیل یہ ہے۔ کہ انہوں نے اسلام کے دائرہ کو جو من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ کی وسعت رکھتا تھا۔ اصلی وسعت پر قائم رکھا۔ افسوس ہے کہ اُن کی اس رائے پر بہت کم لحاظ کیا گیا۔ ورنہ امام غزالی۔ محی الدین ابن عربی۔ حضرت غوث الاعظم۔ ابن تیمیہ۔ ابو طالب مکی کو ہم فقہا کی زبان سے کافر نہ سنتے۔

طوفان باران گذشتہ اشاعت میں لاہور میں بارش کی خبر مختصراً درج کر دی گئی تھی۔ بارش اسقدر زور سے ہوئی ہے کہ یہاں کے اکثر مکانات بھی گر گئے ہیں۔ [illegible] تلف ہوئی ہیں۔ پانی یہاں تک چڑھا ہوا کہ بعض لوگوں کے مکانوں کے اندر تک چلا گیا۔ احمدیہ سلیم پریس کے اندر بھی پانی پہنچ گیا۔ اور اس سبب سے گذشتہ پرچہ کے چھپنے میں بھی دیر ہو گئی۔ آج بھی صبح سے بارش اسی زور شور سے جاری ہے۔ اور مکانات کی تباہی کی وجہ سے سخت خطرہ درپیش ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا

بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۸۸

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم
ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسول کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آن نہ از خود از ہمیں جا بود

قیمت سالانہ ۵ روپے ششماہی ۳ روپے سہ ماہی ۱ روپیہ ۸ آنہ
ماہوار ۹ آنہ طلباء سے سالانہ للعہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم ہر نور و کمال
وصل ما اللہ ابن باب ارتحال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد
ہرچہ گفتہ آں رسول رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکرش مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و از دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری از آن روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

اشاعت ۔ ہفتہ میں تین بار یکشنبہ
سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۴ | لاہور پنجشنبہ مورخہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۳۴ہجری المقدس مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۱۶ء | نمبر ۵

اعجاز القرآن بجواب اغلاط القرآن*

وَإِذَا أَرَادَ اللّٰهُ نَشْرَ فَضِيلَةٍ
طُوِيَتْ أَتَاحَ لَهَا لِسَانَ حَسُودِ
لَوْلَا اشْتِعَالُ النَّارِ فِيمَا جَاوَرَتْ
مَا كَانَ يُعْرَفُ طِيبُ عَرْفِ الْعُودِ

ترجمہ

جس وقت اللہ تعالےٰ نے کسی نامعلوم فضیلت کو عیاں کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے لئے حاسدوں کی زبان کو کھولدیتا ہے کیونکہ اگر آگ اپنے پاس آنیوالی چیز کو جلا نہ دیا کرتی۔ تو ممکن نہ تھا کہ عود کی خوشبو معلوم ہو سکتی

اسلام اور آریہ سماج

اسلام سراج منیر کی طرح ایک بے نقاب مذہب ہے۔ اور اس کے نور کی شعاعیں کل دنیا پر پڑ رہی ہیں۔ اس کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کو صیغہ راز میں رکھنا ضرور ہو۔ اسی لئے اس کی کتاب کا نام نورٌ مبین ہے ایک ایسا نور جسپر کسی قسم کا بھی حجاب نہیں، اسکے اغراض ومقاصد کا اعلان اذان کی صورت میں دنیا کے ہر فرد بشر کے کان میں پہنچتا ہے۔ اسکی عبادات غیر مذاہب کی طرح مندر کے اندر اور گرجے کی چاردیواری میں ادا نہیں کی جاتیں۔ قرآن کریم کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہوچکا ہوا ہے اور خود مسلمانوں کو اسلام کی صداقت کا ایسا زبردست یقین ہے کہ وہ غیر مذاہب کو عربی پڑھانے میں ذرہ بھر تامل نہیں کرتے۔ اس لئے ابتدا سے ہی ہر شخص کو قرآن کریم کی تنقید کا کافی موقع حاصل تھا ۔ ہے اور رہیگا۔ قرآن کریم کے فقروں کا نام آیات یعنی نشان بین ہیں۔ برخلاف اس کے سماجی دوستوں کا مذہب اور ان کی کتاب محکمہ راز کے دفتر سے بڑھکر نہیں۔ سناتنی صاحبان تو آجتک اس گپت ودیا (خفیہ علم) کو پردہ نشین کے حسن وقبح کی طرح حجاب میں رکھنا ہی مناسب سمجھتے تھے اور اس عقیفہ کے حسن وجمال کی بہار لوٹنے کے حقدار صرف برہمن ہی سمجھے جاتے تھے۔ شودروں کو تو اس شاہد مخصنہ کا سایہ بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔ اور اگر بدقسمتی سے کسی قسمت کے مارے شودر کے کان میں اس مطرب نوا سنج کی آواز بھی پڑ جاتی تھی ۔ تو کرسی نشینان عدالت برہمنیہ جو دفعہ اسپر عائد کرتے تھے اسکا صفحہ تاریخ سے محو کردینا کسی بڑے سے بڑے پنڈت جی کا گھ بھاشا کا کام نہیں ۔ اس دفعہ یا فتوےٰ کے الفاظ علم برداران ویدک ازم کے نوعیت دھرم شاستر اور تعلیم وید مقدس کے سچے ترجمان ہیں۔ یعنے اگر کوئی شودر وید پڑھتے ہوئے برہمنوں کو سنے۔ تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر یا موم گلا کر ڈالا جائے ۔ اور اگر شودر خود ہی پڑھے تو اس کی زبان کٹوا لینا چاہیئے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مختلف زمانوں میں برہمنوں نے جو جتنا چاہا ۔ اس میں ملایا اور اس میں اپنی مرضی کے مطابق ترمیم وتحریف کی یہاں تک کہ مہاتما بدھ کے عہد معدلت مہد میں ویدوں میں اس قدر حشو وزوائد داخل ہو گئے کہ اس مقدس النسان کو افسوس کے ساتھ یہ فیصلہ کرنا پڑا۔ کہ جہاں برہم سے تین وید ضرور ہر کاش (ظاہر) ہوئے تھے۔ مگر اب وہ سر لبد

غلطیوں اور شکوک سے پُر ہیں"۔ اس حقیقی مصلح ربانی کے یہ الفاظ کسی پکشپات (تعصب) پر مبنی نہ تھے۔ کیونکہ خود الفاظ ہی اپنی صدق وراستی پر گواہ ہیں۔ پس جب تک وید برہمنوں کے ہاتھوں پر رہے غیر اقوام کو اس کے درشن نصیب نہ ہوئے چونکہ تعلیم کے حقدار بھی صرف برہمن ہی تھے۔ باقی ورن کے لوگوں کو جو کچھ برہمن بتلاتے رہے۔ ستیہ بچن مہاراج (صدقت) کہنے کے سوا چارہ نہ تھا۔ اگر برہمن یہ کہدیتے۔ کہ وید میں لکھا کہ ہے مرد تو اپنی یونی اور گدا کی حفاظت کر۔ اسپر اگر کوئی قسمت کا مارا یہ کہدیتا کہ ہے مہاراج کیا مرد کی بھی یونی (بچہ دان) ہوتی ہے۔ تو پنڈت صاحب نہایت غضب وطیش میں آکر یہ جواب دیتے کہ دشٹ کہیں کے کیا وید بھگوان گلط (غلط) کہتا ہے۔ تجھکو کیا کھبر (خبر)۔ وید بھگوان چونکہ ستیہ یگ میں نازل ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ اسوقت مردوں کی بھی یونی (بچہ دان) ہوتی ہو۔ تو وہ بیچارا فوراً ستیہ بچن مہاراج کہہ اٹھتا۔ مخالفوں کو تو وید کے درشن نصیب ہی نہ ہو سکتے تھے اور ہوتے بھی کیونکر جبکہ ہندوستانیوں کو یونانیوں کی آمد سے پہلے اور راجہ اشوک کے زمانہ تک قطعاً تحریر کا وقوف نہ تھا۔ پس وید جو کچھ بھی تھا برہمنوں کی زبان پر تھا ....

.... بلکہ یوں کہو کہ خود برہمنوں کی زبان ہی وحی الٰہی تھی"۔ جو شخص کسی شودر کو مذہب اور رسوم کی نصیحت کرتا تھا۔ وہ اسی شودر سمیت اسمبرت نام دوزخ میں پڑنے کا ادھیکاری ہوتا تھا"۔ ویدک دھرم کی رو سے برہمن خدا سے کچھ کم درجہ نہ رکھتا تھا۔ پھر کس کی شامت نے دھکا دیا تھا۔ جو کسی برہمن سے بات تک کر سکے ۔ نوبت بایں جا رسید کہ برہمن قتل کرے ۔ زنا کرے ۔ دیا مہذب اصطلاح میں یہ کہ نیوگ کرے) کسی صورت میں بھی قابل مواخذہ نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس مردم پرستی کے زمانے نے مغرب سے طلوع آفتاب توحید کا نظارہ دیکھا۔ آنکھیں تاب نظارہ نہ لاکر چندھیا گئیں اور تاریکی پسند ظلمت کے فرزند سکے لعد دیگرے الوپ (چھپ) ہوگئے۔ اسلامی آفتاب کے سامنے وید مقدس کو بیں چلمن ہونا پڑا۔ مسلمان فاضلان سنسکرت نے جب کبھی الہامی کتاب کی بابت حاملین کتاب سے دریافت کیا۔ ویدوں کی بجائے اپنشد پیش کئے گئے یہ گندم نمائی اور جو فروشی گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد معدلت مہد تک بدستور رہا۔ یہاں تک کہ راجہ رام موہن رائے نے بھی اصل الہامی کتاب اپنشدوں کو ہی سمجھا مسیحی مشنریوں نے سنسکرت علم ادب میں ید طولےٰ حاصل کیا اور بہت سے حریص برہمنوں کو مبلغ علیہ السلام کے ذریعے رام کرکے ان کے مافی الضمیر کو معلوم کیا اور بالآخر ۱۸۴۷ء میں پادری کا مٹ صاحب نے اس پردہ نشین کا دست نازنین پکڑ کر چہرے سے نقاب اتار دیا۔

لائے اس بت کو التجا کرکے
کفر ٹوٹا خدا خدا کرکے

پس اے سماجی متروادھنباد کرو اسی مرد خدا کا جو درحقیقت وید مقدس کے نزول ثانی کا باعث ہوا۔

پس ان حالات کے باعث پرانے دھرانے ویدی گھرانے کی کوئی شخص چھان بین کرتا تو کس طرح جبکہ شودروں کو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ہاں جب مسیحی منادوں کی زر ریزی اور زر ریزی نے اسکو پردے کی اوٹ سے آؤٹ (باہر) کیا۔ تو اسکے خط وخال کے عیب وثواب پر نکتہ آفرینی ہونے لگی مغربی ودوانوں نے ڈھول کی پول کھول کر رکھدی۔ شرتی کے لٹو۔ (شنید کے عاشق) افشائے راز پر کلیسا میں کسی اور شاہد کے منفہ بکوشش ہونے لگے۔ تو بعض ریفارمروں نے ہندو نوجوانوں کو دو بند کرنے کیلئے مغربی غازہ اس بڑھیا کے چہرے پر ملنا شروع کیا۔ تاکہ آثار کہولت مبدل بہ رعنائی ہوں کاگ بھاشا میں اس کے حسن وجمال پر دھواں دھار مضامین لکھے مگر اثر نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ شاید گویا کی نگاہ ناز کے کشتے بسنترتی (سنی سنائی ہوئی) کی تعریفوں پر شرت دکان بدھرنے والے نہ ہونے تھے۔ اور نہ ہوئے۔ پیران طریقت نے تنگ آکر طرح بدلی اور سکنڈ ایڈیشن میں غیر مذاہب والوں پر نہایت غیر معقول حملے کئے۔ جذبہ انگیز لفاظیوں سے کام لیا۔ باسی کڑھی میں ابال آگیا اور گنگا جمنی مذہب بلیوں اچھلنے لگا۔ ویدک ترانوں سے ہزاروں صفحات سیاہ کردئے مگر باایں ہمہ وید مقدس سے کسیکو دوچار ہونے کا موقعہ نہ دیا خود ہی ترجمان بنے رہے۔ وید نے ایک کہی تو ہمیں چار سنائی گئیں اس نے من کا ذکر کیا تو ہمیں رات کے افسانے سنائے گئے۔ اس نے ہم سے وصل کی خواہش کی۔ تو ہمیں پیغام فرقت پہنچایا گیا۔ غیر مذاہب والے بھی آخر اس ملمع سازی کو بھانپ گئے۔ ہر چند وید کے لفظی ترجمہ کا مطالبہ کیا گیا مگر ترجمان ہیں کہ اس سوال پر چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ آخر مسلمانوں نے یہی مناسب سمجھا کہ یورپین ترجمانوں کی مدد سے پرانے دھرانے ویدی گھرانے میں رخنہ انداز ہوں سے

یہ کہہ کے رخنہ ڈالئے اُن کے نقاب میں
اچھے بُرے کا حال کھلے کیا حجاب میں

مگر زبان کی ناواقفیت کے سبب اسلامی مناظر کما حقہ باطل کا سر نہ کچل سکے الحمد للہ کہ مسلمانوں نے اس کمی کو محسوس کیا احساس عمل کا سٹیپنگ سٹون (بنیادی پتھر) ہے انشاء اللہ العزیز جلد ہی ہم یہ خوشخبری سماجی متروں کو سنائینگے کہ وید مقدس سے دوچار ہونے کے لئے ہمیں کسی ترجمان کی ضرورت نہیں

قاصد کو آج ہم سے موقوف ہی کریں جو باعث فساد ہو کیوں وہ درمیاں رہے۔

وید مقدس جن بانیوں کی تصنیف ہے وہ بلحاظ ترقی علوم کوئی قابل ذکر زمانہ میں ہیں نباتات کا زمین کی پیدائش سے تین سال پہلے پیدا ہونا۔ سورج کا سر رند کے سر سے جنم لینا اور گھوڑوں کے رتھ پر سوار ہونا زمین کا ساکن ہونا اور بیل کے سینگوں پر قائم ہونا دیوتاؤں کا آسمانوں میں اور دھم مچانا ایشور کا سورج میں بیٹھ کر ہیں اوم ہوں میں اوم ہوں کی دہائی دینا۔ کرات۔ جہات۔ حیوانات۔ نباتات اور جمادات پرستی کے سوا خدا پرستی کا نام تک نہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وید کے مصنف مدہوش لد چھندا اور آتی وغیرہ عورتیں کوئی تعلیم یافتہ لوگ نہ تھے۔ کرات۔ جہات۔ جمادات وغیرہ کو ایشور کے نام قرار دینا یار لوگوں کی گھڑنت ہے اور وید مقدس پر افترا وید مقدس میں تحریف کے عنوان سے میں اخبار کے متعدد نمبروں میں بحث کر چکا ہوں چونکہ اس کا کوئی جواب اس پیس سے نہیں دیا گیا۔ اس لئے بقیہ حصہ مضمون کو ملتوی

لہ جاٹوں۔ گوالوں۔ کالیستھوں۔ اہیروں۔ سناروں وغیرہ پیشہ وروں اور جینی۔ بدھ۔ مسلمان۔ عیسائی صاحبان کو ہندو لا شودر قرار دیتا ہے۔

نبوت و رسالت پر ایک محققانہ بحث

بجواب مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری
از جناب حکیم شاہ نواز صاحب راولپنڈی

الحمد للہ الذی ارسل الرسل ھدایۃ للناس و ارسل عاقبھم کافۃ للناس والصلوۃ والسلام علی النبی الذی اخبر الامۃ لتجدید الدین بالمجددین والمحدثین والمکلمین والمروعین لانبی جدید ولا قدیم لان تجدید الدین من شان المجددین

اما بعد۔ جناب مولوی بقاپوری صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا مضمون میری تمنا کے برخلاف مجھے پہنچا۔ میں اس امر کا شاکی ہوں۔ کہ آپ نے میری تحریرات کو جو کہ امور حقہ تھے کیوں نظر انداز کیا۔ ایک دن جہاں اولین و آخرین کو جمع کیا جائیگا۔ وہ بھی تو آنیوالا ہے۔ وہاں بھی اخبار الفاروق والا مضمون پیش کرو گے۔ آپ کی طرح کیا اخبار ی رنگ میں اور کیا مضمون نگاری کے رنگ میں حق پر وہی کے سراسر منافی ہے۔ اب میں پھر خامہ فرسائی آپ کے مضمون کے متعلق کرتا ہوں اہل انصاف فیصلہ کریں گے۔ کہ صراط مستقیم کس طرف ہے اور افراط تفریط کس طرف ہے۔ آپ کا یہ تحریر کرنا کہ میں نے آپ کے جواب کی طرف اسواسطے جلدی توجہ نہ کی کہ آپ کا یہ پرچہ ان دلائل سے مملو تھا جن دلائل کو غیر احمدی لوگ بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں پیش کر کے بارہا جواب لے چکے ہیں یہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالنے کی تقویر ہیں اگر یہ صورت نہیں تو پس کیا اچھا ہوتا۔ کہ مولوی صاحب ان دلائل اور جوابات ہی کو نقل کر دیتے۔ مع حوالجات تحریرات غیر احمدیہ و تحریرات احمدیہ اور درحقیقت یہ ادعا محض ہے اور وہ تولیس بشئ ہے۔ اگر بفرض محال تسلیم ہی کر لیا جائے کہ ایسا واقع میں ہوا بھی ہے۔ تو ایسے واقعات کی طرف نہ جلدی توجہ موزوں ہے اور نہ ہی دیر میں۔ کیونکہ تضییع اوقات از لغویات کے قبیلہ سے ہے۔ کیا غیر احمدی لوگ مسیح موعود کے زمانہ میں یہ سوال پیش کیا نہیں کرتے تھے۔ کہ مرزا صاحب مدعی نبوت ہیں۔ اور حضرت اقدس نے یہ نہیں کہا۔ میں نبوت کا مدعی نہیں۔ بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔ آسمانی فیصلہ صفحہ ۳ ..... اس بارہ میں کہ حضرت اقدس نبوت کے مدعی نہیں۔ میں نے ایک جداگانہ رسالہ لکھا ہے۔ جو کہ عنقریب شایع ہوگا۔ مولوی صاحب کا مجھ پر یہ الزام بھی غلط ہے کہ آپ کو ایسا طریق اختیار کرنا چاہئے تھا۔ کہ جن سے یہ نتیجہ اوسعہ احادیث جن میں مسیح موعود علیہ السلام کو نبی اللہ کہا گیا ہے ان میں تطبیق ہو جاتی۔ نہ کہ یکطرفہ ڈگری دے دیتے۔ مولویصاحب کا یہ الزام اسواسطے غلط ہے کہ میں نے علی الوجہ البصیرت دو اول قسم کی احادیث میں کامل تطابق دیدیا ہے۔ وہو ھذا۔

جہاں کہیں عیسے نبی اللہ آیا ہے اس سے مراد مثیل عیسے نبی اللہ اور بروز عیسے نبی اللہ ہے۔ اسپر کہ مثیل اور بروز عیسے نبی اللہ مراد ہے۔ ان ینزل فیکم ابن مریم بطور شاہد کے ہے۔ کیونکہ ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم بطور استعارہ ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس کا اپنی تالیفات میں کھلا کھلا بیان ہے اور لا نبی بعدی اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات وغیرہ من الاحادیث الکثیرہ اپنے ظاہر پر محمول ہیں۔ ع

سخن شناس نۂ دلبرا خطا ایں جاست

اور دوسری وجہ تطابق یہ ہے کہ نبی سے مراد نبی لغوی ہے۔ کما حققنہ فی المضمون السابق۔ اور نیز اربعین نمبر ۲ کا حوالہ دیا گیا ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ قولہ تعالی رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق الایہ یہ نیا پہلو آپ نے بدلا ہے۔ اس سے قبل جو طریق ثبوت نبوت حضرت مسیح موعود آپ نے اختیار فرمایا تھا۔ اسکو ترک کر کے اب اور راہ اختیار کی ہے۔ اس آیہ میں الروح سے مراد علی حسب تصریح صحابہ و تابعین و سلف صالحین النبوۃ یا الوحی یا قرآن ہے الروح۔ النبوۃ قالہ قتادہ و السدی کما قال روحا من امرنا۔ و عن قتادہ۔ ایضا۔ الوحی و قال ابن عباس

القرآن تفسیر البحر المحیط جلد ۷ صفحہ ۴۵۵ و قولہ تعالی یلقی الروح الوحی او امر النبوۃ ویسمی القرآن روحا ابن العرابی۔ الروح۔ القرآن۔ قال ابن الاثیر قد اطلق علی القرآن لسان العرب جلد ۳۔

مختصر جب الروح سے مراد قرآن ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ تو آپ کا استدلال آیہ شریفہ مذکورہ بالا سے محض غلط ہوا۔ اگر الروح سے مراد الوحی یعنی وحی خاص ہو۔ تو محققانہ طرز پیش کرتا ہوں۔ والوحی انما یتم بارکان اربعۃ فاولھا المرسل وھو اللہ سبحانہ وتعالی فلھذا اضاف القاء الوحی الی نفسہ فقال یلقی الروح والرکن الثانی الارسال والوحی وھو الذی سماہ بالروح والرکن الثالث ان وصول الوحی من اللہ تعالی الی الانبیاء ولا یمکن ان یکون الا بواسطۃ الملائکۃ وھو المشار الیہ فی ھذہ الایہ بقولہ من امرہ فالرکن الروحانی یسمی امرا قال تعالی واوحی فی کل سماء امرھا وقال الا لہ الخلق والامر والرکن الرابع الانبیاء الذین یلقی اللہ الوحی الیھم وھو المشار الیہ بقولہ علی من یشاء من عبادہ۔ والرکن الخامس تعیین الغرض والمقصود الاصلی من القاء ھذا الوحی الیھم وذالک ھو ان الانبیاء علیھم السلام یصرفون الخلق من عالم الدنیا الی عالم الاخرۃ ویحملونھم علی الاعراض عن ھذہ الجسمانیات والاقبال علی الروحانیات والیہ الاشارۃ بقولہ لینذر یوم التلاق۔ یوم ھم بارزون کبیر جلد ۷۔

اس آیہ میں ان نبیوں کی نبوت کا ذکر ہے جنکا براہ راست خدا تعالے سے تعلق ہو یا خاتم الانبیاء کی نبوت کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس آیت میں وحی اعلے و ارفع کا ذکر ہے اور حضرت اقدس کی وحی اعلے و ارفع نہیں بناء علیہ نماز میں حضرت اقدس کی وحی کو بجائے قراءۃ قرآنی کے پڑھ نہیں سکتے۔ اس لئے مرزا صاحب پر کسی صورت میں یہ آیت چسپاں نہیں ہو سکتی اور تیسری شرط بھی جو کہ نزول روح الامین مع رصد جو حسب آیت او یرسل رسولا مقصود ہے وہ مفقود ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کی وحی وہ اعلی وحی نہ تھی جسکے لئے روح الامین مع رصد خود مقرر ہو اور فانہ یسلک من بین یدیہ ومن خلفہ رصدا والی شرط پوری ہو۔ بناء علیہ وحی متلو کے حکم میں نہیں۔ لہذا حضرت اقدس کی وحی ولایت کو بجائے قرآن نماز میں پڑھ نہیں سکتے۔ اور رکن خامس بھی مفقود ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس کے آنے کی علت غائی لینذر یوم التلاق علے حسب الہامات خود نہیں بلکہ یوم التلاق سے انذار قرآن ہی سے فرمادینگے اور اس میں کوئی خصوصیت مرزا صاحب کی نہیں بلکہ ہر ایک مومن کر سکتا ہے۔ الغرض آیت مذکورہ بالا سے حضرت اقدس کی نبوت ظلی پر استدلال پکڑنا غلط ہے۔ مولویصاحب کا یہ لکھنا کہ دوسری آیت میں اس کلام کو غیب کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔ یہ استدلال بھی غلط ہے کیونکہ جب غیب سے مراد کلام ہوا تو آیت شریفہ کے یہ معنے ہوئے فلا یظھر علی کلامہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اپنی کلام پر کسی کو بغیر رسول برگزیدہ کے اطلاع نہیں دیتا۔ حالانکہ مجددین اور علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کو بھی تو قرآن عطا کرتا ہے۔ مولوی صاحب کا یہ تحریر کرنا۔ کہ پس قرآن کریم کی اصطلاح میں نبی رسول اس شخص کو کہتے ہیں جسپر کثرت امور غیبیہ اس غرض سے ظاہر ہوں کہ اسکو مذہبر گرداں کر لئے جائیں۔ یہ تعریف نبی و رسول کی کسی آیت قرآنی اور حدیث صحیح کے ماتحت نہیں بلکہ آیت یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ لینذر یوم التلاق کے یہ معنے ہوئے کہ علے حسب المراتب اللہ تعالی لوگوں کے درجے بلند کرنیوالا اپنی وحی انبیاء پر اس غرض سے نازل فرماتا ہے تاکہ یوم التلاق یعنی قیامت کے دن سے لوگوں کو ڈرائیں اس آیت میں کثرت امور غیبیہ کا ذکر تک بھی نہیں۔ اور دوسری آیت کے متعلق گذشتہ مضمون میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ جسکا کوئی جواب مولوی صاحب سے بن نہیں پڑا۔ جہاں کہیں قرآن کریم میں مبشرین اور منذرین یا بشیر نذیر رسولوں اور انبیاء کے متعلق آیا ہے۔ اس سے بالخصوص کثرت امور غیبیہ مراد لینا غلط اور نصوص قرآنیہ کے برخلاف ہے۔ (باقی پھر)

تازہ خبریں

سوم پر غنیم کے نقصانات۔ لنڈن۔ ۱۷۔ جولائی۔ پیرس ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ سوا سے پہاڑی نمبر ۳۰۴ پر خاص گولہ باری کے درمیان آج رات رقابلتہ سکون رہا۔ فلیوری کے مغرب میں ہمارے دستوں نے ترقی کی اور تین کلدار توپوں پر قبضہ کر لیا۔ علاقہ لورین لومینی کے جنوب مشرق میں ہم نے غنیم کے حملے پسپا کئے۔ اور قیدی گرفتار کئے۔ غنیم نے علاقہ شمپین میں روسی حصہ پر اچانک حملہ آور ہو کر قبضہ کرنا چاہا لیکن ہم نے ایک جوابی حملے سے اسے شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔

۱۵ جولائی تک فرانسیسیوں نے ۲۳۵ افسر ۷۶۰۱ سپاہ۔ ۸۵ توپیں۔ ۸۹ کلدار توپیں اور ۷۰ خفیف اسلحہ گرفتار کئے ہیں ان گرفتاریوں میں تباہ شدہ خندقوں کا سامان جنگ اور وہ توپیں جن کے منہ فورا دشمن پر کھول دئے گئے۔ شامل نہیں ہیں۔

لنڈن ۱۸ جولائی۔ پیرس۔ گذشتہ رات کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ علاقہ سوول میں دریائے سیوز کے دہنے کنارے پر توپخانہ کی جھڑپ ہوئی۔ حصہ فلیوری میں ہم نے دو سو قیدی گرفتار کئے ہیں۔ باقی محاذ پر رقابلتہ سکون رہا ہے موسم نہایت تکلیف دہ ہے۔

غنیم کے شدید نقصانات لنڈن۔ ۱۸ جولائی۔ گذشتہ شب کی سرڈگلس ہیگ۔ کی رپورٹ مظہر ہے کہ آج پھر موسلا دھار بارش اور زبردست کہر کی وجہ سے کاروائی میں دقت پیش آئی اور کوئی اہم واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ مقامی جھڑپوں میں ہم نے اور قیدی گرفتار کئے ہیں۔ اور اب ان کی مجموعی تعداد ۱۸۹ افسر ۱۷۷۹ سپاہیوں تک پہنچ گئی ہے۔ توپوں میں ۲۷ بھاری توپیں اور ۳۷ میدانی توپیں بھی شامل ہیں۔ ان میں پانچ آٹھ انچہ دہانہ اور ۳ چھ انچہ دہانہ کی ہوٹزر۔ چار چھ انچہ دہانہ کی اور باقی پانچ بھاری ہیں۔ علاوہ ازیں ۳۰ خندقی مارٹر اور ۱۶ کلدار توپیں اور بے شمار ذخائر حرب ہاتھ لگے ہیں۔ مندرجہ بالا تعداد میں وہ توپیں شامل نہیں جو غنیم نے فرار ہوتے وقت تباہ کر دی تھیں۔

حالات موسم۔ شملہ ۱۸۔ جولائی۔ آسام۔ صوبجات متحدہ شمال مشرقی پنجاب مغربی صوبجات متوسط۔ شمال حیدرآباد۔ چھوٹا ناگپور مشرقی صوبجات متوسط۔ مدراس دکن میں بارش ہے۔ کشمیر اور جنوب مغربی پنجاب میں بھی قدرے تقاطر ہوا ہے مختلف مشہور مقامات میں حسب ذیل بارش ہوئی ہے:۔

چیرا پونجی ۴۔ انچہ۔ چیتا کانگ ۱½ انچہ۔ جلپگوڑی ۰ انچہ۔ دارجیلنگ۔ پورنیا ۴ انچہ۔ دیناج پور ۲ انچہ۔ ہزاری باغ و دربھنگہ ۱ انچہ۔ مسوری ۳ انچہ۔ میرٹھ دہنا رس ۱½ انچہ۔ مین پوری دشاہجہاں پور ۲ انچہ دہلی و سیالکوٹ۔ ۱ انچہ۔ جبل پور ۱ انچہ۔

بارش سے کئی لاکھ کا نقصان۔ کراچی ۱۶ جولائی۔ کراچی میں قریب چار گھنٹہ کے اندر ۰ انچہ بارش ہوئی جس سے کئی لاکھ کی مالیت کا غلہ جو جہاز میں بار کرنے کے لئے کھلا پڑا ہوا تھا۔ خراب ہو گیا۔

شملہ کے قریب پہاڑ گر گیا۔ شملہ ۱۶ جولائی زیادہ بارش کیوجہ سے کالکا شملہ ریلوے پر کا تھلی گھاٹ اور سوگھی کے درمیان پہاڑ کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر گر گیا۔ جس کی وجہ سے مسافروں کو اس مقام پر ٹرین بدلنی پڑینگی۔ کم از کم دو دن میں درست ہو جائیگی۔

نیویارک میں جوش۔ لنڈن ۱۸ جولائی نیویارک۔ جرمن آبدوز ڈوشلینڈ کی روانگی پر یہاں بڑے جوش کا اظہار کیا جا رہا ہے برفان جنگو جرمن مندرجہ جیبہ کی طرف سے مفصلہ ذیل پیغام شائع کیا گیا کہ اگر برطانیہ ڈوشلینڈ کی غرقابی پر ملا ہوا ہے۔ تو ریاستہائے متحدہ کا فرض ہوگا کہ تہذیب و انسانیت کا واسطہ دیتے ہوئے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے کپتان بطور حفاظت ایک امریکن مسافر کو ساتھ لینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جرمن ہجیالوں کی گیلوں کے خیال سے برطانوی لوگوں نے کشتی کے برمین پہنچنے پر ۵ سے ایک ۵ ہزار روپیہ قبول کیا یا منظور کر لیا ہے۔

آسٹروی حملوں کی ناکامی۔ لنڈن ۱۸۔ جولائی۔ ایک اطالوی اعلان مظہر ہے۔ کہ ہم نے غنیم کے ایک زبردست جس کے ساتھ مجتمع توپخانہ آتشباری کرتا تھا۔ ایک جوابی حملہ کر کے جس میں شدید دست بدست لڑائی ہوئی۔ بالکل پسپا کر دیا۔

خطبہ جمعہ

فرمودہ ۹ - جون ۱۹۱۶ء

از حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ

انسان مختلف قسموں کے ہوتے ہیں - بعض وقت ایک انسان کو ایک اشارہ بھی کافی ہوتا ہے - قرآن نے ایک حکم تو لکھدیا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے - اس کے یہ معنے نہیں کہ جن کو فضیلت دی ہے وہ اب اس سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بیچاری عورتوں کو مارنے لگیں - ابتداء میں یہ حالت تھی کہ مہاجرین زیادہ سختی کرتے تھے عورتوں کے ساتھ جب عورتوں کے حقوق قرآن نے قائم کئے - تو مہاجرین کی عورتیں زیادہ تیز ہوئیں - اسپر ایک شخص نے اپنی عورت کے ساتھ بہت کچھ سختی کی - جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اگلے دن نبی کریم صلعم کے پاس ستر عورتیں آئیں - اور انہوں نے اس بات کی شکایت کی - آپ نے ایک خطبہ میں صاف طور پر ان لوگوں پر جو اپنی عورتوں پر سختی کرتے اور انہیں تکلیف دیتے ہیں بہت کچھ اظہار ناراضگی کیا - دوسری جگہ ہے - وعاشروھن بالمعروف - ان کے ساتھ بھلائی کے ساتھ پیش آؤ - سختی کے ساتھ برتاؤ نہ کرو - تو ان تین سزاؤں کے بعد فرمایا - فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا - اگر وہ تمہاری اطاعت اختیار کر لیں - تو پھر انہیں اور کوئی دکھ دینے کی راہ نہ ڈھونڈو یعنی انہیں کوئی سزا نہ دو - ان اللہ کان علیًا کبیرًا - تحقیق اللہ تعالیٰ بزرگ اور بڑا ہے - پھر عام طور پر بیان فرمایا کہ وان خفتم شقاق بینھما فابعثوا حکمًا من اھلہ وحکمًا من اھلھا - اگر تم ان دونوں میں ایسی بات دیکھتے ہو کہ جس سے ان میں تفرقہ پڑتا ہے تو ایک شخص کو جو مرد کے اہل میں سے ہو اور ایک جو عورت کے لوگوں میں سے ہو - حکم مقرر کرلو - ان یریدا اصلاحًا یوفق اللہ بینھما - اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اصلاح ہو جانے کی توفیق ڈالدیگا دوسری جگہ ہے - کہ اگر وہ اصلاح نہ چاہیں - تو طلاق دے دیں - حضرت علیؓ کے وقت میں ایک مقدمہ آیا تھا - یہی عورت و مرد کے باہمی تنازعہ کا - حضرت علیؓ نے ان دونوں کے اہل میں سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کردیا اور انہیں کہا کہ جو کچھ یہ فیصلہ کریں - اسے تم نے تسلیم کرنا ہوگا - جس مرد کا اپنی عورت سے تنازع تھا - اس نے کہا کہ میں حکم کا فیصلہ نہیں مان سکتا - حضرت علیؓ نے فرمایا - تو کون ہوتا ہے فیصلہ نہ ماننے والا - تمہیں وہی تسلیم کرنا پڑیگا - جو یہ لوگ فیصلہ کریں -

تو یہ اللہ تعالیٰ نے ایک تجویز اصلاح کی رکھی تھی - جو بہت کچھ فائدہ مند ہوسکتی ہے - اور آپس کے بہت کچھ تنازعات کو مٹا سکتی ہے - ان اللہ کان علیمًا خبیرًا - تحقیق اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے -

اب یہ سب باتیں بتا کر جن میں مرد کو بہت سی تعلیم اسکے خانگی معاملات کے متعلق دی ہے - اسے عام کرتا ہے - فرمایا - واعبدوا اللہ - اللہ کی عبادت کرو - لیکن صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہئے - ولا تشرکوا بہ شیئًا - اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو - اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا یہ انسان کی بڑائی کا معیار نہیں - انسان کو اللہ تعالیٰ نے تمام دوسری مخلوقات سے اشرف بنایا ہے - اسکے لئے یہ واجب نہیں - کہ خدا کے سوائے کسی اور کو بھی اپنی عبادت میں شریک کرکے اپنے آپ کو گرائے - آگے فرمایا - وبالوالدین احسانًا والدین کیساتھ احسان کرو - اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے پہلے والدین کو رکھا - اس سے اتر کر وبذی القربیٰ - قریبیوں کیساتھ اس سے اتر کر - والیتٰمیٰ یتیموں سے نیک برتاؤ کرو پھر فرمایا والمسٰکین مسکینوں کے ساتھ - والجار ذی القربیٰ - پڑوسی جو پاس رہنے والا ہو اس سے - والجار الجنب ایک اجنبی قوم کا آدمی ہوتا ہے جو ہمارے ہیں رشتہ ہے اور ایک اجنبی جسے ہوتے ہیں - تو اجنبی پڑوسیوں سے بھی نیکی کرنے کی تعلیم ہے ... بالکل ہی متروک ہو رہا ہے اور کسی کو خیال تک نہیں کہ ہمسایوں کا کچھ حق ہوتا ہے - آگے فرمایا -

بیٹھنے والا ہو - مثلاً جب انسان ریل میں بیٹھا ہو - تو وہ شخص جو اس کے پاس بیٹھا ہو وہ صاحب بالجنب ہے - ... بیٹھتا ہے - دفتر میں جو ساتھ بیٹھکر کام کرتا ہے - سکول میں جو طالب علم ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں وہ سب صاحب بالجنب ہیں - تو فرمایا جو صاحب بالجنب ہیں ان کے ساتھ بھی نیکی کرو - گویا اب پڑوسیوں سے اتر کر آنکھ کے آگے جو کبھی انسان کے پاس بیٹھ گئے ہوں - پھر فرمایا - وابن السبیل - مسافروں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ کرو - پھر اس سے اتر کر وما ملکت ایمانکم - ما ملکت ایمانکم میں بہت کچھ شامل ہے - خواہ وہ ملازم ہوں یا غلام اور خادم ہوں یا میں کہتا ہوں اس سے بھی اتر کر حیوان ہوں تمام ہی ما ملکت ایمانکم میں داخل ہیں - ان اللہ لا یحب من کان مختالًا فخورًا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ واعتدنا للکافرین عذابًا مھینًا - تحقیق اللہ نہیں پسند کرتا اسکو جو مختال ہو اور فخر کرنیوالا - وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتے ہیں - اور اسکو چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں دیا - اپنے فضل سے - اور کافروں کے لئے ہم نے ذلت دینے والا عذاب مہیا کر رکھا ہے -

مختال وہ لوگ ہیں جو اپنے کبر کی وجہ سے دوسروں کے حقوق کی پروا نہیں کرتے - فخور جو اپنی بڑائی بیان کرتا ہے - اس کے آگے تفسیر کی - کہ خود بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں - جو شخص خود بخل کرتا ہے وہ لازمی بات ہے - کہ دوسروں کو بخل کا حکم دے - جب وہ خود کوئی چیز خرچ کرنا نہیں چاہتا - تو وہ دوسروں کو کب بخل کا حکم نہ دے گا - ویکتمون ما اٰتٰھم اللہ من فضلہ - مال ہو - طاقت ہو - اس کا چھپانا یہی ہے کہ اسکو خرچ نہ کیا جائے -

آگے فرمایا والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر - وہ اپنے اموال کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں اور اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں لاتے یعنے دین کے لئے خرچ کرنا ضروری نہیں سمجھتے - ہاں کوئی دعوت کرنی ہو - کسی کا ختنہ کرنا ہو یا اور کوئی بیاہ یا موت کی رسم پوری کرنی ہو - تو اس کے لئے مکان بھی بیچ دیتے ہیں لیکن جب دین کے لئے خرچ کرنے کا سوال ہو - تو وہاں تنگدلی کا عذر پیش کردیتے ہیں - فرمایا ان کا ایمان خدا اور جزا سزا پر کوئی نہیں - کیونکہ اگر ایمان ہو - تو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ضروری قرار دیں - بخل سے مراد ہی خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے تنگدلی ہے - اسکے متعلق فرمایا - ومن یکن الشیطان لہ قرینًا فساء قرینًا جس کا شیطان ساتھی ہوجائے پس وہ بہت برا ساتھی ہے - دوسری جگہ فرمایا - الشیطان یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء شیطان تمہیں فقر سے ڈراتا اور بخل کا حکم کرتا ہے تو پس چونکہ وہ شیطان کے ڈراوے میں آجاتا ہے - اس لئے وہ شیطان کا ساتھی بنجاتا ہے - وماذا علیھم لو اٰمنوا باللہ والیوم الاٰخر وانفقوا مما رزقھم اللہ وکان اللہ بھم علیمًا - اور کیا بگڑتا اُن کا اگر وہ اللہ پر ایمان لاتے اور یوم آخر پر اور خرچ کرتے اس میں سے جو دیا ہم نے اُنکو اور اللہ انہیں جانتا ہے - ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضٰعفھا ویؤت من لدنہ اجرًا عظیمًا - اللہ کوئی اُن پر ظلم تو کرتا نہیں - وہ تو اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اُسے بڑھاتا ہی چلا جاتا ہے - اور اپنے پاس سے اُسے اجر عظیم عطا فرماتا ہے - فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدًا پس کیا حالت ہوگی اسوقت جب ہم ہر ایک قوم میں سے ایک گواہ لے آئینگے - اور تجھ کو ان پر گواہ بنا لینگے کبھی غور کرو - اور اسوقت کی حالت کو پاس کرو ... قیامت کے دن جواب دہی کرنی ہوگی - رسول تو تمہارا وہ ہو جو تمہارے لئے سب سے بڑا ... لیکن تم دوسری قوموں سے بھی درحقیقت پیچھے ہو - اس بات کا کوئی فکر نہیں کہ دین کا کچھ بن جائے - بس صرف دکھاوا اور بڑا بننے کا فکر دامنگیر ہے

چاہئے - اور اس ذمہ واری کی کچھ فکر کرنی چاہئے - جو قرآن نے تم پر عاید کر رکھی ہے - اور جسکے تم قیامت کے دن جوابدہ ہوگے -

یومئذ یود الذین کفروا وعصوا الرسول لو تسوّیٰ بھم الارض ولا یکتمون اللہ حدیثًا اسدن چاہینگے کفار اور جنہوں نے رسول صلعم کی نافرمانی کی - کاش! انکے ساتھ زمین کو برابر کر دیا جاتا اور وہ اس دن خدا سے کوئی بات چھپا نہ سکینگے - اس میں کیا شبہ ہے - کہ یہ جو کچھ حالت ان کرتوتوں کے باعث پیش آنیوالی ہے اس سے بہتر تھا کہ انسان اٹھتا ہی نہ اور زمین میں ہی گڑا رہتا - اسوقت کوئی بات خدا سے چھپ نہ سکیگی جو جو کچھ اسوقت کہا جاتا ہے - یہ اسوقت کھلے ہوئے ورق کی طرح سامنے آجائے گا -

---

مفتی صاحب کی فراست

ہمارے محترم مفتی محمد صادق صاحب بھی کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ الاپتے ہی رہتے ہیں - چنانچہ ۱۰ - جولائی ۱۹۱۶ء کے الفضل میں انہوں نے ایک مضمون کے دوران میں (جسکا ہم بعد میں جواب دینگے) یہ ایک فقرہ لکھا ہے :-

"میں حضرت مسیح موعودؑ کو آج نبی نہیں کہتا بلکہ ہمیشہ سے میرا یہی مذہب ہے - جب حضرت نے وضاحت سے نبوت کا دعوےٰ نہ کیا تھا - تب بھی میری فراست یہی گواہی دیتی تھی - کہ یہ شخص نبی اللہ ہے"

ماشاء اللہ چشم بد دور - واقعی آپ کی فراست بہت تیز ہے - یہاں تک کہ جس بات کی مسیح موعودؑ کو سمجھ نہ آئی - باوجودیکہ اسکو اس منصب پر کھڑا کیا گیا تھا آپ کی دوررس "فراست" نے اس کی شہادت دی اور اس طرح سے پیران نے پرند مریداں مے پرانند کی ضرب المثل کو زندہ کردیا - جیسے میاں صاحب نے بقول میر حامد شاہ صاحب پدر نتواند پسر تمام کند کی ضرب المثل کو زندہ کیا - لیکن مفتی صاحب! ایک بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی - اور کبھی کیسے سکتی تھی - جب خود مسیح موعودؑ کو بقول آپ کے پندرہ سال اپنی نبوت کا پتہ نہ لگا - .... مگر شاید آپکی "فراست" جو مسیح موعودؑ سے بہت درجہ سبقت لے جاچکی ہے یہاں بھی کچھ کام آسکے اس لئے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایسی حالت میں جب آپ کی فراست مسیح موعودؑ سے اس درجہ بڑھکر تھی کہ جس مقام پر وہ کھڑے کئے گئے تھے اُسے آپ نے سمجھ لیا اور انہوں نے نہیں تو اس سے کہیں اللہ تعالیٰ پر تو اعتراض وارد نہیں ہوتا کہ اُسنے آپ جیسے ماشاء اللہ فہیم اور سمجھدار انسانوں کے مقابلہ میں ایک ایسے شخص کو نبوت عطا کی - کہ جسے پندرہ سال تک اسکی سمجھ ہی نہ آئی - حالانکہ خود ہی فرماتا ہے - اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ - مفتی صاحب ناراض نہ ہوں - یہ ان کی ہمدردی اور خیرخواہی کی بات کہی ہے کہیں یہ نبوت بھولکر مفتی صاحب کے بجائے مرزا صاحب پر تو نازل نہیں ہوگئی - میرا خیال ہے اگر مفتی صاحب ذرا اس بات پر غور فرمائینگے - تو انکی "فراست" بالضرور اس بات کی شہادت دیگی - کہ انکے ساتھ بھی وہی افسوسناک کارروائی ہوئی ہے جو بقول شیعہ گان علیؓ کیساتھ آنحضرت صلعم کی رسالت کے بارہ میں ہوئی تھی ایسی حالت میں ڈر ہے کہ کہیں مفتی صاحب بیچارے اسی غم میں .... بہرحال ہمیں اُن کے ساتھ اس بارہ میں ہمدردی ضرور ہے -

---

نبی اور ولی یا انسان اور حیوان

کی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مفتی صاحب کے ایک چھپے ہوئے کارڈ پر سے ان کی یہ عبارت پیش کی تھی - کہ

"جس طرح سلسلہ موسوی کا آخری خلیفہ عیسیٰ نبی تھا اسی طرح خاتم النبیین کا آخری خلیفہ عیسیٰ ولی ہو - اور نبی نہ ہو - کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ ایک نہیں ہوتے"

اس کی تشریح الفضل نے یوں کی ہے - کہ چونکہ نبی کے مفہوم میں عوام کے نزدیک براہ راست اور صاحب شریعت ہونا بھی پایا جاتا ہے - اس لئے زیادہ تشریح سے بچنے کے لئے ولی کا لفظ لکھدیا - اور نبی ہو نا ولی کے مخالف نہیں"

سبحان اللہ - شاید اسی سخن فہمی اور منطق کیوجہ سے الفضل کو اب نبی اور ناجی مبارک ناکھ ... میں دیا گیا ہے - اس نادان کو اتنی سمجھ

یہاں ایبٹ آباد میں جو چند احباب درس کے لئے جمع ہوتے ہیں ان کے سامنے یہی تحریک بوساطت مکرمی مخدومی خواجہ کمال الدین صاحب پیش کی گئی ہے۔ خدا کا احسان ہے کہ چارسو زاید چندہ اسی وقت انجمن کے لئے ہوگیا۔ اور اس کے علاوہ ایک سو دس روپے ان مہمانوں کے اخراجات کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے بھجوا دئے۔ اس لئے اگر اس موقعہ پر ہماری مختلف جماعتیں کوشش کریں تو چار۔ پانچ ہزار روپیہ بڑی آسانی سے جمع ہو سکتا ہے۔ پس سب احباب کی خدمت میں یہ التماس ہے۔ کہ خود بھی اس پر عمل کریں۔ اور دوسرے احباب کو بھی تحریک کریں۔ اور جہاں جماعتیں ہیں۔ وہاں ساری جماعت کو تحریک کی جاوے۔ جو چندہ یہاں ہوا تھا اس کی ایک فہرست بھی اس کے ساتھ منسلک ہے۔ چندہ جس قدر ہو وہ فوراً بمناسب معتمد انجمن اشاعت اسلام لاہور کے نام بھیج دیا جائے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ وہی اس کا اجر دیگا۔ ہاں رمضان سے پیچھے اس تحریک کو نہ ڈالا جائے بلکہ رمضان کے آخری جمعہ سے پہلے پہلے یہ کام ہو جانا چاہیئے۔ رمضان میں جو ثواب صدقات ہے۔ وہ پھر نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے دلوں میں نیک تحریک پیدا کرے۔ اور اس تحریک کے قبول کرنے کی بھی توفیق دے۔ والسلام

از ایبٹ آباد
۱۸ رمضان مطابق ۱۹ جولائی } محمد علی

فہرست حسب ذیل ہے

نام چندہ دہندہ	کل تعداد چندہ
جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب ایل ایم ایس لاہور	٥٠/
جناب مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور	صہ/
حضرت مولوی محمد علی صاحب	صہ/
حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بمعہ عیال	٥٥/
جناب شیخ مولا بخش صاحب تاجر لائل پور	٤٥/
" عبدالرحمٰن صاحب ایبٹ آباد	٦/
" قاضی سمیع اللہ صاحب اسسٹنٹ انسپکٹر محکمہ زراعت سرگودہا	١٠/
" چوہدری علی بخش صاحب کلرک روزکورٹ سشن جج ایبٹ آباد	صہ/
" مرزا سلطان محمد صاحب سب انسپکٹر پولیس ایبٹ آباد	١٠/
" بابو محمد صاحب گورنمنٹ پنشنر لدہانہ	٣٠/
" شیخ نور احمد صاحب وکیل ایبٹ آباد	٣٥/
" مولوی محمد امین صاحب	صہ/
" یعقوب خان صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجر خان	صہ/
" شیخ غلام محی الدین صاحب اپیل نویس جہلم	١٠/
" بابو اللہ دتا صاحب کلرک ایبٹ آباد	صہ/
" ڈاکٹر جلال الدین صاحب گوجرہ	٥/
" شیخ عبدالعزیز صاحب کورٹ انسپکٹر ایبٹ آباد	٢٠/
" میر زمان خان صاحب ۔ ایبٹ آباد	صہ/
" عبدالجبار خان صاحب	صہ/
" محمد رمضان صاحب تاجر بھیرہ	٦/
" چوہدری محمد حسین صاحب لاہور	صہ/
" داد خداد صاحب ریلوے پریس لاہور	عہ/
" الٰہی بخش صاحب سٹوڈنٹ بہاولپور کالج	عہ/
" مرزا غلام حبیب صاحب گورنمنٹ پنشنر	١٠/
میزان	٥٦٢/

وصیت منسوخ بخدمت جناب سیکرٹری صاحب انجمن احمدیہ قادیان۔ السلام علیکم۔ مجھکو یہ بات یاد نہیں کہ میں نے کوئی وصیت اپنی جائداد کی نسبت قادیان فنڈ کیلئے کی ہوئی ہے اگر ہے تو وہ منسوخ تصور کیا جاوے۔ عطا محمد سابق اور سیر ڈسٹرکٹ بورڈ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ

چندہ ترجمۃ القرآن منجانب منشی اللہ بخش صاحب گرداور ہائی سکول مردان عہ/ جناب بابو محمد شعیب صاحب کلرک راولپنڈی عہ/ جناب بابو محمد صدیق صاحب منجانب جماعت راولپنڈی ... منشی محمد نصر اللہ خان صاحب ڈپٹی ... والدہ صاحبہ مرحومہ ... جناب ڈاکٹر [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۴۔ مورخہ ۲۳۔ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۶

کسان کا ہذیان

(۳)

اے آنکہ سوئے من بدویدی بصد تبر
از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

گذشتہ اشاعت میں ہم نے اپنے شیعہ ہمعصر کسان کی چند ناعاقبت اندیشانہ حرکات کو آشکارا کیا تھا۔ اور اسے ازراہ ہمدردی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راستبازوں اور خادمان دین کے منہ آنے سے منع کیا تھا۔ لیکن مثل مشہور ہے۔ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ جس شخص کی فطرت ہی ہمیشہ دشنام دہی اور افترا پردازی سے ملوث رہی ہو جس کی گھٹی میں ہی یہ بات پڑ چکی ہو۔ کہ پاکوں کو گالیاں دینا اسے اپنا اولین فرض سمجھنا چاہیے۔ جسکی طینت فاسد نے ابوبکرؓ و عمرؓ جیسے پاک انسانوں کو سبّ کرنے پر اپنی نجات کا مدار رکھا ہو۔ اور وہ اسے گویا جنت کی کلید سمجھ بیٹھا ہو۔ وہ کب اپنی ان بدعنوانیوں سے باز آسکتا ہے۔ اور ایسی ناشائستہ حرکات سے وہ کیونکر منہ موڑ سکتا ہے۔ جب تک اسکی خباثت کو پورے طور پر ظاہر نہ کیا جائے۔ کسان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ وہ اپنی ان ناپاک حرکات سے جس مطلب کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسکے لئے خواہ اسے کتنے ہی زیادہ دام خرچ کرنے پڑیں وہ اپنے آپ کو خواہ کتنا ہی سنوار کر بازار خریداری میں لیجائے اور اپنی چرب زبانیوں سے دوسروں کے قلوب میں وہ جگہ حاصل کر لی چاہے جو ایک قومی اور اسلامی پرچہ کر سکتا ہے۔ اور اسوقت "العصر" جیسے وقیع پرچہ کو مل چکی ہے۔ لیکن شیعیت اور رافضیت کا طرّہ اسے ان حصول مطالب سے کسی طور سے بھی بہرہ ور ہونے نہیں دیگا۔ اور عنقریب ملک دیکھ لیگی۔ کہ کسان کے عقائد کہاں تک اس قابل ہیں۔ کہ انہیں اسلامی عقائد کہا جا سکے۔ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

معزز معاصر "العصر" کے "باطل شکن" رسالت نگاری "حق نوازی" سے کسان کی خلاف اسلام باتوں اور غلط بیانیوں کا پردہ بخوبی فاش ہو چکا ہے۔ جسکی ضمن میں اسکی بعض غیر اسلامی حرکات کا بھی نقشہ کھینچتے ہوئے نہایت خوبی سے اس کی تاریخ آفرینی اور واقعات عالم سے عدم واقفیت کو بھی آشکارا کیا گیا ہے۔ لیکن آج ہم بھی اس دشمن اسلام کے ان ناپاک خیالات کو پیش کرنا چاہتے ہیں جو اس نے اسلام کی تردید اور مخالفت میں ظاہر کئے ہیں۔

پیغام صلح کی کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے مسٹر جی ایچ ولسن فلاڈلفیا (امریکہ) کے ان پاک الفاظ کو نقل کیا تھا جو انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق مغربی دنیا کی موجودہ حقارت آمیز کارروائیوں کا جواب دیتے ہوئے کہے ہیں۔ اور اسکی وسعت سادگی اور بلندی کی نہایت شاندار الفاظ میں شہادت دی ہے۔ کسان نے بھی مسٹر ولسن کے ان الفاظ کو نقل کیا اور نقل کر چکنے بعد اپنی طرف سے یہ نوٹ چڑھایا۔ کہ:

"جو کچھ مسٹر ولسن نے اسلام کی بلندی۔ سادگی وغیرہ کے متعلق بیان کیا ہے۔ اسکے لئے ہم اُن کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ جاپان کی مثال کو پیش نظر رکھکر اس مسئلے پر نظر کرتے تو انہیں اسکے کہنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوتا۔ کہ کسی قوم کو اپنی اہمیت منوانے اور اپنا نقش جمانے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہ صفائی ہے نہ سادگی نہ بلندی۔ بلکہ وہ ہے علم و عمل کا اتحاد باہمی اور افسوس ہے کہ اتحاد ہونا تو درکنار سرے سے ہمارا [illegible]

کسان کے ان الفاظ میں ہمیں کسی حیرت [illegible] نہیں۔ جس نے اسلام کے متعلق ان الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے۔ تعجب خود اسلام کے خلاف ایسے ایسے ناپاک خیالات جو اسلام کو علم و عمل کے اتحاد باہمی سے عاری اور ایک غیر مسلم کو یہ کہہکر کہ تمہارے ہے اسلام موجود ہی نہیں" گویا خود کفر کا ساتھ دے رہے عقائد کو جو اسلام کے عین مطابق اور اسکے لئے [illegible] ہیں کفر بتا کر مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ دنیا کی نظروں سے چھپی نہ سکتی ہیں اور اس نفاق کی یہ تلبیس اسکے کسی کام آسکتی ہے۔ شاید یہ اسی [illegible] میں ہی دوسروں کی صورت کو دیکھکر سورہ بقرہ [illegible]

يخادعون الله والذين امنوا وما يخدعون الا انفسهم وما يشعرون - في قلوبهم مرض فزادهم الله مرضا ولهم عذاب اليم بما كانوا يكذبون واذا قيل لهم لا تفسدوا في الارض - قالوا انما نحن مصلحون الا انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون -

کسان نے اپنے ۲۲۔ جولائی سنہ ۱۶ء کے افتتاحیہ میں [illegible] ہوئے کہ "کسان شیعہ آرگن ہے" یہ سوال کیا ہے کہ ہم کیا اور ایک مرزائی آرگن میں مسلمانوں کے نزدیک [illegible] ہم نہیں جانتے کہ کسان نے کیوں یہ سوال اٹھایا ہے [illegible] و احمدیت کے مابین فرق دریافت کرنیکو آج کیوں [illegible] اُسے کسنے یہ کہدیا کہ "العصر" کے نزدیک شیعہ اور [illegible] کوئی فرق نہیں۔ ہمارے خیال میں جو شخص ایسا کہے [illegible] اپنی جہالت کا ہی ثبوت دیگا۔ بلکہ وہ خطرناک بہتان [illegible] ہوگا۔ شیعیت اور احمدیت میں فرق ہے۔ اور بہت [illegible] بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کیا احمدیوں [illegible] صلعم کی نبوت کے اصلی مستحق کسی دوسرے کو قرار دیا [illegible] بھولکر علی کی وحی رسول کریم صلعم پر نازل کر دی جیسے [illegible] اعتقاد ہے کیا احمدیوں نے کبھی مکہ کو چھوڑ کر کبھی [illegible] ہی حج کے مترادف قرار دیا۔ کیا احمدیوں نے کبھی [illegible] کر صرف حسینؓ کے لئے دو آنسو بہا لیا اور حال جنت [illegible] کیا احمدیوں نے کبھی حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ [illegible] پاکباز انسانوں اور اصحاب رسول اللہ صلعم کی [illegible] سے منہ موڑکر ان پر سب و شتم کی ہے۔ اور [illegible] مسلمانوں کا خلیفہ بنایا ہے؟ کسان نے سچ کہا۔ [illegible] حسابات کی شہادت دی کہ "شیعیت" اور "مرزائیت" [illegible] اسے اہل نظر خوب جانتے ہیں۔ ع

وہی چیزے دیگر آں چیزے دیگر

کاش ہمارے معصر کی آنکھ تعصب کی پٹی سے آزاد [illegible] دیکھتا کہ جماعت احمدیہ کا ہر ایک فرد اسلام اور اس کا خیر خواہ حقیقی ہے کیا اسے اپنا یہ [illegible] جو اس نے آج سے چند دن پہلے [illegible] مسٹر [illegible] کا ذکر کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

"کیا ہم امید کریں کہ ہندوستان میں کوئی اور خواجہ سامنے آئیگا اور جس طرح اسلام کے اس [illegible] نے مغرب میں لوائے اسلام بلند کیا۔ اسی [illegible] میں اسلام کے بجھتے ہوئے چراغ کو [illegible]

کیا اسے معلوم نہیں کہ یہ جسے اس نے [illegible] خادم کہا ہے وہ احمدی اور اس کی زبان میں "مرزائی" ہے۔ کس قدر تعجب ہے کہ جو [illegible] تو اس کے نزدیک اسلام کا سچا [illegible] اور اس کی احمدیت عین اسلام۔ لیکن احمدی آرگن ہونے کی صورت میں [illegible] اسی کسان کی عبارت میں اسلام کے سراسر مخالف قرار [illegible] اس دو رخی کا مطلب سوائے اس کے اور کیا بنایا [illegible] ہے۔ کہ تقیہ جیسی منافقت آمیز بیماری [illegible] مدیر کسان کے اندرون قلب کو بری طرح پامال [illegible] اور وہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے [illegible] جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے [illegible]

عرض تصحیح [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب — حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح لاہور

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندرین دین آمده از مادریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
شیر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم برین از دار دنیا بگذریم
بادہ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آن نہ از خود از ہمان جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
ور ملائک وز خبرہائے معاد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازان روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے ...
ہر چہ ز و ثابت شود ایمان ...
ہر چہ گفت آن مرسل ...
منکر آن مستحق لعنت ...
منکر آن بود و لعن ...
آنچہ در قرآن بیانش ...
ہر کہ انکارے کند ...
نزد ما کفر است خسران ...

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شایع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۶ ششماہی ۳ سہ ماہی ... ماہوار ۹ طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور | یکشنبہ مورخہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ ہجری المقدس مطابق ۲۳ جولائی ۱۹۱۶ء عیسوی | نمبر ۶ ...

ایک نہایت ضروری تحریک

از حضرت امیر جناب مولنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

برادران ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

میں آپ کو اس وقت ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے اس اختلاف میں سلسلہ کی ترقی کس قدر رک گئی ہے جس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے ۔ کہ وہ بات جو ہمیشہ اس سلسلہ کے دشمن سلسلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ وہ الزام جو ہمیشہ سخت سے سخت مخالف محض اپنی ضد اور ہٹ دھرمی سے حضرت مسیح موعود پر لگاتے رہے ۔ آج قادیان سے میاں محمود احمد صاحب نے وہی باتیں اس سلسلہ کی طرف منسوب کرنی شروع کیں ۔ اور وہی الزام مسیح موعود پر دینا شروع کیا ۔ یعنی یہ کہ یہ سلسلہ خادم اسلام نہیں بلکہ اسلام کو دنیا سے مٹاتا ہے ۔ کیونکہ سب مسلمانوں کو کافر قرار دینا گویا اسلام کو دنیا سے مٹاتا ہے ۔ حالانکہ خدمت اسلام کا تقاضا یہ تھا ۔ کہ جو نقص پائے جاتے تھے ۔ ان کی اصلاح کی کوشش کی جاتی ۔ اور یہ کہ حضرت صاحب کا دعوے مجددیت اور محدثیت کا نہ تھا ۔ جس کو بالفاظ دیگر جزوی یا مجازی نبوت کہتے ہیں ۔ بلکہ ان کا دعویٰ فی الواقع نبوت کا تھا ۔ جس کے معنے یہ ہیں ۔ کہ اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ منسوخ ہو گیا ۔ گو منہ سے یہ باتیں نہ کہیں ۔ مگر عقیدہ ان لوگوں کا یہی ہے ۔ کیونکہ وہ کلمہ جس سے تیرہ سو سال سے لوگ مسلمان ہوتے چلے آتے تھے ۔ آج ان کے نزدیک اس کلمہ کے اقرار سے کوئی شخص اسلام کے اندر داخل نہیں ہو سکتا ۔ غرض یہ سلسلہ پر ایک مصیبت عظیم ہے کہ دشمنوں کا کام خود دوستوں نے شروع کر دیا ہے ۔ جس سے آیندہ اسلامی پبلک کے اس حصہ پر جس کو اس اختلاف کا علم ہے ۔ بہت برا اثر پڑا ہے ۔ اور اس لئے سلسلہ کی ترقی کی وہ رفتار باقی نہیں رہی ۔

ہم نے کسی وقت ایک انسان کو شناخت کیا کہ وہ اللہ تعالے کا ایک مامور ہے ۔ اور اپنے ایمان سے شناخت کیا ۔ اس کے ہاتھ میں ہاتھ دیا ۔ اور اس کے ساتھ اقرار کیا ۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کرینگے ۔ یعنی جس قدر پروا اپنی دنیوی اغراض کی کرتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر دین کی پروا کرینگے ۔ جس قدر اپنی ترقی دنیا میں چاہتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر دین اسلام کی ترقی چاہیں گے ۔ جس قدر محبت غیر اللہ کے لئے رکھتے ہیں ۔ اس سے بڑھ کر تڑپ اور محبت خدا کے لئے رکھیں گے ۔ اس اقرار میں ہم نے نہ کسی رشتہ دار کی پروا کی نہ کسی کی مخالفت کو کوئی روک سمجھا ۔ بلکہ ہر رکاوٹ پر ہمارا قدم خدا کی راہ میں آگے ہی بڑھتا گیا ۔ اور یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا ۔ ورنہ کمزور انسان بہت عاجز ہے ۔ ہم نے اپنے مالوں سے اپنی طاقت سے اپنی قلموں سے اپنی زبانوں سے اس کی امداد کی ۔ جب یہ پودہ کچھ بڑھا ۔ تو اس پر ایک مصیبت کا وقت آ گیا ۔ اس سے میری مراد یہی موجودہ مصیبت ہے ۔ اب ظاہر ہے ۔ کہ جس چیز کے ساتھ انسان کو محبت ہوتی ہے ۔ جسے وہ اپنی چیز سمجھتا ہے ۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے ۔ تو اس کے لئے انسان اپنی کوشش کو دو چند بلکہ وہ چند کر دیتا ہے ۔ ایک بچہ جس کی پرورش معمولی طور پر انسان تھوڑے سے خرچ سے کرتا ہے ۔ جب اس پر کوئی ایسی بیماری آ جائے جس میں اس کی جان کا خطرہ ہو ۔ تو انسان اپنے لئے آرام کو بھی حرام کر دیتا ہے ۔ اور اپنا مال بھی اس پر بیدریغ خرچ کرتا ہے ۔ اور اس کے لئے اس کی تڑپ اور محبت پہلے سے بہت بڑھ جاتی ہے ۔ اگر اس کا کوئی مکان ہے ۔ جو کسی بارش کی وجہ سے یا کسی زلزلہ سے پھٹ گیا ہے ۔ تو سب سے پہلے اس کی مرمت کا فکر ہوتا ہے ۔ اور اس غرض کے لئے جس طرح بھی ہو سکے ۔ وہ روپیہ حاصل کرتا اور اس پر لگاتا ہے ۔ اب ذرا اپنے دلوں میں غور کرو ۔ کہ کیا تم نے سلسلہ کی اس مصیبت میں اس کے ساتھ وہی سلوک کیا ۔ جو اپنے بچہ یا اپنے مکان کے ساتھ کرتے ہو یا نہیں ۔ اگر نہیں کیا ۔ تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو تم نے خدا کے ایک مامور سے کیا تھا ۔ اس کی خلاف ورزی کی ۔ چاہیے تھا ۔ کہ اس مصیبت کے اندر تمہاری ہمتیں آگے سے بڑھ جاتیں اور تم اپنی ساری طاقت اس کام پر لگا دیتے ۔ کہ یہ رکاوٹ دور ہو جائے ۔ مگر کیسی ہماری بدقسمتی ہے کہ ہمارے اندر وہ لوگ بھی ہیں ۔ جنہوں نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا ۔ کہ چندہ دینے سے نجات پائی ۔ بعض نے اس قدر کافی سمجھا ۔ کہ ماہوار تھوڑا سا چندہ دیکر نجات ہو گئی ۔ ہاں بعض ایسے بھی ہیں ۔ جو اپنے فرض کو حسب معمول سرانجام دیتے رہے مگر ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں ۔ جنہوں نے سلسلہ کی اس مصیبت میں اس کے ساتھ وہ ہمدردی کی جو ان پر حق تھا ۔

میں اپنے ان احباب کو مخاطب کرتا ہوں ۔ جو اس سلسلہ کی آبیاری میں صدق دل سے سچی محبت سے آجتک کام کرتے رہے ہیں ۔ کہ وہ اب بھی اٹھیں اور خدا کے لئے اپنے فرض کو سمجھیں ۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے ۔ خدا کے حضور گڑگڑا کر دعائیں کریں ۔ کہ وہ پھر اس سلسلہ کی دستگیری فرمائے اور اپنی جناب سے وہی رحمت اور فضل کی بارش اس پر کرے ۔ یہ رمضان کا آخری عشرہ ہے ۔ جس کے اندر یہ تحریک آپ کی خدمت میں پہنچیگی ۔ اس لئے اس موقع کو گنوائیں نہیں ۔ مگر دعا کے ساتھ جب تک کچھ قربانی عملی رنگ میں [illegible] ... نہیں ملتی ۔ اپنے قلبوں میں وہ حالت اضطراری بھی پیدا کرو ۔ جس کے لئے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء کا وعدہ ہے ۔ اور ساتھ کچھ خیرات بھی کرو ۔ تاکہ یہ تمہارے صدقات خدا کے حضور میں تمہاری دعاؤں کی قبولیت میں معاون ہوں ۔ مجھے افسوس ہے کہ اس اختلاف کے ساتھ ہماری جماعت میں مالی قربانیوں کی بھی وہ پہلی سی حالت نہیں رہی ۔ حالانکہ چاہیے تھا کہ پہلے سے وہ چند قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ۔ حضرت کے وقت میں علاوہ معمولی چندوں کے ہمیشہ ضروریات پیش آمدہ پر خاص چندے ہوتے تھے ۔ اور ہم خوشی سے ان میں شامل ہوتے تھے ۔ بلکہ یہ خدا کا فضل سمجھتے کہ نیک تحریکوں میں شمولیت کا ہمیں موقعہ ملتا ہے ۔ ہماری مصائب اور مشکلات بڑھ گئیں ۔ مگر نہ وہ ... ہیں ۔ اور جو ہیں بھی تو ان میں حصہ لینے والوں کا وہ جوش باقی نہیں رہا ۔ سردست میں نے آپ کو ایک ... سے امر کی طرف متوجہ کیا ہے ۔ کہ سلسلہ کے مصائب کے دور ہونے کے لئے دعاؤں سے کام لیں ۔ اور کچھ صدقہ خیرات بھی کریں ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھا ہے ۔ کان اجود ما یکون فی رمضان ۔ رمضان کے اندر آپ بہت ہی سخاوت کیا کرتے تھے ۔ پس اس نمونہ کو پیش نظر رکھو ۔ میں اس بات سے بھی آپ کو متنبہ کرتا ہوں ۔ کہ نیک ... شیطان انسان کے دل میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے ۔ الشیطٰن یعدکم الفقر ویامرکم بالفحشاء ۔ شیطان ڈراتا ہے کہ خدا کی راہ میں دو گے تو ... ہو جاؤ گے ۔ اور تم کو حکم دیتا ہے ۔ کہ اس ... سے کام لو ۔ پس ایسا نہ ہو کہ کسی نیک امداد میں ... حائل ہو جائے ۔ بخل یہی ہے ۔ کہ انسان خدا کی راہ میں دیتے وقت مضایقہ کرے ۔ ورنہ اپنی ضروریات کے لئے کون ہر روز دل کھول کر خرچ نہیں کرتا ۔ یاد رکھو کہ حقیقی بہتری اسی میں ہے ۔ کہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں کو قربان کرنا سیکھو ۔ ہمارے صدقات اور ... کا اس وقت سب سے بڑھکر مستحق خود اسلام ہے ۔ آپ کی انجمن ۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنے لئے بڑا پروگرام تیار کرتی ہے ۔ مگر مالی ... اس کے رستے میں حایل رہتی ہیں ۔ اس وقت بھی سخت ضرورت کی حالت میں ہے ۔ اس لئے جو ... یا خیرات کے لئے دینا ہو وہ انجمن کے خزانہ میں چندہ دینا چاہیئے ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ غربا اور ... مدد نہ کرو وہ بھی کرو ۔ مگر اول اسلام کے حقوق ادا کرو ۔ دعاؤں کے علاوہ مالی قربانیوں سے ...

نوٹ نکات اور رائیں

انگلستان میں اولاد کی کمی

عنوان بالا سے ہمعصر صداقت رقمطراز ہے۔ کہ منجملہ دوسرے تشویشناک نتائج کے جو اس خونریز جنگ سے پیدا ہونیوالے ہیں سلطنتوں کو جنگ کے ختم ہونے کے بعد ترقی نسل کا عظیم الشان سوال حل کرنا ہوگا۔ جنگ جس میں اب تک کروڑوں جانیں فنا ہو چکی ہیں۔ قوموں کی بہترین اور طاقتور نسلوں کو ہمیشہ تباہ کر دیتی ہے۔ اور زیادہ تر صرف وہی ضعیف العمر اور کم عمر بچے باقی رہ جاتے ہیں۔ جو اپنی ضعیف العمری یا کم عمری کی وجہ سے جنگ کی آگ میں پڑنے سے معذور رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر جنگ کے بعد متخاصمین کے ممالک میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ مردوں کی تعداد کثیر جنگ کے دیوتا کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھتی ہے لہذا یہ بالکل قدرتی امر ہے کہ انگلستان و فرانس وغیرہ میں کمی اولاد کے مسئلہ پر غور کیا جانا شروع ہو گیا ہو۔ فرانس کی طرح انگلستان میں بھی ترقی نسل کے لئے مالی ذرائع اختیار کرنیکا اصول پیش نظر ہے۔ چنانچہ جس طرح فرانس میں کیا جا رہا ہے۔ کہ کنواروں پر ٹیکس لگا کر ان لوگوں کی امداد کی جائے۔ جنکے اولاد زیادہ ہو۔ اسی طرح انگلستان میں یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ ان لوگوں کا ٹیکس معاف کیا جائے۔ جن کی اولاد زیادہ ہو۔ چنانچہ ڈاک کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق پریذیڈنٹ لوکل گورنمنٹ بورڈ کی خدمت میں ایک وفد گیا تھا جسکے مقاصد سے صاحب ممدوح نے ہمدردی ظاہر کی ہے۔ اور اس تجویز کو پسند کیا۔ کہ زیادہ اولاد والے شہریوں کی ہمت افزائی کے لئے انکا انکم ٹیکس معاف کر دیا جائے۔ یقیناً تمدن جدیدہ کے دور عروج میں مادی ذرائع سے توالد و تناسل کی ترقی کی کوششیں کامیاب ہونگی۔ گو سلطنتوں کو جنگ کے بعد اس مد میں بہت زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑیگا۔ لیکن عیسائی ملکوں میں مرد و عورت کی تعداد کے خطرناک فرق کو کس طرح روکا جائیگا کیونکہ اگر نہ روکا جائیگا۔ تو بد اخلاقیوں کے پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ جب ایک سے زیادہ شادی ممکن نہ ہو۔ اور ہر ملک میں دس مردوں کے مقابلہ میں چالیس عورتیں شادی کے قابل ہوں۔ تو اسلامی تعدد ازدواج کے مسئلہ پر غور کرنا دانایان یورپ کے لئے لازمی ہو جائیگا۔ چنانچہ اب بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بعض غیر مسلم حلقوں میں اس مسئلہ پر بحث شروع ہو گئی ہے مولینا کمال الدین صاحب کے اعلیٰ مشن کے لئے یہ ایک نادر موقع ہوگا۔

کیا حنفی مذہب قرآن کے خلاف ہے؟

لوکل ہمعصر تہذیب النسواں میں ایک لڑکی نے اپنی پُر درد داستان بیان کی ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ پانچ سال کی عمر میں اُسکا نکاح کر دیا گیا تھا۔ مگر اب حال باوجود ۱۴-۱۵ سال ہو جانے کے اُسکا خاوند نہ تو اُسے اپنے گھر لے جاتا ہے۔ نہ اُسے خرچ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ اسکے متعلق انجمن مستشار العلماء لاہور سے فتویٰ طلب کیا گیا۔ تو جواب ملا۔ کہ

"حنفی مذہب میں عورت کو اس مصیبت سے بچنے کے لئے کوئی راہ نہیں"!

ہم نہیں جانتے۔ کہ انجمن مستشار العلماء نے کسطرح سے یہ فتویٰ اس غریب لڑکی کے حق میں دیا آیا انجمن کے نزدیک حنفی مذہب قرآن کے موافق ہے یا مخالف۔ جب قرآن کھلے طور پر عورت کو کالمعلقہ چھوڑنا ناجائز ٹھہراتا ہے۔ اور ایلا کی چار مہینے سے زیادہ اجازت نہیں دیتا۔ جسکے بعد دونوں میں سے کوئی ایک صورت اختیار کئے بغیر چارہ نہیں۔ طلاق یا رجوع۔ تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ انجمن مستشار العلماء نے وہ کونسا نیا حنفی مذہب ایجاد کیا ہے۔ جو قرآن کریم کی ان نصوص صریحہ کے سراسر خلاف ہے۔ اس بارہ میں انجمن کیطرف سے کوئی دلیل ابھی تک ہماری نظر سے نہیں گذری۔ لیکن جہانتک ہمارا خیال ہے۔ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب بھی اسکے خلاف نہیں ایسے موقع پر جب مرد نہ طلاق دیتا ہے۔ نہ آباد کرتا ہے۔ عورت کے لئے طلاق سمجھی جاتی ہے۔ اس بارہ میں مفصل بحث ہم انشاء اللہ کسی دوسری صحبت میں کرینگے۔ وہ اگر اس وقت تک خود انجمن مستشار العلماء کیطرف سے کوئی دلائل مل سکے۔ تو ان پر بھی نظر ڈالی جائیگی۔ انشاء اللہ۔

عیسائی مشنریوں کی جدوجہد افریقہ میں

چند دن ہوئے اخویم مکرم ابوالمنظور الٰہی صاحب نے افریقہ سے وہاں کے عیسائی مشنریوں کی زبردست جدوجہد کے حالات لکھ بھیجے تھے اور یہ بتایا تھا کہ وہاں اسلام کی تبلیغ کیلئے کسقدر وسیع میدان ہے اور کیسی سہولیت وہاں اسلام کی اشاعت ہو سکتی ہے جس کا عشر عشیر بھی عیسائی مشنریوں کو باایں ہمہ ساز و سامان میسر نہیں آسکتا لیکن ان تمام سہولتوں کے باوجود جو افریقہ میں ہم کو میسر آسکتی ہیں۔ جو کچھ باقاعدہ جدوجہد اس وقت تک کی گئی۔ یا آئندہ کی جائیگی۔ وہ تو معلوم ہی ہے۔ ہاں بالمقابل عیسائی مشنریوں کی ان کوششوں پر جو وہ باوجود سخت ناکامیوں کے وہاں کے لوگوں کو عیسائی بنانے کیلئے کر رہے ہیں صد مرحبا کہنا پڑتا ہے۔

ایک عیسائی مشنری عورت

حال ہی میں ایک عیسائی مشنری عورت (مس ہیوئل) کے حالات انگلستان کے ایک اخبار میں شایع ہوئے ہیں جنسے پتہ لگتا ہے۔ کہ مرد تو الگ رہے۔ وہاں عورتیں بھی سخت سے سخت مصائب اپنے دین کے لئے برداشت کرتی ہیں حتیٰ کہ اُن کی جان پر بھی بن جاتی ہے۔ اور وہ حوصلہ نہیں ہارتیں۔ چنانچہ مس ہیوئل کے متعلق بتایا گیا ہے۔ کہ:۔

"وہ چودہ سال سے تبلیغ کا کام کر رہی ہے۔ اور ایک درجن سے زیادہ مواقع پر موت کے منہ سے بچی ہے اس کے کام کا دائرہ افریقہ کے مشکل گذار حصص ہیں جن میں آدم خور آبادی بھی رہتی ہے۔ ایک آدم خور گاؤں میں جا کر مس ہیوئل نے جادو کی لالٹین اور تماشہ وغیرہ کے ذریعے سے نیز چند دیگر آتشی ادویات کی مدد سے اہالیان قصبہ پر رعب جما لیا اور وہ اس کے پیرو بن گئے۔ مگر آخر کار ایک موقعہ پر سارے گاؤں نے اتفاق کر کے اس کے خلاف ہتھیار اُٹھا لئے۔ اور اُسے گرفتار کر لیا۔ آگ کی بھٹی میں اُسے جلانے کا فتویٰ پاس کیا گیا مگر ایک آدم خور جو اُس کی صورت پر فدا ہو چکا تھا۔ اس کی کوشش سے وہ بھڑکتے ہوئے شعلوں کے درمیان سے بچ نکلی۔ انہیں آدمیوں کو بائبل کا پیغام سنانے میں مس مذکورہ ایک ہاتھ کٹوا چکی ہے۔ اور اپنے جسم پر بیشمار زخم کھا چکی ہے۔ ایک دفعہ اسے متواتر چار دن فاقہ کرنا پڑا تھا اور دوسرے موقع پر جب وہ سخت بیمار ہو گئی۔ تو اس کے پاس کوئی خبرگیری کرنیوالا نہ تھا۔

مس ہیوئل اپنے ساتھ کوئی فنڈ لیکر نہیں نکلی تھی۔ اور ہمیشہ اپنے کپڑے آپ صاف کرتی تھی۔ وہ اپنے وطن میں چند ماہ رہ کر پھر واپس چلی گئی ہے۔ تاکہ جو نشانات اس نے لوگوں کے دلوں میں لگا دیئے ہیں۔ اُن کو زیادہ گہرا بنا دے"۔

کیا مسلمان ان عبرت آموز واقعات سے کچھ سبق حاصل کرینگے؟

اسلام نگری کے سوالات کے جوابات

کسی اسلام نگری مسلمان نما آریہ نے چند ایک سوالات مسافر آگرہ میں طبع کرائے ہیں۔ جنہیں لوکل ہمعصر آریہ گزٹ نے بھی نقل کیا ہے سوالات کوئی نئے نہیں۔ وہی پرانے لچریات جنکے سینکڑوں دفعہ جواب دئے جا چکے ہیں۔ دہرائے گئے ہیں۔ مثلاً یہی کہ خدا تعالے اپنے قانون کو بدل سکتا ہے۔ یا نہیں۔ اور آیا وہ نعوذ باللہ خودکشی کر سکتا ہے یا نہیں۔ یہ ایک بڑی مغالطہ اندازی ہے۔ جو آریہ لوگ ان چند ایک لفظوں میں کر جاتے ہیں۔ اس معترض سے بھلا کوئی پوچھے کہ کیا ہم [illegible] سکتے ہو یا نہیں [illegible] کہ [illegible]

کرے۔ مگر یہ انسانیت کی شان سے بعید ہے۔ کہ وہ ایسا کرے بھی۔ اسی طرح اللہ تعالے بیشک قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ لیکن وہ خدا ہے۔ اور حی و قیوم خدا ہے۔ خودکشی کرنا اس کی صفات کے خلاف ہے وہ اپنی صفات کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ اور نہ ہی ایسا کرنا اس کی خدائی کے شایان ہے۔ باقی رہا یہ کہ خدا مجسم یا غیر مجسم اور فرشتے مجسم ہیں یا غیر مجسم۔ یہ بالکل لایعنی سوالات ہیں۔ بہتر ہوتا کہ معترض اپنی اصل غرض کو پیش کرتا۔ تاکہ اسے اصل اعتراض کا جواب دیا جاتا۔ ورنہ کس کو معلوم نہیں کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو غیر مجسم مانتے ہیں اور فرشتوں کو مجسم۔ روح و مادہ کے متعلق عنقریب ایک مفصل مضمون میں تمام اعتراضات کا کلی جواب دیا جائیگا۔

وعظ و تبلیغ

چند دنوں سے شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم متعلم اشاعت اسلام اپنے وطن بستی غزاں جالندھر تشریف لے گئے ہوئے ہیں۔ جہاں انہوں نے وعظ و تبلیغ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ جسکے متعلق حسب ذیل خط حضرت امیر ایدہ اللہ بنصرہ کی خدمت میں موصول ہوا ہے:

بعالیخدمت جناب حضرت اقدس مولینا مولوی صاحب امیر قوم ایدہ اللہ بنصرہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فی الدنیا والآخرۃ۔

ہم باشندگان بستی غزاں آپ کی خدمت اقدس میں بطور رپورٹ کے عرض کرتے ہیں۔ کہ ہمارے مکرم دوست شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم جب سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ تعلیم اسلام پھیلانے میں سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور محلے کوچہ۔ گلی اور بازار میں پھر پھر کر وعظ کرتے ہیں۔ اگر دو چار آدمی ملجاتے ہیں تو انہی کو سنانے لگ جاتے ہیں۔ گو آپکی مخالفت بھی سخت ہوتی ہے۔ لیکن موافقت بھی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے۔ مخالفت کرنیوالے اُن کی خود برادری کے لوگ ہیں۔ اور کوئی نہیں۔ مگر لوگوں پر آپ کی کلام کا یہاں تک اثر ہوا ہے۔ کہ آپ کے آنے سے پہلے آٹھ دس آدمی مشکل سے ہوا کرتے تھے۔ لیکن اب یہ حال ہے۔ کہ مسجد میں نماز کیلئے سینکڑوں تک نمازی جمع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج ایک سو ایک نمازی نماز کے پڑھنے والے تھے۔ دعا ہے۔ کہ خدا تعالے اپنے نام کو اس بستی میں ایسا بلند کرے کہ آنے والی نسلیں مولوی فیروز الدین صاحب کو خیر اور برکت سے یاد کریں۔ روزانہ لیکچر کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اور ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اگر مولوی فیروز الدین صاحب یہاں مستقل رہایش کر لیں گے۔ تو ایک سال تک انشاء اللہ تعالے ساری بستی امیر قوم کی غلام ہوگی۔ دعا کریں۔ کہ خداوند کریم اسلام کو ترقی دے اور اسلامیوں کو اسلامی زندگی عطا ہو۔ والسلام۔

العبد

خاکسار خوشی محمد۔ محمد زمان بقلم خود۔ محمد امین خان۔ نشان انگوٹھا احمد بخش

خاکسار محمد صالح۔ عزیز الدین۔ Sayad Khan نشان انگوٹھا محمد دین

علی محمد۔ میراں بخش۔ Mourtya Ahmad

شادی رام۔ Mathra Das.

اعجاز القرآن بجواب اغلاط القرآن

یعنی مسافر آگرہ کے ان مضامین کا جواب جو اس نے قرآن کریم میں گرامٹیکل غلطیاں کے عنوان سے لکھے ہیں :-

قرآن کریم کا دعویٰ بے نظیری

ہمارے آریہ دوست نے ایک لمبی چوڑی تمہید میں اپنے فن زرگری کی قابلیت کا ثبوت دے کر صرف دو اعتراض کئے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن کا دعویٰ بے نظیری مضحکہ خیز ہے - کیونکہ ہر ایک زبان میں ایک کتاب ضرور لاثانی ہوگی - اس معیار سے بہت سی کتابیں الہامی ہو جائینگی - اس کے جواب میں میں اپنے دوست آریہ مشنری سے صرف یہ کہنا چاہتا ہوں - اور انہیں یہ خوش خبری دیتا ہوں کہ قرآن کریم نے فاءتو بسورۃ من مثلہ میں لفظ مثل کو عام رکھا ہے - زبان یا کسی اور وصف میں حصر نہیں کیا پس ہمارا دعویٰ یہ ہے - کہ جس طرح خدا تعالیٰ کے فعل کی مثل تمام دنیا کے فلاسفر سائنس دان اور دیگر علوم وفنون کے ماہر پیش نہیں کر سکتے - اسی طرح خدا کے کلام لانے سے عاجز ہیں - مثلاً جس طرح سے یہ ناممکن ہے - کہ کل دنیا کے سائنسدان مل کر ایک مکھی یا مچھر کی شکل پیدا کر سکیں - اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے - کہ خدا کے کلام کی ایک سورت کی مثل یا ایک آیت کی مثل لا سکیں - پس میں اپنے آریہ دوستوں کو چیلنج کرتا ہوں - کہ وہ تمام دنیا کے طلیق اللسان لکچراروں فصحاء بلغاء حکماء کو اکٹھے کرکے قرآن کریم کی ایک سورت کی مثل خواہ کسی زبان میں تیار کر دکھائیں - اور اطلاع دیں - کہ ہم نے فلاں سورت کی مثل سورت تیار کر لی ہے - تو پھر ہم تم کو انشاء اللہ العزیز یہ ثابت کر دکھائیں گے - کہ تمہاری مثل میں بلحاظ حقایق ومعارف اصلاح نفوس بشریہ فصاحت وبلاغت اور تاثیرات روحانیہ کیا کیا نقص ہیں۔

قرآن کریم ہر قسم کے ریب سے پاک ہے

دوسرا اعتراض آریہ مشنری کا یہ ہے - کہ "عربی گرامر کی رو سے معطوف معطوف علیہ کے ہمیشہ حکم میں اور اس کے شریک حال ہوا کرتا ہے - مگر آیت ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم میں معطوف علیہ قلوب جمع قلب ہے - اس لئے لازم ہے - کہ اس کا معطوف سمع بصیغہ جمع ہی آئے مگر یہاں پر سمع واحد لایا گیا ہے" آریہ دوستوں کی اس زبان دانی پر جی قربان ہونے کو چاہتا ہے - اور ان کی توتلے منہ کی باتوں پر ہزار طلیق اللسان لکچراروں کے لکچر صدقے اور فصیح وبلیغ خطیبوں کے خطبے قربان آغوش میں بیٹھ کر کوئی بچہ اپنے منہ سے یہ الفاظ کہتا تو جی بلائیں لینے کو کرآتا - آخر بچپن کی باتیں ہر کسی کو پیاری معلوم ہوا کرتی ہیں۔ کیا نادر اور پیارا اصول آریہ مہاشہ نے وضع فرمایا - کہ معطوف علیہ جمع ہو - تو معطوف بھی جمع ہی ہونا چاہئے - آریہ مہاشہ کے قاعدے تو معطوف علیہ مرد ہو تو معطوف بھی مرد ہی ہونا چاہئے - اگر آریہ مہاشہ کو کبھی یہ کہنے کا موقع پیش آئے - کہ "میں نے اپنے بیٹے کو سماج مندر میں بٹھایا - اور اپنی استری کو بھی" اب چونکہ بیٹا مہاشہ جی کے قاعدے سے معطوف علیہ ہے اور استری معطوف - لہذا استری بھی مذکر ہونی چاہئے ؟ مگر استری مذکر ست جگ میں ہو جاتی ہو تو پتہ نہیں - جیسا کہ مردوں کی بھی یونی ہوتی تھی - کل یگ میں ہونے سے تو رہی - یا مہاشہ جی کو یہ کہنے کا اتفاق پیش آئے کہ "بہت سے آریہ سماج مندر میں آئے - اور میں بھی - تو مہاشے جی چونکہ ایک وچن ہے اور بہت سے آریہ بہو وچن تو مہاشے جی بھی ایک سے انیک ہو جائیں - آریہ مسٹر نے یہ تو پڑھ لیا - کہ معطوف علیہ معطوف کے شریک حال اور حکم میں ہوا کرتا ہے - مگر یہ نہ سوچا - کہ کن حالتوں میں شریک حال اور حکم ہوتا ہے - اس علم وعقل پر آپ قرآن کریم پر اعتراض کرنے بیٹھے ہیں - آپ کی مثال بالکل اس شخص کی مثال ہے - جو اپنے طبیب استاد کے ساتھ ایک مریض کو دیکھنے گیا طبیب نے مریض کی چارپائی کے گرد کسی خوردنی چیز کے چھلکے دیکھ کر کہا کہ بیماری کے بڑھنے کی وجہ یہ ہے - کہ تم نے فلاں چیز کھا لی ہے - مریض نے اس کو تسلیم کیا - مراجعت پر شاگرد نے پوچھا کہ آپ کو کس طرح پتہ چلا کہ اس نے فلاں چیز کھا لی ہے - تو استاد نے کہا - اس کی چارپائی کے گرد اس چیز کے چھلکے تھے - اور اس چیز اور بیماری کی زیادتی میں مناسبت ہے - شاگرد صاحب نے اس اصول کو یاد کر لیا - فارغ التحصیل ہو کر شاگرد صاحب مکتب سے نکلے تو ایک مریض کو دیکھنے کے لئے بلائے گئے - نیم حکیم صاحب نے داخل ہوتے ہی مریض کی چارپائی کے اردگرد جھانکنا شروع کیا - گرد تھوڑی روئی کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا - تو اپنے مریض کی نبض پر ہاتھ رکھ کر کہا - معلوم ہوتا ہے - کہ آپ بنولے بہت کھا گئے ہیں جس سے شکایت بڑھ گئی ہے - یہی حال ہمارے آریہ مہاشہ کا ہے کسی نے سچ کہا ہے -

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجۂ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخئے ادھیڑ تو

سنئے صاحب سمع اس لئے بصیغہ جمع نہیں چاہئے - کہ وہ معطوف ہے قلوب کا - بلکہ اس لئے کہ ھم مضاف الیہ جمع ہے - اور افراد میں دو دو کان ہوتے ہیں - آہ کس کس عقل کے مالکوں سے اسلام کو واسطہ پڑا ہے - کہ اعتراض بھی ہمیں خود ہی سمجھانا پڑتا ہے۔

سمع کے معنی کان نہیں

آریہ مشنری کی یہ ڈینگ بھی فضول ہے - کہ یہ اعتراض نیا اعتراض ہے - بیضاوی کشاف - کبیر - جلالین سب نے اس وہم کا قلع قمع کیا ہے - سمع کا لفظ قرآن کریم میں کثرت سے آتا ہے اور عموماً اس سے مراد شنوائی لی گئی ہے - معترض صاحب ان آیات پر غور کریں - انہم عن السمع لمعزولون (۲) او القی السمع وھو شھید - اس کے مشتقات پر غور فرمایئے - اسمع بھم والبصرام لہم آذانٌ یسمعون بہا - امن یملک السمع والابصار وغیرہ وغیرہ

لغت میں ہے - السمع قوۃٌ فی الاذن بہ یدرک الاصوات وفعلہ یقال لہ السمع - اسمع مندا ے الیٰ والجمع فی القلب سمع مصدر ہو اور مصدر کی نسبت کہا گیا ہے - انہ لا یثنیٰ ولا یجمع

وید کی فصاحت وبلاغت

اب میرے دوست حسب معمول وید سے کچھ سننے کے منتظر ہوں گے - میں اپنے دوستوں کو مایوس نہیں کرنا چاہتا - وید بھگوان فرماتا ہے - اور فرماتا بھی کسی ایسے ویسے پوکت میں نہیں بلکہ پرش سوکت میں جس کی فضیلت اس امر سے ظاہر ہے - کہ وہ ویدوں میں دہرایا گیا ہے - (سہیسر) ہزار (شیرشا) سر (پرشہ) اس پرش کے ہیں (سہیسراکش) ہزار اس کی آنکھیں (سہیسرپات) ہزار اس کے پاؤں (سہ) وہ (بھوم) زمین میں (سپرت) سب جگہ ہے (ستیرتی) الٹا سیدھا (اتی) تو بھی (تشٹھت) ٹھیرا ہے یا بیٹھا ہے (دش انگلم) دس انگلی کے فاصلے پر +

برہم بھاشن میں اتی تشٹھت میں لفظ ناف زیادہ کرکے یہ ترجمہ کیا ہے - کہ وہ ناف سے دس انگلی کے فاصلے پر ہے اب یہ معلوم نہیں ناف سے دس انگلی اوپر ہے یا نیچے - دیانند جی نے اس پرش سے مراد پرمیشور لیا ہے - لہذا ایشور جی کے ہزار سر ہزار آنکھ ہوئی - حساب سے معلوم ہوا کہ فی سر ایک ہی آنکھ بیٹھتی ہے (مسلمان حساب کے بڑے کچے ہیں - اس لئے ان کے خدا نے بھی ان سے بغیر حساب ہی اجر دینے کا وعدہ فرمایا ہے - مہاشہ جی خود بھی حساب لگا لیں - کہ ایشور جی کے ایک سر میں ایک ہی آنکھ بیٹھتی ہے یا نہیں) ہاں صاحب تو ہزار سر میں ہزار آنکھ اور ہزار ہی پاؤں ہیں اور مصیبت اب بیچارا زمین پر الٹا سیدھا پڑا ہے - دس انگلی کا فاصلہ طے کرنے سے رہا - اتنا حساب کر تو نہیں - بنے دو - اور اس سوکت کا آخری منتر کان لگا کر سنو - شری چہ تے لکھشمیہ چہ پتنیو آہ ماترے پاشوے نکھشترانی روپم اشونو ویاتم ایشان ایشانام اسوم مے ایشان سرو لوکم مے اشان - شری اور لکھشمی آپ کی دو بیویاں دن اور رات (رو تغلیں زمانہ کی گردش والے) یا سورج اور چاند دو آنکھیں دونوں اشونی زمین وآسمان منہ اس کی (نجات کی) خواہش کرتا ہوں - وہ مجھے دے دیجئے - سب لوگوں کے (آراموں) کو مجھے دیجئے سب دیجئے +

لو صاحبو! این گل دیگر شگفت - دو بیویوں والا تو کوئی طبیعی (مسلمان) معلوم ہوتا ہے - ماشاء اللّٰہ تعلیں ملاحظہ ہوں - ایک سفید اور ایک سیاہ سورج اور چاند - دو آنکھیں مگر چاند بذات خود روشن نہیں (اس لحاظ سے بھی ایک ہی آنکھ رہ گئی) زمین وآسمان منہ - مگر آریوں کے نزدیک آسمان کوئی چیز نہیں - لہذا اوپر کا جبڑا اندارد (کہیں یدھ میں کٹ گیا ہوگا) ایسے عجیب الخلقت سے نجات مانگنے جا رہے ہیں - الٰہی خیر سے واپس ہوں - کہیں دیکھتے ہی پران نہ ہوا ہو جائیں +

پہلے منتر میں ایک سر میں ایک آنکھ کا تذکرہ تھا اس منتر سے اس کی حقیقت معلوم ہو گئی - کہ درحقیقت ایک آنکھ بذات خود روشن نہیں +

وید بھگوان کے منتروں میں کیا فصاحت وبلاغت ہے کیا تشبیہات اور استعارے ہیں - نمونہ کافی ہے - باقی پھر سہی +

ع - یار زندہ صحبت باقی

ختم اللّٰہ علیٰ قلوبھم کا تعلق سماج سے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا - اور تیرے ڈرانے اور نہ ڈرانے کو یکساں سمجھا - وہ ایمان نہیں لائینگے - الہام الٰہی ان کے قلوب پر نازل نہ ہوگا روحانیت کی تازہ بارش ان کے دل پر نہ ہوگی - اور جس قدر روحانی پانی ان کے قلب میں ہے - وہ بھی رہ تک جانے سے بند چشمے کی طرح بدبودار ہو جائیگا - شنوائی کلمات الٰہی سے آشنا نہ ہوگی - بشارات الٰہیہ کا دروازہ بند ہو جائیگا - کان دین الٰہی کی نصرتوں کو سنکر گرانی محسوس کرینگے - وفی اذانہم وقر - آنکھوں سے مکاشفات نہ دیکھیں گے - بلکہ غضب الٰہی کی ظلمتوں میں بھٹکتے پھرینگے - اسلام کی فلاح اور تا ندار کامیابی اور پر رعب سلطنت کو دیکھ کر آنکھوں پر تاریکی چھا جائیگی - جن کو شودر اور ملیچھ سمجھتے تھے - ان کے آگے گردنیں جھکی ہوئی ہونگی - وفی اعناقہم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون ولھم عذاب الیم - آہ اے آریہ قوم اٹھ اور دیکھ کہ الہام الٰہی کے دروازے تجھ پر بند ہونے تو نے آسمانی باپ اور مترسے متر اور ماں سے زیادہ شفیق خدا کو ناراض کر دیا - لیکن ایسے بھی والدین اور دوست ہوئے ہیں - جو اپنی پیاری سنتان سے بات تک نہ کرتے ہوں - ہاں آنکھ کھول کر اور کان سے سن کر یہ نعمت اسلام میں موجود ہے - اور ہزاروں ہیں جو اس چشمے سے سیراب ہو کے پس اس سے ظاہر ہے - کہ اس حق پیاری سنتان صرف اسلام ہی ہے - وفیہ آیات لقوم یتفکرون -

آریہ سماج کا ہتیشی

فہرست چندہ ترجمہ القرآن وزکوٰۃ وغیرہ

برموقعہ جلسہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام ۱۱ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء و ۱۲ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء وزکوٰۃ

نام چندہ دہندگان	رقم	کیفیت
شیخ محمد اسمٰعیل حاجی مولابخش صاحب	جمار	
جناب ڈاکٹر چوہدری برکت علی صاحب	عہ	اشاعت اسلام ترجمہ قربانی
” حاجی مبارک دین صاحب	صہ	
شیخ محمد حسین فضل الرحمن	للعہ	
جناب حاجی امیر الدین مولابخش	صہ	
منشی محمد حسین صاحب پوسٹماسٹر	صہر	
بابو فضل قادر صاحب	صہر	
منشی نذر محمد صاحب	عہر	
جناب مرزا اسلم بیگ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ	عہ	
جناب مولوی غلام باری صاحب	عہ	
جناب مولوی علی صاحب	۶	
منشی اللہ دتا صاحب	عہر	
میاں غلام علی صاحب	عہر	
جناب بابو محمد الدین صاحب گودام کلرک	صہ	
بابو الٰہی بخش صاحب دفتر انگریزی	صہر	
شیخ عبدالرحیم صاحب ٹھیکیدار	عہ	
منشی محمد اسمٰعیل صاحب	عہر	
میاں عطر دین صاحب ٹھیکیدار	صہر	
جناب ماسٹر ولی محمد صاحب	۶	
” بابو محبوب خان صاحب	صہر	
ایک صاحب	۴ر	
شیخ کمال دین کریم بخش	عہ	
ایک شخص	عہر	
میاں اللہ دتہ ماشکی	عہر	
چوہدری احمد خان صاحب	صہر	
شیخ مولابخش صاحب کانونی ہاؤس	عہ	
شیخ فیروز الدین صاحب	۴ر	

لائلپوری اور ڈوالمیالی محمودیوں کی غلط بیانی اور خلاف گوئی

از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ

میری عادت نہیں کہ میں اپنی تبلیغی رپورٹیں لکھا کروں اور اُس میں جھوٹی باتیں لکھکر اخبار کے کالم کے کالم سیاہ کیا کروں۔ یہ تو قادیان کی گدی کے مبلغوں کو ہی سزاوار ہے کہ وہ اپ دستناپ جھوٹ اور فضول باتیں لکھکر اپنی ڈائریاں پُر کیا کریں۔ اور الفضل جیسے مردود و مخذول اخبار کے کالم اُس سے پُر کرکے اپنے نامۂ اعمال کو ...... سیاہ کریں۔ مینے کل چلتے چلتے ۲۷ - جون ۱۹۱۶ء اور یکم جولائی ۱۹۱۶ء کا اخبار الفضل پڑھا۔ یکم جولائی ۱۹۱۶ء کے اخبار میں "لائل پور میں پیغامیوں سے مقابلہ" کے عنوان سے ایک آرٹیکل چھپا ہے۔ اُس میں بہت کچھ خلاف بیانی اور صریح کذب سے کام لیا گیا ہے۔ اِسلئے ضروری ہوا کہ وہاں کے کچھ حالات میں بھی عرض کردوں۔

علی الصباح ہی جبکہ ہم اپنے مکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک مستری عبد الرحمان محمودی ہمارے مکان پر آگیا۔ میں وہاں پر کچھ غیر احمدیوں کو سمجھا رہا تھا۔ کہ اتنے میں وہ جوش میں آگیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ آپ میرے ساتھ مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر بحث کرلیں۔ مینے کہا بہت خوب میں حاضر ہوں۔ اُس نے ایک غیر احمدی کو (جنکو یہ پکا کافر سمجھتے ہیں) اپنا حکم مقرر کرلیا۔ حالانکہ قرآن کریم نے طاغوت کی طرف کسی مسئلہ شرعی کو لیجانے اور اُس میں اُن کا فیصلہ لینے کو منع فرمایا ہے .... میں نے کہا۔ ہماری طرف سے تمام حاضرین خود ہی فیصلہ کرنے والے رہیں۔ ہم ان میں سے کسی کو اپنا حکم نہیں مانتے۔

جب تقریر شروع ہوئی۔ تو مستری عبد الرحمان محمودی نے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ پڑھنا شروع کیا۔ جب تمام اشتہار پڑھ چکا۔ تو حقیقۃ الوحی پڑھنی شروع کردی۔ اُس کے بھی حوالے اپنے مطلب کے موافق جب سب پڑھ لئے۔ تو میں نے کہا کہ اگر کچھ اور ہے تو وہ بھی پڑھ لو۔ پھر جب میں نے اسی اشتہار ایک غلطی کے ازالہ اور حقیقۃ الوحی کو پڑھنا اور سمجھانا شروع کیا۔ اور جب وہ میرے سوالات کا کچھ جواب نہ دیسکا۔ تو وہی جسکو اُس نے ثالث مقرر کیا ہوا تھا۔ بلکہ تمام حاضرین کہہ اُٹھے کہ جو کچھ مرہم عیسےٰ نے بیان کیا۔ وہی حق معلوم ہوتا ہے۔ اس بات کا تمام مجمع گواہ ہے کہ کیا ذلت اور رسوائی اور ہتک مستری عبد الرحمن محمودی کو ہوئی تھی۔ تمام مجمع نے اُس کے مُنہ پر کہدیا تھا۔ کہ تجھکو کچھ جواب نہیں آیا۔ اپنے مولوی کو جاکر ساتھ لے آؤ پھر ان سے آکر بات کرو۔ جب مستری مذکور سخت لاچار ہوگیا تو کہنے لگا۔ کہ تم رقعہ چیلنج کا ہمارے مبلغ مولوی کے نام لکھدو۔ ہم نے اُسکے نام رقعہ لکھدیا۔ کہ آپ مباحثہ کے لئے مرد میدان بنکر آجاویں۔ ہم حاضر ہیں۔ اور جہاں چاہیں اور جسطرح کے شرائط چاہیں ہم تیار ہیں مگر جب وہ تاب مقابلہ نہ لاسکا اُس نے ہمارے رقعہ کا کچھ جواب نہ دیا۔ تو القول شخصے ورد عگورا تا بخانہ باید رسانید۔

میرے مکرم بھائی شیخ قمر الدین صاحب سوداگر عینک مجھے ہمراہ لیکر محمودی مبلغ لائل پوری کی بیٹھک پر گئے۔ محمودی مبلغ کی کائنات تو صرف چند ایک باتوں ہی میں معلوم ہوگئی۔ قرآن اور حدیث سے محض ناآشنا۔ حضرت صاحب کی کتابوں پر بھی اُسکو پورا عبور نہیں۔ بات مسئلہ نبوت مسیح موعودؑ پر شروع ہوگئی۔ کہنے لگا کہ حضرت صاحب نے خود لکھا ہے۔ کہ میں حقیقی اور کامل نبی ہوں۔ میں نے کہا۔ حضرت صاحب کی کسی کلام یا تحریر سے دکھاؤ کہ آپ نے فرمایا ہو کہ میں حقیقی اور کامل نبی ہوں۔ غیر حقیقی اور ناقص نبی کا لفظ تو میں دکھانے کا میں ذمہ وار ہوں۔ بہت دیر تک تلاش کرتا رہا مگر کوئی حوالہ نہ ملا۔ آخر سخت شرمندہ ہوا۔ پھر خاتم النبیین پر بحث کرنے لگا۔ کہنے لگا۔ خاتم النبیین کی آیت متشابہ ہے۔ مینے کہا اسکو متشابہ آج تک کس نے لکھا ہے یا صرف یہ تمہارا ہی خیال ہے۔ مُنہ پر مُہر سکوت لگ گئی مینے پوچھا تمہارے نزدیک آیت خاتم النبیین کے معنے کیا ہیں کہنے لگا خاتم انگلی کے لئے ایک زیور ہے اس سے معلوم ہوگیا۔ کہ نبی کریم تمام نبیوں کا زیور ہے۔ خاتم کے معنے انگشتری۔ مینے پوچھا۔ کہ نبی کریم تمام نبیوں کی مُہر ہے یعنے تمام نبیوں کے زیور یا زینت ہوئے۔ ناظرین آپ نے یہ بات آیت خاتم النبیین کے کبھی نہ سنے ہوں گے۔ میں نے کہا۔ خاتم النبیین کے بعد نبی آنے کا قرآن میں کہاں ذکر ہے کہنے لگا۔ یا بنی آدم اما یاتینکم رسل منکم جنمیں کہا اس میں تو رسل جمع ہے۔ کیا تیرہ سو برس میں بھی کوئی رسول آیا یا نہیں۔ بولا کوئی نہیں آیا۔ مینے کہا اتنی مدت تک تو خدا کی رحمت کے دروازے بقول تمہارے بند رہے تو اب کیسے معلوم ہو کہ آئندہ رسول آوینگے بولا آئندہ کے متعلق ہم نہیں جانتے کہ کوئی آویگا یا نہیں حضرت صاحب رسول ہیں۔ میں نے کہا۔ حضرت صاحب نے تو لکھا ہے کہ امت محمدیہ میں نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص ہوں۔ اب اگر ایک اور رسول یا نبی آگیا تو پھر حضرت صاحب مخصوص نہ رہینگے۔ بولا آئندہ کبھی کوئی رسول نہیں آئیگا۔ مینے کہا پھر خاتم النبیین حضرت صاحب ہوئے نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہنے لگا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب شریعت نبیوں کے خاتم تھے۔ اور مرزا صاحب غیر صاحب شریعت نبیوں کے خاتم۔ مینے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صاحب الشریعت نبی کتنے ہوئے۔ کہنے لگا حضرت موسےٰ ہوئے ہیں مینے کہا پھر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الغنی ہوئے۔ نہ کہ خاتم النبیین۔ مینے کہا خدا نے رسول خدا کو خاتم النبیین ہوکر کہدیا ہوگا۔ مبہوت ہوگیا۔ مینے پوچھا تمہارے پاس اس بات کی کوئی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر سے قیامت تک کوئی صاحب شریعت نبی نہیں بن سکتا۔ اگر نبوت حقیقی اور کامل آنحضرت صلعم کی کامل پیروی سے مل سکتی ہے اور آپ اس درجہ کے نبی ہیں۔ کہ آپ کا ایک امتی نبی ہوسکتا ہے تو ایک امتی کے صاحب شریعت نبی ہونے کے لئے کونسی بات مانع ہے۔ جو بات ایک امتی کے صاحب شریعت نبی ہونے کے لئے مانع ہے وہی بات ایک امتی کے غیر صاحب شریعت نبی ہونے کو کیوں مانع نہیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۳)

کسان نے ... سے اس بات کا اظہار کیا ہے۔ کہ وہ سلطان محمد خامس کو خلیفۃ المسلمین سمجھتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کسان کا اس سے کیا مطلب ہے۔ ایک ایسے وقت میں جبکہ گورنمنٹ برطانیہ کو ٹرکی سے جنگ درپیش ہے۔ کسان کا سلطان ٹرکی کا اپنے آپ کو حامی بتانا معلوم نہیں برطانوی وفاداری کے کہاں تک شایان اور مناسب ہے۔ کسان ہی کو یہ مبارک رہے۔ کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رہ کر اسکے، دشمنوں کی حمایت کرتا اور اپنی مہربان گورنمنٹ کی مخالفت کے درپے ہوتا ہے۔ ہم ایسے اعتقادات کو دور ہی سے سلام کرتے ہیں ✤

محمد عربی (صلعم) کے بعد کسی دوسرے کو نبی ماننے کی بھی کسان نے ایک ہی کہی۔ کیا کسان ہماری کسی تحریر سے یہ ثابت کرسکتا ہے کہ ہم نے کبھی محمد عربی (صلعم) کے بعد کسی دوسرے کو نبی مانا کیا وہ ہماری کوئی ایسی تحریر دکھا سکتا ہے۔ جس میں ہم نے عربی مدینۃ النبی کے سوا کہیں دوسرا مدینۃ النبی بنایا ہے۔ اور اگر یہ نہیں اور ہرگز ایسا نہیں۔ تو اسے لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے وعید سے ڈرنا چاہئے۔ اور احمدیہ بلڈنگس کی ہمسایگی میں رہ کر پیغام صلح کے ہر پرچہ میں نبی کریم کی ختم نبوت کی پرزور تائید دیکھکر پھر خواہ مخواہ غلط بیانی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا چاہئے۔ **وکفی باللہ شہیدا۔** رہے اس کے ممتاز "منشی فاضل" اور "ایک سربرآوردہ انجمن" جن کا اس نے سہارا ڈھونڈا ہے۔ سو ہم اسے متنبہ کردینا چاہتے ہیں۔ کہ ایسے ایسے بیسیوں منشی فاضل دنیا میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔ اور کوئی ان کو پوچھنے والا نہیں۔ کونسا "ممتاز منشی فاضل" اور کس کی "سربرآوردہ انجمن" شاید کسان کی جناب میں وہ ممتاز اور سربرآوردہ ہو تو ہو۔ ورنہ آج تک اس تخریب الاسلام انجمن اور ایسے گمنام انسان کو جیسا کہ کسان کا مراسلت نگار منشی فاضل ہے۔ اور تو کوئی جانتا بھی نہیں۔ ایسی حالت میں اس کے اعتراضات اہل نظر کے نزدیک وقعت ہی کیا رکھتے ہیں۔ کہ ان کا جواب دیا جائے۔ آخر میں کسان نے اپنی پالیسی کو اپنے مالکوں کے ہاتھ میں بتایا ہے۔ پس کیا ہم اس سے دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ڈپٹی سردار احمد صاحب۔ سردار فقیر اللہ صاحب وغیرہم ..... کے عقاید جمہور اہل اسلام کے کہاں تک مطابق ہیں کیا ان لوگوں کا گروہ وہابیہ میں سے ہونا اور پھر سود کے جواز کا قایل ہونا اہل سنت والجماعت اور کسی سچے مسلمان کے نزدیک جو حرم الربٰو کے الفاظ کو الٰہی ارشاد سمجھتا ہے۔ قابل پذیرائی ہو سکتا ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدرت را مے شناسم

آریہ اخبارات کی غلط بیانی اور اسکی تردید

پچھلے دنوں فرخ آباد کے ایک مسلمان تاج خانصاحب مختار عدالت کی اسلام سے بیزاری کا اعلان آریہ اخبارات میں طبع ہوا تھا جسے دیکھتے ہی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے مولنا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی کو دریافت حالات اور زبانی افہام تفہیم کے لئے فرخ آباد روانہ کیا۔ جہاں سے الحمدللہ کہ مولنا المکرم کامیاب واپس آئے۔ اور خود تاج خانصاحب نے اپنے رفع شکوک کا اعلان کر دیا۔ اب پھر آریہ اخبارات نے وہی شور برپا کر رکھا ہے۔ اور وہاں کے مہاشہ شانتی سروپ نے مولنا پر خواہ مخواہ غلط بیانی کا الزام جڑ دیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے۔ کہ گویا مولنا اکبر شاہ خاں صاحب نے تاج خانصاحب کو یہ کہا تھا۔ کہ آریہ مذہب کے خیالات اسلام میں بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مولنا شبلی بھی مادہ کی قدامت کے قایل تھے۔ الفضل نے بھی جو اس قسم کی مغالطہ اندازیوں اور خباثت آمیز کارروائیوں میں آریہ معاصرین سے کسی طرح بھی پیچھے نہیں۔ اس بات کو خاص طور پر نوٹ کیا۔ اور اس پر بے فایدہ تمسخر و استہزا سے کام لیا۔ ہم نے اس بارہ میں خود مولنا اکبر شاہ خانصاحب سے استفسار کیا۔ جس کے جواب میں انہوں نے ہمکو جو لکھا ہے وہ ان سب غلط بیانیوں کی تردید کے لئے کافی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں

اخویم مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فرخ آباد میں تاج خان صاحب سے اور مجھ سے صرف تناسخ اور گوشت خوری پر مفصل گفتگو ہوئی تھی۔ اول روح کا ذکر ہوا تھا مگر فوراً بات کو تاج خانصاحب نے تناسخ میں ڈال دیا۔ دونوں مذکورہ مسئلوں میں انکی اچھی طرح تسکین کر دی گئی۔ اور اب بھی میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ میں ... [illegible]

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۹۔ جون سنہ ۱۹۱۶ء)
(سلسلہ اشاعت گذشتہ)

خطبہ ثانی

کچھ صوفی احمد دین صاحب مرحوم کی نسبت جماعت کو چند بیش قیمت نصائح

فرمایا۔ اس ہفتہ ہمارا ایک مخلص دوست فوت ہوگیا (صوفی احمد دین صاحب) وہ بڑا ہی نیک آدمی تھا۔ بعض وقت انسان پھٹے ہوئے کپڑوں میں اور غربت میں بھی وہ وہ جوہر اپنے اندر رکھتا ہے۔ جو امراء میں نہیں پائے جاتے۔ بڑے بڑے دکھ اور تکلیفیں بھی انہوں نے اٹھائی ہونگی۔ لیکن باوجود اس غربت اور ان دکھوں کے وہ کچھ نہ کچھ دیتے ہی رہے ہیں حقیقی نیکی ہی اصل میں یہی ہے۔ کہ انسان دین کی راہ میں کچھ نہ کچھ خرچ کرتا رہے۔ انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں۔ بڑے بڑے عظیم الشان ایک آن کی آن میں فوت ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنا ہی دولتمند کیوں نہ ہو۔ اس کا تذکرہ اس کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے پیچھے اسکو کوئی جانتا بھی نہیں۔ تو اس بات کی پروا نہیں ہونی چاہئے۔ کہ کچھ مال و دولت تمہارے پاس ہے یا نہیں۔ بلکہ پروا اس بات کی رکھے۔ کہ اس کے پیچھے اسکو کوئی محبت سے یاد کرنیوالے لوگ ہوں۔ خوب غور کر کے دیکھو دنیا میں نیکی سے یاد کئے جانیوالے وہی ہیں۔ جو کوئی نیک کام دنیا میں کر جاتے ہیں کوئی بڑے سے بڑا دولتمند ہو دنیا میں نیکی سے برتاؤ نہیں کرتا جاؤ دنیا کی تاریخ کو پڑھکر دیکھو۔ اور روزمرہ کے مشاہدہ پر بھی غور کرو۔ کہ اسے کوئی بھی نیکی سے یاد نہیں کرتا۔ ہاں وہی شخص خواہ سخت غربت کی حالت میں ہو۔ لیکن نیک کام دنیا میں کرے۔ تو یوں اس کی تعریف ضرور کی جاتی ہے۔ یوں تو نیک ذکر نوٹوں کا رہ جاتا ہے۔ کہ وہ مخلوق خدا کے ساتھ اپنی زندگی میں بھلائی کر جائیں۔ لیکن نرے روپیہ کی موجودگی کوئی نیک ذکر باقی نہیں رہنے دیتی۔ اس لئے تم اس بات کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ یہ آخرت کا معاملہ تو پیچھے دیکھا جائیگا۔ دنیا میں ہی پہلے معاملہ صاف نہیں تو آخرت میں کیا ہوگا۔ یوں تو اگر کوئی شخص چاہے کہ خاص مقام پر آکر ٹھہر جاؤنگا۔ اور مزید روپیہ کے حصول کی خواہش نہیں کرونگا۔ تو یہ ناممکن ہے۔ پس نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس لئے ان خیالات کو چھوڑ دو۔ کہ مال کے ملنے سے یہ بن سکتا ہے۔ اور یہ ل ہو سکتا ہے۔ بالخصوص وہ ہمارے احباب جو یہاں رہتے ہیں انہیں ایک نمونہ کا کام دینا چاہئے۔ جب تک وہ لوگ جو مرکز میں ہوتے ہیں وہ نیک نمونہ قائم نہ کریں۔ دوسروں پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ برا نمونہ نہ صرف ان کے اپنے لئے بری بات ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی گمراہ کرنیوالا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو ہمارے احباب میں سے یہاں رہتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ وہ خود نمونہ بنکر دکھائیں۔ یہ دکھائیں۔ کہ جس طرح دوسرے لوگوں کا یہ ایمان ہوتا ہے۔ کہ یہ جائدادیں ان کے کچھ کام آنے والی ہیں۔ ان کا یہ ایمان نہیں۔ تم اپنی جائدادیں دنیا کے لئے مت بناؤ۔ بلکہ تمہارا جو کچھ بھی ہو سب دین کے لئے ہو۔ تم خدا کی راہ میں محنتوں اور کوششوں کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تاکہ لوگ تمہیں عزت اور محبت سے یاد کریں۔ جو کچھ تم بناؤ۔ ایسا نہ ہو۔ کہ بعد کو وہی تمہارے لئے موجب نفرین ثابت ہو۔ صحابہؓ کی طرف دیکھو۔ ان کا نام لیتے وقت ہمارا دل کس قدر جوش محبت سے بھر جاتا ہے۔ پھر تم جو اخرین منھم میں سے بنتے ہو۔ آخر ان سے کچھ مشابہت بھی تو دکھاؤ۔ تمہارے اور میری سلسلہ انحصار اس بات کا رہتا ہے۔ کہ تم نے کیسا نمونہ دکھایا ہے دیکھو۔ یاد رکھو۔ عمارت کا کھڑا کر لینا آسان ہے۔ لیکن اگر بنیاد مضبوط نہیں۔ تو اس کا قائم رہنا مشکل۔ اس لئے خدا کے بن جاؤ۔ خدا سے محبت کی آگ کو بڑھاؤ۔ ایک جوانانہ جوش تم میں موجزن ہو۔ جوانوں میں تو ایسا ذرا تنگی ہے۔ پس تم نمونہ بنو۔ تاکہ دوسروں کے لئے رہبر کا کام دو۔ اور آنیوالی نسلیں عزت اور محبت سے تمہارا نام لیں ✤

تازہ برقی خبریں

رزمگاہ فرانس۔ لندن ۱۹ جولائی۔ ایک برطانوی اعلان مظہر ہے۔ کہ مشرق بیٹن میں ہمارے نئے مقامات، پر حملہ آور ہونے کے لئے غنیم نے کثیر جمعیت جمع کی۔ شدید آتشباری کے بعد بے شمار سپاہ نے کل ۵½ بجے شام پہلا حملہ کیا۔ اور لڑائی رات بھر جاری رہی۔ لڑائی خصوصاً جنگل ڈلولوڈ میں نہایت ہی خوفناک تھی۔ شدید نقصانات برداشت کرنے کے بعد غنیم جنگل ڈلوڈ کے ایک حصہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اس نے لونگول کے شمالی نواح میں بھی دخل حاصل کرلیا۔ اس علاقہ میں لڑائی نہایت خونریزی سے جاری ہے۔ دیگر مقامات پر بمعہ واٹرلوٹ فارم جس پر اس نے خاص طور پر تین حملے کئے۔ اس کے تمام حملوں کو ہماری آتشباری نے ناکام کر دیا۔ باقی محاذ پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔

لندن ۱۹ جولائی۔ برطانوی زخمی افسر اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اگرچہ ہماری فہرست نقصانات زیادہ ہوتی ہے لیکن ہم مقابلتاً ہر پہلو سے بلحاظ زمین۔ طاقت اور حالت فتحمند ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ ہماری سپاہ آج نہایت ہی خوشدل ہے۔ موجودہ فواید کا نقصانات سے مقابلہ کرتے ہوئے اگر ہمارے نقصانات موجودہ نقصانات کے مقابلہ میں دس گنا ہوں۔ تو بھی لڑائی کا موسم گرما سے قبل ہی خاتمہ ہو جائیگا۔ اور جرمنی تباہ ہو جائیگی۔ علاوہ ازیں نقصانات کی اکثر تعداد ایک ماہ میں لڑائی میں شامل ہونیکے قابل ہو جائیگی۔

عراق عرب کے طبی انتظامات کے متعلق رپورٹ

لندن ۱۷ جولائی۔ دیوان عام میں سر ہنری کبریک کا جواب دیتے ہوئے مسٹر چیمبرلین نے بیان کیا۔ کہ انہوں نے ہز ایکسلنسی والیسرائے کو لکھا ہے۔ کہ وہ عراق عرب کے طبی انتظام کے متعلق رپورٹ کو اپنی رائے کے ساتھ بعجلت تمام پیش کرنے کا انتظام کریں۔ مسٹر چیمبرلین نے اس امر پر خاص زور دیا کہ حکومت ہند اور امپیریل گورنمنٹ کو رپورٹ شایع ہونے سے پہلے اس کا نہایت احتیاط سے خود مطالعہ کرنے کا موقعہ ملنا چاہئے۔ اور دیوان عام کو اس امر کا یقین دلایا۔ کہ گورنمنٹ ہر ایک ممکن طریق سے حالات موجودہ کی اصلاح کے لئے کر رہی ہے ✤

مسٹر فورسٹر نے بیان کیا۔ کہ محکمہ جنگ نے آجتک تمام مطالبات کا جواب دیا ہے ✤

فرانسیسی محاذ۔ لندن ۱۹۔ جولائی۔ پیرس ایک سرکاری اعلان مظہر ہے۔ کہ اکثر محاذ پر رات بھر سکون رہا۔ فلیوری پر شدید آتشباری ہوئی۔ اور ہم نے جیپل سلینٹی فائن کے قریب شل کے موگوں کے ذریعہ ترقی کی لندن ۲۰ جولائی۔ پیرس۔ گذشتہ شب کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ جنوب سوم میں ہم نے ایک حملہ کر کے آسٹریز کے جنوب کی جانب چند ایک خندقوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ کچھ قیدی بھی گرفتار کئے۔ ورڈون پر قدرے آتشباری ہوئی۔ لیکن سپاہ کی کوئی نقل و حرکت نہیں ہوئی ✤

لنڈن ۱۹ جولائی۔ جنرل ہیگ کا آج شب کا تار مظہر ہے۔ لونگول اور ڈلول کے جنگلوں کی اکثر کھوئی ہوئی زمین پر ہم نے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ دو مقامات پر تاحال شدید گولہ باری جاری ہے جنگل ڈلول کے جنوب میں سہ پہر کو ہماری آتشباری نے جرمنوں کی ایک عظیم جمعیت کو گلی مونٹ کی جانب سے واٹرلوٹ فارم پر حملہ آور ہونے کے لئے فراہم کی گئی ہے۔ منتشر کر دیا ✤

لنڈن ۱۹ جولائی۔ رائٹر کے نامہ نگار مقیم ہیڈ کوارٹر کا خیال ہے۔ کہ برطانوی جدوجہد محاذ گومکورٹ و سوم تک ہی محدود نہیں ہوگی ہماری توپیں ۷۰ میل محاذ پر گرج رہی ہیں۔ اور ان کی گرج سے بوچون کو آرام نہیں ملتا۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اب تک جو جرمن توپیں ہمارے ہاتھ لگی ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی ہے ✤

لنڈن ۱۹۔ جولائی۔ پیرس۔ قبضہ اولرز کا ذکر کرتے ہوئے ایک نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ ایک برگیڈ نے تین طرفوں سے حملہ کیا۔ اور خونریز لڑائی ہوئی۔ کوچوں میں گولوں سے سوراخ ہوگئے۔ اور مکانات تباہ ہوگئے۔ لوگوں نے تہ خانوں میں پناہ لی۔ ایک سالم جرمن برگیڈ تباہ ہوگیا۔ گاؤں کے کوچے لاشوں سے بھرے پڑے تھے۔ یادلند کی شاہراہوں کی مدافعت کے دو قلعوں کے درمیان پر آٹھ سو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مؤرخہ ۲۷ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۸

مقدسین ہند اور تھیئٹریکل کمپنیاں

وکل ہمعصر مشین میں آجکل عام ہندوؤں اور دی پارسی الفریڈ تھیئٹریکل کمپنی کے درمیان ایک دلچسپ بحث چھڑی ہوئی ہے۔ جس میں عام ہندوؤں کی طرف سے کمپنی مذکور کے خلاف اس بناء پر اظہار نفرت کیا جارہا ہے۔ کہ وہ حضرت رامچندر جی مہاراج اور حضرت کرشن جی مہاراج کے ان واقعات زندگی کو جو رامائن اور مہابھارت میں مذکور ہیں۔ تھیئٹر کی صورت میں پبلک کے سامنے پیش کرتی ہے اور اس طرح سے ان بزرگوں اور پاک انسانوں کی عورتوں کے متعلق بعض مخرب اخلاق باتیں بیان کرکے اور انکے حالات کو سخت ناپاک صورت میں پیش کرکے انکی ہتک کا موجب ہوتی ہے۔ شروع بحث میں تو مسٹر کھٹاؤ مالک دی پارسی الفریڈ تھیئٹریکل سے صرف اسی قدر مطالبہ تھا۔ کہ وہ ہندوؤں کے بزرگوں اور ان کی عورتوں کے پارٹ غیر ہندو اور ناپاک و بدچلن ...... عورتوں سے نہ کرایا کرے۔ لیکن مسٹر کھٹاؤ کے بیفائدہ اصرار نے معاملہ کو بھی پیچیدہ اور نازک تر بنادیا۔ اور ہوتے ہوتے اس تماشہ کو ہی بند کرنے کے لئے تمام ہندوؤں کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی گئی۔ جس کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے اور ہندو قوم کے اشتعال طبع اور مسٹر کھٹاؤ کی ضد اور ہٹ بلکہ کمپنی کی طرف سے تماشہ کا اعلان یہ بہت ہی باعث خطر باتیں ہیں جنکے ازالہ کی اب بظاہر صرف ایک ہی صورت دکھائی دیتی ہے۔ اور وہ حکماً اس تماشہ کا روکا جانا ہے۔

ہم کہ ہندوستان میں رہنے اور ہندو برادران وطن کے ساتھ تعلق ہمسائیگی رکھنے کے علاوہ دنیا کے کل نبیوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور لا نفرق بین احد من رسلہ کے ماتحت ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق یا تفریق جائز نہیں سمجھتے۔ خواہ وہ نوح ہو یا ابراہیم۔ عیسےٰ ہو یا موسےٰ۔ یا وہ ہندوستان کے بزرگوں میں سے حضرت رامچندر جی مہاراج ہوں یا جناب کرشن علیہ السلام۔ ہم کہ دنیا کے تمام نبیوں کو اپنی پیدائش کیوقت سے لیکر آخری دم تک جب وہ اس عالم فانی سے دارالبقا کو انتقال کرگئے۔ مس شیطان سے بالکل پاک اور ہر قسم کی ناپاک آلودگیوں اور گناہوں سے منزہ یقین کرتے ہیں جنکا ایمان ہے کہ حضرت کرشن جی مہاراج بھی خدا کے ان برگزیدہ نبیوں میں سے ایک ہیں۔ جنکے آخری زمانہ میں دوبارہ ظہور فرمانے کا وعدہ تھا۔ جیسا کہ انکے اپنے قول سے جسے فیضی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔ ؎

چو بنیاد دیں سست گردد بسے
نمایم خود را بشکل کسے

ظاہر ہے۔ جنکا ایمان ہے کہ اس کل جگ کے زمانہ میں بھی جناب کرشن علیہ السلام دنیا کی اصلاح کیلئے ایک نیک اور پاک انسان (حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی رحمۃ اللہ علیہ) کی شکل میں مبعوث ہوئے جنکو اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ الہام ہوا کہ اے کرشن رودر گوپال تیری مہما گیتا میں ہے۔ جس نے اپنی پاکیزہ کوششوں سے دنیا کو دکھادیا۔ کہ کرشن علیہ السلام پر جو ناپاک الزام وقتاً فوقتاً دنیا نے لگائے ہیں اور خود ان کی اپنی قوم نے انکی طرف طرح طرح کی ناپاک باتوں کو منسوب کرکے انکی حیثیت اور عزت کو خراب کیا ہے یہ سب غلط اور خود تراشیدہ ہیں۔ اور وہ ہرگز ہرگز ان ناپاک باتوں سے ملوث نہیں ہوئے۔ کسی طرح اور کسی صورت میں بھی ہندو بھائیوں کے اس جائز مطالبہ کی تائید سے باز نہیں رہ سکتے اور مالک دی پارسی الفریڈ تھیئٹریکل کمپنی سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اب وقت آگیا ہے کہ اس کرشن رودر گوپال کی برکت سے جس نے اس وقت دنیا میں دوبارہ مبعوث ہوکر نہ صرف اپنی عصمت کا ہی ثبوت دیا بلکہ اپنے پیروؤں اور ساتھیوں کو بھی دنیا میں نیکی اور پاکیزگی کا ایک نمونہ بنادیا۔ حضرت کرشن علیہ السلام اور ایسا ہی ہندوستان کے اس دوسرے عظیم الشان نبی حضرت رامچندر جی مہاراج اور [illegible] کے متعلق تمام ناپاک الزامات کو دور کردیا جائے۔ اور انکا پاک اور روشن چہرہ اس کرشن رودر گوپال کی شکل میں دنیا پر ظاہر ہو۔ اسلئے اسے چاہیے کہ ان مقدس انسانوں کے متعلق ان ناجائز خیالات کی اشاعت کو ترک کردے۔ اور اسطرح سے ہندوستان کی ایک بہت بڑی قوم کے ان پیشواؤں کی واجبی عزت کرکے نہ صرف دنیا سے خراج تحسین وصول کرے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کے ہاں سے بھی اجر عظیم کا مستحق ٹھہرے ورنہ صورت حالات جیسی واقعہ ہورہی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔

بیجا نہ ہوگا اگر اس موقع پر اپنے ہندو برادران وطن کو بھی ہم اس بارہ میں چند نہایت ضروری اور اہم امور کی طرف توجہ دلائیں اور ان سے یہ استدعا کریں کہ اس ایسے وقت میں جبکہ علانیہ ان کی کتابوں سے ایسے واقعات کو لیکر جو کہ کسی صورت میں بھی کسی نیک انسان کیطرف منسوب کرنے جائز نہیں اور خود ہندو قوم کی ناراضگی اور اشتعال طبع بتارہا ہے۔ کہ وہ انہیں صحیح نہیں سمجھتی اس طرح سے عام بیزاری اور بزرگوں کی ذلت کا سامان کیا جاتا ہے۔ انہیں چاہیئے۔ ان واقعات کو رامائن اور مہابھارت میں سے نکالکر .... اپنی عزت آپ بھی کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ جب تک یہ مشہور و معروف کتب مقدسہ ایسی ناپاک باتوں سے معمور ہیں۔ جب تک ہندو قوم ان کتابوں کو بلا ترمیم و تنسیخ صحیح سمجھکر ان کی وہ عزت کرتی ہے جو کسی مذہبی کتاب کی ہونی چاہیئے۔ اور اس طرح سے خود اپنے پاک اور مقدس پیشوایان دین کے سر پر وہی ناپاک الزامات تھوپنے سے کوئی دریغ نہیں کرتی۔ جو مسٹر کھٹاؤ نے ایک عام تماشہ میں تھیئٹریکل کمپنی کے سٹیج پر نقل کرنے چاہے ہیں۔ اسوقت تک ہندو قوم کی یہ آواز کچھ ایسی با اثر اور انکی غیرت کچھ ایسی کارگر نہیں ہوسکتی۔ جبراً تو خیر سب کچھ کیا جاسکتا ہے لیکن وہ چیز جو دلی جذبات کے مطابق نہ ہو۔ اور خود اپنے اندر پائی جائے اسے جبراً روک دینا کوئی اتنی بڑی عزت اور وقعت کا موجب نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو قوم کی غیرت کو اپیل کرنے میں اخبارات کے کالم کے کالم سیاہ کئے جارہے ہیں۔ ہم اسکے مخالف نہیں۔ بلکہ دل سے مؤید ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ جسقدر جلد ہوسکے ان بزرگوں کے سر پر سے ایسے ناپاک الزامات کو دور کرکے ان کی واجبی عزت کی جائے۔ لیکن غیرت مندو! جب تم خود اپنی کتابوں میں ایسی ناجائز باتوں کو دیکھتے ہو۔ اور اسپر تمہیں کوئی جوش نہیں آتا۔ بلکہ انہیں اپنی سر آنکھوں پر رکھکر اور دسہرہ وغیرہ میں وہی سوانگ بھر کر جیسے کہ مسٹر کھٹاؤ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ عملاً ان کی تائید کرتے ہو۔ تو تمہاری ان باتوں کی اہل نظر کے سامنے کیا وقعت باقی رہ جاتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ہندو بزرگوں کی طرف سے مؤیدین تھیئٹریکل کمپنی کے اس زبردست اعتراض کا تاحال کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔ کہ اگر یہ واقعات غلط ہیں اور انکو ایکٹ کرنے میں ان بزرگوں کی توہین ہوتی ہے تو کیوں دسہرہ کو بند نہیں کیا جاتا اور کیوں وہاں بھی خراب لڑکوں کو رامچندر اور سیتاجی جیسے پاک انسانوں کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اس سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم خدانخواستہ اس تھیئٹریکل کمپنی کی تائید کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس اعتراض کے پیش کرنے سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ غیرتمند ہندو جس طرح تھیئٹریکل کمپنی کے خلاف اظہار نفرت کرکے اُسے بائیکاٹ کررہے ہیں اسی طرح دسہرہ جیسی بری رسم کو بھی بائیکاٹ کرکے اسکے استیصال میں کوشاں ہوں۔ اور اس طرح ان نیک اور پاک انسانوں کی خود بھی قدر کرکے اپنی عزت آپ کریں ؛

جہاد کبیر یعنی مسلمانوں کی زندگی اور موت کا سوال

ہمعصر ساوات رقمطراز ہے :- یہ رسالہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی (ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز) کی تصنیف سے ہے جس میں اشاعت اسلام کی ضرورت اور اہمیت پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈال کر مسلمانوں کو اس نہایت ضروری اور اہم فرض کی جانب بلایا گیا ہے۔ بعض مقامات رسالہ کے نہایت دلچسپ و معنے خیز ہیں مثلاً درحقیقت حفاظت اسلام کا سوال اشاعت اسلام سے وابستہ ہے۔ غور کرکے دیکھ لو کہ جب تک مسلمانوں نے اشاعت اسلام کے سوال کو اپنا اصل مقصد اور اپنے ہر ایک مقدم ضرورت سمجھا۔ اسلام ایک ایسا محفوظ قلعہ بنا رہا۔ کہ جس پر حملہ کرنے کی کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن جب وہ اشاعت اسلام کی طرف سے غافل ہوئے تو حفاظت اسلام کے مقصد کا گم ہونا بعض ایک نتیجہ تھا جو فی الفور نہیں تو تھوڑی دیر بعد ظہور میں آگیا۔ مگر یہ دونوں باتیں لازم و ملزوم ہیں۔ جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے کامل سکون کی حالت ناممکن ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ تم آگے قدم بڑھانا چھوڑ دو۔ اور پھر یہ سمجھ لو کہ ہم اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں بلکہ یہ یقینی بات ہے کہ جب آگے قدم بڑھانا چھوڑ دیا جائیگا۔ تو لازماً وہ قدم پیچھے کو اٹھیگا۔ پس اشاعت اسلام پر مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار ہے۔ یہ رسالہ مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے اور اس میں امن و صلح کے ساتھ اشاعت اسلام کی کوشش کرنے پر زور دیا گیا ہے اور ہم شکرگذار ہیں مصنف کے کہ یہ کتاب بالکل مفت تقسیم کرنے کا انہوں نے انتظام فرمایا ہے۔ اور محصول ڈاک بھیجکر سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور سے ہر شخص طلب کرسکتا ہے ؛

صدقات رمضان صدقۂ فطر اور عید فنڈ

گذشتہ اشاعت میں حضرت امیر کی ایک ضروری تحریک شایع کی گئی تھی۔ جس میں آنحضور نے سلسلہ کی موجودہ مصائب کا تذکرہ کرتے ہوئے رمضان شریف کے مہینہ میں بالخصوص صدقات اور دعاؤں کی تحریک کی تھی کیونکہ یہ مہینہ اپنی برکات کے لحاظ سے ایک عمدہ موقع ہے اسبات کا کہ دعاؤں پر خاص طور پر زور دیا جائے اور صدقات وغیرہ سے انکی قبولیت کا سامان پیدا کیا جائے۔ حضرت امیر نے جس درد دل کیساتھ یہ تحریک کی ہے۔ اور اس میں احباب احمدیہ کو انکے جو جو کچھ فرائض یاد دلائے ہیں وہ امید ہے کہ احباب کی خاص توجہ کا موجب ہونگے۔ اور جماعت کا ہر ایک فرد اپنی اضطراری دعاؤں کے ساتھ صدقہ بھی دیگا اور تنگی کے اس موقعہ پر انجمن کی ... کرکے سلسلہ کے ساتھ اپنی گہری محبت اور اس "عقد اخوت" کا ثبوت دیگا۔ جو امام وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے "محض للہ باقرار طاعت بالمعروف باندھکر اسپر تا وقت مرگ قائم رہنے" اور "اس عقد پر ایسا اعلےٰ درجہ کا ہونے" کی شرط کی تھی کہ جسکی نظیر دنیوی رشتوں اور ناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی جاتی ہو"۔ ہمیں امید ہے۔ کہ آئندہ جمعہ تک جیسا کہ حضرت امیر نے لکھا ہے۔ تمام احباب اپنی اپنی مقامی انجمنوں میں یا صدقہ کی رقوم جمع کرادینگے یا براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام اس تصریح کیساتھ کہ اسے صدقہ رمضان کی مد میں جمع کیا جائے بھجوا دینگے۔ تاکہ انکے نام اخبار میں شایع کئے جاسکیں۔ لاہور میں گذشتہ اتوار مورخہ ۲۳ رمضان المبارک کو نماز تراویح سے پہلے حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب نے زبانی بعض احباب کو تحریک کی۔ جنہوں نے اسیوقت چندہ لکھوایا۔ اسکے بعد بقیہ احباب سے بھی وصول کرنیکے لئے دو آدمیوں کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ جو ابھی اپنے کام سے فارغ نہیں ہوئے۔ انشاء اللہ عنقریب ان تمام احباب لاہور کی مجموعی فہرست ہدیہ ناظرین کیجائیگی۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عنقریب عید کے دن اور بھی کچھ آپ کو اپنی جیبوں سے نکالنا پڑیگا۔ لہٰذا اس موقعہ کے لئے بھی احباب کو تیار رہنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو کہ صدقات رمضان کا اثر صدقہ فطر اور عید فنڈ جیسے ضروری فرائض اور قومی فنڈوں پر ... پڑے۔ یہ تمام فنڈز اپنی اپنی جگہ پر ضروری ہیں اور انکی اہمیت اس بات کی متقاضی ہے کہ ان سب میں شمولیت اختیار کیجائے۔ اور ہر ایک میں ویسا ہی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جائے۔ جیسا کہ ایک ہی فنڈ ہونے کی صورت میں لیا جاسکتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک فنڈ کی رقم یعنی دوسرے فنڈ میں بھی شامل کردیا جائے۔ صدقہ عید الفطر ہر ایک متنفس کیطرف سے خواہ ایک ہی دن اسکی پیدائش کو کیوں نہ ہوا ہو تمام خانہ ہر جو ان کا کفیل ہے ادا کیا [illegible] موجودہ نرخ کے لحاظ سے تقریباً ... فی کس کے حساب سے بنتی ہے۔ واجب ہے۔ ایسا ہی عید فنڈ بھی حضرت مسیح موعود نے قومی ضروریات کیلئے عید جیسے خوشی کے موقعہ پر مقرر کررکھا ہے۔ جس میں کم از کم ایک روپیہ فی کس احباب احمدیہ کو ادا کرنا چاہیئے۔ باقی یہ صدقات رمضان جنکے متعلق حضرت امیر نے تحریک کی ہے۔ انکے علاوہ ہیں۔ صدقہ عید الفطر اور عید فنڈ سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ اپنی جگہ ضروری اور لازمی چیز ہے۔ اور وہ اپنی جگہ۔ امید کہ احباب ان ضروری تصریحات کا بالضرور خیال رکھینگے۔ اور بیرونی جماعتوں کے سکریٹری صاحبان اپنے ہاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد است نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنج شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ چھ روپے (۶ر) ششماہی ۳ر سہ ماہی ۱۲؎ ماہوار ۹ر طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | منبت المسیح لاہور شنبہ ۲۵ - رمضان المبارک ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۷ جولائی ۱۹۱۶ء | نمبر ۸

عالم گیر الہام

(۱)

اس وقت ہر ایک مذہب اور ملت کا پیرو اپنی اپنی کتب یا طریق کو کل دنیا کے لئے کافی ووافی سمجھتا ہے - اور اپنے اس دعوے کو ثابت کرنے کے لئے کہ اس کی کتاب ایک عالمگیر اور ناطق الہام ہے - مختلف قسم کے عقلی و نقلی دلایل پیش کرتا ہے - اہل وید بھی اس دعوے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے - ان کا بھی دعوے ہے - کہ وید ایک عالمگیر الہام ہے - اور اس کی موجودگی میں کسی قوم یا نوع انسان کی کسی شاخ کو نزول وید پر یا اس کے بعد بھی کبھی کسی الہام کی ضرورت نہیں ہوئی - اور سوائے اہل وید کے اور کسی قوم نے الہام کی صورت نہیں دیکھی ٭

اس دعوے یعنی وید کے عالمگیر ہونے کے دعوے کے لئے اسکی قدامت برائے ثبوت پیش کی جاتی ہے - اور کہا جاتا ہے - کہ چونکہ وید ایک قدیمی الہام ہے - اس لئے اسی کا حق ہے - کہ یہ صحیفہ عالمگیر اور ناطق الہام ہونے کا دعوے کرے - میں کہتا ہوں - کہ کسی کتاب کی قدامت اس کے عالمگیر ہونے کی دلیل نہیں - دوسرے یہ بات خود فیصلہ طلب ہے - کہ قدیم الہام کس کتاب کی شکل میں نازل ہوا - جبکہ لفظ سنسکرت کے جس میں وید مقدس لکھی گئی - معنے "سنسکار" کی ہوئی - یا صاف کی ہوئی کے ہوں - اس سے صرف پتہ چلتا ہے - کہ قبل از زبان سنسکرت کوئی اور زبان موجود تھی - اور سنسکرت اس کا ایک ہونہار بچہ ہے - اب بہت ممکن ہے - کہ قبل از وید کوئی اور صحیفہ سنسکرت سے پہلے کسی زبان میں موجود ہو - جبکہ محققین یورپ کی بھی یہ رائے ہو - کہ عہد عتیق کے بعض صحایف تدوین وید سے قبل مرتب ہوئے - کیونکہ ان کے نزدیک وید سے قدیم سے قدیم منتروں نے حضرت عیسیٰ سے صرف ایک ہزار برس پہلے ترتیب کی شکل دیکھی - لیکن اگر اہل وید اپنی کتاب مقدس کی عمر کروڑوں برس تک پہنچاتے ہیں - تو ژند اور اوستا کے پرستار مہاسکھ پر بھی دو صفر بڑھا کر اپنی کتاب کی عمر بتلاتے ہیں - اب ان دونوں گروہوں کے پاس سوائے زبانی جمع خرچ کے کوئی محققانہ یا مورخانہ ثبوت اپنے دعوے کی تائید میں موجود نہیں ہے ٭

ان سب پر طرفہ یہ کہ وید نے خود کہیں اس قسم کے الہام ہونے کا دعوے نہیں کیا - اور نہ کسی وید بھاشکر نے اپنی کتاب مقدس میں کوئی اس قسم کی تعلیم دیکھی - والا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے - کہ قدیم مہاتما اور رشی اس پر عامل نہ ہوں - اور اس کی عالمگیر اشاعت کی کوشش نہ کریں ٭

میں نے وید مقدس کے بہت سے مشہور و معروف تراجم دیکھے ہیں - لیکن مجھ کو ایک بھی شرتی ایسی نظر نہ پڑی - کہ جس سے صاف اور مبین الفاظ میں وید کا عالمگیر الہام ہونا ثابت ہوتا ہو -

[illegible]

کہ "وید سب کے لئے ہے" "اب" وید سب کے لئے ہے" اس کے معنی بالکل صاف ہیں - کہ یہ کتاب صرف برہمنوں کے لئے مخصوص نہ تھی - جیسا کہ اس زمانہ میں خیال تھا - بلکہ یہ صحیفہ مقدس برہمن، چھتری وغیرہ ان سب کے لئے یکساں واجب العمل تھا - اب اس کے یہ معنی کرنا کہ وہ تمام اقوام عالم کے لئے ہے - بالکل بناوٹ پر مبنی ہے - کیونکہ اگر اس شرتی کے یہ معنی لئے گئے - تو کیوں اس پر عمل نہیں کیا گیا - وید کے پرستاروں نے کیوں اس کو دیگر اقوام عالم تک پہنچانے کا فرض ادا نہیں کیا - تاریخ دان حضرات پر مخفی نہیں کہ ہندوستان سے باہر کسی اور ملک میں وید کا پرچار (تبلیغ) نہیں کیا گیا - دکھن والے عرصہ تک ملیچھ یا ملیچھ کے نام سے مشہور رہے - ان سے ملنا جلنا پاپ سمجھا جاتا تھا - علاوہ ازیں خود شمالی ہند میں ایک گروہ وید کا کلام یا وید کے دیکھنے یا چھونے سے بھی محروم رکھا گیا - ایک شودر بقول منوجی وید کا کلام سن کر واجب القتل ہو جاتا ہے - پس جب خود ہندوستان کے ایک گروہ کے ساتھ اس طرح کا برتاؤ کیا جائے - تو ہندوستان کے باہر ملیچھوں اور راکھشوں کی کیا مجال جو وید مقدس کی تعلیم پا سکیں - یہ اس امر کی ایک کامل اور قوی دلیل ہے - کہ وید ہندوستان کے باہر والوں کے لئے نہ تھا - بلکہ خود ہندوستان کے لئے مخصوص تھا - کیونکہ اگر وید مقدس تمام اقوام عالم کے لئے تھا - تو کیوں تمام عالم میں اس کی اشاعت نہ ہوئی - اور کیوں تمام دنیا اسکی تعلیم سے محروم رکھی گئی - کیا یہ پرمیشور کی ربوبیت عامہ اور قادریت پر معاذ اللہ ایک بدنما دھبہ نہیں - کہ اول تو رب العالمین الہام ایک ہی قوم کے لئے مخصوص رکھے - اور پھر کروڑوں برس تک وہ قوم اس کے عالمگیر منشا کو پورا نہ ہونے دے - اس طرح دیگر اقوام عالم عرصہ تک - کروڑوں برس تک (!) اصلاح کی صورت نہ دیکھیں ٭

دیگر یہ کہ خود وہ لوگ جن کے درمیان وید بھیجے گئے - اس کے معارف اور اصلی معادن سے گذشتہ کئی ہزار برس تک بالکل ناواقف رکھے گئے - کیونکہ پنڈت لیکھرام صاحب یا دیانند جی نے خود فرمایا ہے کہ بعد جنگ کورو پانڈو یا مہابھارت صرف پنڈت جی ہی وید کے علوم حقہ اور اصلی معنوں سے آگاہ کئے گئے - اور وہی ایک ایسا شخص تھے - جنہوں نے وید کے اصلی معنی دنیا میں پرچار و شایع کئے ٭

پھر خود وید کی ترتیب کا وقت عالمگیر الہام کے لئے موزوں نہ تھا - تاریخ دان حضرات پر یہ مخفی نہیں - کہ ترتیب وید کے وقت ایک قوم دوسری قوم سے اور ایک ملک دوسرے ملک سے آگاہ نہ تھا - ہر ایک ملک اپنے اپنے باشندگان کے لئے ایک کامل دنیا تھی - ایک ملک کا باشندہ دوسرے ملک کے باشندوں سے بالکل ناواقف تھا - ہر ایک یہی سمجھے ہوئے تھا - کہ اسی کی قوم خداوند پاک کی ایک خاص مخلوق ہے - ایسے وقت میں کسی عالمگیر الہام کا نازل ہونا مقصد الہام کو ضایع کرنا ہے - کیونکہ ایسے وقت میں کسی طریقے سے تمام عالم کی اصلاح نہیں ہو سکتی - جو کہ عالمگیر [illegible]

[illegible]

لامحالہ وہ لوگ جو وید کے پہلے مخاطب تھے - عقاید باطلہ و افعال شنیعہ سے بالکل ناواقف اور پاک تھے - پھر وید میں انکھنڈن یعنی باطل کا کھنڈن (تردید) کیسے ہو سکتا ہے - جو ابھی پیدا نہیں ہوا - اگر خداوند تعالیٰ کی یہ کتاب بھی امر بالمعروف کرنے اور منہیات سے روکنے کے لئے آئی تھی - تو پھر جب نزول کتاب کے وقت کوئی منہیات ہی نہ تھے - تو یا تو وہ کتاب اس قسم کے منہیات سے خالی ہونی چاہئے - یا - اس کے حصص منہیات بالکل بے مطلب اور بے معنی ہوں گے - بلکہ یہ تو ست جگ کے رہنے والوں کو ان کا علم دیکر ان کو خطرے میں ڈالنا ہے - مثلاً اگر اس زمانہ میں جبکہ کوئی شخص قتل یا چوری سے واقف نہ ہو - یہ کہا جاوے - کہ قتل مت کرو - یا چوری مت کرو تو یہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے محض بے مطلب اور بے معنی شے ہوگی - اور اس بات کی ضرورت محسوس ہوگی - کہ یہ دریافت کیا جاوے - کہ قتل کیا چیز ہے یا چوری کیا شے ہے - اب قتل یا چوری کو بیان کرنا بجائے اس کے مفید ہو مضر ثابت ہوگا - علاوہ ازیں تعلیم کی ضرورت مریض ہی کو محسوس ہوتی ہے - اور جو شخص بیمار ہوتا ہے - اسی کا علاج کیا جاتا ہے - نہ کہ اس شخص کا جو بالکل تندرست اور کسی مرض میں مبتلا نہ ہو - پس اس زمانہ میں جبکہ کوئی شخص افعال شنیعہ سے واقف نہ ہو - ان افعال سے روکنا چہ معنی دارد (اہل وید غور کریں)

سورج کا ظہور اندھیری اور تاریکی کے بعد ہی ہو تو ہے - وقت حبس اور شدت گرمی کے بعد ہی برسات ہوا کرتی ہے - یہ الٰہی سنت اور یہی صحیفہ قدرت کا نقشہ ہے - اور ایسا ہی ہمیشہ ہوتا رہا ہے - اب بہت ممکن ہے کہ وید ایسے وقت میں مرتب ہوا ہو - جبکہ انسان بالکل ہی ابتدائی مراحل تمدن میں ہو - کیونکہ ایسے وقت شرارت - بدی - اور برے افعال بہت کم رونما ہوتے ہیں - یہ تو تمدن کے بڑھنے اور مختلف افراد و نوع انسانی کے باہمی تعلقات کی زیادتی ہی کی وجہ ہے کہ مختلف قسم کی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں - جس سے طرح طرح کی کج خلقیاں اور بد کرداریاں ظہور پذیر ہو کر نظام دنیا میں ایک تہلکہ ڈال دیتے ہیں - یہ بہت ممکن اور قرین قیاس ہے - کہ وید کے ابتدائی مخاطبین بہت حد تک بدیوں سے پاک ہوں - بالکل سادہ لوح اشخاص ہوں - ان کی روزمرہ کی ضروریات زندگی اور باہمی تعلقات بھی محدود ہوں - اس سے یقین ہو جاتا ہے - کہ وید ابتدائی مراحل تمدن کے لئے تھے - یہ امر مسلمہ ہے - اور ہر شخص جانتا ہے - کہ دیہاتی زندگی شہری زندگی کی نسبت پاک صاف ہوتی ہے - ہر بات میں صاف معاملگی - پاک طینتی اور دیانتداری ملحوظ رکھی جاتی ہے - جرایم کی ان میں بہت کمی ہوتی ہے - جرایم کی وہ باریک یا سائنٹیفک راہیں جو آج کل مہذب ممالک یورپ میں رایج ہیں - اور جن کے ذریعہ سے بہت سے باشندگان کو سخت سے سخت نقصان پہنچ جاتا ہے - ان سے اہل دیہ بہت کم واقف ہوتے ہیں - اس لئے یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں - کہ وید مقدس کا زمانہ اگر ست جگ نہیں تو ایک قسم کا ست جگ ہو - وید کی شرتیوں سے بھی تو ابتدائی مراحل تمدن کا پتہ چلتا ہے - پس کوئی ایسی تعلیم جو خاص ضروریات کے لئے [illegible]

خطبۂ جمعہ

(از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ)

(مورخہ ۷ر جولائی ۱۹۱۶ء)

(بمقام ایبٹ آباد)

فرائض جماعت احمدیہ

بعثت مسیح موعودؑ کی اصل غرض ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون ... حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کی علت غائی کیا تھی۔ یہ ایک ایسی بات ہے۔ جسکو خود آپؑ نے کھولکر بیان فرمایا ہے۔ لیکن بدقسمتی سے جو حالت مسلمانوں کی ہوئی ہے۔ اس سے باہر نکلنا اُن کو بڑا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ بھی جنہوں نے آپؑ کو مانا۔ آپ کا ساتھ دیا۔ اور آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ اور ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ اُن میں سے بھی بہتوں نے اس غرض کو نہ کبھی سمجھنے کی اچھی طرح کوشش کی اور نہ اسکو اپنے مدِ نظر رکھا۔ اور نہ اسکو اپنا نصب العین بنایا۔ کیا آپ کے آنے کی غرض صرف اتنی ہی تھی۔ کہ وفات مسیح کے مسئلہ کو صاف کردیں۔ یا مسلمانوں کی عملی حالت کی اصلاح کے لئے کچھ نصائح کریں۔ یا بعض غلط خیالات کا جو اسلام کی طرف منسوب کئے جاتے تھے قلع قمع کریں۔ یا پیر پرستی کی زنجیروں سے مسلمانوں کو چھڑانے کی کوشش کریں یا مسئلہ الہام کو صاف کردیں یہ بھی بے شک بڑے بڑے کام تھے۔ اور اپنے اپنے وقت کے ائمہ نے بھی اس قسم کی اصلاح کی۔ مگر وہ عظیم الشان کام جسکے لئے مسیح موعودؑ کی بعثت ہوئی کچھ اور ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر اور قرآن کریم نے اسکو بڑی صفائی کیساتھ بیان کیا۔ لیظہرہ علی الدین کلہ یہاں لام عاقبت کا استعمال ہوا ہے۔

آنحضرت صلعم کی بعثت کی علت غائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام دینوں پر اسلام کو غالب کردے۔ خدا تعالیٰ نے جتنے وعدے نبی کریم صلعم سے کئے تھے۔ اکثر آپ کی زندگی میں پورے کرکے دکھلائے اور آئندہ بھی دکھائیگا۔ چنانچہ یہ وعدہ کہ اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کریگا۔ اسے ایک رنگ میں بڑی صفائی کے ساتھ نبی کریم صلعم کی زندگی میں پورا کرکے دکھایا۔ اول مخاطب آپ کا جزیرہ نما عرب تھا۔ سو اس سارے ملک کے اندر توحید الٰہی کا شور آپ کی زندگی میں آپ کی آنکھوں کے سامنے بلند ہوا۔ اور قریباً سارے کا سارا ملک لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے گونج اٹھا۔ پس یہ وعدہ صرف آئندہ پر ہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ آپ کی زندگی میں ایک حد تک پورا کرکے دکھایا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس وعدہ کو علیٰ وجہ الکمال آخیر زمانہ میں پورا کریگا۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ اس سے پہلے دین اسلام کو دوسرے ادیان پر غالب کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی اپنی زندگی میں ہی اس غلبہ کی بنیاد تو رکھی جاچکی تھی۔ مگر سارا کام آپؐ نے خود نہ کرنا تھا۔ بلکہ آپ کی امت نے بھی کرنا تھا چنانچہ

صحابہؓ اور تابعین صحابہؓ نے اسلام کو کہاں تک پہنچا دیا۔ جتنے کہ ایسے ملکوں میں صحابہؓ نے دین اسلام کی تبلیغ کی جہاں سخت کفرستان تھا۔ انہوں نے ملکوں کے ملک مسلمان کردیئے۔ وہ ایک زمانہ اسلام پر گذرا۔ اسکے بعد ایک زمانہ آیا۔ جسکے لوگ صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والے تھے۔ انہوں نے بھی اپنا حقیقی مقصد یہی سمجھا کہ دین اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائیں۔ اُن کا مقصد یہی تھا۔ کہ خدا کا نام دنیا میں بلند ہوجائے اس میں اُن کی کوئی ذاتی غرض نہیں تھی اور نہ سلطنت کی غرض تھی۔ سوائے اس کے کہ لوگ راہِ حق پر آجائیں۔ اور قومیں جن باطل پرستیوں میں مبتلا ہوکر ذلیل و خوار ہورہی ہیں اُس سے اُنکو نکالیں۔ ... اُنکو اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی تھی کہ کیا کیا مصیبتیں اُن پر پڑی ہیں۔ اس کے بعد بدقسمتی سے اسلام

دیگر بزرگان دین اور موجودہ زمانہ کے مسلمان پر ایک زمانہ آیا کہ اسوقت تقریباً تمام مسلمانوں نے تبلیغ کا کام چھوڑ دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں جگہ جگہ بزرگان دین کے مزار ہیں۔ یہ لوگ کون

بے دھڑک چلے جاتے تھے۔ حتےٰ کہ سندروں میں جا دھونی رمائی اور وہاں دین اسلام کا جھنڈا گاڑا۔ جو لوگ تلوار کو اسلام کی ترقی کا موجب بتاتے ہیں۔ وہ خود کو دھوکہ دیتے ہیں اور تاریخ سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ ان بزرگان دین کے دل میں تبلیغ اسلام کی تڑپ تھی اس لئے وہ تمام مقامات جہاں کوئی بزرگ جا بیٹھا۔ جو کسی زمانہ میں بت خانہ تھا۔ وہ توحید کا مرکز ہوگیا۔ اب وہ مزاریں خود توحید کا رنگ چھوڑ کر شرک اور بت پرستی کا رنگ اختیار کررہی ہیں۔ اب وہ دین اسلام کے تبلیغی کام کا جوش نہیں جو مسلمانوں کا امتیازی نشان تھا۔ وہ اب مفقود نظر آتا ہے اور اب کچھ اور رنگ ہے۔ کئی سو سال کا زمانہ گذرتا ہے۔ کہ تب سے اسلام کا جوش گھٹتے گھٹتے یہاں تک پہنچا ہے کہ اب اُن کے ذہن میں ہی یہ بات نہیں آتی کہ اُن کے ذمہ تبلیغ اسلام کا کام ہے۔ حالانکہ قرآن میں پڑھتے ہیں۔ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت یہ جماعت رہنی چاہئے۔ اس آیت میں الخیر کے معنے اسلام ہے۔ افسوس ہے کہ کوئی اسلامی ملک بھی اس بات کی طرف غور نہیں کرتا۔ پچاس سال ہوئے ہیں۔ کہ پہلا ترجمہ قرآن کریم کا ترکی زبان میں شائع ہوا ہے۔ یہ وہ ہیں جو خادم حرمین الشریفین کہلاتے ہیں۔ اسی سے اندازہ کرلو۔ کہ مسلمانوں میں تبلیغ کی کس حد تک قدر ہورہی ہے جب تمام دنیا میں ایسی حالت تھی تو اس صدی کے سر پر ایک عظیم الشان مجدد آیا۔ چونکہ تبلیغ اسلام کا کام ہر طرف رُکا ہوا ہے۔ آپ کو خدا نے حکم دیا۔ کہ از سر نو تبلیغ کے کام کے لئے ایک جماعت کو کھڑا کرو۔ جو لوگوں کو دین اسلام کی طرف بلانیوالی ہو۔ اور یہی بڑا عظیم الشان کام آپ کا درحقیقت تھا۔

مسیح موعودؑ اور اصلاح عقاید ظاہر بات ہے کہ جو شخص دین اسلام کی طرف بلانا چاہتا ہے اُسکے عقاید خود غلطیوں سے پاک ہوں اسلئے اس مجدد کے ذمہ یہ بھی تھا کہ حیات مسیح کے مسئلہ کا فیصلہ کرے کیونکہ مسیح کی حیات کا عقیدہ اُس کی خدائی کا موید تھا اس زمانہ میں تبلیغ اسلام کے لئے اس عقیدہ کی اصلاح ضروری تھی۔ اُس کام کیلئے جو تبلیغ اسلام کا کام تھا آپ کے الفاظ جو معاہدہ کے تھے اُس سے پایا جاتا ہے۔ کہ آپ کی علت غائی دنیا میں آنے کی کیا تھی۔ اقرار بیعت میں جو عہد لیا جاتا ہے وہ یہ ہے۔ کہ "دین کو دنیا پر مقدم کروں گا"۔ لوگوں نے اس کے معنے غلط سمجھے ہیں اس سے صرف یہ مطلب نہیں ہے کہ چند فرائض دینی ادا کرتا رہوں گا بلکہ یہ معنے ہیں۔ دل میں دنیا کی محبت کے عوض دین کی محبت کو جگہ دونگا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے دل میں دنیا کے مال کی محبت ہے گو وہ بڑی بڑی نمازیں پڑھے۔ اور روزے رکھے وہ حقیقت میں اس درجہ کو نہیں پہنچا جو اس معاہدہ کا پابند کہلائے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے۔ لا یؤمن احدکم حتی یکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ محبت آنحضرت صلعم کی کیا ہے۔ وہ یہی کہ جو تڑپ اسلام کی آپ کے دل میں تھی وہ تڑپ اپنے دل میں پیدا کرے۔ بس یہی علت غائی مسیح موعودؑ کے دنیا میں آنے کی تھی۔ اسی لئے ایک جماعت اس کام کے لئے کھڑی کرکے آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔

اگر ہم غور کرکے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہی لوگ مسلمانوں میں پیشوا کہلاتے ہیں جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ کو اپنا فرض قرار دیا تھا۔

تین ضروری مراحل ہمارا فرض ہے۔ کہ پہلے قرآن کو پڑھیں پھر اس کو سمجھیں۔ پھر اُسپر عمل کریں۔ یہ بڑے مشکل تین مرحلے ہیں۔ قرآن کا پڑھنا آسان ہے۔ اور قرآن کو سمجھنا یہاں آکر بہت سے رہ جاتے ہیں۔ اور اُسپر عمل کرنا اس پر خال خال ہی رہ جاتے ہیں۔ جس غرض کے لئے یہ جماعت کھڑی ہے۔ وہ جب تک قرآن نہ پڑھے۔ اور نہ سمجھے اور نہ عمل کرے۔ وہ کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یعنی جب تک یہ جماعت ان تین مرحلوں کو طے نہ کرے گی۔ وہ دعوت الی الاسلام کا نام بھی نہیں لے سکتی۔ ہماری جماعت کا فرض ہے۔ کہ یہ تینوں مرحلے طے کرے وہی بات دوسروں پر اثر کرتی ہے۔ جو دل سے نکلتی ہے۔ آنحضرت صلعم نے بھی قرآن کریم کو ہاتھ میں لیکر دنیا میں کام کرکے دکھایا۔ اب وہی قرآن ہمارے ہاتھ میں ہے۔ بات یہ ہے کہ ... ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ

کے بعد جو تھا مرحلہ ویزکیھم۔ یعنے تزکیہ نفس کرنا ہے۔

تزکیہ نفس اور رسول کریم صلعم یہ سب سے بڑی بات ہے۔ اور سب سے مشکل مرحلہ نبی کریم صلعم نے جنکا تزکیہ نفس کیا اُنکو کس گری ہوئی حالت سے نکالا۔ اس اہم کام کے لئے شاید کوئی پیر زور دعائیں کام دے جائیں تو دے جائیں۔ ہم نبی کریم صلعم کے عمل کی طرف دیکھتے ہیں۔ آپ کا ظاہری کام۔ قرآن کو پڑھنا پڑھانا اور اُسپر عمل کرانا تھا۔ اور آپ کا سب سے بڑا کام صحابہ رضی اللہ عنہم کا تزکیہ نفس کرنا تھا۔ غار حرا کی تنہائی میں خدا جانے آپ نے کیا کیا دُعائیں کی ہونگی۔ اس کے بعد آپ کو نبوت پر مامور کیا گیا۔ تو یہ حکم آپ کو ہوتا ہے کہ یا ایھا المزمل قم الیل الا قلیلا ...... ان لک فی النھار سبحا طویلا۔ یعنی آپکو اب خدا نے کہا کہ اب آپ کا وہ زمانہ آگیا۔ جبکہ تنہائی کے گوشہ سے نکلنا ضروری ہوا۔ اب تمہارے لئے اور ایک کام تیار کیا گیا ہے یعنی تمام دنیا کو سکھانا پڑھانا۔ ایسی حالت میں آپؐ کو دن کو فرصت باقی نہیں رہی اسلئے اب عبادت اور دعا میں رات کا وقت زیادہ لگاؤ۔

قربانی اور دُعا قربانی کا اصول جو عیسائیوں میں ہے۔ وہ غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی امت کے لئے تڑپ تڑپ کر دعا کرنیوالا ہو۔ وہ اپنے آرام کو اپنی امت کے لئے قربان کردیتا ہے۔ لعلک باخع نفسک سے پتہ لگتا ہے۔ کہ آپ بڑی بڑی دعائیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے دل میں امت کے لئے بڑا درد تھا۔ اگر تم بھی اسلام کی طرف دوسروں کو بلانا چاہتے ہو۔ تو ویسی ہی تڑپ پیدا کرو۔ اور اُن کے لئے دُعاؤں میں لگ جاؤ۔ دُعا ہی ہے۔ جو اُس قلب کو بھی نرم کردیتی ہے۔ جو سخت سے سخت مخالف ہے۔ حضرت عمرؓ تلوار لیکر آپؐ کو قتل کرنے کے لئے نکلتے ہیں۔ راستہ میں قرآن سُن لیتے ہیں۔ فوراً ہی دل نرم ہوجاتا ہے۔ اور مسلمان ہوجاتے ہیں۔ آپ لوگ بھی اگر دل میں تڑپ رکھیں۔ اور دعائیں کرتے رہیں۔ تو خدا تعالیٰ سخت دل کافروں کو بھی نرم کردیتا ہے۔

رمضان میں درس قرآن میں نے بظاہر بڑا مشکل کام یعنی درس قرآن رمضان میں رکھا ہے خدا توفیق دے اور صحت بخشے تو انشاء اللہ ضرور ہوگا۔ میرا اس سے مطلب یہ ہے کہ ہمارے احباب کتاب اللہ کو پڑھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں رمضان میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اسی رمضان کے ذکر کے ساتھ آیا ہے۔ اذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ پس قرآن کو اس سبب سے پڑھیں کہ ہم اسکو سمجھیں اور اس پر عمل کریں۔ اور اسی قرآن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کریں۔ تبلیغ اسلام کا مقام ایسا ہے جس میں ہمیں خدا کی تائید کی سخت ضرورت ہے۔ ہمکو خدا تعالیٰ نے رمضان کا مہینہ دیا ہے اس میں تہجد کا وقت دعاؤں کا وقت ہے۔ دعائیں کیا کریں۔ اور اصل غرض کو مدنظر رکھیں۔

مبلغین کی ضرورت مجھے بڑا افسوس ہوتا ہے کہ جہاں جہاں ہمارے لوگ پہلے رہتے تھے وہاں ... اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ لوگ سست ہوگئے ہیں یاد رہے جو قدم آگے نہیں بڑھتا۔ وہ ایک دن پیچھے ہٹیگا۔ ہمکو سستی نہیں کرنی چاہئے۔ قدم آگے بڑھانے کی کوشش کرو۔ جو کام تنخواہ دار مبلغ کرسکتے ہیں۔ وہی کام وہاں کے رہنے والے بھی کرسکتے ہیں۔ بلکہ جسقدر یہ لوگ اپنا نمونہ دکھا کر کام کرسکتے ہیں وہ تنخواہ دار مبلغ نہیں کرسکتے اب تم یہ کام ... شروع کردو۔ اس وقت اسلام کی طرف بلانیوالے لوگ ہونے چاہئیں اگر ہمیشہ کے لئے اسلام میں مبلغین کا سلسلہ جاری رہتا تو یہ جو الزامات اسلام پر آئے دن لگائے جارہے ہیں وہ ہرگز نہ لگائے جاتے۔ یاد رکھو کہ حق پسند لوگ دنیا میں ضرور رہتے ہیں۔ ہمکو کام کرنیوالے چاہئیں۔ کام کرنیوالوں کی تعداد اس سے بڑی چاہئے۔ کہ بعض وقت لاکھوں میں سے چند ہی آدمی کام کے نکلتے ہیں۔ لاکھوں آدمی تعلیم پاتے ہیں۔ دو چار ہی دنیا میں عظیم الشان کام کرکے دکھاتے ہیں۔ ہمکو یہ ضرورت نہیں کہ یہ دیکھیں کہ کون تبلیغ اسلام کا کام کرسکتا ہے اور کون نہیں کرسکتا۔ بات یہ ہے کہ جس شخص کا دل و دماغ جس درجہ کا ہے خدا تعالیٰ اُس سے اُتنا ہی دین کا کام لے لیتا ہے۔

ہمارا فرض احمدی جماعت دین اسلام کی خدمت اور اشاعت کیلئے

أنك انت علام الغيوب ما قلت لهم الا ما امرتني به ان اعبدوا الله ربي وربكم وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم۔ (پارہ - ۷ - سورہ المائدہ رکوع ۱۶)

جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسٰے مریم کے بیٹے۔ کیا تونے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھکو اور میری ماں کو بھی اللہ کے سوا خدا بنالو۔ کہا تو پاک ہے مجھ سے کہیں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ میں وہ بات کہوں۔ جو ناحق ہے اگر میں نے یہ کہی ہوگی تو تجھکو ضرور معلوم ہوگی۔ تو تو میرے دل کی بات جانتا ہے اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا۔ بیشک تو ہی غیب کی باتیں خوب جانتا ہے۔ میں نے تو اُن سے وہی کہا تھا جو تو نے مجھکو حکم دیا تھا۔ اور کچھ نہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو پوجو جو میرا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے۔ اور جب تک میں اُنمیں رہا اُن کا حال دیکھتا رہا۔ پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی تو تو ہی انکا نگہبان رہا۔ (۱۱) اگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ مذکورہ بالا سوال اور اسکا جواب قیامت کے دن ہوگا۔ تب حضرت عیسٰے کا یہ جواب کہ "میں نے تو لوگوں سے وہی کہا تھا جو تو نے مجھکو حکم دیا تھا اور کچھ نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کو پوجو جو میرا مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے اور جبتک میں اُن میں رہا اُن کا حال دیکھتا رہا۔ پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی تو تو ہی اُن کا نگہبان رہا" کہاں تک سچا ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ جواب صرف اُسی وقت کے متعلق ہے جبکہ لوگ خدا کو پوجتے تھے مگر بقول آپ لوگوں کے جب حضرت عیسٰے قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائینگے۔ تو لوگونکو دیکھینگے۔ کہ انہوں نے اسکو اور اسکی والدہ کو خدا بنایا ہوا ہے۔ تو پھر کسواسطے حضرت عیسٰے قیامت کے دن اس گمراہ زمانہ کے دیکھے ہوئے واقعات کا بیان نہ کرینگے۔ کیا ایک عظیم الشان نبی ایسا کر سکتا ہے۔ کہ قیامت سے پہلے لوگوں کے مختلف عقائد کے واقعات کو دیکھے اور قیامت کے دن احکم الحاکمین کے پوچھنے پر ایک زمانہ کے لوگوں کے عقائد کو ظاہر کرے اور دوسرے زمانہ کے لوگوں کے دیکھے ہوئے عقائد کو چھپا دیوے۔ تو اس چھپانے کی سزا کو سُن لو۔

ومن اظلم ممن كتم شهادة عنده من الله۔

(پارہ ۱ - سورہ البقرہ رکوع ۱۶) اور اس سے بڑھکر کون ظالم ہوگا کہ خدا کی گواہی کو جو اُسکے پاس ہو۔ چھپا رکھے۔ اے حضرت عیسٰی کے زندہ ماننے والو اس عقیدہ سے توبہ کرو۔ کہ وہ زندہ ہیں اور دوبارہ تشریف لاوینگے اور اُن کو ظالم مت بناؤ۔ (۱۲) کیا لوگوں نے حضرت عیسٰے اور اُنکی والدہ کو اُن کی زندگی ہی میں انکو خدا بنالیا تھا۔ اگر اُنکی حیات ہی میں اُنکو خدا بنالیا گیا تھا تو پھر حضرت عیسٰی نے اپنی تعلیم اور پاک کلمات سے لوگونکو کیا فائدہ پہنچایا۔ جبکہ آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰے کے کلمات سے حقیقی مُردے زندہ ہوا کرتے تھے۔ کیا حقیقی مُردہ کے زندہ ہونیکے یہی معنے ہیں کہ اُنکی زندگی ہی میں لوگ خدا کو چھوڑ کر اُنکو اپنا خدا بنالیویں۔ (۱۳) اگر حضرت عیسٰے نے یہ جواب "پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی" آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق ابھی تک نہیں دیا۔ اور بروز قیامت دیں گے۔ تو پھر حضرت محمدؐ نے اپنی زندگی ہی میں کیوں کہہ دیا تھا۔ کہ میں اپنی امت کے بعض لوگوں کے متعلق قیامت کے روز وہی کہونگا۔ جو حضرت عیسٰے نے کہا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔ عن ابن عباس انه يجاء برجال من امتي فيوخذ بهم ذات الشمال فاقول يا رب اصيحابي فيقال انك لا تدري ما احدثوا بعدك فاقول كما قال العبد الصالح وكنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتني كنت انت الرقيب عليهم۔ (صفحہ ۶۶۵ بخاری اور ۶۹۳ بخاری) یعنی قیامت کے روز بعض لوگ میری امت میں سے آگ کیطرف لائے جائینگے تب میں کہونگا کہ اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائیگا۔ کہ تجھے اُن کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کئے۔ سو اسوقت میں وہی بات کہونگا۔ جو ایک نیک بندہ یعنی حضرت عیسٰے نے کہی تھی۔ میں جب تک اُن میں تھا۔ اُن پر گواہ تھا۔ پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی تو اسوقت تو ہی اُنکا نگہبان تھا۔ (۱۴) کون سچا ہو سکتا ہے حضرت محمد صلعم۔ یا۔ آپ۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسٰے قیامت کے دن کہینگے۔ "پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی" اور حضرت محمدؐ فرماتے ہیں۔ کہ میں وہی کہونگا۔ جو حضرت عیسٰے نے کہا۔ "پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی"۔ کیا دنیا بھر کی کسی کتاب سے دکھا سکتے ہیں۔ کہ ایک شخص کہے کہ میں وہی کہونگا جو زید نے کہا اور اسکا یہ مطلب سمجھا جائے۔ کہ ابھی تک زید نے نہیں کہا۔ (۱۵) اگر یہ مان لیا جاوے کہ حضرت محمدؐ نے باعتبار کان وعده مفعولا "یعنی ہے وعدہ اللہ کا کیا ہوا" کے کہہ دیا تھا۔ کہ حضرت عیسٰے نے کہا تو پھر آپ لوگ کس واسطے باعتبار اس آیت کے نہیں کہدیتے۔ کہ خدا نے حضرت عیسٰے کو وفات دی اور اٹھایا۔ کیونکہ۔ انی متوفیک بھی تو ایک وعدہ ہی ہے۔ کیا آپ کوئی ایسی مثال قرآن کریم اور حدیث شریف سے دے سکتے ہیں

جس سے معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ کے وعدہ کئے ہوئے کو بغیر اسکے پورا ہونے کے کہدیا گیا ہو کہ پورا ہوگیا۔ اگر کوئی مثال نہ دے سکو۔ تو اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ اور اسکو اور اُس کے رسولوں کو مت جھٹلاؤ۔ (۱۶) اگر آپ حضرت عیسٰے کے الفاظ فلما توفيتني کے معنے "پھر جب تونے مجھکو زندہ اٹھالیا" کے کریں۔ تب آپ کس واسطے حضرت محمد صلعم کے الفاظ فلما توفيتني کا ترجمہ "پھر جب تونے مجھکو وفات دیدی" کرتے ہیں۔ کیا یہ گمراہی نہیں ہے کہ فلما توفيتني کے معنے محمد صلعم کے حق میں وفات کے کئے جائیں اور انہیں لفظوں کا ترجمہ حضرت عیسٰے کے متعلق زندہ اٹھانے کا کیا جائے۔ حالانکہ دونوں پیغمبران خدا بھی کہتے ہیں۔ کہ ہماری امت کے بعض لوگ ہماری وفات کے بعد گمراہ ہوئے۔ (۱۷) اگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسٰے کی وفات سے پہلے پہلے تمام اہل کتاب اس پر ایمان لے آوینگے جیسا کہ آپ مندرجہ ذیل آیات کے ترجمہ سے بتاتے ہیں۔ وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيمة يكون عليهم شهيدا۔ (پارہ ۶ - سورہ النساء - رکوع ۲۲) - اور کوئی کتاب والا ایسا نہیں۔ جو عیسٰے کے مرنے سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے۔ اور عیسٰے قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔ تو یہ عقیدہ بالکل قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کے خلاف ہے:۔ والقينا بينهم العداوة والبغضاء الى يوم القيمة (پارہ ۶ - سورہ المائدہ رکوع ۹) اور ہم نے اُن میں (یہودیوں میں) قیامت تک دشمنی اور کینہ ڈالدیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب کا ایک فرقہ جسکا نام یہودی ہے جو حضرت عیسٰے اور محمدؐ کو نہیں مانتا قیامت تک رہیگا۔ اگر یہودیوں نے قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسٰے یا حضرت محمدؐ پر ایمان لاکر یہودی نہیں رہنا تھا۔ تو پھر خدا نے کسواسطے کہا کہ ہمنے یہودیوں میں قیامت تک بیر اور کینہ ڈالدیا ہے کیا خدا کو اس بات کا علم نہیں تھا۔ کہ یہودیوں نے تو قیامت سے پہلے پہلے حضرت عیسٰے یا حضرت محمد صلعم پر ایمان لاکر یہودی ہی نہیں رہنا۔ تو قیامت تک اُن میں دشمنی کیوں ڈالیں۔

کیا ایک یہودی کو جبکہ وہ حضرت عیسٰے یا حضرت محمدؐ پر ایمان لے آئے پھر بھی یہودی کہہ سکتے ہیں۔ کیا قرآن مجید کی بعض آیات کا ایسا ترجمہ کرنا جو اس کی دوسری آیات کے خلاف ہو گمراہی نہیں ہے۔ اگر گمراہی ہے تو اس باطل عقیدہ سے توبہ کرو۔ اور ایسا ترجمہ کرو۔ جو اسکی دوسری آیات کے خلاف نہو۔ کیا اسوقت سے جب سے حضرت عیسٰے آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ آجتک کوئی یہودی حضرت عیسٰے پر ایمان لایا ہے یا نہیں۔ اگر ایمان لایا ہے تو پھر حضرت عیسٰے اس کی کیسی گواہی دے سکتے ہیں۔ جبکہ ایمان لانیوالے اسکو دیکھا ہی نہیں۔ (۱۸) اگر آپ لوگوں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسٰے قیامت کی نشانی ہے جیسا کہ آپ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے ثابت کرتے ہیں۔ وانه لعلم للساعة۔ اور بیشک وہ قیامت کی نشانی ہے۔ (پارہ ۲۵ - سورہ الزخرف - رکوع ۶) تو کیا اب حضرت عیسٰے قیامت کی نشانی نہیں ہے۔ اگر اب بھی نشانی ہے تو پھر اُن کے دوبارہ تشریف لانے کی کیا ضرورت ہے جیسا کہ آپ حضرت عیسٰی کے دوبارہ تشریف لانے کے بغیر ہی مان رہے ہیں۔ کہ وہ قیامت کی نشانی ہے۔ اگر حضرت عیسٰی کا دوبارہ تشریف لانا ہی قیامت کا نشان ہوگا۔ تو پھر خدا نے کس واسطے ہزاروں برس پہلے ہی کہہ دیا کہ وہ قیامت کی نشانی ہے۔ کیا آپ لوگ قرآن مجید یا حدیث شریف یا کسی لغات سے دکھا سکتے ہیں کہ علم کے معنے نشان کے ہوتے ہیں۔ اگر اُنکا دوبارہ تشریف لانا ہی قیامت کا نشان ہے تو پھر اُنکے دوبارہ تشریف لانے پر وہی اعتراض کیا جاتا ہے جو کہ اعتراض نمبر ۱۱ میں کیا گیا ہے۔ جبکہ وہ دیکھینگے کہ لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر ان کو اور اُنکی والدہ کو خدا بنایا ہوا ہے۔ جب حضرت عیسٰیؑ بقول تمہارے دوبارہ آکر فوت ہونگے۔ تو اسوقت بھی یہ آیت قرآن کریم میں موجود ہوگی۔ تو اسوقت اُس کا کیا ترجمہ کروگے۔ اور اُس ترجمہ کا کیا مطلب سمجھوگے اور دونوں ترجموں میں کیا فرق ہوگا۔ (۱۹) اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسٰیؑ ابھی تک زندہ ہیں۔ تو پھر وہ زکوٰۃ کیسے دیتے ہیں کیونکہ اُن کے پاس دوسرا آدمی تو کوئی بھی نہیں جسکو زکوٰۃ دیویں یا اُسکا دل صاف کریں اور زکوٰۃ دینے کی بابت وہ خود کہتے ہیں۔ واوصني بالصلوة والزكوة ما دمت حيا۔ پارہ - ۱۶ -

سورہ مریم۔ رکوع ۲) اور حکم دیا ہے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کا جب تک میں زندہ ہوں۔ کیا خدا کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ ہم نے تو حضرت عیسٰی کو زندہ اٹھانا ہے۔ اسواسطے اسکو زندگی بھر زکوٰۃ دینے کا حکم کیسے دیویں۔ جبکہ حضرت عیسٰیؑ نے اپنی زندگی کا بہت زیادہ حصہ ایسی حالت میں گذارنا ہے کہ نہ ہی تو اسکے پاس مال ہوگا۔ جس سے زکوٰۃ دیویں اور نہ ہی کوئی ایسا آدمی ہوگا جسکا دل پاک کریں۔ اور اگر معلوم تھا تو پھر ایسا حکم تمام زندگی کیلئے کیوں دیا۔ جو کہ اس حالت میں پورا ہی نہیں ہو سکتا۔ (۲۰) اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ کئی حدیثوں سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰے ابن مریم کا نزول ہوگا۔ اور قیامت سے پیشتر دوبارہ تشریف لائینگے۔ تو پھر حضرت محمد صلعم نے کس واسطے یہ کہا کہ میں وہی کہونگا جو حضرت عیسٰے نے کہا۔ پھر جبکہ تو نے مجھکو وفات دے دی۔ جس شخص کی بابت حضرت محمد صلعم اپنی زندگی میں ایسا کہیں تو پھر بھلا اُسی کی نسبت کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص زندہ ہے اور پھر آئیگا۔ کیا حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ایسا ہی تضاد دعوٰی کرنا تھا۔ ... اگر نزول کے معنے آسمان سے ہی اُترنے کے ہیں تو پھر کیا مویشی بھی آپ کے لئے آسمان سے اُترتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وانزل لكم من الانعام ثمنية ازواج۔ اور تمہارے لئے آٹھ طرح کے چوپائے اتارے۔ (پارہ ۲۳ - الزمر - رکوع ۱) جب بقول تمہارے حضرت عیسٰے دوبارہ تشریف لائینگے۔ تو اسلامی فرقوں کے درمیان کچھ فیصلہ کرینگے یا نہیں۔ اگر کچھ فیصلہ نہیں کرینگے تو پھر اُن کے آنے کی کیا ضرورت ہے اور اُن کا نام حکم کیوں رکھا گیا۔ اور اگر فیصلہ کرینگے تو یہ قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات کے برخلاف ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اسکو اور اسکی والدہ کو خدا بنایا ہوا ہے۔ والذين يدعون من دونه لا يقضون بشيء۔ اور جن لوگوں کو سوائے خدا کے پکارتے ہیں۔ وہ کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ مندرجہ بالا آیت سے صرف بت مراد ہیں۔ تو میں یہی کہوں گا کہ "الذين" صرف بتوں کیواسطے کبھی استعمال نہیں ہوتا۔

مولنا مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور مولوی صاحبان دیوبند اور تمام علمائے کرام سنی اور شیعہ وغیرہ کی خدمت میں دست بستہ التماس ہے کہ جو صاحب مندرجہ بالا اعتراضوں کے جواب دیویں۔ براے مہربانی آپ نقل اُن جوابوں کی مندرجہ ذیل پتہ پر بھیجکر مشکور فرماویں۔ کیونکہ ان اعتراضوں کے جواب آنے پر ایک کتاب لکھی جائیگی جس کا نام حق الصریح در وفات المسیح ہوگا۔ چنانچہ [illegible]

شمس الدین ہیڈ کلرک دفتر پرنسپل ایم اے او کالج علیگڈھ

اشاعت اسلام کانفرنس

ناظرین کو یاد ہوگا۔ کہ چند دن ہوئے ہمعصر صداقت کی تحریک مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اشاعت کانفرنس کے نام سے ایک انجمن بنانے کی تجویز کی تھی اور اسمیں شرکت کیلئے پنجاب کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کو مدعو کیا تھا۔ اس اشتہار کے نیچے داعیان کی فہرست میں مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی کا نام بھی مندرج تھا لیکن حال ہی میں مولوی صاحب کا ایک خط اُنکے کسی دوست کو موصول ہوا ہے جسکے پڑھنے سے پتہ لگتا ہے کہ اُنکو اس کانفرنس کے منشا و مقصد سے نہ تو کوئی اتنی واقفیت ہی ہے اور نہ ہی وہ اس بارہ میں کوئی دلچسپی ہی رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُنکے خط کے الفاظ جو معزز ہمعصر وکیل نے نقل کئے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

"سلام مسنون الاسلام کے بعد منکشف ہو۔ میں نے ایک کاغذ پر جس میں اشاعت اسلام کی تحریک کے متعلق چند سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ اور جسکو منشی حاجی شمس الدین صاحب سکریٹری انجمن حمایت اسلام لاہور میرے پاس لائے تھے) دستخط کر دیا تھا۔ لیکن مجھے معلوم نہیں کہ اسکے متعلق آئندہ کیا طریق عمل ہوگا۔ والسلام"

مولوی صاحب کے اس خط پر ہمعصر وکیل نے یہ سچا ریمارک کیا ہے کہ مولانائے ممدوح کی سادگی طبع سے یہ کچھ بعید نہ تھا کہ وہ ایک سادہ کاغذ پر بھی دستخط کر دیتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس قدر اہم معاملات میں ہمارے علمائے دین کی بے پروائی کہاں تک جائز ہے یہی وہ جو صلہ شکن بے نیازی ہے جسکی شکایت ہم نے اعلان مذکورہ پر تبصرہ کرتے [illegible] گذشتہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

پیغام صلح لاہور
اخبار

حضرت مسیح موعود
آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم	ہم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفانِ ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آن نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ
کو شایع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود
آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
وز ملائک وز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اند و راست	منکر آن مورد لعن خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین	آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از شقیاست
یکقدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است خسران و تباب

قیمت سالانہ ۳ روپیہ
ششماہی ۲ سہ ماہی ۱۲ ماہوار ۹
طلبا سے سالانہ ۲

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور: یکشنبہ مورخہ ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۴ہجری المقدس مطابق ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۱۶ عیسوی | نمبر ۹

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ ماننے والوں کو چیلنج

(از جناب شمس الدین صاحب ہیڈ کلرک دفتر پرنسپل ایم اے او کالج علیگڈھ)

ذیل کا مضمون امید ہے کہ ناظرین کرام کی خاص دلچسپی کا موجب ہوگا اہل قائلین حیات مسیح چیلنج دہندہ کے پیش کردہ اعتراضات کا معقولیت کے ساتھ مدلل جواب دینگے۔ گالیوں کا جواب نہیں دیا جائیگا۔

ایڈیٹر

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں۔ اور قیامت سے پہلے ان کا آسمان سے نزول ہوگا۔ صریحاً قرآن مجید اور حدیث شریف کے خلاف ہے۔ اور جو اعتقاد قرآن کریم اور حدیث کے مطابق نہ ہو اسکی اصلاح ضروری ہے۔ اس واسطے اس اعتقاد کے رکھنے والوں کو چیلنج دیا جاتا ہے۔ کہ یا تو اس باطل عقیدہ سے توبہ کریں۔ اور صحیح اعتقاد اختیار کریں اور یا ان اعتراضوں کا جو کہ ان کے ان فاسد عقیدوں پر لئے جاتے ہیں۔ قرآن کریم اور حدیث شریف سے جواب دیویں۔

اذ قال اللہ یٰعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی ومطھرک من الذین کفروا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا۔ اور اپنے پاس تجھ کو اٹھالوں گا۔ اور تجھے کافروں سے پاک کروں گا۔

پارہ ۳۔ سورہ آل عمران۔ رکوع ۶

مندرجہ بالا آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اس کی زندگی میں تین وعدے کئے گئے تھے۔ پہلا۔ ماروں گا۔ دوسرا اٹھالوں گا۔ تیسرا کافروں کے الزامات سے پاک کرونگا جیسا کہ ترتیب آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر ان تینوں وعدوں کا پورا ہونا اسی ترتیب کے مطابق تسلیم کر لیا جاوے۔ تو کوئی نقص لازم نہیں آتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے غیب دان اور قادر مطلق ہونے کا کامل یقین ہو جاتا ہے اور یہ عقیدہ بھی قرآن شریف اور حدیث کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کے خلاف یہ عقیدہ رکھا جاوے۔ کہ اللہ نے اپنے کہنے کے مطابق حضرت عیسیٰ کو وفات نہیں دی۔ بلکہ زندہ اٹھالیا اور کافروں کے الزامات سے پاک کر دیا۔ تو گویا خدا کو جھٹلاتا ہے۔ کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو بغیر وفات کے اٹھالیا۔ تو یہ ایک غلط عقیدہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے خلاف ہے۔ جس پر مندرجہ ذیل چند اعتراض وارد ہوتے ہیں۔

(۱) اگر متوفیک کے معنی وفات کے دینے کے نہیں ہیں۔ تو حضرت ابن عباس نے انی متوفیک کے معنی ...

صحیح بخاری صفحہ ۶۶۵

(۲) اگر اللہ تعالےٰ کا حضرت عیسیٰ کو پہلے وفات دینا منظور نہ تھا۔ تو متوفیک کا لفظ پہلے کیوں کہا۔ کیا خدا کو اس کا علم نہیں تھا۔ کہ ہم نے عیسیٰ کو تو وفات سے پہلے اٹھانا ہے۔ اس واسطے متوفیک کے لفظ کو رافعک کے بعد رکھیں۔ تا کہ لوگ گمراہی سے بچیں۔

(۳) جب اللہ تعالےٰ نے متوفیک کا لفظ پہلے کہا تو پھر کونسی مشکلات پڑ گئی تھیں۔ جن کی وجہ سے خدا مجبور ہو گیا تھا۔ اور اپنے کہنے کے مطابق حضرت عیسےٰ کو وفات نہ دی۔ اور بغیر وفات کے اٹھالیا۔ کیا اللہ تعالےٰ اپنے کہنے کے مطابق کام کرنے پر قادر نہیں ہے۔ کیا اللہ تعالےٰ نے اپنے ارادہ سے متوفیک کا لفظ نہیں کہا تھا۔ اگر اپنے ارادہ سے کہا تھا۔ تو پھر کونسی وجہ ہے کہ اس کا قول بدل جاوے۔ جبکہ خود اس کا ارشاد ہے:۔

مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ۔ میرے پاس جو بات ہے بدل نہیں سکتی۔ پارہ ۲۶۔ سورہ ق۔ رکوع ۲

(۴) وہ کونسی مشکلات ہیں جن کی وجہ سے آپ لوگ مجبور ہیں۔ اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ کو خدا نے بغیر وفات دیئے کے اٹھالیا۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد ہے۔ کہ ہم وفات دینگے۔ اور اٹھائیں گے۔ کیا قرآن شریف کے برخلاف عقیدہ رکھنا گمراہی نہیں ہے۔

(۵) کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ اے عیسیٰ میں تجھے اپنی موت سے ماروں گا۔ اور تجھ کو اپنی طرف اٹھالوں گا۔ بموجب مندرجہ ذیل آیات کے سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا نہیں ہوا۔

وَتَمَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اور تیرے مالک کا فرمانا سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا ہوا۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور وہ سنتا جانتا ہے۔ پارہ ۷۔ سورہ الانعام رکوع ۱۴

(۶) کیا وعدہ کے سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا ہونے کے یہی معنے ہیں۔ کہ پہلا وعدہ تو پورا نہ ہو۔ اور دوسرا وعدہ جو پہلے وعدے کے بعد ہو۔ پورا ہو جائے۔ یعنی حضرت عیسےٰ کو بغیر وفات دینے کے اٹھالیا جاوے۔ حالانکہ متوفیک کا لفظ پہلے موجود ہے۔

(۷) کیا قرآن مجید میں کوئی ایسی مثال موجود ہے۔ کہ جس سے معلوم ہو سکے۔ کہ خدا کا وعدہ سچائی اور انصاف کے ساتھ پورا نہیں ہوا۔ یا اللہ تعالےٰ نے کسی کے ساتھ دو تین وعدے کئے ہوں۔ اور پہلا وعدہ پیچھے اور پچھلا وعدہ پہلے پورا کر دیا ہو۔

(۸) کیا اللہ تعالےٰ کا مندرجہ ذیل حکم قابل عمل ہو سکتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالےٰ کا فعل آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق اس کے

کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔ مسلمانوں ایسی بات منہ سے کیوں کہہ بیٹھتے ہو جس کو کرکے نہیں دکھاتے۔ اللہ تعالےٰ کو تو یہ بہت ناپسند ہے۔ کہ منہ سے کہو اور کرو نہیں۔

پارہ ۲۸۔ سورہ الصف۔ رکوع ۱

جب اللہ تعالےٰ کو ایک انسان کا فعل جو اس کے قول کے مطابق نہیں ہے پسند نہیں۔ تو خدا خود اپنے فعل کو جو اس کے قول کے برخلاف ہو کیسے پسند کر سکتا ہے۔ اگر انسان سے کسی وقت کوئی کام اس کے کہنے کے مطابق نہ ہو سکے۔ تو وہ ایک حد تک معذور ہے۔ کیونکہ انسان غیب دان اور قادر مطلق نہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کا کوئی فعل جو اس کے قول کے مطابق نہ ہو۔ اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ غیب دان اور قادر مطلق ہے۔ پھر یہ کیسے یقین ہو سکتا ہے۔ کہ اس عالم الغیب اور قادر مطلق نے حضرت عیسےٰ کو بغیر وفات دیئے کے اٹھایا ہو۔ جبکہ وہ فرما چکا ہے۔ کہ میں اس کو وفات دونگا اور اٹھاؤنگا۔

(۹) خدا نے اپنے وعدہ کے خلاف کیوں کیا۔ جبکہ وہ فرما چکا ہے کہ میں اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ۔ تو یہ مت سمجھ کہ اللہ تعالےٰ جو وعدہ اپنے پیغمبروں سے کیا۔ وہ اس کے خلاف کریگا۔ پارہ ۱۳۔ سورہ ابراہیم۔ رکوع ۷

اے حضرت عیسیٰ کے زندہ ماننے والو

اب بھی یہی سمجھو گے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو بغیر وفات دینے کے اٹھالیا۔ جبکہ خدا کا اس کے ساتھ وعدہ تھا۔ کہ میں وفات دوں گا۔ اور اٹھاؤں گا۔ اور اللہ تعالےٰ کو اسی طرح جھٹلاتے رہو گے۔ کہ حضرت عیسیٰ کو بغیر وفات دینے کے اٹھالیا۔ تو اس جھٹلانے کی سزا کو غور سے سن لو۔

ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بایٰتہ انہ لا یفلح الظلمون۔ اور جو شخص خدا پر جھوٹ بہتان لگائے یا اس کی آیتوں کو جھٹلائے پس اس سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا۔ بے شک ظالموں کی بھلائی نہیں ہو سکتی۔

پارہ ۷۔ سورہ الانعام۔ رکوع ۳

کیا اللہ تعالےٰ پر یہ بہتان نہیں ہے۔ کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو بغیر وفات دینے کے اٹھالیا۔ جبکہ وہ فرما چکا تھا۔ کہ میں وفات دونگا۔ اور اٹھاؤں گا۔

(۱۰) اگر آپ لوگوں کے عقیدہ کے مطابق خدا نے حضرت عیسےٰ کو ابھی تک وفات نہیں دی۔ تو پھر حضرت عیسےٰ اللہ تعالےٰ کے مندرجہ ذیل سوال کے جواب میں کیوں کہہ دینگے ”پھر جب تو نے مجھ کو وفات دے دی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا“

واذ قال اللہ یٰعیسیٰ ابن مریم ءانت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ قال سبحنک

تجویز ہمیں مجبور کرتی ہے - کہ اس اعلان کو کوئی وقعت نہ دی جائے - جب داعیان میں سے سب سے پہلے اور سب سے بڑے داعی کی یہ حالت ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ دیگر دستخط کنندگان کی کیا کیفیت ہوگی - اور مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب محرک کانفرنس کی سرگرمیاں اگر یہیں تک محدود ہیں - کہ علماء سے دوسروں کے توسط سے دستخط کرالئے - تو آئندہ سلک اُن سے اتنے بڑے کار اہم میں کیا توقع رکھ سکتی ہے - کاش ہمارے محترم پیشوایان دین ان کاموں کو اُس سے آدھی سرگرمی و سنجیدگی کے ساتھ ہی انجام دیں جیسی کہ دیگر امور میں ان سے ظاہر ہوتی ہے"

علمائے کرام کی فرصت

ہمارا معزز معاصر ہمیں معاف فرمائیگا - اگر ہم یہ کہیں کہ اشاعت اسلام جیسے کام کے لئے ان علماء کو تجویز کرنا جنکا کام ہی رات دن فتوے بازی اور عملی طور پر بھی اس کام کے سرانجام دینے والوں کی غلطیاں تلاش کرنا ہے وضع شئ علی غیر محلہ نہیں تو اور کیا ہے - مولوی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی جیسے انسان کیلئے یہ کسقدر ناموزوں بات ہے کہ وہ اشاعت اسلام کی تحریک میں بھی حصّہ لیں - اور اشاعت اسلام کرنے والوں کی غلطیاں بھی تلاش کر کے ان کے لئے فتوے بھی تجویز کیا کریں - آخر ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے - ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا جب مولانائے ممدوح نے لاہور کے بعض دوسرے مولویوں کے ساتھ ملکر ہفتہ وار جلسوں میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مشن کے خلاف وعظ کا سلسلہ شروع کیا تھا - اور انہیں اپنے رسالہ میں خلاف اسلام باتیں لکھنے کا مرتکب ٹھہرایا تھا - پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسے مقدس کام کی موجودگی میں جو امید ہے کہ ابھی مولانا کے پیش نظر ہوگا - گو کچھ عرصہ سے غالباً پبلک کی عدم دلچسپی کے باعث معرض التوا میں پڑا ہوا ہے وہ کیسے کسی دوسرے کام کی طرف بھی متوجہ ہوسکتے ہوں -

علامہ شبلی نعمانی نے مولویوں کی اس حالت کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے - ؎

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ کیا آپ · یہ کچھ حالت یورپ سے خبردار نہیں ہیں
آمادۂ اسلام ہیں لندن میں ہزاروں · ہر چند ابھی مائل اظہار نہیں ہیں
تقلید کے پھندوں سے ہوئے جاتے ہیں آزاد · وہ لوگ بھی جو داخل احرار نہیں ہیں
جو نام سے اسلام کے ہر جاتے تھے برہم · ان میں بھی تعصب کے وہ آثار نہیں ہیں
افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہیں پیدا · یا ہیں تو بقول آپکے دیندار نہیں ہیں
کیا آپکے زمرہ میں کسی کو نہیں درد · کیا آپ بھی اسکے لئے تیار نہیں ہیں
جھلا کے کہا یہ کہ یہ کیا سوء ادب ہے · کہتے ہو وہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں
کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بیکار نہیں ہیں

"گناہ اور اسکی سزا"

کے عنوان سے نوکل ہمعصر برہم پرچارک نے چند نہایت ہی غلط اعتقادات مسلمانوں کی طرف بیجا طور پر منسوب کئے ہیں - وہ لکھتا ہے - کہ:-

"یہودیوں - عیسائیوں - اور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت آدم یا ابتدائی انسان کی نافرمانی یا حکم عدولی کی وجہ تو جملہ نوع انسان پیدائشی طور پر یعنی وراثتاً گنہگار بن چکے ہیں ایسے جیسے کسی موروثی بیماری کے مریض اپنے کسی جد امجد کی غلطی یا بے اعتدالی کا خمیازہ نسلاً بعد نسلاً اٹھاتے چلے جاتے ہیں - آدم کی اولاد بھی قیامت تک گنہگار بنتی رہیگی آخر کار قیامت کے دن جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کے لئے مجبور بنائی جاتی ہے - جیسے اولین بزرگ کے گناہ کا اثر ساری انسانیت کے لئے باعث عذاب جہنم قرار دیا گیا - ویسے ہی عیسائی مذہب نے حضرت مسیح کا منسوب کیا جاتا انسان کے اس حصہ کے لئے کہ جو مسیح پر ایمان لاوے کفارۂ گناہ ٹھہرا کر اپنے پیروؤں کے لئے جہنم کو بہشت سے بدل لیا - اور اسی طرح مسلمانوں نے صرف اپنے محمد صاحب کی شفاعت کو ذریعہ نجات ٹھہرا لیا - اور اس طرح پر بخیال خود دونوں ہی گناہ کی سزا یا جہنم کی آگ سے صاف بچ رہے - مگر ان دونوں کے نزدیک باقیماندہ انسانیت کا کوئی والی وارث نہیں - اور یہ

تاپنے اس قسم کے اعتقاد کی بناء پر خدا کو رب العالمین نہیں بلکہ رب المسلمین یا رب المسیحین ظاہر و ثابت کرتے ہیں"

ہم نہیں جانتے کہ ہمارے معزز معاصر نے کیونکر اور کہاں سے یہ غلط اعتقادات مسلمانوں کی طرف منسوب کر دیئے - سوائے اسکے کہ اسے معاصر مذکور کی ناواقفیت پر مبنی قرار دیا جائے اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی - کہ جسکی بنا پر مسلمانوں کو ان غلط اعتقادات کا حامی ٹھہرا گیا ہے - اسلئے ہم آئندہ کے لئے معاصر مذکور کو متنبہ کرنا چاہتے ہیں - کہ ہمیشہ مذہبی مسائل میں احتیاط سے قلم اٹھانی چاہئے - اور بات کو لکھنے سے پہلے اسکی تحقیق بھی کرلینی چاہئے - کہ آیا یہ صحیح ہے یا غلط - ہمیں ڈر ہے - کہ اگر ہم نے ان دندان شکن جوابات کا حوالہ دیا - جو اس سے پیشتر ایسی ایسی غلط بیانیوں کے خلاف دئے جاچکے ہیں - تو ہمارا معزز معاصر خواہ مخواہ آپے سے باہر ہوکر "پیغام جنگ" جیسے خطرناک الفاظ پہ اُتر آئیگا - اور حسب عادت خدا کے نیک بندوں اور راستباز پیغمبروں کو کوسنے لگ جائیگا - اسلئے ہم فی الحال اس سے کسی مستند اسلامی کتاب کا وہ حوالہ دریافت کرنا چاہتے ہیں - جہاں گناہ کو آدم کا موروثی کام قرار دیا گیا ہو - اور "جملہ نوع انسان کو پیدائشی طور پر وراثتاً گنہگار" ٹھہرایا گیا ہو - ہم معاصر موصوف کو بتانا چاہتے ہیں کہ "مسلمانوں نے صرف اپنے لئے" "حضرت نبی کریم صلعم کی شفاعت کو ذریعہ نجات" نہیں ٹھہرا لیا" - بلکہ ہم آنحضرت صلعم کو کل دنیا جہان کے لئے شفیع اور رحمۃ للعالمین یقین کرتے ہیں لیکن اس شفاعت کا یہ مطلب نہیں - کہ ہم جو جی چاہے - گناہ کرتے چلے جائیں - اور بس رسول اللہ صلعم کی شفاعت سے نجات حاصل ہوجائے - بلکہ حقیقی شفاعت یہ ہے کہ ہم ان پاک تعلیمات پر چلکر اور اس اصول حقہ کی پیروی کر کے جو نبی کریم صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں - خود اپنی نجات کے لئے ہاتھ پاؤں ماریں - آنحضرت صلعم کیواسطے اور وسیلہ سے چونکہ یہ راہ نجات ہمکو ملی ہے اور آپ ہی کی پاک تعلیمات پر عامل ہوکر ہم نجات پاسکتے ہیں - اس لئے ان معنوں میں آپ شفیع المذنبین ہیں باقی یہ بھی صحیح ہے کہ ہماری کوشش اور نیک اعمال کی سرانجام دہی میں جو نقائص باقی رہ جائیں انکے لئے رسول اللہ صلعم شفاعت فرمائینگے - لیکن اس صورت میں جب اپنی طرف سے عمل میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے -

صدقہ فطر کس مقدار میں دیا جائے

صدقہ فطر کے متعلق کسی گذشتہ اشاعت میں مفصل لکھا جاچکا ہے کہ ہر ایک مرد - عورت چھوٹا - بڑا - آزاد غلام کیطرف سے ادا کیا جانا ضروری ہے - باقی اس بارہ میں کہ کس مقدار میں دیا جائے - ذیل کی تصریحات اخبار اہلحدیث سے نقل کرنی کافی ہونگی - صدقہ فطر ایک صاع دینا چاہئے -

"ایک صاع = $5\frac{1}{3}$ رطل کے اور ایک رطل = آدھ سیر کے -
بس اسکا حساب یوں نکال لیجئے کہ:-
ایک رطل مساوی ہے $\frac{1}{2}$ سیر کے
تو $5\frac{1}{3}$ رطل مساوی ہیں کتنے سیر کے ؟
۱ رطل = $\frac{1}{2}$ سیر
$5\frac{1}{3}$ یا $\frac{16}{3}$ × $\frac{1}{2}$ سیر = $\frac{8}{3}$ = ۲ سیر ۱۰ چھٹانک ۳ تولہ ۴ ماشے
گویا ایک صاع برابر ہے پونے ۳ سیر کے یعنی ۲ سیر ۱۲ چھٹانک کے"
اس حساب سے ۲ سیر ۱۲ چھٹانک گندم کی قیمت اپنے اپنے یہاں کے بھاؤ کے لحاظ سے نکالکر نماز عید سے پہلے ادا کردینی چاہئے -

مبلغ انگلینڈ پہنچ گئے

ناظرین کو یاد ہوگا - کہ گذشتہ ماہ مئی میں یہاں سے صوفی مبارک علی صاحب اور ملک عبدالقیوم صاحب بی - اے علیگ ووکنگ مشن کے بعض کاموں میں امداد دینے کے لئے روانہ ہوئے تھے - اب حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب کے تار سے یہ بات معلوم کر کے خوشی ہوئی - کہ ہر دو مسافران بخیر و عافیت منزل مقصود کو پہنچ گئے - اللہ تعالیٰ انہیں ہمت اور برکت عنایت فرمائے - اور وہ اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ثابت ہوں - آمین

چھ نئے اشخاص کا قبول اسلام مسجد ووکنگ میں نمازیوں کی کثرت

حضرت مولانا مولوی صدرالدین صاحب اپنے ایک تازہ مکتوب میں ایک خوشخبری سناتے ہیں کہ گذشتہ اتوار مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۱۶ء کو چھ نئے اشخاص داخل حلقہ اسلام ہوئے - آپ کی ایک تازہ چٹھی بھی اس بارہ میں موصول ہوئی ہے جس میں آپ تحریر فرماتے ہیں - کہ مسجد میں اس قدر رونق تھی - کہ اکثر لوگوں کو مسجد سے باہر نماز پڑھنی پڑی - قاضی عبداللہ بھی جو مبایعین صاحب کی طرف سے وہاں بطور مبلغ گئے ہوئے ہیں مسجد کے باہر نمازیوں میں شامل تھے تعجب ہے کہ آنکھوں سے یہ سب باتیں دیکھنے کے باوجود یہ لوگ کس قدر غلط بیانی کرتے اور جھوٹی رپورٹیں لکھتے ہیں

احمدی اور غیر احمدی میں فرق

ایک صاحب دریافت فرماتے ہیں - کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنے کسی لیکچر میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان فروعی اختلاف ظاہر کیا ہے - حالانکہ حضرت مولوی نورالدین صاحب رض نے اُسے اصولی اختلاف بتایا تھا - اس لئے حضرت خواجہ صاحب کا یہ بیان کیسے صحیح ہوسکتا ہے ہم اس بارہ میں اس سے پیشتر ۱۸ - جون ۱۹۱۶ء کی اشاعت حضرت مولوی نورالدین صاحب رض کے اپنے تعامل اور دیگر فتاوے سے یہ ثابت کرچکے ہیں کہ آپکا یہ مذہب ہرگز نہ تھا - جو بیان کیا جاتا ہے - اگر آپ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان فروعی نہیں - بلکہ اصولی اختلاف سمجھتے - تو کبھی کسی غیر احمدی کے پیچھے کسی حالت میں بھی نماز جائز نہ ٹھیراتے - نہ ہی ان کے جنازہ کی اجازت دیتے - اور نہ کسی احمدی لڑکی کا نکاح کسی غیر احمدی کے ساتھ ہونے دیتے حالانکہ آپنے یہ سب کچھ کیا - پھر ان سب سے بڑھکر حضرت مولوی صاحب کے اپنے لکھے الفاظ ۲۲ - اگست ۱۹۱۲ء کے بدر میں چھپے ہوئے موجود ہیں - جن سے پتہ لگتا ہے - کہ آپ ہرگز اس بات کے قائل نہ تھے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کے درمیان اصولی فرق ہے - چنانچہ آپ فرماتے ہیں -

"دوسرے مسلمانوں سے اصول دین میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں - جہاں وہ ایک لاکھ سے زیادہ انبیا کی وفات کو مانتے ہیں - وہاں ایک مسیح کی وفات کو ہم نے مان لیا - تو کیا گناہ ہے - جبکہ امت محمدیہ میں مکالمہ اور مخاطبہ الٰہی اولیا اللہ سے جاری ہے تو مرزا صاحب سے خدا تعالیٰ کے مکالمہ ماننا کیا حرج رکھتا ہے - مسیح کا نزول ماننا اصول دین میں داخل نہیں"

گر پیر نود سالہ بمیرد عجب نیست

ہمعصر پیسہ اخبار اسی عنوان سے رقمطراز ہے - ہمعصر الفضل قادیان بعنوان نشان عبرت لکھتا ہے - کہ مصنف کے احمدی ہونے کی وجہ سے جس شخص نے ان کے لڑکے کا رشتہ توڑ دیا وہ احمدی لڑکی کا دادا تھا - جو ہیضہ سے مرگیا - کیا جو شخص باپ کی عمر سے گذر کر دادا بن چکا ہے - اور پھر اس لڑکی کا دادا کہ جو قابل بیاہ ہے [illegible] تو اس کی موت بھی "نشان عبرت" ہوسکتی ہے - بجائیکہ [illegible] گر پیر نود سالہ بمیرد عجب نیست - اس سے معلوم ہوتا ہے [illegible] انسان کی کامن سنس کو کہاں تک کمزور کردیتا ہے - (پیسہ اخبار مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۶ء)

اخبار احمدیہ

ایبٹ آباد ۲۶ - جولائی ۱۹۱۶ء - اس سے پہلے ۳۲ - آدمیوں کی فہرست دی گئی تھی جو ایبٹ آباد میں بطور مہمان [illegible] - اب اسکے بعد ذیل کے اشخاص کا اضافہ ہوا :- (۳۳) ناصرالدین صاحب ماسٹر اسکول سیالکوٹ - (۳۴) عبدالعزیز صاحب طالب العلم بی اے کلاس از لاہور - (۳۵) حبیب اللہ شاہ صاحب از [illegible] (۳۶) مرزا داؤد بیگ صاحب از لاہور

آجتک ۲۵ پارے ختم ہوئے

بیعت - شیخ محمد اکبر صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولیس ریاست جموں - حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے

ختم قرآن - گذشتہ شب ۲۷ رمضان المبارک کو جناب حافظ فضل احمد صاحب نے لاہور میں نماز تراویح میں قرآن ختم کیا - اس مبارک تقریب پر بعض احباب نے حاضرین میں مٹھائی تقسیم کی

فہرست چندہ اشاعت اسلام

شیخ فضل احمد صاحب سکنہ [illegible] مولوی غلام قادر صاحب [illegible] چوہدری احمد دین صاحب [illegible]

ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین

اخبار

پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمده از مادریم
هم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست
باده عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد هست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او باشیر شد اندر بدن
جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام
هر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم هر آبے که هست
زو شده سیراب سیرابے که هست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود
آن نه از خود از همان جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم هر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
هرچه زو ثابت شود ایمان ماست
وز ملائک و از خبرهائے معاد
هرچه گفت آن مرسل رب العباد
آن همه از حضرت احدیت است
منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیائے رابیقین
آنچه قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ماست
هر که انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفرست و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنج شنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۳ سے ششماہی ۲ر
سہ ماہی ۱ر ماہوار ۹ر
طلباء سے سالانہ ۲ر

جلد ۴ | بتاریخ الم سید لاہور سہ شنبہ مورخہ یکم شوال ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق یکم اگست ۱۹۱۶ عیسوی | نمبر ۱۰

ابتلا اور اصطفا

(پیغام صلح کے ایک خاص عنایت فرما بزرگ کے قلم سے)

کسی چیز کا حسن و قبح اس کی آزمائش کے وقت معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے زیورمن پر ملمع کیا ہوتا ہے۔ نکل پر بہت خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ان میں اور اصل زیور میں تمیز کرنا بہت مشکل امر ہوتا ہے۔ اسی طرح کئی لوگ پیتل کو سونا سمجھ بیٹھتے ہیں۔ لیکن آزمائش کے وقت ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا یہ سونا ہے یا پیتل۔ غرض آزمائش کسی چیز کا کھرا کھوٹا معلوم کرنے کے لئے ایک ضروری چیز ہے۔ اسی آزمائش یا امتحان کو ہم ابتلا سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کرتا یا ان کو ابتلاؤں میں ڈالتا ہے۔ تاکہ ان کے صدق اخلاص کا امتحان کرے۔ چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہی ثبوت ملتا ہے۔ کہ اہل ایمان کے لئے ابتلاؤں کا آنا بھی سنت الٰہیہ میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ و لنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیھم صلوٰۃ من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ یعنی ضرور اے مسلمانو ہم تم کو خوف اور بھوک اور اموال اور نفوس کے نقصانوں اور اولادوں کے تلف ہونے سے آزمائیں گے۔ اور اے مخاطب خوشخبری دے۔ ان لوگوں کو جو اگر مصیبت آئے کہتے ہیں۔ کہ تحقیق ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں پر (جن پر ایسی مصائب آتی ہیں لیکن وہ صبر کرتے ہیں۔ اور اس امتحان میں کامیاب ہو جاتے ہیں) اللہ تعالیٰ کی صلوٰۃ اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان ابتلاؤں کی نوعیت بھی بتلادی ہے۔ اور ان ابتلاؤں پر صبر کرنے والوں اور ہر ایک ایسی مصیبت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دامن کو نہ چھوڑنے والے کے انعامات کی تشریح بھی فرمادی ہے۔ یعنی کہ ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل ہے۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ پھر دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ یعنی کیا لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ محض اس بات پر کہ ہم ایمان لے آئے چھوٹ جائیں گے۔ اور ان کی آزمائش نہیں کی جائیگی۔ یعنی ہر ایک مومن کے لئے ایک امتحان مقرر ہے۔ جو اس نے پاس کرنا ہے۔ ہر ایک شخص جو ایمان رکھنے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اس کا امتحان لیا جاوے گا۔ کہ آیا وہ کامل طور پر اللہ تعالیٰ کا مومن ہے یا نہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ایمان کی آزمائش کے لئے مختلف قسم کے ابتلا رکھے ہیں۔ یہ ابتلا درحقیقت مومنین کے مدارج عالیہ کو بڑھاتے ہیں۔ ان کے لئے بہت سے انعاموں کا موجب ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے قرب کی جلوہ گاہوں میں کھینچ کر لیجاتے ہیں۔ وہ جو ابتلاؤں میں کامیاب [illegible]

وہ جو کچھ اور جو ہمیشہ طور پر مکمل صدق و صفا ہوتے ہیں۔ ابتلاؤں سے ان کی قلبی بھی کھل جاتی ہے۔ کہ دنیا دیکھ لیتی ہے۔ کہ کون اپنے دعوےٰ صدق و صفا اور ارادے کے ایمان میں سچا اور کون جھوٹا ہے۔ ابتلا انسان کے اندرونے کا اخبار دیتا ہے۔ اور اس کی منفصل حالت کو کھول دیتا ہے۔

انبیائے کرام پر بھی ابتلا آتے ہیں۔ اور بہت آتے ہیں۔ اور ان کی زندگی درحقیقت ابتلاؤں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ واذ ابتلیٰ ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن۔ انبیا پر ابتلا اس لئے نہیں آتے۔ کہ ان کے مشنوں میں روکاوٹ ڈالیں۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ انبیا پر ابتلا نازل کر کے دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ اس کا نبی کیسا ثابت قدم اور مستقل مزاج ہے کہ باوجود ان ابتلاؤں کے اس کا قدم پیچھے نہیں ہٹتا۔ بلکہ آگے بڑھتا ہے۔ اور تاکہ دنیا کے لوگ دیکھ لیں کہ باوجود سخت مصیبتوں کے اللہ کے لوگ سست نہیں پڑجاتے۔ بلکہ فرائض [illegible] سے انجام دیتے ہیں۔ ابتلا اپنے اندر بہت سی حقیقتوں کو لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور جب تک یہ ابتلا نہ آئیں ان حقیقتوں کا پانا نبی کے لئے محال ہوتا ہے۔ جیسا کوئی عظیم الشان نبی ہو گا۔ ویسے ہی اس کے ابتلا بہت عظیم الشان ہونگے۔ نبی کو ان حقیقتوں سے سب سے زیادہ بہرہ ور کرنا ہوتا ہے اور اس کو دوسروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر انعامات کا مورد بنانا ہوتا ہے۔ اور اس کے مراتب عالیہ کو بڑھانا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جس قدر ابتلا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے اور کسی نبی پر نہیں آئے۔ سچ ہے

بلا بزرگ شود چوں بلا بزرگ شود

یعنی جتنی زیادہ بلا بڑی ہوگی۔ اتنا ہی زیادہ خدا تعالیٰ سے تعلق ہوگا۔ ہمارے امام علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ "ابتلا مومن کے لئے انعام کا موجب ہوتا ہے"۔ ابتلا مومن کی آیندہ کی کامیابی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ ابتلا کے اگرچہ چند گھنٹے تلخی سے گزرتے ہیں لیکن جب اس کی راحت اور خوشی ابتلا کے بعد میسر آتی ہے۔ وہ آیندہ کی تمام کلفتوں اور تمام تھکاوٹوں کو کافور کر کے تسکین اور اطمینان کا موجب ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ انعام جو ابتلا کے بعد مرد مومن کو ملتا ہے۔ اس پر ہفت شاہی کی تمام خوشیاں قربان کرنے کے قابل ہوتی ہیں۔

ابتلا کے بعد انسان ایک نئی روح لے کر اٹھتا ہے مع ایک نیا جسم حاصل کرتا ہے۔ ہر ایک ابتلا کے بعد اس کا اگلا جسم اور اگلی روح ایک نئے جسم اور نئی روح سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ غور کرو مولانا روم نے اسی مضمون کو اپنے ایک شعر میں ادا کیا ہے۔

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام ۔ ہفت صد و ہفتاد قالب دیدہ ام

انہیں ابتلاؤں میں سے کامیاب نکل جانے والے ابدال بن جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ ابتلا کے بعد پہلے سے زیادہ مدارج پر پہنچ جاتے ہیں۔ اور ابتلا کے وقت پہلے سے زیادہ ثابت قدمی اور رجوع الی اللہ دکھاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ابتلا ان کی ترقیات کا زینہ ہے۔ قرب الٰہی کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہ ابتلا ان کی سلوک کی منزلیں ہوتی ہیں۔ جو وہ بتدریج طے کرتے ہیں۔ اور جب آخر کار ان [illegible]

دور ہو جاتی ہیں۔ اور رافت و رحمت کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے۔ قرآن میں ملکی صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور ان میں گناہ کی طاقت ہی مفقود و معطل ہو جاتی ہے۔ تو ایسے وقت میں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ فافعلوا ما شئتم۔ یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو خوب علم ہوتا ہے۔ کہ اب وہ میرے حکم اور میری کسی منشاء کے خلاف کوئی کام نہیں کرینگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کی راہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین

من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

جناب ایڈیٹر صاحب ذیل کا مضمون درج اخبار فرما کر مشکور فرمائیے

سنا گیا ہے۔ کہ قادیان میں بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ میر ناصر نواب صاحب مہمان خانہ کو چھ روپیہ دیکر چھ آنے میں کھانا کھایا کرتے ہیں۔ ان نادانوں کا اعتراض بعض حالات کی ناواقفی کی وجہ سے ہے۔ ان کو یہ علم نہیں ہے۔ کہ یہ مفروضہ خلافت قادیان کے قایم کرنے والے کون ہیں؟ وہ یہی میر صاحب قبلہ ہیں۔ جنہوں نے اپنی جان توڑ کوشش سے اس عمارت خلافت کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور اس گرتی ہوئی عمارت کے پشت و پناہ بن کر اس کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ کیا ان معترضوں کو علم ہے کہ کابل آٹھ سال کی جدوجہد میں آپ نے کس کس تکالیف برداشت کی ہیں۔ اپنی اس غرض کو مد نظر رکھ کر کبھی مدراس سے پشاور پہنچے اور کبھی بنگال سے سندھ پہنچے۔ اس مسافت میں صرف ریل ہی کی سفر کی مصیبت برداشت نہیں کی۔ بلکہ تیماپور جیسے پہاڑی مقام پر جو اسٹیشن سے تقریباً پچیس میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ گرتے پڑتے کبھی سواری پر کبھی پیدل پہنچے۔ اور وہاں بھی خلافت منوانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ اور غریب مولوی محمد عبداللہ کو اپنا غزالی کلام کبھی اشعار میں کبھی نثر میں پہنچایا۔ بفضل خدا ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے۔ آپ اسی ڈیوٹی پر ریل سے گر کر زخمی بھی ہوئے غرض اس پیرانہ سالی میں اس خلافت کے قایم کرنے میں دل بھر کی مصیبت برداشت کی۔ چنانچہ آج کل بھی اسی ڈیوٹی کی ادائگی کیلئے ہمالیہ کے پہاڑی علاقوں میں پہنچ گئے ہیں۔ خدا رحم کرے۔ نقاہت اور ضعف پیری کی وجہ سے ڈیوٹی پر بیمار بھی ہو جایا کرتے ہیں۔ کم بخت ناشکرے معترضوں کو اعتراض کر دینا آتا ہے کبھی یہ ایک شخص کے احسان اور خدمت کی طرف غور نہیں کرتے۔ بلکہ منصف مزاج شخص ان خدمات کا لحاظ کر کے میر صاحب سے چھ آنے کی جگہ آٹھ آنے بھی لینا زیادہ سمجھیگا۔

نادانوں نے اس سے قبل میر صاحب پر یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ ہندوستان میں یہ رسم ہے کہ جنوائی کے گھر کا کھانا حرام سمجھتے ہیں۔ مگر میر صاحب ہیں کہ ڈٹ کے کھاتے ہیں۔ اس وقت میر صاحب نے کیا دندان شکن جواب دیا تھا۔ جس سے معترضوں کو ہمیشہ کی خاموشی کے کچھ بن نہ پڑا۔ وہ یہ کہ آپ نے فرمایا "مرزا صاحب میرے داماد ہی نہیں ہیں۔ بلکہ میرے مرشد بھی ہیں"

(صدق جدید)

تازہ خبریں

کشمیر میں طوفان: سرینگر اور اسکے اطراف میں بارش کیوجہ سے جو ۱۳ جولائی سنہ ۱۷ کو شروع ہوئی سخت طوفان آگیا۔ یہاں تک کہ اخبار عام کا خاص نامہ نگار راوی ہے کہ دریائی نالوں کے بڑھاؤ کے باعث دریائے جہلم طغیانی پر آیا۔ اور ۲۲ فیٹ تک پانی چڑھ گیا جس پر سنوار کا ڈل گیٹ اور گاؤ کدل کے دروازے بند کر دئے گئے لیکن ۱۴ جولائی کو شہر کے دریا میں طغیانی آجانے کی وجہ سے ... کے مقابل طوفانی نہر کے پاس ٹوٹ گیا۔ اور محکمہ پبلک ورکس کی لگاتار کوششوں کے باوجود ۱۵ جولائی سنہ ۱۷ء تک تیار نہ ہو سکا۔ بلکہ پشتہ بجائے ۳۰ فیٹ کے ۱۸ فیٹ پھٹ گیا۔ ٹیکنیکل سکول کی سہ منزلہ عمارت میں ڈیڑھ منزل تک پانی چڑھ آیا۔ خدا خدا کر کے ۱۵ جولائی کی شب کو بارش ذرا کم ہوئی تو ۱۶ کو بند بھی تیار ہو گیا۔ اس طوفان عظیم کا یہ ہولناک نتیجہ ہوا ہے کہ ہزارہا ایکڑ فصل شالی کے برباد ہو جانے کا خطرہ دامنگیر ہے۔ مکئی کی جس قدر فصلیں طوفان کی لپیٹ میں آئیں برباد ہو گئیں۔ سینکڑوں گاؤں صفحۂ زمین سے مٹ گئے۔ اگر خدانخواستہ ایک رات اور بارش ہوتی تو شہر کے بچنے کی بھی کوئی صورت نہ تھی۔ دریا کا چڑھاؤ شہر کے پلوں سے صرف ۵ فیٹ نیچے رہ گیا تھا۔

قانون مطابع منسوخ کیا جائے۔ بمبئی پریزیڈنسی اسوسی ایشن نے حضور وائسرائے سے یہ استدعا کی ہے کہ چونکہ قانون مطابع سنہ ... ء کی دفعات کے استعمال سے ملک میں ناراضگی اور بے اطمینانی کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے اس قانون کو منسوخ کیا جائے۔

مہاراجہ گوالیار کے ہاں مدتوں کی تمنا اور آرزوؤں کے بعد جولائی کا پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام جارج جیواجی راؤ رکھا گیا۔ اور حضور ملک معظم نے اسکا روحانی باپ منا منظور فرمایا ہے۔

ہزار روپیہ کی چوری۔ ۱۹ جولائی کو ڈاکخانہ ... سے ایک ہزار روپیہ جھنگ روانہ کیا گیا۔ جہاں ... کو تھیلی کھولنے پر معلوم ہوا کہ روپیہ مفقود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تھیلے کی

... فرمیں صحیح و سالم ... پولیس ... روانگی پر مستعد ہے۔ پولیس تفتیش میں مصروف ہے۔

سسلنٹ ... جس کے مکان کی تلاشی لینے کیلئے پہلے گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اب پتہ لگا ہے کہ ... پر سازش اور قتل عمد کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ضمانت کی درخواست نامنظور ہوئی۔

مسٹر تلک کے خلاف پونہ کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں اس بناء پر مقدمہ چلایا گیا ہے۔ کہ انہوں نے گذشتہ مئی اور جون میں بلگام اور احمد نگر میں باغیانہ تقاریر کیں جو تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۰۸ الف کے تحت میں آتی ہیں۔ ... مسٹر تلک سے یہ دریافت کیا گیا ہے۔ کہ کیوں نہ ... سے ایک سال کے لئے بیس ہزار کا مچلکہ اور دس دس ہزار کی دو ضمانتیں لی جائیں۔ ۲۸ جولائی کو دوبارہ پیشی کی تاریخ تھی۔

سرینگر کشمیر میں کسی ظالم کرایہ دار نے مالکہ دکان پر جو کرایہ مانگنے آئی تھی چھری چلا دی۔ جو بازو پر جا کر لگی۔ ملزم اسی وقت گرفتار کر لیا گیا۔ اور اب اسکا چالان ہو گیا ہے۔

لاہور میں ۱۵ جولائی کے ہفتہ مختتمہ میں ۱۰۳ اموات ہوئیں۔ جن میں ۶۰ مرد اور ۴۳ عورتیں تھیں۔

مسٹر مظہر الحق بیرسٹرایٹ لاء بانکی پور بہار کے مسلمانوں کی طرف سے وائسریگل کونسل کے ممبر منتخب ہوئے۔

لاہور میونسپلٹی نے دودھ اور مکھن کی فروخت کے متعلق چند قواعد مرتب کئے ہیں۔ جنہیں گورنمنٹ پنجاب نے منظور بھی کر لیا ہے۔ ان قواعد کی رو سے میونسپل حدود کے اندر کوئی لائسنس حاصل کئے بغیر (جو بلا فیس دیا جائیگا) آئندہ دودھ اور مکھن فروخت نہ کر سکیگا۔ دودھ اور مکھن صاف برتنوں میں ... میونسپلٹی کے نلکوں سے صاف کیا جائے۔ رکھنا ہوگا۔ دودھ میں آمیزش کرنا مریض جانور کا دودھ بیچنا۔ یا دودھ و مکھن غلیظ جگہ پر رکھنا قابل جرم ہوگا۔ ان قواعد کی خلاف ورزی پر ... روپیہ جرمانہ کی سزا دی جائیگی۔

ٹیکہ چیچک کے متعلق حیدرآباد سندھ کے مسٹر جیٹھو رام پرسرام کا ایک مقدمہ گورنمنٹ بمبئی کے ساتھ چل رہا تھا۔ ...

... انکار کیا۔ اور سخت مخالفت کی۔ اور آخر ... جد و جہد اور استقلال کے ... غالب رہے اور گورنمنٹ مقدمہ ہار گئی۔ تعجب ہے کہ اس مہذب زمانہ میں بھی جہالت کا اس قدر زور پایا جاتا ہے۔

جنگ یورپ

تسخیر ارزنجان۔ لنڈن ۲۶ جولائی۔ پیٹروگراڈ ... جنرل ... نے ... دریائے ... شمالی ... ہے۔ چار ہزار قیدی گرفتار کئے ہیں شمالی برادن سے ... میل کے فاصلہ پر ... میں لڑائی جاری ہے

لنڈن ۲۶ جولائی۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ روسیوں نے ارزنجان پر قبضہ کر لیا ہے۔

لنڈن ۲۶ جولائی۔ پیٹروگراڈ۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ قبضہ ارزنجان سے تسخیر آرمینیا تکمیل کو پہنچ گئی ہے۔

لیمبرگ معرض خطر میں۔ لنڈن ۲۶ جولائی پیٹروگراڈ ایک سرکاری مراسلت میں قبضہ ارزنجان کی تصدیق کی گئی ہے۔ جنرل سکھارف کا بیان ہے کہ اصلاع گرن میں جرمنوں نے جارحانہ کاروائی کے لئے دو دفعہ کوشش کی لیکن انہیں شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ ہم نے دریائے سونو کو عبور کر لیا ہے۔ اور پسپا شدہ غنیم پر جو شدید نقصان اٹھا رہا ہے۔ زبردست دباؤ ڈال رہے ہیں۔ ہم نے ۵ توپیں اور ۶ کلدار توپیں گرفتار کیں۔

زار روس نے ڈیوک اعظم نکولس کو تسخیر ارزنجان پر مبارکباد دی ہے۔

لنڈن ۲۶ جولائی۔ پیٹروگراڈ۔ براڈی پر روسی پیشقدمی ... جنرل ... کی سپاہ محصور ہو جانے کے خطرہ میں ہے اور اس سے لیمبرگ میں غنیم کی سپاہ کی حالت نہایت غیر مستحکم ہو گئی ہے۔

اطالوی کامیابی۔ لنڈن ۲۷ جولائی۔ اطالوی سپاہ نے پہاڑی ... کون پر جو ایک اہم جگہ ہے۔ قبضہ کر لیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ . یکشنبہ و سہ شنبہ مورخہ ۲۰ و ۲۲ اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱ و ۱۲

حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی کتاب پر جماعت محمودیہ کی خاموشی

مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب کی تازہ تصنیف القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد پر قادیان کے اخبار الفضل نے ایسی خاموشی اختیار کی ہے کہ گویا کوئی کتاب نکلی ہی نہیں۔ حالانکہ محض جاہلوں کی تحریریں تو فخر سے اخبار میں چھاپی جاتی رہیں۔ مگر اس شخص کی تحریر پر جسکو احسن المناظرین کہتے تھے۔ جسے فرشتہ کہتے تھے۔ آج یوں دم بخود ہوئے ہیں کہ گویا کسی اور عالم میں رہتے ہیں۔ کیا الفضل کی اور میاں صاحب کی اس خاموشی سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ میاں صاحب نے اپنے عقیدہ سے رجوع کر لیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ ایک جماعت کو جسے خود ہی انہوں نے گمراہ کر کے غلو اور اختراع میں کفارہ کے نقش قدم پر چلایا تھا مناسب ہے کہ اب وہ خبر خود لیں اسے اس غلطی اور ضلالت سے باہر بھی نکال دیں۔ اور اگر رجوع نہیں کیا۔ اور ابھی تک اسی ضلالت کے عقیدہ پر قائم ہیں تو بھی دو لفظ اپنی قلم سے لکھ دیں۔ ڈائری میں بھی کوئی ذکر نہیں آتا۔ حالانکہ مجلس میں تو اس کتاب کا ذکر ضرور ہوتا ہوگا۔ پھر رپورٹروں کو اس خاص معاملہ میں کیوں یہ ہدایت ہو گئی ہے کہ وہ اس کتاب کا کچھ ذکر اخبار میں نہ کریں

کیا یہ ساری ایک چال نہیں جس کی غرض یہ ہے کہ لوگ مولینا صاحب موصوف کی کتاب پڑھیں نہیں۔ ہماری کتابیں پڑھنے سے تو انہیں علانیہ روکا جاتا ہے مگر مولینا موصوف کے خلاف اس قسم کا کھلا فتویٰ دینے کی جرأت میاں صاحب میں نہیں۔ اس لئے ایک طرف اخبار میں خاموشی اختیار کی ہے۔ دوسری طرف اندر ہی اندر باطنیہ فرقہ کی طرح ایک خیال پھیلا دیا ہے۔ جس کی وجہ سے میاں صاحب کے مرید اس کتاب کو پڑھتے نہیں۔ اور شائد جو باتیں باہر مرید کہتے ہیں وہ قادیان سے نکلی ہوئی ہوں۔ ہم اس لئے انکو اخبار میں لاتے ہیں کہ کوئی متقی خدا ترس اس جماعت میں سے اٹھے اور حق کی شہادت دے۔ جسکے دینے سے میاں صاحب تو ضرور رکیں گے۔ کیونکہ انہوں نے شہادت حقہ سے پہلے بھی جماعت کو روک کر ضلالت کے اندر رکھنا چاہا ہے وہ باتیں جو میاں صاحب کے مرید اس کتاب کے حق میں کہتے ہیں۔ وہ ہم تک بعض احباب نے پہنچائی ہیں۔ اور چونکہ اندر ہی اندر جماعت میں یہ خیال پھیلایا جا رہا ہے۔ اس لئے ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ہم علانیہ مولینا موصوف کی اس معاملہ میں بریت کی شہادت دیں۔ وہ باتیں جو کہی جاتی ہیں۔ یہ ہیں کہ

(۱)۔ مولینا صاحب موصوف نے رشوت کے طور پر روپیہ لیکر یہ کتاب لاہور والوں کے اعتقاد کے مطابق لکھدی ہے۔ یہ کیسا گندہ افترا اس انسان پر ہے جس کی صداقت اور امانت کی شہادت الہام الہٰی نے ان الفاظ میں دی ہے ؎

از پئے آں محمد احسن را
تارک روزگار مے بینم

کیا میاں صاحب اپنی امت کو اس بہتان عظیم کے پھیلانے سے روک کر پیری کا حق ادا کر چکے ہیں؟ ہمارا خیال ہے کہ نہیں۔ کیونکہ پھر ان کی پیری معرض خطر میں پڑ جاتی ہے۔

(۲)۔ دوسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ یہ مولینا صاحب نے کتاب نہیں لکھی بلکہ سید محمد یعقوب ان کے صاحبزادہ نے لکھی ہے۔ اور مولینا صاحب کے نام پر غلط طور پر شائع کر دی ہے۔ اس افترا کی تردید کے لئے کتاب کے دلائل کافی ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں کیا میاں صاحب کی جماعت میں ایک شخص بھی نہیں۔ جو مومنانہ جرأت سے کام لیکر خود حضرت مولینا موصوف سید محمد احسن صاحب کے پاس امروہہ جائے اور براہ راست ان سے دریافت کر کے اپنی شہادت محض خدا کے لئے ادا کرے۔

(۳)۔ تیسری بات یہ کہی جاتی ہے کہ مولینا موصوف بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ مگر یہ تو کتاب کے دلائل خود بتا دیں گے کہ کس طرح یہ اس باطل کو زبردست دلائل سے مولانا صاحب نے کچل دیا ہے۔ جسکو میاں محمود احمد صاحب نے پھیلا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک کی ہے۔ اے عقلمندو۔ اٹھو۔ اپنے ایمانوں کو ضائع نہ کرو۔ اور کچھ خدا کے خوف سے کام لیکر واقعات کی تحقیق کرو۔ اور چند مفسدوں اور غالیوں کے دھوکے میں نہ آؤ۔ اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے ٭

لاہور کی عید

افسوس ہے کہ گذشتہ چند سالوں سے مسلمانان لاہور کا طرز عمل عید کے بارہ میں کچھ عجیب ہی سا ہے۔ جسے دیکھکر بے اختیار دل سے آہ نکلتی ہے۔ اپنی ہٹ کی پچ میں مسلمانوں تک کو ایک دوسرے کے خلاف ہنگامہ آرائیوں اور شورش برپا کرنے سے عار نہیں۔ دین جائے تو جائے۔ لیکن ملا صاحب کی بات نہ ٹل جائے۔ ہمیں افسوس ہے کہ امسال مسلمانوں نے جو نمونہ یہاں دکھایا ہے وہ گذشتہ سالوں سے بھی بہت گیا گذرا ہے شہر کی شاہی مسجد کی تولیت انجمن اسلامیہ لاہور کے سپرد ہے۔ یہی انجمن ہر سال ہلال عید کے متعلق خبریں بہم پہنچانے باہر سے تار وغیرہ منگوانے اور اندرونی و بیرونی شہادتوں کی بناء پر عید کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فتویٰ دینے کی مجاز ہے۔ یہ فتویٰ وہ ہمیشہ ان علماء سے لیا کرتی ہے۔ جن سے لوگ عام طور پر اپنی دیگر ضروریات زندگی میں بھی فتوے حاصل کرتے ہیں۔ امسال بھی اسی طرح ہوا۔ مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے شہر میں عام طور پر چاند نظر نہیں آیا۔ لیکن ویٹرنری کالج کے ایک پروفیسر اور انکے ساتھ دیگر سات آٹھ آدمیوں نے رویت ہلال کی حلفیہ شہادت دی۔ انجمن اسلامیہ نے مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی سے فتوےٰ لیکر رات کے وقت اعلان کیا کہ صبح یکم اگست کو عید ہے۔ انہی آٹھ شہادتوں اور مفتی صاحب موصوف کے فتوےٰ کی بنا پر مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی امام مسجد اہلحدیث نے بھی عید منانے کا فتوےٰ دیا۔ لیکن مسجد وزیر خان کے امام نے جسے مولوی بخاری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ خواہ مخواہ اور بلا وجہ اس پر شور و غوغا بلند کیا۔ اور عوام کو یہ کہکر بھڑکایا کہ رویت ہلال کے لئے پچاس آدمیوں کی شہادت درکار ہے اس لئے کل کوئی عید نہیں ہو سکتی۔ اب آدھی رات کے وقت ایک طرف انجمن اسلامیہ کی طرف سے یہ اعلان ہو رہا تھا کہ کل عید ہوگی اور دوسری طرف مولوی بخاری کے حاشیہ نشین یہ دہائی دیتے پھرتے تھے۔ کہ کوئی عید نہیں کل روزہ رکھنا ہوگا۔ عوام بیچارے عجب مصیبت کی حالت میں تھے۔ کہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ آخر مولوی بخاری کے حامیوں نے بہت زیادہ شور و غوغا برپا کر دیا اور مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی پر فتوے بازی ہونے لگی جس نے اصل مسئلہ پر تذبذب کا رنگ چڑھا دیا۔ بس پھر کیا تھا شہر میں جدھر دیکھو۔ ہر ایک شخص اپنی اپنی جگہ ایک مجتہد نظر آتا تھا۔ اور روزہ نہ رکھنے والوں پر لعن و طعن ہو رہی ہے۔ یہانتک کہ لڑنے مرنے تک کو آمادہ ہیں۔ ایک شخص کا یہ اجتہاد کیا خوب داد دینے کے قابل ہے کہ کھلاچی پتنگ بازوں اور کبوتر بازوں کو چاند نظر نہ آئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ دوسرا کہہ رہا تھا۔ کہ جن آٹھ آدمیوں نے دیکھا وہ کیا کسی اور آدمی کو دکھا نہیں سکتے تھے۔ غرض اسی قسم کی باتوں سے ایک شور محشر برپا کر رکھا تھا۔ حق کی آواز تعصب اور جہالت کے سامنے دب گئی۔ اور کسی کو اس بات کی جرأت نہ رہی کہ اٹھکر اُن لوگوں سے اور اُن کے ان مولوی صاحب سے صرف اتنا ہی پوچھے۔ کہ آخر آپکو اس فتوےٰ دینے کا مجاز کس نے ٹھہرایا۔ کیا ہی سچ فرمایا۔ مولوی عبدالواحد صاحب امام مسجد چینیاں نوالی نے ایک شخص کے جواب میں کہ ہم نے اگر تسلیم کیا ہے تو تمہارے اپنے بنائے ہوئے مفتی مولوی محمد عبداللہ صاحب (ٹونکی) کا فتوےٰ۔ ورنہ تم انہیں کے فتووں پر چلتے ہو۔ عدالتوں میں اُن کے فتوے لے جاتے ہو۔ اگر تمہیں اُن کا فتوےٰ منظور نہیں تو کیوں تم ایک مجلس منعقد کر کے اُنکو اس افتا کے مقام سے نہیں ہٹاتے۔ اور کسی دوسرے کو مقرر نہیں کرتے ٭ کہتے ہیں کہ انجمن اسلامیہ کی طرف سے مولوی بخاری کو گاڑی بھیجی گئی کہ آپ یہاں آکر مجلس علماء میں عید کے متعلق فیصلہ کریں لیکن انہوں نے کہا کہ ہم عالم ہو کر دنیا دار کے پاس کیوں جائیں۔ افسوس ، باہر سے بھی تاریں آئیں۔ جن میں سے ایک کلکتہ کی تار ہم نے خود اپنی آنکھوں سے پڑھی۔ جس میں ۳۱ جولائی کو چاند دیکھنے کا ذکر تھا لیکن مانے کون۔ آخر انجمن احمدیہ لاہور نے اپنے یہاں عید پڑھنے کے لئے احباب احمدیہ لاہور کو بلایا۔ اور یکم اگست کو مسجد احمدیہ میں نماز عید ادا کی گئی۔ لیکن عوام نے اسقدر ہنگامہ برپا کر رکھا تھا۔ کہ ایسے وقت میں عید منانا بھی محرم سے کم نظر نہیں آتا تھا۔ باقی شہر نے ۲ اگست کو عید منائی۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت سمجھ دے ٭

قانون رواج کے متعلق آخری فیصلہ

ناظرین کرام کو یاد ہوگا کہ گذشتہ سال شملہ میں ایک کانفرنس اس امر پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی کہ پنجاب میں رواج اور شریعت کی باہمی ہنگامہ آرائیوں سے جو مقدمات آئے دن مسلمانوں کی طرف سے عدالتوں میں دائر ہوتے رہتے ہیں انکے انسداد کے لئے رواج کو قانونی شکل دے دینا زیادہ مفید ہوگا۔ یا نہیں۔ اس کانفرنس کے انعقاد سے پہلے اور بعد اکثر اسلامی اخبارات میں رواج کے خلاف بڑے زور سے رائے زنی ہوتی رہی اور قریباً سب نے رواج کے قطعی استیصال پر زور دیا۔ لیکن یقین ہے کہ یہ شور و غوغا چنداں کارگر ثابت نہ ہوا۔ اور ہوتا بھی کیونکر جبکہ ان مشکلات کو رفع کرنے کی عملی طور پر کوئی کوشش نہیں کی جاتی جو رواج کو قانونی شکل دینے کی محرک ہوئی ہیں۔ محض اخبارات میں ان باتوں کو لکھدینا چنداں مفید اور کارگر نہیں ہو سکتا۔ جبتک کہ ان لوگوں کو جو اپنے خانہ ساز رواج کے بالمقابل شریعت کو بالائے طاق رکھا دیتے ہیں اس معیوب امر سے روکنے کی عملی طور پر کوشش نہ کی جائے بہرحال اب یہ افسوسناک خبر سننے میں آئی ہے کہ اس بارہ میں گورنمنٹ نے محولہ بالا کانفرنس کی رپورٹ پر غور کر چکنے کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ قانون رواج کا اجرا مقدمہ بازی کے اخراجات کم کرنے کے لئے مناسب ہے۔ ہز آنر لفٹننٹ گورنر پنجاب کی رائے ہے کہ پہلے مختلف قوموں کے مخصوص رواج اور رسم کی تحقیقات کی جائے۔ تاکہ جس رواج کو لوگ پسند کریں۔ اُسکو قانون کی صورت میں لایا جائے۔ تفصیلات پر غور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی جانے والی ہے گو یہ سب کچھ جنگ کے اختتام تک کیلئے ملتوی کر دیا گیا ہے لیکن بقول ہمعصر "صداقت" یہ خبر اگر سچ ہے تو عامہ مسلمین کے لئے جو قانون شریعت پر کسی رواج کو ترجیح نہیں دیسکتے نہایت پریشانی کا باعث ہوگی" کاش مسلمان اب بھی سنبھلیں۔ اور عملاً رواج کو ترک کر کے آئندہ کسی کارروائی کی ضرورت ہی باقی نہ رہنے دیں۔

مذہب اور عقل دو جداگانہ چیزیں نہیں

آجکل لوگ عام طور پر مذہبی مسائل کو اپنی ناقص عقل کے ترازو میں تولنا چاہتے ہیں اور جب انہیں اپنی کم سمجھی یا کوتاہ فہمی کے باعث ان دونوں میں بظاہر ایک تفاوت نظر آتا ہے تو اسے اپنی عقل کا قصور سمجھنے اور کسی زیادہ دانشور آدمی سے اس بارہ میں استصواب کرنے کے بجائے یا تو مذہب سے قطعاً منحرف ہو جاتے ہیں۔ یا یہ قیاس کر کے اپنے دلکو تسلی دے لیتے ہیں کہ مذہب اور عقل دو جداگانہ چیزیں ہیں جنکو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کی کوشش کرنا ٹھیک نہیں۔ ان لغو خیالات کا جواب حال میں ایک نامور ماہر سائنس پروفیسر سلوانس پی تامپسن ڈی۔ ایس۔ سی۔ ایف۔ آر۔ ایس نے کیا خوب دیا ہے کہ "کوئی ہوشمند

مراسلات

مفتی صاحب اور ان کے ہم نواؤں کی صداقت

کا ایک نمونہ

"آنحضرت صلعم نبیوں کا سردار ہے اور اسکے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار"

(تحفہ بنارس مصنفہ مفتی صاحب)

کی ایک عجیب توجیہ

(از مسٹر ڈی ایم ابراہیم صاحب آف کالی کٹ)

کچھ دن ہوئے پیغام صلح میں مفتی محمد صادق صاحب کی دو متضاد عبارات کو پیش کرکے ان کی تطبیق کی ان سے خواہش کی گئی تھی - اسکے جواب میں الفضل مورخہ ۲۷ جون سنہ ۱۹۱۶ء ایڈیٹر الفضل کی طرف سے اور ۱۸ جولائی سنہ ۱۶ء کے پرچہ میں خود مفتی صاحب کی طرف سے چند ایک توجیہات شایع ہوئی ہیں میں چاہتا ہوں کہ ذیل میں ان پر کچھ لکھوں۔ سب سے پہلے میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میں ہی وہ "طالب حق" ہوں جس کی طرف سے پیغام صلح میں محولہ بالا نوٹ ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں شایع ہوا تھا - میں نے یہ سوال سب سے پہلے انجمن ترقی اسلام قادیان کے محرر خط و کتابت کو اسکے الزام کے جواب میں کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب نے اپنے پہلے عقائد کو تبدیل کرکے سلسلہ کو دو ٹکڑے کردیا ہے لکھ کر بھیجا تھا۔ اور ان سے پوچھا تھا کہ مفتی صاحب کا ... میں یہ لکھ دینا کہ آنحضرت صلعم کے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار ہے" موجودہ قادیانی عقائد کے کہاں تک مطابق ہے - اسکے تھوڑے ہی عرصہ بعد میں نے وہی سوال پیغام صلح میں شایع ہونے کے لئے لکھ بھیجا - اور ابھی وہ شایع نہ ہوا تھا - تو اس کی ایک نقل مفتی صاحب کو بھی براہ راست بھیجدی - اب الفضل اور مفتی صاحب نے جو کچھ اس کی توجیہ فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے -

الفضل۔ "دوسرا اختلاف یہ بتایا ہے کہ پہلے لکھا تھا کہ نبی کریم صلعم کے غلاموں میں نبیوں کی قطار ہے - اب لکھتے ہیں کہ صرف ایک شخص نبی ہوا - حالانکہ لوکان موسی وعیسی حیین سے ظاہر ہے - کہ پہلے نبی بھی آنحضرت صلعم کی غلامی سے باہر نہیں - دوم - اب تک صرف ایک نبی آیا ہے مگر آئندہ خدا جانے کتنے نبی ہوں" (الفضل مورخہ ۲۷ جون سنہ ۱۹۱۶ء)

مفتی صاحب۔ "آپ تحفہ بنارس سے میری عبارت نقل کر چکے ہیں کہ "آنحضرت صلعم نبیوں کے سردار ہیں اور ان کے پیچھے نبیوں کی ایک ایک قطار ہے"۔ سو یہ بات بھی کوئی قابل اعتراض نہیں .... میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے احمد کے وجود باجود میں ابراہیم نبی کو دیکھا ہے - سلیمان نبی کو دیکھا ہے - نوح نبی کو دیکھا ہے کیا یہ نبیوں کی قطار نہیں"۔ الفضل کا قیاس، باطل اور مفتی صاحب کی یہ توجیہہ اس دیانت و امانت کا پتہ دیتی ہے جو معاملات دینیہ میں آجکل ان لوگوں نے اختیار کر رکھی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ صداقت و راستبازی سے یہ لوگ کس قدر دور جا پڑے ہیں کہ ذرا ذرا سے دینی معاملہ میں بھی جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کرتے - مفتی صاحب اور الفضل کی یہ توجیہات اس میں شک نہیں کہ انکے ناظرین کی تسلی کا موجب ضرور ہونگی - اس لئے کہ انہوں نے تحقیق سے واسطہ ہٹا کر صرف ست بچن کہہ دینے کو ہی اپنا شعار بنا رکھا ہے - لیکن کاش وہ آنکھیں کھولتے اور خود اس بات پر غور کرتے - کہ کیا لوکان موسیٰ و عیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے کے تمام انبیاء درحقیقت آپ کے غلاموں میں سے تھے - جیسا کہ الفضل نے کہا اور آیا مفتی صاحب کی محولہ بالا عبارت میں "غلاموں" سے مراد پہلے کے نبی ہیں - یا آپ کی امت میں سے - پھر کیا مفتی صاحب کی اصل عبارت مندرجہ تحفہ بنارس کا سیاق و سباق اس مطلب اور توجیہہ کا مؤید ہے جو انہوں نے یا الفضل کے ایڈیٹر نے بیان کیا۔ ... الفضل اور مفتی صاحب کی ان توجیہات کو پیش نظر رکھتا ہوں - اور دوسری طرف اس اصل عبارت کو پڑھتا ہوں جو تحفہ بنارس کے صفحہ پر مندرج ہے - اور اس کا ہرگز وہ مطلب نہیں پاتا جو الفضل اور خود مفتی صاحب نے بیان کیا - چنانچہ وہ اصل عبارت حسب ذیل ہے :-

"وہ (یعنی حضرت عائشہؓ) جانتی تھیں کہ آنحضرت صلعم کا کتنا بڑا مرتبہ ہے - ان کو محسوس ہوتا تھا کہ اس محبوب الٰہی سے فیض پاکر بعض لوگ نبی بن جائینگے حضرت معین الدین چشتی فرماتے ہیں ؎

دمبدم روح القدس اندر معینے میدمد
من نمیگویم مگر من عیسیٔ ثانی شدم

دیکھو وہ بھی عیسیٰ ثانی ہونے کا دعوے کرتے ہیں - پھر حدیث میں آیا ہے - علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہونگے - کوئی عالم موسیٰ کی مانند ہے اور کوئی عیسیٰ کی مانند ہے۔ تم نبوت کے لفظ سے نہ گھبراؤ - اپنے نبی کی شان کو دیکھو خدا نے اسکا بڑا درجہ بنایا ہے - اسکے فیضان سے ایک کیا سینکڑوں عیسیٰ بن سکتے ہیں - تم ان باتوں پر ٹھوکریں نہ کھاؤ - جوانمرد بنو - خدا کے پہلوان کا ساتھ دو - تاکہ اسلام کی فتح ہو - اور تمہارا نام فتحمندوں میں لکھا جائے - یہود کی خصلت اختیار نہ کرو - خشک دلی کو چھوڑ دو - اپنے رب کے آگے گڑگڑاؤ - اور زاری کرو - تم پر رحمت کے دروازے کھولے جائینگے ..... تم اس حدیث کو کیوں بھول گئے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل امت کے علماء تو انبیاء کی طرح ہیں پھر اس امت کے اولیاء اللہ کی کیا شان ہے۔ تم اپنے نبی کی شان کیوں گھٹاتے ہو - جسکے علماء اولیاء اور انبیاء کا سردار کیوں نہیں کہلانے دیتے ..... اس کی آل روحانی کا درجہ تم کیوں گھٹاتے ہو - وہ نبیوں کا سردار ہے - اور اسکے غلاموں میں نبیوں کی ایک قطار ہے - پھر تم کیوں غلام احمد کے پیچھے پڑ گئے اور اس کا انکار کرنے لگے - ؎

برتر گمان و وہم سے احمد کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

(تحفہ بنارس صفحہ ۵۷ و ۵۸)

اس عبارت کو پھر پڑھو اور بار بار پڑھو - اور مفتی صاحب کے ان الفاظ کے ساتھ کہ "اور اس کے غلاموں میں ایک نبیوں کی ایک قطار ہے" اس مصرع کے ساتھ کہ ع

جس کا غلام دیکھو مسیح زمان ہے"

ملا کر دیکھو کہ الفضل کا یہ نتیجہ کہاں تک صحیح ہے کہ یہاں غلاموں سے مراد آنحضرت صلعم سے پہلے کے براہ راست نبی ہیں - مفتی صاحب کے یہ الفاظ تو اس نتیجہ کے متحمل نہیں بلکہ اس کے سراسر برخلاف یہاں تو غلاموں سے مراد آنحضرت صلعم کے بعد آپ کی اپنی امت کے لوگ ہیں - جنکے متعلق مفتی صاحب نے کہا ہے کہ ان میں نبیوں کی ایک قطار ہے"

اس پر اب اور زیادہ کیا لکھا جائے - ایک کم عقل سے کم عقل انسان بھی سمجھ سکتا ہے - کہ الفضل اور مفتی صاحب کے یہ بیانات کس قدر خلاف عقل اور دور از قیاس ہیں - اسی قسم کی ایک مثال ہمارے سامنے مریدین میاں صاحب کا وہ استدلال ہے - جو وہ الوصیت کے اس فقرہ سے کہ بعض افراد نے باوجود امتی ہونے کے نبی ہونے کا خطاب پایا کرتے ہیں - اور بعض افراد سے صرف ایک ہی فرد مراد لیتے ہیں - اس عقل کے مالک جہاں پائے جائیں - اور جہاں ایسی ایسی خلاف دیانت کارروائیاں عمل میں آئیں - وہاں افسوس بھی کرنا لاحاصل ہے - آخر حضرت مسیح موعود مسیح ناصری کے مثیل تھے - یہ مماثلت چاہتی تھی - کہ کچھ اسی قسم کی باتیں یہاں سے بھی ظہور پذیر ہوں - جیسی پہلے مسیح کے پیروں میں ہوئیں - پہلے مسیح کے کلام میں ابن اللہ کے لفظ نے اگر عیسائیوں کو اس کے خدا کا حقیقی بیٹا ہونے کا دھوکا دیا باوجودیکہ حضرت مسیح نے صاف طور پر کہا - کہ تمہارے بڑوں کو بھی کہا گیا ہے - پس جن معنوں میں وہ خدا ہیں انہی معنوں میں میں ابن اللہ ہوں نہ حقیقی نہیں - تو اس مسیح کے کلام میں بھی نبی کا لفظ آجانے سے محمودیوں نے انکا کو حقیقت پر ہی محمول کیا - باوجودیکہ آپ صاف طور پر فرماتے رہے - کہ اس سے پہلے بھی امت میں بعض افراد نے نبی کا خطاب پایا - مگر افسوس کہ ان لوگوں نے اس کا الٹا اور غلط مفہوم ہی لینا ضروری سمجھا اور لیا۔

اب میں الفضل کی ایک دوسری توجیہ کو لیتا ہوں - جو اسنے مفتی صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ کی کی ہے - وہ لکھتا ہے - کہ "اب تک صرف ایک نبی آیا ہے - مگر آئندہ خدا جانے کتنے نبی ہوں" - سمجھ نہیں آتی - کہ جب تیرہ سو برس کے بعد صرف ایک ہی نبی ساری امت محمدیہ میں مبعوث ہوا ہے - اور اس قدر طویل مدت میں کوئی شخص بھی نبوت کے منصب پر مامور نہ کیا گیا تو آئندہ اب وہ کونسی ضرورت باقی رہ جائیگی - وہ کیا مصیبت دنیا میں پیدا ہوگی - کہ اب ایک نہیں دو نہیں - نبیوں کی ایک قطار دنیا میں آئیگی جب ... تیرہ سو برس کسی نبی سے خالی گذر گئے - اور تیرہ سو برس کے بعد صرف ایک شخص کے نبی اللہ ہونے کی ضرورت پیش آئی - تو اب آئندہ نبیوں کی ایک قطار "کی اسپر لگانا کیا قرین قیاس ہوسکتا ہے - پھر میاں صاحب تو اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں یہ تحریر فرماتے ہیں -

"آنحضرت صلعم نے صرف ایک شخص (مسیح موعود) کا نام نبی رکھا ہے - اور ہمارا حق نہیں کہ آپ کے حکم کے سوا کسی کا نام نبی رکھ دیں"۔ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۲۳)

اگر الفضل کے اس بیان کے مطابق جب ابھی "آئندہ خدا جانے کتنے نبی ہوں"۔ تو اس وقت ان کا نام نبی کیونکر رکھا جائیگا - آنحضرت صلعم کا وہ کونسا حکم اس وقت آجائیگا جس کی رو سے ان کو "نبی" کہنے کا ہمیں حق ہوگا - ہاں پھر مسیح موعود کی وہ خصوصیت کہاں باقی رہیگی جس پر آج اس قدر شور و غل برپا ہے - اور جس کے لئے تیرہ سو برس تک کا ملین امت کو آنحضرت صلعم کی کامل اتباع سے الگ بتایا جاتا ہے - اگر کہو کہ انہیں بھی نبی کہنا جایز نہیں - تو پھر الفضل کا یہ بیان کہ "اب تک صرف ایک نبی آیا ہے - مگر آئندہ خدا جانے کتنے نبی ہوں" کیونکر صحیح ہو سکتا ہے - پھر میاں صاحب حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۲۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

"چنانچہ ایک ظاہر فرق مسیح موعود میں اور پہلے مجددین میں یہ دیکھ لو - کہ ان میں سے ایک بھی سب دنیا کی طرف مبعوث نہیں ہوا - پس مسیح موعود کے سوا کوئی گذشتہ ولی آنحضرت صلعم کا مظہر اتم نہیں ہوا - تا اسے نبی کہا جاسکے"۔

میاں صاحب کی اس عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے - کہ کسی کے نبی کہلانے کے لئے یہ ضروری امر ہے - کہ وہ کل دنیا کی طرف مبعوث ہو - اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے - جب وہ آنحضرت صلعم کا مظہر اتم ہو - اب کیا الفضل ہمیں مسیح موعود کے بعد کتنے ہی اور نبیوں کے آنے کی امید دلاتا ہے - یہ بتا سکتا ہے کہ وہ آئندہ آنے والے نبی بھی کل دنیا کی طرف مبعوث ہونگے - اور کیا وہ بھی آنحضرت صلعم کے مظہر اتم ہونگے - کیا الفضل اپنے اس دعوے کے ثبوت میں قرآن کریم اور احادیث سے کوئی دلایل بھی دے سکتا ہے؟

تعجب ہے - کہ میاں صاحب اور ان کے مریدین کے بیانات اس قدر متضاد ہوتے ہیں - کہ ان کا کوئی تعلق ایک دوسرے سے نہیں ہوتا - اپنی ایک غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے وہ غلطی پر غلطی کرتے چلے جاتے ہیں - اور اپنے من گھڑت بیانات اور اختراعات سے سادہ لوح لوگوں کو جان بوجھ کر دھوکا میں ڈال رہے ہیں - جو بھیڑوں کی طرح ان کے پیچھے لگے ہوئے ہیں - اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم کرے - افسوس کہ وہ لوگ جو مسیح موعود کی غلامی میں داخل ہوئے تھے - آج ہم انہیں عیسائیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دیکھتے ہیں - میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں جس پر الفضل کی آئے دن کی تعریفات و مخترعات شاہد عادل ہیں -

ایک خواب

غیر مناسب نہ ہوگا - اگر میں یہاں اپنا ایک خواب بھی درج کردوں جو چند مہینے ہوئے میں نے دیکھا تھا - میں نے دیکھا کہ مجھے ایک خط موصول ہوا ہے - جس پر مفتی محمد صادق صاحب کے ہاتھ سے پتہ لکھا ہوا ہے لیکن جب میں نے اسے کھولا - تو وہ ایک عیسائی مشنری کی طرف سے تھا - میں اس وقت یہ خیال کرکے کہ مفتی صاحب عیسائی ہوگئے ہیں بہت خوفزدہ ہوا - اور اسی حالت میں میری نیند کھل گئی - اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر چلائے - آمین - والسلام

ڈی - ایم ابراہیم از کالی کٹ - مورخہ ۹ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء

دل و دماغ حقائق روحانی سے ناآشنا نہیں ہو سکتا جو صرف روحانی اعمال ہی سے تصور میں لائے جا سکتے ہیں۔ عقل والہام یا سائنس و مذہب میں دشمنی کا خیال بالکل فضول اور لغو ہے۔ جو لوگ خدا کو خلق خدا کا خالق اور مالک مانتے ہیں ۔ اگر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا نے انہیں فہم و ادراک اور مشاہدہ و تجربہ کی ایسی قوتیں دی ہیں جو انہیں خدا سے منحرف کر سکتی ہیں۔ تو وہ گویا خدا کو ایک کمزور اور ناتواں ہستی سمجھتے ہیں۔ زمانہ تاریخ سے پہلے کی بعض تحریریں اگر عقل و تجربہ سے غلط ثابت ہوتی ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ وہ الہامی تحریریں نہیں تھیں" ۔ پروفیسر موصوف کا یہ بیان بالخصوص مسلمانوں کے لئے بہت کچھ سبق آموز ہے۔ تعجب ہے کہ جو لوگ قرآن جیسے خزینہ علم و عمل کے پیرو ہونیکے دعویدار ہیں ان میں سے بعض کوتاہ فہم (اپنے خود تراشیدہ خلاف عقل مسائل کی بنا پر جنہیں قرآن سے کوئی تعلق نہیں) مذہب اور عقل کو دو جداگانہ چیزیں سمجھے ہوئے ہیں۔ اور جب کبھی کسی بھی مسئلہ کو علمی و عقلی طور پر ثابت کیا جائے وہ فوراً سیخ پا ہو کر کہہ اٹھتے ہیں کہ مذہب کو عقل سے کیا واسطہ کیا ایسے لوگ پروفیسر مذکور کے محولہ بالا الفاظ سے ہی کوئی نصیحت حاصل کرینگے ۔

مخالفت کی اصل وجہ

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب لڑنکی کا ایک خط جو انہوں نے مجوزہ اشاعت اسلام کانفرنس کے متعلق اپنے کسی دوست کو لکھا ہے۔ نقل کرنے کے بعد معزز معاصر وکیل کا ریمارک بھی درج کیا تھا۔ اب اسکے متعلق ۲۹ جولائی ۱۹۲۴ء کے وکیل میں لاہور کے شیعہ ہمعصر "کسان" کا مخصوص رسالت نگار "منشی فاضل" توجہ اس اندرونی بغض و عناد کے جو اسے سلسلہ حقہ احمدیہ کیسا تھ ہے ایڈیٹر صاحب وکیل کو یہ نصیحت کرتا ہے کہ

"چونکہ مرزائی اخبار الحصر اس کانفرنس کے قیام کی مخالفت کر چکا ہے۔ اور آپ کے نوٹ سے اس کی کسی قدر تائید معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا سب سے پہلی اشاعت میں اس غلط فہمی کو رفع کرنے کے لئے ان سطور کو جگہ دیں"

گویا "منشی فاضل" کو وکیل کی رائے سے ویسے تو کوئی اختلاف نہیں مگر چونکہ اس سے الحصر کی کسیقدر تائید ہوتی ہے اس لئے وہ اس سے اختلاف کرتا اور اس کی تردید کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ یہ وجہ مخالفت جو شیعی ہمعصر "کسان" کے اس ستون مخالفت نے بیان کی ہے اپنے اندر کسقدر اہمیت رکھتی ہے۔ اگر اشاعت اسلام کانفرنس ایسے ہی فضلائے روزگار کے سہارے پر کھڑی ہونے والی ہے تو اسکے ذریعہ اشاعت اسلام کا جو کچھ کام سر انجام پا سکتا ہے وہ معلوم ۔

سابق فصلی ایڈیٹر کو یہ سرٹیفکیٹ مبارک

۳ اگست کا اخبار "نور" "الفضل کے سٹاف میں تبدیلی" کے عنوان سے رقمطراز ہے کہ:-

"یہی خواہان ملت ہیں یہ فرحت افزا خبر کمال طمانیت اور انبساط کیساتھ سنی جائیگی کہ معزز ہمعصر الفضل کا کام مکرمی منشی غلام نبی صاحب کے سپرد کیا گیا ہے۔ ......

چند ہی پرچوں میں الفضل کی کایا پلٹ گئی ہے ...... اگر پنجابی الفاظ کا استعمال کسی "خود برنج دوست" کو ناگوار نہ گذرے تو میں یہ کہوں گا۔ کہ "الفضل" کا "دلدر" دور ہوا۔ یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ "چاند گہن سے نکل آیا"!

سابق فصلی ایڈیٹر کو یہ سرٹیفکیٹ مبارک ہو۔ دیکھنا چاہئے کہ جب نئے ادر بالفاظ سابق فصلی ایڈیٹر "مبارک" ہاتھ ابھی آئیندہ کیا کچھ گل کھلاتے اور کن معزز خطابات کے مستحق ٹھہرتے ہیں ؎

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

صورت پر فدا ہونیوالے

نور کی اسی اشاعت میں لکھنو کے کسی جلسہ کا حال مندرج ہے جس میں ہمارے محترم مفتی صاحب کے چہرہ کا خصوصیت کیساتھ ذکر کیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ:

"یہاں کوٹ پتلون والے احمدی ایل ایل بی بھی تشریف لاتے اور بڑے بڑے لیکچر دیتے اور لاہور سے خسٹ کلاس میں آئے گر جیسا نورو ثبت وعظ کے مفتی محمد صادق صاحب کے چہرہ پر نمودار ہوتا ہے اسکا کچھ اور ہی عالم ہے۔ صرف صورت ہی کے نور سے عبد الکریم نے بیعت کر لی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہو گیا"!

واہ۔ سبحان اللہ۔ کیا زبردست تعریف ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں مبالغہ کا ایک شائبہ تک نہیں۔ ہم خود کسی گذشتہ اشاعت میں مفتی صاحب کی شکل و صورت کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کر چکے ہیں اور زیادہ وضاحت کے لئے مثنوی مولانا روم کی اس حکایت کو بھی لکھ چکے ہیں۔ جس میں کسی خضر صورت ...... صیاد کے دام میں ایک بھولی بھالی چڑیا کے پھنس جانے کا بیان ہے اب نور کے منقولہ بالا الفاظ کو پڑھکر ہمیں وہی حکایت دوبارہ یاد آ گئی۔ یہ کوئی تعجب خیز امر نہیں اگر مفتی صاحب کے چہرۂ ...... کو دیکھکر کوئی شخص ان پر فدا ہو گیا۔ ایسے بہت سے مفتی صاحب کے فدائی حیدرآباد دکن میں بھی رہے ہیں جنہوں نے کسی وقت "محض صورت ہی کے نور سے" ان کی بیعت کر لی تھی اور آج سلسلہ عالیہ کے کٹر دشمنوں کے ساتھ ملکر اخبارات میں حضرت اقدس کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ - خود الفضل ان کا بڑے فخر کے ساتھ ذکر کر چکا ہے (سراج الدین اور وحید الدین) غالباً وہ مفتی صاحب کی صورت کے نور کے تو اب بھی قائل ہی ہونگے - اور اس لئے ان کی بیعت میں بھی۔ ہاں روحانیت اور احمدیت سے انہیں کوئی واسطہ نہ ہو۔ تو یہ الگ امر ہے۔ خدا ایسے خضر صورت ...... انسانوں سے بچائے ۔

"کوٹ پتلون والے احمدی"

آج کیونکر ان لوگوں کی نظر میں جچ سکتے ہیں جو صرف ظاہری شکلوں اور صورتوں کو ہی دیکھنے کے عادی ہوں اور جو مفتی صاحب جیسے خضر صورت کے "صرف صورت ہی کے نور" پر فریفتہ ہو چکے ہوں خواجہ صاحب نے (بقول) تمہارے نور الدین علیہ الرحمۃ کا زمانہ یاد دلا کر کہا بھی کہ کوئی وقت تھا۔ جب "یہی کوٹ پتلون والے احمدی ایل ایل بی" اپنی طریق تبلیغ کے سبب جسے آج قابل اعتراض ٹھیرایا جاتا ہے۔ تمہاری نظروں میں ایسا اعزاز اور وقار رکھتے تھے۔ کہ شاید تمہارے پیر کو بھی وہ عزت نصیب نہ ہو۔ لیکن پیر پرستی کے مرض نے نور الدین علیہ الرحمۃ کے آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی انہی خواجہ کو ان اسی کوٹ پتلون والے احمدی ایل ایل بی" کو تم نے ناشدنی اعتراضات کا مورد ٹھیرایا اور روحانیت سے نکلکر لوگوں کی ظاہری شکل و صورت پر فریفتہ ہونے لگے۔ یہ سفالی پیر کے بیگن مفتی صاحب اور میاں صاحب ہی کو مبارک ہوں!

"میں ماننے کو تیار ہوں"

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا۔ کہ آجکل میاں صاحب کیطرف سے ایک شخص قاضی عبد اللہ لنڈن میں برائے تبلیغ قیام پذیر ہیں یہ صاحب وہاں کیا کچھ کر رہے ہیں اور کتنے لوگوں کو انہوں نے مسلمان کیا ہے اس پر ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں کچھ تھوڑی سی روشنی ڈالی تھی۔ اور وہ بھی انکی اپنی چٹھی مندرجہ الفضل کی بنا پر کہ دو مسلمان بیرسٹروں سے انکی گفتگو ہونے اور انہیں بہت کچھ سمجھانے کے بعد آخر نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے صاف طور پر کہا کہ ہم تو اگر کسی مذہب کو قبول کرینگے تو دہریہ بنیں گے۔ قاضی صاحب کی کامیابی کی گویا یہ ابتدائی سٹیج تھی۔ الحمد للہ کہ اب وہ ذرا اس سے بڑھکر کسی قدر خوشگوار نتائج بھی پیدا کرنے لگے ہیں۔ اور انکے زیر تبلیغ لوگ اب دہریہ بننے کے بجائے وعدوں پر اتر آئے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی چٹھی مندرجہ الفضل مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۲۴ء میں رقمطراز ہیں:۔

"ایک مسلمان طالب علم بیرسٹر ملاقات کے لئے آیا حضرت اقدس علیہ السلام کے بارہ میں - انکے دعوے۔ عزت اور صداقت پر گفتگو کی وعدہ کیا کہ میں ماننے کو تیار ہوں - خدا تعالیٰ استقامت بخشے"

ہم بھی قاضی صاحب کی اس دعا پر آمین کہتے ہوئے اسقدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ آیا ان سے وعدہ پر ہی استقامت کے آپ مستدعی ہیں یا یہ وعدہ کبھی ایفا ہونے کی بھی امید ہے کہیں مفتی صاحب کیطرح وہی معاملہ نہ ہو۔ کہ جب کسی مارواڑی کو کہا کہ قادیان میں ایک اوتار آیا ہے تو جھٹ اس نے کہدیا ہاں صاحب ہم تو اوتاروں کو مانتے ہیں یہ خدا کے اوتاروں کا کون انکار کرے اچھا سلام" بس وہ بھی مفتی صاحب کی فہرست مبائعین میں شامل ہو گیا۔ کہیں چودھری فتح محمد صاحب کے دس بارہ نو مسلمین بھی اسی قسم کے وعدوں کے مسلمان تو نہیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو بھی استقامت بخشے ورنہ امید کہ چودھری صاحب تلبیس سے کام لینے کے بجائے ان کی فہرست معہ مفصل پتہ فوراً شائع کر دینگے جسکا اس سے پیشتر کبھی دلنے بارہا مطالبہ کیا جا چکا ہے۔

چودھری صاحب کے لیکچر

"دو کنگ مشن اور ہم" کے عنوان سے چودھری فتح محمد صاحب الفضل کے تین نمبروں میں بہت کچھ ہرزہ سرائی کی ہے اور غلط بیانیوں اور دو کنگ کے نو مسلمین پر فتوے بازی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان سب باتوں کا جواب ایک مفصل مضمون میں انشاء اللہ عنقریب دیا جائیگا لیکن یہاں ہمیں چودھری صاحب کی اس نمایاں خصوصیت کا تذکرہ کرنا ہے جسکا ذکر انہوں نے خود اپنے مضمون میں کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:۔

"میں نے انگلستان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک قلیل مدت میں اسقدر لیکچر دئے ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب دونوں کے لیکچروں سے ان کی تعداد بڑھی ہوئی ہے"!

ماشاء اللہ چشم بد دور - بیشک اگر لیکچر اسی کو کہتے ہیں کہ مسجد دو کنگ کے پانچ چار آدمیوں کو ملا کر حاضرین کی تعداد سات آٹھ تک پہنچ جائے تو ہم بھی اس بات کی شہادت دینے کو تیار ہیں کہ چودھری صاحب نے خاص لنڈن میں ہی اسقدر لیکچر دیے کہ انکی نظیر ہمارے پاس تو نہیں آپ کے لیکچروں کی بھی تعریف سن لیجئے۔ جن دنوں ولایت سے واپس تشریف لانے کے بعد یہاں لاہور کی جماعت کے سامنے آپ کا لیکچر ہوا تو بہت سے آدمیوں نے آکر بیان کیا۔ کہ چودھری صاحب کی آواز ماشاء اللہ اتنی اونچی ہے کہ خاصے دو گز تک پہنچتی ہے۔ اور بمشکل سن لیں۔ مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب علم سے اس دن اتفاقاً ملاقات ہوئی ہم نے اس سے پوچھا کہ آپ چودھری صاحب کے لیکچر میں نہیں گئے؟ بولا چودھری صاحب لیکچر دینا کیا جانیں ان سے اچھا لیکچر تو میں دے سکتا ہوں ہم نے تو اسکو کہا کہ وہ تو کبھی لنڈن میں لیکچر دیتے آئے ہیں تم ایسے زبردست لیکچرار کے متعلق ایسا کچھ کہتے ہو۔ مگر بہر حال ہم چودھری صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ مانا کہ آپ بڑے لیکچرار سہی آپ کے لیکچروں کی کثرت بلکہ حاضرین کی کثرت کو بھی بالفرض ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن نتیجہ؟ آخر کس کس نے آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اور کتنے آپکی وعدوں پر ہی اٹکے ہوئے ہیں امید کہ چودھری صاحب اسکا بہت جلد جواب عنایت فرمائینگے

اخبار احمدیہ

ایبٹ آباد میں منگل (یکم اگست) کو عید منائی گئی اس سے ایک دن پہلے قرآن کریم کا درس بخیر و عافیت ختم ہو چکا تھا یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ حضرت امیر کی صحت امسال سارا رمضان اچھی رہی فالحمد للہ علی ذالک۔ ایبٹ آباد کی تازہ آمدہ خبروں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ درس رمضان کا وہاں کے مسلمانوں پر عام طور پر عمدہ اثر ہوا ہے اللہ تعالیٰ سلسلہ کیطرف انکی رہبری فرمائے آمین: عید کی نماز کے بعد بہت سے مہمان اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ ایک مخلص نوجوان راجہ ... نام جو بہاولپور کالج سے ایبٹ آباد درس رمضان میں شمولیت کے لئے

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۱۴۔ جولائی ۱۹۱۶ء)

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ ایل ایل بی ایدہ اللہ بنصرہ

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل ...... الیٰ .... واللہ یحب المحسنین۔

ترجمہ (محمد کیا ہے مگر ایک رسول) یہ الفاظ اس پاک کلام کے اندر آئے ہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

قرآن کے اندر ان الفاظ کی موجودگی اس کے منزل من اللہ ہونے پر شاہد ہے کوئی شخص اپنے متعلق اس قسم کے الفاظ کبھی استعمال کر نہیں سکتا کہ وہ اپنے لفظوں سے تنبیہ کے نیچے آئے۔ وہ قرآن جس کے اندر نہ صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول۔ جس میں آپ کے صحابہؓ کی بڑی بڑی تعریفیں ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ وہیں ایسے الفاظ بھی ہوں۔ آنحضرت صلعم کا ذکر موجود ہے یہ صاف ثابت کرتا ہے کہ یہ کلام آنحضرت صلعم کا اپنا نہیں۔

شان نزول وہ واقعات جن میں یہ آیت نازل ہوئی ہے جنگ احد کے متعلق ہیں۔ اس جنگ میں مسلمان کفار کے مقابلہ میں باوجود ایک چوتھائی سے بھی کم ہونے کے ابتدا میں کامیاب ہوئے اور دشمن میدان جنگ سے بھاگ گیا۔ مسلمان تعاقب میں مصروف ہوئے۔ مگر ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے دشمن کو پھر حملہ کا موقعہ مل گیا۔ اسوقت مسلمانوں کی جمعیت قائم نہ ہوئی۔ اور رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھوڑے آدمی رہ گئے باقی منتشر ہو گئے۔ اس حالت میں آنحضرت صلعم اپنے ساتھیوں کو اپنی طرف بلانے لگے اور عین میدان جنگ میں جب دشمن زور پر تھا۔ آپ کی زبان پر یہ الفاظ تھے کہ الیّ عباد اللہ انا رسول اللہ۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ جب کفار نے یہ آواز سنی۔ یکبارگی آپ پر حملہ کا زور ڈالدیا۔ یہانتک کہ آپ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر پڑے۔ مگر اسی آواز کیساتھ صحابہؓ بھی آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور جو کچھ تیروں کی بوچھاڑ ہوتی تھی وہ صحابہؓ پر ہوتی تھی۔ چونکہ وہ دیوار کی طرح آپ کے گرد ہو گئے تھے۔ اسلئے باوجود مسلمانوں کی جمعیت کو دیکھکر کفار نے میدان جنگ کا تعاقب چھوڑنا غنیمت سمجھا۔ اس حالت جنگ میں نبی کریم صلعم کے سر پر بھی زخم لگا منہ پر بھی زخم لگے۔ اسوقت یہ افواہ اڑی کہ محمد رسول اللہ صلعم فوت ہو گئے۔ غور کا مقام ہے جب ایک جرنیل قوم کا مارا جائے تو فوج لڑ نہیں سکتی۔

آنحضرت صلعم کی حیثیت آپ اگر بڑے جرنیل بھی ہوتے تو ضرور اس وقت قوم کے قدم اکھڑ گئے ہوتے۔ پھر بادشاہ مارا جائے تو فوج کے قدم جمنا محال امر ہوتا ہے مگر صحابہؓ جس بات کی خاطر لڑتے تھے وہ کچھ اور بات تھی۔ باوجودیکہ آپ صرف جرنیل ہی نہیں تھے۔ بادشاہ ہی نہیں تھے بلکہ سب کے محبوب ترین تھے ......

صحابہؓ کا نمونہ لیکن صحابہؓ نے اسوقت جو نمونہ دکھایا ہے وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا نمونہ ہے۔ ان صحابیوں میں سے ایک صحابی نے کہا کہ اے مومنو اگر محمد رسول اللہ صلعم قتل بھی ہو گئے تو تم کو خدا کے لئے جنگ کرنا ہے۔ سو وہ زندہ ہے اور لڑو تم اس بات کے لئے جس بات کے لئے آنحضرت صلعم لڑتے تھے مگر بعض کمزور بھی ہوتے ہیں۔ انہی کی تنبیہ کے لئے فرمایا۔ قد خلت من قبلہ الرسل۔

توحید الٰہی کا اعلیٰ مقام سبحان اللہ کیا ہی پاک تعلیم ہے اس آیت کے اندر مومن کو اس توحید کا مقام سکھایا ہے جس پر ابوبکرؓ نے آپ کی وفات کے بعد کھڑے ہو کر ندا کی۔ یہی فرمایا افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم۔ کیا اگر پیغمبر صلعم وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم شرک کی طرف لوٹ جاؤ گے کیا اس وجہ سے توحید کا عقیدہ چھوڑ دو گے گویا آپ نے اس میں توحید کا اعلیٰ مقام بتایا ہے۔

آنحضرت صلعم کی محبت صحابہؓ کے دلوں میں صحابہؓ کے دلوں میں آنحضرت صلعم کی محبت کس کمال درجہ کی تھی۔ اسی کا نقشہ اس حدیث میں کھینچا ہے لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ تم میں سے کوئی مومن ہی نہیں جبتک کہ میں اسکے نزدیک سب دنیا سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم واقعی آنحضرت صلعم سے ایسی ہی محبت رکھتے تھے۔ کہ دنیا کی ساری محبتیں اس محبت کے سامنے ہیچ تھیں۔ اس لئے کہ سب سے بڑا صدمہ صحابہؓ کو جو ہو سکتا تھا۔ وہ آپ کی وفات تھی۔ چنانچہ جب آپ فوت ہوئے تو حسان بن ثابت نے یہ شعر کہا کہ

من شاء بعدک فلیمت فعلیک کنت احاذر

تیرے بعد جو مرے سو مرے مجھے تو تیری وفات کا خوف تھا

کمال توحید کیونکر حاصل ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا کی توحید کے سامنے محمد رسول اللہ صلعم کی وفات بھی تمہارے لئے کسی ایسے صدمہ کا موجب نہیں ہو سکتی کہ اسکی وجہ سے تم توحید الٰہی کو چھوڑ کر پھر شرک میں چلے جاؤ۔ اور کمال توحید یہی ہے کہ بڑی سے بڑی مصیبت کے سامنے بھی انسان کا قدم خدا کی راہ میں پیچھے نہ ہٹے۔ بلکہ آگے ہی آگے بڑھتے اور اس میں ایک مومن کے لئے یہی سبق ہے۔ کہ عقائد حقہ کے مقابل میں ہر قسم کے دکھ اور تکلیفیں اٹھانے کے لئے تیار رہے۔

نصیحت اور سبق پس میں تمکو بھی یہی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ اس مقام پر کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔ اگر ہمارا کوئی عقیدہ کچی ہے۔ تو دنیا میں کوئی صدمہ بھی اس عقیدہ سے پھیر نہیں سکتا۔ اور اگر عقیدہ اس قسم کا ہے کہ وہ لوگوں کے دیکھا دیکھی اختیار کیا گیا ہے تو ضرور کسی صدمہ کے وقت تمہارے قدم اکھڑ جاوینگے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات تم میں نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ سلسلہ احمدیہ کے موجودہ اختلاف نے اس سلسلہ کو سخت صدمہ پہنچایا ہے۔ یاد رکھو! کہ اس سلسلہ کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ صدمہ اسکے بالمقابل کچھ نہیں جو کہ آنحضرت صلعم کی وفات سے صحابہؓ کو پہنچا تھا اگر تم نے یقین کامل کے ساتھ ایک عقیدہ کو حق سمجھا تھا تو پھر کون سی چیز ہے جو تمکو واپس پھیر سکتی ہے

ہماری زندگیوں کی اصل غرض موجودہ اختلافات سے رک نہیں سکتی غور کرو کہ حضرت صاحب نے تمکو جس کام پر لگایا۔ اسکو تم دنیا کے تمام کاموں سے بہتر پاؤ گے۔ دعوت الی الاسلام کو انہوں نے ہماری زندگیوں کی اصل غرض قرار دیا۔ تو کیا آج کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید دعوت الی الاسلام کا کام اچھا کام ہے یا نہیں۔ پھر اب کونسی چیز ہے جو تمکو اپنی ایڑیوں پر واپس پھیر دے وہ کام جس پر حضرت صاحب نے ہمکو لگایا ہے وہ اشاعت اسلام کا کام ہے کیا اس اختلاف سے اشاعت کا کام موقوف ہو گیا۔ جو شخص اپنی جان اور مال اور علم کیساتھ اس کام میں اپنی پوری طاقت سے لگا ہوا ہے وہ اپنا کام کر ہی رہا ہے ہاں اس شخص کا کام اتنا نظر نہیں آتا جو کچھ کرنا ہی نہیں چاہتا۔

کامیابی کوشش پر منحصر ہے تمہارا کام خدمت کرتے جانا اور نتیجہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ تم اشاعت اسلام میں لگے رہو تو تمہاری کامیابی کی ذمہ داری خود خدا نے لی ہے۔ حق دنیا میں مٹ نہیں سکتا ہاں جب حق کے پھیلانیوالے سست ہو جاتے ہیں۔ تو وہ نتائج بھی بہتر نہیں ہوتے۔ مگر یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ اگر ایک جماعت حق کے پھیلانے سے انکار کرے تو دوسری جماعت کھڑی کر دیتا ہے۔ اسلام کے اصول تو ہمیشہ منصور رہیں گے۔ کیونکہ یہ سچے اصول ہیں۔ اسلئے قرآن کریم کے شروع میں ان اصولوں کو بیان کر کے انکی کامیابی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ ان پر عمل پیرا ہونے والے ضروری ہیں۔ پس جو کام تمہارے ذمہ ڈالا ہے تم اسکے لئے کوشش میں لگے رہو۔ اور ہر صدمہ کے وقت اپنے قدم کو پیچھے نہ ہٹاؤ بلکہ آگے بڑھاؤ۔ اگر کوشش کوئی نہیں تو نتیجہ کی امید رکھنا خبط ہے جو شخص کوشش کرتا ہے۔ وہ کامیاب ہو جاتا ہے اور خدا کا یہ کام نہ رکے گا اور اگر تم نہ کرو گے تو دوسری قوم کو تمہارے بدلے کھڑا کر دیگا اور وہ اپنا کام لیگا ......

کوشش سب کچھ بنا دیتی ہے تم دیکھتے ہو دنیا کا مشکل سے مشکل کام عزم انسانی سے پورا ہوتا ہے حتیٰ کہ تین خداؤں کا منوانا حالانکہ مشاہدہ کے خلاف عقل کے خلاف بات ہے۔ کوئی دلیل نہیں مگر وہ لوگ مال خرچ کرتے ہیں کوشش کرتے ہیں اپنا عقیدہ منوا کے ہی چھوڑتے ہیں۔ باوجودیکہ خدا نے اس عقیدہ کی نسبت فرمایا ہے تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدا ان دعوا للرحمٰن ولدا۔ مگر پھر بھی ایک قوم اسکے منوانے کے لئے کوشش کرتی ہے تو اسکا قدم کبھی آگے بڑھتا ہے کوئی چیز دنیا میں ایسی نہیں جسکے لئے کوشش کیجائے اور وہ نہ ہو جائے۔ اگر کوئی قصور ہے تو اپنے نفسوں کا ہے۔

اسلام کے بالمقابل سب تکالیف ہیچ ہیں! اگر تم اسلام کے لئے درد اور تڑپ رکھتے ہو تو اسکے مقابل دوسری اغراض کو کچھ نہ سمجھو۔ جس چیز کیلئے انسان درد اور تڑپ رکھتا ہے اسکے بالمقابل تکالیف ہیچ لگتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کا بچہ بیمار ہو جائے اور تین میل کے فاصلہ پر دوائی ملتی ہے اور رات کا وقت ہے۔ تو کل مشکلات برداشت کریگا۔ ایک ماں جسکا بچہ بیمار ہو جائے تو ساری ساری رات بے چین رہتی ہے نیند خراب کرتی ہے کوئی تکلیف محسوس نہیں کرتی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا میں تمہاری جماعت بڑھ جائے تو ایک ہی طریق ہے۔ وہ یہ کہ تم پوری کوشش سے اس کام میں لگ جاؤ۔ اور پورا پورا زور لگاؤ

فلاح پانیوالے کون ہیں یہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ تم مرزا صاحب کو مسیح موعود مان لینے سے اندر یا ذہنی طور پر روحانی یا جسمانی تعلق رکھنے سے فلاح پانیوالوں میں داخل ہو جاؤ۔ یا خدا کا کام رک جائے۔ یہ خدا کا وعدہ ہے لیظھرہ علی الدین کلہ جو قوم دین اسلام کیلئے کام کریگی اسکو مدد دیگا۔ پس اصل منشاء اس آیت کا یہی ہے کہ بڑے سے بڑا صدمہ سخت سے سخت تکلیف انسان کو اپنے عقیدہ میں متزلزل نہ کرے ہاں بیشک عقیدہ سوچ سمجھکر اختیار کیا جائے۔ لیکن جب ایک بات یعنی طور پر حق ہے پھر اس کے دنیا میں پھیلانے میں کمزوری دکھانا موحد کا کام نہیں ہے

اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ماکان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتٰباً مؤجلا۔ یہاں نفس کے لفظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نفس قدسی نے بہتوں میں پاکیزگی کی روح پھونکنی ہے اسلئے اسکا وقت ابھی نہیں آیا۔

دین اور دنیا کا تقابل پھر فرماتا ہے ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا ومن یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منھا اگر کوئی شخص دنیا کا بدلہ چاہتا ہے تو خدا اسکو بھی دیتا ہے اور اگر کوئی شخص آخرت چاہے تو خدا اسکو بھی دیتا ہے ایک جگہ خدا فرماتا ہے اگر ہم چاہتے تو ساری کی ساری دنیا کافروں کو دیدیتے .... مگر خدا نے یہ بتایا ہے کہ جسقدر تم دنیا کیلئے محنت اور سعی کرتے ہو تو وہ بھی ملجاتی ہے۔ جب دنیا کے لئے خدا تمہاری محنت کو ضائع نہیں کرتا تو آخرت کیلئے تمہاری کوشش کو کیوں ضائع کریگا بلکہ نیکی کا بدلہ تو وہ دس گنا دیتا ہے اسیطرح جو اس کی راہ میں کوشش کرے اسکی کوشش امید سے بہت بڑھکر بار آور ہوتی ہے

آنحضرت صلعم کا جنگ کرنا خلاف سنت اللہ نہیں پھر فرمایا وکاین من نبی قتل معہ ربیون کثیر۔ نبیوں کو دنیا میں جنگیں بھی کرنی پڑی ہیں چنانچہ اس پر دنیا کی تاریخ شاہد ہے اس لئے آنحضرت کا جنگ کرنا بلکہ جنگ کے لئے مجبور کیا جانا خلاف سنت اللہ نہیں ہے

جنگ سے مومن کی ہمت بڑھتی ہے پھر فرمایا فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللہ وما ضعفوا وما استکانوا۔ یعنی یہ لوگ جو نبی کے ساتھ ہو کر اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں جب ان کو مصیبتیں پہنچتی ہیں تو نہ ان کے سبب وہ ہمت ہارتے ہیں اور نہ کمزور ہوتے ہیں اور نہ عاجزی کا اظہار کرتے ہیں گویا اس راہ میں مصیبتوں کا آنا ضروری ہے لیکن وہ مصیبتیں تباہ کرنے کے لئے نہیں آتیں بلکہ مومن کی ہمت بڑھانے کو آتی ہیں۔ کیونکہ جسقدر زیادہ مشکلات ہونگی اسی قدر مومن کی ہمت بھی بڑھیگی پس اپنی طرف سے پست ہمت ہو جاؤ اپنا پورا زور لگاؤ اور اسی پر ثابت قدمی کی دعا کرتے رہو۔ فاٰتٰھم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الاخرۃ واللہ یحب المحسنین۔ ایسے لوگوں کو ثواب دنیا ملنے کے علاوہ آخرت کا ثواب بھی عطا ہوتا ہے۔

بزرگان سلف اور ہم ان بزرگوں کے حالات دیکھنے چاہئیں ...

وہ عیسائی مشن سکول سے بچتا ہے۔ کیونکہ اسلام کی ایسی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو رہی ہے۔ کہ وہ ڈر رہا ہے۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس کے بھولے پن پر تعلیم سے اس مذہب کا کچھ اثر پڑ جائے۔ جس کو وہ نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ وہ عیسائیت سے اس لئے بیزار نہیں ہوتا کہ یہ مسیح کا مذہب ہے۔ کیونکہ مسیح کی تو اسے سچے دل سے عظمت کرنا سکھایا جاتا ہے۔ بلکہ اس کی حقارت اور تنفر کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ پچھلے لوگوں نے مسیح کی سادہ تعلیم پر کیسے کیسے زوائد بڑھا کر اس کو اصلیت سے پھیر دیا۔ اس کو یہ بھی افسوس ہوتا ہے کہ کوئی اسلامی مدرسہ اس کے قریب نہیں۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ تعلیم سے بے بہرہ رہنے کی وجہ سے اس کے بچے ان عیسائی بچوں سے دنیا کی دوڑ اور ترقی میں پیچھے رہ جائیں گے جن کو تعلیمی فوائد سے فائدہ اٹھانے کا بہت بڑا موقع حاصل ہے۔

مگر اس کی اس کمی کو جو کتابی تعلیم میں اس کے لاحق حال رہتی ہے اس کی راست بازی اور دیانتداری پورا کر دیتی ہے۔ کیونکہ خود یوروپین عیسائی تاجر ہزاروں روپے کا مال بغیر ضمانت کے ایک افریقی مسلمان کو دے دیں گے۔ مگر کسی دیسی عیسائی کو ضمانت لئے بغیر وہ ایک کوڑی کا مال بھی نہیں دیتے خواہ وہ کتنا ہی مشہور ہو۔ افریقی مسلمان کا قول و قرار ایسا پختہ ہے۔ کہ خود عیسائی بھی اس پر پورا اعتبار کر لیتے ہیں۔ مگر افریقی عیسائی کے اعتبار کا نہ ہونا ایک ضرب المثل ہے۔ سطحی نظر سے دیکھنے والا اس پر تعجب کریگا۔ مگر اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ خود عیسائیوں کو اس بات پر کس قدر کم اعتبار ہے۔ کہ ان کا مذہب دیانتداری اور راست بازی کی صفات کو نشوونما دے سکتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ یوروپین لوگوں کا یہ طرز معاملہ افریقی عیسائیوں کے ساتھ منصفانہ نہیں۔ میں خود ایسے افریقی عیسائیوں کو ملا ہوں۔ اور ان کے ساتھ معاملہ کیا ہے۔ جو نہایت دیانتدار تھے۔ اور مجھے فخر ہے۔ کہ میں ان کو اپنے دوستوں میں سے شمار کرتا ہوں۔ اس کے برخلاف میں ایسے مسلمانوں سے بھی ملا ہوں جن کی وجہ سے مجھے بہت شرمندہ ہونا پڑا ہے۔ کیونکہ ان کا چال چلن دیانتدارانہ نہ تھا۔ انسان آخر انسان ہے۔ اور اچھے اور برے آدمی سب مذاہب میں ملتے رہیں گے۔

وہ افریقی عیسائی جن کی حالت اچھی نہیں۔ وہ درحقیقت کسی ایسے یوروپین عیسائی کے زیر اثر رہے ہیں جس کا اپنا چلن اچھا نہیں اور افریقی چونکہ قدرتاً جلدی اثر قبول کرتا ہے۔ وہ ایک یوروپین کو اپنے سے بہت بڑا سمجھ کر اس کے بد حالات سے بھی جلدی متاثر ہو جاتا ہے۔

اسلام ایک صلح کا مذہب ہے۔ یہ ہمیشہ اپنے آپ کو صلح کے طریق سے ہی آگے بڑھاتا رہا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں کوئی صحیح اعداد نہیں مگر اندازہ کیا جاتا ہے۔ کہ افریقہ میں کوئی قریباً بیس ملین یا دو کروڑ مسلمان ہیں۔ اور یہ تعداد سال بسال بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ عیسائی مشنری اس بات کا اعتراف کرتا ہے۔ کہ وہ اسلام کی قبولیت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ بہت سے ایسے افریقی عیسائی تو ہیں۔ جنہوں نے عیسائیت کو چھوڑ کر اسلام قبول کیا ہے۔ مگر جو افریقی مسلمان ہو گئے ہیں۔ ان میں سے کوئی عیسائیت کی طرف نہیں گیا۔ تخم ڈال دیا گیا ہے۔ اور لاکھوں افریقہ کے احاطوں سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔

اطلاع ضروری

بعض اصحاب ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کے کوپن میں نہ اپنا نام تحریر فرماتے ہیں۔ اور نہ یہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ رقم کس مد میں جمع کی جائے۔ اس سے عموماً حساب میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ۔ رقم جو بھیجی جاوے اور اس کی پوری تفصیل تحریر فرمایا کریں۔

ایک صاحب نے لعہ بدین تفصیل ارسال فرمائے ہیں۔

چندہ بابت ماہ مئی ۱ جون ۱ جولائی ۱ اگست ۱ صدقہ عید الفطر ۱ صدقہ دیگر ۱ میزان لعہ ساتھ ہی تاکید کی ہے۔ کہ رقم اخبار میں شائع کرا دیں۔ مگر اپنا نام تحریر نہیں فرمایا مہربانی کر کے اپنا نام اور پورا پتہ تحریر فرما دیں۔ تاکہ رقم ان کے حساب میں جمع کی جاوے۔

خاکسار
فقیر اللہ احمدی عفی عنہ
اسسٹنٹ محاسب

صدقہ رمضان کی فہرست جو گذشتہ اشاعت میں طبع

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۴ - یکشنبہ ۸ - اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۱۳

جماعت محمودیہ کی روحانی موت

گذشتہ اشاعت میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی تازہ تصنیف بنام "القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد" کے متعلق ان غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کو آشکارا کیا گیا تھا۔ جو اندر ہی اندر میاں صاحب کے مریدین میں پھیلائی جا رہی ہیں۔ اور اس طرح سے جماعت کے سادہ لوح اصحاب کو اس نادر تصنیف کے مطالعہ سے محروم رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ افسوس ہے کہ میاں صاحب نے جماعت کو کچھ اس قسم کے خطرناک مغالطہ میں ڈال رکھا ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر تعصب اور بیجا تقلید کی ایسی پٹی باندھ رکھی ہے۔ کہ جو انکو حق امر کو دیکھنے سے پہلے ہی ناحق بات کا شکار بنا دیتی ہے۔ کس صفائی اور تشریح کے ساتھ حضرت مولینا موصوف نے تقریباً ڈیڑھ سو صفحہ کی کتاب میں میاں صاحب کے عقائد کی بطالت کو ثابت کیا ہے اور نہایت زبردست دلائل کے ساتھ اسمہ احمد۔ نبوت مسیح موعود اور کفر و اسلام جیسے معرکۃ الآرا مسائل میں انہوں نے میاں صاحب کو غلو اور گمراہی پر ثابت کیا ہے۔ یہانتک کہ انہوں نے ایسے شخص کو جو حضرت اقدس مسیح موعود کیطرف نبوت کاملہ کا ادعا منسوب کرتا ہے۔ کھلے طور پر میدان مباہلہ میں نکلنے کے لئے للکارا اور پکار پکار کر کہا ہے۔ کہ

"اگر کسی احمدی میں جرأت ہے۔ تو وہ بذریعہ اشتہار تحدی کرے۔ کہ میں حضرت مرزا صاحب کو نبی کامل اعتقاد کرتا ہوں۔ اور حلفیہ شہادت دیتا ہوں۔ کہ آپ نبی کامل تھے۔ ظلی نبی نہیں تھے۔ نہ جزوی تھے۔ اگر اس اعتقاد میں جھوٹا ہوں۔ تو ہلاک ہو جاؤں۔ صرف اخباروں کے ذریعہ سے خلاف اصول اسلام کے کچھ نہ کچھ لکھے جانا پرِ پشہ کے برابر بھی نہیں اور میری موت اس مقابلہ کے ماتحت نہیں ہونے گی۔ کیونکہ میں اسی سال سے متجاوز ہو گیا ہوں۔ میں اپنی موت کو ایک نعمت غیر مترقبہ اعتقاد کرتا ہوں اور سورۂ تبارک الذی کی آیت میں داخل ہوں کسی اور کو ڈھونڈھ لیا جائے۔ اگر اشتہار نبی کامل کا حلف معینہ نہ دو۔ تو یہ غلو ترک کرو۔"

پھر کیا میاں صاحب میں یہ جرأت ہے۔ کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں۔ اور اگر وہ اپنے عقائد کو سچ یقین کرتے ہیں تو ہمت کر کے میدان میں آئیں۔ جس سے سچے اور جھوٹے میں ایک کھلا امتیاز قائم ہو جائے۔ وہ تو خود اس سے پیشتر مباہلوں کے شائق تھے۔ اور ذرا ذرا سی بات پر مباہلہ کے لئے تیار ہو جایا کرتے تھے۔ اگرچہ صرف سادہ لوح لوگوں کو پھنسانے کے لئے تھا۔ ورنہ ان لوگوں کے بالمقابل جنہوں نے میاں صاحب کے مقابلہ میں نکلنا چاہا۔ بلکہ خود ان کو چیلنج دیئے میاں صاحب کو آج تک میدان میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ مگر اب ان کو کیا ہو گیا۔ ان کی وہ سچی امیدیں کہاں گئیں۔ ہاں وہ خدا کا رد در رد کھڑے ہو کر ان کو کہنا کہ مسیح موعود نبی اللّٰہ تھے۔ اب کہاں گیا۔ کیا اب خدا کے کہنے پر بھی ایمان نہیں رہا۔ یا مولینا موصوف کے دلائل نے اس باطل کی زہریلی کچلیوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو کیوں علانیہ کھڑے ہو کر حق بات کا اقرار نہیں کرتے اور باطل سے تائب ہو کر ایک حصہ جماعت کو غلو اور گمراہی سے باہر نہیں نکالتے۔ کیا اب مولانا موصوف کی ان زبردست دلائل کے بعد بھی کوئی کسر باقی رہ گئی ہے اور خوب کھول کھول کر اتمام حجت ہم پر نہیں ہو چکی۔ آخر کیوں وہ لوگ جو ہر بات میں میاں صاحب کو اپنا مفترض الطاعۃ امام کہا کرتے تھے۔ اور انہیں بالکل معصوم من الخطا سمجھتے تھے اس موقعہ پر منہ میں گھنگنیاں ڈال کر بیٹھ گئے ہیں اور ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں اور چوں تک نہیں کرتے۔ دیکھو اندر ہی اندر ایک غلط خیال کو پھیلاتے رہنا اور جان بوجھ کر جماعت کو حق سے دور رکھنا کسی صورت میں بھی جائز نہیں اگر تمہیں یہ یقین ہے کہ یہ کتاب حضرت مولینا موصوف کی لکھی ہوئی نہیں۔ اگر تم اس بات پر سچے طور پر پہنچ چکے ہو کہ یہ زبردست اور نادر تصنیف ان باطل شکن ہاتھوں کی تحریر نہیں۔ جنہوں نے مسیح موعود کی تائید میں بڑے بڑے مخالف کی ایسی ہی زبردست دلائل سے تردید کی اگر تمہیں اس بات پر ایمان ہے کہ یہ لاجواب دلائل اس حسن الناس اور فرشتہ انسان کے پیش کردہ نہیں جو مسیح موعود کی تائید و نصرت میں اس قسم کی زبردست دلائل سے پہلے بھی اس باطل کا سر کچلتا رہا ہے۔ اور تم یقین کر چکے ہو۔ کہ اسے ان کے صاحبزادہ سید محمد یعقوب سے لکھوا لیا گیا ہے۔ ہاں اگر تمہارے پاس اس بات پر شک کرنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی اور تم میں یہ جرأت پیدا ہو گئی ہے کہ اس پاک انسان کو جو فرشتہ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ اب اس آخری عمر میں اس قرب وصال میں۔ اس حالت نومیدی میں روپیہ پیسہ کا لالچ۔ دنیاداری کا ڈھنگ۔ ملمع سازی کا خیال دامنگیر ہو چکا ہے۔ حالانکہ اپنی اس عمر میں جبکہ ابھی اسکے کھانے کمانے کے دن تھے۔ جبکہ وہ ابھی عمر کے اس حصہ میں تھا۔ کہ موت میں ایک لمبی میعاد باقی تھی اس نے مسیح موعود کی خاطر حق لینے کے لئے اور اس پاک راہ سے ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے جو روپیہ پیسہ کی طلب کی وجہ سے پیدا ہو سکتی تھیں۔ ایک کثیر المنفعت ملازمت کو جواب دیدیا۔ جس کی کہ خود اللّٰہ تعالیٰ نے شہادت دی کہ ؎

از پئے آں محمد احسن را
تارک روزگار مے بینم

آج اگر اسی کو تم ان قبیحات کا مرتکب یقین کرتے ہو تو نکلو میدان میں آؤ۔ علانیہ اس بات کی شہادت دو۔ اور اندر ہی اندر ان مغالطہ اندازیوں اور بہتان بندیوں کو پھیلانے کے بجائے کھلکر حلفیہ اسکی گواہی دو۔ ورنہ تمہارے اندر ہی اندر ان باتوں کو پھیلاتے رہنا پرِ پشہ کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتا اور جب تک کھلے طور پر یا تو ان دلائل کی تردید نہ کی جائے جو اس کتاب میں حضرت مولینا موصوف نے تمہارے باطل عقائد کے خلاف دیئے ہیں اور یا مذکورہ بالا بہتان بندیوں کو ثابت نہ کیا جائے ہر ایک دانا اور سمجھدار انسان یہ یقین کر لینے کا حق رکھتا ہے۔ اور میاں صاحب کا موجودہ رویہ اس یقین کا ممد و معاون ہے کہ ان کے پاس حضرت مولینا موصوف کے پیشکردہ دلائل کا کوئی جواب نہیں۔ اور اس کتاب نے ان کے باطل عقائد پر کچھ ایسی بجلی گرا دی ہے۔ کہ اب ان لوگوں پر گویا روحانی موت وارد ہو گئی ہے۔ فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

اشاعت و حفاظت اسلام

ہمعصر وکیل کے ایک نامہ نگار نے ضلع بہرائچ واقعہ ... کے ایک گاؤں بنگا دیپاگ پور کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہاں ایک ہزار کے قریب ایسے لوگ آباد ہیں۔ جو نام کے مسلمان ہیں۔ اپنے کو مسلمان (مبانٹ) قوم کا بتلاتے ہیں۔ مگر دراصل وہ مسلمان نہیں ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ نماز سے واسطہ نہیں۔ یہ مرض ہندوستان اور پنجاب میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ اور بڑے بڑے مشہور مسلمانوں کے گھروں میں یہی دستور العمل رائج ہے۔ اپنا فتنہ کراتے ہیں۔ مگر سر پر چوٹی بھی رکھتے ہیں۔ بجائے اللّٰہ اللّٰہ کے رام رام سیتا رام کہتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا چھوا ہوا حرام مطلق سمجھتے ہیں۔ چند اشخاص کا خیال اسلام کی پابندی اور پیروی کرنے کا ہے۔ مگر برادری کے دباؤ کی وجہ سے رکے ہوئے ہیں۔ اور اب تک کوئی ناصح نہیں ملا۔"

بالعموم ہندوستان کے اکثر علاقوں میں اس قسم کی اکثر اقوام پائی جاتی ہیں۔ اور یہ نام کے مسلمان ہندوستان کے طول و عرض میں کثرت سے پھیلے ہوئے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں ہماری جماعت کا بالخصوص یہ فرض نہیں۔ کہ ان کو اس قعر جہالت سے نکال کر حقیقی اور سچے مسلمان بنائیں۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام اپنی مقدس اغراض کو مدنظر رکھکر حسب معمول اس طرف ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دین آمده از مادریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفان ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہر نبوت را برو شد اختتام
تر و شد سیراب سیرابے کہ ہست
آن نہ از خود از ہمان جا آمد بود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
وز ملائک وز خبر ہائے معاد
آن ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او بحق اندر راست
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازان روشن کتاب

وصل دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
منکر آن مستحق لعنت است
منکر آن مورد لعن خداست
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۶ ششماہی عہ سہ ماہی عہ
ماہوار ۹ طلباء سے سالانہ للعہ

ہفتہ میں تین بار یک شنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ مورخہ ۸ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری القدس مطابق ۸ اگست سنہ ۱۹۱۶ عیسوی | نمبر ۱۳

افریقہ میں اسلام

از دوسی محمد صاحب

اسلام کی اس حیرت انگیز ترقی کا راز جس نے وہاں کے عیسائیوں میں کچھ عرصہ ہوا ایک کھلبلی سی پیدا کر دی تھی۔ اور جس کا آخری نتیجہ مشہور و معروف کیکیو کی کانفرنس تھی۔ اس دین کی سادگی میں اور فطرت انسانی کے ساتھ مناسبت میں ہے۔ کیونکہ انسان کی فطرت اسے فوراً قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاتی ہے۔

ان لوگوں کا جو یہ سمجھے ہوئے ہیں۔ کہ جو کچھ اُن کے مونھ سے نکل جائے۔ وہ ان مٹ ہے۔ یہ فتویٰ ہے۔ کہ اسلام ایک ناقابل ترقی مذہب ہے۔ جو صرف ادنیٰ حالت کے انسانوں کے لئے موزون ہے۔ پس یہ لوگ افریقہ میں اسلام کی ترقی کی یہی وجہ گردانتے ہیں۔ لیکن حق یہ ہے۔ کہ یہ محض ایک ڈھکوسلا ہے جو دل کی تسلی دینے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور اصل راز اسلام کی کامیابی کا یہ ہے۔ کہ اس کی تعلیم کو انسان آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں جو کچھ لاینحل عقدے اور معمے ہیں۔ ان سے یہ بکلی پاک ہے۔ اسلامی واعظ کا طریق نہایت سادہ ہے۔ وہ ان سارے سامانوں کے بغیر جاتا ہے جن کو دوسرے مذاہب کے مشنری ضروری سمجھتے ہیں۔ اسکا سارا سامان صرف ایک قرآن کریم ہے۔ وہ جب ایک گاؤں کی حدود میں پہنچتا ہے۔ تو ایک درخت کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور اپنی پاک کتاب کو کھول کر اسے پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ نماز کا وقت آتا ہے۔ تو نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور جب فارغ ہوتا ہے پھر قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ وہ نہ ان لوگوں کی زبان سمجھتا ہے۔ اور نہ ہی اُس کے پاس خوراک کا سامان ہوتا ہے۔ اتنے میں ادھر اُدھر سے کوئی گاؤں کا رہنے والا آ جاتا ہے۔ وہ پہلے دور سے اس اجنبی کی حرکات کو دیکھتا ہے۔ اور پھر گاؤں میں جا کر اطلاع دیتا ہے کہ کوئی اجنبی شخص درخت کے نیچے پڑا ہے۔ گاؤں کا نمبردار گاؤں کے بوڑھے لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ اور وہ سب اکٹھے ہو کر اس واعظ کے پاس آتے ہیں۔ اور اشاروں سے اُس سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ اور اُسکا کیا مطلب ہے۔ وہ بھی اشاروں سے ہی جواب دیتا ہے۔ کہ وہ خدا کا کوئی پیغام لے کر ان کے پاس آیا ہے۔ تب وہ اس سے غذا کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ اور اس کی ضرورت کو سمجھ کر فوراً غذا کا انتظام اُس کے لئے کیا جاتا ہے۔ نمبردار اُس سے درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ اُس کے ساتھ گاؤں کے اندر چل کر رہے۔ تب وہ اُسے منظور کرتا ہے۔ اور نمبردار کے احاطہ میں جا ڈیرا لگاتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے۔ کہ افریقہ

ہوتے ہیں۔ اور ہر ضروری معاملہ میں خواہ وہ خانگی امر ہو۔ یا عامہ بہبودی سے تعلق رکھتا ہو۔ اسکا مشورہ لیا جاتا ہے [illegible] ہوتا ہے۔ کہ واعظ کی بھی نمبردار کے احاطہ میں رہنے کی وجہ سے خاص عزت ہوتی ہے اور اس کے ذاتی تقدس کی وجہ سے اسکا خاص رعب گاؤں والوں کے دلوں پر ہوتا ہے۔

اب یہ واعظ ایک طرف تو خود اس گاؤں کی زبان میں دسترس حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور دوسری طرف تھوڑا تھوڑا علم زبان عربی کا نمبردار اور دوسرے لوگوں کو جو اس کے احاطہ میں رہتے ہیں۔ دینا شروع کرتا ہے۔ اس کی توجہ اور دلسوزی کا بھی ان لوگوں پر خاص اثر ہوتا ہے۔ اور اس لئے وہ اس کے مذہب کی نسبت اس سے سوال کرنا شروع کرتے ہیں۔ اس وقت تک وہ بھی ان کی زبان کو اس حد تک سیکھ لیتا ہے۔ کہ مذہب کے موٹے اور اہم اصول کو اُنکے سامنے بیان کر سکے۔ پس وہ سب سے پہلے ان کو کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ کی تعلیم دیتا ہے۔ اور اُن کو بتاتا ہے کہ اسلام کیا ہے۔ جس کا اثر ان لوگوں کے دلوں پر بہت ہوتا ہے۔ چونکہ یہ ساری تعلیم نہایت سیدھی سادی اور اقرب الی الفہم ہوتی ہے۔ نمبردار اپنے خاندان سمیت مذہب اسلام اختیار کر لیتا ہے آہستہ آہستہ سارا گاؤں ہی مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور ایک خاص جھونپڑی بنائی جاتی ہے۔ جو مسجد کا کام دیتی ہے۔ نماز کے لئے پانچ وقت اذان دی جاتی ہے۔ اور گاؤں کے لوگ پکے اور سچے مسلمان بنائے جاتے ہیں۔

افریقہ میں شاید کوئی ہی ایسا گاؤں ہوگا۔ جو کسی نہ کسی قسم کی مشنری کوشش سے آشنا نہ ہو چکا ہو۔ اس لئے ہر ایک افریقی عموماً اس خاص مذہب کا کچھ خاص علم رکھتا ہے جس کی بجائے ایک سچا مذہب قائم کرنا اسلام کی اصلی غرض تھی۔ مگر ان پرانے عقائد کی بنا پر جو نئے عقائد کا ایک گورکھ دھندا بنا لیا گیا ہے۔ وہ غریب افریقیوں کو پریشان کر دیتا ہے۔ جیسا کہ مغرب میں بھی لوگوں کو پریشان کر کے اس گورکھ دھندے نے آخر مادہ پرستی تک پہنچا دیا ہے۔ یہ بڑا وجہ فرض کر لیا گیا ہے۔ کہ ایک افریقی غور و فکر نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ وہ اپنی بت پرستی کو جس کے ساتھ بہت سی قیود اور پابندیاں لگی ہوئی ہیں۔ اس مذہب پر ترجیح دیتا ہے۔ جو انسان کے دل کو تشفی تو نہیں دیتا۔ مگر اس کے سامنے کچھ لاینحل عقدے رکھ دیتا ہے۔ پھر اسکو عملی ثبوت [illegible] کا مل جاتا ہے۔ کہ سفید لوگوں کا مذہب [illegible] اس کے وہ معنے لئے جاتے ہیں۔ جو یورپین کے حق میں [illegible]۔ ایک طرف گورے رنگ کا تاجر ہوتا ہے۔ جو اسی مذہب کا پیرو ہے مگر وہ ہر قسم کی ناجائز کارروائیوں سے ایک افریقی کا مال لے لینا جائز سمجھتا ہے۔ دوسری طرف گورے رنگ کا مشنری ہے۔ جو یہ تعلیم دیتا ہے [illegible] کی فضیلت پر [illegible] فصاحت

وہ بدقسمت اولاد جو اس قسم کی ملاوٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کو افریقی اور یورپین دونوں نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پھر پادری تو تعلیم دیتا ہے۔ کہ سارے انسان خدا کی نگاہ میں یکساں ہیں۔ مگر خدا کے گھر میں یورپین کو پادری کے قریب جگہ ملتی ہے۔ اور افریقی کو اگر گورے آدمیوں کے خاندان میں جانے کی اجازت بھی ملے۔ تو اُسے کہیں آخر پر بٹھایا جاتا ہے۔ مشنری کی تعلیم تو یہ ہوتی ہے۔ کہ ایک دوسرے سے محبت کرو۔ کیونکہ ہم خدا کے آگے سب بھائی بھائی ہیں۔ مگر اس خدا کی محبت کے گھر کی چار دیواری کے اندر بھی محبت اور اخوت کا نام و نشان نظر نہیں آتا۔

اس لئے افریقی اگر اس مذہب کو قبول کرتا ہے۔ تو یا تو کسی ذاتی غرض کی بنا پر اور یا اس لئے۔ کہ وہ اس کو اپنے مذہب کی [illegible] پوجا سے بہتر سمجھتا ہے۔ مگر اس قسم کے لوگوں کی مذہبی کشمکش کا نتیجہ یا تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دھوکہ میں مبتلا رہتے ہیں۔ یا وہی ہر قسم کی اشیاء کی پوجا جو اُن کے بڑے کیا کرتے تھے۔ اُسی میں وہ پھنسے رہتے ہیں۔ اور یہ بات ساحل کے شہروں کے بعض بڑے بڑے تعلیم یافتہ لوگوں پر صادق آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ افریقہ میں عیسائی لوگ بہت پائے جاتے ہیں۔ مگر یہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک وہ جنہوں نے عیسائیت کو اپنے غلام باپوں سے یا بوئر ملک کے اثر سے ورثہ میں پایا۔ جب ابھی اسلام اس ملک میں نہیں پہنچا تھا۔ اور یہ اثر مغرب اور جنوب میں نظر آتا ہے۔ اور دوسری وہ قومیں جو تلاش روزگار میں مغرب کی طرف ساحل پر یا جنوب کی طرف کانوں پر آتی ہیں۔ ان لوگوں نے اکثر حالات میں غالب مذہب کو اختیار کر لیا ہے۔ کیونکہ یہ گورے آدمیوں کا مذہب ہے۔ اور جب وہ واپس اندرون ملک میں جاتے ہیں۔ تو اپنے باپ دادا کے مذہبی رسم و رواج کی پابندی اختیار کرتے ہیں۔ مگر اسلام کا وعظ اس کے سرگرم واعظین کے ذریعہ سے افریقی لوگوں پر سیدھا اثر کرتا ہے۔ اور افریقی دیکھتا ہے۔ کہ اسلامی واعظ کو نہ تو کسی مشن ہاؤس کی ضرورت ہے۔ نہ ہی مسلمان کے دین کی مذہبی اخوت اور مساوات محض ایک قصہ ہے۔ بلکہ یہ عملی رنگ کی مساوات ہے اور جو شخص اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی خانگی زندگی میں بھی کوئی ہرج پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی وہ دیکھتا ہے کہ ہر ایک نقطہ خیال سے اسلام ایک معقول مذہب ہے۔ اس لئے یہ جلد ہی قبول کیا جاتا ہے اور افریقی مسلم فوراً اپنے لکڑی کے خداؤں کو خیرباد کہہ کر ایک طرف کا ہو جاتا ہے۔ اور قرآن کی تعلیم اس کو تمام معاملات میں کھول کر بتاتی ہے۔ حق تو یہ ہے۔ کہ افریقی مسلمان کا سادہ مذہب اپنی عظیم الشان سادگی میں ابتدائی اسلام سے بہت زیادہ قریب ہے۔ بہ نسبت اس کے جو اسلامی دنیا کے کسی دوسرے کونہ میں پایا جاتا ہو۔ کیونکہ پریشان کرنیوالی تفسیروں سے پاک ہے۔

افریقی مسلمان کی یہ یکسوئی صرف اسی حد تک نہیں کہ وہ قرآن کریم منع کی ہوئی چیزوں سے رُک جاتا ہے۔ بلکہ وہ تعلیم وغیرہ کے معاملہ میں

لائلپور میں دو مبلغین محمودیوں کی غلط بیانی اور خلاف گوئی

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

ناظرین کی خاطر اب میں اس مبلغ محمودی کی دو ایک تحریریں بھی پیش کر دیتا ہوں - تاکہ ناظرین خود اندازہ کر سکیں - کہ محمودی مبلغین کس لیاقت اور کس علم کے لوگ ہوتے ہیں - (جب ہم اٹھنے لگے تو اس مبلغ نے پھر کہا - ایک اور آیت ہے - جس سے مسیح موعودؑ کا نبی اللہ ہونا ثابت ہوتا ہے - اور وہ ہے سورۂ تحریم کی آخری آیت - میں نے کہا اس میں کیا لکھا ہے - اس نے کہا اس میں صریح طور پر لکھا ہے - کہ صرف ایک مومن امت محمدیہ میں ہوگا - جو عیسےٰ ابن مریم بنیگا - اور نبی ہوگا - اور ایسا تحدی سے دعوے کیا کہ مجھے ایک رقعہ بھی اس پر لکھدیا جو یہ ہے) :-

پہلی تحریر

جناب حکیم صاحب محمد حسین ...... میں کہتا ہوں - کہ سورہ تحریم کی آخری آیت صرف ایک مومن کے متعلق اللہ تعالے فرماتا ہے - کہ مریم کی صفت حاصل کر کے عیسےٰ بن جاویگا - وہی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں - اگر ایسا ثابت نہ ہوا - تو میں اپنے اس عقیدہ سے کہ جناب مرزا صاحب نبی اللہ ہیں توبہ کرونگا - دستخط - نظام الدین احمدی - مبلغ - از لائل پور - ۲۴ مئی ۱۹۱۹ء

میں نے کہا - اچھا - سورۂ تحریم کی آخری آیت سے ہی اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرو - کہنے لگا - کہ میں اب لکھکر پیش کرونگا - میں نے کہا اچھا لکھو - کہنے لگا اس وقت نہیں - میں لکھکر آپ کے مکان پر ہی پہنچا دونگا - میں دو روز لائل پور میں رہا - وہ دو روز سوچتے ہی بناتا رہا - جب تیسرا روز ہوا - اور میں ریل پر سوار ہو گیا - تو اس وقت مجھے محمودی مبلغ کا ایک آدمی ایک دو ورقہ لکھا ہوا دے گیا - جو یہ ہے :-

دوسری تحریر

جناب حکیم محمد حسین صاحب .... جو میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا - کہ قرآن کریم سے انشاء اللہ ثابت کرونگا - ابن مریم صرف امت محمدیہ میں ایک ہی شخص بنکر آنیوالا ہے - اب میں انشاء اللہ اسکو ثابت کرتا ہوں - وضرب اللہ مثلاً للذین آمنوا امرات فرعون .... ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا وصدقت بکلمات ربہا وکتبہ وکانت من القانتین ..

ترجمہ - اور بیان کی اللہ نے ایک مثال ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی ...... اور بیان کی اللہ نے ایک مثال مریم عمران کی بیٹی کی جس نے حفاظت کی اپنے سوراخ کی (دیکھو گے لفظ فنفخنا فیہ ہے جو قابل غور ہے) - (نقل مطابق اصل) -

پس میں نے پھونک دی اس ایک آدمی میں جو ایمان لایا - روح اپنی طرف سے اور تصدیق کی اس عورت نے اپنے رب کے کلمات کی اور اسکی کتابوں کی اور ہوئی وہ عورت فرمانبرداروں سے - (اب خدا ترس ناظرین پر میں اس امر کا فیصلہ موقوف رکھتا ہوں - کہ وہ قرآن کریم کی اس آیت " ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا " کو مدنظر رکھکر فرمائیں - کہ کہاں ہیں اس آیت میں وہ فقرے جیکے معنے اس محمودی مبلغ نے یہ لکھے ہیں " اس ایک آدمی میں جو ایمان لایا " ..... (ناقل) یہ ہے ان محمودی مبلغوں کا ترجمہ آیت قرآن) " حاصل کلام یہ ہے کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ سے مومنوں کی مثال بیان فرمائی ہے کہ کچھ فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں ..... پھر اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے مریم کی مثال پر ایک مومن کی مثال بیان فرماتا ہے جیسے فرمایا فنفخنا فیہ من روحنا یعنی ہم نے اس ایک مومن میں اپنی کلام پھونکدی روح کے معنے وحی اللہ ہے - لغت میں یہی معنی ہیں - میں حیران ہوں کہ یہ دوسری دفعہ ان معنوں کا اعادہ کیا ہے - اس ایک مومن میں اپنی کلام پھونکدی کا ذکر تو ساری آیت میں کہیں نہیں پھر روح کے معنے لغت میں کہیں بھی وحی اللہ نہیں - روح اور وحی کے معنے لغت میں بالکل الگ الگ ہیں - پھر وحی اللہ کے پھونکے جانے کا بھی قرآن میں کہیں ذکر نہیں کیا انبیاء علیہم السلام پر یا دوسرے برگزیدوں پر جو نبی نہیں قرآن مجید میں وحی اللہ کے پھونکے جانیکا جیساکہ آیت ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولا سے ظاہر ہے - قرآن مجید میں کہیں لکھا ہے - کہ وحی اللہ پھونکی بھی جاتی ہے ؟ - پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہئے - کہ فنفخنا فیہ میں فیہ کی ضمیر جو مذکر ہے کس طرف پھرتی ہے - صاف ظاہر ہے - کہ وہ فرج کی طرف پھرتی ہے - نہ کسی خاص مومن کی طرف اور فرج کا لفظ مذکر ہے نہ مونث اور اسی کا پیچھے ذکر ہے - جیساکہ التی احصنت فرجہا کے بعد ہے - فنفخنا فیہ من روحنا - اگر اس جگہ روح کے معنے وحی اللہ کے لئے جاویں تو معنے یہ ہونگے - کہ رحم مریم میں وحی اللہ پھونکی گئی - ونعوذ باللہ من ذالک - یاد رہے کہ مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ روح کے معنے کلام الہیٰ کے بھی ہیں - مگر قرآن مجید میں جہاں روح بمعنے کلام الہیٰ آیا ہے - وہاں روح کے ساتھ اوحینا یا یلقی الروح آیا ہے - نفخنا نہیں آیا جیساکہ کذالک اوحینا الیک روحا من امرنا - یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ - اور مریم صدیقہ کے متعلق بھی القاہا الی مریم کی آیت اسی پر شاہد ہے اور جہاں جہاں قرآن مجید میں روح کے ساتھ نفخ کا لفظ آیا ہے وہاں جان یا زندگی پیدا ہونے کے معنے میں ہی آیا ہے - اور کسی معنے میں نہیں آیا - ناقل)

" یعنے جب مومن مریمیت صفت حاصل کریگا - تو پھر جس طرح مریم میں روح خدا تعالےٰ کی طرف سے پھونکی گئی اسی طرح مومن میں الہام الہیٰ پھونکا گیا - (اس آیت میں کہیں بھی ذکر نہیں کہ مریم میں روح خدا تعالےٰ کی طرف سے پھونکی گئی - بلکہ التی احصنت فرجہا کے بعد بیان ہے فنفخنا فیہ من روحنا اور فیہ کی ضمیر فرج کے لفظ مذکر کی طرف ہے نہ مریم کی طرف - پس معنے یہ ہوئے کہ جب مریم نے بہت بڑھکر پاکدامنی اختیار کی تب عیسےٰ نبی کی روح مریم کے پیٹ میں جا پڑی - اور یہاں اسی طرح اس ایک مومن میں الہام الہیٰ پھونکا گیا یہ تو اس آیۃ کریمہ کے کسی حصہ کا ترجمہ ہی نہیں ہے ناقل -) پھر جب مریم میں روح پھونکی گئی - تو نتیجہ کیا ہوا یہ کہ اس سے حضرت عیسےٰ پیدا ہوئے - جب مومن میں خدا کی وحی پھونکی گئی - اس کا نتیجہ کیا ہوا - وہ یہ کہ مومن خود عیسےٰ بن گیا - (مریم میں تو روح پہلے ہی پھونکی ہوئی تھی - اور وہ ایک زندہ اور جاگتی جان تھی اور جب مریم کے پیٹ میں عیسےٰ نبی کی جان ڈالی گئی تو ایک اور جیتی جاگتی زندہ جان مریم سے پیدا ہوئی - مگر آیت کے ابتداء سے لیکر آیت کے آخر تک اس ایک مومن میں خدا کی وحی پھونکے جانے اور اس کے خود عیسےٰ بن جانے کا کوئی لفظ اور کوئی ذکر نہیں - ناقل) ... " اگر کوئی کہے کہ حضرت مریم کو تو حمل ہو گیا تھا - تو مومن کے متعلق پھر کیا کہنا چاہئے - جواباً عرض ہے کہ مرد کو حمل ہونا تو قانون قدرت کے برخلاف ہے - مرد کے متعلق اسی قدر معنے لئے جاوینگے - کہ اسکو الہام الہیٰ کا حمل ہو گیا " - (لطیفہ - اگر مرد کو حمل ہونا قانون قدرت کے برخلاف ہے تو عورت کو بلا شوہر حمل ہونا کہاں قانون قدرت کے موافق ہے - اگر کنواری مریم کو قانون قدرت کے برخلاف حمل ہو گیا تھا - تو مومن مریمیت صفت کو قانون قدرت کے برخلاف کیوں حمل نہ ہوا - مومن کو الہام الہیٰ کا حمل ہو گیا بھی ایک عجیب فقرہ ہے - جو شاید ساری عمر میں ناظرین نے آج ہی سنا ہوگا - ناقل) - اور حاملہ عورت کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ اس سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے - اور جب مرد کو الہام الہیٰ نے حامل کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ وہ خود عیسےٰ بن گیا - بس اسی طرح جناب مرزا صاحب غلام احمد قادیانی عیسےٰ ابن مریم ٹھہرے یہ قرآن کریم میں ایک پیشگوئی تھی جو خداوند کریم نے اپنے موقعہ پر پوری کی (سبحان اللہ کیا مثال منطبق کی ہے - وہاں مریم اور عیسےٰ دو وجود ہیں - یہاں نہ اس دوسری مریم کا خارج میں کوئی وجود اور نہ اسکے اس خیالی حمل کے کوئی آثار - اور نہ اس دوسرے عیسےٰ کا مریم سے علیحدہ خارج میں کوئی وجود - آپ ہی مریم آپ ہی عیسےٰ - اگر قرآن کریم سے اسطرح پیشگوئیاں مسیح موعود کے متعلق نکالنی ہیں تو پھر ہر ایک شخص قرآن مجید کی ہر ایک آیت سے جیسی پیشگوئیاں چاہے نکال سکتا ہے شیعوں کی کتابیں بھی حضرت علی کو خلیفہ بلافصل ثابت کرنے کے لئے اسی قسم کی تاویلوں اور پیشگوئیوں سے بھری پڑی ہیں پھر حال کے گدی نشینوں اور پیر اور بڑے بڑے اولیاء اللہ لیتے ہیں - ابھی کل کی بات ہے - کہ ایک خانساماں صاحب (گدی نشین قادیان) کے مرید نے آیت عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا سے میاں محمود احمد صاحب کی [illegible] کی تاریخ کی پیشگوئی قرآن سے نکالی تھی - اور ایک اشتہار چھاپا گیا تھا - ہر ایک یہی دعوے کرتا ہے کہ یہ قرآن کریم میں ایک پیشگوئی تھی - جو خداوند کریم نے اپنے موقع پر پوری کی - ناقل)

" اگر یہ کہو - کہ پہلی آیت میں آمنوا کا لفظ ہے جو صیغہ جمع مذکر ماضی معروف کا ہے - اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت مومن امت محمدیہ سے ابن مریم بن سکتے ہیں - جناب مرزا صاحب کی کوئی خصوصیت نہیں - اس کا جواب یہ ہے کہ آمنوا کا اثر صرف امرات فرعون تک ہی رہتا ہے - آگے نہیں جاتا " (سبحان اللہ کیا قرآن کا فہم ہے اور کیا نکتۂ معرفت ہے - گر ہمیں مکتب است و ایں ملا * کار طفلاں تمام خواہد شد *

یہ تو ابتدائی تعلیم پانے والے بھی جانتے ہیں کہ جب واؤ عطف کا ہوتا ہے - تو معطوف اور معطوف علیہ حکم واحد میں ہوتا ہے - جب ومریم ابنت عمران التی کا عطف امرات فرعون پر پڑتا ہے تو آمنوا کا اثر صرف امرات فرعون تک ہی آکر کیسے رہ جاتا ہے - آگے کیوں نہیں جاتا - جب یہ مانا جاتا ہے - کہ ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے امت محمدیہ کے مومنوں کی مثال بیان فرماتا ہے کہ کچھ فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں علاوہ اسکے ساتھ واؤ عاطفہ کی وجہ سے یہ بھی ماننا پڑیگا کہ کچھ مومن مریم بنت عمران کی طرح بھی ہوتے ہیں یہ نہیں کہ اسی آیت میں ایک جگہ تو مراد بہت مومن ہوں اور دوسری جگہ اسی آیت میں صرف ایک مومن مراد ہو - یہ تو سیاق و سباق آیت اور قواعد عربی کے بھی سریح برخلاف ہے - ناقل)

" اور مریم کی مثال کا صرف ایک ہی شخص مصداق ہے کیونکہ یہاں لفظ فیہ ایک زبردست قرینہ ہے اسپر بہت اور اچھی طرح غور کرنا چاہئے - فرمایا وہ ایک ہی مومن ہوگا - اس جگہ نہ ضمیر جمع مذکر کی ہے - نہ مونث کی - صرف واحد مذکر کی ہے - جو امت محمدیہ سے آنا تھا - بار بار خوب غور کرو - کہ اللہ تعالےٰ نے کس حکمت سے اس مثال کو سمجھایا ہے - الحمد للہ - اللہ تعالےٰ نے ثابت کر دیا " یہ ہے اس مبلغ محمودی کی تحریر دستخط - نظام الدین احمدی مبلغ از لائل پور

تازہ خبریں

فرانسیسی جارحانہ کارروائی - لنڈن ۳ اگست - پیرس کی ایک مراسلت مظہر ہے کہ ہمنے مناکو فارم پر غنیم کے کئی ایک حملوں کو پسپا کر دیا اور جنوب آسٹریز میں غنیم کا ایک جوابی حملہ ہماری آتشباری کی شدت سے ناکام رہا - دشت مناکو اور ہیم کے درمیان ہم نے تازہ حاصل کردہ مقامات کو مستحکم کر لیا - اس امر کی تصدیق کی گئی ہے - کہ ۳۰ جولائی کے بعد کے شدید نقصانات کی وجہ سے علاقہ مناکو کی جرمن سپاہ کو [illegible] پڑا ہے

معرکہ ورڈون - ہم نے میوز کے دائیں کنارے پر جو خندقیں حاصل کی تھیں - ان پر غنیم نے کئی ایک شدید جوابی حملے کئے - لیکن ہم نے انہیں بندوقوں اور آتشباری کی چھلک سے ناکام کر دیا - اور غنیم [illegible]

تازہ ترین فوائد سے ہم نے جنوب فلیوری میں قریب ترین مضافات دو تک خاص پیشقدمی کی اور اسٹیشن سے بھی آگے بڑھ گئے - یکم اگست کے بعد دریائے میوز کے داہنے کنارے پر ہم نے گیارہ سو قیدی گرفتار کئے ہیں - ورکس جیپیٹری اور چیپیئوس پر توپ خانہ کی ایک شدید جھڑپ ہوئی - لیکن سپاہ کا کوئی معرکہ نہیں ہوا - ہمنے غنیم کے تین ہوائی جہازوں کو نیچے اتار دیا *

دس جہازوں کی غرقابی - لنڈن ۳ اگست برطانوی جہاز [illegible] اور اطالوی جہاز لیمبر غرق کر دیے گئے ہیں اور نیز ایک اطالوی جہاز اور دو نامعلوم کے ٹارپیڈو غرق کر دیے گئے -

سٹاک ہولم - سویڈن کے جہاز ہوو سکوال کو ایک جرمن آبدوز نے بحیرہ بالٹک میں تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا - جہاز پر [illegible] تھا - اطلاع موصول ہے کہ اسی مقام پر دو اور جہاز سویڈن کے اور دو فنلینڈ کے غرق کئے گئے ہیں *

مدراس کے جہاز کی غرقابی - مدراس ۳ اگست مسرز [illegible] اینڈ کمپنی مقامی ایجنٹ کو بحیرہ روم میں دندولی غرقابی کے متعلق اطلاع موصول ہوئی ہے - جہاز دندولی لائن کا تھا اور اس کا وزن ۱۰۵ ٹن تھا - اور وہ ۲۰ جولائی کو روانگی کے دو [illegible]

میں بھی اسلام کی حفاظت و اشاعت اسلام میں پورے طور پر کوشاں ہوگی۔ ندوۃ العلماء نے بھی سنا ہے۔ ایک سکیم مرتب کی ہے۔ جو اس کے زیر غور ہے۔ خدا کرے کہ اس ضروری فرض کی اہمیت انہیں سمجھ آجائے۔ اور وہ اس کی سرانجام دہی کو دیگر ضروریات پر مقدم قرار دیں۔ اور عملی طور پر کچھ کر کے دکھائیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر یہ فرض ہم احمدیوں پر عاید ہوتا ہے۔ جنہوں نے ایک مجدد الوقت کے ہاتھ پر اسی بات کا عہد و اقرار کر رکھا ہے ؀

لازمی مذہبی تعلیم اور مسیحی مدارس

پچھلے دنوں صوبجات متحدہ میں یہ ایک سوال اٹھا تھا۔ کہ آیا مشن سکولوں اور کالجوں کی امداد مسلمانوں کو کرنی چاہیئے یا نہیں۔ بعض کی رائے تھی کہ اس اقرار پر کرنی چاہیئے۔ کہ وہ ہمارے بچوں کو مذہبی تعلیم نہ دیں گے۔ ہم نے اسی وقت کہا تھا۔ کہ ایسا اقرار اول تو وہ کرینگے نہیں۔ اور کرینگے بھی۔ تو وہ اس پر قائم نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ان کے مدارس اور کالجوں کا اصل مقصد سوائے تبلیغ عیسائیت کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور ظاہر ہے۔ کہ وہ اس اصل غرض کو کبھی نہیں چھوڑ سکتے پس بہتر یہی ہے۔ کہ ہم اپنی توجہ کو مسیحی مدارس کی بجائے صرف اپنے قومی و اسلامی مدارس کی طرف منعطف کئے رکھیں۔ اور ہر ایک قسم کی امداد انہیں دیں۔ کہ یہی ہمارے قومی و مذہبی فواید اور ضروریات کے مقتضی ہے۔ برخلاف مسیحی مدارس کے کہ انہیں امداد دینا محض تبلیغ عیسائیت میں کوشاں ہونا اور اسلام کی عملی طور پر تخریب کے درپے ہونا ہے۔ جو کہ ان کا اصل مقصد اور مدعا ہے۔ اب سنا ہے۔ کہ آنریبل مرزا سمیع اللہ بیگ صوبہ متحدہ کی مجلس وضع قوانین میں ایک رزولیوشن پیش کر کے کونسل کی طرف سے ہز آنر لفٹننٹ گورنر کی خدمت میں ضابطہ تعلیم میں اس قسم کی دفعہ درج کرنے کی سفارش کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کوئی مذہبی درسگاہ جس کو کسی صورت میں بھی سرکاری امداد ملتی ہے۔ اپنے کسی طالب علم کو ایسے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہ کرے گی۔ جو اس کا مذہب نہیں۔ یا جس پر اس کے والی معترض ہوں ؀ آنریبل موصوف کا یہ ریزولیوشن اس میں شک نہیں۔ کہ بہت قابل قدر ہے۔ اور عام ہندو و مسلمانوں کی طرف سے متفقہ تائید کا مستحق۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ مسلمان کب تک دوسروں کے دست نگر رہ کر اپنا ہر ایک کام حکومت کے زور سے نکالنے کی کوشش کرینگے۔ کیا خود ان کا یہ فرض نہیں۔ کہ وہ اپنے بچوں کو ایسے مدارس میں بھیجنے سے احتراز کریں۔ جو ان کے مذہب کو خراب کرتے ہیں۔ اور ان کی جگہ اپنے قومی مدارس کو تقویت دے کر ان کی دینی و دنیوی فلاح کے موجب ہوں ؀

آریہ سماج کا مذہبی لٹریچر اور گورنمنٹ صوبجات متحدہ

۲۸ جولائی ۱۹۱۶ء کے مسافر سے یہ معلوم ہوا ہے۔ کہ صوبجات متحدہ میں آریہ سماج کی آئے دن کی گندہ دہانیوں اور ناحق آفرینیوں کا احساس وہاں کی گورنمنٹ کو بھی ہو چکا ہے۔ جس کا ایک نمایاں ثبوت یہ ہے۔ کہ حال ہی میں ایڈمنسٹریشن رپورٹ ۱۹۱۵ء میں پریس لٹریچر کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا گیا ہے کہ

"آریہ سماج کی طرف سے متعدد کتب تعلیمی، سوشل و مذہبی مضامین کے متعلق شایع ہوئی ہیں۔ جن میں اصلاح کے لئے سنجیدگی کے ساتھ کوشش کی گئی۔ لیکن ان کی (آریہ سماج کی) کتب مناظرہ میں درشت کلامی میں کوئی نمایاں کمی واقع نہیں ہوئی۔ جن میں کہ غل سابق سچائی و معقولیت کا مطلق لحاظ نہیں رکھا گیا"

صرف اس سال ہی نہیں بلکہ خود مسافر اس بات پر شاہد ہے کہ

"اس قسم کی رائیوں کا اظہار آریہ سماج کے لٹریچر کے متعلق پہلے سالوں کی گورنمنٹ رپورٹوں میں بھی معہود ہے"

لیکن مسافر نے اس پر بہت اور انتہا غصہ کا اظہار کیا ہے۔ اور ان ریمارکس کو متعصب لوگوں کی ڈالی ہوئی غلط فہمیوں پر مبنی یقین کرتا ہے۔ اور اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ

"بعض اوقات (نہیں بلکہ ہمیشہ اڈیٹر پ س) آریہ مصنفوں کو غیر مذاہب کی نکتہ چینی میں کسی قدر سختی سے کام لینا پڑتا ہے"

داشتعال انگیز تحریرات کے جواب پر مبنی قرار دیتا ہے۔ جو اس کے نزدیک تعجب انگیز امر نہیں اور اس لئے اس پر نوٹس لینا گورنمنٹ کی مذہبی معاملات میں غیر جانبدارانہ پالیسی کے مخالف ہے۔ پھر اپنے ثبوت میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی بعض کتابوں کے نام لیکر وہ گورنمنٹ سے پوچھتا ہے۔ کہ کیوں ان پر نوٹس نہیں لیا گیا۔ قطع نظر اس بات کے کہ مسافر کا یہ بیان صحیح ہے یا غلط۔ ہم اس بات کو ظاہر کر دینا چاہتے ہیں۔ کہ کسی مذہب پر نکتہ چینی کرتے ہوئے اس پر ایسے بے جا اور بیہودہ ریمارکس کرنا جو تہذیب و متانت سے گرے ہوئے ہوں۔ اور فحش کی حد تک پہنچتے ہوں۔ کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اور اسی لئے ہم ان لوگوں کو جو دوسروں کو گالیاں دینا ہی اپنا نصب العین سمجھے ہوئے ہیں۔ خواہ وہ آریہ ہیں یا مسلمان یا عیسائی کبھی حق بجانب اور سزاوار تحسین قرار نہیں دے سکتے۔ لیکن آریہ سماج کے معاملہ میں ہمیں سب سے پہلے دیکھنا یہ ہے کہ اس بارہ میں پہل کس نے کی۔ ستیارتھ پرکاش کے زمانہ اشاعت کو اگر دیکھا جائے۔ تو اس وقت بالمقابل اسلامی دنیا میں کوئی اس قسم کی تحریر نہ پاؤ گے۔ جس میں آریہ سماج کے متعلق ایسی درشتی و سختی سے کام لیا گیا ہو جیسے کہ ستیارتھ پرکاش میں [illegible] کا دروازہ سب سے پہلے سوامی دیانند نے کھولا۔ پھر لیکھرام کا لٹریچر، مسافر آگرہ اور اس کی اکثر شایع کردہ کتب اس بات پر شاہد عادل ہیں۔ کہ سب سے پہلے آریہ سماج نے اسلام اور آنحضرت صلعم کا سخت کلامی اور تمسخر آمیز لہجہ بلکہ فحش ترین الفاظ میں ذکر کیا۔ جس کے جواب میں مسلمانوں نے بھی قلم اٹھائی۔ اور گالیوں سے نہیں بلکہ دلائل سے اس مذہب کے پرخچے اڑا کر رکھ دئے۔ مسافر کا خواہ مخواہ مسلمانوں کو دشنام دہی کا مرتکب ٹھیرانا اور اس کے ثبوت میں چند "ڈھول کا پول" جیسی لایعنی اور لچر کتب کا ذکر کر دینا دن دہاڑے دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونکنا ہے۔ کاش آریہ سماج انصاف اور عقل سے کام لیکر اس معاملہ پر غور کرے۔ تو اسے اپنی آنکھ کا شہتیر معلوم ہو جائے۔ اور گورنمنٹ کی آئے سال کے ان صحیح اور سچے ریمارکس کی تہ تک پہنچ جائے ؀

مراسلات

ہمارا نبی آخر الزمان

بیش باز ہمہ شاہان غیور آمدہ　　ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
اے ختم الرسل قرب تو معلوم شد　　دیر آمدۂ زراہ دور آمدہ

ہمارا نبی حضور آنحضرت صلعم اول النبیین فی الخلق و آخرہم فی البعث (الحدیث) ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبارکا وھدی للعالمین (قرآن حکیم) اگر حضور کے بعد کسی ایک یا زیادہ نبیوں کا آنا مقدر تھا۔ تو پھر آپ وآخرہم فی البعث کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں۔ میں نے جو اس مسئلہ پر غور کیا۔ تو مجھے حضور آنحضرت صلعم کا اسبقا و آخرہم فی البعث چند وجوہات سے تسلی بخش ثابت ہوا ؀

(۱) قرآن حکیم میں حضور کی ازواج مطہرات کی نسبت ہے۔ لا تنکحوا ازواجہ من بعدہ اور حدیث میں لا نورث وما ترکنا ہ صدقۃ۔

دیکھئے قرآن حکیم نے زندہ مرد کی بیوی سے نکاح جائز نہیں ٹھیرایا ہے چنانچہ حضور کی ازواج مطہرات سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ اور زندہ مرد کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور کی میراث بھی تقسیم نہیں ہوئی ہے۔ لہذا آخرہم فی البعث کے یہی معنی ہیں کہ حضور زندہ ہیں۔ اور جب ایک نبی زندہ ہو دوسرا نبی اسکی زندگی میں آ نہیں سکتا ہے پس ثانی نبی کا آنا باطل ٹھیرتا ہے ؀

(۲) قرآن حکیم میں ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ اس تعلیم نے تو روشن طور پر بتلا دیا ہے۔ کہ حضور آنحضرت صلعم تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن روحانی باپ ہیں یعنی رسول ہیں۔ کہ روحانی تربیت کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔ وازواجہ امہاتہم یعنی نبی کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔ تو اب ظاہر ہے کہ باپ ہوئے۔ اس ارشاد خداوندی نے ہم کو ذہن نشین کر دیا ہے۔ کہ جب تک یہ موجودہ نسل حضرت انسان دنیا میں ہے اس کے لئے جناب حضور ہی روحانی باپ ہیں۔ یعنی رسول اللہ ہیں۔ اور حضور ہی ہماری روحانی تربیت کر سکتے ہیں۔ آخرہم فی البعث کے یہی معنے ہیں۔ کہ حضور ہی حضرت انسان کے روحانی باپ ہیں یعنی رسول اللہ ہیں ؀

خاتم کے معنے چھپانے کے ہیں (چونکہ کسی چیز پر مہر لگانے سے اس کے مضبوط کرنے اور چھپانے میں مبالغہ کرنا مقصود ہوا کرتا ہے) یا یوں کہئے۔ کہ جس طرح کسی چیز پر مہر لگانا یہ اس شخص کا آخری فعل ہے جو اس چیز کے چھپانے یا محفوظ کرنے میں کیا کرتا ہے۔ اس لئے نبوتیں جو گذشتہ انبیاء کرام حضرت انسان کی رہنمائی کیلئے چھوڑ گئے تھے۔ ان سے بعض نقایص رفع نہیں ہوتے تھے۔ حضور کا دین ایسا کامل ہے۔ کہ ان نقایص کو حضور کے دین سے کارکنان قضا و قدر نے اٹھا دیا۔ لہذا حضور کو خاتم النبیین سے تعبیر کیا گیا۔ دویم یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ استعداد کے بہت سے قفل آپ سے پہلے انبیاء کرام کے وقت میں بے کھلے رہ گئے تھے۔ جو حضور کے ہاتھ مبارک سے کھلے۔ اس لئے حضور کو خاتم النبیین سے تعبیر کیا گیا۔ سویم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضور کی آمد پر جملہ ادیان معطل ہو گئے اور حضرت انسان کی رہنمائی کے لئے صرف حضور ہی رہبر کامل ٹھیرے اس لئے بھی حضور کو خاتم النبیین تعبیر کیا گیا۔ لہذا آخرہم فی البعث کے یہی معنی ہیں۔ کہ حضور نے حضرت انسان کو ایک کامل نبوت دیکر آیندہ کے لئے نبوتوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ مولنا روم حضور کی شان کیا فرماتے ہیں ؎

ختمہائے کانبیا بگذاشتند　　آن بدین احمدی برداشتند
قفلہائے ناکشادہ مانده بود　　از کف انا فتحنا برکشود
چونکہ در صنعت برد استاد دست　　نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

بادمان جب حضور آنحضرت صلعم کا دین کامل ہو جانے سے نقایص نہ رہے اور جملہ استعداد کے قفل بھی حضور پر کھل چکے۔ حتی کہ کوئی استعداد کا قفل بے کھلا نہیں رہا ہے۔ اور حضور ہی حضرت انسان کے لئے رہبر کامل ہیں تو اب کسی ثانی نبی کی ضرورت کس نقص کے دفعہ کے لئے اور کس استعداد کو پورا کرنے کیلئے کس وحی کی بنا پر محسوس ہوتی ہے۔ اراکین شیعان محمودیہ بعد غور جواب سے مشکور کریں والسلام۔ خادم سیف الدین از پشاور شہر محلہ یکہ توت ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

بیعت منسوخ

چونکہ میاں صاحب کے مفصلہ ذیل عقاید اسلام کے برخلاف ہیں۔ اس لئے میں ان کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں۔

عقاید میاں صاحب

(۱) احمد رسول صلعم کا حقیقی نام نہیں
(۲) ۱۹۰۲ء کے پہلے کی کتابیں منسوخ ہیں۔
(۳) تمام جہان کے مسلمان جو مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان نہیں لاتے کافر اور خارج از اسلام ہیں۔
(۴) مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔

خاکسار محمد الدین از توپخانہ بازار لاہور

فہرست چندہ ترجمۃ القرآن

احمد بادشاہ صاحب مدراس	۱۰
کپتان محمد حسین "	[illegible]
شیخ رحمت اللہ صاحب انگلش ویرہوس	[illegible]
میر حیات علی شاہ صاحب ذاتہ	[illegible]
جماعت وزیر آباد معرفت شیخ محمد جان صاحب	[illegible]

خاکسار رفیع اللہ

چندہ جماعت پشاور

معرفت بابو غلام رسول صاحب

۱۔ چندہ قرآن	[illegible]
۲۔ الف۔ زکوٰۃ مثال خان صاحب	[illegible]
ب " مرزا اندر علی صاحب	[illegible]
۳۔ چندہ ماہواری مئی و جون	[illegible]
۴۔ فطرانہ	[illegible]
میزان	[illegible]

تصحیح۔ (۱) ۲۳ و ۲۵ جولائی کے پیغام صلح میں صفحہ ۸ میں ترجمۃ القرآن اور زکوٰۃ کی جو فہرست درج ہوئی تھی۔ اس کے متعلق یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ وہ رقوم لایل پور سے موصول ہوئی ہیں نیز اس میں راجہ عبد الحمید خاں صاحب انسپکٹر کوآپریٹو بنک کے عہ درج ہونے سے رہ گئے ؀

(۲) ۲۲ جون کے پرچہ میں رقوم زکوٰۃ کی ۲۰ میں شیخ اللہ دتہ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۴ پنجشنبہ ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۱۱

حضرت مولٰینا سید محمد احسن صاحب پر الفضل کے ناپاک حملے

خاموشی کی مُہر بالآخر ٹوٹ گئی۔ اور ۸ اگست ۱۹۱۶ء کے الفضل میں جماعت محمودیہ کی اندرونی بدعنوانیوں پر سے رازداری کا پردہ اُٹھ گیا۔ اور ان تمام عزت و عظمت کو جو اس سے پیشتر حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب کی بتائی جاتی تھی یک دم خاک میں ملا دیا گیا۔ جس کے ثبوت میں ذیل کے حوالجات کافی ہونگے۔

۱۔ الفضل کا حملہ حضرت مولانا موصوف کی عقل اور سمجھ پر

سب سے پہلے الفضل نے ہماری اُس عبارت کا ایک فقرہ نقل کیا ہے۔ جو ہم نے ۶ جولائی ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں حضرت مولانا موصوف کی کتاب "القول الممجد" پر ریویو کرتے ہوئے لکھی۔ اور اس میں اس بات پر اظہار مسرت کیا تھا کہ "بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب جیسے بزرگ انسان کو ان مسائل (نبوت کفر و اسلام اور اسمہ احمد) پر لکھنے اور صحیح عقائد کے اظہار کی جرأت اور توفیق عطا فرمائی" الفضل اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ گویا ہمارے نزدیک "پہلے جناب مولوی صاحب کسی لالچ وغیرہ کی وجہ سے غلط عقائد ظاہر کرتے رہے اور عمداً نعوذ باللہ لوگوں کو دھوکا دیتے رہے" بالفاظ دیگر اس عبارت سے یہ نتیجہ نکال کر الفضل نے اپنے اس خیال کی ترجمانی کی ہے کہ گویا حضرت مولانا موصوف کو اتنی بھی عقل اور تمیز نعوذ باللہ نہیں کہ ایک معمولی اُردو کی عبارت کو سمجھ سکیں۔ اور اس کے صحیح مفہوم اور منشاء کو جان سکیں۔ ورنہ کیوں آج تک مہینہ ڈیڑھ مہینہ گذرنے پر بھی حضرت مولانا موصوف نے اس عبارت پر خود کوئی اعتراض نہ اُٹھایا۔ اور وہ نتیجہ اخذ نہ کیا جو الفضل نے نکالا اگر شاید نبوت وغیرہ کے مخترعہ مسائل کی طرح اس بارہ میں بھی اس کی فراست اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ جو بات دوسروں کو سمجھ نہ آئے وہ جھٹ اسے معلوم ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے تو خیر پھر بھی اس اعلیٰ درجہ پر نہیں جیسے کہ حضرت مسیح موعود تھے۔ جب خود مسیح موعود بھی خدا کے دیئے ہوئے علم کو پندرہ برس تک سمجھ نہیں سکتا تو حضرت مولانا محمد احسن تو ان کے مرید ہی ہیں۔ شاید اسی نقطہ خیال سے فضلی ایڈیٹر نے باوجود حضرت مولانا صاحب کی خاموشی کے اس غلط نتیجہ کو پیش کر دیا ہو تو چنداں جائے تعجب نہیں ورنہ سمجھ نہیں آتی کہ وہ شخص جس سے مسیح موعود بھی دقیق سے دقیق مسائل میں استصواب فرمایا کرتے تھے اسے تو ایک معمولی اردو کی عبارت بھی سمجھ نہ آئے۔ اور وہ اس پر کوئی اعتراض نہ کرے اور فضلی ایڈیٹر کو وہ بات سوجھ جائے۔ کیا یہ صریح طور پر حضرت مولانا موصوف کی علمیت و قابلیت بلکہ معمولی عقل و فہم پر حملہ نہیں۔ پیغام صلح حضرت مولانا موصوف کے پاس برابر جاتا ہے اور ہر ایک وہ بات جو آپ کے متعلق اس میں ہو وہ بالخصوص آپ کے علم سے باہر نہیں رہ سکتی۔ پھر تعجب ہے کہ کیوں آپ نے خود وہ اعتراض اس عبارت پر نہ اُٹھایا جو فضلی ایڈیٹر نے پیش کر کے گویا آپ کو اُکسانا چاہا ہے۔ اور یوں بالفاظ دیگر آپ کو معمولی عقل و تمیز سے بھی (نعوذ باللہ) عاری محض ٹھہرا دیا ہے۔ لیکن کاش وہ ایسا لکھنے سے پہلے ذرا اس بات پر بھی غور کر لیتا کہ ہم نے صرف صحیح عقائد کے اظہار کے متعلق ہی آپ کی جرأت اور توفیق کا ذکر کیا ہے۔ اس سے یہ کہاں سے نکل آیا کہ "پہلے جناب مولوی صاحب کسی لالچ وغیرہ کی وجہ سے غلط عقائد ظاہر کرتے رہے اور عمداً (نعوذ باللہ) لوگوں کو دھوکا دیتے رہے" بات تو صاف ہے کہ جو جرأت آپ نے اس وقت صحیح عقائد کے اظہار میں دکھائی اور جو توفیق اس بارہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ اس سے پیشتر میاں صاحب کے غلط اور باطل عقائد کی تائید میں کبھی آپ سے ظاہر نہیں ہوئی۔ کیا اس سے پیشتر کبھی آپ نے کبھی آپ نے کوئی ایسی کتاب لکھی جس میں مسیح موعود کو نبی اللہ ثابت کیا گیا ہو۔ اور تمام مسلمانوں کو کافر اور اسمہ احمد کا مصداق مسیح موعود کو ٹھہرایا ہو۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں تو ہمارا یہ لکھنا کہ "اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان مسائل پر لکھنے کی جرأت اور صحیح عقائد کے اظہار کی توفیق عطا فرمائی" کسی صورت میں بھی اس نتیجہ کا متحمل نہیں جو الفضل نے اخذ کیا ہے۔ صرف اتنی سی بات سے کہ آپ نے القول الفصل کو سنکر خوشی کا اظہار فرمایا۔ ہمارے دعوے کی تغلیط نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اول تو یہ بھی نہیں معلوم کہ آپ نے القول الفصل سارا سنا بھی تھا یا نہیں اور آیا صرف اسی حصہ کو سنا تھا جو صرف خلافت کی بحث پر مشتمل ہے۔ یا ساری کتاب کو کیونکہ آپ میاں صاحب کی خلافت کے شروع سے مؤید رہے ہیں۔ لیکن اگر ساری کتاب کو بھی سُنا ہو تو بھی کوئی ہرج کی بات نہیں۔ وہ جوش ہمت اور جرأت جو اس وقت القول الممجد کی تصنیف سے عقائد صحیحہ کی تائید میں آپ نے دکھایا ہے ظاہر ہے کہ اس وقت میاں صاحب کے غلط عقائد کی تائید میں ایسی ہمت اور جرأت سے کام نہیں لیا ہاں جب آپ پر میاں صاحب کی غلطی منکشف ہو گئی اور آپ نے انھیں علانیہ ضلالت پر دیکھ لیا تو پھر محض اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی جرأت اور توفیق کے ساتھ عقائد حقہ کا ساتھ دیا۔ اور باطل پر اپنی بیزاری ظاہر کی ہاں اس سے پیشتر آپ نے کبھی اس معاملہ میں ایسی فیصلہ کن تحریرات لکھ کر شائع نہیں کیں۔ چنانچہ خود آپ القول الممجد کے صفحہ ۹۸ پر تحریر فرماتے ہیں

> "خاکسار تو جب ہر چہار طرف سے مجبور ہو گیا تب بولا ہے خصوصاً جبکہ روحانی طور پر حضرت مسیح موعود کی طرف سے بذرائع رویائے صادقہ مجھ پر تاکید پرتاکید ہوئی۔"

ایسی کھلی اور سیدھی بات کے الفضل کا نہ سمجھ سکنا اور خواہ مخواہ ایک غلط ملازم پیش کرنا توجیہ القول بمالا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہے۔ اور حضرت مولوی صاحب پر ایک صریح حملہ

(۲) دوسرا حملہ آپ کے دین و ایمان پر

اس سے بھی بڑھ کر الفضل نے ایک اور ناپاک حملہ جو حضرت مولٰنا موصوف کے اخلاق اور دین و ایمان پر کیا ہے وہ اس کا آپ کی نسبت یہ ریمارک ہے کہ :۔

> "فرط جرأت کی وجہ سے آپ اپنی تحقیقات کے مقابلہ میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے .... جو کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھیراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازعہ کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اُس میں نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے") کے ارشادات کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور انہیں تسلیم نہیں کرتے۔ جبتک کہ اپنی تحقیقات کے رو سے ان ارشادات کو قرآن و حدیث کے مطابق نہ پاویں اور پھر اس بات پر آپ کو بڑا فخر ہے"

الفضل کی اس عبارت پر کسی حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں اس کا لفظ لفظ بتا رہا ہے۔ کہ اُس نے حضرت مولٰینا موصوف کو ہاں اس فرشتہ سیرت انسان کو جسکے کندھوں پر مسیح موعودؑ کا منزل ہوا۔ جس نے مسیح موعودؑ کی خاطر دنیوی منفعت اور عزت و عظمت اور نخوت خود پسندی و خود اختیاری پر لات ماری اور الہام الٰہی نے شہادت دی کہ

> از پئے آں محمد احسن را
> تارکِ روزگار مے بینم

اور وہی میاں صاحب کو اوپر چڑھانے اور خلافتِ غیر منصوصہ کی مسند پر بٹھانے کا موجب ہوا۔ اسکو اس نے حضرت اقدس کی امامت سے انکاری۔ آپ کو حکم و عدل نہ تسلیم کرنے والا اور نخوت خود پسندی و خود اختیاری جیسی قبیح ترین اخلاقی بیماریوں اور خلاف دین و اسلام حرکات کا موجود و مرتکب ٹھیرایا ہے۔ کیا کسی احمدی میں یہ جرأت ہے کہ حضرت مولٰینا موصوف کے متعلق ایسا خیال کبھی ذہن میں لا سکے۔ پھٹ جائے وہ دماغ جس میں یہ ناپاک خیال جاگزین ہو۔ وہ ہاتھ کٹ جائیں۔ جو اس گندی تحریر و تشہیر کا موجب ہوں۔ وہ زبان گونگی ہو جائے جو ایسے ناپاک [illegible]

یہ الفاظ انکے ایماء اور اشارہ سے شائع ہوئے ہیں۔ اس کے پیشتر وہ الفضل کی تمام تحریرات پر صاد کرتے ہوئے اُن کے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کر چکے ہیں۔ اور ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم ان کنندہ الفاظ کو فضلی ایڈیٹر کے نامبارک و ناپاک ہاتھوں کے لکھے ہوئے نہیں۔ بلکہ خود میاں صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے یقین کریں پس کیا ہم ایسی حالت میں یہ کہنے کا حق نہیں رکھتے۔ کہ میاں صاحب نے اس طرح حضرت مولٰینا موصوف پر ہاتھ صاف کر کے اس رازداری کا پردہ فاش کر دیا ہے جو اس سے پیشتر حضرت مولٰینا موصوف کے متعلق کی جاتی تھی۔ اور اخبارات میں آپ کے خیالات کو اپنے ساتھ بتا کر لوگوں کو دھوکا دیا جاتا تھا۔ حالانکہ میاں صاحب کے اندرونی خیالات کچھ اور تھے۔ یہ ظاہرداری صرف اس خیال سے تھی۔ کہ آپکی وجہ سے مریدین پر اثر پڑنے اور اُنکے برگشتہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ (کیونکہ جماعت کے قلوب پر ابھی تک حضرت مولٰینا موصوف کا جیسا کچھ اثر ہے وہ میاں صاحب کا نہیں) اسی اندیشہ کو رفع کرنے کیلئے "گل شبلی" جیسے فریب دہ الفاظ سے حضرت مولٰینا کو بہلانے کی کوشش کی۔ اور بہت بہت منتیں اندر ہی اندر ہوتی رہیں لیکن حق آخر غالب ہونا تھا سو ہوا۔ اور میاں صاحب کے خرمن امن و تہذیب پر ایک بجلی سی گرا دی اور اسے یکدم جلا کر راکھ کر دیا۔

میاں صاحب کو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کی یہ باطل آمائیاں انشاء اللہ خالی جانے کی نہیں۔ حضرت مولٰینا موصوف اپنی سیف قلم سے انہیں وہ کچھ مزا چکھا سکتے ہیں کہ جو انکی دہمی کامیابیوں اور اثر اندازیوں کو ملیا میٹ کر دے سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا بیجا نہیں کہ انہوں نے حضرت مولٰینا موصوف جیسے پاک انسان کی عزت پر ہاتھ ڈال کر گویا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارا ہے جو انشاء اللہ حق کی فتح کا موجب ہوگا۔ فانتظروا۔

(باقی آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ)

افسوسناک حادثہ وفات

یہ خبر نہایت افسوس اور دلی رنج کے ساتھ پڑھی جائیگی کہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے برادر خورد مکرمی سید احمد حسین صاحب تحصیلدار حافظ آباد کا صاحبزادہ دو روز ہیضہ سے بیمار رہکر فوت ہو گیا مرحوم نے اپنے اوصاف حمیدہ کے باعث اس چھوٹی ہی عمر میں نہ صرف والدین اور دیگر قریبی رشتہ داروں کے دلوں میں ہی گہرا محبت کا نقش جما دیا تھا بلکہ شہر کے اکثر ہندو مسلمان اس کی خوبیوں کے دلدادہ تھے اور اس لئے لازمی طور پر اس کی اچانک موت سے والدین کے دلوں پر تو جو کچھ صدمہ ہوا سو ہوا دور دور تک اس کا گہرا اثر پہنچا۔ ہمیں اس حادثہ جانکاہ پر مرحوم کے والدین اور دیگر متعلقین سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور مرحوم کا نعم البدل انھیں عطا ہو۔ آمین۔

"کفر توڑ"

حکیم اللہ یار خاں صاحب جوگی کی وہ نظم جو آپ نے انجمن حمایت اسلام کے گذشتہ سالانہ جلسہ میں پڑھی اور اس پر تمام مجمع نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا تھا چھپکر شائع ہو گئی ہے اس نظم میں ایک مسلم کے اس اعلیٰ نصب العین کو بتایا گیا ہے جو توحید الٰہی کے شاندار عقیدے کا مقتضائے حقیقی ہے نہ صرف بتوں اور تعزیوں وغیرہ کی پوجا کی ہی نہایت دلربا انداز میں تردید ہے بلکہ کسی شخص کی اس غیر معمولی عزت و عظمت کو بھی جو انسانی ترقی کی راہ میں روک ہو سکتی ہے یا توحید الٰہی و عظمت رسول کریم صلعم کے منافی ہے ملیا میٹ کر کے مسلم کو ترقی کی شہراہ پر گامزن ہونے کی نصیحت کی گئی ہے۔ اسی نظم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معبود الٰہہ کی تردید کرتے ہوئے آپ کی وفات اور قبر کشمیر کا پتہ دیا گیا ہے۔ جس پر پچھلے دنوں بعض جہلا برانگیختہ اخبارات میں جوگی صاحب کے خلاف اعلان جہاد کر رہے تھے نظم ۲۰×۲۶/۱۲ یعنی چھوٹی تقطیع پر نہایت خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ عمدہ کاغذ پر شائع ہوئی ہے۔ اور ہمیں اپنے ناظرین سے اُمید ہے کہ وہ جوگی صاحب کی ان قابلقدر خیالات کو عام طور پر پھیلانے اور شائع کرنے میں کافی مدد دینگے۔ قیمت ۲ر ہے صاحب استطاعت اصحاب اس کی بہت سی کاپیاں خرید کر مفت تقسیم کریں تو مفید ہوگا۔
ملنے کا پتہ :۔ مرزا عبد اللہ خاں۔ بازار حکیماں ہٹہ لاہور

بشارت احمد۔ مصنفہ شیخ مولا بخش صاحب بٹ مرچنٹ سیالکوٹ۔ بقیمت ۲ر فی کاپی جناب مصنف سے منگوا کر ضرور

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دین آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
آں رسولش کش محمد ہست نام
مرادِ باشیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود

مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
بادہ عرفان ما از جام اوست
دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہر نبوت را بروشد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
وز ملائک و از خبر ہائے معاد
آں ہمہ از حضرتِ احدیت است
معجزات او ہمہ حق اندر راست
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

وصلِ دلدار ازل بے او محال
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ہر چہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
منکرِ آں مستحق لعنت است
منکرِ آں مورد لعن خداست
آں چہ در قرآن بیانش تا یقین
ہر کہ انکار کند از شقاوت است
نزدِ ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شایع ہوتا ہی

قیمت سالانہ ے ششماہی عہ سہ ماہی عہ ماہوار ۹ر طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۱۰۔ اگست سنہ ۱۹۱۶ء مطابق ۱۰ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس | نمبر ۱۴

اسلام و عیسائیت

اعتراف کی گردن خم ہوگئی

اسلام اور عیسائیت پر حال ہی میں لبقام لندن ایک دلچسپ مباحثہ ہوا ہے۔ اس کی مختصر کیفیت کسی گذشتہ اشاعت میں شایع ہوچکی ہے جلسہ کے صدر مسٹر اے یوسف علی سابق آئی سی ایس تھے۔ مباحثہ کا افتتاح مسٹر سی ایف سانڈر نے کیا۔ مسٹر موصوف نے دوران تقریر میں کہا۔ کہ باشندگان انگلستان کو اپنی مادری تہذیب پر بہت ناز ہے۔ لیکن وہ اس بات کو بھول گئے ہیں۔ کہ اس تہذیب کا آفتاب یورپ کے مطلع پر حال ہی میں طلوع ہوا ہے۔ تاریخ عالم میں نہ سہی۔ گذشتہ چند صدیوں میں یہ پہلا موقع ہے۔ کہ سرزمین ایشیا کو۔ آسیائے یورپ کے دو پاٹوں کی رگڑ میں آنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لئے ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے۔ کہ ہم ایشیا ئیوں اور دنیا کی تمام رنگدار اقوام کے مذہب سے واقفیت پیدا کریں۔ اور بحیثیت ایک عیسائی کے مجھے اس کے کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہے کہ اسلام کے متعلق ایک ملک میں شدید غلط فہمی پیدا ہورہی ہے عامۃ الناس اس سے قطعاً ناآشنا ہیں۔ اور حیرت ہے۔ کہ وہ جہالت کی تاریکی سے پیچھا چھڑانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کررہے ہیں۔"

ہم کو مسٹر موصوف کی اس رائے سے پورا اتفاق ہے۔ واقع میں اگر اہل یورپ۔ اور بالخصوص اہل انگلستان ایشیائیوں اور خاصکر مسلمانوں کی اصلی حالت و حیثیت کو کماحقہ طور پر پہچانیں۔ ان کے جواحسانات مغربیوں پر ہیں۔ ان کو عمیق نگاہوں سے دیکھیں۔ تو بہت سے بین الاقوامی منازعات کا تصفیہ آسانی سے ہوسکتا ہے۔

انگلستان کے ماتحت دس کروڑ مسلمان آباد ہیں جن میں سے سات کروڑ صرف ہندوستان میں ہیں۔ اگر انگلستان کے باشندے ان کے جذبات و حسیات کا انصاف اور دلسوزی سے مطالعہ کریں۔ اور ان کا احترام بھی کریں۔ تو دولت برطانیہ کی سطوت و صولت میں چار چاند لگ جائیں۔ اور اس سلطنت کو وہ تقویت اور پیوستگی حاصل ہو۔ جو اور کسی حکومت کو حاصل نہیں ہے لیکن حیف ہے۔ کہ ظاہر پرست لوگ اس حقیقت سے آشنا نہیں ہیں۔ اور اس کے نتایج اظہر من الشمس ہیں۔

مسٹر موصوف نے کہا۔ کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔ جو عیسائیت سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے۔ یہودی جناب مسیح کی نبوت کے قایل نہیں ہیں۔ مگر مسلمان ان کو انبیاء ازلیہ میں سے سمجھتے ہیں۔ لیکن ایک ایسے مذہب کی اصلیت کو سمجھنا جو علاوہ اس قریبی تعلق کے براعظم افریقہ [illegible]

ہونا چاہئے۔ اس ملک (انگلستان) کے پیڈریا پادرین اس حقیقت پر غم کے آنسو بہایا کرتے ہیں۔ کہ افریقہ میں اسلام بہ نسبت عیسائیت کے زیادہ سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ شاید وہ اس امر سے آگاہ نہیں ہیں۔ کہ اس سرعت رفتاری کی وجہ اس کی سادگی میں مضمر ہے۔ کیونکہ عقاید اسلام عیسائیت کی نسبت بہت کم پیچیدہ ہیں۔ اس نے جو ضابطہ حیات انسانی کے لئے بنی نوع انسان کو عطا کیا ہے۔ وہ نہایت آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور یہی ایک بڑی وجہ افریقہ میں اس کی سریع رفتاری کی ہے۔

اسلام مقررین یورپ کی شہادت کا محتاج نہیں ہے۔ اس کے اصول و آئین کی پرعظمت سادگی جو خود بخود دلوں میں گھر کرلیتی ہے۔ اس کے دین الفطرۃ ہونے کی سب سے بڑی شہادت ہے لیکن مسلمانوں کو شرم آنی چاہئے۔ کہ وہ اس چشمہ آب زلال کو اپنی خود غرضی کی آلایشوں سے گدلا کررہے ہیں۔ اور اپنے اعمال و افعال سے اسلام کا ایک ایسا نمونہ دنیا کے روبرو پیش کررہے ہیں۔ جس کو دیکھ کر کوئی شخص ان شہادتوں پر یقین نہیں کرسکتا۔ مسلمان غور کریں۔ کہ ایک نامسلم کس پیرایہ میں اسلام کی صداقت کو دنیائے عیسائیت میں نمایاں کررہا ہے۔ جب وہ بصد حسرت و افسوس کہتا ہے۔ کہ

"موجودہ جنگ میں ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے۔ کہ انسان اپنے ملک کے فایدے کے لئے خواہ کتنا ہی زبون طرز عمل کیوں نہ اختیار کرے وہ ایسا کرنے میں بالکل حق بجانب ہے۔ اور ایسے آدمیوں کی کمی نہیں ہے۔ جو اس اصول کی پیروی کا میلان رکھتے ہیں۔ لیکن کیا ایک فعل جو فطرۃً خراب ہے۔ اس وجہ سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔ کہ اس کا کرنے والا ایک مدبر سیاست ہے؟ کیا اس سے بڑھ کر کوئی نظارہ قابل افسوس ہوسکتا ہے۔ کہ جنگ سے بیشتر ایک ملک (جرمنی) کے ماہران سیاست دوسرے ملک کے ملازموں کو اپنے وعدہ کی خلاف ورزی کرنے۔ حلف توڑنے اور رشوت لے کر اپنے ملک کے رازہائے سربستہ کو طشت از بام کرنے کے لئے ورغلا رہے تھے"

مسٹر سانڈرس کا خیال ہے۔ کہ اگر تمام اقوام عالم ایک دوسرے کے مذہب اور فلسفہ کو سمجھنے کی اچھی طرح کوشش کریں۔ تو بین الاقوامی اخلاقیات کی ایک ایسی سکیم وضع کرسکتے ہیں۔ جس سے اس قسم کے منصوبوں کو خاک میں ملایا جاسکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ یہ سکیم بجز اسلام کے اور کیا ہوسکتی ہے۔ جو احکم الحاکمین نے تمام قوموں۔ تمام زمانوں اور تمام حالتوں کے لئے بنائی ہے۔

سانڈر صاحب کی تقریر کے بعد چند اور مقررین نے بھی تقریریں کیں۔ مسٹر او ڈائل نے کہا۔ کہ بحیثیت ایک کیتھولک عیسائی ہونے کے بہ نسبت پراٹسٹنٹوں کے ان کی ہمدردی اسلام کے ساتھ زیادہ ہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں پراٹسٹنٹ مذہب کی نسبت اسلام کے اصول و عقاید زیادہ قابل تعریف ہیں۔

مسٹر البقری نے ایک سوال کے جواب میں بیان کیا۔ کہ اسلام نے محدود کثرت ازدواج کی اجازت ان برائیوں کو روکنے کے لئے دی

ہے کہ اسلام ایک معقول و شایستہ مذہب ہے۔ اور ان قیود و پابندیوں کے لحاظ سے جو اسلام نے عاید کی ہیں۔ کثرت ازدواج کے اصول سے وہ تمام اقوام فایدہ اٹھا سکتی ہیں۔ جن کے مردوں کی اکثر تعداد ضایع ہورہی ہے۔ مسٹر موصوف نے اسلام سے انگلستان کے عیسائیوں کی عدم واقفیت پر اظہار افسوس کیا۔

مسٹر البقری کے مشاہدہ کی نسبت ہم صرف اس قدر کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اسلام چونکہ آخری دین فطری ہے۔ اور انسانی زندگی کی تمام منازل اور تمام ضرورتوں پر حاوی ہے۔ اس لئے اس کا ہر ایک اصول خواہ وہ بادی النظر میں بعض اوقات کتنا ہی فضول اور غیر ضروری معلوم ہوتا ہو۔ دراصل کسی نہ کسی حکمت پر مبنی ہوتا ہے مسئلہ کثرت ازدواج اس کی ایک نمایاں مثال ہے۔ جس پر نکتہ چین طبایع ہمیشہ معترض رہی ہیں۔ لیکن جس کی ضرورت اب پورے زور کے ساتھ محسوس ہورہی ہے۔

مسٹر ڈڈلی رائٹ نے اپنی تقریر میں بتلایا۔ کہ اسلام سے انگلستان کے عیسائیوں کی عدم واقفیت اس وقت تک برابر قایم رہیگی جب تک کہ ان کی معلومات کا سرچشمہ متعصب عیسائی مصنفین ہیں۔ اور جب تک وہ اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کرنے کے لئے اسلامی مصنفین کے افادات سے استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کرینگے۔

پادری اے۔ گریہم بارٹن نے کہا۔ کہ مہذب دنیا اسلام کی ایک بڑی حد تک مرہون منت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے وقت میں مبعوث ہوئے۔ جبکہ عیسائیوں کا لیتھولک فرقہ انحطاط کی منزلیں طے کررہا تھا۔ پادری صاحب نے توقع ظاہر کی۔ کہ تمام عیسائی اسلام کو بطور ایک عظیم الشان طاقت کے دیکھیں گے۔ جو دنیا کو نفع کثیر پہنچا رہی ہے۔ اسلام کے بغیر دنیا اس قدر نیک اور اچھی نہیں ہوسکتی تھی۔ جیسی کہ اب ہے۔

پادری صاحب نے اخیر میں کہا۔ کہ میں اسلام کی طاقت و جبروت کے اعتراف کے طور پر اس کے آگے اپنی گردن جھکاتا ہوں۔

ہماری دعا ہے۔ کہ پادری صاحب کی گردن اسلام کے آگے جھکی ہے۔ تو خدائے اسلام کے آگے ان کی جبین بھی خاک آلود ہو جیسی کہ دنیا کے تیس چالیس کروڑ انسانوں کی ہوتی ہے۔ اور ان کا دل بھی رب العالمین کے حمد کے ترانے گائے۔ کہ اسلام زبان اور دل کی مکمل اطاعت چاہتا ہے۔ (از وکیل)

اخبار احمدیہ

ایبٹ آباد کی تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب عنقریب ولایت جانے کے لئے تیار ہوچکے ہیں۔ ٹھیک تاریخ کا ابھی علم نہیں معلوم ہونے پر اطلاع دی جائیگی

آئندہ جمعہ کے روز حضرت خواجہ صاحب کے عازم لاہور ہونے کی خبر ہے۔ حضرت ڈاکٹر مرزا صاحب ابھی وہاں ریاست انب میں معالجہ

لائل پور میں دو ایک محمودیوں کی غلط بیانی اور خلاف گوئی

(از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے)
(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

اگر یہ قادیان کی گدی کا مبلغ اس آیت پر ذرہ بھی غور کر لیتا یا کسی اپنے عالم سے ہی پوچھ لیتا تو اسکو معلوم ہو جاتا کہ جو معنے اس نے فنفخنا فیہ من روحنا کے یہ کئے ہیں کہ "اس ایک آدمی میں جو ایمان لایا" خدا نے اپنی روح پھونک دی یہ نہایت غلط معنے ہیں اور یہاں فیہ کی ضمیر نہ تو کسی نامعلوم الذکر مومن کی طرف پھرتی ہے اور نہ مریم کی مثال کے مصداق صرف ایک ہی شخص کی طرف پھرتی ہے۔ کیونکہ یہاں فیہ کی ضمیر لفظ فرج مذکر کی طرف ہے اور اسی کا پیچھے ذکر ہے۔ پھر جب اس آیت کی دوسری قرأت فنفخنا فیہا بھی آئی ہے۔ جو اس بات کی اور بھی تشریح ہے کہ سوائے مریم میں نفخ روح ہونے کے اس مثال میں صرف ایک مومن کے مریم صفت ہونے اور اس کے خود عیسے بن جانے کا کہیں ذکر نہیں۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جہاں اس آیت سے اپنا بطور مجاز و استعارہ کے ابن مریم ہونا لکھا ہے۔ وہ کلام استعارہ اور مجاز کے طور پر ہے نہ حقیقت کے طور پر اور میرے نزدیک گو ان معنوں پر بظاہر اعتراض پڑتے ہیں لیکن اگر نظر غور سے دیکھا جائے تو حقیقت میں حضرت مسیح موعودؑ کی کی ہوئی تفسیر یا معنوں پر ہرگز ہرگز کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ اور جب حضرت مسیح موعودؑ خود مانتے ہیں کہ اس امت محمدیہ میں بیشمار مسیح ابن مریم ہوئے۔ جیسا کہ فرمایا۔ "آں مسیح ناصری شد از دم او بیشمار" اور فرماتے ہیں کہ آئندہ بھی ہونگے۔ تو اس آیت کا ایک فرد پر حصر ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اب میں اس آیت کے متعلق کچھ اور تھوڑا سا عرض کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ سورہ تحریم کی آخری آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مثال دی ہے کہ مومن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک فرعون کی بیوی کی طرح کہ خود بیچاری نیک اور مومن تھی لیکن ایک کافر فرعون کا قابو بھی اس پر تھا۔ اور دوسرے مومنوں کی مثال مریم کی مثال ہے کہ وہ صدیقہ تھی۔ اور آپ سب صاحبان جانتے ہیں کہ صدیق کا درجہ نبوت کے درجے سے نیچے ہوتا ہے نبوت سے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ مومن خواہ کتنی ہی ترقی کرے۔ اور روحانیت اور معرفت کے تمام مرتبے طے بھی کر جائے۔ تب بھی صدیق کے رتبہ سے بڑھ کر اسکو کوئی رتبہ نہیں مل سکتا۔ یعنی امتی نبی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ نبوت ایک موہبت اور خاص منصب ہے جو اللہ تعالے اپنی رحمانیت کی صفت کے ماتحت اپنے محض فضل سے۔ نہ کسی کے سابق عمل یا کسب سے جسکو چاہتا ہے بغیر کسی نبی کی پیروی یا روحانی اُستاد کے بخشتا ہے یا بالکل جھوٹ اور خطا ہے کہ یہ گمان کیا جائے کہ مومن ترقی کرتا کرتا نبوت کے منصب تک پہنچ سکتا ہے یہاں سورہ تحریم کی ان آیتوں میں خدا تعالے نے اسی لئے تو مومنوں کی مثال مریم سے دی کہ امتی صدیق کا رتبہ تو پا سکتا ہے مگر نبوت کا منصب نہیں پا سکتا۔ ورنہ مریم سے مثال دینا مومن مردوں کی لغو ٹھیرتا۔ اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مریم صفت مومن کو خواہ کتنی کثرت کے ساتھ امور غیبیہ پر بذریعہ مکالمات و مخاطبات اطلاع ہو۔ اور خواہ اس کے الہامات کتنے ہی قطعی اور یقینی بھی ہوں۔ اور خواہ وہ رات دن مریم صدیقہ کی طرح کتاب اللہ پر عامل بھی ہو اور ایک قدم بھی اِدھر اُدھر نبی متبوع کی پیروی سے آگے نہ رکھے۔ اور خواہ رات دن دعاؤں میں لگا رہے۔ مگر پھر بھی وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ جس طرح ملائکہ کے ذریعہ کلام الٰہی پانے اور اس میں غیب کے امور ہونے سے مریم نبیہ نہیں ہو گئی تھی۔ اسی طرح مومن مریمیت صفت بھی نبی نہیں ہو سکتا۔"

اس مثال میں بھی خدا تعالے نے مریم کے پیٹ سے عیسے کے پیدا ہونے کا ذکر اسی لئے فرمایا۔ تا بتلا دے کہ عیسے کو جو نبوت ملی تھی وہ کسی عمل یا کسب کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ محض بخشش تھی اور خدا چونکہ عالم الغیب تھا اس نے قرآن مجید میں پہلے سے ہی اس بات کا جواب لکھ رکھا تھا۔ جو اس وقت محض ایک باطل اور بے بنیاد خیال نبوت مسیح موعودؑ سے پیدا ہوا ہے۔ کہ نبوت بھی ایک کسبی چیز ہے جس طرح انسان اپنی کوشش سے نیک ہو سکتا ہے صدیق بن سکتا ہے۔ اسی طرح اپنی ہی کوشش سے ترقی کر کے وہ نبی بھی بن سکتا ہے۔ خدا تعالے نے فرما دیا کہ دیکھو حضرت عیسے مریم جیسی نیک اور برگزیدہ زاہدہ عابدہ عورت کے بطن سے تو ہوئے۔ مگر ان کو نبوت براہ راست محض خدا کے فضل اور موہبت سے ملی کسی نبی کی اتباع یا کسی کتاب اللہ کی پیروی یا کسی کسب یا عمل یا مراحل طے کرنے کے ذریعہ نہ ملی۔ مگر مریم باوجودیکہ ایک نبی ذکریا کی متبع تھی۔ کتاب اللہ پر ایمان رکھتی تھی۔ اور کتاب اللہ پر کامل طور پر عمل پیرا تھی زاہدہ عابدہ بھی حد درجہ کی تھی۔ مگر اس کا زہد اس کا عمل اسکے مراحل طے کرنے نے اُسے صدیقہ سے بڑھ کر نبیہ کے درجہ تک نہیں پہنچایا۔ اور اس کے بیٹے کو بغیر کسی سابق عمل یا کسب یا زہد و تعبد کے خود ہی خدا کے فضل اور بخشش سے براہ راست نبوت کا منصب مل گیا۔ گویا یہ آیت بلند آواز سے پکار کر بتلا رہی ہے کہ خواہ کوئی مومن مریم کی تمام صفات سے ہی متصف بھی ہو جائے اور خواہ خدا سے ہمکلامی کا شرف بھی کثرت سے رکھتا ہو۔ مگر وہ صرف صدیق ہی رہیگا۔ نبی نہیں ہو جاویگا۔ خدا تعالے نے یہاں پر جو فنفخنا فیہ من روحنا فرمایا تو اس جگہ صرف یہ بتلایا کہ مریم کے پیٹ میں عیسے نبی کی روح پھونکی گئی تھی یہ نہیں فرمایا۔ کہ مریم خود نبی بن گئی تھی۔ بلکہ بتلایا مریم کے بطن سے ایک علیحدہ وجود نکلا تھا۔ وہ نبی تھا۔ مگر نہ کسی کسب یا مجاہدہ یا عمل یا دعاؤں سے بلکہ اللہ تعالے کے ارادہ اور موہبت سے ماں کے پیٹ سے ہی ایسا پیدا ہوا تھا۔ کہ اس کا نبی ہونا پہلے سے بتلایا گیا تھا۔ اور ضرب اللہ مثلاً للذین امنوا امرات فرعون .... و مریم ابنت عمران سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ مومنوں کی مریم کے ساتھ مثال اس لئے دی گئی ہے۔ کہ امت محمدیہ میں مریم صفت بہت لوگ پیدا ہونے والے تھے یہاں مومن کی مثال دو نیک اور پاک عورتوں سے دی گئی ہے اسلئے اس میں کسی ایک کے عیسے ابن مریم بننے یا آنے کی کوئی خبر نہیں جب مریم صفت مومن صرف ایک ہی نہیں بلکہ امت سے ہونگے تو اگر وہ مومن آپ ہی مریم اور آپ ہی پھر عیسے بن جاوینگے۔ تو بہت سے عیسے ہونے چاہئیں۔ نہ کہ ساری امت میں صرف ایک۔ اس آیت کو چھوڑ سارے قرآن میں بھی کہیں اشارہ تک نہیں کہ عیسے ابن مریم نبی اللہ بھی امت محمدیہ میں کوئی دوسرا ہو سکتا ہے ...... آخیر میں میں اس بات کی زیادہ تشریح کے لئے یہ بھی بتلا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ فنفخنا فیہ من روحنا کے یہی یہ معنی نہیں کئے کہ جہاں نفخ روح قرآن مجید میں آیا ہے۔ وہاں جان یا زندگی پیدا ہونے کے معنی میں ہی آیا ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں بھی زیر آیت التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا کے یہی معنی کئے ہیں۔ چنانچہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ مریم صدیقہ نے اپنی عفت میں بڑا التکلف کیا اور محصنہ عفیفہ عورت کو بھی کہتے ہیں اور نفخنا فیہ من روحنا کے معنے یہ ہیں کہ پیدا کی ہم نے اسمیں وہ چیز جو ظاہر ہے ساتھ اسکے زندگی بدنوں میں اور نفخ اسکو اسلئے تشبیہ دی گئی ہے کہ جب روح پیدا کیا جاتا ہے تو بدن میں ہوا کی طرح پھیل جاتا ہے۔ جس طرح آدمی کسی تھیلے میں ہوا کو پھونکے۔ تو اسکے ہر کونہ میں وہ ہوا پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح روح یعنے زندگی بدن کے ہر ایک کونہ اور حصہ اور مقام میں چلی جاتی ہے اور جس حصہ میں وہ روح کام نہیں کرتی وہ حصہ بدن کا مردہ کہلاتا ہے نہ زندہ ...... حاصل مطلب یہ ہے کہ سورہ تحریم کے پڑھنے سے اصل حقیقت ان آیات کی یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ یہاں جو اللہ تعالے نے مثال دی ہے۔ اس سے اللہ تعالے نے حضرت نبی کریم کی دو بیویوں کو حضرت نبی کریمؐ سے معمولی سے معمولی خلاف بات سے بھی ڈانٹ بتلاتا ہے۔ یعنے جب رسول اللہؐ کی دو بیویوں نے حضرت نبی کریمؐ کے منہ پر ایک بات کہنے میں ایک دوسرے کی مدد کی تو اُن دونوں کے لئے اللہ تعالے ایک مثال لایا۔ نوح اور لوط کی بیوی اور امرأت فرعون اور مریم کی۔ یعنی جناب آنحضرت صلعم کی ان دو بیویوں سے ایک غلطی ہوئی وہ بھی خدا کو پسند نہیں تھی۔ اس لئے اُن کو ڈرایا ہے اور بتلایا ہے کہ دیکھو نوح اور لوط کی بیویاں باوجود نبی کی بیویاں بننے کے اپنے کیفر کردار کو پہنچیں۔ اور انہوں نے نبی کی بیوی بننے سے کچھ نفع نہ اُٹھایا۔ مگر امرأت فرعون اور مریم نے خدا کے حکموں کا جس قدر اپنے آپ کو پابند کیا ان کی نیکی نے ان کو کس قدر نفع پہنچایا۔ ان آیتوں میں نہ کسی امتی کے عیسے اور نبی بننے کا کوئی ذکر ہے۔ اور نہ اس میں عیسے نبی اللہ کے دوبارہ آنیکا کہیں اشارہ۔ بے تعلق اور من گھڑت باتیں جتنی کوئی چاہے ان آیتوں سے نکال لے۔ وہ خود ہی اپنی ان باتوں کا خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔

اس کے بعد ۳۱ - مئی ۱۹۱۶ء کے دن تمام محمودی پارٹی نے زور دیا کہ لائل پور میں احمدیت اور محمودیت پر ایک بڑے مجمع میں بحث ہو جائے۔ علماء قادیان سے منگوائے جاویں اور مرہم عیسے [illegible] کے بعد قریباً ۶ بجے شام کے ایک مولوی صاحب جن کا نام محمد حسین تھا۔ اور جو فرقہ اہل قرآن میں سے ہیں وہ درمیان میں تصفیہ شرائط کے ثالث مقرر ہوئے۔ جو شرائط مہتے جاتے تھے وہ لکھتے جاتے تھے۔ چنانچہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا پرچہ جس کا عکس لیا گیا ہے۔ آئندہ اشاعت میں دیا جاوے گا۔ (باقی آئندہ)

تازہ خبریں

تعلیم عربی کیلئے سرکاری وظیفہ کلکتہ شمس العلماء مولوی قطب الدین احمد صاحب سپرنٹنڈنٹ مدرسہ چٹاگانگ عربی کے سائنٹفک مطالعہ کے لئے انگلستان جا رہے ہیں خیال کیا جاتا ہے۔ کہ انکے تمام مصارف گورنمنٹ برداشت کرے گی۔

بیگم صاحبہ لوہارو کا انتقال - ہمارے نہایت رنج وافسوس سے معلوم ہوا ہے۔ کہ والدہ ماجدہ نواب بہادر لوہارو نے ۸۰ سال کی عمر میں دہلی میں انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ کا تجہیز و تکفین قطب صاحب کے قبرستان میں عمل میں آیا۔ ہماری دعا ہے۔ کہ قادر مطلق مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے فرزند دلبند فرمانفرمائے لوہارو کو صبر جمیل عطا کرے۔

آسٹریا کی سپاہ کی گرفتاری - لنڈن ۷ اگست - روم سے ایک سرکاری اعلان مذکور ہے۔ کہ ڈیگ اور ایراسونز وکے درمیان توپخانہ کی آتشباری جاری ہے۔ علاقہ منفالکن میں تین توپیں کئی ایک کلدار توپیں اور بندوقیں اور سامان حرب کی ایک مقدار ہمارے ہاتھ آئی۔ مزید برآں ہم نے ۲۰۰ ۳ قیدی اور ایک سو افسر گرفتار کئے۔ برسگمیدی سائکلسٹوں نے شدید دست بدست لڑائی کے بعد ایک پہاڑی پر قبضہ کر لیا اور شدید جوابی حملوں کو پسپا کر دیا۔

بیوگان و یتامیٰ کی امداد - لنڈن ۷ اگست - آج مسٹر چیمبرلین نے اعلان کیا۔ کہ شیر پیٹرریل کے سپاہیوں کی بیوگان و یتامیٰ کے لئے جو حادثہ کراچی میں مارے گئے پنشن اسی نسبت سے منظور کی جائے گی۔ جیسا کہ مقتولین جنگ کے پسماندگان کی حالت میں ہوئی ہے۔ مسٹر موصوف نے نری کونسل کی خدمت میں یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ شیر پیٹرریل کے علاوہ دیگر سپاہیوں سے بھی ایسا ہی سلوک کیا جائے۔

برطانوی قبرستان لنڈن ۸ اگست - فرانسیسی پارلیمنٹ نے برطانوی سپاہیوں کی قبروں کے دائمی قیام کے متعلق ایک قانون پاس کیا ہے۔ فوجی کونسل نے اسی کے جواب میں فرانسیسیوں کی عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا ہے۔

بحیرہ اسود کا روسی بیڑہ - لنڈن ۸ اگست - بیڑہ کے نائب امیرالبحر کرسچک جو تمام روسی امیرالبحروں میں سے چھوٹی عمر کے ہیں۔ بحیرہ اسود کے روسی بیڑہ کے کمانڈر مقرر ہوئے ہیں۔ آپ پورٹ آرتھر کی لڑائی میں شہرت حاصل کی تھی۔

پاپائے روم کی مداخلت - لنڈن ۷ اگست - دہلی کے نامہ نگار بیان کرتے ہیں۔ کہ پاپائے روم نے پرائیویٹ طور پر قیصر جرمنی کو لکھا ہے۔ کہ وہ شمالی فرانس کے مقبوضہ علاقہ کو واپس کرے۔ اس تجویز کی نامنظوری کی حالت میں پاپائے اعظم کی طرف سے علانیہ صدائے احتجاج بلند کی ہوگی۔

نہر سویز کے قریب لڑائی میں شدید ترکی نقصانات لنڈن ۷ اگست - علاقہ قاطیہ کی لڑائی کے متعلق جنرل مرے کی رپورٹ سے ظاہر ہے کہ ہماری آتشباری نہایت ہی مؤثر تھی۔ اور ترکی نقصانات کی ایک زبردست تعداد مقتول و مجروح ہوئی۔ ان کا ۱۸ میل تک تعاقب کیا گیا۔ اب قاطیہ عملیہ کا علاقہ ترکوں سے صاف ہے۔ ہم نے ۴۵ افسران فوج اور ۱۵۰۰ سوز خمی سپاہی گرفتار کئے۔

لنڈن ۸ اگست - قاہرہ - ترکوں کی شکست پر مصری خوش ہیں۔ سینکڑوں قیدی نہایت ہی غلیظ و قابل شرم حالت میں لائے گئے ہیں وہ پیاس سے مر رہے ہیں۔ مزید قیدیوں کی جرمن افسروں سمیت آمد کی توقع کی جاتی ہے۔

جرمنی اور اطالوی تجارت - لنڈن ۸ اگست - ایمسٹرڈم جرمن وزیر مالیات نے اعلان کیا ہے۔ کہ آئندہ اطالوی پیداوار پر انتہائی محصول لیا جائے گا۔

اتحادی اور ایران - لنڈن ۷ اگست - پیٹروگراڈ۔ ایران میں مالی اور فوجی تدبیر کے متعلق برطانوی اور روسی وزرا میں سمجھوتہ ہو گیا ہے۔

کاشت فصل - لنڈن ۷ اگست - فوجی مجلس نے فیصلہ کیا ہے کہ کاشت

مراسلات

قرآن کریم سے خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونیکا ثبوت

شریمان راجارام جی کا مطالبہ اور اُس کا جواب

یارب یہ التجا ہے کرم تو اگر کرے
وہ بات دے زباں پہ جو دل میں اثر کرے

پنڈت جی کا بیان شریمان پنڈت راجارام جی ارنی کے جیون میں فرماتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ قرآن شریف میں پرمیشور کو سرب دیاپک آتما کے روپ میں ظاہر نہیں کیا گیا۔ اگر میرا خیال غلط ہے تو آپ میرے سارے اعتراض سنیں اور اُن کے معقول جواب دیں مجھے اپنے اوپر وشواش ہے کہ اگر میری تسلی ہوگئی تو مجھے اُس کے مان لینے میں ہٹھ نہیں ہوگا۔

وید میں خدا تعالیٰ کی صفات اس کے بعد آپ فرماتے ہیں:- وید میں یہ صاف ہے۔ یجروید ۳۲/۸

• گیانی اسکو اپنے پردے کے اندر ساکھشات (قلب کے اندر صریح طور پر) دیکھ لیتا ہے جو سارے وشو کا آدھار ہے جو ہی ساری دنیا کو پیدا کرتا اور ناش کرتا ہے وہ سرب دیاپک ہے جو ساری پرجاؤں میں اوت پروت ہے"

اس منتر میں پرمیشور کا سرب دیاپک اور سرب آدھار ہونا کیسا صاف الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ ہم میں سے جو بھی کوشش کرے۔ اسکو دیکھ سکتا ہے۔ جو کہ ہر ایک کے پردے کے اندر موجود ہے"۔

اتھروید کانڈ ۱۰ سوکت ۸ منتر ۴۴۔

"وہ خواہشات سے بری ہے۔ دھیرج والا ہے امر ہے قائم بالذات ہے۔ آنند میں ترپت ہے۔ کسی قسم کی اس میں کمی نہیں۔ اُس کو ہاں صرف اسی کو جو کہ خالص آتما ہے جان کر انسان موت کے خوف سے پار ہو جاتا ہے جس کی شکتی کبھی کم نہیں ہوتی۔ ہمیشہ ایک سی رہتی ہے"۔ اس منتر میں اسکو قائم بالذات آنند میں ترپت خالص آتما بتلایا ہے یہی سچا ورنن پرماتما کا ہے۔ اس طرح کا صاف ورنن ہم قرآن میں نہیں پاتے"۔

پنڈت جی کا شکریہ اس سے پیشتر کہ میں اصل جواب کی طرف توجہ کروں۔ میں پنڈت صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ پنڈت صاحب نے ایک قابل تحقیق مسئلہ کی طرف نیک نیتی سے قدم اُٹھایا ہے اُن کے اعلیٰ اخلاق کا میں معترف ہوں اور آریہ سماج ایسے دھرماتما پرش پر جسقدر فخر کرے بجا ہے۔ اے کاش سماج میں ایسے چند اور سمجھدار پرش ہوتے!

پنڈت جی کے مطالبہ کا جواب قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفت سرودیاپک (حاضر و ناظر) متعدد موقعوں پر موجود ہے۔ فرمایا۔ سنریھم اٰیٰتنا فی الاٰفاق وفی انفسھم حتی یتبین لھم انہ الحق اولم یکف بربك انہ علیٰ کل شئ شھید الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شئ محیط ۵۴-۵۳/۴۱۔ عنقریب ہم ان کو اپنی ہستی کے نشان دکھائینگے۔ زمانے (خارجی دنیا) میں بھی اور اُن کی اپنی آتماؤں کے اندر بھی یہاں تک کہ وہ حق کو ساکھشات (صریح اور بیّن طور پر) دیکھ لیں۔ کیا تیرا رب کافی نہیں کیونکہ وہ تو ہر شئے (خواہ وہ ہمی اِٹم یا جزو لایتجزّے ہی کیوں نہ ہو) پر حاضر ہے۔ (دنیا میں ایسے بہت سے لوگ ہیں) جو اپنے رب کے درشنوں سے ناامید ہیں درحقیقت وہ تو ہر چیز پر سرودیاپک (احاطہ کئے ہوئے) ہے۔ وللّٰہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض وکان اللّٰہ بکل شئ محیطا۔ ۴/۱۲۶:- اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ اجرام سماوی اور آکاش میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ ہر شئے پر محیط ہے (احاطہ کئے ہوئے ہے)۔ اللّٰہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ ولا نوم۔ اللہ وہ ذات پاک ہے جسکے بغیر کوئی بھی پرستش و فرمانبرداری کا مستحق نہیں (حی القیوم) امر آدھار) جسکو غفلت اور سستی نہیں۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللّٰہ لمع المحسنین۔ وہ لوگ جو ہم میں دل و جان سے کوشش کرتے ہیں۔ ضرور ضرور ہم اُن کو اپنی ملاقات کی راہیں بتلا دیں گے۔ درحقیقت اللہ احسان کرنے والوں (ڈیوٹی کے انجام دینے کے علاوہ اور نیکیوں میں بڑھ بڑھ کر قدم مارنے والوں) کے ساتھ ہے۔

وھو معکم اینما کنتم۔ اے مومنو وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ ان اللّٰہ یعلم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض ما یکون من نجویٰ ثلٰثۃ الا ھو رابعھم ولا خمسۃ الا ھو سادسھم ولا ادنیٰ من ذالك ولا اکثر الا ھو معھم اینما کانوا ....

.... اس آیت کے ترجمے کے لئے دیکھو اتھروید ورُنا جو تمام عالموں کا مالک ہے۔ وہ دیکھتا ہے گویا کہ وہ قریب ہی کھڑا۔ اگر کوئی شخص کھڑا ہوتا ہے یا چلتا یا چھپتا ہے۔ اگر وہ لیٹنے یا اوپر اُٹھنے کو جاتا ہے جو کچھ دو آدمی آپس میں خفیہ مشورہ کرتے ہیں۔ راجہ ورُنا اسکو جانتا ہے۔ وہ وہاں دو میں تیسرا ہوتا ہے"۔ قرآن کریم نے نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں اسی مطلب کو ادا کیا ہے۔

فرمایا۔ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اسکو جانتا ہے کہیں تین میں خفیہ مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ اُن میں چوتھا ضرور ہوتا ہے۔ اور نہ پانچ میں مگر وہ چھٹا ضرور ہوتا ہے اور نہ اس سے کم میں اور نہ زیادہ میں مگر وہ ضرور ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں ہوں۔ ۵۸/۷

میں سمجھتا ہوں۔ میں نے شریمان پنڈت صاحب کے مطالبہ کا حسب استطاعت جواب دیدیا۔ اور فی الحال یہ چند حوالے اطمینان قلب کے لئے کافی ہوں گے۔

پنڈت جی سے ایک ضروری سوال

اب پنڈت صاحب سے ایک ہماری گذارش ہے۔ پنڈت صاحب اس امر میں مجھ سے متفق ہونگے۔

صفت بغیر موصوف کے کچھ چیز نہیں کہ کسی موصوف یا ذات کے بغیر تحقق صفات ممکن نہیں ہر صفت کے لئے کوئی نہ کوئی موصوف ضرور ہوگا ذات مجموعہ صفات ہوتی ہے۔ صفات کا ذات سے علیحدہ کوئی وجود نہیں ہوتا۔ پس جہاں کہیں کسی صفت کا تذکرہ ہوگا۔ اُس کے ساتھ اس کے موصوف کا تذکرہ خواہ اشارہ یا کنایہ میں ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور ہونا چاہئے برعکس اسکے جہاں صرف صفت بغیر موصوف کے مذکور ہو وہاں صفت کو اسم ماننا پڑیگا۔ اور اُس میں باقی اور صفات کی عدم موجودگی کا شبہ ہوگا۔ وید مقدس میں جہاں کہیں حسب تاویل

وید میں خدا تعالیٰ کا ذاتی نام کوئی نہیں آریہ صاحبان ایشور کا نام آیا ہے وہ سب صفاتی نام ہیں ذاتی نہیں (سناتنی صاحبان کے دیوتاؤں کو خدا کے نام قرار دیا گیا ہے)۔

ہمارے مطالبہ کی نوعیت یہ ہے کہ وید سے یہ ثابت کیا جائے۔ کہ ایشور کا اسم ذات وید نے فلاں بتایا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ دیانند جی نے اوم کو اسم ذات قرار دیا ہے۔ مگر نہ تو کسی معتبر کوشش سے یہ ثابت کیا ہے نہ خود وید مقدس نے یہ بتلایا ہے کہ ایشور کا اسم ذاتی اوم ہے۔ اوم کے متعلق باقی تحقیقات انشاءاللہ تعالیٰ آپکے جواب پر یا کسی اور صحبت میں حوالہ قلم ہوگی۔

مطالبہ نمبر ۲

شعرا کے نزدیک خوبصورتی کا معیار جن ہستیوں کو لوگ حسین کہتے ہیں ان کے حسن و جمال کی تعریف کا جو پیرایہ ہمارے ایشیائی شعرا بلکہ بعض کل دنیا کے شعراء نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اُنکے قد و قامت و سافت اعضاء کو شجر و حجر اور گل و لالہ وغیرہ وغیرہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور اُن کے حسن کی کچھ ایسی بھدی تصویر کھینچتے ہیں کہ اگر اُن تشبیہوں کے مطابق کوئی شکل تیار کی جائے تو بجائے اس کے کہ انسان اس کی طرف دیدۂ شوق سے دیکھے۔ اُلٹے پاؤں خوف سے بھاگ جائے۔ بعینہ یہی نقشہ

وید مقدس میں ایشور کی صفات وید مقدس نے ایشور جی کا کھینچا ہے کہیں وہ کہیں سورج سے تشبیہ ہے۔ تو کہیں سوم کے درخت یا چاند سے۔ کہیں وہ رعد کی خوفناک گرج (اندر) ہے۔ تو کہیں آسمان پر چھا جانے والی آندھی (ورُونا ورُ کے معنے ڈھانپنے اور نس آسمان) کہیں وہ خوفناک مینہ کے طوفان کا دیوتا (پرجنیا) ہے۔ تو کہیں طلائی ہاتھوں اور سنہری آنکھوں اور زبان اور زرد بالوں والا (ساوتری) جو سنہری گاڑی پر سوار ہوتا ہے۔ جس کے گھوڑے بھورے سفید پاؤں والے ہیں۔ کہیں وہ شور مچانے والا اور ہلاک کرنے والا رودر ہے۔ تو کہیں تین قدم میں آکاش کی کل مسافت کو طے کرنیوالا وشنو الغرض ویدک ایشور کی صفات زیادہ تر اُس کی مخلوق کے ہی نام ہیں نہ اور کچھ۔

یہ تشبیہات خدا تعالیٰ کیلئے موزوں نہیں آہ اس خدا نے بزرگ و برتر کے حسن و جمال کو دنیاوی مخلوق کی چیزوں سے تشبیہ دینے سے اس کی تعریف کا حق وید مقدس نے ادا نہیں کیا۔ اس لئے قرآن کریم نے کیا سچ کہا وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ ان لوگوں نے اللہ کی قدر کا حق ادا نہیں کیا۔ قرآن کریم

قرآن کریم کی احتیاط نے کوئی نام اللہ تعالیٰ کا مخلوق کے نام پر نہیں بتایا تاکہ اس مخلوق کو ہی خدا نہ سمجھ لیا جائے۔ جیسا کہ ہندو مذہب میں ہوا بلکہ مزید احتیاط کے لئے اللہ کے ہر اسم پر ال تخصیصی زیادہ کرکے اُسکو خدا کے لئے خاص کر دیا تاکہ کسی قسم کا شبہ بھی نہ پڑ سکے۔

اب اور رب کی بحث آپ لوگ اِس پر نازاں ہیں کہ ویدنے خدا کو باپ اور ماتر کہنے میں بڑا کمال دکھایا ہے۔ آہ تم اِس راز سے بے خبر ہو کہ خدا کو جو اپنی مخلوق سے محبت ہے اور جو رشتہ ہے وہ باپ اور ماتر کہنے سے ادا نہیں ہو سکتا ہے اُس کا تعلق تمام انسانی تعلقات سے بلند و برتر ہے۔ باپ کیا ہے ایک محدود وقت کے لئے تھوڑی بیٹ پوجا کا مہتم اور تھوڑے رنج و راحت کا شریک۔ قرآن کریم نے اس تعلق کے اظہار کے لئے ایک ایسا جامع لفظ استعمال کیا ہے کہ جیسکے برابر اظہار کیفیت کے لئے آسمان کی چھت کے نیچے دنیا کی کسی ڈکشنری میں کوئی لفظ موجود نہیں۔ گنجائش نہیں کہ میں اس لفظ کے حقائق و معارف میں سے کچھ بیان کرسکوں سوائے اسکے کہ صرف اس لفظ کے مجمل معنے جو خود

قرآن کریم سے رب کے معنی قرآن کریم نے ایک آیت میں بیان فرمائے ہیں اُس کو بلور آسکے سادہ ترجمہ کو میں آپ کے سامنے پیش کردوں خدا تعالیٰ کی وہ صفت رب ہے جس کے معنوں کی طرف اِس آیت میں اشارہ ہے۔ یا ایھا الانسان ما غرك بربك الکریم الذی خلقك فسوٰك فعدلك فی ای صورۃ ما شاء رکبك۔ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔ اے انسان کس چیز نے تجھکو اپنے رب سے غافل کردیا۔ (کہ تونے اسکی عالمگیر صفت ربوبیت کو باپ یا ماں کی ربوبیت سمجھکر اسکو خدا باپ اور خدا ماں کہا)۔ اُس کی صفت ربوبیت نے تو تیرے جسمانی وجود کی محض لاشے سے خود کی۔ (کیا باپ اور ماں کا لفظ اس صفت کی ترجمانی کا حق ادا کرسکتا ہے؟) فسوٰك اور اسی صفت ربوبیت نے تیرے روحانی نظام کی تکمیل کی۔ فعدلك اور پھر انسان کے جسمانی اور روحانی نظام کی ایسی لاجواب تعدیل کی کہ اسکو احسن تقویم یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ اور بلند سے بلند مقام پر کھڑا کردیا کہ اُس سے بہتر مقام انسانی ذہن تجویز نہیں کرسکتا (فی ای صورۃ ما شاء رکبك) اور جو شکل و صورت۔ قد و قامت۔ حسن و جمال تیرے رب کی مشیت نے چاہا۔ ترتیب دیا۔ (کیا ماں اور باپ یہ قدرت رکھتے ہیں۔ کیا ایسی صفات والے کو باپ کہنا چاہئے؟)

(ھو الذی الخ) وہ تو وہ رب ہے جس نے شاہد پھر کی کل کائنات کو تیری ربوبیت (جسمانی اور روحانی نظام کی تکمیل) کیلئے عدم سے شہود کا وجود بخشا۔

وید میں توحید یا ہمہ اوست تیسرا مطالبہ یہ ہے کہ وید مقدس میں توحید کا ذکر تک نہیں۔ جو منتر پیش کئے جاتے ہیں۔ اُن سے صرف ویدانت (ہمہ اوست)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ مورخہ ۱۵ ۱۳ اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۱۵

کے لیئے خدا کے سنور سے سفر را ورد نیں میں بیان ہوئے ہیں۔ سو مسیح کا مرنا دکھ اور موت ہے۔ پس کوئی مسیح پر ایمان لاویگا اور اُس کے کفارہ کو قبول کریگا اُس کے سارے گناہ معاف ہونگے۔ اور مسیح کی خاطر خدا کی رضامندی اس پر ہوگی انتہیٰ اور پولوس صاحب اپنے خط رومیوں باب ۳ درس ۲۸ میں فرماتے ہیں۔ پس ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راستباز ٹھہرتا ہے انتہیٰ۔ دیکھئے بقول پولوس صاحب صرف مسیح اور کفارے پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی ہے اعمال صالح کا بجالانا ضروری نہیں ہے اصل تو ایمان بدون اعمال حسنہ جو نجات کا ذریعہ یا راستبازی کا ذریعہ پولوس صاحب نے فرمایا ہے اس کو خود سیدنا مسیح کا حواری یعقوب مردود قرار دیتا ہے دیکھو خط یعقوب باب ۲ درس ۲۴ تم دیکھتے ہو آدمی اعمال سے راستباز ٹھہرایا جاتا ہے صرف ایمان سے نہیں۔ پس جیسے بدن بے اعمال مردہ ہے ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے سو ویسا ہی ایمان بے اعمال مردہ ہے اس مسئلہ نے یہاں تک عیسائیوں کو بے لگام کر دیا ہے چنانچہ لوتھر مارٹین فرقہ پروٹسٹنٹ کے پیشوا فرماتے ہیں کہ فقط ایمان رکھو اور فقط روزہ کی سختی اور کسی پرہیز کے بار کے بغیر اعتراف کی تکلیف کے اور نیک کاموں کی سختی کے یقین ہی جانو کہ تم بچائے جاؤگے تمہارے واسطے نجات ایسی تحقیق اور بے شک ہے کہ جیسی مسیح کے واسطے ہاں گناہ کرو اور خوب دلیری سے کرو فقط ایمان رکھو اگرچہ ایک دن میں ہزار دفعہ حرامکاری یا خون کرو صرف ایمان رکھو دیکھو پادری بیڈلی صاحب کی کتاب کا ترجمہ طامس انگلس مطبوعہ ۱۸۵۱ء کا صفحہ ۳۳ عیسائیوں کو ہم مشورہ دیتے ہیں کہ مسیح کی عبارت جو انجیل متی کی ہم نے اوپر نقل کی ہے اُس کو نکال ڈالیں پھر جو دل چاہے شوق سے کریں۔ کیا ایسا مذہب خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے۔ جو اس قسم کی خونخوار تعلیم امن عامہ میں خلل ڈالنے والی اور لوٹ دنا پیش کرے ہرگز نہیں الراقم عاجز فتح محمد۔

چندہ اشاعت اسلام

(معرفت بابو غلام نبی صاحب فیلڈ پوسٹماسٹر لوڈیٹہ)

منشی چراغ الدین صاحب کلرک فیلڈ پوسٹ آفس والی	عمر
بابو فیاض علیخانصاحب سٹیشن ماسٹر سنٹرلی	عمر
بابو حیات علیشاہ صاحب ہیڈ کلارک ڈپٹی ڈائرکٹر ریلوے لوڈیٹہ	صہ
منشی عبدالرحمان صاحب میل گارڈ۔ لوڈیٹہ	عک
بابو محمد اسلم خاں صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر دیمیوبی	عک
میاں ابراہیم خاں صاحب کانٹے والا	عمر
میاں محمد افضل خاں صاحب "	عمر
میاں مولا بخش صاحب "	عمر
میاں سردار خاں صاحب "	عمر
میاں اللہ دتا صاحب "	عمر
بابو فضل الدین صاحب ہیڈ کلرک ریلوے کمپنی ۲۵	عمر
بابو محمد الدین صاحب کلرک ریلوے کمپنی	عمر
منشی کرم الٰہی صاحب میل گارڈ چندہ ماہ مئی ۱۹۱۶ء	۸
" قیمت النبوۃ فی الاسلام	عمر
چودھری غوث محمد صاحب اسٹیشن ماسٹر الیمہ۔ چندہ مئی	عمر
خانصاحب عمر الدین صاحب اسسٹنٹ انجنیئر سروے پارٹی	صہ
ڈاکٹر محمد حسین خاں صاحب سب اسسٹنٹ سرجن ریلوے	صہ
چودھری غلام محمد صاحب ڈرائیور محکمہ ریلوے	صہ
بابو احسان الدین خان صاحب بارڈ فورڈ مین لوڈیٹہ	عمر
ملک چراغ الدین خاں صاحب پلیٹیئر ریلوے ...	صہ
منشی کرم الٰہی صاحب میل گارڈ چندہ ماہ جون ۱۹۱۶ء	عمر
مولوی محمد منظور الٰہی صاحب چندہ ماہ مئی ۱۹۱۶ء	صہ
" " چندہ ماہ جون ۱۹۱۶ء	عمر
غلام نبی پوسٹ ماسٹر فیلڈ پوسٹ آفس لوڈیٹہ ..	صہ

نظم

گذشتہ اشاعت میں ہم نے حکیم اللہ یار صاحب جوگی کی نظم پر ریویو کیا تھا آج اس سے چند شعر بطور نمونہ نقل کرنا چاہتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

مومن تجھے بننے کا طریقہ میں بتادوں ٭ سیکھا ہے جو کچھ میں نے محمدؐ سے سکھادوں
ڈال نہیں گر بُت کو بھی کلمہ نہ پڑھادوں ٭ شیطان سا کافر بھی مسلمان بنادوں
جچتے نہیں کفار جہاں میری نظر میں ٭ آنے کو ہیں سب راہ پہ یہ شام وسحر میں
واللہ اسے مسلم یہ بڑی بات نہیں ہے ٭ کامل تو ابھی دین میں ثبات نہیں ہے
مومن کو مجھے کفر کی اوقات نہیں ہے ٭ نادان عداشہ کے لئے دات نہیں ہے
اکمل لت اکمل دین پیراک رنگ میں ہوگا ٭ ہم پلہ خورشید شرر سنگ میں ہوگا

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب پر الفضل کے ناپاک حملے

(۲)

حکم وعدل۔ حدیث اور اقوال والہامات مسیح موعود

"ہندوستان میں خاکسار ایک عالم محقق کر کے مشہور ہو رہا ہے اور بارہا حضرت اقدس نے برملا ارشاد فرمایا ہے کہ مولوی محمد احسن ہماری بات کو اُس وقت تسلیم کرتا ہے کہ جب کتاب وسنت سے اس کو مطابقت کر لیتا ہے۔ پس مجبوری کیسی؟"

یہ وہ فقرہ ہے جس پر الفضل نے حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب پر "نخوت۔ خودپسندی۔ اور خود اختیاری" کا فتویٰ دیا ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ اس فقرہ سے وہ کونسی "نخوت۔ خودپسندی۔ اور خود اختیاری" ہے۔ جس کا الفضل نے واویلا مچایا ہے۔

اقوال والہامات مسیح موعود قرآن وحدیث کے ماتحت ہیں

اگر قرآن کریم اور احادیث پر ہی کسی بات کو جانچنے کا نام نخوت خودپسندی اور خود اختیاری ہے تو افسوس ہے کہ الفضل کے اس اصول کے مطابق خود مسیح موعود بھی اس سے بچا ہوا نہیں جو خدا کی وحی کو پہلے قرآن پر اور پھر حدیث پر عرض کرتا ہے دیکھو۔ الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۱ بابت ۱۷ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۲

"ہمیں بھی اگر کوئی کشف یا رویا یا الہام ہوتا ہے تو ہمارا دستور ہے کہ اسے قرآن مجید پر عرض کرتے ہیں اور اس کے سامنے پیش کرتے ہیں"

پھر حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹ پر فرماتے ہیں:۔

وانی لا اصدق الہاما من الہاماتی الا من بعد ان اعرضہ علی کتاب اللہ ولا اعلم انہ کلما یخالف القرآن فھو کذب والحاد وزندقۃ (ترجمہ) اور میں تو اپنے الہاموں کو جب تک کتاب اللہ پر عرض نہیں کر لیتا میں ان کو سچا نہیں سمجھتا اور میں جانتا ہوں کہ جب کبھی الہام قرآن کریم کے مخالف ہو تو وہ جھوٹ اور الحاد اور زندقہ ہے"۔

اب یہاں صاف اور کھلے الفاظ میں حضرت مسیح موعود اپنی وحی کو قرآن کریم اور احادیث پر عرض کرتے ہیں اور انھیں قبول نہیں کرتے جب تک کہ ان کے مطابق نہ پائیں۔ پھر تعجب ہے کہ مسیح موعود وہی کام کرے تو بالکل صحیح اور درست اور اگر حضرت سید محمد احسن صاحب اسی حضرت مسیح موعود ہی کے اصول کی پیروی کریں تو "نخوت۔ خودپسندی۔ اور خود اختیاری" کے مرتکب پھر سمجھ نہیں آتی کہ جب خود حضرت مسیح موعود نے یہ نصیحت فرمائی ہے کہ:۔

"ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن وسنت نہ ہو تو خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اُس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اُس کو ترجیح دیں اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں (ریویو برمباحثہ مولوی محمد حسین بٹالوی ومولوی عبداللہ چکڑالوی)

غور کرو اسپنہ اقوال وافعال کا کہاں ذکر کیا ہے۔

پھر کشتی نوح میں فرماتے ہیں:۔

"اگر ایک حدیث ضعیف درجہ کی بھی ہو بشرطیکہ وہ قرآن وسنت اور ایسی احادیث کے مخالف نہیں جو قرآن کے موافق ہیں تو اس حدیث پر عمل کرو۔ .... تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں۔ سب سے اول قرآن ہے .... دوسرا ذریعہ ہدایت کا جو مسلمانوں کو دیا گیا ہے سنت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی کارروائیاں .... تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے۔ کیونکہ بہت سے اسلام کے تاریخی اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں۔"

تو حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب نے حضرت کے اسی بتائے ہوئے مسلک کو اگر اختیار کیا تو کونسا بُرا کام کیا۔ میاں صاحب تو حضرت مسیح موعود کی پندرہ سالہ تحریرات ہاں اسی حکم وعدل تحریرات جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "انی جاعلک للناس اماما روحانی عالم تیرے پر کھولا گیا انت علی بینۃ من ربک ۔ سراجا منیرا۔ سمعت اللہ ورد انا ک وعلمک مالم تعلم قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ جس کی بابت آنحضرت صلعم فرماتے ہیں اماما حکما عدلا اور جو خود کھلے الفاظ میں کہتا ہے کہ یہ وہ علم ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا ہے۔ اس اللہ تعالیٰ کے دئے ہوئے علم کو منسوخ اور بالکل غلط ٹھیراتے ہیں حالانکہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب اس کے صریحاً خلاف ہیں اور باوجود حضرت صاحب کے اقوال والہامات کو اس شرط پر تسلیم کرنے کے کہ کتاب وسنت سے اس کو مطابق کر لیا جائے ان میں سے کسی ایک کو بھی منسوخ نہیں ٹھہراتے اور صاف طور پر فرماتے ہیں کہ:۔

"خود حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱ میں آپ کے اقوال ۱۹۰۱ء کے قبل کو در بارہ ظلیت نبوت ونبوت حقیقی کے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن میں اس کو منسوخ قرار نہیں دیتا (القول الممجد صفحہ)

پھر صفحہ ۸۴ پر حضرت مسیح موعود کا ایک اشتہار جو ۳ فروری ۱۸۹۲ء کا لکھا ہوا ہے اور جس میں لفظ نبی کو اپنی تحریرات سے کاٹا ہوا سمجھنے کی نصیحت کی ہے) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:۔

کیا اس وقت حکم وعدل نہیں تھے اندریں صورت جس قدر کوشش اور سعی آپ نے اور آپ کے ہمرکابوں نے کی تھیں وہ سب اکارت گئیں اور اگر حکم وعدل تھے تو وہ سب واجب التسلیم ہیں"۔

اب اس میں صاف طور پر آپ نے حضرت مسیح موعود کو حکم عدل تسلیم کرتے ہوئے آپ کی سب تحریرات کو قابل تسلیم قرار دیا ہے پھر تعجب ہے اور سخت تعجب کہ باوجود اسقدر تصریح کے حضرت مولینا موصوف کو تو اس بنا پر کہ آپ نے قرآن وحدیث سے حضرت اقدس کی تحریرات کی مطابقت کرنی چاہی "نخوت وخودپسندی اور خود اختیاری" کا مرتکب ٹھہرایا جاوے اور میاں صاحب کھلے طور پر آپ کی اکثر تحریرات کو غلط ٹھیرا کر بھی اس فتوئے کے مورد نہ ٹھیریں۔ کیا میاں صاحب کو اب حضرت اقدس کا ارشاد یاد نہیں رہا۔ جو خود حضرت مولینا موصوف کو انہوں نے بدیں الفاظ لکھکر بھیجا تھا۔ کہ

"حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کے خیالات اکثر حضرت سے توارد ہوتے ہیں"

اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا تھا:

"سو آپ کے خیالات سے مطابقت حاصل کر کے ایک خوشی ہوتی ہے"

آخر کیوں اب اسی حضرت مولینا محمد احسن کے انہی خیالات سے جنکے متعلق میاں صاحب نے خود شہادت دی کہ

"حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے خیالات حضرت سے اکثر توارد ہوتے ہیں"

اور جن سے "مطابقت حاصل کر کے" میاں صاحب کو ایک خوشی ہوتی تھی آج انہیں اسقدر اختلاف ہے کہ ان پر علانیہ "نخوت خودپسندی اور خود اختیاری" کا فتوے جڑ دیا۔ حضرت مولوی صاحب کا یہ مسلک کہ آپ نے حضرت اقدس کے اقوال والہامات کی قرآن وحدیث سے مطابقت کرنا ضروری سمجھا۔ آج سے نہیں۔ بلکہ یہ طرز عمل آپ نے اسی وقت سے اختیار کر رکھا ہے۔ جبکہ بقول میاں صاحب "حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے خیالات حضرت سے توارد ہوتے ہیں"

اور جبکہ ان سے "مطابقت حاصل کر کے [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضلِ خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست | بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامنِ پاکش بدست ما مدام
مہرِ او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ز و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یک شنبہ و سہ شنبہ و پنج شنبہ کو شائع شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

تا ز و یابیم ہر نور و کمال | وصلِ دلدارِ ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جانِ ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ماست
واز ملائک و از خبر ہائے معاد | ہر چہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکرِ آں مستحق لعنت است
معجزاتِ او ہمہ حق اند و راست | منکرِ آں مورد لعنِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکدم از دوری آں روشن کتاب | نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ چھ روپے ششماہی تین روپے سہ ماہی ایک روپیہ نو آنے ۔ ماہوار نو آنے (۹) طلباء سے سالانہ چار روپے آٹھ آنے

جلد ۴ | بیت المسیح لاہور یکشنبہ ۱۳ شوال المکرم ۱۳۳۴ ہجری المقدس ۔ مطابق ۱۳ اگست ۱۹۱۶ عیسوی | نمبر ۱۵

نکات القرآن پر ریویو

ہمعصر اسوۂ حسنہ میرٹھ اپنے جولائی ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں تنقید و تقریظ کے ذیل میں رقمطراز ہے :۔ " مولوی محمد علی صاحب احمدی ایم اے ایل ایل بی سابق ایڈیٹر "ریویو آف ریلیجنز" قادیان کی مفید تفسیر کا دوسرا حصہ نکات القرآن کے نام سے شائع ہوا ہے ۔ جس میں دوسرے پارہ کے شروع سے آخر سورہ بقر تک کے تفسیری حواشی درج ہیں ۔ مولوی صاحب ممدوح کی عمر کا بڑا حصہ قرآن حکیم میں غور و تدبر کرنے اور مخالفین اسلام کے اعتراضات کی تردید میں صرف ہوا ہے اس لئے اگر ان کے قلم سے نکلی ہوئی تفسیر کی تعریف میں یہ کہا جائے کہ موجودہ زمانہ کی بہترین مذہبی تصنیفات میں شمار ہونے کے قابل ہے تو جائے تعجب نہیں ہے ۔ ہم نے اس تفسیر کے اکثر مقامات کو غور سے پڑھا ہے اور پڑھ کر بہت محظوظ ہوئے ۔ واقعی امر یہ ہے کہ مولوی صاحب نے ضرورت وقتیہ کو مدنظر رکھ کر قرآن حکیم کے حقائق عالیہ پر نہایت خوبی سے روشنی ڈالی ہے اور دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ۔ غیر ضروری تطویل اور مخل مقصود اختصار یہ دو عیب ہماری تفسیروں میں عموماً پائے جاتے ہیں ۔ لیکن نکات القرآن ایک حد تک ان سے پاک ہے ۔ اس تفسیر میں مناسب مواقع پر ان شکوک و شبہات کے بھی شافی جوابات دیئے گئے ہیں جو جدید تعلیم و صحبت کے اثر سے ناواقف مسلمانوں کی طبیعتوں میں پیدا ہوتے یا غیر اقوام کی جانب سے پیش کئے جاتے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ تفسیر اُن لوگوں کے لئے بھی کارآمد ہے جو تبلیغ اسلام میں کچھ دلچسپی لیتے ہیں ۔ علیٰ ہذا جو لوگ اس مغالطہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ قرآن مجید کی تعلیمات محض روحانی دائرہ تک محدود ہیں اور معاشری تمدنی یا سیاسی امور سے انھیں کوئی تعلق نہیں اس تفسیر کے مطالعہ سے اُن کی غلط فہمیاں بھی بہت کچھ رفع ہو سکتی ہیں ۔ نکات القرآن کی زبان سلیس اور آسان ہے ۔ اور اس میں مولویانہ الجھن نہیں ہے جس سے تھوڑی قابلیت رکھنے والے کو مطلب سمجھنے میں دقت ہو ۔ نکات القرآن کا قابل مصنف ایک پرجوش احمدی ہے ۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ اُس کے قلم سے عمداً یا اضطراراً اپنے مخصوص عقائد کے متعلق بھی ایسے الفاظ نکلے ہوں جن سے دوسرے مسلمانوں کو اختلاف ہو لیکن مناسب نہیں ہے کہ ہم مصنف کی شخصیت سے متاثر ہو کر خذ ما صفا و دع ما کدر کے اصول کو چھوڑ دیں ۔ اور جو سینکڑوں باتیں اس تفسیر میں ہمارے کام کی ہیں اُن سے فائدہ نہ اُٹھائیں ۔ اس لئے ہم مسلمانوں سے نکات القرآن کی خریداری کی سفارش کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس کے مطالعہ سے قرآن پاک کی عظمت اور اسلام کی خوبیاں دلنشین ہونگی ۔ نکات القرآن میں کاغذ نہایت عمدہ سفید اور چکدار لگایا گیا ہے لکھائی چھپائی بھی عمدہ اور خوشنما ہے ۲۲ × ۲۹/۴ تقطیع اور دو سو صفحے ضخامت ہے اور ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت بہت کم ہے کہ جس کو سن کر تعجب ہوتا ہے ۔ یعنی صرف چھ آنے مولوی محمد علی صاحب احمدی احمدیہ بلڈنگ لاہور سے طلب کیجئے ۔

ایک عیسائی کے ساتھ مکالمہ

حسن اتفاق سے ہمیں بروز منگل برادر مکرمی شیخ رحیم بخش واعظ اسلام کے ہمراہ عیسائیوں کے گرجا جانے کا اتفاق ہوا ۔ وہاں پر خاکسار کی طرف سے سوال کیا گیا کہ بمقابلہ مذہب اسلام عیسائیت کی کوئی خوبی بیان فرمائیں ۔ اس کا جواب پادری صاحب سے یوں دیا گیا کہ انجیل میں یوں لکھا ہے اے لوگو جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ کہ میں تمھیں آرام دونگا ۔ لیکن محمد صاحب نے کہیں نہیں فرمایا کہ میں تمھیں نجات دونگا ۔ ہم نے فوراً جواب دیا کہ ایسے دعوے کی ایسی دلیلیں اُن لوگوں کے لئے حجت ہو سکتی ہیں جو ان کو اپنی دوسروں کے نزدیک ان کی وقعت اس سے بڑھ کر نہیں کہ وہ اسے یہ کہدیں کہ میرے نزدیک جس کتاب میں ایسے دعوے کی ایسی دلیلیں ہوں وہ کتاب بھی میرے نزدیک صحیح نہیں ہو سکتی ۔ رہا یہ کہ محمد صلعم نے "نجات" کے متعلق نہیں بیان کیا کہ میرے پر ایمان لانے سے نجات ہو جائیگی اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام مسئلہ نجات میں انسانی ضعف و فطرت دونوں کو ملحوظ رکھتا ہے ۔ بخلاف عیسائی مذہب کے کہ وہ اس امر کو ملحوظ نہیں رکھتے اسلام کہتا ہے کہ تمھاری نجات نیک اعمال سے ہوگی چنانچہ اس دعوے پر آیت مندرجہ ذیل شاہد ہے ۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون والذین ھم لفروجھم حافظون الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین فمن ابتغیٰ وراء ذالک فاولئک ھم العادون والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون اولئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون نجات کے مستحق وہ ایماندار لوگ ہیں جو نماز میں اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں ۔ اور وہ لوگ جو بیہودہ باتوں سے منہ پھیرتے ہیں اور وہ لوگ جو مال کی زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ جو زناکاری اور بدکاری سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں ۔ ہاں اپنی بیویوں اور خواص لونڈیوں کے ملنے میں کوئی حرج نہیں ۔ البتہ جو اس کے سوا دوسرے طریق پر چلتے ہیں وہ غلط راہ پر جانے والے ہیں ۔ اور وہ لوگ نجات کے مستحق ہیں جو امانتیں ادا کرتے ہیں اور وعدے کو ملحوظ رکھتے ہیں ۔ اور وہ لوگ مستحق ہیں جو نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں ۔ اور اس میں ہمیشہ رہینگے ۔ ہمارے اس جواب پر عیسائی کیمپ میں بےچینی طاری ہوئی اور مخاطب گھبرا گیا اس لئے ان کو پادری تبدیل کرنے کی ضرورت ہوئی ۔ چنانچہ پادری طالب الدین صاحب جواب کے لئے آمادہ ہوئے ۔ آنھوں نے اپنے شاگرد کی حمایت میں فرمایا کہ جب ہم روپیہ دیکر گاڑی میں بیٹھیں تو اس میں احسان کا ہیکا ہوا ۔ ہاں اگر بجائے عہ کے ۱۲ لیں تو کہہ سکتے ہیں کہ رعایت ہوئی ۔ لیکن وہاں پورا روپیہ لیا جاتا ہے ۔ عیسائی مذہب میں یہ خوبی ہے کہ وہ لنگڑوں لولوں کو بھی نجات دیتا ہے اور جب کرایہ پورا وصول کیا گیا تو خدا نے متقیوں کو نجات کیا دی یہ تو انھوں نے اپنے عمل کا پھل پایا ۔ پادری صاحب کے

کی ضرورت ہے ۔ یا نہیں ۔ اگر کہو کہ ہے تو وہی سوال وارد ہوتا ہے ۔ اگر کہو کہ نہیں تو حضرت مسیح کے اس سنہرے حکم کا کیا جواب ہے :۔ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ تو زنا نہ کر ۔ پر میں تمھیں کہتا ہوں کہ جو کوئی شہوت سے کسی عورت پر نظر کرے تو وہ اپنے دل میں اس کیساتھ زنا کر چکا ۔ سو اگر تیری دہنی آنکھ تیرے ٹھوکر کھانے کا باعث ہو تو اسے نکال اور اپنے پاس سے پھینکدے ۔ کیونکہ تیرے انگوں میں سے ایک کا نہ رہنا تیرے لئے بہتر ہے کہ تیرا سارا بدن جہنم میں ڈالا جاوے انجیل متی باب ۵ ۔ ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ شریعت کا خلاف کیا چنانچہ لکھا ہے گناہ خلاف شرع ہے ۔ یوحنا ۳ باب کی ۴ ۔ مندرجہ رسالہ اثبات کفارہ حصہ اول صہ ۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا یہاں عہ لیا گیا یا ۱۲ یا بالکل تخفیف کی گئی ظاہر ہے کہ گنہگاروں کے لئے کوئی معافی نہیں ۔ معافی تو تب تھی کہ سزا کا حکم نہ ہوتا ۔ مگر یہ ڈبل سزا گناہ کا ارادہ کرنے پر بھی ہوئی تو نجات خاک کی ہے کیونکہ جو نیک ہیں اُن کو خدا نے معافی کیا دینی ہے ۔ نجات تو گنہگاروں کے لئے ہے جو عیسائی مذہب میں مفقود ہے ۔ ہاں قرآن کہتا ہے کہ فاما من ثقلت موازینہ فھو فی عیشۃ راضیۃ جس کے نیک اعمال زیادہ ہونگے اُن کے لئے جنت ہے ۔ اصل میں عیسائیوں نے مسئلہ کفارہ اور شفاعت میں تمیز نہیں کی میں چاہتا ہوں کہ اُن کی قدیمی غلطی کی اصلاح کر دوں ۔ کفارہ کے معنی ہیں مجرم کے گناہ کو اپنے ذمہ لے کر خود سزا اُٹھانا ۔ چنانچہ لکھا ہے کہ وہ مسیح آپ ہمارے گناہوں کو اپنے بدن پر اُٹھا کر صلیب پر چڑھ گیا ۔ رسالہ ہمارا شافع کون ہے صہ ۹ شفاعت کے معنی ہیں بااختیار شخص کے پاس مجرم کی معافی یا تخفیف جرم کی درخواست کرنا ان دونوں میں جو فرق ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں مگر شاباش ہے عیسائیوں کی عقلمندی پر کہ ان دونوں کو ایک دکھلاتے ہیں اسی عقل و دانش کا نتیجہ ہے کہ تین کو ایک اور ایک کو تین بنا کر خلق خدا کو گمراہی میں ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے واضح ہو کہ نجات عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی عربی میں مخلصی یا چھٹکارا پانے کے ہیں ۔ نجات کی اُمید ہر ایک مذہب کا آدمی اپنے دل میں رکھتا ہے اور کوئی نہ کوئی وسیلہ اپنی مغفرت کا اپنی مانی ہوئی کتاب سے تصور کرتا ہے ۔ اس تحریر میں ہم صرف عیسائیوں کی نجات کا طریق بیان کرنا چاہتے ہیں وسیلہ نجات عیسائیوں نے مسئلہ کفارہ مسیح تجویز کیا ہے چنانچہ حضرت یوحنا حواری اپنے خط اول کے باب ۲ درس اول و دوم میں فرماتے ہیں یسوع مسیح جو صادق ہے باپ کے پاس ہمارا وکیل ہے اور وہ ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے ۔ فقط ہمارے گناہوں کا ہی نہیں بلکہ تمام گناہوں کا بھی اور پادری فنڈر صاحب اپنی کتاب میزان الحق مطبوعہ ۱۸۶۸ء کے صفحہ ۱۲۱ سطر ۱۶ میں فرماتے ہیں یسوع مسیح سب کی نجات کا سبب اور وسیلہ ہے اور اُس کے دکھ اور صلیبی موت جو اس نے ہمارے لئے اپنے اوپر قبول کئے وہی اس بات کا باعث ہوئے کہ خدا اُس کی خاطر اُن لوگوں سے جو گناہ کی سزا سے یسوع مسیح پر ایمان لاتے درگذر کرتا اور انھیں ہمیشہ کی نیک بختی کو پہنچاتا ہے انتہیٰ صاحب موصوف اپنی دوسری کتاب طریق الحیات مطبوعہ ۱۸۶۷ء کے صہ ۱۱۲ سطر ۱۹ میں لکھتے ہیں ۔

بعدی کو حسب زعم مولوی صاحب عام مخصوص البعض ہے۔ یہ جو مولوی صاحب کا یہ زعم کہ لا نبی بعدی عام مخصوص البعض ہے بالکل غلط ہے۔ بلکہ لا نبی بعدی اپنے عموم پر ہے۔ اور یہاں جو مخصص قرار دیا گیا ہے وہ مخصص نہیں۔ یعنی ینزل عیسیٰ نبی اللہ۔ لا نبی بعدی کا مخصص نہیں کیونکہ حسب التصریح حضرت اقدس ینزل عیسیٰ نبی اللہ میں نبی سے نبی لغوی مراد ہے۔ جیسا کہ اربعین نمبر ۲ میں حضرت اقدس نے لکھا ہے۔ اور یا نبی باعتبار استعارہ مراد ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس کی تصانیف میں اس امر کا کھلا کھلا بیان واقع ہے۔ چنانچہ ضمیمہ رسالہ جہاد صفحہ ۶-۷ کے چند فقرات نقل کرتا ہوں جو مولوی صاحب کے لئے بطور حجت بینہ کے ہیں "اور سو اسی وقت خدا نے جیسا کہ حقوق عباد کے تلف کے لحاظ سے میرا نام مسیح رکھا اور مجھے خو اور بو اور رنگ اور روپ کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ مسیح کا اوتار کر کے بھیجا الخ" اور صفحہ ۷ پر "میں ان معنوں کے رو سے عیسیٰ مسیح ہوں" یہ وہ طریق ظہور ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں بروز کہتے ہیں باوجود اس قدر تصریحات کے پھر بھی کہا جاتا ہے کہ ینزل عیسیٰ نبی اللہ اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یہ سراسر خلاف انصاف ہے اور لا نبی بعدی کو مولوی صاحب عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ لا نبی بعدی عام مخصوص البعض ہے۔ تب بھی مولوی صاحب کسی نتیجہ صحیحہ تک نہیں پہنچتے۔ کیونکہ کتب اصول میں لکھا ہے۔ قد اشتهر ان العام الذی خص منہ البعض ظنی۔ یعنی یہ بات متعارف اور مشہور ہے کہ جس عام کا بعض مخصوص ہو جائے وہ ظنی ہو جاتی ہے۔ ان العلماء قالوا کل عام خص بمستقل فانہ دلیل فیہ شبہۃ توضیح صفحہ ۱۱۰ یعنی علماء اصول کہتے ہیں کہ ہر عام جو کہ کسی مستقل سے خاص ہو جائے وہ مشتبہ ہو جاتی ہے ان العام الذی خص مرۃ لم یبق قطعیا فی الباقی بل تمکن فیہ شبہۃ یعنی جو عام ایک دفعہ خاص ہو جائے تو باقی افراد میں قطعی المراد نہیں رہتی بلکہ وہ مشتبہ ہو جاتی ہے۔ جب حسب زعم مولوی صاحب لا نبی بعدی عام مخصوص البعض ہے تو حسب قواعد اصول پہلے یہ حدیث عام تھی تو قطعی تھی اب بلحاظ تخصص یہ حدیث ظنی ہے اور مشتبہ بھی ہے اور باقی افراد یعنی نبی تشریعی اور نبی غیر تشریعی بلا واسطہ میں قطعی نہیں یعنی ہو سکتا ہے کہ نبوت تشریعیہ اور غیر تشریعیہ بلا واسطہ بھی ختم نہ ہوئی ہو۔ اور نیز لا نبی بعدی سے ینزل عیسیٰ نبی اللہ یا متراخی ہے یا موصول۔ اگر متراخی ہے تو حسب قواعد اصول ینزل عیسیٰ نبی اللہ۔ لا نبی بعدی کا ناسخ ہوا وھذا لیس قائل بہ اور نیز اس لحاظ سے ختم نبوت کی عمارت ہی گر جاتی ہے۔ اور یا موصول ہے فان التخصیص یکون بالموصول کما صرح فی کتب الاصول میں اس کا ثبوت تاریخی رنگ میں محالات سے ہے خلاصہ مرام یہ ہے کہ قواعد اصول تو آپ کے لئے مضر ہیں اور مزید توضیح کے لئے لا لنفی الجنس کے متعلق کچھ اور بھی نقل کر دیتا ہوں۔ السادسۃ المنفی بلا قد یکون وجود الاسم نحو لا الٰہ الا اللہ والمعنی لا الٰہ موجود او معلوم [illegible] وقد یکون النفی بلا نفی الصحۃ وعلیہ تحمل الفتیا ولا نکاح الا بولی وقد یکون لنفی الفائدۃ والانتفاع [illegible] نحو لا ولد لی ولا مال ای لا ولد لی یشبہنی فی خلق او کرم ولا مال انتفع بہ وقد یکون لنفی الکمال ومنہ لا وضوء لمن لم یسم اللہ وما یحتمل المومنین فالوجہ تقدیر نفی الصحۃ لان نفیہا اقرب الی الحقیقۃ وھی نفی الوجود ولان فی العمل بہ وفاء بالعمل ما لمعنی الآخر دون عکس تاج العروس جلد ۱۰ صفحہ ۴۲۴ پس حسب معانی مذکورہ لا لنفی الجنس لا نبی بعدی کا یہ ترجمہ ہوا۔ اول۔ بعد میرے کوئی نبی موجود نہیں۔ ثانی۔ بعد میرے کسی نبی کی نبوت صحیحہ نہیں۔ ثالث میرے بعد کسی نبی کی نبوت فائدہ دینے والی اور نفع رسان نہیں۔ اور میری نبوت کے مشابہ نہیں۔ مشابہ کا لفظ نہایت

ہی قابل غور ہے۔ رابع۔ میرے بعد کسی نبی کی نبوت کاملہ نہیں۔ اگر ہے تو نبوت ناقصہ ذیلی مجازیہ۔ لا صلوٰۃ لجار المسجد الا فی المسجد بھی اس قبیل سے ہو گا۔ اگر صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ فرض نہ ہو۔ بلکہ صلوٰۃ عامہ مراد ہو۔ یعنی مسجد کے ہمسایہ کی نماز کامل نہیں ہوتی مگر مسجد میں اور بغیر مسجد کے ناقصہ ہے گو یا ہوتی ہی نہیں۔ اس صورت میں بھی نفی جنس بطور استغراق واقع ہے۔ اب حضرت اقدس کا ایک حوالہ لا کر لا لنفی جنس کی بحث کو ختم کرتا ہوں۔ "ہمارے نبی صلعم کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰ کی موت کو چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آ جائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع متصور ہو سکتا ہے۔ اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر جرأت اور دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جاوے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جاوے اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی تھی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلا شبہ نبوت کی وحی ہو گی۔" ایام الصلح صفحہ ۱۴۶۔ اب مولوی صاحب انصاف کریں کہ حضرت اقدس نے بھی لا لنفی عام مان کر جتلا دیا ہے۔ کہ ہر ایک نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہے اور ایام الصلح کا صفحہ ۷۴ بھی ناظرین ملاحظہ کریں: "علاوہ ان باتوں کے مسیح ابن مریم کے دوبارہ آنے کو یہ آیت بھی روکتی ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور ایسا ہی یہ حدیث بھی کہ لا نبی بعدی یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ باوجودیکہ ہمارے نبی صلعم خاتم الانبیاء ہیں پھر کسی وقت دوسرا نبی آ جائے اور وحی نبوت شروع ہو جائے۔ کیا یہ سب امور حکم نہیں کرتے کہ اس حدیث (یعنی جو حدیث نواس بن سمعان سے مروی ہے اور صاحب مسلم اسے لائے ہیں) کے معنے کرنے کے وقت ضرورت ہے کہ الفاظ کو ظاہر سے پھیرا جائے یعنی ینزل نبی اللہ کو ظاہر سے پھیرا جائے یعنی عیسیٰ سے مراد ابن مریم نہیں بلکہ اس کا بروز اور مثیل مراد ہے یعنی بروز عیسیٰ نبی اللہ اور مثیل عیسیٰ نبی اللہ آسکا نہ خود حضرت مسیح اسرائیلی۔"

لا نبی بعدی کے متعلق ناظرین با انصاف کے لئے کافی بحث ہو چکی ہے۔ اب میں لم یبق من النبوۃ الا المبشرات پر بحث کرتا ہوں۔ پہلے لفظ مبشرات قابل بحث ہے۔ المبشرات الریاح التی تھب بالسحاب وتبشر بالغیث و فی التنزیل العزیز ومن آیتہ ان یرسل الریاح مبشرات وفیہ ھو الذی یرسل الریاح بشرا لسان العرب جلد ۵ صفحہ ۱۲۶ ومن المجاز المبشرات الریاح التی تھب بالسحاب وتبشر بالغیث وفی الاساس وھبت الجنوب [illegible] المبشرات وھی الریاح المبشرۃ بالغیث قال اللہ تعالیٰ ومن آیتہ ان یرسل الریاح مبشرات وھو الذی یرسل الریاح بشرا تاج العروس جلد ثالث صفحہ ۴۶) المبشرات بکسر الشین جمع مبشرۃ وھی البشری وقد ورد فی قولہ تعالیٰ لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا ھی الرؤیا الصالحۃ اخرجہ الترمذی وابن ماجہ فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۴ المبشرات وھی بکسر الشین جمع مبشرۃ المبشرۃ اسم فاعل المؤنث من التبشیر وھی ادخال السرور والفرح علی المبشر بفتح الشین والمراد بالمبشرۃ ھھنا الرؤیا الصالحۃ عینی شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۹ کتب لغت اور احادیث اور شروح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مبشرات کا لفظ قرآن کریم میں تین طور پر مستعمل ہوتا ہے۔ اول ان ہواؤں کو کہتے ہیں جو کہ ابر کے آگے چلتی ہیں اور بارش کی خوشخبری دیتی ہیں بقولہ تعالیٰ من آیاتہ ان یرسل الریاح مبشرات۔ اور دوم۔ مبشرات انبیاء کی پیشینگوئیوں کو کہتے ہیں خواہ بیداری میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اطلاع دی۔ خواہ خواب کی حالت میں عن ابن عباس قال کشف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الستارۃ والناس صفوف خلف ابی بکر فقال یا ایھا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم

او ترٰی لہ ابن ماجہ اس حدیث سے صاف صاف واضح ہوتا ہے کہ نبیوں کو دو قسم کے مبشرات دیئے جاتے ہیں ایک تو بحالت بیداری اور دوسری بحالت خواب جو بحالت خواب دیئے جاتے ہیں ان کو رؤیا صالحہ کہتے ہیں بس مطابق حدیث نبوی اب نبوت میں سے صرف رؤیا صالحہ باقی ہیں اور تیسرا طریق استعمال مبشرات بمعنے رؤیا صالحہ ہے۔ کما دلت علیہ الاحادیث الکثیرۃ عن ام کرز الکعبیۃ قالت سمعت رسول اللہ صلعم یقول ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات اس حدیث میں المبشرات بمعنے رؤیا صالحہ ہے۔ کیونکہ ابن ماجہ میں یہ حدیث باب رؤیا صالحہ میں آئی ہے۔ عن انس ابن مالک قال قال رسول اللہ صلعم ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذالک علی الناس فقال لکن المبشرات فقالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قال رؤیاء المسلم وھی جزء من اجزاء النبوۃ ترمذی باب ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات اس حدیث میں آنحضرت صلعم نے مبشرات کو جزء نبوت کہا نہ نبوت۔ یہ سخت دلیری ہے کہ آنحضرت صلعم مبشرات کو جزء نبوت قرار دیں مگر مولوی صاحب اسے نبوت ہی قرار دیں۔ عن ابو ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلعم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات قالوا وما المبشرات قال الرؤیا الصالحۃ۔ بخاری۔ اور مولوی صاحب کا یہ قول کہ مبشرات خود ایک قسم کی نبوت ہے علی العموم غلط ہے کیونکہ مبشرات کے محامل تین ہیں کما بیناہ انفا جب مبشرات انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب ہوں۔ تو ان سے انبیاء کی دو طرح کی اخبار مستقبلہ مراد ہوتی ہیں حسب تصریح رسول اللہ صلعم۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث ابن عباس مرویہ ابن ماجہ میں بالصراحت مذکور ہے کہ مبشرات نبوت میں سے صرف رؤیا صالحہ باقی ہیں اور باقی احادیث اسی پر دلالت کرتی ہیں اور جب غیر نبی کی طرف مبشرات منسوب ہوں تو ان سے صرف رؤیا صالحہ مراد ہوتے ہیں۔ کما دلت علیہ الاحادیث الکثیرۃ پس مبشرات بمعنے رؤیا صالحہ ہرگز ہرگز ایک قسم کی نبوت نہیں بلکہ جزء نبوت ہیں۔ اس مذکورہ بالا تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات اور لم یبق من مبشرات النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ میں کسی قسم کا تناقض نہیں مبشرات کو معنے واحد میں منحصر کرنا آپ کی غلطی ہے۔ اور حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں ماضی بمعنے مضارع استقبالیہ کی وجہ وقوع کیا ہے۔ جواب۔ تحقیق لوقوعہ یعنی جب کوئی امر یقینی واقع ہونے والا ہو اور اس کے وقوع میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہو۔ تو اسے ماضی سے تعبیر کر کے مراد استقبال رکھتے ہیں۔ کما قال ابن حجر فی فتح الباری زیر حدیث مذکورہ بالا اور نیز دوسری حدیث جس کی مفسر واقع ہے۔ وللنسائی من روایۃ زفر بن صعصعۃ عن ابی ھریرۃ رفعہ انہ لیس یبقی بعدی من النبوۃ الا الرؤیا الصالحۃ۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا ہے کہ ماضی بمعنے مستقبل ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ لن یبقی من بعدی من النبوۃ الا المبشرات یعنی ان الوحی منقطع بموتہ فلا یبقی بعدہ ما یعلم بہ ما سیکون غیر الرؤیا الصالحۃ اور بعض احادیث میں بعدی کا لفظ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ماضی بمعنے استقبال ہے۔ کما فی حدیث عائشۃ عند احمد لم یبق بعدی الا المبشرات اور آپ کا یہ قول کہ اسی طرح [illegible] ے معتقدات میں سے ہے۔ کہ مسیح موعود نبی اللہ ہو گا بنا بر مفہوم حقیقی نبوت غلط ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کی نبوت بناءً علی المعنی الحقیقی نہیں ہاں قائم مقام نبوۃ رؤیا صالحہ ہیں۔ یہ احادیث نبویہ سے بین طور پر واضح ہے کما فصلناہ۔ حسب تصریحات نبی کریم اور نیز حسب قواعد علوم خادمہ قرآن و حدیث ایک اعتقاد کے لئے ہم محذوف قرار دیتے ہیں۔ اور دوسرے اعتقاد کے لئے محذوف قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ دوسری جگہ محذوف قرار دینا خلاف تصریحات نبی کریم ہے۔ اور آپ نے یہ جو لکھا ہے۔ کہ دوسری غلطی جو اب لوگوں کو لگی ہے وہ یہ ہے کہ المبشرات کو آپ جزء النبوت قرار دیتے ہیں الخ اس کا جواب مفصل دیا گیا ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں ہاں دوسری غلطی کے ضمن میں جو آپ نے یہ لکھا ہے

نبوت و رسالت پر ایک محققانہ بحث

(جواب مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری)

از جناب حکیم شاہنواز صاحب از راولپنڈی

(از سلسلہ اشاعت گذشتہ)

نحو کے قواعد اکثر کلیہ اور یقینیہ ہیں۔ اور بعض قواعد نحویہ اکثریہ بھی ہیں۔ کل فاعل مرفوع و کل مفعول منصوب و کل مضاف الیہ مجرور۔ یہ قواعد کلیہ ہیں۔ وعلیٰ ھٰذا القیاس۔ آپ اس قدر نبوت ثابت کرنے میں غلو کرتے ہیں کہ علوم ضروریہ کو بھی جواب دیتے ہیں۔ اول میں آیات قرآنیہ لاتا ہوں تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ لا لنفی الجنس کا جو مفہوم نحات نے لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ اور قرآن بطور شاہد کے ہے۔ قولہ تعالےٰ ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ یعنی قرآن میں جنس ریب یعنی شک نہیں۔ وکذالک قال صاحب الکشاف ازقرع لا ریب بالفتح یوجب الاستغراق۔ فلا اثم علیہ اس پر جنس گناہ نہیں۔ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج۔ یعنی جنس رفث اور جنس فسوق اور جنس جدال فی الحج میں نہیں۔ فلا جناح علیہما۔ جنس گناہ دونوں پر نہیں۔ لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ۔ آج ہمکو جنس طاقت جالوت اور اس کے لشکر کے ساتھ نہیں۔ لا اکراہ فی الدین جنس اکراہ دین میں نہیں۔ لا انفصام لہا۔ عروہ وثقیٰ کیلئے جنس انفصام نہیں۔ جامع الناس لیوم لا ریب فیہ۔ وہ لوگوں کو جمع کرنیوالا ایک دن میں جس میں جنس شک نہیں۔ اولٰئک لا خلاق لہم فی الاخرۃ۔ ان کو آخرت میں جنس خلاق یعنی حصہ نہیں۔ ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تمہیر ہرگز غالب نہ ہوگا یعنی جنس غلبہ کسی کا تم پر نہ ہوگا۔ اب شواہد احادیثیہ بھی مولوی صاحب کی نذر کرتا ہوں۔ لا باس علیک طہور یعنی کا شدۃ مالک کسی مرض کا بالحقیقۃ لانہ سبب لطہارتہ من الذنوب (مبارق الازہار صفحہ ۲۰۰) یعنی جنس شدت کچھ بھی نہیں۔ لا ھلف فی الاسلام (مبارق الازہار المدامی) ما بالمعاھدۃ والمرادبہ۔ انہا کان یفعل لبیۃ من المعاھدۃ علی القتال والغارات وغیرھما مما یتعلق بالمفاسد لا شغار فی الاسلام۔ (فی مبارق ص ۲۳۶) شغار رسم نکاح معروف فی الجاھلیۃ صورتہ ان یقول زوجت ابنتی علی ان تزوجنی ابنتک ویکون بضع کل منہما صداق الاخریٰ فنہی النبی عن ذالک بالحدیث لا صلوٰۃ الا بالقرءۃ (مبارق صفحہ ۲۳۶) الحدیث یدل علی ان القراءۃ رکن من ارکان الصلوٰۃ لان الاصل فی النفی نفی وجودہ لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ۔ یعنی لا انقیاد للامام فی المعصیۃ۔ مبارق جلد اول صفحہ ۲۳۷۔ فیہ فقہ مشہورۃ لا طیرۃ مبارق صفحہ ۲۳۷ طیرۃ اسم ما لیتشاءم کان اھل الجاھلیۃ اذا قصد واحد منہم الی حاجۃ واتی من جانبہ الایسر طیرا وغیرہ یتشاءم بہ فیرجع ھذا ھو الطیرۃ فابطلہا النبی بہذا الحدیث لا طیرۃ ولا غول وھو واحد الغیلان کان العرب یعتقدون انہ فی الفلاۃ یتصرف فی نفسہ ویتراءی للناس بالوان مختلفۃ واشکال شتی ویضلہم عن الطریق ویہلکہم لا فرع۔ مبارق صفحہ ۲۳۸۔ اول نتاج تلدہ الناقۃ کان اھل الجاھلیۃ یذبحونہ لاصنامہم رجاء البرکۃ فی امہا ولا عتیرۃ مبارق صفحہ ۲۳۸ ذبیحۃ کانوا یذبحونہا فی العشر الاول من رجب و یسمونہا الرجبیۃ لا عدوٰی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا شخص اغیر من اللہ۔ لا شیء اغیر من اللہ لا صوم فی یومین الفطر والاضحیٰ بخاری لا حول ولا قوۃ الا باللہ علی ان اور لا مشبہ بلیس۔ یہی فرق ہے کہ لا لنفی الجنس نص فی نفی الجنس ہے اور لا مشبہ بلیس نص فی نفی الجنس نہیں بلکہ نفی وحدت اور نفی جنس میں محتمل ہے اور فرق نفی وحدت اور نفی جنس میں بالقرائن ہوتا ہے۔ کما بیّن فی محلہ۔ اگر بغرض محال خلاف قاعدہ نحات وعلم الاصول وعلم المعانی ان بھی لیا جاوے کہ لا لنفی الجنس نص فی نفی الجنس نہیں۔ ولا قائل بہ تب بھی آپ کی مراد حاصل ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ لا نبی بعدی کے مفہوم کی کثرت سے احادیث معاضدہ ہیں کما حررناھا فی المضمون السابق اور اگر نزول عیسیٰ نبی اللہ کی جزء ثانی کو محمول علی الظاہر کیا جاوے۔ تو کوئی حدیث معاضد اس کی نہیں حالانکہ جزء اول بطور قرینہ صارفہ دافعہ ہے کہ جزء اول سے مراد مثیل ہے والثانی ایضاً یدل علی المثلیۃ فافہم ان کنت من المنصفین۔ قولہ تعالیٰ قالوا لا ضیر انا الی ربنا منقلبون انا نطمع ان یغفر لنا ربنا خطٰیٰنا ان کنا اول المؤمنین۔ لا ضیر یعنی کچھ ضرر نہیں۔ یہاں بھی لا نفی جنس ضرر کے لئے ہے۔ جب سب سحرہ حضرت موسیٰ پر ایمان لائے۔ تو فرعون اپنی قوم کے اس اعتراض سے توجیح نہ سکتا تھا کہ اگر موسیٰ راستباز نہ تھا تو جادوگر باوجود کثرت کے کیوں ایمان لائے۔ پس فرعون نے موسیٰ سے نفرت دلانے کے لئے بہت مبالغہ کیا مثلاً کہا امنتم لہ قبل ان اذن لکم یہ اس لئے کہا تاکہ قوم کو اس وہم میں ڈالے کہ جادوگروں کا اسقدر جلد ایمان لانا اس بات کی دلیل ہے کہ جادوگروں کا پہلے میلان موسیٰ کی طرف تھا۔ اور انہ لکبیرکم میں اس بات کو جسکو بطور رمز کہا تھا ظاہر کر دیا۔ یعنی ان کی موافقت اور تقصیر ظاہر کر دی تاکہ جو بڑا ہے اسکا معاملہ بھی ظاہر ہو جائے۔ فلسوف تعلمون اس سے ان کو وعید مطلق سے ڈرایا اور لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین اس میں اس وعید مطلق کی تصریح کر دی۔ خلاصہ مرام یہ ہے کہ جس طرح فرعون نے وعید میں نہایت مبالغہ کیا تھا۔ اسی طرح جواب میں سحرۃ نے بھی لا لنفی الجنس لا کر نفی ضرر میں مبالغہ کیا یعنی جنس ضرر نہیں کیونکہ ہم اپنے رب کے پاس جا کر اپنی خطاؤں سے معاف کئے جاویں گے یعنی ہمارا رب ہمارے گناہ بخش دیگا پس جس امر کا نتیجہ نہایت ہی اعلیٰ ہو اور دائمی نتیجہ رکھتا ہو۔ وہ کسی صورت میں کسی قسم کا ضرر نہیں اور ظاہری ضرر کو تو وہ ضرر ہی خیال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اسکو کالعدم سمجھ کر لا ضیر کہا جب ظاہری ضرر کو کالعدم خیال کیا تو یہاں نفی جنس ضرر ہی موزون تھا۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ اور یہی حال لا نبی بعدی کا بھی سمجھ لو کہ نبی کریم صلعم کی نبوت کیطرف اضافہ کرنے سے نبوت کی نفی کی گئی محض غلط ہے کیونکہ لا نبی بعدی میں آپ کے خیال میں جنس نبوت کی نفی تو نہیں بلکہ نبوت تشریعی کی نفی ہے۔ پس نبوت غیر تشریعی بلا واسطہ کی بھی نفی ثابت نہیں تو حسب زعم آپ کے لا نبی بعدی صرف نبوت تشریعیہ کی نفی کرتا ہے۔ اور نبی غیر تشریعی بلا واسطہ ہوں یا بالواسطہ وہ تو آنحضرت صلعم کے بعد آ سکتے ہیں مگر واقعات اسکے برخلاف ہیں کیونکہ آجتک آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی غیر تشریعی بلا واسطہ نہیں آیا۔ اور نبی غیر تشریعی بالواسطہ بجز مسیح موعود کے بزعم آپ کے زعم کے مطابق کوئی نہیں آیا اور نہ قیامت تک آ سکتا ہے اور جب لا نبی بعدی عند الاضافۃ مضاف ہوا۔ پس وجود مضاف الیہ ضروری ہوا اور مضاف الیہ آپ نے کوئی آیت قرآنی یا حدیث مقرر نہیں کی تاکہ امور اربعہ متحقق ہوں یعنی اضافۃ اور مضیف اور مضاف اور مضاف الیہ۔ جیسا کہ آپ نے لا ضیر کو مضاف اور انا الی ربنا منقلبون کو مضاف الیہ اور آپ مضیف ہیں اور اضافۃ بین الامرین لا ضیر اور انا الی ربنا منقلبون خیال کی ہے۔ آپ کا یہ اضافۃ الا خیال سباق وسیاق قرآن سے غلط ہے کما حررناہ آنفا۔ پھر آپ لکھتے ہیں:

نیز آپ یہ حال قرآن شریف اور حدیثوں میں بھی پائینگے کہ ایک حکم عام دیا گیا ہے۔ اور اس میں سے کسی فرد کو خاص طور سے علیحدہ رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ قاعدہ تمام نصوص قرآنیہ اور نصوص احادیثیہ میں نہیں مثلاً ذالک الکتاب لا ریب فیہ کو ہی لے لو۔ یعنی قرآن میں جنس شک یا جنس ملاکت نہیں یعنی تمام آیات قرآنیہ میں جنس شک نہیں کیا کوئی ایسی ثابت یعنی کوئی فرد افراد آیات قرآنیہ سے ہے جس میں شک ہو اور لا طاعۃ فی معصیۃ اللہ یعنی کسی کی اطاعت نہ کرو۔ اگر اس میں معصیۃ اللہ ہو یعنی خدا کی بے فرمانی ہو۔ کیا کوئی فرد ہے کہ اس کی فرمانبرداری خدا کی بے فرمانی میں جائز ہے ہاں بعض جگہ وہ قاعدہ مولوی صاحب والا ہے مگر وہاں عدم تطابق مقتضی تخصیص بعد تعمیم کا ہوتا ہے اگرچہ قاعدہ عند الاصولیین اس نص کو باقی افراد میں قطعی الدلالۃ رہنے نہیں دیتا اور حقیقت لا نبی بعدی میں جنس نبوت کی نفی ہے۔ یعنی جنس نبوت کا کوئی فرد نبی تشریعی ہو یا نبی غیر تشریعی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آئیگا۔ نبوت مجازیہ جنس نبوت سے نہیں۔ آپ کا یہ تحریر کرنا بھی غلط ہے۔ یعنی کہ ایسا ہی صحیح حدیثوں میں آیا ہے من کان لہ امام فقرءۃ الامام قرءۃ لہ۔ یہ حدیث اور اس کے طرائق ضعیف ہیں والتفصیل فی دارقطنی وشروح بخاری مثل عینی و فتح الباری وقسطلانی۔ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم اور وما ارسلناک الا کافۃ للناس اور انی رسول اللہ الیکم جمیعا میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ پہلی آیت شریفہ میں ایک قاعدہ کلیہ بتایا گیا ہے کہ ہر ایک رسول اپنی قوم کی لغت میں مبعوث ہوتا ہے۔ تاکہ قوم کی یہ حجت باقی نہ رہے کہ ہم نے اس کی تعلیم کو نہیں سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قاعدہ کے ماتحت ہیں۔ اور اس سے مستثنےٰ نہیں کیونکہ وجہ ارسال رسل بلغت قوم خود اللہ تعالےٰ نے لیبین لہم فرمائی ہے یعنی تاکہ اچھی طرح بیان کر دے اور قوم کو باقی کوئی عذر عدم الحکم و عدم فقہ کا نہ رہے اور آپ کی یہ بات تسلیم کی جاوے کہ وما ارسلناک الا کافۃ للناس بطور مستثنےٰ ہے تو غیر اہل عرب کا یہ عذر اس باقی رہیگا اسلئے یہ طریق تطابق غیر ممکن ہے۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت اقدس نے ایک کتاب مسمی بہ منن الرحمٰن تالیف فرمائی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ ام الالسنہ عربی زبان ہے یعنی تمام زبانیں اسی عربی زبان سے نکلی ہیں۔ غالباً اس کتاب کی وجہ تالیف یہی آیہ شریفہ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم ہے اور درحقیقت تمام زبانوں کا منبع اور معدن اور سرچشمہ عربی زبان ہے۔ گویا تمام قوموں کی زبان عربی ہے مگر اور قوموں میں تغیرات کثیرہ ان میں وارد ہوئے ہیں تو انہیں السنہ متغیرہ میں رسول مبعوث ہوئے تاکہ رسولوں کی قوم اُن کی تعلیم کو بخوبی سمجھ لے مگر عاقب الانبیاء اصلی اور صحیح لسان عربی میں آئے جو کہ تمام لسانوں کا منبع ہے۔ اس لئے کل قوموں کی طرف مبعوث ہوئے اور ایسے زمانہ میں تشریف لائے کہ جس زمانہ میں کل دنیا بطور ایک شہر ہونے کے تقاضا کر رہی تھی۔ چنانچہ اسوقت ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ تمام ممالک ایک شہر کا حکم رکھتے ہیں۔ الغرض بلحاظ ام الالسنہ ہونے عربی کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل قوموں کیطرف مبعوث ہوئے۔ اور ام الالسنہ اپنی اصالت پر رہی اسلئے خاتم الانبیاء ام الالسنہ میں مبعوث ہوا۔ اور نیز خاتم الکتب ام الالسنہ میں آئی۔ اس لئے قرآن ہی نے کیا بلحاظ فصاحت و بلاغت اور کیا بلحاظ ترتیب نظمی اور کیا بلحاظ انباء مستقبلہ بے نظیری و بے مثلی کا دعویٰ کیا۔ قاضی ابوبکر باقلانی کی کیا عمدہ تصنیف اس بارہ میں ہے مگر کسی اور سماوی کتب میں یہ تحدی نہیں۔ مولوی صاحب کی یہ تحریر:۔

نیز اگر ایک شخص لتنذر قوما ما انذر اباؤھم سے یہ استدلال کرے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انذار حقیقی طور پر صرف خطۂ عرب کے لئے تھا۔ دوسرے ممالک مجازاً آپ کی تبلیغ میں شامل ہیں۔ اور لانذرکم بہ ومن بلغ کو نظر انداز کر دے۔ تو یہ اسکا تجاہل ہوگا۔ بالکل بے محل ہے۔ میرے مضامین سے اسکو کوئی تعلق نہیں۔ مضمون اور تھا۔ اور ایک بے محل بات کو درمیان لائے۔ مولوی صاحب کا کسی اور پر دل میں جوش تھا۔ اور اس جوش کو نکالا۔ مگر بے محل نکالا۔ لو عاش ابراھیم لکان نبیا یہ حدیث لا نبی بعدی کی سخت مؤید ہے۔ کما صرحنا فی المضمون السابق صرف لونہی حسب مفہوم علم نحو ولغت عرب میرے مطلب کا کافی مؤید ہے۔ علاوہ اس حدیث کے معنے تو صاف ہیں۔ جب آنحضرت صلعم کے بیٹے ابراہیم فوت ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا لو عاش ابراھیم لکان نبیا جیسے ابراہیم کا زندہ رہنا ممتنع تھا ویسے ہی میرے بعد [illegible]

غیر تشریع سے مگر غیر تشریع۔ تو استثنا منقطع اور متصل دونوں جمع ہوئے۔ اور یہ محض غلط ہے۔ بصورت ال استغراقی قسم ثانی جنسی حدیث کے معنے یہ ہوئے۔ کہ ہر ہر فرد نبوت تشریع اور ہر ہر فرد نبوت غیر تشریع کا باقی نہ رہیگا۔ مگر غیر تشریع یہ بھی غلط۔ پس صحیح طریق یہ ہی ہے کہ ال عہدی قرار دیا جاوے۔ اور نبوت سے مراد نبوت مختصہ آنحضرت صلعم جبکہ جامع ہر دو نبوتیں ہو۔ اور مستثنےٰ جزء نبوت یعنی رؤیا صالحہ قرار دیئے جاویں۔ قبل ازیں میں نے لکھا ہے۔ کہ یہ ال جنسی نہیں۔ جنسی اس لئے نہیں۔ کہ ال دو قسم ہے عہدیہ اور جنسیہ۔ عہدیہ کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور الثانیہ یعنی جنسیہ اما التعریف الماھیۃ وھی التی لایخلفہا کل لا حقیقۃً ولا مجازاً نحو وجعلنا من الماء کل شیٔ حي وقولك واللہ لا اتزوج النساء ھمع الھوامع للسیوطی اور النبوت میں تو کل خلیفہ ال کا مجازاً ہو سکتا ہے۔ ذھبت النبوت وبقیت المبشرات یعنی ذھبت کل نبوۃ وبقیت المبشرات اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات میں بھی کل خلیفہ ال مجازاً ہو سکتا ہے۔ یعنی لم یبق من کل نبوت الا المبشرات وھی الرؤیا الصالحۃ کما صرح فی الاحادیث الصحیحۃ واما الاستغراق الافراد وھی التی تخلفہا کل حقیقۃ نحو خلق الانسان ضعیفا۔ پس جنسی کی دو نوں قسمیں متصور نہیں۔ نہ اول اور نہ استغراقی کیونکہ استغراقی وہ ہے جس کا خلیفہ کل حقیقۃً ہو اور ذھبت النبوۃ وبقیت المبشرات میں ال النبوت میں کل کا خلیفہ حقیقۃً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ درصورت کل استغراقی ذھبت النبوت کے یہ معنے ہوئے کہ کل افراد نبوت کے چلے گئے اور بات یہ ہے کہ مبشرات یعنی رؤیا صالحہ بھی نبوت کے افرادوں میں ایک اجزاء یعنی اجزاؤں میں ایک فرد ہے۔ اسوہ باقی ہے۔ اس لئے کل استغراقی بھی نہیں ہو سکتا۔

مولوی صاحب فتوحات کے حوالوں میں سباق اور سیاق کو قطعاً ترک کر دیتے ہیں۔ اور صرف اپنی مطلب براری کے لئے ایک فقرہ نقل کر دیتے ہیں۔ یہ عالمانہ شان سے بالکل ہی بعید ہے فتوحات مکیہ کے [illegible] تمام پیش نہیں کرتے۔ قال فی الفتوحات الرسالۃ والنبوۃ وان انقطعت فی ھذہ الامۃ بحکم التشریع فی انقطع المیراث منہما فمنہم من یرث نبوۃ ومنہم من یرث رسالۃ ونبوۃ معا جلد ۲ صفحہ ۵۷۳

حجر علینا اطلاق لفظ النبی وان کانت النبوۃ العامۃ ساریۃ فی اکابر الرجال۔ جلد ۲۔ صفحہ ۹۰۔

اور جو عبارت محولہ فتوحات آن مہربان ہے۔ اس میں النبوت المجردۃ سے نبوت عامہ مراد ہے۔ جس کے اطلاق کی ممنوعیت کو خود صاحب فتوحات لکھتے ہیں۔ کما صرحنا ۲۲ نفا۔ النبوۃ ساریۃ الی یوم القیامۃ فی الخلق وان کانت التشریع قد انقطع فالتشریع جزء من اجزاء النبوۃ التی ساریۃ الی یوم القیامۃ کے اطلاق کی ممنوعیت کے خود ہی صاحب فتوحات قائل ہیں یعنی نبوت معنوی جس کو دوسرے لفظوں میں محدثیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہی نبوت لغویۃ اور وہ باقی ہے کسی قدر وضاحت سے فتوحات کی عبارت کو نقل کیا جاتا ہے تاکہ اصل حقیقت نبوت جو کہ صاحب فتوحات کے نزدیک متعین ہے۔ مبرہن ہو جائے۔

السؤال الثالث والثمانون

ما النبوۃ۔ نبوت کیا چیز ہے۔ الجواب۔ النبوۃ منزلۃ یعینہا رفیع الدرجات ذوالعرش۔ جواب نبوت ایک مرتبہ ہے۔ بلند کرنے والا صاحب عرش اسکو معین کرتا ہے۔ ینزلہا العبد باخلاق صالحۃ واعمال مشکورۃ حسنۃ فی العامۃ تعرفہا القلوب ولا تنکرہا النفوس وتدل علیہا العقول وتوافق الاغراض وتزیل الامراض۔ اپنے ایسے بندے کو جو اخلاق صالحہ اور اعمال مشکورہ حسنہ فی العامہ میں موصوف ہوتا ہے عطا کرتا ہے۔ اس منزلہ کو عقول صافیہ پہچانتے ہیں اور نفوس مطہرہ اس کا انکار نہیں کرتے۔ اور عقول سلیمہ اسکی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ اور وہ منزلہ اغراض صحیحہ کے مطابق ہوتی ہے اور امراض روحانیہ کو دور کرتی ہے۔ فاذا وصلوا الی ھذہ المنزلۃ فتلك منزلۃ الانباء الالھی المطلق لکل من حصل فی تلك المنزلۃ من رفیع الدرجات ذی العرش فان نظر الحق من ھذا الواصل الی تلك المنزلۃ تنظرا ستنابۃ وخلافۃ القی الروح بالانباء

من امرہ علی قلب ذالك الخلیفۃ المعتنی بہ فتلك نبوۃ التشریع قال تعالےٰ وکذالك اوحینا الیك روحا من امرنا۔ وقال ینزل الملئکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ فہی عامۃ لان من نکرۃ۔ ان انذروا انہ لا الٰہ الا انا فاتقون۔ نبوۃ خاصۃ نبوۃ تشریع یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ مثل ذالك لینذر یوم التلاق یوم ھم بارزون نبوۃ تشریع لا نبوۃ عموم نزل بہ الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین۔ فالانذار مقرون ابداً بنبوۃ التشریع ولھذہ النبوۃ ھی تلك الاجزاء التی سأل عدھا والتی وردت فی الاخبار۔ واما النبوۃ العامۃ فاجزائہا لا تنحصر الخ...

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبوت خاصہ یعنی نبوت تشریع جس کا ذکر نصوص قرآنیہ میں مذکور ہے۔ وہ منقطع ہو چکی ہے اور غلطی سے مولوی صاحب اسی کا مصداق حضرت مرزا صاحب کو قرار دیتے ہیں اور نبوت عامہ اگرچہ قیامت تک ہے مگر نبوت کے لفظ کا اطلاق صاحب فتوحات کے نزدیک ممنوع ہے۔ کما نقلنا من الفتوحات۔ نعم لغۃً ومجازاً جائز ہے۔

میاں صاحب کی خدمت میں چند ضروری سوال

جناب میاں صاحب مکرم۔ السلام علیکم۔ بندہ چونکہ آپکی جماعت کے ہر دو فریق سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ محض ایک آپکی جماعت بلکہ آپ کے ایک وصیت کنندہ مخلص مرید کے جور و ستم سے تنگ آکر دربار عالی میں اپنی صدائے احتجاج بلند کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے۔ اگرچہ میاں صاحب میرے جور و ستم کا انتقام دلانے کے ذمہ دار تو نہیں ہیں مگر اتنا تو ضرور انکا اختیار ہے۔ کہ اپنے مرید کو بطور نصیحت ڈانٹ تو ضرور کر سکتے ہیں۔ آگے انکا اختیار ہے چاہے وہ مانیں یا نہ مانیں میاں صاحب تو اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہو جاوینگے۔ مجھے کوئی ضرورت نہ تھی۔ کہ میں میاں صاحب کو تکلیف دیتا مگر مجھے ایک جماعت کے مخلص آدمی نے ترغیب دی۔ کہ ہمارے سلسلہ کے خلیفہ مقرر ہیں۔ ہم ہر ایک [illegible] خلیفہ کے سامنے پیش کرکے اپنی دادرسی کرا سکتے ہیں۔ پس خاکسار کو جرأت ہوئی کہ آپ سے آپکے مخلص مرید کے مظالم کا ذکر عرض کرکے اس سے دریافت کرنے کی ترغیب دلاؤں۔ مجھے امید ہے کہ میاں صاحب ضرور میرے سوالات کے جوابات اپنے کسی اخبار میں درج فرما کر شائع فرماوینگے دوسرا میاں صاحب کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ آپ کے مرید دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے شائق ہیں۔ یا دنیا کے عوض دین کو فروخت کر دینے کے ٹھیکیدار ہیں۔ آپ چونکہ فضل عمر ہیں۔ حضرت عمر تو منصف مسقدد تھے۔ کہ اپنے لڑکے کو بھی سزا دینے سے باز نہ رہے۔ تو آپ خدا کے فضل سے چونکہ دوسرے عمر ہیں۔ دیکھئے آپ اپنے مرید کو ڈانٹ ہی دیویں یا اسکو جماعت سے خارج فرما کر دکھلا دیویں کہ ایسے فعل کرنیوالے میرے مرید نہیں کہلا سکتے۔ خاکسار کی سرگذشت اس طرح ہے کہ میرا سوتیلا بھائی نواب الدین جو سکریٹری جماعت احمدیہ چانگریاں والا کا ہے۔ اس نے وصیت میں ایک مکان واقعہ سیالکوٹ محلہ شاہ سیدا آبے بنام انجمن احمدیہ قادیان ہبہ کر دیا ہوا ہے مکان وصیت شدہ کے علاوہ اور مکانات بھی ہیں۔ جو کہ ہماری ملکیت ہیں۔ جو مسمی مذکور نے جبراً ہم سے چھین لئے ہیں۔ اب ہمکو حصہ دینے سے صاف انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ان میں مظہر کا حصہ نہیں ہے۔ میں حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ یہ مکان میرے والد کی جائداد مشترکہ سے بنے ہوئے ہیں اور ہمارا حق ان میں ضرور ہے۔ مسمی نواب الدین ½ حصہ کا حقدار ہے۔ علاوہ اس کے اور بہت سی جائداد ہے۔ جو مسمی مذکور نے ہم سے چھین کر غبن کر لی ہے۔ اور ہماری حق تلفی کر دی ہے۔ ضرور تھا کہ ہم لوگ عدالت کی طرف سے اپنی دادرسی کیواسطے رجوع کرتے۔ لیکن اسقدر [illegible] مالی نہیں ہے۔ مفلسی ہمیں اجازت نہیں دیتی کہ ایسا کریں انہی مکانات میں سے ایک مکان مسمی مذکور نے انجمن کے نام وصیت میں ہبہ کر دیا ہے۔ کیا میاں صاحب ایسی جائداد کو وصیت میں لیکر یہ فتویٰ دے سکتے ہیں کہ وصیت کنندہ کو کچھ ثواب پہنچیگا۔ اور کیا اسکو مقبرہ بہشتی میں دفن کرنے کی میاں صاحب اجازت دیدینگے۔ یا ایسا مال انجمن لے سکتی ہے۔ اگر لے سکتی ہے۔ تو ایک چور اگر کسی کا مال سرقہ کرکے انجمن کو دے۔ تو کیا انجمن اسکو حرام نہیں خیال کریگی۔ دوسرا میاں صاحب سے میں یہ پوچھتا ہوں

کہ کیا آپ ایسے مرید کو اپنی مریدی میں رکھ کر اپنی بدنامی کا باعث نہیں خیال کرتے۔ مجھے امید ہے۔ کہ میاں صاحب اپنے مرید سے ہدایت فرما دینگے۔ کہ وہ ہمارا حق ہمیں دیدیوے۔ ورنہ اسکو بابت ملامت سے یا وہ جماعت سے خارج فرما دیں۔ تا ایسے ظالم مرید سے میاں صاحب کی خلافت ہی بدنام ہو۔ جس اخبار میں جواب شائع فرماویں اسکو ذیل کے پتہ پر میرے نام ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔

محمد شفیع کنسٹبل ۳۸۵ تھانہ صدر شہر سیالکوٹ۔

(نوٹ) جواب ضرور کسی اخبار کے ذریعہ صادر ہونا چاہیئے۔ تاکہ تمام احمدی جماعت میں یہ خبر عام ہو۔ کہ یہ شخص ایسا ہے۔ جواب ضروری خدا کے لئے دلادیں۔ تاکیداً عرض ہے۔ جسقدر جلدی ہو۔ بہتر ہے۔ ۸ ۱۴

میر ناصر نواب صاحب سے گفتگو

موضع وانہ میں میر ناصر نواب صاحب تشریف لائے تھے۔ جو گفتگو اُنکے اور میرے درمیان ہوئی اُسکو میں حلفاً نیچے درج کرتا ہوں اور اُس وقت ہمارے ساتھ حبیب اللہ شاہ صاحب ساکن وانہ اور حاجی احمدی مرید میاں صاحب بھی موجود تھے۔

میں۔ میر صاحب۔ جناب حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو ختم نبوت کا قائل نہ ہو وہ کافر اور لعنتی ہے۔ برخلاف اسکے میاں صاحب نے لکھا ہے کہ جو ختم نبوت کا قائل ہو وہ لعنتی اور مردود ہے۔ آپ ان دو باتوں میں فرق بتلادیں۔

میر صاحب۔ میاں صاحب نے کسی جگہ نہیں لکھا۔

میں۔ میں آپ کو میاں صاحب کی تصانیف سے بتلاتا ہوں۔ چنانچہ حقیقۃ النبوت کا حوالہ دیا۔

میر صاحب۔ خیر مجھے اس کا علم نہ تھا۔ بہرحال حوصلہ اور تحمل سے کام لینا چاہیئے۔ کیونکہ میاں محمود صاحب ابھی بچہ ہے۔ رفتہ رفتہ سمجھ جاوے گا۔

میں۔ تعجب ہے کہ میاں صاحب تو اپنے آپکو آیت استخلاف کے نیچے خلیفہ بنواتے ہیں۔ بلکہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کا مصداق بھی بنتے ہیں اور حضرت صالح علیہ السلام کے مثیل بنتے ہیں۔ اور ابھی بچے ہیں بقول آپ کے۔ حضرت صاحب نے تو ایک جماعت تیار کی تھی۔ جو و آخرین منہم کی مثیل اور میاں صاحب اسی جماعت کے حق میں لکھتے ہیں۔ ابیٰ واستکبر وکان من الکافرین۔ کیا حضرت صاحب نے نعوذ باللہ ابلیسوں کی جماعت تیار کی اور پھر انہیں ابلیسوں کے گھر میں آپ مقیم رہے۔ اور انہیں کے گھر میں انتقال فرمایا۔ اور آپ کی تجہیز و تکفین کا فخر بھی انہیں کو حاصل ہوا۔ کیا انبیاء ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر مجھے خلافت موجودہ کے متعلق سمجھاویں۔ اور میرے سوالات کا جواب دیویں۔

میر صاحب۔ آپ ایبٹ آباد یا مانسہرہ بمعہ کتابوں کے آجاویں۔ میں سمجھا دوں گا۔ اور بھی ایسے لوگ ہیں۔

میں۔ کیا آپ میاں صاحب کی کتابوں کی صحت پر حلف اٹھا سکتے ہیں۔

میر صاحب۔ میں تو بخاری و مسلم کی صحت پر بھی حلف اُٹھا نہیں سکتا۔

حکیم خیر اللہ احمدی ساکن وانہ۔ بقلم خود

عقائد محمودیہ سے بیزاری اور بیعت

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت فیض درجت مخدوم و مکرم حضرت امیر الملت مولانا مولوی محمد علی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد ازاں گذارش آنکہ عاجز راقم عرصہ سے حضرت مسیح موعود کے دعوے کے متعلق سنتا سمجھتا سوچتا رہا۔ آخر بفضل خداوندی ان کے دعوے دلائل خاکسار کی سمجھ میں آگئے۔ مگر ساتھ ہی حضرت خلیفہ نور الدین صاحب مرحوم کی رحلت کے بعد ایک فتنہ عظیم نے ظاہر ہو کر سلسلہ کے دو ٹکڑے کر دیئے میں بدون سوچے سمجھے میاں محمود احمد کی بیعت میں داخل ہو گیا آخر فریقین کی تقاریر و تصانیف سنکر معلوم ہوا کہ فرقہ محمودیہ صراط مستقیم پر قائم نہیں ہے۔ آپ اور آپ کی انجمن احمدیہ اشاعت اسلام کے ممبروں کے عقائد درست حسب تعلیم حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ پس میں خدا کو حاضر و ناظر جانکر

یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ مستثنےٰ منہ کا جزو ہی ہوا کرے
مولوی صاحب آپ مسائل نحویہ سے یا تجاہل عارفانہ کرتے ہیں یا
بے خبر ہیں۔ مستثنٰی مستثنٰی منہ کا یا جزو ہوگا۔ یا اسکے مساوی
ہوگا۔ یا اس سے زائد۔ پس درصورت مساوات یا زیادتی
استثنا کا لانا خلاف عقل ہے۔ کیونکہ جب مساوی یا زائد ہو تو
اُسے اس سے کیونکر خارج کریں گے۔ قافیہ ابن حاجب میں ہے
المستثنٰی متصل ومنقطع فالمتصل المخرج عن متعدد لفظاً
او تقدیراً قال ابوحیان اتفق النحویون علی انہ لایجوز ان یکون
المستثنٰی مستغرقاً للمستثنٰی منہ ولاکونہ اکثر منہ واختلفوا فی
غیر المستغرق فاکثر النحویین انہ لایجوز کون المستثنٰی قدر المستثنٰی
منہ او اکثر بل یکون اقل من النصف والمستقر من کلام العرب
انما ہو استثناء الاقل ہمع الہوامع ہے بہرحال مستثنٰی اقل مستثنٰی
منہ سے ہوا کرتا ہے۔ اور لم یبق من النبوۃ الا المبشرات
میں بنابر تصریح نبوی المبشرات رویا صالحہ ہی ہیں۔ اور رویا
صالحہ کو آنحضرت صلعم نے نبوت کی جزو قرار دیا ہے کما فی نعل
باب الرویا الصالحہ جزء من ستۃ واربعین جزءًا
من النبوۃ عن عبادۃ بن الصامت عن النبی صلعم
قال الرویا المومن من ستۃ واربعین جزء من النبوۃ
عن ابی سعید الخدری انہ سمع رسول اللہ صلعم
یقول الرویا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین
جزء من النبوۃ صحیح بخاری اور نیز مسلم اور ترمذی او
ابن ماجہ وغیرہ میں احادیث اس امر میں کہ رویا صالحہ جزو
نبوت ہیں بکثرت موجود ہیں۔ تیسری غلطی جو آپنے نکالی
ہے وہ غلطی نہیں۔ بلکہ آپ کا غلطی نکالنا بالکل غلط۔ کیونکہ
استثناء کلام غیر موجب میں حصر ہی کے لئے آتا ہے اور چوتھی
غلطی نکالن بھی غلط۔ کیونکہ وہ کسی قاعدہ نحویہ کے ماتحت نہیں
اور باقی حدیثیں ہرگز قاعدہ نحو کے برخلاف نہیں حدیث اول۔
لم یکمل من النساء الا مریم بنت عمران و آسیۃ
امرءۃ فرعون لم یکمل ماضی کا صیغہ ہے جو گذشتہ
زمانہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور استمرار اور تجدد کے لئے نہیں یعنی
حضرت مریم کے زمانہ میں عورتوں میں سے صرف حضرت مریم و
آسیہ کاملہ تھی۔ کما قال اللہ تعالیٰ اذ قالت الملئکۃ یٰمریم
ان اللہ اصطفٰک وطہرک واصطفٰک علی نساء
العٰلمین۔ پ ۳ سورۃ ال عمران۔ العلمین سے مراد حضرت
مریم کے زمانہ کی عورتیں ہیں۔ اور بنی اسرائیل کے متعلق جو قرآن میں
آیا وانی فضلتکم علی العالمین۔ اس سے مراد بھی اسی
زمانہ کے لوگ ہیں وا تٰکم ما لم یؤت احدا من
العلمین۔ پ ۶ سورۃ المائدہ۔ یہ بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ کہ
عالمین سے مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں اور آسیہ کے زمانہ میں صرف
آسیہ ہی بلحاظ مصائب کاملہ تھی۔ اگر رسول اللہ صلعم صیغہ استمرار
اور تجدد استعمال کرتے تب تو کوئی احتمال ہو سکتا اور آپ کا سوال
بھی کچھ وجود رکھتا۔ لیکن ماضی کے صیغہ نے تو فیصلہ ہی کر دیا۔
اور دوسری حدیث میں مریم اور ابن مریم سے یہ مراد ہے کہ جو کوئی
مریم اور ابن مریم صفت ہوگا۔ وہ مس شیطانی سے محفوظ رہیگا۔
اور حضرت مرزا صاحب نے بھی اس حدیث کے متعلق یہی لکھا ہے
فتدبر۔۔۔۔۔ مریم اور ابن مریم کا بالخصوص ذکر اس لئے ہے
کہ ناجائز بہتان انہی پر لگایا گیا ہے۔ پس مریم اور ابن مریم سے
ہر ایک نیک مراد ہے۔ مولوی صاحب نے لکھا ہے کہ اب ہم اس حدیث

لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے اصلی اور حقیقی معنے

جو مطابق عقیدہ اہل اسلام و مسیح موعود و قواعد نحو ہیں ہدیہ ناظرین
کرتے ہیں۔ مگر جناب نے عقیدہ اہل اسلام کے مطابق تو کچھ نہیں لکھا
بلکہ عقیدہ اہل اسلام کے برخلاف لکھا ہے۔ کیونکہ آپ نے لکھا ہے
المبشرات سے نبوت غیر تشریعی مراد ہے۔ المبشرات کی یہ تفسیر
تفسیر نبوی اور عقیدہ اہل اسلام کے سراسر مخالف ہے۔ کما
بیناہ آنفا۔ اب میں اہل اسلام کے عقیدہ کے مطابق اس
حدیث کے معنے مع حوالجات ہدیہ ناظرین کرتا ہوں قبل اس کے
کہ میں حدیث مذکورہ بالا کی تفصیل کروں۔ مولوی صاحب کی ایک
غلط فہمی بیان کر دیتا ہوں۔ کہ آپ المبشرات سے نبوت غیر تشریعی
مراد لے کر نبوت تشریعی کا اُسے قسیم قرار دیتے ہیں اور یہ غلط ہے
کیونکہ اس صورت میں نبوت تشریعی اور غیر تشریعی جمع نہ ہونگی
حالانکہ ہمارے نبی کریم صلعم دونوں کے جامع تھے۔ اور نبوت تشریعی
اور غیر تشریعی میں تو عموم وخصوص ہے اور جب النبوت سے مراد
خاص نبوت آنحضرت صلعم مراد ہو یعنی مجموعہ نبوت تشریعیہ اور
غیر تشریعیہ تو پھر مجموعہ نبوت تشریعیہ اور غیر تشریعیہ نبوت غیر
تشریعیہ کا کس طرح قسیم بن سکتا ہے۔ اگر النبوت سے صرف
نبوت تشریعیہ مراد ہو اور المبشرات سے نبوت غیر تشریعی
مراد ہو تو پھر اس صورت میں یہ معنے ہوئے کہ آنحضرت صلعم
کی نبوت تشریعیہ سے صرف نبوت غیر تشریعی باقی ہے اور یہ غلط
ظاہر ہے۔ کیونکہ آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ نبوت تشریعیہ بھی ایک جزو
ہے اجزاء نبوت میں سے۔ اب میں مطابق عقیدہ اہل اسلام
اس حدیث کے معنے لکھتا ہوں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری
(لم یبق من النبوت الا المبشرات) کذا ذکرہ
باللفظ الدال علی المضی تحقیقا لوقوعہ والمراد
الاستقبال ای لا یبقی وقیل علی ظاہرہ یعنی
ماضی اپنی حالت پر ہے یعنے مستقبل نہیں۔ قال ذالک فی
زمانہ واللام فی النبوۃ للعہد والمراد نبوتہ والمعنی
لم یبق بعد النبوۃ المختصۃ بی الا المبشرات ثم
فسرھا بالرویا یعنی بعد نبوت مختصہ میری کے کوئی چیز باقی
نہیں مگر مبشرات یعنے رویا صالحہ۔ مولانا صاحب یہ ہے عقیدہ
اہل اسلام ... وصرح بہ فی حدیث عائشۃ عند
احمد بلفظ لم یبق بعدی وقد جاء فی حدیث
ابن عباس انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذالک
فی مرض موتہ۔ عن ابی ہریرۃ رفعہ انہ لیس یبقی
بعدی من النبوۃ الا الرویا الصالحۃ وھذا یؤید
التاویل الاول یعنی ماضی بمعنے استقبال ہے۔
سوال۔ وظاہر الاستثناء ما تقدم من ان الرؤیا
جزء من اجزاء النبوۃ ان الرؤیا نبوۃ ولیس کذالک
یعنی طریق استثناء سے معلوم ہوتا ہے کہ رویا نبوت کے اجزاء
میں سے ایک جزو ہے پس یقیناً رؤیا بھی نبوت ہے
جواب۔ یہ امر ایسا نہیں اور رؤیا نبوت نہیں۔ ما تقدم
ان المراد تشبیہ الرویا بالنبوۃ اولان جزء ای
شئ لا یستلزم ثبوت وصفہ لہ کمن قال اشہد
ان لا الٰہ الا اللہ رافعا صوتہ لا یسمی مؤذنا
ولا یقال انہ اذن وان کانت جزء من الاذان
وکذا لو قرء شیئا من القرآن وھو قائم لا یسمی
مصلیا وان کانت القرءۃ جزء من الصلوۃ ویؤیدہ
حدیث ام کرز قالت سمعت النبی صلعم یقول
ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات ولابی یعلی
من حدیث انس رفعہ ان الرسالۃ والنبوۃ
قد انقطعت ولا نبی ولا رسول بعدی ولکن
بقیت المبشرات قالوا وما المبشرات قال رؤیا
المسلمین جزء من اجزاء النبوۃ انتہی محصل
فتح الباری قسطلانی شرح بخاری میں بھی اسی کے قریب قریب
ہے اور عینی شرح بخاری میں ہے۔ فان قلت ھل
یقال لصاحب الرؤیا الصالحۃ لہ شئ من النبوۃ
قلت جزء النبوۃ لیس بہ نبوۃ اذ جزء الشئ
وغیرہ او لا ھو وغیرہ فلا نبوۃ لہ انتہی۔ اور
مرقات شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ لم یبق من النبوۃ
ای من اجزائہا الا المبشرات بکسر الشین المشددۃ
قال السیوطی ای الوحی منقطع بموتی ولا یبقی
ما یعلم منہ ما سیکون الا الرؤیا انتہی۔ اور شرح
شرنوبلی میں ہے من النبوۃ ای من آثارہا فان الوحی
قد انقطع بالموت ولم یبق بعد انقطاعہ الا
المبشرات۔ مولوی صاحب کی ایک غلطی تصور اور تصدیق
کے متعلق بھی ظاہر کر دیتے ہیں آپ نے تصور مطلق کو بھی قسیم
قرار دیا ہے۔ حالانکہ تصور مطلق عین مقسم ہے اور تصور ساذج
بھی اور ساذج ایک قسم تصور مطلق کا ہے اور تصور مطلق مقسم ہے
اور تصور بشرط شئے بھی قسم ہے تصور مطلق کا اور تصورات
ای مرادف علم ۱۲ ۔۔۔ مثلاً تو تصدیق کہتے ہیں تصور اور تصدیق
کا ذکر مولوی صاحب کے لئے غیر مفید ہے۔ باوجود غیر مفید ہونے کے
تصور اور تصدیق کا ذکر سخت حیرانی میں ڈالنے والا ہے اگر یہ
جتلانا منظور تھا کہ مولوی صاحب علم منطق اور معقول میں
ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ تو یہ بھی غلط نکلا کیونکہ آپ مقسم اور اقسام
میں تمیز نہ کر سکے ۔۔۔۔ اہل اسلام کا مذہب تو دربارہ نبوت
بیان ہو چکا۔ اب حضرت مسیح موعود کا مذہب ہدیہ مولوی صاحب
کرتا ہوں۔ توضیح مرام صفحہ ۹۰۔ وقد قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم لم یبق من النبوۃ الا المبشرات
ای لم یبق من انواع النبوۃ الا نوع واحد وھی المبشرات
من اقسام الرؤیا اجزاء النبوۃ الا جزء واحد حسب
تصریح نبی کریم صلعم ۱۲۔
الرؤیا الصادقۃ والمکاشفات الصحیحۃ والوحی
الذی ینزل علی خواص الاولیاء والنور الذی یتجلی
علی قلوب قوم موجع۔ پھر آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں
فاعلم ایدک اللہ ان حاصل کلامنا ان ابواب النبوۃ
الجزئیۃ مفتوحۃ ابدا ولیس فی ھذا النوع الا المبشرات
او المنذرات من الامور المغیبۃ واللطائف القرآنیۃ
والعلوم اللدنیۃ واما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ
جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد آمنا بانقطاعہ
من یوم نزل فیہ ما کان محمد ابا احد من
رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین
اور حضرت اقدس کا مبشرات پر اطلاق نبوت کا اطلاق
مجازی ہے۔ چنانچہ جزء کا اطلاق کل پر اور کل کا اطلاق
جزء پر من اقسام المجاز متعارف اور وقوع اور شائع ہے
نظائرہ فی الکتاب الحکیم کثیرۃ للبیب۔ اگر
اس مضمون کو توضیح مرام تمامہ بانصاف پڑھا جاوے تو
حضرت اقدس کا مذہب اس حدیث کے بارہ میں معلوم
ہو جائیگا۔ مگر صفحہ بھی اسی کتاب کا معائنہ کرنا چاہئے۔ اور
اب قواعد نحو کے مطابق اس حدیث پر کلام کی جاتی ہے۔ لم یبق
من النبوۃ الا المبشرات ہمیں ماضی اگر اپنے معنی پر باقی رہے
تو کوئی ہرج نہیں اور اگر بمعنے مستقبل ہو تو تب بھی کوئی امر مانع
نہیں۔ کما فصلناہ آنفا فلا فائدۃ فی الاعادۃ۔
لم یبق کے بعد لفظ بعدی محذوف ہے۔ اس حذف پر اور
احادیث دال ہیں۔ کما ذکرناہ آنفا۔ النبوۃ کا ال کیا عہدی
ہے یا جنسی۔ جواب۔ النبوت کا ال عہدی ہے کما ھو مذکور
فی شروح البخاری اور نبوت سے مراد آنحضرت صلعم کی نبوۃ
ہے جو کہ مجموعہ نبوتین ہے۔ اور مبشرات سے مراد رویا صالحہ ہیں۔
جو کہ جزو نبوت ہیں۔ کما خبرھا رسول اللہ صلعم پس معنے
اس حدیث کے یہ ہوئے۔ کہ باقی نہیں رہا بعد میرے میری مختصہ
نبوت میں سے مگر مبشرات یعنی رویا صالحہ جو کہ جزو نبوت ہیں
نہ نبوت یا باقی نہ رہیگا میرے بعد میری مختصہ نبوت میں سے
مگر مبشرات یعنی رویا صالحہ۔ مولوی صاحب النبوۃ کا ال جنسی
نہیں۔ اور جنسی کی نفی سے استغراقی کی نفی لازم آتی ہے۔ کیونکہ
استغراقی جنسی کی قسم ہے اور استغراقی کوئی جداگانہ قسم نہیں۔
جیساکہ آپ نے غلطی سے جداگانہ قسم سمجھا ہے فتدبر ولا تکن من
الغافلین اور استثنا متصل ہے نہ منقطع اور نیز یہاں مستثنٰی منہ
مفرغ ہے۔ یعنی مستثنٰی منہ محذوف ہے۔ جس کا جناب نے ذکر
ہی نہیں کیا۔ بلکہ آپ نے النبوت کو ہی مستثنٰی منہ خیال کیا ہے
کما یظہر من کلامہ۔ استثنٰی منقطع اس لئے جائز نہیں کہ
استثناء منقطع لکن مشددہ کے ساتھ مقید کیا جاتا ہے ثم المنقطع
یقدر عند البصریین بلکن المشددۃ لانہ فی حکم جملۃ
منفصلۃ عن الاولی ہمع الہوامع اور لکن دفع وہم کے
لئے ہوتا جو کہ کلام سابق سے پیدا ہوتا ہے اور یہاں کوئی وہم ہی
نہیں۔ کیونکہ جب کہا جاوے کہ باقی نہ رہیگا بعد میرے کچھ جزو نبوت
تشریعی سے تو وہم نبوت غیر تشریعی کا پیدا ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ
نفی نبوت تشریعی کی ہے اگر مجموعہ نبوتین کی نفی ہو تو صرف وہم اقسام
نبوت کے متعلق ہوگا۔ نہ ایک نوع کے متعلق۔ اگر ایک نوع کے متعلق
ہو تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے مستثنٰی منہ اس حدیث میں
محذوف ہے۔ آئی شیئ یا ای جزء یا ای اثر من
النبوۃ ای من آثار النبوۃ او من اجزاء النبوۃ [illegible] اس
[illegible] میں [illegible] ہے [illegible]
جو کہ تشریعی ہے باقی نہیں رہیگا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ہو سکتا ہے [illegible]
تو معنے حدیث کے یہ ہوئے کہ باقی [illegible]

مسئلہ فسخ نکاح زوجہ معلقہ

ایک غلط بیانی کی تردید

پیغام صلح ص۶ ۷ مورخہ ۲۳ و ۲۵ جولائی ۱۹۱۶ء میں ہم نے تہذیب النسواں لاہور کے حوالہ سے ایک ستم رسیدہ عورت کی اس دردناک داستان کو نوٹ کیا تھا کہ پانچ سال کی عمر میں اس کا نکاح کر دیا گیا تھا۔ مگر تا حال باوجود ۱۴۔۱۵ سال ہو جانے کے اس کا خاوند نہ تو اسے اپنے گھر بساتا ہے نہ اسے خرچ دیتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے۔ اس کے متعلق انجمن مستشار العلماء لاہور سے فتویٰ طلب کیا گیا تو جواب ملا کہ

"حنفی مذہب میں عورت کو اس مصیبت سے بچنے کے لئے کوئی راہ نہیں"

تہذیب النسواں میں چونکہ انجمن مستشار العلماء کے فتوے کے صرف اسی قدر الفاظ چھپے ہیں اس لئے انھیں پر ہم نے اس وقت اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے انھیں خلاف اسلام و قرآن ٹھیرایا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھدیا تھا کہ

"اس بارہ میں مفصل بحث ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی دوسری صحبت میں کرینگے" اور اگر اس وقت تک خود انجمن نے مستشار العلما کی طرف سے کوئی دلائل مل سکے تو ان پر بھی نظر ڈالی جائیگی"

چنانچہ اسی غرض سے ہم خود مولوی مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی کی خدمت میں جو کہ انجمن مستشار العلماء کے رکن رکین ہیں اور انھیں کے قلم سے تمام فتاوے لکھے جاتے ہیں حاضر ہوئے اور ان سے اس بارہ میں استصواب کیا جس کے جواب میں جناب مولانا نے ہمیں اصل فتوے کی نقل جو کچھ دکھائی اس سے پتہ لگتا ہے کہ تہذیب النسوان میں فتوے کا صرف ایک ہی فقرہ لکھ کر محض غلط فہمی پھیلائی گئی ہے۔ اصل فتوٰی اس کے سراسر خلاف ہے۔ چنانچہ ذیل میں اس فتوے کی نقل معہ سوال درج کر کے ہم اس غلط فہمی کو رفع کر دینا چاہتے ہیں

دھوھ ۱

نمبر ۱۴۲۰ مورخہ ۲۸ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ و ۸ اکتوبر ۱۹۱۵ء المستفتی

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ زید نے اپنی دختر صغیر کا عقد کیا بکر کے ساتھ۔ کہ وہ بھی نابالغ تھا۔ اور اب کہ بکر اور اُس کی زوجہ عرصہ ۱۰ سال سے بالغ و باشعور ہو چکے ہیں لیکن آج تک ایک دوسرے کی صورت سے محض ناآشنا ہیں۔ بکر نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اور صاحب اولاد ہو چکا ہے۔ زوجہ اول کو رخصت کرا کے لے جانے سے انکاری ہے نفقہ نہیں دیتا اور نہ کبھی دیا طلاق دینے سے بے پروائی و انکار کرتا ہے۔ اس کے طلاق نہ دینے کی یہ وجوہ معلوم ہوتی ہیں کہ زوجہ اول کا مہر باقی ہے۔ ادا کرنا پڑیگا۔ لوگ اغوا کرتے ہیں اور اسے طلاق دینے سے روکتے ہیں۔ سمن و نوٹس لینے سے احتراز کرتا اور پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ ایک دو بار اتفاقیہ مل گیا اور نوٹس دی گئی مگر لینے سے تحریری انکار کر دیا۔ لڑکی یتیم ہے کوئی سر پرست نہیں ہے جو اس معاملہ کو طے کرے۔ عزیز و ہمسایہ اس زحمت کو گوارا نہیں کرتے شادی کو عرصہ ۱۴۔۱۵ سال کا ہو چکا۔ پس اس سے نجات پانے کی کوئی تدبیر بیان فرمائی جائے آیا وہ عورت اپنے نکاح اول کو جو سن شعور سے پہلے کر دیا گیا تھا فسخ سمجھے۔ اور نکاح ثانی کر لے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب

مندرجہ سوال حالات سے یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ شوہر اپنی زوجہ کو کسی طرح آباد کرنا نہیں چاہتا اور محض تنگ کرنے کی نیت سے اس کو چھوڑتا بھی نہیں ہے۔ تو اگرچہ حنفی مذہب میں براہ راست عورت کو اس عذاب سے بچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے۔ کہ ایسے حالات میں جبکہ شوہر حقوق زوجیت ادا کرنے سے عمداً اجتناب کرے۔ اور بالقصد عورت کو نقصان پہنچانا چاہے۔ تو عورت کے درخواست کرنے پر حاکم وقت (ڈسٹرکٹ جج) کو چاہئے کہ شوہر کو چار مہینے کی مہلت دے۔ اس اثناء میں اگر اُس نے حق زوجیت پورے کئے تو خیر وہ دونوں زن و شوہر ہیں ورنہ پھر اُس کو طلاق دینے پر مجبور کرے اور اگر پھر بھی طلاق نہ دے تو حاکم وقت (ڈسٹرکٹ جج) کو چاہیئے کہ باختیار خود نکاح توڑ دینے کا حکم دیکر عورت کو باقاعدہ دوسرے نکاح کی اجازت دیدے۔ کتاب الروض المربع میں (جو حنبلی مذہب کی ایک مستند کتاب ہے) ہے وان ترک الزوج وطیھا ای وطی زوجتہا اضرارابھا بلا یمین علی ترک وطیھا ولا عذر لہ فکمول وکذا من ظاھر ولم یکفر ضرب لہ اربعۃ اشہر فان وطی والا امر بالطلاق فان ابی طلق علیہ الحاکم او فسخ النکاح کما تقدم فی المولی" ص۳۴۳۔ اور علمائے احناف کرام نے بھی ضرورت کے موقعوں پر ائمہ اہلسنت والجماعۃ میں سے برخلاف مذہب حنفی کے کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ مسئلہ مفقود اور بعض دوسرے مسائل میں خود احناف کرام نے ایسا ہی کیا ہے۔ پس مستفتی کو چاہئے کہ حاکم وقت سے رجوع کرے۔ اور اپنے تمام حالات پیش کر کے فسخ نکاح کی درخواست دیدے اور حاکم کو چاہئے۔ کہ بصورت صحیح ہونے حالات مندرجہ درخواست کے عورت کے شوہر کو باضابطہ چار ماہ کی مہلت دے۔ پھر اگر اُس نے حقوق زوجیت ادا کئے تو خیر ورنہ اسکو طلاق دینے پر مجبور کرے اور طلاق بھی نہ دے تو حاکم باختیار خود نکاح ٹوٹنے کا حکم دیکر عورت کو باقاعدہ دوسرے نکاح کی اجازت دیدے۔ حاکم کی اس اجازت کے بعد عورت کو شرعاً درست ہے کہ جہاں مناسب سمجھے اپنا دوسرا نکاح کر لے۔ اس پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ●

کتبہ العبد المذنب المفتی محمد عبد اللہ

الجواب صحیح۔ محمد اکرام الحق۔

پیغام صلح اس فتوے کے تمام الفاظ پر غور کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ انجمن مستشار العلما نے اس عورت کو کوئی مایوس کن جواب نہیں دیا۔ بلکہ جہاں ایک طرف ان الفاظ میں کہ

"حنفی مذہب میں براہ راست عورت کو اس عذاب سے بچانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے"

ایک امر واقعہ کا اظہار کیا ہے۔ وہیں ساتھ ہی یہ بتا کر کہ علمائے احناف کرام نے "ضرورت کے موقعوں پر ائمہ اہل سنت والجماعۃ میں سے برخلاف مذہب حنفی کے کسی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دے دی ہے" گویا حنفی مذہب کے بالواسطہ طور پر بتائے ہوئے طریق نجات کو بھی پیش کر دیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک انتظامی معاملہ ہے۔ اور اس پر خود بخود کاربند ہو جانے میں بہت سی خرابیاں واقع ہو سکتی ہیں اس لئے حسب دستور شریعت اس کی سرانجام دہی حاکم کے سپرد کی ہے۔ کہ وہی اصل حالات کی تحقیق کرنے کے بعد اپنے اختیارات سے اس پر عمل کرا سکتا ہے۔ اس بارہ میں مولینا ابوالکلام آزاد سابق ایڈیٹر الہلال والبلاغ کا ایک مبسوط مضمون ۹ اگست ۱۹۱۶ء کے وکیل میں شائع ہوا ہے۔ جس میں مولینا نے قرآن کریم۔ احادیث اور اقوال ائمہ سے اس مسئلہ پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جس فتوے سے یہ استدلال کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کے نزدیک معلقہ عورت کو اس عذاب سے چھوٹنے کی کوئی راہ نہیں۔ وہ بیان کردہ حالات سے بالکل مختلف صورت حالات پر مبنی ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس حالت میں فسخ نکاح کے خلاف ہیں اور عورت کو صبر کی تلقین کرتے ہیں جبکہ خاوند اپنی غربت یا دیگر اسباب معاشرت کے نقصان کے اس کو فائدہ پہنچانے سے معذور ہو۔ بلکہ خود اس کے ساتھ اسباب راحت و آرام سے محروم ہو۔ یہ نہیں کہ وہ غیر صالح طریق پر باوجود سب کچھ موجود ہونے کے اسکی طرف التفات ہی نہ کرے اور اسے معلقہ چھوڑ دے۔ گو امام صاحب کے اس خیال سے بھی دیگر ائمہ کو اختلاف ہے۔ لیکن بہر صورت اس سے مذکورہ صورت حالات پر استدلال تو یقیناً نہیں ہو سکتا۔ اور اس دوسری پیش آمدہ صورت میں امام علیہ السلام کا کوئی صریح فتوے نہ ہونے کے باعث بہر حال دیگر ائمہ کی طرف ہی رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اور اسی لئے انجمن مستشار العلما نے بھی امام احمد حنبلؒ کا فتوے پیش کر دیا ہے۔

اسلامی شریعت کی اصل بنیاد تو قرآن کریم اور احادیث ہیں۔ لیکن چونکہ ہر ایک شخص ان سے سب مسائل کا استنباط کرنے کا اہل نہیں ہے۔ اور بہت ممکن ہے کہ بعض لوگ بوجہ اپنی کم عقلی کے اسکے استخراج میں ٹھوکر کھا جائیں۔ اس لئے ائمہ کرام و بزرگان دین نے اپنے خداداد علم و فضل سے محنت اور کوشش کے ساتھ ہر ایک مسئلہ میں قرآن کریم اور احادیث سے استنباط و استخراج کر کے ہماری سہولیت کے لئے انہیں لکھدیا ہے۔ ضرورت بھی کہ ہم ان جلیل القدر انسانوں کے اجتہادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو بھلا دیں۔ کہ وہی اصل دین ہیں۔ اور خود ان بزرگوں کے ارشادات کا ماخذ ہمارے لئے سب سے مقدم قرآن کریم ہے۔ پھر احادیث اور پھر اقوال ائمہ۔ مگر آجکل مسلمانوں نے اقوال ائمہ کو قرآن کریم اور احادیث پر بھی مقدم کر رکھا ہے۔ اسی لئے جن معاملات میں جس کسی بزرگ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے (المجتہد یخطی ویصیب) ان میں بھی اندھا دھند تقلید ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اور خود قرآن کریم اور احادیث پر غور کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ مسلمانوں کے اسی رویہ کو پیش نظر رکھکر گورنمنٹ نے بھی ان فقہی مسائل کو ہی شریعت کے قائم مقام قرار دیدیا۔ ◆ اور پھر اُن میں بھی بعض غلط خیالات کو قانون کا رنگ دے دیا گیا۔ جو کہ عورتوں کے حق میں بالخصوص مضرت رساں ہیں اور اسلام کے ہرگز مطابق و موافق نہیں مثلاً زوجہ معلقہ کے متعلق قانون میں ایسی کوئی دفعہ موجود نہیں۔ جسکے رو سے عورت کو طلاق دلائی جا سکے خاوند اپنا الزام عورت کے کردے دینے یا آئیندہ آباد کرنے کے وعدہ پر چھوٹ سکتا ہے۔ خواہ وہ گھر جا کر پھر اسی ظلم و ستم کو جاری رکھے۔ اسلام نے تو عورت کیلئے اگر وہ باوجود آباد ہونے کے پھر بھی کسی ایک یا دوسری وجہ سے رہنا نہیں چاہتی۔ خلع کو جائز اور ضروری قرار دیا ہے۔ جسکے ثبوت میں جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی اور اُس کے خاوند ثابت بن قیس بن شماس کا وہ مقدمہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جسکا ذکر صحیح حدیثوں میں موجود ہے۔ اور جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اسطرح طلاق حاصل کر سکتی ہے۔ جس طرح مرد طلاق دے سکتا ہے اس میں صاف طور پر لکھا ہے۔ کہ جمیلہ طلاق چاہتی تھی۔ اور ثابت طلاق نہیں دینا چاہتا تھا۔ جمیلہ نے رسول اللہ صلعم سے اپیل کی۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ کیا تم وہ باغیچہ جو ثابت نے تمہیں مہر میں دیا تھا۔ واپس دے دوگی۔ جمیلہ نے رضا مندی ظاہر کی۔ آپ نے اُس کے خاوند سے حکماً اُسے طلاق دلوا دی۔ لیکن آجکل باوجود عورت پر ظلم ہونے کے پھر بھی وہ قانونی ایچا پیچیوں میں آ کر اس جائز حق سے محروم کر دی جاتی ہے۔ اور مدت العمر کے [illegible] رہتی ہے۔ جس کا یہ کھلا نتیجہ ہے۔ کہ عورتیں اپنے لئے مخلصی کی کوئی اور صورت نہ دیکھکر اسلام کو جواب دے دیتی ہیں اور مرتد ہو جاتی ہیں۔ اور اس طرح سے بذریعہ عدالت اپنا نکاح فسخ کرا لیتی ہیں۔ گو وہ بھی اہل کتاب (عیسائی وغیرہ) ہونے کی صورت میں از روئے شریعت اسلام جائز نہیں۔ ایسی حالت میں نرے فتووں سے کام چلنا مشکل ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ حامیان اسلام و لیڈران قوم اس ضروری مسئلہ پر گورنمنٹ کو توجہ دلائیں۔ اور اس بارہ میں کوئی قانون پاس کروا کر صنف نازک کے واجبی اور ضروری حقوق جو قرآن کریم نے انہیں دیئے ہیں۔ دوبارہ انہیں دلوائیں۔ ہم اس سے پیشتر متعدد مرتبہ نکاح مرتدہ کے بارہ میں جو اسی مسئلہ کا ایک نہایت ضروری پہلو ہے۔ اپنے معاصرین کرام اور لیڈران قوم کو توجہ دلا چکے ہیں لیکن افسوس کہ صدا ئے برنخاست۔ مولانا ابوالکلام نے اسی قانونی مشکل کا ذکر کرتے ہوئے فابعثوا حکمًا من اھلہ وحکمًا من اھلھا کے ارشاد قرآنی پر عمل کرنے کی تجویز کی ہے۔ اور وہ فرماتے ہیں کہ ایسے مقدمات کو عدالتوں کے ذریعہ تصفیہ کرانے کے بجائے حکمین کے ذریعہ سے فیصلہ کرایا جائے۔ اور وہی بشرط ضرورت فسخ نکاح کا اعلان کیا کریں۔ لیکن مولینا نے غالبًا اس امر پر غور نہیں کیا کہ حکموں کا فیصلہ قابل پذیرائی ہی کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ قانون اسکے سراسر خلاف ہو لیکن تو پھر بھی بہر حال قائم رہیگا۔ اور جس فریق کے خلاف فیصلہ ہوگا۔ وہ معًا عدالت میں جا کر اسکے خلاف ڈگری حاصل کر لیگا اور اسطرح سے حکم کا فیصلہ کالعدم ہو جائیگا۔ ہاں اگر عدالت کی طرف سے حکم مقرر کئے جائیں اور پھر اُنکے تصفیہ پر کوئی چارہ جوئی نہ ہو سکتی ہو تو البتہ یہ صورت کارگر ہو سکتی ہے جسکی ایک نمایاں مثال ہمیں حضرت علیؓ کے وقت میں ملتی ہے۔ کہ کسی زوجہ و خاوند کا مقدمہ آپ کے پاس آیا۔ آپ نے اِن دونوں کے اہل میں سے حکم مقرر کر دئے۔ اور حکم دیا کہ تمکو ان کا فیصلہ ماننا ہوگا۔ مرد نے انکار کیا۔ تو آپ نے اُسے ڈانٹا اور مجبوراً اُسے اُنکا فیصلہ تسلیم کرنا پڑا۔

امید کہ ان حالات پر غور کر کے مولینا ابوالکلام۔ مولینا مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی اور دیگر علماء کسی صحیح نتیجہ پر پہنچینگے۔ اور کوشش کرینگے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - ۱۷ - اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۱۶

صدر انجمن احمدیہ تیار کردہ حضرت مسیح موعود اور سوال اخراج ممبران

حضرت مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد سب سے پہلا سوال یہی پیدا ہوا تھا کہ میاں صاحب نے فرمایا کہ جو شخص ان کی بیعت نہ کرے وہ فاسق اور ایسا شخص جماعت کے اندر شامل نہیں رہ سکتا۔ اپنے اس منشاء کو پورا کرنے کے لئے میاں صاحب نے اب اپنے مریدوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ ان ممبروں کے جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں انجمن سے اخراج کے لئے کوئی صورت سوچیں چنانچہ یہ سوال کچھ عرصہ سے اب میاں صاحب کے مریدین کے سامنے ہے۔ سب سے پہلے جب یہ سوال ایجنڈا پر لایا گیا تو ہم نے جو کچھ اس کا جواب دیا وہ اسی طرح پر اخبار میں شائع کر دیا گیا تھا۔ تاکہ سب ممبران انجمن قادیان اور میاں صاحب کے مریدین اصل حالات سے مطلع ہو جائیں۔ اس جواب پر جو کچھ میاں صاحب کے مشیران قانونی نے میاں صاحب کو مشورہ دیا اس کا نتیجہ ذیل کا رزولیوشن ہے۔

نقل ریزولیوشن نمبر ۲۱۳ اجلاس مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان منعقدہ ۲۲ جون ۱۹۱۶ء

رپورٹ سکرٹری کہ مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کے اجلاس مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء میں جو کاغذات ممبران ذیل کے اخراج کے متعلق پیش ہوئے تھے ان کے متعلق مجلس نے بروے ریزولیوشن نمبر ۱۵۰ فیصلہ کیا تھا کہ آئندہ اجلاس میں پیش ہو۔ لہٰذا یہ امر دوبارہ غور کے لئے پیش کیا جاتا ہے۔

ممبران جن کی نسبت مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان کی ممبری سے اخراج و عدم اخراج کے متعلق غور کرنا ہے ان کے نام یہ ہیں خانصاحب مولوی غلام حسن صاحب پشاوری۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے۔ مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر

پیش ہو کر فیصلہ ہوا کہ

مندرجہ ذیل اصحاب کو نوٹس دیا جاوے کہ بوجوہات ذیل کیوں نہ ان کو ممبری مجلس معتمدین قادیان سے علیحدہ کیا جاوے۔

(۱) ۱۹۱۴ء سے جب سے خلیفہ ثانی کا وقت شروع ہوا ہے۔ آپ نے انجمن ہذا سے بالکل قطع تعلق کر لیا ہے اور اس عرصہ تخمیناً دو سال میں انجمن ہذا کا کوئی کام نہیں کیا (۲) انجمن کو اس عرصہ میں اپنا معمولی چندہ ادا نہیں کیا۔ (۳) انجمن کے کسی اجلاس میں شامل نہیں ہوئے۔ (۴) بلکہ برخلاف اس کے ایک علیحدہ انجمن بنام انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور میں قائم کر لی ہے (۵) آپ نے صدر انجمن قادیان کے مرکز قادیان کو چھوڑ کر ایک علیحدہ مقام یعنی لاہور میں انجمن بنائی ہے۔ (۶) علانیہ طور پر تحریراً و تقریراً ظاہر کرتے ہیں کہ انجمن ہذا ٹوٹ چکی ہے (۷) احمدیہ جماعت کو صدر انجمن احمدیہ قادیان کو چندہ دینے سے روکتے ہیں۔ (۸) جو وصایا بحق صدر انجمن احمدیہ ماتحت الوصیت کی تھیں ان کو آپ نے منسوخ کر دیا ہے۔ اور لوگوں کو منسوخ کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔

اور لکھا جاوے کہ الزامات مندرجہ بالا کی جوابدہی کے واسطے اجلاس انجمن میں بمقام قادیان بتاریخ ۶۔ اگست ۱۹۱۶ء خود حاضر ہوں۔ اگر وہ حاضر نہ ہونگے تو ان کو شکایت نہ ہوگی اگر انجمن نے ان کے خلاف یکطرفہ فیصلہ دیا۔ وہ اصحاب یہ ہیں۔

(۱) خواجہ کمال الدین صاحب۔ (۲) مولوی محمد علی صاحب۔ (۳) ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب (۴) ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب (۵) خانصاحب مولوی غلام حسن خان صاحب (۶) شیخ رحمت اللہ صاحب۔

شیر علی عفی عنہٗ۔
اسسٹنٹ سکرٹری مجلس معتمدین۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان

اس رزولیوشن کا جو جواب ہم نے دیا ہے یا جن امور کی طرف انجمن قادیان کے ممبروں کو توجہ دلائی ہے ان سب کو مع اصل رزولیوشن کے جملہ احباب کی اطلاع کے لئے اور بالخصوص میاں صاحب کے مریدین کی اطلاع کے لئے ہم نے شائع کر دینا پسند کیا ہے تاکہ جو کچھ کارروائی میاں صاحب خفیہ طور پر کر رہے ہیں اس سے جماعت کو بھی اطلاع ہو جائے۔ اور وہ اچھی طرح سوچ لیں کہ ان کا قدم کدھر جا رہا ہے۔ اور آیا کوئی ایسے امور تو پیدا نہیں ہو رہے جو ان تنازعات کو اور بھی خطرناک رنگ دیدیں مناسب تو یہ تھا کہ جس قدر اختلاف پیدا ہو چکا تھا اس میں اصلاح کی کوشش کی جاتی نہ کہ اس کو روز بروز بڑھانے کی کوشش کی جاتی بہرحال یہ اطلاع دیکر ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہوتے ہیں۔

جناب مولوی شیر علی صاحب سکرٹری
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بجواب چٹھی نمبر ۴۸۷ مورخہ یکم جولائی ۱۹۱۶ء مشتمل بر ریزولیوشن نمبر ۲۱۳ مورخہ ۲۲۔ جون ۱۹۱۶ء حسب ذیل عرض ہے۔

۱- الزامات مبینہ- ریزولیوشن بالا کی جوابدہی کا طریق جو آپ نے تجویز کیا ہے کہ ہم قادیان میں ۶- اگست کو آ کر آپ کے سامنے جوابدہی کریں اس کے لئے کوئی قاعدہ ان بائی لاز میں نہیں۔ جو حضرت اقدس کی بنا کردہ صدر انجمن احمدیہ کے لئے تجویز ہوئے تھے۔ لہٰذا آپ کا مطالبہ کسی ممبر کو پابند نہیں کر سکتا۔

۲- الزامات مبینہ کی جوابدہی کا کوئی اور طریق چونکہ ریزولیوشن مذکورہ کے رو سے قابل تسلیم نہیں سمجھا گیا۔ اس لئے ہم بھی سردست اپنی سابقہ تحریر پر کچھ ایزاد کرنا نہیں چاہتے۔

یہ تو آپ کی چٹھی مشتمل ریزولیوشن مذکورہ کا جواب ہے لیکن چونکہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہماری سابقہ تحریر پر جن اصحاب سے آپ نے قانونی مشورہ لیا یا تو ان کو صحیح واقعات سے آپ نے اطلاع نہیں دی یا جو انہوں نے مشورہ دیا اس کو آپ نے سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ والّا نہ یہ آپ کے الزام تجویز ہوتے اور نہ بچوں کے اس کھیل کو دوہرانے کا آپ کو شوق ہوتا۔ جن میں بعض جج بنتے ہیں اور بعض اپنے سامنے ملزموں کو حاضری کا حکم دیتے ہیں اس لئے ہم نے پسند کیا کہ جب آپ پھر قانونی مشیروں کو قادیان بلوائیں تو انھیں امور ذیل سے اطلاع دیں تاکہ وہ صحیح مشورہ آپ کو دے سکیں۔ اور تا آپ کو بھی یہ سمجھ آ جاوے کہ آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح لاپروائی سے پھینکا ہے اور اس کی جوابدہی کے وقت کا بھی خیال رہے۔

(۱) صدر انجمن احمدیہ قادیان بنا کردہ ۱۹۰۶ء کی بنیاد حضرت مسیح موعود کی ایک وصیت ہے۔ جس کے قواعد خود حضرت کی زندگی میں بنے اور ان کی اجازت اور منظوری سے شائع ہوئے اور ان پر انجمن کا عملدرآمد رہا۔ اس وصیت پر حضرت اقدس نے ایک کوڈسی سل یعنی تکملہ ۱۹۰۷ء میں لکھا جو میر ناصر نواب صاحب کی خلاف ورزی انجمن مذکور پر حضرت نے تنبیہاً لکھا جس میں آپ نے قطعی فیصلہ کیا کہ انجمن کے فیصلہ جات جو کثرت رائے سے ہوں وہ قطعی ہونگے۔ اور آپ کے بعد انجمن کے فیصلہ جات کی بحالی یا منسوخی کسی ایک شخص کے ہاتھ میں نہ ہوگی۔

(۲) آپ لوگوں نے اس کونسٹی ٹیوشنل اور بنیادی اصول کو چھوڑ دیا اور حضرت مسیح موعود کے وضع کردہ قاعدہ نمبر ۱۸ انجمن مذکور میں سے حضرت مسیح موعود کا نام کاٹ کر اس جگہ میاں محمود احمد صاحب کا نام درج کر دیا۔ اور حضرت اقدس کے صریح منشا کے خلاف کہ انجمن کی کثرت رائے کے فیصلہ پر آپ کے بعد کوئی حاکم نہ ہوگا۔ آپ نے ان فیصلہ جات انجمن پر میاں محمود احمد صاحب کو حاکم قرار دیا۔ اس طرح آپ کی اس کارروائی کے بعد یہ وہ انجمن نہیں رہی جس کی بنیاد حضرت اعلیٰ کی وصیت اور آپ کی کوڈسی سل یا تکملہ ہے وہ انجمن جس کے فیصلہ جات پر بعد وفات حضرت شخص واحد حکمران ہو سکتا ہے وہ حضرت مسیح موعود کی بنا کردہ انجمن نہیں۔ اس کی جو کچھ بھی حیثیت ہو ہم بحیثیت احمدی ہونے کے اور ایسا ہی حضرت اقدس کے منشا کی عزت کرنا اپنا فرض سمجھ کر اس انجمن کی کارروائیوں میں شریک ہونا اپنے منزل شان اور ہتک احمدیت سمجھتے ہیں۔ اور گناہ عظیم کیونکہ اس انجمن کی کارروائیوں میں شمولیت دراصل حضرت مسیح موعود کی وصیت کی بے عزتی اور آپ کے مقرر کردہ اصولوں کی ہتک کرنا ہے۔ ہاں یہ امر آپ کو مبارک ہو۔

(۳) رہا یہ مغالطہ اور وہم کہ میاں محمود احمد صاحب کو یہ اختیار صدر انجمن کے ایک جلسہ نے کثرت رائے سے دیئے اور اس طرح حضرت اقدس کی منشا پوری ہو گئی۔ اور ان کی شرائط کی تعمیل ہو گئی۔ اولاً اس ساری کارروائی میں قانونی سقم ہیں جن کو ایک قابل اور تجربہ کار قانونی مشیر رجسٹرڈ انجمن کے قانون اور قواعد کو مدنظر رکھ کر سمجھ سکتا ہے۔ اور آپ کو بتلا سکتا ہے کہ ان سقموں کی موجودگی میں یہ کل کی کل کارروائی قانوناً کالعدم ہے۔ علاوہ ازیں آپ کے قانونی مشیر آپ کو سمجھا دینگے کہ وصیت کے منشاء کو اس طرح پورا کرنا انجمن کو بازیچہ طفلاں بنانا ہے وصی کے فرائض اور ذمہ واریوں کو سامنے رکھ کر ایک قابل قانونی مشیر آپ کو سمجھا دیگا کہ کوئی وصی اغراض و اصول وصیت کو توڑ نہیں سکتا۔ کسی وصیت میں جہاں چند وصیوں کی کثرت رائے سے اغراض وصیت نفاذ پاتے ہوں وہ وصی اپنی کثرت رائے سے غرض و غایت وصیت کو کالعدم نہیں کر سکتے۔ مثلاً اسی انجمن کے معاملہ میں صدر انجمن احمدیہ کی ایک غرض اشاعت اسلام ہے۔ اور وصیت میں لکھا ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے جو امور اختیار ہوں یا جو روپیہ خرچ ہو یا جو طریق اختیار کیا جاوے۔ وہ کثرت رائے کے فیصلہ پر اختیار کئے جاویں۔ ممبران انجمن کثرت سے یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ ہم اشاعت اسلام آئندہ نہیں کرتے۔ اور اس فرض کو کسی دوسرے کے سپرد کرتے ہیں یا کثرت رائے یہ فیصلہ نہیں کر سکتی۔ کہ اشاعت اسلام کے کل معاملے آئندہ کثرت رائے سے نہیں بلکہ شخص واحد کی رائے سے سرانجام پاویں۔ یہ ہمیشہ آپ یاد رکھیں ہر ایک انجمن کی بنیاد اور ہر ایک انجمن کی تعریف میں جزو ضروری اور پھر صدر انجمن احمدیہ کا بنیادی اصول کثرت رائے ہے۔ کوئی قانون آپ کو اجازت نہیں دیتا کہ آپ کثرت رائے سے اس کثرت رائے کے اصل کو توڑ دیں۔ جس صورت میں بانی انجمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ اپنی فیصلہ کن تحریر اپنے قلم سے لکھ کر انجمن کے سپرد کر چکے ہیں کہ آپ کے بعد کوئی شخص واحد اس امر کا مجاز نہیں کہ وہ اس انجمن کی کثرت رائے کے فیصلہ کو توڑ سکے تو آپ کا اپنے میں سے ایک شخص کو اختیار دیدینا گویا غرض اور غایت وصیت کو ہی کالعدم کرنا ہے۔ یہ ایک قانونی مسئلہ ہے ہم نے آپ کی خاطر اور اور اصحاب احمدی کی خاطر اس کو کسی قدر صاف کر دیا ہے۔ مزید روشنی آپ کے مشیر اس سوال پر ڈال سکتے ہیں۔

(۴) اپنے دیگر مزعومہ الزامات مندرجہ ریزولیوشن کو پیش از یں کہ آپ ایسا الزام قرار دیں جو صدر انجمن احمدیہ بنا کردہ ۱۹۰۶ء کے کسی لائف ممبر کے اخراج کے لئے کافی ہو۔ ذیل کے امور پر بھی غور کر لیں۔

ا- نواب محمد علی خاں صاحب نے صدر انجمن کی ممبری سے استعفا دیا جس پر انجمن نے التفات نہ کی اس کے بعد تقریباً دو سال صدر انجمن سے نواب صاحب نے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ پھر جب نیا دور شروع ہوا تو اس استعفا کے متعلق کسی کارروائی کرنے کے بغیر انجمن میں آ داخل ہوئے۔

ب سیٹھ عبدالرحمٰن کے عملی تعلق پر جو کارروائی انجمن نے کی اور خصوصاً حکیم صاحب قبلہ کے استفسار پر جو رائے خود میاں محمود احمد صاحب نے دی اُن سے حلفاً دریافت کریں اور پھر اس پر غور کریں۔

ج سال ۱۹۰۶ء سے ۱۹۱۶ء تک رجسٹرات انجمن کو دیکھ پھر پڑتال کرو کہ میاں محمود احمد صاحب۔ میاں بشیر احمد صاحب اور نواب محمد علی صاحب نے کتنے کتنے عرصہ بعد کیا کیا چندہ دیا۔ جو بعض کی حالت میں صفر ہے۔ اگر انجمن کا موجودہ پریزیڈنٹ دس سال تک کوئی چندہ نہ دینے کے باوجود بھی انجمن سے اخراج کے قابل نہیں تو اور کسی پر آپ کا یہ الزام قائم کرنے کی کوشش کرنا کس قدر بے سود ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او	بادہ عرفاں ما از جام اوست
آں رسول کش محمد ہست نام	ہر نبوت را بر و شد اختتام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب ہر آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
وز ملائک و معجزات معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیا است
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

پیغام صلح

اخبار — لاہور

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ سے ششماہی سے ر — ملازمین و طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴	مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ مورخہ ۷ اشوال المکرم سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۷ اگست سنہ ۱۹۱۶ عیسوی	نمبر ۱۶

ام الالسنہ

از خان بہادر میرزا سلطان احمد صاحب اسسٹنٹ کمشنر

اگر انسانی نسلوں اور انسانی دریات کے واسطے کوئی ابوالبشر تھا تو اس کے لئے بھی کوئی ام الالسنہ ہونی چاہیئے کیونکہ ابوالبشر کے عہد میں کوئی نہ کوئی زبان تو ہوگی یا کسی نہ کسی زبان میں حضرت ابوالبشر کلام تو کرتے ہونگے۔

چاہے اُس زبان کو الہامی کہو اور چاہے اضطراری اور چاہے اجتہادی اور میری رائے میں بات یوں ہی راس آئیگی کہ حضرت ابوالبشر کی زبان کو الہامی کہا جائے۔ کیونکہ اُس وقت نہ تو کوئی اسکول تھا اور نہ کوئی مکتب و مجلس نہ کوئی جوڑی دار جو زبان بول سکے۔ سوائے اس کے کہ غایت درجہ ایک اور اُس قماش کا رفیق زندگی ہو اُس وقت حضرت ابوالبشر کے اردگرد سوائے خدائے قدوس کی بوقلموں کائنات کے اور کیا تھا۔ چاہے حضرت ابوالبشر خلقت میں آتے ہی بولے اور چاہے کچھ دنوں بعد مگر اُن کی زبان پر الہامی اضطراری اور اجتہادی رنگ میں کوئی نہ کوئی لفظ جملہ اور فقرہ چڑھا ہی ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ آخر وہ کونسی زبان تھی یا کس زبان کا وہ جملہ اور فقرہ تھا تاریخ انسان تو یہ بتانے سے رہی کہ وہ فلاں زبان تھی اور اگر حضرت ابوالبشر کو سکھانے بجھانے والا تھا تو وہ کون تھا۔

سوائے اس کے اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایسی زبان سکھانے اور بجھانے والا بہ مصداق

علم آدم الاسماء کلہا

سوائے اللہ میاں کے اور کوئی نہیں تھا اور اللہ میاں کا سکھانا بجھانا اور ہی طرح سے ہو سکتا تھا

(الف) بذریعہ الہام

(ب) بذریعہ انشراح صدر یا بفیضان ملکہ تکوین لسان یہی دو طریقے ہیں جن کی طرف ہمارا خیال جاتا ہے۔ مذہب اور فلسفہ ان ہی دو طریقوں کی یاد دلاتے ہیں یا تو یہ پیرائے الفاظ اور جمل کے ابوالبشر کو الہام ہوا اور رفتہ رفتہ زبان اور الفاظ زبان اُن کے نقش دماغ ہوتے گئے۔ اور یا بذریعہ انشراح صدر اُن کی طبیعت اور فطرت میں ہی ایک ایسا ملکہ بانہ سکھا گیا کہ اُس کے زور سے اضطراری یا اجتہادی رنگ میں ضرورت پر اُن کے منہ اور زبان سے الفاظ نکلنے گئے۔ اور رفتہ رفتہ اُن کی ذریات بھی اُن سے آگاہ ہوتی گئی۔

دونوں صورتوں میں یہ کہا جائیگا کہ حضرت ابوالبشر کا استاد خود خدا تھا بہ مصداق علم البیان وعلم آدم الاسماء کلہا

عریاں نشاں عشق زخاک حریم دوست
در بر اگر کنند سرا پا مبارک است

مذہبی یا فلسفی اجتہادات اور قیاس یا تاویلات کی وجہ سے اگر ہم کسی ابوالبشر یا کسی ایک ابوالبشر کے ماننے میں بحث اور تامل بھی کریں اور کسی نقطۂ خیال پر ہمارا اتفاق ہی نہ ہو۔ یا ہم مسٹر ڈارون کی تھیوری کے پیرو ہوں۔ تو پھر بھی ہمیں ناچار کسی نہ کسی ایسے انسان کا وجود ماننا پڑیگا جو انسانی نسلوں کا شروع ہو۔ یا جس کا خصوصیت سے ایسا ظہور مانا گیا ہو۔ یہ جدا بات ہے کہ ہم اس کے زمانہ ظہور سے واقف نہ ہوں۔ اور اس صورت میں بھی ہمیں یہ ماننا پڑیگا کہ ایسے انسان کے وقت میں بھی کوئی اسکول کوئی تعلیم گاہ ایسی مفرز اور موجود نہ تھی کہ جس میں اس کو زباندانی کا موقعہ ملا ہو۔ اس وقت بھی ایک خدا یا اُس کی دیگر بوقلموں کائنات ہوگی پھر وہی سوال ہوگا کہ ایسے انسان نے کہاں سے اور کیونکر زبان سیکھی رہ رہ کر آخر اسی طرف دھیان جاتا ہے۔ کہ

(۱) یا تو اس جہان کے کارساز نے اُسے الہام کیا۔

(۲) اور یا اضطراری اجتہادی رنگ میں ایسے انسان کی طبیعت ایجاد زبان پر قابو پاتی گئی۔

اگر کوئی خدا اور جہان کا بنانے والا ہے تو اُس کی شیئت یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اپنی کائنات کے ایک فرد افضل اور اشرف کو ناطق بنا کر کوئی زبان بھی سکھائے جو طاقت دلوں کو روشن کرتی اور اور دماغوں میں ایک بے بہا جلا بخشتی ہے اُس کی حیثیت اس سے غافل نہیں رہ سکتی جس نے مختلف اشیا اور پتھروں کے اندر آگ کا مادہ رکھ چھوڑا ہے۔ جو دھاتوں میں روشنی پیدا کر دیتی ہے۔ کیا وہ انسان کے دلوں میں ایسا ملکہ اور ایسی آتش زبان پیدا نہیں کر سکتی جو ضرورت پر ناطق ہو سکے۔

آزاد از غم شدیم داقعت
آں سرو جو بندہ خواند مارا

ہمیں ماننا ہی پڑیگا کہ حضرت ابوالبشر یا ابتدائی انسان کے عہد میں ایک زبان تھی یا کم سے کم یہ کہ چند اور گنتی کے جملے اُن کے زبان زد تھے۔ اور یہ بھی ہم مان لیتے ہیں کہ ایسی زبان یا ایسے چند کلمات اور چند فقرات الہامی تھے یا ملکہ تکوین کے اجتہاد سے اُن کی بنا پڑی تھی جو کہ بجائے خود ایک الہام ہی کی صورت دیگر ہے یہ سب باتیں مان کر یہ سوال ہوگا کہ کسی ایسی زبان کی وقعت اور حرمت یا عظمت کیا کچھ ہوگی اور بمقابلہ دوسری زبانوں کے اُس کا درجہ کیا اور کیسا ہوگا۔

ہم بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایسی زبان تھی یا ثابت ہو جائے۔ تو وہ بمقابلہ تمام دوسری زبانوں کے ایک ابتدائی مقدم مطہر اور الہامی زبان ہوگی اور بایں صفات اُسے ہم ام الالسنہ قرار دینے میں کچھ بھی تامل نہیں کرینگے۔ اور ہمارا ایسا دعوے محض معتقدانہ ہی نہیں ہوگا۔ بلکہ تاریخ دلائل اور براہین بھی یہ جدا بات ہے کہ ہم تحقیقات کے بعد کونسی زبان ام الالسنہ قرار دیتے

کے قابل ہوں چاہے عبری ہو اور چاہے عربی اور چاہے سنسکرت اور ژند و یونانی اور ایسا خیال کچھ محققات السنہ ہی میں فاش نہیں ہوتا بلکہ بعض قوموں میں عام طور پر بھی کہا جاتا ہے کہ یہ خدا کی سکھائی ہوئی زبان ہے۔ بیشک بعض لوگ ایسا دعوے سننے پر متعجب ہونگے لیکن انھیں محققانہ دل و دماغ کے ساتھ ایسی بحثیں سننی چاہئیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری نے ایک نئے رنگ میں فلسفہ زبان کی بحث چھیڑی ہے۔ اور اُسی بحث پر رسالہ ام الالسنہ شائع کرنے کی تکلیف گوارا کی ہے۔ اس بحث میں جناب خواجہ صاحب نے یہ ثابت کرنیکا التزام کیا ہے۔

(۱) عربی زبان ام الالسنہ ہے

(۲) عربی زبان ایک الہامی زبان ہے۔

(۳) عربی زبان بلحاظ اپنے مواد اور مشتقات کے ایک ممتاز زبان ہے۔

(۵) دیگر السنہ مشرقی اور مغربی کے اکثر الفاظ عربی الفاظ کا عکس اور خاکہ ہیں۔

(۶) عربی زبان کے الفاظ واقعی اور حقیقی غیر تاویلی معنی رکھتے ہیں

(۷) صرفی پہلو سے بھی عربی ایک کامل زبان ہے۔

(۸) ذخیرہ عربی الفاظ ایک بے اندازہ ذخیرہ ہے۔

(۹) عربی ابواب اور عربی اوزان اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ ان سب میں سے بڑا دعوے یہ ہے کہ

عربی ایک الہامی زبان ہے۔ اور وہ ام الالسنہ بھی ہے۔

یہ دعوے یا یہ دعاوی اگرچہ فلسفہ لسانی کے رو سے بہت بڑے دعاوی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی نگاہوں سے فلسفہ زبان کی تحقیقاتیں گذری ہیں وہ جانتے ہونگے کہ اس فلسفہ کی وسعت اپنے اندر بہت کچھ کھپا سکتی ہے یہ بحث بڑی زبردست ہے یا یہ سوال بڑا اہم ہے کہ دنیا کی سب سے پہلی زبان سکھائی گئی۔ اگر خواجہ صاحب یا کوئی اور روشن خیال مسلمان یہ ثابت کر دے یا کر سکے کہ عربی زبان ام الالسنہ اور الہامی زبان ہے تو یہ کامیابی صرف ادبیات اسلامی ہی میں نہیں بلکہ غیر اسلامی رنگ میں بھی ایک بڑی دلاویز اور امید افزا کامیابی یا بحث ثابت ہوگی۔

ممکن ہے جو لوگ وسعت اور جامعیت عربی زبان سے ناواقف ہیں وہ ایسی بحث عربی زبان کے مقابلہ میں موزوں نہ سمجھیں۔ لیکن جنہیں عربی زبان سے کچھ بھی لگاؤ اور واقفیت ہے وہ دامن تحقیقات کے عریاں ہونے میں کوئی بھی مشکل نہیں پائینگے۔ اگر یورپین محقق عربی کی اس وسعت اور جامعیت سے واقف ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوتے تو اب تک اس زبان کی خوبیاں دنیا پر ایک خصوصیت کے ساتھ اور بھی روشن ہو جاتیں۔

(د)۔ انجمن کی موجودگی میں ایک انجمن انصار اللہ بنائی گئی۔ پھر اس کے بعد آپ کی انجمن کی موجودگی میں صدر انجمن کو ضعیف کرنے اور عملاً اس کا وجود کمزور کرنے کے لئے انجمن ترقی اسلام بنائی گئی۔ جیسے کہ آگے چلکر آپ کو سمجھ آجائیگی پھر اگر میاں محمود احمد صاحب ان دو انجمنوں کو بنا کر صدر انجمن سے قابل اخراج نہیں تو اور کیسے ہوسکتا ہے۔

(ھ)۔ رہا آپ کا یہ الزام کہ ہم نے کسی کو چندہ دینے سے روکا۔ یہ خالی الزام اور بہتان ہے۔ اور شائد چونکہ مشیران قانونی نے آپ کو مشورہ دیا ہے۔ کہ پہلے الزام تاؤ پھر اخراج کا سوال اٹھاؤ اس لئے یہ الزام بھی افترا کیا گیا۔

وصیتیں ہم نے بے شک منسوخ کیں۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ اور اس کی تفصیل ذیل میں آجاتی ہے۔ اخیر میں بعض امور ضروری آپ کے اور آپ کے مشیروں کے اور خصوصاً احمدی پبلک کے غور کرنے کے لئے لکھدیئے جاتے ہیں ان امور پر خود غور کریں۔ اور پہلے اپنی اصلاح کریں۔ ورنہ کسی دن کسی عدالت میں جاکر کسی خطرناک مؤاخذہ میں نہ آجائیں۔ ان سب کاموں کو ہنسی اور کھیل نہ سمجھیں۔ آخر ذمہ واریاں ہیں اور بعض ایسی ذمہ واریاں ہیں۔ جن کی جوابدہی وقت پر بڑی مشکل ہوگی۔ ان اصولی امور کے علاوہ جنکا ذکر ہم نے فقرات ۱ و ۲ میں کیا ہے۔ آپ ممبران انجمن موجودہ نے ایک اور طریق پر خطرناک نقصان انجمن کو پہنچایا ہے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ رہی سہی حالت انجمن کو توڑنے کا فکر کیا ہے۔ صدر انجمن کی چند اغراض تھیں۔ اور ایسا ہی ان اغراض کے پورا کرنے کے لئے چند مدات آمدنی تھیں۔ مثلاً انجمن مذکور کی ایک بھاری غرض۔ اشاعت اسلام تھی اور اس کی ایک بھاری آمد کی مد اعانت کا روپیہ تھا۔ ایسا ہی انجمن کی اغراض میں ایک غرض قومی بیت المال کا قیام تھا۔ اور اسکے آمد کی بڑی بھاری مد زکوٰۃ تھی۔ اب بتلایئے کہ آپ کو کہاں اختیار تھا۔ کہ اعانت اور زکوٰۃ کو میاں محمود احمد صاحب کی بنائی ہوئی انجمن ترقی اسلام کے سپرد کردیتے۔ اب تو اپنی ریزولیوشنوں میں آپ نے تسلیم کرلیا ہے۔ کہ احمدی قوم کی زکوٰۃ کا روپیہ انجمن ترقی اسلام میں جاوے آپ نے اپنے عمل سے وہ قوم کا روپیہ جو صدر انجمن کا ہے۔ جو اس انجمن کے خزانہ میں جانا اور رہنا چاہئے۔ وہ ایک غیر کے سپرد کیا۔ اور سپرد ہونے دیا۔ جو آپ کو بروئے قوانین انجمن اختیار نہ تھا۔ اسی طرح جو اشاعت اسلام کا رہا سہا اچھا یا بُرا کام صدر انجمن کررہی تھی۔ وہ ان گذشتہ دو سالوں میں اس انجمن نے نہیں کیا۔ اور وہ انجمن ترقی اسلام نے سنبھال لیا اور اسی طرح صدر انجمن کو ایک بھاری نقصان پہنچایا گیا آپ نے کوشش کی کہ صدر انجمن کی موجودگی میں کسی اور انجمن کو یہ احمدی قوم کا روپیہ نہ جاوے۔ اور اسی طرح وہ کام جو صدر انجمن کررہی ہے۔ وہ اپنا کام جاری رکھے۔ بلکہ اسکے برخلاف انجمن کا ایک ایک کام نکلتا ہوا دیکھکر آپ سب ممبران نے خاموشی اختیار کی۔ آپ کا یہ اغماض قانون کی نگاہ میں بحیثیت ممبر صدر انجمن بدعملی اور بدعہدی از فرائض انجمن ہے۔ اور بعض واقعات کی رو سے جس کا علم آپ کو حسب ضرورت دیا جاسکتا ہے۔ قانونی نگاہ میں ایک خطرناک رنگ اختیار کرچکا ہے خیانت صرف اس کا نام نہیں۔ کہ خود آدمی مفوضہ امانت کو ضایع کردے بلکہ قانون اور شریعت نے اس کی اور بھی شکلیں رکھی ہیں۔ آپ اپنا سنہ ۱۹۱۵ء و سنہ ۱۹۱۶ء کا ریکارڈ پڑتال کریں۔ اور ایک امر کا ہمیں پتہ بتلائیں۔ کہ جو اس انجمن نے اشاعت اسلام کے متعلق کیا ہو۔ اگر اس کے جواب میں کوئی یہ کہے۔ کہ قادیان میں اشاعت کا کام جب انجمن ترقی اسلام کررہی ہے۔ تو پھر صدر انجمن کی ضرورت نہ تھی۔ تو اس فقرہ کو اگر یوں رکھ دیا جاوے۔ تو زیادہ موزون ہوگا۔ کہ جب اشاعت اسلام کا کام ترقی اسلام کررہی ہے۔ تو پھر صدر انجمن کی ضرورت نہیں۔ تو کیا یہ درست نہیں۔ پھر انجمن کے توڑنے میں اور اس کا مال اندر ہی اندر دوسروں کے سپرد کرنے میں آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو جو بحیثیت ممبر آپ پر عائد ہوتی تھیں کہاں تک ادا کیا۔ کیا وہ انجمن اس وقت آپ کے اس فعل سے جہاں تک اشاعت اسلام کا تعلق ہے۔ اور یہی غرض حضرت اقدس کی بعثت اور آپ کے مشن کی ہے مر نہ گئی۔ لیکن یہ انجمن اشاعت اسلام کا کام کیسے کرتی۔ جبکہ جن رقوم سے یہ کام ہوسکتا تھا۔ یعنی رقوم اعانت ورقم زکوٰۃ و دیگر عطیہ جات وہ سب کے سب اُن ممبروں نے میاں صاحب کی انجمن کو دیدیئے۔ بتلاؤ وہ کونسا قاعدہ اور کونسی امانت و دیانت ہے جسکے ماتحت زکوٰۃ کا روپیہ جو قادیان میں آوے یا قادیان میں وصول ہو۔ وہ صدر انجمن کے خزانہ میں نہ جاوے۔ بلکہ کسی اور کے سپرد ہو۔ آپ کی یہ کارروائی جس خطاب کی مستحق ہے وہ سب آپ پر ظاہر ہوجائیگا۔ اگر یہ کہا جائے۔ کہ زکوٰۃ دہندگان زکوٰۃ کا روپیہ صدر انجمن میں نہیں بھیجتے۔ وہ میاں صاحب کو یا میاں صاحب کی انجمن کو بھیجتے ہیں۔ تو یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ لوگ زکوٰۃ کو اس طرح بھیجتے ہیں۔ جیسے پہلے بھیجتے تھے۔ لیکن آپ اپنے ریزولیوشنوں کو دیکھو۔ اور اپنے اعتراف کو دیکھو جو اس جگہ موجود ہے۔ لیکن اس امر کو بھی جانے دو۔ کیا آپ کا فرض نہ تھا کہ آپ احمدی پبلک کو اطلاع دیتے کہ یہ زکوٰۃ کا روپیہ صدر انجمن میں آنا چاہیئے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود کی یہ منشا ہے کہ یہ روپیہ انجمن میں جاوے۔ نہ کہ میاں صاحب کے نام یا انجمن ترقی اسلام کے نام۔ پھر آپ کے اس اعلان کے بعد اگر وہ عمل نہ کرتے تو خدا کے آگے اور خدا کے مسیح کے آگے وہ خود ذمہ وار تھے

اب اگر آپ کے اس طریق عمل نے اشاعت اسلام جیسا اہم کام ایک دوسری انجمن کے حوالہ کردیا اور ایسا ہی جو جو امور زکوٰۃ کی مصرف کے تھے اُن پر بھی مجبوراً عمل نہ کیا کیونکہ زکوٰۃ اب کسی اور کے قبضہ میں ہے۔ تو پھر کیا ایک مدت کے بعد آپ ایسی رقوم جو کوئی خالصاً اشاعت اسلام کے لیئے بھیجے وہ انجمن ترقی اسلام کے حوالہ نہ کردوگے۔ کیونکہ اشاعت اسلام کا کام اب صدر انجمن نہیں۔ بلکہ وہ دوسری انجمن کررہی ہے۔ اور ان دو سالوں میں عملاً یہی ہوا ہے۔ اور اس وقت آپ کا یہ جواب ہوگا۔ کہ صدر انجمن کے ممبروں نے کثرت رائے سے یہ معاملہ طے کیا۔ جب آپ لوگوں نے کثرت رائے کے بھی یہ معنی سمجھ رکھے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ وصیتوں کے ماتحت جو روپیہ آتا ہے اور جس کی اصل غرض اشاعت اسلام تھی وہ میاں صاحب کے حوالہ کثرت رائے سے نہ کردیا جاوے کیا آپ نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کثرت رائے ہر ایک ناجائز اور خلاف قانون فعل کو جائز کردیتی ہے اور ناجائز کو جائز بنانے کا یہ عجیب نسخہ ہے۔ یاد رکھو کہ کثرت رائے سے خیانت امانت نہیں بن سکتی۔ علاوہ ازیں جس اصول پر آپ نے یہ انجمن بنائی ہے اس میں تو آپ کی کثرت رائے کی بھی ضرورت نہیں خود میاں صاحب اپنے اختیار سے جو چاہیں کرسکتے ہیں۔ اب ہماری وصیتوں کی منسوخی کا حال سن لو۔ صدر انجمن کی غرض اور وصیت کرنے کی غرض جیسے کہ حضرت اقدس کی وصیت سے نظر آتا ہے صرف اشاعت اسلام ہے۔ جو منتظم جماعت کے ہاتھوں نفاذ پاوے یہ آپ کے گذشتہ عمل نے ثابت کردیا کہ صدر انجمن اشاعت کا کام نہیں کرتی۔ بلکہ ترقی اسلام انجمن۔ پھر جب یہ انجمن اشاعت کا کام نہیں کرتی تو وصیتوں کا روپیہ کس مصرف کا رہیگا۔ اور اُس کا کون ذمہ وار ہوگا۔ کہ آئندہ آپ کی کوئی کثرت رائے وصیتوں کے اموال کو اس عذر پر کہ اب اشاعت کا کام ترقی اسلام کررہی ہے انجمن ترقی اسلام کے حوالہ نہ کردے۔ یا خود ہی میاں صاحب اُن کو اپنے اختیارات کی رو سے نہ لے۔ بتلاؤ کیا یہی منشا حضرت اقدس کی تھی۔ یہی وہ امر ہے جس سے حضرت اقدس نے اپنی وصیت میں ڈرایا ہے تو پھر کسطرح کوئی ذی ہوش اپنی متروکہ جائداد کو جو وہ صدر انجمن کو بغرض اشاعت اسلام دینا چاہتا ہے آپ لوگوں کے حوالہ کرے۔ جنہوں نے کثرت رائے کو ناجائز کے جائز کرنے کا ایک آلہ تجویز کررکھا ہے۔ اس لئے ہم نے ایک مدت تک صبر کیا کہ آپ کوئی اصلاح کی صورت پیدا کریں۔ اور جب یہ نظر آنے لگا کہ صدر انجمن کی آمد کی مدات اور اس کے ضروری کام دوسری انجمن کو آہستہ آہستہ منتقل ہورہے ہیں۔ اور ہوگا وہی جو ابتر صورت ہے۔ تو ہم نے پسند نہ کیا کہ ہماری وصیتوں کا نفاذ آپ کے ہاتھ جاوے اس لئے وصیتوں کو منسوخ کیا اور حضرت اقدس نے جس غرض خاص کے لئے صدر انجمن بنائی تھی اُس غرض کے لئے ایک انجمن بنائی اُس کا نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ہے اور وصیتوں کو اُس کے حق میں کیا

(دستخط) غلام حسین سب رجسٹرار پشاور (دستخط) خواجہ کمال الدین۔ (دستخط) سید محمد حسین اسسٹنٹ سرجن
مورخہ ۳۰ جولائی
(دستخط) رحمت اللہ (دستخط) مرزا یعقوب بیگ
(دستخط) محمد علی

مراسلات

ویدک توحید پر نظر

بجواب آریہ گزٹ

سماجی منتروں کی وید سے نادر تعبیت کا رونا کوئی نیا نہیں۔ درحقیقت یہ سارا فساد وید منتروں کی چار یاری کے سبب سے ہے۔ اتنے بڑے فریب کو کون مطالعہ کرے اور پھر بقول پیرو فیسر کو لبر وک پہاڑ کھود کے چوہا نکالے وید پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ تو حضرت دیانند جی کا وید بھاش کھول بیٹھتے ہیں۔ جو اُن کے لئے الہام الٰہی سے کم نہیں۔ جو اُلٹے سیدھے معنے وہ کرگئے۔ وہ وید مقدس سے بھی اعلےٰ و برتر ہیں۔ خواہ سایہ اور وید اور کل دُنیا کی ڈکشنریاں اُس کے خلاف ہوں۔ کیوں نہ ہو۔ آخر رشی نہیں مہرشی تھے۔ (خواہ رشی منتر ورشٹا کی تعریف صادق آئے یا نہ) اور سونے پر سہاگہ یہ کہ مہرانت (منزہ عن الخطا) تھے۔ کسی گذشتہ اشاعت میں ہنے یجر وید ۱۶/۲۸ کے منتر سے روز روشن کی طرح ثابت کردیا تھا کہ وید میں کتوں تک کو سجدہ کرنے کا حکم ہے"۔

اقبالی ڈگری

شکر ہے ہمارے دوست خوشحالچند جی کی غیر حاضری میں عارضی ایڈیٹر صاحب آریہ گزٹ نے اس امر کو تسلیم کرلیا کہ وید میں واقعی کتوں وغیرہ کو سجدہ کا حکم ہے (خوشحال چند جی ہوتے تو شائد ایسا نہ ہوتا)۔ آپ فرماتے ہیں" بالفرض محال (بالفرض محال نہیں۔ واقعی) اگر وید میں ایسا ہی لکھا ہو (ویدوں سے ایسی لاعلمی) تو ہمارے دونوں ہاتھوں میں لڈو ہیں۔ (لڈو تو ہیں مگر ہیں مٹی کے) کیونکہ اس میں ہمارا اور پیغام صلح کا تکرار نہ رہیگا"۔ سجدہ آدم پر اعتراض کا مفصل جواب ہم لکھ چکے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب نے اسے پھر دوہرایا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے قسموں پر اعتراض کیا ہے۔ کہ قسمیں کھانے کی نسبت اگر خدا گائے بیل والوں کو سجدے کا حکم دیا (کتوں کو سجدہ کا ذکر معلوم نہیں۔ کیوں چھوڑ دیا) تو چنداں ہرج کی بات نہیں ہمارے آریہ دوست کی سمجھ میں قسم کھانا اور سجدہ کرنا ایک ہی بات ہے۔ سنئے صاحب کسی وکیل سے دریافت کرلیجئے۔ کہ قسم شہادت کے قائم مقام ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ یہ چیزیں (جن کی قسم کا ذکر ہے) شاہد ہیں گواہ ہیں۔ بیّن ثبوت ہیں۔ فلاں فلاں امر پر (جسکا تذکرہ اس کے آگے بیان ہونے والا ہے) اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ کہ نمہ کے معنے پرورش اور ستکار کے ہیں۔ میں آریہ دوست کو چیلنج کرتا ہوں کہ وہ کسی معتبر کوش سے سند پیش کرے۔ ورنہ ایسے جھوٹ سے آئندہ توبہ کرے۔

نمہ کے معنے دیکھو۔ امرکوش ورگ ۸ شلوک ۱۷۔ اور شبد آرتھ بھانو صفحہ ۱۶۰۔

پنڈت رام جسن کی سنسکرت انگریزی ڈکشنری میں نمہ کے معنے ہیں۔ اور یہی معنے ولسن کی ڈکشنری میں ہیں to Bow (جھکنا۔ سجدہ) to obeisance (سلام۔ مجرا۔ کورنش) to bent to salute with reverence to bow down in homage or worship (عبادت کیلئے سجدہ میں گرپڑنا)

علاوہ ازیں ایڈیٹر آریہ گزٹ کا ترجمہ دیاکرن کی رو سے بھی غلط ہے۔ فرمایئے۔ "پالنا کرتا ہوں" کس طرح اس کا ترجمہ بنایا۔ یونہی دھینگا مشتی۔

کُتے کی تعظیم کُل آریہ شاخوں میں

کتا واقعی ایک مفید جانور ہے۔ خاصکر گذریا قوموں کی تو جان ہے۔ جانوروں کی رکھوالی اور درندوں سے حفاظت کرنے میں تو جان لڑا دیتا ہے۔ ایسے مفید جانور کی پوجا آریہ قوموں میں تعجب کی بات نہیں۔ غالباً وید مقدس میں یہ تعلیم یارسول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْـًٔا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ان ابآءنا مسلمون للہ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپکی جماعت کا مذہب

اسلامیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمدؐ ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا بیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے احتمال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
واز ملائک و از خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکراں مستوجب لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است	منکراں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیا است
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۶ ششماہی ۳ سہ ماہی ۲ ماہوار ۹ طلباء سے سالانہ چار روپے

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | یکشنبہ ۲۰ شوال المکرم ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۶ عیسوی | نمبر ۱۸

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی ضروری اور آخری چٹھی

ووکنگ مشن کی اپیل

چھ ماہ میں تین ہزار مہمان

مخدومی مکرمی ومنائی سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ شاید آخری چٹھی ہے جو میں یہاں سے جناب کی خدمت میں لکھتا ہوں۔ عید الفطر قریب آ رہی ہے اس مبارک دن کے بعد میں غالباً اپنی واپسی کی تیاری کرونگا۔ یہ پانچویں عید ہوگی جو میرے ایام قیام میں مجھے یہاں نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے مسجد شاہجہان ووکنگ میں پہلی نماز عید اور خطبہ میرے مقدر میں رکھا تھا اور اس کے بعد متواتر پانچویں عید ہوگی۔ جس کی خوشی مجھے انشاء اللہ تعالیٰ میسر آئیگی۔ میں اپنی واپسی میں اپنے اندر بڑا سرور پاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے میرے زمانہ قیام میں یہاں بہت سے پہلوؤں سے ترقی کے سامان بہم پہنچائے۔ جہاں تک میں اس میں اپنی کوشش کا حصہ دیکھتا ہوں وہ بہت ہی کم ہے۔ جہاں تک میں اپنی استعداد پر نظر ڈالتا ہوں وہ بہت ہی تھوڑی ہے۔ اس لئے میں کسی تعریف کا مستحق نہیں اللہ تعالیٰ بڑی حمد کا مستحق ہے۔ اور بہت تعریف کا مستحق۔ بلکہ پوری تعریف کا مستحق ہے۔ جس نے محض ذرہ نوازی سے اس کام کو جو اس کا اپنا ہے فروغ دیا ہے اور میرے وہم و گمان میں بھی یہ رنگ نہ تھا جو اس نے جما دیا۔ اب ہم سب مسلمانوں کی متفقہ کوشش بکار ہے۔ اس باغ کی آبیاری کے لئے جس میں ڈیڑھ سو پودا لگ چکا ہے۔ علاوہ اس کے سرزمین انگلستان میں چونکہ علم و تہذیب موجود ہے اور تمام نہیں تو اکثر لوگ آزاد دل و دماغ رکھتے ہیں جو معقولیت پسند ہیں۔ اس لئے اسلام جو فطری مذہب ہے اسلام جس کے معقول ہونے کے متعلق حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علیٰ بصیرۃ انا ومن اتبعنی کا اعلان فرمایا۔ اسلام جسکے خدا کو بار بار الحکیم بیان فرمایا۔ اور خاتم الکتب کو الفرقان اور الحکیم کے ناموں سے مکرر یاد فرمایا کیوں یہ مذہب اس مہذب اور معقول طبقہ کے مقبول نہ ہو عیسائیت کی الجھن تو کوئی سلجھا نہیں سکتا۔ ایک بچہ بھی ایسی تعلیم کا دشمن ہو جاتا ہے۔ جو تلقین کرتی ہو کہ تین برابر ایک ہوتے ہیں اور ایک برابر تین کے ہوتے ہیں۔ یا کسی کا سر پھوڑ دینے سے تمام دنیا کے گناہ مٹ جاتے ہیں۔ تو پڑھے لکھے لوگ کیسے ان اصولوں کے پابند ہوں۔ میں سمجھتا ہوں پادری صاحبان کی ایسی تلقینوں نے یہاں کے لوگوں کو اسلام کی تعلیم کے لئے طیار کر رکھا ہے۔ اور کثرت سے ایسے لوگ یہاں ہیں جو مسلمان ہیں پر جانتے نہیں کہ اسلام دنیا میں کوئی مذہب ہے۔ اور وہ فطرت انسانی کے مطابق اور عقل خداداد کے موافق ہے۔ لفظ اسلام سے تو وہ واقف ہیں لیکن اس کے معنی ان کے ہاں ہیں حضرت رسول کریم صلعم کی پوجا۔ زیادہ بیویاں کرنا۔ وحشی طرز و طریق کا عادی ہونا۔ ایسے لوگوں سے جب کبھی گفتگو کا موقعہ ہوتا ہے تو بڑے امید افزا انکشافات ہوتے ہیں۔ اور ان کو خود حیرت ہوتی ہے کہ اسلام ان کے فطری خیالات کا فوٹو ہے اور کیوں دغاباز لوگوں نے اسلام کو ایک گھنونی شکل میں پیش کیا۔

پچھلے ہفتہ مجھے اکثر باہر رہنا پڑا کئی ایک مرد اور خواتین سے گفتگو کا موقعہ ملا۔ ان میں سے اکثر عیسائیت سے بیزار اور اصول اسلام کے قائل تھے۔ بعض اوقات ان خیالات کو دیکھ کر اپنے اوپر افسوس آتا ہے کہ ہم اس وقت اتنا بھی تو نہیں کر سکتے کہ وہ لوگ جو بالکل اسلام کے قریب آئے ہوئے ہیں ان کو اسلام کی ندا پہنچانے کا انتظام کر دیں۔ میں جمیع مسلمانان ہند کی خدمت میں اپیل کرتا ہوں کہ اس طرف ضرور توجہ کریں۔ آپ بہت جلد قلوب اپنا بنا سکتے ہیں۔ تبلیغ اسلام کا کام آپ کے آباؤ اجداد کا مایہ ناز تھا اسی سے انہوں نے ترقیاں کیں۔ اسی سے انہوں نے دوسری اقوام سے بھی ہمدردی کی اسی سے انہوں نے ہمیشہ کے لئے دوسرے ممالک کو مرہون منت کر لیا۔ اب وقت ہے آپ لوگ اس طرف توجہ کریں اور بڑے زور سے کریں اس جزیرہ میں آپ کی ملی کوشش کے لئے بہت بڑا میدان ہے۔ میں اس چٹھی کے ساتھ ایک نقشہ ارسال کرتا ہوں جو جناب کو یہ پتہ دیگا کہ اس ششماہی میں قریباً تین ہزار آدمی نے ہمارے ہاں کھانا کھایا اس میں ہندی۔ انگریزی مسلم اور غیر مسلم ایرانی مصری اور بعض دوسری یورپین اقوام کے زائرین تھے۔ اس سے نہ صرف آپ کو اس امر کا اندازہ لگانے کا موقعہ ملتا ہے کہ مسجد شاہ جہان ووکنگ کو کسقدر خدا تعالیٰ نے مقبولیت بخشی ہے مسجد جب نمازیوں سے پر ہو جاتی ہے تو بے اختیار خدا تعالیٰ کی تقدیس و تسبیح کرنی پڑتی ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے درود زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس امر کا بھی کہ مشن کس نہج پر چل رہا ہے اور کس قدر بڑھتے ہوئے اخراجات کا اسکو انتظام کرنا پڑتا ہے۔ آخر میں ایک شخص کے اسلام قبول کرنے کی خبر بھی ابلاغ خدمت کرتا ہوں۔ یہ بزرگ نائجیریا کے ہیں بڑے اخلاص سے انہوں نے اپنے اسلام کا اعلان بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا اسلام قبول کرے اور ان کو استقامت عطا فرمائے۔ ان کا اسلامی نام مسٹر ہارون ہوگا الامر زد فرد والسلام (صدر الدین امام مسجد ووکنگ)

نقشہ ششماہی دال بابت لنگر خانہ مسجد ووکنگ

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر لوگوں نے یہاں کھانا تناول فرمایا۔

از ابتدائے جنوری سنہ ۱۹۱۶ء لغایت ۳۰ جون سنہ ۱۹۱۶ء

نام ماہ	بوقت صبح	بوقت دوپہر	بوقت شام چاء	رات کا کھانا	رات کو شب باشی کی	تعداد مردمان جو اتوار کو مسجد میں آئے
جنوری سنہ ۱۶	۶۰	۸۰	۱۸۲	۲۰۰	۶۱	۱۳۵
فروری	۲۷	۴۵	۱۱۸	۱۳۱	۲۷	۱۳۰
مارچ سنہ ۱۶	۳۱	۶۰	۱۶۴	۱۷۹	۳۱	۱۵۰
اپریل	۵۹	۹۷	۲۲۵	۲۴۱	۵۹	۱۸۰
مئی	۱۶۴	۱۱۹	۲۳۱	۲۵۳	۱۶۴	۱۵۵
جون سنہ ۱۹۱۶	۴۸	۵۵	۱۵۵	۱۶۴	۴۸	۱۴۴
کل میزان	۲۸۹	۴۵۶	۱۰۴۸	۱۱۶۸	۲۸۰	۸۹۴

کل تعداد مردمان جنہوں نے کھانا کھایا ۲۹۷۱ (بلال نور احمد ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء)

حضرت خواجہ صاحب کی روانگی انگلستان

کسی گذشتہ اشاعت میں حضرت خواجہ صاحب کے انگلستان تشریف لے جانے کی تیاری کی اطلاع دی گئی تھی۔ لیکن صحیح تاریخ کا پتہ نہیں تھا۔ اب معلوم ہوا ہے کہ حضرت موصوف آئندہ جمعہ مورخہ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۱۶ء کو لاہور سے روانہ ہو جائینگے۔ اللہ تعالیٰ اس بابرکت وجود کو بخیر و عافیت منزل مقصود پر پہنچائے اور بیش از بیش روحانی فتوحات اور کامیابیوں کا وارث ٹھہرائے۔ حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کے لئے احباب کو خاص طور پر دعا کرنی چاہیئے۔ آپ کی طبیعت علیل ہے اللہ تعالیٰ جلد آپ کو شفا عطا فرمائے۔ اور جلد واپس اپنے اعزہ و اقارب میں لائے۔ سنا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کو رخصت کرنے کے لئے حضرت امیر ایدہ اللہ بھی ایک دو روز کے لئے لاہور تشریف لانے والے ہیں۔ زہے نصیب۔

وفات ہمارے عزیز دوست شیخ فیروز الدین صاحب نو مسلم بستی غزان ضلع جالندھر آجکل وہاں وعظ و تبلیغ میں مصروف ہیں جس کے دل خوش کن ثمرات سے ہم اس سے پیشتر اپنے ناظرین کو مطلع کر چکے ہیں ہمیں یہ سنکر از حد رنج اور افسوس ہوا کہ شیخ صاحب کا اکلوتا فرزند محمد ابراہیم ہیضہ میں مبتلا ہو کر صرف چار گھنٹے کے اندر انہیں داغ جدائی دے گیا۔ ہمیں اس حادثہ میں شیخ صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ اللہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ۔ ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست ۔ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولش کش محمد ہست نام ۔ دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن ۔ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ۔ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ۔ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۔ آں نہ از خود از ہماں جا مے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما اندریں یابیم ہر نور و کمال ۔ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ۔ ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد ۔ ہرچہ گفت آں برگزیدہ رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است ۔ منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندو راست ۔ منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین ۔ آنچہ در قرآں بیانش با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ۔ ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب ۔ نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ ۔ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۶ ؎ ششماہی ۳ ؎ سہ ماہی ۹ ؍ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ مورخہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ سنہ ہجری المقدس مطابق ۲۲ ۔ اگست ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۹

اُمّ الالسنہ

نمبر ۲

از خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب

خواجہ صاحب نے اس دلاویز بحث میں جو طریق استدلال و تنقید عربی زبان کے متعلق اختیار کیا ہے ۔ وہ فلسفہ زبان کی ضرورت کے لئے بہت ہی موزوں اور معقول ہے اگرچہ مجھے وہ موقعہ جس میں خواجہ صاحب عربی زبان کے الہامی ہونے کی بحث کرتے ہیں ۔ سرسری طور پر پڑھنے کا موقعہ ملا ہے ۔ لیکن میں بوجوہ اس میں شامل نہیں ہوں ۔ کہ خالق قادر نے انسان کو پیدا کر کے اُسے شروع میں ایک زبان بھی دی تھی ۔ اگر ایک طرف قدرت نطق عطا کی تھی ۔ تو وسائل نطق بھی عطا فرمائے تھے ۔ بقول

جب دانت دیئے تو کھانا دیا
جب کھانا دیا تو دانت دیئے

یہ نہ بھولا کر جس نے انسان کو مختلف قوتیں بخشیں ۔ مختلف جذبات دیئے وہ قوتیں اور وہ جذبات جن پر سجائے ناطقہ اور حسن ناطقہ یا کمال ناطقہ کا مدار ہے ۔ اگر ایسی قوتیں اور ایسے جذبات نہ ہوں ۔ تو ناطقہ کا ناطقہ بھی لال ہے ۔

جب اللہ میاں نے ایسی ایسی نادر اور بے بہا قوتیں اور جذبات بن مانگے دیئے تو کیا چار لفظ اور کوئی زبان نہ دیتا ۔ اللہ قادر علیٰ کل شیئ ۔

جیسے میں نے پہلے کہا ہے اس اللہ کے دین کے دو ہی طریقے تھے ۔ (الف) الہام (ب) انشراح صدر ۔ ملکہ تکوین ۔ قرآن مجید میں ان دونوں قسموں کے الہامات کا پتہ ملتا ہے ۔ اور ان دونوں پر ہمارا ایمان ہے ۔ "اقرأ باسم ربک" "الم نشرح لک صدرک" ۔ ان دونوں آیات میں دونوں قسم کے الہامات کا ذکر کیا گیا ہے ۔ یعنی الہام قولی اور سمعی بھی اور الہام صدری بھی اور بھی اسی قسم کے اشارات قرآن مجید سے نکل سکتے ہیں ۔ اور یہ دونوں قسم کے الہامات بمصداق علم آدم الاسماء کلہا ثابت کرتے ہیں ۔ کہ خدائے کریم نے انسان کو الفاظ میں بھی زبان سکھائی بوجھائی اور بذریعہ ملکہ تکوین کے بھی ۔ ابوالبشر یا تو اللہ کے الفاظ سُنکر بولا اور یا اُس ملکہ ذہنی کے زور سے گویا ہوا ۔ جس زبان میں ابوالبشر گویا ہوا وہ لسان الہامی ہے اور خدا کی طرف سے اُس کی تعلیم و تبلیغ ہوئی ۔

خواجہ صاحب نے اس کتاب کے صفحہ ۶۰ سے لیکر ۱۸۴ ۔ الف تک ۷۴۳ ایسے انگریزی لفظ دکھائے ہیں کہ جن کو عربی الفاظ سے صرف تشابہت ہی نہیں ۔ بلکہ تجانست اور مادیت بھی عربی کے ماتحت ثابت کی گئی ہے ۔ ممکن ہے کہ بعض الفاظ کی نسبت کوئی اور پہلو بھی نکل سکے ۔ لیکن جہاں تک یہ فہرست دیگر حلقہ زبان کے پہلو سے بحث کی گئی ہے ۔ وہ یاد دلاتی ہے ۔ کہ حضرت خواجہ صاحب نے ایک بالغ نظر کے ماتحت یہ تنقید اور یہ مقابلہ کیا ہے ۔ جبکہ ہم یہ بات مان لیں کہ جیسے انسانی نسلیں سب کی سب ایک ہی ہیں اسی طرح سب زبانیں بھی کسی ایک ہی زبان کی فرع ہیں ۔ تو پھر ہم مختلف زبانوں کے الحاق و اتصال اور تجانست سے بمشکل انکار کر سکتے ہیں ۔ عربی زبان صرف یورپین زبانوں انگریزی وغیرہ ہی سے باعتبار مادیات اور مشتقات ہاتھ نہیں ملاتی ۔ بلکہ بعض مشرقی زبانوں کے مقابلہ میں بھی ایک حد تک اُسکو ایسا ہی دعوٰے ہے ۔ یہ مطلب نہیں کہ دیگر زبانیں کل کی کل ہی عربی زبان کی خوشہ چین یا ناقل ہیں ۔ بلکہ ایک بڑی حد تک اُنکے الفاظ عربی الفاظ سے ایک قسم کی تجانست اور مشارکت رکھتے ہیں ۔ سنسکرت میں لفظ یم اور یمی اُس انسان کیواسطے استعمال ہوتا ہے ۔ جو ابوالبشر کے معانی میں ہوں ۔ اُدھر عربی زبان میں اس کے مقابلہ میں لفظ آدم موجود ہے یم اور آدم میں ایک خاص نسبت ہے یا اور آ میں کوئی فرق نہیں ۔ دونوں متحد التلفظ والصوت ہیں ۔ عربی زبان میں لوح کے معنے سوزش اور سوختگی کے ہیں اور ہندی میں لو ان ہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔ لنچ انگریزی میں ایک وقت کے کھانے کا نام ہے ۔ عربی میں لفن بفتح ف بھی اسی وقت کے کھانے کو کہتے ہیں ۔ اسی قسم کے اور الفاظ بھی تلاش سے مل سکتے ہیں ۔ اس قسم کی مثالوں سے یہ نظریہ کہ السنہ سماطیقی السنہ ایرین سے بالکل الگ ہیں اور ان کا جوڑ کہیں بھی جا کر نہیں ملتا ٹوٹ جاتا ہے ۔ عربی جو ایک غیر متمدن علاقہ اور قوم کی زبان ہے اُس کی جامعیت اُس کی وسعت طلاقت اُس کی اشتقاقی وسعت اور موادی کمیت ایسی دلاویز ہے کہ بقول خواجہ صاحب کوئی دوسری زبان بھی اُس سے باین اغراض ہر پہلو سے مقابلہ نہیں کر سکتی ۔ اگر خواجہ صاحب کی کوشش سے یہ بات کسی وقت ثابت ہو گئی تو دنیا سے اس نظریہ کا بوجہ احسن خاتمہ ہو جائیگا ۔

سماطیقی اور ایرین زبانوں کا میل نہیں ۔ اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ثابت ہو جائیگا کہ دنیا کی ابتدائی زبان صرف ایک تھی ۔ اور اس کے بولنے والے بھی ایک ہی نسل سے تھے اور وہی ام الالسنہ بھی ہو سکتی ہے ۔

فلسفہ زبان کی یہ ایک بڑی فتح اور دریافت ہے ۔ کہ یہ نظریہ جو بعض توہمات سے بھی وابستہ ہے ۔ کوئی دوسرا رنگ اختیار کرے ۔ ہمیں بعض یورپ کے روشن دماغ النسانوں سے امید ہے کہ وہ اس نئے نظریہ کی دریافت میں محققانہ پہلو سے اپنا وقت دینے سے دریغ نہیں کرینگے اور وہ بے توجہی جو اُن کی جانب سے بایام ماسبق عربی کے متعلق ہوتی رہی ہے ۔ اس کا معاوضہ بوجہ احسن دیا جائیگا ۔

خواجہ صاحب نے اس کتاب میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ جسقدر ذخیرہ الفاظ اور مادہائے الفاظ عربی میں ہیں وہ کسی دوسری زبان میں نہیں ہیں ۔ نہ صرف باعتبار تعداد بلکہ باعتبار وسعت اور جامعیت کے بھی سب دنیا پر روشن ہے ۔ کہ عرب اور عربی زبان بوجہ غیر متمدن محدود التعلقات ہونے کے ان ضروریات سے ایک بڑی حد تک فارغ تھی ۔ جو اقتضائے تہذیب اور متمدنہ میں گلوگیر رہتے ہیں ۔ باوجود اس کے بھی اس کی لسانی وسعت لسانی جامعیت اور لسانی مادیت اس قسم کی ہے ۔ کہ تعجب ہوتا ہے اور متحیر ہو کر کہنا پڑتا ہے ۔ کہ کیا کبھی آسمان سے یہ تمام ذخائر زبان اُتارے گئے تھے ۔ یہی نہیں ۔ ایک ایک لفظ کے ۱۰ ۔ ۱۲ اور ۱۵ ۔ ۱۵ معانی بھی ہیں ۔ جب تک کسی لفظ کے استعمال کے اسقدر مواقعہ نہ میسر آئیں اُسوقت تک کس طرح اسقدر معانی اور پھر جامع وضع ہو سکتے ہیں ۔ یا اُن کا تعین ہو سکتا ہے ۔ یہی تو حکمت تھی ۔ کہ کل زبانوں اور کل قوموں کے بعد اس زبان اور اس قوم کی باری آئی اور اس میں وہ کتاب اتاری گئی جو یہ دعوٰے ایک تحدی کے ساتھ کرتی ہے ۔

فاتوا بسورة من مثله

معلوم ہوتا ہے عرب قوم کو فرداً فرداً زبان کے متعلق ایک ایسا جامع ملکہ دیا گیا تھا کہ جس کی امداد سے رفتہ رفتہ اس میں اس قدر وسعت لسانی ہو گئی ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ۔ شروع ہی سے عرب والے ایک فخر کے ساتھ جو دوسری زبان والوں کو گنگ کہتے تھے اس کی وجہ یہ تھی ۔ کہ وہ اپنی زبان کی قوت طلاقت اور وسعت سے آشنا تھے ۔

خوشم از نعرۂ مستانۂ دل ۔ خدا آباد دارد خانۂ دل

عربی زبان میں قرآن کا نازل ہو کر دعوٰے تحدی کا اور اہل زبان کا معذور بننا ایک اعجازی کیفیت ہے عرب تو دوسروں کو عجمی کہتے تھے ۔ قرآن اپنے مقابلہ میں خود عرب والوں کو عجم کہتا اور معذور بناتا ہے ۔

ہمسری نہ بود با ابروئے بتاں شمشیر را
کند مے گردد دریں دعوئے زباں شمشیر را

خواجہ صاحب نے برادران ملت سے اس دعوٰے کی تکمیل اور وضاحت و اشاعت کیواسطے علمی امداد کی درخواست کی ہے ہماری رائے میں خواجہ صاحب کی یہ درخواست بلا کسی اور خیال مغائرت کے قابل پذیرائی ہے اور اس کی بابت علمائے امت ہر ایک فرقہ کا خصوصیت سے مدد دینا نہ صرف عربی زبان ہی کی خدمت نہیں بلکہ اسلام کی خدمت بھی ہے ۔ یہ کام محض ادبی اور فلسفہ زبان ہی کی جہت سے مبارک نہیں بلکہ اس خیال سے بھی کہ دوسری قوموں کو عربی زبان کی تحقیقات کا شوق ہوگا ۔ ممکن ہے کہ انہیں اس دعوٰے کے متعلق بہت سے اعتراضات بھی ہوں ۔ لیکن اعتراضات کی صورت میں بھی جب ایک بات زیر بحث

آشتی اور صداقت کا باعث ہوجایا کرتی ہے کیونکہ جب مسلمانوں نے اس طرف توجہ کی تو ان کے واسطے یہ بھی ضروری ہوگا کہ وہ دوسری زبانوں سنسکرت۔ انگریزی۔ فرنچ وغیرہ کی جانب بھی متوجہ ہوں۔ جس قدر زبانوں کی بحث یا فلسفہ زبان ایک قوم کے حالات اور تعلقات سے آگاہی بخشتا ہے۔ اس قدر تاریخ نہیں آگاہی بخشتی زبانوں کی تحقیقات میں نسلیں اور ذریات ایک دوسری کے قریب تر ہوتی جاتی ہے اور وہ رشتے وضاحت میں آتے جاتے ہیں جو مخفی تھے۔ دو زبانوں میں شعر کہنے والا ہمیشہ دونوں زبانوں کی خوبیوں نزاکتوں اور لوازمات وتشبیہات سے واقف ہوتا ہے۔ اور دونوں رنگوں میں طبع آزمائی کرسکتا ہے۔ خواجہ صاحب کی محنت اور دماغ سوزی کی یہ پہلی قسط ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ خواجہ صاحب اسکی دوسری اقساط بھی وقت پر شائع کرنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ اور اس رنگ میں حلقہ زبان میں ایک اور قیمتی اضافہ ہوگا۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ علمائے امت اور دیگر روشن دماغ ممبران مذہب خواجہ صاحب کی امداد علمی ادبی سے پہلو تہی روا نہیں رکھیں گے کوئی نئی تھیوری اس وقت تک سرسبز نہیں ہوتی۔ یا اس کی تہ تک پہنچا نہیں جاسکتا جب تک اسے محققانہ نظر سے ایک مقام تک نہ پہنچادیا جائے۔ سرسبزی عدم سرسبزی ایک دوسرا پہلو ہے۔ کوشش شرط اور مقدم ہے۔ السعی منی والتوفیق من اللہ۔ (از کریا)

فہرست اسمائے چندہ دہندگان از ایبٹ آباد

نام معہ پتہ	رقم	
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	[illegible]	
عبدالرحمٰن صاحب از ایبٹ آباد	[illegible]	
شیخ حاجی مولا بخش صاحب۔ لائل پور	[illegible]	
قاضی سمیع اللہ صاحب۔ سرگودھا	[illegible]	
مرزا سلطان محمد صاحب۔ شنقیاری	[illegible]	
بابو محمد بخش صاحب۔ لدھیانہ	[illegible]	زکوٰۃ
ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب۔ گوجرہ	[illegible]	
شیخ نور احمد صاحب وکیل۔ ایبٹ آباد	[illegible]	زکوٰۃ
شیخ غلام محی الدین صاحب۔ جہلم	[illegible]	
ڈاکٹر جلال الدین صاحب۔ گوجرہ	[illegible]	
شیخ عبدالعزیز صاحب کورٹ انسپکٹر ایبٹ آباد	[illegible]	
میرزمان خان صاحب۔ ایبٹ آباد	[illegible]	
عبدالجبار خان صاحب ”	[illegible]	
محمد رمضان خان صاحب شیر فروش بازار ہٹیاں بھیرہ	[illegible]	
دادخواہ صاحب۔ لاہور	[illegible]	
صدیق حسین صاحب۔ لاہور	[illegible]	
الٰہی بخش صاحب۔ ڈیرہ غازی خان	[illegible]	
مولوی محمد علی صاحب۔	[illegible]	
مرزا غلام عیسیٰ صاحب۔ لائل پور	[illegible]	
ماسٹر اللہ دین صاحب۔ سیالکوٹ	[illegible]	
سید حبیب اللہ شاہ صاحب متصل مظفر آباد کشمیر	[illegible]	
محمد یحییٰ صاحب۔ دیگران		ترجمۃ القرآن
معرفت محمد یحییٰ صاحب ”		[illegible]
خواجہ کمال الدین صاحب۔ لاہور	[illegible]	
ڈاکٹر عصمت اللہ۔ کالرا۔ شاہپور	[illegible]	
میر حیات علی شاہ صاحب	[illegible]	
محمد عجب خان صاحب	[illegible]	
چودھری محمد حسین صاحب	[illegible]	
چودھری علی بخش صاحب۔ ایبٹ آباد		ترجمۃ القرآن
چراغ الدین صاحب۔ رام بن جموں	[illegible]	
مولوی محمد امین صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز ایبٹ آباد	[illegible]	
خان محمد سلیم خان صاحب		[illegible]
میاں حیات گل صاحب معرفت مولوی محمد یحییٰ صاحب دیگران النہرہ		ترجمۃ القرآن
مولوی محمد یحییٰ صاحب	[illegible]	
اہلیہ صاحبہ مولوی صاحب موصوف۔ ایک جوڑہ کڑے نقرئی دلفقد	[illegible]	
مولوی محمد یحییٰ صاحب۔ دیگران۔ [illegible] ترجمۃ القرآن [illegible]		لاد عربی اشاعت
سمیع اللہ خان صاحب نائب تحصیلدار جنگلات مانسہرہ	[illegible]	ترجمۃ القرآن
میزان کل	[illegible]	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۷ [illegible] ۲۲ اگست ۱۹۱۹ء نمبر ۱۹

حرکات مذبوحی

ضدیت و استبداد کا ایک بدترین منظر

عدل و انصاف۔ اخلاق و انسانیت۔ خوش اطواری و پاکباطنی وہ پاکیزہ اور عمدہ ترین خصائل ہیں کہ جن پر دنیا کے کل مذاہب تمام انسان خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یا نہیں ہر ایک حالت پر انسانی اخلاق و اعمال کی عمدگی کا معیار سمجھتے ہیں اور کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنے مطالب و مدعا کے حصول کے لئے یا محض دوسرے کی دشمنی اور ضد کی وجہ سے ان باتوں کو چھوڑ دینا جائز سمجھا ہو۔ قطع نظر اس بات کے کہ کوئی شخص ان باتوں پر عمل پیرا ہوتا ہے یا نہیں۔ بہر صورت اس کے خلاف کرنا جائز آج تک کسی نے نہیں ٹھیرایا۔ خود قرآن کریم نے کیا ہی پاکیزہ تعلیم نہیں دی ہے۔ جہاں فرمایا یایھا الذین آمنوا لایجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی

ایماندار و تمہیں کسی قوم کی دشمنی اس کے حق میں عدل و انصاف سے نہ روکے۔ عدل کرو۔ یہی تقویٰ سے قریب تر ہے کیا ہی پاک تعلیم ہے۔ ایک غیر تو ہے کبھی خواہ کتنی ہی دشمنی کیوں نہ ہو جب اس کا کوئی معاملہ پیش ہو اور عدل و انصاف اس بات کا متقاضی ہو کہ تم اس کی حمایت کرو۔ تو تمہیں تیار رہنا چاہئے کہ وہ دشمنی اس عدل و انصاف کی راہ میں روک نہ ہوجائے۔ اور پھر اس سے بھی بڑھ کر اپنے نہایت ہی قریبیوں اور والدین کے متعلق یہاں تک تعلیم دی یایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا

ایمان والو انصاف پر کھڑے ہوجاؤ اور خدا کو پیش نظر رکھ کر گواہی دو خواہ وہ اپنوں بلکہ والدین اور قریبیوں کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اگر وہ غنی ہیں یا فقیر تو اللہ ان سے بہت بڑھ کر ہے۔ اپنے ہوا وہوس کی تابعداری مت کرو اگر تم اس سے منہ پھیروگے یا اعراض کروگے تو پس اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔

الغرض قرآن کریم نے اس بارہ میں خوب کھول کھول کر تعلیم دی ہے اور کھلے طور پر اس بات سے روکا ہے کہ انسان کسی کی دشمنی کی وجہ سے اس کے حق میں عدل و انصاف سے گریز کرے۔ اور درحقیقت یہ شرافت کے سراسر خلاف ہے۔ کہ انسان ایسی رذیلانہ حرکات پر اتر آئے۔ لیکن آہ ضدیت تیرا ستیاناس ہو تو انسان کی آنکھ کو ایسا خیرہ اور اس کے قلب کو ایسا تنگ کردیتی ہے کہ وہ حق کو پہچان کر بھی نہ صرف خود اس کے قبول کرنے سے گریز کرتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکنا چاہتا ہے۔ اس کے بیسیوں مثال اس موجودہ جھگڑے میں اس وقت تک ہماری آنکھوں کے سامنے آچکے۔ [illegible] ہیں سے ایک جماعت کو اس شہادت حقہ سے روکنا بھی تھا جو گذشتہ سال حضرت خواجہ صاحب نے صحبت گزینان حضرت اقدس سے محض للہ طلب کی تھی۔ میاں صاحب کا اس شہادت حقہ سے گریز اور اپنے مریدوں کو بھی اس کی ادائیگی سے روکنا درحقیقت اس کیفیت قلبی کا اظہار ہے جو ان کو اس مطالبہ شہادت سے لاحق ہوگئی تھی۔ کیونکہ ان کو خوف تھا کہ مبادا سچی شہادت ان کی بدعنوانیوں اور اختراعات کا بھانڈا نہ پھوڑ دے۔ خیر یہ تو وہ بات تھی کہ جس کے متعلق میاں صاحب کے اس امتناعی حکم کی کوئی اور تاویل کرلی جائیگی۔ لیکن آج ہم ناظرین کرام کے سامنے اس کا ایک اور نمونہ پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضدیت اور استبداد نے جماعت محمودیہ کے اخلاق و اعمال پر اس درجہ اثر کیا ہے کہ اب وہ کھلے بندوں ہماری مخالفت کو عدل و انصاف کی راہ میں روک ٹھیرانا چاہتے۔ اور دوسروں کو علانیہ تلقین کرتے ہیں کہ میاں محمود کی حمایت یہاں تک کرنی چاہئے کہ اگر کسی حق بات کی شہادت اس کے خلاف بھی دینی پڑے تو ہرگز مت دو۔ اور اس کی بیجا حمایت میں منہمک رہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارے مکرم دوست جناب یعقوب خان صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ ہیڈ ماسٹر ہائی سکول گوجرہ نے باوجود میاں صاحب کی بیعت میں داخل ہونے کے ازراہ عدل و انصاف گذشتہ ۲۵ مئی ۱۹۱۹ء کو ایک محمودی مبلغ نظام الدین کے خلاف ایک حق امر کی شہادت لکھ کر حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کو دی تھی۔ اور بتایا تھا کہ حکیم صاحب کے بالمقابل محمودی مبلغ کو بحث کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور وہ علانیہ فرار ہوگیا۔ یہ شہادت ۲۵ جون کے پیغام صلح میں طبع ہوگئی۔ اس پر مولوی غلام رسول راجیکی۔ ہاں اس ناخدا ترس انسان نے جو جماعت محمودیہ میں فاضل اجل اور عالم بے بدل کے نام سے پکارا جاتا ہے جس نے آج سے دو سال قبل مسیح موعود کے برگزیدہ صحابیوں کی تباہی کی پیشگوئی کرکے اس کے جھوٹ ثابت ہونے پر اپنے لئے مفتی بے ایمان کا خطاب تجویز کیا تھا اور یوں ڈوئی سے مماثلت پیدا کی تھی۔ ہاں وہی شخص جس نے میاں محمود کی حمایت میں یہاں تک کہدیا تھا کہ اگر وہ اگر میری کو دن کو کہے تو گو یہ خلاف شریعت کام ہے۔ لیکن میں اس پر عمل کرونگا۔ اپنے اس غلو کی وجہ سے خانصاحب موصوف کو ایک خط لکھتا ہے جس میں صاف طور پر یہ بتایا ہے کہ انہیں محمودی مبلغ کی ہی بیجا حمایت کرنا واجب تھی نہ کہ ایک حق امر کی شہادت لکھ کر دینا۔ چنانچہ وہ خط حسب ذیل ہے۔

” برادر مکرم ماسٹر محمد یعقوب خان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۲۵۔ جون کے پرچہ پیغام کو پڑھ کر از حد افسوس ہوا کہ آپ نے باوجودیکہ آپ سیدنا حضرت فضل عمر کی بیعت کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ مکرم ومعظم جناب مولانا مولوی محمد نظام الدین صاحب احمدی مبلغ کے فرار کے متعلق پیامیوں کے ہاتھ میں ایک ایسی تحریر دی کہ جو آپ کی مبایعانہ حیثیت کے قطعاً خلاف تھی میں حیران ہوں کہ ایک انسان اپنے والدین اپنی لڑکی کے متعلق بھی مخالفین کے مقابلہ میں غیرت سے کام لیتا ہے مگر افسوس آنمکرم نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی ان ناچیز دنیا کے معمولی رشتوں کی عزت اور غیرت کے برابر عزت نہیں سمجھی اور بجائے اس کے کہ مولوی محمد نظام الدین صاحب کا ساتھ دیتے برعکس اس کے سخت معاندوں اور بد اندیش دشمنوں کی تائید کی معلوم ہوتا ہے کہ آپ قادیان بہت ہی کم جاتے ہیں۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ میں نے ہمدردی کے طور پر عرض کیا ہے۔ غلام رسول راجیکی “

ہمیں اس خط پر کسی حاشیہ چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ یہ حرکات مذبوحی محمودی جماعت کی اخلاقی اور روحانی موت کا بزبان حال پتہ دے رہی ہیں۔ اور ان سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لوگ کسی حق بات کے لئے نہیں۔ بلکہ محض ضد اور ہٹ پر لڑتے ہیں انہیں کسی صداقت سے کوئی کام نہیں۔ آہ وہ قادیان جہاں سے کسی وقت نیکی۔ نیک چلنی اور صدق وحقانیت کی تعلیم دی جاتی تھی اور بڑے بڑے کجرو انسان وہاں جاکر سیدھے ہوجاتے تھے۔ آج وہاں سوائے بے وجہ ضد اور حق بات کی مخالفت کے اور کچھ بھی سکھایا نہیں جاتا۔ یہ ہم نہیں کہتے۔ مندرجہ بالا خط کا آخری فقرہ

” معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ قادیان میں بہت ہی کم جاتے ہیں “

خود اس بات پر شاہد ہے۔ کیا ہم امید کریں۔ کہ میاں صاحب کے مریدین میں سے کوئی ایسے حق پسند انسان نکلیں گے۔ جو ان علانیہ خلاف حق باتوں اور ناخوش اطواریوں کو دیکھکر صدق وحقانیت کی طرف رجوع کریں گے ؟

” کیوں چھیڑا “

خدا کی شان۔ ایک وقت تھا کہ جب حضرت مسیح موعود پر آپ کے مخالفین یہ الزام دیتے تھے کہ آپ نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں اور حضرت صاحب اس کے بالمقابل خدا تعالیٰ کی قسم کھاکر [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - پنجشنبہ ۲۴ - اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۲۰

حضرت مولٰینا سید محمد احسن صاحب کا تازہ خط احباب احمدیہ کے نام

ان باطل الزامات اور غلط افواہوں کی تردید کے لئے جو حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب ایدہ اللہ کی نادر تصنیف القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد کے متعلق مشہور کی جا رہی ہیں اور جن کا ذکر ہم گذشتہ ۲ و ۸ - اگست کی اشاعتوں میں کر چکے ہیں حضرت مولٰنا موصوف نے ذیل کا خط احباب احمدیہ کے نام لکھا ہے جو امید ہے کہ اس باطل کے سر پر ایک کاری ضرب کا کام دیگا۔

وھو ھذا

ایھا الاحباب - الذین بایعوا و الذین لم یبایعوا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - آپ کو معلوم ہے کہ اس خاکسار کی عمر ہشتاد سال سے متجاوز ہو گئی ہے - جو چند عرصہ کے بعد جناب باری میں پیش ہونے والا ہوں - اور ضعف پیری اور مرض فالج میں مبتلا ہوں - اندریں حالات بحلف شرعی اظہار کرتا ہوں کہ مجھ پر اس قدر افضال الٰہی وارد ہو رہے ہیں کہ میں اُن کا شمار ان چند سطور میں نہیں کر سکتا - یہ سن اور مرض فالج کا اور پھر بفضلہ تعالیٰ کے افاقہ اور قلب اور دماغ کا ایسا صحیح اور سالم رہنا کہ بروز جمعہ مسجد میں بیٹھکر وہ حقائق و معارف قرآنی بیان کرتا ہوں کہ حاضرین و ناقدان کو نہایت درجہ پسند فرماتے ہیں - عیاں را چہ بیان شہادت کے لئے صرف ایک رسالہ القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد کو ملاحظہ فرمایا جاوے جو مشتمل ہے ۲۵ یا چھبیس براہین پر جو بمنزلہ ہم شاہدوں کے ہیں - اُن کو ملاحظہ فرمایا جاوے - علیٰ ہذا مخالف اور موافق اندرونی و بیرونی کو میں پکار پکار کر کہتا ہوں کہ اُس کی براہین کو بشرائط مندرجہ ٹائٹل پیج کوئی منقوض کر کر دکھلاوے

[illegible] لیکن کوئی شخص علماء فضلا مخالفین و موافقین میں سے بشرائط مندرجہ انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز منقوض نہیں کر سکیگا - بکو اس کا ذکر نہیں اور نہ میں اس کا جواب دونگا - پس ایسے براہین کی نسبت کسی نادان کا یہ کہنا کہ یہ کتاب برخوردار سید محمد یعقوب کی مصنفہ ہے یا رشوت لے کر لکھی ہے - بجز لعنت اللہ علی الکاذبین کے کیا کہا جاوے - ہاں یہ کتاب روح القدس کی تائید سے ضرور لکھی ہوئی ہے - یہ ضرور کہو کہ صرف میرے قوائے عقلیہ و علمیہ کا نتیجہ نہیں ہے اور بعد رویا اسے صادقہ کے لکھی گئی ہے جن کا اظہار بالفعل مصلحتاً کرنا نہیں چاہتا - برخوردار موصوف تو اس کے حقائق و دقائق کے سمجھنے کی قوت علمی ہی نہیں رکھتا ہے مثلاً اول ہی دیباچہ میں جو ایک آیت ثم اورثنا الکتاب الخ لکھی ہے اُس نے تکفیر کذائیہ کو ایسا پاش پاش کر دیا ہے کہ اب کوئی تار و پود اس مسئلہ تکفیر کذائیہ کا باقی نہیں رکھا۔

دیکھو و منھم ظالم لنفسہ کی تفاسیر جدیدہ و قدیمہ کو تفسیر کبیر سورہ قدر میں لکھا ہے انہ علیہ السلام دخل المسجد فرای نائما فقال یا علی تنبہ لیتوضاء فایقظہ علی ثم قال علی یا رسول اللہ انک سباق الی الخیرات فلم لم تنبہ قال لان ردہ علی کفر و ردہ علیک لیس بکفر ففعلت ذالک لتخف جنایتہ لو ابی

یہ روایت بھی صریح دال ہے کہ انکار حضرت علی کا کسی مسئلہ میں کفر نہیں ہے - اور علی بھی حضرت اقدس کا ایک نام ہے۔

اور اخوۃ فنابیعوا علینا حضرت نبی کا [illegible] اشارہ ہے شیعہ اور جو مسلمان قرآن کریم پر ایمان [illegible] اور آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر [illegible] موعود سے اس سے بیعت نہیں کی اور [illegible] نہیں [illegible] ظالم ہے ناجائز ہے [illegible] سوا شہد کی شان [illegible] وغیرہ وغیرہ تحت احمدیوں کے نزدیک ظالم لنفسہ تو ضرور ہے مگر مصداق الذین اصطفینا کے تحت میں ضرور داخل ہے - کیونکہ یہ مسئلہ مقررہ اور مسلمہ ہے کہ قسم اپنے مقسم میں ضرور بالضرور داخل ہوا ہے -

الحاصل یہ کتاب القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد بحلف شرعی کہتا ہوں کہ میری تصنیف ہے [illegible] الہامی و محدثین میری شفاعت کے لئے ایک بڑا ذریعہ ہے - وعلیہ احیی وعلیہ اموت وبہ احشر انشاء اللہ تعالیٰ - بزید اختیاط اس خط کے علاوہ میں نے اس مضمون کا مختصر فوٹو کو چھپوا دیا ہے تاکہ کسی کو عذر باقی نہ رہے - والسلام خیر ختام مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۶ء

راقم سید محمد احسن عفی اللہ عنہ

عکس مکتوب جناب مولٰینا صاحب ممدوح
جس کا حوالہ آپ نے مندرجہ بالا خط میں دیا ہے

تو برائے وصل کردن آمدی - نے برائے فصل کردن آمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایھا الاحباب باوجود ضعف پیری و مرض فالج مجھ پر اسقدر افضال الٰہی وارد ہو رہے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں یعنی جمعہ کے مسجد میں خطبہ مشتمل معارف قرآنی کا پڑھتا ہوں اور رسالہ القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد ایک شاہد ہیں ان افضال الٰہیہ کا سو میں بحلف شرعی بیان کرتا ہوں کہ یہ رسالہ میری ہی تصنیف ہے نہ برخوردار سید محمد یعقوب کی تصنیف ہے اور مخالف اسکا حسب شرائط مندرجہ ٹائٹل پیج کے جواب اسکا کیوں نہیں لکھتا بکواس کیوں کرتا ہے یہ رسالہ تو انشاء اللہ تعالیٰ میری لئے بڑا ذریعہ [illegible] میں شفاعت کا ہوگا

والسلام خیر ختام مورخہ ۱۷ اگست ۱۹۱۶ء الراقم محمد احسن [illegible]

اسلام ایک یورپین کی نگاہ میں -

معاصر صدق [illegible] اس عنوان سے رقمطراز ہے کہ رسالہ "نیو ایج" میں مسٹر مارماڈیوک پکتھال نے "اسلام اور ترقی" کے عنوان سے مضامین کا ایک سلسلہ شروع کیا ہے - اپنی تمہید میں وہ ایک دیرینہ حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں اور لکھتے ہیں تعلیمیافتہ عیسائی اسلامی تعلیمات کے متعلق اس قدر واقفیت نہیں رکھتے جتنی کہ تعلیمیافتہ مسلمان عیسائیت کے [illegible] رکھتے ہیں -

نیر السیٹ بھی جو مسلمانوں کا پرانا دوست [illegible] ہے اس خیال کی تائید کرتا ہے - اور کہتا ہے کہ

"یہ یقیناً صحیح ہے اور اسی قدر افسوسناک بھی ہے کہ از کم ان لوگوں کے لئے جو مسلمانوں سے ملتے اور پھر بھی ناکافی معلومات کی بنا پر اسلام کے متعلق رائے قائم کر لیتے ہیں"

مسٹر پکتھال اپنے مضمون کے پہلے ہی پیراگراف میں کہتے ہیں کہ:-

"عیسائی ممالک میں اسلام کے متعلق عام طور پر یہ خیال ہے کہ عیسائیت کے مقابلہ میں یہ مذہب ترقی کرنے والا نہیں ہے بلکہ ایک حد تک انسان کی دماغی ترقی کو کم کرنے والا ہے - اس خیال سے زیادہ کوئی چیز حقیقت سے دور نہیں ہو سکتی - وہ کاہلی جہالت اور توہم پرستی جس میں گذشتہ تین صدیوں سے مسلمان مبتلا ہیں محض تاریخی حالات کا نتیجہ ہے - بالکل اسی طرح جیسے کہ مغربی یورپ انقلاب عظیم سے پہلے تاریکی میں مبتلا تھا مسلمانوں کے مذہب سے اس کا اگر کچھ تعلق ہے تو بعض جغرافی اور اب سائنٹیفک تعلیم کی ترویج نے اس حالت کا خاتمہ کر دیا ہے - اسلامی دنیا کی موجودہ پستی کو دیکھ کر یہ رائے قائم کر لینا کہ اسلام خود ہی ترقی کرنے والا مذہب نہیں ہے غلطی ہے - غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں کی ترقی عیسائی مذہب کے اصول سے پیدا نہیں ہوئی بلکہ آزاد خیالی سے پیدا ہوئی ہے - اور عیسائیت کے برخلاف اسلام ہر ایمان والے پر آزاد خیالی کو فرض کرتا ہے .... اسلام میں ہر شخص کو اس اجتہاد کا حق حاصل ہے جو عیسائیت میں صرف پادریوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے - اسلام کے نزدیک ایک انسان کا دل و دماغ دنیا میں خدا کا قائم مقام ہے اور اس کو ہر چیز کے متعلق جسکو وہ سمجھ سکتا ہو رائے قائم کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے - صرف خدا اس کے دماغ و خیال کی طاقت سے بالاتر ہے اور صرف وہی اس کے ایمان کا مقصود اصلی ہے اور اسی سے وہ ڈرتا ہے -"

اظہار افسوس

کسی دوسرے انسان کی موت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا دنیا کی کسی بھی مہذب سوسائٹی کے نزدیک جائز قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہر حال میں دوسروں کے غم کو اپنا غم سمجھنا انسانی فرائض و اخلاق کے عین مطابق سمجھا گیا ہے - مگر آج کل محمودیوں کے نزدیک اب یہ بھی قابل تسلیم بات نہیں رہی اور انہوں نے اس اخلاقی فرض سے بھی روگردانی اختیار کر کے جماعت کے محترم بزرگوں کی وفات پر ان کے میاں صاحب سے اختلاف عقائد کے باعث خوشی منانا اور انھیں کوسنا جائز سمجھ لیا ہے لیکن ان کی اس خلاف انسانیت کارروائی کی تقلید ہم واجب نہ جانکر قادیان کے ایک قابل اور شریف نوجوان قاضی عبدالحق صاحب کی وفات پر اظہار افسوس کرنا اپنا اخلاقی فرض سمجھتے ہیں - قاضی صاحب گو میاں صاحب کی بیعت میں داخل تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ انھیں میاں صاحب کے مخترعہ عقائد سے ہرگز اتفاق نہ تھا - انھوں نے کبھی دوسرے محمودیوں کی طرح زبان درازی سے کام نہیں لیا - آپ کی بے وقت جوان مرگی پر ہمیں ازحد افسوس ہے - جو ہم سمجھتے ہیں کہ میاں صاحب کی ان تعلیوں اور استکبار آمیز خیالات کو دور کرنے کے لئے کافی ہے جو انھوں نے قاضی صاحب مرحوم کے خطبہ نکاح میں ظاہر کئے کہ

"اگر ایک شخص کہے کہ یہ معاملہ آپ کے سپرد ہے اور پھر جب کہا جائے کہ یوں کرو اور پھر اس سے پہلو تہی کرے تو یہ ناپسندیدہ امر ہے - ایسی شادی میں غور کر کے اگر ہم بھی شامل ہو جاویں تو بابرکت کبھی نہیں ہوگی - ضرور فساد ہی ہوگا - یہ مت سمجھو کہ فوراً فساد ہو ممکن ہے کہ میاں بی بی اچھی طرح سے گذاریں مگر اولاد گندی پیدا ہو - غرض نتیجہ کبھی نہ کبھی ضرور گندہ نکلیگا - اگر ان کی زندگیوں میں نہیں تو پوتوں میں پڑپوتوں میں کہیں نہ کہیں یہ گند نکلیگا جن کی بنیاد ذبح کے طور پر ابھی پڑ چکی ہے - اور جس نکاح کی بنیاد فساد پر ہوگی اس کا نتیجہ کبھی اچھا نہیں ضرور نکلیگا -"

قاضی عبدالحق صاحب کا نکاح میاں صاحب نے اپنے مرضی اور خوشی سے پڑھا اور خود کہا کہ:-

"ایک طرف نے تو کھلا کھلا فساد سے کام لیا دوسری طرف سے بھی میں اُنس رکھتا ہوں اس لئے اپنے نفس پر بوجھ ڈالکر یہ تکلیف اُٹھا کر اس میں شامل ہوا ہوں"

پس کیا اب قاضی صاحب کی موت (جو خود ہمارے نزدیک ازحد افسوسناک ہے) میاں صاحب کی استکبار شکنی کے لئے کافی نہیں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا
وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
در ملائک از خبر ہا معاد | ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است | منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما است | ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
قائم و دوری از ان در کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ؎ ششماہی ؎ سہ ماہی ۱۲ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۲۴ شوال ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۴ اگست ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۰

قرآن اور فلسفہ السنہ
وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

مندرجہ عنوان فقرہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ اس میں ایک موقعہ کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہم نے حضرت آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے یا بتا دیئے۔

اس آیت کریمہ کی فلاسفی صرف مذہبی حدود میں ختم نہیں ہو جاتی۔ اور صرف اُس قصہ خلافت انسانی کے ساتھ ہی اس کی خصوصیت نہیں بلکہ اس آیت میں اُس فلسفی اور اُس رمز کا بھی ذکر کیا گیا جو ادبی دنیا کا شروع اور علمی اور عملی کائنات کی ابتداء ہے اور جس پر انسانی کمالات اور فضائل کا انحصار ہے۔ اور جس کے بغیر انسان اُس شرف سے محروم رہتا ہے جس پر اُسے اور کائنات کے مقابلہ میں فخر ہے۔

انسان کو دوسری کائنات پر اس واسطے بھی فخر ہے کہ وہ بمقابلہ کل دیگر کائنات کے اپنے رنگ میں ناطق ہے۔ گو ہر دوسری زندہ مخلوق بھی اپنے اپنے رنگ میں ایک قسم کا نطق رکھتی ہے۔ مگر جو خصوصیت ناطقہ انسانی کو حاصل ہے وہ کوئی اور نطق نہیں رکھتا اور اسی خصوصیت کی وجہ ہی سے انسانی نطق کو نطق یا انسان کو ناطق کہا جاتا ہے۔ اور اُس کی تعریف اس خاصہ سے بھی کی جاتی ہے اگرچہ اور جاندار مخلوق بھی اپنے اپنے رنگ میں بولتی ہے۔ لیکن اُس کا بولنا انسانی محاورے کی رو سے نطق نہیں کہا جاتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ

جتنی زبانیں اس وقت اس کائنات انسانی میں بولی جاتی ہیں وہ سب اپنی اپنی حدود میں بہت کچھ ذخیرہ الفاظ رکھتی ہیں۔ اگر ہم تمام دنیا کی کل زبانوں کے ذخائر الفاظ کا اندازہ لگائیں تو ہزاروں تک نوبت پہنچ جائیگی۔ یہ ظاہر ہے کہ قبل از خلقت انسانی اُن الفاظ کا ذخیرہ کسی اور مخلوق کی جانب سے موجود نہ تھا

قدرت کی جانب سے اور اشیاء کی طرح الفاظ السنہ کا کوئی سرمایہ یا کوئی سٹور یا کوئی کارخانہ مہیا نہیں قائم کیا گیا تھا۔

ساری کائنات میں سے کوئی دوسری مخلوق انسانی الفاظ میں گفتگو یا بات چیت کرنے کی عادی نہیں تھی

آسمان سے الفاظ کی بارش نہیں ہوئی اور نہ زمین سے لفظ اُگے ہیں اگر ہم ذخائر انسانی کے سوائے ایک لفظ بھی ساری دنیا کی دوسری شاخوں میں دیکھنا یا لینا چاہیں تو نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے

ایں حالات ثابت ہے کہ یہ سب زبانیں اور ان سب زبانوں کے انسان ہی ان کا موجد ہے۔ اور انسان ہی ان کا بانی اور مخترع جب اس کائنات میں انسان نہیں تھا تو اُس وقت یہ زبانیں اور ان زبانوں کے الفاظ بھی نہیں تھے۔ انسان کے ساتھ ہی ان کا بھی ظہور ہوا اور انسان کی ہستی ہی سے ان کی ہستی بھی نکلی۔

دیکھو جہاں انسان نہیں وہاں نہ تو کوئی زبان ہے اور نہ کوئی نطق و ذخیرہ الفاظ ہے۔ بیشک دیگر ہستیاں ہونگی لیکن اُن کی زبانوں سے یہاں بحث نہیں۔ انسانی رنگ کی زبان کسی ایسے کرہ میں نہ ہوگی جہاں انسان نہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ انسانی زبانوں کا موجد انسان ہی ہے اور یہ محض ذہانت انسانی کا اثر نہیں بلکہ اُس عطیہ اور اُس بخشش و ودیعت کا اثر ہے جو قدرت کی جانب سے بغوائے آیت مندرجہ عنوان انسان کی طبیعت میں رکھی گئی ہے۔

انسان کو یہ وہبی ملکہ اور طبعی یا فطرتی قوت حاصل ہے کہ وہ تکوین الفاظ اور تدوین زبان پر قدرت رکھتا ہے۔ آیت مندرجہ عنوان کا مطلب یہ ہے کہ:-

قدرت کی جانب سے انسانی طبیعت میں یہ ملکہ رکھا گیا ہے کہ وہ مختلف اسماء کی تکوین یا تدوین پر قادر ہو سکے

ضرورت پڑنے پر وہ اپنی طبیعت سے ایسے الفاظ نکال سکے یا ایسے الفاظ گھڑ سکے یا ایسے الفاظ بول سکے جو ضروریات زندگی کے کفیل ہوں۔ اور جن سے اغراض زندگانی بخوش اسلوبی پوری ہو سکیں۔ جو علمی اور عملی رنگ میں کام دے سکیں۔

جب ہم مختلف السنہ کے الفاظ پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں شکرگذاری کے ساتھ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ قدرت نے انسان کو جو قوت اور جو ملکہ دیا تھا اُس کی بدولت خوش اسلوبی اور کثرت کے ساتھ ذخیرہ الفاظ مہیا ہوتا جاتا ہے اور مختلف رنگ کی زبانیں انسانی کائنات میں نشوونما پا رہی ہیں۔

آیت مندرجہ عنوان میں الفاظ ذیل قابل غور اور قابل بحث ہیں:- علم آدم اسماء کلہا

لفظ علم سے بوضاحت ثابت ہے کہ قدرت ہی اس تعلیم الفاظ میں انسان کی معلم اور رہبر ہوئی ہے۔ یعنی قدرتاً ہی انسان کی طبیعت میں ایسا ملکہ رکھا گیا ہے جو ضرورت پر ایسے الفاظ بنا سکے۔ اس لئے علم کا یہ مطلب نہیں کہ انسان کو چند الفاظ بالخصوص سکھائے اور بتائے گئے تھے یا حضرت آدم علیہ السلام کو چند الفاظ یاد کرا دیئے گئے تھے۔ بلکہ مطلب علم کا یہ ہے کہ اُس کی ذات میں تکوین الفاظ اور تدوین اسماء کا ملکہ رکھا گیا۔ تعلیم سے مراد محض چند باتوں کا سکھا دینا ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک ملکہ کا سرجھا دینا۔ دیکھو جب کوئی لڑکا مدرسہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ علم سیکھنے یا علم کی باتیں یاد کرنے کا ملکہ یا ذہن اپنے ساتھ ہی لاتا ہے استاد صرف چند قواعد سے اس کو آشنا کرتا ہے۔ بہرحال علم سے مراد تکوین ملکہ کی ہے۔ جو تخلیق اسماء اور تدوین الفاظ پر قادر ہو سکے۔

آیت کریمہ میں لفظ آدم کا لایا گیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ یہاں حضرت آدم علیہ السلام ہی مراد ہیں۔ لیکن قرائن۔ طرز روبیہ اور شان کے مطابق اس آیت کریمہ میں نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ہی مراد ہیں بلکہ کل وہ ذریات اور کل وہ نسل مراد ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے نکلی ہے۔ دوسرے الفاظ میں کل انسانی نسلیں گو بظاہر اس آیت میں مخاطب حضرت آدم علیہ السلام ہی ہیں۔ لیکن اصل میں کل انسان مخاطب ہیں دو نسبتوں سے۔

الف نسبت مورثیت سے۔

ب۔ نسبت عام فیضان سے۔

جس مورث اعلیٰ کی طبیعت میں یہ ملکہ رکھا گیا اقتضا ضرور ہے کہ اُس کی نسل اور ذریات بھی اس ملکہ میں اُس میں حصہ دار اور اُس سے متمتع ہو۔

عطیہ قدرت ایسے امور میں ہمیشہ عام ہوتا ہے اور ایک نوع کے کل افراد کے حصہ میں دیا جاتا ہے۔

تاویل ہی نہیں بلکہ تعبیر یہ ہوگی کہ کل انسانی طبائع کے اندر یہ ملکہ رکھا گیا ہے اور ہمارا ایسا کہنا یا ایسا سمجھنا بلا دلیل نہیں ہے بلکہ چند دلائل اور براہین کے ماتحت ہم اس کی بابت یوں اطمینان کر سکتے ہیں کہ:-

جس قدر زبانیں ہی بنائی گئیں وہ حضرت آدم علیہ السلام یا کسی مورث انسانی کے وقت میں موجود نہ تھیں بلکہ رفتہ رفتہ معرض وجود میں آئی ہیں جب وہ حضرت یا مورث اعلیٰ کے زمانہ میں نہ تھیں اور اب آن کا انسانوں میں وجود پایا جاتا ہے تو اس کا نتیجہ ہوگا کہ وہ رفتہ رفتہ بعد کے زمانوں میں اور بعد کی نسلوں میں ان کی خواہش اور ضرورت سے پیدا ہوئی ہیں

جیسے نسلیں مختلف ہیں ایسے ہی زبانیں بھی مختلف ہیں یہ دلیل ہے اس بات کی کہ ہر نسل نے اپنی اپنی ضروریات کے ماتحت زبانوں کی داغ بیل ڈالی ہے

ہر زبان میں کچھ نہ کچھ اُن لوگوں یا اُن نسلوں کی خصوصیات اور باتیں پائی جاتی ہیں جن میں وہ بولی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک دلیل اس بات کی ہے کہ ہر ایسی زبان خود اُن ہی کی ترتیب دادہ ہے ہر زبان کے مختلف الفاظ اُس کی بولنے والی قوم کے لب و لہجہ سے ایک خاص مناسبت رکھتے ہیں یہ بھی ایک دلیل اس بات کی ہے کہ یہ سب زبانیں انسانی ساختہ ہیں۔ (باقی آیندہ)

القاالہم۔ واقف۔ محمد احمد۔ منذر حقانی۔ ملناسدی [illegible]

صدائے اسلام

مسافر کا تعاقب

سخت شرمائے وہ اتنا نہ سمجھتا تھا اُنہیں
چھیڑنا تھا تو کوئی شکوۂ بیجا کرتا

انسانی فطرت کا مایۂ خمیر جن اجزاء سے ترکیب دیا گیا۔ وہ آپس میں سخت متضاد و متخالف حیثیتوں کے مظاہر یا نمائندے ہیں وہ اپنی کیفیات و حیثیات کا حق نیابت ادا نہیں کرتے یا متہیج و متکیف نہیں ہوتے۔ جتنے کہ انکے طرز عمل کی خفیف سے خفیف مخالفت کی جائے۔ اسکے بعد حسب حیثیت تربیت نفس اپنے قوائے فطریہ کا اظہار کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو زولوجیکل گارڈنز (چڑیا گھروں) کی سیر کا موقعہ ملا ہے۔ اُنہوں نے بعض خاص کمروں کے دروازوں پر یہ سائن بورڈ لگا ہوا دیکھا ہوگا۔ کہ "جانوروں کو چھیڑنا منع ہے"! لوگ شاید یہ خیال کرتے ہوں کہ آخر اور جانوروں کی نسبت اُن میں کیا خصوصیت ہے کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کو جانور رکھے نذم کے علاوہ ایک اور بورڈ لگانے کی ضرورت پیش آئی یہ جانور تو بڑے غریب اور مسکین نظر آتے ہیں۔ اور شکل و صورت میں حضرت انسان سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ آہ وہ قدرت کے اس راز سے ناواقف ہیں۔ کہ یہی چنچل اور شوخ ہستیاں حضرت انسان کی غیر تربیت یافتہ حالت کے مظاہر اور نمائندے ہیں۔ ذرا انکو چھیڑو اور پھر انکی بھبکیوں اور غیر مرتبط و غیر منتظم افعال و حرکات کا تماشا دیکھو۔ اے غافل انسان تجھے اس شوخ و شنگ حیوان کی ناشائستہ حرکات تعجب میں نہ ڈالیں۔ اور تو فرط حیرت سے یہ نہ کہہ اُٹھے کہ ان هذا الشیء عجاب اس چارپائے سے منہ موڑ اور من یمشی علی رجلین کی طرف دیکھ جو باوجود ادعائے تہذیب و شائستگی جب دق ہوتا ہے۔ تو کیا کرتا ہے۔ راستہ میں ایک پتھر سے ٹھوکر کھاتا ہے۔ جھنجلا کر پتھر کو ریزہ ریزہ کرنا چاہتا ہے۔ قلم دوات میں بار بار ڈالتا ہے مگر روشنائی پورے طور پر نہیں آتی۔ جھلا کر قلم توڑ دیتا ہے اور دوات کو زمین پر دے مارتا ہے۔ غصہ کا یہ پہلو غیر تربیت یافتہ نفوس کی زندگی کا نمایاں جزو ہوتا ہے۔ آج ہم نے اپنے مخاطبین کو کچھ اسی قسم کے لطائف سنانے ہیں۔

لطیفہ نمبر ۱ میرا مضمون اعجاز القرآن بجواب اغلاط القرآن جن حضرات نے ملاحظہ فرمایا ہوگا۔ وہ اس امر کی شہادت دینگے کہ میں نے اپنے مخاطب کے متعلق کوئی غلیظ یا دشنام آمیز لفظ استعمال نہیں کیا۔ بلکہ اکثر مخاطب مہاشہ کو مہاشہ جی کر کے لکھا ہے۔ گالیاں دینا تو اُن لوگوں کا شیوہ ہے اور ہونا چاہئے جن کے چو تھے وید کا نام ہی گالیوں یا بددعاؤں کا وید ہے۔ (اتھرو وید) اسی چوتھے وید کی تقلید کر کے آریہ مشنری نے ہماری نسبت نہایت دل آزار الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مسافر مشنری کی تہذیب اور شرافت تو سرنامہ سے ہی ٹپک رہی ہے۔ "مرزائیوں کا جواب" سرخی جمائی ہے۔ اور مضمون میں۔ مرزائی ٹکروٹ۔ حالت مضبوحی (ضاد سے مضبوحی مشنری مہاشہ کی عربی دانی پر دال ہے) ایک پردہ پوش۔ گند اور نجاست سے پلڑا جھکانے والے۔ عقل کے مجسم پتلے۔ لکھنؤ کی بھٹیاریاں تم سے اچھی ہوش فاختہ (ایں چہ) واہی تباہی بکنے والے۔ مرزا صاحب کو افترا پردازی کمال تھا۔ مگر تم اُن سے بھی نمبر لے گئے [آریہ مشنری تہذیب و اخلاق فاضلہ کے دعویدار و کیا دیانندجی کی نسبت یہی الفاظ سنکر چپ رہو گے جو اس کچھلے مالش نے حضرت امام و مسیح ناسیح موعود و مہدی مسعود کی نسبت ہاں خدا کے اُس برگزیدہ انسان کی نسبت استعمال کئے ہیں کہ جس کے ہاتھ پر لاکھوں ذی وقار نفوس نے اپنی جان و مال عزت و ناموس۔ شوکت و حشمت کو بیچا اور بہت ایسے تھے جو اُس کے نام پر شہید ہو گئے] برابر کی چوٹ دیکھکر گالیوں پر اُتر آنا بچپن میں ہی زیب دیتا ہے اور یہ ایک وحشیانہ زنانہ پن کی خصلت ہے۔ جس کا تذکرہ تمہید میں گذرا

لطیفہ نمبر ۲ مہاشہ جی نے لکھا تھا کہ عربی گرامر کی رو سے معطوف معطوف علیہ کے ہمیشہ حکم میں اور اس کے شریک حالی ہوا کرتا ہے۔ اور اس آیت میں معطوف علیہ قلوب جمع قلوبھم اس لئے لازمی ہے کہ اس کا معطوف بھی سمع بصیغہ جمع ہی آئے

واس پر میں نے عرض کیا تھا۔ کہ آریہ مہاشہ کے قاعدہ سے تو معطوف علیہ مرد ہو تو معطوف بھی مرد ہی ہونا چاہئے۔ اور اسپر ایک مثال بھی عرض کی تھی جسکے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تو واحد و جمع میں برابری بتلائی تھی نہ تذکیر و تانیث میں۔ مہاشہ جی کو استثناء بعد میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے جواب پر سوجھی ہے۔ ورنہ مہاشہ جی کے نمبر ا سے یہ ہرگز ثابت نہیں۔ مگر آگے چلکر جب سر پر پڑے گی۔ مہاشہ جی واحد و جمع میں بھی برابری سے انکار کر دینگے۔ آریہ مہاشہ کی یہ خود فراموشی اور تلون مزاجی ایک لطیفہ سے بڑھکر نہیں۔

لطیفہ نمبر ۳ دوسری مثال میں نے معطوف معطوف علیہ کی واحد و جمع میں شریک حال ہونے کی یہ دی تھی۔ کہ اگر مہاشہ جی کو یہ کہنے کا اتفاق پیش آئے۔ کہ بہت سے آریہ سماج مندر میں آئے اور میں بھی تو مہاشہ جی چونکہ ایک وچن (واحد) ہے اور بہت سے آریہ بہو وچن (جمع) تو کیا مہاشہ جی بھی ایک سے انیک (بہت) ہو جائینگے۔ اسپر مہاشہ جی نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ آریہ مہاشہ کی سخن فہمی پر دال ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ "حضرت بہت سے آریہ سماج نہیں بلکہ آریہ سماجی لکھنا چاہئے۔ تعجب ہے ابھی تک آپکو یہ ہی معلوم نہیں کہ آریہ سماج اور آریہ سماجی کسکو کہتے ہیں"۔ ہاں صاحب مجھے تو معلوم نہیں کہ آریہ اور آریہ سماج اور آریہ سماجی کس کو کہتے ہیں۔ آخر کچھ ہی کی بدعت تو ہے۔ مگر یہ تو فرمائیے۔ کہ آپ وہی تو نہیں کہ جسنے کسی سے روٹی مانگی تو اس نے کہا کہ از مطبخ مادر طلب۔ تو آپ جیسے سخن فہم نے جھٹ مطبخ مادر کے آگے ڈیش (خط) لگا کر سمجھ لیا۔ کہ اماں جی کے سلیخ کیطرف اشارہ ہے۔ مہاشہ جی سچ کہئے آپ اس قدر حواس باختہ کیوں ہو رہے ہیں۔ کہ آریہ سماج کے آگے ڈیش (خط) دے کر سماج کو مندر سے علیحدہ کر رہے ہیں۔

لطیفہ نمبر ۴ سمع کے واحد لانے پر میں نے لکھا تھا۔ کہ سمع کے معنی کان نہیں بلکہ اس سے قوت شنوائی مراد ہے۔ آپ جواب میں لکھتے ہیں۔ اور اگر یہی بات ہے۔ تو پھر اس آیت کے اگلے الفاظ ابصار کو غلط کر دیجئے۔ کیونکہ بصر بھی قوت بینائی کو کہتے ہیں اگر بصر سے مراد چشم لیکر جمع لائی گئی ہے تو سمع سے مراد گوش لیکر اسماع جمع لانے میں کیا مجسں ملجاتا ہے" مہاشہ جی بھنس کھاکر ہی تو اتنے جوان ہوئے ہیں اور دماغ میں بھی معلوم ہوتا ہے بھُس ہی بھرا ہے۔ جو ایسی بے تکی ہانک رہے ہیں۔ جب کسی مصنّف نے شنوائی اور ظاہر آنکھوں کا کسی فقرے میں استعمال کرنا ہو۔ تو مہاشہ جی کا منشاء یہ ہے۔ وہ ہرگز استعمال نہ کرے۔ بلکہ حسب ارشاد مسافر مشنری یا اُسکی ایک آنکھ پھوڑ دے یا سمع سے مراد شنوائی نہ لے۔ آپ کا آدم کی پسلی سے اُنکی زوجہ کا پیدا ہونے اور ہاروت ماروت اور بی بی زہرہ پر مسخر نہ تو قرآن کریم میں آدمی کی پسلی کا ذکر ہے اور نہ بی بی زہرہ کا۔ ہاں جھوٹے قصوں کے عوض ہم جھوٹوں کو حسب معمول ویدک ست بچن تفریح طبع کے لئے آخر میں سنائیں گے گھبرائیے نہیں۔

لطیفہ ۵ میں نے قرآن کریم سے لفظ سمع کی مثالیں دیکر اُسکے مشتقات کی طرف بھی توجہ دلائی تھی کہ قرآن کریم میں لفظ سمع مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ اگر اسم جامد ہوتا۔ تو اس کے مشتقات عربی میں کیوں ہوتے۔ اس پر مہاشہ جی کی خوش فہمی قابل داد ہے آپ میرے لفظ سمع اور اُسکے مشتقات پر توجہ دلانے سے خود ہی نتیجہ نکال کر میری طرف یہ فقرہ منسوب کرتے ہیں کہ "اگر سمع لانا غلط ہوتا تو قرآن میں اور جگہوں پر اسی کا استعمال کیوں ہوتا"۔ اور پھر اسی پر بہت سی بیہودہ سرائی کی ہے۔ جسکے جواب میں میں اُن کا ہی قرعہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین واپس کرتا ہوں۔

لطیفہ نمبر ۶ قصہ مختصر اب بات یہاں آکر ٹھہری ہے کہ مہاشہ جی نہ تو کسی مفسر کا اعتبار کرتے ہیں کیونکہ انہوں نے تو سمع کو مصدر کہنا ہی ہوا۔ مسلمان جو ہوئے اور نہ کسی لغت کا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں نے قرآن کے مطابق بنالی ہیں۔ مگر سب سے عجیب حرکت آریہ مہاشہ کی یہ ہے۔ کہ وہ کسی عیسائی لغت نویس کو بھی معتبر نہیں سمجھتے۔ کیونکہ وہ بھی تو قرآن کو سرتاج فصحا و بلغا سمجھکر اسی سے مثال پیش کرتا ہے۔ آریہ مہاشو! تمہارا مشنری کیسا قابل مشنری ہے۔ ہونہ ہو۔ اسکو کوشش کر کے محکمہ تعلیم کا افسر مقرر کردو پہلے ہی ان آریہ مہاشہ جو خامہ فرسائی کریگا وہ یہ ہوگی کہ کل کوش (لغت) سنسکرت چونکہ ہندوؤں کی مرتب کردہ ہیں اور انگریزوں نے بھی در اصل ان کی ہی نقل کی ہے اور سب سے بڑا اندھیر یہ ہے۔ کہ لغت خود (بزعم آریہ صاحبان) وید ہی سے نکلی ہے لہٰذا وید مقدس کی اصل تعلیم کا پتہ لگے تو کس طرح۔ یقیناً ان میں بڑی بڑی غلطیاں ہیں۔ لہٰذا کل کوش غیر معتبر ہیں۔

آریہ مہاشہ کا نادر فیصلہ آپ فرماتے ہیں۔ کہ "اگر میں یہ ثابت کر دوں۔ کہ سمع کی جمع بھی آتی ہے تو ثابت ہو جائے گا کہ سمع مصدر نہیں"! واہ صاحب واہ کیا نادر اصول مہاشہ نے وضع فرمایا۔ اگر سمع اسم اور مصدر دونوں طرح استعمال ہوتا ہو۔ تو مہاشہ جی کونسی جائے پناہ ڈھونڈینگے۔ بحث تو یہ ہے۔ کہ آیت متنازعہ فیہ میں سمع مصدر استعمال ہوا ہے۔ نہ یہ کہ سمع بطور اسم استعمال ہوتا ہی نہیں۔

اقبالی ڈگری آخری فیصلے میں مہاشہ جی نے بڑے موٹے الفاظ میں منتہی الارب سے سمع کی جمع نقل کی ہے جو کانٹ چھانٹ اس حوالے کے نقل کرنے میں کی ہے۔ وہ اس کی دیانت و امانت پر کافی گواہ ہے۔ آریہ مہاشہ بقول خود "مقر کی عینک لگا کر نہیں" بلکہ خداداد آنکھوں سے پورے حوالے کو پڑھیں سمع بالفتح شنوائی یکون للواحد والجمع وھو فی الاصل مصدر وقد یجمع علی اسماع و اسمع وجمع الجامع اسامع۔ (ترجمہ) زبر کے ساتھ شنوائی کو کہتے ہیں۔ واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ جمع اسماع لاتا ہے اسمع اور جمع کی جمع اسامع آتی ہے۔ آریہ مہاشہ نے وقد یجمع سے مراد یہ سمجھی ہے کہ سمع بطور مصدر استعمال ہو تو بھی اس کی جمع آجاتی ہے جو مہاشہ کی عربی دانی پر دال ہے۔

مزید حوالجات لغت آریہ مہاشہ کے سامنے اب مزید لغت کے حوالے پیش کرنا بے سود محض ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اس روشنی علم۔ تجلی حقائق اور نور ہدایت کے زمانے میں بھی بعض ایسی ظلمت پسند اور کفر دوست ہستیاں موجود ہیں۔ کہ جنہیں متانت فہم اور تمیز میں سے کوئی حصہ نہیں دیا گیا۔ ما لھم به علم ولا لاٰبائھم وھم فی طغیانھم یعمھون تاہم اس غرض سے کہ شاید کوئی اور سعید روح اس تحقیق سے فائدہ اٹھائے دو مخالفین اسلام کے حوالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

جارج سیل کے انگریزی ترجمہ قرآن میں اس آیت کا ترجمہ یہ ہے

God had seald up their hearts and their hearning.

(ترجمہ) خدا نے اُن کے دلوں اور اُنکی شنوائی پر (لیکن) مہر کر دی۔

Arabic English lexicon Edward by William lane.

عربی انگریزی ڈکشنری مرتبہ ایڈورڈ ولیم لین کہ جس کے برابر انگریزی میں کوئی معتبر لغت نہیں۔

سمع۔ *Infinitive a single hearning or hearkening or listening is also used as a plural*

مصدر ہے اور اس کے معنے شنوائی اور سماعت کے ہیں بطور جمع بھی استعمال ہوتا ہے۔

اس حوالے نے جو آریہ مہاشہ نے خود پیش کیا ہے صاف ثابت ہے کہ سمع کے معنے شنوائی ہیں اور وہ مصدر ہے۔

خلاصہ جوابات (۱) سمع مصدر ہے اور اسکے معنے شنوائی کے (والمصدر) لا یثنی ولا یجمع۔ مصدر کا تثنیہ اور جمع نہیں آتا) دیکھو کل لغت ہائے عرب و عربی انگریزی ڈکشنریاں۔

(۲) سمع واحد اور جمع دونوں طرح استعمال ہوتا ہے دیکھو لین کی ڈکشنری لسان العرب۔ منتہی الارب و اقرب الموارد وغیرہ۔

(۳) جمع کے ساتھ واحد آجائے۔ تو اس سے مراد بھی جمع ہی ہوتی ہے فی حلقکم عظم وقد شجینا معناہ فی حلوقکم ومثلہ کثیر فی کلام العرب (لسان العرب)

(۴) تکون اضافۃ السمع الیھم والاعلی اسماعھم جعل السمع اسما لا مصدرا ولو کان مصدرا لم یجمع۔

وید کی فصاحت و بلاغت آریہ دوست خواہ جواب دیں یا نہ ہم حسب معمول وید کی فصاحت و بلاغت کا کچھ تھوڑا سا نمونہ پیش کر دیتے ہیں۔ چونکہ ان دنوں آریہ اخبار مسلمان قیدیوں کی داڑھی منڈھانے کے حکم پر پھبتیاں اُڑا رہے ہیں۔ اور داڑھی مونچھ کو فضول سمجھکر صفاچٹ کرایا ہے۔ اس لئے وید سے ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ اور کسی کا نہیں تو ...... خود الیشور جی مہاراج کی داڑھی مونچھ کا لحاظ کرو۔ ساتھ ہی منتر کی فصاحت و بلاغت بھی قابل غور ہے۔

مراسلات

تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام کس فریق پر عائد ہوتا ہے

میاں صاحب کے ایک غالی مرید کی بیعت سے پہلے کی شہادت

۱- مکفر و مکذب کے سوائے باقی مسلمان کافر نہیں
۲- مسیح موعود کا انکار دوسرے سب ماموریں یعنی اولیاء اللہ کے انکار کی طرح ہے۔
۳- تریاق القلوب کا وہ حوالہ جس میں حضرت مسیح موعود نے محض اپنے انکار کو موجب کفر نہیں ٹھہرایا منسوخ نہیں۔ بلکہ حقیقۃ الوحی کے حوالہ سے جس سے اس کے خلاف استدلال کیا جاتا ہے۔ عین مطابق ہے۔
۴- حقیقۃ الوحی کی عبارت سے تمام غیر احمدیوں کے کفر پر استدلال کرنا غلط ہے۔ بلکہ اس میں صرف مکفر و مکذب کو کافر ٹھہرایا گیا ہے

ہمارے لائق دوست مسٹر ٹی ایم ابراہیم صاحب نے کالی کٹ سے میاں صاحب کے ایک غالی مرید مولوی عمر الدین شملوی کی ایک کتاب موسومہ "بہ ختم نبوت کی حقیقت" سے ذیل کی عبارت نقل کرکے بھیجی ہے۔ جس میں اس نے میاں صاحب کے موجودہ عقائد کے خلاف لکھ کر اور ایک ایک بات کی تردید کر کے گویا پیشتر سے ہی انکے تمام مخترعہ عقائد کا تار و پود بکھیر رکھا ہے۔ کیا ہم مولوی عمر الدین صاحب سے یہ امید کر سکتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اس عبارت پر دوبارہ غور کر کے دیکھینگے۔ کہ اپنے موجودہ عقائد کے لحاظ سے وہ ان غیر احمدی مسلمانوں کی جن کے جواب انہوں نے اس عبارت میں دیئے ہیں۔ ہمنوائی میں کسقدر حصہ لے رہے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود پر وہی بہتان باندھ رہے ہیں۔ جو اس سے پہلے غیر احمدیوں کی طرف سے باندھا جاتا تھا۔ بہر حال ان کی وہ عبارت حسب ذیل ہے:-

"مسیح موعود کے منکر (یعنی مسیح موعود کو کافر اور مفتری کہنے والے) کافر ہیں"

"اس جگہ پر ایک غلط خیال کا ازالہ کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو اکثر علماء پیش کر دیا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ چونکہ مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ان کا دعوے نبوت تشریعی ہوا مجھے سمجھ نہیں آتا۔ کہ یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ غیر تشریعی نبی کا منکر کافر نہیں ہوتا۔ خواہ وہ منکر اس نبی کو مفتری کہے یا کافر سمجھے کیونکہ اگر کسی نے کسی مامور من اللہ کو مفتری کہا اور وہ مفتری نہ ہو۔ تو از روئے قرآن مجید مفتری کہنے والا اظلم الناس ہے۔ اور اگر اسے کافر سمجھا جو مفتری علی اللہ کہنے کا مترادف ہے۔ اور وہ کافر نہیں ہے۔ تو یہ کفر کہنے والے پر الٹ پڑیگا۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اور جب محض مومن کو کافر کہنے والا کافر ہے۔ تو کامل اور اکمل مومن جو مامور من اللہ ہے نبی اکرم کا نائب ہے۔ جسے نبی اکرم نبی کا معزز خطاب خود دیتے ہیں۔ ایسے کو کافر کہنے والا یا مفتری علی اللہ قرار دینے والا قطعی کافر اور جہنمی نہیں تو اور کیا ہے۔ خواہ وہ بظاہر کیسا ہی ایماندار کیوں نہ ہو۔ وہ ضرور ومن کفر بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون اور فمن تولى بعد ذالك فاولئك هم الفاسقون کے ماتحت کافر ہے۔ ہاں یہ سچ ہے۔ کہ وہ شخص جو ایسے مامور من اللہ کو کافر نہیں سمجھتا۔ اور جو کافر کہنے والے ہیں انہیں غلطی پر یقین کرتا ہے اور حدیث صحیح من قال لاخيه كافر فقد باء باحدهما کے مطابق انہیں کافر جانتا ہے۔ اور نہ ہی اس مامور من اللہ کو مفتری سمجھتا ہے گو ایسا شخص ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوا۔ پر وہ کافر بھی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ منکرین کی جماعت سے الگ ہے۔ اور داخلین کی جماعت کے قریب تر ہے۔ اور ایسے لوگ مزید اطمینان قلب کے لئے طالب حق کی طرح تحقیقات میں ہوتے ہیں۔ اور جلد یا بدیر اس مامور کے ساتھ ہو ہی جاتے ہیں۔ یا اُن کی وہی حالت ہوتی ہے جو آل فرعون میں سے ایک مومن مرد کی تھی۔ جو اپنا ایمان چھپائے رکھتا تھا۔ اور بالآخر اس نے ایمان کا علانیہ اقرار کر لیا تھا۔ بلکہ تمام آل فرعون کو موسےٰ کی تابعداری کی طرف دعوت دی تھی۔ رہا یہ امر کہ مسیح موعودؑ کے منکر کافر کس طرح ہیں۔ سو اصل بات یہ ہے۔ کہ پہلے آپ کے نہ ماننے والوں نے آپ کو کافر قرار دیا۔ اور اس جنون میں فتوے دینے والے ایسے بڑھے کہ الاماں۔ صاف کہدیا۔ کہ جو احمدیوں کو کافر نہ جانے وہ بھی کافر۔ احمدیوں سے سلام علیکم کہنا موجب کفر۔ اور احمدیوں کو لڑکیاں دینا بازاری عورتوں کے پیشے سے بدتر ٹھیرایا ہے۔ اب ان حالات میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جماعت کو علیحدہ کر لیا۔ اور ایسے دشمنوں کو آپ نے کافر قرار دیا۔ اور رہا ان مسلمانوں کو جو ان ناعاقبت اندیش مفتیوں کے باعث حضرت مسیح موعودؑ کو کافر جانتے تھے کافر لکھا ہے۔ با ایں ہمہ جو لوگ حضرتؑ کو کافر کہنے سے انکار کرنے والے ہیں۔ بلکہ کافر کہنے والوں کو جھوٹا جانتے ہیں۔ اور ان میں کوئی نفاق کا شعبہ نہیں بلکہ صدق دل سے ان تمام مولویوں کو جنہوں نے مسیح موعودؑ کو کافر کا فتوے دیا ہے کافر جانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے کھلے کھلے نشانات کا انکار بھی نہیں کرتے۔ تو آپ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے ایسے اشخاص کے مومن ہونے میں کوئی تردد نہیں۔ اور انہیں ہرگز کافر نہیں کہتا۔ مگر وہ جو مجھے کافر کہتے ہیں۔ یا مجھے مانتے نہیں تو وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے کفر کا فتوے لکھنے والے ہیں۔ کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور وہ مجھے مفتری علے اللہ قرار دیتے ہیں اور مفتری علے اللہ سمجھکر مانتے نہیں۔ پس ایسے لوگ بلاشبہ کافر ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ومن اظلم ممن افترى على الله الكذب او كذب بأياته یعنے اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو افترا علی اللہ کا مرتکب ہو۔ اور یا اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جو خدا کی آیات کا انکار کرے۔ پس وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے تو وہ اسی لئے نہیں مانتے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو وہ مفتری علے اللہ جانتے ہیں۔ لھذا وہ اوکذب بأياته کے ماتحت آکر سخت کافر ہوگئے۔ سچ یہی ہے کہ مومن وہی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے کیونکہ تمام مامورین اللہ بحیثیت مامور ہونے کے یکساں ہیں۔ جیسے اگرچہ ایک شخص لا اله الا الله محمد رسول الله کہتا ہو پر وہ حضرت عیسےٰ یا حضرت موسےٰ یا حضرت نوحؑ کا انکار کر دے تو محمد رسول اللہ کہنا اس کے لئے موجب ایمان نہ ہوگا۔ بلکہ ایسے لوگ کافرون حقا کے ماتحت ہیں۔ تو پھر یہ کیا ظلم ہے کہ وہ مامور الٰہی جو ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں تبلیغ کرتا ہے اس کے نہ ماننے سے ایمان باقی رہ جائے۔ دوستو یاد رکھو لا نفرق بين احد من رسله کے ماتحت ضروری ہے۔ کہ سب مامورین کو مانا جاوے ورنہ ایمان کا ایک ذرہ بھی باقی نہ رہیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ تو محمد رسول اللہ صلعم کے موعود ہیں ان کی تکذیب کرنا یا ان کا نہ ماننا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا انکار کرنا ہے۔ بلکہ تمام انبیاء ہی کا انکار ہے۔ پھر تمہیں یہ کیا جھوٹی تسلی ہے کہ مسیح موعودؑ کو نہ مانکر بھی ایمان باقی رہجائیگا۔ دیکھو قرآن میں تو حواریوں کو بھی خدا رسول کا لقب دیتا ہے۔ اور اُن کے نہ ماننے والوں کو عذاب سے تباہ کر دیا۔ جسکے یہ معنے ہیں۔ کہ اُنکے منکر بھی اللہ کے نزدیک کافر تھے۔ اور اس ضلال مبین میں تھے کہ جس میں سے اُن میں کا ایک نکل گیا اور کہہ اٹھا انى امنت بربكم فاسمعون اور حکم ہوا۔ قيل ادخل الجنة۔ پس اگر تم بھی داخل جنت ہونا چاہتے ہو۔ تو مسیح محمدی (جو اسرائیلی مسیح تو کجا اس مسیح سے بھی افضل ہے) کی بیعت کرلو یہی راہ ہے۔ اور اسکے سوا اب کوئی راہ نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کروگے تو خدا اور رسول کے ماننے والے کہلاؤگے۔ ہم ہمیشہ قرآن کریم کو اپنا حکم مانتے ہیں اور اسکے بعد احادیث نبویہ کو پھر اولیاء اللہ کے کلام کو علے حسب مراتب۔ سو ہم قرآن کریم میں آیت استخلاف کے اندر خلفاء محمدی کے منکروں کو ویسا ہی فاسق پاتے ہیں جیسے میثاق النبیین سے منہ پھیرنے والے فاسق ہیں۔ اور ہر دو جگہ لفظ فاسق بمعنے کافر ہے۔ پھر ہم احادیث میں دیکھتے ہیں کہ امام الوقت کا منکر جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ جو کافروں کی موت ہے۔ اور جب اولیاء اللہ کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں سے بھی یہی فتوے ملتا ہے۔ کہ ان کا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ (یہاں منکر کے معنے مکذب یا مکفر کے ہیں۔ ناقل) عوام الناس تو ایک طرف۔ اگر ان سے اونے مقام ولی اللہ کا بھی انکار کریں تو وہ بارگاہ ربانی سے رد کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت سید عبد القادر جیلانی مہدی وسطی نے فرمایا۔ قدمی هذه على رقبة كل ولى الله۔ یعنی میرا قدم تمام ولیوں کے کندھوں پر ہے۔ سب کو میری اطاعت کرنا چاہئے۔ لیکن شیخ صنعان نے اپنے کندھے پر آپ کے قدم ہونے سے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوئروں کے قدم کندھوں پر آئے اور آخر کار شیخ الوقت کے طفیل بچائے گئے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں (یہاں عربی عبارت جو کہ اصل عبارت میں ہے نہیں دیجاتی ہے صرف ترجمہ دیا جاتا ہے۔ ناقل) ترجمہ۔ پس تم پر واجب ہے اطاعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی۔ آپؐ کے بعد خلفاء کی جو ہادی اور مہدی ہیں۔ وہ عقل و فہم کے ستارے ہیں اور ولایت کے آفتاب۔ پس جو اُنکی اطاعت سے مشرف ہوا۔ اس نے کامیابی عظیم پالی۔ اور جس نے ان کی مخالفت کی جہالت سے وہ بہت بڑی گمراہی میں ڈوبا۔ (مکتوب بست و چہارم از جلد اول) اس اقتباس سے ظاہر ہے۔ کہ خلفاء کا منکر گمراہ ہے۔ پس خاتم الخلفاء مہدی موعودؑ کا منکر تو پرلے درجے کا منکر ہوا۔ اب گمراہ کو مومن سمجھنا یا گمراہی کو اسلام سمجھکر دل کو تسلی دے رکھنا کفر نہیں تو کیا ہے۔ مجدد صاحب کے بعد حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مجدد ہوئے ہیں۔ وہ اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے حق میں فرماتے ہیں۔ ترجمہ۔ یعنے میرے رب جل جلال نے مجھے بتا دیا ہے کہ ہمنے تجھے اس طریقت کا امام بنایا ہے۔ ۔۔۔۔ پس مشرق اور مغرب کے تمام لوگ تیری رعیت ہیں۔ اور وہ جانیں یا نہ جانیں۔ تو اُن کا سلطان ہے اگر وہ تجھے پہچانیں تو کامیاب ہونگے۔ اور اگر تجھے نہ جانیں تو خائب و خاسر ہونگے (تفہیمات الٰہیہ)

اب قرآن و حدیث اور مجددان ماسبق کے واضح بیان ہوتے ہوئے اگر اس صدی کے مجدد خاتم الخلفاء اور مسیح موعودؑ نے اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہا تو بالکل درست کہا۔ اگر ہمارے مخالفوں کو کافر کہا جانا برا معلوم ہوتا ہے۔ اور ان میں تخم ایمان واقعی ہے اور وہ حضرت مرزا صاحب کو مومن جانتے ہیں۔ تو پھر وہ صاف اعلان کریں کہ ہم اُن تمام مولویوں سے جو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں۔ علیحدہ نہیں بلکہ ان مولویوں کو جو مومن کو کافر کہتے ہیں حسب منشاء قرآن و حدیث کافر جانتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی کھلی آیات کا بھی انکار نہ کریں تو پھر ہم پر حرام ہوگا کہ ہم انہیں کافر کہیں۔ اور یہی ایک شرط ہے۔ جو حضرت مرزا صاحبؑ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے ایسے لوگوں کیلئے پیش کی تھی۔ چنانچہ بدر محررہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء میں آپ کے الفاظ اس طرح درج ہیں:- "اور جو ہمیں کافر نہیں کہتا ہم اسے ہرگز کافر نہیں کہتے"

"یہاں تک تو آپ نے اپنا وہ عقیدہ بیان کیا ہے۔ جو ابتداء سے آخر تک اپنے نہ ماننے والوں کی تکفیر کے متعلق رہا اور جسے آپ نے ہمیشہ بیان کیا ہے۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ تریاق القلوب میں مندرجہ عقیدہ پر آپ آخر تک قائم رہے۔ اور حقیقۃ الوحی میں جو آپ نے لکھا ہے کہ مجھے کافر کہنے والا اور نہ ماننے والا یکساں ہے اور وہ کافر ہے یہ بیان تریاق القلوب والے پہلے بیان اور حضرت مسیح موعودؑ کے آخری بیان کی تردید نہیں بلکہ حقیقۃ الوحی کا بیان بھی وہی ہے جو اول اور آخر آپ کا عقیدہ رہا۔ چنانچہ حقیقۃ الوحی میں حضرتؑ نے یہ کھول کر بیان کر دیا ہے کہ کافر کہنے والا اور نہ ماننے والا کن معنوں میں یکساں ہیں آپؑ فرماتے ہیں کہ جو مجھے نہیں مانتا آخر وہ مجھے مفتری علی اللہ سمجھکر ہی نہیں مانتا اور مفتری علی اللہ کہنے والا اور کافر کہنے والا برابر ہیں پس یہ بات صاف ہوگئی۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ ان لوگوں کو جو آپ کو مفتری علی اللہ یا کافر نہیں سمجھتے۔ اور باایں ہمہ وہ بیعت میں داخل بھی نہیں انہیں کے حق میں فرماتے ہیں۔ کہ میں ان کو کافر نہیں کہتا بلکہ حقیقۃ الوحی میں اسی جگہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر ایسے لوگ اعلان کر دیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو مفتری علے اللہ یا کافر نہیں سمجھتے۔ بلکہ جو لوگ مرزا صاحبؑ کو کافر کہتے ہیں اُنکے نام بنام شائع کریں کہ وہ خود ہی کافر ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب مومن ہیں۔ تو آپ فرماتے ہیں کہ مجھ پر حرام ہوگا اگر میں اُن کے ایمان میں شبہ کروں۔ اب ظاہر ہے کہ یہ الفاظ احمدیوں کے حق میں تو ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ ان کا ایمان تو ظاہر ہے شبہ کرنا یا نہ کرنا ان کے حق میں نہیں ہے۔ بلکہ انہیں کے متعلق ہے جو مرزا صاحب کی بیعت میں نہیں ہیں۔ اور جنکے مومن اور کافر ہونے کا آپ ذکر فرماتے رہے ہیں۔ پس اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ابتداء سے آخر تک حضرت اقدس انہیں کو کافر کہتے رہے جو آپ کو کافر یا مفتری کہتے رہے اور ایسے ہی لوگوں کے حق میں حضرت اقدس کو الہاماً بھی بتایا گیا کہ وہ کافر ہیں۔

اس کے بعد (یہاں ایک سوال و جواب کی طرف اشارہ ہے جو ۲۷ مئی شروع)

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا

بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار

پیغام صلح

لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ سے ششماہی سے سہ ماہی چہ طلبا سے سالانہ چار روپے آٹھ آنے للعہ

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | شنبہ ۷ شوال المکرم ۱۳۳۴ ہجری | ۲۷ اگست ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۱

قرآن اور فلسفہ السنہ

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا

گذشتہ سے پیوستہ

وہی قوم اور وہی نسلیں جو اس وقت اُس زبان کو بولتی ہیں اُس زمانہ میں رفتہ رفتہ نئے نئے الفاظ داخل کرتی رہتی ہیں۔

جو لڑکے اور لڑکیاں اچھی طرح ابھی بول بھی نہیں سکتے منہ سے کوئی نہ کوئی لفظ نکال دیتے ہیں۔ حالانکہ اُنھوں نے وہ الفاظ کبھی سنے بھی نہیں ہونگے۔ جو وہ بول رہے ہیں۔ یہ اس واسطے کہ قدرت نے اُن کی طبائع میں ملکہ تکوین رکھ چھوڑا ہے۔ اس سے زیادہ اور کونسی دلیل اس بات کی ہوگی کہ انسان کی طبیعت میں ہی ایسا ملکہ تکوین رکھا گیا ہے اور انسان اپنی طبیعت میں ہی ایسی قوت رکھتا ہے جو ضرورت پر الفاظ بنا سکتی یا گھڑ سکتی ہے۔

یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ قرآن مجید کے پہلو نے بیان سے کہ لفظ آدم میں کل انسانی نسلیں شامل ہیں اور یہ ذکر کل انسانوں کا ہے یا انسانی ذریات کا۔ یہ کہنا کہ صرف حضرت آدم علیہ السلام ہی کو یہ ملکہ دیا گیا تھا درست نہیں۔ بلکہ انسانی فطرت میں ہی یہ ملکہ بطور ایک ورثہ کے ودیعت کیا گیا ہے۔ الولد سر لابیہ۔

تیسرا لفظ اس آیت کریمہ میں اسماء کا وارد ہوا ہے۔ یہ فرمایا گیا ہے کہ سب چیزوں کے اسماء سکھلائے یا بتاتے گئے۔ اس میں لطافت اور خوبی یہ ہے کہ علمی یا ادبی دنیا کا شروع بہ رنگ اصول اسماء سے ہی ہوتا ہے۔ اول اسم ہے اور ازاں بعد فعل دیکھو صرف و نحو میں سب سے پہلے اسم ہی کی بحث پڑھائی جاتی ہے۔ اسم ہی کا یہ سب ظہور ہے اور اسم ہی کے ساتھ یہ تمام ہستیاں وابستہ ہیں۔ انسان کو سب سے اول اسماء کی ضرورت تھی اور اسماء ہی سے اس کے تمام کاروبار شروع ہوتے ہیں اسماء ہی پر اُس کا دار و مدار ہے۔ اور اسماء ہی اُس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ افعال اسماء کے تابع ہیں۔ انسان بذات خود ایک اسم ہی تو ہے اس واسطے لازمی تھا کہ ملکہ تکوین اسماء ہی اُس کی طبیعت اور اُس کے ذہن میں رکھا جاتا۔ اُس کا کام اسم ہی سے شروع ہوتا ہے اور اسم پر ہی ختم بھی ہو جاتا ہے۔

چوتھا لفظ کلہا ہے مطلب یہ ہے کہ سب اسماء یا سب اشیاء کے نام اُس کو سکھاتے یا بتاتے گئے سکھانے یا بتانے سے وہی مراد ہے جو ہم اوپر کی سطروں میں ظاہر کر چکے ہیں۔ یعنی ایک ملکہ تکوین انسان کی طبائع میں رکھ دیا گیا ہے۔ اس اصول کے ماتحت اس کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہر ایک چیز کے نام حضرت آدم علیہ السلام کو حفظ کرائے گئے تھے۔ کیونکہ اُس وقت تو سب چیزیں موجود نہ تھیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں ملکہ تکوین الفاظ اس خوبی۔ عمدگی۔ وسعت اور جامعیت سے رکھا گیا ہے کہ احساس ضروریات پر انسان ہر ایک قسم کے الفاظ بنا سکتا ہے۔

اب ہر ایک شخص عملی رنگ میں یہ دیکھ سکتا ہے کہ ضرورت کے پیش آنے پر انسان ایسا کر سکتا ہے۔ اور روز کرتا ہے جب ہم کسی نئی چیز کو دیکھتے ہیں اور اُس کی تعریف اور اُس کے نام سے ناواقف ہوتے ہیں۔ تو اُس کو دیکھتے ہی ہمارے دل میں آتا ہے کہ اس کا نام اور اس کی کیفیت دریافت کریں جب ہمیں کوئی دوسرا شخص بھی اس کا نام بتانے سے قاصر رہتا ہے تو پھر ہم خود اپنے اجتہاد سے اُس کا کوئی نہ کوئی نام رکھ دیتے ہیں۔ اور اجتہادی تعبیر کرنے کے بعد اُس کی اشاعت میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

ہم ضرورت کے احساس پر ایسا کرنے یا ایسا سوچنے کے کیوں عادی ہیں اس واسطے کہ قدرت نے ہماری فطرت میں ایسا ملکہ تکوین ودیعت کر چھوڑا ہے۔ یہ کل زبانیں اور کل زبانوں کے الفاظ اسی طرح بنے اور بنائے گئے ہیں پہلے پہل لوگوں نے اشارات کنایات سے کام لیا اور رفتہ رفتہ ملکہ تکوین کا زور اور ظہور ہوتا گیا جس طرح اب بھی بچے اشارات اور کنایات سے اول اول کام لیتے ہیں اور تھوڑا سا ہوش پکڑنے کے بعد منہ سے الفاظ نکالنے لگ جاتے ہیں شروع شروع میں تلفظ کچھ درست نہیں ہوتا رفتہ رفتہ وہ بھی صحیح و درست یا پختہ ہوتا جاتا ہے۔

شروع شروع میں بچے پانی (دانا منا) کہہ کر مانگتے ہیں ذرا ہوش سنبھالنے پر پانی کہنے لگ جاتے ہیں۔ بیشک یہ بھی درست ہے کہ ماں باپ یا اور گھر والوں سے سن سن کر پانی سیکھتے ہیں مگر بحث تو یہ ہے کہ خود اُن کی طبیعت بھی تخلیق الفاظ کا ملکہ اور مادہ رکھتی ہے اور وہ اُن کے عمل سے ثابت ہے شروع شروع میں جس کے منہ سے اُس ضرورت پر لفظ پانی نکلا تھا وہ بھی کچھ اور ہی بولا ہوگا۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ اُس کا یہ تلفظ ہو گیا۔ بچوں کی یہ کیفیت اور حالت اس پر شاہد ہے کیونکہ ہم بھی سب کے سب بچے ہی تو تھے اور اُسی رنگ میں بولنے چالنے بھی تھے۔

اب آپ سمجھ گئے ہونگے کہ قرآن کریم کا فلسفہ کیسی اعلیٰ اور کیسی دانشمندانہ ہے اور کیسی خوبصورتی اور وسعت سے انسان اُس پر عمل کر رہا ہے یہ سب زبانیں اور ان سب زبانوں کے الفاظ انسان ہی کی طبائع کا اثر اور اندوختہ ہیں۔ جس ملکہ کی بدولت انسان انکے بنانے پر کامیاب ہوا ہے وہ ملکہ خود قدرت نے اُس کی طبیعت میں ودیعت کیا ہے۔ اور اس میں باوجود خرچ کرنے کے بھی کمی نہیں آتی بلکہ بڑھتا رہتا ہے یہ وہ کمال انسان کے حصے میں آیا ہے کہ دوسری ساری کائنات سفلی اس سے محروم ہے۔

انسان جو کچھ بولتا ہے اور جو کچھ سنتے ہیں یہ اُس مشین نطق سے نکلتا ہے جو ہماری طبیعت میں رکھدی گئی ہے۔ دور نہ جاؤ تم کبھی خود ہی اکیلے بیٹھکر بیساختہ الفاظ رٹنے لگ جاؤ تم خود حیران ہوگے کہ تمہارے اندرون میں کس قدر ذخیرہ الفاظ کا بھر دیا گیا ہے۔ اور کس سہولیت سے وہ نکل رہا ہے۔ نہ تو اُس میں کچھ کمی ہوتی ہے اور نہ کوئی نقص آتا ہے۔ یہ رہنے دو کہ ایسے الفاظ کس قسم کے نکلتے ہیں اُن کے کچھ معنی ہوتے ہیں یا بے معنی ہی نکلتے ہیں۔ بحث معنی اور بے معنی کی نہیں ہے۔ بحث اس بات کی ہے کہ انسانی طبیعت کس خوبصورتی سے الفاظ رٹنے میں مشاق ہے۔

دیکھو ایک گونگا بھی زور لگاتا ہے کہ منہ سے کچھ نہ کچھ نکال دے۔ مگر چونکہ اُس کا آلہ نطق درست نہیں ہوتا اس واسطے وہ بول نہیں سکتا۔ ورنہ وہ بھی کوئی نہ کوئی لفظ ہی نکالنا اور بولنا چاہتا ہے۔ یہ اور بھی ثبوت اس امر کا ہے کہ انسانی طبیعت ہی میں بولنے اور متلفظ ہونے کی قوت اور ملکہ رکھدیا گیا ہے اور انسان ایک خوبصورتی کے ساتھ متلفظ ہوتا اور مختلف الفاظ رٹتا جاتا ہے

اس قرآنی فلسفہ سے ہم ایک نئے رنگ میں فلسفہ زبان پر بحث کرنیکی ایک خوش آیند سبیل پاتے ہیں اور ہمیں قرآنی فلسفہ کے ماتحت یہ دریافت کرنے کی خوشی ہوتی ہے کہ یہ تمام زبانیں اور ان تمام زبانوں کے تمام الفاظ وہبی ملکہ کے تابع اور فطری ہیں اس فلسفی کے ماتحت قرآن مجید میں ایک اور موقع پر یہ بھی آیا ہے کہ زبانوں کا اختلاف بھی قدرتی ہی ہے۔ یہ ثبوت ہے اس کا کہ ملکہ تکوین یا ملکہ تدوین الفاظ اگرچہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایک ہی حقیقت رکھتا ہے لیکن اس کی کیفیات باعتبار بعض امتیازات کے جداگانہ ہیں اور اُنہی جداگانہ کیفیات کے ماتحت زبانوں اور الفاظ السنہ میں فرق پڑ جاتا ہے۔ اور ایک زبان دوسری زبان سے بہ بعض وجوہ مختلف ہوتی ہے۔

جس طرح انسان کی اور قوتیں اور دیگر جذبات باوجود وحدت نوعیت کے مختلف آثار اور تاثیرات و تصرفات رکھتے ہیں اسی طرح یہ ملکہ لسانی بھی مختلف رنگوں میں عمل پذیر ہوتا ہے۔

ضروریات زندگی اور دیگر مناظر ماحول کے نامد ہونے کی وجہ سے اس ملکہ لسانی کے تصرفات لسانی میں فرق ہوتے ہوتے زبانوں اور الفاظ کے مختلف ہونے کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور یہاں تک کہ گویا

اپنا معلوم ہوتا ہے کہ ہر زبان کا ملکہ بجائے خود ایک جداگانہ ملکہ ہے۔ اور ایک ملکہ لسانی کو دوسرے ملکہ لسانی سے کچھ نسبت نہیں ہے

ایک حکمت فطرت اور شناسائے قدرت ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ میں ایسے حقائق بھی شامل ہیں اس فلسفہ پر بھی غور کرو اور دیکھو کہ قرآن مجید کس لطافت اور کس خوبی سے فلسفہ پر غور کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اور توجہ دلاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار (سلطان احمد از جہلم)

پیغام صلح۔ جناب مرزا صاحب کے اس مضمون سے چونکہ زبان کے الہامی ہونے کا مسئلہ موجودہ مذہب پر پڑتا ہوا نظر آتا ہے

فہرست رقوم چندہ عید فنڈ و صدقہ فطر

جو جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایبٹ آباد در موقع واتہ میں وصول کی ہیں۔

نام	نظرانہ	عیدفنڈ	میزان الکل
(۱) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب	عاہ	عہ	سے
(۲) ماسٹر الہ دین صاحب	عہ	عہ	عاہ
(۳) محمد عجب خانصاحب	عہ	عاہ	ے
(۴) محمد خاں صاحب کمپونڈر کیمبل پور	عہ	.	عہ
(۵) ڈاکٹر بشارت احمد صاحب	ہے ۴	عہ	للعہ ۴
(۶) شیخ نور احمد صاحب	ے	عاہ	عہ ۲
(۷) حضرت مولوی محمد علی صاحب	عہ ۸	عہ	عاہ ۸
(۸) شیخ غلام محی الدین صاحب	عہ	عہ	عاہ
(۹) قاضی سمیع اللہ صاحب	۹	عہ	عاہ
(۱۰) سید حبیب اللہ شاہ صاحب	۶	.	۶
(۱۱) مولوی جلال الدین صاحب	۳	عہ	عہ ۳
(۱۲) صدیق حسن خان صاحب	۳	.	۳
(۱۳) بابو محمد صاحب	.	عہ	عہ
(۱۴) سردار عبد الحمید خانصاحب	عہ	عہ	عاہ ۴
(۱۵) چودھری محمد حسن صاحب	۹	عہ	عاہ ۹
(۱۶) الٰہی بخش صاحب	۳	.	۳
(۱۷) اللہ بخش صاحب	۴	.	۴
(۱۸) مولوی محمد دین صاحب	۳	.	۳
(۱۹) خواجہ عزیز دین صاحب	.	عہ	عہ
(۲۰) خواجہ کمال الدین صاحب	عاہ ۱۰	عہ ۲	للعہ
(۲۱) ملک صاحب	عہ	.	عہ
(۲۲) میرزا نیاز بیگ صاحب	.	عہ	عہ
(۲۳) ماسٹر محمد یوسف صاحب	۱۲	عہ	عاہ
میزان	[illegible]	[illegible]	[illegible]

فہرست چندہ جماعت احمدیہ واتہ

صدقات برائے اشاعت اسلام

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب عہ مولوی محمد یٰسین صاحب عہ
مولوی عبد الغنی صاحب عہ ڈاکٹر عنبر اللہ صاحب عہ
علا دین محمد صاحب ۸ منشی محمد اکرم صاحب عہ
سید احمد صاحب ۱۲ پیر زماں شاہ صاحب ۸
میر جی محمد سرور شاہ صاحب عہ فضل الدین صاحب ۸
نادر کاردار ۸ عبد اللہ ۸ اللہ دین کاکا ۸
عبد القیوم حفظہ اللہ میر جی حیات علیشاہ صاحب عہ
میر جی حیات علیشاہ عہ مظفر شاہ ۸ ہدایت اللہ ۸
محمد حسن ۳ محمد اکبر ۲ میزان الکل [illegible]

عید فنڈ میر حیات علی شاہ صاحب عہ
میر عبد القیوم شاہ عہ
خواجہ کمال الدین صاحب [illegible]

میزان [illegible]

فہرست چندہ انجمن احمدیہ شملہ معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر بابت ماہ اگست سنہ ۱۶ء
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل برانچ پریس [illegible]
بابو فضل محمد صاحب ریڈر [illegible] بابو حفیظ و خانصاحب ریڈر [illegible] بابو بخش اللہ اسلام
صاحب ریڈر [illegible] شیخ اللہ دین صاحب کمپوزیٹر [illegible] بابو عبد الصمد صاحب کمپوزیٹر [illegible]
[illegible] علی صاحب کمپوزیٹر [illegible] مولوی عبد اللہ صاحب کاتب [illegible] بابو عبد الرحیم صاحب
نقشہ نویس [illegible] میزان الکل [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد نہم پنجشنبہ ۲۷ اگست سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۲۱

حضرت خواجہ صاحب کی روانگی انگلستان

آخر وہ مقدس انسان جو مسیح موعود کے فیض صحبت سے متاثر ہو کر اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت و محویت میں اپنا سب کچھ بھلا چکا ہے جس نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے میں وہ عملی نمونہ دکھایا کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں تو کم از کم مل نہیں سکتی۔ گذشتہ شب (مورخہ ۲۵ اگست سنہ ۱۹۱۶ء کو) اپنے وطن مالوف کو ایک دفعہ پھر خیر باد کہہ گیا۔ اور دین کی راہ میں پھر شہید ہونے کے لئے دور دراز کے ہولناک سفر پر روانہ ہو گیا وہ لوگ جو حدیث نبوی لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔ کا کوئی صحیح نقشہ دیکھنا چاہتے ہیں جنہیں یہ محال نظر آتا ہے کہ وہ آنحضرت صلعم کی محبت میں اپنا سب کچھ فدا کر دیں جنہیں اس بات پر ایمان نہ ہو کہ دنیا میں کوئی شخص اس قسم کی فدائیت وفنائیت کا صحیح اور سچا عملی نمونہ کبھی دکھا سکتا اور قال سے نکلکر حال تک بھی پہنچ سکتا ہے وہ آئیں اور خواجہ کمال الدین کے کمال کو ملاحظہ کریں جو اب دوسری دفعہ اپنے آپ کو قربان کرتا اور اپنی گردن کو الٰہی مذبح پر بلا چون وچرا رکھ دیتا ہے جیں تو ہمنے خواجہ صاحب کا کوئی دن اور کوئی منٹ ایسا نہیں دیکھا جو رضائے الٰہی کی کشش وجذب کے بغیر یونہی ضائع چلا جائے۔ ویسے تو آپ ہر وقت اور ہر دم اپنی جبین نیاز کو اس مولا کریم کے ہی آستانہ پر رکھے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ خاص موقعہ جسے آپ کی روانگی انگلستان کے نام سے پکارا جا سکتا ہے جس روانگی میں آپکے مد نظر کوئی دنیوی اغراض نہیں بلکہ خالص دینی خدمت اور تبلیغ اسلام آپ کے پیش نظر ہے اپنے اندر ایک خاص کیفیت ایک خاص جذبہ قربانی ایک خاص جوش محبت وفنائیت کو لئے ہوئے ہے۔ جس سے اہل بصارت وبصیرت خاص اسباق حاصل کر سکتے اور اس زندہ نمونہ کی تقلید میں خود بھی دین کو دنیا پر مقدم کر کے دکھا سکتے ہیں۔ لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید

ہم ان ضروری اسباق کو جو اس ضروری موقع پر ایک مومن کے پیش نظر ہونے چاہئیں کسی آئندہ اشاعت میں خود حضرت خواجہ صاحب کی زبانی تفصیل کے ساتھ دوہرائینگے۔ جو گویا آپ کے اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ ہوگا۔ جو اپنی روانگی کے دن آپ نے مسجد احمدیہ میں پڑھا۔ اور ایک مسلم کی زندگی کا وہ اعلیٰ نصب العین بتایا جو انا للہ وانا الیہ راجعون کے قرآنی ارشاد میں مضمر ہے بیاں ہم صرف آپ کی روانگی کے وقت کے چند ضروری حالات کا ذکر کرنا چاہتے ہیں حضرت خواجہ صاحب کے عزم روانگی کی اطلاع پاکر ہمارے بہت سے بیرونی دوستوں کی محبت نے جوش مارا اور آپکی ملاقات اور مشایعت کے لئے وہ لاہور آئے جنہیں سیالکوٹ اور وزیر آباد کے احباب بہت کثرت سے شامل تھے۔ ان احباب میں سے شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ۔ ماسٹر الہ دین صاحب شیخ نیاز احمد صاحب شیخ محمد جان صاحب کے اسمائے گرامی کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فیروز پور سے بھی جناب خانصاحب میاں غلام رسول خاں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سید امیر علی شاہ صاحب پنشنر تشریف فرما ہوئے۔ علاوہ ازیں کل صبح سات بجے کی گاڑی میں حضرت امیر ایدہ اللہ بھی حضرت خواجہ صاحب کی مشایعت کے لئے واپس لاہور ہوئے جن کے استقبال کے لئے بہت سے احباب سٹیشن پر موجود تھے۔ غرض کل تمام دن

یہاں احباب کی آمد اور ملاقات میں صرف ہوا۔ جمعہ کا دن اور بھی رونق اور بہت سے مقامی اصحاب کی خوشنودی کا موجب تھا۔ خطبہ جمعہ حضرت خواجہ صاحب نے پڑھا اور اس میں ایک مسلم کی زندگی کا صحیح اور اعلیٰ نصب العین بتایا جو سے ہر ایک قربانی کے لئے تیار کر دیتا ہے اس کا خلاصہ انشاء اللہ کسی آئندہ اشاعت میں دیا جائیگا پرسوں بروز جمعرات حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کی دعوت کی۔ کل بروز جمعہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کے ساتھ دیگر بیرونی مہمانوں اور بعض مقامی دوستوں کی بھی ضیافت کی ایسا ہی شام کو حضرت مرزا صاحب نے بھی کھانا کھلایا۔ سٹیشن پر احباب احمدیہ کے علاوہ شہر کے دیگر معززین بھی حضرت خواجہ صاحب کو ملنے کے لئے آئے جن میں آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع صاحب سی۔ آئی۔ ای مولوی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار شیخ محمد شاہ نواز صاحب بی اے ایل ایل بی ٹرین معمولی وقت سے ایک گھنٹہ لیٹ تھی اسی وجہ سے احباب کو بہت دیر تک آپ کی خدمت میں حاضر رہنے اور مصافحہ وملاقات کرنے کا موقعہ ملتا رہا۔ جس کے ساتھ بے اختیار دل سے یہ دعا نکلتی تھی ۔۔

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

اللہ تعالیٰ آپ کے اس سفر کو مبارک کرے۔ اور ہر ایک آفات ارضی وسماوی سے محفوظ ومصئون رکھے اور سلامتی کے ساتھ منزل مقصود پر پہنچائے۔ نیز آپ کو اس عالیشان قربانی کے بیش از بیش ثمرات سے متمتع فرمائے آمین حضرت خواجہ صاحب کی

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب کا ایک اور تازہ خط

چھ اشخاص کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے خط کو میں نے سمجھا تھا کہ غالباً آخری خط ہوگا۔ جو یہاں سے میں لکھونگا۔ لیکن اس ہفتہ چند سطور اور لکھتا ہوں۔

اس ہفتہ چھ اشخاص کو اللہ تعالیٰ نے اسلام جیسی نعمت عظمیٰ عطا کی۔ مجھے اور مسلمانوں کو بہت بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان میں ایک تو عمر رسیدہ تجربہ کار خاتون ہیں۔ جن کا نام مسز سمتھ ہے۔ اور دو اُن کی صاحبزادیاں ہیں۔ ان کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ۲۲ سالہ ہے جو اس گھر میں سب سے پہلے مسلمان ہوئیں ان کو اسلام اختیار کئے سال بھر کا عرصہ ہوتا ہے ان کا نام فاطمہ ہے اور ہماری محبۃ مکرمۃ ہیں یہ خاندان ووکنگ میں سکونت گزیں ہے ۔۸ مہینے سے یہاں آئے ہیں ابھی ان کی ایک صاحبزادی دائرہ اسلام میں نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ انکو انشراح صدر عطا فرمائے۔ ان کے اسلام لانے پر ووکنگ میں تین گھر ایسے ہو جائینگے جن کے سارے کے سارے ممبر پانچ پانچ کی تعداد میں مسلمان ہیں۔ علاوہ اور گھروں کے جن میں کہیں ایک کہیں دو کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے۔ علاوہ ان تین کے ایک بلجیم کی خاتون جو اٹلی۔ فرانس۔ جرمنی اور دیگر ممالک کی سیر وسیاحت کردہ ہیں۔ اور آج کل بلجیم کی تباہی کی وجہ سے اس ملک میں قیام پذیر ہیں۔ وہ اور آن کی خورد سالہ لڑکی مسلمان ہوئیں ان کو مختلف مذاہب پر غور کرنے کا موقعہ ملا ہے لیکن وہ کہتی ہیں کہ اسلام کے متعلق جو کچھ بھی علم حاصل ہوا غالباً حاصل ہوا۔ اور اب جو کچھ اسلام کے متعلق چند ہفتوں میں سنا یا پڑھا وہ وہی ہے جو میری فطرت کا تقاضا ہے۔ اور جو نقشہ کسی عمدہ سے عمدہ مذہب کے متعلق میرے تصور میں آتا تھا وہ میں نے اس فطری مذہب میں دیکھا مجھے ان کے اخلاص اور محبت پر رشک آتا ہے۔ ہر اتوار گرجا میں صرف کرکے بعد اپنی صاحبزادی کے یہاں تشریف لاتی ہیں چھٹے صاحب مسز آمینہ سکیس بی کی صاحبزادی ہیں اس خاندان کے چار ممبر پہلے تین مسلمان ہو چکے تھے اب سارا خاندان مشرف باسلام ہو گیا ہے اس خاندان میں سب سے پہلے کی صاحبزادی مسلمان ہوئی تھیں مسجد ووکنگ میں وہ ایک مسئلہ پوچھنے آئیں۔ اور مسلمان ہو گئیں اس کے بعد ان کی والدہ ماجدہ جن کی عزت میرے دل میں بہت بڑی ہے مسلمان ہوئیں پھر انھوں نے ۶۔۷ اشخاص کو مسلمان کیا۔ اور اپنے

...بیان کئے ہیں۔ یہ بحث ایک طویل بحث ہے۔ اور ہم کسی آئندہ وقت پر اس پر کچھ لکھیں گے۔ لیکن جہاں تک ہماری تحقیق ہے وہ یہ ہے کہ فلسفہ جدید اور فلسفہ قدیم اس ایک سوال میں ایک دوسرے کے مقابل نقیضین پر ہیں۔ فلسفہ قدیم کا نچوڑ یہ ہے۔ کہ انسان ارذل سے ارذل مقام پر ہے۔ وہ نفرت، حرص و ہوا کا شکار اور نفسانی حوائج کا پابند اور اپنے اصول کا غلام اور اپنے مصائب سے نجات پانے سے ناقابل ہر قسم کی خیر و خوبی سے عاری ہے۔ یہی حقیقت دراصل اُن عقائد مختلفہ میں مضمر ہے جس کا نام تناسخ، کفارہ، مزدا ابن اور نیا گیان ہے۔ اور کوئی مشکل نہ تھا کہ یہ فلسفہ طبیعت انسانی میں شرک اور اوہام پرستی پیدا کرتا۔ اس کے بالمقابل فلسفہ جدید کی بنیاد مسئلہ ارتقاء پر ہے۔ جس کے باعث تسلیم کر دیا گیا ہے کہ انسان کی استعدادیں اعلیٰ سے اعلیٰ اور اس کی ترقیات لامحدود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں زمانہ قدیم عموماً شرک اور اوہام پرست ہے۔ زمانہ جدید دہریہ اور آزاد خیال واقع ہوا ہے۔ حالانکہ اگر انسان کی حقیقت پر غور کیا جاوے تو یہ دونوں فلسفے جزواً صحیح اور جزواً غلط ہیں۔ انسان میں بیشک اعلیٰ سے اعلیٰ استعداد ہے لیکن اس میں ادنیٰ سے ادنیٰ مقام پر پہنچنے کی بھی استعداد ہے۔ یعنی اگر وہ علیین پر جا سکتا ہے۔ تو اسفل السافلین تک بھی پہنچ سکتا ہے۔

آدمی زادہ طرفہ معجونے است
از فرشتہ سرشتہ از بہر حیوان

الغرض فلسفہ جدید و قدیم دونوں کو ملا کر حقیقت انسان مکمل ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب انسان میں دونوں قسم کی استعدادیں ہیں کہ وہ ارذل سے ارذل مقام پر بھی جا سکتا ہے جیسے کہ فلسفہ قدیم کا خیال تھا اور وہ اعلیٰ سے اعلیٰ استعدادیں بھی رکھتا ہے اور اس کی ترقی بھی لامحدود ہے۔ جیسے کہ فلسفہ جدید کا خیال ہے۔ تو پھر کس طرح وہ آخر الذکر خیال کو قائم کرے۔ اور اول الذکر سے بچے تو ہمیں واقعات عالم یہی بتلاتے ہیں کہ وہی انسان جب اچھے اصولوں پر کاربند ہو جاتا ہے تو معزز و بامراد ہو جاتا ہے۔ اور وہی انسان جب اچھے اصولوں کی مخالفت اور اُن کا مقابلہ کرتا ہے تو خصائل رذیلہ اختیار کر لیتا ہے۔

مذہب چند رسمی عبادات۔ قربانیوں اور دعاؤں کا نام نہیں۔ مذہب تو فلسفہ زندگی ہے۔ دستور العمل زندگی ہے۔ اور مذہب کا پہلا فرض ہے کہ انسان کو ان حقائق سے آشنا کرے۔

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اور کتب مذہب نے اس سوال پر کہاں تک روشنی ڈالی ہے۔ ہاں جو قرآن نے فرمایا ہے اور ایسے وقت فرمایا ہے جب فلسفہ جدید اور ارتقاء کی تھیوری کے جنم میں صدیاں باقی ہیں وہ اس عقدہ کو حل کر دیتا ہے۔ فرمایا۔

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددنٰه اسفل سافلین الا الذین آمنوا و عملوا الصٰلحٰت فلهم اجر غیر ممنون

تحقیق انسان کو ہم نے بہترین استعدادوں کے ساتھ پیدا کیا اس میں ادنیٰ سے ادنیٰ مقام کی طرف جانے کی استعدادیں رکھدیں ہاں انسانوں میں وہ جو عمدہ اصولوں اور صداقتوں کو جو ہم بیان کرتے ہیں قبول کر لیتے ہیں۔ اور ان پر حسن عمل کو مرتب کرتے ہیں۔ ان کی ترقیات لامحالہ لامحدود ہونگی۔

اب یہ حقیقت ہے جس کا تعلیم کرنا ایک ناطق اور خاتم مذہب کا فرض ہے سو قرآن نے سب سے اول زمانہ میں تعلیم کی اب اس حقیقت کو اور واضح اور روشن کرنے کے لئے قرآن نے بطور شہادت اور نظائر قوموں کو پیش کیا۔

والتین والزیتون وطور سینین وهٰذا البلد الامین

اس کو دیکھو جس کا تعلق طین اور زیتون والی پہاڑی سے ہے۔ اس کو دیکھو جو طور سینا سے تعلق رکھتا ہے۔ پھر اس کو دیکھو جو مکہ سے تعلق رکھتا ہے۔

یعنی جناب مسیح۔ جناب موسیٰ اور آنحضرت صلعم اپنے اپنے وقت چند صداقتوں کو لائے اور اُن صداقتوں کو اُنھوں نے تعلیم کیا۔ ایک جماعت نے اُن صداقتوں پر ایمان لا کر عمل کیا ایک جماعت نے اُن کی مخالفت کی پھر جو ایمان لا کر عامل ہوئے انھوں نے کیسی اعلیٰ شان کی ترقیات کیں اور کیسی قسم کی اعلیٰ استعدادوں کا اظہار کیا بالمقابل جنھوں نے ان بزرگوں کی شریعت کو حقارت سے دیکھا اور اُن پر نہ چلے تو وہ کیسے رذیل اخلاق والے ثابت ہوئے اور کس پستی میں گر گئے الغرض یہ حقیقت قرآنی فتوں کی لیکن عدم تدبر اور تعصب کا ستیاناس ہو جنھے ایسے پر حکمت انداز کلام پر اعتراض کروائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ سہ شنبہ ۲۹۔ اگست ۱۹۱۶ء نمبر ۲۲

پیغام صلح کا منہاج
بہ تعلق
اختلاف جماعت احمدیہ

(از حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ ایل۔ ایم۔ ایس لاہور)

قریباً دو سال ہوئے جب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب نے ولایت سے واپس آتے ہی جماعت کو اصل متنازعہ فیہ امور کی طرف متوجہ کیا۔ اور احمدی احباب پر یہ ظاہر کیا کہ ہم میں اور میاں محمود احمد صاحب اور اُن کے وابستگان میں کسی عہدہ خلافت وامارت کا تنازعہ نہیں اور اگر یہ تنازعہ ہوتا بھی تو کبھی کا مٹ جاتا اور غالباً میاں صاحب موصوف کے حق میں ہم فیصلہ کر دیتے کیونکہ جس بات کی انھیں خواہش تھی اور ہے اس سے ہم بالکل الگ ہیں۔ یعنی ہم میں سے ایک کو بھی شوق خلافت نہیں۔ ہم میں اور میاں صاحب میں عقائد اور اصول کا تنازعہ ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔ اگر میاں صاحب اب بھی ان عقائد باطلہ سے رجوع کریں اور صدر انجمن احمدیہ کو اس صورت میں لے آویں جس پر حضرت مرزا صاحب نے اسے چھوڑا تو پھر ہمیں میاں صاحب سے کوئی ذاتی عناد نہیں ہے۔

ہم میں ان میں ذیل کے تنازعات ہیں

(۱) ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں اور ہرگز نہیں مدعی نبوت بقول حضرت مرزا صاحب کاذب و کافر ہے۔ ہاں مرزا صاحب اس صدی کے مجدد ہیں اور جس طرح کل مجددین۔ اور اکابر اولیاء امت بقول حضرت مرزا صاحب نبی نہیں۔ بلکہ رنگ انبیاء میں رنگین ہوتے ہیں۔ جیسے کہ آپ نے ۱۹۰۳ء میں کتاب مواہب الرحمٰن میں لکھا

"و خدا را مکالمات و مخاطبات است با اولیائے خود در ایں امت وایشاں رنگ انبیاء داده میشوند و در حقیقت انبیاء نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیده است"

اس رنگ نبوت میں حضرت مرشد و امام بوجہ کمال رنگین تھے۔ اور میاں محمود صاحب امام قادیان جدید کا یہ عقیدہ غلط ہی نہیں بلکہ حضرت اقدس پر بہتان ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی تھے حضرت نے خود اس امر کو اپنے پر بہتان کہا ہے۔

(۲) غیر احمدی اس لئے کافر نہیں ہو سکتے کہ وہ حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل نہیں۔ ہاں ایک مسلم اور مومن کا مکفر خود کافر ہے اور میاں محمود احمد صاحب کا یہ عقیدہ کہ غیر احمدی صرف انکار حضرت مرزا صاحب سے کافر ہو جاتا ہے نہ صرف غلط ہی ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب پر یہ ایک افترا ہے۔ جیسے کہ خود انھوں نے اس امر کا نام افترا رکھا ہے۔

(۳) میاں صاحب کا یہ فتویٰ بالکل غلط اور حضرت مرزا صاحب کے حکم اور طریق عمل کے خلاف ہے کہ ایسے غیر احمدی کا جو مکفر مکذب بھی نہ ہو۔ اور نہ حضرت کو اُس نے کبھی برا بھی کہا ہو۔ ہم جنازہ نہ پڑھیں

(۴) میاں صاحب کا یہ عقیدہ بالکل غلط ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء تک اپنی حیثیت کو ہی نہ سمجھا اور حضرت اقدس کی تصنیفات سنہ ۱۹۰۱ء تک مسئلہ نبوت میں منسوخ اور ناقابل سند ہیں۔ ہمارے نزدیک حضرت مرزا صاحب کی اس سے بڑھ کر توہین نہیں ہو سکتی جو آپ کے صاحبزادے سے ہوئی۔

(۵) صدر انجمن احمدیہ جس کے ہاتھ میں مرزا صاحب کل اپنے معاملات چھوڑ گئے تھے اور جس کے متعلق وصیت کر گئے تھے کہ کل معاملات انجمن کثرت رائے سے فیصلہ پا دیں میاں صاحب نے اس اصول حضرت تجویز کردہ والا خود کو توڑ دیا اور کل اختیارات اپنے قبضہ میں لے لیا اور انجمن کو تباہ کر دیا۔

یہ موٹے موٹے متنازعہ فیہ امور ہیں۔ ان پر گذشتہ ڈیڑھ سال میں کافی طور پر طبع آزمائی ہو چکی۔ ہر جماعت میں ہر شخص اس کا اہل نہیں ہوتا کہ علمی مباحث میں خود فیصلہ کر سکے۔ نہ فریقین کی تحاریر سے ہر ایک شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن میں ذیل کے موٹے موٹے امور اپنے دوستوں کے غور کرنے کے لئے لکھ دیتا ہوں

(۱) میاں صاحب کو ان نئے عقائد کے قائم کرنے کے لئے مجبوراً یہ تجویز کرنا پڑا کہ حضرت مرزا صاحب کی تصانیف ۱۵ سال کی منسوخ کالعدم اور ناقابل سند ہیں۔ اس سے ایک موٹی عقل کا انسان بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جو میاں صاحب عقائد بنا رہے ہیں اس کے خلاف حضرت مرزا صاحب کی پندرہ سالہ تصنیف ہے۔ ہمارے دوست سوچیں کہ کیا خلافت میاں صاحب سے پہلے کبھی ان کے وہم و گمان میں بھی یہ تھا کہ حضرت صاحب کی تصنیف کا کوئی حصہ منسوخ ہے۔ یاد رکھو اس گندے عقیدے سے تم نے حضرت آقا کی علمی اور قلمی حیثیت پر اس قدر گندہ حملہ کیا ہے کہ جسے دشمن نے بھی کبھی نہ کیا خدا اس کو سلطان القلم کہے۔ زمانہ اس کی قلم کا لوہا مانے اور اس کا بیٹا اسے اس قابل بناوے کہ وہ پندرہ سال تک باوجود رات دن الہام پانے کے اپنے دعوے کو ہی نہ سمجھے۔

(۲) میاں صاحب کو یہ تجویز کرنا پڑا کہ حضرت اقدس نے اپنا عقیدہ بدلا۔ تم ایمان سے کہو کہ کبھی تم نے حضرت مرزا صاحب سے یا حضرت حکیم صاحب مغفور سے یا کسی سے خلافت جدیدہ کے پہلے کبھی سنا کہ حضرت نے مسئلہ نبوت میں کبھی اپنا عقیدہ بدلا۔ اگر نہیں سنا تو پھر جو ایسا کہتا ہے وہ خلاف کہتا ہے

(۳) کیا تم نے خود حضرت صاحب کی زندگی میں کبھی یہ سنا کہ آپ کو دعویٰ نبوت کا ہے۔ یا حضرت صاحب نے کسی غیر احمدی کو محض اس لئے کہ وہ آپ کی بیعت میں نہیں۔ کافر کہا اگر تم نے حضرت کی زندگی میں یہ باتیں نہیں سنیں۔ تو پھر سمجھ لو کہ یہ جدید عقیدے خلاف ہیں۔

(۴) حضرت مرزا صاحب کے حکم اور اجازت سے خلیفہ رشید الدین صاحب نے اپنی لڑکی کی نسبت ایک غیر احمدی سے کی۔ پھر اس نسبت کے بعد اس لڑکی کا نکاح خود مسجد مبارک قادیان میں حضرت حکیم صاحب نے پڑھا میاں محمود احمد صاحب برات میں مع عیال شریک ہوا۔ کیا یہ فعل اور واقعہ اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ غیر احمدی کافر نہیں۔ اگر کافر ہیں تو یہ لڑکی کافر کو کیوں دی گئی۔ اس کے متعلق میاں صاحب نے جس قدر تشریحیں توقتاً فوقتاً کیں وہ حرکات مذبوحی سے بھی بدتر ہیں۔

(۵) میاں صاحب نے اور میر ناصر نواب صاحب نے کئی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھی۔ حضرت نے خود بعض حالات میں غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ اس لئے غیر احمدی محض بیعت میں داخل نہ ہونے سے کافر نہیں ہو سکتا۔

(۶) میاں صاحب اور اُن کے وابستگان کو حلفیہ شہادت کے لئے کہا کہ وہ اس قدر حلف اٹھائیں کہ آیا یہ عقاید جو میاں صاحب تعلیم کرتا ہے کبھی حضرت کے وقت سنے۔

میاں صاحب نے لوگوں کو قسم کھانے سے روکا اور خلاف قرآن کیا۔ اگر میاں صاحب کو کوئی خطرہ نہ تھا تو اس نے کیوں اس قسم سے روکا۔ اور ایسا ہی کیوں ان لوگوں نے مثلاً مفتی محمد صادق۔ مولوی شیر علی قاضی امیر حسین۔ احمد نور وغیرہ نے قسم نہ کھائی۔

(۷) جن لوگوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں رات دن بسر کیا اور جن پر آپ کا اعتماد کلی تھا ان کے عقائد سب کے سب میاں صاحب کے عقیدے کے خلاف ہیں مثلاً حضرت قبلہ حکیم صاحب مرحوم و مغفور۔ حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب حضرت مولوی محمد علی صاحب حضرت مولوی غلام حسن صاحب حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

ہاں سید حامد شاہ صاحب اور مولوی شیر علی صاحب

بھی انھیں میں سے تھے۔ ان سے حلفاً شہادت طلب ہوئی ہوئی اور انھوں نے اسی مصلحت کے ماتحت شہادت چھپائی۔

ایسا ہی ہماری جماعت کے مرد اور دوسروں کا بہت سا انہیں کیوں حلف لینے سے انکار کیا۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کیونکہ ان لوگوں کی ۱۹۱۱ء اور اس سے ماقبل کی تحریریں موجودہ عقائد کی اُلٹ ہیں۔

(۸) میاں صاحب نے جب دیکھا کہ قرآن اور حدیث اس کے عقائد کے خلاف ہے تو مندرجہ ذیل کے مسائل جدید قادیان سے تجویز ہوئے۔

(الف) احمدی جماعت کے مباحث میں قرآن اور حدیث پیش نہ ہو۔

(ب) حضرت مرزا صاحب کے الہام اور قرآن میں کوئی فرق نہیں۔

(ج) حضرت مرزا صاحب کے الہام یا کلام کو حدیث نبوی پر ترجیح ہے۔

یہ تینوں امور بالکل فاسد اور باطل ہیں اور حضرت صاحب نے کبھی تعلیم نہیں کئے۔ بلکہ اُن کا عمل اس کے خلاف تھا۔

یہ بہت ہی موٹے موٹے امور ہیں۔ لیکن جہاں تک مجھے میاں صاحب کی جماعت کا علم ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان میں کوئی آزادی رائے کا مادہ نہیں رہا۔ وہ حریت اور وہ عقل و فکر سے کام لینا جو حضرت مرزا صاحب نے اپنی جماعت میں پیدا کیا تھا۔ وہ مر چکا یہ لوگ بالکل گدی پرست ہو گئے۔ وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب اور حضرت حکیم صاحب سے آخر دم تک آزادی سے عقائد میں گفتگو کر سکتے تھے۔ آج زندہ ہو کر مر گئے۔ اپنے خلاف عقائد قادیان سے باتیں سنتے ہیں اور دم نہیں مار سکتے۔ میں کہتا ہوں کہ ان میں ذرا بھی غیرت ہوتی۔ تو وہ اس توہین کو جو میاں صاحب کے ہاتھ سے حضرت مرزا صاحب کی ہو رہی ہے کبھی قبول نہ کر سکتے۔

ایک شخص یہ کہے۔ کہ مرزا صاحب نے پندرہ سال تک اپنی حیثیت کو نہ سمجھا۔ اس نے بیسیوں کتابیں لکھیں۔ بڑی بڑی علمی بحثیں مسئلہ نبوت پر کیں۔ بعض جگہ ان باتوں کو جنہیں آج میاں صاحب حضرت کی کم علمی پر محمول کر رہا ہے۔ خدا کے دئے ہوئے علم کی طرف منسوب کیا۔ ان سب پر اس نوجوان نے آکر پانی پھیر دیا۔ غور کرو۔ اس عقیدہ سے حضرت مرزا صاحب کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ لیکن جماعت ہے کہ بالکل بھیڑ بکریوں کی طرح ایک کے پیچھے لگ گئی۔ یہ لوگ غور کرتے کہ مطالبہ شہادت پر جو شخص جماعت کو حلفیہ شہادت دینے سے روکتا ہے۔ وہ کس قسم کی ذہنیت کو اپنے اندر پیدا کر رہا ہے۔ کیا اس شخص نے قرآن کے حکم کو نہیں توڑا۔ لیکن کیا کسی نے اس شخص سے دریافت کیا۔ کہ تو نے کیوں قرآن کے خلاف لوگوں کو شہادت دینے سے روکا۔ ممکن ہے کہ اس کے پاس کوئی شرعی جواب ہو۔ پھر جب اس سے حضرت خواجہ صاحب نے مطالبہ کیا۔ تو اسکو جرأت نہ ہوئی۔ جاؤ اب اس سے پوچھو کہ تو نے کیوں حلفیہ شہادت نہ دی یا اور لوگوں کو اس شہادت سے کیوں روکا۔ اور اگر وہ جواب نہ دے سکے۔ تو پھر جان لو۔ کہ اس نے خلاف قرآن کیا۔ پھر کیا وہ قابل ہے۔ کہ لوگ اس کی اقتدا کریں؟ پھر جو جماعت اس قابل بھی نہ رہی ہو۔ کہ میاں صاحب سے جرأت کر کے یہ سوال پوچھ سکے۔ تو اس جماعت پر کیا افسوس ایسے لاکھ انسان میری نگاہ میں دس انسانوں کے برابر بھی نہیں پھر وہ جماعت جو ایسے عقائد میں جن پر ایمان کا حصر ہو۔ ایک شخص سے اختلاف رکھکر پھر بھی اس کی بیعت کرے اور یہ نہ سمجھے۔ کہ ان اختلاف عقائد پر یا وہ کافر یا اُن کا مرشد کافر ہو گیا۔ ایسی جماعت قابل ناز ہے۔ بیسیوں جگہ مجھے یہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ کہ میاں صاحب کے مریدین نے حضرت مرزا صاحب کے نبی ہونے سے اور غیر احمدی کو کافر کہنے سے اور حضرت صاحب کی تصانیف پندرہ سالہ کے کسی حصہ کی بھی منسوخ ہونے سے انکار کیا اور پھر جب اُن کو یہ کہا گیا۔ کہ میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہے تو پہلے تو انکار کیا۔ کہ میاں صاحب کا یہ عقیدہ ہی نہیں۔ اور جس نے تسلیم کیا۔ اس نے ساتھ ہی یہ کہدیا۔ کہ ہم مرشد سے بھی ہم چند اختلاف رکھ سکتے ہیں۔ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر ان کے یہ عقائد صحیح ہیں۔ تو میاں صاحب کے عقائد ان کو اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ پھر کیا یہ جماعت بھی قابل رشک ہے جو ایک طرف تو میاں صاحب کو لکھتے ہیں۔ کہ ہم آپ سے عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن آپ کی دعاؤں کے لئے آپ کے مرید بنتے ہیں۔ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ دعا تو اُس کی خدا سنتا ہے۔ جس کے عقائد صحیح ہوتے ہیں۔ جب تمہارے نزدیک

میاں صاحب کے عقائد ہی غلط ہیں تو پھر خدا اس سے راضی کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر کس طرح اس کی دعا سنی جاتی ہے۔ تم کس بنا پر اس کے مرید بنتے ہو۔ پھر یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ میاں صاحب کا یہ حکم دینا کہ تم مجھ سے عقائد میں اختلاف رکھو لیکن بیعت کے بعد تمہارا حق نہ ہوگا کہ تم اپنے عقائد کھلے طور پر بیان کر سکو۔ کیا یہ امر منافقت سکھلانا اور منافقت کا سبق دینا نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ فروعی عقائد کے معاملہ میں بحث کیا کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کے بھی تو آپس میں اختلاف تھا۔ نادان نہیں سمجھتے کہ صحابہ کا جن مسائل میں اختلاف ہے وہ فروعات ہیں۔ اس اختلاف سے کسی کے ایمان اور اسلام میں فرق نہیں آتا۔ یہاں جو اختلاف ہے۔ وہ تو ایسے عقائد رکھنے والے کو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت کو کافر اور کاذب ٹھہراتے ہیں۔ یہ اُن کی تحریر ۱۹۱۱ء کی ہے۔ جس کو جماعت منسوخ نہیں سمجھتا۔ پھر خدارا غور کرو۔ جن کے نزدیک حضرت کی یہ تحریر کہ مدعی نبوت کافر و کاذب ہے۔ صحیح ہے۔ اس کے نزدیک جو مرزا صاحب کو نبی جانے۔ وہ کیا بنتا ہے۔ یہ تو اختلاف وہ ہے۔ جو ایک فریق کو اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ پھر یہ کس قدر نادان جماعت ہے کہ قادیان کی تحریرات میں جو ہر روز نئے دن اخبارات میں ایسے عقائد پاتے ہیں۔ جن میں مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم کے برابر لکھا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی نبوت اور آنحضرت صلعم کی نبوت کو یکساں بتلایا جاتا ہے۔

الغرض اور بہت سی باتیں وہ اخبارات قادیان میں پاتے ہیں اور ان باتوں سے وہ بالکل مختلف عقیدہ رکھتے ہیں اور ان امور کو غلط اور باطل سمجھتے ہیں۔ لیکن صرف ان اخبار نویسوں کو گالیاں دیکر اور یہ کہکر دل ٹھنڈا کر لیتے ہیں۔ کہ یہ امور میاں صاحب نے نہیں لکھے۔ بلکہ اخبار نویسوں نے لکھے ہیں۔ یہ لوگ کس قدر نادان ہیں۔ کوئی تحریر قادیان سے نکلے اور وہ عقائد کے متعلق ہو۔ اور میاں صاحب اسکا ذمہ دار نہ ہو۔ کیا یہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ان بیچاروں کا کیا قصور ہے۔ جب خود میاں صاحب ہی اسی قسم کی عقل و تمیز کا مالک ہو۔ وہ ایک غلطی کا ازالہ والا اشتہار مشتہرہ ۱۹۰۱ء پر اپنی کل عمارت عقائد کی بنیاد رکھے کہ حضرت اقدس نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ بدلا۔ جب تریاق القلوب مشتہرہ ۱۹۰۲ء کی عبارتیں میاں صاحب کی اس بات کو باطل ٹھہرا تیں تو پھر یہ کوشش کرے۔ کہ یہ کتاب اگرچہ ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی لیکن یہ کتاب ۱۹۰۱ء سے پہلے کی لکھی ہوئی تھی۔ اور پھر اس بات کے لئے سرور شاہ مولوی اپنے گورو کے حسب معمول حلف دلوائی جو اس عقل کا مالک ہو۔ کہ یہ نہ سمجھے کہ حضرت صاحب نے تریاق القلوب ۱۹۰۱ء میں نہیں اس سے بھی دس سال پہلے لکھی ہو لیکن وہ حضرت صاحب اس کتاب کے مندرجہ عقائد کے اسوقت ذمہ دار ہونگے جب وہ کتاب شائع ہو۔ اس لئے سمجھا جائیگا کہ ۱۹۰۲ء میں ہر وقت مشہورہ حضرت صاحب نے نبوت کا دعوے کیا۔ اور نہ کسی اپنے منکر کو کافر کہا۔ جو اس قدر بات نہ سمجھے اگر اس کے مرید اخبار قادیان کے مشتہرہ عقائد کو غلط سمجھکر اور اخبار نویسوں کو بُرا کہکر دل ٹھنڈا کر لیں۔ اور میاں صاحب کو بری الذمہ قرار دیں۔ تو وہ بھی کوئی رشک جماعت ہے؟ میاں صاحب کو بھی آخرکار اپنی یہ نادانی سمجھ آگئی۔ اس لئے بجائے ۱۹۰۱ء کے ۱۹۰۲ء حقیقۃ النبوت میں تحریر کیا۔ اور اس نادانی کو برزخ کی اوٹ میں چھپایا۔

وہ جماعت جو جھوٹ بولنا۔ اتہام لگانا۔ جاسوسی کرنا اپنا شعار کرے۔ جنکے چہروں سے بغض ٹپک پڑے۔ جو حسد کے مجسمہ ہوں۔ جیسے کہ منن الرحمن کے معاملہ میں خود میاں صاحب نے اپنی قلبی کیفیات کا اظہار کیا۔ وہ جماعت جو اس امر کو نہ سمجھ سکے۔ کہ کیوں ہر شہر میں میاں صاحب کے خاص ایجنٹ دوسرے فریق کی تحریروں کو دیکھنے اور پڑھنے سے روکتے ہیں۔ وہ جماعت جو یہ نہ سمجھے کہ جہاں لاہور والے جاویں۔ جھٹ میاں صاحب کے ایجنٹ وہاں پہنچکر یہ تو نہ کریں۔ کہ اُن کے مقابل آویں۔ یا ہمارے خیالات کی تردید کریں۔ بلکہ وہاں کے لوگوں کو ہمارے ملنے یا ہم سے باتیں کرنے یا ہماری تقریر یا وعظ سننے سے روکیں۔ آخر یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کیا یہ کمزوری کا نشان نہیں۔ وہ جماعت جو حسد میں آکر دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے اپنے خطرناک نقصان تک کی پرواہ نہ کرے۔ مثلاً جہاں حضرت خواجہ صاحب کا لیکچر ہوا۔ اور لوگوں پر اس کا خاص اثر ہوا۔ تو اپنے زعم میں اس اثر کو زائل کرنے کے لئے ... نادان ...

کے پاس جاویں۔ اور اُن کو یہ کہنا پڑا۔ کہ خواجہ کمال الدین منکر کا فر ہیں الخ۔ اور حضرت مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے۔ کیوں کرتے ہیں کہ اُن کو یقین ہے کہ اگر غیر احمدیوں نے حضرت خواجہ صاحب کے متعلق یہ سن لیا کہ وہ ایسے عقائد رکھتے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ اور غیر احمدیوں کو کافر تو وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے۔ اب جو اُن کو یقین ہے کہ خواجہ صاحب کی طرف ان عقائد کے منسوب کرنے سے لوگ اُن کے دشمن ہو جائیں گے۔ تو کیا اُن کو اس قدر سمجھ نہیں آتی۔ کہ تم اپنے اقرار و خیال میں ایسے عقائد رکھتے ہو۔ پھر غیر احمدی تمہارے دشمن ہو جائینگے۔ پھر جن لوگوں کا مرشد یہ کہے۔ کہ لوگوں کو ڈنڈے سے احمدی بنائینگے۔ اور ادھر خواجہ صاحب کے دشمن بنانے کے لئے یہ شعار اختیار کرے۔ تو کیا ان لوگوں کو ذرا بھی عقل و فہم ہے۔ ہاں اُن کا عمل اس پر ہے کہ دشمن کو بدنام کر جاوے۔ خواہ اپنا دامن پہلے آکر مر جاوے۔ کل ماضی لٹریچر میں جذبہ حسد کے اظہار کے لئے اس سے بہتر کوئی شعر نہیں ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

اسکو ہم آجتک شاعری ہی شاعری سمجھتے آئے۔ لیکن ہمارے بھائیوں نے اسکو حقیقت کر دکھایا۔

ہاں اس موقعہ پر میاں صاحب غور کریں کہ جب اس کے نزدیک غیر احمدیوں کو جب تک کافر نہ کہا جاویگا۔ وہ احمدیت کی طرف نہ آوینگے۔ تو پھر خواجہ صاحب نے متعلق غیر احمدیوں میں دشمن پھیلانے کے لئے کیوں اس کے مرید یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ کہ خواجہ کمال الدین میاں صاحب کی طرح حضرت مرزا صاحب کو نبی اور غیر احمدیوں کو کافر مانتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جس شخص کو اس قدر موٹی بات سمجھ نہ آئے کہ کسی کو کافر کہنے سے محبت نہیں بلکہ دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ اور دشمنی کے حالات سے پیدا کرنے سے لوگوں میں ہم عقیدگی کا پھیلانا ایک لغو حرکت ہے۔ اُس کو سمجھانے کے لئے خدا نے اُس کی جماعت سے مذکورہ بالا کارروائی فعل کروایا۔ اور جھوٹ بلوایا۔

الغرض جس جماعت کی اخلاقی حالت ایسی ارذل ہو جاوے کہ وہ اپنے مخالف کے مقابل جھوٹ بولے اور جھوٹ بولنے کی ترغیب دے۔ اور کبھی اپنے کی مدامت گفتاری جو اپنے مخالف کے لئے مفید ہو ناپسند کرے۔ اور یہ وہ حقیقت رذیلہ ہے جس کا اظہار محمودی جماعت کے عام افراد چھوڑ ان کے مقتداؤں سے ہوتا ہے۔ جیسے کہ چٹھی مرقومہ غلام رسول مولوی راجیکی بنام ماسٹر محمد یعقوب خاں بیدار گوجرہ جو مندرجہ اخبار پیغام صلح مورخہ ... سے ظاہر ہے۔

جو لوگ ڈیڑھ تین سال کے اندر اس ارذل مقام اخلاق پر پہنچ جاویں۔ ان کو مخاطب کرنا محض تضیع اوقات ہے۔ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے متعلق آئندہ مطلق خطاب کیا جاوے۔ اور دراصل جو محمودی مشن کے روح رواں ہیں وہ تو پہلے بھی قابل خطاب نہ تھے۔ کیا یہ فاروق والا۔ ظام والا یا الفضل والا کی یہ اس قابل کبھی تھی ہے کہ کوئی شریف ان کو خطاب کرے۔ کاش جماعت غور کرتی۔ ان کے فیصلہ کے لئے دو موٹی باتیں ہیں اوّل یہ دیکھتے کہ مولوی زیادہ کس طرف ہیں جس طرف زیادہ مولوی ہوں گے۔ وہ طرف شرارتوں سے خالی نہ ہوگی۔ کیا وہی کلیہ نہیں۔ جو حضرت کے وقت ثابت ہو۔ اسوقت بھی سعید علماء ہمارے ساتھ ہو گئے اور علماء سوء دوسری طرف۔ آج بھی جو سعید تھے وہ ادھر آ گئے۔ پھر اس طبقہ میں سے جو مولوی تو نہ تھے۔ لیکن حضرت کے خاص الخاص فیض یاب تھے وہ کس طرف ہیں۔ ہاں جن جدید نوعمر اصحاب پر تمہارا نیک ظن ہے۔ اور وہ میاں محمود کے ساتھ ہیں۔ اُن کی پہلی تحریر آپ دیکھ لو۔ وہ ان کے موجودہ عقائد کے خلاف۔ الغرض جو قوم دھڑا بندی اور پیر پرستی میں آکر موٹی بات تک نہ سمجھے اور اس قسم کی ... اختیار کرے اسکو سپرد بخدا کہنا چاہئے۔ اس لئے میری دوستوں کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ اس جدید قادیان کی جماعت کو خطاب کرنا چھوڑ دیا جاوے۔ ہاں مسائل متنازعہ کا قلع قمع کرنا ضروری ہے۔ ایسا ہی کل مسلمانان عالم پر فرض ہے۔ یہ وہ عقائد فاسدہ ہیں جنکا تیرہ سو برس گذشتہ میں نشان نہیں۔ آنحضرت صلعم کی توہین

آلودگیوں سے پاک رکھیگا۔ وہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غنا سے بھی خوب واقف ہوتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ مالک ہے۔ اور ہرگز کسی کا محکوم نہیں۔ اگر وہ چاہے تو فوراً اپنا یہ دست عنایت ان سے ہٹا لے۔ اس لئے وہ ہمیشہ خائف ہو ہو کر اس کے آگے سربسجود رہتے اور اپنی شبانہ روز دعاؤں میں آئندہ کے لئے بھی اس نظر عنایت کی خواہش، اور ان بدیوں اور برائیوں سے بچائے جانے کی استدعا کرتے ہیں۔ کیونکہ گو اللہ تعالیٰ کا اتفاق اپنے انبیاء علیہم السلام سے بہت قریب کا ہوتا ہے لیکن تاہم خالق اور مخلوق مالک اور مملوک کا فرق ان میں اور دیگر انسانوں میں ایک برابر ہے۔ اس لئے بمصداق

ہر کہ عارف تر است ترساں تر

وہ باوجود با عصمت ہونے کے آئندہ گناہوں سے حفاظت کے ہی طلبگار رہتے ہیں۔ اس طلب حفاظت سے یہ ثابت نہیں ہوتا تاکہ گویا آپ اس وقت اس حفاظت سے محروم اور گناہوں سے آلودہ ہیں اس کا ایک نمایاں ثبوت ہمیں ان مصائب اور جنگوں کے وقت ملتا ہے جب باوجودیکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح و نصرت کا وعدہ بھی ہو چکا ہے لیکن آنحضرت صلعم پھر بھی مثلاً بدر کی جنگ میں رو رو کر دعائیں کر رہے ہیں اللھم ان اھلکت ھذہ العصابة فلن تعبد فی الارض ابدا۔ تو کیا اب اس سے یہ سمجھا جائے کہ معاذ اللہ آنحضرت صلعم کو خدا کے وعدوں پر ایمان نہ تھا۔ یا یہ کہ فتح و نصرت سے آپ بالکل ناامید تھے۔ ہرگز نہیں بلکہ اسی الٰہی غنا کے باعث آپ اللہ تعالیٰ سے ترساں و لرزاں ہو کر نصرت کو طلب کرتے تھے۔

الغرض جہاں تک مسلمانوں کا عقیدہ اور قرآن شریف کی تعلیم کا سوال ہے ہم بڑے زور سے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے طیار ہیں کہ ہرگز ہرگز کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ انسان نے آدم سے گناہ کو ورثہ میں پایا۔ اور وہ اس سے کسی طرح چھوٹ سکتا ہی نہیں۔ اور مجبوراً سب کے سب فرد بشر جہنم میں دھکیلے جائینگے اگر ایسا عقیدہ مسلمانوں کا ہو تو اس صورت میں تو انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا عبث ٹھیرتا ہے کیونکہ جب انسان گناہ سے کسی صورت میں بھی نجات نہیں پا سکتا تو پھر ان کی طرف انبیا کا مبعوث ہونا چہ معنی دارد۔

تعجب کی بات ہے کہ جبلّی نوع انسان کے پیدائشی طور پر گنہگار ہونے کو منسوب تو کیا جاتا ہے مسلمانوں کی طرف اور پھر دلیل کے موقع پر بجائے کسی مستند حوالے کے اُدھر اُدھر کے قصہ جات کو بیان کر کے بھی دبے الفاظ میں اس کی تائید کر دی جاتی ہے بہرحال ہم نے اوپر خوب کھول کر اپنے معزز معاصر کے بیان کردہ خیالات کی تردید کر کے اس کی غلط فہمی کو حتی الوسع سنجیدگی کے ساتھ رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ پیغام جنگ جیسے ڈراونے الفاظ سے پرہیز کر کے اس پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرے گا۔

فہرست چندہ ترجمۃ القرآن

۱۵ جولائی ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب اسسٹنٹ سرجن	للعہ
۱۶ / ۱۲ " "	پے
منشی عبد المجید صاحب معرفت حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	سے
۲۲ / ۸ ڈاکٹر سید طفیل حسین صاحب	لعہ
۲۲ / ۸ شیخ عبد العزیز صاحب ایم اے	صہ

اطلاع ضروری

بعض اصحاب ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کے کوپن میں نہ اپنا نام تحریر فرماتے ہیں اور نہ یہ اطلاع دیتے ہیں کہ رقم کس مد میں جمع کی جائے۔ اس سے عموماً حساب میں غلطی ہو جاتی ہے اس لئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ۔ رقم جو بھیجی جاوے اس کی پوری تفصیل تحریر فرمایا کریں۔

خاکسار فقیر اللہ عفی عنہ اسسٹنٹ محاسب

ایک مسلم کی زندگی کا نصب العین

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

خلاصہ خطبہ جمعہ جو گذشتہ ۴ اگست ۱۹۱۶ء کو حضرت خواجہ صاحب نے مسجد احمدیہ لاہور میں پڑھا

فرمایا۔ اس آیت میں کہ ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون میں ایک مسلم کا حقیقی و عملی نصب العین بتایا ہے۔ انسان درحقیقت ایک امین ہے۔ اس کا مال اس کی جان اس کی اولاد اور دیگر تمام سامان اس کے اپنے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ اس لئے ایسے موقع پر جب ان پر کوئی نقصان وارد ہو تو انا للہ وانا الیہ راجعون ہی کہنا صحیح ہو سکتا ہے۔ ہم دنیا میں بھوک، مال اور اولاد وغیرہ کے لئے نہیں جیتے ہم تو ان چیزوں کے امین ہیں پس اس امانت کے دینے سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا چاہئے۔ درحقیقت معاملات کے پیش آنے سے ہی انسان کی دلی کیفیت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ اگر مجھے کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے اور کچھ مانگا جائے اور میں کہوں کہ اچھا لو تو تب تو میرا حق ہے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہوں۔ ورنہ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ دنیادار اور دیندار میں یہی فرق ہے جس طرح سے ایک دنیادار کے متعلق جس نے بہت سا مال جمع کیا ہو اور مثلاً اپنی کسی اولاد کی شادی وغیرہ کئے بغیر مر جائے تو دنیادار کہا کرتے ہیں کہ نامراد مر گیا۔ ویسے ہی وہ شخص جس کا مال ساری عمر خدا کی راہ میں خرچ نہیں ہوا وہ نامراد رہا۔ اور ہرگز کبھی مبارکباد کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو اس وقت مبارکباد کا مستحق ٹھیراتا ہے جب وہ اس روپیہ کو خدا کی راہ میں خرچ کر دے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا

تیرے لئے وہ مبارکی کا دن ہے جب تجھ پر موت آئے۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب نے میرے بچے کی شادی کے وقت پر فرمایا تھا کہ الفاظ کے معنی کچھ عرصہ بعد بدل جاتے ہیں۔ مثلاً انا للہ وانا الیہ راجعون کا مطلب بھی مسلمانوں نے اب کچھ اور سمجھ لیا ہے۔ ایک مسلمان کی اعلیٰ ترین منزل سلوک یہی ہے کہ وہ سب کچھ دیکر پھر اس پر خوش ہو اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہے یہی وہ مقام ہے جس پر پہنچ کر آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہوئے۔ ایک مسلم کا مقصد زندگی ہی دراصل انا للہ وانا الیہ راجعون ہے۔ انسان کی زندگی میں کتنے کتنے مواقع رنج اور تکلیف کے پیش آتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک موقع پر دنیادار پر تو موت آ جاتی ہے اور دیندار کے لئے وہی موقع بمنزلہ عید اور باعث مبارک ہو جاتا ہے۔ دیندار پر تو جب کبھی کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بجائے اس پر چیخنے چلانے کے اس حقیقت کو زیر نظر رکھ کر کہ درحقیقت وہ خود بھی اور جو کچھ اس کے پاس ہے سب خدا ہی کی امانت ہے اور اسی کو یہ واپس پہنچنے والی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا اور خوش ہوتا ہے کہ وہ امانت ادا ہوئی۔

دنیادار اسے اپنی ہی ملک سمجھ کر اس پر چیختا اور چلاتا ہے قرآن فرماتا ہے۔ ولا تموتن الا وانتم مسلمون تمہاری حالت یہ ہونی چاہئے کہ جبھی موت تم پر آئے تم مسلم ہو تم یہ کہہ سکو کہ اے موت آ تو ہمیں مسلمان پائیگی۔ گویا تم ہر دم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے نیچے اپنے آپ کو رکھے ہو اور انا للہ وانا الیہ راجعون کی عملی تصویر ہو۔ فرمایا ولنبلونکم بشیء من الخوف الخ اس نقصان جان و مال کا نام ابتلا رکھا ہے۔ کیونکہ اس سے نیک انسان کی نیکی اور برے کا گند ظاہر ہو جاتا ہے۔ ایک ہی واقعہ پر ایک شخص گند دکھلاتا ہے اور دوسرا صبر و شکر سے کام لیتا ہے۔ مذہب کی علت غائی کیا ہے۔ بہشت کس چیز کا نام ہے لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یہی بڑی نعمت بہشت کی ہے۔ کہ نہ وہاں کوئی خوف ہے اور نہ حزن۔ مذہب اسی بات کو سکھاتا ہے کہ انسان کسی بات سے خوف نہ کھائے۔ اور نہ غمگین ہو۔ مومن کا بہشت اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے۔ وہ واقعات جو دوسروں کے لئے رنج کا موجب ہوتے ہیں وہی ایک مومن کی خوشی کا باعث ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ ایک بہشتی زندگی بسر کرتا ہے جس میں نہ خوف ہوتا ہے نہ غم۔ رنج اور خوشی یہ دو مختلف کیفیات کا نام ہے۔ ایک دل میں رنج کی کیفیت کسی واقعہ سے پیدا ہوتی ہے لیکن ایک مومن کے دل میں اس واقعہ پر بھی تمام راحت ہی راحت ہو جاتی ہے۔

ماں باپ اولاد اور دیگر خویش و اقارب وغیرہ سے محبت رکھنا کوئی حرام امر نہیں۔ مال و دولت بھی تمام چیزیں ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ اس وقت تک ہے جب تک یہ خدا کے رستے میں روک نہیں۔ جب یہ دین اللہ میں روک کا موجب ہوں تو پھر انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کر علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ کیا ہم اس مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے کل دنیا جہان کے لوگوں میں سے مسلمانوں کو چنا۔ بڑا فخر ہے مسلمانوں کو اس بات پر کہ وہ ہم بہترین امت ہیں۔ لیکن کس بات کی بہترین امت۔ قرآن تو کہتا ہے اخرجت للناس تم وہ بہترین امت ہو کہ دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا کی گئی ہو۔ ہم نے دنیا کی اصلاح کی۔ پھر مسلمانوں میں سے اس زمانہ میں ایک مجدد پیدا ہوا۔ مجدد کی غرض بھی کوئی اور نہیں ہوتی سوائے اس کے کیا اخرجت للناس کی روح حقیقت سمجھانے اور عملی نمونہ قائم کرنے آتا ہے۔

تو اس مجدد کے ہاتھ پر ہم نے اقرار کیا کہ

"میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا"

دین کیا ہے۔ دین دراصل اللہ ہے اور دنیا ما سوا اللہ تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ کو دیگر تمام امور پر مقدم کرنے کا حکم دیا پھر خدا نے ہمیں

گدی پرستی کی لعنت سے بچایا

اور اس طرح یہ خصوصیتیں ہم میں پیدا کر کے اپنے کام کے لئے کھڑا کیا۔ پھر افسوس کا مقام ہے کہ اگر ہم ان خصوصیتوں اور بزرگی کے بعد بھی کام نہ کریں سارے ہی ایک کام کے اہل نہیں ہوتے۔ لیکن جتنے اہل ہیں وہ تو اس کام کو کریں۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ لینا [بیعت کرنا] تو گویا اس کام کے کرنے کا اقرار ہے۔ حقیقت احمدیت بیعت کرنا نہیں بلکہ حقیقت احمدیت تو صاحب اس کی ہدایات پر عمل کرنا۔ تو پس کیا آپ نے اس فرض (تبلیغ و اشاعت اسلام) کو پورا کرنے کی کوشش کی۔ یہ بھی ایک موت ہے کہ انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا جائے۔ لیکن اس موت سے گذرنا ہمارا کام ہے آپ نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بس یہ زید اور بکر کا کام ہے کہ تبلیغ اسلام کے کام کو سرانجام دے۔ اور صرف چند پیسے دیکر آپ بیٹھ رہیں آپ کو اس غلطی سے نکلنا چاہئے۔ حضرت اقدس مسیح موعود نے فرمایا ہے کہ میرے رستے میں کانٹے ہیں اور تمام راستہ پر از خار ہے۔ جس کے پاؤں نازک ہوں وہ ابھی سے الگ ہو جائے۔ تو پس اگر تم نے اس شخص کے ساتھ چلنا ہے تو وہ تو خود فرماتا ہے کہ میرے راستے میں کانٹے ہیں۔ پھر اپنے آپ کو اس قابل بنانا چاہئے کہ ان کانٹوں کو سہار سکیں۔

ہم کس لئے زندہ ہیں؟

اس لئے نہیں کہ کچھ مال و دولت جمع کر لیں۔ اس لئے نہیں کہ خوب کما کر کھایا کریں اور اپنی اولاد اور دیگر خویش و اقارب کی پرورش کے سامان میں منہمک رہیں۔ بلکہ اس لئے کہ ہماری زندگی کا کوئی حصہ کسی کام آ جائے۔ ہم تو اللہ کے لئے زندہ ہیں اور اسی کے دین کی خدمت ہماری زندگی کا بڑا مقصد ہے۔

ووکنگ مشن

آپ پر واضح ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یونہی ہے کہ ایک قوم تباہ ہو جاتی ہے۔ تو وہ دوسری کو کھڑی کر دیتا ہے ووکنگ مشن کی عظیم الشان کامیابیاں آئندہ کے لئے حوصلہ بڑھانے والی ہیں یہ فتوحات

فتح خیبر

کی مانند ہیں۔ خیبر کی فتح بیشک بہت بڑی فتح تھی۔ لیکن آنحضرت صلعم نے اس کے بعد کوشش کو ترک نہیں کر دیا۔ اگر تو فتح خیبر کے بعد آنحضرت صلعم کو پھر کوئی کوشش نہ کرنی پڑتی تو میں بھی کہتا کہ بس اب ووکنگ مشن کا کام بھی ہو چکا۔ لیکن جب وہاں آنحضرت صلعم کے بعد بھی کوشش کرنی پڑی اور خدمت

محمودی ترجمۃ القرآن کے متعلق ایک قابل ہندوستانی کی رائے

مولوی محمد حبیب الرحمان صاحب شیروانی کی ایک مراسلت مؤتمر مسلم علیگڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ کی ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں طبع ہوئی ہے جس میں محمودیوں کے اردو و انگریزی ترجمۃ القرآن پارۂ اول پر ریویو کیا گیا ہے۔ جو اس قابل ہے کہ ناظرین پیغام صلح کے تفنن طبع کے لئے اسے نقل کیا جائے۔ وھو ھذا:۔

"کلام مجید کے دو نئے ترجمے"

کلام مجید کے پارہ اول کے دو ترجمے حال میں قادیان سے اس پارٹی کی طرف سے شائع کئے گئے ہیں جو قادیانی فرقہ کی زعیم پارٹی خیال کی جاتی ہے۔ ایک ترجمہ اردو کا ہے۔ دوسرا انگریزی کا۔ یہ پرچے عمدہ کاغذ پر اہتمام کے ساتھ چھاپے گئے ہیں۔ نوٹ بھی کثرت سے درج ہیں۔ انگریزی ترجمہ کا اہتمام خصوصاً قابل لحاظ ہے۔ ٹائپ ایسا عمدہ ہے کہ کسی استاد نسخ کا قلم معلوم ہوتا ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ ساری خوبیاں صرف اہتمام طبع پر ختم ہو جاتی ہیں۔ مضامین کے اعتبار سے پوری طرح معانی قرآنی کی تحریف کی گئی ہے۔ جو معنے کلام مجید کے عہد رسالت سے آج تک سمجھے گئے تھے۔ وہ سب غلط قرار دے کر خلاف سیاق قرآنی نئے معنے اپنے فرقہ کی تائید میں اختراع کرکے درج کئے گئے ہیں۔

مثلاً سورۂ فاتحہ میں "غیر المغضوب علیہم" کی تفسیر میں آج تک مفسرین نے یہ سمجھا تھا۔ کہ "مغضوب علیھم" (وہ لوگ جن پر غضب الٰہی نازل ہوا) سے یہود مراد ہیں۔ اس جدید ترجمہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان بھی مراد ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائیں۔ اور اس طرح زمرۂ یہود میں داخل ہو جائیں (ملاحظہ طلب صفحہ ۳ کالم ۴) سورۂ بقرہ میں "وبالآخرۃ ھم یوقنون" سے مراد تمام مفسرین کے نزدیک عالم آخرت ہے۔ (اور اس پر کثرت سے آیات قرآنی شاہد ہیں۔ جیسا کہ خود ترجمہ جدید میں تسلیم ہے) لیکن ترجمہ قادیانی میں بتلایا گیا ہے کہ "الآخرۃ" سے مراد "قادیانی مرزا صاحب" ہیں۔ اس کی بابت ایک لفظ نہیں لکھا کہ "الآخرۃ" کا موصوف مقدر کیا ہے جس سے ادعائے معانی کی تائید ہوتی۔ سورۂ فاتحہ کے الفاظ "انعمت علیہم" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ نبی ہونے کی دعا مانگے۔ ظاہر ہے کہ وہ اسی مقصد کے لئے مانگی جائیگی جو ممکن الحصول ہو۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ہر مسلمان نبی ہو سکتا ہے۔ اس طرح نبوت کا دروازہ نہایت فیاضی کے ساتھ کشادہ کیا گیا ہے۔ حالانکہ کلام مجید نے بالاعلان ختم نبوت کا اظہار فرما دیا ہے۔ سورۂ جمعہ کی آیت "ھو الذی بعث فی الامیین الخ" کے معنی عام مفسرین نے یہ لکھے ہیں۔ کہ حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت آپ کے معاصرین اور بعد کے آنے والوں کیواسطے یکساں تھی۔ یہی عامہ مسلمین کا عقیدہ ہے۔ مگر نیا ترجمہ بتلاتا ہے۔ کہ "آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بعد کے آنے والے لوگوں کے لئے رسول نہ تھے۔ بلکہ وہ شخص ہے جو آپ کی محبت میں استغراق میں فنا ہو کر صاحب وحی ہوگا۔ اور یہ کہ اس شخص کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے"۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مذہب قادیانی کے ظہور کے بعد حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا (معاذ اللہ) خاتمہ ہو چکا۔ دریافت طلب لطیفہ یہ ہے۔ کہ عہد صحابہؓ کے بعد سے ظہور قادیان تک مسلمان کس کی رسالت میں رہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ ترجمے اسی قسم کے ادعائی مضامین اور بلا دلیل دعووں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے واسطے سراسر مضر ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس مضمون کو عام مسلمانوں تک پہنچا دے۔ مسلمان ایڈیٹروں سے بالخصوص ہماری درخواست ہے کہ اس ریویو کو اپنے اپنے اخبارات میں طبع فرمائیں تاکہ مسلمان مالی اور دینی نقصان سے محفوظ رہیں۔

زیادہ افسوس انگریزی ترجمہ کا ہے۔ انگریزی صحیح ترجمہ کی جیسی ضرورت ہے ظاہر ہے۔ یہ ترجمہ ظاہری اہتمام کے لحاظ سے قابل تحسین ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ فرقہ بندی کے سامان [illegible] اس میں پیدا کئے گئے [illegible] - ہم کو اندیشہ ہے کہ یورپ کے [illegible] ہندوستان میں سنجیدگی سے یہ [illegible] کو اس ترجمہ سے افضل سمجھیں گے۔ اور وہاں کی پبلک اس کے بے دلیل دعووں کو پڑھکر خود اسلام کو بے دلیل دعووں سے بھرا ہوا خیال کرنے لگے گی۔

مختصر خبریں

لاہور میں زلزلہ کی حرکت - سوموار کی دوپہر کو ۱۱ بجے ۴ منٹ پر خفیف زلزلہ آیا جو تقریباً نصف منٹ جاری رہا۔

اسسٹنٹ ایڈیٹر بنگالی کی نظر بندی - بابو شیام لعل سندر چکرورتی اسسٹنٹ ایڈیٹر بنگالی جن کو قریباً ایک ماہ پیشتر قانون حفاظت ہند کے مطابق گرفتار کیا گیا تھا علیپور جیل سے رہا کرکے کالم پونگ متصل دارجیلنگ میں نظر بند ہیں اور کپتان پولیس ضلع دارجیلنگ کو اپنی رپورٹ بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔

سیالکوٹ میں قمار بازی - یہ خبر نہایت افسوسناک ہے کہ سیالکوٹ میں مردوں کے پہلو بہ پہلو عورتوں کے لئے بھی قمار خانے کھل رہے ہیں۔ جہاں عورتیں آزادی سے جا کر جوا بازی کرتی ہیں۔

نیو انڈیا کی ضمانت ضبط - مسز اینی بیسنٹ کے مشہور اخبار نیو انڈیا کی دو ہزار کی ضمانت جو جون ۱۹۱۶ء کو داخل کی گئی تھی گورنمنٹ عالیہ نے ضبط کر لی ہے۔

مسز اینی بیسنٹ کا عزم - مدراس ۲۹ اگست مسز اینی بیسنٹ "نیو انڈیا" کی آج شام کی اشاعت کے افتتاحیہ میں ضبطی ضمانت کے متعلق لکھتی ہیں:۔

"جونہی ضروری کاغذات میسر آئیں۔ میں عدالت میں حکم ضبطی ضمانت کے خلاف مرافعہ دائر کروں گی" مسز موصوفہ نے یہ بھی اعلان کیا ہے۔ بہرحال جب تک کہ مقامی عدالت عالیہ یا پریوی کونسل یہ فیصلہ نہ کرے کہ کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا گیا۔ یہ نیو انڈیا کی آخری اشاعت ہے"۔

بعد کی خبر کہ ایسوسی ایٹڈ پریس کے ایک تار سے معلوم ہوا ہے کہ مسز اینی بیسنٹ "نیو انڈیا" کے اجرا کے لئے دس ہزار روپیہ کی مطلوبہ ضمانت داخل کرنے والی ہیں۔

ترکی حملوں کی پسپائی - پیٹروگریڈ کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے مشکعیڈ کے مغرب میں علاقہ تو بولی میں غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کر دیا۔ اور ہم نے کائی سے جھیل وان کے مغرب تک ہر مقام پر پیشقدمی کی اور غنیم کو لوزا اور گنوٹ کی طرف پیچھے دھکیل دیا۔ ہم نے ترکی حملوں کو بھی لوزا اور گنوٹ کے مغرب کی جانب شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔

ریلوے تصادم - لاہور ۳۱ اگست مورخہ ۳۰ اگست کی رات کو ساڑھے دس بجے کے قریب نمبر ۲ ڈاؤن کلکتہ میل کلالور ریلوے ڈسٹرکٹ سہارنپور میں ڈاؤن لاین پر نمبر ۱۱۸ ڈاؤن مال گاڑی سے ٹکرا گئی۔ ہر دو لائن مسدود ہیں۔ دو انگریز سپاہی اور ۸ ہندوستانی مقتول اور ایک انگریز سپاہی اور ۱۴ ہندوستانی مجروح ہوئے۔ انگریز مقتولین کو تجہیز و تکفین کے لئے انبالہ بھیجا گیا ہے اور ہندوستانی مقتولین پولیس کے حوالے کر دیئے گئے ہیں مجروحین شفا خانہ سہارنپور میں بھیجدیئے گئے اور کلکتہ میل کے مسافروں کو تین تنہا دوسری گاڑی میں منتقل کیا گیا۔ اور وہ صبح کے ۴ بجے ۲۰ منٹ پر روانہ ہو گئے۔ اپ ٹرین نمبر ۱ اور دوسری اپ ٹرین نمبر ۳ کے مسافروں کو ڈاؤن ٹرین نمبر ۴ میں منتقل کر دیا گیا۔

رومانیہ کے خلاف ترکی اعلان جنگ - لندن ۲ اگست ترکی نے رومانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔

لندن ۳۱ اگست اسٹرڈم قسطنطنیہ کی ایک اطلاع سے پایا جاتا ہے کہ رومانیہ کے خلاف جنگ کا اعلان کرنے میں بلغاریہ اور جرمنی بھی ترکی کے ساتھ شریک ہیں۔

رومانیہ نے ہنگری پر حملہ کر دیا - لندن ۳۰ اگست بخارسٹ کی ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ ہماری سپاہ نے ایک زبردست معرکہ کے بعد سرحد ہنگری کو عبور کر لیا اور اہم مقامات خصوصاً براسو پر جہاں کہ ریلوے لائن سرحد پر سے گذرتی ہے قبضہ کر لیا ہے اور ۱۴۷ قیدی گرفتار کئے ہیں۔ ہمارے توپخانہ نے دریائے ڈینوب میں آسٹری مسلح جہازوں کی باتریوں کو خاموش کر دیا۔

رزمگاہ سویز - ۲۰ اگست جنرل مرے کی رپورٹ مظہر ہے کہ غنیم کی ایک سو شتر سوار سپاہ نے بیرالبسود پر پہنچنے کی کوشش کی لیکن ہمارے ہراول دستے نے اسے پیچھے دھکیل دیا اور چھ میل تک ان کا تعاقب کیا۔

شریف مکہ کا اعلان - لندن ۲۵ اگست۔ قاہرہ۔ شریف اعظم مکہ نے مسلمانان عالم کی خدمت میں ایک اعلان جاری کیا ہے۔ جس میں کہ نوجوان ترکوں پر شرع کو تباہ کرنے۔ احکام قرآن کریم کی نافرمانی۔ جبر و ظلم کرنے اور قدیم کعبہ کو جسے کہ اس قدرت پاک نے خانہ خدا کے لئے منتخب کیا۔ فروخت کرنے کے متعلق اظہار نفرت و حقارت کیا گیا ہے۔ اعلان میں مذکور ہے۔ ہمیں کامل و مطلق خود مختاری حاصل ہے۔ اور ہمارا مقصود قیام اسلام ہے ہم یقین کرتے ہیں کہ عالم اسلامی کے ہر گوشہ میں برادران اسلام اپنا فرض ادا کرینگے۔ تاکہ رشتہ اخوت اور بھی مضبوط ہو جائے۔ ہم صرف قادر مطلق ہی کی طرف دیکھتے ہیں کہ جس کی مدد ہماری سلامتی کے لئے کافی ہے۔

عراق عرب میں جنگ - لندن ۲۵ اگست۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ عراق عرب میں حالت غیر متبدل ہے۔

رزمگاہ روس - لندن ۲۴ اگست۔ پیٹروگریڈ۔ سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ رزمگاہ ارزنجان میں ۳ سے ۱۲ تک ترکی ڈویژن مصروف پیکار رہیں۔ جھیل وان کے علاقہ میں خط تبس موش پر دو آرمی کور مصروف پیکار رہیں۔ اور عراق عرب میں عثمانی فوج ۴ سے ۶ ڈویژن تک برسر مقابلہ ہے۔ فوجی حکام خیال کرتے ہیں کہ محاذ قفقاز پر ترکی جارحانہ کارروائی زوال پذیر ہو چکی ہے۔ فوجی نقطۂ خیال سے جھیل ارومیہ کے جنوب کی روسی کامیابیاں نہایت ہی اہم ہیں۔ روسی فوجی کارروائی کو خط ارزنجان موش سے دوسری طرف منتقل کرنے میں ترکوں کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئی ہیں محاذ قفقاز میں روسی جارحانہ کارروائی ایک وسیع علاقہ پر حاوی ہے۔ لیکن روسی سپاہ یقینی طور پر بتدریج ترقی کر رہی ہے۔

رزمگاہ بلقان - لندن ۲۵ اگست سالونیکا سرویا محاذ سے نہایت ہی تسلی بخش خبر موصول ہوئی ہے۔ سروی سپاہ نے ایک پہاڑی پر جو جھیل اوسٹرو پر حاوی ہے دوبارہ قبضہ کر لیا ہے۔ اور شمال کی جانب پیشقدمی کی ہے۔ محاذ کے دیگر حصوں میں کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔ بلغاری سپاہ نے تا حال ہمارے استحکامات پر حملہ نہیں کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ یونانی مقدونیہ میں پاؤں جمانے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

بعد کی خبر:۔ سالونیکا کی برطانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے ۲۳ ماہ رواں کو بلغاروی مدافعت کے باوجود تین پل تباہ کر دیئے۔

لنڈن ۲۶ اگست۔ پیرس سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ ہراول برطانی رسالہ نے ۲۵ ماہ رواں کو غنیم پر اوجیل جھیل تاہی نوسر کے مشرق میں دریائے انگیسی پر حملہ کیا۔ اور متعدد پلوں کو تباہ کر دیا۔ بلغاروی سپاہ نے مقامات قورلا اور دسیمر پر جہاں کہ اب تک یونانی سپاہ پڑی ہوئی ہے۔ حملہ کیا۔ کوہ بیلز جھیل دوریں اور دریائے سٹرما اور وردار کی جانب متعدد جھڑپیں ہوئی ہیں۔ تمام محاذ پر توپخانہ کی بھی ایک جھڑپ ہوئی سروی سپاہ نے جھیل اسٹرو کے شمال مغرب میں شدید بلغاروی جوابی حملوں کو پسپا کر دیا۔ اور کئی سو قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۲۶ اگست۔ روم۔ غنیم کی آمدورفت کی اطلاعات کو مسدود کرنے کے لئے اطالوی سپاہ نے بندرگاہ بلد ہو اور البانیہ ایپیرس کے ساحل پر کوہ کلارت پر جو یونان کے زیر اثر ہے قابض ہو گئی ہے۔

سابق وزیر اعظم یونان - لنڈن ۲۴ اگست۔ ایتھنز۔ ایم وینی زیلوس نے لیبر فرین کے ایک وفد کی ملاقات کے دوران میں بلغاروی حملہ کے متعلق کہا کہ یہ قومی اقتدار کی تباہی ہے۔ علاوہ آپ نے وفد کو مشورہ دیا کہ انہیں جلسے منعقد کرنے چاہئیں تاکہ گورنمنٹ پر یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ یونانی مردہ قوم نہیں ہیں۔

سالونیکا کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ تحریک والنٹیر کی ترقی گورنمنٹ کے لئے تشویش پیدا کر رہی ہے۔ اب تک کئی ہزار والنٹیر مکمل یونیفارم میں مسلح ہو چکے ہیں۔ اور لڑائی کے لئے تیار ہیں۔

حکم ضبطی ضمانت کے خلاف اپیل - مسز بیسنٹ نے ہائیکورٹ مدراس میں نیو انڈیا کی ۲ ہزار کی ضمانت کی ضبطی کے حکم کے خلاف اپیل دائر کر دی ہے۔

زبان بنائی۔

عربی یا صوتی الفاظ کی کثرت

اگر اس تصویری کو سیجح قرار دیا جائے اور فرض کر لیا جائے کہ انسان نے اولاً کائنات کی طبعی آواز [illegible] کر الفاظ تجویز کئے اور پھر وہی [illegible] شکل وہی اختیار کر گئے موجودہ زبانوں کو پیدا [illegible] تو پھر دنیا کی کل زبانوں میں سے ابتدائی یا اصلی زبان وہی زبان ہوگی جس میں آنو ماٹو پوئیٹک یعنی صوتی الفاظ کثرت سے ہونگے اس اصول پر بھی عربی زبان ہی اور سب زبانوں [illegible] کیونکہ عربی زبان میں ایسے الفاظ کی تعداد [illegible] ہزاروں [illegible] حسب تحقیق [illegible] صاحب [illegible] کے الفاظ عربی میں چھ ہزار [illegible] ہے تو جس صورت میں عربی [illegible] صوتی الفاظ کی تعداد ہزاروں تک پہنچائی ہے اور دوسری زبانوں میں ایسے الفاظ معدودے چند ہیں تو پھر کیوں عربی زبان کو ابتدائی زبان نہ تسلیم کیا جاوے۔ جب عربی بولنے والے دوسرے ممالک میں جا آباد ہوئے تو گو صوتی الفاظ نہ قائم رکھ سکے لیکن باقی الفاظ کو انہوں نے بہت حد تک بدل دیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ باقی زبانوں میں ان الفاظ کی تعداد قلیل ہو گئی۔

بچہ کی زبان وہی ہے جو وہ سنتا ہے۔

بہرحال عام طور پر مقبول نظریہ یہ ہے کہ انسان آواز نکالنے کی استعداد تو طبعاً رکھتا تھا اس نے غیر کی آوازوں کو نقل کر کے آہستہ آہستہ زبان بنائی اس امر کی تشریح میں جیسے اوپر ذکر کیا گیا عموماً شیرخوار بچہ کی مثال دی جاتی ہے۔ یہ امر تو بدیہہ ہے کہ بچہ جو سنتا ہے وہی بولتا ہے۔ لیکن اگر کسی بچہ کے آگے مہمل کلمات ہی بولے جائیں۔ اور کوئی لفظ نہ بولا جائے تو کیا وہ زبان کے الفاظ پر قبضہ پالیگا۔ ہرگز نہیں۔ ایسی صورت میں یہ ممکن نہیں کہ وہ بامعنی آوازیں خود بخود نکال [illegible] گونگے محل کا قصہ عام مشہور ہے اکبر نے انسان کی اصل زبان کو دریافت کرنا چاہا تھا۔ اس نے چند شیرخوار بچے گونگی زبان دایہ اور خادموں کی زیرنگرانی ایک ایسی جگہ رکھے جہاں انسانی آواز نہ پہنچے۔ جب وہ بچے بولی بولنے کی عمر کو پہنچے تو بجز مہمل آوازوں کے وہ کوئی آواز نہ نکال سکتے تھے۔ اور دیگر اغراض کے لئے وہ بالکل گونگے زبان تھے۔ یہ تجربہ اب بھی ہو سکتا ہے۔ ایک بچہ وہی آواز یا لفظ منہ سے نکالنے سیکھے گا جو اس نے سنے ہونگے۔ ایک ہندی نژاد اگر انگلستان میں اور ایک انگریز کا بچہ اگر ہندوستان میں پرورش پائے تو بالترتیب ان کی زبان انگریزی اور ہندوستانی ہوگی۔ اگرچہ ان کی مادری زبان ہندی اور انگریزی تھی۔

انسان دوسروں کی نقل کرتا ہے نہ کہ خود بناتا ہے

ان حالات پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ انسان خود زبان نہیں بناتا۔ بلکہ بنی بنائی زبان کے الفاظ سن کر نقل کرتا ہے اور زبان سیکھ لیتا ہے۔ اگر بچے کی مثال ایک صحیح مثال ہے تو جس طرح ایک بچہ پہلے سے بنی بنائی زبان اخذ کرتا ہے ضروری ہے کہ انسانی بچہ کے سامنے پہلے سے بنی بنائی زبان موجود ہو جس کو وہ سنے اور اس کی نقل کرے

صوتی تھیوری بھی اس خیال کی مؤید ہے۔

آنوماٹو پوئیٹک (صوتی) تھیوری بھی اس خیال کی مؤید ہے۔ اگر صوتی الفاظ کائنات میں کسی آواز کی نقل [illegible] تو وہ ہزارہا ہزار الفاظ جن کو بالواسطہ یا بلاواسطہ کوئی بھی تعلق ان صوتی الفاظ سے نہیں وہ کیسے پیدا ہو گئے۔ ضرور [illegible] کہ وہ الفاظ بھی اس نے کہیں سے سنے۔ اور پھر اس نے ان کی نقل کی۔ یہ آواز اس نے کہاں سے سنی یا اس کو کس نے سنائی۔ یہ مضمون ہماری بحث سے خارج ہے لیکن ہم انسانی حالات کو سامنے رکھ کر [illegible] نتیجہ پر پہنچ آ جاتے ہیں کہ جس طرح اس نے صوتی الفاظ بنائے [illegible] اس نے دوسرے الفاظ سنے۔ (باقی دارد)

نومبایعین

مفصلہ ذیل اصحاب حضرت امیر کے ہاتھ پر [illegible] بیعت میں داخل ہوئے

عبدالرحمن خانصاحب رئیس حصار

موسیٰ خانصاحب مالگذار

شیخ عبداللہ صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

یکشنبہ ۲۴ ستمبر ۱۶ء - جلد ۴ نمبر ۲۴

یا مظہر العجائب

کوئی گھڑی تو ہوش و خرد سے بھی کام لو

[از جناب مصطفیٰ خانصاحب بی۔ اے]

خدا بھلا کرے میاں صاحب کا ان کی ہر ایک بات میں شان بوالعجبی کا نظارہ نظر آتا ہے۔ جو تحریر ہوتی ہے مجموعہ عجائب ہوتی ہے۔ جو تقریر کرتے ہیں وہ بھی عجائب خانہ میں عکس لے کر رکھنے کے قابل ہوتی ہے۔ کیونکہ پبلک کے لئے اس میں عجیب عجیب سامان دلچسپی موجود ہوتے ہیں ورنہ سچ پوچھو یہ زمانہ قدردانی کا نہیں۔ ورنہ میاں صاحب ایسا نادر وجود جو حقیقت میں نادرِ زمانہ ہے اس قابل ہے کہ ان کو کسی چڑیا گھر یا عجائب خانہ میں رکھا جائے۔ اور ان کی تمام حرکات وسکنات گفتار ورفتار کو کسی خاص عکسی آئینہ میں منعکس کر کے محفوظ رکھا جائے۔ کہ ایسی چیزیں ہمیشہ نہیں پیدا ہو سکتیں۔

میاں صاحب کے بحر علمی کا نچوڑ اور برکات نفحات خلافت کا عطر تو آپ کی اس شہرہ آفاق اور مہتم بالشان تصنیف میں آ چکا جس کو خلافت آپ نے شیخ سعدی شیرازی کی اس نصیحت کو کہ

تعجیل کار شیطان بود

نظر انداز کرتے ہوئے صرف [illegible] دن میں لکھا۔ اس کتاب [illegible] اور ابلہی کی آخرینوں کے چہرہ سے بارہا پردہ اٹھایا جا چکا ہے۔ اور ضرورت نہیں کہ اس عروس معنوی کو دوبارہ بے نقاب کیا جائے۔ کیونکہ ارباب ذوق سلیم پہلے ہی اس کتاب کے مضامین خصوصی سے دریائے حیرت میں غرق ہیں اور میاں صاحب کے متعلق غور کر رہے ہیں کہ ان کی نسبت کیا رائے قائم کی جائے۔

اس وقت قادیان کا وہ پرچہ جو میاں صاحب کے ادعائی نام "فضل عمر" کے نام پر "الفضل" کے نام سے موسوم ہے اور جسے اسلامی صحافت میں ہمارے نزدیک کسی قسم کی فضیلت حاصل نہیں بلکہ اسلام کے لئے باعث ننگ و عار ہے کیونکہ اس میں آئے دن ان عقائد باطلہ کا اعلان و اشتہار ہوتا رہتا ہے جو کوئی حقیقی مسلمان شائع نہیں کر سکتا۔ ہمارے سامنے ہے اور اس میں ہمارے مکرم میاں صاحب کی وہ تقریر درج ہے جو آپ نے قادیان کے اسکول کے طلباء کے سامنے کی۔ اس تقریر میں بہت سی باتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن میں ہر ایک بات بجائے خود مظہر عجائب ہے۔ میں یہاں مشتے نمونہ از خروارے ناظرین کرام کے سامنے چند باتیں پیش کرتا ہوں اس سے ناظرین کرام کو اندازہ ہو سکیگا کہ میاں صاحب کا دل و دماغ کس طرح [illegible] کام کرتا ہے اور کیا کیا عجیب باتیں اپنے کیمیاوی عمل سے پیدا کر سکتا ہے۔

زمانہ تنزل کر رہا ہے؟

یہ ایک مسلم اصول ہے کہ زمانہ ترقی کر رہا ہے۔ انسان کے قوائے ذہنی ترقی کر رہے ہیں۔ پہلے زمانہ سے اس زمانہ کے لوگ ذہانت میں فائق ہیں۔ چنانچہ خود عجیب و غریب ایجادات نئی قسم کی اختراعات اس کا بین ثبوت ہیں۔ یہ ایک ایسی بین بات ہے کہ اس سے ایک اندھا بھی انکار نہیں کر سکتا۔ خود حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ اس زمانہ میں تمام علوم ارضی میں ترقی ہوئی ہے۔ قوائے ذہنی کو ترقی ہوئی ہے اور اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے اپنا مجدد اس زمانہ میں مبعوث کیا کہ اس وقت خدا کا راہ دکھاوے۔ لیکن ہمارے میاں صاحب اس مسلمہ اصول کے خلاف فرماتے ہیں۔ تمام زمانہ کے دماغوں کو گز در [illegible]

دیتے ہیں اور اپنی کوتاہ بیانی کو چھپانے کے لئے اپنے حاضرین کو جن میں بعض حضار خود بدولت سے زیادہ فہیم ہونگے کم فہم بناتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"اس لئے میں ان کو بیان نہیں کرونگا کیونکہ یہ تمہاری طاقت سے بڑھ کر ہیں۔ آجکل کے دماغ کوئی ایسے اعلیٰ نہیں رہے کہ اس عمر میں ایسی باتیں یاد رکھ سکیں"

یقیناً جو شخص کوئی ایسے اعلیٰ کا عہدہ اور انوکھا محاورہ زبان اردو میں اضافہ کرتا ہے وہ خود اور اس کا کاتب تقریر کوئی ایسا اعلیٰ دماغ نہیں رکھتا۔ اور اسی لئے اس نے اپنے پر دوسروں کو بھی قیاس کیا ہے۔ المرء یقیس علی نفسہ

باتیں بہت ہیں مگر تمام مزخرفات پر کون ریویو کرے اور اپنا عزیز وقت ضائع کرے اس لئے ان سب کو نظرانداز کرتا ہوں اور اس مقام پر آتا ہوں جو میاں صاحب کا دراصل مدعا ہے۔

نبوت مسیح موعود

اگرچہ میاں صاحب نے اپنی ادائل گدی نشینی میں اپنے ایک مخلص مرید میاں محمد عثمان کو لکھا تھا کہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق نبی کے لفظ کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتے اور یہ محض مصلحت وقت ہے اور تھوڑے دن کی بات ہے۔ مگر باوجود اس اعلان کے ہمارے سامنے "حافظہ نباشد" کا نظارہ پیش ہو رہا ہے اور میاں صاحب اور ان کے مرید اٹھتے بیٹھتے نبوت مسیح موعود پر زور دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس تقریر زیر ریویو میں بھی میاں صاحب نے نبوت مرزا صاحب پر زور دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

"پہلی امتوں میں جو نبی آئے وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے نہ کہ کسی نبی کے وسیلہ سے۔ مگر یہ تسلیم کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں کہ انھیں نبی کی اطاعت نبوت کے انعام کی مستحق ضرور بنا دیتی تھی۔ اس لئے ماننا کہ وہ نبوت پانے میں کسی کے شاگرد نہیں ہوتے تھے مگر انھیں اپنی امت کے نبی سے تعلیم ایسی حاصل ہو جاتی تھی کہ وہ نبوت کے مدرسہ میں داخل ہونے کے قابل ہو جاتے تھے"

کیا کوئی صحیح الدماغ یہ الفاظ استعمال کر سکتا ہے۔ خود ہی سوچو یہ کیا کہہ رہے ہو۔ ایک طرف کہتے ہو نبی کی اطاعت انھیں انعام نبوت کی مستحق کرتی ہے۔ دوسری طرف کہتے ہو کہ نبوت پانے میں کسی کے شاگرد نہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے بھی آنحضرت کی اطاعت کی اور نبوت ملی۔ دوسرے نبی بھی پہلے نبی کی اطاعت سے انعام نبوت حاصل کرتے تھے بتاؤ اب فرق کیا ہوا اور ان الفاظ کے کیا معنی ہوئے کہ "وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تھے"۔ کیا مرزا صاحب خدا کی طرف سے نہیں تھے۔ آخر الفاظ و معانی میں کچھ مناسبت ہونی چاہئے۔ مگر میاں صاحب کی تقریر کی یہ خصوصیت ہے کہ مجموعہ الفاظ ہے اور مطلب کچھ نہیں۔ یا مظہر العجائب الفاظ حاضر و مطلب غائب

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

"حضرت موسیٰ تو یہ کہینگے کہ گو میرے ذریعہ کوئی نبی نہیں ہوا۔ مگر میری امت میں اور میرے شاگردوں میں ایسی قابلیت کے لوگ ضرور ہوئے ہیں جنہیں خدا تعالیٰ نے نبی بنا دیا ہے"

اس پر بھی وہی سوالات عائد ہوتے ہیں جو میں پہلے کر چکا ہوں کیا کوئی میاں صاحب کا دوست۔ کوئی جوشیلا گدی پرست۔ خود مولوی شیر علی صاحب کی مولویت اور زیرکیاں اس عقدہ لاینحل کو حل کر سکتی ہے۔ کہ جب سلسلہ موسویہ کے نبی بھی موسیٰ کے شاگرد ہی تھے تو پھر وہ کیوں موسیٰ کی وساطت سے نبی نہیں سمجھے جاتے اور حضرت مرزا صاحب کی اس میں کیا خصوصیت ہے۔ کیا ان کو خدا نے نبی بنایا اور مرزا صاحب کو آنحضرت صلعم نے نعوذ باللہ من ھذا الشرک

کیا مرزا صاحب کے الہامات جن میں نبی کا لفظ موجود ہے خدا کی طرف سے نہیں؟ اگر ہیں تو پھر اس سارے طرز استدلال کا مطلب جو سراسر بیہودگی پر مبنی ہے۔ کیا یہ بھی کوئی ایسا معمہ ہے کہ عقیدہ کفارہ و تثلیث کی طرح انسانی عقلیں نہیں سمجھ سکتیں اور کیا اسی لئے میاں صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس زمانہ کے دماغ اعلیٰ نہیں ہیں کیونکہ ان سے ایجاد کردہ مسائل کے وہ متحمل نہیں ہو سکتے۔

ایک جگہ میاں صاحب [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب آبے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
ہر چہ در قرآں بیانش با یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۳ سہ ماہی ۱۲ ماہوار ۸ طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | ہفتہ میں تین بار | لاہور یکشنبہ ۲۴ ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۴

چوں نیک بنگری ہمہ تزویر میکنند

(از جناب عبداللہ خانصاحب علزئی)

ایں مسلمانان قوم کہ تقریر میکنند
ما را بزور ناطقہ تسخیر میکنند

مفہوم سر پرستی ملت بگو ئمت
یعنی عروج ذرۂ تشہیر میکنند

حضرات اہل علم بفحوائے ضیق نفس
عرض ہنر بگوشۂ تکفیر میکنند

میدان علم تنگ چو چشم حسود شد
نوک قلم بدیدۂ تصویر میکنند

از ما مپرس قصۂ ارباب خانقاہ
در مجلس سماع چہ تزویر میکنند

تا چند شرک داخل اسلام کردہ اند
چنداں غلو بمرتبۂ پیر میکنند

از مصلحان ما چہ بر آید صلاح ما
گوئی بنائے مفسدہ تعمیر میکنند

ما مردمان سادہ دریں ابتلائے عام
انجام خود حوالۂ تقدیر میکنند

مے دہ کہ شیخ حافظ و مفتی و محتسب
چوں نیک بنگری ہمہ تزویر میکنند

کیا عربی زبان الہامی ہے

انسان کے الہاماً زبان سیکھنے کے متعلق یورپ کا گذشتہ اور موجودہ خیال

تحقیق السنہ پر ایک ایسا زمانہ بھی یورپ میں گذرا ہے۔ جب انسان کا الہاماً زبان سیکھنا تسلیم کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ وہ وقت تھا کہ جب مذہب کا دور دورہ یورپ میں تھا۔ اور ابھی مذہب نے میٹریلزم کے آگے سر نہیں جھکایا تھا۔ لیکن جوں جوں اگناسٹسزم (مذہب تشکک) مغربی طبائع پر غلبہ پاتا گیا ادھر نفس الہام سے انکار ہونے لگا۔ ان حالات میں یہ بعید نہ تھا کہ زبان کے متعلق الہامی تھیوری کو بھی غلط سمجھا جاتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن اس کے مقابل جو اور تھیوریاں پیدا ہوئیں ان میں سے ایک تھیوری بھی ایسی نہیں کہ جس کے متعلق وثوق سے کہا جاسکے کہ یہ صحیح اور درست قیاس ہے مختلف قیاسات مختلف وقتوں میں دوڑائے گئے۔ لیکن کسی ایک پر بھی کسی محقق کو وثوق نہیں۔

تین تھیوریاں

الہامی تھیوری کے علاوہ تین اور تھیوریاں محققین عربے زبان کے پیدا ہونے کے متعلق تجویز کی ہیں (۱) باؤ واؤ تھیوری (۲) پوہ پوہ تھیوری (۳) ڈنگ ڈونگ تھیوری۔

باؤ واؤ کتے کی آواز کو کہتے ہیں۔ خیال یہ کیا گیا ہے کہ جس طرح کتا یا دوسرے جانور خاص طریق پر آواز نکالتے ہیں۔ اسی طرح اول اول انسان بھی آواز نکالتا تھا۔ چونکہ جانوروں کی آواز نکالنے والے اعضاء بمقابل انسان کے اعضاء صوتی زیادہ تکلیف رکھتے۔ اس لئے ان میں مختلف قسم کی آوازیں نکالنے کی زیادہ استعداد تھی۔ مظاہر قدرت کی مختلف اشیاء نے مختلف تاثیرات انسان کے دل پر ڈالیں جو مختلف اظہارات چاہتی تھیں اس لئے ان کے اظہار کے لئے انسان کے اعضاء صوتی نے مختلف حرکات اور مختلف لہجوں سے مختلف آوازیں پیدا کیں۔ یہ آوازیں مختلف مفہوموں کا قائم مقام ہوکر مختلف الفاظ بنانے کا موجب ہوگئیں جنہوں نے بحیثیت مجموعی زبان کو پیدا کر دیا۔ اسی تھیوری سے ملتی جلتی دوسری تھیوری آنوماٹوپیا ہے۔ یعنی انسان کے خارجی نیچر میں بعض طبعی آوازوں کو نقل کرکے الفاظ تجویز کر لئے۔ مثلاً اردو میں لفظ چیخ دراصل اپنی آواز میں بھی اپنے مفہوم کی نقل ہے چنانچہ اس کا عربی مترادف صریخ اور انگریزی شریک بھی اونوماٹوپیٹک (صوتی) الفاظ ہیں۔ اسی طرح ڈھول کی آواز کو ڈم ڈم کہنا بھی ایک صوتی لفظ ہے۔

دوسری تھیوری جس کا نام پوہ پوہ تھیوری ہے اس سے یہ مراد ہے کہ انسان جس میں مختلف جذبات ہیں۔ مثلاً خوشی۔ غم۔ تاسف۔ رحم۔ ان مختلف جذبات کا اظہار طبعاً مختلف آوازوں سے ہوتا ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ انسان نے سب سے پہلے ان طبعی جذبات کی مظہر آوازوں کو نکالا اور اسی پر اور اضافہ ہوکر زبان بن گئی۔

تیسری تھیوری جس کا نام ڈنگ ڈونگ ہے یہ کسی قدر جدید ترین ہے اور اس کا موید پروفیسر میکس مولر ہے۔ اس کے اثبات یہ سمجھا گیا ہے کہ جس طرح مختلف دھاتوں پر یا بعض جمادات پر کوئی خارجی چیز چوٹ دیکر مختلف آوازیں پیدا کرتی ہے اور وہ آوازیں ایک دوسری سے مختلف ہوتی ہیں۔ جو آواز مثلاً پیتل سے ایک چوٹ کے پیچھے نکلتی ہے وہ لوہے یا پتھر یا لکڑی کی آواز سے جدا ہوتی ہے اسی طرح انسانی دماغ پر بھی بیرونی تاثرات مختلفہ نے مختلف رنگوں میں چوٹیں دیکر مختلف آوازیں یا گونجیں پیدا کیں اور یہ مختلف آوازیں آہستہ آہستہ مختلف الفاظ بن کر زبان کرا گئیں۔

پہلی تھیوری پر ایک نظر

میں ان مختلف تھیوریوں پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ ان میں سے میں پہلی تھیوری پر ایک تنقیدی نگاہ ڈالتا ہوں۔ کیونکہ یہی تھیوری دراصل عام طور پر مقبول تھیوری ہے۔ علاوہ ازیں جو اعتراض اس پر ہوگا وہی اعتراض دوسروں پر بھی چسپاں کیا جاسکتا ہے۔

خیال کیا گیا ہے کہ جس طرح ایک مادر زاد بچہ جو سنتا ہے آہستہ آہستہ اس کی نقل کرنے لگتا ہے۔ اس کی آواز نکالنے کے اعضاء فطرتاً ایسی استعداد رکھتے ہیں کہ وہ ہر سنی ہوئی آواز کی نقل کرسکیں۔ وہ مختلف الفاظ کو سن کر ان کی نقل کرکے تلفظ سیکھتا ہے۔ پھر بتدریج لفظوں کو ان کے معانی سے نسبت دے کر الفاظ کے معانی سے آگاہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح انسانی بچے نے بھی اول اول ان آوازوں کی نقل کی جو اس نے کائنات میں سنیں۔

مریم میں کوئی خاص صفات الٰہی نہ تھے - ان کی پیدائش و حیات اور موت عام ابن آدم کی طرح سے تھی - اور ان کی بعثت بھی ایک خاص قوم کی طرف تھی - جو تورات کے متبع تھے -

آنحضرت صلعم کی وسعت قلبی پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح بیان فرمائے اور آنحضور کی اس وسعت قلبی کا ذکر فرمایا کہ کس طرح سے آنحضور نے نجران کے پادریوں کے وفد کو جو آپ کی رعایا تھی اتوار کے دن اپنی مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت بخشی - اور بتلایا کہ ہم اس محبوب خدا صلعم کی امت ہیں جس نے یہ وسعت قلبی آج سے سوا تیرہ صدیاں پہلے دکھلائی - آج اس مہذب دنیا میں مسلمان تو کیا اگر کوئی عیسائی اپنے گرجا میں چلا جائے جس کے خیالات گرجا گھر کے پادری صاحب سے کسی ایک مسئلہ میں مختلف ہوں تو وہ وہاں سے فوراً نکال دیا جاتا ہے - اور اس کے ابدی جہنمی ہونے کا فتویٰ دیا جاتا ہے - گویا بہشت و دوزخ پادری صاحب کے زیر فرمان ہیں العجب -

سورہ فاتحہ کی بینظیر تعلیم میں تمام دنیا کے جملہ مذاہب کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ اپنی اپنی کتابوں میں سے قرآن کریم کی سورہ فاتحہ جیسی تعلیم نکال کر دکھلائیں وہ ہرگز ہرگز نہ دکھلا سکینگے -

اسلام فطرتی مذہب ہے وہ جو بات منواتا ہے دلیل سے منواتا ہے - اور جو چھوڑاتا ہے دلیل سے چھوڑاتا ہے -

گناہ کا منبع عورت نہیں پھر خطیب نے مستورات کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ گناہ عورت کی غلط کاری سے دنیا میں آیا - آپ نے نقلی و عقلی دلائل سے اس بات کو حاضرین کے ذہن نشین کرایا کہ یہ عقیدہ بھی ویسا ہی غلط ہے جیسا الوہیت مسیح کا اور بتلایا کہ مرد اور عورت فطرتاً پاک پیدا کئے جاتے ہیں - آپ نے اس بات کو واضح کیا کہ بہشت ان کے پاؤں تلے ہے - اور اس کے حوالہ میں اس سلوک کو بیان کیا جو مائی حلیمہ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا -

کفارہ مسیح پھر کفارہ مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈالی - اور بتلایا کہ یہ بات کسی ذی ہوش انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ زید کے پھانسی پانے سے بکر کا گناہ معاف ہو جائے - کبھی عدالت نے یہ فعل آج تک کر کے نہیں دکھلایا - کہ قتل زید کرے اور پھانسی بکر دیا جاوے - پس خدا تعالیٰ ایسا قانون کیسے رائج کر سکتا ہے کہ اس کا نیک اور پاک بندہ دشمنوں کے ہاتھ سے ستایا جاوے - اور صلیب پر کھینچا جاوے - اور وہ درد اور کرب کی حالت میں ایلی ایلی لما سبقتانی پکارے اور اس کی موت سے لوگ نجات پا جاویں - میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ اگر کفارہ مسیح پر ایمان رکھا جاوے تو حضرت مسیح کی وہ تعلیم بالکل بے سود ہو جاتی ہے جو انہوں نے واقعہ صلیب سے چند یوم پہلے پہاڑی پر دی - اور جو انسان کو نیک اعمال کرنے کی ترغیب دیتی ہے - وہ فرماتے ہیں کہ پاک دل انسان خدا کو دیکھ لیتا ہے - پھر اسلام کے دو اصول

تعظیم لامر اللہ و شفقت علیٰ خلق اللہ کو بیان کیا - اور اس کی تفسیر فرماتے ہوئے بتلایا کہ رسول صلعم نے دیکھا کہ ایک شخص نے پیاسے کتے کو پانی پلانے کی خدمت میں بہشت حاصل کر لیا اور ایک نے بلی کو باندھ کر بھوک سے مار ڈالنے کی عوض دوزخ میں جگہ پائی *

غرضیکہ ہر طرح سے خطیب نے اپنی بے بدل تقریر میں سامعین کو محظوظ کیا

دو خواتین کا قبول اسلام

اس سعید اور مبارک تہوار پر دو مس خواتین نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان اس مجمع میں کیا - اور امام صاحب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئیں یہ ہر دو خواتین جمعہ اور اتوار کے جلسوں اور مواعظ میں شریک ہوتی رہی ہیں - خدا تعالیٰ انھیں استقامت بخشے -

ضیافت مہمانان

پلاؤ - سیویاں اور قورمہ وغیرہ جو اس موقعہ کے لئے تیار کرایا گیا تھا - حاضرین کے لئے سیزروں پہنچایا گیا - جس کو انہوں نے نہایت خوشی سے تناول فرما کر مشکور فرمایا - اس قدر جم غفیر کے لئے یہ آسان بات نہیں ہے - اس کا سب کا سب کریڈٹ ہمارے امام صاحب کو ہے - جنہوں نے باوجود اپنی اس قدر علالت کے وقت پر کھانا اپنے زیر ہدایت تیار کرایا - جزاہ اللہ احسن الجزاء

ہماری نو مسلمہ بہنوں نے جن کے نام ذیل میں درج ہیں کمال شفقت اور محبت سے کھانا کھلانے اور برتن وغیرہ کا انتظام کیا - جس کے لئے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے - ان میں سے بعض نے ابھی اعلان اسلام نہیں کیا - لیکن نمازوں میں برابر شامل ہوتی ہیں - ان کے نام یہ اور پر نشان * دے دیا گیا ہے شریفہ بیگم نادل - سلیمہ - سلامت - زہرا - سلیمہ - زبیدہ - زیتون - حفیظہ - فرحت - عفیفہ - امینہ - مس ہال - مس لوگرو - صدیقہ - نسیمہ - سنیفہ - مس ینگ - طاہرا - ۱ بجے کھانا ختم ہوا - تو ۳ بجے سے ۵ بجے تک چائے نوشی کا انتظام کیا گیا - اس وقت حاضرین کی تعداد ۰۰ کے قریب تھی

واپسی مہمانان

چائے کے بعد مہمانوں کی روانگی کا وقت آگیا - اگرچہ ان کا دل اس پر فضا جگہ سے جانے کو نہ چاہتا تھا آخر رفتہ رفتہ رخصت ہو گئے - جتنی گورنمنٹ کے کھانے پر ۰۰ مرد و زن موجود تھے - جو سب کے سب نو مسلم تھے - ان میں شاید ہی کوئی ہوگا جس نے اعلان اسلام نہ کیا ہو - جو لطف اس عید مبارک پر لوگوں نے حاصل کیا اس کا نقشہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتا - فالحمد للہ اللھم زد فزد

دستخط ملک عبد القیوم بی - اے علیگ

بقلم بلال نور احمد یکم اگست ۱۹۱۲ء

اخبار بلٹین اور مسلمانان لاہور لاہور کا معاصر بلٹین اپنی بے تعصب اور غیر طرفدارانہ مدعویہ پالیسی کو افسوس ہے کہ اب نظر انداز کر کے ناجائز قومی پاسداری میں منہمک ہو گیا ہے جس کے ثبوت میں اس ناواجب و نامناسب رویہ کو پیش کیا جا سکتا ہے جو اس نے آج کل اختیار کر رکھا ہے - سب سے پہلے ناول ایجنسی کی ایک نہایت ہی ناپاک کتاب "ہندوستان عہد مغلیہ میں" (جس میں کہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو دل کھول کر گالیاں دی گئی ہیں اور آپ کے حرم محترم اور شہزادیوں پر ناپاک الزامات لگائے ہیں) کی حمایت و تائید میں اس نے قلم اٹھایا - اور خود اس مقدس انسان کو جس نے ہندوؤں کو ہر طرح کی مذہبی و ملکی آزادی سے متمتع کیا پیٹ بھر کر گالیاں دیں - ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا تو اس نے ایک پرانی ضرب المثل "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی" کو خواہ مخواہ بدلا اور رادھا کی جگہ زلیخا کا لفظ ایجاد کر کے مسلمانوں کے دردمند دلوں کو ازحد ٹھیس لگائی - جس کا یہ نتیجہ ہے - کہ اس دل آزاری و توہین کے خلاف اخبارات میں صدائے احتجاج بلند ہوئے اور اس پر بعض علمائے اسلام کے فتاوے شائع ہونے کے علاوہ آج محمڈن ہال میں مسلمانان لاہور کی طرف سے ایک جلسہ اظہار ناراضگی کے انعقاد کا اہتمام بھی ہو چکا ہے - ہم نہیں جانتے کہ بلٹین کا مقصد اس ترمیم سے جو اس نے اس ضرب المثل میں کی سبب کیا ہے - لیکن بہرحال اس نے رادھا کے ہندوانہ نام کو اڑا کر "زلیخا" کے اسلامی نام کو اس کی جگہ دیکر اور پھر دوسری دفعہ زلیخا کی جگہ زہرا لکھ کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ وہ اپنے پہلو میں غیر متعصب دل رکھنے کی بجائے اپنی مدعویہ پالیسی کے خلاف ایک ایسا دل لئے ہوئے ہے جو بغض و تعصب اور قومی پاسداری کی آلودگی سے لبریز ہے - جو ظاہر ہے کہ اس کے مصالح خصوصی کے لئے بہت کچھ مضرت رساں ہے

بلٹین کے خلاف جلسہ اظہار ناراضگی اوپر کا نوٹ لکھ چکنے کے بعد ہمیں اس جلسہ میں بھی شامل ہونے کا موقع ملا - جو گذشتہ ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء کو محمڈن ہال لاہور میں مسلمانان لاہور کی طرف سے منعقد ہونے والا تھا - جلسہ میں مجمع بہت کافی تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سارا شہر ہی امنڈ آیا ہے - ہال کا ہجوم تھا - جو سب کے سب بلٹین کی نالائق حرکت کے خلاف غم و غصہ میں بھرے ہوئے تھے - سب سے پہلے جناب مولوی غلام محی الدین صاحب وکیل قصوری نے ایک پر زبردست تقریر میں یہ بتایا کہ بلٹین نے محولہ بالا ضرب المثل کو بدل کر حضرت یوسف کی توہین کی ہے - اور اس طرح سے مسلمانوں کے جذبات کو ایسی ٹھیس لگائی ہے کہ جس سے ان کے دلوں کو سخت صدمہ پہنچا ہے - آپ نے لغت کی مستند کتابوں (نجم الامثال - ڈاکٹر فالن کی اردو انگریزی ڈکشنری اور فرہنگ آصفیہ) سے ثابت کیا کہ یہ ضرب المثل نہایت قدیم زمانہ سے چلی آئی ہے جو گویا اس قصہ کی تلمیح ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ جناب کرشن نے ایک رات رادھا جی سے ناچنے کی درخواست کی جنہوں نے نو من تیل کا بہانہ کر کے آپ کے مطالبہ سے نجات پائی - اسی سے یہ ضرب المثل بن گئی "نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیگی" جو ہمیشہ اس موقعہ پر استعمال ہوتی ہے جب کسی کام کے لئے ناممکن الحصول شرائط پیش کی جائیں - آپ نے بتایا کہ مسلمان اس ضرب المثل کو استعمال کرنے میں ہندوؤں کی کوئی توہین نہیں کرتے اور نہ ان کا یہ منشا ہوتا ہے - خود ہندو اسے آج تک استعمال کرتے رہے ہیں - آپ نے جناب کرشن کا نام بڑی عزت سے لیا اور فرمایا کہ ہمارے نزدیک وہ ایک مقدس اور پاکباز انسان تھے - جس کے بعد آپ نے ایک ریزولیوشن پیش کیا جس میں بلٹین کی اس نالائق حرکت پر اظہار افسوس کرتے ہوئے گورنمنٹ عالیہ سے اخبار مذکور کے ایڈیٹر اور مالکان سے قانونی سلوک کرنے کی استدعا کی گئی تھی - اس کے بعد بعض اور لوگوں نے بھی ایسا ہی اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا ایک نظم بھی پڑھی گئی اور تمام مسلمانوں نے بلٹین کو بائیکاٹ کرنے کا عہد کیا - مسلمان سب کے سب اس وقت بہت جوش اور غضب میں بھرے ہوئے تھے - جو اس صدمہ اور رنج پر شاہد حال ہے جو بلٹین کی کارروائی سے لاحق ہوا ہے -

ہمیں افسوس ہے کہ بلٹین نے اپنی اس نازیبا حرکت سے ہندو مسلمانوں کے افتراق و انشقاق کو روکنے اور اس خلیج کو بند کرنے کے بجائے اپنی ادعائی پالیسی کے خلاف اسے اور بھی وسیع کرنے کی کوشش کی جو ہندوستان کی قومیت متحدہ کے سخت منافی ہے -

---

جوگی صاحب پر کسان کا غصہ ہم نے گذشتہ اشاعت میں جوگی صاحب کی نظم موسومہ بہ "کفر توڑ کے متعلق" لکھا تھا کہ کسان کے ایک وفا نگاروں کی مخالفت کے بعد اب دیگر نامہ نگاروں نے اس کو جواب سراہا ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ بعض حاسدین نے کس قدر خلاف بیانی سے کام لیا - کہ ایسے الزامات جوگی صاحب پر لگائے لیکن اس کے بعد معاً ہم نے نہایت حیرت و افسوس کے ساتھ خود ایڈیٹر کسان کا وہ نوٹ پڑھا جس میں اس نے قریباً انھیں لغو الزامات کو دوہرا کر آئندہ اس کا سلسلہ کو قطعاً بند کر دیا ہے - ہم نہیں جانتے کہ کسان نے کیوں ایسی بیجا حرکت اور خلاف بیانی پر کمر باندھی - عیسائیوں اور مسلمانوں کی توہین خدا جانے کہاں سے سمجھ لی گئی ہے کہ اس پر اس قدر واویلا مچایا جاتا ہے - نیز حضور رسول مقبول صلعم کی شان میں گستاخی کا الزام بیجا طور پر جوگی صاحب پر دیا گیا ہے - ایڈیٹر کسان نے اس کے متعلق قانون مطابع کی دفعہ ۱۲ کا حوالہ دیا ہے جس پر ہم کسی آئندہ اشاعت میں نظر ڈالینگے - انشاء اللہ - باقی لچر الزامات اس قابل نہیں کہ ان کی طرف توجہ بھی کی جائے -

---

ضروری گذارش گذشتہ اشاعت میں پریس کی بعض نقائص کا ذکر کرتے ہوئے ہم نے اپنی مجبوریوں کا اظہار کیا تھا اخبار کے اس وقت تک کے تمام پرچے پیچھے ہوئے پڑے ہیں - اب چونکہ پریس نے کام شروع کر دیا ہے اس لئے یکے بعد دیگرے انھیں پہنچیں بھیجا جا رہا ہے ناظرین مطمئن رہیں کہ یہ تمام کسر جو اخبار کے اتنی دیر تک شائع نہ ہونے سے رہ گئی ہے انشاء

کیا کبھی تم نے اس بات پر فخر کیا ہے کہ ہمارا سکول ایسا ہے کہ کبھی اس کے لڑکے فسٹ ڈویژن میں پاس نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمیشہ تھرڈ ڈویژن میں ہی پاس ہوتے ہیں۔ کبھی نہیں کیونکہ یہ فخر کی بات نہیں۔ بلکہ ذلت اور رسوائی کی بات ہے۔ مگر مسلمانوں کو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ منبروں پر کھڑے ہو کر رو رو کے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی کی ایسی شان ہے کہ اس کی امت میں سے نبوت کا درجہ کسی کو نہیں مل سکتا۔ نبی ایک کامل فرد کو کہتے ہیں۔ گویا ان کے خیال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کوئی کامل فرد نہیں ہو سکتا اور پھر اس پر فخر کرتے ہیں؟"

سبحان اللہ کیا انوکھا استدلال ہے اور کیا برجستہ مثال ہے لیکن میاں صاحب ذرا ہوش سے کام لیجئے۔ جو لوگ فسٹ ڈویژن میں پاس ہوتے ہیں ان کو تھرڈ ڈویژن میں پاس ہونے والوں پر ایک قسم کی فضیلت تو ہوتی ہے لیکن یہ نہیں کہ وہ ان کی جماعت سے باہر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً جو لوگ بی اے کا امتحان پاس کرتے ہیں خواہ وہ تھرڈ ڈویژن میں ہوں یا فسٹ میں بی۔ اے ہی کہلاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ فسٹ ڈویژن والے ایک درجہ اوپر جا کر ایم اے کہلانا شروع کر دیں۔ اسی طرح تھرڈ ڈویژن میں بی۔ اے پاس کرنے والا بھی بی۔ اے ہی ہوتا ہے اور بی۔ اے کہلاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص امتی ہے جو مجدد ہے خواہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کا کیوں نہ ہو ایک درجہ اوپر یعنی منصب نبوت پر ممتاز نہیں ہو سکتا۔ جس طرح فسٹ ڈویژن میں بی اے پاس کرنے والا صرف بی اے ہی کہلائیگا اس کے اگلا درجہ یعنی ایم۔ اے نہیں کہلا سکتا اور نہ ایم۔ اے کے درجہ میں شامل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مجدد باوجود اعلیٰ کمالات کے زمرہ مجددین میں ہی رہ سکتا ہے ہرگز زمرہ انبیاء میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ اپنے منشاء پر ہی غور کریں تو مسئلہ صاف ہو مگر غور کون کرے وہاں تو صرف گدی کی خیر منائی جاتی ہے۔ وہ اسی میں اپنی کامیابی سمجھے جائینگے۔ ؎

خیر گدی کی سب مناتے ہیں
جس کا کھاتے ہیں اس کا گاتے ہیں

میاں صاحب نے اپنی اس تقریر میں نبی کی تعریف محض "فرد کامل" کی ہے۔ لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا صحابہ کرام ناقص ہی تھے۔ اور باوجود ناقص ہونے کے انہیں رضوان الٰہی کا سرٹیفکٹ مل گیا تھا۔ نعوذ باللہ من ذالك۔

پھر خود حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ "اس کا کامل بجز صرف نبی نہیں کہا سکتا" اب میاں صاحب ہی خدا کے لئے غور کریں کہ ان کا اعتقاد خود حضرت مرزا صاحب کے قول کے صریح خلاف ہے یا نہیں کچھ شرم کرنی چاہئے۔ کہ جس کی جوتیوں کے طفیل تمہارے پیٹ کا دوزخ بھرا جاتا ہے اس کی ہتک کرتے ہو اور صریحاً اس کے خلاف لکھتے ہو۔

میاں صاحب نے اپنی اس تقریر میں نادان مولویوں کی دوستی کو اس ریچھ کی دوستی سے تشبیہ دی ہے جس نے اپنے انسان دوست کے منہ سے مکھیاں اڑاتے اڑاتے مکھی مارنے کے لئے ایک سل اٹھا کر اپنے دوست کے منہ پر رکھ دی۔ لیکن کیا خود میاں صاحب کی ذات بابرکات پر مولویوں سے زیادہ صحیح شاید یہ مثال چسپاں نہیں ہو سکتی۔ آپ نے حضرت مسیح موعود کو کامل نبی بناتے بناتے ان کو اس قدر غبی بنایا کہ پندرہ سال تک خم الہامات کی درد سر خرید لی۔ اور نبی بھی خوب؟ جو ہی سمجھدار تھا کہ خدا کے الہام کو پندرہ سال تک نہیں سمجھا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

بیعت منسوخ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ بندہ نے پہلے بیعت میاں صاحب کی کی تھی۔ مگر بعد میں جب میاں صاحب کے عقائد پڑھے اور سنے گئے تو وہ خلاف عقیدہ حضرت صاحب کے معلوم ہوئے مثلاً حضرت مرزا صاحب کو حقیقی اور کامل نبی ماننا یا پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق حقیقی قرار دینا یا دوسرے تمام جہان کے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دینا۔ لہذا میں میاں صاحب کی بیعت سے بیزار ہوں۔

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

انگلستان میں نماز عید الفطر

عند می مکرمی دمعظمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ،

الحمد للہ رب العالمین۔ یہ عاجز راقم الحروف بخیریت بروز جمعہ ۲۰ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء وارد ووکنگ ہوا چونکہ مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد بوجہ کثرت کار دفتر و اشغال ... سست کمزور ہو چکے ہیں ان کی صحت اچھی نہیں رہی۔ ... نے حالات عید الفطر تحریر کرنے کا اشارہ مجھے فرمایا لہذا یہ چند سطور تحریر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ بزرگان قوم دوستوں کی فرحت قلبی کا موجب ہو گا۔

حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی ناسازی طبع

عید مبارک سے ایک دن پہلے یعنی ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۱۷ء کو یک بیک جناب مولانا صاحب کی طبیعت کسلمند ہو گئی ضعف ہو گیا۔ تمام جسم برف کی طرح سرد ہو گیا۔ نبض ساقط شدہ معلوم ہوتی تھی گھر بھر کے جملہ احباب ان کی تیمار داری میں مصروف ہو گئے۔ حیران تھے کہ کل عید ہے اور ان کی یہ حالت نازک ہو گئی ہے پچھلے سال تو بارش کا خوف تھا اور دعائیں مانگتے تھے کہ اس دن اچھا رہے اور اب کی مرتبہ حضرت مولانا صدر الدین صاحب کی بحالی صحت کے لئے دعائیں کی جا رہی تھیں

بحالی صحت

الحمد للہ وہ دعائیں سنی گئیں۔ حضرت رب العلمین نے اپنے خاص فضل و کرم سے بطور نشان صحت بخشی۔ اور دوسرے دن ایک جم غفیر کے روبرو تقریر کرنے کی طاقت بخشی۔ اگرچہ رات بھر ان کو اچھی طرح سے نیند تو نہ آئی مگر کرشمہ خداوندی سے دوسری صبح کو ہم نے ان کو صحیح اور تندرست پایا۔

آمد مہمانان

یکم اگست۔ منگل کے دن دس بجے سے اول اول۔ لندن کیمبرج۔ برائی ٹن وغیرہ وغیرہ اطراف کے پورا نے اور نئے مسلم احباب آنے شروع ہو گئے۔ پندرہ پندرہ اور بیس بیس منٹ کے بعد کی آنے والی ٹرینوں میں اکثر ہمارے احباب اور خواتین تشریف لاتے رہے ۱۱ بجے کے قریب تمام احاطہ دمکان مرد و زنان سے پر ہو گیا دن بہت گرم تھا۔ خوب دھوپ نکلی ہوئی تھی

نماز عید

درختوں کے سایہ تلے نماز کا انتظام کیا گیا۔ ایک وہ دن تھا کہ اس سنگلاخ زمین میں کوئی فرد واحد بھی اللہ اکبر کہنے والا نہ تھا یا آج پانچویں عید مبارک کی نماز پڑھانے کا موقعہ مبارک مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے کو مسجد ووکنگ میں ملتا ہے اور سینکڑوں بندگان خدا جن میں ہندی مصری۔ افریقی۔ انگریز وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں علاوہ ازیں ہر جمعہ کو مجمع لندن میں ہوتا ہے اور بدھ اور اتوار کو خاص ووکنگ شریف میں ایک خاص مجمع ہو جاتا ہے۔ جس کے متعلق ہفتہ وار حالات بطریق رپورٹ برائے اطلاع ہندوستان کے اکثر اخبارات میں شائع ہوتے ہیں۔ نماز عید مولوی صاحب کی اقتدا میں ادا کی گئی۔ اللہ اکبر کی تکبیروں سے میدان گونج اٹھا۔

نماز میں شامل ہونیوالے احباب

جو لوگ شامل نماز تھے ان کی تعداد دو صد تھی۔ اور ان کے علاوہ اکیسو کی تعداد ان لوگوں کی تھی جن کے دلوں میں اسلام کی محبت ہے۔ جن جن بزرگوں کے نام مجھے یاد رہ سکے ...

نو مسلم۔ مسٹر بشیر پل معہ زوجہ۔ لارڈ ہیڈلے الفاروق معہ فرزند دائی کونٹ مواہب الرحمن۔ صلاح الدین احمد۔ خاندان مسٹر سمتھ۔ خاندان ڈاکٹر تیمور۔ خاندان مسٹر رابرٹسن خاندان محمد اشرف پاول۔ خاندان مسز فرڈبرگ صدیقہ خاندان مسٹر حبیب اللہ لوگرو و خاندان مسز سکاٹ۔ خاندان مسٹر یحییٰ سٹوو۔ خاندان مسٹر احمد سیجٹ معہ والدہ وغیرہ و بچگان مسٹر خالد شیلڈرک۔ مسٹر شمس الدین ٹم خاندان مسز فینٹ گارڈنر مسٹر دوسی محمد معہ اہلیہ و احباب۔ خاندان سفیہ معہ بچگان مسز میگلڈ الن معہ احباب مسز پال۔ مس طاہرہ مس فرحت مسٹر حفیظ مس حفصہ۔ مس امینہ سیکس بی

زائرین۔ خاندان مسٹر والرٹ۔ مسٹر فیلڈ معہ مسٹر رینلڈ و احباب مسٹر ولیم لیف بو۔ خاندان مسٹر بیچ۔ مسز راڈمن

ہندوستانی مسلم۔ شیخ مشیر حسین بیرسٹر و اقبال حسین۔ مشیر حسین قدوائی۔ صاحبان۔ سرور کدوائی۔ سیٹھ سلیمان بمبئی۔ پرنس عبد الکریم سچین۔ پارسی شاپور جی۔ عبد الغنی۔ عبد الواحد عبد الرحیم۔ فاروقی۔ مسٹر عرفان علی بیرسٹر۔ خواجہ محمد اسمعیل معہ احباب۔ میرزا یحییٰ بیگ حیدر آبادی۔ نواب زادہ محمد امین الدین صاحب بڑودہ۔ مسٹر شہزاد۔ ملک فیروز خان ٹوانہ ملک سلطان علی خان صاحب ٹوانہ۔ سید احسان البصری۔ مصری شیخ سلیمان مصری۔ سوڈانی معہ احباب۔ خیر النساء ترکی معہ ہمشیرہ خود۔ صوفی عنایت خاں معہ ساتھ وغیرہ وغیرہ مسٹر عبد المجید بیلشا ایرانی۔ سرور خاں۔

خطوط اور تار

مفصلہ ذیل برٹش نو مسلم احباب کی طرف سے خطوط و تار موصول ہوئے۔ جن میں انھوں نے اپنی عدم شمولیت پر اظہار افسوس فرمایا جنرل میجر ڈکسن۔ کپتان عبد الرحمن مس گریو۔ کپتان احمد اللہ میگلڈ الن۔ لفٹنٹ اسد اللہ خاں بیری گفرڈ۔ کپتان گارڈن میجر نور جمال گک۔ عطاء الرحمن۔ شیخ جلال الدین محمد شہزادی صالحہ مصری۔ لیڈی کبولڈ۔ پروفیسر ایلن رلے منٹ پروفیسر نور الدین سٹیفن۔ پروفیسر ہارون مصطفیٰ لیون۔ مسٹر ڈڈلے رایٹ۔ حمیدہ بیگم بیری گفرڈ۔ عبد القادر سمتھ۔ رضیہ۔

اسلامی مساوات کا نقشہ

اس مختصر جماعت میں۔ برطانی۔ ہندوستانی۔ مصری۔ فرانسیسی بلجمی۔ انگریز وغیرہ ہر طبقہ کے لوگ موجود تھے۔ اور سرخ و سفید سیاہ رنگوں والے ایک خدائے واحد کے پرستار بے تکلف دیکھے جاتے تھے۔ اسلامی اخوت میں رنگین امیر و غریب سفید و سیاہ بلا تمیز امارت وغیرہ زانو بزانو فرش پر بیٹھنا فخر خیال کرتے تھے۔ دوران خطبہ میں مولوی صدر الدین صاحب امام مسجد نے اسلامی اخوت اور حیت کی مثالیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سوانح اور صحابہ کرام کی عملی زندگی میں سے دکھلائیں۔

خلاصہ خطبہ عید

خطیب کے کلمات طیبات کو اگر یہاں نقل کیا جاوے تو یہ رپورٹ بہت طویل ہو جائیگی۔ ہاں ان کا لب لباب میں اپنے الفاظ میں عرض کرتا ہوں۔ خطیب نے اپنی موثر اور دلکش لمبی تقریر میں اسلام کا خدا سامعین کو دکھلایا۔ جو تمام عالموں کا پیدا کرنے والا ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم اور دیگر انبیاء علیہم السلام

اور جملہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرتے ہوئے تبلایا کہ حضرت محمد رسول صلعم سے پہلے جس قدر روحانی معلم آئے وہ سب کے سب ایک ایک قوم کے لئے آئے اور ان کی تعلیم اور ہدایت مختص الزمان و مکان تھی بمرور زمانہ ان کے تابعین نے غلطی سے ان کو خدا یا خدانما وہ قرار دے لیا۔ سید الانبیاء علیہم السلام نے جو سب کے آخر آئے فراخ دلی سے تمام انبیاء سابقہ علیہم السلام کی نبوت کی تائید کی۔ اور جو الزامات ان پاک لوگوں پر لگائے گئے تھے ان کی تردید کی اور اپنا مبعوث ہونا تمام جہان کی طرف بتلایا۔

مسیح خدا نہ تھے

چونکہ مجمع میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب پر الفضل کے ناپاک حملے

(۳)

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی اپنی تحریر الفضل کے جواب میں۔

اُن کی خباثتوں کا ہوا راز آشکار
لیکن ہے لطف یہ انھیں اقرار بھی نہیں

حضرت مولنا مولوی سید محمد احسن صاحب کے متعلق الفضل کی ناہنجارانہ ژاژخائی کا ہم بعض گذشتہ اشاعتوں میں ذکر کر چکے ہیں اور ان غلط بہتانات کو بھی رد کر چکے ہیں۔ جو میاں صاحب کے مریدین نے ان پر لگانے شروع کئے ہیں۔ ضرورت نہ تھی کہ حضرت مولنا موصوف کی تحریر کے بعد جس میں آپ نے ان بیہودگیوں کا نام بکواس رکھ کر ان کے جواب سے احتراز فرمانے کا اعلان کیا ہے۔ ہم اس پر کچھ نوٹس لیتے۔ لیکن چونکہ الفضل نے پورے تین نمبروں میں اپنی اس بیہودہ سرائی کو اور بھی واضح کیا ہے اور اپنی خباثتوں کو آشکارا کرتے ہوئے ساتھ ہی انھیں ہماری طرف منسوب کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے محض رفع غلط فہمی اور اتمام حجت کے لئے ہم چاہتے ہیں کہ ذیل میں مختصر طور پر اس کی عیارانہ خصائل کا پردہ فاش کر دیا جائے۔ الفضل کا چالاک ایڈیٹر محمودیوں کے اس الزام کا ذکر کرتے ہوئے جس میں انھوں نے حضرت مولنا موصوف کی اس تصنیف کو کسی رشوت ستانی کا نتیجہ قرار دیا ہے ۱۹۔ اگست ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:-

"جبکہ مولوی صاحب موصوف ہمارے چند احباب کے روبرو خود فرما چکے ہیں کہ ان کی (یعنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام) کی طرف سے ایک معقول رقم بطور ہدیہ یا نذرانہ دی گئی ہے اور پھر اس کے ساتھ ہی جناب مولوی صاحب کا تازہ رسالہ منصہ ظہور میں آیا یا اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو پھر اس بات کو بصورت الزام مبائعین کی طرف سے پیش کرنا اگر صریح بے ایمانی اور دھوکہ دہی نہیں اور ساتھ ہی جناب مولوی صاحب کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے"

پھر اس اعلان برأت کا ذکر کرتے ہوئے جو ایسے غلط الزامات کے متعلق ہم نے گذشتہ ۳ و ۶ اگست ۱۹۱۶ء میں کیا تھا لکھتا ہے کہ

"اسے (پیغام صلح) چاہئے تھا کہ اپنے امیر (ایدہ اللہ) کی طرف سے علانیہ طور پر اور صاف الفاظ میں اس طرح لکھتا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر شہادت دیتے ہیں کہ حضرت مولنا مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد آج تک نہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے جناب مولوی محمد احسن صاحب امروہی یا ان کے برخوردار یعقوب کو کسی طور پر کسی قسم کی کوئی مالی امداد دی ہے۔ اور نہ خواجہ کمال الدین صاحب نے۔ اگر اخبار مذکور میں غیر مبائعین کے امیر اور اس کے دست بازوؤں کی طرف سے اس قسم کا کوئی اعلان شائع ہو جاتا تو ایک حد تک کہا جا سکتا تھا کہ اخبار مذکور نے حسب وعدہ اس معاملہ میں جناب مولوی صاحب کی بریت کی شہادت دیدی ہے"

گویا بالفاظ دیگر الفضل نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ اس کے نزدیک حضرت مولنا موصوف کی یہ تصنیف کسی رشوت ستانی کا نتیجہ ہے۔ کس قدر ناپاک الزام ہے جو اس خبیث الانسان نے حضرت مولنا ممدوح کی پاک شخصیت پر لگایا ہے۔ ہم حیران ہیں کیا ہو گیا اُن لوگوں کو جو آج سے چند ماہ قبل تک اسی برگزیدہ انسان کو فرشتہ کے نام سے پکارتے اور اس کی صداقت کے ثبوت میں بطور ایک دلیل کے پیش کرتے تھے۔ آج وہ اس کے فرشتہ [illegible]

زبان بنائے ہوئے تھے آج اسی کو اپنے اقوال رد کرتے ہیں آج مسیح موعود کا وہ الہام جو حضرت مولانا موصوف کی ان الزامات سے بریت کرنے والا ہے یعنی یہ کہ

از پئے آں محمد احسن را
تارک روزگار مے بینم

ان لوگوں کے نزدیک عباس علی بیگ کے بارہ میں اصلہ ثابت وفرعہ فی السماء والے الہام سے بڑھکر کچھ ثابت نہیں کرتا بلکہ اس کے مقابلہ میں اس کا پیش کرنا ہی جائے شرم قرار دیا جاتا ہے۔ (الفضل ۲۲۔ اگست ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۲) تو کیا یہ مسیح موعود کی قوت قدسی پر صریح حملہ نہیں کہ ایک ایسا شخص جسے آپ (حسب سابق اعتقادات محمودیاں) ان دو فرشتوں میں سے ایک قرار دیتے ہیں جن کے کندھوں پر آپ کا نزول ہوا۔ جسے آپ ایک مخالف کے ساتھ بحث کرنے کے لئے بھیجتے ہیں تو اس کی فتح و شکست کو اپنی فتح و شکست قرار دیتے ہیں اور جس کے متعلق خود میاں صاحب کا بیان ہے کہ

"حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے خیالات اکثر حضرت سے توارد ہوتے ہیں"

آج اسی شخص کو چند پیسوں کے بدلے میں اپنے خیالات کو بیچ دینے اور رشوت لے کر غلط شہادت دینے والا بنایا جاتا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ایک طرف تو حضرت اقدس کو نبی بنا کر آپ کے اقوال و الہامات کو قرآن کے برابر اور حدیث سے افضل اور مقدم ٹھہرایا جاتا ہے اور دوسری طرف جب کسی الہام کو پیش کیا جاتا ہے جو اُن کے اپنے اعتقادات کے خلاف ہو تو جھٹ راہ گریز اختیار کر کے اسے مردود و مخذول ٹھہرا دیا جاتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا خط

.... یوں تو الفضل کے مندرجہ بالا بیانات خود اس کی تکذیب کے لئے کافی ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ جماعت ابھی اس قدر اندھی نہیں ہو گئی کہ ان بیہودہ الزامات کو ایک پرچہ جتنی بھی وقعت دے۔ لیکن تاہم چونکہ اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کی عیارانہ بدعنوانیوں کا پردہ فاش کرنا منظور ہے اس لئے اس کی نصرت اور تائید سے خود حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب نے بھی ان بیہودہ الزامات کی قلعی کھول کر رکھدی ہے۔ جس کی حقیقت آپ کے ایک خط سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:-

"محب مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ برکاتہ ۱۹۔ اگست ۱۹۱۶ء کے الفضل میں جو میرے پاس نہیں آیا اور اس میں جو یہ فقرہ لکھا ہے کہ ہمارے چند احباب یعنی مریدین میاں صاحب کے روبرو خود مولوی صاحب فرما چکے ہیں کہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے ایک معقول رقم بطور ہدیہ یا نذرانہ دی گئی ہے یہ محض غلط اور افترا ہے اولاً اس فقرہ کے مدعیوں پر شرعاً لازم اور واجب ہے کہ وہ کون کون سے مریدین میاں صاحب کے ہیں اُن کے اسماء بتفصیل لکھے جاویں۔ اور چونکہ وہ مدعی ہیں اس واسطے ان کو لازم ہے کہ ان میں سے کوئی مدعی بنے اور دو یا تین آدمی گواہ ہو جاویں اور شہادت حلفی شرعیہ سے مدعیان کے اس دعوے کو ثابت کریں کہ یہ رقم معقول کب دی گئی اور میں نے یہ قول کب کہا کیونکہ شرعاً مدعی پر بینہ واجب ہے۔ اگر ان مدعیوں کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور بلا بینہ کے یہ دعوے غلط کیا گیا ہے تو وہ شرعاً جھوٹے ہیں۔ بعد ازیں پیش کرنے بینہ کے یا عدم پیش کرنے کے بموجب تعلیم اسلام کی اگر ان مدعیوں کو اپنے قول پر اصرار ہو گا تو میری طرف سے اور نیز برخوردار سید محمد یعقوب کی طرف سے کارروائی بموجب تعلیم اسلام کے کی جاوے گی۔ اور پھر میں بتاکید لکھتا ہوں کہ بعد وفات مولوی نور الدین صاحب کے اب تک کوئی رقم معقول بطور ہدیہ یا نذرانہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی طرف سے مجھ کو نہیں دی گئی۔ کچھ ذکر چہ معنی دارد۔ ندت سے الفضل میں ایسے ہی ہذیانات لکھے جاتے ہیں جن کی طرف میں بالکل توجہ نہیں کرتا۔ اور اس پر لطف یہ کہ میرے پاس الفضل کا روانہ کرنا موقوف کر دیا ہے۔ اگست کا الفضل مطلوبہ اب تک [illegible] نہیں آیا ہے والسلام خیر ختام۔

سید محمد یعقوب بقلم خود　　سید محمد احسن عفی اللہ عنہ بقلم خود

حضرت مولنا صاحب کے اس خط کے بعد اب کسی مزید تصریح کی ضرورت معلوم نہیں۔ ہم انتظار کرینگے کہ الفضل حضرت مولنا موصوف کے مطالبات کا کیا جواب دیتا ہے۔ کیا ہم امید کریں کہ حضرت مولنا صاحب کی اس شہادت کے بعد اب وہ اس پر زیادہ اصرار کرنے کے بجائے اپنے جھوٹ کو واپس لے گا؟ بظاہر تو یہ ایک امر محال نظر آتا ہے لیکن حق پسند طبائع سے اگر میاں صاحب کی جماعت میں کوئی ایسے لوگ ہیں یہ کچھ بعید نہیں کہ وہ اسے ایسا کرنے پر مجبور کریں۔

الفضل کا حملہ حضرت مولینا موصوف کی علمیت پر

اپنی اسی اشاعت (مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۱۶ء) میں الفضل کا نادان ایڈیٹر ہمارے اس بیان کی تردید کرتے ہوئے جس میں ہم نے حضرت مولنا موصوف کے دلائل کی پختگی کا تذکرہ کیا ہے لکھتا ہے:-

"جس حالت میں مولوی صاحب موصوف نے یہ کتاب لکھی ہے اس کے متعلق وہ خود صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ اب میری ایسی حالت ہے کہ موت کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ سمجھتا ہوں۔ جناب مولوی صاحب نے اپنے اس بیان کے ذریعہ اپنے پیش کردہ دلائل کی حقیقت خود پورے طور پر ظاہر فرما دی ہے .... اور اگر بالفرض آپ یہ نہ لکھتے تو بھی وہ دلائل فی الحقیقت اس قابل ہی نہیں کہ ان کا ذکر کیا جائے یا انھیں کسی ذی علم کی طرف منسوب کیا جا سکے"

انا للہ و انا الیہ راجعون - یہ ہیں وہ لوگ جو کبھی اسی سید محمد احسن کو فاضل امروہی کے نام سے پکارتے تھے۔ جس کے دلائل کو اس کا پیر یہاں تک مضبوط سمجھتا تھا کہ وہ حضرت کے ساتھ توارد ہونے کا شاہد ہے۔ اور جن سے مطابقت کر کے اسے خوشی ہوا کرتی تھی۔ جس کو کہ سابق فصلی ایڈیٹر یہاں تک لکھ چکا ہے کہ آپ میرے تابع نہیں بلکہ متبوع ہیں۔ کتاب و سنت کے موافق آپ عقیدہ رکھینگے۔ اور وہی حق ہو گا" اور بالآخر جس کے زبردست دلائل سے عاجز آ کر اس پر رشوت ستانی کے قبیح الزامات لگا کر اور "ارذل العمر" ہونے کا بار بار ذکر کر کے جماعت کو اس سے بدظن کیا جاتا اور ان دلائل کو پڑھنے سے روکا جاتا ہے۔ ہمیں الفضل کی اس بیہودہ ژاژخائی پر جو اس نے حضرت مولنا موصوف کے دلائل کے متعلق کر کے آپکی علمیت پر حملہ کیا کچھ بھی لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کی یہ حرکات خود ہی خود بتلا رہی ہیں کہ مولنا موصوف اپنی سیف قلم سے اب اس ضعیفی کی حالت میں بھی ان کے دلوں کو گھائل کر دینے میں کس قدر مضبوط ہیں۔ کہ دشمن آپ کے زبردست دلائل سے قتل ہو کر اب جان توڑ رہا ہے۔

الفضل کا لعب آپ کی علمیت سے انکار کرنا سلسلہ عالیہ کے ان شاندار کاموں کا جو حضرت مولنا موصوف نے سرانجام دیئے رد کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

دعوت مباہلہ سے فرار

گذشتہ ۸۔ اگست ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں ہم نے القول الممجد کی اس عبارت کو نقل کر کے جس میں حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب نے حضرت اقدس کو کامل نبی کہنے والوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا ہے۔ یہ لکھا تھا کہ

کیا میاں صاحب میں یہ جرأت ہے کہ وہ اس دعوت کو قبول کریں اور اگر وہ اپنے عقائد کو سچ یقین کرتے ہیں تو ہمت کر کے میدان میں آئیں جس سے سچے اور جھوٹے میں ایک کھلا کھلا امتیاز قائم ہو جائے؟

ہماری اس تحریر پر الفضل نے ایک طول طویل لیڈر لکھ مارا ہے۔ اور ضمناً حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب پر چند نہایت ہی قبیح الزامات لگاتے ہوئے اپنے پیر کے چند الفاظ کی اوٹ میں اس دعوت مباہلہ سے عملاً فرار کیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ الفضل نے کیوں اپنے پیر کے بالمقابل حضرت امیر ایدہ اللہ کو بلایا ہے جب وہ خوب جانتا ہے۔ بلکہ اس نے آپ کے الفاظ اپنے اس [illegible]

تا حال میاں صاحب پر کوئی کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو وہ اس کو کافر بھی نہ کہیں اور پھر اس سے مباہلہ بھی کریں۔ ہاں جب دو سال سے مولوی محمد یمین صاحب داتوی بار بار میاں صاحب کو مباہلہ کیلئے للکار رہے ہیں بلکہ وہ تو انھیں کافر بھی سمجھتے ہیں تو کیوں وہ ان کے بالمقابل نہیں آتے۔ میاں صاحب کا یہ گریز اور الفضل کا بار بار ان اس چیلنج نظر انداز کرکے حضرت امیر ایدہ اللہ کا نام لینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ میاں صاحب صرف تعلیق بالمحال سے کام لے رہے ہیں۔ اور بس۔ ورنہ ان کا اور ان کے مریدوں کا دل خوب جانتا ہے کہ اگر مقابلہ میں آئے تو ضرور ہلاک ہونگے۔ پس وہ عذر تراشتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ اس نے حق کا رعب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ ان کے دل خوب سمجھتے ہیں کہ اس طرح سے میدان مباہلہ میں آئے اور ہمارے جھوٹے دعوؤں کی سزا ہم کو ملی۔"

پس ہم الفضل اور ان کے ہم نواؤں کے جواب میں اصحاب مندرجہ بالا کے نام ان کو یاد دلاتے ہوئے خود اس کے الفاظ میں بڑے زور سے یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ اگر تمہیں اپنے قول کا کچھ بھی پاس ہے۔ اگر تم میں غیرت کا کوئی شمہ بھی باقی ہے۔ اگر تمہیں اپنے پیش کردہ عقائد پر ذرہ بھی ایمان ہے تو فی الفور اٹھو اور اس مقابلہ کے لئے اپنے مفترض الطاعۃ امام کو اس میدان میں لاؤ۔ سوائے میاں صاحب اور کسی کو اس پہلو میں ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ جب تک کہ وہ خود اس کو ذمہ داری کا سرٹیفکٹ نہ دے دیں۔ اور وہ اس کی فتح و شکست کے اثر سے اپنے آپ کو باہر سمجھیں۔

رشوت ستانی کا الزام

اس مباہلہ کے لئے کسی کو کھڑا کرنے کی ایک راہ الفضل نے اس کو مالی امداد دینا بھی تجویز کی ہے اور "حسب دستور" کے لفظ سے گویا اپنی پہلی شکستہ حالیوں کی مرمت کو یاد دلایا ہے۔ جماعت احمدیہ کے متعلق تو یہ کہنا کہ اس نے کسی کو کبھی مالی امداد دیکر اپنی تائید کرائی اور اس لحاظ سے "حسب دستور" کے الفاظ اس پر عاید کرنا جیسا کہ الفضل نے کیا ہے نہ صرف سلسلہ عالیہ کے بعض مقدس وجودوں اور صحبت گزیدیاں حضرت اقدس پر ہی ایک کمینہ حملہ کرنا ہے۔ بلکہ خود حضرت اقدس مسیح موعود کی قوت قدسی کو ناکارہ و الزام ٹھیرانا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ الفضل نے "حسب دستور" کے الفاظ ہمارے لئے تجویز کرکے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب اور دیگر اکابرین سلسلہ پر (کیونکہ ہمارے موئدین میں بالعموم حضرت اقدس کے صحبت یافتہ اور فیض اندوز ہی ہیں) یہ کمینہ حملہ کیوں کردیا کہ گویا انھوں نے کسی مالی امداد سے متحرک ہوکر عقاید حقہ کی تائید کی ہے۔ اگر مسیح موعود کے فیض یافتگان کی اخلاقی حالت اب یہاں تک گرچکی ہے۔ جیسا کہ الفضل کا خیال ہے تو اب سوائے انا للہ و انا الیہ راجعون کے اور کون سا چارہ کار باقی ہے۔ لیکن نہیں یہ تو اس نے اپنے اس مفترض الطاعۃ امام کی اندرونی کارروائیوں کو آشکارا کیا ہے جو گدی کے سلسلہ کو قائم کرنے اور عقائد باطلہ کی تائید و توثیق کے لئے ان کو اپنی سنہری اور روپہلی تجاویز سے سرانجام دینی پڑیں اس لئے بمصداق المرء یقیس علی نفسہ اس نے بزرگان احمدیہ کو بھی "حسب دستور" اسی سنہری تجویز سے کام نکالنے کی تحریص دلائی۔ جو افسوس ہے کہ عقائد حقہ کی موجودگی میں ہمارے کسی کام کی نہیں۔ اور اس لئے ہم اس کا تحفہ اسی کو واپس دیتے دیتے ہیں۔

اللہ اکبر وہ جماعت جو کبھی ان تمام باتوں پر صدہا کوس سے صدائے نفریں بلند کرتی اور صدق و حقانیت کی خاطر اپنی جان تک دے دینا ایک معمولی کھیل سمجھتی تھی جس کے پاک افراد مسیح موعود کی چند روزہ صحبت سے متاثر ہوکر گویا بیان سنتے۔ وکھ اٹھانے تھے پتھروں کی بارش ان پر ہوتی اور وہ ذرا بھی جنبش نہ کھاتے آج اسی قوم کے بدنام کنندہ نکو نامے چند اٹھتے ہیں اور انھیں بزرگان سلسلہ پر ایسے ایسے بے بنیاد الزام و اتہام لگاتے ہیں اور ایسے کمینہ حملے کرتے ہیں کہ ایک معمولی شریف انسان سے بھی بالکل بعید از قیاس ہیں

کوئی ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ کیا مسیح موعود کی صحبت گزینی کا بہر رفتہ [illegible]

کیا اس خاتم الخلفا کے قرب و جوار میں رہنے والے اور اسکی گود روحانیت میں تربیت پانے والے ایسے ہی بدکار اور فاسق ہونے چاہئیں تھے۔ جیسے کہ بقول تمہارے سید محمد احسن۔ مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ افسوس ہے تمہاری ایسی احمدیت پر۔ اور تف ہے تمہارے ایسے اسلام پر۔ کہ محض اپنی مطلب پرستیوں کی خاطر ان لوگوں کو مورد الزام ٹھیراتے ہو۔ (باوجودیکہ وہ ایسے بالکل پاک ہیں) اور یوں مسیح موعود پر علانیہ حملے کرنے سے تمہیں عار نہیں۔

حضرت مولنا موصوف پر چالبازی کا الزام

دیکھو تم نے حضرت مولنا سید محمد احسن صاحب کی اس تحریر پر کہ "میری موت اس مقابلہ کے ماتحت نہیں ہوگی۔ کیونکہ میں اسی سال سے متجاوز ہوگیا ہوں۔ میں اپنی موت کو ایک نعمت غیر مترقبہ اعتقاد کرتا ہوں اور سورۃ تبارک الذی کی اگلی آیت میں داخل ہوں۔ کسی اور کو ڈھونڈ لیا جاوے (القول المجد صفحہ)"

یہ کہکر کہ

"یہ عذر تو ایک چالباز انسان بھی پیش کرسکتا ہے کہ میں اسلئے مقابلہ میں نہیں آتا کہ موت کو اپنے لئے نعمت غیر مترقبہ اعتقاد کرتا ہوں اور ہر وقت اسکا منتظر ہوں"

حضرت موصوف پر کسقدر خطرناک الزام لگایا ہے اور "چالباز" جیسے ناپاک لفظ سے آپکو یاد کیا ہے۔ کیا تمہاری اس حالت پر پیچھ کی وہ مثل عاید نہیں ہوتی۔ جیسے بقول میاں صاحب مکھی کو مارنے کے لئے اپنے دوست کے منہ پر سل بٹہ دے ماری۔ افسوس ہے تم پر۔ ایکطرف تو تم مسیح موعود کو نبی اور دوسرے انبیا سے بھی افضل بتاتے ہو۔ اور دوسری طرف اسکے پاک صحابیوں کو فاسق۔ منافق اور چالباز ٹھیرا کر آپکی قوت قدسی پر وہ حملہ کرتے ہو۔ جو اسکو ایک ادنے مومن کی حیثیت سے بھی گرا دیتا ہے۔

"سب سے کچا مولوی اور سب مولوی ننگے ہوجائینگے" کا مصداق حضرت مولنا کو ٹھیرایا ہے

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ہم نے کسی وقت حضرت مولنا ممدوح کو حضرت اقدس کے الہام

"سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا۔ سب مولوی ننگے ہوجائینگے"

کے فقرہ اول کا مصداق ٹھیرایا تھا۔ لیکن اس الفضل کی حالت کو دیکھو جو اس الہام کے متعلق ۲۲ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ:۔

"ہاں اسمیں کچھ شک نہیں کہ مذکورۃ الصدر الہام کا پہلا فقرہ "سلسلہ قبول الہامات میں سب سے کچا مولوی تھا" کسی ایسے ہی مولوی کے متعلق ہے۔ جو حضرت اقدس کے الہامات کا مکذب تو نہو۔ بلکہ مصدق ہو۔ لیکن وہ کسی ابتلا میں آکر ان الہامات کو قبول کرنے میں کچا ثابت ہو۔ اور عملی طور پر انہیں ہیچ قرار دینے لگے۔ اور اس لحاظ سے وہ بھی گویا ان ہی منکرین کے زمرہ میں داخل ہوگا۔ جو اس الہام کے فقرہ دوم کے مصداق ہیں"

یہ امر کہ الفضل کے ان باطل خیالات کا مشار الیہ کون ہے۔ اسکی ذیل کی عبارت سے معلوم ہوجائیگا:۔

"...اب اسوقت بقضائے الہی جناب مولوی محمد احسن صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ کے الہامات کا درجہ ضعیف حدیث سے بھی گھٹا کر گویا انہیں رد کرچکے ہیں"

یہ ہے وہ شخص جو حضرت مولنا موصوف کے متعلق تین نمبروں میں بظاہر انکی حمایت و ہمدردی کا دم بھرتا ہو۔ اور بات بات میں آپ پر حملہ کرنے میں وہ تیزی دکھاتا ہے کہ جسکا نام و نشان بھی ہمارے اندر پایا نہیں جاتا۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں اس بحث میں پڑکر کہ حضرت اقدس نے اپنے الہامات کو خود کیا درجہ دیا ہے۔ گویا انہی باتوں کو پھر دہرائیں۔ جنکا ذکر ہم گذشتہ اشاعتوں میں بارہا کرچکے ہیں۔ بلکہ صرف الفضل کی کھلم کھلا دری اور خندہ آفرین کوتاہ بینی کی پردہ کشائی ہمارے اس مضمون کا موضوع اصلی ہے

حضرت مولنا کی حیثیت اور اثر جماعت میں

حضرت مولنا کی ذات اور جماعت میں آپکی حیثیت و اثر کے متعلق وہ لکھتا ہے کہ:۔

پرپشہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتی"

کہنے کو تو اس نے مندرجہ بالا الفاظ میں آپ کی حیثیت اور اثر کے معدوم ہونے کی بزعم خود ایک بڑی زبردست دلیل پیش کی۔ لیکن اسے معلوم ہونا چاہئے کہ یوں طفل تسلیوں سے کام نہیں چلا کرتے بات وہی صحیح ہوتی ہے۔ جو واقعات کے مطابق ہو۔ کاش حضرت مولنا موصوف کی کتاب کی روزانہ فروخت اور جماعت کی درخواستہائے خریداری کو دیکھتا تو اسے تو شاید زہر کھا لینے کے اور کچھ بن نہ پڑتا۔ اب بھی اس بات کو سننکر خواہ یہ ہوشی تک تو ضرور اسکی نوبت پہنچ جائیگی کہ اس وقت تک اس دو ماہ کے قلیل عرصہ میں القول المجد کے پانسو سے زاید نسخے فروخت ہوچکے ہیں۔ اور آئے دن اسکی ایک معقول تعداد نکلتی ہی رہتی ہے۔ پس الفضل کے نزدیک اگر کتاب کی فروخت ہی جماعت پر آپ کے اثر کو ظاہر کرنے والی تھی۔ تو اسکا تو واقعات نے ثبوت دیدیا۔ میاں صاحب کے مریدوں کے متعلق بھی یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ان میں سے جو حق پسند ہیں اور الفضل کی مغالطہ اندازیوں سے انہیں کام نہیں وہ آہستہ آہستہ اسے پڑھ کر حق کی طرف رجوع کرتے چلے جارہے ہیں اور انشاء اللہ کرینگے۔

آخری تنبیہ

بالآخر ہم الفضل کو یہ جتا دینا چاہتے ہیں کہ اس طرح سے چھپ چھپ کر وار کرنے جائز نہیں۔ اور یہ ہم نے اسکے بعض بڑے بڑے حملوں کو جو اس نے حضرت مولنا موصوف پر کئے ہیں۔ گن دیا ہے۔ اور بھی بعض باتیں ہیں۔ جنکے متعلق ع

این است جواب آنکہ جوابش ندہی

کا مقولہ ہمارے پیش نظر ہے۔ اور ہم نہیں چاہتے کہ اب زیادہ وقت اور کاغذ ان لاطائل بحثوں پر صرف کریں۔ مگر الفضل کی پیچ در پیچ عبارتوں اور عیارانہ طرز بیان کے بالمقابل یہ کہدینا چاہتے ہیں کہ ع

چھپتے ہیں آپ کیوں ترکیب یہ اچھی نہیں
کھل کے باتیں کیجئے تہذیب یہ اچھی نہیں

بلادِ غربیہ میں تبلیغ اسلام

مسٹر جیکب کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی مکرمی و معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

عید الفطر سے چند روز قبل ایک طویل خط ایک عیسائی نژاد لیکن منور باسلام یورپین افریقی بھائی کا موصول ہوا۔ ان کا نام مسٹر جیکب ٹامسن منتاہ ہے۔ آپکے آبا و اجداد ایک عرصہ سے برطانی مقبوضات سیرالیون میں مقیم تھے۔ اوائل عمر میں سایہ پدری سر سے جاتا رہا۔ بدیں وجہ شروع ہی سے ایک رومن کیتھولک تعلیم گاہ میں بھیجے گئے۔ ایک عرصہ تک اس مذہبی تعلیم گاہ میں تربیت حاصل کی لیکن طبیعت جو فطرتاً صراط مستقیم کی متلاشی تھی عیسائی مذہب سے تسکین خاطر نہیں ہوئی۔ مقامی اسلامی عنصر سے اکثر میل جول کے مواقع حاصل ہوتے رہے۔ اکثر کتابیں ووکنگ مشن سے منگوا رہے ہیں۔ جب حضرت رب العزت نے انشراح صدر بخشا تو آپ نے اعلان اپنے مسلمان ہونے کا ہمارے پاس بھیجا۔ اور خواہش ظاہر کی کہ ان کو اسلامی نام دیا جاوے۔ لہٰذا ان کا اسلامی نام یعقوب رکھا گیا۔ پروردگار سے دعا ہے کہ ان کو استقامت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا قبلہ صدر الدین صاحب کی طبیعت بدستور ناساز ہے۔ ڈاکٹر ولسن صاحب نے جو لیان ووکنگ کے مقامی ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ خفیف سا بخار اندر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذرا سی دماغی محنت سے اعصاب سست ہوجاتے ہیں۔ سمندر کی طرف جانے کا مشورہ دیا۔ باوجود اس قسم کی علالت کے مولانا صاحب برابر خطبہ جمعہ اور وعظ اتوار فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کے انگریزی ترجمہ کا کام برابر جاری ہے۔ دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آنمکرم کو صحت کلی بخشے۔ آمین

آپکے دل میں جسقدر حب اسلامی ہے وہ اس امر کی مقتضی ہے کہ کہ وہ ہرحال میں اس مشن اسلام کے سر پر حاضر رہیں۔ آپ کا متعلقہ وجود اس مہتمم بالشان کام کا روح رواں ہے۔ والسلام

دستخط خاکسار عبد القیوم ملک بی اے علیگ

بقلم [illegible]

سلاطین اسلام کی توہین

اخبار کسان کے کالموں میں لاہور کی نارلسٹ ایجنسی کے خلاف اس بنا پر کہ اس نے اپنی شائع کردہ کتب میں ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں بالخصوص حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی سخت توہین کی ہے۔ بڑے زور کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کی گئی ہے ہم بھی کہ حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کو اُن مقدس اور واجب الاحترام انسانوں میں سے یقین کرتے ہیں کہ جو منصب تجدید پر وقتاً فوقتاً فائز ہوتے رہے۔ اور ان لغو اور بیہودہ الزامات کو جو اس مقدس شہنشاہ پر لگائے جاتے ہیں واقعات اور دلائل کی روشنی میں ایک بیہودہ بکواس سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ کسان کے ہم آواز ہو کر نارلسٹ ایجنسی کے مظالم سے اپنی عادل گورنمنٹ کے عدل و انصاف کی پناہ چاہتے ہیں۔ ہندو اخبار بلیٹن باوجودیکہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا ویسا ہی احساس رکھنے کا دعویدار ہے جیسا کہ خود اپنے مذہبی جذبات کا۔ لیکن خدا جانے کیوں وہ اپنے اس دعوے کو اپنے عمل سے ثابت کرنا نہیں چاہتا۔ اور آئے دن اپنے ہم مذہب افراد کی ہر جا و بیجا حرکت کی ناجائز طور پر حمایت کر کے اور نارلسٹ ایجنسی کا خواہ مخواہ ہم آواز ہو کر اس کی حقیقت کو خود ہی آشکار کر رہا ہے۔ یہ بھی بھلا کوئی تہذیب ہے اور اس ادعائے اتفاق و اتحاد کی تائید کہ اس پاک انسان کو جسے تین کروڑ مسلمان بہ لحاظ مذہبی خیالات کے ایک سچا اور دیندار مسلمان یقین کرتے اور ہر دینی و شرعی معاملہ میں اس کے فتاویٰ پر عمل پیرا ہوتے ہیں شرابی اور زانی لکھا جاوے۔ اس کی محترم شہزادیوں کے بے عصمت ہونے کا خیال پھیلایا جائے اور انھیں بازاری عورتوں سے بھی گری ہوئی بنایا جائے۔ پھر یہیں تک نہیں بلیٹن اسے مذہب و روحانیت سے عاری شخص ٹھیرا کر اور اس کے افعال کو مذہب اسلام کے سراسر خلاف بتا کر گویا ان زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام دے۔ ہم نہیں جانتے ہندو برادران وطن کا دراصل کیا خیال ہے۔ ایک طرف تو اتحاد و اتفاق پر اس قدر زور دیا جاتا ہے اور وہ محبت و الفت ظاہر کی جاتی ہے کہ شاید دو سگے بھائیوں میں بھی ایسا اتحاد ناممکن ہے۔ لیکن دوسری طرف نہ صرف موجودہ حالات و واقعات میں معاملہ پیش آنے پر مسلمانوں کو پامال کرنے اور ان کے حقوق کو ضائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بلکہ ان کے بزرگوں کے اوپر بھی شرافت اور تہذیب سے گرے ہوئے الزام لگا کر وہ غیریت و عداوت ظاہر کی جاتی ہے کہ جو شاید کسی نادان دشمن سے بھی ممکن نہیں۔

ہم حیران ہیں کہ کس شیخی پر اس بات کو گوارا نہ کر سکنے کا اظہار کیا گیا ہے کہ:۔

"وہ (مسلمان) ایک ایسے شخص کو اپنا مذہبی اور روحانی لیڈر مانیں جس میں مذہب و روحانیت کا شمہ بھر بھی نہ پایا جاتا ہو۔ بلکہ جس کے افعال خود مذہب اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہوں"

نہیں معلوم بلیٹن نے ان باطل الزامات کو سچا کیونکر سمجھ لیا۔ کہ ان پر اس بات کو گوارا نہ کر سکنے کی بنیاد رکھ دی۔ ایسی حالت میں غالباً کسی ایسے شخص کی طرف سے جو تھیٹریکل کمپنیوں میں راماین و مہابھارت کے تماشوں کو جائز سمجھتا ہو اپنی تائید میں یہ کہہ دینا ناجائز نہ ہوگا کہ ہم گوارا نہیں کر سکتے کہ ہندو ایک ایسے شخص کو اپنا مذہبی اور روحانی لیڈر مانیں جو ننگی عورتوں کو دیکھتا اور کوروؤں اور پانڈوؤں کے برادرانہ تعلقات میں خون کی ندیاں حائل کر کے ایسا ظلم و ستم روا رکھتا ہے جو کہ اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے وقت میں تو کیا تاریخ دنیا میں کہیں اس کی نظیر ہی نہیں ملتی۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ جناب کرشن علیہ السلام پر یہ الزام سراسر غلط اور ناپاک الزام ہوگا۔ وہ ان بیہودہ امور سے قطعاً مجتنب اور ایسے ناجائز ارتکاب سے بالکل بری ہیں۔ لیکن کاش بلیٹن تعصب کی عینک کو تھوڑی دیر کے لئے اتار کر حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کے حالات کو بھی اسی نقطہ نگاہ سے دیکھے جس سے کہ وہ جناب کرشن کے حالات کو دیکھتا ہے اور تھیٹریکل کمپنی کے سٹیج پر ان غلط حالات کا انکشاف جائز نہیں سمجھتا اور اسے ان کی توہین قرار دیتا ہے۔ تو پتہ لگ جائے کہ مسلمانوں کا بھی حضرت اورنگ زیب علیہ الرحمۃ کی عزت کرنا کوئی سچا امر نہیں جو اس [illegible]

ناگوار گذرتا ہے۔

مسیح موعود کی علامت

یکم ستمبر ۱۹۲۶ء کے اہلحدیث میں اب پھر یہ افترا کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی صداقت کا یہ نشان قرار دیا تھا کہ گویا آپ کی زندگی میں تمام دنیا میں صرف ایک ہی مذہب اسلام ہو جائیگا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

آج اشاعت اسلام کی ضرورت ہی مرزا صاحب کی تکذیب کرتی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ولایت تک اشاعت اسلام کرنے والے اپنی خوردبین نگاہ سے یہ نہیں دیکھ سکتے کہ کسی کی ماتحتی میں کام کرنے کے مدعی ہیں جس کی سچائی کی نشانی یہی تھی کہ اس کی زندگی میں تمام دنیا میں ایک ہی مذہب اسلام ہو جائیگا۔

اس کے حوالہ میں چشمۂ معرفت کا نام لیا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے پیشتر ہم چشمۂ معرفت کی بحوالہ عبارت کی تشریح میں حضرت اقدس کی ایک دوسری تصنیف تذکرۃ الشہادتین کے بعض فقرات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ "وحدت اقوامی کی خدمت" کے نائب النبوت (مسیح موعود) کے عہد سے وابستہ ہونے کا منشا یہ نہیں کہ آپ کی زندگی میں کل دنیا میں صرف اسلام ہی ایک مذہب رہ جائے گا اور نہ ہی یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت بھی دنیا سے دیگر تمام مذاہب مٹ کر صرف اسلام ہی اسلام رہ جائے۔ بلکہ اصل منشا وہی ہے جو آپ کے الفاظ مندرجہ تذکرۃ الشہادتین سے معلوم ہوتا ہے کہ:۔

"اے لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے کہ جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دیگا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشیگا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائیگا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالیگا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا نامراد رکھیگا۔ اور یہ غلبہ ہمیشہ رہیگا۔ یہانتک کہ قیامت آجائیگی۔"

اب اس عبارت میں سب پر غلبہ بخشنے کی اور عزت سے یاد کئے جانے کے الفاظ صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کا منشا یہ ہرگز نہیں کہ کل دنیا میں صرف اسلام ہی ایک مذہب رہ جائیگا اور دوسرا کوئی مذہب نہیں۔ رہیگا بلکہ اسلام کے صرف دوسرے ادیان پر غلبہ پانے اور عزت سے یاد کئے جانے کا ذکر ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسرے ادیان کی موجودگی میں ہی اسلام کو ان پر غلبہ دیا جا سکتا ہے۔ اور ان کے مقابلہ پر ہی اسے عزت سے یاد کیا جا سکتا ہے۔ جب وہ سب کے سب معدوم ہو جائیں گے تو ان پر غلبہ بخشنے اور عزت سے یاد کئے جانے کے کیا معنی۔ رہا یہ کہ یہ کب ہوگا آپ کی زندگی میں یا بعد اس کے متعلق بھی آپ آگے حل کر لکھتے ہیں کہ اور ان قریبی دنوں کی سیادیوں بتاتے ہیں کہ

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑینگے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھیگا اور پھولیگا اور کوئی نہیں جو اسے روک سکے۔"

اب اس میں صاف طور پر اس حالت کا بھی ذکر آیا ہے کہ دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا جس کا منشا صرف اس قدر ہے کہ دوسرے مذاہب کی موجودگی میں صرف اسلام ہی ایک قابل ذکر مذہب ہوگا اور پھر وقت بھی بتایا ہے کہ آج سے تیسری صدی کے پورا ہونے تک۔ پھر معلوم نہیں حضرت مسیح موعود کی اس کھلی تصریح کے باوجود کیوں ہمارے مخالف ایک غلط خیال پھیلاتے اور خواہ مخواہ اس کو آپکی زندگی تک مختص قرار دیتے ہیں۔

یہیں تک بس نہیں آپ نے آخری تصنیفات میں سے براہین [illegible]

اور ایک سائل کے اس سوال کے جواب میں کہ

"حضرت جو بشارت دیتے ہیں کہ حضرت کے ذریعے اسلام نہایت ترقی کریگا کیا وہ ترقی حضرت کی عین حیات میں وقوع میں آئیگی یا کیا"

آپ فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نہیں کہہ سکتا کہ پورے طور پر ترقی اسلام کی میری زندگی میں ہوگی یا میرے بعد۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ پوری ترقی دین کی کسی نبی کی عین حیات میں نہیں ہوئی۔ بلکہ انبیا کا یہ کام تھا کہ انھوں نے ترقی کا کسی قدر نمونہ دکھلا دیا اور پھر بعد ان کے ترقیاں ظہور میں آئیں۔ جیسا کہ ہمارے نبی صلعم تمام دنیا کے لئے۔ اور ہر ایک اسود و احمر کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ مگر آپ کی حیات میں احمر یعنی یورپ کی قوم کو تو اسلام سے کچھ بھی حصہ نہیں ملا۔ اور مکہ کی فتح کے بعد آنحضرت صلعم نے وفات پائی سو میں خیال کرتا ہوں کہ میری نسبت بھی ایسا ہی ہوگا"

اس عبارت میں بھی کہیں حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں اسلام ہی کے کل دنیا میں ... رہ جانے کی پیشگوئی نہیں کی اور نہ اسے اپنی صداقت کی علامت ٹھیرایا ہے۔ پھر معلوم نہیں کیوں خواہ مخواہ آپ کے خلاف منشا ایک غلط بات کو پھیلایا جاتا ہے۔ کیا ایڈیٹر اہلحدیث اس کا کوئی جواب دے گا۔

میاں صاحب سے چند ضروری سوال

آجکل قادیان میں میاں صاحب کے طرز عمل سے جو انھوں نے مالی معاملات میں اختیار کر رکھا ہے۔ کچھ اس قسم کی افواہیں مشہور ہو رہی ہیں کہ جن سے پنجابی کی ضرب المثل کی کہ

"انھاں ونڈے شیرینیاں مُڑ مُڑ گھر دیاں نوں"

عملی طور پر تصدیق ہوتی ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ وہ افواہیں کہاں تک صحیح ہیں اور اسی لئے محض دریافت حالات کے لئے ہم میاں صاحب سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ

۱۔ کیا یہ صحیح ہے کہ عملہ صدر انجمن احمدیہ کو گذشتہ چار پانچ ماہ سے تنخواہیں نہیں ملیں؟

۲۔ کیا یہ سچ ہے کہ روپیہ کی کمی کے باعث خرچ کی تخفیف کی تجاویز اور بیرونی جماعتوں سے قرضہ اور چندہ کی اپیلیں کی جا رہی ہیں؟

۳۔ کیا یہ درست ہے کہ باوجود اس وقت خرچ اور تجویز تخفیف کے میاں بشیر احمد کو سو روپیہ ماہوار مشاہرہ پر سکول کا پرنسپل بنا دیا گیا ہے؟

۴۔ کیا میاں صاحب کے خسر خلیفہ رشید الدین صاحب نے جو آج سے دو سال قبل اپنے آپ کو زکوٰۃ کا مستحق ٹھیراتے اور انجمن سے اپنے بچوں کے لئے وظیفہ کے طلبگار تھے امرتسر اور انبالہ کے درمیان واقعی موٹر ایجنسی قائم کی ہے؟

۵۔ کیا خود میاں صاحب نے انہیں دنوں میں قادیان میں اٹھارہ ہزار روپیہ پر کوئی زمین خرید کی ہے؟ ... وغیرہ

اگر یہ سب صحیح ہے اور ہمیں ان کی صداقت میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم نہیں ہوتی نہ ہی ہم یہ باور کر سکتے ہیں کہ میاں صاحب کی چند روزہ حاشیہ نشینی نے ان کے بعض سرگرم مریدین کی اخلاقی حالت کو یہانتک گرا دیا ہے کہ وہ خود ان کے حق میں جھوٹ بولنے اور تلبیس سے کام لیتے ہیں۔ جب تک کہ خود میاں صاحب اس کی تصدیق کر کے مندرجہ بالا سوالات کا نفی میں جواب نہ دیں تو ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اور تمام جماعت احمدیہ محمودیہ کو مخاطب کر کے ان سے اس بات کا مطالبہ کرنا چاہتے ہیں کہ یہ اٹھارہ ہزار روپیہ ان کو کہاں سے میسر آیا۔ حضرت اقدس کے متعلق تو خود مولانا نورالدین صاحب کی یہ شہادت موجود ہے کہ وفات کے بعد کچھ آپ پر قرض تھا۔ اور خلیفہ رشید الدین خود آج سے دو سال قبل اپنے آپ کو مستحق زکوٰۃ ٹھیراتے تھے۔ بلکہ خود میاں صاحب بھی مصر جاتے وقت روپیہ قرض لے کر گئے۔ اپنی گرہ سے ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کی۔ الفضل کی آمدنی بھی [illegible]

اور نہ ہی اس سے کوئی موٹر ایجنسی قائم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اس قدر خرچ میاں صاحب نے کیونکر برداشت کیا۔ وہ روپیہ کہاں سے آیا جس سے اٹھارہ ہزار کی زمین بھی خریدی گئی اور خلیفہ رشید الدین نے موٹر ایجنسی بھی قائم کی۔ ہاں پھر یہ دیانت و امانت کے کہاں تک قریب ہے کہ دیگر ملازمین تو چار پانچ ماہ سے تنخواہ کے لئے رو رہے ہوں اور ایک طرف کمی اخراجات کی تجاویز سوچی جا رہی ہوں لیکن دوسری طرف چھوٹے میاں کے لئے سو روپیہ کی ایک نئی اسامی جس کی کوئی ضرورت بھی نہیں وضع کی جائے۔ امید کہ میاں صاحب ان سب مطالبات کا صحیح جواب دینگے ورنہ ان کی خاموشی کا جو نتیجہ ہو سکتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔

ایک قابل توجہ درخواست

میری ہمشیرہ صاحبہ تین سال ہوئے حج بیت اللہ شریف کو گئی ہوئی ہیں اور مدینہ منورہ میں مقیم ہیں اُن کے پاس چند خطوط بھیجے گئے جو بمبئی سے واپس آ گئے۔ جنرل پوسٹ ماسٹر صاحب ریاست پٹیالہ کی خدمت میں رپورٹ پیش کی تھی جواب ملا ہے کہ ملک عرب کی ڈاک بوجہ جنگ عارضی طور پر بند ہے۔ اخبار میں بعنوان شائع فرما دیں کہ ہمشیرہ صاحبہ کے پاس اطلاع پہنچنے کا کیا ذریعہ ہے۔ کوئی صاحب طریقہ ترسیل خطوط سے مطلع فرماویں۔ بذریعہ اخبار پیغام صلح جواب ارسال فرماویں۔ نیاز مند کریم بخش (پٹواری) حلقہ پھیرو ڈاکخانہ سنور

بیعت

عبد الغفور خاں صاحب ساکن جام پور سے حضرت امیر کے ہاتھ پر احمد کی بیعت میں داخل ہو گئے۔

تازہ خبریں

بلغاری سپاہ سے جھڑپ - لندن - ۵ ستمبر - ایک روسی مراسلہ سے مظہر ہے کہ ہم نے محاذ ولادی میر ولنسک پر ۲۸ اگست سے ۴ ستمبر تک ۱۱۵ افسر - ۵۴۱۴ سپاہی اور متعدد توپیں گرفتار کی ہیں۔ کوہ کارپیتھن میں ہماری پیشقدمی جاری ہے۔ اور متعدد چوٹیوں پر قبضہ کر لیا گیا ہے۔ علاقہ دوبرج میں ۲ ماہ رواں کو بلغاری سپاہ سے پہلے جھڑپ ہوئی۔ اور غنیم کا صفایا کر دیا گیا۔

باغیوں نے شہر کو لوٹ کر آگ لگا دی - لندن ۵ ستمبر - ہیگ - گورنر جنرل جزائر شرق الہند نے اطلاع دی ہے کہ باغیوں نے مورٹمبین اور مرائیبو کو لوٹ لیا ہے۔ اور سروالانجین اور مرائیبو کو آگ لگا دی ہے۔ سرکاری سپاہ کے ساتھ ایک جھڑپ میں ۱۵ باغی کام آئے۔ مسٹر والٹر کنٹرولر معہ شاف وسٹ سپاہ کے سروالانجین میں قتل کر دیئے گئے ہیں۔ سرکاری سپاہ پالمبنگ روانہ کی گئی ہے۔

جرمن زیپلین کی تباہی - لندن - ۵ ستمبر - لفٹنٹ ڈبلیو ایل رابنسن رسیلٹر شاہی پرواز) جس نے ۳ ماہ رواں کے تعلقے ہوائی حملہ میں ایک زیپلین کو نیچے گرا دیا وکٹوریا کراس عطا کیا گیا ہے۔ لفٹنٹ مذکور نے نہایت خطرناک پیچیدہ حالات میں زیپلان پر حملہ کیا تھا۔ اور اسے متواتر دو گھنٹے تک پرواز کرنا پڑا۔ قبل ازیں ہوا باز مذکور ایک اور جہاز پر بھی حملہ آور ہو چکا تھا۔ لفٹنٹ رابنسن زیپلینوں کی دیکھ بھال ہی میں مصروف تھے کہ جاسوسی روشنی سے زیپلین نظر پڑے۔ آپ نے ہوائی جہاز کا ۲۲ میل تک تعاقب کیا۔ اور پھر ہوائی توپخانہ کو اطلاع دی کہ آتشباری بند کر دو توپخانہ نے نصف لمحہ کے بعد آتشباری بند کر دی اس پر بہادر طیارچی نے شاندار کارنامہ کو سر انجام دیا اور خود زیپلین کے شعلوں سے بال بال بچ گیا۔
لفٹنٹ موصوف کی عمر ۲۱ سال ہے اور جالندھر میں پیدا ہوئے

(ہندوستان) ہے

بنگالی فوج کے دستہ کی روانگی - کلکتہ ۴ ستمبر کل ٹاؤن ہال کلکتہ میں ایک سو بنگالی رنگروٹوں کو جو ۴۹ ویں پنجابی رجمنٹ میں شریک ہوئے ہیں۔ ایک الوداعی پارٹی دی گئی … کے ملک نے بیان کیا کہ مطلوبہ تعداد کے … ابھی ۷۰ والنٹیرز کی ضرورت ہے۔

ہز اکسلنسی گورنر بنگال نے صدارت فرمائی اور دوران تقریر فرمایا کہ آپ پہلے بنگالی ہیں جو سپاہیانہ خدمات انجام دینے … ہیں۔ اور میں آپ کو اس پر مبارکباد دیتا ہوں۔ اگرچہ آپ کو تکالیف ہونگی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ آپ لوگ ضرورت حالات سے فائدہ اٹھا کر مدارج حاصل کرینگے۔

شاہ یونان کی صحتیابی - لندن ۵ ستمبر - ایتھنز … یونان نے تمام یونانی اور غیر ملکی رعایا کے جیسے کہ برطانوی … فرانسیسی سفرا نے جرمن رلیشہ دوانیوں کے سلسلہ میں … بتایا ہے اخراج کا عہد کر لیا ہے۔

حالانکہ شاہ قسطنطین بالکل صحتیاب ہو چکے ہیں لیکن … وزیر اعظم نے دینی زلٹ ڈرین کا ایک ریزولیوشن جو … کی صحت کے متعلق پاس کیا گیا تھا شاہ موصوف تک … ایتھنز سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ پانچ کلاسٹر کو شمولیت فوج کے لئے احکام صادر کئے گئے ہیں۔

حالت موسم - شملہ ۵ ستمبر - صوبجات … کو بنگال و شمالی حیدرآباد مالابار اور دکن - (احاطہ بمبئی) دکن احاطہ مدراس میں عام بارش ہوئی ہے۔ صوبجات کشمیر، گجرات - جنوب مشرقی مدراس اور … متوسطہ میں بھی تندرے تقاطر ہوا ہے۔
مختلف مقامات میں حسب ذیل بارش ہوئی ہے:-
ٹونک ۱ انچ - جلپگوڑی ۱½ انچ دارجلنگ … سورا ۱ انچ - جگدلپورا انچ - سبجی ۱½ انچ کراپا ۲ انچ … بارہ گولہ ۱ انچ - پونا ½ ۱ انچ۔

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

[illegible]

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

[illegible]

اخبار پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۵ ر
ششماہی ۳ ر
سہ ماہی ۹ ر
طلباء سے سالانہ [illegible]

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | پنجشنبہ و یکشنبہ ۸ و ۱۱ ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۷ و ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۶/۲۷

کیا عربی زبان الہامی ہے؟

(از امام الالسنہ)
(گذشتہ سے پیوستہ)

نئے الفاظ کی ساخت کا طریق

پھر ایک اور بات جو ہمیں اس نتیجہ پر لے آتی ہے وہ نئے الفاظ کی ساخت کا طریق ہے۔ جو قریب قریب ہر ایک زبان میں ایک ہی ہے۔ اگر تو انسان نے خود زبان بنائی ہوتی تو وہ جب چاہتا زبان کو وسعت دینے کے لئے نئے سے نئے الفاظ تراش لیتا اور خود ہی حروف کی نئی سے نئی تراکیب کو حسب منشاء خود نئے سے نئے معنی دیدیتا اور اس طرح اپنی لغات کو ہر روز بڑھا لیتا۔ لیکن صورت حال یہ نہیں۔ ہم ایک نئے خیال کے اظہار کے لئے یا نئی چیز کے مشاہدہ پر اس کو نیا نام دینے کے لئے اپنے پرانے سٹاک (ذخیرہ) پر ہی حصر کرتے ہیں۔ ایسی ضرورت پر ہم فی الفور اس تلاش میں لگ جاتے ہیں کہ اسے کسی پرانی چیز یا پرانے خیال سے کچھ مشابہت یا مجانست تو نہیں۔ پھر جب کوئی ایسی پرانی چیز مل جاتی ہے تو اس کے لئے جو زبان نے پہلے سے لفظ تجویز کیا ہوتا ہے اس لفظ کو توڑ پھوڑ کر ہم ایک نیا لفظ تجویز کر لیتے ہیں۔ یا بعض وقت کسی دوسری زبان سے کوئی لفظ اس نئی ضرورت کے دفعیہ کے لئے مستعار لے لیتے ہیں۔ جو آخرکار ہماری زبان کا لفظ ہو جاتا ہے۔

الغرض ضرورت جدید پر جدید الفاظ بنانے کا طبعی طریق انسانی سوسائٹی میں یہی ہے کہ ہمیشہ نئے الفاظ پرانے ذخیرہ سے لئے جاتے ہیں۔ یہ ایک فطری عادت انسان میں نظر آتی ہے جس کا ظہور ابتدائے آفرینش پر بھی انسان میں ہونا چاہئے ضرور ہے کہ اس کے سامنے پہلے سے چند الفاظ کا ذخیرہ موجود ہو۔ اور پھر اس ذخیرہ سے حسب ضرورت وہ اسی طریق پر نئے سے نئے الفاظ بناتا چلا جاتا۔ جس طرح وہ آج بنا رہا ہے یہ تو ممکن نہیں کہ ہم ابتداء میں تو بغیر کسی موجودہ ذخیرہ کے الفاظ بنانے پر قادر تھے۔ لیکن اب یہ قوت ہم میں نہیں رہی

خاص آوازوں کی خاص فہمید

ذخیرہ طبعی آوازوں کا تھا۔ یا اس کی وہ آوازیں تھیں جو اس نے خاص تاثرات کے ماتحت نکالیں۔ ان آوازوں نے ذخیرہ کا کام دیا۔ یہ فرض ہے لیکن انسانی زبان کے بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ متکلم اور مخاطب میں کسی خاص آواز کے خاص مفہوم کی فہمید پہلے سے موجود ہو۔ ہم زبان کے ذریعہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس کام کے لئے جو وسائط ہم اختیار کرتے ہیں وہ یہی ہمارے الفاظ ہوتے ہیں لیکن یہ الفاظ اس صورت میں وسائط کا کام دے سکتے ہیں جب ہم میں اور ہمارے مخاطب میں خاص لفظ کے خاص معنی کی پہلے سے فہمید ہو۔ ورنہ ہمارا مدعا کو ہمارا مخاطب نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ایک زبان کے بننے سے پہلے انسان پر ایک زمانہ آنا چاہئے جب بہت سے انسانوں کی آپس میں خاص آوازوں کے متعلق خاص مفہوم کا سمجھوتہ کرلیں۔ جانوروں میں یہ سمجھوتہ فطرت نے رکھ دیا ہے۔ وہ خاص آواز سے خاص مراد پیدا ہوتی ہے لے لیتے ہیں۔ اس طرح یہ تو بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان نے مختلف خارجی تاثرات کے ماتحت مختلف آوازیں نکالیں یا مختلف خاص آوازوں کی نقل کی لیکن اس نے کب۔ اور کس وقت اور کس طرح اپنے ہمجنسوں سے یہ من سمجھوتہ کیا کہ ان آوازوں کا یہ مفہوم ہے۔ یہ سوال اب تک حل نہیں ہو سکا

نئے الفاظ ایزاد کرنا انسان کی عادت نہیں

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ زبان کا بنانا ایک انسان کا کام نہیں۔ کیونکہ جیسے ابھی ذکر کیا گیا متکلم اور مخاطب میں ہر ایک لفظ کے متعلق ایک فہمید ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ بولنے والا اور سننے والا کسی خاص لفظ کے ایک ہی معنی لے ورنہ سلسلۂ تکلم محال ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ زبان میں کسی اجنبی محاورہ یا اجنبی لفظ کا استعمال مخالفت عام پیدا کر دیتا ہے۔ ایسی حالت کسی زبان میں تو ہی رہ سکتی ہے جب نئے الفاظ زبان میں تراشے نہ جائیں۔ اور جب ایسی ضرورت پیدا ہو تو پھر پرانے سٹاک کو ٹٹولا جائے۔ خواہ وہ اپنی زبان کا ہو یا غیر زبان کا۔ الغرض جب اس وقت تک انسان نئی آوازوں (الفاظ) کو نئے معنی دیکر زبان کو بڑھانے کے مخالف ہے تو یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ ابتدا

کیا اس ترقی کے زمانہ میں کوئی بھی ایسی زبان ہے کہ جس میں ہزاروں الفاظ ایزاد ہو گئے ہوں۔ پھر کسی زبان کے ان ایزاد شدہ الفاظ کو دیکھ لیا جائے ان میں سے ایک بھی لفظ ایسا نہ ملیگا کہ جس کے اجزا سے یا جن سے انسان کے کان پہلے سے آشنا نہ ہوں۔ یعنی یا تو اپنی ہی زبان کے کسی لفظ کی کوئی شکل یہ نیا لفظ ہوگا یا کسی اور زبان کا لفظ کسی صورت میں ہمارے ہاں آگیا ہوگا۔
الغرض انسان میں یہ عادت ہی نہیں کہ چند حروف کو نئی ترکیب دے کر کسی مفہوم کی ادائیگی کے لئے نیا لفظ بنا لے۔

انسان زبان بناتا نہیں۔ بلکہ سیکھتا ہے۔

ان تمام قیاسات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان زبان بناتا نہیں بلکہ سیکھتا ہے۔ اور سیکھنے میں اس کے آگے پہلے سے ایک ذخیرہ اس قسم کے الفاظ کا موجود ہونا چاہیے کہ جن کے مفہوم اور معانی سے موجودہ سوسائٹی کے افراد واقف ہوں۔ چنانچہ جس دن ایک مرد اور ایک عورت دنیا میں پیدا ہوئے ہونگے تو جس طرح کسی جانور کا جوڑا طبعًا اور فطرتًا پیدا ہوتے ہی خاص آوازوں کے خاص مفہوم سے آگاہ ہوتا ہے اسی طرح وہ دونو خاص الفاظ کو تلفظ کرنے اور ان الفاظ کو خاص معنی دینے سے طبعًا یا کسی خاص طریق پر واقف ہونے چاہئیں۔

قوت تکلم اور قوت سمع بھی پہلے سے ایک ذخیرۂ الفاظ کے موجود ہونے کے متقاضی ہیں

اگر ہم اس طریق پر غور کریں جس طرح ہماری مختلف قوتیں نشوونما پاتی ہیں تو پھر بھی ہم اس نتیجہ پر آجاتے ہیں کہ قوت تکلم اور قوت سمع کا جہاں تک تعلق زبان اور اس کی ساخت سے ہے اس میں بھی یہی ضروری ہے کہ ان قوتوں کو نشوونما دینے کے لئے پہلے ہی سے ایک ذخیرہ موجود ہو۔ انسان کی جس قدر قوتیں ہیں ان کا نشوونما دراصل اس احساس و تمیز کا نشوونما ہے جو ہم ایک قوت کے متعلق مختلف چیزوں میں کیا کرتے ہیں۔ مثلاً قوت شامہ کا نشوونما یہ ہے کہ ہم مختلف قسم کی بوؤں میں تمیز کر سکیں۔ گلاب کیوڑہ موتیا۔ رابیل اور ایسی ہی بالمقابل مختلف نکھت وہ بوئیں ایک الگ قسم کی خوشبو اور بو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ہم میں سے اسی کی قوت میں اعلیٰ درجہ کی نشوونما سمجھی جا سکتی ہے [illegible]

کیونکہ کوئی تغیر بھی بغیر کسی قوت کے نشوونما سے پیدا ہوتا ہے۔ انسانی قوت اس میں مختلف تجارب کے بعد مختلف امتیازات کا احساس اپنے اندر پیدا کر لیتی ہے۔

زبان اور کان کے الفاظ ہمارے امتیاز آوازہائے مختلفہ کو نشوونما دیتے ہیں۔

جو قوت تکلم اور قوت سمع کے متعلق ہیں۔ یہ مختلف الفاظ اور ان کے مختلف معانی دراصل مختلف قسم کی آوازیں ہیں جن کے متعلق ہم نے مختلف مفہوم قائم کر لئے ہیں۔ مختلف حروف کی ترکیب مختلف آوازیں پیدا کر دیتی ہے۔ اور جب ان آوازوں کو مختلف معنوں سے منسوب کر دیا جاتا ہے تو اس کا نام کلمات ہو جاتا ہے۔ اب کسی زبان کا بولنا اور سمجھنا کیا ہے قوت تکلم اور قوت سمع کو ان امتیازات سے آشنا کرنا جو مختلف آوازوں میں اور اُن کے مفہوم کے موجود ہیں۔ جب ہمارے قوائے تکلم ایک طرف تو ان مختلف مفہوم کی ادائیگی کے لئے مختلف آوازیں نکالنے کے مشاق ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف ہمارے کان اُن مختلف آوازوں میں جو مختلف معنوں کا قائم مقام ہوتے ہیں تمیز کرنا سیکھ لیتے ہیں۔ تو ہم ایک زبان سے واقف ہو جاتے ہیں۔ الغرض یہ سب انسانی قوتیں اُس وقت نشوونما کی حالت میں سمجھی جا سکتی ہیں جب ان میں مختلف امتیازات کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ

یہ احساس داخلی طریق پر پیدا ہوتا ہے یا خارجی طریق پر

سو یہ امر ظاہر ہے کہ ہماری کل بالقوہ طاقتیں اُسی وقت بالفعل ہو جاتی ہیں جب خارج میں ایک میٹیریل موجود ہو۔ ہمارے اندر گلاب، کیوڑہ، موتیا، چنبیلی وغیرہ میں تمیز کی استعداد ہے۔ لیکن اس طاقت کو بالفعل کرنے کے لئے اُن چیزوں کا بیرونی دنیا میں ہونا ضروری ہے۔ یہی حال ہماری قوت لمس اور ذائقہ کا ہے۔ اب جیسا کہ اوپر بیان ہوا کسی زبان کے مختلف الفاظ پر حاوی ہونا دراصل اپنے قوائے تکلم اور قوائے سمع کو اس قابل کرنا ہے کہ بولنے اور سننے کے وقت وہ مختلف آوازوں میں تمیز کر سکیں تو پھر تمیز اور احساس کا امتیاز ہرگز نہیں پیدا ہو سکتا۔ جب تک پہلے سے مختلف آوازیں موجود نہ ہوں جن کو ہم مختلف رنگ میں سن کر امتیاز کر سکیں۔ اور پھر اُن کے مفہوم سے آشنا ہو کر اپنے قوائے تکلم کو اُن کے نکالنے پر آمادہ کریں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ ہماری قوت گویائی کو فعل میں لانے سے پہلے الفاظ موجود ہوں۔ یعنی مختلف مفہوم کے لئے مقرر کردہ مختلف آوازیں

خلاصہ مطلب

یہ ہے کہ جب ہماری کل دوسری قوتیں اپنے نشوونما کے لئے ان چیزوں کے پہلے سے موجود ہونے کے محتاج ہیں کہ جن کے تعلق انہیں کام پڑتا ہے۔ تو پھر قوت تکلم و سمع کا جہاں تک زبان کے سیکھنے سے تعلق ہے کیوں الفاظ کا پیش از وقت ہونا ضروری نہیں۔ دراصل یہی صورت ہمیں ہر بچے میں نظر آتی ہے جب وہ مادری زبان سیکھتا ہے اور یہی احتیاج ہم خود محسوس کرتے ہیں جب ہم کوئی غیر زبان سیکھتے ہیں۔ الغرض انسانی قوائے کے نشوونما پانے کی حقیقت پر غور کرنے سے بھی ہمیں اس امر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ زبان الہامی طریق پر پیدا ہونی چاہئے۔

مذہبی تعلیم

[illegible] ہائی سکول میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد ہوا۔ مسٹر ڈبلیو [illegible] اپنے خطبۂ صدارت میں مذہبی تعلیم کی ترویج و اشاعت [illegible] کہ مذہبی تعلیم یا نیا نہ خیالات کے لئے بہترین علاج و [illegible] ہوگی۔ انہوں نے کہا ہندوؤں کی قوم ابتدا سے ایک صابر و قانع قوم ہے اور [illegible] وسعت خیال [illegible] علم و فضل کا نتیجہ تھا [illegible] کس قدر تعجب ہے [illegible] اور اپنی [illegible] کی تکمیل کے لئے [illegible] جانتے ہیں۔ انہوں نے [illegible] تعلیم [illegible] بلکہ جس قدر زیادہ [illegible] اسی قدر ان شاء اللہ ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - پنجشنبہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۴ - ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۲۶/۲۷

مسئلہ تعطیل جمعہ!

ہندوستان جن متضاد قوتوں، مختلف المزاج لوگوں اور بیشمار مذاہب کا نشیمن ہے۔ یہاں کے لوگوں کا خمیر جس آب و گل سے ترکیب پذیر ہوا ہے۔ اور جس قسم کی آب و ہوا انہیں یہاں میسر آئی ہے۔ افسوس ہے کہ وہ مسلمانوں کی ہستی اور انکے جسمانی و روحانی نشوونما کے لئے بجائے فائدہ مند ہونے کے سخت مضر ثابت ہو رہی ہے۔ مسلمانوں کی ہستی کا اور انکے نشوونما کا باعث مذہب اور صرف مذہب اسلام ہے۔ اسلام ہی انکی پیدائش کا ذریعہ۔ وہی ان کے نشوونما اور جسمانی و روحانی تربیت کا باعث اصلی ہے۔ اور بالآخر وہی انکا آخری ملجا و ماویٰ اور انتہائی منزل مقصود ہے۔ خود وہ دعا جو کسی مسلمان کے جنازہ پر پڑھی جاتی ہے اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔ ہمیں بتاتی ہے کہ مسلمان کا جینا اور مرنا کس حالت میں ہونا چاہئے۔ آہ! کیا ہی پاک اور مقدس تھا وہ وجود جو اسلام کا پاک پیغام دنیا میں لیکر آیا۔ اور اُس نے اپنے عملی نمونہ سے جو کچھ ثابت کیا وہ مجسم اسلام تھا۔ اس نے کہا اور سچ کر دکھایا کہ ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین

لیکن آہ کس قدر تفاوت ہے ہم میں اور اس اسلام میں جو ہماری قومی ہستی کا موجب اور شاہراہ زندگی میں ہمارا پیشرو ہے۔ لیکن ہم کیا واقعی اسکو اپنا حقیقی رہنما سمجھتے اور اسکے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ واقعات خود بتا رہے ہیں کہ ہمارا یہ ادعا کہاں تک غلط اور کس قدر بے بنیاد ہے۔

بیشک اس ادعائے موہوم کا تعلق کوئی مسلمانان ہند کے ساتھ ہی نہیں بلکہ مسلمانان عالم آج اسی بلا میں مبتلا نظر آتے ہیں۔ اور یہ مرض اب عالمگیر ہے لیکن ہندوستان کو اس بارہ میں ایک نمایاں خصوصیت حاصل ہے کہ یہاں کی آب و ہوا میں ایک ایسا تموج پایا جاتا ہے کہ جو یکایک ہماری رگوں کو پھلا کر کسی ایک امر کے لئے ہمارے اندر سوڈا واٹر کا سا اُبال پیدا کر دیتا ہے۔ جسکے بعد اول تو وہ بات تکمیل کو ہی نہیں پہنچتی کہ وہ جوش ٹھنڈا ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور اگر خوش قسمتی سے اسنے تکمیل کا منہ دیکھ بھی لیا تو اب اسے استقلال اور ایک دوامی سلسلہ کی صورت میں اس تکمیل یافتہ امر کو زیر عمل لانے کی کوئی صورت نہیں کیجاتی۔

بیسیوں ایسی مثالیں ہمارے پیش نظر ہیں۔ جو اس حقیقت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ لیکن یہاں ہم صرف مسئلہ مندرجہ عنوان کے متعلق مسلمانوں کے گذشتہ طرز عمل پر روشنی ڈالکر بعض موجودہ واقعات کو پیش کرنا چاہتے ہیں:-

ایک وقت تھا۔ جب تعطیل جمعہ کے لئے مسلمانان ہند کی مذہبی غیرت نے جوش مارا۔ اور ملک کے گوشہ گوشہ سے عدم تعطیل کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونے لگی۔ اگرچہ اس تحریک کا محرک اصلی وہ برگزیدہ الٰہی تھا۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آیا اور مسیح موعود کے بلند منصب پر فائز کیا گیا۔ اغلباً [illegible] کا واقعہ ہے کہ اس مامور الٰہی نے ایک میموریل تیار کر کے گورنمنٹ عالیہ سے تعطیل جمعہ کی درخواست کرنی چاہی۔ لیکن یہ کام ابھی تکمیل کو نہ پہنچا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے خدا جانے کیوں خود اس کام کو کرنے کی خواہش کی۔ حضور نے اسے تمام مسلمانوں کا مشترکہ کام سمجھ کر تمام کاغذات انہیں بھیجدئے۔ کہ تفرقہ و تشتت اسکی راہ میں حائل نہ ہو۔ لیکن افسوس کہ مولوی صاحب کا مصنوعی جوش فوراً ٹھنڈا ہو کر یہ معاملہ کچھ ایسا نسیاً منسیا ہوا۔ کہ گویا کبھی اسکا کوئی خیال ہی نہ تھا۔ مگر خدا کے مسیح کی باتیں اور اسکی یہ پاک خواہش رائیگاں کیونکر جا سکتی تھی۔ آپ نہیں تو آپکے جانشین حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب نے ۱۹۱۲ء میں پھر اس تحریک کو زندہ کیا۔ اور ایک میموریل تیار کر کے گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں بھجوایا۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بار آور کیا۔ اور مسلم لیگ نے

بھی اس ضروری اور اہم فرض کی طرف متوجہ ہو کر اور نہیں تو کم از کم دو گھنٹہ کی رخصت نماز جمعہ کے لئے منظور کرا دی۔ لیکن ولسے بر حال با جس وقت تک یہ تجویز بروئے کار نہیں آئی تھی جس وقت مسلمانوں کو بحالت ملازمت نماز جمعہ کی فرصت نہیں دیکھی تھی جبتک کہ ہماری مذہبی غفلت نے نماز جمعہ کی طرف سے ہماری توجہ کو بالکل ہٹا رکھا تھا۔ اُس وقت تک ہمارے اندر ایک جوش جوش تھا۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اپنی اس غفلت کو چھپانے کا یہ بہانہ تھا جو بناوٹ کے رنگ میں تعطیل جمعہ ملتجی تھا مگر جب یہ سبب کچھ ہو گیا۔ جب سرکار عالی کی عنایت سے ہمیں اس بارہ میں آزادی حاصل ہو گئی۔ اور سرکاری ملازمت میں دو گھنٹہ کا وقفہ جمعہ کے دن ہمیں نماز کے لئے دیا گیا۔ یا یوں کہنا چاہئے کہ جب ہماری ان بہانہ سازیوں کو کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی۔ تو ان غفلت شعاریوں اور اس بے راہ روی کا پردہ فاش ہو کر صحیح حالات منکشف ہو گئے۔ یعنی ع

ہم الزام اُن کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

سرکاری دفاتر کے مسلمان ملازمین نے تو اس رخصت سے جو کچھ فائدہ اُٹھایا۔ ظاہر ہے۔ اول تو بہت لوگوں نے اس رخصت سے فائدہ اُٹھانا سرکاری نمک حرامی کے مترادف سمجھ رکھا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اپنے افسر سے کہہ کر نماز کے لئے وقت نکال لیا کریں۔ اور جو لوگ کسی ایک یا دوسری وجہ سے رخصت حاصل بھی کر لیتے ہیں۔ اُن میں سے کم و بیش ۹۰ فیصدی ایسے ہیں۔ جو اسکو اصلی مصرف پر خرچ کرنے کے بجائے اس وقت ضرور لہو و لعب میں مصروف رہتے یا کسی اور دُنیوی کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ ان لوگوں کا وہ جوش مذہبی کہاں گیا۔ جسکی وجہ سے ایک وقت رخصت کے لئے چیخ و پکار کرتے تھے۔ آخر کیوں انہیں خوف خدا نہیں رہا۔ کیوں وہ خواہ مخواہ اس حجت ملزمہ کے نیچے آکر اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر رہے ہیں۔ خدا انہیں عقل اور سمجھ دے اور اپنی اوقات بسری کا صحیح مصرف انہیں یاد دلائے۔

لیکن ان ملازمین دفاتر کے علاوہ ایک اور غریب طبقہ بھی ہے جو سکولوں اور کالجوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ نہیں معلوم گورنمنٹ نے مسلمان ٹیچروں۔ پروفیسروں اور طلباء کے ساتھ کیوں رعایت روا نہ رکھی۔ اور انہیں اس مذہبی فریضہ کی ادائیگی کی اجازت نہ بخشی کہ آج ہم پٹنہ کالج کے ایک مسلمان پروفیسر کے ساتھ وہ سلوک ہوتا ہوا دیکھتے ہیں۔ جو بہت ہی افسوسناک ہونے کے ساتھ اس قابل ہے کہ گورنمنٹ عالیہ آئندہ اس قسم کے واقعات کو رونما نہ ہونے دے۔ اور کالجوں کے پروفیسروں اور طلباء کے لئے بھی اس بارہ میں مناسب رخصت کے احکام صادر فرمائے۔ بیان کیا گیا ہے کہ

مسٹر محمد سابق پروفیسر پٹنہ کالج نے جبکہ انکے تمام گھنٹے تعلیمی نظیم اوقات کی رو سے گھر گئے۔ یہ عذر کیا کہ میں اس پابندی کے لئے آمادہ ہوں۔ لیکن جمعہ کے روز مجھے ایک گھنٹہ ضرور ملنا چاہئے کہ میں فریضۂ جمعہ ادا کر سکوں۔ انکے اس عذر پر کالج کے پرنسپل نے کہا کہ یہ ایک نئی بات ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ آجتک بہت سے مسلمان اور ملا اس عہدہ پر مقرر رہے ہیں لیکن کسی نے اس قسم کا عذر نہیں کیا۔ اسکے جواب میں پروفیسر موصوف نے کہا کہ اسمیں شک نہیں کہ ادائے جمعہ ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اس سے کسیطرح انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن اعتراض کا جواب کہ آجتک کسی نے یہ عذر پیش نہیں کیا۔ میں اسکے سوا اور کیا جواب دے سکتا ہوں کہ یا تو وہ لوگ مسلمان ہی نہ تھے اور اگر تھے تو سچے مسلمان نہ تھے۔ اس ذیل میں پروفیسر موصوف نے یہ کوشش کی کہ بہتر ہے کہ اگر ہمیشہ کے لئے جمعہ کے روز ایک گھنٹہ کی مہلت منظور ہو جائے تو پھر کبھی اس قسم کے مناقشات اور جھگڑے پیش نہ آئیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک درخواست لکھ کر مسلمان پروفیسروں کے دستخط کرا لئے اور انکے خیالات و رائیں لکھوائیں۔ لیکن ایک مسلمان پروفیسر ایسے بھی تھے کہ جب انکے پاس وہ کاغذ لایا گیا تو انہوں نے لکھا کہ ہاں اگر ایسا ممکن ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اسپر بعض مسلمان پروفیسروں نے کہا کہ آپ اس قدر کمزور الفاظ کیوں لکھتے ہیں۔ یہ تو ایک مذہبی مسئلہ ہے۔ اسکے لئے بہت زبردست الفاظ لکھنے چاہئیں تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کارروائی بھی معرض التوا میں ہو گئی۔

ان واقعات سے سب سے زیادہ قصور اس مسلمان پروفیسر کا معلوم ہوتا ہے۔ جسنے دیگر پروفیسروں کو تقویت دینے اور ان کی ہمت بڑھانے کے بجائے چند بودے الفاظ لکھ کر انکی ہمتوں کو پست کیا۔ اور یہ اہم ترین معاملہ معرض التوا میں پڑ گیا۔ یہی پٹنہ کالج ہے جہاں سے ایک طرف تو نماز جمعہ کے متعلق یہ صدائے احتجاج بلند ہوئی اور اسکو ایک مسلمان نے روکا۔ دوسری طرف صدائے اذان کو روکنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست زو شدہ سیراب سیراب کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ز دیدار ہمیم ہر نور و کمال وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
ز ملائک و از خبر ہائے معاد ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین آنچہ در قرآں بیافتش بالیقین
ہر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
یک نیم دوری ازاں روشن کتاب نزد ما کفر است خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۵ ؍
ششماہی ۳ ؍
سہ ماہی ۹ ر
طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدیر ... لاہور | یکشنبہ و پنجشنبہ ۱۱ ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۷/۱۰ اگست ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۶/۲۷

کیا عربی زبان الہامی ہے؟

(از امام السنہ)
(گذشتہ سے پیوستہ)

نئے الفاظ کی ساخت کا طریق

پھر ایک اور بات جو ہمیں اسی نتیجہ پر لے آتی ہے وہ نئے الفاظ کی ساخت کا طریق ہے۔ جو قریب قریب ہر ایک زبان میں ایک ہی ہے۔ اگر تو انسان نے خود زبان بنائی ہوتی تو وہ جب چاہتا زبان کو وسعت دینے کے لئے نئے سے نئے الفاظ تراش لیتا اور خود ہی حروف کی نئی سے نئی تراکیب کو حسب منشاء خود نئے سے نئے معنی دیدیتا اور اس طرح اپنی لغات کو ہر روز بڑھا لیتا۔ لیکن صورت حال یہ نہیں۔ ہم ایک نئے خیال کے اظہار کے لئے یا کسی چیز کے نشا ہونے پر اس کو نیا نام دینے کے لئے اپنے پرانے سٹاک (ذخیرہ) پر ہی حصر کرتے ہیں۔ ایسی ضرورت پر ہم فی الفور اس تلاش میں لگ جاتے ہیں کہ اسے کسی پرانی چیز یا پرانے خیال سے کچھ مشابہت یا مجانست تو نہیں۔ پھر جب کوئی ایسی پرانی چیز ملجاتی ہے تو اس کے لئے جو زبان نے پہلے سے لفظ تجویز کیا ہوتا ہے اس لفظ کو توڑ پھوڑ کر ہم ایک نیا لفظ تجویز کر لیتے ہیں۔ یا بعض وقت کسی دوسری زبان سے کوئی لفظ اس نئی ضرورت کے دفعیہ کے لئے مستعار لے لیتے ہیں۔ جو آخر کار ہماری زبان کا لفظ ہو جاتا ہے۔

الغرض ضرورت جدید پر جدید الفاظ بنانے کا طبعی طریق انسانی سوسائٹی میں یہی ہے کہ ہمیشہ نئے الفاظ پرانے ذخیرہ سے لئے جاتے ہیں۔ یہ ایک فطری عادت انسان میں نظر آتی ہے جس کا ظہور ابتدائے آفرینش پر بھی انسان میں ہونا چاہئے ضرور ہے کہ اس کے سامنے پہلے سے چند الفاظ کا ذخیرہ موجود ہو۔ اور پھر اس ذخیرہ سے حسب ضرورت وہ اس طریق پر نئے سے نئے الفاظ بناتا چلا جائے۔ جس طرح وہ آج بنا رہا ہے یہ تو ممکن نہیں کہ ہم ابتدا میں تو بغیر کسی موجودہ ذخیرہ کے الفاظ بنا لینے پر قادر تھے۔ لیکن اب یہ قوت ہم میں نہیں رہی

خاص آوازوں کی خاص فہمید

ذخیرہ طبعی آوازوں کا تھا۔ یا اس کی وہ آوازیں تھی جو اس نے خاص تاثرات کے ماتحت نکالیں۔ ان آوازوں نے ذخیرہ کا کام دیا۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن انسانی زبان کے بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ متکلم اور مخاطب میں کسی خاص آواز کے خاص مفہوم کی فہمید پہلے سے موجود ہو۔ ہم زبان کے ذریعہ اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاتے ہیں۔ اس کام کے لئے جو وسائط ہم اختیار کرتے ہیں وہ یہی ہمارے الفاظ ہوتے ہیں لیکن یہ الفاظ اس صورت میں وسائط کا کام دے سکتے ہیں جب ہم میں اور ہمارے مخاطب میں خاص لفظ کے خاص معنی کی پہلے سے فہمید ہو۔ ورنہ ہمارے مدعا کو ہمارا مخاطب نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ایک زبان کے بننے سے پہلے انسان پر ایک زمانہ آنا چاہئے جب بہت سے انسانوں کی آپس میں خاص آوازوں کے متعلق خاص مفہوم کا سمجھوتہ کرلیں۔ جانوروں میں یہ سمجھوتہ فطرت نے رکھ دیا ہے۔ وہ خاص آواز سے خاص مراد پیدا ہوتی ہے لے لیتے ہیں۔ اس طرح یہ تو بالکل ممکن ہے کہ ایک انسان نے مختلف خارجی تاثرات کے ماتحت مختلف آوازیں نکالیں یا مختلف خاص آوازوں کی نقل کی لیکن اس نے کب اور کس وقت اور کس طرح اپنے ہمجنسوں سے یہ سمجھوتہ کیا کہ ان آوازوں کا یہ مفہوم ہے۔ یہ سوال اب تک حل نہیں ہو سکا

نئے الفاظ ایزاد کرنا انسان کی عادت نہیں

پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ زبان کا بنانا ایک انسان کا کام نہیں۔ کیونکہ جیسے ابھی ذکر کیا گیا متکلم اور مخاطب میں ہر ایک لفظ کے متعلق ایک فہمید ہوتی ہے۔ ضروری ہے کہ بولنے والا اور سننے والا کسی خاص لفظ کے ایک ہی معنی لے ورنہ سلسلہ تکلم محال ہو جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ زبان میں کسی اجنبی محاورہ یا اجنبی لفظ کا استعمال مخالفت عام پیدا کر دیتا ہے۔ ایسی حالت کسی زبان میں تو ہی رہ سکتی ہے جب نئے الفاظ زبان میں تراشے نہ جائیں۔ اور جب ایسی ضرورت پیدا ہو تو پھر پرانے سٹاک کو ٹٹولا جائے۔ خواہ وہ اپنی زبان کا ہو یا غیر زبان کا۔ الغرض جب اس وقت تک انسان نئی آوازوں (الفاظ) کو نئے معنی دیکر زبان کو بڑھانے کے مخالف ہے تو یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ وہ ابتدا

کیا اس ترقی کے زمانہ میں کوئی بھی ایسی زبان ہے کہ جس میں ہزاروں الفاظ ایزاد ہو گئے ہوں۔ پھر کسی زبان کے ان ایزاد شدہ الفاظ کو دیکھ لیا جائے ان میں سے ایک بھی لفظ ایسا نہ ملیگا کہ جس کے اجزا سے یا جس سے انسان کے کان پہلے سے آشنا نہ ہوں۔ یعنی یا تو اپنی ہی زبان کے کسی لفظ کی کوئی شکل یہ نیا لفظ ہوگا یا کسی اور زبان کا لفظ کسی صورت میں ہمارے ہاں آگیا ہوگا۔

الغرض انسان میں یہ عادت ہی نہیں کہ چند حروف کو نئی ترکیب دے کر کسی مفہوم کی ادائیگی کے لئے نیا لفظ بنا لے۔

انسان زبان بناتا نہیں۔ بلکہ سیکھتا ہے۔

ان تمام قیاسات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ انسان زبان بناتا نہیں بلکہ سیکھتا ہے۔ اور سیکھنے میں اس کے آگے پہلے سے ایک ذخیرہ اس قسم کے الفاظ کا موجود ہونا چاہئے کہ جن کے مفہوم اور معانی سے موجودہ سوسائٹی کے افراد واقف ہوں۔ چنانچہ جس دن ایک مرد اور ایک عورت دنیا میں پیدا ہوئے ہونگے تو جس طرح کسی جانور کا جوڑا طبعًا اور فطرتًا پیدا ہوتے ہی خاص آوازوں کے خاص مفہوم سے آگاہ ہوتا ہے اسی طرح وہ دونو خاص الفاظ کو تلفظ کرنے اور ان الفاظ کو خاص معنی دینے سے طبعًا یا کسی خاص طریق پر واقف ہونے چاہئیں۔

قوت تکلم اور قوت سمع بھی پہلے سے ایک ذخیرہ الفاظ کے موجود ہونے کے متقاضی ہیں

اگر ہم اس طریق پر غور کریں جس طرح ہماری مختلف قوتیں نشوونما پاتی ہیں تو پھر بھی ہم اس نتیجہ پر آجاتے ہیں کہ قوت تکلم اور قوت سمع کا جہاں تک تعلق زبان اور اس کی ساخت سے ہے اس میں بھی یہی ضروری ہے کہ ان قوتوں کو نشوونما دینے کے لئے پہلے ہی سے ایک ذخیرہ موجود ہو۔ انسان کی جس قدر قوتیں ہیں ان کا نشوونما در اصل اس احساس و تمیز کا نشوونما ہے جو ہم ایک قوت کے متعلق مختلف چیزوں میں کیا کرتے ہیں۔ مثلاً قوت شامہ کا نشوونما یہ ہے کہ ہم مختلف قسم کی بوؤں میں تمیز کر سکیں۔ گلاب کیوڑہ موتیا۔ رابیل اور ایسی ہی بالمقابل مختلف تکلیف دہ بوئیں ایک الگ قسم کی خوشبو اور بو اپنے اندر رکھتی ہیں۔ ہم میں سے کسی کی قوت میں اعلیٰ درجہ کی نشوونما سمجھی جا سکتی ہے جو ان مختلف

کے متعلق بھی اسی پٹنہ کالج سے کسی مسلمان ہی کی حرکت ناشا کو ظاہر کیا گیا ہے۔ جس سے پھر اسی حقیقت پر روشنی پڑتی ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا تھا۔ معلوم نہیں مسلمانوں کی مذہبی غیرت وحمیت اب کہاں گئی کہ وہ اس طرح علانیہ خود اپنے مذہب کی مخالفت کے درپے ہیں۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ گورنمنٹ یا افسران بالادست کا کوئی قصور نہیں۔ خود ہمارے ہی اعمال ہیں جو ان نتائج زبون کو پیدا کر رہے ہیں۔ لیکن تاہم ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ عالیہ کو ان لوگوں کے اعمال کو پیش نظر رکھنے کے بجائے اس فریضہ کی اہمیت کی طرف متوجہ کریں۔ اور تمام دفاتر اور سکولوں اور کالجوں میں جمعہ کی تعطیل کی منظوری کی التجا کریں۔

ہندو مسلم اتحاد پر برادران وطن

کسی گزشتہ اشاعت میں ہم اس بات کا نہایت حیرت افسوس کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ ایک طرف تو ہمارے ہندو معاصرین "اتحاد" "اتحاد" کے شور وغوغا سے آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ اپنی محبت جتلاتے ہوئے بس یہی چاہتے ہیں کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کی حالت ہندو مسلمانوں پر وارد ہو جائے۔ اور کوئی تفریق درمیان میں نہ رہے۔ اور حقیقت میں اتفاق سے ہندوستان کو جو کچھ فوائد میسر آسکتے ہیں وہ افتراق وانشقاق سے نہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ دوسری طرف ہندو معاصرین کی اولوالعزمیاں اور اتفاق واتحاد کے یہ پاک خیالات صرف ان کے اخبارات تک ہی محدود رہتے۔ اور اس سے بڑھ کر عمل کے میدان میں وہ جب آتے ہیں انھوں نے ان نیک باتوں کو قطعاً بھلا دیا ہے اور عملاً اس کے خلاف ہی قدم مارا ہے۔ ہماری تو آنکھیں اس مبارک دن کی انتظار کرتے ہوئے تھک گئیں کہ جب ہمارے برادران وطن بھی اپنی کسی کمزوری یا غلطی کا اعتراف کریں اور ناجائز قومی پاسداری میں مبتلا ہو کر ہر جا وبیجا معاملہ میں اپنے ہی بھائی بندوں کی امداد کرنے اور غریب مسلمانوں کا خون بہانے سے باز آجائیں۔ لیکن نہیں معلوم کہ ہندوستان کو اس اختلاف وانشقاق کا تلخ پھل ابھی کب تک کھانا ہے۔ کہ اتفاق کا شیریں پھل کبھی چکھنے میں ہی نہیں آتا۔ اور ہمیشہ اور ہر بار ہمارے برادران وطن اسے نفرت کے ساتھ پھینک دینا ہی ضروری سمجھتے ہیں۔

کشمیر کی پتھر مسجد پر ہندو معاصرین

بھلا اور باتوں کو جانے دو اس وقت ایک تازہ مثال ہمارے پیش نظر ہے۔ کشمیر میں پتھر مسجد پر وہاں کے حکام نے تسلط کر کے اس کے صحن وغیرہ میں کوتوالی اور اصطبل بنانے کی تجویز کی مسلم اخبارات نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی اور مہاراجہ صاحب کشمیر سے اس مسجد کو واگذار کر دینے کی استدعا کی۔ اب یہ ایک ایسا جائز مطالبہ تھا کہ جسے ہندو اخبارات کو چاہئے تھا کہ اسی اتحاد واتفاق کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کے ہم آواز ہوتے اور ریاست کشمیر سے اس قسم کی تمام مسلم آزاریوں کو آئندہ موقوف کرانے میں کوشاں ہوتے۔ لیکن نہایت حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ جونہی مسلم پریس سے صدائے احتجاج بلند ہوئی بس ہندو پریس نے متفقہ طور پر اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ اور مسلمانوں پر ریاست کشمیر کو بدنام کرنے کا الزام دیا۔

ہم نہیں جانتے کہ ہندو دوستوں نے مسلمانوں کو ان مصائب و آلام کا تختہ مشق بنانے اور ہر جائز مطالبہ میں ان کی مخالفت کرنے کی کیوں ٹھان رکھی ہے۔ کیا ان کا یہ رویہ صاف طور پر ظاہر نہیں کرتا کہ یہ اتحاد واتفاق کے گیت محض مصنوعی اور بناوٹی ہیں۔ جو ان کے دلی خیالات کے ہرگز مطابق نہیں۔

آریہ گزٹ کا انوکھا استدلال

اسی پتھر مسجد کشمیر کے قضیہ پر مسلمانوں کے مطالبہ کو ناجائز اور تعصب پر مبنی بتاتے ہوئے ہمارا دوست ہمعصر [illegible] تو کسی دلیل پیش کرتا ہے کہ:

"مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ مسجد سنگ تراشی کے پتھروں سے بنائی گئی ہے۔ اس کو نورجہاں نے بنوایا تھا۔ اور جب تیار ہو چکی تو سنیوں نے اس مسجد کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ کیونکہ اس کو ایک عورت نے بنوایا تھا۔ اسی لئے اسے کبھی بطور مسجد استعمال نہیں کیا گیا۔......... آج بھی مسلمانی فرقہ کے سنی ملاؤں سے پوچھ دیکھو کہ آیا عورت کی بنائی ہوئی مسجد مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں۔ جب ان دنوں اسے مسجد قبول نہیں کیا گیا تھا تو اب کیوں اتنی لے دے ہو رہی ہے۔"

یہ وہ انوکھا استدلال ہے کہ جسے آریہ گزٹ کی تاریخ آفرینی کا ایک خاص جوہر کہنا چاہئے۔ ہمیں معلوم نہیں ہمارے ہمعصر کا منبع روایت کون تھا اور آیا اسے محققین کی جماعت میں کس قدر وقعت حاصل ہے اور کس شخص کے ہاتھ کی لکھی ہوئی وہ تاریخ ہے جسے اس نے "کشمیر کی تاریخ" کے نام سے پکارا ہے۔ لیکن ان سب ہزلیات کا پردہ صرف ان جلی الفاظ سے فاش ہو جاتا ہے جن میں اس مسجد کو محض اس بنا پر رد کر دینا سنی مسلمانوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ کہ یہ ایک عورت کی بنائی ہوئی ہے۔ اور پھر یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ

"آج بھی مسلمانی فرقہ کے سنی ملاؤں سے پوچھ دیکھو کہ آیا عورت کی بنائی ہوئی مسجد۔ مسجد ہو سکتی ہے یا نہیں"

اس سے ظاہر ہے کہ ہمارے لائق ہمعصر کی تحقیق کا ماخذ ومنبع کہاں تک قابل وثوق کہا جا سکتا ہے۔ ہم تو حیران ہیں کہ یہ نئی بڑ ہمارے آریہ معاصر نے کیوں ہانک دی آخر وہ کون سنی مسلمان ہے جو عورت کی بنائی ہوئی مسجد کو مسجد قرار نہیں دیتا ہندوستان وپنجاب میں اس وقت بیسیوں ایسی مساجد ہیں جو عورتوں کی بنائی ہوئی ہیں اور سنی مسلمان انھیں بطور مسجد استعمال کرتے ہیں۔ شاید ہمارے ہمعصر کو کبھی لاہور کی اس مشہور مسجد کو دیکھنے اور اس کا نام سننے کا موقع نہیں ملا جو چوبارہ چھجو بھگت کے متصل مائی لاڈو کی مسجد کے نام سے مشہور ہے اور سنی مسلمان اسے بطور مسجد ہی استعمال کرتے ہیں۔ ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ آریہ گزٹ کی اس نئی آپج کے بعد اس کی بے معنی تاریخ آفرینی کی طرف کوئی توجہ کی جائے۔

حضرت خواجہ صاحب

کے لیکچر بمبئی کی مجمل سی خبر کسی دوسری جگہ ملیں دی جا چکی ہے۔ اب آپ کے قیام بمبئی کی مفصل رپورٹ مکرمی شاہ محمد خان صاحب ریلوے انجینئر اگیت پوری نے مرتب فرما کر برائے اشاعت ارسال فرمائی ہے جس میں آپ کے لیکچروں وغیرہ کا بالتفصیل ذکر ہے۔ یہ رپورٹ آئندہ پرچہ میں شائع ہو گی۔ فی الحال ہم ذیل میں خالصاحب موصوف کا گرامی نامہ جو رپورٹ کے ساتھ موصول ہوا ہے اور اس میں بھی قیام بمبئی کا تمام حال بالاختصار درج ہے شائع کئے دیتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

اخی المکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت خواجہ صاحب ۳۰ اگست کو اگیت پوری سے پنجاب میل میں گذر کر بمبئی وارد ہوئے۔ میں مورخہ یکم ستمبر ۱۹۲۶ء کو دوپہر کے وقت انکی خدمت میں بمقام شاہجہان ہوٹل بمبئی حاضر ہو گیا۔ حضرت خواجہ کے قیام میں بمبئی کی پبلک نے ہر طرح کا انتظام لیا۔ جناب شیخ صاحب شیخ رحمت اللہ بھی ۲ ستمبر کو آگئے تھے۔ ۲ ستمبر کو مسجد خوجہ اثنا عشری میں ۵ بجے سے ½ ۷ بجے تک لیکچر اسلام اور اس کی حقیقت ونیز یورپ میں اسلام کے موضوع پر رہا۔ لیکچر ہال اس کثرت سے بھرا ہوا تھا کہ ایک سیٹ بھی خالی نظر نہ آتی تھی۔ رات کو ۹ بجے سے ½ ۱۱ بجے تک برہمو سماج کی شاخ [illegible] کلب میں لیکچر ومناظرہ تھا۔ عموماً بی۔ اے وایم۔ اے گریجوایٹ صاحبان شامل ہوئے بہت ہی علمیت کا مناظرہ تھا۔ الحمد للہ کہ حضرت خواجہ صاحب نے ہر قسم کے اعتراضات کا مدلل جواب دیکر سب کو اس امر کا قائل کر دیا کہ سب مذاہب کو جمع کر کے ایک ہی موزوں مذہب [illegible] ہو سکا ہے۔

اس کی کتاب الفرقان پر غور کرو سب باتوں کا مجموعہ موجود ہے۔ اگر وہ نامکمل ثابت ہو تو پھر بیشک اس کے برخلاف عمل کر سکتے ہو۔ چنانچہ جملہ صاحبان نے اظہار کیا کہ ہم قرآن کریم کے مطالعہ پر اپنا زور دینگے۔ پہلا جلسہ جو مسجد میں ہوا بہت ہی شاندار ہوا۔ اور ووکنگ مشن کے متعلق جملہ حضرات اور ہر فرقہ کے متنفس نے ترقی کے واسطے اور حضرت خواجہ صاحب کی روانگی کے متعلق دعا کی کہ اللہ پاک ان کو بخیر وعافیت منزل مقصود کو پہنچا دے۔ اور بامراد واپس لا کر ہم سے دوبارہ ملائے۔

"آج بیسویں صدی میں اذان کی بالکل ضرورت نہیں"

یہ وہ فقرہ ہے جو بقول نامہ نگار صداقت بانکی پور کے بعض مسلمان لیڈروں نے اس کشمکش کے دوران میں کہا جو پٹنہ کالج میں مخالفت اذان سے رونما ہوئی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ فقرہ جس منہ سے نکلا ہے وہ کہاں تک اسلام کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اذان جیسے پرحکمت اور راحت بخش کلمات جنہوں نے آج انگلستان جیسے مہذب اور ترقی یافتہ طبقات میں وہ اثر پیدا کیا ہے کہ وہ صرف اسی سے متاثر ہو کر اسلام میں جذب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آج ایک مسلمان کے نزدیک ان کی "بالکل ضرورت نہیں" تو کیا گھنٹے اور سنکھ بجانے کی ضرورت ہے۔ تعجب ہے کہ کالج میں گھنٹوں کا بجنا تو کسی کو شاق نہیں گذرتا۔ اس کی تو آج بیسویں صدی میں ضرورت سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اذان کو بے ضرورت بتا کر خود مسلمان اس کی مدافعت کے درپے ہو رہے ہیں ایسی حالت میں ہم دوسروں سے کیا امید کریں۔ جب اپنے ہی ہمیں پامال کر دینا چاہتے ہیں۔ برٹش حکام کی دادرسی سے تو ہمارے مذہبی جذبات کی قدر افزائی جو کچھ ہو سکتی ہے وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ اور ہمیں امید ہے کہ آئندہ گورنمنٹ عالیہ اس سلب آزادی کا استیصال کرنے میں کوئی دریغ نہ فرمائیگی۔ لیکن ہم ان مسلمان نادشمنان دین کو کیا کہیں جو اس نام نہاد تہذیب کی اوٹ میں خود ہر قسم کی ناجائز اور مخرب اخلاق باتوں کے کر گذرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور انھیں ضروری سمجھتے ہیں لیکن اذان جیسے مقدس مذہبی شعار کی ان کے نزدیک کوئی ضرورت نہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

برٹش عہد سلطنت میں یہ سکھاشاہی خیالات ہم نہیں جانتے کہاں تک نظر انداز کر دینے کے قابل ہیں۔

مسئلہ فسخ نکاح زوجہ معلقہ

امید تھی کہ مسلم اخبارات اور علماء دین اسلام کے پاک اور شفاف چہرہ سے اس گرد وغبار کو دور کرنے کے لئے جو بعض غلط خیالات اور بے بنیاد فقہی مسائل نے قانون کی شکل اختیار کر کے شرع محمدی کے نام سے اس پر ڈال رکھا ہے بالاتفاق کوئی عملی کارروائی کرینگے۔ اور حکام عالیمقام سے اس نقص کو دور کرنے کی استدعا کرینگے۔ خود مولانا مفتی محمد عبد اللہ صاحب ٹونکی نے زبانی ہم سے اس بات کا تہیہ کیا اور اپنے بعض معزز اور باثر احباب کو اس کی تحریک کرنے کا خیال ظاہر کیا۔ لیکن افسوس کہ اس کے ایفا کی نوبت نہ آئی۔ اور اخبارات میں پرجوش مضامین شائع ہو کر معاملہ پھر وہیں کا وہیں رہ گیا۔ مولانا ابوالکلام کے مضمون کے بعد معزز ہمعصر وکیل کے بعض دوسرے نامہ نگاروں نے قانونی نکتہ نگاہ سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی۔ اور اسی ضرورت کو انھوں نے بھی محسوس کیا جس کا ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں بالتفصیل ذکر کیا تھا۔ کہ قانون میں عورت کو طلاق لینے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ لیکن خدا جانے کیوں اس پر توجہ نہ کی گئی اور اب بات ٹھنڈی پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ کیا ہمارا معزز معاصر وکیل اور دیگر اسلامی اخبارات اس مسئلہ کیطرف حکام کو توجہ دلانے میں ساعی ہونگے۔ نرا دین الفطرت اور کامل مذہب کہہ کہہ کر زبانی اپنے دل کو خوش کر لینا کوئی چیز نہیں جب تک ہماری روزمرہ کی زندگی اس کے مطابق نہیں۔ اور ہماری آئے دن کی ضروریات کا کوئی علاج نظر نہیں آتا کیا ہم امید کریں کہ کوئی خدا کا بندہ اس کا بیڑہ اٹھا کر ان بیشمار مسلمان بیواؤں اور بیکس بیبیوں کی دادرسی کرائیگا جو بعض شریر خاوندوں کے مظالم اور قانونی مداخلات کی تختہ مشق بن رہی ہیں۔

اعجاز القرآن بجواب اغلاط القرآن نمبر ۳

یعنی مسافر کے اس مضمون کا جواب جو قرآن میں گرامٹیکل غلطیاں" کے عنوان سے شائع ہوا

بخواب خود در آ تا قبلۂ رو حانیاں بینی
ز بر درہ آئینہ تا آتش صد خانماں بینی
کہ خفاش نور خورشید لمنل بعد نظر بر دیدہ
آب دیدہ کا سرمال نگر تا عکس آں بینی

نادان انسان اگر اپنے روزانہ اعمال و افعال کا تجربہ کرے۔ تو اُسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اس کی بیشتر سیاہ کاریوں پر خود نمائی کا لفظ فریب پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور وہ اعمال سیئہ کی ساحرانہ جنت پر ناعاقبت اندیشی سے مختال اور فخور گذرتا رہتا ہے۔ آہ اس مسافر گم گشتۂ وادیٔ ضلالت کی قسمت پر افسوس جو سراب سے تشنگی کو بجھانے کے لئے بےتابانہ اس کی طرف دوڑتا ہے۔ اسکو کیا خبر کہ اس کی تمام دوڑ دھوپ سعی۔ جد و جہد۔ ایک ایسی زمین میں ہے۔ جہاں اس کی تمام جانکاہیوں۔ جگر کاویوں کا ماحصل سوائے حسرت اور ناکامی کے کچھ نہ ہوگا۔ وما دعاء الکافرین الا فی ضلال وما کید الکافرین الا فی تباب۔ بحمد اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہم مسافر مشنری کے پہلے سوال کا قلع قمع کرکے اُسکے نمبر ۲ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مسافر مشنری کا دوسرا اعتراض آیت مثلہم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ ذھب اللہ بنورھم وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون پر ہے۔ "یعنی ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی پھر جب اسکے ارد گرد کی چیزیں جگمگا اٹھیں۔ تو اللہ اُن سب کا نور لے گیا۔ اور ان کو اندھیرے میں نابینا چھوڑ دیا"

"اس آیت میں الذی اسم موصول واحد ہے اور اسکے ساتھ ہی استوقد فعل بھی واحد ہی لایا گیا ہے۔ مگر اس کی خبر بنورھم و ترکھم میں جمع کی ضمیریں لائی گئی ہیں۔ جو کہ گرامر کی رو سے کسی صورت میں صحیح نہیں ہو سکتا" آریہ مہاشہ نے اس آیت کا مطلب سمجھنے میں یقیناً غلطی کی ہے۔ اور اس غلطی کی تہ میں وہ راہ راست پر آنا پسند نہیں کرتا۔ محاورات عرب مسافر مشنری کے نزدیک ناقابل سماعت۔ لغت سب کی سب نظر اٹھا کر دیکھنے کے قابل نہیں۔ گرامر تو جہالت کے زمانے کی ہے ہی نہیں۔ وہ تو مسلمانوں نے قرآن کے مطابق ترتیب دی۔ اب آریہ مہاشہ کو کوئی سمجھائے۔ تو کس طرح۔ صم بکم عمی فھم لا یرجعون کی مجسم تفسیر بنے بیٹھے ہیں۔ کان لگا کر بیٹھ جائیں تو نہیں ایک سیدھا سادہ سا جواب سنا دیں۔ اس جنم میں نہیں تو شاید آئندہ جنم میں اُنکو کچھ فائدہ پہنچا سکے۔ سُنئے مہاشہ جی آیت محولہ بالا میں آگ جلانے والا موصلا و مجار مبنیہ مشبہ بہ نہیں ہیں بلکہ منافقوں کی حالت کو ان لوگوں کی حالت سے تشبیہ دی ہے۔ جنہوں نے آگ جلانے والے کی روشنی دیکھی۔ جب آگ بجھ گئی۔ تو وہ بھی ظلمت میں ٹھکرا کے رہ گئے۔ ایک حدیث نے اس آیت کی خوب تشریح کی ہے اور اس سے ایک علمی مسئلے کا انکشاف بھی مطلوب ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انما مثلی ومثلکم کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولہ جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار تقع فیھا فجعل ینزعھن ویغلبنہ فیقتحمن فیھا فانا اخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون فیھا۔ میری اور تم لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک شخص نے آگ جلائی۔ جب ارد گرد کی چیزیں جگمگا اٹھیں تو پروانے اور یہ کیڑے مکوڑے جو آگ میں گرا کرتے ہیں اس میں گرنے لگے۔ اور اس شخص نے جس نے آگ روشن کی تھی۔ انکو اس میں سے باہر نکالنا شروع کیا۔ اور وہ اسپر گرنے میں غالب رہے۔ پس میں تمہارے کمر بند پکڑ کر آگ سے کھینچتا ہوں۔ اور تم اسی میں گرے پڑتے ہو۔

آج سے کچھ عرصہ پیشتر کیا ہندوستان میں اور کیا دیگر ممالک عالم میں یہ ایک عام خیال تھا۔ کہ پروانے شمع پر عاشق ہوتے ہیں اسلئے وہ شمع کے گرد مستانہ وار طواف کرتے ہیں اور آخر اپنی جان عزیز اس کی نذر کر دیتے ہیں۔ لیکن زمانہ حال میں یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت تاریکی پسند ہستیاں روشنی کی دشمن ہوتی ہیں۔ شمع کے گرد پروانوں کا ہجوم عاشقانہ انداز سے رسوم کی ادائیگی نہیں بلکہ اس کی زندگی کے ختم کر دینے کے لئے تند حملے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے دوسری جگہ انکی اس کوشش کو اطفاء نور سے تعبیر کیا ہے۔ پس اس آیت شریفہ کی جو تشریح

اس لحاظ سے یہ آیت ایک معجزہ سے کم نہیں۔

تو از تاریک ہندوی عاشقوں کن عادت پیشیں
اگر خواہی جمال و شوکت معجز بیاں بینی

آریہ معترض کا یہ خیال بھی قرآن تدبر پر مبنی ہے کہ آگ تو جلائی ایک شخص نے اور خدا نور سب کا لیگیا۔ مہاشہ جی ایک ہی شخص کے لئے لیمپ روشن کرنے سے بہت لوگوں کو روشنی نصیب ہوتی ہے۔ اور ایک ہی اگر اُسکو گل کر دے تو سب کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ آخر آپ لوگوں کی بھی تو ایک ہی شخص نے عقل ماردی ہے اور اس کی تقلید سے تم سب کا نور خدا نے چھین لیا ہے۔ اگر اب بھی نہ سمجھو تو ہم مجبور ہیں۔ عبد الحق ودیارتھی اشاعت اسلام کالج۔

ریاست بلرامپور میں ایک زبردست مباحثہ کی تیاریاں

ناظرین" اخبار مسافر آگرہ مطبوعہ ۲۵ اگست ۱۹۱۶ء صفحہ ۶ کالم اول میں مذکورہ بالا سرخی چھپی ہے۔ اس کی ذیل میں لکھا ہے کہ چند ماہ ہوئے۔ ریاست بلرامپور میں آریہ سماج کا سالانہ جلسہ بڑی شان و کامیابی کے ساتھ منعقد ہوا تھا۔ جسکی تاب نہ لا کر وہاں کے مسلمانوں نے آریہ سماج کے ساتھ ایک زبردست پیمانہ پر مباحثہ کرنے کی ٹھان لی۔

چونکہ اس مباحثہ میں بھی آریہ سماج قائم تعالےٰ کی خدمت وہاں کے آریہ بھائی ہمارے سے ہی سر ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس لئے ہمنے شرائط مباحثہ مرتب کرکے آریہ سماج بلرامپور کے حوالہ کر دئے۔ اور وہ اس وقت تک ہمارے مسلمان دوستوں کے پاس پہنچ چکے ہوں گے۔"

چونکہ شرائط بہت نرم اور معمولی ہیں۔ اس لئے ہمیں یقین ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی انہیں منظور بھی کر لینگے" وغیرہ۔

اصل حقیقت اور صورت واقعہ یہ ہے کہ:-

بلرامپور میں سوائے دس پندرہ آدمیوں کے کوئی آریہ نہیں ہے۔ آریہ سماج نے جلسہ کیا۔ جو کہ پہلا اور نہایت معمولی تھا۔ حاضرین کی تعداد سو دو سو سے زیادہ نہ تھی اور یہ بھی گانا ہونیکے بدولت تھی۔ جناب پنڈت شمبھو دت رام صاحب ہیڈ پنڈت اسکول بلرامپور وغیرہ نے دو روز تک آریہ لیکچراروں کا ناطقہ بند کر دیا انہوں نے تیسرے دن تیسرے پہر کو پنڈت صاحب سے پیچھا چھوڑانے کی نیت سے اپنے لیکچر کا رخ مسلمانوں کی جانب پھیرا۔ اور دین اسلام کی سخت توہین کی۔ دو چار مسلمان بھی وہاں پر موجود تھے انہوں نے سخت کلامی کا سبب پوچھا۔ آریہ سماج کا منتری درمیان میں بول اٹھا کہ ہمارے لیکچراروں کی طرف سے یہ گالیاں نہیں سنائی گئی ہیں۔ بلکہ حق کا اظہار ہوا ہے۔ اور ہم آپ کے سمجھانے کو ہر وقت تیار ہیں کوئی اور تاریخ مقرر کرکے ہمیں اطلاع دیجئے اس وقت جلسہ برخاست ہونے کو ہے ہم مجبور ہیں۔

مسلمانوں نے تاریخ مقرر کرکے آریہ سماج کو اطلاع دی تو انہوں نے بجائے حاضر ہونے کے چند شرائط تحریر کرکے ارسال فرمائیں جو کہ سراسر بیجا اور انصاف کا خون بہانے والی اور تکلیف مالا یطاق ہیں۔ بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) جلسہ کے پنڈال و مصارف وغیرہ کا اہتمام اور فرش فروش وغیرہ کرنے کا انتظام مسلمان کریں اور آریہ سماج کو ایک کوڑی خرچ کرنے کی تکلیف نہ دیں اور خرچ کا تخمینہ دو ہزار روپیہ لگایا گیا۔

(۲) شخصی مباحثہ ہو کہ ایک ہی پنڈت اور ایک ہی مولوی تقریر کرے اور انہی دونوں کی ہار جیت سب کی ہار جیت سمجھی جائے۔

(۳) بدنظمی کی صورت میں پریسیڈنٹ کو اختیار ہوگا۔ کہ وہ جلسہ کو برخاست و بند کر دے۔

(۴) مسئلہ زیر بحث یہ ہونگے۔ وید الہامی ہے یا نہیں۔ قرآن الہامی ہے یا نہیں۔ روح اور مادہ قدیم ہیں یا نہیں۔ تناسخ حق ہے یا باطل۔

(۵) کتابیں حسب ذیل ہونگی۔ مسلمانوں کی طرف سے قرآن مجید حدیث شریف۔ فقہ وغیرہ اور آریوں کی طرف سے چار وید۔ چھ شاستر۔ دس اوپنشد ہونگے۔ اور پنڈت دیانند جی کی کتابیں ستیارتھ پرکاش وغیرہ شمار ہونگی۔

اور بڑے زور سے کہا کہ اگر مسلمان ان شرائط کو مان لیں۔ تو مباحثہ ہو سکتا ہے ورنہ ناممکن ہے۔"

اس کے جواب میں عرض کیا گیا کہ ہمنے آپکو اس مطالبہ کے پورا کرنے کے لئے بلایا ہے۔ کہ جسکا آپنے سماج کے جلسہ میں وعدہ کیا ہے۔ آگے سے جواب ملا کہ بدوں شرائط مذکورہ کے مان لینے کے ہم آپ کو کوئی جواب نہیں دیں گے۔" مسلمان صاحبوں نے بجواب اسکے یہ کہا"

(۱) پنڈال کے مصارف فریقین کے ذمہ برابر رہیں اور آریہ اپنے پنڈت صاحبان کا اور مسلمان اپنے مولوی صاحبان کا بار صرف اٹھا دیں۔

(۲) شخصی مباحثہ اور ذاتی حملے اہل حق کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ اسواسطے کہ شخص خاص کی ہار جیت شخص خاص کے لئے ہوتی ہے۔ پبلک پر اُس کا اثر نہیں ہوتا۔ اسلئے جتنے مباحث مقرر ہونگے ہر شخص کو تقریر کا حق حاصل ہوگا۔

(۳) آریہ صاحبان ویدوں کو کلام الٰہی اور ویدوں کی تعلیم عالمگیر ثابت اور ویدوں کو قدیم ثابت کریں اگر وہ ثابت کر دیں تو انہوں نے سب مسئلوں کو ثابت کر دیا کہ جو اُن میں ہیں تناسخ وغیرہ پر الگ الگ بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۴) ہم مسلمان قرآن شریف کو کلام الٰہی مانتے ہیں جب اسے کلام الٰہی ثابت کر دینگے۔ تو جو کچھ اس میں ہے وہ سب ثابت ہو جاویگا جس میں سے نکلے ہوئے مسائل پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۵) جب وید اور قرآن شریف کے ثبوت سے فارغ ہو جاویں۔ تو پنڈت دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش وغیرہ تصنیف اور حدیث شریف کا باہم مقابلہ کیا جاوے کہ ان میں سے بہتر تعلیم کس کی ہے بقول آریہ کے وہ مہارشی ہیں اور ستیارتھ پرکاش وغیرہ مہارشی کا کلام ہے اور بقول مسلمانوں کے محمد رسول اللہ صلعم سرتاج انبیاء ہیں۔ اور حدیث شریف ان کا کلام ہے۔ اور ان دونوں کا آپس میں مقابلہ ہو جانا پبلک کے لئے از بس اولے ہے۔

(۶) اسکے بعد چھ شاستروں اور فقہ شریف کا مقابلہ کیا جاوے کہ ان میں سے قومی اور ملکی اور معاشرتی مہذب قانون کون ہے کیونکہ فقہ شریف اسلامی اور شاستر سماجک قانون ہے اور دونوں کا مقابلہ ہو جانا نہایت موزون ہے۔

(۷) اسکے بعد قصص الانبیاء اور مہا بھارت کا مقابلہ کیا جاوے کیونکہ قصص الانبیاء اسلامی رسولوں کی اور بادشاہوں کی پرانی تواریخ ہے۔ اور مہا بھارت آریہ سماج کے بزرگوں رشیوں منیوں کی تواریخ ہے اور دونوں کا آپس میں مقابلہ ہو جانا از بس ضروری ہے تاکہ حاملان وید اور قرآن کا صحیح صحیح پتا و طہارت و تقویٰ معلوم ہو جائے۔

(۸) اسکے بعد دس اوپنشد اور احیاء العلوم وغیرہ کا مقابلہ ہو جائے کیونکہ اوپنشد آریوں کا تصوف اور احیاء العلوم مسلمانوں کا تصوف ہے اور ان دونوں کا مقابلہ کرنے سے صاف معلوم ہو جاویگا۔ کہ ان دونوں میں خدا سے ملا دینے والا طریقہ اور نجات کا وسیلہ کون ہے

(۹) جب تک ایک مسئلہ طے نہ ہولے دوسرا پیش نہیں کیا جاویگا۔

(۱۰) دوران تقریر میں کسی مقرر کو ذاتی حملہ کرنے کا حق نہ ہوگا۔ اور جو کریگا اُسکی تقریر بند کرا دیجاویگی۔

(۱۱) پریسیڈنٹ عیسائی مذہب کا وہ ہوگا۔ کہ جو مقررین کی زبانوں کو بخوبی سمجھتا ہو۔ اور اُسکو کسی فرقہ سے تعصب نہ ہو۔

مگر آریہ سماج نے ٹس سے مس نہ کی اور اٹھکر چلے گئے اور وہ ہم تاحال منتظر و مستعد ہیں اور اسی غرض سے جناب مولینا بابا الورحمت حسن صاحب مہیمی کو اپنے یہاں ٹھہرا رکھا ہے۔

اب پبلک سے توقع ہے کہ وہ فیصلہ کرے۔ کہ حق بجانب کون ہے اور دونوں فریق کو کیا کرنا چاہئے اور ایڈیٹر صاحب کے شرائط مرسلہ نہایت متناقض ہیں یا بالکل نرم۔ سادہ اور ہیں یا اور ہیں۔

اب رہا ایڈیٹر صاحب کا گھبرا کر یہ لکھنا کہ وہ اس مرتبہ کیسے کہتے کریگے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے صد ہا بندگان خدا موجود ہیں جو مذہبی خدمت بجا لانے کو سعادت عظمےٰ سمجھتے ہیں کوئی نہ کوئی صاحب موقع پر موجود ہو جاوینگے آپ اپنی گھبراہٹ کا علاج کریں پریشان نہ ہوں۔

ہر شگے سدا بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند

القول المجید فی تفسیر اسمہ احمد

یعنی

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی وہ نادر تصنیف جس میں عقائد کو دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد۔ نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی [illegible] اور منقولی مراحل سے ثابت

تازہ خبریں

برطانوی ہوائی حملہ ۔ لنڈن ۷ ستمبر۔ مصر کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ گذشتہ روز ہمارے دو ہوائی جہازوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ ترکی جہازگاہ العرش پر ۱۲ بمب کے گولے پھینکے۔ غنیم کے ہوائی جہازوں نے ہمارے جہازوں پر حملہ کیا لیکن وہ بہت فاصلہ سے حملہ آور ہوئے اور بالآخر انہیں لڑائی سے دست بردار ہونا پڑا۔ ہمارے ہوائی جہاز صحیح و سلامت واپس پہنچگئے +

غنیم کے قیامات پر قبضہ کرلیاگیا ۔ لنڈن ۷ ستمبر۔ ایک روسی سرکاری مراسلہ مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے ہالکز لیسیکوسٹر دینیکے ریلوے لائن پر قبضہ کرلیاہے اور شہر ہالکز پر جس میں سے شعلے بلند ہو رہے ہیں گولہ باری کر رہے ہیں۔ جنرل جرلنٹ نے غنیم کو سلسلہ مستحکم مقامات سے پیچھے ہٹا دیا ہے۔ اور وہ مغرب کی جانب بڑھ رہا ہے۔ جنرل موصوف نے بعض مقامات پر دریائے سنالا کا کونیلاپ کا معادن سے عبور کرلیا ہے۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ پیٹرو گریڈ علاقہ بریزینی میں غنیم کو آخری خط مدافعت سے پیچھے ہٹا دیا گیا ہے

غنیم کی جارحانہ کارروائی ۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ ایک روسی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ ہمنے ڈولنسک اور کول کی جانب غنیم کے حملوں کو جن سے پیشتر شدید گولہ باری کی گئی تھی۔ پسپا کر دیا۔ غنیم علاقہ ہالکز میں ہماری پیشقدمی کی شدید مزاحمت کر رہا ہے +

محاذ سالونیکا ۔ لنڈن ۷ ستمبر۔ سالونیکا کی برطانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہمارے ہراول دستوں نے محاذ سٹرما پر غنیم کی خندقوں پر متعدد حملے کئے اور قیدیوں کی ایک تعداد گرفتار کی۔ ہمارے بیڑہ نے غنیم کے ایک بٹالین پر جو فیلڈ ہوری کے بالمقابل جمع کیا گیا تھا۔ کامیاب گولہ باری کی۔ ہمارے محاذ دو عین پر توپخانہ نے سرگرمی دکھائی۔ اور غنیم کی توپوں نے دلوہ جا پر گولہ باری کی۔ لیکن انہیں خاموش کرادیا گیا۔ غنیم کے ایک ہوائی جہاز کو گولہ باری کا نشانہ بنایا گیا۔ بعد اس میں سے شعلے بلند ہونے لگے۔ حتیٰ کہ وہ محاذ دوعیلی پر گر گیا +

قلاع قوالہ کی تسخیر ۔ لنڈن ۷ ستمبر سالونیکا۔ بلغاروی مزاحمت کے باوجود کرنل کرسٹوڈولن اور سپاہ سیرس قوالہ پہنچگئی ہے بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اس نے دو قلعوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ کرنیل کرسٹوڈولن کی جمعیت میں والنٹیر شامل ہو رہے ہیں +

شدید لڑائی ۔ لنڈن ۷ ستمبر۔ ایمسٹرڈم ٹیلیگراف رقمطراز ہے کہ جزائر شرق الہند کی بغاوت خاص مقامات تک محدود نہیں رہی بلکہ تحریک بغاوت خاص طور پر نظم و ترتیب دی گئی۔ اور اسی واسطے یہ خوفناک ہے۔ باغیوں نے ۲۰ ماہ رواں کو قلعہ میوا بٹیبو پر شدید حملہ کیا۔ لیکن انہیں پسپا کردیا گیا۔ علاوہ ۲۰ مقتولین چھوڑ گئے +

ہیگ گورنر جنرل جزائر شرق الہند کی اطلاع مظہر ہے۔ کہ شدید معرکہ آرائی کے بعد موضع میورا شلیبی پر قبضہ کرلیا گیا ہے اور خیال اغلب ہے کہ سابق سلطان کے خاندان کو بھی موجودہ بغاوت میں کچھ دخل ہے +

کلکتہ میں مہلک بخار ۔ کلکتہ ۷ ستمبر۔ ہیلتھ افسر کارپوریشن کلکتہ نے جنرل کمیٹی کی خدمت میں شہر میں وبائے انفلوئنزا کے متعلق ایک نوٹ بھیجا ہے۔ لیکن آپ بخار کو چنداں مہلک بیان نہیں کرتے۔ ہفتہ مختتمہ ۲۹ جولائی میں کل ۳۰ موتیں ہوئیں اور اسکے بعد دوسرے ہفتہ میں موتوں کی تعداد دس تک بڑھ گئی۔ دو ہفتہ بعد ہفتہ واری اموات کی تعداد چار تک پہنچگئی۔ بعد ازاں یہ تعداد آہستہ آہستہ بڑھنے لگی۔ لیکن اب بھی وہی منزل ہے۔ ۱۵ اگست میں کل ۴۴ موتیں ہوئیں۔ حالانکہ اگست ۱۵ء میں پندرہ تھیں اور سابقہ پانچ سالوں کی اوسط اموات بھی ۲۹ ہے۔ یہ وارداتیں موسمی ہیں۔ اس امر سے کہ اہل اسلام میں محض تین موتیں ہوئیں۔ یہ اغلب معلوم ہوتا ہے کہ بیماری تالابوں و دریا وغیرہ میں غسل کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے +

گذشتہ روز سٹرا سے ڈی انڈرسن دلال کی موت ہوئی۔ اسی مکان میں متعدد یورپین اصحاب کو بھی بخار کی شکایت ہوگئی تھی

ایک اہم چوٹی پر قبضہ ۔ لنڈن ۷ ستمبر۔ جنرل ہیگ کی آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ ہم نے درشت میوز پر غنیم کے ایک جوابی حملہ کو دست بدست لڑائی کے بعد پیچھے دھکیلدیا ہے۔ غنیم دو افسر اور ۱۷ قیدی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ گنجی پر لڑائی بدستور جاری ہے۔ بلقین کا توپخانہ شدید آتشباری کرتا رہا ہے اور غنیم رسک اور گاس استعمال کرتا رہا ہے۔ پنجاب سپاہ نے نیول فیلڈ ماسٹ میں ایک مرتبک مدافعت کی۔ اور ہمنے شیشہ مورچوں پر نہایت کامیاب گولہ باری کی۔

لنڈن ۷ ستمبر۔ نامہ نگار رائٹر مقیم ہیڈ کوارٹر بیان کرتا ہے۔ کہ ہمنے گلی مونٹ پر کامیاب معرکہ آرائی سے ایک طویل چوٹی پر جو ٹیلہ پر حاوی ہے قبضہ کرلیا ہے۔ اب میدان کارزار کے اس خاص حصہ میں غنیم کی حالت ابتر ہے۔ غنیم کی سپاہ گولہ باری کی وجہ سے دوروں میں پناہ لے رہے ہیں۔ اور یہ تمام سرعت سطحی خندقوں کے تیار کرنے میں جو ہماری گولہ باری سے غیر محفوظ ہیں معروف ہے۔ اس حالت میں جرمنوں کے لئے اپنے خط دفاع کو محدود کرنا بہت مشکل ہوگا۔ لیکن اب ہماری طرف سے یہ تمام جد و جہد فتح و تسخیر علاقہ کے لئے نہیں بلکہ جو چیز کو تلوار کے گھاٹ اتارنے کے واسطے ہے +

متحدہ افواج سوم پر حملہ آور ہو رہی ہے ۔ لنڈن ۸ ستمبر ایک جرمن مراسلت مظہر ہے کہ برطانوی و فرانسیسی سپاہ کے ۲۸ ڈویژن سوم پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اور اب اتحادی کیمپ و میرون۔ اور وڑے کی جو محاذ سوم پر جرمن مقدمۃ الجیش ہیں مشرقی شاہ ہلو کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ فرانسیسی سپاہ نے توپخانہ کی مدد سے کوہر اور بارنل میں بتدریج ترقی کرکے ایک شاندار کارنامہ کو سرانجام دیا۔ برلوکس پر جرمن سپاہ کو دس مرتبہ لڑائی کا رخ بدلنے کے لئے دھکیل دیا گیا۔ لیکن وہ ہر دفعہ ہولناک فرانسیسی آتشباری کی تاب نہ لا سکے +

جرمن حملے پسپا ۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ جنرل ہیگ کی آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ غنیم نے اریلنٹرز پر شدید گولہ باری کی۔ محاذ کے دیگر مقامات پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔

لنڈن ۸ ستمبر۔ پیرس آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے کہ ہمنے برقی سے جنوب جانب تک غنیم کے ایک جوابی حملہ کو شدید نقصان کیساتھ پسپا کردیا۔ ہم نے ہر ایک مقام پر اپنے فوائد کو قائم رکھا۔ عدھرس اور جیلنر کے درمیان ناکام مجتمع حملے کئے۔ ہر ایک حملے سے پیشتر شدید گولہ باری ہوتی تھی۔ ہمنے دو سو مزید قیدی گرفتار کئے ہیں۔ اور جنگل ورکس چینپر کی پر غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کردیا گیا +

فہرست کتب بکڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نمبر	نام کتاب	صفحات	قیمت	نام مصنف یا مؤلف	خلاصہ مضمون
۱	مرقاۃ الیقین	۲۷۲	۱۲؍	اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی	سوانح عمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا۔ نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے۔
۲	النبوۃ فی الاسلام	۵۵۰	۱۲؍	مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی	اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت۔ مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوگئی اور مرزا صاحب نبی بمعنی محدث ہیں۔
۳	غلامی	۸۸	۳؍	"	غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں +
۴	عصمت انبیاء	۲۳۲	۷؍	"	عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں انکو قرآن کریم سے ہی رد کیا گیا ہے +
۵	سکھ ازم انگریزی میں	۲۰	۱؍	"	اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور اُن کا مختصر حال ہے +
۶	ٹیچنگ آف اسلام	۱۹۵	۱۲؍	"	یہ کتاب انگریزی ترجمہ ہے اس لیکچر کا جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے جلسہ مذاہب موسومہ بہ "مہوتسو" لاہور شہر میں دیا۔
۷	اسوۂ حسنہ موسومہ "زندہ و کامل نبی"	۱۲۸	۳؍	خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری	اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں اور وہی کامل نمونہ ہیں +
۸	صحیفہ آصفیہ	۹۶	۲؍	"	اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے۔
۹	بنگال کا دُکھ اردو میں	۲۰	۱۰؍	"	اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگال کی بابت کی +
۱۰	" انگریزی میں رسالہ اسلام اکد	۱۷	۱۰؍	"	ایضاً
۱۶	الوصیت	۲۶	۲؍	حضرت مرزا صاحب مسیح موعود	اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت مندرج ہے جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی۔ اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دوبارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپواکر شائع کیا +
۱۷	رسالہ فیصلہ آسمانی	۱۶	۱؍	مولوی محمد یمین صاحب داتہ	اس میں مسٹر کین صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ ہے کہ فرقہ احمدی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے +
۱۸	رسالہ تائید الٰہی فی رد خرافات مہر شاہی	۸	۱؍	"	اس میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو مولوی قاسم علی فاضل لاہوری نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود پر کئے +
۱۹	رسالہ تحفۃ المتقین	۲۴	۱؍	سید محبوب شاہ صاحب سواتی	اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے +
۲۰	رسالہ تحفۃ السلطان	۲۴	۱؍	"	قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے +
۲۱	رسالہ المہدی	۶۸	۲؍	حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	اس میں قابل مصنف نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعویٰ نبوۃ پر بحث کی ہے اور فریق مخالف کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے +
۲۲	" نمبر ۲ و ۳	۷۲	۳؍	"	ایضاً ... ایضاً ... ایضاً
۲۳	" نمبر ۴ و ۵	۱۹۸	۴؍	"	اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوت پر ریویو کیا گیا ہے +
۲۴	" نمبر ۶ و ۷	۸۰	۳؍	"	اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب القول الفصل پر ریویو کیا گیا ہے +
۲۵	مادہ فانی	۳۰	۱؍	ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	اس میں فاضل مصنف نے سائنس سے ثابت کیا ہے کہ مادہ فانی ہے +
۲۶	بائبل کا پرچار یعنی سچائی کا اظہار	۱۰۶	۱؍	مولوی رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ	اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا [illegible] ہے +
۲۷	نیر اسلام	۴۴	۲؍	"	اس میں شیخ صاحب نے بشارات محمدیہ کو بائبل سے یکجا جمع کرکے قرآن کریم سے تطبیق دی
۲۸	آیات بینات	۴۰	۲؍	"	عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے۔ تردید کی گئی ہے +
۲۹	اعجاز القرآن فی حفاظت القرآن	۲۴	۱؍	مولوی فضل الٰہی صاحب منشی فاضل	اس میں فاضل مصنف نے پادری الفنس منگانا کے رسالہ موسومہ بہ "قدیم قرآنوں کے اوراق" کا جواب دیا ہے +
۳۰	خورشید عاقل مذہبی ناول	۲۱	۱؍	بابو محمد حسین صاحب کلرک لاہور چھاؤنی	اس میں مصنف نے آریوں کے اُن اعتراضات کی تردید کی ہے۔ جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں +

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایماے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ
سہ شنبہ و پنجشنبہ
کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتداے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبرہاے معاد | ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احد است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است | منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب | نزد ما کفر است خسران و تباب

قیمت سالانہ ے
ششماہی ے، سہ ماہی ۹ عہ
طلباء سے سالانہ ۸ للعہ

جلد ۴ | مد ایڈیٹر سلسلے لاہور | سہ شنبہ ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۸

کیا عربی زبان الہامی ہے

(از ام الالسنہ)
(گذشتہ سے پیوستہ)

زبانوں کو کون بناتا ہے

اسی طرح ہم اگر کسی زبان پر غور کریں کہ کس طرح وہ کسی متکلم اور مخاطب میں استعمال ہوتی ہے تو علماء فرنگ کی یہ سب تھیوریاں ہمیں تشفی بخش نظر نہیں آتیں۔ یہ اوپر کہا گیا ہے کہ خاص انسانی آوازوں کا حیثیت الفاظ اختیار کرنا اُسی وقت ہو سکتا ہے جب متکلم اور مخاطب میں پہلے سے یہ فہمید ہو جائے کہ فلاں آواز کا مفہوم فلاں ہوگا چنانچہ علمائے فرنگ کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ زبان کا بنانا فرد واحد کا کام نہیں۔ بلکہ زبان ایک جماعت ہی بناتی ہے۔ دوسری طرف وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ زبان کے الفاظ کسی سوچ وبچار کے بعد نہیں بنتے۔ بلکہ جب کوئی نئی چیز انسان کے سامنے آئی اور اُس کو موسوم کرنے کی ضرورت انسان نے محسوس کی تو کسی سطحی مشابہت و مجانست کے لحاظ پر اُس کا نام کسی چیز کے نام پر جو پہلے سے موجود تھی رکھ دیا گیا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس نام نے تجویز کیا یا کسی قوم میں کسی خاص حیثیت کے لوگ زبان بنانے کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔ زبان بنانا تو درکنار کوئی بڑی سے بڑی حیثیت کا انسان بھی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ بیشی و کمی زبان میں نہیں کر سکتا۔ روما کا قیصر ٹائبریس اور جرمن شہنشاہ سیجی سمس مردہ زبان لاطینی کے چند الفاظ کی تبدیلی نہ کر سکا۔ جب خاص حیثیت کے لوگ بھی زبان کے الفاظ گھٹا بڑھا نہیں سکتے تو دوسری طرف یہ بھی نظر نہیں آتا کہ ہر نئے نام رکھنے پر لوگوں کی کمیٹی ہو اور بعد از اتفاق رائے کوئی ایک نیا لفظ یا نام تجویز ہو۔ ہماری اس بحث کو علمی اصطلاحات سے تعلق نہیں۔ حالانکہ علمی اصطلاحات جو ایک مصنف بناتا ہے اُسکو بھی موجودہ میٹیریل سے ہی مدد لینی پڑتی ہے۔

الفاظ سوچ بچار کے بعد بنے ہیں یا اتفاقیہ

علمی اصطلاحات کے علاوہ جو ہزار در ہزار الفاظ روزمرہ زندگی سے تعلق رکھتے ہیں یہ کس طرح محض اتفاق کا نتیجہ ہو سکتے ہیں اگر زبان اور اس کے الفاظ کسی سوچ بچار کے بعد نہیں بنے بلکہ اتفاقیہ پیدا ہو گئے تو پھر یہ کسی متفقہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن دوسری طرف یہ بھی مسلم ہے کہ زبان کل قوم کے مجموعی فعل سے نشوونما پاتی ہے۔ اور فرد واحد اس کو نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ کوئی خاص آواز لفظ کی حیثیت اُس وقت اختیار کرے گی جب کسی قوم کا ہر فرد اس آواز کے مفہوم سے آشنا ہو مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ علمائے فرنگ نے کس طرح یہ دو متضاد گولیاں ایک ہی وقت نگلنے کی کوشش کی۔ جب زبان متفقہ کوشش اور متفقہ فہمید کا نتیجہ ہے تو پھر یہ کہنا کہ الفاظ محض اتفاقیہ پیدا ہو جاتے ہیں اور کسی غور و فکر کا نتیجہ نہیں ہوتے یہ امر غلط ہے۔ بہرحال یہ امر صحیح ہے کہ زبان سوسائٹی کی مشترکہ جائداد ہے۔ اور زبان کا بننا کل سوسائٹی کی مدد سے ہو سکتا ہے۔

زبان کو کسی نے نہیں بنایا بلکہ الہاماً سکھائی گئی

لہذا زبان کے بننے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ اول یا تو پہلا انسان فطرتاً تمام ضروری الفاظ سے واقف کیا گیا اور اس کی اولاد نے وہ ذخیرہ الفاظ ورثہ میں پایا۔ اور اگر زبان آہستہ آہستہ اور مختلف اتفاقات کے ماتحت نشوونما پاتی گئی تو پھر ضروری ہے کہ ہر لفظ کے ایزاد پر کل قوم بیٹھی اور حسب ضرورت اور لفظ تجویز کر لئے گئے۔ صورت دوم نہ تاریخ زبان میں نظر ہی نہیں آتی بلکہ بالکل بیہودہ اور لغو ہے۔ اور صورت اول تو ہی ہو سکتی ہے اگر زبان الہاماً انسان کو سکھلائی جائے

کسی چیز کا نام رکھنے کے لئے علم الاشیاء سے واقف ہونا ضروری ہے

یہ امر بالکل سچ ہے کہ اگر انسان نے الہاماً زبان نہیں سیکھی تو پھر زبان کا بننا اتفاقیہ ہوگا۔ کسی لفظ میں اپنے مفہوم کی کیفیت نہ ہوگی۔ کسی چیز کا اس اصول پر نام تجویز کرنا کہ اسم سے بذات خود موسوم کی حقیقت من وجہ منکشف ہو یہ علم الاشیاء کی دستگاہ چاہتا ہے۔ جب تک ہم علم الاشیاء کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوں کس طرح ہم اس کا نام تجویز کریں۔ اور ان حقائق کا لحاظ کر سکیں اس لئے اس اصول پر الفاظ کا تجویز ہونا یہ چاہتا ہے کہ الفاظ بنانے سے پہلے انسانی سوسائٹی تکمیل تعلیم و تہذیب کر چکی ہو۔ لیکن یہ امر واقعات کے خلاف ہے۔ قریب قریب ہر زبان لیسے وقت میں بن چکی تھی جب انسان ابتدائی سے ابتدائی درجہ تہذیب میں تھا۔ اس لئے ضرور ہے کہ اگر زبان کا بنانے والا کوئی علیم وخبیر وجود نہیں۔ تو یہ جاہل اور بے علم انسان کی بنائی ہوئی زبان تو اتفاق کے ماتحت ہوگی۔ چنانچہ جب ہم مختلف زبانوں کے الفاظ کو دیکھتے ہیں تو ہم کو اسی خیال کی تائید نظر آتی ہے آج ہمیں کوئی نہیں بتا سکتا کہ کیوں ایک جانور کو انگریزی میں ڈاگ (کتا) اور کیوں دوسرے کو کیٹ (بلی) کہتے ہیں۔ یا کیوں بلی کو ڈاگ اور کتے کو کیٹ نہیں کہا گیا۔ اگر تو ان جانوروں کے خاص خواص کو سامنے رکھ کر نام تجویز ہوتے تو ضرور اُن کے اُس افعال سے تجویز ہوتے کہ جو ان جانوروں کے کسی خاص خاصہ کی طرف اشارہ کرتے۔ یہ تو عام حالت الفاظ کی ہے

خاص مادوں والے الفاظ

لیکن بعض جگہ بعض الفاظ کے خاص مادے جو لغات نگاروں نے تجویز کئے ہیں اُن مادوں کے معنی میں کہیں کہیں دور کا تعلق بھی اُن چیزوں سے نظر آ جاتا ہے کہ جن کا مفہوم وہ الفاظ ادا کرتے ہیں اس لئے یہ تھیوری قائم کی گئی ہے کہ جب ہمارے سامنے کوئی چیز آتی ہے جس کا نام پہلے سے تجویز نہیں ہوتا اور اُس کو موسوم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم اگر اپنی سرسری نگاہ میں اُس چیز کی کوئی شباہت یا مجانست خواہ خفیف سی کیوں نہ ہو اگر کسی اور چیز سے پاتے ہیں کہ جس کا نام پہلے سے موجود ہو تو ہم اُس خفیف تعلق کے لحاظ سے اس سابقہ چیز کے نام پر نام کسی نہ کسی رنگ میں تجویز کر دیتے ہیں۔

اس قیاس کا موجب

دراصل یہ ہے کہ مروجہ زبانیں ہمارے سامنے اصلی صورت میں نہیں۔ اور نہ جن مادوں سے ہم نے بعض الفاظ مشتق سمجھ رکھے ہیں اُن کی صحت اشتقاق پر ہمیں کلی وثوق ہے۔

اس کی تغلیط اور عربی کے الہامی ہونے پر دلیل

اگر وہ مفروضہ مادے جن سے الفاظ مشتق سمجھے گئے ہیں دراصل صحیح ہوں۔ یا اگر زبانوں کے الفاظ اپنی اصلی شکل میں ہوں اور پھر اسم اور موسوم میں کوئی خاص تعلق معنوی نہ ہو بلکہ سرسری ہو تو بیشک یہ تھیوری بالکل صحیح ہو سکتی ہے۔ لیکن جب یہ صورت ہی نہیں تو ہم کیوں اس قیاس کو صحیح مان لیں۔ بالمقابل اگر کوئی ایسی زبان مل جائے جیسے کہ عربی زبان ہے کہ جس کے روٹ بالکل اصلی اور ابتدائی حالت میں موجود رہے اگر عربی زبان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - روز سہ شنبہ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۲۸

گناہ اور شفاعت

اس سے پیشتر کسی گذشتہ اشاعت میں ہم نے لاہور کے ہندو ہمعصر برہم پرچارک کے اس افترا کا کہ مسلمانوں کے نزدیک "جملہ نوع انسان پیدائشی طور پر یعنی ورثتاً گنہگار بن چکے ہیں" جواب دیتے ہوئے آخر میں مسئلہ شفاعت کے متعلق بھی صاف طور پر لکھا تھا کہ

"اس شفاعت کا یہ مطلب نہیں کہ ہم جو جی چاہے گناہ کرتے چلے جائیں۔ اور بس رسول اللہ صلعم کی شفاعت سے نجات حاصل ہو جائے۔ بلکہ حقیقی شفاعت یہ ہے کہ ہم ان پاک تعلیمات پر چلکر اور اس اصول حقہ کی پیروی کرکے جو نبی کریم صلعم نے ہمیں سکھائے ہیں خود اپنی نجات کیلئے ہاتھ پاؤں ماریں۔ آنحضرت صلعم کیواسطہ اور وسیلہ سے چونکہ یہ راہ نجات ہمکو ملی ہے۔ اور آپ ہی کی پاک تعلیمات پر عامل ہوکر ہم نجات پا سکتے ہیں۔ اس لئے ان معنوں میں آپ شفیع المذنبین ہیں۔ باقی یہ بھی صحیح ہے کہ ہماری کوشش اور نیک اعمال کی سرانجام دہی میں جو نقائص باقی رہجائیں ان کے لئے رسول اللہ صلعم شفاعت فرمائینگے لیکن اس صورت میں جب اپنی طرف سے عمل میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے" (پیغام صلح مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۱۶ء)

نہ صرف یہی بلکہ اس سے کچھ عرصہ پیشتر ۱۳ اپریل ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں بھی صفحہ اول پر "اسلامی شفاعت کا صحیح مفہوم" کے عنوان سے ایک مفصل مضمون اسی موضوع پر لکھکر یہ ثابت کرچکے ہیں کہ اسلام میں شفاعت کا وہ مفہوم ہرگز نہیں جو انکی طرف غیر مذاہب نے منسوب کیا ہے۔ ہم نے خوب کھولکر آیات قرآنی کے حوالہ سے یہ بتایا تھا کہ قرآن اس بات کو جائز نہیں رکھتا کہ کوئی شخص گناہ کرتا چلا جائے۔ اور بعدہٗ آنحضرت صلعم کی شفاعت سے وہ سزا پائے بغیر بہشت میں پہنچ جائے۔

لیکن ہم حیران ہیں کہ ان تمام تصریحات کے باوجود ہمارے مخالفین ہمیشہ انہی پرانے اعتراضات کو دوہرا دیتے ہیں۔ اور شفاعت کا وہی غلط مفہوم اسلام کیطرف منسوب کرتے ہیں جسکی ہم بارہا تردید کرچکے ہیں۔ چنانچہ ہمارے معزز معاصر برہم پرچارک نے اپنی ۱۰ ستمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں "گناہ بخشے جانے کی چیز ہی نہیں" کے عنوان سے کسی شخص پیر بخش نامی کے بار بار ارتکاب جرائم پر عبور دریائے شور کی سزا پانے کا ذکر کرتے ہوئے اسی مسئلہ شفاعت کے غلط مفہوم کو اس کی علت ٹھہرایا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

"اپنے اپنے ہادیوں، پیغمبروں، گوروؤں وغیرہ کی سفارشوں و شفاعتوں کا پکا خیال جسکو وہ جملہ اہل مذاہب کے لوگوں کے دلوں میں سنہرا یقین کے جاگزین ہے اور صرف ایک یہی خیال بذریعہ نوع انسان کی گمراہی کا باعث اور حق انصاف۔ پاکیزگی و بھلائی کے راہ راست سے ہٹا کر گناہ اور برائی کی جانب لیجانے میں حوصلہ بندھائے رکھنے کا ایک بہت بڑا سبب بنا ہوا ہے۔ اسلئے اہل مذاہب کو اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور کرنے اور سوچ بچار کر ٹھیک فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر یہ بہت بڑا ٹھوکر کا پتھر نوع انسان کے راستہ سے اٹھا دیا یا ہٹا دیا جاوے تو پھر انکے راہ راست پر چلے آنے کی زیادہ امید ہو سکتی ہے"

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ

"پیر بخش جیب کترنے والے کی مذکورہ بالا مثال اس پہلو میں بہت کچھ روشنی ڈالتی اور سوچ سمجھ رکھنے والے اشخاص کو بچارنے کا موقع دیتی ہے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے حالت میں وہ کم از کم خدا پیغمبر خدا اور قرآن شریف پر بالضرور ایمان رکھتا ہے۔ اور جب بموجب عقیدہ اہل اسلام وہ قیامت و شفاعت کا بھی بالضرور معتقد ہے۔ اور شفاعت کے ذریعہ سیدھا بہشت میں جا پہنچنے اور وہاں کے وعدہ شدہ عیش و عشرت کے لوازمات سے بہرہ ور ہونے کے شیخ چلیانہ خیالی نقشے بھی اسکے دماغ میں موجود ہیں اب اہل نظر غور کریں کہ جب وہ دنیا میں دنیاوی گورنمنٹ کے نزدیک آزادی سے رہنے سہنے کے قابل نہیں۔ اور جب کبھی جیلخانہ سے چھوٹتا ہے۔ تبہی جیب کترنے کے اپنے مرغوب کام میں لگ جاتا ہے۔ تو کیا قیامت کے روز زندہ ہوکر اور شفاعت کے ذریعہ بہشت میں پہنچتے ہی وہ بہشتیوں کی جیبیں کترنا نہ شروع کریگا؟"

ان تمام اقتباسات سے ظاہر ہے کہ ہمارے معزز معاصر نے ہماری مندرجہ بالا تصریحات پر کوئی توجہ نہیں کی اور خواہ مخواہ اس غلط خیال کے درپے ہوکر اس سے غلط نتائج اخذ کرنے شروع کردیئے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

ہم اپنے معزز معاصر سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کی وہ کونسی آیت یا وہ کونسی ایسی صحیح حدیث ہے۔ جس سے اسنے یہ قیاس کرلیا کہ اسلام نے بلاکسی قسم کی بازپرس کے داخل بہشت ہو جانے کا اعتقاد و تلقین کیا ہے۔ برخلاف اس کے قرآن کریم نے نیک و بد اعمال کے موازنہ پر نجات و عدم نجات کا انحصار رکھا ہے اور صاف طور پر فرمایا ہے کہ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ جسکے نیک اعمال بہت زیادہ ہو گئے وہ خوشحالی میں ہوگا۔ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ اور جسکے نیک اعمال تھوڑے رہگئے وہ دوزخ کا کندہ ہوگا اور تو اور خود اللہ تعالیٰ نے جہاں شرک کے سوائے باقی گناہوں کے بخشنے کا ذکر کیا ہے وہاں بھی ساتھ لِمَنْ يَّشَآءُ (جسکو چاہے) کی شرط لگا دی ہے۔ پھر باوجود ان سب باتوں کے خدا جانے شفاعت کا یہ غلط مفہوم کیوں لے لیا جاتا اور بعدہٗ اس سے اسلام کو متہم ٹھیرایا جاتا ہے۔

پھر یہ بھی کس قدر خلاف قیاس اور غلط استدلال ہے۔ کہ شفاعت کے غلط مفہوم کا معتقد ہونیکے باعث لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیونکہ انہیں بھروسہ ہوتا ہے کہ بالآخر شفاعت کے ذریعہ بخشوا دیئے جائینگے۔ حالانکہ نہ صرف مسلمان بلکہ وہ لوگ بھی جنکے نزدیک گناہ کبھی معاف ہی نہیں ہو سکتا اور ایک ایک گناہ کے لئے کئی کئی جونیں بھگتنے کے معتقد ہیں۔ اور انہیں یقین کامل ہے کہ وہ کبھی بخشے جا سکتے ہی نہیں۔ آئے دن ایسے ہی قبیح جرائم کے مرتکب پائے جاتے ہیں جیسے کہ کوئی مسلمان۔ پھر کیا ہمارا معزز معاصر ہمیں بتا سکتا ہے کہ ان جرائم کے کرتے وقت ان لوگوں کے پیش نظر نجات کی کونسی راہ ہوتی ہے۔ پھر اگر کسی سزا کے ڈر اور خوف کی وجہ سے جرائم کی روک تھام ہو سکتی ہے۔ جو ہمارے معزز معاصر کے خیال میں اسلام نے نہیں رکھی۔ تو خود اس دنیا میں جب ایسی سزائیں ہاتھوں ہاتھ ملجاتی ہیں۔ جیلخانوں میں جاکر وہاں طرح طرح کی مشقتیں اٹھانی پڑتیں اور بالآخر پیر بخش جیسے بدنام کنندہ نکونامے چند کو عبور دریائے شور کی مصیبتیں بھی سہنی پڑتی ہیں تو کیوں یہ ڈر اور خوف انہیں ارتکاب جرائم سے باز نہیں رکھ سکتا۔ آخر کیوں یہ روز افزوں سزائیں انہیں افعال بد سے روک نہیں دیتیں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جب اس دنیا میں قانونی شکنجوں کی موجودگی اور بار بار سزا بھگتنے کے وہ ارتکاب جرائم سے باز نہیں رہتے۔ تو آخرت کی سزا اور عالم عقبےٰ کی مصائب تو ابھی پردۂ غیب میں ہیں۔ یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ شفاعت کے ذریعہ اپنے نجات پا لینے کے خیال نے انہیں ارتکاب جرائم کیطرف رغبت دلائی۔

یہ ظاہر اور کھلے کھلے نتائج ہیں جو ہمارے معزز معاصر کے دعوے کو غلط ثابت کرتے ہیں اور جن سے پتہ لگتا ہے کہ ارتکاب جرائم کا اصلی سبب کوئی شفاعت وغیرہ کا اعتقاد نہیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ کچھ اور ہے۔ جس پر ہم آئندہ اشاعت میں غور کرینگے۔ انشاءاللہ۔

اخبار بلٹین کی ضمانت

کسی گذشتہ اشاعت میں ہمنے توکل ہمعصر بلٹین کی بعض نفاق انگیز اور دل آزارانہ تحریرات کا حوالہ دیتے ہوئے مسلمانوں کی دلآزاری اور ناراضگی کا ذکر کیا تھا۔ آج ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ گورنمنٹ عالیہ نے بلٹین سے ایک ہزار روپیہ کی ضمانت طلب کی ہے اس خبر کے سننے پر گو ہمیں ایک پہلو سے رنج اور افسوس ہوا ہے اور اخباری دنیا کے ہر ایک ممبر کو اپنے ایک ہمعصر پر ایک ایسی مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے جسکے آیندہ روک کیلئے اس وقت ہندو مسلمانوں کی متفقہ جدوجہد کی اشد ضرورت ہے اور ہم سن چکے ہیں۔ کہ عنقریب ہندوستان کے معتدد لیڈروں کا وفد اس غرض کے لئے حضور وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہونیوالا ہے۔ لازماً افسوس ہونا چاہئے۔ لیکن ایک دوسرے پہلو سے ہمیں خوشی بھی ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس عبرتناک سزا سے ملک کے دوسرے ایسے ناعاقبت اندیش انسانوں کو ایک دوسرے مذاہب کے بزرگوں اور مقدس انسانوں کی توہین اور انکی دل آزاری سے محترز رہنے کا سبق حاصل ہوگا۔ بلٹین نے افسوس ہے کہ خواہ مخواہ ایک ناجائز بات پر اصرار کرکے مسلمانوں کے غصہ کو اور بھڑکایا اور ان کے زخم رسیدہ دلوں پر نمک پاشی کرکے گویا آگ پر تیل ڈالنے کا کام کیا۔ ہم حیران ہیں کہ عام اسلامی رائے سے قطع نظر کرکے بلٹین نے کیوں خواجہ حسن نظامی کو اپنے ناپاک رویہ کی آڑ بنانا چاہا۔ کیا اگر خواجہ حسن نظامی بالفرض اسکے نازیبا رویہ کی تائید بھی کرتے۔ جو موجودہ صورت میں ہرگز نہیں کی۔ تو مسلمان محض انکے کہدینے پر اس کی اس دل آزارانہ روش سے چشم پوشی کرسکتے تھے۔ کیا ہم امید کریں کہ معاصر موصوف آئندہ اس دل آزارانہ روش سے باز رہیگا۔ اور مسلمانوں کو اس سے کوئی بھی وجہ شکایت پیدا نہونے پائیگی؟!

جبلپور کا اسلامی ہمعصر "تاج"

کہتے ہیں کہ قوموں کی بیداری اور زندگی کا دارومدار اخبارات پر ہے۔ جسقدر زیادہ اخبار کسی قوم میں ہونگے۔ اسیقدر جلد وہ بام ترقی پر پہنچ جائیگی اگر یہ خیال صحیح ہے۔ اور کسی قوم کی ترقی کا انحصار اخبارات پر ہی ہے۔ تو ہمیں خوش ہونا چاہئے۔ کہ مسلمان اس پہلو میں کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ صرف کئی ایک ہفتہ وار اسلامی اخبار ہی ملک کے ہر گوشہ سے شایع ہوتے ہیں۔ بلکہ روزانہ اخبارات بھی آئے دن جاری ہوتے ہیں اور ایک خاص دلچسپی قوم میں حاصل کرلیتے ہیں۔ یہانتک کہ اب ان علاقوں میں بھی جہاں اس سے پیشتر اخبارات کا نام و نشان نہیں۔ اور ہندوؤں کی مذہبی و سیاسی کوششیں ایک مدت سے جاری ہیں۔ اسلامی آرگن شایع ہونے لگے ہیں انہی میں سے ایک اسلامی ہمعصر "تاج" بھی ہے۔ جو جبلپور سے شایع ہوا ہے۔ اس کا چوتھا نمبر اسوقت ہمارے سامنے ہے۔ اسوقت تک جتنے نمبر ہماری نظر سے گذرے ہیں ان میں مسلمانوں کی واجبی حمایت اور برادران وطن کی بعض نازیبا کوششوں سے آشکارا کیا گیا ہے۔ گو ہم اس بات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی شخص ہندو مسلمانوں کے درمیان نفاق کی خلیج کو وسیع کرنے میں ساعی ہو۔ لیکن "تاج" کو اس نازیبا حرکت کا مرتکب ٹھیرانا حالات موجودہ کے لحاظ سے یقیناً بے محل ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارا لایق ہمعصر اپنے شاندار مقاصد میں روز افزوں ترقی کریگا۔ اور جبلپور میں اسلامی مذہبی تحریک کو زندہ اور برقرار رکھنے میں ساعی ہوگا۔

کفر توڑ کی ضبطی

یہ خبر نہایت حسرت اور افسوس کیساتھ پڑھی جائیگی کہ حکیم مرزا اللہ یار خان صاحب فضل ربانی عرف جوگی جی کی مشہور اور معرکتہ الآرا نظم "کفر توڑ" جسکے متعلق بعض حاسد مسلمانوں نے پچھلے دنوں شور برپا کیا تھا بالآخر پنجاب گورنمنٹ کے حکم سے ضبط کرلی گئی۔ نہ صرف یہی بلکہ ایک اور نظم بھی جو جوگی صاحب نے "ہم کیا تھے اب کیا ہیں" کے عنوان سے لکھی تھی اور ابھی زیر طبع تھی ضبط ہو گئی۔ اسکے تمام طبع شدہ فرمے پولیس نے مطبع سے لے لئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مراسلات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری بمبئی میں

(رپورٹ متعلقہ ۳۱ اگست ۱۹۱۶ء و یکم ستمبر ۱۹۱۶ء)

حضرت خواجہ صاحب موصوف مورخہ ۳۱ اگست ۱۹۱۶ء کو بعزم روانگی ولایت پنجاب میل سے ۲ بجے دن کے بمبئی تشریف آور ہوئے شاہ جہان محل ہوٹل میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور بعد خرید و فروخت سامان ضروریات سفر و ٹکٹ میل سٹیمر رات کو ہوٹل مذکور میں آرام فرمایا دوسرے دن مورخہ یکم ستمبر ۱۹۱۶ء کو راقم الحروف بھی سندھ ایکسپریس سے ۱۱½ بجے دن کے بمبئی پہنچکر ان کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ چونکہ یہ جمعہ کا دن تھا۔ اسواسطے بعد تناول فرمانے کھانا کے چنچ پوکلی ......

(Chunchpokli) میں جہانکہ بابا زین الدین صاحب کے مکان پر نماز جمعہ ادا کرنے کا ارادہ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب موصوف معہ سیٹھ اسمعیل آدم صاحب موٹر میں سوار ہوکر بر وقت نماز جمعہ پہنچگئے۔ جماعت احمدیہ میں سے مبائعین و غیر مبائعین جسقدر بھی حاضر ہوسکے شامل نماز ہوئے۔ بابا صاحب نے باوجود عمر رسیدہ ہونے کے جملہ احباب کی ہر قسم کی ضروریات کو مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ رکھا۔ خواجہ صاحب موصوف نے بعد خطبہ نماز ادا کرائی۔ اور بعد ادائگی نماز سیٹھ صاحب و بابا صاحب موصوف نے Cold Drinks اور Cakes اور Sweets سے جملہ احباب کو Refreshment دیا۔ ہم سب سیٹھ صاحب موصوف و بابا صاحب کے اشکور و ممنون ہیں بخصوصاً اس بات کے کہ باوجود میاں صاحب کے مبائعین کی حاضری کے، آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی عزت افزائی میں ہر ممکن وسیلہ سے کام لیا۔ خداوند کریم سیٹھ صاحب و بابا صاحب موصوف پر فضل و کرم کی بارش کرے آمین!

خطبہ نماز جمعہ

حضرت خواجہ صاحب موصوف نے خطبہ شریف میں قرآن شریف کی آیت ولنبلونکم بشیءٍ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذی اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون کا ترجمہ سادہ الفاظ میں بیان فرماکر اس کی تفسیر و تشریح ایسے لطیف پیرایہ میں بیان فرمائی۔ کہ طبیعت پر وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ لفظ بلا کے معانی کو حاضرین پر کھول کھول کر واضح کیا۔ کہ بلا کے ایک معنے ہیں کسی شے کا آگ وغیرہ میں ڈالکر ایسے طور سے حل کرنا جس سے اس کے ذاتی جوہر ظاہر ہوں۔ جیسے کہ سونا و چاندی کو آگ میں ڈال کر سنار لوگ اس کی ملاوٹ کو جلا دیتے ہیں۔ تو باقی اصلی جوہر خود اسی دھات کے ظاہر ہوجاتے ہیں۔ یہی منشا کلام ربانی ہے۔ کہ ہم انسانوں کو بلا (معنے مذکورہ بالا) میں ڈال کر صرف یہی مقصد رکھتے ہیں۔ کہ تمہارے ذاتی جوہر کھل جاویں۔ اور ناقص ملاوٹ جس سے کسی شے کا کسی عرصہ کے لئے تعلق من تو شدم تو من شدم تو جاں شدی کا ہوچکا ہے۔ اس سے الگ ہوکر اس کی اصل کو ظاہر کردے۔ یہ بلا ہم پر آیت شریف کے مقصد اولےٰ کے مطابق اسی واسطے آتے ہیں۔ کہ ہم صابرین کے اصول کو پاکر حقیقت صبر سے واقف ہوکر مسلم کے حقیقی مقام انا للہ وانا الیہ راجعون تک پہنچ جاویں یعنی جب ہم اپنا مقصد دنیاوی جاہ و جلال و اسباب سے برتر ہستی رب العلمین کے ساتھ رکھینگے۔ تو پھر دنیاوی ملاوٹ جو ہماری جان و مال و اولاد وغیرہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اگر خدا کی مہربانی سے بلا نازل ہوکر ہم سے وہ غلط محبت یا ملاوٹ کے تعلق کو الگ کرکے اصل جوہر کو ظاہر کردیگی تو گویا ہم کسی قسم کے رنج و مصائب کا شکار نہ ہونگے۔ اور ہم ایسے تعلقات کی علیحدگی پر کسی قسم کا رنج نہ کرتے ہوئے سچی زبان سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہنے کے قابل ہوجاوینگے۔ اور حضرت رسول کریم صلعم کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونگے جیساکہ انہوں نے ارشاد فرمایا۔ کہ میرا مرنا جینا۔ سونا کھانا وغیرہ وغیرہ سب اللہ کیواسطے ہے۔ یہی حقیقت ایک مسلم کے الفاظ "انا للہ" کی ہے۔

ظاہری الفاظ آیت شریف سے جو مطلب نکلتا ہے وہ اس قدر ہے کہ خداوند کریم اپنے بندوں کو بلا میں ڈالکر آزماتا ہے یعنے ان کی جان و مال و اولاد کا نقصان جو ہوتا ہے وہ اللہ کی آزمایش ہے۔ صبر کرنے والے کو بشارت دی جو ہر ایسے موقعہ پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا آزمایش کا لفظ بلا کی اصل حقیقت کو ہرگز ظاہر نہیں کرتا۔ وگرنہ وہ خدا جو حاضر و ناظر اور ہمارے ظاہر و باطن کے ماضی حال و مستقبل کے حالات سے واقف عالم الغیب ہے اسکو جب ہمارا ہر طرح کا علم ہے کہ ہم فلاں بات میں پاس اور فلاں میں فیل ہیں۔ فلاں عمل میں مکمل اور فلاں میں ناقص ہیں۔ تو پھر اسکو آزمایش کی ضرورت ہی کیا۔ انسان کو انسان کی آزمایش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ غیب کا علم نہیں رکھتا۔ مگر وہ ہستی اعلےٰ جو ہر ایسے حالات سے کلی علم رکھتی ہے۔ اسکو آزمایش کی ضرورت ہرگز نہیں ہاں بلا نازل کرنے کا مقصد بھی انسان کی بہتری ہی ہے۔ تا وہ ہر ایسے غلط تعلقات کو جو اپنا مقصد خاص سمجھے ہوئے ہے اس سے الگ کرکے حقیقی مقصد "انا للہ" کا سامنے لادے۔ ایک مومن کیواسطے یہ معراج ترقی کا حقیقی زینہ ہے۔

میرے پاس وہ الفاظ موجود نہیں جو حضرت خواجہ صاحب کی فطرت میں قدرت نے مہیا کردیئے ہیں۔ جیساکہ عام طرز کلام ہی ان کا ہوا کرتا ہے۔ ایک معرفت کا دریا تھا۔ جو مختلف پہلوؤں سے ہم نے آنکھوں سے بہتا دیکھ لیا۔

محمودیوں کی چشم خنہ

نماز سے چند منٹ پیشتر ایک قادیان کا پڑھا ہوا محمودی جس کا نام عبد الغنی ڈھاکوی ہے۔ جو گذشتہ ماہ رمضان میں قادیان سے آیا ہے۔ اور آجکل سیٹھ صاحب کے مکان پر مقیم ہے۔ حضرت خواجہ صاحب سے ہمکلام ہوا۔ اور آپ کے ولایت سے واپس آنے کے وقت سے اب تک قادیان میں نہ جانے کا سبب پوچھنا رہا حضرت خواجہ صاحب نے اپنی پوزیشن کو مدلل ثبوت دیکر صاف کرنے کے بعد اور قادیان والوں کی جابرانہ و حاسدانہ حالت کو جو خاص طور سے ان کی ذات سے تعلق رکھتی تھی بیان کرنیکے بعد اس پر سوال کیا۔ کہ اب تم خود ہی فیصلہ کرو۔ کہ اگر تم میری حالت میں ہوتے۔ تو تم کیا کرتے۔ اس کی حالت خاموشی کی تھی۔ مگر آنے والے خط کے مضمون کو دہرائے ہوئے ہونے کی وجہ سے اکثر "لا یعلم" کا اصول جانتا تھا۔ خطبہ میں تو سب مبائعین شامل تھے۔ مگر نماز میں دو نے علیحدگی اختیار کی۔ اور باقی جسقدر مبائعین تھے۔ وہ شامل نماز رہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی امامت میں نماز ادا کی۔ ان دو میں سے ایک کا نام تو عبد الغنی ہے۔ اور دوسرے کا حاجی عمر دین گجراتی ہے۔

مسئلہ نبوت پر بحث

یہ شخص قادیان کی تعلیم کا تازہ تازہ اثر دل میں رکھنے کے باعث نہایت گستاخانہ طرز کلام سے حضرت خواجہ صاحب سے بعد فارغ ہونے نماز جمعہ کے مکالمہ کرنے لگا۔ اور کہا۔ کہ آپ نے خطبہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو بعد آنحضرت صلعم کے نبی ماننا حضرت مرزا صاحب پر بہتان ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا خاتم النبیین نہ ماننا۔ حضرت رسول کریم صلعم کی ہتک ہے۔ مگر حضرت مرزا صاحب تو دعوے نبی ہونے کا کرتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اس سے ثبوت طلب کیا۔ کہ بتاؤ۔ کہاں حضرت مرزا صاحب نے نبی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ تو بجائے اسکے کہ وہ الفاظ کے مطلب کو سمجھکر اصل ثبوت پیش کرتا۔ مختلف پہلو لے کر مختلف پیرایہ میں کہتا رہا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ میں ظلی نبی۔ مجازی نبی۔ امتی نبی وغیرہ ہوں۔ یہ دعوے نبی کا ہے اسے بہت ہی سہل سے سہل طرز پر سمجھایا گیا۔ کہ بندۂ خدا دعوے کے الفاظ نبی ہونے کے ہیں۔ یا کہ امتی نبی یا بروزی نبی وغیرہ کے۔ اور پھر امتی نبی یا بروزی نبی کے معانی کو خود حضرت مرزا صاحب کے الفاظ سے بیان فرمایا۔ اور بعد ہر قسم کی تشریح کرکے صاف طور سے اسپر ظاہر کیا۔ کہ نبی ہونا اور معنی رکھتا ہے اور جزدی نبی یا امتی نبی یا ظلی نبی یا بروزی نبی ہونا اور معنی رکھتا ہے۔ پھر حضرت مرزا صاحب کی مختلف عبارتوں کو اس پر مدلل تشریح سے بیان کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے تو صاف الفاظ میں بیان کردیا ہے۔ کہ بعد آنحضرت صلعم کے کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا۔ اور نہ دعوے نبی ہونے کا کرسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ کاذب و کافر ہے۔

امتی نبی یا مجازی یا جزوی نبی سے مراد حضرت مرزا صاحب نے صرف اس قدر لی ہے کہ وہ نبوت جس کی یہ امتی کے پاس ہے یعنی آنحضرت صلعم کی۔ ہاں کامل متابعت و خدمت آنحضرت صلعم کے نتیجہ اس کا جزو۔ بروز یا ظل ہونا اس مطیع کے جسم سے تعلق رکھتا ہے۔ جو کامل تابعداری کی حالت میں فنافی الرسول ہوچکا ہے۔ اس کی ذات کا نبوت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ جسکی نبوت ہے اسکے پاس رہی۔ فتدبرو!

مطاع اور مطیع

پھر عبد الغنی مذکور نے دوسرا پہلو اختیار کیا اور کہا۔ کہ آپ تو حضرت مرزا صاحب کو مطیع مانتے ہیں۔ مطاع نہیں مانتے حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نے خود ایسا ہی ہونا بیان فرمایا ہے۔ جیسے کہ خود انکے الفاظ ہیں منع اول کسے کہ بانگ تعشق زند منم

حضرت رسول کریم صلعم مطاع کل ہیں۔ اور باقی سب مجدد و محدث و مسلم و مومن حسب مراتب آنحضرت صلعم کے مطیع و خادمان میں سے ہیں۔ جن میں حضرت مرزا صاحب کی شان بلحاظ متابعت و خدمت سب سے بڑھکر ہے۔ یہ معاملہ شریعت کا ہے۔

حکم و عدل

سائل نے پھر کہا۔ تو جیساکہ حضرت مرزا صاحب نے اپنے آپ کو حکم و عدل ہونا بھی ارشاد فرمایا ہے تو مطاع ہوئے۔ کہ نہ۔ حضرت خواجہ صاحب نے بیان فرمایا کہ حکم و عدل ہونا اور معنی رکھتا ہے۔ اور مطاع ہونا اور معنی رکھتا ہے حکم و عدل سے مراد حاکم و عادل کے ہیں۔ جو کہ ایک قانون مقررہ کیمطابق کسی متنازعہ فیہ امر کا فیصلہ کرنیوالا ہے۔ اسکو ہرگز مجاز نہیں ہوتا۔ کہ کسی قانون کی حدود سے متجاوز کرکے اپنا ہی قانون تجویز کرڈالے۔ اور جو خود چاہے فیصلہ کردے۔ بلکہ قانون کے منشاء کو سمجھکر حقیقی فیصلہ کرنا۔ قانون سے مراد شریعت ہے۔ جو کہ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کے ارشاد کے مطابق حضرت رسول کریم صلعم پر ختم ہوچکا اور تا قیامت جاری رہیگا۔ اور ہر گذشتہ موجودہ و آئندہ آنیوالا حکم و عدل اس قانون کی حدود میں خود رہکر اسکے مطابق عدل و حکم کریگا اور بس۔

باقی رہا کہ دنیاوی معاملات میں حضرت مرزا صاحب ہمارے مطاع ہیں۔ وہ ایسا ہی مسئلہ ہے جیساکہ اولاد کیواسطے ماں باپ بموجب تفصیل و حدود قانون مطاع ہیں۔ ویسے ہی مجدد و محدث و امتی نبی یا جزوی نبی وغیرہ مطاع ہیں۔ حقیقی مطاع ہمارے اور سب مسلمانوں کے اور نیز سب مجددین و محدثان وغیرہ کے حضرت رسول کریم و اللہ پاک ہیں۔ جیساکہ آیت شریف ذیل سے ظاہر ہے۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم وان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللہ والرسول

اب اس آیت سے مطاع کی حیثیت صاف ہوگئی۔ کہ اللہ اور رسول ہر متنازعہ فیہ امر میں جو کہ ہم میں یا مامور من اللہ میں واقعہ ہو مطاع کل ہیں۔ آپ نے اس کی بہت ہی صاف اور سادہ الفاظ میں تشریح کی۔ مگر اس کی کچھ ایسی موٹی سمجھ تھی کہ وہ نہ سمجھا ضد انسان کی عقل کو ملیامیٹ کردیتی ہے ؎

نہ سمجھے جو کہ سمجھانے سے پھر اسکو خدا سمجھے
پڑیں پتھر عقل پہ ایسی گر سمجھے تو کیا سمجھے

ایک اور محمودی

ایک صاحب چودھری سردار علی محکمہ بمبئی میونسپلٹی میں سب انسپکٹر ہیں۔ میاں صاحب کے مبائعین سے ہیں۔ ان کی علمیت بھی بلحاظ قابل ذکر ہے۔ ایک دفعہ جناب سردار فتح سنگھ صاحب و دیگر چند احباب کے سامنے ان سے مسئلہ نبوت پر بات ہوئی۔ تو کچھ ایسے الفاظ میں اظہار کرتے تھے کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر کا معاملہ تھا کبھی تو حضرت مرزا صاحب کو حقیقی نبی مان کر انکے نہ ماننے والوں اور روئے زمین کے تمام اہل اسلام کو جو کہ تکذیب و تکفیر بھی نہیں ہیں مسلمان کہتے تھے۔ اور کبھی کافر۔ اس کے متعلق ان پر مختلف پہلوؤں سے جرح کی گئی۔ تو بھی یہی حالت رہی گویا ایک چیز کو ابھی وہ سفید کہہ چکے ہیں تو اسی لحظہ سیاہ بھی خیال کرتے ہیں۔

وہ بھی شامل نماز جمعہ تھے۔

یہی صاحب بوقت واپسی راقم الحروف سے کہنے لگے کہ خواجہ صاحب کی زبان میں اب وہ تاثیر نہیں ہے۔ جیسے کہ گذشتہ موقعہ پر جبکہ اول دفعہ ولایت جانے لگے تھے۔ تو یہاں آکر قادیان سے خطبہ پڑھا تھا۔ تو جماعت سب رو رہی تھی۔ ابتو مجھکو تاثیر ذرہ بھر نہیں ہوئی۔ اس کی حالت قابل رحم ہے۔ جواب دیا گیا کہ بندہ خدا حضرت خواجہ صاحب کے طریق استدلال و فلسفہ پیرایہ بیان نے تو ہم پر حالت وجد طاری کردی تھی۔ تم پر کیا باعث ہوا کہ کچھ اثر واقعہ نہ ہوا۔ کہیں صمٌّ بکمٌ عمیٌ کا معاملہ تو نہیں کہ طاقت بینائی و شنوائی وغیرہ سلب ہوگئی ہو۔

ایک تیسرا محمودی

حاجی عمردین گجراتی نام کچھ عجیب ہی پیرایہ کے آدمی ہیں۔ اکثر اس عبدالغنی کو سوال و جواب میں امداد دیتے تھے۔ اور جب کچھ بن نہ پڑا۔ تو الگ ہوکر آپس میں کہنے لگے۔ کہ یہاں اسکے مقابلہ کا آدمی آنا چاہئے۔ جسے کہیں مزا آوے۔ نہایت گستاخ و بے ادب لہجہ کلام تھا۔

واپسی پر میں نے ان سے نام پوچھا۔ تو کہنے لگے کہ میں اپنا نام اور پتہ نہ بتاؤنگا۔ بہت اصرار کیا۔ تاہم نہ بتایا۔ آخر بتایا تو کہا۔ کہ میرا نام عبداللہ ہے۔ اُس کی داڑھی نے قربان جس نے مجھے اسقدر علم ہونے میں مدد کی۔ کہ یہ نام اپنا غلط بتایا ہے۔ پھر اُس سے پوچھا۔ تو کہا واللہ یہی میرا نام ہے مجھے پھر بھی اس کی داڑھی نے شہادت علامتہً دی کہ غلط ہے آخر ایک اور صاحب مسٹر عبداللہ نور صاحب گجراتی تھے۔ جو کہ سیالکوٹ ہی میں سے شناسا ہیں انکو خدا کی قسم دیکر پوچھا۔ تو انھوں نے اُس کا نام حاجی عمردین بتایا۔ واہ رے میاں حاجی۔ ایسا صریح جھوٹ۔ شاید یہ حاجی ہونیکا ثمرہ ہے یا کہ دارالخلافہ کی تعلیم کا اثر ہے کہ معمولی سی معمولی معاملہ میں نام تک بتانے سے بھی گریز کیا اور بتایا تو وہ بھی جھوٹ۔ ایکدن ہوتا تھا کہ احمدی جماعت کے لوگ ایسے گناہ صغیرہ و کبیرہ سے حد سے بڑھکر پرہیز کرتے تھے اور آج موجودہ خلافت کے عاشقان ایسے خلاق میں یہ نکلے کہ سفید جھوٹ بولنے سے ذرا بھی عار نہیں ہے۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا

الراقم بندہ خان۔ منزل بمبئی۔ مورخہ یکم ستمبر ۱۹۱۶ء

میں تصدیق کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا رپورٹ عین مطابق اصل کے ہے۔ ہم محمد حفیظ الدین احمد حیدرآباد دکن وارد بمبئی

العبد

Khalil S. Amari M.A. Muslim Students under Hall French Rd, Chinchpokli, Bombay.

دستخط۔ خلیل۔ ایس۔ الندی۔ ایم۔ اے۔ (باقی آیندہ)

تازہ خبریں

رزمگاہ مصر۔ لنڈن ۹ ستمبر۔ مصر کی ایک مراسلت مظہر ہے کہ ۸ ماہ رواں کو ہوائی جہازوں نے المظہر پر کامیابی کے ساتھ ایک ہوائی حملہ کیا۔

عراق عرب میں جنگ۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ عراق عرب میں سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ دجلہ و فرات پر کوئی اہم واقعہ نہیں ہوا۔

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ نامہ نگار رویٹر مقیم بخارسٹ کی ۵ ستمبر کی اطلاع مظہر ہے کہ ننرنکائی پر ہولناک لڑائی ہوئی ہے۔ بلغاروی سپاہ کے گیارہ حملے پسپا کئے گئے اور غنیم کو شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔ ہوائی حملوں کی وجہ سے حکومت رومانیہ نے غنیم کی رعایا کے مشہور افراد کو دارالسلطنت کے مرکز میں جہانکہ وہ بم کے گولوں سے غیر محفوظ ہونگے۔ ہوٹلوں یا پرائیویٹ مکانات میں نظر بند کرنے کی تجویز کی ہے۔

محاذ سالونیکا۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ سالونیکا۔ برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ محاذ دورین پر توپخانہ متواتر آتشباری کرتا رہا۔

لنڈن ۹ ستمبر۔ سالونیکا کی برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ محاذ دورین پر توپخانہ کی جھڑپ ہو رہی ہے۔ اور ہم نے محاذ سٹرما پر غنیم کی باتریوں کو خاموش کردیا۔

جزائر شرق الہند میں بغاوت۔ لنڈن ۹ ستمبر۔ ہیگ۔ گورنر جنرل جزائر شرق الہند نے اطلاع دی ہے کہ ۷ ستمبر کو پیدل سپاہ کے پانچ بریگیڈ مقام لبب (سماٹرا) سے سیوسٹملیکی جہانکہ وہ باغی مقتول ہوئے۔ روانہ ہوگئے ہیں۔ ۲ ماہ رواں کی جھڑپ میں دو دلندیزی سپاہی خفیف سے مجروح ہوئے۔ بنگلورہ کو مزید سپاہ بھیجی جارہی ہے اور پیادہ سپاہ کی دو کمپنیاں بالینگسے ہیورا رپورٹ روانہ کی گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ولندیزی کنٹرولر بیورا اشیبی مسٹر کلن برجس کے قتل کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ صحیح و سلامت ہے

لنڈن ۹ ستمبر۔ ہیگ گورنر جنرل جزائر شرق الہند نے اطلاع دی ہے کہ بیورا اشیبی پر مقامی جھڑپیں ہوئیں۔ اور اُن میں سرکاری سپاہ کا پلہ بھاری رہا۔ اور دیگر مقامات سے بھی تسلی بخش خبریں موصول ہوئی ہیں۔

جنرل بوتھا جنگ پر۔ لنڈن ۸ ستمبر۔ کلرکسڈورپ واقعہ ٹرانسوال کا ایک تار مظہر ہے کہ یہاں جنرل بوتھا نے ایک تقریر کے دوران میں اس امر پر زور دیا۔ کہ جنرل سمٹس معہ ریلوے وغیرہ میں چوتھائی جرمن مشرقی افریقہ پر قبضہ کرچکے ہیں اور غنیم کی آمدورفت کی لائن کو ایکسو ہزار میل تک محدود کردیا گیا ہے اور اگرچہ خاتمہ قریب ہی ہے لیکن تاہم بھی افواج کی پوری طاقت کا قیام لازمی ہے۔ ضروری ہے کہ جنگ کو خوب طور پر ختم کرنے کے لئے بحری کنٹینمنٹ بھی رکھا جائے۔ جنرل ممدوح نے خاتمہ تقریر پر قریب الاہوئیرا میں غنیم کو محصور کرنے کی کوشش کے خیال سے سپاہ کی پسپائی کا اعتراف کیا ہے۔

لنڈن ۸ ستمبر۔ غنیم کے قبضہ ترنکوئی کے سرکاری رومانوی بیان کے ساتھ ہی وائنا کی ایک سرکاری مراسلت میں تسلیم کیا گیا ہے ہارگٹ پر زبردست رومانوی حملہ کی وجہ سے آسٹروی سپاہ پیچھے ہٹ گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - بروز پنجشنبہ مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۲۹

مذہب اسلام کی حقیقی کشش

مادی ترقی کے جہاں فریب نظارہ نے انسان کو اپنا والہ وشیدا بنا لیا ہے۔ وادیٔ قدس کی خوبصورت سبزیاں نگاہوں سے دور ہوتی جاتی ہیں۔ اور سائنس کے خارستان میں آبلہ پایان تمنا کا نقش قدم ابھر رہا ہے۔ فلسفہ کی افسونگری تاریخ مذاہب میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کی علمی کرشمہ سازیاں ایک مذہب کو دوسرے مذہب پر ترجیح دیکر سر خرد ہو رہی ہیں۔ علم الاصنام کی تشبیہ پردازی میں دماغی گل کاریوں کو دخل ہے۔ قدیم اقوام کا دامن خیال عقلی جواہرات سے لبریز ہے۔ وہ مصنوعی ذرّے جو اپنی تہ میں وہم کی دنیا کو چھپائے ہوئے تھے۔ زمانہ کی تیز ہواؤں سے منتشر ہو رہے ہیں اور سولی کی باریک نوکوں پر روحوں کی گردش خیالی ڈھکوسلہ سے منسوب کی جاتی ہے۔ جن بستیوں میں روحانیت معدوم ہو چکی ہے وہاں الحاد کا خوفناک اژدہا اپنی پھنکاروں سے زہریلا اثر پھیلا رہا ہے آزادی کے خیالات۔ عقائد کی طلسم بندی۔ روح کی چیستان کو ہیچ سمجھکر تاریک غاروں میں بھٹکتے ہوئے پھر رہے ہیں اور انہیں تسلی کا پہلو ہاتھ نہیں آتا۔ یہ ہے نقاش گیتی کی نگار آرائی کا عبرت خیز خاکہ جسکو تہذیب سے موسوم کیا جاتا ہے۔

علمبرداران اسلام جب تحقیقات کی اسٹیج پر مغربی عنادل کو چہکتا ہوا دیکھتے ہیں اور یہ آوازیں سنتے ہیں۔ کہ مسلمانوں کے اقبال کا چراغ ٹھنڈا ہو چکا ہے۔ تمدن کی جھلک باقی نہیں رہی ہے۔ دماغی اور عقلی اعتبار سے مسلمان دنیا بھر کی اقوام سے پیچھے ہیں۔ دوسری قوموں کی علمی تمدنی سرگرمیاں تمام کاروبار پر حاوی ہوتی جاتی ہیں۔ دنیا کی حسن آفرین تہذیب مسلمانوں کی جانب سے منہ پھیرے ہوئے ہے تو ان کو اپنے پاک مذہب کے مستقبل پر گہری نگاہ ڈالتے ہوئے ضرور مایوسی ہوتی ہے۔ مگر جب ارمان بھرا دل گذشتہ تاریخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو اس نا امیدی کے اثرات ان بگولوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے جو زمین سے اٹھیں اور ہوا میں اپنی ہستی کو فنا کر دیں۔ کیونکہ قومی عروج وزوال سے مذہبی ترقی یا تنزل کا نتیجہ نکالنا بیسود ہے۔ دنیا طلبی کا فوٹو ہمارے سامنے موجود ہے۔ زندہ قومیں راحت کے رنگارنگ جلوہ پر نقد ایمان کو صدقہ کر رہی ہیں اور ان کی آئینہ سوز نگاہ نے خود غرضی کے جوش میں انسانی محبت کا میدان صاف کر دیا ہے۔ جام بلوریں کے دور مقدس جذبات کو اپنی پرجوش لہروں میں ڈبا کر بیسویں صدی کے جاں نثاروں کو یہ سکھاتے ہیں کہ خدا اور انسان کے مابین کوئی رشتہ نہیں۔ عاقبت کا خیال مذہبی آدمیوں کی جدت طرازی ہے۔ ایسی حالت میں اسلام کا بال بھی بیکا نہیں ہوسکتا۔ اور دنیاوی ترقی کا طوفان ایک ایسے مذہب کو نہیں ڈبو سکتا جو تیرہ سو برس سے اب تک اپنی عظمت کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ دنیا کی ہسٹری پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کرہ ارض کی ابتدا سے ابتک لاکھوں مذاہب پیدا ہو چکے ہیں۔ جنکے افراد نے تمدن کی جولانگاہ میں برق درخشاں کو روشن کیا ہے۔ لیکن ایسی ملتیں انسانی زندگی کے معرکوں میں بہت دنوں تک نہیں ٹھہر سکی ہیں اور اُنکے عجیب وغریب کارنامے بال عنقا کی طرح ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو صدیوں سے اپنی ہر کنوں کو زندہ رکھتا ہوا چلا آیا ہے۔ اور یورپ کے عہد ظلمت میں چودھویں رات کا چاند بنکر چمکا ہے اسلام کا سوزدرون خط وخال توحید کا مرکز ہے۔ دوسرے مذاہب ہیں؟ ۔ معاشرت کا سنبلستان۔ عقل ودانش کو پیچیدہ سلجھنوں میں پھنسا دیتا ہے۔ ذہانت پیچدار گتھیوں کو سلجھا کر بھی منزل مقصد تک نہیں پہنچ سکتی۔ مگر اسلام کا زرین اصول دل پر توحید کا نقش بٹھا دیتا ہے۔ مظاہر قدرت اور نظام عالم کی ترتیب کو جس خوبی سے قرآن مجید نے ظاہر کیا ہے۔ کوئی دوسری آسمانی کتاب اُس کا مقابلہ نہیں کرسکتی اخوت اسلام کا جزو اعظم ہے۔ جس نے عرب کے وحشی قبائل کو محبت کے سید ہے رشتہ میں منسلک کر دیا اور جنگ جو طبائع خونریزی سے ہاتھ اٹھا کر اخلاق کا قابل قدر نمونہ بن گئیں۔ یہ وہی مذہب ہے جس میں انسان کی دینی اور دنیاوی ضروریات کا مکمل قانون نظر آتا ہے اور اندرونی طاقتیں اُبھر اُبھر کر ایک شاندار زندگی سے ہم آغوش ہو جاتی ہیں۔ یہ وہی مذہب ہے جو طبعی آزادی کا سچا رہبر بنکر دنیا کو دائمی مسرتوں سے روشناس کرتا ہے۔ اور ہزارہا بندگان خدا کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور وہ ایک بالا تر ہستی پر ایمان لانے سے ابدی راحت کو حاصل کرتے ہیں اتحاد ہمدردی۔ مساوات کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھا کر فانی لذتوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ یہ وہی مذہب ہے جسکی ہدایتیں تمام اقوام کا دستور العمل بن گئیں۔ اور غیر متعصب جماعتوں نے اس کی روحانی خوبیوں کو خدا تک پہنچنے کا اعلےٰ وسیلہ قرار دیا ان سب باتوں کے علاوہ اسلام کے اندر ایک ایسی چیز موجود ہے۔ جس نے صدیوں کی ترقی کو آن واحد میں فراہم کر دیا ہے وہ کیا ہے؟ حقیقی کشش۔ جو مسلمانوں کو یہ تعلیم دیتی ہے کہ وہ دنیاوی دشواریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا پر بھروسہ رکھیں اور ایک عظیم الشان پر جلال طاقت کو اُن غم وآلام کا علاج متصور کریں۔ جو آئے دن مشکلات کا دائرہ وسیع کرتے رہتے ہیں اسی حقیقی کشش نے فاران کی چوٹی سے گونجنے والے نغمہ کو شائستہ ممالک میں پہنچایا ہے۔ اور وہ جماعتیں جنہوں نے خدا اور انسان کے درمیان مستحکم اور پائدار تعلقات قائم ہو جانے کی امیدیں لگائی تھیں اچانک چونک پڑے ہیں۔ اور سچے دین کی دعوت میں شامل ہوکر نبوت اور پیغمبر کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ حقیقی کشش کا مسکن ایک ٹوٹا ہوا دل ہے۔ جس میں درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔ اخلاقی مجموعہ کی ابتری اس درد سے نئی نئی تاثیریں نمایاں کرتی ہے۔ اور اصلاح کُن جذبات کا سمندر جوش میں آجاتا ہے۔ وہ باتیں جنکو فہم وفراست ناممکنات کی فہرست میں داخل کرتی ہوئی چلی آئی ہے۔ ممکنات کا لباس اختیار کرتے ہوئے فطرتی اصولوں کی طرح انسانی ضمائر میں جگہ پا جاتی ہیں اور یہ کشش روحانی خیالات میں ترقی کی اسپرٹ بھر دیتی ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ بیس کروڑ نفوس کی آبادی دنیا کے ہر حصہ میں پھیلی ہوئی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ سمندروں کے پار اسلام کی بجلیاں کوند رہی ہیں۔ اور اُن کی روشنی میں فرق نہیں آیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایشیا کے قدامت پرست فرقوں کے آگے اس مبارک دین کو فروغ حاصل ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ افریقہ کے آدم خور وحشی فرقوں میں اسلامی آبادی کا بول بالا ہے۔ اور ان کے رویہ سے جہالت کی تاریکی مٹتی جاتی ہے کیا وجہ ہے کہ یورپ اور امریکن الحاد کے سامنے کوئی مذہب نہیں ٹھہر سکتا۔ مگر اسلام نے ملحدوں کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ اور وہ انصاف پسند طبائع جنکو بناوٹ سے ذرا بھی لگاؤ نہیں۔ ہماری مذہبی سادگی پر ایمان لاکر اسلام کو دنیا کا آیندہ مذہب مان لینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ وجہ ہے کہ مذہب کی حقیقی کشش ہماری روحانیت اور بقا کو زمانہ کے دستبرد سے بچائے ہوئے ہے۔ اس روشنی کے عہد میں غیر قومیں اقرار کرتی ہیں۔ کہ اسلام تمدن یا ترقی کا رازدان ہے۔ اور وہ بہت جلد اپنی گذشتہ تہذیب کو حاصل کرسکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ ہم خوابیدہ قوتوں کو جگا کر ترقی کی دوڑ میں سب سے آگے نکل سکتے ہیں مگر جب تک حقیقی کشش ہماری مددگار نہ ہوگی گذشتہ عظمت کا حاصل کرنا خواب وخیال ہے۔ بڑی ضرورت ہے کہ باہمی یگانگت اور اتحاد کے ذریعہ سے ہم اپنے خیالات یا تصورات کو نورانی روشنی سے لبریز رکھکر بے غرضانہ طریق سے مذہبی پلیٹ فارم پر کام کریں اور اُس حقیقی کشش کو ظہور میں لائیں۔ جس کی معجزنمائی کو تاریخی دنیا نے زندہ طاقت کے نام سے پکارا ہے *

گداگر مسلمان

کس قدر مصیبت کا سامنا ہے۔ اسلام اور بہی خواہان اسلام کے لئے جن کی بنا دین نہ صرف مخالفین اسلام کے بیرونی حملے ہی ایک زبردست روک کا موجب ہو رہے ہیں۔ بلکہ خود اپنے گھر میں بھی بیسیوں ایسی امراض رونما ہیں کہ جنکا آخری نتیجہ سوائے تباہی اور ہلاکت کے اور کچھ نہیں۔ کیا یہ کوئی چھوٹی مصیبت ہے۔ کہ قوم کے کثیر افراد صرف گداگری پر ہی اپنی گذر اوقات کریں اور باوجود صحیح وسالم اور تندرست وتوانا ہونے کے صرف مانگ کھانا اُن کا شعار زندگی ہو۔ نہ صرف عام فقیرانہ لباس میں ہی بلکہ سفید پوش ہوکر ہوٹلوں میں رہکر۔ پیر ومرشد کہلا کر کوئی منت وسماجت سے نہیں۔ بلکہ بڑے پُرغرور لہجہ میں سخت غصہ وتمکنت کے ساتھ وہ مانگتے ہیں۔ اور طرح طرح کے حیلے دیکر غریب مسلمانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی جو قوم کی فلاح وبہبود پر صرف ہونی چاہئے تھی۔ اپنے پیٹ کے دوزخ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے گھسیٹ لے جاتے ہیں کیا یہ ایک اہم قومی وملکی سوال نہیں جسکی طرف قوم کے متمدن اصحاب اور صاحب اثر مسلمانوں کی خاص توجہ درکار ہے۔ کاش ہمارے ایسی باز لیڈران قوم ان ضروری مسائل کیطرف بھی متوجہ ہوں اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ سارا قصور صرف اُن لوگوں کا ہے جو ان بے محل مصارف پر اپنی خیرات کو صرف کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ ان لوگوں کا دوزخ شکم تو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوسکتا۔ یہاں سے تو ہمیشہ ہی **ھل من مزید** کی آواز آتی رہیگی اسلئے ضروری ہے کہ اس خیرات کو ایک دوسرے محل پر صرف کرکے غیر مستطیع اشخاص کے لئے محتاج خانے اور یتیم خانے کھولے جائیں اور مستطیع بھیک منگوں کے لئے کارخانے کھولکر ان کی معاش کا بندوبست کیا جائے اور محتاج خانوں کا خرچ چلایا جائے۔ آئے دن ہمارے یہاں لوگ مسلمان ہوتے ہیں۔ جنکو صرف ایک سرٹیفکیٹ انکے قبول اسلام کا دیکر چھوڑ دیا جاتا ہے اور کوئی فکر اس بات کی نہیں کیجاتی کہ اُنکا ذریعہ معاش کیا ہوگا۔ جسکا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ وہ سرٹیفکیٹ اُنکو ایک گداگری کے پروانہ کا کام دیتا ہے جسکو وہ دکھا کر گویا اپنے قبول اسلام کا احسان مسلمانوں پر رکھتے اور ان سے پیسے وصول کرتے ہیں ابھی خواجہ حسن نظامی دہلوی کا ایک نوٹ اخبارات میں طبع ہوا ہے جس میں وہ سندھ کے کسی قاضی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ لوگوں کو مغل بادشاہوں کے فرمان دکھا کر جن میں جاگیر دینے کا ذکر ہے بھیک مانگتے ہیں۔ خواجہ صاحب کو شک ہے کہ "ان صاحب کی اصلیت فرمانوں کے مطابق نہیں ہے" اور اسلئے وہ اسکے صحیح حالات دریافت کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں خواجہ صاحب کو ان باتوں کی کرید سے زیادہ گداگری کے مذموم کام اور معزز ین دہلی کی اس حرکت کیطرف کہ انہوں نے "فرمانوں سے مرعوب ہوکر اسکو سندیں لکھدی ہیں" قومی نقطۂ نگاہ سے توجہ کرنی چاہئے تھی۔ اور مسلمانوں کو سمجھانا چاہیئے تھا کہ وہ ان مذموم حرکات سے باز آئیں اور اپنے روپے کو کسی مفید قومی کام میں صرف کریں۔ ہمارے خیال میں اگر ان گداگروں کو کوئی بھی کچھ بھی دینے والا نہ ہو۔ تو آج اس خطرناک مرض کا سدباب اور استیصال ہوسکتا ہے کیا کوئی ہمدرد قوم ہمارے ساتھ اس معاملہ میں ہم آواز ہوگا؟

درخواست دُعا

برادر دوست محمد صاحب حجانہ ماموں ضلع ڈیرہ غازیخاں سے تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اپنی صحت کے خراب ہو جانے اور کثیر العیال ہونے کے سبب پیغام صلح کی قلمی امداد سے معذور ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ "یقین فرمائیں۔ کہ میرے لئے پیغام صلح کے سوا اور کوئی پرچہ محبوب نہیں ہے" اور اپنے لئے احباب سے دعا کے خواہشمند ہیں۔ احباب بالضرور اس مخلص بھائی کی صحت جسمانی اور فارغ البالی نیز دینی معاملات میں غلط فہمیوں سے بچنے اور پوری قوت فیصلہ کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دینی ودنیوی آفات وبلیات سے بچائے۔

القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد

یعنی

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی وہ نادر تصنیف جس میں عقائد محمودیہ (دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد۔ نبوت مسیح موعود اور مسئلہ کفر واسلام) کی دلائل قاطع کیا تھ تردید کرکے معقولی اور منقولی براہین سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد کے اصل

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دل ایم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ما — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما
[illegible] — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت [illegible] — منکر آں مستحق لعنت است
[illegible] — منکر آں مورد لعن خدا است
[illegible] — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
[illegible] — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
[illegible] — نزد ما کافر است خسران و تباہ

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۶ روپے
ششماہی ۳ روپے سہ ماہی ۱ روپیہ ۱۲ آنے
طلباء سے سالانہ ۔ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۵ ذیقعد سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۲۹

مسلمانان چین

پیکن پایہ تخت چین میں کانفرنس

نہایت خوشی کی بات ہے کہ چین کے مسلمان بھی اشاعت اسلام اور اصلاح قوم کی ضرورت کی طرف متوجہ ہوتے جاتے ہیں۔ اور دیگر مذاہب کے واعظین اور منادجو آئے دن اسلام پر ناروا حملے کرتے رہتے ہیں اُن کے ازالہ کی ضرورت کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک نومسلم مسٹر چارلس ایل۔ اوکلوی باشندہ پیکن کے مراسلہ سے معلوم ہوتا ہے (جس کا ترجمہ درج ذیل ہے) کہ اس خاص غرض کے لئے وہاں ایک اسلامی کانفرنس کا حال ہی میں تقرر ہوا ہے۔ مسٹر چارلس ایل۔ اوکلوی لکھتے ہیں:۔

چین میں ہمارے ہم مذہبوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچی ہوئی ہے اُن کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ وہ اپنی حقیقی رعایا پر صدق دل سے کاربند تھے۔ اور اپنے فرائض واجبات نہایت سرگرمی سے انجام دیتے تھے۔ گورنمنٹ کی انھوں نے ہمیشہ بڑی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ اور رعایا کی حالت درست کرنے کی بھی ہمیشہ کوشش کی ہے۔ عام طور پر ملک میں اُن کی ساکھ ہے۔ اور خدا کے فضل سے وہ مرفہ الحال بھی ہیں۔ لیکن سلطنت منچو کے سقوط کے بعد سے ان کے اعمال میں کچھ سستی آگئی تھی۔ اور اسلامی کاموں کی کامیابی یا ناکامی سے چنداں سروکار نہ رہا تھا۔ اور اب تک بھی یہ ہی حالت تھی۔ لیکن شکر ہے کہ ابنائے ملت کو اس خطرہ کا احساس ہوا ہمارے رقیب یعنی دوسرے مذاہب کے لوگ برابر موقع کی تلاش میں رہتے ہیں اور کوئی موقعہ بیدار کرنے کا اور ہمارے بھائیوں کو صراط مستقیم سے منحرف کرنے کا ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ہماری اندرونی حالت یہ ہے کہ اسلام کی حقیقی روح معدوم ہوتی جاتی ہے۔ ایسے مسلمان کم رہ گئے ہیں جو مذہب کی اصل حقیقت سے آگاہ ہوں اور ابنائے ملت کا کچھ درد اپنے دل میں رکھتے ہوں۔ اس سب کا باعث اصول مذہب سے ناواقفیت ہے جس کی ذمہ داری سے ایک فرد واحد بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتا اس خرابی کے رفع کرنے کی غرض سے ایک کانفرنس بنام "اخوان الصفا" قائم کی گئی تھی جس کا مقصد یہ ہے کہ مذ آہونگ (مُلّا) اور دوسرے [illegible]

پر گفتگو کریں اور دین کی حقیقت اپنے بھائیوں کو بتائیں سیاسی امور سے انجمن نے کوئی سروکار نہیں رکھا۔ تحریر کے ذریعہ سے بھی اصول اسلام کی اشاعت مقصود ہے۔ اس تحریک میں فی الحال کئی کئی بڑی مساجد کے مذآہونگ (مُلّا) اور تمام دوسرے آہونگ اور عمائد اور ۸ اصوبوں کے قائم مقام شریک ہیں۔ کانفرنس کے قواعد وضوابط کا ضروری خلاصہ حسب ذیل ہے۔ (۱) اشاعت اسلام (۲) اتحاد و اصلاح مسلمین (۳) خود مسلمانوں کی واقفیت کے لئے رسالے شائع کرنا (۴) قرآن شریف کے تراجم کی اشاعت (۵) جدید مدارس و مکاتب قائم کرنا۔ اور موجودہ کی اصلاح کرنا۔ وعظوں اور تقریروں کے ذریعہ سے اصول وعقائد اسلام سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔ قرار پایا ہے۔ کہ سال میں دو بار اس کانفرنس کے عام اجلاس ہوا کرینگے۔ جن میں تمام ملک کے عام افراد اور اسلامی انجمنوں کے قائم مقام شریک ہوا کرینگے۔ عہدہ داران کے جلسے مہینہ ایک بار یا دو بار ہوا کرینگے۔ اور حسب ضرورت خاص جلسے بھی بلا تعین وقت ہو سکا کرینگے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً کانفرنس کے قواعد وضوابط میں جس قسم کے اضافے یا کسی اور تغیر و تبدل کی ضرورت پیش آئیگی وہ کیا جا سکیگا۔

رسائل جن کی اشاعت قرار پائی ہے اُن میں سے متعدد تفسیر حدیث فقہ۔ حفظان صحت۔ سیرت پاک۔ تاریخ اسلام اور مختصر اصول اسلام کے متعلق فوراً شائع ہونے کے لئے تیار ہیں۔ (از انسٹیٹیوٹ گزٹ)

جاسوسوں سے محفوظ رہنے کی ہدایات

معاصر العصر یہ کہتا ہے کہ جرمنی کے خفیہ جاسوس کچھ اس بلا کے ہیں کہ باوجود ہزار ہا کوششوں کے پھر بھی ناشائستہ حرکات سے باز نہیں آتے۔ بلکہ جس قدر ان کے انسداد کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر وہ اور زیادہ سرگرم اور چابکدست نظر آتے ہیں۔ حال میں گورنمنٹ برطانیہ کی طرف سے حسب ذیل اعلان شائع ہوا ہے جس میں اس ستہ پیچہ اور ان کی مساعی کو ناکام کرنے کی ایک کی گئی ہے یہیں امید ہے کہ ان تجاویز پر عملدرآمد ہونے کے باعث جرمن جاسوس ناکام و نامراد رہینگے۔ اور اس طرح ملک ان کی بیہودہ اور ناجائز تکلیف سے محفوظ ہو جائیگا۔

(۲) یہ مت خیال کرو کہ ہر شخص جو انگریزی بولتا ہے قابل اعتبار ہے اور ہر شخص جو تمہارے لباس میں ہے تمہارا دوست ہے۔
(۳) جن لوگوں سے تم اتفاقیہ طور پر ملو ان پر ہرگز ملازمہ ظاہر کرو۔ سفر میں اخفائے راز کی خاص کوشش کرو۔
(۴) اجنبی پر ہرگز اعتماد نہ کرو۔ اگرچہ تمہارے پاس اس کے خطوط و تحائف آئے ہوں۔ اور تمہارے ساتھ فیاضی سے پیش آتا ہو۔ اور اپنے راز و اسرار سے تم کو آگاہ رکھتا ہو
(۵) نقشے۔ خاکے۔ احکام اور کسی قسم کی بحری و بری یادداشت اپنے پاس نہ رکھو۔ اور نہ ہی کسی کو دکھلاؤ۔
(۶) کسی چھوٹے سے چھوٹے معاملہ کی رپورٹ کرنے میں بھی پس و پیش نہ کرو۔
(۷) خطوط میں بحری یا بری معاملات تحریر نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اس سے غنیم کو کسی قسم کی مدد مل سکے۔
(۸) یہ نہ خیال کرو کہ پرائیوٹ ڈائریوں سے افشاء راز نہ ہوگا۔ بسا اوقات کھوئی جاتی ہیں یا چوری ہو جاتی ہیں۔
(۹) اپنی تحریر کا کوئی کاغذ ادھر اُدھر ضائع نہ ہونے دو۔ بلکہ ان کو جلا دو۔ ممکن ہے کہ یہ دشمن کے ہاتھ لگ جائے اور اس سے کوئی اطلاع حاصل ہو جائے۔ •
(۱۰) اس بات کو نہ بھولو کہ بعض اوقات تمہارا ایک لفظ یا کاغذ کا ایک ٹکڑا تمہارے دوستوں کی ہلاکت اور دشمن کی کامیابی کا باعث ہو سکتا ہے۔ (از وکیل)

سمجھے جاتے تھے۔

کل ۱۲ تاریخ شام کے بعد بعض احمدی احباب کے ارشاد پر خاکسار نے مسئلہ کفر و اسلام و جنازہ غیر احمدیاں پر مسجد ننگل میں ایک لیکچر دینا تھا۔ یہ خبر شام سے پہلے پہلے قادیان میں مشہور ہو گئی۔ میاں صاحب کے بعض جوشیلے مرید شور اٹھانے کی نیت سے آگئے۔ اور انکے ساتھ اور بھی بہت سے تماشائی آگئے۔ خلقت کا ایک ہجوم ہو گیا جب میں نے لیکچر دینا شروع کیا اور بیان کیا کہ دیکھو حضرت مرزا صاحب نے ایک اصول باندھا ہے اور تریاق القلوب میں اسکو واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ

اپنے دعوے سے انکار کرنے والے کو کافر ٹھہرانا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو صاحب شریعت ہوں یا احکام جدیدہ لائے ہوں انکے سوائے خواہ کوئی کیسے ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتا ہو اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو انکے انکار سے کوئی کافر نہیں بنجاتا۔ تو پھر جب یہ ہمارے تمام بھائی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شرعی نبی نہیں آسکتا اور نہ کوئی جدید حکم لیکر کوئی نبی آسکتا ہے تو پھر یہ تو فیصلہ ہو گیا کہ کوئی شخص قیامت تک بھی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرنیوالا اور قرآن کریم کو خدا کی کتاب ماننے والا اور اسپر عمل کرنے والا سوائے انکے جو مسلمان کو کافر کہے۔ کافر یا دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہو سکتا۔ اور پھر جب حضرت صاحبؑ نے اپنی وفات سے چند روز پہلے فرمایا کہ ہم کسی کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے اور حقیقۃ الوحی میں بھی لکھا کہ میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا اور پھر خود حضرت مسیح موعودؑ کا اپنا عمل کہ آپ نے اپنے مریدوں کے ان رشتہ داروں کے جو غیر احمدی تھے۔ اور غیر احمدی ہونے کی حالت میں ہی فوت ہوئے جنازے پڑھے اور مریدوں کے بار بار کے استفسار پر اپنے ایسے رشتہ دار غیر احمدیوں کے جنازے پڑھنے کا حکم دیا جو آپکو کافر نہیں کہتے تھے۔ اور نہ آپکے حق میں برا بولتے تھے تو اب جھگڑا ہی باقی کیا رہ گیا۔ یہ سب ننگل اور قادیان کے لوگ گواہی دیتے ہیں کہ آیا حضرت صاحبؑ کا یہ عمل رہا یا نہیں ابھی میں نے اتنی ہی بات کی تھی کہ فخر الدین نام ملتانی ایک جوشیلے میاں صاحب کے مرید نے شور مچانا شروع کیا اور درمیان میں اٹھ کھڑا ہوا اور گالیاں شروع کر دیا لوگوں نے بھی اسبات کو ناپسند کیا مگر وہ کب ماننے والا تھا آخر میں بیٹھ گیا۔ آدھے گھنٹہ تک وہ بکواس کرتا رہا اور بہت کچھ جھوٹے الزام اس نے مجھ پر لگائے آخر میں نے کہا کہ بھائی مجھے بھی بولنے کا موقع دو۔ جب دوسری دفعہ میں کھڑا ہوا ابھی پندرہ منٹ بھی لیکچر نہ کی تھی کہ پھر اس نے شور مچانا شروع کر دیا اور پھر وہی کھڑا ہو گیا چونکہ فساد کا اندیشہ تھا اسلئے اپنی تقریر بند کر دی اور وہاں سے چلا آیا۔

بہت سے لوگ میرے ساتھ ہوئے اور وہ میری باتوں سے بہت دلچسپی لیتے تھے یہانتک کہ صبح ہی ننگل سے میرے پاس آدمی آیا اور کہا کہ آپ کے وعظ اور تقریر کے تمام لوگ بہت مشتاق ہیں آپ آج وہاں پھر وعظ کریں اور ہم اس بات کا انتظام کرینگے کہ کوئی آپکی تقریر میں لوٹنے نہ پائے چنانچہ آج پھر شام کے بعد میرا وعظ ہے جسکی کیفیت میں انشاء اللہ کل لکھونگا ڈاک کا وقت تنگ ہے جلدی میں یہ چند سطور لکھی ہیں۔ ہاں ایک بات یاد رہ گئی۔ یہاں ایک فخر الدین ہے جو کہا کرتا ہے کہ وہ نہایت ہی بد زبان ہے۔ میں نے کل پھر کی مجلس میں یہ آیت انما المؤمنون اخوۃ پڑھ کر کہا کہ یہ کنجریاں اہل قبلہ کلمہ گو تمہاری بہنیں ہیں جو بازار میں پیشہ کرتی ہیں پھر کہا کہ اہل قبلہ تو حاجی ابو جہل بھی تھا۔ ابو جہل اور حاجی کا لفظ گویا تمسخر اڑانے کے لئے کہا میں نے کہا دیکھو حضرت نبی کریمؐ فرماتے ہیں کہ ما زنا زان وھو مومن ہم ان کنجریوں کو مومنہ نہیں سمجھتے۔ ہماری بہنیں مومنہ تو وہ ہیں جو زنا نہیں کرتیں نماز پڑھتی اور روزہ رکھتی زکوٰۃ دیتی قرآن پر عمل کرتی ہیں کہنے لگا چونکہ کنجریاں بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہیں اور تم سب اہل قبلہ کلمہ گو وؤنکو مسلمان سمجھتے ہو اسلئے وہ تمہاری بہنیں ہیں میں نے کہا کہ جیسے مالنوں ان کنجریوں کے سوا کوئی تیرے نزدیک میں کروڑ مسلمانوں میں سے مسلمان بھی ہے یا نہیں یا سب کنجر ہیں کہنے لگا سب ان جیسے یعنی کنجریوں جیسے ہیں گویا اسکے نزدیک تمام جہان کے مسلمان کنجر ہیں اور وہ ہر ایک کو کنجر کہتا ہے تو یہاں کے منہ پھٹ بیہودہ گو لوگوں کا حال ہے ایک یہاں محمد بخش ملہم ہیں وہ ننگا کوٹ کے پاس ایک گاؤں دریا فتاناں ہے وہاں کا رہنے والا ہے جو ضلع گورداسپور تحصیل شکر گڑھ میں واقع ہے قوم کا جولاہا ہے اسنے کل تمام لوگوں کے سامنے خدا کی قسم کھا کر بیان کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے بار بار نبی کہا ہے۔ اور اسنے الہامات کی ایک بڑی لمبی چوڑی کاپی دکھائی وہ بھی مدعی ہے کہ قدرت ثانی میں ہوں مصلح موعود میں ہوں اور خلیفہ وقت میں ہوں چنانچہ اس نے میاں صاحب کو بھی لکھ کر دیا ہے یہاں کے لوگ اسکا برا حال کرتے ہیں بیچارہ مسکین آدمی ہے ہر طرف اسکو دھکے دیئے جاتے ہیں اسکی کوئی نہیں سنتا میں نے کل ایک شخص کو کہا جب اس نے مجھ سے کہا کہ جس شخص کو خدا نبی کہے وہ نبی ہوتا ہے تو پھر تم اسکو نبی کیوں نہیں مانتے وہ تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ خدا نے مجھے الہام میں بار بار نبی کہا ہے۔ وہ خاموش ہو گیا (باقی آئندہ)

تازہ خبریں

معرکہ وردون ۔ لنڈن ۱۱ ستمبر۔ فرانسیسی سرکاری بیان مظہر ہے کہ ہم نے دوامونٹ کے سامنے فلیوری کی تمام جرمنی خندقوں پر ایک حملہ سے تصرف کر لیا ہے۔ (سول ملٹری گزٹ کا خاص تار)

غنیم کے شدید حملوں کی پسپائی ۔ لنڈن ۱۱ ستمبر۔ پیرس آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے۔ کہ ہم نے بری اور چالنز کے درمیان ۵ جرمن حملوں کو شدید نقصان کیساتھ پسپا کر دیا۔ متعدد حملوں میں سیال آگ سے کام لیا گیا۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے جنوب برگنڈ میں اہم فوجی کارخانوں اور شمالی ہوائی چھاونیوں پر اور فرخائنہ عرب پر موثر گولہ باری کی۔ جس سے زبردست دھماکے پیدا ہوئے۔ اور نیز ہم نے سربرگ کے کارخانہ ہوائی جہاز اور بارکوں پر بم کے گولے پھینکے جنسے کہ غنیم کو شدید نقصان پہنچا۔

محاذ سالونیکا ۔ برطانوی سپاہ دریائے سٹرما کو عبور کر گئی۔

متعدد دیہات پر حملہ ۔ لنڈن ۱۱ ستمبر۔ سالونیکا کی برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ ہماری سپاہ نے دریائے سٹرما کو متعدد مقامات پر عبور کر لیا ہے غنیم کو زبردست مقاومت کے بعد نیولحن اور دیگر دیہات سے نکال دیا گیا اور شدید جوابی حملے سے پسپا کئے گئے۔

لنڈن ۱۱ ستمبر۔ پیرس۔ سالونیکا کی ایک مراسلت مظہر ہے کہ برطانوی سپاہ نے دریائے سٹرما کو غنیم کی شدید تشباری کے مقابلہ میں مقام ارجیاک پر عبور کر لیا۔ اور نولحن اور کراڈنہ کمی کے دیہات پر جہاں کہ غنیم تا حال زبردست مقاومت کر رہا ہے۔ ہم نے مغرب دروار اور جھیل دورین کے درمیانی ملغاری مقامات پر شدید گولہ باری کی۔ اور غنیم کی بعض باتریوں کو نقصان پہنچایا سروی محاذ سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ملغاروی سپاہ ہراولی چوکیوں سے پیچھے ہٹ گئی ہے۔

اعتراف شکست ۔ لنڈن ۱۱ ستمبر۔ امسٹرڈم سکوئین کے اخبار کا نامہ نگار نو آبادیات رقمطراز ہے کہ دکٹوریا نیانزا کے جرمن کنارے پر جرمن غنیم کی شاندار معرکہ آرائی کے بعد جرمن حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ انگریزی پیش قدمی بالکل باقاعدہ تھی اور اسکی مزاحمت ناممکن تھی جھیل پر دو جہاز پیش ہوئیں اور ان میں جرمنی کی دو کشتیاں موزنا اور اوڈیم نامی غرق ہو گئیں۔

مُراسلات

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری بمبئی میں

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

رپورٹ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء

علمی مناظرہ

۲ ستمبر ۱۹۱۶ء کو دن کے ۵ بجے سے حضرت خواجہ صاحب کا لکچر مسجد خوجہ اثنا عشری واقعہ پالاگری کھڑک بمبئی میں خوجہ صاحبان کی طرف سے بذریعہ اخبارات و اشتہارات اعلان کیا گیا اور حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں اطلاعاً انکا عریضہ سکریٹری جماعت خوجہ صاحبان کا پہنچا کہ ۴½ بجے سکریٹری خود ہوٹل میں حاضر ہوکر آپ کی ہمراہ لکچر ہال میں لے جاویگا۔ عین وقت پر سکریٹری صاحب کا آدمی موٹر لیکر پہنچا۔ اور حضرت خواجہ صاحب سواری موٹر پر مسجد مذکور میں تشریف لے گئے۔ سامعین پہلے ہی سے وہاں کثرت سے جمع تھے۔ اور عموماً ہر کمیونٹی کے احباب موجود تھے۔ شیعہ و سنی جماعت کے علاوہ چند بوہرے صاحبان بھی تھے۔ اور چند پارسی صاحبان و ہندو صاحبان بھی موجود تھے۔ جماعت مذکور کی انتظامی حالت قابل تعریف تھی۔ مسجد کے ساتھ دوسری و تیسری منزل مجلس خانے وسیع پیمانے پر شامل مسجد ہیں۔ دوسری منزل پر لیکچر ہال تھا۔ جونہی خواجہ صاحب تشریف فرما ہوئے۔ سب حاضرین مشتاق خندہ پیشانی سے ملاقی ہوئے۔ جلسہ کے صدر سیٹھ عبداللہ بھائی لال جی صاحب تھے۔ اور سکریٹری صاحبان سیٹھ حاجی بندہ علی لوجھا بھائی و حاجی عبداللہ داؤ جی صاحبان تھے۔ جماعت خوجہ اثنا عشری کے پیش امام جناب حاجی شیخ ابوالقاسم صاحب نجفی و نیز جماعت شیعہ نعل کے پیش امام جناب شیخ محمد حسن صاحب نجفی بھی شامل جلسہ تھے۔ اسکے علاوہ کثرت سے ذی عزت احباب موجود تھے۔ جن میں سے سیٹھ علی محمد بیم جی صاحب و جناب امداد علی صاحب پنشنر قابل ذکر ہیں۔ جن کی سعی سے ایسی شان کا کامیاب جلسہ نظر آیا۔ سارا ہال کرسیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور کوئی chair خالی نظر نہ آتی تھی۔ صدر جلسہ کے ایڈرس کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے "قل انّ الدّین عند اللہ الاسلام" پر ایسے مؤثر پیرایہ میں تقریر کی۔ کہ حاضرین عالم محویت میں تھے۔ اور اسلام کے حقائق بمقابلہ دیگر مذاہب ہر پہلو سے مدلل ثبوت میں سنتے ہوئے عش عش کرتے نظر آتے تھے۔ یہ لیکچر بمقابلہ تنگی وقت کے اسقدر معارف سے پُر تھا۔ کہ دریا کو کوزہ میں بند کرنے کا معاملہ نظر آرہا تھا۔ بعد میں یورپ میں اسلام کے موضوع پر بھی حضرت خواجہ صاحب نے روشنی ڈالی اور ایسے پیرایہ میں ووکنگ مشن کے معاملات کا اظہار کیا کہ ہر کس و ناکس نے مان لیا۔ کہ ہماری غفلت ہی کا باعث ہے جو اب تک بے کاری کا زمانہ گذرا۔ وگرنہ یورپ کیا امریکہ تک اسلام پہنچ گیا ہوتا۔ سب نے اس مشن کے مقاصد سے اتفاق ظاہر کیا۔ اور اس مشن کو عامہ مسلمین کا مشترکہ و متفقہ مقصد سمجھکر اپنا مشن سمجھکر مشن کی ترقی و استقامت کی دعا کی۔ جلسہ ۵ بجے شام سے لیکر ۷½ بجے تک نہایت کامیابی سے سرانجام پایا۔ ہال میں بجلی کے پنکھے اور روشنی کا انتظام تھا۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت ہوچکا تھا۔ اسواسطے جلسہ ختم کرنا پڑا۔ علاوہ ازیں رات ۸½ بجے سے دوسری جگہ انگریزی میں سپیچ قرار پا چکی تھی۔ سب جماعت خوجہ اثنا عشری کی طرف سے حضرت خواجہ صاحب کی عزت افزائی پھول کے ہاروں سے کی گئی۔ اور جملہ حاضرین جلسہ کو چائے تقسیم کی گئی۔ وہاں سے فارغ ہوکر حضرت خواجہ صاحب ۸ بجے کے قریب شاہجہان ہوٹل میں پہنچے۔ اور کھانا تناول فرمانے کے بعد ۸½ بجے رات کو The young Khicat Hall Girgam Bombay کی طرف روانہ ہو گئے۔ عین ۹ بجے اس ہال میں پہنچے۔ جہاں حاضرین میں گریجوایٹ کی کثرت تھی۔ جن میں سے قابل ذکر مفصلہ ذیل اصحاب ہیں:-

(1) Mr. D. V. Shrikande B.A. secretory of the Club.

(2) Mr. R. D. Bhimbadiwala B.A. Member of the Club.

(3) Mr. Y. Bhimbadiwala Member of the Club.

(4) Mr. Ardeshir Engineer B.A. Member of the Club.

(5) Mr. Khalil Namazi B.A. Member of the Club.

(6) Mr. Khalil Anwari M.A. Member of the Club.

(7) Mr. M. A. Khatib M.A. Member of the Club.

(8) Mr. A. Shridhar Member of the Club.

(9) Mr. J. Shrikande Member of the Club.

(10) Mr. M. Shrikande Member of the Club.

یہ مناظرہ انگریزی زبان میں تھا۔ اور نہایت ہی محققانہ اصول پر علمیت کا اظہار ہر دو جانب سے ہو رہا تھا۔ بہت ہی طول طویل بحث و تحقیق کے بعد سب کو ماننا پڑا۔ کہ دعوے کے لحاظ سے اگر کوئی مذہبی الہامی کتاب کامل ہونے کا دعوے کرتی ہے تو وہ قرآن شریف ہے۔ اور پھر ہر مذہب کی پاکیزہ تعلیم کا مجموعہ ہونے کے علاوہ اکثر ان باتوں کا مجموعہ بھی شامل کرتی ہے۔ جو دوسرے مذاہب میں نہیں پایا جاتا۔ ... بقول محققین یورپ و بلاد شرقیہ باقی جملہ مذاہب کی کتب الہامیہ محرف و مبدل ہوچکی ہیں اُس کے مقابلہ میں قرآن شریف عربی زبان میں نازل ہونے کے سبب محفوظ غیر محرف و غیر مبدل ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے اُسکے ثبوت میں جملہ دیگر زبانوں کا اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکنے کے وجوہات و ثبوت بیان کرنے کے بعد عربی زبان کا جو حجازی زبان ہے اپنی اصلی حالت پر آجتک قائم رہنا اور اصلی معانی میں آج تک سمجھے جانا ثابت کیا۔ اور اخیر میں سب کو اس طرف مائل کردیا۔ کہ وہ قرآن کریم کے علوم کو حاصل کرکے اسکے حقائق و معارف سے جس Goal پر کہ وہ خود پہنچنا چاہتے ہیں اور جسکے واسطے وہ جملہ مذاہب کی کتب کا مطالعہ کرکے ایک کشید بناکر متفقہ مذہبی کتاب بنانا چاہتے ہیں۔ اگر وہ قرآن شریف سے ہی ہمیں ثابت ہو جاوے۔ تو ہماری محنت بار آور ہو گی۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب سے ترجمہ قرآن شریف انگریزی کے متعلق کہا گیا۔ اور اسلامک ریویو کی اجراء کا بھی ایما کیا گیا۔ تعلیمیافتہ طبقہ اگر محققانہ رنگ کی حیثیت رکھتا ہو۔ تو ہر مخالف و موافق کو تسلیم کرنا پڑیگا۔ کہ وہ سوائے اس اصول کے بعد ہرگز کامیابی نہ پاسکیگا۔ نہایت کامیابی کا جلسہ تھا۔ وہاں ۱۲ بجے رات تک مناظرہ رہا۔ بعد ازاں واپس شاہجہان ہوٹل تشریف لائے۔ اور رات بھر قیام کیا۔ اس مناظرہ کے محرک مسٹر خلیل انوری صاحب ایم اے و مسٹر بھمبڑی والا بی اے صاحب ہیں۔ جنکا نمبر ۶ و ۲ فہرست مندرجہ بالا میں ہے ہم اپنی جماعت کی طرف سے اُن کے خصوصاً اور باقی جملہ احباب کے عموماً شکر گذار ہیں۔

مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۱۶ء

حضرت خواجہ صاحب بعد فراغت ضروری انتظامات سفر ۱۲ بجے سوار ہوکر اپولو بندر میں تشریف فرما ہوئے اور وہاں پر بعد ملاحظہ پاسپورٹ و معائنہ ڈاکٹری آپ لانچ بوٹ میں معہ اپنے صاحبزادہ مسٹر نذیر احمد صاحب جہاز کی سواری کیواسطے ایک بجے دن کے ہم سب سے وداع ہوگئے۔ کثرت سے احباب الوداع پارٹی میں شامل تھے۔ سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب معہ جناب امداد علی صاحب پنشنر و ڈاکٹر صاحب و شاہبعا و مسٹر انوری صاحب و بھمبر یوالہ صاحب معززہ و غیرہ اصحاب سب نے آپ کی روانگی کے وقت دعائے خیر کی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب بھی الوداع پارٹی میں شامل تھے۔ جملہ احباب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام و احمدی برادران حضرت خواجہ صاحب کے سلامتی سے لنڈن پہنچنے اور وہاں ووکنگ میں کامیاب ہونے اور پھر بامراد واپس آنے کی دعا ہر جگہ کریں۔ والسلام۔

نیازمند۔ خان وارد بمبئی۔

قادیان میں جناب میاں صاحب کے مریدوں کا طرزِ عمل اور اختلافِ عقائد

جب سے جناب میاں صاحب نے قادیان کی گدی نشینی اختیار کی ہے۔ تب سے ہی اختلاف عقائد کا سوال پہلو بہ پہلو چلتا ہی آیا ہے میاں صاحب کا فتوے ہے۔ کہ ایک شخص اپنے پیر سے اختلاف عقائد رکھکر بھی مرید ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ کبھی اُن اختلاف عقائد کا اظہار نہ کرے اور اُسکے متعلق لب تک نہ کھولے کہ میرا اپنے پیر سے ان عقائد میں اختلاف ہے۔ مگر چونکہ میاں صاحب کی یہ تعلیم فطرۃ اللہ خلق اللہ۔ امانت اللہ کو تباہ کرنے والی اور انسانی برداشت سے باہر تھی۔ اس لئے میاں صاحب کے مریدوں سے ہمیشہ اس تعلیم کے خلاف ہی ظہور میں آتا رہا۔ اور اب تک آرہا ہے۔ باوجود اسکے کہ میاں صاحب نے اپنے مریدوں کو ڈانٹا بھی۔ بیعت سے خارج کرنے کی دھمکی بھی دی۔ اور بعض کو بیعت سے خارج کر بھی دیا مگر سلیم الفطرت لوگوں نے نہ اس بات کو ماننا تھا اور نہ مانا۔ بیعت سے خارج ہونا قبول کیا۔ دھمکیاں سہیں اُنسے توبہ کرانے کے لئے اُن تک میاں صاحب کے پیادے بھی بھیجے وہ سپے گئے۔ مگر انھوں نے حق بات کو چھوڑنا قبول نہ کیا نہ کیا۔

میاں صاحب کے نئے عقائد اگر اُنکے اندھے مریدوں کے سوا کوئی صاحب عقل نہ سمجھ سکے تو وہ اپنے آپکو [illegible] سمجھ لے۔ نئے عقائد کے معنے ہی یہ ہیں۔ کہ جدت ہونی چاہئے مگر ایجاد بندہ والی مثل مشہور ہے خواہ دعوٰی اور دلیل میں کوئی تعلق نہ ہو۔

جب حضرت مسیح موعودؑ کے عہد سے لیکر حضرت مولینا نورالدین اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک تک تمام احمدی سب جگہ بلا استثنا اُن غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھتے رہے۔ جو حضرت صاحب کو نہ کافر کہتے تھے اور نہ برا بولتے تھے۔ تو قادیان کے اردگرد کے لوگ کب اس بات کو صرف میاں صاحب کے کہنے پر چھوڑ سکتے تھے۔ اور تمام جہان کے دوسرے مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج یقین کرسکتے تھے۔ اس لئے لازماً میاں صاحب کے مریدوں میں اختلاف ہونا شروع ہوا چنانچہ موضع ننگل باغباناں جو قادیان سے بہت ہی نزدیک واقع ہے اور اتنے فاصلہ پر ہے جتنا کہ احمدیہ بلڈنگس اور ریلوے اسٹیشن لاہور کا فاصلہ ہے۔ اُس میں میاں صاحب کے سمجھدار مریدوں نے جنازہ غیر احمدیان پر میاں صاحب سے پوچھنا شروع کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی صریح حکم دکھاؤ۔ جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ غیر احمدی سب کے سب کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور جو حضرت مرزا صاحب کو کافر بھی نہیں کہتا اور نہ ہی برا بولتا ہے اس کا بھی جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔ جب اُن کو کوئی حوالہ نہ ملا اور کوئی حضرت مرزا صاحب کی تحریر اور کوئی حضرت میاں صاحب کا الہام ایسا نہ دکھایا گیا۔ جس میں ایسے غیر احمدی کا جنازہ پڑھنا حرام بتلایا گیا ہو۔ جو حضرت مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا اور نہ برا بولتا ہے۔ تو میاں صاحب کے مریدوں نے علانیہ میاں صاحب کی مخالفت شروع کردی اور علاوہ غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا شروع کردیا۔ چنانچہ جس دن میں قادیان میں پہنچا ہوں۔ یعنی ۱۱ ستمبر ۱۹۱۶ء کو اسی دن ننگل میں ایک غیر احمدی کا جنازہ میاں صاحب کے اُن مریدوں نے بھی پڑھا جو میاں صاحب کے بہت بڑے مرید سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ اُنکے نام یہ ہیں امام علی (یہ نماز جنازہ کا امام بنا)۔ پھتو۔ شادی۔ غلام نبی کریم بخش اول۔ کریم بخش ثانی۔ جیماں۔ جاموں۔ عبداللہ۔ [illegible] وغیرہ وغیرہ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۳۰

گناہ اور اس کی علت غائی

گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے معاصر برہم پرچارک کے ایک غلط خیال کی تردید کرتے ہوئے لکھا تھا کہ گناہ کا اصل موجب اور علت غائی کوئی مسئلہ شفاعت وغیرہ نہیں ہے۔ ہم نے بتایا تھا کہ اول تو شفاعت کا وہ مفہوم ہی نہیں جو ہمارے معزز معاصر نے سمجھا ہے اور دوسرے اگر وہ مفہوم بھی بفرض محال ہو۔ تو بھی یہ کہنا کہ یہی گناہ کی اصل علت غائی ہے صریحاً غلط اور خلاف عقل و نقل ہے۔

اب ہم اس بات پر غور کرنا چاہتے ہیں کہ گناہ کا اصل موجب اور علت غائی کیا ہے۔ کیوں کروڑہا بندگان خدا اس بات پر ایمان رکھتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ موجود ہے اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اُس کو ہمارے پوشیدہ سے پوشیدہ امور کی بھی اطلاع ہے۔ پھر اس بات پر بھی اپنا یقین ظاہر کرتے ہوئے کہ بالضرور ہم پر ایک دن آئیگا جب ہمارے تمام اعمال و افعال کا محاسبہ کیا جاویگا۔ اور ہر ایک گناہ کی ہمیں سزا بھگتنی ہوگی۔ پھر بھی بڑی دلیری کے ساتھ بلا کسی خوف و ہراس کے گناہ کرتے اور نہ ایک بار نہ دو بار بلکہ بیسیوں مرتبہ خطرناک سے خطرناک جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور کوئی بڑی سے بڑی سزا ان کو ان بداعمالیوں سے باز نہیں رکھ سکتی۔ آخر وہ کیا وجہ ہے کہ جو انہیں بدیوں کی طرف مائل کرتی اور بدی کی راہوں پر چلاتی ہے۔ نہ انہیں اپنی عزت کی پرواہ ہوتی ہے۔ اور نہ غیرت و شرافت ان کا ساتھ دیتی ہے۔ ذرا ذرا سی بات کے لیے وہ سینکڑوں انسانوں کے خون بہا دیتے ہیں۔ اور بیسیوں گھرانوں کو بے خانمان و ویران کر دیتے ہیں۔

یقیناً یہ ایک بڑا ہی اہم سوال ہے۔ جو جملہ اہل مذاہب کے پیش نظر ہونا چاہئے اور ہمیں ان اسباب و وجوہ کی ٹوہ لگانی چاہئے جو گناہ کے اصل محرک ہیں اور جنکے استعمال سے اس خطرناک مرض کا سدباب ہو سکتا ہے۔

قرآن حکیم کو جب ہم مطالعہ کرتے ہیں اور اسکے ایک ایک لفظ کو بنظر امعان دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف پتہ چلتا ہے کہ اُس نے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع دلانے کے لئے بار بار عقلی و نقلی دلائل سے کام لیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین ہمارے دل میں جمانا چاہا ہے۔ جس سے یہ پتہ لگتا ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک یقین کامل ہی ایک چیز ہے۔ جو انسان کو کسی امر کی طرف راغب کرتی ہے۔ یا کسی برائی سے روکتی ہے۔

خود اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک چور چوری کرتے وقت اگر یہ جانتا ہو کہ اُسے کوئی دیکھنے والا موجود ہے۔ جو اُسے عنقریب پکڑ کر حوالہ پولیس کر دیگا۔ اگر کسی شخص کو یہ یقین ہو کہ فلاں بل کے اندر سانپ ہے۔ جو انگلی ڈالتے ہی اسکو کاٹ کھائیگا اگر وہ بقید ہوش و حواس رکھتا ہو کہ آگ کے متعلق اُسے معلوم ہو کہ وہ اُسکے ہاتھ کو فوراً جلا دیگی۔ تو ان حالات میں نہ تو چور چوری کر سکتا ہے۔ نہ کوئی شخص بھولے سے بھی اپنی انگلی کو بل میں ڈال سکتا ہے۔ اور نہ ہی جلا دینے والی آگ میں ہاتھ ڈال کر کوئی شخص ایک خواہ مخواہ کی مصیبت مول لے سکتا ہے۔

یہی جسمانی حالات کے مطابق جب ہم عالم روحانی کیطرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ہمیں قرآن کریم کے اس ارشاد کی کہ ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الاخر وما ھم بمؤمنین کھلے طور پر تصدیق کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ جب ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہمیں بتاتا ہے۔ کہ جس امر کے متعلق کوئی شخص یقین رکھتا ہے۔ اسی کی طرف راغب ہوتا یا اس سے بچتا ہے۔ تو یہ کیونکر مان لیا جائے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر واقعی دل سے ایمان رکھتے ہوئے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ہر جگہ اور ہر وقت حاضر و ناظر ہے اور ہمارے ہر ایک اعمال و افعال کو وہ دیکھتا اور سنتا ہے۔ پھر ایک غیر متزلزل یقین کے ساتھ یوم آخر اور اُسکے حالات کا علم رکھتے ہوئے پھر بھی اعمال بد کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ آخر یہ کمزوری ایمان نہیں تو کیا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار زمین و آسمان اور تمام اجرام فلکی و نظام کائنات کے اوپر اپنی قدرت کاملہ کا ذکر کر کے ہمارے دل میں اس یقین کو میخ کی طرح گاڑ دینا چاہا ہے کہ یہ سب کائنات اُسی کے تصرف اور قدرت کے نیچے ہے اور ہم اسکے دائرہ اثر سے باہر نہیں رہ سکتے۔ اے کاش دنیا و ابنائے دنیا کو اس بات کا علم ہوتا۔ وہ اس حقیقت کو پوری طرح سے آزمائے ہوتے کہ انسان کو جن دو متضاد و مختلف طاقتوں کا آماجگاہ بنایا گیا ہے۔ اسکا خمیر جن ناموافق طبعی ہیجانات سے ترکیب پذیر ہوا ہے۔ وہی ایک چیز ہیں۔ جو انسان کو ایک طرف اشرف المخلوقات ثابت کرتے اور اعلےٰ مدارج تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُسکو اسفل سافلین تک پہنچا کر حیوانوں سے بھی بدتر ٹھیرا دیتے ہیں۔ گویا انسان کی خوبیاں کو آشکارا کرنے۔ اور اسکو واقعی اور حقیقی معنوں میں انسان ثابت کرنے اور ترقی کے اعلےٰ مدارج پر پہنچانے والی اگر کوئی چیز ہے۔ تو وہ یہی نیکی و بدی کا باہم مقابلہ ہے۔ اس امر کی طرف قرآن حکیم نے ان آیات میں اشارہ کیا ہے۔ والتین والزیتون و طور سینین وھذا البلد الامین لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین الا الذین امنوا وعملوا الصلحت فلھم اجر غیر ممنون فما یکذبک بعد بالدین الیس اللہ باحکم الحاکمین ٭ کس قدر دلنشین طرز میں اپنے احکم الحاکمین ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ اور انسان کی فطرت سے جواب طلب کر کے ایسے حالات میں جب ایسے ایسے انقلابات انسانی ہستی پر وارد ہوتے ہیں جب نیکی اور بدی کی دو متمیز اور مختلف طاقتیں اس میں ایسی رکھدی ہیں۔ کہ جن میں سے ایک کی پیروی کر کے وہ اشرف المخلوقات بھی بن سکتا ہے۔ احسن تقویم کا لقب بھی پا سکتا ہے۔ اور پھر دوسری کے استعمال سے اسفل سافلین تک بھی پہنچ سکتا ہے۔ ہاں اشرف المخلوقات بننے کے لئے امنوا وعملوا الصلحت کی شرط ہے۔ تب ہی نعمت ہائے غیر مترقبہ اسے میسر آ سکتی ہیں۔ تو کیا اس قدرت کاملہ کے مالک کو پا کر بھی انسان کے اوپر یہ دو مختلف حالات وارد ہوتے ہوئے دیکھکر بھی تم یوم جزا کا انکار کرتے چلے جاؤ گے کیا اب بھی تمہیں قیامت اور اس دن کی جزا و سزا کا یقین نہیں آ سکتا۔ کیا اب بھی اللہ تعالےٰ کے احکم الحاکمین ہونے سے انکار ہی رہیگا۔ جسکا جواب فطرت صحیحہ تو صاف طور پر یہی دیتی ہے بلیٰ و انا من الشاھدین۔ پس جب ہماری فطرت اللہ تعالےٰ کے احکم الحاکمین ہونے کی شاہد ہے۔ اور یوم جزا کی مقر۔ تو یہ خود ہماری کوتاہ بینی اور کمزوری ایمان ہے۔ جو فطرت کے اس جذبہ کے نمو کو روک دیتی اور اللہ تعالیٰ اور قیامت کی طرف سے بے یقین کر کے گناہ کی طرف مائل کرتی ہے۔ ضرورت ہے کہ فطرت کے پاک جذبات کے مطابق اپنے ایمان کو کیا جائے اور نیک اصولوں کی پیروی کر کے گناہوں سے نجات پائیں۔

آریہ سماج کی بنیاد ویدوں پر ہے؟

معاصر پرکاش اپنی ۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں کسی سناتن دھرمی کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہے۔ کہ:۔

"آریہ سماج اور اسکے بانی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ آریہ سماج کی نیو (بنیاد) ستیارتھ پرکاش پر ہے۔ آریہ سماج کی بنیاد وید ہیں۔ اور اس لئے مہرشی دیانند نے آریہ کے نیموں میں وید کا پڑھنا پڑھانا لازمی قرار دیا ہے۔ نہ کہ ستیارتھ پرکاش کا"۔

بہت خوب! لیکن سوال یہ ہے۔ کہ آجتک کتنے آریہ سماجیوں نے ویدوں کو پڑھا یا پڑھایا۔ کتنے ہیں جو سنسکرت تک سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ سوائے اسکے کہ ستیارتھ پرکاش یا پنڈت دیانند صاحب کی دیگر کتب سے مدد لیکر اور ان کے مخترعہ تراجم سے فائدہ اُٹھا کر ہمارے سماجی دوستوں نے اپنے مقاصد کی تلقین کی ہو۔ اور اسی کو ویدک دھرم کے نام سے پکارا ہو۔ یا غیر مذاہب کو گالیاں دینے میں سوامی صاحب اور لیکھرام کے پس خوردہ پر ہاتھ مارا ہو۔ اور انہی باتوں کو پرکاش نے ویدوں کے پڑھنے پڑھانے کے نام سے موسوم کیا ہو۔ اور تو کوئی ایسی بات دکھائی نہیں دیتی۔ کہ جس سے یہ پتہ لگ سکے۔ کہ آریہ سماج کی بنیاد ویدوں پر ہے۔ اور آریوں نے ویدوں کا پڑھنا پڑھانا لازمی سمجھ رکھا ہے۔ کیا ہمارا معزز ہمعصر ہمیں بتا سکتا ہے۔ کہ کتنے فیصدی آریہ سماجیوں نے ویدوں کو پڑھنا پڑھانا لازمی سمجھ رکھا ہے۔ اور ستیارتھ پرکاش اور دیگر دیانندی کتب کے مطالعہ پر اتنا وقت خرچ نہیں کیا۔ جتنا کہ ویدوں کے پڑھنے پڑھانے پر صرف کیا ہے ٭

بیوہ عورتیں جیلخانوں میں

کسی گذشتہ اشاعت میں ہمنے ہندوستان کے بعض مذموم رواجات کا تذکرہ کرتے ہوئے بیوہ عورتوں کے متعلق بھی لکھا تھا۔ کہ ان کا دوبارہ نکاح نہ ہونے کی وجہ سے انہیں کسقدر مصائب میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔ حال ہی میں رسالہ ماڈرن ریویو میں اسی موضوع پر کسی صاحب نے ایک مضمون لکھا ہے اور اس میں یہ ثابت کیا ہے کہ جیلخانوں میں جس قدر عورتیں قید ہوتی ہیں ان میں بیوگان کی نسبت ملک کی آبادی کے لحاظ سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس بیان کی تائید میں ہمعصر بلیہ اخبار رقمطراز ہے۔ کہ مدعا گویا دوسرے لفظوں میں اسکا یہ مطلب ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے بیوگان کی شادی کر دینی چاہئے۔ کیونکہ عموماً بیچاری بیوہ عورتیں بہت سی لغزشیوں اور مصیبتوں میں بوجہ عدم نگرانی مبتلا ہو جاتی ہیں۔ اسلام نے بڑے زور سے بیوگان کی شادی کی تائید کی ہے۔ پھر جو لوگ دانستہ بیوگان کو بٹھا رکھتے ہیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس مضمون سے صرف بنگالہ کی بیوہ عورتوں کی تعداد درج کی جاتی ہے۔ گو بنگال میں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں سے ۲۲ لاکھ زیادہ ہے۔ تاہم قیدی بیوہ عورتوں میں (۳۳۳) ہندو ہیں اور (۱۹۵) مسلمان۔ اور ہندو عورتوں میں بیوگان کی تعداد زیادہ ہے"۔

معاصر موصوف کا یہ آخری فقرہ گو ایک حد تک طمانیت بخش ہے۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو دراصل یہ سخت تشویش انگیز امر ہے۔ مسلمان اسلام کے صریح حکم کے برخلاف بیواؤں کو نکاح ثانی سے محروم رکھنے سے قدر ابھی نہیں ہچکچاتے اور اسکے برعکس کرنے کو اپنے لئے موجب ننگ و عار سمجھتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ابھی سے اس خطرناک مرض کا جواب عام ہو کر اس کا انسداد کیا جائے۔

افسوس ہے۔ کہ مسلمان اخبارات اول تو ان باتوں کو چھیڑنا ہی پسند نہیں کرتے۔ اور اگر شاذ و نادر کوئی مضمون نکلتا ہے تو وہ کسی خاص واقعہ سے مختص ہوتا ہے۔ اور سارا جوش وہیں اسی واقعہ پر ختم ہو جاتا ہے۔ کاش کوئی نیکدل انسان ان ضروری امور کی طرف خاص طور پر متوجہ ہو کر مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح میں بھی ساعی ہو۔

سٹوریہ ڈو موگور کی اصل انگریزی کتاب بھی ضبط ہونی چاہئے

اس سے پیشتر ہم "سلاطین اسلام کی توہین" کے عنوان سے اس ناپاک کتاب کا تذکرہ کر چکے ہیں جس میں اورنگ زیب علیہ الرحمۃ پر سخت اعتراضات اور اسلامی شہزادیوں پر بعض ناگفتہ بہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ ہمیں امید تھی کہ نالسٹ ایجنسی اگر خود نہیں تو بعض ہندو عمائد جو ہندوستان کی خیر صرف مسلمانوں کے ساتھ اتحاد و اتفاق میں ہی دیکھتے ہیں ہی ایسی اس عام اسلامی مطالبہ کا ساتھ دیکر اپنے اثر اور رسوخ سے اس کتاب کی اشاعت کو بند کر دینگے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندو طبقہ کی طرف سے خلاف توقع خواہ مخواہ اس کتاب کی بیجا حمایت پر کمر باندھ لی گئی ہے۔ اور بمصداق "عذر گناہ بدتر از گناہ" اسکو کسی انگریزی تصنیف کا ترجمہ بتا کر اور یہ کہکر کہ اس کو شائع کرنے میں صاحب وزیر ہند کا روپیہ صرف ہوا ہے اسکو صحیح ٹھیرایا جاتا ہے۔ لیکن یہ باتیں اصل الزام کو رد کرنے میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار
یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ
کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور
آپ کی جماعت کا مذہب

[illegible]

قیمت سالانہ ۶ روپیہ
ششماہی ۳ روپیہ سہ ماہی ۹ آنہ
طلباء سے سالانہ ۴ روپیہ

جلد ۴ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس لاہور | یکشنبہ ۱۸ ذیقعد سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۷ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۰

دعوۃ الی القرآن

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ ان کی زندگی کا خمیر ان کی حیات کا قوام مذہب اور صرف مذہب ہی ہے۔ یہی وہ گرانقدر سرمایہ و مایہ ناز متاع مسلم ہے جس کے احیاء و ارتقا کے لئے وہ ہر جانی و مالی قربانی کرنے کو تیار ہیں۔ ممکن ہے یہ دعویٰ صحیح ہو۔ لیکن اگر اعمال و افعال۔ جذبات و احساسات اور افکار و آراء ہمارے اعتقاد کے شاہد بن سکتے ہیں تو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر شعبہ اس کے خلاف اور ہمارا ہر عمل اس کے لئے پیام ہلاکت ہے۔

ہمارے اعمال حیات کا باہمی ربط و اختلاف کس قدر حیرت انگیز اور تعجب زا ہے کہ مسلم قانت کی زندگی کی جو چیز اساس و بنیاد تھی آج مسلمانوں کو سب سے زیادہ اسی سے بعد و ہجر ہے۔ ممکن ہے دوسری قوموں کے پاس اذعان و یقین کامیابی و کامرانی اور نجاح و فلاح کی مختلف راہیں کھلی ہوں۔ مگر میں تم سے سچ کہتا ہوں اور یکسر صدائے ربانی بن کر کہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ مسلمانوں کی حیات و ممات کا عظیم الشان مسئلہ قرآن اور صرف قرآن سے وابستہ ہے۔ دنیا میں جس قدر علوم و معارف ہیں ان کو کبھی علم اور یقین نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ وہ ظن و تخمین ہے۔ اس لئے کہ ان کے اخذ و حصول کے ذرائع و وسائل انسانی دل و دماغ ہیں۔

قرآن حکیم ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ظن و تخمین سے بالاتر اذعان و یقین۔ اور علم و بصیرت بخشتا ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کے کسی شعبہ کو لے لیجئے تعلیمی ہو یا اخلاقی عمرانی ہو یا اجتماعی۔ ملی ہو یا سیاسی ہر ایک کی تشکیل و تنظیم کے لئے اصول و قواعد اور آئین و قوانین اس کتاب عزیز میں موجود ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دقیقت میں نہایت نکتہ رس فہم اور حقیقت بین نظر سے کام لیا جب انھوں نے فرمایا حسبنا کتاب اللہ۔

پس اے بلدران غفلت شعار! و اے ماتم گذاران عیش رفتہ دیدۂ عبرت سے دیکھو تم اس دنیا میں سبک ہو کر کبھی دنیا و آخرت میں ماضیہ کے واقعات ہیں۔ کیا وہ نتیجہ خیز نہیں۔ خود انھیں حوادث میں تہذیب و اخلاق سے لے کر خلافت کبریٰ تک کے رموز و اسرار کی تعلیم دے دی ہے۔ لعلکم تتفکرون

کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم ایک مشکل کتاب ہے۔ مگر خود قدوس حق نواز کا ارشاد ہے ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے انحراف و روگردانی کی اس بعد و ہجر کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ آسان و سہل کتاب مشکل معلوم ہونے لگی۔

مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن حکیم کے درس و فکر کے لئے اسرائیلیات سے مدد لی جاتی ہے جو یکسر گمراہی و ضلالت ہیں۔ اگر تمھیں بہترین تفسیر کی تلاش ہے تو اس کو اصل روشنی میں کیوں نہیں دیکھتے۔ تمھیں یاد ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انک لعلی خلق عظیم کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا کان خلقہ القرآن اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی بہترین تفسیر خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال حیات ہیں گویا آپ قرآن حکیم کو ایک مجسم انسانی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں تو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ ولکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

قرآن حکیم کے اسرار و معارف کے فہم و درس کے لئے یہ امر پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ اس کی ہر صورت کا موضوع مستقل ہوتا ہے اور ہر صورت کی ابتدائی اور آخری آیات اس کے معلوم کرنے کی کنجی ہیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ تمام آیات باہم مربوط و مسلسل ہیں۔ اور ان کا منہج بیان اجمال سے تفصیل۔ دعوے سے دلیل اور امثال و نظائر کی طرف بتدریج ترقی کرتا جاتا ہے۔

ہر شخص اپنے فہم و ادراک کے مطابق مطالب اخذ کر سکتا ہے مگر ضرورت ہے کہ اپنے سامنے ایک آئیڈیل رکھ لیا جائے جو ہمارے تمام افکار و آرا کا محور و مرکز ہو۔ اور ہمارے تمام خیالات اسی کے گرد گردش کریں وہی ہمارا کعبہ آمال و قبلہ مقصود ہو اس کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرز عمل ہمارے لئے بہترین صراط مستقیم و منہاج قویم ہے۔ اور یہی وہ مسلک صحیح ہے جس کی کتاب و سنت دعوت دیتی ہے اور جو ہمارے تمام اعمال حیات کے لئے مشعل راہ دلیل و ہدایت ہے۔

پھر دیکھو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد و تذکیر اور اسوہ حسنہ سے خود صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو جذبات صادقہ پیدا ہو گئے سکتے ہیں۔ (دار العصر)

بلاد غیر میں تبلیغ اسلام
پانچ اور نو مسلم
مس ایڈتھ ہامس راحت و ماسٹر یوسف اکبر پیٹر کا مشرف باسلام ہونا

مخدومی و مکرمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عید الفطر کے بعد اب تک پانچ غیر مسلم دین حق میں داخل ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب سیرالون ملک افریقہ کے رہنے والے ہیں۔ جن کے نام نامی سے آپ کو گذشتہ ہفتہ کی ڈاک میں آگاہ کیا گیا ہے۔ اس ہفتہ میں ایک انگریز خاتون اور ایک بلجیک نوجوان اسلام پر ایمان لائے ہیں۔ اول الذکر صاحبہ کئی مہینوں سے انوار کے وعظ میں تشریف لا رہی ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے شکوک مذہب اسلام کے متعلق مولوی صاحب قبلہ سے استفسار کرتی رہی ہیں۔ اس ہفتہ میں انھوں نے صداقت توحید و رسالت سرور کائنات کا اقرار و اعلان فرمایا ہے۔ اور اسلامی نام راحت اختیار کیا ہے۔

دوسرے صاحب مسٹر یوسف اکبر پیٹر ہیں۔ آپ ایک بلجیک عاشق صادق اسلام مسز مارٹین کے لخت جگر ہیں عرصہ سے اپنی والدہ کے ہمراہ جلسہ وعظ و نماز جمعہ میں شرکت کرتے رہے ہیں۔ اور اس ہفتہ میں بذریعہ اپنی والدہ داخل اسلام ہو کر یوسف اکبر نام پایا ہے۔ رب العالمین کی بارگاہ میں بمنت دعا ہے کہ وہ ذات عبدو سیت و ثبات انھیں تقویت ایمان عطا فرمائے۔ آمین۔

مولوی صاحب قبلہ کی طبیعت بدستور ناساز ہے۔ گو تمام ضروری امور آپ ہی کی نگرانی میں طے پاتے ہیں۔ اور اس علالت کی بڑی وجہ ایک یہ ہے کہ قرآن شریف کے ترجمہ کی چھپائی کے متعلق اکثر انہماک رہتا ہے۔ جناب باری سے دعا ہے کہ آپ کو صحت کلی حاصل ہو۔ والسلام

خاکسار عبد القیوم ملک بی اے بقلم بندہ بلال نور احمد ۱۵ اگست ۱۹۱۶ء

القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد۔ یعنی مولانا سید محمد احسن صاحب کی وہ نادر تصنیف جس میں عقائد و در بارہ پیشگوئی اسمہ

کہاں تک کارگر ہو سکتی ہیں۔ اس کا کوئی جواب ہمارے ہندو معاصرین کے پاس نہیں ہمعصر پیسہ اخبار بعض گذشتہ واقعات کے حوالہ سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ ہر انگریزی تصنیف کا اُردو میں ترجمہ شائع ہونا ضروری نہیں یہ سچ ہے۔ لیکن ہمارے خیال میں ایسے گند کا قطعی طور پر استیصال ہو جانا چاہئے۔ اور انگریزی تصنیف اور اُردو ترجمہ ہر دو کے ممنوع الاشاعت ٹھیرانے کی گورنمنٹ عالیہ سے استدعا کرنی چاہئے۔

بڑے میاں سو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ

الفضل کے بعض تازہ نمبروں میں میاں بشیر احمد صاحب برادر خورد میاں محمود احمد صاحب کا ایک مضمون بعنوان "مسئلہ کفر و اسلام" شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے اسلام کے دو دائرے قائم کئے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر دو قسم کا اسلام ٹھیرایا ہے۔ ایک کا نام انہوں نے حقیقت رکھا ہے۔ اور دوسرے کا نام علمیت رکھ دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم سے پہلے صرف حقیقت اسلام کا دائرہ تھا۔ اور آنحضرت صلعم کے بعد حقیقت اور علمیت کے دونوں دائرے قائم ہو گئے۔ یعنی پہلے نبیوں پر ایمان لانیوالے گو مسلمان نہ کہلاتے تھے۔ لیکن درحقیقت وہ مسلمان ہی تھے۔ آنحضرت صلعم کے بعد آپ پر ایمان لانے والوں کا نام بھی مسلمان رکھدیا گیا۔ اسی کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔ کہ

"خوب یاد رکھو۔ کہ اب آسمان کے پردے کے نیچے محمد رسول اللہ کے سوائے کسی شخص کی ایسی شان نہیں ہے کہ اسکا انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دے"

بیشتر اس کے کہ ہم میاں صاحب موصوف کی تمام باتوں پر ایک ایک کرکے تنقید کریں۔ اور یہ بتائیں کہ ان کی اختراعات قرآن کریم اور ارشادات مسیح موعود علیہ السلام کے کسقدر خلاف ہیں۔ ہم ان سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں۔ کہ کیا کوئی شخص صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاکر اور موسےٰ اور عیسےٰ اور دیگر انبیائے کرام کا انکار کرکے بھی علمیت یا حقیقت کسی ایک نوعیت دائرہ اسلام میں داخل ہو سکتا ہے۔ بالفاظ دیگر کیا ہم ایسے شخص کو (خواہ اسمی و رسمی طور پر ہی سہی) مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ یا اسکو حقیقت اسلام کا پیرو کہا جا سکتا ہے۔ جو آنحضرت صلعم پر ایمان لانے کا دعویدار ہو۔ لیکن دیگر انبیائے کرام میں سے کسی ایک یا سب کا ہی منکر ہو۔ جب یہ نہیں اور ہرگز نہیں۔ کیونکہ شرائط ایمان میں لانفرق بین احد من رسلہ صاف طور پر اس کے خلاف ہے۔ تو پھر آپ کا مندرجہ بالا بیان جس میں آپ نے محمد رسول اللہ صلعم کے سوائے کسی شخص کی ایسی شان نہیں" ٹھیرائی کہ اس کا انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دے۔ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ نبیوں میں سے تو کسی ایک کا بھی انکار انسان کو ہر قسم کے اسلام سے خارج کر دیگا۔ اور اسی بنیاد پر مسیح موعودؑ کو نبی کہنے والے غیر احمدیوں کو خارج از اسلام ٹھیراتے اور ان کے ہمراہ ان کا فرون حقا کا فتوے عائد کرتے ہیں پس ضروری ہے۔ کہ میاں صاحب اس بات پر ذرا زیادہ صفائی سے روشنی ڈالیں۔ تاکہ ان کی اختراعات کا پردہ ذرا زیادہ نمایاں طور پر فاش ہو سکے۔

عید قربان اور دسہرہ

بعض ہندو معاصرین نے ابھی سے اس بات پر شور و غوغا مچانا شروع کر دیا ہے کہ امسال ۷ اکتوبر کو دسہرہ ہے۔ اور ۹ کو عید۔ جس سے فساد کا اندیشہ ہے ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ مرغ باد نما کی طرح ہندوؤں کا پیشتر سے ایسی باتیں لکھنا کیا معنے رکھتا ہے آخر کیوں وہ خاص طور پر اپنے ہم مذہب اشخاص کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے اور انہیں یہ نہیں بتاتے۔ کہ مسلمانوں کے قربانی کرنے سے تمہارا کچھ بگڑتا نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے ہندو بیشک اپنی جگہ دسہرہ منائیں انہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ نہ ہی ہندوؤں کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ مسلمانوں کو قربانی وغیرہ سے روکیں۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ اس پاک خیال کی تلقین ہونے پر کیونکر فساد ہو سکتا ہے۔

مراسلات

رپورٹ آمدنی احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور چھاؤنی

(از ابتدائے ماہ ستمبر ۱۹۱۴ء لغایت ماہ دسمبر ۱۹۱۵ء)

یہ انجمن حضرت مولینا نور الدین علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد ماہ مارچ ۱۹۱۴ء میں قائم ہوئی جس کی آمدنی کی ایک رپورٹ ماہ اگست ۱۹۱۴ء تک اس سے پہلے شایع کی گئی ہے اب ذیل میں دوسری رپورٹ معہ تفصیل آمدنی کے پیش کی جاتی ہے۔ مقامی ضروریات کے لئے اس عرصہ میں جس کی یہ رپورٹ ہے صرف ۴ روپیہ (؟) انجمن کو چندہ باہوار سے لینے پڑے ہیں۔ باقی کل رقوم ہیڈ آفس احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے خزانہ (قومی بیت المال) میں داخل کرکے رسید لی گئی ہے۔

تفصیل آمدنی

	روپیہ	آنہ	پائی
چندہ ممبران	۶۷	۱۲	۹
چندہ معاونین	۱۲	۶	۰
صدقہ فطر و عید فنڈ	۸	۴	۰
چندہ سالانہ جلسہ کیلئے	۶	۰	۰
قربانی کی کھال۔ قیمت	۰	۸	۰
زکوٰۃ	۱۹	۰	۰
میزان کل	۱۱۳	۱۴	۹

انجمن کی کوشش سے سال زیر رپورٹ میں ۳ حضرات حضرت امیر الملت سیدی مولینا محمد علی قبلہ رضی اللہ عنہ کے دست مبارک پر احمدؑ کی بیعت میں داخل ہوئے الحمد للہ علیٰ ذالک۔

راقم سکرٹیری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور چھاؤنی

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا ایک خط

محب مکرم جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آج الفضل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ وہ اخبار الفضل ہمکو برابر روانہ کرتے رہے ہیں۔ یہ بالکل صحیح نہیں۔ میرے خط لکھنے پر جو پیغام صلح میں شایع ہوا ہے۔ الفضل جاری کیا گیا ہے۔ چنانچہ نمبر ۳ تا ۱۱۔ و ۱۳ تا ۱۵ نہیں آئے۔ اور نمبر ۱۶ سے برابر آنا شروع ہوا ہے۔ اسکو آپ اخبار میں شایع فرماویں۔ والسلام۔

سید محمد احسن۔ امروہہ۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۱۶ء

بلٹین کا خاص نمبر

شریمان پردھان ایڈیٹر صاحب تسلیم!

براہ مہربانی مندرجہ ذیل سطور کو اپنے معزز پرچہ کی قریبی اشاعت میں جگہ دیکر مشکور کریں۔ اس سال بلٹین کا ایک خاص نمبر بتقریب "دسہرہ" ۲۲×۱۸ سائز پر نہایت شان و شوکت سے شایع ہوگا۔ جو کم از کم پندرہ ہزار چھاپا جائیگا۔ لکھائی چھپائی اور عمدہ کاغذ کے لحاظ سے یہ پرچہ بے نظیر ہوگا۔ اس میں تین نہایت شاندار ہاف ٹون عکسی تصاویر دیجائینگی اشتہار دینے والوں کے لئے یہ بہت اچھا موقعہ ہے۔ قیمت فی پرچہ ایک آنہ (۱) ہوگی۔ ایجنٹوں اور اکٹھے منگوا کر فروخت کرنے یا تقسیم کرنیوالے اصحاب کو ۲۵ فیصدی کمیشن دی جائیگی۔

آپ کا صادق ..... منیجر اخبار بلٹین لاہور۔

تازہ خبریں

لاہور میں خانہ تلاشیاں اور گرفتاریاں۔ پرسوں مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۱۶ء کو لاہور میں بعض سنسنی خیز واقعات ظہور میں آئے۔ پولیس کی ایک اچھی خاصی جمعیت معہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس بعض لوگوں کی تلاشیوں اور گرفتاریوں کے درپے تھے۔ مولوی عبدالحق صاحب مالک رفاہ عام سٹیم پریس لاہور کے مکان اور پریس کی تلاشی لینے کے بعد پولیس کچھ کاغذات وہاں سے لیگئی۔ اور مولوی صاحب کو موٹر میں بٹھا کر اپنے ساتھ لے گئی۔ مولوی صاحب کے داماد حبیب دلاور شاہ و دو میاں محمود احمد صاحب کے مریدین میں سے ہیں) کے مکان متصل مسجد چینیاں کی بھی تلاشی لی گئی۔ لیکن کچھ برآمد نہ ہوا۔ نیز مولوی ابو محمد احمد صاحب امام مسجد طلائی کشمیری بازار کی بھی تلاشی لینے کے بعد پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا۔ مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی ابو محمد احمد صاحب اس وقت جیل میں ہیں۔ ایک سندھی اور ایک طالب علم بھی جو مولوی عبدالحق صاحب کے مہمان تھے۔ پولیس کے زیر حراست ہیں۔ لیکن ان کی ضمانت ہو جانے کی امید ہے۔

دہلی سے بھی مولوی احمد علی صاحب ناظم نظارۃ المعارف کی گرفتاری کی خبر آئی ہے۔

یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ ان سب کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔

ٹلینم کی حالت زار۔ لندن ۱۴ ستمبر ایک بلجی مراسلت مظہر ہے کہ ایک جرمن سپاہ مشرقی افریقہ دو حصوں میں منقسم ہے جن میں سے ایک حصہ کو جنرل سمٹس جنوب کی جانب پیچھے دھکیل رہے ہیں اور دوسرا حصہ فوج بٹورا کی مدافعت کر رہا ہے۔ اس مقام پر بلجی جنرل ٹومبرن زیر کمان سپاہ کے ساتھ مرکزی ریلوے کے ساتھ ساتھ بڑھ رہا ہے۔

سروی سپاہ کی کامیابی۔ لندن ۱۴ ستمبر ہم نے محاذ سالونیکا پر جھیل اوسترووو کے مغرب میں بلغاری دستوں کو دیار حصار دورین ریلوے کے جانب پسپا کر دیا

لندن ۱۴ ستمبر سالونیکا کی فرانسیسی مراسلت مظہر ہے کہ محاذ سٹروما پر حالت بدستور ہے علاقہ کوبیلز میں دریائے وردار کے ہر دو کناروں پر اطالوی سپاہ معروف پیکار رہے اتحادیوں کے توپخانے مساکوا اور مجاودگ میں بلغاری استحکامات پر شدید گولہ باری کی سروی سپاہ شمال مغرب کول میں ایک اہم مقام پر قبضہ کر لیا۔ اور غنیم کو شدید نقصان پہنچایا۔ جھیل اوسترووو کے مغرب اور شمال مغرب کی جانب جس کے جنوب مغرب میں ہم نے خاصی پیشقدمی کی ہے۔ شدید معرکہ آرائی ہوئی۔

لندن ۱۳ ستمبر۔ سالونیکا کی برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ مغرب سٹرما میں بعض ہراولی دستوں کے درمیان جھڑپیں ہوتی رہیں۔ اور محاذ دوران کے ہر دو جانب توپخانہ کا ایک شدید معرکہ ہوا۔

لندن ۱۴ ستمبر ایتھنز کا ایک پیغام مرسلہ ۱۳ ستمبر مظہر ہے کہ آج سہ پہر کو سروی سپاہ نے ۴ بجے کے قریب سرریچ پر قبضہ کر لیا۔

عام آسٹروی پسپائی۔ لندن ۱۴ ستمبر ماسٹرڈم۔ وائنا کے سرکاری بیان میں علاقہ ٹرانسلوانیا میں رومانوی خط تصادم کے دہنی جانب پسپائی کا اعتراف کیا ہے۔

لندن ۱۴ ستمبر۔ آسٹروی ہیڈکوارٹرز سے وائنا کے اخبارات کو جو برقی پیغام موصول ہوا ہے اس میں اس امر کے متعلق اعتراف کیا گیا ہے کہ رومانوی سپاہ علاقہ ٹرانسلوانیا میں بتدریج پیشقدمی کر رہی ہے۔ اور وہ خالی شدہ اضلاع پر قبضہ کرتے ہوئے اور علاقہ جات اپر مادس سک اور گیرگین میں اپنی عظیم الشان جمعیت جمع کر رہی ہے۔ اور نیز آسٹروی ہراول خط تصادم پر حملہ آور ہونے کی تیاریاں کر رہی ہے۔ اور آسٹروی سپاہ رومانوی جارحانہ کارروائی کے اقدام سے پیشتر ہی دوسرے خط مدافعت تک پسپا ہو گئی ہے۔

بنگال میں کثرت جرائم۔ کلکتہ۔ ۱۴ ستمبر بالعموم جرائم بنگال میں عموماً اور اضلاع ڈھاکہ میمن سنگھ میں خصوصاً روبہ ترقی ہیں۔ اور پولیس مجرموں کا سراغ لگانے کے لئے سرگرم کوشش کر رہی ہے۔ مذکورہ اضلاع اور کلکتہ میں ۱۰۰ سے زائد مکانات کی تلاشی ہو چکی ہے۔ اور گذشتہ دس یوم کے عرصہ میں مشتبہ اشخاص کی معتدبہ تعداد گرفتار کی جا چکی ہے۔

پریس ایسوسی ایشن۔ بمبئی ۱۴ ستمبر۔ پریس ایسوسی ایشن ہند کے ایک اجلاس میں حضور وائسرائے کے پرائیوٹ سکرٹری کی ایک چٹھی پر جو کہ انہوں نے باریابی وفد کے متعلق تحریر کی تھی غور کیا گیا اور ممبران ایسوسی ایشن نے باریابی وفد کے متعلق ہز ایکسلنسی کی پیش کردہ شرائط کو منظور کر لیا۔

کپتان فوجی پولیس برما کی خودکشی رنگون ۱۴ ستمبر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ سہ شنبہ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۱

چودھویں صدی کا عظیم الشان انسان

دنیا کا دور تسلسل جب سے شروع ہوا ہے۔ جس وقت سے کہ انسانی ہستی کتم عدم سے عرصہ شہود میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور اُس کے جسمانی نشو ونما کے ساتھ ساتھ خالق اکبر نے روحانی قوام کی حسن تربیت بھی ضروری سمجھی۔ اُسی وقت سے بعض ایسے وجود اس دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں جو عالم روحانیت کے علم بردار اور بنی نوع انسان کو نیکی وہدایت کیطرف دعوت دینے اور برائیوں سے منع کرنے کے کام کے ذمہ دار تھے لیکن ایک خاص وقت تک جب تک کہ دنیا ابھی ترقی وعروج کے ابتدائی مدارج میں تھی۔ جسوقت تک کہ اُسکے عقلی وذہنی قوٰے اس درجہ تکمیل کو نہ پہنچے تھے۔ کہ وہ خدائی قوانین کو اپنی کامل اور مکمل شکل میں سمجھ اور سہار سکیں۔ نہ ہی دنیا کی مختلف اقوام اور ممالک کا رشتہ ابھی آپس میں ایسا قریب کا واقع ہوا تھا۔ کہ وہ ایکدوسرے کے دُکھ درد اور رنج وراحت میں شریک ہو سکیں۔ یا ایکدوسرے کے ساتھ اُن کے وہ گہرے تعلقات ہوں۔ جیسے کہ اب ہیں اسوقت تک جتنے بھی بندگانِ خدا اصلاح خلق کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے رہے وہ اپنے اپنے ملک اور اپنی اپنی قوم کے حسب ضرورت نئے احکام یا تازہ ہدایات لیکر آتے رہے اور اسی لحاظ سے اصطلاح مذہب میں انکا نام نبی یا رسول رکھا گیا۔ نوح۔ ابراہیم۔ موسےٰ۔ عیسےٰ۔ داؤد۔ سلیمان اور ایوب و یوسف اسی پاک گروہ کے چند مقدس اور برگزیدہ افراد کا نام ہے۔ اور انہی میں سے لیکن ان سب سے اعلےٰ وافضل وہ پاک انسان بھی ہوا ہے۔ جو فخر بنی آدم اور سید الکونین کے دلکش القاب سے ملقب اور محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے نام نامی سے موسوم ہے اس پاک انسان کی بعثت سے دنیا میں ملکی۔ تمدنی۔ اقتصادی اور روحانی اعتبار سے ایک عظیم الشان انقلاب واقع ہوا جسنے انبیائے کرام کے اس دور تسلسل کی جگہ ایک نیا سلسلہ قائم کیا یا یوں کہنا چاہئے۔ کہ نبیوں کا سلسلہ ختم ہوکر اب مجدد دین کا سلسلہ شروع ہوا۔

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت دنیا ایک طرف اپنے روحانی واخلاقی اعتبار سے یہاں تک گر چکی تھی۔ کہ اسکو اٹھانے کے لئے کسی کامل معالج اور اعلےٰ ترین ڈاکٹر کی ضرورت تھی۔ دوسری طرف مختلف ممالک اور اقوام کے باہمی رشتہ وتعلقات میں اب ایک نمایاں تبدیلی نے راہ لی تھی۔ اور یہ ضرورت تھی۔ کہ انکے باہمی تعلقات اور میل جول کے ذرائع کے وسیع ہوجانے کی وجہ سے ایک ہی بین الاقوامی قانون ایسا وضع کیا جائے جو اپنی کامل اور مکمل شکل میں ایک دوامی کوڈ کا کام دے۔ ایسا ہی دنیا کے قوائے عقلی وذہنی بھی نشو ونما پاکر اب اس حالت تک پہنچ چکے تھے۔ کہ آخری اور مکمل شریعت کا انہیں پابند بنایا جائے۔ اس ضرورت زمانہ۔ اس اقتضائے وقت اور گذشتہ ہدایات کے نامربوط ونامکمل ہوجانے کے باعث حضرت رحمۃ للعالمین کی بعثت ظہور میں آئی اور آپ پر وہ کامل واکمل شریعت نازل ہوئی۔ جو اسلام کے فطری نام سے موسوم ہے۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

پس اب کوئی ضرورت اس بات کی باقی نہ رہی کہ آیندہ نبیوں کا دور تسلسل ویسے ہی قائم رہے۔ اور خواہ مخواہ بے ضرورت نبی مبعوث ہوتے رہیں کیونکہ نبوت کی غرض وغایت اب ختم ہوچکی تھی۔ اور خدا تعالےٰ کے آخری قانون نے کسی نئے احکام الٰہی کی ضرورت باقی نہ چھوڑی تھی۔ نہ ہی اس بات کا ہی کوئی ڈر اور خطر باقی رہ گیا تھا۔ کہ کسی زمانہ میں اس پاک اور کامل مجموعہ قوانین (قرآن کریم) میں کبھی کوئی تبدیلی یا تحریف واقع ہو سکے گی۔ . . . .

. . . . کیونکہ خود حضرت باریتعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا۔ جو پہلی کسی شریعت کے لئے نہ کیا تھا۔ کہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔

ہاں صرف ایک ضرورت باقی تھی۔ اور وہ تھی سلسلہ اصلاح وتجدید امت۔ دنیا پر وقتاً فوقتاً ایسے حالات وارد ہو جایا کرتے ہیں۔ جب وہ بمرور زمانہ . . . . صداقتوں اور حقائق کو بھلاکر ضلالت کی طرف راغب ہو جاتی ہے۔ اور لوگ بدعات اور بدعقیدتیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ الّاماشاء اللہ۔ ایسے اوقات میں امت مرحومہ کی اصلاح اور قرآنی صداقتوں اور حقائق کی تجدید کے لئے ضرورت تھی ایک مجدد کی ایک مامور من اللہ کی۔ ایک امام وقت کی۔ جو زمانہ کو پھر سچی قرآنی حقائق یاد دلاکر اپنے پاک نمونہ سے اس پر کاربند ہونے کی تلقین کرے۔ چنانچہ اسی غرض کے لئے فرمایا حضرت نبی کریم صلعم نے ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا بےشک اللہ تعالےٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو مبعوث فرمائیگا۔ جو اُسکے دین کو تازہ کرتا رہیگا۔

یہ سلسلہ تجدید دین ہم دیکھتے ہیں۔ کہ گذشتہ تیرہ سو سال میں جاری رہا۔ اور حسب وعدہ ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی روحانی انسان ایسا کھڑا ہوگیا۔ جس نے امت کی روحانی ووقتی بیماریوں کی اصلاح کی اور حقائق دینیہ کو از سر نو تازہ کیا۔ حضرت امام غزالیؒ۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔ حضرت امام احمد سرہندی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی۔ حضرت سید احمد بریلوی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اسی سلسلہ مجدد دین کے برگزیدہ افراد تھے۔ جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں اصلاح وتجدید دین کا کام باحسن وجوہ سرانجام دیا۔

لیکن اے نام لیوایان اسلام۔ اے غفلت شعاران امت محمدیہ۔ وائے تشنہ کامان بادیہ ضلالت تمہیں کیا ہوگیا۔ کہ اس موجودہ زمانہ میں باوجودیکہ ہر ایک قسم کی اخلاقی وروحانی بیماریاں رونما ہوچکی ہیں۔ بیرونی دشمنوں نے اسلام پر یہاں تک اسقدر حملے کئے ہیں کہ جو اگر خدا تعالیٰ کا خاص فضل نہ ہوتا تو اُسکے میٹ دینے کے لئے کافی تھے۔ اندرونی حالت اس قدر زار ونزار ہے کہ کہ یکا یک ہولناک ومہیب نظارہ اسلام کی اس نازک حالت کے سامنے ہیچ ہی نظر آتا ہے سہ

ہر طرف لغراست جوشاں ہمچو افواج یزید
دین حق بیمار وبیکس ہمچو زین العابدین

دین کی اصل حقیقت گم ہوچکی ہے اور اسلام کی اصل شکل مخدوش ہوگئی ہے۔ فسق وفجور۔ اور گناہ کبیرہ میں خود مسلمان دوسروں سے بڑھکر حصہ لیتے ہیں اور فخریہ اپنے گناہوں کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر ان سب سے بڑھکر یہ کہ صدی کا سر گذر چکا ہے۔ بلکہ اس پر نو برس اور بھی گذر گئے۔ لیکن آہ وصد آہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد تمہارے نزدیک پورا نہ ہوا۔ اور کوئی مجدد دنیا میں نہ آیا؟ جو تمہاری اصلاح کرکے دین کو از سر نو تازہ کرے؟ نبی کریم صلعم نے تو فرمایا تھا۔ کہ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجل من ابناء الفارس اگر ایمان ثریا پر بھی پہنچ جائیگا۔ تو ابناء فارس میں سے ایک آدمی اسے پھر دنیا میں لے آئیگا۔ لیکن یہ کیا باعث ہے کہ باوجودیکہ ایمان اُٹھ چکا ہے۔ اور دین کو بھلایا جاچکا ہے لیکن پھر بھی وہ ابناء فارس میں سے مبعوث ہونیوالا آجتک کھڑا نہ ہوا۔

مگر نہیں۔ رسول اللہ صلعم کے وعدے ٹل نہیں سکتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ امت محمدیہ بلکہ اپنی جملہ مخلوق کو اس کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دے سکتا ہے۔ اُس نے اپنا ایک خاص بندہ اس وقت بھی ہم میں مبعوث فرمایا اور اسے زبردست نشانوں اور زوردار حملوں سے اسکی سچائی کو ظاہر کیا۔ وہ آیا بھی اور اپنا پیغام ہمیں دے کر چلا بھی گیا۔ لیکن افسوس کہ تم خواب غفلت سے ابھی تک بیدار نہ ہوئے۔ تم اس مستی کے نشہ میں کچھ ایسے مدہوش رہے کہ اسکے پیغام حق وصداقت کی گونج تمہارے دل ودماغ پر اثر انداز نہ ہوئی جب اُس نے تمہیں پکڑ پکڑ کر ہلایا اور اس نشہ سے ہوش میں لانا چاہا۔ تو تم کروٹیں ہی بدل بدل کر رہ گئے اسپر تمسخر واستہزا کا نشانہ کرلیا یا حسرۃ علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون۔ دیکھو اسکے نشانہائے صداقت ابھی تک سر پر پے در پے وارد ہورہے ہیں اور اسکے ملہم خصوصی (جن کی تفصیل آیندہ ہوگی) اس کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں اس کی طرف بزبان حال ملار ہے ہیں سہ

بنگرائے قوم نشانہائے خداوند قدیر
چشم بکشا کہ بر چشم نشانیست کبیر

آئندہ اشاعت میں ہم اس عظیم الشان مجدد کی بعض خصوصیات پر روشنی ڈالینگے۔ کیا کوئی صاحب عقل وہوش اس صدائے صدق وحقانیت پر کان لگائیگا۔ اور اسے لبیک کہنے کو تیار ہوگا؟

تعدد ازدواج اور گورنمنٹ ٹرنسوال

مسٹر صداقت رنظرانے کہ مسٹر گرزن نے جو ٹرنسوال کے محکمہ تارکان وطن کے افسر ہیں۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کو حسب ذیل خط لکھا ہے۔

" اس امر کے متعلق کہ کسی شخص کے دو بیبیاں معہ اپنے بچوں کے اپنے شوہر کے پاس جنوبی افریقہ میں داخل ہوسکتی ہیں یا نہیں۔ گورنمنٹ کوئی دشواری پیدا نہ کرے گی بشرطیکہ تحقیقات سے معلوم ہو۔ جیساکہ آپنے بیان کیا ہے۔ کہ اس قسم کے لوگوں کی تعداد محدود ہے "

گورنمنٹ ٹرنسوال کے سامنے یہ سوال کوئی نیا نہیں۔ بلکہ مدت سے یہ مسئلہ اسکے زیر غور ہے۔ بلکہ کئی دفعہ وہ اس پر اپنا فیصلہ بھی صادر کر چکی ہے۔ جس میں اس نے ہرگز اس بات کو جائز نہیں سمجھا۔ کہ کوئی شخص ایک سے زائد بیویوں کو لیکر ٹرنسوال کے اندر داخل ہو سکے۔ لیکن اب منقولہ بالا الفاظ کو پیش نظر رکھکر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک باقاعدہ پیشنٹ کرنے اور استقامت کے ساتھ بار بار اسے اس نقص کیطرف توجہ دلانے کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ بالآخر دو بیویوں تک کے محدود تعداد کے شوہروں کی راہ سے اس ممانعت اور روک کو دور کردینے پر مجبور ہوئی ہے۔ ابھی اور تھوڑی سی استقامت درکار ہے۔ اور موجودہ حدبندیوں کو بھی دور کردینے کے آئینی مطالبہ کو پیش کرنے کی ضرورت۔ پھر انشاء اللہ وہ وقت بھی آئیگا جب . . . . گورنمنٹ ٹرنسوال کو مجبوراً یہ رکاوٹیں بھی دور کردینی پڑینگی معلوم نہیں اس مذہبی آزادی کے زمانہ میں کیوں گورنمنٹ ٹرنسوال پالیسی پابندیاں عاید کرتی اور کس اصول کی بنا پر دو سے زائد بیویوں کو وہاں لے جانے سے روکتی ہے۔ بہرحال ایک مستقل اور مستقل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اور گورنمنٹ آف انڈیا کی مناسب اعانت اس بارہ میں درکار ہے۔ تاکہ یہ تمام پابندیاں جو پیروان شریعت اسلام پر عاید کیجاتی ہیں۔ دور ہوسکیں۔

مسئلہ اوقاف اور مسلمان

مسلمانوں کی آہ ان کون سی بیماریوں کو گنا جائے اور اُن پر حسرت ویاس کے آنسو بہائے جائیں۔ گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے مسلمانوں کی گداگری پر ایک تفصیلی تبصرہ کیا تھا۔ آج بعض اخبارات میں بعض اوقاف کی آمدنیوں کے گڑبڑ ہونے کے حالات پڑھکر دل کو سخت صدمہ ہوا۔ ہمیں اپنے معزز ہمعصر العصر سے کلی اتفاق ہے۔ کہ

" ہندوستان میں اوقاف کا سلسلہ غالباً (نہیں بلکہ یقیناً) نہایت ہی عظیم الشان ہے۔ مگر جسقدر وہ منافع وفوائد کے لحاظ سے مثمر نتائج حسنہ ہوسکتا ہے۔ افسوس مسلمانوں کی بےحمیتی اور فقدان جذبہ نے ان اوقاف کو تباہ وبرباد کردیا ہے۔ متولیوں کی جماعت حقیقت میں ان اوقاف کے لئے وہ بلائے عظیم ہے۔ جسکی بےعنوانیوں سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ضائع ہورہا ہے "

ہمارے معزز معاصر نے اس اظہار حسرت وافسوس کے بعد لاہور کے بعض اوقاف مثلاً مسجد وزیر خان اور دیگر ان مساجد کا جوکہ انجمن اسلامیہ سے متعلق ہیں ذکر کرکے اُن کے حساب وکتاب کا مطالبہ کیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان مساجد میں بعض اصلاحات کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ ادھر معزز معاصر صداقت نے بھی کلکتہ کے عظیم الشان وقف موسومہ بوعلی وقف کی بعض انتظامی ومالی خرابیوں کو گنوایا ہے ہمارے خیال میں یہ ایک نہایت ضروری اور اہم مسئلہ ہے۔ جسپر جسقدر بھی زور دیا جائے۔ تھوڑا ہے۔ مسلمانوں کو بیشمار قومی ومذہبی ضروریات اسوقت درپیش ہیں۔ جو محض روپیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود.. اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبرہائے معاد | ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است | منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۔ / ششماہی ۔ / سہ ماہی طلباء سالانہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۱

کیا عربی زبان الہامی ہے

(از ام الالسنہ)

(سلسلہ کے لئے دیکھو پیغام صلح ۱۲ ستمبر ۱۹۱۶ء)

دعوے کی اہمیت اور استمداد ثبوت

یہ ایک نہایت ہی مشکل بحث ہے اور بہت ہی غور و فکر اور مطالعہ کو چاہتی ہے اور نہ یہ چند ہفتوں کا کام تھا کہ جس میں میں نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اگر ایک انسان کی ساری عمر اس کام پر لگ جائے اور وہ اس میرے مافی الضمیر کو ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے تو میں سمجھونگا کہ وہ انسان دنیا سے بامراد گیا۔ میں یہاں چند مثالوں کے ذریعہ اپنے مافی الضمیر کو ظاہر کر دیتا ہوں اور علمائے کرام اور ماہران علوم عربیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ علی الخصوص وہ میری تحقیق کے اس حصہ میں میری قلمی معاونت کریں وہ یاد رکھیں کہ اگر عربی زبان اس طرح علمی طریق پر الہامی ثابت ہو جائے تو پھر ہم نے ایک بھاری مرحلہ کو دنیائے مذہب میں طے کر لیا۔ اور ہم اپنے اصلی مقصود میں کے لئے آمد رحومہ دنیا میں پیدا کی گئی کامیاب ہوگئے۔

عربی زبان کے خصائص

وہ باتیں جو میں عربی زبان کے الفاظ میں پاتا ہوں اور جو اسی زبان سے مختص ہیں اور جن کا نام و نشان کبھی کسی اور زبان میں نہیں وہ باتیں ان وجوہ پر جن کی تصریح میں اوپر کر آیا ہوں مجھے عربی زبان کو الہامی ماننے پر مجبور کرتی ہیں۔ مثلاً بعض اسماء میں ایسی وجوہ موجود ہیں کہ جن سے حقائق الاشیاء پر روشنی پڑتی ہے۔ پھر بعض الفاظ مجھے ایسے نظر آتے ہیں کہ جن سے وہ غرض بھی نظر آجاتی ہے کہ جس کے لئے وہ فعل صدور پاتے ہیں۔

مادہ ہائے الفاظ سے وجہ تسمیہ معلوم ہو سکتی ہے

مثلاً افتعال کے وزن پر چند الفاظ ہیں۔ اعتبار۔ اختیار۔ امتحان۔ امتحان۔ اضطرار۔ اجتہاد۔ یہ الفاظ چند ذہنی کیفیات کا نام ہیں جس سے ہم سب آگاہ ہیں۔ لیکن اگر ہم ان کے مادہ پر غور کریں تو ہمیں ان ذہنی کیفیات کے فلسفہ پر نگاہ پڑ جاتی ہے۔ ہم فی الفور ان اسباب سے واقف ہو جاتے ہیں کہ جن کے موجود ہونے سے ہم میں یہ کیفیات ذہنی جن کا نام۔ اعتبار۔ اختیار۔ امتحان۔ اضطرار۔ اجتہاد ہے پیدا ہو سکتی ہیں مثلاً اعتبار کا مادہ عبر ہے۔ جس کے معنے گذرنا یا کسی چیز پر عبور کرنا ہے۔ یہ مادہ ہمیں بتلاتا ہے کہ جب ہم کسی چیز پر بار بار عبور کریں اور اسکو [illegible]

مستقل ہونے کے متعلق جو یقین پیدا ہوتا ہے اُس کا نام اعتبار ہے۔ بالفاظ دیگر ہماری وہ ذہنی کیفیت جس کا نام اعتبار ہے ہماری کسی چیز پر عبور کرنے کا ہی نتیجہ ہوتی ہے۔ اس مادہ سے نکلا ہوا لفظ عبرت بھی ہے۔ عبرت جس کے معنے سبق یا نصیحت کے ہیں وہ بھی کسی امر پر عبور کرنے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ کسی واقعہ سے کوئی عبرت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک اُس واقعہ پر ہمارا عبور نہ ہو۔ اختیار کے مادہ میں خیر ہے۔ ہم کسی امر کو اختیار اگر کرتے ہیں تو اس لئے کہ ہمیں اس میں کوئی خیر نظر آتی ہے۔ اگر کسی چیز یا فعل میں کوئی خیر و خوبی نہ ہو تو ہم اُس کو اختیار نہیں کرتے۔ امتحان جس کا مادہ محن بمعنی مشقت و محنت ہے ہم پر حقیقت امتحان کو کھول دیتا ہے۔ جو شخص کسی امتحان میں کامیاب ہونا چاہے وہ محنت اور مشقت کو اپنا شعار بنائے۔ بلکہ مجوزان امتحان کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امتحان دہندگان محنت اور مشقت سے اپنے آپ کو کسی خاص کام کے لئے تیار کریں۔ اضطرار جس کے معنی بے چینی یا بیتابی کے ہیں ضرر سے مشتق ہے۔ کیفیت اضطرار انسان کے دل و دماغ میں اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب اُسے کسی ضرر کا خوف و اندیشہ ہو۔ اجتہاد جس کے معنے کسی امر میں رائے یا قیاس کرنا ہے لفظ جہد بمعنی کوشش سے مشتق ہے۔ ہر ایک شخص جو کسی امر پر قیاس یا رائے لگانا چاہتا ہے اُس کا فرض ہے کہ اس امر کے متعلق اُس نے کسی نہ کسی قسم کی کوشش کی ہو۔ صاحب اجتہاد ہونے کا حق اُسے ہی حاصل ہے جو رات دن جہد و کوشش میں منہمک رہتا ہے اس قسم کے ہزار در ہزار الفاظ عربی زبان میں ہیں جن کے مادے کے معنی پر اگر غور کی جائے تو ہمیں ایک عجیب حکیمانہ حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ کیا ان ذہنی کیفیات کا جس کا مفہوم الفاظ اعتبار اختیار۔ اضطرار۔ امتحان۔ اجتہاد سے ہوتا ہے حقیقی فلسفہ وہی نہیں جو میں نے اوپر بیان کیا اور جو ان الفاظ کے مادوں میں مضمر ہے۔ اب یا تو ان الفاظ کے بنانے سے پہلے الفاظ بنانے والوں کو سائیکولوجی (علم النفس والقویٰ) پر عبور تھا۔ اور اُنھوں نے علمی تحقیق سے یہ سمجھ لیا تھا کہ یہ ذہنی کیفیات ان حالات سے پیدا ہوتی ہیں اور پھر یہ الفاظ تجویز کئے تھے۔ اور اگر یہ الفاظ زبان عربی میں ابتدا سے چلے آتے ہیں اور اُس وقت سے جب انسان ابتدائے ابتدائی مدارج تہذیب میں تھا تو پھر یہی ماننا پڑیگا کہ یہ زبان الہامی ہے۔ اگر میرا یہ قیاس غلط ہے تو پھر ان ذہنی کیفیات کے اظہار کے لئے دوسری زبانوں نے جو الفاظ تجویز کئے ہیں اُن میں اس حقیقت کو دکھلایا جاوے لیکن یہ امر محالات سے ہے۔ کیا اچھا ہو اگر ہمارے سماجک دوست اس علمی میدان میں ہمارے مقابل طبع آزمائی زبان سنسکرت میں کریں

ثلاثی مجرد اور رباعی مجرد الفاظ کی وجہ تسمیہ

جو الفاظ ثلاثی مزید یا رباعی مزید ہیں یعنی جو کسی مادہ سے مشتق ہیں اُن کی وجہ تسمیہ دریافت کر لینے یا اگر وہ افعال و کیفیات ہیں تو اُن کے حقیقی فلسفہ کو سمجھ لینا تو اُن الفاظ کے مادوں کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ ہاں مشکل ثلاثی مجرد یا رباعی مجرد پر آن پڑتی ہے وہاں وجہ تسمیہ کا دریافت کرنا آسان کام نہیں۔ اگرچہ وہاں بھی ایک خاص بات عربی سے مختص ہے۔ عموماً بعض الفاظ کے اسمی اور فعلی معنی دونوں ہوتے ہیں۔ پھر ایک لفظ کو اصل ٹھیرا کر دوسرے کی حقیقت ہم پر آسانی سے منکشف ہو جاتی ہے۔ البتہ یہ فیصلہ کرنا بہت سی تحقیق اور تدبر کو چاہتا ہے کہ پہلے اسماء تھے یا افعال۔ اگر تو پہلے چیزوں کے اسماء تجویز ہوئے تو اُن چیزوں کے خواص سے افعال تجویز ہوگئے۔ یا اگر افعال پہلے تھے تو جس چیز میں وہ فعل پایا گیا اُس فعل کی بنا پر اُس کا وہ نام تجویز ہو گیا۔

پہلے اسماء تھے پھر افعال

اگرچہ میری اپنی رائے یورپین رائے کے برخلاف یہ ہے کہ پہلے اشیاء تھے اور بعد میں موسوموں کے خواص کے ماتحت افعال بنائے گئے کیونکہ کائنات میں اشیاء کا ہونا اور اُن میں خواص کا ہونا پہلے سے موجود ہے۔ اور کسی زبان میں کوئی فعل ایسا نہیں جو کسی چیز کے کسی خاصہ سے تعلق نہ رکھتا ہو۔ اگر پانی نہ ہوتا اور پانی کا خاصہ پیاس کا بجھانا نہ ہو تو پھر افعال پینا یا پلانا دنیا میں پیدا نہ ہوتے۔ اس طرح کسی زبان کا کوئی بھی فعل ایسا نہیں جس کا بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق اشیاء اور اُن کے خواص سے نہ ہو۔ اس لئے یہ صحیح رائے ہے کہ اسماء افعال سے پہلے تھے۔ (باقی دارد)

وعلم آدم الاسماء کلہا

معرض التوا میں پڑی ہوئی ہیں - ان سب میں اہم ترین ضرورت اشاعت اسلام کا عظیم الشان کام ہے - جس کی طرف قرآن نے بڑی ضرورت سے ترغیب دلائی ہے - اور خود ہماری اس موجودہ فلاکت کا سدباب محض اسی سوال کے طے ہونے سے ہو سکتا ہے پھر کیوں اوقاف اسلامی کی آمدنیوں کو ان کی اندرونی اصلاحات پر صرف کرنے کے بعد اس اہم مذہبی ضرورت کیلئے پس انداز نہ کیا جائے - یا اور ایسے ہی ضروری کام اس سے سرانجام نہ دئے جائیں - ضرورت ہے - کہ اوقاف کی تمام آمد و خرچ کا حساب لگانے اور اس کا انتظام کرنے کے لئے مسلمانان ہند کی ایک متفقہ انجمن بنائی جائے - جو باقاعدہ رجسٹرڈ ہو - اور اسکے زیر انتظام متولیان اوقاف کے واجبی حقوق ادا ہوں ÷

عیسویت اور اسلام

اگرچہ افریقہ میں اسوقت عیسویت اور اسلام کے درمیان جو تبلیغی جنگ بپا ہے - اس میں اسلام کو خاطر خواہ طور پر کامیابی نصیب ہوئی ہے - اور مسیحی دنیا کی آئے دن کی رپورٹیں ظاہر کرتی ہیں - کہ ابھی تک باایں ہمہ ساز و سامان اسلام کی درخشانی کو وہ مٹا نہیں سکے . . . .

. . . .

. . . . تاہم بعض دوسرے ذرائع سے وہ اسلام کی اس اہمیت کو دنیا سے مٹانا اور اپنے آپکو بڑھ چڑھ کر بیان کرنا چاہتے ہیں - چنانچہ حال ہی میں سینٹ جانس کالج میگزین نیلڈ اسبا کے پیپر والی جو تعداد شائع ہوئی ہے - اس میں عیسائیوں اور مسلمانوں کا تناسب تعداد ۵۷ کروڑ دس لاکھ اور ۲۴ کروڑ ۷۰ لاکھ کی ترتیب بتایا گیا ہے جو صریحاً غلط اور خلاف قیاس ہے - ہمعصر صداقت نے بہت بجا ریمارک کیا ہے - کہ

"افریقہ میں حلقہ بگوش اسلام کی صحیح تعداد آجتک معلوم نہیں ہوئی - اسی طرح مملکت روس اور بیسیوں جزائر کی آبادی کی کوئی باقاعدہ مردم شماری نہیں ہوئی جو کچھ اعداد ظاہر کئے جاتے ہیں - وہ صرف تخمینہ ہی تخمینہ ہے - اور وہ بھی مشنریوں کا"

معلوم نہیں مسیحی دنیا نے کیوں اس طرح سے مسلمانوں پر ہاتھ صاف کرنے کی ٹھان رکھی ہے - کیا وہ ان غلط تسلیوں سے اسلام پر فتح پا لینگے - یا واقعات کو غلط ثابت کر دینگے - اسلام کی صداقت کو منوانے کے لئے صرف یہی ایک دلیل کافی ہے - کہ باوجودیکہ مسلمانوں کے پاس نہ کافی روپیہ ہے - جو وہ تبلیغ اسلام پر صرف کریں - اور نہ اسکے سامان بہم پہنچائیں - نہ ہی اس قدر آدمی ہی میسر آ سکتے ہیں - لیکن مسیحی دنیا کی ہر قسم کی جد و جہد اور ساز و سامان کے بالمقابل انہیں حیرت انگیز طور پر کامیابی نصیب ہو رہی ہے - جس کا اعتراف اب کچھ کچھ یورپ کے اہل نظر اصحاب نے کرنا شروع کیا ہے

حکیم مرہم عیسیٰ صاحب

کی ایک مراسلت آج کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ درج ہے - حکیم صاحب اس خط کے لکھنے کے بعد بوجہ علالت طبع لاہور آگئے ہیں - بفضل خدا قادیان اور ننگل باغبانان میں اچھی خاصی کامیابی ہوئی ہے - قریباً پانچ آدمی قادیان میں اور ۱۲ یا ۱۳ ننگل میں میاں صاحب کے عقائد سے بیزار ہو کر ان کی بیعت سے توبہ کر چکے ہیں - ان سب کے توبہ نامے حکیم صاحب موصوف اپنے ساتھ لائے ہیں جنہیں انشاء اللہ - ایک ایک کر کے آئندہ اشاعتوں میں شائع کیا جائیگا - الحمد للہ کہ حکیم صاحب کی مخلصانہ کوششیں بالآخر بارآور ہوئیں - اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور تائید سے انہیں یہ خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی

القول المجد فی تفسیر اسمہ احمد

یعنی مولانا سید محمد احسن صاحب کی وہ نادر تصنیف جس میں عقائد محمودیہ درباره پیشگوئی اسمہ احمد - نبوت مسیح موعود مسئلہ کفر و اسلام کی بدلائل قاطع کے ساتھ تردید کر کے معقولی اور منقولی براہین سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد کے اصل اور حقیقی مصداق آنحضرت صلعم تھے حضرت مسیح موعود کامل نبی نہیں بلکہ جزوی اور مجازی نبی ہیں مسیح موعود کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا - قیمت فی جلد ۔ ملنے کا پتہ :-

---

مراسلات

احباب ضلع ڈیرہ غازیخان کی کامیاب کوششیں

ذیل کا مراسلہ حضرت امیر کی خدمت میں موصول ہوئی ہے :-

اعلیٰ حضرت الشیخ الجلیل مولینا حضرت امیر المومنین سلمہ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - مدت کے بعد حضور کی طرف خط لکھ رہا ہوں - وجہ کثرت مشاغل - الحمد للہ کہ آپ کی مساعی جمیلہ اور دعاہائے سحرگانہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک مختصر سی جماعت جامپور شہر (تحصیل ڈیرہ غازیخان) میں بھی عطا فرمائی - منشی الٰہی بخش منشی عبدالعزیز - منشی عبدالغفور اس سے پہلے منشی دوست محمد صاحب جیسا نہ موجود تھے - دو اور صاحب بھی ہیں - جو گو مبایعین میں سے ہیں - تاہم رجحان اور میلان حضور کی تعلیم کے ساتھ ہے - ڈیرہ غازیخان شہر میں بھی چند کسان داخل سلسلہ آپ کے ہاتھ پر ہو چکے ہیں - سب کے سب شریف اور متقی نوجوان اور ہوشیار روش والے ہیں - مگر ان سب میں سے میں نہایت خوشی سے اظہار کرتا ہوں کہ منشی الٰہی بخش صاحب سٹوڈنٹ بہاولپور کالج - اور منشی عبدالغفور بلوچ جو ساکن جامپور کے نواح کے ہیں - مگر کام مستری کا آرٹس سکول لاہور میں سیکھتے ہیں - آجکل رخصت گرما پر گھر میں ہیں - اور چند ایام سے داخل سلسلہ ہوئے ہیں - دونوں نہایت مخلص اور جوشیلے متین نیک صالح بزرگ ہیں - منشی عبدالغفور محض پرائمری پاس ہے - مگر دل کا بزرگ اور تعلیم دینی کا نہایت خواہاں اور متلاشی معلوم ہوتا ہے - ان کی خواہش اپنا اوقات فاضلانہ تعلیم میں بیتے پائی - کاش کہ ہم غیر احمدیوں کو ایک مثال بنکر دکھا دیں اور کچھ کام کریں - محض بیعت بغیر کام کے عبث ہے - اور کاش کہ جامپور میں کچھ سلسلہ کی خدمت شروع کریں - اور ایک مسجد بھی تعمیر کریں ÷ ایک چھوٹی سی بستی کا کم تعلیم نوجوان بہت کچھ فرحت افزا امیدوں کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے اور میں نے ٹٹولا تو اسے ایک غضب کی جرأت والا انسان پایا - اظہار احمدیت میں جو ابتدا میں نو مبایعین میں کسی قدر ہچکچاہٹ ہوتی ہے - خوب جرأت سے کام لیتا ہے - خود فخریہ ظاہر کرتا ہے - دوسروں کو بلاتا ہے - ایسا ہی منشی الٰہی بخش صاحب ہیں خوب سلسلہ کی تبلیغ - غلط عقائد محمودیوں کے کھنڈن میں مصروف رہتے ہیں - ہر دو اصحاب نہایت دیندار اور متقی بھی ہیں -

مولینا دوست محمد صاحب تو خوب با اخلاق کام کرنے والے نوجوان احمدی ہیں - ان نوجوانوں کو الٰہی سلسلہ میں داخل کرنے میں زیادہ تر انہی کے اخلاق کریمانہ و نمونہ مزکیانہ کو دخل ہے - نوجوان سعید روحوں پر مولوی صاحب کا خوب اثر ہوتا ہے - مولینا کے لئے ہمیشہ مجھے دعائیں مانگنے کے لئے تحریک رہتی ہے - مگر . . . انہیں محمودی عقائد کی تردید کے لئے کسیقدر کمی جرأت کی شکایت مجھے ضرور ہے - حالانکہ عملاً ہمارے ساتھ ہیں مگر حضرت صاحب کی اولاد کے ساتھ مولینا کو پاس ادب اس بارہ میں مانع ہے حالانکہ ایک طرف اصول ایمان - دوسری طرف آل مسیح ضروری اصول ایمان کو مقدم رکھنا چاہئے - اور جس اسلام کی اشاعت کے لئے حضرت امام تشریف لائے تھے - اس کی پائمالی میں سہواً یا عمداً کوئی بھی کوشاں ہو - زید یا بکر - خواجہ صاحب یا پیارا محمود - ہم خواجہ اور محمود کو بخوشی چھوڑ دیں گے - مگر اسلام کو نہیں چھوڑ سکتے - کاش کہ مولینا دوست محمد صاحب سلسلہ پر رحم فرمائیں اور اعلیٰ جرأت دکھلا کر بہت سے انسانوں کی ہدایت کا باعث بنیں - جو مولینا کے ساتھ کسی نہ کسی پہلو سے انس اور موانست رکھتے ہیں - میں بدظنی کا مرتکب ہونگا - اگر یہ کہوں - کہ خاندان کی ہمدردی عزیزی سلسلہ احمدیہ کے دونوں فریقوں کے ساتھ اس بارہ میں مانع ہے - ہرگز نہیں - بلکہ ان کے پہلو میں ایک خیال بے بنیاد کانٹے کی طرح کھٹکتا رہتا ہے - کہ ہر دو فریق جادہ صواب سے بھٹکے ہوئے اور شاہراہ نور دین سے پھسلے ہوئے ہیں - یہ مولوی صاحب کا خیال غلط ہے - جزوی اختلافات یا جزوی آراء کا تو کچھ مضائقہ نہ سمجھنا چاہئے - اصولی مراحل طے فرمائے جاویں تو وہ ہمارے ساتھ ہیں - اس صورت میں ان کو علانیہ اعلان فرمانا چاہئے - پیچدار اور توجیہ دار گھتیاں جہاں ہوویں - وہاں سے علیحدگی فرمانی چاہئے - کیونکہ متشابہات کا دامن پکڑنا زیغ میں مبتلا ہونا ہے - اور محکمات سے تعلق رکھنا میانہ روی اور سلامت روش کی بیّن دلیل ہے - میں دعا کرتا ہوں جہاں مولینا دوست محمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ انس و ہمدردی کے لئے الفا فرمایا ہے - وہاں وقت قریب ہے کہ وہ کلی طور پر ہمارے ساتھ ہو کر غلط امور کو علانیہ غلط اور صحیح امر کو علانیہ درست قرار دینے میں ایک مومنانہ جرأت کا اظہار فرما دینگے - جس خدا نے حضرت امروہی جیسے بزرگ انسان کو ہماری تائید کے لئے بھیجا ہے - اسی سے امید ہے کہ ڈیرہ غازیخان کی سرزمین سے بھی بہت روحوں کو ہمارے واسطے بھیجیگا -

میں ڈیرہ غازیخان کے متعلق بھی عرض کرتا ہوں کہ اس رنگ احمدیت کی تخریب ہو چکی ہے - مگر محمودی صاحبان طرح طرح کی ریشہ دوانیوں وغیرہ بہانوں سے اس احمدیت کو غیر احمدیت اور زندیقیت سے منسوب کر کے الفضل میں یاوہ گوئی کر رہے ہیں - وہ محمد اکبر جو اخلاص اور متانت و سنجیدگی و مہذبانہ تکلم کا مصدر و منبع قرار دیا جاتا تھا - ہاں آج وہی نوجوان کا بیٹا متکبر شان قوم کے برخلاف ایک بازاری انسان کی طرح ذاتیات پر اتر کر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جیسے راستباز انسان کو ڈھول اور طنبور کا ماہر قرار دیتا ہے - خدا کی قدرت کما تدین تدان جس خاصیت کا فونو حضرت ڈاکٹر صاحب کو ناہنجار اکبر آج بتاتا ہے - خود یہ نہیں دیکھتا - کہ اسی وقت خود اسی کے منہ سے . . . قبیح الفاظ نکل رہے ہیں - جو طبل و ڈھولکی والے کے منہ سے نکلا کرتے . . . - اور کبھی یہ شخص لکھتا ہے کہ نو احمدیان پھر گئے ہیں - اور کبھی کچھ لکھتا ہے - حالانکہ وہ مستقیم ہیں - مانتا ہوں - یہ نو احمدیان تو نور الدین بنگئے ہیں اور نہ عبدالکریم اور نہ محمودی مبایعین پہلے پہلے غوث و قطب بن جاتے ہیں سب حسد و جلن کا نتیجہ ہے جس سے یہ لوگ اپنی کرتوتیں ظاہر کر رہے ہیں اور ہو بہو غیر احمدی متعصب مولویوں کے قدم پر ان لوگوں کا قدم جا رہا ہے -

بالآخر التماس ہے - کہ جیسا پہلے عرض کیا تھا - حضور اپنے قدوم میمنت لزوم سے ضرور اس جگہ موقعہ حسنہ پر معہ چند خدام تشریف لاویں - تاکہ تشنہ لبان توحید شربت روحانیت سے اپنی پیاس کو بجھاویں - اور یہ نوجوان . . . بھی حضور کی زیارت سے فیضیاب ہو کر ایک روحانی شاہراہ پر پہنچیں جہاں محمودی طعن و تشنیع کے بہانے ان تک پہنچ سکیں - اور یہ بڑھتا ہوا پودا ایک درخت بن جاوے اور اصلها ثابت وفرعها فی السماء کے مصداق ہوں - طالب دعا -

نور محمد داروغہ نہر مانہ - ضلع ڈیرہ غازیخان -

قادیان سے حکیم مرہم عیسیٰ صاحب کی تقریر رپورٹ

مکرمی - السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ -

میں نے پہلے اس سے لکھا تھا - میرا دوسرا لیکچر ۱۱ ستمبر کو ہونیوالا تھا - رات ننگل میں دوسرا لیکچر ہوا لیکچر سننے کے لئے بہت دور دور سے لوگ آئے یہانتک کہ قادیان سے بھی بہت لوگ آ گئے - جن میں میاں صاحب کے غالی مرید اور فخر الدین ملتانی اور "فلاسفر" وغیرہ بھی تھے - رات پھر انہوں نے لیکچر میں بولنا شروع کیا اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کے پڑھنے پر انہوں نے لعنۃ اللہ - لعنۃ اللہ آواز بلند سے کہنا شروع کر دیا - حاضرین مجلس برداشت نہ کر سکے - قریب تھا کہ سخت دنگا ہو جاتا - مجھے ایک شخص کے کہنے پر وعظ کو بند کرنا پڑا - جب وعظ کو بند کیا - تو ایک غلغلہ مچ گیا - گاؤں کے تمام لوگ میرے ساتھ ہو گئے اور مجھے وعظ کے لئے پاس ہی ایک گاؤں ننگل تھا وہاں کی مسجد میں لے گئے - وہاں بھی اس قدر ہجوم ہو گیا کہ تمام مسجد پر ہو گئی - رات ۱۲ بجے تک میں نے حضرت صاحب کے دعووں اور مجددوں کے ماننے کی ضرورت اور مسئلہ کفر و اسلام پر بیان کیا - خدا کا شکر ہے کہ بہت لوگ راہ راست پر آ گئے - آج قادیان میں میرا لیکچر انشاء اللہ ہوگا - تمام لوگ میرے لیکچروں کے سننے کے سخت مشتاق پائے جاتے ہیں اور سارا سارا دن میری باتیں دلچسپی سے سنتے ہیں -

سات آدمیوں نے تو توبہ نامے لکھ دیئے ہیں امید ہے ابھی کئی اور توبہ نامے لکھیں گے -

یہاں خدا کے فضل سے ایک بھاری جماعت ہو جائیگی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - بروز پنجشنبہ مورخہ ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۲

امام اور حکم

(از مولوی نذر علی صاحب از پشاور)

یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر ذالک خیر و احسن تاویلا۔ (سورۃ النساء ۵)

قرآن کریم کی یہ آیت بھی معرکۃ الآراء ہے۔ تشیع اسی سے امام وقت کی اطاعت کا وجوب ثابت کرتے ہیں۔ اور امام کو بھی مثل نبی معصوم اور مفروض الطاعت قرار دیتے ہیں۔ اور اس کا حکم مثل حکم رسول واجب الاتباع قرار دیتے ہیں گویا ان کے ہاں نبی اور امام میں سوائے تفریق اسم کے اور کوئی فرق نہیں۔

ہمارے محمودی احباب بھی جو شیعان آخر ہیں انہیں کے نقش قدم پر چل پڑے ہیں۔ اس جگہ میں علی مرتضیٰ علیہ السلام کا ایک فیصلہ انما اللجت نہج البلاغہ سے ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔ کہ شیعان اول اور شیعان آخر ہر دو غلط راہ پر گامزن ہیں۔ وہ اس کلام جناب امیرؑ سے سبق حاصل کریں۔

وھوھذا :- انا لم نحکم الرجال ...... وانما حکمنا القرآن .... ولما دعانا القوم الیٰ ان نحکم بیننا القرآن .... وقد قال اللہ سبحانہ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول۔ فردہ الی اللہ ان نحکم بکتابہ وردہ الی الرسول ان ناخذ بسنتہ الخ (ص ۲۹۵ جلد ۱ - نہج البلاغہ)۔

دیکھیں۔ جناب مولا مرتضیٰ فرماتے ہیں۔ کہ حکم اور واجب الاطاعت دو چیزیں ہیں۔ اللہ اور اللہ کا رسول۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت موجود ہے۔ اگر اولی الامر کے ہمراہ تنازع ہو جاوے۔ تو یہ تنازع ممکن ہے۔ اس صورت میں رفع نزاع اس طرح ہو گی۔ کہ امر متنازعہ فیہ کو خدا اور رسول کی طرف لوٹا دینگے۔ پس ردوہ الی اللہ کے یہ معنے ہیں۔ کہ قرآن کی طرف رجوع کرینگے اور ردوہ الی الرسول کے یہ معنے ہیں کہ سنت رسول اللہ میں اس بات کا فیصلہ تلاش کرینگے

اب کلام جناب امیر علیہ السلام نے اس بات کا فیصلہ کر دیا۔ کہ اولی الامر یا بالفاظ دیگر امام اور خلیفہ وقت کا حکم بمثل رسول کے حکم کے ہرگز نہیں بلکہ واجب الاتباع والتمسک دو چیزیں ہیں۔ قرآن اور سنت رسول اللہ۔ امام اور خلیفہ وقت کا حکم تبعاً قابل اتباع والتمسک ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ قرآن اور سنت رسول اللہ کو بیان کرنے والا اور جاری کرنے والا ہوتا ہے۔ اب وہی آیت قرآن جس سے تشیع امام کو مفروض الطاعت اور معصوم ثابت کرتے ہیں۔ خود امام صاحب اسی آیت سے اپنے لئے اور غیر کے لئے قرآن اور سنت رسول اللہ کو واجب الاتباع والتمسک قرار دیتے ہیں۔ اس تشریح سے حدیث ثقلین کی حیثیت بھی واضح ہو گئی۔ کیونکہ سردار اہلبیت خود فرماتا ہے۔ انا لم نحکم الرجال یعنی ہم آدمیوں کو حکم مقرر نہیں کرتے بلکہ قرآن اور سنت رسول اللہ ہمارے لئے اور ہمارے غیر کے لئے حکم ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ اور اہلبیت کا یہی مذہب تھا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کیسا صاف اور واضح طور پر امام اور خلیفہ وقت کی پوزیشن سجا لت سفارت ایک غیر سلطنت کے گورنر کے سامنے بیان فرما دیا۔ **وامیرنا رجل منا ان عمل فینا بکتاب دیننا و سنۃ نبینا اقررناہ علینا وان عمل غیر ذالک عزلناہ** (فتوح الشام ازدی ص ۱۵۵ کلکتہ)

حضرت صدیق جب خلیفہ ہوئے۔ پہلا خطبہ اس طرح پڑھا **ایھا الناس قد ولیت امرکم انا متبع لست بمبتدع فان احسنت فاعینونی فان زغت فقومونی** (ابن سعد جلد ۳ ص ۱۲۹)

الغرض یہ جواب اُمو قت حضرت علیؓ نے قوم کے سامنے پیش کیا۔ جب قوم نے حکم مقرر کرنے پر اعتراض کیا۔ اس لئے حضرت مرتضیٰ نے قرآن کی آیت سے استدلال کر کے فرمایا کہ حکم مقرر کرنے سے غرض یہ ہے کہ وہ حکم قرآن اور سنت رسول اللہ کے مطابق میرے اور میرے مخالف یعنے امیر شام کے درمیان فیصلہ دیویں۔ کیونکہ جب خلیفہ کے ہمراہ تنازعہ ہو جاوے۔ تو قرآن کا یہی حکم ہے۔ اب خلیفہ اور امام کا معصوم ہونا جو تشیع کے متکلمین کی اپنی خود کاشتی بات ہے۔ غلط ثابت ہو گئی۔ مدعی سست۔ گواہ چست۔

اور یہ فیصلہ مولا مرتضیٰ کا بالکل صحیح تھا۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ فرمایا۔ **ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ**۔ اس رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ خلیفہ اور امام کو اس میں شامل نہیں کیا ایک اور جگہ فرمایا۔ **فلا وربک لا یومنون حتیٰ یحکموک فی ما شجر بینھم** (سورۃ النساء)

یہ ارشاد بھی رسول ہی کے لئے مختص ہے۔ امام اور خلیفہ کا اس میں کوئی حق اشتراک نہیں۔

یہ امر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ شریعت اسلامی میں سوائے خدا اور رسول کے حکم کے اور کسی کا حکم من حیث ہُو واجب الاتباع والتمسک نہیں ہے۔ امام کا وہ حکم واجب الاتباع والتمسک ہے جو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق معروف فی الشرع ہو اور یہ بھی گویا خدا اور رسول ہی کا حکم ہوتا ہے نہ کہ امام وقت کا اپنا حکم۔ کیونکہ وہ خدا اور رسول کا حکم بیان فرما دیتا ہے۔ اور خدا اور رسول کے حکم کو وہ جاری کرنے والا ہوتا ہے۔

خیر القرون صحابہ کرام اور حضرات اہلبیت علیہم السلام قرآن اور سنت رسول اللہ ہی کے پابند تھے۔ اور سخت تشدد سے اس میں کام لیتے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس تمتع بالعمرہ الی الحج کے وجوب کے قائل تھے۔ بعض صحابہ کرام کو اس میں اختلاف تھا۔ جب عروہ نے ان سے کہا افراد حج افضل ہے تو ابن عباس نے فرمایا تمتع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس پر عروہ نے کہا۔ ولکن ابوبکر و عمر لم یفعلا۔ اس پر حضرت ابن عباس بہت خفا ہوئے اور فرمایا۔ **یوشک ان ینزل علیکم حجارۃ من السماء اقول قال رسول اللہ علیہ وسلم وتقولون قالا ابوبکر و عمر**۔ پس اندازہ کریں کہ اتباع قرآن اور سنت رسول اللہ یا بالفاظ دیگر فردوہ الی اللہ و الرسول کا کیا جاہ و جلال صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کی نظروں میں تھا۔ بہت سی باتوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف الرائے تھے۔ امام مفروض الطاعت اور امام معصوم تشیع کے متکلمین کی من گھڑت باتیں ہیں جس پر شیعان آخر اب چل رہے ہیں۔

قال علیہ السلام۔ (۱) اما وصیتی فاللہ لا تشرکوا بہ شیئا ومحمدا صلی اللہ علیہ وسلم فلا تضیعوا سنتہ اقیموا ھذین العمودین واوقدوا ھذین المصباحین وخلاکم ذم الخ (ص ۳۳۳ نہج البلاغہ جلد ۱) (ترجمہ) میری یہ وصیت ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے ہمراہ کسی کو شریک نہ کرنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ضائع نہ کرنا ان دونوں عمودوں کو قائم رکھنا۔ اور ان دونوں چراغوں کو روشن کئے رہنا۔ تم ذم اور عیب سے دور رہو گے۔ جب تک ان دونوں سے نہ ہٹا گو۔

کلام سردار احد الثقلین میں تامل کرو۔ اپنے آپ کو واجب الاتباع والتمسک معصوم اور مفروض الطاعت قرار نہیں دیتے۔

قال علیہ السلام :-

(۲) افیضوا فی ذکر اللہ فانہ احسن الذکر واقتدوا بھدی نبیکم فانہ افضل الھدیٰ واستنوا بسنۃ فانہ اھدی السنن وتعلموا القرآن فانہ احسن الحدیث۔ (ص ۲۲۶ نہج البلاغہ)

قال علیہ السلام :-

(۳) ولکم علینا العمل بکتاب اللہ وسیرۃ رسول اللہ والقیام بحقہ والنعش لسنتہ (ص ۲۹۶ نہج البلاغہ) لوگو تمہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سیرت رسول اللہ صلعم پر چلنا چاہئے۔ جیسا کہ اسپر چلنے کا حق ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو بلند کرو۔ اور اگر احداث بدعت سے اس میں نقص واقع ہو گیا ہو تو اس کا تدارک کرو۔

(۴) حدثنی ھشام بن الحکم انہ سمع ابا عبداللہ علیہ السلام یقول لا تقبلوا علینا حدیثا الا ما وافق القرآن والسنۃ ..... واتقوا اللہ ولا تقبلوا علینا ما خالف قول ربنا وسنۃ نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فانا اذا حدثنا قلنا قال اللہ عزوجل وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ص ۱۴۶ رجال کشی)

بیان کیا ہشام بن الحکم نے کہ تحقیق اس نے سنا ابا عبداللہ علیہ السلام سے کہ وہ کہتے۔ کہ کوئی بات ہمپر قبول نہ کیا وے سوائے اس قول اور حدیث کے جو قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہو۔ کیونکہ جب ہم اہلبیت کی کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں فرمایا اللہ تعالےٰ عزوجل نے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

یہ وہ خاص کلام ہیں۔ جو امام اول اور سردار اہلبیت اور سردار احد الثقلین نے فرمائے ہوئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ واجب الاتباع والتمسک قرآن اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ نہ کہ قرآن اور اہلبیت جیسا کہ مزعوم تشیع ہے۔ **والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔**

اخلاقی سبق

(۱) والدین اور اولاد - والدین کو چاہئے۔ (۱) اپنے بچوں کو برائی سے پرہیز کرتے رہیں۔ (۲) انکو نیکی اور رحم اور پرہیزگاری میں مشق کرائیں۔ (۳) انکو علم و فنون سکھلائیں۔ (۴) انکے واسطے مناسب زوجہ یا شوہر تجویز کریں۔ (۵) ان کی جائداد انکے حوالہ کریں۔

لڑکے کو کہنا مناسب ہے کہ (۱) میں انکو ادا کرونگا جنہوں نے میری پرورش کی تھی۔ (۲) میں وہ خاندانی فرائض انجام دونگا جو مجھپر واجب ہیں۔ (۳) میں والدین کی نگہبانی کرونگا۔ (۴) میں انکا وارث ہونے کے لئے اپنے آپ کو لائق بناؤنگا۔ (۵) جب وہ مر جائینگے۔ تو میں انکی یادگار قابل تعظیم سمجھونگا۔

(۲) شاگرد اور اُستاد

شاگردوں کو اپنے اُستاد کا ادب کرنا چاہئے۔ (۱) انکے سامنے بیدار و مستعد کھڑے ہو جائیں۔ (۲) ضروریات کے وقت انکا ہاتھ بٹائیں۔ (۳) انکا حکم مانیں۔ (۴) انکی ضروریات مہیا کریں۔ (۵) انکی نصیحت توجہ سے سُنیں۔ (۶) اُستاد کو اپنے شاگردوں سے محبت کرنی چاہئے۔ (۷) اُن کو تمام نیک باتیں سکھلائے۔ (۸) علم کو مضبوط پکڑنے کے لئے ترغیب دے۔ (۹) سائنس اور دیگر علوم پڑھائے (۱۰) انکے دوست احباب سے انکی تعریف کرے (۱۱) انکو خطرہ سے بچائے۔

(۳) شوہر اور زوجہ

شوہر کو اپنی زوجہ کی دلجوئی کرنی چاہئے۔ (۱) انکے ساتھ عزت سے پیش آئے۔ (۲) انکے ساتھ مہربانی کا سلوک کرے۔ (۳) انکے ساتھ وفادار رہے۔ (۴) دوسروں سے اسکی عزت کرائے۔ (۵) انکے لئے مناسب زیور اور لباس مہیا کرے۔

زوجہ کو شوہر کے ساتھ محبت کرنی چاہئے۔ (۱) انکے گھر کا معقول انتظام کرے۔ (۲) انکے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ مہمان نوازی کرے۔ (۳) وہ پارسا عورت ہو۔ (۴) وہ کفائت شعار خانہ دار عورت ہو۔ (۵) اپنے تمام کاموں میں قابلیت اور جفاکشی دکھلائے۔

(۴) دوست اور احباب

معزز آدمی اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ (۱) انہیں تحائف اور سوغات پیش کرتا ہے۔ (۲) انکے ساتھ خلق سے کلام کرتا ہے۔ (۳) دوستوں کی محبت اپنے ساتھ بڑھاتا جاتا ہے (۴) انکے ساتھ وہ باتیں کرتا ہے جو وہ اپنے ساتھ کی جانا پسند کرتا ہے۔

دوست کو دوست کے ساتھ اپنی دلبستگی ظاہر کرنی چاہئے (۱) جب اسکو اپنی ذاتی حفاظت کا موقع نہ ہو اسکی پاسبانی کرے (۲) جب وہ لاپرواہ ہو انکے مال کی حفاظت کرے۔ (۳) خطرہ کی حالت میں انکے لئے پناہ مہیا کرے۔ (۴) مصیبت میں اس کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جان شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ، سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ز دریا بیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اتباعش نے قول او و جان ما ست — ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبر ہائے معاد — ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است — منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیاء سابقین — آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباہ

قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴،
سہ ماہی ۲ طلباء سے سالانہ ۵

جلد ۴ | لاہور پنجشنبہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۳۴ سنہ ہجری المقدس مطابق ۲۱ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۲

کیا عربی زبان الہامی ہے

ام الالسنہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

نام تجویز کرتے وقت علم الاشیاء کا ہونا ضروری ہے

بہرحال کوئی بھی رائے قائم ہو افعال پہلے ہوں یا اسماء تو بھی افعال یا اسماء تجویز کرنے کے وقت علم الاشیاء کا ہونا ضروری ہے۔ اگر عربی زبان میں افعال اُن خواص کی طرف اشارہ کریں جو بعض چیزوں میں مضمر ہیں۔ یا موسوم میں اُن افعال کی استعداد مضمر ہو جو اُن افعال سے واضح ہوتی ہیں تو پھر بھی زبان کا بنانے والا خواص الاشیاء کا ماہر ہونا چاہیئے۔ مثال کے طور پر ہم لفظ قلب کو لیتے ہیں جس کے عربی میں دو معنے ہیں۔ اسم کے معنی دل کے ہیں اور فعل کے معنے پھیرنا ہے۔

دل کے دو بڑے کام

اب قلب یعنی دل کے دو ہی بڑے فعل ہیں۔ ایک ذہنی اور ایک جسمانی ذہنی فعل تو یہ ہے کہ ہمارا دل ہی ہماری رائے ہمارے خیالات۔ ہمارے ارادوں کو پھیرتا ہے۔ اور اُس کا جسمانی فعل وہ ہے جو ڈاکٹر ہاروے نے تین صدی ہوئی دریافت کیا ہے یعنی خون کے کورس (دوران) کو پھیرتا ہے۔ جسم میں خون کی گردش کا موجب ہمارا دل ہی ہوتا ہے خون ایک طرف سے آتا ہے اور دل کے فعل کے ماتحت دوسری طرف چلا جاتا ہے۔ اب یا تو اولاً قلب یعنی پھیرنا مجوزان نے تجویز کیا اور اس کے بعد دل کے اس فعل خاصہ کو سامنے رکھ کر لفظ قلب سے اُسے موسوم کیا۔ یا دل کا نام پہلے قلب تجویز ہوا اور چونکہ اس کا بھاری فعل پھیرنا تھا اس لئے اس لفظ کے فعلی معنی پھیرنا ہوگئے۔ بہرحال کوئی قیاس دونوں میں سے صحیح ہو یہ امر ماننا پڑتا ہے کہ لفظ قلب کا مجوز اُس کے اس فعل سے آشنا تھے قلب اُن الفاظ میں سے ایک لفظ ہے جو ابتدا سے موسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں۔ لہذا کیا یہ لفظ کسی اتفاق اور جہلی کی حالت میں بن سکتا ہے۔ یہ لفظ ایک ہی اس بات کی شہادت ہے کہ یہ لفظ علیم اور خبیر ذات کا تجویز کردہ ہے۔

چند اور مثالیں

اب میں ذیل میں چند اور الفاظ دیتا ہوں اور اُن میں مختصراً اس کیفیت کی طرف اشارہ کر دیتا ہوں جو اُن الفاظ میں تو مضمر ہے لیکن جس کو علم وسائنس نے آج ہی سمجھا اور دریافت کیا۔ **ارض** کے جہاں معنی زمین کے ہیں۔ وہاں ارض اُس حرکت کو بھی کہتے ہیں جو کسی کے سر میں بلا اسباب ظاہری پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے انسان کا ضعیف العمری میں خود بخود آٹھوں پہر سر ہلتا رہتا ہے۔ چنانچہ عربی میں ماروض اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا سر اور جسم بلا ارادہ ہر وقت ہلتا ہے۔ یعنی جس کی حرکت کا باعث نظر نہ آئے۔ بلکہ اگر زمین کا کوئی نام حرکت ارضی کو سامنے رکھ کر تجویز ہوتا تو اُس کو ارض کہنا بہت موزوں ہوتا۔ کیونکہ زمین میں ایک قسم کا تحرک تو ہے لیکن ظاہراطور پر اُس کا سبب نظر نہیں آتا۔ چنانچہ یہی زبان عربی میں ارض یا ماروض کے معنی ہیں۔ اب کیا یہ کہنا تکلف ہے کہ ارض یعنی زمین کے اندر جو ایک مستقل اور آٹھوں پہر کی حرکت ہے اور جس کا علم اب تھوڑی مدت سے ہوا اُس نے لفظ ارض کو یہ فعلی معنی دیئے۔ یا اگر لفظ ارض کے فعلی معنے ایسی حرکت کے ہیں جس کا اوپر بیان ہوا تو چونکہ زمین میں اس قسم کی حرکت موجود ہے اس لئے اُس لحاظ سے اُس کا نام ارض رکھا گیا۔

اسی طرح راسیہ جمع رواسی یعنی پہاڑ یا چٹان اُس سے انگریزی لفظ روک مشتق ہے۔ اس کے اسمی معنی پہاڑ کی وہ ابتدائی حالت ہے جب یہ زمین سے پیدا ہوئے۔ لیکن اس کے فعلی معنی لنگر ڈالنا یا متحرک چیز کو ٹھہرانے کے ہیں یعنی جس طرح جہاز جو متحرک و متزلزل ہوتا ہے اُس کو لنگر ڈالنے سے ایک جگہ قائم کر دیا جاتا ہے۔

اب اگر ہم ان چٹانوں اور روک کی پیدائش پر غور کریں اور سائنس دانوں سے دریافت کریں کہ یہ

پہاڑ ابتدا میں کس طرح پیدا ہوئے

اور ان کا اثر کیا ہوا تو یہ لوگ بھی یہی بتلاتے ہیں۔ زمین جس کے اندر نہایت ہی گرم سیال تھی اور جو آٹھوں پہر لاوا ہو کر زمین سے اُبلتی تھی اور زمین کو سخت متزلزل کرتی رہتی تھی یہی لاوا باہر نکلتا نکلتا چٹانی صورت اختیار کرتا گیا اور پہاڑوں کو پیدا کرتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمین نے اُس تزلزل سے سکون پایا۔*

الغرض چٹان کا نام عربی میں اس لئے راسیہ رکھا گیا کہ انھوں نے متزلزل زمین کے ساتھ وہ امر کیا جو ایک لنگر جہاز کے ساتھ کرتا ہے۔ ایں راسیہ یعنی چٹان کا اصل فعل زمین کے تزلزل کو روک کر سکون دینا تھا اس لئے اس لفظ کے فعلی معنی لنگر ڈالنا یا متحرک چیز کو ٹھیرانا کے ہوگئے بہرحال دونوں صورتوں میں اس لفظ کا مجوز چٹان کی غرض پیدائش سے بالضرور آگاہ ہونا چاہیئے۔ پھر جو بادلوں اور بارش کی کیفیت آج دریافت ہوئی ہے وہ خود عربی کے دو لفظوں میں مضمر ہے۔ سحاب (بادل) کا مادہ سحب بمعنی کھینچنا یا ایک چیز کا دوسری جگہ کھینچا جانا اور رجع (یعنی بارش) اس کے فعلی معنے واپس ہونا۔ اب کیا زمین کا پانی اوپر نہیں کھینچا گیا اور پھر وہی بارش کی صورت میں واپس نہیں آیا۔ زمین کے پانی پر جب فعل سحب (کھینچنا) وارد ہوا تو وہ سحاب (بادل) ہوگیا۔ اور جب اس پر فعل رجع (واپس) صادر ہوا تو وہ رجع (بارش) ہوگیا۔ اسی قسم کا ایک لفظ زلزلہ ہے زل کے معنی پھسلنا کے ہیں اور سائنس ہمیں اطلاع دیتی ہے کہ ہمیشہ زلزلہ کا نتیجہ یا باعث زمین کے اندر کی تہوں کا اپنے مقام سے پھسلنا ہوتا ہے۔

عربی الفاظ میں جسمانی کیفیت کے ساتھ اخلاقی و روحانی کیفیت بھی مضمر ہے۔

پھر عربی زبان میں بعض الفاظ جو جسمانی کیفیت اپنے اندر رکھتے ہیں ان میں وہ روحانی اور اخلاقی کیفیات بھی چھپی ہوتی ہیں جو اُن جسمانی کیفیات کی غرض و غایت ہوتی ہے مثلاً ایک طرف ادب کے معنی سزا دینا اور دوسری طرف اُس کے معنی تہذیب اخلاق کرنا۔ گویا سزا دینے کی علت غائی یہ بتلائی ہے کہ اس غرض تربیت و تادیب ہوا کرتی ہے۔ میرے اس مقصد کو دو اور لفظ شاید زیادہ واضح کر دینگے وہ لفظ ہیں **عقاب و عذاب** ان دونوں کے معنی وہ تکلیف یا سزا ہوتی ہے جو ہمیں روحانی یا جسمانی طور پر ہمارے افعال کی سزا میں ملے۔ خواہ وہ یہاں ہو یا کسی آئندہ زندگی میں۔ اب ان دو لفظوں نے اس تکلیف یا سزا کا حقیقی فلسفہ ہمارے سامنے رکھدیا۔ یعنی ایک طرف تو وجہ بتلائی کہ یہ تکلیف ہمیں کیوں آئی۔ اور دوسری طرف یہ بتلادیا کہ اس تکلیف کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ لفظ عقاب عقب سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پیچھے آنے والا۔ اور لفظ عذاب عذب سے نکلا ہے جس کے معنی شیرینی بھی ہیں۔ گویا ان دو لفظوں میں عذاب کی حقیقت ہم پر کھول دیگئی ہے۔ جو تکلیف یا مصیبت ہم پر آتی ہے وہ ہمارے ہی اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ہمارے اعمال کے پیچھے پیچھے بطور سایہ کے چلا آتی ہے۔ اور جب ہم اس عذاب کی تکلیف میں پڑتے ہیں تو اُس کا پھل ہمارے لئے شیریں ہوتا ہے۔ یعنی اس تکلیف کے ذریعہ ہم اُن بداعمالیوں سے الگ ہو کر اپنی زندگی کو شیریں کام کر لیتے ہیں اسی قسم کا لفظ ابتلا ہے۔ جس کے ایک معنی تو مصیبت کے ہیں اور اس کا مادہ بلا ہے جس کے معنے انعام کے بھی ہیں کیونکہ انسان مصیبت میں ہی پڑ کر اور آزمایا جا کر مستحق انعام ہوتا ہے۔

(باقی آئندہ)

* وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بکم

رزمگاہ فرانس - لندن ۱۷ ستمبر - جنرل ہیگ کی آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے جنوب انکر میں مزید کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اور نواح کورسلیٹ میں اپنے فوائد کو ایک ہزار گز لمبائی پر وسعت دی ہے۔ اور ہم نے قریب تھیپول اس گذشتہ شام ایک خاص کامیابی حاصل کی۔ ہم نے ایک میل کے محاذ پر زبردست استحکامات پر جنہیں کہ خندق ڈینوب کہتے ہیں قبضہ کرلیا۔ اور نیز استحکامات موکٹ بھی ہمارے قبضہ میں آگئے قیدیوں کی تعداد روبترقی ہے۔

ہوائی بیڑہ کی سرگرمی - لندن ۱۷ ستمبر - پیرس آج سہ پہر کی مراسلت مظہر ہے کہ علاقہ جات برنی - دورمنٹ - ریورز میں خاص شدید اتشباری ہوئی۔ غنیم کے چار جہاز جن میں سے ایک شمال دوناموںٹ میں نیچے گرادیا گیا۔ زمین پر لائے گئے فرانسیسی ہوائی دستوں نے بمب اندازی میں بڑی سرگرمی کا اظہار کیا ہے۔ مختلف مقامات پر ۹۴۲ بمب کے گولے پھینکے گئے۔

رزمگاہ روس - لندن ۱۷ ستمبر - پٹیروگرڈ - ایک سرکاری بیان سے پایا جاتا ہے۔ کہ دریائے زلوٹالیپا کے دائیں کنارے پر جنوب برزی زینی کی شدید معرکہ آرائی میں ساڑھے پانسو قیدی گرفتار کئے گئے ہیں۔ دریائے نادر جوکا کے علاقہ میں ریلوے بودور کی بانکز لائن پر لڑائی جاری ہے۔ اس میں ۳۱۰۴ جرمن قیدی گرفتار کئے گئے ہیں۔ ترکوں نے قفقاز میں جنوب مغرب کیدی برٹ مغرب رائٹ میں جارحانہ کارروائی شروع کردی ہے۔ لیکن انہیں ہر ایک مقام پر پسپا کیا گیا۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا تار آج موصول ہوا ہے۔ کہ بعافیت ۱۹ ستمبر کو مارسیلز پہنچ گئے۔ **الحمد للّٰہ علی ذالک**۔

رزمگاہ اٹلی - لندن ۱۸ ستمبر روما کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ اطالوی سپاہ نے محاذ کارسو پر سمت سے سنجرن لیپا کرنے کے بعد گذشتہ روز ایک وسیع محاذ پر غنیم کے استحکامات پر حملہ کیا اور ۸ سو قیدی گرفتار کرلئے وادی ٹیامیں شدید معرکہ آرائی ہوئی۔ اور غنیم بے سود و ناکام حملے کرتا رہا۔

چار ہزار قیدیوں کی گرفتاری - لندن ۱۸ ستمبر نیم سرکاری اطالوی بیان مظہر ہے کہ اطالوی سپاہ نے ۱۴ ستمبر سے ۱۶ ستمبر تک کی معرکہ آرائیوں میں محاذ کارسو پر ویپاکو اور ساحل بحر کے درمیان غنیم کے اہم مقامات پر قبضہ کرلیا۔ اور ۴ ہزار قیدی گرفتار کئے گئے

رزمگاہ بلقان - لندن ۱۷ ستمبر - سالونیکا کی برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ ہمارے ہراول دستوں نے ۱۶ ماہ رواں کی شب کو غنیم کے خط نشوانی اور شمالی شاہراہ برس پر کامیاب حملے کئے۔ ہمارے بمب اندازوں نے محاذ دورین پر گولوں سے ۱۵ جرمن ہلاک کردیئے اور کلدار توپوں کی گولہ باری سے غنیم کو جوابی حملے میں شدید نقصان برداشت کرنا پڑا۔

رومانوی محاذ - لندن ۱۸ ستمبر - رومانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ شمال رسمال مغربی محاذ ہماری پیشقدمی جاری ہے

ہم نے غنیم کے تین شہروں پر قبضہ کرلیا ہے اور ذخائر جنگ کی عظیم مقدار کے علاوہ ۹۱۰ قیدی گرفتار کئے ہیں جس وقت بہتیل پر کئی مرتبہ ادھر ادھر ہوچکا ہے ہمارے قبضہ میں ہے مقام مذکور پر ۵۰۰ قیدی گرفتار کئے گئے ہیں۔

آبدوزوں کی جنگ لندن ۱۷ ستمبر برطانوی جہاز ہیوٹے ٹڑن اور سویڈسٹس پرنس غرق کردیئے گئے ہیں۔

جدید وزارت یونان - لندن ۱۷ ستمبر - ایتھنز - ایم کیلوگروپس نے جدید وزارت کو قبول کرنے سے پیشتر اتحادی سفراء سے گفتگو کی۔ اگرچہ وزارت میں ہواخواہان اتلاف کا عنصر غالب ہے لیکن انہیں ہر ایک موقعہ دیا جائیگا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وزارت نے اگر نام نہاد خیر خواہانہ جنبہ داری کو قائم رکھا تو اُسے چند روز کا مہمان تصور کرنا چاہیئے۔

سپانیہ اور اتحادی - لندن ۱۷ ستمبر سپانیہ میں سابق وزیر اعظم سینیر میورا کی ایک تقریر پر جس میں کہ مقرر موصوف نے سپانیہ کے لئے تجزر جبل الطارق کے متعلق کامل بین الاقوامی اطمینان حاصل ہونے اور اتحادیوں اور سپانیہ کے تعلقات میں زبردست تبدیلی پیدا ہونے کی حالت میں برطانیہ عظمےٰ وفرانس کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے متعلق اشارہ کیا۔ زبردست لے دے ہورہی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس تقریر کے متعلق موجودہ وزیر اعظم کو علم ہے۔ لیکن سینیر میورل وزیر تعلیمات نے اعلان کیا ہے کہ یہ سینیر میورل کی ذاتی رائے ہے۔ اور سپانیہ غیر جانبداری سے ہرگز ہرگز دست بردار نہ ہوگا۔

ساتھ نہ چھوڑ بیٹھے (۵) اسکے بال بچوں کے ساتھ مہربانی ظاہر کریں

(۵) آقا و نوکر

آقا کو اپنے ماتحتوں کی آسائش و بہبودی کا انتظام کرنا چاہئے۔ (۱) اُن کی طاقت کے موافق کوئی کام اُنکے حوالہ کرے (۲) اُنکو مناسب خوراک اور اُجرت دیتا رہے۔ (۳) بیماری کے وقت اُنکی تیمارداری کرے۔ (۴) غیر معمولی محلسوں اور ضیافتوں میں اُنہیں اپنے ساتھ شریک کرے۔ (۵) کبھی کبھی اُنکو چھٹیاں یا تعطیلیں دیتا رہے۔

حسب قواعد ذیل نوکروں کو اپنے آقا کے ساتھ وفاداری ظاہر کرنی چاہئے۔ (۱) وہ اُسکے سامنے کھڑے ہو جائیں (۲) وہ دلیر نہیں ہونے چاہئیں۔ (۳) جو اُنکو دیا جائے اُسپر قناعت کریں۔ (۴) وہ خوش دلی سے اپنا کام پورا کریں (۵) وہ اُسکی غائبانہ تعریف کرتے رہیں۔

(۶) دُنیا دار اور مذہبی عابد

معزز آدمی علمائے کرام اور درویشوں کی خدمت کرتے ہیں۔ (۱) اپنے کاموں سے محبت ظاہر کرتے ہیں۔ (۲) اپنی باتوں سے محبت ظاہر کرتے ہیں۔ (۳) اپنے خیالات سے محبت ظاہر کرتے ہیں۔ (۴) اُنکو فوراً خیرمقدم کہنے کو تیار رہتے ہیں۔ (۵) اُنکی دنیوی حاجات روا کرتے ہیں۔

درویش اور عابد بھی اپنے بھگتوں سے محبت ظاہر کرتے ہیں۔ (۱) اُن کا دل بُرائی سے پھیرتے ہیں۔ (۲) اُنکو راستبازی اور نیکوکاری کی رغبت دلاتے ہیں۔ (۳) ان کا خیال مہربانی اور بہی خواہی سے رکھتے ہیں۔ (۴) اُنکو مذہبی احکام سکھاتے ہیں۔ (۵) اُن کے شکوک رفع کرتے ہیں۔ (۶) ان کو بہشت کا راستہ بتلاتے ہیں۔

(راقم - اے - ایس سکندر خان خٹک آف ایم ٹولہ) - (از سراج الاخبار)

پتھر مسجد سرینگر ابھی واگذار نہیں ہوئی

پتھر مسجد سرینگر کے متعلق یہ خبر افسوس کیساتھ سنی جائیگی کہ تا حال مسجد کی واگذاری کے متعلق کوئی حکم یا اعلان نہیں ہوا۔ معلوم نہیں۔ اسقدر سوچنے اور غور کرنے کی کونسی بات ہے۔ اگر مہاراجہ صاحب خانہ خدا کو قید سے آزاد کرنے کا حکم دے دیں تو اُنکے خزانہ جائداد یا ریاست میں کیا کمی ہو سکتی ہے۔ بلکہ مسلمان رعایا کی دلی دعائیں حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اگر یہ معاملہ مہاراجہ صاحب نے اپنے وزیروں اور مشیروں پر چھوڑ دیا۔ جنکو مسلمانوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں۔ اور جو یہ کبھی گوارا نہیں کرسکتے۔ کہ مسلمانوں کی کوئی بات خواہ وہ کس قدر ضروری۔ جائز اور معقول کیوں نہ ہو کبھی مانی جائے۔ تو بس پھر مسجد واگذار ہوچکی۔ مسلمان وزیر صرف ایک ہے۔ ہندو وزراء اُسکی کب پیش جانے دیتے ہیں۔ اگر اس تاریکی میں روشنی کی کوئی جھلک نظر آتی ہے تو یہ کہ یہ معاملہ صاحب ریذیڈنٹ بہادر کی توجہ اور نوٹس میں آچکا ہے اور وہ ضرور اس معاملہ میں مسلمانوں کی حقرسی فرمائینگے چنانچہ معلوم ہوا ہے۔ کہ پچھلے دنوں صاحب موصوف نے مسجد کا خود جاکر معائنہ بھی کیا ہے۔ کاش مہاراجہ صاحب اب بھی مسلمانوں کی دلجوئی اور دلداری کو مناسب اور ضروری خیال کریں۔ اور مسجد کی واگذاری کا فوراً اعلان کر دیں۔ ایک مسلمان (کشمیری)

اطلاع ضروری

بعض اصحاب ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کے کوپن میں نہ اپنا نام تحریر فرماتے ہیں۔ اور نہ یہ اطلاع دیتے ہیں۔ کہ رقم کس مد میں جمع کی جائے۔ اس سے عموماً حساب میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ۔ رقم جو بھیجی جاوے اسکی پوری تفصیل تحریر فرمایا کریں۔ خاکسار فقیر اللہ عفی عنہ اسسٹنٹ منیجر۔

درخواست دعا: - منشی دوست محمد صاحب اڈیٹر اخبار پیغام صلح کو کل سے موسمی بخار کی شکایت ہے اگر اُن کی علالت کی وجہ سے آئندہ اخبار کا پرچہ وقت پر نہ نکل سکے۔ تو احباب معاف فرمادیں۔ اور قابل - نافع موجود کی صحت کے لئے دعا فرمادیں۔

مراسلہ

کشمیر میں تبلیغ

حضرت امیر ایدہ اللہ کے نام ایک خط

سیدی و مولائی حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ بنصرہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بفضل خدا ۳ ستمبر کو شام کو کشمیر سرینگر پہنچا۔ پہلے ہی دن لوگ میری گفتگو کو بڑی متانت سے سنتے رہے۔ خصوصاً حضرت مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب کے عقائد اور حالات پوچھ پوچھ کر سنتے تھے۔ (بفضلہ) خدا کے فضل سے مولینا صاحب موصوف کی کتاب نے بہت اثر کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالے ضرور اور اثر کرے گی۔ میں نے مولینا صاحب کی زبانی جو کچھ سنا تھا مفصل طور سے بیان کیا۔ لوگ حیران رہ گئے تیسرے دن عبدالعزیز مبلغ قادیان پہنچ گئے۔ میرے سامنے ہی مولینا صاحب موصوف کی مخالفت شروع کی۔ اور آپ کے فرزند سید محمد یعقوب صاحب کی نسبت سخت سست الفاظ استعمال کرنے لگے۔ مولینا صاحب کی نسبت جو الفاظ اُنہوں نے استعمال کئے ہیں میں اس رپورٹ میں درج کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ مولینا صاحب کے دل کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ غرض اس کتاب کے اثر زائل کرنے کے لئے حد درجہ کی کوشش کر رہے ہیں۔ خدا رحم کرے یہاں روزانہ کم از کم دو تین گھنٹے مباحثہ ہوتا ہے۔ خلیفہ نورالدین صاحب نے مجھ سے تین تحریری سوالات پوچھے۔ (۱) کیا قرآن کریم میں تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا کہیں ذکر ہے؟ - (۲) نبی اور رسول کی کیا تعریف ہے؟ - (۳) کیا نبی کے نہ ماننے سے کفر لازم آتا ہے؟ - میں نے تحریر میں ہی جواب دیا۔ **جواب** - (۱) قرآن کریم میں کہیں بھی تشریعی اور غیر تشریعی نبی کا ذکر نہیں ہے۔ ہاں اتنا لکھا ہوا ضرور ہے کہ کوئی نبی بغیر کتاب کے نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس آیت سے ثابت ہے فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل لھم الکتٰب۔ اس پر بڑی بحث کی اور یہ کہا کہ اس آیت سے کل انبیاء کو کتاب دی جانا ثابت نہیں ہوتا۔ النبیین جمع کا صیغہ ہے۔ تین نبیوں کی نسبت بھی استعمال ہو سکتا ہے۔ (حالانکہ یہ غلط ہے)۔ میں نے پھر اس کی تائید میں یہ آیت پیش کی۔ وما ارسلنا من قبلک الا رجالا نوحی الیھم فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۵ بالبینٰت والزبر۔ اس پر بھی خلیفہ صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ بالبینٰت کا صلہ ارسلنا کے ساتھ نہیں ہے۔ بلکہ لا تعلمون کیساتھ ہے۔ میں نے کہا کسی مفسر کی تحریر سے یہ ثابت کردو کہ اس کا صلہ لا تعلمون کے ساتھ ہے۔ چنانچہ نذیر احمد صاحب کا ترجمہ دیکھا گیا۔ شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ دیکھا گیا۔ اور صدیق حسن خان صاحب کی تفسیر دیکھی گئی۔ ان تینوں میں وہی معنے نکلے جو میں نے کئے تھے یعنی کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گذرا۔ جسکو نبوت اور کتاب نہ دی گئی ہو۔ چونکہ یہ کلام حصر کا تھا۔ کوئی نبی باہر نہیں رہ سکتا تھا۔ خلیفہ صاحب نے مجبور ہو کر کج فہمی شروع کی جیسے کہ اُنکی عادت ہے۔ **جواب** (۲) نبی اور رسول کی تعریف کی نسبت قرآن کریم میں اٹھارہ آیات ہیں۔ مجھے زبانی یاد نہیں ہیں۔ منجملہ اُن کے ایک آیت جس میں ایک حد تک مجملاً تعریف ہے وہ یہ ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ (۳) نبی کے نہ ماننے والوں کی نسبت سورہ النساء میں ہے ان الذین یکفرون ...... اولٰئک ھم الکٰفرون حقا

پھر اسکے حضرت صاحب کی کتب پر سخت بحث رہی خلیفہ صاحب اسمہ احمد کی آیت کی نسبت میاں صاحب کو غلطی پر سمجھتے ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے مولوی عبداللہ صاحب جو یہاں کے واحد مولوی ہیں۔ میاں صاحب کے عقائد سے سخت بیزار ہیں۔ جو حضور کا عقیدہ ہے وہی عقیدہ مولوی صاحب موصوف کا ہے۔ تقریباً تمام جماعت سرینگر کا عقیدہ ہمارا عقیدہ ہے۔ جہاں تک میں نے غور کیا ہے۔ جن لوگوں کو حضور کی ذات سے عناد ہے اُنہوں نے آنکھوں پر پٹی باندھ لی ہے۔ محمودی اور احمدی دونوں ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔ خدا نے مجھے بعد نماز جمعہ بھی موقعہ دیا میں نے قرآن کریم کے فضائل بیان کرکے اندرونی اختلاف پر کھول کھول کر بحث کی۔ مدلل تقریر کی۔ حتی الامکان کوئی خبر باقی نہ رکھی۔ وقت تنگ تھا۔ ختم تقریر پر محمودیوں کی طرف سے آواز اُٹھی۔ کہ ہمکو بھی موقعہ دیا جائے۔ ہم ان باتوں کی تردید کرینگے۔ ملک صاحب نے اور خواجہ جلال الدین صاحب نے اُٹھکر کہا کہ یہ بحث کا موقعہ نہیں ہے۔ اگر بحث کرنا ہے تو شام کو آؤ۔ غرض تمام جماعت نے اُن کو خاموش کرایا۔ آگ بگولہ ہو گئے۔ دعا فرمائیے۔! خاکسار صدیق حسین

نظم

نامۂ خلق بہ بیداد خون لعنوان کردند	ورکتاب تو چہ تعداد شہیداں کردند
ہر کرداغ جبیں داشت سلاسل در پا	ہمہ عشاق بہ بند غم و حرماں کردند
دوش دیدم کہ خلاف تو بہارض وسما	شکوۂ خوے بیت بازل بنیاں کردند
در قفا آمدہ عفریت پئے ظلم چہ باک	نسبتم را بایکے خاتم خوباں کردند
گر بدست تو رسد باندۂ فرعون منانہ	بہر را حصۂ از موسیٰ عمراں کردند
ایں چہ تعزیر کز جرم تعشق افزود	ایں اسیر ست ملک یوسف کنعاں کردند
ستفیض از نفس عیسیٰ مریم گشتند	کلرتہ تیرانکہ ترا از دو بغیاں کردند
اثر آہ جہانسوز شہیداں بنگر	فتنہ بیدار شدہ ملک تا ویراں کردند
در جہاں گشت ظہور اثر باد خزاں	ہر گلستاں شد معدوم چو بیاباں کردند

تو مشتاق گلی گلہا دل من خوشتریں دارد
بیا یک لحظہ اندر ایں گلستانے تماشہ کن
دلم چوں غم پسند و از جہ اگر مشق بہ آمودی
از آں کارے کہ از دستت نشاید کلا حاشہ کن
نباشد سرگرانی در حق من ہر چہ خواہی گو
تو عیسیم ہمچو آئینہ ز نطلعت بالشانہ کن
نباید شیوۂ مشق دل آویزی بہ آزردن
شکست شیشۂ نازک پسندی بے تحاشہ کن
در ارواح وہیولا سوئے نظرت کے خدا بیند
نہ کردی فکر در کارش تفحص اے مہاشہ کن

(خاکسار - شریف علی - از پشاور)

تازہ خبریں

مہاراجہ بہادر جنید کا عطیہ مقامی ہیڈ سول و ملٹری گزٹ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر جنید نے سینٹ جان ایمبولینس ایسوسی ایشن کے جنگی شفاخانہ کے لئے چار ہزار روپیہ کی گراں بہا رقم عطا فرمائی ہے اور قبل ازیں ہز ہائینس ایسوسی ایشن مذکور کو چار ہزار روپیہ کا عطیہ دے چکے ہیں۔

پریزیڈنسی پوسٹ ماسٹر بمبئی مسٹر جی ڈبلیو سابق پوسٹ ماسٹر جنرل نے مسٹر ڈی جے مرئی آئی سی ایس پریزیڈنسی پوسٹ ماسٹر بمبئی کا چارج لے لیا۔ مسٹر مرئی محکمہ تار وڈاکخانہ جات کے ڈپٹی ڈائریکٹر جنرل مقرر ہوئے ہیں۔

ہز ہائینس راجہ صاحب دیواس کا عطیہ جنگ - مہاراجہ صاحب بہادر دیواس نے جنگی مصارف کے لئے ۱۵ ہزار روپیہ کی بیش بہا رقم ہز ایکسلنسی کمانڈر انچیف کی خدمت میں پیش کی ہے۔ اور ہز ایکسلنسی موصوف نے عطیہ مذکور بعد شکریہ قبول فرما لیا ہے۔

ریلوے لائن ٹوٹ گئی - جودھپور ۱۶ ستمبر۔ جودھپور ریلوے لائن ماروار جنکشن اور ... کی درمیانی لائن ٹوٹ گئی ہے اور گاڑیوں کی آمد و رفت بند ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ گاڑیوں کی باقاعدہ آمد و رفت ۱۷ ماہ رواں تک جاری ہو گی۔

ولایتی ڈاک کی آمد - بمبئی ۱۸ ستمبر۔ آر - ایس - ایم جو ... ستمبر کو ماہ رواں کی ڈاک لئے ہوئے لنڈن سے روانہ ہوا تھا ۱۸ ماہ رواں کو بروز یکشنبہ پورٹ سعید پہنچا۔

مولوی فضل الرحمن کی رہائی - نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی میں مولوی فضل الرحمن پروفیسر کی گرفتاری کے متعلق اطلاع دی گئی تھی۔ مگر اب معلوم ہوا ہے۔ کہ پولیس نے زیر حراست کرنے کے بعد شام کے وقت اُن کو رہا کر دیا۔

اس جزا منظم کو مہیا کرنے والے پہاڑ ہی ہیں۔ یعنی جس قدر زمین پر بارش ہوتی ہے وہ کل مانسون کے پہاڑوں سے ٹکرانے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس طرح پہاڑ ہی مخلوق کو پانی پہنچاتا ہے۔ میدانی مخلوق پہاڑوں اور ندیوں کے ذریعہ سے غذا پاتے ہیں۔ اور کوئی دریا یا ندی ایسی نہیں ہے جس کا منبع پہاڑ سے نہ نکلتا ہو۔

(۲) موسم سرما میں پہاڑ ہی ہیں جو اپنی چوٹیوں پر برف کا ذخیرہ جمع رکھتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً وہ برف پانی کی صورت میں بدل کر پہاڑی و میدانی زمینات کو سیراب کرتا ہے۔

(۳) اگر دنیا میں پہاڑ نہ ہوں تو نشیب و فراز کا نام مفقود ہو جائے۔ اس صورت میں جتنی بارش آسمان سے برسے وہ ایک جگہ ساکن ہو جائے حتیٰ کہ تمام حیوانات ڈوب کر مرجائیں۔ اور کل نباتات پانی کے مدبہ فیام سے گل سڑ جائے۔

(۴) اب تجارت کی طرف غور کرو جو ایک بالواسطہ غذا مہیا کرنے کا ذریعہ ہے۔ کوئی تجارت ایسی نہیں ہے جس کا تعلق پہاڑ سے نہیں۔ جیسا کہ نمبر ۱ و ۲ میں بیان ہوا۔ اب رہی تجارت جمادات کی یہ مسلم بات ہے کہ جواہرات اور معدنیات پہاڑ سے ہی نکلتے ہیں۔

(۵) پہلے تو بغیر پہاڑ کے بارش ہونا غیر ممکن ہے۔ اگر ایک دن کے لئے پہاڑ دنیا سے نکال دئے جائیں اور بارش برسنے کے لئے آسمان پر ابر آ جائے تو ایک چپہ بھر زمین بھی ایسی نظر نہیں آئیگی جہاں بجلی نہ گرے۔ ایسی صورت میں کسی غذا کا صحیح سلامت رہنا تو درکنار کسی حیوان کا زندہ رہنا بھی مشکل ہے۔ وہ یہی پہاڑ ہیں جو آسمان سے بجلی کو وقتاً فوقتاً اپنی چوٹی کے ذریعہ سے جذب کر لیتے ہیں اور یہ جذب شدہ بجلی کی طاقت نباتات اور حیوانات کی پرورش کا ایک ذریعہ ہے۔

اس طرح خدا تعالیٰ نے اس پرورش کے اصول کو اپنے کلام پاک میں بیان فرمایا۔

والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم اس آیت پاک میں ایک معرفت کا نکتہ ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ اگلی آیتوں میں فرماتا ہے وسخر لکم الیل والنہار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ یعنی جب پہاڑ ہمارے لئے نباتات کو نشوونما دے چکتے ہیں تو سورج کے اثر سے رنگ پیدا ہوتا ہے چاند کے اثر سے دودھ پیدا ہوتا ہے۔ ستاروں کے اثر سے مزہ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی مخلوق باوجود زمینی اشیاء کے ذریعہ سے پرورش پانے کے اپنی اصلیت پر آنے کے لئے آسمان کی محتاج ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے سورج چاند اور ستاروں کا ذکر فرمایا۔ مسخرات بامرہ یعنی باوجود اپنی عظیم الشان زمینی مدد کے اپنی اصلی حالت پر آنے کے لئے خدا کے امر کی ضرورت ہے۔ اسی طرح انسان کی جسمانی پرورش کے لئے یہ کل دنیا کے سامان ہیں۔ مگر اصلی انسانیت کا جوہر پیدا کرنے کے لئے خدا کے امر کی ضرورت ہے۔ دنیا کی کوئی شئے انسان کو کامل انسان یا باخدا انسان نہیں بنا سکتی۔

(صدیق حسین)

بقیہ مضمون صفحہ ۳ کا

اور نہ شریعت اسلام ایسا اکراہ کسی کے لئے جائز رکھتی ہے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ قادیان میں مولویوں اور مبلغوں کے خیالات بھی یکساں نہیں ہیں ایک عام سے پرانے دوست صوفی تصور حسین صاحب ہیں جو پہلے دفتر مفصول میں مبلغ مقرر ہوئے تھے مگر چونکہ قادیان سے انکو تنخواہ ملنی موقوف ہوگئی تھی اور انکی تنخواہ کا بوجھ جب صوفی والوں کے سر پر پڑا تو وہ انکی تنخواہ نہ دیسکے تو بیچارے پھر قادیان میں ہی آگئے ان سے کچھ تھوڑی سی گفتگو مسئلہ نبوت پر ہوئی۔ ان کے خیال میں بعض نبیوں کو صرف ایک دو ہی الہام ہوئے اور وہ ایک ہی دو الہاموں سے نبی کہلائے۔ اور نبی مانے گئے چنانچہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت صاحب نے اپنی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ اور سمجھ یادداشت کے طور پر یہ نیچے لکھ بھی دیا۔

"کہ بعض انبیاء کو ایک دو ہی الہام ہوئے۔ یہ حضرت صاحب کی کسی کتاب میں ہے۔" (دستخط القدیر حسین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۲۴ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۳۳

شیعہ مجتہدوں کی قابل وثوق تحریرات

اسیاف الامامۃ علی اسواط الصداقۃ

(از مولوی مددعلی صاحب از پشاور)

ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر نے یہ کتاب جس کا نام عنوان میں درج ہے۔ میرے پاس بھیجی ہے۔ کہ میں اس کا جواب لکھوں تمام اہل حق جانتے ہیں کہ جس مناظرہ اور مباحثہ رد اور جواب کا کچھ نتیجہ نہو۔ وہ تو قوم میں تضیع اوقات ہے کیونکہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بناء پر نہیں بلکہ تعلی اور شہرت۔ ضد اور ہٹ پر جنبہ مذہبی اور ہوا و نفس کی تحریکات پر مشتمل ہے۔ ورنہ اگر کسی مناظر یا مباحث کی غرض تکلم سے یہ ہو کہ ایک امر دینی جو بوجہ نہ معلوم ہونے بعض دلائل مشتبہ یا مشکوک معلوم ہو رہا ہے۔ اور فریقین اس میں مختلف الآراء ہیں۔ تو جب وہ وجوہ اور دلائل فریقین بیان کردیں۔ تو ایک طالب حق اور صادق دیندار شخص کو جب امر حق اس مسئلہ میں ظاہر ہو جاوے تو فوراً حق واضح شدہ کو قبول کر لینا چاہئے۔ مذہبی پرجنبہ اور ہٹ چھوڑ دینی چاہئے۔ یہ کتاب تمام نقلیات ضعیفہ اور موضوعہ مجروح اور شاذ روایات سخیفہ کا مجموعہ ہے کذب بہتان۔ دروغ بے فروغ سے بھرا ہوا ہے۔ کوئی مستند صحیح اور صاحب القبول حدیث اس میں درج نہیں کی گئی۔ ہزار سال سے جو دلائل انکے علماء اور متکلمین دیتے چلے آئے ہیں وہی دلائل ادھورے اور کمزور بیانات اس کتاب میں درج کرکے اپنے اسلاف کے قدم بقدم نور حسین صاحب بھی چل رہے ہیں۔ میں بطور مشت نمونہ خروار علامہ سید علی صاحب حائری اور انکے شاگرد رشید مولوی احمد علی صاحب امرتسری اور ڈاکٹر نور حسین صاحب جھنگ سیالوی ثم پشاوری کے صرف چند جھوٹے بیانات اور ہذیانات کو بغرض غور و انصاف اہل نظر یہاں درج کرتا ہوں جس سے اہل حق اور ارباب نظر اس نتیجہ پر پہنچ جاوینگے کہ واقعی ایسے متکلمین و علماء شیعہ سے مکالمہ اور مخاطبہ تضیع اوقات ہے۔ وھو ھذا:۔

تحریر مولوی سید علی صاحب مجتہد لاہور استاد مولوی احمد علی صاحب امرتسری

(۱) در اے قامرین خاسر انست کہ سخن گرامی مرتبت مکرر فرمودہ است۔ انی تارک فیکم الثقلین.... لن تضلوا بعدی ابداً۔ متفق علیہ (ص ۲۳ جلد ۴ و ص ۲۱۶ تفسیر لاہوری)۔

(۲) و مروی ست متواتر باتفاق فریقین۔ انی تارک فیکم الثقلین الخ (ص ۲۵ جلد ۱ تفسیر لاہوری)

(۳) از یں حدیث متواتر متفق علیہ (ص ۲۴ خوارق بوارق)

(۴) و انص عام۔ بس روایت متواترہ۔ متفقہ امت۔ مسلم الثبوت کافہ فرقات۔ محدثین و مفسرین حتیٰ بخاری و مسلم آوردہ اند۔ قال النبی صلعم انی تارک فیکم الثقلین الخ (صفحہ ۳۳ خوارق البوارق لاہوری مجتہد)

غور فرماویں۔ ڈیڑھ سطر کی عبارت میں سات جھوٹ اس عالم نے کہے۔ نہ تو یہ حدیث نص عام ہے۔ نہ متواتر نہ متفقہ امت۔ نہ مسلم الثبوت کافہ فرقات محدثین و مفسرین۔ نہ بخاری میں اور نہ مسلم میں بایں الفاظ حسب طرح ص ۳۳ خوارق البوارق

یہ حدیث کے الفاظ ملاں صاحب نے نقل کئے ہیں مذکور ہیں بلکہ بخاری میں تو یہ حدیث قطعاً نہیں ہے۔ اگر مولوی صاحب بایں الفاظ بخاری اور مسلم میں بتلادیں تو ہم بالقصد وعدہ ان کو بطور انعام دینے پر تیار ہیں۔ اور اگر بخاری اور مسلم میں وہ نہ بتلا سکیں۔ اور وہ ہرگز نہ بتلا سکیں گے تو سوائے لعنۃ اللہ علی الکاذبین پڑھنے کے اور ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ کیا ایک عالم اور مجتہد کی یہ خیانت نہیں اور اس سے بڑھکر خفت اور تفضیح ایک عالم کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ جن الفاظ سے اس نے حدیث نقل کی ہے اور اس کا حوالہ بخاری اور مسلم پر دیا ہے۔ ان میں بایں الفاظ یہ حدیث مذکور ہی نہیں۔ یہ حدیث بایں الفاظ صحیح ترمذی میں البتہ باب الفضائل میں۔ جابر اور زید بن ارقم سے دو جگہ مذکور ہے۔ اور امام ابی عیسیٰ ترمذی نے بعد ذکر کرنے حدیث کے۔ اس کا درجہ حسن غریب لکھا ہے۔ صحیح اور متواتر اور متفق علیہ کچھ بھی نہیں۔ یہ ہیں چودھویں صدی کے شیعہ علماء اور مجتہدین اور یہ ہے ان کا دین اور دیانت اور انشاء اللہ ہم اپنے رسالہ میں اس حدیث کی حقیقت مفصل طور پر ہدیہ ناظرین کرینگے۔ فانتظر!

تحریر مولوی احمد علی صاحب امرتسری شاگرد مولوی سید علی صاحب مجتہد ہندو لکھنو

استاد صاحب کا قول تو آپ سن چکے اب شاگرد رشید کی بھی فہرست سن لو۔

حدیث ثقلین کے بارہ میں عرض ہے کہ بایں الفاظ تو مجھے اب تک کتب احادیث شیعہ میں نہیں ملے۔ حیوۃ القلوب جلد ۲ ص ۳۹ میں ایک حدیث ہے جس میں قریب قریب یہ مضمون بھی ہے لیکن وہ سید رحمے کتاب فضائل قرآن ابن ابی الدنیا سے نقل کیا ہے۔

میں نے امالی صدوق کو بھی دیکھا لیکن اس میں بھی ان الفاظ کی حدیث ابھی تک نہیں ملے۔ اگر ملگئی فوراً انکو اطلاع دونگا۔" انتہیٰ بلفظہ ..... از کارڈ مولوی احمد علی صاحب امرتسری بنام راقم۔

اے ناظرین خدا استاد کے قول کو شاگرد کے قول سے ملا کر انصاف کریں۔ کہ کون سچا ہے۔

مفسر صافی کی تحریر متعلق حدیث ثقلین

(۱) وقد امر رسول اللہ ان یقتدی بالقرآن و آل محمد و ذالک حیث قال فی آخر خطبۃ خطبہا انی تارک فیکم الثقلین الثقل الاکبر والثقل الاصغر۔ فاما الاکبر فکتاب ربی واما الاصغر فعترتی اہلبیتی (ص ۵ تفسیر صافی)

اس میں تامل کریں کہ مفسر صافی نے کسی کا حوالہ نہیں لکھا کہ اس نے یہ حدیث کہاں سے نقل کرکے لکھی اور کس حدیث کی کتاب میں کہاں درج ہے۔ بلکہ ناظرین کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش کرتا ہے اور رجماً بالغیب و ذالک حیث قال۔ کہکر حقیقت کو چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ مگر اہل حق کی نظروں سے اس کی یہ چالاکی کب چھپ سکتی ہے۔ مفسر صافی نے اپنی تفسیر میں یہ التزام کیا ہے۔ کہ وہ جو قول نقل کرتا ہے۔ اس کا حوالہ ساتھ لکھ دیتا ہے مثلاً لکھ دیتا ہے۔ فی تفسیر الامام۔ فی الکافی۔ فی الامالی وغیرہ اس جگہ چونکہ حدیث کا ماخذ ندارد ہے۔ اسلئے کوئی حوالہ کتاب سابقہ نہیں لکھا۔ اور فذالک حیث قال کہکر ٹال دیا۔

دوستو آپکو تعجب ہوگا۔ کہ یہ حدیث ثقلین تشیع کے ہاں وہ حدیث ہے جس پر تمام مذہب تشیع کا دارو مدار ہے مگر شاباش اور آفریں اس قوم کی دیدہ غ بانی پر کہ جس حدیث پر تمام مذہب شیعہ کی بنیاد ہے وہ حدیث ہی عنقا اور اس کا وجود ہی بنیاد۔ اور پھر باوجود عدم بنیاد اور غیر ثابت ہونے کے اسی کو متواتر۔ متفق علیہ وغیرہ وغیرہ لکھ رہے ہیں۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اب برائے خدا انصاف کریں کہ ایسے علماء سے مناظرہ یا مباحثہ یا مکالمہ اور مخاطبہ کوئی نتیجہ پیدا کر سکتا ہے۔ جو ایک حدیث کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفےٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زوشدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبر ہائے معاد
ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یحتمل قدری از آں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ سے ششماہی ہے۔ سہ ماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یک شنبہ ۲۵ ذیقعد ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۲

اشعار

از رشحات قلم جناب منشی شرافت علی صاحب کلرک محکمہ زراعت صوبہ سرحد

ہوئی ہے خون شہیداں سے لالہ زار زمیں

ہے بزم میں تری آئیں اختتام اب تک
جھکے ہیں سر نہیں لیتے مگر سلام اب تک
یونہی تو سب ہیں بصد گونہ احترام اب تک
مگر ہوا نہ کوئی فائز المرام اب تک
تری وفا کا تصور علی الدوام رہا
گیا نہ دل سے میرے یہ خیال خام اب تک
ہوئی ہے خون شہیداں سے لالہ زار زمیں
مگر ہے تشنہ تری تیغ بے نیام اب تک
گیا نہ کوئی بجز داغ جاں گداز لیئے
رہے نہ ہم ہی فقط تجھ سے تلخ کام اب تک

یا مگر صبح ندارد شام ما

رنگ حسنش شوخ شد دل چیرہ دست
الاماں غم الاماں انجام ما!
از تو ما چشم مودت داشتیم
خود غلط بود ایں خیال خام ما
از طوالت ظلمت ما حدا کشد
یا مگر صبح ندارد شام ما
ساقیٔ پیماں شکن خم را شکست
مے ندارد شیشہ ما جام ما
در جہاں ما را پئے ایں زادہ اند
رنج بریم و بر نیاید کام ما
در جہاں مانیم با نام نکو
یا نباشد در جہاں بدنام ما
کار خود را از قلم آساں کنید
گر نہ دادند دست ما حسام ما

نسبت ہے در کو کیا مرے اشک چکیدہ سے

افسانہ غم کا سنتا ہے کیا آرمیدہ سے
جا حال پوچھ آہوئے صیاد دیدہ سے
مشاطگیٔ حسن بتاں لے چلی کہاں
کافر اڑائیگی ہمیں دست بریدہ سے
ہے دام فتنہ زا کا اب انداز اک نیا
صیاد بھی خلش میں ہے مرغ پریدہ سے
اے شوخ لاکھ رنگ میں تو جامہ پوش ہو
ظاہر کرینگے تجھکو بیاں ہر جریدہ سے
مدت ہوئی کہ اپنا قفس ہے قرار گاہ
ہو حال بزم پوچھتے محفل کشیدہ سے
دے آتشی میں تشنہ کو تو آب آتشیں
چشمک عبث ہے تلخیٔ وحشت چشیدہ سے
کب اشک شو ہوں غم میں لآلیٔ بے بہا
نسبت ہے در کو کیا مرے اشک چکیدہ سے

قرآن کے عجائبات

والقیٰ فی الارض رواسی ان تمید بکم و انھٰرا و سبلا لعلکم تھتدون (سورۃ النحل)

قرآن کریم کتب سماوی میں آخری کتاب ہے۔ جس کے ثبوت میں سوائے اور دلائل کے یہ بھی ایک دلیل ہے کہ اس میں اُن علوم کے اصول درج ہیں جو وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ یہ آیت جو اوپر درج ہے وہ علم سائنس سے تعلق رکھتی ہے۔ اس زمانہ میں بڑے بڑے سائنس دانوں کی تحقیق اس آیۃ کے نکات ستمرہ کا انکشاف کرتا ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ (خدا نے) زمین پہاڑ کھڑا کئے کہ وہ تمہارے لئے غذا مہیا کر دیں اور ندی اور نالے اس وجہ سے ڈالے ہیں، تاکہ تم راستہ دریافت کرو۔ اس آیت کا پہلا حصہ بتاتا ہے کہ پہاڑ تمہارے لئے غذا مہیا کرتے ہیں۔ (یہ یاد رہے کہ تمید کا فعل مادہ میدا سے ہے۔ جس سے مائدہ نکلا۔ مائدہ وہ دسترخوان جس پر تمام قسم کی غذائیں جمع ہوتی ہیں۔) اگر غور کیا جائے تو پہاڑ ہی تمام دنیا کی ...... مخلوق کی پرورش کا ذریعہ ہیں۔ یہاں خدا تعالیٰ نے انسان کو مخاطب کیا ہے۔ اس وجہ سے کہ انسان کائنات عالم کا مظہر ہے۔ دوسرے الفاظ میں انسان عالم صغریٰ ہے۔ یعنی انسان میں دنیا کی ہر ایک چیز پائی جاتی ہے جب انسان پہاڑ کے ذریعہ سے پرورش پاتا ہے تو معلوم ہوا کہ کل کائنات عالم بھی پہاڑ ہی کے ذریعہ سے پرورش پاتی ہے جب پہاڑ انسان کی ہر ایک چیز کی پرورش کرتے ہیں تو وہ کل مخلوق کی پرورش کرسکتے ہیں۔ درحقیقت یہ آیت یہ بتلاتا ہے کہ ہم اپنی پرورش کے موٹے موٹے ذریعے پہاڑ سے حسب ذیل دیکھتے ہیں۔

(۱) دنیا میں دو ہی قسم کے مقامات ہیں ایک پہاڑی دوسرے میدانی۔ ان دونوں مقامات کی مخلوق کی پرورش پہاڑ کے ذریعہ سے ہی ہوتی ہے۔ یہ مسلم ہے کہ غذا کا جزو اعظم پانی ہے جب تک دنیا میں پانی نہ ہو غذا ابھی مہیا نہیں ہوسکتی

رہا بالآخر یہ سب کچھ لکھ رہے ہیں۔

ڈاکٹر نور حسین صاحب ہمکو کہتا ہے۔ کہ ہماری کتاب کا جواب لکھو۔ اور (یہی) تمام کتاب میں۔ اہل بیت کی مصیبت کا رونا رو رہا ہے۔ اور ہزار سال سے۔ آل محمدؐ۔ اہلبیت۔ اہلبیت پکار رہے ہیں۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ اہلبیت کونسے ہیں۔ ان کا کیا نام ہے۔ معین کرکے بتلاؤ اور ایک متفقہ قول اپنے علماء اور اکابر دین کا پیش کرو۔ جس میں اختلاف مطلق نہ ہو۔ کہ تمام شیعہ دنیا فلاں فلاں کو اہلبیت اور آل محمدؐ متفقہ طور پر جانتی ہے۔ پھر ہم ڈاکٹر نور حسین کو ایکسو روپیہ انعام دیوینگے۔ مگر یہ امر یاد رہے کہ جو قول وہ پیش کریں۔ اس میں اختلاف نہ ہو۔ اور اس کے دلائل قرآن اور احادیث تشیع اور لغت عرب سے مدرج ہوں۔ اور درود شریف میں عند التشہد آل محمدؐ سے کون کون مراد لئے جاتے ہیں۔

ڈاکٹر نور حسین صاحب کی کتاب کا ایک نمونہ (مشت نمونہ خروار)

پہلا ثبوت۔ حضرت ابوبکر کا بھاگ جانا۔ ازالۃ الخفا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے مقصد دوم ص۱۰۰ سطر ۱۹ پر ہے۔ عن سلمۃ بن الاکوع۔ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر الی بعض حصون خیبر فقاتل وجھد ولم یکن فتح اخرجہ حاکم۔ ترجمہ۔ سلمۃ بن الاکوع سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول خدا صلعم نے حضرت ابوبکر کو خیبر کے بعض قلعوں کیطرف بھیجا آپ نے لڑائی کی مگر فتح نہ پائی۔ انتہی۔ (ص۵۳ انتہا الانتہا)

ذرا تامل کریں۔ اس دشمن انصاف کی کلام پر جو روایت اُس نے سند میں لکھی ہے۔ اور خود ہی اُس کا ترجمہ بھی اُس نے آپ کردیا ہے۔ اس میں کہیں لکھا ہے کہ ابوبکر بھاگ گیا۔ کیونکہ اُس نے تو اپنا یہ قول ثابت کرنا تھا کہ پہلا ثبوت حضرت ابوبکر کا بھاگ جانا۔ پھر جو روایت اُس نے پیش کی اس سے بھاگ جانا ثابت ہوتا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین وعلی اتباعھم الی یوم الدین۔

اگر فتح نہ کرنا مترادف اور ہم معنے بھاگ جانے کا ہے۔ تو صفین میں حضرت مولا مرتضیٰ نے جو صدہا حملے امیر شام اور معاویہ کے لشکر پر کئے اور فتح نہ کرسکا۔ اُسکو بھاگ جانا قرار دیا جاوے۔ صابر غیر صابر کیا فتوے اُن پر لگاتے ہیں۔ اگر علی مرتضیٰ علیہ السلام کا صدہا حملوں میں فتح نہ کرنا مترادف بھاگ جانے کا ہے۔ تو بیشک ہم ابوبکرؓ کے فتح نہ کرنے کو بھی بھاگ جانا تسلیم کرلینگے۔ فہو جوابکم جوابنا

روزنامہ ہمدم

جو ہندوستان ہند۔ صوبہ اودھ کے قدیم دارالعیش اور زبان اُردو کے ایک عظیم الشان مرکز لکھنؤ سے بہت جلد نظر افروز شائقین ہوگا۔ اس پرچہ کے لئے سرمایہ کی بہم رسانی کا انتظام ایسے اصحاب نے کیا ہے جو اپنے قانونی پیشہ یا آبائی ورثہ کے بدولت تجارتی حوصلہ مندی کی ضرورت سے بفضل خدا مستغنی ہیں۔ اور محض ہمدردی قوم وخدمت ملک کے جذبات اور وقت کی ضرورتوں کا احساس انہیں اس زمانہ میں جو اخبارات کے لئے بالخصوص نازک پایا جاتا ہے اپنا معقول سرمایہ اور قیمتی وقت اس کوشش میں لگانے کا محرک ہوا ہے انہوں نے اخبار کی اڈیٹری و انتظام تجربہ کار ہاتھوں میں سونپا ہے۔ اور ممتاز وقائع نگاروں۔ انشا پردازوں اور ماہرین سیاست سے مسلسل قلمی امداد ملنے کا بندوبست کیا گیا ہے۔

روزنامہ ہمدم جملہ اخباری لوازم کو بطریق احسن پورا کرنے اور اپنے پرچوں کو ہر طبقہ و فرقہ کیلئے دلچسپ و فائدہ مند بنانے کے علاوہ سیاسی۔ تعلیمی۔ تمدنی۔ اخلاقی۔ اقتصادی وکاروباری نامیوں میں ملک واہل ملک کی ترقی کیلئے۔ مفید وسہل العمل مشورہ پیش کریگا۔ آبادی کے مختلف فرقوں اور جماعتوں میں حقیقی طور سے روابط اتحاد کو مستحکم کرنا اُس کا نصب العین ہوگا۔ اور بالخصوص زن اسلام کو مذہب کے جادہ مستقیم پر لانے اور دین ودنیا باہمدگر لازم وملزوم فرائض پر مائل کرنے میں کوشش کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھیگا۔ نمونہ کا پرچہ ضرور منگا کر دیکھئے اور خریداری ایجنسی۔ اشتہارات وغیرہ کے متعلق ذیل کے پتہ سے خط وکتابت کیجئے۔
المشتھر مینجر روزنامہ ہمدم ۲ لاٹوش روڈ لکھنؤ

مراسلات

بقیہ رپورٹ جناب حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ

از قادیان

اور سات آدمیوں کا خصوصی عقائد سے بیزاری کا اظہار

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ قادیان میں جو میرا لیکچر ہونیوالا تھا وہ اس لئے نہ ہوا کہ میاں صاحب کے مریدوں نے مجھے بڑے زور اور تحکم سے کہا تھا۔ کہ تم نے یہاں لیکچر ہرگز نہیں دینا ہوگا۔ اور ایسی طرز پر وہ کہتے تھے کہ گویا قادیان میں حکومت اُن کے یا اُن کے پیر صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ اور ڈانٹ بتلاتے تھے۔ کہ اگر تم نے یہاں قادیان میں لکچر دیا تو فساد ہوجائیگا۔ چنانچہ انہوں نے قادیان کے پولیس مین کو بھی کہا اور اُس نے مجھ سے پوچھا کہ تم یہاں کیا لیکچر دینا چاہتے ہو۔ تو میں نے کہا کہ صرف ختم نبوت اور اسمہٗ احمد پر۔ تو اس نے کہا کہ اس کا کچھ مضائقہ نہیں مگر مجھے لیکچر سے پہلے اطلاع دے دینا۔ مگر جب میں نے دیکھا کہ میاں صاحب کا ہر ایک مرید جو ملا وہ مجھے لیکچر دینے سے روکتا ہے تو میں نے مناسب نہ سمجھا کہ اس قسم کی روک ٹوک میں قادیان میں لیکچر دوں۔ جن لوگوں کو میرے لیکچروں کے سُننے کا اتفاق ہوا وہ گواہی دے سکتے ہیں۔ کہ میرے لیکچر سلاست روی کے طرز پر ہمیشہ ختم نبوت اور حضرت مرزا صاحبؑ کے دعاوی کی صداقت اور اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر ہوتے ہیں مگر معلوم نہیں میاں صاحب کے مریدوں کو کیوں حق بات کے سُننے سے اسقدر طیش آتا ہے۔ کہ وہ اپنی وحشیانہ طرز بحث سے جنگ کرنے پر اُتر آتے ہیں۔ چونکہ شام کے قریب ننگل باغبانان سے کئی آدمی میرا لیکچر سُننے کی خاطر قادیان آگئے تھے۔ انہوں نے جب یہ سنا کہ یہاں لیکچر نہ ہوگا۔ تو وہ سب مجھے پھر اپنے ساتھ ننگل میں لے گئے۔ اور وہاں بڑے آرام اور سکون کے ساتھ میں نے دو گھنٹے تک ختم نبوت پر لیکچر دیا۔ اور لوگوں کے خوب ذہن نشین کردیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی بھی نبی اور رسول ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہاں ولایت۔ امامت۔ خلافت کا دروازہ تا قیامت کھلا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں ظلی نبوت۔ بروزی نبوت۔ جزئی نبوت بھی کہتے ہیں کوئی سو آدمیوں کے قریب مجمع تھا بہت لوگ کوٹھوں پر بھی وعظ سُن رہے تھے۔ اور یہ میرا تیسرا لیکچر ننگل میں تھا۔ یہ لیکچر اس لئے بھی نہایت سکون اور آرام کے ساتھ ہوا کہ میاں صاحب کے بعض دنگہ کرنیوالے جوشیلے مریدوں کو جو قادیان سے ہر روز شور اور فساد کرنے کے لئے آتے تھے۔ اور لیکچر میں اپنا لیکچر دینا شروع کردیتے تھے۔ اس میرے وعظ کی اطلاع نہ ہوئی تھی

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ننگل اور خاص قادیان میں بھی اُسکے فضل اور رحم سے ایک چھوٹی سی جماعت سلسلہ حقہ احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی تیار ہوگئی ہے۔ سات آدمی تو یہ ہیں اور عنقریب پندرہ بیس آدمی اور توبہ اور فسخ بیعت کا اعلان کرنے والے ہیں۔

۱۔ میاں اسمٰعیل صاحب احمدی قاضی ننگل
۲۔ میاں مالی۔ لوہار۔ ننگل
۳۔ میاں محمد حسین صاحب ولد عمر بخش صاحب درزی۔ ننگل (دوکان قادیان میں کرتے ہیں)
۴۔ میاں کریم بخش صاحب ولد سلطان بخش صاحب قوم لوہار سکنہ قادیان۔
۵۔ میاں چراغ الدین صاحب دوکاندار قادیان۔
۶۔ مرزا محمد بیگ صاحب از قادیان۔
۷۔ محمد ابراہیم صاحب از قادیان دیوانخانہ ارشد بیگ۔

انہوں نے جو کچھ خود بخود اپنے اعلانوں میں لفظ لکھکر دیئے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔ چونکہ میاں صاحب کے عقائد حضرت صاحب کے عقائد نہیں اس لئے اب ہم اُنکے مرید بھی نہیں ہیں
دستخط اسمٰعیل قاضی بقلم خود
[illegible]

نشان انگوٹھا۔ مالی لوہار۔

از طرف کریم بخش ولد سلطان بخش قوم لوہار سکنہ قصبہ قادیان ضلع گورداسپور۔ ”میں میاں صاحب کے غلط عقائد سے بیزار ہوکر اُن کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں“

چراغ الدین دوکاندار از قادیان۔ ”میں میاں صاحب کے عقاید نہایت غلط اور حضرت مولانا مولوی (محمد علی صاحب) کے عقائد نہایت صحیح تسلیم کرکے اُن کی جماعت میں داخل ہوتا ہوں“
نیر الدین دوکاندار از قادیان بقلم خود

محمد ابراہیم از قادیان دیوانخانہ ارشد بیگ۔ ”میں میاں صاحب کے عقائد سے سخت بیزار ہوں اور اُن کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں“
میرزا محمد بیگ از قادیان ضلع گورداسپور۔
”میں میاں صاحب کے عقائد سے بیزار ہوکر فسخ بیعت کرتا ہوں“

ان سات آدمیوں نے ۱۰ دسمبر ۱۹۲۰ء کی شام کو یہ تحریریں لکھکر دیں۔ یہ خدا تعالےٰ کے کام ہیں کہ وہ اپنے ملائکہ کے ذریعے پاک دلوں میں پاک تحریکات ڈالتا رہتا ہے اور سعید فطرت لوگ اندر ہی اندر سلسلہ حقہ احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کی حقانیت کو سمجھتے جاتے ہیں اور میاں صاحب کے خلاف اسلام عقائد کو چھوڑ کر سلسلہ حقہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ فللہ الحمد

کبھی یہ تو سب کبھی مل سکتا ہے کہ مرید پیر سے خلاف عقائد رکھکر بھی بیعت میں رہ سکتا ہے مگر اپنے عقائد کا اظہار نہیں کرسکتا نہ اپنے عقائد کے مطابق عمل ہی کرسکتا ہے یہ تو اکراہ ہے دین میں۔ کیونکہ خلیفہ اپنے نزدیک حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا طرز عمل قابل تقلید نہ ہو۔ اور مرید کے نزدیک نہ ہو۔ بلکہ وہ طرز عمل اُسکے مرید کو کا ذہنا بیزار کرتا ہو۔ مثلاً مرید تو حضرت مرزا صاحب کے طرز عمل پر ایسے مسلمان کا جنازہ پڑھنا جائز سمجھتا ہو جو حضرت اقدس کی شان میں بد بولنے والا یا کفر کے کلمات کہنے والا نہ ہو۔ اور پیر ایسا جنازہ پڑھنا [illegible] بلکہ کفر جانتا ہو۔ تو پھر بتلاؤ اس پیری مریدی کا کیا فائدہ ہے کہ ایسے مرید کو اپنی بیعت سے خارج کرے اور مرید کو چاہئے کہ ایسے پیر کی بیعت سے توبہ کرے۔ مگر قابل افسوس امر یہ ہے کہ سوائے اپنے ایمان کی فکر کرنیوالے کے بہت لوگ ایسے ہیں کہ نہ وہ اپنے ایسے پیر کو چھوڑتے ہیں اور نہ پیر ایسے اپنے مرید کو چھوڑتا ہے۔ ایک بھیڑ چال ہے کہ سب لوگ اُسی کیطرف بھاگ جاتے ہیں حیرت اور افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ پیر تو اپنی ایک الگ شریعت اور ملک الگ [illegible] بناتا ہے اور مرید الگ اپنی ایک شریعت اور منی رکھتا ہے پیر [illegible] اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور باوجود پابندی صوم و صلوٰۃ اور اہل قبلہ ہونے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنے کے [illegible] کافر ہی رہتا ہے اور مسلمان نہیں ہوتا۔ مگر مرید کے نزدیک اقرار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور پابندی ان تمام احکام صوم و صلوٰۃ کی اور اہل قبلہ ہونے اور کسی کلمہ گو کو کافر نہ کہنے کے وہ مسلمان ہوتا ہے تو معلوم نہیں جناب میاں صاحب کو اپنے اس قسم کے مریدوں کو اپنی بیعت میں رکھنے اور اکراہ سے اپنی بات منوانے سے اسکے سوا [illegible] کہ لوگ آپکو پیر کہیں اور اب بھی یہ حال ہے کہ میاں صاحب [illegible] سوائے میاں صاحب کے فانی مریدوں کے کسی کے دل میں [illegible] میں تو قادیان کی پبلک کی یہ حالت دیکھکر سخت حیران ہوگیا میاں صاحب کے متعلق میں نے کسی کے مُنہ سے کوئی تحسین یا تعریف کا کلمہ نہیں سُنا نفرت اور بیزاری کا ہی کلمہ سُنا میاں صاحب اور اُنکے [illegible] متعصبانہ خیالات سے قادیان کی پبلک بھی تنگ ہے [illegible] قادیان کے سارے گاؤں میں سوائے میاں صاحب کے خاص [illegible] عزت میاں صاحب کی کسی کے دل میں نہیں ہے۔ حضرت اقدس [illegible] کے وقتوں میں جب جب ہم قادیان میں آتے تھے تو حضرت [illegible] اور حضرت نور الدین اعظم رضی اللہ عنہما کی جو عزت [illegible] ہندو و مسلمانوں کے دلوں میں تھی کہ سب کے سب [illegible] ہوجاتے۔ اور ہمیشہ حضرت اقدس کے متعلق [illegible] اب میاں صاحب کے لئے بالکل نہیں۔

ایک اور شکایت میں نے سُنی اور وہ یہ کہ لوگوں کو [illegible] جس رشتے کے لئے ایک یہ پھندا بنایا گیا ہے کہ اُنکے نکاح [illegible] پڑھکر اُن سے مہر کے علاوہ ایک یہ شرط لکھوائی جاتی ہے [illegible] اس شرط پر کیا جاتا ہے کہ شوہر قادیان سے باہر نہیں جائیگا [illegible] رہنا ہوگا۔ اور اگر کوئی بات ہم میاں بیوی میں ایسی [illegible] کی ہو تو فیصلہ میاں صاحب کا فیصلہ خواہ میاں صاحب کچھ ہی [illegible] ماننا ہوگا۔ چنانچہ سُنا گیا ہے کہ ایک نو مسلم کے متعلق [illegible] کی اشتعال پر اقرار نامہ لکھوایا گیا ہے۔ حضرت اقدس کے [illegible]

تازہ خبریں

صوبہ پنجاب میں اموات و پیدائش ۔ ہفتہ مختتمہ ۲ ستمبر ۱۹۱۶ء میں پنجاب میں ۲۲۳۴ پیدائشیں اور ۱۸۵۰ اموات ہوئیں پنجاب کے مشہور مقامات میں شرح اموات حسب ذیل ہے۔
لاہور ۳۵ - امرتسر ۴۸ - ملتان ۱۷ ہیضہ سے کیمبلپور ۸ اموات ہوئیں۔ جن میں سے ۳۱ صرف پانی پت میں ہوئیں۔ اور باقی ۹ فیروزپور - ۷ جالندھر - ۵ قصور - اور ۵ امرتسر - ۴ کرنال - ۴ لودھیانہ - ۴ سیالکوٹ میں۔ بھیرہ ضلع شاہپور میں ہیضہ سے محض ایک موت ہوئی۔ راولپنڈی میں پلیگ سے ۴ اموات ہوئیں۔

گورنمنٹ بنگال مسٹر اے ایچ کننگ آئی سی ایس اور مسٹر ایم سمتھ آئی سی ایس کی خدمات گورنمنٹ بنگال کے سپرد کر دی گئی ہیں۔

چائے کے بیجوں کا تیل ۔ کچھ عرصہ سے ماہران سائنس اس کوشش میں ہیں۔ کہ چائے کے بیجوں سے تیل تیار کیا جائے۔ اسکے متعلق کلکتہ سائنٹفک کمیٹی اور امپیریل انسٹیٹیوٹ لنڈن کے درمیان خط و کتابت ہو رہی ہے۔ چونکہ یہ کام ایک تجارتی اصول پر کرنے ارادہ ہے اس لئے ابھی سے اس کے متعلق یہ تجاویز ہو رہی ہیں۔
کہ ہندوستان سے چائے کے بیجوں کو کافی تعداد میں مہیا کرنے کا انتظام کیا جائے۔ امپیریل انسٹیٹیوٹ لنڈن نے یہ کام کلکتہ کی کمیٹی کے سپرد کیا ہے۔ چنانچہ کمیٹی نے تقریباً چار ٹن بیج جمع کئے ہیں جن میں سے دو ٹن تو کمیٹی خود اپنے پاس رکھیگی۔ اور باقی دو ٹن لنڈن بھیجے جائینگے۔ کمیٹی نے ڈائرکٹر صوبجات کو بھی اس سے مطلع کیا ہے کہ اس کام کو نہایت حزم و احتیاط سے شروع کرنا چاہئے۔ اور پہلے چائے کے بیجوں کو کافی تعداد میں مہیا کرنے کا انتظام کر لیا جائے تاکہ بعد میں کوئی تکلیف برداشت نہ کرنی پڑے۔

جرمنوں کی زمین دوز ہسپتال ۔ پیرا ریڈیسی جنرل کا نامہ نگار مقیم لنڈن بیان کرتا ہے۔ کہ معرکہ سوم کے بعد جو خندقیں اتحادیوں کے ہاتھ آئیں۔ ان میں جرمنوں نے نہایت محنت سے زمین دوز ہسپتال تیار کئے ہوئے تھے۔ جو ہر ایک قسم کے ساز و سامان سے آراستہ تھے۔ ان میں ایک ہسپتال پچاس فٹ لمبا تھا۔ اور دوسرا تیس فٹ۔ باوجودیکہ ان خندقوں پر ہر روز بارش کی طرح گولیاں برستی تھیں۔ مگر مقام حیرت ہے کہ بندوقوں اور توپوں کی آوازیں بالکل مریضوں کے مکانوں تک نہیں پہنچتی تھیں۔ جرمنوں نے یہ ہسپتال بنائے تھے۔ کیونکہ انکو یقین واثق تھا کہ کوئی قوت ان کو یہاں سے نکال نہیں سکتی۔ مگر خدا کی شان ہے کہ اتحادیوں کی زبردست جارحانہ کارروائی نے آخر انہیں ان مقامات کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔
ان ہسپتالوں میں ہزارہا پونڈ کے قیمتی آلات و دیگر اشیاء متعلقہ ہسپتال موجود تھیں۔ جو سب کی سب اتحادیوں کے قبضہ میں آ گئیں۔

غنیم کے ناکام جوابی حملے ۔ ۱۷ ستمبر۔ جنرل ہیگ کی شب گذشتہ کی مراسلت حسب ذیل ہے۔ ہم نے جنوب انکر میں غنیم کے متعدد شدید جوابی حملوں کو پسپا کر دیا۔ ہمارے توپخانہ کی آتشباری نے غنیم کی پیشقدمی کو کورسلیٹ اور مارٹن پوچ کے درمیان بڑھ سکا تھا مسدود کر دیا۔ اور اسے شدید نقصان پہنچایا۔ غنیم نے ایک بریگیڈ کی جو فلیرز اور مارٹن پوچ کے درمیان جنگل تالی پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ ہمارے دو بٹالینوں سے ایک وسیع میدان میں مڈبھیڑ ہوئی۔ اور دست بدست لڑائی شروع ہو گئی جس میں کہ ہمیں کامل فتح حاصل ہوئی اور غنیم کی جماعت کو منتشر اور شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا۔ ہم نے موکٹ فارم کے شمال میں اپنے استحکامات کو مضبوط کیا۔ ہمارے توپخانہ نے بڑی سرگرمی دکھائی۔ اور غنیم کے گرانڈیکورٹ کے ذخائر اور سلحہ میں آگ لگا دی۔ اور ہمارے ہوا باز غنیم کے ذرائع آمد و رفت پر کامیاب حملے کرتے رہے۔ اور غنیم کے ایک اور ہوائی جہاز کو تباہ کر دیا۔ ہمارے تین جہاز مفقود الخبر ہیں۔

اطالوی جارحانہ کارروائی ۔ لنڈن ۱۸ ستمبر۔ روما۔ ایک نیم سرکاری اعلان مظہر ہے کہ غنیم بہ تمام سرعت کمک بھیج رہا ہے۔ اور عدیم النظیر گولہ باری سے کارسو پر ہماری پیش قدمی کو مسدود کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ غنیم نے وادی سگوانا اور مشرق سواران میں جارحانہ کارروائی کی لیکن اسے شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیا۔

قفقاز میں جنگ ۔ ۱۸ ستمبر۔ روسی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ محاذ پر کوئی اہم واقعہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ اور قفقاز میں موضع ... پر ترکوں کے حملے

فہرست کتب بک ڈپو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

نمبر	نام کتاب	حجم	قیمت	نام مصنف	خلاصہ مضمون
۱	مرقاۃ الیقین	۲۷۲	عہ	ایڈیشن ...	سوانح عمری حضرت مولوی حکیم نورالدین صاحب جسکو انہوں نے خود لکھوایا نہایت عجیب اور دلچسپ کتاب ہے
۲	النبوۃ فی الاسلام	۵۸۶	عہ	مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی	اس میں نبوت۔ رسالت۔ محدثیت۔ مجددیت اور حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی نبوت پر اصولی بحث کی گئی ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مرزا صاحب کی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہو گئی اور مرزا صاحب ... محدث ہیں
۳	غلامی	۸۸	۳ر	"	غلاموں اور لونڈیوں کے بارہ میں اسلام کے وہ اصول جو قرآن شریف نے بیان کئے ہیں ان سے ثابت کیا گیا ہے کہ مخالفین کے اعتراضات صداقت سے خالی ہیں۔
۴	عصمت انبیاء	۲۳۲	۷ر	"	عصمت انبیاء کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ اور مخالفین نے جو جو الزامات انبیاء پر لگائے ہیں ان کو قرآن سے ہی رد کیا گیا ہے
۵	سکھ ازم انگریزی میں	۳۰	۱ر	"	اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ بابا نانک صاحب پکے مسلمان ہیں اور ان کا مختصر حال ہے
۶	ٹیچنگ آف اسلام	۱۹۵	عہ	"	یہ کتاب انگریزی ترجمہ ہے اس لیکچر کا جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے جلسہ مذاہب ... لاہور میں دیا
۷	اسوۂ حسنہ موسومہ زندہ و کامل نبی	۱۲۹	۴ر	خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری	اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ صرف آنحضرت صلعم ہی کامل اور زندہ نبی ہیں۔ اور وہی کامل نمونہ ہیں
۸	صحیفہ آصفیہ	۹۶	۲ر	"	اس میں فاضل مصنف نے حضور نظام دکن کو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوے کی تبلیغ کی ہے
۹	بنگال کی دلجوئی (؟) اردو میں	۲۰	۱ر	"	اس میں اس زبردست پیشگوئی کا ذکر ہے جو حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے تقسیم بنگالہ کی بابت کی
۱۰	انگریزی کا بھی	۱۷	۱ر	"	ایضاً
۱۱	رسالہ اسلام اور اسکے اصول کا عیسائیت سے مقابلہ انگریزی میں	۱۵	۱ر	"	حضرت خواجہ صاحب کا وہ لیکچر ہے۔ جو انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی میں دیا
۱۲	رسالہ مسلمانوں کا رویہ ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی طرف انگریزی میں	۲۴	۳ر	"	اس میں فاضل مصنف نے مسلمانوں کی ہمدردی اور وفاداری عموماً اور احمدیہ جماعت کی ہمدردی اور وفاداری خصوصاً برٹش گورنمنٹ کے ساتھ از روئے قرآن کریم ثابت کی ہے
۱۳	مسلم پریئر یعنی اسلامی نماز انگریزی میں	۶۱	۴ر	"	اس میں اسلامی نماز کا ترجمہ انگریزی میں نہایت عمدگی کے ساتھ کیا گیا ہے
۱۴	ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام انگریزی میں	۱۴۵	۱۲ر	مصنفہ لارڈ ہیڈلے صاحب بالقابہ	اس میں فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ کامل مذہب اسلام ہے۔ جو کل دنیا کا مذہب ہونا چاہیے
۱۵	پیغام صلح	۲۲	۱ر	حضرت مرزا صاحب مسیح موعود	اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود نے ہندوؤں کو چند شرائط پر پیغام صلح دیا
۱۶	الوصیت	۲۶	۲ر	ایضاً	اس میں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی آخری وصیت درج ہے۔ جو آپ نے حسب منشاء الٰہی اپنی وفات سے پہلے لکھکر شائع کی۔ اب مع ضروری نوٹ حضرت مولوی محمد علی صاحب و عکس تحریر حضرت مرزا صاحب دربارہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے چھپوا کر شائع کی
۱۷	رسالہ فیصلہ آسمانی (؟)	۱۶	۱ر	مولوی محمد یمین صاحب نوی	اس میں مسٹر گبن صاحب ڈویژنل جج قسمت پشاور کا فیصلہ درج ہے۔ کہ فرقہ احمدی کو مسجد میں نماز پڑھنے سے نہ روکا جاوے
۱۸	رسالہ آیات الٰہی فی رد امت مہر شاہی	۸	۱ر	"	اس میں ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے جو مولوی قاسم علی فاضل لاہوری نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود پر کئے
۱۹	رسالہ تحفۃ المتقین	۲۴	۱ر	سید محبوب شاہ صاحب داؤدی	اس میں فاضل مصنف نے آیت ھدًی للمتقین کی تفسیر خصوصاً اور دیگر چند آیات قرآنی کی تفسیر عموماً بحوالہ کتب حنفیہ لکھی ہے
۲۰	رسالہ تحفۃ السلطان	۲۴	۱ر	"	قرآن کریم کی دعائیہ آیات کا اردو ترجمہ نظم میں ادا کیا گیا ہے۔
۲۱	رسالۃ المہدی	۲۸	۲ر	حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسیٰ	اس میں قابل مصنف نے حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے دعویٰ نبوت پر بحث کی ہے۔ اور فریق مخالف کے اعتراضوں کا جواب دیا ہے
۲۲	" نمبر ۲ و ۳	۷۲	۳ر	"	اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوۃ پر ریویو کیا گیا ہے
۲۳	" نمبر ۴ و ۵	۱۹۸	۴ر	"	اس میں میاں محمود احمد صاحب کی کتاب القول الفصل پر ریویو کیا گیا ہے
۲۴	" نمبر ۶ و ۷	۸۰	۴ر		
۲۵	مادہ فانی	۳۲	۱ر	ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب	اس میں فاضل مصنف نے سائنس سے ثابت کیا ہے کہ مادہ فانی ہے
۲۶	بائیبل کا پیغام یعنی سچائی کا ظہور	۲۶	۱ر	مولوی رحیم بخش صاحب نومسلم واعظ	اس میں دکھلایا گیا ہے کہ بائیبل کی تعلیم ناقص ہے اور اس کا پورا نمونہ قرآن نے دیا ہے
۲۷	بینہ اسلام	۹۴	۲ر	"	اس میں بشارات محمدیہ کو بائیبل سے یکجا جمع کرکے قرآن سے تطبیق دی ہے
۲۸	آیات بینات	۹۰	۲ر	"	عیسائی رسالہ "آیات اللہ یعنی معجزات" کی جس میں عیسیٰ ابن مریم کی خدائی ثابت کی گئی ہے۔ تردید کی گئی ہے
۲۹	اعجاز القرآن فی حفاظت القرآن	۳۴	۱ر	مولوی فضل الٰہی صاحب منشی فاضل	اس میں فاضل مصنف نے پادری الفنس منگانا کے رسالہ موسومہ "تین قدیم قرآنوں کے اوراق" کا جواب دیا ہے
۳۰	خورشید عاقل مذہبی ناول	۶۱	۱ر	بابو محمد حسین صاحب کلرک	اس میں مصنف نے آریوں کے ان اعتراضات کی تردید کی ہے جو وہ گوشت خوری کے بارے میں کرتے ہیں۔
۳۱	رباعیات	۸	۱ر	سید حامد شاہ صاحب	اس میں مصنف نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کا نقشہ کھینچا ہے
۳۲	سلسلہ تصنیف براہین احمدیہ جلد اول ولایتی کاغذ مجلد	۵۲۲	ے	حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود	یہ جلد براہین احمدیہ کے چہار حصص پر مشتمل ہے اس میں حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم اور آنحضرت صلعم کی حقانیت براہین نیرہ اور دلائل قاطع کے ساتھ ثابت کی ہے۔ اور مخالفان اسلام کے الزامات کو جو اسلام اور بانی اسلام پر لگائے تھے بڑے زور سے تردید کی ہے۔ اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کرنے کے لئے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ اسکو شائع کیا۔
	" " کاغذ مجلد	۵۲۲	عا	"	
	دیسی کاغذ مجلد	۵۲۲	عا	"	
	" بے جلد	۵۲۲	عہ	"	
۳۳	القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد	۱۳۴	۸ر	حضرت سید مولوی محمد احسن صاحب امروہوی	اس میں فاضل مصنف نے میاں محمود احمد صاحب کے عقائد دربارہ پیشگوئی اسمہ احمد اور نبوت حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مسئلہ کفر و اسلام کی براہین نیرہ کے ساتھ تردید کی ہے اور ثابت کیا ہے۔ کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی کا حقیقی مصداق آنحضرت صلعم ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود جزوی نبی ہیں۔ ان کے انکار سے کفر لازم نہیں آتا۔

اب بھی اپنی ذمہ داری کو نہیں ...

اللہ تعالیٰ بڑے سے بڑے برکات دینی و دنیوی سے مالا مال کرے ان احباب کو جنہوں نے جرأت ایمانی سے کام لے کر اپنے عقائد کا اعلان اور غلو سے بیزاری کا اظہار کر دیا ہے۔ ان سب کے سرتاج مخدومی مکرمی مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی ہیں جنہوں نے اس تبلیغ میں ہر قسم کے خیالات کو خشیۃ اللہ اور تقوی اللہ کے سامنے قربان کر دیا ہے اور غالیانہ عقائد کی تردید میں ایک مختصر مگر نہایت مدلل کتاب القول الممجد تحریر فرمائی ہے۔ حضرت مولانا صاحب کی اس کتاب نے درحقیقت یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ہمارے سلسلہ کا مذہب حضرت مسیح موعود کے وقت میں کیا تھا۔ کیونکہ مولانا ممدوح نہ صرف مسلّم طور پر اس سلسلہ میں بزرگی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ بلکہ آپ کے علم و فضل کی اور آپ کے تفقہ فی الدین کی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں بار بار تعریف فرمائی ہے۔ اور بہت سے امور پیش آمدہ کو جواب دینے کے لئے آپ کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ اور آپ کا ساختہ پرداختہ گویا ہر طرح آپ کو منظور ہوتا تھا۔ آپ کے متعلق ایک جگہ تحریر فرمایا ہے:۔ العالم المحدث الفقیہ الجلیل صالح تقی غیور للاسلام۔ رزقہ اللہ ذخیرۃ کثیرۃ من علوم الدین۔ زاھد متقی کثیر البکاء من خوف اللہ تحفہ مقام ۹

اور پھر آپ کی تصنیفات تحذیر المومنین وغیرہ کے مسائل حقہ کی تصدیق بدیں الفاظ حقیقۃ الوحی میں فرمائی ہے۔

"پس اس اثناء میں کہ میں یہ شعر پڑھ رہا تھا عین پڑھنے کے وقت مجھے یہ الہام ہوا ؎

از پئے آں محمد احسن را + تارک روزگار مے بینم

یعنی میں دیکھتا ہوں کہ مولوی سید محمد احسن امروہی اس غرض کے لئے اپنی نوکری سے جو ریاست بھوپال میں تھی علیحدہ ہو گئے۔ تا خدا کے مسیح موعود کے پاس حاضر رہیں اور اس کے دعوے کی تائید کے لئے خدمت بجا لاویں۔ اور یہ ایک پیشگوئی تھی جو بعد میں نہایت صفائی سے ظہور میں آئی۔ کیونکہ مولوی صاحب موصوف نے کمربستہ ہو کر میرے دعوے کی تائید میں بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اور لوگوں سے مباحثات کئے۔ اور اب تک اسی کام میں مشغول ہیں۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۳۳) اب حقیقۃ الوحی کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے وقت بھی حضرت مسیح موعود آپ کی سب کتابوں کو اپنے دعوے کا مؤید مانتے ہیں۔ حالانکہ ان کتابوں اور بالخصوص تحذیر المومنین میں وہی مذہب تحریر فرمایا ہے جو آج قول الممجد میں لکھتے ہیں۔ جیسا کہ صفحہ ۱۲۵ القول الممجد میں وہ خود ہی فرماتے ہیں:۔ "یہ میرے عقائد من ابتدائے تصنیف اعلام الناس حصہ اول یعنی من ابتدائے تصنیف فتح الاسلام حضرت اقدس آج تک یہی رہے ہیں"

اس کتاب القول الممجد فی تفسیر اسمہ احمد میں نہ صرف آپ نے پیشگوئی مندرجہ آیہ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا وقوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک میں دلائل قطعی سے ثابت کیا ہے بلکہ باقی مسائل متنازعہ کا بھی جن کی تائید کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد کا انکار کیا گیا ہے فیصلہ کر دیا ہے۔ اور مسئلہ کفر و اسلام میں اور مسئلہ نبوت میں بھی نہایت صفائی کے ساتھ اور محکم دلائل کے ساتھ غالیانہ عقائد کے جواب خلاف واقعہ حضرت مسیح موعود کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں تردید کر دی ہے۔ اور ایک خاص فصل ختم نبوت کی بحث پر بڑھا کر بتایا ہے کہ اب بھی آپ کا وہی مذہب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں تھا۔ کہ باب رسالت و نبوت قطعی طور پر مسدود ہے۔ ہاں باب ولایت و محدثیت جس کو نبوت مجازی کہا جا سکتا ہے کھلا ہے۔ اس کتاب کی تصنیف کی وجہ بھی منجانب اللہ تحریک ہے۔ جیسا کہ آپ نے صفحہ ۹ پر لکھا ہے۔

"خاکسار تو جب ہر چہار طرف سے مجبور ہو گیا تب بولا ہے۔ خصوصا صاحب کو روحانی طور پر صادقہ مجھ پر تاکید ہوئی"

قادیان کے اخباروں کو اس بات پر فخر ہے کہ مولانا موصوف کی اس کتاب سے ان کی جماعت میں معاً کوئی انقلاب عظیم پیدا نہیں ہو گیا۔ جس سے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جماعت نے اس کتاب کو تحقیر کی نظر سے دیکھا ہے۔ اگر ایک جماعت جن کی نسبت خود اس کے سردار کی الہامی شہادت بدیں الفاظ موجود ہے ؎

شکر اللہ مل گیا تجھکو وہ لعل بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگ خارا ہو گیا

یعنی خلافت تو مل گئی جماعت کے دل چاہے کالحجارۃ او اشد قسوۃ کے مصداق ہو گئے ہوں۔ اس وقت ضد میں آکر ایسی شخص کی تحریر کو پس پشت پھینکے جس کو کل تک فرشتہ کہا جاتا تھا اور احسن المناظرین کا خطاب مسلّم طور پر اس کو دیا جا چکا ہے تو یہ اس جماعت کی حالت پر رونے کا مقام ہے نہ خوش ہونے کا۔ آپ وہی بزرگ ہیں جن کی نسبت بہت دیر نہیں گذری نواب محمد علی خاں نے ذیل کے الفاظ لکھے تھے۔

"اور بہ لحاظ علمی حالت کے جناب کا تبحر علمی ظاہر خود حضرت اقدس تعریف فرمایا کرتے تھے اور بہ لحاظ علمیت دینی کے الہام ربانی خود بتلا رہا ہے کہ: از پئے آں محمد احسن را + تارک روزگار مے بینم تو اس لحاظ سے ہر طرح خواہ کوئی شق لیجائے آپ بزرگ ہم سب خورد بھلا جو بات جناب کی سمجھ نہ آتی ہو وہ ان جہلا کی سمجھ کیا آ سکتی ہے"

جن کے متعلق یہ تحریر ہے کہ ... کتاب و سنت کے مطابق آپ عقیدہ رکھیں گے اور وہی حق ہو گا۔ اور جن کے متعلق سب سے بڑھ کر خود میاں صاحب نے یہ شہادت دی ہے۔

"حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے خیالات اکثر حضرت سے توارد ہوتے ہیں۔ سو آپ کے خیالات سے مطابقت حاصل کر کے ایک خوشی ہوتی ہے کہ گویا حضرت صاحب کا خیال بھی یہی تھا"

کاش آج بھی محض آپ کے "خیالات" نہیں بلکہ ان عقاید حقہ سے جن پر آپ ابتدائے دعوے مسیح موعود سے اب تک قائم رہے۔ مطابقت حاصل کر کے صاحبزادہ صاحب خوش ہوتے اور اپنی غلطی سے اور غلو سے صاحبزادہ صاحب توبہ کر کے گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتے۔ اور اپنے ہی الہام کے انذار سے ڈر جاتے۔ جس میں ان کی جماعت کے دل کے سنگ خارا ہو جانے کی شہادت موجود ہے۔ مگر نہیں آج ان باتوں پر فخر کیا جاتا ہے کہ جماعت نے ایسے بزرگ کی تحریر کی طرف توجہ نہیں کی اور نااہل لوگوں سے اپنے اخبار میں یہ لکھوایا جاتا ہے کہ اس کتاب کو لکھ کر مولوی صاحب نے اپنی علمی پردہ دری کر دی ہے یہ ناہنجار جو اس قسم کے الفاظ لکھتے ہیں وہ اتنا بھی نہیں ڈرتے کہ مولوی صاحب کی تو اہل علم کے نزدیک جو عزت اس کتاب کی تصنیف سے ہوئی ہے۔ وہ ایک الگ امر ہے لیکن کیا اس سے خود حضرت مسیح موعود پر حرف نہیں آتا کہ ایسی لوگوں کی تعریفیں کیا کرتے تھے جن کی علمی پردہ دری آج چند چھوکرے بھی کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت مولوی صاحب کی ایمانی جرأت جو ایمان کی اصل نشانی ہے کس قدر اس کتاب سے ظاہر ہوئی ہے۔ کہ آپ نے کسی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوبارہ اپنے آپ کو اس شعر کا مصداق ثابت کیا۔

از پئے آں محمد احسن را + تارک روزگارے بینم

اور جب اسلام پر حملہ ہوتے دیکھا تو پھر خاموش رہنا گناہ سمجھا۔ مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی اس محنت کو اس ایمانی شجاعت کو اس قربانی کو اس دینی غیرت کو بے ثمر نہیں چھوڑیگا۔ یہی جماعت اس کی قدر کریگی اور نہیں کریگی تو اللہ تعالیٰ ان سے بہتر اس کے قدردان پیدا کر دیگا میں کہتا ہوں کہ اگر جناب مولانا صاحب سے اس بارہ میں تم لوگوں کو اختلاف بھی تھا تو طریق ادب سے عقیدہ رکھ کر بیعت کر لو۔ اور اس اختلاف عقیدہ کے اظہار پر اس قسم کی یاوہ گوئی کرنا اور کرانا طریق شرافت سے بھی بعید ہے۔ خلافت تو منوائی جاتی ہے اس آڑ میں کہ جماعت میں وحدت قائم ہو جاتی ہے۔ مگر غور کرو کیا یہ وحدت ہے۔ دل تو اندر سے کینہ اور حسد سے بھرے ہوئے ہیں۔ ذرا کسی نے غالیانہ عقائد کے خلاف اظہار رائے کیا۔ تو ہر اور پنجے جھاڑ کر اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ اس قدر بغض تو دوسرے مذاہب کے پیرؤں سے بھی رکھنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ ان سے رکھو جن کو تم نے ایک سلسلہ وحدت و اخوت میں منسلک کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اب غور کرو کہ یہ وحدت ہے یا منافقت اوپر کے ملمع پرست بھو لو کہ ہم نے بذریعہ بیعت ایک کر لیا ہے۔ دلوں میں سخت بغض اور کینہ بھرا ہوا ہے۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ تم چاہے یہ عقیدہ رکھو یا وہ پھر بیعت کر لو۔ ہم تم بھائی ہیں۔ مگر دوسرے عقیدہ کا کسی نے اظہار کیا تو اس کا اتنا بھی پاس ادب نہیں کیا جاتا جتنا ایک دشمن کا کرنا بھی اخلاق اسلامی کی رو سے ضروری ہے۔ کہیں رشوت کے الزام ہیں۔ کہیں ارذل العمر تک پہنچ جانیکا ناپاک حملہ ہے۔ پھر بتاؤ کہ جب تمہارے نزدیک یہ عقیدے ایسے گندے ہیں جیسا تم اپنے اخباروں میں ظاہر کرتے ہو۔ تو یہ عجیب تماشا ہے کہ تم لوگوں کو یہ کہتے ہو کہ اس گند کو دل میں رکھکر ہماری بیعت کر لو۔ کیا گند کا دل میں رہنا جائز ہے۔ اور باہر نکال لینا آپ کے نئے عقاید کی رو سے ناجائز۔

یہی تعلیم ہے جس سے عقائد دینی قائم ہونگے۔ مولوی محمد احسن ایسے عظیم الشان شخص کے اظہار مذہب پر اگر مطابقت حاصل کر کے خوشی حاصل کرنیکا زمانہ اب گذر چکا تھا۔ کیونکہ جو کام ان سے لینا تھا لے چکے تو کم از کم اس اختلاف میں صاحبزادہ صاحب خود قلم اٹھاتے۔ اور ان کے دلائل کی تردید کرتے اور جماعت خود اندازہ کر لیتی کہ اس شخص کی بات ماننے کے قابل ہے جس کا ساختہ پرداختہ حضرت بھی منظور فرما گئے ہیں اور جن کو فرشتہ ہونیکا خطاب دیا تھا۔ جن کا علم و فضل مسلّم ہے یا اس شخص کا جس نے ادھر علوم کی جو تحقیق کی ہو گی اس سے تو ہمیں سروکار نہیں حضرت صاحب کی کتابوں سے بھی قطعاً ناواقف ہے اور اسی کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ کہ نہایت تحقیر کے ساتھ وہ حضرت مسیح موعود کی تحریرات کا ذکر کرتا ہے مثلاً حضرت صاحب تو فرماتے ہیں کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شکم آمنہ عفیفہ میں تھے تب فرشتے نے ظاہر ہو کر کہا کہ اے آمنہ تو بیٹا جنیگی اس کا نام احمد رکھنا اور میاں صاحب فرماتے ہیں:۔

"آپ کی والدہ نے ہرگز آپ کا نام احمد نہیں رکھا۔ یہ بات کسی کی بنائی ہوئی ہے"

میاں صاحب غور کیجئے کس کی بنائی ہوئی بات ہے۔ مسیح موعود کی؟ اور پھر علم حدیث پر آپ کو اس قدر عبور ہے کہ ان تمام احادیث صحیحہ وغیرہ کو جن میں آپ کا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے آپ "کچی اور ناقابل اعتبار روایات" قرار دیتے ہیں اور ان کے موضوع ہونے کے وجوہات کا بھی آپ نے ایک شوخئ قلم سے پتہ لگا لیا "جو صرف عیسائیوں کے اس اعتراض سے بچنے کے لئے وضع کر لی گئی تھیں کہ تم احمد کی پیشگوئی انجیل میں کہتے ہو۔ مگر تمہارے نبی کا نام تو احمد نہیں" حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ کوئی عیسائی یہ نہیں کہتا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انجیل کی پیشگوئی کا مصداق اس لئے نہیں مانتے کہ انجیل میں لفظ احمد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ احمد کا لفظ ہی انجیل میں نہیں۔ فارقلیط یا تسلی دہندہ کا نام انجیل میں ہے سو وہ پیشگوئی روح القدس کے آنے سے پوری ہو چکی۔ ایک جھوٹ خود ہی گھڑ کر اس کی بنا پر صحیح احادیث کو موضوع قرار دینا یہ کہاں کی دیانتداری ہے۔ اس قدر احادیث کو اس بے خوفی سے وضعی کہدینا جن میں بخاری اور مسلم کی حدیثیں بھی موجود ہیں یہ خدا ترسی اور تقویٰ کو تو الگ رکھو دعوی اسلام سے کس قدر بعید ہے۔ بھلا کسی معترض عیسائی کی کتاب کا حوالہ دیجئے جس میں ان روایات کے ان کتابوں میں تحریر پانے سے پہلے یہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا بیم ہر لوز دکمال | وصل دلدار ازل بے احتمال
اقتدا قول او در جان ماست | ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبرہائے معاد | ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت [illegible] | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق [illegible] | منکر آں محروم از لعن خدا
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما | ہر کہ انکارے کند از اشقیا
بیگمان [illegible] | نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ سے ششماہی سے

سہ ماہی عہ طلباء سے سالانہ ...

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۷ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۴

ایک ضروری تحریک

(از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ)

اولم یروا انا نأتی الارض ننقصہا من اطرافہا

حق کا غالب آنا ہمیشہ ہی ایک ایسا تاریخی امر رہا ہے کہ ابنائے دنیا کو اس پر ٹھوکر لگتی رہی ہے۔ یوں تو حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم الشان رسول کو مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وان ما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک فانما علیک البلاغ وعلینا الحساب

یعنی وہ وعدے جو ہم ان کو دیتے ہیں کہ حق غالب ہوگا اور باطل کو نابود کر دیا جائیگا چاہیں تو ان میں سے بعض وعدے ہم تم کو دکھا دیں یا اس سے بھی پہلے ہی تم کو وفات دیدیں اس میں تمہارا کچھ دخل نہیں۔ کیونکہ تمہارا کام صرف حق کو لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اپنے ساتھ ملا لینا یہ تمہارا کام نہیں۔ اچھے اور برے کاموں پر محاسبہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس میں آپ کے پیروؤں کو یہ نصیحت ہے کہ یہ کبھی بھی فکر مت کرو کہ فلاں بات جو ہم کہتے ہیں اس کو لوگ مانتے ہیں یا نہیں۔ ہاں یہ دیکھو کہ وہ حق ہے یا نہیں۔ کسی شخص سے قیامت کے دن یہ سوال نہیں کیا جائیگا کہ تمہارے ہم خیال کتنے لوگ تھے۔ ان کی تعداد زیادہ تھی یا کم۔ ہاں یہ سوال ضرور کیا جائیگا کہ جو تم کہتے تھے اور کرتے تھے وہ حق تھا یا نہیں۔ جب کسی قوم کے گرنے کے دن آتے ہیں تو علوم حقہ اُن سے چھین لئے جاتے ہیں اور حق پر تمسخر و استہزا کرنا اُن کے حصہ میں آجاتا ہے۔ یہی حال ہمارے خالی دوستوں کا ہے۔ جو اپنی کثرت پر نازاں ہو کر بغلیں بجاتے اور بار بار بطور استہزا ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ کیوں جی اگر تم اہل حق ہو تو تمہارے ساتھ کتنے آدمی مل گئے۔ وہ وقت بھی آجائیگا جب وہ دیکھ لینگے کہ ہمارے ساتھ کتنے آدمی ہیں۔ لیکن ان کا یہ سوال اور یہ تمسخر ایک احمقانہ فعل ہے۔ اگر جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ سچ ہے تو ضرور ہے کہ وہ دنیا پر غالب آئے۔ خواہ سالوں میں اور خواہ صدیوں میں

غور کرو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد موید ین تثلیث کو اپنی کثرت پر کس قدر فخر ہوگا۔ اور توحید کے مویدین پر وہ کس طرح ہنستے ہونگے۔ کہ یہ دو چار آدمی کیا چیز ہیں۔ خیر توحید کا غلبہ تو چونکہ دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہی ابتدا سے مقدر ہو چکا تھا اس لئے مصلحت الٰہی نے یہی چاہا کہ ایک وقت کے لئے شرک اور ظلمت غالب رہیں۔ لیکن ظلمت کے فرزند تو اس وقت بھی ہنستے ہونگے جب جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی آواز ان کے کانوں پر پڑتی ہوگی۔ کہ باطل تو دنیا پر نشو ونما پا رہا ہے نابود کہاں ہوا ہے۔

میں نے بیشک یہ کہا ہے اور اب بھی یہ کہتا ہوں کہ جو عقیدہ ہمارے غالی بھائی پہلے مخالفین کے نقش قدم پر چل کر دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں وہ کبھی بار آور نہیں ہوگا کیونکہ وہ باطل محض ہے۔ اور اسی یقین کے ساتھ جو اہل حق کو ہمیشہ حاصل ہوتا ہے میں یہ کہتا ہوں۔ اگر یہ نہ میری موت و حیات سے وابستہ ہے نہ میرے دوسرے ہم خیال احباب کی موت و حیات سے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہے اس باطل عقیدہ کو نابود کر دے۔ جو پھیلایا جا رہا ہے کہ اب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا۔ گویا زمانہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گذر چکا جس طرح آنحضرت کی تشریف آوری پر پہلے انبیا کی نبوت کا زمانہ ختم ہو چکا۔ بعض صلح پسند لوگ کافی غور کے بغیر یہ بھی کہدیتے ہیں کہ یہ محض نزاع لفظی ہے کسی نے حقیقی نبی کہدیا تو کیا اور مجازی کہدیا تو کیا اس سہل انگاری سے تو ایک انسان خدا بن گیا۔ مجازی خدا کہدیا تو کیا اور حقیقی خدا کہدیا تو کیا۔ بس حقیقی اور مجازی نبی کے فرق کو مدنظر نہ رکھنے سے اتنا ہی فرق پڑتا ہے جسطرح وہ عقیدہ خدا کی خدائی کو باطل کرتا ہے اسی طرح یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبوت کو باطل کرتا ہے اور دین اسلام کا باقی کچھ نہیں رہنے دیتا۔ کاش ہمارے دوست اتنا ہی غور کرتے کہ لا الٰہ الا اللہ کے پڑھنے سے اب ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوتا تو محمد رسول اللہ کی نبوت کا زمانہ تو ختم ہو چکا۔ نبی کہدینا تو آسان ہے مگر اس کے خطرناک نتائج پر غور نہیں کرتے۔

ہاں یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حق کے ساتھ ہمیشہ کچھ کھلے کھلے نشان بھی رہتے ہیں۔ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں ہوتا۔ اسی میں سے ایک نشان کا ذکر آیت مندرجہ عنوان میں ہے۔ کیا یہ غور نہیں کرتے کہ ہم زمین کو اس کے اطراف سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔ اطراف الارض سے مراد اوپر اور نیچے کے طبقہ کے لوگ بھی لئے گئے ہیں۔ اور بعض اعلیٰ درجہ کے لوگ بھی۔ باوجود اس زور کے جو حق کی مخالفت پر لگایا جاتا ہے کچھ نہ کچھ لوگ اعلان حق کرنے والے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی سنت اللہ کے مطابق یہاں بھی سلسلہ جاری ہے۔ ہماری غرض کوئی گدی قائم کرنا نہیں۔ ہاں جماعت کو عقائد صحیحہ پر قائم رکھنا ہے۔ سو حالانکہ اس عرصہ میں ہماری طرف سے کوئی بڑی کوشش بھی نہیں ہوئی۔ کیونکہ میری مصروفیت تو ترجمہ قرآن میں اس قدر رہی ہے کہ دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہیں کر سکا۔ باایں ہمہ خدا کے فضل سے ایسے لوگ نکلتے چلے آتے ہیں جو جرأت ایمانی سے کام لیکر اپنے عقائد کا اعلان اور اپنے غلو اور افراط کے بھرے ہوئے عقائد سے بیزاری کا اظہار کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ میں جانتا ہوں کہ جماعت میں کثیر حصہ ان لوگوں کا جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی صحبت سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان نئے عقائد سے سچے دل سے متنفر ہیں خواہ انھوں نے ابتدا میں بوجہ ناواقفیت اس امر کے کہ نئے عقائد کا اثر کہاں تک پہنچتا ہے یا یہ کہ ان میں اس قدر غلو کیا جائیگا قادیان میں بیعت بھی کر لی ہو۔ مگر ان لوگوں کا کثیر حصہ اس غلطی میں پڑا ہوا ہے کہ ہم کو پیر و مرشد کے عقائد سے کیا واسطہ ہم اپنے عقائد اپنے دل میں رکھینگے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ اس ان کی غلطی کی وجہ سے سلسلہ کو کس طرح نقصان پہنچ رہا ہے۔ اور نئی نسل کس طرح تباہ ہو رہی ہے۔ کیونکہ ایک تو مخالفین سلسلہ کو اب یہ دعوے سے کہنے کا موقعہ مل گیا کہ ہمارا الزام مرزا صاحب پر مدعی نبوت ہونے کا سچا تھا۔ اور دوسرے جو نا واقف اب سلسلہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ یا جو خود ان کی اپنی نسل ہے۔ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شاید انہی عقائد کی حضرت صاحب نے تعلیم دی ہوگی۔ وہ خوب یاد رکھیں کہ یہ محض ایک چال تھی جو چل گئی کہ اپنے عقائد کو دل میں رکھو اور باوجود اختلاف عقائد بیعت کر لو۔ جن دلوں میں یہ عقاید ہیں وہ تو خاموش رہے لوگوں کو کیا پتہ کہ ان کے دل میں کیا عقائد ہیں اور جن عقائد کی شب و روز تعلیم دی جاتی ہے۔ جن کے خلاف ایک حرف کسی اخبار یا رسالہ میں نہیں نکل سکتا۔ جن کی تردید کے لئے قادیان میں ایک شخص بھی منہ نہیں کھول سکتا۔ حالانکہ بیعت کے وقت ایسے لوگ تھے جنہوں نے علانیہ کہدیا تھا کہ ہم عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں۔ وہی عقائد ان کے بھی سمجھے جاتے ہیں۔ میرے دوستو۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ اس نے حکومت تو ایسی عطا فرمائی جو اپنے شاہی مذہب کی تردید پر بھی تمھیں کچھ نہیں کہتی۔ اور تم کھلے طور پر اس کے مذہب کی تردید کر سکتے ہو۔ مگر ایک خلیفہ تم نے اپنے اختیار سے اپنی رائے سے اپنی منشا سے ایسا بنا لیا جو تم کو عقائد حقہ سے روکتا ہے۔ پھر اسلام تو عیسائیوں۔ یہودیوں اور سب اہل مذاہب کو اپنے عقائد کی اشاعت کی اجازت دیتا ہے۔ یہ خلافت کس اصول پر ہے جو عقائد صحیحہ کے اظہار سے مانع ہے جس کا منشا یہ ہے کہ یہ لوگ تو منافقت سے اپنی زندگی بسر کر جائیں اور پیچھے آنے والی نسلیں ان کی وجہ سے ہلاک ہوں۔ یا ان پر ملامت کریں کہ انھوں نے اپنے اندر اس قدر ایمانی جرأت نہ پائی کہ ایک آزاد گورنمنٹ کے ماتحت بھی اپنے عقائد صحیحہ کا اظہار کر کے دوسروں کو غلطی سے باہر نکالتے۔ ایسے ہمارے سب دوست اس بات کو یاد رکھیں کہ وہ اپنے فعل خاموشی سے ان عقائد باطلہ غالیانہ کی ترویج میں امداد دے رہے ہیں۔ ان کی خاموشی سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ساری جماعت کا ان عقائد پر اتفاق ہے۔ لیکن

تو پھر غور فرمائیے کہ عیسائی معترضین کی وکالت آپ کے حصہ میں کیونکر آئی کہ جو باتیں اُنھوں نے نہیں کہیں وہ آج آپ اسلام کے خلاف بیان کر رہے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیشگوئی کا مصداق نہ ثابت ہونے دینے کے لیے عیسائیوں پر بھی افترا۔ العیاذ باللہ۔ اگر اس بات میں ایک ذرہ بھر بھی سچ ہے تو کسی عیسائی کا اعتراض شرائط بالا کے ساتھ پیش کرو۔ ورنہ اس طرح احادیث کی تحقیر اور دین اسلام کی تکذیب کے درپے ہونے سے توبہ کرو۔

جن لوگوں نے یہ بات تراشی ہے ان کو اتنی بھی سمجھ نہیں آئی کہ ماں باپ کے نام رکھنے پر پیشگوئی کا انحصار نہیں ہوا کرتا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وجہ سے اسمہ احمد کی پیشگوئی کے مصداق نہیں کہ والدین نے آپ کا نام احمد نہیں رکھا تو (حضرت امام علیہ السلام) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی عیسیٰ ابن مریم کے نزول کی پیشگوئی کے مصداق کیونکر بن گئے۔ صوفی شمس الدین شلوی کے لڑکے کو اللہ تعالیٰ عمر دے اگر وہ کل کو کہے کہ میرا نام ماں باپ نے عیسیٰ رکھا اور میں مریم کا بیٹا بھی ہوں۔ پس میرا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔ مگر مرزا غلام احمد صاحب کا نام تو والدین نے عیسیٰ ابن مریم نہیں رکھا تو اس لیے اصول کے مطابق میاں صاحب ایک نئے عیسیٰ ابن مریم کے پیرو ہو جائینگے۔ اور مرزا صاحب کی مسیحیت سے توبہ کرینگے۔ اور یہی عذر اس وقت بھی ہوگا جو آپ کرتے ہیں کہ تعین اخبار غیبیہ میں اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ اس وقت سب احمدیوں کو غلطی لگ گئی۔ عیسیٰ ابن مریم وہی ہے جس کا نام ماں باپ نے عیسیٰ ابن مریم رکھا اور پھر کوئی پوچھے کہ ماں باپ نے تو مرزا صاحب کا نام بھی احمد نہیں رکھا۔ اور اس سے پہلے تین مجدد احمد نام کے ہندوستان میں ہی گذر چکے ہیں وہ کیوں اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ اللہ تعالیٰ جزا ئے خیر دے مولٰنا سید محمد احسن صاحب کو جنہوں نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی حمد کرنے والا انسان دنیا میں نہیں گذرا۔ پس جو سب سے بڑھ کر کوئی اور شخص اس آیت میں اسمہ احمد کا حقدار ہے۔ اور اس لئے پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق ہے۔ وہ مسلمان کہلانیکا حقدار نہیں۔

غرض مولٰنا موصوف کی یہ کتاب ایک نہایت قابل قدر کتاب ہے اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے ہر ایک دوست کے ہاتھ میں اس کی ایک کاپی ہو جو اسے ہر وقت ہتھیار کا کام دیگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ وہ چوٹ ثابت ہوگی جس کو ایک دفعہ کھا کر باطل دوبارہ سر اُٹھانے کے قابل نہ ہوگا۔ نبوت کے متعلق کافی بحث ہو چکی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بحث میں بھی غالیانہ عقائد کے پیرووں کو نیچا دکھایا ہے۔ اب ان غالیانہ عقائد پر یہ دوسرے رنگ کا حملہ ہے۔ اور اب اس سے کام لینا چاہیئے۔ جو کچھ کام اس وقت ہماری جماعت کو کرنا پڑا ہے وہ کوئی چھوٹا سا کام نہیں۔ دنیا میں غلو کا مقابلہ بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ غلو ایک دلکش پہلو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ بڑی کوشش اور ان تھک محنت سے کام لینا ضروری ہے۔ اگر اس وقت ہم لوگ ذرا بھی سستی سے کام لینگے۔ تو یہ الزام ہم پر ہوگا کہ ہم نے اپنی غفلت سے باطل کو ترقی کرنے دی۔ جس طرح پہلے مسیح کے موحد پیرووں نے تثلیث کے حامیوں کو ترقی کر جانے دی۔ میرے خیال میں یہ مناسب ہے کہ اب ہر جگہ اسمہ احمد کی بحث کو چھیڑا جائے اس کے لئے ایک ہتھیار تو یہی حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی کتاب ہے جس کا ذکر میں اوپر کر چکا ہوں اور ایک اور چھوٹی سی کتاب انہی دنوں میں شیخ مولا بخش صاحب نے بنام بشارت احمد اسی موضوع پر لکھی ہے۔ جس میں علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنے کے ساتھ کے قریب حوالے حضرت مسیح موعود کی کتابوں سے انکار نبوت پر بھی دیئے ہیں۔ یہ بھی ایک نہایت مفید کتاب ہے اور اس کے استنباط اور دلائل بالکل عام فہم اور سیدھے ہیں۔ اور قیمت نہایت کم صرف ۲۰؍ ہے۔ اس کا بھی ہر ایک [illegible]

سخت قفل بھی جو دلوں پر لگ جائیں مومن کی کوشش سے کھل جاتے ہیں۔ پس ہمیں اپنے غلطی خوردہ بھائیوں سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ اب اس پہلو سے ان کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

مگر اس سے بڑھ کر میں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ علاوہ سمجھانے کے ان دو کتابوں کا بھی ہر ایک صاحبزادہ صاحب کے مبائع کے ہاتھ تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس کے لئے میں چاہتا ہوں کہ کم از کم تین تین سو کتاب ہمارے ہاتھ میں مفت تقسیم کے لئے آجائے۔ القول الممجد کی قیمت ۸؍ اور بشارت احمد صلعم کی ۲؍ ہے تین سو آدمیوں کے ہاتھ تک پہنچا کر اگر ان میں سے تیس بھی امر حق کو قبول کرلیں اور غالیانہ عقائد سے متنفر ہو جائیں۔ تو ہماری محنت کا ثمرہ گویا مل گیا۔ اس لئے میں اپنے احباب سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ ایک ایک دو دو چار چار نسخوں کی قیمت ہمیں بھیجیں تو ہم ان کتابوں کے منگوانے اور تقسیم کرنے کا انتظام کر دیں۔

ہمارے سارے احباب جو اس سلسلہ سے محبت رکھتے ہیں فرداً فرداً اپنے آپ کو اس تحریک کا مخاطب سمجھیں یہ ذمہ داری درحقیقت ہر ایک احمدی پر ہے کہ وہ اپنے غلطی خوردہ بھائیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرے اور اس لئے سب ہی اس میں مخاطب بھی ہیں۔ ہاں جہاں خود جماعتیں تقسیم کا مناسب انتظام کر سکتی ہوں انھیں اختیار ہے کہ وہ اپنے طور پر منگوا کر تقسیم کریں لیکن بہرحال یہ موقعہ کام کرنے کا ہے۔ اکثر تحریکیں یوں ضائع ہو جاتی ہیں کہ ہر شخص سمجھ لیتا ہے کہ میرے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے دوسرے بھائی کام کر لینگے۔ مگر جماعت کے ہر ممبر کا جب تک یہ خیال نہ ہو کہ اور کوئی کچھ کرے نہ کرے میرے لئے کام کرنا ضروری ہے۔ تب تک وہ جماعت کام کرنے والی جماعت نہیں کہلا سکتی۔ اور دوسرے تعویق میں ڈال دینے سے اکثر تحریکات کا لعدم ہو جاتی ہیں۔ پس جو کچھ کیا جائے فوراً کرنا چاہیئے۔ اس غرض کے لئے جو رقم بھیجی جائے وہ بنام محاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بھیجی جائے۔ صرف کوپن پر غرض بتائی جاوے

والسلام خاکسار محمد علی ۱۹ ستمبر از ایبٹ آباد

میں یہ مضمون لکھ چکا تھا کہ اخبار الفضل مورخہ ۱۶ ستمبر نامکمل حالت میں مجھے ملا۔ جس میں صاحبزادہ صاحب نے اخبار پیغام صلح کے بعض مضامین پر خود قلم اُٹھائی ہے۔ مجھے اس سے کسی طرح پر خوشی ہوئی ہے۔ جہاں میاں صاحب کی ذات پر ذرا سا بھی حملہ ہوتا ہے تو فوراً آپ کی تحریر اخبار میں نکل آتی ہے۔ لیکن جو حملے ان کی اخبار میں یا ان کے مریدوں کی طرف سے ذات پاک نبوی پر ہوتے ہیں اس کے متعلق توجہ بھی دلائی جائے تو آپ ایسے رنگ میں خاموشی اختیار کرتے ہیں کہ گویا ان باتوں کی طرف آپ کو کوئی توجہ ہی نہیں۔ میں اس مضمون کا جواب لکھنا نہیں چاہتا ہوں۔ پیغام صلح کے کسی مضمون میں ہمارے دوست مصطفیٰ خاں صاحب بی۔ اے۔ نے صاحبزادہ صاحب کے متعلق کچھ سخت لفظ لکھے جن میں اس قسم کے بھی لفظ تھے کہ میاں صاحب ایک ایسی عجیب دماغی کیفیت رکھتے ہیں کہ انھیں کسی چڑیا گھر یا عجائب گھر میں رکھنا چاہیئے۔ اس بات پر خدا شاہد ہے کہ میں نے اس طرز تحریر کو پسند نہیں کیا اور مجھے خود یہ بات بُری لگی۔ گو مفہوم ان کا جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہ نہ تھا کہ وہ میاں صاحب کو کسی جانور سے مشابہت دینا چاہتے تھے۔ بلکہ جس طرح پر ایک نادر چیز کا ذکر انسان کرتا ہے کہ یہ عجائب گھر میں رکھے جانے کے قابل ہے۔ اس رنگ میں ذکر تھا۔ اور اس میں شک نہیں کہ میاں صاحب کی اس تقریر میں جس پر خاں صاحب نے جرح کی تھی عجیب و غریب خیالات کا اظہار تھا۔ مثلاً ایک شخص کا اپنے نوجوان مخاطبین کو یوں کہنا کہ اس زمانہ میں دماغ ایسے نہیں کہ ایسی باریک باتوں کو سمجھ سکیں۔ (کچھ اسی کے قریب قریب الفاظ تھے) اس بات کو چھوڑ کر بھی کہ اس زمانہ میں دماغی قوت کا [illegible]

کہ صاحبزادہ صاحب خود بھی تو ستر اسی سال کے بزرگ نہیں۔ بلکہ آپ بھی اسی زمانہ کے نوجوان ہیں۔ گو ان نوجوانوں سے عمر میں دس سال زیادہ ہونگے تو اگر اختلاط قوائے دماغی کی وجہ سے اس زمانہ کے نوجوان ان باریک باتوں کو نہیں سمجھ سکتے تو خود صاحبزادہ صاحب بھی نہیں سمجھ سکتے۔ اس پر مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ حضرت مولٰنا مرحوم نے ایک نوجوان کو کہا کہ اپنے انگریز پروفیسر سے تثلیث کے عقدہ کا حل دریافت کرنا واپس آکر اس نے یہ جواب سنایا کہ وہ کہتا ہے کہ یہ ایک ایسا باریک مسئلہ ہے کہ ایشیائی دماغ اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس کو کہو کہ تب یہ یقینی بات ہے کہ یہ مسیح کی تعلیم نہیں کیونکہ وہ ایشیائی تھے اور ایشیائی دماغ میں یہ مسئلہ سما نہیں سکتا اس پر پروفیسر مذکور سن کر چپ ہو رہے۔ (غالباً یہ ہنسنا اپنے جواب کی حماقت پر ہوگی۔) بعینہ اس تثلیث کے مسئلہ کی طرح ہی میاں صاحب نے نوجوانوں کو مسئلہ نبوت کامل بتایا ہے۔ اور یہ پہلو رہا کہ آپ خود بھی جنہوں نے چشم بد دور یہ مسئلہ ایجاد کیا ہے اسی زمانہ کے نوجوانوں میں سے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دماغ میں بھی اب تک نہیں آیا۔ اور غالباً اسی لئے بہت سے سوال جو اس نو ایجاد شدہ مسئلہ پر کئے جاتے ہیں ان پر میاں صاحب خاموشی اختیار کر لیتے ہیں۔

بہرحال میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میاں صاحب نے ہمارے مکرم دوست کی تھوڑی سی غلطی کا بدلہ ضرورت سے زیادہ لے کر کفارہ کر دیا ہے۔ قصاص تو صرف اس قدر تھا کہ جو کچھ خاں صاحب نے میاں صاحب کو کہا تھا اسی قدر میاں صاحب خاں صاحب کو کہہ لیتے۔ مگر اس کی بجائے میاں صاحب نے کہا بھی بہت بڑھ کر اور بجائے خاں صاحب کے مجھے پکڑ لیا شاید عرب کی اس پرانی رسم پر عمل کیا جس کی اصلاح کے لئے الحر بالحر نازل ہوا تھا۔ میاں صاحب کی فطرت میں جو گالی گلوچ کی پسندیدگی ہے اس کا ثبوت تو ان کی سالانہ جلسہ کی تقریر ہی کافی ہے۔ جب آپ نے باوجود گالیوں کے ان طوماروں کے جو ان کے مریدین کی طرف سے شائع ہو چکے ہیں یوں فرمایا کہ مجھ سے بھی اب تک ایک غلطی ہوئی (معصومیت کا دعویٰ یہاں ٹوٹ گیا) اور وہ یہ کہ میں نے اپنے مریدوں کو اس بات سے روکا ہے کہ وہ دوسرے احمدی فریق کو گالیاں دیں۔ گویا یہ آئندہ ان کے لئے نصیحت تھی کہ جو کچھ کہنا ہے کہہ لو تمہاری ان بدعنوانیوں کا میں ذمہ دار ہوں مگر لعنت کبخت بھی آخر انسانوں کی بنائی ہوئی ہے۔ اور نئی گالیوں کے لئے لفظ کہاں سے ملیں اور گالی کو اگر حلوا بھی سمجھ لیا جائے تو بیچارے خوردن و لیس والا معاملہ ہے جب وہ پہلے اپنا زور خرچ کر چکے تو اب اور زور کہاں سے لائیں۔ اور دوسرے اس تقریر نے ان کے حوصلوں کو پست کر دیا ہوگا کہ اتنی کوشش کرکے اور نامہ اعمال کو سیاہ کرکے ابھی تک ہم مرشد کو خوش نہیں کر سکے کیونکہ ان سب باتوں کو وہ گالیاں نہ دینے کے برابر سمجھتے ہیں۔ تو اب وہ گالیاں کہاں سے لائیں۔ جن سے آپ بھی خوش ہو کر انعام دے سکیں۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ میاں صاحب کا گالیوں کا معیار بہت بلند ہے اور ایک لحاظ سے تو یہ سچ بھی ہے جیسا مثل ہے "کلام الملوک ملوک الکلام" اسی طرح خلیفوں کی گالیاں بھی گالیوں کی خلیفہ ہی ہوتی ہونگی۔ خلیفے جیسے وہ خود ہیں مخلوق کی ایک الگ ہی قسم ہے۔ پس جب ان خلیفوں کا باوا آدم ہی نرالا ہے تو گالیاں کیوں نرالی نہ ہوں۔

پس شیخ یعقوب علی صاحب اور میر قاسم علی کو جو انعام ملا تھا وہ بھی ابھی بیعانہ کے طور پر تھا اور مزید فقرات گندہ دہانی کے ادا کرنے پر بہت کچھ توقع ہو سکتی تھی مگر لعنت کی کوتاہی کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ میاں صاحب جواب بدلہ لینے اُٹھے تو ان کو بھی کوئی پہلے سے زیادہ لفظ نہ مل سکے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:-

"مولوی محمد علی صاحب تو خلیفہ نہیں ...... لیکن کیا تم پسند کروگے کہ چڑیا گھر والے فقرہ کے جواب میں میری جماعت کے لوگ بھی چڑیا گھر کے کسی جانور کے نام سے ان کو پکارا کریں۔ مثلاً خنزیر ان کا نام رکھیں یا کتا یا گدھا۔"

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۵

جماعت احمدیہ کی تبلیغی کوششیں

سُن تو سہی جہاں میں ہے تیرا افسانہ کیا۔

باوجودیکہ سلسلہ عالیہ کے موجودہ اختلافات و تنازعات جماعت کی اس ہوا کو بگاڑ دینے کا کافی سامان ہیں۔ جو اشاعت اسلام کے کام پر مستعدی کے ساتھ عمل [illegible] کے نام سے ہر گوشہ ملک میں بندھ چکی ہے۔ باوجودیکہ حقیقت کے چہرہ سے اب پردہ اٹھ چکا ہے۔ کہ اس پاک اور اہم ترین [illegible] ابھی تک جماعت احمدیہ نے کبھی خود ہندوستان میں [illegible] اور پورے جوش کے ساتھ شروع نہیں کیا کہ اس کے واعظین ملک کے حصہ پر چھائے ہوئے ہوں اور ان بیشمار گم کردہ راہ لوگوں کو جو مسلمان ہوکر اپنی جہالت اور اسلام سے ناواقفیت کیوجہ سے ہندوؤانہ طور و طریق اور [illegible] رکھتے ہیں۔ [illegible] نور ایمان کرنی پہنچا کر [illegible] جاپان۔ چین۔ [illegible]۔ امریکہ اور دنیا کے [illegible] ممالک۔ پیروان اسلام کے روحانی تاثرات سے سیراب [illegible]۔ افریقہ کا ملک ابھی مسیحی [illegible] سے پاک نہیں ہوا اور مسلمان مبلغین کیطرف سے ابھی [illegible] باقاعدہ کوشش کی وہاں سخت ضرورت ہے۔ اور جماعت احمدیہ کے پروگرام میں ابھی ان ممالک کا نام ونشان تک بھی نہیں۔ اور تو اور [illegible] جائیں۔ خود پنجاب کے ابھی بہت سے ایسے علاقے ہیں۔ جہاں کلمہ حق کے پہنچانے کی سخت ضرورت ہے۔ لیکن ہمیں ابھی گھر کے جھگڑوں سے ہی فرصت نہیں ملی۔ ان کی طرف [illegible] ہوں۔ تو کیونکر؟ لیکن اے جماعت اے مسیح موعود کے نام لیواؤ! آؤ [illegible] ہم تمہیں سنائیں کہ کام کے لحاظ سے تمہیں دنیا میں کیا [illegible] سمجھا جاتا ہے۔ اور دوسروں کو ترغیب دلانے کے لئے تمہیں کس حیثیت میں ان کے سامنے کھڑا کیا جاتا ہے۔

روزانہ ہمعصر کسان باپ دشمنی و عناد اشاعت اسلام پر زور دیتے ہوئے جہاں ایک دوجگہ نیش زنی کرتا ہے [illegible] کبھی مخصوص اسلام کو لئے ہوئے ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کرنے کی صلاح عام مسلمانوں کو دیتا ہے وہاں نمونہ کے لئے اگر اسے کوئی جماعت ملی۔ تو وہی احمدیہ قوم جس سے وہ اسقدر چراغ پا ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے اور کس شان کے ساتھ لکھتا ہے۔ کہ

"اگر مسلمان کام کرنا چاہیں تو انکے سامنے احمدیہ مشن کی نہایت عمدہ مثال موجود ہے۔ احمدیہ مشن اپنا کام نہایت باقاعدگی استقلال اور کامیابی کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ مسلمان ان قابل عبرت واقعات سے کبھی سبق نہیں لیتے"

یہ ہے وہ خیال جو عام طور پر دنیا میں جماعت احمدیہ کے متعلق پھیلا ہوا ہے۔ جو اس کے مقدس بانی نے اشاعت اسلام کی رکھی۔ اور تھوڑے ہی دنوں میں اس کے مخلص مریدین نے اپنے نمونہ [illegible] ایک اچھی عمارت کھڑی کرنے کا [illegible] کیا۔ اور پھر اب حضرت خواجہ صاحب کے عظیم الشان کارناموں اور حضرت مولینا صدرالدین صاحب کی مخلصانہ جدوجہد نے اور بھی اس خیال کو تقویت دی ہے۔ لیکن کیا حقیقت میں حضرت خواجہ صاحب حضرت مولوی صدرالدین صاحب اور حضرت امیر ایدہ اللہ کے علاوہ تمام جماعت اس کام کو ویسی ہی مستعدی کے ساتھ کر رہی ہے۔ جیساکہ خیال ہے۔ (الاماشاءاللہ) اگر ایسا ہوتا۔ تو آج یہ حالت ہمارے سامنے نہ ہوتی۔ کہ حضرت خواجہ [illegible]

بارِ چندہ کے لئے پھریں۔ کیا جماعت کا فرض نہیں۔ ضرورت تھی کہ آپ اس مشن کو دوسروں کا دست نگر بنانے کے بجائے اپنے پاس سے اسقدر روپیہ مہیا کیا جاتا۔ پھر ہندوستان میں کم ازکم پنجاب کے ان علاقوں میں جہاں اسلام کی تلقین اول تو ہوئی ہی نہیں۔ اور اگر ہوئی ہے تو بھی اور اس کی ضرورت ہے۔ جماعت کے مخلص افراد مبلغ بنکر پہنچے ہوتے۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام نے اس کام کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ لیکن جب تک کام کرنیوالے نہ ہوں۔ انجمن بیچاری کیا کرے۔ ضرورت ہے کہ جماعت میں سے کچھ تھوڑی بہت قابلیت رکھنے والے لوگ جو دوسروں کو دینی مسائل سمجھا سکنے کا ملکہ رکھتے ہوں۔ اٹھیں۔ اور انجمن کی [illegible] میں مختلف گوشہ ہائے ملک میں نکل کھڑے ہوں۔ کہ یہی وہ [illegible] مقصد ہے جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور نزول کا موجب تھا۔

بیجا تعصب

اب بھی انگلستان میں حضرت خواجہ صاحب اور حضرت مولینا مولوی صدرالدین صاحب کے اسلامی کارناموں سے معزز و مقتدر انگریز نومسلموں کی ایک اچھی خاصی جماعت وہاں بن چکی ہے۔ جو اسلام کے دل سے شیدائی اور آنحضرت صلعم کے سچے جان نثار اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔ اقوال سے نہیں۔ بلکہ عملی طور پر خوقتہ نمازوں میں شامل ہوکر اذان کی دلکش آواز پہ لبیک کہکر اور جتنے الوسع ہر ایک شعار اسلامی کو بجا لاکر وہ اپنے ایمان کا ثبوت دیتے ہیں۔ اب بھی کہ بارہا اس بات کا اعلان ہوچکا ہے کہ ان نومسلموں کو جو کچھ وہاں تلقین کیا جاتا ہے۔ یا جو لیکچر وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ تمام فرقہ بندی کی بحثوں سے الگ ہوکر عام اسلامی مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں۔ خود اسلامک ریویو بحریہ ووکنگ کے مضامین اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اب بھی کہ ووکنگ کی اس جمعیت اسلامیہ کے عملی اسلام کے بالمقابل یہ اظہر من الشمس ہوچکا ہے۔ کہ ہندوستان ابا عن جد مسلمان کہلانیوالے محض دعوے ہی دعوے رکھتے ہیں۔ اور عمل کوئی نہیں۔ پھر بھی متعصب دنیا کے فرزندوں کو اپنی بے تکی ہانک دینے سے عار نہیں۔ سراج الاخبار ۱۸ ستمبر ۱۹۱۶ء۔

"انگلینڈ میں دعوت اسلام" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھتا ہوا وہاں جاکر تبلیغ اسلام کرنا ہی فضول بتاتا ہے اور لکھتا ہے۔ کہ ولایت جاکر نام و نمائش کے لئے دھواں دھار لیکچر دینا اور اسلام اسلام پکارنا چنداں سودمند نہ ہوگا" سبحان اللہ کیا کہنے ہیں۔ اس منطق کے "نام و نمائش" تو خیر خدا جانتا ہے کہ اصل غرض ہے یا نہیں۔ لیکن دو سو کے قریب انگریزوں کے مسلمان ہوجانے پر بھی یہی کہے چلے جانا کہ "چنداں سودمند نہ ہوگا" واقعات کی آنکھوں میں کس بیدردی کے ساتھ دھول ڈالنا ہے۔ باقی عملی حالت کے متعلق اتنا کہدینا بیجا نہ ہوگا۔ کہ بہرحال ہندوستانی مسلمانوں سے بدرجہا بہتر ہے

ہم حیران ہیں کہ کون ہندوستان میں اشاعت اسلام کرنے سے کسیکو روکتا ہے۔ کوئی کام کرنیوالا ہوگا۔ تو خرچ اخراجات کا بندوبست بھی خدا کردیگا۔ ووکنگ مشن اس راہ میں کوئی روک نہیں ہوسکتا۔ پھر کیوں خواہ مخواہ چلے چلائے کام کے متعلق ہندوستان میں اشاعت اسلام کے دل خوشکن الفاظ کی آڑ میں ایسے ناجائز ریمارک کئے جاتے ہیں۔ آخر کچھ تو خوف خدا سے کام لینا چاہئے۔ نہ یہ کہ الٹا نہ تو خود کچھ کرنا چاہتے ہو۔ اور نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہو+

مسلمانان چین

کی ان شاندار مساعی کا جوان دنوں سننے میں آرہی ہیں۔ کسی گذشتہ اشاعت میں تذکرہ ہوچکا ہے۔ چین درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کا مرجع بنا رہا ہے۔ جس کا آج بھی یہ اثر ہم [illegible] دیکھتے ہیں کہ وہاں کی مسلمان آبادی کا اندازہ اب بھی ۵ اور دس کروڑ کے درمیان ہے۔ شکر ہے۔ کہ چینی مسلمانوں کو بہت جلد ہوش آگئی اور زیادہ دیر مسیحی حملوں کے آماجگاہ رہکر انہیں [illegible]

ارتداد کی ہوا کھانی نصیب نہیں ہوئی خدا کرے کہ وہ اپنے نیک اور پاک مقاصد میں کامیاب ہوں۔ اور جن اعلیٰ اصولوں پر انہوں نے ایک مذہبی کانفرنس کی بنیاد رکھکر حفاظت و اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ وہ ان کے لئے موجب فلاح و کامرانی ثابت ہوں۔ کیا ہی سچ سنہری حرفوں سے لکھے جانے کے قابل بات ہے جو مجوزین کانفرنس کے پیش نظر ہے کہ "یہ زمانہ تحقیق و تفتیش کا زمانہ ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا قدم آگے نہیں بڑھاتا تو لازماً اسے پیچھے ہٹنا پڑیگا۔ سکون کی حالت میں وہ رہ نہیں سکتا"۔ پس مسلمانان چین قابل مبارکباد ہیں۔ جنہوں نے اپنے آپکو تنزل میں جاتے ہوئے دیکھکر جھٹ پہلو بدلا اور قدم آگے بڑھانے کی سعی کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو مشکور فرمائے

اور مسلمانان ہند کو بھی اس نیک راہ پر گامزن ہونے کی ہدایت نصیب ہو۔ آمین!

عید الفطر پر ووکنگ کے اخبارات

تازہ ولایتی ڈاک سے یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی ہے کہ گذشتہ عید کے موقع پر جو مسلمانوں کا اجتماع ووکنگ میں ہوا۔ اس کا ذکر ولایت کے اخبارات نے نہایت ہمت افزا اور ستایش آمیز الفاظ میں کیا ہے۔ چنانچہ خاص ووکنگ کا مقامی اخبار "ووکنگ نیوز اینڈ میل" نے حسب ذیل مضمون شائع کیا ہے۔ گذشتہ تجربات کی بنا پر یقین ہے۔ کہ انشاءاللہ تعالیٰ ان اخبارات کی پسندیدگیوں کا بھی اشاعت اسلام پر بہتر اثر پڑیگا۔ "ووکنگ نیوز" لکھتا ہے:-

عید الفطر کا اسلامی تہوار ماہ رمضان کے بعد یکم اگست کو واقع ہوا۔ اور مسجد ووکنگ میں منایا گیا۔ تقریباً ۵۰۰ آدمی جمع تھے۔ مختلف حصص انگلستان۔ اسکاٹ لینڈ۔ و آئرلینڈ سے آکر مسلمان جمع ہوئے تھے۔ ہندوستان اور عرب۔ عراق۔ ایران۔ سوڈان۔ مصر اور شمالی و جنوبی افریقہ کے مسلمان باشندے بھی شریک تھے۔ فرانس۔ بلجیم۔ اور اسپین کے قائم مقام بھی موجود تھے۔ بہت سے اصحاب مشرقی لباس میں تھے۔ منظر نہایت دلکش تھا۔ مشرق و مغرب (جن کی نسبت خیال تھا۔ کہ کبھی مل نہیں سکتے) آخر کار ملے اور نہایت برادرانہ محبت اور شفقت کے ساتھ ملے۔ برطانیہ عظمیٰ کے مسلمان بسرکردگی لارڈ ہیڈلے اپنے مشرقی بھائیوں کے ساتھ شریک عبادت نظر آتے تھے۔ ٹھیک ۱۱ بجے نمازی صف بستہ ہوئے۔ امامت مولوی صدرالدین صاحب نے کی۔ جو مسجد ووکنگ کے امام ہیں۔ نماز میں خدا کے روبرو عجز و الحاح مختلف موزون پہلوؤں سے ہوا۔ امام صاحب نے بزبان عربی نہایت موثر لہجہ میں قرات پڑھی۔ نماز کے بعد نہایت شستہ اور فصیح انگریزی میں وعظ بیان کیا گیا۔ جس کے دوران میں بتایا گیا کہ اسلام میں امامت وغیرہ جیسے عمل کے لئے خاص افراد کی تخصیص نہیں ہے اس لئے جماعت میں سے کوئی شخص بھی امامت کے لئے انتخاب کیا جاسکتا تھا۔ اسلام کی ہمہ گیری اور مساوات پر بھی زور دیا گیا تھا۔ نیز بتایا گیا تھا۔ کہ گناہ انسان کی فطرت میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ پہلے گناہ کا حقیقی باعث عورت تھی (جیساکہ عیسائی عقیدہ والے کہتے ہیں) آپ نے فرمایا مسلمانوں کو عورتوں کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک عملی مذہب ہے۔ یہ کہ نجات کا دروازہ کل انسانوں کے لئے یکساں کھلا ہوا ہے۔ اور حضرت صلعم تمام مذاہب کی یکساں عزت کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے ایک عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں ٹھیرایا۔ اور مسجد ہی میں انہیں اپنے طریقہ پر عبادت کرنے کی اجازت دی۔ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ نجات صرف عمدہ اعمال کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتی ہے۔ پرندوں چوپایوں۔ درختوں غرض ہر ذی روح پر رحم کرنے کی تاکید ہے۔ اسلام کا بنیادی اصول توحید خالق اور شفقت علے المخلوق ہے۔ عیسائی دنیا کا یہ عام مغالطہ ہے۔ کہ وہ آنحضرت صلعم کو مسلمانوں کا معبود قرار دیتے ہیں اس سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام او
بادہ عرفان ما از جام او
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است
منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ ہا کا سے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۔۔ رفنشاہی ۔۔

سہ ماہی ۔۔ طلباء سے سالانہ ۔۔

جلد ۴	مدیر منتظم ۔۔ لاہور	پنجشنبہ ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء	نمبر ۳۵

کیا عربی زبان الہامی ہے

(ازام الالسنہ)

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیغام صلح ۱۲ ستمبر)

(خاص اعضا سے متعلق خاص جذبات)

اسی طرح ہمارے اندر جو بعض جذبات ہیں اُن کو اطبا نے ہمارے خاص اعضا سے متعلق کیا ہے۔ عربی زبان نے اس کا بھی لحاظ کیا ہے۔ حکماء نے ہمارے کل جذبات کو دو عنوان تلے رکھا ہے۔ تیز جذبات اور نرم جذبات اول الذکر غصہ اور ان کے ماتحت انتقام۔ حسد۔ عداوت۔ نفرت وغیرہ اور آخر الذکر رحم اور اُس کے قبیل محبت۔ مواسات۔ شفقت اُنس وغیرہ اب اطبا نے غصہ کو جگر کے متعلق کیا ہے اور رحم کی اصل بنیاد رحمی تعلقات پر مبنی کی ہے چنانچہ عربی میں جگر کو جہاں کبد کہتے ہیں۔ وہاں کبد کے معنی عداوت بھی ہیں اور رحم کو جو رحم سے تعلق ہے وہ لفظی معنوی طور پر ظاہر ہے الیٰ ہی بعض جذبات کا خاص اثر ہمارے خاص اعضا پر ہوتا ہے۔ مثلاً رنج و مصیبت کے وقت دل سکڑ جاتا ہے اور خوشی کے وقت دل کھل جاتا ہے۔ چنانچہ ان جذبات کے اظہار کے لئے جو دو لفظ تجویز کئے ہیں اُن میں اس سکڑنے یا کھلنے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ مثلاً خوشی کو عربی میں انبساط اور رنج و مصیبت کا نام انقباض ہے۔ انبساط کے معنی کھلنا اور انقباض کے معنی سکڑنے کے ہیں۔ کیا کسی اور زبان میں خوشی اور غم کے مترادف ایسے الفاظ ہیں جو مرکب فقرے تو نہ ہوں۔ بلکہ مجرد لفظ ہوں۔ اور خوشی و غم کی حالت میں قلب کی ان کیفیات کی طرف اشارہ کریں اسی طرح ید بمعنی ہاتھ اور اَید بمعنی مدد دینا دونوں ہم مخرج ہیں۔ پھر ید کے معنی طاقت کے بھی ہیں۔ انسانی طاقت کے اظہار کا آلہ کل اعضاء میں ہمارا ہاتھ ہی ہے اور کسی کو مدد دینا ہم اپنے محاورہ میں بھی کسی کو ہاتھ دینا کہتے ہیں۔

انسان اور رجل (مرد) و انثیٰ (عورت) کے الفاظ عربی زبان کے الہامی ہونے پر شاہد ہیں

وہ الفاظ جو ابتدا سے ابتدائی سوسائٹی میں موجود ہونے چاہئیں اُن میں ایک لفظ تو انسان ہے۔ جس سے مراد بنی نوع یعنی مرد اور عورت دونوں شامل ہے اور اس کے بعد صنف کی تمیز کے لئے مرد اور عورت ضروری ابتدائی الفاظ ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ تینوں لفظ نہایت ہی ابتدائی ہیں اور ایسے وقت برابر ہو گا۔ لیکن عربی نے جو الفاظ ان مفہومات کے اظہار کے لئے تجویز کئے ہیں وہ کسی بے علم کے بنائے ہوئے لفظ نہیں ہو سکتے۔ سب سے پہلے خود لفظ انسان اُنس کا مشتق ہے جس کے معنی ہیں سوسائٹی والا۔ مل جل کے رہنے والا۔ مدنی بالطبع ہونا۔ سوسائٹی بناکر رہنا۔ انسان اور حیوان میں پہلا فرق اعظم اگر کوئی ہے تو یہ ہے کہ انسان ایک سوسائٹی بناکر رہتا ہے اور حیوان ایسا نہیں کرتا۔ کیا عجیب بات ہے کہ وہ قوم جو ابتدا میں اور آج بھی ایک حد تک خانہ بدوش اور بادیہ نشین تھی اور تمدن اور سوسائٹی کی راہوں سے بالکل ناآشنا وہ بنی نوع کے لئے لفظ انسان تجویز کرے۔ جس کے معنی ہیں سوسائٹی والا۔ میں کہتا ہوں کہ فیصلہ کرنے کے لئے تو یہ ایک لفظ کافی ہے اگر انسان کی کسی خاص صفت کے اظہار کے لئے عربوں کو کوئی خود لفظ بنانا ہوتا تو پھر وہ لفظ انسان نہ ہوتا بلکہ وحشی ہوتا۔ یعنی ایک دوسرے سے الگ رہنے والا۔ کیونکہ اُن کی قدیمی معاشرت سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ سوسائٹی بناکر رہنے کے قابل نہ تھے وہ مدنی بالطبع ہونے کی کیفیت سے بالکل ناآشنا تھے۔ پھر وہ نوع انسان کا نام بحیثیت مجموعی کس طرح رکھ سکتے تھے۔ ضرور ہے کہ ایسے لفظ کا مجوز وہ ہو جو فطرت انسانی کی اس خاصیت تمدن سے آگاہ ہو اور جس نے ہماری فطرت کو زیر نظر رکھ کر ہمارا نام انسان تجویز کر کے ہمیں آگاہ کیا کہ بنی نوع کا کمال اور تہذیب حاصل کرنا سوسائٹی کے بنانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اگر انسان ہی لفظ بنایا کرتا ہے تو اور زبانوں میں جو ان کے مترادف الفاظ ہیں کیوں اُن میں یہ حقیقت نہیں پائی جاتی کیا انگریزی لفظ مین۔ یا سنسکرت منش میں یہ حقیقت ہے۔ ممکن ہے کہ اُن کے معنوں میں کوئی خاصہ انسانی بھی ہو۔ لیکن خاصہ وہ ہونا چاہئے جو انسان اور دوسری مخلوقات میں مابہ الامتیاز ہونے کا کام دے۔ انسان کے بعد مرد اور عورت کی تمیز صنف دو الگ الگ الفاظ چاہتی ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اور زبانوں نے جو الفاظ تجویز کئے ہیں وہ کہاں تک اپنے اندر حقیقت تمیز رکھتے ہیں۔ لیکن عربی نے جو متفرد الفاظ مرد اور عورت کے لئے تجویز کئے ہیں وہ ہم پر ایک علم کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ مثلاً مرد کے لئے رجل اور ذکر کا لفظ آیا ہے۔ اور عورت کے لئے نسوہ اور انثیٰ کا لفظ۔ اب ان میں سے ہر ایک لفظ کے لئے خاص خاص معنی ہیں۔ مثلاً ذکر کے معنی مرد کے ہیں۔ لوہا کے ہیں۔ ایسی چیز جس میں سے کچھ پیدا نہ ہو۔ پھر ذکر بمعنی یادگار بھی آیا ہے۔ رجل کے معنی مرد کے علاوہ مضبوط کے ہیں۔ پھر ایک لفظ رجل ہے جس کے معنی بالوں والا

عورت کے دودھ کے بھی ہیں۔ چربی دار ہونے کے ہیں۔ ترضیع یا مستعار چیز کو دیر لگا کر واپس کرنے کے بھی ہیں۔ ایسا ہی اس مادہ سے نسی بھولنے کو بھی کہتے ہیں۔ اور انث کے معنے ملائم ہونا بھی ہیں اب عورت اور مرد کی مقابلہ طاقتوں اور اُن کے فطری افعال کو سامنے رکھو اور ان معانی پر غور کرو تو کیا مرد اور عورت کی حقیقت ہمیں نظر نہیں آتی۔ عورت نرم اور ملائم مرد مضبوط اور سخت مرد میں سے کسی چیز کا نہ نکلنا اور عورت کا ایک چیز مستعار لینا اور کچھ دیر کے بعد واپس کرنا (یعنی بچہ ایک مستعار چیز ہے۔ جو واپس ہوتی ہے)۔ انسانی خاندان کا ذکر (یاد) دنیا میں فرقہ ذکور سے قائم رہتا ہے اور جس خاندان میں عورتیں یعنی نساء ہی پیدا ہوں۔ وہ خاندان کبھو لا بسرا (نسی بمعنی بھول) ہو جاتا ہے۔ پھر نسوہ کے معنی دودھ کے بھی ظاہر ہیں۔ کہ عورت کا ہی کام بچہ کو دودھ دینا ہے۔

بہرحال یہ امر تو بدیہہ تھا لیکن لفظ رجل کے معنی بالوں والا ہونے اور نسوہ کے معنی چربی دار ہونا یہ ایک حقیقت کا انکشاف کرتا ہے جو فزیالوجی کے علم کے سوا ہر ایک کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ بال اور چربی دونوں غیر موصل حرارت ہیں۔ انسان کے اندر حرارت غریزی کے قائم رہنے سے انسان کی صحت قائم رہتی ہے۔ بال اور چربی دونوں غیر موصل ہیں۔ لیکن چربی جہاں جسم میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتی ہے وہاں مادہ انوثیت کو زیادہ اور رجولیت کو کم کرتی ہے۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ جسیم اور شحیم آدمی قدرے رجولیت کا نقصان اُٹھاتے ہیں اس لئے ضروری تھا کہ مرد میں چربی کم ہو۔ چنانچہ اناٹومی ہمیں بتلاتی ہے کہ عورت کی جلد کے نیچے جو ایک تہ چربی کی ہوتی ہے وہ مرد میں اس قدر نہیں ہوتی۔ یہ چربی کی تہ غیر موصل حرارت ہونے کے باعث جسم کی حرارت کو قائم رکھتی ہے۔ لیکن مرد کو بھی ایسی غیر موصل حرارت کوٹ کی ضرورت تھی۔ تاہم اس کو چربی کا بدل بال دئے گئے۔ یہ تقسیم قدرت ہے کہ جس نے عورت کی خوبصورتی۔ ملائمت اور اس میں انفعالی قوائے پیدا کرنے کے لئے عورت کو چربی دی۔ اور بال اس کے جسم پر پیدا نہ کئے اور مرد کو اس چربی کے عوض بال دئے۔ اب ایک طرف رجل کے معنی مرد اور رجل کے معنی بال والا دوسری طرف نسوہ کے معنی عورت اور پھر چربی دار عورتوں کے مقابل مرد پر زیادہ بال کا ہونا تو ایک بدیہہ نظارہ تھا۔ لیکن مرد کے مقابل عورت میں زیادہ چربی کا ہونا اس سے تو ابتدائی انسانی آفرینش سے صدیوں بعد جب تشریح ہوئی ہو گی تب انسان کہیں اس حقیقت سے آشنا ہوا ہو گا۔ (باقی آیندہ)

تصحیح } اخبار پیغام صلح جلد ۴ نمبر ۲۶ صفحہ ۵ کالم ۲ میں جو ۔۔ چندہ جماعت راولپنڈی ذکر مری شائع ہوئی ہے ۔۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ بروز یکشنبہ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۶

عید الاضحی اور اُس کا مقصد حقیقی

(از رشحات قلم حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب ایل ایم ایس لاہور)

برادران کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کیوں اس دن کے لئے ہر طرح سے خوشی اور شادمانی کے سامان مہیا کرتے ہیں جبکا نام عید ہے مسلم قوم کا ہر فرد اور ہر گھر اس دن خوش و خرم نظر آتا ہے۔ کیا وجہ ہے۔ کہ اس دن اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔ نمازیں ادا کی جاتی ہیں قربانیاں دی جاتی ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ کی تعریف اور حمد کے گیت گائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس خصوصیت کیساتھ ہوتی ہے۔ آخر ساری قوم کی قوم پر اُس دن کیوں ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں تو آؤ اِس میں ذرا غور کریں اور سوچیں کہ کیا یہ بھی ہندوؤں کی ہولی کی طرح ایسا تہوار ہے کہ جس میں موسم بہار کی وجہ سے جب خون جوش مارنے لگا۔ تو انسان اچھلنے اور کودنے لگ جاتا ہے۔ یا یہ کوئی سناٹا مار کا میلہ ہے کہ بڑے سکیل پر مکہ میں منایا جاتا ہے اور اُسکے نتیجے میں تم بھی ہر شہر میں رنگ رلیاں کھیلنے لگتے ہو۔ اور طرح طرح کے نفس کے لئے تفریح کے سامان مہیا کرتے ہو۔ اور عیش و عشرت میں مصروف ہو جاتے ہو۔ اگر تو یہ سچ ہے اور یہ تہوار تمہارے ابھرنے کا ہی نتیجہ ہے۔ اور اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تم اچھے کپڑے پہنو۔ دل کھول کر نفس دنی کی پوجا کرو۔ اور خوب سیر ہو کر گوشت اور پلاؤ اور قورمہ کھاؤ۔ اور شرابیں پیا کرو۔ ناچ اور مجرے اور تھئیٹروں کو دیکھا کرو۔ تو پھر یہ اسلام نہیں کیونکہ اسلام نام ہے اُس مذہب کا جس میں جذبات اور خواہشات انسانی کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں قربان کیا جاتا ہے۔ یہ مذہب نفس کو موٹا کرنے کی تعلیم ہی نہیں دیتا۔ پس خوب سمجھ لو۔ اور یقین رکھو کہ اگر تم نے اس تہوار کو ایسا ہی سمجھ رکھا ہے۔ جیسا کہ اے مسلمانو تمہارے حالات جو عید کے دن ظاہر ہوتے ہیں۔ ثابت کرتے ہیں۔ تو پھر تمہارے لئے یہ خوشی کا دن نہیں۔ بلکہ غم و ماتم کا دن ہے۔ اور یہ محض اتباع راہ و رسم ہے۔ جو اللہ سے نہیں تمہارے باپ دادوں سے تمہیں ورثہ میں ملی۔ تمہاری یہ سب نمازیں۔ روزہ۔ قربانیاں اگر ان کی بنیاد اس حقیقت پر نہیں۔ جس کی یادگار میں یہ عظیم الشان دن منایا جاتا ہے۔ تو وہ سب عبث ہیں۔ ان کا نتیجہ اسی طرح خسر الدنیا والاخرۃ ہے۔ جیسے کہ تم اُن تہواروں کا یقین کرتے ہو جو دیگر مذاہب کے پیرو اکثر آئے دن مناتے ہیں۔ لیکن برادران اگر تم اس کی اصل حقیقت کو سمجھکر اُس عظیم الشان نمونہ سے سبق حاصل کرتے ہو۔ جس کی یاد میں کہ یہ دن منایا جاتا ہے۔ تو پھر یہ دن تمہارے لئے درحقیقت خوشی کا دن ہے۔ کیونکہ تم اس سے اُن اعلےٰ مراتب ترقی کو حاصل کر سکتے ہو۔ جنکے لئے کہ تم کو اللہ تعالےٰ نے پیدا کیا ہے۔ پس سنو اور خوب غور سے سنو کہ اس دن کی اصل وجہ تسمیہ کیا ہے۔ سنو ہی نہیں اس سے جو حق فائدہ اٹھانے کا ہے وہ اٹھاؤ۔

انسان کو اللہ تعالےٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے۔ کہ یہ مشت خاک اور گندے پانی کا کیڑا بڑھتے بڑھتے خلیفۃ اللہ اپنے خدا کا وائسرائے بن جائے۔ تا قدرت کاملہ الٰہیہ کا ظہور ہو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اِذ قال ربّک للملٰئکۃ انّی جاعلٌ فی الارض خلیفہ۔ فرشتوں سے اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم زمین میں اپنا نائب اور دنیا کا سردار مقرر کرنے لگے ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ ڈاکٹر ڈاکٹر نہیں بن سکتا جب تک کسی ڈاکٹر کے نقش قدم پہ نہ چلے۔ اور اس کے بنائے ہوئے قانون پر عمل نہ کرے۔ پس نائب خدا بننے کے لئے ضروری ہوا کہ انسان خدا کے احکام کی پیروی کرے۔ اور اُس پاک ذات کے ارشادات کے آگے اپنے قوے اور جذبات کو قربان کردے۔ چنانچہ اللہ تبارک و تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ ما خلقت الجنّ والانس الّا لیعبدون جن اور انسان کی پیدائش کا مقصد اعلےٰ صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی عبادت کرے۔ کسی چیز کی عبادت یہی ہوتی ہے کہ اپنے قوے کو بکلی اُس کے احکام کے ماتحت کردے۔

پھر جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ معمولی سے معمولی دنیاوی درجات حاصل کرنے کے لئے ہم رات دن سخت جدوجہد کرتے ہیں۔ مشکل سے مشکل گھاٹیوں کو عبور کر جاتے ہیں۔ ہزارہا روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ اور اپنی جان پر کھیلنے سے بھی باز نہیں رہتے۔ تو خلافت اللہ یعنی اللہ کی نیابت کا درجہ جو کہ اعلےٰ سے اعلےٰ نعمت ہے۔ جس تک کہ انسان پہنچ سکتا ہے۔ اُس کے حصول کے لئے کیوں نہ اپنے مال و جان عزیز و اقربا تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاویں۔ کیونکہ جس طرح ایک وائسرائے شہنشاہ وقت کی طاقتوں اور قوتوں کا ایک حد تک وارث ہو جاتا ہے۔ اُسی طرح نائب خدا بھی تو ایک حد تک الٰہی طاقتوں اور قدرتوں کا مالک بن جاتا ہے۔ الغرض اعلےٰ سے اعلےٰ معراج انسان کے لئے جو ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ خلیفۃ اللہ بن جائے۔ اس سے آگے اس کے لئے کوئی ترقی کا درجہ نہیں اس سے آگے قدم رکھنا کفر اور عصیان ہے کیونکہ خدا وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور اُسی کی ذات ہے۔ جو ہم سب کا مرجع ہے۔ ہماری ترقی کا اصل راز اُس کی عبودیت ہے۔ اس لئے جس نے اس سے آگے قدم رکھا وہ عبد کے درجہ سے باہر جا پڑا اور اصل مقصد سے گر گیا۔ ہمہ اوست والوں کے لئے اور عیسائیوں کے لئے بھی جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو خدا مانتے ہیں۔ اس میں ایک سبق ہے اس اعلےٰ معراج کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ حقیقی عبودیت کی ایک عظیم الشان قربانی کی۔ جس میں انسان نہ صرف اپنے مال اپنے عزیز و اقربا۔ اپنی خواہشات کو ہی خدا کے احکام کے لئے قربان کردے بلکہ جان کو بھی قربانی کے لئے اُس کے حضور حاضر کردے۔ مگر انسان اپنے ہر عمل کے لئے ایک نمونہ کا محتاج ہے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جو بچے بولنے والے لوگوں سے علیحدہ کر لئے جاتے ہیں۔ وہ باوجود زبان۔ کان اور آنکھ کے گونگے ہی رہتے ہیں۔ اور خود بول نہیں سکتے۔ اس لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو اس عظیم الشان قربانی کے کرنے پر قادر کرنے کے لئے ایک نمونہ پیش کیا۔ جس کا ظہور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک کے ذریعہ مکہ میں ہوا۔ اور وہ اس طرح پر ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی۔ ربّ ھب لی من الصّٰلحین۔ اے میرے خدا مجھے صالح اولاد دے۔ اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور فبشّرنٰہ بغلٰمٍ حلیم۔ ایک تحمل اور صبر کرنیوالے بچے کی خوش خبری دی۔ جب یہ دعا سے حاصل کیا ہوا پیارا بچہ بلغ معہ السعی۔ جوان ہو گیا۔ اور کام کے قابل ہوا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے انہیں کہا یٰبنیّ انّی اریٰ فی المنام انّی اذبحک فانظر ماذا تریٰ۔ اے میرے بیٹے بیٹے خواب میں دیکھا کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں۔ پس بتا کہ تیری کیا رائے ہے۔ اس پر حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ یٰابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصّٰبرین۔ اے میرے باپ جو خدا نے تجھے حکم دیا ہے اس کے مطابق کر۔ تو مجھے خدا نے چاہا۔ تو صبر کرنیوالوں سے پائیگا۔ بس پھر کیا تھا۔ الٰہی ارشاد کے ماتحت باپ ہے کہ بیٹے کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور بیٹا ہے۔ کہ خدا کے ارشاد میں اپنی جان تک کو حاضر کر دیتا ہے۔ اور وہ دونوں اس حقیقی قربانی کو ادا کر دیتے ہیں جو کہ انسان کی زندگی کا اللہ تعالےٰ نے اعلےٰ مقصد رکھا ہوا ہے۔ یعنی عبودیت الٰہی کا جو حق ہے وہ ادا کر دیا۔ اور آج کل کے مسلمانوں کی طرح زبان سے ہی نہیں۔ بلکہ عملی طور پر اپنی گردن کو الٰہی رضا کے مذبح پر رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ فلمّا اسلما وتلّہٗ للجبین۔ جب وہ دونوں سچے مسلمان بن گئے۔ اور سچی فرمانبرداری کا ثبوت دیا۔ اور ابراہیمؑ چھری لے کر اپنے لخت جگر کی گردن پر چلانے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو اللہ تبارک و تعالےٰ نے غیب سے ندا کی یا ابراھیم قد صدّقت الرؤیا۔ انّا کذٰلک نجزی المحسنین۔ اے ابراہیم تو نے جو رؤیا اللہ نے تجھے دکھائی اسکو سچ کر دکھایا۔ تو محسن ہے۔ اور محسن لوگوں کے یہی کام ہوتے ہیں۔ یہی وہ درجہ ہے جس کو انسان پا لیتا ہے۔ تو محسنین کی طرح جزا دیا جاتا ہے۔ انّ ھٰذا لھو البلٰؤ المبین وفدینٰہ بذبحٍ عظیم۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہمارا مقصد کسی کی جان لینا نہیں ہوتا اور نہ ہی انسانوں کی جانوں کو تباہ کرنا۔ ہماری غرض ایسے امتحانوں سے صرف انسان کے قلب کی حالت کا امتحان کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ ایک امتحان تھا۔ تم ذبح نہ کرو۔ بلکہ اس اپنی قلبی کیفیت کے اظہار کے لئے دنبے کی قربانی کر دو۔ تا یہ ظاہر ہو کہ تم اسی طرح اللہ کے لئے اپنے ہر ایک قوے کو قربان کرنے کی قابلیت رکھتے ہو۔ اور اس معراج تک پہنچ چکے ہو۔ جو کہ انسان کے لئے اللہ تعالےٰ نے مقدر کیا ہے۔ پس برادران یہ قربانی اس پاک نمونہ کی یادگار ہے۔ اور یہ جان ہمیں اسی لئے منانے کا حکم دیا ہے۔ تا ہم اس بڑی قربانی اور ذبح عظیم کے نمونہ کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور اپنے قلب میں ویسی ہی کیفیت اللہ تبارک و تعالےٰ کے احکام کی فرمانبرداری کے لئے پیدا کریں جیسے کہ حضرت اسمٰعیل اور حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام نے کر کے دکھائی۔ تاکہ ہم بھی اُس اعلیٰ درجہ کو یعنی اللہ کی خلافت کو حاصل کر سکیں۔ ورنہ اللہ تعالےٰ کو نہ ان بکروں کی ضرورت۔ نہ انکے خون بہانے کی ضرورت۔ نہ تمہارے اچھے کپڑوں کی خواہش۔ نہ تمہارے پیٹ بھر کر کھانے سے کچھ فائدہ۔ جیساکہ دوسری جگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دماؤھا ولٰکن ینالہ التقویٰ منکم۔ ان قربانیوں کے گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتے۔ ہاں تمہارا تقویٰ اور وہ قلبی کیفیت اللہ کو پہنچتی ہے۔ جو ان قربانیوں کے وقت یا بعد میں تمہارے دل ظاہر کرتے ہیں۔

سو برادران جو انسان اس اعلیٰ قرب الٰہی کو جو اس قربانی کے نمونہ پر قدم مارنے سے ہی انسان کو میسر آ سکتا ہے۔ حاصل کرے تو پھر اس سے زیادہ کامیاب اور کون ہو سکتا ہے اور پھر اس کے لئے اس سے زیادہ خوشی کا دن کیا ہو سکتا ہے۔ جبکہ معمولی بی اے اور ایم اے کے امتحان میں جو پاس ہو جاتا ہے۔ تو اس کے سب گھر بار میں خوشی کے شادیانے بجنے لگتے ہیں۔ چہ جائیکہ انسان اس امتحان میں پاس ہو جاوے۔ جس سے کہ اس کی دین و دنیا سنور جاویں۔

پس یاد رکھو اور خوب یاد رکھو۔ کہ اگر یہ دن تم میں اس قربانی کی کیفیت کو پیدا نہیں کرتا۔ بلکہ الٹا تمہیں اور اپنے نفس کا غلام بنا دیتا ہے۔ اور تم لہو و لعب میں پڑ کر خدا کو پہلے سے بھی زیادہ بھول جاتے ہو۔ اور بجائے قربانی کی قابلیت پیدا کرنے کے نفس کو موٹا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو تم اپنے آپ کو اس مقصد اعلےٰ سے دور پھینک رہے ہو۔ جس کے لئے یہ دن مقرر تھا۔ اور یہ دن تمہارے لئے رونے اور دانت پیسنے کا ہے۔ ہاں اگر تم اصل حقیقت پر قدم مارتے ہو۔ اور تقویٰ میں اُس دن اس پاک نمونہ سے فائدہ اٹھا کر آگے قدم بڑھاتے ہو۔ اور نفس کشی کے مختلف مدارج کو طے کر جاتے ہو۔ تو پھر خوش ہو۔ کہ اس سے زیادہ اور کوئی موقعہ خوشی کا نہیں۔ حمد اور تسبیح الٰہی کرو۔ کہ اس سے زیادہ اور کوئی مقام شکر نہیں۔ بالآخر درخواست ہے کہ برادران ہماری اس درد دل کی کہانی کو پڑھیں اور اس میں غور سے کام لیں۔ ورنہ جو ہمارا کام تھا ہم ادا کر چکے۔

میاں صاحب کا چیلنج منظور

۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں صفحہ ۶ پر کسی غیر احمدی کا جواب دیتے ہوئے میاں صاحب کی سالانہ جلسہ ۱۹۱۵ء کی تقریر کا کچھ اقتباس دیا گیا ہے۔ جس میں سے یہ لفظ پہلی دفعہ پڑھے گئے کہ

"احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ جیسے کہ میں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دے۔ کہ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ نہ کہ صفت محمدیہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پیشگوئی اسمہٗ احمد پوری ہو گئی ہے۔ تو میں ایسے شخص کو ایک مقررہ تاوان جو قریب بیس سو کا ہو دینے کے لئے تیار ہوں"

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح لاہور

قیمت سالانہ ۔ ششماہی ۔ طلباء سے سالانہ

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

جلد ۴ | مدیر ایڈیٹر ملک لاہور | یکشنبہ ۲۰ ذالحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق یکم اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۶

کیا عربی زبان الہامی ہے؟

از ام الالسنہ
(گذشتہ سے پیوستہ)

عالم

لفظ عالم جس کے معنے دنیا جہان کے ہیں وہ بذات خود نہایت ہی معنی خیز لفظ ہے۔ عالم کا مادہ جو ہے تو وہ علم ہے۔ یعنی عالم وہ ہے جس کے ساتھ علم کو تعلق ہے۔ کل انسانی علوم عالم کی حقیقت کا علم ہے۔ اور صاحب عالم اگر کوئی ہوسکتا ہے۔ تو عالم ہی ہوسکتا ہے علم ہی وہ طاقت ہے۔ جس سے قوائے عالم پر کوئی حکمران ہوسکتا ہے۔ آہ! مسلمان علّم آدم الاسماء کلھا کی حقیقت کو سمجھیں۔ بعض الفاظ ایسے بھی ہیں۔ جنکے معنے تو کچھ ہیں لیکن اُنکے دوسرے معنے اس اصلی حقیقت کی طرف ہمیں لیجاتے ہیں جو اُنکے مفہوم کی علت غائی ہوتی ہے۔ مثلاً درس جسکے معنے تعلیم دینے کے ہیں۔ اُسکے ایک معنے غلہ کو گاہنا ہے۔ اب جو غرض گاہنے سے ہوتی ہے۔ وہی درس و تعلیم سے ہوا کرتی ہے۔ جس طرح ہم غلہ کو گاہ کر اُس کا چھلکا اُتار تے ہیں۔ اور اصلی دانہ کو باہر نکالتے ہیں۔ اسی طرح تعلیم کی غرض بھی اندرونی قوتوں کو جو پردہ جہل میں مستور ہوتی ہیں چمکانا ہوتا ہے۔ چنانچہ انگریزی میں جو لفظ تعلیم کا مترادف ایجوکیشن Education ہے۔ یہ مشتق دو لاطینی الفاظ سے ہے اِتی E باہر۔ ڈیوکو Duco۔ رہنمائی کرنا۔ یعنے تعلیم سے مطلب کچھ باہر سے اندر داخل کرنا نہیں۔ بلکہ اندرونی چیز کو باہر لانا ہے بہرحال درس کا لفظ اس حقیقت کے کھولنے کے لئے نہایت ہی موزون ہے۔ یعنی چھپی ہوئی چیز کے اوپر سے پردہ کو مار مار کر جدا کرنا اور اصل چیز کو نکالنا۔ اسی قسم کا ایک لفظ فلح ہے۔ جسکے ایک معنی تو تہذیب و سویلزیشن کے ہیں اور دوسرے معنے بغرض زراعت زمین کو کھودنا۔ ہل بائہنا مستور چیز کو کھود کر باہر لانے کے ہیں۔ اب سویلزیشن کی حقیقت یہی ہے۔ چنانچہ سویلزیشن (تہذیب) کی غرض و غایت یہ ہے۔ کہ قوائے کارخانہ کے اصل خواص سے اطلاع پاکر اُن قوائے کو فعل میں لایا جائے۔ یعنے مختلف اشیاء عالم کے خواص سے اول آگاہ ہونا۔ اور پھر اُن قوانین کو دریافت کرنا۔ کہ جن پر چلکر وہ خواص ظہور پذیر ہو جائیں۔ اُس کا نام سویلیزیشن یا فلاح ہے عربی لفظ نے ایک طرف تو مفہوم کو ظاہر کیا اور دوسری طرف اشارہ کردیا کہ اُس مفہوم کو حقیقت میں لانا کس طرح ہوگا۔

عربی زبان کے الفاظ اُن صداقتوں کو کماحقہ بیان کرتے ہیں جو مذہب نے تعلیم کی ہیں یہ خصوصیت اور زبان اور مذہب میں نہیں

اس کتاب کو میں نے مذہبی کتابوں سے بالکل الگ رکھا ہے ورنہ یہ بھی دکھایا جاسکتا تھا۔ کہ مختلف مذاہب نے جو بعض صداقتیں تعلیم کی ہیں اور اُن صداقتوں کو بعض الفاظ سے تعبیر کیا ہے وہ الفاظ بذات خود اُن صداقتوں کا علم نہیں دیتے۔ جب تک الگ تشریح نہ کیجائے۔ لیکن عربی زبان نے اُن صداقتوں کی تعبیر جن الفاظ سے کی ہے۔ وہ بذات خود اپنی آپ تشریح ہیں۔ مثلاً ہر ایک مذہب کیا ہر ایک اخلاقی سوسائٹی نے ایک حقیقت کا نام جرم۔ یا خطا یا گناہ رکھا ہے۔ اب مثلاً زبان انگریزی کا لفظ سِن Sin ہمیں نہیں بتلاتا کہ گناہ کیا چیز ہے۔ نہ فارسی زبان کا لفظ گناہ یا سنسکرت کا لفظ پاپ ہم پر یہ منکشف کرتا ہے کہ قدیم آتش پرست یا ویدوالے گناہ اور پاپ سے کیا مُراد لیتے تھے۔ لیکن جو حقیقت اسلام نے گناہ کی تعلیم کی ہے۔ وہ سب اُن الفاظ میں بذات خود موجود ہے جو عربی نے اس مفہوم کے ادا کرنے کے لئے تجویز کئے ہیں۔ اسلامی تعلیم کے ماتحت گناہ کوئی خاص فعل نہیں۔ بلکہ کسی معاملہ میں کسی مقرر کردہ نکتۂ اعتدال سے تجاوز کرلینا۔ چنانچہ الفاظ اثم۔ ذنب۔ جرم۔ جناح۔ عصیان جو گناہ کے مترادف ہیں۔ ان سب میں یہی ایک حقیقت ہے۔ یعنے مقام مقررہ سے بڑھ جانا۔ گھٹ جانا۔ الگ ہوجانا۔ کٹ جانا۔ ایک طرف ہوجانا وغیرہ وغیرہ گناہ کو چھوڑنے کی حقیقت کو لفظ توبہ نے خوب ظاہر کیا ہے یعنی توبہ کے لفظی معنی ہیں۔ واپس آنا کے یعنے گناہ سے اگر مُراد ہے مقررہ راہ (صراط مستقیم) سے اِدھر اُدھر ہوجانا۔ تو پھر توبہ سے مراد اپنے اصلی جگہ کی طرف پھر واپس آنا۔

الغرض جسقدر مختلف حقائق مذہب نے مختلف ممالک میں سکھلائے اُن کی حقیقت اُن کی زبان نے مقررہ الفاظ سے ظاہر نہیں کی لیکن عربی نے کل حقائق کو مقرر کردہ الفاظ کے اندر رکھدیا۔ الغرض اگر کوئی زبان مذہب کے لئے موزون ہے تو عربی زبان ہی ہے۔ اور یہی میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ کل علوم اور کل انسانی خیالات کے اظہار کے لئے موزون سے موزون زبان اگر کوئی ہے تو عربی زبان ہے۔ جو کل انسانی خیالات اور جذبات کے اظہار کے لئے موزون سے موزون الفاظ تجویز کرتی ہے۔ اور خود بخود اپنی حقیقت کو بول رہی ہیں۔

عربی اور عجمی کی وجہ تسمیہ

اسی لئے تو عربوں نے اپنی زبان کا نام عربی رکھا یعنے فصیح (خود بخود بولتی) زبان۔ اور باقی زبانوں کو عجمی (گنگ) کہا۔ یعنی عربی زبان کے الفاظ اپنے مفہوم کو آپ بولتے ہیں۔ اور باقی زبانوں کے الفاظ جن مفہوم کے ادا کے لئے تجویز ہوئے ہیں۔ وہ حقیقتاً نہیں بلکہ اعتباراً تجویز ہوئے ہیں یعنی سوسائٹی نے ان الفاظ کو اُن مفہوم کا مظہر قرار دیدیا ہے۔ آخر گنگ زبان کی بھی بعض آوازیں اُسکے اقرباء کے نزدیک خاص معنے رکھتی ہیں۔ یہی عجمی زبانوں کے الفاظ کا حال ہے۔

ذکور و اناث کی صنف بھی عربی کے الہامی ہونے پر دلیل ہے

ذکور و اناث کی صنف کے متعلق بھی صرف عربی زبان نے جو خصوصیت رکھی ہے وہ کبھی اتفاق کا نتیجہ نہیں ہوسکتی۔ بلکہ کسی ارادہ اور علم کے ماتحت یہ امر معلوم ہوگیا ہے۔ جہاں کل زبانوں نے بہت حد تک مذکر و مؤنث کی تخصیص جانداروں کیساتھ رکھی ہے۔ اور بیجان کیلئے الگ صنف تجویز کی ہے۔ وہاں عربی زبان نے یہ تخصیص کائنات کی ہر چیز کیساتھ کی ہے۔ کسی کو مذکر اور کسی کو مؤنث کہا۔ ایک مدت تک تو اس خیال کو ایک بیہودہ خیال سمجھا گیا۔ لیکن آج تو سائنس نے ہر ایک چیز کا جوڑا تجویز کردیا ہے۔ اب تو ہر ایک چیز مذکر ہے یا مؤنث۔ پھر عربوں کا ابتدائے آفرینش سے اُس ایک حقیقت کو ہر ایک کے صنف میں ظاہر کرنا جو آج سائنس نے دریافت کی۔ کیا یہ سب اتفاقات ہی اتفاقات ہیں؟ اگر عربی الفاظ کی یہ حقیقتیں نادر ہوتیں۔ یا چند الفاظ اس قسم کے ہوتے۔ تو تکلف اور اتفاق ایک عمدہ تشریح تھی۔ لیکن جب ایسے نظائر کثرت سے موجود ہیں۔ تو پھر تکلف اور اتفاق کی طرف اشارہ کرنا خود اپنی بیہودگی اور ہٹ یا ضد کا ثبوت دیتا ہے۔

نتیجہ اور ایک ضروری تحریک

اگرچہ جس قدر میں نے الفاظ یہاں اپنے مافی الضمیر کی تشریح میں دیئے وہ میری اس تھیوری کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ عربی زبان الہامی ہے۔ کیونکہ اس کے الفاظ حقیقت الاشیاء سے ماہر کے تجویز کردہ نظر آتے ہیں۔ نہ کہ کسی اتفاق کا نتیجہ۔ لیکن میں پھر بھی علماء کرام اور ماہران علوم عربیہ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ ایک بھاری ذخیرہ ایسے الفاظ کا پیدا کریں۔ تو پھر دنیا کو جیت لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ اور یہ میں اُن بزرگوں کو یقین دلاتا ہوں۔ کہ اُن کی کوشش بالضرور باجور ہوگی۔ عربی زبان علوم کا ذخیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی محنت کو بالضرور بارآور کریگا۔ اس کا سہل طریق یہ ہے۔ کہ وہ کسی چیز یا شئے کے کل نام جو عربی نے دیئے ہیں جمع کرلیں پھر اُن الفاظ کے مادہ لیکر جسقدر معنے اُنکے ہیں۔ وہ جمع کریں اُن حرفوں سے مرکب جو الفاظ ہوں اُنکے معنے بھی دیکھ لیں۔ جنکے حرکات سکنات خواہ الگ ہیں۔ جیسے لفظ ذکر کی بحث میں ذکر اور رحم کے ساتھ رحم کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا۔ یہ وہ طریق ہے جسکو عربی ادیبوں نے اپنی تحقیق میں جائز رکھا ہے پھر اسی چیز کے خواص کا تفحص کریں۔ تو انشاء اللہ اُنکو ایسے نظائر کثرت سے ملجائینگے۔ جن پر میں یہاں بحث کررہا ہوں مثلاً ایک دوائی عقرقرہ ہے۔ جسکے لفظی معنے ہیں۔ بانجھ حاملہ ہوگئی۔ یہ دوائی اصلاح رحم کے لئے ازحد مفید ہے۔ کافور کا بڑا خاصہ یہ ہے کہ وہ زہریلے مواد کو دبا دیتا ہے۔ یعنے یہ بڑا بھاری انٹی سیپٹک ہے۔ کافور کے لفظی معنے ہیں بڑا دبانے والا۔ اس طرح مختلف ادویات کے نام دیکھنے چاہئیں۔ اُنکے مادہ کے لفظی معنوں اور اُنکے خواص میں تطابق کی کوشش کیجائے۔ مثلاً یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا ان میں کوئی اشارہ اسماء کی طرف ہے پھر صحیفہ قدرت کے جو مختلف مظاہر ہیں اُنکے لئے جو اسماء عربی نے تجویز کئے ہیں۔ آیا اُن اسموں میں کوئی حقیقت اُن مظاہر کی موجود ہے یا نہیں۔ مثلاً چاند کے لئے جو لفظ قمر تجویز ہوا ہے اُسکے معنے سفیدی کے بھی ہیں۔ اور یہ بھی ہیں کہ ایسی سفیدی جس پر ... ہوں۔ خیر یہ تو ایک بدیہی نظارہ ہے۔ لیکن اس مادہ سے ... جسکے معنے ایک کا دوسرے سے کچھ لینا۔ کیا چاند ... بالمقابل ...

یہ الفاظ پکار پکار کر تمام دنیا کے علماء کو کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر کوئی ہے تو آئے۔ اور احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ثابت کرکے انعام حاصل کرے"

پس ہم میاں صاحب کے اس چیلنج کے جواب میں بڑی خوشی کیساتھ اس کی منظوری کا اعلان کرتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ انعام مقرر کریں۔ اور اگر ہمت ہے۔ تو میدان مناظرہ میں نکلکر پبلک کے سامنے اس باطل کا ثبوت دیں۔ کہ "احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہی ہے" (اور آنحضرت صلعم سے کچھ تعلق نہیں)۔

انشاءاللہ آنکے اس باطل عقیدہ کی تغلیط کے لئے دلائل قاطعہ سے کام لیا جائیگا۔ کیا میاں صاحب اس قسم کے مناظرہ کے لئے اپنی آمادگی کا اعلان فرمائینگے؟

پیر سراج الحق صاحب نعمانی

بھی اب بولے ہیں۔ اور خوب کھلکر بولے ہیں۔ وہی پرانے الزامات جو ہمیشہ سے رافضیوں کا کام رہا ہے۔ کہ کام کرنے والے بزرگوں اور نیکوں پر لگایا کریں۔ انہوں نے بھی ہم پر تھوپے ہیں پیر صاحب نے کہا تو بہت کچھ ہے۔ یا بالفاظ دیگر گالیاں دینے میں زور تو بہت خرچ کیا ہے۔ لیکن بقول حضرت امیرؓ بدبخت کبھی آخر انسانوں کی ہی بنائی ہوئی ہے اور نئی گالیوں کیلئے لفظ کہاں سے ملیں۔ ان کے سارے غم و غصّہ کی تان یہاں آکر ٹوٹی ہے۔ اور سارے مضمون میں اسی ایک بات کو پھیر پھیر کر دُہراتے چلے گئے ہیں

"ان کو (یعنی حضرت امیر اور آپ کے مریدین احمدیوں کو) دو باتوں نے انکار رسالت و نبوت و خلافت وغیرہ مسائل پر آمادہ کیا ہے۔ ایک عداوت محمود کو عود اور دوسرے غیر احمدیوں سے ملنے کے شوق نے"

ہمیں اس بات کی تو شکایت نہیں۔ کہ پیر صاحب نے یہ الزام کیوں ہم پر دیئے۔ ہاں اسقدر خیال ضرور ہے۔ کہ وہ شخص جو ایک وقت بعض ایسے واقعات (غلط یا صحیح) میاں صاحب کی ذات تقدس آب کی طرف منسوب کرچکا ہو۔ کہ جنکا نام لیتے ہوئے بھی شرم و حیا مانع ہے۔ اور جو بقول خود اپنی آنکھوں سے اُن کے بعض اندرونی حالات و واقعات کو دیکھ چکا ہو۔ اُس کے مُنہ سے یہ باتیں نکلنی کہاں تک جائز ہیں۔ پیر صاحب کی یہ تیر افگنی دو حالات سے خالی نہیں۔ یا تو اگر میاں صاحب کو اب وہ ویسا ہی پاک و اطہر سمجھتے ہیں۔ جیساکہ اُنہوں نے بیان کیلئے تو پھر بھی "عداوت محمود" کا الزام خود ان پر عائد ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے کبھی میاں صاحب کو بعض گھنونی باتوں کا آماجگاہ ٹھیرایا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں اور وہ الزامات صحیح اور سچے تھے۔ جو انہوں نے عائد کئے۔ اور انہیں ناحق و ناروا قادیان سے یہ کہتے ہوئے نکلنا پڑا۔ کہ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

تو پھر معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیر صاحب نے اب جو تعریفات کے پل باندھنے شروع کئے ہیں۔ اور غریب احمدیوں اور حضرت امیرؓ کو ناروا گالیوں کا مورد ٹھیرایا ہے۔ یہ محض بناوٹی ہونے کے ساتھ کس مطلب و فریب کاری پر مبنی ہیں اور خود انکے اپنے نفس کے آئینہ نے انہیں وہ کچھ دکھایا ہے جو انہوں نے الفضل کے پورے سات کالموں میں اُگلا ہے اُن کا خود اپنا رویہ بتا رہا ہے۔ کہ انہیں میاں صاحب سے کہاں تک محبت ہے۔ اور کسقدر عداوت۔ اور وہ اُنکے دعاوی کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس پر بحث کی ضرورت نہیں اور نہ اُن کی بیہودہ مفتریات کا جواب دینے کی حاجت۔

مسئلہ کفر و اسلام

کے متعلق ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں منجملے میاں بشیر احمد صاحب کے ایک مضمون مندرجہ الفضل کے متعلق انسے یہ سوال کیا تھا کہ "کیا کوئی شخص صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاکر اور موسیٰ اور عیسےٰ و دیگر انبیائے کرام کا انکار کرکے بھی علمیت یا حقیقت کسی ایک مرتبہ دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے" اس کا جواب دیتے وقت میاں صاحب کے کسی برخود غلط مرید حاشیہ نشین کو جو کچھ پیچ و تاب کھانے پڑتے ہیں۔ وہ اس تمہید

سے ظاہر ہے۔ جس میں اس نے اپنی اور اپنے پیر کی اس پرانی عادت کے مطابق جو گویا اب ان کی فطرت ثانیہ ہوچکی ہے۔ ہم پر لعنتوں کا مینہہ برسایا ہے اور تعجب ہے کہ اپنے اور قادیان کی چار دیواری میں رہنے والے تمام لوگوں حتیٰ کہ میاں صاحب کے آزوقہ کے خیال کو بھلا کر اُسے ایڈیٹر پیغام صلح کے آزوقہ کی فکر پڑگئی ہے۔ لیکن اُسے شاید یہ معلوم نہیں۔ کہ ایڈیٹر پیغام صلح تمہارے اور تمہارے پیر کی طرح ایسا بیدست و پا اور دوسروں کے سر چڑھنے والا نہیں کہ اُسے بھی کوئی خلافت وغیرہ کے بے مہمل خیالات اور ان کی مدح سرائی کا آسرا ڈھونڈھنا پڑے۔ ہمارا اُس خدا پر ایمان ہے۔ جس نے فرمایا ہے کہ وما من دابۃ

میاں صاحب کو اپناکوٹ وغیرہ پھٹ جانے پر کسی مرید کے دست عنایت کیطرف نظر رکھنے کی احتیاج ہوگی۔ سو ہمارے دوست کو چاہئے۔ کہ انہی کی فکر کرے اس طرف توجہ فرمائی کی نہ انہیں ضرورت ہے اور نہ اسکی احتیاج۔ یہ تو خیر اس کی تمہید کا جواب تھا۔ اب اصل مسئلہ کیطرف آیئے۔ ہم نے اپنے سوال میں آیت قرآنی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ اور یہ کہا تھا۔ کہ لا نفرق بین احد من رسلہ صاف طور پر اس کے خلاف ہے۔ کہ کسی ایک رسول کے نہ ماننے والے کو بھی حقیقت یا علمیت کے دائرہ کے اندر جگہ دی جائے۔ ایک اور آیت قرآنی اس سے بھی واضح تر ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا۔ اسی آیت کے ماتحت ہی میاں صاحب نے منکرین مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوے دیا تھا۔ اور اس میں صاف طور پر نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یرید ون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا کہکر اور ان لوگوں پر اولئک ھم الکافرون حقا کا فتوے دیکر چھوٹے میاں کی مخترعہ اصطلاحات "حقیقت" و "علمیت" کو صاف طور پر رد کرگئے تھے ثابت کردیا۔ کہ جو سلوک آنحضرت صلعم کے منکرین سے ہوگا۔ وہی اس شخص سے ہوگا۔ جو آنحضرت صلعم کو مان کر کسی دوسرے نبی سے منکر ہو۔ ورنہ رسولوں پر ایمان لانے میں تفریق لازم آئیگی۔ اس کا تو کوئی جواب ہمارے محمودی دوست نے نہیں دیا۔ اور صرف اسی بات کو دُہرا دیا ہے۔ کہ

"اگر ایک شخص محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ لیکن کسی گذشتہ نبی کا منکر ہے۔ مثلاً موسےٰ یا عیسےٰ علیہما السلام تو وہ کلی طور پر اسلام سے خارج نہیں ہے۔ کیونکہ اب علمیت کا دائرہ قائم ہوچکا ہے"

گویا بالفاظ دیگر وہ مسلمان ہے۔ اور ہم اسے مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ سوال اس پر پھر بھی وہی قائم رہا۔ کہ یہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے خلاف ہے۔ اور دوسرے جب وہ مسلمان ہے تو اسکے ساتھ سلوک بھی مسلمانوں ہی جیسا ہوگا۔ حقیقت اسلام کی طرف اگر ہم نظر کرنے لگیں۔ تو پھر شاید میاں صاحب کے اسلام میں بھی کسی کو شک ہی ہے خدا ہی جانتا ہے کہ کون حقیقی مسلمان ہے۔ اور کون نہیں۔ ظاہرا طور پر جو شخص مدخل حلقہ اسلام ہوچکا۔ اور مسلمان کا لفظ اُسپر عائد ہوچکا۔ اس کے ساتھ اسلامی سلوک ہی روا رکھا جائیگا۔ وہ کافروں میں شمار نہیں ہوسکتا۔ پس اگر تو مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو پھر تمہیں سب غیر احمدیوں کو بلا استثنا کلی طور پر خارج از اسلام قرار دیکر اُن سے غیر اسلامی سلوک ہر معاملہ میں کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر وہ کلی طور پر خارج از اسلام نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب حقیقی اور کامل نبی نہیں

حضرت امیرؓ کا ایک ضروری مضمون

بعنوان "ایک ضروری تحریک" گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ناظرین تک پہنچ چکا ہے آئندہ اشاعت میں ایک اور نہایت دلچسپ اور دلخوش کن مضمون بعنوان "ترجمۃ القرآن" کے متعلق ایک خوشخبری ہدیہ ناظرین کرام ہوگا۔

مُرتد

عقائد محمودیہ سے بیزاری

میاں صاحب کے ایک آئے مرید کا اعلان فسخ بیعت

میرا ایمان۔ میں آبا و اجداد سے سے خاندان فقہا کا ایک شعبہ تھا۔ جس کی رُو سے میں نے ابتداء سے حضرت مرزا صاحبؑ کی سخت مخالفت کی مگر ماہ رمضان کے کسوف و خسوف نے مجھے مخالفت سے ہٹاکر مطالعہ کتب مسیح موعود علیہ السلام کرنے کا شوق پیدا کیا۔ آخر رفتہ رفتہ میں نے اپنی حرکات ناشائستہ اور افعال شنیعہ اور بدگوئی سے توبہ کرکے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اُس وقت بیعت کی جبکہ جناب نے داتا گنج بخش صاحبؒ کے قریب منڈوے میں لیکچر دیا۔ مگر پرانی کتب فقہ اور احادیث اور قرآن شریف کے ساتھ حضور کے افعال و کردار و اقوال کا مقابلہ کرتا رہا۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ واقعی حضور علیہ السلام محمدؐ رسول اللہ خاتم النبیین کے سچے خادم اور پورے متبع ہیں۔ جو میرے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے۔ غرضیکہ اکثر افراد خاندان بندہ حضور کی بیعت میں داخل ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس کے بعد بتدریج بندہ نے خادم قادیان بنے رہنے میں اپنا فخر سمجھا۔ اور ہر ایک کے تابع فرمان ہوتا رہا۔ آخر حضرت میاں صاحب جن پر اکمال درجہ کا ایمان تھا اور میں آپ کو جماعت کے اکثر افراد سے باوجود صغر سنی بصدق در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است بہتر سمجھتا رہا بیعت بھی کی۔ مگر آپ کے نفسانیت کے زور اور انانیت کے ظہور نے بندہ کو شک و شبہ میں ایسا ڈالا۔ کہ قوت متخیلہ نے بڑھتے بڑھتے تصور خلاق کے درجہ پر پہنچکر ایک متوحش نمونہ کھڑا کردیا۔ مگر عقل نے دست شفقت پکڑ کر کہا کہ تعجیل کار شیاطین بود۔ ادھر سوچ بچار کا شوق بڑھا۔ حضرت صاحب کی کتب کو دوبارہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اُدھر ان عقائد باطلہ میں جو میری طبع کے پہلے ہی سے خلاف تھے۔ ترقی شروع ہوئی یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ مصداق اسمہ احمد ہونے کا ٹھیرانے لگے۔ جو حضرت صاحب کے نزدیک کفر ہے میں ان تمام بیہودہ عقائد سے بیزار ہوں۔ اور میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم مجھے دین رسول اللہ صلعم کا سچا خادم اور حقیقی متبع بنائے۔ آمین!!

محمد حسن احمدی از لاہور سکنہ قلعہ دار۔

آریہ سماج کا مباحثہ سے فرار

گذشتہ دنوں سرینگر کشمیر سماجی اور سناتنی لیکچراروں کا اکھاڑہ بنا رہا ہے۔ آریہ سماج کے سالانہ جلسے پر دُور دُور سے بلند بانگ پنڈت آئے ہوئے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود اسقدر ہماہمی کے جناب پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کے باربار مناظرہ کے اصرار پر کسی کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ سچ ہے۔ امن ینشوا فی الحلیۃ وھو فی الخصام غیر مبین۔ اجی جو چوڑیاں پہنے بیٹھے ہوں۔ وہ خصم کا کیا خاک مقابلہ کرینگے۔ پنڈت راج نرائن صاحب بوجہ سابق آریہ ہونے کے اُنکے اندرونی حالات سے خوب واقف ہیں مثل مشہور ہے۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ایک یہ بھی کمال پنڈت صاحب میں ہے۔ اور اسی ایک بات نے انہیں دیانندی عقائد سے برگشتہ کیا ہے۔ کہ آپ سنسکرت کے خوب ماہر ہونے کے ساتھ ویدوں کو بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ ویدوں کو پڑھ چکنے کے بعد آپ جس نتیجہ پر پہنچے۔ وہ آریوں کے خلاف تھا۔ یعنے انہوں نے ویدوں کو دیانندی عقائد کے سراسر خلاف پایا اور اس لئے اُن کی ہدایت و تعلیم کیلئے اُنہوں نے دیانندیوں کو ان

یہ الفاظ پکار پکار کر تمام دنیا کے علماء کو کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر کوئی ہے تو آ ئے۔ اور احمد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ثابت کر کے انعام حاصل کرے"

پس ہم میاں صاحب کے اس چیلنج کے جواب میں بڑی خوشی کیساتھ اس کی منظوری کا اعلان کرتے ہیں۔ انہیں چاہئے کہ انعام مقرر کریں۔ اور اگر ہمت ہے۔ تو میدان مناظرہ میں نکلکر پبلک کے سامنے اس باطل کا ثبوت دیں۔ کہ "احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہی ہے" (اور آنحضرت صلعم کے متعلق نہیں)۔

انشاء اللہ آنکے اس باطل عقیدہ کی تغلیط کے لئے دلائل قاطعہ سے کام لیا جائیگا۔ کیا میاں صاحب اس قسم کے مناظرہ کے لئے اپنی آمادگی کا اعلان فرمائینگے؟

پیر سراج الحق صاحب نعمانی

بھی اب بولے ہیں۔ اور خوب کھلکر بولے ہیں۔ وہی پرانے الزامات جو ہمیشہ سے رافضیوں کا کام رہا ہے۔ کہ کام کرنے والے بزرگوں اور نیکوں پر لگایا کریں۔ انہوں نے بھی ہم پر تھوپے ہیں۔ پیر صاحب نے کہا تو بہت کچھ ہے۔ یا بالفاظ دیگر گالیاں دینے میں زور تو بہت خرچ کیا ہے۔ لیکن بقول حضرت امیر بد بخت بھی آخر انسانوں کی ہی بنائی ہوئی ہے۔ اور نئی گالیوں کیلئے لفظ کہاں سے ملیں۔ ان کے سارے غم و غصہ کی تان یہاں آکر ٹوٹی ہے۔ اور سارے مضمون میں اسی ایک بات کو پھیر پھیر کر کے دُہراتے چلے گئے ہیں

"ان کو (یعنی حضرت امیر اور آپ کے مریدین احمدیوں) کو دو باتوں نے انکار رسالت و نبوت و خلافت وغیرہ مسائل پر آمادہ کیا ہے۔ ایک عداوت محمود کو عود اور دوسرے غیر احمدیوں سے ملنے کے شوق نے"

ہمیں اس بات کی تو شکایت نہیں۔ کہ پیر صاحب نے یہ الزام کیوں ہمپر دئے۔ ہاں اسقدر خیال ضرور ہے۔ کہ وہ شخص جو ایکوقت بعض ایسے واقعات (غلط یا صحیح) میاں صاحب کی ذات تقدس مآب کی طرف منسوب کرچکا ہو۔ کہ جنکا نام لیتے ہوئے بھی شرم و حیا مانع ہے۔ اور جو بقول خود اپنی آنکھوں سے اُن کے بعض اندرونی حالات و واقعات کو دیکھ چکا ہو۔ اُس کے مُنہ سے یہ باتیں نکلنی کہاں تک جائز ہیں۔ پیر صاحب کی یہ تیر افگنی دو حالات سے خالی نہیں۔ یا تو اگر میاں صاحب کو اب وہ ولیسا ہی پاک داطہر سمجھتے ہیں۔ جیساکہ اُنہوں نے بیان کیاہے تو پھر بھی "عداوت محمود" کا الزام خود ان پر عائد ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے انہوں نے کبھی میاں صاحب کو بعض گھنونی باتوں کا آماجگاہ ٹھیرایا۔ اور اگر یہ صحیح نہیں اور وہ الزامات صحیح اور سچے تھے۔ جو انہوں نے عائد کئے۔ اور انہیں ناحق و ناروا قادیان سے یہ کہتے ہوئے نکلنا پڑا۔ کہ ؎

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

تو پھر معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیر صاحب نے اب جو تعریفات کے پل باندھنے شروع کئے ہیں۔ اور غریب احمدیوں اور حضرت امیر کو ناروا گالیوں کا مورد ٹھیرایا ہے۔ یہ محض بناوٹی ہونے کے ساتھ کس مطلب و فریب کاری پر مبنی ہیں اور خود انکے اپنے نفس کے آئینہ نے انہیں وہ کچھ دکھایا ہے جو انہوں نے الفضل کے پورے سات کالموں میں اگلا ہے اُن کا خود اپنا رویہ بتارہا ہے۔ کہ انہیں میاں صاحب سے کہاں تک محبت ہے۔ اور کسقدر عداوت۔ اور وہ اُنکے دعاوی کو کیا سمجھتے ہیں۔ ہمیں اس پر بحث کی ضرورت نہیں اور نہ اُن کی بیہودہ مفتریات کا جواب دینے کی حاجت ٭

مسئلہ کفر و اسلام

کے متعلق ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں منجملے میاں بشیر احمد صاحب کے ایک مضمون مندرجہ الفضل کے متعلق انسے یہ سوال کیا تھا۔ کہ "کیا کوئی شخص صرف آنحضرت صلعم پر ایمان لاکر اور موسےٰ اور عیسےٰ اور دیگر انبیائے کرام کا انکار کر کے بھی علمیت یا حقیقت کسی ایک مرتبہ پر دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے" اس کا جواب دیتے وقت میاں صاحب کے کسی بزعم خود غلط اندیش حاشیہ نشین کو جو کچھ پیچ و تاب کھانے پڑے ہیں۔ وہ اس تمہید

سے ظاہر ہے۔ جس میں اس نے اپنی اور اپنے پیر کی اس پرانی عادت کے مطابق جو گویا اب ان کی فطرت ثانیہ ہوچکی ہے۔ ہم پر لعنتوں کا مینہ برسایا ہے۔ اور تعجب ہے کہ اپنے اور قادیان کی چار دیواری میں رہنے والے تمام لوگوں حتیٰ کہ میاں صاحب کے ذوق کے خیال کو بھلا کر اسے ایڈیٹر پیغام صلح کے ذوق کی فکر پڑگئی ہے۔ لیکن اُسے شاید یہ معلوم نہیں۔ کہ ایڈیٹر پیغام صلح تمہارے اور تمہارے پیر کی طرح ایسا بیدست و پا اور دوسروں کے سر چڑھنے والا نہیں کہ اُسے بھی کوئی خلافت وغیرہ کے بے منظم خیالات اور ان کی مدح سرائی کا آسرا ڈھونڈھنا پڑے۔ ہمارا اُس خدا پر ایمان ہے۔ جس نے فرمایا ہے کہ وما من دابۃ

میاں صاحب کو اپنا کوٹ وغیرہ پھٹ جانے پر کسی مرید کے دست عنایت کیطرف نظر رکھنے کی احتیاج ہوگی۔ سو ہمارے دوست کو چاہئے۔ کہ انہی کی فکر کرے اس طرف توجہ فرمائی کی نہ انہیں ضرورت ہے اور نہ اسکی احتیاج۔ یہ تو خیر اس کی تمہید کا جواب تھا۔ اب اصل مسئلہ کیطرف آیئے۔ ہم نے اپنے سوال میں آیت قرآنی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ اور یہ کہا تھا۔ کہ لا نفرق بین احد من رسلہ صاف طور پر اس کے خلاف ہے۔ کہ کسی ایک رسول کے نہ ماننے والے کو بھی حقیقت یا علمیت کے دائرہ کے اندر جگہ دی جائے۔ ایک اور آیت قرآنی اس سے بھی واضح تر ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقا۔ اسی آیت کے ماتحت ہی میاں صاحب نے منکرین مسیح موعودؑ پر کفر کا فتوےٰ دیا تھا۔ اور اس میں صاف طور پر نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا کہکر اور ان لوگوں پر اولئک ھم الکافرون حقا کا فتوےٰ دیکر چھوٹے میاں کی مخترعہ اصطلاحات "حقیقت و علمیت" کو صاف طور پر رد کر کے ثابت کردیا۔ کہ جو سلوک آنحضرت صلعم کے منکرین سے ہوگا۔ وہی اس شخص سے ہوگا۔ جو آنحضرت صلعم کو مان کر کسی دوسرے نبی سے منکر ہو۔ ورنہ رسولوں پر ایمان لانے میں تفریق لازم آئیگی۔ اس کا تو کوئی جواب ہمارے محمودی دوست نے نہیں دیا۔ اور صرف اسی بات کو دُہرا دیا ہے۔ کہ

"اگر ایک شخص محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ لیکن کسی گذشتہ نبی کا منکر ہے۔ مثلاً موسےٰ یا عیسےٰ علیہما السلام تو وہ کلی طور پر اسلام سے خارج نہیں ہے۔ کیونکہ اب علمیت کا دائرہ قائم ہوچکا ہے۔"

گویا بالفاظ دیگر وہ مسلمان ہے۔ اور ہم اسے مسلمان کہہ سکتے ہیں۔ سوال اس پر پھر بھی وہی قائم رہا۔ کہ یہ لا نفرق بین احد من رسلہ کے خلاف ہے۔ اور دوسرے جب وہ مسلمان ہے تو اسکے ساتھ سلوک بھی مسلمانوں ہی جیسا ہوگا۔ حقیقت اسلام کی طرف اگر ہم نظر کرنے لگیں۔ تو پھر تو بقول میاں صاحب کے اسلام میں بھی کسی کو شک ہی رہے خدا ہی جانتا ہے کہ کون حقیقی مسلمان ہے۔ اور کون نہیں۔ ظاہرا طور پر جو شخص داخل حلقہ اسلام ہوچکا۔ اور مسلمان کا لفظ اُسپر عائد ہوچکا۔ اس کے ساتھ اسلامی سلوک ہی روا رکھا جائیگا۔ وہ کافروں میں شمار نہیں ہوسکتا۔ پس اگر تو مرزا صاحب نبی ہیں۔ تو پھر تمہیں سب غیر احمدیوں کو بلا استثنا کلی طور پر خارج از اسلام قرار دیکر اُن سے غیر اسلامی سلوک ہر معاملہ میں کرنا ہوگا۔ ورنہ اگر وہ کلی طور پر خارج از اسلام نہیں۔ تو پھر مرزا صاحب حقیقی اور کامل نبی نہیں ٭

حضرت امیرؓ کا ایک ضروری مضمون

بعنوان "ایک ضروری تحریک" گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ناظرین تک پہنچ چکاہے آئندہ اشاعت میں ایک اور نہایت دلچسپ اور دلخوش کن مضمون بعنوان "ترجمۃ القرآن کے متعلق ایک خوشخبری" ہدیہ ناظرین کرام ہوگا۔

مرتدین سلسلہ

عقاید محمودیہ سے بیزاری

میاں صاحب کے ایک اور مرید کا اعلان فسخ بیعت

میرا ایمان۔ میں آبا و اجداد سے خاندان فقہا کا ایک شعبہ تھا۔ جس کی رُو سے میں نے ابتداء سے حضرت مرزا صاحب کی سخت مخالفت کی تاکہ ماہ رمضان کے کسوف و خسوف نے مجھے مخالفت سے ہٹاکر مطالعہ کتب مسیح موعود علیہ السلام کرنے کا شوق پیدا کیا۔ آخر رفتہ رفتہ اپنی حرکات ناشائستہ اور افعال شنیعہ اور بدگوئی سے توبہ کر کے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر اُس وقت بیعت کی جبکہ جناب نے داتا گنج بخش صاحبؒ کے قریب منڈوے میں لیکچر دیا۔ مگر پہلی کتب فقہ اور احادیث اور قرآن شریف کے ساتھ حضور کے افعال و کردار و اقوال کا مقابلہ کرتا رہا۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ واقعی حضور علیہ السلام محمدؐ رسول اللہ خاتم النبیین کے سچے خادم اور پورے متبع ہیں۔ جو میرے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے۔ غرضیکہ اکثر افراد خاندان بندہ حضور کی بیعت میں داخل ہوئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک

اس کے بعد بتدریج بندہ نے خادم قادیان بنے رہنے میں اپنا فخر سمجھا۔ اور ہر ایک کے تابع فرمان ہوتا رہا۔ آخر حضرت میاں صاحب جن پر اکمال درجہ کا ایمان تھا اور میں آپ کو جماعت کے اکثر افراد سے باوجود صغرسنی بمصداق در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری است بہتر سمجھتا رہا بیعت بھی کی۔ مگر آپ کے نفسانیت کے زور اور انانیت کے ظہور نے بندہ کو شک و شبہ میں ایسا ڈالا۔ کہ قوت عقلیہ نے بڑھتے بڑھتے نفور خلاق کے درجہ پر پہنچکر ایک متوحش نمونہ کھڑا کردیا۔ مگر عقل نے دست شفقت پکڑ کر کہا کہ تعجیل کار شیاطین بود۔ ادھر سوچ بچار کا شوق بڑھا۔ حضرت صاحب کی کتب کو دوبارہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اُدھر۔ ان عقائد باطلہ میں جو میری طبع کے پہلے ہی سے خلاف تھے۔ ترقی شروع ہوئی یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بجگہ مصداق اسمہ احمد ہونے کا ٹھیرانے لگے۔ جو حضرت صاحب کے نزدیک کفر ہے میں ان تمام بیہودہ عقائد سے بیزار ہوں۔ اور میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند کریم مجھے دین رسول اللہ صلعم کا سچا خادم اور حقیقی متبع بنائے۔ آمین!!

محمد حسن احمدی از لاہور سکنہ قلعہ دار۔

آریہ سماج کا مباحثہ سے فرار

گذشتہ دنوں سرینگر کشمیر سماجی اور سناتنی لیکچراروں کا اکھاڑہ بنا رہا ہے۔ آریہ سماج کے سالانہ جلسے پر دُور دُور سے بلند بانگ پنڈت آئے ہوئے تھے۔ مگر افسوس ہے کہ باوجود اسقدر ہماہمی کے جناب پنڈت راج نرائن صاحب ارمان کے بار بار مناظرہ کے اصرار پر کسی کو مقابلے کی جرأت نہ ہوئی۔ سچ ہے۔ اَوَمَن یُنَشَّؤُا فِی الحِلیَۃِ وَھُوَ فِی الخِصَامِ غَیرُ مُبِینٍ۔ اجی جو چوڑیاں پہنے بیٹھے ہوں۔ وہ خصم کا کیا خاک مقابلہ کرینگے۔ پنڈت راج نرائن صاحب بوجہ سابق آریہ ہونے کے اُنکے اندرونی حالات سے خوب واقف ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ایک یہ بھی کمال پنڈت صاحب میں ہے۔ اور اسی ایک بات نے انہیں دیانندی عقاید سے برگشتہ کیا ہے۔ کہ آپ سنسکرت کے خوب ماہر ہونے کے ساتھ ویدوں کو بھی پڑھے ہوئے ہیں۔ ویدوں کو پڑھ چکنے کے بعد آپ جس نتیجہ پر پہنچے۔ وہ آریوں کے خلاف تھا۔ یعنے انہوں نے ویدوں کو دیانندی عقائد کے سراسر خلاف پایا اور اس لئے اُن کی ہدایت و تعلیم کیلئے اُنہوں نے دیانندیوں کو ان

مسائل پر مباحثہ کا چیلنج دیا۔ سافز آگرہ نے باوجود اس ہماہمی کے راہ فرار اختیار کی اور کشمیر میں پنڈت صاحب کو آریوں پر ایک اور نمایاں فتح نصیب ہوئی۔ یہ کھلے کھلے واقعات بتاتے ہیں کہ ویاننددی مذہب کتنے پانی میں ہے۔ اور انہیں ویدوں کے ساتھ کسقدر بے تعلقی ہے ✦ خاکسار عبدالحق از لاہور

اخبار احمدیہ

حضرت خواجہ صاحب بحمد اللہ بخیر و عافیت ووکنگ پہنچ گئے۔ آپ کے ورود ووکنگ کی تار گذشتہ ۱۶ ستمبر کو حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے نام موصول ہوئی جس میں آپ نے اپنے بچوں کی خیریت پہنچانے کی ہدایت کی ہے۔ اور حضرت خواجہ صاحب کے برادر احمد بالخصوص حضرت خواجہ جمال الدین صاحب اس خوشخبری سے قابل مبارکباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو بخیر و عافیت رکھے۔ ہر قسم کی بلیات سے آپکو بچائے۔ اور اپنے پاک کام کی سرانجام دہی کے لئے بیش از پیش طاقت، ہمت اور توفیق عطا فرمائے اور ہندوستان کو پھر آپ کے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائے۔ آمین

حضرت مولینا صدر الدین صاحب کے گو ابھی پورے طور پر صحتیاب ہونے کی خبر موصول نہیں ہوئی لیکن اب حضرت خواجہ صاحب کے وہاں پہنچ جانے سے امید ہے۔ کہ آپ کو کچھ نہ کچھ آرام کا موقعہ مل جائیگا۔ اور آپ کا بہت سا بوجھ تقسیم ہو جائیگا۔ گو ابھی ترجمۃ القرآن کی طبع کا کچھ تھوڑا سا کام باقی ہے۔ جس کے سرانجام دینے کے لئے آپ کا وہاں ٹھیرنا ضروری ہوگا۔ لیکن تاہم اب آپکی بہت جلد واپسی کی امید ہے۔ کیونکہ ترجمۃ القرآن کا کام اب عنقریب ختم ہونیوالا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لائے۔ آمین!

حضرت امیر سنا ہے۔ کہ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ایبٹ آباد سے روانہ ہو کر کامل پور تشریف لے جائینگے اور وہاں سے ہوتے ہوئے عید سے پہلے پہلے لاہور پہنچ جائینگے انشاء اللہ

انا للہ وانا الیہ راجعون سیالکوٹ سے اس رنجیدہ خبر کے سننے پر افسوس ہوا۔ کہ ہمارے نوجوان دوست ماسٹر اللہ دین صاحب بقضائے الٰہی ہیضہ میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئے انا للہ۔ آج جمعہ کی نماز کے بعد مسجد احمدیہ لاہور میں آپکا جنازہ غائب پڑھا گیا۔ بیرونجات کے احباب بھی جنازہ غائب پڑھیں۔ ہمیں ماسٹر صاحب کے اعزہ و اقارب کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مرحوم بھائی کو دار رحمت میں جگہ دے۔ اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل۔ آمین!

حضرت عیسیٰ کو زندہ ماننے والوں کو چیلنج ہمارے مکرم دوست بابو شمس الدین صاحب ہیڈ کلرک دفتر پرنسپل صاحب ایم اے او کالج علیگڈھ نے اپنا وہ زبردست مضمون جو پیغام صلح مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے عمدہ کاغذ پر خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ ۱۸×۲۲ سائز پر بصورت ٹریکٹ طبع کرا کر بھجوایا ہے۔ قیمت فی جلد ۲/۔ احمدیہ انجمنوں کے سکرٹریوں کو ایک ایک کاپی مفت بھیجی جائیگی۔ محصولڈاک آنے پر۔ احباب اس کی بہت زیادہ کاپیاں خرید کر غیر احمدی حلقوں میں مفت تقسیم کریں

تازہ خبریں

محاذ سالونیکا۔ لنڈن ۲۶ ستمبر۔ سالونیکا فرانسیسی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہمنے مشرق فلورینا میں شدید بلغاروی جوابی حملوں کو سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا ہے۔

لنڈن ۲۷ ستمبر۔ سالونیکا کی فرانسیسی مراسلت سے پایا جاتا ہے کہ کوہستان کجمکالن پر سروی سپاہ پر تین شدید خوفناک بلغاروی حملوں کو ہماری کلدار توپوں کی آتشباری نے سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا ✦

سنجارسٹ پر ہوائی حملہ۔ لنڈن ۲۷ ستمبر۔ سنجارسٹ کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ علاقہ ٹرانسلوینیا میں وادی جیول میں جہاں رومانوی سپاہ نے پیشقدمی کی ہے شدید لڑائی ہو رہی ہے غنیم نے علاقہ دوبرجا میں تین مرتبہ زبردست جمعیت کے ساتھ حملہ کیا۔ لیکن اسے پسپا کر دیا گیا۔ ہوائی جہازوں کے بیڑے کے دو شنبہ کی دوپہر کو سنجارسٹ پر بمبا کے گولے پھینکے اور بیت کے گولے شفا خانہ و یتیم خانہ پر گرے۔ جن سے ۱۰ مقتول اور اکثر مجروح ہوئے۔ مجروحین میں سے اکثر عورتیں اور بچے تھے۔ ایک زیپلین نے دوشنبہ کی شب کو سنجارسٹ پر بمب کے گولے پھینکے۔ جن سے ۱۵ اشخاص مقتول ہوئے ✦

عظیم الشان معرکہ دوبرجا۔ لنڈن ۲۶ ستمبر۔ سنجارسٹ عظیم الشان معرکہ دوبرجا کی تفاصیل جو ۱۹ ماہ رواں کو اختتام پذیر ہوا تھا۔ مظہر ہیں کہ یہ معرکہ دریائے ڈنیوب سے بحیرہ اسود تک وسعت پذیر تھا۔ غنیم نے جس کی اکثر جمعیت جرمن تھی۔ نزدیک پہنچنے کی کوشش کی۔ لیکن رومانوی سپاہ نے تین جنگی جہازوں کی گولہ باری کی مدد سے اسے بنوک سنگین پسپا کر دیا۔ گذشتہ دو روز میں لڑائی نے خونریز شکل اختیار کر لی تھی۔ اس میں غنیم کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ غنیم مجتمع جمعیت میں تھا۔ اور توپخانہ کی آتشباری نے اس جمعیت کا صفایا کر دیا۔ غنیم کا حملہ ۱۹ ماہ ستمبر کی شام کو انتہائی درجہ تک پہنچ گیا۔ اور اتحادیوں نے ایک ہولناک جوابی حملہ کر کے غنیم کو پیچھے دھکیل دیا۔ ہمارے ایک ڈویژن کے سامنے ۵ ہزار بندوقیں پڑی ہوئی تھیں۔ اتحادیوں کی پیشقدمی جاری ہے ✦

انگلستان پر زیپلینوں کا حملہ۔ لنڈن ۲۴ ستمبر۔ حال ہی کے متعدد ہوائی معرکوں میں مندرجہ ذیل نقصان کا سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ ۲۳ و ۲۴ ستمبر کی درمیانی شب کے حملہ میں ۳۶ مقتول اور ۲۷ مجروح ہوئے۔ دوسرے ہوائی حملہ میں مالی نقصانات بہت ہی خفیف اور غیر اہم سا ہوا ہے۔ گذشتہ شب کے حملہ میں سات ہوائی جہازوں نے جنوب مشرقی۔ مشرقی و شمال و مشرقی اضلاع مڈلینڈ پر حملہ کیا۔ حقیقت میں حملہ صنعتی مرکز گاہوں پر کیا گیا تھا۔ لیکن وہاں سے حملہ آور جہازوں کو کامیابی کے ساتھ پیچھے دھکیل دیا گیا۔ متعدد چھوٹے مکانات و جھونپڑیاں تباہ ہو گئیں۔ ہوائی جہازوں نے لنڈن پر پہنچنے کی کوشش نہیں کی ✦

مُراسَلات

فرقہ محمودیہ کے عُذرات لنگ کا خاتمہ!

مرد میدان باش و حالِ ما بہ بیں
نُصرتِ آں ذوالجلالِ ما بہ بیں
طعنہائے امتحاں نامردی است
امتحاں کن پس مآلِ ما بہ بیں

آج مورخہ ۲۲ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کو اخبار الفضل مورخہ ۱۶ ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء مجھے ملا۔ اس میں میاں صاحب نے اخبار پیغام صلح کے چند سوالات کے جوابات دیتے ہوئے مجھے بھی یاد فرمایا ہے۔ اور میرے ساتھ مباہلہ نہ کرنے کے مندرجہ ذیل چند وجوہات تحریر فرمائے ہیں۔ اسلئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اُن کے حِیَلِ خام اور عُذرات فاسدہ کی تردید کرکے اُن پر اتمام حجّت کردوں۔ وجہ اول میاں صاحب قرآن کریم نے رسول کریم کو ایک جماعت کے مقابلہ میں مباہلہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت سے بھی یہی استدلال ہوتا ہے کہ مباہلہ ایک جماعت کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یا کسی ایسے شخص سے جو ایک جماعت کا قائم مقام ہو۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن شریف میں کئی احکام بصیغہ جمع مذکور ہیں۔ جیسے یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء۔ اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ۔ صوموا شہر رمضان۔ ادعونی استجب لکم وغیرہ وغیرہ۔ پس میاں صاحب کے استدلال کے مطابق فرد فرد کی طلاق واقعہ نہ ہوگی جب تک ایک جماعت کے لوگ بیٹھکر اپنی اپنی عورتوں کو طلاق نہ کریں گے۔ اور نہ ہی نماز روزہ حج دعا فرداً فرداً ادا ہو سکتی ہیں۔ قرآن شریف میں صریحاً موجود ہے۔ کہ بصورت اختلاف میاں بیوی بھی آپس میں بالشخصیت غیرے مباہلہ کر سکتے ہیں۔ جیسے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ان لعنۃ اللّٰہ علیہ ان کان من الکاذبین۔ سورہ نور۔ رکوع ۱۔ قرآن شریف میں ہرگز ہرگز کوئی نہیں ہے۔ کہ فرد فرد سے مباہلہ ناجائز ہے۔ ہاں قرآن شریف میں یہ شرط ہے۔ کہ فریقین اپنے اپنے ابناء اور نساء حاضر کریں۔ اور اس میں بھی تعداد کی مساوات کی شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نصاریٰ نے نجران کے مقابلہ میں ابناء اور نساء ہی لیکر میدان میں نکلے تھے۔ آپ اگر کسی جماعت کے لیڈر یا امام ہیں تو ہوں مجھے آپ کے مریدوں سے کیا مطلب۔ وہ خود مرزا صاحب کے اس الہام انت منی بمنزلۃ بروزی کی بناء پر مرزا صاحب کو خدا مان لیں۔ مجھے اُن کے کافر یا مسلمان ہونے سے کیا خوشی یا غم ہے۔ ایسے مجہول مطلق گروہ پر مجھے کیا افسوس جو کہ مرشد کی وفات کے چھ سات سال بعد ان کو یہ ہوش آئی کہ آؤ حق تحقیقات کریں کہ ہمارا مرشد اصلی حقیقی کامل نبی تھا یا کہ امتی۔ غبی تھا یا کہ ذہین کیا وجہ ہے کہ ۱۵ سال تک اپنے دعوے کو نہیں سمجھ سکا۔ آپ ان اجتہادات کو رہنے دیں۔ اصلی فیصلہ کی طرف رُخ کریں۔ اگر اپنی صداقت پر کچھ ایمان ہے۔ وجہ دوئم میاں صاحب۔ "پس محمد یمین داتوی کو میرے مقابلہ کے لئے پیش کرنا عبث ہے"۔

میں۔ میری اہلیہ کی وفات پر آپ کے خاص اخبار الفضل میں خوشی منائی گئی اور اس موت کو اپنا معجزہ قرار دیا گیا اور اس پر بھی بس نہ کرکے مجھے مباہلہ کا بھی چیلنج دیکر اپنا مقابل خود ہی قرار دیا۔ اُس وقت جناب کو یہ ہوش نہ آئی کہ ایک فرد واحد بےغریب جس کی اہلیہ جو ۱۹۱۳ء سے ہی بیمار تھی فوت ہو گئی تو کیا ہوا۔ اور ایسے شخص کو مباہلہ کا چیلنج کرنا کہ جو نہ لیڈر ہے اور نہ اُس کے ساتھ جماعت ہے عبث ہے مگر جب ادھر سے آمادگی دیکھی تو پھر جناب کو معہ اپنے یک چشم اور عراقی مجتہدوں کے ہوش آئی اور غلط بلکہ اغلط اجتہادات کی ضرورت پڑی کہ بےجماعت والے لیڈر کے مباہلہ جائز نہیں ہے۔

وجہ سوئم میاں صاحب "میاں بدر بخش صاحب نے تو اسے (محمد یمین) مباہلہ کا چیلنج بھی دیا تھا۔ لیکن اسوقت تک اُسنے اُن سے مباہلہ نہیں کیا"!

میں۔ مباہلہ اس شخص سے کروں گا۔ جس کی نسبت مجھے یقین کامل ہوگا کہ یہ شخص دیدہ ودانستہ اپنی نفسانیت کے لئے جھوٹ بولتا ہے جیسے میاں صاحب۔ حافظ روشن علی۔ مفتی محمد صادق۔ مولوی شیر علی۔ قاضی اکمل۔ میر اسحاق۔ میرزا صر نواب۔ حضرت مولینا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب۔ کیا یہ بھی کسی جماعت کے امام یا لیڈر ہیں۔ آپ خود ڈرتے ہیں تو ان میں سے کسی کو حکم دو۔ کہ وہ آپ کی جگہ آپ کی تحریرات و ملفوظات مندرجہ اخبارات پر مباہلہ کر لیں۔ محمد یمین)

میاں بدر بخش نے صرف ان تین امور میں مباہلہ کا چیلنج دیا ہے کہ میاں صاحب خلیفہ ہیں۔ مرزا صاحب نبی ہیں۔ اور مرزا صاحب کا منکر مستحق عذاب ہے۔ مختصراً۔

پس میں نے کب انکار کیا ہے۔ کہ میاں صاحب اپنے بھیڑ چال مریدوں کے خلیفہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی میں مانتا ہوں کہ مرزا صاحب نبی ہیں۔ خواہ جزوی۔ بروزی۔ ظلی سہی۔ اور بیشک مرزا صاحب کا منکر ایک حد تک مستوجب سزا ہے (توضیح المرام) میرا اور بدر بخش کا اختلاف کیا ہے کہ میں اس سے مباہلہ کروں۔ بدر بخش تو امور متفق علیہ پیش کرکے ثابت کر دیا ہے۔ کہ باقی مسائل مختلفہ فیہ میں آپ کو کاذب بیقین کرتا ہے۔ تب ہی تو ان کا نام تک نہیں لیا۔

وجہ چہارم میاں صاحب "میں کہتا ہوں کہ محمد یمین کیسا ہے مباہلہ کا جماعت پر کیا اثر ہوگا"!

میں۔ آپ نہ دیدم موزہ کشیدم والہ معاملہ ہے۔ مباہلہ تو ابھی کیا ہی نہیں اور اثر کے اندازے سے پہلے پوچھتے ہیں۔ اثر ترتیب ہوا کرتا ہے۔ جب کچھ نتیجہ نکلتا ہے۔ اور خدا تعالےٰ سچے اور جھوٹے میں تمیز کر دکھاتا ہے۔ آپ پہلے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ القول الفصل وغیرہ تحریرات و ملفوظات کی صحت پر مباہلہ کرلیں پھر اثر کا اندازہ آپ ہی کو لگانا پڑیگا۔ اس کا تم ہی کیا استغفار یا کو پڑھو۔

وجہ پنجم میاں صاحب مولوی محمد علی صاحب معہ ممبران انجمن اشاعت اسلام کے ایک دستخطی تحریر شائع کر دیں۔ کہ محمد یمین ہماری طرف سے مباہلہ کرنے کا مجاز ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

میں۔ اگر لاہوری سب مل کر آج ہی آپ کی بیعت کر لیں تو پھر آپ کس کو کہوگے کہ دستخطی تحریرات شائع کر دیں۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور مولینا نور الدین صاحب رض اپنی زندگی میں میرے متحدیانہ اشتہارات نشان نمائی اور مباہلہ کو اپنے مخالفین کے مقابلہ میں پیش کرتے رہے ہیں۔ بلکہ میرے دعوے خلیفۃ المسیح ہونے پر مرزا صاحب نے اظہار خوشنودی فرماکر میرے اشتہار کو شائع کرایا ہے۔ دیکھو اخبار الحکم مورخہ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۰ء اور میرے الہامی دعاوی کو مولینا نورالدین رض نے بذریعہ الہامات تصدیق کراکر شائع کرایا ہے۔ دیکھو ضمیمہ اخبار الحکم مورخہ ۱۰ جولائی بمقابلہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان۔ علاوہ ازیں ایک رؤیا میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود مجھے اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔ جب پہلے بزرگان سلسلہ نے میری خلافت سے انکار نہیں کیا۔ تو اب مجھے کسی اور ممبر کی سارٹیفکٹ لینے کی کیا ضرورت ہے۔ پہلے آپ ضرورت ثابت کریں پھر مطالبہ کریں۔ اور یہ یاد رہے کہ میری خلافت پیسے جمع کرنے اور مرید بنانے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ آپ جیسے پوشیدہ دشمنان اسلام . . . کی پردہ دری کے لئے ہے۔ جب آپ کا یہ اعتقاد ہے۔ کہ نبوت ختم نہیں۔ نبی آئے اور آئینگے۔ تو میں کہتا ہوں کہ اگر کل ہی کوئی نبی آجائے۔ اور بصورت اختلاف وہ نبی آپکو مباہلہ کا اعلان کردے۔ تو کیا آپ اُسے بھی یہی جواب دوگے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں ہے۔ اور نہ ہی آپ کسی قوم کے لیڈر ہیں۔ اس لئے میں آپ سے مباہلہ کا . . . . . کوئی اثر نہیں دیکھتا۔ کیا اس عذر لنگ سے آپ عنداللہ بری الذمہ ہو جائینگے۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ آپ پہلے میرے الہامات مندرجہ ضمیمہ الحکم مورخہ ۱۰ جولائی سنہ ۱۹۰۸ء کے شیطانی ہونے پر موکد لعنت اب حلف شائع کریں۔ اور پھر اپنی خود ساختہ گدی یا خلافت کو میرے مقابلہ میں پیش کریں۔ ورنہ ذرا شرم چاہئے۔ قوم کے امام مطاع بننے کا دعوے اور باتیں ایسی نامعقول کہ جن سے ایک بچہ بھی شرما جائے۔

وجہ ششم میاں صاحب۔ میں اُسے ایک قسم کا مجنون سمجھتا ہوں اسلئے اب اُسے کاذب نہیں سمجھتا۔

میں۔ سچ ہے۔ دروغگو را حافظہ نباشد۔ میاں صاحب کو جھوٹ کہنے کی عادت ہوگئی ہے۔ وہ وہ باتیں میں بلا تامل کہدیتے ہیں۔ چنانچہ اسی پرچہ الفضل کے صفحہ ۲ کالم ۲ میں لکھتے ہیں کہ میں لوگوں کو نہیں کہتا۔ کہ تم میرے پاس روپیہ بھیجو۔ وہ کیوں انجمن میں روپیہ بھیجتے۔ حالانکہ پہلے خود ہی اپنے اعلان میں لکھتے ہیں کہ روپیہ براہ راست میرے نام بھیجو۔ الخ محمد یمین) اور پھر تو کاہے آئے ہیں کہ اگر مولوی محمد علی وغیرہ محمد یمین کو اپنی طرف سے مباہلہ کا مجاز قرار دیں۔ تو پھر مباہلہ ہو سکتا ہے۔ اور یہاں لکھتے ہیں کہ میں محمد یمین کو ایک قسم کا مجنون سمجھتا ہوں۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا جس مجنون کو مولوی محمد علی صاحب اپنی جانب سے مباہلہ کا مجاز قرار دینگے اس کا جنون جاتا رہیگا۔ یا اگر جنون نہیں جا سکتا تو کیا شرعاً کسی مجنون سے مباہلہ جائز ہو سکتا ہے۔ کیا شریعت اسلام نے کبھی کسی مجنون کے کسی بیجا فعل پر کوئی حد مقرر کی ہے۔

پھر میں میاں صاحب سے پوچھتا ہوں کہ لو میں مجنون ہی سہی۔ مگر آپ تو مجنون نہ تھے۔ آپ نے کیوں میرے جیسے مجنوں کے مقابلہ پر بحث کے لئے اپنا استاد حقائق آگاہ سید سرور شاہ۔ پھر اپنے حقیقی ماموں مولوی فاضل میر اسحاق۔ مولوی ایم۔ آر۔ ایم قابلپوری۔ سعدی لاہوری وغیرہ کو بار بار بھیجا۔ اور کیوں یہ نہ کہا جاوے۔ کہ آپ مجھ سے بڑھکر مجنون ہیں۔ اگر بعض ناظرین اخبار شرفا کی ملالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس مثال کو صاحت ناکھدیتا۔ کہ خلافت یا . . . . . . بدمست بیچگان افتاد۔ کوئی رسالہ کوئی اخبار آپ کی متضاد تحریروں سے خالی نہیں ہے۔ جو آپ حیادار کے لئے جائے شرم ہے۔

وجہ ہفتم میاں صاحب۔ بالآخر میں یہ بھی اعلان کرتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص جو کسی جماعت کا لیڈر نہ ہو۔ وہ اس طرح کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے مباہلہ کا اعلان کردے۔

میں۔ قرآن شریف یا کسی حدیث میں یہ کہاں لکھا ہے کہ جب کوئی مدعی کاذب دعویدار خلافت اُٹھے۔ تو باقی مسلمان جنکے نزدیک وہ لقینیاً کاذب ہوں وہ اپنی اپنی جگہ اپنے لئے اعلان مباہلہ کرتے جاویں۔ خدا تعالےٰ نے دعوے خدائی کیا اور قسمیں اٹھائیں۔ رسول کریم صلعم نے دعوے نبوت کیا اور قسمیں اُٹھائیں۔ مرزا صاحب نے دعوے ماموریت کیا اور قسمیں اُٹھائیں۔ جب مخالفین نے پھر بھی انکار کیا تو پھر مرزا صاحب نے منکرین کو یہ اعلان کیا۔ مگر آپ نے دعوئے خلافت کرکے اپنی خلافت پر کیا ثبوت دیا ہے۔ بجز تحریف القرآن وتخریب الاسلام کے۔ پہلے ٹریکٹ ارکان ہے جو خدا کے کام کو روک سکتے کے اول ہی آیت واذ قال ربک للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر میں احمدیوں کو کافر بنانے کیلئے لکھا ہے کہ فرشتوں نے بھی اعتراض کیا تھا۔ اور پھر اپنے اردو ترجمۃ القرآن تک جاکر آیت کے پھر اصلی ہی معنے کر دیئے۔ کہ یہ اعتراض نہیں بلکہ تفہیم چاہی ہے۔ حضرت مرزا صاحب تو ایک معمولی سے معمولی انسان کے مقابلہ میں بھی اپنے دعوے کی تصدیق پر دلائل کیا حلف تک بھی انکار نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ لاہور میں ایک دفعہ ایک برقعہ پوش گمنام شخص نے حضرت مرزا صاحب سے پوچھا کہ آپ نے جو کچھ اپنی کتابوں میں لکھا ہے کیا وہ سب سچ ہے تو حضور نے صرف اتنے کہنے پر مندرجہ ذیل تحریر لکھدی:۔

"میں خدا تعالےٰ کی قسم کھاکر جو جھوٹوں پر لعنت کرتا ہے یہ گواہی دیتا ہوں۔ کہ جو کچھ میں نے دعوے کیا یا جو کچھ کہ میں نے اپنے دعوے کی تائید میں لکھا ہے۔ یا جو میں نے الہام الٰہی اپنی کتابوں میں درج کئے ہیں۔ وہ سب صحیح ہے اور سچ ہے اور درست ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ راقم مرزا غلام احمد۔ المرقوم ۲۳ جنوری سنہ ۱۸۹۸ء"

اب آپ کا یہ لکھنا کہ مرزا صاحب کی فلاں فلاں تحریر وحوالے غلط اور منسوخ ہیں یہ آپ کی ایمانداری کی نشانی ہے اور کیا آپ کی خلافت کی صداقت کے دلائل ایسے ہیں جن سے مسیح موعود کی قسم بھی جھوٹی ثابت ہو۔ اور آج ایمان پر غیر مبائعین احمدیوں کو کافر اور فاسق کے فتوے دئے جاتے ہیں۔

محمودیوں میں اگر ذرہ عقل یا غلط اور صحیح۔ سچ اور جھوٹ میں تمیز کا مادہ ہوتا۔ تو وہ کبھی کے چپنی میں پانی ڈال کر اُس میں اپنے آپکو ہلاک کر دیتے۔ مگر مجھے اُن پر افسوس بھی نہیں کیونکہ ابتداء قیام گدی کے ایام میں جن دنوں ہم لوگ متردد اور حیران تھے۔ کہ الٰہی حق بجانب مولوی محمد علی صاحب ہیں یا کہ میاں صاحب۔ تو ایک سالکو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قادیان کے باہر راستہ پر کھڑا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔ کہ کئی چھوٹے چھوٹے ریوڑ اُن بدشکل بھیڑوں کے۔ جو ہر صبح سویرے قادیان کے اردگرد پھر کر صفایا کر جاتی ہیں قادیان کی طرف دوڑتی ہیں۔ میں نے ایک بھیڑ کو پوچھنا چاہا۔ مگر اُس نے خود ہی مجھ سے کہدیا۔ کہ اگر یہ ہمارا خلیفہ نہیں ہے تو اس نے دعویٰ کیوں کیا؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ سہ شنبہ ۳۱ - اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۷

ترجمہ قرآن کے متعلق ایک خوشخبری

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

ترجمۃ القرآن کا کام ایسے ایسے مراحل میں سے ہو کر گذرا ہے کہ آج اس کی تکمیل پر جس قدر بھی سجدات شکر میں بجا لاؤں اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا۔ جو جو ابتلاء اس پر گذرے اور جو جو الزامات مجھ پر لگائے گئے ان کو اب میں چھوڑتا ہوں۔ لیکن ایک بڑی بھاری مشکل اس کے رستہ میں اخراجات طبع کے مہیا کرنے کی تھی۔ ان لوگوں کے دلوں میں جو اس کے مسودات کو لیکر جلانے کی فکر میں تھے بہت سی حسرتیں باقی رہ گئیں۔ کیونکہ جب آگ سے جلانیکا موقعہ باقی نہ رہا تو پھر یہی خیال تھا کہ یہ جماعت اس قدر رقم کی فراہمی کا انتظام نہیں کر سکتی جس سے اخراجات طبع ادا ہو سکیں۔ احمدی جماعت کے ایک کثیر حصہ کو تو حکماً اس کے چندہ میں حصہ لینے سے بند کر دیا گیا اور ایک آدھ دفعہ جو عام تحریک کی گئی تو اس پر یہ اعلان سارے اخباروں میں شائع کرایا گیا کہ کوئی شخص ان کو قرآن کے چھاپنے کے لئے چندہ نہ دے۔ یہ تا نونتا اس کے چھپوانے کے مجاز نہیں یہ حرکات اسی قسم کی تھیں جیسی سلسلہ حقہ کے بالمقابل بعض سخت معاندین سلسلہ کیا کرتے تھے۔ غرض ایک طرف اس ترجمہ کے مخالف بزعم خود یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ احمدی جماعت پر تو ہمارا تصرف ہے اور یہ دو چار آدمی ہیں یہ کیا کر سکتے ہیں۔ اور غیر احمدیوں کے لئے یہ اعلان شائع کر دیا گیا کہ کوئی چندہ نہ دے۔ اور اس طرح پر یہ خیال دل میں کر لیا گیا کہ اگر اس طرح ترجمہ کے مسودات ہمارے ہاتھ میں نہ آئے تو کم از کم فنڈ کے نہ ہونے سے یہ خود اسیطرح رکھا رہ جائیگا مگر قربان جائیں اس مولیٰ کے جس نے اپنے فضل سے سارے سامان پیدا کر دیئے۔ ادھر انتظام طبع کے لئے ایک ایسا آدمی دے دیا جس کا پہلے سے ولایت میں پہنچ جانا گویا اس غرض کے لئے ہی تھا بڑی ناشکری ہوگی اگر میں احباب کو یہ اطلاع نہ دوں کہ مولوی صدرالدین صاحب کے سر پر ووکنگ مشن کے کاروبار کا بوجھ ہی اس قدر تھا کہ ایک نہیں بلکہ تین آدمیوں کا کام وہ اکیلے کر رہے تھے۔ مگر جونہی ان کو علم ہوا کہ ترجمہ کا کام اب چھپنے کے لئے تیار ہے اپنی ساری ذمہ داریوں پر خود شرح صدر سے یہ ایک اور ذمہ داری لی اور ایسی محنت سے کام کیا کہ میں تو حیران ہوں کہ وہ یہ سارے کام کس طرح نباہتے رہے۔ نہ صرف طبع کا سارا انتظام کیا بلکہ پروفوں کو غائر نظر سے پڑھا۔ اس شبانہ روز محنت کا اثر تھا کہ آخر آپ کی صحت خراب ہوئی اور یہاں تک حالت بگڑی کہ عید سے پہلے دن گویا کالمیت تھے۔ مگر چونکہ خدا نے اپنے کام ابھی آپ سے لینے تھے۔ اس لئے مردہ میں جان ڈالی اور ایسی زندگی پھونکی کہ وہ شخص جس کی دوشنبہ کے دن نبض قریباً ساکت تھی منگل کے دن ایک گھنٹہ تک چار سو آدمیوں کے مجمع میں خطبہ پڑھتا رہا اور ایسی قابلیت سے کہ اخبار ووکنگ ڈیلی نیوز نے یہ اعتراف کیا ہے کہ نہایت ہی فصیح و بلیغ انگریزی میں آپ بول رہے تھے۔ اب خدا کے فضل سے خواجہ صاحب پہنچ گئے ہیں۔ اور مولوی صاحب کو ووکنگ کے کام سے آرام [illegible] جائیگا اور وہ [illegible]

کرانیکا انتظام کرنا ہے۔ پھر انگریزی پروف کی محنت کو الگ رکھو کر خود قرآن کریم کے پروفوں پر سخت محنت بکار ہے اللہ تعالیٰ ہی اُن کا حامی و ناصر ہو۔

یہ تو ایک حصہ کام کا محض خدا کے فضل سے ہوا۔ ایک دوسرا اس پہلے کام کا تھا اس کے لئے بھی محض اپنے فضل سے سامان کر دیئے۔ جماعت قلیل۔ پھر موجودہ تفرقہ نے اسے مشکلات میں ڈالا ہوا۔ تیس ہزار روپیہ کا جمع کرنا ایک محال سا امر نظر آتا تھا۔ مگر گو تھوڑے تھے پر ہمت نہیں ہارے۔ سب سے بڑھکر جو امر حیرت ناک ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بڑی تحریک بھی چندہ کے لئے نہیں کی گئی۔ نہ کوئی وفد کہیں گیا۔ جن لوگوں کے دلوں میں خدا کے دین کے لئے درد تھا وہ خود ہی اس کوشش میں لگے رہے۔

مکرمی مخدومی شیخ رحمت اللہ صاحب اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے نہ صرف خود ہی ایک ایک ہزار روپیہ دیا بلکہ اپنے طور پر کوشش بھی بہت کی اور چار یا پانچ ہزار کی رقم آپ دونوں کی کوشش سے جمع ہو گئی۔ میں تو ذاتیات سے بہت بچتا ہوں لیکن تحدیث نعمت کے طور پر یہ ذکر کرتا ہوں کہ کسی شخص کو اگر یہ خیال ہو کہ میں نے فلاں جائداد خریدی تو اس میں ایک غیر احمدی نے ایک دو ماہ کے لئے مجھے بارہ ہزار روپیہ بطور قرضہ دے دیا۔ اور گو یہ اخلاص عدیم المثال ہے جو صرف خرید کنندہ جائداد کی دینداری کی وجہ سے غیروں کے دلوں میں پیدا ہو گیا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ دنیا میں ایک سے ایک بڑھکر نمایاں اخلاص رکھنے والے آدمی ہیں۔ ہمارے میاں صاحب ہمارے سامنے اس بات کو بطور فخر پیش کرتے ہیں کہ میرے ساتھ اخلاص رکھنے والے ایسے لوگ ہیں جو باوجود غیر احمدی (باعتقاد میاں صاحب کافر اور خارج از اسلام) ہونے کے مجھے بارہ ہزار روپیہ قرض دے سکتے ہیں۔ لیکن مجھے تو خوشی اس شخص پر ہے جس نے غیر احمدی ہونے کے باوجود (اور وہ کوئی نواب یا والی ریاست نہیں) قریباً ۱۲ ہزار روپیہ خدا کی راہ میں دیدیا۔ اور ہمارے سپرد کر دیا کہ ہم اسے خدا کی راہ میں خرچ کر دیں۔ جس میں سے چھ ہزار روپیہ ترجمہ قرآن پر خرچ ہوا اور چھ ہزار کے قریب اسلامک ریویو پر۔

میاں صاحب کو خرید جائداد میں سہولت کے سامان پیدا ہو جانے پر فخر ہے۔ مجھے ترجمہ قرآن کے طبع میں یہ غیبی سامان پیدا ہو جانے پر خوشی ہے۔ کلاً نمد هٰؤلاء وهٰؤلاء من عطاء ربك وما كان عطاء ربك محظورا جہانتک مجھے علم ہے ہمارے احباب میں سے کسی کو میاں صاحب کی دنیوی ترقیات پر حسد نہیں کان ابوهما صالحا بھی ہمیں یاد ہے۔ کاش میاں صاحب کو ہمارے دینی کاموں سے ضد نہ ہوتی۔ اور وہ خواہ مخواہ ہمارے کاموں میں رکاوٹ پیدا نہ کرتے۔

میں اگر ان سارے احباب کا ذکر کروں جنہوں نے اس کار خیر میں حصہ لیا ہے تو موجب تطویل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سب احباب کو جنہوں نے ۲ ہزار سے لے کر اپنی توفیق کے مطابق ایک پیسہ تک بھی اس کام میں مدد دی ہے یا اس کی خدمت میں اپنی قوت کو لگایا ہے جزائے خیر دے۔ ان کے اخلاص کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اور ان کو دینی و دنیوی حسنات سے متمتع فرمائے۔ بعض ایسے بھی ہیں کہ علاوہ خود حصہ لینے کے دوسروں کو بھی اس کار خیر کی طرف توجہ دلائی۔ جن میں علاوہ ان احباب کے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے خان صاحب میاں غلام رسول صاحب خاص طور قابل شکریہ ہیں۔ یہ اخلاص کی کوششیں ہیں کسی ذکر کی محتاج نہیں۔ صرف دوسروں کی تحریص کے لئے میں نے بعض کا ذکر کر دیا ہے۔ ہاں ایک دو نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب حیات گل نام ہیں۔ جو دیبگراں کے رہنے والے ہیں۔ جہاں ہمارے سلسلہ کے ایک پاک باطن بزرگ مولوی محمد یحییٰ صاحب۔ اور [illegible]

کے فنڈ میں کی ہے۔ بلکہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کی اہلیہ نے اپنا ایک زیور بھی چندہ میں دیا۔ اسی گاؤں میں میاں حیات گل ہمارے ایک بھائی ہیں جو کفش دوزی کا کام کرتے ہیں قربان جائیں اس سید الاولین والآخرین کے جس نے کسی جائز پیشہ کو جس سے انسان اپنی روزی کما کر کھائے معیوب نہیں رہنے دیا۔ اور نہ کسی پیشہ کے نام کے ساتھ ذلت باقی رہنے دی ہے۔ اولین اور آخرین کا سید ہو کر اس نے اپنی جوتی آپ گانٹھی۔ اور اس طرح کفش دوزی کو ایک معزز پیشہ بنا دیا۔ آج تو مغل اور ارائیں کے فرق پر دین کا دارومدار رہا ہے مگر میرا ہادی تو بتا گیا کہ کفش دوزی سے بھی اسے عار نہیں۔ عزت چاہتے ہو تو اور طرف توجہ کرو۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقٰکم۔ سو یہ ہمارا بھائی حیات گل کفش دوز اپنے تقویٰ سے عزت کا مرتبہ لے گیا۔ اس شخص نے گھر کی کل پونجی کو دیکھا اور اسے کوئی چار سو روپیہ سے نیچے ہی پایا بی بی سے مشورہ کیا کہ کچھ توشہ آخرت اس میں سے بنا لیں نصف کی خدا کی راہ میں دینے کی صلاح ٹھیری۔ کسی نے بڑی نیک نیتی سے صلاح دی کہ ایک سو روپیہ سردست ترجمۃ القرآن میں دیدو۔ اور باقی پھر کسی نیک کام میں دے دینا۔ دوبارہ مشورہ کیا۔ مگر میاں بی بی کا یہی مشورہ ہوا کہ اب تو ایک موقعہ ہے اور کس موقعہ کے لئے اُٹھا رکھینگے اور خدا جانے اس وقت نیکی کی توفیق ملے یا نہ ملے دو سو روپیہ خود آکر مجھے پہنچا دیا۔ یہ وہ پاک نمونہ ہیں جن سے دل کو ایک ڈھارس ملتی ہے کہ اسلام کی خدمت کا جوش رکھنے والے پھٹے کپڑوں میں بھی بہت ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ اس قوم کو ضائع نہیں کریگا بلکہ دوبارہ اٹھائیگا یہ وہ نمونہ ہے جو صحابہ نے دکھایا۔ کاش دین کے لئے کچھ دیوانے نہیں اور اپنے آپ کو خدا کی راہ میں ایسا لگا دیں کہ گویا انھیں اور کوئی فکر ہی نہیں۔ بہت ہیں جو اپنی دنیوی عزتوں پر اپنے بڑے بڑے عہدوں پر اپنے مال پر اپنی قومیت پر۔ اپنی پیری پر فخر کرتے ہیں۔ مگر وہ حقیقی عزت سے بے خبر ہیں۔ لوگ تو مسیح کے حواریوں کو دھوبی اور ماہی گیر کہتے ہیں۔ مگر کاش اس زمانہ میں مسلمانوں میں کچھ ایسے بھی نکل آتے جو اپنے آپ کو خدا کی راہ میں ان دھوبیوں اور ماہی گیروں کی طرح لگا دیتے۔ اوروں پر کیا ہنستے ہو اپنی حالت پر رونے کا تھوڑا سامان ہے؟

اسی ذیل میں میں سردار عبدالحمید خاں صاحب کا ذکر بھی خصوصیت سے کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے ایک معمولی سی تحریک پر اپنی قیمتی فٹن خدا کی راہ میں دے کر ایک بڑی نیک مثال قائم کی ہے۔ جزاہ اللّٰہ خیرًا

یہ روح ان لوگوں میں پیدا کرنے والا ذہی ہے جو خدا کی طرف سے مسیح ہو کر آیا۔ میرے لئے اس میں کوئی فخر نہیں۔ ہاں فخر ہے تو صرف یہ ہے کہ ایسے نیک لوگوں اور خدا کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کرنے والوں کے ساتھ مجھے بھی محبت ہے۔ میں اپنی بساط کو بھی خوب جانتا ہوں۔ کوئی دو سال سے زائد عرصہ ہوا ایک اپنے احباب کی چھوٹی سی جماعت میں میں نے تحریک کی تھی اور کی بھی ترجمۃ القرآن کے لئے ہی تھی۔ اس وقت میرے سامعین میں ایک ہمارے معزز دوست چھ سات سو روپیہ ماہوار آمدنی والے بھی تھے اور دوسرے ایک معزز عہدہ دار چار پانچ سو روپیہ ماہوار آمد والے تھے۔ اول الذکر نے دو سو روپیہ کا وعدہ فرمایا۔ جس میں سے اب تک دو سال کے عرصہ میں صرف ایک سو روپیہ ادا ہوا ہے اور ثانی الذکر نے ایک سو کا وعدہ فرمایا جس میں سے ۵۰ روپیہ ادا ہوئے ہیں۔ یہ میرے دوست بڑے صاحب عزت ہیں۔ اور ان کی عزت کرنا میں بھی ضروری سمجھتا ہوں۔ اس قحط الرجال میں ایسے آدمی بھی کہاں ملتے ہیں۔ لیکن حیات گل کا مقام ابھی بہت دور ہے۔ یہ عزتیں اور شیخیاں ایسی عارضی ہیں کہ مرنے کے بعد ایک دن بھی قائم نہیں رہتیں۔ مگر حیات گل نے جو عزت پائی وہ ابدی ہے۔ یہ مت دیکھو کہ اولاد کے لئے ہم کیا بنا رہے ہیں۔ یہ سوچو کہ خدا کے لئے کیا کر رہے ہو۔ جب تک تم یہ نہیں دیکھتے تم نے اس منزل کی طرف گویا نظر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا جہاں تم نے پہنچنا ہے۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ے ششماہی سے
سہ ماہی ے طلباء سے سالانہ ے

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۴ ذالحجہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۳ - اکتوبر ۱۹۱۶ ع | نمبر ۳۷

کیا عربی زبان الہامی ہے

(از ام الالسنہ)

گذشتہ سے پیوستہ

عربی زبان کے الہامی ہونے کے لئے ایک زبردست دلیل

اس کی اپنی صرف و نحو ہے۔ یہ امر ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر زبان الہامی نہیں بلکہ حسب ضرورت مختلف اتفاقات کے ماتحت بنی ہے تو پھر لفظوں میں اور اُس کے معانی میں کوئی حکیمانہ تعلق نہیں ہو سکتا۔ نہ الفاظ کی ساخت میں کوئی خاص اصول مد نظر رہ سکتا ہے۔ خصوصاً جب ضرورت وقتی پر نئے لفظوں نے بننا ہو اسی طرح اُن کی ساخت پر کسی مقررہ قاعدہ کا لحاظ بالکل محال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں عربی زبان کو الہامی سمجھتا ہوں۔ اس کے ہر انداز میں ایک غور اور فکر اور تدبر اور تجویز نظر آتی ہے۔ مثلاً بعض الفاظ کے مفہوم میں ایک امر کا تکرار رہا کرتا ہے اب اگر ترکیب الفاظ میں بھی کسی طرح اُس معنوی تکرار کا لحاظ رکھا جائے تو پھر کیا اس کو محض اتفاق کہا جائیگا۔ مثلاً زلزلہ کے وقت زمین میں ایک قسم کی حرکت پیدا ہوتی ہے جس کا تکرار ایک وقت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے لفظ زلزلہ میں زل - زل کا تکرار کر دیا گیا ہے۔ لفظ سلسلہ میں بھی اُس تکرار کا لحاظ صورت لفظ میں موجود ہے۔ جہاں ایک قسم کی چیز مثلاً کڑی دوسری چیز کے بعد آتی ہے۔ اسیطرح قلقل - ایک کے بعد دوسری کا جانا۔ رج رج کا نپنا۔ تذبذب کسی امر پر یکسو نہ ہونا۔ بلکہ ادھر اُدھر ہوتے رہنا۔ ذرذر کسی چیز کو بکھیرنا۔ پراگندہ کر دینا۔ غرض ایک ہی قسم کے چھوٹے چھوٹے کنکر۔ ذباذب۔ لباس کی ذیل میں جھالر۔

عربی زبان کی صرف و نحو بھی ایک علمی حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے۔

اس کے قواعد زیادہ تر قیاسی ہیں اور بہت کم سماعی ہیں سے بھی اُس تدبر اور غور و فکر کا پتہ چلتا ہے کہ جس سے کسی اتفاق نہیں بلکہ ارادہ اور عقل کا ثبوت ملتا ہے جو کسی انسان کی بنائی ہوئی زبان میں ناممکن ہے۔ ایک مادہ سے بیسیوں لفظوں کا مشتق ہونا اور پھر اُسی سے مادہ کا مختلف ابواب اور اوزان میں جا کر ایک طرف مختلف معنی پیدا کر لینا اور دوسری طرف اصل معنے کو اپنے اندر قائم رکھنا یہ اُسی زبان میں ہو سکتا ہے جب ساری کی ساری زبان ایک ہی وقت بنے اور بنانے والا آئندہ انسانی ضروریات کو مد نظر رکھ کر کوئی زبان بنائے

مثلاً اگر کوئی شخص اس اصول پر ایک زبان بنائے کہ ایک مفہوم کے ادا کرنے کے لئے جو وہ لفظ تجویز کرے آئندہ اس مفہوم کے جن جن اور خیالات سے بالواسطہ یا بلاواسطہ تعلق ہو۔ اُن سب مفہومات کو اس لفظ کی مختلف شکلوں میں ادا کرے ادھر اسی ایک لفظ کی مختلف شکلیں بدلتی جاویں اُدھر اس سے اُن مختلف شکلوں کے مقابل مختلف مفہوم سمجھے جائیں۔ پھر یہ امر ایک لفظ کے متعلق نہ ہو۔ بلکہ کل زبان کی تقسیم ہو زبان اُن اصولوں پر کر دے۔ یعنی ہمارے کل افعال اپنی ابتدائی شکل میں جن جن الفاظ سے ظاہر کئے جائیں وہ الفاظ مختلف شکلوں میں اُن افعال کی مختلف شکلوں کو ظاہر کریں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مختلف شکلیں ہر لفظ کے متعلق مقررہ اصولوں پر ہوں۔ نہ کہ ہر خیال مختلف کا اظہار کسی مختلف شکل کو چاہے۔ اگر کوئی ایسی زبان بن سکے تو پھر اس کا سیکھنا بھی آسان ہوگا۔ کیونکہ اُس زبان کی ساخت اور بناوٹ ایک علمی طریق پر ہوگی۔

ایسی زبان پیدا کرنے کی خواہش

ہمیشہ بعض فضلائے مغرب کو رہی ہے۔ مروجہ زبانوں کا بے ہنگام طریق ان کی تصریفات و تبدیلات کا اکثر سماعی و بے قید ہونا پھر مختلف خیالات کے اظہار کے لئے مختلف شکلوں کے الفاظ کا ہونا گو وہ سب خیالات ایک عنوان کے نیچے آکر ایک لفظ کی وساطت سے مختلف شکلوں میں ظاہر ہو سکتے تھے انھیں باتوں سے جو عموماً سب زبانوں میں پائی جاتی ہیں بعض علماء یورپ نے چاہا کہ ایک علمی زبان ایجاد ہو جس میں مثلاً ایک مفہوم کی ادائیگی ایک لفظ سے ہو۔ جو بطور بنا ہو۔ پھر اس بنا کو تغیرات - حرکات سکنات وغیرہ مختلف ملتے جلتے خیالات ظاہر کر دئے جائیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک لفظ پینا ہے یا پانی ہے۔ اب پینا کا تعلق جن جن حالات سے ہو وہ لفظ پینے کی مختلف شکلوں سے ادا ہو جائیں۔ مثلاً پانی پلانے والا۔ پانی کی سخت پیاس کا لگنا۔ بادل میں پانی کا آنا۔ پانی کا کھیت کو سیراب کرنا۔ پانی کا آسمان میں جاکر بادل بنانا وغیرہ وغیرہ ان علماء کا خیال ہے کہ یہ زبان اگر بنائی جائے تو اس کا سیکھنا آسان سے آسان ہو جائیگا۔ ایک لفظ سیکھ کر انسان آسانی سے بہت سے الفاظ سیکھ لیگا۔

اس تھیوری کا پہلا موجد بشپ ولکنز تھا جس نے اس پر ایک مفصل کتاب لکھی۔ پھر سینو اکے فاضل علماء وحید لیسٹر نے اس خیال کو ایک اور رنگ میں پیش کیا اور یہ امکان ظاہر کیا کہ اس طرح زبان بن سکتی ہے۔ پروفیسر میکسمولر نے بھی اس خیال کو بہت پسند کیا۔

دوسروں کے نزدیک یہ ناممکن ہے۔

لیکن دوسرے فلاسفر جیسے اس خیال پر نہ صرف ہنسی ہی اُڑائی ہے بلکہ اس کو محال اور ناممکن سمجھا ہے۔ اور در حقیقت جو اُن کا نکتہ خیال ہے وہ صحیح بھی ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ زبان ہمیشہ غور و فکر سے نہیں بنتی۔ بلکہ آہستہ آہستہ حسب ضرورت بنتی ہے اور ہر زبان ایک انسان نہیں بلکہ کل قوم بتدریج بنائی ہے۔ ہاں اگر زبان کا بننا اس اصول پر ہو کہ چند علماء اور فضلاء کی ایک جماعت بیٹھے وہ کل انسانی حالات و افعال و خیالات کا احاطہ کرے۔ پھر اُن تمام افعال کو مختلف عنوانوں کے ماتحت تقسیم کرے پھر ابتدائی خیالات و افعال پر انسان کے لئے مختلف سانچے اور قالب بنالے۔ اور اُن ابتدائی الفاظ کو ان مختلف سانچوں اور قالب میں ڈھال کر تمام زبان کو اس طرح سہل الحصول کر دی۔ لیکن زبان تو اس طرح نہیں بنا کرتی۔ کسی نئی زبان کا بننا تو ممکن ہے۔ لیکن جو فضلا اس طرح جمع ہو کر زبان تجویز کرینگے اُن کے درمیان بھی اظہار خیالات کے لئے کوئی زبان پہلے سے موجود ہونی چاہئے۔ لہذا ایسی زبان کا شروع میں ہونا تو ایک امر محال ہے اور نئی زبان چونکہ عامہ انسان کی بلا رضامندی بنیگی اس لئے وہ مقبول نہ ہوگی۔

خلاصہ اس ساری بحث کا

یہ ہے کہ ایسی علمی اور حکیمانہ زبان جس تدبر اور فکر کو چاہتی ہے وہ زبان بنانے کے وقت عام انسانوں میں جو زبان بنانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں پائی نہیں جاتی۔ لیکن اگر کسی زبان میں پہلے سے ایسی خوبیاں ہوں اور وہ ان تمام مطالبات کو پورا کرے تو پھر وہ زبان محققین السنہ کے تجویز کردہ اصولوں کے ماتحت انسانی زبان نہیں ہو سکتی۔ وہ یقیناً الہامی زبان ہوگی۔ وہ کسی علیم خبیر حکیم اور منتظم وجود کی بنائی ہوئی زبان ہوگی۔ وہ زبان عربی مبین ہے۔ عربی زبان کے مختلف ابواب و اوزان وہی مختلف قالب اور سانچے ہیں کہ جن میں کل زبان کے الفاظ کو ڈھالا گیا ہے۔ ایک لفظ سے جیسے ابواب پیدا ہو جاتے ہیں جس خیال کو ایک لفظ ظاہر کرتا ہے اُس خیال کے ہر رشتہ اور متقارب حالات کو وہی الفاظ مختلف شکلوں میں ظاہر کرتا ہے پھر یہ مختلف شکلیں کسی اتفاقیہ طور پر نہیں بلکہ ایک تجویز اور منتظم حالت میں وہ شکلیں بنائی گئیں ہیں جو عام طور پر ہر جگہ مختلف الفاظ پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کیا عجیب بات ہے کہ ایک لفظ خواہ ہمیں نہ آتا ہو لیکن اگر ہم اُس کے مادہ سے واقف ہوں تو پھر اُس کے باب یا وزن کو دیکھ کر ہم خود بخود ہی اُس کے معنی قریب قریب سمجھ لیتے ہیں۔ ایسے زبان کا سیکھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وہ بات ہے جو بشپ ولکنز اپنی تجویز زادہ زبان میں چاہتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ ایک لفظ تو کسی مفہوم کا قائم مقام تجویز کرو پھر جس طرح مختلف رنگ اُس مفہوم میں پیدا ہوں اُن مختلف رنگوں کا اظہار مختلف [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود: اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما بزو دادیم ہر خود و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اعتقادے قول او در جاں ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبر ہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں نور دشمن خدا است
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۷ ر ششماہی ۴ ر سہ ماہی ۲ ر طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴	بتن المسیح لاہور پنجشنبہ ۶ ذالحجہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء	نمبر ۳۸

کیا عربی زبان الہامی ہے

(ام الالسنۃ)

گذشتہ سے پیوستہ

فضلائے یورپ کی خواہش عربی زبان میں پوری ہوسکتی ہے

الغرض جس زبان کے متلاشی یہ فضلائے یورپ ہیں وہ زبان پہلے سے عربی کی شکل میں موجود ہے۔ ہم کل دنیا جہان کی زبانوں میں سے کسی زبان کے متعلق کوئی حتمی اور منتظم اصول اور قواعد بیان کرسکتے ہیں تو صرف عربی زبان کے متعلق ہی کرسکتے ہیں۔ جو امر اس وقت دیگر زبانوں کے قدیمی قواعد کو چھوڑ کر ... کیا جارہا ہے وہ پہلے سے عربی زبان میں موجود ہے مثلاً ہم صرف ایک عربی زبان کے متعلق ہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کوئی اسم یا فعل تین حرف سے کم نہیں ہوتا اس کے اسم سات حرف سے اور اس کے فعل چھ حرف سے زیادہ نہیں آتے۔ کل اسماء میں پانچ حرف اور کل افعال میں چار حروف تک اصلی باقی زائد ہوتے ہیں پھر ہم جس طرح کل عربی کے افعال اور اسماء کو ایک میزان میں تول کر ان میں اصل اور زائد حروف کو جانچ سکتے ہیں وہ کسی اور زبان میں نہیں۔ مثلاً عربی صرفیوں نے ف ع ل کو ایک میزان مقرر کر دیا ہے اور ان کے مقابل دیگر کلمات کے حروف لا کر اصل و زائد کو دیکھ لیا جاتا ہے۔ پھر برخلاف کل السنہ عالم ہم عربی اسماء اور افعال کے کل قالبوں اور شکلوں سے بھی واقف ہیں۔ مثلاً ہم یہ جانتے ہیں کہ کل کے کل اسما کس قدر اوزان میں آتے ہیں۔ اور کل کے کل افعال کس قدر ابواب میں عموماً نظر آتے ہیں۔ پھر مزید برآں ہم اس سے بھی واقف ہیں کہ ان اوزان اور ابواب کے کیا خواص ہوتے ہیں ہم جانتے ہیں کہ ایک سہ حرفی کلمہ فلاں باب یا فلاں اوزان میں فلاں معنی اختیار کرلیتا ہے۔ پھر یہ مختلف ابواب صرف اس لئے ہی استعمال نہیں ہوتے کہ اپنے اپنے ماخذ (ربنا) کی مختلف کیفیات کا اظہار کریں جیسے کہ بشپ ولکنز کی تجویز تھی۔ مثلاً لازم سے متعدی کر دینا۔ یا کسی چیز کو ماخذ یا دو از ماخذ یا متصف بہ ماخذ یا منسوب بہ ماخذ یا اس میں ماخذ کی کیفیت یا کمیت پیدا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ بعض ابواب جسمانی اور جذباتی کیفیات کے اظہار کے لئے مختص ہوتے ہیں مثلاً فَعِلَ یَفْعَلُ (سمع یسمع) کے باب میں جو افعال آتے ہیں وہ عموماً رنج۔ خوشی۔ بیماری۔ رنگت۔ جسمانی عیوب کے مظہر ہوتے ہیں۔ بعض ابواب خلقی اور طبعی اوصاف کے اظہار کے لئے آتے ہیں۔ بعض دوام یا قلت زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ ان سب امور پر اگر غور کیا جائے اور ان کی حقیقت اور وجوہ کو دریافت کیا جائے تو عربی زبان کے ہر ایک خط و خال میں ایک مدبر بالارادہ ہاتھ کی قلمکاری نظر آتی ہے

عربی زبان کا نظام و ترتیب الفاظ عربی کے الہامی اور ام الالسنہ ہونے پر شاہد ہے

الغرض جس طرح ایک گورنمنٹ کے مختلف محکمہ جات ہوتے ہیں اور پھر ان محکمہ جات کے نیچے الگ شاخیں ہوتی ہیں اور اس گورنمنٹ کے مختلف کاموں کی تقسیم عنوانوں اور اصولوں سے مختلف محکموں اور ان کی شاخوں میں ہوجاتی ہے یہی حال عربی زبان کا ہے۔ یہ ایک نظام ہے جو غور و فکر اور تدبر اور تجویز کو چاہتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جو کسی اور زبان میں خال خال پائی جاتی ہے۔ اس سے نہ صرف یہی امر ثابت ہوجاتا ہے کہ عربی زبان ایک الہامی زبان ہے بلکہ یہ بھی باقی باتیں اس ایک زبان سے نکلی ہوئی ہیں۔ الہامی تو اس لئے کہ اگر یہ زبان انسان نے بنائی ہے تو چونکہ وہ کسی تدبیر و تجویز کے ماتحت نہ بنی ہوتی بلکہ حسب ضرورت و اتفاق زبان کا نشو و نما ہوتا اس لئے وہ تنظیم و ترتیب جو اس وقت اس میں ہے اس کا وجود ناممکن تھا۔ اور مادری اس لئے کہ باقی زبانوں میں بھی اس نظم و ترتیب کا کچھ نہ کچھ لحاظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ جب کسی زبان کی ذرا قدیم شکل کو دیکھا جائے تو وہ امور نظر آتے ہیں اور بعض قیاسی قواعد بھی ہوتے ہیں۔ دراصل یہ باتیں بقیہ اس زبان کا ہیں جس سے وہ مشتق ہوئی ہیں۔ جس وقت یہ اپنے ماخذ سے جدا ہوئیں اپنے ہمراہ صرف و نحو کے قواعد لے گئیں۔ لیکن وطن اصل سے دور ہوجانے پر ان قواعد سے مزاولت نہ رہی اور آہستہ آہستہ وہ باتیں دور ہوتی گئیں آخر کار ان قواعد کا ذہن میں رکھنا مشکل ہوگیا۔ اس لئے ان قواعد کو چھوڑ کر آسان طریق اختیار کرلیا۔ یہ حال ہم کل جرمنیک زبانوں اور ایسا ہی بعض انڈو یورپین زبانوں میں پاتے ہیں

عربی اور اسپرنٹو

الغرض جس زبان کے یہ فضلائے یورپ متلاشی تھے وہ عربی زبان ہے اور اس لئے یہ زبان سہل التحصیل بھی ہے۔ یہ لوگ چاہتے تھے کہ ایسی علمی زبان پیدا ہو کہ اس کا سیکھنا آسان ہو۔ اور وہ کل دنیا کی زبان ایک ہوجائے۔ ایسی نئی زبان تو بننے سے رہی گذشتہ تیس چالیس برس سے اسپرنٹو پر بہت زور دیا گیا ہے۔ لیکن نتیجہ مفقود ہے۔ اسپرنٹو میں گرامر کی وہ خوبیاں تو شاذ ہیں جو عربی میں موجود ہیں۔ اسپرنٹو کے الفاظ زیادہ تر فرانسیسی اور انگریزی الفاظ کو توڑ مروڑ کر بنائے ہیں تاکہ ایک فرانسیسی اور انگریز اپنی زبان کے الفاظ کی مدد سے ان کو سمجھ لے اور یاد کرلے۔ اب اگر دنیا کی مختلف زبانوں کے کثیر التعداد الفاظ ہم عربی زبان سے ملتے دکھلاسکیں تو پھر ہر ایک کو عربی زبان کے سیکھنے میں آسانی ہوجائیگی۔ ہاں اس میں ہمارے علماء کرام اگر مدد کریں تو کام کوئی مشکل نہیں۔

عربی زبان کی کاملیت اس کو الہامی ثابت کرتی ہے

میں نے باب دوم میں عربی زبان کی کاملیت پر بحث کرتے ہوئے اشارہ کیا تھا کہ عربی زبان میں ہر انسانی جذبات۔ خیالات ضروریات کے اظہار کے لئے مفرد الفاظ موجود ہیں ایسا ہی انسانی معاملات کے متعلق ہر قسم کے الفاظ موجود ہیں انسانی معاشرت اور تمدن کے اظہار کے لئے بعض ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کی ضرورت عرب کے موجودہ تمدن کو نہیں پھر جب میں انسانی اعضا کے مختلف حصص کے لئے مختلف الفاظ دیکھتا ہوں تو مجھے حیرت آجاتی ہے کہ کیا یہ الفاظ ایک بادیہ نشین سوسائٹی تجویز کرسکتی ہے۔ یہ الفاظ علم تشریح کے مکمل ہونے پر دنیا میں آنے چاہئیں تھے نہ کہ ان لوگوں میں جو بالکل امی تھے۔ پھر اگر زبان تدریجا بنتی ہے اور یہ مسلم ہے کہ عربی زبان گو ابتداء سے غیر متغیر الحال رہی لیکن اس نے ضرور نئے الفاظ پیدا بھی کئے۔ جس کو مولدات کہتے ہیں۔ اور غیر زبانوں سے الفاظ بھی لئے جن کو معرب کہتے ہیں۔ لیکن اپنے پرانے ذخیرہ کو اپنی ابتدائی شکل میں ہمیشہ عربی نے محفوظ رکھا۔ اور ہم آسانی سے بتلاسکتے ہیں کہ کونسے الفاظ عربی ہیں۔ کونسے مولدات۔ کونسے معرب۔ لیکن جن الفاظ کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ سب کے سب قریب قریب مفردات اور اصل عربی ہیں۔

آب ایک طرف زبان کا غیر متغیر الحال ہونا دوسری طرف ان سب الفاظ کا ایک ایسے وقت ایسی سوسائٹی میں موجود ہونا جن کو اس قدر توضیح اور تخصیص کی ضرورت نہ تھی۔ کیا یہ دلیل بذات خود ایک دلیل نہیں کہ یہ زبان انسان کی نہیں کسی اور وجود یعنی باری تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ میں انشاء اللہ ان تمام امور پر مفصل بحث اپنی آئندہ کتاب میں کرونگا۔ یہ باتیں میں نے اور احباب کو اپنے سیاحت (س) تحقیق میں شامل کرنے کے لئے لکھ دی ہیں۔ اخیر میں میں پھر دعا کرتا ہوں جو میں نے اس کتاب کے آغاز میں کی تھی۔ یا فتاح افتح لنا ابواب الرحمت والعلوم

درخواست دعا۔ اخویم مرزا عبد الکریم صاحب تاجر ایک مدت سے موسمی بخار میں مبتلا ہیں اسی وجہ سے اپنے علمی جواہر ریزوں سے ناظرین پیغام صلح کو متمتع نہیں فرما سکے۔ احباب ان کے لئے صدق دل سے دعا فرمائیں۔

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور ... مرزا یعقوب بیگ صاحب ... سیوک سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ... رام صاحب پرنٹر چھپوا کر دفتر پیغام صلح سے شائع کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مؤرخہ ۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۸

حضرت راجہ رامچندر علیہ السلام کے وجود سے چند مفید اسباق

خاص خاص قومی تہواروں اور بزرگان سلف کے بعض اہم واقعات کی یادگار میں بعض خاص ایام کی تقدیس سے جو کچھ فوائد قومی یا انفرادی طور پر دینی یا دنیوی رنگ میں میسر آسکتے ہیں وہ بعض اوقات سالہائے دراز کی پند ونصائح سے بھی پیدا نہیں ہو سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کی مختلف اقوام نے اپنے اپنے ہادیوں اور بزرگان دین کی یادگار وتقدیس میں یا اُن کے بعض خاص خاص واقعات کو یاد دلانے کے لئے خاص خاص مذہبی تہوار مقرر کر رکھے ہیں۔ اسلام میں بھی ابھی انہی دنوں میں عید الضحےٰ کا پاک تہوار منایا جانیوالا ہے جو اس عظیم الشان قربانی کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام نے الٰہی رضا کے مذبح پر اپنی گردن کو رکھکر پیش کی۔ اس عید سے ایک دن پہلے مکہ معظمہ میں تصویری زبان میں گویا اس قربانی کا نقشہ پیش ہوگا جو ایک مسلم اپنے وطن۔ اپنے اعزا واقارب اور اہل وعیال کو خیرباد کہکر ایک دور دراز ملک میں جاکر پھر وہاں ایک خاص مدت تک اس دنیوی لباس کو بھی ترک کرکے اور سارے بدن پر ایک ہی بے سلا کپڑا پہن کر ننگے سر پابرہنہ لبیک لبیک اللّٰھم لبیک کہتا ہؤا حضور خداوندی میں عاشقانہ وار دوڑتا ہے۔ اور اس عشق میں یہاں تک مست ہوتا ہے کہ اسکو اتنی بھی ہوش نہیں ہوتی۔ کہ وہ اپنے سر یا بدن پر کوئی جوئیں وغیرہ بھی مار سکے یہ ظاہری رسومات جس حقیقت کی طرف ہمیں لیجاتی ہیں۔ وہی اصل اسلام ہے۔ یعنی خدا کی راہ میں اپنے تمام علائق کو بھلا کر ہر ایک دُکھ اور مصیبت کو برداشت کرکے بھی صبر واستقامت کے ساتھ اپنے آپ کو لگا دینا۔ یہی وہ اصل اصول ہے جس پر چلکر کوئی ملک یا کوئی قوم کامیاب ہوسکتی ہے۔ اِسی طرح ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آج ہندو قوم بعض ان مبارک ایام کی یادگار وتقدیس میں مصروف ہے۔ جو حضرت راجہ رامچندر جی مہاراج کے بعض واقعات زندگی کو یاد دلانے والے اور اپنی نوعیت میں ہم سب کے لئے ایک عمدہ نمونہ اور سبق کا کام دیسکتے ہیں۔ اسلام بھی کیا ہی عجیب مذہب ہے۔ جس نے اپنے آپکو منوانے یا اپنی عظمت کو قائم کرنے کے لئے یہ پسند نہیں کیا کہ دوسرے مذاہب کے ہادیوں اور پیشرؤوں کو بُرا بھلا کہا جائے۔ یا اُن کی عظمت سے انکار کردیا جائے۔ بُرا بھلا کہنا تو ایکطرف رہا۔ اس نے تو اُن ناپاک الزامات کو بھی جو خود ان مذاہب کے پیرؤوں نے اپنی دانست میں انہیں کوئی توہین آمیز باتیں نہ سمجھکر یا ان بزرگوں کے دشمنوں نے اُنہیں بدنام کرنے کے لئے ان پر دیئے۔ نہایت زبردست دلائل کے ساتھ رد کرکے اُن بزرگوں کو بالکل پاک اور باعصمت ثابت کیا ہے۔ اور اُنکا چمکتا ہؤا چہرہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس نے صاف طور پر ایک مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے۔ کہ وہ ہر ایک مذہب کے ہادیوں اور بزرگوں کی عزت کرے۔ اور کھلے طور پر فرمایا۔ کہ ان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔ کوئی قوم نہیں۔ جس میں کوئی ڈرانیوالا مبعوث نہ ہؤا ہو۔ لکل قوم ھاد ہر ایک قوم کے لئے کوئی نہ کوئی ہادی مبعوث ہوتا رہا۔ الغرض قرآن کریم نے اس امر کو کھلے طور پر تسلیم کیا ہے۔ کہ دنیا کی سب قوموں میں ہادی آتے رہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی ایک بات اسلام کی صداقت کے ثبوت میں ایک زبردست دلیل کا کام دیسکتی ہے۔ دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی بزرگی کو تسلیم کرنے کے بعد ہی ہم اس حقیقی اور نہ اعلےٰ درخشانی کو پاسکتے ہیں جو اسلام اور محمد رسول اللہ صلعم کے اندر ہے۔

الغرض اسلام کی اس پاک تعلیم کی پیروی میں ہمیں اسبات کے اظہار میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں بلکہ از حد خوشی ہے کہ حضرت راجہ رامچندر جی ہندوستان کے آسمان نبوت کے ایک درخشاں ستارہ ہیں۔ آپکا وجود ہندو قوم کے لئے اس وقت بھی ایک نیک نمونہ کا کام دیسکتا ہے۔ وہ قوم جو ہر سال اپنے عملی نمونہ سے حضرت راجہ رامچندر جی کی اس مصیبت پر اُن کی دل سے عزت کرتی ہے جو اُنہیں ایک سوتیلی والدہ اور اپنے والد مکرم سے بھی پہنچی۔ وہ قوم جو آپ کے ۱۴ سال کا بن باس اختیار کرلے کو نہایت قدر کی نگاہوں سے دیکھتی اور اسی ایک بات کو ان کی قدر افزائی کا موجب جانتی ہے۔ وہ قوم جو اس مقدس انسان کی اہلیہ محترمہ پر ایک خبیث انسان کے حملہ آور ہونے اور اُسکو اپنے قبضہ میں کرنے اور بالآخر اپنے مقدس شوہر کی جنگجویانہ کوششوں سے باعصمت اور فتحمند ہوکر واپس آنے کا نقشہ دکھا کر اور اس ناپاک انسان کے ہیبتناک مجسمہ کو ہر سال جلا کر اس قسم کی تمام ایذائی کوششوں پر مہر تحسین ثبت کرتی ہے وہ آئے اور دیکھے کہ محمد رسول اللہ صلعم کو بھی کچھ اسی قسم کی بلکہ اس سے بھی ہزارہا درجہ بڑھکر مصائب پیش آئیں۔ آپکو گھر سے نکالا گیا۔ عزیز واقربا سے جُدا کیا گیا۔ نہ صرف آپ پر بلکہ آپ کے تمام خاندان بلکہ اجنبی ساتھیوں پر بھی مصائب کے پہاڑ کھڑے کئے گئے۔ اُنہیں قید کیا گیا۔ گرم اور جلتی ہوئی ریت پر لٹایا گیا۔ دونوں پاؤں کو دو اونٹوں کے ساتھ باندھکر اور اُن اونٹوں کو دو مخالف سمتوں میں دوڑا کر اُنہیں چیر ڈالا گیا۔ اس لئے نہیں کہ وہ کسی دنیوی سلطنت کے خواہشمند تھے۔ کسی مال ومتاع کو چاہتے تھے۔ یا کسی اور دنیوی خواہش کے درپے تھے یہ تو کوئی ایسی باتیں ہی نہ تھیں۔ کہ جنکے لئے اس قدر جدوجہد درکار تھی۔ مکہ والے تو خود ان باتوں کو اگر رسول صلعم چاہتے نذران لینے کو تیار تھے۔ بلکہ آپ تو الٰہی سلطنت کے قیام کے خواہشمند تھے۔ توحید الٰہی کو منوانا چاہتے تھے۔ اور مذہبی آزادی کے درپے تھے۔ پھر گھر سے نکل آنے پر بھی اُس کا پیچھا نہیں چھوٹا۔ ایک نہیں۔ دو نہیں بلکہ تین بڑی بڑی لڑائیاں تو بدر، احد اور احزاب کے نام سے عام مشہور ہیں۔ جو خود کفار کے چڑھائی کرنے پر مکہ سے دُور اور مدینہ سے نزدیک فاصلہ پر لڑی گئیں اور بالآخر اس ہجرت کے زمانہ میں اس تیرہ سال کے بن باس میں اللہ تعالےٰ نے آپ کو وہ نصرت وہ عالیشان فتوحات اور وہ کامیابی عطا کی کہ جو بظاہر انسان کی کوششوں کا نتیجہ تو نہیں معلوم ہوتا۔ وہی لوگ جو محمد رسول اللہ صلعم پر تمسخر واستہزا کرتے۔ پھبتیاں اُڑاتے اور بطور تمسخر یہ کہا کرتے تھے۔ اھٰذا الذی بعث اللہ رسولا۔ کیا یہی وہ شخص ہے جسکو اللہ تعالےٰ نے رسول مبعوث فرمایا ہے۔ ایک دن آتا ہے۔ اسی مکہ میں وہ اسی محمد رسول اللہ صلعم کے آگے سر نگوں کھڑے ہیں۔ اور جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (حق آگیا اور باطل بھاگ گیا تحقیق باطل بھاگ جانیوالا ہی تھا) کی آواز کانوں میں آرہی ہے۔ لیکن باوجود اس سب قدرت واقتدار کے۔ باوجود ان تمام مظالم کے جو اس یتیم انسان پر توڑے گئے۔ باوجود ان سب لوگوں کی موجودگی کے جن کی جان پر یا ان کے اعزاد اقارب پر رسائے گئے جو اب بالکل بدست وپا ہوکر کھڑے ہیں اور کھلے الفاظ میں یہ شہادت دے رہے ہیں کہ اگر ان بتوں میں کچھ ہوتا۔ تو یہ ہمیں مدد کیوں نہ دیتے۔ کئے تھے۔ وہ عالی ظرف اور بلند حوصلہ انسان ان سے کوئی بدلہ نہیں لیتا بلکہ انہیں فرماتا ہے :-

لا تثریب علیکم الیوم

آج کے دن تم پر کوئی سزا نہیں۔ کیا یہ حالات اس قابل نہیں۔ کہ ہمارے برادران وطن ان پاک اور مبارک ایام میں جبکہ وہ حضرت رامچندر علیہ السلام کے ایسے ہی اس سے بہت ملتے والے واقعات پر ایک طرف رنج وافسوس کے آنسو بہا رہے ہیں۔ تو دوسری طرف فتح ونصرت کے شادیانے بجاتے ہیں۔ اور تصویری زبان میں اُن کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اُن کی عظمت کو قائم کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے ان واقعات زندگی پر بھی اسی عزت اور تقدیس کی نظر سے غور کریں۔ وہ دیکھیں کہ خدا کے نیک بندوں کو دنیا میں کن کن مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اُنہیں اپنوں اور بیگانوں سب سے دُکھ بھی اٹھانے پڑتے ہیں۔ اور پھر واجبی حقوق یا حفاظت خود اختیاری کے لئے تلوار سے بھی موقع بننے پر کام لینا پڑتا ہے۔

الغرض حضرت رامچندر جی کی زندگی ہندو قوم کے لئے اس امر کے سمجھنے کے لئے بطور ایک رہنما کے کام دیسکتی ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ بھی خدا کی طرف سے تھے اور خدا تعالےٰ کے پاک پیغام کے حامل ہونے کے باعث وہ ستائے بھی گئے۔ اور اُنہیں لڑائیاں بھی کرنی پڑیں۔ ہماری سمجھ میں اگر ہندوستان کے اس بزرگ نبی کے حالات کو ہی ایک نمونہ کے طور پر سامنے رکھ لیا جائے۔ تو ان سے وہ تمام اعتراضات بکلی رد ہوجاتے ہیں جو دنیا نے آنحضرت صلعم پر کئے ہیں۔ اور آپکی صداقت کے لئے اور کسی دلیل کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

پس برادران وطن! آؤ۔ اور اس پاک انسان کے پاک حالات پر نظر ڈال کر اُس کی صداقت کی شہادت دو۔ دیکھو یہی ایک بات ہے۔ جو ہندو ومسلمانوں کے اتحاد کے شاندار خواب کو پورا کرسکتی ہے۔ ایک دوسرے مذاہب کے پیشواؤں کی عزت کرنے اور اُن کی صداقت کو تسلیم کرنے سے ہی ہم آپس میں بغلگیر ہوسکتے اور ایکدوسرے کے ساتھ ملکر کام کرسکتے ہیں۔ ورنہ اس ہادی کامل کے خلاف زہر اُگلنے اور اسکو جھوٹا ٹھہرانے کا جیساکہ بعض کوتاہ اندیش ہندو کہلانے والوں کا قاعدہ ہے۔ جو کچھ نتیجہ ہوسکتا ہے وہ اس زمانہ کے مجدد اور ملہم ربانی حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ میں حسب ذیل ہے :-

"میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کرسکتے ہیں لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کرسکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے پیارا ہے ناپاک حملے کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے"

کوئی ہے۔ جو اس درد بھری صدا پر کان دھرے اور میدان عمل میں آکر اپنی حب الوطنی اور منصف مزاجی کا ثبوت دے؟

عید الضحےٰ کے متعلق لاہور اور بعض دیگر پنجابیت کے علاقوں میں کچھ اختلاف نظر آتا ہے۔ لاہور میں عام طور پر جمعہ کی شام کو چاند نظر آیا۔ اور اس لحاظ سے یہاں شہر میں عام طور پر پیر کے دن عید ہوگی۔ دہلی سے بھی یہی خبر آئی ہے۔ لیکن مقامی ہمعصر "پیسہ اخبار" اور "العصر" کی روایت کے مطابق کسولی اور بہاولپور میں جمعرات کے دن چاند دیکھا گیا۔ اور اس حساب سے وہاں عید اتوار کو ہونی چاہئے۔ بہرحال اسکا فیصلہ ہر ایک جگہ جیسا مناسب ہوگا۔ ہوجائیگا۔ ہمارے احباب کو جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔ اور جسدن بھی وہ عید منائیں۔ عید فنڈ اور کھالوں وغیرہ کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ آج ہی کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب محاسب انجمن کی ایک مراسلت درج ہے۔ جسکے ساتھ یہ تصریح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عید فنڈ میں حضرت مسیح موعودؑ کی ہدایت کے مطابق عمہ۔ ہر ایک دوست کے لئے۔ اس خوشی کے موقعہ پر خرچ کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔ یہ رقم یہ مقامی جماعتوں کے ذمہ دار افسر کے پاس جمع ہوکر یا براہ راست محاسب صاحب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے پاس پہنچنا چاہئے۔ ایسا ہی کھالوں

وغیرہ کے لئے خاص طور پر بندوبست کرنا چاہیئے۔ نہ صرف اپنی جماعت کے احباب سے ہی جو قربانی کریں۔ بلکہ دیگر مسلمانوں سے بھی جو اشاعت اسلام سے ہمدردی اور دلچسپی رکھتے ہوں کھالیں لیکر اور انکو بیچکر انجمن کی اعانت کریں۔ سال میں عید الفطر اور عید الضحٰے یہی دو مواقع ایسے ہوتے ہیں جو قومی بیت المال کو کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ پس اس موقع پر خاص جدوجہد سے کام لیکر اشاعت اسلام کے کام کو پوری تقویت دینی چاہیئے ✦

غلط نامہ مضمون حضرت امیر رض

اخبار میں کتابت کی غلطیوں کا سلسلہ افسوس ہے کہ باوجود حد حزم و احتیاط کے ختم ہونے میں نہیں آتا۔ کاپیوں کو گہری نظر سے دیکھنے کے بعد مزید اطمینان کے لئے پروفوں کو بھی پڑھا جاتا ہے۔ اور ان میں باقی رہی سہی غلطیاں درست کی جاتی ہیں۔ لیکن ایک سے زیادہ مرتبہ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ پروفوں میں درست کی ہوئی غلطیاں سنگساز کی عنایت سے ویسی کی ویسی ہی باقی رہ جاتی ہیں۔ بلکہ چھپائی میں سیاہی کے متعدد دھبے پڑکر اور بھی بہت سے الفاظ کو مشکوک بلکہ غلط کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر گذشتہ ۲۶ ستمبر ۱۶ء کی اشاعت میں حضرت امیر رض کا ایک طویل مضمون بعنوان "ایک ضروری تحریک" طبع ہوا تھا اسکی تصحیح میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا گیا۔ حتیٰ کہ کاپی اور پروفس کو علی الترتیب دو مختلف نظروں سے گذارا گیا۔ لیکن پریس کی عنایت سے غلطیاں جنکی توں ہی رہیں۔ جس کی وجہ سے حضرت امیر کو خود ایک غلط نامہ مرتب فرماکر بھیجنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ جو حسب ذیل ہے۔ ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اسکے مطابق اپنے اپنے پرچوں کو درست فرمالیں۔ اور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں آئے دن کی ان گزیر مشکلات اور معذوریوں سے نجات بخشے۔ آمین!

[illegible]	[illegible]	[illegible]	غلط	صحیح
اول	اول	اول	ایک ایسا تاریخی امر رہا ہے	ایک ایسا تدریجی امر رہا ہے۔
"	"	۲۰	یہی حال ہمارے ضالی دوستوں کا ہے	یہی حال ہمارے غالی دوستوں کا ہے۔
"	"	نیچے سے تیسری سطر	ایک وقعت کے لئے	ایک وقت کے لئے
"	۲	۷	اگر یہ نہ	اگرچہ یہ نہ
"	"	۲۴	لاالہ الا اللہ	لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ
"	"	۳۲	اور بعض اعلیٰ مدرجہ کے لوگ بھی	اور بعض اعلیٰ درجہ کے لوگ بھی
"	۳	سطر اول	اپنے عقائد کا اعلان اور اپنے غلو اور افراط	اپنے عقائد کا اعلان اور نئے غلو اور افراط
۲	۳	درمیان	یہ بات کسی کی بنائی ہوئی ہے	یہ بات کسی کی بنائی ہوئی ہے۔
"	"	نیچے سے [illegible]	وضع کر لی گئی تھیں	وضع کر لی گئی تھیں۔
"	"	۱۵	پیشگو کی	پیشگوئی
۳	۱	۱۹	تو اس لئے اصول کے مطابق	تو اس نئے اصول کے مطابق
"	"	نیچے سے پہلی سطر	پہلے مسیح کے موحد پیرو	پہلے مسیح کے موحد پیرووں۔
"	۳	آخری سطر	اس بداخلاقی کو دیکھئے	اس بدمذاقی کو دیکھئے

نو مبائعین

ذیل کے احباب حضرت امیر رض کے ہاتھ پر احمدیت کی بیعت میں داخل ہوئے:۔

والدہ صاحبہ مسیح اللہ خاں صاحب ۔ انبالہ
اہلیہ صاحبہ مسیح اللہ خاں صاحب ۔
اہلیہ صاحبہ میر زمان ۔ ڈلہوزی ال
مبارکہ بیگم صاحبہ ۔ ایبٹ آباد۔
ممتاز بیگم صاحبہ ۔
میاں فتح محمد صاحب
میاں اللہ بخش صاحب ۔ لائل پور۔

اللہ تعالےٰ ان سب احباب کو استقامت بخشے اور دینی کاموں میں عملی حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولود مسعود

آج (مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء) کو اخویم مکرم مصطفےٰ خان صاحب بی اے کے مشکوئے معلٰے میں اللہ تعالےٰ نے فرزند نرینہ عطا فرمایا۔ خدا تعالےٰ مبارک کرے اور اسے اپنے والد مکرم کے اخلاق حسنہ اور دینی جذبات سے حصہ وافر عطا فرمائے۔ آمین!

مراسلات

قربانی کی کھالوں کا بہترین مصرف

اللہ تبارک وتعالےٰ نے قرآن کریم میں انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ ایک کافروں اور منافقوں کا گروہ۔ اسکے متعلق فرمایا ہے۔ انّ الذین کفروا وصدّوا عن سبیل اللہ وشاقوا الرّسول من بعد ما تبیّن لھم الھدیٰ لن یضرّوا اللہ شیئا وسیحبط اعمالھم۔ وہ لوگ جو کافر ہیں اور اسلام پر چلنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور قرآن کریم اور ہدایت کے ظاہر ہونے کے بعد اللہ کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ اللہ کا اور اللہ کے دین کا کچھ بگاڑ نہیں سکینگے۔ اُنکی یہ سب کوشش ضایع ہوجائیگی۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہی اور آیندہ بھی پوری ہوتی رہیگی۔ دوسرا گروہ مومنوں کا ہے۔ اسکے متعلق فرمایا۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول ولا تبطلوا اعمالکم اے مومنوں! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ یعنے قرآن اور حدیث اور اُسوہ حسنہ رسول اللہ پر قدم مارو۔ تو جو اعمال تم کروگے وہ ضایع نہیں کئے جائینگے۔ نیز اسکے یہ معنے بھی ہیں کہ جو خدمات دین تم پہلے کر چکے ہو وہ ضایع چلی جائینگی اگر تم آئیندہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے قدم باہر رکھو گے۔ پس اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرو۔ تاکہ تمہارے اعمال ضایع نہ ہوں۔ پس ان ہر دو آیات سے ظاہر ہے کہ مومن کی کوششیں ہمیشہ کامیاب ہوا کرتی ہیں۔ اور کافر کی اکارت جاتی ہیں۔ چنانچہ دنیا میں جو مومن انسان گذرے ہیں تاریخ سے ثابت ہے کہ ان کے اعمال کبھی ضایع نہیں گئے۔ ہزارہا سال بعد تک ان کے اعمال کی جزا کے نشان موجود پائے جاتے ہیں ہزارہا انبیاء۔ صالحین اور سچے مومنوں کے مقابل پر کفار کے گروہ کروڑوں کی تعداد میں بڑی بڑی جانفشانیاں کر کے چل بسے۔ فرعون جیسے خزانوں کے مالک بن گئے۔ لیکن اُن کے اعمال کے نتایج کے نشان تک بھی ہمیں نظر نہیں آتے۔ پس مومن اور کافر میں تمیز کرنے کے لئے بڑی بھاری کسوٹی زمانہ ہے۔ مومن جو اعمال کرتا ہے اسکو زمانہ مٹا نہیں سکتا۔ اور کافر جو کرتا ہے وہ زمانہ کے اثر کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ انبیاء کی تاریخ اس پر شاہد عادل ہے۔ جاء الحق وزھق الباطل انّ الباطل کان زھوقا اپنی صداقت رات دن ثابت کر رہا ہے۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان ہزاروں کوششیں اپنی بہبودی اور ترقی کی کرتے ہیں پھر اُن میں سے ایک بھی کامیاب نہیں ہوتی۔ بعد کے حالات تو خدا کو معلوم۔ ہماری آنکھوں کے سامنے ان کی وہ سب جدوجہد خاک میں ملجاتی ہیں۔ جو یہ قومی ترقی کے لئے کرتے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا قدم مومنانہ نہیں ہے اور کہ وہ اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت سے باہر نکلے ہوئے ہیں وہ اپنے ذاتی اور قومی امور میں قرآن اور حدیث سے مشورہ نہیں لیتے۔ بلکہ جو کچھ اُن کے نفسانی جذبات اور خواہشات انہیں فتویٰ دیں اُن کی تعمیل کرتے ہیں۔

اس لئے برادران خبردار ہو جاؤ۔ ورنہ جو انجام ہے۔ وہ تو اب پوشیدہ نہیں رہا۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا سیکھو۔ قرآن وحدیث کے احکام میں اور ہوا و ہوس کے فتووں میں تمیز کرنے کی عادت ڈالو۔ اپنے بڑوں اور پیروں اور مولویوں اور اپنی نفسانی خواہشات کی تقلید کو چھوڑکر اللہ اور اُس کے رسول کی تقلید میں کوشاں رہو۔ کیونکہ یہی مسلم کی شان ہے۔ جھوٹا ہے وہ جو کہتا ہے۔ کہ تم اُس کی باتوں کی پرواہ کرو۔ ہم سب انسان ہیں اور برابر ہیں ہمارا پیر اور مولوی جو کچھ بھی ہے وہ خدا ہے جو ہمارا خالق ہے اور ہمارے ہر ایک ذرہ کا علم رکھتا ہے۔ یا اُس کا رسول ہے جو اُس پاک ذات سے وحی پاکر ہمارے بھلے اللہ کی ہدایت لاتا ہے۔ الغرض اگر مسلمان اپنے افعال اور کوششوں اور جدوجہد کو ضایع نہیں کرنا چاہتے۔ اور عقلمند انسان کی طرح پسند کرتے ہیں کہ وہ پھل لاوے۔ تو اُن کا فرض ہے۔ کہ وہ سب سے پہلے اپنے آپ کو اللہ اور رسول کا مطیع بنادیں اور باسوائے اُنکے ہر ایک کو چھوڑ دیں سوائے اسکے حضور رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے کیونکہ جب تک وہ ایسا نہیں کرینگے انکے دعاوی مسلمانی اُنہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

واضح رہے کہ ترقیات کے حاصل کرنے میں سب سے پہلا درجہ یہی ہے۔ کہ انسان جو کرے وہ ضایع نہ جاوے۔ بلکہ بڑھے۔ اور پھولے۔ اور بڑے سے بڑے درخت بنکر پھل لاوے۔ تاکہ وہ ان سے اپنے جسم اور روح کی غذا پاسکیں۔ جب انسان کے افعال ضایع ہونے سے بچ جاویں اور اُس کی زندگی اس طرح قیام پکڑے۔ جو کہ اللہ اور رسول کی اطاعت سے ہی ہوسکتا ہے۔ تو پھر دوسرا مرحلہ یہ ہے۔ کہ وہ اعلےٰ سے اعلےٰ ترقیات کرے۔ اس درجہ کو حاصل کرنے کے بعد دنیا میں اعلےٰ اور افضل بننے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مومن کو ایک دوسرا سبق دیا ہے۔ جس پر نصیحت پکڑنا ہر مسلم کا فرض ہے۔ اور وہ دوسرا فرض مومن کا یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے فرمایا ہے۔ فلا تھنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون۔ واللہ معکم ولن یترکم اعمالکم۔ اے مومنو نہ صرف خود ہی اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اطاعت کرو۔ بلکہ اور لوگوں کو بھی اس صراط مستقیم پر قدم مارنے کے لئے تبلیغ کرو۔ پس سستی نہ کرو۔ اور اپنے نفس کا تزکیہ کرنے کے بعد لوگوں کو بھی خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کے لئے بلاؤ اور سلامتی کے مذہب یعنی اسلام کی تلقین کرو۔ اگر ایسا کروگے تو تم دنیا میں اعلےٰ اور برتر قوم بن جاؤ گے۔ اللہ تمہارے ساتھ ہوجاویگا۔ تمہارے اعمال ترک نہیں کئے جائینگے۔ بلکہ کئی گنا زیادہ تمکو انعام ملینگے۔

پس مومن کے دو فرض ہوئے ایک خود اللہ اور اُسکے رسول کی اطاعت کرکے اپنا تزکیہ کرنا۔ دوسرا لوگوں کے تزکیہ کے لئے اشاعت اسلام کرنا ..... جو شخص یا قوم مسلمانوں میں سے ان دو فرائض کو ادا کرتی ہے اُس کے ساتھ اللہ ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جسکے ساتھ اللہ ہو اُسے پھر کیا پرواہ رہ سکتی ہے آج جس قوم کے ساتھ دنیا کی چند طاقتیں ہوں وہ دنیا میں مظفر و منصور ہوجاتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ قوم جسکے ساتھ ساری اللہ کی طاقتیں مدد میں ہوں۔

پس برادران اپنے دو فرائض کی طرف متوجہ ہو۔ اور خود قرآن پڑھو اور سیکھو۔ اور لوگوں کو سکھاؤ۔ اور اُس مسلمانوں کی جماعت کے جو اشاعت اسلام کرتی ہے [illegible] ہوجاؤ۔ اپنے صدقات اور زکوٰۃ کو اس راہ میں لگاؤ۔ اگر اپنے اعمال کے نتایج کا بقا چاہتے ہو۔ اور عقلمندوں کی طرح گذر کرنے کا ارادہ رکھتے ہو تو پھر اشاعت اسلام میں لگ جاؤ اس کے لئے مالی امداد دو۔ تاکہ مختلف ممالک میں انجمن اشاعت اسلام اپنے مشن کھول سکے۔ اور جو ولایت میں کھلا ہوا ہے اُسکو زیادہ مضبوط بنا سکے۔ فی الحال ہم آپ کی توجہ عید الاضحیٰ کے تہوار کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس روز آپ لاکھوں کروڑوں روپیہ خرچ کروگے۔ لیکن چاہیئے کہ اُن کی غرض صرف نفس ہی نہ ہو۔ بلکہ اللہ کی رضا کا حصول بھی سامنے ہو۔ اس روز اس کار خیر کے لئے بھی کچھ اپنی جیبوں سے دو۔ پھر جو کھالیں تمہاری قربانی کے بکروں کی ہیں وہ اس ایک مفید کام میں لگاؤ۔ کیونکہ اگر ہم صرف باقاعدگی سے اپنی اس مد کو اشاعت اسلام کے لئے علیحدہ کردیں۔ جو کہ بہت مشکل کام نہیں۔ تو ہزاران مشن ہمارے دنیا میں کھلکر ہمیں خدا کے حضور سرخرو کرا سکتے ہیں۔

پس برادران جو احباب خدا کے لئے اس کار خیر میں [illegible] چاہیں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو وہ اپنی [illegible] کی قیمت یا کھالیں بھجوا کر عند اللہ ماجور ہوں۔ مضافات کے لوگ مہربانی فرماکر کھالوں کی قیمت معاسب احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کو بھجوادیں۔ اور لاہور کے لوگ کھالیں بھجواکر [illegible]

ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ

عقائد محمودیہ سے بیزاری

سیالکوٹ کے ایک جوشیلے محمودی کا فسخ بیعت

ذیل کا اعلان مکرمی شیخ مولا بخش صاحب بوٹ مرچنٹ سیالکوٹ کی معرکۃ الآراء تصنیف [illegible]

کا نتیجہ ہے۔ جسے حسب ہدایت علی تمام سے شائع کیا
جاتا ہے۔ امید کہ یہ سیالکوٹ کے دیگر محمودیوں کے
لئے باعث ہدایت ہوگا۔ (ایڈیٹر)

مکرم و معظم اخی جناب شیخ مولا بخش صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بعد از سلام آنکہ یہ عاجز
آنجناب سے بوجہ چند امور کے از حد شرمسار ہے اس لئے
سب سے پہلے خاکسار آپ سے اس بات کی معافی کا
خواستگار ہے کہ پیشتر ازیں جب سے آپ کا رسالہ
بشارت احمدؐ جو کہ خاص نچوڑ قرآن اور حدیث اور کتب
حضرت اقدسؑ کا ہے۔ بلکہ بلا مبالغہ یہ لکھتے ہوئے بھی مجھے
کوئی شک نہیں کہ جہنم کی طرف جاتے ہوئے جنت کیطرف
کھینچ لانیوالا تھا۔ در رسالہ میری نظر سے نہ گذرا تھا تو چند
نا اہلوں کے ساتھ ملکر جنکا کام ہی ہمیشہ جناب کو گالیاں
دیتے رہنا ہے۔ یہ عاجز بھی آپ کی شان مبارک میں لغو
الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ اس لئے بصد ادب عرض پرداز
ہوں کہ سابقہ گستاخیوں کو از راہ للہ معاف فرما کر میرے
حق میں خلوص دل سے دعا فرما دیں۔ اب میں اللہ جلشانہ
کی قسم کھا کر یہ چند حروف تحریر کرتا ہوں۔ کہ پیشتر ازیں
جبکہ چوہدری مولا بخش صاحب کا رسالہ میری نظر سے
نہ گذرا تھا۔ میں اس گندے عقیدے پر جو عقیدہ جہنم میں
دھکیلنے والا تھا۔ بڑی مضبوطی سے قائم تھا۔ مگر جب چوہدری
صاحب کا رسالہ احمدؐ رسول میری نظر سے گذرا تو بجائے اس
کے کہ میں اس لغو عقیدہ پر مستحکم طور پر قائم ہو جاتا میرا دل
کشمکش و پیچ میں رہنے لگا۔ چونکہ اس عاجز کو مولیٰ کریم
نے راہ راست پر لانا تھا۔ اس لئے یہ رسالہ بشارت احمدؐ
اللہ تعالیٰ نے آپ سے لکھوایا۔ بلکہ میرا ایمان ہے کہ جو
دیگر ہمارے احباب اس لغو عقیدے میں صاحبزادہ صاحب
کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں وہ بھی اس رسالہ کو پڑھ
کر اس گندے عقیدے پر ہرگز ہرگز قائم نہ رہینگے۔ مجھے
امید کامل ہے کہ آپ کی محنت جو آپ نے محض للہ اسقدر
جانفشانی سے کی ہے اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کریگا۔ اور
سینکڑوں سعید الفطرت اس رسالہ سے فائدہ اٹھا کر آپ
کے دعا گو بنینگے۔ اب ان چند سطور پر خدا تعالیٰ کو گواہ کرتا
ہوں۔ کہ بندہ آج سے ان عقیدوں سے جو کہ میاں صاحب نے
نئے تراشے ہیں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں۔ اور آپ کے لئے
ہر وقت دعا کرتا ہوں۔ کہ مولیٰ کریم آپکو اس کار خیر کا اجر عظیم
عطا فرماوے۔

عاجز نے لکھنا تو بہت کچھ تھا۔ مگر بسبب بیمار ہونے کے
نہ لکھ سکا۔ انشاء اللہ مفصل طور پر آئندہ فرقہ محمودیہ کی قلعی
کھولوں گا۔ اور بعض کینہ ور سیاہ رو فرقہ محمودیہ میں ایسے ہیں۔
جو کہ سوائے گندی گالیوں کا محاورہ رکھنے کے اور کچھ بھی نہیں
جانتے اس پر طرفہ یہ کہ قرآن دانی کا بھی ناز ہے۔ انکا اصلی فوٹو
کھینچکر ہدیہ ناظرین کرونگا۔ اب میں اپنے سابقہ گندے خیالات
سے جو میاں صاحب کی مریدی سے مجھے حاصل ہوئے ہیں توبہ کرتا
ہوں۔ اور حضرت امیر قوم مولوی محمد علی صاحبؒ کے
عقیدے پر جو کہ عین اسلام اور حضرت مرزا صاحب
مسیح موعودؑ کا مذہب ہے ثابت قدم ہوکر ہر طرح سے
قومی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں اللہ توفیق دے۔ ؎

خدا خود می شود ناصر اگر ہمت شود پیدا

رحمت اللہ شوکت سابق مدرس اسلامیہ ہائی سکول حال
پرائیویٹ ٹیچر شہر سیالکوٹ۔ محلہ اللہ لوکاں۔

تازہ خبریں

برطانوی ہوائی بیڑہ کی سرگرمی شملہ ۲ ر اکتوبر۔ عراق عرب کی
جنگی کارروائی کے متعلق حسب ذیل سرکاری مراسلت شائع کی گئی ہے۔

محاذ دجلہ:۔ ہمارے ہوائی جہازوں نے ۲۳ ستمبر کی صبح کو۔ اور
بعد ازاں ۲۷ ستمبر کو کامیابی کے ساتھ غنیم کی ایک جہاز گاہ پر
بم کے گولے پھینکے۔

۲۷ ستمبر کی شام کو ترکوں نے علاقہ سن و جھیلا پر گولہ باری کی۔
اور ۴۰۰ گولے پھینکے جانے کے بعد صرف ایک شخص زخمی ہوا۔

محاذ فرات:۔ محاذ فرات پر کوئی قابل ذکر واقعہ نہیں ہوا۔

برطانوی پیشقدمی ۔ لنڈن یکم اکتوبر۔ سالونیکا کی برطانوی
سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ دریائے سٹرما کے محاذ پر ہماری فوج نے
بلغاری خط تصادم کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔ غنیم کے جوابی
حملے متواتر طور پر ناکام کر دیئے گئے۔ بعد ازاں شدید معرکہ آرائی
اور توپخانہ کی زبردست تیاری کے بعد اپنے فوائد کو وسعت دی گئی
تا حال ایک سو قیدی پہلے ہی گرفتار کرکے بھیجے جا چکے ہیں۔ لڑائی
جاری ہے۔ اور ہمارا توپخانہ محاذ دوران پر سرگرمی کا اظہار کر رہا ہے

لنڈن ۱۲ اکتوبر۔ پیرس کی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ برطانوی
سپاہ کا یکم ماہ رواں کا حملہ جس سے کہ سپاہ فوراً متعدد مستحکم دیہات
پر قابض ہوگئی۔ نہایت ہی شاندار تھا۔ سروی سپاہ نے علاقہ
کیمکالن میں ایک زبردست مستحکم بلندی پر حملہ کرکے بلغاریوں
کو جو بیشمار لاشیں اور باتریاں چھوڑ گئے بے دست و پا کر دیا۔

مشرقی افریقہ میں جنگ ۔ لنڈن یکم اکتوبر۔ بلجیمی سرکاری
مراسلت مظہر ہے کہ جنرل ٹمبوریر نے اطلاع دی ہے کہ تسخیر ٹبورا میں
غنیم ۵۰ یورپین اور ۳ سو دیسی لاشیں چھوڑتا گیا۔ ایک سو
افسران فوج اور غیر کمیشن یافتہ افسر اور بیشمار دیسی گرفتار کئے گئے
ہیں۔ چار توپیں بھی ہمارے ہاتھ لگی ہیں۔ بلجیموں نے داخلہ
شہر پر ۱۸۹ یورپین قیدیوں کو جو باقاعدہ اسیران جنگ تھے اور بلا
نظر بند کر دیئے گئے تھے رہا کر دیا۔ اس تعداد میں سے ۴۰ اطالوی
اور ۳۵ پادری تھے۔ جن میں سے کہ ۲۰ فرانسیسی تھے۔

ابی سینیا میں شہنشاہ کو تخت سے اتار دیا گیا ۔ لنڈن یکم
ابی سینیا کے سرداروں نے ایک جلسہ کرکے شہنشاہ کو تخت سے
اتار دیا ہے اور شہزادی انزیرو زلوڈٹا کو جو ملک کی شہزادی ہے
تخت پر بٹھایا ہے۔ اسکے متعلق کوئی وجہ بیان نہیں کی گئی۔

لنڈن ۲ اکتوبر۔ روم۔ سیر ساسونینو نے وزرائے اٹلی کے ایک
جلسہ میں اعلان کیا۔ کہ شہنشاہ ابی سینیا کی معزولی جرمن منصوبوں
کے خلاف اتحادیوں کی ایک سیاسی فتح ہے۔

نائب وزیر جنگ جرمنی معزول کر دیا گیا ۔ لنڈن یکم اکتوبر۔ ایمسٹرڈم
جنرل فان وینڈل نائب وزیر جنگ جرمنی برخاست کر دیا گیا ہے اطلاع موصول
ہوئی ہے کہ مشہور بیرن فان کہلمان جرمن سفیر مقیم ہیگ جو اعلان جنگ سے
پیشتر جرمن سفیر لنڈن کا مشیر تھا قسطنطنیہ میں سفیر جرمنی مقرر کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست
بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام
دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن
جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد
ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین
آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب
نزد ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۔ششماہی ۔سہ ماہی ۔طلباء سے سالانہ

جلد ۴ | مند بنت المسلمی لاہور یکشنبہ ۹ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۸۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۳۹

بلادِ غیر میں تبلیغِ اسلام

ووکنگ میں پادریوں سے بحث

اندھیرا ہے تلاطم ہے ہوا تند ہے لیکن
ہمیں ڈر اے محمدؐ کیا ہمارے ناخدا تم ہو

آخر کش یہاں کے پادریوں کو اب اس اسلامی مشن کی کامیابی سے تشویش شروع ہو ہی گئی۔ اور اُن کے لئے کس بات کی کمی ہے دولت وغیرہ سب اُن کی مٹھی میں ہے۔ اُنھوں نے پوری کوشش مخالفت کی شروع کر دی ہے۔ مجھے چونکہ عرصہ سے اشاعت و ترقی اسلام کا جنون ہے میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ اپنے ہندوستان کے بھائیوں کو آگاہ کر دوں کہ مشن کے لئے نازک وقت آ چلا ہے۔ اور ابھی ابجد ہی ہے۔ ابھی بہت کچھ آگے سر کے سر کرنا ہونگے۔ مقابلہ بہت سخت ہے۔ مسلمان غریب ہیں۔ اور غربت و افلاس صرف دولت کا نہیں ہر طرح کا ہے مقابلہ میں ایک منظم جماعت ہے جس کے پاس دولت حکومت ثروت حشمت سب کچھ ہے۔ بس ہمارے پاس جو کچھ ہے خود اسلام کی صداقت اور حبیب اللہ صلعم کی بے لوث زندگی ہے۔ ورنہ اور تو تاریکی۔ تلاطم۔ باد مخالف سب ہی سے اس کشتی کو سابقہ ہے۔ ہر طرح ہماری حالت میرے اوپر کے شعر کے مطابق ہے۔

پچھلے اتوار سے پہلے اتوار کو مولوی صدر الدین صاحب کی طبیعت ناساز تھی اس لئے وہ مسجد نہیں گئے صادق ڈوڈلے رائٹ صاحب نو مسلم کا لیکچر مسجد میں تھا۔ بعد ختم لیکچر حسب دستور اعلان کیا گیا کہ جس کو جو کچھ سوال کرنا ہو کرے۔ ایک ہندوستانی شخص کھڑا ہوا اور سوال کیا کہ ہم انفیڈل کس کو کہتے ہیں۔ میں نے کھڑے ہو کر جواب دیا۔ میں سمجھا کہ یہ کوئی شخص ہندو ہے اور اس لئے اس نے ایسا سوال کیا ہے۔ پھر اُس نے سیل کے ترجمہ سے قرآن پاک کی ایک آیت پڑھی جس میں ارشاد تھا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اُس نے کہا آپ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم حضرت عیسیٰ و موسیٰ کی وقعت کرتے ہیں۔ قرآن میں یہ حکم موجود ہے۔ میں نے کہا کہ قرآن پاک کی پوری آیت پڑھئے۔ اور دیکھئے کہ کیا مراد ہے جن عیسائیوں اور یہودیوں نے کوئی دقیقہ مسلمانوں کو تنگ کرنے کا اُٹھا نہیں رکھا تھا اُن کی دوستی سے مسلمان منع کئے گئے۔ ورنہ قرآن پاک میں بار بار نام لے کر ہدایت ہے کہ حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور پیغمبروں کی ہم کو تکریم کرنی چاہئے۔ اسی درمیان میں مولوی صاحب خود

اُن سے ایک نو مسلم نے کہہ دیا تھا کہ پادری ایک ہندوستانی کو لے کر آئینگے وہ سمجھے کہ اگر آپ نہ گئے تو اُن لوگوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملیگا کہ مولوی صاحب پادریوں کے ڈر سے بیمار بن گئے مولوی صاحب نے جواب دینے شروع کئے وہ ہندوستانی پادری سوالات و اعتراضات لکھ کر لایا تھا قرآن کریم کی آیتیں اپنے سیل کے ترجمہ سے پڑھتا تھا کہ قرآن نے قتل کا حکم دیا۔ رسول اللہ خود لڑائیاں لڑے یہ کہ خود رسول کریم نے خود اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ جس کے معنی یہ کہ نعوذ باللہ حضورؐ خود گنہگار تھے۔ مولوی صاحب نے سب کا جواب معقول دیا۔ آخر اعتراض کی بابت یہ بھی کہا کہ ہم لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ کل پیغمبر بے گناہ ہیں۔ اور رسول اکرم صلعم بھی بالکل بے گناہ۔ ترجمہ میں غلطی کی گئی ہے۔ ہمارے پاس اصلی قرآن موجود ہے جو رسول اللہ صلعم کو ہرگز گنہگار نہیں کہتا۔ پھر سائل نے معاشرتی مسئلہ اُٹھایا۔ کہ مسلمان تعدد ازدواج کو روا رکھتے ہیں۔ یہاں اگر کسی نے شادی کی۔ تو اُس کو ہندوستان میں اسلامی قانون نہیں کرتا اور لڑکی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ عورتوں کی بالکل تعلیم نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے ان باتوں کا بھی معقول جواب دیا۔ یہ بھی کہا گیا کہ تعلیم ہندوستان میں مردوں میں بھی کم ہے۔ اور قبل آزاد اور جبری تعلیم کے یہاں انگلستان میں بھی تعلیم کی بہت کمی تھی۔ اسلامی قانون تو جو اعلان کے ساتھ عقد نصاریٰ و یہود سے ہو اُن کو بھی قبول کرتا ہے اُس شخص نے ایک اردو رسالہ بھی دکھایا جس میں خواجہ صاحب کی تصویر تھی اور شاید اُس میں اُن پر تکفیر کے فتوے تھے۔

اُس شخص کا محض مطلب یہاں کے لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنا تھا۔ دو انگریز اُس کی حمایت پر اُس کے ساتھ تھے۔ اور بیچ بیچ میں وہ بھی کلام کرتے جاتے تھے۔ لیکن آخر وہ لوگ یہ کہہ کر چلے گئے کہ اب ہم کو کام ہے۔ بعد کو حال معلوم ہوا کہ یہ ہندوستانی اور یہاں کے پادری گھر گھر گھومتے رہے اور لوگوں کو اسلام سے بدظن کرنے کی کوشش کرتے رہے اس کا بھی شاید اعلان کر دیا تھا کہ اس اتوار کو وہ مسجد میں آ کر سوال کرینگے۔ اور اسی لئے مسجد لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ اُن کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی اور اُن کی فتنہ پردازی کا اثر نہیں ہوا۔ لیکن جو حالات معلوم ہوئے ان سے اس کا اندازہ بخوبی ہو گیا کہ اب یہاں کے پادریوں کے دلوں میں وحشت بہت پیدا ہو گئی ہے۔ اس کی ابتدا و بھی شائد اس قصہ سے ہوئی۔

ووکنگ کے ایک خاندان جس میں پانچ شخص ہیں اُن کی تصویر ہمارے اسلامی ریویو کے رسالہ جولائی نمبر میں چھپی تھی۔

میں رہتی ہے بھیجا۔ اُن کی ماں بہت پریشان ہوئی۔ فوراً اپنے پادری کے پاس گئی۔ اُس سے خط لکھوایا اور خود بھی خط لکھا کہ میں اب تم سے مطلق واسطہ نہ رکھونگی۔ اور اپنی وصیت میں بھی یاد نہ کرونگی۔ پادری نے لکھا کہ وہ اتفاق سے ایک دن مسجد میں آیا تھا۔ عیسیٰ کو خدا یہ لوگ نہیں مانتے اور چونکہ شیطان عقل کے ذریعہ سے کام کرتا ہے اس لئے اُن کے لیکچر موثر ہوتے ہیں اس سے خبردار رہنا چاہئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں کے پادریوں کو بھی اب اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ کیا اندھیر ہے۔ کہ لوگ مسلمان ہوتے جاتے ہیں۔ اور کوئی تدارک نہیں ہوتا۔ اُس کا نتیجہ یہ کہ یہ ہندوستانی شخص جس کا نام ڈینیل علی تھا گلاسگو سے خاص کر بلایا گیا۔ اور اُس اتوار کو یہاں لایا گیا۔ معلوم ہوا کہ چہارشنبہ کو گرجا کے باہر اُس سے بھی لیکچر دلوایا گیا۔ اور اُس میں اُس نے اپنے نزدیک اسلام کی بہت سی خرابیاں خصوصاً عورتوں کے متعلق بیان کیں۔

پچھلے اتوار کو پھر وہ شخص معہ متعدد انگریزوں کے جن میں سے دو انجیل کے ماہر کہے جاتے ہیں آیا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ ہفتہ بھر اُن سب لوگوں کے یہاں آتا جاتا رہا جو مسلمان ہو گئے ہیں۔ یا جو یہاں آتے رہتے ہیں۔ اس اتوار کو ایک بہت ہونہار اور شریف الخاندان مصری سید احسان البکری کا وعظ تھا۔ جب وہ یہاں آئے تو اُن سے کہہ دیا گیا تھا کہ شاید معترض لوگ آویں اُن کے جواب کے لئے بھی سوچ رکھیں۔ چنانچہ اُنھوں نے اپنے وعظ کا موضوع ہی قرآن پاک کی ایسی آیتیں قرار دیں جن میں عورتوں کا بھی ذکر آ جاوے۔ اور نہایت فصاحت اور جوش سے تقریر کی جس کا اثر سامعین پر اچھا پڑا۔ حسب معمول جب سوالات کو کہا گیا تو اُس شخص نے پھر سوالات شروع کئے۔ کلکتہ کی مردم شماری کی شاید رپورٹ تھی۔ اُس سے اُس نے پڑھا کہ مسلمانوں کی تعداد کی بڑھنے کی وجہ تعدد ازدواج ہے اس پر عرصہ تک بحث رہی۔ سید احسان البکری صاحب نے سمجھایا کہ تعدد ازدواج ہر ملک میں ہر وقت رائج رہا ہے اور اب بھی ہے۔ جو ملک اپنے کو محض ایک عورت سے عقد کے قانون کا پابند سمجھے ہوئے ہیں اُن میں بھی عملاً ایک ایک کا متعدد عورتوں سے تعلق ہوتا ہے۔ وہ خرابی کئی عورتوں سے نکاح کرنے کے مقابلہ میں بہت قبیح و مضر ہے۔

کی آیت کا ترجمہ پڑھا۔ جس سے اُس نے پردہ کے رواج کو دکھایا۔ مولوی صاحب نے اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالی پھر اُس نے قسمت وغیرہ کے مسئلہ کی آیتوں کا غلط ترجمہ پڑھ کر اُن سے استدلال کیا پچھلی اتوار کے سوالات کو پھر دہرایا۔ اور یہ کہہ کر کہ وہ لنڈن جا کر اپنے مسلمان دوستوں سے یہ پوچھ آیا ہے کہ سیل کا ترجمہ بہت صحیح ہے اور اُس میں جو رسول اللہ

کے ہے۔ اسپر دیر تک بحث رہی۔ وہ خود اپنی کمزوری محسوس کرتے تھے۔ اسلئے کہ مولوی صاحب بیچ بیچ میں انجیل سے اپنی واقفیت کا ثبوت بھی دیتے رہتے تھے۔ مولوی صاحب نے ایک مرتبہ یہ بھی سوال کیا تھا کہ حضرت عیسٰی نے تو اپنے آپکو نیک۔ good کہے جانے سے بھی رد کردیا تھا۔ کہ صرف ایک خدا ہی نیک good کہا جا سکتا ہے۔ بیٹے بھی یہ کھڑے ہوکر یہ کہا تھا۔ کہ عیسائیوں کا تو یہ اعتقاد ہے کہ ہر انسان جو عورت سے پیدا ہو وہ گناہگار ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اور قسمت کی پابندی کیا ہوسکتی ہے۔ آخرش اُس شخص نے پھر وہ رسالہ شعلہ الہ اور اُس کا ترجمہ لوگوں کو سنایا کہ خواجہ کمال الدین قادیانی مرزا غلام احمدؐ کے جو اپنے کو مسیحا کہتے تھے۔ اور وہ ہیضہ سے فوت ہوئے معتقد ہیں۔ انکو لوگ مسلمان مانتے ہی نہیں۔ اسلئے یہاں جو لوگ مسلمان ہوں وہ کہیں کے نہیں رہینگے ہندوستان کے مسلمان انکو بھی مسلمان نہیں مانتے۔ اُس نے لوگوں کو یہ بھی سُنایا کہ خواجہ صاحب روپیہ جمع کر رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ خواجہ صاحب اپنی چلتی ہوئی وکالت چھوڑکر خود اپنے روپیہ سے یہاں آئے تھے۔ یہاں مصری اور ترکی اور عربی اور ایرانی سب مسلمان اُنکے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے لیکن وہ بار بار کہتے کہ اس رسالہ کا کیا جواب ہے۔ سید احسان البکری صاحب نے بھی کہا کہ میں تو مصری ہوں۔ اسلام سب کا ایک ہے مگر وہ شخص بار بار خواجہ صاحب کے قادیانی ہونے کا ذکر کرتا رہا۔ تب میں نے کھڑے ہوکر کہا کہ میں تمکو اس کا چیلنج دیتا ہوں۔ کہ تم ثابت کرو۔ کہ میں مرزا غلام احمدؐ صاحب کو مسیحا مانتا ہوں۔ اسلام میں سوال شخصیت کا نہیں ہے۔ رسول اللہ صلعم نے تو یہاں تک کہدیا ہے کہ حضرت ابراہیم بھی مسلمان تھے وہ اس سے سٹ پٹایا تو کہنے لگا۔ کہ مسلمان ہندوستان میں جوتا پہنکر نماز نہیں پڑھتے۔ یہاں یہ لوگ پڑھتے ہیں مولوی صاحب نے سمجھایا کہ رسول اللہ نے خود جوتے کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ نماز میلے اور گندے جوتے کے ساتھ نہیں پڑھی جاتی۔ اس نے کہا کہ وہاں ہندوستان میں تو اسقدر احتیاط ہے۔ کہ یورپین لوگ جب مسجد میں جاویں تو اُنکے جوتے کے اوپر سلیپر پہنا دیئے جاتے ہیں۔ احسان البکری صاحب نے بھی کہا کہ اس سے ظاہر ہے کہ بعض غلاظت وغیرہ سے احتیاط کیجاتی ہے۔ کہ گندے جوتے مسجد میں نہ جاویں۔ ہم لوگ یہاں بھی اور لنڈن میں بھی اکثر جوتا اُتار کر نماز پڑھتے ہیں۔ عیدوں کی تصاویر بھی موجود ہیں۔ ....

اس نے پھر حوروں وغیرہ کے متعلق سوال کیا۔ البکری صاحب نے اُسکا بھی جوابدیا۔ تب اُس نے کہا کہ تم لوگ پورا اسلام یہاں کے لوگوں پر ظاہر ہی نہیں کرتے۔ جو لوگ مسلمان ہوتے ہیں اُنکے پاس قرآن نہیں ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ابھی یہ لوگ تو اسلام کے اول اصولوں سے واقف ہوئے ہیں۔ بعض کے پاس قرآن کریم ہے بعض کو بیشک ابھی پورا قرآن شریف نہیں معلوم۔ کتنے عیسائی ہیں، جنکو بائیبل (انجیل) نہیں معلوم۔ اسکا جواب جو اُسکے ساتھ کے انگریز نے دیا وہ کم سے کم میرے لئے بہت دل شکن تھا۔ اور وہ یہ کہ دنیا میں کوئی عیسائی نہیں جسکے پاس ایک جلد انجیل کی نہ پہنچائی گئی ہو۔ جب ان لوگوں سے انجیل کی اس آیت کے معنے بتانے کی فرمائش کی گئی۔ کہ جس میں حضرت عیسٰی نے کہا کہ جو بی بی وغیرہ کو اُن کے لئے چھوڑتا ہے اسکو اس دنیا میں اور آئندہ دنیا میں manifold متعدد بیبیاں وغیرہ ملینگی۔ تو وہ ایک معمولی سا جواب دیکر اور دو اڑھائی گھنٹہ کی بحث کے بعد چلتے ہوئے۔ مگر میں صاف کہتا ہوں کہ میرے دل کو کسقدر مغموم ضرور چھوڑ گئے۔ خدانخواستہ اس وجہ سے نہیں کہ مجھے یہاں اشاعت اسلام کے کام سے کوئی بیدلی ہوئی۔ نہیں۔ میں تو اُن صرف دو تین سے ایک مسلمان ہوں جنکو اشاعت کا جنون تھا اور جس نے بارہ برس پیشتر یہ دعوٰے کیا تھا اور اپنے ایک رسالہ میں لکھ بھی دیا تھا کہ نہ صرف انگلستان بلکہ کل عالم اسلامی اصولوں کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو رہا ہے خواہ وہ مذہبی ہوں۔ معاشرتی ہوں۔ اخلاقی ہوں۔ ملکی ہوں یا کوئی ہوں انگلستان میں اشاعت اسلام کی کوشش پر مجھے حسب معمول میرے ہندوستانی مسلمان بھائیوں نے مجنون کہا تھا۔ اور اسوقت سہروردی صاحب اور میرے وولینگ جانے پر یہاں کام ترک بھی گیا تھا۔ اب تو خدا خواجہ کمال الدین اور مولوی صدرالدین صاحبان کو جزائے خیر دے ان لوگوں نے پھر یہ ثابت کردیا ہے کہ سہروردی اور مشیر مجنون نہ تھے۔ اور ابھی کیا ہے۔ ابھی انشاءاللہ ان جزیروں میں اسلام کو اور ترقی ہوگی۔ مجھے اسکا یقین واثق ہے مگر میرا دل اب یہ بھی کہتا ہے کہ اسلام کو بحیثیت قوم کے اختیار کرنیوالی یہ قوم نہ ہوگی بلکہ کوئی اور مگر لیکن پھر بھی یہاں اسلامی اصول اپنے کو منوا ہی کر چھوڑینگے۔

میرے قلب کو جو اس انوار کے مباحثہ سے جو بیدلی ہوئی وہ قرآن پاک اور انجیل کی اشاعت کی بحث سے ہوئی ہے۔

اس دنیا کی صرف ایک مشن اسلامی کی بھی یہ حالت ہے کہ وہ قرآن پاک کے اسلامی ترجمہ (عربی متن کے ساتھ اس لئے کہ میں عربی متن کو لازمی اور اشد ضروری سمجھتا ہوں) متعدد یورپی زبانوں میں مع مختصر تفسیر کے شایع کرنا تو درکنار اسوقت اسقدر استطاعت بھی نہیں رکھتی کہ ان ڈیڑھ دو سو مسلمانوں کو راڈول وغیرہ ہی کے ترجمہ کردہ قرآن کی جلدیں ایک ایک بھیج سکا کریں۔ جو اسلام اختیار کرتے ہیں۔ اور عیسائی انتظام کا یہ حال ہے کہ واقعی دنیا میں شائید ایک عیسائی بھی نہ ہو۔ جسکے پاس انجیل موجود نہ ہو۔ خواہ وہ کوئی زبان بولتا ہو۔ اور خواہ وہ کہیں کا رہنے والا ہو۔ عیسائی تو عیسائی ہم سب کو تجربہ ہے کہ ہندوستان میں اور یہاں کبھی کسی کا نام گزٹ وغیرہ میں الیف اے یا بی اے یا بیرسٹری یا وکالت میں نکلا اور ایک خولصورت جلد کی سنہری کنارے کی انجیل اُسکے پاس پہنچ گئی اور بالکل اس طرح سے جیسے ابھی خود بخود آسمان سے اُتر آئی ہے بھیجنے والے وغیرہ کا نام بھی نہیں معلوم ہوتا۔

دنیا میں صرف ایک کتاب آسمانی بلا تحریف و تبدل آج موجود ہے وہ قرآن پاک ہے۔ دنیا میں خالق کون و مکان کی حمد کی بہترین کتاب انسانی اخلاق کے لئے بہترین دستور العمل۔ قرآن پاک ہے۔ مذہب اسلام جو کہ دنیا کے ہر مذہب کا بہترین حصہ اسی کتاب پاک میں موجود ہے۔ مسلمان ماشاءاللہ دنیا کے ہر گوشہ میں موجود ہیں۔ جس قدر مسلمانوں کو اپنے مذہب سے محبت ہے۔ جس قدر مسلمانوں کے دل میں کلام الٰہی کی عظمت ہے دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں اسکی مثال نہیں۔ پھر بھی قرآن پاک کی اشاعت اس تحریف شدہ اناجیل کے مقابلہ میں جو رائج ہے کیا ہے۔ بہت ہی بہت کم + (مشیر حسین قدوائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر

سنتِ ابراہیم اور اسلام

یٰبُنَیَّ اِنّیٓ اَریٰ فِی المَنَامِ اَنّیٓ اَذبَحُکَ فَانظُر مَاذا تَریٰ۔ اے میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس بتا تیری کیا رائے ہے۔

یہ وہ آیہ مقدسہ ہے کہ جو اس عظیم الشان قربانی کو یاد دلاتی ہے جس کی ادائیگی کی یادگار ہمارے لئے عید بنکر آتی ہے۔ غور کرو۔ جناب ابراہیم علیہ السلام کس دل و گردہ کے ساتھ یہ الفاظ اپنے پیارے بچے کے منہ پر کہتے ہیں۔ اور ذرا بھی اپنے دل میں کوئی وسوسہ تک نہیں لاتے۔ وہ پوچھتے ہیں اور یوں اپنے جوان بچے کی ہمت و استقلال اور تقوی اللہ کا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ یٰبُنَیَّ اِنّی اَریٰ فِی المَنَامِ اَنّی اَذبَحُکَ فَانظُر مَاذا تَریٰ۔ اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس بتا تیری کیا رائے ہے۔ پھر جانتے ہو کہ اس بچہ کی طرف سے جو ابھی...... جوانی کی عمر تک پہنچا ہے۔ جس عمر میں بیشمار امنگیں انسان کے دل میں پنہاں ہوتی ہیں۔ جبکہ اُسے دنیا میں اپنی عقل و فہم کو کام میں لاکر اس سے فائدہ اٹھانا اور زمانہ کی اُن شیرینیوں کا مزا چکھنا ہوتا ہے۔ جو بہت حد تک جوانی ہی کی عمر میں انسان کو میسر آسکتی ہیں۔ اس نازک امر کے متعلق۔ اس ہولناک بات پر اس نہایت ہی مشکل سوال کے جواب میں کیا کچھ اُسکے منہ سے نکلتا ہے اور کس غیر معمولی جرأت و استقلال اور اس تقوٰے اللہ کا نمونہ وہ دکھاتا ہے۔ جو اُسکے مقدس والد کا منشاء اصلی اور اسلام کا سچا نمونہ ہے۔ وہ نہایت ہی بلند حوصلگی اور عالیشان ہمت استقلال مزاجی کے ساتھ فرماتا ہے۔ اور اپنی رائے کا اظہار کرتے وقت ان مبارک الفاظ کو سننے نکالتا ہے کہ یٰاَبَتِ افعَل مَا تُؤمَرُ سَتَجِدُنِیٓ اِن شَآءَ اللہُ مِنَ الصّٰبِرِینَ۔ میرے باپ! تو بیشک اس بات کو کر گذر۔ جسکا تجھے حکم دیا گیا ہے۔ مجھے تو انشاءاللہ تعالےٰ صبر کرنیوالوں میں سے پائیگا۔ اللہ اللہ! کیا بلند حوصلگی ہے اور اللہ تعالےٰ پر کسقدر توکل۔ ہاں اس کی پاک رضا کو پورا کرنے کی کسقدر خواہش ہے کہ اُسکے ایک ذرا سے اشارہ سے رگِ جان کو کٹوا دینے سے بھی احتراز نہیں۔ یہ ہے۔ وہ اسلام۔ جسکا نمونہ جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰة والسلام نے ہمارے سامنے پیش کیا اور کئی سال اسی نمونہ کو تصویری زبان میں ہمیں یاد دلاکر اسپر عمل پیرا ہونے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ بیشک یہ دن یوم عید ہے لیکن اُن لوگوں کے لئے جو جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰة والسلام کی طرح فَلَمَّآ اَسلَمَا کے مصداق ہوں۔ جو اپنے نفس اور اُسکی تمام خواہشات کو تَلَّہٗ لِلجَبِینِ کے رنگ میں پیش کرکے اُنکے اوپر رضائے الٰہی کی چھُری چلا دیں۔ ورنہ یاد رکھو یہ یوم عید نہیں یوم وعید ہے۔ لاکھ تم بکروں کو ذبح کرو۔ اور اونٹ وغیرہ جیسے قیمتی جانوروں کو قربانی میں دے دو۔ لیکن جب تک یہ بات تم نے حاصل نہیں کی۔ جو فَلَمَّآ اَسلَمَا وَتَلَّہٗ لِلجَبِینِ کا مقصد و منشائے اصلی ہے۔ اُسوقت تک تم ان محسنین میں شمار نہیں ہوسکتے۔ جن میں جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰة والسلام کو شامل کیا گیا۔ اور اُن کی یادگار میں وَفَدَینٰہُ بِذِبحٍ عَظِیمٍ وَتَرَکنَا عَلَیہِ فِی الاٰخِرِینَ کی سنت مسلمہ قائم کی گئی۔ خدا تعالےٰ خود فرماتا ہے۔ لَن یَّنَالَ اللہَ لُحُومُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِن یَّنَالُہُ التَّقوٰی مِنکُم۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانی کا نہ گوشت پہنچتا ہے اور نہ لہو۔ بلکہ اسکو تو اگر پہنچ سکتا ہے تو وہ تقوٰے جو تمہاری طرف سے اس قربانی کا موجب ہوا۔ آخر یہ کونسی تکمیل تھی؟ جو جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰة والسلام نے کی اور جسے اللہ تعالےٰ نے اس کی یادگار منانے کا حکم دیا۔ نہیں بلکہ ایک دور اندیش انسان دیکھ سکتا ہے۔ کہ جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما الصلوٰة والسلام نے ہمیں اپنے عمل سے اسلام کے حقیقی معنے سمجھائے ہیں۔ اسلام کے معنے ہیں اپنے آپکو بکلی اللہ تعالیٰ کی رضا پر چھوڑ دینا۔ پس جناب ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام نے جان جیسی قیمتی چیز کو ایک ادنےٰ سے اشارہ پر قربان کر دینے کا عملی طور پر تہیہ کرکے بتا دیا ہے۔ کہ اسلام اسکا نام ہے اور وہ حقیقی مسلم ہیں۔ اسی نیک نمونہ اور اسوۂ حسنہ کو ہم اس پاک اور کامل انسان میں بھی پاتے ہیں۔ جس نے نہ صرف زبان سے ہی یہ کہا۔ کہ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ۔ بِذٰلِکَ اُمِرتُ وَاَنَا اَوَّلُ المُسلِمِینَ۔ اور یہ کہکر ہمیں اسلام اور مسلم کے حقیقی معنوں کو سمجھا دیا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں جان تک لڑا دی۔ پس وہ شخص جو مسلم اور مومن ہونے کا مدعی ہے۔ جس کا یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ اسلام جیسے پاک مذہب کا پیرو ہے۔ وہ آئے اور دیکھے۔ کہ اسلام اس سے کیا چاہتا ہے۔ اور اسے کیا کچھ کرنا چاہئے۔ بیشک تم جانوروں کی قربانی کرو۔ لیکن وہ چھُری جو تم اُنکی گردن پر پھیرتے ہو چاہئے کہ وہ تمہاری نفسانی خواہشات اور ان خیالات کے اوپر پھر جائے جنکا الٰہی رضا کے ساتھ کوئی تعلق اور واسطہ نہیں +

اسلام آج بیکس ہے۔ اور وہ چاہتا ہے۔ کہ جناب اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح سے اُسکے فرزند بھی اُس کی راہ میں اپنے آپ کو قربانی کرکے اُس کی ترقی و ازدیاد اعزاز کا موجب ہوں۔ وہ اس وقت بھی زبان حال سے اپنے دعویدار فرزندیت سے یہ دریافت کرنا چاہتا اور کر رہا ہے کہ یٰبُنَیَّ اِنّی اَریٰ فِی المَنَامِ اَنّی اَذبَحُکَ فَانظُر مَاذا تَریٰ۔ میرے بیٹے میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ پس بتا تو تیری کیا رائے ہے۔

کیا وہ لوگ جو اسلام کے نام پر بظاہر مرمٹنے کو تیار اور ہر طرح سے اس کی خدمت و خیرخواہی کا دم بھرتے ہیں۔ جو اُس رسول امین کے اُسوۂ حسنہ کو ہی سب سے بڑھکر واجب التقلید سمجھتے اور رات دن اسکی پیروی کا وعظ کرتے ہیں جو اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہونے کے ساتھ ہی اسلام کو دنیا میں قائم و برقرار کرنیوالا اور اُس پر حقیقی طور پر کاربند

تھا۔ اسوقت اپنے عملی نمونہ سے اس سوال کا وہی جواب دینگے۔ جو جناب اسمٰعیل علیہ السلام نے دیا کہ یٰاَبَتِ افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصابرین

عید الضحیٰ کا دن گویا ہمیں اسلام کی حقیقی غرض وغائیت کو سمجھاتے اور تصویری زبان میں اُس کا نقشہ ہمارے سامنے پیش کر کے اُس پر کاربند کرنے کے لئے ہے۔ جس سنت ابراہیمی کو اس عید کے دن سے شروع کر کے اسلامی دُنیا میں اس کے بعد تین دن تک جاری رکھا جائیگا۔ وہ اسلئے نہیں۔ کہ چند غریب جانوروں کی گردن پر چھُری چلا کر ہم تھوڑی دیر کے لئے ان سے متمتع ہو جائیں۔ بلکہ اصل غرض تو ہمیں اس حقیقت کی طرف لے جانا ہے جو اسلام کے اصلی معنوں کو واضح کر لی اور ہمیں سچا مسلمان بنانا چاہتی ہے۔ یعنے اللہ تعالےٰ کی راہ میں اپنے آپ کو بکلی منہمک کر کے تمام ان باطل خیالات و خواہشات کو چھوڑ دینا۔ ان سب علائق کو قطعاً بھلا دینا جو اس مقدس کام میں روک کا موجب اور اس پاک راہ میں حائل ہوں اسی کا اقرار حضرت مسیح موعودؑ نے ہم سے ان الفاظ میں لیا کہ ”میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا“ کاش کوئی ان حقائق سے فائدہ اُٹھا کر ان صحیح اسباق پر کاربند ہونے والا ہو۔ جو عید جیسے مبارک ایام اور اُنکی پاک تقریبات کا مقصد ومنشائے اصلی ہیں ٭

جنگ اخلاق کے عین مطابق ہے

وہ لوگ جو اسلامی جنگوں کو از روئے اخلاق اپنی نکتہ چین نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ”وحشیانہ“ اور ”خلاف تہذیب“ وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے اور اُنہیں سخت بد اخلاقی پر مبنی قرار دیتے ہیں وہ آئیں اور آج مہذب دُنیا کے نکتہ ور اصحاب کی ان زبردست آرا کو ملاحظہ کریں۔ جو موجودہ جنگ یورپ نے پیدا کی ہیں۔ بقول معاصر ہمدم بمبئی ہائیکورٹ کے نامور جج مسٹر بیمن نے گجراتی اخبار ساتھ ورتمان میں ایک مضمون بعنوان ”موجودہ جنگ پر اخلاقی حیثیت سے ایک نظر“ لکھکر اُس میں یہ بتایا ہے۔ کہ :۔

”اس جنگ سے ہمارے سوشل قومی اور اخلاقی قوانین میں ایک عظیم تغیر پیدا ہوگا۔ تجارتی جدوجہد اور عیش وعشرت کے حمار نے امن وامان کی برکات اور اسکی اخلاقی فوقیت کا سکہ اس طرح ہمارے دلوں پر بٹھا دیا تھا کہ ہم جنگ کو زمانہ قدیم کا ایک وحشیانہ فعل سمجھنے لگے تھے“

وہ لکھتے ہیں۔ کہ :۔

”ہر جنگ کو بُرا نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ اُن میں سے اکثر بہت سی حیثیتوں سے مفید اور ضروری ہوتی ہیں“

نیز اس بات کی صاف طور پر شہادت دی ہے۔ کہ :۔

”اگر ایک مرتبہ یہ تسلیم کر لیا جائے اور یقیناً اسے عام طور پر ماننا پڑیگا۔ کہ حق و انصاف انفرادی اور اجتماعی زندگی و آزادی اور اعلےٰ مقاصد کی خاطر جنگ و جدال کرنا جائز ہے۔ تو حقیقت میں جنگ اخلاق کے عین مطابق ہے۔ اور اسکے بعد ہم بآسانی صلح پسندوں کی رائے کو رد کر سکتے ہیں۔ .... وہ لوگ جو ہر صورت میں امن وصلح کو بہتر سمجھتے ہیں صرف یہی نہیں کہ وہ غلطی پر ہیں۔ بلکہ وہ نہایت کمینہ خیال کے لوگ ہیں“

اس کھلے اعتراف کے بعد اسلام کو مورد اعتراض ٹھہرانا یقیناً پرلے درجہ کی حماقت ہوگی۔ کون نہیں جانتا۔ کہ آنحضرت صلعم نے حق و انصاف اور مذہبی آزادی کے قائم و برقرار کرنے کے لئے لڑائیاں کیں۔ جسکے بغیر نہ تو آپ کی جان ہی محفوظ رہ سکتی تھی۔ اور نہ ہی آپ کے ساتھی مسلمانوں کی بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ بغیر اسکے دنیا میں کوئی مذہب زندہ نہیں رہ سکتا تھا اور نہ آزادی رائے قائم ہو سکتی تھی۔ جو مہذب دنیا کا سب سے بڑا اور قابل فخر اصل الاصول ہے

معذرت گذشتہ ۷ر اکتوبر اخبار کی کاپیاں جب تیار ہو کر پریس میں جا چکی تھیں تو معلوم ہوا کہ حج اور عید الضحیٰ کی تعطیلات کیوجہ سے اخبار چھپ

مراسلات

تبدیلیٔ عقیدہ کا الزام کس فریق پر عائد ہوتا ہے۔

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بینے اس سے پیشتر مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا رسالہ ”ختم نبوت کی حقیقت“ (۱۹۱۴ء) میں سے چند عبارات نقل کر کے آپ کو بھیجی تھیں جو اخبار میں شایع ہو چکی ہیں۔ اُن سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ مسئلہ کفر و اسلام کے متعلق مولوی عمر الدین صاحب کا اور جماعت احمدیہ کا کیا عقیدہ تھا۔ مینے ”جماعت احمدیہ“ اسلئے لکھا ہے۔ کہ اس وقت اس رسالہ کی جہاں تک میں جانتا ہوں کسی احمدی نے تردید نہیں کی تھی۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے۔ کہ اسی رسالہ کے ٹائیٹل پیج کے اندر یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ کہ ”منکرین حقیقت کے لئے خواہ وہ امرتسری ہو یا دیوبندی مبلغ یکصد روپیہ انعام اسکے جواب باصواب لکھنے پر دیا جائیگا“۔ کیا مولوی عمر الدین صاحب ہمیں اتنا معلوم کرا دینگے۔ کہ آجتک کسی نے بھی یہ روپیہ لیا ہے یا نہیں۔ مولوی صاحب میاں محمود احمد صاحب کی بیعت میں داخل ہیں۔ امید ہے کہ مولوی صاحب ہمیں یہ بھی بتا کر مشکور فرما دینگے۔ کہ اُنہوں نے کس لئے اپنے عقائد مندرجہ رسالہ ”ختم نبوت کی حقیقت“ سے منہ پھیر لیا اب میں ”ختم نبوت کی حقیقت“ میں سے چند عبارات نقل کرتا ہوں۔ ناظرین کرام ہی دیکھ لیں کہ نبوت کے متعلق مولوی صاحب ۱۹۱۴ء میں کیا عقیدہ رکھتے تھے۔ وہ لکھتے ہیں کہ

”یہی سچ ہے کہ کامل متبع اپنے متبوع کے تمام کمالات نبوت سے حصہ پاتا ہے اسی لئے اُسے نبی متبوع کا ظل کہا جاتا ہے اور یہی کمالات ظلی نبوت کا ہے۔ جسکا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا اور اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی۔ تو یہی کاملین بالاصالت نبی ہوتے۔ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے تو معاملہ کو بالکل صاف ہی کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں کمالات نبوت کے بکثرت دیئے جانے کے باعث حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کو نبیوں میں شامل کر دیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ......

...... جہاں مذکورہ بالا حوالہ سے صدیقؓ اور عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے مقامات نبوت کا پتہ ملتا ہے وہاں حدیث لو کان بعدی نبیًّا لکان عمرؓ کے معنے بھی صاف ہو گئے۔ اگر اس حدیث کے معنے یہ ہوتے کہ حضرت عمرؓ نبی نہیں۔ تو حضرت مجدد صاحب اس حدیث کی بناء پر حضرت عمرؓ اور صدیقؓ کو ہرگز ہرگز انبیاء میں داخل نہ کرتے۔ ہمارے مخالف جو یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب سے پہلے بھی کسی کو نبی کہا گیا ہے وہ مجدد صاحب کی اس عبارت کو غور سے پڑھیں۔ (صفحہ ۳۴ تا ۳۵)

تمام احمدی ختم نبوت تشریعی کے قائل ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ ابتداء سے آخر تک یہی کہتے رہے۔ اور وہ مولوی جو یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ وہ بالکل جھوٹ بولتے ہیں۔ جیسے کہ ہم حضرت اقدس کی بعض عبارات نقل کر کے دکھاتے ہیں۔ چنانچہ توضیح مرام جو آپ نے اپنے دعوے کے متعلق ابتداء میں تحریر کی ہے اُس میں آپ صاف تحریر فرماتے ہیں :— جزئی طور پر وحی اور نبوت کا اس امت مرحومہ کے لئے ہمیشہ دروازہ کھلا ہے۔ مگر اس بات کو بحضور دل یاد رکھنا چاہئے۔ کہ نبوت جسکا ہمیشہ کیلئے سلسلہ جاری رہیگا۔ نبوت تامہ نہیں ہے۔ بلکہ جیسا کہ میں ابھی بیان کر چکا ہوں۔ وہ صرف ایک جزئی نبوت ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے جو انسان کامل کے اقتداء سے ملتی ہے جو مستجمع جمیع کمالات تامہ ہے۔ یعنے ذات ستودہ صفات حضرت سیدنا ومولانا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ....

مذکورہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے کہ ختم نبوت کے حضرت اقدس قائل ہیں۔ اور جس نبوت کا آپ دعوے کرنے والے تھے وہ جزئی نبوت ہے یا ظلی نبوت نہ نبوت تشریعی یا نبوت بالاصالت۔ اور یہی مذہب آپ کا آخر تک رہا۔ اور ہمیشہ اسی حقیقت کو مختلف طرزوں میں بیان کرتے رہے۔ جسکو نہ سمجھکر کم فہم علماء نے لوگوں کو حضرت کے ماننے سے روکا۔ اور اگر وہ سمجھے تو دانستہ اصل حقیقت کو بگاڑ کر پیش کیا۔ (صفحہ ۷۷ تا ۷۹)

الرؤیا الصالحۃ یریھا المومن او تری لہ۔ اب اس حدیث سے ظاہر ہے کہ المبشرات (خدا کی طرف سے بشارات کا ملنا) نبوت کا ایک جزو ہے۔ پس اگر نبوت بالکل ختم ہو گئی ہوتی۔ تو آنحضرتؐ یہ کبھی نہ فرماتے۔ کہ نبوت میں سے مبشرات باقی ہیں۔

(**نوٹ**) لفظ آگے جو اس حدیث میں ہے کہ کچھ لوگوں نے پوچھا۔ کہ یا رسول اللہ مبشرات کیا ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ کہ رؤیا صادقہ جو نیک آدمی دیکھتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ مبشرات خوابوں ہی کا نام ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ مخاطب وہ لوگ ہیں جو مبشرات کو نہیں جانتے۔ اسلئے انکے فہم کے لحاظ سے انکی شان کے مطابق فرمایا۔ کہ نیک خوابیں مبشرات ہیں اور یہ سچ ہے کہ سچی خوابیں مبشرات ہیں۔ لیکن حسب منصب الہیٰ ...... کامل مومنین پر فرشتگان آسمان کا نزول ہوتا ہے اور وہ انہیں بشارتیں دیتے ہیں اور آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ کے مناقب میں فرمایا ہے۔ کہ فرشتے اسکی زبان پر کلام کرتے ہیں۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ عمرؓ محدث ہیں اور محدث وہ ہوتا ہے کہ جس کی وحی دخل شیطان سے پاک ہو اور جس کی زبان سے حق ہی نکلے اور یہ محدث کی تعریف احادیث صحیحہ میں ہے اور ان کا خلاصہ یہ ہے کہ محدث امتی نبی ہوتا ہے (صفحہ ۱۲۷-۱۲۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اللہ تبارک وتعالےٰ نے مثیل انبیاء کے وجود سے خالی نہیں رکھا۔ بلکہ کوئی نبی نہیں جس کی نظیر اس امت میں پیدا نہ کی گئی ہو۔ ....

اب صاف ظاہر ہے کہ صحابہؓ جنہیں مثیل عیسےٰ وموسیٰ وداؤد و ابراہیم اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظیر کہا گیا ہے وہ کمالات نبوت کے جامع تھے۔ ...... آنحضرتؐ کے کامل متبعین کو کمالات نبوت مل سکتے ہیں۔ جن سے متصف ہو کر وہ نبی بن سکتے ہیں اور یہی بات حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں بتائی گئی ہے کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی نظیر ہیں۔ ...... بعض مولوی کہا کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے کانبیاء فرمایا ہے۔ نہ انبیاء اس لئے ہم مثیل انبیاء تو ہو سکتے ہیں۔ لیکن نبی نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ انوکھی منطق ہے جسے میں کبھی نہیں سمجھا۔ (صفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳)“

خاکسار۔ ٹی۔ ایم۔ ابراہیم۔ از کالیکٹ ۲۷ ستمبر ۱۹۱۶ء

قابل توجہ حضرت امیر الملت ایدہ اللہ بنصرہٖ

انگریزی ترجمۃ القرآن کے مبارک اور نفع رساں کام میں کامیاب وبامراد ہونے اور اُس سے فرصت پانے پر ہر ایک فرد قوم کا یہ فرض ہے۔ کہ جناب کی خدمت والا میں مبارکبادی کا تحفہ پیش کرے۔ اور اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرے۔ کہ جس نے ہمارے قابل قدر اور پیارے امیر کو دین قویم کی ایک نہایت شاندار خدمت کے ادا کرنے میں کامیاب وبامراد کیا۔ اور تمام حاسدوں اور خود پسندوں کی آرزوؤں کو ناکامی اور نامرادی اور حرمان نصیبی کے ٹیکے کا سزاوار قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے امیر الملت کے دلی جوش سے محنت کرنے کا ثمرہ خود ہی بہتر سے بہتر دینے والا ہے۔ اور جس غرض کے لئے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اُس غرض کو پورا کرنا بھی اسی کے دست مبارک میں ہے۔ اب اسوقت کہ حضور والا نے ایک مبارک کام سے فرصت حاصل کر لی ہے۔ ایک نہایت ضروری عرض کرنا شاید بیجا نہ ہوگا۔ اور وہ عرض بھی اُسی امر کے لئے ہے کہ جس سے آپ کی فطرت سلیمہ کو زیادہ دلچسپی ہے۔ اور جس کا اہل کل قوم نے عموماً اور مرحوم ومغفور جناب مولانا نور الدین قدس سرہٗ نے خصوصاً آپ کی ذات ستودہ صفات کو قرار دیا ہے۔ اِس سے غرض ہماری اُردو ترجمہ قرآن کریم ہے۔ جس کی طرف ہم حضرت قبلہ امیر الملت کی توجہ مبذول کرانا نہایت ضروری خیال کرتے ہیں۔ اُردو ترجمے قرآن کریم کے معہ حواشی کے اگرچہ بہت سے موجود ہیں۔ مگر مقدس اسلام پر نئے نئے یا پُرانے اعتراض نئے رنگ میں پیش کئے جانے کی صورت میں اُن سے وہ فوائد بہت کم حاصل ہوتے ہیں کہ جنکی ضرورت ہے۔ ایسے ہی قرآن کریم کے بعض خاص مقامات کے جو معنے اور اُن پر حاشئے تراجم موجودہ میں ہیں۔ اُن سے بسا اوقات دل خراب ہو جاتے ہیں اور سخت حیرت و استعجاب سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مثلاً مولینا نذیر احمد مرحوم کے ترجمہ قرآن میں حضرت داؤد علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

پنجشنبہ مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱٦ء نمبر

مسئلہ نبوت کے متعلق الفضل کی تازہ تشریحات

۸ ستمبر ۱۹۱٦ء کے الفضل میں مولوی حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی کے اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے جو ہم نے پیغام صلح میں نقل کیا تھا مسئلہ نبوت کے متعلق یہ حضرت مجدد الف ثانی کے کلام سے یہ حوالجات نقل کئے گئے ہیں۔

"باید دانست کہ منصب نبوت ختم بر خاتم الرسل شد است اما از کمالات آں بطریق تبعیت متبعون را نصیب کامل است"

حضرت صدیق و حضرت فاروق حامل بار نبوت محمدی اند علی اختلاف المراتب ..... حضرت صدیق با حضرت پیغمبر علیہما الصلوٰۃ والسلام گویا ہمخانہ است ایں ہر دو بزرگوار (حضرت صدیق و حضرت فاروق) از بزرگی و کلانی در انبیاء معدود اند"

ان صاف اور کھلی تصریحات کے متعلق اگر یہ کہا جائے کہ یہ اس باطل کے سر کو جو نبوت مسیح موعود کے نام سے میاں صاحب نے کھڑا کیا ہے۔ کچل ڈالنے کا کافی سامان ہیں۔ کیونکہ بقول حضرت مجدد الف ثانی جب منصب نبوت ختم ہو چکا اور نبوت جنہیں دوسرے لفظوں میں انعامات کہنا چاہئے تمام متبعین امت کو مل سکتے ہیں اور پھر حضرت صدیق اور حضرت فاروق کو وہ مل بھی گئے۔ تو وہ خصوصیت جو مسیح موعود کو منصب نبوت پر کھڑا کرنے کے لئے قائم کی جاتی ہے خود الفضل کے ان پیش کردہ بیانات سے غت ربود ہو گئی۔ اور آپ کو ویسا ہی نبی قرار دینا پڑا۔ جیسے کہ حضرت صدیق و حضرت فاروق تھے۔ جسکو دوسرے لفظوں میں محدث اور جزوی نبی کہنا چاہئے۔ تو یہ شاید توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ کا مصداق ہوگا۔ کیونکہ گو الفضل کے پیش کردہ حوالجات کا [illegible] وہی ہے۔ جو ہم نے بیان کیا لیکن مخاطب جو [illegible] حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی ہیں۔ جنہیں بوجہ غیر [illegible] ہونے کے اس معاملہ میں مغالطہ ہی میں رکھنا قرین مصلحت تھا۔ اس لئے ان حوالہ جات کو پیش کیا گیا۔ ورنہ در اصل نہ تو میاں صاحب کا یہ مذہب ہے۔ جو "مجدد صاحب سرہندی" کے الفاظ سے مستنبط ہوتا ہے اور در اصل مضمون کے مخاطب وہ لوگ ہیں جنکے مخالف "مصلحت وقت" انہیں مجبور کرتی ہے۔ کہ آپکو کامل نبی کہا جاوے بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہئے کہ میاں صاحب اور ان کے مرید دو قسم کے مذہب رکھتے ہیں ایک اندرونی اور دوسرا بیرونی۔ ایک تو گھر کی چار دیواری کے اندر ہی ظاہر کیا جاتا ہے اور دوسرا اس سے باہر۔ ایک کی مظہر القول الفصل اور حقیقۃ النبوت ہیں اور دوسرے کی تحفۃ الملوک۔ اور تبلیغی اشتہار جو مختلف زبانوں۔ انگریزی۔ اردو اور سندھی وغیرہ میں شائع کیا گیا۔ اسی دوسرے مذہب کا اظہار مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کے سامنے بھی انکے احمدیت سے باہر ہونے کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ ورنہ ہمارے بالمقابل انہی ہزلیات سے کام لینا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ جو نبوت کاملہ کے مقام پر حضرت مسیح موعود کے کھڑا کئے جانے اور دیگر کاملین امت بالخصوص حضرت صدیق اور حضرت فاروق کے آنحضرت صلعم کے کامل متبع نہ ہونے کے نام سے آئے دن پیش کی جاتی ہیں۔ اس دو رنگی اور نفاق پر سوائے اسکے کہ انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

نبوت تشریعی [illegible] ایک طرف تو حضرت مجدد الف ثانی کے مندرجہ بالا حوالجات کی پناہ میں مولوی فضل الدین صاحب مختار نے کہ وہی اس مضمون کے لکھنے والے ہیں اپنے آپ کو اس زد سے بچایا ہے۔ جو غیر احمدیوں کے سامنے ہیں نبوت کاملہ کے ادعائے فاسد کو پیش کرنے اور حضرت مسیح موعود کے سوائے دیگر کاملین امت کو ناقص الاتباع ٹھیرانے سے پڑ سکتی ہے۔ اور دوسری طرف اپنی اس کمزوری کو حضرت محی الدین ابن عربی اور حضرت امام شعرانی کے ان الفاظ کی آڑ میں چھپانے کی کوشش کی ہے۔ جن میں صرف شرعی نبوت کے اختتام اور کسی ایسے نبی کے نہ آنے کا ذکر ہے جو مخالف شریعت محمدیہ کوئی اور شریعت لائے اور اسطرح سے گویا اپنی بات رکھنے کے لئے غیر شرعی نبوت کو جو وہ بھی ان کے نزدیک نبوت کاملہ ہو سکتی ہے مستثنیٰ کر دیا ہے۔ حالانکہ انہی حضرت محی الدین ابن عربی نے اسی غیر تشریعی نبوت کو نبوت عامہ اور جزوی قرار دیا ہے۔ اور یہ کہہ کر کہ لا یطلق مع ھذا اسم النبوۃ ولا النبی الا علی المشرع خاصۃ اس بات کی بھی تصریح فرما دی ہے کہ نبوت عامہ یا جزوی نبوت کے ساتھ نبی کا نام اطلاق نہیں پاتا۔ اور نہ سوائے صاحب شریعت کے کوئی دوسرا نبی ہو سکتا ہے۔ ایسا ہی امام شعرانی نے اسی الیواقیت والجواہر میں صاف طور پر وحی نبوت و رسالت کو آنحضرت صلعم کے بعد مسدود ٹھیرا کر وحی ولایت کو باقی بتایا ہے۔ پھر خدا جانے کیوں خواہ مخواہ غیر شرعی نبوت کے الفاظ کو دہرا کر اور اس کی کوئی تشریح نہ کر کے ایک ناواقف کو یہ دھوکا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی نبوۃ کا ادعا جو میاں صاحب نے کیا ہے۔ وہ ویسی ہی غیر شرعی نبوۃ ہے جیسے جاری رہنے کا ذکر حضرت محی الدین ابن عربی اور امام شعرانی وغیرہم کی کتب میں پایا جاتا ہے۔ یعنی جزوی نبوت حالانکہ خود گھر میں اسی غیر شرعی نبوت کو نبوت حقیقی و کاملہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ لہذا ایک طرف میاں صاحب کے اس اعتقاد کو دیکھو۔ جس میں حضرت مسیح موعود کی نبوت کو تمام اولیائے سے مخصوص قرار دیکر آپ کو دیگر انبیائے کرام میں شامل کیا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف الفضل کے اس حوالہ کو پڑھو جو اس نے حضرت امام شعرانی کی کتاب الیواقیت والجواہر سے نقل کیا ہے۔ امام شعرانی کے الفاظ میں صاف طور پر حفاظ قرآن کے متعلق یہ حدیث نقل کی ہوئی موجود ہے۔ کہ وہ نبوت کو اپنے سینہ میں لئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ الفضل کی پیشکردہ اصل عبارت یہ ہے۔ فان مطلق النبوۃ لم یرتفع انما ارتفع نبوۃ التشریع کما یؤیدہ حدیث من حفظ القرآن فقد ادرجت النبوۃ بین جنبیہ۔ پس یہ کھلا دجل نہیں تو اور کیا ہے۔ کہ گھر میں تو حضرت مسیح موعود کو دیگر اولیاء و اقطاب سے مخصوص ٹھیرانا اور باہر کسی اور کو بتاتے وقت انہیں ویسی ہی نبوت قرار دینا جیسی کہ ایک حافظ قرآن کے سینہ میں ہوتی ہے۔ مولینا حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی نے اس کا بہت معقول جواب دیا ہے۔ کہ

"ساری بحث کا ابھی خاتمہ ہوتا ہے۔ اگر مضمون نگار الفضل اس امر کو تسلیم کرلیں۔ کہ وہ اپنے پیشوا میں ایسے ہی نبوت کے جلوے دیکھتے اور مانتے ہیں۔ جیسے کہ ہر حافظ قرآن کے سینہ میں ہیں اور جو ہر ایک عالم ربانی کو ورثہ میں حضرت خاتم النبیین صلعم سے ملے ہیں۔ لیکن اگر اس سے ماورا اور جلوے ہیں۔ جو صاحب وحی (نبوت) ہونے کے لوازم ہیں۔ تو اس کی تائید تو حضرت امام ربانی یا حضرت ابن عربی یا امام شعرانی سے ہونی درکنار کسی معمولی مسلمان عالم کے قول سے بھی نہیں ہو سکتی"

لیکن چاہے کچھ بھی ہو۔ میاں صاحب جو اپنے مصلحت پرورانہ خیالات کی پرستش کے بالمقابل دین کی جڑوں پر کلہاڑا چلا دینے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ اپنے صحیح اور اصلی مذہب کے اظہار کی کبھی جرأت نہیں کر سکتے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ انکی اس حالت پر ہمیں تو رحم ہی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت اور سمجھ عنایت فرمائے۔ آمین!

گناہ اور اسکی علت غائی

ہم نے کسی گذشتہ اشاعت میں اس موضوع پر ایک مبسوط مضمون لکھ کر معاصر ہمپرچارک کی اس غلطی کو واضح کرتے ہوئے کہ شفاعت وغیرہ کے غلط مفہوم پر ایمان رکھنے کے باعث لوگ دنیا میں گناہ وغیرہ کرتے ہیں۔ یہ بتایا تھا کہ نہ تو اسلام نے شفاعت کا وہ مفہوم بتایا ہے۔ جو اس کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اور نہ ہی یہ بات صحیح ہے۔ کہ شفاعت وغیرہ کے آسرے کے باعث لوگ گناہوں پر دلیر ہوتے ہیں۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان نہ ہونا گناہ کی اصل علت غائی ہے۔ لیکن معاصر مذکور کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں۔ اور وہ فرماتا ہے کہ:-

"حق الامر یہ ہے کہ نوع انسان کا ایک معقول حصہ خدا میں کامل یقین اور کامل ایمان رکھتا ہے"

اور اسکو ثابت کرنے کے لئے ایسے مجرموں کی مثال پیش کرتا ہے جو باوجود ملک کے قوانین۔ اور محکمہ پولیس اور جیلخانہ وغیرہ کی سزاؤں سے واقفیت رکھنے کے بار بار جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اور ان سے باز نہیں آتے۔

قابل غور بات

لیکن کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر ہمارا معزز معاصر ہمارے ان الفاظ پر غور کر لیتا۔ جن میں [illegible] اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے پر ایمان رکھنے اور یقین کامل کے ساتھ یہ جاننے کو کہ وہ ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ اور اس کی وہ جزا و سزا دیگا ضروری ٹھیرایا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی بطور ثبوت یہ لکھا ہے کہ:-

"خود اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک چور چوری کرتے وقت اگر یہ جانتا ہو۔ کہ اسے کوئی دیکھنے والا موجود ہے۔ جو اسے عنقریب پکڑ کر حوالہ پولیس کر دیگا .... تو ان حالات میں نہ تو چور چوری کر سکتا ہے"

تو اسے معلوم ہو جاتا۔ کہ گناہوں کا ارتکاب کرتے وقت کسی شخص کو خدا تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور سزا دینے پر قادر ہونے پر ہرگز وہ یقین کامل نہیں ہوتا۔ جو کہ ایک چور کو چوری کرنے سے باز رکھ سکتا ہے۔ اور یہی گناہ کی اصل علت غائی ہے۔ حدیث شریف سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ وما زنا زان وھو مومن وما سارق سارق وھو مومن۔ زانی زنا نہیں کرتا سچا لیکہ وہ مومن ہو۔ اور چور چوری نہیں کرتا سچا لیکہ وہ مومن ہو۔ یعنی ان میں کامل ایمان اللہ تعالیٰ پر نہیں ہوتا۔

اچھی اور بری صحبتیں

بیشک انسان کے اعمال پر نیک یا بد اثر ڈالتی ہیں۔ جیسے کہ ہمارے معزز معاصر کا خیال ہے۔ لیکن اگر غور کر کے دیکھا جائے۔ تو اعمال پر ان کا یہ اثر براہ راست نہیں۔ بلکہ اس دلی ایمان کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ جو کہ ان نیک یا بد صحبتوں میں اور زیادہ پختہ اور کامل ہوتا ہے یا پہلے سے بھی کمزور ہو جاتا ہے اور یوں پھر اصل معاملہ میں کا دہیں آ رہتا ہے۔ کہ گناہ کی اصل علت غائی ایمان کامل کا فقدان ہے۔ اور کامل ایمان کے پیدا ہونے سے ہی انسان گناہوں سے بچ سکتا ہے۔

متضاد بیانات

معاصر مذکور ہمیں معاف فرمائیگا۔ اگر ہم اسکے ان متضاد بیانات کو واضح کریں جو اس نے گناہ اور اسکی سزا کے متعلق لکھے ہیں چند دن ہوئے اسنے دوسرے مذاہب کے ساتھ مسلمانوں کو بھی انسان کے پیدائشی طور پر گنہگار ہونے [illegible] کا اظہار کر کے یہ لکھا تھا۔ کہ مسلمانوں نے صرف اپنے [illegible] کی شفاعت کو ذریعہ نجات ٹھیرا لیا اور اسطرح بخیال خود ..... گناہ کی سزا جہنم کی آگ سے صاف بچ نکلے۔ ہم نے اس پر جائز طور پر نوٹس لیا۔ اور اسلامی شفاعت کا صحیح مفہوم بتا کر اس غلط بیانی کی تردید کی جسکا آجتک کوئی جواب ہمارے معزز معاصر سے بن نہیں سکا۔ بلکہ قرآن کریم سے بھی اس نے جو حوالے پیش کئے ہیں وہ بھی شفاعت کے سراسر خلاف ہیں۔ لیکن اب وہ اپنی ۱۰ اکتوبر ۱۹۱٦ء کی اشاعت میں اس نے یہ الفاظ لکھے ہیں جو اسکے پہلے بیان کے بالکل متضاد ہیں وہ لکھتا ہے۔ کہ وہ جن ظاہر شدہ یا ثابت شدہ پاپوں یا جرائم کی سزا گورنمنٹ [illegible] سے اس دنیا میں بھی ملجاتی ہے۔ انکی بھی مزید سزا ایشور ان پوشیدہ [illegible] و جرائم کی سزا کہ جو یہاں ظاہر یا ثابت نہیں ہوتے خدا [illegible]

ہندو قوم کا نقطۂ اتحاد

مدت سے یہ سوال اہل ملک کے درپیش ہے۔ جسکو آج تک خود ہندو قوم کے ارباب حل و عقد بھی حل کرنے سے معذور ہی رہے ہیں کہ ہندو کسے کہتے ہیں۔ وہ کونسی ایسی تعریف لفظ ہندو کی ہو سکتی ہے۔ جسکے اندر ہندو قوم کے تمام مختلف فرقہ جات آ سکیں۔ یا بالفاظ دیگر ہندو قوم کا نقطۂ اتحاد کیا ہے۔ ہندوؤں کے اصولی اختلافات نے آج تک اس مشکل سوال کو حل نہ ہونے دیا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کسی ایک بات پر جو ہندو قوم کے اصولی اعتقادات میں سے ہو۔ تمام ہندو فرقہ جات کو اتفاق نہیں۔ ایک فرقہ اگر ویدوں پر ایمان رکھتا ہے تو دوسرا اُنکے سراسر خلاف ہے۔ ایک اگر گائے کی پرستش ضروری سمجھتا ہے تو دوسرا اُسے جائز نہیں ٹھیراتا۔ ایک کے نزدیک مورتی پوجا اشد ضروری ہے تو دوسرے کے نزدیک گناہ عظیم۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اور باوجود ان اختلافات کے سب ہی ہندو قوم میں شامل سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اب معاصر ہندوستان میں بابو اجودھیا پرشاد صاحب بی اے نے بھگوان کرشن کو جگت گرو ماننا اور گیتا پر ایمان رکھنا ہندو قوم کا نقطۂ اتحاد قرار دیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ایڈیٹر صاحب ہندوستان نے گائے کی عزت کرنا بھی ضروری ٹھیرایا ہے لیکن ہم حیران ہیں کہ معاصر ہندوستان کی اس تعریف کے اندر ہندوؤں کے دو بہت بڑے بڑے فرقے یعنے دیو سماج اور دام مارگ کیونکر آ سکتے ہیں۔ حالانکہ وہ باوجود ان سب باتوں یا ان میں سے کسی ایک کو نہ ماننے کے پھر بھی ہندو قوم میں شامل سمجھے جاتے ہیں بہرحال ہم خوش ہیں کہ ہندوؤں میں اس بہت بڑے نقص کو اب محسوس کیا جا رہا ہے جو ہم سمجھتے ہیں کہ بالآخر اسلامی معتقدات کی طرف انہیں رجوع دلائیگا۔ جہاں کوئی اس قسم کا اختلاف نہیں۔

"ہمدم" لکھنؤ

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم سید جالب دہلوی کا وہ اشتہار درج کر چکے ہیں۔ جس میں لکھنؤ سے ایک روزانہ اسلامی اخبار کے اجرا کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا۔ اخبار مذکور خدا کے فضل سے حسب توقع نہایت عمدہ کاغذ پر بہت خوبصورت لکھائی چھپائی کے ساتھ بہترین قومی و ملکی مضامین اور تازہ بتازہ خبریں لئے ہوئے چند دنوں سے شایع ہو رہا ہے۔ ابھی اسکے چند ہی پرچے ہماری نظر سے گذرے ہیں جو اپنی شان میں بہترین قابلیت کے ساتھ ایڈٹ کئے گئے ہیں۔ اور سید جالب دہلوی کے متعلق ہمیں یقین ہے کہ وہ اسی طرح سے نہایت عمدگی کے ساتھ اپنے فرض منصبی کو سرانجام دینگے اور پولیٹیکل مباحث کے ساتھ ساتھ مذہبی مذاق کے پیدا کرنے کی بھی کوشش فرمائینگے۔ دعا ہے کہ دیگر اسلامی جرائد کے ساتھ ... اللہ تعالےٰ اسے بھی خوشحال اور کامیاب بنائے۔ آمین!

ووکنگ کا اسلامی قبرستان

اس سے پیشتر اسبات کا اعلان ہو چکا ہے۔ کہ گورنمنٹ عالیہ نے ازراہ عنایت مسجد ووکنگ کے نزدیک ایک وسیع رقبہ زمین ان مسلمان سپاہیوں کی قبروں کے لئے وقف کیا ہے۔ جو موجودہ جنگ میں برطانیہ عظمےٰ کی خاطر اپنی جان تک دیدیتے اور وہیں فوت ہو جاتے ہیں بلکہ اسوقت تک بہت سی قبریں وہاں بن بھی چکی ہیں۔ حضرت مولینا صدر الدین صاحب کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے جنہوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کا جنازہ وغیرہ پڑھانے کا خود ذمہ لیا اور قبرستان کے ووکنگ میں بنائے جانے کی گورنمنٹ عالیہ سے منظوری حاصل کی۔ اب ولایت کی تازہ خبروں سے یہ معلوم کرکے اور بھی مسرت ہوئی ہے۔ کہ اس قبرستان کے گرد ایک خوشنما چار دیواری مشرقی وضع کی بنائی جا رہی ہے۔ اور ہر قبر پر ایک پتھر معہ کتبہ کے لگایا جا رہا ہے مسلمان سپاہیوں کی قبروں کی یہ حفاظت یقیناً ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ وفاداری کو اور زیادہ محکم و استوار کرنے اور انگلستان میں اسلام کے ساتھ محبت و الفت کے جذبہ کو وسیع کرنے اور اس نفرت کو جو اُسکے خلاف کسی ایک یا دوسری وجہ سے پھیلی ہوئی ہے۔ روک دینے کا باعث ہو گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ ✦

مراسلات

مسلمانان بلرامپور اور اخبار مسافر آگرہ

آریہ سماج بلرامپور کے سکتری نے اخبار مسافر آگرہ میں ۲۵ اگست ۱۹۱۶ء کو اپنی طرف سے ایک مراسلہ چھپوایا تھا جس میں بلرام پور میں مباحثہ کی خبر تھی۔ اور اسی مضمون کو ۷ ستمبر ۱۹۱۶ء کو اخبار مسافر میں اب دوبارہ شایع کیا ہے۔ نہیں معلوم یہ کسواسطے چھپوایا ہے۔ اور ۲۵ اگست سے لیکر آج کی تاریخ تک اخبار مسافر نے وہ لن ترانیاں ہانک رکھی ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس مضمون سے کوئی پرچہ خالی نہیں ہوتا کہ بلرامپور میں یوں ہوا۔ اور یہ ہوا۔ حالانکہ بلرام پور کے لوگوں کو اسکی خبر ہی نہیں کہ یہاں آریہ سماج سے گفتگو ہوئی۔ کیونکہ آریہ سماج نے ہمارے ووٹ دروازے پر جلسے میں اسلام پاک کی توہین کی اور کی تھی۔ اور ہم نے ان سے پوچھا تھا۔ کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ اُنہوں نے دفع وقتی اس طرح سے کی۔ کہ ہم سے مباحثہ کر لو۔ اور میں مباحثہ کے لئے شرائط خود طے کیا ہوا۔ اور تاریخ کی اطلاع اُنکو دے دی۔ اور اپنی مدد کے لئے بابا ابو رحمت حسن صاحب اُنہوں نے بلوا لیا تھا۔ آریہ سماج اصلی سرشتہ چھوڑ کر یہ چال چلی کہ خاکہ بالکل ہی پلٹ گیا۔ باقی کا کل حال ناظرین اخبار مشرق و روہیلکھنڈ گزٹ و پیغام صلح میں دیکھ چکے ہونگے۔ کیونکہ وہ سب ان میں مفصل درج کرا دیئے گئے تھے۔ اب قدرے اخبار مسافر کی خدمت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ جو زبردستی سے مان نہ مان میں تیرا مہمان کی مثل کا مصداق بنتے ہیں اور انھوں نے اس مباحثہ سے جو فائدہ اٹھانا۔ نقد حاصل کرنا تھا۔ اس سے محروم رہے جاتے ہیں۔ اور وہ محرومی اُنکے غصے کی ترقی کا باعث ہوتی جاتی ہے۔

چونکہ اُنھوں نے آجتک چار دعوے کئے ہیں اسواسطے ان چاروں کا جواب ضروری معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) مباحثہ جبلپور میں آریہ سماج کی عظیم الشان فتح ہوئی۔

(۲) بلرام پور کے مسلمانوں کا مباحثہ سے گریز۔

(۳) شرائط بالکل نرم تھے جو بلرامپور کے مسلمانوں نے دو کے سوا سب مان لئے تھے۔

(۴) حدیثوں کو جواب۔ اور چاروں دعوے ایسی خوبی سے بیان کئے ہیں کہ گویا ایک سے ایک کو تعلق ہے اور ان کا جواب نمبروار بدیں تفصیل ہے۔

(۱) مباحثہ جبلپور کی شہرت کا باعث آریہ سماج کی فتح نہیں بلکہ مولینا ابو الوفا صاحب کی اور بابا ابو رحمت حسن صاحب کی باہمی جنگ تھی۔ جو کہ ان کے درمیان تخمیناً ایک سال تک رہی۔ اگر یہ نہ ہوتی تو اس مباحثے کو اتنا بھی فروغ نہ ہوتا کہ جتنی اور بیہ سفیدی ہوتی ہے۔

اس جنگ سے آریہ مسافر کا یہ فائدہ اٹھانا کہ آریہ سماج کی فتح ہوئی۔ فتحمندی کی دلیل نہیں بلکہ نافہمی کی دلیل ہے۔ آریہ مسافر کا چھپوایا ہوا اخبار مسافر کے پریس کا نکلا ہوا مباحثہ جبلپور ہمارے پاس موجود ہے۔ بارہا پڑھکر دیکھا گیا اس میں آریہ سماج کی شکست اور لاجوابی ہر جگہ موجود ہے مگر مشکل یہ کہ مسافر کو تو بھاگنے سے کام ہے وہ اندرونی حالت تو جانتا ہی نہیں اندر تو آور اس سے وید کلام الہٰی اور عالمگیر ہدایت تک نہیں ثابت ہو سکے اور پنڈت دیانند کی حدیثوں کو جھٹلانے کے سوا کچھ نہ بن پڑا۔ چنانچہ انہی کی تقلید سے بلرام پور کے آریہ بھی پنڈت دیانند جی کی تصنیف کے منکر ہیں۔

(۲) بلرام پور کے مسلمان اپنے مذہب میں پکے اور جیسا کہ ہونا چاہیئے ویسے ہی ہیں۔ اور پشتہا پشت سے ایک ہندو ریاست کے زیر حکم ہیں زیادہ تر اس ریاست کے ملازم ہیں یا وظیفہ خوار ہیں۔ ریاست اگر تخت ہے تو مسلمان بجائے پایہ تخت کے ہیں کہ جن پر وہ قائم ہے۔ آج تک آپس میں وہ قالب یکجان رہے وہ بحث مباحثہ کو جانتے ہی نہیں کہ کس جانور کا نام ہے۔ البتہ آریہ سماج جب سے پیدا ہوئی ہے جب سے اختلاف کا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے۔ سو یہ بھی چند روزہ ہے اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہو جاویگا۔ کہ آریہ سماج جسقدر دین اسلام کی دشمن ہے وہاں سے ... [illegible]

ہو جاوینگے اور اختلاف بلرام پور میں عام مسلمانوں کو ابھی تک خبر نہیں کہ یہاں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے کیونکہ اپنی ذات کیطرف سے میں خود مباحث ہوں اور مجھ سے آریہ سماج نے مباحثہ چاہا ہے۔ میں نے نہ جب گریز کیا نہ اب۔ اور نہ آئندہ کرونگا۔ اور نہ مسلمانوں کے مشورے سے میں مباحث ہوا ہوں۔ بلکہ آریہ سماج کے گھر پر آکر گالیاں دینے اور اسلام پاک کی توہین کرنے کی وجہ سے ہوا ہوں پس یہاں کے مسلمانوں کو برا کہنا اور بلاوجہ کہنا مسافر کے ہی شایاں ہے جو بلا تحقیق گپ ہانکتا چلا جاتا ہے۔

اخبار مسافر کے پاس اسکا کیا ثبوت ہے کہ بلرامپور کے مسلمانوں نے مباحثہ چاہا تھا کیا کوئی ان کی تحریر مسافر یا آریہ سماج کے پاس ہے۔ اگر کوئی نہیں تو پھر مسلمانوں کو بلاوجہ برا کہنا اور بدنام کرنا اور اُنکا مباحثہ سے گریز بتانا مفت کی بدنامی ہے۔ جسکا جی چاہے تحقیق کر لے۔ یہاں پر انجمن اسلامیہ اور دیگر کسی کا انجمن اسلامیہ کوئی نہیں ہے۔ نہ معلوم مسافر صاحب کیسے لکھتے ہیں کہ یہ ہوا۔ وہ ہوا۔

(۳) شروع سے لیکر آجتک ایڈیٹر مسافر کے مدعی ہیں کہ مباحثہ بلرام پور میں شرائط مرسلہ اخبار مسافر پیش کئے تھے۔ اگر واقعی یونہی ہے تو اگر ان میں ایمانداری ہے تو پیغام صلح کو برا نہ کہیں۔ وہ شرائط خود شایع کر دیں۔ کیونکہ انکی اصل تو انکے پاس ہوگی۔ دوسرے یہ کہ شرائط اُنھوں نے مباحثہ کی امید منقطع ہو جانے کے بعد بھیجے ہیں۔ یا پیشتر کارروائی کے کاغذات اور ڈاکخانہ کی مہریں دیکھی جاویں۔ اور آریہ سماج بلرام پور سے حلف لیا جاوے کہ شرائط وغیرہ پیش ہو جانے کے بعد مسافر کو اطلاع مباحثہ ملی ہے یا نہیں تیسرے دوبارہ حلف لیا جاوے۔ کہ جو شرائط زیر بحث تھے۔ اُن پر تمہارے دستخط ہیں یا نہیں آریہ سماج کا سکریٹری موجود ہے چوتھے سہ بارہ حلف دلایا جاوے۔ کہ سکریٹری نے مسافر کے بھیجے ہوئے شرائط کسی کو دکھائے ہیں یا نہیں۔ اور جانبین کی تحریروں پر جانبین کے دستخط ہیں اُن سے خود پتہ چل جاویگا اور ہمارے سکریٹری پاس بھیجے ہونگے تو اُن پر ہمارے دستخط بھی ضرور ہونگے۔ انہیں بلا کم و کاست شایع کرا دیں۔

اپنے سماجیوں سے دریافت نہ کرنا اور پیغام صلح کے سر ہو جانا اور خود ہی مسلمانوں کی طرف سے گریز قرار دینا مباحثہ کی حقیقت نہیں مسافر کے پراگندہ خواب ہیں۔

جب مسافر اپنے بھیجے ہوئے شرائط شایع کریگا تو ہم بھی آریہ سماج کے بھیجے ہوئے شرائط اُنکے دستخط شدہ پیغام صلح میں شایع کر دینگے ممکن ہے کہ انہوں نے شرائط نرم بھیجے ہوں اور آریہ سماج نے نرم چارہ خود ہضم کیا ہو اور سخت سخت لٹھ بھیجے دیئے ہوں۔ مگر اس میں کوئی نہیں شک کہ غلیظ ... ماہی خار ماہی رہا۔ آریہ سماج اپنی سختی کو سختی ہرگز نہیں کہیگی۔ اور یہ وجہ ہوئی کہ ہمنے انکو پبلک کے پیش کیا اور خود رائے زنی اُنکی مرسلہ شرائط پر نہیں کی اور پبلک نے ہی اُنہیں ناقابل برداشت قرار دیا۔

(۴) حدیثوں سے انکار کا الزام مسلمانوں کو لگانا ہی فعل عبث ہے۔ اسکو کوئی نہیں قبول کرتا کہ مسلمان ہو کر حدیثوں سے پھر سکے۔ ہاں البتہ آریہ سماج کی یہ شان ہے کہ وہ اپنے رشیوں منیوں کے قول کو ہرگز ہرگز نہیں مانتی۔ یہاں تک کہ پنڈت دیانند جی کی تصانیف سے بھی انکار کرتی ہے اس صورت میں مساوات کے متلاشی کا فرض ہے کہ ایسے شخص سے جب گفتگو کرے۔ کہ وہ اپنے رشیوں کے قول کو مستند نہ مانتا ہو۔ تو اُسکے روبرو حدیث پیش نہ کرے۔ بلکہ وہ جس کتاب کو جس حیثیت سے مانتا ہے۔ اُسکے روبرو اسی حیثیت کی کتاب پیش کرے۔ چونکہ وہ وید کو مانتے ہیں اسواسطے ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم اُن کے مقابل قرآن پیش کریں۔ اور جو انھوں نے کہنا ہو۔ قرآن مجید پر کہیں۔ اگر یہی وساد کی جاویگی۔ تو اصلی بحث فوت ہو جاویگا۔ آریہ سماج اپنی فطرت پر غور نہیں کرتی حدیثوں کا منکر کون ہے۔ خواہ مخواہ مسلمانوں کو ملزم ٹھیراتی ہے۔ اور خود اپنے رشیوں کی تصانیف کی منکر ہے۔

ناظرین حدیث تو ہمارا ایمان ہے اس سے انکار کرکے مسلمان کہاں رہ سکتا ہے۔ البتہ آریہ سماج بتاوے جو اپنے رشیوں کے کلام سے صاف انکار کرتی ہے وہ کس خطاب کے قابل رہ سکتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ آریہ سماج کو جو فائدہ ایک مباحثہ سے ہوتا ہے وہ سو لیکچروں سے نہیں ہوتا۔ سو اسکا جواب تو آریہ سماجی ہی دینگے جنکو اسکا علم ہے۔ البتہ ہمارے ذہن میں یہ بات ضرور آئی ہے کہ اسلام و پیام وہاں وہ گذشتہ میں مباحثوں اور مناظروں کے پوں بارہ ضرور ہو جاتے ہیں اور ... [illegible]

کو کھو بلا نہیں دیتا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ سب کچھ ہو سکتا ہے۔ آر یہ سماج بذریعہ اخبار شرائط طے کر کے مباحثہ شروع کر دے۔ شمشیر بہادر بلرام پور ضلع گونڈہ

چندہ ترجمۃ القرآن

مکرمی معظمی جناب شیخ رحمت اللہ صاحب پچھلے دنوں حضرت خواجہ صاحب کو رخصت کرنے کے لئے بمبئی تشریف لے گئے تھے۔ اس موقعہ پر آپ نے وہاں ترجمۃ القرآن کے لئے چندہ کی خاص طور پر سعی کی جو اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید سے بار آور ہوئی۔ چنانچہ آپ کے جمع کردہ چندہ کی فہرست حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اور ان پاک کاموں کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

سیٹھ عبد القادر حاجی اسمٰعیل حاجی گل محمد بمبئی	مارصہ
والدہ صاحبہ کرمہ معظمہ سیٹھ صاحب موصوف "	صہ
سیٹھ عبد الشکور صالح محمد صاحب بمبئی	مار
سیٹھ اسمٰعیل آدم صاحب "	مار
اہلیہ سیٹھ صاحب موصوف "	صہ
سیٹھ حاجی خان محمد یوسف صاحبان "	مارصہ
سیٹھ حاجی ابراہیم صاحب "	صہ
سیٹھ صالح محمد الیاس صاحب "	صہ
سیٹھ حاجی صدیق حاجی سوبار صاحب "	صہ
سیٹھ احمد عبد الستار صاحب "	صہ
حاجی خان محمد حاجی محمد خان و ذکریا عثمان صاحب بمبئی	صہ
سیٹھ آدم و علی محمد حاجی حسن بمبئی	صہ
حاجی یوسف صاحب "	صہ
شیخ بشارت اللہ صاحب	صہ
معرفت شیخ بشارت اللہ صاحب دو احباب سے	صہ

میزان کل الـــ

تازہ خبریں

محاذ سالونیکا۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ پیرس۔ سالونیکا کا لنک کولی جینا منظر ہے کہ سیائے سرائے موڑ سے لیکر جھیل پر سپا یک لشکر کی پیشقدمی ہو رہی ہے۔ سرویوں نے ورم پولج کی چوٹی پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور فرانسیسی کوہستان بابا میں کسود ویرہ پر قابض ہو چکے ہیں۔

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۸ اکتوبر۔ بخارسٹ ایک نیم سرکاری بیان مظہر ہے کہ شمالی محاذ پر رومانوی ایک محفوظ مقام کیطرف ہٹ گئے ہیں کیونکہ مقابلہ میں دشمن (زیادہ تر جرمنوں) کی مضبوط سپاہ تھی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومانیہ سے پرلیسو کی طرف جو چار درے جاتے ہیں ان کا بخوبی تحفظ ہو سکیگا۔ حالات سے واضح ہوتا ہے کہ آسٹریکا اور جرمن ایک شدید حملہ کی تیاریاں کر رہے ہیں اور انہوں نے مختلف رزمگاہوں سے فوجیں جمع کی ہیں۔

لنڈن ۹ اکتوبر۔ بخارسٹ۔ ایک مراسلت مظہر ہے کہ شمالی ٹرانسلوینیا میں ہراول فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ رومانیوں نے پرلیسو کے مغرب میں کئی حملوں کو پسپا کیا۔ اور الوٹا اور ولکن میں توپخانے کے مقابلے ہوئے۔

رومانوی پیشقدمی۔ لنڈن ۹ اکتوبر۔ ٹائمز کا نامہ نگار متعینہ رومانوی فوجی صدر مقام بیان کرتا ہے کہ ٹرانسلوینیا میں رومانوی پیشقدمی عارضی طور پر دشمن کی کمک پہنچ جانے کیوجہ سے رک گئی ہے جسکی وجہ یہ بھی ہے کہ فوج کا بہت سا حصہ دوبرجا کیطرف بھی بھیجدیا گیا ہے۔ اب رومانوی پرلیسو کے جنوب میں درہ پر بیڈیل سے لیکر اور سوفا تک ایک قدرتی محفوظ مقام پر جمع ہیں جہاں بعض بلند پہاڑ اور تنگ درے حائل ہیں۔ پرلیسو کے شمال میں رومانوی ابھی تک وادی مارورس میں روسی میسرہ کے قریب تر ہیں۔

بلغاروی پسپائی۔ لنڈن ۹ اکتوبر۔ پیرس۔ مقدونیہ کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ دریائے سٹرما کے مشرق کی جانب برطانوی فوج اور بلغاروی سپاہ عقب کی جمعیت کے درمیان جو ریلوے کی جانب پیچھے ہٹ رہی ہے۔ جھڑپیں ہو رہی ہیں

اس علاقہ میں ڈیڑھ ہزار بلغاروی مقتولین کی لاشیں ملی ہیں۔ نواح صطنا میں آخری اطلاع کی وجہ سے سرو ی سپاہ دریائے سٹرما کو عبور کر رہی ہے۔ اور زبردست بلغاروی جوابی حملوں کو پسپا کرتے ہوئے ترقی کر رہی ہے۔ میسرہ کی جانب فرانسیسی و روسی افواج کنال سے جھیل پرلیس تک غنیم کے جدید خط اقدام پر پہنچ گئی ہے۔

فرانسیسی کروزر کی غرقابی۔ لنڈن ۹ اکتوبر۔ پیرس۔ ایک فرانسیسی امدادی کروزر جس پر دو ہزار فرانسیسی اور سروی سوار تھے تارپیڈو سے غرق کر دیا گیا ہے۔ تا حال ۲۷۲ مسافر سارڈینیا کے جنوبی ساحل پر اترے ہیں کروزر ۴ اکتوبر کو غرق کر دیا گیا۔ تارپیڈو ذخیرہ بالعدد میں پھٹا۔ اور سلسلہ بے تار کو تباہ کر دیا۔ اس طرح جہاز علیحدہ ہو گیا دو کشتیاں جن پر پسماندگان سوار تھے۔ انہیں ۵ ناٹکنز بر کرایک فرانسیسی کروزر ملا۔

کلکتہ میں حادثہ۔ کلکتہ ۹ اکتوبر۔ علی پور میں موٹر کار کے ایک حادثہ کے باعث لیڈین اصحاب کو شدید چوٹیں آئیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بچہ سڑک پر سے گذر رہا تھا اسکو بچانے کے لئے موٹر بان نے موٹر کار کو ایک طرف گھمایا اور وہ خندق میں گر پڑی۔

پنجاب میں طاعون۔ ہفتہ مختتمہ ۲۳ ستمبر میں طاعون سے جہلم میں ایک راولپنڈی میں ۴۳ اور اٹک میں ۲ اموات ہوئیں۔

ریلوے لائن کو نقصان۔ چاٹگام ۹ اکتوبر لمڈنگ کے شمال میں سیلاب کی وجہ سے ریلوے لائن کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ عارضی طور پر گاڑیوں کی آمد و رفت رک گئی۔

الہ آباد میونسپلٹی کے ۹ ہندو ممبروں کا استعفیٰ۔ الہ آباد ۱۰ اکتوبر جدید میونسپل ایکٹ کے خلاف جو تحریک شروع کی گئی ہے اسکے سلسلہ میں آج صبح کے اجلاس الہ آباد میونسپل بورڈ کے موقعہ پر ۹ ہندو ممبروں نے انتخاب حال میں عمل میں لایا گیا تھا لالہ شیو چرن لال کے غیر سرکاری چیرمین منتخب ہونے پر مستعفی ہو گئے بیان کیا گیا ہے کہ ہندو ممبروں کو لالہ شیو چرن لال سے ناراضگی ہے اور وہ اسکے انتخابی سلسلہ عدارت کو پسند نہ کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۴۱

مسلمان اور یتامیٰ

یتامیٰ کی پرورش اور حسن تربیت کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہے۔ شاید دنیا کے کسی دوسرے مذہب نے اس پر اسقدر زور نہیں دیا۔ قرآن کریم نے نہایت کھلے کھلے الفاظ میں یتامیٰ کی حفاظت۔ پرورش اور حسن تربیت کے لئے نہایت اعلےٰ سے اعلےٰ قوانین وضع کئے ہیں اور انکی طرف سے غفلت وانحراف کو ایک گناہ عظیم قرار دیا ہے۔ اور حقیقت اگر ہم غور کریں تو ہماری قومی زندگی اور اسکا نشو ونما بغیر اسکے ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ ہم قوم کے بچوں کو جو آئندہ نسلوں کے باپ بننے والے ہیں اور بدقسمتی سے اسوقت سایۂ پدری سے محروم ہوکر آوارہ و سرگرداں ہیں اپنے آغوش عاطفت میں لیکر اپنے بچوں کی طرح انکو تربیت دیں۔ ورنہ اُن کی آوارگی ہماری قومی زندگی پر جیسا کچھ بُرا اثر ڈال سکتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ لیکن آہ وصد آہ۔ مسلمانوں کی کس کس مرض پر حسرت ویاس کے آنسو بہائے جائیں اور کن کن دکھوں کا علاج سوچا جائے۔ ہماری خیرات کے بیجا مصارف نے آج ہماری وہ حالت کردی ہے کہ جو بالکل ناگفتہ بہ ہے۔ یہی خیرات جو آئے دن مسلمانوں میں بھکمنگوں کی تعداد کو بڑھاکر انہیں اور بھی ذلت ورسوائی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہے۔ اگر کسی خاص نظام کے ماتحت ایک جگہ جمع ہوکر قرآن کریم کے بتائے ہوئے صحیح مصارف پر صرف کیجائے۔ تو نہ صرف گداگری کا ہی بکلی سدباب ہوجاتا ہے۔ اور مسلمان سب کے سب اس ذلت و رسوائی سے نکل کر فارغ البالی کی زندگی بسر کرسکتے ہیں بلکہ ہمارے تمام قومی کام جو محض کمی سرمایہ کے باعث معرض التوا میں پڑے ہوئے ہیں۔ یا جنکے لئے آئے دن نئے چندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام پاسکتے ہیں۔

صدقات کے اسی بیجا صرف کا یہ نتیجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بہت بڑی مد اور اشد ضروری مصرف جسکو یتامیٰ کے نام سے قرآن کریم نے پکارا ہے۔ دوسرے تمام مصارف کی طرح معرض فلاکت میں ہے۔ اور مسلمان یتیم بچے اپنی کس مپرسی کے باعث آوارہ وسرگرداں ہوکر غیر مذاہب کے ہاتھوں میں پڑجاتے ہیں۔ عہد مبارک نبوی کے حالات کو ذرا جاکر پڑھو۔ اور اس جذبۂ ہمدردی اور عنایت وشفقت کا اندازہ لگاؤ۔ جو خود رسول کریم صلعم یتامیٰ کے حال پر فرماتے تھے۔ وہ رحمۃ للعالمین جسکے قلب مطہر پر فاما الیتیم فلا تقہر کی آیت کریمہ نازل ہوتی ہے۔ جو لوگوں کی فطرت کو اللہ تعالےٰ کا یہ پیغام سُناکر ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعفا خافوا علیہم اپیل کرتا ہے اور اُن سے اپنے بچوں کی طرح سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہے۔ یہی نہیں۔ بلکہ یتامیٰ کے مال پر دست اندازی کرنا آگ کھانے کے برابر قرار دیتا ہے۔ اور کھلے طور پر فرماتا ہے۔ کہ ان الذین یاکلون اموال الیتٰمی ظلما انما یاکلون فی بطونہم نارا وسیصلون سعیرا۔ اسی محمد رسول اللہ صلعم کی جو خود بھی یتیم ہے اور اس لئے یتامیٰ کی قدر کو وہ خوب جانتا اور پہچانتا ہے امت کا آج یہ حال ہے۔ کہ باقی دنیا کو تو ایک طرف رہنے دو۔ سارے ہندوستان بھر میں لاوارث یتیم بچوں کی پرورش وحسن تربیت کا کوئی ایسا تسلی بخش انتظام نہیں ہوسکا۔ کہ وہ کم ازکم غیر مذاہب میں جذب ہونے سے بچ جائیں۔

پس اے امت مرحومہ کیا یہ ڈرنے کا مقام نہیں۔ کیا یہ دن ہنسی اور خوشی کے دن ہیں یا رونے ماتم کرنے کے۔ کیا ہماری عیدیں ہمارے لئے کبھی خوشی کا موجب ہوسکتی ہیں۔ جب ہمارے بچے نان شبینہ کے محتاج اور ہماری غور وپرداخت سے محروم ہوکر بادیہ ضلالت کی طرف منہ موڑ رہے ہیں۔ کیا یہ غفلت ولاپرواہی یہ نفرت وتحقیر۔ اور ان فرزندان وسیصلون سعیرا بتایا ہے۔ یہ دوزخ جس سے قرآن کریم نے ڈرایا ہے۔ آخرت میں تو خیر ملیگا۔ لیکن اسی دنیا میں اگر تم غور کرکے دیکھو۔ تو اسی دوزخ میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو۔ اور دن بدن اسی طرف لڑھکتے چلے جا رہے ہو۔ کیا ہماری قومی فلاکت وتذلل اور فرزندان اسلام کا کثیر تعداد میں آئے دن گمراہ ہوتے چلے جانا ہماری قومی ہستی پر گویا تبر چلانا نہیں ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ان نیکدل ممبروں کو اللہ تعالےٰ جزائے خیر دے۔ جنہوں نے ان مصیبت زدوں کی اس حالت کو قومی نقصان سمجھکر اسکے ازالہ کے لئے ایک یتیم خانہ کی بنیاد رکھی۔ جہاں یتیم بچوں کی تعلیم وتربیت کا حسب موقع انتظام کرنے کے ساتھ ان کی صحت وتندرستی اور اموال کی حفاظت کا بھی نہایت عمدہ اور قابل تسکین بندوبست کیا جاتا ہے۔ انجمن کی تازہ رپورٹ سے منکشف ہوتا ہے۔ کہ یتیم خانہ میں آخر ۱۹۱۵ء تک ۷۲۲ لڑکے اور ۱۱۱ لڑکیاں کل ۸۳۳ یتامیٰ داخل ہوئے۔ جن میں سے اس وقت ۲۲۸ یتیم خانہ میں انجمن کے زیر تربیت ہیں۔

لیکن ایک طرف اگر اور نہیں تو ہندوستان ہی کے یتیم بچوں کی تعداد پر نظر کرو۔ اور پھر دیکھو کہ یہ بچے ان ہزاروں کی تعداد کا عشر عشیر بھی تو نہیں۔ جس کا سبب بظاہر سوائے اس کے اور تو کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ نہ تو انجمن کے پاس اسقدر روپیہ ہے۔ کہ وہ اس قدر زیادہ تعداد کے اخراجات کی متکفل ہوسکے۔ اور نہ ہی اُن کی رہائش کے لئے کوئی ایسا بڑا مکان انجمن کے پاس ہے یتیم خانہ ہنوز ایک کرایہ کے مکان میں ہے جہاں نہ تو سہولت سے وہ تمام سامان ہی میسر آسکتے ہیں۔ جو اپنے مکان میں مل سکتے ہیں اور نہ ہی زیادہ وسیع پیمانہ پر یتامیٰ کی رہائش کا بندوبست ہوسکتا ہے۔ کسقدر حیرت کی بات ہے کہ انجمن کے ماتحت اس وقت جو سکولوں اور ایک کالج کے لئے اپنی بنائی ہوئی نہایت عالیشان عمارتیں ہیں۔ جو گویا صاحب ثروت لوگوں کے بچوں کی تعلیم گاہیں ہیں۔ لیکن افسوس کہ غریب یتامیٰ کی رہائش کے لئے چھبیس سال کے عرصہ میں کوئی انتظام نہیں ہوسکا۔ اللہ تعالےٰ انجمن کے ان افراد کو جزائے خیر دے اور انکی سعی کو مشکور فرمائے۔ جنہوں نے بالآخر ایک لاکھ روپیہ کے تخمینہ سے ایک عالیشان عمارت کے کھڑی کرنے کی تجویز کی ہے ضرورت ہے۔ کہ ان کی اس مبارک تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا جلد انصرام کیا جائے۔ اور مقتدر اصحاب بیشقرار رقوم کے ساتھ یتیم خانہ انجمن کو امداد دیکر اپنی قومی محبت وملی خواہی اور اخوت اسلامی کا ثبوت دیں۔ یتامیٰ کی نصرت ودستگیری ایک بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ انجمن کی ناموری اور برکات اسی ایک یتیم خانہ کے ساتھ وابستہ ہیں سیوں تو آج دنیائے اسلام میں وہ کونسی ضرورت ہے جو مسلمانوں کی متفقہ ومتحدہ توجہ خصوصی کی مستحق نہیں۔ خود اسلام آج جس کس مپرسی کی حالت میں ہے وہ ہماری مذہبی بےحسی اور لاپرواہی پر دال ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود یتامیٰ کی پرورش وتربیت کا بھی بہترین انتظام کرنا ہم پر فرض ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ یتیم بچوں کو اگر یوں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا جائے۔ تو گویا قوم کا ایک اور عضو کٹ کر یا معطل ہوکر اس رہی سہی حالت کو بھی خراب کردیگا۔ انجمن حمایت اسلام کی شایع کردہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یتیم خانہ کے اخراجات اس کی موجودہ آمد سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں انجمن کا پھر بھی یتیم خانہ کو بہترین انتظام کے ساتھ چلائے جانا بسا غنیمت ہے۔ اس پر مزید ایک لاکھ روپیہ کا بوجھ عمارت یتیم خانہ کے لئے اس وقت تک کیونکر اٹھایا جاسکتا ہے۔ جب تک کہ اسکے لئے خاص طور پر چندہ کرکے اس ضرورت کو پورا نہ کیا جائے۔ ہمیں امید ہے کہ یتیم خانہ کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے قوم کے مقتدر افراد حسب حیثیت خرچ کرنے سے دریغ نہ فرمائینگے۔ اور کارکنان انجمن کے حوصلے بڑھانے کی پوری کوشش کرینگے۔

مسلمانوں پر ایک نہایت ناپاک الزام

۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں میاں محمود احمد صاحب کا نہایت ناپاک الزام شائع ہوتا ہے کہ

"اس زمانہ کے مسلمان بظاہر سارے کے سارے اپنے آپکو گورنمنٹ کے بڑے وفادار اور ہمدرد ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن انہیں اندر سے دیکھو۔ تو چھپکے چھپکے یہ پھیلا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو تو اولی الامر منکم کی اطاعت کا حکم ہے۔ نہ کہ دوسرے جو آکر حاکم بن جائیں اُن کی اطاعت کا بھی۔"

تعجب ہے۔ کہ ایک ایسی حالت میں جب مسلمان قوم کے بیشمار افراد گورنمنٹ کی نصرت وحمایت میں عملی سرگرمی دکھا رہے ہیں۔ اور اپنی جانوں تک کو اس پر سے فدا کرنے میں دریغ نہیں کرتے۔ میاں صاحب کے منہ سے ایسے الفاظ انکے متعلق نکلتے ہیں۔ حالانکہ خود گورنمنٹ مسلمانوں کی خدمات کی قدر کرتے ہوئے ان کے جذبۂ وفاداری کی داد دئیے بغیر نہیں رہ سکی۔ میاں صاحب کے یہ خیالات گو مسلمانوں کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ مگر ان سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ میاں صاحب کے دل میں کافۂ اہل اسلام پر کفر کا فتوےٰ لگانے کی وجہ سے کس قدر بغض بھر گیا ہے۔ اور اگر یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ کہ میاں صاحب خود بہت وفادار ہیں۔ تو اس کا کوئی عملی ثبوت دینا چاہئے۔ وہ وفاداری کسی عزت کی مستحق نہیں جو دوسروں کو بیجا طور پر الزام دے کر حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

"فتوےٰ کفر کی ارزانی"

کے عنوان سے میاں صاحب اسی خطبہ جمعہ میں یوں گوہر افشانی فرماتے ہیں۔ کہ

"ان (مسلمانوں) کے لئے کفر کا فتوے لگانا کوئی مشکل بات نہیں۔ بلکہ بہت معمولی ہے ...... ایک مولویصاحب ہیں وہ اس طرح فتوے دیا کرتے ہیں۔ کہ فلاں نے فلاں بات ایسی کی ہے۔ جو حدیث کے خلاف ہے۔ اور جب حدیث کے خلاف ہے تو قرآن کے خلاف ہوئی اور جب قرآن کے خلاف ہوئی تو خدا تعالےٰ کے خلاف ہوئی اسلئے یہ شخص کافر ہوا۔ اور جب کافر ہوا۔ تو اُس کی بیوی بیوی نہ رہی مومن اور کافر کا نکاح نہیں رہ سکتا۔ اور جب نکاح فسخ ہوگیا۔ تو جو اس کی اولاد ہوئی وہ ولد الزنا ہوئی۔"

مگر سوال یہ ہے کہ خود میاں صاحب کی حالت اس سے کہاں تک مختلف ہے۔ کیا میاں صاحب کے لئے کفر کا فتویٰ لگانا کوئی مشکل بات ہے کیا انہوں نے کل دنیا جہان کے مسلمانوں کو یہ کہکر اسلام سے خارج نہیں کردیا۔ کہ مسیح موعود کا منکر آنحضرت صلعم کا منکر آنحضرت صلعم کا منکر خدا کا منکر۔ خدا کا منکر کافر۔ اور جب وہ کافر ہوئے۔ تو اُن سے کسی احمدی کی لڑکی کا نکاح جائز نہیں۔ اس سے آگے یہ نتیجہ کہ جب نکاح جائز نہیں۔ تو جو نکاح ایسا ہوا۔ وہ ناجائز ہے۔ اور جب ناجائز ہے۔ تو جو اُس کی اولاد ہوئی وہ بالفاظ میاں صاحب ...... ہوئی۔ ان کی تصریح انہوں نے ابھی نہیں کی۔ لیکن اہل بینش جانتے ہیں کہ میاں صاحب کے کھلے فتووں کے مطابق ان نتائج کا پیدا ہونا لازمی امر ہے۔ اور انکا اثر جہاں جہاں پڑ سکتا ہے اُسکا نام لینے کی حاجت نہیں۔ گو ہمارے نزدیک نہ تو میاں صاحب کے وہ فتوے صحیح ہیں۔ اور نہ کسی غیر احمدی کے ایسے فتووں سے کوئی عورت کا نکاح فسخ ہوکر اسکی اولاد نعوذ باللہ ...... ٹھہر سکتی ہے۔ مگر ہاں میاں صاحب کے اپنے خیالات اور فتوے ایسی نتائج کے مدعی ہیں پس انکا دوسرے مسلمانوں پر الزام دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ جب خود اُن کا اپنا اس سے بدتر حال ہے جو دوسرے مسلمانوں کا بیان کیا جاتا ہے۔ زیادہ حیرانی کی بات یہ ہے۔ کہ میاں صاحب ان کفر بازوں کے ہمخیال بلکہ سردار ہوکر بجائے تائید کے اب مخالفت کے درپے کیوں ہیں۔ غیر احمدی بیچارے تو کسی ایک آدھ مسلمان پر فتوے کفر دینے سے ان کے نزدیک اس قدر مخدوش ٹھہر گئے۔ لیکن خود خلافت مآب جو چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہیں۔ کہاں تک واجب العزت ہیں ہوا!

اخبار احمدیہ

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالےٰ بفضلہ بخیر وعافیت ہیں۔ درس قرآن کریم عنقریب شروع ہونیوالا ہے۔ ترجمۃ القرآن آخری پاروں کے پروف آچکے ہیں اب انشاء اللہ دو تین ماہ تک چھپکر شائع ہونیوالا ہے جسکے لئے خاص طور پر محمد ہونی چاہئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا / مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم / ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست / بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام / دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن / جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام / ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست / زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود / آں نہ از خود از ہمان جائے بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال / وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست / ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خوارق ہائے معاد / ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آں ہمہ از معرفت احمد است / منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ از دو راست / منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین / آنچہ در قرآں بیاں شد بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست / ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری از آں روشن کتاب / نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۔/۔۷ ششماہی ۔/۴ سہ ماہی ۔/۲ طلباء سے سالانہ ۔/۵

جلد ۴ | مقام اشاعت تلیسیال لاہور یکشنبہ ۱۶ ذالحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۱۴۱

تبلیغ سلسلۂ حقہ احمدیہ

ایک معاند و مخالف سلسلۂ احمدیہ کے نام ایک پرانے مکتوب کی تمہید کا حصہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

پھر تے کلمہ یہاں ابدی موت اور زندگی کا معاملہ ہے۔ اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ اجر ایمان بالغیب پر ہی مترتب ہوتا ہے۔ ایمان باللہ۔ بالملائکہ۔ بالرسول۔ بالجزاء۔ اور بالبعث بعد الموت سب غیب سے ہی شروع ہوتے ہیں۔ اور یہ سب اصول دین ہیں۔ لیکن کس قدر لوگ ہیں جو ان میں سے ہر ایک شق پر ابتدا ہی سے معترض رہے۔ اور ہیں اور رہینگے لن انزل ۔ ابدی ۔ حرماں نصیبوں کو کون بتلائے کہ ان مغیبات کو مشاہدات کے رنگ میں دیکھنے کی آرزو اس طریق سے کبھی پوری نہیں ہوتی۔ اور عذاب ہوگی۔ حنظل سے شیرینی نکال لینا تو ممکن ہے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ فسق کا پودا تقوے کا پھل لاسکے۔ جناب مسیح علیہ السلام کے متعلق کسقدر پیشگوئیاں تھیں وہ تشریف لائے اور یقیناً پوری ہوگئیں۔ پھر ہمارے آقا جناب ختمی مآب صلعم (فداہ ابی۔ امی و روحی) کے واسطے کس قدر پیشگوئیاں تھیں۔ حضور تشریف لائے اور وہ یقیناً پوری ہوئیں۔ مگر دیکھئے بدقسمت الفاظ پرستوں نے انکار کئے اور تکذیب کی۔ جس کی سزا میں وہ محروم رہیگے۔ ایسے علوم کی آن میں کمی نہ تھی جسے حجاب الاکبر کہا جائے ہوشیار ہست تھے اور ہیں۔ کتابیں رکھتے تھے۔ اور رکھتے ہیں پیشگوئیوں پر اُن کا ایمان تھا اور ہے۔ اُن کے پورا ہونے کے منتظر تھے اور اب تک ہیں۔ پھر وہ کیوں مغضوب اور ضال ہوکر ہلاک ہوئے اس لئے اور صرف اس لئے کہ اُنھوں نے بدظنی کی

مامور کا بعض توقعات کے خلاف آنا سنت اللہ ہے۔ جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ اور یہ عین مصلحت ہے تاکہ شقی سعید کو فاسق شقی سے الگ کر دیا جاوے۔ ہر مامور کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا آیا ہے۔ اور الفاظ پرستوں اور عجوبہ پسندوں نے یہی قدم قدم پر ٹھوکر کھائی ہے۔ اسی لئے تو سرور عالم نے فرمایا ہے کہ مومن ایک سوراخ سے دو بار ٹھوکر نہیں کھاتا۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ آج صفحۂ دنیا پر کم از کم کوئی یہودی یا عیسائی نہیں رہنا چاہئے تھا اس سے لازم آیا کہ مامور پر ایمان لانا تب ہی قابل اجر ہو سکتا ہے کہ وہ ایمان بالغیب کے رنگ میں ہو۔ مگر الفاظ پرستوں کی ساری توقعات کے ماتحت آئے تو پھر بالغیب کا رنگ کہاں رہ سکتا ہے۔ اور پھر مامور کو قبول کرنے اور ہوا پرستی کی کوئی مابہ الامتیاز ہی نہ رہیگا۔ یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم کی راہ کیسی صاف اور بین تھی مگر افسوس ہے کہ ظالموں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ وہی ادل مرۃ کا لم یؤمنوا تماضیں نے ان کے دل اور آنکھیں اُلٹ دیں۔ اور لگے عینی مشاہدہ کی شہادت مانگنے۔ لن نؤمن لک حتیٰ نری اللہ جھرۃ۔ حالانکہ اپنے بیٹوں کی شناخت میں وہ قرائن ہی سے کام لیتے اور اُسی پر اعتبار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں بھی اگر اسی سوءظنی اور اسی قسم کے اعتراضات سے کام لیں تو لاکھوں چھوڑ کروڑوں میں ایک بھی اس معیار پر نہ آ سکیگا۔

سلسلہ حقہ کی صداقت کو پرکھنے کی آسان راہ

گر یہ کیسی دیدہ دلیری ہے کہ جس سے یہ لوگ خدا کے غضب کے صاعقہ کو چیلنج کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے حضور میں حاضر ہونیکا یقین ہو تو میرے خیال میں جناب مرزا صاحب رض کے معاملہ میں فیصلہ کی آسان ترین راہ ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ کے روبرو حاضر ہونیکا خیال دل میں رکھکر امورات ذیل کا سلسلہ وار تصفیہ کیا جائے۔

اوّل۔ کسی مامور۔ مسیح اور مہدی کا آنا مقرر اور موعود ہے یا نہ اور اس کی انتظار ہے یا نہ۔ اگر نہیں تو پھر اس سردردی کی کیا ضرورت اور اگر ہے تو (دوئم) جناب مسیح علیہ السلام جو آج سے اُنیس سو برس پیشتر تشریف لائے تھے آیا وہ الآن کما کان زندہ ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی کامل کتاب کے لاتبدیل قوانین کے برخلاف حوائج اور دیگر لوازمات انسان سے بالا رہکر حی الذی لا یموت کے رنگ میں تثلیث سے بڑھکر تثنیہ کی صورت میں جلوہ گر ہیں۔ اور زمانہ کے مرور نے اُن پر کوئی اثر نہیں کیا۔ یا مثل نبیوں کے اُن کو بھی وفات ملی اور دوسرے برگزیدوں کے ساتھ اُن کا بھی رفع ہوا۔ اگر پہلی صورت ثابت ہو سکے تو پھر بھی اس تمام سردردی کی ضرورت نہیں رہتی۔ لیکن اگر نصوص بینہ انھیں ممکن متبادر اور متوارث معنوں میں متوفی اور مرفوع ثابت کر دیں تو (سوئم) پھر یہ دیکھنا ہے کہ زمانہ موجودہ کے حالات کسی مامور کی آمد کے متقاضی ہیں یا نہ اگر زمانہ بھی زبان حال سے مصلح کی ضرورت بلکہ اشد ضرورت سے انکار کرے تو پھر بھی اس پر توجہ کرنا تضیع اوقات ہے۔ ہاں اگر زمانہ عملی رنگ میں ان ھی الاحیاتنا الدنیا نموت و نحیا وما نحن بمبعوثین کا نعرہ لگا رہا ہو۔ روح نہ رہی ہو اور انسانی ڈھیر ہی باقی ہوں رسول اللہ صلعم کے اتباع کی عظمت۔ قرآن کریم کی عزت اور خود اُس جل جلالہ کی جبروت اور وقعت دلوں میں نہ رہی ہو۔ بیباکی۔ اباحت۔ فسق اور دہریت کا دور دورہ ہو اور اسلام مثل جناب امام زین العابدین علیہ السلام بے انتہا اور زور آور دشمنان یعنی افواج یزید کے نرغہ میں ہو اور لا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم اور العنکبوت تلویم کا پورا نقشہ موجودہ نقشہ میں اپنی جھلک بھی دکھلا رہا ہو ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون کی بجائے خونخوار بھیڑیوں کا گروہ صنوف انسان لیکر ہمارے سامنے آ گیا ہو۔ ہم پر یاس کا گھٹا ٹوپ اندھیرا یوں چھا رہا ہو کہ بھولے سے بھی اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا کا لاتبدیل قانون اور انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون کا شفیق وعدہ ہماری یاد سے محو ہو گیا ہو یا کم از کم ہم اس کو صرف بیٹیلز م تک ہی محدود سمجھکر سرشٹ کی اصلی محافظت کی واقعی اشد ضرورت کو محسوس ہی نہ کر رہے ہوں ایسے وقت میں وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم کی دلکش ندا کے ساتھ ایک منادی ہمارے سامنے آکر کھڑا ہو جاوے تو پھر لازم آتا ہے کہ صبر اور اتقا کے ساتھ اس پر کان دیں اور اس کے دلائل کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سنیں۔ اور اُن پر غور کریں۔ اور ما کنت بدعا من الرسل کے معیار سے کام لیں۔ اور اس مامور کے دلائل میں بھی اُس طریق اور قبیل سے استدلال کریں جس طرح ہم پیشتر کرنے کے خوگر ہیں۔ خوف خدا اور اتقاء کو ہاتھ سے نہ دیں و قد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون سے شروع کریں اور دنیا میں دیکھیں کہ لیظھرہ علی الدین کلہ کے معرکہ کے لئے آج دنیا میں کونسا میدان موزوں اور مناسب ہے۔

نظم

(از جناب شرمت علی صاحب پشاور)

کیا فراکہ ہوں۔ حد یقے میں تو حنظل بھی نہیں
وہ فیرگل بھی نہیں۔ نغمۂ بلبل بھی نہیں
جس تجمل پہ سمجھا کل ناقۂ لیلیٰ کو غرور
وہ تجمل بھی نہیں۔ آج وہ محمل بھی نہیں
آستاں پر تری کل خوب رہا شور و شغب
آج خنجر بھی نہیں قاتل و مقتل بھی نہیں
نہ بھلائی ہوئی گو بادیہ پیمائی کی
وہ اتنی پھرے مقصود کی منزل بھی نہیں
تو بھی خاموش رہا ہم بھی رہے بستہ زبان
ساقیا آج تیرے شیشہ کی قلقل بھی نہیں

مراسلات

تبلیغی رپورٹ حکیم مرہم علیسی صاحب

قادیان کے بعد میں فیض اللہ چک گیا۔ جمعہ وہاں پڑھایا۔ جمعہ میں نے عرض کی کہ تھوڑے میں اختلافی امور اپنے بھائیوں سے عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ابھی میں نے دو تین باتیں ہی مسئلہ نبوت مسیح موعود پر بیان کی تھیں۔ کہ سلسلہ گفتگو کا درمیان میں شروع ہوگیا۔ اور اشتہار ایک غلطی کا ازالہ پڑھا گیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود کی صاف اور صریح عبارتوں سے مثلاً [illegible] حضرت کے بعد کوئی نیا ہو یا پرانا نہیں آسکتا۔

(۲) بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی

(۳) عقیدہ کے کذب پر صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔

(۴) ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں۔

(۴) ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ یعنی آیت خاتم النبیین پر۔

(۵) نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں۔ مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے۔ یعنی فنا فی الرسول کی۔ یعنی بغیر حصول مرتبہ فنا فی الرسول کے جزوی نبوت بھی کسی کو نہیں مل سکتی۔

(۶) میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانیوالا نہیں ہوں۔ اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔

(۷) غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لگ گئی۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔

(۸) اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے۔

(۹) کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی ہتک ہو جاتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں سخت اہانت ہے۔ اور آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔ نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔

(۱۰) اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعوےٰ کرتا ہے۔ مجھے ایسا کوئی دعوےٰ نہیں۔

(۱۱) پھر جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے کہ دعوےٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے۔

استدلال کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب نبی نہیں اور نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد منقطع ہے۔ اور وہ اُن عبارتوں سے جن میں محض بروز۔ ظلیت یا فنا فی الرسول کا لفظ آجاتا تھا اُس سے حضرت مرزا صاحب کی نبوت کا استدلال کرتے تھے کہ یہ دیکھو نبوت کا دعوےٰ کیا ہے۔ (یعنی غیر احمدیوں کی طرح)۔ حالانکہ اُن کو بار بار سمجھایا گیا۔ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے بروزی۔ ظلی نبوت کو اپنی ہر ایک کتاب میں جزوی اور مجازی نبوت ہی کہا ہے۔ کامل اور حقیقی نبوت اسکو کہیں بھی نہیں کہا۔ بلکہ جہاں جہاں حضرت اقدس نے ظلی اور بروزی نبوت کی تشریحیں کی ہیں وہاں نبوت کے بہت سے اجزا میں سے صرف ایک جزو یعنے خدا سے خبریں پاکر آئندہ کی پیشگوئیاں کرنا بار بار ذکر کیا ہے۔ اور صاف فرما دیا ہے۔ کہ شریعت اسلام نبی کے جو معنے کرتی ہے۔ اُن معنوں کے رو سے میں نبی نہیں ہوں ہاں لغوی معنوں میں یا صوفیا کی اصطلاح کے ماتحت یا حدیث لم یبق من النبوۃ الا المبشرات کے مطابق میں صرف ایک جزوی یا مجازی نبی ہوں۔

چونکہ میں صرف ایک دن فیض اللہ چک رہا۔ وہاں بھی خدا کے فضل سے ہمارے ہم عقیدہ تین چار اصحاب ہیں۔ خود مولوی حافظ نور محمد صاحب جو محمودیوں کے امام مسجد ہیں۔ اُن کا بیٹا محمد عبد اللہ نام ہمارے ہم عقیدہ ہیں۔ انہوں نے کئی آدمیوں کے سامنے کہا کہ میں نے پہلی میاں صاحب کی بیعت غلطی سے کر لی تھی۔ اور اب میں اُن کی بیعت کو فسخ کر چکا ہوں اور وعدہ [illegible] کیا کہ میں فسخ بیعت کا اعلان بھی لکھ دوں گا۔

سیالکوٹ۔ چونڈہ۔ چانگریاں کا دورہ

چچہ اور محمودیوں کی فسخ بیعت اور محمودی عقائد سے بیزاری کا اعلان

مکان پر ابھی ہمیں بیٹھے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ سید انعام اللہ شاہ جو سید حامد شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ سیالکوٹ کے بھتیجے [illegible] ہیں۔ وہ آبیٹھے۔ انہوں نے جو کچھ اپنے خیالات میاں صاحب کے عقائد کی نسبت بیان کئے اُس سے مجھے تعجب ہوا کہ [illegible] صاحب کے مریدوں کا حال ہے۔ آپ (یعنی) انعام اللہ شاہ نے کہا کہ میں میاں صاحب کے عقائد کا سخت دشمن ہوں جو انہوں نے پیشگوئی اسمہ احمد کے متعلق اور مسئلہ کفر و اسلام اور مسئلہ نبوت کے متعلق ظاہر کئے ہیں۔ اور اُن کی گفتگو سے پایا جاتا تھا کہ اُنکے دل میں میاں صاحب کی کوئی عزت نہیں جب اُسنے بار بار کہا [illegible] صاحب کے عقائد کا سخت دشمن ہوں۔ مگر قادیان کی دوستی سے مجھے سخت محبت ہے۔ اگر حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب قادیان میں اپنا یہ سلسلہ شروع کرتے تو میں پہلا شخص ہوتا۔ جو آپ کے سچے اور مخلص تابعداروں میں سے ہوتا۔ پھر مجھے کہا کہ تم نے یہ اچھی کوشش کی ہے کہ قادیان میں اپنے ہم عقیدہ جماعت بنالی ہے۔ میں نے کہا کہ کیا آپ جرأت سے اپنا عقیدہ لکھ بھی دے سکتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے تھوڑا سا تامل کیا اور مجھکو یہ تحریر ایک مجمع کے سامنے لکھدی۔

نقل تحریر سید انعام اللہ شاہ صاحب سیالکوٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

میں اسمہ احمد کا حقیقی مصداق حضرت نبی کریم صلعم کو سمجھتا ہوں اور مسئلہ کفر و اسلام میں دیگر مسلمانوں کو حضرت مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کافر نہیں سمجھتا اور یہ بھی کہ میں حضرت مرزا صاحب کی سب کتابوں سے کسی ایک کو بھی کسی رنگ میں علاوہ وحی الٰہی کے منسوخ نہیں سمجھتا۔ ہاں یہ بھی درست ہے کہ میں قادیان سے کسی رنگ میں بھی علیحدگی احمدیت کی موت خیال کرتا ہوں۔ یہ تحریر شائع نہیں ہونی چاہئے۔

انعام اللہ شاہ بقلم خود۔

پھر میاں صاحب کا ایک اور مرید آگیا۔ اور وہ بھی میاں صاحب کا غالی مرید ہے۔ اُس کا نام ہے قاضی محمد یوسف علی۔ اُن سے جب پوچھا گیا۔ کہ آپ کے کیا عقائد ہیں۔ تو انہوں نے زبانی وہی لفظ کہے۔ جو انعام اللہ شاہ صاحب نے کہے۔ مگر لکھکر صرف اتنے لفظ دئیے۔

نقل تحریر قاضی محمد یوسف علی صاحب احمدی

"حضرت مرزا صاحب کا دعوےٰ مسیح موعود ہونے کا تھا جسکی نسبت رسول صلعم نے احادیث میں بڑی وضاحت سے پیشگوئی فرمائی ہے۔ اور وہ نبوت کاملہ کے مدعی نہیں ہیں۔ بلکہ نبوت ناقصہ کے مدعی ہیں۔ یعنی آپ کا دعویٰ نبوت کا [illegible] خاکسار قاضی محمد یوسف علی احمدی۔

پھر میں حاجی پورہ میں آگیا۔ تو وہاں صرف ایک شخص میاں صاحب کا مرید پایا گیا۔ اُس سے گفتگو ہوئی۔ اُن کو اپنے اعتقادات کے متعلق ابھی تحقیق منظور تھی۔ اس لئے اُن سے میاں صاحب کے عقائد پر ہی گفتگو ہوتی رہی۔ آخر انہوں نے [illegible]۔ کہ میں تحقیق حق کی نیت سے دونوں فریق کی کتابیں پڑھ کر پھر جو عقیدہ میرے نزدیک صحیح ہوگا اُسکو اختیار کرونگا۔

دوسرے روز ہم سیالکوٹ سے بہمراہی حضرت اخویم مکرم شیخ محمد اکرام صاحب چانگریاں چلے گئے۔ وہاں جانے سے پہلے لوگ ہماری انتظار میں تھے۔ رات کو حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعوےٰ مسیحیت اور مہدویت کی صداقت پر میں نے ایک لیکچر دیا۔ لیکچر کے بعد محمودیوں کے دو مولویوں مولوی اسمٰعیل صاحب اور مولوی غلام رسول صاحب سے مسئلہ نبوت مسیح موعود پر بہت پر لطف سوال و جواب ہوئے۔ جس سے سب حاضرین پر واضح ہوگیا۔ کہ محمودی اپنے عقائد پر بہت اصرار کرتے ہیں۔ اور قرآن اور حدیث اور حضرت صاحب کی تحریروں کی کچھ بہت پرواہ نہیں رکھتے اُن کے نزدیک جو کچھ میاں صاحب نے لکھدیا۔ وہی وحی ہے۔ غرض اس سوال و جواب کا حاضرین پر خوب اثر پڑا۔ اور ہمارا حق پر ہونا اُن پر ظاہر ہوگیا۔

صبح پھر میرا لیکچر ختم نبوت پر ہوا۔ میں نے قرآن اور حدیث [illegible] خاتم النبیین سے اور حدیث لا نبی بعدی سے ثابت کیا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نیا ہو یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور نہ امتی پر نبی کے لفظ کا اطلاق کبھی جائز ہو سکتا ہے۔ لیکچر میں آس پاس کے دیہات کے [illegible] اکٹھے ہوگئے۔ چونڈہ سے ایک مولوی اللہ دین [illegible] اور اُن کے ساتھی بھی آئے ہوئے تھے۔ لیکچر میں اُنہوں نے کئی دفعہ شور و غل مچایا۔ اور اسلام سے مسلمانوں لیکچر نہ اُنھوں نے خود سنا۔ اور نہ سننے دیا آخر میں نے لیکچر بند کر دیا۔ تو انھوں نے اپنا لیکچر دینا شروع کر دیا جب کامل ایک گھنٹہ اُن کو بیان کرتے ہوگیا۔ اور نماز عصر کا وقت آپہنچا تو میں نے اُٹھکر کہا کہ آپ نقل مضمون سے دوسری طرف جا رہے ہیں صرف نقل مضمون پر بیان کریں۔ اور میرے جو دلائل ہیں اُن کو نمبر وار توڑ کر دکھلاویں یونہی وقت ضائع نہ کریں تو وہ سیہ شکست خوردوں کی طرح شور مچا کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور بازار میں جاکر اچھے اچھے لوگوں یعنے محمودیوں کو بھگانے لگے اور اُن کے دلوں سے حق کے کلمات کو جو انہوں نے میرے لیکچر میں سنے تھے محو کرنے لگے۔ میں نے نماز عصر کے بعد اُنکو رقعہ لکھا۔ کہ آپ اس اشتہار پر بیشک جتنی دیر چاہیں یہاں مجمع میں آکر اپنا بیان کریں۔ لیکن اسکے بعد ہمارا بیان سنکر جاویں یونہی نہ چلے جاویں۔ مگر اُن کے دلوں پر اس سے [illegible] ہم نے بعد میں وقت دیا۔ تو پھر بھی اپنے لیکچر میں ہماری باتوں کی تردید کر دیگا۔ اور اس سے ہمارے [illegible] اثر پڑیگا۔ اس لئے انھوں نے اس بات کو [illegible]

خدا کا شکر ہے کس منہ سے ادا کریں کہ [illegible] فضل و کرم سے اس سفر میں بھی بعض ایک ایک آدمی ایسے دئے جنہوں نے فسخ بیعت اور عقائد محمودیہ سے بیزاری کے اعلان لکھکر دیئے اُنکے نام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ نظام الدین عطار محلہ چانگریاں۔ ضلع سیالکوٹ۔

۲۔ دین محمد۔ محلہ چانگریاں

۳۔ شیخ حسن محمد سابق پریذیڈنٹ انجمن ہائے محمودیاں دیہات۔

۴۔ کرم الٰہی صاحب ملی زمیندار ساکن موضع گوارہ از چانگریاں۔

۵۔ امام الدین محلہ چونڈہ۔

۶۔ رحیم بخش صاحب ٹھیکیدار چونڈہ۔ ضلع سیالکوٹ۔

انہوں نے جو الفاظ فسخ بیعت کے متعلق لکھکر دیئے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

ایسا عقیدہ بیشک معصیت ہے کہ خاتم النبیین کے بعد حضرت مرزا صاحب بھی کامل حقیقی نبی ہیں۔ اور یہ خیال بھی نہایت جھوٹا اور ناپاک ہے کہ آنحضرت صلعم کا نام احمد نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق نہ مانیں تو آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے۔ اس لئے ہم عقائد محمودیہ سے بیزار ہوکر اُن کی بیعت کو فسخ کرتے ہیں۔

دستخط۔ نظام الدین

دستخط۔ دین محمد۔ دستخط کرم الٰہی۔

میرے عقائد میاں صاحب کے عقائد نہیں ہیں۔ میں حضرت صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ دستخط۔ شیخ حسن محمد محلہ چانگریاں۔

ہم حضرت مرزا صاحب کو کامل اور حقیقی نبی نہیں سمجھتے اور پیشگوئی اسمہ احمد کا حقیقی مصداق حضرت مرزا صاحب کو سمجھتے ہیں۔ اور نہ دوسرے تمام اہل قبلہ کلمہ گوؤں کو ہم کافر ہی جانتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ کافر ہیں۔ جو حضرت صاحب کو کافر کہتے ہیں۔ دستخط۔ امام الدین از چونڈہ۔

دستخط رحیم بخش ٹھیکیدار چونڈہ۔ (باقی آئندہ)

کیمپ سے ایڈیٹر الفضل کے نام کھلی چٹھی

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار الفضل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ مضمون ہذا اخبار میں شائع کر دیں۔

آج میرے ہاتھ میں اخبار الفضل جلد ۴ نمبر ۲۵ مورخہ ۳ اکتوبر ہے۔ اسکے صفحہ ۱۱ پر "مسیح موعود کے نبی اللہ کہنے سے ہماری مراد" کے زیر سرخی ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں مضمون نگار جناب کمل صاحب غیر احمدیوں اور غیر مبایعین اصحاب کو مخاطب کرکے لکھتے ہیں کہ ہم حضرت صاحب کو نبی یا رسول مانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں بلکہ یہ بھی [illegible] کہ ۲۲ [illegible] مستقل [illegible] مگر ویسا کہنے سے ہماری مراد

... ان کے معنی بیان کرتے ہیں جیسے آپ نے مرادہی لکھدی جو متفقہ ہے۔ لیکن اس بیان غیر مبایعین صاحب کی مراد ہے۔ اب کیا اس اعلان سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ جو شخص گذشتہ یا آئندہ اکمل صاحب کا مضمون اس موضوع پر دیکھے اسکو لازم ہے کہ اکمل صاحب کی مراد والی ایک ڈکشنری بھی اپنے ساتھ رکھے جو آج تک اکمل صاحب کے سینہ میں ہے۔ آج وہ اخبار الفضل کے مذکورہ بالا نمبر میں چھپی ہے۔ العجب ثم العجب۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے خود لکھدیا ہے کہ عام لوگ چال میں نبی کا لفظ میرے لئے استعمال مت کرو۔ اور غیر احمدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ لفظ نبی جو میری کتابوں اور الہاموں میں آتا ہے۔ اسکو مجدد ہی سمجھو۔ اب اگر کسی احمدی کو غیر احمدیوں کی تبلیغ کے وقت حضرت صاحب کا فرمان لفظ مجدد استعمال کرنا پڑے تو کیوں وہ مورد عتاب ہے۔ حالانکہ حضرت خلیفہ ثانی کو کتاب تحفۃ الملوک لکھتے وقت یہی لفظ مجدد لکھنا پڑا ہے۔ اگر شروع سے اس بات کا لحاظ رکھا جاتا۔ تو آج اس مضمون لکھنے کی ضرورت نہ رہتی۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

والسلام۔ خاکسار۔ اسمٰعیل آدم۔ بمبئی۔ ۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء

تازہ خبریں

برطانوی پیشقدمی۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ نامہ نگار رائٹر مقیم ہیڈ کوارٹرز نے اطلاع دی ہے۔ کہ لی سارس کے لئے اکثر معرکہ کو تاریک جنگ ہی سمجھنا چاہئے۔ خیرہ آلود موسم کی وجہ سے سلسل چند یوم تک ہوائی دیکھ بھال میں دقت پیش آتی رہی۔ چنانچہ بد ینو جہ نئے استحکامات میں افواج کی اصلی طاقت کا صحیح اندازہ نہ کیا جا سکا متعدد جدید مورچہ بندیوں پر جو زبردست طور پر مستحکم تھیں۔ اور ادکورٹ کی جانب سے ہماری پیشقدمی میں دقت پیش آتی تھی مقابلہ ہوا لیکن ہماری سپاہ شاندار طور پر جنوب کی طرف سے صفایا کرتی چلی آئی۔ حتیٰ کہ شاہراہ نشیب تک جو گاؤں سے نصف فاصلہ پر ہے پہنچ گئی۔ یہاں پر شدید مقاومت کی گئی اور دن بھر دست بدست لڑائی ہوتی رہی۔ قیدی جن میں سے کہ تین سو گرفتار کئے گئے ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ برطانوی سپاہی بیٹرز اے کیطرح نبرد آزما ہوئے۔ مدافعین دیہہ میں ماتیز کا ایک بٹالین بھی شامل تھا۔

توپخانہ کی سرگرمی۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر شب گذشتہ کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ سوم پر فریقین کے توپخانہ نے زبردست آتشباری کی۔ باربو۔ بیلو اور ڈینی کورٹ پر زیادہ شدت پذیر تھی۔ شیلہ سنیٹ پیری ورسٹ سے غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کر دیا گیا۔ اور بعدازاں غنیم کی دیکھ بھال کرنے والی جمعیت کو کلدار توپوں کی آتشباری سے منتشر کر دیا گیا۔

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ برلن کے ایک سرکاری اعلان میں شیونسیک واقعہ صوبہ ٹرانسلوانیا کی تسخیر کا دعوٰے کیا گیا ہے۔ اور نیز آسٹروی اور جرمن سرکاری مراسلات میں سلسٹو ڑے اوپر دریائے ڈینوب پر ایک جزیرہ کی تسخیر کا دعوٰے کیا گیا ہے۔

محاذ سالونیکا۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ سالونیکا کی ۹ ماہ رمضان کی برطانوی سرکاری مراسلت میں سو گاؤں کی تسخیر کے اعلان سے ورہ اوہل کی جانب جس سے کہ قریب ترین مقام میل کے فاصلہ پر ہے۔ اہم ترقی کا اظہار ہوتا ہے۔ ہم اوہل۔ تارس ریلوے سے ۲۰ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ اور اس مقام سے جہانکہ دریائے ورداد جھیل تھنیاس میں داخل ہوتا ہے۔ ۲۰ میل مشرق کیجانب ہیں

آبدوزوں کی جنگ۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ کرسچیانا۔ پانچ جرمن آبدوز کشتیاں بحیرہ آرکٹک میں کام کر رہی ہیں اور ان کے شکار میں دو امریکن جہاز بھی شامل ہیں۔

تین جہازوں کی غرقابی۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ برطانوی جہاز سٹرمنیا وچوبی ٹرا اور ناروے کا جہاز لیسٹر غرق کر دئے گئے ہیں۔

پیچیدہ اور اہم مسئلہ۔ لنڈن ۱۰ اکتوبر۔ انگریزی اخبارات تازہ ترین جرمن امریکن قضیہ پر جو بقول ٹائمز ساحل امریکہ کی مصالحت آمیز ناکہ بندی کے برابر ہے اور یہ انگریزی مزاحمت کی ایک طرز ہے۔ جو کہ شرارت آفرین حکومت کو ہوش میں لانے کے لئے وقتاً فوقتاً ایام امن میں بھی اختیار کی جاتی ہے مضامین لکھ رہے ہیں۔ حالانکہ اخبارات اس امر کے متعلق متفق الرائے ہیں کہ حقیقی [illegible] جرمن اور امریکہ کے درمیان ہے لیکن وہ رائے ظاہر کر رہے ہیں کہ آبدوزوں نے جو تباہی پھیلائی ہے اس سے غیر جنبہ دار سمندروں سے متخاصم آبدوز کشتیوں کے سلوک کے متعلق تازہ ترین متحدہ یادداشت کی اہمیت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ نیویارک کی برقی اطلاعات مظہر ہیں کہ یہاں اعلان جنگ کے وقت سے بھی زیادہ جوش و خروش موجود ہے۔ اور اگر امریکن نفوس تلف ہو جائیں تو لازمی ہے کہ عام رائے بھڑک نکلے۔ لیکن اگر امریکن تباہ کن جہازوں نے اس قدر سرگرمی نہ دکھائی ہوتی تو اس سے کہیں زیادہ مصیبت اور ممکن ہے کہ جانی نقصان بھی بدرجہا زیادہ پورا ہوتا۔

انقلاب یونان۔ لنڈن ۹ اکتوبر۔ اتھینز کی برقی اطلاعات مظہر ہیں۔ کہ بادشاہ وزارت عظمٰے کے لئے کسی مدبر کی خدمات کے واسطے تمام معزول شدہ سیاسی اشخاص کو طلب کر رہا ہے۔

اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ شاہ قسطنطین نے تمام مسائل شرکت جنگ کے متعلق غور و فکر کو ۱۵ اکتوبر تک جو مقدونی محاذ کے لئے قیصر کی طرف سے موعودہ کمک کی آمد کی تاریخ ہے ملتوی کر دیا ہے۔

عید قربان۔ بانکی پور۔ ۱۱ اکتوبر۔ ضلع پٹنہ کے دو گاؤں سے بقر عید پر سخت فسادات کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ پولیس کو گولیاں چلانی پڑیں لیکن جانی نقصان بہت کم ہوا اور اب حالت تسلی بخش ہے۔ ایک فساد کی اطلاع موضع کنجھور سے جہانکہ گذشتہ سال اہل ہنود قربانی بند کرانے میں کامیاب ہو گئے تھے موصول ہوئی ہے۔ امسال مسٹر ڈبلیو سوین سپرنٹنڈنٹ پولیس نے خاص تدابیر اختیار کیں اور مسلمانوں کو سمجھا دیا۔ کنجھور کے فساد کے متعلق پہلے ہی آپ کا ماتھا ٹھنکا تھا قربانی کے بعد اہل ہنود نے پولیس پر دیدہ دانستہ حملہ کیا۔ ہندوؤں کی تعداد دس ہزار کے قریب تھی۔ اس مقام کا جو حال ہی بارشوں کی وجہ سے زیر طغیانی تھا فائدہ اٹھایا۔ انسپکٹر نائب نے جو وہاں انچارج تھے تامل ظاہر کیا لیکن بالآخر چند گولیاں چلائی گئیں جن سے تقریباً دو نفوس کا نقصان ہوا۔ موضع جادہ پور میں بھی حالت ویسی ہی خطرناک تھی۔ اور فساد قبل از قربانی شروع ہوا۔ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ دن بھر موقعہ واردات پر رہے اور آخری چارہ جوئی کے طور پر دس ہزار فساد انگیز ہجوم پر گولیاں چلائی گئیں۔ اب مسٹر سوین نے مسٹر ڈگلس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے مشورہ سے جو مناسب انتظامات کئے ہیں انکی وجہ سے حالت زیر ضبط ہے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ بعد ازاں موضع کنجھور بھی گئے پولیس نے متعدد گرفتاریاں کیں۔

آخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ [illegible] مورخہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۴۲

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اور اس کا جواب

میاں صاحب کا چیلنج منظور

(از حضرت امیر جماعت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ)

میں ایبٹ آباد میں چلنے کو تیار ہی تھا۔ کہ میرے ایک دوست کا خط آیا۔ کہ الفضل قادیان مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۶ء میں ایک چیلنج چھپا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق آیہ شریفہ مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد ہونے اور آپ کے اسم احمد کا انکار کرتے ہوئے کل دنیا کو مخاطب کیا گیا ہے۔ کہ کوئی شخص ہمارے دلائل کو توڑ نہیں سکتا۔ میں نے اسی وقت لاہور [illegible] الفضل کا وہ پرچہ [illegible] مگر اس پرچہ [illegible] پیغام صلح کی طرف سے مجھے یہ بھی اطلاع آئی۔ کہ اس چیلنج کی منظوری کا اعلان اخبار میں کر دیا گیا ہے۔ اس لئے میں نے اسکے متعلق کسی مزید کارروائی کی ضرورت نہ سمجھی۔ اب جو لاہور میں آیا۔ تو معلوم ہوا کہ ۷ اکتوبر کے اخبار الفضل میں کوئی مضمون چھپا ہے۔ جس میں ایڈیٹر پیغام صلح کی منظوری چیلنج کو اس بنا پر ناکافی قرار دیا گیا ہے کہ وہ کسی جماعت کا قائمقام نہیں۔ چنانچہ اخبار مذکور میں "یاد عقدہ خود لبشناس" کے عنوان کے نیچے یہ لکھا ہے

"ہم یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ چیلنج کو منظور کرنیوالا کون ہے ہم نے اپنے امام اور مطاع حضرت خلیفۃ المسیح کے اپنے فرمودہ الفاظ [illegible] کئے ہیں۔ اب اگر کسی میں مرد میدان بننے کی جرأت ہے۔ تو وہ اول تو اپنے آپکو کسی جماعت کا قائمقام ثابت کرے اور پھر اپنی قلم سے اور اپنے نام کے ساتھ [illegible] کرکے چیلنج کے منظور کرنے کا اعلان کرے"

یہ بھی ایک نرالی منطق ہے کہ ہمارے پاس کوئی امر حق ہو اور ہم اسکے دلائل رکھتے ہوں۔ تو ان دلائل کو کسی جماعت کے قائمقام کے سوا [illegible] بیان نہیں کریں گے۔ دوسری دقت یہ ہے کہ [illegible] کو سزا [illegible] میاں صاحب خود کہتے ہیں۔ کہ [illegible] پیغام صلح سے مقابلہ منظور نہیں کرتا۔ جس [illegible] تو الفضل ہی اس اصول کو توڑتا ہے۔ کیونکہ جب چیلنج دینے والا [illegible] تو یہ عجیب بات ہے کہ وہ تو خاموش [illegible] کہ میں چیلنج کو منظور کرتا ہوں یا نامنظور اور ایک دوسرا شخص اس کا قائمقام بن بیٹھے۔ یہ قائمقامی کے اصول [illegible] تو اور کیا ہے میاں صاحب ایک جماعت [illegible] کے مدعی ہیں۔ اب ان قائمقام کا ایک اور قائمقام بن بیٹھتا ہے۔ ایڈیٹر اخبار الفضل کا ایڈیٹر ہے۔ پھر جب ایک اخبار کا ایڈیٹر "مطاع الکل" قائمقام کا بھی قائمقام ہو سکتا ہے۔ تو دوسرے اخبار کے ایڈیٹر نے کیا گناہ کیا ہے کہ اس کا اعلان قابل توجہ بھی نہیں بات یہ ہے کہ میاں صاحب کی جماعت میں یہ ایک بیماری پیدا ہو گئی ہے۔ اور اسکے پیدا کرنیوالے خود میاں صاحب ہیں کہ ہر بات میں یہ سوال ہوتا ہے کہ فلاں شخص جماعت کا واجب [illegible] ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو وہ خطاب کے قابل نہیں اور اس کو کوئی [illegible] تو ہرج نہیں لیکن سوال تو یہ ہے کہ اگر میاں صاحب اس بات میں اپنی ذلت سمجھتے [illegible] کسی جماعت کا [illegible] پہلے سے کہہ دینا چاہئے تھا [illegible]

[illegible] مقابلہ میں پیغام صلح کو [illegible] کرنا نہیں چاہتا۔ اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے [illegible] تو میں اپنے [illegible] ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں"

اب اس کے بعد میں اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔ اس مضمون کے آخر چھپا ہے ایڈیٹر صاحب پیغام صلح کے مقابلہ سے انکار کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ درج ہیں۔

"اگر ایڈیٹر پیغام نے اپنی طرف سے منظور کیا ہے تو اسے چاہئے کہ "ایاز قدر خود بشناس" پر غور کرے۔ اور اسطرح اپنے امیر کو اپنے [illegible] کے پیچھے چھپانے کے بجائے میدان میں نکلنے دے"

یہ تو ان لوگوں کے اخلاق کا نمونہ ہے کہ ایک دعوےٰ خود کرتے ہیں۔ جب کوئی اس کا جواب دینے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کے ساتھ جب تک اور چند لوگوں کو کوس نہیں انکے سینے ٹھنڈے نہیں ہوتے۔ باقی رہا۔ میرا میاں صاحب کی دعوت کو منظور کرنا۔ سو ایک ایسے نیک کام کے لئے مجھے بلایا جائے۔ اور میں انکار کر دوں۔ تو میری اپنی محرومی ہے۔ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کو دنیا میں قائم کرنے سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں سمجھتا۔ یہی سب سے اعلیٰ درجہ کا جہاد ہے۔ کیونکہ آپ کی ذات بابرکات کی عزت دنیا میں پھیلنے کے ساتھ ہی اصول حقہ بھی دنیا میں پھیلیں گے۔ مگر مجھے یہ ڈر ہے۔ کہ جس طرح ایک عذر بناکر ایک شخص کو پہلے جواب دیا گیا ہے۔ اسی طرح اب کوئی عذر بناکر مجھے بھی جواب نہ دیا جائے۔ میں کوئی جھوٹی شیخی اپنے لئے تجویز نہیں کرتا۔ کہ دین کے معاملہ میں بولنا یا قلم اٹھانا میری ہتک ہے۔ میں پس پردہ بیٹھکر اپنے الفاظ دوسروں کے منہ میں ڈالنا کبھی نہیں چاہتا۔ پھر میرے لئے آج یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ایک مدت سے اللہ تعالےٰ نے اپنے دین کا ایک ادنےٰ سا خادم بننے کا شرف مجھے محض اپنے فضل سے عطا فرمایا۔ ورنہ میری قابلیت اسقدر نہ تھی۔ میں تو ایک مدت سے اسی کام میں مصروف ہوں۔ ہاں عجائبات قدرت الٰہی پر انسان کے لئے حیرت ہے۔ ایک وقت وہ تھا۔ کہ عیسائیوں کے بالمقابل ہم اس بات کو ثابت کرتے تھے۔ کہ فارقلیط والی پیشگوئی جس کا ذکر انجیل یوحنا میں ہے وہ احمد مجتبےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری ہوئی۔ آج کسقدر رونے کا مقام ہے کہ مسلمان کہلانے والوں میں سے ایک گروہ پیدا ہوتا ہے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے احمد ہونے سے انکار کرتا ہوا اس پیشگوئی کے ذات پاک نبوی کے حق میں ہونے سے انکار کرتا ہے۔ کام تو اب بھی وہی ہے۔ جو پہلے تھا۔ ہاں فریق مخالف بدل گیا۔ عیسائی مخالفانہ رنگ میں اسلام پر حملہ کرتے تھے۔ ہمارے یہ دوست جیسے فی الواقع دوست احسان تھے۔ اسی کے [illegible] ہو گئے۔ آہ۔ [illegible] دشمن سے بڑھ کر [illegible] معاملہ ہے۔ یاد رکھو۔ تم صحابہ کی تردید کے درپے ہو۔ جس سے تم اپنی ہی جڑیں کاٹ رہے ہو۔ اس امت میں سے جسکو چاہو۔ لاؤ۔ وہ مسیح موعود بھی کیوں نہ ہو۔ احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے تخت کے سامنے وہ ایک غلام بنا کر کھڑا کرو۔ اس حیثیت میں جسقدر اسکی چاہو عزت کرو۔ مگر اس سردار دو جہان اور آخرین کو تخت سے اتار کر کسی دوسرے کو اس تخت پر بٹھانا چاہو گے۔ تو تم اپنے دشمن آپ ہو۔ بہرحال گو رنج کے ساتھ مجھے یہ منظور ہے کہ میاں صاحب سورۃ صف کی پیشگوئی کے آنحضرت صلعم کے حق میں انکار پر دلائل دیں۔ تو میں ان دلائل کو توڑ کر دکھاؤں۔ میاں صاحب کے جو الفاظ اخبار الفضل میں نقل کئے گئے ہیں حسب ذیل ہیں:۔

"(احمد) کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہی ہے۔ میں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں۔ فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کو تیار ہوں۔ حتیٰ کہ میں انعام رکھنے کے لئے بھی تیار ہوں اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے [illegible] ثابت کر دے کہ احمد آنحضرت صلعم کا نام تھا۔ نہ کہ صفت۔ اور یہ کہ جو صفات احمد کے قرآن کریم میں آئے ہیں۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلعم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں"

میں خدا کے فضل سے میاں صاحب کے دلائل کو غلط ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن بعض باتوں کو صاف کر دینا چاہتا ہوں۔

سب سے پہلے انعام یا تاوان کا سوال ہے۔ چونکہ میاں صاحب کا دعوےٰ ہے کہ ان کے پانچ لاکھ مرید ہیں۔ اس لئے اگر میاں صاحب دو سو روپیہ فی مرید ایک روپیہ بھی وصول کریں۔ تو پانچ لاکھ روپیہ ہو سکتا ہے۔ اور پیر کی شکست کا تاوان ایک روپیہ فی مرید کچھ زیادہ نہیں۔ لیکن میں ان پر زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ وہ اس مقدار کا صرف پچاسواں حصہ جسکے معنے ہیں فی مرید سوا پیسہ۔ یعنی دس ہزار روپیہ تاوان کم از کم دیں۔ اور اتنے بڑے جرم کے لئے کہ آنحضرت صلعم کے اسم احمد کا انکار کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی بڑا تاوان نہیں۔ لیکن اس کی ادائیگی میں شرط یہ ہو گی کہ یہ روپیہ قبل از مباحثہ بنک آف بنگال میں جمع کرایا جائیگا۔ اور باضابطہ اقرارنامہ لکھ کر دے دیا جائیگا۔ کہ میاں صاحب کی شکست کی صورت میں یہ روپیہ پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا ہو گا۔ اور میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ یہ سارا روپیہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے خزانہ میں داخل ہوکر صرف اشاعت اسلام پر لگایا جائیگا۔

دوسرا سوال یہ ہے۔ کہ میاں صاحب کے دلائل کا غلط ہونا کیونکر ثابت ہو گا۔ بظاہر میاں صاحب کے الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمائے امت کے فیصلہ کے سامنے سر جھکانے کو تیار ہیں۔ مجھے بھی اس سے انکار نہیں۔ لیکن کس علماء میں سے وہ منتخب کریں اور تین کس میں منتخب کر لوں گا۔ اور ایک شخص بطور سرپنچ بہ رضامندی فریقین مقرر کیا جائے۔ اور ان سات آدمیوں کا جو فیصلہ کثرت رائے سے ہو اسکو صحیح مانا جائیگا۔ مگر میں اس سے بھی ایک آسان تر صورت پیش کرتا ہوں۔ اصل غرض تو صرف یہ ہے کہ احمدی جماعت کے دو فریقوں میں سے جو فریق حق پر ہے اسکے متعلق پبلک کو علم ہو جائے۔ سو فیصلہ کے لئے تین معزز آدمی میاں صاحب کی جماعت میں سے یعنے ان لوگوں میں سے جو میاں صاحب کو خلیفہ اور امیر مانتے ہیں میں منتخب کروں گا۔ اور تین معزز آدمی میری جماعت میں سے یعنے ان لوگوں میں سے جو مجھے خلیفہ اور امیر مانتے ہیں میاں صاحب منتخب کر لیں۔ اور ان کے علاوہ دو دو آدمی غیر احمدی علماء میں سے ہر ایک فریق منتخب کرے اور ان دس آدمیوں کی کثرت رائے کا جو فیصلہ ہو اسے صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ اور اسی کی بنا پر تاوان ادا کیا جائے۔

مناظرہ کی صورت یہ ہو گی۔ کہ تین دن تک فریقین اپنے اپنے دلائل ایک عام مجمع میں پیش کرتے رہیں۔ جو کسی بڑے شہر مثلاً لاہور یا دہلی میں منعقد ہو۔ اور یہ تحریریں بعدہٗ ایک رسالہ کی صورت میں طبع ہوکر عام طور پر تقسیم کی جاویں اور ان پر کسی قسم کا مزید حاشیہ نہ دیا جاوے۔

جلسہ میں تحریروں کے سنانے کی یہ صورت ہو گی۔ کہ ہر روز ہر فریق اپنے دلائل لکھکر دو پرچے لے آئیگا۔ جن میں سے ایک پرچہ مصدقہ اسکے پاس اور دوسرا فریق مخالف کے پاس رہیگا پہلے میاں صاحب اپنے دلائل سنا دیں گے۔ پھر میں اپنے دلائل اپنے دعاوی کی تائید میں سنا دونگا۔ دوسرے ملاقات ترتیب سے ہر ایک فریق۔ فریق ثانی کا تحریری جواب جلسہ عام میں سنائیگا۔ اور تیسرے دن اسی طرح جواب الجواب ہر فریق کا ہو گا۔ امور بحث طلب میں میاں صاحب ذیل کے امور پر دلائل دیں گے۔

اول۔ آیہ کریمہ مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق آنحضرت صلعم نہیں۔

دوئم۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد نہ تھا۔

میں ذیل کے امور پر دلائل دونگا۔

اول۔ آیہ کریمہ مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

دوئم۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد تھا۔

دلائل کے دینے میں جہاں تک پیشگوئی کا سوال ہے۔ اول قرآن کریم۔ اور بعدہٗ ہر حدیث جو قرآن کریم کے مخالف نہ ہو اور جو صحیح ضعیف نہ ہو۔

لیکن جہاں نام کا سوال ہے۔ ہر قسم کی تاریخی شہادت بھی علاوہ مذکورہ بالا شہادتوں کے قابل قبول ہو گی۔

محمد علی۔

عقائدِ محمودیہ سے بیزاری

مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب علم کے قابلِ قدر خیالات

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ - ہزار ہزار شکر اس قادر کریم کا ہے۔ جس نے اپنے بندوں کو اپنے جمیع انعام میں سے ایک نعمت عقل سلیم عطا فرمائی ہے۔ جس سے انسان اپنے اور حیوان کے درمیان فرق کر سکتا ہے۔ اور پھر بھی شکر ہے اس ذات کا جس نے کہ عقل کی رہنمائی کے لئے قرآن کریم جیسی جامع کتاب نازل فرمائی جس کی نسبت ارشاد ہے۔ کہ یخرج الناس من الظلمات الی النور۔ اور جسکو اختلاف کے وقت میں حکم بنانے کا حکم ہے۔ لیکن انسان کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے ہر کام میں دیکھے۔ کہ آیا عقل سلیم بھی اس کام کی اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ مبارک ہے وہ انسان جس نے کہ اپنے ہر کام میں عقل سے کام لیا۔ اور اختلاف کے وقت اللہ اور رسول یعنی قرآن و حدیث کو حکم ٹھہرایا۔ اور مومن کی شان بھی یہی ہے کہ جس وقت اللہ اور رسول کا فیصلہ سن لے تو فوراً سر تسلیم خم کر دے۔

اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ جماعت احمدیہ یعنی حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محنت و مشقت کے لگائے ہوئے پودے جن کی نسبت کہ بڑے بڑے وعدے ہیں میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کے بعد اس میں پھوٹ پڑ گئی ہے۔ اور دو گروہ ہو گئے ہیں۔ اور نبوت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نزاع بہت بڑھ گیا ہے۔ خاص کر حقیقت النبوت کے شایع ہونے کے بعد۔ کاش کہ اسوقت بھی اس خدا کے بتائے ہوئے قاعدہ کے مطابق قرآن و حدیث کو حکم ٹھیرایا جاتا۔ مگر جماعت محمودیہ نے غضب ہی کر دیا۔ کہ حدیث کو تو مشکوک ٹھیرایا۔ اور حضرت صاحب کی بیس سالہ تحریرات کو منسوخ کیا۔ کیوں نہ ہو۔ اگر ایسا نہ کیا جاوے تو پھر میاں صاحب مصلح موعود کی صفت کے ساتھ کس طرح متصف ہو سکتے ہیں۔ اور پھر اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے ایک کلیہ قاعدہ حقیقۃ النبوت میں باندھ دیا۔ کہ حضرت صاحب کی جس تحریر میں نبوت سے انکار ہو۔ اسکو بھی منسوخ سمجھو۔ اللہ اللہ۔ کل جہان کو دنیا نے صاحب قلم تسلیم کیا۔ اور یک زبان ہو کر آپ کا سکہ مان لیا۔ بلکہ ایک عیسائی کے اخبار (Times of London) نے مسیح موعودؑ کی وفات پر آپ کی زندگی پر ریویو کرتے ہوئے لکھا۔ کہ "مرزا صاحب کو تمام عمر اپنے دعوے پر یقین رہا اور شک کو کبھی بھی دل میں جگہ نہ دی"۔ آج اس کی اپنی قوم نے کیا غضب ڈھایا۔ کہ اسکی بیس سالہ تحریرات کو منسوخ کر دیا۔ خدا کے لئے دنیا میں کسی ایسے نبی کی مثال تو پیش کریں۔ جسکو بیس برس تو خدا تعالے انی معک الیٰ معک کا الہام روزانہ کرے۔ اور وہ (نعوذ باللہ) ایسا غبی ہو۔ کہ اسکو نہ سمجھے۔ بتائیں کہ ایسا شخص کس کی رہنمائی کریگا۔ ؎ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔

ایک اور عجیب طرہ یہ ہے۔ کہ ایک طرف تو کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کی کتابیں منسوخ ہیں۔ اور پھر دوسری طرف جب قرآن و حدیث کو پیش کیا جاتا ہے۔ تو پھر حضرت صاحب کی کتابوں کو لے بیٹھتے ہیں۔ اور قرآن و حدیث کو بالائے طاق رکھدیتے ہیں بلکہ اکثر محمودیوں کا اعتقاد ہے۔ کہ حضرت صاحب کی کتب کی موجودگی میں قرآن و حدیث کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ الفاظ میں نے خود کئی ایک محمودیوں سے سنے ہیں۔ یا اللہ تو ہی ان گمراہیوں سے بچا۔

پھر خلافت کے برکات میں سے ایک منافقت کا پیدا کرنا ہے۔ خلاف عقیدہ رکھکر بیعت کر لیں۔ مگر ظاہر نہ کریں۔

یہ ہیں چند ایک خلافت محمودیہ کی برکات۔ اب میں ناظرین کی توجہ کو ایک اور واقعہ کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ آپ سنکر حیران ہونگے۔ کہ وہ مدرسہ احمدیہ کہ جسکی حمایت میں کل میاں صاحب پاؤں کے ناخنوں تک زور لگاتے تھے۔ آج ان ہی کے زیر اثر مدرسہ احمدیہ کی تباہی کے سامان ہو رہے ہیں حضرت حکیم الامت کے عہد میں جب تخفیف کا سوال پیش ہوا۔ تو میاں صاحب نے شور مچانا شروع کیا۔ کہ حضرت صاحب کی یادگار کو آج تباہ کیا جاتا ہے۔ اس وقت تو خیال کیا گیا کہ یہ نیک نیتی کی بناء پر ہے۔ مگر آج واقعات نے ثابت کر دیا۔ کہ اس وقت صرف حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب امیر قوم و مولوی صدر الدین صاحب کی مخالفت مقصود تھی۔ پچھلے سال بھی لنگر خانہ کی تخفیف کے موقعہ پر بیس کے قریب طلباء نکالے گئے تھے۔ اور اس سال پھر اکیس لڑکے خارج کئے گئے۔ صرف اس بہانہ پر کہ یہ غیر محنتی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ مبلغوں کا خرچ کہاں سے پورا ہو۔ کشمیر و حیدر آباد کی سیر کس طرح کریں۔ افسوس کہ ملازمین کی تنخواہوں سے بھی ایک ایک روپیہ کاٹ لیا جاتا اور ان غریب لڑکوں کو جو کہ وطن چھوڑ کر علم حاصل کرنے کے لئے قادیان آئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنیکا موقعہ دیا جاتا۔ اور عند اللہ ماجور ہوتے۔ العجب ثم العجب۔ کہ ان اکیس طلباء میں ایک میرا نام بھی شامل کیا گیا۔ لھذا میں ناظرین کو اصل واقعہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ خلافت کے شروع میں ملتان ورہ میں تھا۔ وہاں میری موجودگی میں قادیانی مبلغ وعظ کے لئے بار بار آئے۔ ان میں سے حافظ روشن علی صاحب قابل ذکر ہیں جنہوں نے کہ بہت کوشش کے بعد میاں صاحب کو نبی ثابت کیا۔ اور قاضی محمد یوسف صاحب نے ان کو وہ دندان شکن جواب دئے۔ کہ حافظ صاحب دوران تقریر میں اپنی ساتھیوں کو لیکر عین مجمع سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کلا لنسلم کہتے ہوئے اپنے ڈیرے کو سدھار ے۔ جیسا کہ قاضی صاحب کے رسالہ سے ظاہر ہے۔ افسوس کہ قاضی صاحب خود اپنے رسالہ کو بھول گئے۔ اس کے بعد مجھے قادیان جانے کا اتفاق ہوا وہاں یکطرفہ دلائل سن سن کر آخر کار میں نے بیعت کر لی۔ کیونکہ قادیان میں لاہوری جماعت کے رسائل و اخبارات کا پڑھنا ایک جرم عظیم ہے۔ مگر مذکورہ بالا محمودیہ عقیدے کب کسی کو بیعت پر قائم رہنے دیتے ہیں۔ اسلئے ناچار میں نے مولانا مولوی محمد علی صاحب سے رخصتوں سے پہلے خط و کتابت بذریعہ ایک خیرخواہ شروع کی۔ مگر شومی طالع کہ ایک خط پکڑا گیا۔ اور میں لاہور نہ آسکا۔ پھر میں نے وہاں ہی رہ کر مولوی فاضل کے امتحان کی تیاری کا ارادہ کیا۔ مگر خدا جانے کس خیال سے مجھے روکا گیا۔ اور مجھے اس سے روکنے کے لئے ساتویں جماعت میں ترقی دیگئی جہاں تک میرا خیال ہے مدرسہ احمدیہ کے طلباء کو کسی ڈگری کے حاصل کرنیسے روکنے کا مدعا یہی ہے۔ کہ وہ باہر کسی دوسری جگہ نہ جا سکینگے آخر کار انجمن کا ہی دست نگر انکو ہونا پڑیگا۔ ورنہ بصورت ڈگری یافتہ باہر بھی ہر جگہ کام کر سکینگے یہ ہیں وہ نیک نیتیں جنکی بناء پر کہ قوم کے ہونہار بچوں کی زندگیوں کا خون کیا جاتا ہے۔ رخصتوں کے بعد میں بوجہ بیماری و ضعف واپس نہ جا سکا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ میرا دل و کانشنس مجھے اجازت نہیں دیتا تھا۔ کہ پھر جا کر اپنے دین و دنیا کو خراب کروں۔ اس اثناء میں میرے نام ایک کارڈ آگیا۔ جس میں لکھا تھا کہ بوجہ عدم گنجائش تمہارا وظیفہ بند کیا جاتا ہے۔ اور مولوی سرور شاہ صاحب نے سید مدثر شاہ صاحب سے میری نسبت اپنے دوران دورہ میں کہا۔ کہ غیر محنتی ہے اور امتحان میں فیل ہوتا رہتا ہے۔ لھذا میں مولانا موصوف سے مندرجہ ذیل سوال پوچھتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ اپنی عادت مستمرہ سے کام نہیں لینگے اور سچ سچ واقعات ہدیہ ناظرین کریں گے۔

(۱) فیل ہونے کا الزام دیا گیا یہ سراسر غلط ہے۔ میں خدا کے فضل سے آجتک کسی امتحان میں فیل نہیں ہوا۔ بلکہ انعامات حاصل کرتا رہا ہوں۔ اور اس سال کے امتحان کے نمبرات اگرچہ مجھے معلوم نہیں ہیں۔ لیکن پھر بھی میں یقین رکھتا ہوں۔ کہ اگر نمبر دیکھے جاویں تو انجمن کے ذمہ میرا انعام نکلیگا۔ کیا یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

(۲) آپ نے محنت نہ کرنے کا الزام دیا ہے۔ یہ بات تو آپ پر خوب روشن ہے۔ کہ میں محنتی ہوں یا نہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ اپنے مدرسہ کے ان محنتی طلباء کے نام شایع کریں۔ جن کا وظیفہ بلحاظ محنتی ہونے کے جاری رکھا گیا ہے۔ ہاں ساتویں جماعت میں ترقی پاکر میں بیمار ہو گیا۔ اور متواتر تین ماہ بیمار رہا۔ اور اسی اثناء میں سہ ماہی امتحان شروع ہوا۔ اور مجھے امتحان دینے کے لئے مجبور کیا گیا۔ ممکن ہے کہ میں کسی مضمون میں فیل ہوا ہوں۔ مگر آپ بتائیں کہ میرے جماعتیوں میں سے وہ کونسا لڑکا ہے۔ جو سب مضامین میں پاس ہو؟ اگر ایسا نہیں۔ تو پھر خدا تعالے سے کیوں نہیں خوف کیا جاتا۔

(۳) جن لڑکوں کا وظیفہ جاری رکھا گیا ہے۔ اس لئے کہ وہ محنتی ہیں۔ آپ ان میں سے صرف چھ یا سات ہی [illegible] جو کہ بغیر سفارش پاس ہوتے ہوں۔ لیکن یہ یاد رہے [illegible] طلباء جماعت چہارم۔ پنجم۔ ششم و ہفتم سے ہوں۔ ایک [illegible] خود ہی بتا دیتا ہوں۔ کہ آپ کے فارغ التحصیل طلباء نے مدرسہ احمدیہ میں بعض مدرس ہیں اور بعض مبلغ سب کے سب رعایتی پاس [illegible] ہیں۔ نہ کہ اپنی لیاقت کی وجہ سے۔ اور یہ خاص آپ کے [illegible]

(۴) اگر یہی رویہ جاری رہا۔ تو امید ہے۔ کہ تین چار سال کے اندر اندر مدرسہ کا خاتمہ بالخیر ہو کر خلیفہ ثانی کے عہد مبارک کی ایک اعلیٰ یادگار قائم رہیگی۔ کیا یہ سچ ہے یا نہیں؟

(۵) پیچھے میں ذکر کر آیا ہوں۔ کہ مبلغوں پر روپیہ تمام کیا جاتا ہے آج حافظ صاحب بتا دیں کہ کیا یہ سچ نہیں۔ ابھی آپ ضلع ہزارہ سے واپس گئے ہیں۔ آپ سچ سچ بتا دیں۔ کہ آپ نے اس علاقہ میں کیا کوشش کی اور جب سید مدثر شاہ صاحب سے آپ کا پالا پڑا۔ تو آپ نے اس کا کیا نتیجہ حاصل کیا۔

امید ہے کہ ان واقعات سے مدرسہ احمدیہ کے لڑکے سبق حاصل کریں گے۔ اور اس سے پہلے کہ ان کا بھی اسیطرح حساب و کتاب ہو۔ اپنا بستر باندھ کر اپنا انتظام کسی اور جگہ کریں گے۔ میرا فرض تھا۔ جو کہ میں نے ادا کر دیا۔ تاکہ میرے بھائیوں کی عمر بیہودہ ضایع نہ ہو۔ والسلام

خاکسار۔ عبد السبوح از دانہ تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ۔

تبلیغی رپورٹ میر مدثر شاہ صاحب گیلانی

بخدمت گرامی حضرت مولینا امیر صاحب جماعت احمدیہ لاہور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ [illegible] کی رپورٹ میں یہ لکھا تھا۔ کہ موضع حصاری تحصیل مانسہرہ ضلع ہزارہ کے خان یعنی عبد الرحمن خان صاحب اور ایک [illegible] صاحب موسیٰ خان صاحب نے احمدیت کی بیعت کی ہے اور شیخ عبد اللہ محمودی نے جناب میاں صاحب کی بیعت خلافت سے توبہ کر لی ہے۔ اس رپورٹ کے بعد میں بطرف ضلع مظفر آباد و پونچھ دکا گان چلا گیا اور میرا تو یہ ارادہ تھا کہ ماہ نومبر میں اعیان دولت حشمت بیدار اری کے واپس آؤں۔ مگر دفعتاً یہ خیال پیدا ہوا کہ ماہ نومبر تک اس علاقہ میں رہنا لا حاصل ہوگا۔ کیونکہ [illegible] ہوگا اور نہ تبلیغ ہوگی۔ کیونکہ کل زراعت پیشہ لوگ [illegible] مکی کے گاہنے میں مشغول ہیں۔ چنانچہ میں کاگان [illegible] کو روانہ میں چند اشخاص مجھے ملے۔ جنہوں [illegible] حصاری میں مولوی سرور شاہ صاحب مع دیگر [illegible] تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اس پر میں نے جلدی کی [illegible] حصاری کا میں پہنچ گیا۔ وہاں پر معلوم ہوا۔ کہ مولوی صاحب [illegible] کیساتھ جناب مفتی محمد صادق صاحب اور جناب [illegible] صاحب سعدی بھی ہیں۔ ان ہر سہ صاحبان نے پوری کوشش کی کہ عبد الرحمن خان صاحب رئیس حصاری کو جنہوں [illegible] سے حضرت امیر قوم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اپنے [illegible] کریں۔ لیکن ان کی کوشش کارگر نہ ہوئی۔ کیونکہ خان صاحب نے ان کے عقائد سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن [illegible] احمدیوں نے جو پہلے سے کچھ تیار ہو چکے ہوئے تھے [illegible] مولوی سرور شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت [illegible] پھر اور ان مبلغین صاحبان کا اختلافی [illegible] ہوا تو وہ ہر دو مبائعین مذکورہ منحرف ہو گئے اور انہوں نے کہدیا کہ ہم پر اصلیت تو اب کھلی ہے اسپر سعدی صاحب نے کہا۔ کہ کیا اصلیت کھلی ہے۔ اگر آپ کو کوئی شک پڑا ہے [illegible] پیش کرو۔ مگر انہوں نے پھر وہی کہا کہ ہم پر اصلیت کھل گئی ہے [illegible] ان ہر دو نے مجھے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ خدا کا شکر ہے [illegible] عین وقت پر آ گئے۔ اور خدا تعالے نے ہماری [illegible] کی۔ اور ہمکو ایک غلط عقیدہ سے نجات ملی۔ ہم تائب ہوتے ہیں اور تم اس امر کا اعلان کر دو۔ اور ہم کو اُس سلسلہ [illegible] میں داخل کرو جس کے امیر حضرت مولوی محمد علی صاحب ہیں۔ ان [illegible] فیض علی ساکن گل میرا۔ اور جہانگیر ساکن [illegible] یہ امر بھی قابل ذکر ہے۔ کہ موضع حصاری سے [illegible] پر موضع کرنول واقعہ ہے اور پہلے جب کبھی میں [illegible] گیا۔ تو خوانین کرنول بھی حصاری میں تشریف لائے [illegible] انہوں نے حضرت صاحب کے کل دعاوی کو تسلیم کر لیا [illegible]

ضمیمہ پیغام صلح لاہور
بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۴ ۔ پنجشنبہ مورخہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۴۲

حدیث اور الہام مسیح موعودؑ

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا ایک ضروری خط احباب احمدیہ کے نام

ایھا الاحباب ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
رسالہ القول المجید فی تفسیر اسمہٗ احمد کو شائع ہوئے مدت ۳ ماہ کی گذر چکی۔ لیکن ہمارے فضلاء و علماء احباب میں سے کسی نے بھی کسی آیت یا براہین باہرہ اور دلائل قاہرہ میں کا جواب نہیں دیا الحمد للہ کہ کتاب ویسی ہی مقبول ہے جیسا کہ رویائے صادقہ سے اس کی تصدیق مفہوم ہوئی تھی ۔ اور دوسری خوشی اسپر ہے کہ جس کسی نے کچھ لکھا ہے ۔ وہ آئیں بائیں شائیں اور بے تعلق مضامین لکھے ہیں ۔ مثلاً کسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ دیکھو مصنف القول المجید حدیث ضعیف کو الہام پر مقدم مانتے ہیں ۔ میں یہ افسوس ہے ۔ نہیں معلوم کہ یہ کیا اعتراض ہے ۔ حالانکہ میں نے اس اپنے مذہب کو اسی جگہ مبرہن اور مدلل کر دیا ہے ۔ اوّل تو یہ شرط لگا دی ہے ''وہ حدیث بشرطیکہ کتاب اللہ و سنت صحیحہ سے مخالف نہ ہو'' دوسری دلیل سلسلہ احمدیہ کا ثبوت مدار و مدار اسکے صداقت سلسلہ کا احادیث سے ہی ہوا ہے ۔ تیسرے خود حضرت اقدس کا مذہب جو آپ ہی کا شعر لکھدیا ہے ۔

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

معترض نے حضرت اقدس کی کتابوں پر بھی نظر نہیں کی ۔ جو بڑے زور سے آپ نے اپنا یہی مذہب قرار دیا ہے ۔ چنانچہ کشتی نوح کے چند فقرات یہاں پر نقل کئے جاتے ہیں ۔ صفحہ ۲۳ ۔ میں نے سنا ہے کہ بعض تم میں سے حدیث کو بکلّی نہیں مانتے ۔ اگر وہ ایسا کرتے ہیں ۔ تو سخت غلطی کرتے ہیں ۔ میں نے یہ تعلیم نہیں دی کہ ایسا کرو ۔ بلکہ میرا مذہب یہ ہے کہ تین چیزیں ہیں کہ جو تمہاری ہدایت کے لئے خدا نے تمہیں دی ہیں ۔ اور صفحہ ۵۷ پر اسی بحث میں تحریر فرمایا ہے ۔ کہ ہاں تیسرا ذریعہ ہدایت کا حدیث ہے اسلام کی تاریخ اور اخلاقی اور فقہ کے امور کو حدیثیں کھول کر بیان کرتی ہیں اور نیز بڑا فائدہ حدیث کا یہ ہے کہ وہ قرآن کی اور سنت کی خادم ہیں ۔ ...... مگر ہم حدیث کو خادم قرآن و سنت قرار دیتے ہیں ۔ ...... قرآن خدا کا قول ہے اور سنت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سنت کے لئے ایک تائیدی گواہ ہے ...... حدیث بشرط عدم تعارض قرآن و سنت کے تمسک کے لائق ہے اور مؤید قرآن و سنت کی ہے اور بہت سے اسلامی مسائل کا ذخیرہ اسکے اندر موجود ہے ۔ پس حدیث کا قدر نہ کرنا گویا ایک عضو اسلام کا کاٹ دینا ہے ...... بہرحال احادیث کا قدر کرو ۔ اور اُن سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں ۔ اور جب تک قرآن و سنت اُن کی تکذیب نہ کرے تم بھی اُن کی تکذیب نہ کرو ۔ اور اگر کوئی حدیث ضعیف مگر قرآن سے مطابقت رکھتی ہے ۔ تو اُس حدیث کو قبول کر لو ۔ کیونکہ قرآن اُس کا مصدق ہے ۔ اور اگر کوئی ایسی حدیث ہے جو کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے ۔ مگر محدثین کے نزدیک وہ ضعیف ہے ۔ اور تمہارے زمانہ میں یا پہلے اس سے اس حدیث کی پیشگوئی سچی نکلی ہے ۔ تو اُس حدیث کو سچی سمجھو'' علی ہذا القیاس بہت سے مقامات میں حضرت اقدس نے حدیث ضعیف کی نسبت جو کتاب اللہ و سنت صحیحہ سے مخالف نہ ہو ۔ اپنا یہی مذہب بیان فرمایا ہے ۔ جو میں نے ٹائیٹل پیج صفحہ ۲ القول المجید میں لکھا ہے ۔ اور اسی بناء پر حدیث کسوف و خسوف کے بارے میں جو محدثین کے نزدیک ضعیف ہے کتاب نور الحق حصہ اوّل و حصہ دوئم تصنیف فرمائی ہیں اور وہ احادیث کہ مہدی کے بارے میں آئی ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں اُن سے جا بجا استدلال و تمسک فرمایا ہے ۔ اور خاکسار کے رسالہ چہل حدیث کو جس میں چہل حدیثیں ہیں خود حضرت اقدس نے الہاماً اس کا نام مسک العارف رکھا ہے ۔ دیکھو الہام حضرت اقدس مطبوعہ مسک العارف وغیرہ وغیرہ بیان میں بڑے افسوس سے ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے معترضین علم اصول حدیث سے کوئی محض بے خبر ہیں اگر واقف ہوتے تو ہرگز ہرگز ایسا اعتراض نہ کرتے ۔ جس کا مختصر بیان یہ ہے ۔ کہ باتفاق فریقین حضرت مسیح موعود شارع و مشرع تو ہرگز نہیں ہیں ۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ۔ وغیرہ وغیرہ من الاحادیث ۔ اور حضرت اقدس خود فرماتے ہیں کہ ''جو شخص مجھے فی الواقع مسیح موعود و مہدی معہود نہیں سمجھتا وہ میری جماعت سے نہیں ہے ۔ دیکھو کشتی نوح صفحہ ۱۵ ۔ یہ نہیں فرمایا ۔ کہ جو مجھے نبی حقیقی نہیں مانتا ۔ وہ میری جماعت سے نہیں ہے ۔ پس یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضرت اقدس کے الہام کے مقابلہ میں جو حدیث کذائی کو اقوال و الہامات سے مقدم کہا گیا ہے ۔ وہ الہام تحلیل و تحریم و احکام فرائض ۔ واجبات ۔ سنن ۔ مستحبات و معاملات وغیرہ کے متعلق تو ہرگز نہ ہوگا ۔ (کیونکہ حضرت شارع و مشرع نہیں ہیں) ۔ بلکہ صرف اُن اخبار مستقبلہ ہی کے متعلق ہوگا ۔ جو سلسلہ احمدیہ کی تائید کے لئے واقع ہوا یا ہوگا ۔ یا حضرت کے اثبات صداقت کے لئے نازل ہوا ہوگا ۔ جیسا کہ واقعات نے ثابت کر دیا ۔ پس اگر حدیث ضعیف کذائی حضرت کے نزدیک الہام سے مقدم نہ ہوتی ۔ تو آپ احادیث ضعاف سے کس طرح استدلال و تمسک فرما سکتے تھے ۔ کما مرّ ۔ لیکن آپ نے اپنی کتابوں میں استدلال و تمسک اُن سے ضرور فرمایا ہے ۔ فثبت تقدم الاحادیث الکذائیۃ علی الالہام وھو المدعا ۔ اور اگر فرضاً کوئی الہام ایسی حدیث کذائی کے مخالف ہے ۔ تو وہ الہام خود حضرت اقدس کے نزدیک قابل قبول نہیں ۔ کیونکہ وہ حدیث تو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مخالف نہیں ہے ۔ لیکن وہ الہام کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے اندریں صورت مخالف ہوا جاتا ہے پس اگر قابل قبول ہو تو حضرت شارع اور مشرع ہوئے جاتے ہیں ۔ ہٰذا خلاف اور یہ مذہب مذکورہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۔ اور خاتم النبیین وغیرہ کے بالکل منافی اور مؤید ہے ۔ اور معلوم ہے کہ وہ احادیث کذائیہ نے بھی جو مبیّن اور مفسر قرآن مجید ہیں انہوں نے تو پیشگوئی ثم ان علینا بیانہ کو پورا کر کے دکھا دیا ہے گو ضعاف ہی ہوں ۔ لہٰذا کل اقسام احادیث یعنے صحیح ۔ حسن و نیز ضعیف جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے مخالف نہ ہوں اس پیشین گوئی قرآنی کو پورا کر رہے ہیں ۔ اور سلسلہ احمدیہ کے ضروریہ مسائل کے لئے بھی شواہد بیّنہ ہیں ۔ جو شخص ان احادیث کذائیہ کو قبول نہیں کرتا ۔ وہ بموجب فرمان حضرت اقدس کے سلسلہ احمدیہ کا سخت دشمن ہے ۔ و نعوذ باللہ منہ ۔ ہاں یہ بھی بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ الہامات حضرت اقدس کے بھی مبیّن قرآن مجید اور واجب التسلیم ہیں ۔ اگر وہ الہامات متعلقہ سلسلہ کے واقع نہ ہوتے ۔ تو صرف احادیث کذائیہ سے دعوے اور ثبوت سلسلہ احمدیہ کا کیونکر ہو سکتا تھا ۔ لہٰذا حضرت نے مدت تک صرف ان الہامات ہی کے بموجب اشاعت اپنے دعاوی کی نہیں فرمائی جب تک کہ کتاب اللہ و سنت صحیحہ نے آپ کی صداقت دعاوی پر مہر لگا دی ۔ اور پھر اگر معترض کچھ علم اصول حدیث پر ہی نظر کرتا ۔ تو ایسا اعتراض ہرگز نہ کرتا ۔ کیونکہ اس علم میں صدہا وجوہ موجبہ و مرجحہ ایسی پیدا ہو جاتی ہیں ۔ جو احادیث ضعاف کو حسن کے درجہ پر پہنچا دیتی ہیں ۔ بلکہ صحاح کا مرتبہ اُن کو ملتا ہے لیکن ان وجوہ مرجحہ کا ذکر مفصلاً ان چند سطور میں موجب طوالت کا ہو جاویگا ۔ مبادا کسی کو ملالت پیدا ہو ۔ مختصر سمجھ لو کہ اخبار مستقبلہ میں اُن کی مصادیق کا واقع ہو جانا بھی ایک ایسی وجہ وجیہ ہے جس سے حدیث ضعیف صحیح کے درجہ پر پہنچ جاتی ہے جیسا کہ کسوف و خسوف کی حدیث ضعیف ہے ۔ کما مرّ ذکرہ ۔ لیکن کیا کیجئے ۔ کہ بیچارہ معترض بسبب عدم علم کے معذور ہے ۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا ۔ کہ صحت حسن ۔ و ضعف حدیث کا ایک اصطلاح محدثین کی ہے ۔ جو علم اسناد کی رو سے اور رواۃ کے لحاظ سے قرار دی گئی ہے ۔ ضعیف حدیث کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ اُس کا مضمون غلط ہی ہو ۔ بلکہ غلط ہونا مضمون سند درجہ حدیث کا تو حدیث موضوع کو بھی لازم نہیں ہے ۔ جیسا کہ مقدمہ شیخ عبدالحق دہلوی وغیرہ میں لکھا ہوا ہے ۔ وحدیث المطعون بالکذب لیسمّی موضوعاً ومن ثبت عنہ تعمد الکذب فی الحدیث ۔ وان کان وقوعہ فی العمر مرۃ ...... لا یقبل حدیثہ ابدا بخلاف شاہد الزور اذا تاب فالمراد بالحدیث الموضوع فی اصطلاح المحدثین ہذا لا انہ ثبت کذبہ وعلم ذالک فی ہذا الحدیث بخصوصہ والمسئلۃ ظنیۃ والحکم بالوضع والافتراء بحکم الظن الغالب ولیس الی القطع والیقین بذالک سبیل فان الکذوب قد یصدق ۔ دیکھو مسائل طبیہ کی احادیث بھی اکثر ضعیف ہیں مگر اطباء حذاق کے تجارب نے ثابت کر دیا ہے ۔ کہ ان کا مضمون سچا اور درست ہے ۔ لیکن معہذا وہ احادیث ضعاف اصطلاح محدثین رو سے ضعیف ہی شمار ہوتی ہیں ۔ کیونکہ وہ راوی جو کسی قدر مطعون ہے وہ اپنی طعن سے جدا نہیں ہو سکتے ۔ گو تجارب اطبائے حذاق نے اس مضمون کو راست اور درست کر دیا لیکن محدثین کا طعن جو اُن پر کیا تھا ۔ اور اس طعن کی وجہ سے وہ حدیث ضعیف کہلائی گئی ۔ وہ طعن رفع نہیں ہوا ۔ اگرچہ یوم الحساب میں اللہ تعالیٰ بھی اُنکے اس طعن کو معاف فرما دیوے ۔ پس یہ ہے حقیقت تضعیف و تحسین حدیث کی ۔ اللہ اعلم بالصواب واللہ المرجع والمآب ۔

خاکسار ۔ اپنے احباب سے نصیحتاً عرض کرتا ہے کہ علم حدیث اور اصول حدیث اور علم اسناد و اسماء الرجال وغیرہ ایسے علوم عمدہ اور نفیسہ ہیں کہ کسی دوسری امت میں امتوں دیگر انبیاء میں سے ہرگز نہیں پائے جاتے لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعہما الا اتباعی ۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ۔ نہ حضرت موسیٰؑ کی امت میں اور نہ حضرت عیسیٰؑ کی امت میں وہ علوم موجود ہیں مورخین عیسائی باوجودیکہ بڑے محقق علم تاریخ گذرے ہیں ۔ مگر ایسی اسناد کے ساتھ اُن کے ہاں کسی تاریخ کا پتہ نہیں ملتا ۔ جس طرح کہ تاریخ اسلام میں بذریعہ احادیث و علم اسماء الرجال واقعات تاریخیہ کی تحقیقات روایتاً و درایتاً کی گئی ہے ۔ دیکھو اصابہ و تاریخ طبری و ابن خلدون وغیرہا کہ جس سے صدہا و ہزارہا واقعات تاریخی اسناد کے ساتھ روایتاً و درایتاً معلوم ہوتے ہیں ۔ اور ہر ایک عظیم اشخاص کے احوال موالید و وفات و حالات ما بینہما بڑی تحقیق کے ساتھ لکھے گئے ہیں ۔ پھر کسی نبی کے حالات کسی تاریخ میں کسی امت میں علم اسناد کے ساتھ نہیں لکھے گئے ۔ اور نہ کسی نبی و رسول کی سوانح عمری ولادت سے لیکر وفات تک سند طور بذریعہ تحقیقات اسماء الرجال کے کسی تاریخ میں قلمبند کئے گئے ۔ اسکو ایک معجزہ کہو یا ایسا فضل و شرف قرار دو ۔ جس میں کوئی امت امت محمدیہ کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتی ۔ دیکھو کتب حدیث اور اسکے علوم متعلقہ کو ۔ اور پھر دیکھو کتب اسماء الرجال کی ۔ کتابیں میزان الاعتدال وغیرہ کو مورخین یورپین ان علوم کی قدر و منزلت کو عظیم الشان مانتے ہوئے ہیں ۔ افسوس ہے ہمارے امت محمدیہ کے علماء پر کہ ایسے علوم فاضلہ اور فنون منضبطہ صحیحہ کی قدر نہ کریں ۔ کیا سچ لکھا ہے امام نووی نے اپنی شرح مسلم کے مقدمہ میں ۔ وھو ہذا المخصص (یعنی اللہ تعالیٰ) ہذہ الامۃ زادھا اللہ شرفاً بعلم الاسناد الذی لم یشرکہا فیہ احد من الامم علیٰ تکرر العصور والآباد والذی نصب لحفظ ہذہ السنۃ المکرمۃ الشریفۃ المطہرۃ خواص من الحفاظ النقاد جعلہم ذابین عنہا فی جمیع الازمان والبلاد باذلین وسعہم فی تبیین الصحیح من غیرہا لہذا خوفاً من الانتقاص منہا والازدیاد وحفظاً لہا علی الامۃ زادھا اللہ شرفاً الی یوم التناد مستفرغین جہدہم فی التفقہ فی معانیہا و استخراج الاحکام واللطائف منہا مستمرین علی ذالک فی جمیع الاوقات والساعات ...... فی بیانہا وایضاح وجوہہا ...... جماعات فی الاعصار کلہا الی انقضاء الدنیا ...... النقاد الخ ۔ علاوہ اس افسوس کرنے کے ان وجوہ سے بڑا افسوس یہ ہے کہ الہام میں بھی ایسا اجمال اور ابہام ہوتا ہے کہ بغیر تبیین اور بیان مراد کے اُس کے ظاہری معنی اگر لئے جاویں تو منجر بشرک ہو جاتے ہیں ۔ جیسا کہ انت منی بمنزلۃ اولادی جس کے رد میں تمام قرآن مجید بھرا ہوا ہے ۔ اور اس زور و شور کے ساتھ کہ تکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہدا ان دعوا للرحمن ولدا الآیۃ ۔ وغیرہا ...... نازل ہو چکے تھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفی ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از و یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبر آں معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکار کند از اشقیا است
بے تقدیم و دوری از آں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ للعہ ششماہی عہ سہ ماہی

و طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴	پیغام صلح لاہور پنجشنبہ ۲ ذوالحجہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء	نمبر ۴۲

التوحید

عجائب آباد عالم میں مذہب سب سے عجیب چیز ہے۔ تقاضائے فطرت ہے کہ انسان ہر شے کے امتحان۔ احتساب اور انتخاب کے وقت توازن علم و عقل سے کام لے کر حسن و قبح اعلیٰ و ادنیٰ لطیف اور خبیث کا فتویٰ دیا کرتا ہے۔ سچ پوچھو تو اس کے حقیقی معنی میں اس سے بڑھ کر اور کوئی میزان بھی نہیں۔ یہی ایک قسطاس مستقیم ہے جو فاطر فطرت نے اس کے دماغ میں ودیعت کر دی ہے اور انسان طوعاً و کرہاً اپنے پیش آمدہ امور میں اسی سے کام لینے پر مجبور ہے۔ پھر تم اس شے کو کس قدر عجیب کہو گے کہ جس کے وزن کو گراں ثابت کرنے کے لئے علم و عقل کی رعیت سے در پے ہو جاؤ۔ آہ وہ انسان کیسا عجیب انسان ہے جو ایک نظریہ کو درست ثابت کرنے کے لئے اپنے دماغ کی اصلاح کو مقدم سمجھتا ہے۔ پر اس طرح نہ تو نظریہ صحیح نظریہ قرار پاتا ہے اور نہ دماغ اپنے زاویئے پر قائم رہتا ہے۔ قسطاس غیر مستقیم ٹھہر جانے سے اعتبار سے گر جاتی ہے بلکہ جس قدر کام اس سے لو گے وہ غلط اور نادرست ہوگا۔ فویل للمطففین الذین اذا اکتالوا الخ

تثلیث فی التوحید ایڈیٹر صاحب اخبار نور افشاں نے اپنے کسی لائق اور ہونہار نوجوان مسیحی کی قلم حقیقت رقم سے ایک مضمون بعنوان تثلیث فی التوحید درج کر کے ہمارے پاس بطور جواب کے لئے ارسال فرمایا ہے۔ کیونکہ اخبار مذکور کا تبادلہ پیغام صلح سے ایک مدت سے بند ہے اور باوجود اصرار پادری صاحب نے اپنی نور افشانی سے ہمیں محروم رکھا ہوا ہے۔ قابل مسیحی نوجوان نے اپنے عقیدہ کو میزان اور منطق کے کانٹے پر پورا اترنے کی کوشش کی ہے۔ ہاں اسی علم و عقل کے کانٹے پر کہ جس سے کام لینے پر آدم کو بہشت سے ہبوط نصیب ہوئی۔ . . . .

. . . .

ہمارے مسیحی دوست رقمطراز ہیں کہ "مسئلہ مطلق وحدت یا احدیت سے مسئلہ کثرت فی الوحدت زیادہ قرین عقل اور قابل پذیرائی ہے" کس قدر قرین عقل اور قابل پذیرائی ہے۔ وہ قابل مضمون نگار خود ہی آگے چل کر صاف کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کلام اقدس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے کہ ذات قدوس الوہیم تعالیٰ شانہ میں باپ۔ بیٹا۔ روح القدس تین اقنوم ہیں ان اقانیم کا امتیاز بطون ذات میں ہے...... کنہ اس کی عقل انسانی سے پرے ہے" اس عجیب و غریب فلسفہ مداد کو سمجھنے سے واقعی دنیا مجبور ہے کہ ۱ + ۱ + ۱ برابر ہے ایک کے۔ اس ذات کے تین اقنوم بھی ہیں۔ اور ہر ایک اقنوم تینوں سے کامل بھی ہے۔ پھر بھی تین کامل نہیں۔ بلکہ ایک کامل ہے ایک جگہ تو اس کو وحدت کی نسبت زیادہ قرین عقل اور قابل پذیرائی بیان کرنا اور دوسری جگہ اسی کی کنہ کو عقل انسانی سے پرے بتلانا۔ نامہ نگار کی اندرونی کشمکش کو صاف ظاہر کر رہا ہے۔ بہتر ہوتا کہ ہمارا دوست پہلے توریت اور انجیل سے تثلیث یا ثلاث واحد کو ثابت کرتا اور جو دلائل کثرت فی الوحدت پر انجیل یا توریت میں مذکور ہیں ان کو پیش کرتا کیونکہ اس سے بڑھ کر کوئی تعجب انگیز امر نہیں کہ دعوے تو خدا کرے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے دلائل انسانی دماغ وضع کرے۔ ہمارا یہ دعوے ہے کہ کتاب مقدس کے کسی صحیفے میں کثرت فی الوحدت کا نام و نشان تک نہیں۔ چنانچہ میزان الحق مطبوعہ مرزاپور صفحہ ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ مسیحیوں کے اعتقاد میں اس عمدہ مطلب کو تثلیث یا ثلاث واحد کہتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ لفظ بعینہ انجیل میں نہیں پائے جاتے۔ مگر انجیل کی اس عمدہ تعلیم کا عادت کے موافق ایسا نام ہوا ہے"۔ میں کہتا ہوں کہ تثلیث مقدس کو منطقی اور عقلی دلائل سے ثابت کرنے سے بڑھ کر مسیحی شرع میں کوئی گناہ نہیں۔ اسی لئے خداوند یسوع کے قابل شاگردوں نے علم کلام کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے۔ پادری فانڈر جیسا فاضل میزان الحق صفحہ ۱۷۹ پر لکھتا ہے کہ "اگر تو کہے کہ ان مطالب کا اس طور پر ہونا کیونکر ممکن ہے تو ہمارا جواب یہ ہے کہ خدا نے اپنے کلام میں اپنے تئیں یونہی بیان کیا ہے۔ سو آدمی کو یہ مطالب جیسے کہ لکھے ہیں [illegible] ایمان واجب ہے۔ پس در حالیکہ صورت یہ ہے تو آدمی کی کیا طاقت جو خدا کے ساتھ بحث کرے"

مگر فاضل مصنف نے اس پر غور نہ کیا کہ آدمی کو تو خدا سے بحث کی طاقت نہیں لیکن کیا خدا میں یہ طاقت بھی نہ تھی کہ وہ مسائل کو عقول انسانی کے مطابق بیان کرتا۔

پہلا اعتراض مسیحی دوست نے یہ کیا ہے کہ اگر ذات واجب سبحانہ ہر طرح کی کثرت سے خالی ہے تو مخلوق کثیر کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر واحد محض سے دو معلول صادر ہوں تو مصدریت ایک معلول کی دوسرے کی مصدریت سے مغائر ہوگی اس لئے کہ دو معلولوں کی مصدریت دو متغائر مفہوم ہیں۔ کیونکہ تعلق ایک کا بغیر دیگر کے ہوتا ہے" اس تقریب سے تثلیث کی تردید ہوتی ہے وہ نہ تائید۔ اس لئے کہ جب علل متعدد ہونگی یعنی ہر معلول کی علت واحد ہوگی تو چونکہ معلول کثیر ہیں علل بھی کثیر ہونگے۔ علل کے کثیر ہونے میں ہر علت دوسری سے مغائر ہوگی۔ اور کثرت حقیقی ہوگی نہ کہ اعتباری۔ کیونکہ علل کثیرہ کا مفہوم ہی یہ ثابت کرتا ہے کہ علل میں مغائرت ہے۔ علل میں مغائرت ہو تو ان میں ما بہ الامتیاز ضروری جو ما بہ الامتیاز اور ما بہ الاشتراک سے مرکب ہو وہ حادث ہوا نہ قدیم فلکم ما انا سلمنا فریقین کے خلاف۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ عالم میں گو بظاہر ہزاروں لاکھوں اشیا نظر آتی ہیں لیکن عالم ایک شے واحد ہے اور یہ تمام اشیا اس کی ذاتیات او اجزا ہیں۔ اب شے واحد کی دو علت تامہ نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ علت تامہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کے وجود کے ساتھ بلا انتظار کسی اور چیز کے معلول وجود میں آ جائے۔ اس لئے اگر ایک معلول کے لئے دو علت تامہ ہوں تو ایک بالکل بیکار ہوگی۔ چونکہ خدا عالم کی علت ہے اور عالم شے واحد۔ شے واحد کی علتیں متعدد نہیں ہو سکتیں۔ لہذا خدا متعدد نہیں ہو سکتے۔ چونکہ تثلیث تعداد کو ظاہر کرتی ہے اس لئے تثلیث باطل۔ اب رہا آپ کا یہ اعتراض کہ خدا تعالیٰ کو کثرت کا علم حضوری تھا یا حصولی۔ ہم خدا تعالیٰ کی تمام صفات کو قدیم مانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو قبل از خلق اسی قسم کا علم تھا۔ جس کو اصطلاح میں حضوری یا نوری اشراقی کہتے ہیں جیسے کہ معمار کو بھی ناقص طور پر قبل از تعمیر عمارت کا علم ہوتا ہے یہاں ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ کو جب کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت بھی اس کو ایک علم ہوتا ہے کہ یہ امر واقع ہو گیا۔ علم حضوری کے لئے وجود کی حاضری ضروری نہیں۔

مسیحی دماغ کا دوسرا سوال فلسفہ اور وحدانیت کی ایک دلچسپ تجدید ہے۔ یعنی یہ کہ اگر کثرت کا مفہوم حادث ہونا حادث ہے تو لازم ہے کہ ہر طرح کی وحدت کا مفہوم بھی حادث ہو کیونکہ وحدت بمقابلہ کثرت ہے۔ نہ کہ کوئی خاص وجود خارجی یعنی کثرت بہ تکرار وحدت [illegible] ہے اور وحدت بغیر کثرت سے جیسے بغیر [illegible] کوئی مفہوم نہیں ایسا ہی بغیر کثرت کے وحدت کوئی شے نہیں

دین فلسفہ پر جو قربان ہونا چاہتا ہے کاش اس کو علم حساب کے نصاب کا نفاذ دنیا میں ہوتا اور وہ دنیا دیکھ لیتی کہ اس کا کنبہ کس طرح بہا کرتی ہے۔ آہ کیسے بھولے بھالے ہیں ہمارے دوست کو اتنا بھی کسی نے [illegible] نہیں سمجھایا کہ ایک عدد معین ہے اور کثرت کوئی عدد معین نہیں۔ واحد خاص ہے اور کثیر عام کیا مسیحی فلسفہ اعداد کی رو سے جو شے حقیقتاً واحد ہو وہ کثیر بھی ہوگی۔ (باقی دارد) عبد الحق ودیارتھی

انتقال خانصاحب سردار محمد یحییٰ خاں کے والد ماجد گذشتہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو اس دار فانی سے انتقال فرما گئے۔ خانصاحب موصوف اور دیگر پسماندگان کیساتھ ہمیں اس حادثہ میں دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت نصیب کرے آمین۔

ضرورت ہے ایک ہوشیار اور پابند کلرک کی جو احمدی بھی ہو تنخواہ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت ہو سکتا ہے۔ درخواستیں معرفت ایڈیٹر پیغام صلح آنی چاہئیں۔

گئے ہے خدا پرست ملمانوں کا ہی کام ہے۔ ایسا ہی ہمیں حضرت خواجہ جمال الدین صاحب اور اخویم مکرم خواجہ عبد الغنی صاحب اور دیگر پسماندگان سے بھی دلی ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم بزرگوار کو اپنے غفران رحمت کا مورد بنائے۔ اور انکے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ احباب خواجہ صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ

تار خبریں

شدید حملوں کی پسپائی۔ لنڈن ۱۵ اکتوبر۔ ایک روسی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ علاقہ کارپیتھیا میں غنیم کے حملے شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے۔ جنوب کو مئزرا کے شمال میں ہم نے پیش قدمی کر لیا ہے۔ تمام جوابی حملوں کو سخت نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا۔ کر لی بابا کو دیزا کے علاقہ میں بھی غنیم کے حملے پسپا کر دیئے گئے۔

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۱۶ اکتوبر۔ بخارسٹ۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ علاقہ کارپیتھین میں ہم سرحد کی جانب پیچھے ہٹ آئے ہیں۔ تمام شمالی علاقہ میں خونریز لڑائی جاری ہے۔ رومانوی غنیم کی سرگرمی کو مسدود کر رہے ہیں۔ علاقہ پریڈیل میں بہت ہی زور سے لڑائی جاری رہی ہے۔ رومانیوں نے غنیم کو بالکل سرحد تک پیچھے سے باہر نکال دیا۔ اور سرحدی جبول میں کوہ نیگرو قبضہ کر لیا۔ دریائے ڈینیوب کے ساتھ جنوبی محاذ پر توپ خانہ کی ایک مسلسل جنگ ہو رہی ہے۔

لنڈن۔ ۱۵۔ اکتوبر۔ درہ منیوانہ برگ میں گوریلان پر رومانیوں کو بوکا کی جانب پسپا ہو جانے پر مجبور کر دیا گیا ہے۔

لنڈن ۱۵ اکتوبر۔ بخارسٹ کی سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ فوجی ماہرین کی رائے ہے کہ اگر رومانوی کوہ کارپیتھین کی چوٹی پر قابض رہیں تو حالت کو چنداں نازک تصور نہیں کرنا چاہئے۔ جنرل فالکنہیان جس کے ساتھ ظاہر طور پر صرف تین جرمن ڈویژن اور باقی آسٹرو ہنگری ڈویژن جن کی تعداد ۲ لاکھ کے قریب ہے دیگر رکاوٹوں کو طے کرنے کے بعد زبردست حملہ افواج قدہ اڈیسوے بھیجے اور ریلوے جنکشن

ٹرنسلوانیا پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تازہ ترین رومانوی مراسلت مظہر ہے کہ درہ اوئیٹز پر جو براسو کے ۴۵ میل شمال مغرب میں واقع ہے۔ غنیم کے تمام حملے شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کر دیئے گئے ہیں۔

اتحادی اور یونان۔ لنڈن۔ ۱۵ اکتوبر۔ سالونیکا ۱۳ اکتوبر۔ ایم وینی زیلوز نے رائٹر کے ایک نامہ نگار سے دوران ملاقات میں کہا۔ کہ یونان قدیم کا نصف اور یونان جدید کا ۴/۳ حصہ اور دیگر تمام جزائر میرے ساتھ ہیں۔ چونکہ بادشاہ کی پالیسی میں کسی قسم کے تغیر کی توقع سے مایوس ہو چکی ہے۔ اس لئے عارضی حکومت بادشاہ کی خدمت میں مزید عرضداشت ارسال کرنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔

لنڈن۔ ۱۵ اکتوبر۔ سالونیکا ۱۳ اکتوبر۔ ایم وینی زیلوز نے گذشتہ شب ایک زبردست تقریر کے دوران میں شاہ کے استبدادیت کا ذکر کرتے ہوئے آبادی کو بلغاریوں کے اخراج کے لئے مسلح ہونے کے لئے کہا۔ اور جنگ کے بعد ایک آئینی مجلس کے تقرر پر زور دیا۔ دوران تقریر میں پرزور چیرز۔ ”بادشاہ کا خاتمہ کر دو“ غداروں کو برباد کرو“ کے نعرے بلند کئے گئے۔

پارلیمنٹ جرمنی۔ لنڈن ۱۳ اکتوبر۔ ایسٹرڈم۔ افتتاح رائشٹاگ کی نمایاں خصوصیت اقتصادی حالت کے متعلق اور برطانیہ کی مخالفت میں ایک لاف گزاف کی تقریر تھی تمام مقرروں نے اس امر پر زور دیا۔ کہ جرمنی ایک مدافعانہ جنگ میں مبرد آزما ہے۔ ہر سپیر میں لیڈر نیشنل لبرل پارٹی ہر سپاہن لیڈر لنسٹر اور ہر ویسٹراپ لیڈر فریق کنسرویٹو میں سے سب نے اس امر پر زور دیا کہ ہمارا سب کے بڑا دشمن برطانیہ ہے۔ جس کے خلاف عظیم نبرد حدوجہد کی جائے۔ ہر ہیس لیڈر فریق اقل اشتراکیہ نے کہا۔ لاکھوں لوگ ان کے لئے ہماری طرف دیکھ رہے ہیں مصائب و آلام وحشیانہ حد تک بڑھ رہے ہیں۔ اور کہیں بھی امید نظر نہیں آتی۔ ہمیں لوگوں کو بدترین حالت سے بچانا لازمی ہے۔ عالمگیر تفوق کے ہمارے خواب کبھی بھی پورے نہ ہونگے۔

سوشلسٹ لیڈر ہر شیڈمین کے متعلق بر لینر ٹیگبلیٹ بیان کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ قوم صلح کی خواہاں ہے اور تازہ مذاکرات سے امید ہے غارتباہی کی طرف جانے سے تمام اقوام تھک گئی ہیں۔ جرمن۔ بلجیم و فرانس کو خالی کرنے کے لئے تیار رہیں اور معاہدہ صلح لازمی طور پر اس اصول پر منحصر ہونا چاہئے کہ فرانس بلجیم اور جرمنی اپنے اپنے مقبوضات پر قابض رہیں۔

ہوا بازوں کی عزت افزائی۔ لنڈن ۱۵۔ اکتوبر۔ سیکنڈ لفٹننٹ رابنسن جسے ڈی۔ ایس او عطا کیا گیا ہے۔ بارہا زپلین کا فاتح ہے زپلین کی آمد کی اطلاع کے وقت اپنے احباب کے ہمراہ کھانا کھا رہے تھے آپ نے فوراً ایک ہوائی جہاز میں پرواز شروع کر دیا۔ اور ۵۰ منٹ تک پرواز کرتے رہے۔ زپلین کو آگ لگنے پر وہ اسکے ہمراہ پرواز کرتا رہا۔ اور بعد ازاں نیچے آنا شروع کر دیا۔ اور راستے آتشزدہ زپلین کے ساتھ ٹکرے سے بچنے کے لئے بالکل سرنگون نیچے آنا پڑا۔ بعد ازاں وہ طعام ختم کرنے کے لئے واپس آ گئے۔

سیکنڈ لفٹننٹ ٹیمپسٹ نے سٹونی ہرسٹ اور تعلیمی جہاز ورسیسٹر میں تعلیم حاصل کی ہے اور بعد ازاں وہ سرنگیں بچھانے کے انجینیئر ہو گئے۔ اور پھر کینیڈا و جنوبی افریقہ میں فارم کا کام شروع کر دیا۔

لنڈن ۱۴۔ اکتوبر۔ لنڈن گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے کہ لفٹننٹ رابنسن ڈی سی و سیکنڈ لفٹننٹ ٹیمپسٹ فلائٹ کمانڈر پرواز فوج عارضی کپتان مقرر کئے گئے ہیں۔

کلکتہ میں خانہ تلاشی۔ خفیہ پولیس کے سپیشل برانچ نے جمعہ کی صبح کو نو بازار سٹریٹ نمبر ۱۲۸ میں ایک بنگالی ہوسٹل کی تلاشی لی۔ تا حال کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی لیکن بیان کیا جاتا ہے کہ بعض قابل اعتراض کاغذات برآمد ہوئے ہیں۔

ریاست پٹیالہ میں فوجی بھرتی۔ پٹیالہ ۲ اکتوبر۔ ہز ہائینس مہاراجہ بہادر پٹیالہ جی سی آئی۔ ای نے ۱۲ ماہ حال کو فوجی رنگروٹوں و سواروں وغیرہ کی بھرتی کے لئے بمقام بھٹنڈہ ایک دربار منعقد کیا۔ تمام ضلع کے سرکاری عہدہ داران سرداران و سفید پوشان وغیرہ شریک جلسہ تھے۔ مہاراجہ صاحب موصوف نے ایک فصیح و بلیغ تقریر کی۔ جس کا حاضرین پر عمیق اثر ہوا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یک شنبہ مورخہ ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء نمبر ۳۴

چودھویں صدی کا عظیم الشان انسان

(۳)

اس سے پہلے ستمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں ہم نے اس موضوع پر جن خیالات کا اظہار کیا تھا۔ وہ گویا اس مضمون کی تمہید تھی۔ اس سے آگے حضرت مسیح موعودؑ کے دعوے کی مجددیت کو ثابت کرنا اور آپ کے امتیازات خصوصی پر روشنی ڈالنا۔ تو یہ سب کام خود اس سلطان القلم کے ہاتھوں نحو بسرانجام پا چکے ہیں۔ لیکن جب تک کہ بار بار ان مخزونوں کو دہرا کر انہیں یاد نہ دلایا جائے۔ جب تک کہ زمانہ نے غلط قیاسات اور آئے دن کے پیدا ہونے والے نئے اعتراضات کو رد کر کے انہیں صحیح راہ کی طرف نہ بلایا جائے۔ جو اس پاک انسان نے اسلام کے پاک چہرہ کو دنیا میں روشن کرنے کی غرض سے سرانجام دیئے اس وقت تک ہم اس مامور من اللہ اس مجدد وقت اس جری اللہ کے فیضان قدم کے خوشہ چین کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ دنیا گئے یا نہ گئے۔ اور اس عظیم الشان انسان کی صداقت کی دعوت و تبلیغ کو خواہ کوئی کتنا ہی بُرا کیوں نہ منائے۔ اور خدا کے بھیجے ہوئے مامور کے بالمقابل دوسروں کو لا کر کھڑا کر دے۔ لیکن ہمارا کام ہے۔ کہ ہم اُن کو معقولیت اور محبت و نرمی کے ساتھ کونوا مع الصادقین کا پیغام خداوندی سنانے سے ہرگز باز نہ آئیں۔ ورنہ ہم نے مامور من اللہ کی قدر کو پورے طور پر پہچانا نہیں اور نہ اس کی معیت کا پورا حق ادا کیا۔ پس اے سننے والو سنو۔ اور خوب کان کھول کر اس بات کو ذہن نشین کر لو۔ کہ اسوقت اللہ تعالےٰ کی حجت اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے سچے مصداق حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آنے سے پوری ہو چکی۔ حدیث مجدد صاف طور پر ہر صدی کے سر پر ایک عظیم الشان مصلح کے مبعوث ہونے کی پیشگوئی کرتی ہے۔ تمام ائمہ دین اور محدثین عظام کا اس بات پر اتفاق رہا ہے۔ کہ اس حدیث کے مطابق کسی گروہ علماء کے خود بخود کھڑا ہو کر اور امور دینیہ سے قطع نظر کر کے بلکہ خود بھی ارکان دین کو خیرباد کہکر صرف دنیوی رفعت ... کے در پے ہو جانے سے یہ پیشگوئی پوری نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان اللہ یبعث کے الفاظ صاف ظاہر پر اس کے مامور من اللہ ہونے کے شاہد ہیں۔ خود حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات کی جلد ۲ کے صفحہ ۱۳ و ۱۴ پر رقمطراز ہیں۔ کہ

"و باید دانست کہ بر سر ہر مائتہ مجددے گذشتہ است ......

.... و مجدد آنست کہ ہر چند در آں مدت از فیوض باُمتاں برسد بتوسط او برسد اگرچہ اقطاب و اوتاد آں وقت بوند۔ و بدلا و نجبا باشند"

عبارت صاف ظاہر ہے۔ کہ مجدد اپنے اندر ایک امتیاز خصوصی رکھتا ہے۔ عام علماء مجددیت کے منصب پر فائز نہیں ہو سکتے جب تک کہ اللہ تعالےٰ ان میں سے کسی ایک کو مامور نہ کرے ورنہ اُن کو اسقدر عالیشان مرتبہ دینا کہ اس کے وقت کے اقطاب و اوتاد اور ابدال و نجبا بھی اسی کے توسط سے فیضیاب ہو سکتے ہوں۔ یہ ایک بے معنے سی بات ہو جاتی ہے۔ لیکن آہ ضد اور تعصب کا ستیاناس ہے۔ جو انسان کو صحیح راہ کی طرف آنے سے روکتا اور اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے رکیک سے رکیک تاویلات کیطرف اُسے مائل کر لیتا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں بھی حسب اللہ تعالےٰ کے کھلے نشانوں نے ایک عظیم الشان مصلح کا تقاضا شروع کیا۔ صدی کا سر ختم ہو گیا۔ اور کوئی دوسرا شخص ... نہ گزرا ... الشان ... کے ...

ربانی کا مورد بنتے کا اہل نہ ہوا۔ اور یوں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی جس کی صداقت پر تیرہ سو سال کے پیش آمدہ واقعات سے مہر ثبت ہو چکی تھی۔ علماء سوء کے فتووں کی رو سے جھوٹی ٹھیرائی جانے لگی۔ تو بجائے اس کے کہ اپنی اصلاح کرتے۔ اور اس مدعی ماموریت کو مان کر پیشگوئی کی صحت پر مہر لگاتے۔ اُنہوں نے اُلٹی اُس کی تاویل شروع کی۔ اور علماء کی جماعت کو مجدد اور اس حدیث کا مصداق ٹھیرانا شروع کیا۔ کاش انہیں حدیث کے الفاظ اور مجددین عظام کے ارشادات کی ہی کچھ عزت مدنظر ہوتی۔ تو وہ اس بے بنیاد بات کے در پے ہونے کے بجائے اس مورد فیضان الٰہی کی قدمبوسی کو اپنے لئے عزت اور فخر کا موجب سمجھتے۔

اسوقت بھی ہمارے سامنے اعظم گڈھ کے جدید الاشاعت پرچہ "معارف" کا دوسرا نمبر ہے۔ جس میں مولینا شبلی مرحوم کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے۔ کہ

"جدید عقل و فلسفہ و تمدن کا حملہ متواتر دنیائے اسلام کے ہر گوشہ پر تھا۔ لاجرم صدائے انّا لہ لحافظون کے مطابق ہر گوشہ سے علمائے ملت لبیک کو دوڑے ترکستان، روس۔ ایران۔ قسطنطنیہ۔ عراق۔ شام مصر۔ تونس۔ الجزائر۔ مراکش۔ ہر جگہ مصلحین و مجددین نے ظہور کیا۔ ہندوستان کی اسلامی آبادی عظیم التعداد تھی۔ ضرور تھا اس طائفہ مقدس کا وجود یہاں عظیم العدد اور عظیم المرتبہ بھی ہو۔

یہی سبب ہے کہ صدائے اصلاح و تجدید جس سرعت نظام اور بلند آہنگی کے ساتھ یہاں اٹھی دوسرے ممالک میں نہیں اٹھی۔ اور جو فروغ و تکمیل یہاں میسر ہوئی۔ دیگر بلاد اسلامیہ میں نصیب نہ ہوئی۔

ہندوستان کا دور اصلاح ہندوستان کا دور اصلاح جن افراد پر مشتمل تھا۔ ان کا سر عسکر یقیناً وہی تھا جس کے بوڑھے عزموں میں صد کرامات پنہاں تھی اور جس کی ریش سپید کی درازی سحر کی چھٹکی ہوئی چاندنی تھی"۔ سر سید احمد خان۔ نواب محسن الملک۔ مولوی چراغ علی صاحب مولانا عنایت رسول صاحب چریا کوٹی۔ مولوی کرامت حسین جونپوری (کلکتہ) مولوی نذیر احمد۔ مولانا الطاف حسین حالی۔ اور سب سے آخر خاتم المصلحین حجۃ الملت والدین شمس العلما مولانا شبلی اس دور کے ارکان عظام تھے"۔

قطع نظر اس بات کے کہ ان بزرگوں کی خدمات جنکا ذکر ہمارے معزز معاصر نے کیا ہے۔ کہاں تک قابل تحسین اور اسلام کے لئے کہاں تک مفید تھیں۔ ہم اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صاحب معارف نے انہیں مجددین و مصلحین میں شمار کر کے اور علامہ شبلی نعمانی کو خاتم المصلحین حجۃ الملت والدین کا خطاب دیکر پھر جدید عقل و فلسفہ کے حملوں کے جواب دینے اور انا لہ لحافظون کے مورد ٹھہرانے میں ایک خطرناک غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ بیشک سید احمد خان۔ نواب محسن الملک۔ مولوی چراغ علی اور دیگر موسومہ بالا بزرگوار اسلامی دنیا میں خاص عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جانے کے قابل ہیں۔ انہوں نے محض نیک نیتی کیساتھ مسلمانوں کی ترقی و عروج کے لئے ان وسائل سے کام لینے کی پوری کوشش کی۔ جو ان کی نظر میں مفید تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ ایک حد تک مسلمانوں کو ان وسائل سے فائدہ بھی پہنچا۔ لیکن چونکہ وہ اسباب زمینی تھے نہ آسمانی۔ چونکہ اُن کی نظر محض مادیات کی طرف تھی اور روحانیات سے اُنہیں بظاہر کوئی واسطہ نہ تھا۔ اس لئے اُن کے تجویز کردہ نسخہ جات گو بظاہر بہت شاندار اور فائدہ مند تھے۔ لیکن زیادہ تر عوارض سے ہی متعلق ہونے اور اصل مرض کا علاج نہ ہونے کے باعث وہ چنداں کارگر نہ ہوئے۔ ان کے دلوں میں بیشک اسلام کا درد تھا۔ اور اسی درد سے مجبور ہونے کے باعث وہ "جدید عقل و فلسفہ" کے حملوں کو خاموشی کے ساتھ دیکھ نہ سکے اور انکے دفعیہ کی حتے الوسع کوشش کی۔ لیکن ان کی کوشش کسی صحیح اصل پر مبنی نہ تھی۔ بلکہ اُنھوں نے اسلامی مسائل کو جو اُنہیں جدید عقل و فلسفہ کے خلاف نظر آئے ان حملوں سے بچانے کے لئے انکے مطابق ترمیم کرنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ضروری تھا ... عقل ... فلسفہ ... اسلام کے ...

بڑا فرق ہے۔ جو ہم موجودہ زمانہ کے دیگر مصلحین اور حضرت مسیح موعودؑ کے درمیان دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بڑے زور سے جدید عقل و فلسفہ کو للکارا اور اُسے اسلام کے بالمقابل اپنے آپ کو ثابت کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ کیساتھ ثابت کیا۔ کہ اسلام جن باتوں کو پیش کرتا ہے وہ علم و عقل کے عین مطابق ہیں نہ کہ مخالف۔ ہاں جدید عقل و فلسفہ جس بات کو اسلام کے خلاف ثابت کرنا چاہتا ہے۔ وہ اگر غور سے دیکھا جائے تو سراسر عقل کے خلاف قیاس ہیں۔ آپ نے انسانی عقول کے دائرہ کے محدود ہونے اور آئے دن نئے نئے انکشافات سے عقل و فلسفہ کے بدلتے رہنے کی واقعات سے شہادت دی اور بتایا کہ اسلام ہی کے بتائے ہوئے مسائل صحیح اور واقعیت پر مبنی ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وفات مسیح کا مسئلہ مرزا صاحب نے سر سید احمد خان سے لیا۔ لیکن کاش وہ اس امر پر بھی ذرا غور کر لیتے کہ مرزا صاحب اور سر سید کا دار و مدار کس بات پر ہے۔ اسی سے اس بات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کسی کی دیکھا دیکھی یہ مسئلہ ایجاد نہیں کیا۔ سر سید احمد خان نے کیوں وفات مسیح کا اعلان کیا۔ اسلئے کہ جدید عقل و فلسفہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ گو اُنہوں نے اس کی تائید میں کچھ شواہد بھی پیش کئے ہوں۔ لیکن اس کا محرک اصلی محض جدید عقل و فلسفہ ہی تھا۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعودؑ اسلئے نہیں کہ جدید عقل و فلسفہ اُسے تسلیم نہیں کرتا (کیونکہ قرآن جو اس سرچشمہ عقول کی طرف سے ہے کوئی بات خلاف عقل نہیں کہتا۔ ہے ہماری ناقص عقلیں کسی بات کے سمجھنے سے قاصر رہیں تو یہ علیحدہ بات ہے) بلکہ آپ نے فرمایا۔ کہ خود قرآن کریم اس عقیدہ کے خلاف ہے پھر کس قدر زبردست معجزہ ہے جو آپ نے موجودہ زمانہ کے بالمقابل قرآن کریم سے ہی دعویٰ اور دلیل اخذ کر کے دکھایا۔ اور دنیا کے تمام مذاہب کو چیلنج دیا۔ کہ وہ اپنی اپنی الہامی کتابوں سے ہی ہر ایک پیشکردہ دعاوی کی دلیل دیں۔ یہ وہ علم کلام ہے کہ جو اس چودھویں صدی کے عظیم الشان انسان کے بالمقابل کسی کو میسر نہیں آیا۔ اور کوئی بھی شخص مذہبی میدان میں اس جوانمردی اور استقلال کے ساتھ نہیں اُترا۔ کہ جس نے دوسرے مذاہب کو ایسی سخت زک پہنچائی ہو۔ جیسی کہ آپ کے ہاتھ سے پہنچی۔ پھر ذرا عملی حالت کیطرف ... اور اسی سے تمام باتوں کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کیا آج اس چودھویں صدی میں کوئی ایک بڑے سے بڑا عالم یا وہ جسے تم مصلح کے نام سے پکارتے ہو۔ پیش کیا جا سکتا ہے۔ جسکی قوت قدسی نے دنیا کے اشرار الناس انسانوں کو غایت درجہ کا تقویٰ شعار اور خدا ترس بنا دیا ہو۔ کیا نیچری مذہب کے پیرو یا کسی اور متدعویہ مصلح وقت کے صحبت گزین حضرات اپنے عملی نمونہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ انکے متدعویہ لیڈروں کی قوت قدسی نے انہیں اسلام کا سچا فدائی اور اسلامی رنگ میں پورا رنگین کر دیا ہے بالمقابل آؤ۔ اور احمدی جماعت کے کثیر التعداد افراد کے عملی نمونہ سے اس کے پاک امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسی کا اندازہ لگاؤ۔ تمہیں صاف پتہ لگ جائیگا۔ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کون ہے۔ اور کس کی خدمات اس قابل ہیں کہ اسے اس زمانہ کا حقیقی مصلح اور مجدد کہا جا سکے۔

ہم نہیں جانتے کہ ان کھلے کھلے ہدایات کے باوجود صاحب معارف نے کیوں حق پوشی سے کام لیا۔ اور خواہ مخواہ جان بوجھ کر حضرت مسیح موعودؑ کے نام کو چھپانے کی کوشش کی۔ (باقی آئندہ)

جزاک اللہ خیرا

غالباً احباب کو اس جوان ہمت اور نیک نفس بندگوار کا زیادہ تعارف کرانے کی ضرورت نہیں جو میاں حیات گل کفشدوز کے نام سے دیگراں کی بستی میں آباد ہیں۔ اور ابھی چند ہی دن ہوئے اپنے گھر کی نصف پونجی (مبلغ سد صد روپیہ) دین کی راہ میں انھوں نے خرچ کر کے عمر فاروق کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچدیا۔ خود حضرت امیر ایدہ اللہ ایک مستقل مضمون میں اس پاک باطن شخص کی ایثار نفسی کی داد دے چکے ہیں۔ اس لئے بھی ہم اُن کا زیادہ تعارف کرائے بغیر اس مزید عطیہ کا اعلان کرنا چاہتے ہیں جو انکی اہلیہ مکرمہ کی طرف سے نقرئی کڑوں کی شکل میں ترجمۃ القرآن فنڈ میں موصول ہوا ہے۔ یہ کڑے بیس روپیہ پر فروخت ہوئے ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ میاں حیات گل صاحب کے ساتھ ان کی اہلیہ مکرمہ بھی دین کے لئے ویسا ہی جوش رکھتی ہیں۔ خدا تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔ اور انکے نیک کاموں پر اجر عظیم مترتب فرمائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

پیغام صلح

لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
از دو نورش ہر آنچہ کہ ہست — از وشد ہر سیرِ یا بیر کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا بیم ہر نور و کمال — وصل [illegible]
انتہائے قول اوہ عیان آنست — [illegible]
[illegible]
[illegible]
معجزات [illegible]
معجزات انبیائے سابقین — [illegible]
[illegible]
یکقدم دوری [illegible] — [illegible]

قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴
سہ ماہی ۲ طلبا سے سالانہ [illegible]

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور | یکشنبہ ۲۳ ذوالحجہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۴

مذاکرہ علمیہ

پیشین گوئیاں تشیع اور بداء

ڈاکٹر نور حسین صاحب صابر جو مذہب تشیع کے حامی ہیں اور اُن کو مذہب کی بوسیدہ دیواروں کو معتزلہ کے مستعار مسئلہ سے مرمت اور شکست و ریخت کر رہے ہیں۔ مجھ سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ پیشین گوئیوں کی کیا حقیقت ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا۔ کہ ابن مریم نازل ہوگا۔ اور آگئے مرزا غلام احمد صاحب گویا مثال ایسی ہوئی۔ کہ وعدہ کیا جاوے کہ کل کی ٹرین میں دس بجے مولوی محمد علی صاحب تشریف لاوینگے۔ اور صبح ریل سے اُتر پڑیں نذیر علی مولوی غلام حسن صاحب نے بھی میری تسلی نہ کی جو آپ کے خلیفۃ المسیح ہیں۔

الجواب۔ اگر کوئی طالب العلم پرائمری بھی پاس نہ ہو وہ کہے کہ مجھکو علم ریاضی اور اقلیدس اور جبر مقابلہ سمجھا دو۔ تو وہ اسکو کس طرح سمجھ سکیگا۔ اسلئے ڈاکٹر کی حیثیت علم دین کے مدرسہ میں طفل مکتب اور ابجد خوان کی سی ہے۔ پھر وہ اس علم کو جو علم دین کی منتہی تعلیم کی ایک شاخ ہے۔ کس طرح سمجھ سکتے ہیں البتہ ان کے مسلمات پر یہاں ایک الزامی جواب بطور لطیفہ عرض کرتا ہوں۔ وھو ھذا:

تشیع کے اپنے اصول کے مطابق اس پیشین گوئی پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کو بداء واقع ہو جاتا ہے۔ تشیع کہتے ہیں۔ فلاں بات میں اللہ تعالےٰ کو بداء ہوا۔ یعنی یہ بات اُسکو پہلے معلوم نہ تھی۔ اب معلوم ہوئی۔ اس جگہ میں صرف ایک حدیث جو رواۃ تشیع نے امام جعفر علیہ السلام سے منسوب کرکے لکھی ہے۔ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں

عن جعفر الصادق۔ اللہ جعل اسمٰعیل القائم مقامہ بعدہ فظھر من اسمٰعیل مالم یرتضہ عنہ فجعل القائم مقامہ موسیٰ فسئل عن ذالک فقال بداء اللہ فی اسمٰعیل۔ (بحار الانوار مجلسی)۔ (تلخیص المحصل طوسی)

ترجمہ۔ امام جعفر صادق سے روایت ہے۔ کہ اُنہوں نے اپنے بعد اپنا قائم مقام اسماعیل کو قرار دیا تھا۔ پھر اسماعیل سے وہ بات ظاہر ہوئی جو اسکو پسند نہ تھی۔ تو انھوں نے موسےٰ کو اپنا قائمقام بنا دیا۔ اسکی بابت امام جعفر صادق سے پوچھا گیا۔ تو امام معصوم نے فرمایا کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو بداء واقع ہوگیا۔

اسی کے متعلق دوسری حدیث ہے۔ جسکو شیخ صدوق نے رسالہ اعتقادیہ میں لکھا ہے۔ ما بداء اللہ فی شئ کما بدا لہ فی اسمٰعیل ابنی۔ **ترجمہ**۔ امام کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو ایسا بداء کبھی نہیں ہوا۔ جیسا کہ میرے بیٹے اسماعیل کی بابت ہوا۔ بالفاظ دیگر امام یہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ایسی غلطی کبھی نہیں کی۔ جیسے کہ میرے بیٹے اسماعیل کے بارہ میں کی۔ کہ بغیر سوچے سمجھے اول ان کی امامت کا حکم امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیدیا تھا اور انہوں نے اپنے مریدوں اور متبعین میں یہ امر بطور پیشین گوئی مشہور کردیا تھا۔ کہ میرے بعد امام معصوم اسماعیل ہوگا۔ جب اسماعیل اوّل ہی وفات پاگیا۔ تو امام جعفر صادق علیہ السلام پر بقول تشیع اعتراض ہوا کہ کیوں صاحب آپ کی پیشین گوئی جو خدا سے علم پاکر آپ نے کی تھی۔ وہ تو پوری نہ ہوئی۔ تو امام معصوم نے فرمایا۔ کہ اس میں اللہ تعالےٰ کو بداء واقع ہوا۔ اے بھولے میاں ڈاکٹر نور حسین صاحب (اپنے مذہب اور اصول سے نابلد محض) اس کو آپ بداء کی ذیل میں تصور فرمائیے۔ اور اگر زیادہ اشتیاق ہو۔ تو علامہ مجلسی اور مولوی حامد حسین صاحب کی تشریح ہی کو اپنا جواب سمجھیں۔ وھو ھذا:۔

اور منجملہ تاویلات بداء کے ایک تاویل یہ ہے۔ کہ یہ حدیثیں ان مومنین کی تشفی کے لئے ہیں جو اولیاء اللہ کی آسائش اور حق اور اہل حق کے غالب ہونے کے منتظر رہتے ہیں۔ جیسا کہ اہل بیت علیہم کی آسائش کی حدیثیں۔ کیونکہ ائمہ علیہم السلام اگر شیعوں کو اول سے ہی بتلا دیتے۔ کہ مخالف غالب رہیں گے۔ اور شیعی ابھی سخت مصیبت میں پڑے رہینگے۔ (جیسے صابر صاحب) انکو آسائش بعد ایک ہزار یا دو ہزار سال کے نصیب ہوگی تو شیعے مایوس ہو جاتے۔ اور دین سے پھر جاتے۔ لہٰذا انہوں نے اپنے شیعوں کو (جو مذبذب بالائمہ تھے) جلد آسائش ملنے کی (جھوٹی) خبر دی۔ تاکہ وہ مرتد نہ ہوں

سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجاست

خاکسار۔ نذیر علی از پشاور۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔

ام الالسنہ

معزز معاصر اسوہ حسنہ رقمطراز ہے۔ کہ یہ عالمانہ اور محققانہ تالیف جو مولوی خواجہ کمال الدین صاحب بی اے کی قابلیت وسعت نظر تلاش و تحقیق اور ضرورت شناسی کا نتیجہ ہے۔ در اصل اس ضخیم انگریزی کتاب کے اُردو دیباچہ کے طور پر شائع کی گئی ہے جسے خواجہ صاحب موصوف علم تحقیق السنہ (فلالوجی) پر انگلستان میں رہکر لکھنا چاہتے ہیں۔ اس انگریزی کتاب کے لکھنے سے خواجہ صاحب کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے۔ کہ عربی زبان ام الالسنہ اور الہامی زبان ہے۔ یعنی اُسے تمام زبانوں کا ماخذ و منبع ہونے کا فخر حاصل ہے اس کتاب کی تالیف کی مذہبی ضرورت کا خواجہ صاحب نے جن الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ اُن کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ حقانیت قرآن کریم پر مخالفین کیطرف سے ایک اعتراض آیہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ کسی قوم کا رسول اس قوم کی زبان میں ہی آیا کرتا ہے۔ کی بنا پر بھی کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بزعم مخالفین اس قرآنی اصول کی رو سے اسلام کی تعلیم و ہدایت کا دائرہ غیر عربی زبان بولنے والی اقوام تک وسیع نہ ہونا چاہیئے۔ حالانکہ اپنا مخاطب کل اہل دنیا کو بتارہا ہے۔ پس خواجہ صاحب کے نزدیک اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ عربی زبان کل زبانوں کی ماخذ ہے تو پھر کل اقوام عالم کی زبانیں عربی یا عربی کی کوئی بگڑی ہوئی صورت [illegible] اور اس طرح قرآن کریم گویا اس زبان میں نازل ہوا ہے۔ جو [illegible] صورت میں کل انسانوں کی مشترک زبان ہے۔ اگرچہ ہم خواجہ صاحب کی اس رائے سے متفق نہیں ہیں کہ رفع اعتراض بالا کے لئے [illegible] ثابت ہونا ضروری ہو۔ لیکن ہمیں شبہ نہیں کہ اگر خواجہ صاحب [illegible] نیک اور مہتم بالشان مقصد میں کامیاب ہوگئے اور ہمیں [illegible] تو قرآن پاک کی صداقت و حقانیت کے ثبوت میں سلسلہ [illegible] ایسی روشن و مضبوط دلیل ہو جائیگی جسے مغرب کے [illegible] خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ قطع نظر اس مذہبی [illegible] ام الالسنہ ثابت ہونے سے زبان عربی کی [illegible] اور اسلئے عزیز ترین زبان ہے۔ بہت سی تہ سابیان [illegible] اسکے سیکھنے کی رغبت ہوگی۔ اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب کی [illegible] کوشش نہ صرف مذہبی بلکہ تمدنی اور سیاسی اعتبار سے بھی [illegible] ہے اور ہر ایک مسلمان کا جسے عربی زبان سے واقفیت [illegible] دلچسپی ہے۔ فرض ہے کہ وہ اس مہتم بالشان اور مشکل کام میں خواجہ صاحب کی مدد کرے۔ ام الالسنہ میں جو تالیف ہونیوالی ضخیم انگریزی کتاب [illegible] سے خواجہ صاحب نے اپنی تحقیق کا جو نمونہ درج کیا ہے وہ [illegible] زبان تک محدود ہے۔ اور انگریزی کے کسی صرف بالنسبۃ [illegible] یہ بتایا گیا ہے کہ ان کا ماخذ عربی ہے۔ لیکن ایک [illegible] اور سرسری نمونہ کو دیکھکر بہ آسانی فیصلہ کرسکتا [illegible] دعوی عربی کے ام الالسنہ ہونیکے متعلق بہت کچھ [illegible] اور اس کا ثبوت ناممکن نہیں ہے۔ مغرب کے ماہرین علم [illegible] نمونہ دکھایا گیا ہے۔ اسکے مقابلہ میں خواجہ صاحب کی تحقیق [illegible] قیاس اور قابل اعتماد ہے۔ مغربی محققین کی تحقیق پر نظر [illegible] کہ وہ دو زبانوں کو ہم مخرج قرار دینے میں ایسی لغویات [illegible] سے کام لیتے ہیں کہ اگر اسی قسم کی تاویلات سے خواجہ صاحب بھی کام لینے لگیں تو انہیں عربی زبان کے ام الالسنہ ثابت کرنے [illegible] دقت نہ اٹھانی پڑے۔ مگر ہمیں مسرت ہے کہ خواجہ صاحب [illegible] ثبوت میں بجائے رکیک تاویلات کے ایسے وزنی اور [illegible] کئے ہیں کہ جنکے تسلیم کرنے میں اہل انصاف کو عذر نہیں [illegible] کہ قابل مسلمان رسالہ ام الالسنہ دیکھکر بہت محظوظ [illegible] خیال ہیں اگر خواجہ کمال الدین صاحب اس اہم کوشش [illegible] تنزیل مولینا سید کرامت حسین صاحب [illegible] مصنف فقہ اللسان کو بھی شریک کریں تو انہیں [illegible] موصوف سے بڑی مدد ملے گی۔ ام الالسنہ [illegible] ولایتی کاغذ پر بہت عمدہ چھپی ہے۔ [illegible] چھپائی کے لحاظ سے بہت مناسب ہے [illegible] رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل [illegible] سے طلب کیجئے

مثلاً اس خط پر جس کا عکس اخبار الفضل میں چھپا ہے اس قدر اصرار کرنا کہ اس کے متشابہ اور کسی چیز کی پرواہ نہ کی جائے یہ استدلال کا درست طریق نہیں۔ بلکہ یہ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق دل میں کسی کجی کا نتیجہ ہے۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ۔ سب سے موٹی اور آسان فہم یہ بات ہے کہ کسی شخص کے قول کی وضاحت کے لئے اس کے فعل کو دیکھ لیا جائے۔ کیونکہ بات میں جو ابہام ہوتا ہے وہ فعل سے دور ہو جاتا ہے۔ اب اگر اس خط کی بنا پر ہم یہ بات مان لیں کہ حضرت مولوی صاحب کا مذہب یہ تھا کہ وہ سب غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے تھے تو ان کے ذیل کے افعال کی کیا تشریح کرینگے۔

۱۔ خود اپنی غیر احمدی بھتیجی کا جنازہ پڑھا۔ (حالانکہ میاں صاحب کے اعتقاد کی رو سے وہ جنازہ ناجائز ہے گو اس وقت میاں صاحب نے مولوی صاحب کی خاطر شمولیت اختیار کی)۔

۲۔ مولوی غلام محمد سے جو آپ کے پاس رہتے تھے غیر احمدیوں کے جنازے پڑھواتے رہے۔ یعنی جو کوئی بیمار ان کے پاس جاتے تھے ان میں سے کوئی وہاں فوت ہو جائے تو مولوی غلام محمد کو کہتے تھے کہ ان کا جنازہ پڑھا دو۔

۳۔ غیر احمدیوں کے پیچھے جو ہندوستان سے باہر ہیں نماز کے جواز کا [illegible] انگلستان میں خواجہ کمال الدین صاحب کو [illegible] بالوں کو۔ حتیٰ کہ میرزا مرزا نواب نے جو ذہری عالم تھی سنے۔ مستری موسیٰ نے جواب میاں صاحب کے ہم عقیدہ اپنے آپ کو بتاتے ہیں ان فتووں پر عمل کیا اور وہاں غیر احمدیوں کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ میاں صاحب نے بھی نماز پڑھ لی ہو اس کو دوہرا لیا ہو۔ بہرحال اگر مولوی صاحب کا مذہب یہی تھا جو میاں صاحب کا ہے تو اب کیوں غیر احمدیوں کے پیچھے جو ہندوستان سے باہر ہیں میاں صاحب نماز کو حرام ٹھہراتے ہیں اور مولوی صاحب اس پر عمل کرتے رہے۔

۴۔ ہندوستان کے اندر مولوی صاحب کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ موجود ہے کہ غیر احمدی کے پیچھے جو حضرت صاحب پر حسن ظن رکھتا ہو بعد استخارہ نماز پڑھ لی جائے۔ کیا اس کے پیچھے کوئی شخص نماز کے جواز کا فتویٰ دے سکتا ہے۔

۵۔ ایک احمدی کو جو فوج میں ملازم تھا غیر احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ وہاں حسن ظن اور استخارہ کی بھی شرط نہ تھی۔

۶۔ ایک احمدی کی لڑکی کا (یعنی خود خلیفہ رشید الدین کی لڑکی کا) ایک غیر احمدی سے جو منکر مسیح موعود تھا نکاح پڑھا۔

میں تحریروں کو چھوڑ کر صرف ان چند افعال کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ کیا ایسے مولوی صاحب کا مذہب معلوم نہیں ہوتا۔

اور جو مجھ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ تم مولوی صاحب کی بیعت کرکے یہ ضروری سمجھتے تھے کہ عقائد میں اُن کے ساتھ اتفاق ہو۔ اب اس خط کو کیوں نہیں مانتے۔ سو بات یہ ہے کہ مولوی کا جو مذہب مجھ پر بلکہ سب لوگوں پر ظاہر تھا۔ اس لحاظ سے میرے اور ان کے عقائد میں قطعاً فرق نہ تھا۔ ہاں میں نے یہ نہ کبھی کہا اور نہ کبھی اس کا قائل ہوا کہ مرشد کا ہر قول اور ہر فعل حجت شرعی ہو جاتا ہے۔ اگر ہم کوئی فعل اور قول اس کا شریعت کے خلاف پائیں گے تو اسے ترک کر دینگے۔ حجت شرعی ہمارے لئے قرآن کریم اور حدیث شریف ہے۔ ائمہ اور خلفا کا اجتہاد بھی سب اسی کے ماتحت مانتے ہیں۔ فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول۔ یہ کہنا کہ مرشد اور مرید میں اتفاق ہونا ہے اور بات ہے اور یہ کہ مرشد کا ہر قول و فعل خواہ وہ کتنا ہی خلاف شریعت ہے۔ مرید کے لئے حجت شرعی بن جاتا ہے۔ ایک بالکل علیحدہ بات ہے میں اس دوسری بات کا قائل نہیں ہوا نہ کوئی شخص مسلم کہلا کر اس کا قائل ہو سکتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ میں نے حضرت مولوی صاحب کے عقائد کو کیا سمجھا۔ سو میں خدا کی قسم کھا کر شہادت دیتا ہوں کہ مجھے ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں گذرا کہ مولوی صاحب وہی عقائد رکھتے تھے جن کا اعلان آج میاں صاحب کر رہے ہیں۔ ورنہ میں ان کی بیعت سے فوراً الگ ہو جاتا۔ میرے سامنے اور ایک [illegible] مجمع میں حضرت مولوی صاحب نے میاں صاحب کو مخاطب کرکے اور [illegible] اسلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میاں

میاں تم بھی اس مسئلہ کو نہیں سمجھا۔ پھر مجھے فرمایا کہ تم اسکو تطبیق دو۔ کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا۔ کہ میاں صاحب کو وہ اس مسئلہ میں غلطی پر سمجھتے تھے اور مجھے حق پر۔ پھر جب آپ نے خواجہ صاحب کو انگلستان میں غیر احمدی کے پیچھے نماز کے جواز کا فتویٰ دیا تو اسوقت میاں صاحب نے اور اُنکے ساتھیوں نے مخالفت بھی کی حتیٰ کہ میرے پاس بھی کتابیں لیکر آئے۔ اسی مخالفت کی بنا پر ہی آپ نے مجھے مسئلہ کفر و اسلام کی تطبیق کیلئے حکم دیا۔ اور پھر ان مضمونوں کو سنا پسند فرمایا۔ پھر برابر دیا رہ ماہ کئی کئی گھنٹے میں آپکو قرآن شریف اردو سے کے نوٹ سناتا رہا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے حضرت مولوی صاحب کے کسی لفظ سے اُن ایام میں یہ کبھی نہیں پائی کہ وہ حضرت صاحب کو کامل نبی سمجھتے یا سب غیر احمدیوں کو کافر قرار دیتے ہیں۔ بلکہ آپ سے بہت سی باتیں ان ایام میں ایسی سنیں جن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ اسی عقیدہ پر قائم ہیں جس پر ہم سب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت سے قائم چلے آتے ہیں پس میرے لئے تو مفہوم بیعت میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوا۔

ہاں سوال یہ رہجاتا ہے کہ کیا پھر حضرت مولوی صاحب مرحوم کا یہ خط اُن کے اسی عقیدہ مؤید ہے جو اُن کے دوسرے اقوال و افعال سے ظاہر ہوتا ہے یا اس میں کوئی اور عقیدہ ظاہر ہوتا ہے جو اس پہلے عقیدہ کے بھی خلاف ہے۔ اور ۱۹۰۷ء سے پہلے جو عقیدہ حضرت مولوی صاحب کا آپ کی تحریروں اور تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے اس کے بھی خلاف ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی ایک قول کو اگلی اور پچھلی تحریروں اور عمل کے خلاف قرار دینا یہ ایک سخت معاند کا کام ہو سکتا ہے۔ نہ کسی دوست یا خیر خواہ کا۔ اس مکتوب کو جہاں تک میں نے دیکھا ہے اس میں زیادہ تر کفر کے مسئلہ کا ذکر ہے۔ اگر اصل سوال ہمارے سامنے ہوتے تو شاید اس خط کا سمجھنا زیادہ آسان ہوتا بہرحال اب بھی کچھ چنداں مشکل بات نہیں۔ کفر دون کفر کا مسئلہ یہاں حضرت مولوی صاحب نے قائم کیا ہے۔ اب کفر دون کفر کی تشریحات کو جو ائمہ نے کی ہیں دیکھا جائے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل اور فروع کے کفر میں فرق کیا گیا ہے۔ یعنی ایک تو کفر اصل کا ہوتا ہے اور ایک فرع کا۔ فرع کے کفر سے اصل کا کفر لازم نہیں آتا۔ پس اسلام کی کسی فرع کا کفر اصل اسلام کا کفر نہیں۔ یعنی دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایک خاص نتائج کا کفر ہے۔ جو اس حصہ سے انسان کو محروم کر دیتا ہے۔ امام ابن اثیر نے اس کی تصریح فرمائی ہے جیسا کہ وہ نہایہ میں لکھتے ہیں۔ الکفر صنفان۔ احدھما الکفر باصل الایمان وھو ضدہٗ والاخر الکفر بفرع من فروع الایمان فلا یخرج بہ من اصل الایمان۔ یعنی کفر دو قسم ہے ایک اصل ایمان کا کفر ہے اور وہ ایمان کی ضد ہے۔ اور دوسرا ایمان کے فروع میں سے کسی ایک فرع کا کفر ہے اس سے انسان اصل ایمان سے خارج نہیں ہو جاتا۔ پس اگر اس معنے میں حضرت مولوی صاحب کے خط کو پڑھیں۔ تو ان کے پہلے اور پچھلے اقوال اور افعال سے تطبیق ہو جاتی ہے ورنہ اسکے کوئی اور معنے کرنے سے یہ تو ثابت نہیں ہو جائیگا کہ ایک قول نے اگلے اور پچھلے سب اقوال و افعال کو باطل کر دیا۔ ہاں آپ پر یہ ایک اعتراض رہیگا۔ کہ ایسا آپ نے کیوں کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک قول کی خاطر بہت سے اقوال و افعال کو باطل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور اسی تطبیق کے لئے جسکا میں نے ذکر کیا ہے۔ خود اس خط کے اندر بھی وجوہات پائی جاتی ہیں چنانچہ ایک فقرہ اس کا فیصلہ کن ہے اور وہ یہ ہے۔

"نیز عرض ہے خلفاء کے منکر پر کفر کا فتویٰ قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیت خلافت جو سورہ نور میں ہے اس میں ارشاد الٰہی ہے"۔ اب اگر غور کیا جائے تو یہ لفظ صاف بتاتے ہیں کہ حضرت مولوی صاحب کے ذہن میں وہی فرع کا کفر ہے ورنہ اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ خلفاء میں سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بیسیوں جگہ حضرت مولوی صاحب نے تسلیم فرمایا ہے اب اور سب حقوق کو الگ رکھکر اس میں کیا شک ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت کا انکار ہزارہا صحابہ نے کیا۔ جن میں سے بہت سے میدان جنگ میں شہید بھی ہو گئے۔ تو کیا نعوذ باللہ من ذالک یہ سب کے سب کافر تھے۔ حتیٰ کہ طلحہ اور زبیر بھی جو عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ پھر حضرت فاطمہؓ خود حضرت ابوبکرؓ سے ناراض رہی ہیں اور آپ کی وفات تک ان کی وجہ سے حضرت علیؓ نے [illegible]

جائیکہ مجددوں کو لے لیں۔ کیونکہ اُن کو بھی حضرت صاحب نے خلفاء کے نیچے ذکر کیا ہے اور حضرت مولوی صاحب بھی اس بات کو مانتے ہیں تو کیا جس طرح میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی شخص مسلمان نہیں جو آپ کی بیعت میں داخل نہیں ہوا۔ اسیطرح ان کے متعلق بھی مانیں کہ اسوقت جسقدر لوگ اسلامی دنیا میں کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے وہ سب کافر ہی تھے۔ گویا تیرھویں صدی میں سوائے سید احمد بریلوی کے مبائعین کے کل اسلامی دنیا کافر تھی .... بارھویں صدی میں سوائے شاہ ولی اللہ کی بیعت کرنیوالوں کے کل مسلمان کافر تھے۔ گیارھویں صدی میں سوائے مجدد الف ثانی کے مبائعین کے سب دنیا کافر تھی۔ علیٰ ھذا القیاس۔

اب فرمائیے۔ یہ لوگوں کو دھوکہ کیوں دیا جاتا ہے کہ مسلمان اتنے کروڑ ہیں جب اُنکی تعداد ہر صدی میں چند ہزار سے زائد نہیں نکلے گی۔ آخر جب "خلفاء کے منکر پر کفر کا فتوے قرآن مجید میں موجود ہے" کو اس قدر زور سے اس بات کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے کہ مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کرنے والے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ تو پھر کیوں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہ کرنے والے۔ حضرت عمرؓ کی بیعت نہ کرنے والے۔ حضرت علیؓ کی بیعت نہ کرنے والے۔ ہر صدی کے مجدد کی بیعت نہ کرنے والے دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوئے۔ خدارا مذہب اور عقیدہ وہ بنائیں۔ جس سے دین اسلام کا بھی کچھ باقی رہے۔ ورنہ دین اسلام کو جواب دیکر اپنے پاس سے ایک نیا مذہب قائم کرنے کا اعلان کرنا چاہئے۔ سب خلفاء کو ایک ترازو میں تولئے اور پھر دیکھئے کہ یہاں جس کفر کا ذکر حضرت مولوی صاحب نے کیا ہے اگر اسکو ایسا کفر سمجھ لیا جائے جسکا فتوے میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت نہ کرنے والوں پر دے رہے ہیں۔ تو پھر دین اسلام کا کچھ باقی نہیں رہتا اگر کسی شخص کا دل ان باتوں پر راضی ہو جاتا ہے تو ہمارے لئے بھی قرآن کریم میں تسلی موجود ہے۔ ما انت علیھم بوکیل۔ جب رسول خدا کو یہ ارشاد ہوتا ہے۔ تو ہم چیز کیا ہیں۔ ہر ایک کا معاملہ خدا سے ہے۔ دین کوئی بچوں کا کھیل نہیں۔ کہ جس نے جو منہ پہ آیا کہدیا۔ ایک مسلمان کو کافر کہنا بھی ایک شخص کو کافر بنا دیتا ہے۔ تو جو شخص کروڑوں مسلمانوں پر کفر کا فتوے لگاتا ہے۔ اسے کانپ اٹھنا چاہئے۔ اور ایسے الفاظ منہ سے نکالنے سے پہلے بہت غور و فکر کر لینا چاہئے۔ ایک بات کا منہ سے نکال دینا آسان ہے مگر اس کی جوابدہی کے وقت کا بھی خیال رکھنا چاہئے اسی کو یاد کرو۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا۔

سہل باشد از زبان خویش تکفیر کسے
مشکل افتد آں زماں چوں پرسد از وے کردگار

اور کروڑوں مسلمانوں کی تکفیر سے باز آجاؤ۔ یہ بڑا خطرناک گناہ ہے۔ دین اسلام پر سخت حملہ ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی ساری تحریروں میں ایک دفعہ بھی یہ نہیں کہا۔ نہ تقریروں میں کہیں اس کا نشان پایا جاتا ہے کہ میرے دعوے کی وجہ سے روئے زمین کے سارے مسلمان کافر اور دین اسلام سے خارج ہو گئے۔ پھر ایسے خطرناک جرم کے ارتکاب کے لئے کہ کل روئے زمین کے مسلموں کو کافر کہا جاتا ہے۔ کون سی آڑ تلاش کر لی ہے۔ پہلے اسے بھی سوچ لینا ضروری ہے میاں صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں بچہ تھے۔ اور کتابوں کو پڑھنے سے پہلے انہوں نے ایک عقیدہ کا اعلان کر دیا اور جب منہ سے بات نکل چکی تو اب اس سے پھرنے میں خلافت کی شکست نظر آتی ہے اور اس طرح ساری جماعت کو مصیبت میں ڈالا ہے۔ مگر وہ خوب یاد رکھیں کہ یہ اُن کا عقیدہ اسلام پر ایک خطرناک حملہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کبھی اسکو سرسبز ہونے نہیں دیگا۔ والسلام ؎

محمد علی

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ وپنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا ہیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازلی بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک از خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں رسول رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مور دلعن خدا ست
معجزات انبیاء سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکند صدوری از آں روشن کتاب	نزد ما کافر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴

سہ ماہی ۲ طلباء سے سالانہ ۵

جلد ۴	مقام بیت المسیح لاہور	سہ شنبہ ۲۵ ذوالحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء	نمبر ۵۴

موجودہ اختلافات میں فیصلہ کی آسان راہ
فرشتگان مسیح موعود کی شہادت

از حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں آپ کے پیرؤں میں دو گروہ ہیں۔ اور جن نتائج پر یہ دونوں گروہ پہنچے ہیں وہ ایک دوسرے سے وابستہ ہیں یعنی چند نتائج جن پر ایک گروہ پہنچا ہے وہ آپس میں ایسا تعلق رکھتے ہیں کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ یا سارے نتائج ایک گروہ کے قابل قبول ہیں۔ یا سارے نتائج دوسرے گروہ کے۔ پہلے میں ان نتائج کو الگ الگ لکھتا ہوں۔ تاکہ ہر ایک شخص ایک سرسری نظر سے اپنے لئے فیصلہ کرے کہ کونسے عقائد قابل قبول ہیں:۔

میاں صاحب کا گروہ	ہمارا گروہ
۱۔ حضرت مسیح موعود ویسے ہی نبی ہیں جیسے حضرت موسیٰ یا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صرف طریق حصول نبوت بدل گیا ہے۔ مگر اس کا علم سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو ہوا اور اس لئے سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریریں در بارہ انکار نبوت منسوخ ہیں۔	۱۔ حضرت مسیح موعود مجدد ہیں آپ کی نبوت جزوی۔ ظلی۔ بروزی مجازی ہے۔ اور شروع دعوے مسیح موعود سے وفات تک ایک ہی مذہب آپ کا رہا۔
۲۔ اب یعنی حضرت مسیح موعود کے ظہور کے بعد کوئی شخص سوائے حضرت مسیح موعود پر ایمان کا اعلان کرنے کے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا۔ (گویا کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) اب منسوخ ہے۔	۲۔ اسلام میں آئندہ بھی لوگ اسی طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے سے داخل ہوسکیں گے۔ جیسے اس سے پہلے تیرہ سو سال تک۔ حضرت مسیح موعود پر ایمان لانا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ایک فروعی امر ہے۔
۳۔ قرآن کریم کی آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد والی پیشگوئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کی تھی وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پوری نہیں ہوئی بلکہ اب مسیح موعود کے ظہور سے پوری ہوئی ہے۔	۳۔ پیشگوئی مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری ہو گئی حضرت مسیح موعود صرف بطور ظل کے اس کے اندر شامل ہو سکتے ہیں۔
۴۔ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ تھا بلکہ یہ نام حضرت مرزا صاحب کا تھا۔	۴۔ احمد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ حضرت مرزا صاحب کا نام احمد بعض ایک ظل اور بروز کے رنگ میں الہاماً اسیطرح ہوا جسطرح آپ کا نام مریم یا عیسیٰ ہوا۔
۵۔ کل دنیا کے مسلمان اسی دن دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے جس دن حضرت صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔	۵۔ کوئی مسلمان مسیح موعود کے دعوے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ بلکہ جن لوگوں نے آپ کی تکفیر کی یا آپ کو مفتری قرار دیا وہ بروئے حدیث نبوی کہ مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہوتا ہے کافر ہو جاتے ہیں
۶۔ جن مسلمانوں کو حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں پہنچا یا ان کے دعوے کی خبر بھی نہیں ہوئی وہ بھی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔	۶۔ جب تکفیر لوگوں نے آپ کو کافر یا مفتری نہیں کہا تو وہ اس فتوے کے ماتحت بھی نہیں آ سکتے۔
۷۔ کسی مسلمان کا جنازہ جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہ ہو چکا ہو اسی طرح ناجائز ہے جس طرح کسی ہندو یا عیسائی کا	۷۔ سوائے ان لوگوں کے جو کافر یا مفتری کہتے ہیں۔ یا گالیاں دیتے ہیں۔ ہر ایک مسلمان کا جنازہ جائز ہے۔

باتیں تو اور بھی ہیں۔ مگر میں نے چند موٹی موٹی باتیں لکھدی ہیں۔ ان میں سے یا تو ایک طرف کے سات نتائج قابل قبول ہیں۔ یا دوسری طرف کے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ نبوت مان کر باقی نتائج کا انکار کر دیا جائے۔ یا سب منکروں کو کافر یعنی دائرہ اسلام سے خارج قرار دیکر ان لوگوں کو جن کو مسیح موعود کی اطلاع نہیں پہنچی دائرہ اسلام کے اندر سمجھا جائے پس ہر ایک شخص کو چاہئے کہ کسی ایک عقیدہ کو جس کا قبول کرنا سہل معلوم ہوتا ہے قبول کرنے سے پہلے ان نتائج پر بھی ایک نظر ڈال لے جو اس کے ساتھ لازم ملزوم ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ خود حضرت مسیح موعود کا کیا مذہب تھا اس پر لمبی بحث ایک خط میں نہیں ہو سکتی۔ امر اول جو ان سب عقائد کی بنیاد ہے جو میں نے درحقیقت بڑا اختلاف علماء ہے۔ اس لئے ایک سرسری نگاہ سے امر اول کے جو نتائج ہیں جو میاں صاحب علی الاعلان قبول کرتے ہیں ایک نظر ڈال لینا کافی ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود بھی ان کو قبول کرتے تھے یا نہیں۔ نمبر ۲ کے متعلق اس وقت تک ساری جماعت

شہادت دے سکتی ہے کہ حضرت صاحب جب کسی کو مسلمان کرتے تھے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کر ہی کرتے تھے۔ بلکہ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے آپ کے ہاتھ پر اعلان اسلام کرنا چاہا تو آپ نے فرمایا کسی دوسری جگہ اعلان اسلام کر لو۔ یعنی تکلیف سے بچانے کیلئے کہا۔ قرآن کریم کی پیشگوئی مبشرا برسول کے متعلق صاف اقرار آپکا موجود ہے کہ آنحضرت کی تشریف آوری سے پیشگوئی پوری ہوگئی اور کہ آپ کا نام احمد تھا۔ کل دنیا کے مسلمانوں کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے متعلق جنہوں نے آپ پر اطلاع نہیں پائی ایک نقطہ بھی آپ کی تحریروں میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ اس کو اپنے اوپر افترا قرار دیا ہے۔ دیکھو حقیقۃ الوحی۔ نماز جنازہ کے متعلق صریح فتوے آپ کا موجود ہے کہ کافر و مکذب کو چھوڑ کر ان لوگوں کا جو خاموش اور درمیانی حالت میں ہیں جنازہ پڑھ لیا جائے۔

اب اس کے بعد یہ سوال آتا ہے کہ اس جماعت کے بڑے بڑے لوگوں کا کیا مذہب اس بارہ میں تھا۔ کسی شخص کا مذہب معلوم کرنے کیلئے یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس کی کل تحریروں یا کل عمل کو ایک طرف رکھ دیا جائے اور اس کا ایک فقرہ لیکر اس پر ساری بنیاد رکھدیں۔ القول الممجد کے چھپنے سے پہلے بہت لوگوں کا یہی خیال تھا کہ مولوی سید محمد احسن صاحب کا بھی وہی مذہب ہے جو میاں صاحب کا ہے۔ مگر اس کتاب کی اشاعت سے بتا دیا کہ یہ گمان غلط تھا۔ اب حضرت مولوی نور الدین صاحب اور حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کو حضرت مسیح موعود نے دو فرشتے قرار دیا ہے۔ یہ جماعت کی خوش نصیبی ہے کہ ان دو فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ابھی زندہ ہے جو فوت ہو چکے۔ ان کی تحریروں اور الفاظ پر ہی بحث کرنی پڑتی ہے لیکن جو زندہ ہیں وہ تو ہر ایک بات کو خود صاف کر کے بیان کر سکتے ہیں۔ یہ تو ممکن نہیں کہ حضرت مسیح موعود ایسے کو فرشتہ کہیں جو ان کے عقائد کا ہی مخالف ہو۔ اور ایسا مخالف کہ آپ کے دعوے کو بھی رد کرنیوالا ہو۔ دونوں فرشتوں کے عقائد تو ضرور درست ہونگے۔ پس جو فرشتہ زندہ ہے اس نے صاف بتا دیا کہ وہ عقائد کیا ہیں۔ اور ہر ایک عقلمند کے لئے یہ شہادت کافی ہے۔ اور آپ کی شہادت کہ حضرت مسیح موعود کے وقت میں ہمارے عقائد کیا تھے فیصلہ کن ہے۔

لیکن اگر اس پہلو کو ہم چھوڑ بھی دیں۔ تو کم از کم کسی شخص کے کسی فقرہ یا لفظ کے معنی کرنے کا یہ طریق نہیں کہ اس کی باقی تحریروں اور طرز عمل کو بالائے طاق رکھ کر ہم ایک فقرہ کے پیچھے پڑ جائیں۔

* اس لفظ فرشتہ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ نیک اور بزرگ انسانوں کو فرشتہ کہدینا کلام کا محاورہ ہے۔ اور اسی محاورہ کے مطابق بائبل و ایام الصلح میں [illegible] دیکھو ان ھذا الا ملک کریم میں حضرت یوسف کو فرشتہ کہا گیا کیونکہ فرشتہ بوجہ عصمت کا ایک ایسا کامل نمونہ رکھتا ہے کہ اس سے معصیت کی توقع نہیں ہو سکتی پس مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب کو حضرت صاحب کا فرشتہ قرار دینا اس بات پر مبنی تھا کہ آپ عقائد میں پورے [illegible] دکھائیں گے۔

ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم یتقبل من الاخر قال لاقتلنک قال انما یتقبل اللہ من المتقین۔ لئن بسطت الی یدک لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیک لاقتلک انی اخاف اللہ رب العالمین۔ جب ان دونوں نے قربانی پیش کی۔ تو ان میں سے ایک سے قربانی قبول کی گئی۔ اور دوسرے سے قبول نہ کی گئی۔ تو اس دوسرے نے پہلے کو کہا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ اس نے جواب دیا اللہ تعالیٰ متقیوں سے ہی قبول کرتا ہے۔ یعنے قربانی وہی کام دیتی ہے۔ جو متقی انسان کرے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائیگا۔ تو میں تجھے قتل نہیں کرونگا۔ میں تو اللہ سے جو رب العالمین ہے ڈرتا ہوں۔ اب یہاں اپنے آپ کو متقی قرار دیا ہے اور یہی قربانی کے قبول ہونے کی وجہ بتائی ہے۔ لیکن ساتھ ہی کہا۔ انی ارید ان تبوء باثمی واثمک فتکون من اصحٰب النار و ذٰلک جزاء الظّٰلمین۔ اب یہاں صاف طور پر اثمی و اثمک کہا ہے۔ یعنی میرے گناہ کی وجہ سے اور اپنے گناہ کی وجہ سے گویا بظاہر اپنا بھی گناہگار ہونا ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ پہلی آیت میں اپنے آپ کو متقی کہا ہے اس لئے اثمی سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ کہ خود کہنے والا کسی گناہ کا مرتکب ہے۔ بلکہ اثمی سے صرف وہ گناہ مراد ہے۔ جو وہ دوسرا اس کے خلاف کرنے والا ہے۔ گویا ایک تو تیرا وہ گناہ تھا۔ جس کی وجہ سے تیری قربانی قبول نہ ہوئی اور ایک وہ ہوگا۔ جو تو میرے خلاف کرنے والا ہے۔ تو یہاں اثمک میں اسکے پہلے گناہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اثمی میں اس گناہ کی طرف جو خود متکلم اپنے خلاف وہ کرنیوالا تھا۔ اسی طرح سے یہاں ذنبک سے مراد رسول اللہ کے کوئی گناہ نہیں ہیں۔ بلکہ وہ الزامات و اعتراضات مراد ہیں جو آپ کے اوپر لگائے جاتے تھے۔ ہم نے دیکھ لیا۔ کہ کس طرح پر اس صلح حدیبیہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر سے وہ سب اعتراضات اٹھا دیئے۔ یہی وہ غفر تھا اس ذنب کا جس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ واقعات بتاتے ہیں۔ کہ یوں ہی ہوا صلح کے بعد لوگوں نے جب غور کیا۔ تو آپ کو ان الزامات سے [illegible] ان سے رجوع کیا۔ پھر دوسری طرف ایک اور شہادت بھی ہے۔ ما تقدم میں تو ان الزامات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جو آپ پر لگائے جا چکے ہیں۔ اور ما تاخر میں وہ جو ابھی لگائے جانے والے ہیں۔ اس میں تمام وہ کتابیں اور اشتہارات اور غلط بیانیاں آجاتی ہیں جو رسول اللہ صلعم کے خلاف عیسائیوں اور آریوں کی طرف سے شایع کی جاتی ہیں۔

ویتم نعمتہ علیک ویھدیک صراطا مستقیما دیکھو کہ سارے نتائج اسی سے نکلتے ہیں۔ وینصرک اللہ نصرا عزیزا۔ اللہ کی نصرت یہی لوگوں کا جوق در جوق دین اسلام کے اندر داخل ہونا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس ید خلون فی دین اللہ افواجا۔ گویا اللہ کی نصرت اور فتح دین کے اندر لوگوں کے جوق در جوق داخل ہونے کو ہی قرار دیا ہے۔

ما تاخر میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اور بھی جو الزامات لگائے جانے والے ہیں ان کو بھی دور کر دیگا۔ یہ نہیں وسوسہ رکھنا چاہئے کہ [illegible] حالت یونہی رہیگی۔ یہ جو آپ کے خلاف غلط بیانیاں ڈالی گئی ہیں۔ اور طرح طرح سے آپ کی بدنما تصویریں لوگوں کو دکھائی جاتی ہیں یہ سب انشاء اللہ دور ہو کر رہینگی۔ ہاں ہماری طرف سے کوشش کا ہونا ضروری ہے۔ یہی [illegible] ما تاخر من ذنبک کے کہ جو الزامات لگائے جانے والے ہیں اُن کو بھی دور کر دیگا۔ اور دلوں کو ان باتوں سے پاک کر کے اسلام کی طرف پھیر دیگا۔

قبول اسلام اور بیعت

(۱) میرزا احمد بیگ صاحب سابق کرسچین مشنری مدرس بائیبل احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سیالکوٹ کی مسجد میں بروز عید الضحےٰ مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۱۴ء مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور ۱۷ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے۔ (۲) میاں محمد امین صاحب عیسائی مورخہ ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۴ء کو حضرت امیر کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے۔

تولیت نامہ

عقاید محمودیہ سے بیزاری

ایک محمودی کا فسخ بیعت

میں نے میاں صاحب کی بیعت بعض احباب کی ملامت میں یہ سمجھکر کی تھی کہ ان کے عقاید وہی ہونگے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تھے۔ لیکن قادیان کے جلسوں میں جب میں گیا۔ اور وہاں میاں صاحب کی تقریر میں متواتر ایسے عقاید سننے میں آئے۔ جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سراسر برخلاف تھے۔ مثلاً یہ کہ (۱) حضرت مسیح موعود کامل نبی تھے۔ (۲) آیت اسمہ احمد کے اصلی اور حقیقی مصداق آپ ہیں نہ آنحضرت صلعم (۳) تمام اہل کلمہ گو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام کبھی نہیں سنا۔ اور اگر سنا ہے تو خواہ وہ آپ کو مسلمان ہی سمجھتے ہوں۔ کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

یہ عقاید حضرت مسیح موعود کی تحریروں اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے سراسر خلاف ہیں۔ اس لئے میں ان سے ہمیشہ سے بیزار ہوں۔ اور اب بیزاری کا اعلان بھی کرتا ہوں۔ ماسوا اسکے میاں صاحب کے مریدین میں گالی گلوچ کا بہت مادہ ہے۔ علانیہ بعض لوگوں نے خطبوں میں کھڑے ہو کر حضرت خواجہ صاحب۔ آپ اور دیگر خدام مسیح موعود کو گالیاں دیں۔ جس سے میں سخت بیزار ہوں اور اس کی ذمہ داری میاں صاحب پر عاید ہوتے ہوئے دیکھکر ان کی بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے خطرناک انسانوں سے جو خلاف اسلام تعلیم دیں۔ بچائے۔ آمین۔

میں میاں صاحب اور اُن کے مریدین کی طرح ضد اور تعصب کی وجہ سے اپنے ایمان کو ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے بیعت کی تھی۔ اور اس مقصود کو وہاں نہ پاکر اُسی کی رضا کے لئے اب فسخ کرتا ہوں۔ والسلام۔

بقلم خود غلام محمد جلد ساز لاہور۔ بتاریخ ۸ اکتوبر ۱۹۱۴ء

رسید زر

برادرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بابو محمد منظور الٰہی صاحب کی معرفت مندرجہ ذیل رقوم چندہ کی وصول ہوئی ہیں۔ اخبار میں شایع فرماویں۔

بابو غلام محمد صاحب اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر ملٹری ریلوے — چندہ ۔ معہ نذرانہ ۴
چوہدری غوث محمد صاحب سٹیشن ماسٹر — ۶
چوہدری غلام محمد صاحب ڈرائیور — ۲
بابو منظور الٰہی صاحب — عہ
میاں عمر بیگ صاحب۔ کانٹے والا — ۴
منشی محمد یوسف خان صاحب۔ فیلڈ پوسٹ آفس — ۴
مولوی محمد عنایت اللہ صاحب سٹیشن ماسٹر ملٹری ریلوے — ۵ — اشاعت اسلام ۴
معلوم الاسم معرفت مولوی عنایت اللہ صاحب موصوف — عہ
ابو نبی بخش صاحب سٹیشن ماسٹر ملٹری ریلوے — ۲
میاں مردان علی صاحب کانٹے والا — عہ
میاں میرو صاحب۔ خلاصی — عہ
میاں فتح محمد صاحب۔ میٹ — ۸
میاں حسن۔ جہانان۔ مولو وغیرہ — عہ
میاں راجا — عہ
میاں محمد الدین صاحب کانٹے والا — ۸
منشی چراغ الدین صاحب کلرک فیلڈ پوسٹ آفس — عہ
منشی برکت علی صاحب — ۹
بابو عبد اللہ خان صاحب۔ محکمہ ریلوے — ۸
منشی رستم علی خان صاحب۔ فیلڈ پوسٹ آفس — ۸
منشی سلطان احمد صاحب

میزان [illegible]

منشی کریم الٰہی صاحب۔ میل گارڈ — چندہ ۔ معہ نذرانہ ۴
ابو غلام محی الدین خان صاحب گارڈ ملٹری ریلوے۔ قیمت سلسلہ احمدیہ ۔ عہ
چوہدری محمد اسمعیل صاحب سٹیشن ماسٹر۔ شکرانہ ولادت فرزند ۔ صہ
چوہدری غوث محمد صاحب — چندہ ماہوار ۔ [illegible]
منشی کریم الٰہی صاحب محکمہ ڈاک — ۸
بابو منظور الٰہی صاحب — قیمت کتب وغیرہ [illegible]

میزان [illegible]
میزان کالم ۲ [illegible]
میزان کل [illegible]

تازہ خبریں

طالوی بہادرانہ کاروائی۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ روم۔ ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ شدید برف باری کے بعد اور ہولناک آتشباری کی رو سے کوہ [illegible] پر متواتر حملے اور جوابی حملے ہوتے رہے۔ غنیم کل صبح کوہ [illegible] میں ایک دمدمہ میں گھس آیا۔ لیکن اُسے فوراً باہر نکال دیا گیا۔

محاذ سالونیکا۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ آج سہ پہر کی برطانوی سرکاری مظہر ہے۔ کہ ہم نے محاذ [illegible] پر اپنے میمنہ پر غنیم کے ایک زبردست حملہ کو پسپا کر دیا۔

ایک سروی مراسلت مظہر ہے کہ شمال دو دزل میں بلغاروی حملوں کو شدید نقصان کے ساتھ پسپا کر دیا گیا ہے۔ اور سروی سپاہ نے دریائے سرنا کے بائیں کنارے پر [illegible] پر قبضہ کر لیا ہے۔

رومانوی محاذ۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ ایک رومانوی مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے بمقام آگاس غنیم کو پیچھے دھکیل دیا۔ اور ۲ سو قیدی گرفتار کئے گئے۔ اور نیز ۱۲ توپوں [illegible] کر دیا۔ آگاس رومانیہ میں اندرون ملک [illegible] میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

بلجیمی سپاہ کی سرگرمی۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ رائٹر کو معلوم ہوا ہے کہ اب بلجیمی سپاہ جھیل ٹانگانیکا سے بڑھ کر ایک اور نیز خط تصادم کے ہمسیرا مشرقی کے سنٹرل ریلوے کے مغربی حصہ پر قابض ہے بلجیموں نے جھیل سے پار گانگو سے گلوما کو ذخائر بھیجے اور سب لائنوں کی مرمت کر رہے ہیں۔ اب شمال سنٹرل ریلوے میں جرمنوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اور نیز جھیل کے مقامات کو بھی غنیم سے صاف کر دیا گیا ہے۔ اور باقیماندہ جرمن جنکی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ منبع کے دلدلی علاقہ میں مقیم ہیں اور اتحادی انکا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔

جرمن وحشت۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ ایک سرکاری اطلاع مظہر ہے کہ جرمن مشرقی افریقہ میں ایک برطانوی سپاہی کو جسے غنیم نے گرفتار کر لیا تھا۔ توپ کے پہیہ سے باندھ دیا گیا۔ اور اُسے ایک جرمن افسر کے احکام پر ایک دلیسی نے پیٹا۔ بعد ازاں اُسے گولی ماری گئی اور اس کے سات گولیاں لگیں اور وہ مر گیا۔

ناروے کے جہاز کی غرقابی۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ کوپن ہیگن۔ ایک جرمن آبدوز نے ناروے کے جہاز سیٹن نامی کو بغیر اطلاع کے تارپیڈو سے غرق کر دیا۔ اور سویڈن کے ایک جہاز کریخا نامی کو آگ لگا دی۔ اہل جہاز بچا لئے گئے۔

جہاز الونیا کی غرقابی۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ کیونارڈ کمپنی کا جہاز الونیا نامی وزنی ۱۲۴۰۵ ٹن غرق کر دیا گیا ہے۔ کپتان جہاز اور ۶۱ اہل جہاز خشکی پر اُتارے گئے ہیں۔

بعد کی خبر۔ تمام مسافران الونیا جن کی تعداد ۱۸۰ کے قریب تھی۔ غرقابی سے قبل جہاز سے نیچے اتار دیئے گئے تھے۔

بلجیمی جنرل کا اعزاز۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ لندن گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جنرل ٹاونشنڈ رافع قط العمارہ کو کے سی بی کا معزز خطاب عطا کیا گیا ہے۔ اور جنرل ٹومبور سپہ سالار بلجیمی سپاہ جرمن مشرقی افریقہ کی بھی کے سی ایم جی کے خطاب سے عزت افزائی کی گئی ہے۔

سول آبادی کی جلاوطنی۔ لندن ۱۹ اکتوبر۔ اسٹرڈم۔ اخبار ٹیلیگراف بیان کرتا ہے۔ کہ جرمن شمالی فرانس کی مانند بلجیم میں بھی مظالم کے متعلق غور کر رہے ہیں۔ گھینٹ سے پہلے ہی ۲ ہزار سویلین جلاوطن کئے جا چکے ہیں اور دیگر شہروں میں بھی ایسی ہی کاروائی کی جا رہی ہے۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ جو شخص کام کرنے سے انکار کرے گا وہ تین سال قید یا دس ہزار مارک جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

خطبہ جمعہ

مؤرخہ ۱۳- اکتوبر ۱۹۱۶ء

رسول اللہ صلعم ہرگز گنہگار نہ تھے

لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر

کی لطیف تفسیر

انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر و یتم نعمتہ علیک و یھدیک صراطا مستقیما و ینصرک اللہ نصرا عزیزا

یہ سورۃ فتح کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا جو حصہ میں نے پڑھا ہے۔ یعنی پہلی آیات۔ ان کے متعلق اسلام پر دوسرے مذاہب کی طرف سے بڑے بڑے اعتراض ہیں۔ بالخصوص عیسائی مذہب کی طرف سے کیونکہ اس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلعم کو۔ کہ اللہ نے تیرے پہلے اور پچھلے گناہوں کو بخشدیا ہے۔ اعتراض یہ ہے۔ کہ جب اللہ نے گناہ بخشنے کا ذکر کیا۔ تو اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ خود رسول اللہ صلعم نے بھی کوئی گناہ کئے ہوں گے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ جو شخص اصلاح خلق کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے اگر وہ خود گنہگار ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی گناہ کیا کرتے تھے۔ تو پھر دوسروں کو وہ کیونکر گناہوں سے نکال کر ہدایت کے رستہ پر لا سکتے ہیں۔ ہدایت تو وہ کر سکتا ہے جو خود گناہ سے ملوث نہ ہو۔ گو ان لوگوں کے ہاتھ میں جن کے معصوم خدا کے متعلق بھی ایسے فقرے موجود ہیں کہ جن سے اس کی معصومیت کا دعوےٰ باطل ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ فقرہ کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے"۔ یہ ہتھیار اچھا معلوم نہیں ہوتا لیکن تاہم انہوں نے اعتراضات کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ حالانکہ اگر اس آیت کے سیاق و سباق پر غور کیا جاوے۔ تو صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ان معنوں کو اسکے سیاق و سباق سے کوئی تعلق نہیں۔ قرآن کے عجائبات تو لامتناہی ہیں لیکن اگر صرف اتنی بات پر ہی غور کیا جائے تو کافی ہے کہ فتح کو گناہ کی معافی سے کیا تعلق ہے۔ فتح سے گناہ کس طرح بخشے جاتے ہیں کیونکہ اس سے پہلے فرمایا ہے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ہم نے تجھے ایک فتح مبین دی۔ تو پس اس فتح سے یہ نتیجہ کیونکر نکلا۔ کہ گناہ معاف ہو گئے۔ تو صاف طور پر ان معنوں کی غلطی ظاہر ہو جاتی ہے۔

اب اگر ہم ان واقعات پر غور کریں۔ جو اس فتح مبین سے متعلق ہیں۔ اور یہ دیکھنا چاہیں۔ کہ قرآن نے کس بات کا نام فتح مبین رکھا ہے۔ تو اس سے اصلی معنوں پر روشنی پڑ سکتی ہے بخاری میں جو حدیث کی کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح سمجھی گئی ہے۔ ایک حدیث میں بتایا گیا ہے۔ کہ فتح مبین صلح حدیبیہ کا نام ہے۔ اب اس صلح حدیبیہ کو سن لو۔ کہ کیسی فتح مبین تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے چھٹے سال بارادہ حج مکہ کی طرف چلے۔ آپ نے ایک رؤیا میں دیکھا تھا۔ کہ آپ اور آپ کے ساتھی حج کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے آپ جب سے مدینہ میں آئے تھے۔ حج کے لئے نہیں گئے تھے۔ چنانچہ اس وقت ۱۳ سو یا ۱۴ سو یا ۱۵ سو (روایت میں اختلاف ہے) آدمی کو ساتھ لیکر آپ حج کو چلے۔ حدیبیہ پر کفار کی جمعیت آموجود ہوئی۔ اور آپ کو آگے جانے سے روکا۔ اب دو ہی صورتیں تھیں۔ کہ یا تو آپ واپس چلے آئیں اور یا اُن سے لڑائی کریں۔ اس حالت میں نبی کریم صلعم نے اپنے کچھ معزز آدمیوں کو ان کو سمجھانے کے لئے بھیجا۔ کہ وہ باز آ جائیں۔ لیکن انہوں نے نہ مانا۔ چنانچہ اس موقعہ پر وہ مشہور بیعت ہوئی۔ جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ مسلمان گھروں سے کوئی لڑائی کا سامان لیکر نہیں نکلے تھے۔ وہ تو صرف حج کرنے کے لئے آئے تھے۔ اس لئے نبی کریمؐ نے اس موقعہ پر بیعت لی۔ صحابہؓ سے۔ ایک درخت کے نیچے۔ اور اس میں آپ نے یہ اقرار لیا۔ کہ ہم دین اسلام کے لئے اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہیں کرینگے۔ اور اس کی خاطر اپنا پورا زور لگا دینگے

لیکن اس موقعہ پر نبی کریم صلعم نے آخر کفار کے ساتھ ایک صلح کر لی۔ اُس صلح کا نام صلح حدیبیہ ہے۔ اس کی شرائط ایسی تھیں۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے بظاہر صاف طور پر کمزوری نظر آتی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ خیال آیا اور آپ نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بیشک میں اللہ کا رسول ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ دین اسلام اللہ کا سچا دین نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں بیشک ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا۔ کیا حضور نے نہیں فرمایا۔ کہ ہم حج کریں گے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ ہاں میں نے کہا تھا۔ لیکن یہ بھی تو نہیں کہا تھا۔ کہ اسی سال کرینگے۔ الغرض اس صلح میں ایک شرط تو یہ تھی۔ کہ اس سال مسلمان حج کئے بغیر واپس چلے جائیں۔ اور آیندہ سال آ کر حج کریں۔ لیکن تین دن سے زیادہ ٹھیرنے نہ پائیں۔ یہ شرط محض اس غرض کے لئے تھی۔ کہ مسلمانوں کے اوپر ایک بات رہ جائے۔ کہ ہم نے انہیں ناکام پھیرا۔ حالانکہ بات کچھ بھی نہیں تھی جیسا آیندہ سال اُن کے حج کرنے میں قریش کو کوئی نقصان نہ تھا۔ اس سال بھی کوئی نقصان وہ بات نہ تھی لیکن انہوں نے محض ایک بات رکھنے کے لئے یہ شرط کی۔ دو اور بھی شرطیں تھیں۔ ایک تو یہ کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی مرتد ہو کر کفار کے ساتھ جا ملے۔ تو وہ اُسے واپس نہ لوٹا ئینگے اور دوسرے یہ کہ اگر کفار میں سے کوئی مسلمان ہو کر رسول اللہ صلعم کے پاس آ جائے۔ تو آپ اُسے اپنے پاس نہ رکھیں گے اس سے بہت ہی تکلیف مسلمانوں کو ہوئی۔ ایک شخص لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھکر ہم سے ملنا چاہتا ہے۔ لیکن ہم سے دھکے دے کر اپنے سے جدا کر دیتے ہیں اور کفار کے ظلم و ستم کے نیچے اسکو چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کو کس قدر یقین تھا۔ کہ مسلمان ایسے نہیں۔ کہ ایک دفعہ اسلام لا کر دوبارہ مرتد ہو جائیں۔ یہ خیال ہمیشہ کمزور اعتقاد والے باطل پر جو ہیں انکو ہوتا ہے۔ کہ کوئی شخص اس سے پھر نہ جائے اسلام ایسا مذہب نہیں۔ کہ کوئی شخص اس پر سچے دل سے ایمان لا کر کفر کی طرف رجوع کر سکے۔ آج جو یہ مصیبت پیش ہے۔ کہ ہمارے خلاف لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ ان سے ملو نہیں ان کی بات نہ سنو۔ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ۔ تو یہ سب باطل پر ہونے کا نشان ہے۔ حق والے کبھی کسی کے پاس جانے سے ڈرتے نہیں۔ تو پس نبی کریم صلعم کو کسقدر یقین تھا۔ کہ مسلمان مسلمان ہونے کے بعد لوٹ کر کفر کی طرف نہیں جا سکتے۔ لیکن تاہم یہ ایک بڑی تکلیف کی بات تھی۔ کہ ایک شخص کو مسلمان ہوتے ہوئے کفار کے حوالہ کر دیا جائے۔ مگر واقعات نے نبی کریم صلعم کے اس خیال کو صحیح ثابت کیا صلح کے بعد جو لوگ نبی کریم صلعم کے پاس آ کر مسلمان ہوئے آپ نے انہیں اپنے پاس رہنے نہیں دیا۔ اور انہیں واپس لوٹا دیا۔ کسقدر معاہدہ کی پابندی ہے۔ جو نبی کریم صلعم نے کی۔ لیکن دوسری طرف ان مسلمان ہونیوالوں نے بھی یہ نہیں کہ اس بات کو اپنے حق میں تکلیف دہ سمجھکر اسلام سے منہ موڑ لیا ہو۔ یا کفار میں لوٹ کر چلے گئے ہوں۔ بلکہ انہوں نے ایک اور علیحدہ بستی بنا لی۔ اور آہستہ آہستہ وہاں آباد ہو کر اپنی طاقت کو کفار کے خلاف مضبوط کر لیا۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم نے لوگوں کو تلوار سے مسلمان کیا۔ حالانکہ یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ تلوار کے باوجود مسلمان ہوئے اور مسلمان ہو کر تلوار کے نیچے وہ اپنی گردنیں رکھنے کو تیار تھے۔ کیا یہ تلوار کا ڈر تھا۔ دلوں کے اندر اس قدر یقین اور ایمان کو پیدا کر دینا یہ تلوار کا کام نہیں۔ تو اس سورۃ میں سارا فتوحات اسلامی کا ہی ذکر چلتا ہے۔ لیکن کن فتوحات کا۔ ان کی ابتدا کیسی رکھی ہے۔ بظاہر بہت ہی کمزور شرائط پر بنیاد رکھی ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام کن باتوں کا نام فتوحات رکھتا ہے۔ شرائط کو دیکھو تو بظاہر دشمن کا پلہ بھاری نظر آتا ہے لیکن اس صلح حدیبیہ کو فتح مبین کہہ رہا ہے۔ عجیب کلام ہے۔ ظاہر حالات میں نظر آتا ہے۔ کہ ذلت کی شرائط قبول کی گئی ہیں۔ لیکن یہ

فرماتا ہے۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ ہم نے تجھے ایک فتح مبین عطا کی ہے۔ آخر بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ قرآن کا کہنا سچ ہے۔ اور واقعی یہ صلح ایک فتح مبین تھی اسلام کی باتیں لوگوں کے دلوں میں پہلے بھی گھر کر چکی تھیں لیکن جنگ کے زمانہ میں ہمیشہ دشمن کی خوبیاں بھی عیب ہی نظر آتی ہیں۔ اس لئے جب تک مسلمانوں کے ساتھ جنگ رہی۔ ان باتوں پر غور کرنے اور اسلام کے متعلق سوچنے کا موقع نہیں تھا اس صلح سے پہلے لوگوں کے دلوں میں اسلام کی نسبت طرح طرح کے بُرے خیال جاگزین تھے۔ اور اعتراض ہی اعتراض بھرے ہوئے تھے۔ اب جو جنگ رُکی۔ اور امن قائم ہوا۔ تو لوگوں کو خیال پیدا ہوا۔ کہ اس پر غور کریں۔ یہ بھی ایک وقت آتا ہے۔ کہ طبیعتیں پلٹا کھاتی ہیں۔ کہ آخر غور تو کریں۔ یونہی کیوں مخالفت کرتے رہیں۔ اسی لئے حضرت صاحب نے علماء کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ تم کیوں میری مخالفت کے در پے ہوتے ہو۔ کچھ عرصہ تک تم خاموش ہو کر دیکھو۔ اور مجھے کام کرنے دو۔

تو غرض اس صلح کے بعد لوگوں کی طبیعتوں نے پلٹا کھایا۔ اور ایک بڑی تعداد میں لوگ مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ جسوقت نبی کریم صلعم نے یہ صلح کی ہے۔ اُسوقت آپ کے ساتھ ۱۴ سو آدمی تھے لیکن ڈیڑھ یا پونے دو سال بعد جب فتح مکہ ہوئی ہے تو آپ کیساتھ دس ہزار آدمی تھا۔ یہ تھی وہ فتح مبین جو اس صلح سے ہوئی اسلام کا پیغام ایک حق امر تھا۔ تلوار کا مقابلہ انسان کر سکتا ہے لیکن حق کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ پہلے جنگوں کی وجہ سے بوجہ انقطاع تعلقات کے اُنکے دلوں میں اعتراضات بھرے ہوئے تھے۔ لیکن اب صلح کے بعد وہ جو رسول اللہ صلعم پر اعتراضات اُن کے دلوں میں تھے ملنے جلنے سے معلوم ہوا۔ کہ یہ تو یونہی مخالفت کی وجہ سے پھیلائے گئے تھے۔ تو غرض اختلافی فتوحات ہی اسلام کی عظیم الشان فتوحات تھیں۔ فتح مکہ اس لحاظ سے بھی کہ مسلمانوں کو مکہ مل گیا۔ فتح تو بے شک تھی۔ لیکن اگر نبی کریم صلعم نے اپنے اخلاق کا بڑا نمونہ وہاں نہ دکھلایا ہوتا۔ تو یہ فتح بھی کوئی چیز نہ تھی آپ نے اُن پر غلبہ پانے کے بعد یہ اعلان کیا کہ تم سب کو آج معاف کیا جاتا ہے۔ یہ اخلاق اور مہربانی ہی تھی۔ جسے دیکھکر مکہ والوں نے کہا۔ کہ اس قدر عظیم الشان دل سوائے نبی کے اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ اس لئے اس اخلاقی معجزہ کو دیکھنے کے بعد مکہ والے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ تو یہ ایک عظیم الشان معجزہ تھا۔ جو نبی کریم صلعم سے ظہور پذیر ہوا۔ اسی قسم کا ایک اور معجزہ بھی ہے۔ آپ تن تنہا ایک درخت کے نیچے سو رہے تھے۔ ایک کافر تلوار [illegible] آپ کے سر پر لیکر کھڑا ہو گیا اور اُس نے پوچھا۔ بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا کہ میرا خدا۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ اس کا ہاتھ کانپا اور تلوار نیچے گر پڑی۔ آپ نے اس تلوار کو اُٹھا لیا اور اُس کافر سے پوچھا۔ بتا اب تجھے کون بچا سکتا ہے۔ اُس نے کہا کوئی نہیں لیکن آپ نے اُسے معاف کیا۔ اور کچھ نہیں کہا۔ آپ کے اس خلق کو دیکھکر وہ مسلمان ہو گیا۔ تو غرض اسی طرح یہ اور بھی بڑے بڑے اخلاقی معجزے اسلام کے ہیں۔ جنہیں دیکھکر لوگ جوق در جوق اسلام کے اندر داخل ہوئے۔ تو اس سورۃ میں صلح حدیبیہ کا ذکر ہے۔ اور دیکھو خاتمہ کہاں ہوتا ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔ گویا اس صلح کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اسلام تمام دوسرے ادیان پر غالب آئیگا۔ کیونکہ اس کے اندر الٰہی صداقتیں ہیں کہ جو لوگوں کے اندر گھر کرینگی۔ تلوار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اخلاق کے ساتھ اور نرمی کے ساتھ۔

اب میں نے کہا تھا۔ کہ قرآن کی آیات میں تعلق ہونا چاہئے تو یہاں جو اس فتح کے نتیجہ کے طور پر فرمایا کہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا اس فتح سے کیا تعلق۔ گناہوں کی معافی فتح سے کیا تعلق رکھتی ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو در اصل ذنبک سے مراد وہی اعتراضات ہیں جو نبی کریم صلعم کے خلاف [illegible] دلوں میں بھرے ہوئے تھے۔ ایسی حالت میں [illegible] نہ تھا۔ نبی کریم صلعم کے ہی ذنوب [illegible] اعتراضات کو ذنبک کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ [illegible] کے ساتھ اضافت آ جاتی ہے۔ خود قرآن کریم میں اس کی [illegible] [illegible] کا

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ
بعضنا بعضا اربابا من دون الله

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمده از مادریم	هم برین از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق که قرآن نام اوست	باده عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد هست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مهر او باشیر شد اندر بدن	جان شد و با جان بدر خواهد شدن
هست او خیر الرسل خیر الانام	هر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم هر آبے که هست	زو شده سیراب سیرابے که هست
آنچه ما را وحی و ایمائے بود	آن نه از خود از همان جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم هر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	هر چه زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرهائے معاد	هر چه گفت آن مرسل رب العباد
آن همه از حضرت احدیت است	منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او همه حق اند و راست	منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین	آنچه در قرآن بیانش بالیقین
بر همه از جان و دل ایمان ماست	هر که انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازان روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۵ روپیہ ششماہی ۳ روپیہ
سہ ماہی و عہدہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۷ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس مطابق ۲۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۶

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ
مورخہ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

والعصر۔ ان الانسان لفی خسر۔ الا الذین آمنوا وعملوا الصلحت وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

قرآن کی سورتیں ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتی ہیں

قرآن کریم کی ہر ایک سورت بھی بجائے خود ایک کتاب یا ایک مکمل چیز ہے۔ کہ جس کے اندر ایک مضمون کو تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ یہ ایک بہت چھوٹی سی سورت ہے۔ جو کل چار آیات پر مشتمل ہے۔ لیکن اس چھوٹی سی .... سورت کے اندر بھی ایک کامیابی کی راہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتائی ہے۔

عصر سے کیا مراد ہے

عام طور پر تو عصر کے معنی زمانہ کے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ محمد رسول اللہ صلی اللہ صلعم کا زمانہ مراد ہے۔ اگر غور کیا جائے تو ان دونوں معنوں میں کوئی تضاد نہیں۔ اور نہ ہی یہ ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ کل زمانوں کا خلاصہ یا نچوڑ ہے۔ لوگوں کو یہ ایک بڑی مشکل پیش آتی ہے کہ کسی خاص معنوں میں کوئی عمومیت بتائی جائے تو یہ ان کے نزدیک متضاد باتیں ہو جاتی ہیں۔

بڑی سیدھی بات ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تمام زمانوں کا خلاصہ ہے۔ جن نتائج پر ہم تمام زمانوں پر غور کرنے کے بعد ہم پہنچتے ہیں وہ سب محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی اور آپ کے عہد مبارک میں ہمیں نظر آتے ہیں۔

یہاں اس سورت میں بعض واقعات بعض نتائج کے لئے زمانہ کو بطور شاہد کے پیش کیا ہے۔ فرمایا والعصر زمانہ پر غور کرو۔ ان الانسان لفی خسر۔ معلوم ہوگا انسان نقصانوں پر نقصان اٹھا رہا ہے۔ الا الذین۔ ہاں کچھ لوگ ہیں چار صفات والے۔ (۱) امنوا (۲) عملوا الصلحت (۳) تواصوا بالحق (۴) تواصوا بالصبر

خسران کے اسباب اور کامیابی کی راہ

یہ چار صفات جن لوگوں میں نہیں عام طور پر دیکھا جائے تو وہ گھاٹے میں ہیں۔ ہر ایک علم کے لئے کوئی اصول ہوتے ہیں۔ وہ بمنزلہ ایمان کے ہیں۔ ان اصولوں پر ٹھیک طور پر عمل کرنے سے ہی ان کا متعلقہ علم حاصل ہو سکتا ہے۔ جو صحیح اصول کو پکڑتے اور ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ وہی بالآخر کامیاب ہوتے ہیں۔

مختلف مذاہب کا مدار نجات

بعض مذاہب تو وہ ہیں کہ انھوں نے صرف ایمان لا کر ہی حد کر دی۔ اس سے آگے عمل کی وہ ضرورت نہیں سمجھتے۔ جیسے عیسائیت ان کا خیال ہے کہ صرف ایمان لانے سے ہی نجات کی کنجی مل جاتی ہے۔ لیکن غلط اصول پر ایمان لا کر کامیابی کہاں مل سکتی ہے۔ کچھ اور مذاہب ہیں وہ ایمان سے تھوڑا سا قدم آگے رکھتے ہیں کہ اعمال صالحہ کی بھی ضرورت ہے۔

مسلمانوں کے فرائض

لیکن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ سکھاتا ہے کہ صرف ایمان اور اعمال صالحہ ہی کافی نہیں۔ بلکہ کچھ اور بھی بکار ہے۔ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا اور صبر کی بھی نصیحت کرتے رہنا۔ جو شخص دوسرے کو صبر کی وصیت کریگا لازمی بات ہے کہ وہ خود پہلے صبر سے کام لے بغیر اس کے وہ دوسرے کو کیا نصیحت کر سکتا ہے۔

تبلیغ اسلام ہی کامیابی کی کلید ہے۔

مسلمانوں کے ہاتھ میں جو قرآن ہے یہ حق ہے۔ اس پر عمل کرنا اور پھر اس کو دوسروں تک پہنچانا اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر سے کام لینا یہ دو ضروری باتیں ہیں کہ ان کے بغیر کامیابی ناممکن ہے۔ اگر کوئی شخص راہب بن کر کسی کونہ میں بیٹھ جائے۔ اگر کوئی چلوں میں ہی اپنی ساری عمر کو ختم کر دے۔ اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ بس وہ نجات یافتہ ہوگیا تو یہ غلط ہے۔ خسران سے وہ نہیں نکلتا جب تک کہ جو حق اس نے پایا ہے اس کو آگے نہ پہنچائے۔ بڑے متقی بنانے کی دعا پر ہی قرآن کریم ختم نہیں کر دیتا۔ بلکہ متقیوں کا امام بننے کی دعا سکھاتا ہے۔ واجعلنا للمتقین اماما۔ تو قرآن کریم ایک ایسے اعلیٰ مقام تک انسانوں کو پہنچانا چاہتا ہے کہ جو اسے کامیابی کے رستہ کیطرف لے جاتا۔ اور خسران سے نجات دلاتا ہے

مشکل میں صبر کرنے سے ہی کامیابی مل سکتی ہے

کسی کام میں کامیابی تب ہی ہو سکتی ہے کہ مشکلات کے تحت انسان گھبرائے نہیں۔ لیکن یہاں یوں نہیں فرمایا کہ گھبرائے نہیں۔ بلکہ فرمایا کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ جب حق کی وصیت کرتا ہے تو صبر کا مادہ پیدا ہو چکا۔ کیونکہ حق کی وصیت کرتے ہوئے انسان کو مشکلات پیش آتی ہیں۔ اس حالت میں جب تک صبر سے کام نہ لیگا حق کی وصیت نہیں کر سکتا۔ ورنہ دوسروں کو صبر کی تعلیم دے سکتا ہے

نبی کریم کا اسوۂ حسنہ

والعصر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو ہی لے لو۔ دنیا میں سب سے بڑا حق کو پہنچانے والا محمد رسول اللہ صلعم ہوا ہے۔ بڑی سے بڑی مصیبتیں اس پر آئیں۔ طرح طرح سے دکھ اور تکلیفیں اس کو دی گئیں تب بھی صبر سے کام لیا۔ اور ان کی ہلاکت کی دعا نہیں کی۔ یوں بھی ایک نبی نے دعا کی ہے کہ رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بڑی بڑی مصیبتیں پہنچیں اس وقت بھی یہ دعا نہیں کی۔ طائف کا مقام بھی بڑے دکھ کا مقام تھا۔ آنحضرت صلعم مکہ سے دکھ اٹھا کر وہاں گئے تھے۔ آپ کے چچا ابو طالب فوت ہو چکے تھے۔ آپ کی بیوی خدیجہؓ جو سب سے پہلے آپ پر ایمان لائی تھیں اور جس نے فرمایا تھا۔ کلا واللہ لن یخزیک اللہ ابدا۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ناکام نہیں رکھیگا۔ وہ بھی فوت ہو چکی تھیں۔ اور اس لئے مکہ والوں کے لئے اب کوئی روک نہ رہی تھی۔ ان کے ظلم و ستم بڑھ چکے تھے آپ وہاں سے نکل کر طائف کو چلے گئے۔ اور ان کو کچھ نصیحت کرنی چاہی۔ انھوں نے اینٹیں اٹھا کر آپ پر پھینکیں جن سے آپ کی پنڈلیوں سے خون بہ نکلا۔ لکھا ہے کہ اس وقت ایک فرشتہ آیا اس نے کہا کہ اے محمد صلعم اگر تو حکم دے تو ملک الجبال پہاڑ کو اٹھا کر ان بستی والوں پر ڈال دے۔ اور یہ ہلاک ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی نسلوں سے وہ لوگ پیدا ہونگے جو اسلام کے حامی ہونگے۔ یہ حوصلہ تھا آپ کا۔ کس قدر وسیع دل ہے اور کتنی عالی حوصلگی۔

تکمیل مراتب کا آخری مقام

تو ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا اسکو آخری مقام رکھا ہے۔ اپنے نفس کے لئے عمل صالحہ کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر حق کی وصیت کرنا اور صبر سے کام لینا بھی تکمیل مراتب کے لئے ضروری باتیں ہیں۔

موجودہ پیش آمدہ مشکلات اور ان کا مقابلہ صحابہ کرام سے

ہمارے سامنے بھی اس وقت مشکلات ہیں۔ اور اس آیت کے مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے میں بھی آپ کو صبر کی وصیت کرتا ہوں۔ حق کے پہنچانے میں جو دکھ انسان کو اٹھانے پڑتے ہیں وہ دکھ جس قوم نے دنیا میں کامل طور پر اٹھائے ان کی تاریخ بھی ہمارے سامنے ہے۔ دیکھو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قدر مشکلات حق کے پہنچانے میں اٹھانی پڑیں اس قدر ہم کو نہیں۔ انھوں نے اپنی گردنوں پر چھریاں چلوائیں اور باوجود اس کے حق کو پہنچانے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ پس جب ہماری راہ میں وہ مشکلات نہیں جو صحابہ کرام کے راستہ میں تھیں۔ تو پھر کیوں ہم صبر سے کام نہیں لے سکتے۔

ہمارا کام

صرف اس قدر نہیں کہ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے بلکہ ہمارے سامنے سب سے بڑا فرض تواصوا بالحق کا ہے اور جب حق کو پہنچانے کا کام ہے تو تواصوا بالصبر پر بھی لازماً عمل کرنا پڑیگا۔ اس کے بغیر حق کے پہنچانے کا کام نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس کو حق پہنچایا ہو تا ہے اس کا مقابلہ لوگ اس طرح سے کرتے ہیں کہ کوئی دکھ دے دیا کوئی برا بھلا کہدیا۔ راستے میں کوئی مشکلات حائل کر دیں۔ تو ہمارا کام یہ ہے کہ ان سب رکاوٹوں اور مشکلات کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے اصل مقصد پر کاربند رہیں۔ اس کی مثال ایسی سمجھ لو جیسے کوئی مکان تیار کرنا ہے۔ تو اس کی تعمیر بھی

مقام ہے۔ کہ جس طریق کو مسیح موعود نے خدام دین کی کثرت کا موجب ٹھہرایا۔ اور چالیس اصحاب کے انتخاب سے بیعت لینے کا حق انجمن کا فیصلہ دیا۔ اسکو آج غلط سمجھا جاتا ہے اور قوم کا روپیہ ایک شخص کی شخصیت منوانے اور مسیح موعود کی طرف ناجائز صفات کو منسوب کرنے کے لئے برباد کیا جاتا ہے۔ کل قوم آج کس کام میں لگی ہے۔ آپس کی جنگ میں جس نے قوم پر ایک سیل حوادث کا طوفان برپا کر رکھا ہے۔ جن اندوؤں کو لیکر یہ قوم کھڑی کی گئی تھی اُن کو ملیا میٹ کرنے کے لئے زور لگایا جا رہا ہے ان سیل حوادث کو دیکھکر بار بار زبان سے یہ نکل جاتا ہے کہ سے

اے صرصر حوادث برباد کر نہ دینا
کچھ پھول ہم لئے ہیں دامانِ آرزو میں

کوئی ہے جو ان درد آشنا فقروں اور لفظوں پر غور کرے اور خدا کے مسیح کے نزول کی علت غائی پر اکید: نظر ڈالے اور سیل حوادث سے اپنے دامن کو بچانے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے حرکت کرے اے قوم! یہ وقت تیرے امتحان کا ہے ایک طرف تو دنیا اپنے چلنے چیزے اور بیدار رنگ میں تیرے سامنے موجود ہے اور دوسری طرف دین اپنے صوفیانہ لباس میں۔ تجکو ان میں سے جس سے قلبی محبت ہے جسکو تو نجات کا وسیلہ سمجھتی ہے اُس کے ساتھ ہو جا۔ مگر اُس عہد کو یاد کر کے جس کا اقرار تو نے مسیح موعود کے ہاتھ پر کیا ہے کہ " دین کو دنیا پر مقدم کرونگا " اگر تو نے اصحاب موسے کی طرح۔ بسوں وادیِ خیالات میں بھٹکنا ہے۔ تو بیشک تو دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی طرف مائل ہو۔ مگر حق وہی ہے۔ جس کی طرف ایک خادم دین متین ہے۔ یعنے الحق مع محمد علی "

"اسلام ایک ہندو کی نظر سے" ہندو قوم کے معزز و معتدر لیڈر

مسٹر ٹی ایل وسوانی نے حال ہی میں سندھ کے ایک مخلوط (ہندو مسلمان) جلسہ میں تقریر فرماتے ہوئے اسلام کے متعلق اپنے جن شاندار خیالات کا اظہار کیا ہے وہ اس قابل ہیں کہ انہیں موجودہ حالات میں بالخصوص برادران وطن کے گوش گذار کیا جائے۔ آپ نے بتایا۔ کہ میں ہندو خاندان میں پیدا ہوا۔ اور اپنی تربیت اور معاشرت کے لحاظ سے اور نیز اپنے راسخ مذہبی عقیدہ میں پکا ہندو ہوں۔ مگر مجھ سے آپ نے خواہش کی ہے۔ کہ میں قدیم ہندو مذہب پر آپ کے سامنے تقریر کروں۔ اس وقت کثیر تعداد میں ہمارے مسلمان بھائیوں کی موجودگی، اس بات کی شہادت ہے کہ ہندو مسلمانوں کے اغراض و مقاصد ایک ہوں۔ قدیم زمانہ میں عرب سے طالبان علم ہندوستان آتے تھے اور ہندوؤں سے مل جل کر یہاں کے علم و ادب کو حاصل کرتے تھے اکبر اعظم ہی کا عہد حکومت تھا جب ایک ہندو نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیم کے متعلق ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ ہندو مسلمان صدیوں سے اس ملک میں باہم میل ملاپ اور برادرانہ خلوص سے رہتے ہیں اور ان دونوں کو اپنے ملک کے شاندار ماضی پر فخر ہے ہمارے رشی اور پیشوایان مذہب کی مسلمان بھی ہماری طرح عزت کرتے ہیں اور کون ہندو ایسا ہے جو حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کا مطالعہ کرے اور جوش عقیدت میں وہ تعظیماً اپنا سر نہ جھکائے۔ کیونکہ حضرت کی زندگی سادگی اور انکسار کا بے مثل نمونہ تھی۔ انہوں نے جو خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی اسکی نظیر دنیا بمشکل پیش کر سکتی ہے۔ اسلام پہلا مذہب تھا جسنے دنیا کو جمہوریت کی تعلیم دی دنیاوی تہذیب و تمدن کی ترقی میں اسلام نے خصوصیت سے حصہ لیا ہے یورپ جہالت کی تاریکی میں گرفتار تھا۔ یہ اسلام ہی تھا جسنے اپنی یونیورسٹیوں کے ذریعہ سے علم کی روشنی سے اُسے منور کر دیا۔ اور ہندوستان کو بھی غفلت اور جہالت کی خواب خرگوش سے بیدار کرنیوالا مذہب اسلام ہی تھا۔ جسنے اپنی اعلیٰ معاشرت و تمدن سے ہندوستان کو مالا مال کر دیا۔ مسلمانوں کی اخوت و ہمدردی اور انکا بے مثل تدبر جسکا بہترین نمونہ شہنشاہ اکبر اعظم کی ذات ستودہ صفات میں بکمال موجود تھا۔ ایسا تھا کہ انگریزی قوم بھی اس مخصوص صفت میں انکی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ ہندو مسلمان کے درمیان محبت و اخلاص کے بہت سے رشتے قائم ہیں۔ اور یہ جا بجا جسکی کرسی صدارت پر اسوقت ایک مسلمان بزرگ متمکن ہیں۔ اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ اس تاریخی ملک میں جہاں مقدس بزرگان دین نے جنم لیا اور جس کو اکبر اور ابو الفضل نے اپنا وطن بنایا یقیناً اس علمی سرزمین میں ہندو مسلمان علیحدہ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ خدا نے ان کو ایک ہی مقام پر پیدا کیا۔ جہاں انہیں باہم مل جل کر رہنا اور اپنے مستقبل کو شاندار بنانے کی کوشش کرنا چاہیے +

مراسلات

عقائد محمودیہ سے بیزاری
میاں صاحب کی بیعت سے انکار

جناب ایڈیٹر صاحب اخبار پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم یہ عریضہ فسخ بیعت ارسال خدمت ہے۔ اور یہی مضمون میں نے الفضل کو بھی بھیجا ہے۔ مگر سُنا ہے کہ وہ نہیں چھاپا کرتے یعنی جو مضمون اُن کے مفید مطلب نہ ہو۔ شائع نہیں کرتے۔ اس واسطے آپ اس عریضہ کو پہلی اشاعت میں شائع فرما کر خاکسار کو ممنون فرماویں۔

آن اخبار الفضل مؤرخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں میرا نام فہرست مبائعین میں چھپا ہے۔ جسکو دیکھکر میں حیران ہوگیا۔ کہ خدا کی شان مسلمانوں کی کیا حالت ہوگئی ہے۔ پھر مسلمانوں میں سے وہ مسلمان جو اپنے آپ کو علماء۔ امام اور اسلام کا ستون ظاہر کرتے ہیں۔ اُن کا جب یہ حال ہے۔ تو پھر عام مسلمانوں کا کیا حال۔

واقعہ یوں ہوا کہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء بروز جمعرات میں مسجد کبوتراں والی میں گیا اور میرے ہمراہی مستری مہر دین صاحب مبائع نے میرے احمدیت میں داخل ہونے کے ارادے کو ظاہر کیا۔ تو مولوی فیض الدین امام مسجد کبوتراں والی سیالکوٹ نے جھٹ ایک کارڈ منگوا کر قادیان میں میاں صاحب کو لکھ دیا۔ اور میرے ساتھ دھوکا کیا۔ حالانکہ میری یہ مرضی نہ تھی۔ میری منشاء تو صرف مرزا صاحب کی بیعت کرنے کی تھی۔ اور میری بیعت کرنے کا باعث یہ ہوا۔ کہ شیخ مولا بخش صاحب سوداگر بوٹ محلہ ٹبہ میں مستری مہر دین صاحب مبائع کے ہاں روز تشریف لاتے اور مسئلے مندرجہ ذیل مسائل پر بحث کرتے اور بحث میں میں شیخ صاحب کی طرف ہوکر ہاں میں ہاں ملاتا۔ کیونکہ ان بحثوں میں شیخ صاحب حق پر ہوتے تھے۔ اور میرے حضرت مرزا صاحب کی بیعت کرنے کا اصل باعث یہی بحثیں ہوئی ہیں۔ کیونکہ ان بحثوں میں میرے تمام شکوک رفع ہوگئے۔ مگر حاشا و کلا میرے یہ اعتقاد نہیں ہیں جو کہ میاں صاحب کے ہیں۔ میں تو ان اعتقادوں کو گمراہی یقین کرتا ہوں۔ اور میرے ساتھ یہ دھوکا کیا گیا ہے۔ بھلا یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ کہ انہی اعتقادوں پر شیخ صاحب مبائعین سے بحث کریں اور باوجودیکہ میں شیخصاحب کے ساتھ متفق ہوں۔ جسکے گواہ بیسیوں آدمی محلہ ٹبہ کے ہیں۔ جو شہادت دے سکتے ہیں۔ کہ جب مبائعین کے ساتھ شیخ مولا بخش صاحب کی بحث ہوتی تو میں چونکہ شیخ صاحب حق پر ہوتے تھے۔ ہمیشہ انہی کے ساتھ ہوتا اور شیخ صاحب کی ہر بات کی تصدیق کرتا۔ تو پھر میں کس طرح انہی عقائد والے کی بیعت کر سکتا تھا۔ سو میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں اطلاع دیتا ہوں کہ میرے اعتقاد یہ ہیں جو ذیل میں درج ہیں۔

(۱) کہ مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کو اس صدی کا مجدد مانتا ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد ہوگا۔ سو اس صدی کا مجدد میں مرزا صاحب کو یقین کرتا ہوں۔

(۲) تمام مسلمان اہل قبلہ کلمہ گوؤں کو مسلمان جانتا ہوں سوائے اُن لوگوں کے جو کسی مسلمان کو کافر کہکر مطابق حدیث رسول صلعم کے خود کافر ہو جاویں۔

(۳) آیت کریمہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کے مطابق کسی شخص کے آنحضرت صلعم کے بعد نبی ہونے کا قائل ہوں۔

(۴) یاتی من بعدی اسمہ احمد کا حقیقی مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں اور کسی دوسرے شخص کو سوائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے رو سے اسکے برخلاف اعتقاد دالاسلام نہیں ہوسکتا۔

یہ میرے اعتقاد ہیں اور انہی اعتقادات کو رکھکر میں نے حضرت مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہونا تھا مگر میرے ساتھ یہ دھوکا ہوا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نشان انگوٹھا حافظ عبد اللہ امام مسجد محلہ ٹبہ مسجد بابا محمد اعظم شہر سیالکوٹ۔

چونکہ میں نابینا ہوں اسواسطے میں نے نشان انگوٹھا کر دیا ہے ❊

محمودی گورکھ دھندا کی اُدھیڑبن

قابل توجہ جناب مفتی محمد صادق صاحب و ڈاکٹر محمد حافظ صاحب

جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ریاست کشمیر بمقام مظفر آباد ڈاکٹر محمد حافظ صاحب کو ایک تحریر لکھکر دی ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح پہلے انبیاء علیہم السلام کو خدا نے نبوت و رسالت کا خطاب دیا اور وہ حقیقی تھا۔ ایسا ہی حضرت صاحب کو بھی خدا نے نبوت کا خطاب دیا ہے۔ اسلئے مرزا صاحب حقیقی نبی ہیں۔ مگر چونکہ مرزا صاحب کو جو کچھ کہ ملا ہے۔ محمد رسول اللہ علیہ وسلم کی طفیل ملا ہے۔ اس لئے یہ ظلی مجازی نبی ہیں۔ مختصراً الفضل مؤرخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء۔

اس پر سوال یہ ہے کہ جب فرقہ محمودیہ کا یہ اعتقاد ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام نے آیت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں مرزا صاحب کی نبوت و رسالت کی بشارت دی ہے اور دانیال نبی نے بھی مرزا صاحب کو نبی کہا ہے۔ اور زرتشت نبی نے بھی مرزا صاحب کو نبی کہا ہے اور کرشن نبی نے بھی مرزا صاحب کو نبی کہا ہے۔ مختصراً (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۹۷) جب ان چار انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے خدا تعالےٰ نے مرزا صاحب کو صریح طور پر نبوت کا خطاب دیا ہے تو اس سے صریحاً یقیناً معلوم ہوا۔ کہ مرزا صاحب ابتدا ہی سے فطرتی اصلی حقیقی مستقل براہ راست نبی ہیں کیونکہ جس طرح موسےٰ کو خدا نے نبی کہا تو وہ نبی ہوگیا۔ عیسےٰ کو خدا نے نبی کہا۔ تو وہ نبی ہوگیا۔ اسی طرح اس لفظ سے مرزا صاحب کو بھی خدا نے نبی کہا۔ پس مرزا صاحب نبی کیوں نہ ہوں۔ بلکہ ان سے بڑھکر دلائل اور صاف الفاظ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے اگر مسیح موعود نبی نہیں۔ تو پھر دنیا میں آجتک کبھی کوئی نبی ہوا ہی نہیں مختصراً (حقیقۃ النبوت صفحہ ۲۱۲)

اب دوسری طرف محمودی کہتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو جو کچھ کہ ملا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل ملا ہے۔ اس لئے یہ ظلی اور مجازی نبی ہیں۔

اس پر سوال یہ ہے۔ کہ جب بموجب تحریرات فرقہ محمودیہ یہ ثابت ہوچکا ہے۔ کہ بموجب شہادت انبیائے سابقین محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے پہلے مرزا صاحب کو خدا تعالےٰ نے صریح اور حقیقی طور پر چار انبیاء کی معرفت صریح نبوت کا خطاب دیدیا ہے۔ تو اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل مرزا صاحب کو ملا تو کیا ملا۔ اس کا پتہ دو۔ کیا کوئی حقیقی اصلی نبی کسی دوسرے نبی کی اتباع سے اپنے اصلی درجہ نبوت سے گر کر مجازی ظلی بن سکتا ہے؟ کیا اس کی کوئی نظیر ازمنہ گذشتہ میں مل سکتی ہے۔ یا کہیں خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کیا آیت انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیون میں جن انبیاء کا ذکر ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی طفیل اپنے حقیقی اصلی درجہ نبوت سے گر کر ظلی نبی کہلاتے تھے؟ کیا حضرت ہارون اور عیسےٰ۔ موسےٰ علیہ السلام کی اتباع کی طفیل ظلی نبی کہلائے؟

اگر وہ ظلی نبی نہیں ہیں تو مرزا صاحب کس طرح محمد رسول اللہ کی اتباع کی طفیل اپنے اصلی درجہ حقیقی نبوت سے گر کر ظلی اور مجازی بن گئے۔ اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی اتباع کی طفیل ایک کامل انسان اپنے کمال سے گر کر ناقص ہوجاتا ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ آنحضرت علیہ السلام کی ذات پاک بجائے نبی تراش و نبی گر ہونے کے نبی کش ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی نبوت باقی انبیاء کی نبوتوں کے واسطے گویا سم قاتل ہے میرے خیال میں جو شخص ایسا خیال کرتا ہے۔ وہ ادنیٰ اور مردود ہے۔ دیکھو حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۸۶ و ۱۹۷۔

مرزا صاحب کو ظلی اور مجازی نبی اس صورت میں کہنا جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آن کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آن رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن | جان شد و با جان بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیراب آنکہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آن نہ از خود از ہمان جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از بہر ہمہ ہر نوع کمال | وصل و دلدار ازلی بے مثال
اعتقادے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد | ہر چہ گفت آن مرسل رب العباد
آن ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آن مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست | منکر آن مورد لعن خداست
معجزات انبیاء سابقین | آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
کیفدم دوری ازاں روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباہ

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴
سہ ماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد نمبر ۴ | مینیجر تیمسلیح لاہور | یکشنبہ سہ شنبہ یکم و ۳ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲۹ / ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۷ / ۴۸

خطبہ جمعہ

فرمودہ حضرت امیر جناب مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

تبلیغ حق کی راہ میں پیش آنیوالی مشکلات

حق کے پہنچانے میں بڑی بڑی مصائب پیش آئینگی۔ اور دکھ اٹھانے پڑینگے ایسی حالت میں نہ صرف یہی ضروری ہے کہ ان مصائب کو برداشت کیا جائے۔ بلکہ گالیاں سن کے چپ ہو۔ بلکہ میں کہونگا کہ صرف اپنے اوپر ہی نہیں اپنی اولاد اور اموال پر بھی تمہیں دکھ برداشت کرنے پڑینگے۔ صبر کی تعریف اللہ تعالیٰ نے یوں کی ہے کہ ولنبلونکم بشیئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبة قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمة واولئک ہم المہتدون۔ کچھ خوف بھی ہوگا کچھ بھوک بھی ستائیگی۔ پھر مال جان اور پھلوں کا بھی نقصان ہوگا۔ یہ سارے نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار رہو۔ تو تم صابر بنتے ہو۔ بڑا عظیم الشان کام ہے ہمارے سامنے اشاعت اسلام کا۔ خواہ ایک دن ہم غفلت میں گذاریں یا ساری عمر ہی غفلت میں رہیں۔ ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لیکن

سب سے بڑا کام

لوگوں کو اسلام کا پہنچانا ہے۔ اس کام کے لئے اگر ہم نے اب تک تیاری کا سامان نہیں کیا تو جو لمحہ جا رہا ہے وہ خسران اور گھاٹے میں ہے۔ اگر اب تک نہیں سمجھا تو اب سمجھ لو۔ ہاں اگر نئے طور پر شاگرد بن جاتے اور کسی امر کو خواہ بڑا ہو کر ہی سیکھنا چاہے تو کوئی ہرج نہیں۔ مزید؟ محض کی کثرت کچھ کام نہیں دے سکتی۔ اگر ہزاروں اور لاکھوں انسان جمع ہو جائیں اور کام کو نہ سمجھیں تو ان سے وہ تھوڑی تعداد بہتر ہے جو کام کو سمجھنے والی ہو۔ پس خوب یاد رکھو کہ اس وقت سب سے پہلا کام اسلام کو دنیا میں پہنچانا ہے۔

دوسرا اور تیسرا کام

دوسرے اسلام کے اندر جو غلطیاں لوگ کر رہے ہیں۔ ان کی بھی اصلاح کرنا ہمارا کام ہے۔ لیکن ایک تیسرا کام اس وقت اور ہمارے ذمہ پڑگیا ہے۔ خود اس جماعت کا ایک حصہ جو اسلام کی تبلیغ کی ذمہ وار ٹھہرائی گئی تھی سخت ضلالت میں مبتلا ہوگیا ہے۔ تو بس یہ بھی ہمارے فرائض میں داخل ہو گیا کہ ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے۔

میاں صاحب کے مریدین کی کثرت ان کے غالیانہ عقائد سے متفق نہیں ہے

یہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مرزا صاحب کی جماعت میں کثرت ان لوگوں کی نہیں جو ان غالیانہ عقائد کے ساتھ متفق ہوں۔ اگرچہ اس وقت وہ میاں صاحب کی بیعت میں ہیں اور عملاً خاموش ہیں۔ لیکن اس کے باوجود بھی جب کبھی جا کر دلوں کو ٹٹولوگے تو ان غالیانہ عقائد کے خلاف ہی ان کا اعتقاد ہوگا۔ کثرت سے ایسے لوگ میاں صاحب کی جماعت میں ہیں۔ بہت تھوڑے سے غالی ہیں۔ جنہوں نے پہلے ضالین کے نقش قدم پر چلنا شروع کیا ہے۔

ہمارا کام

سب سے اول یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کی جو ان عقائد میں ان سے متفق نہیں اس مہر خاموشی کو توڑوائیں بدقسمتی سے ایک خیال دلوں کے اندر پیدا ہو گیا ہے کہ پیر کے بیٹے کی مخالفت ٹھیک نہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ عقائد کا جبا نیا سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ خوب یاد رکھو کہ آج کثرت کے ساتھ جو نظر آتے ہیں وہ عقائد میں ہمارے ساتھ ہیں۔ ان کو صرف تھوڑا سا سمجھانے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ اس مہر خاموشی کو توڑیں باقی جو غالی ہیں ان کو غلطی سے نکالنا بھی ہمارا فرض ہے لیکن ایک بڑا حصہ جماعت کا جو عقائد میں متفق ہے۔ پہلے ان کو سمجھانا ہے

گالیوں اور مشکلات پر صبر سے کام لو

غرض اس کام کے کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ کوئی کام ہو بغیر مشکلات سہنے کے نہیں ہو سکتا۔ تینوں کاموں میں سے کوئی بھی کام ہو اس کے کرنے کے لئے ہم سب کو ہمہ تن مستعد ہو جانا چاہیئے۔ اس کے اندر جو مشکلات پیش آئیں ان کو برداشت کرنا چاہیئے۔ کوئی شخص اگر گالیاں دے تو اس سے کسی کا کچھ بگڑ نہیں جاتا۔ ہمیں تو حق کے پہنچانے سے غرض ہونی چاہیئے نہ کہ گالیوں کے جواب سے۔ اگر ہمیں اپنے نفس کے لئے اتنا جوش آتا ہے کہ ہم گالیوں کا جواب دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ تو کیوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنا جوش نہیں؟ کیا آپ کو لوگ علانیہ گالیاں نہیں دیتے؟ صحابہ کرام کی حالت کو دیکھو ہمارے ساتھ تو وہ سلوک ابھی تک نہیں ہوا جو کچھ ان کے ساتھ کیا گیا۔ پھر انھوں نے اس قدر تکالیف پر کس قدر صبر دکھایا۔

حق اور باطل میں امتیاز

گالیاں دینا حق والوں کا کام نہیں۔ یہ تو باطل کا نشان ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ جب تک گالیاں سن کر مزا نہ آئے تب تک تواصو بالحق کے مقام تک تم نہیں پہنچے۔ دو سال کے اندر خدا کے اوپر کتنا ایمان بڑھا ہے۔ کہ خدا حق کو ضائع نہیں نہیں کرتا حق آخر کار غالب ہی ہو کر رہتا ہے۔

سلمانوں کے اندر وہ فرقہ بھی پیدا ہوا ہے جس کو ملامتی فرقہ کہا جاتا ہے۔ وہ گالیاں سننے کے لئے طرح طرح کے حیلے کرتے اور ناجائز کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک تزکیہ نفس کا معیار ہی گالیاں کھانی ہیں۔ تو ان کو تو برا کام گالیاں کھانے کے لئے کرنا پڑتا ہے۔ جس کو اچھا کام کر کے گالیاں سننی پڑیں اس سے بڑھکر اور کیا چاہتا ہے۔

سب سے بڑا نصب العین

میں کہتا ہوں کہ سب سے پہلے ہر ایک آدمی ایک پروگرام تیار کر رکھتا ہے کہ یہ کام ہمارے سامنے ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑا کام تمہارا حق کا پہنچانا ہونا چاہیئے۔ کاروبار دنیا سے کوئی روکتا نہیں۔ اگر تمہارے مدنظر یہ بات ہے تو جو بھی کام تم کرو اور جہاں کہیں رہو کوئی ہرج نہیں۔ یہ کام اسی کے ساتھ ساتھ تم خود کرتے جاؤگے۔ بس صرف یہ جان لینا چاہیئے کہ ہاں ہمارے اغراض و مقاصد میں یہ بات ہے اس لئے اپنے لئے نئے پروگرام تیار کرو۔ اور حق کا پہنچانا اپنا مقصد قرار دو۔ تب تم اس خسران اور گھاٹے سے بچ سکتے ہو جو زمانہ پر طاری ہے۔

تھوڑی سی کوشش کا ثمرہ بیشمار افضال الٰہی کی شکل میں

اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ساری توفیق ہے۔ عظیم کرنے اور کرانے سے کیا بنتا ہے جب تک کوئی عمل کرنے کی کوشش نہ کرے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل نہ ہو کوشش میں حتی الوسع لگے رہنا چاہیئے۔ جب کوئی کام کرانا چاہتا ہے۔ تو وہ اپنے فضل سے اس کے اسباب خود مہیا فرما دیتا ہے۔ مولانا سید محمد احسن صاحب کے متعلق کس کو خیال ہو سکتا تھا۔ لیکن اس نے محض اپنے فضل سے ان کی توجہ کو اس طرف سنبھال لیا۔ کوشش انسان کی طرف سے تھوڑی سی ہوتی ہے۔ نتائج بڑے ملتے ہیں۔ ہمارے مولوی صاحب (حضرت حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ) فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ایک عیسائی کو کہا کہ تم اتنی کوشش ایک غلط عقیدہ کے پھیلانے کے لئے کرتے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ اگر اتنی کوشش نہ کریں تو یہ تھوڑی سی جو کامیابی ہوتی ہے یہ کس طرح ہو۔ تو بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کوئی تنگدل نہیں۔ جو کوئی شخص جس کام کے لئے کوشش کرتا ہے اس کو تھوڑی بہت کامیابی ہو ہی جاتی ہے۔ لیکن حق کی علامت یہ ہی ہوتی ہے کہ تھوڑی سی کوشش پر بیشمار نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ پس تم دعا سے بھی اور کوشش سے بھی کام لو اللہ تعالیٰ چاہیگا تو تمہاری زندگیوں میں ہی ایک انقلاب پیدا کر کے دکھا دیگا۔

نو مبائعین

ذیل کے احباب حضرت مولوی صاحب کے ہاتھ پر احمدی بیعت میں داخل ہوئے ہیں:—

(۱) سید مظفر علی صاحب برادر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب۔ امروہہ۔

(۲) میاں غلام نبی صاحب سکنہ موضع نرا۔ ریاست جموں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ و سہ شنبہ مورخہ ۲۹ و ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۴۷ و ۴۸

اسلامی سالِ نو
سنہ ۱۳۳۵ ہجری

ابھی کل کی بات ہے۔ کہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری المقدس کی آمد آمد تھی ہم نے بھی اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسکے مقدس بانی صلے اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی سے چند مفید اسباق ناظرین کرام کے سامنے پیش کئے تھے۔ آج یہ سال بھی ختم ہوگیا۔ اور ہم ایک دوسرے سال میں قدم رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کو تو خیر ان باتوں کی آج چنداں پروا نہیں۔ کہ کون آیا اور کیا گیا۔ کوئی وقت تھا۔ جب اسلامی دُنیا کا ایک ایک فرد ایک ایک منٹ کو اپنے لئے دُنیا جہان سے بڑھکر قیمتی سمجھتا تھا۔ اور حتی الوسع اسکو کسی نہ کسی مفید مصرف میں لانے میں کوشاں رہتا تھا۔ لیکن آج وقت کی قدر پہچاننا اور اسکو رائیگاں نہ جانے دینا یہ تو ابھی دور کی بات ہے۔ سرے سے یہ ہی معلوم نہیں کہ ہم اس وقت کو نسے لمحہ زندگی میں سے ہوکر گذر رہے ہیں اور ہماری عمر کا کتنا حصہ ختم ہوکر اسکی میعاد میں کتنی کمی واقع ہوچکی ہے۔ اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس غفلت سے اُنہیں ہوشیار کرنے کے لئے بار بار ایسے ایسے مواقع کو خصوصیت سے یاد دلایا جائے۔ پس آج ہم پھر ایک دفعہ یہ اعلان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ؎

غافل تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی
قدرت نے گھڑی عمر کی اِک اور گھٹادی

سنہ ۱۳۳۴ھ یعنے گذشتہ سال کے ساتھ ہماری کسقدر امیدیں وابستہ تھیں۔ کن کن بڑی بڑی خواہشات اور امنگوں کو لیکر ہم نے اس میں قدم رکھا تھا۔ یا یوں کہئے۔ کہ اُسکے آنے پر کیا کچھ کیفیات ہمارے قلب میں موجزن تھیں۔ لیکن اس کے ختم ہونے پر پھر ذرا اس دور زندگی پر نظر دوڑاؤ۔ جو اُس کے زمانہ حکومت کے اندر بسر ہوا۔ اور اس بات کا محاسبہ کرو۔ کہ کون کونسے کام ہم نے اس سال بھر کے عرصہ میں کئے۔ کن کن ناجائز خواہشات وخیالات سے اپنا بچاؤ کرنے کی کوشش کی۔ اور کون کونسے صحیح امور کو اپنا نصب العین بنایا۔ کاش! مسلمانوں کو ان امور کا کچھ خیال ہوتا۔ تو یہ ایام مصائب ان پر وارد نہ ہوتے۔ قومی زندگی۔ انفرادی زندگی کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ جس قوم کے افراد کو بہتری اور فلاح کا خیال نہ ہو۔ جہاں رات اور دن کے یکے بعد دیگرے گذرتے چلے جانے کی پرواہ تک نہ ہو۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ وہ لوگ بھی کبھی کامیاب اور دنیا میں زندہ قوم سمجھے جا سکتے ہیں۔ ہاں ایک خصوصیت مسلمانوں میں ضرور ہے۔ دوسری قوموں میں جب کوئی نیا سال چڑھتا ہے۔ تو عام طور پر خوشیاں منائی جاتی ہیں۔ لیکن یہاں گھر گھر میں ماتم برپا ہو جاتے ہیں۔ کاش یہ ماتم اس گذرے ہوئے سال کے لئے ہوتا۔ جس میں ہم نے اپنی بد اعمالیوں کی فہرست کو بجائے حسنات کے پانی سے دھو ڈالنے کے اور بھی لمبا کردیا۔ اس سے اور نہیں تو آئندہ اصلاح کی تو کچھ امید ہوسکتی تھی۔ لیکن آہ! یہ ماتم ہم اپنی بدکرداریوں پر نہیں۔ بلکہ دوسروں کے عیوب کو ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ یزید نے امام حسین رضؓ کو شہید کرایا۔ آپ کے اہلبیت پر ظلم وستم روا رکھا۔ بے شک بہت بُرا کیا۔ لیکن ان لوگوں کو ہم کیا کہیں۔ جو اس وقت بھی مسلمان کہلاکر۔ قوم کے لیڈر اور سردار بنکر۔ منبروں پر دوسروں کو نیکی کی وصیت کر کے خود وہ وہ کام کرتے ہیں۔ کہ جن کا یزید کو نوشایدو ہم وگمان تک بھی نہیں تھا۔ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبر می کنند
چوں بہ خلوت می روند آں کارِ دیگر می کنند

اس وقت ہم کسی کے عیوب کو گنوانا ضروری نہیں سمجھتے مسلمانوں کے حالات دُنیا میں روزِ روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اور ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ بدیاں ان میں اسی وقت سے پھیلنی شروع ہوئی ہیں۔ جب سے کہ انہوں نے اپنے آپ کو نگاہ رکھنے کے بجائے دوسروں کے عیب وصواب کی طرف توجہات کو پھیر دیا آہ! ابوبکرؓ و عمرؓ کو نعوذ باللہ منافق ثابت کرنے پر تو ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کیا جاتا ہے۔ لیکن اپنے نفاق کی طرف کوئی دھیان نہیں۔ خلافت علیؓ کی تھی یا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی۔ امام حسینؓ کا واقعہ کس قدر رنجیدہ ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ باتیں اس وقت اسلامی دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ خلافت جس کا حق تھا۔ اللہ تعالےٰ نے جس کو جس وقت چاہا۔ دیدی۔ امام حسینؓ بیشک مظلوم تھے۔ اور یزید ظالم۔ لیکن سب واقعات اپنے اپنے موقعہ پر گذر چکے اب ان کو دوہرانا اور ان پر کوئی رنج وافسوس ظاہر کرنا بتاؤ اس کا ہمارے اعمال اور اسلام کی فلاح و بہبودی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اے کاش ہمارے شیعہ دوست اپنے دل کا بخار (اگر واقعی ان کے دلوں کے اندر ہے اور نری رسم پرستی نہیں) اسلام کی حالت زار پر نکالتے اور مسلمانوں کے دکھوں اور مصائب کا رونا روتے۔ زبانی رو دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اس کی بہتری اور فلاح میں عملاً کوشاں ہوتے۔ تو ہم بھی سمجھتے کہ ان کے دل میں اسلام کا کچھ درد ہے۔ لیکن آہ وصد آہ! بجائے اسکے کہ سن ہجری کے ان ابتدائی ایام میں ہم آئندہ کے لئے کوئی مفید پروگرام مرتب کریں۔ بجائے اس کے کہ ان واقعات کو نگاہ رکھکر جو کہ رسول کریم صلعم کو ہجرت کے بعد پیش آئے۔ اور اسلام مصائب وآلام کی گھٹا ٹوپ آندھیوں میں سے نکلکر اپنا روشن منور چہرہ پورے جلال وجبروت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کرسکا۔ خود بھی ہجرت کریں۔ مگر کیسی ہجرت یوں تو اسلام کے لئے جس قسم کی ہجرت کی ضرورت ہو۔ کرلی ضروری ہے۔ لیکن وہ ہجرت جو کہ عام طور پر ہم سب کے لئے ضروری ہے۔ وہ منہیات خداوندی سے بچنا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔ المہاجر من یھاجر بما نھی اللہ عنہ۔ مہاجر وہ ہے جو ان اموروں سے ہجرت کرے۔ جس سے اللہ تعالےٰ نے منع فرمایا ہے۔ تو پس اسلام کی خاطر اور مسلمان بننے کے لئے ایسی ہجرت کرنے کے بجائے۔ ہاں امام مظلوم رضی اللہ عنہ کی مبارک زندگی سے توحید کا سبق حاصل کرنے کے بجائے۔ آج محض رسم ورواج کا خیال ہے۔ اور دوسروں کے عیوب کو گننا اپنا شعار۔

پیارو! آؤ۔ ہم تمہیں اس ہمیشہ کے ماتم اور رنج و اندوہ سے چھڑائیں۔ اور وہ بات یاد دلائیں جس پر کاربند ہوکر تم راحت وکامرانی اور خوشحالی کی زندگی بسر کرسکو۔ کیا تم جانتے ہو۔ کہ وہ کیا ہے۔ وہ وہی ہے جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ یعنے اشاعت وحفاظت اسلام۔ کیا کوئی خدا کا بندہ اس صدائے حق وصدق کو دلی کانوں کے ساتھ سنیگا؟

لائل گزٹ کی نصیحت

۲۹ اکتوبر سنہ ۱۶ء کے لائل گزٹ میں ”مرزائیوں اور آریہ سماجیوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے“ کے عنوان سے یورپین شہزادی کراڈجا کے ایک مضمون کا ایک فقرہ جس میں لکھا ہے۔ کہ

”لوگوں کو اُن کے اپنے مذہب کی غلطیاں دکھلاکر کوئی دوسرا مذہب قبول کرنے پر آمادہ کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔“

نقل کرنے کے بعد یہ رائے زنی کی گئی ہے کہ ”بہت سے آریہ سماجی پرچارک اپنے مذہب سے تو مطلق واقفیت نہیں رکھتے۔ اور اسی باعث اپنے مذہب کی خوبیاں بھی بیان کرنے سے عاجز ہیں۔ لیکن دوسرے مذاہب پر حملے کرتے وقت اُن کی زبان تلوار سے بھی تیز چلتی ہے۔ یہی حال مرزا صاحب کے پیرووُں کا ہے۔“ پیشتر اس کے کہ ہم اپنے معزز معاصر کی رائے پر غور کریں۔ ہمیں شہزادی کراڈجا کے الفاظ کے بیش بہا ہونے کا اعتراف کرنا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ دوسرے مذاہب کی غلطیاں بتاکر اپنی عظمت منوانا کوئی اعلےٰ درجہ کا کام نہیں اور نہ ہی اسلام نے اس روش کو اختیار کیا ہے۔ بلکہ اس نے تو کھلے طور پر یہود ونصاریٰ تک کی خوبیوں کا اعتراف کرکے اُن کے اوپر اپنی فوقیت کو ثابت کیا ہے۔ اور یہی ایک بات ہے جو اسلام کے دوسرے مذاہب سے زیادہ باعظمت اور شاندار ہونے پر شاہد ہے۔ آفتاب کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ چھوٹے چھوٹے ستاروں کی روشنی کو بجھاتا پھرے۔ بلکہ جونہی وہ طلوع ہوگا۔ ان کی روشنی خود بخود مدھم پڑ جائیگی۔ یہی حال اسلام کا ہے۔ رہا احمدیوں کا طرز عمل۔ سو اول تو یہ بات ہی غلط ہے۔ کہ احمدی اپنے مذہب سے واقفیت نہیں رکھتے اور دوسروں پر اعتراض ہی کرتے رہتے ہیں۔ اسوقت فرقہ احمدیہ ہی مسلمانوں میں عام طور پر اسلام کی اصل خوبیوں کی قدر پہچانتا اور اسے دنیا میں پیش کر رہا ہے۔ دوسرے مذاہب پر یا تو نہایت پاکیزہ طریق سے مقابلۃً نظر ڈالی جاتی ہے اور یا صرف اندفاعی جوابات کے سلسلہ میں اُن کی غلطیوں کو ظاہر کرنا پڑتا ہے۔ یہ کام بھی مجبوراً ہی جماعت احمدیہ کو اختیار کرنا پڑا ہے۔ ورنہ اس کے مقدس امام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے بہت عرصہ پیشتر گورنمنٹ عالیہ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کرتے ہوئے یہی درخواست کی تھی۔ کہ مختلف مذاہب کے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے کو قانوناً روکدیا جائے۔ اور ہر ایک مذہب کے پیرو صرف اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کریں۔ افسوس کہ اسوقت کسی نے اس بات کی طرف التفات نہ کی اور آج ایک یورپین لیڈی چھ ہزار کوس پر بیٹھی ہوئی وہی بات کہتی ہے۔ تو اسکو اس طرح سے سزاوار تحسین ٹھہراتے ہوئے اسی جماعت پر جسکے مقدم امامؑ نے اس اصول کو پیش کیا تھا۔ اسی مذہب کے پیرووں کو جس نے اپنی صداقت وعظمت کو اسی طریق پر ظاہر کیا ہے۔ خواہ مخواہ اور بے فائدہ متہم کیا جاتا ہے۔ ہماری پوزیشن تو اندفاعی ہے اور حفاظت خود اختیاری کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جہاں ہم دشمن کے اعتراضات والزامات کو رفع کریں۔ وہیں اسکے اپنے موجودہ کمزوری محسوس کرکے اپنی حفاظت کی فکر کریں۔ جو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ انہیں بالآخر اسلام کے پاک مذہب میں ہی بوجہ اتم مل سکتی ہے اور بس۔ باقی شہزادی کراڈجا کے مضمون کے دیگر حصص پر ہم پھر کسی وقت نظر ڈالیں گے۔ و باللہ التوفیق +

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ اور دیگر بزرگانِ ملت امروہہ میں

حضرت امیرؓ۔ حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ و ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب گذشتہ جمعۃ المبارک مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کو رات کی ۹½ بجے کی ٹرین میں حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے ہاں امروہہ تشریف لیگئے۔ مولینا موصوف نے اِن سب بزرگانِ ملت کو اپنے فرزند محمد یحیےٰ کے ختنہ کی تقریب پر دعوت دی تھی یہ سب بزرگ ہفتہ کے دن دو بجے بعد از دوپہر امروہہ پہنچے۔ حضرت مولینا موصوف استقبال کیلئے خود چلکر گھر سے باہر آئے اور بڑے تپاک سے ملے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ آج میری بیماری نصف رہ گئی۔ الحمد للہ کہ حضرت مولینا کی حالت اب رو بصحت ہے اور آہستہ آہستہ فالج کا اثر (جو بہت شدید سے تھا) کم ہو رہا ہے۔ خدا کرے جلسہ سالانہ پر آپ اپنے گرانقدر مواعظ سے احباب کو مستفید فرمانے کیلئے خود لاہور آسکیں۔ اللھم اید بروح القدس آمین۔ اتوار کے دن حضرت مولینا موصوف کے مکان پر حضرت امیرؓ کا ایک لیکچر ہوا جسکا اعلان ہفتہ کی شام کو ہوچکا تھا۔ لیکچر میں آپ نے اسلام کی عظمت وبزرگی کا ذکر کرتے ہوئے خاتم النبیین صلعم کے بعد دروازہ نبوت کے بند ہونے کو آپکی عزت کا موجب ثابت کیا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کی مجددیت وموعودیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپکی اصل پوزیشن کو ظاہر کیا۔ اور ظلی و بروزی نبوۃ کے معنے بیان فرمائے۔ غرض تبلیغ کا حق آپ نے پورے طور پر ادا کیا۔ مجمع میں دیگر غیر احمدیوں کے ساتھ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے برادر خورد مولوی سید مظفر علی صاحب بھی تھے۔ جو ہنوز حضرت اقدس کی بیعت میں داخل نہیں ہوئے تھے بلکہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کی سخت مخالفت کیا کرتے تھے لیکن خدا کا شکر ہے کہ حضرت امیرؓ کے وعظ نے آپکے قلب پر کچھ ایسا اثر کیا کہ آپ نے اُسی دن بیعت کرلی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ آپکی عمر کوئی ۵۰ سال کے قریب ہے۔ غرض حضرت مولینا کی خدمت میں ایک رات اور دو دن بسر کرنیکے بعد سرچہار بزرگانِ ملت گذشتہ پیر کو ۱۲ بجے کے قریب لاہور واپس آگئے ۔

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

یورپ اپنی نت نئی ایجادات و اختراعات کے ذریعہ دنیا پر اس وقت اپنے کمال ذہنی کا سکہ بٹھا چکا ہے۔ اور موجودہ تہذیب و تمدن میں اسے عام طور پر دنیا کا پیش امام سمجھا گیا ہے۔ لیکن بے جوڑ اور غیر مربوط خیالات کی یکجائی اور خلاف علم و عقل استدلالات کو بھی مہذب دنیا میں اگر کوئی رفعت حاصل ہو سکتی ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس فن میں یورپ کو ابھی وہ کمال نصیب نہیں ہوا جو اس پایہ کہ ہندوستان اور اس سے بھی بڑھ کر پنجاب کی اس چھوٹی سی بستی کو آج حاصل ہے جہاں سے کسی وقت علم و حکمت اور روحانیت کے چشمے پھوٹ پھوٹ کر اپنے قرب و جوار بلکہ کل عالم کو سیراب کیا کرتے تھے۔ قادیانی نظام محمودیت جب سے گدی پرستی کی شکل میں تبدیل ہو کر میاں محمود احمد [illegible] کے ہاتھ میں آیا ہے۔ جس وقت سے کہ جماعت احمدیہ کے ذی ہوش انسانوں نے بلا سوچے سمجھے اپنے علم و عقل کو پیر پرستی کے ناجائز مذبح پر قربان کیا ہے آئے دن سے ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے خاص مطالب و اغراض کو پورا کرنے کے لئے ایسے ایسے بے تکے اور غیر مربوط خیالات اور خلاف علم و عقل استدلالات پیش کئے جاتے ہیں کہ جنہیں سمجھنے سے انسانی عقل قاصر ہے۔ اس بات کو موجودہ زمانہ کی کم علمی پر محمول کیا جائے یا کوتاہ نظری پر لیکن میاں صاحب کے بعض مخصوص خیالات اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ انسانی عقل کے اندر سما نہیں سکتے۔ ممکن ہے اس کی وجہ موجودہ زمانہ کے دماغوں کا "اعلیٰ" نہ ہونا ہو کہ وہ میاں صاحب کی باتوں کو سمجھ سکیں۔ جیسا کہ میاں صاحب خود ہی فرماتے ہیں کہ:۔

"آجکل کے دماغ ایسے اعلیٰ نہیں رہے کہ اس طرح کی ایسی باتیں یاد رکھ سکیں۔"

پس اگرچہ میاں صاحب خود بھی اسی زمانہ کے نوجوانوں میں سے ہیں اور اس لئے وہ بھی کچھ ان سے اعلیٰ دماغ لے کر نہیں آئے لیکن تاہم ہم اس بات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ وہ دنیا جہان سے ایک انوکھا دماغ تو ضرور رکھتے ہیں۔ جس کے اندر ایسے ایسے غیر مربوط خیالات اور خلاف علم و عقل استدلالات سما جا سکتے ہیں جیسا کہ قادیانی گدی نشین کے منہ سے [illegible] سننے میں آتے ہیں۔

اس وقت ہمارے سامنے میاں صاحب کا وہ خطبہ جمعہ ہے جو اپنی طوالت کے لحاظ سے الفضل (مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء) کے پورے سات صفحوں پر پھیلا ہوا ہے۔ لیکن بلحاظ مضامین اور مباحث علمیہ کے نہایت رکیک خیالات اور فرضی تحریفات سے پر ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میاں صاحب نے اس میں نہایت بیدردی کے ساتھ علوم اسلامی کی گردن پر کند چھری چلا کر اور خود مسیح موعود پر حملہ آور ہو کر اپنے علم و عقل کا پردہ فاش کیا ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ جا بجا جھوٹ۔ ناجائز نقلیوں اور بہتانات سے کام لے کر اپنے اخلاق کا بھی نمونہ دکھایا ہے۔ اور یوں موجودہ قادیانی معتقدات کو باطل آرائیوں سے سہارا دینے کی ناکام کوشش میں حد درجہ کا زور لگا دیا ہے۔ ذیل میں ہم ان سب باتوں پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

۱۔ لفظ نبی کا استعمال

میاں صاحب نے اس خطبہ میں مسئلہ نبوت پر حد سے زیادہ زور دیا ہے۔ اور تعجب ہے کہ آج سے دو سال پہلے جس بات کو وہ خود بھی ناپسند کرتے اور تقاضائے مصلحت سمجھ کر اسے چند روزہ قرار دیتے تھے جس کے متعلق انھیں ڈر تھا کہ:۔

"ایسا نہ ہو کہ کچھ مدت بعد بعض لوگ اس سے نبوت مستقلہ کا مفہوم نکال لیں۔"

اور اس لئے صاف اور علانیہ یہ کہا کہ:۔

"اس لئے نبی کا استعمال میں خود بھی پسند نہیں کرتا"

آج اسی کے متعلق وہ کھلے طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ:۔

"ہم بھی نبی کا لفظ آپ (مسیح موعود) کے متعلق بولنا اس لئے نہیں چھوڑ سکتے کہ واقعہ میں آپ نبی تھے۔ اگر آپ واقعہ میں نبی نہ ہوتے بلکہ یونہی آپ کو نبی کہا جاتا تو ہم آپ کو نبی کہنا چھوڑ دیتے"

اس عبارت سے سوائے اس کے اور کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ جن دنوں میاں صاحب نے اسے چند روزہ بات قرار دیا تھا اسی وقت وہ حضرت مسیح موعود کو واقعہ میں نبی نہ سمجھتے ہونگے۔ اور اس لئے تبدیلی عقیدہ کا الزام بھی ان پر وارد ہوتا ہے ورنہ اس کے کیا معنی کہ ایک طرف تو چند روز کے بعد اسی لفظ نبی کے استعمال کو ترک کر دینے کا ارادہ ظاہر کرنا اور دوسری طرف یہ کہنا کہ ہم نبی کا لفظ آپ کے متعلق بولنا اس لئے نہیں چھوڑ سکتے کہ واقعہ میں آپ نبی تھے۔

۲۔ کامل حقیقی اور مستقل نبی کی تعریف

نہ لفظ نبی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ کامل، حقیقی اور مستقل کا ایزاد بھی اب میاں صاحب کے نزدیک جائز ٹھہر چکا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ایک غالی مرید کے ان الفاظ کی کہ:۔

"ہم حضرت مرزا صاحب کو نبی یا رسول مانتے اور کہتے ہیں۔ بلکہ یہ بھی کہ مدکر کامل نبی۔ حقیقی نبی مستقل نبی ہیں"

تائید کرتے ہوئے خود بھی بڑے زور سے فرماتے ہیں کہ:۔

"آپ (مسیح موعود) نبی ہیں اور حقیقی نبی ہیں۔ مگر کوئی شریعت نہیں لائے اور نہ بلا واسطہ نبی ہوئے ہیں بلکہ آنحضرت صلعم کی لائی ہوئی شریعت کے آپ پابند تھے۔ اور آنحضرت صلعم کے واسطہ سے ہی آپ نبی ہوئے"

پھر فرماتے ہیں کہ:۔

"اگر اس زمانہ میں جہالت اور نادانی سے لوگوں نے نبی کی یہ تعریف سمجھ رکھی ہے کہ (۱) نبی وہ ہوتا ہے جو شریعت لاتا ہے۔ (۲) بعض احکام شریعت کو منسوخ کرتا ہے۔ کسی نبی کا تبع نہیں ہوتا بلکہ براہ راست نبوت پاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی کی یہ تعریف نہ خدا تعالیٰ نے بیان کی ہے۔ نہ قرآن کریم سے اس کا پتہ لگتا ہے۔ اور نہ ہی لغت نبی کی یہ تعریف کرتی ہے"

یوں تو میاں صاحب اگر چاند کو سورج اور سورج کو چاند بھی کہیں تو ہم اسے ان کی صاحبزادگی پر محمول کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ہم حیران رہ جاتے ہیں، جب وہ اس زور شور کے ساتھ دلائل کے میدان میں اترتے ہوئے بھی عمداً معقولیت کو چھوڑ جاتے ہیں اور اپنے دعوے کا کوئی ثبوت پیش نہیں کرتے۔ کہنے کو تو آپ نے بڑے زور و شور سے یہ کہدیا کہ:۔ "نبی کی یہ تعریف نہ خدا تعالیٰ نے بیان کی نہ قرآن کریم سے اس کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی لغت نبی کی یہ تعریف کرتی ہے" لیکن خود بھی اس کا کوئی ثبوت پیش کیا؟ "جہالت اور نادانی" کے خطابات کوئی نئے نہیں۔ اس سے پہلے بھی بارہا میاں صاحب خود مسیح موعود کی بتائی ہوئی باتوں پر ایسے الفاظ کا استعمال کر چکے ہیں۔

آہ! صحبت گزیدگان مسیح موعود کا کوئی پاس و لحاظ نہ تھا تو کاش اس مامور من اللہ کا تو خیال کیا ہوتا جس کی جوتیوں کی طفیل انھیں یہ عزت و امارت نصیب ہوئی۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو اسے نبی اللہ کہا جاتا ہے اور دوسری طرف اسے جاہل اور نادان کے ناپاک خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔

جاؤ اور براہین احمدیہ حصہ پنجم کو ذرا غور سے مطالعہ کرو۔ کیا اس میں حضرت نے بار بار اپنے آپ کو امتی نبی کہکر اور اس کو ایک الگ مرکب نام قرار دے کر پھر لفظ نبی کو اپنے لئے ایک اعزازی نام بتا کر اور امتی اور نبی کو دو متناقض حقیقتیں ٹھیرا کر پھر الوصیت صفحہ [illegible] پر کھلے لفظوں میں یہ کہکر کہ:۔

"مگر اس سے کامل پیروصرف نبی نہیں کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آ سکتے ہیں"

گویا اس حقیقت کو واضح نہیں کر دیا کہ نبوت تامہ کاملہ کے لئے براہ راست ہونا شرط ہے نہ بوساطت اور کہ امتی ہو کر کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی اس کی نبوت تامہ کاملہ ہوتی ہے۔ گویا حضرت صاحب نے دوسرے لفظوں میں اسی اصول کی تشریح کی ہے جو کہ ازالہ اوہام میں بدیں الفاظ بیان فرمایا تھا کہ:۔

"صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا۔ اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

پھر لوہو پر مباحثہ [illegible] اور پھر وہی میں اسی بات کی تصریح فرمائی ہے۔ جہاں فرمایا کہ:۔

"ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے امتی قرار دینا بعد [illegible] کر جو کچھ مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونے [illegible] یہ کس قدر صریح تناقض ہے بلکہ یہ دونوں متناقض حقیقتیں [illegible]"

اب باوجود ان کھلی تصریحات کے یہ کہنا کہ نبی کے لئے براہ راست ہونا شرط نہیں۔ قرآن کریم اور حضرت مسیح موعود کی تحریرات کے کس قدر خلاف ہے۔

نہ صرف یہی بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو کسی شخص کے امتی ہو کر نبی ہونے کی صورت میں دنیا میں ایک اندھیر برپا ہو جاتا ہے کیونکہ اس بات کو تو خود میاں صاحب بھی مانتے ہیں کہ نبی کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ تو اگر کوئی شخص کسی نبی کی پیروی [illegible] کر کے نبی بن سکتا ہے تو پھر تمہیں کیا معلوم کہ اس وقت [illegible] کوئی اور شخص بھی نبی نہیں بن چکا۔ آخر امت محمدیہ دنیا کے تمام حصوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور ہر جگہ ہی ایسے بندگان خدا موجود ہیں جو کہ [illegible] آنحضرت صلعم کی اطاعت و فرمانبرداری میں منہمک ہیں۔ ہمارے پاس اس بات کا کوئی معیار بھی موجود نہیں کہ کس قدر اطاعت کرنے سے نبوت مل سکتی ہے۔ اور ہو بھی تو ہمیں ہر ایک کا پتہ ہی کہاں ہے۔ پھر کیا ایسے حالات میں یہ ممکن نہیں کہ افریقہ میں کوئی [illegible] گذاری میں اس حد تک پہنچ چکا ہو جہاں پہنچکر اسے نبوت مل سکتی ہے۔ تو بس اپنے ایمانوں کا فکر کرو اور جاؤ اخباروں میں [illegible] اشتہار شائع کرو کہ کہیں دنیا کے کسی کونہ میں کوئی نبی تو نہیں ہو گیا۔ یہ ہے نتیجہ امتی کو نبی بنانے یا بالفاظ دیگر نبوت کے بلاواسطہ [illegible] ہونے کی شرط کو نہ ماننے کا۔ جس طرح سے آج ہندوستان میں مرزا صاحب کو تم نے بوجہ آنحضرت صلعم کی کمال پیروی کے نبی بنا دیا اور کسی کی اتباع سے بھی نبوت کو ممکن الحصول ٹھیرا دیا اسی طرح اور اسی ممکن امر کے مطابق کسی دوسری جگہ اس وقت [illegible] اور شخص کا نبی بن جانا اور اس طرح تمہارا پھر کافر [illegible] کیوں ممکن نہیں۔ سیدھی بات تھی کہ نبوت ایک وہبی [illegible] کوئی شخص کوشش کر کے اور کمال پیروی کے ساتھ حاصل نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ جسے چاہتا ہے خود بخود براہ راست اس منصب پر فائز کیا کرتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلعم کا [illegible] تک چلتا ہے اور اب آپ کی اطاعت کے بغیر نجات نہیں [illegible] اس لئے نبوت کا منصب آپ پر ختم ہو چکا۔ اب جو شخص [illegible] مطیع امتی ہوگا وہ آپ کے فیضان انعام نبوت تو حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن نبی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ نبوت کسی کی اطاعت سے نہیں مل سکتی۔ اور جو آپ کی اطاعت سے ہی باہر ہے وہ [illegible] سے مسلمان ہی نہیں۔ وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے۔

رہا یہ کہ نبی کے لئے شریعت لانا یا بعض احکام شریعت کو منسوخ کرنا شرط ہے یا نہیں سو اس کے متعلق بھی حضرت اقدس کی کھلی کھلی تحریرات میاں صاحب کے عقیدہ کے سخت مخالف ہیں۔ تریاق القلوب میں حضرت اقدس نے یہ کہہ کر کہ

"اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب الشریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلیٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بنجاتا"

گویا اس بات کو صاف کر دیا ہے کہ نبی وہی ہوتے ہیں جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ اور جو ایسے نہیں وہ [illegible] شان رکھتے ہیں لیکن محدث اور ملہم ہی ہونگے۔ نبی نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہاں حضرت اقدس نے نبی انھیں کو کہا ہے جو شریعت یا احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ اور انھیں کے انکار کو کفر ٹھیرایا ہے۔ باقیوں کو نبی نہیں کہا بلکہ صرف محدث اور ملہم ہی کہا ہے۔ اور ان کے انکار کو موجب کفر بھی نہیں ٹھیرایا۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب بھی نبی انھیں کو سمجھتے تھے جو شریعت یا احکام جدیدہ لائے۔ اور اپنے آپ کو صرف محدث اور ملہم کی ذیل میں ہی شمار کرتے رہے۔ ممکن ہے کہ تریاق القلوب کے اس حوالہ کو ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تصنیف قرار دے کر منسوخ ٹھیرا دیا جائے لیکن [illegible] تو اس پر یہ سوال ہوگا کہ جب تریاق القلوب کی اشاعت کے

وقت آپ کا وہ مذہب نہ تھا جو اس کے اندر مندرج ہے تو آپ نے اسے شائع کیوں فرمایا۔ اور دوسرے سنہ ۱۹۰۲ء کے بعد کی کتب میں بھی آپ نے اس کے خلاف کہیں نہیں کہا۔ بلکہ ہمیشہ پہلے نبیوں میں سے ہر ایک کو صاحب کتاب تھا کہ سب نبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس سنت کو لازمی ٹھیرایا۔ دیکھو چشمہ معرفت میں جو سب سے آخری تصنیف ہے کس قدر صاف اور کھلے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"گو وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) بلکہ تمام انبیاء آنحضرت صلعم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ اُن نبیوں کے پیرو تھے جو انپر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت صلعم کی پیروی اور آنحضرت صلعم کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے۔ تا وہ اُمتی کہلاتے ان کو خدا تعالیٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کرادیں جیسا کہ قرآن شریف اسپر گواہ ہے۔"

پھر الحکم ۲۔ مارچ سنہ ۱۹۰۵ء میں بالکل اسی قسم کے الفاظ بیان فرمائے ہیں جیسا کہ تریاق القلوب کے مندرجہ بالا حوالہ میں تھے۔ یعنی یہ لکھا ہے کہ:۔

"انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان تو بالکل واضح امر ہے۔ اور سب مانتے ہیں۔ لیکن پھر بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کے انکار سے سلب ایمان اس لئے ہوتا ہے کہ نبی کہتے ہیں ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے کہ جو کچھ یہ کہتے ہیں یہ میرا قول ہے۔ یہ میرا نبی ہے اس پر ایمان لاؤ۔ میری کتاب کو مانو اور میرے احکام پر عمل کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب پر ایمان نہیں لاتا اور ان وصایا اور حدود پر جو اس میں بیان کئے گئے ہیں عمل نہیں کرتا ہے وہ ان کے منکر ہو کر کافر ہو جاتا ہے۔"

تو گویا سنہ ۱۹۰۵ء میں بھی حضرت اقدس کا یہی مذہب تھا کہ نبی صاحب کتاب ہوا کرتا ہے کیونکہ آپ انبیاء کے انکار سے سلب ایمان کی وجہ کتاب ہی کا انکار بتاتے ہیں

تو پس مسیح موعود کی ان کھلی کھلی تحریرات کے خلاف میاں صاحب کا نبی کے لئے براہ راست اور صاحب شریعت ہونا یا اس کا احکام کو منسوخ کرنا لازمی شرط نہ ٹھیرانا بلکہ ایسا کہنے والے کو جاہل اور نادان بتانا ان کی اپنی اختراع اور مسیح موعود پر ایک ناپاک حملہ نہیں تو اور کیا ہے۔ آہ ضد اور تعصب کا ستیاناس ہو جو انسان کو افراط تفریط کی طرف لے جا کر اس قابل بھی رہنے نہیں دیتا کہ کھلی تصریحات اور معقول دلائل کو سمجھ کر انھیں قبول کر سکے۔ کیا ہم اُمید کر سکتے ہیں کہ جماعت محمودیہ کے ذی ہوش افراد ان روشن دلائل کو دیکھ کر اپنی فکر کرینگے۔؟ (باقی آیندہ)

فہرست چندہ جماعت شملہ

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کیپانیٹر بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

(۱) بابو عبد الرحیم صاحب نقشہ نویس ریلوے بورڈ — ماہوار — عید فنڈ — قیمت کھال قربانی
(۲) شیخ عبد الحق صاحب اگزیمنر آفس نابھہ ہوس
(۳) بابو محی الدین شاہ صاحب ہومیوپیتھک شملہ
(۴) خواجہ فقیر محمد صاحب ریڈر گورنمنٹ پریس
(۵) شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس
(۶) بابو جھنڈو خان صاحب ریڈر
(۷) بابو محمد حسین خان صاحب ریڈر
(۸) شمس الاسلام صاحب ریوائزر گورنمنٹ پریس۔
(۹) صوفی شمس الدین صاحب کیپانیٹر گورنمنٹ پریس
(۱۰) بابو محمد لطیف صاحب
(۱۱) مخدوم محمد اشرف صاحب بی۔ اے میڈیکل برانچ
(۱۲) ملک غلام محمد صاحب کیپانیٹر گورنمنٹ پریس
(۱۳) شیخ اللہ دین صاحب

میزان

مراسلات

محمودیوں کا عقیدہ

ذیل کی مراسلت ہمارے مکرم دوست سید مسعود شاہ صاحب سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام جموں نے برائے اندراج اخبار بھجوائی ہے۔ ہم نے اس مراسلت کا پہلا حصہ جس میں محمودی بدزبانی اور گالیوں کا ذکر ہے۔ اور کسی مسئلہ پر بحث نہیں۔ عمداً چھوڑ دیا ہے۔ اور صرف اس حصہ کو درج کئے دیتے ہیں۔ جس میں عقاید پر بحث ہے۔ وھوہذا۔

مولوی محمد زمان صاحب اسلامیہ ہائی سکول جموں کے سیکنڈ ماسٹر ہیں یہ فرقہ محمودیہ سے ہیں۔ میری اُن کے ساتھ کئی دفعہ دربارہ تفرقہ بحث ہوئی۔ اور معقول جوابات حاصل کرتے رہے جموں کے محمودیوں نے انکو نماز پڑھانے کیواسطے بھی مقرر کیا ہوا ہے۔ چونکہ ابھی تک ہم دونوں فریق نماز اکٹھی ملکر پڑھتے ہیں۔ اسواسطے کبھی اُنکا آدمی کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ہمارا۔ ایک اور صاحب مسمی سردار خان تھرڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کے مقرر ہوئے ہیں یہ صاحب بھی محمودی فرقہ سے ہیں۔ اس دفعہ میرے اور مولوی محمد زمان صاحب کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ قابل شنید ہے۔ کیونکہ اس سے محمودیوں کے عقاید کا بخوبی سبکو پتہ لگ جاتا ہے۔ اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس میں ذرا بھی خلاف نہیں۔ ساتھ ہی تمام احمدیوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ کیا تم سب کا ایمان مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت یہی ہے۔ جو ان غالی اور دشمنان محمد صلعم محمودیوں کا ہے میں نے مولوی محمد زمان سے پوچھا کہ اسمہ احمد کا مصداق مرزا صاحب کس طرح ہیں۔ حالانکہ مرزا صاحب بار بار شعروں میں احمد محمد صلعم کو ہی قرار دیتے ہیں۔ مولوی صاحب بولے کہ ہاں بیشک مرزا صاحب کا اشارہ محمد صلعم کی طرف ہی ہے۔ مگر خود احمد (یا احمد) کا الہام بھی ہوا ہے۔ محمد صلعم صفاتی احمد ہیں اور مرزا صاحب حقیقی احمد ہیں۔ میں نے کہا کہ مرزا صاحب کو انت منی کا الہام بھی ہوا ہے۔ اس سے تو مرزا صاحب خدا حقیقی بن جاتے ہیں۔ مولوی صاحب نے جواب دیا۔ کہ یہاں تاویل کرنی پڑے گی۔ میں نے کہا کہ وہاں بھی تاویل کرو۔ بلکہ وہاں تاویل کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ احمد کا لفظ لکھکر آپ نے خط وحدانی میں لکھدیا ہے۔ کہ یہ عاجز کا ظلی نام ہے۔ پھر مولوی صاحب نے جھنجلا کر کہا۔ کہ دیکھو مسیح موعود علیہ السلام کو ایسے الہام ہوئے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کے الہامات کیا چیز ہیں۔ مثلاً دنیا کے تمام تختوں سے، میرا تخت سب کے اوپر ہے۔ یعنی محمد صلعم کے تخت کے بھی اوپر ہے۔ اور مرزا صاحب کی تعریف میں تمام قرآن بھرا ہوا ہے۔ محمد صلعم کی تعریف میں ایک آیت بھی نہیں۔ اور ہمارا عقیدہ یہی ہے۔ اور ہم اس سے ہرگز پھر نہیں سکتے۔ اور نہ میں اس سے بڑھکر آگے کلام کرنی چاہتا ہوں۔ اتنا کہکر مولوی صاحب اٹھکر چل دیئے اور جو اہلحدیث عبد الرحمن میرے پاس بیٹھا ہوا تھا اُس نے غضب میں آکر مجھے کہا۔ کہ آپ اُستاد ہیں اسواسطے میں نے صرف آپکا لحاظ کیا۔ ورنہ اس بیدین کو ایسا سبق دیتا کہ تمام عمر یاد رکھتا۔ میں نے مولوی صاحب کو جاتے ہوئے کہا۔ کہ میں ایسے عقیدہ والے کو اسلام کے دائرہ سے خارج سمجھتا ہوں۔ آپ میرے نزدیک بالکل کافر ہیں۔ اگر نہیں تو جاتے کیوں ہو۔ اس کا یا ثبوت دو۔ یا لو۔ مگر مولوی صاحب نے ایک نہ سنی چلدیئے پھر چار بجے شام مفتی فضل احمد صاحب میرے پاس تشریف لائے۔ میں اُن سے مولوی صاحب کی باتیں کر رہا تھا کہ اتنے میں مولوی صاحب سڑک پر سے گذر رہے تھے۔ مفتی صاحب اور میں نے بلوایا۔ تشریف لے آئے۔ میں نے مفتی صاحب کے روبرو مولوی صاحب کی نسبت کہا۔ کہ مولوی صاحب نے آج اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا ہے۔ مولوی صاحب نے پھر کہا۔ کہ آپ مرزا صاحب کی شان کو کچھ نہیں سمجھتے۔ میں نے کہا کہ خدا اور رسول صلعم اور قرآن کریم کے شان کو ہم نے بخوبی پہچان لیا۔ اور خوب سمجھ لیا۔ مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ مرزا صاحب کے شان کو ہم اب تک نہ پہچان سکے۔ آپ ہی فرمادیں۔ کہ مرزا صاحب کا شان کیا تھا۔ فرمایا کہ مرزا صاحب کے اقوال

تو یہ بتا رہے ہیں۔ کہ میں نبی نہیں۔ رسول نہیں۔ صرف محدث اور امام ہوں۔ اور خاتم الاولیاء ہوں۔ اور جو کچھ مجھے عطا ہوا سب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل ملا۔ اور میں اُن کا غلام ہوں۔ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اور حدیث لا نبی بعدی پیش کی۔ اور تمام مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ میرا دعوے نبوت کا ہے وہ دھوکا کھاتے ہیں۔ کیا میں نبوت کا دعوے کر کے قوم کا فرین سے جا ملوں۔ اور جو مجھ پر جھوٹا الزام دے کہ میں نبوت کا دعوے کرتا ہوں۔ اسکو سوائے اسکے اور کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین والمفترین۔ اور حدیث شریف لم یبق من النبوۃ الا المبشرات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت سے سوائے مبشرات اور کچھ باقی نہیں رہا۔ مبشرات کثرت مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ ہیں جو محدثین مجددین کو عطاء ہوتے رہیں گے یہ ہیں مختصر طور پر اقوال مرزا صاحب کے۔ کیا حدیثیں ثابت نہیں کرتیں۔ کہ محمد صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا۔ اس پر مولوی صاحب نے کہا۔ کہ تم مرزا صاحب کے اقوال کو سمجھ نہیں سکتے نیز بعض احادیث ضعیف ہیں۔ اور جن حدیثوں پر مرزا صاحب کی مُہر نہ لگے وہ غلط ہیں۔ میں نے کہا یہ حدیث ضعیف اور غلط ہے۔ مولوی صاحب نے کہا۔ کہ میں مرزا صاحب کے اقوال کو ہزارہا حدیثوں پر ترجیح دیتا ہوں اور (نعوذ باللہ) مرزا صاحب کے قول کے مقابل میں حدیث کیا بلا ہے۔۔۔۔

۔۔۔۔ میں نے کہا کہ جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو۔ میں مرزا صاحب کے قول کے مطابق اسکو خبیث سمجھتا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

پس پھر مولوی صاحب رفو چکر۔ دوسرے روز جمعہ تھا مولوی صاحب خطبہ پڑہنے کے لئے منبر پر جلدی کھڑے ہوگئے منشی نواب خان صاحب نے اُن کو فوراً منبر سے اُتار دیا۔ اور پھر ایک اور محمودی ماسٹر سردار خان صاحب نے جمعہ کا ستیاناس کیا۔ یعنی بالکل غلط آیات پڑھیں۔ حتیٰ کہ سورہ فاتحہ بھی غلط پڑھی۔ بعد ازاں میں نے کھڑے ہوکر مولوی صاحب کے عقاید بیان کئے۔ فقط ۔ خاکسار سید محمود شاہ از جموں

عقائد محمودیہ سے بیزاری

ایک اور مبائع کی میاں صاحب کے عقاید سے بیزاری

میں نے ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں جو میاں صاحب عقیدہ متعلق اسمہ احمد پڑھا اور دیکھا کہ آنحضرت صلعم کے حضرت مسیح موعود کا نام احمد قرار دیتے ہیں اس عقیدہ کو خلاف قرآن وحدیث سمجھ کر میاں صاحب کے عقائد سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں۔ اور ایسا ہی مرزا صاحب کی حقیقی و کامل نبوت کے عقیدے سے بھی میں میاں صاحب سے متفق نہیں اور نہ تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتا ہوں۔ جو عقائد میرے پیارے حضرت سید المتقین مولوی محمد علی صاحب نے ۲۴ اکتوبر کے پیغام صلح میں اپنے فریق کے متعلق شائع کئے وہی عقائد میرے ہیں میرے دوستوں خاصکر منشی نور محمد صاحب محرر دفتر سکریٹری انجمن قادیان اور مکرمی جناب مولوی شیر علی صاحب اور مکرمی مخدومی جناب مفتی محمد صادق صاحب کو بھی ضرور اس معاملہ پر غور کرکے صراط مستقیم پر قدم مارنا چاہئے۔ کیونکہ معاملہ بڑا نازک ہوگیا ہے خاصکر ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء کا پرچہ ضرور ملاحظہ فرماویں ؛
مرزا عبد الغنی اسسٹنٹ سکریٹری انجمن اشاعت اسلام گجرات پنجاب

چندہ جماعت فیروزآباد

آمد چندہ بتقریب نکاح میاں عبد الغنی صاحب پسر دری
آمد چندہ بتقریب عبد الضحیٰ مورخہ ۱۰ عید فنڈ قیمت کھال قربانی
شیخ نیاز احمد صاحب مع برادران خود ۔ حافظ غلام رسول صاحب سوداگر ۔ محمد جان عید فنڈ قیمت کھال ۔ سیٹھ عبد الکریم عید فنڈ قیمت کھال ۔ شیخ عبد الرحمن صاحب سوداگر بوٹ ۔ بابو عطا الٰہی صاحب اسٹیشن ماسٹر عید فنڈ قیمت کھال قربانی ۔ شیخ نبی بخش ۔ بابا محمد دین صاحب ڈرائیور ۔ حکیم مقبول علی صاحب ۔ بابو محمد الٰہی صاحب چندہ ماہوار کُت

کھلی چٹھی بخدمت جناب مولوی سرور شاہ صاحب و مفتی محمد صادق صاحب وغیرہم مبلغین قادیان

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ - اخبار الفضل قادیان نمبر ۲۸ جلد ۴ مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء صفحہ اوّل میں زیر عنوان "پیغامی واعظین کی دھوکہ بازیاں" حسب ذیل مضمون شائع ہوا ہے۔

"وہاں (یعنی مظفر آباد) پہنچکر ڈاکٹر محمد حاذق صاحب احمدی سے بھی ملاقات ہوئی۔ اور اُن سے معلوم ہوا کہ پیغامی واعظ میر بشیر شاہ صاحب نے بہت سی فریب دہی سے کام لیکر اور احمدیان قادیان کیطرف غلط عقائد منسوب کر کے ڈاکٹر صاحب سے کوئی تحریر لی ہے۔ الخ"

سب سے اوّل میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب آپ نے میرے متعلق یہ تحریر فرمایا کہ میں نے بہت سی فریب دہی سے کام لیا اور احمدیان قادیان کیطرف غلط عقائد کو منسوب کیا۔ تو کم از کم آپ کو یہ ظاہر کرنا اور لکھنا چاہئے تھا۔ کہ اس شخص نے فلاں فریب کیا اور فلاں غلط عقیدہ کو ہماری طرف منسوب کیا۔ جب آپ نے ایسا نہیں کیا تو پھر آپ کے بلا ثبوت الزامات کسی اہل حق کے نزدیک صحیح نہیں ٹھیر سکتے میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ میں نے چند اعتراضات آپ کے عقائد کے متعلق ڈاکٹر صاحب موصوف کے روبرو پیش کئے تھے اور انہی اعتراضات کو ڈاکٹر صاحب نے اپنے توبہ نامہ اور اعلان فسخ بیعت میں درج کیا ہے جو اخبار پیغام صلح نمبر ۳۰ جلد ۴ صفحہ ۳ کالم ۳ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکے ہیں اور جنکو میں نقل کرتا ہوں۔ اور ہر ایک اعتراض کے بالمقابل قادیانی پارٹی کی کتابوں اور اخباروں سے نقل کروں گا۔

تحریر ڈاکٹر صاحب	حوالجات
(۱) کیا میاں صاحب کے خیال میں درست ہے۔ کہ مرزا صاحب مسیح موعودؑ ۱۹۰۱ء تک مسئلہ نبوت کو نہیں سمجھے۔	(۱) ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ (یعنی مرزا صاحب) نبی کی اور تعریف کرتے تھے اور بعد میں آپ نے جب اللہ تعالٰے کی متواتر وحی پر غور فرمایا

اور قرآن کریم کو دیکھا۔ تو اُس سے نبی کی تعریف اور معلوم ہوئی۔ ..... لیکن بعد میں جب آپکو الہامات میں بار بار نبی اور رسول کہا گیا اور آپ نے اپنی پچھلی تیئیس ۲۳ سالہ وحی کو دیکھا تو اس میں برابر اُن ناموں سے آپکو یاد کیا گیا تھا۔ پس آپکو اپنا عقیدہ بدلنا پڑا اور قرآن کریم سے آپ نے معلوم کیا کہ نبی کی تعریف وہ نہیں جو آپ سمجھتے تھے بلکہ اُسکے علاوہ اور تعریف ہے۔ (حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۱)

اور جب آپ نے معلوم کیا کہ نبی کی شرائط کوئی اور ہیں۔ وہ نہیں جو پہلے سمجھتے تھے۔ اور وہ آپ کے اندر پائی جاتی ہیں تو آپ نے اپنے نبی ہونے کا اقرار کیا۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۳۔

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ چونکہ ابتداءً نبی کی تعریف یہ خیال فرماتے تھے۔ کہ نبی وہ ہے جو نئی شریعت لائے یا بعض حکم منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبی ہو۔ اس لئے باوجود اس کے کہ وہ سب شرائط جو نبی کے لئے واقعہ میں ضروری ہیں آپ میں پائی جاتی تھیں۔ آپ نبی کا نام اختیار کرنے سے انکار کرتے تھے اور گو اُن ساری باتوں کا دعوےٰ کرتے رہے جنکے پائے جانے سے کوئی شخص نبی ہو جاتا ہے۔ لیکن چونکہ آپ اُن شرائط کو نبی کی شرائط نہیں خیال کرتے تھے۔ بلکہ محدث کی شرائط سمجھتے تھے۔ اس لئے اپنے آپ کو کہتے رہے اور نہیں جانتے تھے کہ میں دعوے کی کیفیت تو وہ بیان کرتا ہوں۔ جو نبیوں کے سوا اور کسی میں نہیں پائی جاتیں۔ اور نبی ہونے سے انکار کرتا ہوں۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۴۔

اور یہ تعریفوں کا اختلاف ہی تھا۔ جس کی وجہ سے ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ اپنی نبوت کو جزئی اور ناقص قرار دیتے رہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ ایک طرف تو آپ کو جو درجہ دیا گیا تھا اُسے آپ نبوت نہ سمجھتے تھے۔ اور دوسری طرف خدا تعالٰے آپکو نبی قرار دیتا تھا۔ اس لئے آپ دونوں باتوں کو مطابق کرنے کے لئے یہ تاویل کرتے۔ کہ میں ہوں تو محدث لیکن کثرت مکالمہ کیوجہ سے مجھے باوجود اسکے کہ میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا نبی کہہ دیا جاتا ہے۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۸۔

راقم۔ مذکورہ بالا حوالجات کا خلاصہ مطلب صرف یہ ہے کہ باوجودیکہ خدا تعالٰے مرزا صاحب کو ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی نبی اور رسول کہتا رہا۔ اور باوجودیکہ آپ نبیوں کا کام بھی کرتے رہے اور باوجودیکہ آپ کو نبوت کے منصب پر بھی کھڑا کیا گیا تھا۔ مگر تاہم آپ نہیں سمجھتے تھے کہ میں نبی ہوں۔ یہ ایسی تحریر ہے۔ جو سلسلہ نبوت کو بالکل مشتبہ کر دیتی ہے اور دہریت کی بنیاد ڈالتی ہے۔ کیونکہ وہ کیسا خدا ہے جو ایسے ناسمجھ شخص کو اصلاح عالم کے لئے انتخاب کرتا ہے جو باوجود خدا تعالٰے کے بار بار سمجھانے کے سترہ سال تک نہیں سمجھ سکا۔ نہ سمجھنا تو درکنار رہا۔ اس جگہ تو خدا تعالٰے کے حکم اور ارشاد کے خلاف اور اُلٹ اشاعت ہوتی رہی یعنے خدا تعالٰے تو مرزا صاحب کو بار بار نبی و رسول کہتا رہا۔ اور مرزا صاحب بار بار اپنے نبی ہونے سے انکار کرتے رہے۔ اب صاحب انصاف خود فیصلہ دیں۔ کہ آیا میں نے اپنی طرف سے یہ عقیدہ پیش کیا تھا۔ یا کہ حقیقۃ النبوت سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

تحریر ڈاکٹر صاحب	حوالجات
(۲) ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کل تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہیں۔ منسوخ اور غلط ہیں۔ اور اُن سے حجت پکڑنی ناجائز ہے۔	(۲) نبوت کا مسئلہ آپ پر (یعنی مرزا صاحب پر) ۱۹۰۰ء یا ۱۹۰۱ء میں کھلا ہے اور چونکہ ایک غلطی کا ازالہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنی نبوت کا

اعلان بڑے زور سے کیا اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل ہے۔ پس ایک طرف آپ کی کتابوں سے اس امر کے ثابت ہونے سے کہ ۱۹۰۱ء سے آپ نے نبی کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے۔ اور دوسری طرف حقیقۃ الوحی سے یہ ثابت ہونے سے کہ آپ نے تریاق القلوب کے بعد نبوت کے متعلق عقیدہ میں تبدیلی کی ہے۔ یہ بات ثابت ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کے وہ حوالے جن میں آپ نے نبی ہونے سے انکار کیا ہے۔ اب منسوخ ہیں اور اُن سے حجت پکڑنی غلط ہے۔ حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۲۱

لیکن بعد میں آپ کو خدا تعالٰے کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزدی نبوت کے پانے والے نہیں بلکہ نبی ہیں ہاں ایسے نبی جنکو آنحضرت صلعم کے فیض سے نبوت ملی پس ۱۹۰۲ء سے پہلے کی کسی تحریر سے حجت پکڑنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا۔ القول الفصل صفحہ ۲۴۔

راقم۔ عجیب امر ہے کہ حقیقۃ النبوت میں تو یہ لکھا ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تحریرات جو مسئلہ نبوت کے متعلق ہیں منسوخ ہیں۔ لیکن القول الفصل میں یہ لکھا ہے کہ ۱۹۰۲ء سے پہلے کی تحریرات سے حجت پکڑنا ناجائز ہے۔ صاحبان براہ مہربانی بتلا دیں کہ ایک سال کا فرق کیوں ہو گیا نیز اس فقرہ کا کیا مطلب ہے (۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے عقیدہ میں تبدیلی کی اور ۱۹۰۰ء ایک درمیانی عرصہ ہے جو دونوں خیالات کے درمیان برزخ کے طور پر حد فاصل تھی) اس فقرہ سے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب تذبذب کی حالت میں تھے اور آئندہ کے لئے کوئی نئی تمہید یا نئی بات سوچ رہے تھے۔ لیکن وہ قطعی طور سے فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ کیا کرنا اچھا ہوگا۔ دونوں قسم کے خیالات آپکو آ رہے تھے مگر سارا کا سارا سال دونوں خیالات کے بین بین اور بطور حد فاصل کے گذرا۔ ۱۹۰۰ء تو دونوں قسم کے خیالات کی کشاکشی میں بسر ہوا۔ مگر شروع ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے یہ کہکر دعوےٰ پیغمبری کر دیا۔ کہ میری پہلی تحریرات دربارہ مسئلہ نبوت منسوخ ہیں۔ اور مجھے خدا نے پہلے عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا میں کیا کروں۔ میں انسان ہوں کوئی عالم الغیب تو نہیں ہوں میری سمجھ میں یہ نبوت نہیں آ سکتی۔ کہ اگر کوئی بات پوری ہو جائے تو اُسکو وحی والہام کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اور اگر پوری نہ ہو۔ تو اُسکو ذاتی اجتہاد کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ اگر نبوت یہی ہے تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ پھر تو ہر ایک شخص پیغمبری کا دعوےٰ کر سکتا ہے۔ مثلاً ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ کل بارش ہوگی اگر ہو گئی تو یہ کہدیا کہ یہ خدا کا کلام ہے اور اگر نہ ہوئی تو یہ کہدیا کہ یہ تو میرا اجتہاد اور ذاتی خیال تھا۔ اب آپ ہی بتلا دیں کہ ایسی کچی باتوں کو آپ لوگ حضرت صاحب کی طرف کیوں منسوب کرتے ہیں اور تھوڑے سے جیسے دنیوی فائدہ یا ذاتی ضد کی خاطر حضرت صاحب کی اعلےٰ حیثیت اور اعلےٰ علمی کمال پر بدنما داغ لگاتے ہیں میں تو کوئی احمدی اسی کو باور کرونگا۔ جو سچ مچ دین کو دنیا پر مقدم کرتا ہے اور اُس کے ایمان میں کسی قسم کی ظلم کی ملاوٹ نہیں۔ حضرت صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ رکھنا یا اپنے نام کے ساتھ احمدی کا لفظ لکھدینا اپنے نفس میں کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ تاوقتیکہ اُسکے ساتھ عملی پہلو نہ ہو۔

تحریر ڈاکٹر صاحب	حوالجات
(۳) ۱۹۰۱ء سے پہلے مرزا صاحب کی نبوت جزدی اور محدثیت والی تھی۔ لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد مرزا صاحب کو سمجھ آ گئی کہ میں کامل اور حقیقی نبی ہوں۔	(۳) غرضیکہ تریاق القلوب کی اشاعت تک (جو اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوئی اور ۲۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ختم ہوئی) آپ کا عقیدہ یہی تھا کہ آپ کو حضرت مسیح پر جزوی فضیلت ہے اور یہ کہ آپکو جو نبی کہا جاتا ہے

تو ایک قسم کی جزوی نبوت ہے اور ناقص نبوت ہے۔ لیکن بعد میں جیسا کہ نقل کردہ عبارت کے فقرہ ۳/۲ سے ثابت ہے آپ کو خدا تعالٰے کی طرف سے معلوم ہوا۔ کہ آپ ہر ایک شان میں مسیح سے افضل ہیں اور کسی جزوی نبوت کے پانے والے نہیں بلکہ نبی ہیں۔ القول الفصل صفحہ ۲۴۔

ہم جو کچھ کہتے ہیں حضرت صاحب کی کتب سے کہتے ہیں اور قرآن کریم اس کی تائید کرتا ہے۔ اور ہمارے خلاف جو کچھ کہا جاتا ہے وہ محض عقائد عوام اور ظنیات کی بنا پر ہے ورنہ قرآن کریم سے اور احادیث سے اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ حضرت مسیح موعودؑ کے آخری مذہب کے مطابق ہے جو خدا تعالٰے کے حکم سے آپ نے ظاہر فرمایا۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۴۸۔

اور تیسری یہ بات بھی موجود ہے۔ کہ اللہ تعالٰی نے آپ کا نام نبی رکھا۔ پس شریعت اسلام نبی کے جو معنے کرتی ہے۔ اُسکے معنے سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ حقیقی نبی ہیں۔ ہاں حضرت مسیح موعودؑ نے لوگوں کو اپنی نبوت کی قسم سمجھانے کے لئے اصطلاحی طور پر نبوت کی جو حقیقت قرار دی ہے۔ جسکے یہ معنے ہیں۔ کہ وہ شریعت جدید لائے۔ اس اصطلاح کے رو سے حضرت مسیح موعودؑ ہرگز حقیقی نبی نہیں ہیں۔ بلکہ مجازی نبی ہیں یعنی کوئی جدید شریعت نہیں لائے۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۷۴

لیکن جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ آپ جس درجہ پر کھڑے ہوئے ہیں وہ جزو نبوت نہیں بلکہ عین نبوت ہے۔ اسوقت کے بعد آپ صرف یہ بتاتے تھے۔ کہ میری نبوت فلاں قسم کی ہے اور یہ کبھی نہ کہتے تھے۔ کہ میں نبی نہیں ہوں۔ حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۲۸۔

حوالہ جات مذکورۂ بالا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ۱۹۰۱ء و ۱۹۰۲ء تک مرزا صاحب کی نبوت جزدی وغیرہ تھی۔ لیکن ۱۹۰۲ء کے بعد آپ کو سمجھ آ گئی۔ کہ آپ حقیقی نبی ہیں۔ اور ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں۔ ہاں عام لوگوں کو سمجھانے کے لئے اپنے حقیقی نبی ہونے سے انکار کرتے رہے۔ ورنہ دراصل آپ حقیقی نبی تھے۔ ایک طرف تو آپ تحریر کرتے ہیں۔ کہ ہمارے برخلاف جو کچھ لکھا جاتا ہے وہ عام لوگوں کے عقائد ہیں اور اس حرکت پر ہمکو ملزم ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن اگر یہی بات آپ حضرت صاحب کی طرف منسوب کریں۔ کہ اگرچہ وہ کامل اور حقیقی نبی تھے۔ مگر عوام لوگوں کے عقائد کے مطابق وہ اپنی نبوت سے انکار کرتے رہے اور اپنی نبوت کو جزوی وغیرہ ظاہر کرتے رہے۔ تو کیا ہمارا حق نہیں کہ ہم بھی آپ کو ادب کے ساتھ آپ کی غلطی پر متنبہ کریں۔ یا آپ کو ملزم ٹھہرا دیں۔ میں افسوس سے لکھتا ہوں۔ کہ جس بات کو آپ ہمارے لئے ہی گوارا نہیں فرما سکتے اسی بات کو آپ حضرت صاحب کے لئے کیوں گوارا کرتے ہیں بلکہ فخریہ طور پر اسکو پیش کرتے ہیں۔ آنچہ بر خود نپسندی بر دیگراں مپسند۔

تحریر ڈاکٹر صاحب	حوالجات
(۴) آیت اسمہ احمد کے مصداق حقیقی مرزا صاحب ہیں اور آنحضرت صلعم نہیں ہیں اور یہ مرزا صاحب کا نام ہے۔ آنحضرت صلعم کا نام نہیں ہے۔	(۴) اور عیسٰےؑ نے کزرع اخرج شطئہ الآیۃ میں و اخرین منھم والی جماعت اور اُن کے امام کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بلکہ اسمہ احمد کہکر صریح طور پر اُس امام کا نام ہی بتا دیا ہے۔ لیکن چونکہ اس میں ایک رسول کی

پیشگوئی ہے۔ جس کا نام احمد ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی صفت محمد ہے۔ نام احمد نہ تھا۔ اور دوسرے جو نشانات اُسکے

بتائے گئے ہیں وہ اس زمانہ میں پورے ہوئے ہیں۔ اور مسیح موعودؑ پر پورے ہوئے ہیں اور آپ کا نام احمد تھا۔ اور آپ نے اپنے نام کا یہی حصہ اپنی اولاد کے ناموں کے ساتھ ملا دیا۔ اس لئے سب باتوں پر غور کرتے ہوئے وہ شخص جس کی نسبت خبر دی گئی تھی۔ مسیح موعودؑ ہی ہے۔ اور آپ کا نام (یعنی آنحضرت صلعم کا نام) درحقیقت احمد نہ تھا۔ القول الفصل صفحہ ۲۸ - ۲۹۔

خبیر ڈاکٹر صاحب	حوالجات
(۵) تمام نبیوں سے بعد آنحضرت صلعم خدا نے یہ وعدہ لیا ہے۔ کہ مرزا صاحب پر ایمان لاویں	(۵) وبالآخرة ھم یوقنون۔ کی تفسیر کرتے ہوئے فٹ نوٹ میں یوں لکھا ہے۔ (پیچھے آنے والی وحی و رسالت پر ایمان لانے کا ذکر بطور

قاعدہ کلیہ کے اس آیت میں ہوا ہے۔ واذ اخذ اللّٰہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ۔ دیکھو ترجمۃ القرآن قادیان پارہ اول ص۱۲ فٹ نوٹ۔ علاوہ ازیں اخبار الفضل قادیان مؤرخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۵ء میں مولوی محمد سعید صاحب حیدر آبادی کا ایک خطبہ درج ہے جو نیچے نقل کرتا ہوں:۔

"اور جب اللّٰہ تعالےٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا۔ (النبیین میں سب انبیاء علیہم السلام شریک ہیں۔ کوئی بھی مستثنےٰ نہیں آنحضرت صلعم بھی اس النبیین کے لفظ میں داخل ہیں) کہ جب کبھی میں تمکو کتاب اور حکمت دوں (یعنی کتاب سے مراد توریت و قرآن کریم ہے) اور حکمت سے مراد سنت و منہاج نبوت و حدیث شریف ہے)۔ پھر تمہارے پاس ایک رسول آئے مصدق ہو ان سب چیزوں کا جو تمہارے پاس کتاب و حکمت سے ہیں۔ (یعنے وہ رسول مسیح موعودؑ ہے جو قرآن و حدیث کی تصدیق کرنے والا ہے اور وہ صاحب شریعت جدیدہ نہیں) لتؤمنن بہ میں جو نون ثقیلہ ہے اہل علم جانتے ہیں۔ کہ سخت تاکید کے معنوں میں آتا ہے۔ یعنے اے نبیو تم سب اس پر ضرور ایمان لانا۔ اور ہر ایک طرح سے اس کی مدد فرض سمجھنا جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کو مجملاً حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا اور اس کی نصرت کرنا فرض ہوا۔ تو ہم کون ہیں جو نہ مانیں۔ فقط"

راقم آپ سے مبلغین صاحبان اور ناظرین کرام سے پوچھتا ہوں۔ کہ میں نے کونسا غلط عقیدہ آپ کی طرف منسوب کیا اور کونسی دھوکہ بازی یا فریب بازی سے کام لیا۔ میں نے جو کچھ بیان کیا آپ کی کتابوں سے اور آپکی اخباروں سے بیان کیا۔ اور اس کے بالمقابل جو کچھ آپ نے لکھا وہ عام لوگوں کی طرح الزامات لگائے۔ ہاں اگر میں کوئی بات اپنی طرف سے پیش کرتا۔ اور اس کا ثبوت آپ کی کتابوں میں نہ ہوتا۔ تو بلاشک آپ الزامات کے لگانے میں حق بجانب ٹھہرتے۔ لیکن جس صورت میں یہ سب باتیں آپ کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور میں نے صرف ان کو پیش کیا۔ تو اندریں صورت کم از کم میں اتنا کہوں گا۔ کہ آپ نے کسقدر جلدبازی سے کام لیا۔ اب میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے اعلان فسخ بیعت سے کچھ نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا:۔

"میرے دل میں اکثر خیال آیا کرتا تھا۔ کہ میں فرضی اور بناوٹی خلافت کا قائل ہوں۔ اس میں اور دیگر گدی نشینوں کا مداروں میں کیا فرق ہے ضمیر تو بار بار یہی کہتا تھا۔ لیکن میں اپنے ضمیر کو دھوکہ دیکر ٹالدیا کرتا تھا۔ کہ اگر میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے آپ کو فرضی خلافت کا مدعی قرار دیا ہے۔ تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں خواہ وہ جھوٹے ہی ہوں۔ کیونکہ وہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے خلف الرشید اور شعائر اللّٰہ ہی ہیں۔ اس خیال اور فضول عقیدہ پر میں خوب جما رہا اور عموماً اپنے ہمخیال لوگوں سے ملتا رہا۔ اور جب کبھی مجھے کسی نیک نفس نے راہ حق حاصل کرنے کے لئے ہدایت کی تو صرف ٹھٹھا اور ہنسی ہی میں انکی نصیحت کو کان کے پاس کبھی بھٹکنے نہ دیا۔ اب مظفر آباد علاقہ کشمیر میں میرے ساتھ مولینا مولوی سید مدثر شاہ صاحب نے کچھ گفتگو کرنے کی درخواست کی۔ تو جو گفتگو اُن سے کی گئی۔ حالانکہ مولینا صاحب کی گفتگو کیا تھی لفظ لفظ سے راہ حق نظر آتا تھا۔ لیکن میں کم از کم ضد کی وجہ سے پانچ چھ روز تک ٹالتا رہا۔ اور آخر میں نے بعد خوب مباحثہ مولینا صاحب مذکور کے پاس اس بات کی تصدیق کی۔ کہ اُن کی گفتگو حق کی ہے اور میری گفتگو فاسد عقیدہ کی ہے۔ میں اپنے فاسد عقیدہ سے دست بردار ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔

راقم ڈاکٹر صاحب کے اوپر نقل کردہ مضمون سے صاف طور سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ پہلے ہی سے خلافت موجودہ کے دل سے قائل نہ تھے۔ اور پہلے ہی سے اُن کو اس خلافت اور دیگر گدی نشینوں کی خلافت میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔ لیکن اپنی ضمیر کے خلاف اپنے نفس کو دھوکہ دیکر وہ صرف تقلیدی رنگ میں اور ضد اور ہٹ کی وجہ سے خلافت کو مانتے رہے اب یہ ایک صاف اور سیدھا سیدھا بیان ہے۔ جس سے اتنا تو ثابت ہو گیا۔ کہ آپ کے گروہ میں ایسے افراد بھی شریک ہیں۔ جو ضمیر فروشی کر کے اور اپنے دل کو سنگ خارا بناکر آپ کو مانتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کی شمولیت آپکو مبارک ہو۔ بلکہ میں تو یہ سن کر خوش ہونگا۔ کہ اگر ہم میں بھی اس قسم کے ضمیر فروش اور ناحق پر اڑنے والے موجود ہوں۔ تو وہ بھی آپ سے بہت جلدی ملجاویں۔ تاکہ خدا کی جماعت خالص رہ جائے۔ سو اے برادران میں نے تو ڈاکٹر صاحب کو کوئی دھوکہ نہیں دیا۔ بلکہ اُن کو اس دھوکہ سے نکالا ہے جسکو وہ تسلیم کرتے ہیں اگر کوئی شخص آپ کی کتابوں کو پڑھ کر سناوے تو کیا وہ دھوکہ باز کہلائیگا۔ اگر ایسا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ فی الواقعہ دھوکہ آپکی کتابوں کے اندر ہے۔ جسکو ایک پڑھنے والے نے پڑھکر سنایا ہمیں تسلیم کرلونگا۔ کہ اگر دھوکہ کی یہی تعریف شرعی و قانونی ہے۔ تو میں ایک دھوکہ باز ہونگا۔ علاوہ ازیں مینے مولنا مولوی محمد یحییٰ صاحب دیگراں و مولوی علی بہادر صاحب دانہ بالنہرہ کی زبانی یہ سُنا ہے کہ آپ نے میرے متعلق یہ مشہور کیا تھا۔ کہ مینے ڈاکٹر صاحب مذکور سے یہ کہا تھا۔ کہ قادیانی جماعت حضرت صاحب کو صاحب شریعت نبی کہتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ آپ نے اس بات کو اخبار میں درج نہیں کیا۔ جب اور الزامات آپ نے لگائے تو اسکو بھی ایزاد کرنا چاہئے تھا۔ سو جن جن احباب کے پاس مبلغین صاحبان نے یہ ذکر کیا تھا ان پر واضح رہے۔ کہ یہ الزام اخبار میں ۔۔۔ ہیں گیا۔ اخبار الفضل کے ایک پرچہ میں مینے یہ بھی پڑھا ہے۔ کہ مینے ان مبلغین صاحبان سے یہ ذکر کیا تھا۔ کہ ایک دفعہ مجھکو اور جناب حکیم مرہم عیسےٰ صاحب مسلم مشنری کو بغرض تبلیغ بکھا بھیجا گیا تھا۔ اور یہ کہ بعض امور میں میرا اور ان کا اختلاف ہوا تھا۔ اس پر مبلغین صاحبان نے یہ رائے زنی کی ہے۔ کہ منکران خلافت کے مبلغین کا یہ حال ہے۔ کہ کوئی کچھ کہتا ہے۔ اور کوئی کچھ۔ سو اے برادران واضح ہو کہ مینے بے شک آپ سے بمقام موضع حصاری ضلع ہزارہ یہ ذکر کیا تھا۔ کہ بعض فروعی امور میں ہمارا اختلاف ہوا تھا۔ لیکن اصول میں ہم متحد ہیں۔ لیکن میرے نزدیک آپ تو اس پر قطعاً اعتراض نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جب آپ کے نزدیک مرید اپنے پیر سے اور پیر اپنے مرید سے اختلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ اور پیر بھی کوئی معمولی پیر نہیں بلکہ وہ جو کہ آیت استخلاف کے نیچے ہے۔ وہ جو کہ مصلح موعود ہے۔ اور وہ جو کہ فخر رسل اور عمر ثانی ہے۔ تو اگر ہم میں بعض فروعی امور میں اختلاف ہوا۔ تو کیا حرج ہے۔ حالانکہ نہ میں حکیم صاحب کا پیر اور نہ حکیم صاحب میرے پیر۔ بلکہ ہم دونوں کا پیر امام الوقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہے۔ آپ نے تو ہمارے مبلغین پر اعتراض کیا۔ لیکن میں آپ کے مبلغین کے متعلق کچھ لکھتا ہوں۔ مولوی عبدالقادر صاحب افغان چند روز سے پشاور تشریف لائے ہوئے ہیں۔ اُن کا بیان ہے کہ مینے حضرت صاحبزادہ صاحب کی بیعت کی ہوئی تھی۔ صاحبزادہ صاحب ممدوح نے مجھکو اور مولوی نیک محمد صاحب کو مبلغ مقرر فرمایا اور ہم دونوں کو ضلع کوہاٹ کی طرف خرچ دیکر بغرض تبلیغ روانہ کیا۔ اُن کا بیان ہے۔ کہ جب ہم موضع سلیمان مرابغہ ضلع کوہاٹ پہنچے تو معلوم ہوا کہ اس گاؤں میں مولوی عبداللہ صاحب احمدی تیماپوری کے چند مرید ہیں۔ جب اُن سے گفتگو ہوئی اور خوب مباحثہ ہوا۔ تو نتیجہ یہ ہوا کہ مینے صاحبزادہ صاحب کی بیعت کو توڑ دیا۔ اور مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اُن کی خلافت مصنوعی ہے اور حقیقی خلیفۃ اللّٰہ اور مامور من اللّٰہ اور قدرت ثانیہ مولوی عبداللّٰہ صاحب موصوف ہیں۔ چنانچہ مینے اُن سے بیعت کر لی۔ بعد از بیعت میں صاحبزادہ صاحب اور اُنکے مریدوں کو تبلیغ کرنے کے لئے قادیان گیا۔ کہ اصلی خلیفہ اور امام مولوی صاحب تیماپوری ہیں۔ اور اگر آپ کو اپنی صداقت پر یقین ہے۔ تو آپ مباہلہ کریں۔ اور میں صرف بغرض تبلیغ آیا ہوں۔ مبلغ صاحب مذکور نے قیام اور رہائش قادیان کے متعلق اور دیگر امور کے متعلق مفصل تقریر کی۔ لیکن مجھے اُن واقعات کو دہرانے کی ضرورت نہیں۔ میرے خیال میں مولوی عبدالقادر صاحب اب بھی آپ کے مریدوں میں رہ سکتا ہے کیونکہ وہ اپنے پیر سے اختلاف عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ اس قدر مزید گذارش ہے۔ کہ ہمارے پاس قادیان کے بڑے بڑے مولویوں اور مبلغوں کے کچھ دستخطی کارڈ وغیرہ موجود ہیں۔ اور ان میں بعض امور پر حلف اٹھائے گئے ہیں۔ لیکن اخبار الفضل میں ان حلفوں کے بالکل خلاف مضمون شائع ہوئے ہیں۔ مگر مجھے کسی کی ذات سے بحث نہیں۔ بلکہ عقائد سے بحث ہے۔ والسلام۔

خاکسار میر مدثر شاہ گیلانی۔

قابلِ توجہ ناظرینِ پیغام صلح

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم و رحمۃ اللّٰہ و برکاتہٗ۔ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل اقتباس پر آپ یا ناظرین پیغام صلح میں سے کوئی صاحب کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں مینے جہانتک غور کیا مجھے تو خط کشیدہ الفاظ کا اسلامی کتب عربی میں کہیں پتہ نہ لگا۔ یہ اقتباس میں:۔

Medieval India by Stanly Lanepoole

میں سے درج کرتا ہوں۔ سلطانہ رضیہ کا ذکر کرتے ہوئے مورخ موصوف یوں لکھتا ہے *The Aravian Prophet had said truly that the most precious thing in the world is a virtuous women, but he had also said that <u>the people makes a woman its ruler will not find</u> — <u>Salvation</u>*

یہ انڈر لائینڈ فقرہ اگر واقعی قرآن حمید یا احادیث صحیحہ میں سے لیا گیا ہو۔ تو جو صاحب اس پر دسلی ڈالر، وہ یہ اوکرم حوالہ وغیرہ سے بذریعہ اخبار مطلع فرمادیں۔ (۲) سلطان علاء الدین نے کسی قاضی سے دریافت کیا کہ ہندوؤں کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ از روئے قرآن شریف جائز ہے۔ قاضی صاحب کا جو جواب اس بارہ میں نقل کیا گیا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے:۔

"ہندوؤں سے جزیہ میں چاندی طلب کی جائے۔ تو انہیں سونا دینا چاہئے۔ اور سرکاری محصل اگر اُنکے مُنہ میں خاک ڈالنا چاہے تو انہیں اُسکے لئے اپنا مُنہ کھولدینا چاہئے۔ اسلام کی عظمت اُن کے ساتھ نفرت کا برتاؤ کرنے میں ہے۔ کیونکہ اس کا حکم ہے کہ انہیں اپنے تابع رکھو۔ ہندوؤں کے ساتھ نفرت و حقارت کا برتاؤ کرنا مذہبی فرائض میں سے ہے۔ کیونکہ وہ پیغمبر خدا کے سخت دشمن ہیں۔"

مہربانی فرما کر اس عبارت پر بھی اہل نظر غور کریں اور اپنی آراء سے بذریعہ اخبار پیغام صلح خاکسار کو مشکور فرمائیں جہاں تک مجھے علم ہے۔ مسلمانوں نے اپنی مفتوحہ اقوام کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے ہرگز نہیں کیا۔ جہانتک میرا خیال ہے۔ مورخ لین پول کو غلطی ہوئی ہے۔ یا تعصب نے اُن سے یہ فقرات لکھوائے ہیں۔ اسلام ہرگز ہرگز کسی مفتوحہ قوم کے ساتھ اس قسم کے برتاؤ کو جائز نہیں رکھتا۔

اگر مجھکو اس کا کافی و وافی جواب مل گیا۔ تو میں اور بھی ایسے ہی اقتباسات تاریخ لین پول میں سے ہدیہ ناظرین کروں گا۔ اور یہ دکھلاؤں گا۔ کہ اسلام پر کیسے کیسے بیجا اور بیہودہ اعتراضات جن کا اسلامی کتب میں ہرگز پتہ نہیں مل سکتا ہے کئے گئے ہیں۔

میں انہیں تاریخوں پر ایک مضمون نہایت مطرح و بسیط لکھنے والا ہوں۔ خدا تعالےٰ توفیق دے۔

خاکسار محمد طلحہ - جھاؤ لال کالج۔ لکھنو۔

پیغام صلح آپ کی ہمت قابل داد ہے۔ اسلام یقیناً ان ناپاک خیالات و تمثل خلاف ہے جو مورخ لین پول نے اسکی طرف منسوب کئے ہیں ایسے ایسے بیسیوں اتہامات ہیں جو مسیحی مصنفین نے اسلام کے سر تھوپے ہیں اور ہم اپنے لائق دوست کی اس رائے سے پورے طور پر متفق ہیں کہ ہندو مسلمانوں کے موجودہ نفاق کا موجب اصل یہی افسانے ہیں جو تاریخی لباس میں دنیا میں پیش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تعصب کی اس سیاہ گھٹا کو ان سے ہٹائے۔

منقولات

مذہب و سائنس کی ہم آغوشی

نمبر اوّل

صدیوں سے اسلام کا حقیقی مذہبی عنصر خود غرض علم بردارانِ مذہب کی کوتاہ نظری کی وجہ سے غیر مذہبی عنصر سے ملوث ہوتا چلا آیا ہے۔ یہاں تک کہ زمانہ حال کے رہنمایانِ مذہب پر اس ناپاک عنصر کا رنگ اس قدر غالب آگیا۔ کہ وہ علوم جدیدہ کے اکتساب کو الحاد و کفر کا پیش خیمہ سمجھنے لگے۔ اور اس تاریخی امر مسلمہ کو بھول گئے کہ اسلام نے خود علوم سائنس کے ایسے ایسے گوہر درخشندہ پیدا کئے ہیں کہ علمی (سائنٹیفک) دنیا آج بھی اُن کی درخشانی سے تابندگی حاصل کر رہی ہے۔

اس موضوع پر غور کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ سوال سامنے آتا ہے۔ کہ کیا سائنس نے فی الواقع انسان کو ملحد بنا دیا ہے؟ اس کا جواب دینے سے پیشتر قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ سائنس کا اصل مقصد کیا ہے؟ کیا سائنس یہ چاہتا ہے۔ کہ وہ اُس ابدی طاقت کی ماہیت و حقیقت کو جو اپنی لامحدود اور ناقابلِ فہم قدرت سے ارض و سما اور کائنات عالم کو حیرت انگیز ترتیب و تناسب اور تحیّر خیز دبدبۂ عظمت جلال و جبروت کے ساتھ یوں آسانی سے چلا رہا ہے۔ مادہ کے اجزائے لایتجزیٰ کے اندرونی پردوں میں گھس کے دریافت کرلے۔ یا اپنی بلند پروازی سے حدود آسمان کو چیر پھاڑ کر پس پردہ اسرار پر حاوی ہو جائے۔ کیا وہ علت العلل کو اپنے قبضۂ قدرت میں لانا چاہتا ہے؟ کیا وہ ناممکن کو ممکن بنانے کے درپے ہے؟ ہاں وہ برق اور حدّت آفتاب کو مسخر کرکے اُسے اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔ لیکن کیا وہ کبھی اتنی قدرت حاصل کرسکتا ہے۔ کہ آسمان اور زمین کے درمیان کوندنے والی بجلی کو اپنے زیر فرمان کرلے؟ وہ سمندر کی تہ میں غوطہ لگاکر آتش فیز پہاڑ کے رازہائے سربستہ کو طشت ازبام کرسکتا ہے؟ لیکن اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئیگی۔ کہ وہ آتش فشاں پہاڑ کو آتش فشانی سے باز رکھ سکے وہ ردوگن شعاعوں کے زور سے انسان کے گوشت پوست ہڈیوں اور رگ و پے کی ماہیت دریافت کرسکتا ہے۔ لیکن اس کے پاس وہ شعاعیں کہاں سے آئینگی۔ جن سے وہ جسم انسان میں خدا کی دی ہوئی روح کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔ وہ درختوں اور پودوں کے طریق نشو و نما۔ اُن کی طبعی ساخت اُن کے اجزائے ترکیبی کو دریافت کرسکتا ہے۔ لیکن کیا روئے زمین کے تمام سائنسدان اپنی تمام دانائی۔ عقل اور تجربہ کے زور سے ایک مردہ پودے کو از سر نو زندگی بخش سکتے ہیں۔ یا کم از کم ایک پھول کی مُرجھائی ہوئی پنکھڑی ہی کو زندہ کرسکتے ہیں؟ صاف سلوٹ رکھتا ہے۔ کہ "تمام بنی نوع انسان کی متفقہ کوشش بھی مادہ کو یا اُس کی کسی خاص قسم کو نہیں پیدا کرسکتی۔ سائنس کے عجز کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ مادہ کو پیدا کرنا تو درکنار ایک مرجھائی ہوئی پنکھڑی کو بھی زندہ کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ جب اس کی بے حسی کا یہ عالم ہے۔ تو وہ خدا کی خدائی میں کیا رخنہ اندازی کرسکتا اور اُس کی بنائی ہوئی فطرت میں کیا فتور پیدا کرسکتا ہے۔

پھر آخر سائنس کا مقصد کیا ہے؟ آپ کو یہ سُنکر حیران نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ سائنس کا مقصد اولیٰ وہی ہے۔ جو مذہب کا اصول اوّلین ہے۔

انسان سائنس کے زور سے باشندگان مریخ سے نامہ و پیام کرنے کا مدعی ہے۔ وہ ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے بالائی طبقہ کی سیر بآسانی کرتا ہے۔ وہ مدار ستاروں کی ماہیت دریافت کرنے میں منہمک ہے۔ کرۂ ارض کے رازہائے درون کو روشنی میں لارہا ہے۔ لیکن آخر اس تمام طلب و جستجو سے اُسے کیا مقصد پیش نظر ہے اور اس تمام تحقیق و تدقیق سے وہ کونسا عقدہ وا کرنا چاہتا ہے۔ کیا وہ اس قدر عظیم الشان و حیرت انگیز تجربات و مشاہدات سے صرف اسی قدر فائدے کے حصول میں ساعی ہے۔ کہ اس کی عقل کی پیاس بجھ جائے۔ نہیں! سائنس کا مقصد صرف عقل کی پیاس بجھانا نہیں ہے۔ بلکہ اُس کا منشاء اپنی کمزور آواز کو بالاتر ہستی کے ساتھ ملانا اور تجربہ و ہستی بنا پر خدائے قدیر کے قدرت و کمال تک پہنچانا اور اُس پہ قربان ہونا ہے۔ وہ نہ صرف یہ چاہتا ہے۔ کہ ہر بات پر یقین کرنے سے پہلے اُسے عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ بلکہ انسان کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کائنات کے ذرّے ذرّے کو خوردبین فہم سے دیکھے۔ اور اس عظیم الشان کارخانۂ قدرت کے جلال و جمال۔ حکمت و کمال۔ اور رموز نہانی و دقائق و حقائق کی تصویر اپنے آئینۂ دل میں اُتارے۔

کتاب "مقدسہ سائنس" میں سائنس کے مقاصد کی نسبت لکھا ہے۔ "سائنس کا مقصد اصلی یہ ہے۔ کہ عالم کی جس جس کا ادراک عقل انسانی کے لئے ممکن ہے اُس کی معقول توضیح و تشریح کرے۔"

اس سائنس کا پیرو تو یقیناً خدائے قدیر کی ہستی سے انکار نہیں کرسکتا؟ بلکہ وہ نسبتاً بہت زیادہ خدا کی ہستی کا قائل اور اُس کی لازوال طاقتوں کا معترف ہوگا۔ ؎

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفتِ کردگار

تم پوچھوگے کہ مذہب کی تعلیم اس بارہ میں کیا ہے۔ کیا مذہب یہ چاہتا ہے۔ کہ ہم ہر بات کو اندھا دھند مان لیا کریں کیا وہ اس بات کے درپے ہے۔ کہ انسان باوجود عقل و ادراک سے بہرہ ور ہونے کے غبی اور کند فہم ہو جائے۔ اور کارخانۂ عالم میں اس کا درجہ اسفل حیوانات سے کچھ زیادہ نہ ہو؟

جو چیز انسان اور دوسرے حیوانوں میں مابہ الامتیاز ہے وہ عقل و شعور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ موجودات عالم میں صرف انسان ہی کو مذہب کا بار گراں اٹھانے کے قابل سمجھا گیا۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ عقل اور مذہب لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو تمام موجودات میں سے صرف انسان ہی کو اس چشمۂ فیضان سے فیضیاب کرنے کی کیا وجہ تھی۔

پس جب عقل اور مذہب کا باہمی تعلق اس قدر گہرا ہے۔ تو سائنس جس کا دار و مدار ہی عقل پر ہے مذہب کا مخالف نہیں ہوسکتا۔ اور کیونکر ہوسکتا ہے۔ جب تم سے چاہا جاتا ہے کہ

لِیَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰى مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ	جو شخص مرے وہ دلیل سے مرے اور جو زندہ رہے وہ دلیل سے زندہ رہے۔

یعنی اگر تم دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو۔ تو دلیل و عقل سے زندہ رہو۔ اور اگر مرتے ہو۔ تو دلیلی موت مرو۔ جو دلیل و عقل کے خلاف نہ ہو۔ یعنی غیر طبعی نہ ہو۔ یہ آیت پاک اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ کارگاہِ قدرت میں غور و فکر اور عقل و ادراک سے کام لینا کفر و الحاد کا مرادف نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس کے احکام کی پابندی اسی میں مضمر ہے کہ ہم لیا کریں

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا۔ (آل عمران)	آسمان اور زمین کی بناوٹ۔ رات اور دن کے ردّ و بدل یا انقلاب میں عقلمندوں کے سمجھنے کے لیئے نشانیاں موجود ہیں جو کھڑے اور بیٹھے اور پڑے خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی ساخت پر غور کرتے اور بے اختیار بول اُٹھتے ہیں اے ہمارے پروردگار تو نے اِس (کارخانۂ عالم) کو بیفائدہ نہیں بنایا۔

اِس آیت پاک سے ثابت ہے کہ جو لوگ آسمان اور زمین کی ساخت اور رات اور دن کے ردّ و بدل میں غور سے کام لیتے ہیں اُنہیں خداوند کریم کی حکمت کاملہ کے قائل ہوئے بغیر چارہ ہی نہیں۔ پس ہمیں مان لینا چاہیئے کہ سائنس جس کا مقصد کارخانۂ عالم میں غور و خوض کرنا ہے۔ انسان کو خدا اور اُسکی خدائی کا منکر اور ملحد نہیں بناتا بلکہ وہ اس نورِ حق کی تلاش میں ہے۔ جو ہمیں مذہب کے فیضان و برکت سے نصیب ہوا ہے مذہب نے نہ صرف عقل اور سمجھ سے کام لینے والوں کی تعریف ہی کی ہے۔ بلکہ جو لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے اور بغیر جانے کے ہر بات کے پیچھے ہو لیا کرتے ہیں اُنہیں جابجا سرزنش بھی کی ہے۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا (اعراف)	اُن کے دل تو ہیں۔ لیکن سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (ذکیں)

مریم بنت عمران اُخت ہارون

مریم قرآن مجید کے دیگر مقدس ناموں کی طرح عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اسکے لغوی معنے ستارہ سحر کے ہیں۔ بائیبل میں یہ دو عورتوں کا نام ہے حضرت موسیٰ اور ہارون بن عمران کی بہن کا بھی نام مریم تھا[1] اور حضرت عیسیٰ کی ماں کا نام بھی مریم ہے[2]۔ پرستاران مریم کا بیان ہے کہ قرآن نے ان دونوں شخصیتوں کو ایک سمجھکر دونوں کے نام و نسب باہم مختلط کر دئے ہیں۔ قرآن نے حضرت عیسیٰ کی ماں مریم کو عمران کی بیٹی اور ہارون کی بہن قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی حسب ذیل آیتیں ظاہر کرتی ہیں:-

(۱) مریم بنت عمران التی احصنت فرجہا (تحریم)
ترجمہ۔ عمران کی بیٹی مریم جو پاک دامن اور عفیف تھی۔
(۲) اذ قالت امرأة عمران انی نذرت لك ما فی بطنی محررا- (آل عمران)۔ ترجمہ۔ عمران کی بیوی نے جب کہا۔ کہ جو کچھ میرے شکم میں ہے میں خدا کے نام پر اسکو چڑھاتی ہوں۔
(۳) یا اخت ہارون ما کان ابوك امرء سوء وما کانت امك بغیا۔ (مریم)۔ ترجمہ۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا اور تیری ماں بدکردار تو نہ تھی۔

تحقیقی جواب تو الگ ہے لیکن ہم اپنے معترضین سے دست بستہ عرض کرینگے۔ کہ خدارا جو جی چاہے کہئے۔ مگر اسلام پر "دو کو ایک اور ایک کو دو" کہنے کا الزام تو نہ قائم کیجئے اس لاینحل فلسفہ اعجاز کو اپنے ہی تک محدود رکھئے تو بہتر ہے۔ مورخین اسلام میں ایک مصنف کا نام حمزہ ہے جس کی تاریخ ملوک الارض ہے۔ یورپ کا مایہ ناز مشرقی محقق 'دی ہاربھلات' جانتے ہو اس کو کیا سمجھتا ہے؟ حمزہ بن عبد المطلب سید شہداء !!!

بہر سوئے متاع عقل و دانش ابتر افتادہ است
بہ غارت برد بارال چشم پُرفن کاروانے را

ہمکو یہ تسلیم ہے کہ حضرت موسیٰ اور ہارون کی بہن کا نام بھی مریم تھا۔ اور اُن کے باپ کا نام عمران (عبری عمرام تھا) لیکن یہ کیونکر معلوم ہوگا کہ حضرت مسیح کی ماں مریم کے باپ کا نام عمران اور اُنکے بھائی کا نام ہارون نہ تھا۔ حضرت مریم کے خاندانی حالات کے متعلق انجیلوں میں ایک حرف مذکور نہیں[2]۔ ان کے متعلق صرف اسی قدر معلوم ہے کہ وہ خداوند کی ماں تھیں۔ پھر وہ کونسی شہادتیں ہیں جن کی بناء پر قرآن مجید کے دعوے کی تردید کی جاتی ہے۔ اگر مسیح سے ۳۰۰ برس پہلے ایک مقدونیہ کا الیگزنڈر تھا۔ جسکے باپ کا نام فلپ تھا تو کیا اس واقعہ سے اس کی تکذیب کرنا چاہتے ہو۔ کہ بیسویں صدی کے لنڈن میں اب کوئی الیگزینڈر نامی ایسا شخص نہیں ہو سکتا جس کے باپ کا نام فلپ ہو۔ تاریخ میں ایسے بیسیوں خاندانوں کا ہم پتہ دے سکتے ہیں۔ جو گذشتہ تاریخی اور مذہبی اکابر کے نام تبرکاً استعمال کرتے ہیں۔

اسلام پر آج جتنے اعتراضات کئے جاتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ گو الفاظ کسی قدر بدل جائیں۔ تعبیر اور طرز ادا میں کتنا ہی فرق آجائے۔ لیکن مفہوم اور مغز سخن کے لحاظ سے وہ وہی ہیں جو تیرہ صدی پہلے خود انہیں کے برادران ملت کی زبانی بارہا دُہرایا جا چکا ہے۔ چھٹی صدی عیسوی میں نجران جو یمن کا ایک ضلع ہے خالص عیسائی آبادی تھی۔ آنحضرت صلعم نے مغیرہ بن شعبہ کو دعوت اسلام کے لئے بھیجا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ بعثنی النبی صلعم الی نجران فقالوا الستم تقرؤن یا اخت ہارون وقد کان بین موسی و عیسی ما کان فلم ادر ما اجیبہم فرجعت الی النبی صلعم فاخبرتہ فقال الا اخبرتہم انہم کانوا یسمون بانبیائہم والصالحین قبلہم[3]۔ ترجمہ۔ مجھکو آنحضرت صلعم نے نجران بھیجا۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم لوگ یہ آیت نہیں پڑھتے کہ "اے ہارون کی بہن" اور حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے درمیان کتنا زمانہ حائل ہے۔ میں نہ سمجھ سکا کہ اُنکو کیا جواب دوں جب لوٹ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اُن پر اعتراض عرض کیا۔ فرمایا تم نے یہ نہیں کہا کہ یہ لوگ اپنے پیغمبروں اور گذشتہ بزرگوں کے نام پر نام رکھا کرتے ہیں۔

اور آج بھی ہم یہی جواب دیتے ہیں اور یہی کافی ہے

مزید تفصیل کے لئے ہم بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن اس حقیقت سے ناواقف نہیں ہے۔ اُس نے ہر جگہ حضرت عیسیٰ کا نام حضرت موسیٰ کے بعد۔ اور انجیل کا ذکر توراۃ کے بعد کیا ہے۔ سورہ مائدہ کے پانچویں رکوع میں یہ تصریح اس نے بتایا ہے۔

---

[1] توراۃ سفر العدد ۲۶-۵۹
[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ آرٹیکل میری۔
[3] صحیح ترمذی۔ تفسیر سورہ مریم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اخبار پیغام صلح لاہور

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ ۔ ششماہی ۔ سہ ماہی ۔ طلباء سے سالانہ

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | پنجشنبہ ۶ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس ۔ مطابق ۲ ۔ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۴۹

شہادت امامین سے توحید کا سبق

ذیل کا مضمون ایک اشتہار کی صورت میں طبع ہوکر امرتسر سے ہمارے پاس برائے اندراج اخبار موصول ہوا ہے:۔

"آج علمی دنیا میں تعلیم کے طریقے دو ہیں۔ ان دونوں کو مفید سمجھا گیا ہے۔ ایک کتابی طریق یعنی لفظوں میں عبارت کی تعلیم اور لفظ سکھائی جاتی ہے۔ دوسرا تصویری یعنی کسی واقع کا نقشہ نور تصویر دکھا کر سمجھایا جاتا ہے جس کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے

مصور کھینچ وہ نقشہ کہ جس میں یہ رسائی ہو
ادھر تلوار کھینچی ہو ادھر گردن جھکائی ہو

اس کو تصویری تعلیم کہتے ہیں۔ غور کیا جائے تو قرآن مجید نے بھی ان دونوں طریقوں سے لوگوں کو توحید کا سبق دیا ہے۔ لفظی تعلیم تو عام طور پر فرمایا ہے

۱؎ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئًا

نیز فرمایا:

۲؎ قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد

نیز فرمایا:۔

۳؎ وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ

نیز فرمایا:۔

۴؎ لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم

ان سب آیات اور ان جیسی سینکڑوں آیات کا ایک ہی مطلب ہے، کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو ہمارے نفع نقصان کا اختیار نہیں۔

یہ تو ہے لفظی تعلیم۔ تصویری تعلیم کا طریق یہ رکھا کہ سب سے بڑے درجہ والے لوگوں یعنی حضرات انبیاء کو سخت مصائب میں مبتلا کیا اور اُن کے بعد ان کے حالات ہم کو سنائے ۔ تاکہ اُن کی زندگی میں اُن کے دیکھنے والوں اور بعد زندگی کے سننے والوں کو یہ علم حاصل ہو کہ یہ لوگ باوجود اس قدر عزت اور عظمت کے خود ان سخت تکالیف میں رہے تو دوسروں کو کیا نفع یا نقصان پہنچا سکینگے حضرت آدم کا قصہ ایک غلطی کرنے سے کیسی مصیبت میں رہے اور کیا کیا دعائیں مانگیں۔

ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفر لنا وترحمنا لنکونن من الخاسرین۔

اے ہمارے خدا ہم سے اپنی ۔۔۔ اگر تو ہم کو نہ بخشیگا نہ رحم کریگا تو ہم نقصان اٹھانے والے ہونگے۔ اس کے بعد حضرت نوح کا زمانہ لیا۔ تکلیف میں گذرا۔ قریب ہزار برس تک قوم سے مقابلہ رہا۔ آخر تمام قوم کے ساتھ اپنے بیٹے کو غرق ہوتے دیکھتے ہیں اور منہ سے اُف تک نہیں نکلتا۔ اُس کی بھلائی کی دعا مانگتے ہیں تو فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم ۔ کا ارشاد ہوتا ہے۔

"اے نوح جس بات کا تجھے علم نہیں ہے اُس کے لئے دعا مت مانگ"

انی اعظک ان تکون من الجاھلین

"میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ تو نادان مت بن"

اللہ اللہ کس قدر شان خداوندی ہے اور کس قدر پست مقام بندگی۔

ان کے بعد حضرت یعقوب اور یوسف علیہم السلام کا واقعہ خاص قابل ذکر ہے۔ کس طرح باپ کو بیٹے کی جدائی کا صدمہ رہا اور کس طرح بیٹا باوجود بیگناہی کے قید میں برسوں پڑا ہوا اللہ اللہ کر رہا ہے۔ سبحان اللہ نبی۔ ابن نبی۔ ابن نبی مگر حال یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتا ہے۔ یہ ہے توحید کا تصویری سبق۔

سب سے آخر حضرت سید الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات بھی کچھ کم سبق آموز نہیں کہ باوجود اس عظمت و شان کے حالت یہ ہے کہ صحابہ شکایت کرتے ہیں کہ بھوک کے مارے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے ہیں۔ یہ سنکر حضور فرماتے ہیں اے لوگو میرے پیٹ پر دو بندھے ہوئے ہیں۔ اللھم صلی اللہ علیہ وسلم

لخت جگر بیٹی حضرت فاطمہ زہرا درخواست کرتی ہیں کہ مجھے ایک خادمہ ملجائے جو میرے گھر کے کاموں میں مدد دے۔ تو جواب دیتے ہیں کہ بیٹی رات کو ۳۳ دفعہ سبحان اللہ ۳۳ دفعہ الحمد للہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ کر سوجایا کر۔ اس کا اجر جو ملیگا۔ وہ خادمہ سے زیادہ مفید اور مستقل ہوگا۔ اللہ اکبر چونکہ آپ کے ہاں اولاد نرینہ نہ تھی جو ان احوال میں آپ کی قائم مقام ہوکر دنیا کی راہ نمائی ہوتی جس سے لوگ تصویری تعلیم حاصل کرتے اور یہ جان سکتے کہ

؎ وہ مالک ہے سب اُس کے آگے لاچار
نہیں ہے کوئی اُس کے گھر کا مختار

اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت نے تقاضا کیا کہ اس قربانی کے لئے آپ کے نواسوں کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

چنانچہ مظلوم امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کو دنیا کے سامنے تصویری تعلیم کے معلم بناکر ظاہر فرمایا۔

اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد

ان دونوں شہادتوں کے واقعات کی تفصیل بتلانا تو بہت طوالت چاہتا ہے۔ ہمارا مطلب کچھ طوالت پر موقوف نہیں۔ اس لئے مختصر لفظوں میں بتلا کر اپنے اصل مطلب پر آتے ہیں۔

بوجہ ملکی نزاعات کے دشمنوں نے مظلوم امام حسن کو زہر دلوا دیا۔ امام حسین کو میدان کربلا میں تلواروں اور تیروں سے مع ہمراہیوں کے شہید کروادیا۔ پانی کی بندش میں امام حسین نے بچے کو پیش کر کے رحم دلایا۔ کہ ہم نے تمہارا کچھ بگاڑا ہوگا۔ مگر ان بچوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ ان پر بھی پانی بند کیا گیا۔ ظالموں نے اس درخواست کو بڑی معقولیت سے سنا۔ اور یوں قبول کیا کہ دنیا کا پانی یہ بچہ کب تک پیئیگا۔ یہ پانی تو اتنا لذیذ بھی نہیں اسکو جام شہادت پلانے چنانچہ ایک بہادر سپاہی نے بچے کے منہ میں تیر مار کر جام شہادت سے اُسے سیراب کر دیا۔ رضی اللہ عنہ۔ کیا سچ ہے سہ

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند ٭ لاغر صفتان زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی زکشتن مگریز ٭ مردار بود ہر آنچہ او را نکشند

ان دونوں شہادتوں سے ہمیں جو نتیجہ نکالنا مقصود ہے وہ بالکل صاف اور روشن ہے۔ کہ امام حسن کو خدا نے اپنی صفت علم غیب کے لئے تصویر بنایا کہ دیکھو علم غیب کی صفت اس بندۂ خدا میں بھی نہیں پائی گئی ورنہ بیخبری میں زہر نہ کھاتا۔ امام حسین کو قدرت کاملہ کی تصویر بنایا کہ قدرت کاملہ وہ ہے جو کبھی دشمن سے نہ دبے وہ اگر خدا کے سوا کسی اور میں ہو سکتی۔ تو امام حسین اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں کبھی عاجز اور ذلیل نہ ہوتے۔

مقصود ان دونوں تصویروں سے یہ بتلانا ہے سہ

ہست سلطانی مسلم مر ورا ٭ نیست کس را زہرۂ چون و چرا
اوست سلطان ہر چہ خواہد آن کند ٭ عالمے را در دمے ویران کند

زیادہ طوالت کی حاجت نہیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ سہ

مسلمانو ذرا سوچو تو دل میں ٭ پھنسے ہو کس طرح تم آب وگل میں
بہت مدت سے سوتے اب تو جاگو ٭ خدا کے ہوتے بندوں سے نہ مانگو
وہ کیا ہے جو نہیں ہوتا خدا سے ٭ جسے تم مانگتے ہو اولیا سے

خدا سے اور بزرگوں سے بھی کہنا ٭ یہی ہے شرک یارو اس سے بچنا

مگر مسلمانوں نے اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا۔ وہی جو عیسائیوں نے (حسب روایت انجیل) حضرت عیسیٰ مسیح کی صلیبی موت سے حاصل کیا تھا ان کو خدا نے تعلیمی تصویر بنا کر دکھایا کہ اس تصویر کو دیکھو بزبان حال کہہ رہی ہے کہ نہ مجھ میں علم غیب ہے نہ قدرت ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ میں بیخبری میں پکڑا جاتا ہوں اور دشمنوں کے ہاتھوں سے پھانسی پر مرتا ہوں۔ عقلمندوں کے لئے یہ ایک عبرتناک منظر تھا کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچے سہ

پناہ بلندی و پستی توئی ٭ ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

مگر غافلوں نے اُلٹا نتیجہ نکالا کہ جس برگزیدہ کو خدا نے تعلیمی تصویر بناکر توحید کا سبق پڑھایا تھا اسی کو اپنا معبود بنا لیا بلکہ اُس کی اُس صلیب (سولی) کی نقل کو بھی پرستش لگ گئے جس پھانسی برگزیدہ نے چڑھ کر جان دی تھی۔ غور کیا جائے تو عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اور مسلمانوں میں امامین کا [illegible] دونوں کا واقع ایک ہی نتیجہ کے لئے تھے [illegible] نے اس واقعہ سے اُلٹا نتیجہ اخذ کیا تھا [illegible]

۱؎ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسیکو شریک نہ کرو ۲؎ اے نبی تو کہہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے وہ نہ کسیکا باپ ہے نہ جنا گیا ہے اور نہ اس کے برابر کا کوئی ہے۔ ۳؎ تمہارے پروردگار کا قطعی حکم ہے کہ سوائے میرے کسی کی عبادت نہ کرو۔ ۴؎ ۔ شرک مت کرو۔ شرک بڑا ظلم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - پنجشنبہ - ۳۰ - نومبر سنہ ۱۹۱۶ء نمبر ۴۹

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

(۲)

لے دے کے ایک اور صرف ایک حوالہ جماعت محمودیہ کے ہاتھ میں ایسا ہے کہ جس سے وہ اپنے حسب منشا مفہوم لے کر اسے اس بات کے ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں کہ حضرت صاحب بھی نبی کے لئے صاحب شریعت اور براہ راست ہونا کوئی ضروری اور لازمی شرط نہیں ٹھیراتے۔ چنانچہ آپ کے وہ الفاظ جن سے وہ یہ استدلال کرتے ہیں حسب ذیل ہے:-

نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی۔ نبی کے معنے صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانے والا ہو اور شرف مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ شریعت کا لانا اس کے لئے ضروری نہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ صاحب شریعت رسول کا متبع نہ ہو پس ایک امتی کو ایسا نبی قرار دینے سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ بالخصوص اس حالت میں کہ وہ امتی اپنے اسی نبی متبوع سے فیض پانے والا ہو"

گو میاں صاحب نے اپنے اس خطبہ جمعہ میں اس حوالہ کو پیش نہیں کیا۔ لیکن چونکہ ہم جانتے ہیں کہ ان کا سارا دارومدار اسی ایک حوالہ پر ہے اور ہمارے تمام بیان کردہ دلائل اور مسیح موعود کی دیگر تمام پیش کردہ کھلی تحریرات کے جواب میں صرف اسی ایک بات کو دوہرا دیا جائیگا اس لئے ہم اس پر بھی پیشتر سے ہی روشنی ڈال دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

اول تو ہمیں یہ آجتک سمجھ نہیں آئی کہ کسی شخص کے مذہب اور عقیدہ کو دیکھنے کے لئے یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ اس کی تمام اگلی پچھلی تحریرات اور تعامل کو چھوڑ کر صرف ایک ہی مبہم سی بات کو جس کے کچھ اور بھی معنی ہو سکتے ہیں جو دیگر تحریرات کے مخالف نہیں ٹھیرتے لے لیا جائے۔ اور ہرگز انھیں آپس میں تطبیق دینے کی کوشش نہ کی جائے۔ ہم تو حیران رہجاتے ہیں جب میاں صاحب اور ان کے مریدین کی اس ستم ظریفی کو دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو مسیح موعود کو یہانتک بڑھایا جاتا ہے کہ آپ کو کامل نبی تک کہنے اور ماننے سے دریغ نہیں بلکہ رات دن اسی پر زور دیا جاتا ہے اور دوسری طرف یہانتک اس کی حیثیت کو گرایا جاتا ہے کہ صرف ایک مبہم سی بات کی بنا پر آپ کی تمام تحریرات پر یہ کہکر پانی پھیر دیا جاتا ہے کہ اس وقت آپ کو اس کی سمجھ ہی نہ تھی۔ اور اس لئے بعد میں اس کے خلاف لکھنا پڑا۔ حالانکہ اس کے بعد بھی جابجا آپ نے اپنی تحریرات میں صرف نبی کا اطلاق اپنے اوپر جائز نہیں رکھا بلکہ امتی اور نبی دونوں الفاظ کے اجتماعی حالت میں برتنے کا حکم دیا ہے۔ آخریوں آپ نے الوصیت صـ۱۳ اور حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰ حاشیہ میں کھلے الفاظ میں یہ فرمایا کہ:-

(۱) اس (آنحضرت صلعم) کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔ ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس پر صادق آسکتے ہیں۔ الوصیت صـ۱۳

(۲) خدا تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلعم کے افاضہ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔ اس لئے میں صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔ بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ اسی وجہ سے حدیث اور میرے الہام میں جیساکہ میرا نام نبی رکھا گیا ایسا ہی میرا نام امتی بھی رکھا ہے۔ تا معلوم ہو کہ ہر ایک کمال مجھکو آنحضرت صلعم کی اتباع اور آپ کے ذریعہ سے ملا ہے" حاشیہ حقیقۃ الوحی صـ۱۵۰

توجب اس قدر صراحت کے ساتھ حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو صرف نبی نہ کہے جانے پر زور دیتے ہیں اور اس کے بالمقابل امتی اور نبی کے اجتماعی الفاظ کو برتنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ پھر صرف نبی کہنے میں نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی ہتک سمجھتے ہیں تو کیا اس سے کھلے طور پر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ کی نبوت کاملہ اور تامہ نہ تھی۔ بالفاظ دیگر یوں کہو کہ نبی امتی نہیں ہوا کرتا۔ نہ ہی کسی امتی کی نبوت تامہ اور کاملہ ہوتی ہے۔ ورنہ ایک تامہ کاملہ نبوت پانے والے کو صرف نبی کہنا کیوں جائز نہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ نبی تو ہو وہ کامل اور تام لیکن تاہم اسے صرف نبی کہنا جائز نہ ہو۔ بلکہ امتی نبی کہنا ضروری ہو۔ کیونکہ صرف نبی کہدینے سے نبوت کاملہ و تامہ کی ہتک ہوتی ہو۔ سمجھ نہیں آتی کہ جب اسکی نبوت خود کاملہ اور تامہ نبوت ہے تو اس پر لفظ نبی کے اطلاق سے ہتک کیونکر ہو سکتی ہے۔ بات صاف ہے کہ چونکہ صرف نبی کہنے سے نبوت کاملہ تامہ کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جو آپ نے نہیں پائی تو یہ نہ صرف وضع الشیء الی غیر محلہ کا مصداق ہونے کے باعث بلکہ اس سبب سے بھی کہ صرف اس لفظ نبی سے لوگ اس سے نبوت کاملہ تامہ کا مفہوم لے کر وقت کا نبی مرزا صاحب کو سمجھینگے نہ کہ آنحضرت صلعم کو۔ جو صریحاً آنحضرت صلعم کی ہتک اور دین اسلام کی بیخکنی پر دال ہے۔ ورنہ اگر صرف نبی کہنے سے منع کرنے اور امتی اور نبی کے الفاظ کو اجتماعی حالت میں اختیار کرنے کا حکم دینے کے باوجود بھی آپ کی نبوت کاملہ اور تامہ ہو سکتی ہے (جو صریحاً خلاف عقل ونقل ہے) تو اس کی کوئی نظیر گذشتہ انبیا میں سے پیش کرو۔ جسے صرف نبی نہ کہا جاتا ہو۔ بلکہ امتی اور نبی کے الفاظ اجتماعی حالت میں اس پر بولے جاتے ہوں۔ اور باوجود اس کے اس کی نبوت کو کاملہ اور تامہ سمجھا جاتا ہو۔ آخر میاں صاحب اس بات کے تو قائل ہیں کہ حضرت موسیٰ کی امت میں بھی کئی ایک نبی ہوئے ہیں پھر کیوں انھیں امتی نبی کہنا ضروری نہیں۔ اور صرف نبی کا اطلاق ان پر کیوں جائز ہے۔ اسی لئے وہ میاں صاحب کے خلاف اعتقاد براہ راست نبی تھے۔ اور امتی ہرگز نہیں تھے۔ شہادت القرآن میں جن انبیا کے حضرت موسیٰ کی شریعت کے پیرو ہونے کا ذکر ہے وہاں سیاق سباق کو پڑھنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ حضرت صاحب نے ان پر نبی کا لفظ لغوی معنوں میں بولا ہے۔ نہ اصطلاحی معنوں میں۔ جس کی تصریح ان الفاظ سے ہوتی ہے جو آپ نے اسی شہادت القرآن میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ:-

"مرسل ہونے میں نبی اور محدث ایک ہی منصب رکھتے ہیں۔ اور جیساکہ خدا نے نبیوں کا نام مرسل رکھا ایسا ہی محدثین کا نام بھی مرسل رکھا۔ اسی اشارہ کی غرض سے قرآن شریف میں وقفینا من بعدہ بالرسل آیا ہے لیکن یہ نہیں آیا کہ قفینا من بعدہ بالانبیا پس یہ اسی بات کیطرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں۔ خواہ وہ رسول ہوں یا نبی یا محدث ہوں" شہادت القرآن صـ۲۷ دوسرا ایڈیشن)

اور پھر حقیقۃ الوحی صـ۹۷ پر اور بھی صراحت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں کہ:-

"بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسیٰ کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔ حضرت موسیٰ کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ کچھ دخل نہ تھا۔ اسی وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا ...... حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کی امت اولیاء اللہ کے وجود سے عموماً محروم رہی تھی۔ اور کوئی شاذ ونادر ان میں ہوا تو وہ حکم معدوم کا رکھتا ہے"

الغرض حضرت صاحب کا اپنے آپ کو صرف نبی کہنا جائز نہ ٹھیرانا بلکہ امتی اور نبی کے الفاظ کو نبوت تامہ کاملہ کے بالمقابل بیان ... پھر پہلے کسی ایسے نبی کی کوئی نظیر موجود نہ ہونا جو امتی ہو کر نبی بنا ہو یا مجرد لفظ نبی اس پر بولنا جائز نہ ہو اور امتی اور نبی کے الفاظ اجتماعی حالت میں اس پر بولے جانے ضروری ہوں اور پھر خود حضرت صاحب کا ان پہلے نبیوں کے متعلق یہ کہنا کہ براہ راست خدا تعالیٰ نے اپر تجلی فرمائی تھی اور ان کو خدا تعالیٰ نے الگ الگ کتابیں دی تھیں اور انکو ہدایت تھی کہ ان پر عمل کریں۔ اور کرادیں جیسا کہ قرآن شریف اسپر گواہ ہے۔ (براہین حصہ پنجم) یہ اس بات کی صاف اور کھلی شہادتیں ہیں کہ حضرت اقدس کے مندرجہ بالا الفاظ کا جن سے نبی کا صاحب شریعت اور براہ راست ہونا شرط نہیں سمجھا جاتا۔ مطلب کچھ اور ہے۔ ورنہ یہ مطلب اور مفہوم حضرت صاحب کی تمام تحریرات اور عقل ونقل کے صریحاً خلاف ہے۔

بفرض محال اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ حضرت اقدس کے ان الفاظ کا مطلب وہی ہے جو ہمارے محمودی دوست بیان کرتے ہیں تو بھی حضرت اقدس کے اپنے بیان کردہ اصول کے مطابق کہ

"جو قلیل ہے بہرحال کثیر کے تابع کرنا پڑتا ہے"

ہم اسے باقی اگلی پچھلی تحریرات کے ماتحت کرینگے اور اس کے وہی معنی کرینگے جو آپ کی دیگر تحریرات کے مخالف نہ ہوں۔ اور ان سے کوئی فساد لازم نہ آئے۔ چنانچہ جب ہم براہین احمدیہ حصہ پنجم کی اس پیش کردہ عبارت پر غور کرتے ہیں اور اسے حضرت مسیح موعود کے دیگر ارشادات کے مطابق اور ماتحت کرکے دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف پتہ لگتا ہے کہ یہاں جو آپ نے یہ بیان فرمایا کہ نبی کے حقیقی معنوں پر غور نہیں کی گئی نبی کے معنی صرف یہ ہیں کہ خدا سے بذریعہ وحی خبر پانیوالا ہو۔ اور شرف مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف ہو۔ تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ آپ نے یہاں نبوت کے حقیقی یعنی اصطلاحی معنوں کو بیان فرمایا۔ "حقیقی معنوں" سے مراد اصطلاحی معنی لینا یہ کچھ محمودی دماغ کے اندر ہی سما سکتا ہے۔ کوئی عقلمند آدمی تو اسے قبول نہیں کر سکتا۔ آخر قرینہ بھی کوئی چیز ہوتا ہے صرف حقیقی کو اصطلاحی کے مترادف سمجھ لینا جائز نہیں۔ جبکہ ساتھ اس کے جو معنی بیان کئے گئے ہیں وہ اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہیں۔ سینکڑوں جگہ پر حضرت اقدس نے انہی معنوں کو لغوی قرار دیا ہے نہ کہ اصطلاحی تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ یہاں صرف حقیقی کے لفظ کی بنا پر ہم انہی لغوی معنوں کو اصطلاحی معنی قرار دے لیں حالانکہ ان کا اصطلاح اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسری جگہ حضرت اقدس صاف لفظوں میں یہ بیان فرماتے ہیں کہ:-

"جو غیب کی خبر خدا سے پاکر دیوے اسکو عربی میں نبی کہتے ہیں۔ اصطلاح اسلامی کے معنی الگ ہیں اس جگہ محض لغوی معنی مراد ہیں۔ اربعین نمبر ۲ صـ۱۸

اور پھر خط مندرجہ الحکم مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۸۹۹ء میں کھلے طور پر فرماتے ہیں کہ:-

"اسلام کی اصطلاح میں نبی اور رسول کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ کامل شریعت لاتے ہیں۔ یا بعض احکام شریعت سابقہ کو منسوخ کرتے ہیں یا نبی سابق کی امت نہیں کہلاتے۔ اور براہ راست بغیر استفادہ کسی نبی کے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتے ہیں"

تو پھر یہ کیسے مان لیا جائے کہ یہاں نبی کے "حقیقی معنی" سے مراد اصطلاحی معنی ہیں۔ حالانکہ معنی جو بیان کئے گئے ہیں وہ لغوی ہیں نہ اصطلاحی تو بات صاف ہے "نبی کے حقیقی معنی" سے مراد نبی کے وہ حقیقی معنی ہیں جو ازروئے اشتقاق لغت جائز ہو سکتے ہیں اصطلاحی معنی یہاں مراد نہیں اور نہ حضرت صاحب نے اصطلاحی معنی بیان ہی فرمائے ہیں۔ اور یہ کہنا کہ لغوی اور اصطلاحی معنی ایک ہی ہوا کرتے ہیں یہ پرلے درجہ کی حماقت ہے۔ اصطلاح تو کہتے ہی اس کو ہیں جو لغوی معنوں کے علاوہ کسی اور مطلب ومفہوم کی وضاحت کے لئے تجویز کی جائے۔ اگر اصطلاح بھی لغت کو کہتے ہیں تو اس سے ایک تو تمام دنیا کے محاورات واصطلاحات سے امن اٹھ جاتا ہے اور دوسرے لکل ان یصطلح ایک باطل امر ہو جاتا ہے۔ پھر ہم کیونکر سمجھ سکتے ہیں کہ صلوٰۃ جس کے لغوی معنی محض دعا کے ہیں اصطلاح اسلامی میں ایک خاص حالت وہیئت کذائی کا نام ہے۔ اور کسی شخص کے اس ہیئت کذائی کو اختیار کئے بغیر محض دل ہی میں دعا کر لینے سے صلوٰۃ کا مفہوم ادا نہیں ہو جاتا۔ حیرانی کی بات ہے کہ میاں صاحب اور ان کے مرید محض اپنے باطل خیالات کی تقلید میں دنیا جہان کے علوم پر پانی پھیر دینا چاہتے ہیں بھلا کون عقلمند اس بات کو مان سکتا ہے کہ لغوی اور اصطلاحی معنی ایک ہوا کرتے ہیں۔

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب پر ایک افترا اور اسکی تردید

۲۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں پہلے صفحہ پر اخبار احمدیہ کی ذیل میں کسی شخص کبیر الدین کی طرف سے ہمارے مکرم دوست جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب اسسٹنٹ سرجن لکھنو کے اوپر یہ افترا کیا گیا تھا کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ

"مولوی محمد علی صاحب حق پر نہیں۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ جماعت نہ بنا سکے۔ اور اسی باعث فیل ہوئے۔ میرا دل مولوی صاحب سے ہٹا ہوا ہے"۔

اصل تو یہ بات ہی ایسی ہے۔ کہ جو کسی عقلمند انسان کے مُنہ سے نکلی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ چہ جائیکہ ڈاکٹر محمد عمر صاحب جیسا نیک انسان ایسی غیر معقول باتیں کہا کرے۔ اور اسی لئے ہم نے اسیوقت سمجھ لیا تھا۔ کہ یہ یونہی آپ پر افترا کیا گیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے آپ النبوۃ فی الاسلام کو پڑھکر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر چکے ہیں۔ پس کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ ایسے غیر معقول الفاظ آپ کے مُنہ سے نکلیں۔

الحمد للہ کہ ہمارے اس خیال کی تصدیق بھی اب ڈاکٹر صاحب کے اپنے کارڈ سے ہوگئی ہے۔ جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"ایڈیٹر صاحب پیغام صلح۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کل پادری جوالا سنگھ عاجز سے ملنے آئے۔ انہوں نے میاں عثمان کو بلوایا۔ وہ الفضل کے پرچے لائے۔ اور یا تو عمداً چھوڑ گئے یا بھول گئے۔ آج سنیچر کے روز ۲۵ اکتوبر کو میں ہسپتال سے واپس آیا۔ تو شغل بیکاری کے طور پر پڑھنے لگا تو الفضل مورخہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء میری نظر پڑا۔ اُس میں کبیر الدین کی طرف سے ایک نوٹ ہے۔ جو میرے اوپر ایک افترا ہے۔ اب اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ کہ یہ افترا کس نیت سے کیا گیا ہے آپ اس کا اعلان کریں"۔

دو اور نومسلم

ووکنگ سے دو اور انگریز خواتین کے مسلمان ہونے کی خبر آئی ہے اُن میں سے ایک کا اعلان تو برٹش ویسٹ افریقہ کے علاقہ نو بیو واقعہ سیرا لیون سے آیا ہے۔ اصلی نام سارا ہملٹن تھا اسلامی نام اُس نے خود ہی رحمت اختیار کیا ہے دوسری خاتون کا نام مارگریٹ این ہے۔ اور میچلا سے سٹاک فیلڈ جو دریائے ٹائین پر واقع ہے۔ کی رہنے والی ہیں اسلامی نام کا چٹھی میں ذکر نہیں کہ کیا رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان ہر دو خواتین کو استقامت بخشے۔ اور خدمات دینیہ کی توفیق عنائت فرمائے۔ آمین۔

مذہب اور موجودہ تہذیب

کے عنوان سے کسی دوسری جگہ اخبار ہندوستان سے ایک دلچسپ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ جس میں اس موضوع پر موجودہ مخالف و متضاد خیالات کو پیش کرنے کے بعد آخر میں بتایا گیا ہے کہ مذہب تہذیب کے مخالف نہیں۔ بلکہ موافق ہے۔ درحقیقت بات بھی یہی صحیح ہے کیونکہ خداوند عالم نے جب انسان کی جسمانی و روحانی پرورش کو خود اپنے ہی ذمہ لیا ہے۔ تو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ ان ہر دو امور میں دو مختلف راہوں پر ہمیں لیجانا چاہے۔ کوئی سچا مذہب جو خدا تعالےٰ کیطرف سے ہو یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ وہ انسان کو اس دنیا و مافیہا کے ترک کر دینے پر مجبور کرے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا اسے اس دنیا میں بھیجنا صریحاً اس بات پر دال ہے کہ اسکی منشا ہے کہ وہ دنیا میں رہے اور یہاں کی چیزوں سے متمتع ہو۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ مذہب کی سب سے بڑی علت غائی یہی ہونی چاہئے۔ اور وہ ہے کہ وہ انسان کو ایک طرف اس نظام کائنات پر غور کرنے اور یہاں کی ہر ایک چیز پر حکمرانی کرنیکے قابل بنائے اور دوسری طرف اس مسبب الاسباب اور خالق حقیقی کیساتھ اُسکا رشتہ عبودیت جوڑ دے۔ اسلام نے اسی بات کو اپنے مدنظر رکھا ہے۔ اور کھلے طور پر مادی علوم کی ترغیب اور اس نظام کائنات کیطرف توجہ دلا کر اس رب العالمین کو پہچاننے کی راہ بتائی ہے۔ کیا کوئی صاحبدل انسان اس پر غور کرکے دنیا و عاقبت میں اوج کمال پر پہنچنے میں کوشاں ہوگا؟

الضحےٰ اس نام کا ایک رسالہ مولینا مولوی مرزا اندر علی صاحب شیا وری نے مولوی احمد علی صاحب لسری کے رسالہ الھدی کی جواب میں لکھا ہے جسمیں براہین قاطعہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ انبیاء ورثہ نہیں چھوڑتے اور حدیث نحن معاشر الانبیاء پر ایک فیصلہ کن بحث کی ہے شیعہ صاحبان جو صحابہ ثلاثہ اور خاصکر امام الاتقیاء حضرت صدیق اکبر پر باغ فدک کے سلسلہ میں طاعن کرتے رہتے ہیں انکے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیئے ہیں نیز ہمارے غلطی خوردہ بھائی جو حضرت مسیح موعودؑ کو نبی کامل مانتے ہیں وہ بھی اس رسالہ سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں کیونکہ اس حدیث کی رو سے یا تو حضرت مرزا صاحب نبی نہیں اور یا میاں محمود احمد صاحب غاصب ہیں جن لوگوں کو شیعہ صاحبان سے بات

مراسلات

غیر احمدی امام کے پیچھے نماز کا سوال

ذیل میں ہم حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے ملفوظات میں سے اس مہتم بالشان مسئلہ کے متعلق جو غیر احمدی امام کے پیچھے احمدی کی نماز کے بارہ میں اس وقت عام طور پر زیر بحث ہے۔ آپ کے [illegible] ادلہ صحیحہ کے ساتھ آپ نے پیش کئے ہیں۔ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ یہ خط ایک شخص عبد العزیز صاحب احمدی کے سوال کے جواب میں حضرت مولینا موصوف کیطرف سے آپ کے فرزند عزیز سید محمد یعقوب صاحب نے لکھا ہے۔ ہم اُسے بغیر کسی قسم کے حاشیہ کے ہدیہ ناظرین کئے دیتے ہیں۔ امید کہ یہ احباب کی خاص دلچسپی اور فائدہ کا موجب ہوگا۔ (ایڈیٹر)

محب مکرم جناب عبد العزیز صاحب احمدی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے سوال کا جواب حسب ذیل ہے۔ اے پیارے دوست میں نے اس مسئلہ کو حضرت والد صاحب قبلہ کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں بہت کچھ بحثیں اور مناظرات واقع ہوئے ہیں۔ اور حضرت اقدس کی تقریر اور تحریر و عمل میں بھی بظاہر کسیقدر تدارس پایا جاتا ہے۔ اس لئے میں نے ابھی تک اس مسئلہ میں کوئی تحریر نہیں کی۔ اور خاموشی اختیار کی ہے۔ ہاں حضرت اقدس کی حیات میں مولوی نور [illegible] مرحوم کے روبرو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم سے گفتگو ہوئی تھی اور حضرت اقدس نے اس وجہ سے کہ میری طرف سے مولوی عبد الکریم صاحب پر بہت تشدد واقع ہوا تھا۔ صلح کرادی تھی۔ مگر آپ نے جو اصرار سے دریافت کیا ہے۔ میں اپنی طرف سے رفع فیصلہ کرتا ہوں۔ خواہ کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ واضح ہو کہ حدیث کے لفظ تو یہ ہیں۔ والصلوٰۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان او فاجراً وان عمل الکبائر (نماز باجماعت) والصلوٰۃ واجبۃ علی کل مسلم براً کان او فاجراً وان عمل الکبائر۔ (نماز جنازہ) — روایۃ ابو داؤد۔ مشکوٰۃ شریف۔

اور حضرت کے [illegible] تبت یدا ابی لھب وتب۔ [illegible] تو ظاہر ہے۔ کہ حضرت نے اس جگہ اس الہام سے استنباط فرمایا ہے۔ کہ مکفرین اور مکذبین ہلاک شدہ قوم ہے۔ پس وہ اس لائق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص اُن کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مُردے کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ اور اس کے آگے حاشیہ کی تیسری سطر میں متردد کو بھی داخل فرما لیا ہے۔ اور حدیث اماً مکم منکم سے بطور اشارہ کے نہ بطور صراحت کے اس مسئلہ حرمت نماز خلف متردد کو ثابت فرمایا ہے اور یہ استنباط آپ کا [illegible] بہت صحیح ہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کے متقربین ایسی ہرگز [illegible] فرمائے کہ اُن کی جماعت میں سے کوئی شخص ناقص درجہ پر رہے۔ اُن کی خواہش تو یہی ہوتی ہے کہ ہر فرد جماعت کا ایک اعلیٰ درجہ حاصل کرے۔ اور متقی بنے وہ کب چاہتے ہیں کہ کوئی تقوے کی راہ اختیار نہ کرے وغیرہ وغیرہ [illegible] تقوے تو اسی میں ہے کہ نماز جو سب سے بڑھ کر [illegible] ایک فرض ہے۔ اور جس سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ واسجد واقترب اسکو ناقص کیوں رکھا جاوے۔ پس تقوے تو وہی ہے جو حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا اور احمدی ہوتا [illegible] ایسے شخص کا ناقص ہوگا۔ لیکن حضرت [illegible] خاتم النبیین نے اپنی امت پر رحم فرما کر جواز [illegible] دیدیا ہے۔ کما سیاتی۔ اس لئے میرے نزدیک جو درجہ متقین پر پہنچنا چاہتے ہیں اُن کو حضرت اقدس کی تعمیل و بجا آوری ضروری ہوگی۔ لیکن اس لئے کہ حضرت نبی کریم کو علم دیا گیا تھا کہ میری امت میں خلفاء بد حدت کہ فاسق فاجر بھی ہونگے۔ اور نماز کے وہی امام بنیں گے اُن کے پیچھے جو لوگ نماز نہ پڑھینگے۔ وہ باغی کہلا دیں گے۔ اور بڑے [illegible] موجب [illegible] امت کے لئے موجب [illegible] اس لئے رحمۃ للامۃ [illegible] نے فتوے جواز

کا دے دیا۔ جیسا کہ حضرت امام حسینؑ کے وقت میں واقع ہوئیں اب بھی اگر کسی بڑے فساد کا احتمال ہو تو وہی فتوےٰ ہے۔ جو نبی کریم صلعم نے دیا ہے۔ اور چونکہ اب زمانہ آزادی کا ہے اس لئے تقوے وہی ہے۔ جو حضرت مسیح موعودؑ نے کہا ہے۔ اور اپنے اپنے وقت میں دونوں درست ہیں۔ اس تقریر سے ظاہر ہوگیا۔ کہ جو کسی قدر تعارض حضرت مسیح موعودؑ کے تقاریر مختلفہ میں بظاہر پایا جاتا ہے۔ وہ بھی فی الحقیقت تعارض نہیں ہے۔ اپنے اپنے وقت میں تقوے بھی صحیح ہے۔ اور فتوے بھی درست ہے یہ جھگڑا از یقین میں لشدد سے واقع ہو رہا ہے۔ اس شعر کا مصداق ہے

جنگ ہفتاد و دو ملت ہمہ را عذر بنہ
چوں ندید ند حقیقت در افسانہ زدند

والسلام ۔ سید محمد یعقوب بحکم حضرت قبلہ و کعبہ مولوی محمد احسن صاحب

منقولات

مذہب اور موجودہ تہذیب

کیا تہذیب مذہب کی دشمن ہے؟

مذہب اور تہذیب کے باہمی تعلق کے متعلق چار قسم کے خیالات رائج ہیں۔ بعض کی رائے میں مذہب اور تہذیب دونوں ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔ پس تہذیب کو خیرباد کہنا چاہئے۔ اکثر کی رائے میں مذہب کی پرستش کا زمانہ گزر گیا ہے۔ اب ہمیں تہذیب کا دلدادہ ہونا چاہئے۔ تیسرا گروہ اُن لوگوں کا ہے۔ جو مذہب اور تہذیب دونوں کو انسانی بہبودی کے لئے بہتر خیال کرتے ہیں۔ لیکن انہیں ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہیں۔

مذہب اور تہذیب کے متعلق چوتھا خیال یہ ہے۔ کہ مذہب اور تہذیب دونوں کو یکجا کرکے انسانی ترقی اور ارتقا میں کوشاں ہونا چاہئے۔ اب ہم ان اختلافات چہارگانہ پر فرداً فرداً بحث کرتے ہیں

کیا تہذیب بداخلاقی کا موجب ہے؟

پہلا فریق ماضی یا مستقبل کو نہایت شاندار پیرایہ میں پیش کرتے ہوئے موجودہ زمانہ اور موجودہ تہذیب کو مخرب اخلاق اور دشمن ایمان بتاتا ہے۔ اس گروہ کا خیال ہے۔ کہ بنی نوع انسان کا سب سے شاندار زمانہ وہ تھا۔ جب لوگوں کی تمام طاقتیں مذہبی کاموں میں لگی ہوئی تھیں۔ جو چیز مذہب سے الگ تھی اُس کا انکے خیالات میں دخل تک نہ تھا۔ ان پرستاران مذہب کی رائے کے مطابق موجودہ تہذیب تو حضرت انسان کی تباہی کا باعث ہوگی۔ کیونکہ جہاں تہذیب ہے۔ وہاں سے مذہب کوسوں دور بھاگتا ہے۔ تہذیب انسان کو مادیت کی طرف لیجاتی ہے اور اسے مسرت و راحت کے جذبات و احساسات کا غلام بناکر رحم و انصاف۔ خدا اور مذہب۔ صداقت اور سادگی سے دُور لیجاتی ہے۔ شراب نوشی۔ بدمعاشی۔ بددیانتی۔ مقدمہ بازی۔ جرائم پیشگی۔ خود غرضی۔ افلاس۔ قحط۔ پلیگ تہذیب کا لازمی نتیجہ ہیں۔ پس یہ لوگ زمانہ موجودہ کو کلجگ یا عہد تاریک کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ قیامت آنیوالی ہے۔

مذہب سے بیزاری

دوسرا گروہ مذہب سے بیزار ہے اور تہذیب ہی کو انسانی نجات اور خوشحالی کا سرچشمہ خیال کرتا ہے۔ تہذیب کی ترقی کا مطلب انسانی خوشی اور شخصی آزادی ہے۔ تہذیب ہی سے ہمارا احاطۂ علم وسیع ہوتا ہے اور ہمیں قدرت کی طاقتوں پر حکومت حاصل ہوتی ہے۔ ریلیں۔ موٹریں۔ تار۔ ٹیلیفون۔ ڈاکخانہ۔ بجلی۔ بحری اور ہوائی جہاز موجودہ تہذیب کے ادنےٰ کرشمے ہیں۔ جنہیں زمانہ آئندہ بالکل ماند کر دیگا۔ موجودہ تہذیب کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ پہاڑ اور سمندر۔ ہوا اور بادل۔ زمین انسان کی غلامی میں آگئے ہیں۔ اور انسان صحیح معنوں میں اشرف المخلوقات کے لقب کا مستحق بنجاتا ہے۔ برخلاف اس کے مذہب انسان کو توہم پرست بزدل اور کمزور بنا دیتا ہے۔ اخلاق مذہب کی جگہ سنبھال سکتا ہے۔ گرجوں مسجدوں مندروں کی نسبت سوسائیٹی اخلاق کو قائم رکھنے کا سب سے بہتر ذریعہ ہے

تیسرا گروہ

اُن لوگوں کا ہے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا دونوں رائیں صحیح ہیں۔ اور مذہب و تہذیب کا میل نہیں ہوسکتا۔ ایک کا مدار ہماری خواہشات اور جذبات پر ہے۔ اور دوسرا اُن سے بالکل بالاتر ہے ہماری موجودہ زندگی مادی حالات اور قوانین قدرت پر منحصر ہے۔ جنکو سمجھنے کیلئے سائنس کا مطالعہ ضروری ہے۔ تاکہ ہم اپنے تمدن کو بہتر

کو رہبر بنا سکیں۔ انسان ایک روحانی ہستی بھی ہے اور اس کی زندگی کے اس حصہ کے لئے مذہب کی ضرورت ہے پس انسان مادی اور روحانی دونوں طاقتوں کے ماتحت ہے خدا اور سائنس مذہب اور تہذیب دونوں کی غلامی اسکے لئے لازمی ہے دنیاوی تہذیب میں انسان کو سائنس کی مدد لینی چاہئے۔ اور اپنی زندگی کے روحانی پہلو میں مذہب کو رہبر بنانا چاہئے۔ مذہب اور تہذیب کی وابستگی ناممکن ہے اور روح اور مادہ ایک نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہمیں دونوں سے کام لینا چاہئے۔ اور دونوں کی قدر کرنی چاہئے چوتھا خیال یہ ہے کہ

مذہب اور تہذیب ایک ہیں

اگر مذہب اور تہذیب کا صحیح مفہوم دیکھا جائے۔ تو ان کی ابتدا اور مدعا ایک ہی ہے۔ دونوں کی ابتدا موجودہ حالت سے ناخوشی اور اُن کے نقائص اور غیر تسلی بخش صورت کے علم سے ہوتی ہے۔ اور دونوں کا مدعا انسانی بندشوں کو توڑ کر اُسے آزاد کرنا ہے۔ مذہب اور تہذیب دونوں کی نکتہ چینی جائز اور واجب ہے۔ اور اُن کے ظاہری اختلاف کی وجہ اُنکی بگڑی ہوئی حالت ہے۔ حقیقی تہذیب اور سچا دھرم ایک دوسرے کے متضاد نہیں۔ موجودہ زمانہ میں مذہب کی کمزوری کی وجہ سائینٹفک ترقی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا ذمہ وار خود مذہب ہے۔ تہذیب کبھی بالکل مادی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ علوم و فنون۔ نقاشی۔ سائنس لٹریچر۔ فلسفہ وغیرہ کی تہ میں ہمیشہ روحانی حسیں کام کرتی ہیں۔ سوشیل۔ پولیٹیکل اور سیاسی ترقی کا انحصار بالکل مادیت پر نہیں ہو سکتا۔ روح مادہ سے جدا نہیں۔ ہر خیال کسی چیز کا خیال ہوتا ہے۔ لیکن جب مذہب دنیا سے بالکل قطع تعلق کر دیتا ہے اور اپنی تمام توجہ موت کے بعد کے معاملات پر صرف کرتا ہے تو انسانوں کے دلوں پر سے اُس کا قبضہ اُٹھ جاتا ہے اور انسان مادیت کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب لذات نفسانی اور شکم پُری ہمارا نصب العین بن جاتا ہے تو تہذیب اُس درجہ پر پہنچ جاتی ہے۔ جہاں اس کے اثرات نہایت مضر صورت اختیار کر لیتے ہیں اور بجائے خوشی اور آسائش کا سامان بہم پہنچانے کے انسان کو ترقی معکوس کی طرف لے جاتی ہے۔ (ہندوستان لاہور)

اسلامی فلسفہ

وزن

(از افادات جناب مولینا سید حمید صاحب الملقب بہ علامہ ہندی)

قوت کشش کو بعض مقدار مادہ سے تعلق ہے۔ اگر کسی جسم کی مقدار مادہ چند گنی سے گنی کر دی جائے۔ تو اُس میں قوت کشش بھی اُسی قدر زیادہ ہوگی۔ کرہ آفتاب کرۂ زمین سے تین لاکھ تین ہزار گنا ہے۔ وزنا یعنی وہ مقدار مادہ جس کا وزن کرہ زمین پر ایک من ہے اگر اُسی مقدار مادہ کو سطح آفتاب پر وزن کرنا ممکن ہو۔ تو اس کا وزن ۲۸ من سے زائد ہوگا۔ کیونکہ آفتاب میں مطابق اپنی جسامت کے قوت جاذبہ زیادہ ہے۔ اور چونکہ وزن محض نتیجا ذب طبعی کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر ایک شے کا وزن کرہ آفتاب و مشتری وغیرہ پر جو زمین سے بڑے ہیں اتنا ہی زیادہ ہوگا جتنی اُن کی قوت جاذبہ زیادہ ہے۔ اسی طرح اگر کرۂ ماہتاب پر اُسی مقدار مادہ کو جس کا وزن زمین پر ایک من ہے وزن کریں تو وہ ساڑھے سات سیر سے بھی کم ہوگا کیونکہ مادہ ماہتاب کرۂ زمین کے ۱/۸۰ سے مقدار میں بہت کم ہے۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ اگر کسی جسم کی (خواہ وہ اندر سے خالی ہو یا ٹھوس) قوت کشش معلوم ہو تو ہم اُس کی مقدار مادہ کا بآسانی حساب کر سکتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ اُس جسم کا بُعد بھی معلوم ہو کیونکہ دو جسموں میں جتنا فاصلہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی اُن میں باہم کشش کا اثر بھی ایک دوسرے پر کم ہوتا ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر فاصلہ مرکزی دو چند ہو جائے تو قوت کشش کا اثر بہ نسبت پہلے کے صرف چوتھائی پڑیگا۔ اگر بعد کو پانچ گنا زیادہ کریں تو کشش صرف ۱/۲۵ حصہ رہ جائے گی۔

مختصر یہ کہ جس قوت سے دو مادی چیزیں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ وہ قوت اُن کی مقدار مادہ سے صریحاً اور اُنکے فاصلہ مرکزی سے عکساً متناسب ہوتی ہے۔

اسی اصول پر سائنس نے اپنے قاعدہ و آلات رصدیہ کی امداد سے تخمیناً و قیاساً اجرام فلکی اور ہوا وغیرہ کے اوزان بتائے ہیں۔

چنانچہ وزن کرۂ سیارہ کا (۶۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ۱۱۵۲۲۲۱۱۴۹۴۲۰۱۸۲۳۰۰۹) ہے۔ اور ہوا جو اُس کو گھیرے ہوئے ہے اس کا وزن (۱۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ ۴۳۰۶) سیر ہے۔ یہ بوجھ جسم انسانی پر اس وجہ سے نہیں معلوم نہیں ہوتا ہے کہ انسان اُسکے کرہ میں داخل ہے اور اتصال ہوا کے اجزاء کو ہی یعنی بوجھ ہوا کے ہر جزو کا دوسرے جزو پر بٹا ہوا ہے (مثال) پانی میں مچھلی کروڑوں من بوجھ میں دبی ہوتی ہے لیکن نہیں معلوم ہوتا۔

چاند کا وزن کثافت مادہ ماہتاب کثافت مادہ زمین سے کم ہے۔ اگر کثافت مادہ زمین ایک درجہ ہے تو کثافت مادہ ماہتاب ۲/۳ ہے اس بنا پر مادہ ماہتاب بہ نسبت مادہ زمین کے ۱/۸ ہے اور اگر کثافت پانی کی ایک درجہ ہے۔ تو کثافت زمین ۱/۲ ۵ ساڑھے پانچ درجہ پانی سے زیادہ ثقیل ہے۔ اور کثافت آفتاب ۱/۲ ۳ ساڑھے تین درجہ پانی سے زائد ہوگی۔

عطارد کی مقدار مادہ ۱/۱۲ مقدار مادہ زمین سے زائد ہے۔

مشتری کی مقدار مادہ ۳۰۰ درجہ زائد مادۂ زمین سے ہے۔ پس اگر کثافت ایک درجہ فرض کرو تو کثافت مشتری ۱/۴ ہوگی اور مادہ مشتری کو مادۂ آفتاب سے وہ نسبت ہوگی جو (۱) کو (۱۰۴۹) سے تخمیناً ہوتی ہے۔

زحل کی مقدار مادہ نصف مقدار مادۂ مشتری کے ہے۔

یورینس کی مقدار مادہ ۲۳ درجہ ہے کثافت زمین سے یعنے اس کا مقدار مادہ مشتری کے مقدار مادہ سے تھوڑا کم ہے۔

نیپچون کی مقدار مادہ قریب قریب یورینس کے مقدار مادہ کے ہے۔ وزن آفتاب کا (۳۲۹۴۷۶ ۳۰) حصہ زائد ہے زمین سے۔

یہ سب باتیں قیاسی اور تخمینی ہیں لیکن ان قواعد کے مرتب ہونے سے تیرہ سو سال پیشتر اسلامی فلسفہ میں بتایا جا چکا ہے۔

(۱) ومن کل شیٔ موزون ہر شے وزن دار ہے۔

(۲) امام زین العابدینؑ نے اپنی ایک دعا میں فرمایا ہے کہ اے خدا تو لائق تسبیح ہے۔ اس لئے کہ جانتا ہے۔ وزن آسمانوں کا۔ لائق تسبیح ہے اے خدا تو جانتا ہے وزن زمینوں کا۔ سزاوار تسبیح ہے تو اے خدا تو جانتا ہے وزن چاند اور سورج کا۔ تو ہی لائق تسبیح ہے کیونکہ جانتا ہے وزن ظلمت و نور کا۔ تو لائق تسبیح ہے کہ جانتا ہے وزن سایہ اور ہوا کا۔ تو لائق تسبیح ہے اے خدا کہ جانتا ہے وزن آندھی کا کہ اُس میں ذرہ (مقدار مادہ) ہیں (از صحیفہ ثانیہ جز عاملی بطرز صحیفہ کاملہ سلالمۃ اللہ)

خدا سب کی مقدار مادہ کثافت و لطافت مادہ قوت جذب و کشش کا جاننے والا ہے۔ اور اُنہیں اپنے ملہم بندوں انبیاء و اوصیاء کو مطلع کر دیا تھا۔ جنھوں نے بذریعہ الہام تیرہ سو سال آج سے پیشتر ہمکو اس اجمالی بیان میں خبر دی تھی۔ جس وقت تمام حکمائے یونان اُنکے ارشادات کی سخت تردید پر تلے ہوئے تھے۔ اور فلکیات و عنصر کے کروں کے وزن سے مخالف تھے اسلئے کہ اُنکے نزدیک وزن میل مستقیم ہے اور فلکیات کے لئے میل مستقیم نہیں ہے۔ لہٰذا وزن بھی ندارد۔ اسی طرح سے کرات عنصریہ میں اس وجہ سے وزن کے منکر تھے۔ کہ وزن نام ہے میل مستقیم کا اپنے مرکز کی طرف اور عناصر اربعہ کو وہ بسیط سمجھتے تھے اور ہر کرہ خود مرکز ہے اپنے اجزاء کا لہٰذا کرہ کو کسی طرف میلان نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ہر کرہ خود مرکز ہے اس خیال کی تردید تیرہ سو سال پیشتر فلسفہ اسلامی نے کی اور اب سائنس اُس کی سچائی کا سچا کلمہ پڑھ رہی ہے۔ خوب سمجھ لو جس قدر فلسفہ کی ترقی ہوگی حقانیت اسلام کی روز بروز اپنا جلوہ دکھائیگی۔ (روزنامہ ہمدم لکھنؤ)

تازہ خبریں

رزمگاہ بلقان: - لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ سالونیکا۔ فرانسیسی مراسلت مظہر ہے کہ سروی سپاہ نے فرانسیسی توپخانہ کی مدد سے ایک شدید معرکہ آرائی میں شمال دولی وتزی کی جانب بعض فوائد حاصل کئے۔ لڑائی طرفین کی طرف سے سخت شدید ہو رہی ہے۔ ہمارے بیڑہ اور علاقہ سرنا میں توپخانہ کی شدید جھڑپ ہوئی۔ ایک جرمن ہوائی جہاز کو ہماری صفوف میں نیچے گرا دیا گیا۔

لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ سالونیکا کی برطانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے شمال مشرق تکوکو کی جانب کرہتی ڈیلیس پر غنیم کے ایک قیام پر حملہ کیا۔ اور ترکوں اور بلغاریوں کو شدید نقصان پہنچایا جبہل وہ دین کے شمال میں غنیم کے ہوائی جہازوں کو نیچے گرا دیا گیا۔ جہاں سے ہوائی جہازوں نے دبار حصار کے مغرب میں ٹرانسپورٹ توپخانہ پر کامیابی کے ساتھ بم کے گولے پھینکے۔

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ ایک رومانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ وادی جیول میں ہم تعاقب کر رہے ہیں اور ہم نے کلدار توپیں اور ۳۱۴ قیدی گرفتار کئے ہیں۔ ہمیل اندرون سرحد ملیہ میں درہ پریڈل کے قریب شمال ازوگا کی جانب غنیم کے دو حملوں کو لیپا کیا۔ اور علاقہ دوبروسلاول میں ہمارے میسرو نے خفیف سی پیشقدمی کی۔ دیگر حصص محاذ پر کوئی اہم واقعہ رونما نہیں ہوا۔

لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ وائنا۔ ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ رومانویوں نے آسٹروی سپاہ کو درہ لزروک کے جنوب مغرب میں چند میلوں تک پیچھے ہٹا دیا ہے۔

امریکن اہل جہاز کی غرقابی۔ لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ نیویارک۔ سیٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ گلاسگو کمپنی کا جہاز مارینا تامی جس پر کہ برطانوی اور امریکن اہل جہاز تھے۔ توپوں کی آتشباری کے ساتھ بدون اطلاع غرق کر دیا گیا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اہل جہاز بچا لئے گئے۔

لنڈن ۳۰ اکتوبر۔ نیو پورٹ نیوز جہاز مارینا پر ۵۰ امریکن باشندے سوار تھے۔ قونصل امریکہ مقیم کوئین کون کو جرمن مواعید کی خلاف ورزی کی تحقیقات کے لئے ہدایات دی گئی ہیں۔

لنڈن ۳۱ اکتوبر۔ کپتان اور ۵۰ اہل جہاز غرق ہو گئے ہیں۔ چالیس پس ماندگان خشکی پر اتار دیئے گئے۔

انجمن اشاعت اسلام گجرات کا ماہواری رسالہ الفلاح

معزز ناظرین کرام کو معلوم ہے کہ موجودہ زمانہ میں اشاعت کا ذریعہ سب اول قلم ہے۔ قولہ تعالیٰ الذی علم بالقلم (العلق) اس لئے انجمن اشاعت اسلام کے ممبران نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ اشاعت اسلام کے ممبران نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ چونکہ اشاعت اسلام کے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور حقائق و معارف اسلامیہ کی اشاعت کے لئے بہترین ذریعہ اجرائے ماہواری رسالہ ہے۔ اس واسطے فی الحال ایک رسالہ موسومہ بہ "الفلاح" پانچسو اور ہزار کے درمیان خریداران کے آرڈر آنے پر جاری ہوگا۔ جو ہمیشہ اپنے مضامین کے ذریعہ عام مسلمانوں میں شوق و ذوق عمل پیدا کرے گا۔ اور اس خوابیدہ قوم کے لئے بیداری کا ایک پیغام ثابت ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

رسالہ الفلاح کے مقاصد عموماً حسب ذیل ہونگے۔

(۱) اصولی۔ یعنی فلسفہ مذہب اسلام اور مسلمانوں کے علمی و عملی کارنامے اور ادبیات اسلامیہ کے لطائف وغیرہ۔ (۲) تاریخ جس کا تعلق زیادہ تر اصلاح معاشرت اسلامیہ سے ہو۔ (۳) ہندی رسومات اور غیر اسلامی مراسم کی اصلاح وغیرہ۔ پس اہل علم ناظرین اور ذی مقدرت احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس کار الٰہی اور ثواب عظیم میں جس پر ساری قوم کی بہبودی کا انحصار ہے انجمن اشاعت اسلام کی امداد کریں۔ اور یہ ماہواری رسالہ الفلاح کی خود خریداری کریں اور اپنے دیگر احباب کو خریدار بنا دیں۔ اور ہمیشہ اس کی سعی میں کوشاں رہیں دراصل یہ اپنی امداد خود کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔ یہ رسالہ الفلاح بہ لحاظ اپنے مضامین کی خوبیوں کے اور واحد ملکیت انجمن ہونے کے اپنی پہلی نظیر ہوگا۔ ہمارے دیگر مذاہب کے احباب ایسے کاموں پر لکھوکھا روپیہ خرچ کر رہے ہیں اور ہم اپنے فرض سے غافل ہیں۔

رسالہ الفلاح کا سالانہ چندہ حسب حیثیت ہوگا۔ (۱) عہ روپیہ (۲) ۵/ (۳) ہے۔ اور لکھائی چھپائی کاغذ اور روشنائی پر اشاعت وغیرہ کا انتظام انجمن نے خاص طور پر کیا ہے۔

رسالہ الفلاح کا نفع و نقصان انجمن اشاعت اسلام کا ہوگا اس کے منافع کسی خاص شخص پر حرام ہوگا۔ سوائے کارکنان ملازمان کے اور یہ پبلک فنڈ ہے اس کا حساب بہ پبلک اکونٹ معرفت سکرٹری انجمن ہذا ڈاکخانہ میں کھولا گیا ہے۔ لہٰذا ترسیل زر عطیات و اطلاع خریداری رسالہ الفلاح کے لئے حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت ہونی چاہئے۔

المشتہر۔ پی قمر الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ریٹائرڈ آنریری جنرل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام دفتر الفلاح گجرات پنجاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۵۰

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کا ایک دلچسپ مکتوب

میاں صاحب کے ایک حواری کے نام

کیا میاں صاحب منافق ہیں؟

قادیان کا نوزائیدہ اخبار فاروق اپنے ۲۴ اگست ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں جو ۴ نومبر ۱۹۱۶ء کو طبع ہو کر آج ہمیں موصول ہوا ہے راوی ہے کہ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی کتاب القول الممجد کا جواب لکھا جا چکا ہے۔ اور عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ اول تو ہم یہ سنکر حیران ہیں کہ اس کتاب کا جواب بجائے اسکے کہ میاں صاحب خود دیتے۔ مولوی سرور شاہ صاحب سے .... لکھوایا گیا ہے۔ تعجب ہے کہ ایکطرف تو دنیا جہان کے "عالموں اور فاضلوں" کے سامنے میاں صاحب اسمہ احمد کے حضرت مسیح موعودؑ پر ہی چسپاں ہونے اور آنحضرت صلعم کا اسم مبارک احمد نہ ہونے پر دلائل دینے کو تیار ہیں۔ اور دوسری طرف خود اپنے ہی سلسلہ کے ایک عظیم الشان انسان کے خلاف کرنے پر خود خاموش ہو بیٹھے ہیں اور اسکی تردید کے لئے ... دوسرے مریدوں کی پناہ تلاش کرتے ہیں۔ لیکن کاش اس سے پہلے میاں صاحب اپنے ان الفاظ پر بھی غور کر لیتے۔ جن میں مولانا موصوف کے خیالات کے حضرت سے توارد ہونے کا ذکر کرتے ہوئے ان سے مطابقت حاصل کرنے پر اظہار مسرت کیا تھا۔ اور صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ

"حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آپکے خیالات اکثر حضرت سے توارد ہوتے ہیں سو آپکے خیالات سے مطابقت حاصل کر کے ایک خوشی ہوتی ہے کہ گویا حضرت صاحب کا خیال بھی یہی ہوگا۔"

آخر اب وہ حضرت کا فرمانا کیا ہوا۔ یا اب میاں صاحب کو حضرت مولوی صاحب کے خیالات سے مطابقت حاصل کرنیکی ضرورت نہیں رہی۔ کیا مسیح موعودؑ بھی تمام عمر غلطی پر رہا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے صحیح عقائد کو نہ سمجھ سکا۔ نہیں بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ آپکو خود بھی سمجھ نہ آئی۔ اور غلط عقیدہ پر ہی قائم رہے۔ آخر کوئی تو وجہ ہونی چاہئے۔ جسکے لئے میاں صاحب نے اب حضرت مولوی صاحب کے عقائد کی مخالفت ضروری سمجھی۔ یا تو کہو کہ مسیح موعودؑ کا فرمانا غلط تھا۔ اور حضرت مولوی صاحب کے عقائد کو وہ سمجھے ہی نہ تھے۔ یا پھر آپ خود تمام عمر غلط عقیدہ پر قائم رہے۔ ورنہ پھر خود میاں صاحب مسیح موعودؑ کے مخالف اور غلط عقیدہ پر ٹھیرتے ہیں۔ شاید اسکے جواب میں یہ کہا جائے کہ حضرت مولوی صاحب نے اب اپنا عقیدہ بدل لیا ہے۔ لیکن یہ تو وہ کہے۔ جو علم و عقل کو صاف جواب دے چکا ہو۔ حضرت مولانا کی تصنیفات جو حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں شائع ہوئیں۔ اور بعض آپکی نظر سے بھی گذر لیا صدہا، انہی عقائد کی مؤید ہیں۔ جنہیں اسوقت آپ نے پیش کیا ہے پھر اگر ان میں کے بیان کردہ خیالات حضرت سے اکثر توارد ہوتے تھے۔ تو اب کیوں نہیں ہوتے۔ میاں صاحب نے تو اسوقت بھی جب حضرت مولانا کھلے طور پر یہ اعلان کر چکے تھے کہ

"میں مرزا صاحب کے ایمان کو نہ ادل کر کر اور اپنے ایمان کو بھی کھو کر کیوں کر ان کی نبوت کو تامہ اور کاملہ مان سکتا ہوں"

یہ جانتے ہوئے کہ آپ القول الممجد کی تصنیف میں مصروف ہیں آپکو کھلے الفاظ میں لکھا۔ کہ

"آپکے اور میرے مقامات (یعنی اختلافات) بالکل تبدیل ہوگئے ہیں کیونکہ ظلی اور بروزی نبوت کے ہم دونوں قائل ہیں۔"

پھر کیوں اب اس ظلی بروزی نبوت کی جس کا ذکر آپ نے القول الممجد میں کیا ہے۔ تردید کے درپے ہیں۔ کیا اب مولانا صاحب نے ظلی اور بروزی نبوت سے انکار کیا ہے یا پہلے تو میاں صاحب نے۔ ہاں ہاں کہ مولانا موصوف اپنے ... بالکل کی تردید سے ... جائیں۔

لیکن جب آپ نے اپنی کتاب میں پوری وضاحت کے ساتھ اس دجل کا پردہ چاک کر دیا۔ تو اب اس کی تردید کی جانے لگی ہے۔ لیکن میاں صاحب یاد رکھیں۔ کہ وہ حضرت مولانا کی تردید پر خواہ کتنا بھی زور لگائیں اس سے زیادہ سے زیادہ اگر کچھ ثابت ہوگا تو یہی کہ میاں صاحب منافق ہیں۔ کیونکہ ایک طرف حضرت مولانا کے ساتھ عقائد میں اپنا اتفاق ظاہر کرتے ہیں۔ اور گھر میں مریدوں کو اسکے خلاف تعلیم دیتے ہیں۔ مرید بھی خدا جانے کیوں اس قدر سرکش ہیں۔ کہ پیر کی ہی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور اسے منافق ہی ثابت کئے بغیر رہ سکتے ہی نہیں۔ حضرت مولانا نے تو پیشتر ہی سے محمودی علما کے متعلق ایک خط میں خوب کھولکر لکھا تھا کہ

"ایسا نہ ہو کہ ان علماء کی تحریرات حضرت فضل عمر کی مخالف ہو جاویں پھر انکو مرزا چکھنا پڑے ...... کیا تم نے حضرت فضل عمر کو جو مثل حضرت عمرؓ کے ایک سیف مسلول ہیں۔ منافق قرار دیا ہے جو مجھکو کچھ تحریر فرماویں اور تم لوگوں کو کچھ تعلیم دیں۔"

لیکن خدا جانے انہوں نے کیوں حضرت مولانا کی اس نصیحت پر عمل نہ کیا اور خود اپنے پیر کو منافق بنانے کے لئے ایک کتاب لکھ ماری۔ بہرحال ہم بغرض اتمام حجت حضرت مولانا کے اس مکتوب کو اب شائع کئے دیتے ہیں۔ جو انہوں نے اکمل کے ایک خط کے جواب میں لکھا۔ اور اسی میں مندرجہ بالا نصیحت محمودی علماء کو کی۔ وھو ھذا:۔

میرے پیارے قدیم کے دوست اکمل وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا خط مسرت نمط ارسال رسالہ سے ڈیڑھ ماہ کے بعد وارد ہوا العود دیکھ کر دردا اول تو مجھکو یہ خوشی ہوئی کہ یہ میرے اس دوست کا خط ہے جس نے میرے ساتھ اقرار اور عہد موثق کیا ہے کہ آپ میرے متبوع ہیں اور میں تابع ہوں کتاب وسنت کے موافق آپ عقیدہ رکھینگے۔ اور وہی حق ہوگا۔ ملاحظہ ہو خط مورخہ ۳ مارچ ۱۹۱۵ء اور یہ اسی اختلاف کے بارہ میں آپ نے مجھکو لکھا تھا۔ اور دوسری خوشی بعد مطالعہ آپ کے خط کے یہ ہوئی۔ کہ اس ڈیڑھ ماہ کی مدت میں میرے پیارے اکمل سے منجملہ پچیس برہانوں کے کسی ایک برہان کی طرف بھی آپ کی نظر غائر نہیں پہنچی۔ جس سے ثابت ہوا کہ ۳ مارچ ۱۹۱۵ء میں جو خطبہ واقع ہوا تھا۔ رسالہ کے پہنچنے کے بعد عقد نکاح بھی واقع ہو گیا کیونکہ عورت کا سکوت دربارہ عقد نکاح حجت شرعی ہے۔ جسکو میں نے پہلے کارڈ میں لکھا تھا۔ اس عقد نکاح کو آپ سرسری امر نہ سمجھیں۔ بلکہ یہ مضمون ایک ٹکڑہ ہے۔ میری اس رویاء صالحہ صادقہ ومسعودہ کا جو مجھکو دربارہ خلیفۃ المسیح ثانی فضل عمر ادام اللہ اقبالہم منجانب اللہ واقع ہوئی ہے۔ جسکے آثار صدق سب پائے جاتے ہیں۔ اور کسی وقت میں انکی خدمت والا میں پیش کرونگا اور اس لئے میں نے آپ کو ایک خط میں یہ شعر لکھا تھا کہ ؎

جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

مرا یاد و ترا خاموش۔ میرے رسالہ کے مضامین اور براہین تو اس قسم کے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذالک لاٰیة لقوم یتفکرون۔ اور آپ کے خط کا مضمون اس مثال کا مصداق ہے۔ کہ کوئی نادان طبیب کہے کہ میاں کیا شہد کی گفتگو کرتے ہو۔ شہد کا قوام تو مثل بچوں کے دستوں کے ہے۔ مکھیوں کی ہگار ہے اور اس میں بو بھی سیک بھی آتی ہے۔ وغیرہ ذالک من الاوصاف۔ اس لئے میں نے اصل رسالہ میں شرائط صحیحہ کے ساتھ جواب رسالہ کو ایسا مشروط کر دیا ہے۔ کہ میں ایسے لغویات کا جواب ہرگز نہ دونگا۔ اور تمام براہین کو ختم کر کر حضرت فضل عمر صاحب کا بھی عقیدہ لکھ دیا ہے۔ فاین المفر کیا آپ حضرت فضل عمر کے عقائد کو بھی رد کر دینگے قرآن مجید چھوڑا۔ احادیث صحاح چھوڑیں۔ تمام علمائے ربانیین کا مذہب چھوڑا۔ حتیٰ کہ حضرت مسیح موعود مہدی معہود کو بھی اہلی کے پتہ پر نعوذ باللہ بٹھا دیا۔ اب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی فضل عمر سے بھی مخالفت کرتے ہو یاد رکھو کہ مطلقہ ہو جاؤ گے آپکے خط کا جواب تو میں بھی دے سکتا تھا کہ اے پیارے نیم حکیم دشمن جان شہد کے اوصاف حمیدہ مطالعہ کر کتب طبیہ مصنفہ اطبائے حذاق کو دیکھ اگر کوئی کتاب بھی نہ ہو تو مخزن الادویہ کو ہی دیکھ لے۔ یعنی حضرت اقدس کی کتاب کو اور اسکے مولوی نور الدین صاحب مرحوم کے مضامین کو۔ ... مجھکو ... سمو ... الخ

خبردار ہے اب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے دوسرے عقلا ئے جماعت بھی دربارہ جواب رسالہ یہی مسلک اختیار فرماویں۔ اس لئے خاکسار بآواز بلند منادی کرتا ہے۔ کہ یہ سب میرے احباب فضلاء خبردار رہیں۔ اور ہوشیار رہیں کہ اس قسم کے مضامین میرے رسالہ کے جواب میں ہرگز ہرگز تحریر نہ فرماویں۔ ہاں البتہ ضرور بالضرور حسب شرائط مندرجہ رسالہ تہذیب کے ساتھ احقاق حق و ابطال باطل فرماویں چونکہ یہ زمانہ حضرت فضل عمر کا ہے ایسا نہ ہو کہ ان علماء کی تحریرات حضرت فضل عمر کی مخالف ہو جاویں پھر اُن کو مزا چکھنا پڑے زیادہ حد ادب۔ اس خط کو آپ الفضل میں طبع فرماویں۔ گو الفضل میرے پاس آنا بند کر دیا گیا ہے لیکن ہم دونوں کا مذہب ایک ہی ہے۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ۔ کیا تم نے حضرت فضل عمر کو جو مثل حضرت عمرؓ کے ایک سیف مسلول ہیں منافق قرار دیا ہے۔ جو مجھ کو کچھ تحریر فرماویں اور تم لوگوں کو کچھ تعلیم دیں" اس لئے پھر تاکیداً عرض کرتا ہوں۔ کہ ؎

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہیں

اور ہمارے سب احباب یاد رکھیں کہ میری عمر گو پچاسی سال ہوگئی ہے لیکن مجھ پر افضال الٰہی وارد ہو رہے ہیں۔ کہ جن کا میں بیان نہیں کر سکتا۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے اُس الہام کو بھی میری عمر پورا کر رہی ہے۔ ولنحیینک حیاۃ طیبۃ ثمانین حولا او قریبا من ذالک۔ والسلام۔ شرائط مندرجہ کا ضرور بالضرور خیال رہے۔ ورنہ اخبارات کی بکواس پر ہرگز التفات نہ ہوگا

منظوری چیلنج پر فاروق کی تلملاہٹ

آنحضرت صلعم کے اسم احمد پر جب سے حضرت امیرؓ نے میاں صاحب کے چیلنج کی منظوری کا اعلان کیا ہے۔ محمودیوں میں ایک سنسناہٹ ہوئی ہے۔ اور اب میدان میں نکلنے کی طاقت اپنے اندر نہ دیکھکر ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ قادیان کا نوزائیدہ اخبار فاروق اس تلملاہٹ کا نقشہ کھینچتے ہوئے حضرت امیرؓ کی پیش کردہ شرائط کا "وقوع میں آنا محال" قرار دیتا ہے۔ شاید پیر کی حیثیت کو دس ہزار کے بار گراں کا متحمل نہ دیکھا ہو کچھ دوسرے لوگوں (مولوی ثناء اللہ اور جعفر زٹلی) کے منظوری چیلنج کا بھی ذکر کرتے ہوئے ہر ایک سے جداگانہ مباحثہ "فضول امر" ٹھہرایا ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ پیر تو تمام دنیا کے "عالموں اور فاضلوں" کے سامنے اپنے دلائل کو بیان کرنے پر تیار ہو۔ اور مرید تین آدمیوں سے بھی جداگانہ بحث کرنا فضول امر ٹھیرائے گویا مریدوں کے دل میں پیر کی اتنی بھی عزت نہیں۔ کہ اوروں نہیں کو گالیاں دیتے وقت اس کی تو رعایت کر لیا کریں۔ جب خود مرید ہی پیر کے متحدیانہ دعاوی کو "فضول امر" قرار دے۔ تو اور کسی سے کیا شکایت ہو سکتی ہے رہا نیابت اور مختار نامہ کا سوال۔ سو اول تو چیلنج کے الفاظ اس بات کے متحمل نہیں۔ اور دوسرے جعفر زٹلی خود اس سے پیشتر نبوت مسیح موعود پر ہم سے بحث کرنے کے لئے میاں صاحب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو اپنی طرف سے منصف قرار دے چکا ہے۔ یہ تثلیث مقدس حسب منشائے فاروق عقدہ تثلیث کے حل کا کام بھی دے سکتی ہے۔ کیونکہ یہ تین۔ (جعفر زٹلی۔ محمد حسین بٹالوی اور میاں صاحب) عقائد کے لحاظ سے ایک بھی ہیں اور باوجود ایک ہونے بلحاظ جسمیت تین بھی۔ پس جب گھر میں ہی یہ عقدہ حل شدہ ہے۔ تو باہر جانے کی کیا ضرورت پھر یہ بھی عجیب بات ہے کہ پیر کے لفظ "تاوان" کو اب شرابی بلی کی طرح چھوڑ کر اجرت اور معاوضہ پر اتر آئے ہیں پیر کی شکست اور اسپر "اجرت" اور "معاوضہ"؟ یہ دو متضاد سی باتیں ہیں شکست پر "معاوضہ" اور "اجرت" یا مضحکہ آج تک سننے میں نہیں آیا۔ شاید اب میاں صاحب معاوضہ و اجرت دیکر شکست کھایا کریں تو پتہ نہیں۔

بہرحال حضرت امیرؓ کی پیش کردہ شرائط کے دیکھے شائع ہوئے اب تک ہمیں (جو کم سے زائد عرصہ ہو چکا ہے) مفصل جواب کی انتظار ہے۔ جو غالباً دس ہزار روپیہ کا انتظام سوچنے کے باعث اب تک شائع نہیں ہو سکا۔ دیکھئے "عنقریب" کی میعاد کب جا کر ختم ہوتی ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

اخبار پیغام صلح لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست	بادۂ عرفان ما انجام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازیشاں ہیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہر چہ زد ثابت شود ایمان ماست
از ملائک وز خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مہبط حق العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکراں ہم لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکراں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۳

ششماہی ۲ طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۸ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۵ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۰

مذہب و سائنس کی ہم آغوشی

(۲)

مذہب کے مہمات مسائل میں ایمان بالغیب کا مسئلہ خاص اہمیت اور امتیاز رکھتا ہے - دین الفطرۃ (اسلام) ایمان بالغیب کو جزو ایمان قرار دیتا ہے۔ لیکن سائنس محسوسات و بدیہات کے سوا تمام چیزوں کو مسترد کر دیتا ہے۔ اُس کا فتویٰ ہے کہ جو چیز ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے اور ہمارا فہم و ادراک اُس پر حاوی نہیں ہو سکتا وہ ہمارے عقیدہ و یقین پر کوئی حق نہیں رکھتی - اور ہمارے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اُس پر ایمان لائیں۔ نظر عمیق سے دیکھا جائے تو سائنس کا یہ منشا ہرگز نہیں ہے۔ وہ ہرگز یہ نہیں کہتا کہ غیب کی باتوں پر ایمان نہ لاؤ - اور جو شے تمہارے دائرہ تحقیقات میں نہ آ سکے اس سے انکار کر دو۔ اُس کی تعلیم یہ ہے کہ عالم غیب کے اسرار سربستہ ہمارے فہم سے بالاتر ہیں۔ تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعہ سے اُن کا جاننا ممکن نہیں البتہ اُن کا مان لینا منشاء سائنس سے بعید نہیں ہے۔

مادیین کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ ذات باری کو نہیں مانتے کیونکہ وہ اس کو انگلیوں سے ٹٹول نہیں سکتے۔ اور آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کا انکار نہیں کرتے اُن کا عقیدہ صرف یہ ہے کہ وہ ذات واحد ہماری نظر کوتاہ اور عقل نارسا کی حدود سے بہت دور ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ جو شے ہماری تحقیقات کے دائرے میں نہیں آ سکتی اور جسکو ہم خوردبین فہم سے دیکھ نہیں سکتے اُس کا حقیقت میں بھی کوئی وجود نہ ہو۔ ایک عالم سائنس نے خوب کہا ہے:-

"کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ چونکہ ہم اس طبعی و مادی دنیا سے روانہ ہونے والی روح کے ہمرکاب ہو کر اُس کی سزا و جزا عذاب و ثواب کا حال دریافت نہیں کر سکتے۔ لہذا اُس کو اپنے افعال و اعمال کا معاوضہ نہیں ملتا سائنس اس کی اجازت نہیں دیتا۔

نیوٹن یہ نہیں کہتا کہ مسئلہ کشش ثقل صرف وہیں تک محدود ہے جہاں ہم اُسے اپنے تجربہ و اختیار کے ذریعہ سے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کی تحقیقات کا مفاد یہ ہے کہ کشش ثقل عالمگیر ہے۔

جدید سائنس بڑے زور سے دعوے کرتا ہے کہ کشش ثقل اور قدرت کے تمام دیگر اصول و آئین عالمگیر ہیں۔ علم ہیئت اس اصول کی ان الفاظ میں تائید کرتا ہے کہ کشش ثقل اور علت و معلول کے جو آئین ہماری آنکھیں یہاں مشاہدہ کرتی ہیں وہی کائنات عالم کے نہایت دور افتادہ مقامات میں بھی جلوہ گر ہیں۔

اس سے ثابت ہے کہ سائنس مشاہدہ کی حد سے گذر کر اُن اشیاء پر بھی ایمان رکھتا ہے جو اُس کی چشم تحقیق سے پنہاں ہیں۔ واقعہ میں اس مسئلہ کی عظمت و اہمیت اسی امر کی مقتضی ہے کہ انسان روحانی و مادی دنیا میں اُس سے یکساں فائدہ اُٹھائے۔ اگر اہل سائنس چاہتے تو اس سے روگرداں ہو جاتے۔ مگر یہ امر اُن کی طاقت و قدرت سے باہر ہے - اور اُن کی فطرت ہرگز اس کو گوارا نہیں کر سکتی کہ وہ اس مہتم بالشان مسئلہ کو جس میں فلاح دارین مضمر ہے نہ مانیں۔

تم کھانا کھاتے ہو۔ بیج کو زمین میں گاڑتے ہو۔ بچے کو سکول میں بٹھاتے ہو۔ کالج کھولتے ہو - یونیورسٹی کی تحریک شروع کرتے ہو - ہوم رول کے لئے جدوجہد کرتے ہو۔ میدان جنگ میں دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہوتے ہو۔ غرض کہ تم جس قدر کام چھوٹے اور بڑے سے بڑے شروع کرتے ہو اُن تمام کی تہ میں ایمان بالغیب کا مسئلہ کام کر رہا ہے - دنیا اور اہل دنیا کے تمام کاروبار دفعۃً رک جائیں - تمام اولوالعزمیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے - تمام سرگرمیاں ٹھنڈی پڑ جائیں - ترقی و کامیابی کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں اگر تم اپنے افعال و اعمال و مساعی کے نتائج کے متعلق ایمان بالغیب کی دولت کو ہاتھ سے دیدو - آج تک دنیا نے جس قدر ترقی کی ہے وہ اسی اصول کی رہین منت ہے - اور آئندہ جس قدر ترقی ہوگی اسی اصول کے ماتحت ہوگی - کیا تم کوئی ایسا کام بھی کرتے ہو جس کے نتیجہ کے متعلق تمہیں ایمان بالغیب حاصل نہ ہو۔ حقیقت میں مذہب (دین الفطرۃ) نے دنیا کے روبرو یہ ایک ایسا اعلیٰ اور روشن اصول پیش کیا ہے جو تمام انسانی ترقیات کا منبع اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ ہے اور جو حقیقۃً انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ موحد - خدا پرست ہو - یا فلسفی فطرت شناس ہر شخص اس اصول کے زیر اثر کام کر رہا ہے - عالمان سائنس کی تمام تحقیقات تمام مشاہدات و اعتبارات اسی اصول کا نتیجہ ہیں - سائنس کے مبتدی کو حکم ہوتا ہے کہ کپلر کے ہر سہ [illegible] متعلقہ گردش سیارگان یا نیوٹن کے ہر سہ قواعد حرکت پر ایمان لاؤ اور اُس کا سر تسلیم فوراً جھک جاتا ہے اور گردن اظہار اطاعت کے لئے خم ہو جاتی ہے اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے - کیا یہ خود رب العالمین کا ارشاد نہیں ہے کہ ما تریٰ فی خلق الرحمٰن من تفاوت - (تو خدا کی خلقت میں ناہمواری نہیں پائیگا) اور لا تبدیل لخلق اللہ (خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں ہوتی) جس کا مدعا دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ قوانین قدرت ہر جگہ ہر مقام میں خواہ وہ جگہ ہمارے سامنے ہو - یا ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہو - یکساں جلوہ افروز ہیں - سائنس مذہب کے اس عظیم الشان مسئلہ کو دلی عقیدت کے ساتھ مانتا ہے اور یہاں بھی مذہب و سائنس ایک دوسرے سے بجوشی ہم آغوش ہو رہے ہیں۔

پس غور سے دیکھو تو صاف روشن ہو جائیگا کہ انسان کو سائنس کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے قوانین [illegible] زیادہ واقفیت حاصل ہو جاتی ہے اُس کی باطن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں - اگر وہ سمجھے تو اُس کی روحانی حالت میں نمایاں ترقی کے اسباب آشکارا ہوتے جاتے ہیں - حق یہ ہے کہ علوم سائنس دنیا کو رفتہ رفتہ فطری مذہب کی شفیق آغوش میں لانے کے لئے آمادہ کر رہے ہیں - سائنس کا معمار مذہبی بنیاد کو کھوکھلا کرنے کے بجائے مضبوط بنا رہا ہے - ہر نیا تجربہ - ہر نیا مشاہدہ قدرت کی نیرنگیوں اور اُن امور کو جو سائنس کی ظاہر بین آنکھوں کو نظر نہیں آتے انسان کے دیدہ و دل کے روبرو لا رہا ہے۔

لھم قلوب لا یفقھون بہا کی پرجلال سرزنش کے آگے پیروان مذہب و سائنس یکساں گردنیں ڈالنے پر مجبور ہیں اور دونوں کو سوائے اس کے چارہ نہیں کہ دیدۂ باطن سے کائنات عالم پر نظر ڈالیں۔ مذہب اس کا حکم دیتا ہے تو سائنس اس کی تکمیل پر کمربستہ نظر آتا ہے، اگر کوئی مذہب اس اصول کے خلاف ہے تو اُسے حدود مذہب سے خارج سمجھنا چاہیئے۔ اُس مذہب کی بنیاد فی الواقع آب رواں پر ہے جو سائنس و فلسفہ اور علوم عقلی و ذہنی سے وحشت رکھتا ہے وہ مذہب نہیں ہے مجموعہ اوہام ہے - ذخیرہ توہمات ہے اور ایسے ہی مذہب کا سائنس دشمن بھی ہے۔ ہربرٹ سپنسر نے کیا خوب کہا ہے :- "بے شبہ سائنس اس مجموعہ اوہام کا شدید ترین دشمن ہے" جس کو عام طور پر مذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ اس سچے مذہب کا ہرگز دشمن نہیں۔ جس کو اوہام باطلہ و توہمات فاسدہ نے اپنے نیچے چھپا رکھا ہو۔ اس میں کلام نہیں کہ سائنس کی بہت سی شاخوں میں لامذہبی کی روح غالب ہے۔ لیکن سچا سائنس جو ظاہری سطح سے گذر کر تہ تک پہنچ گیا ہو لامذہبی کے عنصر سے بالکل پاک ہے۔

ہکسلی کہتا ہے حقیقی سائنس اور حقیقی مذہب توام بھائی ہیں۔ اور اُن کی باہمی جدائی یقیناً دونوں کی موت ہے۔ سائنس میں جس قدر مذہبی عنصر زیادہ ہوگا ٹھیک اُسی نسبت سے وہ نشوونما پائیگا۔ اور ہر مذہب کی بنیاد جس قدر زیادہ محکم اور گہرے عقلی اصول پر قائم ہوگی وہ ٹھیک اُسی تناسب سے سرسبز ہوگا۔ فلاسفروں کے عظیم الشان کارنامے محض اُن کی اپنی ہی ذہانت و فطانت کا نتیجہ نہ تھے - بلکہ اُن کا ادراک و فہم اُن کی مذہبی روح کی رہنمائی کا رہین منت ہے"۔

(از وکیل)

عسل مصفیٰ

مہدی اور مسیح علیہ السلام کے آمد کی نسبت پوری پوری اور کامل تحقیقات اور مکمل بحث اگر دیکھنی ہو تو عسل مصفیٰ منگا کر لطف اُٹھاؤ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے جو اس میں لائق مصنف نے ذکر کر کے اُس میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ مجلد ہر دو حصے [illegible] غیر مجلد ہر دو حصہ [illegible]

احیائے علوم مشرقیہ

کے عنوان سے محترم ہمعصر "العصر" لکھنؤ نے اپنی تازہ اشاعتوں میں پورے چار نمبروں میں اس روز افزوں علمی تنزل و فقدان کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو اسوقت انگریزی تعلیم پر عمر کا بڑا حصہ صرف ہو جانے کے باعث رونما ہے۔ معاصر مذکور نے عہد اسلام کے شاندار علمی عروج پر روشنی ڈالتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ اسلام دنیا کے لئے ایک رحمت ہو کر آیا تھا۔ جسکے ذریعہ سے نسل انسان بلا تفریق مذہب و ملت معارف علمیہ سے سیراب ہو کر عروج و کمال کی بلند چوٹیوں پر متمکن ہوئی - اور آج بھی یورپ کا یہ علمی اعجاز اسلام ہی کا رہین منت ہے - لیکن آہ! وہی مسلمان جنکے آباؤ اجداد کے کارناموں نے موجودہ تہذیب و تمدن کی شکل میں غیر اقوام کو اپنا رہین منت بنایا۔ آج خود وہی قوم اپنی اس آبائی یادگار کو قائم رکھنے کے بجائے موجودہ حالات میں اس کے ملیامیٹ کر دینے کے در پے ہیں۔ ہماری موجودہ تعلیمی پالیسی ذریعہ معاش کے لحاظ سے خواہ کیسی ہی مفید کیوں نہ ہو اگرچہ یہ بھی اب ایک خواب پریشان سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا لیکن اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ اسکے ذریعہ وہ علمی کمال ہمیں آج نصیب نہیں ہو سکتا جو آج سے بہت عرصہ پہلے نامور علمائے اسلام اور اس وقت بھی بعض فضلائے مغرب کو حاصل ہے۔ ہم تو حیران رہ جاتے ہیں۔ جب اس زمانہ کو یاد کرتے ہیں۔ جب کہا جاتا ہے۔ کہ اسلام کا بچہ بچہ موجودہ علماء و فضلاء پر اپنے مخصوص کمالات کیوجہ بہت درجہ فضیلت رکھتا تھا۔ اور وہ کارنامے دکھاتا تھا کہ جنہیں دیکھکر سائنس کے شعبدوں کی طرح عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ اس بات کی ضرورت نہیں اور نہ ہی گنجائش ہے۔ کہ ہم ان کی پوری اور مفصل تاریخ کو یہاں لکھیں۔ بلکہ اس کا ایک شعبہ بھی دکھانے کی ضرورت نہیں۔ عرب کا ایک شاندار مقولہ ہے۔ "فخر ك بفضلك خير منه باصلك" کسی شخص کے اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں کے گننے سے کیا بن سکتا ہے جب تک وہ اُن پر عمل پیرا نہ ہو۔ اس لئے ان کے حالات کو دنیا میں پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم خود بھی وہی بنکر دکھائیں ورنہ موجودہ حالات میں اُن کا ذکر کرنا ظاہر ہے کہ قصہ کہانیوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا

ایک مبارک تجویز

معاصر "العصر" نے مسلمانوں کے اُن اعلےٰ کارناموں پر ایک چمکتی سی روشنی ڈالی ہے اور عہد عباسیہ کے بعض حالات لکھ کر موجودہ مسلمانوں کو اس طرف راغب کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ اپنی طرف سے ایک نہایت مبارک تجویز پیش کر کے عملی طور پر اس پر کاربند کرنا چاہا ہے اس کا خیال ہے کہ

"یورپین علوم و فنون کی یونیورسٹی حاصل کرنے کی جگہ (جس کی امید اب تقریباً منقطع ہو چکی ہے) علوم مشرقیہ کا ایک دار العلوم کھولنا چاہیئے۔ جس کی غرض علوم مشرقیہ کا احیاء ہو۔ اور اس میں اسلامی اور مشرقی علوم و فنون، مثلاً دینیات۔ طب۔ علم کلام۔ ہندسہ۔ فلسفہ۔ تاریخ۔ مصوری وغیرہ کی اعلےٰ تعلیم ہو۔ اور جو طالب علم اس میں داخل کئے جائیں۔ ان کو اُن علوم کی اُردو میں تعلیم دی جائے۔ تاکہ محض انگریزی زبان سے آشنا ہونے میں جو وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہی علوم و فنون کی تحصیل میں صرف ہو۔ اسی دار العلوم میں ایک صیغہ تصنیف و تالیف اور تراجم کا بھی ہو۔ تاکہ یورپین زبانوں میں جو علوم و فنون کے خزانے دفن پڑے ہیں۔ ان کو اردو زبان میں لایا جائے۔ اسطرح اُردو دان پبلک کے علاوہ اس دار العلوم کے طلباء یورپین علوم سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ اسکے ساتھ اگر ممکن ہو تو انگریزی علم ادب کی تعلیم بھی ہو لیکن یہ ضروری نہ ہو۔ کہ ہر ایک علم و فن انگریزی زبان میں پڑھایا جائے۔ جو طلباء انگریزی لٹریچر میں کامل مہارت حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ اُن کے لئے انگریزی زبان کے نہایت ہی قابل ادیب دیا کئے جائیں۔ اس سے بظاہر یہ فائدہ ہو گا۔ کہ جو لوگ علوم و فنون نہیں بلکہ محض لٹریچر کیطرف ہی توجہ کرنا پسند کرینگے۔ وہ نسبتاً کم وقت میں علم ادب میں کامل دستگاہ حاصل کر سکیں گے"

سرمایہ کے متعلق ہمارے محترم معاصر نے بتایا ہے۔ کہ اس وقت ۰۰ ہزار روپیہ کا پنور فنڈ میں پڑا ہوا ہے۔ اور تقریباً ۵ لاکھ یونیورسٹی فنڈ میں جمع ہے اگر اس روپیہ میں سے حسب ضرورت

مراسلات

اہل اسلام کا فرض تبلیغ

ذیل کا مضمون ہمیں جناب مولوی سید احمد حسن صاحب شوکت میرٹھی ۔ ۔ ۔ کی طرف سے برائے اشاعت موصول ہوا ہے۔ ہر چند کہ ہمیں مولوی صاحب کے بعض خصوص معتقدات سے اتفاق نہیں اور اسی لئے ہم نے اس مضمون میں سے عمداً ان فقرات کو حذف کر دیا ہے۔ جن میں انہی معتقدات کیطرف کسی قسم کا بھی اشارہ پایا جاتا تھا۔ لیکن نفس مضمون کیساتھ کون مسلمان ہے۔ جو اتفاق نہ رکھتا ہو۔ ولایت کے اسلامی تبلیغی مشن کی تائید جس زور و شور سے مولینا نے کی ہے وہ ان کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ جس سے صاف طور پر پتہ لگتا ہے۔ کہ اس مشن کے شاندار کارناموں نے اندر ہی اندر لوگوں کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے۔ اور بڑے بڑے مخالفین کو بھی اب طوعاً و کرہاً اعتراف کی گردن خم کرنی پڑی ہے اللہ تعالےٰ مولینا کو جزائے خیر دے۔ کہ انہوں نے ایک حق بات کی تائید کر کے اس کی امداد کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ کا اصل مضمون حسب ذیل ہے۔ ایڈیٹر

خدا تعالےٰ نے اپنے دین کے فرائض کی تعمیل سب سے پہلے خود رسول صلعم علیہ سے کرائی ہے۔ اور پھر بذریعہ تبلیغ تمام مسلمانان روئے زمین سے۔ پڑھو یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس الآیۃ۔

ترجمہ۔ اے رسولؐ پہنچا دے جو کچھ نازل کیا گیا ہے تیری طرف تیرے رب کی جانب سے۔ اور اگر تو تبلیغ نہ کریگا۔ تو اپنی رسالت نہ پہنچائیگا۔ یعنی جب تک نیچر آف گاڈ (قرآن) کے فطری معجزات و آیات بینات کی تبلیغ سے نہ منوائیگا۔ تیری رسالت کون مانیگا۔ اور خدا تجھے منافقوں کے مکر و فریب اور اذیتوں سے بچائیگا۔ یعنے کچھ خوف نہ کر۔ اور تبلیغ رسالت میں سرگرم رہ۔ چنانچہ خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا۔ اور آپ کے ایک بال کو بھی کوئی منافق اور دشمن آنچ نہ پہنچا سکا۔ حالانکہ ابولہب جیسے سرکش شعلہ سرپرست گھر میں ہی موجود تھے۔ مگر سینھلے ناراً ذات لہب کی بھینٹ چڑھ گئے ....

اب غور کرنا چاہئے کہ رسولؐ کا جو فرض تبلیغ ہے۔ یہی ہر فرد امت کا فرض ہے۔ رسول پر کوئی ایسی بات فرض نہیں ہوئی جو امت پر فرض نہ ہوئی ہو۔ سب سے پہلے خود رسولؐ نے تعمیل فرض کا نمونہ دکھایا ہے۔ پھر امت سے تبلیغ و اشاعت چاہی ہے چنانچہ صحیح حدیث ہے۔ بلغوا عنی ولو اٰیة۔ ترجمہ۔ پہنچاؤ میری طرف سے اگرچہ ایک آیت ہو۔ سبحان اللہ۔ عجیب رحمت و شفقت ہے کہ محمد صلعم علیہ خدا کے رسولؐ اور دین کی تبلیغ و اشاعت کرنے والے سب کے سب رسول کے رسول .... مگر افراد امت کو گھر بیٹھے یہ مرتبہ نہیں ملسکتا۔ جب تک قرآنی حکم کی تعمیل نہ کی جائے۔ پڑھو۔ ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر الآیۃ۔ ترجمہ چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو کہ بلائے لوگوں کو خیر (دین) کیطرف حکم کرے نیکی کا اور روکے بُرائی سے۔ اور جب اس حکم کی تعمیل ہونے لگی۔ تو مبلغین کا حوصلہ اور ہمت بڑھانے کو یہ آیت نازل ہوئی۔ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ الآیۃ۔

ترجمہ۔ تم تمام امتوں سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے (دین و دنیا کے فائدے) کے لئے اس واسطے نکالے گئے ہو کہ نیک کاموں کا حکم دو اور بُرے کاموں سے باز رکھو۔ کنتم کا خطاب عام ہے۔ ہر مسلم اس کا مخاطب ہے۔ اسوقت مسلمانان روئے زمین کی آبادی ۴۰ کروڑ بتائی جاتی ہے۔ یہ بڑا زبردست مشن ہے۔ اگر ان میں اتحاد ہو۔ تو تبلیغ و اشاعت اسلام کا دائرہ کسقدر وسیع ہو سکتا ہے۔ اور ممالک دُنیا میں کسقدر مشنیں روانہ ہو کر کامیاب ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اسلام فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ یہ خود فطرت اللہ ہے۔ اور فطرت کی اشاعت میں کوئی دشواری نہیں۔

مسلمانوں کو جو فاطر برحق نے خیر امت کہکر پکارا ہے تو اس مقدس و معزز لقب کے ساتھ اخرجت للناس کی بھی شرط لگائی ہے یعنی جب تک وطن - خویش و اقارب - عیال و اطفال، راحت و ملال۔ زر و مال کے استعمال کا خیال ترک اور مال و منال کو خدائے ذوالجلال کی نذر نہ کر دیں۔ خیر امت کے لقب سے ملقب ہونے کے مستحق نہیں۔ گویا اشاعت اسلام کے لئے خدا کیطرف سے اسلامی امت کا امتحان ہے۔ پڑھو۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون الآیۃ۔ ترجمہ۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے۔ کہ صرف اس قدر کہنے پر چھوٹ جائیں گے۔ کہ ہم ایمان لائے۔ اور آزمائے نہ جاوینگے؟ سونا چاندی جبتک آگ پر تپایا نہ جائیگا۔ اور کئی تاؤ نہ دیئے جائینگے۔ کھرا کھوٹا کیونکر معلوم ہوگا۔ اسی طرح مسلمان عیش و آرام چھوڑ کر وطن سے نکلکر دین خدا کی تبلیغ نہ کرینگے۔ سچے مومن (خیر امت بلکہ خیر الامم) بننے کے کیونکر مستحق ہوں گے ....

مسلمان ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ نہ صرف عیسائی مشنیں بلکہ بعض جدید مذاہب جو بیسویں صدی کی فرنگستانی یا مغربی آزادی نے پیدا کر دیئے ہیں۔ اپنے اپنے مذہب کی اشاعت میں کیسی جانی اور مالی کوششیں کر رہے ہیں۔ مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ اور اسلام باوصف اسکے کہ نہ کوئی باضابطہ انجمن ہے نہ کوئی قومی فنڈ ہے۔ نہ کوئی اور دور دراز ممالک میں جانے والی او حسب منطوق فرمان الٰہی اسلام کی تبلیغ کرنے والی مشن ہے۔ مگر اسلام اپنے فطری جذب سے مختلف اہل مذاہب کو اپنی جانب کھینچ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ اسلام فطرت الٰہی کے مطابق ہے اور اس میں سادگی اور صداقت کے سوا نہ کوئی رنگ آمیزی ہے نہ پیچیدگی ہے۔ صرف توحید ہے اور بس۔ توحید کے معنے جہاں تک پھیلاتے جائیگا۔ فطرت و عقل کے مطابق ہی نکلینگے اس دائرے سے خارج نہ ہونگے۔ دیگر مذاہب کے اصول ایسے پیچ در پیچ ہیں کہ انسان کیسا ہی ارادہ کرے۔ اور ذہن و قیاس کے ناخنوں اور دانتوں سے کھولنا چاہے۔ مگر کانٹوں بھری گرہیں ہرگز نہ کھل سکینگی۔ اور اذیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہت سے اہل مذاہب خلاف فطرت بندھنوں میں بندھے اور جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ نکلنا چاہتے ہیں۔ مگر آبائی رسم و رواج کا پاس انکو نکلنے نہیں دیتا۔ پھر قدیمی سوسائیٹی سے خارج ہونے کا دھڑکا جو ... جہل پہاڑ ہے۔ اور ہندوستان میں آبائی مذہب بدلنے والے اکثر ناخواندہ اور کم درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ پس فطری مذہب وہ ہے۔ جسے بڑے بڑے فلاسفر اور علماء و فضلاء مانیں نہ کہ ایسے ہی لوگوں سے معمور رہے۔ جو باطل مذہب کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے یہ فطری جذبہ اسلام کے سوا کسی مذہب میں نہیں۔ ایک غور کرنے والی طبیعت جو قرآن پر تدبر کرتی ہے اسکو بجز گردن تسلیم خم کرنے کے چارہ نہیں ہوتا۔ لنڈن جیسا شہر جو عیسائی مذہب کا دار الخلافہ ہے اور جس میں تمام علوم و فنون کے سمندر موجزن ہیں اور جہان کے باشندے رات دن غوّاصی کرتے اور تحقیق و تدقیق کے موتی نکال کر ان کو گلوئے جان کی مالا بنائے رہتے ہیں ایسے حکماء کو بال پکڑ کر کھینچ لانا اور صرف معبود واحد کے آستان پر سر رگڑوانا اسلام کا کھلا اعجاز ہے۔

نہ صرف برٹش گورنمنٹ بلکہ خود انگلش سوسائیٹی کسقدر زندہ دل اور اپنے ناموس آزادی کی کسقدر دلدادہ ہے کہ تثلیث کے پایہ تخت میں آج کے روز بڑے دھڑلے اور طمطراق سے توحیدی اسلام پھیل رہا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں کہ تعرض کر سکے بلکہ گورنمنٹ اور تمام انگلش پبلک اشاعت اسلام سے خوش ہے اس آزادی کو دیکھکر ہز میجسٹی جارج پنجم ملک معظم کو اگر خلیفہ اسلام کہا جائے تو اُن کی شان کے سزاوار ہے اور ہر اہل مذہب اپنا مشن بھیج سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں آزادی در و دیوار سے برس رہی ہے مگر فلسفیوں اور سائنس والوں کے شہر میں اشاعت مذہب کے لئے حوصلہ اور دل گردہ کس کا ہے یہ تو اسلام ہی کا ہے کہ اپنے برہان مبین اور جبل متین (قرآن کریم) کے بینات و معجزات صداقت کے مقابلہ میں بڑے بڑے حکماء اور فلاسفروں کو دعوے کے ساتھ اپنی صداقت و حقانیت منوا رہا ہے۔

کانشنس کی آزادی انسانی فطرت ہے اس رمز کو فلسفی اور خود مند یورپ نے خوب سمجھا ہے۔ اہل ایشیاء تعصبات کی تاریکی میں ہیں اور ہمارا ملک تو تعصب کے طوفان میں آیا ہوا ہے ...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا ئے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما اندرو بابیم ہر از در کمال	وصل دلدار ازلی بے او محال
اقتدا ئے قول او در جان ما	ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما
از ملائک از خبر ہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احد است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر است	منکر آں مورد دین خدا است
معجزات انبیاء سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما	ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
یک قلم دوری از آں روشن کتاب	نزد ما کافر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ؎ ششماہی ؎

سہ ماہی ۹ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴	مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۱۰ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۷ نومبر ۱۹۱۶ء	نمبر ۱۵

حرمت ربا

الذین یاکلون الربوٰا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطٰن من المس (رکوع ۳۸ پ ۳)

اس رکوع میں ربا یا سود کی حرمت کا ذکر ہے۔ تعلق اس مضمون کا پچھلے رکوع کے ساتھ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ دیا تھا کہ جو لوگ اس کی راہ میں مال خرچ کرینگے ان کو ایک ایک کے سات سات سو بلکہ اس سے بھی کئی گنا اجر ملیگا۔ چنانچہ پچھلے دو رکوعوں کے مضمون کو بطور خلاصہ اس رکوع کی پہلی آیت میں یوں بیان فرمایا۔ الذین ینفقون اموالھم بالیل والنھار سرًا و علانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ یعنی ان کو بڑے بڑے اجر بھی ملینگے۔ اور وہ کامیاب بھی ہونگے لیکن اسلام کی اصل غرض لوگوں سے خرچ کرا کر ان کو مالدار بنانا نہ تھا بلکہ اصل غرض تو یہ تھی کہ خدا کی محبت میں ترقی کریں۔ ہاں انفاق کا یہ لازمی نتیجہ ہے اور قانون قدرت یوں ہی ہے۔ کہ جو لوگ خرچ کرتے ہیں۔ بہت کچھ پاتے بھی ہیں لیکن مال کی محبت اگر زیادہ ہو تو خدا کی محبت کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہاں وہ بات بیان فرمائی ہے کہ مالدار ہونے کے باوجود بھی مال کی ایسی محبت ان کے دلوں میں پیدا ہونے نہ دے جو خدا کی محبت کو سرد کر دے۔ اور یہ سود خواری سے روکنا ہے۔ سود خوار قومیں اور سود خوار انسان مال کی محبت میں اس قدر غرق ہو جاتے ہیں کہ خدا کی محبت تو ایک طرف رہی اخلاق فاضلہ سے بھی عاری ہو جاتے ہیں۔ پس مال کی محبت کم کرنے کے لئے اگر ایک طرف انفاق یعنی مال خرچ کرنے کی ترغیب دی تو دوسری طرف سود کھانے سے روکا۔

ربا پر بہت بحث ہوئی ہے۔ کیا تھا کیا نہ تھا یہ بحث فضول ہے۔ یہ عرب کے اندر ایک مشہور متعارف امر تھا اور سب لوگ اس کے معنوں سے واقف تھے۔ ایسی روایات کہ حضرت عمر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ربا کے معنی بتانے کی مہلت نہیں ملی۔ کسی طرح قابل اعتبار نہیں ہیں۔ ربا کا لفظ قرآن کریم میں کئی دفعہ استعمال ہوا ہے۔ اور اول تو اس بات کا ہی کوئی ثبوت نہیں کہ یہ آیت یا یہ رکوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں نازل ہوا۔ مگر اس کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی تو یہ لفظ آ چکا تھا۔ ربا کیا تھا وہی جو ہمارے ہاں بیاج یا سود کہلاتا ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ الامر الذی کان مشھورًا متعارفًا فی الجاھلیۃ انھم کانوا یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شھر قدرًا معینا و یکون راس المال باقیا ثم اذا حل الدین طالبوا المدیون براس المال فان تعذر علیہ الاداء زادوا فی الحق والاجل۔ یعنی ربا ایک ایسا امر تھا جو ایام جاہلیت میں مشہور و متعارف تھا اور وہ یہ کہ اس شرط پر مال (بطور قرض) دوسرے کو دیدیتے تھے کہ ہر مہینے ایک مقرر رقم لے لیا کرینگے۔ اور راس المال یعنی اصل رقم قرضہ ویسی کی ویسی ہی رہیگی۔ پھر جب قرض کی ادائیگی کا وقت پہنچ جاتا تو مقروض سے راس المال طلب کرتے اور اگر وہ ادا نہ کر سکتا تو رقم میں بڑھا دیتے۔ اور میعاد بھی بڑھا دیتے۔ اب یہ صورت ہمارے ہاں کے سود سے جو ہندو لیتے ہیں بالکل ملتی جلتی ہے وہ کبھی ماہوار روپیہ یا ایک پیسہ فی روپیہ اصل پر لینا کر لیتے ہیں۔ ہاں سہولیت کے لئے اگر ہر مہینہ نہ لیا تو اکٹھا سال بعد یا میعاد ختم ہونے پر وصول کر لیا۔ یا اصل میں بڑھا کر از سر نو رقم بنالی۔ اس میں سود اور سود در سود دونوں آ جاتے ہیں۔ اور درحقیقت دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ سوا اس کے کہ سود در سود میں ہر سال سود کی رقم اصل میں بڑھا لی جاتی ہے۔

صدقات اور سود کے مضمون میں ایک اور بھی مناسبت ہے جس کی طرف قرآن کریم نے اس سے اگلی آیت میں ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔ یمحق اللہ الربوٰا و یربی الصدقات۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ صدقہ تو وہ ہے جو اغنیا سے لیا جاتا اور فقراء کو دیا جاتا ہے اور سود وہ ہے جو فقرا یا محتاجوں سے اغنیا حاصل کرتے ہیں۔ اغنیاء اور فقراء میں مال کی تقسیم کا سوال ہمیشہ سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ اور بالخصوص یورپ میں جہاں ایک طرف امرا کے پاس روپیہ حد سے زیادہ اور دوسری طرف غربا کی حالت حد درجہ خراب ہو رہی ہے۔ تقسیم مال کے سوال نے ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا کہ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ دولت کی تقسیم سب میں یکساں ہونی چاہئے گو یہ خیال یورپ میں روز بروز پھیلتا جا رہا ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اس کا عمل میں آنا ناممکن ہے۔ اسلام نے جو اصلاح پیش کی ہے وہ قابل عمل بھی ہے۔ اور ایک دنیا نے اس پر عمل کر کے دکھا بھی دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک تو اغنیا کو یہ حکم دیا کہ وہ ہر سال اپنے مال کا چالیسواں حصہ بیت المال میں داخل کریں جہاں سے اس کے ایک حصہ کے ساتھ غربا کی امداد کی جاتی ہے۔ اور دوسری طرف امرا کو حکم دیا کہ اگر ان کے غریب بھائیوں کو ضرورت آ پڑے تو قرضہ بلا سود دیدیا کریں۔ پس یہ ایک اعلیٰ درجہ کی میانہ روی کی تعلیم ہے۔ اور ہر طرح سے قابل عمل ہے۔ اور یورپ میں تقسیم دولت کے سوال کو صحیح طور پر حل کر سکتی ہے۔

سود لینے والے کو اس شخص کے ساتھ مثال دی ہے جس کو شیطان چھو کر مخبوط کر دے۔ سو درحقیقت سود خوار کی آخری یہی حالت ہوتی ہے کہ مال کی محبت اس کو ہر ایک قسم کے اخلاق فاضلہ سے عاری کر کے مال کی محبت میں اسے مخبوط الحواس بنا دیتی ہے۔ حدیث میں سود کھانے والے سود دینے والے گواہ اور کاتب سب پر لعنت کی ہے۔

ذالک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوٰا و احل اللہ البیع وحرم الربوٰا

یہاں اس بات کی تردید کی ہے کہ بیع اور سود یکساں ہیں۔ کیونکہ اکثر لوگوں کا سود کی حرمت پر یہی اعتراض ہے۔ کہ ایک شخص اپنے روپے کو لگا کر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور یہ ایسا ہے کہ جیسا تجارت کر کے کوئی فائدہ اٹھا لے۔ اس اعتراض کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے۔ تجارت آدمی کو محنت سکھاتی ہے۔ سود خواری جو لوگ اپنا پیشہ بنا لیتے ہیں ان کو محنت کوئی نہیں کرنی پڑتی۔ اسلام تجارت کو ترقی دیتا ہے اور ایسے پیشوں سے روکتا ہے جو انسان کو اخلاق فاضلہ سے عاری کرنے کے علاوہ اس میں کاہلی اور سستی پیدا کرتے ہیں۔ دوسرا فرق سود اور تجارت میں یہ ہے کہ سود خوار صرف نفع کا مالک ہوتا ہے اور تجارت میں نفع نقصان دونوں ہوتے ہیں۔

فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ

سود خواری کو ایسا خطرناک جرم قرار دیا گیا ہے کہ گویا یہ خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرنے کے برابر ہے۔ البتہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے یعنی یہ کہ جو لوگ بینکوں میں روپیہ حفاظت کے لئے رکھواتے ہیں اور ان کی غرض سود لینے کی نہیں ہوتی اس سود کے روپے کو کیا کیا جائے۔ اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایسا روپیہ اشاعت اسلام پر لگا دیا جائے تو وہ اس کے لئے بطور کفارہ ہو جائیگا۔ کیونکہ اشاعت اسلام درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ جنگ ہے۔ پس جو سود کا روپیہ اس مصرف پر لگا دیا جائے اس کی وجہ سے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ نہ رہیگی۔

وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم

یہ وہ ہمدردی ہے جو اسلام سکھاتا ہے۔ اگر مقروض تنگدست ہو تو نہ صرف اسے مہلت ہی دی جائے جب تک کہ وہ روپیہ ادا کرنے کے قابل ہو۔ بلکہ اسے معاف ہی کر دیا جائے اور راس المال بھی بطور صدقہ چھوڑ دیا جائے تو یہ بہتر ہے کہ اس کے بالمقابل آج کل کے مہذب قوانین کو دیکھو کہ تنگدست مقروض کو پکڑ کر جیلخانہ میں پہنچا کر اس کی بی بی بچوں کو بھوکا مارنا بھی قانونی طور پر قرضخواہ کا حق سمجھا جاتا ہے۔ م (نکات القرآن)

جہاد کبیر - مولوی محمد علی صاحب احمدی ایم۔ اے ایل ایل بی کے نام سے تعلیمیافتہ طبقہ اچھی طرح واقف ہے۔ یہ رسالہ مولوی صاحب موصوف کی تالیف ہے اس میں ایک ضروری مسئلہ پر بحث کیگئی ہے جو حقیقتاً مسلمانوں کی حیات و ممات کے اہم ترین سوالات میں سے ایک سوال ہے یعنی اشاعت اسلام اس مسئلہ پر مولوی صاحب نے نہایت فاضلانہ بحث کی ہے اور قرآن و حدیث سے اس کی اہمیت و ضرورت کو ثابت کر کے مسلمانوں کو ان کے ایک اہم ترین اور حق فرض کیطرف توجہ دلائی ہے ایسے رسائل کی ملک میں سخت ضرورت ہے تاکہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوں اور اس ضروری فرض کی انجام دہی پر آمادہ کار و مستعد عمل ہو جائیں ہمارا خیال ہے اس کی کثرت سے ملک میں اشاعت ہونی چاہئے (از خطیب) م

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ — سہ شنبہ ۷ — نومبر ۱۹۱۶ء — نمبر ۵۱

محرم سے ایک سبق

کمیونی کیٹڈ

حسرت نصیب آنکھیں کچھ اتنا خوں روئیں
ٹکڑے دل وجگر کے بہ آئے ہیں لہو میں.

محرم الحرام کے مہینے سے سن ہجری میں تبدیلی ہوتی ہے اور نئے سال کا آغاز - اس لئے ایسے مہینے کو نہایت متبرک اور عزت کے لائق اہل دنیا میں یقین کرکے خوشی منائی جاتی ہے - تبا کھی اور نیو ایرس ڈے جو یکم تبا کھ اور یکم جنوری کو منائے جاتے ہیں اُس کی حقیقت سے سب آگاہ و واقف ہیں - لیکن ہم مسلمانوں کے قمری سال کا پہلا مہینہ ایسا ہے کہ جس میں نہ تو کوئی خوشی منائی جاتی ہے اور نہ اُسکی ویسی عزت وتوقیر کی جاتی ہے جو اہل مذاہب اور اہل دنیا کا شیوہ ہے - جس کی وجہ وہ بڑا حادثہ و واقعہ ہے جو میدان کربلا میں ابن علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ظہور میں آیا - امام حسین رضؓ کی شخصیت کی جس نے اس وجہ سے عزت کی ہے کہ وہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اُنھوں نے دراصل امام حسین کی ذاتی خوبی اور حقیقی عزت کو شناخت نہیں کیا۔

امام حسین علیہ السلام صرف اس لئے عزت وحرمت کے لائق نہیں کہ وہ جنابہ فاطمہ زہرا رضؓ کے نور عین مولیٰ مرتضیٰ رضؓ کے لخت جگر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے - بلکہ اس لئے کہ ان کو جان شیریں سے زیادہ اگر کوئی چیز عزیز وپیاری تھی تو وہ **ایمان تھا** ایمانی انسان یعنی ایمان کے قدردان حضرات دنیا والوں کی نگاہ میں خواہ کس قدر ہی کم رتبہ کیوں نہ ہوں لیکن اُس ذات اقدس کے حضور جس کے ارادے سے سب کا ظہور ہوا ہے وہ بہت **بڑی خوبی** والے ہیں اور اس لئے اُس کے حضور ایمان کی قدر کرنے والوں کو وہ ہی اجر ملتا ہے کہ جس کی کلام اقدس نے "**عطاءً غیر مجذوذ**" کے الفاظ میں حقیقت ظاہر کی ہے - یزید کی حکومت اور اُس کی سلطنت گو وسیع تھی اور اُس کو سب کچھ میسر تھا مگر اُس نے ایک ایمانی انسان کے خون میں ہاتھ رنگنے اور صرف اپنی ذاتی وجاہت اور شخصیت کو منوانے کے لئے ہی جو ظلم وستم کیا اُس کا اسکو بہت ہی بڑا خمیازہ بھگتنا پڑا - یہ وہ پہلی بدعت تھی کہ جس کو یزید نے جاری کیا - ورنہ اس سے پہلے جناب امام کی والدہ فاطمہ زہرا نے ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی - چھ مہینے تک خود مولا مرتضیٰ نے بیعت صدیق سے انکار کیا - لیکن ابوبکری خلافت نے نہ تو قتل کے احکام اُن کے لئے جاری کئے اور نہ فاسق وفاجر ہی اُنکو بتایا - خود مولا مرتضیٰ نے اپنے ساتھ لڑنے والوں - ملکی معاملات اور امور خلافت میں خلاف رائے رکھنے والوں کو ایمان سے خارج نہیں کیا - ایسے ہی یزید کے قبلہ وکعبہ جناب امیر شام رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کبھی جناب علی رضی اللہ عنہ پر کوئی ایسا فتویٰ نہیں لگایا جیسے کہ یزیدی حکومت کی طرف سے امام معصوم پر لگائے گئے اور اُن پر عمل درآمد کرکے یزیدی حکومت وخلافت کو تا قیام قیامت سزاوار نفریں ٹھہرایا گیا۔

بلکہ تو یہ معلوم ہوا ہے کہ جناب امیر شام رضی اللہ عنہ حضرت علی رضؓ کی طرف سے رومیوں کے ساتھ سپاہی بنکر لڑنے کا اقرار رکھتے تھے اگر وہ اُس وقت بیجا مداخلت کرنے پر اصرار کرتا - ان سب امور سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نفسانی اغراض اور ذاتی وجاہت کے منوانے کے لئے جو کام کئے جاویں وہ لائق صد نفریں ہیں اور اس لئے یزید کو اس وقت تک اس کا مستحق قرار دیا جاتا ہے اور امام حسین نے چونکہ **ایمان** پر جان کو قربان کردیا اُن کی ایمانی طاقت چونکہ نہایت زبردست تھی جس کے سامنے مادی تیر وتفنگ اور ساز وسامان محض بے حقیقت تھے - اس لئے امام صاحب اپنے مقصد میں کامیاب بامراد ہوکر لائق صد ستائش قرار پائے - گو اُن کی ظاہری تکالیف شاقہ اور مصیبت کے واقعات دلوں کو ہلانے والے اور آنکھوں سے خون رُلانے والے ہیں چنانچہ شیدایان حسین واقعہ کربلا کو یاد کرکے بجائے سیدنا حسین کی زندگی سے بہترین سبق لینے اور ایمان کی فکر کرنے کے رونے پیٹنے اور آنسو بہانے کو اصل حقیقت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ امر نہیں جس کی طرف سمند خیالات کو جولان کرنا ضروری ولابدی ہے - بلکہ اس طرف کہ کیونکر ہمارے پیارے حسین نے یزیدی طاقت وقوت شوکت وعزت جاہ وجلال مال ومنال خدم وحشم وغیرہ کو ایمانی قوت وطاقت کے بالمقابل بالکل ہیچ سمجھکر اپنے خون سے اس امر کی شہادت دی کہ اے دنیا کے فرزندو! اور اے مادی دنیا کی نجاست پر گرنے والو تُف ہے تم پر جو تم ایمان کی قدر نہیں کرتے - جس کی ہی خدا کے حضور پرسش ہوگی اور یہی وہ امر ہے کہ جس کی بڑی ضرورت پیش آئیگی - آہ! کیسا آزمائش کا کڑا اور سخت وہ وقت تھا کہ جس وقت ابن علی میدان کربلا میں **ایمان** کا امتحان دینے اور اُس میں پاس ہونے کے لئے چند نفوس کو لے کر حاضر ہوا تھا - مگر اے دنیا کے کیڑو! اے آسمان جاہ کے پرستارو! اور اے اولاد پرستو!!! کیا تم نے اُس شیر میں ذرا بھی بے دلی پائی - کیا وہ اپنے ارادے اور استقلال میں ثابت قدم ثابت نہیں ہوا؟ ہاں کیا اُس کو یزیدی حکومت فوجی طاقت سے مرعوب کرسکی - ہرگز ہرگز نہیں - اے میٹھی نیند سونے والو اور اے دنیا کے نشیب وفراز کو بہ نظر عبرت دیکھنے والو! اُٹھو اس عظیم الشان واقعہ سے سبق حاصل کرو - امام حسین کا واقعہ اور محرم کا مہینہ یہی سبق پڑھانے آتا ہے کہ اصل چیز **ایمان** ہے - ایمان کی قدر کرو - اور مادی دنیا کے پرستار مت بنو۔

اگر سچ ہے اور حقیقتاً سچ ہے کہ تاریخ اپنے واقعات کو دوہرایا کرتی ہے تو احمدی قوم کے لئے بھی ایمان کی آزمائش کا ایک واقعہ موجود ہوا ہے - **اور ہم میں ایک ہے کہ جس میں امام حسین کی طرح غیرت ایمانی نے جوش مارا** - اور اُس کی فطرت سلیمہ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ قوم تباہ ہو - ہاں اُس کے ایمان زائل ہوں - اُس کے اس ایمانی جوش سے قوم کے اہل دل اصحاب کو حقیقت پر غور کرنے اور دنیا پرستی کے وبال سے نجات ملنے کی توفیق ملی اور بہتوں نے اُس قعر مذلت سے رہائی پائی کہ جس میں دھکیلنے کے لئے وفد کے وفد روانہ کئے جاتے تھے - جن کی غرض بجز اس کے اور کچھ نہ تھی اور نہ اب تک ہے کہ ذاتی اور شخصی وجاہت قائم کی جائے - حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر کے بجائے کسی اور کو ایمان والقان نصیب ہونے کا ذریعہ قرار دیا جائے - اور یہ ایسا ظلم وستم ہے کہ جس کی نظیر ہی تلاش کرنا بے سود اور محض آوارگی ہے - اے انسان پرستو - اور اے آسمان شہرت کے شیدائیو! کیا تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کسی انسان کو کمالات اور خوبیوں میں اور اہل دنیا کے لئے بہترین نمونہ کے طور پر پیش کرسکتے ہو؟ - ہرگز ہرگز نہیں - یہ تمھارا خیال گندہ ناپاک اور نجس ہے - نبی کریم صلعم دنیا کے لئے رحمت اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا ایک بے نظیر اور لاثانی مظہر تھے جس کا ثانی نہ ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے - البتہ اُس کے خادم اور فیض سے فیض حاصل کرنے والے اور اُس کے غلام دنیا میں اُس کی سطوت وجبروت شوکت وشان کا ڈنکا بجاسکتے ہیں لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کے تخت کو وہ آپ سے چھین سکیں - یہ تخت جو محمد رسول اللہ صلعم کے لئے ہے اُس کے مالک سوائے آپ کے اپنا اور بیگانہ نہیں ہوسکتا - خادم اور نوکر کام کرنے اور خدمت ادا کرنے کے لئے آتے ہیں جس کا اظہار اُس انسان نے بھی کیا ہے جس کو ہم لوگ آج مسیح موعود کے نام سے یاد کرتے ہیں - جیسے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ؎

جانم فدا شود بہ رہ دین مصطفےٰ
این است کام دل اگر آید میسرم

جس سے مسیح موعود کی شخصیت رسول کریم صلعم کے لئے بطور خادم کے ہی ثابت ہوتی ہے - اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ اپنے مرشد کے مقاصد سے باہر نہ جاویں - اور اسی ایک غرض کے لئے دنیا میں کام کریں - یعنی دنیا میں **ایمان** کی منادی ہمارا شیوہ اور مقصد ہو - ہاں محرم کا مہینہ اور امام حسین کا واقعہ ہمارے اندر یہ روح پھونکنے کا موجب ہو کہ ایمان کی قدر کرنے اور اس کی دعوت دینے کے لئے حرکت کرنے کی سخت ضرورت ہے - آؤ اور مادی وجاہت کے طلسم کو توڑ دو اور نفسانیت کی رگ رگ کو کاٹ دو - اور امام حسین کی طرح ایمان کے بندے اور حق کے پرستار بنکر اُس کے ساتھی بن جاؤ - کہ جو ایمانی رنگ سیدنا حسین جیسا رکھتا ہے - جس کے لئے امام وقت مسیح موعود نے یہ مبارک سارٹیفکٹ دیا ہے :-

"**مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کریگی کہ جوان موصوف خدا کی راہ میں ترقی کریگا اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقوے اور محبت دین پر ایسا ثابت قدم رہکر ایسے نمونہ دکھائیگا کہ جو ہم جنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہونگے**" (ملاحظہ ہو اشتہار من انصاری الی اللہ)

جانتے ہو یہ الفاظ کس جوان کے لئے ہیں یہ اُسی بزرگ ذات کے لئے جس کی قدر قوم کے اہل دل اور حقیقت شناس حضرات ہی کرسکتے ہیں - اس کا نام نامی اور اسم گرامی **محمد علی** ہے - وہی انسان ہے جس کے دل میں محمد رسول اللہ کی سچی عزت دین اسلام کی ترقی کے لئے شوق اور عشق نیز مسیح موعود کی حقیقی عظمت نے گھر کیا ہے - جس کے پہلو میں وہ دل حرکت کرتا ہے کہ جس میں غیرت ایمانی جناب حسین رضؓ سے کم نہیں - اور اس پرآشوب وقت میں جبکہ آپا دھاپی مچی ہوئی ہے اُس نے ایمان کی خاطر کل عزت وآبرو کی ہرگز پرواہ نہیں کی - مسیح موعود کے الفاظ پر غور کرو - لکھتے ہیں کہ "**وہ خدا کے فضل سے تقوی اور محبت دین پر ثابت قدم رہکر ایسے نمونہ دکھلائیگا کہ جو ہم جنسوں (یعنی احمدیوں اور غیر احمدیوں) کے لئے پیروی کے لائق ہونگے**"

کیا حقیقتاً ایسا ظہور میں نہیں آیا؟ آیا اور ان آنکھوں نے اسکو دیکھا کہ جو حقائق شناس اور دین وایمان کی قدر کرنے والی ہیں دنیا داروں اور دنیا پرستوں کا اس کو نظر حقارت سے دیکھنا اور اس کی ایمانی طاقت اور دینی عشق کی قدر نہ کرنا پہلے درجہ کی ناسمجھی ہے - جس کے لئے یہ کہنا بہت ہی موزوں ہے کہ

مبین حقیر گدایان عشق راکیں قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلہ اند

پس اے پڑھنے والے! تو محرم سے ایک خاص سبق حاصل کر تیری آنکھوں میں واقعہ کربلا اگر آنسو بھر لائے تو ساتھ ہی اس کا بھی نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے کہ یہ سب ایمان کے لئے تھا اس لئے تیری آنکھیں ایمان کی عدم موجودگی کے باعث ہی حسرت نصیب ہوکر خون روئیں اور دل وجگر کے ٹکڑے بہائیں - تو واقعی تو اس سے ایک مفید سبق حاصل کرے گا - اور وہ یہ کہ ایمان کی منادی کل عالم میں کرنی چاہئے جو امام حسین کے زیر نظر تھی۔

یہ ہولی ہے یا ہولا؟ بادش بخیر اڈیٹر صاحب اخبار نور آج پھر ایک عجیب لباس میں ہمارے سامنے ہیں کوئی وقت تھا جب وہ جماعت کے موجودہ تنازعات کو ہولی قرار دیکر اس سے پہلو تہی اختیار کرنا ہی ضروری سمجھتے تھے - شاید کوئی خاص اغراض ہونگی جن کے لئے انھیں یہ **لا الی ھولاء ولا الی ھولاء مذبذبین بین ذالک** کی صورت کچھ عرصہ تک اختیار کرنی پڑی اس عرصہ میں جھوٹی یا سچی جو کچھ بھی باتیں اُنھوں نے ایک فریق کے خلاف دوسروں کے سامنے کیں - وہ ان کی منافقانہ چالوں پر شاہد ہیں - صرف غیر مبائعین سے ہی نہیں بلکہ غیر احمدیوں کے ساتھ ملنے کے لئے بھی اُنھوں نے ہاتھ پاؤں مارے اور اُن کی شرکت سے ایک انجمن بنانے کی تجویز کی - جس پر قادیانی اخبارات الحکم وغیرہ نے بھی انھیں ڈانٹا لیکن تاہم شکر ہے کہ اب وہ اپنے ...... اس لباس کو اُتار کر کچھ عرصہ سے اصل شکل وصورت میں ظاہر ہوئے ہیں - یہانتک کہ اب اپنی آبائی مراسم پر بھی اُتر آئے ہیں اور اسی خاکبازی میں جس میں کہ وہ اس سے پیشتر دوسروں کو مبتلا دیکھتے تھے خود بھی مصروف ہوگئے ہیں سچ ہے **کل شئ یرجع الی اصلہ**۔ خیر اس سے یہ تو فائدہ ضرور ہوگا کہ شیخ صاحب کا وجود آئندہ کسی دھوکہ کا موجب نہ رہیگا - لیکن ہم حیران ہیں کہ جس قسم کی ہولی شیخ صاحب نے کھیلنی شروع کی ہے آیا وہ ہولی کہلانے کی مستوجب ہے یا کہ ہولا؟ شیخ صاحب نے ۳۰ نومبر کے پرچہ میں مسیح موعود کا ذکر سم قاتل سمجھنے کا بہتان تو ہم پر لگایا لیکن کچھ اپنی پہلی کرتوتوں کی بھی پردہ پوشی کر لینی تھی اور ان تحریرات پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہئے تھی جو دوکنگ مشن کی مدح سرائی میں موجودہ اختلافات کے دوران میں بھی نور میں شائع ہوتی رہیں - پھر کیا اس وقت

لئے ابھی پانچ سات ہزار روپے کی ضرورت غالباً ہوگی۔ صحیح تخمینہ میرے دوست مولوی صدرالدین صاحب بتا سکتے ہیں۔ اگر ہمارے وہ دوست جواب تک خاموش رہے ہیں۔ یا وعدے کرنے ان کے ایفا کی طرف توجہ نہیں کی۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں اور سب سے بہتر صدقہ جاریہ اپنے پیچھے چھوڑنا چاہتے ہیں تو ایک آدھ ماہ کی بات ہے۔ ورنہ خدا اُسکے کام تو رُک سکتے نہیں۔ احمدی کہلا کر مدوسے پہلوتہی کروگے تو خدا دوسروں سے یہ کام کرا دیگا تمہارا اختیار ہے چاہو مال کی محبت پر گرے رہو اور خدا کے کام کی طرف توجہ نہ کرو اور چاہو دین کو دنیا پر مقدم کرکے اپنے اموال کو خدا کی راہ میں لگا دو میرا کام صرف کہدینا ہے۔

خاکسار محمد علی ۔ ۲۷۔ ستمبر ۱۹۱۶ء

کسان ملٹین اور تعدد ازدواج

حق کی حمایت اور غلط بات کی مخالفت کرنا ہر ایک مومن اور شریف آدمی کا فرض ہے۔ خود قرآن کریم نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ لا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اُس کے حق میں عدل کرنے سے نہ روکے۔ عدل کرو۔ کیونکہ یہی تقوے سے قریب تر ہے۔ ہمنے تو کل ہمعصر ملٹین کی ایک سخت ناواجب اور دل آزار حرکت پر جس میں اُس نے ایک ضرب المثل میں رادھا کی جگہ زلیخا کا نام لکھکر یا اورنگزیب علیہ الرحمۃ پر بعض ناواجب الزامات دیکر مسلمانوں کا دل دکھایا تھا۔ بعض گذشتہ اشاعتوں میں تراروا قعی نوٹس لیا تھا۔ اور اُس کی اس حرکت کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھا تھا۔ اچھا ہوا کہ ملٹین نے بعد میں صاف لفظوں میں اپنی غلطی کا اقرار کرکے معافی مانگ لی اور یوں معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ لیکن اسکے یہ معنے نہیں۔ کہ ملٹین کی ہر ایک بات کو خواہ وہ حق اور جائز ہی کیوں نہ ہو اسی بُری نظر سے دیکھا جائے۔ اور اس کی ہر جائز اور اسکی ہر جائز اور معقول بات کو دبانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ ہمارے مدنظر ہمیشہ حق کی حمایت اور باطل کی ابطال ہوتا ہے اور یہی ہر ایک شریف انسان بالخصوص مسلمان کا کام ہونا چاہئے۔ ملٹین نے چند دن ہوئے یہ آواز اُٹھائی تھی۔ کہ

"جو ہندو ایک بیوی کی موجودگی میں بلا کسی جائز وجہ کے دوسری شادی کر لیتے ہیں۔ اور پھر پہلی بیوی کی خبر تک نہیں لیتے ۔ وہ سخت ظلم کرتے ہیں"۔

ہماری سمجھ میں یہ بالکل حق بات تھی جو ملٹین نے کہی اور اسلامی مسئلہ تعدد ازدواج پر اسکا کوئی اثر نہ تھا۔ اسلام کبھی اس بات کا ہرگز حامی نہیں کہ کوئی شخص خواہ مخواہ اور بلا وجہ ایک سے زائد بیویاں کرے۔ اور پھر عدل و انصاف سے کام نہ لے۔ لیکن خدا جانے کیوں ہمعصر کسان کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ کہ اُس نے اپنے ایڈیٹوریل کالمز میں اس صدائے حق و انصاف کی سخت مخالفت کرکے اور مسئلہ تعدد ازدواج کی بحث کو بلا ضرورت چھیڑکر اسلام کو مورد اعتراض ٹھہرانے میں پیشقدمی کی۔ چنانچہ معاصر ملٹین نے ... اپنا ڈیفنس کرتے ہوئے جہاں ایک معنے کے لحاظ سے جو وہ بھی صحیح اور جائز ہیں قرآن شریف کے اس حکم (تعدد ازدواج) کو بڑا شاندار بنایا ہے۔ وہاں کسان کے معنوں کو علمائے اسلام کی تشریحات کے سراسر خلاف ٹھیراتے ہوئے انہیں مورد اعتراض بھی ٹھیرایا ہے۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ اس جگہ تعدد ازدواج کے خلاف اس ناکارہ دلیل کا کوئی جواب دیں۔ جو ملٹین نے کسان کو الزامی جواب دینے کے لئے جیون جیسے متعصب آریہ رسالہ سے نقل کرکے کسی مسلمان خاتون کے نام سے اسکو وقعت دینی چاہی ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں اور خود ملٹین کے الفاظ سے یہی پایا جاتا ہے۔ کہ یہ الزامی جواب صرف کسان کو خاموش کرانے کے لئے ہے ورنہ درحقیقت اس مسئلہ کے متعلق ملٹین کا اپنا خیال وہی ہے۔ جو اُسنے "شاندار" کے لفظ سے ظاہر کیا ہے۔ پس ایسی حالت میں ہمیں اس بات کے اظہار میں کوئی وجہ مانع نہیں ہوسکتی۔ کہ ملٹین کا ہندوؤں کو تعدد ازدواج سے منع کرنا جن پر شرائط پر مبنی ہے۔ یعنے بلا کسی جائز وجہ کے دوسری شادی کرلینا اور پہلی بیوی کی خبر تک نہ لینا یہ اسلام کے عین مطابق ہے اور خود مسلمانوں کیلئے واجب التقلید ہے۔ افسوس ہے۔ کہ خود مسلمانوں نے تعدد ازدواج کے مسئلہ کی اصل حقیقت اور علت غائی کو نہیں سمجھا۔ ارکان اسلام کیطرف تو کسی کو کوئی توجہ

مراسلات

تبلیغی رپورٹ

(از جناب سید مدثر شاہ صاحب گیلانی)

بخدمت گرامی حضرت امیر صاحب جماعت احمدیہ سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مینے علاقہ مظفر آباد واقعہ ریاست کشمیر کا دورہ کیا۔ مظفر آباد میں میں نے برمکان جناب راجہ علی گوہر خاں صاحب نائب تحصیلدار مظفر آباد قیام کیا تھا۔ خان صاحب موصوف ایک سمجھدار اور منخیر انسان ہیں۔ اور مذہب سے محبت اور دلچسپی رکھتے ہیں مینے حضرت مرزا صاحب کے مشن اور اُن کے دعاوی کی نسبت نہایت مفصل بحثیں مختلف اوقات میں کیں۔ جس کا یہ اثر ہوا۔ کہ قریبا کل سامعین اور خصوصاً خانصاحب نے کھلے الفاظ میں علانیہ طور سے کئی دفعہ فرمایا کہ اگر مرزا صاحب کا یہ مشن ہے اور اُنکا کام اشاعت اسلام اور مذاہب باطلہ کی تردید ہے تو ہم بھی احمدی ہیں اور یہی حقیقی اسلام ہے بعض سامعین نے یہ بھی کہا کہ جس قدر ہمارے شکوک سلسلہ احمدیہ کے متعلق تھے۔ وہ بہت حد تک دور ہوچکے ہیں۔ بلکہ خان صاحب اور احمدی احباب جو میاں صاحب کے فریق میں سے ہیں اس امر پر اصرار کرنے لگے کہ میں کم ازکم دو مہینے اُن کے ہاں قیام رکھوں اور میرے اخراجات کے متحمل ہونگے۔ اور اس عرصہ میں میں اُن کو قرآن شریف پڑھا دوں۔ اس جگہ میاں صاحب کے فریق میں سے دو صاحبان ہیں۔ ایک صاحب کا نام ڈاکٹر محمد حاذق صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ ہے۔ اور دوسرے صاحب کا نام شیخ کریم اللہ صاحب ہے جو سرکاری باغات کے منیجر ہیں۔ ان ہر دو صاحبان کے ساتھ فرداً فرداً اور بحیثیت مجموعی دربارہ اختلافات سلسلہ مباحثہ اور گفتگو ہوتی رہی آخرالامر ڈاکٹر صاحب موصوف نے کئی روز کے مباحثہ اور ردو کد کی گفتگو کے بعد میاں صاحب کی بیعت سے توبہ کر لی ہے اور فسخ بیعت کا اعلان لکھدیا ہے جو یہ ہے :۔

جناب من۔ میں آپ سے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میرا پہلے یہ عقیدہ تھا۔ کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام حقیقی نبی ہیں۔ لیکن اب مولینا مولوی سید مدثر شاہ صاحب کی تقریر لاثانی سے مجھے اب راہ حق ملگیا ہے کہ واقعی مرزا محمود احمد صاحب کا خیال و عقیدہ بالکل غلط ہے۔ اور اب میں پہلے خیال سے تائب ہوتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ جو راہ حق مجھے ملا ہے۔ خدا میرے دیگر بھائیوں کو بھی عطا کرے آمین

ڈاکٹر محمد حاذق ویٹرنری اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ مظفر آباد۔

۲۷۔ بھادوں سمت ۱۹۷۳

اس اعلان کے لکھدینے کے بعد مینے ڈاکٹر صاحب سے مزید اطمینان کے لئے کچھ اور تقریر کی۔ جس پر ڈاکٹر صاحب نے ایک اور تحریر لکھدی جو حسب ذیل ہے :۔

فرضی خلیفہ قادیان کی حقیقت اور اُس کا انکشاف

جناب ایڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور۔ السلام علیکم۔ میرے اس ناچیز مضمون کو اپنے اخبار گوہر بار میں درج فرماکر بندہ کو مشکور فرمادیں :۔

بندہ پورے اور سچے دل کے ساتھ فرضی خلافت قادیان کا مرید تھا۔ اور فرضی خلافت دیگر لوگوں کو بھی منوانے کے لئے بندہ نے کوئی کسر اب تک نہیں رکھی تھی اور کئی لوگوں کو اپنے ساتھ اس خیال میں ملا لیا گیا تھا۔ میرے اکثر دل میں یہ خیال آیا کرتا تھا۔ کہ جس فرضی اور بناوٹی خلافت کا میں قائل ہوں۔ اس میں اور دیگر گدی نشینوں یا دوکانداروں میں کیا فرق ہے۔ ضمیر تو بار بار یہی کہتا تھا۔ لیکن میں ضمیر کو دھوکا دیکر ٹال دیا کرتا تھا۔ کہ اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنے آپکو فرضی خلافت کا مدعی قرار دیدیا ہے تب بھی اس میں کوئی حرج نہیں۔ خواہ وہ جھوٹے بھی ہوں۔ کیونکہ وہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعودؑ کے خلفائے رشید

میں خوب ... رہا۔ اور عموماً اپنے ہمخیال لوگوں سے ہی ملتا رہا۔ اور جب کبھی مجھے کسی نیک نفس نے راہ حق حاصل کرنے کے لئے ہدایت کی تو صرف ٹھٹھا اور ہنسی ہی میں اُسکی نصیحت کو کان کے پاس بھی پھٹکنے نہ دیا۔ اب مظفر آباد علاقہ کشمیر میں میرے ساتھ مولینا مولوی سید مدثر شاہ صاحب نے کچھ گفتگو کرنے کی درخواست کی۔ تو جو گفتگو اُن سے کی گئی۔ حالانکہ مولینا صاحب کی گفتگو کیا تھی۔ لفظ لفظ سے راہ حق نظر آتا تھا۔ لیکن میں کم ازکم ضد کی وجہ سے پانچ چھ روز تک ٹالتا رہا اور آخر مینے بعد خوب مباحثہ مولینا صاحب مذکور کے پاس اس بات کی تصدیق کی۔ کہ آپ کی گفتگو حق کی ہے اور میری گفتگو فاسد عقیدہ کی ہے۔ میں اپنے فاسد عقیدہ سے دست بردار ہوا۔ اور اُس جامہ کو جس کا میں لکیر کا فقیر کے مصداق تھا۔ تن سے اُتار دیا۔ اور خدا کا شکر ادا کیا۔ میری اس مذکورہ بالا تحریر کے لکھنے کا یہ مطلب ہے۔ کہ میری طرح لوگ بھی راہ حق حاصل کریں۔ اور لکیری جامہ کو توڑ پھوڑ کر اُتار ڈالیں اور اُن کا ظاہری وجود بھی دیکھنے سے دیگر لوگوں کو یہ فائدہ پہنچے۔ کہ وہ سچائی اور نیکی کا نمونہ نظر آویں آمین!

۲۸۔ بھادوں سمت ۷۳ ۔ آپکا غلام ڈاکٹر محمد حاذق ڈسٹرکٹ ویٹرنری اسسٹنٹ ضلع مظفر آباد۔ علاقہ کشمیر۔

(نوٹ) اگر میرا یہ مضمون کسی لکیر کے فقیر یا پیر پرست کو بُرا معلوم ہو تو میری اُس سے یہ استدعا ہے۔ کہ وہ برائے خدا میری طرح سے خدا کو حاضر و ناظر جان کر حق اور اصل کو بعد دریافت قبول کرے۔ اور جناب مرزا صاحب مسیح موعود علیہ السلام کے اصل مشن کو پورا کرکے دکھاوے ورنہ زبانی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہوگا۔ اے میرے خدا جس طرح مجھکو حق حاصل ہوا۔ میرے دیگر بھائیوں کو بھی عطا کر۔ آمین!

اس میں شک نہیں ہے کہ لکیر کے اندھوں کو لکیر ہی کے بادشاہ کو شاید چند خطابات مثلاً کسی مولوی صاحب کو حجری اللہ یا شاباش خوشنودگی دیا گیا ہو۔ تو میرے واسطے سخت مشکل ہے اور نیز اُن لوگوں کے واسطے سخت مشکل ہے۔ کہ وہ میری طرح سے فاسد عقیدہ کو چھوڑ کر راہ حق پر آجاویں۔ غالباً میری یہ تحریر ایسے لوگوں کو بُری معلوم ہو۔ جو مندرجہ بالا خطابات سے لکیر کے لباس سے ملبوس کئے گئے ہوں۔ میں تو یہ چاہتا ہوں۔ کہ حق کی تلاش میں اگرچہ آپ لوگوں کو کتنی ہی تکلیف پیش آوے بےپرواہ نہ کرکے حق کے ساتھ ملجاویں۔ اور جھوٹے خطابات اور دنیاوی آرام و جاہ و حشمت کو چھوڑ کر خدا کے بن جاؤ۔ اے بھائیو! اگر میری درخواست کے ساتھ آپ صاحبان کو اتفاق ہو۔ تو بہتر۔ اگر نہ ہو۔ تو میں خوش ہونگا۔ کہ اس قسم کا سلسلہ زور کے ساتھ حق کو چلانے کے واسطے شروع کیا جاوے۔ اب میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہ میاں صاحب بہادر کی طرف سے اب ان مندرجہ ذیل سوالات کا کیا جواب دیا جاتا ہے

(۱) کیا میاں صاحب کے خیال میں یہ درست ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعودؑ سنہ ۱۹۰۱ء تک مسئلہ نبوت کو نہیں سمجھے۔

(۲) اور سنہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی کل تحریرات مسئلہ نبوت کے متعلق منسوخ اور غلط ہیں اور اُن سے حجت ناجائز ہے۔

(۳) سنہ ۱۹۰۱ء سے مرزا صاحب کی نبوت جزوی اور محدثیت والی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۱ء کے بعد مرزا صاحب کو سمجھ آگئی کہ میں کامل اور حقیقی نبی تھا۔

(۴) آیت اسمہٗ احمد کے مصداق حقیقی مرزا صاحب ہیں۔ اور آنحضرت رسول اللہ نہیں ہیں۔ اور یہ مرزا صاحب کا نام ہے۔ آنحضرت رسول اللہ کا نام نہیں۔

(۵) کیا تمام نبیوں کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے خدا نے وعدہ لیا ہے۔ کہ وہ مرزا صاحب پر ایمان لا دیں۔

میں مذکورہ بالا سوالات کا جواب میاں صاحب سے ۱۵ یوم کے اندر چاہتا ہوں ۲۸ بھادوں سمت ۱۹۷۳

آپکا تابعدار محمد حاذق ویٹرنری اسسٹنٹ ضلع مظفر آباد۔

ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا۔ کہ میں ایک رؤیا میں دیکھتا ہوں۔ کہ ایک باتجمل دربار منعقد کیا گیا ہے اور میں بحالت خواب یہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہ خدا تعالےٰ کا دربار ہے۔ اس میں میں حضرت مرزا صاحب کو بھی دیکھتا ہوں۔ اور اُنکے ساتھ انکے مریدوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

اسلمائیم از فضل خدا	مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ، سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال	وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست	ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد	ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیاء سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
میکشیم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۵ ششماہی ۳

سہ ماہی ۱۲ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مقام اشاعت بلڈنگ میسیلے لاہور | پنجشنبہ ۱۲ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۹ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۲

خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں کیوں پیدا کیا؟

حضرت مسیح موعود کے قلم سے

اللہ تعالیٰ کے افضال و اکرام پر جس قدر بھی اُس کی حمد کی جائے تھوڑی ہے کہ اس نے اسلام کی حفاظت و نصرت کے لئے اس سلطان القلم کو ہمارے اندر پیدا کیا جس نے کہ اس چودھویں صدی کے پرفتن زمانہ میں اسلام کے اندرونی و بیرونی دشمنوں کو اپنی سیف قلم سے ایسا نیچا دکھایا کہ جس کے سامنے انھیں سر اُٹھانے کی جرأت نہ رہی۔ میاں محمود احمد صاحب نے تو اگرچہ اس جری اللہ کی پندرہ سالہ تحریرات کو منسوخ قرار دیکر انھیں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے لیکن ایک سالم اور سمجھدار انسان دیکھ سکتا ہے کہ انھیں پاک تحریرات کے اندر حقائق و معارف اور اسلام کی عظمت کے ثبوت میں پرزور دلائل کے کس قدر خزائن جمع کر دیئے ہیں کہ جنھیں دیکھ کر انسان بے اختیار اُن پر فدا ہو جاتا ہے۔ پھر کیوں کر ہو سکتا ہے کہ ان جواہرات کے خزانوں کو میاں صاحب کے کہنے پر یوں ردی کی طرح پھینک دیا جائے۔ اس وقت ہمارے سامنے آئینہ کمالات اسلام کا وہ ورق ہے جہاں حضرت مسیح موعود نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو سات دنوں میں کیوں بنایا۔ اس اور ایسے ہی دوسرے بہت سے علمی مباحث کو پڑھتے ہوئے بے اختیار دل نے چاہا کہ ناظرین کرام کو بھی ان معارف عالیہ کے فرحت بخش جام سے سیراب کیا جائے اگرچہ احمدی جماعت کے اکثر افراد ان سے پہلے بھی سیراب ہو چکے ہونگے لیکن ان لطائف کو جتنی دفعہ بھی پڑھا جائے تذکر کا ہی مزا دینگے۔ اس لئے وقتاً فوقتاً ان مفید مضامین کے اقتباسات۔ اُمید کہ ناظرین کی خاص دلچسپی کا موجب ہونگے۔ آئینہ کمالات اسلام کے ص۱۶۲ کے حاشیہ در حاشیہ۔ پر آپ فرماتے ہیں کہ:۔

اور اس جگہ کے متعلق ایک اور اعتراض ہے جو بعض ناواقف آریہ پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان ربکم الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش یعنی خدا نے جو تمہارا رب ہے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر ٹھہرا۔ یہ چھ دن کی کیوں تخصیص ہے۔ یہ تو تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام اکثر تدریجی ہیں۔ جیسا کہ اب بھی اُس کی خالقیت جو جمادات اور نباتات اور حیوانات میں اپنا کام کر رہی ہے تدریجی طور پر ہی ہر ایک چیز کو اس کی خلقت کاملہ تک پہنچاتی ہے۔ لیکن چھ دن کی تخصیص کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔

اما الجواب پس واضح ہو کہ یہ چھ دن کا ذکر در حقیقت مراتب تکوینی کیطرف اشارہ ہے۔ یعنی ہر ایک چیز بطور خلق صادر ہوئی ہے۔ اور جسم اور جسمانی ہے۔ خواہ وہ مجموعہ عالم ہے اور خواہ ایک فرد از افراد عالم۔ اور خواہ وہ عالم کبیر ہے جو زمین و آسمان و ما فیہما سے مراد ہے۔ اور خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے وہ بحکمت و قدرت باریتعالیٰ پیدائش کے چھ مرتبے طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے۔ اور یہ عام قانون قدرت ہے کچھ ابتدائی زمانہ سے خاص نہیں۔ چنانچہ اللہ جلشانہ ہر ایک انسان کی پیدائش کی نسبت بھی انھیں مراتب ستہ کا ذکر فرماتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کے اٹھارہویں سیپارہ سے سورۃ مومنون میں یہ آیت ہے۔ ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین۔ ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقا آخر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ یعنی پہلے تو ہم نے انسان کو اُس مٹی سے پیدا کیا جو زمین کے تمام انواع و اقسام کا لب لباب تھا اور اُس کی تمام قوتیں اپنے اندر رکھتا تھا وہ باعتبار جسم ہی عالم صغیر ٹھیری اور زمین کی تمام چیزوں کی اس میں قوت اور خاصیت ہو جیسا کہ وہ برطبق آیت واذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی باعتبار روح عالم صغیر ہے اور یہ تمام شیون و صفات کاملہ و ظلیت تام روح الٰہی کا مظہر تام ہے۔ پھر بعد اس کے انسان کو ہم نے دوسرے طور پر پیدا کرنے کے لئے یہ طریق جاری کیا جو انسان کے اندر نطفہ پیدا کیا اور اُس نطفہ کو ہم نے ایک مضبوط تھیلی میں جو ساتھ ہی رحم میں بنی جاتی ہے جگہ دی۔ (قرار مکین کا لفظ اس لئے اختیار کیا گیا کہ تا رحم اور تھیلی دونوں پر اطلاق پا سکے۔) اور پھر ہم نے نطفہ سے علقہ بنایا۔ اور علقہ سے مضغہ اور مضغہ کے بعض حصوں میں سے ہڈیاں اور ہڈیوں پر پوست پیدا کیا۔ پھر اُسکو ایک اور پیدائش دی۔ یعنی روح اُس میں ڈال دی۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ خدا جو اپنی صنعت کاری میں تمام صناعوں سے بہ لحاظ حسن صنعت و کمال کمالات خلقت بڑھا ہوا ہے۔

اب دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ بھی اپنا قانون قدرت یہی بیان فرمایا کہ انسان چھ طور کے خلقت کے مدارج طے کر کے اپنے کمال انسانیت کو پہنچتا ہے اور یہ تو ظاہر ہے کہ عالم صغیر اور عالم کبیر میں نہایت شدید تشابہ ہے اور قرآن سے انسان کا عالم صغیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور آیت انا خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ کہ تقویم عالم کی متفرق خوبیوں اور حسنوں کا ایک حصہ انسان کو دیکر بوجہ جامعیت جمیع شمائل و شیون عالم اس کو احسن ٹھیرایا گیا ہے۔ پس اب بوجہ تشابہ عالمین اور نیز بوجہ ضرورت تناسب افعال صانع واحد ماننا پڑتا ہے کہ جو عالم صغیر میں مراتب تکوین موجود ہیں وہی مراتب تکوین عالم کبیر میں بھی ملحوظ ہوں اور ہم صریح اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ عالم صغیر جو انسان کے اسم سے موسوم ہے اپنی پیدائش میں چھ طریق رکھتا ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ یہ عالم عالم کبیر کے کو الف مخفیہ کے شناخت کے لئے ایک آئینہ کا حکم رکھتا ہے۔ پس جب اُس کی پیدائش کے چھ مرتبے ثابت ہوئے تو قطعی طور پر یہ حکم دے سکتے ہیں کہ عالم کبیر کے بھی مراتب تکوین چھ ہی ہیں۔ جو بلحاظ موثرات ستہ۔ یعنی تجلیات ستہ جن کے آثار باقیہ نجوم ستہ میں محفوظ رہ گئے ہیں معقولی طور پر متحقق ہوتے ہیں۔ اور نجوم ستہ کا اب بھی علوم حکمیہ میں جنین کی تکمیل کے لئے تعلق مانا جاتا ہے۔ چنانچہ سدیدی میں اس کے متعلق ایک مبسوط بحث لکھی ہے۔ ....

.... چونکہ عالم صغیر میں جو انسان ہے سنت اللہ یہی ثابت ہوتی ہے کہ اُس کے وجود کی تکمیل چھ مرتبوں کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے تو اسی قانون قدرت کی رہبری سے ہمیں معقولی طور پر یہ راہ ملتی ہے کہ دنیا کی ابتدا میں جو اللہ جلشانہ نے عالم کبیر کو پیدا کیا تو اُس کی طرز پیدائش میں بھی یہی مراتب ستہ ملحوظ رکھے ہونگے اور ہر ایک مرتبہ کو تعریف اور تفہیم کی غرض سے ایک دن یا ایک وقت سے مخصوص کیا ہوگا۔ جیسا کہ انسان کی پیدائش کے مراتب ستہ چھ وقتوں سے خاص ہیں۔ اور دنیا کی تمام قوموں کا سات دنوں پر اتفاق ہونا اور ایک دن تعطیل کا نکال کر چھ دنوں کو کاموں کے لئے خاص کرنا اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ چھ دن اُن چھ دنوں کی یادگار چلے آتے ہیں کہ جن میں زمین و آسمان اور جو کچھ اُن میں ہے بنایا گیا تھا۔ (زبانیدار دو)

سوامی دیانند کی تعلیم

کسی غیر ملک کے بادشاہ کے ماتحت نہ رہنے کیلئے پرارتھنا

پرارتھنا "ہے مہاراج ادھیراج پر برہمن!...... انیہ دیش باسی راجہ ہمارے دیش میں کبھی نہ ہوں۔ تتھا ہم لوگ پرادھین کبھی نہ ہوں۔" (آریہ بھی وِنے دوسرے پرکاش کی پرارتھنا نمبر ۱۳ صفحہ ۴۷)

اردو ترجمہ:۔ "اے بادشاہوں کے بادشاہ پربرہم!...... غیر ملک کے رہنے والے ہمارے کبھی بادشاہ نہوں اور ہم لوگ کسی غیر قوم کے بادشاہ کے کبھی ماتحت نہ ہوں۔"

ایڈیٹر کا نوٹ:۔ "ان مذکورہ بالا پرارتھناؤں میں چکرورتی راج اور دولت اور اس کے سکھوں کے بھوگنے کا جو معراج دکھایا گیا ہے اور راجیہ اور دولت کو جنگ کے ذریعے حاصل کرنے کی جو ہدایت ہے وہ خاص توجہ کے لائق ہے۔ اور پھر آخری پرارتھنا میں کسی غیر ملک کے بادشاہ کے ماتحت نہ رہنے اور اُس کی بادشاہت کے پنجے سے آزاد ہو جانے کی جس خواہش کا ذکر ہے وہ اور بھی زیادہ غور طلب ہے" (راز نور)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - پنجشنبہ ۹ - نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۵۲

بے لطفی

خاموشیوں نے غم کا خوگر بنا دیا ہے

لطف آئے اب ہمیں کیا تشریح آرزو میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کے سینہ میں حرکت کرنے والا ایک چھوٹا سا دل پیدا کیا ہے۔ جو ایک جیتی جاگتی اور کارکن نظر آنے والی ہستی کے لئے قیام کا باعث ہے۔ اس میں قسام ازل نے ایسی صفات ودیعت کی ہیں کہ کبھی اور کسی وقت بیکاری اسکو پسند نہیں آتی۔ اسی لئے آرزو، خواہشوں، اور مرادوں کا ایک سلسلہ اس کے اندر سے اٹھتا رہتا ہے۔ اس پر کوئی وقت ایسا نہیں آتا کہ جس میں اس کے اندر آرزوؤں اور مرادوں کی تڑپ موجود نہ ہو۔ اسی دل کے ادبال اور قابل قدر جوش نے حضرت انسان کے لئے معراج ترقی کی منزل پیدا کی ہے۔ اسی دل کی عمدہ امنگوں اور قابل عزت آرزوؤں نے نوع انسان کے لئے کام کرنے اور ان کی بہتری و بہبودی کے لئے حرکت کرنے کا جوش سینہ میں موجزن کر دیا ہے اور بہتوں کو اس مقصد میں کامیاب و بامراد کیا۔ جن کی کوششوں کی آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر مدح سرائی ہو رہی ہے۔ کون اس امر سے بے خبر ہے کہ دلوں میں بعض دل تو وہ ہوتے ہیں کہ جو صرف ذاتی مفاد اور نفسانی اغراض کے لئے آرزوؤں کا سلسلہ پیش کرتے ہیں جن سے عوام کو فائدہ پہنچنے کی صورت موجود نہیں ہوتی۔ بلکہ بسا اوقات ان کی حرکتوں اور تعلیلوں سے ضرر اور نقصان ہی پہنچا کرتا ہے۔ اور بعض قلوب اس قسم کے نفع رساں اور فیض بخش ہوتے ہیں کہ جن میں سے نوع انسان کی بہبودی کی نہریں نکلا کرتی ہیں۔ یہ دل بنی آدم کے لئے مبارک ہوتے ہیں۔ اور انہیں دلوں کے سچے جوشوں نے اور ان کی فائدہ دہ اور پاک آرزوؤں نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہے، کیا شاندار وہ مبارک قلب اور اطہر دل تھا کہ جس پر حضرت احدیت جل جلالہٗ عم نوالہٗ کے پاک پرشوکت اور پرجبروت کلام اقدس کا نزول ہوا۔ جس کے متحمل نہ خواص و عوام کے قلوب تھے اور نہ مضبوط اور گرانقدر وجود۔ جیسے کہ کلام معجز نظام نے اس کا یوں اظہار کیا ہے۔ کہ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرأیتہ خاشعاً متصدعاً من خشیۃ اللہ

اس قلب میں نوع انسان کو پستی کے تنگ و تاریک غار سے نکالنے کی سچی تڑپ اور مبارک آرزو تھی۔ اور یہ وہ دل تھا کہ جو نوع انسان کو گندگی کے بحر زخار دریا ناپیدا کنار اور ضلالت کے پرخار دشت سے نجات دینے کے جوش سے پر تھا۔ جس میں قدرت کے پرشوکت ہاتھوں نے اسکو نصرت عطا کر کے کامیاب و بامراد کر کے اہل دنیا پر یہ امر مبرہن کیا کہ آدم کی اولاد کے ساتھ ہمدردی اور شفقت کا ارادہ کرنے اور صدق دل اور جوش سے کام کرنے والے بالآخر کامیابی کا تاباں و درخشاں چہرہ دیکھ ہی لیا کرتے ہیں۔ یہی وہ انسان صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس کی سیرت واقف ہاں دلی جوش اور سچی ہمدردی و غمگساری کی آرزوؤں نے نوع انسان کے لئے کامل و مکمل قانون ابدالآباد کے لئے موجود بوجود کر دیا۔ جس کا نام قرآن مجید ہے۔ اس ضابطہ اور قانون میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی ضرورت اور گنجائش نہیں ہے۔ اگر ضرورت ہے تو اقطاع عالم میں اور دنیا کی زبانوں میں اس کے تراجم شائع کرنے اور اس کے بتائے ہوئے گروں پر عمل درآمد کرانے کی۔ اسی غرض اور حاجت کو پورا کرنے کے لئے مختلف اوقات میں خدائے کریم نے علمائے ربانی و مجددین ملت بیضا کو کھڑا کیا جن کے ذریعہ ایک جماعت ملکر کام کرنیوالی حسب الارشاد ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر الآیۃ تیار کی گئی اور یوں جہاں جہاں رب العزت نے چاہا پیغام حق کی منادی ہوئی۔ اس امانت کو لے کر ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کی سرزمین میں میٹھی نیند سونے والے آئے اور ایک حد تک اس کا حق ادا کر کے بار امانت سے سبکدوش ہوئے۔ یہی وہ بار امانت تھا کہ جو بالآخر ہمارے مرشد حضرت مسیح موعود خلد آشیانی کے سپرد ہوا۔ جن کی **زندگی کا مقصد و مدعا اس کے سوا اور کچھ نہیں تھا کہ تبلیغ اسلام کو اقطاع عالم میں پھیلانے والی جماعت کھڑی کی جاوے**۔ یعنی ایسے دلوں کی تلاش کی جاوے کہ جن میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک مشن کے پورا کرنے کا صحیح معنوں میں جوش ہو۔ آپ کی زندگی میں آپ کی آنکھوں نے بفضل اللہ ایسی صورتیں دیکھیں اور "ریویو آف ریلیجنز" کے اوراق نے اُن کے سنہرے کام اور ان دلی آرزوؤں کی بے نظیر اور دلکش تصویریں قوم کے اہل دل اور صاحبان بصیرت کے آگے پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسیح موعود نے بار امانت کو ادا کر دیا۔ اور اپنے مقصد میں وہ کامیاب و بامراد ہو کر ہماری نظروں سے غائب ہوئے۔ آپ کی جدائی نے ہم کو ایک ایسے **نور** کے سایہ میں چھوڑا کہ جس کے زمانہ میں تبلیغ حق کی آرزوئیں سرسبز ہوئیں۔ اور ان کی بنادیں اپنے خاص رنگ میں پڑیں۔ جن سے اہل مذاق حضرات نے وہ لطف و سرور حاصل کیا کہ جس کے وہ خواہاں و جویاں تھے۔ مگر اس **نور** کے بعد ایک ظلمت کی سیاہ چادر اور گھٹا نے ہم کو آن دبایا اور جماعت کے شیرازے کو ایسا برہم کیا کہ خادمان ملت بیضا کے کاموں کی تعریف و توصیف کرنے والے بھی اس کے بے ہودہ اثر سے محفوظ و مصئون نہ رہ سکے۔ اور ان کے منہ کو بھی حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے مخالفین و معاندین کی طرح بے لگام اور گندہ دہن ہو کر خادمان ملت کے منہ آنے لگے جس سے بہت سے بزرگ حیران ہو کر خاموشی کے عالم میں محو ہو گئے۔ اور غم والم کے پہاڑ ان پر ایسے ٹوٹے کہ ان کو بیخود کر دیا۔ دین کی خدمات کے کارنامے اور اس کے لئے سچا جوش جو ان کے لئے باعث لطف و سرور تھا اوس میں اس بیہودہ سری اور نفسانیت نے بے لطفی پیدا کر دی جن آرزوؤں کے سبز باغ ان کے پیش نظر تھے

+ + + + + + + + + +

+ - اور جن خواہشوں اور آرزوؤں کی تشریح میں اُن کو لطف آتا تھا اور باچھیں کھل جاتی تھیں۔ اس کے بجائے رنج و محن سے دوچار ہونا پڑا۔ بہتوں نے اس ذکر کو دیکھ دیکھ کر خاموشی اختیار کی مگر تا بکے آخر یکطرفہ کارروائی اور زیادتی کی حرکتیں دیکھکر قوم کے قلوب نہیں نہیں کانشنس کے آگے اپیل کرنے کا جوش دل میں پیدا ہوا جس نے زبان قلم کو حرکت میں لا کر یہ کہنے کی جرأت دی کہ کیا ہماری ہستی نفس پرستی اور نفسانیت کی بنیاد قائم کرنے کے لئے معرض ظہور میں لائی گئی ہے۔ یا کہ نوع انسان کو شرک جیسے گند اور مخلوق پرستی کی نجاست سے نکال کر ضیاء توحید سے سینوں کو منور و مجلی کرنے اور چشمۂ اسلام سے سیراب کرنے کے لئے؟ یہ ایک سوال ہے جس کا جواب اُن حضرات سے مطلوب ہے کہ جنہوں نے خدا کے مسیح کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر یہ اقرار کیا کہ "وہ دین اور دین کی عزت کو اپنے مال اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے عزیز تر رکھیگا۔ اور بہتر یقین کرے گا۔" کیا یہ وہ وقت نہیں کہ اس وقت کل نفسانیت کی زنجیروں کو توڑ کر دین متین کی خدمت کو سب سے افضل سمجھا جائے اے عزیز! دنیادار دنیا پر گرتے ہیں۔ لیکن دین کی محبت والفت والے دنیا کو لات مار دیا کرتے ہیں۔ دیکھو ایک دین پرست نے کیسے اچھے الفاظ میں یہ نصیحت کی ہے کہ

ہر چہ داری خرج کن در راہ او
لن تنالوا البر حتی تنفقوا!

پس تم اپنی کل طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر کے وہ سچا لطف اور سرور حاصل کرو اور اپنے اعمال سے اُس **بے لطفی** کو دور کرو کہ جو بعض نفسانی لوگوں نے پھیلا رکھی ہے +

قرآن کریم میں تحریف +

موجودہ زمانہ کی آزادخیالی اور خودسرانہ طبع آزمائی نے بعض لوگوں کو قرآن کریم جیسی پاک و اطہر کتاب پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہیں روکا۔ اپنے خاص مطالب اور خیالات کی تائید کے لئے جا و بیجا قرآن کریم سے استدلال و استنباط کرنا اس وقت بہت عام ہو چکا ہے۔ شیعہ مفسرین نے تو بالخصوص قرآن کریم کی تحریف معنوی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ایک ایک آیت بلکہ ایک ایک لفظ سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی برائیاں اخذ کر کے امام حسینؓ اور حضرت علیؓ کی تعریف و توصیف بیان کرنا اُن کا عام شیوہ ہے۔ لیکن یہ مرض اب شیعوں کے ساتھ ہی مخصوص نہیں رہا۔ عام طور پر اپنے مخصوص مذہبی خیالات کی تائید میں اسی قسم کی رکیک تاویلات سے کام لیا جاتا ہے۔ اور سیاق و سباق کو بالکل نظرانداز کر کے بلکہ ایک آیت کے بھی سارے الفاظ کو چھوڑ کر اُس کے صرف ایک حصہ یا چند الفاظ سے ہی اپنا مطلب نکال لیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہمارے سامنے روزانہ پیسہ اخبار مورخہ ۲ نومبر ۱۹۱۶ء کا وہ مضمون ہے جس میں شہادت امام حسینؓ کے بعض واقعات پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اس مضمون کے شروع میں محرم کی بعض خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ

"ماہ غرا سے سنہ ہجری کا آغاز جس قدر پرمعنی دینی و دنیوی مصالح پر مبنی ہے وہ مشرقی فلاسفروں کے اس قول سے عیاں ہے
ع - در ہر پیا ہر گریہ آخر خندہ ایست
خود خدائے تبارک و تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے -
فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیرا"

ہم نہیں جانتے کہ پیسہ اخبار کی اس جملہ قرآنی کو لکھنے سے کیا مراد ہے۔ کیا اس کا مطلب ہے کہ مسلمان اس مہینہ میں تھوڑا ہنسا کریں اور رویا بہت کریں۔ سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے معزز معاصر نے اس جملہ کو لکھنے سے پہلے اصل آیت قرآنی کو کیوں دیکھ نہ لیا۔ قرآن کریم کے ان الفاظ کا سیاق و سباق تو ان معانی کا ہرگز متحمل نہیں یا شاید پیسہ اخبار نے مسلمانوں کو بھی ان منافقین کے گروہ میں شامل سمجھ لیا ہے جنکو اس آیت میں ڈرایا گیا۔ کہ اب تو تم ہنستے ہو لیکن آئندہ تمہیں اس تھوڑی سی ہنسی پر بہت رونا پڑیگا۔ چنانچہ اصل آیات یہ ہیں۔ فرح المخلفون بمقعدھم خلاف رسول اللہ وکرھوا ان یجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ وقالوا لا تنفروا فی الحر قل نار جھنم اشد حرا لو کانوا یفقھون ٥ فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیرا جزاءً بما کانوا یکسبون ٥ یہ آیات کھلے طور پر پیسہ اخبار کی مطلب آرائی کی تردید کر رہی ہیں اور اگر اس شخص کی طرح جو لا تقربوا الصلوٰۃ سے آگے وانتم سکاریٰ پر نظر ڈالنا ضروری نہ سمجھے۔ ہمارے معزز معاصر نے بھی صرف فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیرا پر ہی اکتفا کرنا ضروری نہیں سمجھا تو ہمیں یقین کرنا چاہئے کہ اسے اپنی اس غلطی کی اصلاح کرنے میں کوئی دریغ نہ ہوگا +

ایک غلط بیانی کی تردید

تعجب ہے کہ آریہ معاصرین کسی امر کی تحقیقات کئے بغیر خواہ مخواہ غلط واقعات لکھ دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ ذرا کہیں سے اشارتاً یا کنایتاً مسلمانوں کے خلاف کوئی بات ملجائے خواہ وہ کتنی ہی بیہودہ اور رقیق دل کیوں نہ ہو بس اسی پر حاشیہ آرائی ہونے لگ جاتی ہے۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۶ء کے لائل گزٹ میں شہزادی کراڈ جا کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں شہزادی موصوفہ نے اپنے مسلمان ہونے سے انکار کیا ہے۔ اول تو ہم حیران ہیں کہ کس شخص نے شہزادی موصوفہ کے مسلمان ہونے کا اعلان کیا۔ فہرست نومسلمین میں کب اُنکا نام شائع ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ خواجہ صاحب نے لاہور کے کسی جلسہ میں اُنکے قبول اسلام کا اعلان کیا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ خواجہ صاحب نے تو یورپ کے مختلف مذاہب کا نقشہ کھینچتے ہوئے شہزادی موصوفہ کے ان خیالات کا ذکر کیا تھا جو اسلامی اصولوں کے عین مطابق ہیں اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ انہوں نے اسکے مسلمان ہونیکا اعلان کیا ہے۔ لیکن لائل گزٹ کی اس روایت کو لیکر ہمارے آریہ معاصر آریہ گزٹ نے خوب حاشیہ چڑھایا ہے اور اسی پر ووکنگ کے نومسلمین کے حالات کو قیاس کر لیا ہے۔ یہ نہیں بلکہ اس سے خواہ مخواہ غلط فہمی پھیلانے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں اس پر تو حیرانی نہیں کہ آریہ گزٹ نے کیوں خواہ مخواہ غلط بیانی سے کام لیا بلکہ تعجب اس بات پر آتا ہے کہ کس غلط بات پر اس نے اس قدر جھوٹ کی بنیاد رکھی۔ شاید اپنی ان تدابیر کے ناخوشگوار نتائج نے ہمارے آریہ دوستوں کی عقل پر پردہ ڈال دیا ہے کہ اب کیا سکیں بیکار کر دیا ہے اور ایک جھوٹی

ایک دلچسپ مراسلت

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب و دیگر بزرگان قوم جب امروہہ تشریف لے گئے۔ جن کا ذکر خیر اخبار پیغام صلح مورخہ یکم محرم الحرام ۱۳۳۵ھ میں ہو چکا ہے۔ اس سے قبل دو روز خاکسار شیخ فضل کریم صاحب کے مکان پر کسی ذاتی کام کیواسطے گیا۔ وہاں پر جناب میر ناصر نواب صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خسر رونق افروز تھے۔ خاکسار اُنکی چارپائی پر بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد شیخ فضل کریم صاحب کے بھائی صاحب نے فرمایا کہ یہ بھی (میری طرف اشارہ کرکے) احمدی ہیں۔ اور لاہوری احمدی۔ اس پر جناب میر صاحب نے کچھ سلسلہ گفتگو شروع کردیا کہ لاہوری خارجی ہیں۔ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ اس پر میں نے عرض کیا جناب میر صاحب ان باتوں کا کچھ فایدہ نہیں ہوا کرتا۔ آپ ذاتیات کو جانے دیں۔ ہمیں جناب میاں صاحب سے ذاتی طور پر (حاشا وکلا) کوئی بغض وعناد نہیں۔ اگر ہے تو صرف اس لئے کہ جو عقاید میاں صاحب پیش کرتے ہیں۔ وہ قرآن۔ حدیث۔ تعلیم حضرت مرزا صاحب کے بالکل برخلاف ہیں۔ اس پر بہت سی گفتگو جناب میر صاحب سے ہوتی رہی اگرچہ جناب میر صاحب اس قدر بے معنی کلام کرتے اور ایسی باتیں درمیان میں کر دیتے جنکی ہرگز کوئی ضرورت نہ تھی۔ مثلاً ہم نے قادیان میں ۴۷ مکان بنائے۔ ہمنے مسیح موعود کے ساتھ ۱۹ سال گذارے۔ ہم مرزا صاحب کے خسر ہیں ہم تمہارے نانا ہیں۔ تمہارا کوئی حق نہیں کہ تم ہمارے سامنے بات کرو۔ چونکہ میں ایسی باتوں سے ہمیشہ سے گریز کیا کرتا ہوں۔ کہ جس کی وجہ سے بات طول طویل ہو۔ اور مجھکو ایسی باتوں کے جواب دینے کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس لئے کہ اگر میر صاحب نے یہ کام کیا ہے اپنے لئے کیا ہے نہ کہ کسی پر ذاتی طور پر احسان کیا۔ میں نے صرف اسی قدر عرض کیا کہ حضور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں خلیفہ ثانی کو منبر پر خطبہ فرماتے وقت ایک بڑھیا کھڑی ہوکر کہدے کہ یہ بات اس طرح نہیں اس طرح ہے۔ مگر آپ خلیفہ ثانی کیسا اچھے نانا ہیں کہ آپ کے سامنے کوئی صحیح بات بھی نہ کرے۔

ہم تو جو کہتے ہیں مسائل دین کے متعلق کہتے ہیں۔ نہ کہ آپ کی ذات کے متعلق۔ پھر آپ کا یہ کہنا۔ کہ تم میرے سامنے بات نہ کرو۔ آپ ہی غور فرما دیں۔ یا پیش کریں کہ کون سا لفظ میری زبان سے آپ کی ذات کے متعلق نکلا۔

اس کے بعد آپ نے ایک الہام پیش کردیا۔ من فرق بینی وبین المصطفیٰ الخ اور صاف کہا کہ مرزا صاحب فرماتے ہیں میرے اور مصطفےٰ کے درمیان کوئی فرق نہ کرو۔ میںنے عرض کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں ایک شمہ ہوں اور قطرہ ہوں۔ اور میںنے جو کچھ پایا۔ اسی سمندر سے پایا۔

میرے شمہ اور قطرے کے الفاظ پر میر صاحب اس قدر جوش میں آئے اور جھٹ فتوے دیا کہ تم احمدی نہیں۔ میںنے ذرا تحمل سے عرض کیا کیونکہ میر صاحب فوراً جوش میں آجاتے تھے اور بات نہ سنتے تھے کہ یہ تو حضرت مرزا صاحب کے الفاظ ہیں۔ اور آپ تو مرزا صاحب کو محمد رسول اللہ کے برابر کھڑا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غلط ہے۔ اس لئے ہم تو حضرت صاحب کو خادم کا خادم ہی کہیں گے اور اسی میں ہماری نجات اور یہی حضرت صاحب کا مذہب ہے نہ کہ یہ کہ مرزا صاحب حقیقی احمد ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلعم صفتی احمد۔ اور اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے حضرت محمد رسول اللہ صلعم مجمل طور پر مصداق اور مرزا صاحب حقیقی طور پر۔

یہی تو آجکل قادیان سے عقائد جاری ہو رہے ہیں جو حضرت صاحب کی تعلیم کے خلاف ہیں۔ اسی لئے ہم بیزار ہیں اسمہٗ احمد پر۔ میر صاحب نے حکیم خلیل احمد صاحب مبلغ کو فرمایا کہ اسمہٗ احمد کی پیشگوئی جو مرزا صاحب نے اپنے پر چسپاں کی ہے کتاب نکالکر دکھلا دو۔ اس پر میںنے عرض کیا کہ اگر مرزا صاحب نے کسی جگہ یہ لکھا ہے کہ اس کا مصداق محمد رسول اللہ صلعم نہیں بلکہ میں ہی ہوں (نفی) ہے تو دکھاؤ۔ اگر نفی تم دکھلا دو۔ تو جو کچھ تم کہوگے میں مان جاؤں گا۔ لیکن دروغ کے پاؤں کہاں۔ نفی ہو تو دکھلا دیں۔ پھر میں نے یہ بھی عرض کیا۔ کہ آجکل مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب نے القول المجید فی تفسیر اسمہٗ احمد کتاب [illegible]

اُس کو آپ ملاحظہ فرما دیں کیا لکھو لکر اسکو مولینا صاحب نے لکھا ہے۔ اس کتاب کا نام لینا تھا کہ میر صاحب پھر جوش میں آکر کہا۔ ارے وہ نوے سال کا بڈھا۔ اُسکے ہوش ہو اس تو درست نہیں۔ یہ اس کی کتاب نہیں کسی اور کی ہے۔ اس وقت میر صاحب اگرچہ بہت جوش میں تھے میری بات نہ سنتے مگر میں کب رکتا تھا۔ کہدیا وہ تو ضمیمہ شہادت بذریعہ اخبارات و اشتہارات پیش کرتے ہیں۔ کہ یہ میری ہی کتاب تصنیف کردہ ہے۔ نہ کہ عزیز محمد یعقوب کی۔ پھر شام ہوگئی۔ (نماز ادا کی) اور شام کے بعد میر صاحب کچھ شروع ہوئے۔ مگر خاکسار اُن کی طرف متوجہ نہ ہوا کیونکہ سوائے تضیع اوقات کے نتیجہ کچھ نہ تھا۔ ہاں شیخ فضل کریم صاحب کے رشتہ میں غالباً بھائی صاحب ہی ہیں جنہوں نے کہا کہ آپ شملہ کا مباحثہ مطالعہ کریں۔ میںنے کہا کہ آجتک جو جو اخبارات یا رسالہ جات فریقین کی طرف سے نکلے ہیں۔ خدا کے فضل سے تقریباً میرے پاس ہیں۔ میںنے پڑھے اور بغور پڑھے۔ حقیقت النبوت کو بغور پڑھا۔ متواتر پڑھا اور النبوت فی الاسلام کو بھی دیکھا۔ اور ان دونوں صاحبوں کے عقائد پر خوب غور کیا۔ حاشا وکلا۔ مولینا مولوی محمد علی صاحب کے عقائد بالکل درست اور صحیح اور مرزا صاحب کی تعلیم کے عین مطابق اور میاں صاحب کے کوسوں دور۔ لیکن افسوس کہ آپ نے فریقین کی تحریرات تو دیکھی نہیں اور مجھکو ہدایت کرتے ہو کہ شملہ کا مباحثہ مطالعہ کرو۔

خیر اس کے بعد خاکسار چلا آیا۔ اس تمام گفتگو میں مجھکو ایک خیال پیدا ہوا کہ مولوی محمد احسن صاحب کو ضرور ملنا چاہئے۔ خدا کی قدرت کہ دوسرے روز صبح ماسٹر فقیر اللہ صاحب کا خط میرے نام آیا۔ کہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ۲۸ تاریخ صبح کو دہلی پہنچ جائینگے۔ آپ سٹیشن پر ملیں۔ مجھ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ امروہہ تشریف لے جاویں گے۔

خیر یہ خاکسار ۲۸ اکتوبر ۱۹۱۶ء کی صبح کو سٹیشن پر حاضر ہوگیا۔ اور جناب حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب سلمہٗ وجناب ڈاکٹر صاحب مرزا یعقوب بیگ وجناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب وجناب شیخ رحمت اللہ صاحب صبح ۶ بجے کی ٹرین پر رونق افروز ہوئے اور از راہ بندہ نوازی غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اور پھر ۹ بجے کی ٹرین پر روانہ امروہہ ہوئے۔ خاکسار بھی آنصاحبان کے ہمراہ چلا گیا۔ اور امروہہ پہنچکر جناب مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب سے بہت سی باتیں ہوتی رہیں۔ اور دوران گفتگو میں جناب نے فرمایا۔ کہ آجکل مجھ پر اس قدر افضال الٰہی کا نزول ہے کہ میں کیا بیان کروں جس کا ایک ظاہری ثبوت تو میری کتاب القول المجید ہے جس کے الہامی اشعار بھی دو تین آپ نے فرمائے جو اسوقت مجھکو یاد نہیں۔ الغرض آپ نے سلسلہ گفتگو میں عقائد کا اور بہت سی باتوں کا پورا پورا اظہار فرمایا۔ جو میاں صاحب کے عقائد کے بالکل مخالف تھیں۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ مجھ کو ہرگز اس بات کا علم نہ تھا۔ کہ میاں صاحب کے یہ عقائد ہیں۔ بلکہ جب کبھی میں ان باتوں کی طرف غور کرتا۔ تو بہت دلگیر ہوتا کہ خداوندا یہ سب سے پہلے اور بڑی غلطی مجھ سے ہوئی کہ میں نے ایسے شخص کو خلیفہ مانا جس کے عقائد قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ سو الحمدللہ کہ مجھکو خداوند عالمین نے اس کتاب القول المجید فی تفسیر اسمہٗ احمد کے لکھنے کی توفیق بخشی اگرچہ میں نے اپنے عقیدہ کا کھلے طور پر اظہار کردیا ہے کہ میرا یہ عقیدہ نہیں۔ اور میں نے تشحیذ الاذہان میں بھی اپنے عقائد کا اظہار پورے طور پر کیا ہوا ہے۔ جسکو جناب حضرت صاحب و خلیفہ اول اور خاص کر مولوی عبدالکریم صاحب پسند فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ مولوی عبدالکریم صاحب کے یہ الفاظ ہیں۔ تحریر بے نظیر

جناب مولینا صاحب نے اکثر نمازیں مولوی محمد علی صاحب قبلہ کے پیچھے پڑھیں۔ اور باقی گھر کے اندر بوجہ بیماری کے۔ اور آپ نے اپنے مکان پر مولینا صاحب کا وعظ بھی کرایا۔ اگرچہ مولوی صاحب کی طبیعت کسی قدر ناساز بھی تھی۔ تاہم مولوی صاحب نے انکار نہیں کیا۔ جس کا ایک خاص اثر حاضرین پر ہوا۔ جس کا ذکر پیغام صلح مورخہ یکم محرم الحرام میں ہو چکا ہے۔

حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب نے مولوی سید محمد احسن صاحب کے سامنے یہ بھی کہا کہ میں تو کامیاب ہوگیا۔

[illegible] سلسلہ احمدیہ کے کارپرداز لوگو غور کرو۔ جبکہ مولوی محمد علی صاحب [illegible] اکیلے اور تنہا کھڑے ہوکر قادیان کی مسجد میں کہا تھا [illegible]

چاہتے ہو مجھکو کوئی بڑا سمجھے یا اچھا۔ [illegible] کہ مولوی محمد علی صاحب سچا تھا اور سچے [illegible] کے ساتھ ہوگئے۔ [illegible] کہتا ہوں کہ جو شخص سلسلہ احمدیہ کے فریقین کی کتابیں بغور مطالعہ کریگا وہ ہرگز ہرگز میاں صاحب کے عقائد سے متفق نہیں ہوسکتا۔ بالکم از کم حضرت صاحب اور میاں صاحب کی کتابوں کا مطالعہ کریگا۔ اور میاں صاحب کے مریدین سے اکثر تو ایسے ہیں جو میاں صاحب کی تحریرات سے ہی بالکل واقف نہیں۔ اور تقلیدی رنگ میں میاں صاحب کو مان رہے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں۔ جوکہ میاں صاحب کے عقائد سے بیزار ہیں لیکن انہوں نے ابھی توبہ نامے شایع نہیں کئے۔ جن میں ایک میرے بھائی صاحب بابو عبدالحمید بھی ہیں۔ جو عرصہ دو سال سے میاں صاحب کی بیعت کو فسخ کر چکے ہیں۔ لیکن تاحال اعلان نہیں کیا۔ عنقریب اُن کا اعلان شایع ہوگا۔ فقط۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار حافظ عبدالعزیز وزیر آبادی۔ حال دہلی صدر بازار۔

بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا کام آیندہ کس طرح چل سکتا ہے؟

ووکنگ مشن کی آمد و خرچ ۱۹۱۵ء

ذیل کی اپیل حضرت خواجہ صاحب نے اپنی روانگی انگلستان سے پہلے لکھی تھی۔ جو اُسی وقت آپ کے موقر رسالہ اشاعت اسلام کے ساتھ بطور ضمیمہ شایع بھی ہوگئی لیکن اپیل کی اہمیت اس بات کی متقاضی ہے۔ کہ اُسے بار بار شایع کیا جائے۔ اسی لئے معزز ہمعصر علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ نے اسے اپنے [illegible] ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں درج کیا ہے ہم بھی ناظرین پیغام صلح کی توجہ اور تفنن طبع کے لئے اُسے ذیل میں درج کردینا ضروری سمجھتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

جس اہمیت کو آج ہمارا مسلم مشن کیا یہاں اور کیا انگلستان پہنچ چکا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جو فوق العادت کامیابی اللہ تعالے نے ہمیں عطا کی۔ نہ اسکے ہم مستحق اور نہ اُسکے حصول کے لئے ہماری کوششیں کافی تھیں۔ دنیا کا کوئی مذہب ہمارے مقابل اپنی تبلیغی کوششوں کے ثمرات گذشتہ دو تین صدیوں میں بھی ایسے نادر نہیں دکھلا سکتا جو خدا تعالے نے گذشتہ دو تین سال میں ہمیں عطا کئے۔ دراصل اللہ تعالے نے مغرب میں کچھ اسباب ہی ایسے پیدا کردئے ہیں جنہوں نے وہاں کے غور وفکر کرنے والے اور مذہب سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب کو اسلام کے قریب کردیا ہے۔ یہ لوگ مذہب مغرب کی موجودہ مروجہ شکل سے بیزار ہوکر مختلف رنگوں میں اُن صداقتوں کو تسلیم کر رہے ہیں جن کی حیثیت مجموعی کا نام اسلام ہے۔

میں نے نومبر ۱۹۱۵ء میں ولایت سے آکر متعدد مقامات پر یہ بیان کیا تھا کہ اگر ہم اپنی تبلیغی کوششوں کو عقلمندی اور استقلال کے ساتھ یورپ میں جاری رکھیں۔ تو اسلام مغرب میں حیرت انگیز ترقی کر جائیگا۔ جن لوگوں نے میری باتوں کو سُنا۔ وہ خود تصدیق کرلیں گے۔ کہ میرے بیان کے بعد جو اس ایک سال میں نتائج مرتب ہوئے انہوں نے میرے بیان کی کس قدر تصدیق کی۔ میرے یہاں پہنچنے پر پچاس اصحاب حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن آج دو سو کے لگ بھگ اصحاب آنحضرت صلعم کے قدموں میں آچکے ہیں۔ یہ نو مسلم کس پایہ کے اور کس علم وفضل سے آراستہ ہیں۔ اس کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔ رسالہ ہذا میں جو ماہواری رپورٹ چھپتی ہے وہ ان امور کا آئینہ ہے۔ میں صرف اس قدر کہہ سکتا ہوں۔ کہ نومسلم اخوان میں بعض ایسے فاضل اور اہل قلم ہیں۔ جن پر کسی قوم یا سوسائٹی کو ناز ہوسکتا ہے۔ طبقہ امراء میں سے لارڈ ہیڈلے بالقاء اور اسی طبقہ کی دو معزز خاتونیں۔ طبقہ فضلاء میں سے پروفیسر لیجئے۔ ہیلن الیف جی ایس۔ پروفیسر (مصطفے ارون) کے۔ اے ایم اے۔ ایل ایل ڈی۔ پروفیسر (امین) وممبٹ ڈاکٹر آف لٹریچر پروفیسر نور الدین۔ اسٹیفن وغیرہ۔ یہ لوگ وہ ہیں جو یورپ میں شہرت کے مالک ہیں۔ ان کے علاوہ اہل قلم میں سے مسٹر محمد صادق [illegible] [illegible]۔ فوجی افسران میں بعض کپتان اور لفٹنٹ وغیرہ وغیرہ ہیں۔ اس [illegible] ہم [illegible] متعلق [illegible] اسلام [illegible] ایک [illegible] [illegible] وہ مذہب جسے

...یا مذہب ...نے دنیا کے لئے لعنت سمجھا - وہ مذہب ہے جو ... دنیا کے لئے رحمت سمجھا جاوے۔

میں نے یہ متعدد مواقع پر بیان کیا ہے۔ کہ اشاعت مذہب کا بہترین طریق مغربی دنیا میں اسلامی لٹریچر کو پھیلانا اور اس کے ساتھ ایک مرکز قائم کر کے نومسلموں یا مستفسرین یا متلاشیوں کو اسلامی زندگی دیکھنے کا موقع دینا اور اس کے ساتھ موقع موقع تقریروں و لیکچروں سے بھی استمداد کرنا ہے اس امر کے لئے ہم نے اسلامک ریویو شائع کیا - اور یہ کوشش کی کہ حتی الامکان ہم اسے یورپ اور امریکہ میں مفت تقسیم کریں - اور بڑا ہمت تقسیم کی تعداد بڑھائیں - لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ سرمایہ کہاں سے لائیں - کاش مسلمان اپنے مقابل غیر مسلموں کی تبلیغی کوششوں پر توجہ کریں - کیا دو اڑھائی ہزار رسالہ کا مفت تقسیم کر دینا جو ہم اس وقت کر رہے ہیں اس لٹریچر کے مقابل کسی شمار و قطار میں ہے جو پادری سمندر کی طرح دنیا میں پھیلا رہے ہیں - کیا اگر یہ قابل مقدار ایسے نتائج مترتب کر سکتی ہے تو پھر اگر ہمارا رسالہ مثلاً دس ہزار تک ماہوار مفت تقسیم ہو تو کیا کچھ ہو سکتا ہے یہی ایک غرض تھی جو مجھے انگلستان سے ہندوستان لائی - اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس قابل کیا کہ میں قوم کے آگے اپنی محنت کے نتائج پیش کروں - اور اُن کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اس کار حسنہ میں میرے ساتھ شریک ہوں - میں اگرچہ دو اڑھائی سال کی محنت شاقہ کے بعد ولایت سے واپس نومبر ۱۹۱۲ء میں ہندوستان آیا - اور میں محتاج آرام تھا - لیکن وہ اخراجات ماہواری جو دو ہزار ماہوار کے قریب ۱۹۱۵ء کے شروع میں ہی پہنچ گئے تھے - انہوں نے مجھے گھر بھی آرام لینے نہ دیا - مجھ سے جہاں تک ہو سکا میں پنجاب اور ہندوستان کے مختلف شہروں میں پھرا - اور جس شہر میں جتنے دن رہا - قریب قریب ہر روز لوگوں کو خطاب کرتا رہا - اب چونکہ ووکنگ مشن کی روزافزوں کارروائیاں چاہتی ہیں کہ میں بہت جلد واپس چلا جاؤں - اس لئے میں نے پسند کیا کہ میں اپنی قوم کو ووکنگ کے حالات سے کسی قدر اطلاع دیتا جاؤں - یہ امر کئی دفعہ ظاہر کیا گیا ہے - کہ ہمارے مشن کے خرچ کی مدات تین قسم کی ہیں - اول اسلامک ریویو اور ایسا ہی دوسرا اسلامی لٹریچر مفت تقسیم کرنا - دوم ہر اتوار کے دن شمولیت وعظ کے لئے جس قدر مہمان ووکنگ میں باہر سے آئیں اور ایسا ہی نومسلم ساکنان ووکنگ کو اپنے ہاں دوپہر کے کھانے اور سہ پہر کی چاء پر مہمان کرنا اور ایسا ہی جس قدر نومسلموں کا اسلام سیکھنے کے لئے باہر سے ہمارے ہاں آنا یا بعض مستفسرین کا ہمارے ہاں ٹھہرنا اور انکا تعہد بطور مہمان اسلامی طور پر کرنا - سوم اخراجات متفرقات جس میں لنڈن یا دوسرے مقام پر علاوہ جمعہ کے وعظ و لیکچر کے لئے جانا اور مسجد ووکنگ کے متعلقہ اخراجات - بڑی بھاری مدات خرچ کی پہلی دو ہیں یعنی مفت تقسیم رسالہ اسلامک ریویو اور لنگر خانہ - حصول امداد کو سہل ترین بنانے کے لئے میں نے یہ مناسب سمجھا ہے - کہ اسلامک ریویو کی خریداری بہت بڑھا دی جاوے - جس قدر اس کے خریدار زیادہ بڑھینگے - اسی قدر اس کے منافعہ ... اس ... پر خرچ ہوگا - اسی غرض سے میں نے اسلامک ریویو کا ترجمہ اردو میں شروع کیا ہے - اور اسکی قیمت ۳ روپے سالانہ رکھی ہے - تاکہ اس کے منافعہ کا زیادہ حصہ بھی اس مشن پر خرچ ہو - جیسا کہ نقشہ ذیل سے ظاہر ہوگا:-

نقشہ آمد و خرچ

آمد

	پائی	آنہ	روپیہ
قیمت از خریداران اسلامک ریویو و اشاعت اسلام	۱	۱۰	۱۲۰۶۸
چندہ امدادی از حیدر آباد	۰	۰	۸۴۸۵
چندہ امدادی از ہندوستان	۰	۹	۶۷۷۲
قیمت کتاب ام الالسنہ وغیرہ	۰	۶	۱۵۱
چندہ از صاحب معلومہ بحساب پچاس روپیہ ماہوار بابت مفت تقسیم اسلامک ریویو از اخیر مئی ۱۹۱۵ء لغایت دسمبر ۱۹۱۵ء	۰	۰	۳۰۴
چندہ از جائے معلومہ بغرض تقسیم اسلامک ریویو	۱۱	۱۱	۹۲
وظیفہ خواجہ کمال الدین از جائے معلومہ بابت ۱۸ ماہ از جولائی ۱۹۱۴ء لغایت دسمبر ۱۹۱۵ء ...	۰	۰	۱۸۰۰
رخصتانہ از حضور نظام	۰	۰	۱۰۰۰
سفر خرچ از انجمنہائے مختلفہ			۲۵۷
میزان کل	۰	۵	۳۲۸۰۸

خرچ

	پائی	آنہ	روپیہ
اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام پر ... ہوا	۷	۱۵	۴۰۶۲
یہ میزان خرچ اگلے کالم پر ہے	۷	۱۵	۴۰۶۲

	پائی	آنہ	روپیہ
میزان خرچ از کالم اول	۷	۱۵	۴۰۶۲
عملہ لاہور و انگلستان	۷	۴	۷۹۳
سفر خرچ حیدر آباد و ہندوستان معہ تنخواہ ایک نفر اور ایک کلارک برائے چند ماہ جو ہمراہ رہے	۹	۷	۱۱۸۲
خرچ ام الالسنہ وغیرہ	۰	۱۵	۲۲۱
واپسی رقم ڈاک خانہ و انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور جو غلطی سے ووکنگ فنڈ میں جمع ہوئیں	۰	۲	۶۳
واپسی قرضہ حسنہ †	۰	۴	۲۰۰
متفرق	۲	۲	۳۸۰۲
رقم جو وقتاً فوقتاً ولایت گئیں	۷	۱۱	۱۹۴۲۹
میزان	۷	۱۵	۳۲۳۳۵
گرفتنی از ام الالسنہ	۰	۹	۷۰
بقایا بدست خود	۵	۱۲	۴۰۱
میزان کل	۰	۵	۳۲۸۰۸

نقشہ بالا میں جو رقوم بطور امداد حیدر آباد دکن اور دیگر علاقہ جات ہندوستان سے میں نے ان سفروں میں وصول کیں - اس کی تقسیم کو معطی صاحبان نے میری اقتضاء رائے پر چھوڑ رکھا تھا - کہ جس نسبت سے چاہوں میں انہیں رسالہ انگریزی کی مفت تقسیم یا لنگر خانہ و دیگر ضروریات ووکنگ پر خرچ کروں - چنانچہ میں نے دفتر کو ابتداء میں یہی ہدایت دی کہ ان رقوم کو قریب قریب نصف نصف ریویو انگریزی کی مد تقسیم میں اور لنگر خانہ وغیرہ میں دکھلاویں - لیکن ان رقوم کی بعد از وضع خرچ تقسیم کس طریق پر ہوئی وہ ووکنگ کے خلاصہ حساب کے آنے پر بتلائی جا سکتی ہے - لاہور اور ووکنگ ہر دو جگہ باضابطہ حساب و کتاب رکھا جاتا ہے۔

اس سال اخراجات لنگر خانہ بہت ہی بڑھ گئے - میں نے ولایت ایک دفعہ لکھا تھا کہ وہ تین یا چار ماہ کی تعداد مہمانان سے ہمیں اطلاع دیں - چنانچہ گذشتہ جون سے آخر ستمبر تک دو ہزار آٹھ سو کے قریب مہمان آئے اور اس سے آئندہ دو ماہ میں ہزار سے زیادہ تھے۔

نقشہ آمد و خرچ میں یہ باتیں قابل ملاحظہ ہیں - اول جہاں تک اس مشن کا عملہ ہے اس نے پرلے درجے کے ایثار سے کام لیا - عملہ اس وقت حسب ذیل ہے:-

ولایت میں مولینا مولوی صدرالدین صاحب - شیخ نور احمد صاحب - بلال ہندوستانی باورچی - ان کے علاوہ مولوی صاحب نے وقتاً فوقتاً اگر ولایت میں کوئی اور رکھا تو اس کا خرچ نقشہ بالا میں نہیں دکھلایا گیا - ہندوستان میں مینیجر دفتر اسلامک ریویو اور اس کے ماتحت دو کلرک - ایک چپڑاسی اور ایک دفتری جو ابتداء میں چند ماہ رہا - ایک ایجنٹ بغرض تبلیغ و اشاعت اغراض مشن جو گذشتہ اکتوبر سے رکھا گیا اور میں خود - اتنے بڑے کام پر اس قدر قلیل عملہ اور پھر اس عملہ پر بھی صرف ساڑھے پانچ سو روپیہ ماہوار کا خرچ - یہ آجکل کے حالات کے ماتحت ایثار نہیں تو اور کیا ہے - ہاں مد عملہ پر جو میں نے خرچ دکھلایا ہے اس میں وہ رقم ماہواری بھی شامل ہے جو میں اپنے ذاتی خرچ کیلئے لیتا ہوں - لیکن اس کا بوجھ میں نے کسی قسم کے ڈونیشن پر یا امداد مشن پر نہیں ڈالا - میں نے اپنی ذات کا خرچ بحیثیت ایڈیٹر اسلامک ریویو صرف اسکے حساب کتاب میں ڈلوایا ہے - کیونکہ ان رسالوں کو میری ذات سے تعلق ہے - لیکن اس پر بھی میں نے یہی پسند کیا ہے - کہ جو کچھ منافع ہر دو رسالجات کا ہوا یا جو رقم مجھے ذاتی طور پر بطور وظیفہ یا رخصتانہ بعض محسنوں سے ملی وہ سب کی سب میں نے آمد مشن میں ڈالدی ہے - میں آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ایسا ہی کرنے کی توفیق دے۔

(باقی آیندہ)

† - ابتداء ۱۹۱۳ء میں میرے ایک دوست نے مجھے تیس پونڈ بطور امداد مشن اس شرط پر ولایت بھیجے تھے - کہ اگر ووکنگ مشن میں کبھی آئندہ گنجائش ہو - تو یہ رقم ان کو واپس کر دی جاوے سو ۱۹۱۵ء میں ۲۰۰ روپے اُن کو بھیجے گئے - مع محصول ڈاک اور ۱۹۱۶ء میں آجتک اُن کو ڈیڑھ سو روپیہ بھیجا گیا ہے ✣

ضروری انتباہ ایک شخص خدا بخش نامی جو ضلع ڈیرہ غازیخان کا رہنے والا ہے بعض احباب سے یہ کہکر قرض لیتا پھرتا ہے - کہ وہ دفتر رسالہ اشاعت اسلام سے تعلق رکھتا ہے جہاں سے تنخواہ ملنے پر وہ دیدیگا - احباب کو مطلع رہنا چاہیے - کہ اس شخص کا دفتر رسالہ اشاعت اسلام اور احمدیہ انجمن اشاعت اسلام سے کوئی تعلق نہیں - اور نہ ہی انجمن یا رسالہ اشاعت اسلام ان قرضوں کی ادائیگی کا ذمہ وار ہو سکتا ہے ✣

تازہ خبریں

اطالوی پیشقدمی - لنڈن ۴ نومبر - ایک اطالوی مراسلت مظہر ہے - کہ ہماری پیدل سپاہ نے وادی ٹرادیگو میں کمبوچی کے جنوبی ڈھلوانوں پر ایک اہم مقام پر قبضہ کر لیا - اور باوجود شدید گولہ باری کے اس پر پاؤں جما لئے - اور ہم نے شاہراہ پر پیش قدمی کیسٹانیوزا کے مشرق کی جانب ایک کلومیٹر سے زیادہ پیشقدمی کی اور ہماری آتشباری نے مزید جنوب کی جانب غنیم کے ایک مجتمع حملہ کو ناکام کر دیا - اور وہ بیشمار مقتولین چھوڑ گیا - ہم نے ہوٹزر توپوں کی ایک مکمل بیٹری اور تمام قسم کے سامان حرب کے علاوہ ۵۵۳ قیدی گرفتار کئے - جن میں کہ ۱۱ - افسر بھی شامل ہیں ✣

نوہزار قیدیوں کی گرفتاری - لنڈن ۵ نومبر - ایک نیم سرکاری اطالوی بیان مظہر ہے - کہ شمالی کارسو پر دو روز کی متواتر معرکہ آرائی سے بہادر اطالوی فوج کے دم خم میں کوئی فرق نہیں آیا - اور اس نے ۳ نومبر کو شمالی جانب کے علاوہ مشرق کی طرف بھی پیشقدمی کی - کوہ فیلٹی پر کہ استحکامات غنیم کی کلید ہے - جنوب مشرقی جانب دیکھ بھال کی گئی ہے - اور مستحکم استحکامات پر قبضہ کرنے کے علاوہ ایک تمام ٹیلہ کو صاف کر دیا گیا ہے - اور تمام پیشقدمی ۲ میل گہرے اور ۳ میل چوڑے رقبہ زمین پر حاوی ہے - اور دس ۴ انچ دہانہ کی ہوٹزر توپیں - بیشمار کلدار توپوں اور عظیم مقدار ذخائر حرب کی گرفتاری کے علاوہ ۹ ہزار قیدی جن میں کہ ۲۵۹ - افسر شامل ہیں گرفتار کئے گئے ہیں ✣

محاذ سالونیکا - لنڈن ۵ نومبر - ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ اب قطعی اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرمنوں نے دریائے سٹرومکا کے بائیں کنارے پر تازہ ترین معرکہ میں ہولناک نقصانات برداشت کئے ہیں

آسٹروی پسپائی - لنڈن ۶ نومبر - ایک رومانوی مراسلت مظہر ہے کہ ہم نے وادی پراہوا میں غنیم کے متعدد حملوں کو پسپا کر دیا لیکن غنیم شام کے وقت شمال مغرب ارزوگا میں کوہ تھامو پر ہماری مورچہ بندیاں کے ایک حصہ میں قابض ہونے میں کامیاب ہو گیا - دریائے آلٹ کے بائیں کنارے پر علاقہ ڈراگوسلاول میں غنیم کے متعدد حملے پسپا کر دئے گئے ہیں - درہ ولکان میں ہم غنیم کا تعاقب کر رہے ہیں - اور مزید قیدی گرفتار کئے ہیں۔

لنڈن ۶ نومبر - ٹائمز و سخارسٹ سے ایک برقی پیغام موصول ہوا ہے - کہ اگر رومانوی سپاہ شاندار استقلال اور زبردست مقابلہ کو قائم رکھے - تو غنیم چند ہفتوں تک اندرون ملک میں نہیں پہنچ سکیگا اور بعد ازاں موسم سرما کی وجہ سے اہم جنگی کارروائی ختم ہو جائیگی اس اثناء میں ملک کی ایک استقلال آمیز مقاومت کے جذبات پھیل رہے ہیں - اس وقت اہم ترین آسٹروی و جرمن حملہ وادی آلٹ میں ہوا ہے - جنرل بیلیف جو کہ روسی قائمقام ہیڈ کوارٹر ہیں - موجودہ صورت حالات کو تسلی بخش خیال کرتے ہیں

لنڈن ۶ نومبر - ایک آسٹروی مراسلت مظہر ہے کہ رومانوی سپاہ نے اب پھر مشرق پراسو کے علاقہ میں سرحد پر حملے کرنے شروع کر دئے ہیں - اور انہوں نے آسٹریوں پر دباؤ ڈال کر انہیں دو مقامات پر دو کلومیٹر پیچھے ہٹا دیا ہے ✣

جرمنی میں قلت خوراک - لنڈن ۵ نومبر - ریشٹاگ (پارلیمنٹ جرمن) کے اجلاس ۲۰ فروری تک ملتوی رہینگے۔

لنڈن ۵ نومبر - اسٹرڈم سے خبر ہے کہ ہر فان بٹوکی نے پارلیمنٹ میں جب تقسیم خوراک کے متعلق نکتہ چینی کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ آئندہ سال کے دوران میں تقسیم اشیائے خوراک میں ممکن ترین احتیاط سے کام لینا ہوگا - کیونکہ زراعت عدم انسانی و حیوانی مشقت کی قلت کی وجہ سے اور بھی بار ہوگا ✣ مختلف فرقوں کے ممبروں نے یہ شکایت کرتے ہوئے کہ اس امر کے متعلق کوئی ذمہ واری نہ تھی - کہ گورنمنٹ ان شکایات پر جو حال ہی میں پارلیمنٹ ...

مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر بندی - ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ گورنمنٹ بہار و اوڑیسہ کو معتبر اطلاع ملی ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد سابق ایڈیٹر الہلال حضور ملک معظم کے دشمنوں سے غدارانہ گفت و شنید کرتے رہے ہیں - اس لئے انہیں زیر دفعہ ۳ قانون تحفظ ہند کسی قسم کی خط و کتابت اور نظر بندی سے محروم کرتے ہوئے رانچی میں نظر بند کیا جاتا ہے ✣

مسٹر پولاک کی آمد - مشہور محب ہند مسٹر ہنری پولاک جنوبی افریقہ ۹ ماہ رواں کو بمبئی پہنچیں گے ✣

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و باجاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح ... اور آپ کی جماعت کا ...

قیمت ... سالانہ ...

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | یکشنبہ ۱۵ محرم سنہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ...

بلاد غرب میں تبلیغ اسلام

میں نے ووکنگ میں آکر کیا دیکھا

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری

اسلامی مشن ووکنگ کی کارروائیاں نہ سننے سے نہ تخیل سے بلکہ دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ یہی میرا ہمیشہ خیال رہا اور یہی میں نے یہاں آکر محسوس کیا۔ ان دو سالوں میں جس قدر اسلام کو ان جزائر میں خدا نے کامیابی دی وہ اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ ہمارے بھائی اس بات کے منتظر رہتے ہیں کہ اس ہفتہ کی ڈاک کس قدر قبولیت اسلام کی خبر لاتی ہے۔ حالانکہ اس معاملہ میں بھی خدا کے فضل سے ووکنگ مشن کچھ کم نہیں۔ لیکن جس بات نے حیران کر دیا وہ وہ دلچسپی ہے جو اسلام کے متعلق یہاں کے اعلیٰ و وسطی طبقہ میں پیدا ہو رہی ہے۔ ۲۶ ستمبر کو میں یہاں پہنچا ۲۹ کو جمعہ یکم اکتوبر کو اتوار تھا۔ اور اتوار کے دن اپنے معمولی مقامی جلسہ کے علاوہ بمقام کلپ ہم ہال انجمن اسپرچولسٹ کی طرف سے دعوت پر گئے۔ ۶۔ اکتوبر کو علاوہ جمعہ کی شام کے وقت بمقام چیرنگ کراس ایک مشہور ہوٹل میں لارڈ ہیڈلے باہتمام کا لیکچر بعنوان اخوت فی المذاہب تھا جہاں مجھے بحیثیت پریزیڈنٹ شامل ہونا تھا۔ پھر ۸۔ اکتوبر کو عید الضحیٰ۔ الغرض اس دس بارہ دنوں میں مجھے ۴ پبلک مواقع میں شریک ہونے اور حصہ لینے کا موقع ملا۔ جس بات نے مجھے حیران کیا وہ یہ تھا کہ ابتدا میں ہم نے جلسہ کیا اس میں زیادہ تر ہندوستانی بھائی یا مصری ترکی ہوا کرتے تھے۔ اور یورپین چہرے خال خال نظر آیا کرتے تھے۔ لیکن ان جلسوں کی صورت میں نے بہت حد تک بدلی ہوتی پائی۔ ہر جمعہ کی نماز میں مجھے معقول تعداد انگریز مسلمانوں کی نظر آئی۔ میرے پہلے جمعہ میں ۱۰ سے زیادہ مسلمان مرد و زن یورپین تھے۔

چیرنگ کراس کا جلسہ جس کی کامیابی کا سہرا ہمارے بھائی شیخ مشیر حسین قدوائی سکرٹری سنٹرل اسلامک سوسائٹی کے سر ہے میرے لئے بہت سی دل فریبیوں کا موجب تھا۔ لارڈ موصوف لیکچرار اور میں پریزیڈنٹ سامعین میں معزز شرفائے اسلام مثلاً مرزا عباس علی بیگ۔ مسٹر قادر بھائی۔ بیرسٹر بمبئی۔ مسٹر یوسف علی۔ سابق ڈپٹی کمشنر۔ مسٹر عرفان علی بیرسٹر کلکتہ وغیرہ وغیرہ لیکن یہ جلسہ جس میں سو سے کہیں زیادہ سامعین تھے اُن میں ¾ سے بہت زیادہ خالص انگریز تھے۔ اور ہمارے مادر زاد مسلمان بھائی خال خال نظر آتے تھے گویا میں نے یہاں آکر رنگ بالکل پلٹا ہوا دیکھا عید کے موقع پر بھی یہی کیفیت تھی۔ تین سو کے قریب یہاں کا مجمع تھا اور کسی صورت میں نصف سے کم دوسرا انگریز نہ تھے۔ ...

رپورٹر اور پریس کی طرف سے فوٹوگراف بھی موجود تھے۔ عید کا دن ایسے ہی چیرنگ کراس والے جلسہ کے دن جلسوں کے خاتمہ پر جو موقعہ سامعین سے گفتگو کا ملا اُس سے معلوم ہوا کہ کس قدر حق طلبی کی پیاس ابھی یہاں موجود ہے۔

ہمارے وعظ و خطبات ان لوگوں کے سامنے ایک نئے الہام کا کام دے رہے ہیں۔ یعنی یہ وہ باتیں سنتے ہیں جو انھوں نے اپنے ہاں نہیں پائیں۔ اور انھیں یہ اعتراف ہے کہ مذہب کی حقیقت جو ہمارے ذریعہ قرآن ان کے سامنے پیش کر رہا ہے۔ وہ اس علم اور فرمان سے بہت اعلےٰ و ارفع ہے جو انھیں مغرب میں کلیسیا سے ملا ہے۔

کیا شان ربی ہے کہ عیسائی ملک اور اُن ہی کا ایک طبقہ جو اپنے آپ کو اسپرچولسٹ کہلاتا ہے۔ وہ اتوار کی شام کو اپنا گرجا کرے آن کے منبر پر اُن کا پریزیڈنٹ ہو اُس کے دائیں طرف مولوی صدر الدین ہوں اور بائیں طرف خواجہ کمال الدین۔ مولوی صاحب دعا رسورۂ فاتحہ سے گرجا کو شروع کریں اُس کے بعد وہ لوگ خدا کی حمد گائیں جس میں نام تک مسیح یا کفارہ کا نہ ہو۔ اُس کے بعد پھر مولوی صدر الدین چند آیات قرآن کی مع ترجمہ تلاوت فرمادیں اُس کے بعد پریزیڈنٹ چند فقرات دعائیہ کہکر خطبہ کے لئے مجھ سے کہے اور میں ایک اسلامی وعظ کہوں جس میں انھیں تلقین کروں کہ حقیقی وحدانیت ہم سے لو۔ اس کے بعد پھر حمدیہ گیت گائے جائیں۔ اب خدا کے لئے بتلاؤ یہ ایک گرجا ہے یا جلسہ وعظ یا جلسہ مولود شریف ہے جس میں آخر ہمارے ہاں بھی نعت خوانی ہوتی ہے۔ اور ترانہ ہائے حمد گائے جاتے ہیں۔

آنکھ بند کر دا پنے ماحول اور نواحی حالات کو نظر انداز کر کے تخیل کے ذریعے اس نقشہ کو تصور میں لاؤ پھر دیکھو کہ اسلام کیا کر رہا ہے۔ اس وعظ کا جو اسپرچولسٹوں میں ہوا یہ نتیجہ ہوا کہ انھیں میں کے چند آدمی چیرنگ کراس والے جلسہ میں بھی پہنچے۔ اور دس کے قریب عید کے جلسہ میں بھی آئے۔

اور اب میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ یہ لوگ کچھ اور واقفیت بڑھا کر اسلامی رنگ میں رنگین ہونے والے ہیں۔ چیرنگ کراس والے جلسہ میں مسٹر یوسف علی اور مرزا عباس علی صاحبان نے بھی تقریریں کیں جو نہایت ہی مفید ثابت ہوئیں۔ اب جہانتک میں غور کرتا ہوں اس کی ضرورت ہے کہ لندن میں بھی ایک مرکز تبلیغ کھولا جاوے جس کی بابت میں آئندہ مفصل لکھونگا۔ لیکن اس چٹھی کے ختم کرنے سے پہلے مجھے ایک دوست کا خاص کر شکریہ ادا کرنا ہے وہ ہیں شیخ مشیر حسین قدوائی۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے۔ جس طرح قبلہ مولوی صدر الدین کو کمزوری جسم اور بیماریوں نے اچانک آگھیرا۔ جس کی کثرت کام نے بعض ...

بقدر خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ آج انھیں اچھی صحت میں پاتا ہوں اگر ایسے ہی کیے وقت میں ہمارے مشیر قدوائی نہ ہوتے تو کام اوندھا پڑ جاتا۔ یہ بھی مسبب الاسباب کے سامان ہیں ہمارا گھر ایک لنگرگاہ ہے۔ ایک ہاتھ سے ایک لنگرخانہ ہے جہاں وقت بے وقت مہمان آجاتے ہیں۔ زائرین آتے ہیں گویا ہماری مختلف حیثیتیں یہاں ہیں۔ ... اُن ساری حیثیتوں کو ہمارے مخلص بھائی نے مولوی صاحب کی امامت میں نہایت خوشی اسلوبی سے سرانجام دیا۔ مولوی صدر الدین کی جس قدر قوم مشکور ہو تھوڑا ہے۔ جس قدر ترقی اور ... اور عظمت اسلام کو ہو رہی ہے ... گذشتہ ... میں ہوئی ہے اُس کی نظیر گذشتہ کئی صدیوں میں یہاں ... نہیں آئی۔ یہ جو کچھ ہمیں نظر آرہا ہے اس کا بہت ... مولوی صدر الدین صاحب کے نام سے موسوم ہونا چاہیے میں تو گاڑی کے پہیہ کو حرکت میں لے آیا تھا لیکن سڑک ... جھاڑیوں کو صاف کرنا بہتر کنکر اُٹھانا یہ اس ... ہے۔ اب میرے نزدیک ایک حد تک یہ پہیہ تیز ... پیٹرول کی ضرورت ہے۔ چونکہ کامیابیاں ہمیشہ نئی مشکلات کو پیدا کر دیتی ہیں اس لئے مختلف رنگوں کی مشکلات منہ دکھلا رہی ہیں۔ جن کو انشاء اللہ کسی آئندہ چٹھی میں بیان کرونگا۔

آخر میں دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ قبلہ مولوی صدر الدین صاحب کو اجر جزیل بخشے اور ہمیں توفیق دے کہ جس کام کو عمدہ شکل میں وہ ہمارے ہاتھ میں دے چلے ہیں ہم اُس کے فرائض کو خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیں۔ آمین والسلام

دستخط خواجہ کمال الدین۔ بقلم بلال مرزا احمد

اخبار احمدیہ

گذشتہ سے پیوستہ ہفتہ میں ترجمۃ القرآن انگریزی کا انڈکس تیار کرنے میں حضرت امیرؓ نے بجواز محنت شبروز کی اور دن کے علاوہ رات کا نصف سے زیادہ حصہ اس کام پر صرف کیا تو اس کا نمایاں اثر آپ کی صحت پر پڑا۔ اور ایک دو روز تک سخت تکان کی وجہ سے بخار بھی چڑھ گیا جس کی وجہ سے باوجود اعلان کے گذشتہ ہفتہ درس شروع نہ ہوسکا الحمد للہ کہ اب آپ کو بالکل آرام ہے۔ اور آج مورخہ ۱۱۔ نومبر ۱۶ء کو بعد از نماز مغرب درس شروع ہونیوالا ہے۔

دیگر بزرگان ملت بھی بحمد اللہ بخیریت ہیں۔

حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب گریڈ کے امتحان سے فارغ ہو کر گوالیار کامل پور تشریف لے گئے ہیں احباب آپ کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔

پونچھ سے جناب مرزا عبد الکریم صاحب تاجر لکھتے ہیں کہ اب پہلے حال سے (بخار کو) قدرے آرام ہے بلکہ بہت کچھ افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ اب انشاء اللہ کوئی نہ کوئی مضمون بھی ارسال خدمت ہو سکیگا۔ بدستور ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یکشنبہ ۱۲ - نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۵۳

ہمارا سالانہ جلسہ

آج نومبر کی ۱۰ تاریخ ہے۔ آج سے ایک مہینہ اور دس دن بعد وہ مبارک ایام ہم پر آنے والے ہیں کہ جب ہم پھر ایک دفعہ یکجا جمع ہو کر اپنی فلاح و بہبودی کی تجاویز پر غور کرینگے۔ اس سال بھر کے عرصہ میں بہت سے تغیرات ہمارے اندر وقوع پذیر ہوئے۔ بہت سی نئی نئی باتیں ہمارے سننے میں آئیں۔ جن کا اس سے پیشتر وہم و گمان تک بھی نہ تھا بہت سے نئے تجربے ہم کو حاصل ہوئے۔ اور افضال الٰہی کی زندگی بخش ہواؤں نے باغ احمدؑ میں مسیح موعود کے ہاتھ کے لگائے ہوئے پودوں کو پھر سے تروتازہ کیا۔ اس سالانہ اجتماع پر اس قومی میلے کے اندر جہاں ہم ان سب تغیرات کا مقابلہ کرنے کے قابل اپنے آپکو بنا سکتے ہیں جہاں تبادلۂ خیالات سے ایک دوسرے کو اپنے تجارب سے مستفید کر سکتے ہیں۔ وہیں ساتھ ہی اپنے بہت سے پرانے احباب اور ان واجب العزت انسانوں کی زیارت سے بھی مشرف ہونگے اور ان کے مواعظ سے مستفید ہو سکتے ہیں جنہیں الٰہی افضال کی بارشوں سے بالخصوص سیراب ہونے کا موقعہ ملا۔ حضرت مولٰنا مولوی محمد علی صاحب جیسا بے نفس انسان اگر غور کر کے دیکھو تو اس بہار بھی اور عجب و استکبار کے زمانہ میں چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی مل نہیں سکتا۔ نہ صرف اپنے کمال علمیت کے باعث ہی بلکہ اس حمیت اسلام اور دینی جوش کی وجہ سے بھی جو مسیح موعود کی پاک صحبت میں اسے میسر آیا یہ مبارک انسان عزت و عظمت کی بلند ترین چوٹیوں پر بٹھلائے جانے کے قابل ہے۔ دشمنوں نے تو اس پر حملہ کرنے اور بیجا الزام لگانے میں آج کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لیکن ذرا اس کے ان اعلیٰ کارناموں پر غور کرو جو اس کی اسلامی حمیت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہیں۔ اور مسیح موعود کے ان الفاظ کو کہ

> "مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات
> میں خطا نہیں کریگی کہ جوان موصوف خدا کی
> راہ میں ترقی کریگا۔ اور یقین ہے کہ وہ خدا
> تعالیٰ کے فضل سے تقوے اور محبت دین پر
> ایسا ثابت قدم رہکر ایسے نمونے دکھائیگا جو
> ہمجنسوں کی پیروی کے لائق ہونگے"

پیش نظر رکھ کر دیکھو کہ کیا آج واقعیٔ اس نے ایسے نمونے نہیں دکھائے۔ جو ہمجنسوں کی پیروی کے لائق ہیں۔ خدا کے مسیح کی فراست بھی کس قدر تیز تھی جس کے منہ بولے الفاظ آج ہم اپنی آنکھوں پورا ہوتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور ان مصیبت ترین وقتوں میں جبکہ جماعت ایک سخت ابتلا کے اندر آ گئی تھی محمد علی کی چونکا دینے والی آواز میں ہم تسلی کی راہ پاتے ہیں۔ آہ! ذرا جا نا اور اس نادان اور کوتاہ فہم شخص سے جو خدا کے مسیح کے اس برگزیدہ حواری پر تیر افگنی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتا۔ اس مامور من اللہ کے ان الفاظ کا کہ

> "مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں
> خطا نہیں کریگی"

مطلب دریافت کرنا کیا انہوں نے اس مسیح وقت کی فراست کو جس کو نبی اللہ ٹھیرایا جاتا ہے اس قدر ناقص سمجھ لیا ہے کہ باوجودیکہ اس کو ایک امر کے متعلق یقین ہے کہ اس کی فراست غلط نہیں کریگی؟ لیکن تاہم ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

کا مصداق وہ تمام عمر ہی غلطی پر رہا۔ اور جو کچھ اس نے یقین کیا تھا وہ سراسر غلط ثابت ہوا۔

الغرض جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہم اس پاکباز انسان کے پاکیزہ خیالات اور نصائح سے فائدہ اٹھا کر بقول مسیح موعود اس کے پاک نمونہ کی پیروی کے قابل ہونگے۔ اور یوں خدا کے مسیح کی باتوں کو سچا ثابت کرینگے۔

پھر اس وقت گو وہ نذیر خدا آج ہم سے بہت دور ہے۔ جو گذشتہ دو سالوں میں اپنے مفید تجارب اور عملی نمونے اس اصل غرض و غائت کو ہمیں یاد دلاتا رہا جس کے لئے خدا کا مسیح دنیا میں آیا۔ جس کی خاطر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد دنیا میں پڑی اور جو کہ اس وقت بالخصوص جماعت کے مدنظر رہنا چاہیئے۔ یعنی اشاعت و حفاظت اسلام

گو خواجہ کمال الدین صاحب آج ہم سے بہت دور ہیں۔ لیکن جلسہ سالانہ پر ان کی عدم موجودگی اور فراق ہی ایک چیز ہے جو اسلام کی خدمت کا عملی جوش ہمارے اندر پھونک سکتی ہے۔ کیوں ہم بھی اپنے اس پیارے بھائی کی مانند دین کو دنیا پر صحیح معنوں میں مقدم کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیوں ہم میں سے بہت سے ایسے وجود تیار نہوں جو اس کی نصرت و امداد کے لئے جوق در جوق جلسہ کے لئے مستعد ہوں۔ خدا کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مبارک انسان پر جس کا نام صدرالدین ہے جس ہمت و جوانمردی اور دلی جوش و خروش کے ساتھ اس نے اسلام کی خدمت کا بیڑا اٹھایا۔ اور اس تین سال کی قلیل مدت میں جس محنت و جانفشانی کے ساتھ اس نے کام کیا وہ یقیناً عہد صحابہ کو یاد دلاتا ہے کیا ہی اچھا ہو اگر وہ اس جلسہ میں ہمارے اندر موجود ہو اور ہم اس کے نہایت کمزور و ناتوان جسم سے اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ اس خدمت دین کے جوش میں وہ کتنی دفعہ موت کے منہ میں گیا۔ لیکن مسیحا کی دعاؤں سے وہ زندہ اور سلامت ہم میں آموجود ہوا۔

> خدایا صد کرم کن بر کسے کو حامی دین است
> بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

پھر سب سے بڑھ کر اس مبارک انسان کے بوڑھے عزم وں سے ہم ہدایت و رشد کا رستہ لے سکتے ہیں (خدا کرے کہ وہ جلسہ سالانہ میں شامل ہو سکے) جس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسیح موعود نازل ہوا۔ حضرت مولٰنا سید محمد احسن صاحب اللہ تعالیٰ انھیں ہر ایک قسم کی بلیات سے بچائے قوم کے اس ابتلا میں ہمارے لئے مشعل ہدایت کا کام دے رہے ہیں آپ کا جلسہ سالانہ میں شامل ہونا اشد ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو بہت عطا فرمائے اور اپنی تائید و نصرت کے ساتھ آپ کو یہاں آنے کی توفیق دے۔ ایسے موقعہ پر احباب کو چاہیئے کہ ان غلطی خوردہ بھائیوں کو جنہیں ضد اور عداوت سے کام نہیں اپنے ساتھ لائیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ قوم کی صلاحیت کی کوئی راہ کھول دے۔ ان سب بزرگوں سے استفادہ حاصل ہونے کے ساتھ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو جلسہ سالانہ پر ہمارے کام آ سکتی ہیں جن پر ہم آئندہ بحث کرینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مولوی ثناء اللہ کی ہرزہ درائی

یوں تو امرتسر کے مشہور معاند اہلحدیث کا کوئی پرچہ ایسا نہیں ہوتا جس میں سلسلہ عالیہ پر بیجا نکتہ چینی نہ ہو۔ لیکن ۱۰- نومبر ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں تو مولوی ثناء اللہ صاحب نے جھوٹ بولنے اور حضرت مسیح موعود کی عبارات کی تحریف کرنے میں یہودیوں کے بھی کان کتر دیئے ہیں۔ "عقائد مرزا" کے عنوان سے ایک ½ ۴ کالم کا مضمون اور اس میں حضرت اقدس پر بہتان باندھنے اور غلط عقیدے آپ کیطرف منسوب کرنے میں اس قدر طوفان بے تمیزی !

ہمیں اس سے تو رنج نہیں کہ کوئی شخص نکتہ چینی کرتا ہے ہر ایک شخص کا حق ہے کہ جو بات اس کی سمجھ میں نہ آئے اس پر بیشک نکتہ چینی کرے۔ لیکن مولوی ثناء اللہ کا آئے دن انھیں باتوں کو دوہرانا جن کے جیسیوں دفعہ جواب دیئے جا چکے ہیں۔ انہی اعتقادات کو حضرت مسیح موعود کیطرف منسوب کرنا جن کی تردید آپ کی ہر ایک تحریر و تقریر میں پائی جاتی ہے۔ کشفی امور کی بنا پر لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکا دینا کہ "جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے یا ہوتا رہیگا مرزا صاحب اسکو لکھتے ہیں"۔ یہ کسی حق پسند اور بے تعصب آدمی کا کام نہیں

ضد اور تعصب کی ایک مثال

ہم ان تمام پیشکردہ عبارات اور غلط بیانیوں پر عنقریب ایک مفصل مضمون میں روشنی ڈالینگے۔ لیکن یہاں مولوی ثناء اللہ کی اس ضد اور تعصب کو نمایاں کرنے کے لئے صرف اس بات کا تذکرہ کر دینا چاہتے ہیں جس کا ہماری طرف سے کئی دفعہ جواب مل چکنے کے باوجود پھر اسی کو بار بار دُھرایا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے وحدت قومی کے پیدا کرنے کا دعویٰ کیا۔ لیکن آپ نے کب اپنی زندگی میں ہی اس وحدت قومی کے پیدا ہو جانے کا ذکر تک بھی کیا۔ ہم اس سے پیشتر متعدد مرتبہ آپ کی کھلی عبارات سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ آپ نے کبھی کل دنیا میں اسلام ہی کے باقی رہجانے اور دیگر مذاہب کے مٹ جانے کا ذکر نہیں کیا۔ ہاں اسلام کے صرف زندہ اور قابل ذکر مذہب ہو جانے کی پیشگوئی ضرور کی ہے۔ لیکن وہ بھی اپنی زندگی میں نہیں بلکہ اس کے ظہور میں آنے کے لئے ایک لمبی مدت بتائی ہے لیکن ان کھلی تصریحات کا تو نام تک نہیں لیا جاتا اور اسی پرانے اعتراض کو ہمیشہ دُھرا دیا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں سوائے اس کے کہ اسے ضد اور تعصب پر مبنی قرار دیا جائے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کیا ہم امید کر سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ اپنے کو ہائی نامہ نگار پر حاشیہ آرائی کے جواب میں ہمارے اس نوٹ کو پڑھ کر آئندہ وحدت قومی کے بیہودہ اعتراض کو چھوڑ دیگا اور اس مغالطہ دہی سے باز آ جائیگا یا ہماری پیش کردہ عبارات مندرجہ پیغام صلح مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۵ء کا کوئی معقول اور مدلل جواب دیگا۔

ناجائز نکاح اور بائیکاٹ

ہمعصر کسان راوی ہے کہ قصور میں "ایک عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دی۔ اور طلاق نامہ تحریر ہو گیا۔ لیکن اس طلاق کے بارہ یا تیرہ دن بعد ایک اور صاحب سے اس کا نکاح ہو گیا"۔ یوں تو ایسے واقعات اسلامی دنیا میں آئے دن ہوتے رہتے ہیں اور مسلمانوں کی مذہبی بے حسی موجودہ زمانہ میں بالعموم ان کی پردہ پوشی پر محمول رہی ہے۔ لیکن قصور کے اس واقعہ کو خاص اہمیت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ اور ہم خوش ہیں کہ انجمن اسلامیہ قصور نے نکاح خواں کے خلاف نوٹس لیکر اسے تائب ہونے پر مجبور کیا۔ کاش دوسرے شہروں کے مسلمان بھی ایسے ہی چوکنے ہوں اور ان نکاح خواں ملانوں کو جو روپیہ کے لالچ میں آ کر ایسے ناجائز امر کے ارتکاب سے بھی نہیں چوکتے بائیکاٹ کر کے اصلاح عمل کی بنیاد ڈالیں۔

ہندو بیوائیں اور مسلمانوں کیلئے سبق

کس قدر حسرت اور افسوس کا مقام ہے کہ وہ قوم جہاں شادی و بیاہ کو ایک ایسا ناقابل تنسیخ بندھن قرار دیا جاتا ہے کہ جو کسی حالت میں بھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ وہ گو آج اس خلاف فطرت اصول کے خلاف ہاتھ پاؤں مارتی اور بیواؤں کے دوبارہ نکاح کے جواز پر زور دے رہی ہے۔ بلکہ آئے دن کئی ایسے واقعات ہمارے سننے میں آتے ہیں کہ فلاں ہندو کیساتھ فلاں بیوہ ہندو عورت کا نکاح ہو گیا۔ لیکن اس کے برخلاف وہ قوم جو دین الفطرت کی حامی اور اسلام کی پیرو ہے جس کے افراد رات دن اسلام کی عظمت کے ترانے گاتے اور دوسرے مذاہب کو مورد اعتراض ٹھیرانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ آج اسی قوم کے اندر اسلام کے صریح خلاف بیواؤں کا دوبارہ نکاح غیرت کے منافی سمجھا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو اس وقت نام نہاد پالٹیکس پر معرکہ آرائی کا تو بہت خیال ہے۔ لیکن ان اصل امراض کی طرف جو مسلمانوں کے موجودہ تنزل کی اصل جڑ ہیں کوئی خیال تک نہیں۔ ہندوؤں کو بیواؤں کے بٹھا رکھنے پر اس قدر مورد اعتراض نہیں ٹھیرایا جا سکتا جبکہ ان کے ہاں قانون ہی یہی ہے۔ اور اب تو وہ بھی اس

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

(۳)

ظلی نبی کی غلط تعریف اور ایک نہایت ناپاک الزام

حقیقی و کامل اور مستقل نبوت کی غلط تشریحات کے بعد (جن پر ہم گذشتہ اشاعتوں میں نظر ڈال چکے ہیں) ظلی نبوت کا بھی میاں صاحب نے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے۔ کہ

"ظل کے لفظ میں اختلاف نہیں بلکہ اس کی تشریح میں اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کا ظل ہو کر تمام کمالات حاصل کر لئے تھے۔ اور غیر مبائعین کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ وہ تاریک حصہ تھے جو آنحضرت صلعم کے کثیف وجود کے خدا تعالےٰ کے سامنے آنے سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہی اختلاف ہمارا اور غیر مبائعین کا پہلے تھا اور یہی اب ہے"

دیانت و امانت اور عقل و ہوش یہی وہ باتیں ہیں جو انسان کو دنیا میں واجب العزت ٹھہرا سکتی ہیں۔ لیکن میاں صاحب کے مندرجہ بالا الفاظ۔ سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح اس اعلےٰ معیار پر پورے اُتر سکتے ہیں۔ ایک طرف تو ظل کی تشریح میں اختلاف ظاہر کرنا اور دوسری طرف خود ظل کے کوئی معنے نہ بتانا سمجھ نہیں آتی کہ پڑھنے والے کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ یہ کہنا کہ "حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کا ظل ہو کر تمام کمالات حاصل کر لئے تھے" ظل کے معنوں پر روشنی نہیں ڈالتا تمام کمالات حاصل کر لینے سے اگر میاں صاحب کی مراد عین محمدؐ بن جانا ہے۔ تو پھر صاف لفظوں میں تناسخ کو کیوں نہیں مان لیتے اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ مسیح موعودؑ تو فرماتے ہیں۔

"ہر کہ دعوئے نبوت کند و ایں اعتقاد ندارد کہ او از امت آنحضرت صلعم است۔ و ہر چہ یافت از فیضان او یافت و او یک ثمرہ ایست از باغ او۔ و یک قطرہ از باران او و یک سایۂ تنک از روشنی او۔ او لعنتی است و لعنت خدا بر او۔ و بر انصار او و بر اتباع او" مواہب الرحمٰن ص ۶۹ مطبوعہ ۱۹۰۲ء

پھر اپنے متعلق کسقدر صاف طور پر فرماتے ہیں۔ کہ ؎

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحر کمال محمد است

لیکن باوجود ان کھلی تصریحات کے اور باوجود اس کے کہ آپ اپنے آپکو آنحضرت صلعم کی روشنی میں سے ایک سایۂ تنک اور آپکے سمندر میں سے ایک قطرہ قرار دیتے ہیں۔ میاں صاحب کھلے لفظوں میں یہ کہتے ہیں۔ کہ "حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کا ظل ہو کر آپ کے تمام کمالات حاصل کر لئے تھے"

پھر یہ کسقدر خلاف دیانت و امانت بات ہے کہ مریدوں کو اختلاف بتاتے وقت ہمارے متعلق یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ "غیر مبائعین کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ وہ تاریک حصہ تھے۔ جو آنحضرت صلعم کے کثیف وجود کے خدا تعالےٰ کے سامنے آنے سے پیدا ہو گیا تھا" کیا یہ صاف طور پر میاں صاحب نے خلاف بیانی نہیں کی؟ کیا وہ ہماری کسی تحریر یا تقریر میں سے یہ دکھا سکتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں یہ الفاظ کہے ہوں۔ ہم تو حیران ہو چلتے ہیں۔ جب ایک طرف میاں صاحب کی ان تعلیوں کو دیکھتے ہیں۔ جب وہ کبھی خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ایک کند تلوار بنکر! سانا چاہتے ہیں۔ اور کبھی دنیا بھر میں آنحضرت صلعم کے سب سے زیادہ عاشق بنکر ہماری تباہی کا پیغام لاتے ہیں لیکن دوسری طرف غلط بیانی اور افترا پردازی میں انہیں وہ کمال حاصل ہے کہ جسکو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ عقائد میں۔ اخلاق میں اور اعمال میں۔ مالی معاملات میں۔ غرض کوئی پہلو نہیں۔ جسکے رو سے میاں صاحب نے اپنے فریق مخالف کے متعلق غلط بیانی سے کام نہ لیا ہو۔ پھر کیا ایسے ہی لوگوں کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید ہوتی ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلعم کے عاشق زار اسی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ کیا یہ آنحضرت صلعم پر ایک صریح حملہ نہیں۔ کہ آپ کا عاشق ہو کر بھی کوئی شخص دیانت و امانت سے کام نہ لے۔ اور کھلے طور پر خلاف بیانی کر کے دوسروں کے متعلق نفرت و حقارت پھیلانا چاہے۔ ذیل میں ہم النبوت فی الاسلام سے ظلی نبوت کی تعریف جو حضرت امیرؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی کتب سے بیان کی ہے۔ میاں صاحب کی اس غلط بیانی کی تردید کے لئے درج کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"ظلی و مجازی نبوت ہمارے الفاظ میں وہ نبوت ہے جو اتباع سے حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ وہی نبوت ہے جسکو محدثیت کہا جاتا ہے۔ اسی پر فنا فی الرسول کا لفظ بولا جاتا ہے۔ اسی کو ظلی اور مجازی نبوت کہا جاتا ہے اور در حقیقت حضرت مسیح موعودؑ نے ازالہ اوہام میں اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ یہ ظلی نبوت۔ یہ بروزی نبوت۔ یہ فنا فی الرسول والی نبوت در حقیقت جزوی نبوت ہے"

پھر آگے چلکر ص ۳۱ پر فرماتے ہیں۔ کہ

"اب دیکھو کہ ظلی نبوت کے معنے حضرت مسیح موعودؑ نے خود کیا کئے ہیں۔ حقیقۃ الوحی ص ۲۸ پر ہے۔"

"ظلی نبوت جس کے معنے ہیں محض فیض محمدی سے وحی پانا۔ وہ قیامت تک باقی رہیگی۔ تا کہ انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو۔ اور تا یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جائے۔ کہ آنحضرت صلعم کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا ہے۔ کہ مکالمات مخاطبات الہیہ کے دروازے کھلے رہیں۔ اور معرفت الہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔" یہاں ظلی نبوت کے معنے کیسی صفائی سے بیان کر دئیے ہیں۔ فیض محمدی سے وحی پانا ہی ظلی نبوت ہے۔ اور یہ دروازہ امت محمدیہ میں کھلا رہا ہے۔ اور آئیندہ کھلا رہیگا۔ کیونکہ اسکے بغیر تکمیل نفس نہیں۔ گویا محدثیت ہی ظلی نبوت ہے۔"

اب ان کھلی تصریحات کے باوجود میاں صاحب کا یہ کہنا کہ "غیر مبائعین کہتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ وہ تاریک حصہ تھے۔ جو آنحضرت صلعم کے کثیف وجود کے خدا تعالےٰ کے سامنے آنے سے پیدا ہو گیا تھا" کس قدر غلط اور خلاف دیانت و امانت ہے۔ کیا جماعت احمدیہ کے ہوش و خرد رکھنے والے اصحاب میاں صاحب کے اس کھلے جھوٹ کو دیکھکر بھی ان کی بیعت میں رہنا پسند کریں گے؟

ظلی نبوت کی شان

پھر میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"ہمارے نزدیک ظلی نبوت کی یہ شان ہے۔ کہ وہ کئی پہلے نبیوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی دعوےٰ کیا ہے۔ کہ میں پہلے مسیح سے افضل ہوں۔ ...... آنحضرت صلعم کا ظل کوئی معمولی چیز نہیں۔ ایک ظل سایہ ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مسیح موعودؑ پر یہ معنے چسپاں نہیں ہو سکتے"

لیکن کیا میاں صاحب یہ بھی بتائیں گے۔ کہ ظل کی یہ شان جو انہوں نے بیان کی ہے۔ کونسی لغت یا حضرت مسیح موعودؑ کی کس کتاب میں لکھی ہے۔ صرف آپکا یہ فرمانا۔ کہ میں پہلے مسیح سے افضل ہوں۔ اس سے کہاں سے ثابت ہو گیا۔ کہ آپ نے آنحضرت صلعم کا ظل ہونے کی وجہ سے ایسا کہا ہے۔ اگر ظلی نبی کی یہی شان ہے۔ کہ وہ پہلے نبیوں سے افضل ہوتا ہے۔ تو حقیقۃ الوحی میں جہاں حضرت مسیح موعودؑ نے ظلی نبوت کے یہ معنے کئے ہیں کہ فیض محمدی سے وحی پانا اور مکالمات و مخاطبات الہیہ کے دروازوں کو قیامت تک کھلا بتایا ہے۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آپ اس امت میں دوسروں کو بھی اسی ظلی نبوت کا مورد سمجھتے تھے۔ اسلئے انکی بھی یہی شان ہونی چاہئے کہ وہ دوسرے نبیوں سے بڑھکر ہوں۔

پھر آئینہ کمالات اسلام ص ۲۹۰ پر آپ کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں کہ

"اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ کہ ہمارے نبی صلعم کی روحانیت بھی اسلام کے اندرونی مفاسد کے غلبہ کے وقت ہمیشہ ظہور فرماتی رہتی ہے اور حقیقت محمدیہ کا حلول ہمیشہ کسی کامل متبع میں ہو کر جلوہ گر ہوتا ہے اور جو احادیث میں آیا ہے۔ کہ مہدی پیدا ہوگا۔ اور اسکا نام میرا ہی نام ہوگا۔ اور اسکا خلق میرا ہی خلق ہوگا اگر یہ حدیثیں صحیح ہیں تو یہ اسی نزول روحانیت کی طرف اشارہ ہے لیکن وہ نزول کسی خاص فرد میں محدود نہیں۔ صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں۔ کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی۔ اور عند اللہ ظلی طور پر اُن کا نام محمد یا احمد تھا ......"

اب یہاں کسقدر کھلے الفاظ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اس بات کو صاف کر دیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے ظل آپ ہی اکیلے نہیں بلکہ صدہا ایسے لوگ گذرے ہیں۔ کہ جن میں حقیقت محمدیہ متحقق تھی اور عند اللہ ظلی طور پر اُنکا نام محمد یا احمد تھا۔ تو جب وہ باوجود آنحضرت صلعم کا ظل ہونے کے نبی نہیں تھے۔ تو حضرت مسیح موعودؑ کا ظل ہونا کیونکر آپ کی نبوت کی دلیل ہو سکتا ہے۔ ظل کی شان خواہ کتنی ہی اعلےٰ کیوں نہ ہو اس سے نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کسی نبی سے بڑھکر ہونا ہی نبوت کی دلیل ہے۔ تو پھر ان صدہا لوگوں کو حضرت مسیح موعودؑ نے آنحضرت صلعم کا ظل کہا ہے۔ وہ کیوں نبی نہیں ہیں؟ (باقی دارد)

جرمنی اور تعدد ازدواج

ہمعصر پنجاب رقمطراز ہے۔ کہ دنیائے اسلام اس خبر کو فخر اور مسرت کیساتھ سنیگی۔ کہ جرمنی باوجود اپنی مسیحیت و سیاہکاری کے مسئلہ تعدد ازدواج کے رواج پر غور کر رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ کہ اہل جرمنی کی طبائع مذہب اسلام کی طرف مائل ہیں۔ اس لئے کہ یورپ کی موجودہ ہولناک جنگ میں جرمنی کے ہاتھوں سے تہذیب و تمدن کو جو کچھ صدمہ پہنچا ہے۔ بیگناہ عورتوں کی عصمت اور معصوم بچوں کی جان جس بیدردی و بے پروائی کے ساتھ ضائع کیگئی ہے اُسے دنیا کا کوئی مذہب اس نفرت و حقارت کی نظر سے نہیں دیکھتا جتنا اسلام۔ البتہ اس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی تمدنی تعلیم ہر ملک اور ہر زمانے کی ضروریات پر حاوی ہے۔ اور دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہو سکتی جو جلد یا بدیر اسلامی ہدایات کے اختیار کرنے پر مجبور نہ ہو۔

تعدد ازدواج کی حمایت میں جرمنی کے ایک پروفیسر نے مضمون لکھا ہے۔ اور وہاں کے اخبارات میں یہ مسئلہ زور و شور کے ساتھ چھڑا ہوا ہے۔ تعدد ازدواج کے حامیوں کا قول ہے کہ اگر جنگ سے واپس آئے ہوئے افسروں اور سپاہیوں کو ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت نہ دی گئی۔ تو یہ کمی جو موجودہ جنگ میں مردوں کے تلاف جان سے پیدا ہو گئی ہے۔ کبھی پوری نہ ہو سکیگی۔ اس خبر پر ایک ہندوستانی اخبار خوب لکھتا ہے۔ کہ "ضرورت ایجاد کی ماں ہے"

اگر اس جنگ سے پہلے جرمنی کے بہترین دماغوں کے سامنے اسلامی تعلیم کا یہ زرین مسئلہ پیش کیا جاتا تو وہ یقیناً اسے ایک زہر آلود تبسم کے ساتھ مسترد کر دیتے لیکن آج بلا کسی تحریک و تبلیغ کے خود انہیں کو تعدد ازدواج کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔ جرمنی ہو یا کوئی دوسرا ملک واقعات کی منطق سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اگر باضابطہ شادی کی اجازت نہ ملی۔ تو بے ضابطہ تعلقات کا سلسلہ شروع ہو جائیگا۔ اور اگر لاوارث بچوں کے وہ اعداد و شمار جو اکثر اخبارات میں شائع ہوا کرتے ہیں صحیح نہیں۔ تو شائد یہ کہنا غلط نہ ہو۔ کہ یہ سلسلہ اکثر ممالک میں ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔ بہرحال مذہب کی صداقت فطرت کے احترام و لحاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور اگر فطرت خود ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت ثابت کر رہی ہے۔ تو اس سے باز رکھنا خود جرمنی جیسی جابر و ظالم سلطنت کے حیطۂ اختیار سے بھی باہر ہے ۔

ہندوستانی بشپ: کے عنوان سے ہمعصر صداقت بیان کرتا ہے کہ دورناکال (مدراس) کا بشپ پہلا ہندوستانی ہے جسے مذہبی حکومت کے ایک جلیل القدر عہدہ پر مامور کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ کا باقاعدہ سلسلہ کوئی ڈیڑھ سو سال سے جاری ہے۔ اور اگرچہ اس عرصہ میں ہندوستان کے ہزارہا باشندے مسیح کی بادشاہت میں داخل ہوئے لیکن کسی ہندوستانی کو خواہ وہ کیسے ہی اعلیٰ اور معزز خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ مذکورہ بالا عہدہ کا اہل نہیں سمجھا گیا۔ حالانکہ دل و دماغ اور ایمان کے اعتبار سے ہندوستانی عیسائی کسی صورت میں کمتر نہیں خیال کیا جا سکتا سوائے اسکے اور کیا خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ پیروان دین عیسوی نے ایمان کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ ایک گورے رنگ کا ایمان اور دوسرا کالے رنگ کا ایمان۔ لیکن اگر ایمان کا تعلق رنگت سے ہو سکتا ہے تو پھر قدرتی طور پر وہی رنگ سب سے افضل اور مقدس قرار دینا چاہئے جو دنیا کے سب سے بڑے چرواہے کا تھا جنہوں نے خود اپنے گلہ میں رنگت کا کوئی امتیاز نہ رکھا اور جنکی تعلیم علم اور بردباری کے اعتبار سے عدیم النظیر مانی جاتی ہے آج یورپ کے بڑے بڑے ماہران سیاست حکومت کے معاملات میں رنگت کے مسئلہ کو حل کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حل نہیں ہوتا۔ بلکہ معاملہ روز بروز پیچیدہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اس مسئلہ کو ہمیشہ کے لئے حل کر دیا۔ اسلامی دنیا میں بھی ہر قسم کے رنگ ہیں مگر کیا مجال کہ کسی مسلمان کے دل میں رنگت کا سوال پیدا ہوا ہو۔ بلکہ ابن حضرت بلال کا وجود نہیے

بلادِ غربیہ میں اشاعت اسلام کا کام آیندہ کس طرح چل سکتا ہے؟

ووکنگ مشن کی آمد و خرچ سنہ ۱۹۱۵ء

(گذشتہ سے پیوستہ)

مسلم بھائیوں سے میری آخری اپیل

دوران قیام ہندوستان میں میں نے ہر ایک قسم کا آرام چھوڑ کر مسلمان بھائیوں کو اس کار خیر کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا۔ یہ مشن ایک حقیقت اور طاقت ہے۔ کوئی وہمی یا قیاسی امر نہیں۔ یہ مشن نظری حالات سے نکلکر واقعات اور عمل کا جامہ پہن چکا ہے۔ اسکے مفید اور یقینی طور پر کامیاب ہونے میں اب شبہ نہیں رہا۔ اس امر سے بھی کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ خدا اور رسول کے احکام کے ماتحت ہمارے کل قومی کام ایک طرف اور یہ کام ایک طرف ہے۔ ہماری کل کی کل تحریکات پر اس مشن کو فوقیت ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسلامی خیرات و زکوٰۃ کے مصرف پر کل دیگر خیراتی کاموں پر اسے ترجیح نہ دیں۔ گذشتہ آمد سے ظاہر ہوتا ہے کہ چودہ ہزار کے قریب روپیہ محض بطور ڈونیشن مسلمانان ہند سے اس سال آیا اور اس سے جسقدر بھاری کام ہوا وہ ظاہر ہے۔ کیا ۱۹۱۵ء میں جو تیس بتیس ہزار کا خرچ ہے۔ اور جس کے مقابل کئی ہزار رسالہ اردو و انگریزی بطور خریدار لوگوں کے گھروں میں بھی پہنچ چکا ہے۔ اس کے مقابل یہ کامیابی جو اس سال میں ہوئی وہ کچھ کم ہوتی ہے۔ کہیں ہمیں اس کی نظیر دنیا بھر کی مذہبی تبلیغی کوششوں میں نظر نہیں آتی۔

لیکن اب جو میں ہندوستان سے چلا ہوں۔ اور ممکن ہے۔ کہ میری غیر حاضری میں بہت جلد کوئی ایسا قائم مقام میرا پیدا نہ ہو سکے جو شہر بہ شہر پھر کر مسلم بھائیوں کو اُن کے فرض کی طرف متوجہ کرے) تو پھر کیا مسلم بھائی اپنے فرض کی طرف متوجہ نہ ہوں گے۔

مسلمانو! خدارا جاگو۔ غفلت کو چھوڑ دو۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو۔ اللہ تعالےٰ کے کام تو ہو کر رہیں گے۔ لیکن مبارک وہ ہے جو اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائے۔ تمہارے مال جس دیانت اور احتیاط سے خرچ ہوئے ہیں وہ اس نقشہ سے تم پر ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور جس ایثار اور محبت سے کام کرنے والے لوگ تم کو ملے ہیں وہ بھی اس قحط الرجال میں شاذ و نادر کا معاملہ ہے۔ خدا تعالےٰ ہی اس امر کا شاہد ہے۔ کہ مجھے ایام وکالت کے مقابل ووکنگ کا کام روزانہ کرنا پڑتا ہے۔ اور جو کچھ میں نے بطور وجہ کفاف لیا ہے وہ میری آمدنی وکالت سے (جو ۱۹۱۲ء میں تھی) کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا۔ لیکن یہ کسی پر احسان نہیں۔ ان اجری الا علی اللہ کا خوش کن مقولہ ہی ہمارے لئے راحت جان ہے۔ لیکن ہمارا ایثار کس کام آویگا۔ اگر ہمارے پاس اور سامان نہ ہوں۔

خدارا کچھ ایسا کام کرو۔ کہ یہ انگریزی رسالہ دس ہزار تک مفت تقسیم ہو جاوے۔ اگر دس ہزار رسالہ تقسیم کرنے کے سامان کر دو تو پھر اس کے منافع سے ہی دیگر اخراجات ووکنگ چل نکلیں گے۔ میں نے شروع سال ۱۹۱۵ء میں آپ کو مخاطب کیا اور اردو رسالہ بھی اس لئے شایع کیا۔ کہ اُس کے منافع سے ووکنگ مشن چلے اگر یہ رسالہ دس ہزار خریدا جاسکے تو میرے نزدیک موجودہ اخراجات کے لحاظ سے ۲/۳ اخراجات ووکنگ مشن کے نکل جاتے ہیں۔

اگرچہ رسالہ میرا ہی شایع کردہ ہے لیکن میری یہی غرض ہے کہ اسکے منافع سے اشاعت کے کام کو مدد کافی ملے۔ جیسے کہ گذشتہ سال کیا گیا۔ اس وقت اردو رسالہ کی تعداد اشاعت دو ہزار کے قریب ہے اس اشاعت پر جو منافع ہوتا ہے۔ وہ قطعاً مشن کے لئے کافی نہیں۔ اسی طرح انگریزی رسالہ کی اشاعت ابھی ڈیڑھ ہزار کے قریب ہے۔ یہ بھی بہت ہی تھوڑی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر مسلمان بھائی صرف پانچ ہزار تک انگریزی اور دس ہزار تک اردو رسالہ کو خرید لیں تو میں کسی اور امداد کا سر دست اُن سے مطالبہ نہیں کرونگا۔ اور اگر خدا مجھے توفیق دے تو میں اسکے منافع کو اسی کام پر خرچ کروں گا۔ ہاں جب تک یہ صورت نہ ہو میں اُن بزرگوں کی خدمت میں عرض کرتا [illegible] نے گذشتہ سال اپنے مالوں سے مجھے مدد دی۔ وہ اب بھی دیں۔ یہ مال وہ بہ الفاظ قرآن کریم ایک تجارت پر لگاتے ہیں جس کا منافع جو آخرت کو بالفاظ ربی ملنا ہے۔ وہ تو ضرور ملیگا۔ لیکن اس کا منافع تو دم نقد مل رہا ہے۔

تمہاری خیرات زکوٰۃ کا بہترین مصرف

ووکنگ مشن ہے۔ چلو قرآن کریم کو کھولو۔ وہ بھی ہم سے یہی کہتا ہے ہمارے مشن کی امداد کا ایک سہل طریق یہ ہے۔ کہ تم ہمیں انگریزی رسالہ کی مفت تقسیم کے لئے امداد دو۔ اپنی طرف سے متعدد رسالہ مفت تقسیم کراؤ۔ ایسا ہی لنگر خانہ کی امداد کا فکر کرو۔ ہاں ایک آسان طریق امداد کا یہ ہے کہ خود رسالہ اردو یا انگریزی خرید و اور دوستوں میں اس کی خریداری بڑھاؤ۔ گذشتہ سال میں ہمیں اردو رسالہ بہت سا زائد چھپوانا پڑا۔ خیال تھا کہ خریداری بہت بڑھے گی مگر ایسا نہ ہوا۔ مختلف ماہ کے رسالہ جات زائد پڑے ہوئے موجود ہیں۔ سو میں نے یہ پسند کیا ہے کہ تمام گذشتہ رسالجات کے آگے یہ اپیل ضم کر کے بطور نمونہ مسلم احباب کی خدمت میں بھیجوں۔ وہ اس رسالہ کو دیکھیں۔ مختلف احباب کے پاس ۱۹۱۵ء کے مختلف مہینوں کے رسالہ پہنچیں گے۔ وہ اس کو شروع سے اخیر تک دیکھیں۔ اور پڑھیں۔ اور پھر اندازہ کریں کہ ایسا قیمتی رسالہ محض اگر لٹریچر کے طور پر ہی خریدا جاوے تو چنداں گراں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا منافع ایک ہماری مشن کو چلا رہا ہے۔ قیمت انگریزی کی سات روپے ہے اور جو ہمیں پانچ روپے بھیجدے ہم اُس کی طرف سے ایک مفت رسالہ انگریزی کسی غیر مسلم کی خدمت میں بھیجدیں گے۔ والسلام۔

عزیز منزل۔ نولکھا لاہور۔ خاکسار خواجہ کمال الدین ایڈیٹر رسالہ اسلامک ریویو و رسالہ اشاعت اسلام۔

الفضل کی خلاف بیانی

الفضل مورخہ ۲۴ و ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء میں میری نسبت ایک غلط اور خلاف واقعہ رائے شایع کی گئی ہے۔ جس کی غلطی ناظرین پیغام صلح پر کھولنا ضروری ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ الفضل نے اپنے نہایت گندہ مضمون میں جس میں نہایت ہی سخت گالیاں مجھ کو دی گئی ہیں مجھ پر یہ الزام لگایا ہے۔ کہ میں نے دروغ بیانی کے طور پر اخبار پیغام صلح میں لکھا کہ سات آدمیوں نے قادیان اور ننگل سے میاں صاحب کے عقاید سے بیزاری کے اعلان لکھکر مجھے دیئے۔ اس لئے اُس نے بہت ہی مکر و فریب اور عجیب حیلوں کے بعد مولوی (؟) کی ایسی تحریریں لی ہیں کہ وہ لکھتے ہیں۔ کہ ہم تو میاں صاحب کے مرید ہی نہ تھے فسخ بیعت کیا معنے۔ لیکن یہ خیال الفضل کے بدباطن ایڈیٹر اور اُسکے پیر کا سراسر باطل اور دُور از انصاف ہے۔ اگر ان کو سچے واقعات سے کچھ بھی خبر ہوتی تو اس قدر قابل شرم جھوٹ پر اس کا ہاتھ اور قلم ہرگز دلیری نہ کرتا۔ اگر الفضل کی شایع کردہ فہرستوں کی پڑتال کی جائے۔ تو کئی نام ناظرین کو ایسے ملیں گے۔ جن کا پتہ و نشان اس شہر میں نہیں ملتا۔ ابھی کل کی بات ہے۔ میں سیالکوٹ گیا۔ تو شیخ مولا بخش صاحب کی دوکان پر میرے سامنے سید انعام اللہ شاہ نام میاں صاحب کے مرید سے شیخ صاحب نے پوچھا۔ کہ جو نام شہر سیالکوٹ کے اخبار الفضل میں چھپتے ہیں کہ فلاں فلاں نے بیعت کی۔ اُن کی تلاش کتنی دفعہ میں نے اور آپ نے کی۔ کبھی اُن کا نام و نشان کہیں ملا ہے۔ تو میرے سامنے سید انعام اللہ صاحب نے کہا۔ کہ ہاں ہم نے بھی بہت تلاش کی کبھی اُن ناموں کے آدمی ہمیں نہیں ملے۔ حال ہی میں جبکہ میں سرگودہا سے بھیرہ پہنچا۔ تو ایک شخص محمد بخش نام جو مہندی کوٹنے کا کام کرتا ہے۔ اُس کا نام اپنی طرف سے ہی بغیر اُس کے کہنے کے احمد الدین لوہار نے الفضل میں فہرست مبایعین میں شایع کرا دیا حالانکہ وہ میاں صاحب کے عقائد کا سخت دشمن اور حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننا ایک لعنتی عقیدہ خیال کرتا ہے اور ابھی اُس کا ارادہ بیعت کرنے کا حضرت امیر کے ہاتھ پر ہے۔

اور بھی کئی مثالیں ہم پیش کر سکتے ہیں۔ ہم نے تو کبھی ان باتوں کی پرواہ تک نہیں کی۔ لیکن یہ لوگ جن لوگوں کے نام اخبار پیغام صلح میں شایع ہوتے ہیں اُن کے پیچھے لگ جاتے ہیں۔ اور جو کوئی اُن میں سے کمزور آدمی اُن کو نظر آیا اور انہوں نے [illegible] کے کالم کے کالم سیاہ کر دیئے۔

کوئی مجھے دروغ گو کہے۔ میرا بے ایمان نام رکھے۔ مجھے کافر کے نام سے پکارے۔ مجھے اس کا کوئی رنج نہیں۔ خدا کے نزدیک مومن وہی ہیں جو غصہ کو کھا جاتے ہیں اور بد اور ظالم طبع لوگوں کے حملوں کو معاف کر دیتے ہیں۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں۔ جو شخص مجھے یہ لکھکر دیگا کہ میں فسخ بیعت کا اعلان کرتا ہوں اور میاں صاحب کے عقائد کا دشمن ہوں اور اُنکے عقائد باطلہ سے بدل بیزار ہوں۔ میں یہی سمجھونگا کہ وہ میاں صاحب کی مریدی میں تھا جو اب مجھے اس بات کا علم تو نہیں ہو سکتا کہ یہ جھوٹ لکھتا یا جھوٹ کہتا ہے۔ میرے پاس ان لوگوں کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریریں موجود ہیں۔ جن کے عکس میں بشرط ضرورت اخبار میں دے سکتا ہوں۔ الفضل ان کا یہ بیان شایع کرے کہ انھوں نے مجھکو کوئی تحریر لکھکر نہیں دی۔

خاکسار محمد حسین مرہم عیسیٰ۔

تازہ خبریں

فرانسیسی سرگرمی۔ لنڈن ۸ نومبر۔ پیرس۔ وکاپر کی برقی اطلاع مظہر ہے کہ فرانسیسی و برطانوی خط بدون انقطاع افریقہ میں پھیلا ہوا ہے۔ اور جھیل چاؤ کے علاقہ میں فرانسیسی مصر۔ بحیرہ احمر۔ کانگو اور نائجیریا کے ساتھ باقاعدہ سلسلہ پیامرسانی قائم کرنے کے متعلق تدابیر پر غور و خوض کر رہے ہیں۔

پانچ جہازوں کی غرقابی۔ لنڈن ۸ نومبر۔ برطانوی جہاز سیڈونیا اور تین بڑا الرستم کے جہاز اور ناروے کا جہاز فورلینڈ کے اہل جہاز بچا لئے گئے۔

لنڈن ۸ نومبر۔ ناروے کا جہاز ریم نامی غرق کر دیا ہے۔

جہاز عربیبیا کی غرقابی۔ شملہ ۹ نومبر۔ شملہ کے فوجی حلقوں میں کل ہی جہاز عربیبیا پر مارسیلز کے قریب تارپیڈو پھینکے جانے اور غرق کئے جانے کی خبر معلوم ہو چکی تھی کیونکہ جس طرح وقت گذرتا گیا۔ انگلستان سے مسافروں کی فہرست کے متعلق بعض اطلاعات موصول ہونی شروع ہو گئی تھیں۔ اور سہ پہر و شام کے وقت عام حلقوں میں خاص بے چینی سی پیدا ہو گئی تھی کیونکہ جہاز کی غرقابی کے متعلق کوئی تصدیق آمیز اطلاع موصول نہ ہوئی تھی۔ آج صبح تمام مسافروں کے بچائے جانے کی خبر نے عام پُرامن سپرد کر دیا۔

شملہ کے مشہور و معروف اشخاص میں سے جو جہاز پر سوار تھے حسب ذیل اشخاص ہیں۔ لیڈی لیک۔ مسٹر ایچ۔ این۔ ہچنسن ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانجات و برقیات۔ مسز ہچنسن اور بچہ۔ مسز ہیبر و مسز ہالوینر زوجہ کرنل ہالوینر ڈائرکٹر فارمز صیغہ بہم رسانی۔

لنڈن ۸ نومبر۔ حکام ڈاکخانہ کا بیان ہے کہ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے۔ جہاز مذکور کی تمام ڈاک ضایع ہو گئی ہے۔ جہاز پر آسٹریلیا۔ لنکا۔ ہندوستان۔ عدن۔ سٹریٹ سٹلمنٹ۔ مصر۔ چین۔ ہانگ کانگ اور شاید نیز برطانوی مشرقی افریقہ زنجبار۔ ماریشس اور سیچلز کی ڈاک تھی اکثر اطراف مذکورہ سے جہاز پر ڈاک کے پارسل بھی تھے۔

لنڈن ۹ نومبر۔ جہاز عربیبیا پر کل ۴۳۷ مسافر تھے جن میں سے ۱۶۹ عورتیں اور بچے تھے۔ انہیں مختلف جہازوں نے بچا لیا تھا۔ جو اسی وقت مدد کے لئے موقعہ پر پہنچ گئے تھے۔ دو انجینیر عدم پتہ ہیں اور خیال یہ ہے۔ کہ وہ دھماکہ سے اُڑ گئے تھے۔ باقی ملاحوں کو بچا لیا گیا ہے۔

ضلع میانوالی میں ڈاکہ۔ دو تین روز قبل ۸ یا ۹ ڈاکوؤں نے موضع سرور خیل واقعہ علاقہ عیسےٰ خیل ضلع میانوالی پر ڈاکہ ڈالا۔ اور دو ڈاکو دو عورتوں کو اٹھا کر لے گئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ ڈاکو سرحد کو عبور کر کے علاقہ قبائل میں داخل ہو گئے ہیں۔

پونا میں پلیگ۔ پونا ۸ نومبر۔ سٹی میونسپلٹی پونا نے پلیگ سے نقصان جان کے متعلق مندرجہ ذیل اعداد شمار شایع کئے ہیں:۔

ماہ	واردات	اموات
جون	۱	۱
جولائی	۲۱	۱۴
اگست	۱۱۹	۶۲
ستمبر	۲۰۴	۵۹۳
اکتوبر	۱۴۴۹	۷۴۷
[illegible]	[illegible]	[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - شنبہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۵۴

سرگودھا میں احمدیت اور محمودیت پر بحث اور محمودیوں کا جلسہ

از قلم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ

تمہید

مسئلہ نبوت پر چند اصولی باتیں۔

جس دن سے "مسلمان فرقہ احمدیہ" کے درمیان ایک نیا فرقہ قادیان کے گدی نشین کے نام پر کھڑا ہوا ہے اُسی دن سے احمدیت اور محمودیت پر بحث شروع ہے - اور وجہ بحث یہ ہے کہ اس جدید فرقہ نے حق کو خالص رہنے نہ دیا - اور اسکا قلب بدلایا - ورنہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں تو سراسر نیک اور پاک تعلیم اور الٰہی اسرار تھے - مگر اس فرقہ نے ارادتاً اس کے ساتھ اس قدر باطل ملایا اور باطل تاویلیں کیں کہ اب ان کا وہ نبی نہیں - جس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود تشریف لائے تھے - اُنھوں نے اپنی رکیک تاویلوں کے ساتھ مسیح موعود کی پاک تعلیم کو ایسا بدل ڈالا کہ گویا ایک نئی تعلیم بنائی -

افسوس کہ بعض نادان احمدی جنھوں نے اپنی غفلت کی وجہ سے حضرت مسیح موعود کی کتابوں کو نہیں پڑھا اس نئے فرقے میں داخل ہیں اور گو ان کو یہ تعلیم نئی اور عقیدے عجیب معلوم ہوتے ہیں جو آئے دن قادیان کا گدی نشین ظاہر کرتا رہتا ہے - مگر بوجہ اس کے پیر ملنے کے اُس کے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھا سکتے -

یہ تو ایک ثابت شدہ امر ہے اور ہر ایک محقق احمدی کا دل یہ تو مانتا ہے کہ بیشک حضرت مرزا صاحب مسیح موعود تھے - امام مہدی آخرالزمان تھے - ملہم اور مامور من اللہ تھے باخدا انسان تھے - خدا تعالیٰ کے پیارے تھے - نہایت مقدس تھے - مگر نہیں مانتا کہ یہ تعلیم حضرت مرزا صاحب کی تھی - جو اُن کے نبی بنانے کی آجکل قادیان میں دی جارہی ہے سارا جھگڑا یہ ہے جس کو نادان متعصب اور طرف کھینچ کرلے گئے ہیں کہ مسیح موعود نبی ہے یا نہیں - ہمارا ایمان تو یہ ہے کہ اسلام میں تمام نبیوں کے سرتاج سارے رسولوں کے فخر رحمۃ عالمین سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب العالمین کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آسکتا - نہ صاحب شریعت نہ غیر صاحب شریعت کیونکہ آخری کتاب اور آخری شریعت صرف قرآن ہے - اور اسپر تمام الٰہی کتابوں اور شریعتوں کا خاتمہ ہے - اور اب قیامت تک یہ دروازہ بند ہے نہ کوئی نبی آسکتا ہے نہ کوئی الٰہی کتاب اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں - وہ وحی جو اتباع نبوی کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی - مگر نبوت کلی منقطع ہوچکی ہے اور اب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اب کوئی ہزار دفعہ متابعت نبوی سے نعمت وحی پایا کرے اور لکھو کھہا امور غیبیہ اُس پر ظاہر ہوا کریں - اور خدا اپنے غیب پر بھی کتنی ہی اُس کو پوری قدرت اور غلبہ بخشے جو کثرت اور عظمت سے اُسے حاصل ہو اور نبوت کی بہت چیزیں اور بہت سی صفات لازمہ میں سے صرف اس ایک صفت (کثرت اظہار امور غیبیہ) میں ایک حد تک شریک ہونیکی وجہ سے خدا اُس کا نام نبی بھی رکھدے تب بھی وہ ہرگز نبی نہیں ہوگا جب تک کہ نبی کا وہ مفہوم تام اور کامل جو نبوت تامہ کی شرائط اور لوازم کے ساتھ قرآن کریم نے بیان کیا ہے اُس پر صادق نہ آجائے

لیکن جب خدا اُس کو بار بار اُمتی بھی کہے اور نبی بھی اور اُمتی لوگوں کے نام سے اُسے پکارے - اور محدث اُس کا نام رکھدے تو پھر وہ کسی طرح بھی نبی نہیں ہوسکتا - کیونکہ محدث غیر نبی ہونے کی وجہ سے اُمتی ہے اور ملہم متکلم من اللہ اور اظہار علی الغیب پانیکی وجہ سے جزئی طور پر نبی - محدث کے لئے اُمتی ہونا شرط ہے - مگر نبی کو اُمتی کہنا کفر ہے - اسی لئے ہم کسی نبی کو محدث نہیں کہسکتے - اگر کہیں تو گویا ہم نے اُس کے نبی ہونے سے انکار کیا - جس کا نتیجہ کفر ہے ؎

اب اگر حضرت مرزا صاحب کو بقول فرقہ محمودیہ کے دعویٰ نبوت ہوتا تو پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ شریعت احمدی کی یہ سخت اتباع اُنھوں نے اپنے اوپر کیوں لازم پکڑ لی ؟

ایک شخص جو کہتا ہے کہ میں واقعہ میں نبی ہوں یا واقعہ میں بادشاہ ہوں - تعجب ہے کہ واقعی نبی دوسرے نبی اور واقعی بادشاہ دوسرے بادشاہ کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھے - اسی لئے تو حضرت مرزا صاحب نے اپنی تمام کتابوں کیا پہلی اور کیا پچھلی میں شد و مد سے بیان کیا ہے کہ دعوے نبوت میری طرف منسوب کرنا مجھپر ایک افترا ہے - اور لکھا ہے کہ لعنتی ہے وہ انسان جو اسلام میں ہوکر اور مسلمان کہلاکر نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے - اور خطرناک ملعون ہے وہ شخص جو محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلعم کے بعد کسی نبی کے آنے کی انتظار میں اُس کی راہ تکتا ہے - مسیح موعود کے سارے دعوے جھوٹے ہوجاتے اور ہرگز تسلیم نہ کئے جاتے اگر اُنکی پچھلی تحریریں پہلی تحریروں کے خلاف ہوتیں - یا اُن کے دعوے پہلے دعووں کے خلاف ہوتے - یا وہ کہیں جزوی نبوت کی جگہ کلی نبوت کا دعوے کردیتے یا شریعت اسلام کے کسی چھوٹے سے چھوٹے حکم کو بھی اپنی وحی کے ماتحت ٹال دیتے یا شریعت اسلام کے سوا کوئی دوسرا حکم سکھاتے یا اُسپر عمل کرتے - دعوے تو ہر کامل نبوت اور ذاتی رسالت کا اور جناب محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جوا گردن پر رکھیں - بات بات میں شریعت احمدیہ کا حوالہ دیں بال بال شریعت محمدیہ کا اتباع کریں ایک قدم بھی شریعت اسلام سے ادھر ادھر رکھنا گمراہی بے دینی اور کفر یقین کریں - نبی ہو اور دوسرے نبی کا متبع اور مطیع اور اُمتی ہو یہ ہو نہیں سکتا - یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کی ضد ہیں جب قرآن شریف جیسی حکیمانہ کتاب ہر ایک نبی کے لئے یہ قید لگاتی ہے کہ ایک نبی دوسرے نبی کا مطیع اور اُمتی نہیں ہوتا - جیساکہ آیت الا لیطاع باذن اللہ سے ظاہر ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کامل طور پر اُمتی بھی ہو اور پھر کامل طور پر نبی بھی - اُمتی ہونے کی حقیقت بھی اپنے اندر تمام وکمال رکھتا ہو اور نبی ہونے کی حقیقت بھی حضرت نبی کریم کی غلامی کیطرف اپنے آپ کو منسوب بھی کرتا ہو اور نبی ہونے میں "من حیث النبوۃ" حضرت نبی کریم کے مساوی بھی ہو - نبیوں کی قطار میں بھی ہو اور اُمتیوں کی قطار میں بھی - جب نبی اور اُمتی کا مفہوم ہی متبائن ہے اور اُمتیت اور نبوت دونوں حقیقتیں ہی متناقض ہیں تو پھر ایک بناوٹ کی راہ اختیار کرنا اور اجتماع نقیضین جائز رکھنا کس قدر حمق ہے - اس لئے ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ جب آسمانی کتابیں بھی ختم ہوچکیں اور شریعتیں بھی ختم ہوگئیں تو اب خاتم النبیین کے بعد نبی کیا -

بیشک جو شخص چاہے حضرت مرزا صاحب کی ساری کتابیں پڑھ جائے جہاں آپ نے اپنے متعلق فرمایا ہے یہی فرمایا ہے کہ میں اس صدی (چہار دہم) پر مجدد ہوکر آیا ہوں اور اسلام کا خوشنما چہرہ اور دلربا حسن دنیا کو دکھانے کے لئے مامور ہوا ہوں - اور چونکہ میں مسیح عیسیٰ بن مریم کی روحانیت اور خلق اور سیرت پر آیا ہوں اور اُس سے روحانی مناسبت رکھتا ہوں اور ان نشانات کے مطابق آیا ہوں جو احادیث میں مسیح موعود اور مہدی معہود کے لئے لکھے ہیں میں مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں اور میں ایک نبی متبوع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا متبع ہوں - یعنی خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سید ولد آدم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا - اور اُس کے فرمودہ پر اور کتاب اللہ (قرآن) پر عمل کرتا ہوں - میری گردن اُس جوئے کے نیچے ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا - میرا وہی اسلام ہے جو پہلے تھا وہی نمازیں ہیں جو پہلے تھیں - وہی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو پہلے تھا اور وہی کتاب قرآن ہے جو پہلے تھی - اور میں صرف ایک اُمتی ہوں نہ کہ نبی - اور نبی کی آپ نے تقریباً اپنی ساری کتابوں میں یہ تعریف لکھی کہ "جو شخص نبوت کا دعوے کریگا - اس دعویٰ میں ضرور ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا اقرار کرے - اور نیز یہ بھی کہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر وحی نازل ہوتی ہے اور نیز خلق اللہ کو وہ کلام سنادے جو اسپر خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے - اور ایک اُمت بنادے جو اس کو نبی سمجھتی اور اُس کی کتاب کو کتاب اللہ جانتی ہے" سو حضرت مرزا صاحب کے مذہب کی اصل حقیقت تو یہ ہے اور جو شخص اس کے برخلاف کہے وہ دروغگو ہے"

حضرت مسیح موعود کی تمام کتابیں تمام اشتہارات اور تمام مکتوبات اور تمام ملفوظات پڑھ جاؤ کہیں دعوے کے بعد یہ دعوے کبھی اور کسی اشتہار میں نہ پاؤگے جہاں اُنھوں نے یہ فرمایا ہو کہ خدا نے مجھے نبی بنایا ہے - مجھے کتاب دی ہے - مجھے فلاں قوم کیطرف نبی بناکر بھیجا ہے - ہزاروں مرتبہ یہی پاؤگے کہ میں نبی نہیں - میں نبی نہیں - نبوت آنحضرت صلعم پر منقطع ہوچکی ہے - کوئی نبی رسول اللہ کے سوا ہمارا نہیں - کوئی کتاب قرآن کے سوا ہماری نہیں - اگر کسی نے اعتراض کیا کہ نازل ہونیوالے عیسیٰ بن مریم کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اللہ فرمایا ہے اور اُن الہامات اور وحیوں میں جو آپ کو منجانب اللہ ہوتیں اُن میں نبی اللہ وغیرہ الفاظ ہیں تو آپ نے فوراً جواب دیا کہ اگر اس کو کسی ایک حدیث میں نبی اللہ کہا گیا ہے تو اُنہیں حدیثوں میں اُس کو اُمتی بھی تو کہا ہے اور میری وحی میں جہاں خدا نے مجھے نبی کہا ہے اُنہی وحیوں میں خدا نے مجھے بار بار اُمتی کرکے بھی پکارا ہے - سو یہ نبی اللہ کا لفظ حدیث اور میری وحی اور الہامات میں بطور استعارہ اور مجاز ہیں نہ بطور حقیقت اور اصل - اور خدا تعالیٰ نے مجھے اس کے متعلق یہی علم دیا ہے - اور یہی مجھپر کھولا ہے کہ حدیث یا الہام میں میری نسبت جو نبی اللہ کا لفظ آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں پر محمول نہیں بلکہ محض مجاز اور استعارہ پر محمول ہے -

سو اس بات کو خوب یاد رکھو کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی نسبت لفظ نبی کو بدون کسی قسم کی تاویل اور کسی قسم کے استعارہ اور مجاز کے کبھی اور کسی وقت بھی تسلیم نہیں فرمایا -

محمودی ان باتوں کو کاٹ کر اور نسخ و مسخ کرکے ظل پرادیں ہیں بیان کرتے ہیں - جس سے اُن کی اور بھی قلعی کھلتی ہے آخر لاچار ہوکر ظلی اور بروزی نبی ہونا حضرت اقدس کا بیان کرتے ہیں - مگر نہیں جانتے کہ ظلی اور بروزی نبی ہونا تو حضرت مرزا صاحب کی نبوت کاملہ کی نفی کرتا ہے اور صرف جزوی یا مجازی نبی ہونا اُن کا ثابت کرتا ہے

افسوس کہ حضرت مسیح موعود پر ہر ایک طور سے یہ محمودی ظلم کرتے ہیں - اول بغیر تصفیہ اعتراض جزوی نبوت کے کہ وہ کب کلی نبوت بنی اور بغیر تسلیم اُس تعریف کے جو حضرت مسیح موعود نے از روئے قرآن شریف نبی کی بیان کی ہے اُسکو نبی بناتے ہیں جس سے اصل اعتراض ہمارا (کہ شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اُس کے معنی سے حضرت مرزا صاحب ہرگز نبی نہیں ہیں -) اُن کے سر پر قائم رہتا ہے -

دوسرے کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے لئے براہ راست نبی ہونے کا کہیں ذکر نہیں گویا مسیح موعود کے نبی بنانے کی ایک یہ وجہ پیدا کرتے ہیں حالانکہ مسیح موعود فرماتے ہیں ما لغی من النبوۃ ما یعنی فی صحف الاولیٰ

تیسرے مسیح موعود کو ۱۰ سال تک اپنے دعوے نبوت کو نہ سمجھنے والا بتاکر خدا کی وحی کی جھوٹی تاویلیں کرنے والا اُس کو ثابت کرتے ہیں - گویا دوسرے الفاظ میں یوں کہتے ہیں کہ خدا تو مسیح موعود کو بار بار کہتا تھا کہ تو نبی ہے تو نبی ہے جس کے معنے یہ تھے کہ تیرے انکار سے انسان دائرۂ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے - مگر مسیح موعود اس کے برخلاف یہ سمجھتے تھے کہ میں مدعی نبوت نہیں - بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں ؎

مذاکرہ علمیہ

پیشین گوئیاں

بجواب (ڈاکٹر نور حسین) بسلسلہ پیغام صلح نمبر ۴۴ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۶ء

• ڈاکٹر نور حسین صاحب شیعی سوال کرتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کہ ابن مریم نازل ہوگا۔ اور آگئے مرزا غلام احمد صاحب۔ گویا مثال یہ ہوئی کہ وعدہ کیا جاوے کہ کل کی ٹرین میں ۱۰ بجے مولوی محمد علی صاحب تشریف لاویں گے۔ اور ریل سے اُتر پڑیں مرزا نذر علی۔ تو پیشین گوئی سچی ہوئی یا جھوٹی۔

ایک جواب اول دے چکا ہوں۔ جواب نمبر ۲۔ یہ ہے:-

بروایت ابن بابویہ قمی علامہ مجلسی حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۳۷۶ پر اور صاحب ناسخ التواریخ اپنی کتاب دوم جلد ۱ صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ ایران پر لکھتے ہیں۔ کہ جنگ خندق کے موقعہ پر سلمان فارسی کے مشورہ سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام محاظ مدینہ کھود رہے تھے۔ خندق میں ایک پتھر نکل آیا۔ جو کلنگ سے نہیں ٹوٹتا تھا آنحضرت صلعم کو خبر دی گئی وہ خود بہ نفس نفیس وہاں تشریف لائے۔ اور کلنگ لیکر پتھر پر مارا پتھر ٹوٹ گیا آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ اللہ اکبر۔ کلید ہائے شام را خدا بمن داد۔ پس کلنگ دیگر زد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے فارس را بمن داد۔ وبخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را می بینم۔ پس کلنگ سوم زد۔ گفت اللہ اکبر کلید ہائے یمن بمن دادند۔

وکلینی بسند معتبر روایت کردہ است کہ کلنگ را از دست امیر المومنین گرفت و یک ضرب زد کہ سنگ پارہ شد پس فرمود کہ فتح شد برمن دریں ضربت گنجہائے کسرٰے و قیصر الخ

ڈاکٹر نور حسین صاحب ذرا ان روایات میں تامل کرکے جواب دیں۔ کہ فارس اور روم اور یمن کی کنجیاں تو آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فارس اور روم اور یمن اور شام وغیرہ کو فتح کیا۔ بلکہ فارس۔ روم۔ یمن اور شام کو حضرت عمرؓ ابن الخطاب اور حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم نے فتح کیا تو کیا پیشین گوئی پوری ہوئی۔ سچی نکلی یا جھوٹی۔؟

جناب ڈاکٹر صاحب۔ کلید ہائے شام و فارس بدست عمر ابن الخطاب و حضرت ذوالنورین دادند۔ و حضرت نبی کریمؐ فرمودہ اند بدست من دادند۔ وایں ممالک را من فتح کردم۔ فما جوابکم جوابنا۔

جناب امامیہ کی اِس حدیث سے علاوہ اُس مقصد کے جو ہم نے اوپر ثابت کردیا ہے۔ اور جو مانحن فیہ میں زیر بحث تھا۔ چند امور اور بھی مفید ثابت ہوتے ہیں۔

(۱) وحی الٰہی اور کشف صحیحہ نے حضرت عمر اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں لے جانے کو آنحضرت صلعم کے ہاتھ میں دیا جانا قرار دیا اور یہ ایک ایسے وقت میں پیشین گوئی کی گئی۔ جو قبل از سولہ سال وقوعہ سے تھی اور اُس وقت ایسی فتح آئندہ کا وقوع غیر ممکن اور ناممکن الحصول تھا۔ پس خیال کریں۔ کہ کس قدر منقبت خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم کی اس میں ثابت ہوتی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کے لئے کالجوارح کے حکم میں تھے۔

(۲) طرفہ بریں یہ کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ چلتے پرزوں نے جو احادیث تشیع کے راوی ہیں۔ درج کردئے ہیں۔

"پس ابوبکرؓ و عمرؓ بایکدیگر گفتند کہ ما نمے توانیم از ترس لقضاء حاجت برویم۔ و او وعدہ ملک بادشاہ عجم و بادشاہ روم بما میدہد"۔ اِس سے اُن کی یہ غرض تھی کہ کسی طرح بھی ہو ابوبکرؓ اور عمرؓ کو بدنام اور مذموم کرکے لوگوں کی نظروں میں پیش کیا جاوے تاکہ لوگ اُن سے برگشتہ ہوں۔ اور اُنکو حقیر اور بے ایمان سمجھیں۔ مگر خدا کے فضل کو دیکھو۔ دشمن جس امر میں بدی کا ارادہ کرتا ہے۔ وہی امر دشمن کی روسیاہی پر دال ہو جاتا ہے۔ اور حق منکشف اور واضح ہو جاتا ہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ انہی لوگوں کو تو آنحضرت صلعم کو اس پیشین گوئی میں العیاذ باللہ کاذب اور جھوٹا سمجھتے ہوں۔ ان انعامات کا مورد بناوے اور اُنہی کے ہاتھوں یہ فتوحات ہوں۔ اور انہی کو شام۔ ایران اور روم کے ممالک کا مالک اور بادشاہ بناوے۔ اے (اہل عدل) جھوٹ کے حامیو! ایسے خدا کی نسبت تم عادل کا لفظ استعمال کرسکتے ہو۔ عدل۔ اصول دین تشیع ہے۔ ایسے عدل اور ایسے خدا کو سلام۔

جو لوگ اس پیشین گوئی میں آنحضرت صلعم کو کاذب سمجھتے ہیں اُن کو تو وہ ان انعامات کا وارث بنادے اور جو واقعی آنحضرت صلعم کو اس پیشین گوئی میں راستباز اور صادق یقین کرتا ہو۔ آنحضرت صلعم پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہو۔ وہ اِن منافقوں کا ذلوں کے ماتحت اور اُن کی رعیت اور اُنکا دست نگر بنا دیا جاوے۔ کیا عدل کا مقتضیٰ یہی ہے۔ وللّٰہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکنّ المنافقین لا یفقہون۔

منافق بیدین۔ مفسد فی الارض الٰہی وعدوں اور نصرتوں اور انعاموں کے وارث ہوجاویں اور مؤمن مخلص اور مجاہد فی اللہ محروم مخذول کئے جاویں۔ بے نیل مرام تمام عمر حزن غم اور کڑھنے گذار دیں۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم الخ

تحقیق الجواب (۳)

فی الواقعہ پیشین گوئیاں ایسی چیزیں ہیں جن پر نبی صاحب الوحی خود بھی اُن کی بعض جزییات کے ادراک کرنے میں غلطی کرسکتا ہے۔ وہ غلطی بتقاضاء بشریت اجتہاد میں ہوتی ہے بعض وقت ایک کشف یا الہام اجمال کی صورت رکھتا ہے اور صاحب وحی اُس کی ایک تاویل کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ اِس تاویل میں غلطی ہو۔ پیشین گوئی غلط نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پیشین گوئی جس میں بوجہ کسی مصلحت الٰہی کے تفہیم ساتھ نہیں ہوتی۔ ملہم ایک تاویل اُس کی سمجھتا ہے۔ مگر الٰہی مشیت اور ارادہ میں اُسکی تاویل اور حقیقت کچھ اور ہوتی ہے۔ جس کی اصلیت بعد ظہور کے سمجھ میں آسکتی ہے۔ الّا اذا تمنّی القی الشیطان فی امنیتہ الخ (س حج)

(۱) کیا اطولکنّ یدًا والی حدیث پر آپ کی نظر نہیں۔ آنحضرت صلعم کو معلوم ہوا کہ میرے بعد سعادہ بی بی میری فوت ہوگی۔ جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔ اس پر ازواج مطہرات نے ہاتھ بھی آپس میں ناپے اور آنحضرت صلعم دیکھتے رہے اور کچھ نہ فرمایا۔ جب آنحضرت صلعم کے بعد زینبؓ فوت ہوگئی جس کے ہاتھ واقعی لمبے نہ تھے۔ مگر حضرت زینب سخاوت اور صدقات اور مساکین پروری میں دیگر ازواج سے مقدم تھی۔ اس لئے اسوقت بعد ظہور پیشین گوئی اس کے یہ معنے معلوم ہوئے کہ اطول کنّ یدًا کے یہ معنے ہیں کہ سخاوت اور بخشش کرنے والی بی بی جب تک پیشین گوئی معرض ظہور میں نہیں آئی تھی تو ظاہر پر محمول تھی جب پیشین گوئی پوری ہوگئی تو اُسوقت اطول کن یدًا کے معنے منکشف ہوگئے۔

(۲) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا۔ کہ ہم حج اور عمرہ ادا کر رہے ہیں۔ اور سر منڈوا رہے ہیں۔ اور ارکان حج ادا کر رہے ہیں۔ اِس پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ تمام حجاز اور مومنین حج اور عمرہ کے لئے تیار ہو جاویں چنانچہ سب روانہ ہوگئے۔ حدیبیہ کے مقام پر وہ واقعہ پیش آیا۔ جو تاریخوں میں مذکور و زبان زد خاص و عام ہے اور آنحضرت صلعم اس سال حج نہ کرسکے۔ اور حدیبیہ ہی سے بعد صلح مغلوبانہ لوٹ کر چلے آئے۔ جس پر سب مومنین غمگین ہوئے مگر فی الواقع رؤیا، تو آنحضرت صلعم کی سچی تھی۔ مگر یہ تفہیم ساتھ نہ تھی کہ اسی سال حج کریں گے۔ یا دوسرے سال۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے اجتہادًا اسی سال پر اس رؤیا کو تسلیم فرمایا مگر بعد ظہور واقعہ نے ثابت کردیا۔ کہ رؤیا تو آنحضرت صلعم کا سچا تھا۔ مگر اس سے دوسرے سال حج کرنے کے متعلق تھا۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا۔ کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں اور دونوں باپ بیٹا ذبح پر راضی ہوگئے۔ اور حضرت ابُ الملّت ابراہیم خلیل اللہ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا بھی دیا۔ مگر اللہ تعالےٰ کو ایک مینڈھے کا ذبح کرانا منظور تھا۔ اور رسم۔ رواج بدیعنے ذبح اولاد کا مٹانا منظور تھا۔ اس لئے قد صدّقت الرؤیا کہکر ایک مینڈھا ذبح کروا دیا۔ اب حضرت ابراہیمؑ نے تو خواب کو ظاہر ہی پر محمول فرمایا۔ مگر اللہ تعالےٰ کو ذبح بد لہ منظور نہ تھا۔ ایک قربانی بہیمہ کی منظور تھی۔ جو سنّت ابراہیمی آئندہ نسلوں کے لئے قرار پائی۔ رؤیا میں بیٹے کو ذبح کرنا دکھایا گیا اور حقیقت میں مینڈھا ذبح کرنا منظور اور مطلوب تھا۔

الغرض میں نے یہ چند مثالیں نظیرًا پیش کی ہیں اور اس قسم کے اور واقعات بھی بہت ہیں۔ اگر مخاطب میں ذرہ بھر عقل اور دانش ہے۔ اُس کے دماغ میں مغز اور دل میں بصیرت موجود ہے۔ اور اس کا دل بوجہ مخلوق پرستی عمی نہیں ہوگیا۔ تو میری یہ مختصر تحریر اُس کے لئے مشعل ہدایت ہوجائیگی

ابوجہل از کعبہ می آید و ابراہیم از بتخانہ کار لعبات دوست
وان دگر ہمہ بہانہ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء •

خاکسار نذر علی از پشاور۔

کھلا عریضہ

بخدمت ایڈیٹر صاحبان جرائد اسلامیہ

(از جانب خاکسار آفتاب احمد)

جناب مکرم! السلام علیکم۔ باوجود اس ہیجان اور انتشار کے جو ہماری قوم کے خیالات میں گذشتہ چار سال میں رہا ہے۔ ہر غور کرنے والی اور حقیقت شناس طبیعت پر یہ پورے طور پر عیاں ہے۔ کہ اس زمانہ اور ملک میں ہماری قوم کے لئے اہم ترین اور اعلےٰ ترین ضرورت تعلیمی ترقی ہے۔

ظاہر ہے کہ اس حقیقت کا محض زبان یا قلم سے اعتراف ہمارے مرض کا علاج نہیں ہے۔ بلکہ علمی کوشش اور اہتمام ازبس ضروری ہے یہ بھی سب کو معلوم ہے۔ کہ وہ تدبیر جس سے قوموں کی فلاح اور زندگی مقصود ہو۔ منفرد یا منتشر مساعی سے کامیاب نہیں ہوسکتی بلکہ اُس کے لئے جمہوری عمل اور تحریک لازمی ہے۔ پس اِس ملک کے مسلمان اس زمانہ میں اگر اپنی تعلیمی تحریک کو قومی شان دینا چاہتے ہیں۔ تو اُن کے لئے ضروری ہے کہ اپنے مقاصد اور مساعی کو جمہوری پیرایہ میں ظاہر کریں۔ جسکے معنے یہ ہیں کہ علاوہ مقامی اور صوبوں کی تحریکوں اور انجمنوں کے کل ملک کے مسلمانوں کی ایک متفقہ تعلیمی تحریک اور انجمن ہو۔ اس حقیقت اور ضرورت کا احساس اور اعتراف رسمی اور معمولی نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ اس اہمیت کو دلوں کی تہ تک پہنچنا چاہئے تاکہ اسی نسبت سے اس کے متعلق ہماری کوشش اور عمل میں جوش اور قوت ہو۔ جبکہ یہ حقیقت اور ضرورت تسلیم ہوچکی تو اب سوال یہ ہے کہ آیا کوئی تحریک یا انجمن اس وقت ہماری قوم میں ایسی موجود ہے جو اس مقصد کے لئے کار آمد ہوسکے۔ یا ہم کو از سر نو ایسی انجمن قائم کرنا چاہئے یہ اب سب کو معلوم ہے کہ تیس سال سے آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اس ملک اور ہماری قوم میں موجود ہے۔ پس جہاں تک ایسی انجمن کے وجود کا تعلق ہے۔ وہ قائم ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے ایسی انجمن کی ضرورت ہے۔ وہ موجودہ کانفرنس سے پورا ہوتا یا ہوسکتا ہے کہ نہیں۔ آپ صاحبوں میں سے بعض کا یہ خیال ہے۔ کہ کانفرنس نے اس وقت تک کچھ نہیں کیا۔ بعض کی رائے ہے کہ جس قدر کرنا چاہئے تھا۔ اُس سے کم کیا۔ بعض سمجھتے ہیں۔ کہ اُس نے جو کچھ کیا وہ غنیمت ہے۔

ایسے عظیم الشان کام کے متعلق جیسا کہ کانفرنس ہے اختلاف ہونا قدرتی امر ہے۔ اور ایک حد تک مفید ہے۔ جائز پبلک نکتہ چینی جمہوری کاموں کی اصلی غذا اور اُن کے لئے فطرتی تنبیہ ہے اس کے ساتھ جمہوری کاموں کو عملاً چلانے میں جو حقیقی مشکلات پیش آتی ہیں خاصکر ایسی حالت میں جیسی کہ آج ہماری قوم کی ہے اُن کے متعلق پبلک کو صحیح اندازہ کرنا ضروری ہے۔ ہر ایک کام کے لئے خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی جس طرح نگاہ تنبیہ کی ضرورت ہے اسی قدر دست شفقت بھی درکار ہے۔ بادشاہ ہو یا افسر، باپ ہو یا اُستاد، محتسب ہو یا ایڈیٹران اخبار سب کے لئے اس اصول پر عمل مناسب اور ضروری ہے۔

غرض کہ یہ مسئلہ نہایت غور کے قابل ہے اور [illegible] کہ ہمارے قومی اخبارات کے ایڈیٹر صاحبان اس پر [illegible] کریں۔ لیکن توجہ کرنے کے لئے صحیح حالات اور معلومات کی حاجت اور تبادلہ خیالات کی ضرورت ہے۔ اس کی بہترین شکل یہ ہے کہ آئندہ اجلاس کانفرنس کے موقع پر تمام قومی اخبارات کے اڈیٹر صاحبان علیگڈھ تشریف لاویں اور جو ہر کانفرنس کے اجلاس میں اس قسم کے

تبادلہ خیالات کے لئے وقت نہیں ملسکتا۔ اس لئے تجویز یہ ہے کہ ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۲ء کو یعنی اجلاس کانفرنس سے ایک روز پیشتر قومی اخبارات کے اڈیٹر صاحبان کا جلسہ ہو جس میں کانفرنس کی گذشتہ اور موجودہ حالت ہیرا ہمتہ پروگرام کو پیش کیا جائے اور اڈیٹر صاحبان اور کارکنان کانفرنس کے باہم تبادلہ خیالات ہو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ کانفرنس بھی قوم کی، کارکنان کانفرنس بھی قوم کے اور اڈیٹر صاحبان بھی قوم کے۔ اس لئے کوئی موقعہ تو ایسا ہو جبکہ ایک جسم کے مختلف اعضا ایک جگہ ہوکر اپنے اپنے حصہ کار سے آگاہ ہوں۔

دور بیٹھے ہوئے مضامین لکھنے کا اڈیٹر صاحبان کو اختیار ہے۔ لیکن کبھی تو یہ کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ اپنے قومی مرکز میں جمع ہوکر اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور اپنے کانوں سے سنیں کہ کالج اور کانفرنس نے اس وقت تک کیا کیا ہے۔ اور آئندہ کیا کرنے کے وہ قابل ہے۔

اس لئے نہایت ادب اور خلوص کے ساتھ میری استدعا ہے کہ آپ اصحاب علیگڈھ ایسے وقت تشریف لاویں۔ کہ ۲۶ر دسمبر کو سب کا ایک جلسہ ہوسکے۔

بعض اخبارات میں یہ تجویز بھی پیش ہورہی ہے کہ اسلامی پریس کے قائم مقاموں کا جلسہ ہو۔ بعض کی رائے ہے کہ لکھنؤ میں ہو اور بعض کی خواہش ہے کہ علی گڈھ میں ہو جس جلسہ کیلئے اس عریضہ میں دعوت دی گئی ہے۔ اگر اُسکو قبول کرلیا جاوے تو اس میں اسلامی پریس کے عام مقاصد پر بھی غور ہوسکتا ہے۔

بہرحال اسلامی پریس کے متعلق جلسہ علی گڈھ میں ہو۔ یا لکھنؤ میں اُسکے متعلق جو چاہے فیصلہ ہو۔ لیکن علی گڈھ کالج اور کانفرنس کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے۔ کہ آپ اصحاب یہاں تشریف لائیں اور ہر چیز کو خود ملاحظہ فرماویں۔ مجھکو امید ہے کہ آپ سب اس دعوت کو قبول فرماکر کارکنان کانفرنس کو ممنون فرماوینگے۔

پیغام صلح } صاحبزادہ صاحب کی اس شہادت پر ہم آئندہ اشاعت میں اپنی رائے کا اظہار کرینگے انشاءاللہ تعالیٰ

نئی خبریں

رزمگاہ بلقان۔ لنڈن ۹ر نومبر۔ سنگارسٹ: تمام رومانوی محاذ پر بڑی سرگرمی کا ظہور ہوا۔ روسی و رومانوی افواج دوبرجا میں کامیاب جارحانہ کارروائی کررہی ہیں۔ اور وہ غنیم کو جو متعدد دیہات کو آگ لگانے کے بعد پسپا ہورہا ہے پیچھے ہٹا رہی ہیں اور ہر ایک خط تصادم میں حاشیہ جنگ عموماً ہمارے موافقت ہے۔

لنڈن ۱۰ نومبر۔ ایک رومانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کوہ منسولول واقع شمال گوکاسا کی جانب وادی ٹروٹش میں غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کردیا گیا۔ بتلابوئی۔ بروسیا۔ پریڈیلوس اور پراہوا میں لڑائی جاری ہے۔ علاقہ ڈوبرگو سلاول میں غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کردیا گیا ہے۔ غنیم کا توپ خانہ دریائے ڈنیوب کے خط تصادم کے ساتھ ساتھ سرگرم عمل رہا۔ رومانوی سپاہ نے بیڑہ ڈنیوب کی مدد سے علاقہ دوبرجا میں مقام مرسوہ پر دوبارہ قبضہ کرلیا ہے۔ غنیم نے شہر کو خالی کرنے سے پیشتر آگ لگادی۔

انقلاب یونان۔ لنڈن ۹ نومبر۔ ایتھنز۔ شاہ یونان اور وزرا اتحادیوں کے جدید مطالبات پر جن میں کہ بحری اسلحہ حرب درہائے عقب التواپ اور دیگر بیڑہ ہائے بحری اتواپ کی حوالگی شامل ہے۔ غور کررہے ہیں۔ رعایا میں تشویش پھیلی ہوئی ہے۔ اور پورس (صلب گھر) میں بڑی کھلبلی پڑرہی ہے۔

عربیبا کی غرقابی۔ بمبئی ۸ر نومبر۔ دنز سیل میں تاخیر پی اینڈ او کمپنی کو اس کے دفتر لنڈن سے حسب ذیل برقی اطلاع موصول ہوئی ہے:۔ امارت بحریہ نے باقاعدہ اطلاع دی ہے کہ جہاز عربیبا کے تمام مسافر بچا لئے گئے۔ اور وہ مالٹ یا بندر سعید جارہے ہیں اور بجز دو انجنیروں کے علاوہ کہ غرقاب ہوئے افسر اور اہل جہاز بھی محفوظ ہیں۔

بعد کی خبر۔ دنز سیل میں تاخیر آج پی اینڈ او کمپنی بمبئی کو اس کے دفتر لنڈن سے ایک برقی پیغام مرسلہ ۸ر نومبر بدیں مضمون موصول ہوا ہے کہ جہاز عربیبا غرق کردیا گیا ہے۔ لازمی ہے کہ جہاز بندر سعید سے روانہ ہوچکا ہو۔ اور سار سلینر پر اس کی رسیدگی کی کوئی اطلاع نہیں موصول ہوئی۔ اس لئے مزید کہا جاسکتا ہے کہ حادثہ کہیں بحیرہ روم میں ہی پیش آیا ہو۔

سربرآوردہ مسافروں کی فہرست۔ جہاز عربیبا ۲۵ر اکتوبر کو بمبئی سے روانہ ہوا تھا۔ لیکن اس کا حقیقی سفر آسٹریلیا سے شروع ہوا۔ اور وہ بمبئی میں محض ڈاک و مسافروں کو لینے کے لئے ٹھیرا تھا جہاز پر سڈنی سے تمام قسم کا اسباب لدا ہوا تھا۔ اور اسکے مسافروں کی فہرست بالکل مکمل تھی۔ آسٹریلیا کے مسافروں کی ایک کثیر تعداد جہاز پر سوار تھی۔ اور کسی وجہ سے اس موسم میں حسب معمول ہندوستان سے بھی مسافروں کا ہجوم تھا۔ بمبئی کے مسافروں میں سر رتن ٹاٹا۔ لیڈی ٹاٹا مسٹر این این وادیا مسز وادیا۔ اور اسکے تین بچے۔ مسٹر ای رچ پولش صیغہ محصول جنگی (مدراس)، و مسز پولش۔ مسٹر ولفورڈ بوڈنی جس نے کہ حال ہی میں کمپنی کے ساتھ تمام ہندوستان کا دورہ کیا۔ مسٹر بوڈنی و مس بوڈنی اور ممبران کمپنی شامل تھے۔

جہاز مذکور پر آسٹریلیا۔ چین۔ جاپان۔ لنکا۔ سٹریٹ سیٹلمنٹس اور ہندوستان سے عدن۔ مصر۔ کناڈا۔ برطانوی جزائر غرب الہند۔ فرانس۔ اطالیہ۔ روس۔ ہالینڈ۔ بلجیم۔ سوئٹزرلینڈ۔ جبل الطارق۔ مالٹا۔ ڈنمارک۔ ناروے اور سویڈن کے لئے ڈاک تھی۔

تین جہازوں کی غرقابی۔ لنڈن ۹ر نومبر۔ برطانوی جہاز شلڈ ایک نسی سانڈ اور سعفو ایک کوسٹ غرق کردئے گئے ہیں۔ جہاز نسی سانڈ کے چار اہل جہاز مفقود الخبر ہیں۔

مہاراجہ دوبلی تخت سے دست بردار ہوگئے۔ مدراس کی اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ مہاراجہ دوبلی گذشتہ سہ شنبہ کے روز تخت سے دست بردار ہوگئے۔ اپنے شہر کے لوگوں کے ایک جلسے میں اعلان دست برداری کرتے ہوئے اپنے بڑے صاحبزادے کو والی تخت ظاہر کیا۔

انتظامی کونسل وائسرائے ہند۔ اعلان کیاگیا ہے کہ ہز ایکسلنسی گورنر جنرل بہادر ہند کی انتظامی کونسل کا اجلاس دہلی میں منعقد ہوگا۔

اسلامک ریویو مجریہ لنڈن قیمت سالانہ ملعہ

اور

اس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام قیمت سالانہ تین روپے
ایڈیٹر۔ خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی صدرالدین صاحب

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں۔ کہ اسوقت اسی کے منافع پر انگلستان اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اس کا ہر ایک خریدار اب گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہوجاتا ہے۔ اگر ہمدردان ملت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اُردو کے دس ہزار خریدار پیدا کردیں۔ تو ان کا منافعہ ہی ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہوسکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں مفت تقسیم ہو۔ اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ بھیجدے تو ہم اُن کی جگہ ایک انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کردینگے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟ دوستو اٹھو! جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو۔ اسلامک ریویو ہی ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے اجر جزیل پاؤ۔ والسلام۔

نوٹ:۔ نمونہ اسکے ٹکٹ آنے پر مفت۔ درخواستیں خریداری بپتہ ذیل آنی چاہئیں منیجر رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل۔ نولکھا لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم | ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جا آید

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

از دعا ہیم ہر نور و کمال | وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست | ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد | ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست | منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکار سے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب | نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۔ ششماہی ۔
سہ ماہی ۔ طلبا سے سالانہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور پنجشنبہ ۹ محرم سنہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۵

خدا تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دن میں کیوں پیدا کیا

حضرت مسیح موعود کے قلم سے

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو پیغام صلح مورخہ ۹ نومبر ۱۹۱۶ء

اور اگر اب بھی کوئی تسلیم نہ کرے اور انکار سے باز نہ آوے تو ہم کہتے ہیں کہ ہم نے تو عالم کبیر کے لئے عالم صغیر کی پیدائش کے مراتب ستہ کا ثبوت دیدیا۔ اور جو کام کرنے کے دن بالاتفاق ہر ایک قوم میں مسلم ہیں اُن کا چھ ہونا بھی ظاہر کر دیا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ کے تمام پیدائشی کام اس دنیا میں تدریجی ہیں تو پھر اگر منکر کی نظر میں یہ دلیل کافی نہیں تو اُس پر واجب ہوگا کہ وہ بھی تو اپنے اس دعوے پر کوئی دلیل پیش کرے کہ خدا تعالیٰ نے یہ عالم جسمانی صرف ایک دن میں پیدا کر دیا تھا۔ تدریجی طور پر نہیں پیدا کیا تھا۔ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ وہی خدا اب بھی ہے جو پہلے تھا اور وہی خالقیت کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ جو پہلے جاری تھا اور صاف بدیہی طور پر نظر آ رہا ہے کہ خدا تعالیٰ ہر ایک مخلوق کو تدریجی طور پر اپنے کمال وجود تک پہنچاتا ہے۔ یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ پہلے وہ قوی تھا اور جلد کام کر لیتا تھا اور اب ضعیف ہے اور دیر سے کرتا ہے۔ بلکہ یہی کہینگے کہ اُس کا قانون قدرت ہی ابتدا سے یہی ہے کہ وہ ہر ایک مخلوق کو بتدریج پیدا کرتا ہے سو حال کے افعال الٰہی ہمیں بتلا رہے ہیں کہ گذشتہ اور ابتدائی زمانہ میں بھی یہی تدریج ملحوظ تھی۔ جواب ہے۔ ہم سخت نادان ہونگے اگر ہم حال کے آئینہ میں گذشتہ کی صورت نہ دیکھیں اور حال کی طرز خالقیت پر نظر ڈال کر صرف اتنا ہی ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ اپنی پیدائش کے سلسلہ کو تدریج سے کمال وجود تک پہنچاتا ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک مخلوق کی پیدائش میں چھ مرتبے رکھے ہیں اور حکمت الٰہی نے ہر ایک مخلوق کی پیدائش میں یہی تقاضا کیا ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے چھ مرتبے ہوں جو چھ وقتوں میں انجام پذیر ہوں کسی مخلوق پر نظر ڈال کر دیکھ لو یہی چھ مراتب اُس میں متحقق ہونگے یعنی بنظر تحقیق یہ ثابت ہوگا کہ ہر ایک جسمانی مخلوق کے وجود کی تکمیل چھ مرتبوں کے طے کرنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور انسان پر کچھ موقوف نہیں زمین پر جو ہزارہا حیوانات ہیں اُن کے وجود کی تکمیل بھی انھیں مراتب ستہ پر موقوف پاؤ گے۔

پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ سلسلہ مراتب ستہ تکوین کا صرف جسمانی مخلوق میں ہی محدود نہیں بلکہ روحانی امور میں بھی اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ مثلاً تھوڑے سے غور سے معلوم ہوگا کہ انسان کی روحانی پیدائش کے مراتب [illegible] ہیں۔ پہلے وہ [illegible] صورت [illegible]

اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور پھر جب اُس استعداد کے ساتھ ایک قطرہ رحمت الٰہی ملجاتا ہے۔ اُسی طرز کے موافق کہ جب عورت کے نطفہ میں مرد کا نطفہ پڑتا ہے تو تب انسان کی باطنی حالت نطفہ کی صورت سے علقہ کی صورت میں آ جاتی ہے۔ اور کچھ رشتہ باری تعالیٰ سے پیدا ہونے لگتا ہے جیسا کہ علقہ کے لفظ سے تعلق کا لفظ مفہوم ہوتا ہے اور پھر وہ علقہ اعمال صالحہ کے خون کی مدد سے مضغہ بنتا ہے۔ اُسی طرز سے جیسے خون ... کی مدد سے علقہ مضغہ بنجاتا ہے۔ اور مضغہ کی طرح ابھی اُس کے اعضا ناتمام ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مضغہ میں ہڈی والے عضو ابھی ناپدید ہوتے ہیں ایسا ہی اس میں بھی شدت للہ اور ثبات للہ اور استقامت للہ کے عضو ابھی کماحقہ پیدا نہیں ہوتے۔ گو تواضع اور نرمی موجود ہو جاتی ہے اور اگرچہ پوری شدت اور صلابت اس مرتبہ میں پیدا نہیں ہوتی مگر مضغہ کی طرح کسی قدر قضا و قدر کی مضغ کے لائق ہو جاتا ہے۔ یعنی کسی قدر اس لائق ہو جاتا ہے کہ قضا و قدر کو دانت اُس پر چلے۔ اور وہ اُن کے نیچے ٹھہر سکے کیونکہ مضغہ جو ایک سیال رطوبت کے قریب قریب ہے وہ تو اس لائق ہی نہیں کہ دانتوں کے نیچے پیسا جاوے۔ اور ٹھہرا رہے۔ لیکن مضغہ مضغ کے لائق ہے۔ اسی لئے اس کا نام مضغہ ہے۔ سو مضغہ ہونے کی وہ حالت ہے کہ جب کچھ چاشنی محبت الٰہی کی دل میں پڑ جاتی ہے۔ اور تجلی جلالی توجہ فرماتی ہے کہ بلاؤں کے ساتھ اُس کا آزمائش کرے۔ تب وہ مضغہ کی طرح قضا و قدر کے دانتوں میں پیسا جاتا ہے۔ اور خوب قیمہ کیا جاتا ہے۔ غرض تیسرا درجہ سالک کے وجود کا مضغہ ہونے کی حالت ہے۔ اور پھر چوتھا درجہ وہ ہے کہ جب انسان استقامت اور بلاؤں کی برداشت کی برکت سے آزمائے جانے کے بعد نقوش انسانی کا پورے طور پر انعام پاتا ہے یعنی روحانی طور پر اُس کے لئے ایک صورت انسانی عطا ہوتی ہے اور انسان کی طرح اُس کو دو آنکھیں دو کان اور دل اور دماغ اور تمام ضروری قوی اور اعضا عطا کئے جاتے ہیں اور بمقتضائے آیت اشداء علی الکفار رحماء بینھم سختی اور نرمی مواضع مناسبہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ یعنی ہر ایک خلق اُس کا اپنے اپنے محل پر صادر ہوتا ہے۔ اور آداب طریقت تمام محفوظ ہوتے ہیں اور ہر ایک کام اور کلام حفظ حدود کے لحاظ سے بجا لاتا ہے۔ یعنی نرمی کی جگہ پر نرمی اور سختی کی جگہ پر سختی اور تواضع کی جگہ پر تواضع اور ترفع کی جگہ پر ترفع ایسا ہی تمام قویٰ سے اپنے اپنے محل پر کام لیتا ہے یہ درجہ جنین کے اُس درجہ سے مشابہت رکھتا ہے کہ جب وہ مضغہ کی حالت سے ترقی کر کے انسان کی صورت کا ایک پورا خاکہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ہڈی کی جگہ پر ہڈی نمودار ہو جاتی ہے اور گوشت کی جگہ گوشت باقی رہتا ہے۔

ہڈی نہیں بنتی۔ اور تمام اعضا میں باہم تمیز کلی پیدا ہو جاتی ہے لیکن ابھی خوبصورتی اور تازگی اور تناسب اعضا نہیں ہوتا۔ صرف خاکہ ہوتا ہے۔ جو نظر دقیق سے دکھائی دیتا ہے۔ پھر بعد اس کے عنایت الٰہی توفیقات متواترہ سے موفق کر کے اور تزکیہ نفس کے کمال تک پہنچا کر اور فنائی اللہ کے انتہائی نقطہ تک کھینچکر اُس خاکہ کے بدن پر انواع و اقسام کی برکات کا گوشت بھر دیتی ہے۔ اور اُس گوشت سے اُس کی شکل چکیلی اور اُس کی تمام ہیکل کو آبدار کر دیتی ہے۔ تب اُس کے چہرہ پر کاملیت کا نور برستا ہے۔ اور اُس کے بدن پر کمال تام کی آب و تاب نظر آتی ہے اور یہ درجہ پیدائش کا جسمانی پیدائش کے اُس درجہ سے مشابہ ہوتا ہے کہ جب جنین کے خاکہ کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جاتا ہے۔ اور خوبصورتی اور تناسب اعضا ظاہر کیا جاتا ہے۔ پھر بعد اس کے روحانی پیدائش کا چھٹا درجہ ہے جو مصداق ثم انشأناہ خلقاً آخر کا ہی وہ مرتبہ بقا ہے جو فنا کے بعد ملتا ہے۔ جس میں روح القدس کامل طور پر عطا کیا جاتا ہے۔ اور ایک روحانی زندگی کی روح انسان کے اندر پھونک دی جاتی ہے۔ ایسا ہی یہ چھ مراتب خدا تعالیٰ کی پاک کلام میں بھی جمع ہیں۔ اول حروف کا مرتبہ جو حامل کلام الٰہی اور کلمات کتاب اللہ کے لئے بطور تخم کے ہیں۔ جن کو معانی مقصودہ سے کچھ بھی حصہ نہیں۔ ہاں اُن کے حصول کے لئے ایک استعداد بعیدہ رکھتے ہیں۔ دوم کلمات کا مرتبہ جو اس تخم کے ذریعہ سے ظہور خارجی کے رنگ میں آئے۔ جن کو معانی مقصودہ سے کچھ حصہ نہیں۔ مگر اُن کے حصول کے لئے ایک ذریعہ قریبہ ہیں۔ سوم اُن فقرات ناتمام کا مرتبہ جو ابھی کلام مقصودہ کے پورے درجہ تک نہیں پہنچے تھے۔ کیونکہ تنزل کا سلسلہ ناتمام تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے کلام نے ابھی اپنا کامل چہرہ نہیں دکھلایا تھا۔ مگر اُن فقرات کو معانی مقصودہ سے ایک وافر حصہ تھا اس لئے وہ کلام تام الٰہی کے لئے بطور بعض اعضاء کے ٹھہرے۔ جن کا نام بہ لحاظ قلت و کثرت آیتیں اور سورتیں رکھا گیا۔ چہارم اُس کلام جامع تام مفصل ممیز کا مرتبہ جو سب نازل ہو چکا اور جمیع مضامین مقصودہ اور علوم حکمیہ و قصص و اخبار و احکام و قوانین و ضوابط و حدود و مواعید و انذارات و تبشیرات اور درشتی و نرمی اور شدت اور رحم اور حقائق و نکات پر بالاستیفا مشتمل ہے۔

پنجم بلاغت و فصاحت کا مرتبہ جو زینت و آرائش کے لئے اُس کلام پر ازل سے چڑھائی گئی۔

ششم برکت اور تاثیر اور کشش کی روح کا مرتبہ جو اس پاک کلام میں موجود ہے۔ جس نے تمام کلام پر اپنی روشنی ڈالی اور اُس کو زندہ اور موثر کلام ثابت کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ - یکشنبہ ۵ - نومبر ۱۹۱۶ء - نمبر ۵

دنیا کا آئندہ مذہب
یونیورسل تھیسٹک الائنس اور اسلام

سیمین کے اس جدید فرقے سے ناظرین کرام کا تعارف کرانے کی غالباً چنداں ضرورت نہیں۔ جو عیسائیت سے بیزار ہو کر اس وقت مغربی دنیا میں ایک جدید مذہب قائم کرنے کے درپے ہے۔ اس مذہب کے اصول کیا ہونگے اور وہ کہاں تک دنیا میں قبولیت حاصل کر سکتا ہے اس کے بھی دوہرانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے ہندوستان آنے سے پہلے ایک مبسوط مضمون میں ان لوگوں کے حالات کو قلمبند کرتے ہوئے ان کے اس ارادہ کو ظاہر کیا تھا کہ وہ عنقریب دنیا کے مختلف اطراف میں اس غرض سے دورہ کرنے والے ہیں کہ اپنے اس جدید مذہب کو پیش کر کے دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو بھی (۱) اس ایک پلیٹ فارم پر آنے کی دعوت دیں۔ دنیا کی خوش قسمتی سمجھئے یا بدقسمتی موجودہ جنگ کی مہیب شکل و صورت نے ان علم برداران صلح و آشتی کو اپنے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ ورنہ آج سے بہت عرصہ پہلے خود ان کی زیارت کا شرف ہندوستان کو حاصل ہو جاتا۔ کوئی بعید بات نہ تھی۔

بہ لحاظ عقائد یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اس سوسائٹی کے ممبروں نے جو مذہب تجویز کیا ہے وہ آج سے تیرہ صد سال پیشتر اسلام کی شکل میں فاران کی چوٹیوں کو سوز کر چکا ہے اور آج دنیا کی ⅓ آبادی پر قابض و متصرف ہے۔

(۱) خدا کی وحدانیت (۲) کل بنی نوع انسان میں بلا تمیز رنگت و قومیت یکسانیت اور ان میں اخوت (۳) کل مذاہب کی مشترکہ صداقتوں کو ایک مذہب کی شکل میں جمع کرنا (۴) موجودہ مذاہب میں سے منافرت کو دور کر کے ان سب کو ایک مذہب پر لانا یہ وہ باتیں ہیں جنہیں آج مہذب دنیا کے ان برگزیدہ افراد نے ایک عالمگیر مذہب کا بنیادی پتھر قرار دیا ہے۔ اور وہ آئندہ دنیا کے تمام مذاہب کو ایک متحدہ پلیٹ فارم پر جمع کرنا چاہتے ہیں۔ ان کا خیال ہے اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ بہت بجا خیال ہے کہ ان اصولوں کو پیش نظر رکھنے والا مذہب ہی دنیا کا آئندہ مذہب ہو سکتا ہے اور دنیا انہی اصولوں کو اکرام اور اتحاد کی شکل دیکھ سکتی۔ اور آرام و چین کی زندگی بسر کر سکتی ہے۔

صحیفۂ قدرت یا نظام کائنات پر ذرا غور کرو۔ خالق ارض و سماوات نے اپنی رحمانیت کے تقاضا سے جن چیزوں کو ہماری زندگی کے بقا و قیام کے لئے ضروری سمجھا ان کے مہیا کرنے میں کسی قوم یا کسی خاص فرد کے ساتھ بھی بغض روا نہیں رکھا۔ زمین۔ آسمان۔ ہوا پانی غرض ساری ہی چیزیں تمام افراد عالم کے لئے مہیا کیں۔ اور یوں ان کی جسمانی پرورش و تربیت کے تمام سامان بہم پہنچائے۔ پھر کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہی خدا مذہب اور روحانیت کے بارہ میں اپنی کروڑہا مخلوق کے ساتھ بغض و تعصب کو روا رکھے۔ اور صرف ایک ہی قوم کو اپنا مقرب بنائے۔ یہ متفاوت طریق عمل اب ان مہذب اور سمجھدار انسانوں کے قیاسات سے بھی بعید ہے۔ ان کے نزدیک یا تو خدا اگر کوئی ہو سکتا ہے اور وہی مذہب کو بھی بھیجنے والا ہے تو پھر اس ایک ہی خدا کے یہ دو مختلف فعل نہیں ہو سکتے۔ یا تو مذہب بھی وہی ہونا چاہئے جو کل دنیا جہان کے لئے ہو اور دنیا جہان کی سچائیوں کو اپنے اندر رکھتا ہو اور اگر یہ نہیں تو پھر وہ اس قابل ہی نہیں کہ کوئی شخص اسے قبول کرے اور اس پر عمل پیرا ہو۔

یہ مطالبات جو فطرت صحیحہ کے عین مطابق ہیں۔ یورپ و امریکہ کے ان اصحاب حریت کے کثیر التعداد ممبروں کے پیش نظر ہیں وہ اس بات کے حل سے خود ہی مستمند ہیں۔ کہ ان مطالبات کو جتنے الوسع جلد سے جلد پورا کر کے دنیا کو ایک امن و امان کی زندگی کی طرف ملایا جائے اسی غرض

مختلف مذاہب کی جانچ و پڑتال اور ان پر غور و خوض کرتے ہیں اگرچہ انہوں نے تمام مذاہب کے پیروؤں کو اپنے ہاں دعوت دینے میں اس وسعت قلبی کا اظہار نہیں کیا۔ جیسا کہ ان امور کے لئے ضروری ہے اور خود ہی دوسرے مذاہب کی تحقیقات کے نتائج کو ایکدوسرے کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں جس سے ہماری سمجھ میں اصل مقصد پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہر مذہب کا پیرو خود اپنے مذہب پر روشنی نہ ڈالے لیکن تاہم موقع پیش آنے پر انہوں نے بعض دوسرے مذاہب کے پیروؤں کو اپنے اظہار خیالات سے روکا بھی نہیں۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے ۱۹۱۳ء میں پیرس میں انہی لوگوں کے سامنے اسلام کو پیش کیا (جسکا مفصل ذکر ہم پہلے چل کر کرینگے) اور بتایا کہ جو کچھ تم چاہتے ہو۔ وہ سب اسلام کے اندر ہے۔ خدا چاہے تو خواجہ صاحب کی یہ کوشش انشاء اللہ بار آور ثابت ہوگی اور ہو رہی ہے۔

لیکن ایک بہت بڑی اصولی غلطی جو اس کانفرنس کے بانیوں کو لگی ہوئی ہے وہ ان کا اس غلط خیال پر قائم ہونا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے اپنے مذہب پر قائم رہکر یعنی ہندو ہندو کہلا کر اور عیسائی عیسائی رہکر ان سب اصولوں کو جو اس کانفرنس کا بنیادی پتھر ہیں مانتا رہے۔ اور یہ اس کے عقائد میں داخل ہوں کوئی شخص ان عقائد کو ماننے کے لئے اپنے موجودہ مذہب کو تبدیل کر کے کسی ایسے مذہب کے اندر نہ جائے جو پہلے سے ان عقائد کا حامی ہے۔ ان کے خیال میں اپنے اپنے مذہب پر رہکر ان عقائد کو ماننا ہی دنیا میں محبت اور امن کو پیدا کر سکتا ہے۔ اور اس کے خلاف ان عقائد کے لئے کوئی اور مذہب تبدیل کرنا آپس میں محبت کو دور کر کے منافرت کو پھیلاتا ہے۔

چنانچہ اس وقت ہمارے سامنے اس فرقہ کی پریزیڈنٹ شہزادی کراڈ جا کا وہ مضمون ہے جو ولایت کے اسلامی تبلیغی مشن کے خلاف آجکل متعدد ہندوستانی اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ جس میں شہزادی موصوفہ نے خواجہ صاحب پر یہ الزام دینے کے بعد کہ انھوں نے لاہور کے کسی جلسہ میں ان کے قبول اسلام کا اعلان کرنے میں خلاف بیانی کی جس کی تردید ہم پچھلی گذشتہ اشاعت میں کر چکے ہیں کہ خواجہ صاحب نے ایسا اعلان کوئی نہیں کیا۔ اسلامک ریویو کی موجودہ پالیسی اور ووکنگ مشن کی تبلیغی کوششوں کے خلاف اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے جن پر ہم آئندہ اشاعت میں مفصل طور پر روشنی ڈالینگے۔ اور شہزادی موصوفہ کے خیالات پر جو در اصل ان کی کانفرنس کے مذکورہ بالا خیال کا ہی ترجمہ ہے پورے طور پر غور کرینگے۔

میاں صاحب کے نام ایک خط

ہم اس سے پیشتر بارہا میاں صاحب کے اکثر مریدین کے اس طرز عمل کا ذکر کر چکے ہیں۔ جو انھوں نے پیر کی تعلیم کے صریح خلاف اختیار کر رکھا ہے۔ اور یہ بتا چکے ہیں کہ باوجودیکہ آئے دن میاں صاحب کی طرف سے ایسے انتہائی احکام بھی شائع ہوتے رہتے ہیں کہ جو کوئی غیر احمدی کو لڑکی دے گا وہ احمدی نہیں اور اسے جماعت سے خارج کر دیا جائیگا۔ لیکن پھر بھی ان کے اکثر مریدین کا رویہ اس کے خلاف ہے اس لئے ہم میاں صاحب کے بعض معزز مریدین کے نام لکھ کر ان سے اس بات کا بڑے زور کے ساتھ مطالبہ کر چکے ہیں کہ کیوں وہ ان لوگوں کو جماعت سے خارج نہیں کرتے۔ لیکن قادیانی اخبارات اور خود میاں صاحب نے اس مطالبہ کا آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ ع

"خموشی معنیٔ دارد کہ در گفتن نمے آید"

اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ کوئی معقول جواب نہ ہونے کے باعث وہ اس مطالبہ کو خاموشی کے ساتھ ٹال دینا چاہتے ہیں۔ لیکن انھیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ خاموشی ان کے لئے کسی صورت میں بھی فائدہ مند نہیں۔ بلکہ یہ ہمیشہ کے لئے ان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بنکر رہیگی۔ اور ان پر ایک حجت ملزمہ کا کام دیگی لیکن باوجود اس خاموشی کے دوسری طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں اس بات پر وہ ویسے ہی مصر نظر آتے ہیں چنانچہ ابھی حال ہی میں "انوار خلافت" کے نام سے قادیان سے ایک تازہ کتاب شائع ہوئی ہے جس میں ہے۔ ان تقاریر میں بھی میاں صاحب نے اس بات پر بہت زور دیا ہے اور پھر وہی جماعت سے خارج کر دینے کی دھمکی دی ہے اس لئے ہم نے بغرض اتمام حجت آج ہی میاں صاحب کے نام ایک رجسٹری خط ارسال کیا ہے جسے بغرض آگاہی ناظرین ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم جناب میاں صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ ذیل کا ضروری استفسار آپ کی خاص توجہ کے قابل ہے۔ امید کہ آپ اس کا ٹھیک ٹھیک جواب مرحمت فرمائینگے۔

آپ کی تازہ تصنیف "انوار خلافت" میرے سامنے ہے اس کے صفحہ ۹۴ پر آپ نے غیر احمدی کو لڑکی دینے سے منع فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

"وہ لوگ جو ایسے ہیں وہ سن لیں کہ حضرت مسیح موعود نے اس بات پر بہت زور دیا ہے۔ اس لئے اس پر ضرور عملدرآمد ہونا چاہئے۔ میں کسی کو جماعت سے نکالنے کا عادی نہیں۔ لیکن اگر کوئی اس حکم کے خلاف کریگا (یعنی غیر احمدی کو لڑکی دیگا۔ ناقل) تو میں اس کو جماعت سے نکال دونگا"

میں اس پر کمال ادب و احترام کے ساتھ یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کے ایک مخلص مرید میاں شمس الدین صاحب تاجر چرم لاہور نے ابھی چند ہی ماہ ہوئے ہیں اپنی لڑکی کا نکاح ایک غیر احمدی کے ساتھ کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ نے حسب ادعائے خود ابھی تک میاں صاحب موصوف کو اپنی جماعت سے خارج نہیں کیا۔ اگرچہ اسی وقت اس بات پر اخبار میں بھی متعدد مرتبہ نوٹس لیا گیا تھا۔ لیکن ممکن ہے اخبار کے وہ پرچے آپ کی نظر سے نہ گذرے ہوں اس لئے اب بذریعہ عریضہ ہذا اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کیا آپ اس عریضہ کے پہنچتے ہی فی الفور میاں صاحب موصوف کو اپنی جماعت سے خارج کرینگے؟

میرے اس سوال کا تشفی بخش جواب آنے پر اور بھی آپ کے ایسے ہی مریدین کی متعدد فہرستیں پیش کی جاسکتی ہیں امید کہ آپ کو ان کے متعلق بھی ایسا ہی فتوے دینے اور انہیں جماعت سے خارج کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ والسلام

خاکسار دوست محمد ایڈیٹر پیغام صلح۔ لاہور

مکرر آنکہ اس چٹھی کی ایک نقل اخبار میں بھی برائے انطباع دے دی گئی ہے"

صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب کی دعوت ایڈیٹران اخبارات کو

گذشتہ اشاعت میں ہم صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب کی کھلی چٹھی بنام ایڈیٹران اخبارات شائع کر چکے ہیں جس میں صاحبزادہ صاحب موصوف نے مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے متعلق اخبارات کی موجودہ نکتہ چینی کو ضروری اور مقتضائے فطرت قرار دیتے ہوئے اسلامی اخبارات کے ایڈیٹروں سے جلسہ کانفرنس کے موقعہ پر علیگڈہ آنے اور ایک مقررہ دن جمع ہو کر کانفرنس کے متعلق آپس میں گفت و شنید کے ذریعہ اس کے معترضین کو مفید مشورے دینے کی استدعا کی ہے۔ صاحبزادہ صاحب کی یہ دعوت خواہ کسی بنا پر ہی کیوں نہ ہو لیکن ہمارے نزدیک اگر نیک نیتی سے باہم ملکر ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کیا جائے موجودہ نقائص کو رفع کرنے اور آئندہ کام کی ایک عمدہ بنیاد ڈالنے کی ضروری اور ممکن الحصول تجاویز پیش کی جاسکیں۔ تو یہ صرف باہمی منافرت کو ہی دور کرنے کا موجب ہوگا۔ بلکہ تمام قوم کو آئندہ اس سے بہترین فوائد میسر آنے کی امید ہو سکتی ہے۔ گو مسلمانوں کے موجودہ حالات اور آئے دن کے تجربات ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم اس اجتماع اور گفت و شنید سے کسی عمدہ نتیجہ کی امید لگا سکیں۔ کیونکہ آجکل ایک دوسرے پر نکتہ چینی بجائے منافرت کو دور کرنے کے اور بھی بدظنیوں کا موجب ہو جاتی ہے۔ اور یہی دقت اس سے پیشتر بہت سی اسلامی انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں میں پیش آئی ہے لیکن تاہم ایک قومی کام کی اصلاح کے خیال کو زیر عمل لاتے وقت کسی بھی سخت سے سخت مشکل اور مصیبت سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور ہمیں خدا پر بھروسہ کر کے اس دعوت کو صدق دل سے لبیک کہنا چاہئے

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۱۶ء)

فرمودہ حضرت امیر الملت ایدہ اللہ بنصرہ

الم یان للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق ولا یکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیھم الامد فقست قلوبھم وکثیر منھم فاسقون۔ اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا قد بینا لکم الایٰت لعلکم تعقلون ۔ (الحدید۔ ۱۵-۱۶)

اس آیت کا اصلی موضوع

قرآن کریم میں بعض حصہ تفہیم کا خصوصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پچھلے زمانہ کے لئے ہے۔ چنانچہ یہ آیت الم یان للذین الخ جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ کیا وقت نہیں آیا۔ ان لوگوں پر جو ایمان لائے ہیں۔ کہ اُن کے دل جھک جائیں۔ اللہ کے ذکر کے لئے۔ اور نہ ہو جائیں مثل اُن لوگوں کے جنکو کتاب دی گئی۔ یہاں جو آگے فطال علیھم الامد، فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس زمانہ کے لوگ اس آیت میں مخاطب ہیں کہ جن کے اوپر نزول قرآن کے بعد بڑا لمبا زمانہ گذر چکا ہے تاریخ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں کسی نبی کا زمانہ لمبا ہوتا جاتا رہا ہے۔ توں توں اس کے ماننے والوں کے دلوں میں سختی بڑھتی جاتی رہی ہے۔ اور خشیت الٰہی باقی نہیں رہتی رہی۔ ایسے لوگ بالخصوص محتاج ہوتے ہیں۔ اس بات کے کہ اپنے آپکو ذکر الٰہی میں لگا دیں۔

موجودہ حالت

اس وقت مسلمانوں کی عام حالت قرآن یعنی احکام الٰہی اور رسول کریم صلعم کے طریق سے بہت دُور جا پڑی ہے۔ قرآن کے احکام کی چنداں پروا نہیں۔ نہ ہی رسول صلعم کی سنت کا ہی کوئی خیال ہے اکثر حصہ اپنی پابندیوں اور خود ساختہ زنجیروں میں ہی جکڑے ہوئے ہیں۔ ایک طرف ایمان تو قرآن کے اوپر ہے۔ لیکن عمل مال ودولت اور عزت کا بھی نقصان اٹھا کر اس کے خلاف ہوتا ہے۔ یہ جو رسوم ورواج ہوتے ہیں اور بعض خود ساختہ زنجیریں لوگوں نے اپنے پاؤں میں ڈال رکھی ہیں۔ اُنکے اندر کسقدر دکھوں کا سامنا ہے۔ ساری رسوم کو پورا کرکے اور بہت سا مال ودولت خرچ کرکے بھی دنیا خوش نہیں ہوتی۔ بلکہ اور نقص نکالے جاتے ہیں۔ پھر تعجب ہے۔ کہ اُن کے اندر ہی رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور اُن سے نکلنا نہیں چاہتے۔ شاید اس قیدی کی مثال ہے۔ جسکو ساری عمر جیلخانہ میں رہتے ہوئے گذر گئی۔ آخر جب اُسکو وہاں سے رہا کیا گیا۔ اور وہ باہر آیا تو اِدھر اُدھر دیکھکر گھبرا کر کہنے لگا۔ کہ یہ جگہ تو میرے رہنے کے لائق نہیں۔ مجھے دوبارہ اسی جگہ بھیجدو۔ جہاں میں نے تمام عمر بسر کی ہے۔ بعینہ یہی حالت ہماری آج ہو رہی ہے مال کا نقصان اٹھاتے ہیں لیکن تاہم ان رسوم اور قیود سے باہر نکلنا نہیں چاہتے۔ جن کے اندر اپنے آپ کو جکڑ رکھا ہے یہی حالت بعینہ عرب کی تھی۔ وہ زنجیریں جو انہوں نے خود ہی بنائی تھیں انہی سے اپنے آپ کو باندھ رکھا تھا اور ان سے آزاد ہونا ہرگز انہیں گوارا نہ تھا۔ مسلمانوں کی بھی آج وہی حالت ہے۔ اُن رسوم ورقیود کو جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہیں۔ اپنے آپ کو اُن کے ساتھ جکڑ رکھا ہے اور اُن سے علیحدہ ہونا نہیں چاہتے۔ کوئی امر جس کا نقصان دین پر زیادہ ہو۔ اس کی پروا نہیں ہوتی۔ اور جس میں اپنی خواہش کے خلاف کوئی بات ہو تو جوش آجاتا ہے۔ اور اس کے خلاف پورا زور خرچ کر دیتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ نبوت سے انکار اور مولویوں کا اصرار

ایک وقت ہمارے حضرت مسیح موعودؑ نے جب اپنے مسیح موعودؑ ہونے کا دعوےٰ کیا۔ تو اُس کے اندر صاف الفاظ پائے جاتے تھے۔ کہ میں نبوت تامہ کاملہ کا انقطاع مانتا ہوں۔ (دو اما النبوۃ التی تامۃ کاملۃ جامعۃ لجمیع کمالات الوحی فقد امنا بانقطاعھا من یوم نزل فیہ وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین۔ توضیح مرام صلہ) آپ نے فرمایا کہ میرا دعوےٰ نبوت کا نہیں۔ بلکہ محدثیت کا ہے[1]۔ پھر یہانتک اس کی تصریح فرمائی۔ کہ اگر کسی کو نبی کا لفظ ناگوار گذرتا ہے۔ تو وہ اسے کاٹا ہوا سمجھ لے۔ یہ تحریر ایک بڑے مجمع میں لکھکر دی گئی۔ کہ اگر تمہیں اعتراض لفظ نبی پر ہے تو جہاں جہاں میں نے نبی کا لفظ لکھا ہے اُسے کاٹا ہوا سمجھا جاوے[2]۔ لیکن اس قدر تصریحات کے باوجود اس قدر آپ کے انکار کے باوجود پھر بھی علماء نے کفر کے فتوے لگا ہی دئے۔ اور دُور دُور تک جاکر لوگوں سے آپ کے کفر پر مہریں لگوائیں۔ وہ فریق جو اب حضرت صاحب کو نبی کہتا ہے۔ وہ بھی آپ کا دعوے بعد کا ہی مانتا ہے۔ اس وقت جب مولویوں نے کفر کا فتوے دیا۔ اس بنا پر کہ آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ اسوقت تو بہرحال اس دعوے سے انکار ہی پایا جاتا ہے۔ پھر باوجود اس انکار کے اس وقت کفر کا فتوے لگتا ہے۔ اور اتنی مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ کہ خود دُور دُور تک جاکر لوگوں سے مہریں لگواتے ہیں۔

اس کے برعکس موجودہ حالت اور حق اور باطل میں کھلا امتیاز

لیکن وہی نبوت کا دعوے جس کا پہلے صریح انکار تھا۔ اب شدومد سے آپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ لیکن کسی کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ یہ حق اور باطل میں فرق ہے۔ حق کی مخالفت ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ اور باطل کی کم۔ اس وقت باوجود حضرت صاحب کے انکار کے کفر کے فتوے تھے۔ لیکن آج اس وقت ان سب باتوں کے پیدا ہوجانے پر علماء میں سے کوئی بھی نہیں اٹھیگا۔ پھر اسی طرح

اسمہ احمد اور مولویوں کی پہلی اور موجودہ حالت

حضرت صاحب نے قرآن کی آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے متعلق فرمایا کہ اس کے حقیقی اور اصلی مصداق تو آنحضرت صلعم ہی ہیں۔ لیکن ظلی طور پر میں بھی اس کے اندر شامل ہوں۔ اس میں کیا شک ہے۔ کہ ظلی طور پر نبی کریم صلعم کے ساتھ اس کے اندر شامل ہونا آپ کے بوجہ غلام ہونے کے ہے۔ لیکن ان کے اس کہنے پر اسوقت اسقدر مخالفت ہوئی۔ کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن اب جو ایک شخص علے الاعلان کہتا ہے۔ کہ یہ پیشگوئی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب کے لئے ہے۔ تو اب دیکھ لو۔ کہ کوئی علماء میں سے نہیں اُٹھتا اس کا سبب یہ بھی ہے۔ کہ جھوٹ کی مخالفت زیادہ نہیں ہوتی جھوٹ کے تو پہلے ہی پاؤں نہیں ہوتے۔ وہ تو پہلے ہی کمزور بنیادوں پر ہوتا ہے۔ اگر اس کی بھی اسی قدر مخالفت ہو تو وہ رہے کہاں۔ لیکن افسوس ان لوگوں پر ہے جنہوں نے اس وقت خواہ مخواہ بیجا الزام دیکر مخالفت کی اور اب کوئی نام تک نہیں لیتا۔ اس سے کم از کم اتنا تو معلوم ہوتا ہے

اس کا سبب کیا ہے؟

کہ اس وقت دین کی غیرت جوش زن نہ تھی۔ اور محض اپنی نفسانی خواہشات کے درپے ہو کر ہی یہ فتوے تراشا تھا۔ اگر دینی غیرت تھی۔ تو آج وہ کیا ہوئی۔ آج علانیہ انہی باتوں کے کہے جانے پر کیوں انہیں جوش نہیں آتا۔

[1] نبوت کا دعوےٰ نہیں بلکہ محدثیت کا ہے جو خدا تعالےٰ کے حکم سے کیا گیا ہے۔ اور اس کیا شک ہے۔ کہ محدثیت بھی ایک شعبہ قویہ نبوت کا اپنے اندر رکھتا ہے۔ جس حالت میں رویائے صالحہ نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے تو تو محدثیت جو قرآن شریف میں نبوت کے ساتھ اور رسالت کے ہم پہلو بیان کی گئی ہے۔ جس کے لئے صحیح بخاری میں حدیث بھی موجود ہے۔ اسکو اگر ایک مجازی نبوت قرار دیا جائے۔ یا ایک شعبہ قویہ نبوت کا ٹھیرایا جائے۔ تو کیا اس سے نبوت کا دعوے لازم آگیا؟ (ازالہ اوہام صلہ و صلہ)

[2] بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں۔ اور اسکو یعنے لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرما لیں۔ (اشتہار مجریہ ۳ فروری ۱۸۹۲ء)

ایک اور مثال

اسی طرح اسلام کے اوپر معترض عیسائی اور آریہ وغیرہ کرتے رہے ہیں۔ اور لوگوں کو مرتد بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لیکن کسی کو خیال تک نہ آیا کہ ان کا جواب دینا بھی ہمارا کام ہے۔ مگر پچھلی دفعہ جب خواجہ صاحب نے ولایت میں تبلیغ اسلام کا کام شروع کیا اور اسکے لئے آپ نے رسالہ جاری کیا۔ تو یہاں لاہور میں علماء کی ایک کمیٹی تجویز ہوئی۔ جس کے ہفتہ وار جلسے ہونے تجویز کئے گئے۔ جن کا یہ کام قرار دیا گیا۔ کہ خواجہ صاحب کے رسالہ میں سے اُن کی غلطیاں نکال نکال کر بیان کیا کریں۔ اگر دین اسلام کے لئے کوئی غیرت ہوتی۔ تو چاہئے تھا۔ کہ خواجہ صاحب کی امداد دیتے انکی تائید کرتے نہ کہ اُلٹا اس نیک کام کی مخالفت کے درپے ہو جاتے۔ غیر مذاہب کی تردید کی طرف تو دھیان نہیں۔ اگر کوشش کی جاتی ہے۔ تو انہی کے خلاف جو اسلام کی خدمت کرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم دین کے لئے غیرت بہت کم ہوگئی ہے۔ میں مسلمانوں کے تمام گروہوں کو اس کے اندر شامل سمجھتا ہوں۔ بہت سے لوگ میاں صاحب کے

میاں صاحب کے عقائد سے اُن کے مریدین کا اختلاف

مریدین میں سے ایسے ہیں کہ اُن کا اعتقاد ہے۔ کہ میاں صاحب غلطی کر رہے ہیں۔ لیکن بایں جراُت نہیں رکھتے۔ ان کے خلاف کہنے کی۔ پھر بہانہ یہ بنا لیا جاتا ہے۔ کہ اجی ہمیں اُن کے عقائد سے کیا وہ اپنے عقائد کے خود جوابدہ ہیں۔ ہم اپنے عقائد کے جوابدہ ہیں۔ یہ تو سچ ہے۔ یوں تو کسی سے کسی کو غرض نہیں۔ لیکن جس شخص کو پیر اور مرشد بنایا جاتا ہے اُس کے عقائد سے اسقدر اختلاف؟ یہ کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ حالانکہ اسکا اثر ایمانیات پر پڑتا ہے اور پھر لوگوں کی عام طور پر خاموشی ہی ان عقائد کی ترویج کا باعث ہے۔ اس لئے وہ بھی ایک حد تک انکے جوابدہ ہیں۔ اگر ایک شخص کے اعتقادات کی ہمکو پروا نہیں تو اسے پیر بنانے کا کیا مطلب؟ ہم محض اس غرض کے لئے کہ ہمارا تعلق فلاں مقام کے ساتھ رہے۔ کسی ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرسکتے جس کے اعتقادات صحیح نہ ہوں۔ بعض کہدیتے ہیں کہ دونوں میں

اصل اختلاف کو سمجھنے کے لئے ایک موٹی بات ہے

اختلاف نظر نہیں آتا وہ بھی ظلی بروزی نبوت مانتے ہیں اور تم بھی ظلی بروزی نبی مانتے ہو۔ یہ بڑی دور کی باتیں ہیں موٹی بات یاد رکھنی چاہئے۔ کہ وہ ایسی نبوت مانتے ہیں۔ جسکے انکار سے تمام دنیا کے مسلمان کافر ٹھہر جاتے ہیں۔ یہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں میں اس بات کا قائل تو نہیں کہ بات بات پر فتوے لگانے چاہئیں لیکن کسی نے کہا ہے کہ ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

جہاں صاف اور علانیہ دین کی بیخ کے اوپر تبر چلایا جائے اور وہ باتیں کہی جائیں کہ جن سے اسلام کا کچھ باقی ہی نہیں رہتا وہاں مخالفت کرنی نہایت ضروری امر ہے ہمارے اس مذہب کی بناء قرآن اور حدیث کے اوپر ہے۔ قرآن اور حدیث جن باتوں کے مؤید نہیں انہیں کیونکر مانا جاسکتا ہے۔ لوگ کہدیتے ہیں کہ ظلی

دین میں اپنی اختراع جائز نہیں

نبوت کہدیا تو کیا اور حقیقی کہدیا تو کیا؟ لیکن اگر تو دین کوئی ایسی چیز ہے کہ اس کا دینے والا کوئی اور ہے۔ تو تو ہمیں وہی کچھ لینا پڑیگا جو اس سے مل سکے۔ لیکن اگر یہ ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم جو چاہیں دین بنائیں۔ اور جیب کے پیسوں کی طرح جہاں چاہا۔ اسے خرچ دیا یا یونہی پھینکدیا۔ تو یہ اور بات ہے۔

امور اختلافیہ

اب چند باتیں جو ہمارے اندر اختلاف کی ہیں ان پر بھی غور کر لینا چاہئے

(۱) اسمہ احمد

ہمارا مخالف گروہ کہتا ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد آنحضرت صلعم کے متعلق نہیں بلکہ حضرت مرزا صاحب کے لئے ہے۔ احمدؐ آنحضرت صلعم کا نام نہ تھا۔ بلکہ مرزا صاحب کا نام تھا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہدیتا ہے کہ نام تو آنحضرت صلعم کا احمد نہ تھا۔ مگر آپ صفت احمد کے کامل مظہر ضرور تھے۔ لیکن حیرانی کی بات ہے۔ کہ پیشگوئی تو آپ سے چھ سو برس پہلے ہوئی ہے۔ چھ سو برس بعد کامل مظہر بھی آجاتا ہے۔ لیکن پیشگوئی پوری نہیں ہوتی۔ وہ اسی انتظار میں ہے کہ ناقص مظہر آ [illegible]

... کامل مظہر آئیگا۔ تو پھر پیشگوئی کیوں پوری ہوئی ... کس اعلیٰ ... ہے۔ کیا وہ ناقص مظہر کو چاہتی ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ کہ محمد رسول اللہ صلعم کا نام احمدؐ نہیں تھا۔ نام وہ ہوتا ہے۔ جو ماں باپ رکھیں۔ ہم کہتے ہیں بہت اچھا۔ اگر ہم بفرض محال اسکو مان بھی لیں۔ کہ احمدؐ نام آنحضرت صلعم کے ماں باپ نے نہیں رکھا۔ تو پھر بھی بات نہیں بنتی۔ آخر مرزا صاحب کا نام بھی تو ماں باپ نے احمدؐ نہیں رکھا آپ کا نام بھی غلام احمدؐ ہی ہے۔ یوں کہدو۔ وہ پہلا خاندانی حصہ تھا۔ خاندانی نام غلام تھا۔ وہ مشترکہ طور پر آتا ہے یہ سب کچھ سہی۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ ماں باپ نے نام احمدؐ نہیں رکھا۔ پس کیونکر تمہاری دلیل کے مطابق آپ اِس پیشگوئی کے مصداق ٹھیر سکتے ہیں۔ پھر ایک اور پیچ دیا جاتا ہے۔ کہ صفت کے لحاظ سے پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ لیکن نام کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی۔ مگر یہ محض دھوکہ کی باتیں ہیں۔ پیشگوئی کے متعلق یہی کہا جائیگا۔ کہ پوری ہوئی یا نہیں۔ دو ہی باتیں ہیں۔ یا پوری ہوگئی یا نہیں ہوئی ہوتا سوال ہے۔ لیکن خدا کو بھی نعوذ باللہ اتنا امتیاز نہ رہا۔ کہ کس پر پیشگوئی پوری ہونی چاہئے۔ سیدھی بات ہے یا تو محمد رسول اللہ صلعم کے آنے سے پیشگوئی پوری ہوگئی۔ اور یا نہیں ہوئی۔ اگر ہوگئی ہے تو پھر کوئی شخص بطور ظل اس کے اندر داخل ہوجائے۔ تو اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا۔ اور سینکڑوں بھی داخل ہوجائیں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر پوری نہیں ہوئی۔ تو پھر صفت کے لحاظ سے کیا۔ اور نام کے لحاظ سے کیا۔ سیدھا یوں کہنا چاہئے کہ یہ آنحضرت صلعم پر پوری نہیں ہوئی۔ مرزا صاحب ہی اسکے اصلی اور حقیقی مصداق ہیں۔

(۲) کفر و اسلام

اسی طرح پر کفر و اسلام کے مسئلہ کو بڑا پیچیدہ بنایا جاتا ہے۔ اس بارہ میں میاں صاحب کے مریدین میں اختلاف ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے اور کوئی کچھ۔ ایک بڑا حصہ ایسا ہے۔ کہ وہ نہیں مانتا کہ دعوے کے ساتھ سب مسلمان ہی کافر ہوگئے۔ لیکن گھر کے اندر یہی عقیدہ بنا ہوا ہے۔ کہ جس وقت حضرت صاحب نے دعوے کیا بس اسی دن سب مسلمان کافر بن گئے۔

اختلاف عقیدہ رکھنے کے متعلق دو متضاد باتیں

اب کوئی دقت تھا کہ یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ کوئی شخص کفر و اسلام کے مسئلہ میں اختلاف رکھکر بھی بیعت کرسکتا ہے۔ لیکن آج میری نسبت کہا جاتا ہے کہ تم (حضرت امیرؔ) تو مجھے (میاں محمود) کافر جانتے ہو کیونکہ جن لوگوں کو تم مسلمان کہتے ہو۔ میں انہیں کافر کہتا ہوں

میاں صاحب کے اس اصول کے رو سے وہ اور اُنکے مریدین ایکدوسرے کے نزدیک کافر ٹھیرتے ہیں

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ محمد علی اگر بعض لوگوں کو مسلمان کہتا ہے۔ اور میاں محمود انہیں کافر کہتے ہیں تو محمد علی کے نزدیک تو میاں محمود کافر اور محمود کے نزدیک محمد علی کافر۔ لیکن اگر حامد شاہ (بطور مثال) انہی کو مسلمان سمجھے جنہیں میاں صاحب کافر جانتے ہیں تو پھر وہی نتیجہ کیوں وارد نہیں ہوتا۔ کیوں حامد شاہ کے نزدیک محمود اور محمود کے نزدیک حامد شاہ کافر نہیں بن جاتا۔ چاہئے تو یوں تھا۔ کہ پہلے مریدوں کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا پہلے چاہئے تھا کہ انہیں بیعت سے آزاد کرتے پھر یہ بات لکھتے۔ تو بات اصل یہ ہے کہ اصول کوئی نہیں۔ جو شخص ایک اصول پر قائم ہو وہ اگر غلط راہ پر بھی ہو۔ تو کوئی حرج نہیں اُسے سمجھایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہاں تو اصول ہی کوئی نہیں۔ تو باوجود ان سب باتوں کو دیکھنے

مریدین میاں صاحب کی خاموشی کسقدر خطرناک نتائج پیدا کررہی ہے

کے بہت کم لوگ حوصلہ اور جرأت سے کام لیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی امر منکر دیکھو تو ہاتھ سے روکو۔ ہاتھ سے نہیں تو زبان سے روکدو اگر یہ بھی طاقت نہیں رکھتے تو دل سے اُسے بُرا جانو۔ لیکن آج ... یہ حالت ہے۔ کہ وہ اہم مسائل جنکے اوپر دین کا دارو ...

اور ہمیں اس بات کی پرواہ نہیں۔ بڑا حصہ جماعت کا میاں صاحب کو خیال ہے۔ کہ اُنکے عقیدہ سے متفق ہے۔ اب ظاہر تو یہ ہورہا ہے۔ کہ عقیدہ میں متفق ہیں۔ حالانکہ اگر اندر سے دیکھا جائے تو صریح خلاف ہیں لیکن آئندہ نسلوں کو (اس ظاہر حالت پر قیاس کرکے) یہی معلوم ہوگا۔ کہ اصل اعتقاد یہی تھے۔ اس کا سارا بوجھ ان لوگوں کی گردنوں پر ہے جو خلاف اعتقاد رکھتے ہوئے خاموش ہیں اور انکی بیعت میں داخل ہیں۔ ہمارے سر کے اوپر آج گورنمنٹ تو ایسی ہو کہ اسکے دین کے خلاف بھی ہم وعظ کرسکتے ہیں۔ لیکن اپنے ہاتھوں سے ایک روحانی مرشد ایسا تجویز کیا جائے کہ اس کے خلاف ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکال سکتے۔ کیا یہ منافقت نہیں کہ دل کے اندر کچھ ہو اور بظاہر کچھ اور معلوم ہو ہم تو خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم تو گورنمنٹ کے متعلق بھی جو کچھ دل میں رکھتے ہیں وہی علانیہ طور پر کہہ سکتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے جو ایک ایسے شخص کے بارہ میں جسے اُنہوں نے خود ہی یہ امارت سپرد کی ہے وہ بات منہ سے نہیں کہہ سکتے جو اُنکے دلوں کے اندر ہے اس لئے میں اُن کو جو اب تک اس غلطی کے اندر مبتلا ہیں۔ یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ کیوں اس قدر قوت قلبی سے کام لے رہے ہیں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے الم یأن للذین امنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق الخ محض دنیوی تعلق کی خاطر ایک ایسی حالت اختیار کرنا کیا قسی القلب ہونا نہیں؟ پس اس بات کو چھوڑ دو۔ اور ذکر الٰہی کے ساتھ اپنے ایمانوں کو دوبارہ تازہ کرو۔ اور ہمت اور جرأت سے کام لو۔ ... اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا

حالت یاس میں خوشخبری

ساتھ ہی ایک خوشخبری بھی دیدی کہ مایوس نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ زمین کو اسکے مرجانے کے بعد پھر زندہ کیا کرتا ہے جب امساک باراں ہو تو زمین مرجاتی ہے انسانوں کے قلوب بھی ایک زمین ہیں تو فرماتا ہے کہ ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ ان مردہ دلوں کو پھر زندہ کریگا۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں۔ کہ جس نے اس قدر ردی حالت سے زندہ کیا اس کے ذریعہ سے دوبارہ زندگی حاصل کرنا کونسا مشکل امر ہے۔ زندہ

زندگی کے لئے ضروری شرائط

ہونے کے لئے پہلی شرط یہ تھی کہ مسلمان بنیں ایک جگہ فرماتا ہے۔ کہ مسلمانوں کو زمین کے اندر قائم کرنے کی غرض یہ ہے کہ نمازوں کو قائم کریں اور دنیا میں نیکی پھیلائیں اب دیکھو اگر کسی قوم کے دنیا کے اندر قائم کئے جانے کی غرض یہ ہے تو پہلے تو اسکے اوپر عمل کرنا چاہئے۔ پس اگر مسلمان پھر زندہ قوم بننا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے آپ کو اس کا مستحق بنائیں۔ قرآن کے اوپر عمل کرو۔ اسکو اپنا پیشرو بناؤ۔ اسکے احکام کے آگے اپنی گردنوں کو جھکاؤ۔ اگر یہ بات نہیں تو ہمارا اپنے آپکو مسلمان کہنا یہ محض ایک برائے نام بات ہے۔

شراب کے خلاف جہاد

ملفاسٹ (آئرلینڈ) کی خبر ہے کہ وہاں ۳۰ ہزار عورتوں کا جلوس نکلا جسکی غرض یہ تھی کہ دوران جنگ میں شراب کی تجارت بالکل موقوف کردیجائے۔ ایک لاکھ سے زیادہ مرد جنکو اس تحریک سے ہمدردی تھی دورستہ پر سڑک پر کھڑے تھے اس جلوس کا ایک عجیب جھنڈا تھا جس میں برطانیہ اعظم سے درخواست کیگئی تھی۔ کہ وہ اپنے آپکو اس سے بچائے شراب کو ایک ہوائی جہاز کی شکل میں ظاہر کیا گیا تھا۔ جو چاروں طرف بم پھینک رہا تھا۔ جلی حروف کے اشتہارات شرکائے جلوس کے ہاتھوں میں ہزارہا تھے جن میں شراب کی خرابیوں کا ذکر تھا۔ جلسہ میں ایک لشپ صاحب نے ریزولیوشن پیش کیا کہ دوران جنگ میں اور اسکے ۶ ماہ بعد تک شراب کا بنانا اور فروخت کرنا ممنوع قرار دیا جائے۔ اُنہوں نے کہا کہ ملک میں صرف شراب پر ۱۸ کروڑ پونڈ سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔ یہ ریزولیوشن بڑے جوش وخروش سے پاس کیا گیا۔

تازہ خبریں

عربیبیا کی غرقابی۔ لنڈن ۱۲ نومبر۔ مالٹا عربیبیا کے پسماندگان اس امر کی تصدیق کرتے ہیں۔ کہ جب جہاز پر تارپیڈو پھینکا گیا تو خفیف سے خفیف اضطراب کا بھی اظہار نہیں کیا گیا۔ اور ہر ایک چیز کمال ترتیب کے ساتھ سرانجام دی جاتی رہی پہلے عورتوں اور بچوں کو کشتیوں پر سوار کیا گیا۔ اور متعدد افسر آخری لمحہ تک جہاز پر رہے۔ اگرچہ آبدوز دیکھی نہیں گئی لیکن تارپیڈو کی لکیر دیکھی جاسکتی تھی۔ اور جہاز پر تارپیڈو لگنے کے بعد سو سو گز کے فاصلہ پر سکوب دیکھا گیا۔ تارپیڈو جہاز کے سونے کے تختوں پر کہ انجن کے کمرہ کے قریب لگا تھا۔ کوئلہ نے اس شگاف کو روکدیا۔ اور پانی کے اندر آنیکو بھی باز رکھا اور اسی وجہ سے جہاز کو اتنی دیر تک سطح سمندر پر تیرتے رکھا۔ بعض مسافروں کا بیان ہے۔ کہ تارپیڈو پچاس گز کے فاصلہ سے پھینکا گیا۔ جہاز کی کڑکڑاہٹ ہولناک تھی۔ اور ہزاروں ٹکڑے جہاز پانی میں گرنے لگا شیشوں اور فانوسوں کے ٹکڑوں کی آواز دیوانہ کئے دیتی تھی۔ اور سیلون میں بہت سے مسافر گرگئے آبدوز کا آلہ دوربینی جہاز کے گرد چکر لگاتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ لیکن آبدوز سطح پر نمودار نہیں ہوئی۔ جب مدد کے لئے پہلا جہاز پہنچا۔ تو جہاز عربیبیا اگرچہ آخری وقت تھا لیکن تیر رہا تھا۔ سب سے پہلے ایک ٹرالر پہنچا۔ جو اسوقت تک کہ آبدوز ابھی قریب ہی تھی عربیبیا کے ارد گرد منڈلاتا رہا۔ حتےٰ کہ جہاز غرق ہوگیا اور آبدوز غائب ہوگئی۔ ایک استاد موسیقی نے جو ہندوستان واپس آرہا تھا بیان کیا کہ دھماکہ سے اس کے ہمراہیوں کی کشتی تباہ ہوگئی۔ اور اس نے لیڈی ٹاٹا و دیگر خواتین کو دوسری کشتی میں سوار ہونے میں مدد دی اور وہ خود جہاز سے سب سے اخیر اُترا۔ اور جب وہ پانصد گز کے فاصلہ پر چلے گئے تو اس نے آبدوز کے آلہ دوربینی کو عربیبیا پر جان اور جہاز کے کاغذات کو حاصل کرنے کی غرض سے حرکت کرتے ہوئے دیکھا لیکن چونکہ امدادی جہاز پوری رفتار پر قریب آرہے تھے اسلئے انہوں نے آبدوز کے اغراض کو ناکام کردیا۔ اکثر مسافروں کو یقین ہے کہ ایک ہولناک حادثہ کو انجن میں مسافروں نے پانی کے دروازوں کو بند کرنے سے ٹال دیا۔ عربیبیا آہستہ آہستہ نیچے جاتا رہا۔ حتےٰ کہ اس کے لوائر اس کی ہولناک آواز سے پھٹے۔

روماتوی محاذ۔ لنڈن ۱۲ نومبر۔ ایک روسی سرکاری مراسلت مظہر ہے غنیم نے علاقہ لبٹنر دلیپا سٹولنیکی میں دن کے وقت شدید گولہ باری کے بعد عظیم جمعیت کے ساتھ حملہ کیا۔ اور لڑائی شام تک جبکہ ان سے ہماری نصف تباہ شدہ مورچہ بندیوں کے حصہ پر قبضہ کرلیا ہوتی رہی۔ جنوب دوانا و شمالی غنیم کے ناکام حملے جاری ہیں ہمنے جنوب الانمنیسر میں دراہم بلندیوں پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور ۱۲۰ قیدی گرفتار کئے ہیں۔ محاذ ڈنیوب پر جنوب کی جانب ہماری پیشقدمی جاری ہے۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ ایک روسی مراسلت مظہر ہے۔ ہم نے وادی ٹراس میں حملہ کیا۔ اور کوہستانی الوسز دبر لوٹیل پر قبضہ کرلیا۔ ہم نے وادی ... میں سرنکا کی چوٹی کی جانب آٹھ حملے پسپا کئے۔ اور بعدازاں نسیا سے سلانک تک تمام محاذ پر جارحانہ کارروائی اختیار کرلی۔ اور سیوسی و اُمیدستانی بلندیوں پر قبضہ کرلیا۔ ہم نے وادی سیور لو دہنے کنارے پر غنیم کے ایک حملہ کو پسپا کردیا ہے اور وادی آلٹ میں ہم ترقی کررہے ہیں۔ غنیم نے دہنے کنارے پر شدید حملہ کیا۔ وادی جیول میں غنیم کے ایک شدید حملہ نے ہماری سپاہ کو جنوب کی جانب خفیف سی پسپائی پر مجبور کیا۔ علاقہ دوبرجا میں ہمنے ناوسیانا جوپ پر تو پالا امام کیفن تک پیشقدمی کی اور ایک سو قیدی گرفتار کئے۔

لنڈن ۱۲ نومبر۔ بیٹرو گریڈ۔ روسی سپاہ دریائے ڈنیوب کے مغربی خم پر بائیں جانب سے سرنا ووا کے پل پر حملہ کررہی ہے۔ اور موضع ددنیاریا جس پر کہ انہوں نے قبضہ کرلیا ہے۔ سجارسٹ ریلوے پر دریا سے ایک میل کے فاصلہ پر واقعہ ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ غنیم کی چھوٹی سی جمعیت نے ہی دریا کو عبور کرلیا ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ آیا پل دوبارہ قائم کردیا گیا ہے یا کوئی اور راستہ نکال دیا گیا ہے۔ یا مرد و مراحل طے کئے گئے ہیں۔ سرنا ووا محاذ پر پیشقدمی کیلئے روسی اجتماع میں نہایت عجلت سے کام لایا گیا ہے۔ بمقام ہرسوا کی تسخیر و قبضہ سے جو دریائے ڈنیوب کے دہنے کنارے پر واقعہ ہے۔ اور اس قصبہ کے مشرق کیجانب ملک کے ۲۰ و ۲۵ میل کے درمیان سپاہ کی موجودگی سے پایا جاتا ہے کہ انہوں نے گذشتہ چند یوم میں ۱۲۰ میل ترقی کی ہے اور اب وہ سرنا ووا سے تقریباً ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴- یکشنبہ- ۱۹- نومبر ۱۹۱۶ء- نمبر ۵۶

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم احمد ہونے کا انکار اور اس کا جواب

(۲)

منظور شدہ چیلنج پر میاں صاحب کا گریز

از حضرت امیر مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہے یا نہیں اور حضرت مسیح کی پیشگوئی جس کی طرف قرآن کریم کی آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں اشارہ کیا گیا ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری ہوئی یا نہیں؟ ایک سوال ہے جس کو میاں محمود احمد صاحب نے بعد وفات حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب مرحوم اُٹھایا- اور یہ دعویٰ کیا کہ نہ ہی پیشگوئی مندرجہ سورہ صف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری ہوئی اور نہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھے- بلکہ یہ پیشگوئی صرف مسیح موعود کے لئے تھی- اس کا جواب بذریعہ مضامین اخبار و رسائل ہمارے احباب دیتے رہے ہیں- اور دو رسالے بالخصوص اس موضوع کے اوپر لکھے گئے ہیں- یعنی ایک رسالہ "اسمہ احمد" مولفہ حکیم محمد حسین صاحب لاہور اور دوسرا رسالہ "بشارت احمد" مصنفہ شیخ مولا بخش صاحب سیالکوٹ- بلکہ اس سے علاوہ خود میاں صاحب کی جماعت میں سے مولٰنا مولوی سید محمد احسن صاحب نے ایک کتاب "القول الممجد" اس باطل عقیدہ کی تردید میں لکھ کر بڑے زور سے اس کا قلع قمع کیا ہے-

بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انھوں نے خیال کیا کہ یہ بات جو میاں صاحب کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی احمد نہ تھا اس قدر بیہودہ ہے کہ اس کی تردید کی ضرورت نہیں- مگر ان کی خاموشی ہی درحقیقت میاں صاحب کی اس جرأت کا موجب ہوئی ہے- کہ باوجود اس عقیدہ کی اس قدر تردید کے جو اِدھر سے کی گئی وہ اپنے ادعا میں ترقی کرتے چلے گئے ہیں- یہانتک کہ دسمبر ۱۹۱۵ء کے جلسہ میں کوئی تقریر انھوں نے کی جس کے متعلق ۱۹- ستمبر ۱۹۱۶ء کے پرچہ الفضل میں سب سے پہلے یہ اعلان ہوا کہ اس تقریر میں ساری دنیا کے عالموں اور فاضلوں کو چیلنج دیا گیا ہے کہ میاں صاحب اپنے دلائل کو پیش کرنے اور بصورت شکست کچھ تاوان بھی دینے کو تیار ہیں گو تعجب آتا ہے کہ یہ دعوے اس وقت کیوں حذف کیا گیا- جب قادیان کے اخباروں میں سالانہ جلسہ کی رپورٹیں چھپی تھیں- ممکن ہے اس کی وجہ وہی ہو جو میاں صاحب نے خود حاشیہ میں اس چیلنج کے متعلق بطور نوٹ لکھدی ہے دیکھو انوار خلافت صفحہ ۱۸ یعنی یہ کہ "اس مضمون میں نظرثانی کے وقت میں نے اور مضامین بھی زائد کر دیئے ہیں- جو لیکچر کے وقت بوجہ کمی وقت بیان نہیں کر سکا" خیر اس سے تو چنداں غرض نہیں- مگر یہ تعجب ہے کہ جب مضمون کے وقت نظرثانی کرتے ہوئے اور مضامین بھی بڑھا دیئے تھے- تو کم از کم دو چار صفحوں میں ہی مولٰنا مولوی سید محمد احسن صاحب کے دلائل کی تردید کر دی ہوتی- بہرحال اس چیلنج کے شائع ہونے پر اول پیغام صلح میں اس کی منظوری کا اعلان نکلا مگر اس کو اس وجہ سے قابل قبول نہ سمجھا گیا کہ یہ کسی جماعت کے قائم مقام کی طرف سے نہیں اور مجھے الفضل میں مقابلہ پر آنے کے لئے بلایا گیا- چنانچہ ۷- اکتوبر کے الفضل میں یہ الفاظ لکھے گئے-

"اگر ایڈیٹر پیغام نے اپنی طرف سے اس کو شائع کیا ہے تو اسے چاہیئے کہ ایاز قدر خود بشناس پر غور کرے- اور اس طرح اپنے امیر کو اپنے پاؤں کے نیچے چھپانے کے بجائے میدان میں نکلنے دے"

اس پر میں نے اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۷- اکتوبر و بعض دیگر اخبارات میں میاں صاحب کے اصل الفاظ کو نقل کرنے کے بعد اس چیلنج کی منظوری کا اعلان کیا- اور انعام یا تاوان نیز ثالثوں کے بارہ میں چند نہایت ہی نرم شرائط پیش کرتے ہوئے ایک پبلک جلسہ میں میاں صاحب کو ذیل کے امور پر اپنے دلائل پیش کرنے کو کہا-

اول- آیۃ کریمہ مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق آنحضرت صلعم ہیں-

دوم- حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد نہ تھا بلکہ یہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کا نام تھا-

اس جواب کو شائع ہوئے قریبًا پورا ایک ماہ بعد ۱۴ نومبر کے الفضل میں میاں صاحب کی طرف سے ایک جواب شائع ہوا ہے- مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں بجائے منصفانہ شرائط کے قبول کرنے کے اصل بحث سے ہی گریز اختیار کیا گیا ہے- سب سے پہلے تو باوجود اس کے کہ مجھے خاص طور پر چیلنج قبول کرنے کے لئے بلایا گیا تھا یہ جواب دیا گیا ہے

"اس وقت تک جن لوگوں نے اس بحث پر گفتگو کی خواہش ظاہر کی ہے وہ مولوی محمد علی صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہلحدیث اور ملا محمد بخش صاحب لاہوری ہیں- بہتر ہے کہ یہ تینوں صاحب اپنے میں سے ایک شخص کو چن لیں اور وہ بحث کرے"

اس کے متعلق میں مختصر اس قدر لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ایڈیٹر پیغام صلح کے متعلق تو پہلے یہ عذر بنایا گیا کہ وہ کسی جماعت کا قائم مقام نہیں- اور پھر یہ کہ وہ علماء و فضلاء میں سے نہیں- مگر ملا محمد بخش لاہوری کو خوشی کے ساتھ مدمقابل منظور کیا جاتا ہے- کیا اس میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں یعنی وہ کسی جماعت کا امام واجب الاطاعت یا علماء و فضلاء میں سے ہے؟ پھر مجھے خود دعوت دے کر ملا محمد بخش لاہوری کا نام پیش کرنا محض استہزاء کی غرض سے نہیں تو کیا ہے؟ گویا اس وقت میاں صاحب نے تعریضًا یہ جتایا ہے کہ ملا محمد بخش لاہوری بھی اس امت میں آنے والے مسیح کی نبوت کا میاں صاحب کی طرح قائل ہے- اور اس نے ہمارے مقابل ایک اعلان بھی کیا تھا کہ جس میں میاں صاحب اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو منصف قرار دیا تھا- میاں صاحب نے اس بات کی نقل کر کے جو ایک "بیہودہ" اخبار نویس قادیان سے پہلے لکھ چکا ہے اپنے ہی اخلاق اور متانت کا ثبوت دینے کے سوائے اور کچھ نہیں کیا- لیکن جس صورت میں میاں صاحب ملا محمد بخش لاہوری کو علماء فضلاء میں سے تسلیم کر چکے ہیں اور مہربانی فرما کر میرے ساتھ ان سے الگ ہو کر مباحثہ کرنے کو بھی منظور کر چکے ہیں امید ہے کہ اب وہ اسے مایوس نہیں کرینگے- چونکہ میرے ساتھ تو الگ مباحثہ کرنے کو میاں صاحب اپنی رضامندی کا اظہار کرتے ہیں اس لئے مجھے تو یہ ضرورت نہیں کہ میں اسے اپنا وکیل بناؤں مگر مجھے یہ تعجب ہے کہ میاں صاحب نے ملا محمد بخش کو اپنے لئے کس طرح موزوں جوڑ سمجھ لیا- محض میری عداوت کی وجہ سے!؟ ہاں ایک امر کی میاں صاحب کی طرف سے تصریح کی ضرورت باقی ہے کہ جب وہ ملا محمد بخش کے ساتھ مباحثہ کرنے کو طیار ہیں تو یہ دونوں مباحثے ایک ہی وقت تو ہو نہیں سکتے امید ہے ان کے لئے الگ الگ تاریخوں کا اعلان کر دینگے اور بہتر ہو کہ ملا محمد بخش کے ساتھ پہلے مباحثہ ہو جائے کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں آپ کو کچھ اور دلائل بھی سوجھ جائیں ورنہ جو دلائل آپ اب تک پیش کر چکے ہیں وہ کسی وقیع مجلس میں پیش ہونے کے قابل نہیں- اور بعض تو محض تماشبین ہنسائی کا کام دینے والے ہیں- مثلاً یہ کہ حضرت صاحب کا نام غلام احمد نہ تھا ورنہ آپ کے نام پر جو آپ کے والد صاحب نے گاؤں آباد کیا تھا اس کا نام غلام احمد آباد رکھا جاتا نہ احمد آباد- کیونکہ آپ کی اس دلیل کی رو سے غلام رسول کے نام پر جو رسول پور گاؤں آباد ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کا اصل نام غلام رسول نہ تھا- بلکہ رسول تھا- اور الٰہ بخش کے نام پر جو الٰہ آباد گاؤں آباد ہوا تو معلوم ہوا کہ اس شخص کا اصل نام الٰہ بخش نہ تھا بلکہ اللہ تھا- وغیرہ

بہرحال آپ کی عام دعوت کے علاوہ چونکہ مجھے اس چیلنج کے جواب کے لئے آپ کے اخبار میں خاص دعوت بھی دیگئی ہے اس لئے میں تو جہانتک ممکن ہوگا یہ کوشش کرونگا کہ یہ مباحثہ ہو جائے- مگر افسوس ہے کہ باوجود ایک ماہ تک غور کرنے کے آپ نے ان باتوں کی طرف سوائے ایک دو کے توجہ نہیں کی- جو میں نے پیش کی تھیں- اس لئے میں دوبارہ آپ کے جواب کو سامنے رکھ کر ان کو صاف کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں اگر ان میں سے کسی شرط میں آپ پر کوئی سختی ہو تو آپ بیشک اس کا اظہار کریں- لیکن گول مول الفاظ میں جیسا کہ اس جواب میں آپ نے کیا ہے ان کو ٹالیں نہیں- آخر حق تو ظاہر ہو جائیگا اور جس طرح آپ نے پہلے نبوت کے مسئلہ میں کوئی بات طے نہ ہونے دی تو مجھے مجبورًا النبوۃ فی الاسلام میں ان مسائل کو کھول کر لکھنا پڑا- اسی طرح اب بھی- اگر آپ گریز کرینگے تو مجھے کتاب لکھنے میں بھی عذر نہیں- گو یہ دقت ہے کہ ہماری کتابیں پڑھنے کی آپ اپنے مریدوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے بالمقابل میں یہ چاہتا ہوں کہ مباحثہ ہو جائے- اور اس کے لئے چند ضروری امور کو صاف کر کے پیش کرتا ہوں- اس میں آپ کے جوابات پر بھی بحث کی گئی ہے- جس خاص امر میں آپ اپنے اوپر سختی سمجھیں اسے کھول کر لکھدیں- باقی امور کو منظور فرماویں-

اول- سب سے پہلے میں یہ چاہتا ہوں کہ اصل موضوع بحث صاف ہو جائے- آپ نے اب اپنے جواب میں اپنے ذمہ صرف اس قدر ثابت کرنا لیا ہے کہ :-

"اسمہ احمد والی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں"

اب یہ تو آپ بھی جانتے ہیں کہ کم از کم مجھ میں اور آپ میں تو یہ بحث ہی نہیں- ظلی طور پر میں اس پیشگوئی کے اندر مسیح موعود کو داخل سمجھتا ہوں- پھر آپ کا اس بات کو ثابت کرنے کا فائدہ- اصل تنازعہ تو یہ ہے کہ آپ اسمہ احمد والی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پورا ہوتے پایہ ثبوت کو نہیں لاتے میں لاتا ہوں- آپ کے نزدیک احمد نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں تھا- میرے نزدیک ہے- پس اصل بات جس کا فیصلہ کرنا ہے یہی ہے کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پیشگوئی پوری ہو گئی یا نہیں اور آپ کا اسم مبارک احمد تھا یا نہیں- آپ نے ثابت کرنا ہے کہ نہیں- مگر اب آپ اصل بحث کو ٹالتے ہیں اور بجائے اس کے ایک گول مول فقرہ میں یہ کہتے ہیں کہ آپ صرف یہ ثابت کرینگے کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں- گویا آپ ظلی طور پر بھی آپ کا اس پیشگوئی میں داخل ہونا ثابت کریں- تو آپ کا یہ دعویٰ تو ثابت ہو گیا حالانکہ آپ کے صریح اعلان کے خلاف ہے- اسے ظلی طور پر داخل ہونے کے ہم قائل ہیں نہ کہ آپ

میں اس کو کسیقدر کھول کر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں (آخری نتیجہ جس پر آپ لوگوں کو پہنچانا چاہتے ہیں یہ ہے کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی کا مصداق مسیح موعود ہی ہیں (یعنی اور کوئی نہیں)

مگر اس کو ثابت کرنے سے پہلے اس بات کو ثابت کرنا آپ کے ذمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی- نہ آپ کا اسم مبارک احمد تھا- اور یہی وہ باتیں ہیں جن پر بار بار آپ نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں زور دیا ہے- لیکن اب مباحثہ کرنے میں انہی کے خود انوار خلافت میں آپ نے صفحہ ۱۸ سے ۳۲ تک اسی بات کے دلائل دیئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوئی نہ آپ کا اسم مبارک احمد تھا اور پھر اس کے بعد صفحہ ۳۳ پر یہ لکھا ہے کہ "اب میں اس بات کا ثبوت قرآن کریم سے پیش کرتا ہوں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی" یہی بار بار مباحثہ

قل یا اہل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح
الصلح خیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا	مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم	ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست	بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جا بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے۔

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما از دیا ہیم ہر نو کمال	وصل دلدار ما شد از اعمال
اعتقادے قول و در جان ماست	ہرچہ ز ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہا معاد	ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش یا یقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ۷ ششماہی ۴

سہ ماہی ۲ طلباء سے سالانہ ۵

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور یکشنبہ ۲۲ محرم ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۱۹۔ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۶

خطبہ جمعہ

(مورخہ ۱۰۔ نومبر ۱۹۱۶ء)

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہٖ

اذا جاء نصر اللہ والفتح و رایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک و استغفرہ انہ کان توابا۔

سورہ نصر کا مقام ترتیب نزولی و ترتیب قرآنی کے اعتبار سے

یہ سورت جو میں نے اس وقت پڑھی ہے قرآن کریم کی آخری سورتوں میں سے ہے۔ بلکہ بہ لحاظ نزول کے پوری سورت نازل ہونے کے لحاظ سے آخری سورت ہے۔ اس کے بعد کوئی پوری سورت نازل نہیں ہوئی۔ قرآن کریم کی ترتیب میں بھی اس کو آخر میں رکھا گیا ہے۔ آخری دو پاروں میں وہ سورتیں ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے ابتدائی زمانہ کی ہیں صرف یہ ایک سورت ہے جو بہ لحاظ زمانہ کے مدنی ہے۔ اور بہ لحاظ نزول کی۔ بہ لحاظ زمانہ مدنی ہونے سے میری یہ مراد ہے کہ یہ اس وقت کے بعد نازل ہوئی ہے جب نبی کریم صلعم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے آئے ہوئے تھے۔ اور بہ لحاظ نزول کی ہونے سے یہ مراد ہے کہ یہ نبی کریم صلعم پر اس وقت نازل ہوئی جب آپ حجۃ الوداع کے وقت مکہ میں آئے ہوئے تھے

ہر ایک کامیابی نصرت الٰہی کا نتیجہ نہیں

دنیا میں ہر ایک شخص جو کوئی کام کرتا ہے بالخصوص وہ لوگ جو دین کا کام کرتے ہیں اگر اس سے کہ وہ صحیح ہے یا غلط وہ ہر ایک اس بات کو جو ان کی کسی کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے نصرت الٰہی کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ کوشش کرنے پر انسان کو کچھ نہ کچھ نتیجہ مل ہی جایا کرتا ہے۔ کوئی کوشش ہو ہر ایک شخص کو جتنی بھی وہ کوشش کرتا ہے۔ اس کا پھل مل جاتا ہے۔ کلا نمد ہؤلاء و ہؤلاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک محظورا۔ خدا تعالیٰ کے قانون کا تقاضا تو یہی ہے اس نے اپنی ربوبیت کا سامان اسی میں رکھا ہے کہ ہر انسان کو اس کی کوششوں کا بدلہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے جو ربوبیت انسانوں کی رکھی ہے وہ قوانین کے ماتحت رکھی ہے۔ لیکن وہ پھل وہ ثمرے اور نتیجے جو کوششوں پر انسان کو ملتے ہیں لوگ عادی ہیں کہ انھیں نصرت الٰہی قرار دیں۔ مگر اس سورت میں جو نصر اللہ کا لفظ آیا ہے وہ [illegible] نصرت الٰہی [illegible]

نبی کریم صلعم کی راہ میں رکاوٹیں اور مشکلات

نبی کریم صلعم نے ابتدا میں جب مکہ میں تبلیغ شروع کی تو آپ کو بہت بڑی مصیبتیں اور دکھ پیش آئے۔ طرح طرح کی رکاوٹیں آپ کی راہ میں ڈالی گئیں۔ اس کے شرفاء اس کے رؤسا اور اس کے امراء سب مقابل میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کی مخالفت میں یہاں تک زور لگایا کہ لوگوں کو روکنا شروع کر دیا کہ آپ کے پاس وہ جا کر آپ کی باتیں نہ سنیں۔ حج کا موقعہ بالخصوص ایک ایسا موقعہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کی مختلف قوموں کو تبلیغ کا موقعہ مل سکتا تھا اس سے روکنے کے لئے آپ کے دشمنوں نے یہ مشورہ کیا کہ اس جگہ حج کے لئے لوگ آتے ہیں اس شخص (محمد صلعم) کو ایسے وقت میں موقعہ مل جائیگا کہ لوگوں کو اپنی باتیں سنائے ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ جن کو اس کی بات پہنچے ان پر اثر ہو جائے اس لئے انھوں نے باہمی مشورہ کے بعد حج کے موقعہ پر کچھ آدمی ان رستوں پر بٹھا دئے جدھر سے لوگ آیا کرتے تھے۔ وہ ان سب کو یہ نصیحت کرتے تھے کہ دیکھو ایک شخص محمد (صلعم) ہے وہ ساحر ہے مجنون ہے وغیرہ وغیرہ اس کی باتیں نہ سننا۔ تا ایسا نہ ہو کہ کہیں اس کے پھندے میں آ جاؤ۔

اپنے مخالف کے خلاف جھوٹ بولنے سے بھی لوگوں کو دریغ نہیں ہوتا

فطرت انسانی قریباً ہر زمانہ میں ہی ایسے رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ کہ اگر اپنے مخالف کے خلاف جھوٹ بول کر بھی اپنی بات منوائی جا سکے۔ تو لوگ اس قسم کا جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

نبی کریم صلعم کے خلاف تمام الزامات کا رد اہل مکہ والوں کی زبان سے

عجیب بات ہے کہ جس وقت مکہ والوں نے یہ مشورہ کیا تو انھیں میں سے ایک شخص نے اٹھ کر پوچھا کہ تم لوگوں کو کیا بات محمد (صلعم) کے متعلق کہو گے جس سے وہ رک جائیں۔ کسی نے جواب دیا ہم کہینگے یہ ساحر ہے۔ اس نے کہا یہ ساحروں کی باتیں ہیں جو وہ کہتا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا ہم کہینگے کہ یہ مجنون ہے۔ اس نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے۔ مجنون ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ تیسرے نے کہا ہم کہینگے کہ یہ شاعر ہے یونہی شاعرانہ رنگ میں واہی تباہی کہہ دیتا ہے اس کی باتوں میں نہ آنا۔ وہ بولا یہ بھی نہیں۔ یہ شاعرانہ کلام نہیں ہو سکتا۔ ایک اور نے کہا کہ ہم انھیں کہینگے کہ یہ کاہن ہے۔ جواب ملا یہ بھی صحیح نہیں۔ کاہن ہم نے دیکھے ہوئے ہیں اس کی باتیں کاہنوں کی سی نہیں۔ آخر جب کوئی جواب بن نہ آیا تو انھوں [illegible]

بات انہی میں سے اختیار کر لینگے۔ تو یہ جانتے ہوئے کہ نبی کریم صلعم ساحر نہیں۔ نہ ہی آپ مجنون ہیں نہ شاعر ہیں نہ کاہن ہیں انھوں نے یہ جھوٹی باتیں آپ کے خلاف بیان کیں اور لوگوں کو روکنا چاہا۔

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کے خلاف جھوٹ بول کر نفرت پھیلانیکی کوشش

میں نے کہا تھا کہ فطرت انسانی ہر زمانہ میں ایسے رنگ اختیار کر لیتی ہے کہ اپنے مخالف کے خلاف جھوٹ بولنے سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔ یہی حال آج بھی یہیں نظر آتا ہے۔ ہمارے اس سلسلہ کے ایک کرم بزرگ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ حضرت صاحب کی صحبت میں بیٹھنے والوں میں سے جس قدر زندہ لوگ ہیں ان سب میں بزرگ مولانا سید محمد احسن صاحب ہیں۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں آپ نے موجودہ مختلف فیہ مسائل کے متعلق حضرت صاحب کا اصل مذہب لکھا ہے اور بتایا ہے کہ ہم جو حضرت کی صحبت میں رہے۔ آپ کے ساتھ رہے۔ حضرت ہم کو کہتے رہے کہ فلاں مخالف کو جواب لکھو ہم حضرت صاحب کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے تھے۔ اب چونکہ جماعت آپ کو خاص عزت کی نگاہوں سے دیکھتی ہے اور آپ کا جماعت پر ایک خاص اثر ہے اس لئے اس کا علاج کیا سوچا گیا۔ سو وہ یہ کہ ایک شخص جس نے پہلے بھی ایک بڑی کوشش کی تھی اس لئے اب پھر ایک سفر اختیار کیا ہے اور وہ ہر جگہ لوگوں کو یہ کہتا پھرتا ہے کہ مولوی محمد احسن صاحب کے حواس ٹھیک نہیں رہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ میں یہ جھوٹ بول رہا ہوں لیکن تاہم اس وقت محض ضد اور تعصب کی وجہ سے لوگوں کو متاثر ہونے سے روکنے کے لئے اس نے اس جھوٹ کو اختیار کیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ میں اپنی عاقبت کو خراب کر رہا ہوں۔ کم از کم اس وقت میرے پاس تین جگہوں سے اطلاع پہنچی ہے کہ میر ناصر نواب نے وہاں جا کر لوگوں کو خاص طور پر کہا کہ مولوی محمد احسن صاحب کے حواس ٹھیک نہیں۔ ان کی باتوں میں نہ آنا۔

تو غرض جب مخالفت کا جوش ہوتا ہے اس وقت یہ غرض نہیں ہوتی کہ صداقت اور راستبازی سے کام لیا جائے۔ غرض یہ ہوتی ہے کہ ہم نے اپنے دشمن کو مارنا ہے۔ خواہ کیسی ہی جھوٹ بات کیوں نہ ہو سب اصل غرض جو دشمن کو مارنے کی ہے وہ کسی طرح پوری ہو جائے۔ ورنہ ایک مذہبی جماعت کہلا کر مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہو کر ایسی باتیں سزاوار نہیں مگر ایک شخص کے اس جھوٹ پر کیا افسوس کیا جائے جب انکی ساری جماعت نے ہی یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ ہر بات کو جو ان کے سنبھالوں کے منہ سے نکلے بلا تحقیق ماننے چلے جاتے ہیں۔ کوئی شخص اتنا نہیں کرتا کہ خود قادیان جا کر مولوی صاحب کو دیکھ کر اس دروغگوئی کا جواب شائع [illegible] (باقی دارد)

میں بھی ہوگی۔ یعنی جب تک آپ پہلے یہ ثابت نہ کرلیں کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہیں اس وقت تک دوسری شق کو آپ کا ہاتھ ڈالنا خلاف اصول ہے۔ مثلاً دیکھئے جب ایک احمدی یہ ثابت کرنا چاہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہیں تو جب تک پہلے وہ یہ ثابت نہ کرلے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے اور وہ اب واپس نہیں آسکتے اس وقت تک حضرت صاحب کے دعوے مسیحیت پر کوئی بحث نہیں ہوسکتی اسکا فرض ہے کہ پہلے یہ ثابت کرے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے۔ حالانکہ وفات پانا کسی انسان کا ایک معمولی امر ہے۔ مگر پھر بھی اثبات دعوے مسیحیت سے پہلے قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دینا ضروری ہے۔ اگر ہم اس امر کو ہی ثابت نہ کرسکیں کہ حضرت عیسیٰ وفات پاگئے تو حضرت صاحب کے دعوے مسیحیت پر ہمارا دلائل دینا بے سود ہے۔

اسی طرح جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں کہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری نہیں ہوئی اس وقت تک کسی اور کے متعلق آپ کا اس کو ثابت کرنا (سوائے اس کے کہ اسے آپ ظلی طور پر اس کے اندر داخل کریں جس کے آپ قائل نہیں) بیسود ہے مزید براں یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد ہونا اور آپ کا اس پیشگوئی کا مصداق ہونا ساری امت میں بلا استثناء فرد واحد کے مسلم ہے۔ حتیٰ کہ آپ کے نزدیک تو عیسائی بھی آپ کا نام احمد ہونے کے قائل ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے جواب مندرجہ الفضل ۱۴۔ نومبر ۱۹۱۶ء میں لکھا ہے۔

"مسیحیوں کو آپ کا نام احمد ہونے سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں...... چنانچہ ان کے بعض نئے معترضین نے تو یہاں تک لکھدیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل نام احمد تھا"

پھر جب دوست ودشمن تیرہ سو سال سے اس بات کے قائل چلے آتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ اور قرآن کریم کے سارے کے سارے پیرو اس بات کے قائل چلے آتے ہیں کہ اسمہ احمد کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور آپ کے آنے سے ہی پوری ہوئی ہے تو اب جو شخص اس قدر صریح واقعات کے ہوتے ہوئے انکار کرتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ ثبوت پیش کرے اور اس بات کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ جس طرح واقعات ساری دنیا کو دوستوں کو اور دشمنوں کو مسلم ہیں وہ سب غلط ہیں۔ اس لئے اب دعوے کرکے آپ کا اس طرح گھبرانا اور دعوے کا ثبوت پیش کرنے سے انکار کرنا صریح گریز ہے۔

بلکہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر ثبوت دے سکتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ خود بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں اس بات کے قائل نہ تھے کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہیں۔ اور آپ کا اسم مبارک احمد نہیں۔ بلکہ یہ عقیدہ آپ کا حضرت صاحب کی وفات کے بعد بنا ہے۔ اس کے لئے میں دلائل نہیں دیتا خود آپ کا اپنا اقرار پیش کرتا ہوں۔ جو انوار خلافت کے صفحہ ۲۱ پر چھپا ہوا موجود ہے۔

"اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی ہیں۔ ہاں پہلے جب حضرت **خلیفہ اول سے یہ بات میں نے سنی تو ابتداء اسے قبول نہ کیا** اور بہت کچھ اس کے متعلق بحثیں ہوتی رہیں۔ لیکن جب میں نے اس پر غور کیا تو خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق میرا سینہ کھولدیا۔ اور دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ عنایت فرمادیئے اور میں نے اس خیال کو قبول کرلیا"

حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب مرحوم کا تو یہ مذہب نہ تھا*

مگر اس سے سردست ہمیں بحث نہیں۔ کہ ان کا کیا مذہب تھا۔ ہاں ان الفاظ سے یہ صاف معلوم ہوا کہ آپ کا بھی عقیدہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں اس کے خلاف تھا۔ اور بعد خواہ آپ کا شرح صدر ہوگیا۔ خواہ ایک غلط خیال کی پیروی میں آپ لگ گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کو عقیدہ تبدیل کرنا پڑا۔ ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ بحثیں جو آپ کرتے رہے یہ کب کرتے رہے۔ اور انہی بحثوں کا نتیجہ تھا جو آپ نے نہ صرف اپنے عقائد کو تبدیل کرلیا۔ بلکہ ساتھ ایک جماعت کو بھی ابتلا میں ڈالا۔ افسوس ہے کہ آپ کے مرید اور آپ خود ہمیں بار بار تبدیلی عقیدہ کا جھوٹا الزام دیتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے جیسا کہ آپ نے خود یہاں اقرار کیا ہے کہ آپ نے اپنا عقیدہ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب کے زمانہ میں تبدیل کیا۔

بہرحال جو کچھ بھی ہوا اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ خود آپ کا عقیدہ بھی پہلے یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیشگوئی اسمہ احمد کے مصداق ہیں اور آپ کا اسم مبارک احمد ہے پھر بعد میں آپ نے بعض خیالات کی پیروی کی ہے جن سے آپ کو یہ ثابت ہوا کہ ایسا نہیں۔ انہی دلائل کو آپ نے علماء وفضلا کے سامنے پیش کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اب ان سے گریز کرنا گویا اپنے اعلان کی تردید کرتا ہے پس آپ کے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ:

اوّل پیشگوئی مندرجہ آیہ کریمہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری نہیں ہوئی۔

دوئم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد نہ تھا۔

ان دونوں باتوں کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے جب تک یہ ثابت نہ کرلیں اس وقت تک آپ اس بات کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعود کے لئے ہے اور اور کوئی اس کا مصداق ہوسکتا ہی نہیں۔ جیسا کہ انوار خلافت میں آپ کا دعویٰ موجود ہے۔

اور آپ جو میرے ذمہ باتیں ڈالتے ہیں وہ تین ہیں۔ اوّل یہ ثابت کرنا کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا نہ کہ صفت۔ اب یہ بھی ایک مغالطہ ہے جو آپ دیتے ہیں۔ میرا فرض صرف اس قدر ہے کہ میں احمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ثابت کروں۔ یہ ثابت کرنا میرے ذمہ نہیں کہ احمد آپ کی صفت نہ تھی۔ کسی شخص کا اسم ایسی ہونا یعنی ان صفات کا بھی اس میں ہونا جو اس کے نام سے ظاہر ہوں محالات میں سے نہیں۔ پس ایک امر جو میرے ذمہ ثابت کرنا ہے وہ یہ ہے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک تھا۔ لیکن اس سے بھی مقدم یہ بات ہے کہ پیشگوئی اسمہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری ہوگئی۔ اس لئے سب سے پہلے میرے ذمے اسی کے دلائل دینا ہیں۔ آپ اس کی بجائے تفصیلات میں جاتے ہیں۔ یعنی میرے ذمہ بجائے اس ایک سیدھی بات کے دو باتیں ڈالتے ہیں ایک یہ کہ جو نشانات قرآن کریم میں احمد موعود کے آتے ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے۔ یہ تو صرف دو دلائل ہیں جن سے یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری ہوئی۔ اصل موضوع نہیں۔ اصل موضوع پیشگوئی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پورا ہونا ہے سو وہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ دلائل کو تو منصف دیکھ لینگے کہ آیا ان سے مدعا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ آپ مطمئن رہیں کہ جو دلائل کیسی اور پیشگوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پورا ہونے کے دیئے جاسکتے ہیں دیئے ہی دلائل اس کے بھی انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو مل جاوینگے۔ اگر انصاف مدنظر ہے تو جس طرح اپنے ذمہ آپ نے کوئی تشریحات نہیں ڈالیں اسی طرح تشریحات کو یہاں بھی داخل نہ کریں۔ میں خدا کے فضل سے وہ باتیں بھی دکھاؤنگا جن کو آپ چاہتے ہیں۔ مگر موضوع بحث یہی ہے کہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ جو دلائل اس کے آنحضرت صلعم کے وجود میں پورا نہ ہونے کے آپ دینگے ان کو توڑنا اور آپ کی ذات میں اس کا پورا ہونا ثابت کرنا میرے ذمہ ہوگا۔

غرض کہ آپ کے دلائل کا نقض میرے ذمہ ہوگا اور ایسا ہی یہ بھی کہ پیشگوئی اسمہ احمد والی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری ہوگئی۔ اور دوسرے یہ کہ آنحضرت کا اسم مبارک احمد تھا۔

دوئم۔ موضوع بحث کے بعد اب دوسرا سوال اسناد ہے جو بحث میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس کے متعلق بھی یہ عجیب بات ہے کہ آپ نے اپنے لئے اس جواب میں کوئی ذمہ داری نہیں لی۔ حالانکہ دوسرے فریق کے لئے یہ حد بندی کردی ہے کہ وہ قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کرے یہ انصاف نہیں جس بات کا پابند دوسرے کو کرنا چاہتے ہیں اس بات کا آپ کو خود بھی پابند ہونا ہوگا۔ اس لئے جس طرح میں پابند ہونگا کہ قرآن وحدیث سے دلائل پیش کروں آپ بھی اس بات کے پابند ہونگے کہ قرآن وحدیث سے یہ دلائل پیش کریں کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری نہیں ہوئی اور نہ آپ کا اسم مبارک احمد تھا۔ اور کہ یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق ہے۔ ہاں صرف نام کے متعلق بیشک یہ امر قابل تسلیم ہے کہ وہاں ہر قسم کا تاریخی ثبوت لیا جاسکے۔ چونکہ آپ نے شروع سے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن وحدیث سے ہی دلائل ہوں اور کل دنیا کے علماء وفضلا کو مخاطب کرنے سے بھی آپ کا یہی منشا ہے کہ آپ کے دلائل صرف قرآن وحدیث سے ہونگے اس لئے اس شرط کا آپ کو پابند ہونا ہوگا۔ کہ

"دلائل کے دینے میں جہانتک پیشگوئی کا سوال ہے اول قرآن کریم بعدہ حدیث جو قرآن کریم کے مخالف نہ ہو اور جو وضعی نہو لیکن جہاں نام کا سوال ہے ہر قسم کی تاریخی شہادت بھی علاوہ مذکورہ بالا شہادتوں کے قابل قبول ہوگی"

سوئم۔ تیسری بات جلسہ کے پبلک ہونے کے متعلق ہے۔ یہ آپ خواہ مخواہ کی شرائط اب لگاتے ہیں کہ جلسہ پبلک نہ ہو بلکہ بذریعہ ٹکٹوں کے داخلہ ہو۔ کہاں وہ دعویٰ کہ:۔

"تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کے لئے تیار ہوں"

اور کہاں اب اسقدر انحراف کہ صرف تین تین سو آدمی فریقین کے بذریعہ ٹکٹوں کے داخل ہوں۔ اگر آپ کہیں کہ نقض امن کا خوف ہے تو آپکے واعظین جو جگہ جگہ جلسے کرتے ہیں وہ کس طرح کرلئے جاتے ہیں۔ وہاں بھی تو یہی باتیں پیش ہوتی ہیں اور پھر جلسہ کے انتظام میں پولیس کا انتظام ہو اور اس کا خرچ امید ہے آپ خود ہی برداشت کرینگے۔ کیونکہ جو دعویٰ کرتا ہے اسی کے ذمہ یہ بات بھی ہے۔ لیکن اگر آپ کوئی خاص وجہ اس کے لئے پیش کرسکیں کہ آپ سارے اخراجات کے ذمہ وار نہیں تو نصف خرچ قیام امن کا میں دیدونگا۔

چہارم۔ مقام جلسہ کے متعلق میری غرض تو صرف اس قدر تھی کہ کم از کم ایسا مقام تو ہو جہاں بہت سے علماء وفضلاء جمع ہوسکیں۔ اس لئے میں نے لاہور اور دہلی کہا تھا۔ آپ اس کے مقابل امرتسر تجویز کرتے ہیں۔ اگر امرتسر دونوں فریق کے لئے یکساں ہے تو دہلی بھی جس کا نام میں نے پیش کیا تھا یکساں ہے۔ وہاں پنجاب وہندوستان کے علماء وفضلاء آسانی سے جمع ہوسکتے ہیں۔ میرے اور آپکے لئے دہلی بھی یکساں ہے صرف غرض یہ ہے کہ کثرت سے علماء وفضلاء اس بحث کو سن لیں اس لئے امرتسر کی بجائے دہلی کے قبول کرنے میں آپکو کوئی عذر نہیں ہونا چاہئے۔

---

* دیکھو بدر مورخہ ۸۔ دسمبر ۱۹۰۳ء جس میں حضرت مولوی

(بقیہ حاشیہ) صاحب مرحوم کا ایک مکتوب چھپا ہے۔

احمد آمد جان احمد شد پدید
اسم من گردید اسم آں وحید

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یاتی من بعدی اسمہ احمد سے مراد ہمارے سید و مولیٰ ہادی کامل خاتم النبیین رسول رب العالمین محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہی امر صحیح ہے۔ حکیم فضل دین صاحب نے اگر اس کے خلاف کہا ہے تو غلط۔ اور بالکل غلط کہا ہے ہاں اگر ایک احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خادم اپنی خدمت کے لحاظ سے اور غلامی کے لحاظ سے اپنے غلامی کے رنگ سے فرما دے کہ میں بہ لحاظ کامل محبت اور سچی خدمت کے وہی احمد ہوں بلکہ اس کا مولیٰ وخالق جل شانہ

بقیہ حاشیہ

ارشاد فرما دے کہ تو تو احمد ہے تو یہ امر دیگر ہے۔ اسی کا بڑھکے اوپر جو شعر لکھا ہے اس پر غور کرو حضرت مرزا جی کا فرمایا ہوا ہے۔

پنجم - تاوان کے متعلق میں نے کہا تھا۔ کہ فی مرید سوا پیسہ کے حساب سے دس ہزار روپیہ آپ جمع کرا دیں۔ اور سوا پیسہ کی برداشت امیر و غریب سب کر سکتے ہیں۔ آپ اس کے بالمقابل کہتے ہیں۔ حضرت صاحب نے دس ہزار کی جائداد چشمہ معرفت میں پیش کی تھی۔ یا ایک ہزار نقد۔ اور آپ اس سے بھی نصف دے سکتے ہیں لیکن آپ کو یہ خیال نہیں رہا۔ کہ پیغام صلح میں حضرت صاحب نے تین لاکھ روپیہ تاوان قبول کیا ہے اور وہی آخری تحریر حضرت مسیح موعودؑ کی ہے۔ مگر میں نے عمداً اتنا بوجھ آپ پر ڈالنا نہیں چاہا۔ تاکہ کہیں یہی بہانہ نہ ہو جائے۔ بلکہ میں تو آپ پر ایک پیسہ کا بوجھ بھی ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے ایسی تجویز کی جس میں نہ آپکو تکلیف ہو نہ آپ کے مریدین کو۔ سوا پیسہ کیا چیز ہے۔ اور اگر یہ خیال ہو۔ کہ اسقدر مریدوں تک حکم پہنچانے میں بھی خرچ ہوگا۔ تو میں اس بات پر راضی ہوں۔ کہ اس اشتہار کا خرچ جس میں صرف یہ مطالبہ ہو۔ اس رقم میں سے منہا کر لیا جائے۔ جو اس طرح پر جمع ہو۔ البتہ یہ عذر آپ کا ہو سکتا ہے۔ اور میں اسے سچا تسلیم کرتا ہوں۔ کہ بہت سے مرید آپ کے عقیدہ سے متفق نہیں ہیں۔ وہ کیوں تاوان دینے لگے۔ لیکن اس کے بالمقابل یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ جو مرید آپ کے اس عقیدہ میں شامل ہیں اخلاقاً وہ بھی تاوان کے ذمہ وار ہیں۔ کیونکہ اگر وہ آپ کی ہاں میں ہاں ملانے والے نہ ہوتے تو آپ کبھی ایسا خطرناک عقیدہ پیش کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ پس چونکہ وہ تو بہرحال ذمہ وار ہیں اسلئے میں صرف اس قدر ترمیم پیش کرتا ہوں۔ کہ آپ کی طرف سے یہ اعلان ہو کہ جو میرے مرید میرے ساتھ اسمہٗ احمدؐ کے عقیدہ میں متفق ہیں کہ یہ پیشگوئی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پوری نہیں ہوئی۔ وہ بحساب دو پیسہ فی مرید مرد و زن آپکو بھیج دیں۔ میں اب دس ہزار کی شرط بھی اٹھا دیتا ہوں۔ جس قدر روپیہ اس طرح پر ہو جائے وہ مع آپ کی . . .

پانچ ہزار کی جائداد کے تاوان دیا جائے۔ اور جس صورت میں میں یہ اقرار لکھ دینے کو تیار ہوں۔ کہ یہ روپیہ میں اپنے لئے مکان یا زمین خریدنے میں نہیں لگاؤنگا۔ نہ اپنی ذات پر اس میں سے ایک حبہ بھی خرچ کروں گا۔ تو اس کے ماننے میں آپکو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ آپ کا اور آپ کے مریدوں کا روپیہ بہرحال ایک نیک کام یعنی اشاعت اسلام پر لگیگا۔ اور اگر آپ کے نزدیک ہمارا اشاعت اسلام کا کام بھی اشاعت اسلام نہیں۔ تو ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ یہ روپیہ بعد وضع اخراجات مناظرہ صرف حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کی اشاعت پر خرچ کردیں گے۔

ششم - ثالثوں کے بارے میں میں نے دو تجویزیں کی تھیں۔ یا غیر احمدی علمائے اسلام ہوں۔ یا آپ کے مریدوں میں سے میں چند آدمی منتخب کرلوں۔ اور میری جماعت میں سے آپ کرلیں اور کچھ غیر احمدی ساتھ ملائے جائیں۔ ان میں سے امر اول کا تو آپ نے یہ جواب دیا ہے۔ کہ غیر احمدی بوجہ اپنے عقیدہ کے فیصلہ آپ کے خلاف دینگے۔ گویا چونکہ اُن کو اسلام سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے اس لئے وہ ایمانداری سے فیصلہ نہیں دینگے۔ اور اسکے بالمقابل آپ یہ فرماتے ہیں کہ ہندو یا یہودی یا سکھ منصف ہوں۔ گویا قرآن و حدیث کے دلائل کو ہندو اور سکھ اور یہودی بہتر سمجھتے ہیں یا علمائے اسلام۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے اور پیر گولڑوی کے مابین غیر احمدی علماء کو ثالث منظور کیا تھا۔ آپ کو بھی اس میں عذر نہ ہونا چاہئے۔ [illegible] جس طرح آپ کو یہ خطرہ ہے کہ غیر احمدی بوجہ محبت اسلام کے آپ کے خلاف فیصلہ دینگے میں بھی اس خطرہ کو پیش کرسکتا ہوں۔ کہ غیر مسلم بوجہ عداوت اسلام کے میرے خلاف فیصلہ دینگے۔ کیونکہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ پیشگوئی کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر صادق نہ آنے سے اسلام کو ایک ضعف پہنچتا ہے۔ پس اگر آپ غیر احمدیوں کے عقیدہ اسلام سے ڈرتے ہیں تو میں غیر مسلموں کی عداوت اسلام سے ڈرتا ہوں اور آپ نے تو نام بھی یہود اور مشرکین کے ہی تجویز کئے ہیں جنکے متعلق قرآن کریم شہادت دیتا ہے۔ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیہود والذین اشرکوا۔ اس لئے دوسری تجویز جو میں نے پیش کی تھی۔ اور جس کے متعلق آپ نے اپنے جواب میں کچھ بھی نہیں لکھا وہ نہایت موزون ہے۔ آپ کی خاطر میں اس میں سے یہ حصہ نکال دیتا ہوں۔ کہ کچھ غیر احمدی علماء بھی ساتھ شامل ہوں۔ صرف احمدی ہی رہیں۔ اور صورت وہی ہو۔ جو میں نے پہلے تجویز کی تھی۔ اور جس میں کسی نقص کا ہونا آپ نے ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ محض اس کے نفیسہ ممکن ہونے کی وجہ سے اُس سے انحراف کیا ہے یعنے یہ کہ میں پانچ کس آپ کی جماعت میں سے منتخب کرونگا اور آپ اُسیقدر آدمی میرے رفقاء میں سے منتخب کرلیں جنہیں جس طرح آپ پسند کریں۔ ان کو دے لیں۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ کے دلائل زبردست ہوں گے تو میرے ساتھیوں میں سے کوئی آپ کے ساتھ ہو جائیگا اور اگر میرے زبردست ہونگے تو آپ کے فریق میں سے کوئی میرے حق میں فیصلہ دے دیگا۔ اور اس طرح پر دشمن کی کثرت رائے حقیقی طور پر غلبہ کی شہادت ہوگی۔ آپ غور فرمالیں کہ اس میں کوئی دقت نہیں۔ اور اصل مقصود بھی حاصل ہو جاتا ہے اور اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ کے مریدین میں سے بھی آپ سے اس بارہ میں اختلاف عقیدہ رکھتے ہیں تو کم از کم **وہ دلائل دنیا میں پیش کرنے کے قابل نہیں جنکو اپنے مرید بھی تسلیم نہ کرتے ہوں**۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ آپ کی جماعت میں بعض منافق شامل ہیں تو میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ جو نام میں تجویز کروں اگر اُن میں سے کسی کے متعلق آپ یہ اعلان کردیں کہ یہ شخص **منافق ہے** - اور اُس کی صحت پر موکد بعذاب حلف اٹھائیں۔ تو میں اس شخص کے نام کو واپس لیکر اُس کی جگہ کوئی اور آدمی آپکی جماعت میں سے تجویز کردونگا۔ اور میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر فریقین کے ثالثوں کی رائے میں مساوات ہو تو اس صورت میں میں تاوان لینے کا حقدار نہ ہونگا۔ اور دونوں فریق میں سے کسی کی فتح یا شکست متصور نہ ہوگی۔ ہر ایک عقلمند غور کرسکتا ہے۔ کہ یہ شرائط اس قدر صاف ہیں کہ اگر آپ کی غرض صرف جماعت کو ڈرانا ہی نہ تھا کہ آپ کے پاس دلائل ہیں تو آپ ان دلائل کو اب ان شرائط کے ساتھ پبلک میں پیش کرنے اور اس آسان طریق سے فیصلہ کرنے کو تیار ہوں گے اور اگر اب بھی آپ گریز کریں تو میں آپ کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آپ تو دوسروں کو موت کی دھمکیاں دیتے ہی رہتے ہیں۔ مگر مرنا تو سب نے ہے آپ نے بھی میں نے بھی۔ لیکن یہ آپ یاد رکھیں کہ آپ کا یہ باطل عقیدہ انشاء اللہ تعالےٰ دنیا میں کبھی سرسبز نہ ہوگا۔ اور خود آپ کے مرید اس باطل کو دھکے دینگے۔ باقی رہی نبوت پر بحث۔ سو اس کے متعلق میں **النبوۃ فی الاسلام** لکھ چکا ہوں جب آپ **حقیقۃ النبوۃ** کی دوسری جلد میں اس کے دلائل کو رد کرنے کی کوشش کرینگے۔ تو پھر نبوت پر بھی بحث کرلی جائیگی۔ مگر جب تک آپ کے ذمہ یہ قرضہ ہے۔ اس وقت تک میں بحث کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ آپ نے اس کے جواب سے اب تک عملاً عجز ظاہر کیا ہے۔ اور علاوہ ازیں آپکے سب عقائد چونکہ ایک دوسرے کی شاخیں ہیں اس لئے اس ایک ہی مسئلہ کے فیصلہ سے باقی مسائل کا فیصلہ بھی ہو جائیگا اور ثابت ہو جائیگا کہ جن عقائد کی آپ تعلیم دے رہے ہیں وہ حضرت صاحب کے عقائد ہیں یا آپ نے بھی حضرت صاحب کی زندگی کے بعد وہ عقائد تجویز کئے ہیں اور سابقہ عقائد کو بدل لیا ہے۔

نیز امید ہے کہ آپ اس قدر مدت جواب کے لئے نہ لگائینگے جس طرح پہلے ایک ماہ لگا دیا اور پھر بھی میری کسی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ میں نے صاف صاف باتیں لکھی ہیں اور جو شرائط آپ نے لکھی ہیں۔ ان کے نقص کو ظاہر کیا ہے اگر میری پیش کردہ شرائط میں کوئی نقص ہے۔ تو آپ اس کو ظاہر کریں۔ یا شرائط کو قبول کریں۔ تاکہ یہ معاملہ جلد طے ہوسکے ❊ خاکسار **محمد علی** - ۱۶ نومبر ۱۹۱۶ء

تازہ خبریں

رومانوی محاذ - لنڈن ۱۵ نومبر۔ ایک روسی مراسلت مظہر ہے رومانوی سپاہ نے غنیم کو جنوب و شمال وادی اولوز کی جانب پسپا کردیا۔ لیکن غنیم نے جسے کہ کمک پہنچگئی ہے رومانوی سپاہ کو وادیہائے آلٹ و جیول اور نز گلولی میں چند مقامات پر پیچھے ہٹنے پر مجبور کردیا۔

لنڈن ۱۵ نومبر۔ ایک روسی مراسلت مظہر ہے۔ ہم وادیہائے جاکز داولوز میں سرحد کے پار غنیم کا تعاقب کر رہے ہیں اور ہم نے ۸۰ قیدی گرفتار کئے ہیں اور آلوسلا ول پر غنیم کے حملے پسپا کردئے گئے ہیں غنیم کو کمک پہنچگئی ہے اور اُس نے وادیہائے جیول و آلٹ میں ہمیں خفیف سی پسپائی پر مجبور کردیا ہے ❊

رزمگاہ مصر - لنڈن ۱۵ نومبر۔ مصر کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ گذشتہ شب مغارہ پر ایک حملہ کیا گیا۔ اور غنیم کے ذخائر و خیمہ جات پر ۴ سو پونڈ وزنی بم کے گولے پھینکے گئے جن سے کہ زبردست نقصان ہوا۔ تمام جہاز صحیح وسلامت واپس پہنچ گئے ❊

آبدوزوں کی جنگ - لنڈن ۱۵ نومبر۔ مندرجہ ذیل جہاز غرق کردئے گئے ہیں:-

برطانوی:- سارا۔ ریڈکلف۔

سویڈن:- آسٹرڈ۔

ڈنمارک:- مگنز و فریما۔

ڈنمارک کے جہاز اگنز کے اہل جہاز کو جرمن آبدوز نے ایک ولندیزی جہاز پر سوار کردیا۔ اور وہ ویگو پر اتار دئے گئے۔

لنڈن ۱۵ نومبر۔ مسٹر میکینا مارا نے دیوان عام میں بیان کیا۔ کہ دوران جنگ میں ہر طرح سے تمام برطانوی نقصانات جہاز کی ۳۰ ستمبر تک مجموعی تعداد ایک ہزار ٹن ہے۔ اور ۲½ فیصدی سے خفیف زیادہ ہے ❊

عربیا کی غرقابی - لنڈن ۱۴ نومبر۔ روم۔ جہاز عربیا کے ایک درجن پسماندگان یہاں پہنچے ہیں۔ اس عجلت و سرعت کو جس کیساتھ اتحادیوں کے پانچ جہاز ۱۵ منٹ کے اندر اندر سطح سمندر پر نمودار ہوئے اور پوری رفتار پر عربیا کے پاس پہنچے۔ شاندار خیال کیا جاتا ہے کمانڈر جہاز عربیا کی بہادری جو تمام مسافروں کے کشتیوں میں سوار ہونے تک کرنل مہنری کالگیٹ آر۔ اے۔ ایم۔ سی کے ہمراہ جہاز پر رہے۔ بے حد تحسین و آفرین کی مستحق ہے۔ اس کے بعد وہ ایک کشتی میں جو پانی سے لبریز تھی۔ اور اُسے تیرتا رکھنے کے لئے اُنکو پانی میں کود پڑے۔ کرنل کالگیٹ کے علاوہ حسب ذیل پسماندگان یہاں پہنچے ہیں۔ میجر جنرل آلڑم۔ کرنل گرین۔ میجر اے اے سینٹ ہل۔ مسٹر سینٹ ہل۔ میجر لیکفرین صیغہ خارجہ گورنمنٹ ہند۔ کپتان آسنیل ولیم لفٹنٹ برڈ۔ آر۔ ایم۔ اے۔ سی ہندوستان سے مسٹر ٹولمین و سٹولیت مذکورہ بالا تمام افسر انگلستان جا رہے تھے۔

لنڈن ۱۴ نومبر۔ مسٹر پال ڈاسٹر واحد امریکن مسافر عربیا کا بیان ہے۔ کہ جہاز پر بدون اطلاع تارپیڈو پھینکا گیا۔

اوسٹنڈ پر ہوائی حملہ - لنڈن ۱۵ نومبر۔ امارت بحریہ نے اعلان کیا ہے۔ کہ آج صبح بحری ہوائی جہاز۔ ل کے ایک سکواڈرن نے زیبرگ و اوسٹنڈ کے بنادر و آبدوز گاہوں پر شدید گولہ باری کی۔ اسٹیبرڈی لا مارین پر کئی ایک مجروح و مقتول ہوئے اور لفاح پاوسیٹس میں ایک زبردست حادثہ آتشزدگی وقوع پذیر ہوا ہے۔ اغلباً ذخائر ہائے دال میں آگ لگ گئی تمام جہاز صحیح وسلامت واپس پہنچ گئے ❊

بلجیم میں جرمن مظالم - لنڈن ۱۵ نومبر۔ واشنگٹن سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے امریکن سفیر مقیم برلن کو ہدایت کی ہے کہ وہ ڈاکٹر فان بیتھمن ہالویگ کو اطلاع دیدیں۔ کہ بلجیم کی جلاوطنی سے غیر جانبدار ممالک کی بالخصوص ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جنہیں کہ بلجیموں کی بہبودی مدنظر ہے۔ نہایت ہی بد اثر ہوگا ❊

جرمنی میں قلت سپاہ - لنڈن ۱۴ نومبر۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ جرمن گورنمنٹ تمام سنو بلجیوں کو فوجی خدمت کے لئے طلب کرنے کے واسطے کوئی قانون پاس کرنے کی خاطر ریشتاگ (پارلیمنٹ جرمنی) کے غیر معمولی اجلاس کے متعلق ارادہ کر رہی ہے ❊

ولیعہد جرمنی - لنڈن ۱۴ نومبر۔ پیرس کی ایک تار برقی کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ ولیعہد جرمنی کمان ورڈون سے رخصت پر دار ہو گیا ہے۔ اور [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

الصلح خیر

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

اسلمائیم از فضل خدا — مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست — بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود — آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ سہ شنبہ
پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما تو یا بیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایماں ماست
از ملائک و ز خبرہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکرآں مستوجب لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکراں محروم از فضل خدا است
معجزات انبیائے سابقین — آنچہ در قرآں بیا مد ہم یقیں
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار ے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ ہے ششماہی سے
سہ ماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاہور سہ شنبہ ۲۵ محرم سنہ ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲۱ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۷

خطبہ جمعہ

۱۰ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

از حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

مصائب کے اندر کامیابی کی پیشگوئی

غرض اسی طرح ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ مشہور کرنا شروع کیا کہ آپ ساحر اور مجنون اور کیا کیا کچھ ہیں۔ تا لوگ آپ کے پاس نہ جائیں اور آپ کی باتیں نہ سنیں۔ اس زمانہ کا نقشہ قرآن کریم کی آخری سورتوں میں بڑی صفائی کے ساتھ کھینچا گیا ہے۔ ایک طرف اس قدر مخالفت کہ کوئی آپ کی بات کو ماننے والا نہیں اور دوسری طرف ان سورتوں میں آپ کی کامیابی اور مخالفوں پر غلبہ کی پیشگوئیاں ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جتنی آپ پر مصائب زیادہ ہیں اتنی ہی صفائی کے ساتھ آپ کی کامیابی کی پیشگوئیاں قوت اور شوکت اور کثرت میں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ابتداء میں زیادہ تر پیشگوئیاں استعارات کے رنگ میں تھیں۔ مگر مصائب کے زمانوں میں جب آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا کھول کھول کر آپ کی کامیابی کے وعدے دیئے گئے۔

اللہ کی نصرت کب آتی ہے

الغرض اس زمانہ میں جب یوں مخالفت ہو رہی تھی اور پیشگوئیاں ہو رہی تھیں۔ کہ اسلام بالآخر غالب ہوگا۔ یہ ملک عرب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سے گونج اٹھیگا۔ بلکہ صراحت سے یوں بھی فرمایا کہ ہم مسلمانوں کو بادشاہ بھی بنا دینگے۔ لیکن اس حالت میں جبکہ یہ پیشگوئیاں ہو رہی تھیں جو کچھ دکھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آ رہے تھے اس کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے۔ کن الفاظ میں فرمایا ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یاتکم مثل الذین خلوا من قبلکم مستہم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ۔ بڑے بڑے دکھ بڑی بڑی مصیبتیں ان پر آئیں۔ ہلا دیئے گئے زلزلہ کے معنی ہیں ہلا دینا۔ یہانتک کہ اٹھتے تھے کہ اللہ کی نصرت کب آئیگی۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے حتی اذا استیئس الرسول وظنوا انھم قد کذبوا

یہانتک مصائب بڑھ جاتی ہیں اور مخالفت ترقی کر لی جاتی ہے اور پیغام حق کے قبول کرنے سے انکار کیا جاتا ہے کہ بوجہ بشری کمزوری رسولوں کے دلوں میں بھی یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ لوگ [illegible]

ہو جاتے ہیں۔ اور چونکہ رسولوں کی موعودہ کامیابی کے جس کی پیشگوئیاں شدومد کے ساتھ ہوتی ہیں کوئی سامان نظر نہیں آتے اس لئے اس کے دشمن یہ خیال کر لیتے ہیں کہ وہ وعدے جھوٹے نکلے۔ گویا خدا نے جھوٹ بولا۔ تب ایسی حالت میں اللہ کی نصرت آتی ہے۔

تو غرض اللہ تعالیٰ نے نصرت الٰہی اس چیز کا نام رکھا ہے جو بڑی بڑی مایوسیوں کے بعد آتی ہے۔ نبی کریم صلعم کے ان حالات پر غور کرو کہ

مایوسی ہی نصرت کا پیش خیمہ ہے

جب کہ میں گیارہ یا بارہ سال تک وعظ کے بعد آپ کے ساتھیوں میں سے چند آدمیوں کو بھاگ کر حبش جانا پڑا۔ آپ خود طائف میں جاتے ہیں وہاں سے بھی دکھ اٹھا کر واپس آتے ہوئے کس قدر عاجزانہ دعائیں کرتے ہیں تو جب تک کہ وہ حالت انسان کی نظر نہیں آتی کہ سخت مایوسی کی حالت اس پر چھا جائے اس وقت تک ہم اس کی کسی کامیابی کو نصرت الٰہی کا نتیجہ قرار نہیں دے سکتے۔ وہ اس کی اپنی کوششوں کا ثمرہ ہوگا۔ جتنی وہ کوشش کرے گا اتنا ہی پھل پائیگا۔ یہ اذا جاء نصر اللہ کا لفظ کس وقت فرمایا۔ جب

نبی کریم کی کامیابی نصرت الٰہی کا نتیجہ ہے

اسی مکہ کے اندر آپ دوبارہ جاتے ہیں۔ ایک لاکھ سے زیادہ لوگ آپ کے ساتھ حج میں شریک ہیں۔ اس وقت فرماتا ہے کہ اللہ کی نصرت سے تمہیں یہ کامیابی نصیب ہوئی۔ یہ اللہ کی نصرت یونہی ہر ایک کو مل جائے بلکہ یہ تو ایک امتیازی نشان ہے۔ جو سخت مایوسیوں کی حالت میں دیا جاتا ہے۔ فرمایا دیکھو وہ کام جو تمہاری طاقت وقدرت سے باہر تھا ہم نے کر دکھایا۔ ایک ملک کے ملک کو تمہارے سامنے جھکا دیا۔ صرف کسی ملک کو فتح کر لینا بھی میرے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں۔ اصل فتح تو ہے لوگوں کے دلوں کے اوپر حکمرانی کرنا۔ میں تو حیران

عرب کی اصلاح اور نصرت الٰہی کا کامل نظارہ

رہجاتا ہوں کہ ایک شخص ایک سالم گاؤں کو لے کر چاہے کہ میں ان کو سدھار دوں۔ ان کی عادات کو بدل ڈالوں تو یہ کام ہونے سے رہا۔ لیکن آنحضرت صلعم ایک ملک کو لے کر جس کے اوپر دنیا کی تمام کوششیں صرف ہو چکی ہیں یہود اور نصاریٰ اپنا سارا زور ان کو سدھارنے پر لگا چکے ہیں۔ لیکن ان کو ذرہ بھر کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ ہر ایک قسم کی بُری سے بُری عادتیں اور بدترین خیالات اور توہمات ملک کے اندر رائج ہیں۔ بدی اپنے انتہائی نقطۂ کمال کو پہنچ چکی ہے۔ آپ ان تمام بُری عادات کو سارے ملک کے اندر سے ایک بیس [illegible]

کہ نبی کریم صلعم نے بڑی کوششیں کیں۔ لیکن محض انسانی کوششیں اس نتیجہ کو پیدا نہیں کر سکتی تھیں۔ آپ سے پہلے اور بھی تو قوموں کی قومیں حد سے زیادہ زور لگا چکی تھیں ان کو کیوں یہ کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ غرض نصرت الٰہی اس چیز کا نام رکھا ہے جو انسان کی کوششوں سے بڑھ کر نتائج پیدا کرتی ہے اور ایسی حالت میں جبکہ ان کوششوں کے بارآور ہونے کی کوئی صورت ہی نظر نہ آئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو نصرت دی گئی وہ کامل نظارہ ہے نصرت الٰہی کا۔ اور کسی نبی عظیم الشان کو بھی اس قدر فوق العادت کامیابی۔ اتنی بڑی نصرت نہیں ملی۔ جیسی کہ نبی کریم صلعم کو۔ لیکن خواہ کسی کو کم ملی ہو یا زیادہ۔ ملی ہمیشہ مصائب

نصرت الٰہی اور کوشش میں فرق

اٹھانے کے بعد ہی ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ کوئی کامیابی نصرت نہیں کہلا سکتی جب تک شدید دکھ اور ان کے ساتھ مایوسانہ حالت نہ ہو۔ اب مثلاً ایک شخص اٹھے اور ایک گدی بنانے کے لئے تیار ہو جائے تو اس کو بھی کامیابی تو ہو جائیگی۔ لیکن یہ نصرت نہیں کہلا سکتی۔ ایک شخص اٹھتا ہے کچھ لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لیتا ہے کیا اس کا نام نصرت ہے۔ نہیں یہ تو اس کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے جو ملا۔ میں کہتا ہوں

حضرت مسیح موعود کی کامیابی نصرت الٰہی کا نتیجہ تھی

ایک طرف جماعت علی شاہ نے بھی ایک کوشش کی اور ایک گدی اس نے بنالی۔ دوسری طرف مرزا صاحب نے بھی کوشش کی ان کے ساتھ بھی کچھ لوگ ہو گئے۔ لیکن تاہم یہ دونوں برابر نہیں۔ بڑا عظیم الشان فرق ہے۔ جماعت علی شاہ کی مخالفت کرنے والا کوئی نہیں۔ کوئی اس کی طرف آنے سے لوگوں کو روکنے والا نہیں۔ کوئی اسے دکھ پہنچانیوالا نہیں۔ لیکن دوسری طرف مرزا صاحب نام لیتے ہیں ایک جماعت بنانے کا اور ادھر ایک دنیا کی دنیا ان کے خلاف کھڑی ہو جاتی ہے۔ غیر مذاہب آریہ۔ عیسائی وغیرہ ایک طرف اور خود اپنی قوم کے لوگ دوسری طرف مقابلہ پر آن کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی آپ کی سننے کا نہیں اور بالآخر ناکام ہی ہو کر رہینگے۔ جب کفر کے فتوے تیار ہوتے ہیں تو ہر طرف پھر کر اس پر مہریں کروائی جاتی ہیں اور تمام ہندوستان حتیٰ کہ مکہ معظمہ تک کے علماء اس پر مہریں کرتے ہیں۔ اس وقت خیال ہوتا ہے کہ کون اس کی بات کو سنیگا۔ گویا ایک مایوسی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت کا نظارہ پھر دکھایا اور آپ کو ان سب مشکلات کے باوجود بہت بڑی کامیابی نصیب ہوئی۔ یہ ہے وہ بات جس کو اللہ تعالیٰ نے نصرت الٰہی کہا ہے۔ جو لوگ محض ایک آنی کامیابی کو نصرت الٰہی سمجھ لیتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ نصرت الٰہی کا نظارہ تب تک پیدا نہیں ہو سکتا [illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور
جلد ۴ سہ شنبہ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۱۶ء نمبر

سالانہ جلسہ اور ہمارے فرائض

کوچۂ عشق کی راہیں کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانیں بھلا اگلے زمانے والے

مندرجہ بالا شعر ان برگزیدہ افراد پر چسپاں ہوتا ہے کہ جن کے دِل میں ... دینِ متین کی حمایت اور اُسکے اقطائے عالم میں پھیلانے ... جوش ایسا پیدا کیا ہے۔ کہ جو اپنے کمالِ عشق کے انتہائی نقطہ پہنچا ہوا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنکے دماغ میں اگر کوئی ... ہے تو صرف یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے بندے عملی رنگ اور ظاہر طور پر پورے مسلم اور خدائے واحد برحق کے ... سامنے سرنگون اور گردنِ اطاعت خم کرنے اور اُس کے حضور عجز و نیاز ظاہر کرنے کے جیتے جاگتے مجسمے نظر آئیں۔ یہ ... ایسے مبارک دل ہیں اور کیسے زندگی بخش خیالات ... نوعِ انسان کی بھلائی کے خمیر سے مرکب ہیں۔ کون ہے جو ... قلوب کی قدر و منزلت نہ کرے سوائے اُن مادی خیالات کے ... شیدائیوں اور نفسانیت کے دلدادوں کے کہ جنکے نقطۂ نظر ... خاص صورتیں ہی قابلِ عزت و حرمت و لائقِ توقیر ہیں ... غرض حضرات کا ہمیشہ سے یہ شیوہ رہا ہے کہ جو کام ہو ... اغراض نفسانی کے ماتحت ہو۔ اور اُسی کے پورا کرنے کے مختلف چالیں اور طریقے اختیار کئے جائیں۔ لیکن جنکے ... دماغ میں یہ سودا سمایا ہو کہ نفسانیت اور شخصیت اور شاورھم فی الامر کے ماتحت جمہوریت پر قربان کیا جائے ... خیالات بلند درجہ اور پایہ اختیار کر لیتے ہیں۔ اُن کے اندر ... برقی رو جاری ہو جاتی ہے کہ جو کام کیا جائے اُس کا مقصد و مدعا قوم کی فلاح و بہبودی ہی ہو۔ شخصی منافع کی طرف اُن کی توجہ منتقل نہیں ہوتی۔ بلکہ قومیت کی رسن کو مضبوط کرنے اور اُسکے ذریعہ دنیا میں انوارِ رسالت نبوی پھیلانے کا جوش زوروں پر ہوتا ہے۔

جب ہم اِس امر پر غور کریں۔ کہ انفرادی قوت اور اجتماعی طاقت کیا حیثیت رکھتی ہے۔ تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ واقعی شخصیت جمہوریت کی غلام ہے۔ جمہوریت نے اقوامِ عالم کے اندر ترقی و معراج کا وہ ہیجان پیدا کیا۔ کہ قومیں اُس کی برکت سے زوالِ نکبت و ادبار کے پنجہ سے رہا ہوئیں۔ اور آج اقطائے عالم میں اپنے رعب و سطوت اور جبروت کا سکّہ منوا رہی ہیں۔ نبی کریم صلعم دنیا کے لئے نورِ ہدایت بنکر آئے۔ آپ کی ذات کو خدا تعالےٰ نے جہان کے لئے رحمت کا موجب قرار دیا۔ اور آپ کے ذریعہ وہ شمعِ ہدایت عالم کے لئے زمین پر آئی کہ جسکی روشنی مدھم پڑنے اور گُل ہونے کے نام سے بھی آشنا نہیں۔ جس کی ضیاء باری نے دنیا میں وہ کام کیا۔ اور وہ نام حاصل کیا کہ جس کا مختصر سا ذکر بھی باعثِ طوالت ہے۔ کتب سیر و تواریخ عالم کے اوراق کو زیب و زینت اُسی کے ذریعہ ہوئی ہے۔ یہ وہ خدا کا فضل تھا۔ کہ جو خدا نے اپنے بندوں پر کیا اُسکی قدر نہ کرنا دراصل کفرانِ نعمت ہے۔ اور اسی نقطۂ خیال سے منکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ منکر نعمائے الٰہی قرار دئے جاتے ہیں۔ کیونکہ بنی نوعِ انسان کے لئے جو آسان اور سہل تر راہیں وصول الی اللہ کی حضور پر اللہ تعالےٰ نے ظاہر کیں اور جو قانون و ضابطہ ذاتِ بیچون و چرا نے ... بنی آدم کیلئے نازل فرمایا وہ بذاتِ خود ایک نعمت غیر مترقبہ اور مائدہ بے نظیر ہے اِس مائدہ سے منہ پھیرنا اور کوچۂ عشق کی سہل تر راہوں کو چھوڑ کر مشکلات کے پُرخار دشت میں اُلجھنا۔ کوڑ مغزی اور بے عقلی و کج فہمی نہیں تو اور کیا ہے؟ اَے اولادِ آدم! تو دنیا کو اگر چین و راحت کی جائے قرار دے کر اگر کسی ضابطہ و قانون کے ماتحت نہ چلے۔ تو کس طرح راحت نصیب ہو سکتی ہے۔ ... اور اسی ضابطہ

اور قانون پر نظر ڈالو جو خدا کے مقدس و اتم مظہر صفات والا صفات سیدی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دنیا کے لئے باعثِ رحمت بنکر آیا۔ یہی وہ کامل انسان ہے۔ کہ جس نے یہ سبق دیا کہ دینی امور اور دنیاوی کاروبار مشورت اور جمہوریت سے سرسبز و شاداب ہو سکتے ہیں۔ جس کا خود بھی باوجود وحی الٰہی کی نعمت سے مالا مال ہونے کے اُس نے عملی نمونہ مختلف اوقات میں دکھلا کر عمل پیرا ہونے کی تحریک کی۔ جس کی عملی تقلید دنیا کی ہر زندہ دل قوم کرکے دُنیا میں اپنی ہستی کو مظہر عجائبات ثابت کر رہی ہے۔ جس طرح مخلوقِ الٰہی میں اور خاصکر نوعِ انسان میں ایک جیسی شکلیں و صورتیں نہیں اسی طرح دماغی خیالات بھی اسی طرح کا رنگ رکھتے ہیں اسی واسطے مختلف دماغ جس امر کے لئے آراء پیش کریں وہ مجموعہ خیر و خوبی۔ فلاح و بہبودی ہو سکتا ہے۔ اس لئے خدا کے مقدس رسول صلعم اور نوعِ انسان کے سچے مونس اور حقیقی خیرخواہ نے یہ طریق رائج کیا ✣

سالانہ جلسوں کی غرض

سالانہ جلسوں کی غرض اگر صرف کھیل کود اور تماشے تک محدود ہو تو بالکل بیہودہ حرکت ہے لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ اِن کی ضرورت محض اسلئے ہے۔ کہ قوم کے مختلف دماغ قوم کی فلاح و بہبودی اور دینِ متین کی خوبیوں کو اقطائے عالم میں پھیلانے کے لئے تجاویز پیش کر سکیں اور اُس کے لئے آسان تر راہیں اختیار کریں اور اُس کے لئے ضروری سامان مہیا کرنے میں بھی کوشاں و جویاں ہوں سو قوم کو ہر سالانہ جلسہ پر ان امور کو ذہن نشین کرکے تشریف لانا چاہئے۔ اور اس کے لئے بہترین آراء اور مشورے پیش کرنے از بس ضروری ہیں۔

(۱) غیر مسلموں (ہندوؤں عیسائیوں آریوں وغیرہ کو) شرک کے گہرے اور خطرناک غار سے چھڑانے کے لئے کونسے وسائل اختیار کرنے چاہئے۔

(۲) مسلمانوں کے دلوں سے قبر پرستی تعزیہ پرستی اور آپس میں جنگ و جدل کرنے کی وبا کو دُور کرنے کے لئے کونسا ذریعہ بہتر ہے

(۳) ان مذکورہ بالا ہر دو امور کے حاصل کرنے کے لئے کس قسم کے انسان مطلوب ہیں۔ آیا اشاعت اسلام کالج میں تعلیم پانیوالے حضرات کی مختصر سی جماعت اتنی بڑی غرض کے لئے کافی ہے۔ یا ایسے حضرات کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے؟

(۴) اس بڑے اور اہم کام کے لئے مالی ایثار کرنا اور اہلِ ہمت اصحاب کا اپنے آپ کو پیش کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۵) احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کا قائم کرنا کس غرض کے لئے ہے۔ کیا مذکورہ بالا اغراض کے لئے ہی وہ عرصۂ ظہور میں آئی ہے یا نہیں؟

(۶) اگر اُس کی یہی غرض ہے تو اُس کے اغراض و مقاصد کو پورے کرنے کے لئے پوری ہمت اور سچے جوش سے کام کرنا ہمارا فرض ہے کہ نہیں؟

(۷) بالآخر اس امر پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے قیام کی کیا ضرورت ہے۔ اگر دنیا میں اسلام کی عظمت و عزت برقرار رکھنے اور اقوامِ عالم کو اُس کی ضیاء سے فائدہ بخشنے کے لئے ہی ہے۔ تو اے احمدیو! اُٹھو اور احمدیہ اشاعت اسلام لاہور کو مالی امداد دینے اور اُس کے اغراض و مقاصد کو پورا کرنے کے لئے اپنے وجودوں کو پیش کرو۔ ہمارے اپنے خیال میں اس وقت سب سے بڑی ضرورت جن امور کی انجمن کو ہے وہ صرف دو ہی ہیں۔ ایک تو مالی امداد کی۔ اور دوسرے کارکن اور صدقِ دل سے خدا کے لئے اور دینِ متین کی عزت کیلئے کام کرنے والے حضرات کی۔ پس سالانہ جلسہ میں احباب کو ان ہر دو اغراض کو پورا کرنے کے لئے بہترین مشورے دینے اور مال و جان سے امداد دینے میں سعی بلیغ کرنی چاہئے۔ تاکہ عملی طور پر یہ معلوم ہو کہ تم نے اللہ تعالےٰ کی محبت اور دین کے عشق کو کس حد تک سمجھا ہے ✣

انسدادِ میخوشی ✣

الحمدللہ کہ اس تباہ کن مرض سے دنیا کو نجات دلانے کے لئے آج ہر چہار اطراف سے اس کے خلاف آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔ اور عملی طور پر اسکے انسداد میں بہت سی زبردست ہستیاں ... نظر آتی ہیں۔ خود ملکہ معظم نے اپنے محلات ...

اس کا داخلہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ ممنوع قرار دیکر برطانوی رعایا کو اس سے باز رہنے کی نصیحت کی۔ جسکے خوش گوار نتائج اب ظاہر دل کی صورت میں رونما ہونے لگے ہیں۔
روس میں تو اس کے خلاف سخت جہاد برپا ہے۔ جس میں بہت سی کامیابی بھی ہوئی۔ اب یہ سُنکر اور بھی خوشی ہوئی ہے۔ کہ ہندوستان کی وہ مایہ ناز ہستی جو ہر ایک مفید ملک و ملت کام میں ہمیشہ پیش پیش نظر آتی ہے۔ یعنے ہر ہائینس والیہ بھوپال۔ اُس نے بھی اپنے علاقہ میں میخوشی کے انسداد کے لئے خاص جد و جہد شروع کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہر ہائینس موصوفہ کو اس نیک کام میں بامراد کرے۔ آمین!!
امرتسر میں بھی میونسپلٹی فروخت شراب کا انصرام اپنے ہاتھ میں لیکر اس کی تحدید اور بالآخر استیصال کر دینا چاہتی ہے۔ تو یہ کوششیں ... امی لقب انسان کے اُس ذرا سے اشارہ کے سامنے جسنے نہ صرف مدینہ کی گلیوں میں شراب کی نہریں بہا دیں اور ایک آن کی آن میں گھروں میں ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا بلکہ تمام عرب سے ہمیشہ کے لئے اس کا استیصال کر دیا۔ بلحاظ نتائج کوئی حقیقت و وقعت نہیں رکھتیں۔ لیکن ہر ایک شخص ولیسا اثر۔ ویسی قوتِ قدسی اور دل و دماغ کہاں سے لائے جیسا کہ محمد رسول اللہ صلعم کے اندر ودیعت شدہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم کا ثانی نہ کبھی پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ ہاں ضرورت ہے کہ آپ کے اُسوۂ حسنہ پر کاربند ہو کر لوگ اس کے فیض سے حصہ لیں ✣

گُناہ کی نامعقول تعریف

۱۶ نومبر ۱۹۱۶ء کے آریہ گزٹ لاہور میں ضلع ہوگلی کے گاؤں گورد سپور کے ایک اسی سالہ مسلمان کے نکاح ثانی پر نہ صرف اعتراض ہی کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو اخبار مذکور کے لائق مدیر نے گناہ قرار دیا ہے۔ اور اسلامی شریعت کا فتوےٰ اس بارے میں دریافت کیا ہے۔ لڑکی کی عمر تیس سال بیان کی ہے۔ اور اسی سالہ مسلمان کے پوتوں دوہتوں بلکہ پوتوں کے بچوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ نکاح ثانی کو خواہ وہ کسی عمر میں قوائے کے صحیح سالم ہونے کی حالت میں کیا جائے گناہ ٹھہرانا سخت درجہ کی ناسمجھی معلوم ہوتی ہے۔ شریعت اسلام ایڈیٹر صاحب کے نقطۂ خیال جیسے کمزور اور نامعقول امور کے لئے بندش نہیں کرتی۔ جسکے قوائے صحیح سالم اور کام کرنے کے لائق ہوں اور جو امور خانہ داری کے فرض کو ادا کرنے کی قوت و طاقت رکھتا ہو اسکو نکاح و بیاہ ثانی سے ہی روکتا ہے۔ اگر صحیح قویٰ سے کام لینا ایڈیٹر صاحب کے مذہب میں خاص عمر ... کے گناہ ہو جایا کرتا ہے تو اس سے بہت سے امور ایڈیٹر صاحب کے نقطۂ خیال سے نامعقول اور گناہ ہو جاوینگے۔ اسلام نے حکم نہیں دیا کہ جو پوتوں اور دوہتوں والا ہو جائے وہ اپنے پاک جذبات کی بیقدری کرنے کی طرف رجوع کرے شادی کی غرض جنکے ہاں صرف اولاد پیدا کرنا ہو۔ وہ واقعی اولاد کی موجودگی میں نکاح ثانی کو گناہ و خطا سمجھ سکتے ہیں لیکن اسلام کے نزدیک صرف اولاد ہی نہیں بلکہ اُسکے پیش نظر اُن تمام فطرتی ضرورتوں کا پورا کرنا ہے جس کے لئے ایک مرد کو ایک عورت اور ایک عورت کو ایک مرد کی فطرتی پیاس ہوتی ہے انسان فطرتاً ایک ہمجنس ساتھی اور تسکین دہ وجود کا محتاج نظر آتا ہے۔ اور اسی لئے اُس کی شادی خانہ آبادی کی جاتی ہے۔ تاکہ پاک فطرتی پیاسوں کو ایک ضابطہ اور قاعدہ کے اندر کام کرنے کا موقعہ ملے اور اولاد اُس کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اگر فطرتی ضروریات کے پورا کرنے کا نام گناہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آریہ لوگ گناہ کی حقیقت سے ناآشنا ہو کر ہی خواہ مخواہ نتائج کا شور مچا رہے ہیں۔ لطف تو یہ ہے۔ سماجی دوست نکاح کو تو گناہ قرار دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ مگر نیوگ کے لئے کوئی فتوےٰ ایجاد نہیں کرتے۔ اگر گناہ کی حقیقت دراصل وہی ہے جو لائق ایڈیٹر کے رشحاتِ قلم سے ظاہر ہوئی ہے۔ تو افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ اس کو قبول کرنے سے مسلمان معذور ہیں ✣

ایک غلط فہمی کا ازالہ

ایک بہت بڑی غلطی جو اسلامی مسئلہ تعدد ازدواج کی حقیقت و ماہیت کو سمجھنے میں کی گئی ہے وہ ان واقعات کو جو بعض غلط کار انسانوں کے ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل نہ قائم رکھنے سے رونما ہوتے ہیں اِس اجازت کا لازمی نتیجہ سمجھ لینا ہے۔ چنانچہ ... نے اپنی ایک تازہ اشاعت میں ایک

بطور استعارہ و مجاز نہ کہا اسی طرح اخیر تک کہا۔ جس طرح پہلے اپنے آپکو لغوی معنوں میں نبی کہا اور فرمایا کہ اسلامی اصطلاح الگ ہے اس جگہ صرف لغوی معنے مراد ہیں۔ اسی طرح اخیر تک کہا۔ جس طرح اپنے آپکو مجازی نبی پہلے کہا اسی طرح اخیر تک کہا۔ جس طرح جزوی طورپر انوارظلی اور بروزی نبی پہلے لکھا اسی طرح اخیر تک لکھا اور کبھی اور کسی وقت بھی حقیقی اور کامل نبی ہونیکا دعویٰ نہیں کیا۔ دعویٰ نبوت کر بھی کیسے سکتے تھے۔ اگر ایک طرف اُنکے دو ایک غیر قرآنی الہامات اُنکو نبی کہتے تھے۔ تو دوسری طرف اُنکے بہت سے ایسے الہامات اُنکو غیر نبی قرار دیتے تھے۔ اگر چند الہامات میں اُنکو گذشتہ نبیوں کے ناموں سے پکارا جاتا تھا تو بہت سے الہامات میں اُنکو گذرے ہوئے غیرنبی لوگوں کے ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا۔ اگر ایک الہام نبی اللہ کہتا تو دوسرا الہام اُن کو انت محدث اللّٰہ بھی کہتا تھا۔ پھر ان الہامات اور وحیوں سے آپ اپنے نبی ہونے پر حجت شرعی کیسے پکڑ سکتے تھے۔ سچ پوچھو تو یہ فرضی نبوت جو قادیان کے گدی نشین نے حضرت مرزا صاحب کی بنالی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی نبوت حقیقی کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی اور کسی پہلو میں بھی کسی نبی کی نبوت سے نہیں ملتی نہ صورت وحی میں نہ ایک ہی طرز کی وحی ہونے کی وجہ سے دعویٰ نبوت کرنے میں۔ نہ تحدی کی پیشگوئیاں پوری ہونے میں نہ جبرائیل کے مسلسل طورپر ۲۳ برس تک وحی لانے میں۔ نہ اپنی مادری زبان میں وحی پانے میں نہ احکام و عقائد دین کے متعلق وحی حاصل کرنے میں وغیرہ وغیرہ بہت سے امور ہیں جو کافۂ انبیاء و رسل میں بطور شرط اور لوازم نبوت کے پائے جاتے ہیں۔ مگر مرزا صاحب میں نہیں پائے جاتے۔ اول تو یہی ثابت نہیں کہ کسی نبی کی کسی وحی نے کسی وقت کسی نبی کو کسی گذشتہ نبی کے نام سے پکارا ہو یا کسی نبی کی وحی نے کسی وقت کسی نبی کا نام محدث یا امتی رکھا ہو۔ اسی لئے یہ بھی قدرت ربی ہے کہ جو منجانب اللہ وحیاں اور الہامات حضرت صاحب کو ہوئی ہیں اُن سے بھی قیامت تک آپکا نبی ہونا ثابت نہیں ہوسکتا۔ بھلا یہ بھی کسی نے کسی نبی کی ایسی وحی دیکھی یا پڑھی ہے جس میں اُسکو ہی مریم اور اُسکو ہی عیسےٰ کہا گیا ہو۔ یا اُسکو ہی نوح اُسکو ہی ابراہیم۔ اُسکو ہی یعقوب اُسکو ہی اسمٰعیل اُسکو ہی داؤد۔ اُسکو ہی سلیمان۔ اُسکو ہی یوسف۔ اُسکو ہی محمدؐ کہتی ہو۔ نبیوں کی وحی میں کبھی ایسا نہ پاؤگے۔ ہاں اولیاء اللہ کی وحیوں میں ایسا ضرور پاؤگے اسی لئے یہ بھی شان ربی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو الہام کے ذریعہ نبی کی تعریف ہی نہیں بتلائی گئی۔ ورنہ یہ بھی ایک بڑا فساد اُٹھتا کہ آپ نبی کی الہامی تعریف کے رو سے نبی ہیں۔ خاکسار محمد یٰسین مرزم ملیشہ۔ (باقی آئندہ)

تازہ خبریں

رزمگاہ مصر۔ لنڈن ۱۵ر نومبر۔ قاہرہ۔ سرکاری طورپر اعلان کیا گیا ہے۔ کہ قاہرہ میں ۱۲ ر ۱۳ کی درمیانی رات کے ہوائی حملہ سے ۱۷ اشخاص مقتول اور ۲۵ مجروح ہوئے۔ مذکورہ بالا تعداد میں ۴ یورپین مقتول اور ۴ مجروح شامل ہیں +

آزادی عرب۔ لنڈن ۱۵ر نومبر۔ قاہرہ۔ شریف مکّہ نے حجاز میں زیر صدارت شیخ محمد شعیب عربی سینیٹ کے قیام کے متعلق ایک فرمان جاری کیا ہے +

رزمگاہ بلقان۔ لنڈن ۱۶ر نومبر۔ سالونیکا۔ فرانسیسی وسروی سپاہ نے جنوب پٹورس میں غنیم کے تمام قیامات پر قبضہ کرنے کے بعد جرمن مدافعین میں سے جو شدید نقصان اٹھانے کے بعد فرار ہوگئے ۵ سو قیدی گرفتار کئے۔ اور سرویوں نے دیہات پٹورس وناگز پر قبضہ کرلیا۔

لنڈن ۱۶ر نومبر۔ ایک سروی مراسلت مظہر ہے کہ ہماری سپاہ نے ۱۴ر نومبر کو فرانسیسی سپاہ کی مدد سے جنوب مشرق پٹورس میں غنیم کے تمام قیامات پر قبضہ کرلیا۔ وہ جرمن مدافعین جو غارتگری سے بچ گئے۔ یا تو گرفتار ہوئے یا فرار ہوگئے۔ ۵ سو سپاہی اور سات سو افسروں کی گرفتاری عمل میں آئی تا حال مال غنیمت کا اندازہ نہیں کیا گیا دیہات پٹورس وناگز پر گولہ باری کی گئی۔

لنڈن ۱۶ر نومبر۔ سالونیکا کی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ برطانوی سپاہ نے جھیل ٹاہینرس کے مشرقی کنارے پر موضع کاکاری پر شاندار بہادری کے ساتھ قبضہ کرلیا اور بلغاروی سپاہ دریائے نہور کے بائیں کنارے کی جانب لپسپا ہوگئی۔ دریائے سرنا پر برفباری اور بارش کے باوجود بھی ہماری جارحانہ کارروائی کامیابی کے ساتھ جاری رہی۔ دریائے سرنا کے دہانہ کے قریب لڑائی نے بڑی خونریز شکل اختیار کرلی ہے۔ ٹیوٹن وغیرہ کی حملوں کو شدید نقصان کے ساتھ لپسپا کردیا گیا ہے۔ اور چارسو جرمن قیدی گرفتار کئے گئے ہیں فرانسیسی وسروی سپاہ نے پٹورس سے جاڈلوک کی جانب پیشقدمی کی۔ غنیم نے دریائے سرنا کے مغرب اپنے مستحکم قیام کو جسے کہ وہ مہینوں سے مستحکم بنا رہا تھا ترک کردیا۔ شمال کنالی میں وسیع میدان میں فرانسیسی وروسی افواج نے غنیم کا تعاقب کیا اور وہ جنوب مناستر میں ۶ کلومیٹر تک دریائے ویبرد کے دائیں کنارے پہنچ گئے۔

لنڈن ۱۷ر نومبر۔ نامہ نگار ریوٹر مقیم فرانسیسی ہیڈکوارٹر سالونیکا بیان کرتا ہے کہ فرانسیسی سپاہ نے شدید معرکہ آرائی کے بعد کنالی پر قبضہ کرلیا اور وہاں وہ گلے تک پانی میں غرق تھے۔ اور غنیم خط مدافعت سٹرکا کی جانب جو کنالی سے جسپر کہ غنیم نے ایک سال صرف کیا تھا۔ اور جنرل میکسن نے اسے منتخب کیا تھا کہیں معمولی سے لپسپا ہوگیا +

رومانوی محاذ۔ لنڈن ۱۶ر نومبر۔ بخارسٹ۔ آٹھ جرمن ہوائی جہازوں نے شہر پر بمب کے گولے پھینکے۔ جن سے کہ چار سویلین مقتول اور ۲۰ مجروح ہوئے۔

لنڈن ۱۶ر نومبر۔ ایک روسی مراسلت مظہر ہے کہ رومانوی سپاہ نے کیمپولنگ پر جہاں کہ غنیم بہت سی بھاری توپیں استعمال کررہا ہے شدید نقصان کے ساتھ لپسپا کردیا۔ اب پھر ہم نے علاقہ دوبرجا میں جنوب کی جانب ترقی کی ہے۔

ایک رومانوی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ مغربی مالدیویہ وڈرا سکولا میں غنیم کے حملوں کو شدید نقصان کے ساتھ لپسپا کردیا گیا ہے۔ ہم علاقہ جیول میں اور دریائے آلٹ کے بائیں کنارے پر لپسپا ہوگئے ہیں +

آبدوزوں کی جنگ۔ لنڈن ۱۶ر نومبر۔ ہیوڈن۔ ایک جرمن آبدوز نے جو ولندیزی ساحل اور ولندیزی تارپیڈو کشتیوں کے بیڑہ سے دیکھی جاسکتی تھی۔ ولندیزی ٹرالروں پر جو ولندیزی پرچم بلند کئے ہوئے تھے آتشباری کی۔ تمام گولے جہاز تک نہ پہنچے۔

لنڈن ۱۶ر نومبر۔ مندرجہ ذیل جہاز غرق کردیئے گئے ہیں۔ برطانوی۔ پولین۔ یونانی باربرا۔ ناردیجن۔ ڈوکلکن ہسپانوی اور منلامی +

آبدوزوں کی تباہی۔ لنڈن ۱۵ر نومبر۔ لارڈ کریو نے دیوان عام میں کہا۔ کہ امارت بحریہ آبدوزوں کے تباہ کرنے میں بڑی کامیاب ہوئی ہے۔ اور یہ فرض کرنا کہ جدید ترین قسم کی آبدوزوں کے متعلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بڑی غلطی ہے۔ جس طرح کہ پہلے گذر چکا ہے ناکہ بندی زیادہ موثر ثابت ہورہی ہے +

اسلامی لٹریچر کا بہترین مجموعہ کتبخانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

سلسلہ تصنیفات احمدیہ جلد اول | جس میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود کی مشہور معرکتہ الآراء تصنیف براہین احمدیہ ہر چہار حصص کو جمع کردیا گیا ہے اس میں حقانیت اسلام اور صداقت نبوت محمدیہ کو دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ سے ثابت کیا گیا ہے حجم ۵۴۳ صفحات قیمت فی جلد قسم اول مجلد ہے قسم دوم مجلد عہ قسم اول مجلد عہ قسم دوم مجلد عہ

اے ویسٹرن اویکننگ ٹو اسلام | (مغرب کی اسلام کے متعلق) (انگریزی) مصنفہ رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ۔ جس میں لارڈ موصوف نے اپنی بیس سالہ تحقیقات سے اسلام کا حال نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہے اور حقانیت اسلام کے بعض اور اور دلائل دیئے ہیں (ولایت کے طبع شدہ نہایت خوبصورت جلد بندھی ہوئی) قیمت فی جلد ۲ر۱ر۔

ٹیچنگز آف اسلام | (یعنی اصول اسلام کی فلاسفی) انگریزی۔ ترجمہ لیکچر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود جو لاہور کے عظیم الشان "جلسہ اعظم مذاہب" میں اُردو پڑھا گیا اور منتظمین جلسہ کے علاوہ لاہور کے مشہور اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے بھی اُسکے اعلیٰ ہونے کی شہادت دی۔ اس میں انسان کی جسمانی۔ اخلاقی اور روحانی حالتوں (۲) زندگی کے بعد حالت یعنی عقبیٰ۔ (۳) دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض اور وہ کیونکر پوری ہوسکتی ہے۔ (۴) کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا و عاقبت میں کیا ہوسکتا ہے۔ (۵) علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں وغیرہ پانچ امور پر اسلامی نقطۂ خیال سے نہایت شرح وبسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ اسلام ہی کی تعلیمات اس بارہ میں کامل و مکمل اور فطرت صحیحہ کے عین مطابق ہے۔ مغرب میں یہ کتاب اسلام کی تبلیغ کا ایک اعلیٰ ذریعہ ثابت ہوئی ہے اور بہت سے انگریز ان کے مطالعہ سے داخل حلقۂ اسلام ہوئے ہیں۔ نہایت اعلیٰ کاغذ اور عمدہ ٹائیپ اور خوبصورت جلد کے ساتھ ۱۹۵ صفحات پر ولایت میں طبع ہوئی ہے قیمت فی جلد عہ +

اسلام اینڈ مسلم پریئر | (انگریزی) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری جس میں اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے پر نہایت زبردست دلائل دیئے گئے ہیں۔ اور اصل عربی نماز معہ انگریزی ترجمہ لکھنے کے ساتھ اسکے اسرار و عوارض پر بھی دلایل قاطعہ سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ ۱۶ صفحات پر تمام ہوئی ہے قیمت فی جلد ۴ر

اسوۂ حسنہ | مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری۔ جس میں نہایت دلچسپ پیرایہ میں آنحضرت صلعم کو بنی نوع انسان کا زندہ اور کامل نمونہ ثابت کیا گیا ہے۔ حجم ۱۲۸ صفحات قیمت فی جلد ۴ر +

غلامی | مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی۔ جس میں اسلام کو غلامی کا سب سے بڑا دشمن اور بیخ کن ثابت کرکے اُن تمام اعتراضات کو رد کیا گیا ہے جو اس بارہ میں اسلام پر کئے جارہے ہیں۔ ۸۰ صفحات قیمت فی جلد ۳ر +

عصمت انبیاء | مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اس میں قرآن کریم سے کل انبیاء علیہم السلام کو گناہوں سے پاک اور باعصمت ثابت کیا گیا ہے۔ اور ان اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ جو عیسائیوں کی طرف سے اس بارہ میں کئے جاتے ہیں۔ حجم ۲۳۲ صفحات قیمت فی جلد (۱۴ر) +

سکھ ازم | (انگریزی) مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ اس میں حضرت بابا نانک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بدلایل قاطعہ ایک اور سچا مسلمان ثابت کیا گیا ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ حضرت باوا صاحب کا تلقین کردہ سکھ مذہب عین اسلام ہے حجم ۳۰ صفحات۔ قیمت ایک آنہ .... (۱ر)

اسلام اینڈ کرسچینیٹی | (انگریزی) حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری کا وہ لیکچر کیمبرج یونیورسٹی میں دیا (۳ر)

پیغام صلح | مصنفہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود۔ جس میں [illegible] مسلمانوں کے اتحاد کے بارہ میں چند [illegible] شرائط [illegible] کی گئی ہیں۔ اور ہندو مسلم نفاق کے اصل وجوہ پر روشنی ڈالی گئی ہے حجم [illegible]۔ (۰ر)

مرقات الیقین فی حیات نورالدین | حضرت مولینا مولوی حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ کی خود نوشت سوانح عمری جو ۲۷۲ صفحات پر ختم ہوئی ہے اور بہت سے دلچسپ مباحث پر مشتمل ہے۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ .... (عہ)

النبوۃ فی الاسلام | مصنفہ حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی۔ اس میں مسئلہ نبوت و رسالت پر قرآن کریم احادیث اور اقوال آئمہ سے مبسوط بحث کرکے ثابت کیا ہے۔ کہ نبوت آنحضرت صلعم پر ختم ہوچکی۔ آپ کے بعد صرف محدثیت و مجددیت باقی ہے جو اولیائے امت کو ملتی رہی۔ اور اُن ہی میں سے حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود بھی تھے۔ خود حضرت مرزا صاحب کی عبارات سے آپ کے دعاوی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حجم ۵۵۶ صفحات قیمت فی جلد عہ +

صحیفہ آصفیہ | یعنی تبلیغ بحضور نظام۔ مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے۔ ایل ایل بی مسلم مشنری حجم ۹۶ صفحات (۲ر)

الوصیت | حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی وہ وصیت جو آپ نے ۱۹۰۵ء میں جماعت کو کی۔ اور اس میں بتایا کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت کو کیا کرنا چاہئے۔ معہ فوٹو تحریرات حضرت مرزا صاحب وحواشی حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل۔ بی۔ قیمت فی جلد ۲ر +

القول المجید فی تفسیر اسمہ احمد | مصنفہ حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب امروہی جس میں پیشگوئی اسمہ احمد کا اصل اور حقیقی مصداق آنحضرت صلعم کو ثابت کیا گیا ہے اور میاں محمود احمد قادیانی کے مخترعہ عقائد متعلقہ تکفیر غیر احمدیان اور نبوت مسیح موعود کی بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ تردید کی گئی ہے۔ حجم ۱۳۴ صفحات۔ قیمت فی جلد (۸ر)

آیات الٰہی فی ردمارت مہرشاہی | جس میں مولوی محمد یٰسین صاحب دانوی نے مولوی قائم علی فاضل لاہوری کے اعتراضات متعلقہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جواب دیا ہے۔ قیمت فی جلد [illegible]

مہتمم کتبخانہ [illegible] کا پتہ [illegible]

ایک مسلمان خاتون کی وہ دردناک داستان سنائی ہے جو اُسنے اپنے خاوند کے ایک دوسری بیوی سے ہی میل دملاپ رکھنے اور اس کی طرف توجہ کرنے کے بارہ میں اپنی کسی سہیلی کو لکھکر بھیجی ہے۔ بیشک اس خاتون کی کہانی بہت دردناک ہے اور اُس کے خاوند کا یہ ناروا رویہ لائق صد نفرت واحتساب لیکن اس سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ چونکہ اسلام نے تعدد ازدواج کی اجازت دی ہے۔ اس لئے اسکے ان اعمال کا ذمہ دار اسلام ہے اور اس کی دی ہوئی اجازت ہر حال میں غیر مفید۔ کسی چیز کا ناجائز استعمال اور اُسکے بد نتائج خود اس چیز کے ہی بری ہونے پر دلالت نہیں کرتے۔ ہمیشہ ہر ایک امر میں جہاں چند مفید پہلو ہوتے ہیں۔ وہیں چند مضرات بھی اُسکے اندر پنہاں ہوتی ہیں۔ جہاں ہم اُس کے جائز استعمال سے اُسکے مفید پہلوؤں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ وہیں کوئی شخص اُسکے ناجائز استعمال سے بعض بد نتائج بھی پیدا کر سکتا ہے۔ مسئلہ تعدد ازدواج مبنی پرحکمت اصولوں اور پاک قوانین پر مبنی ہے۔ انکو مدنظر رکھنے سے ماننا پڑتا ہے کہ یہی ایک چیز ہے۔ جو نسل انسانی کو قائم وبرقرار رکھنے اور بدیوں اور بدکاریوں سے بچانے کے کام آ سکتی ہے۔ فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ کے ارشاد خداوندی نے اس کے تمام بد نتائج کو رد کر دیا ہے۔ اگر کوئی شخص اِس ارشاد کو نظر انداز کر کے اس اجازت کے ناجائز استعمال سے کوئی بُرا نمونہ پیش کرتا ہے تو اسلام اس کا ذمہ دار نہیں نہ ہی ان پاک قوانین میں کسی قسم کا نقص مانا جا سکتا ہے بہتر ہو کہ ہمارے معاصرین ایسی باتوں پر اظہار خیالات کرتے وقت اپنے دماغوں کو ہر ایک قسم کی رواداری سے پاک کر کے ذرا اصل حقیقت پر بھی نظر ڈال لیا کریں ❖

منظوم اردو ترجمہ کلام اللہ

گو قرآن کریم کے صحیح معانی اور اُس کے الفاظ کا ٹھیک ٹھیک مفہوم شاعرانہ تنگ بندیوں سے ادا ہونا اگر ناممکن نہیں تو محال ضرور ہے۔ لیکن قابل مبارکباد ہے وہ شخص جس نے باوجود از حد دقتوں اور کٹھن مصیبتوں کے ان سب الجھنوں کو دُور کرنے میں بہت حد تک کامیابی حاصل کی ہے اسوقت ہمارے سامنے ہیں قرآن کریم کے پارہ اول کا وہ منظوم اردو ترجمہ ہے۔ جو ہمارے محترم دوست حاجی شمس الدین صاحب شائق نے حال ہی میں چھپوا کر شائع کیا ہے۔ ترجمہ میں اس بات کا اہتمام خصوصیت کیساتھ رکھا گیا ہے۔ کہ ایسا نہ ہو کہ شعر کی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے اصل آیت یا الفاظ قرآن کا مطلب خبط ہو جائے اور ہم یہ دیکھکر خوش ہیں کہ حاجی صاحب موصوف کو اس بارہ میں خاص کامیابی نصیب ہوئی ہے الفاظ کا ترجمہ بھی ٹھیک ٹھیک آگیا ہے ترجمہ کے لفظ بھی نہایت عام فہم اور سلیس ہیں اور شعر کی ضروریات کے پورا ہونے میں بھی کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ جابجا شعروں میں ہی بعض آیات پر تفسیری نوٹ بھی دئے ہیں بچوں کو قرآن کریم کے سمجھنے میں اس سے بہت کچھ مدد مل سکتی ہے ہدیہ فی پارہ صرف ۴ ر ۔ **ملنے کا پتہ:-** حاجی شمس الدین صاحب شائق (شمس الہند) چوہٹہ مفتی باقر لاہور

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ اور دیگر بزرگان ملت بحمد اللہ بخیر وعافیت ہیں۔ درس قرآن مجید جاری ہے۔ سورۃ احزاب ختم ہو چکی ہے گذشتہ ہفتہ درس میں خاتم النبین کی آیت پر حضرت امیرؓ نے ایک مبسوط تقریر فرمائی جس میں شواہد قاطعہ کے ساتھ اس باطل عقیدہ کی کہ آنحضرت صلعم کے بعد دروازہ نبوت کھلا ہے۔ تردید کی۔ یہ ساری تقریر انشاء اللہ عنقریب طبع ہو گی ❖

مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسے اور جناب مرزا خدابخش صاحب بنارس کی طرف برائے تبلیغ تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں غیر احمدیوں کے بالمقابل جلسہ ہے جس میں وہاں کے کفر باز مولویوں کی غلط بیانیوں کی تردید کی جائیگی۔ اللہ تعالےٰ کامیاب فرمائے۔ آمین! یہاں سے جاتے ہوئے ہر دو موصوفین راستہ میں دہلی ٹھہرے۔ بعد از نماز جمعہ [illegible] وہاں کے محمودیوں کو بھی تبلیغ کی جمعہ کی شام کو ایک محمودی سے مسئلہ نبوت پر بحث ہونی تھی [illegible] دہلی میں مکرمی حافظ عبدالعزیز [illegible] عبدالعزیز صاحب [illegible]

جماعت احمدیہ کے درخشندہ گوہروں میں سے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے انہیں بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے ❖

درخواست دعا۔ مکرمی شاہنواز صاحب سب انسپکٹر آجکل قلعہ پھلور میں امتحان میں مصروف ہیں۔ احباب اُنکے لئے خاص طور پر دردِ دل کیساتھ دعا فرمائیں۔ اللہ تعالےٰ کامیاب فرمائے۔

نومبائعین (۱) قاضی مظہر حق صاحب سکنہ قادیان محررا خبار پیغام صلح لاہور (۲) مسٹر محمد عزیز اللہ صاحب ترچناپلی حضرت امیرؓ کے ہاتھ پر احمدی کی بیعت

رسید زر بابو ثناء اللہ صاحب پوسٹ ماسٹر امرتسر نے مبلغ للعہ بابت چندہ تین ماہ عطا [illegible] مکرمی شیخ محمد حسین صاحب لاہور کی معرفت مفصلہ ذیل رقوم وصول ہوئیں:- ترجمۃ القرآن شیخ کریم بخش صاحب پلیڈر۔ عید فنڈ از جماعت لاہور [illegible] قیمت کھال قربانی ۵ عہ۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء ❖

مراسلات

سرگودھا میں احمدیت اور محمودیت پر بحث

(بقیہ تمہید سلسلہ مراسلات مورخہ ۔ دسمبر ۱۹۱۶ء)

ان محمودیوں کے نزدیک خدا نے فرمایا تھا کہ تجھکو مسیح ابن مریم پر پوری فضیلت حاصل ہے گر آپ لکھتے تھے کہ مجھکو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ خدا کہتا تھا کہ جو تیری دعوت قبول نہ کرے۔ اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو وہ مسلمان نہیں مگر مسیح موعودؑ لکھتے تھے کہ "ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے۔ کہ میرے دعوے کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا" اب خدارا کوئی ہمیں بتا دے۔ کہ کسی نبی نے کسی وقت ایک لمحہ کے لئے بھی وحی الٰہی کی ایسی مخالفت کی ہے جیسی کہ بقول ان محمودیوں کے حضرت مرزا صاحب نے کی۔ جس شخص نے یہ ڈھکوسلہ لگا لا ہے۔ کہ حضرت مرزا صاحب ۱۷ سال تک باوجود خدا کے صدہا دفعہ نبی کہنے کے اپنا نبی ہونا ہی نہیں سمجھتے تھے اور وحی الٰہی کے اُلٹ ہی معنے کرتے تھے۔ اگر وہ مسلمان کہلاتا ہے اور پوشیدہ دہریہ نہیں۔ تو اُس کے ایمان میں یہ بات داخل ہونی چاہیئے کہ انسان جیسے آفتاب کو دیکھکر پہچان لیتا ہے کہ یہ آفتاب ہے اُسی طرح نبی وحی الٰہی کی تجلی اور کلام الٰہی کے نازل ہونے سے ہی پہچان لیتا ہے کہ میں نبی ہوں جس دل پر درحقیقت آفتاب وحی الٰہی تجلی فرماتا ہے۔ اُس کے ساتھ کسی قسم کی تاریکی یا بھول یا ناسمجھی کی حالت نہیں رہ سکتی۔ کیا خالص نور کے ساتھ ظلمت رہ سکتی ہے جس حالت میں اُم موسےؑ کو یقینی وحی ہوئی اور اُس پر پورا یقین رکھکر اُس نے اپنے اُس بچہ کو جو نبی ہونیوالا تھا معرض ہلاکت میں ڈالدیا۔ اور خدا کے نزدیک مجرم اقدام قتل مجرم نہ ہوئی۔ تو کیا حضرت مرزا صاحب ہی صدہا یقینی اور قطعی وحیوں کی بناء پر جن میں اُن کو صدہا مرتبہ نبی و رسول کہا گیا تھا۔ نبوت کا دعوےٰ کر کے مجرم ہو سکتے تھے جو ایسے ایسے سخت فتوے آپنے مسیح موعود ہونے کے ۹ سال بعد بھی اُس شخص کی نسبت دیئے کہ وہ مسلمان ہی نہیں اور اُس کا قرآن شریف پر ایمان ہی نہیں جو اسلام میں ہو کر اور مسلمان کہلا کر اور اسلام کا پابند ہو کر خود نبی ہونے کا دعوے کرے۔ جیسا کہ لکھا:-

"کیا ایسا بدبخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوے کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔ اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی اور رسول ہوں" (انجام آتھم)

اسی طرح اپنی نسبت صدہا مرتبہ لکھا کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کافر اور کاذب جانتے ہیں۔ اب اگر محمودی مذہب اور عقائد کو سچ سمجھا جائے۔ تو وہی مفاسد لازم آتے ہیں۔ جو مسخ شدہ انجیلوں اور نصاریٰ کے عقائد کو مان کر یسوع مسیح کی صفات میں لازم آتے ہیں۔ کہ نصرانیوں کے عقیدہ اور انجیلوں کی بناء پر تو یسوع مسیح کو معمولی انسان بھی ماننا مشکل ہے چہ جائیکہ ایسا ہو دیسا مانا جائے۔ اِسی طرح مذہب محمودی کو مان کر بالبداہت ماننا پڑتا کہ نعوذ باللہ جناب مرزا صاحب کبھی نہ تھے۔ نہ نبی تھے۔ نہ رسول تھے۔ نہ مجدد تھے نہ محدث تھے نہ امام وقت تھے نہ خادم قرآن وناصر حدیث تھے۔ کیونکہ سب سے اوّل اپنے وحی کی جو منجانب اللہ

اُدا کو ہولی مخالفت کرنے والے آپ ہی تھے۔ قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اپنے آپکو مسیح موعود پیش کرنے کے باوجود اپنے آپکو غیرنبی کہنے والے آپ ہی تھے۔ ایک عرصہ دراز تک مخلوق خدا کو اِس بات کا یقین دلا کر کہ نازل ہونیوالا عیسےٰ ابن مریم ہرگز نبی نہیں۔ اور وہ حدیث ہی جھوٹی ہے جس میں نازل ہونے والے عیسےٰ کو نبی اللہ کہا گیا ہے مسیح موعود کو محدث یا مجدد یا آیت استخلاف کے ماتحت خلیفۂ رسول اللہ (یعنی غیر نبی) ظاہر کرنے والے آپ ہی تھے۔ اور پھر بقرآن کریم کے لو تقول علینا کے ماتحت پیمانۂ وحی نبوت ۲۳ برس ٹھیرانے والے بھی آپ ہی تھے۔ مگر پھر بقول ان نامرادوں کے جھوٹی نبوت کے دعوے کرکے پچیس برس تک نعوذ باللہ ہم آنا فانا ہلاک ہونے والے بھی آپ ہی تھے۔ اُدھر قرآن اور حدیث کے علم کا یہ حال تھا۔ کہ آپکو نبی کی صحیح تعریف اور نبی کے لئے نبی ہونے کے صحیح شرائط بھی نہ آتی تھیں بلکہ قرآن اور حدیث کے رد سے جو تعریف آپنے نبی کی کی تھی مثلاً یہ کہ:

(۱) "حسب تصریح قرآن کریم رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبرائیل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں"

(۲) "جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اُس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بکلی ممتنع ہے۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنے ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔ اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو"

(۳) "گو وہ (یعنے حضرت عیسےؑ) اور تمام انبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر وہ اُن ہدایتوں کے پیرو تھے جو اُن پر نازل ہوئی تھیں اور براہِ راست خدا نے اُن پر تجلی فرمائی تھی اور اُن کو خدا تعالےٰ نے الگ کتابیں دی تھیں اور اُن کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کرادیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اسپر گواہ ہے"

وہ سب کی سب معاذ اللہ غلط اور خلاف قرآن وحدیث تھی۔ اسی لئے تو اس فرقہ جدیدہ کے بانی کو نبی کی تعریف اپنے پاس سے گھڑ لینی پڑی دیکھو حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۳۳ و صفحہ ۱۱۶۔ لیکن اگر قرآن کریم اللہ القادر العالم کی طرف سے نہ ہوتا۔ اور اُس پر نبی کی یہ تعریف نہ ہوتی "فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معہم الکتاب بالحق" تو ہم یہ پڑھ جاتا۔ پس یہ فرقہ بجائے اسکے کہ تمام جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے سے خود مسلمان بنتا۔ اگر یہ اپنی عاقبت کی فکر کرتا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرنے سے خدائے قدوس کی ذات پاک پر اور اُس کے انبیاء پر کیا سخت زد پڑتی ہے۔

تو حضرت مرزا صاحب کو زمرۂ انبیاء میں شامل کر کے بدنام کنندہ انبیاء بننے کو کبھی قبول نہ کرتا وجہ یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو زمرۂ انبیاء میں شامل کرنے سے انبیاء کا تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ انبیاء کا فہم انبیاء کی فراست انبیاء کا وہ فطرتی نور اور ملکۂ نبوت انبیاء کا کبھی اور کسی وقت ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دعوے نبوت میں دھوکا نہ کھانا انبیاء کو حقیقت نبوت بہت ہی قریب سے دکھائی دینا وغیرہ امور سب خاک میں ہی ملجاتے۔ اگر انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی بھی حضرت مرزا صاحب کی طرح اپنے دعوے نبوت کو ۱۷ یا ۱۵ سال تک نہ سمجھنے والا تھا علاوہ ازیں حضرت مرزا صاحب کو وحی کے بعد ۱۷ سال تک اپنے کو نبی نہ سمجھنے میں غلطی خوردہ ماننے سے تو حضرت مرزا صاحب کا بھی کچھ باقی نہیں رہتا۔ کون ثابت کر سکتا ہے۔ کہ ۱۷ سال تک اپنے نبی نہ ہونے کی نسبت خدا کی متواتر وحیوں کی مخالفت کرکے جھوٹی تاویلیں کرنے والا اور خدا کی طرف ان کو منسوب کرنیوالا کہ خدا نے یہی علم مجھے دیا۔ اور یہی مجھپر کھولا ہے۔ کہ تیری وحیوں میں نبی کا لفظ غیر حقیقی معنوں میں ہے۔ اپنی وفات کے آخری چھ سال میں جو کچھ اپنے نبی ہونے کے بارہ میں لکھتا رہا۔ وہ ضرور خدا کی وحی کا حقیقی مفہوم سمجھنے کے بعد عین خدا کے منشاء کے موافق ہی لکھتا رہا۔ اور پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ آخری چھ سال میں اُس نے اپنے آپکو نبی سمجھنے میں غلطی نہیں کھائی۔ جب ۱۷ سال ایک بنیادی امر میں باوجود نبی ہونے کے غلطی کھا سکتے ہیں تو اس پر کیا دلیل ہے کہ چھ سال بعد اس میں کوئی غلطی نہیں کھا سکتے۔ اسی لئے اس بات کے بڑے زبردست دلائل ہمارے ہاتھ میں ہیں اور حضرت مرزا صاحب کی اپنی تحریرات کی رو سے کہ جو کچھ حضرت مرزا صاحب نے ۱۷ سال پہلے اپنے نبی [illegible] میں لکھا وہی اپنی وفات کے آخری چھ سال میں درحقیقت نبی نہ ہونے کے بارہ میں لکھا جس طرح پہلے اپنی نسبت [illegible] نبی کہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پیغام صلح

آزاد ہو روحوں اور میرا امکانات سے ہیلو کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ۔ سہ شنبہ۔ پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ للعہ ششماہی سے
سہ ماہی عہ طلباء سے سالانہ للعہ

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا — مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندریں دیں آمدہ از مادریم — ہم بریں از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست — بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام — دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او با شیر شد اندر بدن — جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام — ہر نبوت را بروشد اختتام
ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست — زو شدہ سیراب سیراب کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایلہامے بود — آں نہ از خود از ہماں جا بود

حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما زو یابیم ہر نور و کمال — وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست — ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و ز خبر ہائے معاد — ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است — منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست — منکر آں مورد لعن خداست
معجزات انبیائے سابقیں — آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
برہمہ از جان و دل ایمان ماست — ہر کہ انکار کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب — نزد ما کفر است و خسران و تباب

جلد ۴ | مدینۃ المسیح لاھور پنجشنبہ ۲۷ محرم ۱۳۳۵ سنہ ہجری المقدس مطابق ۲۳ نومبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۵۸

خطبۂ جمعہ

۱۰ نومبر ۱۹۱۶ء

از حضرت امیر مولٰنا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ

(گذشتہ سے پیوستہ)

قادیان کی موجودہ گدی نصرت الٰہی کا نتیجہ نہیں

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قادیان میں گدی بنانے میں اس قسم کی کوئی مشکل پیش آئی۔ اور کچھ سالوں یا مہینوں کے لئے ہی ہی مایوسی کی حالت طاری ہوگئی۔ اور دنیا بول اٹھی کہ یہ گدی نہیں بن سکتی تھی بلکہ ایک دن گدی بنتی ہے اور دوسرے دن بڑی بڑی خبریں چھپ جاتی ہیں۔ کہ فلاں رئیس فلاں انجمن کے آنریری۔ فلاں پریذیڈنٹ۔ فلاں ایڈیٹر۔ فلاں پیسے آدمی نے بیعت کرلی۔ اور سب طرف سے کامیابی کی مبارکیں ملنے لگیں بلکہ سب سے پہلے جلسہ میں ہی تخت خلافت مبارک کے نعرے بلند ہو گئے۔ ہاں

نصرت الٰہی کن کے ساتھ ہے

نصرت الٰہی ان لوگوں کی دستگیر ہوئی۔ جن کو کہا گیا کہ یہ تین چار آدمی ہیں۔ خود ہی خوار ہو کر بیعت کرلیں گے کبھی جماعت نہیں بن سکتی بلکہ جن کی دوسرے ہی دن تباہی کی پیشگوئیاں شائع کی گئیں۔ اور ایسی مایوسی کی حالت تھی کہ یہ یقین کرلیا گیا۔ کہ بس یہ ہلاک شدہ ہیں لیکن باوجود اس کے باوجود سخت مشکلات کے سامنوں کے اللہ تعالیٰ نے نصرت فرمائی۔ اور ایک جماعت کو کھڑا کر دیا۔ اور اب خدا کے فضل سے وہی جماعت دوسرے فریق میں سے اعلےٰ سے اعلےٰ انسانوں کو اپنے ساتھ ملاتی چلی جاتی ہے۔ تو یہ تو نصرت الٰہی کے چھوٹے چھوٹے نظارے

کامل نصرت آنحضرت صلعم کیساتھ تھی

ہیں۔ کامل نصرت کا نظارہ اللہ تعالےٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کی زندگی میں دکھایا۔ کن کن مشکلات اور مصائب سے نکال کر کس قدر عظیم الشان کامیابی عطا فرمائی۔ اور جوق درجوق لوگوں کو دین کے اندر داخل کیا۔ اسی کے متعلق فرمایا۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح و رأیت الناس یدخلون فی دین اللّٰہ افواجا۔

استغفار کے معنے

لیکن اصل بات جو میں یہاں بتانا چاہتا تھا وہ ہے۔ اس سے اگلے الفاظ فسبح بحمد ربک واستغفرہ پر بحث یہاں جو استغفار کا حکم دیا۔ تو اس استغفار کے لفظ کے اوپر بھی وہی اعتراض ہوتا ہے۔ کہ اس سے آپ کے نعوذ باللہ گنہگار ہونے کا شبہ پڑتا ہے۔ آپ کے استغفار کی حقیقت میں کئی دفعہ بیان کرچکا ہوں۔ استغفار محض حفاظت طلب کرنے کے معنوں میں بولا گیا ہے یعنی الٰہی حفاظت کے محتاج ہوتے ہیں وہ حفاظت الٰہی کے طلبگار رہتے ہیں۔ اور چونکہ آنحضرت صلعم ہمیشہ حفاظت طلب کیا کرتے تھے۔ اسی لئے حدیثوں کے اندر آتا ہے کہ

رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ کہ میں دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں۔ ستر کا لفظ عربی میں غلبہ پر بولا جاتا ہے۔ ستر مرتبہ استغفار پڑھنے سے مراد استغفار پر حد درجہ زور دینا ہے۔ نبی کریم صلعم نے چونکہ کمال کے ساتھ حفاظت الٰہی طلب کی۔ اس لئے اس کمال کو ستر مرتبہ کے لفظ سے تعبیر کیا۔

یہ استغفار کن کے لئے تھا

یہاں جو لفظ فرمایا ہے۔ واستغفرہ۔ اس سے اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار لیں تو اس کا تعلق بظاہر فتح اور نصرت کے ساتھ کوئی نہیں۔ خوب غور کر کے دیکھ لو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے لئے استغفار کی اس موقع پر کوئی خاص ضرورت نہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ چونکہ اس عظیم الشان فتح اور نصرت الٰہی پر جوق درجوق ایسے لوگ دین کے اندر داخل ہوئے ہیں۔ جنہیں ابھی دین کی کوئی خبر نہیں۔ آپ کی صحبت سے حصہ لینے کا انہیں موقعہ نہیں ملا۔ اس لئے ان کے واسطے استغفار کی ضرورت ہے۔ اور اسی کا حکم یہاں دیا ہے۔ کیونکہ یہ لوگ ابھی کچے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کی وجہ سے کوئی فتنہ برپا ہو۔ یا کسی اور ابتلاء میں نہ آجائیں۔ ایک تو وہ خالص لوگ ہیں جو ابتدا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھ کر آپ کا پہلے سے ساتھ دے کر اور مشکلات کو سہہ کر پکے ہو چکے ہیں۔ ان کو دین سے خوب واقفیت ہے۔ لیکن ایک وہ بھی ہیں۔ جو پچھلے زمانہ میں فتح و نصرت کے وقت داخل ہوئے ہیں۔ ان کو ابھی نہ دین سے پوری واقفیت ہے اور نہ آپ کی صحبت نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے فرمایا ان کے لئے استغفار کرو۔ حفاظت الٰہی طلب کرو۔ یہ وقت ہے جب فتح و نصرت آلٰہی آتی ہے اور لوگ گروہ در گروہ آکر دین کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا خطرہ ہی ہوتا ہے۔ تو یہاں نبی کریم کیلئے اپنے لئے نہیں۔ بلکہ دوسروں کے لئے استغفار کا حکم ہوا ہے

آنحضرت صلعم دوسروں کیلئے بھی استغفار فرمایا کرتے تھے

اور قرآن کریم کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ دوسرے لوگوں کے لئے استغفار کیا کرتے تھے۔ منافقوں کے متعلق فرمایا۔ سواءٌ علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم۔ جس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ دوسروں کے لئے آپ استغفار کیا کرتے تھے۔ بلکہ ایک حدیث میں ہے۔ کہ ایک شخص کے لئے دعا کرنی چاہی۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ تو منافق ہے۔ اور منافقین کے لئے قرآن میں آیا ہے۔ کہ استغفر لھم او لا تستغفر لھم۔ پھر آپ کیوں اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے کبھی استغفار سے روکا نہیں۔ مجھے اختیار دیا ہے۔ تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے لئے استغفار کیا کرتے تھے۔

مرتدین عرب سے کون لوگ مراد ہیں

وہ لوگ جن کے متعلق یہاں استغفار کا حکم دیا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہی میں سے کچھ حصہ کو حضرت ابوبکرؓ کے وقت میں ٹھوکر لگی تھی۔ نبی کریم صلعم کے بعد حضرت ابوبکر کے زمانہ میں جو ارتداد ہوا۔ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ جو ابھی پورا ابتلاء تھا [illegible] ۔ وہ یہی نئے لوگ تھے جو فتح

کے وقت سے جوق درجوق آئے ہوئے لوگ تھے۔ ان ہی لوگوں کو ابتلاء پیش آیا تھا۔

جماعت احمدیہ کے اندر اسکی ایک مثال

یہی حالت ہم اپنی جماعت کی بھی دیکھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے وقت میں جب طاعون پڑی تو بہت سے لوگ ڈر کر جماعت کے اندر داخل ہوگئے۔ آپکی صحبت میں بیٹھنے کا ان کو بہت کم موقعہ ملا۔ اس لئے وہ کمزوری کی حالت میں رہے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ وہی زیادہ ابتلاء میں آگئے۔ آج انکی کثرت پر زور دیا جاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ مل جانے پر نازاں ہونا یہ کوئی عقلمندی کی بات نہیں۔

یہ ہے حقیقت اس لفظ واستغفرہ کی۔ جس سے وہ اعتراض بالکل رد ہو جاتا ہے۔ جو اس کی بنا پر آنحضرت صلعم کے اوپر کیا جاتا ہے۔

سالانہ جلسہ

کے لئے بڑے زور شور سے تیاریاں ہو رہی ہیں سال میں صرف یہی ایک موقعہ ہے کہ ایک جگہ جمع ہو کر اپنے قومی معاملات پر غور کرنے اور بزرگان ملت سے مواعظ و نصائح سننے کا ہمیں میسر آتا ہے۔ اگر اس موقع پر خاص طور پر احباب جد و جہد سے کام لیں نہ صرف خود لاہور تشریف لائیں بلکہ اپنے ساتھ اپنے گم کردہ راہ بھائیوں اور غیر احمدی بلکہ اگر ممکن ہو تو غیر مسلم دوستوں کو بھی لانے کی کوشش کریں تو ممکن ہے کوئی سعید روح اسی ذریعہ سے صراط مستقیم کو پالے۔ اور یوں ہمارے لئے اجر عظیم کا باعث ہو۔

دوستو یہ موقع غفلت کا نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولٰنا مولوی نورالدین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح سے ایک قصاب اپنی چھریوں کو تیز کرنے کے لئے انہیں ایک دوسری سے رگڑتا ہے اسی طرح ایک مومن کو بھی اپنی روحانیت تازہ کرنے کے لئے مومن اور صالح بندوں کی صحبت اختیار کرنی چاہیئے کس قدر خدا کا فضل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آج اس صحبت اور ان پاک لوگوں کی صحبت اور شناخت نصیب کی پھر اس کا کس قدر احسان ہے کہ اس نے اس ضلالت کی رو سے جو اس کے تھوڑے عرصے بعد اپنے پورے زور کے ساتھ چلی ہمیں بال بال بچا لیا پھر ایسی حالت میں کیا ہمارے لئے ضروری نہیں کہ محض اپنے قومی و ملی نیز روحانی فوائد کے لئے اسی مومن اللہ کے ارشاد کے ماتحت ایک جگہ جمع ہو کر اس کے پاک صحابہ کے فیضان حاصل کریں اور اپنی قومی انجمن کو مالی و جانی امداد دیکر فلاح دارین کے مستحق ہوں۔ سالانہ جلسہ کے اخراجات کا بھی احباب کو خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ان گرانی کے دنوں میں انجمن کے اوپر اخراجات کا بوجھ ڈالنا تکلیف مالا یطاق ہوگی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مورخہ ۲۳ر نومبر ۱۹۱۶ء نمبر

معارف قرآن

دو سجدے اور اُنکی علت غائی

(از حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّکَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

ترجمہ۔ جو لوگ آسمانوں میں ہیں یعنے فرشتے یا سیاروں میں بسنے والے لوگ اور جو لوگ زمین میں ہیں یعنے انسان اپنی مرضی سے اور بلا مرضی اور اُنکے سائے بھی صبح اور شام اللہ کو سجدہ کرتے یعنے اُسی کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے۔ کہ سجدہ کے لغوی معنے ہیں فرمانبرداری کرنا۔ جو سجدہ نماز میں ہے۔ دراصل یہ اصطلاحی طور پر اس لئے سجدہ کہلاتا ہے کہ یہ کمال اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار کا ایک نشان ہے پس اس آیت کریمہ میں دو قسم کے سجدوں یعنے طریق فرمانبرداری کا اظہار ہے۔ ایک کرھًا یعنے وہ فرمانبرداری جس میں انسان مجبور ہے۔ اور اُس کی مرضی کو اُس میں کچھ دخل نہیں اور دوسرا طوعًا یعنے وہ فرمانبرداری جس میں اس مرضی کو دخل ہے۔

مثلاً انسان کھانے کے لئے مجبور ہے وہ کھائیگا۔ خدا کے اِس قانون کی وہ چارو نا چار اطاعت کریگا۔ کھانے کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس قانون کی فرمانبرداری لازمی ہے۔ یہ قسم اول میں داخل ہے۔ جسے یسجد کرھًا سے تعبیر کیا ہے۔ مگر کھانے میں حرام۔ حلال اور خبیث و طیب کی تمیز کرنا یا مقدار میں کمی یا زیادتی کرنا یہ انسان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے جو قسم دوم میں داخل ہے جسے یسجد طوعًا فرمایا ہے۔ اسی طرح وہ تمدن اور معاشرت کے لئے مجبور ہے کہ کلام کرے۔ مگر سچ یا جھوٹ بولنا کم یا زیادہ بولنا یہ اُس کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ الغرض قسم اول میں، اُن تمام قوانین کی فرمانبرداری داخل ہے۔ جو قدرت نے انسان کے لئے وضع کئے ہیں۔ اور جن کی اطاعت کے بغیر نہ انسان زندہ رہ سکتا ہے اور نہ ترقی کرسکتا ہے۔ اور جنکو ہم قوانین کونی کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور قسم دوم میں ان قوانین کی فرمانبرداری لازم آتی ہے۔ جنکو ہم قوانین شرعی کہتے ہیں۔ جن میں ہماری مرضی کو دخل ہے ہم خواہ کریں یا نہ کریں اگر قوانین کونی کے ماتحت ضروری ہے کہ ہم زندہ رہنے کے لئے کھانا کھائیں تو قوانین شرعی کا یہ کام ہے کہ ہمکو بتلائے کہ ہم کیا کھائیں اور کیا نہ کھائیں۔ مگر اس میں مجبور نہیں۔ ہماری مرضی پر منحصر ہے اطاعت کرینگے نفع اُٹھائینگے۔ نافرمانی کرینگے نقصان اُٹھائینگے کونی قوانین تو اٹل ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کی اطاعت تو اسطرح بے اختیار سرزد ہوتی ہے۔ جس طرح صبح و شام سورج کے چڑھنے اور ڈھلنے سے سایہ چھوٹا اور لمبا ہوتا رہتا ہے اس لئے قرآن کریم نے لِلّٰہِ یَسْجُدُ ...... ظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ فرماکر انسان کو یہ بتلایا کہ قوانین الٰہیہ کی فرمانبرداری کا کمال اگر کسی نے مشاہدہ کرنا ہو تو وہ سایہ کو دیکھے کہ کس طرح سورج کے چڑھنے کے ساتھ ساتھ بے اختیار گھٹتا اور سورج کے ڈھلنے کے ساتھ ساتھ وہ لمبا ہوتا ہے۔ اس کا گھٹنا بڑھنا اپنی مرضی پر منحصر نہیں۔ بلکہ کسی اور پر۔ جس طرح اللہ تعالےٰ آفتاب کو حرکت دیتا ہے اسی کے مطابق یہ حرکت کرتا ہے چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَہٗ سَاکِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْہِ دَلِیْلًا ثُمَّ قَبَضْنٰہُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (ترجمہ) کیا تونے نہیں دیکھا اپنے رب کی طرف کہ کس طرح سائے کو پھیلاتا ہے۔ اور اگر چاہتا تو اُسکو ٹھیرائے رکھتا۔ پھر آفتاب کو اس کا سبب ٹھیرایا پھر ہم اُسی کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ کیا معنے کہ آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ سایہ کی بھی حرکت ہے مگر یا آسمانی اسباب کے ماتحت زمینی اسباب اسطرح کام کرتے ہیں جس طرح آفتاب کے ماتحت سایہ۔ یا دوسرے لفظوں میں قوانین الٰہی کی فرمانبرداری مخلوق کو اسی طرح کرنی پڑتی ہے جس طرح آفتاب کی حرکت کے ساتھ سایہ کی حرکت وابستہ ہے کہ سایہ خود بالکل کوئی حرکت نہیں رکھتا۔ اس کی حرکت تمام و کمال آفتاب کی حرکت پر منحصر ہے۔ قوانین الٰہی کی یہ فرمانبرداری انسان کی زندگی اور ترقی اور کمال کے لئے ازبس ضروری ہے اگر یہ فرمانبرداری نہ ہو۔ تو انسان نہ زندہ رہسکتا ہے اور نہ کوئی ترقی کرسکتا ہے اسی طرح اگر انسان ابدی زندگی اور کمالات روحانی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسکو بھی احکام آسمانی یعنے قوانین شرعی کی ایسی ہی فرمانبرداری کرنی چاہیئے جیسے سایہ کہ اس کی ہر ایک حرکت قوانین الٰہی و اسباب آسمانی کے ماتحت ہے۔ تو گویا اللہ تعالےٰ کی دو قسم کی فرمانبرداریاں ہوئیں۔ ایک تو قوانین کونی کی فرمانبرداری جس پر انسان اپنی مرضی کے مطابق دخل کے بغیر عامل ہے۔ بڑا ہو یا چھوٹا امیر ہو یا غریب۔ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔ مومن ہو یا دہریہ مسلمان ہو یا کافر۔ اُسے قوانین الٰہیہ کی بے اختیار فرمانبرداری کرنی پڑتی ہے۔ اور اسکے سوا اسے کوئی چارہ نہیں یہ تو سجدۂ فطرت ہوا۔ یعنے وہ فرمانبرداری جو اُس کی فطرت میں مرکوز ہے۔ دوسری فرمانبرداری قوانین شرعی کی ہے جس میں انسان کی مرضی کو دخل ہے۔ اس جگہ آکر نیک یا بد۔ مومن یا دہریہ۔ مسلمان یا کافر کا امتیاز قائم ہوتا ہے۔ یہ وہ سجدہ ہے۔ جسے سجدۂ شریعت کہنا چاہیئے۔ یعنی اپنی تمام مرضی تمام قولوں کو خدا کی مرضی خدا کے احکام کے ماتحت کر دینا۔ پس یہی وہ دو سجدے ہیں جن کا ذکر قرآن کریم نے مذکورہ بالا آیت میں کیا اور جن کا ذکر حدیث شریف میں ایک لطیفہ استعارہ کے طور پر آیا ہے کہ ازل میں روحوں نے اپنے رب کے حضور میں دو سجدے کئے۔ پہلے سجدے میں تو تمام کافر و مسلم کی روحیں شامل تھیں جو اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی کے ماتحت سجدے میں گر گئیں۔ مگر دوسرے سجدے میں صرف وہی روحیں شامل ہوئیں جو مسلم تھیں کیونکہ یہ وہ سجدہ تھا۔ جس میں اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے ماتحت کرنا تھا۔ یعنے پہلا سجدۂ فطرت تھا۔ اور دوسرا سجدۂ شریعت پس اسلام میں جسکے معنے ہیں کامل فرماں برداری دو سجدے نماز کی ہر رکعت میں ضروری ٹھیرے۔ ایک تو سجدۂ فطرت دوسرا سجدۂ شریعت۔ یعنے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کے اقرار کے مطابق جب ایک مسلم عبادت و عبودیت کے کمال کے اظہار کے لئے سجدہ میں گرتا ہے۔ تو وہ دو سجدے کرتا ہے پہلا سجدہ تو اس امر کا شاہد ہے کہ اُس کا ذرہ ذرہ خود بخود ایک خاص حد تک بغیر اُس کے کسی قسم کے دخل کے خدا کی فرمانبرداری میں لگا ہوا ہے۔ یہ پہلا جزو اسلام کا ہے جو ہر ایک انسان میں مشترک ہے مگر دوسرا سجدہ کرکے وہ یہ بتلاتا ہے کہ اُسکی ہر ایک قوت اور مرضی اور ارادہ جس میں اسکو دخل حاصل ہے۔ وہ بھی خدا کی فرمانبرداری میں اُس نے ویسے ہی لگا دیا ہے۔ جیسا کہ اُس کا ہر ایک ذرہ جو اُس کی بلا مرضی قوانین کونی کے ماتحت لگا ہوا ہے۔ یہ وہ جزو اسلام کا ہے جو صرف ایک مسلم کو حاصل ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مسلم کہلاتا ہے۔ اور ایک مومن و کافر۔ متقی و فاسق میں امتیازی نشان ہے پس اسلام مکمل جبھی ہوتا ہے۔ جب اس میں یہ دونوں سجدے یعنے دونو قسم کی مذکورہ بالا فرمانبرداریاں موجود ہوں۔ پس مبارک ہے وہ جو دو سجدے کرتا ہے اور کیا پاک اور کیسا کامل و اکمل ہے وہ دین۔ اور کیسی بابرکت ہے وہ نماز جس میں دونوں سجدے جمع ہیں اور کیسا عارف باللہ تھا وہ انسان جو محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلعم کے اسم گرامی کے ساتھ دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا اور جس نے اپنی امت کو دونوں سجدوں کا وارث کیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی خُلَفَاءِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا

کبھی سنا کرتے تھے کہ ولایت کے بعض اخبارات کی واقعیت یہاں [illegible] اخبار مرحوم کا مرید کی ادارت میں بھی نہیں مسٹر ظفر علی خان کا ہاتھ ہی کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن حوصلہ رکھنا چاہیئے کہ "مشرق" بھی اب واقعہ آفرینی میں مغرب سے کسی طرح پیچھے نہیں بلکہ دو قدم آگے ہی ہے ولایتی اخبارات تو خیر کسی حد تک معذور بھی ہیں۔ کہ انہیں ہزار کوس پر بیٹھے ہوئے ہونے کے باعث بعض باتوں کا ٹھیک علم بھی نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہمارے ناظرین یہ سنکر حیران ہونگے کہ گورکھپور کا اسلامی ہمعصر "مشرق" اس پہلو میں اس وجہ سے خاص طور پر امتیاز رکھتا ہے کہ وہ خود ہندوستان میں رہکر اپنے سے صرف ستائیس میل پر کے حالات میں وہ وہ کچھ رنگ آمیزی کرتا اور وہاں کے متعلق ایسی کچھ واقفیت رکھتا ہے کہ اور تو اور خود وہاں کے رہنے والوں کو بھی ان باتوں کا پتہ تک نہیں ہوتا۔ اس امر کی شہادت کے لئے صرف ۹ر نومبر ۱۹۱۶ء کے پرچہ میں سے صفحہ ۸ کو دیکھ لینا کافی ہے۔ جہاں ایک طرف تو مقامی ہمعصر "العصر" کی ادارت مولانا عمادی کے سپرد کی گئی ہے۔ (حالانکہ ان کا نام بڑے موٹے حروف میں ایک مدت سے کسان کے ٹائیٹل پر چھپ رہا ہے) اور دوسری طرف النبوت فی الاسلام پر ریویو کرتے ہوئے ختم نبوت کے عقیدہ کو حضرت مسیح موعودؑ کے عقاید کے خلاف بتاکر یہ ظاہر کیا ہے کہ النبوت فی الاسلام میں "زیادہ تر تاویل سے کام لیا گیا ہے" ممکن ہے۔ ہمعصر "مشرق" کی قابلیت اتنی ہی ہو۔ جیسا کہ مولانا عمادی کو "العصر" کا ایڈیٹر بتلانے سے ظاہر ہے اور اس لئے ان کی اس سادگی (بالفاظ دیگر کوڑھ پن) پر ہمیں رہ رہ کر یہ شعر یاد آتا ہے ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

لیکن اگر ہمارے معزز معاصر کی شان فضیلت پر کسی قسم کا نقص عائد نہ ہو۔ تو ہم اسے بتانا چاہتے ہیں کہ اسی النبوت فی الاسلام میں خود حضرت مرزا صاحب کے یہ الفاظ بھی نقل کئے ہوئے موجود ہیں۔ کہ

"والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم ولا کتاب بعد الفرقان الذی ھو خیر الصحف السابقۃ ولا شریعۃ بعد الشریعۃ المحمدیۃ"

ترجمہ۔ اور نبوت منقطع ہو گئی بعد ہمارے نبی صلعم کے اور نہیں کوئی کتاب بعد فرقان کے جو کہ تمام پہلے صحیفوں سے بہتر ہے اور نہ ہی کوئی شریعت ہے بعد شریعت محمدیہ کے۔

پھر فرماتے ہیں:۔

"ان رسولنا خاتم النبیین وعلیہ انقطعت سلسلۃ المرسلین فلیس حق احد ان یدعی النبوۃ بعد رسولنا المصطفٰے علی الطریقۃ المستقلۃ وما بقی بعدہ الا کثرۃ المکالمۃ وھو بشرط الاتباع لا بغیر متابعۃ خیر البریۃ"

ترجمہ اور تحقیق ہمارے رسول صلعم خاتم النبیین ہیں اور آپ پر رسولوں کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ پس ہمارے رسول محمد مصطفےٰ صلعم کے بعد کسی کا حق نہیں کہ مستقل طور پر نبوت کا دعوےٰ کرے اور آپ کے بعد اب سوائے کثرت مکالمہ کے کچھ بھی باقی نہیں رہا۔ اور اس کے ساتھ اتباع کی شرط ہے بغیر متابعت رسول اللہ صلعم وہ حاصل نہیں ہوسکتا" (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۴)

کیا انہی عبارات میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب نے تاویل سے کام لیا ہے؟ یہ اور اسی قسم کی اور بیسیوں عبارات خود حضرت مرزا صاحب کے قلم سے نکلی ہوئی یہی النبوت فی الاسلام میں مندرج ہیں۔ لیکن افسوس کہ "مشرق" کے واقف کار ایڈیٹر کی نگاہ ان پر تو نہ پڑی اور سنے سنائے خیالات کی بناء پر ختم نبوت سے انکار کا الزام حضرت مسیح موعودؑ پر جڑ دیا۔ کیا ہمارا محترم معاصر اس فاش غلطی کی اصلاح اپنی کسی قریب ترین اشاعت میں کریگا؟

ذی استطاعت اصحاب کی توجہ کے قابل

آسام سے ہمیں ذیل کا ایک خط موصول ہوا ہے:۔

"کمترین ایک یتیم اور بالکل غریب لڑکا ہے والد کو فوت ہوئے دس سال کا مل گذر گئے نہ کوئی جائداد ہے اور نہ کوئی میری آمدنی باوجود ان باتوں کے مجھے اخبار بینی کا اسقدر شوق ہے کہ تحریر نہیں کرسکتا بالخصوص جناب کے اخبار "پیغام صلح" کو جس شوق سے میں پڑھتا ہوں اسے کیا عرض کروں میری تعلیم اسوقت شرح وقایہ وغیرہ تک ہے معہ انگریزی نو رسی کے۔ اگر حضور والا جیسے صاحبدل بزرگ مجھ غریب یتیم کے حال زار پر نظر رحم فرماکر فی سبیل اللہ اخبار "پیغام صلح" جاری فرمادیں تو عند اللہ ماجور و عند الناس

نہیں کر سکتا۔ رسالت ایک وہبی [illegible] امر اور ایک الٰہی عطیہ ہے۔ جس کو مانگے اللہ دیتا ہے۔ نہ تو یہ کوشش سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ کسب لیئے اتباع کسی نبی سے یہ منصب کسی کو مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرماتا ہے اللّٰہ اعلم حیث یجعل رسالتہ - نبوت اور رسالت کی اصل غرض کے بھی یہ خلاف ہے۔ کہ کوئی نبی کسی دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو۔ نبوت اور رسالت کی اصل غرض تو کتاب اللہ کو دنیا میں لانا اور اس پر خود چلنا اور چلانا ہوتا ہے نہ کہ خالی خولی اپنے آپ کو نبی منوانا۔ اگر ایک امی کی طرح ایک نبی بھی دوسرے نبی کی اتباع اور پیروی کرتا ہے تو ایسے نبی کو پھر علیحدہ پیروی کی کیا حاجت اور ایسے نبی کے آنے کی علیحدہ کیا ضرورت اسی لئے مسیح موعود کا از روئے قرآن یہ مذہب تھا کہ انبیاء کیلئے براہ راست نبی ہونا نبوت کے شرائط میں سے ایک شرط ہے یہی وجہ ہے۔ کہ ان پر (الگ الگ کتابیں نازل ہوئیں ان کی) الگ الگ امتیں تھیں اور وہ سب براہ راست نبی تھے کوئی نبی کسی نبی کا امتی نہیں تھا۔ پھر اس پہ بحث اٹھی کہ نازل ہونے والے عیسےٰ ابن مریم کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نبی اللہ فرمایا ہے۔ اور ان الہامات اور وحیوں نے جو حضرت امام لیعنے مسیح موعود کو منجانب اللہ ہوئیں آپکو نبی کہا ہے جس کا جواب انکو یہ دیا گیا۔ کہ مسلم کی اس ایک حدیث کے سوا جس کا راوی نواس بن سمعان ہے۔ دنیا کی کسی صحیح مرفوع متصل حدیث میں تو کیا دنیا کی ضعیف سے ضعیف حدیث میں بھی یہ لفظ نہیں کہ نازل ہونے والا عیسےٰ ابن مریم نبی اللہ ہوگا۔ اور نہ حضرت مرزا صاحب کو کوئی ایسا الہام یا وحی ہوئی ہے جس میں انکو احمد نبی اللہ یا احمد رسول اللہ کہا گیا ہے۔ اور نہ ایک دو الہاموں کے سوا جو قرآن کریم کی آیتوں کے سوا ہیں کہیں بھی انکو وحی اللہ میں نبی اللہ کہا گیا ہے بلکہ انت محدث اللّٰہ فیک مادۃ فاروقیہ وحی اللہ میں تو صریح طور پر ان کو محدث قرار دیا گیا ہے اور یہ تو مسلم فریقین ہے کہ محدث غیر نبی ہوتا ہے نہ نبی۔ اب اگر ہم مسلم کی اس ایک حدیث کو جو نواس بن سمعان راوی نے بیان کی ہے باوجود اسکے غیر معتبر ہونے کے مان بھی لیں کہ اس میں نازل ہونے والے عیسےٰ کو حضرت نبی کریم صلعم نے (دروغ برگردن راوی) نبی اللہ فرمایا ہے۔ تب بھی ہم اس بات کے ماننے کے لئے مجبور ہونگے۔ کہ چونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکاشفات میں سے ایک مکاشفہ ہے۔ اسواسطے نازل ہونے والے عیسےٰ کو نبی اللہ فرمانا محض [illegible] استعارہ کے طور پر ہے۔ کیونکہ جب دوسری تمام صحیح حدیثوں میں نازل ہونے والے عیسےٰ کو حضرت نبی کریم صلعم نے کہیں بھی نبی اللہ نہیں فرمایا۔ بلکہ صاف صاف لفظوں میں اسکو امتی فرمایا ہے اور قریباً چالیس صحیح حدیثوں میں لانبیّ بعدی فرمایا ہے۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ آنے والے عیسےٰ کو حضرت نبی کریم صلعم نے نبی اللہ بھی فرمایا ہے۔ اگر استثنا ہوتا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خود فرما دیتے کہ لا نبیّ بعدی اِلّا عیسےٰ نبی اللّٰہ۔ مگر آنحضرت صلعم نے ایسا نہیں فرمایا۔ جب قرآن کریم میں بعد خاتم النبیین کے کسی عیسےٰ کے آنے کا ذکر نہیں اور نہ کسی نبی کے آنے کا نام ونشان بلکہ ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے۔ تو اب اگر اسی ایک مسلم کی حدیث نواس بن سمعان راوی کی بناء پر ہی مسیح موعود کو نبی بنانا اور قرآن کریم کی صریح آیت خاتم النبیین کے معنوں کو توڑنا اور مروڑنا ہے۔ اور دوسری تمام صحیح حدیثوں پر اسکو ہی قاضی ٹھہرانا ہے۔ تو اسکے مقابل ہم اس بات کے کہنے کے لئے مجبور ہونگے۔ کہ مسلم کی اس ایک حدیث میں [باقی تو دنیا میں کوئی حدیث ہے ہی نہیں جس میں حضرت رسول کریم صلعم نے نازل ہونے والے عیسےٰ کو نبی اللہ فرمایا ہو] جو نبی اللہ کا خطاب دربارہ حضرت مسیح موعود ہے یہ جعلی ہے خود آنحضرت صلعم کا فرمایا ہوا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ خود نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یہ فرماویں کہ انا خاتم النبیین لا نبیّ بعدی اور خود ہی نازل ہونے والے عیسےٰ کی نسبت فرماویں نبی اللہ یہ دو قول ایک دوسرے کی ضد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں ہو سکتے۔ جب ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں تو پھر کوئی اور نبی دنیا میں کیسے آسکتا ہے۔ اس پر نص صریح قرآن کریم کی تکذیب لازم آتی ہے اس لئے ہم صرف ایک حدیث کو [illegible] [illegible] ہے اور حضرت اقدس مرزا صاحب نے کبھی خود اس حدیث کو

ساقط الاعتبار ٹھہرایا ہے یا تو حضرت مرزا صاحب کو [illegible] حدیث کی بناء پر نبی اللہ نہیں مان سکتے۔ ہم تو قرآن کریم کو ہی ہر معاملہ میں اپنا حَکَم مانیں گے۔ اور جو بات ہم کو قرآن کریم کے ذرا بھی خلاف نظر آئے گی اس بات کو ہم بالکل رد کریں گے باقی رہا ان الہامات اور وحیوں سے جو منجانب اللہ حضرت مرزا صاحب کو ہوئیں۔ احمد نبی اللہ کہا ہے سو اسکے متعلق دنی عرض ہے کہ ان الہامات اور وحیوں نے جہاں انکو نبی اللہ کہا ہے۔ انہی الہامات اور وحیوں نے وہیں ان کو بار بار امتی بھی کہا ہے اور محدث نام رکھا ہے۔ پھر یہ کیسے فیصلہ ہو کہ الہاموں میں نبی۔ امتی اور محدث کے نام سے موسوم ہونیوالا کبھی نبی ہو ثابت ہوا (باقی آیندہ)

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کا ایک ضروری خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ایھا الاحباب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے پاس اب بعض احباب سوال کرتے ہیں جنکا جواب رسالہ القول المجید میں مندرج ہوتا ہے اور پھر مجھ سے حلف بھی کرانا چاہتے ہیں ان جوابوں میں میرا وقت بھی ضایع ہوتا ہے۔ اور کارڈ یا لفافہ کی جستجو کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے عام اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اول رسالہ القول المجید کو بغور مطالعہ فرمالیویں۔ اگر ان کو اپنے سوال کا جواب رسالہ میں نہ ملے تو پھر میرے پاس اپنا سوال لکھکر روانہ کریں اور یہ بھی لکھدیویں کہ ہم نے غور سے مطالعہ کیا مگر ہمارے اس سوال کا جواب رسالہ میں موجود نہیں ہے۔ اگر سوال کا جواب مختصر معلوم ہوتا ہو۔ تو ایک جوابی کارڈ اور اگر جواب کچھ زیادہ مفصل چاہیے۔ تو آدھ آنہ کا ٹکٹ ضرور ارسال فرماویں۔ ورنہ جواب نہیں دیا جائیگا۔ والسلام خیر اختتام ٭

سید محمد احسن عفی اللہ عنہ - ۱۴ نومبر ۱۹۱۶ء

لاہور سٹیشن پر بدنظمی اور مسافروں کو تکلیف

ریلوے حکام توجہ فرماویں

ایک عرصہ سے لاہور کے سٹیشن پر نمبر [illegible] ۱۲ بجکر ۱۰ منٹ رات کے پشاور کیطرف روانہ ہوتی ہے اور نمبر ۲۴ [illegible] ۱۲ بجکر ۲۵ منٹ دن کے روانہ ہوتی ہے۔ عموماً درجہ سوم کے مسافروں کو ٹکٹ نہیں دیا جاتا۔ اور ٹکٹ کلکٹر جھڑک دیتے ہیں کہ جاؤ درمیانہ درجہ کا ٹکٹ لو۔ جس سے مسافروں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ بعض بیچارے اسی جیص بیص میں گاڑی کا وقت گذار دیتے ہیں اور پھر کئی کئی گھنٹے انہیں سٹیشن پر انتظار کرنا پڑتا ہے۔ خاکسار جو لوگ ان کی گاڑی سے رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ اس گاڑی کے بعد پھر کوئی گاڑی رات کے وقت پشاور کیطرف نہیں جاتی۔ جو بیچارہ اس گاڑی سے رہجائے۔ ساری رات اسے سردی میں سٹیشن کے مسافرخانہ میں گذارنی پڑتی ہے۔ چھوٹے چھوٹے بال بچوں والے کو سخت مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ اس کا انسداد ہونا ضروری ہے اس سے بڑھکر ایک اور تکلیف جو خاکسار کو لاہور سٹیشن پر ہی ساقرد تو دیجاتی ہے یہ ہے کہ بعض اوقات عورتوں کو تو مسافرخانہ کے ساتھ پلیٹ فارم پر جانے کی اجازت دیجاتی ہے اور مردوں کو روک لیا جاتا ہے۔ چونکہ درجہ سوم کے مسافروں کیلئے عورتوں اور مردوں کے گذرنے کا راستہ علیحدہ علیحدہ ہے عورتیں تو پلیٹ فارم پر پہنچکر گاڑی میں بیٹھ جاتی ہیں اور مرد مسافرخانے میں ہی رکے رہتے ہیں۔ ٹکٹ بھی عورتوں کے عموماً مردوں کے پاس ہی ہوتے ہیں۔ ان بیچاریوں کو راستہ میں بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ بعض تو راستہ میں ہی [illegible] اتر پڑتی ہیں اور جو آخری سٹیشن پر پہنچ جاتی ہیں [illegible] ہونے کی وجہ سے بڑی مصیبت ہوتی ہے۔ اب نہ عورت کو پتہ کہ مرد کہاں ہے اور نہ مرد کو پتہ کہ عورت کہاں ہے۔ ہندوستانی پردہ دار مستورات اتنی واقف نہیں ہوتیں کہ سٹیشن ماسٹر وغیرہ کو کہکر اپنے گھر تار دیدیں یا مرد کو اطلاع کریں۔ وہیں بیٹھی مصیبت کی ماری روتی رہتی ہیں۔ اگر کسی مسافر کو ان کی حالت پر رحم آگیا تو کہیں تار وغیرہ دیکر ان کے رشتہ داروں کو اطلاع کردی۔ ورنہ خیر [illegible] اس کا انسداد ہونا ضروری ہے۔ اگر [illegible] جو گاڑی میں بالکل گنجایش نہ ہو۔ تو عورت اور مرد [illegible] کو روک

لیا جائے۔ یہ کیا ضرورت ہے کہ مردوں کو روک لیا جائے اور عورتوں کو گذار دیا جائے۔ جس سے بجائے آرام کے ان کی تکلیف اور بڑھ جائے ٭ ایک مسافر -

تازہ خبریں

برطانوی پیشقدمی - دہلی ۱۸ نومبر - نواب وزیر ہند کی طرف سے حضور وائسرائے بہادر کو ۱۶ ماہ رواں کا حسب ذیل برقی مراسلہ موصول ہوا ہے : - برطانوی سپاہ نے اس زمین کو جس پر کہ شمال انکر میں قبضہ کیا تھا مستحکم بنایا اور اپنے خط تصادم کو مزید وسعت دی اور نیز انہوں نے بٹی ڈی وارلنکوٹ کے مشرق کی حاصل کردہ قیامات پر قدم جما لئے ہیں دوشنبہ کی صبح سے جو قیدی گرفتار کئے گئے ہیں انکی تعداد ۵۶۷۸ ہے۔ ہماری سپاہ نے شاندار مستعدی۔ سپاہ گری اور استقلال کا ثبوت دیا۔ غنیم نے بھی زبردست مقاومت کی اور زمین کی حالت نے حصہ کی تکالیف میں بہت سا اضافہ کردیا۔

فرانسیسی سپاہ نے شمال سرحد دشت نیسٹ پیری واسٹ میں ترقی کی۔ جرمنوں میں شمال وجنوب میں زبردست حملے کئے۔ اور سوائے شمالی سرحد ومغربی کنارہ دشت بلیٹ پیری واسٹ اور موضع پریشوائر کے مشرقی حصہ کے انہیں ہر ایک مقام پر پسپا کردیا گیا آسٹریا کے ۵ ناکام حملوں کے بعد اطالوی سپاہ کو مشرقی گوریزیا میں ان کے پہلے خط مورچہ بندی واقعہ سان مارکو سے پیچھے ہٹانے میں کامیاب ہوگئے۔ اور اطالوی سپاہ نے محاذ کارسو پر متعدد مقامات پر پیشقدمی کرکے خط تصادم کو درست کرلیا ٭

بلقان میں جدوجہد - روسی سپاہ نے غنیم کو اس تمام سے جس پر کہ اس نے بہت سا عرصہ قبل شمال ہالکز میں ناراجوکا کے مشرقی کنارے پر قبضہ کرلیا تھا۔ پیچھے دھکیل دیا۔

رومانوی سپاہ علاقہ جات پریڈیل وڈراگوسلاول میں اپنے قیامات کو مستحکم بنا رہے ہیں۔ لیکن جنوب دوہ اولٹ ٹرم ووادی اوجیول میں انہیں زبردست کمک کی آمد کی وجہ سے پسپا ہونا پڑا۔ دریائے ڈینوب کے محاذ کے ساتھ ساتھ توپخانہ کی گولہ باری ہوتی رہی ہے۔ رومانوی سپاہ نے علاقہ دوبرجا میں تمام محاذ پر پیشقدمی کی ہے۔ اور سرنا وودا سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر دریائے ڈینوب پر ایک گاؤں پر قبضہ کرلیا ہے۔

سروی سپاہ کی فاتحانہ پیشقدمی جاری ہے اور سرویوں نے موضع بیری پر قبضہ کرلیا ہے۔

برطانوی بحری توپخانہ نے بنادر آسٹینڈ پر پھر گولہ باری کی ٭

رومانوی محاذ - لنڈن ۱۷ نومبر - پیٹروگریڈ کے ایک برقی پیغام سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ غنیم کو کالنسٹنزا سے بتدریج پیچھے ہٹایا جا رہا ہے ٭

لنڈن ۱۷ نومبر - ایک روسی مراسلت مظہر ہے - ہم نے رومانوی علاقہ کمپولنگ میں موضع لرشٹ پر قبضہ کرلیا ہے۔ رومانوی سپاہ نے علاقہ جیول پر شہر کمپو کو خالی کردیا ہے۔

لنڈن ۱۷ نومبر - ایک رومانوی مراسلت مظہر ہے ہم نے علاقہ جات پریڈیل وڈراگوسلاول میں غنیم کے شدید حملوں کو نقصان کے ساتھ پسپا کردیا ہے۔ وادی آلٹ وعلاقہ جیول میں ہمیں علے التواتر تلیسی بہوسٹی فنتول کی جانب خفیف سا پسپا ہونے پر مجبور کردیا گیا ہے۔ لیکن ان مقامات پر ہم نے غنیم کے میمنہ میسرہ پر حملے کئے ہیں اور غنیم کو شدید نقصانات کے ساتھ پسپا کردیا ہے۔ ہم نے دسچوگ پر موثر گولہ باری کی ٭

جہازوں کی غرقابی - لنڈن ۱۷ نومبر - ڈنمارک کا جہاز بھقوس اور برطانوی جہاز سٹریواک غرق کردئے گئے ہیں۔

لنڈن ۱۷ نومبر - مندرجہ ذیل جہاز غرق کردیئے گئے ہیں۔

برطانوی - الیف مٹارازہ ٭ امریکن - ڈی اے - ووڈسن -

ناروے :- الونگ - ٹوائیڈل اور ونگا -

یونانی :- سٹا ٹمپانی - لیبیس اور جونز بہ اطالوی :- گیوموانی -

ہالینڈ کے ایک جہاز ویلاک کو آبدوز نے جلا دیا ہے - جہاز ویگا کے ۱۳۲ اہل جہاز اور ۹۱ مسافر خشکی پر اتارے گئے ہیں۔

واسندیزی جہاز مڈسلینڈ کو جو نیوکیسل جا رہا تھا۔ ایک جرمن آبدوز گرفتار کرکے زیبروگ لے گئی ہے۔

لنڈن ۱۹ نومبر - لاپاسن :- پرتگیزی جہاز امیلا کو تارپیڈو سے غرق کردیا گیا ہے اور اہل جہاز بچا لئے گئے ہیں ٭

[illegible] دہلی [illegible] پرنٹ [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ ۲۶- نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۵۸

دنیا کا آیندہ مذہب

یونیورسل نیشنل الائینس اور اسلام

(۲)

جس شخص کو عیسائی کہلانا ہی زیادہ مرغوب ہے وہ بیشک عیسائی ہی کہلائے۔ ہندو بیشک ہندو ہی رہیں۔ بدھ مذہب کے پیرو اپنے ہی مذہب کے مخصوص ناموں سے اپنے آپ کو موسوم کرتے رہیں۔ لیکن یہ الفاظ (اگرچہ ان مذاہب کی جن کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے یہ عائد ہوتے ہیں پاکیزگی میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں) لیکن نجات کے بارہ میں ان مذاہب کی مفروضہ شرائط یا محبت و اخوت کی وسعت پذیر رو پر حد بندیاں قائم کرنے کا کام نہ دیں۔ بلکہ تمام لوگ اپنے اپنے مذہب پر رہکر اپنے اپنے مذہب کے نام سے موسوم ہوکر دوستی و محبت کے ساتھ آپس میں بغلگیر ہوں - اور دنیا کی طرح ترقی پر لے جانے اور مصائب سے رہائی دلانے کے لیئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں۔

یہ وہ خیالات ہیں جو یورپ کے اس جدید فرقہ کے سابق پریزیڈنٹ مسٹر جینیز نے ۱۹۱۱ء میں دوران کانفرنس میں بیان کئے اور انہی خیالات کی توجیہہ اب پھر شہزادی کراڈ جا نے ان الفاظ میں کی ہے کہ

"میں ہر قسم کے تبدیل مذہب کو ناپسند کرتی ہوں۔ کیونکہ ایک مذہب کی بجائے دوسرے مذہب کو اختیار کرنے سے انسان سطح پر ہی ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہے۔ جس مذہب میں انسان ہو اسی کی تہ میں غوطہ لگا کر اصلی صداقت کا پتہ لگانے سے بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ صداقت کے اصول تو ہر مذہب میں موجود ہیں۔ ضرورت محض اس بات کی ہے کہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی کوشش کریں۔ خواہ وہ مذہب کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ اس کے بہترین اصولوں کے مطابق اپنے ایام بسر کریں"

بظاہر کس قدر دل خوش کن الفاظ ہیں۔ اور آزادی اور اتحاد کے قائم کرنے کی کتنی بڑی کوشش۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہی باتیں اختلاف پیدا کرنے اور منافرت کی خلیج کو وسیع کرنیکا اصلی سبب ہیں۔ بیشک سچ ہے کہ صداقت کے اصول تو ہر مذہب میں موجود ہیں ۔نہیں بلکہ تھے لیکن اب کیسا ہے ہی کم از کم عیسائیت کے متعلق شہزادی موصوفہ کا اپنا بیان ہے کہ

"حقیقی عیسائیت ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑی ہے (دیکھو مضمون شہزادی موصوفہ مندرجہ مسلم انڈیا بابت ۱۹۱۲ء)

تو پھر ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کیونکر ایک شخص جس کے ہاتھ میں سوائے اس تعلیم کے جس کا بانی پولوس تھا اور جو کہ آجکل پادری صاحبان دنیا میں پیش کرتے ہیں اور جس کے متعلق شہزادی موصوفہ کا بیان ہے کہ ہم اسے "الٰہی سرچشمہ سے ہرگز نہیں سمجھتے" اسی کی تہ میں غوطہ لگا کر وہ اصلی صداقت کا پتہ لگا سکتا اور اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتا ہے"

ہم حیران ہیں کہ کیونکر وہ "اصلی صداقت" جو ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑی ہے" اسی ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں غوطہ لگانے سے کسی کے ہاتھ آسکتی ہے۔ جب دنیا میں وہ اصلی صداقت کا نام و نشان ہی نہیں۔ تو کوئی اسے پاکیونکر سکتا ہے۔ ہاں ایک ہی طریقہ اس کو حاصل کرنے کا ہے۔ جو خدا کی حکیم کتاب قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے۔ وہ کس لطیف پیرایہ میں سورۃ نحل میں دودھ اور شہد کی مکھی کی مثال سے ہمیں سمجھاتا ہے۔ دیکھو ... گوبر ... اور پھر خون سے جس سے یہ دودھ بنتا ہے۔ دیکھو خوشذائقہ پہل یہاں کبھی میسر آسکتے ہیں جن سے آکر مکھی شہد بناتی ہے۔ لیکن کیا بغیر اس کے کہ گوبر اور لہو کو گئے کے پیٹ کے اندر ہی سے . . . . دودھ کی شکل میں منتقل ہوکر تھنوں کی راہ سے باہر آئے ہم خود بخود اسے دودھ نکال سکتے ہیں - ہرگز نہیں۔ الیسا ہی ان پہلوں وغیرہ سے بھی جب تک وہ اس مکھی کے پیٹ میں جاکر اور وہاں سے تکمیل ہوکر باہر نہ آئیں ہم شہد پیدا نہیں کر سکتے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں دبی ہوئی صداقتوں کو جن کا کہ الٰہی سرچشمہ سے کوئی تعلق نہیں ہم خود بخود غوطہ لگا کر باہر نکال سکتے ہیں - کیا ہم اس دنیا میں نہیں دیکھتے کہ گورنمنٹ کے اگر کسی قانون کا صحیح منشا سمجھنے میں لوگوں میں آپس میں اختلاف واقع ہو جاتا ہے۔ اگر ایک ہائیکورٹ کا فیصلہ کسی ایک قانون کے متعلق کچھ ہے اور دوسرے کا کچھ اور تو پھر خود گورنمنٹ کے ارباب واضع قوانین یا خود وائسرائے ان کونسل کی طرف ہی نگاہیں اٹھتی ہیں۔ اور انہی کے بتلانے پر اس بات کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ اس قانون کا صحیح منشا کیا ہے - پھر جب الٰہی سرچشمہ سے نکلے ہوئے قوانین کے نہ صرف معانی میں ہی آپس میں اس قدر اختلاف ہو گیا ہے کہ جسے بعد المشرقین کہنا چاہئے۔ بلکہ خود ان شرائع کے اصل الفاظ بھی قائم نہیں رہے اور بقول شہزادی کراڈجا "ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور انہیں الٰہی چشمہ سے کوئی تعلق نہیں رہا"۔ تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ہم اسی ضلالت اور گمراہی کے گڑھے میں ڈوبی ہوئی صداقتوں کو خود بخود باہر نکال سکیں۔ جب تک کہ خود اللہ تعالیٰ دوبارہ اپنی صحیح منشا کو بیان نہ کرے۔ بیشک اس فرقہ جدیدہ نے بہت سے مسائل کو اپنی فطرت سلیمہ سے استخراج کیا ہے اور وہ عین مطابق اسلام ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اسلام فطرت سلیمہ کے عین مطابق ہے اس لیئے فطرتی تقاضوں کو وہ احسن وجوہ پورا کرتا ہے۔ لیکن تاہم بہت سی ایسی باتیں اور بھی ہیں جہاں آکر فطرت سلیمہ کو بھی کسی اور رہبر کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور وہ ہے الہام خدا تعالیٰ کی ہستی کا یقینی علم انسان کو تبھی ہو سکتا ہے جب وہ ایمان رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک بندوں کے ساتھ کلام بھی کیا کرتا ہے۔ اور اگر خدا کی قوت گویائی پر ہی ایمان نہیں تو ایسے خدا کو کرنا ہی کیا ہے۔ جو بول بھی نہیں سکتا اور پھر اعتبار بھی کیا ہے۔ کہ وہ ہے بھی یا نہیں۔ ہم اسے اپنی عقل سے تو صرف ہونا چاہیئے کے مفہوم تک جان سکتے ہیں لیکن یہ امر کہ وہ ہے بھی۔ اس یقین انسان کو نہیں ہو سکتا جب تک الہام کا پانی اسے اس یقین کامل کی طرف راہبری نہ کردے ہم حیران ہیں کہ شہزادی کراڈجا اور اس کے ہم خیال طبقۂ احرار نے مذہب تو وہ تجویز کیا جسے وہ دنیا کا آئندہ مذہب بنانا چاہتے ہیں اس کے اصول بھی اسلام ہی کے مطابق رکھے - لیکن یہ انہیں پسند نہیں کہ کوئی شخص اسی تیرہ سو برس کے آئے ہوئے کامل مذہب کو قبول کرے۔ جس کا نام اسلام ہے۔ حالانکہ جیسا کہ ہم آئندہ نمبر میں ثابت کرینگے اسلام کا نام اور اس کے سارے کے سارے اصول دنیا میں جیسی کچھ یکجہتی واتفاق و محبت پیدا کر سکتے ہیں وہ اس خودساختہ مذہب اور اس کے خود تراشیدہ نام سے پیدا ہوئی تو الگ رہی بہت حد تک رنج ہوکر نفاق اور تفرقہ کے لیئے جگہ خالی کر سکتی ہے۔

"احمد اسلامی معلم اعظم"

۱۸- نومبر کے اخبار الفضل میں اخبار احمدیہ کی ذیل میں محمودی مبلغ قاضی عبد اللہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ :-

"قاضی صاحب کو دو مختلف سوسائیٹیوں کی طرف سے مدعو کیا گیا ہے کہ تعلیم اسلام کا خلاصہ اور سوانح حضرت احمد اسلامی معلم اعظم پر تقریریں فرمائیں"

سوال یہ ہے کہ "حضرت احمد اسلامی معلم اعظم" سے یہاں کیا مراد ہے۔ آیا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین؟ مگر یہ تو میاں صاحب کے اعتقادات کے سراسر خلاف ہے۔ وہ تو آنحضرت صلعم کو احمد نہیں مانتے۔ پھر یہاں آپ کو احمد کے نام سے کیوں پکارا گیا۔ ممکن ہے یہاں احمد سے حضرت ... اصلی نام احمد تھا - لیکن اس صورت میں پھر آپ کو "اسلامی معلم اعظم" کہنا کہاں تک جائز ہے - آیا میاں صاحب اور مریدینا کے نزدیک آنحضرت صلعم اسلامی معلم اعظم نہیں تھے اور معلم اعظم حضرت مسیح موعود تھے؟ بینوا و توجروا *

محمودیوں اور عیسائیوں میں فرق

ماہ نومبر ۱۹۱۶ء کے ریویو آف ریلیجنز میں لنڈن کے کسی اخبار "احمدیت" کے ان حالات کو ترجمہ کیا گیا ہے جو محمودی مبلغ قاضی عبد اللہ انگلستان میں "تازہ مذہب" کے نام سے تلقین کر رہے ہیں انہی حالات میں قاضی صاحب کی اس گفتگو کو بھی نقل کیا گیا ہے جو انہوں نے ایوننگ سٹینڈرڈ کے ایک نمائندے سے کی۔ اور اس میں بتایا کہ

"تمہارے (یعنے محمودیوں) اور عیسائیوں کے اعتقاد میں "صرف اتنا" فرق ہے۔ کہ ہم مسیح علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ بجسد عنصری آنے کے قائل نہیں ہاں روحانی طور پر آنے کے قائل ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یوز آسف کی قبر جو سری نگر میں ہے - وہی مسیح علیہ السلام کی قبر ہے۔ اور کہ مرزا غلام احمد صاحب کے آنے سے مسیح کی آمد ثانی بھی پوری ہوگئی۔ کسی شخص کا دوبارہ دنیا میں آنا پہلے کی خو بو پر آنا ہوتا ہے۔ جسمانی لحاظ سے نہیں ہوتا"

یہ ہے وہ فرق جو محمودی مبلغ نے اپنے اور عیسائیوں کے درمیان بتایا ہے۔ اور "صرف اتنا" کہکر اس پر حصر کر دیا ہے۔ گویا باقی اعتقادات میں محمودیوں اور عیسائیوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور فرق کیونکر ہو۔ جب آنحضرت صلعم کی پیشگوئی ہے۔ لتتبعن سنن الذین من قبلکم اگر مسلمانوں میں ایک گروہ نے یہودیوں کے ہم رنگ ہونا پسند کیا تو کیا محمودیت کے رنگ میں عیسائیت کا مسلمانوں کے اندر پیدا ہونا کوئی مشکل امر تھا۔ باوجودیکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک بڑا فرق آنحضرت صلعم پر ایمان یا بالفاظ دیگر توحید اور شرک کا فرق ہے۔ لیکن محمودی مبلغ نے اس کا نام تک نہیں لیا۔ شاید اس وجہ سے کہ وہ "آخری زمانہ کا رسول" حضرت مسیح موعودؑ کو سمجھتے ہیں اور آخری رسول پر ایمان لانا ہی انکے نزدیک ضروری ہے۔ المرء یؤخذ بلسانہ محمودیوں کا یہ اپنا اقرار انکے اعتقادات کی بطالت پر شاہد ہے۔ اور بتاتا ہے۔ کہ وہ عیسائیوں کے نقش قدم پر چلکر مثیل مسیح کو اس کے اصل مرتبہ سے بڑھا رہے ہیں۔ جو صریحاً ضلالت کی طرف لے جانیوالا ہے *

کیا عرش مادی ہے یا غیر مادی؟

معزز معاصر "مدینہ" نے اپنی ۲۲- نومبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں معاصر "العصر" پر ریویو کرتے ہوئے اسے کسی مذہبی اختلافی مسئلہ پر قلم اٹھانے سے منع کیا ہے اور لکھا ہے کہ

"اس (العصر) نے ایک اشاعت میں عرش کو غیر مادی لکھ دیا تھا۔ یہ بحث علماء سے متعلق ہے اور قرآن شریف میں اس کے روشن مضامین موجود ہیں۔ اس سے عام عقائد میں تزلزل پیدا ہوتا ہے"

اور پھر آخر میں کسی کے "علمی میدان میں مقابل آنے پر اس مسئلہ کی تشریح کرنے کی امید بھی دلائی ہے۔ اس بحث کو چھوڑکر کہ آیا اخبارات کو ان اسلامی مسائل پر کچھ لکھنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ ہم اپنے معاصر کے آخری جملہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اس سے ان اعتراضات کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ جو عرش کے مادی ماننے کی صورت میں خداتعالیٰ کی ذات پر وارد ہوتے ہیں۔ اگر عرش مادی ہے تو پھر ماننا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ بھی مجسّم ہے۔ جسکے متعلق آیا ہے: استویٰ علی العرش۔ حالانکہ یہ اسلامی عقیدہ کے بالبداہت مخالف ہے - اور اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننے کی صورت میں اور بھی وہ تمام نقائص اس کے اندر تسلیم کرنے پڑینگے جو جسم کے شامل حال ہیں - نیز آسمانوں کو بھی بجز کوئی مادی چیز ہی ماننا پڑے گا - کیونکہ عرش کو مادی کہنے والے اسے ساتویں آسمان پر مانتے ہیں

امید کہ ہمارا معزز معاصر ان سب نتائج قبیحہ کو مدنظر رکھ کر ...

مراسلات

سرگودھا میں احمدیت اور محمودیت پر بحث

(از حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ)

(بسلسلہ اشاعت گذشتہ)

پھر چونکہ کسی ملہم کا الہام حجت شرعی نہیں اس لئے ہم جب ان الہاموں کو قرآن کریم پر عرض کریں گے۔ تو قرآن کریم چونکہ صریح طور پر فرماتا ہے۔ کہ کوئی نبی دوسرے نبی کا مطیع اور امتی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آیت ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ سے ظاہر ہے۔ اس لئے ہمیں ان الہامات کی یہی تاویل کرنی اور یہی مراد لینی پڑے گی۔ جیسے کہ حضرت صاحب نے خود انکی یہ تاویل کی اور یہ مراد لی کہ نبی کا لفظ یہاں میرے الہام میں بطور مجاز و استعارہ کے ہے۔ علاوہ ازیں قرآن کریم کے سامنے ہمیں کسی اور کی وحی اور الہام سے کسی کو نبی سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں فیصلہ کی آسان راہ یہی ہے۔ کہ اگر قرآن کریم نے کسی نبی کو وحی میں امتی اور محدث کہا ہے۔ اور وہ امتی اور محدث رہنے کے باوجود بھی نبی بن سکتا یا نبی ہوجاتا ہے تو وہ آیت دکھانی چاہئے۔ یہ الہام اور وحیاں جو مسیح موعود کو ہوئیں۔ کوئی وحی رسالت اور وحی نبوت نہیں کہ قرآن کریم کی طرح ان کی پیروی فرض ہوا ور اس قسم کے الفاظ کی جو نبی رسول اور مرسل ہیں تاویل کرنا حرام ہو اگر یہ وحیاں وحیٔ نبوت ہوتیں تو اول تو یہ کتاب اللہ ہوتیں اور پھر خود موعود وحی ان الفاظ کی ایسی تاویلیں نہ کرتا اور ان کی ایسی مرادیں نہ بتلاتا۔ جس سے صرف عن الظاہر کرکے اُس کے باطنی معنے سے وہ اپنا غیر نبی ہونا بتلاتا ہے پھر کس طرح کوئی الہامات کی بنا پر حضرت مرزا صاحب کو نبی مان لے۔ اس طرح تو جس ولی اور ملہم اور مکلم من اللہ کی وحیوں میں نبی اور رسول کا لفظ آجائے گا۔ اسکو بھی نبی ماننا پڑیگا۔ جب ہم اس زمانہ میں اپنی جماعت احمدیہ میں ہی دیکھتے ہیں۔ کہ جو لوگ ملہم ہیں اور شرف مکالمہ الٰہیہ و مخاطبہ الٰہیہ کا رکھتے ہیں۔ اُن کے الہاموں اور وحیوں میں بھی نبی اور رسول کا لفظ بہت دفعہ آجاتا ہے۔ جیسا کہ جناب سید عابد علی شاہ صاحب بدوملہوی وغیرہ بزرگوں کی وحیوں میں جو اسوقت بھی زندہ موجود ہیں۔ اور اُنکو کوئی مفتری بھی نہیں کہہ سکتا۔ تو ہم کس طرح مان لیں کہ تیرہ سو برس کے لمبے عرصہ میں کسی کامل ولی اللہ کسی سچے مکلم من اللہ کسی صدی کے سر پر آنے والے مامور من اللہ کو الہام میں کبھی نبی اور رسول نہیں کہا گیا پھر کیسے فیصلہ ہو کہ پہلے اولیاء اللہ کی وحیوں اور الہامات نے باوجود اُن کو نبی اور رسول کہنے کے اُنکو تو نبی اور رسول نہ بنایا۔ مگر حضرت مرزا صاحب کی وحیوں اور الہامات نے اُن کو نبی اور رسول کہنے کے علاوہ امتی اور محدث کہکر بھی اُنکو نبی اللہ بنا دیا۔ کیا کسی ولی یا مجدد یا امام وقت نے یہ دعوے نہیں کئے جیسے کہ حضرت مرزا صاحب نے کئے کہ میں ہی آدم ہوں۔ میں ہی شیث ہوں۔ میں ہی نوح ہوں۔ میں ہی ابراہیم ہوں۔ میں ہی موسیٰ ہوں۔ میں ہی عیسےٰ ہوں۔ میں ہی محمدؐ ہوں۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ اجمعین۔ اگر کئے ہیں تو کون سی نئی بات ہے جو حضرت مرزا صاحب کو تو نبی بناتی ہے اور اُنکو غیر نبی ثابت کرتی ہے۔ اگر کہو کہ کثرت مکالمہ و مخاطبہ اور کثرت اظہار علے الغیب اُنکو نہیں ہوا اور حضرت مرزا صاحبؑ کو ہوا تو یہ صرف رجماً بالغیب بات ہے پہلے کثرت کا کوئی پیمانہ مقرر کرو۔ اگر کثرت اس کا نام ہے کہ جسکو ۳۴ برس تک الہامات اور وحیاں ہوتی رہیں۔ وہ کثرت ہے تو میں کہتا ہوں۔ ہمارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ دوسرے اولیاء اللہ مجددین اور ائمہ کو ۳۴ سال سے کم الہامات اور وحیاں ہوئیں جب خدا کسی کو شرف مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کرتا ہے۔ تو پھر اُس کی یہ عادت نہیں کہ ایک مہینہ کلام کرکے آگے پھر اُس کے ساتھ کلام کا دروازہ بند کردے۔ تمام سچے ملہموں اور مکلموں اور محدثوں سے اللہ تعالےٰ کا یہی دستور ہے کہ وہ اُن سے اُن کی وفات کے دن تک کلام کرتا رہتا ہے پھر کیسے معلوم ہو کہ کثرت مکالمہ۔ مخاطبہ اور کثرت اظہار علے الغیب کسی کو بھی امت میں نہیں ہوا۔ تعجب ہے کہ میاں صاحب باوجود اُس کے کہ نہ ولی ہیں نہ غوث نہ قطب نہ ملہم من اللہ وہ دعویٰ کردیں کہ مجھ پر بھی کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار ہوا ہے پر تو وہ سچے۔ لیکن [illegible]

تو وہ غلط۔ اگر حضرت مرزا صاحب کے الہاموں اور وحیوں نے موسیٰ۔ عیسےٰ اور محمدؐ کہکر اپنے آپکو نبی بنا دیا ہے تو انہی الہاموں اور وحیوں نے۔ مریم۔ سلمان۔ حسن۔ علی وغیرہ اور عبدالقادر رضی اللہ عنہ اور محدث کہکر اُنکو غیر نبی بھی تو کہا ہے۔ پس کوئی وجہ ہونی چاہئے۔ کہ ہم ان الہامات اور وحیوں سے آپ کا نبی ہونا تو مان لیں اور غیر نبی ہونا نہ مانیں۔

پھر اس پر بحث اٹھی کہ خاتم النبیین کے معنے یہ نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور نبوت ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس کا سلسلہ جاری ہے۔ میں نے کہا کہ نبوت کا ختم ہونا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر آپ لوگ بھی مانتے ہیں کیا آپ کے نزدیک حقیقی یعنے صاحب شریعت نبیوں اور مستقل یعنے براہ راست نبیوں کا آنا ختم نہیں ہوا۔ اب باقی یہ بحث رہ گئی۔ کہ قرآن مجید میں کوئی اور بھی تیسری قسم کے نبی تھے جو بالواسطہ نبوت پاتے تھے۔ وہ ابھی ختم نہیں ہوئے۔ لیکن قرآن کریم میں ایسے نبیوں کا کہیں ذکر نہیں اور قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ بالواسطہ نبوت کبھی کسی کو ملی ہے۔ یا آئندہ کسی کو ملنے والی ہے اور اس لئے نبوت ختم نہیں لیکن جب ہم حضرت اقدس کی تحریروں کو لیتے ہیں۔ تو گو آپ نے اپنے آپ کو بالواسطہ نبوت پانیوالا یعنے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کرکے اور اپنے لئے اُس کا نام پاکر اُس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پانے والا لکھا ہے۔ مگر ساتھ ہی اُس کے اس بالواسطہ نبوت پانے کیوجہ سے اپنے آپکو نبی نہیں بلکہ مجازی نبی کہا ہے۔ جس کے معنے یہ ہیں کہ میں زمرۂ انبیاء میں شامل نہیں۔

والنبوۃ قد انقطعت بعد نبینا صلے اللہ علیہ وسلم

(حقیقۃ الوحی) مگر پھر بھی حضرت صاحب کے یہ الفاظ جو آپ لوگ ہمیشہ حضرت صاحب کے نبی ہونے کی تائید میں پیش کرتے ہیں

"اس امت میں میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں ......

...... پس اس وجہ سے نبی کا (یعنے بالواسطہ نبی کا) نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ...... (اگر دوسرے صلحا بھی) نبی کہلانے کے مستحق ہوجاتے تو اس صورت میں آنحضرت صلعم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہوجاتا ...... (اسلئے) کہ احادیث میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱)

صاف بتلاتے ہیں کہ امت میں صرف ایک کو ہی بالواسطہ نبوت ملنی تھی اور حضرت مرزا صاحب پر بالاصالت نبوت بھی مسدود ہوگئی اور اس کی تائید مزید کے لئے حضرت صاحب کا یہ قول بھی دیکھا جائے کہ میں خاتم الاولیاء ہوں۔ اب ولی کوئی نہیں مگر وہی جو مجھ میں سے اور میرے عہد پر ہوگا یعنے حضرت مرزا صاحب کے بعد قیامت تک کوئی بالواسطہ بھی نبی نہیں۔ اب ہم میں اور آپ میں فرق صرف یہ ہے کہ آپ لوگ تو حضرت مرزا صاحب پر ہر قسم کی نبوت کو ختم کرتے ہیں اور ہم حضرت نبی کریم پر تمام نبیوں کا خاتمہ مانتے ہیں ہمارے ہاتھ میں قرآن ہے جس میں صریح طور پر آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین موجود ہے اور آپ صاحبان کے ہاتھ میں صرف حضرت مرزا صاحب کے الہامات اور وحیاں ہیں جو منجانب اللہ ان کو ہوئیں جن میں یہ بھی تو کوئی وحی اللہ نہیں وخاتم الاولیاء [illegible] النبیین ہو اب فرمایئے باب نبوت بکلی بند [illegible] ہم ہی مانتے ہیں یا آپ بھی۔ جس وقت آپ لوگ حضرت مرزا صاحب کا نبی ہونا ازروئے قرآن و حدیث و تحریرات حضرت صاحب ثابت کردکھائینگے اُس وقت ہم بھی خاتم النبیین کی تحجیہ آپ کی طرح کرکے [illegible] کرلینگے۔ اس پر مولوی نظام الدین صاحب والد بزرگوار حافظ عبدالعلی صاحب نے فرمایا۔ کہ ہم صرف قرآن کریم سے ہی بحث کرینگے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے اقوال سے کوئی سند نہیں لینگے۔ اور قرآن سے ہی لینگے کہ آیت خاتم النبیین کے یہ معنے نہیں کہ نبیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ بلکہ یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے میں نے عرض کیا۔ بہت خوب مولنا آپ فرمایئے۔

[illegible]

ہوگیا۔ اور دوسرے دن اسپر گفتگو کرنے کا وقت خود ڈاکٹر صاحب موصوف نے مقرر فرمادیا۔ (باقی دارد)

حضرت خواجہ صاحب

ایک پرائیویٹ خط میں جماعت کی موجودہ حالت پر افسوس کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

اللہ تعالےٰ رحم کرے۔ کیا حالت ہماری ہوگئی ہے کیا ہم ہی اصلاح دنیا کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ آہ! حضرت اقدس کا مشن اور اُس کے چلانے والے ہم لوگ اور ہماری یہ حالت۔ جو سلوک مرہم عیسےٰ صاحب کے ساتھ ہوا۔ کیا اس کا نام احمدیت ہے۔

کاش یہ لوگ سمجھتے کہ اسلام چند عقائد کا نام نہیں احمدیت چند مسائل کا نام نہیں۔ کہ جن کے متعلق صحت فہم سے ایک انسان حقیقی معنوں میں مسلم یا احمدی ہوسکتا ہے۔ صحت عقائد کی ضرورت تو صرف اس لئے ہے کہ عقائد ہی اعمال کا سرچشمہ ہیں صحیح عقائد سے صحیح اعمال پیدا کرنا مذہب کی غرض ہے کوئی کسی کے عقائد کو کیا کرے۔ جب اعمال ایسے ہوجاویں۔ کیا ان سے پہلے عیسائیوں نے یہ نہیں سمجھ لیا کہ چند عقائد کا مان لینا ہی اعمال سے بری کردیتا ہے۔ پروٹسٹنٹ لوگ اگرچہ بہت حد تک کیتھولک سے ترقی یافتہ ہیں لیکن وہ بھی اسلئے قائل ہیں کہ ایمانیات ہی نجات کے لئے کافی ہے۔ اب یہی حالت ان لوگوں کی ہوگئی ہے۔ بالفرض یہ مان لیا جاوے کہ میاں محمود صاحب نے صحیح عقائد تعلیم کئے ہیں۔ تو جب اُن لوگوں کے یہ اخلاق ہیں اور ان اعمال فاسدہ کو ہی اعمال حسنہ سمجھ رہے ہیں۔ تو کیا ان کی حالت وہی نہیں ہوگئی جو عیسائیوں کی ہے۔ یعنے یہ کہ حضرت مرزا صاحب کو صحیح نبی مان لینا اور کل مسلمانوں کا کافر کہدینا یہی کافی ہے۔ اور باقی اعمال جیسے بھی ہوں سب درست ہیں کاش یہ لوگ سمجھتے کہ جب سے یہ جدیدہ خلافت اور یہ عقائد تعلیم ہوئے۔ ان لوگوں کے اخلاق کیا ہوگئے۔ ان کی زبانیں کیوں درانتی بن گئیں۔ ان میں کیوں حسد۔ بغض۔ کینہ۔ بدگوئی اور جھوٹ بولنا پیدا ہوگیا۔ ......

......

آہ ہمارے آقا اور ہمارے مرشد اور خدا کے مسیح کی یہ جماعت جو دنیا کی اصلاح کے لئے اٹھائی گئی اور یہ اخلاق دکھلانے۔ ان نادانوں کو خدارا کوئی بتادے۔ کہ ہم تمہارے عقائد کو تو بعد میں دیکھیں گے سردست تمہارا چلن اور تمہارے اخلاق تمہاری تکذیب کے لئے کافی ہیں۔

میں ہندوستان [illegible] گیا ہے ان کو ایسی ہی حالت میں کیا پایا۔ خدا تعالےٰ رحم کرے۔ [illegible] ہمارے بھائی ہیں۔ بہت ہی محنت سے یہ جماعت بنی تھی۔

یہ خود غور کریں کہ ایک وقت آج سے پندرہ بیس سال پہلے احمدی اور غیر احمدیوں کے دنگل ہوا کرتے تھے۔ پھر جو ہم میں سے مدت سے سلسلہ میں ہیں وہ اس امر کو یاد کریں کہ اسوقت جو غیر احمدیوں میں سے بعض جہال کا طرز عمل تھا۔ انکی قائمقامی اسوقت کون جماعت کررہی ہے مولنا آزاد سبحانی نے دو سال ہوئے صحیح لکھا تھا کہ ان قادیان کے احمدیوں نے اپنے بھائی احمدیوں سے وہ ناروا سلوک کیا ہے کہ اس کا نصف حصہ بھی ہم میں بعض غیر احمدیوں نے جو غالی بھی تھے احمدیوں کے ساتھ [illegible] ذمہ دار میاں محمود احمد

اسمٰہ احمد کے متعلق

میں نے ۱۹ نومبر کے اخبار پیغام صلح میں میاں صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے تاوان کے متعلق یہ لکھا تھا۔ کہ جو مرید اُنکے عقیدہ متعلق اسمٗہ احمد میں ان سے اتفاق رکھتے ہیں وہ بھی بحساب دو پیسہ فی کس تاوان دیں لیکن اگر میاں صاحب کو اس بات پر بھی اعتراض ہے تو میں اسے چھوڑ دیتا ہوں اور اسکی بجائے صرف یہ پیش کرتا ہوں۔ کہ میاں صاحب اپنے پانچ لاکھ مریدین میں سے جن کا ان کو دعوے ہے صرف بیس ہزار مریدین کے دستخط ایک اعلان پر کرادیں جس کی عبارت حسب ذیل ہو۔

"میں اللہ تعالےٰ کی قسم کھا کر یہ شہادت ادا کرتا ہوں کہ [illegible]

برسول یاتی من بعدی اسمہ احمدؐ ہیں ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے سے پوری نہیں ہوئی۔ اور نہ آپ کا اسم مبارک احمدؐ تھا"

یہ شرط لگانے کی ضرورت اِس لئے ہے کہ تا معلوم ہو جاوے کہ میاں صاحب جو کچھ دلائل رکھتے ہیں ان سے ان کے کسقدر مریدین قائل ہو چکے ہیں۔ اگر اُن کی مزعومہ پانچ لاکھ تعداد میں سے بیس ہزار بھی اس اعلان پر دستخط کر دیں۔ تو اسقدر تو ثابت ہو جائیگا۔ کہ میاں صاحب کے مریدین میں سے سو میں سے کم از کم چار تو اُن کے دلائل کو درست مانتے ہیں۔ اور اُن کے ہمعقیدہ ہیں۔ اور اگر سو میں سے چار مرید بھی ان دلائل سے قائل نہیں ہو سکتے۔ تو ان دلائل کو دوسروں کے سامنے پیش کر کے کیا کرینگے۔ چونکہ میاں صاحب کے مریدین صرف اُن کے حکم سے ہی شہادت حقہ ادا کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ معاملہ حلف میں پہلے ثابت ہو چکا ہے۔ اس لئے ہم معذور ہیں۔ کہ براہِ راست ان سے کچھ دریافت نہیں کر سکتے ؂

محمد علی۔

میاں صاحب کا خطبہ جمعہ

(۴)

محدّث مجدّد اور نبی کے معنے

"مجدّد اور رسول میں فرق" کے عنوان سے میاں صاحب فرماتے ہیں۔ کہ

"امت محمدیہ میں مجدّدوں کی پیشگوئی اس طرح ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں۔ جو نبی نہیں تھے۔ مگر خدا تعالےٰ ان سے کلام کرتا تھا۔ اسی طرح میری امت میں بھی ایسے لوگ ہونگے۔ اور محدّث تو آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو بھی کہا تھا لیکن حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ "اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُس کو پکارا جائے اگر محدث رکھنا چاہیئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنے لُغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے" (ایک غلطی کا ازالہ صٓ)
پس جب کوئی محدث نبی نہیں ہو سکتا۔ تو مجدد کہاں نبی ہو سکتا ہے"

اصل تو یہ صریحاً غلط ہے۔ کہ یہ پیشگوئی جس میں پہلی امتوں کی طرح امت محمدیہ میں بھی مکلم من اللہ بننے والوں کا ذکر ہے۔ مجددین کی پیشگوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک مکلم من اللہ مجدد نہیں ہوتا اصل حدیث جس کا میاں صاحب نے ذکر کیا ہے۔ اس طرح ہے۔ کہ لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل رجال یکلمون من غیران یکونوا انبیاء فان یکن من امتی احد منھم فعمرؓ۔ بنی اسرائیل میں سے جو تم سے پہلے تھے۔ ایسے لوگ تھے۔ جن سے مکالمہ ہوتا تھا۔ بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس اگر میری امت میں سے ان میں سے کوئی ہو۔ تو وہ عمرؓ ہے۔ اب یہاں صاف طور پر حضرت عمرؓ کو انہی مکلم من اللہ لوگوں میں سے بنایا ہے اور ایک دوسری حدیث میں بقول میاں صاحب آپ کو محدث بھی قرار دیا ہے۔ جو یہ ہے۔ لقد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی احد فانہ عمرؓ۔ تم سے پہلے جو امتیں تھیں۔ ان میں محدث ہوا کرتے تھے۔ پس اگر میری امت میں کوئی ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ لیکن ظاہر ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو باوجود مکلم من اللہ اور محدّث ہونے کے مجدد کسی نے نہیں کہا۔ جس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ ہر ایک محدّث مجدد نہیں ہوا کرتا۔ اور میاں صاحب کا یہ کہنا کہ اس حدیث میں جو امت محمدیہ میں مکلم من اللہ بننے والوں کا ذکر ہے۔ تو یہ مجددین کی پیشگوئی ہے۔ غلط ہے۔ امت محمدیہ میں مجددین کی پیشگوئی اگر یہی ہے۔ تو پھر ماننا پڑیگا۔ کہ ہر ایک مکلم من اللہ اور ہر ایک محدّث مجدد ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ مجدد کے متعلق صاف طور پر ایک دوسری حدیث میں یہ فرمایا ہے۔ کہ ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا اس حدیث میں تین باتیں مجدد کے لئے شرط ٹھہرائی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے کھڑا کیا جانا جسکو بعثت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ دوسرے صدی کے سر پر ہونا۔ تیسرے تجدید دین کرنا۔ اب کیا ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر ایک محدّث اور مکلم من اللہ میں یہ تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ محدث اور مجدد میں یہی بڑا بھاری فرق ہے۔ کہ اوّل الذکر صرف شرف مکالمہ مخاطبہ الہیہ سے مشرف ہوتا ہے۔ اور انبیا کے رنگ میں رنگین اور مؤخر الذکر محدث کی ان صفات کو اپنے اندر رکھنے کے ساتھ صدی کے سر پر تجدید دین کے لئے کھڑا بھی کیا جاتا ہے۔ بس ہم حیران ہیں کہ میاں صاحب نے کیونکر مکلم من اللہ کی پیشگوئی کو مجدد کی پیشگوئی تصور کر لیا۔ جبکہ صاف طور پر ایک دوسری حدیث میں مجددین کے شرائط لازمہ کا ذکر علیحدہ موجود ہے اور احمدیہ جماعت کا ہر فرد اس سے خوب واقف ہے۔

باقی رہا یہ امر کہ حضرت صاحب ایک غلطی کے ازالہ میں فرماتے ہیں کہ

"اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانیوالا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اُسکو پکارا جائے۔ اگر کہو محدث رکھنا چاہیئے۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے"
(ایک غلطی کا ازالہ صٓ)

اس حوالہ سے میاں صاحب کا یہ استدلال کرنا کہ حضرت صاحب محدث نہیں تھے بلکہ نبی تھے۔ صریحاً خلاف عقل و نقل ہے اس عبارت کے الفاظ خود اس استدلال کی بڑے زور کے ساتھ تردید کر رہے ہیں اول تو یہاں حضرت صاحب نے یہ لکھکر کہ تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے" بتا دیا ہے کہ لغوی طور پر محدث کے معنے غیب کی خبریں پانے والا نہیں۔ کیونکہ "تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں" یا بالفاظ دیگر یوں کہنا ہے کہ لغوی معنوں کے لحاظ سے اظہار غیب پانیوالوں کو محدث نہیں کہتے۔ لیکن دوسری جگہ حضرت صاحب نے صاف طور پر ایسے لوگوں کو محدث بھی کہا ہے۔ لغوی معنوں کے رو سے نہیں بلکہ اصطلاح اسلام کے رو سے جیسا کہ آپ کے ذیل کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

"اور ایسے شخص میں ایک طرف تو خدا تعالےٰ کی ذاتی محبت ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف بنی نوع کی ہمدردی اور اصلاح کا بھی ایک عشق ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ایکطرف تو خدا کے ساتھ اس کا ایسا ربط ہوتا ہے کہ اس کی طرف ہر وقت کھنچا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف نوع انسان کے ساتھ بھی اسکو ایسا تعلق ہوتا ہے جو اُن کی مستعد طبائع کو اپنی طرف کھینچتا ہے...... ایسے لوگوں کو اصطلاح اسلام میں نبی رسول اور محدث کہتے ہیں"

اب اس عبارت میں صاف طور پر حضرت اقدس ان امور کا ذکر کر کے جو نبی۔ رسول اور محدث میں مشترک طور پر پائے جاتے ہیں اور اصطلاح اسلام کا لفظ ساتھ لکھکر بتا دیا ہے۔ کہ لغوی معنوں کی رو سے نہیں۔ بلکہ اصطلاحی معنوں کی رو سے آپ محدث ہیں۔

پھر براہین احمدیہ حصہ پنجم میں نبی کے لغوی معنوں کو صاف طور پر محدث پر چسپاں کیا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں کہنا چاہیئے کہ آپ نے اس بات کو صاف کیا ہے۔ کہ نبی کے لغوی معنے محدث کے ہیں اور محدث کے لغوی معنے نبی نہیں۔ بلکہ محدث کے اصطلاحی معنے جو کچھ ہیں۔ وہی نبی کے لغوی معنے ہیں جیسا کہ ذیل کے سوال و جواب سے منکشف ہوتا ہے۔

قولہ - احادیث میں نازل ہونیوالے عیسےٰ کو نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا ہے۔ تو کیا قرآن اور حدیث سے ثابت ہو سکتا ہے کہ محدث کو بھی نبی کہا گیا ہے۔

اقول - عربی اور عبرانی میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنیوالے کے ہیں جو خدا تعالےٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرے۔ پس جبکہ قرآن شریف کی رو سے ایسی نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے جو بتوسط فیض و اتباع آنحضرت صلعم کسی انسان کو خدا تعالےٰ سے شرف مکالمہ و مخاطبہ حاصل ہو۔ اور وہ بذریعہ وحی الہٰی کے مخفی امور پر اطلاع پاوے تو پھر ایسے نبی اس امت میں کیوں نہیں ہونگے۔ اس پر کیا دلیل ہے۔ ہمارا مذہب نہیں ہے بلکہ ایسی نبوت پر مہر لگ گئی ہے"

کس صفائی کے ساتھ یہاں نبی اور محدث کے علی الترتیب لغوی و اصطلاحی معنوں کو ایک دوسرے کے مطابق کیا ہے یعنے یہ بتا کر کہ "عربی اور عبرانی میں نبی کے معنے صرف پیشگوئی کرنیوالے کے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرے" اور قرآن شریف کے رو سے "ایسی نبوت" یعنے لغوی نبوت جس کی عربی اور عبرانی کے الفاظ سے تشریح کی ہے۔ کا دروازہ بند نہ بتا کر اس بات کو واضح کر دیا ہے۔ کہ محدث کے معنے از روئے قرآن شریف جسکو دوسری جگہ اصطلاح اسلام کہکر پکارا تھا وہی ہیں جو نبی کے لغوی معنے ہیں۔ یعنے "جو خدا تعالےٰ سے الہام پاکر پیشگوئی کرے"۔ اور یوں محدث کو لغوی طور پر نبی قرار دیکر سائل کا جواب اثبات میں دیا ہے۔ ورنہ یہ کہنا کہ چونکہ یہاں محدث کا لفظ جواب میں نہیں لکھا اسلئے یہ مراد نہیں۔ سارے جواب کو ہی ملیا میٹ کرنا ہے۔ کیونکہ سائل تو پوچھتا ہے کہ آیا محدث کو بھی نبی کہتے ہیں اور حضرت صاحب اس کے جواب میں انکار یا نفی کا لفظ کوئی نہیں لکھتے۔ بلکہ ایک قسم کی نبوت کا دروازہ از روئے قرآن شریف کھلا قرار دیکر اسی کو لغوی نبوت بتایا ہے۔ پس قرآن شریف کی رو سے جس قسم کی نبوت بند نہیں ہے۔ وہی اگر محدثیت نہیں تو یہ اصل سوال کا جواب نہیں۔ پس لازماً ہمیں ماننا پڑیگا۔ کہ نبی کے لغوی معنے وہی ہیں جو قرآن شریف بالفاظ دیگر اصطلاح اسلام میں محدث کے معنے ہیں۔ جس سے ایک غلطی کے ازالہ والی عبارت بھی حل ہو گئی۔ کہ وہاں محدث کے لغوی معنوں میں نبی ہونے سے انکار کرنا اس بات پر دلالت نہیں کرتا۔ کہ آپ محدث نہیں تھے۔ ہاں آپ لغوی معنوں میں محدث نہیں تھے بلکہ نبی تھے۔ اور اصطلاحی معنوں میں نبی نہیں تھے۔ بلکہ محدث تھے .... ماسوا اسکے اگر ایک غلطی کا ازالہ والی عبارت کا یہی منشا لیا جائے کہ غیب کی خبریں پانیوالے کا نام محدث نہیں بلکہ نبی ہے۔ تو پھر ماننا پڑیگا کہ جس پر اظہار غیب ہو۔ وہ نبی ہوا۔ حالانکہ خود میاں صاحب کے اعتقاد میں بھی مسیح موعودؑ کے سوائے باقی کوئی مکلم من اللہ نبی نہیں۔ تو اس لحاظ سے اُنکے اپنے کئے ہوئے معنے بھی اُن کے مفید مطلب نہیں۔ بلکہ سراسر انکے خلاف ہیں اور انکے عقیدہ کو ملیامیٹ کرنے والے ؂

تازہ خبریں

رزمگاہ فرانس - لنڈن ۲۱ر نومبر - ایک برطانوی مراسلت مظہر ہے۔ کہ غنیم نے شمال جنوب مغرب گرانڈ کورٹ میں شدید گولہ باری کی اور ہم نے گومی کورٹ - اوکلنکورٹ - ڈیپرس کی متخاصم مورچہ بندیوں پر حملے کئے ؂

غنیم کے توپخانہ کی سرگرمی - لنڈن ۲۱ر نومبر - ایک برطانوی مراسلت مظہر ہے کہ دریائے انکر کے ہر دو کناروں پر ہمارے محاذ پر غنیم نے خاصی شدید گولہ باری کی ؂

رزمگاہ بلقان - لنڈن ۲۱ر نومبر - نامہ نگار رپوٹر مقیم فرانسیسی ہیڈکوارٹر مقدونیہ نے ۱۹ر نومبر کو برقی اطلاع ارسال کی ہے۔ کہ بلغاروی مدافعین گذشتہ روز دن بھر مناستر سے پسپا ہوتے ہوئے دیکھے گئے۔ سپاہ عقب نے رات بھر مورچہ بندیوں کی مدافعت کی۔ لیکن صبح کے وقت وہ غائب ہو گئی۔ جونہی کہ ایک بلغاروی پٹرول شہر کے دوسرے حصہ سے روانہ ہوا۔ فرانسیسی رسالہ ۱۹ر نومبر کو ۹ بجے صبح کے قریب شہر میں داخل ہوا۔ روسی اور اطالوی پیادوں نے جو فرانسیسی سپاہ کے بعد داخل ہوئی۔ جنوب شہر میں ایک پہاڑی پر چند سو قیدی گرفتار کئے ؂

بلغاروی سپاہ کا تعاقب - لنڈن ۲۱ر نومبر - فرانسیسی سرکاری مراسلت مظہر ہے کہ اتحادی شمال مناستر میں غنیم کی سپاہ عقب کا جسکی زبردست توپخانہ مدد کر رہا ہے۔ بزور تعاقب کر رہے ہیں۔ اطالوی سپاہ نے بعلاقہ کوہ موزہ میں کوہستان سے غنیم کے جوابی حملوں کو پسپا کر دیا ہے ؂

رومانوی محاذ - لنڈن ۲۱ر نومبر - فرانسیسی مبصرین کا خیال ہے۔ کہ ۲۵ - آسٹروی و جرمن ڈویژن ملب دلاچیا کی جانب نقل و حرکت کر رہے ہیں۔ غنیم کمپولنگ کی جانب اس کی جوابی نقل و حرکت کر رہا ہے۔ مؤخر الذکر نقل و حرکت کا منشا یہ ہے کہ رومانوی سپاہ مدافع جنوبی موڈ کار پیتھین کو عقب میں محصور کر لیا جائے ؂

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

حضرت مسیح موعود

اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضلِ خدا	مصطفےٰ مارا امام و پیشوا
اندریں دین آمدہ از مادریم	ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم
آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست	بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام	دامنِ پاکش بدستِ ما مدام
مہرِ او باشیر شد اندر بدن	جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام	ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست	زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ مارا وحی و ایمائے بود	آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے ✽

حضرت مسیح موعود

اور آپ کی جماعت کا مذہب

یا از و یا بکلام پر نور کتاب	وصل و دلدار ازل بے زوال
اعتقادِ قول او در جانِ ما	ہر چہ زو ثابت شود ایمانِ ما
از ملائک از خبرہائے معاد	ہر چہ گفت آں مرسلِ ربّ العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است	منکرِ آں مستحقِ لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست	منکرِ آں مورد لعنتِ خداست
معجزاتِ انبیائے سابقین	آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ما	ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یک قدم دوری ازاں روشن کتاب	نزدِ ما کفر است و خسران و تباب

قیمت سالانہ سے ششماہی ۔۔۔

سہ ماہی ۔۔۔ طلباء سے سالانہ ۔۔۔

جلد ۴ | مقام اشاعت احمدیہ بلڈنگس لاہور | یکشنبہ مؤرخہ یکم صفر ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲۸ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء | نمبر ۶۰

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

اعلان اسلام مس مارگریٹ این ڈکسن مس سارہ ہملین مسٹر حبیب اللہ

مخدومی مکرمی معظمی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ روداد یوم سعید عید الضحیٰ در ووکنگ خدمت بابرکت میں بھیجی جا چکی ہے۔ امید ہے ملاحظہ عالی سے گذری ہوگی۔ باوجود حالات نامساعد کے جس توجہ اور دلچسپی کے ساتھ پیغام قرآن کو یہاں کے ذکور و اناث سنتے اور پڑھتے ہیں اس کا اندازہ صرف ان تحریروں سے ہو سکتا ہے جو آئے دن دفتر میں آتی رہتی ہیں اور ایسا تو بارہا ہوا ہے کہ جو زائرین شاہجہان مسجد کو دیکھنے آتے ہیں اپنی گفتگو میں صاف طور پر عیسائیت سے اپنی بے اطمینانی اور اسلام کے سیدھے سادے اصولوں سے دلبستگی کا اظہار کرتے رہتے ہیں ان میں سے بعضوں کی دلچسپی انہیں اسلام کے متعلق مزید استفسار کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ عموماً مندرجہ بالا اعلانوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اول الذکر صاحبہ مس مارگریٹ این ڈکسن ہماری ایک انگریز نو مسلم بہن کی سہیلی ہیں۔ اسلامک ریویو اور دیگر مطبوعات ووکنگ مشن کا مطالعہ عرصہ سے ذیادہ رہی تھیں اور قلبی اطمینان کا ذکر جو اس مطالعہ کا نتیجہ تھا۔ ہماری بہن سے اکثر کرتی رہتی تھیں چند روز ہوئے آپ نے اپنے ایمان، اسلام کا اقرار و اعلان بذریعہ تحریر دفتر میں بھیجدیا ہے۔ اور اپنی نئی زندگی کے لئے ایک اسلامی نام کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اُن کا نام رفیقہ اسلامی نام رکھا گیا ہے۔ دوسری محترمہ ہم سے کہیں دور غربی، زیلینڈ کی رہنے والی ہیں لیکن اسلامی صداقت کے بیانات سے جو اسلامک ریویو میں درج ہوتے رہتے ہیں متاثر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کرتی ہیں لہٰذا ان کا نام کرامت اسلامی نام رکھا گیا۔

نمبر ۳ مؤخر الذکر مسٹر حبیب اللہ بھی اس بالائی دنیا کے رہنے والے ہیں اور عرصہ سے ووکنگ مشن سے خط و کتابت فرماتے رہے ہیں۔ اور آج اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بذریعہ تحریر فرماتے ہیں۔

پروردگار عالم سے دُعا ہے۔ کہ وہ ذات پاک ان کے اعلانوں کو قبول فرماوے اور استقامت بخشے۔ آمین۔

ان اعلانات کے علاوہ عموماً ایسے خطوط بھی آتے رہتے ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ مغربی دنیا کے مختلف طبقہ کے لوگوں میں اسلامی جس مرتبوت ۔ مثلاً ایک خط میں ایک نو مسلم خاتون تحریر فرماتی ہیں۔ کہ ان کی ایک سہیلی نے اپنے منسوب سے جو فرانس میں جنگ پر گیا ہوا ہے مسجد ووکنگ کے وعظ و لیکچر سننے اور اُن سے محظوظ ہونے کا حال لکھا۔ جس پر نوجوان نے اپنا اشتیاق متعلق اسلام نہایت جوش سے ظاہر کیا۔ اور مسجد میں جاتے رہنے کی تاکید کی۔ یہ اس دنیا کا حال ہے۔ جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مذہبی ضرورت سے آزاد ہو چکی ہے۔ لیکن ان حالات سے صاف عیاں ہے کہ اس مذہب کی جو حقیقتاً انسانی بہبودی کا ضامن ہو۔ انہیں اب بھی ضرورت ہے اور رہے گی۔

اب بفضلہ تعالیٰ جناب مولوی صدر الدین صاحب کی طبیعت کو بہت حد تک آرام ہے۔ اور کام ترجمہ انگریزی قرآن کریم کے امتحان میں ہمہ تن مصروف ہیں جو نہایت سرعت سے ہو رہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب ختم ہوا چاہتا ہے۔

مسجد لنڈن میں خطبہ جمعہ اور مسجد ووکنگ میں اتوار اور بدھ کے جلسے کامیاب دیکھے جاتے ہیں ان کے علاوہ امام صاحب مسجد کو "لنڈن کی ایک سپرچولسٹ سوسائٹی" میں ایک لیکچر دینے کا اتفاق ہوا۔ جو بہت کامیاب ایک تھا۔ والسلام ✽

دستخط خاکسار عبد القیوم ملک ۔ بقلم بلال نور احمد۔ یکم نومبر ۱۹۱۶

نفس کی غلامی

غلامی کو آزادی کون کہیگا سوائے اس کے جس کی عقل ماری گئی ہو۔ مگر خدا کی قدرت ہے۔ اس نئی روشنی کی چکا چوند کر دینے والی چمکار میں لوگوں کو یہ نظر آنے لگا ہے۔ کہ آزادی اسی کا نام ہے کہ اپنی خواہش نفس کے مطابق جو چاہیں کھائیں اور جو چاہیں پہنیں جس سے چاہیں دل لگائیں اور جہاں چاہیں جائیں۔ کوئی پوچھنے والا روک ٹوک کرنے والا نہ ہو۔ کوئی قاعدہ قانون اصول بلائے جان نہ ہو۔ مگر نہیں سمجھتے کہ یہ آزادی نہیں بلکہ غلامی ہے جو شخص دن رات اپنے نفس کی خواہشات کے پورا کرنے میں مصروف ہے۔ وہ سخت دھوکہ میں ہے اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں آزاد ہوں یعنے جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ نہیں درحقیقت وہ اپنے نفس کا غلام ہے۔ اس کا محکوم ہے۔ تابع ہے۔ اُس کی زنجیروں میں قید ہے۔ آزاد وہ ہے جو اپنے نفس پر حکومت کرتا ہے۔ اپنے نفس کو اپنی عقل اور ارادہ کے ماتحت صحیح راہ پر چلاتا ہے۔ اسے سیلف گورنمنٹ کے شیدائی تو غلطی پر ہے۔ اس سے بڑھکر سیلف گورنمنٹ کیا ہو سکتی ہے کہ انسان خود اپنے آپ پر حکومت کرے مبارک ہے وہ جو سیلف کو گورن کرتا ہے یعنے اپنے نفس پر حکومت کرتا ہے۔ باقی سب ہوا و ہوس ہے۔ یار لوگوں کی حکومت پسندیاں ہیں اور کچھ بھی نہیں بس اس خیال خام سے باز آ اور اپنے نفس پر حکومت کرنا سیکھ۔ کہ یہی سچی آزادی ہے۔ نفس کی غلامی کا نام آزادی مت رکھ۔ کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے مبارک ہے وہ جو اس دھوکہ سے بچتا ہے ✽

خاکسار

بشارت احمد عفی عنہ۔

اسلام کی اشاعت نماز کے اثر سے

سندھ میں اسلام کیونکر پھیلا۔ اہل سندھ کو کس چیز نے مسلمان بنایا۔ کیا ہندو قوم تلوار کے خوف سے اپنا آبائی مذہب چھوڑ بیٹھی۔ کیا عرب اتنے سخت گیر تھے کہ نا مسلمانوں کو زبردستی مسلمان کرتے تھے۔ ان مسائل کا بہترین جواب وہ عجیب غریب واقعہ ہے جس روایت تاریخ معصومی نے کی ہے۔

فاتحان عرب کا سیلاب فیروزمندی سندھ پر مستولی ہے۔ عساکر اسلامیہ نے ہندوؤں کو گھیر رکھا ہے اس نئے گروہ کے عادات و اطوار اہل سندھ کے لئے سب انوکھے ہیں بات بات پر استعجاب کی نظریں پڑتی ہیں۔ اور حیرت کا سرمہ لگا کے واپس آتی ہیں۔

کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے

ہندوؤں کا فلسفہ اخلاق نہایت صحیح رمز شناس فطرت تھا۔ ضرورت محسوس ہوئی کہ ان حملہ آوروں کے خصائص کا پتہ لگایا جائے

یہ سیوستان و سیوی کا واقعہ ہے جس کا محاصرہ مسلمان کئے ہوئے تھے ہندوؤں نے لشکر اسلام میں اپنے جاسوس بھیجے جو چاروں طرف دریافت حال کے لئے پھر رہے تھے۔ اتنے میں مسلمانوں کی نماز کا وقت آگیا۔ یا تو ہر شخص اپنے اپنے مشاغل میں منہمک تھا یا دفعتہ نعرہ "حی علی الصلوٰۃ" ایسا انقلاب لایا کہ جو مسلمان جہاں تھا اور جس حال میں تھا اس صدائے آسمانی کا جواب دینے کے لئے اپنے اپنے مقام سے دوڑ پڑا۔ نمازیوں نے جلد جلدی وضو کئے صفیں سیدھی کیں جماعت مستقیم ہوئی۔ سالار لشکر (محمد بن القاسم بن محمد الثقفی) امام بنا اور ساری گردنیں اُس معبود برحق کے آگے جھک گئیں۔ جس کے سوا کسی کو دعوئ سرفرازی شایاں نہیں لہ الملک ولہ الامر وھو علیٰ کل شیٴ قدیر

پروردگار خلق خداوند کبریا۔

بالخاص ادائے اسلامی ایسی نہ تھی کہ ہندو جاسوس دیکھتے اور مرعوب نہ ہو جاتے۔ ان پر حیرت چھا گئی کہ جو قوم ایک مقصد خاص میں اتنا بڑا اتفاق رکھتی ہو ایسی عجیب الکیف وحدت قومی کا نمونہ عمل پیش کر سکتی ہو کہ ایک کھڑا ہے تو سب کھڑے ہیں ایک جھکتا ہے تو سب جھک پڑتے ہیں۔ ایک پیشانی خاکسائی کرتی ہے تو سارے کے سارے اپنی پیشانیاں رگڑنے لگتے ہیں۔ ایک بیٹھتا ہے تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔ ایک کا رُخ اگر داہنے یا بائیں پھرتا ہے تو سب کے منہ اُسی رُخ پھر جاتے ہیں۔ جو قوم ایسی تحیر خیز شان اتحاد رکھتی ہو ایک مدعا مخصوص کے حصول میں ایسی احدانیت افعال و یکسانی احوال پر قادر ہو۔ وہ جو چاہے کر سکتی ہے اور جو آرزو ہو وہ بر لا سکتی ہے ایسی قوم کا مقابلہ عبث مقاومت بے سود ہے۔

یہ سبق آموز احساس عبرت اندوزی تھا جسے لئے ہوئے جاسوس اپنی جماعت میں واپس آئے اور ہندوؤں کو سارا حال سنایا جس نے قوم کو خود بخود اسلام کی جانب ترغیب دی اور ایک ممتاز سربرآوردہ وفد نے مسلمانوں سے صلح کر لی جس کے بعد ہندو جس قدر مسلمانوں سے واقف ہوتے گئے اسی تناسب سے ان میں اسلام ترقی کرتا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ پنجشنبہ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶۰

مسیح موعود کی نبوت ماننے والوں کی تعداد

(از حضرت امیر مولینا مولوی محمد علی صاحب ایدہ اللہ بنصرہ)

میں نے اس جواب کے اثناء میں جو میاں صاحب کو اُن کے اسمہٗ احمد کی پیشگوئی کے چیلنج پر دیا تھا یہ بھی لکھا تھا۔ کہ کسی دوسرے کے ساتھ مباحثہ کرنے سے پہلے وہ یہ ثابت کریں کہ اُن کے مریدین کس قدر فیصدی اُن کے دلائل کے قائل ہو چکے ہیں اور اُنہی کی طرح اپنا پہلا عقیدہ تبدیل کر کے اب اس نئے عقیدہ کے قائل ہو چکے ہیں۔ کہ **مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد** کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پوری نہیں ہوئی اور نہ آپ کا اسم مبارک احمد تھا۔ اس کا تو معلوم نہیں میاں صاحب کیا جواب دینگے ممکن ہے کہ وہ اسے ٹالنے کی کوشش کریں کہ ہم اس جھگڑے میں نہیں پڑتے۔ لیکن اگر وہ ایسا کرینگے۔ تو یہ محض بحث سے گریز پر ایک دلیل ہوگی۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ برابر اس طرح کوشش کرتے رہے ہیں کہ نئے عقائد میں اپنے ہمخیال مریدوں کی تعداد معلوم کریں لیکن بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ تعداد ایسی حوصلہ شکن ثابت ہوئی کہ پھر میاں صاحب نے اسکے نتائج کو شائع کرنا پسند نہیں کیا۔ ایک طرف مولینا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی جیسے انسان نے جو حضرت مسیح موعود کے عقائد کا زندہ نمونہ ہے کھلی شہادت میاں صاحب کے عقیدہ کے بطلان کی دیدی دوسری طرف میاں صاحب نے جو کوشش کی تھی کہ نبوت ماننے والوں کی ایک عظیم الشان جماعت ہم دکھا دینگے اس میں ناکامی ہوئی۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے تنبیہ تھی۔ کہ وہ اپنے عقیدہ کی اصلاح کر لیتے اور اس باطل عقیدہ سے جس میں خود مبتلا ہیں اور بہت ناواقف لوگوں کو بھی اپنے ساتھ مبتلا کر دیا ہے رجوع کرتے۔ یہ رجوع اُنکے لئے بابرکت ہی ہوتا۔ مگر میاں صاحب محض ضد میں آکر اب اس بات پر اڑے چلے جاتے ہیں جب ہم اُنکے مریدین سے حلفیہ شہادت طلب کرتے ہیں۔ کہ اُن کے عقائد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں کیا تھے تو مریدین کو شہادت حلفیہ ادا کرنے سے روک دیا جاتا ہے۔ اور اسکے بالمقابل ایک پیچیدہ سا رنگ سوال کو دیکر خود اپنی جماعت سے حلفیہ شہادت لینا چاہتے ہیں تو اس میں بھی سخت ناکامی اٹھاتے ہیں اہل بصیرت کیلئے تو یہ نشان کافی تھے۔ مگر غافل انسان کی طبیعت کا رنگ ہمیشہ ہی یکساں چلا آتا ہے۔ **وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وھم عنھا معرضون۔** کتنے نشان آسمان اور زمین کے اندر ہیں جن پر سے لوگ گذر جاتے ہیں۔ اور اُن کی کچھ پروا نہیں کرتے ہمارے حلفیہ شہادت کے مطالبہ سے انکار کرنا اور کرانا خود نبوت پر حلفیہ شہادت لینے اکرنے میں ناکامی۔ اور سب سے بڑھکر مولینا سید محمد احسن صاحب جیسے مسلم فاضل کا نہایت صفائی سے حق کی تائید میں کھڑے ہو جانا۔ کیا یہ بیّن نشان کافی نہ تھے ہمارے دوستو! اب بھی غور کرو۔ اور اپنی اصلاح کی فکر کرو۔

وہ حلفیہ شہادت جس کا مطالبہ میاں صاحب نے اپنے مریدین سے کیا تھا۔ اور جس میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ناکامی ہوئی کیونکہ سوا سال سے زیادہ عرصہ اس چٹھی کو شائع ہوئے گذر چکا اور اب تک اُسکے کسی نتیجہ کا اعلان میاں صاحب کی طرف سے نہیں ہوا۔ ذیل میں ہم اصل چٹھی مولوی شیر علی صاحب کی جو بحیثیت سکریٹری ترقی اسلام اُنہوں نے میاں صاحب کے حکم سے شائع کی درج کرتے ہیں:-

از قادیان۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم
مکرم ... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ بیعت مسیح موعود کے متعلق حلفیہ شہادتیں صرف ایسے لوگوں کی چاہئیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں حضور علیہ السلام کی بیعت کی اور آپ کی خدمت میں قادیان شریف حاضر ہوئے۔ اور آپ کے فیض صحبت سے مستفیض ہوئے۔

شہادت اس امر کے متعلق مطلوب ہے۔ کہ حضرت اقدس کی نبوت کا اعتقاد موجودہ تنازعہ غیر مبائعین کے بعد پیدا ہوا ہے۔ یا حضرت اقدس کے زمانہ میں ہی حلف کنندہ کا یہ اعتقاد تھا۔ کہ حضرت اقدس واقعی نبی ہیں اور زمرۂ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہیں اگرچہ آپ نہ ایسے نبی ہیں جو شریعت لانے والے ہیں نہ ایسے نبی جو براہ راست نبوت پاتے ہیں۔ بلکہ ایسے نبی جن کی نبوت آنحضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلعم کی طفیل اور آپ کے فیض اتباع سے تھی۔ حلف کنندہ خواندہ ہو۔ تو بدستخط خود شہادت لکھے۔ شہادت گواہوں کے روبرو لکھوائے اور اُس پر اپنا نشان انگوٹھا جب لگائے۔ ساتھ ہی یہ لکھا جائے۔ شہادت دینے والے نے کس سنہ میں بیعت کی۔ اور وہ قادیان تخمیناً کتنی بار آیا۔ شہادت اللہ جلّشانہ کی قسم سے ہو آپ کے حلقۂ تعارف میں جس قدر شہادتیں جمع ہوں الگ الگ لکھوا کر بہت جلد بھیجدیں۔ تاکید ہے۔

شیر علی۔ سکریٹری ترقی اسلام۔

اب اس چٹھی میں اصل سوال کو چھپایا گیا ہے۔ اصل سوال تو اُن لوگوں سے ہونا چاہئے تھا۔ جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے بیعت کی اور سوال یہ ہونا چاہئے تھا۔ کہ آیا حلف کنندہ ۱۹۰۱ء سے پہلے یہ مانتا تھا یا نہیں کہ حضرت مسیح موعود جس نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں وہ جزوی نبوت ہے۔ نبوت کاملہ نہیں۔ اور نہ آپ زمرۂ انبیاء میں شامل ہیں۔ اور ۱۹۰۱ء کے بعد اس کے عقیدہ میں یہ تبدیلی واقعہ ہوئی یا نہیں۔ کہ اب حضرت مسیح موعود کا دعوےٰ نبوت جزوی کا نہیں رہا۔ بلکہ نبوت کاملہ کا ہوگیا ہے۔ اور اب آپ مجددین میں سے نکلکر انبیاء میں داخل ہوگئے ہیں۔ اور پہلے آپ اپنے منکر کو بھی کافر نہ سمجھتے تھے اور اب کل روئے زمین کے مسلمانوں کو سوائے اپنے مریدین کے کافر سمجھتے ہیں۔ یا ان سب لوگوں سے بھی شہادت طلب کی جاتی۔ جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آپ کی بیعت کی۔ تو یوں سوال کرنا چاہئے تھا۔ کہ آیا بیعت کرنیوالے کا بیعت کے وقت یہ اعتقاد تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت نبوّت کاملہ ہے۔ اور اس پر ایمان لائے بغیر اب کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل نہیں رہ سکتا اور نہ ہو سکتا ہے۔ مگر اسکو بھی ہم سردست چھوڑتے ہیں صرف یہ چاہتے ہیں کہ میاں صاحب اس فہرست کو شائع کردیں جو مطالبہ حلف مذکورہ پر تیار ہوئی۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ کسقدر لوگ میاں صاحب کے ہمخیال ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ شہادت میاں صاحب نے اسوقت طلب کی جب وہ حقیقۃ النبوت کو لکھکر نبوّت کے متعلق ایک غلط مفہوم پھیلا چکے تھے۔ کہ حقیقی نبوّت صرف کثرت مکالمہ کا نام ہے۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی میں صاف فرماتے ہیں کہ نبوّت ختم ہوگئی اور اب صرف کثرت مکالمہ باقی ہے۔

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک کثرت مکالمہ کا نام نبوت نہیں۔

غرض یہ مطالبہ حلف اس وقت ہوا۔ جس وقت میاں صاحب جماعت کو نبوت کے متعلق ایک مغالطہ میں ڈال چکے تھے۔ اور ابھی ہماری طرف سے حقیقۃ النبوت کا جواب نہ لکھا گیا تھا۔ پس اس وقت اگر بعض لوگوں نے اس مغالطہ میں غلط شہادت بھی دیدی ہو۔ تو وہ خود اُن پر یا کسی دوسرے پر حجت نہیں۔ مگر تاہم ہم صرف اس قدر چاہتے ہیں کہ باوجود اس مغالطہ کے کس قدر لوگوں نے حضرت مسیح موعود کی نبوت کا اعتقاد ظاہر کیا۔ اگر میاں صاحب واقعی یہ چاہتے ہیں۔ کہ جماعت کو ان مسائل متنازعہ میں حضرت صاحب کا صحیح مذہب معلوم ہو جائے۔ تو اس سیدھے سادھے مطالبہ کو وہ پورا کردینگے۔ اور جب فہرستیں تیار اور مکمل موجود ہیں تو ان کے چھاپنے میں کیا حرج ہے۔ اسطرح پر اعتقاد کے معاملہ میں جماعت کی کثرت کا **فیصلہ ہو** جائیگا۔

فرضی نومبائعین

۱۲ نومبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ کے اس مضمون کا جواب دیتے ہوئے جس میں انہوں نے سیالکوٹ کے ایک محمودی کی روایت پر الفضل کی فہرست ہائے نومبائعین کے اکثر ناموں کے فرضی ہونیکا ذکر کیا تھا۔ ہمیں چیلنج دیا گیا ہے۔ کہ اگر ہم
"الفضل میں شائع ہونیوالے نومبائعین کے ناموں کو فرضی اور جعلی سمجھتے ہیں تو گذشتہ ۶ ماہ کی فہرستوں میں سے ہی پورا ایک سو نام ایسے لوگوں کا شائع کردیں جنکا ...... کوئی پتہ ونشان نہیں ملتا"

پورا ایک سو نام تو نیز الگ بات ہے۔ وہ بھی کسی وقت گنوایا جاسکتا ہے لیکن عقلمندوں کے نزدیک تو ایک فرضی نام بھی اُن کے اس جعل کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔ چنانچہ اس سے پیشتر بنارس کے پتہ سے کسی شخص حافظ محمد عبداللہ کا فرضی نام انہی فہرست ہائے نومبائعین میں طبع ہوا تھا جس پر ہم ۱۲ مئی ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں بتا چکے ہیں۔ کہ وہاں کے ایک محمودی کے کہنے پر الفضل نے نہایت جوش وخروش کیساتھ اس کا مفصل پتہ جو کچھ لکھا تھا یعنی حافظ محمد عبداللہ سوداگر چرم محلہ زیر محلہ عقب درگاہ فاتح ... صاحب بنارس) وہ بھی سب کا سب فرضی اور جعلی ہے اس نام کا بنارس میں نہ کوئی محلہ ہے نہ درگاہ۔ آج پورے چھ ماہ گذر چکے ہیں اور الفضل نے باوجود ہمارے چیلنج کے حافظ محمد عبداللہ مذکور اور اس کے مذکورہ بالا پتہ کی صحت کو ثابت نہیں کیا۔ یہ قرضہ جبتک اُنکے ذمہ ہے اُسے حق نہیں پہنچتا۔ کہ کسی اور فرضی نام کا ہم سے مطالبہ کرے۔ گو بفضل خدا ہم اور بھی بہت سے نام اسی قسم کے پیش کر سکتے ہیں۔ لیکن فی الحال اسی ایک ہی نام کو جو پورے سو کے برابر ہے یاد دلادینا کافی ہے۔

لاہور آریہ سماج کا جلسہ

گذشتہ دو تین دنوں میں انارکلی اور لنگے منڈی میں حسب معمول بڑے زور شور سے ہوا جس میں جہاں ممبران سماج کے باہمی تنازعات کو مٹانے کی بعض قابل لیکچراروں نے پوری سعی کی (ور ملک کی بھلائی اور بہتری کا انحصار صرف آپس کی اس نفرت اور بغض کے دور ہو جانے پر رکھا۔ وہیں بعض کوتاہ اندیشوں نے اپنے گرو کے قدم بقدم مارتے ہوئے دوسرے مذاہب کو بُرا بھلا کہنے اور بالخصوص اسلام پر بہت ہی ناواجب ریمارک کرنے میں ہی اپنی بھلائی خیال کی۔ لیکن ان سب سے بڑھکر ہمیں جلسہ کی اس آخری کارروائی پر افسوس ہے۔ جو آریہ سماج وچھووالی کے پنڈال میں ظہور پذیر ہوئی گو پنڈت رام بھجدت صاحب نے جالندھر کے کنیا مہاودیالہ کے متعلق بعض شائع شدہ واقعات کے بارہ میں زبانوں کو بند کرنے کی نصیحت کی۔ لیکن ایسی حالت میں کہ اس ٹریکٹ کی اشاعت رک چکی تھی اور جلسہ میں بہت سے ایسے لوگ تھے جنکو ان واقعات کا کوئی علم تک نہ تھا۔ پنڈت صاحب کا اس ٹریکٹ کا ذکر کرنا بقول حاضرین جلسہ سرد بہ نستان کا مصداق تھا۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ پنڈت صاحب نے اس تذکرہ سے جلتی پہ تیل ڈالنے کا تو کام کیا۔ لیکن ان منحوس اور شرمناک واقعات کے آئندہ انسداد کے لئے اپنے بھائیوں کو پردہ جیسے مفید تر یا طریق کی تلقین نہ کی۔ اور ان اعتراضات کی جو اسلامی پردہ پر خواہ مخواہ کیئے جاتے ہیں۔ بیہودگی اور بطلان کو ان واقعات سے واضح کرنے کی کوشش نہ کی۔ بہر حال ہمیں امید ہے۔ کہ مہاشہ کرشن ایڈیٹر پرکاش بوجہ زخم خوردہ ہونیکے اسبارہ میں کچھ سعی فرماوینگے۔

پرانے قرضہ کی یاددہانی اور اسپر اضافہ

فدا اس مہر خاموشی کو توڑے۔ جو میانصاحب نے اپنے مریدین کے اس ناجائز طرز عمل کو دیکھتے ہوئے جو اُن کے عقائد کے سراسر خلاف ہے آئے دن انہیں جماعت سے خارج کر دینے کی دھمکیاں دینے کے باوجود اپنے منہ پر لگا رکھی ہے۔ اور عملاً صمٌ بکمٌ عمیٌ کا حلیہ اختیار کیا ہوا ہے۔ ہر چند کہ ہم نے بارہا میانصاحب کے ان مریدین کے نام اخبار میں لکھکر اُن پر فتویٰ صادر کرنے اور اپنے قول کو فعل سے مطابق کر دکھانے کا بزور مطالبہ کیا پھر خاص میاں صاحب کے نام ایک رجسٹری خط میں اس مطالبہ کو دُہرایا۔ کہ کیوں آپ نے اپنے مرید میاں شمس الدین صاحب کو جنہوں نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک غیر احمدی کیساتھ کیا ہے حسب ادعائے خود ابتک جماعت سے خارج نہیں کیا۔ لیکن میاں صاحب کی طرف سے وہی ... رہا ...

بہرۂ مراسلات میں ایک اور محمودی رحمت اللہ صاحب ڈالڈی کے متعلق مولانا محمد یحیٰی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اُس نے بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مخالف غیر احمدی کیساتھ ابھی کیا ہے لیکن میاں صاحب نے اسکے متعلق بھی کوئی کارروائی نہیں کی۔ ہاں دیر کا ذکر ہے کہ فرید کوٹ میں ایک نہایت مفلس و قلاش مرید کے اس قسم کے فعل پر میاں صاحب نے اسے جماعت سے نکالدیا تھا مگر صاحب ثروت مریدوں کو نکالیں تو کیونکر۔ دوہاں سے تو نکوں کی امید ہر وقت بندھی ہے تاہم ہم امید کرتے ہیں کہ میاں صاحب بہت جلد ہمارے مطالبہ کا پورا جواب دینگے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ اُن کی یہ خاموشی کسی مصلحت وقت پر ہی مبنی ہو۔ اور اس کی چند روزہ میعاد نبوت کے مسئلہ کی طرح قیامت تک کا مفہوم اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔

"صرف خدا ہی ازلی ہستی ہے"

اس مضمون پر پنڈت راج نرائن صاحب آرمان ایڈیٹر آرجن کا ایک زبردست لیکچر گذشتہ ۲۶ نومبر ۱۹۱۶ء کو مسجد احمدیہ لاہور میں ہوا۔ پنڈت صاحب نے ویدوں۔ شاستروں اور اپنشدوں کے حوالجات سے اس باطل عقیدہ کی تردید کی جس میں خدا تعالےٰ کی ازلیت میں اور اشیا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ اور بتایا کہ تمام ویدوں میں کہیں بھی جیو آتما اور پرکرتی کا لفظ تک نہیں پایا جاتا۔ چہ جائیکہ ان کی ازلیت کا بیان ہو۔ اور جو اُنکے مترادف فرضی نام ایکدو جگہ آئے ہیں تو اُن سے بھی صرف خدا تعالےٰ کا ہی ازلی اور ان کا مخلوق ہونا ثابت ہوتا ہے اسکے ثبوت میں انہوں نے ویدک شرتیاں پڑھنے کے ساتھ خود سوامی دیانند جی کے ترجمہ کو پیش کیا جس کی اصل سنسکرت عبارت سے صاف طور پر پنڈت صاحب کی تائید پائی جاتی تھی۔ ایک سب سے بڑی حیرت انگیز بات جو آپ نے بتائی۔ وہ یہ تھی کہ ستیارتھ پرکاش ساری کی ساری سوامی دیانند کی لکھی ہوئی نہیں بلکہ صرف اس کا پہلا سملاس سوامی صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ باقی سملاسوں کے متعلق اُن کی چھٹیاں ملی ہیں جن میں انہوں نے بعض دوسرے لوگوں کو لکھا ہے کہ فلاں فلاں سملاس لکھدینے کا جو آپ نے وعدہ کیا تھا۔ وہ لکھکر بھیجدیں تاکہ ستیارتھ پرکاش مکمل ہوکر شائع ہوسکے۔ مثلاً انہی میں سے ایک چٹھی منشی اندرمن مرادآبادی کے نام ہے۔ کہ تیرھواں چودھواں سملاس (جن میں عیسائیوں اور اسلام پر نہایت گندے حملے کئے گئے ہیں) آپ حسب وعدہ لکھکر بھیجیں۔ گو پنڈت صاحب نے اس طرح سوامی دیانند کو ان الزامات سے بری ٹھیرانا چاہا۔ جو غیر مذاہب کے ساتھ سلوک اور خود ویدوں کے خلاف مسائل اختراع کرنے سے ان پر عائد ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام مضامین خواہ انہوں نے دوسروں سے ہی کیوں نہ لکھوائے چونکہ انہوں نے خود اپنی کتاب میں درج کئے اور اپنے نام پر انہیں شائع کیا۔ اس لئے اصلی ذمہ وار وہی ہیں۔ الغرض پنڈت صاحب کا لیکچر اپنی نوعیت میں بالکل نیا تھا۔ اور ویدک تعلیم پر نہایت اعلیٰ روشنی ڈالنے والا۔ گو لیکچر کے بعد سوال و جواب کے لئے وقت دیا گیا۔ اور بعض ہندو تشریف فرما بھی تھے لیکن کسی نے بھی بولنے کی جرأت نہیں کی۔ حضرت امیرؓ مولینا مولوی محمد علی صاحب نے بحیثیت صدر ایک مختصر تقریر میں اس بات پر خوشی کا اظہار کیا کہ ویدوں میں توحید کی جھلک پائی جاتی ہے۔ اور بتایا کہ سب مذاہب کا اصل الاصول توحید ہی ہے۔ جسکی طرف قرآن کریم نے تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الخ کے الفاظ میں بلایا ہے۔ آیندہ اتوار کو پھر لیکچر ہونے کا اعلان کیا گیا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیرؓ اور دیگر بزرگان ملت اللہ تعالےٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ اور جناب میرزا خدا بخش صاحب کراکت ضلع جونپور میں برائے تبلیغ تشریف لیگئے تھے۔ جن غیر احمدیوں سے وہاں مقابلہ درپیش تھا۔ اُن کو بلایا گیا۔ لیکن انہوں نے تحریری سوال و جواب سے گریز کیا۔ اور شرائط منظور نہیں کیں اُن کے مولوی صرف گھنٹہ دو گھنٹہ میں فیصلہ چاہتے تھے۔ لیکن وہ بھی لا طائل گفتگو میں گنوا دیا۔ حکیم صاحب اور میرزا صاحب وہاں بطور خود وعظ کرنے کے بعد انشاء اللہ واپس آنیوالے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اُن کا حامی و ناصر ہو۔

مرأت اسلام
مبارک زندگی

خدا نے عدم کو پیام حیات سنا کر زندگی کی برکات سے بہرہ ور کیا۔ تو ساتھ اسکے ایسے اسباب اور سامان مہیا کئے کہ جس سے زندگی دنیا کے اسٹیج پر اپنا پارٹ نہایت عمدگی سے ادا کرسکے۔ ہمہ دان مخلوق الہٰی میں ایسے ایسے وجود معرض ظہور میں آئے کہ اُنکی داستانیں لکھنے کیلئے صفحۂ قرطاس پر کافی جگہ ملنی دشوار ہے۔ مادّی جاہ کے پرستار تو اسی کو موجب کمال و بام ترقی کا شاہراہ سمجھنے والوں کو ایکطرف رکھکر ایک الٰہیی قوم کے حالات کی سیر کرنے کیطرف تھوڑی دیر کیلئے سمند خیالات کو دوڑائیے کہ جنکے اباؤ اجداد پشتہا پشت سے بتوں کی غلامی اور اوثان کی مجاوری کرتے آ رہے تھے اُس طوق غلامی نے اُنکے قلوب پر ایسی جہالت کی موٹی چادر لپیٹ دی کہ جس سے وہ برسوں بلکہ قرنوں اُس عظیم الشان طاقت مقدس ذات جل جلالہ و برتر ہستی کے کمالات ظاہری و باطنی پر نظر تعمق ڈالنے سے محروم رہے۔ انسان گو اپنے خیالات کے رو میں ایک طرف کو بہا چلا جاتا ہے جہالت کے بحر ذخار دریائے ناپید اکنار سے اُسکو نکلنے کی بہت ہی کم سوجھتی ہے مگر وہ ہستی کہ جو کل موجودات عالم کو عدم سے ظہور میں لانیوالی ہے نہیں چاہتی کہ اسکی مخلوق کی یہ اشرف نوع ضلالت کی بادیہ پیمائی میں خاسر و ذلیل ہو تی ہوئی پیام اجل کو لبیک کہے چنانچہ اسی لئے اُس محسن بندگان قبلۂ کون و مکان کی رحمت جوش میں آتی ہے۔ اور ڈوبتوں کو اپنے دست شفقت کے سہارے کنار سلامت پر لگا دیتی ہے اسی رحمت ایزدی کا ادنےٰ کرشمہ تھا کہ جسکا ظہور پہاڑ اور ٹیلوں کی ریت اور لوؤں کی لپٹ کے سخت تر مقام پر ہاں تین سو ساٹھ مصنوعی اور بناوٹی خداؤں سے گھری ہوئی زمین پر ہوا۔ جس نے اُس سرزمین کے رہنے والوں کو نہ صرف حجر پرستی اور سنگ تراشی سے نکلنے میں امداد دی بلکہ اُنکے قلوب میں یہ برقی رو بھر دی کہ دنیا کے تختے پر سے اس قبیح اور گندے مادّہ کو خارج کرنا انسانیت کی قدر و قیمت کرنا ہے۔ چنانچہ اس امر کو فرض منصبی یقینی کرکے انہوں نے جدھر قدم اٹھائے اُدھر ہی کامیابی نے اُنکے قدم چومے اور اُنکی دلی خواہشوں کو ایسی شان اور آن بان سے اُنکے سامنے سرسبز و شاداب کرکے لا رکھا کہ جس سے اُنکے حوصلے بلند ہوگئے اور جرأت و جسارت دن دونی رات چوگنی ترقی پذیر ہوئی اسی جرأت و جسارت میں سرشار اور بادۂ توحید سے مخمور ایک نوجوان صرف دس ہزار کی فوج لیکر شہر سارین کی طرف کلمہ طیبہ کا وعظ کرتا ہوا نظر آتا ہے جہاں وہ نہایت بہادری سے کامیابی سے دوچار ہوکر بڑے بڑے جنگلوں اور ریگستانوں کو بھی اپنے مقصد اعلےٰ میں کوئی سدّ راہ نہ سمجھکر بڑی سعدی اور دلاوری و جانبازی کے جوہر دکھلاتا ہوا ایک ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ جہاں ایک خطرناک جنگل ہے جو درندوں کا مسکن اور ڈاکوؤں و لٹیروں کا ملجا و ماوا ہے۔ اس شیر دل اور سچ مچ کے اسد اللہ کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ اس جگہ خداوند تعالےٰ کے بندوں کو آباد کرنے اور اُسکے نام کی تقدیس و تذکیر کرنے کا مقام بن جائے اسکے دلیرانہ شیر دل کی گرج کا کچھ اثر ہوتا ہے نہ چیتوں کی بھیانک صورتیں اور آوازیں اُسکو لرزاں کرنے کا باعث ہوسکتی ہے نہ بھیڑیوں سے وہ ڈرتا ہے۔ اور نہ سانپ بچھو اور دوسرے موذی جاندار اُسکے قلب مطمئنہ پر کچھ اثر کرسکتے ہیں۔ اُسکے اندر محبت الہٰی کی جو آگ روشن تھی وہی آتش جنگل کو جلا کر اور کل درندوں کو بھگا کر منگل کا مقام بنانے کے لئے کافی و وافی تھی یہ نوجوان خدا تعالےٰ کی محبت میں مستانہ وار جنگل میں جاکر آواز دیتا ہے۔ کہ اے درندو! سانپ اور موذی جانورو! تم اس جنگل کو چھوڑ جاؤ۔ اور یہاں سے نکل جاؤ۔ وہ اُس کے اس حکم کی صرف تین دن میں تعمیل کرتے ہیں یعنے تین روز اس آواز کے دیتے رہنے کے بعد ایک بھی درندہ وہاں دکھلائی نہیں دیتا جسکو نوجوان کا معجزہ کہنا ہرگز بیجا نہیں۔ اور اگر معجزہ نہ کہو تو ماننا پڑتا ہے کہ واقعی نوجوان میں اُلفت باری نے ویسی طاقت بھر دی تھی کہ جس سے درندے اور موذی جانور یا تو دب گئے یا اُسکے رام ہوکر اُسکے لئے اور اُسکے احباب کیلئے وہ جگہ چھوڑ گئے۔ کہ جو اُسکو پسند آئی تھی۔ جس نے یہ سمجھا کہ خدا تعالےٰ کا بن جانا اور اُسکی محبت و عشق میں کھو یا جانا انسان کو کس اعلےٰ مقام پر پہنچا دیتا ہے اس نوجوان نے نہ تیروں کی بوچھاڑ سے کام لیا اور نہ تلوار اور گرز کے ہلانے کی اپنے اور اپنے دوستوں کے ہاتھوں کو تکلیف دی بندوق اور توپ چہرہ مگوں یا بارود کی ایجاد اس وقت تک نہ ہوئی تھی جس سے کام لیا جاتا۔ اور واقعہ یوں ہی ہے کہ جو اُس کا بن جائے اُس کا کل جہان بن جاتا ہے اس کی ہستی کو وہ ایسا نفع بخش بنا دیتا ہے کہ جس سے مخلوق خدا کے لئے فیض کی نہریں نکلتی ہیں۔ وہ انسان کے ضرر رساں اور نقصان دہ گروہ کے مٹانے یا دور کرنے کی قوت لیکر ارض اللہ پر گامزن ہوتا ہے جس کا ایک ادنےٰ نمونہ ہمارا یہ نوجوان تھا۔ اس بہادر اور دلیر نوجوان نے درندوں سے اُس جنگل کو پاک و صاف کرکے وہاں پر ایک شہر کی بنیاد ڈالی اور اُسکو دار السلطنت قرار دیا۔ عبادت خانے حمام۔ مکانات اور عدالتیں وغیرہ اُس جگہ تعمیر کرائیں اور اردگرد کے علاقہ میں توحید کا پیغام پہنچا کر اور اُنکو بادۂ توحید سے سرشار کرکے اُسکا ممد و معاون مقرر کرکے مغرب کا رُخ کیا یہاں تک کہ ملک الجیریا (قدیم نام نومیڈیا) کو طے کرتا ہوا اس کو میں اپنے مقصد حقہ اشاعت توحید و نشر اسلام میں کامیابی حاصل کی جب اس اہم امر سے فراغت پائی تو بحر اٹلانٹک کیطرف عنان توجہ کو پھیر دیا اور جب سمندر میں زانو تک چلا گیا۔ تو منہ آسمان کیطرف کرکے کہا۔ کہ "اے اللہ اگر یہ پانی مجھکو آگے بڑھنے میں بالکل مزاحم نہ ہوتا تو میں تیرا نام اور تیرے نام کی تقدیس اور تیری ذات اقدس کی منادی اُن جاہل قوموں میں بھی کرتا جو تجھ جلے لعنت لازوال سے اب تک محروم و بے نصیب ہوکر سنگ وحشت کے نیچے گردنیں ڈالے ہیں"۔ اللہ! اللہ! کیا عشق تھا اور کیسی محبت و اُلفت تھی اور جذبہ و شوق توحید الہٰی کی منادی کرنے اور نشر اسلام کا تھا۔ جن سینوں میں ایسے ولولے ہوں۔ اور جن قلوب میں ایسے پاک اور مقدس خیالات ہوں کیونکر کامیابی و بامرادی اُنکی اردلی نہ ہونیکا دم بھرے۔ اے خدا تو سچ مچ وہی خدا ہے کہ جو اپنے عاشقوں اور اپنی راہ میں فنا ہو جانیوالوں کا قدردان ہے۔ تجھ میں وفا ہے اور نوع انسان پر بیشمار فضل و رحمت کرنیکے لئے تیار ہے لیکن شرط یہ ہے کہ تیرے حضور صاف قلب کیساتھ آنیوالا کوئی ہو۔

اے اسلام کی آن کے قربان ہونیکے دعویدارو! الفت دین متین کی ڈینگیں مارنے والو! کیا اس واقعہ میں آپکے لئے کوئی حرف نصیحت ہے یا کہ یہ ایک قصۂ بیہودہ اور فسانۂ لایعنی ہے جس کا پڑھنا اسکے نا پڑھنے سے مساوی ہے۔ یہ ذکر اسلئے حوالہ قلم نہیں کیا گیا کہ اسکو ظاہری آنکھوں سے پڑھکر پس پشت ڈالدیا جاوے بلکہ اسلئے کہ اسکو دل کی آنکھوں سے پڑھکر اس نوجوان کیسی ہمت و جرأت پیدا کرنے کا شوق ہم میں سے ہر ایک کے اندر پیدا ہو۔ بالآخر یہ ظاہر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ جوان ہمت جسکی سیرت دلائیف اور زریں کارناموں کا یہ ادنےٰ سا نظارہ ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد سعادت مہد میں ۵۰ھ سے ۵۵ھ تک اسلامی محبت اور توحید باری تعالےٰ کا یہ خالص نمونہ عملی طور پر دکھلانیوالے حضرت عقبہ بن نافع الفہری رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ محمد حسین لائلپوری

ایک استفتاء از علمائے فرقہ محمودیہ سکنائے دمشق

عرصہ ایک ہفتہ کا گذرچکا ہے کہ حاجی احمد حی صاحب محمودی نے رحمت اللہ محمودی کی لڑکی ملاں حبیب نامی غیر احمدی کے ہاں اجری بیٹے کو بوکالت خود نکاح کردیا ہے کیا قرآن شریف یا کسی حدیث میں لکھا ہے کہ بشارت اسمہٗ احمد کے حقیقی مصداق بلکہ عین محمدؐ کے منکر کو محمودی مذہب میں لڑکیاں دینا جائز ہے یا کہ یہ نبوت کوئی گھٹیا قسم کی ہے یا کہ فی الحقیقت از روئے ایمان محمودی اور غیر احمدی ایک ہی جیسے ہیں صرف نام میں فرق ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایسے محمودی کو لڑکی دی جو اصلی اور کامل بلکہ عین محمدؐ کا منکر ہے۔ یہاں نکاح کے بعد جب محمودیوں پر اعتراض کیا گیا۔ تو ان غریبوں کو بالمشافہ یہ جھوٹ کہنا پڑا کہ لڑکی غیر احمدی ہوگئی تھی۔ حالانکہ یہ ایک ایسا کذب الصریح ہے کہ جس میں کوئی بھی شک نہیں ہے۔ لڑکی ابھی تک احمدیت سے انکاری نہیں ہے مگر اصل واقعہ یہ ہے کہ ملاں حبیب حاجی کا سالہ ہے اور حاجی نے ملاں حبیب کے احمدی بنانے کیلئے بڑی سعی اور کوشش کی مگر جب ملاں حبیب نے احمدیت کو قبول نہ کیا تو پھر حاجی نے اُس سے قطع تعلق کرلیا۔ اور سال سے زائد بات چیت و آمد و رفت قطع رہی۔ مگر پھر بھی ملاں حبیب پر اُن کا کچھ اثر نہ ہوا۔ آخر حاجی نے طرح صلح ڈالی اور اپنی گرہ سے کرایہ خرچ کرکے ملاں حبیب کو قادیان ساتھ لیگیا۔ مگر پھر بھی ملاں حبیب پر اُس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ جب احمدیوں اور غیر احمدیوں کا مسجد دانہ کی نسبت تنازعہ تھا۔ تو ملاں حبیب باوجود حاجی کے قریبی رشتہ دار ہونے کے غیر احمدیوں کا حامی اور ...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ ۔ شنبہ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء ۔ نمبر ۶۶

حضرت مسیح موعود بحیثیت سلطان القلم

(۲)

آسمان و زمین کی پیدائش میں مراتب ستہ والے مضمون

پر

مولوی ثناء اللہ کا اعتراض اور اسکا جواب

لے دے کے صرف ایک بات پر مولوی ثناء اللہ نے اپنے اس دعویٰ کی کہ

"ہم نے کوئی علمی طریق اور طریق استدلال مرزا صاحب میں متکلمانہ حیثیت میں نہیں پایا۔ (اہلحدیث ۲۴ نومبر ۱۹۱۶ء)

بنیاد رکھی۔ وہ کیا بات ہے۔ پیشتر اس کے کہ ہم اس پر غور کریں ایکدفعہ پھر ہم اس کے ان الفاظ پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں کہ

"اے کاش ہم مرزا صاحب میں یہی کمال پاتے تو گو ہم اپنی تحقیق کے مطابق (نہیں بلکہ ضد و عناد کی رو سے) اُن کے دعویٰ مسیحائی کو تسلیم نہ کرتے۔ لیکن اُن کے معلومات اور فوائد علمیہ سے تو مستفید ہوتے۔ مگر افسوس ایسا نہ ہوا"۔

اس وقت ہمارے سامنے "الہامی کتاب" کے نام سے مولوی ثناء اللہ کا وہ مشہور مباحثہ ہے۔ جو انہوں نے راؤ بہادر ماسٹر آتما رام جی امرتسری کے ساتھ اس موضوع پر کیا تھا کہ وید اور قرآن میں سے کونسی کتاب الہامی ہے۔ اس کے صفحہ سات پر آریہ معترض نے قرآن کے غیر الہامی ہونے پر یہ دلیل دی ہے کہ

"قرآن جس زبان میں ہے۔ وہ مصنوعی اور ناقص زبان ہے اور ساتھ ہی سب سے اول یا پرانی زبان بھی نہیں"۔

اس اعتراض کا جواب مولوی ثناء اللہ نے اپنے پاس سے تو کیا دینا تھا۔ ہاں ایک ہی رستہ اس کے لئے تھا۔ اور اس میں بھی حضرت مسیح موعود ہاں اس "سلطان القلم" کے معلومات اور فوائد علمیہ سے مستفید ہوئے بغیر چارہ نہ تھا۔ جس میں "علمی طریق اور طریق استدلال متکلمانہ حیثیت میں" پانے سے آج اسے انکار ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور مولوی فاضل کے ڈگری یافتہ مناظر کو آریہ معترض سے جان چھڑانے کے لئے یہ کہکر کھلے طور پر حضرت مرزا صاحب کے "علمی طریق اور طریق استدلال کے متکلمانہ حیثیت میں" موجود ہونے کا اقرار کرنا پڑا۔ کہ

"آگے جو آپ (آریہ معترض) نے عربی زبان کے متعلق طول بلا طائل تقریر کی ہے۔ میرے مضمون سے خارج ہے اسلئے میں اس کا جواب دینا اپنا فرض نہیں جانتا۔ اس کا جواب لینا ہو تو مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب منن الرحمٰن ملاحظہ کریں (مباحثہ الہامی کتاب صفحہ ۳۱)

بلکہ حاشیہ میں تو اس کتاب (منن الرحمٰن) کے نامکمل رہجانے پر آپکو افسوس بھی کرنا پڑا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ پر اسوقت (بلکہ اب بھی جیسا کہ ہم گذشتہ نمبر میں ثابت کر چکے ہیں) حضرت مرزا صاحب کے علمی طریق اور طریق استدلال کا خاص اثر تھا۔ (اور ہے) اور اُنکے معلومات اور فوائد علمیہ سے مستفید ہونیکا از حد شوق۔

ہاں مولوی فاضل کا افسوس بھی بیجا نہیں۔ اپنی اس کمزوری کہو۔ یا ہٹ دھرمی پر جو حق کے قبول کرنے اور کھلے طور پر آپ کو سلطان القلم ماننے سے مانع آرہی ہے۔ افسوس کے سوائے اور کیا کہا جاسکتا ہے

اب ہم اصل اعتراض کی طرف آتے ہیں جو اس نے اپنے اس [illegible] کے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے۔ ۹ نومبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے آئینہ کمالات اسلام سے حضرت مسیح موعود کا وہ مضمون نقل کیا تھا جس میں آپ نے زمین و آسمان کے چھ دنوں میں پیدا ہونے کی توجیہہ بیان کی ہے۔ مزید یاد دہانی کے لئے اسکے چند ابتدائی فقرات ہم دوبارہ یہاں نقل کئے دیتے ہیں اور اسکے بعد اسیر اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر کے اعتراض کو بھی ہدیۂ ناظرین کریں گے۔

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"اس جگہ کے متعلق ایک اور اعتراض ہے جو بعض ناواقف آریہ پیش کیا کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان ربکم اللّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش یعنی خدا نے جو تمہارا رب ہے زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں بنایا اور پھر عرش پر ٹھہرا۔ یہ چھ دن کی کیوں تخصیص ہے یہ تو تسلیم کیں کہ خدا تعالےٰ کے کام اکثر تدریجی ہیں۔ جیسا کہ اب بھی اُس کی خالقیت جو جمادات اور نباتات اور حیوانات میں اپنا کام کر رہی ہے تدریجی طور پر ہی ہر ایک چیز کو اس کی خلقت کاملہ تک پہنچاتی ہے۔ لیکن چھ دن کی تخصیص کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ اما الجواب:۔ پس واضح ہو کہ یہ چھ دن کا ذکر درحقیقت مراتب تکوینی کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی ہر ایک چیز بطور خلق صادر ہوئی ہے۔ اور جسم اور جسمانی ہے خواہ وہ مجموعہ عالم ہے اور خواہ ایک فرد از افراد عالم۔ اور خواہ وہ عالم کبیر ہے جو زمین و آسمان و مافیہا سے مراد ہے۔ اور خواہ وہ عالم صغیر جو انسان سے مراد ہے وہ بحکمت و قدرت باریتعالیٰ پیدائش کے چھ مرتبے طے کر کے اپنے کمال خلقت کو پہنچتی ہے۔ اور یہ عام قانون قدرت ہے۔ کچھ ابتدائی زمانہ سے خاص نہیں۔ چنانچہ اللہ جلشانہٗ ہر ایک انسان کی پیدائش کی نسبت بھی انہیں مراتب ستہ کا ذکر فرماتا ہے"۔

مولوی ثناء اللہ کا اعتراض

اس پر یہ ہے کہ :۔ "مرزا صاحب کی یہ تفسیر سراسر غلط ہے۔ مگر اس کی غلطی پر یہ دلیل نہیں لاوینگے۔ کہ کسی مفسر نے پہلے یہ تفسیر نہیں کی۔ کیونکہ ایسا کہنا فی نفسہ بھی کمزور ہے مرزا صاحب کے سامنے تو بالکل بودہ ہے۔ کیونکہ وہ اس اصول کے قائل ہی نہیں۔ بلکہ ہم یہ بتائینگے۔ کہ مرزائی تفسیر خود قرآن مجید کے برخلاف ہے اور یہ اصول عامہ مسلمہ مقبولہ ہے۔ کہ قرآن بلکہ کسی کتاب کے کسی مقام کی ایسی تشریح کسی دوسرے مقام کے برخلاف ہو۔ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ کا قول بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید میں ایک جگہ اگر اجمال ہے تو دوسری جگہ اس کی تفصیل آجاتی ہے۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے۔ القرآن یفسر بعضہ بعضہا اسی اصول سے اس آیت (ستۃ ایام) کی تفصیل دوسری جگہ یوں آتی ہے :۔

قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون لہ انداداً ذالک رب العلمین وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام سواءً للسائلین ○ ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لہا وللارض ائتیا طوعاً او کرھاً قالتا اتینا طائعین فقضھن سبع سمٰوات فی یومین (پ ۲۴ رکوع ۱۶)

یہ آیت ستۃ ایام والی آیت کی تفصیل ہے۔ اس میں دو چار دو۔ مجموعہ چار۔ پھر دو مجموعہ چھ ایام بالتفصیل بتلائے ہیں اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ زمین دو دنوں میں بنی اور آسمان بھی دو دنوں میں۔ بقول مرزا صاحب ایام سے مراد اگر مراتب ہیں۔ اور ہر ایک چیز چھ مرتبوں میں پیدا ہوئی تو زمین اور آسمان چھ مرتبوں میں نہ ہوئے۔ کیونکہ نص صریح ہے۔ فی یومین۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی تفسیر خود قرآن مجید کے بھی برخلاف ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب ایام سے مراد مراتب ستہ لیتے ہیں۔ حالانکہ آسمان اور زمین دو۔ دو۔ دنوں میں بنے ہیں۔ تو اُن کے چھ مراتب نہ ہوئے"

ہمارا جواب

ہندوستان میں کسی زمانہ میں ایک شاعر ہوئے ہیں۔ جرأت تخلص رکھتے تھے۔ وہ بیچارے آنکھوں سے اندھے تھے۔ انشا جو اُن کے معاصر تھے اُن سے ملنے آئے۔ اور اُن کو کسی گہرے فکر میں ڈوبے ہوئے دیکھکر پوچھا۔ کہ کس سوچ میں ہو؟ بولے ایک مصرع اسوقت ذہن میں ہے۔ اس سے اگلا مصرع نہیں بنتا۔ پوچھا وہ مصرع تو کہئے۔ کیا ہے۔ اُن کے اصرار پر اُنہوں نے بتایا۔ ع

اس زلف پہ پھبتی شب دیجور کی سوجھی

سید انشا جھٹ بولے۔ ع

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

آج اگر سید انشا زندہ ہوتے تو ہم اُن سے سفارش کرتے۔ کہ امرتسر کے اخبار اہلحدیث کے فاضل ایڈیٹر پر آپ کا یہ دوسرا مصرع خوب چسپاں ہوتا ہے۔ بہتر ہو۔ کہ یہ اعلےٰ درجہ کا سرٹیفکیٹ آپ اب انہی کے حوالہ کریں۔ تاکہ حق بحقدار رسید کے مطابق وہ اپنے واجبی حق سے محروم نہ رہ جائیں۔

ہمارے مولوی فاضل ایڈیٹر نے واقعی بات تو بہت دُور کی کہی۔ لیکن ساتھ ہی اپنا منہ بھی جھلس ہی لیا۔ بہتر ہوتا کہ اس اعتراض کو اہلحدیث میں شائع کرنے سے پہلے اپنے مایہ ناز کتاب "حق پرکاش" کو بھی جلا دیا ہوتا۔ جسکے صفحہ ۱۳۳ پر بعینہ انہی الفاظ میں نہیں۔ تو اسی طرز کا جواب اسی آیت ان ربکم اللّٰہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش پر سوامی دیانند کے اس اعتراض کے جواب میں کہ

"کیا خدا کو دنیا چھ دن میں بنانی پڑتی ہے۔ قرآن میں جب لکھا ہے۔ کہ ہوجا اور اتنا کہنے سے دنیا ہوگئی۔ تو پھر چھ دن لگنا جھوٹ ہے"

یوں دیا ہے۔ کہ

"خدا کے کاموں میں آپ کو ہمیشہ شبہ ہوتا ہے۔ کیا چھ مہینوں میں کھیت پکتے ہیں۔ نو مہینوں میں آدم زاد اور گئو ماتا بچہ دیتی ہے۔ خدا کو سال بھر تک بچہ بنانا پڑتا ہے۔ (توبہ توبہ) ...... دنیا کی مختلف کیفیتیں خدا نے پیدا کی ہیں۔ جب کسی کیفیت کو حسب اقتضاء حکمت پیدا کرنا چاہا۔ "ہوجا" کہا وہ کیفیت ہوگئی۔ آپ نے اگر بچہ کی پیدائش پر غور کیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا۔ کہ بظاہر تو بچہ کی پیدائش میں نو ماہ لگ جاتے ہیں۔ مگر حقیقت میں اس کی ان گنت کیفیات ہوتی ہیں۔ کہ ہر آن بدلتی ہیں اور ہر آن خدا اُن کو اپنے قانون قدرت سے "ہوجا" کہتا ہے۔ اور وہ ہوتی جاتی ہیں بس دونوں آیتوں کا مطلب بالکل متفق ہے۔ فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ سو اسے چھوڑئیے"۔ (حق پرکاش صفحہ ۱۳۳)

اب اس عبارت میں خود مولوی ثناء اللہ نے زمین و آسمان کا چھ دن میں پیدا کیا جانا اسی رنگ میں مانا ہے۔ جس رنگ میں حضرت مسیح موعود نے بیان کیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود نے چھ یوم کو چھ مراتب سے تعبیر کیا ہے۔ اور مولوی ثناء اللہ انہی مراتب کو کیفیات کے نام سے پکارتے ہیں۔ باقی جن مثالوں بچہ وغیرہ کی پیدائش سے اُنہوں نے اپنے مطلب کو واضح کیا ہے۔ انہی مثالوں سے حضرت مسیح موعود نے۔ بات تو وہی رہی۔ "دونوں کا مطلب بالکل متفق ہے۔ فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ سو اُسے چھوڑئیے"

دوسرا جواب

اب ہم اس آیت کو لیتے ہیں جسکو آپ نے حضرت مسیح موعود کی تصریحات کے خلاف ٹھہرایا ہے۔ اس میں بھی قرآن نے ہرگز یہ نہیں کہا۔ کہ زمین کو دو دن میں اور آسمان کو دو دن میں یعنی دونوں کو چار دن میں بنایا۔ اگر ایسا ہو۔ تو اس سے تو قرآن میں تناقض ماننا پڑتا ہے۔ دیکھئے غور کیجئے۔ اس میں صاف طور پر پہلے یہ فرماکر کہ خلق الارض فی یومین آگے چلکر فرمایا ہے۔ وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام۔ پھر اسکے اوپر پہاڑوں کو بنایا۔ اور اس میں برکت ڈالی۔ اور یہ آخری کام چار دن میں کئے۔ ہم نہیں سمجھتے۔ کہ امرتسر کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو اتنا بھی حساب نہ آتا ہو۔ جو ایک کم عمر بچہ بھی بتادیگا۔ کہ دو اور چار چھ ہوتے ہیں۔ ابتک تو شاکرتے تھے کہ مسلمان حساب میں بہت کچے ہیں۔ اگر امرتسری فاضل کے حساب کے مطابق دو اور چار کی میزان دو ہی سمجھ لی جائے۔ تو ہمیں ڈر ہے۔ کہ کوئی ہندو بابو بالکل فیل ہی نہ کردیں۔ اور اس لائق بھی نہ سمجھیں۔ کہ "کچے" کا لفظ بھی مسلمانوں پر عائد ہو سکے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہمیں تو رہ رہ کر ان الفاظ پر حیرانی ہوتی ہے۔ جو اس چار کے عدد کے ساتھ مولوی فاضل نے ترجمہ میں لگائے ہیں۔ چنانچہ اُس نے ان الفاظ کا کہ وجعل فیہا رواسی من فوقہا وبارک فیہا وقدر فیہا اقواتہا فی اربعۃ ایام۔ یوں ترجمہ کیا ہے۔ کہ

"اُس نے زمین پر پہاڑ پیدا کئے اور اُس میں برکت رکھی۔ اور اُس میں لوگوں کی روزی کے سامان رکھے۔ یہ سب کام معہ پہلے کام کے چار دنوں میں کئے"

اس ترجمہ کے جلی کردہ الفاظ خصوصیت سے قابل غور ہیں جو ہمارے فاضل ایڈیٹر نے صرف اپنا مطلب نکالنے کے لئے ایزاد کر دیئے ہیں ورنہ اصل آیت میں قرآن کے ہم معنے الفاظ کوئی بھی موجود نہیں۔ لیکن باوجود اس کے [illegible] گذشتہ اور تکلف کے ہم ہمارا دعوے

تو ثابت نہ ہوسکا۔ دو دن کی کسر رہ ہی گئی۔ کیونکہ اس سے جو نتیجہ نکالا ہے۔ کہ "زمین دو دن میں بنی" وہ اس کے خلاف ہے یہاں تو بتایا ہے۔ کہ "یہ سب کام (جو در اصل خلقت زمین کا جزو ہیں) مع پہلے کام کے چار دنوں میں کئے"! اور نتیجہ نکالا۔ کہ "زمین دو دن میں بنی"۔ واہ سبحان اللہ منطق بھی ہو تو ایسی ہو (حساب دانی بھی ہو تو آپ ہی کی)۔ اس سے آگے آسمانوں کی پیدائش کا سوال باقی رہ گیا۔ مولوی فاضل کے پہلے زمینی حساب وکتاب کے نتائج کو دیکھکر تو یہی کہنا پڑتا ہے۔ کہ ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ با آسمان نیز پرداختی

لیکن اُن کی اس آسمانی پرداخت کو بھی ناظرین پر واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اصل آئت جس سے مولوی فاضل نے ساتوں آسمانوں کے دو دنوں میں پیدا ہونے کا حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف استدلال کیا ہے۔ یہ ہے۔ فقضٰھن سبع سمٰوات فی یومین واوحیٰ فی کلّ سماء امرھا وزیّنّا السّماء الدّنیا بمصابیح وحفظًا ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ اب اس آئت میں بھی پہلے کی طرح صاف طور پر فقضٰھن سبع سمٰوات فی یومین کہکر آگے کھلے طور پر فرمایا۔ کہ اوحیٰ فی کلّ سماء امرھا وزیّنّا السّماء الدّنیا بمصابیح وحفظًا اور ظاہر ہے کہ جس طرح وہاں آئت کے پہلے حصّہ میں زمین کی پیدائش بغیر پہاڑوں اور اُن میں روئیدگی وغیرہ کے سامان مہیا ہونے کے نامکمل تھی۔ جس کے لئے مزید چار یوم کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے بتایا۔ زمین کو پیدائش کے لئے مختلف مراتب طے کرنے پڑے۔ جیسے بچہ ماں کے شکم میں مختلف مراتب کو طے کرکے اصل شکل وصورت کو پاتا ہے۔ ویسے ہی آسمانوں کی پیدائش بھی بغیر اگلے بیان کردہ کاموں کے نامکمل رہ جاتی ہے۔ گویا یہاں آسمانوں کی پیدائش میں بھی ان کے چھ حالتوں میں سے ہو کر گذرنے کا ہی ذکر فرمایا۔ لیکن اہلحدیث کے مولوی فاضل ایڈیٹر کو دیکھئے۔ فقضٰھن سبع سمٰوات کے آگے واوحیٰ فی کلّ سماء امرھا وزیّنّا السّماء الدّنیا بمصابیح وحفظًا کو کھا ہی گئے۔ تاکہ کہیں زمین کے حساب میں فیل ہو جانے کے ساتھ آسمان سے بھی دھتکار نصیب نہ ہو۔ کیونکہ وہاں تو آگے جن چیزوں کو چار دن میں پیدا کرنے کا ذکر ہے۔ ان میں مصابیح کا لفظ بھی ہے۔ جسکے متعلق دوسری جگہ آیا ہے۔ ولقد زیّنّا السّماء الدّنیا بمصابیح وجعلنٰھا رجومًا للشّیاطین۔ لیکن معترض کو ہم آخر میں پھر یہ کہدینا چاہتے ہیں۔ کہ بات تو صاف ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کا سلطان القلم ہونا ان تمام تصریحات سے ظاہر۔ ہاں بقول آپ کے "فرق صرف آپ کی سمجھ یا تعصب کا ہے۔ سوا سے چھوڑئیے"۔

محمودیوں اور عیسائیوں میں مناسبت

کسی گذشتہ اشاعت میں محمودی مبلغ قاضی عبداللہ کا اپنا اقرار اس بارہ میں ہم نقل کر چکے ہیں۔ کہ ان میں اور عیسائیوں میں "صرف اتنا" فرق ہے۔ کہ اول الذکر مسیح کی آمد ثانی کو روحانی مانتے ہیں۔ اور مؤخر الذکر جسمانی۔ بس اور کوئی فرق ہے ہی نہیں۔ جیسے وہ اپنے پیشوا کو اس کے اصل درجہ سے بڑھا کر خدا بنا رہے ہیں ویسے ہی یہ "عیسائیوں کی طرح نادان دوست" بنکر ناجائز صفات اپنے پیشوا (حضرت مسیح موعودؑ) کی طرف "منسوب" کر رہے ہیں۔ لیکن یہ تو تھا زبانی اقرار۔ اب عملی حالت کیطرف آئیے۔ گذشتہ دنوں آریہ سماج کے سالانہ جلسہ مباحثات میں آخری دنوں میں سے تو ایک ایک دن ایک ایک مذہب کیلئے رکھا گیا تھا مثلاً دوسرا دن مولوی ثناء اللہ کیساتھ مباحثہ کیلئے تھا۔ اور تیسرے دن اُنکا اپنا آپس میں مباحثہ تھا لیکن پہلے دن کی یہ خصوصیت ہے کہ اس دن دو مذاہب یکے بعد دیگرے مباحثہ ہوا۔ ایک عیسائی مذہب اور ایک محمودی مذہب۔ محمودیوں کیطرف سے مولوی غلام رسول راجیکے مناظر بنے تھے۔ ظاہر ہے کہ آخر کسی مناسبت کیوجہ سے ہی ان دونوں مذاہب کے پیروؤں کا ایک ہی دن ایک ہی فریق سے مباحثہ ہوا۔ آپ آج ہی رپورٹ سفر کرائست میں پڑھیئے کہ ہمارے مبلغین کی جب لاہور میں محمودیوں سے بحث ہوئی تو وہ خود ہی پادری جوالا سنگھ صاحب کو وہاں منصف بنا کر لائے اور مسئلہ نبوت کا فیصلہ پادری صاحب سے کرایا۔ اس سے صاف پتہ لگتا ہے کہ محمودیوں کو عیسائیوں سے کس قدر محبت اور ان سے کیسی اشد مناسبت ہے۔

مراسلات

ایک مژدہ

وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ میں اختلاف مٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں بالخصوص اسی غور سے پڑھیں اور اس موقعہ سے فائدہ اٹھائیں

مولینا مولوی سیّد محمد احسن صاحب کا وجود اس سلسلہ کے لئے مغتنمات سے ہے اور آپ درحقیقت حضرت مسیح موعود کی ایک یادگار ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپکو فرشتہ بھی کہا ہے۔ ایسی حالت میں موجودہ اختلاف میں جب سلسلہ کے عقائد کے متعلق ایک عظیم الشان اختلاف نے جماعت کو دو ٹکڑے کر رکھا ہے۔ آپ کی شہادت کہ ہمارے صحیح عقائد کیا ہیں؟ ہم کو ایسے ہی یقینی نتیجہ تک پہنچا سکتی ہے۔ جیسا خود حضرت مسیح موعودؑ سے ہم سن لیتے۔ مگر چونکہ آپ کی جائے سکونت امروہہ کسیقدر دور واقعہ تھا۔ اس لئے بہت اشخاص کو آپ سے ملنے کا اتفاق نہ ہوسکتا تھا۔ اب اتفاق حسنہ سے آپ علاج کے لئے لاہور تشریف لاتے ہیں اور ایام جلسہ میں یہیں تشریف فرما ہونگے۔ پس احمدی احباب کے لئے یہ ایک نادر موقعہ ہے۔ کہ وہ اپنے عقائد کے معاملہ میں مولینا موصوف سے فائدہ اٹھائیں۔ جس شخص نے حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت میں زندگی گذاری ہے۔ اور جو ہمیشہ حضرت صاحب کی طرف سے مخالفین کو جواب دیتا رہا۔ اور جسکو حضرت اپنا دست وبازو سمجھتے رہے اور جس کے لئے یہ الہام ہوا۔ "ازپئے آں محمد احسن را۔ تارک روزگار مے بینم"۔ اس سے بڑھکر سلسلہ کے عقائد پر فیصلہ کن شہادت دینے والا اور کون شخص ہوسکتا ہے۔ خود میاں صاحب کو یہ اقرار ہے۔ کہ آپ کے اور حضرت مسیح موعودؑ کے خیالات میں توارد ہوتا تھا۔ پس ایسا شخص ممکن نہیں۔ غلط عقائد پر رہا ہو۔ ہر ایک شخص اپنے عقائد اور اعمال کے بارہ میں خود ہی سوال کیا جائیگا اس لئے خود ہی ہر شخص کو یہ فکر بھی چاہیئے۔ کہ کسی قسم کی گمراہی میں وہ مبتلا نہ ہو جائے۔ یہ موقعہ پھر نصیب نہیں ہوگا۔ آج ہم کو کسقدر افسوس ہے۔ کہ ہم میں حضرت مسیح موعودؑ یا حضرت مولوی صاحب مرحوم زندہ ہوتے۔ تو کیسی آسانی سے ان اختلافات کا فیصلہ ہو جاتا۔ مگر یاد رکھو کہ مولینا مولوی سیّد محمد احسن صاحب کی شہادت بھی آج ایسی ہی فیصلہ کن ہے۔ اعتبار تو کسی کی زندگی کا بھی نہیں۔ ادھر مولینا موصوف کی عمر بھی اسّی سال سے متجاوز ہے۔ پس اس غنیمت موقعہ کو ہاتھ سے نہ گنواؤ! اور خود اپنے لئے تحقیق کر لو۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مذہب کیا تھا مولینا موصوف نے جو خط لکھا ہے جس میں یہاں تشریف آوری کا ارادہ ظاہر فرمایا ہے۔ اس کا کچھ اقتباس بھی ذیل میں دیا جاتا ہے۔

"سابق میں میرا ارادہ ڈفرن ہسپتال دہلی میں علاج کرانیکا تھا لیکن بعض احباب نے کہا کہ دہلی میں تکلیف ہوگی۔ لاہور میں علاج کرایا جائے۔ اس لئے میرا ارادہ لاہور میں علاج کرانے کا ہے۔ اگر اچھا ہو گیا، تو فبہا۔ اور اگر پیغام اجل آگیا۔ تو پھر مشیّت الٰہی میں کچھ چارہ نہیں در صورت وفات کے بھی اگر لاہور میں ہو۔ تو طوعًا وکرہًا مسیحی سُنّت٭ بھی حاصل ہو جاوے گی۔ اس لئے لاہور میں ہی معالجہ کرانے کو ترجیح دی گئی"

مولینا موصوف سے ملاقات کرکے یہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ یہ دکھ دینے والا بہتان کہ آپ کے حواس درست نہیں رہے کسقدر افترائے عظیم ہے۔ جس کے بنانے اور مشتہر کرنے میں نہ خدا کا خوف دکھایا گیا ہے نہ کچھ پاس انسانیت کا باقی رکھا گیا ہے٭۔ مولینا صاحب ۱۵ دسمبر تک انشاء اللہ تعالیٰ تشریف لائیں گے۔ اور امید ہے کہ ایام جلسہ میں کوئی تقریر بھی فرمائیں گے۔

چونکہ ہمارے متعلق بھی اس قسم کے بیانات شائع کئے جاتے ہیں کہ ہم احمدی نہیں رہے۔ اس لئے اُن کی تردید بھی اس اعلان کے ذریعہ سے کی جاتی ہے۔ ہم بیشک ان غالیانہ عقائد سے بیزار ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے خلاف اب بنائے گئے ہیں۔ چنانچہ دو کالموں میں بالمقابل یہ عقائد دکھلائے گئے ہیں۔ ہر ایک شخص سوچ لے۔ کہ اس کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے وقت میں کیا تھے :-

ہمارے عقائد	میاں صاحب کے عقائد
۱۔ حضرت مسیح موعودؑ مجدّد ہیں۔ آپ کی نبوّت جزوی اور مجازی ہے۔ اور شروع دعویٰ مسیح موعودؑ سے وفات تک آپ کا ایک ہی مذہب رہا۔	۱۔ حضرت مسیح موعودؑ ویسے ہی نبی ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ۔ عیسیٰ۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم۔ مگر اس کا علم ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو ہوا۔ اور اس لئے ۱۹۰۱ء سے پہلی کی تحریریں درباره انکار نبوت منسوخ ہیں۔
۲۔ اسلام میں آئندہ بھی لوگ اسی طرح لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ کے پڑھنے سے داخل ہوتے رہیں گے۔ جیسے اس سے پہلے تیرہ سو سال تک۔ حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان لانا دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ایک فروعی امر ہے۔	۲۔ اب یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے ظہور کے بعد کوئی شخص سوائے حضرت مسیح موعودؑ پر ایمان کا اعلان کرنے کے دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا گویا کلمہ لا الٰہ الّا اللہ محمد رسول اللہ اب منسوخ ہے۔
۳۔ پیشگوئی مبشّرًا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد۔ نبی کریم صلعم کے ظہور سے پوری ہوگئی حضرت مسیح موعودؑ صرف بطور ظل کے اس کے اندر شامل ہوسکتے ہیں۔	۳۔ قرآن کریم کی آئت مبشّرًا برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد والی پیشگوئی جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے کی تھی۔ وہ نبی کریم صلعم کی تشریف آوری سے پوری نہیں ہوئی۔ بلکہ اب مسیح موعودؑ کے ظہور سے پوری ہوئی ہے۔
۴۔ احمد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ حضرت مرزا صاحب کا نام احمد محض ایک ظل اور بروز کے رنگ میں الہامًا اسی طرح ہوا جس طرح آپ کا نام مریم یا عیسےٰ ہوا۔	۴۔ احمد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام تھا۔ یہ حضرت مرزا صاحب کا نام تھا۔
۵۔ کوئی مسلمان مسیح موعودؑ کے دعوے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوا۔ بلکہ جن لوگوں نے آپ کی تکفیر کی۔ یا آپکو مفتری قرار دیا۔ وہ بروئے حدیث نبوی کہ مسلمان کو کافر کہنے والے پر کفر اُلٹ کر پڑتا ہے کافر ہو جاتے ہیں۔	۵۔ کُل دُنیا کے مسلمان اُسی دن دائرہ اسلام سے خارج ہوگئے۔ جس دن حضرت صاحب نے مسیح موعودؑ ہونے کا دعوےٰ کیا۔
۶۔ حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرف یہ امر منسوب کرے کہ میں نے اپنے نام سے بے خبر لوگوں کو کافر کہا ہے وہ مجھ پر افترا کرتا ہے۔ ایسا ہی مصدقین کو گو انہوں نے بیعت نہ کی ہو اپنے میں شمار کیا ہے۔	۶۔ جن مسلمانوں کو حضرت مسیح موعودؑ کا نام بھی نہیں پہنچا۔ یا انکے دعوے کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ وہ بھی کافر ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں ایسا ہی جو لوگ دل سے حضرت مسیح موعودؑ کو سچا مانتے اور منہ سے بھی اقرار کرتے ہیں مگر بیعت نہیں کی وہ بھی کافر ہیں۔
۷۔ سوائے اُن لوگوں کے جو کافر یا مفتری کہتے ہیں یا گالیاں دیتے ہیں ہر ایک مسلمان کا جنازہ جائز ہے۔	۷۔ کسی مسلمان کا جنازہ جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں داخل نہ ہو چکا ہو۔ اسی طرح ناجائز ہے۔ جس طرح کسی ہندو یا عیسائی کا۔
۸۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام صرف کسی ایسی ظنی حدیث پر مقدم ہوسکتا ہے۔ جو ظنی حدیث قرآن شریف کے مخالف ہو۔ حضرت مسیح موعودؑ کے لئے ضروری تھا۔ کہ اپنے الہامات کو قرآن وحدیث صحیح پر عرض کریں اور اگر اسکے	۸۔ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام ایسا ہی ہے۔ جیسے قرآن شریف کی وحی۔ اور آپ کی تحریریں حدیث پر مقدم ہیں۔

٭ یہ اس طرف اشارہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کا انتقال لاہور میں ہوا تھا۔

موافق پائیں تو قبول کریں - اور اگر مخالف پائیں تو رد کریں۔ محمد علی - احمدیہ بلڈنگس

روئیداد سفر کراکٹ ضلع جونپور

(از قلم جناب حکیم مرزا خدا بخش صاحب زبدۃ الحکما مصنف عسل مصفیٰ لاہور)

(سلسلہ اشاعت ۷ دسمبر ۱۹۱۶ء)

۲۵ نومبر ۱۹۱۶ء کو تمام دوستان اہل کراکٹ سے جو سٹیشن تک ساتھ آئے تھے۔ رخصت ہوکر ہم عازم دیار جونپور ہوئے - خاں صاحب عبد الرشید خان صاحب و بخشی عبد الرزاق صاحب و میاں مبارک خان صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ کراکٹ بھی ہمارے ساتھ روانہ ہوئے جونپور سے بنارس کو جانے والی گاڑی میں چار گھنٹہ کا وقفہ تھا۔ اس لئے تمام اسباب حوالہ ریلوے اسٹیشن جونپور کرکے ہم سب ٹانگہ پر سوار ہوکر شہر میں چلے گئے۔ بخشی صاحب و خاں صاحب تو اپنے اپنے کام کے لئے ہم سے علیحدہ ہوگئے - ہم اول ایک بیرسٹر صاحب کے مکان پر جہاں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب فروکش ہوئے تھے گئے۔ بیرسٹر صاحب خبر پانے ہی بڑے شوق سے ملے اور نہایت فروتنی اور اخلاق سے پیش آئے - خاکسار نے اُن کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ صرف خواجہ صاحب کی ہی موجودگی تک امداد کو محدود نہ رکھیں ہر وقت دین کے لئے مدد کی ضرورت ہے۔ ولایت میں روز بروز اخراجات بڑھ رہے ہیں۔ آپ صاحبان کی طرف سے امداد کی برابر تحریک ہونی از بس ضروری ہے - انہوں نے خواجہ صاحب اور اُنکی خدمات کی بہت تعریف کی۔ اور افسوس سے کہا کہ مسلمانوں کی حالت نہایت گری ہوئی ہے۔ بہت سے لوگوں نے میری تحریک سے رسالہ کا خریدار ہونا منظور کیا تھا - مگر بعد ازاں بعض نے واپس کردیا اب صرف دس بارہ پرچے یہاں آتے ہیں - بالآخر انہوں نے کہا کہ اپنی طرف سے ہم امداد میں کوتاہی نہیں کریں گے - پھر ہم وہاں سے رخصت ہوکر جامع مسجد کی طرف گئے - مسجد پتھر کی بنی ہوئی بڑی شاندار ہے۔ مگر مرمت کے قابل ہوگئی ہے یہ مسجد اسلامی سلطنت کی گذشتہ شان و شوکت اور مسلمانوں کی دینی عظمت و وقعت کو یاد دلارہی ہے۔ مگر اپنی کس مپرسی سے اسلام کے نام لیواؤں کی فلاکت زدگی اور غفلت عن الدین کی تصویر پیش کر رہی ہے - اس مسجد میں ایک مدرسہ بھی ہے - جو کسی انجمن کی زیر نگرانی نہیں اور نہ ہی اس مسجد یا مدرسہ کے لئے کوئی جائداد وقف ہے۔ جسکی بدولت وہ بارونق و قابل ترقی ہوسکے - صرف عید الضحیٰ کے موقعہ پر جو گرد و نواح سے کھالیں قربانی ملجاتی ہیں اُن کی قیمت سے اس مدرسہ کا وجود ہے۔ مدرسہ میں کوئی مولوی صاحب موجود نہ تھے - اُس مسجد کا امام و مدرس اول مولینا قاضی ابوبکر صاحب ہیں - اُن کے مکان کا پتہ دریافت کرکے اُن کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ چند بزرگ موجود تھے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مولینا ابوبکر صاحب کسی دوسرے شہر میں تشریف لے گئے ہوئے ہیں - مگر اُن کے دو تین بھائی جو وہ بھی مولوی ہیں موجود تھے۔ ہم نے کہا کہ مولینا صاحب سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے تھے۔ مگر افسوس کہ ہماری محنت یوں ہی رائیگاں گئی - اُن کے ایک بھائی مولینا قاضی ابو الفضل فاروق صاحب نے فرمایا۔ کہ کونسا مسئلہ ہے۔ آپ بیان کریں۔ ہم نے وہی مسئلہ خاتم النبیین والا پیش کیا۔ بہت دیر تک رد و بدل ہوتا رہا۔ مولینا صاحب جواب سے عاجز ہوگئے تو اخیر کو فرمایا کہ اچھا آپ سوال لکھکر دے جائیں - اس کا جواب باصواب آپ کو پتہ مندرجہ پر بھیجدیا جائیگا۔

وہاں سے رخصت ہوکر سٹیشن پر آئے۔ ۸ بجے شام کے وقت ٹرین پر سوار ہوکر معہ بخشی صاحب و خاں صاحب مغرب کے قریب بنارس پہنچ گئے - دوسرے روز یعنے ۲۶ کو شام کے وقت بنارس سے لکھنؤ روانہ ہوگئے - ۲۷ کی صبح کو ہم بخیریت لکھنؤ وارد ہوئے۔ امین آباد میں جھاؤ کے پل کے پاس ڈاکٹر محمد عمر صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے - ڈاکٹر محمد عمر صاحب ایک آزاد طبع اور نیک خیال احمدی نوجوان ہیں - ہم سے بڑے تپاک اور گرمجوشی سے پیش آئے - اور بہت مسرت ظاہر کی - آپ نے اپنے برادر میاں محمد عثمان صاحب کو ہمارے آنے کی اطلاع دی اور بلا بھیجا۔ مگر انہوں نے اپنی بیماری کا عذر کرکے آنے سے معذوری ظاہر کی۔ خیر اُسی شام کو منشی خیر الدین صاحب اور مرزا احسام الدین صاحب و میاں محمد عثمان صاحب معہ پادری جوالا سنگھ صاحب تشریف لائے مابین میاں خیر الدین صاحب و حکیم محمد حسین صاحب نبوت پر بحث ہوئی۔ خیر الدین صاحب نے حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۱ تا ۲۰۰ پر زور دیا۔ حکیم صاحب نے چند حوالہ جات سے ثابت کیا۔ کہ امت محمدیہ میں حقیقی نبی نہیں آسکتا - خاکسار نے پادری صاحب کی توجہ کو منعطف کرنے کے لئے کہا۔ کہ اول یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ کسی نبی کے آنے کی گنجائش بھی ہے۔ کہ نہیں - رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لم یبق من النبوۃ الا المبشرات ۔ جب نبوت سوائے مبشرات کے باقی نہیں۔ تو نبی کامل و حقیقی کیسا اور حضرت مرزا صاحب کا دعوے صرف اس حدیث کے ماتحت ہوسکتا ہے۔ یعنی علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل۔ جس طرح اور مجددین خدا کے علم میں کوئی موسیٰ تھا۔ کوئی داؤد تھا۔ کوئی زکریا تھا۔ کوئی یحییٰ تھا اسی طرح حضرت مرزا صاحب عیسےٰ تھے - اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتے ہیں - اس پر پادری صاحب اور میاں خیر الدین صاحب میں کچھ گفتگو رہی - پادری صاحب زور دیتے تھے۔ کہ اس حدیث کے رُو سے باقی علماء من وجہ نبی تھے۔ مگر خیر الدین انکار کرتے تھے لیکن بالآخر میاں خیر الدین نے اس کا اقبال کیا۔ پھر بعد ازاں ہر دو طرف کے دلائل سنکر پادری صاحب و ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے اپنا رائے یوں ظاہر کیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب اُن انبیاء کی ذیل میں تو نہیں جو قرآن یا آسمانی کتابوں میں مذکور ہیں اُمت محمدیہ میں اور اولیاء من وجہ نبی تھے۔ مگر مرزا صاحب مستحق نبی کہلانے کا تھا۔ اور یہ صرف حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ کے مطابق اُنہوں نے فیصلہ دیا۔ حکیم صاحب کہتے رہے کہ اصطلاح قرآنی کے مطابق وہ نبی قرار نہیں پائے تو اسلام میں کوئی شخص نبی کیونکر کہلا سکتا ہے۔ اس قسم کی نبوت والے کو نبی نہیں کہہ سکتے۔

غرض جو فیصلہ ہوا وہ فیصلہ میاں صاحب کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ میاں خیر الدین صاحب کا مذہب حسب فیصلہ یہ ثابت ہوا۔ کہ وہ حضرت مرزا صاحب کو حقیقی اور اصلی نبی نہیں مانتے۔ جیسے کہ میاں صاحب مانتے ہیں - وہ اُسی لغوی معنوں کے لحاظ سے جس کی تشریح حضرت مرزا صاحب نے بار بار کی ہے نبی مانتے ہیں۔ یعنے ظلی۔ بروزی۔ جزوی نبی۔ اور بس۔ مجھے امید نہیں کہ میاں خیر الدین صاحب اپنے اس عقیدہ کے خلاف کچھ اور بیان کرینگے۔ اور باقی احباب لکھنؤ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ اسلئے یا قیوں کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا - البتہ دوسرے روز جب مرزا اکبیر الدین احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ تو اُن کا عقیدہ میاں صاحب کے عقیدہ کے مطابق معلوم ہوتا تھا۔ مگر دلیل کوئی نہیں پیش کرسکے۔

جب ہم لکھنؤ میں ڈاکٹر صاحب کے مکان پر گئے تو معلوم ہوا کہ حافظ عبد العزیز صاحب دہلوی بھی وہاں فروکش ہیں۔ جو اپنی کسی ذاتی کار تجارت کے لئے وہاں آئے ہوئے تھے حافظ صاحب بھی اُس مباحثہ میں موجود تھے۔ (باقیدارد)

ہمارا سالانہ جلسہ

سالانہ جلسہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام ۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر کو منعقد ہونا قرار پایا ہے۔ اس لئے جملہ احباب کی خدمت میں التماس کیجاتی ہے کہ ان تاریخوں میں ضرور تشریف لاکر شامل جلسہ ہوں۔ مختلف جماعتوں کے سکریٹری صاحبان و دیگر عہدہ داران خود بھی جلسہ میں شامل ہوں۔ اور جماعت کے جسقدر افراد بھی ہوسکیں اپنے ساتھ لائیں اور آمد سے پہلے تعداد مہمانوں سے اطلاع دیں۔ جہاں باقاعدہ انجمنیں نہیں وہاں سے بھی پیش از وقت تعداد مہمانان کی اطلاع ہو تو مناسب ہوگا۔

ہر ایک ممبر جماعت احمدیہ و معاون سلسلہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جلسہ کے اخراجات کیلئے خاص طور پر چندہ ادا کریں بالخصوص جلسہ میں شامل ہونیوالے احباب کم از کم ایک روپیہ فی کس جلسہ فنڈ میں چندہ عنایت کریں - مگر کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ چندہ زیادہ دیا جائے۔ کیونکہ آجکل اجناس کی سخت گرانی کے باعث خرچ معمول سے بہت زیادہ ہوگا۔

اس سال جلسہ میں اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے یہ خصوصیت بھی ہوگی کہ اتفاق حسنہ سے حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی جو علاج کے لئے لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں جلسہ میں شامل ہوسکیں گے - ان کی نصائح اور تقریر دل اور اُن کی صحبت سے بھی مستفیض ہونے کے لئے سب احباب کو کوشش کرنی چاہیئے۔ بلکہ میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں کے لئے بھی یہ اچھا موقعہ ہے کہ امور مختلفہ میں حضرت مسیح موعود کے حقیقی مذہب کے متعلق حضرت مولینا صاحب سے اپنے شکوک حل کرالیں۔

میاں صاحب کے جو مرید اسجگہ جلسہ میں شمولیت کیلئے تشریف لائیں یا حضرت مولوی صاحب کی ملاقات کیلئے تشریف لائیں وہ بڑی خوشی سے ہمارے مہمان رہ سکتے ہیں۔

مہمانوں کے لئے احمدیہ بلڈنگس میں بفضلہ تعالیٰ رہائشی مکانات کا انتظام ہوگیا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ ہر ایک شخص اپنا بستر ساتھ لائے - والسلام

خاکسار۔ مرزا یعقوب بیگ آنریری سکریٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

تازہ خبریں

وزارت کی از سر نو ترتیب۔ لنڈن ۸ دسمبر۔ تقریباً پارلیمنٹ کے دو سو ممبر حزب الاحرار کے ایک پرائیویٹ جلسے میں جو ریفارم کلب میں آج ۱۲ بجے منعقد ہوا - حاضر تھے۔ مسٹر ایسکوئتھ کا نہایت ہی شاندار استقبال کیا گیا۔ مسٹر چرچل بھی حاضر تھے اور اُنکو بڑے چیرز دیئے گئے مسٹر ایسکوئتھ نے ایک سپیچ میں جو کہ حب الوطنی کی سپرٹ سے پُر تھی بیان کیا کہ سر ایڈورڈ گرے اور رنسکے برخلاف ایک نہایت ہی عمدہ و تدبر سے سازش قائم کی گئی تھی لیکن انہوں نے مسٹر لائڈ جارج کو یا گورنمنٹ کے کسی اور ممبر کو اس سازش میں حصّہ لینے کے الزام سے بری کیا - انہوں نے فرمایا کہ مسٹر لائڈ جارج کی تجویز جو ایک مختصر جنگی کونسل کے لئے تھی یکم دسمبر کو ملی۔ جس کا اُنہوں نے اس دن جواب دیا۔ کہ ایسی مجلس کا وزیر مجلس وزیر اعظم خود ہوگا۔ مسٹر لائڈ جارج نے اتفاق رائے نہ کیا۔ اور ۳ دسمبر کو وزیر اعظم کے حزب الاتحاد نے بیان کیا۔ کہ اگر مسٹر ایسکوئتھ مستعفی نہ ہونگے تو وہ خود مستعفی دیدینگے مسٹر ایسکوئتھ نے مسٹر بونر لا کو قائم رہنے کی درخواست کی۔ اور مسٹر لائڈ جارج کو ۴ دسمبر کو لکھا۔ کہ وہ وزارت مشیران سلطنت میں صرف تماشا بین ہونا نہیں چاہتا۔ اور بعد ازاں اُنہوں نے چند تجاویز کا خاکہ کھینچا جکو مسٹر لائڈ جارج نے منظور کرلیا - اس شرط پر کہ وہ جنگی کونسل کے ممبران کے ماتحت رہیں۔ اس پر مسٹر ایسکوئتھ نے اپنے خلیلوں سے مشورہ لیا جس سے وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ جنگی کونسل پر وزیر اعظم کے میر مجلس کے متعلق اور کونسل کے ممبروں کی بابت جو اختلافات ہیں ان کا تصفیہ نہیں ہوسکتا۔ پس انہوں نے استعفےٰ دیدیا۔

مسٹر ایسکوئتھ کا جدید گورنمنٹ میں شامل ہونے سے انکار۔ مسٹر ایسکوئتھ نے جدید گورنمنٹ میں شامل ہونے سے انکار کردیا اس وجہ پر کہ وہ کمزوری کے باعث ہونگے : ان پر نکتہ چینیاں اور سیاسی حملے بدستور جاری رہیں گے - سو بہتر یہی ہے۔ کہ وہ آزادانہ طور سے خارجانہ مدد دیں۔ مسٹر ایسکوئتھ نے بیان کیا۔ کہ مسٹر بیلفور سلاطین آبادیوں کے وزیر ہونگے ۔ اور لارڈ رابرٹ سیسل انکے ماتحت بدستور بحال رہینگے۔ مسٹر ایسکوئتھ نے اس بات کی ضرورت پر اصرار کیا۔ کہ گورنمنٹ کی موجودہ جنگ کی فتح کی غرض سے ہمہ جان و ہمہ تن ہوکر مدد و اعانت کیجائے مذکورہ بالا جلسہ میں مسٹر ایسکوئتھ پر اعتماد اور کامل بھروسہ کا ایک ریزولیوشن پاس کیا گیا۔ اور نیز گورنمنٹ کو موجودہ جنگ کا کامل طور پر نبھانے کے لئے مدد دینے کا مصمم ارادہ کا اظہار کیا۔

جدید وزارت میں وزرا کی تعداد۔ لنڈن ۸ دسمبر بیان کیا جاتا ہے کہ مسٹر لائڈ جارج ۱۲ ممبروں کی وزارت مشیران سلطنت کی ترتیب دینے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جن میں ۵ حزب الاتحاد ۵ حزب الاحرار اور ۲ مزدوروں کے ممبر ہونگے - وزارت مشیران سلطنت کا ایک مزدور ممبر جنگی کونسل کا بھی ممبر ہوگا - وزارت میں تین اور مزدوروں کے ممبر داخل ہونگے مسٹر لائڈ جارج کی سب سے بڑی مشکل جو کہ اُنکے آگے درپیش ہے یہ ہے کہ حزب الاحرار کے ممبر کافی طور سے حاصل نہیں ہوسکتے - کیونکہ تمام حزب الاحرار وزرا جو مستعفی ہوچکے ہیں کام کرنیسے انکار کرتے ہیں۔ حزب الاحرار کی ایک جنگی کمیٹی کے جلسہ نے جس میں ۳۰ ممبر حاضر تھے - ایک ریزولیوشن مسٹر لائڈ جارج کو نہایت ہی سرگرمی سے مدد دینے کے لئے پاس کیا۔

مذہبی خیالات کی نیرنگیاں

ذیل کا دلچسپ مضمون اس بات کی کافی شہادت ہے کہ کس طرح سے بالآخر وہ مسائل جنہیں لوگ کچھ عرصہ پیشتر صرف اس وجہ سے ماننے کو تیار نہ تھے کہ حضرت مسیح موعود نے انہیں پیش کیا تھا حالانکہ اسلام کے اصل الاصول ہیں اندر ہی اندر دلوں میں گھر کر رہے ہیں اور اب اسلام کی زندگی اور حیات کیلئے آہستہ آہستہ لوگ اندھی تقلید کا جامہ اتار کر مسائل حقہ کو علم و عقل کی روشنی میں پڑھنے لگے ہیں ۔ (ایڈیٹر)

صبح کا وقت ہے۔ ریلگاڑی اپنی پوری رفتار سے چل رہی ہے ایک پہلو کے بنچ پر سے آنکھ کھولکر دیکھا کہ درمیانی بنچ پر ایک مسلمان بھائی بیٹھے ہیں۔ اور دوسری طرف والے پہلو کے بنچ پر ایک لالہ صاحب مارواڑی وضع کی سرخ پگڑی سر پر دھرے تشریف رکھتے ہیں۔ اور نیند کی دیوی سے کشتی لڑ رہے ہیں نیند چاہتی ہے کہ میں انکو دنیا کے افکار و خیالات سے نجات دلاؤں۔ اور لالہ صاحب اس پر تلے بیٹھے ہیں کہ اپنے کو غفلت کے حوالے نہ کروں۔ وہ اپنے کو ہوشیار رکھنے کے لئے سخت جد و جہد کر رہے تھے۔ ظاہرا کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی تھی کہ وہ بیدار رہنے کی کیوں کوشش فرما رہے ہیں۔ بنچ بالکل خالی تھا اور بجز سفر طے کرنے کے اور کوئی شغل ایسا دکھائی نہ دیتا تھا جس کی وجہ سے بیداری کی مجبوری ہو منزل مقصود ہنوز بہت دور تھی۔ ذرا سر اٹھاکر دیکھا تو بیداری کا سبب معلوم ہوگیا۔ لالہ صاحب کے پاس بہت سا روپیہ تھا جو وہ کہیں لے جا رہے تھے۔ اس روپیہ کی خاطر وہ رات بھر جاگتے رہے۔ اور اب بھی نیند سے برابر لڑ رہے تھے۔ مسلمان بھائی وضع قطع اور ظاہری حالت سے بالکل متشرع دکھائی دیتے تھے اور ان کی آنکھوں میں ایک قسم کی خاص بات نکلتی تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اپنے کو ساری دنیا سے برتر خیال کرتے ہیں تھوڑی دیر میں منہ ہاتھ دھوکر میں بھی فارغ ہوا۔ اور اپنے مسلمان بھائی سے وقت دریافت کیا انہوں نے گھڑی دیکھکر وقت بتایا۔ اور پھر مجھ سے میرا نام اور وطن اور ملازمت اور آمدنی اور بی بی بچوں کے حالات اور عمر ایک ایک کرکے سب باتیں دریافت کیں۔ گو یہ باتیں مجھکو سخت ناگوار معلوم ہوتی ہیں۔ مگر بغیر جواب دیئے چارہ بھی نہ تھا۔ ان سے وقت ہی دریافت کرنا کیا ضرور تھا۔ اور اب جبکہ ان سے ایک کام لیاگیا۔ تو اُسکے عوض میں ان کو اختیار تھا کہ وہ جسقدر چاہیں میرا مغز خالی کریں۔ اور جس قسم کے سوالات اُنکو مرغوب ہوں دریافت کریں۔ میں اُن کو برابر جواب دیتا رہا۔ مگر اپنی طرف سے کوئی بات ایسی نہ کی۔ جس سے باتوں کا سلسلہ طوالت پکڑے۔ باتوں ہی باتوں میں حضرت نے مذہبی قصے شروع کر دیئے اور پھر نہ معلوم کس بات پر لالہ صاحب کی طرف پھر کر کہا۔ کہ ان لوگوں کا خدا تو دولت ہے۔ یہ اس کی عبادت کے لئے شب بیداری فرماتے ہیں اور ہائے دولت ہائے دولت کرتے رات دن گذر جاتا ہے۔ لالہ صاحب نے عملاً عبادت کا ثبوت دیدیا۔ کہ فوراً روپیوں کے توڑوں کے سامنے اپنا ماتھا ٹیک کر کہا کہ یہ لچھمی ماتا ہے۔ ہماری تو یہ جننیہ ہے (قابل پرستش ہے) مسلمان بھائی خوب کھلکھلا کر ہنسے اور فرمایا۔ کہ یہ ایندھن ہوگی اور تم ہمیشہ کیلئے اسکی آنچ کا مزہ چکھوگے لالہ صاحب آنکھیں بند کرکے خاموش ہو رہے میرے مسلمان دوست اب اور کھلے اور انہوں نے مسائل قرآن پر گفتگو شروع کی۔ معلوم ہوا کہ وہ ایک مولوی صاحب کے مرید ہیں، جو اس زمانہ میں تکفیر کے فتوے جاری کرنے میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

مولوی صاحب کے وعظ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خاص ڈھنگ کے ہونگے۔ کیونکہ جسقدر مسائل پر اُن کے مرید رشید نے گفتگو کی۔ وہ سب ایسے تھے جن سے زیادہ تر دوسرے مسلمانوں کی تحقیر ٹپکتی تھی۔ میں نے کوئی بات اپنی جانب سے نہ اُنکے سامنے پیش کی۔ اور نہ اُنکی کسی بات کی تردید کی خاموش بیٹھا سنتا رہا۔ آخرکار انہوں نے آیات قرآنی کے ناسخ و منسوخ ہونے کی بحث چھیڑی۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالے نے ہماری بہتری کے لئے اپنے بعض احکام کو خود ہی منسوخ فرما دیا۔ چونکہ میں اس مسئلہ کو قطعاً غلط سمجھتا ہوں اس لئے میں نے دریافت کیا کہ وہ کون ایسا حکم تھا کہ جسکو خدا تعالے نے نافذ فرماکر پھر منسوخ کردیا۔ انہوں نے بلا تامل مثلاً متعہ کا مسئلہ پیش کیا کہ اول تو باریتعالی نے متعہ جائز کردیا تھا۔ اور پھر ممنوع کر دیا

میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک اول حکم غلط تھا۔ فرمایا بیشک غلط تھا۔ اگر غلط نہ ہوتا تو پھر منسوخ کیوں ہوجاتا۔ میں نے کہا کہ یہ غلطی باریتعالی کو کب معلوم ہوئی تھی۔ فرمایا کہ حکم نافذ کرنے کے بعد لالہ صاحب کے دماغ میں اس خیال کا بھی کچھ اثر ہوا۔ اور فرمایا کہ کیا خدا غلطی بھی کرتا ہے۔ میرے مسلمان دوست کچھ خاموش سے ہوگئے۔ میں نے کہا مسلمانوں کا تو اعتقاد ہے کہ اللہ کا علم ازلی ہے۔ اور ہر بات اللہ تعالے پہلے سے جانتا ہے۔ غلطی تو وہ شخص کرتا ہے جو ناواقف ہو۔ اللہ تعالے کے متعلق آپ کیسے فرماتے ہیں کہ اُس نے غلطی کی تھوڑی دیر سکوت کرکے فرمایا۔ کہ مولانا سے دریافت کرونگا۔ یہ معاملہ تو یوں ختم ہوا۔

پھر فرمایا کہ کافروں کے دلوں پر خدا نے مہر لگا دی ہے وہ کبھی بھی ہدایت نہ پائینگے۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ تعالی نے ان بدنصیبوں کے دلوں پر کب مہر لگا دی اور کب فرمایا کہ وہ کبھی بھی ہدایت نہ پائینگے فرمایا کہ جب قرآن پاک نازل ہوا۔ اُسی وقت مہر لگا دی۔

میں نے دریافت کیا کہ جو لوگ قرآن پاک کے نزول کے وقت مسلمان ہوچکے تھے۔ اُنکے علاوہ جملہ بنی نوع انسان کے دلوں پر مہر لگ گئی تھی۔ یا کوئی بچا بھی تھا۔ کہا سب کے دلوں پر مہر لگ گئی تھی۔ میں نے کہا کہ ترک اور تاتاری اور افغان اور ہندی اور موجودہ زمانہ میں جو انگریز مسلمان ہو رہے ہیں اُن کے دلوں پر بھی مہر لگا دی تھی یا نہیں۔ آدمی زود فہم تھے اپنے اعتقاد کی کمزوری سمجھ گئے اور کہا یہ مسئلہ بھی حضرت مولانا سے دریافت کرونگا

اتنے میں وہ جنکشن آگیا جہاں سے مجھے دوسری ٹرین پر سوار ہونا تھا میں اپنے دونوں دوستوں کو گاڑی میں چھوڑکر چلا گیا نہ معلوم اسکے بعد میں دونوں میں کوئی سلسلہ گفتگو کا چلا یا نہ چلا۔

جب میں دوسری گاڑی میں جا بیٹھا تو وہاں ایک پادری صاحب نہایت دراز ریش بیٹھے تھے۔ پادری صاحب نے ایک چار صفحہ کا مطبوعہ پمفلیٹ انگریزی میں مجھکو دیا۔ جس کا عنوان تھا۔ "دو حرف کا مذہب" میں نے اُسکو پڑھا۔ اور پادری صاحب نے دریافت کیا کہ آپ نے اس کے مطالب پر غور کیا میں نے کہا اسکے مطالب سے میں بہت پہلے سے واقف ہوں۔ کہا پھر آپ کا عمل اُسکے مطابق کیوں نہیں ہے۔ پمفلیٹ لکھنے والے کی غرض یہ تھی کہ انسان اپنے نیک اعمال کیوجہ سے کبھی نجات نہیں پاسکتا۔ بلکہ حضرت مسیح کے کفارہ پر یقین کرنے سے نجات پا سکتا ہے۔ چنانچہ اس میں کسی جنٹلمین اور لیڈی کی گفتگو درج کی گئی تھی۔ کہ لیڈی نے جنٹلمین سے کہا مجھکو نجات [illegible] تو دو حرفی ہے اور میرا چار حرفی ہے۔ دو حرفی مذہب (ڈو) سے مراد تھی جس کے معنے ہیں کرو۔ اور چار حرفی سے مراد لفظ Done (ڈن) سے تھی جسکے معنے ہیں ہوگیا۔ مطلب یہ تھا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ جیسا کرو ویسا پاؤ۔ وہ اعمال پر بھروسہ رکھنے والے ہیں انکی نجات نہ ہوگی۔ اور جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہماری نجات کا سامان ہونے والا تھا وہ حضرت مسیح کے کفارہ کیوجہ سے پہلے ہی ہوچکا ہے وہ ضرور نجات پائیں گے۔

پادری صاحب نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ جب آپ مطالب کو سمجھ گئے تو پھر آپ کا ایمان حضرت مسیح کی الوہیت پر اور کفارہ پر قائم کیوں نہیں ہوا۔ میں نے پادری صاحب سے کہا کہ کیا آپکا یہ عقیدہ ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھتے ہوں اور خواہ اُنکے اعمال کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں وہ نجات پا جائینگے۔ اگر آپکا یہ اعتقاد ہے تو پھر حضرت مسیح کا کفارہ کل بداعمالیوں کا موجب قرار پائیگا کسی کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ گناہوں سے پرہیز کرنے کی کوشش کرے۔ مجرد کفارہ کا اعتقاد کافی ہے۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ جو شخص حضرت مسیح کے کفارہ پر ایمان رکھنے والا ہوگا۔ وہ کبھی گنہگار رہ ہی نہیں سکتا۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسا کوئی شخص آجتک آپ نے دیکھا ہے کہ وہ بالکل گناہوں سے پاک صاف اور معصوم ہو انہوں نے کہا کہ میں کسی ایسے شخص کا پتہ نہیں دے سکتا۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر یہ بات آپکو ثابت ہوجائے کہ وہ لوگ جو عیسائی کہلاتے ہیں اُن میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو گناہوں سے بچے ہوں۔ یا کم و صاف ہو تو پھر آپکے نزدیک وہ نجات پاسکیں گے یا نہیں فرمایا کہ میں اُنکی نسبت یہ خیال کروں گا کہ وہ مسیح کی الوہیت پر اور کفارہ پر ایمان ہی نہیں لائے پھر وہ نجات کیسے پاسکتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ اگر آپکو یہ ثابت ہوجائے کہ جو لوگ عیسائی نہیں کہلاتے اُن میں ایسے آدمی موجود ہیں جو گناہوں سے پاک صاف ہیں تو آپکے نزدیک ایسے غیر عیسائی اشخاص مستحق نجات ہونگے یا نہیں پادری صاحب نے فرمایا کہ جبتک مسیح کی الوہیت اور کفارہ کا یقین نہ ہوگا نجات نہ ملے گی خواہ کوئی کیسا ہی پارسا اور پرہیزگار ہو۔ میں نے کہا کہ مسیح دنیا میں گنہگاروں کو نجات دلانے آئے تھے اور آپکے نزدیک۔ خدا کی رحمت اُسکے انصاف پر غالب آئی اور اُسنے بچانے اسکے کہ بے انصافی کرتا اپنے اکلوتے بیٹے کو گنہگاروں کی خاطر قربان کردیا آپ میں مسیح کی الوہیت پر اور کفارہ پر ایمان لانے اور نہ لانے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ خدا نے بلا شرط اپنے بیٹے کو قربان کر دیا۔ اور اس سے آدم کے ابتدائی گناہ اور نافرمانی کا ازالہ ہوکر کل بنی آدم مستحق نجات ہوگئے۔ اب آپ تو گنہگار عیسائیوں کو اور بیگناہ غیر عیسائیوں کو یکساں جہنم کا کندہ اور دائمی عذاب کا مستوجب خیال کرتے ہیں تو پھر اللہ میاں کے اسقدر بڑے اہتمام کا انسانوں کو کیا فائدہ پہنچا۔ وہ ویسے ہی نہیں رہے جیسے پہلے تھے پادری صاحب نے فرمایا کہ یہ سب باتیں آپ مذہب خداوندی کے نہ سمجھنے کیوجہ سے کرتے ہیں ورنہ آپ ایسا نہ کہتے۔ اور اُسکے ساتھ ہی کہا کہ عام طور پر یہ دیکھا ہے کہ مسلمان اس مسئلہ کو بہت کم سمجھتے ہیں میں نے کہا کہ آپنے مسلمانوں کی نسبت جو رائے قائم کی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اور بہتر ہے کہ آپ بھی مذہب خداوندی کی اس ناسمجھ قوم کو تلقین ہی نہ فرمائے۔ اتنے میں لہکسر کا جنکشن آگیا۔ اور میں پادری صاحب کو اُسی ٹرین میں چھوڑکر رڑکی کی طرف روانہ ہوا۔ (باقی آئندہ)

بقیہ مضمون صفحہ ۳ کالم ۳

صاحب دربار خلافت دمشق کے استاد نے بھی اچھی طرح کردی ہے۔ اب محمودی علماء عموماً اور میاں صاحب خصوصاً جواب باصواب بذریعہ الفضل تحریر فرمادیں کہ ایسے محمودیوں کی نسبت ہم کیا اعتقاد رکھیں کہ یہ لوگ محمودی ہیں۔ یا کہ یہودی ہیں۔ کہ باقی غیر احمدی اہل قبلہ کلمہ گو مسلمانوں کو جو پابند صوم و صلوٰۃ ہیں اُن کو تو بلا تحاشا کافر قرار دیں اور اپنے رشتہ دار غیر احمدی کو جو شائد نماز تک بھی باقاعدہ نہیں پڑھتا احمدی لڑکی دیدیں جس نے کم سے کم قرآن شریف پڑھا ہوا ہے۔

اب ہم علماء دمشق کی ایمانی جرأت کا نمونہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہ ان کو حاجی کے پھر روپیہ کا ہوا چندے کا زیادہ پاس ہے۔ یا کہ اپنے اوپر سے یہودیت کا الزام دور کرنے کی زیادہ ضرورت ہے۔ تعجب ہے کہ اگر غیر احمدی یا احمدی محمودی حکام کی مخالفت کریں تو یہ کا فر فاسق وغیرہ وغیرہ۔ اگر محمودی اپنے حاکم دمشق کی ہمیشہ مخالفت کرتے رہیں تو پھر بھی یہ مومن کے مومن۔ کیا یہ شیوہ یہود نہیں ہے۔ اور کیا ازالہ اوہام میں جہاں حضرت صاحب نے بہ الہام الہٰی قادیان کے باشندوں کو یزیدی لکھا ہے۔ وہاں یہود اور قادیان کے پر بڑھے نہیں لکھی۔ دیکھو صفحات ۲۸ و ۷۶ و ۷۷ طبع اول۔

جواب صاف دے زبید لب لعل شکر خارا

راقم محمد یمن احمدی محمودیوں کا دیوانہ از داتہ النہرو ہزارہ

تازہ خبریں

نعقانہ میں جنگ۔ لنڈن ۲۳ نومبر ہیڈ کوارٹر۔ ایک بیان مظہر ہے کہ جنوب مغرب ادکنوٹ میں جہاں کہ لڑائی جاری ہے۔ زبردست عثمانی جمعیت نے حملہ کیا ہے۔

باکو سے ہیڈ کوارٹر کی اطلاعات ملی ہیں کہ ترکوں نے بمقام سیلو ابین ۶ ہزار آبادی آرمینیا کو تہ تیغ کرڈالا ہے ❖

رزمگاہ اٹلی لنڈن ۲۴ نومبر۔ ایک اطالوی سرکاری اعلان مظہر ہے حالت موسم خراب ہے۔ ہم نے ودی اسٹیکو میں غنیم کے خفیف سے حملوں کو پسپا کردیا ❖

رزمگاہ بلقان۔ لنڈن ۲۲ نومبر۔ ہ را نڈیا بوئیل کا نامہ نگار مقیم روم بیان کرتا ہے کہ سکوت منا سٹرنے صوفیہ میں اضطراب پیدا کردیا ہے۔ فوجی نقادوں نے کہرام مچایا ہے اور وہ بیان کرتے ہیں کہ اتحادی بلغاریہ کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں ❖

لنڈن ۲۳ نومبر۔ اطالوی سپاہ سطح مرتفع مدستر و جھیل پرسپا کے درمیانی علاقہ میں کامیاب جنگی کارروائی کررہی ہے۔

ایک فرانسیسی سرکاری اعلان مظہر ہے ہم نے جھیل پرسپا کے شمال مغربی کنارے پر لاسکوز پر قبضہ کرلیا ہے۔

ایک برطانوی سرکاری بیان مظہر ہے ہم نے [illegible] پر کامیابی کے ساتھ حملہ کیا۔ یہ مقام شمال پر [illegible] ریلوے کے ساتھ واقع ہے۔

آبدوزوں میں جنگ۔ لنڈن ۲۳ نومبر جھوٹا [illegible] جہاز لنڈن آف میکسیکو اور برطانوی جہانہ گرانڈ [illegible] غرق کردیئے گئے ہیں ❖

لنڈن ۲۴ نومبر۔ جہاز براٹن کی غرقابی کی [illegible] ع موصول ہوئی ہے ❖

اطلاع ضروری

بعض اصحاب ترسیل زر کے وقت منی آرڈر کے کوپن میں نہ اپنا نام تحریر فرماتے ہیں اور نہ اطلاع دیتے ہیں کہ رقم کس مد میں جمع کی جاوے اس سے عموماً حساب میں غلطی ہوجاتی ہے۔ اسلئے تمام احباب کی خدمت میں التماس ہے کہ منی آرڈر کے کوپن پر اپنا نام اور پتہ اور رقم بھیجنے کی غرض بھی لکھی جائے اور اُسکی اطلاع بالتفصیل تحریر فرمایا کریں۔

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آرزو ہے ہوں میرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا
اندریں دیں آمدہ از مادریم
آں کتاب حق کہ قرآں نام اوست
آں رسولش کش محمد است نام
مہر او با شیر شد اندر بدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست
آنچہ از وحی و ایماے بود

مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہم بریں از دار دنیا بگذریم
بادۂ عرفاں ما از جام اوست
دامن پاکش بدست ما مدام
جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہر نبوت را بروشد اختتام
زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آں نہ از خود از ہماں جائے بود

حضرت مسیح موعود
اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما ازو یابیم ہر نور و کمال
اقتدائے قول او در جان ماست
در ملائک و اخبار ہائے معاد
آں ہمہ از حضرت احدیت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست
معجزات انبیائے سابقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب

ما بعل ولدار ازل بستیم دل
[illegible]
[illegible]
[illegible] سنت است
[illegible] دلدن خدا است
آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
نزد ما کفر است خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ و سہ شنبہ و پنجشنبہ
کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ للعہ ششماہی یتے سہ ماہی عہ
طلبا سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | مقام اشاعت لاہور | پنجشنبہ ۱۶ صفر المظفر ۱۳۳۵ ہجری مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۶۶

جمع و ترتیب قرآن کریم

جمع قرآن پر اندرونی شہادت

(۳)

جمع قرآن کریم کے سوال پر سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کریم خود بھی اس کے متعلق کچھ فرماتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں وہ کامل مکمل کتاب ملی ہے۔ جو تمام ضروری اصلی امور پر دعوے اور دلائل اپنے اندر رکھتی ہے۔ جمع قرآن پر بھی اندرونی شہادت قرآن کریم کے اندر ایسی موجود ہے کہ اگر کوئی بیرونی تاریخی شہادت نہ بھی ہوتی تو خود وہی شہادت کافی تھی۔ اول یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سارا قرآن یکمرتبہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیوں نازل نہ ہوا۔ تاکہ یہ جمع اور ترتیب کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اس کا جواب خود قرآن کریم نے دیا ہے۔ وقال الذین کفروا لولا نزل علیه القرآن جملة واحدة کذٰلک لنثبت به فؤادک ورتلنٰه ترتیلا۔ اور کافر کہتے ہیں سارا قرآن اس پر یکمرتبہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اسی طرح ضروری تھا تاکہ ہم اس کے ساتھ تمہارے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور ہم نے اس کو خوب ترتیب دی ہے (الفرقان ۳۲) یہاں قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنے کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو وقتاً فوقتاً بڑی بڑی مشکلات اور مصائب کے نیچے قرآن کریم سے تقویت پہنچتی رہے۔ آنحضرت صلعم کے سامنے جو کام تھا وہ اسقدر عظیم الشان تھا کہ دنیا میں اس قدر بوجھ اصلاح کا کبھی کسی انسان پر نہیں ڈالا گیا اول تو خطاب کل دنیا سے حالانکہ پہلے سب رسول ایک قوم کی اصلاح کے لئے آتے رہے۔ پھر وہ رسول اس قوم کے بھی بعض وقت خاص خاص امور میں اصلاح کے لئے مبعوث ہوتے رہے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی کل امراض کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا۔ اس طرح پر آپ کا کام بہ نسبت انبیائے سابقین ہزار ہا گنا بڑھ گیا۔ یعنی کل قوموں کی کل بیماریوں کی اصلاح کے لئے آپ کی بعثت ہوئی۔ پھر اس قوم سے اس کام کی ابتدا ہوئی۔ جو ہر قسم کی روحانی بیماریوں میں سینکڑوں سالوں سے مبتلا چلی آتی تھی۔ اور اس کی مرض خطرناک حالت کو پہنچ چکی تھی۔ لتنذر قوما ما انذر اباؤھم۔ پہلے کوئی ڈرانیوالا بھی ان میں نہ آیا تھا۔ پھر جب ساری قومیں مخاطب ہوئیں تو مخالفت بھی سب کی طرف سے ہوئی۔ اس کام کی عظمت کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو کبھی انسانوں کی اصلاح کے کسی پہلو سے واسطہ پڑا ہو۔ پھر کوئی سامان موجود نہیں۔ جن کی بنا پر یہ اصلاح ہو سکے۔ بلکہ سب کچھ از سر نو دنیا کو دینا ہے۔ اور اس طرح پر ساری دنیا کی روحانی ابوت کا مرتبہ آپ کو ملتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ روحانی دنیا از سر نو بنتی ہے۔ غرض ان مشکلات کی گھڑیوں میں جب دنیا چاروں طرف سے ایک تاریک منظر پیش کر رہی ہو۔ یہ ضروری تھا۔ کہ مکالمہ الٰہی کی بارش آپ کے قلب مبارک پر نازل ہو کر وقتاً فوقتاً تاریکی کو پاش پاش کرتی رہے۔ اور آپ کے لئے موجب تسلی ہوں۔ ساتھ ہی جیسی جسوقت ضرورت پیش آتی۔ اسی کے مطابق کلام الٰہی کا ظہور ہو کر دوہرا کام دے جاتا یعنی وہ اصل غرض جو کسی امر کی اصلاح ہوتی تھی وہ بھی پوری ہوتی رہتی۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ تدریجی نزول اس عظیم الشان بوجھ کے نیچے ثبات قلب کا بھی کام دیتا۔

لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ ضرورت بیان فرمائی کہ قرآن کریم ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہونا کیوں ضروری تھا ساتھ ہی کفار کے اعتراض کو مدنظر رکھکر اس کا بھی جواب دیا ہے یعنی یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل ہوا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ یہ علیحدہ علیحدہ ٹکڑے ہی رہیں گے۔ ورتلنٰه ترتیلا۔ بلکہ ہم نے اس کو بہت عمدہ ترتیب بھی دے دی ہے۔ ترتیل کے معنے درحقیقت حسن تالیف ہیں۔ چنانچہ رتل کے معنے لسان العرب میں حسن تناسق الشئ ہیں۔ اور ثغر رتل ان دانتوں کو کہتے ہیں۔ جو نہایت عمدگی سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہوں۔ اور رتل الکلام کے معنے احسن تالیفہ ہی ہیں۔ یعنی اس کو نہایت عمدہ ترتیب دی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ پڑھنے میں ترتیل کا لفظ عمدہ طور پر ادا کرنے کے معنے میں بھی آتا ہے۔ مگر یہاں سیاق کلام سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مراد ترتیب ہی ہے۔ گویا ٹکڑے ٹکڑے کر کے اتارنے میں ایک مصلحت الٰہی تھی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے پھر ٹکڑے ٹکڑے نہیں چھوڑا بلکہ ایک نہایت احسن ترتیب بھی دیدی ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ اس کی ترتیب بھی وحی الٰہی کا کام تھا۔

اس سے بھی زیادہ صفائی کے ساتھ سورہ القیامۃ میں اللہ تعالیٰ نے جمع قرآن کو اپنا کام فرمایا ہے۔ ان علینا جمعه وقرآنه فاذا قرأنٰه فاتبع قرآنه ثم ان علینا بیانه۔ ہم پر ہی اس کا جمع کرنا ہے۔ اور اس کا پڑھنا۔ پس جب ہم پڑھ دیں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔ پھر ہم پر ہی اس کا کھول کر بتا دینا ہے۔ یہاں قرآن کریم کے نزول میں تین الگ الگ باتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی ایک اس کا پڑھنا۔ دوسرا اس کا جمع کرنا۔ تیسرا اس کا بیان یا کھول کر بتا دینا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر جس ترتیب سے قرآن کریم نازل ہوتا تھا۔ اسی ترتیب سے اس کا جمع ہونا بھی ضروری تھا۔ اور وہی حقیقی ترتیب قرآن کریم کی تھی۔ تو پھر پڑھنے اور جمع کرنے کو دو الگ الگ امور کے طور پر کیوں بیان کیا۔ ان دونوں کو دو علیحدہ علیحدہ کام قرار دینا صاف بتاتا ہے کہ جمع قرآن کوئی علیحدہ کام تھا۔ سو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا تھا۔ گویا قرآن کریم کے متعلق تین کام تھے۔ ایک محض اس کا پڑھ دینا یعنی ملک کے ذریعہ سے وحی کا وقتاً فوقتاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانا۔ دوسرا کام اس نازل شدہ وحی کا جمع کرنا تھا۔ یعنی اس کو ترتیب سے ساتھ اکٹھا کر دینا کیونکہ جمع تب ہی الگ کام ٹھیر سکتا ہے۔ جب اس میں کوئی الگ ترتیب دینی ضروری ہو۔ ویسے تو جو حصہ نازل ہوتا وہ خود پہلے حصہ کے ساتھ ملتا چلا جاتا۔ پس جمع کے لئے وحی الٰہی کی ضرورت نہ ہوتی مگر یہاں ان علینا جمعه فرما کر یہ بتا دیا ہے کہ یہ جمع بھی وحی الٰہی کا کام تھا۔ یعنی یہ بتانا کہ کوئی آیت یا کوئی سورت کہاں رکھی جائے۔ یہ اسیطرح وحی الٰہی کا کام تھا جس طرح قرآن کا پڑھ دینا۔ تیسرا کام بیان فرمایا ہے۔ یعنی قرآن کریم کو کھول کر بتا دینا یہ بھی درحقیقت وحی الٰہی سے ہی ہوا۔ یہاں بیان سے مراد ان امور کی تفصیلات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرنا ہے۔ جن کا تعلق شریعت سے ہے مثلاً قرآن کریم میں تو صرف اسقدر حکم ہے کہ اقیموا الصلوٰۃ نماز کو قائم کرو۔ اس کی تفصیلات قرآن کریم میں نہیں۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اگر قرآن میں یہ تفصیلات نہیں تو پھر وحی الٰہی سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ یہ بھی وحی الٰہی کا کام تھا۔ یعنی جس طرح جمع قرآن وحی الٰہی کا کام تھا۔ اسی طرح پر اسکا بیان بھی وحی الٰہی کا کام تھا پس سنت اور حدیث درحقیقت وحی الٰہی سے ہی ہیں۔ گو اسی وحی کا رنگ جمع قرآن کی طرح وحی خفی کا ہو۔ پس یہ آیات اس بات پر قطعی شہادت ہیں۔ کہ قرآن کریم کی جمع اور ترتیب اس کے نزول سے علاوہ کوئی کام تھا۔ اور وہ بھی اسی طرح وحی الٰہی کا کام تھا جسطرح قرآن کریم کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانا۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کو بار بار کتاب کے نام سے پکارنا بھی اسی امر کی شہادت ہے۔ کیونکہ کوئی کلام جب تک اس میں خاص ترتیب نہ دی جائے۔ کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں بہتیرا حصہ ایسا بھی ہے۔ جو واقعات پیش آمدہ پر نازل ہوا۔ لیکن وہ واقعات تو اپنے اندر کوئی ایسی ترتیب نہ رکھتے تھے۔ ایک کتاب کا رنگ اختیار کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کی ترتیب کوئی اور ہو۔ جس کا اثر ہدایت انسانی پر ہو۔ جو اس کتاب کی اصل غرض تھی۔ ہاں اگر محض چند واقعات کا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے تھے۔ بیان کرنا قرآن کریم کی اصل غرض ہوتی۔ تو بیشک کسی الگ ترتیب کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر تاریخ کو بیان کرنا قرآن کریم کی کوئی غرض نہ تھی۔ اپنی غرض کو خود ابتدائے قرآن میں یوں بیان فرمایا ہے۔ ذالک الکتاب لا ریب فیه ھدی للمتقین۔ یعنی یہ کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے ہے۔ اور اس کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ انسانوں کو ہدایت کی راہ بتائی جائے۔ اس سے اگلے نمبر میں انشاء اللہ تعالیٰ یہ بتاؤں گا۔ کہ یہ غرض جو اس کتاب نے خود اپنی غرض بتائی ہے۔ کس طرح موجودہ ترتیب میں اس کے پورا کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔ جو ترتیب نزولی میں حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

اخبار احمدیہ

حضرت امیر اور دیگر احباب بخیر و عافیت ہیں۔ فالحمد للہ۔

حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب کے آئندہ ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء کو لاہور پہنچنے کی امید ہے۔ انشاء اللہ۔ آج کے پرچہ مراسلات میں حضرت امیر کی جو تحریک "ایک مژدہ" کے عنوان سے مندرج ہے۔ اور جس میں ایسے لوگوں کو موجودہ اختلافات کو مٹا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ لاہور آکر حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب کی صحبت سے مستفیض ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ علیحدہ اشتہار کی صورت میں بھی طبع ہوا ہے۔ احباب اسکی بہت سی کاپیاں منگوا کر محمودیوں میں تقسیم کریں۔ اور اگر ہو سکے تو ساتھ لیکر جلسہ پر لاہور پہنچنے کی کوشش کریں۔

مکرمی شیخ فضل الٰہی صاحب ایم اے احمدی۔ امتحان ایل ایل بی میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ مبارک ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاھور

جلد ۴ - پنجشنبہ مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۶ء - نمبر ۶۸

اسمہ احمد

پر میاں صاحب کے دوسرے جواب الجواب کا جواب

اس بحث پر میاں صاحب کا جواب ۵ دسمبر کے پرچہ میں شائع ہوا ہے افسوس ہے کہ مجھے یہ پرچہ نہیں بھیجا گیا۔* ایبٹ آباد میں میاں صاحب کے ایک مرید نے ہمارے ایک دوست کو ایک دفعہ یہ کہا تھا۔ کہ تم لوگوں کے پاس حق کوئی نہیں۔ کیونکہ میاں صاحب کی کتاب حقیقۃ النبوت تو ۳۰۰ صفحہ پر نکلی ہے اور تمہاری طرف سے بیس بیس صفحوں کے رسالے شائع ہوتے ہیں۔ سو اس معیار سے میاں صاحب کے بارہ صفحات اخبار کا جواب دینا میرے لئے واقعی مشکل ہے۔ شرائط کے متعلق مختصر اور سیدھی باتیں ہونی چاہئیں۔ خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ جس قدر باتیں پیش کی گئی ہیں۔ میاں صاحب ان میں سے سوائے ایک کے کسی کو تسلیم نہیں کرتے۔ سب باتوں کا ایک جواب تو میاں صاحب کے پاس ہے کہ چونکہ میں نے انعام یا تاوان کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے خواہ وہ شرائط بظاہر لغو معلوم ہوں۔ مگر انہی شرائط پر مباحثہ منظور کرنا ہوگا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا میاں صاحب نے یہ مباحثہ بطور ایک کھیل کے تجویز کیا تھا۔ یا احقاق حق کے لئے اور دنیا پر اتمام حجت کیلئے۔ سچی بات جو شخص دنیا میں پیش کرتا ہے وہ اس کا کچھ نہ کچھ ثبوت اور دلائل دینے کے لئے بھی تیار رہتا ہے۔ مگر میاں صاحب کی منطق انوکھی ہے کہ چونکہ میں نے نئی بات نکالی ہے۔ اس لئے میں جسطرح چاہوں گا ہوگا۔ بیشک مریدین میں تو میاں صاحب کو یہ اختیار حاصل

---

* اس جواب میں سے بطور نمونہ ظل اور التزام کی بحث جو میاں صاحب نے کی ہے اس کو دیکھ لینا کافی ہے۔ فرماتے ہیں "میں اس پیشگوئی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر التزامی طور پر مانتا ہوں۔ اور التزامی طور پر ماننا ظلیت سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ ظل کا وجود پایا جانا ضروری نہیں ممکن ہوتا ہے۔ ...... لیکن جو بات التزاماً ثابت ہو۔ اس کا وجود ضروری ہے۔ مثلاً جب پیشگوئی کی جائے کہ ایک وقت میں ایک شخص پیدا ہوگا تو اس خبر میں التزاماً یہ بات بھی ثابت ہوگی کہ اس کی ماں بھی ہوگی اور باپ بھی ہوگا" اور دوسری جگہ فرماتے ہیں "قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت نہیں کہ ہر نبی کی امت میں سے ایک شخص ضرور اس کا ظل کامل ہوتا ہے" گویا میاں صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ظلی طور پر کسی پیشگوئی میں کسی نبی کا پیرو داخل ہونا مشکل ہے لیکن پیرو کی نسبت پیشگوئی میں نبی متبوع التزامی طور پر داخل ہوتا ہے۔ یہ عجیب منطق ہے نبی تو دنیا میں آتے ہی اس لئے ہیں کہ ان کے کامل متبعین بھی ہوں خواہ ایک دو ہوں یا ایک دو لاکھ ہوں وہی ان کے ظل ہیں۔ پھر ایک شخص [illegible] سے بلحاظ اتباع کے نبی کی ایک صفت کا کامل مظہر ہو سکتا ہے دوسرا کسی دوسری صفت کا۔ اگر دونوں صفات احمدیت اور محمدیت کو لے لیں۔ تو آنحضرت کی صفت احمد کے ہزاروں مظہر ہو سکتے ہیں۔ ان میں مسیح موعود کمال کے رنگ میں مظہر ہو سکتا ہے لاکھوں صفت محمدیت کے مظہر ہو سکتے ہیں ان میں ابوبکرؓ و عمرؓ کامل مظہر ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ کچھ نہیں آتا کہ دنیا میں ایک نبی آئے۔ اور اس کی کسی بھی صفت کا کوئی مظہر نہ ہو۔ گویا اس کا حقیقی اتباع کرنے والا کوئی بھی انسان دنیا میں نہ ہو۔ اور میاں صاحب کے التزام کی مثال پیشگوئی کے معاملہ میں کس طرح صادق آتی ہے۔ میں اس کے سمجھنے سے قاصر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ ایک شخص کی نسبت پیشگوئی کی جائے کہ وہ ظاہر ہوگا۔ تو یہ بھی ضروری ہوگا کہ اس کے ماں باپ بھی ہوں۔ مگر کیا یہ بھی ضروری ہوگا کہ اس کے ماں باپ بھی اس پیشگوئی کے ضرور مصداق ہوں۔ پھر نانا دادا دادی نانا نانی اور آدم تک کے بزرگ بھی سب اس پیشگوئی کے مصداق ہونگے اور موجودہ واقعات متعلق اسمہ احمد پر آپ کی یہ مثال کیونکر صادق آئیگی؟ یعنی حضرت عیسیٰ ایک احمد رسول کے آنے کی پیشگوئی کرتے ہیں تو کیا ضرور ہے کہ یہ احمد رسول کسی نبی کا پیرو ہو۔ جس میں صفت احمدیت اپنے کمال میں پائی جاتی ہو۔ پھر احمد رسول ظلی نبوت اپنے نبی متبوع سے حاصل کرے۔ اور نبی متبوع کا نام احمد نہ ہو کیونکہ اس پیرو کا نام احمد ہو۔ سبحان اللہ اس نرالی منطق کو ہم ان موجودہ واقعات کے ساتھ نہیں سمجھ سکتے۔

ہے۔ وہ باوجود عقیدہ میں میاں صاحب کے خلاف رکھنے کے میاں صاحب کی باتوں کو سن کر خاموش ہو رہتے ہیں۔ لیکن جب آپ پبلک میں آئیں گے تو میدان مساوات میں آپ کو آنا پڑے گا۔ اور کوئی فرضی فضیلت وہاں کام نہیں دے سکتی۔ اگر ایک پہلوان دنیا کو اپنے مقابل پر بلائے۔ اور پھر یہ کہے کہ چونکہ میں چیلنج دینے والا ہوں۔ اس لئے میری شرائط یہ ہیں کہ میں خشک زمین پر کھڑا رہونگا۔ اور میرا مخالف کیچڑ میں۔ اور کشتی بالکل اندھیرے میں رات کے وقت ہوگی۔ تو کون اسے [illegible] سمجھے گا۔ چنانچہ میاں صاحب نے اپنے جواب میں بار بار اسی قسم کے الفاظ کا اعادہ کیا ہے۔ جن میں سے ایک فقرہ میں یہاں نقل کرتا ہوں:-

"اول تو اس لئے کہ اس وقت گفتگو ایک انعامی چیلنج کے متعلق ہو رہی ہے وہ لغو ہے یا درست اس سے بحث نہیں"

میں کہتا ہوں کہ چیلنج بھی اگر لغو ہو تو اس پر بھی بحث ہو سکتی ہے لیکن بات یہ ہے کہ چیلنج کا جو کچھ مقصد تھا۔ اور جس طرح پر اس چیلنج کی بنا پر تصفیہ ہو سکتا ہے۔ اب اس سے عمداً گریز کیا جاتا ہے۔ میں کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا۔ موضوع بحث میں جو کچھ آپنے ثابت کرنا ہے اور جس طرح پہلے آپنے بغیر کسی تحریک کے اسے انوار خلافت میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ سے کوئی مطالبہ نہیں۔ آپ کے دل نے یہ گواہی دی ہے۔ کہ اگر پیشگوئی کو آپ مسیح موعود کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تو وہ بغیر اس کے نہیں ہو سکتا۔ کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں اس کی نفی ثابت کریں۔ چنانچہ یہی طریق آپنے وہاں اختیار کیا ہے۔ سو اب اس سے انکار کرنا سوائے گریز کے کیا معنے رکھتا ہے۔

اب میں مختصراً پھر انہی باتوں کو دوہراتا ہوں۔ جنکو پہلے دو دفعہ پیش کر چکا ہوں۔ سب سے اول موضوع بحث ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ چونکہ یہ امر کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ اور آپ کا اسم مبارک احمد نہ تھا محض ایک انکار ہے۔ یعنی آپ اس حیثیت میں محض منکر ہیں۔ اس لئے اس کا ثبوت آپکے ذمہ نہیں۔ بلکہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا مصداق ٹھہراتا ہے۔ اسی پر بار ثبوت بھی ہے۔ اسقدر تو میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اگر میرا مباحثہ ایک عیسائی کے ساتھ ہو۔ تو حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پورا ہونے کا ثبوت دینا میرے ذمہ ہوگا۔ لیکن آپکے ساتھ چونکہ میری بحث ایک مسلمان کی حیثیت سے ہے۔ اس لئے جو امور جو اسلامی دنیا کو مسلم ہیں۔ ان کے خلاف جو کوئی مسلمان کہیگا۔ تو اس کا ثبوت کہنے والے کے ذمہ ہے۔ خواہ اس کا دعوے برنگ اثبات ہو۔ اور خواہ برنگ انکار۔ اور اس میں کس کو شک ہے۔ کہ اس پیشگوئی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پورا ہونا اور آپ کا اسم مبارک احمد ہونا یہ دو ایسے امور ہیں۔ کہ تیرہ سو سال سے قرآن و حدیث کا ہر ایک ماننے والا انکو مانتا چلا آیا ہے۔ اگر آپ یہ ثابت کردیں۔ کہ یہ امور امت کا اجماعی مسئلہ نہیں۔ تو پھر انکار کا بار ثبوت بیشک آپکے ذمہ نہ ہوگا۔ لیکن اس سے پیشتر آپکو یہ کہنے کا حق نہیں۔ کہ مسلمہ امر کے خلاف آپ انکار کرتے ہیں اور انکار کا ثبوت دینے کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ یہاں آپ کے جنوں اور پریوں کے قصے سے بیٹھنا اس لئے درست نہیں۔ کہ یہ امور وہ نہیں۔ جو امت میں مسلمہ اور اجماعی ہوں۔ میں آپ کی ہی مثال لیتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ "کوئی شخص یہ دعوے کرے۔ کہ جلال الدین اکبر کا نام ضیاء الدین تھا۔ تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے کہ ایسا ثابت کرے۔ نہ اس کے ذمے جو اس کا نام ضیاء الدین ہونے سے انکار کرے" یہ سچ ہے۔ مگر یہ آپ مغالطہ دیتے ہیں۔ اگر میں یہ کہوں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابراہیم تھا۔ اور آپ انکار کریں۔ تو بیشک بار ثبوت آپکے ذمے کوئی نہیں۔ میرے ذمہ ہے۔ لیکن اگر آپ یہ کہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد نہ تھا۔ یا احمد نہ تھا۔ تو اس کا بار ثبوت آپکے ذمہ ہے۔ یہ ایسا ہے۔ جیسا کوئی شخص کہے۔ کہ جلال الدین اکبر کا نام جلال الدین نہ تھا یا اکبر نہ تھا۔ جلال الدین اکبر کا نام ضیاء الدین تو آجتک دنیا میں کسی نے سنا نہیں۔ اس لئے جو دعوے کرتا ہے۔ وہ ثابت کرے۔ لیکن اس کا نام جلال الدین اور اس کا نام اکبر سب لوگ جو اس کے حالات سے واقف ہیں۔ جانتے ہیں۔ اس لئے جو شخص انکار کرے۔ کہ اس کا نام جلال الدین نہ تھا۔ یا اکبر نہ تھا۔ وہ اپنے انکار کے دلائل دے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہونا ساری امت کو مسلم ہے۔ اور ہمیشہ سے مسلم رہا ہے۔ انکار کا بار ثبوت منکر پر ہے۔ آپ اس سے گریز نہیں کر

سکتے۔ اور اگر کریں گے۔ تو یہ چیلنج سے گریز ہے۔ پس اگر آپ چیلنج پر قائم ہیں۔ تو اسبات کا بار ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد نہ تھا۔ اور اس لئے آپکے آنے سے پیشگوئی اسمہ احمد پوری نہیں ہوئی۔ آپ پر ہے۔ یہ کوئی نئی شرط نہیں جو اب بڑھائی گئی ہو۔ بلکہ آپ کا دعوے جو چیلنج میں کیا گیا ہے۔ اس بات کو مستلزم ہے۔ کہ پہلے آپ مسلمہ حقیقت کی نفی کر کے پھر اپنے دعوے کو ثابت کریں۔ اور یہ بات جسپر آپ بار بار زور دیتے ہیں۔ کہ میرے ذمہ یہ بھی ثابت کرنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپکو حضرت مسیح کی اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیا۔ میں اس کو اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ بدیں شرط کہ اس کے بالمقابل آپکے ذمہ یہ ہوگا۔ کہ آپ ثابت کریں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کا مصداق خود ہونے سے انکار کیا۔ اور مسیح موعود کو اس کا مصداق قرار دیا۔ یہ کوئی نئی شرط نہیں۔ صرف مساوات کا مطالبہ ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ کا ثبوت اس بات کو ثابت کئے بغیر مکمل ہو جائے۔ اور میرا ثبوت مکمل نہ ہو۔ طرز ثبوت میں جس قسم کا وزنی ثبوت آپ مجھسے طلب کرسکتے ہیں۔ اسی قسم کا وزنی ثبوت میں آپ سے طلب کرنے کا حقدار ہوں جبکہ فیصلہ قرآن و حدیث سے آپنے تسلیم کیا ہے۔ تو جسطرح مجھسے حدیث کا مطالبہ ہے۔ میں بھی آپ سے حدیث کا مطالبہ کرتا ہوں۔ جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ میرا نام احمد نہیں۔ صفت احمد ہے۔ اس لئے میں اس پیشگوئی کا مصداق نہیں مسیح موعود کا چونکہ نام بھی احمد ہوگا اس لئے وہ اس پیشگوئی کے مصداق ہونگے۔

دوسری بات کو آپنے چونکہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ قرآن و حدیث سے ہی ثبوت ہر قسم کا آپ پیش کرینگے۔ اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

تیسری بات جلسہ کے پبلک ہونے کے متعلق ہے۔ آپکا اب چیلنج کے یہ معنے کرنا کہ آپ پبلک میں اسبات کو پیش نہیں کرینگے صرف علما و فضلا کے سامنے کریں گے۔ الفاظ کی ایک نہایت ہی بعید تاویل ہے۔ تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کی تیاری تو صاف بتاتی ہے۔ کہ آپ ہر ایک جلسہ میں ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ اس خصوصیت کی سمجھ نہیں آتی کہ صرف عالم و فاضل ہی آپ کی بات سنیں۔ دنیا میں آجتک کسی مدعی نے یہ شرط نہیں لگائی۔ کہ میرے دلائل سوائے علما و فضلا کے یا ایک خاص طبقہ کے دوسرا کوئی نہ سن سکیگا۔ ہاں بعض عیسائی کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ عقیدہ تثلیث کو لیت یا ئی دماغ نہیں سمجھ سکتے۔ اور غالباً جو کچھ آپنے انوار خلافت میں پیش کیا ہے۔ وہ اس مسئلہ کے دلائل نہیں۔ کیونکہ اسوقت تو آپکے سامعین عالم و فاضل نہ تھے۔ بلکہ اس سارے مجمع میں جسکو آپکے مرید پانچ ہزار بتاتے ہیں۔ پچاس آدمی بھی ایسے نہ ہونگے۔ جو آپ کی عالم و فاضل کی تعریف کے نیچے آسکیں۔ آپکی عالم و فاضل کی تعریف اب یہ ہے۔ کہ جو شخص مولوی عالم یا مولوی فاضل یا منشی عالم یا منشی فاضل کا امتحان پاس ہو۔ یا کسی باقاعدہ عربی مدرسہ کا فارغ التحصیل سند یافتہ ہو۔ یا کسی مدرسہ انگریزی یا ورنیکلر میں فارسی یا عربی کا مدرس ہو۔ یا رہ چکا ہو۔ اب میاں صاحب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا لوگ ہم یہ نہی کرنے میں حقدار نہ ہوں گے۔ جب انکو یہ کہا جائے۔ کہ دونوں مناظر تو خیر سے عالم و فاضل کی اس تعریف کے نیچے آتے نہیں۔ مگر سامعین عالم و فاضل ہونا ہیں۔ یہ عجیب کھیل ہے۔ کہ مناظر تو آپ کی تعریف کے رو سے عالم و فاضل نہ ہوئے۔ اور سامعین عالم و فاضل ضروری ہیں۔ یہ ہنسی کروانا نہیں۔ تو اور کیا ہے۔ اب آپ غور فرمائیے۔ کہ وہ "طفلانہ" باتوں کا محاورہ جو آپ کی قلم سے تقاضائے عمر نکلا ہے۔ آپ کی باتوں پر صادق آتا ہے یا میری باتوں پر۔ آپ کا چیلنج تو صاف تھا۔ اب اس پر آپ کچھتاتے اور اس کو توڑ مروڑ کر کچھ اور بنانا چاہتے ہیں مگر کیا اس سے بہتر یہ نہیں کہ آپ اب صاف انکار کردیں۔ اور اگر سوائے علما و فضلا کے اور کوئی آپکے دلائل سننے کا اہل نہیں تو اپنے متبعین کو بھی ہدایت کردیجئے۔ کہ آئندہ وہ اپنے دلائل صرف مولوی فاضلوں اور سند یافتوں کے سامنے بیان کیا کریں۔ عوام الناس کو مخاطب نہ کیا کریں۔

چہارم جلسہ کے متعلق آپ دہلی کو کسی صورت بھی قبول نہیں کرتے میں اسے امرتسر ہی تسلیم کرتا ہوں۔

پنجم تاوان کے متعلق میں نے آپ کا پیش کردہ تاوان قبول کر لیا تھا۔ صرف آخری شرط یہ لگائی تھی۔ کہ آپ کو چونکہ اپنے دلائل پر [illegible]

آپ کے مرید جو آپ کے سامنے منہ سے لفظ نہیں نکال سکتے۔ کس قدر قائل ہو چکے ہیں۔ مرشد کے سامنے مرید بیچارہ کیا حقیقت رکھتا ہے۔ وہ تو اس کی بات بلا دلیل ہی اکثر اوقات مان لیتا ہے۔ پھر جب ایسے زبردست دلائل ہوں تو کیوں انکار کرنے لگا۔ اب آپ کے بہت سے مرید تو جلسہ سالانہ گذشتہ میں ہی آپ کے دلائل کو سن چکے اور باقی تک الفضل نے ان دلائل کو پہنچا دیا۔ اب معلوم ہونا چاہئے۔ کہ آیا آپ کے مریدوں نے آپ کے دلائل کو طفلانہ باتیں ہی سمجھا ہے یا اس سے بڑھ کر کچھ اور وقعت دی ہے اگر مرید بھی ان کو بودی اور کمزور سمجھتے ہیں۔ تو دوسرے لوگوں کو تکلیف دینے کا کیا فائدہ۔ آپ دنیا کو ان دلائل سے قائل کرنے نکلتے ہیں جن کو مرید بھی رد کر چکے ہیں۔ آپ اس پر آن گھبرائے ہیں۔ کہ بالمقابل مجھ سے چالیس لاکھ مسلمانوں کی شہادت طلب کی ہے۔ جو آنحضرت صلعم کا نام احمد سمجھتے ہوں۔ اور آپ کو پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق سمجھتے ہوں۔ میں اس مطالبہ کو بھی پورا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ مگر انصافاً یہ مطالبہ میرے ذمہ نہیں پڑ سکتا۔ جب تک کہ آپ کم از کم اس پایہ اور شان کا ایک آدمی غیر احمدی مسلمانوں میں سے دکھا دیں۔ جس پایہ اور شان کے بزرگ آپ کی جماعت میں مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد ہونے سے انکار کرے اور آپ کو پیشگوئی اسمہ احمد کا مصداق نہ مانے۔ جب کل مسلمان اس پر متفق ہیں۔ تو چالیس لاکھ کی شہادت طلب کرنا ایک معقول بات کا طفلانہ مقابلہ نہیں تو اور کیا ہے ہاں جس طرح میں آپ کی جماعت میں سب سے برگزیدہ انسان کا مذہب آپ کے خلاف دکھا سکتا ہوں۔ جو آج تک آپ کی دلائل کا قائل نہیں ہو سکا۔ اسی طرح اگر آپ مسلمانوں میں کسی ایسے بزرگ کا وجود دکھا دیں۔ جو آنحضرت صلعم کے اسم احمد کا اور پیشگوئی اسمہ احمد کا منکر ہو۔ تو میں چالیس لاکھ کی شہادت ضرور پیش کر دوں گا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی پھر دوسری شرط یہ ہوگی۔ کہ جب میں چالیس لاکھ کی شہادت پیش کر دوں تو آپ اس کے بالمقابل اگر اپنی جماعت میں بیس ہزار آدمیوں کی شہادت پیش نہ کر سکیں گے۔ تو یہی آپ کی شکست متصور ہوگی اور آپ کے دلائل کے بودہ پن کی اس سے بڑھ کر اور کوئی شہادت ضروری نہ ہوگی۔ اور تاوان کا حقدار میں اس صورت میں ہوں گا۔ اور یہ بھی میں آپکو یاد دلاتا ہوں۔ کہ اسمہ احمد کو تو آپ صرف حضرت صاحب کی نبوت کی ایک دلیل قرار دیتے ہیں۔ آپ تو خود نبوت پر مریدین کی شہادت دے چکے ہیں۔ اسی کو شائع کر دیں تو اندازہ لگ جائے گا۔ کہ کس قدر مرید آپ کے عقاید کیساتھ متفق ہیں شش و پنج ... ثالثوں کے متعلق آپ صریح گریز کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔ جب تک فیصلہ کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ اس مناظرہ پر وقت اور روپیہ صرف کرنا اور قوم کو خواہ مخواہ تکلیف میں ڈالنا لغو بات ہے میں نے غیر احمدی علما کے لئے لکھا تھا۔ کہ کچھ ان میں سے آپ منتخب کر لیں کچھ میں آپ نے اسے تسلیم نہ کیا۔ اور ہندو سکھ اور یہودی آپ پیش کرتے ہیں۔ جو قرآن و حدیث کو نہیں سمجھ سکتے۔ پھر آسان ترین تجویز یہ کی تھی۔ کہ آپ میری جماعت سے پانچ آدمی منتخب کر لیں۔ اور میں آپ کی جماعت سے کرلوں اس کو بھی آپ نہیں مانتے اس کے برخلاف آپ کہتے ہیں۔ کہ آپ اپنی جماعت سے خود منتخب کریں گے۔ ظاہر ہے کہ آپ ایسے آدمیوں کا انتخاب کریں گے۔ جو پہلے ہی اپنا عقیدہ آپ کی طرح تبدیل کر چکے ہیں۔ ان کو انصاف سے کیا کام۔ وہ آپ کی طرح مدعی۔ اس کے بالمقابل آپ کہہ سکتے ہیں۔ کہ میں آپ کی جماعت میں سے ایسے لوگ منتخب کروں گا۔ جو میرے ہم عقیدہ ہیں۔ اس لئے ان سے انصاف کی امید نہیں ہو سکتی۔ تو یہ دلیل غلط ہے۔ آپ کے مرید کبھی انصاف کو چھوڑ کر آپ کے خلاف فیصلہ نہیں دے سکتے ہاں یہ امکان ہے۔ کہ آپ کے مرید انصاف کو چھوڑ کر میرے خلاف فیصلہ دیں۔ یا میری جماعت کے لوگ انصاف کو چھوڑ کر آپ کے خلاف فیصلہ دیں۔ لیکن یہ ناممکن ہے کہ مرید مرشد کے دلائل کو مضبوط پا کر پھر بھی مرشد کے ہی خلاف فیصلہ کرے۔ اور اپنے مرشد کے مدمقابل کی رعایت کرے۔ اور مرشد سے ناانصافی کرے[1]۔

پس بات تو سیدھی ہے۔ اور فیصلہ کی راہ بھی سیدھی ہے۔ اگر آپ بلاوجہ لیت و لعل میں اصل بات کو ٹالنا نہیں چاہتے۔ تو آپ کو اس میں کوئی انکار نہ ہونا چاہئے۔ فیصلہ کی صورت صرف ایک ہی ہے۔ اور جب تک آپ اس کو تسلیم نہ کریں۔ یہ بھی محض تضیع اوقات ہے۔ والسلام۔

۹ دسمبر ۱۹۱۶ء } محمد علی۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور

[1] ایسا شخص مرید کہلا کر دہی ہو سکتا ہے۔ جو منافق ہو۔ سو اس کے متعلق میں نے پہلے ہی لکھ دیا تھا۔ کہ جس شخص کے متعلق آپ حلف اٹھا کر یہ اعلان کر دیں کہ وہ منافق ہے اور حلف اسی نمونہ کی ہو جیسی آپ خود طلب فرمایا

سخن فہمی عالم بالا

الفضل کی ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں "پیغام کو پیغام" کے عنوان سے ایک نوٹ لکھا ہے۔ جس کی باقی باتوں کو فی الحال نظر انداز کر کے ہم نکتہ چینی پر ہم نظر ڈالتے ہیں۔ جو حضرت خواجہ صاحب کے بعض الفاظ پر کی گئی ہے لکھا ہے۔ کہ:۔

"خواجہ صاحب نے ہماری جماعت پر جاسوسی کا الزام لگایا ہے .... خواجہ صاحب! ہم اس خدا کو حاضر و ناظر جانکر آپکو بتاتے ہیں۔ جسکے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ جماعت احمدیہ کا کوئی فرد بھی جاسوس نہیں ہم گورنمنٹ کے وفادار ہیں"

یہ ہے ان لوگوں کا علم و عقل۔ جاسوسی کے معنے غداری کرنا اب سوائے اسکے اور کیا کہا جائے کہ چور کی ڈاڑھی میں تنکا کا مصداق ہے کیا گورنمنٹ برطانیہ کے اپنے جاسوس نہیں ہیں۔ پھر کیا وہ گورنمنٹ کے غدار ہیں۔ اس بات کو بھی جانے دو۔ ہم کہتے ہیں۔ کیا جماعت محمودیہ نے ہمارے متعلق جاسوسی کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے تو اس لفظ جاسوسی سے ان حرکات کی طرف اشارہ کیا تھا جو میاں صاحب کے بعض جوشیلے مریدین سے خود بخود میاں صاحب سے خراج تحسین وصول کرنے کے لئے یا شائد خود انہی کے حسب ایماء جماعت احمدیہ کی کارروائیوں کے تجسس میں سرزد ہوتی ہیں۔ کسی کتاب کا کچھ پتہ نکالنے۔ اسکے مضامین کی ٹوہ لگانے کے لئے مطبع کے ارد گرد منڈلانا بلکہ موقعہ ملنے پر پروف تک اڑا لیجانا یہ ان لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ اور یہاں کی ایک ایک بات کی خبر کا تو دوسرے دن ہی قادیان پہنچ جانا کوئی بھی مشکل امر نہیں۔ گو ہمیں ان باتوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ ہماری باتیں کچھ ایسی چھپی ہی نہیں کہ انہیں چھپایا جائے۔ لیکن ان لوگوں کا تجسس آخر کہاں تک جائز ہے؟

الفضل کا اسکے خلاف "جاسوسی" سے غداری مراد لینا اس کی سخن فہمی کا پتہ دیتا ہے!!

ہز میجسٹی امیر کابل پر حملہ

الفضل نے ہماری پوزیشن کو گورنمنٹ کی نظر میں مخدوش ٹھہرانے کے لئے آجتک جو کچھ کوششیں کی ہیں اور جن مساعی کے روبراہ ہونے کے لئے اس نے بعض الزامات کو بھی متعدد دفعہ دہرایا ہے۔ انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مولوی صدرالدین صاحب نے ایک ہی وقت میں ووکنگ کے دو نو مسلموں کے نام حبیب اللہ اور نصر اللہ رکھے۔ گویا آج اسکے نزدیک کسی کا حبیب اللہ اور نصر اللہ نام رکھنا گورنمنٹ عالیہ کی غداری میں داخل ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ گورنمنٹ عالیہ کے وفادار دوستوں ہز میجسٹی امیر کابل اور انکے برادر خورد سردار نصر اللہ خان صاحب کو (جنکی بناء پر الفضل نے یہ اعتراض کیا ہے) غدار کہنا ان لوگوں کے کہاں تک شایان ہو سکتا ہے۔ جن کا یہ دعوے ہو کہ "ہم گورنمنٹ کے وفادار ہیں" حضرت خواجہ صاحب کے "جاسوسی" کے لفظ سے تو اسقدر زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا اور خلاف قیاس نتیجہ نکالکر اس پر بیجا شور برپا کرنا اور دوسری طرف دوسروں کو غدار ثابت کرنے کے لئے سرکار عالیہ کے وفادار دوستوں کو بھی غدار کہدینا خود اپنی ہی غداری پر مہر لگانا نہیں تو اور کیا ہے۔

کیا ہمارے دوست چوہدری نصر اللہ خاں صاحب سیالکوٹی اور قاضی حبیب اللہ صاحب لاہوری اس گتھی کو سلجھانے میں ہماری امداد کرینگے کہ جو الزام الفضل نے لندنی حبیب اللہ اور نصر اللہ پر عائد کیا ہے۔ وہی ان پر کیوں عائد نہیں ہو سکتا یا یہ تخصیص صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنکا آج کل میں نام رکھا جاتا ہو۔ اور اس لحاظ سے آج کسی کا نام حبیب اللہ اور نصر اللہ رکھنا غداری میں داخل ہے۔ اگر ایسا ہے۔ تو الفضل کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ دنیا میں اعلان کرے یا کم از کم مریدین میاں صاحب کو تو یہ ہدایت کر دے کہ وہ اپنے کسی بچہ کا نام حبیب اللہ یا نصر اللہ نہ رکھیں۔ تا کہیں ان پر بھی غداری کا الزام نہ آ جائے۔ لیکن اس سے پیشتر پہلے اسے کھلے لفظوں میں ہز میجسٹی امیر کابل اور آپ کے برادر خورد کی غداری کو بھی ثابت کرنا چاہئے۔ تا دنیا کو یہ بھی معلوم ہو کہ جس بات کا علم گورنمنٹ کے ارباب حل و عقد کو آجتک نہ ہو سکا اور وہ سلطنت کابل کو گورنمنٹ برطانیہ کی وفادار دوست سمجھتے رہے اس کا پتہ آج میاں صاحب اور ان کے چند حامیوں نے لگا لیا۔ ایسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ میاں صاحب یا الفضل کے ممبر دان ایڈیٹر کو بھی مشیران سلطنت کی کیبنٹ میں شامل کرنے کی سفارش کی جا سکے۔ اسی قسم کے اور بھی بعض بیہودہ الزامات ہیں۔ جنکی طرف توجہ کرنا بھی اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب پر حملہ

گذشتہ ۲۳ نومبر ۱۹۱۶ء کے پیغام صلح میں ہم نے حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کا ایک ضروری خط شائع کیا تھا جس میں انہوں نے احباب احمدیہ کو ان سوالات پر جنکا جواب آپکی جامع تصنیف القول المجید میں آ چکا ہے۔ یہ لکھا تھا کہ

"ان جوابوں میں میرا وقت بھی ضائع ہوتا ہے اور کارڈ یا لفافہ کی جستجو کرنی پڑتی ہے"

اور اس لئے اوّل القول المجید پڑھنے اور پھر بھی سوال حل نہ ہونے پر جوابی کارڈ یا آدھ آنہ کا ٹکٹ ساتھ بھیجنے کی ہدایت کی تھی۔ الفضل نے اسپر کھلے لفظوں میں براہ راست حضرت مولانا کو مورد اعتراض ٹھہرانے کی جرأت نہ پاکر اس تحریر کی صحت میں "شک" کا اظہار کرتے ہوئے صرف الفاظ منقولہ بالا سے یہ غلط استدلال کیا ہے۔ کہ ان میں مذہبی سوالات کے جواب دینے کو وقت کا ضائع کرنا قرار دیا گیا ہے۔ نیز جوابی کارڈ یا ٹکٹ منگوانے کو "مولویانہ خست و کنجوسی" کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ اس بات سے قطع نظر کر کے کہ الفضل کا اس تحریر کی صحت میں شک کا اظہار کرنا کہاں تک صحیح ہے۔ اور کہ خود حضرت مولانا موصوف کی اپنی تحریر ہمارے پاس موجود ہے۔ (کیونکہ الفضل کا اس سے انکار تجاہل عارفانہ نہیں بلکہ تجاہل عامیانہ کا رنگ رکھتا ہے) ہم الفضل کی اس تحریف پر جو اس نے حضرت مولانا کے الفاظ میں کی ہے اور یہ ظاہر کئے بغیر کہ آپ نے القول المجید کو پڑھنے اور پھر جواب طلب کرنے کی ہدایت کی ہے۔ بغیر اسکے جواب دینا وقت کا ضائع کرنا ٹھہرایا ہے۔ آپ پر الزام دھر دیا ہے۔ کہ گویا مذہبی سوالات کے جواب دینا آپ نے وقت کو ضائع کرنا بتایا ہے۔ افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کاش ان لوگوں کو حق و صداقت سے کچھ کام ہو۔ حضرت مولانا کی عمر کے ایک خاص حد کو پہنچ جانے کی تعریض بھی اس جماعت کے تو ہرگز شایاں نہیں۔ جو مسیح موعود کی عمر کے بھی ستر و بہتر سے متجاوز ہونے کی قائل ہو۔ اور اسی پر اس کی ایک پیشگوئی کا دارومدار ہو۔ باقی رہا۔ جواب کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کا طلب کرنا سو ہم نہیں سمجھتے کہ جن لوگوں کو ہر روز اسی قسم کے بیسیوں خطوط کا جواب دینا پڑتا ہو۔ انکے اس مطالبہ کو خلاف عدل اور مولویانہ خست و کنجوسی پر کیونکر مبنی قرار دیا جا سکتا ہے آخر ان لوگوں کے پاس قارون کا خزانہ تھوڑا ہی ہوتا ہے کہ روزانہ کئی کئی روپے اس کام پر صرف کر دیا کریں۔ اور کوئی بھی انہیں جواب کے لئے کچھ نہ بھیجے۔ حیرانی کی بات ہے۔ کہ اس شخص کی خست و کنجوسی کی طرف تو الفضل کا دھیان نہ ہو۔ جو باوجود صدر انجمن سے ایک گرانقدر رقم بطور وظیفہ لینے اور اس سے بھی بڑھکر نذرانوں کی ایک بڑی یافت رکھنے کے کوٹ کے ایک دفعہ سے پھٹ جانے پر خود کچھ خرچ کرنے یا کم از کم پیوند لگا لینے کے بجائے (جب حضرت عمرؓ کے کپڑوں میں بیسیوں پیوند ہوتے تھے۔ تو فضل عمر کے کپڑوں میں کیوں جائز نہیں) مریدوں کیطرف دھیان لگائے رکھے۔ کہ کب ان کی نظر عنایت ہو۔ اور کوئی کوٹ وغیرہ بنا کر دیں۔ اور اس کے برخلاف ایک پاکباز انسان کے اس جائز مطالبہ کو جو جواب لینے والے اشخاص سے جوابی کارڈ یا ٹکٹ کے لئے وہ کرے "خست و کنجوسی" پر مبنی قرار دے۔

. . . .

. . . .

. . . .

. . . .

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ خود حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق کیا کہا جائیگا جو ہر مہینہ خطوط اور دیگر دینی ضروریات پر ایک گرانقدر رقم صرف ہو جانے کا ذکر کرتے ہوئے توضیح مرام میں اس امر پر اظہار افسوس کرتے ہیں۔ کہ اس بیکسی کے عالم میں تائید اسلام کے ان کاموں میں لوگ امداد نہیں کرتے اور نہایت پرزور الفاظ میں لوگوں کو امداد کی تحریک کی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی تشریف آوری لاہور

کے متعلق گذشتہ دو اشاعتوں میں لکھا گیا تھا کہ آپ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کو لاہور پہنچ جائینگے۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ریل گاڑی کا بر وقت انتظام نہ ہو سکنے کے باعث آپ ۱۲ دسمبر ۱۹۱۶ء کو امروہہ سے روانہ نہ ہو سکے۔ کل ۱۴ کی شام کو آپ کا تار موصول ہوا ہے۔ کہ آپ امروہہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ اور آج ۱۵ دسمبر ۱۹۱۶ء کو کلکتہ میل میں بوقت ۱۱ بجے آ[illegible]

رُوئیداد سفر کراکت ضلع جونپور

(از قلم جناب حکیم مرزا اخلاص بخش صاحب زبدۃ الحکماء مصنف عسل مصفّٰی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

۲۷ تاریخ کو ہم چوک میں گئے۔ اور وہاں سے مولینا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مشہور ناولسٹ کے مکان پر گئے۔ تاکہ آپ سے بھی سلسلہ کی تبلیغ کی جائے۔ مگر افسوس کہ وہ اُس وقت قریب ۲ بجے دن کے سوئے ہوئے تھے۔ پھر وہاں سے [illegible] رستہ میں بعض اطبا، لکھنؤ سے ملے۔ اور اُن کے دوا خانہ کی فہرستوں سے معلوم ہوا۔ کہ اُنکو خاندان شریف دہلی یعنی حاذق الملک جناب حکیم اجمل خاں صاحب سے سخت مخالفت ہے۔ وجہ یہ کہ حاذق الملک صاحب کشتہ جات اور یہ ویدک کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں اور اطبائے لکھنؤ بُرا مانتے ہیں۔ مگر میری رائے میں اطبائے لکھنؤ تنگ نظری اور تنگ خیالی کا ثبوت دیتے ہیں۔ یونانی طب کوئی اُنکی ملکی [illegible] ہے۔ کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے ملک کی طب کو جو طریقہ اہل ہنود کے ہاتھ میں ہے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیا طب یونانی کوئی مسلمانوں کی طب ہے۔ وہ بھی تو غیر مذہب اور غیر ملک سے آئی ہے۔ اگر اوائل اسلام میں یونانی کتب طب کا ترجمہ ہوکر مسلمانوں میں اُسی طب کا رواج ہوگیا تو کیا اس سے یہ نکلتا ہے۔ کہ ہندوستان کی طب کا اگر عباسیوں کے زمانہ میں رواج نہیں ہوا۔ تو اب آئندہ اُس پر عمل کرنے سے گناہ لازم آجاتا ہے۔ میرے خیال میں اطبائے لکھنؤ کی یہ سراسر غلطی ہے۔

پھر ہم جناب مولینا مولوی عین القضات کے مکان پر حاضر ہوئے۔ وہاں پر معلوم ہوا۔ کہ سوائے وقت مقررہ کے وہ کسی سے نہیں مل سکتے۔ اسواسطے ہم وہاں سے مراجعت کرکے مولینا مولوی عبدالباری صاحب کے دردولت پر حاضر ہوئے مولینا صاحب وہاں تشریف نہیں رکھتے تھے۔ مگر اطلاع ملی کہ ابھی آیا چاہتے ہیں۔ لہذا ہم اُن کی انتظار میں وہاں بیٹھ گئے چند منٹ کے بعد مولینا صاحب تشریف فرما ہوئے۔ اور اپنی مسند پر بیٹھ گئے۔ ہم نے مصافحہ کیا۔ اور اپنے آنے کی وجہ ظاہر کی۔ مولینا صاحب بظاہر وجیہہ اور خوبصورت انسان ہیں ہمیں خیال تھا کہ اُن کی سیرت بھی ایسی ہی ہوگی۔ جب مسئلہ دریافت کیا گیا۔ تو کہا کہ ہم صوفی آدمی ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ چونکہ ہم مقلد ہیں اس سے باہر جواب نہیں دے سکتے۔ معلوم نہیں کہ آپ کس مذہب کے مطابق جواب چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم تو قرآن شریف کی آیت پیش کرتے ہیں۔ اور اسی سے ہم اپنی دلی تشویش دور کرنا چاہتے ہیں خیر آخر مولینا صاحب نے اپنی زبان مبارک کو کھولا۔ اور فرمایا۔ کہ خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ کوئی نبی از سر نو مبعوث نہیں ہوگا۔ اور یہی عقائد نسفی میں لکھا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ حضرت عیسیٰ تو پہلے ہی مبعوث ہوچکا ہے۔ تو پھر وہ اسی بعثت پر قائم ہیں وہ تو اس امت میں کام کر ہی نہیں سکتے۔ وہ تو انجیل ہی کی تبلیغ کریں گے۔ کہنے لگے کہ ہاں انجیل کی بھی تبلیغ کریں گے اور قرآن شریف کی بھی۔ ہم نے کہا کہ بموجب عقائد نسفی کے جب وہ مبعوث تو ہو نہیں سکتے۔ تو قرآن کی تبلیغ کس طرح کرسکتے ہیں اس کا جواب تو اُن سے نہ بن پڑا۔ [illegible] روئے سخن بدلکر کہنے لگے۔ کہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ مشہور کردیتے ہیں کہ فلاں مولوی کو لاجواب کردیا۔ فلاں کو ہرا دیا۔ ہم تم لوگوں سے بات چیت ہی نہیں کرتے۔ پھر کہنے لگے اچھا بتاؤ یہ حدیث وہ کان موسیٰ وعیسیٰ حیین کہاں ہے۔ ہم نے کہا کہ یواقیت الجواہر میں اور بہت سی کتابوں میں ہے۔ جھٹ وہ قلمی نسخہ یواقیت والجواہر کا اٹھا کر لائے۔ کہ بتاؤ کہاں ہے۔ ہم نے کہا کہ اگر مطبوعہ نسخہ ہو تو ہم فوراً نکال کر دیدیں۔ مگر انہوں نے مطبوعہ کتاب پیش نہ کی۔ ہم نے کہا وقت بہت تنگ ہے شام ہوگئی ہے اس کی تلاش میں دیر لگ جائیگا۔ آپ تفسیر ابن کثیر لائیں تو ابھی نکالدیں۔ اور اگر نہیں تو کل صبح ہم آئینگے۔ اور دس کتابوں سے حدیث مذکورہ نکالکر دے دینگے۔ آپ تو صرف ایک ہی مانگتے ہیں۔ اس پر کہنے لگے کہ ہم تو آپ لوگوں سے مخاطب ہونا نہیں چاہتے۔ خاکسار نے زور دیا کہ مولینا جس حدیث کو آپ نے طلب کیا ہے۔ ہم دس کتابوں سے نکال کر دے سکتے ہیں۔ کل حاضر ہونگے۔ مسئلہ کی تحقیقات سے آپ اسقدر بے لشا [illegible] کیوں ہوتے ہیں۔ مگر انہوں نے آئندہ آنے سے منع کردیا۔

اثناء گفتگو میں جب جواب باصواب دینے سے عاجز ہوئے تو کہنے لگے کہ میں مثیل ذوالجلال ہوں۔ میں بدء بھی کرسکتا ہوں یعنی دنیا کو مٹا بھی سکتا ہوں اور پھر پیدا بھی کرسکتا ہوں۔ میں نے کہا کہ آپ کی خدائی کا کل ہی پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ اگر اُن کتابوں سے جن میں سے ہم حدیث پیش کریں گے مٹا دینگے تو بیشک آپ خدائی کے مستحق ہوجائینگے۔ یہ حال ہے فرنگی محل کے مشہور عالم عبدالباری کا۔ قس علیٰ البواقی۔

پھر ۲۸ر کی شام کو بہمراہی حافظ عبدالعزیز صاحب روانہ ہوکر ۲۹ر کی صبح کو دہلی پہنچے۔ ۲۹ر کی شب کو براہ بھٹنڈا لاہور کو روانہ ہوئے۔ خاکسار فیروزپور چھاؤنی میں ۳۰ر کی صبح کو بھائی کے ملنے کے لئے ٹھہر گیا۔ اور حکیم صاحب سیدھے لاہور پہنچ گئے۔ خاکسار بھی دوسرے روز یعنی یکم دسمبر کو وارد لاہور ہوگیا۔ والحمد للہ علیٰ ذالک ✤

لٹریچر کی رفتار

معزز معاصر ہمدم حمایت الاسلام نام ایک کتاب پر ریویو کرتا ہوا رقمطراز ہے :-

علم کلام کی درجہ بدرجہ ترقیاں اور اُس کے عروج کی تاریخ ایک شاندار اسلامی زمانہ سے وابستہ ہے۔ جبکہ علماء کو روٹیوں کے لالے نہ پڑے تھے۔ اور انکا علم وفضل شاہی درباروں میں دخل پاکر قوم کی علمی دلچسپیوں کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے رہا تھا۔ علم کلام کی ترتیب اور تکمیل کا سہرا حضرت امام غزالیؒ کے سر رہا۔ جنہوں نے اپنے زبردست دلائل سے ثابت کردیا۔ کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے۔ جس میں کوئی بات نیچر کے خلاف نہیں۔ آپکی تصنیف نے الحاد کی دُنیا میں ہلچل ڈالدی۔ جو لوگ روح اور خدا کے وجود پر لمبی چوڑی بحثیں کررہے تھے۔ اور اِن دونوں باتوں کے منکر تھے۔ انھیں مُنہ میں گھنگنیاں ڈالتے بن آئی۔ باطل کا طلسم درہم برہم ہوگیا۔ حق کا بول بالا ہونے سے ملحدوں کی جانوں پر آبنی۔ عقل و حکمت نے میدان میں کھڑے ہوکر مذہب پر طرح طرح کے بہتان باندھنے والے اپنی جگہ سے ایسے کھسک گئے۔ کہ پھر مُنہ پھیر کر بھی نہ دیکھا مذہب اور عقل کی معرکہ آرائی کا یہی زمانہ تھا۔ جس میں امام صاحب جیسے مقدس بزرگ نے مذہبی مسائل میں فلسفہ کے نکات کوٹ کوٹ کر بھر دئیے تھے نئی روشنی کے لوگ اِس جنت آفرینی پر کفر کے فتوؤں کی بوچھاڑ کررہے تھے مگر قدرت نے انکے ہاتھ میں جو طاقتور آلہ (یعنی علم کلام) دے رکھا تھا اوسکی پائداری کی وجہ سے امام صاحب کے مشن کو ذرا بھی نقصان نہ پہنچا۔

ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس علم میں جو جو موشگافیاں کی ہیں وہ مذہبی تاریخ میں یادگار رہیں گی۔ آپ نے طہارت۔ وضو۔ نماز کے سیدھے سادے مسائل بیان کرنے میں اپنی تصنیف کو فلسفہ اور حکمت کی روح رواں بنا دیا ہے۔ پھر قرآن کی آیات اور حدیثوں کے استدلال سے یہ بات پتھر کی لکیر ہوکر رہ گئی۔ دُنیا لاکھوں پلٹے لے گی۔ نظام عالم کی نیرنگیاں جلوہ گر ہوتی رہیں گی۔ صدیاں بدل جائیں گی۔ دل گذر جائیں گے۔ مگر یہ غیر ممکن ہے کہ دنیائے اسلام کوئی دوسرا غزالی پیدا کرسکے یا ہندوستان کی سرزمین پر حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نظیر پیدا ہو۔

ہمارے اُردو لٹریچر میں بھی اس مضمون پر عمدہ ذخیرہ موجود ہے لیکن سرسید مرحوم۔ شبلی۔ میرزا غلام احمد کی تصانیف کے بعد ایسی کتابیں گنتی کی نکلیں گی۔ جن کو اُردو دان پبلک سمجھنے کی کوشش کرے اور وہ مصنف کے مغز سخن تک پہنچ جائے۔ اِس موضوع پر کچھ کتابیں وہ ہیں جو دوسری زبانوں سے ترجمہ کی گئی ہیں۔ اور مترجمین کی سخن آرائیوں نے مفہوم کو اصل کتاب سے زیادہ پیچدار بنادیا ہے۔ اور وہ کتب قدردانوں کی انماریوں میں پڑی ہوئی دیمک کی نذر ہو رہی ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو زبان اور مضمون کے لحاظ سے مذہبی اور دینی ضرورتوں میں کام آسکتی ہیں۔ لیکن خراب لکھائی اور بُری چھپائی کی وجہ سے وہ کس مپُرسی کی حالت میں پڑی ہوئی ہیں۔ اور اسلامی پبلک میں ابھی اتنی صلاحیت نہیں پیدا ہوئی ہے کہ وہ نمائش اور زیبائش کو چھوڑکر کام کی باتوں کو ڈھونڈے۔ کچھ وہ ہیں۔ جن کے دو تین حصے شایع ہوکر رہ گئے

ہیں۔ اور قوم کی ناقدردانی سے بقیہ اجزا ناکارہ پڑے ہوئے ہیں۔ جن مصنفوں اور مؤلفوں نے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالکر انہیں تالیف کیا ہے۔ مصالحہ فراہم کرنے کو اپنی گرہ سے معقول رقمیں خرچ کی ہیں۔ انہیں کتاب کی تیاری کے بعد فارغ البالی نصیب نہیں ہوئی۔ وہ اس گہری سوچ میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ انہیں کس طرح نکالا جائے نہایت افسوس ہے کہ قوم کی گاڑھی کمائی کا روپیہ جیبوں سے نکل کر افسانہ نگاروں اور ڈراما نویسوں کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ مگر علماء جو اس کے حقدار ہیں۔ قوم کی مالی امداد سے محروم رہتے ہیں۔ حالانکہ غیر مذاہب کے حملوں کو روکنے کو اردو زبان میں ایسا لٹریچر پھیلانے کی بڑی ضرورت ہے۔ جو اسلام کی بزرگی اور فضیلت کو دوسری قوموں پر ظاہر کرے ✤

تازہ خبریں

رزمگاہ بلقان۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ ایک روسی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ ہم سٹرولش سالٹی اور شیوبنیا چا کے وادیوں میں پیشقدمی کررہے ہیں۔ رومانیوں نے بورتوبلو اسٹی کی سڑک پر جارحانہ کارروائی اختیار کی اور دریائے گریکول کے عقب میں دشمن کو مار کر ہٹا دیا۔

لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ جنرل وان میرش سنجارسٹ کا گورنر مقرر کیا گیا ہے۔ لنڈن ۱۰ر دسمبر۔ برلن کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ روسیوں نے درہ سٹرولش کے جنوب میں ایک چوٹی پر قبضہ کرلیا۔ اور سکلنس و ملیشیا کے شرق میں پیشقدمی کررہا ہے۔

بخارسٹ پر روسی رائے زنی۔ لنڈن ۹ر دسمبر۔ پیٹروگراڈ۔ بخارسٹ کی فتح کی اہمیت کسی طرح سے بھی کم تصور نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ شہر مذکور تمام ریلوں اور سڑکوں کا اہم مرکز ہے۔ اور برعکس اسکے شرقی علاقہ جس کی طرف روسی اور رومانوی پسپا ہوئے ہیں۔ آمد و رفت کے ذرائعوں سے بالکل خالی ہے۔ اور علاوہ بریں فوجی نقل و حرکت میں بہت سی تکالیف کا موجب ثابت ہوگی۔ بنا بریں گزینوں سے جنوب ایک سڑکیں جو موجود ہیں پھر پور ہیں۔ کیونکہ میکنسن کی غیر معمولی سریع پیشقدمی کی وجہ سے بخارسٹ باقاعدہ طور پر خالی نہ ہوسکا ✤

جنگ کا مستقبل۔ اخبار رسکی انوالیڈ جو ایک فوجی آرگن ہے بیان کرتا ہے۔ کہ اغلب ہے کہ جارحانہ کارروائی جنرل سریل کے برخلاف شروع ہوجائے گی۔ اس لئے روس اور باقی اتحادیوں کو فیصلہ کن اور قطعی جنگ کے لئے ترغیب دیتا ہے۔ غنیم کو وسطی رومانیہ اور دریائے ڈینیوب کے زیرین علاقوں میں موسم سرما میں مدافعانہ کارروائی کے لئے روکنا چاہئے۔ کیونکہ وہاں چند مہینوں کے سامان خورد و نوش کے حصول کی وجہ سے وہ سردی میں سلانیک پر حملے کے لئے قابل ہوگا۔ اور آئندہ موسم بہار میں روس پر حملہ آور ہوسکیگا۔

لنڈن ۹ر دسمبر۔ جاسی۔ بخارسٹ کی فتح سے پیشتر حکومت برطانیہ نے اہم ذمہ داری کے مقامات پر جرنیلوں کو مقرر کردیا تھا۔ تاکہ شہر کی حفاظت ہوسکے ✤

مناستر پر لڑائی۔ لنڈن ۱۱ر دسمبر۔ پیرس کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ مناستر اور جمیل ڈوران پر ۹ر دسمبر کو شدید دو طرفہ گولہ باری جاری رہی۔ برطانیوں نے سویز کے جنوب میں ترکوں کی قیام گاہوں پر قبضہ کرلیا ✤

وزارت میں انقلاب۔ لنڈن ۹ر دسمبر۔ ملکی تبدیلیوں کے حالات روز بروز بدل رہے ہیں۔ تمام وزراء ایک وزارت مشیران سلطنت یا پانچ ممبروں کی جنگی کونسل کی طرف مرتب ہورہے ہیں۔ جنگی کونسل کے ممبر مسٹر لائڈ جارج۔ مسٹر بونرلا۔ لارڈ کرزن۔ مسٹر ہینڈرسن۔ اور مسٹر ایڈورڈ کارسن یا لارڈ ملنر ہوں گے۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ جنگی کونسل حقیقت میں مستقل ہوگی۔ جسکے ممبر مجلس مسٹر لائڈ جارج ہونگے۔ اور جو کہ دیوان عام میں بڑا حصہ لینگے۔ اور پارلیمنٹ کے کام کا انتظام مسٹر بونرلا کے سپرد کریں گے۔ اسی طرح سے مسٹر لائڈ جارج اپنی متفقہ توجہ جنگ کی طرف مبذول کرنے کے قابل ہوسکینگے اخبار ٹائمز وزارت کی ترتیب میں دلیری اور دور اندیشی کے اظہار پر نہایت ہی تعریف کرتا ہے لیکن ساتھ ہی اس بات پر تاسف بھی کرتا ہے۔ کہ مسٹر بونرلا اور لارڈ رابرٹ سیسل ممالک خارجیہ کے دفتر میں رہیں۔ اور مسٹر والٹر لانگ نوآبادیوں کے دفتر میں کام کریں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ زیادہ طاقتور اور جدید ممبر دونوں دفاتر میں ضروری ہیں اخبار ٹائمز بتاتا ہے کہ مسٹر چیمبرلین بدستور ہندوستانی دفتر میں رہیں گے ✤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ یکشنبہ مورخہ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶۸

اے آمدنت باعث آبادئ ما

وہ گھر میں ہمارے آئیں خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اُن کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

وہ انسان وہ فرشتہ سیرت انسان جس کے کندھوں پر مسیح موعود نے نزول فرمایا۔ ہاں وہ احسن المناظرین جس کے ساختہ پرداختہ کو خدا کے مامور نے تسلیم کیا جس کے متعلق الہام الٰہی نے شہادت دی کہ

از پئے آن محمد احسن را۔
تارک روزگارے بینم۔

وہی مولوی سید محمد احسن جس کے متعلق میاں صاحب کی اپنی شہادت ہے،

"حضرت صاحب (مسیح موعود) فرمایا کرتے تھے۔ کہ آپ کے خیالات اکثر حضرت سے توارد ہوتے ہیں"

جس کے متعلق ابھی پورے دس ماہ بھی نہیں ہوئے۔ میاں صاحب کے ایک خاص الخاص مرید نے لکھا تھا کہ

"آپ میرے تابع نہیں بلکہ متبوع ہیں۔ کتاب و سنت کے مطابق آپ عقیدہ رکھیں گے۔ اور وہی حق ہوگا"

جسے کہا گیا تھا کہ

"جناب سابقین الاولین سے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ بزرگ ہم سب خورد ہیں، جو بات جناب کی سمجھ میں نہ آتی ہو۔ وہ ان بچوں کی کیا سمجھ آ سکتی ہے"۔

بلکہ تمام حامیان عقائد باطلہ محمودیہ کو اس کے شاگردوں کے شاگردوں سے بھی کم ٹھیرایا گیا تھا (خط نواب محمد علی خاں صاحب، جن کے بل بوتے پر میاں صاحب کو مسند خلافت پر بیٹھنا نصیب ہوا۔

وہی حضرت کے خیالات سے توارد رکھنے والا انسان اور کتاب و سنت کے موافق عقیدہ رکھنے والا متبوع ہاں وہی سابقین الاولین کا فخر آج ہم میں آتا ہے ہمارے پاس آتا ہے۔ ہمارے گھر میں آتا ہے کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کس قدر سجدات شکر بجا لانے کا وقت ہے۔ گویا مسیح موعود دوبارہ ہم میں آ گیا۔ کیا یہ کچھ تھوڑی سی تائید ایزدی ہے۔ کیا یہ کچھ کم نصرت الٰہی ہے۔ عقائد حقہ احمدیہ کے حامیوں کو مبارک ہو۔ کہ ان کی مخلصانہ دعاؤں کا نتیجہ بر آیا۔ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نے اپنے فیض و کرم سے ان کی دستگیری کی۔ وہ جن کو چھوڑے کہہ کر چھیڑا جاتا تھا۔ جن کی تباہی کے الہام شائع ہوتے تھے۔ جن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے کے لئے کسی کو خدا کے ہاتھ میں کند تلوار بننا پڑتا تھا۔ آج دیکھو کہ خدا نے ان پر فیض رسانی کی۔ اور اپنے بیشمار افضال و اکرام انہیں للہ الحمد کس قدر قابل مبارکباد ہے۔ وہ انسان جس نے ان فتنہ زا خیالات کے بالمقابل جیسے کہ جماعت محمودیہ کے اس وقت ہیں سب سے پہلے صدائے احتجاج بلند کی۔ وہ اکیلا اور تن تنہا تھا جو ایک گروہ کثیر کے بالمقابل کھڑا ہوا۔ اس پر گالیوں کی بوچھاڑ کی گئی اینٹیں اور کنکر برسائے گئے۔ تباہی کی پیشگوئیاں شائع کی گئیں۔ قتل کی دھمکیاں دی گئیں۔ گورنمنٹ کی نظر میں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ ہر ممکن سعی کی گئی، غرض تو وہ لیکن اس خدا کے بندہ نے حق کی تائید سے ذرا بھی منہ نہ موڑا جس کا آج اللہ تعالیٰ نے یہ کتنا بڑا اجر دیا۔ کہ مولوی سید محمد احسن جیسے بزرگ کو عقاید میں اس کے ساتھ کر دیا۔ حق چھپا ہوا تھا۔ مولوی سید محمد احسن صاحب کے مل جانے سے۔ حق ظاہر ہو گیا۔ کجا مولانا سید محمد احسن اور کجا میاں صاحب کے پانچ لاکھ مریدین کی جماعت۔ علاوہ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایسے بے نظیر انسان کا پانچ لاکھ نہیں پانچ کروڑ محمودی بھی ہوں، تو ایک محمد احسن کے سر پر سے قربان۔ پھر مولوی محمد علی جیسے خوش نصیب انسان کو اس عالیشان اعجاز اور حیرتناک کامیابی پر مبارکباد نہ دی جائے تو کس قدر خلاف المناسب بات ہو گی ہے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جنہیں دن رات بہتان بندی اور جھوٹ و افترا سے ہی کام رہ گیا ہے۔ جو محض مولوی محمد احسن کو دیوانہ ثابت کرنے کے لئے در بدر پھر رہے ہیں اور قریش مکہ کے قدم بقدم پہلے ہی سے یصدون عن الحق کا نمونہ دکھا رہے ہیں۔ وہ آئیں۔ اور دیکھیں۔ کہ وہ قابل انسان اب بھی اس ضعیفی کے عالم میں کتنا اعلیٰ دماغ رکھتا ہے۔ جس سے معارف و حقائق کے چشمے ابل ابل کر نکل رہے ہیں۔ گو وہ بظاہر ضعیف ہے۔ اس کے اعضاء بیشک بتقاضائے عمر سست کر دیئے ہیں۔ لیکن ذرا دماغی حالت کو دیکھیں تو کس قدر قوی و توانا اور ہر ایک قسم کی کمزوری سے مبرا ہے۔ چہ جائیکہ دیوانگی کا نام و نشان تک بھی کبھی ان کے پاس تک پہنچا ہو۔ ہم حیران ہیں۔ کہ کیوں ان لوگوں نے حق کو چھوڑنے کے ساتھ جھوٹ و افترا اور ناجائز خیالات کے پھیلانے کا بھی ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ اختلاف کا ہونا کوئی معیوب امر نہیں۔ بعض اوقات انسان سہواً بھی کبھی غلط خیال کو دل میں جگہ دیتا ہے۔ (گو محمودیوں کے معاملہ میں ایسا نہیں) لیکن یہ کس قدر ۔ ۔ ۔ از انصاف بلکہ حد درجہ کا ظلم ہے۔ کہ جس فریق سے اختلاف ہو۔ اس پر بے جا الزامات لگا کر غلط عقاید اس کی طرف منسوب کر کے اس کے ذی اثر اصحاب کے دماغوں کے مختل ہو جانے کا فتوےٰ دیکر جماعت کو ان کی طرف سے متنفر کیا جائے۔ اگر وہ ان کی باتوں کو نہ سن سکیں۔

اے جماعت احمدیہ کے ذی ہوش انسانو! ذرہ اس پر تنہا بیٹھ کر سوچو۔ اور مخلے بالطبع ہو کر اس اہم سوال پر غور کرو۔ کہ کیوں میاں صاحب نے آجتک اپنے مریدین کو ہماری باتیں سننے سے روکا۔ انہیں کس بات نے اس خطرناک حرکت پر آمادہ کیا۔ کہ تمام قسم کی مجالست ۔ موانست۔ مواکلت ۔ مکالمت ہم سے ناجائز قرار دی۔ آخر وہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ اس ناجائز حرکت پر آمادہ ہوئے اگر تمہارے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے۔ تو فوراً تمہارا دل گواہی دے اٹھے گا۔ کہ میاں صاحب کا ایسا کرنا ان کی کمزوری اور حق کے خلاف کھڑے ہونے پر شاہد ہے۔ مثل مشہور ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں سو یہی حال میاں صاحب کا ہے۔ ایک جھوٹ تراشتے ہیں۔ جب اس پر زد آ کر پڑتی ہے۔ تو جھٹ ایک اور نیا عقیدہ اس پہلے کے خلاف تراش لیتے ہیں۔ بعینہ مکڑی کے جالا کی طرح کہ وہ بہت دفعہ اسے بناتی اور پھر کھا جاتی ہے۔ لیکن کوئی ایک جالا بھی پہلے بنے ہوؤں سے ملتا نہیں۔ بلکہ سب کی شکل و صورت ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہے۔ پس خدا کے بندو مسیح موعود کے نام لیواؤ۔ اگر اللہ کا تمہارے دل میں ذرا بھی خوف باقی ہے۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ایک ایک حرکت سے واقف ہے۔ اور وہ اس پر ذرا ذرا کا حساب تم سے لے گا ہاں اگر تم اپنے آپ کو اس بارہ میں کچھ جوابدہ سمجھتے ہو۔ کہ اس موجودہ جھگڑے میں تم نے اپنے عقائد کو درست کیا۔ یا نہیں۔ ہاں اگر تمہارے دلوں میں آنحضرت صلعم کی فدایانہ محبت ہے۔ اگر مسیح موعود کی پیروی کو تم اپنے لئے باعث شرف خیال کرتے ہو۔ تو خدا کے لئے اٹھو اور دیکھو کہ اس معاملہ میں حق کی مخالفت کرنے والا کون ہے۔ اور نہیں تو اس موٹی علامت پر ہی غور کر لو۔ تو تم کس صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہو یعنی یہ کہ حق سے روکنے والا کون ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آؤ اور لاہور میں آ کر ان بیہودہ مفتریات کا پتہ لگاؤ۔ جو حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب کی دماغی حالت کے متعلق کی جاتی ہیں۔ اور آپ کو پاگل اور ارذل العمر تک پہنچا کہہ کر لوگوں کو نفرت دلائی جاتی ہے آؤ اور دیکھو کہ اس کی زبردست آواز جو نکات قرآنیہ و حدیثیہ سے اور بھی قوی ہو جاتی ہے۔ اس کی دماغی حالت کے کس قدر اعلیٰ ہونے پر شاہد ہے۔ نادانوں کو اتنی بھی عقل نہیں کہ جو شخص ایک زبردست کتاب کے اندر دلائل و براہین کا ایسا ذخیرہ جمع کرتا ہے کہ آج تک کسی سے ان کا جواب بن نہیں آیا۔ اس کے متعلق پاگل کا فتویٰ دینا کس قدر بعید از عقل بات ہے۔ اور دنیا میں لائق تضحیک۔ خدا کرے کہ کسی کو ان میں سے عقل نصیب ہو۔ اور وہ تھوڑی دیر کے لئے آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کا کلام سن کر فیصلہ کریں۔ کہ آیا یہ شخص سودائی ہے یا اعلیٰ درجہ کا ذی عقل و ذی ہوش۔ اور کہ آیا اس کی بات ماننے جانے کے قابل ہے کہ نہیں۔ خدا کے لئے اے ذی ہوش انسانو! تم اپنے اوقات میں کچھ تھوڑا سا وقت اس کے لئے بھی نکالو۔ اور جلوا اور نہ سہی۔ اس کی باتوں کو تو سن لو ممکن ہے کہ یہ تمہارے لئے کسی اور پہلو سے مفید ثابت ہوں۔ حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب لاہور جلسہ سالانہ میں اور شاید اس سے پہلے بھی جس کا عنقریب اعلان ہو جائیگا اپنے کلام بطور وعظ مستفید فرمائیں گے۔ اور یہ بالکل غلط ہے کہ ہمارا جلسہ قادیان میں ہوگا جس کے لئے حضرت امیر نے کوئی زمین لی ہے۔ جیسا کہ محمودیوں میں عام طور پر یہ افواہ مشہور کی گئی ہے تاکہ ہمارے جلسے میں کوئی نہ آنے پائے۔ جلسہ لاہور میں ہوگا۔ جس کا مفصل پروگرام شائع ہو جائیگا۔ تمام احباب احمدیہ محمودیوں اور دیگر لوگوں کو بھی اگر ہو سکے۔ اپنے ساتھ لانے کی کوشش کریں ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو ہدایت پر لے آئے ۔ ۔ ۔ [illegible]

اختلاف احمدیہ اور ستارۂ صبح

مولوی ظفر علی خاں صاحب جب سے میدان سیاست سے عنان توجہ کو ہٹانے کے بعد اردو علم ادب اور تاریخی روایات کی چھان بین میں مصروف ہوئے ہیں۔ جس کے لئے انہوں نے باجازت گورنمنٹ پنجاب ستارۂ صبح کے نام سے اپنا ایک خاص ہفتہ وار اخبار بھی جاری کیا ہے۔ اسی وقت سے مذہب پر بھی آپ کی نظر عنایت خاص طور پر مبذول ہونے لگی ہے۔ مجمع البحار مولوی کے طغرائے امتیازی کو جس شخص کے ہندوستان میں ارزان ہونے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا بقول شخصے۔ ع

مسلمانوں میں یہ جنس اب مثال سبزہ خود رو ہے

عملی صورت میں نمایاں کرنے کے لئے ہے۔ چنانچہ پہلے دو نمبروں میں ترجمان القرآن کے عنوان سے ایک دو آیات کی تفسیر کرنے کے بعد اب تیسرے نمبر میں انہوں نے جماعت احمدیہ کے موجودہ افتراق و انشقاق پر بھی خاص طور پر توجہ منعطف فرمائی ہے اور لکھا ہے کہ

"جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح کی زندگی کا ایک بڑا مقصد آپ کے متعدد دعاوی کے لحاظ سے جو چند تحریروں میں آ چکے ہیں مسلمانوں میں قومی وحدت پیدا کرنا تھا۔ دوسری دنیا سے بحسرت اس اختلاف عظیم کو ملاحظہ فرما رہے ہونگے۔ جو بنچہ جنوں بنکر خود آپ کی جماعت کو پارہ پارہ کر رہا ہے"۔

اس میں کیا شک ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ اپنے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین محمد مجتبےٰ صلعم کی پیروی میں جو کل دنیا میں وحدت پیدا کرنے آئے تھے مسلمانوں کے اندر قومی وحدت پیدا کرنے کا تھا۔ پھر جب آنحضرت صلعم (اگر ایسا کہنا جائز ہو تو) دوسری دنیا سے بحسرت اس اختلاف عظیم کو ملاحظہ فرما رہے ہونگے۔ جو پنجہ جنوں بنکر خود آپ کی امت کو پارہ پارہ کر رہا ہے۔ بلکہ آج سے تیرہ سو برس پیشتر اسی دنیا میں اپنی امت کو تہتر فرقوں میں منقسم ہوتے ہوئے بحسرت ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ تو حضرت مسیح موعود کا اس پہلو میں بھی اپنے آقا و مولا کے رنگ میں رنگین ہونا اور دوسری دنیا سے بحسرت اس اختلاف عظیم کو ملاحظہ فرمانا جو پنجہ جنوں بنکر خود آپ کی جماعت کو پارہ پارہ کر رہا ہے کونسی مستبعد بات ہے۔ ہم مولوی ظفر علی خاں صاحب کے ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے اس پہلو میں بھی حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ہی کے رنگ میں رنگین ثابت کیا۔ اور دیگر مجددین کی طرح جو دو بھی مسلمانوں میں قومی وحدت پیدا کرنے کا دعوے رکھتے تھے۔ مگر اب دوسری دنیا سے بحسرت اس اختلاف عظیم کو ملاحظہ فرما رہے ہونگے۔ جو پنجہ جنوں بنکر خود ان کی جماعتوں کو بھی پارہ پارہ کر رہا ہے۔ آپ کو بھی امت مسلمہ میں ایک مجدد مان لیا۔

مجدد

لیکن غالباً ہمارا یہاں مجدد کا لفظ استعمال کرنا اس وجہ سے ناموزون ہو۔ کہ ہمارے محترم مولوی ظفر علی خاں صاحب "پرانے عقیدہ کے دقیانوسی مسلمان" ہونے کا دعوےٰ رکھنے کے باوجود ان پرانے عقیدہ کے دقیانوسی مسلمانوں کے خلاف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ

"رسول اللہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل اور دماغ اور آنکھ رکھنے والے مسلمان کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی مجدد کی طرف سے مستغنی کرتے گئے اس لئے کہ جیتا جاگتا اور زندہ و توانا مجدد ہم میں خود کلام اللہ موجود ہے"

تمام امت محمدیہ کے اجماع کے خلاف جو ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کی قائل چلی آئی ہے۔ خود رسول اللہ صلعم کی اس حدیث کے خلاف جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ ان اللہ یبعث فی ھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا مولوی ظفر علی خاں صاحب کا یہ عقیدہ ان میں اس زمانہ کی مولویانہ شان امتیازی کو نمایاں کر لے والا تو ضرور ہے۔ لیکن ساتھ ہی سابق مجددین امت کے جلیل بہت امید بلکہ یقین ہے کہ مولوی صاحب صوفیہ کو بھی اولیا اللہ ماننے میں کوئی کلام نہ ہوگا۔ دعوے مجددیت پر بھی زد مار نیوالا ہے۔ نیز ان بزرگان سلف کی حیثیت کو مخدوش کر دینے والا ہے۔ جنہوں نے باوجود دل اور دماغ اور آنکھ رکھنے اور کلام اللہ جیسے جیتے جاگتے اور زندہ و توانا مجدد کے موجود ہوتے ۔ ۔ ۔ [illegible]

کہ مولوی ظفر علی خاں صاحب کو ان بزرگان ملت سے علیحدہ کوئی اور دل و دماغ اور آنکھ عنایت ہوئی ہو۔ جس نے آپ کو کسی مجدد کی طرف سے مستغنی کر رکھا ہو۔ لیکن یہ ماننے کے لئے ہم ہرگز تیار نہیں کہ خود جناب رسول اللہ صلعم نے باوجود کلام اللہ جیسے جاگتے اور زندہ و کلوانا مجدد کے موجود ہونے کے دل اور دماغ اور آنکھ رکھنے والے مسلمانوں کو ہر صدی کے سر پر مجدد کے آنے کا جھوٹا وعدہ دیا ہو۔ یا تمام امت محمدیہ کا اس حدیث کی صحت پر اجماع کا ہو جانا غلط تھا۔ یا ہر صدی کے سر پر پیدا ہونے والے مجددین اور ان کے ماننے والے صحیح راہ پر نہ تھے مولوی ظفر علی خاں صاحب سے امید ہے۔ کہ اپنی آئندہ اشاعت میں اس مسئلہ پر زیادہ روشنی ڈال کر اپنے اصل اعتقاد کو واضح کریں گے۔

لاتنابزوا بالالقاب

مولوی صاحب نے اپنے اس مضمون میں احمدی طائفہ حقہ کو جو کہ بسبب اپنی اعتقادات پر قائم ہونے کے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے تلقین کئے۔ اور جو احمد مجتبےٰ صلعم کی تعلیم کے عین مطابق ہیں۔ "عرف عام" کی پیروی کرتے ہوئے "کمانی" کے نام سے پکارا ہے۔ جو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کے امتیاز خصوصی کے کسی طرح بھی شایان شان نہیں۔ بقول کسے

عوام الناس کا ہوگا جنہیں منہ
انہیں خاصوں کے منہ آنا پڑیگا

ہمیں امید ہے کہ آئندہ وہ اپنے وقار (مولویانہ وقار سے ہماری مراد نہیں) کو مدنظر رکھتے ہوئے "عرف عام" کی پیروی میں ایسے نام تجویز کرنے سے احتراز کریں گے۔

لاتقف مالیس لک بہ علم

انی سلسلہ حقہ کے جن اختلافی مسائل کو انہوں نے اپنی جنبش قلم سے حل کرنا چاہا ہے۔ اس کے متعلق صرف اس ارشاد قرآنی کو دہرا دینا ہی کافی ہے۔ کہ لاتقف مالیس لک بہ علم۔ بہتر ہو کہ ایسے مسائل پر قلم اٹھانے سے پیشتر ان کی پورے طور پر تحقیق کر لیا کریں۔ اور فریقین کے دلائل کو سن کر ان پر رائے قائم کریں۔ کیونکہ یوں اندھیرے میں ٹاک ٹوئیے مارنا بہت سی دقت و پریشانی کا موجب ہو جاتا ہے۔ یوں کسی دینی مسئلہ پر رائے زنی کرنے کا ہر ایک مسلمان کو حق حاصل ہے لیکن یہ حق کسی کو نہیں۔ اس کے مالہ و ماعلیہ پر غور کئے بغیر اس پر ریمارک کرنے لگ جائے۔ مثلاً یہ کہنے میں انہوں نے مغالطہ کھایا ہے کہ

"رسول اللہ صلعم کو جن کا درجہ مقام الوہیت سے صرف دوسرے درجہ پر ہے۔ ہم کسی انسان کے مقابلہ میں ظلاً یا بروزاً لاتے ہوئے بھی خواہ وہ انسان جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ہم مرتبہ ہی کیوں نہ ہو۔ ذرا جھجکتے ہیں"

جماعت احمدیہ کا کوئی فرد سوائے مریدین میاں صاحب کے رسول اللہ صلعم کو ظلاً بروزاً بھی کسی انسان کے مقابلہ میں نہیں لاتا۔ بلکہ صالحین امت کا آنحضرت کے فیض اتباع سے ظلی و بروزی طور پر آپ کے رنگ میں رنگین ہونا یا بالفاظ دیگر مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونا مانتا ہے۔ اور انہی میں سے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ہیں۔ اس کے خلاف کہنا اگر جان بوجھ کر افترا کرنا نہیں تو کم از کم غلطی پر مبنی ضرور ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آئندہ مولوی صاحب اس قسم کے مسائل پر قلم اٹھاتے وقت مندرجہ بالا ارشاد قرآنی کو پیش نظر رکھ کر ذرا زیادہ تحقیق سے کام لیا کریں گے۔

دس محمودیوں کا فسخ بیعت اور پانچ غیر احمدیوں کا احمدی ہونا

مکرم حکیم محمد حسین صاحب مرہم عیسےٰ چانگریاں ضلع سیالکوٹ سے بخدمت حضرت امیر تحریر فرماتے ہیں:۔

سیدی و مولائی ایدکم اللہ بنصرہ العزیز السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ !!! الحمدللہ رب العالمین کہ دس آدمیوں نے محمودیت سے توبہ کی ہے اور فسخ بیعت کے خط لکھدئے ہیں اور پانچ غیر احمدی احمدی ہوئے ہیں اور حضور کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں آج خاکسار یہاں سے پسرور جا رہا ہے اور مخدومی مولوی محمد اکرام صاحب باوجود عدیم الفرصتی کے خاکسار کے ہمراہ ہوئے ہیں۔

مراسلات

مفتیٔ صادق کی صداقت کا ایک نمونہ

الصدق ینجی والکذب یھلک

دلعل الحق والمسق کے خاص اخبار الفضل مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۴۶ء کے صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر عالی جناب مفتی محمد صادق صاحب تحریر فرماتے ہیں اراکین پیغام صلح اس عاجز پر بہت سختی سے حملہ آور ہیں۔ کہ میں مسئلہ نبوت میں ان کا ہمخیال کیوں نہیں بنتا اور ان کی طرح مسیح موعودؑ کو برائے نام اور جعلی اور ملمع کا نبی کیوں قرار نہیں دیتا۔ اس پر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں۔ مگر مجھے ان کی پرواہ نہیں اور نہ میں گالیوں کا جواب دینا چاہتا ہوں میں حضرت مسیح موعودؑ کو آج نبی نہیں کہتا بلکہ ہمیشہ سے میرا یہی مذہب ہے۔ جب حضرت نے وضاحت سے نبوت کا دعوےٰ نہ کیا تھا۔ تب بھی میری فراست یہی گواہی دیتی تھی۔ کہ یہ شخص نبی اللہ ہے بلفظہ۔

الجواب۔ جن لوگوں نے جناب مفتی صاحب کی تحریریں نہیں دیکھیں اور نہ ہی ان کے ساتھ رہنے کا کبھی موقعہ ملا ہے وہ تو ضرور ہی یقین کریں گے۔ اور یہ کس کو وہم گذر سکتا ہے کہ ایسا ریش دراز جبہ و دستار سبز خوبصورت شکل اتنا ڈبل جھوٹ لکھیگا۔ جس کے لئے اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے گنجائش ہی نہ ہو۔ کسی بزرگ نے شائد ایسے متقیوں کی نسبت کہا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

اب میں ناظرین کے سامنے مفتی صاحب کی کچھ تحریریں پیش کر کے دکھاتا ہوں۔ کہ مفتی صاحب اس سے پہلے مرزا صاحب کو برائے نام اور جعلی اور ملمع کا ہی نبی مانتے رہے ہیں۔ یا کہ اصلی حقیقی۔ کامل مکمل بلکہ بقول خود عین محمدؐ مانتے تھے۔ اُن کی ان تحریروں سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ جو یہ ہیں:۔

۱۹۰۸ء میں مفتی صاحب نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس کا نام ہے ذکر حبیب[؟]۔ اس کے صفحہ ۲۰ پر مرزا صاحب کو صرف مجدد لکھا ہے نہ نبی۔ پھر آگے اسی رسالہ کے صفحہ ۳۸ و ۳۹ بجواب معترضین مرزا صاحب کی نبوت سے انکار کر کے مرزا صاحب کو محدث لکھا ہے۔ پھر اسی رسالہ کے خاتمہ پر مفتی صاحب یوں لکھتے ہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلی آلہ واصحابہ وعلی خاتم الولیین (مرزا صاحب) وآلہ واصحابہ ولوذ دینہ وعبد کریمہ واحبابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

یہ تحریر اس وقت کی ہے کہ جبکہ حضرت صاحب نے ابھی بقول مفتی صاحب وضاحت سے دعوئے نبوت نہ کیا تھا اور مفتی صاحب صرف اپنی فراست شیطان داد کی بنا پر مرزا صاحب کو نبی اللہ سمجھکر بجواب مخالفین منافقانہ طور پر مرزا صاحب کی نبوت سے منکر ہو کر اپنے آپ کو زمرۂ منکرین یا بالفاظ محمودیہ کافرین میں شامل کرتے رہے۔

۱۔ پھر بعد ۱۹۰۱ء میں بقول فرقہ محمودیہ مرزا صاحب سال بھر [؟] یا تردد میں رہے۔ اور یہ سوچتے رہے کہ دعوئے نبوت کروں یا نہ کروں [؟] ... یا امتی ہوں۔ اور جب ۱۹۰۲ء ہوئی تو بقول محمود[؟] صاحب نے بوضاحت دعوئے نبوت کر دیا۔ اسکے بعد وفات تک [؟] یہ مفتی صاحب نے جہاں جہاں مرزا صاحب کو اصلی حقیقی کامل نبی لکھکر مخالفین کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کا بار ثبوت بذمہ مفتی صاحب ہے اور مفتی صاحب کا فرض ہے۔ کہ ۱۹۰۲ء کے وہ حوالے مفصل طور پر پیش کریں ورنہ کیا احمدیوں کا حق ہے کہ وہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین آپکی نسبت استعمال کریں۔

مگر مرزا صاحب کی وفات کے بعد مفتی کو بجواب مخالفین ایک اور رسالہ لکھنا پڑا۔ جس کا نام ہے "المینہ صداقت"۔ اس رسالہ کے صفحہ ۲۷ پر مفتی صاحب لکھتے ہیں "آپ خلیفۃ اللہ سچے مجدد خاتم الاولیاء تھے۔ الخ" میں پوچھتا ہوں۔ کہ جب مفتی صاحب کی فراست کے علاوہ مرزا صاحب نے بوضاحت دعوئ نبوت بھی کر دیا تھا۔ تو پھر مفتی صاحب کا مرزا صاحب کی اصلی اور حقیقی نبوت کا اقرار نہ کرنا۔ اُن کے منافق ہونے کی دلیل ہے۔ یا کہ کافر ہونے کی۔ یہ تو ایک متفق علیہ مسئلہ ہے۔ کہ کسی نبی بلکہ عین محمدؐ (مرزا صاحب) کی نبوت کا اقرار نہ کرنا بقول فاضل صاحب کے کفر بعد کفر ہے اور بقول حقائق آگاہ مولینا سید محمد سرور شاہ صاحب جس طرح محمد رسول اللہ کو صرف مجدد ماننے سے کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ ویسے ہی مرزا صاحب کو بھی صرف مجدد مان کر کوئی مسلمان نہیں کہلا سکتا۔

جب تک مفتی صاحب اپنی تحریرات مطبوعہ میں مرزا صاحب کی نسبت اپنی طرف سے اصلی حقیقی۔ کامل نبی کے صریح الفاظ نہ دکھائیں گے۔ تب تک ہمارا حق ہے۔ کہ مطابق فتوے محمود اور فاضل راجیکے اور مولینا مولوی محمد سرور شاہ صاحب کافر منافق ہی یقین کریں (بشرطیکہ ہم اُنکے فتاوی کو صحیح سمجھیں)

اس رسالہ کے بعد ۱۹۱۰ء میں مفتی صاحب معہ دیگر علمائے قادیان بمقام لکھنؤ علامہ شبلی صاحب مرحوم کے سامنے مرزا صاحب کی نبوت سے مندرجہ ذیل حقیر الفاظ بیان کر کے انکار کرتے ہیں وہو ہذا ہمنے (مفتی) عرض کی۔ کہ ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے۔ کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں (اور اسکے معنے ہو سکتے) آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنیوالا نہیں۔ نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الہٰیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ اور وہ بھی آنحضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے ایسے (مرزا صاحب جیسے) آدمی ہوتے رہے۔ جنکو الہام الہٰی سے مشرف کیا گیا۔ اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ مرزا صاحب بھی الہام الہٰی سے مشرف ہوتے رہے۔ اور الہام کے سلسلہ میں آپکو خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتائی جاتی تھیں۔ جو پوری ہوتی رہیں۔ اسواسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے[2]۔ اور اسکو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں۔ اور احادیث میں بھی آنیوالے مسیح موعود کا نام نبی اللہ رکھا گیا ہے[3]۔

اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بیشک لغوی معنوں کے لحاظ سے یہ ہو سکتا ہے۔ اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنے ہیں لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔

ہمنے (مفتی) عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ (کیوں اس کی وجہ کیا ہے[4]) یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو۔ یا اس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں[5]۔ ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے[6] (لعنت اور ہزار لعنت ایسے عقیدہ پر جو اپنی فراست ایمانی اور دعوئے مرشد کے خلاف ہو)۔ پھر اس سے آگے مفتی صاحب اپنے عقیدہ مذکورہ بالا کی تائید کے لئے حضرت مولینا نور الدین رضی اللہ عنہ کا ایک خط معہ اپنی تمہید کے درج کرتے ہیں۔ وھو ھذا:۔

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نبوت مسیح موعودؑ کے متعلق میں حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک تازہ خط درج اخبار کر دوں۔ جو کہ حضور نے سردار محمد عجب خاں صاحب کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ اور اُسے موکد بحلف کیا ہے سردار صاحب موصوف کی گفتگو ایک شخص کے ساتھ اس معاملہ میں ہوئی تھی۔ تو انہوں نے جو جو اید یا بعدہ انہوں نے حضرت صاحب کی خدمت میں لکھکر

[1] یہ دروغ [؟] ... ہو سکے تو۔ ورنہ اس گالی کا نام لو۔ اظہار واقعہ کو گالی قرار دینا مناسب نہیں

[2] بقول محمود مرزا صاحب کے ۱۹۰۱ء میں بذریعہ اشتہار ازالہ غلطی دعوئی نبوت کیا ہے مگر مرزا صاحب ۱۹۰۲ء میں لکھتے ہیں خدا نے پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح پیدا کیا اور وہ میں ہوں۔ اور جسطرح مثیل موسیٰ (محمدؐ) بہت سی باتوں میں موسیٰ سے بڑھکر ہے ایسا ہی مثیل عیسےٰ بھی بہت سی باتوں میں عیسیٰ سے بڑھکر ہے اور یہ جزئی فضیلت ہے جسکو خدا چاہتا ہے دیتا ہے۔ دیکھو ریویو آف ریلیجنز جلد ۱ نمبر ۵۔ ۱۹۰۲ء

اب بتاؤ کامل نبی اور پہلے مسیح سے بھی بڑھکر پھر جزئی فضیلت اسکے معنے کیا۔ کوئی ہے محمودی جو اس کی صحیح شرح کر کے پھر مرزا صاحب کو کامل اصلی حقیقی نبی ثابت کر دے۔

بشرطیکہ ہم ان کے فتاوے کو صحیح سمجھیں۔

[1] یہ دلیل بھی مفتی صاحب نے مخالف کے مسلمات کی بنا پر دی ہے ورنہ مفتی صاحب جانتے ہیں کہ خود مرزا صاحب نے اس حدیث کی موضوعیت پر کافی سے بڑھکر جرح کر دی ہے۔ فتدبر۔

[2] شائد جعلی نبوت ہوگی

[3] شائد برائے نام کی [؟] ہوگی۔

[4] جب پہلے اسے نبوت کیلئے وعظ کرنے کی ضرورت نہ تھی تو اب وفات مسیح کے بعد کیا ضرورت پیش آگئی شائد بلا ثبوت نبوت کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔

[5] پھر اب اس عقیدہ کی تبدیلی کی کیا ضرورت پیش آگئی شائد بارش کی طرح الہام ہو گئے یا کہ سنبکرمیں جو کہی تھی وہ پوری ہو گئی ہے۔ حب الدنیا رأس کل خطیئۃ۔

دریافت کیا۔ کہ آیا میرا جواب اس میں درست ہے یا نہیں حضرت صاحب نے اُن کے جواب کے ساتھ اتفاق کیا ہے۔ اور اسی کو زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنی قلم مبارک سے لکھکر روانہ کیا ہے جو درج ذیل ہے:۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا جواب:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وآلہ مع التسلیم۔ اما بعد۔ فالسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دل چیر کر دیکھنا یا دکھانا انسانی طاقت سے باہر ہے قسم پر کوئی اعتبار کرے۔ تو واللہ العظیم کے برابر کوئی قسم مجھے نظر نہیں آتی۔ نہ آپ میری موت کے بعد میرے ساتھ ہونگے۔ نہ کوئی اور میرے ساتھ سوائے میرے ایمان و اعمال کے ہوگا۔ پس یہ معاملہ اللہ تعالےٰ کے حضور پیش ہونیوالا ہے۔ واللہ العظیم واللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض۔ میں مرزا صاحب کو مجدد اس صدی کا یقین کرتا ہوں۔ میں اُن کو راستباز مانتا ہوں۔ حضرت محمد رسول اللہ النبی الکریم العربی المکی المدنی خاتم النبیین کا غلام (نہ کہ عین محمدؐ) اور اس کی شریعت کا بدل و جان خادم مانتا ہوں اور مرزا صاحب خود اپنے آپ کو جان نثار غلام نبی عربی محمدؐ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف کا مانتے تھے۔ نبی کے معنے لغوی پیش از وقت اللہ تعالےٰ سے اطلاع پاکر خبر دینے والا ہم لوگ (احمدی جماعت) یقین کرتے ہیں۔ نہ شریعت لانے والا۔ مرزا صاحب اور میں خود جو شخص ایک نقطہ بھی قرآن شریف کا۔ اور شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ مانے اُسے کافر اور لعنتی اعتقاد کرتا ہوں یہی میرا اعتقاد ہے۔ اور یہی میرے نزدیک مرزا صاحب غلام احمدؐ کا تھا۔ کوئی رد کرے یا نہ مانے۔ یا منافق کہے۔ اس کا معاملہ حوالہ بخدا۔ نور الدین بقلم خود ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۰ء

(منقول از بدر ص۵ جلد ۹ مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

مفتی صاحب نے علامہ شبلی صاحب مرحوم کے سامنے جو عقیدہ اپنا (منافقانہ) بیان کیا تھا۔ اُس کی تائید میں خلیفۃ المسیح کی صرف ایک ہی تحریر پیش کی ہے لیکن چونکہ محمودیوں کے نزدیک مسئلہ تناسخ صحیح ہے اس لئے یہ مرزا صاحب کو عین محمدؐ قرار دیتے ہیں اس لئے ممکن ہے کہ کل ہی عین شبلی ہی کوئی آجائے۔ اور پھر مفتی صاحب کو اُنکے سامنے اپنی ایمانی فراست اور اپنے مرشد کے دعوے کے خلاف پھر نہیں کوئی مضمون لکھنا پڑے۔ اور اُس کی تائید کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی کسی تحریر کی تلاش کی ضرورت پڑے۔ میں پہلے ہی سے ازراہ ہمدردی بنی نوع اور تعلقات گذشتہ کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح کی چند تحریریں نقل کرتا ہوں تاکہ بوقت ضرورت مفتی صاحب کے کام آویں وھو ھذا:۔

خلیفۃ المسیح کی تحریر بے نظیر

مختلف بلاد میں مختلف ہادی ہوتے رہے۔ صرف ایک اسلام ہی کا اعتقاد ہے۔ کہ لم یزل متکلما۔ اللہ تعالےٰ ہمیشہ کلام فرماتا ہے اس کے فیضان خاص میں کبھی کمی نہیں ہوئی۔ ہمیشہ ہمیشہ بندگان خاص سے اُس کا مکالمہ اور مخاطبہ ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہا۔ اور ہوتا رہیگا ختم نبوت نے الہام اور مکالمہ اور مخاطبہ سے مخلوق کو محروم نہیں کیا۔ اسلامیوں میں ہمیشہ اور ہر زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے جو اس فیض ربانی سے فیضیاب ہوتے رہے۔ دیکھو حالات شیخ عبد القادر جیلانی رح۔ شیخ محی الدین ابن عربی۔ خواجہ معین الدین چشتی۔ بابا شیخ فرید گنج شکر۔ شیخ شہاب الدین سہروردی۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی۔ شاہ ولی اللہ دہلوی۔ اور عبد اللہ غزنوی وغیرہ وغیرہ اولیائے کرام۔ اور ہمارے اس زمانہ میں حضرت مرزا صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ دیکھو تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۵۹۔ پھر ازالہ اوہام کے اخیر پر جو خط خلیفۃ المسیح کا ہے اُس میں بھی مرزا صاحب کو صرف مجدد ہی لکھا ہے۔ اور رسالہ التعلیم المہدی جو کشتی نوح کا ضمیمہ قادیان سے شائع ہوا ہے۔ اُس کے اخیر پر خود خلیفۃ المسیح اپنے عقائد میں لکھتے ہیں [illegible]

ل [illegible] واذ اخذ اللہ میثاق النبیین اور آیت ورا لآخرۃ ھم یوقنون اور آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کی تحریف کرنیوالے مثیل یہود خود غور کریں۔ پہلے کس آقا کو اپنے خادم پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا گیا ہے جو اب محمد رسول اللہ صلعم کو مرزا صاحب کی نبوت پر ایمان لانے کے لئے مجبور کیا ہے۔

ے جیسے کہ مفتی خود شبلی صاحب کے سامنے منافقانہ طور پر بیان کرچکے ہیں قندیہ ت میں جو محمودی ان کے الہام کے مقابل پر احادیث کو رد کرلیتے ہیں۔ انھیں ہم کافر اور لعنتی نہ سمجھیں۔

باوجودیکہ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین مانا اور اُن کے عشق و محبت میں ہزاروں شعر لکھا ہے۔ جیسے بریت لکھا ہے کہ [illegible] نبی بعضے پیشگوئی کو بتانیوالا ہوں۔ (یہ تھا جو کہ مفتی نے علامہ شبلی کے سامنے بیان کیا) جیسے احادیث اور کلام الٰہی میں نبی کہا گیا ہے۔ مگر غیر تشریعی۔ اور یہی مذہب تمام صوفیائے کرام کا ہے۔ فتوحات مکیہ باب ۲ پر آپ غور کریں (مولوی نور الدین)۔

اب تمام احمدیوں اور محمودیوں کا فرض ہے کہ وہ اس دین و ایمان کو ... ورنہ مجھ سے ... پوچھیں کہ جب آپ کی ایمانی فراست پہلے ہی سے پکار پکار کر کہہ چکی تھی کہ یہ شخص نبی اللہ ہے۔ اور بقول آپ کے پھر مرزا صاحب نے بوضاحت دعویٰ نبوت بھی کردیا تھا۔ تو پھر آپ نے خلاف آیت ولا تکتموا الشھادۃ ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ ... ...

اپنی تحریروں اور تقریروں میں ایک امر واقعی اور اپنے ایمان ... کے خلاف کیوں لکھکر نفاق سے کیوں کام لیا ... ...

یہود اسکریوطی نے تو صرف تیس نقدی لیکر اپنے مرشد کو دشمنوں کے سامنے ذلیل کرایا تھا۔ مگر بتاؤ کہ آپ نے کیا کچھ لیکر یہ حقارت آمیز کلمات بقول خود ایک حقیقی اصلی کامل بلکہ عین محمدؐ کی نبوت کی نسبت ایک مخالف کے سامنے بیان کئے۔ کہ اس (مرزا صاحب) کی نبوت اس قابل نہیں ہے کہ اسکو ہم شرائط بیعت میں داخل کریں۔ یا اس کا اقرار لیں بھی نہیں۔ بلکہ اس کا تو ہم نام تک بھی وعظ میں نہیں لیتے۔ سچ سچ بتاؤ محمودیو! کہ ایک حقیقی نبی بلکہ عین محمدؐ کی ہتک کیا یہ تحقیر موجب تکفیر نہیں ہوسکتی۔ یہ کیا وجہ ہے کہ باقی لوگ تو مرزا صاحب کو مجدد یا راستباز ماننے سے بھی محمودی نکتہ نظر سے مولوی سرور شاہ صاحب مسلمان نہیں کہلا سکتے مگر قادیان کے باشندے ایسے صریح انکار اور حقارت آمیز الفاظ کے استعمال سے بھی کافر نہیں بنتے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

جبکہ مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار لینا شرائط بیعت میں فرض نہیں تو بتاؤ پھر مرزا صاحب کی نبوت سے ناخبر یا ساکت یا منکر کافر کیسے؟ مرزا صاحب کی نبوت کا اقرار ضروری نہیں اور شریعت مرزا صاحب نہیں لائے پس یہ نبوت کیسی ہوئی ذرا کچھ تو ہوش کرکے اسکا کرو۔ بتاؤ! یہ کیا وجہ ہے کہ پہلی بعثت میں تو محمد رسول اللہ کی نبوت کے اقرار کے ابتدا یوم دعویٰ سے لازمی اور فرض اولی تھا۔ مگر اس دوسری بعثت میں آں عین محمدؐ کو نبی کہنا اور کافر کہنا ایک ہی بات تھی۔ دیکھو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۶-۲۷۔ مگر ان کے مرنے کے چھ سال بعد افریقہ روس اور تبت کے باشندے بے خبر بھی کافر ہوگئے۔ مگر محمودی باوجود انکار کرنے کے پھر بھی مسلمان کے مسلمان ہی رہے۔ محمودیو! ہے کوئی جو اس گورکھ دھندے کو حل کردے؟

معذرت ناظرین اخبار پیغام صلح یا کوئی اور بزرگ شاید یہ خیال کرینگے۔ کہ میں نے اس مضمون میں کوئی بیجا طور پر سخت کلامی سے کام لیا ہے نہیں ہرگز نہیں۔ اولاً یہ لوگ ابتدا قیام گدی سے لیکر احمدیوں کو نہیں کافر۔ فاسق وغیرہ وغیرہ خطابات دے چکے ہیں۔ دوئم۔ یہ لوگ اپنے ... کیلئے آیات قرآن شریف کی روز افزوں تحریف کررہے ہیں۔ ایک تو ... سے یا تو کوئی ہو احادیث نبویہ کو رد کرچکے ہیں یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت خاتم النبیین تئیس سال تک اپنے دعوے نبوت میں متردد رہے۔ جو صریحاً اس کی تائید اور نبوت محمدیہ کی تردید اور ہتک ہے۔ حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۱۲۱ میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب ۱۹۰۱ء تک اپنے دعویٰ کو نہیں سمجھ سکے۔ جس سے مرزا صاحب کی پندرہ سالہ تحریرات دعوے و دلائل کی صریح تردید ہے۔ کیونکہ جو شخص پندرہ سال تک اپنے دعاوی اور دلائل میں حق اور باطل صحیح اور غلط اتنے لمبے عرصہ میں نہیں سمجھ سکا وہ ۶۵ سال کے قلیل عرصہ میں کیا سمجھا ہوگا۔ اور اس نے سمجھنے پر کیا ثبوت ہے۔ الغرض قادیان کا موجودہ محمودی گروہ میرے نزدیک واللہ العظیم تا للہ اسلام اور اہل اسلام کے لئے مار آستین سے کم نہیں ہے بلکہ میں اس بات پر ان کے مقابل مولکد بعذاب حلف اُٹھانے کیلئے تیار ہوں کہ یہ لوگ نہ تو سچے مسلمان ہیں اور نہ ہی یہ لوگ مرزا صاحب کو اپنے دعویٰ میں سچا مانتے ہیں اور نہ ہی مولوی نور الدین کو خلیفۃ المسیح مانتے ہیں۔

ل باب ۲ کا حوالہ دکھایا ہے ورنہ میں بھی نقل کردیتا۔

ے جب تم خود مرزا صاحب کی اور مولوی نور الدین صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کی نبوت کو نہ تو کچھ حیثیت دیتے تھے۔ اور نہ حجازی وعظوں میں اُسکا نام تک لینا ضروری سمجھتے تھے تو پھر یہ تم کافر فاسق نہ بنے تو پھر خواجہ صاحب بھی آپکے اس طریق مذکورہ پر چلتے ہوں اور ولایت میں اسکا ذکر نکریں تو کیوں ملزم قرار دیئے جاتے ہیں ... ذرا سوچکر جواب دو۔

جو کچھ کہ یہ لوگ احمدیت وغیرہ کی نسبت [illegible] میں محض نفاق سے لکھتے ہیں۔ مثلاً رسالہ خلافت احمدیہ میں بڑے شد و مد سے دلائل سے مولانا نور الدین صاحب کو خلیفہ ثابت کیا ہے اور جا بجا یہ بھی لکھتے ہیں کہ خدا نے انہیں خلیفہ بنایا ہے۔ اور مولوی صاحب مرحوم آیت استخلاف کے ماتحت خلیفہ تھے۔ اور اسی بنا پر میاں بشیر احمد نے ایک دو ورقہ اشتہار سرخ کا عدد پر شائع کیا ہے جس میں مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی تحریر بدر کے حوالے سے اپنا اُلو سیدھا کرنا چاہا ہے۔ مگر ساتھ ہی اسی میاں بشیر احمد نے اپنے رسالہ کلمۃ الفصل میں یہ بھی صاف لکھدیا ہے۔ کہ چونکہ مولوی نور الدین صاحب خلیفہ غیر مامور تھے اسلئے اُن کا فیصلہ حجت قطعی یا شرعی نہیں ہوسکتا۔ کیا مہدی اور خلیفہ راشد اور جسے خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر اُس کا فیصلہ حجت نہیں ہوسکتا۔ تو پھر مہدی یا خلیفہ کیسا ہے۔ اور پھر تم اپنا اُلو سیدھا کرنے اور عوام کالانعام کو ورغلانے کیلئے ایسے خلیفے اور مہدی کی تحریریں کیوں شائع کرتے ہو۔ ے

کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
یوں ہی مخلوق کو نہ بہکاؤ

میرے نزدیک ایسے لوگوں کی تعظیم قطعاً حرام ہے۔ اور حمایت اسلام اور حمایت محمدیہ اور حمایت بزرگان دین کیلئے سخت کلامی نہ شرعاً منع ہے اور نہ ہی قانوناً۔ اور جو کچھ کہ میں ان لوگوں کی نسبت لکھتا ہوں اُن کا دل دُکھانے کیلئے نہیں بلکہ میں اپنے دلی ایمان اور حمایت اسلام کیلئے لکھتا ہوں میں لعنتی سمجھتا ہوں اس شخص کو جو کسی دنیوی لالچ یا کسی عداوت یا اپنی کسی نفسانیت کی وجہ سے کسی کو کافر بناتا یا مسلمانوں کی تکفیر کرتا ہے۔ فقط۔ راقم محمد یمین از مدانہ مانسہرہ ہزارہ۔

تازہ خبریں

رومانوی تاج۔ لنڈن ۱۱ دسمبر۔ مسٹر ڈولو تو ہوگا سٹر سے تار بخبر ارسال کرتے ہیں کہ جرمنوں کے طرفدار رومانوی جو دشمن کیساتھ ہیں کوشش کررہے ہیں کہ رومانیا کا تاج شاہ فرڈی ننڈ کے بڑے بھائی ولہیلم کو منتقل کیا جائے۔ جس نے جرمنوں کے ساتھ پیشقدمی کرتے ہوئے کرالوا میں عارضی وارث تاج و تخت ہونے کا دعوے کیا تھا۔

بظاہر جرمنی کی کوشش ختم ہوچکی ہے اب جارحانہ کارروائی میں وہ شدت نہیں ہے۔ اور فوجی جسمانی طور پر خستہ حال اور درماندہ ہورہے ہیں۔

امریکہ میں دھماکے۔ لنڈن ۱۲ دسمبر۔ نیویارک ٹورنٹ میں ایٹنا کیمیکل کمپنی کے کارخانہ میں جو دھماکا ہوا تھا۔ اور تین آدمی ہلاک ہوئے تھے۔ اسکے سلسلہ میں پٹسبرگ کے حکام نے ایک مشتبہ شخص کو گرفتار کیا ہے۔ اور دیگر تین اشخاص کی تلاش ہورہی ہے یقین کیا جاتا ہے کہ امریکہ کے سامان بارود سازی کے کارخانوں میں باقاعدہ طور پر ملازم جرمن ان دھماکوں کا باعث ہیں۔

نئی فرانسیسی وزارت انگلینڈ۔ لنڈن ۱۲ دسمبر پیرس نئی کیبنٹ میں ۱۰ ممبران ہونگے۔ ایک وار کمیٹی بنائی گئی ہے جو حسب ذیل اصحاب سے مشتمل ہے مسٹر برائینڈ وزیر اعظم۔ مسٹر رابٹ وزیر مال۔ جنرل لایاٹی وزیر جنگ۔ امیر البحر لاکازے وزیر بحری۔ موسیو تھامس وزیر سامان بارود۔ جنرل جافری بحیثیت سپہ سالار اعظم کے کمیٹی میں بحیثیت اصطلاحی فوجی مشیر کے شامل ہونگے۔ سڑکوں اور تجارتی جہازوں کے متعلق بھی اصطلاح اُڈائرکٹر مقرر کئے جائینگے۔ بعد کی خبر۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ جنرل نویلی شمال اور شمال مشرقی افواج کے کمانڈر انچیف مقرر کئے گئے ہیں۔

بعد کی خبر۔ پیرس۔ جنرل جافری فرانس اور بیرونی علاقہ جات کے سپہ سالار مقرر ہوئے ہیں۔ جنرل نیویلی غربی محاذ کے سپہ سالار ہیں۔

بعد کی خبر۔ پیرس۔ نئی وزارت مندرجہ ذیل اشخاص سے مشتمل ہے۔ موسیو برائینڈ وزیر اعظم اور وزیر خارجہ۔ موسیو ربٹ وزیر مال۔ موسیو وویانی وزیر انصاف ہے۔ درکس اور ولنٹر کمشن جنرل لایاٹی سابق گورنر مراکو وزیر جنگ۔ موسیو کلیمنٹل وزیر قومی اقتصادیات و تجارت موسیو ڈومرگو وزیر نوآبادیات۔ موسیو تھامس وزیر پیداوار جنگ۔ وائس امیر البحر لاکازے وزیر فوجی بہم رسانی سامان خوراک۔

سنگاپور میں آتش زدگی۔ سنگاپور کے ٹکسال گھر میں آگ لگ گئی۔ نقصان کا ٹھیک کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن عمارت کی قیمت ۱۰ لاکھ بتائی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ سہ شنبہ مؤرخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۱۶ء نمبر ۶۹

اسلام کا دائرہ بے حقیقت

کل بتاریخ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء اخبار الفضل مجریہ ۱۶ دسمبر ۱۹۱۶ء میری نظر سے گذرا۔ اس میں میاں بشیر احمد صاحب نے کفر و اسلام پر مضمون لکھا ہے۔ ایڈیٹر اخبار کی مدح سرائی کے علاوہ خود میاں صاحب موصوف نے اس میں محمودیوں کے طریق عمل کے مطابق تحدی بھی کی ہے۔ خیر ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ ہم نے تو حق طلبی کی بدولت اس مضمون پر ایک نظر ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ طوالت کے خوف سے سارا مضمون نقل نہیں کر سکتا۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ بڑے میاں صاحب کی طرح چھوٹے میاں صاحب بھی کس قدر متضاد باتیں لکھ جاتے ہیں۔

مضمون کی بنیاد خود انہی کے لفظوں میں یہ ہے "مضمون اول کے لئے سب سے پہلے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کے واسطے لفظ اسلام اپنے اندر ایک مفہوم رکھتا ہے یعنی اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا یا بالفاظ دیگر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا لفظ صرف اپنی حقیقت کے لحاظ سے مستعمل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مسلم کے نام سے موسوم نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی مذہب نے آنحضرت صلعم سے پہلے اسلام نام پایا" پھر لکھتے ہیں "اس کی وجہ یہی تھی کہ گذشتہ تمام مذاہب بوجہ قیود زمانی اور مکانی کے کامل نہ تھے اس لئے ان پر اسم ذات یا علم کے طور پر اسلام کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا۔ لیکن نبی کریم صلعم وہ مذہب لائے جو ان قیود سے آزاد ہے اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ہر جہت سے کامل شریعت ہے۔ اس لئے آپ کی بعثت سے یہ تبدیلی واقع ہوئی کہ آپ کا لایا ہوا مذہب نہ صرف حسب دستور سابق اپنی حقیقت کے لحاظ سے اسلام ہوا بلکہ علمیت کے طور پر اس کا نام بھی اسلام رکھا گیا" پھر لکھتے ہیں "گویا آپ کی بعثت کی وجہ سے اسلام کا لفظ دو معنوں میں استعمال ہونے لگا۔ ایک وہی پرانے حقیقی مفہوم کے لحاظ سے اور دوسرے بطور علم یعنی اسم ذات کے گویا

بجائے ایک کے دو دائرے قائم ہو گئے

ایک حقیقت کا۔ دوسرے علمیت کا۔ یہ یاد رہے کہ علمیت کے دائرہ پر زمانہ کا کوئی اثر نہیں۔ وہ اسی طرح قائم رہیگا جیسا کہ ایک دفعہ ہو چکا۔ یعنی آنحضرت صلعم کی طرف منسوب ہونے والی قوم ہمیشہ مسلمان کہلاتی رہے گی۔ اور جو کوئی بھی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھیگا۔ اس دائرہ کے اندر آ جائیگا۔ لیکن حقیقت کا دائرہ جو علمیت کے اندر ہے اس کا یہ حال نہیں"۔ پھر لکھتے ہیں "اس نے (مسیح موعود نے) مطابق سنت رسل پھر حقیقت اسلام کا دائرہ قائم کیا۔ اس لئے اب جو شخص اسکو قبول نہیں کرتا۔ اور اس کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ لیکن اگر وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ تو وہ علمیت کے دائرہ سے خارج نہیں"۔ پھر لکھتے ہیں "اور اگر کوئی یہ کہے کہ اصل چیز تو حقیقت ہے۔ علمیت کا دائرہ کوئی چیز نہیں تو میں اس سے متفق نہیں ہوں گا۔ کیا خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہونا۔ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین یقین کرنا۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام اور کامل شریعت جاننا اور اسلام جیسے پیارے نام کی طرف منسوب ہونا کچھ بھی نہیں" یہ ہے وہ اصول جس پر میاں صاحب نے اپنے مضمون کی بنیاد رکھی ہے میرے خیال میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی اس سے بڑھ کر ہتک کسی مسلمان کے قلم سے کبھی نہیں ہوئی۔ میاں صاحب نے اندھیر کر دیا اسلام کے دو دائرے قائم کر کے ایک کو حقیقی اسلام اور دوسرے کو محض علم یعنی برائے نام اسلام قرار دیا جس کے اندر کوئی حقیقت اسلام کی موجود نہیں۔ یعنی دوسرے بے حقیقت دائرہ میں کلمہ طیبہ کو رکھ دیا۔ جیسا کہ لکھتے ہیں "اس لئے اب جو شخص اسکو قبول نہیں کرتا اور اس کی تکذیب کرتا ہے۔ (یعنی مسیح موعود کی) وہ حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ لیکن اگر وہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہے تو وہ علمیت کے دائرہ سے خارج نہیں" گویا کلمہ پڑھنا اسلام کی حقیقت سے ایک خارج چیز ہے۔ پھر یہیں تک نہیں اس کی تفصیل بھی خود ہی فرما دی ہے۔ "اور اگر کوئی یہ کہے کہ اصل چیز تو حقیقت ہے۔ علمیت کا دائرہ کوئی چیز نہیں۔ تو میں اس سے متفق نہیں ہونگا۔ کیا خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہونا۔ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین یقین کرنا۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام اور کامل شریعت جاننا اور اسلام جیسے پیارے نام کی طرف منسوب ہونا کچھ بھی نہیں" گویا خدا کی توحید اور محمد رسول اللہ صلعم کو خاتم النبیین ماننا اور قرآن کریم کو خدا کا کلام اور کامل شریعت جاننا یہ سب حقیقت اسلام سے خارج ہے۔

میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے بڑھ کر اسلام کی توہین اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔

یہ چیزیں ہی اسلام کی جڑ اور بنیاد ہیں

انہی کو کہدیا کہ اسلام کی حقیقت سے ہی خارج ہیں۔ چلو چھٹی ہوئی۔ بڑے میاں صاحب نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو اسلام کے دائرہ سے خارج کیا تھا۔ چھوٹے میاں صاحب نے خود اسلام کو ہی اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیا۔ بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ۔

اور لطف یہ کہ دو دائرے ہی عجیب قسم کے بتے ہیں۔ ایک تو دائرہ حقیقت اور دوسرا دائرہ علمیت۔ گویا ایک حقیقی اسلام دوسرا غیر حقیقی اسلام۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلعم سے پہلے جو مذہب تھے وہ اپنی حقیقت کے رو سے اسلام تھے گو نام نہ تھا۔ محمد رسول اللہ صلعم کے وقت جب اسلام اپنی کامل شکل میں ظاہر ہو چکا تو اس کا نام اسلام صفاتی طور پر بتا دیا گیا کیونکہ اب وہ اپنی پوری شکل میں ظاہر ہو چکا تھا۔ خود میاں صاحب بھی مانتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں "اور آپ کی لائی ہوئی شریعت ہر جہت سے کامل شریعت ہے اس لئے آپ کی بعثت سے یہ تبدیلی واقع ہوئی کہ آپ کا لایا ہوا مذہب نہ صرف حسب دستور سابق اپنی حقیقت کے لحاظ سے اسلام ہوا۔ بلکہ علمیت کے طور پر اس کا نام بھی اسلام رکھا گیا" پس

اسلام کا نام

اسلام بلحاظ اس حقیقت اور مفہوم کے ہے۔ جو اس میں موجود ہے۔ اگر وہ حقیقت موجود نہ ہوگی تو وہ نام بھی نہ رہیگا۔ ایک چیز اسی وقت تک گرم کہلائیگی جب تک اس میں گرمی موجود ہے اگر گرمی زائل ہو جائیگی۔ تو وہ نام بھی زائل ہو جائیگا۔ کیا میاں صاحب کا یہ مطلب ہے کہ مذہب اسلام کا نام خدا تعالیٰ نے یونہی بے معنی طور پر رکھدیا ہے جیسے ماں باپ کسی بچے کا نام دیکھو یا بیچ رکھدیتے ہیں۔ یا کسی حقیقت پر یہ نام رکھا گیا۔ اگر کسی حقیقت پر یہ نام رکھا گیا ہے۔ تو جب وہ حقیقت اس میں سے زائل ہو جائیگی وہ نام بھی زائل ہو جائیگا۔ اور یہ نام اسی وقت تک بولا جائیگا جب تک کہ اس حقیقت کا کوئی نہ کوئی حصہ اس میں موجود ہے۔ مثلاً اسی وقت تک کسی چیز کو گرم کہا جائیگا جبتک کہ اس میں گرمی کا کچھ نہ کچھ جزو موجود ہے۔ جب گرمی بکلی اس میں سے زائل ہو جائیگی۔ تو اسے ہم ہرگز گرم نہیں کہہ سکتے۔ ہاں اگر ذرا بھی گرمی محسوس ہوگی تو ہم اسے گرم کہہ سکتے ہیں۔ آگے گرمی کے مختلف مراتب ہیں۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ اسی طرح اسلام کا لفظ اسی وقت تک کسی شخص پر چسپاں ہو سکتا ہے۔ جبتک کہ اس میں اسلام کی حقیقت کا کوئی نہ کوئی حصہ موجود ہے۔ اور اگر بکلی حقیقت اسلام اس میں سے زائل ہو چکی ہے۔ تو وہ مسلمان ہرگز نہیں۔

اسلام کا لفظ

کسی پر بولنے کے لئے کچھ نہ کچھ حقیقت اسلام کی اس کے اندر ہونی ضروری ہے۔ باقی اسلام کے کمال کے مختلف مدارج ہیں۔ کوئی کامل ہے کوئی ناقص ہے۔ یہ کہنا کہ مذہب اسلام کا نام اسلام خدا نے بے معنے طور پر رکھدیا ہے۔ خدائے قدوس کی توہین ہے گویا خدا نے یونہی ایک نام رکھدیا۔ جسکے اندر حقیقت کوئی نہیں یعنی مذہب اسلام درحقیقت اس نام کا مستحق نہ تھا۔ صرف یونہی نام رکھدیا گیا۔ جیسے کسی (شخص) کا نام رستم رکھدیا جائے خواہ وہ بزدل ہی ہو۔ اور اگر اسلام واقعی حقیقت اپنے اندر رکھتا ہے اور اس کا نام اسم بامسمیٰ ہے۔ تو پھر

دائرہ علمیت اور حقیقت

ایک ہی چیز ہے۔ دو نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ خود ہی تو میاں صاحب لکھتے ہیں کہ شریعت کامل ہو گئی تو یہ نام رکھا گیا۔ یعنی کسی حقیقت کے ماتحت یہ نام رکھا گیا۔ پھر دائرہ علمیت کو حقیقت کے دائرہ سے الگ کرنا اور اسکو بڑا اور اسکو چھوٹا بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔ جیسا کہ لکھتے ہیں "لیکن حقیقت کا دائرہ علمیت کے دائرہ کے اندر ہے"

گویا جس مذہب کا نام اسلام رکھا گیا ہے اس میں کچھ تو حقیقت ہے اور کچھ حقیقت نہیں ہے۔ یعنے اس میں کچھ بے حقیقت باتیں بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جن باتوں کی حقیقت کوئی نہیں وہ لغو ہوا کرتی ہیں تو گویا دائرہ حقیقت اور دائرہ لغویت کے مجموعہ کا نام اسلام ٹھہرا۔ خدا نے نہ صرف مذہب ہی مکمل کیا۔ بلکہ کچھ لغو اور بے حقیقت باتیں بھی بندوں پر بڑھا دیں۔ پھر وہ

لغو اور بے حقیقت بات

کیا ہے۔ سنو اور غور سے سنو۔ وہ ہے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" (نعوذ باللہ) ان لغو اور بے حقیقت باتوں کی تفصیل کیا ہے کہ "خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہونا۔ محمد رسول اللہ کو خاتم النبیین یقین کرنا۔ قرآن کریم کو خدا کا کلام اور کامل شریعت جاننا الخ" بقول میاں صاحب یہ سب باتیں دائرہ علمیت میں تو آتی ہیں مگر دائرہ حقیقت میں نہیں آتیں۔ یہ ہے وہ نکتہ معرفت اور راز سربستہ جو میاں بشیر احمد صاحب کے رشحات قلم سے ٹپکا ہے۔ اور جس پر ایڈیٹر الفضل نے سلطان القلم ابن سلطان القلم کا خطاب عنایت فرمایا ہے۔ سخن فہمی عالم بالا معلوم شد۔ خدا جانے مسیح موعود سے ان لوگوں کو کیا دشمنی ہے۔ آپ کا جو امتیازی لقب ہے وہ ایک نہایت ہی نامناسب موقعہ پر استعمال کر کے اس کی شوکت کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔ کجا امام مسیح موعود کا پرحکمت کلام۔ کہاں یہ مہمل اور بے تکی تحریر۔ کچھ تو سوچ کر زبان سے کلمہ نکالنا چاہئے۔ کہ یہ زد کہاں جا کر پڑیگی۔ الغرض یہ دائرے علمیت اور حقیقت اسلام کے خدا جانے ہمارے چھوٹے میاں صاحب کو کہاں سے سوجھ گئے ورنہ اس سے بڑھ کر بے معنی بات کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام ایک تو حقیقت ہے اور دوسرا ایک نام ہے جسکے اندر حقیقت کوئی نہیں۔ گویا جب اسلام کا لفظ بولا جاوے تو مخاطب پہلے سوچے کہ

یہ کونسا اسلام ہے

آیا وہ جس کے اندر حقیقت ہے۔ یا وہ جس کے اندر حقیقت نہیں۔ یا یوں سمجھو کہ یہ لفظ کبھی تو اپنے معنوں پر بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بے معنی بول دیا جاتا ہے۔ مگر جب لفظ کے معنے ہی کوئی نہیں تو اس کا مفہوم ہی کچھ نہیں ہو سکتا۔ شائد یوں کہدیا جائے کہ جیسے معنے بولا جاتا ہے۔ تو گو حقیقت سے تو الگ ہو جاتا ہے مگر اصطلاح میں اس سے یہ مراد لے لی جاتی ہے کہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا۔ اُن کو خاتم النبیین ماننا۔ خدا کو واحد جاننا۔ قرآن کو کامل کتاب ماننا وغیرہ وغیرہ تو پھر کولھو کے بیل کی طرح وہیں آن پہنچے کہ ان چیزوں پر ایمان لانا اسلام کی حقیقت کے دائرہ میں داخل نہ ٹھہرا۔ اب فرمائیے اس سے بڑھکر

خدا اور رسول اور قرآن کی ہتک

اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ معاذ اللہ ان چیزوں کو حقیقت اسلام سے ہی خارج قرار دیدیا جائے۔ نہ معلوم میاں صاحب نے کیسی بھول بھلیاں بنا رکھی ہیں۔ کہ ایک طرف تو پہلے نبیوں پر ایمان لانے کو اسلام کی حقیقت قرار دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں "نبی کریم صلعم کی بعثت سے پہلے کے واسطے لفظ "اسلام" اپنے اندر صرف ایک مفہوم رکھتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانا یا بالفاظ دیگر کہہ سکتے ہیں کہ اسلام کا لفظ صرف اپنی حقیقت کے لحاظ سے مستعمل تھا" مگر

محمد رسول اللہ صلعم

کے واسطے یہ حقیقت بدل یا برد ہو جاتی ہے۔ آپ پر ایمان لانے کو دائرہ حقیقت سے خارج تحریر فرماتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر حوالے بار بار نقل کر چکا ہوں۔ گویا آنحضرتؐ سے پہلے رسولوں پر ایمان لانا اسلام کی حقیقت میں داخل تھا۔ مگر آپ کی بعثت پر آپ پر ایمان لانا اسلام کی حقیقت سے خارج ہو گیا۔ یہ خوب عزت آنحضرت صلعم کی ہوئی۔ ایک شخص آپ پر ایمان لاتا ہے۔ مگر وہ صرف دائرہ علمیت میں داخل ہوتا ہے دائرہ حقیقت میں داخل نہیں ہوتا۔ گویا آپ پر ایمان لانا ایک بے حقیقت فعل ٹھہرا۔

آپ سے پہلے

تو رسول پر ایمان لاکر لوگ دائرہ حقیقت میں داخل ہو جایا کرتے تھے مگر آپ پر ایمان لاکر دائرہ حقیقت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ صرف دائرہ غلامیت میں ہی رہتے ہیں۔ کاش کہ میاں صاحب دائرہ حقیقت کی تفصیل کر دیتے۔ تاہم بھی سنتے کہ اسلام کی وہ کیا مخفی حقیقت ہے۔ جو میاں صاحب کے دماغ میں محفوظ ہے۔ ممکن ہے کہ میاں صاحب فرماویں کہ ہم بتا چکے ہیں کیونکہ ہم نے لکھدیا ہے "اور اس نے (مسیح موعود نے) مطابق سنت مرسلین حقیقت اسلام کا دائرہ قائم کیا۔ اسلئے اب جو شخص اس کو قبول نہیں کرتا۔ اور اس کی تکذیب کرتا ہے۔ وہ حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے"۔ تو گویا یہ ثابت ہوا کہ

مسیح موعود

پر ایمان لانا حقیقت اسلام ہے۔ مگر کیا عجیب بات ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا تو حقیقت اسلام سے خارج ہے۔ مگر مسیح موعود پر ایمان لانا عین حقیقت اسلام ہے۔ اس سے بڑھکر حتک آنحضرت صلعم کی اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ محمد رسول اللہ کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی کہ اُن پر ایمان لانا حقیقت اسلام ٹھہرتا۔ حالانکہ آپ سب سے مقدم مرسلین کو اس تاج بھی تھے مگر مسیح موعود کو یہ بات حاصل ہے کہ اُن پر ایمان لانا حقیقت اسلام ہے۔ ممکن ہے ہم کو یہ اس طرح دیدیا جائے کہ مطلب خاتم النبیین ہے۔ کہ مسیح موعود سے پہلے تو چونکہ محمد رسول اللہ پر ایمان لانا حقیقت اسلام تھا مگر اب نہیں کیونکہ مسیح موعود کے بعد منسوخ ہو گئے۔ اسلئے اُن کا انکار حقیقت اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اب محمد رسول اللہ پر ایمان لانا حقیقت اسلام میں داخل نہیں کرتا کیونکہ زمانہ ختم ہو گیا ہے

رسول اللہ

تک کہ سب اُن کو ثابت کرتی ہیں کہ مسیح موعود کو بھلا دیا گیا۔ اسلئے مسیح موعود پر ایمان لانا حقیقت اسلام ہے اور محمد رسول اللہ پر ایمان لانا خارج از حقیقت اسلام ہے۔ تو پھر صاف صاف کیوں نہیں کہتے۔ یہ دائرے کی کیوں بحث۔ کیوں بنائی ہے۔ مطلب تو اسی بات سے ہے کہ اس زمانہ کا رسول محمد رسول اللہ کو نہیں سمجھا جاتا۔ مسیح موعود کو سمجھا جاتا ہے کہ اُن پر ایمان لانا حقیقت اسلام کے دائرہ سے خارج ہے۔ چھوٹے میاں صاحب نے کالم کے کالم سیاہ کر کے کیا پایا؟ اسی بات کو جو سرتاسر میاں صاحب کے دماغ کی اختراع کردہ ہے۔ ایک شعر میں پیش کر دیا ہے

یہ رنگ کر خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را می شناسم

پھر محمد رسول اللہ صلعم تو پھر بھی ختم ہو چکے۔ تاہم بھی اُن پر ایمان لانے کو خارج از حقیقت اسلام کہہ دینا ہی بہت ہے۔ مگر

خدا کی توحید اور قرآن کریم

کے کتاب اللہ ہونے سے محمودیوں کو کیا انکار تھا۔ جو ان پر ایمان لانا بھی خارج از حقیقت اسلام قرار دیا۔ مسیح موعود کو اگر زمانہ کا رسول بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تو بہر حال انہوں نے خدا کی توحید ہی تو پیش کی تھی اُن کی کتاب بھی قرآن ہی ہے۔ چلو اس لیا کہ آسمان سے جو ہدایت لائے محمد رسول اللہ کا نعوذ باللہ حق نہیں کہ وہ کہیں کہ یہ وہ قرآن ہے جو مجھ پر نازل ہوا تھا۔ کیونکہ وہ تو آسمان پر چلا گیا تھا جسے ایک دوبارہ مسیح موعود لائے ہیں لیکن بہر حال کم سے کم یہ دونوں چیزیں تو حقیقت اسلام کے دائرہ کے اندر رہنی چاہئے تھیں۔ مگر نہیں جب خارج کرنے لگے تو پھر ایک دم کیا سرے سے سب کو ہی خارج کر دیا۔

دیکھنے یہ جو آ جائیں تو دریا ہی بہا دیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

مجھے میاں صاحب کے اس مضمون پر

ایک مصرعہ

یاد آگیا ہے جو اُن کے حسب حال ہے اور اُن کے تمام مضمون کا جواب ہے

یکے بر سر شاخ و بُن مے بُرید

خدا رحم کرے۔ جو اصول ہمارے چھوٹے میاں صاحب نے قائم کیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ اُس کی لغویت یہاں تک ہے کہ جس پہلو سے اُٹھا کر دیکھو بالکل مہمل اور بے معنی ہے۔ جتنا لکھ چکا ہوں یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اگر در خانہ کس است ہمیں حرف بس است۔ اگر اس کی کوئی نئی تشریح میاں صاحب موصوف نے فرمائی۔ تو پھر غور کر لیا جائیگا۔ والسلام

خاکسار۔ لبشارت احمد عفی عنہ۔

مدراس میں اشاعت اسلام

الحمد للہ کہ مسلمانوں کو اب کچھ کچھ اپنے مذہبی انحطاط کا بھی خیال ہونے لگا ہے۔ اور کہیں کہیں اپنے آپ کو سدھارنے اور دین حقہ کی اشاعت کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کئے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں سنا گیا ہے کہ مدراس کے مسلمانوں نے بہت سے مسلمان طلباء کی اپنے مذہب سے ناواقفیت اور بُری عادات کو دیکھکر اشاعت اسلام کے نام سے ایک انجمن قائم کی ہے جس کے اخراجات کے لئے کئی سر کردہ مسلمان سوداگروں نے بھاری رقوم پیش کی ہیں۔ اس انجمن نے جن ذرائع سے اپنی اغراض کو سر انجام دینا شروع کیا ہے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک ایسی جماعت کھولی جائیگی۔ جس میں سکول اور کالج کے طلباء کو اسلام کی تعلیم دیجائیگی یہ جماعت ہفتہ میں دو بار کھلا کریگی اور اس میں اسلامی علماء لیکچر دیا کرینگے۔ (۲) اُن طلباء کو جو گورنمنٹ سکولوں میں پڑھتے ہوئے عربی کا مضمون لینگے۔ خاص وظائف دئے جائینگے۔ (۳) دو تنخواہ دار واعظ مقرر کئے جائینگے۔ ان میں سے ایک مدراس میں اور دوسرا تامل میں وعظ کیا کریگا (۴) اس انجمن کیطرف سے کتب کی اشاعت کا بھی انتظام کیا جائیگا جن میں اسلام کے عقائد کی قابلیت کے ساتھ تشریح کی جائیگی۔ (۵) انجمن کے کام کی ایک ماہواری رپورٹ چھپا کریگی اور تمام ممبروں کے پاس بھیجی جایا کریگی"۔

ابھی تک یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ اس انجمن کی بنا رکھنے میں کن کن فدایان اسلام نے حصہ لیا ہے۔ اور کس کس نے اس پاک کام کو سر انجام دینا اپنے ذمہ لیا ہے۔ بہر حال جو کوئی بھی ہو۔ ایک نیک کام کیلئے قدم بڑھانا ہر طرح سے قابل مبارکباد ہے۔ اور ہم سمجھتے ہیں کہ اگر اس پاک کام کی سر انجام دہی میں ہمت۔ استقلال اور پوری مستعدی کے ساتھ کام لیا گیا۔ تو مسلمانوں کی فلاح کا وقت بہت جلد آ سکتا ہے۔

محمودی کذب بیانیاں

اس سے پیشتر لبا اوقات ان دروغ بیانیوں اور افترا پردازیوں کا پردہ فاش کیا جا چکا ہے۔ جو گروہ محمودیہ کا آئے دن کا طریق عمل ہے۔ ہم حیران ہیں۔ کہ اختلاف عقائد کے ساتھ جھوٹ اور افترا پر ان لوگوں نے کیوں کمر باندھ لی ہے۔ ابھی چند دن ہوئے۔ اخبار نور کے ایڈیٹر کے بعض اکاذیب پر روشنی ڈالی گئی تھی۔ اور بھی بیسیوں جھوٹ ہیں جن کا ہم پیشتر ازیں ذکر کر چکے ہیں۔ آج اسی ناگوار سلسلہ میں الفضل کی ایک تازہ دروغ بیانی پر ہم روشنی ڈالنا چاہتے ہیں وھو ھذا:-

الفضل مورخہ ۲۰۔ نومبر ۱۹۲۶ء میں صفحہ ۹ "خواجہ کمال الدین صاحب کے نگران" کے عنوان سے ایک یہ اطلاع شائع ہوئی تھی۔ کہ "بابو محمد عثمان صاحب لکھنوی تحریر فرماتے ہیں:- ہمارے شہر کے نوجوان مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی فرمانے لگے کہ افسوس مسٹر احسان الرحمن صاحب طالب علم بیرسٹری کے ہمراہ جو تینوں کتابیں خواجہ صاحب کے لئے روانہ کی تھیں وہ جہاز عربیا کے ڈوبنے کی وجہ سے تلف ہو گئیں اور خواجہ تک نہ پہنچ سکیں۔ راقم سطور ہذا کا خیال ہے کہ مولانا نے یہ کتابیں خواجہ صاحب کے لئے اس لئے روانہ کی ہونگی تاکہ وہ احمدیت سے کھلم کھلا علیحدہ ہو جائے ورنہ کجا مولانا اور کجا خواجہ صاحب کو کتب روانہ کرنا۔

اسی سلسلہ کلام میں نوجوان مولوی فرمانے لگے۔ کہ میری غرض مسٹر موصوف کے روانہ کرنے سے یہ بھی تھی۔ کہ وہ خواجہ صاحب کا ہاتھ بٹائیں کیونکہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی واپس آنے والے ہیں اور اس طرح خواجہ صاحب بالکل تنہا رہ جائینگے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ خواجہ صاحب مطلق العنان ہو کر وہاں رہیں۔ اور تبلیغ کریں۔ کوئی نہ کوئی نگران رہنا چاہئے"۔

اس تحریر کے شائع ہونے پر ہم نے ایک خط مولوی عبدالباری صاحب کے نام بھیجکر ان سے یہ دریافت کیا کہ الفضل کے بیان کہاں تک صحیح ہیں۔ اس کا جو کچھ جواب مولوی صاحب موصوف کی طرف سے موصول ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔

خط مولوی عبدالباری صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً و مسلماً مکرمی دام مجدہ۔ بعد ما وجب آنکہ عزیزم شیخ احسان الرحمن صاحب ایک انگریزی خوان نوجوان طالب علم ہیں۔ اُن کو احکام شریعت سے جیسی واقفیت ہوتی ہے آپ سے پوشیدہ نہیں ہے وہ کیا نگرانی کرتے۔ علاوہ اسکے جب خود اپنی سند بیرسٹری کی فکر میں ہونگے۔ اور پھر خواجہ کمال الدین صاحب کی نگرانی۔ انکی انکو کیوں فکر ہونے لگی۔ کیونکہ خواجہ صاحب خود بھی اپنے اظہار کے موافق جو تعلیم کرینگے وہ موافق احکام حقہ شریعت محمدیہ کے ہونگی۔ اس کے خلاف کی نگرانی تو تمام اہل اسلام پر لازم ہے۔ اس میں عزیز موصوف کی کیا تخصیص ہے۔ ہاں وہ ایک سعادتمند اور جوان صالح طلبہ سے ہیں جن سے توقع ہے کہ وہ ہر نیک بات میں اعانت کریں جیسا کہ برادرم شیخ مشیر حسین صاحب ہیں۔ مگر آپ خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ایک طالب علم کتنی فرصت انکو ملسکتی ہے۔ کہ وہ اشاعت اسلام کی تحریک میں ہاتھ بٹائے اگر ایسا وہ کریں تو بڑی مسرت کی بات ہے میں ہر مسلم سے نصیحت کرتا ہوں کہ تا بہ امکان تائید اسلام سے غافل نہ ہوں اُن سے بھی اسکی نصیحت کی ہے اور یہ بھی کہدیا تھا۔ کہ دیکھنا خواجہ کا طریقہ اشاعت اسلام کیا ہے تاکہ ہم لوگوں کو اطمینان رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ سوائے تعلیم محمدیہ کے کسی قسم کی تعلیم کی اشاعت نہ ہو۔ اسکے لئے چاہئے کوئی نگران مقرر کیا جاوے یا نہ کیا جاوے سب نگران ہیں مگر جو واقعہ میری طرف سے مذکور ہے وہ اسکے علاوہ اگر کوئی مقصد رکھتا ہے تو غلط ہے۔ نہ میں نے کسی کو خواجہ کمال الدین صاحب پر مخصوص نگران مقرر کیا ہے نہ عزیز موصوف میرے نزدیک اسکی پوری صلاحیت رکھتے ہیں عزیز موصوف کے ہمراہ جو کتب بھیجی تھیں وہ جہاز کے غرق ہونے سے مجھے افسوس ہوا وہ عزیز موصوف ہی کے مطالعہ کی غرض سے اُنکے ہمراہ کی گئی تھیں جن میں سے شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی تھی اور شرح مثنوی مولانا بحر العلوم قدس سرہٗ اور تفسیر قرآن شریف مؤلفہ مولانا فخر الدین فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ کوئی کتاب میں نے خواجہ کمال الدین صاحب کے لئے نہیں دی تھی یہ سراسر غلط ہے۔ فقیر قیام الدین عبدالباری۔ ۱۱ دسمبر ۱۹۲۶ء

اب اس میں صاف طور پر مولوی عبدالباری صاحب نے نامہ نگار الفضل میاں محمد عثمان کی تغلیط کی ہے۔ اس سے پیشتر بھی میاں محمد عثمان نے مکرمی ڈاکٹر محمد عمر صاحب کے متعلق ایک جھوٹ بولا تھا جس سے ڈاکٹر صاحب موصوف کے محمودیت کی طرف رجحان رکھنے کی بو آتی تھی لیکن الحمد للہ کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے اسکی خود ہی تردید فرمادی۔ تعجب ہے کہ رات دن ایسے کھلے اکاذیب کے باوجود میاں صاحب اپنے مریدین کو ڈانٹتے نہیں لیکن شائد مریدین کی ایسی حرکات خود پیر کے روحانی اثر کا نتیجہ ہوں تو پھر ایسی صورت میں وہ کیسے انہیں اس بات سے روک سکتے ہیں۔ جس پر خود اُن کا عمل ہو۔ کیا حق بین اور اہل نظر اصحاب اس بات سے ہی صدق و کذب میں فرق نہیں کر سکتے؟

مُباحثہ لکھنؤ کا فیصلہ

کسی گذشتہ اشاعت میں ناظرین کرام سُن چکے ہیں کہ لکھنؤ میں ہمارے مبلغین جناب میرزا خدابخش صاحب و حکیم مرہم عیسےٰ صاحب کو وہاں کے محمودیوں سے مباحثہ پیش آیا تھا۔ جسکے منصف پادری جوالا سنگھ صاحب اور ڈاکٹر محمد عمر صاحب کو بنایا گیا۔ محمودیوں نے تو چھپوا کر اس مباحثہ کی رپورٹ مرتب کر کے پادری صاحب کے دستخطوں سے الفضل میں چھپوا بھی دی۔ لیکن آج ہمیں ڈاکٹر محمد عمر صاحب کا ایک کارڈ موصول ہوا ہے جس میں انہوں نے ذیل کی سطور کو شائع کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ:-

عزیزم مولوی محمد عثمان صاحب برادرم نے ایک مباحثہ کے حالات الفضل کے کسی پرچے میں طبع کرائے ہیں۔ جس پر مخدومی پادری جوالا سنگھ صاحب کے دستخط ثبت ہیں۔ مگر پادری صاحب نے مجھکو لکھدیا کہ میں آپ کو مطلع کروں کہ وہ دستخط اس وقت تک کالعدم سمجھے جائیں جب تک میرے دستخط اس پر نہ ہوں۔ فقط

غُسل المُصَفّٰی مہدی اور مسیح علیہ السلام کی آمد کی نسبت رپورٹ [illegible] اور کامل تحقیقات اور سیر کن بحث اگر دیکھنی ہو۔ تو [illegible] صفحے منگا کر لطف اُٹھاؤ۔ کوئی حدیث اور آثار نہیں ہے۔ جو اس میں دلائل مصنف نے ذکر کر کے اُن میں تمام مباحث کا فیصلہ نہ کیا ہو۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ مجلد [illegible] غیر مجلد [illegible] ملنے کا پتہ:- دفتر پیغام صلح لاہور

پروگرام جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۶ء - بروز دوشنبہ

پہلا اجلاس ۱۱ سے ۱½ بجے تک

تلاوت قرآن مجید — ۱۱ سے ۱۱¼ بجے تک
نعت — ۱۱¼ سے ۱۱½ بجے تک
فضائل حضرت مسیح موعود — حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی — ۱۱½ سے ۱½ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲½ سے ۵ بجے تک

تنقیح مباحثہ شملہ — ابو عبد الحق صاحب شملوی — ۲½ سے ۳ بجے تک
موجودہ اختلافات عقائد — حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے — ۳ سے ۵ بجے تک
تقریر کے متعلق سوالات کے جواب — ۵ سے ۵¾ بجے تک

۲۶ دسمبر بروز سہ شنبہ

پہلا اجلاس ۱۰ سے ۱ بجے تک

تلاوت قرآن مجید و نعت — حکیم اللہ یار صاحب جوگی المتخلص وصل — ۱۰ سے ۱۰½ بجے تک
تقریر — سید مدثر شاہ صاحب پشاوری — ۱۰½ سے ۱۱¼ بجے تک
حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک ثبوت — مولوی مصطفےٰ خاں صاحب بی اے — ۱۱¼ سے ۱۲½ بجے تک
تقریر کے متعلق سوالات کے جواب — ۱۲½ سے ۱ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲ سے ۵½ بجے تک

نظم آئینہ عبرت — سید مسعود شاہ صاحب جموں — ۲ سے ۲½ بجے تک
لیکچر — ماسٹر غلام محمد صاحب بی۔ اے — ۲½ سے ۳ بجے تک
وعظ — خلیفۃ المسیح حضرت مولانا مولوی غلام حسن خانصاحب پشاوری — ۳ سے ۴ بجے تک
سلسلہ احمدیہ کی حقیقت — حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے — ۴ سے ۵½ بجے تک
کانفرنس انجمنہائے احمدیہ — ۷½ سے ۹ بجے شام تک

۲۷ دسمبر - بروز چہار شنبہ

پہلا اجلاس ۱۰ سے ۱½ بجے تک

حاجی الحرمین الشریفین خلیفۃ المسیح حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام کا مضمون — ۱۰ سے ۱۱½ بجے تک
فضائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم — حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی — ۱۱½ سے ۱ بجے تک

دوسرا اجلاس ۲ سے ۵½ بجے تک

نظم — حکیم اللہ یار خاں صاحب جوگی المتخلص وصل — ۲ سے ۲½ بجے تک
رپورٹ سالانہ انجمن — سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور — ۲½ سے ۳½ بجے تک
ہمیں کیا کرنا چاہئے — حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے — ۳½ سے ۵½ بجے تک

۲۸ دسمبر - بروز پنجشنبہ

اجلاس ۱۰ سے ۳ بجے تک

کفارہ — شیخ فیروز الدین صاحب نومسلم — ۱۰ سے ۱۰½ بجے تک
امام زمان — ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب — ۱۰½ سے ۱۱½ بجے تک
تخلیق کائنات اور وید — مولوی عبد الحق صاحب ودیارتھی — ۱۱½ سے ۱۲ بجے تک
تقریر کے متعلق سوالات کے جواب — ۱۲ سے ۱۲½ بجے تک
حضرت مولانا مولوی صدر الدین صاحب بی اے۔ بی ٹی۔ مبلغ اسلام کا مضمون — ۱۲½ سے ۱ بجے تک
اسلام اور غیر مذاہب — حضرت امیر مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے — ۱ سے ۲½ بجے تک
تقریر کے متعلق سوالات کے جواب — ۲½ سے ۳ بجے تک

المشتہر

میرزا یعقوب بیگ۔ ایل۔ ایم۔ ایس آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

مراسلات

بمبئی سے ایک چٹھی ایڈیٹر الفضل کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادرم ایڈیٹر پیغام صلح! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔
آج ایک خط بنام ایڈیٹر الفضل قادیان بھیجا ہے اس کی پریس کاپی اس خط میں ملفوف ہے آپ اس کو اخبار پیغام صلح میں چھاپ کر مشکور فرماویں۔
خاکسار - اسمٰعیل آدم بمبئی ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء

بمبئی ۱۳ دسمبر ۱۹۱۶ء

بخدمت جناب ایڈیٹر اخبار الفضل قادیان۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ قبل اس کے ایک مضمون مورخہ ۱۹ نومبر ۱۹۱۶ء کے روز جناب کی خدمت میں برائے اشاعت اخبار روانہ کیا تھا۔ مگر افسوس کہ آجتک شائع نہ ہوا۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے اپنے رویہ میں بھی کوئی تبدیلی نہیں کی نہ فاروق نے۔ نہ تشحیذ نے۔ وہی بات حقیقی نبی۔ کامل نبی۔ مستقل نبی حضرت اقدس مسیح موعود کو منوانے کیلئے سرتوڑ کوشش کی جاتی ہے۔ اور حضرت اقدس کے کلمات کو توڑ مروڑ کر اپنی تائید میں پیش کیا جاتا ہے۔ آج میرے پاس اخبار الفضل نمبر ۴۵ مورخہ ۹ دسمبر ہے۔ اور فاروق کا آخری پرچہ جس میں میاں سعدی کا مضمون ہے وہی مضامین دہرائے جاتے ہیں جو کہ شروع سے کہتے آئے ہیں۔ پھر حضرت اقدس کے کلمات پیش کرکے سوال کیا جاتا ہے۔ کہ بتاؤ کون سچا ہے اور اس کا کیا جواب ہے۔ یہ سوال ان لوگوں سے پوچھا جاتا ہے جو حضرت اقدس کو حقیقی نبی۔ کامل نبی۔ مستقل نبی کہنے کے خلاف ہیں۔ جناب عالی۔ یہ سوال تو خدا سے پوچھنا چاہئے۔ کہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کس لئے بنایا۔ اب بھی نشاید آپ نہ سمجھیں اس لئے میں ایک کھلی کھلی اور بین مثال پیش کرتا ہوں۔ خدا نے ابتدا سے سلسلہ حقیقی انبیاء کا شروع کیا۔ جو روحانی بادشاہ تھے۔ مگر اپنے ہی حلقہ میں جس طرح ہندوستان میں قبل سلطنت مغلیہ بہت سے راجہ تھے۔ جو جسمانی بادشاہ تھے۔ مگر اپنے اپنے حلقہ میں ہر ایک اُن میں کا ہز میجسٹی کے برابر تھا۔ پھر دہلی میں شہنشاہیت ہوئی جو ہز میجسٹی امپرر کے برابر تھی۔ تاہم بہت سے خود مختار ہز میجسٹی بھی موجود تھے۔ اب ہمارے بادشاہ کنگ جارج پنجم ہز میجسٹی کنگ امپرر ہیں اور حضور والا نے اسی شہنشاہیت کے مقام دہلی میں تمام اختیارات کے ساتھ حکومت کر رہے ہیں۔ لیکن کیا انکو کوئی ہز ہائی نس کہہ سکتا ہے۔ حضور ملک معظم کے ماتحت کئی فرمانروایان سلطنت ہیں کیا اُن کو کوئی ہز میجسٹی کہہ سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا دی دنیا کے نبی ہوئے۔ یا ایھا الناس انی رسول اللہ جمیعا اور خدا نے بنایا گویا ہز میجسٹی امپرر ان کے ماتحت ہز ہائی نس ہز رائل ہائی نس ہز ایکسلنسی ہو سکتے ہیں مگر کوئی ہز میجسٹی نہیں ہو سکتا خدا نے بنا دیا۔ تو خدا اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا۔ کیا ہز ایکسلنسی ان لوگوں پر حکومت نہیں کرتا۔ جو دوسرے ہز میجسٹی سے بڑھکر ہیں۔ دیکھو جاپان ہز میجسٹی اور چھوٹا۔ پھر دیکھو حضور نظام دکن ہز ہائی نس جو جاپان سے زمین کی پیمائش میں بڑا۔ آدمیوں کی آبادی میں بڑا۔ نتیجہ جو اس مثال سے نکلا وہ یہ ہے۔ اگر کوئی ہز میجسٹی (حقیقی نبی کامل نبی مستقل نبی) بننا چاہے۔ وہ ہز میجسٹی (حقیقی نبی) محمد رسول اللہ صلعم کا باغی ہوکر آزاد ہو جائے پھر وہ ہز میجسٹی بنے۔ یا جیلخانہ میں جائے۔ لیکن ہز میجسٹی محمد رسول اللہ کا پیارا اور منظور نظر ماتحت رہنا چاہتا ہے۔ تو ہز ہائی نس (ناقص نبی) ہز رائل ہائی نس (ظلی نبی) ہز ایکسلنسی (بروزی نبی) سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ جو اسکو ہز میجسٹی (حقیقی نبی) کہے وہ جھوٹا ہے۔

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائیگا خدا!

والسلام۔ خاکسار - اسمٰعیل آدم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۲۹ پنجشنبہ مورخہ ۲۱ ر دسمبر ۱۹۴۱ء نمبر

حضرت مسیح موعود کے ایک کشف کے متعلق ایک حلفیہ شہادت اور مولوی ثناء اللہ کی حیلہ سازی

جو لوگ خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو کر آتے ہیں ان کی زندگی میں جہاں بہت سے ایسے بیّن نشانات ظاہر ہوتے ہیں جو ایک ظاہر بین انسان کو بھی بشرطیکہ انصاف اور حق کا مادہ اس کے اندر ہو اُس کی صداقت کا مقر بنا دینے والے ہیں بعض باتیں ایسی بھی ظاہر ہوتی ہیں جنکو از قسم متشابہات کہا جائے۔ تو کچھ بیجا نہیں قرآن کریم اس پر شاہد ہے کہ اس کے اندر بھی محکمات کے ساتھ ساتھ متشابہات بھی موجود ہیں فرمایا۔ ھو الذی انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات - پھر وہ شخص جسے حق کو پانے کی سچی تڑپ ہو۔ اور تمام افراط و تفریط سے الگ ہو کر محض احقاق حق کو نصب العین بنائے۔ وہ حسب ارشاد کتاب اللہ محکمات پر ہی فیصلہ کا دار و مدار رکھتا ہے۔ اور متشابہات کو اُن کے ماتحت کرنا ضروری سمجھتا ہے۔ ورنہ بہت ہیں جن کی نظر محض متشابہات کی طرف ہوتی ہے اور محکمات سے وہ فائدہ اٹھانا نہیں چاہتے ہاں ان متشابہات کو مخالفت کے لئے ایک آڑ بنا کر وہ دنیا میں ایک فتنہ و فساد پھیلاتے اور لوگوں کو حق کی طرف آنے سے روکتے ہیں۔ فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ و ابتغاء تاویلہ۔ یہ دلوں میں کجی رکھنے والے لوگ ان متشابہات کے پیچھے لگ کر خود بھی فتنہ میں پڑ کر ہلاک ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی ہلاک کرنا چاہتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ کسی کی صداقت کو پرکھنے کے لئے بہترین راہ کونسی ہے جو ہمیں اختیار کرنی چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعویٰ ماموریت سے لیکر آخر وقت تک یعنی ۳۰ سال سے متجاوز عرصہ میں اپنی صداقت کے ثبوت میں قرآن کریم سے احادیث صحیحہ سے بیسیوں دلائل مخالفین کے سامنے پیش کئے بہت سے بیّن نشانات بھی اس عرصہ میں ظاہر ہوئے کئی ایک مخالفین بالمقابل کھڑے ہو کر اور مباہلہ کر کے اپنی ہلاکت سے خدا کے اس مامور کی صداقت پر مہر بھی لگا گئے۔ لیکن پھر بھی ... کے اندھیروں میں ... نادانی کرنے والوں نے اس آفتاب صداقت کے آگے اپنی آنکھوں کو بند کئے رکھا۔ اور چند متشابہات کو لیکر خدا کے اس مامور پر طعن کرنے اور اسکی تکذیب میں قدم بڑھانے کے سوائے حق طلبی و حق جوئی کی راہ سے عمداً گریز اختیار کیا۔

انہی لوگوں میں سے ایک مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی ہیں۔ جنکے بعض اعتراضات کا ہم اس سے پیشتر بھی جواب دے چکے ہیں۔ ابھی حال ہی کا تازہ واقعہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود کے ایک کشف پر جس میں اللہ تعالیٰ کو تمثل کے طور پر دیکھنے اور بعض کاغذات پر دستخط کرانے اور سرخی کے ان چھینٹوں کا ذکر ہے۔ جو اسی عالم کشف میں اللہ تعالیٰ نے اپنے قلم کو جھاڑ کر مادی رنگ میں بھی حضرت مسیح موعود اور مولوی عبداللہ صاحب سنوری کے کپڑوں پر نشان ہوئے اس پر حسب عادت خود تمسخر و استہزا سے کام لیا اور اسقدر بھی سمجھ نہ آئی کہ یہ ایک کشفی معاملہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بدیہی اور کشوف حقیقۃً ... محمول نہیں کئے جا سکتے بلکہ تعبیر طلب ہوتے ہیں۔ اور سرخی کے چھینٹوں کے مادی رنگ میں کپڑوں پر پڑنے سے کوئی کشف ... لازم آتا ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ظاہرا طور پر ایک نشان قائم کرنے اور مولوی عبداللہ صاحب کو شاہد ٹھہرانے کے لئے ایسا کر دیا ہو۔ مولوی ثناء اللہ کی غرض صداقت ... کا ہوتا۔ تو اول تو یہی نشان ان کی ہدایت کے لئے کافی تھا۔ اور اگر پورے طور پر یہ اسکی سمجھ میں نہ آسکتا تھا۔ تو بھی بہرحال یہ ایک کشف ہونا ہی اس امر کے لئے کافی تھا کہ وہ اس قسم کے متشابہات کے پیچھے کہ کشوف کے اندر ہوتے ہیں۔ پیچھے پڑنے اور ان سے ٹھوکر کھانے کے بجائے اصولی باتوں کی طرف آتا لیکن جیسے کہ قاعدہ ہے۔ اس نے وہی کیا۔ جو فاما الذین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ما تشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ کا تقاضا ہے۔ مولوی ثناء اللہ نے اس اعتراض پر اخبار الفضل نے پہلے تو خود لکھا۔ کہ۔

"اس (کپڑوں پر سرخی کے چھینٹے پڑنے کے) واقعہ کے شاہد سے حلفاً مولوی ثناء اللہ دریافت کر سکتے ہیں اور اگر وہ اسکو فرضی اور محض افتراء الیقین کرتے ہیں۔ تو اُن کو چاہئے۔ کہ اہلحدیث میں اپنے ایمان کے ثبوت میں حلف لعنۃ اللہ علی الکاذبین شائع کر دیں۔ خدا تعالیٰ خود ہی جھوٹے اور سچے میں امتیاز کر دیگا۔ ورنہ یہ سمجھا جائیگا کہ وہ دل سے اس واقعہ کی صداقت کے قائل ہیں۔ اور بظاہر ایک منافقانہ طرز اختیار کی ہوئی ہے۔" (الفضل ۲۹ جولائی ۱۹۴۱ء)

اور پھر خود مولوی عبداللہ صاحب سنوری کی حلفیہ شہادت بھی شائع کی جو حسب ذیل ہے:-

میاں عبداللہ صاحب کی شہادت

"رمضان شریف میں یہ عاجز حاضر خدمت سراپا برکت تھا۔ کہ آخری عشرہ میں ۲۷ تاریخ کو جمعہ تھا۔ اس جمعہ کی صبح کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس حسب معمول حجرہ مذکور میں جا کر چارپائی پر لیٹ گئے۔ اور یہ عاجز پاس بیٹھ کر حسب معمول پاؤں مبارک دبانے لگ گیا۔ حتیٰ کہ آفتاب نکل آیا۔ اور حجرہ میں بھی روشنی ہو گئی۔

حضرت اقدس اس وقت کروٹ کے بل لیٹے ہوئے تھے۔ اور منہ مبارک پر اپنا ہاتھ کہنی کی جگہ سے رکھا ہوا تھا۔ میرے دل میں اُسوقت بڑے سرور اور ذوق سے یہ خیالات موجزن تھے۔ کہ

میں کیا خوش نصیب ہوں۔ کیا ہی عمدہ موقعہ اللہ سبحانہ تعالےٰ نے مجھے دیا ہے کہ مہینوں میں مہینہ مبارک رمضان شریف کا ہے اور تاریخ بھی جو ۲۷ ہے۔ مبارک ہے۔ اور عشرہ بھی مبارک ہے۔ اور دن بھی جمعہ ہے جو نہایت مبارک ہے۔ اور جس شخص کے پاس بیٹھا ہوں وہ بھی نہایت مبارک ہے۔ اللہ اکبر کسقدر برکتیں آج میرے لئے جمع ہیں اگر خداوند کریم اس وقت کوئی نشان حضرت اقدس کا مجھے دکھلا دے تو کیا بعید ہے۔

میں اسی سرور میں تھا اور پاؤں ٹخنہ کے قریب سے دبا رہا تھا۔ کہ یکایک حضرت اقدس کے بدن مبارک پر لرزہ سا محسوس ہوا۔ اس لرزہ کے ساتھ ہی حضور نے اپنا ہاتھ مبارک منہ پر سے اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ اُسوقت آپ کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ شاید جاری بھی تھے۔ اور پھر اسی طرح منہ پر ہاتھ رکھ کر لیٹے رہے جب میری نظر ٹخنہ پر پڑی۔ تو اس پر ایک قطرہ سرخی کا جو پھیلا ہوا نہ تھا۔ بلکہ بستہ تھا۔ مجھے دکھلائی دیا۔ میں نے اپنی شہادت کی انگلی کا پورہ اس قطرہ پر رکھا۔ تو وہ پھیل گیا۔ اور سرخی میری انگلی کو بھی لگ گئی اس پر میں حیران ہوا۔ اور میرے دل میں یہ آیت گذری۔ صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ - نیز یہ بھی دل میں گذرا کہ اگر یہ اللہ کا رنگ ہے تو شاید اس میں خوشبو بھی ہو۔ چنانچہ میں نے اپنی انگلی سونگھی مگر خوشبو وغیرہ کچھ نہ تھی۔ پھر میں ٹخنہ کی طرف سے ... جانے لگا۔ تو حضرت اقدس کے کرتہ پر بھی ... سرخی کے گیلے گیلے دیکھے۔ جسکو نہایت تعجب ہوا اور میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور حجرہ کی ہر جگہ کو خوب اچھی طرح دیکھا۔ مگر مجھے سرخی کا کوئی نشان حجرہ کے اندر نہ ملا۔ آخر حیران سا ہو کر بیٹھ گیا۔ اور بدستور پاؤں دبانے لگ گیا۔ حضرت صاحب منہ پر ہاتھ رکھے لیٹے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور پھر مسجد مبارک میں آ کر بیٹھ گئے یہ عاجز بدستور پھر کر دغیرہ دبانے لگ گیا۔

اُس وقت میں نے حضور سے عرض کی کہ حضور یہ سرخی کہاں سے گری۔ پہلے تو ٹال دیا۔ پھر اس عاجز کے اصرار پر وہ سارا واقعہ بیان فرما دیا جسکو حضرت اقدس تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں درج فرما چکے ہیں۔ مگر بیان کرنے سے پہلے اس عاجز کو رویت باری تعالیٰ کا مسئلہ اور کشفی امور کا خارج میں وجود پکڑنا حضرت محی الدین ابن عربی کے واقعات سنا کر خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کرا دیا تھا۔ کہ اس جہان میں کاملین کو بعض صفات الٰہیہ جمالی یا جلالی متمثل ہو کر دکھلائی جاتی ہیں پھر حضرت اقدس نے مجھے فرمایا۔ کہ آپ کے کپڑوں پر بھی کوئی قطرہ گرا ہے اپنے کپڑے ادھر اُدھر سے دیکھکر عرض کیا کہ حضرت میرے پر تو کوئی قطرہ نہیں ہے۔ فرمایا۔ اپنی ٹوپی پر دیکھو (جو سفید ململ کی تھی) دیکھو۔ میں نے ٹوپی اُتار کر دیکھی۔ تو ایک قطرہ اس پر بھی تھا۔ مجھے اسوقت بہت ہی خوشی ہوئی کہ میرے پر بھی ایک قطرہ خدا کی روشنائی کا گرا۔ اس عاجز نے وہ کرتہ جس پر سرخی گری تھی۔ تبرکاً حضرت اقدس سے با صرار تمام لے لیا۔ اس عہد پر کہ میں وصیت کر جاؤں گا۔ کہ میرے کفن کے ساتھ دفن کر دیا جائے کیونکہ حضرت اقدس اس وجہ سے اسے دینے سے انکار کرتے تھے۔ کہ میرے اور آپ کے بعد اس سے شرک پھیلے گا۔ اور لوگ اسکو زیارت گاہ بنا لیں گے۔ اور اسکی پوجا شروع ہو جائیگی۔ غرضیکہ بہت ہی رد و قدح کے بعد دیا جو میرے پاس اسوقت تک موجود ہے اور سرخی کے نشان اسوقت تک بلا کم و کاست بعینہٖ موجود ہیں۔

یہ ہے میری عینی شہادت! اگر میں نے جھوٹ بولا ہو۔ تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین کی وعید کافی ہے۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اور اُسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے لکھا ہے سراسر سچ ہے۔ اگر جھوٹ ہو۔ تو مجھ پر خدا کی لعنت! لعنت!! لعنت!!! مجھ پر خدا کا غضب! غضب!! غضب!!!

عاجز عبداللہ سنوری۔"

اس قدر حلفیہ شہادت شائع کر چکنے کے بعد مولوی عبداللہ صاحب نے یہ بھی اعلان کیا۔ کہ

"اس کشف کے متعلق ثناء اللہ کے روبرو مجمع عام میں جس جگہ ثناء اللہ چاہے اور جن الفاظ میں چاہے یہ عاجز قسم کھانے کو تیار ہے۔ نیز یہ عاجز مباہلہ کے لئے بھی حاضر ہے غرضیکہ وہ جس طرح بھی چاہے اطمینان کرلے۔"

اس اعلان کے بعد مولوی ثناء اللہ کے اسکو منظور کر لینے پر ہمارے محمودی دوستوں کی طرف سے جو کچھ کارروائی ہوئی۔ اور مولوی ثناء اللہ نے اس بارہ میں جس حیلہ سازی سے کام لیا۔ اور میاں صاحب نے اپنے اصولوں کے برخلاف جو کچھ اُنکے مریدین کی طرف سے انہیں جواب دیا گیا .... اسے ہم آئندہ اشاعت میں بالتفصیل لکھینگے (انشاء اللہ تعالےٰ)۔

محمودیوں اور سُنیوں میں مقدمہ

اخبارات میں ان دنوں ایک خبر شائع ہوئی ہے۔ جس میں پٹنہ ہائیکورٹ کے ایک مقدمہ کی جو وہاں محمودیوں اور سُنیوں کے مابین چل رہا ہے روئیداد دی ہے جو بلفظہٖ حسب ذیل ہے:-

"پٹنہ ہائیکورٹ میں ... اور ... نے ایک ... اہلحدیث ... کا ... شروع کر دیا ہے جس میں قادیان کے احمدیوں کے حقوق کا سوال اٹھایا گیا ہے۔ اپیل کرنے والوں نے سب جج ... کی عدالت میں یہ دعویٰ دائر کیا تھا۔ کہ حنفی مسلمان ... مسجد میں انکو نماز پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ ان کے مخالف کہتے ہیں کہ یہ لوگ کافر ہیں یہ مسجد میں نہیں جا سکتے۔ قانونی ... نہیں کئے گئے ہیں جج نے اس دعوے کو خارج کر دیا۔ ڈسٹرکٹ جج نے دعوے خارج کر دیا۔ مگر انکو مسلمان تسلیم کر لیا ... بیان کیا کہ چونکہ ان کے اصول مذہب حنفی ... کے مخالف ہیں اسلئے ... مسجد میں نہیں جا سکتے۔ ... کہ قادیانی مذہب کی بناء ... سال ہوئے ... مرزا غلام احمد ... نے ... کیا ...

اس امر کی دعوت کرلی شروع کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قدرتی موت کے مطابق وفات پا گئے۔ ان کا مقبرہ کشمیر میں ہے۔ ان پر الہام ہوتا تھا۔ وہ خود بھی نبی ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں یہ وہی موعود مسیح ہیں۔ جنکے آنے کے متعلق پیشگوئی کی گئی ہے۔ سوائے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام انبیا سے افضل و اعلےٰ ہیں یہی وجوہ ہیں۔ جنکے باعث مسلمان ان قادیانیوں کو کافر خیال کرتے ہیں۔ اور یہ قادیانی باقی تمام مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں۔

مسٹر ظفر اللہ خان جناب چیف کورٹ نے قادیانیوں کی جانب سے پیش ہونے کی اجازت حاصل کر لی۔ انہوں نے کہا کہ جب ماتحت عدالتوں نے ان لوگوں کو مسلمان تسلیم کرلیا ہے اس لئے انکو اس نماز کی بھی اجازت دی جائے۔ مشہور رنگالی مقدمہ میں مسٹر امیر علی اور مسٹر جسٹس محمود کے فیصلہ پر انہوں نے اعتماد ظاہر کیا۔

آنریبل مسٹر مظہر الحق نے دوسری جانب سے ابتدائی مسائل پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی قوانین کے مطابق یہ لوگ مسلمان نہیں کہلائے جا سکتے۔ اس لئے ان کو وہ حق نہیں دیا جا سکتا۔ مقدمہ چل رہا ہے۔"

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کا تار اخبارات کے نام

اس مقدمہ کے ان حالات کے شائع ہونے پر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف سے ایک تار بنام انگریزی و اُردو اخبارات کے نام بھیجا گیا۔ اور اس میں بتایا گیا کہ:-

"سُنّی اور احمدیوں کے مقدمہ کے متعلق جو تار اخبارات میں شائع ہوا ہے اور مقدمہ جو پٹنہ ہائیکورٹ میں دائر ہے۔ اسکے سلسلہ میں میں اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ احمدی مسلمانوں سے جو یہ اعتقاد منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ رسول اکرم صلعم کو پیغمبر آخر الزمان نہیں خیال کرتے بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو پیغمبر مانتے ہیں۔ وہ دراصل احمدیوں کے ایک فرقہ کا عقیدہ ہے۔ دوسرا فرقہ جسکے ارکین مولوی سید محمد احسن جیسے لوگ ہیں۔ اور جو مرزا صاحب مرحوم کے قدیم پیروؤں میں سے ہیں۔ اس عقیدہ کی زور سے تردید کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس اعتقاد کی خود بانی فرقہ احمدی نے کبھی تعلیم نہیں کی۔ مؤخر الذکر پارٹی کی نیابت لاہور میں ایک انجمن کرتی ہے جو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام سے موسوم ہے اور اسکے اعلےٰ اراکین نے قادیان کے فرقہ کے اعتقاد کی تردید میں کتابیں اور رسالے شائع کئے ہیں۔ اول الذکر فرقہ جس کا صدر دفتر قادیان میں ہے اس باطل عقیدہ کے علاوہ تمام دنیائے اسلام کو کافر بتاتا ہے۔ میرا اعتقاد ہے کہ یہ تعلیم بانی فرقہ احمدیہ کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ جنہوں نے قطعی طور پر اپنی ایک تصنیف موسومہ تریاق القلوب میں لکھدیا ہے کہ کوئی مسلمان جو اُنکے انکار کرتا ہے کافر نہیں ہوسکتا۔ لاہوری فرقہ احمدی آنحضرت صلعم کو خاتم النبیین تسلیم کرتا ہے۔ اور اسکے ساتھ اسکا یہ بھی عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک مجدد تھے اور مسیح موعود اور مہدی بھی تھے لیکن پیغمبر نہیں تھے۔"

تقاریر جلسہ سالانہ

بعض احباب جو کسی معذوری کے باعث جلسہ سالانہ پر تشریف نہیں لا سکتے۔ وہ بذریعہ خطوط دریافت فرماتے ہیں کہ آیا جلسہ سالانہ کی تقاریر اخبار میں شائع ہونگی یا نہیں۔ جواباً گذارش ہے کہ انشاء اللہ جلسہ سالانہ کی تمام تقاریر رفتہ رفتہ اخبار میں شائع ہوتی رہینگی لیکن آپ یہ اطمینان ہوکر اپنی جگہ بیٹھے رہنا ٹھیک نہیں۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ خود یہاں آکر اصحاب مسیح کی محبت سے مستفید ہونے کے ساتھ اُن کے پاک کلام کو سُننا جن گوناگوں فوائد کا موجب ہوسکتا ہے۔ وہ دُور بیٹھے ہوئے کسی اور ذریعہ سے سُننے سے حاصل نہیں ہوسکتے۔ حتی الوسع کوشش کرنی چاہئیے کہ سب احباب جلسہ میں شریک ہوں۔ ہاں اگر کوئی ایسی ہی معذوری ہو۔ تو خیر۔ پھر وہ دوسرا ذریعہ یعنی اخبار تو ہے ہی۔ انشاء اللہ خدمت احباب سے کوتاہی نہیں ہوگی۔

آئندہ پرچہ ۲۲-۲۴ دسمبر کا پرچہ انکا ذیل شائع ہوگا۔

مراسلہ

"تنگدلی"

شکایت نیست مطلب نالہ آہنگ است نالم
ز دل تنگی نمے نالم دلم تنگ است می نالم

انسان کو خدا تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے بہت ہی نوازا ہے۔ اس پر اس قدر افضال و اکرام کئے ہیں کہ دوسری مخلوق پر اتنے الطاف اُسکے نظر نہیں آتے۔ جن کی غرض ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت نمائی کے لئے اور بڑے بڑے اسرار ظاہر کرنے کے لئے اس مشت خاک کو انتخاب فرمایا ہے۔ چنانچہ خدا کے قول کے علاوہ اُسکے فعل سے بھی یہ امر ہویدا ہورہا ہے۔ کہ واقعی اللہ تعالیٰ کا یہ اشرف مخلوق اسی کام کے لئے معرض ظہور میں آئی ہے۔ اس کا دماغ اور اس کی مختلف طاقتیں اور قوتیں رنگا رنگ اور خصلتیں اسی امر کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ فرشتوں کے نقطۂ خیال میں گو یہ مخلوق ارضی ہونے کے باعث اسقدر بلند پروازی کے قابل نہ تھی۔ مگر خدائی قانون یہی نظر آتا ہے۔ کہ وہ اُن سے ہی خدمات حصہ لیا کرتا ہے۔ کہ جو عام نظروں میں خدمات کرنے کے اہل نظر نہیں آتے۔ بنی امیہ جد امجد جناب ابو سفیان اور اُن کی اہلیہ نے جسقدر مقدس اسلام کے ملیا میٹ کرنے کے لئے زور لگایا۔ اُس سے تاریخ بین حضرات خاصی واقفیت رکھتے ہیں۔ ایسے ہی حضرت عمرؓ کو جسقدر کدورت مقدس اسلام سے ابتدا میں تھی۔ اُس کا حال بھی تاریخ کے اوراق ظاہر کرتے ہیں مگر کون کہہ سکتا تھا اور کس کو معلوم تھا۔ کہ عمرؓ ہی ایک وقت اسلام کی عزت و آبرو کا باعث اور اسکی اشاعت کا موجب ہوگا۔ جناب عمرؓ نے جسقدر اسلام کی خدمت کی اور جس دلسوزی سے مسلمانوں کی نصرت و حمایت کی اور جس زندہ دلی سے اپنی خلافت کے ایام میں تنگدلی کی گندی اور ناپاک اصل کا قلع قمع فرمایا۔ اُس نے آپ کی مبارک زندگی کے جوہر دل کو خوب ہی چمکایا ہے۔ عمرؓ ایک عظیم الشان خلیفہ فاتح روم و فارس اور شہنشاہ عرب و عجم کی حیثیت میں کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتا ہے۔ اور مسلمانوں کے محض فائدہ کے لئے بعض امور کا اظہار کرتا ہے لیکن مسلمان اُس میں خدا اور رسولؐ کے ارشادات کچھ ذرا بھی خلاف پاتے ہیں۔ تو صاف طور پر اُس کی تردید کرتے ہیں جسکو وہ نہایت فراخ حوصلے سے سُنتا ہے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہے۔ اپنی ذاتی وجاہت و عظمت کا مطلق خیال نہیں کرتا۔ ضد اور ہٹ سے کام نہیں لیتا۔ تنگدلی اور ترش مزاجی کو کام میں نہیں لاتا اور یوں ثابت کرتا ہے۔ کہ وہ باوجود خلیفہ عرب و شام اور سلطان و شہنشاہ ہونے کے اپنی حیثیت کیا سمجھتا تھا۔ کوئی ہے جو اِن امور پر غور کرے؟ وہ مسلمان کیسے دلیر تھے۔ اور کس قدر عزت خدا اور رسولؐ کے احکامات کی اُن کے قلوب میں تھی۔ کہ وہ بادشاہ وقت اور حاکم کے مُنہ سے بھی اُس کے خلاف سُننے کے روادار نہیں تھے۔ کیا ایسے دل اور قلب ہمارے سینوں میں بھی موجود ہیں۔ آہ! نہیں اور ہرگز نہیں۔ ہم میں تنگدلی اور بیجا عزتوں کے قائم کرنے کا شوق ہے۔ ہماری یہ خواہش ہے کہ ہم جس کی عزت کرنے کے متوالے ہیں اُسکو بام فلک پر چڑھا ہی دیں۔ خواہ اللہ تعالےٰ کے کلام کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودے کی عزت رہے یا نہ رہے۔

تاریخ یہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ خودی اور خود ستائی ہمیشہ باعث ہلاکت و تباہی ہوئی ہے۔ یزید ابن معاویہ۔ عبد اللہ بن زبیر مختار بن ابو عبیدہ۔ اور عبد الملک بن مروان میں جس قدر سیاسی جھگڑے ہوئی اور سینکڑوں مسلمانوں کے خون سے زمین کو سرخ کیا گیا۔ اس کا باعث یہی امور تھے۔ لیکن اس کے بعد بھی جب کبھی مسلمانوں نے اپنے فرائض منصبی کی طرف عنان توجہ کو مبذول کیا اور اسلام کی اعانت و حمایت کے لئے قدم اُٹھائے تو اُس نے تنگدلی کی مرض سے دُور رکھنے ہی کا اُن کو سبق پڑھایا۔ موسیٰ بن نصیر۔ طارق بن زیاد عقبہ بن نافع جیسے محب اسلام اور فراخ حوصلہ اسلام کے خادم میدان میں نکلے۔ اور ایسے کام کئے کہ امیر المؤمنین کی بھی تنگی نہیں نظر آتی۔ تنگدستی اسلام کی حد میں پہنچنے والا حضرت مسلم بن عبد الملک بن مروان بن حکم بن ابو العاص اور بن ولید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم کبھی ہمارے ہی بھائی بند تھے۔ اُن کے قول تو اسلام کی عزت و عظمت کے قائم کرنے اور اُس کی خوبی کا سکہ قلوب پر بٹھانے کا ذوق و شوق تھا۔ یہ لوگ دُنیا سے شرک و کفر۔ فسق و فجور اور تنگدلی کی تاریکی کو مٹانے کے لئے سعی بلیغ کرتے تھے۔ جو ہر ایک مسلمان کا فرض ہے۔ اور دراصل مسلمان وہی ہے۔ کہ جو تنگدلی کے خیالات سے بالکل بیچارہ ہے۔ اسوقت کے عیسائی اور دوسری قومیں تنگدلی سے کام لیکر اسلام کو مٹانا چاہتی تھیں۔ جسکے دُور کرنے کے لئے ہی اسلام کے فاتحین کو سعی کرنی پڑتی تھی۔ بنی اُمیہ نے ابتداء میں گو اسلام کے خلاف بہت ہی کچھ کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ عبد الملک بن مروان اور ولید بن عبد الملک نے جسقدر اسلام کی خدمت کی اُس سے وہ داغ ایسے ہی دُھل جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت عمرؓ کی سخت مخالفت و معاصرت اسلام کا اُن کی خدمت اسلام سے۔ جس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر ایک وقت غلطی اور ناسمجھی کی بنا پر تنگدلی کے گندے نمونے ظاہر کئے گئے ہیں۔ تو آئندہ کو اسکی اصلاح کرنی لازمی ہے۔ اسلام تنگدلی کے سخت خلاف ہے وہ ہر ایک مسلمان میں ایسے ہی اخلاق فاضلہ کی روح پھونکنا چاہتا ہے کہ جو ذات احدیت سے ظاہر ہورہے ہیں خدا کی رحمت اور اُس کا فضل ہر جگہ کام کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ اپنا مینہ سب پر برساتا ہے رزق سب کو دیتا ہے۔ دنیاوی عزت سلطنت و حکومت۔ تاج و افسر ہر ایک قوم کو اُس نے دینے سے کب فرق کیا۔ یہ الگ امر ہے۔ کہ انسان نے اُسکے دیئے کی قدر نہ کرکے اُس کی مخلوق سے تنگدلی کا برتاؤ کرکے اُسکی عزت نہ کی۔ تنگدلی دراصل سب عیبوں سے بڑھکر ہے۔ جس میں یہ مرض ہے اُس کو اس کا علاج کرنا چاہئیے۔ اے انسان! تو آخر انسان ہے۔ جس میں دو اُنس جمع ہیں۔ ایک اللہ تعالےٰ سے جس کے لئے قرآن کریم نے تجھکو یہ سمجھایا ہے۔ کہ وہ اُنس اشد ہونا چاہئیے۔ دوسرا نوع انسان سے یعنے اُس کی بہتری و بہبودی اور نفع رسانی کے لئے تو ہمیشہ ساعی رہے اگر تجھ میں یہ عیب ہوا کہ جسکو تنگدلی کہتے ہیں تو تُو اُس نیک کام سے محروم رہیگا۔ کہ جسکے لئے خدا نے تجھکو دُنیا میں بھیجا ہے۔ اس لئے تو دل کو تنگدلی کے گند سے پاک کر اور نوع انسان سے اُلفت و شفقت کرنے کا وہی طریق اختیار کر جو اسلام نے تجھکو سکھلایا ہے۔ ذاتی عزت فخر و بڑائی کے خیال میں محو نہ ہو۔ بلکہ خدمت قوم کرنے کو فرض منصبی جان۔ اور دُنیا میں اُس مذہب کی اشاعت کے لئے تیار ہو کہ جو اس قدر فراخدلی کی تعلیم دیتا ہے کہ غلاموں کو آقا بنا کر دکھلاتا ہے۔ طارق بن زیاد کون تھے۔ جناب موسیٰ بن نصیر کے آزاد غلام۔ اور جناب موسیٰ کے والد حضرت نصیر کون تھے جناب عبد العزیز والئ مصر کے غلام۔ لیکن اسلام نے اُن کو گورنر جیسے اور سپہ سالار جیسے عہدوں پر ممتاز کرکے یہ دکھلایا کہ اسلام دنیا میں انسانیت کی حقیقت ظاہر کرنے کا موجب ہے۔ مبارک وہ جو اسکو سمجھنے کی سعی کرے۔ خاکسار محمد حسین۔ لاہور چھاؤنی۔

فہرست چندہ بابت تبلیغ اسلام بلاد غربیہ

(از احباب شملہ)

معرفت شیخ اللہ دین صاحب کمپازیٹر

نام	رقم
جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب دفتر کامرس اینڈ انڈسٹری	صہ
شیخ اسلام الدین صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	عگار
خواجہ خضر محمد صاحب 〃 〃	عگار
بابو عبد الحق صاحب دفتر اگزیمینر آف اکونٹس	عہ
اہلیہ صاحبہ بابو عبد الحق صاحب 〃	عہ
بابو جھنڈو خان صاحب ریڈر گورنمنٹ سنٹرل پریس	۱۲ر
شیخ عزیز الدین صاحب ٹائپیسٹ 〃 〃	۱۲ر
ملک غلام محمد صاحب اسسٹنٹ فورمین 〃	۱۲ر
منشی محمد لطیف صاحب کمپازیٹر 〃	۱۲ر
شیخ اللہ دین صاحب 〃	۸ر
منشی کرم خان صاحب 〃	۱ر
مولوی عبد اللہ صاحب کاتب فوجی ریزا اخبار	۴ر
میزان کل	للعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

آزاد ہوں میرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

پیغام صلح

حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا ‌ ‌ مصطفیٰ مارا امام و پیشوا
اندرین آمدہ از مادریم ‌ ‌ ہم برین از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست ‌ ‌ بادۂ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام ‌ ‌ دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن ‌ ‌ جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام ‌ ‌ ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست ‌ ‌ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ‌ ‌ آں نہ از خود از ہماں جائے بود

ما از و یابیم ہر نور و کمال ‌ ‌ وصل دلدار ازل بے او محال
اقتدائے قول او در جان ماست ‌ ‌ ہر چہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد ‌ ‌ ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است ‌ ‌ منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اندر ہست ‌ ‌ منکر آں مورد لعن خدا ست
معجزات انبیائے سابقین ‌ ‌ آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ماست ‌ ‌ ہر کہ انکارے کند از اشقیاست
یکقدم دوری ازاں روشن کتاب ‌ ‌ نزد ما کفر است و خسران و تباب

ہفتہ میں تین بار یکشنبہ۔ سہ شنبہ اور پنجشنبہ کو شائع ہوتا ہے

قیمت سالانہ للعہ ششماہی سے سہ ماہی عہ

طلباء سے سالانہ للعہ

جلد ۴ | بمقام لاہور | یکشنبہ و سہ شنبہ مورخہ ۲۸ صفر ۲ و ۵ ربیع الاول ۱۳۳۵ ہجری المقدس مطابق ۲۴-۲۸-۳۱ دسمبر ۱۹۱۶ء | نمبر ۷۱-۷۲-۷۳

ضروری اعلان

ایھا الاحباب- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ سب صاحبان کو علم ہے۔ کہ ۱۹۱۴ء کے اوائل میں حضرت خلیفۃ المسیح مولوی نور الدین صاحب مرحوم کی وفات پر ہماری جماعت میں ایک اختلاف نمودار ہوا۔ اس وقت میں نے محض اتحاد جماعت قائم رکھنے کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ ہم سب لوگ صاحبزادہ محمود احمدؐ صاحب کی بیعت کرلیں۔ تاکہ وحدت قومی قائم رہے۔ مجھے اس وقت تک علم نہ تھا۔ کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد میں کوئی فساد ہوچکا ہے۔ اس لئے میں خود اس بات کا مجوز تھا کہ صاحبزادہ صاحب کو خلیفہ مقرر کیا جاوے۔ اس وقت جو کچھ اختلاف عقائد کا چرچا تھا اسکو میں نے اس وجہ سے کہ صاحبزادہ صاحب کے مضامین تشحیذ الاذہان وغیرہ میری نظر سے نہ گذرے تھے۔ ایک معمولی امر سمجھا بعد میں جب اس اختلاف نے ترقی کی۔ اور طرفین نے ایک دوسرے کے عقائد پر روشنی ڈالی۔ تو اس میں میری تحریروں کا حوالہ بھی دیا گیا یعنی ہمارے احباب لاہور نے اس بات کو پیش کیا۔ کہ میری تحریروں مثل سنۃ ضروریہ وغیرہ میں جو بعد وفات حضرت مسیح موعودؑ لکھی گئی تھی انہی عقائد کا اظہار ہے جو وہ رکھتے ہیں اس پر مجھے قادیان سے ایک خط اکمل صاحب کا آیا۔ جس میں اسی امر کی طرف توجہ دلاکر آخر پر یہ لکھا گیا تھا کہ تم اپنے عقائد کو تبدیل کرو۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی۔ کہ جب اس طرح پر مجھ جیسے لوگوں کو تبدیل عقائد کے لئے لکھا جاتا ہے تو بیچارے عوام الناس کا کیا حال ہوگا۔ وہ تو قادیان کے اخبارات کے رعب میں آکر خاموش ہو جاوینگے۔ اس کے بعد قادیان کے اخباروں میں غلو کی ترقی دیکھ کر میں نے اندر اندر ہی اصلاح کی کوشش کی۔ مگر میرے خطوط پر کوئی توجہ نہ ہوئی۔ دوسری طرف کچھ سوالات احباب کی طرف سے بکثرت مجھ پر شروع ہوگئے۔ اور رؤیائے صادقہ کے ذریعہ سے بھی مجھے ہدایت ہوئی کہ اب علے الاعلان صاحبزادہ صاحب کو سمجھانا ضروری ہے چنانچہ اس پر میں نے القول الممجد نام ایک رسالہ لکھا۔ جس میں میں نے دلائل سے ثابت کیا۔ کہ صاحبزادہ صاحب کے عقائد حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی کوئی توجہ نہ ہوئی۔ بلکہ بجائے اس کے مجھے وہی خطاب دئے گئے۔ جو ہمیشہ ایسے وقت میں حق کے لئے آواز اٹھانیوالوں کو دئے جاتے ہیں۔ کبھی یہ الزام لگایا گیا۔ کہ اس نے روپیہ لے لیا ہے حالانکہ مسیح موعودؑ کی زبان پر اللہ تعالےٰ نے میری نسبت شہادت دیدیکا ہے ؎

از برائش محمد احسن را ‌ ‌ تارک روزگار مے بینیم

یعنی مسیح موعودؑ کی حمایت اور تائید اور تصدیق کے لئے محمد احسن کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے ذریعہ معاش پر بھی لات ماردیگا۔ یہ میں محض تحدیث بالنعمۃ کے طور پر اور اس جھوٹے الزام کی وجہ سے یاد دلاتا ہوں جو مجھ پر عائد کیا گیا۔ پھر میری نسبت یہ مشہور کیا گیا۔ کہ میرے حواس ٹھیک نہیں رہے۔ اور اب تک چار پانچ ماہ سے میر ناصر نواب صاحب اسی خیال کو مختلف جماعتوں میں پھیلا رہے ہیں۔ ان باتوں کو میں محض اس لئے ذکر کرتا ہوں۔ کہ میری نصیحت کا اثر صاحبزادہ صاحب پر کچھ نہ ہوا اور نہ صرف میری کتاب کی طرف توجہ نہ کی۔ بلکہ جماعت کو بھی مختلف ذرائع سے اس کتاب کے پڑھنے سے روکا گیا۔

اب میں اپنی طرف سے اتمام حجت کرچکا۔ چونکہ حضرت مسیح موعودؑ اپنے زمانہ میں بھی حسب شہادت الہام الٰہی ؎

از برائش محمد احسن را ‌ ‌ تارک روزگار مے بینیم

اپنی تائید اور تصدیق کے لئے مجھے امر فرماتے رہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ اپنے سامنے حضرت کے خلاف عقائد کی تعلیم دیکھ کر خاموش رہوں جس میں اسلام کے اندر ایک فتنہ عظیم پیدا ہورہا ہے۔ تو میں اللہ تعالےٰ کے حضور کیا جواب دونگا۔ اور حدیث میں ہے۔ الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ اور میں اس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ میری خاموشی کی وجہ سے دوسرے گمراہ نہ ہوں پس محض اللہ تعالےٰ کی رضا کو مدنظر رکھتے ہوئے اور اسکے حضور جوابدہی کے وقت کا خوف کرتے ہوئے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ:

صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمدؐ صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مُصر ہونے کے میرے نزدیک ہرگز اب اس بات کے اہل نہیں کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں۔ اور اس لئے میں اس خلافت سے جو محض ارادی ہے سیاسی نہیں صاحبزادہ صاحب کا اپنی طرف سے عزل کرکر عند اللہ وعند الناس اس ذمہ واری سے بری ہوتا ہوں۔ جو میرے سر پر تھی۔ اور بحکم لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق اور حسب ارشاد الٰہی قال ومن ذریتی قال لا ینال عھدی الظالمین۔ اپنی برأت کا اعلان کرتا ہوں اور جماعت احمدیہ کو یہ اطلاع پہنچا دیتا ہوں کہ صاحبزادہ صاحب کے یہ عقائد کہ

(۱) سب اہل قبلہ کلمہ گو کافر اور خارج از اسلام ہیں۔

(۲) حضرت مسیح موعود کامل حقیقی نبی ہیں۔ جزوی نبی یعنی محدث نہیں۔

(۳) اسمہ احمد کی پیشگوئی جناب مرزا صاحب ہی کے لئے ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے واسطے نہیں۔ اور اس کو ایمانیات سے قرار دینا

ایسے عقائد اسلام میں موجب ایک خطرناک فتنہ کے ہیں جس کے دور کرنے کے لئے کھڑا ہوجانا ہر ایک احمدی کا فرض اولین ہے۔ یہ اختلاف عقائد معمولی اختلاف نہیں بلکہ اسلام کے پاک اصول پر حملہ ہے۔ اور مسیح موعودؑ کی تعلیم کو بھی ترک کر دینا ہے۔ میں یہ بھی اپنے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے۔ یعنی اب جو بارہ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں۔ ان میں سے سات ممبر علے الاعلان ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کرچکے ہیں۔ اور باقی پانچ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے ساتھ شامل نہیں۔ یہ امر تحدیث [illegible]

اگر کوئی بھی میرا شریک نہ ہو۔ تو مجھے پرواہ نہیں۔ رب لا تذرنی فرداً وانت خیر الوارثین مجھکو دعا سکھائی گئی اور علاوہ اس فساد دین کے دنیوی طور پر بھی بہت کچھ فساد انتظامات خلافت میں واقع ہوچکا ہے۔ جس کی یہاں تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اس لئے میں یہ اعلان کرکر بری الذمہ ہوتا ہوں وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد۔

لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۱۶ء } سید محمد احسن عفی اللہ عنہ۔ امروہوی۔ بقلم خود۔

نوٹ - جو شخص مسائل متنازعہ پر مفصل بحث دیکھنا چاہے وہ میری کتاب القول الممجد اور اظہار النصائح میں دیکھ سکتا ہے۔

وصیت جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب

کسی دوسری جگہ جناب ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب کی ایک وصیت شائع کی جاتی ہے۔ جو آپ نے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے حق میں لکھکر دی ہے۔ اس وصیت کے تمہیدی نوٹ سے جو جناب ڈاکٹر صاحب نے وصیت کے اوپر لکھا ہے۔ پتہ لگتا ہے۔ کہ جماعت محمودیہ کیطرف سے پاک ممبران لاہور کے متعلق جو یہ کہا جاتا تھا۔ کہ انہوں نے وصیتیں اس لئے نہیں کی تھیں کہ خدانخواستہ انہیں مسیح موعودؑ کے مشن سے کوئی محبت اور ہمدردی نہ تھی۔ یہ سراسر غلط ہے۔ کیونکہ جیساکہ ڈاکٹر صاحب کی وصیت سے پتہ لگتا ہے انہوں نے رسالہ الوصیت کی اشاعت کے وقت ہی اپنی وصیت لکھدی تھی۔ صرف اپنے والد ماجد کے دستخط نہ ہوسکنے کے باعث اسے شائع نہ کیا گیا تھا بہرحال وصیت انھوں نے کی۔ جو اُن کی نیکی اور پاکبازی اور مسیح موعودؑ کے ساتھ سچی محبت اور اخلاص رکھنے کا بدیہی ثبوت ہے۔ خود اس وصیت کے الفاظ جو ۱۹۰۶ء کے ہی لکھے ہوئے ہیں۔ کہہ رہے ہیں۔ کہ کس قدر جوش اور محبت اور عشق آپ کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلیفہ برحق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ اور جماعت کے دوسرے مخلصین کو آپ کے اس نیک نمونہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عنایت فرماوے۔

کیا ہمارے دوست جناب ڈاکٹر صاحب کی اس تحریر کو دیکھکر اور خود مسیح موعودؑ کے ارشاد کو الوصیت میں پڑھ کر جلد اپنی وصیتیں لکھنے کی فکر کریں گے۔ انسان کی زندگی کا کوئی پتہ نہیں۔ موت ہر وقت سر پر کھڑی ہے۔ پس کیا ہی مبارک ہے وہ انسان جو اللہ تعالےٰ کے ارشاد ولا تموتن الا وانتم مسلمون کو مدنظر رکھ کر اپنے کو احکام الٰہی کی فرمانبرداری میں ہی صرف کرنے میں ساعی رہتا ہو*

فرمائے ہیں :

"وخدا را امکالمات و مخاطبات بسیار با اولیاء خود در ین امت و ایشان رنگ انبیاء داده میشود۔ ایشان در حقیقت انبیا نیستند۔ زیرا کہ قرآن حاجت شریعت را بکمال رسانیدہ است و داده نمی شوند مگر فہم قرآن۔ و نہ زیادہ میکنند و نہ کم میکنند از قرآن"

یہاں ایک بات بتائی ہے۔ کیوں نبی نہیں ہو سکتے۔ اسلئے نہیں۔ کہ جیسے میاں صاحب کہتے ہیں۔ کمال اتباع نہیں کی بلکہ اس لئے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔ اب جس طرح سے اولیاء اللہ کے نبی نہ ہونے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن نے حاجت شریعت کو کمال تک پہنچا دیا۔ اسلئے اب کسی نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی ویسے ہی یہی دلیل کے مطابق خود مرزا صاحب بھی نبی نہیں ہو سکتے۔

بات خود مرزا صاحب کے نبی نہ ہونے کی کیونکہ انبیاء نہیں اب یا تو مرزا صاحب کو بھی ان اولیاء اللہ میں ہی شامل کرکے اسی دلیل کے ماتحت

غیر نبی تسلیم کرو۔ اور یا یوں کہدو کہ قرآن نے الیوم اکملت لکم دینکم جو فرمایا تو یہ غلط ہے اور پھر حضرت صاحب کا اس کو دوسرے اولیاء اللہ کے نبی نہ ہونے کی دلیل گردانا بھی غلط ٹھہرتا ہے۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی بعثت ثانی کے متعلق امت کا مذہب

پھر یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ تمام امت اس پر اتفاق رکھتی ہے کہ حضرت مسیح آئینگے۔ تو نبی ہونگے۔ اول تو کسی نے اگر پہلے لوگوں میں سے ایسا خیال ظاہر کیا ہو۔ تو یہ ایک پیشگوئی کے متعلق اُن کا خیال ہے جس کا وقوع جب تک نہ ہو جائے اصل حقیقت کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ پیشگوئی کبھی کسی اصول کو توڑ نہیں سکتی اور پھر امت میں جو لوگ صاحب تحقیق ہوئے ہیں۔ انہوں نے مانا ہے کہ وہ جب آئیں گے تو نبی ہو کر نہیں آئینگے۔ بلکہ اُسوقت امتی ہونگے۔ اُنکی طرف وحی کوئی نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ خلیفہ کے طور پر کام کرینگے۔ اور پھر یہ بھی مانا ہے

کہ مسائل محمد اجتہاد سے بتائینگے۔ رسول اللہ صلعم سے ہی سیکھینگے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ امت میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے کشف کے اندر رسول اللہ صلعم سے مسائل دریافت کئے ہیں حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ایک ساعت میں سترہ دفعہ رسول اللہ صلعم سے ملاقات ہوئی اور آپ سے مسائل پوچھے۔ یہ مذہب امت محمدیہ کا کبھی نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی بھی آ سکتا ہے۔ یہ تو سب نے مانا ہے۔ کہ اصلی نبوت چھین نہیں لی جائیگی۔ لیکن یہ بھی ساتھ ہی کہتے ہیں کہ وہ عالم و مجتہد کے رنگ میں ہوں گے۔ تو قرآن سے حدیث سے۔ حضرت مسیح موعود سے اور تمام امت کے اجماع سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس آیت خاتم النبیین کے معنے یہ نہیں کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ بلکہ اسکے صحیح اور سچے معنے یہی ہیں کہ نبوت کا دروازہ آنحضرت صلعم پر بند ہے اور اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ٭

آخری نتیجہ

فیصلہ مباحثہ شملہ

ناظرین کرام کو یاد ہوگا۔ کہ گذشتہ سال ۱۹۱۵ء میں ہمارے مکرم دوست شیخ عبد الحق صاحب احمدی اور مولوی ظہر الدین صاحب محمودی کے مابین مسئلہ کفر و اسلام پر ایک مباحثہ ہوا تھا۔ جس کے ثالث برضامندی فریقین جناب شیخ محمد عمر صاحب وکیل شملہ تجویز ہوئے تھے۔ اس بحث کے ضمن میں نبوت مسیح موعود پر بھی بحث ہوتی رہی۔ جس کے متعلق محمودیوں کا ادعا ہے کہ ثالث نے ان کے حق میں فیصلہ دیا۔ لیکن اس کی حقیقت ذیل کی عکسی تحریر سے معلوم ہو سکتی ہے۔ جو حال ہی میں جناب ثالث نے اصل حق معاملہ متنازعہ پر اپنا فیصلہ لکھ کر دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ ثالث مذکور منکرین مسیح موعود کو محض آپ کے انکار کی وجہ سے خارج از دائرہ اسلام نہیں ٹھیراتے۔ درحقیقت اسی لئے نبوت کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ جب آپ کے منکر کافر نہیں۔ تو آپ کامل نبی کیسے ہو سکتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ناظرین کرام یہ سنکر اور بھی خوش ہوں گے۔ کہ جناب ثالث نے اپنے اس فیصلہ میں مسئلہ نبوت پر بھی نہایت وضاحت سے روشنی ڈالی ہے۔ جسے خود جناب شیخ عبد الحق صاحب بصورت رسالہ احباب کے روبرو پیش کرینگے۔ فی الحال ہم ذیل میں اس کے صرف اسی قدر حصہ کا عکس شائع کرتے ہیں جو مسئلہ کفر و اسلام سے متعلق ہے وھو ہذا :۔

انکار و تکفیر کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے:

(۱) جس مسلمان کو مرزا صاحب کی دعوت پہنچ گئی ہے اور جس پر آپ کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اتمام حجت ہو چکا ہے اور وہ ان کو نہیں مانتا وہ کافر قسم دوم یعنے فاسق ہے اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ البتہ قابل مواخذہ ہوگا۔

(۲) جس مسلمان پر خدا کے نزدیک مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اتمام حجت نہیں ہوا اور وہ مکذب اور منکر ہے تو بظاہر وہ بھی کافر قسم دوم یا فاسق کہلائے گا۔ الا خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔

(۳) جو شخص مرزا صاحب کو کافر کہتا ہے وہ بموجب حدیث لا تکفروا اہل قبلتکم خود کافر بن جاتا ہے۔ کافر قسم اول یعنے دائرہ اسلام سے خارج یا کافر قسم دوم یعنے فاسق جس قسم کا کافر وہ کسی مومن کو ٹھیرائے۔

(۴) جو شخص مرزا صاحب کو اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے وہ اس وجہ سے کہ ایک مومن کو مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے اور کافر ٹھیراتا ہے بموجب نص قرآنی و من اظلم ممن افترای علی اللہ الکذب او کذب بایاتہ دوسرے کو کافر قرار دینے کی وجہ سے (نہ بوجہ انکار) خود کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۵) جو لوگ دینی معاملات میں عدم توجہی کے باعث یا محض جہالت یا عدم واقفیت کی وجہ سے مرزا صاحب کو ساحر سمجھتے ہیں [illegible] مفتری علی اللہ بھی نہیں کہتے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔

M. S. [illegible]

پریزیڈنٹ [illegible] شملہ

۱۱/۱۲/[illegible]

(نقل مطابق اصل)

انکار و تکفیر کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے:۔

(۱) جس مسلمان کو مرزا صاحب کی دعوت پہنچ گئی ہے اور جس پر آپ کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اتمام حجت ہو چکا ہے۔ اور وہ ان کو نہیں مانتا۔ وہ کافر قسم دوم یعنے فاسق ہے۔ اور دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ البتہ قابل مواخذہ ہوگا۔

(۲) جس مسلمان پر خدا کے نزدیک مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں اتمام حجت نہیں ہوا۔ اور وہ مکذب اور منکر ہے۔ تو بظاہر وہ بھی کافر قسم دوم یا فاسق کہلائے گا۔ الا خدا کے نزدیک بموجب آیت لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا قابل مواخذہ نہیں ہوگا۔

(۳) جو شخص مرزا صاحب کو کافر کہتا ہے۔ وہ بموجب حدیث لا تکفروا اہل قبلتکم خود کافر بن جاتا ہے۔ کافر قسم اول یعنے دائرہ اسلام سے خارج یا کافر قسم دوم یعنے فاسق جس قسم کا کافر وہ کسی مومن کو ٹھیرائے۔

(۴) جو شخص مرزا صاحب کو اس وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ ان کو مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے وہ اس وجہ سے کہ ایک مومن کو مفتری علی اللہ قرار دیتا ہے اور کافر ٹھیراتا ہے بموجب نص قرآنی و من اظلم ممن افترا علی اللہ الکذب او کذب بایاتہ دوسرے کو کافر قرار دینے کی وجہ سے (نہ بوجہ انکار) خود کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۵) جو لوگ دینی معاملات میں عدم توجہی کے باعث یا محض جہالت یا عدم واقفیت کی وجہ سے مرزا صاحب [illegible]

نبی کریم صلعم کی پیشگوئیاں

اور

مغرب سے طلوع آفتاب

لیکچر حضرت مولنا مولوی صدر الدین صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی مسلم مشنری انگلستان

برموقعہ جلسہ سالانہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہو

منجانب صدر الدین از شاہجہان مسجد ووکنگ انگلینڈ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۶ء

برادران سلمکم الرحمٰن۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مخدومی مکرم و معظم جناب مولینا مولوی محمد علی صاحب کے ارشاد کے تعمیل میں یہ چند سطور آپ کی خدمت میں لکھتا ہوں۔ چونکہ یہ خط سرزمین انگلستان سے آپ کی خدمت میں پہنچے گا۔ آپ متوقع ہوں گے کہ اس میں انگلستان کے عجائبات ہوں۔ بیشک انگلستان کے حالات اپنے اندر بہت سی دلچسپیاں رکھتے ہیں۔ اور آپ کو ان سے محروم رکھنا مناسب نہیں منجملہ انواع واقسام کی دلچسپیوں کے ایک آدھ عرض کرتا ہوں۔ مجھے بڑی دلچسپی اور بڑی لذت اور حیرت انگیز مسرت اس ملک میں اس چمکار اور نور کے مشاہدہ سے ہوئی جو میں نے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کی صداقت میں دیکھی

نبی کریم صلعم پیشگوئیوں کا وقوع انگلستان میں

حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہے کچھ پیشگوئیاں کیں تھیں جو موجودہ زمانہ کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اور ان میں سے ایک آدھ امر مغربی دنیا کیساتھ خاص تھی۔ اس رحمۃ اللعالمین نے اگر اپنے زمانہ کے تشنگان کو جام ایمان سے سیراب کیا تو اس زمانہ کے خفتگان کو بھی اپنی کرامات وبرکات سے سورج چڑھا کر جگا دیا۔ یہ خوب یاد رکھنے کے قابل بات

پیشگوئی کا مرتبہ

ہے کہ پیشگوئی کا بہت بڑا مرتبہ ہے ان دلایل اور براہین میں جو کسی نبی یا مامور کی صداقت کے متعلق ہو سکتے ہیں پیشگوئی کا واقع ہو جانا مامور من اللہ کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر دیتا ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ انسان کا علم محدود ہے انسان کے قویٰ بہت ہی محدود ہیں۔ اس دنیا کے اسباب اور اس نیچر کے قواعد پر سوائے ذات باریتعالےٰ کے اور کسی کا تصرف نہیں ہے۔ جب انسان کو موجودہ زمانہ کے اسباب پر بھی تصرف حاصل نہیں ہے تو آیندہ زمانہ کے حالات کے متعلق پیشگوئی کرنا اور اس پیشگوئی کے وقوع پر اپنی صداقت کا انحصار رکھنا اس شخص کا کام ہو سکتا ہے جو اس بادشاہ سے تعلق رکھتا ہو جس کا راج زمین وآسمان پر ہے۔ جو ہر ذرہ پر پورا تصرف رکھتا ہے جس کا علم محیط ہے اور جس کی حکمت مضبوط ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے متعلق تو اور بھی بہت سے دلایل ہیں۔ لیکن حضور کی پیشگوئیاں اس قدر عام ہیں اور اس قدر ہر زمانہ کے متعلق ہیں اور اس قدر شوکت اور تحدی سے بھری ہیں کہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے جو تازہ واقعات کے دلدادہ ہیں بہت بڑی دلچسپی اور راہنمائی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اور مومنین کے قلوب میں تازگی اور ازدیاد ایمان پیدا کرنے کا ایک زبردست ذریعہ ہیں +

نبی کریم صلعم کی پیشگوئیوں کی اہمیت دوسروں کے بالمقابل

آپ جانتے ہیں کہ حضور سرور کائنات کی پیشگوئیاں از قبیل نہیں کہ فلاں موقعہ پر مرغ بانگ دے گا۔ یا فلاں موقعہ پر ایک گدھی بعد بچے کے بندھی پاؤگے۔ یا مری پھیلے گی۔ اور زلزلے آئیں گے۔ یا کسی اپنے مرید کی منافقت اور کمزوری کے مشاہدات کی بنا پر یہ نہیں کہتے کہ فلاں شخص میری گرفتاری کا موجب ہوگا۔ دشمن کو اذیت پر تلا ہوا دیکھ کر یہ نہیں فرماتے کہ لوگ میرے قتل کے درپے ہونگے اور وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اور میں نامراد ہوں گا۔ نہیں نہیں حاشا وکلا حضرت سید الانبیاء والاصفیاء کی پیشگوئیوں کا رنگ بالکل نرالا ہے۔ وہ پیشگوئی سے غرض یہ نہیں رکھتے کہ ایک امر واقعہ ہو جائے اور کسی خوش عقیدہ کے دل میں مدعی کے متعلق اعجوبہ گری کا خیال پیدا ہو جائے۔ حضرت کی پیشگوئی کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات بابرکات کے متعلق لوگوں کے دلوں میں یقین پیدا ہو کہ وہی حقیقی مالک اور معبود ہے۔ کیونکہ اسی کا زمین وآسمان کے ہر ذرہ پر راج ہے اس کے علم کی اس کی قدرت کی اس کی حکمت کی اور اس کی زبردست طاقتوں کی کوئی انتہا نہیں وہی خالق ہے وہی مالک ہے اس کے فرمانبردار بندے اس کے حضور میں سرفراز ہوتے ہیں وہ ان سے کلام کرتا ہے وہ ان کی نازبرداری کرتا ہے۔ اور ان کے اعداء کو نیچا دکھاتا ہے۔ اور یہ غرض اسی وقت پوری ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالےٰ کی زبردست طاقتوں کا مشاہدہ لوگوں کو کرایا جائے۔ اللہ تعالےٰ کی زبردست طاقتوں کا مشاہدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ امور تحدی کا جامہ پہن لیں جو بالکل نیست تھے۔ اور بالخصوص جب کہ ان واقعات کے مانع امور اور رکاوٹیں اور مشکلات کے پہاڑ موجود ہوں۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ

واللہ یعصمک من الناس کی پیشگوئی

علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل اس امر میں دیکھ دینا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحیح وسلامتی سے تبلیغ کا کام کرسکیں گے اور خدا تعالےٰ ان کی حفاظت کرے گا۔ اور ایسے اڑے وقت میں یہ پیشگوئی کرنا جبکہ مدعی کی جان کے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ ہو اس نے خود گھر گھر میں آگ لگا دی ہو اس نے ایک ایک بت کو اور ایک ایک عقیدہ سے اور رسم ورواج کی تردید کی ہو۔ اس نے لوگوں کے مذہبی جذبات میں ہیجان پیدا کر دیا ہو اور زور سے کہہ دیا ہو کہ تم اور تمہارے معبودان باطلہ ایک دن ہمارے جنگوں کی آگ میں بھسم کر دیئے جائیں گے۔ عرب جیسی اجڈ اقوام جنکی گھٹی میں لڑنا مرنا تھا جن کا رگ وریشہ جنگ وجدال کا بنا ہوا تھا ان کو مخاطب کرنا اور بے سروسامانی کی حالت میں مخاطب کرنا اور یہ کہنا کہ تم ہمارے سامنے جنگوں میں ذلیل ہو جاؤ گے مع اپنے بتوں کے اور ہم اس خدا کے فضل سے بچ جائینگے جس کی عبادت کے لئے ہم دعوت کرتے ہیں اپنے آپ کو ہزارہا موتوں کا نشانہ بنانا تھا۔ لیکن واہ رے شجاعت کے نمونہ اور ہمت واستقلال مردانہ کے اسوہ حسنہ۔ ہاں تیری اس ایمان افزا آواز پر جس کو ڈنکے کی چوٹ سے تو نے عرب کے قبایل کے سرداروں اور عابدوں کے کانوں تک پہنچایا واللہ یعصمک من الناس۔ اور پھر فرمایا تم سارا زور لگا لو میں بچ جاؤنگا۔ اور میرا بچ جانا ہزارہا جانی دشمنوں کی جدوجہد کے مقابل میں ثبوت ہوگا میرے منجانب اللہ ہونے کا اور میرے خدا کے حقیقی اور قادر مطلق العلیم الحکیم العزیز الحمید المجید ہونے

مخالفین عرب کی اس کے خلاف زور آزمائی

اور حقیقی معبود ہونے کا یہ بڑا خطرناک چیلنج تھا۔ تمام قبایل کے معبودوں کو باطل قرار دیا اور تمام عرب کو آگ بگولا کر دیا۔ ہر ایک شخص کی رگ حمیت تڑپتی ہے اور ہر شخص اپنے غیظ وغضب کی آگ کو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خون سے بجھانا چاہتا ہے۔ بڑے بڑے سپہ سالار اور امیر الامراء ابوجہل عتبہ شیبہ ربیعہ ابوسفیان ولید ابولہب وغیرہ وغیرہ مصمم ارادہ کر لیتے ہیں۔ محمد رسول اللہ کے تباہ کرنے کا۔ بڑی بڑی رقوم اور بہت سی تعداد اونٹوں کی انعام مقرر کرتے ہیں۔ اس شخص کے لئے جو محمد رسول اللہ فداہ امی وابی کا سر کاٹ کر ان کے سامنے لے آئے۔ خفیہ کمیٹیاں کرتے ہیں۔ حکومت ملک کی حالت بڑی خطرناک تھی۔ اس زمانہ کے انتظام کا نتیجہ سکینت اور اطمینان بالکل نہ تھا۔ ایک جان اور بے کس جان اور ہزار دشمن۔ اور وحشی سفاک دشمن۔ ایسی حالت میں استقامت اور استقلال دکھانا۔ اور فرمانا واللہ یعصمک من الناس خود اپنے اندر ایک معجزانہ رنگ رکھتا ہے +

قرآن کریم کی آیات ان بد ارادوں اور تدابیر اور منصوبہ بازیوں کا نقشہ کھینچتی ہیں جو افضل الانبیاء علیہ صلوات اللہ والملائکۃ والناس اجمعین کی جان لینے سے متعلق کفار ومشرکین عرب نے کیں۔

(۱) وکان فی المدینۃ تسعۃ رھط یفسدون فی الارض ولا یصلحون ○ قالوا تقاسموا باللہ لنبیتنہ واھلہ ثم لنقولن لولیہ ما شھدنا مھلک اھلہ وانا لصادقون ○ ومکروا مکرا ومکرنا مکرا وھم لا یشعرون ○

(۲) واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین ○

(۳) ام ابرموا امرا فانا مبرمون ○ ام یحسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم بلیٰ ورسلنا لدیھم یکتبون ○

تبلیغ حق کا حکم اور نبی کریم کا اطمینان قلب

لیکن باوجود ان سب خطرات کے اللہ تعالےٰ اپنے رسول برحق کو حکم دیتا ہے کہ تبلیغ میں فرق نہ آئے ہم آپ کے محافظ ہیں۔ یہ بہت بلند ہمتی اولوالعزمی استقلال استقامت کا اعلےٰ ترین نمونہ ہے کہ کاش مسلمان اپنے ارادوں کے ایسے پکے ہوں فرمایا

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ○

جب چاروں طرف ہلاکت نظر آتی ہو تو انسان کو اپنی ہلاکت کے خواب آتے ہیں۔ بلکہ یوں کہئے خواب حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے دل میں ہمت موجود نہیں رہتی۔ وسواس اور غم کا شکار ہو جاتا ہے۔ لیکن حضرت رسول کریم کا یہ فرمانا واللہ یعصمک من الناس کافی ہے۔ حضرت رسول کریم کی صداقت کے لئے کیونکہ یہ امر اطمینان اور سکون قلب کی شہادت ہے جو سوائے ان پاک لوگوں کے کسی کو کم میسر آتا ہے جن کا تعلق اس رحیم وآسمان کے شہنشاہ کے ساتھ ہو +

حالات کی ناموافقت اور ہجرت

اسباب تو خطرناک تھے ہی انہوں نے صورت بھی ایسی اختیار کی کہ مدعی کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ حضور کے گھر کو برہنہ تلواروں میں ایک محصور کر لیا گیا۔ حضور اپنے رفیق حضرت ابوبکرؓ کے کندھوں پر سوار ہو کر بھاگتے ہیں۔ غار ثور میں پناہ لیتے ہیں اور موت سامنے نظر آتی ہے کہ دشمن درندوں کی طرح تلواریں سونت کر غار کے دروازے پر آکھڑے ہوتے ہیں وہاں کے بد ارادے تو ان کے خونخوار اور غضب آلود چہروں پر ظاہر تھے اور ان کی بجلی کی طرح چمکتی ہوئی تلواروں کو سامنے دیکھ کر اور لیے دعووں کی تحدی پر غور کر کے ایک شخص کا مرغ روح پرواز نہ کر جائے تو اور کیا ہو حضور کے عاشق صادق صدیق اکبر مضمحل ہو گئے اس غم سے کہ ان کے پیارے کی جان اب نہیں بچ سکتی۔ لیکن وہ کیا چیز تھی جو حضرت سید الابرار کا سہارا تھی وہ خدائے تعالےٰ حی قیوم کا زبردست اور مقتدر ہاتھ اور وہ یقینی تعلق جو حضور کو ذات باری سے تھا۔ آپ کے لئے ہزار زرع بکتر تھا۔ آپ نے اپنے ہمراہی سے مخاطب ہو کر فرمایا لا تحزن میری جان کی فکر آپ کو کیوں پڑی ہے ان اللہ معنا خدائے تعالےٰ میرے اور آپ کے ساتھ ہے اس مضبوطی ایمان کا اثر تو جو حضرت ابوبکر کے قلب پر پڑا ہوگا اور ہزارہا سالک جو ایک لمحہ میں حضرت ابوبکر نے طے کر لئے ہوں گے اس کا آپ خود تصور باندھ لیں۔ اسی راستہ مدینہ میں ایک اور موقعہ پر حضرت کو ایک بدوی اعرابی سوار نے آلیا۔ جو حمیت قومی کے جوش سے اور انعام کے لالچ سے حضور کے تعاقب میں بڑی تیزی سے آیا اور جس کا نام سراقہ تھا تاکہ حضرت کے استقلال اور استقامت ایمان کے امتحان کی تکمیل ہو جائے۔ جہاں حضور نے غار کے اندر معیت الٰہی کے ثبوت دیئے وہاں کھلے میدان میں بھی توجہ الی اللہ کا کامل نقشہ اس صورت میں دیکھنے میں آیا کہ سراقہ کا گھوڑا ایسا گرا کہ اس کے سوار کی گرفتاری کا باعث ہوا۔ چونکہ حضور رحمۃ للعالمین تھے اور رحیم کریم خدا کے رسول تھے اس لئے سراقہ جیسا دشمن جو اس قابل تھا کہ فوراً مار ڈالا جاتا آنحضرت کے عفو اور رحم سے محروم نہ رہا اور اس کی جان بخشی ہوئی۔ کاش وہ دشمن جو محمد رسول اللہ کے خدا کو خونخوار اور کینہ توز خیال کرتے ہیں وہ رب العزۃ کے نمایندہ کے اخلاق حمیدہ پر غور کریں۔ اور مسلمان کم از کم اپنے رشتہ داروں ہی کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں +

سخت خطرناک امتحان کے بعد آخری کامیابی

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس کا خوب امتحان لیا گیا۔ آپ پر چکی کے پاٹ ڈالے گئے آپ کو زہر دیا گیا۔ آنحضور پر حملے کئے گئے اور بہت سی جنگوں میں صف اول میں لڑنا پڑا بعض اوقات ایسے زخم اور جراحات برداشت کئے جو مہلک تھے پھر وحشی اقوام میں ۲۳ سال تک تبلیغ کا مشکل و پرخطر کام کرتے رہے۔ اور ہزاروں دلوں میں اللہ تعالےٰ کی ہستی کا نقش ثبت کر دیا۔ اور واللہ یعصمک من الناس کی صداقت زوروں سے چمکی حضور کے زبردست خلیفہ جیسا کہ حضرت عمرؓ تھے اور حضرت عثمان اور شیر خدا حضرت علی رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جبکہ ملک میں اسلام ہی اسلام نظر آتا تھا جب کہ ان خلفاء کے دروازوں پر دربان بھی موجود تھے۔ لیکن حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے وحشی اقوام میں کمزوری کی حالت سے لیکر بادشاہت کی حالت تک ترقی کی زبردست تبلیغ کی اور اپنے دروازہ پر دربان بھی نہ رکھا۔ اور اس زندہ خدا نے اپنی معیت کی زرع بکتر میں محفوظ رکھا۔ جس نے آڑے وقت میں فرمایا تھا۔ واللہ یعصمک من الناس ان اللہ لا یھدی القوم الکافرین ○

انسانی اور خدائی ارادہ میں فرق

اگر واللہ یعصمک من الناس خود حضرت کی اپنی آواز ہوتی تو غار ثور میں مسلح دشمنوں کا دیکھ لینا ہی کافی ہوتا آپ کو مبہوت کرنے کے لئے اور آپ کی الٰہی معیت کے دعووں کی قلعی کھولنے کے لئے انہوں نے حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کی بیعت کیا کرنی تھی۔ خود خدا کا انکار کرتے اور ایلی ایلی لما سبقتانی کی سی چیخیں مارتے۔ لیکن کس قدر خوش قسمت تھے حضرت ابوبکرؓ کہ انہوں نے اس نبی معظم کے عمل کو اس کے نور ایمان کو اس معیت الٰہی کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیا۔ بلکہ خود خدائے تعالےٰ کے زبردست ہاتھ کو کام کرتے دیکھ لیا موت کے پنجہ میں گرفتار ہو کر بھی حضرت کا ثبات قدم دکھانا اور غیر متزلزل ایمان اور ایقان حی قیوم خدا کی معیت پر دکھانا بڑا ہی موثر ہوا ہوگا صحابہ کے اندر الٰہی محبت پیدا کرنے میں

صحابہ رضی اللہ عنہم پر آپکی اولوالعزمی کا پرتو

کسی شخص کے ساتھیوں کا ہمت و استقلال کیساتھ بالخصوص ایسی سخت مصائب اور دکھوں کے وقت ساتھ دینا اور انکے دلوں میں ذرا بھی خوف وہراس پیدا نہ ہونا جس سے انکے پاؤں متزلزل ہو کر اسکا ساتھ دینے سے کوتاہی کریں یہ خود اس شخص کی اولوالعزمی اور ہمت وشجاعت پر دال ہے ورنہ دنیا میں ایسی بھی مثالیں موجود ہیں کہ کسی انسان کو اسکے ساتھیوں نے مصائب کے وقت دشمنوں کے حوالہ کر دیا اور خود الگ ہو گئے گو جھکی بڑی وجہ [illegible]

عیسیٰ علیہ السلام کے دل پر تعلق ہو گیا اور یہودیوں اور فریسیوں کے بدانداز ... اس قدر ... پختگی اور بھی تربیت کی۔ اس سبب اگر حواریوں کے دلوں میں کمزوری پیدا ہوئی ہو تو تعجب نہیں۔ کس قدر خوش قسمت تھے صحابہ کو کہ ان کو ایک ایسا الہام معلم ملا کہ وہ ایسے ہو گئے کہ سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرتے تھے۔ بلکہ خدا کی راہ میں جان دے دینا ان کو معمولی زندگی سے بہت زیادہ عزیز تھا۔

ایک اور پیشگوئی

واللہ یعصمک من الناس تو صرف حضرت کی ذاتی حفاظت کے متعلق تھی۔ اس سے بڑھ کر ایک اور پیشگوئی حضور نے کی وہ قرآن کریم میں درج ہے۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ یہ اس وقت کی پیشگوئی ہے جب حضرت کے پاس سوائے بے سروسامانی کے اور کوئی سامان نہ تھا۔ اور جب کہ دشمن کے پاس بڑے بڑے تجربہ کار اور ماہر سپہ سالار تھے جن کو حرب کے علم کا فخر تھا جب کہ دشمن کے سپاہیوں اور مال و متاع کی کثرت تھی۔ حضرت کے ساتھیوں کے پاس تو اس وقت تک بھی دو گھوڑوں سے زیادہ نہ تھے جب انہوں نے بدر کے جنگ میں حصہ لیا۔ اس جنگ میں ایک گھوڑا جناب زبیر کے پاس تھا اور دوسرا جناب مقداد کا تو اس سے پیشتر جو سروسامان کی حالت ہو گی وہ آپ خود سمجھ سکتے ہیں ایسی حالت میں یہ اعلان کرنا کہ دشمن شکست کھائے گا اور اس کو میدان سے بھاگنا پڑے گا۔ مدعی کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے ایسے دشمنوں کے مقابل میں تو انسان خود مرعوب ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ دشمن کی ہلاکت کی پیشگوئی کرے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں

کفار کے دلوں میں رعب

کہ دشمن کے مرعوب ہونے کے متعلق بھی پیشگوئی کی گئی سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب ہم دشمنوں کی افواج کے ہوتے ہوئے ان کے دلوں میں رعب ڈال دینگے۔ الغرض مانع اسباب کے ہوتے ہوئے ناممکن الوقوع امور کے متعلق پیشگوئیاں حضرت نے کیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت دنیا جہان کو دیا جاوے اور سچے مومنین مخلصین کی جماعت تیار ہو اور کسی قسم کا شبہ اور وسواس پاک جماعت کے کسی گوشہ قلب میں نہ رہے۔ لکھا ہے احد کی جنگ کے موقع پر حضرت زرہ بکتر پہنتے تھے۔ اور ساتھ ساتھ یہ پڑھتے جاتے تھے سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ تاریخ دان جانتے ہیں تھوڑی سی جماعت کے مقابلہ میں عربوں کی افواج کا جم غفیر کس طرح بھاگا۔ اور ان کا بڑا ماہر جنگی افسر ابوسفیان ایسا مبہوت ہوا کہ اپنے اونٹ کے پاؤں سے زنجیر کھولنے کے بغیر اس پر سوار ہو گیا اور حیران تھا کہ کیوں اونٹ باوجود زور سے ہنکایا جانے کے قدم نہیں اٹھاتا۔ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب کی آواز بیشک اس خدا کی طرف سے تھی جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہے اور جس کا تصرف تام ہے تمام دنیا و مافیہا پر۔ اللہ تعالیٰ یہ ایمان ہم سب کو عطا کرے صحابہ نے جو مضبوط ایمان حاصل کئے تو اس کے اسباب یہ خطرناک مصائب تھے جن میں انہوں نے امتحان دیا اور خدا کی نصرت کو اپنے سامنے نازل ہوتے ہوئے دیکھا۔

مکہ میں واپس لوٹانا

اس سے بڑھ کر ایک اور پیشگوئی تھی وہ یہ کہ ہم آپ کو مکہ میں جو آپ کا وطن ہے واپس لائیں گے ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ یہ پیشگوئی تو ایسے مانع اسباب کے ہوتے ہوئے کی گئی کہ ایسی پیشگوئی کا سننا ہی لوگوں کو حیرت میں ڈالنے کے لئے کافی تھا۔ ایک شخص بے سروسامان ہے مکہ سے بھاگتا ہے دشمن اس کا تعاقب کرتا ہے۔ اس کو اڑھائی سو میل گھر سے دور جا کر پناہ لینی پڑتی ہے اور دعوے یہ ہے کہ ہم مکہ معظمہ میں داخل ہونگے اور فتح سے داخل ہونگے۔ بادشاہ ہو کر داخل ہونگے۔ جیسا کہ دوسری پیشگوئی سے عیاں ہے انا فتحنا لک فتحا مبینا۔

جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ معظمہ کی گلیوں میں جلو کے ساتھ فتح کے نقاروں کے ساتھ گزرے ہونگے تو اس وقت صحابہ کرام اور دشمنوں کے دلوں پر جو ہستی باری تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا نقش ثبت ہوا ہو گا اس کی لذت اور اس کی شوکت کا اندازہ ہم کس طرح لگا سکتے ہیں۔ السابقون الاولون بیشک بہت ہی قابل رشک گروہ تھا جو ان کو ایسی ایمان بڑھانے والی یاقوتنیاں دی گئیں کہ ریب و شک کی کمزوری کبھی ان کے پاس نہ آئی۔

آپ کے وصال کے بعد کی فتوحات

حضرت کے وصال کے بعد بھی صحابہ کرام نے حضور کے کلمات طیبات کی صداقتوں کا زور دیکھا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں حضرت خالد بن ولید کی شامی فتوحات کے باعث جب اونٹوں کی قطاریں کی قطاریں مدینہ میں سونے چاندی اور جواہرات کی لدی ہوئیں وارد ہونے لگیں تو حضرت ابو بکرؓ ان کو اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر دیکھتے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات کی صداقت کا معاینہ کرتے اور خدا تعالیٰ کے الفاظ کو پورے ہوتے دیکھ کر بڑے بڑے شکریہ ادا کرتے اور یاد کرتے کہ ہم نے کتنے تھوڑے اور حقیر مال دیئے اور اللہ تعالیٰ نے لیضاعفہا کے وعدے پورے کر دکھائے۔ ہم نے اپنے وطن اور عزیز و اقارب چھوڑے اور ان کے بدلے ہمیں قیصر و کسریٰ کا بادشاہ بنا دیا۔

حضرت عمرؓ نے جو فتوحات دیکھیں اور ان کے رفتار سے جو فتوحات ... علیہ الصلوۃ والسلام کے کلمات کو شامی ایرانی اور مصری فتوحات میں پورے ہوتے دیکھا ہو گا تو ان کے ایمان بلند اور مضبوط چٹانوں پر قائم ہو گئے ہونگے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ اپنی تمام افواج کو ایک جگہ قیام کا حکم دیدیا اور وہاں جا کر قیام آسانی سے ہو سکتا تھا۔ لوگ حیران تھے کہ حضرت عمرؓ نے کیوں ہم کو نباہ کرنے کے لئے قیام کا حکم دیدیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا یہ درخت جس کے نیچے میں کھڑا ہوں مجھے اس دن کی یاد دلاتا ہے جب کہ میرے والد نے مجھے یہاں اس لئے ملامت کی تھی کہ میرا ایک اونٹ جس کو میں چراتا تھا تھوڑی دیر کے لئے گم ہو گیا تھا۔ میں وہی عمر ہوں آج قطار در قطار اونٹوں کا میں مالک ہوں۔ جہاں تک نگاہ جاتی ہے آدم ہی آدم مجھے نظر آتا ہے۔ اور وہ میرے حکم پر جان دینے کے لئے تیار ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کلمات کی صداقت کی شہادت ہے کہ ہم کیا تھے کس قدر انعامات کی بارش ہم پر ہوئی ہے۔

کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑی لذت آئی ہو گی جس دن اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر ایران فتح کیا ہو گا کیونکہ وہ ایک پیشگوئی کی تصدیق تھی حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو فرمایا تھا کہ کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں میں تیرے ہاتھ میں دیکھتا ہوں اور یہ پیشگوئی خزانوں کے متعلق اس وقت کی ہے جبکہ ناداری افلاس اور بے سروسامانی اپنے زوروں پر تھی۔ ایک دن حضرت عمرؓ حضور کے ہاں حاضر ہوئے آنحضرت دوسری منزل پر استراحت فرماتے تھے۔ قرآن کریم کے حکم کے مطابق اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ نوکر نے اندر اطلاع کی حضور خاموش رہے۔ نوکر نے واپس آ کر حضرت عمر سے عرض کر دیا۔ اسپر وہ نیچے اتر کر انتظار میں بیٹھ رہے کچھ دیر کے بعد پھر اجازت طلب کی نوکر نے پھر آ کر جواب دیا کہ حضرت نے آپ کی اجازت کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے۔ وہ دوبارہ واپس آ کر بیٹھ گئے۔ سہ بارہ اجازت طلب کرنے پر حضرت نے ان کو اندر بلایا۔ انہوں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے شاہنشاہ کا محبوب ایک بوریا پر پڑا ہے بوریا بھی ایسا تنگ کہ آنحضور کا وجود باجود کچھ زمین پر تھا۔ اور بوریا پر کپڑا نہ ہونے کے باعث آنحضرت کے بدن پر داغ پڑے ہوئے تھے گھر کے سامان کی طرف دیکھا تو سوائے پانی کی ٹھلیا اور ستو کی ایک تھیلی کے اور کچھ نہ تھا۔ حیران کھڑے رہے اور اس انتظار میں تھے کہ حضرت حکم دیں تو بیٹھوں۔ آپ نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد عرض کیا کہ اگر حضور پسند فرماویں تو میں کچھ عرض کروں وہ دلچسپ تقریر جو انہوں نے عورتوں کے متعلق کی اور وہ لیاقت جو اس تقریر میں ظاہر ہوتی ہے بڑی بے نظیر ہے۔ بخاری شریف میں درج ہے۔ اس حصہ کو یہاں درج کرنے کا موقعہ نہیں اس لئے صرف اس حصہ گفتگو کو درج کیا جاتا ہے جس میں ایران کی فتح کی پیشگوئی ہے حضرت عمر نے عرض کیا حضور خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے محبوب ہیں اور آپ کے گھر کا یہ سامان ہے قیصر و کسریٰ جو محض دنیا کے لوگ ہیں ان کے پاس محلات اور عیش و عشرت کے سامان باغات و انہار وغیرہ ہیں حضور نے فرمایا میں تو ایک مسافر کی طرح اس دنیا میں زندگی بسر کرتا ہوں جو چلتے چلتے درخت کے نیچے آرام کرلے اور پھر چل دے قیصر و کسریٰ کی نعمتیں زائل ہونے والی ہیں۔ لیکن ہماری لذات اور بقا بالکل غیر منقطع ہیں قیصر و کسریٰ تو تباہ ہونے والے ہیں کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں میں تیرے ہاتھ میں دیکھتا ہوں۔ اس پیشگوئی کی لذت حضرت عمر سے پوچھئے جنہوں نے بے سروسامانی کی حالت کا مشاہدہ کیا اور جنہوں نے ایران کی فتح کا دن دیکھا۔ یا اس سرور کا پتہ کوئی پوچھے

سراقہ بن مالک کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن

اس اعرابی بدوی سے جس کا نام سراقہ تھا اور جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ ایک دن اپنے ہی اذکار میں ہماری سرکار محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا کانی بک دسوار کسریٰ علیک ایک میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کسریٰ کے کنگن پہنے ہوئے ہیں۔ سراقہ ایک بدوی شخص تھا حیران ہوا کہ کہاں ہم معمولی لوگ کہاں ہماری بے بساطی اور کہاں ایران کی فتح ہو کہاں مجھے کنگن ملیں یہ تو ناممکن ہے اس نے اپنی کلائی پیش کی اور کہا حضور سراقہ اور سراقہ کی کلائی میں کسریٰ کے کنگن ان کی کلائی پر بدنما سے بال بھی تھے ان کو اپنی حالت کی اطلاع بھی تھی غربت بھی تھی۔ ایران کی عظمت حشمت و شوکت کا بھی علم ان کو تھا اس لئے حیرت زدہ ہوئے پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بڑے پر رعب الفاظ میں فرمایا کانی بک میں خود دیکھ رہا ہوں تجھے کنگن پہنے ہوئے۔

حضرت عمرؓ کے ہاتھ جب کسریٰ کے خزانوں کی چابیاں آئی ہونگی تو کس لذت سے وہ سرشار ہوئے ہونگے اور کس قدر تحمید اور تقدیس اس حی قیوم خدا کی کی ہو گی جس کے رسول کے کلمات اس وقت انہوں نے سنے جبکہ ان کے وقوع کا کوئی خیال نہ ہو سکتا تھا اور جب کہ اس کے حصول کے مانع اسباب موجود تھے ادھر ہم دیکھتے ہیں اور نبی نے اپنے ... چابیاں سپرد کی تھیں۔ لیکن نہ خود انہوں نے سلطنت نہ دیکھی اور نہ ہی پطرس غریب کو وہ چابیاں ملیں اور نہ اس کو ایمانی لذت حاصل ہوئی۔ اس بیچارے نے جب اپنے آقا کو دشمنوں سے ہاتھ گرفتار ہوتے دیکھا اور ان بے ایمانوں کو دیکھا کہ ان کو ذلیل کرنے پر تو مرید کا رہا سہا ایمان بھی کافور ہو گیا جب لوگوں نے اسے کہا کہ ہم نے تجھے اس کے ساتھ دیکھا ہے تو اس نے جواب دینے پر بہت سخت گالی دی اور کہا میں اس لعنتی کو جانتا بھی نہیں لیکن جب سراقہ نے جس کی کلائی بھی کوئی خوبصورت نہ تھی حضرت کے کلمات طیبات کو شوکت کے ساتھ پورے ہوتے دیکھا ہو گا تو ان کے قلب کی کیا حالت ہوئی ہو گی۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ سے فرمایا کہ یہ کنگن پہنو انہوں نے کہا کہ سونا تو مردوں کے لئے حرام ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے الفاظ کو پورا کرنے کی خوشی حاصل کرنا ضروری ہے۔ حضرت عمر سراقہ کو کنگن پہناتے تھے اور کہتے تھے الحمد للہ الذی سلبہما کسریٰ والبسہما سراقۃ۔ تمام حمد ہو اس ہمارے اللہ کی جس نے ایک زبردست بادشاہ کسریٰ کے کنگن اتارے اور ایک معمولی بدوی سراقہ کی کلائی میں پہنائے۔ اور پھر تکبیرات کہنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہو اللہ اکبر اللہ اکبر۔ یہ ایک اظہار تھا اس انبساط اور وجد کا جو حضرت کے اصحابوں کے دلوں میں پیدا ہوا بسبب ان مشاہدات کے جو ان کو پیشگوئیوں کی صداقت کے متعلق حاصل ہوئے وازدادوا ایمانا علی ایمانہم۔

پھر صحابہ کے زمانے کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے ایسی قبیل مسرتیں حاصل کیں۔

ہر صدی کے سر پر مجدد کی پیشگوئی

لیکن حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی برکات عام ہیں کسی خاص قرن اور خاص وقت نے ان کو محدود نہیں کر دیا۔ اگر پیشگوئیوں کو قوت ایمان کے بڑھانے میں بہت وقعت حاصل ہے تو یہ حصہ تعلیم بھی علم ہے۔ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر زمانہ کے لئے فرمایا ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا ہر سو سال کے بعد حضور کے مکتب کے پڑھے ہوئے مبعوث ہوتے رہے اور اپنے معجزات و کرامات دکھا کر حضرت کی برکات کے تازہ ثبوت دیتے رہے۔

اس زمانہ کے حالات

ہم بہت خوش زمانے میں ہیں کہ آنحضرت نے اس کے متعلق پیشگوئیاں کر کے ہمارے ازدیاد ایمان کے سامان فرمائے ہیں۔ یہ خطرناک آفتوں کو اسی وقت دیکھ لیا تھا جو اسلام پر ٹوٹتے ہوئے ہم خود دیکھ رہے ہیں چونکہ مصائب خطرناک تھے اور ہر طرف سے ہمارے دین متین اور امت محمدیہ پر ابتلا آنے والے تھے اس لئے اس زمانہ کے مجدد کی اہمیت بھی بہت زیادہ بیان فرمائی ہے۔ اور اس کے متعلق یہ پیشگوئی کی ہے

کسوف و خسوف رمضان اور مسیح موعود

کہ اس کی شہادت میں دو شاہد آسمان پر گذریں گے اور ماتمی لباس میں پیش ہونگے۔ آسمان پر تو اس لئے نمودار ہونگے تاکہ سارے جہان کو مدعی کے دعوے کی اہمیت کا علم دیں اور ماتمی لباس میں اس لئے کہ اس آفت کا علم دیں جو مسلمانوں پر نازل ہو گی۔ کیا ہندوستان کے لوگوں نے سورج اور چاند کو ماہ رمضان میں گرہن لگتے نہیں دیکھا اور کیا علماء نے یہ الفاظ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نہیں دیکھے جو چودھویں صدی کے مجدد کے نشانات کے متعلق حضور نے پیشگوئی میں بیان فرمائے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ سورج اور چاند کو کسوف اور خسوف ہو گا ماہ رمضان میں۔ اور ماہ رمضان میں ان دو جرموں کا کسوف خسوف نہیں ہوا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ہندوستان کے جرائد میں اور اخباروں میں اس واقعہ کا اندراج ہوا اور وہ امر جو تیرہ سو سال سے مندرج چلا آتا تھا اس زمانہ میں ہم نے ان کو پورے ہوتے دیکھا اور جس شخص کی حمایت میں وہ شاندار شاہد آسمان کی بلندی پر کھڑے ہوئے وہ بھی اس شہادت کا مستحق ٹھہرا کیونکہ اس غلام احمد نے جو احمد کے مکتب کا تعلیم یافتہ تھا اپنے آقا کے مذہب کی حمایت میں بڑی غیرت دکھائی۔ اس ناشنک کے زمانہ میں حضرت باری تعالیٰ کی ہستی کے بڑے ثبوت دیئے کرامات اور معجزات دکھائے اپنی تعلیمات سے اس حصہ قوم میں اسلامی روح پھونک دی جو اس کے زیر اثر آئی۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ثبوت میں بڑے بڑے بے نظیر قصائد لکھے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنی قلم کے زور سے نیچا دکھایا۔ اور بدلگام دشمن کے مقابل میں

بہتر ہو از تیغ تیراں محمد

...پر تو آپ نے عالم نے سنا اور لیکھرام جو حضرت نبی کریم کو گالیاں دیتا تھا اس کا شکار ہوا +

جس سے ثابت ہو گیا کہ اگر اسلام پر مصیبت خطرناک تھی تو حضرت کا غلام جو اسلام کی حمایت کے لئے مبعوث ہوا وہ بھی صاحب ہمت اور عزم اور صاحب کرامت اور برکت تھا۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے آسمان کے جرموں کو اس غیور کی تصدیق میں گواہی دیتے دیکھا۔ اور مبارک ہیں وہ جو اس اعلیٰ اخلاق انسان کے قدموں میں بیٹھے اور اس کے شیریں دہن سے جان بخش کلام سنا +

بڑے تعجب کی بات ہے حضرت عمرؓ نے حکماً سونے کے کنگن سراقہ کو پہنائے تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے الفاظ پورے ہوں اور اس زمانہ کے مسلمان حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تازہ نشان آسمان پر دیکھیں رمضان کا مہینہ ہو اور سورج اور چاند کو کسوف اور خسوف ہو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات لفظ لفظ پورے ہوں اور مسلمان ان نشانات کی لذت سے سرشار نہ ہوں جو صحابہ کے وجد کا موجب ہوتی تھی۔ کیا انہوں نے غور کیا ہے کہ اس زبردست شہادت کے متعلق جو مرزا غلام احمد مجدد وقت اور امام زمان کے حق میں سورج و چاند نے دی حضرت رب العزت کے دربار میں وہ کیا جواب دینگے وہ خود غور کر لیں +

مغرب سے طلوع آفتاب

وہ اعجوبہ جس کے ذکر کرنے کا میں نے وعدہ کیا تھا وہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی ہے جس کا پورا ہونا میں نے اس ملک میں اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اس پیشگوئی کی صداقت کی چمکار کی شعاعیں تو دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہیں وہ پیشگوئی تیرہ سو سال گذرے حضرت نے کی اور اس پیشگوئی کی شان اس لئے بہت بڑی ہے کہ ایسے اسباب کی موجودگی میں اس کی صداقت آشکارا ہوئی جو اس کے وقوع کے سخت مانع تھے اور اسی سبب تو اللہ تعالےٰ کی چہرہ نمائی ہو گئی۔ حضرت نے فرمایا تھا کہ سورج کا طلوع مغرب سے ہو گا۔ متقدمین نے اس پر بحث کی ہے کہ آیا وہ جرم آسمانی جس کو شمس کہتے ہیں مغرب سے طلوع کرے گا اور دنیا کا دور الٹا چلے گا جبکہ قیامت برپا ہو گی۔ یا اس سورج سے مراد شمس ہدیٰ ہے جس سے مغربی دنیا میں اسلام کی روشنی پھیلے گی۔ یہ تو عیاں ہے کہ جب دنیا درہم برہم ہو جائے اور سورج و قمر اپنی جگہ چھوڑ جائیں اور زمین کے باشندے ہلاک ہو جائیں تو اس پیشگوئی کے وقوع سے کوئی فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا الا ماشاء اللہ۔ اس کے مفید معنے تو یہی ہیں کہ وہ سراج منیر یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جس کو تمام روشنیوں کا سرچشمہ خدا کے کلام نے کہا ہے اس کی تعلیمات کی شعاعیں مغرب سے اٹھیں گی اور مغربی دنیا کی تاریکی کو دور کر دیں گی +

پیشگوئی کے الفاظ معنے خیز ہوتے ہیں

جب حضرت کے وصال کا وقت قریب آیا تو حضور اپنے رشتہ داروں کی تسلی کے لئے بڑی مبشر گفتگو فرماتے تھے اور حضور کی عادت ہی تھی کہ دوستوں سے کلام مبشر کرتے تھے وصال کے وقت حضرت فاطمہؓ اور حضرت عائشہؓ کو خصوصیت سے بشارت دی اور ازواج مطہرات کے متعلق یہ فرمایا اسرعکن لحوقاً بی اطولکن یداً آپ میں سے سب سے جلدی وہ بی بی مجھ سے ملیں گی جن کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ امہات المومنین ہاتھ ناپنے لگیں حضرت زینب کے ہاتھ سب سے چھوٹے نکلے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے۔ ان کو قدرتی طور یہی خیال رہا کہ میں سب سے پہلے وفات پاؤں گی۔ لیکن واقع نے الفاظ کی تفسیر اور طرح پر کی۔ حضرت زینب جن کے ہاتھ چھوٹے تھے سب سے پہلے وفات پا گئیں۔ اس وقت سب پر اطولکن یداً کے معنے روشن ہو گئے کہ اگر امساک ید سے کنجوسی مراد ہوتی تو طول ید سے سخاوت مراد ہے ایسے طلوع مغرب سے سورج کا طلوع بھی یقیناً مراد رکھتا ہے کہ حضرت سراج منیر صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات مغربی ممالک میں پھیلیں گی +

پیشگوئی کے الفاظ امر محال ظاہر کرتے ہیں

اس پیشگوئی کے الفاظ بتاتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اسلامی کا مغرب میں پھیلنا ایسا مشکل امر ہو گا جیسا کہ سورج کا مغرب سے جا کر نکلنا گویا ایسے مشکل اور بظاہر محال امر کے واقع ہونے کے متعلق پیشگوئی ہے جس کی نظیر دنیا میں کم مل سکتی ہے۔ اور اسی شکلات کی وجہ سے ایک پیشگوئی زیادہ قابل وقعت ہو جاتی ہے۔ غیب جس کی چہرہ نمائی کرتی ہے۔ دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب اور مومنین کے لئے ازدیاد ایمان کا باعث ہوتی ہے اسلام کے پھیلنے کے اسباب ہمارے پاس بہت کم اور اس کے راستہ میں اس قدر روکیں اور مانع اسباب تھے کہ اس کام کو تو لوگ محال سمجھتے رہے۔ یہ لوگ حکمران ہیں۔ اور یہ مغربی اقوام انواع و اقسام کی ترقیوں کے میدان میں بہت

مغربی ترقیات

بڑھی ہوئی ہیں مشرق کو ابھی ان علوم و فنون کے خواب بھی نہیں آئے جن میں مغربی اقوام ماہر ہو چکی ہیں۔ ایجادات جو آئے دن حیرت زدہ کرتی ہیں وہ ثبوت ہیں اس امر کا کہ مغربی دماغ نے طبعیات میں بہت بڑی دسترس حاصل کی ہے فلسفہ و منطق دیکھیں تو اس کا زور ہے ریاضی و ہیئت دیکھیں تو گویا یہ لوگ اجرام فلکیہ پر حکومت کرتے ہیں۔ پہلے تو لوگ تار خبر کو دیکھ کر حیران ہوا کرتے تھے۔ اب بے تار کی تار برقی چلتی ہیں ہوائی جہاز باوجودیکہ سو فٹ لمبا ہونے کے اور کئی سو آدمی کا بوجھ اٹھانے پر بھی ریل اور پرند سے بڑھکر سبکساری دکھاتے ہیں۔ کیا اس کو ہوا پر حکومت کرنے کے نام سے نہیں تعبیر کیا جا سکتا سمندر میں پچاس ہزار ٹن کے جہازات جن میں کھیل کود کے میدان اور تیرنے کے تالاب اور امرا کے لئے محلات کی طرح کمرے ہوتے ہیں کیسے تیزی سے سمندر پر تیرتے ہیں۔ اور آج کل سب میرین جہاز تو مگرمچھ اور دیل مچھلی کی طرح گھات لگائے رہتے ہیں اور بڑے بڑے جہازوں کا شکار کر لیتے ہیں۔ کیا یہ پانی پر حکومت نہیں۔ اگر ہوا اور پانی پر ان کی حکومت ہے تو آگ اور بجلی کے ذریعے سے جو کام انہوں نے لئے ہیں وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان اقوام کے متعلق فرمایا ہے لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۝

مفسرین نے اس آیہ کریمہ کے معنے یہی کئے ہیں کہ ان اقوام کی مادی ترقیاں گویا خالقیت کی حد تک پہنچ جائیں گی۔ جب ان اقوام کی ترقیات کی یہ حالت ہے تو وہ کونسی نئی ترقی ہے۔ جس کا وعدہ اسلام پیش کر سکتا

مسلمانوں کی ناگوار حالت بطور روک

ہے وہ کون سی ترقی ہم مسلمانوں میں موجود ہے اور ان اقوام میں اس کی کمی ہے۔ دولت حکومت ثروت حشمت جاہ و جلال علوم و فنون تو سب ان کے ہاں ہیں ہمارے ہاں تو فلاکت زدگی کے سوا اور کچھ نہیں پھر کونسا طمع ہم ان اقوام کو دے سکتے ہیں۔ جو اسلام کو یہ قبول کریں مادی ترقیات کا تو ہم کوئی طمع ان کو نہیں دے سکتے باقی رہی تعلیمات روحانی جو اسلام میں ہیں ان کا نقشہ جو ان کے دلوں پر جمایا گیا ہے۔ اور ہر بچہ کے دل پر نقش کیا جاتا ہے وہ نہایت ہی خطرناک اور نہایت ہی گندہ ہے۔ وہ سمجھتے ہیں مسلمان وہ ہوتا ہے جس کا جرم بہت بڑا ہو اور خوب عیش و عشرت کرتا ہو اور اس کو وہ زناکاری سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام نے مسئلہ قسمت سکھا کر قوم کو ذلیل کیا ہے مسلمان کبھی ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ غربت اور افلاس خدا کی طرف سے ہے۔ اور غریب کو امیر بننے کی کوشش کرنا بے سود ہے۔ کیونکہ غربت اس کی قسمت میں لکھی جا چکی ہے اور بیمار کو تندرست ہونے کی کوشش کرنا بے معنے بات ہے جبکہ اس کی قسمت میں بیماری لکھی جا چکی ہے۔ اور یہ کہ اسلام نے حیوانی قوٰے کو بڑھانے اور ہیجان پیدا کرنے کے لئے بہشت کے وعدے دیئے ہیں اور ان میں حوروں اور غلمانوں کی کوئی حد بھی مقرر نہیں کی۔ اور بہشت میں شرابوں کے خوب دور چلا دئے ہیں خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی بیویاں کیں اور ثبوت دیا نعوذ باللہ کہ وہ شہوت ران تھے اور اسلامی بادشاہ اس وقت بھی اپنی حرموں میں بے شمار مردوں کی تعداد میں عورتوں کو قید کر رکھتے ہیں۔ جب یہ نقشہ اسلام کی روحانی تعلیمات کے متعلق لوگوں کے دلوں پر جما ہوا ہو تو وہ کونسی امید باقی رہ جاتی ہے طلوع آفتاب کے لئے مغرب میں۔ یہ بات سچ ہے کہ حضرت کی پیشگوئی کے الفاظ نے ہی خود بتا دیا تھا کہ اسلام کا مغرب میں پھیلنا ایسا پرلے درجے کا مشکل اور بظاہر محال نظر آئیگا۔ جیسا کہ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا +

اسلام پر اعتراضات

مغربی علوم نے ہماری آنکھوں کو ایسا چکا چوند کر دیا ہے جو مسلمان بھی یہاں آیا اسکو اسلام پر اعتراضات سوجھنے لگے الا ماشاء اللہ انہوں نے اسلام پڑھا بھی تو سپنسر کیسے ملٹن لینگ سیکل جیمس وغیرہ وغیرہ کی کتابوں میں اور لگے کہنے کہ اسلام تو اس بات کا قایل نہیں کہ عورت میں روح ہے اسلام عورت کو کوئی حقوق نہیں عطا کرتا۔ اسلام نے پردہ سکھا کر قوم کو تاریکی اور بدی کے گڑھے میں گرا دیا ہے۔ اسلام خواہ مخواہ کی پابندیاں اور نمازیں اور روزے درج جیسی بے سود باتیں سکھاتا ہے قرآن کریم ایک پرانی کتاب ہے جو آج کام نہیں آ سکتی۔ یہ تو غیر مہذب اقوام کے لئے موزوں تھی اور بعض نے ہندوستان میں جا کر اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا کہ اسلام کے لئے مغرب میں کوئی موقعہ نہیں ہے کیونکہ یہ غیر مہذب وحشی اقوام کے لئے موضوع ہے۔ اسلام کا خدا ایک خونخوار ذوانتقام خدا ہے جو کبھی نہیں بخشتا۔ جو غفور رحیم نہیں ہے اور جو ایسا حسد سے بھرا ہوا ہے کہ دوسرے خدا کا وجود کی تاب ہی نہیں لا سکتا۔ اور مشرقی لوگ مسئلہ تثلیث کی خوبی و حقیقت کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔

پیشگوئی کا بعید از عقل مشتبہ و کیفیت پورا ہونا

الغرض مغرب میں [illegible]

وہ تمام اسباب موجود ہیں جو یہاں میں غریب فلاکت زدہ مسلمانوں کے مذہب کے پھیلنے کے لئے۔

اور اسی سے حضرت نبی کریم کی پیشگوئی کی شوکت بڑھتی ہے اس سے حضور کے قلب صافی کا پتہ چلتا ہے کہ اتنی صدیوں کے امور ان کے قلب پر ظاہر ہو جاتے تھے اور اسی سے پتہ چلتا ہے اس امر کا کہ وہ کس قدر بزرگ مظہر مقدس انسان تھے جو اللہ تعالےٰ نے اتنا بڑا تعلق ان سے لگایا اور ان کی زبان پر وہ پیشگوئیاں جاری کیں کہ اس وقت تک بھی ہم ان سے سیراب ہو رہے ہیں اور ان ہونے اور ناممکن امور کو معرض وقوع میں آتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ کیا باوجود اس کے یہ تمام اسباب یہاں موجود تھے جو زبردست پہاڑوں کی طرح روکیں تھیں اسلام کے راستے میں ہم نے آفتاب کو مغرب سے طلوع ہوتے ہوئے نہیں دیکھ لیا۔ کیا وہ سراج منیر جس پر اخباروں کے انبار رکھو بیے گئے تھے اعتراضات کے وہ مغربی اقوام کی سب سے بڑی سلطنت میں آب و تاب سے طلوع کرتا ہوا انہیں دیکھا گیا کیا لارڈ ہیڈلے یا لفا یہ سیف الرحمن فاروق اور روس کا شاہزادہ جلال الدین محمد اور فرانس کا شاہزادہ مواہب الرحمن اور لیڈی زینب حضرت رسول کریم کے سایہ عاطفت میں آ کر راحت اور سکون قلب حاصل نہیں کر رہے۔ کیا جرنیل ڈکسن میجر لیگ جلال الدین کپتان مسگریو عبد الرحمن کپتان بیک لیگمان نصر اللہ لفٹنٹ بہادر بیری گفرڈ اسد اللہ اور ایک تعداد گوروں کی حضرت رسول کریم کے جھنڈے تلے نہیں آ گئی ہے۔ کیا جناب پروفیسر ہارون مصطفےٰ صاحب اور پروفیسر نور الدین سٹیفن اور ڈاکٹر امین ومائیمنٹ اور ایڈیٹر اور لکچرار - محمد صادق مسٹر رائٹ صاحب اور حبیب اللہ صاحب اور رینٹ و رنگوں کی کثیر تعداد حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں نہیں آ گئی ۰

قلبی کیفیت کا اظہار

کیا اس پیشگوئی کی صداقت سے جو تموج ہمارے قلوب میں پیدا ہوا ہے اور جو تموج تمام دنیا کے مسلمانوں میں اس صداقت باہرہ نے پیدا کر دیا ہے اسکا حال ناقابل بیان ہے اس نے ہمارے دلوں میں خصوصاً اور تمام دنیا کے مسلمانوں کے دلوں میں عموماً ایک خاص لذت ایمانی اور حیات اسلامی پیدا کر دی ہے۔ اس ملک میں چار پانصد آدمی کا مل کر نماز ادا کرنا اور اسلامی جلوس کا مغربی شہروں کے بازاروں میں سے گزرنا۔ اللہ اکبر کے نعروں کا بلند ہونا ہم پر ایک خاص حالت طاری کرتا ہے۔ پانچ وقت اذان کی آواز کا بلند ہونا اور با جماعت نماز کا ادا ہونا بے اختیار دل میں صل علےٰ کا ذکر جاری کرتا ہے حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتحیات خدا سے تعالےٰ کا چہرہ ہم کو دکھا دیا اور دلوں میں اس کی تحمید اور تقدیس کا جوش پیدا کر دیا ہے ہم نے محمد رسول اللہ کی صداقت کو آنکھوں سے دیکھ لیا ہم نے اللہ تعالےٰ کے زبردست ہاتھ کو خود کام کرتے ہوئے مشاہدہ کر لیا کہ اس کا رسول سچا تھا اور محمد رسول اللہ کا خدا بیشک زندہ خدا ہے۔ بیشک وہ قادر مطلق علیم خبیر حی قیوم خدا ہے۔ حضرت کے مکتب کے تعلیم یافتہ

کشف مسیح موعود کا

انسان نے جن کا نام نامی غلام احمد تھا اپنے ایک کشف میں دیکھا تھا کہ میں انگلستان میں لکچر دے رہا ہوں اور سفید سفید چڑیاں میں نے پکڑی ہیں سو ان کا کشف پورا ہوا اس کے قدموں میں بیٹھنے والوں نے یہاں وعظ کئے اور سفید سفید چڑیاں بڑی تعداد میں پکڑ لیں جس سے ثابت ہوا کہ حضرت رسول کریم کا وہ غلام جس کی تصدیق میں سورج و قمر نے آسمان پر گواہی دی تھی برحق ہے اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور ان کا خدا زندہ خدا ہے اور سچا مالک اور خالق ہے اور وہی معبود برحق ہے فالحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ الکریم وعلےٰ آلہ واصحبہ اجمعین الی یوم الدین۔

ہمارا فرض

اگر اللہ تعالےٰ نے ہم کو آفتاب کا گوشہ اٹھتا ہوا دکھا دیا ہے تو اب ہم پر فرض ہے کہ ہم کوشش کریں کہ سید الرسل کی تعلیمات کی پوری روشنی اس دنیا میں پھیلائیں۔ جس خدائے تعالےٰ نے اس کام کو اس حد تک کیا وہ خود اس کی تکمیل بھی کریگا۔ لیکن مبارک ہیں وہ جنکے دلوں میں اس ثواب عظیم کے حاصل کرنے کی تڑپ پیدا ہو سنت اللہ اس کام میں جد و جہد کی متقاضی ہے۔ اسکے فضل ہماری کوشش کے مطابق نازل ہونگے۔ اس وقت تک ووکنگ کی تبلیغی کوشش بہت محدود رہی

ووکنگ مشن کی ضروریات

اور اب بھی اس کوشش کا بوجھ صرف ایک شخص کے کندھوں پر ہے اور بوجھ ایک شخص کی طاقت سے بہت زیادہ ہے اور جادہ کش ہے ہمیں اس کی بہت فکر ہونی چاہئے۔ اگر ہم اپنی جد و جہد کی توسیع نہیں کر سکتے تو یہاں کے کارکن کے بوجھ ہلکا کرنے کا ہی انتظام کر دیں۔ یہاں ضرورت ہے۔ کم از کم دو ایسے کام کرنیوالوں کی جو قرآن کریم کو جانتے ہوں خود عامل ہوں تقریر اور تحریر دونوں پر قادر ہوں اور قابل اعتماد ہوں اور کم از کم ایک قابل عربی دان کی ضرورت ہے جو یہاں کے لوگوں کو زبان عربی سکھا سکے اور تفصیل اور روحانی تعلیمات اسلامی سے نو مسلموں کو مستفید کرے +

موجودہ حالت

خواجہ صاحب کے آجانے سے چونکہ مجھے کچھ وقت فرصت کا مل گیا ہے تو اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کیطرف توجہ کیگئی

وصیت جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

ضروری عرضداشت

میں نے یہ وصیت ۱۹۰۷ء میں لکھی تھی اس وقت تک جب یہ رسالہ الوصیت میرے پاس پہنچا ہوا تھا۔ میں اُس وقت ملازمت پیشہ تھا اس زمانہ میں میری اپنی پیدا کردہ جائداد کوئی نہ تھی۔ اور اسکو حضرت والد ماجد کی پیدا کردہ جائداد کے کسی حصہ پر ممکن ہے کہ آئندہ ملکیت مستقل سمجھا جا سکتا تھا اس لئے ان کی رضامندی ضروری تھی میں نے وصیت کو اُن کی خدمت میں دستخط کے لئے بھیجا مگر مشیت ایزدی اسی میں تھی کہ ان کو اس وقت اس کی تصدیق کے لئے شرح صدر میسر نہ ہوا۔ میں نے بھی اس وقت اُن کو مجبور نہ کرنا چاہا۔ اس لئے وصیت اسی طرح سے میرے پاس محفوظ پڑی رہی اور میں اپنی بابت ماہوار چندہ صدر انجمن احمدیہ دیتا رہا۔ اور اب اس کی حقیقی قائم مقام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی آمد کا عشر دیتا ہوں۔

آج سالانہ رپورٹ میں جو میں نے جماعت کے لئے اشاعت اسلام کی غرض سے وصیت کرنے کی تحریک کی۔ میں نے ضروری سمجھا کہ اس وصیت کو اب شائع کردوں۔ تاکہ لِمَ تقولون ما لا تفعلون کا مصداق نہ سمجھا جاؤں۔

یہ اللہ کا احسان ہے۔ اور خاص فضل ہے۔ کہ اس وصیت کے لکھے جانے کے بعد (جو گیارہ سال ہوئے ہیں) مجھے زندہ رکھا۔ اور میرے والد صاحب کو بھی جن کی رضامندی کے۔ میں نے آج تک اسکو تعویق میں رکھا۔ اور یہ اس کا اور بھی فضل ہے کہ آج اس وقت جبکہ اس کی اشاعت کا وقت آیا۔ وہ باوجود اپنے ضعف و ناتوانی کے میرے پاس موجود ہیں۔ اور جلسہ میں شمولیت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ اور وہ خوشی سے اب اس وصیت پر دستخط فرماتے ہیں۔ جبکہ اُن کی تمام عمر اعلےٰ درجہ کے تقوےٰ و پاکیزگی میں گذری ہے مجھ پر اور باقی سب اولاد پر اُن کے بہت بہت احسان ہیں اس لئے میں اُن کے لئے رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا کی دعا کرتا ہوں۔ آمین!

خدا تعالےٰ کا سب سے بڑا احسان جو اس وصیت کے موجودہ حالات میں شائع کرنے کے متعلق ہے۔ یہ ہے کہ اس وقت اس کے فضل سے میں خود صاحب جائداد ہوں۔ اور یہ کہ مکانات جو یہاں احمدیہ بلڈنگس میں ہیں اس خاکسار کے بنا کردہ ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اُن کو اپنی قبولیت کا شرف بخشے۔ اور ان کے سکان نیکی وطہارت کا نمونہ ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ مجھکو اور میری اولاد کو متقیوں کا امام بنا دے۔ آمین!

اس وصیت میں میں نے صرف اتنی تبدیلی کی ہے کہ جو زمین مجھ کو حضرت والد صاحب نے میرے حصہ کی عنایت فرمائی ہے اسکا ⅓ حصہ میں آج کی تاریخ سے احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے نام وقف کرتا ہوں۔ اور وصیت کرتا ہوں کہ اس حصہ زمین کی آمد ہمیشہ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سپرد ہوتی رہے۔ اور وہ اس کو اشاعت اسلام میں خرچ کرے۔ اور اس کا ثواب میرے والد مرزا نیاز بیگ صاحب رئیس کلانور جو اس جائداد کو پیدا کرنے والے ہیں۔ نیز میرے دادا مرزا احمد بیگ صاحب رسالدار بہادر مرحوم اور میرے نہایت ہی پیارے بھائی مرزا ایوب بیگ صاحب مرحوم اور اُن کی زوجہ مرحومہ فاطمہ بی بی کو ثواب پہنچے۔ آمین!

اپنے سکنی مکان کے علاوہ اپنی پیدا کردہ جائداد غیر منقولہ کے متعلق میں۔ ایک تہائی کی وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات کے بعد احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے سپرد کی جاوے اور اسکی آمد بطور مستقل فنڈ کے اشاعت اسلام کے لئے خرچ ہو۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اس وصیت کے اوپر حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب کی تحریر اس خاکسار کے متعلق ہے۔ اور یہ بھی اس وصیت کے ساتھ ہی ہے اس لئے شائع کرتا ہوں تاکہ اس دلی عقیدت کی یادگار رہے۔ جو کہ اس خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح مرحوم سے تھی۔ والسلام

خاکسار مرزا یعقوب بیگ۔ ایل۔ ایم۔ ایس۔ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور۔ احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

تحریر حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح

عزیز برادر۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

مجھے آپ بسبب اپنے اخلاق و عادات اور اس سچے نور اور فضل کے بڑے پیارے ہیں جو آپ کو اللہ تعالےٰ نے ملا ہے کہ آپ اُسکے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلیفہ برحق مسیح و مہدی سے سچا اور پاک تعلق رکھتے ہیں۔

اور آپ کو میں نے برادر اس لئے کہا ہے کہ میرے اور آپکے درمیان اس کارڈ کے باعث اخوۃ قائم ہوئی ہے جسکو میں نے مسیح کی وفات سے پہلے شائع کیا تھا۔ اور امام نے اس پر محبت کا اظہار فرمایا۔

دلی جوش کا اظہار بے ریب قربانی چاہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و رحمت سے اس آپ کی للہی قربانی کو جو آپ نے اسکی رضا کے لئے کی ہے۔ قبول فرماوے۔ جزاک اللہ احسن الجزاء۔

میری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کی عمر میں آپ کے کاموں میں آپ کے گھر میں آپ کی اولاد میں بہت بہت برکتیں عطا فرماوے۔ اور بہت زور کے ساتھ آپ اور آپ کی اولاد پاک نمونہ اور امام ہوں وما ذلک علی اللہ بعزیز فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین۔ حضرت حق سبحانہ تعالےٰ آپ کو اس صدق استقامت بخشے۔ اور اس ایثار میں برکت بخشے۔ آمین!

نور الدین — ۴ اگست ۱۹۰۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

الوصیت منجانب خاکسار مرزا یعقوب بیگ اسسٹنٹ سرجن سکنہ کلانور

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

الحمد للہ رب العلمین ○ الرحمٰن الرحیم ○ مالک یوم الدین ○ ایاک نعبد وایاک نستعین ○ اھدنا الصراط المستقیم ○ صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ آمین ○

آج جو ۱۹ جنوری ۱۹۰۷ء بروز جمعرات ہے میں اپنی ہوش و حواس کی درستی سے یہ وصیت نامہ حضرت اقدس حجۃ اللہ المسیح موعود امام زمان و مہدی دوران کی خدمت بابرکت میں ارسال کرتا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ سے مدد مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے عہد پر استوار رہنے کی توفیق دے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کی دعائیں اور خوشنودی اس جہان میں اور اگلے جہان میں ہمیشہ میرے لئے موجب برکت کا ہوں۔ آمین۔

حضرت سیدی و مولائی افضل البشر و خیر الرسل و خیر الانام محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور شریعت سے ایک طرفۃ العین کے لئے بھی میرا قدم باہر نہ ہو۔ اور انکا فضل اور اُن کی نظر لطف ہمیشہ اس خاکسار پر ہو۔ اور اس جہان میں اور اگلے جہان میں اللہ تعالےٰ کی جناب میں میرے محسن و شفیع ہوں اور میری یہ بھی دعا ہے کہ مجھے حضرت امام زمان کی کامل اتباع کی توفیق حضرت احدیت سے نصیب ہو۔ اور میں خدا کے فضل سے اول المومنین و امام المتقین بنوں۔ اور میرا جینا اور میرا مرنا خدا کے لئے ہو۔ آمین۔

جس روز سے میں نے اشتہار الوصیت پڑھا ہے میری یہی آرزو ہے کہ میں حضرت اقدس کی خدمت میں یہ لکھوں کہ اگرچہ میں عاجز و ناچیز گنہگار و ناتوان ہوں مگر میں آپ کا خادم اور نوکر اور ادنےٰ غلام بلکہ غلامان غلام ہوں اور حضور کی دعا اور توجہ اور لطف اور مہربانی اور دلی عنایت کا ہر دم اور ہر آن محتاج ہوں۔ میں اس بات کا سچے دل سے اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے آپ کی طفیل اور محض آپ کی طفیل اسلام کو پایا ہے۔ اور آج اللہ کے فضل سے میں مسلمان ہوں۔ اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر آپ نہ ہوتے تو میں نہیں جانتا کہ میں کس ہلاکت کے کنوئیں میں جا گرتا آپ نے مجھ پر ایسا احسان کیا ہے۔ کہ اگر میں اپنے وجود کا ہر ایک ذرہ بھی آپ پر نثار کروں تب بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کے احسان کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ ؎

اگر صد جاں بپایت بزم ہنوزش عذر می خواہم

حضور کا وہ احسان اور یہ داد ہے کہ اس سے خدا تعالےٰ کے فضل سے [illegible]

کرنے اور اُس کی رضامندی کے ثمرات اس جہان اور اگلے جہان میں پانے کا امیدوار ہوں۔ للہ حضور دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرے۔ آمین!

اے میرے مرشد و مولےٰ اور اے میرے ہادی اور اے میرے امام اور اے میرے پیشوا اے میرے حکیم اور اے مجھے میری روحانی موت کے بعد زندہ کرنے والے میری عین آرزو یہ ہے کہ میں سر کے بالوں سے لیکر پاؤں کے ناخنوں تک سارے کا سارا ہی خدا کا ہو جاؤں۔ اور میں اس ہدایت اور نور کو جو حضور کی طفیل پہنچا ہے۔ اے حضور کی دعا سے اور خدا کے فضل سے اپنے اندر اس قدر بڑھاؤں کہ کوئی جہل اور تاریکی اور خدا سے دوری کا شعبہ میرے اندر نہ رہے۔ اور اے میرے ہادی اور مولےٰ میری یہ خواہش ہے اور دلی آرزو ہے کہ میں اپنے خدا اور اُس کے رسول کا اور تجھ مسیح کا سچا پیارا اور کامل محبت کرنیوالا اور اپنے آپ کو خدا کی راہ میں کھونیوالا بن جاؤں اور میں ایک سچے مومن اور محب کی طرح اپنے رب اور اپنے ہادی محمد رسول اللہ کا اور اپنے زندگی بخش مسیح کا نام دنیا کے ہر چہار طرف پھیلاؤں اور یہ دعا کرتا ہوں کہ صحابہ کی طرح خدا کی راہ میں بذل اور ایثار کرنے والا بن جاؤں۔ اور میں خدا کے فضل سے ناامید نہیں ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں بالکل ناچیز اور عاجز ہوں۔ کہ وہ مجھے بھی حضور کی دعا سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح دنیا میں اسلام اور احمدی توحید کو پھیلانیوالا بنائے۔ اے میرے مرشد اور اے میرے آقا اور میرے روحانی باپ اور اے جو تو مجھے اپنے باپ اور ماں اور بھائی اور دنیا کے ہر ایک رشتہ اور تعلق سے زیادہ عزیز اور پیارا ہے تو ہی میرے لئے دعا کر۔ اور میرے لئے خدا سے استعانت چاہ کہ اللہ تعالےٰ مجھے تیرا اور تیرے پیارے نبی کا سچا چاکر اور خادم بنا دے اور مجھے میری مرادوں میں کامیاب کرے۔ آمین! اور مجھے اللہ تعالےٰ کی راہ میں پورا فدائی اور مومن بنا دے۔

اے میرے پیارے امام میری دلی خواہش تو یہ ہے۔ کہ میں اپنی زندگی دین کے لئے وقف کردوں اور میں ہر دم اور ہر آن دین کو دنیا پر مقدم کرنیوالا بنوں۔ آمین! اور اللہ تعالےٰ میرے لئے احسن طور پر اسباب مہیا کردے کہ جن سے میں اس دنیاوی زندگی سے علیحدہ ہو کر خدا کے لئے زندگی بسر کروں۔ اور میں اس کا ہو جاؤں اور وہ میرا ہو جاوے اور میں خدا میں ایسا محو ہو جاؤں اور اپنے امام کی اتباع میں ایسا فنا ہو جاؤں۔ کہ ؎

کس نہ داند بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

کا مصداق ہو۔ آمین! میری تو یہ خواہش ہے۔ کہ جیتے جی میں سارے کا سارا ہی خدا کا بنوں اور مرنے کے بعد بھی میرا سب کچھ خدا کا ہی ہو۔ اور اس کی راہ میں خرچ ہو۔ مگر میں سنتا ہوں کہ اپنے ترکہ کو خدا کی راہ میں صرف کرنے کی اگر کوئی شخص وصیت کرنا چاہے تو ⅓ (ایک تہائی) سے زیادہ نہیں کرسکتا اس لئے میں مجبوراً ⅓ کے لئے وصیت کرتا ہوں کہ میری کل جائداد میں سے تیسرا حصہ میرے مرنے کے بعد میری اولاد حضرت اقدس کے اشتہار الوصیت مطبوعہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۵ء کے مطابق اس الٰہی سلسلہ میں خرچ کریں اور اس کے خدا کے نزدیک وہ ذمہ دار ہوں گے۔ اللہ تعالےٰ ان کو اس میری وصیت کو اتمام تک پہنچانے کی توفیق دے۔ آمین! اس وقت خدا کے فضل سے میرا ایک لڑکا جس کا نام داؤد بیگ ہے اور ایک لڑکی ہے جس کا نام رشیدہ بیگم ہے۔ ابھی وہ بالکل صغیر سن ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں ترقی دے اور اُن کو نیک بخت اور متقی بنا دے اور اللہ تعالےٰ اگر اور اولاد بھی دے تو اُن کو بھی وہ سعادت دارین سے بہرہ ور کرے۔ آمین! اور میں بھی اُن کو وصیت کرتا ہوں۔ جیسے کہ حضرت ابو الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام و حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے وصیت کی۔ ووصی بھا ابراھیم بنیہ ویعقوب یا بنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون ام کنتم شھداء اذ حضر یعقوب الموت اذ قال لبنیہ ما تعبدون من بعدی قالوا نعبد الٰھک والٰہ آبائک ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق الٰھا واحدا ونحن لہ مسلمون تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون (یعنی اسلام پر قائم رہنے کی وصیت حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو کی اور [illegible])

تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا۔ جو سب دینوں سے افضل اور برتر ہے۔ دیکھو تم اسی کوشش میں سدا لگے رہو کہ تمہارا اسلام پر ہی خاتمہ ہو۔ اور تم سدا خدا کے سچے فرمانبردار بنے رہو۔ اور جب حضرت یعقوب کی موت کا وقت قریب آیا۔ کیا اسوقت کا حال تمکو معلوم ہے؟ حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میری وفات کے بعد تم کس کی پرستش کرو گے۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا۔ کہ ہم ہمیشہ اس ایک خدا کے پرستار ہونگے۔ جو آپ کا خدا ہے اور آپ کے آباؤ اجداد حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل و حضرت اسحٰق کا خدا ہے۔ اور ہمیشہ ہم اسی کے فرمانبردار بنے رہینگے۔ اس نمونہ کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھو۔ یہ لوگ جو خدا کے فرمانبردار اور اُسکے حکموں پر چلنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی فرمانبرداری کا پھل خدا کی جناب سے پایا۔ اور اب بھی تم جیسا کرو گے ویسا ہی پاؤ گے ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

اب میں اپنے بزرگ والدین کی خدمت میں اور اپنے عزیز بھائیوں اور اقارب کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ کہ ان میں سے جو کوئی میری وفات کے بعد موجود ہو۔ وہ اس وصیت کی تکمیل میں کوشش کرے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ انشراحِ صدر سے ایسا کرینگے کیونکہ شریعت اسلام نے خود اجازت دی ہے۔ کہ اپنی جائداد میں سے ⅓ ایک موصی (یعنی وصیت کرنیوالا) خدا کی راہ میں کسی نیک کام کے لئے وقف کرسکتا ہے۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ آجتک اسلام کے لئے ایسا سخت وقت کبھی نہیں آیا جیسا کہ آجکل ہے۔ ہر طرف مخالفان دین اس پر حملے کر رہے ہیں۔ اور اسکو (معاذ اللہ) نیست ونابود کرنے کی کوشش میں ہیں اور اس کے لئے روپیہ پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ حال ہے۔ کہ انہیں حمیت اسلام ہی نہیں رہی۔ الا ماشاء اللہ۔ اکثروں پر تو تنگدستی چھائی ہوئی ہے۔ اور جو امراء ہیں اُن کو دین کا خیال نہیں ؎

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمدؐ کار نیست
ہر طرف سیلِ ضلالت صد ہزاراں تن ربود
حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم ہشیار نیست
اے خداوندان نعمت اینچنیں غفلت چرا
بیخود از خوابید یا خود بخت دیں بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حالِ دیں
آنچہ مے بینم بلاہا حاجتِ اظہار نیست
آتش افتادست در جنش بخیزید اے یلاں
دیدنش از دور کارِ مردمِ دیندار نیست
ہر کسے غمخوارِ اہل و اقارب مے کند
اے دریغ ایں بیکسے را ہیچکس غمخوار نیست
خونِ دیں بینم رواں چوں کشتگانِ کربلا
اے عجب ایں مردماں را ہیچ آں دلدار نیست
اے خدا ہرگز مکن شاد آں دلِ تاریک را
آنکہ او را فکرِ دینِ احمدؐ مختار نیست
اے برادر پنج روز ایام عشرت ہا بود
دائما عیش و بہار و گلشن و گلزار نیست

ہم کو اس وقت خدا کا ہزاروں ہزار شکر کرنا چاہئے کہ اُسنے حضرت امام زمان مسیح موعودؑ کو اعلائے کلمہ اسلام کے لئے مبعوث کیا ہے اور اس سے بہتر اور کوئی موقعہ نہیں۔ کہ ہم اپنے جان و مال کو خدا کی راہ میں خرچ کریں۔ در حقیقی طور پر ⅓ حصہ مال کو صدقہ جاریہ کے طور پر خرچ کرنے کے لئے ہر ایک موصی کے لئے اس سے بہتر اور کوئی موقعہ نہ ہوگا۔ کیونکہ اسوقت خدمتِ دین میں حصہ لینا اور اسلام کی تائید میں روپیہ خرچ کرنا ابد الآباد تک خدا کے فضل اور رحمتوں سے حصہ لینے کی ایک مبارک راہ ہے۔ اب مسیح کے وقت میں تلوار سے جہاد حرام ہے۔ ہمارے لئے یہی جہاد ہے۔ کہ ہم اپنے مال و جان سے خدمتِ دین میں مصروف ہوں یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لینی چاہئے۔ کہ خدا تعالیٰ کو ہمارے جان و مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے خود ارادہ کرلیا ہے۔ کہ اسلام کو از سر نو زندہ کرے اور اس کے چہرہ پر جو سیاہ دھبے مخالفان اسلام نے لگائے ہیں اُن کو دھو ڈالے۔ اور اسلام کے درخشاں چہرہ کو آفتاب صداقت کے رنگ میں کل دنیا پر ظاہر کرے۔ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہو اور خدا تعالیٰ کے کام کبھی ادھورے نہیں ہو سکتے اور اس کا مسیح موعودؑ جسکے ہاتھ پر کسر صلیب ہونا مقدر ہے ضرور ہے۔ کہ اس نشان کو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے پورا ہوتا ہوا دیکھے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ کہ ہمکو خدمتِ دین کا موقعہ دے ورنہ وہ اس بات پر قادر ہے اور اس نے ارادہ کرلیا ہے۔ کہ ہم میں سے جو کوئی اس کی راہ میں ضعفِ ایمان دکھائیگا۔ اور دین کے مقابلہ میں دنیا کی طرف جھکیگا۔ اور دُنیا کے مال و اموال سے پیار کریگا۔ اسکو وہ ہلاک کریگا۔ اور اسکو اُسکے مال و اموال اور ہر ایک پیاری چیز سے جُدا کر دیگا۔ اُسوقت اُسکو حسرت ہوگی۔ کہ کاش میں سب کچھ خدا کی راہ میں نثار کر دیتا اور اس دُکھ کے عذاب میں نہ مُبتلا ہوتا۔ اے اللہ تو ہم کو ایسے لوگوں سے نہ کریو اور اے خدا تو اِس عاجز پر اور اُسکے والدین پر اور اس کی اولاد پر اور اُسکے تمام احباب اور اقارب پر اور کل احمدی قوم پر رحم فرما۔ اور سب کو اپنی رضامندی کی راہ پر چلنے کی توفیق دے اور اے خدا ان میں سے کوئی ایسا نہ ہو کہ جو تیرے غضب اور لعنت کا سزاوار ہو۔ اے اللہ تو اپنے رسول پاک محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفیل اور اپنے اس امام زمان مسیح موعودؑ کی طفیل ہم پر رحم فرما۔ اور ہماری کمزوریاں کو ہم سے دُور کر۔ اور ہمارے قدموں کو صراط مستقیم پر مضبوط رکھ۔ آمین۔ ثم آمین!! اور اے مسیح تجھ سے میری عاجزانہ التجا ہے۔ کہ تو بھی میرے ساتھ اس دُعا میں شامل ہو۔ آمین! اے میرے عزیزو اور اے میرے قریبی رشتہ دارو۔ میں تمکو اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ میری اس وصیت سے یہ گمان مت کرو۔ کہ تمہارے حصہ میں کوئی کمی واقع ہو جائیگی۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں اللہ تمکو اس کے صلہ میں اس سے کئی گنا زیادہ دیگا اور وہ خود تمہارا متکفل ہوگا۔ مال و متاع کبھی انسان کے ساتھ نہیں جاتا۔ خدا کا فضل ہے۔ جو ہر جگہ دستگیری کرتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اسکے فضل کو ڈھونڈو۔ اور مرتے وقت اس کی رحمتوں کے ڈھیر کے ڈھیر تمہارے ساتھ جائیں۔ تاکہ تم اپنے آقا و مولے کا قرب اور دیدار حاصل کرسکو۔ کیونکہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا سے پیار مت کرو۔ کیونکہ دنیا فانی ہے اور خدا کی راہ میں کچھ خرچ کرکے اس پر احسان نہ رکھو۔ کیونکہ وہ تمہارا محتاج نہیں۔ بلکہ یہ اس کا فضل ہے کہ اس نے تمکو دیا ہے اور ہمیشہ اس بات کے شکرگذار رہو کہ اس نے اپنی خاص رحمت سے تمکو خدمت دین کے لئے موقعہ دیا۔ آمین! اور حضرت اقدس کی اس نصیحت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آمین۔

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا
اگر یاراں کنوں بر غربتِ اسلام رحم آرید
باصحابِ نبی نزدِ خدا نسبت شود پیدا
بجنبید از پئے کوشش کہ از درگاہِ ربانی
ز بہرِ ناصرانِ دینِ حق نصرت شود پیدا
اگر دستِ عطا در نصرتِ اسلام بکشائید
ہم از بہرِ شما ناگہ بد عزت شود پیدا
ز بذلِ مال در راہش کسے مفلس نمے گردد
خدا خود مے شود ناصر اگر ہمت شود پیدا
دو روزِ عمرِ خود در کارِ دیں کوشید اے یاراں
کہ آخر ساعتِ رحلت بعد حسرت شود پیدا
امیدِ دیں روا گرداں امید تو روا گردد
ز صد نومیدی و یاس و الم رحمت شود پیدا
بجو از جان و دل تا خدمتے از دست تو آید
لقائے جاوداں یابی گر ایں شربت شود پیدا
شگفت ایں اجرِ نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسماں است ایں بہر حالت شود پیدا
کریما صد کرم کن بر کسے کو ناصرِ دین است
بلائے او بگرداں گر گہے آفت شود پیدا

اب میں اپنی اولاد کو بالخصوص خدا کے لئے یہ وصیت کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ پر ہر ایک امر میں بھروسہ کریں اور اسی سے استعانت چاہیں۔ اسے ہمیشہ اپنا ناصر و مددگار پائینگے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بیسیوں دفعہ خدا تعالیٰ کی غیب الغیب نصرت کے کرشمے اپنے ساتھ دیکھے ہیں اور وہ ہمیشہ میرا معاون و مددگار رہا ہے۔ اور میں اُس کی دستگیری کو اور رحمت اور فضل کو ہر روز مشاہدہ کرتا ہوں بمثال کے طور پر میں اپنا ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ کہ ایکدفعہ لاہور میں مخالفین اسلام سے ایک دینی مسئلہ میں میرا مقابلہ تھا۔ اور ایک مرتبہ پہلے وہ زک اٹھا چکے تھے۔ انہوں نے پھر ہمکو دعوت دی۔ کہ ہم اُن کے مقابل پھر بحث کریں۔ ہماری جماعت کی تعداد بالکل تھوڑی تھی اور وہ ہزاروں ہزار تھے۔ اور ہمکو اندیشہ تھا۔ کہ وہ اپنی کثرت سے ہم پر ٹوٹ نہ پڑیں اور یہ بھی خیال تھا کہ اگر ہم اب کی دفعہ اُنکے جلسہ میں نہ گئے۔ تو اس میں ہتک اسلام ہے۔ اس لئے میں سجدہ میں گر گیا اور اپنے قادر مطلق خداوند کی جناب میں بہت دعا کی۔ اور اپنی کمزوری اور بے سروسامانی کا اظہار کرکے گڑگڑا کر رویا۔ اسوقت اس بیقراری اور اضطراب کی حالت میں میرے دل پر ایک سکینت نازل ہوئی اور میرا دل اتنا قوی ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر شاہد ہے کہ مجھے اس امر کا یقین ہو گیا کہ آج اگر پہاڑ بھی ہمارے سامنے ہوگا۔ اور میں دھکا دونگا تو وہ ضرور ہے کہ گر جائے۔ جب میں دعا سے فارغ ہوا۔ تو میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ میں قرآن مجید سے فال لوں جب میں نے قرآن مجید کھولا۔ تو یہ آیت نکلی ومن یرغب عن ملة ابراھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینٰہ فی الدنیا وانہ فی الاخرة لمن الصّٰلحین ۝ واذ قال لہ ربہ اسلم قال اسلمت لرب العٰلمین۔ یعنے حضرت ابراہیم کا مذہب اور طریق عمل ہر ایک مومن کیلئے ضروری ہے کہ اسکی اتباع کرے اور جو شخص کہ دل کا کمینہ ہو وہ اس طریق پر عمل نہیں کرتا۔ اس فرمانبرداری کے صلہ میں ہمنے اُسکو دنیا میں برگزیدہ اور ممتاز کیا۔ اور آخرت میں بھی خدا کے صالح بندوں میں سے ہے۔ وہ خدا کے ایسے فرمانبردار تھے۔ کہ جونہی خدا نے حکم دیا کہ تم فرمانبردار ہو جاؤ۔ عرض کیا کہ میں تو جہانوں کے رب کا فرمانبردار ہو گیا چنانچہ اس سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اور بھی قوت دی اور ہم اس جلسہ میں گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ خدا کے فرشتوں کی فوج ہمارے ساتھ ہے۔ خدا کے فضل سے ان کا ساختہ پرداختہ منصوبہ بالکل اُلٹ ہو گیا۔ اور اُنکی مخالفت کی آگ بالکل ٹھنڈی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہمکو عظیم الشان فتح دی۔ جسکے ہمارے مخالف بھی معترف ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ یعنے خدا کے فضل کی یہ ایک ادنےٰ مثال دی ہے وہ بہت بڑے فضلوں کا مالک ہے۔ اُسکی رحمتوں سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہئے۔ ہمیشہ ملت ابراہیمؑ کی اتباع کی کوشش کرو۔ اور خدا قادر ہے کہ وہی اجر تمکو دے اور حضرت اسمٰعیل کے نمونہ کی تقلید کرو کہ انہوں نے باپ کے حکم کو کس طرح سے مانا اور اسکا کیا عظیم الشان پھل پایا۔ کہ انکی ہی ذریت سے ہمارے سید و مولے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے۔ اور ہمیشہ خداوند تعالیٰ اور اُسکے رسولؐ کی اتباع میں اپنے لئے حلاوت اور نور اور زندگی ہے ؎

درحقیقت بس است یار یکے ٭ دل یکے جاں یکے نگار یکے
ہر کہ او عاشقِ یکے باشد ٭ ترکِ دنیا ببیں اینش اندکے باشد

اب میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں التجا کرتا ہوں۔ کہ وہ خدا کیلئے میرے لئے دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے مجھے استقامت عطا فرماوے۔ اور خدمت دین کا بہت وافر حصہ عطا کرے اور خاتمہ بالخیر ہو۔ اور ایسے ہی میرے والدین پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ اور انکو بھی اس الٰہی سلسلہ پر وہ خداوند ثابت قدم رکھے۔ اور اُن کا خاتمہ بخیر ہو۔ اور نیز یہ دعا فرماویں۔ کہ اللہ میری اولاد اور دیگر متعلقین کو میری وصیت پر کاربند ہونے کی توفیق دے۔ آمین! اور یہ کہ وہ بھی خادم دین ہوں اور اس صراط مستقیم پر اُن کا خاتمہ ہو۔ آمین! اور مجھکو حضور علیہ السلام اجازت دیں کہ اس وصیت کے بعد سے میرے اقرباء میں سے اور دو افراد بھی جنکو کہ میں خود نامزد کردوں مقبرہ بہشتی میں دفن کئے جاویں۔ میری وفات کے وقت اگر کوئی قرضہ میرے ذمہ ہو تو وہ ادا کیا جاوے۔ اور جو زیور و پارچات پوشیدنی و خانگی اسباب مثلاً برتن وغیرہ جو اسوقت میری بیوی کے قبضہ میں ہوں وہ اسکا مال ہے۔ اسکے بعد میری جائداد بموجب حصص شرعی تقسیم کی جاوے جس میں سے ⅓ کمیٹی منتظمہ مقبرہ بہشتی واحمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے حوالہ کیا جاوے اگر میری وصیت میں شریعت اسلام کے خلاف کوئی امر ہو۔ تو بموجب حکم قرآن اس کی اصلاح کا حضرت مسیح موعودؑ کی جانشین کمیٹی کو اختیار ہوگا۔ کہ اس کی اصلاح کریں اور میرے خاندان میں سے خدانخواستہ اگر کوئی میرا قریبی رشتہ دار احمدی نہ ہو۔ اور یا وہ میری اولاد کی سرپرستی کے قابل نہ ہو تو حضرت مسیح موعودؑ کے جانشین اس کے سرپرست ہونگے۔ اور مناسب ہوگا کہ انکی استعداد کے مطابق انکو تعلیم دیں۔ بالخصوص اس امر کا خیال رکھیں کہ اُنکی دینی تعلیم و تربیت اعلےٰ درجہ کی ہو اور خادم دین ہوں۔ آمین!

اے اللہ تو مجھے اور میری اولاد اور اقربا اور احباب کو اپنی رضامندی کی راہوں پر چلنے کی توفیق دے۔ اور ہم سب کا خاتمہ اسلام پر اور اس مسیح آخر الزمان کی اتباع میں ہو۔ [illegible] الا باللہ واخر

احمد

اس وقت جبکہ جماعت احمدیہ میں احمد کے لفظ پر یہ تنازع برپا ہے۔ کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام ہے یا آنحضرت صلعم کا۔ ذیل کا مضمون جو ۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء کے اخبار بدر سے نقل کیا گیا ہے اور اس کے بعد حضرت اقدس مسیح کا اپنا فیصلہ کہ "فارقلیط کا منشا دوسرے الفاظ میں احمد ہے" اور فارقلیط یعنی احمد کی پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلعم کو قرار دینا جو ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کے بدر سے بعنوان "فارقلیط اور احمد" نقل کیا گیا ہے۔ اس تنازع کا فیصلہ کر دینے والا ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ میاں صاحب حضرت اقدس کے صریح خلاف فارقلیط کو احمد کا مرادف نہیں سمجھتے۔ بہر حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ تمام جماعت احمدیہ اور حضرت اقدس مسیح موعود کا مذہب اس بارہ میں کیا تھا اور میاں صاحب اس سے کس قدر دور جا رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ دونوں مضامین احباب کی خاص دلچسپی کا موجب ہونگے۔

از بدر مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۰۳ء

"یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ جس کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں پیشگوئی کی تھی۔ لیکن عیسائیوں نے جب انجیلوں میں تغیر و تبدل کیا۔ اور اصل کتاب کو دریا برد کر کے صرف تراجم ہی ان کے ہاتھ میں رہ گئے۔ تو دوسری زبانوں میں جو الفاظ اس کے ہم معنے تھے۔ وہ استعمال ہوئے۔ جیسے کہ ہم آگے چلکر خدا کے فضل سے دکھلا دیں گے۔

اصل انجیل میں لفظ احمد موجود تھا۔ اس کی تصدیق قرآن شریف سے یوں ہوتی ہے۔ کہ سورہ صف کی آیت ۶ میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہے۔ واذقال عیسی ابن مریم یٰبنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التورات ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ جب عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ جو توریت مجھ سے ...... پیشتر موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والا اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

اصل عبرانی زبان میں جو ہیکل حضرت عیسیٰ نے کی تھی اس میں لفظ احمد موجود ہے جیسے کہ اب بھی اگر برناباس کی عبرانی انجیل کو دیکھا جائے۔ تو یہ لفظ لکھا ہوا موجود پایا جاتا ہے۔ مگر جب یونانی زبان میں انجیل کا ترجمہ ہوا۔ تو اس وقت اس کے مرادف لفظ پیریکلوطوس رکھا گیا جس نے کچھ عرصہ بعد لفظ پاراکلی طوس کا جامہ پہنا۔ اور آخرکار اس کا معرب فارقلیط ہو گیا سینٹ جیروم نے جب انجیل کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا تو پیریکلوس کی جگہ پاراکلوس لکھ دیا۔ تاہم محمد اور احمد کے جو معنے ہیں۔ وہ پیریکلوس سے بخوبی ظاہر ہوتے رہے۔ یعنی بہت تعریف کیا گیا۔ لیکن اس کے بعد مذہب عیسائی کے ہمارا محرفوں اور مبدلوں نے جب دیکھا۔ کہ حضرت مسیح پر تو یہ بات کسی طرح صادق نہیں آتی ......

...... تو پھر ان کو یہ سوجھی کہ جس طرح سے ہو سکے اس لفظ کو انجیلوں میں سے اڑا دو۔ چنانچہ ۱۸۳۰ء سے ۱۸۳۳ء کے بعد اس کا ترجمہ روح القدس کر دیا گیا۔ اور اس تحریف پر عیسائیوں نے یوں عملدرآمد کیا۔ کہ اول تو فارقلیط کا لفظ انجیلوں میں لکھ کر اس کے آگے خطوط وحدانی میں روح القدس اور لفظ فارقلیط کو اڑا کر روح حق لکھنا اختیار کر لیا۔ لیکن وہ نور جسے خدا تعالیٰ نازل کرتا ہے۔ اور وہ چاہتا ہے کہ اس کی شعاعوں سے ایک عالم منور ہو۔ ان ہتھکنڈوں سے کب بجھ سکتا تھا۔ آخر اس کا مصداق بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نہ ہو سکا۔ کیونکہ اپنے کارناموں تائیدات ایزدی سے اور وہ کامیابی جو آپ کو عطا ہوئی اس سے صرف آپ کی ذات مبارک ہی ہے جو روح حق کی مصداق ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلعم نے یہ بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو کہ آپ کی ذات بابرکات کے لئے تھی۔ اپنے زمانہ بعثت میں عیسائیوں کے سامنے پیش کی۔ اور آپ کی زندگی میں یہ برابر نمازوں میں بھی پڑھی جاتی رہی۔ لیکن کسی عیسائی کو اس کے انکار کا موقعہ نہ ملا۔ اور اس عملی طریق سے اس زمانہ کے عیسائیوں نے آپ کے دعاوی کی صداقت پر مہر لگا دی۔ ایک زمانہ دراز کے بعد جبکہ قرآنی محاورات سے بیخبری پھیلی اور انجیلوں میں تحریف و تبدیلی ہوئی۔ اس وقت پادریوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملا۔ کہ یہ بشارت انجیل میں نہیں ہے۔ لیکن ابتدائی زمانہ میں تو پیرانے اہل اسلام نشان دیتے۔ لیکن قربان جائیے۔ اس علیم خبیر خدا پر جس نے پادریوں کے اس ...... سے واقف ہو کر کہ انہوں نے انجیل میں کیا کچھ تحریف کرنی ہے اور ...... مسئلہ کفارہ کو گھڑنے کے لئے کس طرح سے اصلی الفاظ کو ترک کرنا ہے۔ اول ہی سے اپنے پیارے برگزیدہ حضرت محمد و احمد صلعم اور جو کتاب آپ لائے۔ اس کا نام روح اور حق رکھا۔ فرماتا ہے۔ رفیع الدرجات ذوالعرش یلقی الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ۔ اونچے درجوں کا صاحب اور مالک تخت کا اتارتا ہے۔ بھید کی بات جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے پھر فرماتا ہے۔ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا تو کہہ حق آیا۔ اور جھوٹ نکل بھاگا۔ جھوٹ تو نکل بھاگنے والا تھا ہی۔ بلکہ اس سے تو قرآن کریم کا اعجاز ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس لفظ کو فارقلیط کے قائمقام نصرانیوں نے اس لئے تجویز کرنا تھا کہ کہیں مسلمانوں کو ہمیں الزام کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ خدا تعالیٰ نے اول ہی ان کے تراشیدہ الفاظ کو آنحضرت پر چسپاں کر دیا۔ پھر فارقلیط اور روح حق کے جو اوصاف اور کارنامے انجیلوں میں بیان ہیں۔ اُن کے مصداق کسی طرح سے حضرت مسیح نہیں ٹھہر سکتے جیسے کہ یوحنا ۱۶ باب آیت ۱۲ میں ہے کہ میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔ لاکن جب وہ روح حق آوے تو وہ تم کو ساری سچائی کی راہ بتاوے گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ مگر جو کچھ سنیگی۔ وہ کہے گی۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیوگی اور وہ میری بزرگی کرے گی الخ۔ اب دیکھو اس کے لفظ لفظ کی تصدیق آنحضرت صلعم پر ہوتی ہے۔ یہ آپ ہی کی شان ہے کہ ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ اور آئندہ کی جو عظیم الشان خبریں آپ نے دیں اس کی ایک نظیر بھی حضرت مسیح کے عہد میں نہیں ملتی۔ کسی آئندہ یا گذشتہ خبر کا کیا ذکر کرنا۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس وقت اور اس زمانہ میں موجود ہونا اور پھر آپ کے مبارک زمانہ کی نسبت جو نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے مسیح موعود کی تائید میں۔ ان تمام کا ظہور ہونا کس طرح بین طور پر مسیح کی پیشگوئی کو پورا کرتا ہے۔

۲۔ از بدر مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء

فارقلیطا اور احمد

مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص نے فارقلیطا پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے معنے تو حق اور باطل کے تمیز کرنے والے کے میگزین میں کئے گئے ہیں۔ تو پھر یہ معنی لفظ احمد پر کیسے چسپاں ہو سکتے ہیں۔ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ فارقلیطا سے مراد احمد ہے۔ لفظ احمد کی پیشگوئی کا ذکر کتب سابقہ میں کہاں ہے۔ خدا کے برگزیدہ نے فرمایا کہ ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے۔ کہ موجودہ کتب توریت وغیرہ سے وہ لفظ نکال کر دکھلادیں۔ جب قرآن کریم نے ان کو مبدل و محرف قرار دیا ہے۔ تو ہم کہاں سے نکالیں۔ جب فارقلیط بھی محرف ہے۔ تو ممکن ہے۔ کہ کوئی اور بھی لفظ ہو۔ جس کے معنی احمد کے ہوں۔ لسان العرب میں لکھا ہے کہ فارقلیط لفظ فارق اور لیطا کا مرکب ہے۔ فارق بمعنی فرق کرنے والا اور لیط بمعنی شیطان کو الگ کر دینے والا۔ دوسری یہ بات ہے کہ آنحضرت کا نام فارقلیط بھی ہے۔ کیونکہ وہ صاحب فرقان ہے۔ اور فرقان کے معنی فرق کرنے والے کے ہیں اور اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم میں شیطان ہے۔ جو لیط کا معنی ہے۔ اس طرح آپ کا نام فارقلیط بھی ہوگیا۔ اور احمد کے معنی بہت تعریف کرنے والے کے ہیں۔ تو اس سے بڑھ کر اور کون ہوگا۔ جو توحید کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنت کو دور کرے۔ فارقلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے۔ احمد وہ ہے۔ جو دنیا میں سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا ہو۔ فارقلیط کا منشا دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔"

ضروری خبریں

جنگ کے متعلق سال رواں میں بقول نامہ نگار رائیٹر غنیم نے بدو مقامات پر صرف چند ایکڑ زمین پر قبضہ کیا۔ ورڈن پر غنیم کے نقصانات ۵ لاکھ تک پہنچ گئے۔ برخلاف اسکے متحدہ افواج ۱۲۰۰ مربع میل پر قابض ہوئے +

جرمنی کی تجویز صلح کو چالبازی پر مبنی خیال کر کے جنگ کے مقاصد کے منافی بیان کیا جا رہا ہے۔ معلوم نہیں کیا فیصلہ ہو +

قفقاز میں جھیل وان کے علاقہ میں ترکوں کے حملے مسترد کئے گئے ہیں +

امارت مجریہ کا اعلان ہے۔ کہ ہمارے آلات پرواز نے کاتاٹا کے فوجی قیام گاہوں پر کامیابی سے گولہ باری کی۔ اور مجری ہوائی جہازوں نے اونا کے مشرق میں ۱۸ میل کے فاصلے پر جیکا لدو کے پل کو تباہ کر دیا +

ناروے کا جہاز سنو سویڈن کا جہاز فرنگا۔ برطانوی بادبانی جہاز آگنیز اور ولندیزی جہاز جوہان غرق کر دیے گئے ہیں +

مالدیویہ میں غنیم نے ہمارے دستوں کو پسپا کیا۔ اور مالدیویہ کی سرحد پر مسلسل گھمائیوں پر قابض ہوئے۔ لیکن متخاصم کوشش جو دریائے ملینشر کے عبور کرنے کے لئے کی گئی تھی۔ ناکام ثابت ہوئی۔ دریائے ڈینیوب کے جنوب میں غنیم کے حملے بہادری اور جسارت سے پسپا کئے گئے۔ اور برطانوی زرہ پوش موٹرکاروں نے حملوں کے مسترد کرنے میں نمایاں حصہ لیا اور غنیم کو واپس بھگا دیا +

اسٹرڈم - وائنا کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ ڈیشیا میں لڑائی ہمارے حق میں ہو رہی ہے۔ اگرچہ روسی کمک پہنچ گئی ہے۔ برلن کی ایک سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ کارپیتھن کے جنگلوں میں شدید لڑائی جاری ہے۔ لیکن نتائج کی کوئی خبر نہیں دی گئی +

روم ۲۵ اٹلی - ایک اطالوی سرکاری مراسلت مظہر ہے۔ کہ فاتی ہرب کے جنوب میں اچانک حملے سے ہم نے ۳۰۰ گز کی زمین پر قبضہ کر لیا +

آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ لکھنؤ ۲۹ دسمبر میں کثرت رائے سے میاں محمد شفیع کی لیگ کی بے تعلقی قرار دیا گیا ہے۔ اور علاوہ ازیں جدید پنجاب مسلم لیگ جس کے سکرٹری پیر تاج الدین ہیں۔ الحاق کا اعلان کیا گیا ہے +

مسز اینی بیسنٹ اور اسلام :- لکھنؤ کی ایک تقریر میں تھیاسوفی کے فرائض پر تھیاسافیکل سوسائیٹی کے سالانہ جلسہ میں لیکچر دیتے ہوئے مسز بیسنٹ نے ارشاد فرمایا۔ کہ "مسلمان کبھی خوفزدہ نہیں ہوتا کیونکہ اسلام میں خوف کی تعلیم ہی نہیں ہے" یہ بیشک مذہب اسلام کی ایک ایسی سچائی ہے۔ جس کا متعصب سے متعصب پادریوں نے بھی اقرار کیا ہے +

اردو کانفرنس کا پہلا اجلاس ۲۹ دسمبر کو صبح ۹ بجے قیصر باغ بارہ دری میں منعقد ہوا +

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار پیغام صلح لاہور

جلد ۴ چہارشنبہ مورخہ ۳ جنوری ۱۹۱۷ء نمبر ۴۷

ہمارا سالانہ جلسہ

(۲)

احمدیہ کانفرنس

اسی دن (۲۶ دسمبر ۱۹۱۶ء کو) بعد از نماز مغرب احمدیہ کانفرنس کا اجلاس ہوا۔ جس میں انجمنوں کے نظم و نسق اور تبلیغ سلسلہ عالیہ اور اشاعت اسلام اور چندوں کی باقاعدہ فراہمی کے لئے جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب۔ اور جناب مصطفیٰ خاں صاحب بی۔ اے نے چند نہایت مفید تجاویز پیش کیں۔ مثلاً تبلیغ سلسلہ عالیہ کے متعلق اس بات پر بہت زور دیا گیا کہ بجائے مبلغین پر انحصار رکھنے کے ہر ایک احمدی اپنے آپ کو بطور خود مبلغ سمجھے اور جہاں تک ہوسکے اپنے حلقہ اثر میں دعوت حق سے دریغ نہ کرے۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے وقت کوئی خاص مبلغین نہیں تھے۔ لوگ خود ہی اپنے طور پر تبلیغ کرتے رہتے تھے۔ ایسا ہی جماعت کو باقاعدہ اپنی آمد میں سے کم از کم دو پیسے فی روپیہ ادا کرنے کی تحریک کی گئی۔ اور اپنے اپنے ہاں باقاعدہ انجمنوں کا نظام قائم کر کے وصولی چندہ کی طرف توجہ دلائی گئی۔ اور تبلیغ کا ایک یہ بھی ذریعہ بتایا گیا۔ کہ بیرونی احباب بھی وقتاً فوقتاً اپنے اپنے ہاں جلسے کیا کریں۔ اور بزرگان ملت کو بلا کر ان سے وعظ کرایا کریں۔ پھر ایک سہ ماہی رسالہ کے بھی حضرت امیر قوم کے زیر ارادت شایع ہونے کی تجویز پیش ہو کر پاس ہوئی جسکا مقصد خالص تبلیغ احمدیت ہو۔ اس سلسلہ میں ریزولیوشنوں کے پیش اور ان پر جرح کرنے میں اکثر احباب نے حصہ لیا۔ سب سے زیادہ اہم امر جو پیش ہوا وہ جناب مصطفیٰ خاں صاحب بی۔ اے کی یہ تجویز تھی کہ اپنے دائرہ تبلیغ کو وسیع اور بہترین مبلغ پیدا کرنے کے لئے ہمیں ایک ہوسٹل کھلوانا چاہئے۔ جہاں کالجوں کے طالب علم اور بعض دوسرے لوگ جو اس قابل سمجھے جاویں۔ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے زیر نگرانی رہیں۔ اور حضرت امیر قوم کے درس میں شامل ہوں۔ اور ان کے لئے بعض خاص لیکچروں کا بھی بندوبست کیا جائے یہ تجویز نہایت مفید تھی۔ اور مبلغین کے متعلق آئے دن کی پریشانیوں کو رفع کر دینے والی۔ اس لئے سب نے اسے بالاتفاق منظور کیا۔ اصل ریزولیوشنوں کی نقل بشرط ضرورت پھر دی جائے گی۔ کیونکہ اس مختصر روئداد میں کسی مزید تفصیل کی گنجائش نہیں +

تیسرا دن

یعنے ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء کو سب سے پہلے حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا مضمون، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب نے پڑھکر سنایا اس لیکچر میں حضرت خواجہ صاحب نے جماعت کے موجودہ اختلافات پر ایک نئے انداز میں روشنی ڈالتے ہوئے جہاں کھلے کھلے دلایل سے حق و باطل کو واضح کیا ہے۔ وہیں ساتھ ساتھ غیر احمدیوں کی طرف سے وارد ہونے والے اعتراضات کا بھی بخوبی قلع قمع کیا گیا ہے مثلاً آپ نے ایکطرف تو موجودہ غلو کو ناجایز محبت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے حضرت اقدس کی پندرہ سالہ تصنیفات کی تنسیخ کو آپ کی عزت و رفعت کا موجب نہیں بلکہ ہتک و تذلیل کا باعث قرار دیا ہے اور دوسری طرف اس بات کو بھی واضح کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود نے نبی کا لفظ کیوں اختیار کیا۔ پھر آپ نے ووکنگ مشن کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے قوم کو اس کی امداد کیطرف توجہ دلائی۔ اور اس کام کو قومی رنگ میں سنبھالنے کے ذمہ دار قرار دیا۔ اور پچاس ایسے آدمیوں کی خواہش کی ہے۔ جو مستقل طور پر ایک مقررہ رقم ماہوار ادا کریں جس سے دو سال کے لئے کم از کم چوبیس ہزار کا ایک مستقل فنڈ علیحدہ صرف ووکنگ مشن کے لئے قایم ہو جائے اور باقی قوم انجمن کی دوسری مدات میں امداد دے۔ اس لیکچر کا کچھ حصہ آج ہی کی اشاعت میں کسی دوسری جگہ ہدیہ ناظرین ہے +

خواجہ صاحب کے لیکچر کے بعد حضرت مولینا سید محمد احسن صاحب نے فضایل نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک موثر تقریر کی جس میں آپنے کلمہ شہادت میں توحید الٰہی کے اقرار کیساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بھی اقرار کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ دنیا میں آنحضرت صلعم کی سرآن کس قدر فضیلت بیان ہوتی ہے۔ پھر قرآن کی عظمت کا بھی ذکر کیا اور حضرت نبی کریم صلعم کے اسم احمد کے فضایل بیان کئے اور آخر میں ایک قابل عبرت نشان کا بھی تذکرہ کیا۔ جسکی تفصیل حضرت مولانا کے لیکچر میں چھپ جائیگی۔

. . . .

. . . .

. . . . اپنی تقریر سے پہلے حضرت مولانا صاحب نے حضرت خواجہ صاحب کے مشن کے لئے چندہ کی بالخصوص تحریک کی بعد ازاں نماز ظہر و عصر جمع کی گئی۔ اور سکرٹری صاحب نے رپورٹ سنائی جس میں تمام مدات کی آمد و خرچ کو تفصیل وار بتانے کے بعد، سال بھر کی کل آمد ۴۰۰۱۰ روپیہ اور کل خرچ ۹ - ۱۰ - ۳۸۴۲۱ روپیہ بتایا گیا۔ وصایا کی طرف خصوصیت سے توجہ دلائی گئی۔ اس مد میں اس سال صرف ۰ - ۸ - ۱۳۹ وصول ہوئے ہیں جو اگرچہ گذشتہ ڈیڑھ سال کی نسبت جبکہ ۹۴ روپیہ ۶ آنے وصول ہوئے تھے زیادہ ہیں لیکن جماعت احمدیہ کے ایثار و قربانی اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے بالمقابل کچھ بھی نہیں یہی سلسلہ میں اخبار کی اس آمد و خرچ کو بھی بتا دینا شاید بیجا نہ ہو گا جو سال زیر رپورٹ میں دکھایا گیا۔ اس سال اخبار کی کل آمد ۳ - ۶ - ۲۸۴۴ روپیہ اور خرچ ۹ - ۱۲ - ۵۰ - ۲۷ روپیہ ہے اس سے ظاہر ہے کہ اخبار کی مالی حالت کس قدر خراب اور نقصان دہ ہے۔ اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں ایک ایسے اخبار کے اوپر جو انجمن کے سامنے پیش ہو۔ پورے ۴۶۴۳ روپیہ کا صرف ایک سال میں قرض ہو جانا پریشان کر دینے والی بات ہے۔ اسوقت جماعت احمدیہ میں صرف پیغام صلح ہی واحد پرچہ ہے۔ جو عقاید حقہ کی تلقین اور باطل کی بیخکنی میں ساعی ہے۔ پس اس کی ترقی اور توسیع اشاعت کی طرف بہت جلد توجہ کرنی چاہئے +

رپورٹ کے بعد حضرت امیر قوم نے "ہمیں کیا کرنا چاہئے" کے موضوع پر قوم کو چند بیش بہا نصائح کیں۔ آپ نے کہا کہ میں کوئی سیاست تو نہیں بتاتا لیکن یہ اقرار لینا چاہتا ہوں۔ کہ ہماری قوم کے افراد دوسروں سے اپنے اندر ایک امتیاز پیدا کر کے دکھائیں۔ ان میں اور دوسرے لوگوں میں ایک امتیازی نشان ہو۔ اور وہ یہ کہ وہ قرآن کی حکومت کو اپنے اوپر قایم کریں۔ اور اپنے گھروں میں بھی قرآن سکھائیں اور تمام رسوم کو بالائے طاق رکھکر صرف قرآن پر عملدرآمد ہو۔ اسکے ساتھ ہی آپ نے چندوں اور صدقات کے لئے بھی تحریک کی۔ اور بتایا کہ ایبٹ آباد میں بعض دوستوں نے اپنی آمد کا دسواں حصہ دینے کا اقرار کیا تھا۔ اور لوگوں کو بھی اس اقرار میں شامل ہونا چاہئے۔ اس کے بعد چندوں کی وصولی شروع ہوئی۔ اور ایک تھوڑے سے عرصہ میں خدا تعالے کے افضال کی اس قدر بارش ہوئی۔ کہ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة کا نقشہ نظر آنے لگا۔ اور ہمارے احباب یہ سن کر خوش ہونگے کہ اس جلسہ پر کل جمع شدہ چندہ کی مقدار تین ہزار دو سو روپیہ تک پہنچی ہے آٹھ سو روپیہ کے وعدے اس کے علاوہ ہیں۔ گویا کل نقد چندہ چار ہزار روپیہ پہنچا۔ کیا کوئی امید کر سکتا۔ الغرض خدا تعالے اس قلیل سی جماعت کی اس قدر تائید و نصرت کریگا اور ایک دو سالوں میں ہی اس قدر افضال کی بارشیں ان پر نازل ہونگی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کو ان کی کثرت نے عجب میں ڈال رکھا ہے۔ اور وہ قایل من عبادی الشکور کے قرآنی ارشاد کو بھلا کر آئے دن مسیح موعود کے تھوڑے ساتھ دینے والوں پر طعنہ زن ہوتے ہیں۔ خود ہمارے قیاس میں ہرگز یہ بات نہ آسکتی تھی کہ الیسی (عجیب الوقوع) تائید ایزدی اس قدر جلد ہمارے ساتھ ہوگی۔ پس ایسی حالت میں جبکہ اس رحیم و کریم مولا نے اپنے افضال و اکرام سے ہمیں اس قدر نوازا کیوں وتحدیث بالنعمت کے طور پر اس کا ذکر کیا جائے۔ اور اس پر سجدات شکر ادا کئے جائیں۔ چندہ کے جمع ہونے تک شام ہو چکی تھی نیز اسدن کا پروگرام بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس لئے جلسہ دوسرے دن کے لئے ملتوی کیا گیا +

چوتھا دن

یعنے ۲۸ دسمبر ۱۹۱۶ء کو سب سے پہلے جناب بابو عبدالحق صاحب شملوی نے مباحثہ شملہ کا وہ تمام فیصلہ پڑھکر سنایا۔ جو اس مباحثہ کے ثالث جناب شیخ محمد عمر صاحب بیرسٹر نے دیا ہے۔ یہ مباحثہ دراصل مسئلہ کفر و اسلام پر تھا۔ اس کے ضمن میں نبوت مسیح موعود کا مسئلہ بھی آگیا تھا اصل مسئلہ متنازعہ یعنے کفر و اسلام پر ثالث نے جو کچھ فیصلہ دیا ہے وہ گذشتہ اشاعت میں شایع ہو چکا ہے۔ جس کے دیکھنے سے پتہ لگتا ہے کہ ثالث مذکور حضرت اقدس مسیح موعود کا یہ مذہب نہیں مانتے۔ کہ آپ کے نہ ماننے والونکو محض اپنے انکار کی وجہ سے خارج از اسلام ٹھہرایا گیا اسی طرح پتہ لگ جاتا ہے۔ کہ اپنی نبوت کو بھی حضرت مسیح موعود نبوت تامہ و کاملہ نہیں سمجھتے تھے۔ جناب بابو عبدالحق صاحب نے اس تمام بحث اور جرح و قدح کو پڑھکر سنایا جو جناب ثالث نے اپنے فیصلہ میں حضرت مسیح موعود کے اس مسئلہ پر ایک ایک تحریر اور جماعت کے طرز عمل کو سامنے رکھکر کی ہے۔ اور اس سے نتایج اخذ کر کے آخری فیصلہ دیا ہے۔ یہ فیصلہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے نہایت دلچسپ تھا۔ اور اس لئے حاضرین نے اسے گہری دلچسپی کے ساتھ سنا۔ ازاں بعد مولوی عبدالحق صاحب ودیارتھی کا لیکچر "تخلیق کائنات" پر شروع ہوا آپ نے دلایل عقلیہ و نقلیہ کے ساتھ ثابت کیا کہ روح و مادہ ازلی اور ابدی ہرگز نہیں بلکہ مخلوق ہیں اور بتایا کہ تمام مذاہب کی حقیقی تعلیم اس بات کے سراسر خلاف ہے کہ روح و مادہ کو ازلی ابدی سمجھا جائے۔ پھر آپ نے اس وید کے منتر کا حوالہ دیتے ہوئے جس پر اس دیانندی عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بتایا کہ اس میں روح و مادہ کے ازلی ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ صرف اس قدر بیان ہے۔ کہ ایک درخت کے اوپر دو جانور ہیں۔ ایک سکا پھل کھاتا ہے اور دوسرا دیکھتا ہے۔ آپ نے اس کی نہایت لطیف توجیہ بیان کی اور وہ یہ کہ اس میں درخت کا حلیہ کھینچا گیا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ ہندوستان کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی جڑیں راس کماری میں ہیں اور شاخیں ایک طرف کشمیر اور دوسری طرف برما وغیرہ تک پھیلتی ہیں۔ ایک قوم تو اس کا پھل کھا رہی ہے۔ اور دوسری اس کا منہ دیکھتی ہے۔ یہ مضمون نہایت ہی دلچسپ تھا۔ اور دلچسپی سے سنا گیا بالخصوص اس لئے بھی کہ اس میں لیکچرار نے اصل سنسکرت عبارت کو اسی زبان میں پڑھ کر سنایا۔ اور اپنی تائید میں پیش کیا لیکچر کے بعد پنڈت چرنجی لال پریم نے کچھ اعتراضات کئے۔ جن میں اس بات پر بالخصوص زور دیا گیا کہ مولوی شبلی نعمانی یا بعض دیگر لوگ بھی روح و مادہ کو ازلی مانتے تھے اس کا جواب دیا گیا۔ کہ مولوی شبلی کا ایسا ماننا ہمارے لئے سند نہیں۔ کیونکہ مذہب اسلام کی حقیقی تعلیم اس کے برخلاف ہے۔ پنڈت صاحب سے وید کا وہ حوالہ طلب کیا گیا۔ جہاں روح و مادہ کو ازلی کہا گیا ہو۔ لیکن افسوس کہ وہ درخت اور اس پر بیٹھے ہوئے جانوروں والے منتر کے سوائے اور کچھ بھی پیش نہ کر سکے۔ اس کے بعد حضرت مولینا صدرالدین صاحب کا عظیم الشان لیکچر پڑھکر سنایا گیا۔ جو "نبی کریم صلعم کی پیشگوئیاں اور مغرب سے طلوع آفتاب" کے عنوان سے گذشتہ اشاعت میں شایع ہو چکا ہے۔ بعد ازاں حضرت امیر قوم نے اسلام اور دیگر مذاہب پر اپنا لیکچر شروع کیا۔ آپ نے نہایت لطیف پیرایہ میں ایک بالکل نئے رنگ میں اسلام کو غیر مذاہب کے بالمقابل سچا مذہب ثابت کیا۔ تقریر گو مختصر تھی لیکن اصولاً ایسی جامع و مانع تھی کہ اس پر کسی جرح و تنقید کی گنجایش ہی نہ ہو سکتی تھی۔ آپ نے بتایا کہ کسی اصول کی بنیاد ہمیشہ محکمات پر ہوتی ہے نہ کہ متشابہات پر۔ اور اسی ضمن میں مثال کے طور پر مادہ کی ازلیت والے مسئلہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بتایا کہ جس منتر کی بنا پر اس عقیدہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ وہ کوئی اصولی رنگ نہیں رکھتا۔ بلکہ محض ایک استعارہ ہے۔ جو متشابہات میں داخل ہوتا ہے۔ اور اس کی کئی تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ پھر آپ نے آیہ کریمہ قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الخ سے یہ لطیف استدلال کیا۔ کہ اس میں تمام مذاہب کے درمیان اصولاً فیصلہ کرنے کا طریق بتایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ سب مذاہب کا قدر مشترک لے لو اور وہی صحیح مذہب ہو گا۔ چنانچہ وہی اسلام ہے۔ کیونکہ دنیا کے جتنے مذہب ہیں سب کسی نہ کسی رنگ میں توحید کے قایل ہیں۔ اگرچہ اس کے ساتھ اور ملونیاں بھی کرتے ہیں۔ لیکن قدر مشترک سب کا توحید الٰہی ہے۔ باقی جس قدر ملونیاں جس جس مذہب میں ہیں۔ کوئی دو مذہب ان پر متفق نہیں۔ جس نے کوئی مشرکانہ اعتقاد قایم کیا ہے۔ خود ہی اس کا حامی ہے۔ دوسرا کوئی بھی اس سے متفق نہیں۔ نہ کفارے کا سوائے عیسائیوں کے کوئی اور قایل ہے اور نہ تناسخ کا سوائے ہندوؤں کے۔ اور گویا وہ خود ہی ایک دوسرے کی تردید کر رہے ہیں۔ پھر ان سب کی اندرونی شہادت بھی ان کے مشرکانہ خیالات کا رد کر رہی ہے۔ اور ان کا ایک اصول دوسرے کے مخالف۔ مثلاً دعا کا عقیدہ سب مذاہب والے رکھتے ہیں۔ تو جب ان کا ایمان ہے۔ کہ دعا سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر کفارہ اور تناسخ چہ معنی دارد؟ الغرض اس طرح سے آپ نے نہایت وضاحت اور دلایل سے اسلام کی صداقت کو دوسرے مذاہب کے بالمقابل اظہر من الشمس کیا۔ تقریر کے بعد اسی پنڈت چرنجی لال پریم نے چند ایک اعتراض کئے۔ جنکے آپ نے نہایت معقول کیا تھ جواب دیئے۔ اتفاق سے اس جلسہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی آریہ کے اعتراضوں

لہ یہ رپورٹ لکھی جا چکی تھی کہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب لیفٹیننٹ سے اس تمام کارروائی کی مزید تفصیل ایسے اشاعت موصول ہوئی۔ جو کسی دوسری جگہ شایع ہو رہا ہے +

لہ چندہ کی ہری بھری تقسیم کا ہوا ر فہرست کی دوسری جگہ حضرت ڈاکٹر سید محمد حسین صاحب جنرل سکرٹری انجمن کی طرف سے درج کی گئی ہے